فقیہٌ واحدٌ اشدُّ علی الشیطان من الفِ عابدٍ

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع اول فتاویٰ معتقد مذہب امام اعظم مسند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار یعنی

جلد پہلی غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو در المختار

جسکا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ شامی کے اقوال کے ساتھ کیا تصحیح و تکمیل احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی

مطبع صدیقی واقع بریلی میں باہتمام محمد منیر مطبوع ہوا

بعرق ریزی [illegible]

فہرست جلد اوّل غایۃ الاوطار ترجمہ درّ المختار

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مترجم ثانی

الحمد للہ رب العلمین اکمل الحمد علی کل حال والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولینا محمد فی الغدو والاصال و علی الہ واصحابہ ذوی الشرف والکمال وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الرجف والزلزال

بعد حمد و صلوۃ کے احقر العباد **محمد احسن صدیقی نانوتوی** عرض کرتا ہی کہ کتاب درالمختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی جنکا مذہب ہندوستان مین مروج ہی اس فن مین نہایت معتبر ہے اس زمانہ کے سب علما اسبات پر متفق ہین کہ جسطرح کی تنقیح مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب کی مؤلف محمد علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہی دوسری کتابون مین نہین پائی جاتی حتی کہ یہہ کتاب باوجود فتاوی ہونے کے مدار مذہب ٹھہر گئی اور سب علمانے اسکی روایات کو مستند جانا اور اسیوجہہ سی بڑی بڑی عالم مثل علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی اور شیخ رحمتی اور محمد عابد سندی مدنی اور ابن عابدین شامی وغیرھم نے اس کتاب پر حواشی لکھے فتاوون مین سوا اور کوئی اسطرحکا نہین جسپر اسقدر حاشیے اول سے آخر تک ہون یا اسکے مسائل مثل متنون کے متصور ہون اس کتاب جلیل الشان کو **مولوی خرم علی** صاحب مرحوم بلہوری نے حسب فرمائش نواب صاحب بہادر مبرور والی باندہ سنہ ۱۲۵۸ ہجری مین کتاب النکاح سے اردو مین ترجمہ کرنا شروع کیا متواتر تیرہ برس ترجمہ کرکے رجب سنہ ۱۲۷۰ھ مین آخر کتاب تک پونہچا دیا پہر محرم سنہ ۱۲۷۱ھ تک کتاب الحج کا ترجمہ ہوا کہ شروع کتاب سی باب الاذان تک لکہنی پائی تہی کہ یکایک رہگرای عالم بقا ہوئی اس عاجز نے بنظر رفاہ عام ترجمہ مذکور کو مترجم مرحوم کے ورثہ سی لیکر جسقدر باقی رہگیا تہا اوسکی تکمیل اوسیطرح کرکے قصد چہپوانے کا کیا اور ازانجا کہ خود اسقدر مایہ نرکہتا تہا کہ تنہا اسکا متکفل ہوتا لہذا چند احباب کو اسمین شریک کیا ایک جلد بہی اسکی چہپنے نپائی تہی کہ بعض شرکا حوادث آسمانی کے

باعث شرکت سے دست بردار ہوئے اوسوقت جو کیفیت میرے دل پر گذرتی تھی اوسکو خدا ہی جانتا ہے رات دن بعجز التجا اور تضرع
کے جناب باری مین دوسرا کار رہتا اسی عرصہ مین ایک اشتہار اسکی طبع کا مشتہر کیا کہ شاید اُس سے طبع مین کچھہ مدد ملے قدرت
قادر مطلق کو دیکھیے کہ جب اشتہار مذکور جناب مستطاب معلی القاب اعظم الامرا امیر الغطا منطقۂ ذروۂ شہامت و جلالت نقطۂ دائرہ
امارت و ایالت مؤید مراسم سیاست و عدالت مقوی ارکان ابہت و بسالت حامی دین متین ناصر اہل الیقین ملجأ العلما ملاذ الفضلا
ممہد قواعد خیر و سخا مؤسس قوانین علم و ہدی ؎ قطرۂ از لطف او سرمایۂ دریا و کان + پرتوی از رای او پیرایہ خورشید و ماہ + یعنی
جناب **نواب محمد کلب علیخان صاحب بہادر** والی رامپور دامت دولتہ بمزید النعم و طالت مدتہ فی نشر آثار الکرم کے ملاحظہ
فیض شمائل سے مشرف ہوا تو احقر کے حاضر ہونے کا حکم دیا کمترین اسکو تائید غیبی جانکر بتعمیل ارشاد بشرف ملازمت سے مشرف ہوا بکمال
قدردانی حال اس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا عاجز نے سب کیفیت مفصل عرض کی اوسیوقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو کہ
اسکی تکمیل بصورت ابد دولت فرمائینگے چنانچہ دوسرے روز جسقدر کمی کہ عاجز نے عرض کی تھی اُسکی دلانیکا ارشاد فرمایا غرضکہ
صرف ادنی توجہ جناب ممدوح سے یہہ کتاب انجام کو پہونچی اس کتاب کا فخر اتنا ہی بس ہے کہ اسکا دیباچہ ایسے امیر کبیر کے نام سے مزین
ہوا کریم کارساز حقیقی نے یہہ مکرمت جاودانی جناب منعم الیہم کے لئے مقرر فرمائی ؎ این سعادت بزور بازو نیست + تا نبخشد خدای
بخشندہ + یہہ کمترین اسکی شکریہ مین بجز اسکے کہ صدق دل سے دعا کرے اور کیا کرسکتا ہے ؎ از دست فقیر بینوا ناید ہیچ + جز آنکہ بصدق دل دعائے
بکند + اللہم وفقہ لما تحب و ترضی و اعطہ سؤلہ فی الدنیا و اجعل سنتہ ملتزم اہل المنی و آخرتہ خیرا من الاولی بحرمۃ سیدنا
محمد المصطفی و آلہ المجتبی اب چند باتین متعلق اس ترجمہ کے عرض کرتا ہون **اوّل** یہہ کہ چونکہ مترجم اول کو مہلت سب کتاب کے پورا
کرنے کی بھی نملی اسلئے اس ترجمہ کا نہ کوئی دیباچہ لکھنے پائے اور نہ نام رکھنے پائے اور از انجا کہ مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع ۱۲۵۸ھ
مین کیا اور ۷۱ھ تک سلسلہ ترجمہ کا جاری رہا اس لحاظ سے مین نے اسکا نام تاریخی غایۃ الاوطار رکہا جسمین ۱۲۶۴ نکلتے ہین جو ۵۸ اور
۷۱ کا درمیانی سال ہے عجب نہین کہ مترجم کی روح کو اس نام سے تازگی ہو **دوم** یہہ کہ عبارت درمختار اور تنویر الابصار کی بخط نسخ
لکھوائی گئی اور متن پر خط سیاہی کا کھینچدیا گیا **سوم** یہہ کہ عبارت نسخ عنوانون کی جو قلم جلی سے لکھی گئی ہو وہ متن کی عبارت ہے ہان
شارح نے جو فروع ہر باب کے آخر مین لکھی ہین تو لفظ فروع کو بھی قلم جلی سے لکھا ہے اور اسکے بعد ترجمہ مین لکھدیا ہے کہ یہہ مسائل جزئیہ
شارح نے اضافہ کئے ہین اسیطرح لفظ فائدہ جو کلام شارح مین کہین آیا ہے اوسکو بھی جلی لکھا ہے اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی
سے نہین لکھی گئی تو مقدار متن پر لکیر کر دی گئی ہے **چہارم** یہہ کہ مترجم اول نے جہان کہین اقوال محشیون کے نقل کئے تھے تو اونکے شروع مین
یہہ جملہ لکھا تھا مترجم کہتا ہے مین نے اس جملہ کی جگہہ فقط میم جلی قلم سے لکھوا دیا ہے البتہ ہر جلد کے شروع مین ایک دو جگہہ وہ جملہ بھی
لکھدیا ہے تاکہ ناظرین جان جائین کہ میم جلی مختصر جملہ مذکور کا ہے **پنجم** یہہ کہ ترجمہ مین مترجم مرحوم نے اکثر جگہہ فروگذاشت کر دی
تھین اور حاشیہ پر لکھدیا تھا کہ اس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھا جاویگا اونکو اس عاجز نے پورا کر دیا اور جس وجہ سے اُن مین

تابل تھا کتب مت اولہ کو دیکھنے سے اوسکو صاف کر دیا ششم یہہ کہ بعض جا عبارت دُر مختار کی بالکل فروگذاشت ہو گئی تھی یا تو سہو
سے رہ گئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ کیا تہا اوسمین نہو بہرحال مین نے مقابلہ کیوقت ایسی عبارتون کو داخل ترجمہ کر دیا ہے
ہفتم یہہ کہ نظر ثانی قرار واقعی مترجم سے نہونے پائی اسوجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہو گیا تھا ایسے مقامات کو اکثر مین نے بدلدیا ہی
اور جہان کہین بدلا وہان حاشیہ پر اشارہ کر دیا ہے کہ مترجم اول سے اسجگہہ تسامح ہوا ہشتم یہہ کہ مترجم موصوف نے اکثر جا محاورۂ
اُردو کے لحاظ سے تذکیر و تانیث مین غلطی کی تھی اور کہین الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کر دئے تھے اُن سب کو مین نے حال کی بول چال کے
موافق صحیح کر دیا ہے نہم یہہ کہ اثناء ترجمہ مین جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے اُنکے معانی حاشیہ پر یا لفظون کے نیچے
لکھدئے ہین دہم یہہ کہ اگر اثناء ترجمہ مین کوئی آیت قرآنی یا کوئی دعا بخط نسخ آگئی ہی تو اوسکی دونو طرف خط مقوس کھینچدیا ہی اسطرح
( ) تاکہ کوئی اوسکو عبارت دُر مختار کی نہ سمجہے یازدہم یہہ کہ ہم دونو مترجمون نے اسبات کا التزام کیا ہی کہ عبارت اُردو کا
محاورہ بھی ہاتھہ سے نجانے پائے اور حتی الوسع الفاظ عربی کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی جہت سے بیشتر تقدیم و تاخیر کرنی پڑی ہے مثلاً
شارح نے مبتدا اور خبر یا فعل اور فاعل کے درمیان مین کوئی قید بڑہا دی تو ہمنے ترجمہ مین اول پوری جملہ کا ترجمہ کیا ہے اوسکی بعد شارح
کی تحقیق کو بیان کیا ہے اور جس مقام پر کہ ایک مبتدا کی کئی خبرین یا ایک شرط کی کئی جزائین واقع ہوئی ہین تو اُن مقامونمین ترجمہ کے اندر
لفظ مبتدا یا شرط کو فہم مطلب کے لئے مکرر لکھا ہی اسیطرح مقدرات اور محذوفات کو اکثر ترجمہ مین ظاہر کر دیا ہے حتی کہ ضمیرون کی جگہہ اُن کے
مرجع لکھدئے ہین تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجہہ مین آوے اور کسیطرح کی گنجلک مسئلہ مین باقی نرہنے پاوے دوازدہم یہہ کہ حواشی کی
پوری عبارت کا ہمنے ترجمہ نہین کیا بلکہ اتنی باتونکا لحاظ رکھا ہے ۱ توضیح مطلب مسئلہ ۲ ترکیب نحوی اور اشتقاق کلمات اگر مشکل ہو
۳ شارح کا تسامح جسجگہہ واقع ہوا ہو ۴ کسی بیان کی تفصیل جسکو شارح نے مجمل بیان کیا ہی ۵ جن مسائل کا حوالہ شارح نے دوسری
کتابون پر کیا ہے اُنکا نقل کرنا بشرطیکہ کوئی خاص فائدہ اُن سے متعلق تصور کیا ہو ۶ اگر شارح نے کسی مسئلہ مین قول ضعیف لکھدیا
ہو تو اوسمین روایت قوی کتب مروجہ سے ۷ جس جگہہ شارح نے لکھدیا ہو کہ اس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا اوسکی تصریح کتابون سے
۸ تطبیق شارح کے اقوال مین اگر بظاہر مختلف معلوم ہوئے ۹ عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ ضروری جو حواشی مین نظر پڑا ۱۰ دلیل
مسائل کی کتاب اور سنت اور اصول سے خواہ دلیل عقلی ۱۱ اختلاف نسخون کا ذکر ۱۲ جس مسئلہ کو شارح نے اصح اور راجح لکھا ہے اُسکا
مقابل نقل کیا ہو اور اوسکی صحت یا مرجوح ہونے مین فقہا کے قول نقل کئے ہین سیزدہم یہہ کہ کہین کہین ایسا بھی ہوا ہی کہ حواشی مین
ایک عبارت دوسری مقام کے نیچے لکھی ہوئی تھی اور ہمنے اوسکو اور مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اسیلئے ہمنے یہہ التزام نہین کیا
کہ ہر قول کا حاشیہ اوسیکے ذیل مین رہے دوسری جگہہ نہو چہاردہم یہہ کہ اثناء ترجمہ مین اگر کوئی قید ہمنے زیادہ کی ہی تو جس کتاب مین
وہ قید نظر پڑی ہے اُسکا حوالہ اثناء ترجمہ مین کر دیا ہی مثلاً اگر بحر الرائق سے نقل کیا تو اوس قید کے بعد کذا فی البحر لکھکر باقی عبارت کا
ترجمہ کیا ہی پانزدہم یہہ کہ جس حاشیہ سے ہمنے نقل کیا ہی آخر کو اوسکا نام اور حوالہ کر دیا ہی جیسے کذا فی الشامی یا قالہ الشامی اور کذا فی الطحطاوی

اور ان محشیون نے جن کتابون سے نقل کیا ہے بعض جا اُنکا بھی حوالہ کر دیا ہے مثلاً کذا فی الشامی عن الحلبی اور کہین صرف اُن کتابون کے نام پر اکتفا کیا ہے مثلاً کذا فی العینی اور کذا فی الهدایه **شانزدہم** یہہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہمنے طویل دیکھی ہے تو اوسمین سے بقدر اپنے التزام کے لکھکر حوالہ کے بعد مختصراً لکھدیا ہے اور کسی جگہہ اور قسم کا تصرف بھی کرنا پڑا ہے تو وہان حوالہ کے بعد بتصرف یا ملتقطاً بڑہا دیا ہے اور بعض جا ایسا بھی ہوا ہے کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سواے حواشی کے اور کتابون مین پایا ہے تو وہان اُن کتابون کا نام لکھدیا ہے **ہفتدہم** یہہ کہ بعض مواضع مین جن کتابون سے محشیون نے کوئی مضمون لیا ہے ہمنے بدون رجوع اصل کتاب کے بہ تبعیت محشیون کے حوالہ لکھا ہے **ہیجدہم** یہہ کہ جس عبارت مین شارح کی کوئی سقم محشیون نے بیان کیا ہے اوسکا ترجمہ ہمنے اُن لفظون کے لحاظ سے کیا ہے جنکو محشیون نے صحیح قرار دیا ہے اور جابجا اسکی تصریح بھی کر دی ہے کہ لفظ غلط کو چھوڑکر ہمنے صحیح لفظ کا ترجمہ کیا ہے **نوزدہم** یہہ کہ مترجم اول نے اکثر اقوال حاشیہ طحطاوی اور مدنی سے لئے ہین اگر کسی جگہہ سہو کاتب سے حوالہ رہگیا ہو تو ناظرین جان لین کہ یہہ مسئلہ انہین دو حاشیون مین سے کسی مین ہوگا اور مترجم ثانی ترجمہ کیوقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکھتا تھا تو میرے ترجمہ مین جسجا حوالہ متروک ہے اوسکو قول شامی کا تصور فرماوین کتر جگہہ ایسی ہین جہان ہمنے اپنی طرف سے کچھہ لکھا ہو اور جس جگہہ لکھا ہے سیاق عبارت باواز بلند کہہ رہا ہے کہ یہہ ہماری بحث ہے نہ محشیونکا قول **بستم** یہہ کہ بعض جا ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک تقریر کو شامی نے اور طرح لکھا ہے اور طحطاوی نے دوسری طرح تو مین نے اُس تقریر کا ترجمہ ایسی طرح کیا ہے کہ دونو حاشیونکی تحریر کو شامل ہو اور ایسی جگہہ حوالہ مین دونو کتابون کا نام لکھدیا ہے اور اسیطرح جو مسئلہ دونومین یکسان نظر آیا ہے اوسکے حوالہ مین بھی دونو کا نام مندرج کر دیا ہے **بست ویکم** یہہ کہ جو مسائل مفید اور فوائد عجیب کتاب مین نظر پڑے ہین اُنکا اشارہ حاشیہ پر **ف** لکھکر کر دیا ہے اور نیز ایسے مسائل کو فہرست مین بھی لکھدیا ہے تاکہ ناظرین کو اُنکی تلاشمین دقت نہو **بست و دوم** یہہ کہ اس کتاب کی تکمیل مین مجکو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب معلی القاب مولٰنا **مولوی محمد منظہر** صاحب نے بہت سی مدد دی اللہ تعالی اُنکی اور میری سعی کو مشکور فرماوے **بست وسوم** یہہ کہ حتے الوسع تصحیح کتاب اور تنقیح مسائل مین مین نے بہت جان فشانی کی ہے اور باینہمہ اپنی قلت بضاعت کا معترف ہون اگر کسی جگہہ غلطی ہوئی ہو تو ناظرین عالی ہمم سے راجی کرم ہون ؎ نازم بسرمایۂ فضل خویش ✣ بدریوزہ آوردہ ام دست پیش ✣ اور اللہ تعالی سے توقع رکہتا ہون کہ جیسے اُسنے اصل کتاب کو عرب وعجم کے باشندونمین مقبول و مختار فرمایا ایسے ہی اس ترجمہ کو پسند ارباب دین اور اصحاب یقین فرماوے اور ہمارے لیے اسکو باقیات صالحات مین سے کرے ✣

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَمُحِبِّيْهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْن ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

جلد اوّل — **ترجمۂ درالمختار**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہون اللہ تعالی کے نام پاک سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

مترجم کہتا ہے شارح نے درالمختار کو شروع بتسمیہ کیا باتباع کلام اللہ مجید و بفحوای حدیث مشہورہ کہ جو امر ذیشان شروع بہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہو وہ ابتر اور بے برکت ہے حَمْدًا لَکَ یَا مَنْ شَرَحْتَ صُدُوْرَنَا بِاَنْوَاعِ الْهِدَایَۃِ شَرْحًا بَقَا ہم تیری ستائش کرتے ہین اے وہ ذات مقدس کہ تونے ہماری سینونکو اور دل کشادہ کردیا طرح طرح کی ہدایت سے وَنَوَّرْتَ بَصَائِرَنَا بِتَنْوِیْرِ الْاَبْصَارِ لَاحِقًا اور بعد اسکے ہماری باطن کی بینائیون کو تونے نورانی کردیا ظاہر کی آنکھین روشن کرکے وَفَضْتَ عَلَیْنَا مِنْ اَشِعَّۃِ شَرِیْعَتِکَ الْمُطَهَّرَۃِ بَحْرًا رَائِقًا اور تونے اپنی پاک شریعت کی شعاعون سے ہمپر صاف غیر مکدر دریا بہایا وَاَغْدَقْتَ لَدَیْنَا مِنْ بِحَارِ مِنَحِکَ الْمُوَفَّرَۃِ نَهْرًا فَائِقًا اور تونے اپنی بخشش کی بہت بھرے دریاؤن سے ہماری نزدیک نہر عالیقدر کو بکثرت روان کردیا م شارح نے حمد الہی مین بطور براعت استہلال کے کتب فقہیہ کو ذکر کیا یعنے ہدایہ اور تنویر الابصار جو متن ہے درالمختار کا اور بحر الرائق اور نہر الفائق جو کنز الدقائق کی شرحین ہین اور منح الغفار شرح تنویر الابصار جو متن کی شرح ہے بالجملہ اگر انکے معانی لغویہ پر نظر کیجیے تو بھی مطلب صحیح ہے چنانچہ ترجمے مین مذکور ہو چکا اور اگر کتابین مراد لیجیے تو بھی مدعا درست ہے کہ انسے خلق اللہ کو بڑا فیض حاصل ہوا تو اس نعمت کا شکر واجب ہوگیا وَاَتْمَمْتَ نِعْمَتَکَ عَلَیْنَا حَیْثُ یَسَّرْتَ ابْتِدَاءَ تَبْیِیْضِ هٰذَا الشَّرْحِ الْمُخْتَصَرِ تُجَاهَ وَجْهِ مَنْبَعِ الشَّرْعِ وَعُتْبَتِهِ الدُّرَرِ اور تونے اپنا احسان پورا کیا ہمپر اسواسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتدائے تبییض تونے آسان کردی ذات مقدس منبع شریعت اور دُرر کے سامنے یعنی مدینہ طیبہ مین روضہ مطہرہ کے سامنے شارح نے درالمختار کو مسودے سے صاف کرنا شروع کیا م عرف مولفین مین تبییض اس سے عبارت ہے کہ کتاب محرر مرقوم ہو غیر محرر لکھنے کے بعد غالبا اور دُرر یعنی موتیون سے مراد احکام فقہیہ ہین اور اسمین اشارہ ہے اُس کتاب کا جسکا نام دُرر ہے کذا فی الطحطاوی وَضَجِیْعَیْهِ الْجَلِیْلَیْنِ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ اور رسول کریم کے دوساتھ لیٹنے والے جلیل القدر کے سامنے یعنی ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بَعْدَ الْاِذْنِ مِنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ درالمختار کی تبییض شروع ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالی اُس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام م درالمختار کی منقبت مین یہ قدر کافی ہے کہ باذن نبوی مولف ہوئی اور یہ کتاب لائق ہے مدح کے اسواسطے کہ اہل مذہب سے اسطرح کی کتاب نہین ہوئی بعضے مصنفین نقل خلاف اور اقوال پر حریص ہین اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہین کرتے اور بعضے اقوال اہل مذہب اور اُن کے مخالفین کے استدلال پر مائل ہین اور بعضون نے عبارت مین کمال بسط کردیا کہ افراط تک نوبت پہونچی اور اس کتاب مین شارح علامہ نے اختصار غیر مخل کا ارتکاب کیا اور اقوال معتمدہ کا التزام کیا یا تو ایک ہی قول پر اقتصار کیا یا ایسے دو قول پر جو دونون صحیح ہین اور کثرت استدلال سے اسمین تعرض نہین کیا کیونکہ مقلد

پر دلیل کا مطالبہ نہین اسواسطے کہ دلیل قائم کرنا مجتہد کا کام ہے اور اسیطرح اس شرح کی متن کیواسطے بڑی فضیلت ثابت ہو چکی ہے یعنی ماتن نے خواب مین دیکھا کہ
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سیکے گہر مین تشریف لائے اور زبان مبارک کو میرے منہ مین داخل کیا بعد اس خواب کے ماتن نے تالیف اس متن کی شروع کی سو یہ
مزیت ماتن اور شارح کے کمال اخلاص کا ثمرہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وعلی آلہ وصحبہ الذین حازوا من منحہ فتح کشف فیض فضلک الوافی حقائقا
اور رحمت خاص نازل ہو اونکی آل اور اصحاب پر جنہون نے تیری فضل وافی کے فیض کے عطایا سی نصرت کا ثمرہ منظرہ سی امور متحققہ کو جمع کیا اور گہیر لیا ہم شارح نے
اسمین ان فقہ کی کتابون کیطرف اشارہ کیا جنسے شارح وغیرہ نے روایات کو نقل کیا یعنی منح الغفار اور فتح القدیر اور کشف اور فیض اور وافی اور حقائق وبعد
فیقول فقیر رحمۃ ذی اللطف الخفی محمد علاء الدین الحصکفی اور حمد اور صلوۃ کے بعد کہتا ہے محتاج لطف خفی کی رحمت کا محمد علاء الدین حصکفی یا حصن کیفی کا رہنے
والا ہم طحطاوی نے لب اللباب سے نقل کیا کہ حصکف ایک شہر ہے دیار بکر مین انتہی اور بعضون نے کہا یہ نسبت ہے حصن کیفی کیطرف جو واقع ہے آبادہ جزیرہ ابن عمر کے مابین
مین شارح کا نام محمد ہے اور علاء الدین لقب ہے رحمۃ اللہ علیہ ابن الشیخ علی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ الحنفی محمد علاء الدین بیٹا شیخ
علی کا جو بنی امیہ کے جامع مسجد کا امام پہر مفتی محروسہ دمشق کا حنفی مذہب ہم شارح کا نسب یون ہے محمد علاء الدین بن الشیخ علی بن الشیخ محمد بن الشیخ علی بن الشیخ
عبد الرحمن بن الشیخ محمد بن الشیخ جمال الدین بن الشیخ حسن بن الشیخ زین العابدین الحصنی ثم الدمشقی والخطیب الحنفی کذا فی الطحطاوی لما بیضت الجزء الاول من
خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار قدرتہ فی عشر مجلدات کبار جبکہ پہلا جز خزائن الاسرار الی آخرہ کا مسودہ سے
کاغذ سادہ مین مین نے صاف کیا تو مین نے اس شرح کا بڑی بڑی دس مجلدین اندازہ کیا ہم شارح نے اس متن کی پہلے ایک شرح لکہی جسکا نام خزائن الاسرار
وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار رکہا پہر جب مسودہ صاف کیا تو اول ہی جزکے صاف کرنیسے تمام کتاب کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی دس
جلدین ہونگی فصرفت عنان العنایۃ نحو الاختصار وسمیتہ بالدر المختار فی شرح تنویر الابصار تو پہیری مین نے اجتہاد اور کوشش کی باگ اختصار
کیطرف اور اس شرح مختصر کا نام در المختار فی شرح تنویر الابصار مین نے رکہا ہم یعنی خوف تطویل سی مطول شرح کو مختصر کیا اور دس جلد کا مطلب ایک جلد مین
کر دیا لہذا در المختار نہایت دقیق ہوا شرح نہین بلکہ متن متین ہو گیا اختصار عبارت ہے تقلیل لفظ اور تکثیر معنی سے الذی فاق کتب ہذا الفن فی الضبط
والتصحیح والاختصار وہ تنویر الابصار جو فائق اور عالیقدر ہے اس فن یعنی فن فقہ کی کتابون سی ضبط اور تصحیح اور اختصار عبارت مین ہم ضبط عبارت
سے تحریر اور محافظت فروع سی یعنی تمام مسائل محتاج الیہا کا جمع کر دینا اور تصحیح عبارت ہے اقوال صحیحہ کے ذکر کرنے سی یا تصحیح تراکیب سی کذا فی الطحطاوی ولعمری
لقد اضحت روضۃ ہذا العلم مفتحۃ الازہار مسلسلۃ الانہار قسم اپنی زندگی کی کہ مقرر اس علم فقہ کا باغ اس متن کے ہونیسے کہلی کلیون والا رواں
انہار ہو گیا یعنی مسائل فقہیہ جو کلیونکی مانند مغلق اور بستہ تہے وہ پہولون کی مانند شگفتہ ہو گئے ماتن کے بیان واضح سی من عجائبہ ثمرات التحقیق تجتنی
من غرائبہ ذخائر تدقیق تجیر الافکار اس متن کے عجائب سی تحقیق کے پہل پسند کئے جاتے ہین اور اوسکی غرائب سی تدقیق کے وہ ذخیرے ہین جنسے
عقول حیرت ناک ہین لشیخ شیخنا شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمرتاشی الحنفی الغزی عمدۃ المتاخرین الاخیار وہ متن موصوف بصفات مذکورہ
تصنیف ہے ہمارے استاد کے استاد کا یعنی شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی مذہب غزی کا جو عمدہ ہے علماء متاخرین صالحین مین ہم تمرتاش بضم
تا و میم وسکون را مہملہ و تا و شین معجمہ خوارزم کا قریہ ہے کذا فی الطحطاوی اور غزہ ایک شہر ہے شام مین اوسکو غزہ ہاشم کہتے ہین قاموس مین ہے کہ
بیان نسب ماتن
غزہ شہر ہے فلسطین مین وہان امام شافعی پیدا ہوئے اور ہاشم بن مناف وہان مرگئے انتہی نسب ماتن کا یون ہے محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن
ابراہیم خطیب کذا فی المنح شرح الماتن معلوم کرنا چاہئے کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف ہے ازانجملہ یہہ متن اور اوسکی شرح ہے مسمی بمنح الغفار اور
منظومہ فقہ مین مسمی بہ تحفۃ الاقران اور حاشیہ درر غرر کا اور شرح کنز اور شرح زاد الفقیر اور شرح وقایہ اور فتاوی دو مجلد اور شرح منار کے اصول
مین اور شرح منظومہ ابن وہبان اور معین المفتی علے جواب المستفتی وغیر ذلک من المصنفات المعتمدۃ علم فقہ کا حاصل کیا شیخ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق اور
امین الدین ابن العال سی اور بہت علماء نامدار نے ماتن سی علم حاصل کیا ازانجملہ شیخ صالح محشی اشباہ ونظائر خلف الرشید ماتن انتقال کیا ماتن نے اکہتر

اور چھ سال ہجری میں غزہ ہاشم میں اور وہیں مدفون ہوئے غفر اللہ لہ کما نے الطحطاوی ملخصاً فانی اَرْوِیہِ عَن شَیخنا الشیخ عبد النبی الخلیلی عن
المصنف الغزّی عن ابن نجیم المصری بسندہ الی صاحب المذہب ابی حنیفۃ بسندہ الی النبی المصطفی المختار عن جبریل عن اللہ الواحد القہار کما ھو
مبسوطٌ فی اجازتنا بطرقٍ عدیدۃٍ عن المشائخ المتبحرین الکبار یعنی میں روایت کرتا ہوں اس فن کو یعنی علم فقہ کو اپنے اُستاد شیخ عبد النبی خلیلی سے وہ روایت کرتے
ہیں مصنف یعنی عبد اللہ غزی سے وہ زین ابن نجیم مصری سے وہ روایت کرتے ہیں اپنی اُس سند سے جو متصل ہے امام ابو حنیفہ صاحب مذہب تک وہ روایت کرتے ہیں اپنی
اُس سند سے جو متصل ہے نبی برگزیدہ و پسندیدہ تک اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں جبریل علیہ السلام سے وہ روایت کرتے ہیں اللہ واحد قہار سے
جل جلالہ چنانچہ سند مذکور مشرح اور مفصل مذکور ہے ہماری اجازت میں بہت طریقوں سے اساتذہ کثیر العلم عظیم الشان سے ہم شعرانی نے میزان میں ائمہ اربعہ
کی یوں سند ذکر کی ہے امام ابو حنیفہ عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبریل عن اللہ عز وجل امام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی
صلے اللہ علیہ وسلم عن جبریل عن اللہ عز وجل امام شافعی عن مالک الی آخر السند امام احمد بن حنبل عن الشافعی عن مالک الی آخر السند کذا فی الطحطاوی وما کان
فی الدّر و الغرر لم اعزہ الا ما ندر وما زاد عن نقلہ عزوتہ لقائلہ روما للاختصار ہم یعنی جو قول کہ دُرر غرر سے نقل کیا اوسکو دُرر غرر کیطرف منسوب نہیں کیا
بقصد اختصار مگر بندرت کبھی بیان بھی کر دیا اور جو زائد ہے دُرر غرر سے وہ اوسکی قائل کیطرف منسوب کر دیا ہے ہم یعنی رد المحتار منقول ہے مذہب حنفی کی کتب معتمدہ
سے مگر بعض کتب سے نقل زیادہ ہے چنانچہ ملا خسرو کی دُرر غرر سے تو اختصار کیواسطے اوسکے ہر قول میں شارح نے یہہ نہیں کہا کہ یہہ دُرر غرر سے منقول ہے
اوسکے سوا ہے اور کتابوں سے اسقدر بکثرت نقل نہیں تو وہاں نسبت کر دیا کہ یہہ قول فلانی کتاب سے ہے اور یہہ شارح کی مزید دیانت پر دلیل ہے اور عدم ادعاے
ریاست علمی پر رحمۃ اللہ علیہ ومأمولی من الناظر فیہ ان ینظر بعین الرضا والاستبصار وان یتلافی تلافہ بقدر الامکان او یصفح لیصفح عنہ
عالم الاسرار والاضمار اور میری امید اس کتاب کے ناظر سے یہہ ہے کہ اسکو بچشم رضا اور تامل کے دیکھے اور یہہ کہ اسکی عیب اور نقصان کا تدارک کرے
بقدر اپنی استطاعت اور قدرت کے یا درگذر کرے عیب گوئی سے تاکہ اوسکی عیوب سے درگذر کرے بہید اور چھپی چیز کا جاننے والا ہم چشم رضا کی قید اسواسطے لگائی
کہ جو غضب اور بدگمانی کی آنکھہ سے دیکھتا ہے اوسکو حق باطل معلوم ہوتا ہے ؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد + عیب نماید ہنرش در نظر + ولعمری
اِنّ السّلامۃ من ھذا الخطر لامرٌ یعزّ علی البشر اور قسم ہے اپنی حیات کی کہ سلامت رہنا سہو اور غفلت کے امر عظیم سے البتہ وہ امر ہے جو آدمی پر نادر
اور میسر ہو و لا غرو فانّ النسیان من خصائص الانسانیۃ والخطاء والزلل من شعائر الآدمیۃ اور عدم سلامت کچھہ عجب نہیں اسواسطے کہ بھولنا
انسانیت کے مخصوصات سے ہے اور چوکنا اور لغزش قدم آدمیت کی نشانیوں سے ہے واستغفر اللہ مستعیذاً بہ من حسدٍ یسدّ باب الانصاف ویرد عن
جمیل الاوصاف اور اللہ تعالی سے مغفرت مانگتا ہوں اوس خطاسے جو اس کتاب میں واقع ہوئی پناہ بخدا طلب کرکے اُس حسد سے جو منصفی کے دروازے
کو بند کر دے اور حاسد کو اوصاف جمیلہ سے پھیر دے ہم حسد اوسکو کہتے ہیں کہ آدمی غیر کی نعمت کا زوال چاہے اور تمنا کرے کہ وہ مجھکو ملے یا مطلق زوال چاہے
خواہ اوسکو ملے یا نملے اور وہ سخت مرض ہے کہ نیکیوں کو کہاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کہاتی ہے چنانچہ یہہ مضمون حدیث میں وارد ہے اور کاہے حسد آدمی کو
کفر تک پونہچا دیتا ہے اسواسطے کہ حسد کا انجام کار اعتراض ہے خدا پر کہ کیوں اوسکو یہہ نعمت دی اعوذ باللہ من الحسد ومن کلّ القبائح الا وانّ
الحسد حسکٌ من تعلّق بہ ھلک آگاہ رہنا بے شک حسد وہ کانٹا ہے کہ جسکو لگا وہ ہلاک ہوگیا وکفی للحاسد ذمّاً اٰخر سورۃ الفلق
فی اضطرامہ بالقلق حاسد کی مذمت میں پہلی آیت سورہ قل اعوذ برب الفلق کی کفایت کرتی ہے اوسکے جل بھن جانے میں قلق کے سبب سے
ہم سورہ فلق کی پچھلی آیت میں حق تعالی نے حاسد کیطرف شر کو نسبت کیا اور اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو امر کیا کہ اُس سے پناہ مانگے تو حسد
کی کونسی مذمت اس سے زیادہ ہوگی للہ درّ الحسد ما اعدلہ بدأ بصاحبہ فقتلہ خدا ہلاک کرے حسد کا کیا خوب منصف ہے اول اپنے صاحب
یعنی حاسد کو قتل دیا پھر اوسکو مار کہا ؎ وما انا من کید الحسود بآمنٍ + ولا جاھلٍ یزری ولا یتدبّر اور میں حسد کرنیوالیکے مکر اور فریب
سے نڈر نہیں اور اُس جاہل کے مکر سے جو عیب جوئی کرے (یعنی میری کتاب میں) اور تامل نکرے ہم یہہ بیت ہے قصیدہ ابن وہبان کی ابن شحنہ اسکی

شارح نے کہا سبب اسکا یہ ہی کہ صاحب قصیدہ حاسدون کی حسد اور معاندون کے مکر مین مبتلا ہوا بعضے کہتے تھے کہ وہبانیہ بد کتاب ہی اور بعضی کہتے تھے
کہ یہ کتاب قدیم سے ابن وہبان نے اپنی طرف نسبت کرلی انتہی اسیطرح شارح مغفور بھی سہام طعن حاسدین کا نشانہ ہوا کذا فی الطحطاوی وللہ در القائل
سه هم يحسدوني وشر الناس كلهم ۔ من عاش في الناس يوما غير محسود اور خدا بہلا کرے اس بیت کے قائل کا حاسد میرا حسد کرتے ہین اور سب آدمیون
مین بدتر وہ شخص ہے جو ایکدن بھی غیر محسود جیا یعنی جسپر کسی نے حسد نکیا ھ غیر محسود اسواسطے بدتر ہوا کہ حسد اسیکا ہوتا ہی جسمین اوصاف حمیدہ ہوتے ہین تو
جسپر حسد لوگون نے نکیا تو معلوم ہوا کہ اوسمین کچھہ خوبی نہین چنانچہ شارح اسکی آگے اشارہ کرتا ہی إذ لا يسود سيد بدون ودود يمدح و
حسود يقدح اسواسطے کہ کوئی سردار سرداری نہین پاتا بدون اُس دوست کے جو اوسکی خوبی بیان کرے اور بدون اُس حاسد کے جو بدگوئی کرے ھ
جب آدمی نے اپنی بدگوئی سُنی اور اوسپر تحمل کیا اور چشم پوشی کی تو اوسکی عالی ظرفی اور سرداری ثابت ہوگئی لأن من زرع الإحن حصد المحن
اسواسطے کہ جسنے کینون کا کہیت بویا رنجون کو خرمن کیا فاللئيم يفضح والكريم يصلح سو کمینہ اور کمظرف فضیحت کرتا ہی اور شریف صاحب کرم اصلاح
دیتا ہے اور درست کر دیتا ہی ھ جب کلام سابق سے معلوم ہوا کہ آدمی دو قسم کے ہوتے ہین لئیم اور کریم سو لئیم تو عیب جوئی مین رہتا ہی اور کریم اصلاح کرتا ہی
اگر کچھہ خلل پاتا ہو بشرط قدرت یا چشم پوشی کرتا ہے لكن يا أخي بعد الوقوف على حقيقة الحال والاطلاع على ما حرره المتأخرون كصاحب البحر
والنهر والفيض وللمصنف وجدنا المرحوم وعزمي زاده وأخي زاده وسعدي أفندي والزيلعي والأكمل والكمال وابن الكمال لكن
ای بھائی خطا اس کتاب کی تلافی کرنا چاہیئے بعد واقف ہونیکے حقیقت حال پر اور بعد مطلع ہونیکے علماء متاخرین کی تحریر اور تنقیح پر مانند صاحب بحر اور
نہر اور فیض اور مصنف اور ہمارے جد مرحوم اور عزمی زادہ اور اخی زادہ اور سعدی افندی اور زیلعی اور اکمل اور کمال و ابن الکمال کے ھ یعنے
تدارک خلل بعد مطلع ہونے کے کتب مذکورہ پر چاہیئے اور مجرد خطور قلب کے اسپر جرأت مناسب نہین صاحب بحر الرائق زین ابن نجیم مصری ہی اور صاحب
نہر الفائق شیخ عمر بن نجیم بھائی صاحب بحر کا اور شاگرد نہر الفائق کو تصنیف کیا بھائی کی موت کے بعد اور بھائی پر اکثر مسائل مین مواخذہ کیا یون عذر
بیان کرکے کہ بھول چوک سے محفوظ رہنا آدمی پر دشوار ہے اور عزمی زادہ محشی ہی درر کا اور اکمل عنایہ شرح ہدایہ کا مصنف ہی اور کمال الدین ابن الہمام
صاحب فتح القدیر محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید اسکندری ہی ہمام لقب ہی عبد الواحد کا مع تحقيقات سنح بالبال وتلقفتها عن فحول الرجال
ساتھہ ملاحظہ اُن تحقیقات کے کہ بعض کو میرے دل نے پیدا اور ظاہر کیا اور بعض کو مین نے کامل مردون سے حاصل کیا ھ اگر کوئی کہے کہ شارح جیسے عالمون
کی تحقیقات کا مسائل فقہ مین کچھہ دخل نہین اسواسطے کہ وہ مجتہد مذہب اور صاحب فتوی نہین اور قیاس کرنیکا بھی اہل نہین اسواسطے کہ قیاس کرنا ہجری
چارسو برس کے بعد مفقود ہوگیا پہر شارح کی تحقیقات سے کیا حاصل جواب اوسکا یہہ ہی کہ تحقیقات سے مراد نظائر کو جمع کرنا ہے اور معتمد کے قول کو لانا اور
اشکالات کو عبارات لطیفہ سے دفع کرنا یا اسکا جواب دینا ہے بموجب اُس قول کے کہ قوت مدرک کا اعتبار ہی اور اسکا اہل پیدا ہوا کرتا ہی قدرت کاملہ سے
واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ويأبى الله العصمة لكتاب غير كتابه اور حق تعالی ہر کتاب کی عصمت کو مکروہ رکھتا ہی سوا اپنی کتاب کے یعنی کلام اللہ
کے سوا آدمی کی کتاب ایسی لازم العصمة نہین کہ اوسمین خطا کا احتمال نہو یہہ شارح نے اپنی بھول چوک کا عذر بیان کیا والمنصف من اغتفر قليل
خطاء المرء في كثير صوابه اور منصف وہ ہی جو آدمی کی تہوڑی خطا کو اوسکی بہتیری درست گوئی مین چہپا ڈالے یعنی جب آدمی کا اکثر کلام حق اور صواب
ہو اور اوسکی خطا قلیل پر نظر نکرنا منصفون کا کام ہی اور فقط خطا کو پکڑ لینا اور اوسکی صواب گوئی سے چشم پوشی کرنا ظلم صریح اور خباثت ہی ومع هذا
فمن أتقن كتابي هذا فهو الفقيه الماهر اور ساتھہ اسکے یعنے باوجود عدم عصمت کے سو جو شخص کہ خوب سمجھہ لیگا میری اس کتاب کو تو وہ فقیہ ماہر ہی یعنی مسائل فقہ
کا خوب واقف ہوگا ومن ظفر بما فيه فيقول بملأ فيه كم ترك الأول للآخر اور جو فتحیاب ہوگا اس کتاب کے مطلب پر وہ اپنا منہ بہر کے کہیگا کہ بہت
مطالب کو اگلا پچھلے کیواسطے چہوڑ گیا ھ یعنی متقدمین نے اکثر اشیا کی تصریح نہین کی اور متاخرین نے اوسپر آگاہ کر دیا اسواسطے کہ حوادث متجدد
ہوتے جاتے ہین زمانون کے تجدد سے سو فی الواقع کہ کتاب در المختار ضبط ربط مسائل اور حسن اختصار مین عدیم المثال ہی و لہذا عرب اور عجم مین مطمح انظار

رجال ہی و مَن حَصَّلَه فقد حصل له الحظُّ الوافر لانّه البحرُ لکن بلا ساحلٍ ودرّ ایل القطر غیر انّه متواصلٌ اور جسنے اس کتاب کو حاصل کیا اسو
بہرہ اوسکو بہت حصہ ملا اسواسطے کہ وہ سمندر ہی لیکن بے کنارہ اور بڑی بوندون کا مینہہ ہی پر وہ لگاتار ہے م اس صنعت عبارت کو تاکید المدح بما
یشبہ الذم کہتے ہین بحُسنِ عباراتٍ وَرُموزِ اشاراتٍ وَتنقیحِ مَعانٍ وَتحریرِ مَبانٍ حالانکہ کتاب میری باوسکی تحقیقات خوبی عبارات اور پوشیدہ
اشارات اور منقح کرنے معانی اور آراستہ کرنے الفاظ سے ملگئی ہی یعنی اسکی عبارت اچھی ہین تعقیدات لفظیہ اور معنویہ اور تطویل لاطائل سے معرا ہے
ولیسَ الخبرُ کالعیانِ وَستقرّبه بعدَ التامّلِ العینانِ اور خبر دیکھنے کی برابر نہین اور تامل کرنے کے بعد دونو آنکھین اس کتاب سے ٹھنڈی
ہونگی م یعنی دیباچہ کتاب مین میرا توصیف کرنا اس کتاب کا خبر ہے اور خبر محتمل ہوتی ہے صدق اور کذب کی مگر جبکہ تو مطلع ہوگا اس کتاب پر تو تیرے
نزدیک اسکا خود مشاہدہ ہوجاویگا ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ + توجیہہ تعلیلیہ مدعای محذوف کی فخذ ما نظرتَ من حُسنِ روضتهِ الانسی ودَعْ
ماسمعتَ عن الحُسنِ و سلمی اسواسطے اسکو جو تو دیکھ چکا ہے اس کتاب کے عالیقدر باغ کی خوبصورتی کو اور اوسکو چھوڑ جو تونے خوبصورتی اور سلمی
کی حکایت سُنی ہی م سلمی معشوقہ کا نام ہے یعنی حسن صوری کیطرف التفات نکر حسن معنوی اس کتاب پر نظر کر ف خُذ ما نظرتَه ودَعْ شیئاً
سمعتَ به + فی طلعةِ الشمسِ ما یُغنیكَ عن زُحَلٍ لے اوسکو جو تونے دیکھا اور چھوڑ اوسکو جو تونے سُنا آفتاب کے طلوع ہونے مین وہ روشنی ہی
جو تجکو بے پروا کرتی ہے زحل کی روشنی سے م زحل کم روشن ایک ستارہ ہی جسکو فارسی مین کیوان اور ہندی مین سنیچر کہتے ہین هٰذا وقد صارت
اَعراضُ المصنّفین اغراضَ سهامِ السِنةِ الحُسّادِ بوجہ لے اسکو اور مقرر اہل تصانیف کی آبروئین اہل حسد کی زبانون کی تیرون کی نشانہ ہوگئین
ہین ونفائسُ تصانیفهم مُعرّضةً بایدیهم تنتهبُ فوائدَها ثم ترمیها بالکسادِ اور اہل تصانیف کے عمدہ مصنفات اہل حسد کے ہاتھون مین پڑی
ہین اونکے فوائد کو لوٹتے ہین پھر اونکو کھوٹا کرکے پھینکتے ہین ف اخا العلمِ لا تعجل بعیبِ مُصنّفٍ + ولم تتیقّن زلّةً منه تعرفُ اے صاحب
علم شتابی نکر مصنف کی عیب جوئی مین حالانکہ تجکو اوسکی خطا کا یقین نہین ہوا جانا بوجہ کہ ف فکم افسدَ الراوی کلاماً بعقله + وکم حرّف الاقوالَ
قومٌ وصحّفوا اسو بہت بگاڑا ہی روایت کرنیوالے نے کلام کو اپنی عقل ناقص سے اور بہتیرے قولونکی تحریف کی ہی ایک قوم نے اور تصحیف کی ہی م تحریف
عبارت ہی تغییر اور تبدیل سے خواہ تبدیل ایک لفظ کی دوسرے لفظ سے ہو یا ایک حرف کی دوسرے حرف سے اور کاہی تحریف بمعنی تاویل آتا ہی یعنی غیر مراد کا ارادہ
کرنا اور تصحیف عبارت ہی خطائی الصحیفہ سے یعنی لکھنے مین چوکنا کذا فی الطحطاوی یعنی جب اکثر افساد راوی اور خطاء کاتب کا دخل ہوا تو مصنف کی خطا پر یقین نہین
ہوسکتا الا بوجہ دیگر تو عیب گوئی مین عالم کو عجلت مناسب نہین ف وکم ناسخٍ اضحی لمعنیً مغیّراً + وجاءَ بشیءٍ لم یُرِدْهُ المصنّفُ اور بہت کاتبون
نے معنی کو بدلڈالا اور وہ چیز لائے جسکا مصنف نے ارادہ نہین کیا وماکانَ قصدی من هذا ان یُدرجَ ذکری بین المحرّرین من المصنّفین والمؤلفین
بل القصدُ ریاضةُ القریحةِ وحفظُ الفروعِ الصحیحةِ مع رجاءِ الغفرانِ ودعاءِ الاخوانِ اور اس تصنیف سے میرا قصد یہ تہا کہ میرا ذکر داخل ہو اہل
تحریر مین کہ مصنفین اور مولفین ہین بلکہ مقصود ذہن کی مشق ہی اور محفوظ رکھنا صحیح مسائل کا توقع بخشش ربانی و دعاء برادران دینی وماعلیّ من اعراضِ
الحاسدین عنه حالَ حیاتی فسیتلقّونه بالقبولِ ان شاءَ اللهُ تعالی بعدَ وفاتی اور مجکو کچھ رنج نہین حاسدون کی روگردانی کا اس کتاب سے میری زندگی مین
کیونکہ عنقریب ہے کہ اوسکو قبول کرلین گر ان شاء اللہ تعالی میری موت کے بعد کما قیل ف تری الفتی ینکرُ فضلَ الفتی + لؤماً وخُبثاً فاذا ما ذهب + لجّ
به الحرصُ علی نکتةٍ + یکتبها عنه بماءِ الذهبِ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہی دیکھتا ہی تو ایک جوان کو کہ دوسرے جوان کے کمال کا انکار کرتا ہی کمظرفی اور
خباثت کی راہ سے پھر جبکہ وہ جاتا رہا یعنی مرگیا بیقرار کرتی ہے اوسکو حرص مسئلہ باریک پر کہ لکھتا ہے اوس کامل محسود کے کلام کو سونیکے پانی سے فهاكَ
مؤلفاً مهذّباً بمهمّاتِ هذا الفنِّ مظهرَ الدقائقِ استعملتُ الفکرَ فیها اذا ما اللیلُ جنّ متحرّیاً ارجحَ الاقوالِ واوجزَ العبارةِ معتمداً فی دفعِ
الایرادِ لطفَ الاشارةِ تو سوای مخاطب اس فن کے آراستہ مجموعہ کو جو ظاہر کرنیوالا ہے اون باریکیونکا جنمین مین نے اپنی فکر کو استعمال کیا جبکہ رات
چھائی تھی راجح تر اقوال اور مختصر عبارت کو تلاش کرتا دفع کرنے اعتراض مین لطیف تر اشارہ کو قصد کرتا فرنہا خالفتُ فی حکمٍ او دلیلٍ فبحسبِ

من لا حظ له ولا فهم عنده ثم بعد التبجيل پہر کبہی تو مین نے مسئلہ متن مین مخالفت کی یا دلیل مین سو جسکو اطلاع نہین اور نہ فہم اوسنی گمان کیا اوسی
بہکنا یعنی نا واقفی سے مہری مخالفت کو گمراہی سمجہا وربما اعترت تبعا لما شرح عليه المصنف كلمة او حرفا وما درى ان ذلك لنكتة تدق عن نظره
فاخطأ اور گاہی مین نے مصنف کی شرح کی پیروی سے کسی لفظ یا حرف کو بدل ڈالا اور حالانکہ اس معترض کو معلوم نہین کہ یہہ بدلنا اس سخن باریک کے سبب سے
جو اوسکی نظر سے باریک اور پوشیدہ ہی وقد انشدني شيخي البحر الشامي والبحر الطامي واحد زمانه وحسنة اوانه شيخ الاسلام الشيخ خير الدين الرملي
اطال الله تعالى بقاءه اور البتہ اشعار آیندہ سنائی مجکو میرے اوستاد علامہ عالیقدر دریای لبالب اپنے زمانے کے یکتا اور اپنے وقت کے خوب فاضل
یعنے شیخ الاسلام شیخ خیر الدین ساکن رملہ نے اللہ تعالے اونکی عمر کو دراز کرے م رملہ شہر ہے فلسطین مین وہین انکا انتقال ہوا انکی تصانیف عمدہ بہت
ہین از انجملہ فتاوی خیریہ ہے ؎ قل لمن لم ير المعاصر شيئا + ويرى للاوائل التقديما + ان ذاك القديم كان حديثا + وسيبقى هذا الحديث قديما
کہہ اس شخص سے جو معاصر کو کچہہ نہین سمجہتا اور اگلے لوگون کو پہلون پر تقدیم سمجہتا ہی کہ مقرر وہ پرانا بہی اپنے وقت مین نیا تہا اور آگے یہہ نیا بہی پرانا ٹہریگا م
فی الواقع معاصر کتنا ہی کامل الوجوہ ہو لوگونکی نظرون مین نہین آتا اور بعد مدت کے وہی معتمد اور مقتدا اشہر ہوتا ہے چنانچہ صاحب در المختار اپنے معاصرین
حاسدین سے کسقدر تنگ ہی اور اس زمانے مین عرب اور عجم مین در المختار اعجوبہ روزگار متداول علمار کبار ہے على ان المقصود والمراد ما انشدني
شيخي وبركتي ومن نعمتي رأس المحققين والنقاد محمد افندي المحاسني وقد جاء علاوہ برین اس شرح کے لکہنے سے مقصود اور مراد وہ مضمون ہے
جو شعر مین پڑہکر سنایا ہی میرے استاد اور میری برکت اور میرے دلی نعمت محققین اور پرکہنے والون کے سردار یعنی محمد افندی محاسنی نے اور البتہ بہت
خوب کہا ہی م محاسنی نسبت ہی محاسن کیطرف یعنی خوبیون والا اور افندی کا لفظ بمعنی بزرگوار مستعمل ہے کذا فی الطحطاوی ؎ لكل بني الدنيا مراد و
مقصد + وان مرادي صحة وفراغ + لابلغ في علم الشريعة مبلغا + يكون به لي في الجنان بلاغ ہر ایک اہل دنیا کا کچہہ مراد اور مقصد ہوتا ہی اور
میرا مقصد صحت اور فارغ البالی ہی تاکہ مین علم شریعت مین اس درجے کو پہونچون جسکے سبب سے بہشتون مین میرا پہونچنا ہو ؎ ففي مثل هذا فلينافس اولوا
النهى + وحسبي من الدنيا الغرور بلاغ + تو ایسے مقصد عظیم الشان مین چاہیے کہ حرص کرین صاحبان عقول اور کافی ہی مجکو دغاباز دنیا سے بلاغ یعنی کفایت
یعنی طعام و لباس قلیل کافی ہی تو کوشش کرنا چاہیے اوسمین جس سے نعیم موبد اور سرور دائمی حاصل ہو کذا فی الطحطاوی ؎ فما الفوز الا في نعيم مؤبد + به
العيش رغد والشراب يساغ سو نہین ہی منتہائی مراد کی مگر دائمی نعمت مین جسکے سبب سے معاش کی کشائش ہی اور حلق مین شربت خوشگوار ہی

مقدمة

اہل تصانیف کی عادت ہی کہ قبل از شروع مقصود ان امور کو ذکر کرتے ہین جنسے ناظر کتاب کو بصیرت حاصل ہو اسکو مقدمہ کہتے ہین حق على من حاول علما
ان يتصور بحده او رسمه ويعرف موضوعه وغايته واستمداده جو شخص کہ کسی علم کے شروع کرنیکا قصد کرے اوسپر یہہ حق اور لازم ہی کہ اوس
علم کی حد یا رسم کو تصور کرے اور اوسکی موضوع اور غایت اور استمداد کو پہچانے م حد اوس تعریف کو کہتے ہین جسمین ذاتیات مذکور ہون چنانچہ انسان کی
تعریف مین کہنا کہ جاندار گویا اور رسم وہ ہی جسمین تعریف بعرض لازم ہو چنانکہ انسان کو ضاحک یا کاتب بولنا مقدمہ مین دس چیزین مذکور ہوتی ہین
انمین سے شارح نے چار کو مذکور کیا تعریف علم اور موضوع اور غرض اور استمداد سو باقی چہہ امور یہہ ہین واضع علم اور نام علم کا اور حکم شارع کا
اور تصور مسائل اور فضیلت اور نسبت سو چار چیزونکو خود شارح نے بیان کیا بلکہ فضیلت کو بہی باقی کا بیان یون ہی کہ واضع علم فقہ امام ابو حنیفہ رضی
اور نام علم کا فقہ ہی اور شارع کا حکم یہہ ہے کہ فقہ کا حاصل کرنا بقدر ضرورت کے واجب ہے اور مسائل اس علم کے ہر ایک وہ جملے ہین جسکا مبتدا مکلف
کا فعل ہی اور احکام خمسہ اوسکی خبر ہی چنانچہ یہہ فعل واجب ہے یا حرام مثلا اور فضیلت علم فقہ کی یہہ ہی کہ سوای علم عقائد اور تفسیر اور حدیث اور اصول
فقہ کے باقی علومسے فقہ کا علم افضل ہے اور نسبت یہہ ہی کہ علم فقہ ظاہر کی اصلاح کرتا ہی جیسے عقائد اور تصوف باطن کی اصلاح کرتے ہین کذا فی الحلبی
فنقول الفقه لغة العلم بالشيء ثم خص بعلم الشريعة تو فقہ لغت عرب مین دریافت کرنا ہی شی کا پہر عرف مین فقہ مخصوص بعلم شریعت ہی وفقيه
بالكسر فقها علم اور فقہ بکسر قاف صیغہ ماضی کا بمعنی علم ہی یعنی دریافت کیا اور جانا اور فقہ بکسر اول وسکون ثانی اوسکا مصدر ہے بمعنی علم و فہم

وَفَقُہَ بالضم فَقَاھَۃً صار فقیھاً اور فقہ بضم قاف جسکا مصدر فقاہت ہی اُسوقت بولتے ہین جبکہ آدمی فقیہ ہوجائے ھ خلاصہ یہہ ہی کہ فقہ لغوی کا ماضی بکسور القاف ہی اور اصطلاحی کا مضموم القاف ہی کذا ذکرہ صاحب بحرالرائق عن الکرمانی اور صاحب قاموس نے فقیہ کے ماضی مین کسرہ بھی نقل کیا ہے وَاصطلاحاً عند الاصولیین العلم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ المکتسب من ادلتہا التفصیلیۃ اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح مین فقہ عبارت ہی احکام شرعی فرعی کے اُس علم سے جو حاصل ہوا ہو احکام کی دلائل مفصلہ سے ھ احکام فرعی وہ ہین جو عمل کرنے سی متعلق ہین اور جو اعتقاد سے متعلق ہین اونکو احکام اصلی کہتے ہین شارح نے احکام مین شرعی کی قید اسلئے لگائی کہ اس قید سے احکام عقلی اور حسی اور اصطلاحی فقہ کی تعریف سی نکل گئے چنانچہ اسکا علم کہ عالم حادث ہی اور آگ جلانیوالی ہے اور فاعل مرفوع ہی معلوم کرنا چاہیئے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس فقہ کی دلائل تفصیلی ہین اس تعریف سی معلوم ہوا کہ اصولیون کے نزدیک فقیہ حقیقی فقط مجتہد ہے یا مانند اوسکی اسواسطیکہ مقلد پر دلائل سے استدلال کرنا ضرور نہین وعند الفقہاء حفظ الفروع واقلہ ثلث اور فقیہون کے نزدیک فقہ نام ہی مسائل کے یاد رکہنے کا اور کمتر مرتبہ حفظ مسائل کا یہہ ہے کہ تین مسئلے یاد ہون ھ ماتن اور شارح نے کتاب الوصیۃ مین کہا کہ اگر ثلث مال کی وصیت کی فقیہون کیواسطے تو اوسمین وہ داخل ہوگا جو مسائل شرعی مین نظر دقیق رکہتا ہو اگرچہ تین ہی مسئلونکو اونکی دلائل کے ساتھہ جانتا ہو انتہی تو معلوم ہوا کہ جسکو ہزارون مسئلے بدون دلائل کے یاد ہون وہ فقیہ نہین وعند اھل الحقیقۃ الجمع بین العلم والعمل اور اہل حقیقت یعنی صوفیہ کرام کے نزدیک فقہ عبارت ہی علم اور عمل کی جامعیت سی ھ حقیقت مغز ہے شریعت کا اور حقیقت شریعت سی باہر نہین اور نہ شریعت حقیقت سی جدا ہے اور جو حقیقت کو شریعت سی جدا جانتا ہو اوسپر کفر کا خوف ہی کذا فی الطحطاوی حضرت امیر خسرو دہلوی نے مطلع الانوار مثنوی مین فرمایا ہے ؎ حقیقت بشریعت درست + شرع اگر چین نباشد شر سنت + ہر کہ تک از شرع فراتر زدہ + اللہ و یارب ہمہ زد عربدہ + اور خواجہ عبید اللہ احرار نے فرمایا کہ حقیقت دریاست وشریعت کشتی از دریا بجز توان گذشت بکشتی جب منجملہ صوفیہ صافیہ کے شاہدین عارفین کے کلام سی شریعت اور حقیقت مین اتحاد یا تلازم ثابت ہوا تو صاف معلوم ہوگیا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ شریعت اور ہی اور حقیقت اور ہی وہ صوفیہ کرام کے طریق سی گمراہ ہین لقول الحسن البصری رحمہ اللہ انما الفقیہ المعرض عن الدنیا الزاہد فی الآخرۃ البصیر بعیوب نفسہ بدلیل قول خواجہ حسن بصری رح کے کہ فقیہ نہین ہی مگر روگردان دنیا سی نہ رغبت کرنیوالا آخرت مین اپنی عیوب ذاتی کا دانا ھ یعنی عارف فقیہ کی عبادت فقط خدا ہی کیواسطے ہوتی ہے نہ دوزخ کے خوف سی اور نہ بہشت کی طمع سی یہہ لوگ جو بہشت کو مانگتے ہین تو تلذذ کیواسطے نہین بلکہ پروردگار کے دیدار کے لئے چنانچہ کسی عارف نے کہا ہی ؎ لیس قصدی من الجنان نعیماً + غیر انی ارید ہا لاراک + کذا فی الطحطاوی وموضوعہ فعل المکلف ثبوتاً او سلباً اور فقہ کا موضوع عاقل بالغ کا فعل ہے ثبوت کی راہ سی یا سلب کی راہ سی ھ موضوع علم اوسکو کہتے ہین جسکی عوارض ذاتی کی اُس علم مین بحث اور گفتگو ہی چنانچہ کلمہ اور کلام موضوع ہی علم نحو کا یعنی اول سی آخر تک اسیکی حالات کی گفتگو ہے اسیطرح فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ہے ثبوت کی راہ سی چنانچہ فعل کا صحیح ہونا اور فرض ہونا اور واجب ہونا اور مستحب اور مباح ہونا اور سلب کی راہ سی چنانچہ صحیح نہونا فعل کا اور عدم فرضیت اور حرام ہونا اور مکروہ ہونا تو غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون کا فعل علم فقہ کا موضوع نہین اور ضمان متلفات (تلف شدہ چیزون کا) اور نفقہ زوجات کے ادا کرنے مین ولی مخاطب ہے نہ صغیر اور مجنون واستمدادہ من الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اور فقہ کی استمداد اور مددگاری کتاب یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی اور اجماع اور قیاس سی ہے ھ یعنی امور اربعہ مذکورہ فقہ کے ماخذ اور اصول ہین دریافت کرنا چاہیئے کہ قبل از اسلام شریعت غیر منسوخہ قرآن مجید کی تابع ہے اور سنت سی قول اور فعل اور تقریر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد ہی تقریر اس سی عبارت ہی کہ کوئی امر حضرت کے سامنے ہوا اور حضرت نے اوسکو جائز رکہا ہو اوسپر انکار نکیا اور صحابہ کرام کے اقوال تو سنت مین داخل ہین اور اجماع سی مراد اُن لوگونکا اجماع ہی جنکا اجماع شمار کے لائق ہے چنانچہ صحابہ کرام اور تمام مجتہدین عصر کا اتفاق اور تعامل ناس یعنی لوگون کا عمل رائج تو اجماع کا تابع ہے اور قیاس سی مراد وہ قیاس ہی جو کتاب اور سنت اور اجماع سی مستنبط ہوا اور تحری یعنی اور استصحاب حال تو قیاس کا تابع ہے قیاس مستنبط من الکتاب کی مثال حرمت لواطت کا قیاس ہی وطی فی الحیض (صحبت در ایام حیض) کی حرمت پر جو ثابت ہی لقولہ تعالی قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض

اور علت مشترک مقیس اور مقیس علیہ مین اندازہ ہی اور قیاس مستنبط من السنۃ کی مثال حرام ہونا چنے کے ایک پیمانہ کا چنے کے دو پیمانون سے بقیاس حرمت گیہون
کے ایک پیمانہ کے گیہون کے دو پیمانون سے جو ثابت ہی اس حدیث سے کہ الحنطۃ بالحنطۃ مثلاً بمثلٍ یداً بیدٍ والفضل ربوا اور علت مشترکہ یہان اتحاد جنس
اور مقدار ہی اور قیاس مستنبط من الاجماع کی مثال قیاس کرنا حرمت وطی حرام کا وطی حلال پر چنانچہ امّہ مزنیہ کے وطی کی حرمت کو قیاس کیا ہی مادر کنیز موطوءہ کی
حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہی یعنی جب اپنی لونڈی سے وطی کی تو اُس لونڈی کی مان کا حرام ہونا اجماع سے ثابت ہی اسمین کوئی نص نہین ہی کتاب و سنت سے بلکہ
امہات النساء یعنی خوشدامنون مین بلا اشتراط وطی کے نص وارد ہی کذا فی الطحطاوی بتصرف وغایتہ الفوز بسعادۃ الدارین اور فقہ کی غرض اور علت غائی
سعادت دارین کی ظفر یابی ہے واما فضلہ فکثیر شہیر اور فقہ کی بزرگی اور فضیلت تو بہت مشہور ہی جامع ترمذی مین ابو امامہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت عالم کی عابد پر جیسی میری فضیلت تمہارے ادنے شخص پر بیشک اللہ تعالی اور اوسکے فرشتے اور اہل سموات اور اہل ارض یہانتک
کہ چیونٹی اپنے سوراخ مین اور مچھلیان دریا مین بھلائی چاہتی ہین انکی جو لوگونکو خیر کی تعلیم کرتے ہین اور ترمذی مین ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر سخت تر ہی ہزار عابد سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول ومنہ ما فی الخلاصۃ وغیرہا النظر فی کتب
اصحابنا من غیر سماعٍ افضل من قیام اللیل اور منجملہ فضائل کے وہ قول ہے جو خلاصہ وغیرہا مین ہی کہ نظر کرنا ہمارے اصحاب کی کتابون مین بدون سماع یعنی
فقہ کے کتابونکو مطالعہ کرنا بدون اسباق کے کہ استاد سے سنے ہو تہجد کی نماز سے بہتر ہے وتعلم الفقہ افضل من تعلم باقی القرآن اور فقہ کا سیکھنا
افضل ہی باقی قرآن کے سیکھنے سے یعنی زائد از حاجت فقہ کا سیکھنا غیر کے نفع کیواسطے باقی قرآن کے سیکھنے سے افضل ہی اسواسطے کہ فقہ کا تعلم بقدر حاجت کے
فرض عین ہی وجہ افضلیت کی یہہ ہی کہ اسوقت مین تعلم فقہ کا فرض کفایہ ہی اور قرآن کا تعلم سنت ہی اور فرض افضل ہی سنت سے مگر یہہ وجہ مسلم نہین اسواسطے کہ
تمام قرآن کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہی یا افضلیت کی یہہ وجہ ہی کہ جمیع فقہ محتاج الیہ ہی اسواسطے کہ وقائع کا حدوث ہوتا ہی فقہ کے ہر باب مین بخلاف قرآن
کے اسواسطے کہ قرآن مین ایک آیت کا سیکھنا تو فرض ہی اور سورہ فاتحہ اور تین آیتون کا سیکھنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی وجمیع الفقہ لا بدّ منہ اور تمام
فقہ سے چارہ نہین یعنی ضروری ہی اگرچہ بطریق فرض کفایہ کے ہو الحاصل فقہ بجمیع انواع خود آدمیونکو ضروری ہی سو طہارت اور نماز اور روزہ کا دریافت کرنا تو علی العموم
سبکو فرض ہی اور زکوۃ اور حج اور نکاح اور طلاق اور عتاق وغیر ذلک کا معلوم کرنا اوسپر فرض ہی جو انکا حاجتمند ہو یعنی اگر مالدار ہی تو زکوۃ اور حج کے مسائل
کا معلوم کرنا اوسپر فرض ہی وعلی ہذا القیاس نکاح کرنیوالا اور طلاق دینیوالا وفی الملتقط وغیرہ عن محمدٍ لا ینبغی للرجل ان یعرف بالشعر والنحو لان
آخر امرہ الی المسئلۃ وتعلیم الصبیان ولا بالحساب لان آخر امرہ مساحۃ الارضین ولا بالتفسیر لان آخر امرہ الی التذکیر والقصص
بل یکون علمہ فی الحلال والحرام وما لا بدّ منہ اور ملتقط وغیرہ مین محمد بن حسن سے منقول ہی کہ مرد کو لائق نہین کہ شعرگوئی و نحو دانی مین مشہور ہو اسلیے کہ
اُسکا انجام گداگری ہی اور لڑکون کا پڑھانا اور نہ حساب دانی مین مشہور ہو کہ اوسکا انجام کار پیمائش ہی اراضی کی اور نہ تفسیر دانی مین مشہور ہو اسواسطے کہ اوسکا
انجام کار وعظ گوئی اور قصہ خوانی ہے بلکہ لائق یہہ ہی کہ اُسکا علم ثابت ہو حلال اور حرام مین اور اوسمین جس سے چارہ نہین ھ گداگری کو شعرگوئی کا انجام
اسواسطے کہا کہ اکثر شاعر دنیاے فانی کے طلب کرنے کیواسطے جو مدح کے لائق نہین انکی مدح کرتے ہین اور گاہے ہجو کرتے ہین اوسکی جو مستحق مذمت کا نہین
اور انکی اکثر اوقات مضامین تازہ کاذبہ کی تلاش مین سرگردانی سے برباد ہوتی ہین کما قیل ع اذا ما اعتز ذو علمٍ بعلمٍ + فعلم الفقہ اولی باعتزاز
فکم طیبٍ یفوح ولا کمسکٍ + وکم طیرٍ یطیر ولا کبازٍ + چنانچہ نظم مین کسی نے کہا ہی کہ جب فخر کرے صاحب علم کسی علم کے سبب سے تو فقہ کا علم
مقدم تر اور اولی بافتخار ہے سو بہت سی خوشبوئین مہکتی ہین اور نہین مہکتی مشک کی مانند اور بہت سی چڑیان اڑتی ہین اور نہین اڑتی باز کی مانند
یعنی فقہ اور علوم سے ایسا افضل ہے جیسے مشک اور خوشبوؤن سے اور باز اور پرندون سے وقد مدحہ اللہ تعالی بتسمیتہ خیرا بقولہ ومن یؤت الحکمۃ
فقد اوتی خیرا کثیرا وقد فسر الحکمۃ زمرۃ ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی ہو علم الفقہ اور البتہ حق تعالی نے فقہ کی مدح کی ہی اوسکو خیر سے تعبیر کر کے
اپنے اس قول مین ومن یؤت الحکمۃ الخ یعنی جسکو حکمت دی گئی اوسکو بہت خیر دی گئی اور مفسرین کے ایک گروہ نے حکمت کو تفسیر بعلم فروع کیا ہی وہ علم جو

جو صفت کا علم ہے وَمِنْ هٰهُنَا قِيْلَ ؎ وَخَيْرُ عُلُوْمٍ عِلْمُ فِقْهٍ لِاَنَّهٗ يَكُوْنُ اِلٰى كُلِّ الْعُلُوْمِ تَوَسُّلًا + فَاِنَّ فَقِيْهًا وَاحِدًا مُتَوَرِّعًا + عَلٰى اَلْفِ ذِيْ زُهْدٍ تَفَضَّلَ وَاعْتَلٰى اور اسی جگہہ سے کسی نے کہا ہے نظم مین اور سب علمون سے بہتر فقہ کا علم ہے اسواسطے کہ وہ سب مراتب عالیہ کیطرف وسیلہ ہوتا ہے کیونکہ ایک فقیہ متقی ہزار زاہدون پر بزرگ اور عالیقدر ہوتا ہے مراد یہہ ہے کہ فقیہ اُن زاہدون سے افضل ہے جو فقہ کو نہین جانتے ہین وَمِمَّا اُخِذَ مِنْهُ مَا قِيْلَ لِلْاِمَامِ مُحَمَّدٍ ؎ تَفَقَّهْ فَاِنَّ الْفِقْهَ اَفْضَلُ قَائِدٍ + اِلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاَعْدَلُ قَاصِدٍ وَكُنْ مُسْتَفِيْدًا كُلَّ يَوْمٍ زِيَادَةً مِنَ الْفِقْهِ وَاسْبَحْ فِيْ بُحُوْرِ الْفَوَائِدِ فَاِنَّ فَقِيْهًا وَاحِدًا مُتَوَرِّعًا + اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ اور وہ دونون شعرین جو گذر گئین ماخوذ ہین اس نظم آیندہ سے جو امام محمد کیطرف منسوب ہے وہ یہہ ہے کہ فقہ کو سیکھہ اسواسطے کہ فقہ افضل کھینچنے والا ہے نیکی اور پرہیزگاری کیطرف اور معتدل تر تقیب ہے یعنی اعدل طریق مقرب مقصود ہے اور ہو تو ہر روز حاصل کرنیوالا زیادتی کا فقہ سے اور تیراکر فوائد کے دریائون مین اسواسطے کہ ایک فقیہ متقی سخت تر ہے شیطان پر ہزار عابد سے م نظم سابق اور یہہ نظم امام محمد کا اس حدیث مرفوع سے ماخوذ ہے عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد اخرجه الترمذی چنانچہ اسکا ترجمہ عنقریب مذکور ہو چکا وَمِنْ كَلَامِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ؎ مَا الْفَضْلُ اِلَّا لِاَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّهُمْ + عَلَى الْهُدٰى لِمَنِ اسْتَهْدٰى اَدِلَّاءُ اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کلام سے ہے نظم ہے کہ بزرگی نہین مگر اہل علم کیواسطے کیونکہ وہ ہدایت پر ہین اور طالب ہدایت کے رہنما ہین وَقَدْرُ كُلِّ امْرِءٍ مَا كَانَ يُحْسِنُهٗ + وَالْجَاهِلُوْنَ لِاَهْلِ الْعِلْمِ اَعْدَاءُ اور وزن یعنی قدر اور خوبی ہر مرد کی موافق اوسکی خوب کرداری کے ہے اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہین م تو صانع کی قدر اوسکی حسن صنعت کی مقدار پر ہے اور جسنے علوم آداب کے خوب سیکھے تو اوسکی قدر اونہین کی مقدار پر ہوگی اور جسنے علم فقہ کا خوب حاصل کیا تو اوسکی قدر عظیم ہوگی بسبب عظمت فقہ کی الحاصل جو شخص کسی چیز کو خوب حاصل کریگا تو اوسکا مرتبہ اوسیکی مقدار پر ہوگا کذا فی الطحطاوی ؎ فَفُزْ بِعِلْمٍ وَلَا تَجْهَلْ بِهٖ اَبَدًا + اَلنَّاسُ مَوْتٰى وَاَهْلُ الْعِلْمِ اَحْيَاءُ سو رستگار اور ظفریاب ہو علم کے سبب سے اور علم سے جاہل نرہو ہمیشہ یعنی اسباب جہل سے اجتناب رکہیو سب آدمی مُردے ہین اور علم والے زندے ہین م یعنی جاہل مُردونکی مانند ہین لائق شمار کے نہین اور اونسے کچہہ فائدہ نہین اور اہل علم زندہ ہین یعنی اونکی زندگی سے اونکو اور لوگونکو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو علماء دین کا وجود رحمت اور نور ہے کیون نہو کہ وہ وارث ہین انبیا علیہم السلام کے اور منجملہ جہالت کے اسباب جہل اور نسیان کا ارتکاب ہے چنانچہ جہالت کا بڑا سبب کاہلی ہے اور کاہلی پیدا ہوتی ہے کثرت بلغم سے اور کثرت بلغم کی ہوتی ہے بہت پانی پینے سے اور پانی بہت پینا ہوتا ہے بہت کھانے سے تو مبدا فساد کثرت اکل ٹھہرا اور تقلیل اکل کا طریقہ یہہ ہے کہ قلت اکل کے منافع کو آدمی غور کرے ازانجملہ ایک فائدہ یہہ ہے کہ آدمی تندرست رہتا ہے اور زیادہ کھانیوالا گران تن اور اکثر بیمار ہو جاتا ہے اور بہت کہانیوالا حق تعالی کو ناپسند ہے اور دوسرا فائدہ قلت اکل کا ایثار ہے یعنی کھانے مین غیر کو مقدم رکہنا اور بہت کھانے والے کو دوسریکا کہلانا دشوار ہوتا ہے اور منجملہ اسباب نسیان کے معاصی اور کثرت ذنوب ہے اور امور دنیا کی تشویشات اور کثرت اشتغال اور زیادتی علائق ہے اور ہرا دھنیا کہانا اور مصلوب کو دیکھنا اور الواح قبور کو پڑہنا اور اونٹونکی قطار مین چلنا اور زندہ جُون زمین پر ڈالنا اور گدی پر پچھنے لگانا اور منجملہ اسباب مورثہ حفظ حافظہ کوشش کرنا ہے اور ہمیشہ مذاکرہ رکہنا اور کم کھانا اور تہجد کی نماز پڑہنا اور قران کو دیکھکر پڑہنا اور بہت درود پڑہنا اور شہد کا پینا اور کُندر کو شکر کے ساتھہ کھانا اور اکیس منقی کا نہار منہ کھانا اور جو چیز بلغم اور رطوبات کو کم کرے وہ حفظ کو زیادہ کرتی ہے معلوم کرنا چاہئیے کہ طالب علم کو علم نہین آتا اور نہ اوس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے جبتک کہ علم کی اور اہل علم کی اور استاد کی تعظیم اور توقیر نکرے اسواسطے کہ کوئی کمال کو نہین پہونچا مگر حرمت کرنے سے اور کوئی بے نصیب نہین رہا مگر ترک حرمت سے علی مرتضی رضؓ نے فرمایا کہ مین اوسکا غلام ہون جسنے مجکو ایک حرف بتایا چاہے بیچے مجکو چاہے آزاد کرے ہارون رشید بادشاہ نے اپنے فرزند کو اصمعی کے پاس بھیجا تاکہ وہ علم اور ادب سیکھے تو بادشاہ نے ایکدن دیکھا کہ اصمعی وضو کرتے ہین اور شاہزادہ پانی ڈالتا ہے تو بادشاہ نے اُسپر عتاب کیا اس امر مین اور کہا کہ مین نے اوسکو اسواسطے بھیجا ہے کہ آپ اوسکو علم اور ادب سکھائیے آپنے اُسسے یون کیون نہ فرمایا کہ ایک ہاتھہ سے پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھہ سے آپکا پاؤن دہووے اور منجملہ تعظیم علم کے کتاب کی تعظیم ہے تو طالب علم کو لائق ہے کہ کتاب کو ہاتھہ نہ لگاوے بدون طہارت کے شمس الائمہ سرخسی کو ایکرات اسہال عارض ہوا اور وہ اپنے سبق کی تکرار کرتے تھے تو اُس رات کو سترہ بار وضو کیا اسواسطے کہ وہ سبق کی تکرار بدون

وضو کے نہ کرتے تھے وجہ اسکی یہہ ہی کہ علم نور ہے اور وضو بھی نور ہے تو علم کا نور وضو سے دوچند ہو جاتا ہی اور منجملہ تعظیم واجب کے یہہ ہے کہ کتاب کیطرف پانوں نہ پھیلائے اور کتاب کی تعظیم ایک یہہ ہے کہ خوشخط واضح لکھے اور بہت باریک نہ لکھے امام اعظم نے ایک کاتب کو دیکھا کہ باریک لکھتا تھا تو فرمایا کہ باریک مت لکھہ شاید تو زندہ رہا تو پچھتائیگا اور اگر مر گیا تو تجکو لوگ برا کہینگے یعنی اگر تو پیر ہوگا اور تیری بصارت ضعیف ہوگی تو اس باریک تحریر پر تجکو ندامت ہوگی اور منجملہ تعظیم علم کے ہمسبق بھائیون کی تعظیم ہے اور چاپلوسی معیوب چیز ہے مگر طلب علم مین مذموم نہین اسواسطے کہ استاد اور ہمسبقونکی چاپلوسی کرنا لائق ہے تاکہ انسے فائدہ حاصل ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وقد قیل العلم وسیلةٌ الی کل فضیلةٍ اور کہا گیا ہی یعنی علما محققین نے فرمایا ہے کہ علم وسیلہ ہی ہر بزرگی اور کمال کا یعنے ترقیات دارین کا سبب ہے العلم یرفع المملوک الی مجالس الملوک علم بلند رتبہ کرتا ہے غلام کو بادشاہونکی مجالس تک یعنی نہایت حقیر شخص علم کی جلالت شان سے بادشاہون کا ہمصحبت اور جلیس ہو جاتا ہی لولا العلماء لهلكت الامراء اگر عالم نہوتے تو امیر ہلاک اور تباہ ہو جاتے ہم وجہ اسکی یہہ ہی کہ امیر خلق اللہ کے حاکم ہین تو اگر فصل خصومات مین علماء دین کیطرف رجوع نکرتے تو گمراہ ہوتے اور عذاب آخرت مین گرفتار ہوتے باوجود اسکی علماء دین کو لائق نہین امیرون کے پاس جانا آنا دنیاء فانی کے حاصل کرنے کیواسطے عالم کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو ذلیل نکرے بلکہ مقسوم پر راضی رہے ہمت کو عالی رکھے لوگون کے مال مین طمع نکرے زمانہ سابق مین دستور تھا کہ اول لوگ پیشہ سیکھتے پھر علم حاصل کرتے تھے تا خلق اللہ کے مال مین طمع کی مجال باقی نرہے اور جبکہ عالم طامع ہوا تو اوسکی علوم کی حرمت باقی نہین رہتی اور وہ حق گوئی سے بھی کسنتا ہی ابن عساکر نے اپنی تاریخ مین انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ میری امت کی خرابی سے علماء بدکردار سے اس علم کو تجارت قرار دینگے اوسکو بیچینگے اپنے زمانے کے امیرون سے اپنی منفعت کیواسطے خدا انکی تجارت مین نفع نہ بخشے اور مروی ہی کہ بدتر علماء وہ ہین جو امیرون کے پاس جاتے ہین اور بہتر امیر وہ ہین جو عالمون کے دروازون پر آتے ہین اور مروی ہی کہ دو قسم آدمیونمین سے جب آراستہ ہوئی تو سب لوگ آراستہ ہوگئے ہین اور جب وہ بگڑی تو سب لوگ بگڑ جاتے ہین علماء اور امراء کذا فی الطحطاوی ملتقطاً وانما العلم لا یرام وما لا یقلس لها عزلٌ اور سوا اسکے اسباب کے نہین ہے کہ علم صاحبان علم کیواسطے وہ منصب دائمی ہے جسکی معزولی نہین یعنی بادشاہ اس منصبکو نہین چھین سکتا ان الامیر هو الذی یضحی امیرا عند عزله ان زال سلطان الولایة فهو فی سلطان فضله البتہ اصلی امیر وہ ہے جو امیر بنا رہے اپنے معزول ہونے کیوقت اگر قوت منصب کی زائل ہوگئی تو وہ اپنے کمال کی قوت مین ثابت ہی واعلموا ان تعلم العلم یکون فرض عینٍ وهو بقدر ما یحتاج لدینه اور معلوم کرو یہ مطلب کہ علم کا سیکھنا فرض عین ہوتا ہے یعنی ہر شخص پر اور فرض عین اوسقدر علم ہے جسکی طرف آدمی حاجت مند ہو اپنے دین کیواسطے ہم تعلیم متعلم مین ہے کہ مسلمان پر ہر علم کا حاصل کرنا فرض نہین بلکہ علم حال کی طلب فرض ہی یعنی آدمی جس حال مین واقع ہو اوس حال کا علم سیکھنا فرض ہی مثلاً جسپر نماز اور روزہ فرض ہوا اوسپر صوم اور صلوۃ کے مسائل کا دریافت کرنا فرض ہے اور اگر مال حاصل ہوا تو زکوۃ اور حج کے مسائل کا سیکھنا فرض عین ہی اور سوداگر پر علم بیوع فرض ہے بالجملہ جو جس چیز کا شغل رکھتا ہو اوسپر اوسکا علم فرض ہی تاکہ اوسمین ارتکاب حرام سے محفوظ رہے اور علم واجب وہ ہے جسقدر سے امر واجب ادا ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً وفرض کفایةٍ اور علم سیکھنا فرض کفایہ ہوتا ہے فرض کفایہ وہ ہی کہ ہر شخص پر فرض نہین بلکہ بعض کا سیکھنا ایک شہر مین سبکی طرف سے کفایت کرتا ہی وهو ما زاد علیه لنفع غیره اور فرض کفایہ وہ علم ہی جو اپنی حاجت سے زیادہ ہو غیر کے نفع کیواسطے یعنے ناواقفون کے بتانے کو تاکہ وہ لوگ مہالک اور محرمات سے بچین تو ایک عالم ہر نواحی مین ضرور ہی کہ عوام مسلمین کو ضروریات دین کے سکھادے نہین تو عوام ضائع ہونگے ومندوباً وهو التبحر فی الفقه وعلم القلب اور علم سیکھنا مستحب ہوتا ہی اور مستحب علم تبحر اور بہتات کا حاصل کرنا ہے فقہ مین اور دلکے علم مین ہم علم قلب سے علم اخلاق مراد ہی یعنی جس علم سے انواع فضائل اور انکے حاصل کرنے کی کیفیت معلوم ہو اور اقسام رذائل اور انسے بچنے کی کیفیت دریافت ہو تعلیم متعلم مین ہی اسیطرح فرض ہی علم احوال قلوب چنانچہ توکل اور انابت اور خوف الہی اور رضا بالقضا اسواسطے کہ یہہ سب احوال مین واقع ہے اور بزرگی اس علم کی کسی پر مخفی نہین ہی اور اسیطرح اخلاق مین معرفت جود اور بخل اور تکبر اور تواضع اور عفت اور اسراف اور تقتیر وغیرہا کی فرض ہے اسواسطے کہ بخل اور نامردی اور تقتیر حرام ہی اور اس سے بچنا بدون اسکی علم اور اسکی ضد کے ممکن نہین انتہی تو علم قلب فقہ پر عطف ہو نہ تبحر پر تو مطلب یہہ ہوا کہ اصل علم اخلاق فرض ہے اور اوسمین تبحر پیدا کرنا مستحب ہی اور اگر تبحر پر عطف کریں

تو تعلیم متعلم کے مخالف ہوگا یعنی علم اخلاق مستحب ٹھہر گیا نہ فرض وحرام اما وھو علم الفلسفۃ والشعبذۃ والتنجیم والرمل وعلوم الطبائعیین والسحر والکہانۃ اور علم سیکھنا حرام ہوتا ہے اور وہ حرام علم یونانیونکی حکمت ہے اور شعبدہ یعنی دست چالاکی بازیگرونمین ہمان متی کی مانند اور نجوم اور رمل اور اہل طبائع کے علوم یعنی علم طبیعی اور جادو اور کہانت ہم یونانی حکمت اسواسطے حرام ہوئی کہ اوسمین عالم کا قدیم ہونا وغیر ذلک من المکفرات والمحرمات داخل ہین آور علم نجوم مین اوضاع فلکیہ سے حوادث سفلیہ پر استدلال کرتے ہین تعلیم متعلم مین ہے کہ نجوم کا علم بمنزلہ مرض کے ہے تو اوسکا سیکھنا حرام ہے کیونکہ وہ مضر ہے نافع نہین اسلئے کہ قضا اور قدر سے بچنا غیر ممکن ہے تو مسلم کو چاہئے کہ ذکر اللہ اور دعا اور تضرع مین مشغول رہے اور حق تعالی سے عافیت مانگا کرے اسواسطے کہ داعی محروم الاجابۃ نہین ہوتا پھر اگر بلا مقدر ہے تو ضرور پہنچیگی لیکن داعی کو حق تعالی صبر عطا کریگا دعا کی برکت سے لیکن تعلم نجوم کا بقدر قبلہ شناسی اور اوقات نماز کے جائز ہے انتہی اور کہانت یہہ ہے کہ شیاطین سے راہ پیدا کرے تاکہ وہ اخبار آیندہ بتائین آور یہہ جو لوگ علم جفر کو علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کیطرف نسبت کرتے ہین سو غلط ہے اسکی کچھہ اصل نہین شارح نے علم طب کو بیان نہین کیا لیکن تعلیم متعلم مین یون مذکور ہے کہ طب کا سیکھنا جائز ہے اسواسطے کہ اسباب مین سے ایک یہہ بھی سبب ہے تو اسکا سیکھنا جائز ہے باقی اسباب کیطرح اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے بھی علاج کیا ہے اور امام شافعی سے منقول ہے کہ العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان علم فقہ دین کیواسطے ہے اور علم طب بدن کیواسطے کذا فی الطحطاوی المنتقط و دخل فی الفلسفۃ المنطق اور حکمت یونانی مین منطق کا علم داخل ہے یعنی حرام ہے ہم حموی محشی اشباہ نے کہا بعضی فاضلون نے کہا کہ مین نے اپنے مذہب کے علما کی کتابونمین تحریم منطق کا قول نہین دیکھا اگر صاحب اشباہ نے دیکھا تھا تو اسکا نقل کرنا مناسب تھا ہان شافعی مذہب کی کتابونمین اسکی بہت تصریح ہے اور تفسیق عمر کو اگر حرمت قرار دیجئے تو بعید نہین اور یہہ بھی ہے کہ جو منطق سے اشتغال رکھتا ہے وہ غالبا فلسفہ کیطرف مائل ہو جاتا ہے تو منع کرنا از قبیل سد ذریعہ کے ٹھہرا ورنہ منطق مین وہ نہین جو شرع مبین کے مخالف ہو آور بعضے فاضلون نے کہا کہ شاید منطق سے مراد فلاسفہ کی منطق ہے نہ اہل اسلام کی منطق اسواسطے کہ اسمین قواعد اسلام کے مخالف کوئی چیز نہین آور امام غزالی نے منطق کو معیار العلوم کہا ہے اور فرمایا کہ جسکو منطق کی معرفت نہین اوسکے علم پر اعتماد نہین اور بو علی سینا نے منطق کو خادم العلوم کہا ہے انتہی طحطاوی نے کہا ظاہرا منطق سے وہ منطق مراد ہے جو شبہات اہل اعتزال سے مملو ہے تو وہ داخل فلسفہ ہے ومن ہذا القسم علم الحرف والموسیقی اور حرام کی قسم سے حرف اور راگ کا علم ہے ہم شاید کہ علم حرف سے کاف کا صرف مراد ہو جو کیمیا کیطرف اشارہ ہے اور اسکی حرمت مین کچھہ کلام نہین کہ اسمین عمر اور مال دونون برباد ہو جاتے ہین یا مراد حروف کا جمع کرنا ہے جس سے حرکات پر دلالت خارج ہو اور احتمال ہے کہ علم اسرار حروف مراد ہو جیسے اوفاق اور استخدام وغیرہ ذلک سے کذا فی الطحطاوی مین کہتا ہون کہ ظاہرا علم حرف سے جفر کا علم مراد ہے کہ اس سے وقائع آیندہ کا استخراج کرتے ہین نجوم کی مانند اور حالانکہ علم غیب مخصوص بعلام الغیوب ہے واللہ اعلم ومکروہ وھو اشعار المولدین من الغزل والبطالۃ اور مکروہ ہوتا ہے علم مکروہ اور وہ غزل اور بیہودہ گوئی ان شاعرونکی جو عرب مین بعد اسلام کے پیدا ہوئی ہم مولدہ وہ لوگ ہین جو عرب مین پیدا ہوئے اور حالانکہ وہ عرب کی قوم سے نہین چنانچہ ابو نواس وغیرہ قاموس مین ہے کہ تغازل بہ نسا عبارت ہے عورتون کے ساتھہ بات چیت کرنے سے ومباح کاشعارھم التی لاسخف فیھا کذا فی فوائد شتی من الاشباہ والنظائر اور ہوتا ہے علم مباح یعنی اوسکا فعل اور ترک برابر ہے چنانچہ مولدین کے وہ اشعار جنمین نامعقول مضمون نہین اسیطرح مذکور ہے اشباہ و نظائر کے فوائد شتی مین ہم مولدین کی قید اسواسطے لگائی کہ اونکے اشعار مین اکثر مضامین سخیفہ واہیہ مملو ہین برخلاف عرب خالص کے ابن عباس اکثر اشعار عرب کیطرف لغات رکھتے تھے قران اور حدیث کے الفاظ پر استدلال کرنے کو کذا فی الطحطاوی ثم نقل فی مسئلۃ الرباعیات کلاما طویلا خلاصتہ ان الفقہ ثمرۃ الحدیث پھر صاحب اشباہ نے مسئلہ رباعیات مین کلام طویل نقل کیا اور اوسکا خلاصہ مقصود یہہ ہے کہ مقرر فقہ حدیث کا ثمرہ ہے یعنی حدیث سے مستخرج ہے و لیس ثواب الفقیہ اقل من ثواب المحدث اور نہین ہے فقیہ کا ثواب محدث کے ثواب سے کمتر وفیہا کل انسان غیر الانبیاء لا یعلم ما اراد اللہ تعالی لہ وبہ لان ارادتہ تعالی غیب الا الفقہاء فانہم علموا ارادتہ تعالی بہم بحدیث الصادق المصدوق من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین اور اشباہ مین ہے کہ ہر آدمی سواے انبیا علیہم السلام کے جانتا نہین ہے کہ اللہ تعالی کا کیا ارادہ ہے اوسکے ساتھہ دارین مین اسواسطے کہ حق تعالی کا ارادہ غیب ہے

مگر فقہ اسکو جانتے ہین ہم اسلیئے کہ یہان گفتگو ہین حق تعالی کے ارادہ کو جو اونکے ساتھ ہی رسول صادق مصدوق کے اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکی ساتھ
اللہ تعالی خیر کا ارادہ کرتا ہی اوسکو دین مین فقیہ کرتا ہی یعنی امر دین مین فہم سلیم عطا کرتا ہے ھم غور کرنا چاہیئے کہ فقیہ سے مراد وہی جو علم فقہ ہی یہانتک
کہ جو تین مسئلے یاد رکھے وہی فقیہ ٹھہری یا اصطلاح اصولیون کا فقیہ یعنے مجتہد مراد ہی اور ظاہر امراد وہی جو فقہ مین مشتغل ہو نہ وہ جو فروع قلیلہ کو یاد
رکھتا ہو مین کہتا ہون یہہ استدلال اوسوقت تمام ہو جب کہ لسان شرع مین فقیہ کا اطلاق فقط اسی پر متعین ہو سو یہہ کیونکر ہو اسواسطے کہ فقیہ کی تعریف مین
اختلاف کثیر واقع ہے یہانتک کہ غزالی نے اسکو علم تصوف پر محمول کیا ہی کذا فی الطحطاوی وفیھا کل شیء یسأل عنہ العبد یوم القیمۃ الا العلم لانہ طلب
من نبیہ ان یطلب الزیادۃ منہ وقل رب زدنی علما فکیف یسأل عنہ اور اشباہ کے فوائد مین ہی کہ ہر چیز سے بندہ پوچھا جائیگا قیامت کے دن مگر
علم سے اسواسطے کہ حق تعالی نے اپنی نبی کریم سے یہہ طلب کیا کہ علم کی زیادت طلب کری بدلیل اس آیت کریمہ کے (وقل رب زدنی علما) یعنی اور کہہ ای میری
پروردگار مجکو زیادہ علم دی سو کیونکر سوال ہوگا علم سے یعنی بعد طلب کے ھم یہہ دلیل مدعا کی مفید نہین اسواسطے کہ ہر امر خیر علم ہو یا سوا ہی اوسکی شرع مین مطلوب
الزیادہ ہے علامہ ابو سعود نے کہا اس استدلال مین اعتراض ہے اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ بندہ کے دونون قدم قیامت مین نہ ہٹینگے یہانتک کہ
اوس سے چار چیزون کا سوال ہوگا اوسکی عمر سے سوال ہوگا کہ کس امر مین اوسکو فنا کیا اور اوسکی جوانی سی سوال ہوگا کہ کس مین اوسکو کہپایی اور اوسکے مال سی سوال ہوگا
کہ کون سی چیز سے اوسکو حاصل کیا یعنی بوجہ حلال یا حرام اور اوسکی علم سی سوال ہوگا کہ اوسنے اوسمین کیا کیا یعنی علم کے موافق عمل کیا یا نہین و تمام
البیان نے الطحطاوی وفیھا اذا سئلنا عن مذھبنا ومذھب مخالفینا قلنا وجوبا مذھبنا صواب یحتمل الخطاء ومذھب مخالفینا خطاء یحتمل الصواب
اور اشباہ کے فوائد مین ہے مصنفی سے منقول کہ جب ہمسے سوال کیا جای ہماری مذہب سی یعنی حنفی مذہب سی اور ہماری مخالف کے مذہب سی یعنی شافعی یا مالکی یا حنبلی
مذہب سی کہ کون مذہب حق ہی فروع مین تو ہم اس سوال کے جواب مین کہین گے وجوبا یعنی ہمپر واجب ہی یون کہنا کہ ہمارا مذہب صواب ہے یعنی حق ہی مطابق واقع کے
احتمال رکہتا ہی خطا کا یعنی چوکنے کا اور ہماری مخالف کا مذہب خطا ہی محتمل ہے صواب کا ھم یہہ جواب اسواسطے متعین ہوا کہ یہہ مقلد ہی اور تقلید کسی شخص کی
نہین چاہیئے اوسکو خاطی جانکر اور صواب کا یقین قطعا اسواسطے نکیا کہ اگر قطعی یقین کیا جای تو مجتہدین کا یہہ قول صحیح نہ ٹھہرے کہ المجتھد یخطی ویصیب یعنی مجتہد
استنباط احکام مین خطا بھی کرتا ہی اور صواب بھی ولہذا المخالف کے مذہب کی خطا پر یقین کرلینا جائز نہوا خلاصہ مقام یہہ ہی کہ یہہ کلام نظر بمجتہد ہی یعنی جسطرف
ہمارے امام اعظم گئے ہین وہ اونکے نزدیک صواب ہی مع احتمال الخطاء اسواسطے کہ ہر مجتہد مصیب ہی اور گاہی نفس الامر مین خطا بھی کرتا ہی اور باعتبار ہم
مقلدون کے چارون امام حق پر ہین اپنے اجتہاد مین مصیب ہین تو ہر امام کا مقلد یہی عبارت جواب مین کہیگا جبکہ اوسکی مذہب سی سوال ہوگا اپنے امام کیطرف
سے جسکا وہ مقلد ہی اور یہہ مراد نہین ہے کہ ہر مقلد اسکا مکلف ہے کہ دوسری امام کی خطا کا معتقد ہو اسواسطے کہ ایک امام کی تقلید جائز نہین ہوتی
مگر بقدر ضروری ہونے تقلید کے اور تقلید کی ضرورت یہہ ہی کہ مقلد اجتہاد کی لیاقت نہین رکہتا کہ احکام ظنیہ کا استنباط دلائل شرعیہ سے کرسکے تو ایک امام
کی تقلید فقط عمل مین کرتا ہی اگر کوئی کہے کہ وہ عمل کے ساتھہ اعتقاد کرنیکا بھی مکلف ہی نہین تو ادای تکالیف مع اعتقاد عدم صحت لازم آتا ہی اسکا جواب
یہہ ہی کہ یہہ لازم نہین آتا ہے کہ جبکہ مسائل تقلیدیہ کی عدم صحت کا معتقد ہوا اور ہم یہہ نہین کہتے ہین بلکہ مقلد ظاہرا صواب ہی ہے کہ اوسنے وہ کیا جو اوسپر واجب
تھا بدلیل قولہ تعالے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنے اخذ بقول مجتہد جو بموجب اس آیۃ کریمہ کے اوسپر واجب تھا سو اوسنے کیا اور مقلد اسکا
مکلف نہین ہی کہ اپنی خلاف مذہب کا تخطیہ کری یعنی اوسکی خطا کا معتقد ہو ایسا خلاصہ کیا ہی ہماری استاد نے ابن الملا فروخ مکی حنفی کے قول سدیدہ کا
کذا فی الطحطاوی عن مفتی الروم ابی سعود واذا سئلنا عن معتقدنا ومعتقد خصومنا قلنا وجوبا الحق ما نحن علیہ والباطل ما علیہ خصومنا اور جب
کوئی ہمسے سوال کری ہماری عقائد سے یعنی اہل سنت کے عقائد سی اور ہماری مخالفین کے عقائد سے یعنی معتزلہ اور خارجی اور رافضی کے عقائد سے کہ کون
انمین سے حق پر ہی تو ہم جواب مین وجوبا کہین گے کہ مطابق واقع کے حق وہی عقائد ہین جنپر ہم ہین اور باطل مخالف نفس الامر وہ عقائد ہین جنپر ہماری مخالف
ہین وفیھا العلوم ثلثۃ علم نضج وما احترق وھو علم النحو والاصول اور اشباہ کے فوائد مین ہی کہ علوم تین قسم ہین ایک وہ علم ہے کہ پختہ ہوگیا اور

محترق نہین ہوا یعنی کمال کو نہین پونہچا اور وہ نحو اور اصول کا علم ہے **هم نضج** علم سے مراد یہہ ہے کہ قواعد اوسکے متقرر ہوگئے اور قواعد پر جزئیات متفرع ہوگئے
اور دفع اعتراضات اور تفصیل اقاویل اور توضیح مشکلات ہوگئی اور احتراق سے مراد غایت اور نہایت کا پونہچنا اور یہہ تفسیر جو مراد کی نہین تو احتراق منقسم
اشتباہ ہو کذا فی الطحطاوی تو علم نحو اور علم اصول کے اگرچہ قواعد مدوّن ہوگئے لیکن اونکے فروع مستنبطہ ہنوز کمال کو نہین پونہچے بلکہ اونکے امام اونمین مختلف
ہین اور یہہ امر ظاہر ہے اُس شخص پر جو اصول اور نحو کی کتابون مین تامل کرتا ہے کذا فی الحموی **وعلم لا نضج ولا احترق وهو علم البيان والتفسير**
اور ایک علم وہ ہے جو نہ پختہ ہے اور نہ محترق اور وہ بیان اور تفسیر کا علم ہے **هم** بیان سے مراد بلاغت کے تینون علم یعنی علم معانی اور بیان اور بدیع حموی نے
بعض فضلا سے نقل کیا کہ علم بیان تو ذوق کیطرف راجع ہے تو اوسکی کچھہ نہایت نہین کیونکہ آدمی اسمین مختلف ہین اور علم تفسیر کے عدم کمال کی وجہ یہہ ہے کہ موضوع
علم تفسیر کا فہم مراد ربانی ہے باعتبار معانی اور وجوہ اعجاز اور مواقع مناسبات وغیر ذلک کے جسکا کوئی محیط نہین ہوسکتا سوای علام الغیوب کے سو اوسکی نہایت
کسطرح حاصل ہوسکے انتہی ملخصا **وعلم نضج واحترق وهو علم الحديث والفقه** اور ایک علم وہ ہے جو پختہ ہوا اور کمال کو بھی پونہچ گیا اور وہ علم حدیث
اور علم فقہ کا ہے **هم** علم حدیث نہایت رتبہ کمال کو پونہچا اسواسطے کہ محدثین نے جزاہم اللہ خیرا اسماء رجال اور اونکے نسب اور طبقات مین کتابین تصنیف
کین اور قوی الحفظ اور ضعیف الحفظ اور فاسد الروایۃ اور صحیح الروایۃ کو بیان کر دیا اور بعضے ایک لاکھہ اور بعضے تین لاکھہ حدیثون کے حافظ ہوئے اور
صحابہ کرام مین جو راوی تھے اونکو حصر کر دیا اور مراد اور احکام احادیث کو ہر مجتہد کے فہم کے موافق بیان کیا اور فنون احادیث مین طرح طرح کی کتابین
لکھین کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رکھی اور فقہ کی تکمیل تو ظاہر ہے کہ مجتہدین نے قرآن اور حدیث مین امعان نظر کرکے بال کی کھال نکالی قواعد مقرر کیے
اور اونپر جزئیات متفرع کئے اور خلائق کے حوادث باوجود اونکے اختلاف مواقع کے لعینہا لکھہ دئے یا جو اون حوادث پر دلالت کرے بلکہ فقہا نے اون امور مین کلام
کیا جو کبھی واقع نہین ہوتے اس تصور سے کہ مبادا اگر ایسا واقع ہو تو مسلمان حیران نہون اور جو جزئی منصوص نہین وہ نادر ہی کمیاب اور کاہی منصوص بھی
ہوتا ہے لیکن ناظر اوسکے محل سے نا واقف ہے فہم کا قصور ہی ہر امر فقہ مین مذکور ہے خواہ بمفہوم خواہ منطوق کذا فی الطحطاوی ملخصا اگر اہل اسلام انصاف کرین
تو حضرت مجتہدین اور فقہا کے احسان کی شکر گذاری سے آپکو عاجز پاوین اللّٰہم فارحم المجتہدین وفقہاء الدین واجزہم عنا خیر الجزاء یا ارحم الراحمین **وقد**
قالوا الفقه زرعه عبد الله بن مسعود رضي الله عنه وسقاه علقمة وحصده ابراهيم النخعي ثم داسه حماد وطحنه ابو حنيفة وعجنه ابو يوسف
وخبزه محمد وسائر الناس يأكلون اور البتہ فقیہون نے کہا کہ فقہ کا کھیت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا اور علقمہ نے اوسکو سینچا اور ابراہیم
نخعی نے اوسکو کاٹا اور حماد نے اوسکو ماندا یعنی اناج جدا کیا بہوسی سے اور ابو حنیفہ نے اوسکو پیسا اور ابو یوسف نے اوسکو گوندا اور محمد بن حسن نے اوسکی روٹیان
پکائین اور باقی لوگ اوسکی کھانیوالے ہین **هم** ابو یوسف اور محمد شاگرد ہین ابو حنیفہ کے اور ابو حنیفہ شاگرد ہین حماد کے اور حماد ابراہیم نخعی کے اور ابراہیم نخعی علقمہ کے اور علقمہ عبد اللہ بن
مسعود صحابی کے تو خلاصہ یہہ ہے کہ اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہان تک کہ امام اعظم نے کمال کو پونہچایا
اور محمد بن حسن نے امام کی روایات کو جمع کرکے فروع کو منقح کیا اور جس قول سے امام نے رجوع کیا اوسکو بیان کر دیا اور حوادث اونکے وقت مین کثرت ہوئے
تو انہون نے فقہ کو مدوّن کیا اور کتابین تصنیف کین کہ ایک عالم کو فائدہ حاصل ہوا معلوم کرنا چاہیئے کہ فقہ مذکور سے وہ فقہ مراد ہے جو ابو حنیفہ کے طریق سے مروی
ہے اسواسطے کہ امام مالک کی فقہ مروی ہے نافع سے عن ابن عمر اور شافعی کی فقہ مروی ہے امام مالک سے اور احمد بن حنبل کا طریق مروی ہے شافعی سے اور یہہ مطلب
نہین کہ فقہ مین تکلم نہین کیا مگر ابن مسعود اور ابو حنیفہ نے **وقد نظم بعضهم فقال شعر الفقه زرع ابن مسعود وعلقمة حصاده ثم ابراهيم دوّاس**
نعمان طاحنه يعقوب عاجنه محمد خابز والآكل الناس اور البتہ بعض علما نے اسکو نظم کیا ہے جسکا بدلکر سے یون کہا ہے کہ فقہ کو ابن مسعود نے بویا اور علقمہ
اوسکا کاٹنے والا ہے پھر ابراہیم مانڈنیوالا ہے نعمان یعنی ابو حنیفہ اوسکا پیسنے والا ہے اور یعقوب یعنی ابو یوسف اوسکا گوندنے والا اور محمد بن حسن روٹی پکانیوالا اور لوگ
کھانیوالے ہین **وقد ظهر علمه بتصانيفه كالجامعين والمبسوط والزيادات والنوادر رحمه الله صنف في العلوم الدينية تسعمائة وتسعين كتابا انتهى**
محمد بن حسن کا علم ظاہر ہوگیا اونکی تصنیفات سے چنانچہ جامع صغیر اور جامع کبیر اور مبسوط اور زیادات اور نوادر یہانتک کہ کہا گیا ہے کہ البتہ انہون نے دین کے

ہوم مین ۹۹۹ کتابین تصنیف کی مین ھم جامع صغیر مین محمد روایت کرتے ہین ابو یوسف سے اور وہ امام اعظم سے اور جامع کبیر مین محمد روایت کرتے ہین امام سے بلا واسطہ ومن تلامذته
الشافعی رضی اللہ عنه وتزوج بام الشافعی وفوض الیه کتبه وماله فبسببه صار الشافعی فقیہا اور شافعی محمد بن حسن کے شاگردونمین سے ہین اور
نکاح کیا تہا شافعی کی مان سے اور اپنی کتابین اور اپنا مال انکو سپرد کیا تہا سو اسی سبب سے شافعی فقیہ ہوگئے ہم یہہ قول ظاہرا اول ہی جلبی نے کہا ہان یون کہنا صحیح ہے کہ محمد کی
کتابون سے شافعی کو ان مسائل پر اطلاع ہوئی جنسے اونکو قبل اسکے آگاہی نہ تہی یہ اسلیے کہ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کثرت استخراج مسائل کی ابتدا ہوئی ورنہ شافعی
تو بغداد کے داخل ہونے اور محمد کے ملنے سے پہلے بہی فقیہ مجتہد تہے اور اجتہاد مطلق کیونکر مستفاد ہو اُس شخص سے جسکو اجتہاد مطلق حاصل نہین تہی ا
مجتہد مطلق وہ ہی جو اصول اور فروع مین دوسریکا تابع نہو چنانچہ چارون امام اور مجتہد مقید وہ ہے جو اصول مین دوسریکا تابع ہو نہ فروع مین جیسے
ابو یوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم ولقد انصف الشافعی حیث قال من اراد الفقه فلیلزم اصحاب ابی حنیفة فان المعانی قد تیسرت لهم واللہ
ما صرت فقیها الا بکتب محمد بن الحسن اور مقر انصاف کیا ہے شافعی نے جہان یون کہا ہے کہ جو شخص کہ فقہ حاصل کرنیکا ارادہ کرے سو اوسکو چاہیے کہ
ابو حنیفہ کے شاگردون کا ساتھ نہ چھوڑے اسواسطے کہ معانی دقیقہ تو اونکو آسان اور سہل ہوگئے ہین اور خدا کی قسم ہے کہ مین فقیہ نہین ہوگیا مگر محمد بن حسن شیبانی
کی کتابون سے ہم یعنی مزید بصیرت فروع فقہیہ مین مجکو حاصل نہین ہوئی مگر اونکی کتابون سے کذا فی الحلبی المحشی للدر المختار وقال اسمعیل بن ابی رجاء رأیت
محمدا فی المنام فقلت له ما فعل اللہ بک قال غفر لی ثم قال لو اردت ان اعذبک ما جعلت هذا العلم فیک فقلت له فاین ابو یوسف قال
فوقنا بدرجتین قلت فابو حنیفة قال هیهات ذلک فی اعلی علیین اور اسمعیل بن ابی رجا نے کہا کہ مین نے محمد بن حسن کو خواب مین دیکھا سو اوس سے کہا کہ
خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا اونہون نے کہا کہ مجکو بخشدیا پہر حق تعالی نے فرمایا کہ اگر مین تیرے عذاب کرنیکا ارادہ کرتا تو یہہ علم تجکو نہ دیتا پہر مین نے کہا
تو ابو یوسف کہان ہین کہا کہ ہمسے دو درجے اوپر ہین مین نے کہا تو ابو حنیفہ کہان ہین کہا دور ہین وہ تو علیین کے اوپر ہین ھم علیین جنت مین
بالاتر مکان ہے سو یہہ بلندی رتبہ اضافی ہے یعنی بنسبت صاحبین کے نہ مطلقا اسواسطے کہ انبیا اور صحابہ امام سے قطعا درجہ مین بلند تر ہین کیف و
قد صلی الفجر بوضوء العشاء اربعین سنة امام کا بلند مرتبہ اسقدر کیونکر نہو حالانکہ امام نے فجر کی نماز عشا کی وضو سے پڑہی چالیس برس ھم مسعر بن کدام
نے کہا کہ مین امام ابو حنیفہ کی مسجد مین گیا تو مین نے دیکہا کہ فجر کی نماز پڑہکے لوگونکو تعلیم علم کیا کیے یہانتک کہ ظہر کی نماز پڑہی پہر عصر تک تعلیم مین مشغول رہے
پہر مغرب تک درس فرماتے رہے پہر اسیطرح عشا تک پہر بعد نماز عشا گہر مین گئے سو مینے اپنے دلمین کہا کہ اس مرد کی مشغولی تو یہہ ہے مطالعہ کب ہوتا ہوگا
مین اسکا تجسس کرونگا جب لوگون کی آمد و رفت بند ہوئی تو امام مسجد مین آئے سو نماز مین قائم رہے طلوع فجر تک جب صبح ہوئی گہر مین گئے پہر کپڑے
پہنکر مسجد مین آئے اور فجر کی نماز پڑہی اور اسیطرح عشا تک تعلیم مین مشغول رہے پہر گہر مین گئے سو مین نے اپنے جیمین کہا کہ آج رات تو آرام کرینگے آج بہی اسکا
تجسس کرونگا جب آمد و رفت بند ہوئی تو مسجد مین آئے اور شب گذشتہ کیطرح نماز مین صبح کے طلوع ہونے تک مشغول رہے پہر گہر مین جاکر کپڑے پہنکر
نماز کیواسطے مسجد مین آئے اور نماز پڑہکر اوسیطرح تا عشا تعلیم اور ارشاد مین رہے پہر گہر مین گئے تو مین نے کہا آج البتہ آرام کرینگے آج بہی تجسس کرونگا
سو اوس رات مین بہی ویسا ہی کیا صبح تک تو مین نے اپنے جیمین کہا کہ مین انکا ساتھ نچھوڑونگا یہانتک کہ انکا انتقال ہو دنیا سے یا میرا سو مین نے اونکی ملازمت
لی اونکی مسجد مین ابن معاذ نے کہا کہ مسعر بن کدام ابو حنیفہ کی مسجد مین مرگئے سجدہ کے اندر حفص بن غیاث نے امام ابو حنیفہ سے پوچہا کہ طاعت پر تمکو
کس چیز نے قوی کردیا کہا کہ مین نے حق تعالی سے دعا کی بواسطے اوسکے اسمار مطہرہ کے تجلی کے حضرت پر اور وہ دعا مقدمہ غزنویہ مین مذکور ہے جلال الدین
سیوطی نے تبییض الصحیفه مین کہا کہ خطیب بغدادی محدث نے حفص بن عبد الرحمن سے روایت کی کہ مین نے مسعر بن کدام سے سنا کہتے تہے کہ ایک
رات مین مسجد مین گیا ایک مرد کو نماز پڑہتے دیکہا مجکو اوسکی قرات پسند آئی سو اوسنے قران کا ساتوان حصہ پڑہا مین نے کہا کہ اب رکوع کریگا پہر
اوسنے تہائی قران پڑہا مین نے کہا اب رکوع کریگا پہر اوسنے آدہا قران پڑہا سو اسیطرح پڑہتا رہا یہانتک کہ تمام قران ختم کیا ایک رکعت مین پہر
مین نے جو اونکو دیکہا تو وہ ابو حنیفہ تہے اور روایت کی خطیب نے خارجہ بن مصعب سے کہ قران کو ایک رکعت مین ختم کیا چار بزرگون نے انمین سے ایک

امام ابوحنیفہ ہین اور خطیب نے یحیی بن نصر سے روایت کی کہ ابوحنیفہ قران کو رمضان مین ساٹھہ بار اکثر ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے حماد بن یوسف سے روایت کی کہ مین نے اسد بن عمرو سے سنا کہتے تھے کہ ابوحنیفہ نے فجر کی نماز عشا کی وضو سے چالیس برس تک پڑھی اور اکثر شب تمام قران انکو ایک رکعت مین پڑھتے تھے اور جس مکان مین اونکی وفات ہوئی وہان ..... بار قران کو ختم کیا اور خطیب نے حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کی کہ جب ہماری والد کا انتقال ہوا تو مین نے حسن بن عمارہ سے کہا کہ تم اونکو غسل دو تو جب انہون نے نہلایا تو کہا اللہ تجہپر رحم کرے اور تیری مغفرت کرے تو نے افطار نہین کیا تیس برس سے اور تیری آنکہین نہین جہپکین چالیس برس سے مقرر تو نے اپنے بعد مشقت مین ڈالا اور قاریون کو فضیحت کیا اور خطیب نے ابو یوسف سے روایت کی کہ مین چلا جاتا تھا ابوحنیفہ کے ساتھہ مین نے سنا ایکمرد دوسرے سے کہتا تھا کہ یہہ ابوحنیفہ ہین کہ رات کو نہین سوتے ہین تو امام نے کہا واللہ لوگ میرا حال وہ نہ کہین جو مین نہین کرتا ہون اور رات کو انکی عادت تھی نماز اور دعا اور تضرع کی کذا فی الطحطاوی وحج خمسا وخمسین حجۃ اور امام نے پچپن حج کئے ورای ربہ فی المنام مائۃ مرۃ ولہا قصۃ مشہورۃ اور اپنے پروردگار جلشانہ کو خواب مین سو بار دیکہا اور رویت کا ایک قصہ مشہور ہے حافظ نجم الدین غیطی نے وہ قصہ یون مذکور کیا ہے کہ امام نے رب العزۃ کو خواب مین ننانوی بار دیکہا سو کہا اپنے جی مین کہ اگر اب سوین بار دیکہونگا تو سوال کرونگا کہ خلائق اوسکے عذاب سے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائیگی کہا امام نے پہر مین نے حق سبحانہ وتعالی کو خواب مین دیکہا تو عرض کیا ای پروردگار عز جارک وجل ثناؤک وتقدست اسماؤک کس چیز سے نجات پائیگی خلائق تیرے عذاب سے قیامت کے دن تو فرمایا کہ جو صبح اور شام یون کہا کریگا سبحان الابدی الابد سبحان الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان رافع السماء بغیر عمد سبحان من بسط الارض علی ماء جمد سبحان من خلق الخلق فاحصاہم عدد سبحان من قسم الرزق ولم ینس احد سبحان الذی لم یتخذ صاحبۃ ولا ولد سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد وہ شخص میرے عذاب سے نجات پائیگا کذا فی الطحطاوی وفی حجتہ الاخیرۃ استاذن حجبۃ الکعبۃ بالدخول لیلا فقام بین العمودین علی رجلہ الیمنی ووضع الیسری علی ظہرہا حتی ختم نصف القران ثم رکع وسجد ثم قام علی رجلہ الیسری ووضع الیمنی علی ظہرہا حتی ختم القران فلما سلم بکی وناجی ربہ وقال الہی ما عبدک ہذا العبد الضعیف حق عبادتک لکن عرفک حق معرفتک فہب نقصان خدمتہ لکمال معرفتہ فہتف ہاتف من جانب البیت یا ابا حنیفۃ قد عرفتنا حق معرفتہ وقد خدمتنا فاحسنت الخدمۃ وقد غفرنا لک ولمن اتبعک ممن کان علی مذہبک الی یوم القیمۃ اور امام نے اپنے اخیر حج مین کعبہ شریفہ کے خادمون سے ایک رات داخل ہونے کی اجازت لی تو کہڑے ہوئے نماز مین بیت اللہ کے دو ستونون کے درمیان داہنے پانون پر اور بایان پانون داہنے کی پشت پر رکہا یہان تک کہ آدہا قران ختم کیا پہر رکوع اور سجدہ کیا پہر کہڑے ہوتے بائین پانون پر اور داہنا پانون اوسکی پشت پر رکہا یہانتک کہ قران کو ختم کیا پہر جب سلام پہیرا تو روئے اور مناجات کی اپنے رب سے اور کہا الہی اس بندہ ضعیف نے تیری عبادت نہین کی جیسی کہ تجہکو لائق ہے لیکن تجہکو جانا جیسی کہ تیری جاننے کا حق ہے تو اوسکی خدمت کے نقصان کو اوسکی کمال معرفت کے سبب سے بخشدے تو لئے کمال عرفان کو نقصان خدمت کا کفارہ کر تو بیت اللہ کی ایک جانب سے آواز غیبی آئی کہ ای ابوحنیفہ تو نے ہمکو جانا جیسا کہ حق معرفت تہا اور البتہ تو نے ہماری خدمت کی تو خوب ہی خدمت کی اور مقرر ہمنے تجکو بخشا اور اوسکو بخشا جو تیرا تابع ہوا ان لوگون مین سے جو تیرے مذہب پر ہین قیامت تک ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ تراوح افضل ہے نصب قدمین سے تراوح کی حقیقت یہہ ہے کہ ایکبار ایک پانون پر اعتماد کرے اور دوسری بار دوسرے پانون پر اور یہی محمل امام کے فعل مذکور کا انتہی لیکن یہہ احتمال بعید ہے اسواسطے کہ ایک پانون کا دوسرے پانون کی پشت پر رکہنا منقول ہے اور ضیاء معنوی مین مذکور ہے کہ ایک پانون پر فرائض مین کہڑا ہونا بدون عذر کے مکروہ ہے اور نوافل مین جائز ہے اور حق معرفت کا عرفان جو مذکور ہوا تو اوسکا مطلب یہہ ہے کہ امام حق تعالی کے ان صفات کے بالیقین عارف تہے جو اوسکی کبریا اور جلال پر دلالت کرتی ہین اور یہہ مراد نہین کہ کنہ ذات اور صفات ربانی کی عارف تہے اسواسطے کہ وہ تو محال ہے بدلیل ما عرفناک حق معرفتک اور تابعین امام کی مغفرت کی جو بشارت ہوئی تو اوسکا مطلب یہہ ہے کہ جو امام کے مذہب پر چلے یعنی اوسکی حلال اور حرام اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر بموافقت سنت وکتاب عمل کرے اور تعصب باطل اور گمرہی سے بچی

اور یہہ مراد نہین ہو کہ جو کوئی مین حنفی مذہب ہوون اوسکی منفرت ہو جاوی کذا فی الطحطاوی مختصراً وقیل لابی حنیفۃ بم بلغت ما بلغت قال ما بخلت بالافادۃ وما استنکفت عن الاستفادۃ اور امام ابوحنیفہ سے کہا گیا کہ کس چیز سے تم اس مرتبہ کو پہونچے کہا کہ مین نے بخل نہین کیا غیر کے بتانیسے اور نہ عار کی سیکھنی سے

امام کو کسی نے ایکبار پوچھا کہ یہہ علم آپکو کیونکر حاصل ہوا جواب دیا کہ محنت اور شکرگذاری سے حاصل ہوا جب مین کسی حکمت اور فقہ کو سیکھا تو مین نے کہا الحمد للہ یعنی خدا کو شکر ہے جسنے مجکو اس فہم کی توفیق دی تو میرا علم اس محنت اور شکرگذاری سے بڑہتا گیا یعنی اسواسطے کہ شکر مزید نعمت کا باعث ہے وقال مسعر بن کدام من جعل ابا حنیفہ بینہ وبین اللہ رجوت ان لا یخاف اور مسعر بن کدام نے کہا کہ جو امام ابوحنیفہ کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالی کے کرے یعنی انکو وسیلہ کرے اور انکے مذہب پر چلے مین امید رکہتا ہون کہ اوسکو کچہہ خوف نہو وقال فیہ حسبی من الخیرات ما اعددتہ یوم القیمۃ فی رضی الرحمن دین النبی محمد خیر الوری ثم اعتقادی مذہب النعمان اور مسعر بن کدام نے امام کی مدح مین کہا کفایت کرتی ہو مجکو قیامت کے دن نیکیونسے وہ چیز جو مین نے طیار کر رکہی ہو رحمن کی رضامندی مین سو وہ چیز دین ہو نبی محمد کا جو تمام خلق سے بہتر ہین پہر بعد اسکی میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنی ابوحنیفہ کا مقدمہ غزنوی مین یہہ دونون بیتین ابو یوسف کیطرف منسوب ہین تو مسعر نے یہہ کہا بطور حکایت عن الغیر کذا فی الطحطاوی مسعر بن کدام استادہین سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہہ دونون بزرگ مجتہد اور استاد المحدثین ہین رحمۃ اللہ علیہم وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان آدم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابوحنیفۃ هو سراج امتی اور روایت ہو نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہ مقرر آدم نے میرے سبب سے فخر کیا اور مین فخر کرتا ہون ایک مرد کے سبب سے جو میری امت مین ہو نام اوسکا نعمان ہو اور کنیت اوسکی ابوحنیفہ ہو وہ میری امت کا چراغ ہو وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفۃ من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی کذا فی التقدمۃ شرح مقدمۃ ابی اللیث اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہو کہ تمام انبیا میرے سبب سے فخر کرتے ہین اور مین ابوحنیفہ کے سبب سے فخر کرتا ہون جو اوسکے ساتہہ محبت رکہے سو مقرر اوسنے میرے ساتہہ محبت رکہی اور جو اوسکے ساتہہ دشمنی رکہے سو البتہ اوسنے میرے ساتہہ دشمنی رکہی اسیطرح یہہ دونو حدیثین تقدمہ مین مذکور ہین جو شرح ہے مقدمہ ابو اللیث کی طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہین ابوحنیفہ سے تو وہ حضرات احق بالافتخار ہین اوسکا جواب یہہ ہے کہ ابوحنیفہ اوس زمانے مین موجود ہوئے کہ صحابہ کا زمانہ منقطع ہوگیا تہا اور سنت مین کچہہ ضعف طاری تہا تو انکا وجود خلق کیواسطے رحمت ہوگیا اور احکام دینی کے فہم مین نفع عظیم حاصل ہوا قال فی الضیاء المعنوی وقول ابن الجوزی انہ موضوع تعصب لانہ روی بطرق مختلفۃ ضیاء معنوی مین کہا اور ابن جوزی کا یہہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہو یعنی دروغ بستہ ہو تعصب اور ناانصافی ہے اسواسطے کہ روایت اوسکی اسناد مختلفہ سے ثابت ہو ضیاء معنوی مقدمہ غزنوی کی شرح ہے یعنی جبکہ روایت حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اوسکو موضوع کہنا ناانصافی ہے زیادہ برین نیست کہ ضعیف سہی نہ کہ موضوع علاوہ یہہ ہو کہ جب ضعیف حدیث کے طرق متعدد ہوتے تو وہ مرتبہ حسن کی قریب ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی وروی الجرجانی فی مناقبہ بسندہ لسہل بن عبد اللہ التستری انہ لو کان فی امۃ موسی وعیسی مثل ابی حنیفۃ لما تہودوا ولما تنصروا اور جرجانی نے مناقب نعمانیہ مین اپنی سند کے ساتہہ سہل بن عبد اللہ تستری سے روایت کی کہ اگر امت موسی اور عیسی مین ابوحنیفہ کی مانند عقل اور دیانت مین کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور نصرانی نہوتے یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نکرتے ومناقبہ اکثر من ان تحصی اور امام اعظم کے مناقب اور فضائل حصر کرنے سے زیادہ تر ہین یعنی حصر نہین ہوسکتی جلال الدین سیوطی شافعی نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ علما نے ذکر کیا ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام مالک کی بشارت دی اوس حدیث مین جسکا خلاصہ مطلب یہہ ہو کہ عنقریب لوگ سفر طویل اختیار کرینگے علم کے حاصل کرنے کیواسطے تو مدینہ کے عالم سے کسیکو عالم تر نپاوینگے اور امام شافعی کی بشارت دی اوس حدیث مین جسکا حاصل مطلب یہہ ہے کہ قریش کو برا نکہو اسواسطے کہ قریش کا عالم طبقہ زمین کو علم سے بہردیگا مین کہتا ہون کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام ابوحنیفہ کی بشارت دی اوس حدیث مین جسکو ابو نعیم نے حلیہ مین ابو ہریرہؓ سے روایت کی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنی حضرت نے فرمایا کہ اگر علم ثریا پر ہوتا تو البتہ چند مرد

[illegible]

ابنا رفارس کے اسکو پا جاتے اور حدیث ابو ہریرہ کی صحیح بخاری اور مسلم میں ان الفاظ سے ہے لو کان العلم عند الثریا لنالہ رجال من فارس اور معجم طبرانی
میں یون ہے لو کان الایمان عند الثریا لذہب بہ رجل من ابناء فارس حتے یتناولہ اور اسی مضمون کی حدیث شیرازی نے القاب میں اور معجم طبرانی
الکبیر میں روایت کی ہے تو یہہ اصل صحیح معتمد علیہ ہے بشارت اور فضیلت میں اسکے ہوتے خبر موضوع کی کچھ حاجت نہین انتہے ما قال السیوطی اور منجملہ
مناقب امام وہ روایت ہے جو خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی ابو یحیی حمانی سے کہ مین نے ابو حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ مین نے ایک خواب
دیکھا سو اوسنے مجھکو بہت پریشان کیا مین نے دیکھا کہ مین نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھودتا ہون سو مین بصرہ مین گیا مین نے ایک شخص سے کہا
کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو اونہون نے کہا کہ یہہ مرد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو نشر اور مشہور کریگا اور
خطیب نے ابی وہب بن مزاحم سے روایت کی کہ مین نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالی میری فریاد رسی نکرتا ابو حنیفہ اور سفیان کے سبب سے
تو مین بھی اور آدمیون کی مانند ہوتا اور خطیب نے حجر بن عبد الجبار سے روایت کی کہ قاسم بن معین بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود رضی سے کہا گیا کہ تم
ابو حنیفہ کے شاگردون مین داخل ہونے سے راضی ہو اونہون نے کہا کسیکی مجالس لوگون کو ابو حنیفہ کی مجالس سے زیادہ تر نافع نہین اور روح بن عبادہ
سے روایت ہے کہ مین ابن جریج کے پاس تھا ۱۵۰ ہجری مین کہ ابو حنیفہ کی موت کی خبر آئی تو استرجاع کیا اور کہا آئی علم ذہب یعنی بہت بڑا علم
جاتا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن الوزیر مروزی سے روایت کی کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ جب سفیان اور ابو حنیفہ یکجا ہون تو انکے
آگے کون شخص فتوی دیسکتا ہے اور کہتے تھے کہ جب یہہ دونون بزرگ ایک شی پر اتفاق کرین تو وہی حق ہے اور عبد اللہ بن داؤد نے کہا کہ جب تو
آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہے اور جبکہ تو ان دقائق اور موشگافیون کا ارادہ کرے تو ابو حنیفہ ہے اور خطیب نے محمد بن سعید کاتب سے روایت
کی کہ مین نے عبد اللہ بن داؤد سے سنا کہتے تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نماز مین ابو حنیفہ کیواسطے دعا کرنا واجب ہے کہ اونہون نے لوگون کیواسطے سنن اور فقہ کو
محفوظ کر دیا اور خطیب نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی کہ مین نے شداد بن حکیم سے سنا کہتے تھے کہ مین نے ابو حنیفہ سے زیادہ تر عالم نہین دیکھا اور اسمعیل
بن محمد فارسی سے روایت کی کہ مین مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ ابو حنیفہ اپنے اہل زمانے مین سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحیی بن معین سے روایت کی
کہ مین نے یحیی بن سعید قطان سے سنا کہتے تھے کہ ہم دروغ نہین کہتے ہین ہمنے ابو حنیفہ کی رای سے بہتر نہین سنا اور اونکے اکثر اقوال کو ہمنے لیا ہے اور
خطیب نے سلیمان بن ربیع سے روایت کی کہ مین نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ مین علماء کوفہ کی مجالس مین بیٹھا سو ان مین سے
کسی کو اورع یعنے متقی تر ابو حنیفہ سے نہین دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص بزار سے روایت کی کہ حفص بن عبد الرحمن تجارت مین امام کے
شریک تھے سو اونہون نے حفص بن عبد الرحمن کے پاس کپڑے مین متاع کو بھیجا یعنی تھانون کی گٹھری بھیجی اور اطلاع کی کہ فلانے فلانے کپڑے
مین نقصان ہے جب بیچنا تو مشتری کو اسکا عیب جتا دینا سو حفص نے اوسکو بیچا اور مشتری سے اسکا عیب بتانا بھول گئے پھر جب ابو حنیفہ
کو یہہ حال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کر دی کذا فی الطحطاوی عن السیوطے ہم عبد اللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبد اللہ بن داؤد
اور شداد بن حکیم اور یحیے بن سعید اور مکی بن ابراہیم وغیرہم اہل اجتہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے اوستاد ہین اور انکے اقوال
مسندہ مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا اپنے وقت مین امام ابو حنیفہ کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور
لو کان العلم عند الثریا لنالہ رجال من فارس کا محمل صحیح امام اعظم اور اونکے اصحاب ہین کیونکہ اہل فارس مین اونسے زیادہ تر کوئی عالم عالی فہم دقیقہ رس
نہین ہوا تو امام کیواسطے یہہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہے وصنف فیہا سبط ابن الجوزی مجلدین کبیرین وسماہ الانتصار لامام ائمۃ
الامصار اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام اعظم مین دو مجلد بڑی بڑی تصنیف کی اور اسکا نام رکھا الانتصار لامام ائمۃ الامصار یعنی پیشوایان
بلاد کے پیشوا کی لئے انتقام لینا ہم امام کو امام الائمہ اسواسطے کہا کہ انکا اجتہاد سب مجتہدین مشہورین سے مقدم ہے اور اجتہاد کا دروازہ انہین نے کھولدیا
کما لا یخفی علے العلماء وصنف غیرہ اکثر من ذلک اور اوسکے سوا اور علما نے اونکے فضائل اور مناقب مین اس سے زیادہ بہت کچھ تصنیف کیا بعض مختصر ہین

ف اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو ایک شخص اہل فارس میں سے جا کر اسکو حاصل کرے ۱۲

اور بعضے بسبب وَالحَاصِلُ اَنَّ اَبَا حَنِیفَۃَ النُّعمَانَ مِن اَعظَمِ مُعجِزَاتِ المُصطَفٰی بَعدَ القُرآنِ اور حاصل کلام یہہ ہے کہ نے شک امام ابو حنیفہ نعمان
معجزات مصطفوی مین سے قرآن کے بعد بڑا معجزہ ہے ہم معجزہ کہا امام کو اسواسطے کہ آپکی خبر دی قبل انکے وجود کے اُن احادیث مین جو مذکور ہو چکین
عنقریب اسواسطے کہ احادیث علم ثریا امام اعظم پر قطعاً محمول ہین بخلاف عالم قریش کی حدیث کے کہ اوسکو بعضون نے ابن عباس پر محمول کیا ہی اور عالم
مدینہ کی حدیث کو اور علماء مدینہ پر محمول کیا ہی بخلاف حدیث مذکور کے کہ اوسکا کوئی محمل واقعی صحیح نہین سوائے ابو حنیفہ اور اونکے اصحاب کے اور بیان
معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہین ہین اسواسطے کہ معجزہ وہ ہے جو مقترن بتحدی ہو بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہین کذا فی الطحطاوی وحیثیات
مین مَنَاقِبِہِ اشتِہَارُ مَذہَبِہِ مَا قَالَ قَولًا اِلَّا اَخَذَ بِہٖ اِمَامٌ مِنَ الاَئِمَّۃِ الاَعلَامِ اور امام کے مناقب سے تجکو کفایت کرتا ہے اونکے مذہب کا مشہور ہونا
امام نے کوئی ایسا قول نہین کہا جسکو کسی امام نے ائمہ اعلام سے لیا ہو ہم اخذ سے مراد موافقت ہی اجتہاد مین نہ تقلید اسواسطے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد
کی تقلید نہین کرتا وَقَد جَعَلَ اللہُ الحُکمَ لِاَصحَابِہٖ وَاَتبَاعِہٖ مِن زَمَنِہٖ اِلٰی ہٰذِہِ الاَیَّامِ اِلٰی اَن یَحکُمَ بِمَذہَبِہٖ عِیسٰی عَلَیہِ السَّلَامُ اور البتہ حق تعالی
نے ٹھہرایا ہے حکم شریعت اور سیاست کا تصرف مین امام کے اصحاب اور اتباع کو امام کے زمانے سے ان دنون تک تا اینکہ امام کے مذہب کے موافق عیسی
علیہ الصلوۃ والسلام حکم کرینگے ہم یعنی احکام مذہب حنفی کے روم اور توران کی سلطنت مین تا زمان شارح م بلکہ ابتک جاری ہین اور یہہ جو کہا کہ حضرت
عیسی بھی اسی مذہب کے موافق عمل کرینگے سو حلبی محشی نے اسکا مطلب یون بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح اجتہاد کرینگے اور اونکا اجتہاد ابو حنیفہ کے
اجتہاد کے موافق پڑیگا لیکن شافعیہ توافق اجتہاد شافعی کے مدعی ہونگے انتہے اور سید احمد طحطاوی حنفی نے بعد نقل کلام حلبی کے کہا مین کہتا ہون کہ
جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ موہمہ عیب بولنا ہرگز لائق نہین کہ ایسی امور سے منقبت نہین مذمت قائل کی ثابت ہوتی ہے ذخائر بہات کے مصنف نے صاحب
اشاعت سے نقل کیا کہ بعضے جہال حنفیون نے دعوی کیا کہ عیسیٰ اور مہدی دونو بزرگ مذہب حنفی کے مقلد ہون گے اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی
کتاب المشرب الوردی فی مذہب المہدی مین اسکو خوب رد کیا ہی اور امام مہدی کو مجتہد مطلق کہا ہی لیکن صاحب فتوحات اونکو اجتہاد کے منکر ہین کیونکہ
اونکو احکام شریعت کے خدا کیطرف سے تعلیم ہونگے بواسطہ ملک اور منجملہ دلائل استحالہ تقلید اُن حضرات کی یہہ ہے کہ عیسی علیہ السلام نبی معصوم ہین مطلقا
اور امام مہدی معصوم ہین احکام مین اور ابو حنیفہ مجتہد ہین اور مجتہد قد یخطی ویصیب ولہذا اونکے صاحبین نے اکثر ثلث احکام سے اونکا خلاف کیا ہی تو
کیونکر تقلید کریگا وہ شخص جو معصوم ہے کبھی خطا نہین کرتا اس شخص کی جسکی صفت یخطی ویصیب ہے مطلب نظر جاہلون کا فرط تعصب اور عناد سے کچھہ نہین مگر
ابو حنیفہ کی تفضیل اگرچہ نے اصل چیز سے ہو گو وہ کلام مودی الی الکفر ہو اور ان جاہلونکو علم نہین امام اعظم کے اُن فضائل جمیلہ حقہ کا جنہین علماء
محققین نے کتابین تصنیف کی ہین ولہذا انہون نے اس کذب اور افترا کو پسند کیا ہی جس سے اللہ اور اسکا رسول راضی نہین بلکہ خود ابو حنیفہ راضی نہین
اور اگر ابو حنیفہ ایسے افترا کو سنتے تو قائل کے کفر کے قائل ہوتے امام کے دوستونکو اونکے فضائل واقعیہ کافی ہین اثبات تفضیل کیواسطے ایسی اقاویل کی
کی حاجت نہین جسسے تنقیص انبیا علیہم السلام کی لازم آوے فَاِنَّا لِلہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ تو ای مخاطب تو اپنے اوپر اتباع سنت کو لازم کر کہ وہ پناہ ہے
ہوا پرستی سے اور سپر ہے سہام شیطانی سے اور چھوڑ تعصب مذموم جانب داری کو کہ وہ باب عظیم ہے ابواب شیطانیہ سے کذا فی الطحطاوی ملتقطا ھم حاشیہ
طحطاوی مین ملحدین کی جوڑی ایک حکایت طویل منقول ہی خلاصہ اوسکا یہہ ہی کہ احکام شرعی کو خضر علیہ السلام نے ابو حنیفہ سے ۳۰ برس مین حاصل کیا ہی
تین سال مین ابو القاسم قشیری کو تعلیم کیا انہون نے مذہب حنفی مین ہزار کتابین تصنیف کین اور صندوق مین بند کرکے نہر جیحون مین امانت رکہین جب عیسی
علیہ السلام قریب قیامت کے نزول کرینگے تو اونکی کتابونکو نکالکر اونکے موافق عمل کرینگے ملا علی قاری اور صاحب اشاعت نے اس دروغ بیفروغ کو
بتفصیل تمام رد کیا ہی خوف تطویل سے اتنے پر اختصار کیا جو اسکی تفصیل کا طالب ہو وہ طحطاوی کیطرف رجوع کرے اَعُوذُ بِاللہِ مِنَ الاِفرَاطِ وَالتَّفرِیطِ
ع دوستی بیخرد خود دشمنی ست ٭ وَہٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَمرٍ عَظِیمٍ اِختَصَّ بِہٖ مِن بَینِ سَائِرِ العُلَمَاءِ العِظَامِ اور یہہ یعنے نور مناقب مذکورہ اُس امر
عظیم پر دلالت کرتا ہی جو مخصوص بامام ہی باقی علماء عظام کے مابین سے کَیفَ لَا وَہُوَ کَالصِّدِّیقِ رَضِیَ اللہُ عَنہُ لَہٗ اَجرُہٗ وَاَجرُ مَن دَوَّنَ الفِقہَ

والفقہ وفرّع احکامہ علی اصولہ العظام الی یوم الحشر والقیام امام بین العلماء رکیونکر مخصوص بامر عظیم نہو حالانکہ امام تو صدیق کی مانند ہر اوسکو اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہے اور اُس شخص کی برابر ثواب ہی جسنے فقہ کو مدوّن اور جمع کیا اور فقہ کے احکام کو فقہ کے اصول عظام پر متفرع کیا قیامت تک ہم مردو نہین اول سب سے صدیق اکبر ایمان لائے اور نبوت کی تصدیق کی تو اونکو اپنے ایمان لانیکا ثواب ہوا پھر اونکے بعد جو ایمان لاتا گیا اُسکی ثواب کی برابر صدیق کو ثواب ملیگا اسواسطیکہ حدیث مین وارد ہے کہ جسنے نیک طریقہ نکالا تو اوسکو اُسکا ثواب ملیگا اور اُس شخص کی برابر ثواب ملیگا جو اُس نیک طریق پر چلیگا قیامت تک اسیطرح امام ابو حنیفہ نے اول تدوین فقہ اور استخراج فروع کی راہ نکالی تو اونکو اسکا ثواب ملیگا اور باقی مجتہدون کی برابر ثواب حاصل ہوگا خوارزمی نے مجموعہ مسانید امام مین کہا کہ امام نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدوّن کیا اور ابواب پر مرتب کیا پھر اونکے بعد امام مالک نے موطا مین وہی طریقہ اختیار کیا اسباب مین ابو حنیفہ سے کسی نے سبقت نہین کی اسواسطے کہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت مین ابواب کرکے کوئی تصنیف نہین کی اونکو اپنی یاد پر اعتماد تھا سو امام نے جب علم کو منتشر دیکھا اور متاخرین کے سوء حفظ سے ڈرے کہ مبادا علم ضائع ہوجاے تو تدوین مستحسن جانی تو تدوین مین طہارت سے ابتدا کی پھر صلوۃ سے پھر صوم سے پھر باقی عبادات سے پھر معاملات سے پھر خاتمہ کیا مواریث پر کذا فی الطحطاوی

وقد اتبعہ علی مذہبہ کثیر من الاولیاء الکرام ممن اتصف بثبات المجاہدۃ ورکض فی میدان المشاہدۃ کابراہیم بن ادہم وشقیق البلخی ومعروف الکرخی وابی یزید البسطامی وفضیل بن عیاض وداؤد الطائی وابی حامد اللفاف وخلف بن ایوب وعبد اللہ بن المبارک ووکیع بن الجراح وابی بکر الوراق وغیرہم ممن لا یحصی لعدد ان یستقصی اسیطرح ممتاز نہو اور علما سے حالانکہ امام کے مذہب کے تابع اور مقلد ہوئے ہین اکثر اولیاء کرام اُن حضرات مین سے جو متصف بہ ثبات مجاہدہ ہین اور موصوف بہ تیزروی میدان مشاہدہ چنانچہ ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اور معروف کرخی اور ابو یزید بسطامی اور فضیل عیاض اور داؤد طائی اور ابو حامد لفاف اور خلف بن ایوب اور عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح اور انکے سوا جنکا شمار نہایت پذیر نہین فلو وجدوا فیہ شبہۃ ما اتبعوہ ولا اقتدوا بہ ولا وافقوہ سو اگر یہہ اولیاء کاملین امام مین کچھ شبہہ پاتے تو اونکے تابع اور مقتدی نہوتے اور نہ اونکی موافقت کرتے یعنی حقیت مذہب امام کی ایک یہہ بھی دلیل ہے کہ ارباب کشف اور شہود کی اونکو تابع اور مقتدی ہین وقد قال الاستاذ ابو القاسم القشیری فی رسالتہ مع صلابتہ فی مذہبہ وتقدمہ فی ہذہ الطریقۃ سمعت الاستاذ ابا علی الدقاق یقول انا اخذت ہذہ الطریقۃ من ابی القاسم النصرابادی وقال ابو القاسم انا اخذتہا من الشبلی وہو اخذہا من السری السقطی وہو من المعروف الکرخی وہو من داؤد الطائی وہو اخذ العلم والطریقۃ من ابی حنیفۃ اور مقرر کہا ہی اوستاد ابو القاسم قشیری نے اپنی رسالہ قشیریہ مین باوجود اونکی صلابت کے اپنی مذہب مین یعنی مذہب شافعی مین اور باوجود اونکے مقدم ہونے کے اِس طریقہ تصوف مین کہ مین نے سنا استاد ابو علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ مین نے یہہ طریقہ لیا ابو القاسم نصرابادی سے اور ابو القاسم نے کہا کہ مین نے اوسکو لیا شبلی سے اور شبلی نے لیا سری سقطی سے اور سری سقطی نے لیا معروف کرخی سے اور معروف کرخی نے لیا داؤد طائی سے اور داؤد طائی نے علم اور طریقہ تصوف کا لیا ابو حنیفہ سے ہم زرقانی نے شرح مواہب مین کہا کہ عبد الکریم ابو القاسم قشیری مفسر اور فقیہ اور نحوی اور لغوی اور ادیب اور کاتب اور شجاع جامع تھے انواع محاسن کے ایسا کامل شخص دیکھنے والون نے نہین دیکھا شافعی مذہب تھے سنہ ۳۷۶ مین پیدا ہوئے حدیث کی سماعت کی حاکم وغیرہ سے اور خطیب وغیرہ نے انسے روایت کی اور بہت تصانیف اونسے مشہور ہین اور ۴۶۵ھ مین وفات پائی کذا فی الطحطاوی وکل منہم اثنی علیہ واقر بفضلہ فعجبا لک یا اخی الم یکن لک اسوۃ حسنۃ فی ہؤلاء السادۃ الکبار اکانوا متہمین فی ہذا الاقرار والافتخار وہم ائمۃ ہذہ الطریقۃ وارباب الشریعۃ والحقیقۃ اور ہر ایک نے ان اکابر سے ثنا کی ہے امام پر اور اُنکی فضیلت کا اقرار کیا ہے سو تعجب کرتا ہون تجہہ سے ای بھائی کیا تجکو نیک پیروی نتھی ان بڑی بزرگون مین کیا انپر جھوٹ بولنے کا گمان تھا اِس اقرار اور افتخار مین اور حالانکہ وہ حضرات امام اور پیشوا ہین اِس طریقہ تصوف اور درویشی کے اور وہ شریعت اور حقیقت والے لوگ ہین ہم شارح کا یہہ خطاب اُن لوگون سے ہے جو امام کے امر مین منکر یا متردد ہین وممن بعدہم فی ہذا الامر فلہم من تبع وکل ما خالف ما اعتمدوہ مردود ومبتدع

جو اس گمان کو ان حضرات کے بعد ہین وہ شریعت اور طریقت اور حقیقت مین اونکے تابع ہین اور جو بات کہ ان بزرگونکے سمجھ بوجھ کے مخالف ہو وہ مردود
اور ایجاد ناپسند ہو و بالجملہ فلیس ابو حنیفۃ فی زہدہ وورعہ وعبادتہ وعلمہ وفہمہ بمشارک حاصل کلام اور قول مجمل یہہ ہے کہ امام ابو
حنیفہ کے زہد اور تقوی اور عبادت اور علم اور فہم مین دوسرا کوئی شریک نہین یعنی بےنظیر ہین ومما قال فیہ ابن المبارک ؎ لقد زان
البلاد ومن علیہا + امام المسلمین ابو حنیفۃ اور منجملہ ان مدائح کے جو عبداللہ بن مبارک نے امام کی مدح مین کہا ہے یہہ ابیات ہین البتہ
زینت دی شہرونکو اور شہر والونکو مسلمانون کے امام ابو حنیفہ نے ؎ باحکام وآثار وفقہ + کآیات الزبور علی الصحیفۃ زینت دی سبب
احکام شرعی اور احادیث اور فقہ کے جیسے زبور کی آیات ورق پر مرقوم ہین ؎ فما فی المشرقین لہ نظیر + ولا فی المغربین ولا بکوفۃ سو نہین
ہے دونون مشرق مین اسکا نظیر اور نہ دونون مغرب مین اور نہ کوفہ مین م دونو مشرق یعنی ایک جاڑے کی مشرق اور دوسری گرمی کی مشرق
اسیطرح دو مغرب کو دریافت کرنا چاہیے مراد اس سے تمام دنیا ہے ؎ یبیت مشمرا سہر اللیالی + وصام نہارہ للہ خیفۃ رات
کاٹتا ہے امام دامن چڑہائے یعنی مستعد عبادت راتون مین جاگتا اور دنمین روزہ رکہتا اللہ کے خوف سے م ۴۰ برس تمام رات کی بیداری
کی اور اس سے پہلے نصف شب کی اور ۳۰ برس برابر روزہ رکہا کذا فی الطحطاوی ؎ فمن کابی حنیفۃ فی علاہ + امام للخلیقۃ والخلیفۃ سو
کون ہے ابو حنیفہ کی مانند بلند رتبگی مین امام خلق کا اور بادشاہ کا ؎ رایت العائبین لہ سفاہا + خلاف الحق مع حجج ضعیفۃ دیکہا
مین نے اوسکے عیب کرنیوالونکو بیوقوف امر حق کے مخالف دلائل ضعیفہ کے ساتھ ؎ وکیف یحل ان یوذی فقیہ + لہ فی الارض آثار شریفۃ
اور کیونکر حلال ہوا اس فقیہ کا ایذا دینا جسکے آثار شریفہ زمین مین ثابت ہین ؎ فقد قال ابن ادریس مقالا + صحیح النقل فی حکم لطیفۃ سو
البتہ محمد بن ادریس شافعی نے ایک قول صحیح النقل کہا ہی لطیف حکمتون مین ؎ بان الناس فی فقہ عیال + علی فقہ الامام ابی حنیفۃ امام
شافعی کا وہ قول یہہ ہو کہ تمام لوگ فقہ مین عیال ہین یعنے بال بچے ہین امام ابو حنیفہ کی فقہ کے م خطیب نے ربیع سے روایت کی کہ مین نے شافعی
سے سنا کہتے تھے الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ یعنے لوگ ابو حنیفہ کے عیال ہین فقہ مین اور خطیب نے حرملہ بن یحیی سے روایت کی کہ مین نے محمد
بن ادریس شافعی سے سنا کہتے تہے کہ لوگ ابو حنیفہ کے عیال ہین فقہ مین ابو حنیفہ وہ نہین ہے جسکو فقہ کی توفیق دی گئی کذا فی الطحطاوی عن تبییض الصحیفۃ للسیوطی
الشافعی ؎ فلعنۃ ربنا اعداد رمل + علی من رد قول ابی حنیفۃ لعنت ہو ہمارے رب کی بقدر شمار ریت کے اوسپر جو ابو حنیفہ کے قول کو رد
کرے م حلبی نے کہا مراد یہہ ہی کہ جو ابو حنیفہ کے قول کو رد کرے اونکو حقیر جانکر اونکے اجتہاد کا منکر ہوکر اسواسطے کہ ائمہ اجتہاد بعضون کے
قول کو ہمیشہ رد کرتے رہے ہین اور وہ اسپر مستحق ثواب ہین اسوجہ سے کہ اونہون نے نصرت حق کی اپنے گمان کے موافق تو ناظم کو یون کہنا اسلم تہا علی
من حط قدر ابی حنیفۃ انتہی طحطاوی نے کہا جو امام کے قول کو رد کرے بصفت متقدمہ تو اوسکا غایت رتبہ یہہ ہے کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا حالانکہ مرتکب
حرام پر لعنت نہین بلکہ کافر مخصوص پر بہی لعنت جائز نہین کہ شاید اوسکا خاتمہ بخیر ہو ہان مجملا کفار پر لعنت جائز ہے انتہی مین کہتا ہون یواقیت المتعمد
مین زکریا بن قزوینی کی کتاب آثار البلاد سے ابیات عبداللہ بن مبارک نقل کی ہین لیکن لعنت کی بیت اوسمین نہین تو اغلب کہ یہہ بعض متعصبین کے
ملحقات سے ہے اسواسطے کہ علم اور ورع ابن مبارک سے اسقدر بیجا کی نہایت مستبعد ہے واللہ اعلم وقد ثبت ان ثابتا والد الامام ادرک
الامام علی ابن ابی طالب فدعا لہ ولذریتہ بالبرکۃ اور مقرر یہہ بات ثابت ہو کہ امام اعظم کے والد ماجد یعنی ثابت نے امیرالمومنین علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ کو پایا یعنی اونکی خدمت مین حاضر ہوئے سو آپنے ثابت اور اونکی اولاد کیواسطے برکت کی دعا کی م حافظ جمال الدین نے کتاب
تہذیب الکمال فی اسماء الرجال مین احمد بن عبداللہ بن شاذان مروزی سے روایت کی کہ میرے والد نے اپنے والد سے روایت کی کہ مین نے
اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے سنا کہتے تہے کہ مین اسمعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہون مرزبان اہل فارس احرار
کے فرزندون سے قسم خدا کی ہم پر رق یعنی کسیکا مملوک ہونا واقع نہین ہوا میرا جد یعنی امام اعظم پیدا ہوا ہجری اسی برس مین اور اوسکا باپ

اوسکو لیگیا علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کے پاس اور وہ صغیر تہا سو آپنے دعا کی برکت کی اوسکے واسطے اور اُسکی اولاد کیواسطے اور ہم اِس دعا کی
قبولیت کی امید رکھتے ہین کذا فی الیواقیت المکلمۃ فی مناقب الائمۃ الاربعۃ طحطاوی نے اس قول کو خطیب کی روایت سے تمام سند کے ساتھہ
نقل کیا اور کہا اسمین خلل ہے کہ ولادت امام کی ۸۰ مین ثابت ہے اور وفات علی مرتضی کی ۴۰ سال سے پہلے ہو انتہی مین کہتا ہون تو امام کا لیجانا
حضور مرتضوی مین وہم ہے کسی راوی کا ثابت کا جانا اور اونکی اولاد کیواسطے دعا کرنا البتہ ثابت ہے وصح ان ابا حنیفۃ سمع الحدیث
من سبعۃ من الصحابۃ کما بسط فی اواخر منیۃ المفتی وادرک بالسن نحو عشرین صحابیا کما بسط فی اوائل الضیاء اور یہہ قول صحیح
ہے کہ ابو حنیفہ نے سات صحابیون سے حدیث سنی چنانچہ اواخر منیۃ المفتی مین شرح ہے اور بیس صحابیونکا زمانہ پایا عمر کے حساب سے چنانچہ ضیاء معنوی
کے اوائل مین مذکور ہے م سیوطی نے تبییض الصحیفہ مین کہا امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعی نے ایک جز تالیف کیا امام ابو حنیفہ
کی روایت مین چار صحابیون سے انتہے ابن حجر نے کہا اسواسطے کہ ابو حنیفہ پیدا ہوئے کوفہ مین ۸۰ ہجری مین اور وہان اُسوقت عبد اللہ بن ابی
اوفی صحابی موجود تھے بالاتفاق اور بصرہ مین انس صحابی تھے اسواسطے کہ وہ ۹۰ ہجری مین یا بعد اسکے مرے اور ابن سعد نے بسند قابل اعتبار روایت
کی کہ ابو حنیفہ نے انس کو دیکھا اور اِن دونون صحابیونکے سوا اور اصحاب شہرون مین زندہ تھے تو ابو حنیفہ اس اعتبار سے طبقہ تابعین مین داخل ہین
اور ائمہ امصار معاصرین ابو حنیفہ کو یہہ امر ثابت نہین چنانچہ اوزاعی کو شام مین اور حمادی کو بصرہ مین اور ثوری کو کوفہ مین اور مالک کو مدینہ مین
اور مسلم بن خالد زنگی کو مکہ مین اور لیث بن سعد کو مصر مین انتہے ما قال السیوطی الشافعی اور خوارزمی حنفی نے مسند امام مین کہا کہ علما متفق ہین کہ امام نے
اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی لیکن اُنکے عدد مین اختلاف ہے بعضون نے کہا چہہ مرد اور ایکعورت سے روایت کی اور
بعضون نے پانچ مرد اور ایکعورت سے اور بعضون نے کہا سات مرد اور ایکعورت سے سو پہلے قول پر انس بن مالک اور عبد اللہ بن اُنیس اور عبد اللہ
بن حارث بن جزء زبیدی اور جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن ابی اوفی اور واثلہ بن اسقع اور عائشہ بنت عجرد ہین اور ثالث قول پر معقل بن یسار
زائد ہین اور ثانی قول پر جابر اور معقل داخل نہین اور ہر قول مین ابو الطفیل مذکور نہین کذا فی الطحطاوی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ اور اوسکے حاشیہ
منہیہ مین کہا کہ عبد اللہ بن ابی اوفی نے کوفہ مین ۸۶ یا ۸۷ مین انتقال کیا اور انس بن مالک نے بصرہ مین ۹۱ یا ۹۲ یا ۹۳ مین وفات پائی اور سہل بن
ساعدی نے مدینہ مین ۹۱ یا ۸۸ مین انتقال کیا اور ابو الطفیل نے ۱۰۲ ہجری مین وفات پائی چنانچہ جامع الاصول مین ہے صاحب جامع الاصول نے
کہا کہ ابو حنیفہ کی ملاقات اصحاب سے اور حدیث کی روایت انسے ارباب نقل کے نزدیک ثابت نہین اور ابو حنیفہ کے اصحاب کہتے ہین کہ ابو حنیفہ نے
چند اصحاب کو پایا اور انسے روایت کی انتہی مین کہتا ہون واقع مین عقل کے حساب سے یہہ بات بہت دور ہے کہ رسول کریم کے اصحاب امام کے زمانے
مین موجود ہون اور وہ اُنکی ملاقات کا قصد نکرین باوجودیکہ ہونا امام کا اور جانا امام کا اُن شہرون مین جہان اصحاب تھے ثابت ہے اور ۲۰ برس کی
مدت امام کی زندگی سے زمانہ اصحاب مین گذری اسواسطے کہ سو برس کے آخر تک وجود صحابہ کا ثابت ہے تو اصحاب ابو حنیفہ کا قول حق ہے جو کہتے ہین
کہ امام نے جماعہ صحابہ کو پایا انتہے ما قال الدہلوی م حق بجانب حنفیہ ہے روایت اور درایت کی راہ سے اسواسطے کہ حنفیہ ملاقات اور روایت
کے مثبت ہین اور ایک جماعت نافی حالانکہ یہہ قاعدہ اہل علم مین مسلم ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہے اور اثبات کچھ فقط حنفیہ مین منحصر
نہین بلکہ طبری شافعی اور ابن حجر شافعی بشہادت جلال الدین سیوطی شافعی کے بجانب اثبات یا تجویز کے ہین نہ بجانب انکار واللہ اعلم تو امام کا تابعی
ہونا باعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہوا اور باعتبار ملاقات اور روایت کے عند التحقیق وقد ذکر العلامۃ شمس الدین محمد ابو النصر
بن عربشاہ الانصاری الحنفی فی منظومتہ الالفیۃ المسماۃ بجواہر العقائد ودرر القلائد ثمانیۃ من الصحابۃ ممن روی عنہم
الامام الاعظم ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین اور تحقیق ذکر کیا ہے علامہ شمس الدین محمد ابو النصر بن عربشاہ انصاری حنفی نے
اپنی منظومہ الفیہ مین جسکا نام جواہر عقائد اور درر قلائد ہے آٹھہ صحابیون کو جنسے روایت کی امام اعظم ابو حنیفہ نے خدا کی رحمت اُسپر اور اُن سب پر

حیث قال ع معتقداً مذھب عظیم الشان ابی حنیفۃ الفتی النعمان التابعی سابق الائمۃ بالعلم والدین سراج الائمۃ جمعاً من اصحاب النبی ادرکا اثرھم قد اقتفی وسلکا طریقۃ واضحۃ المنہاج سالمۃ من الضلال الداجی علامہ مذکور نے جس نظم مین یہہ کہا ہی کہ مین کہتا ہون معتقد ہوکر عظیم الشان کے مذہب کا یعنی ابوحنیفہ جوانمرد نعمان کا جو تابعی ہے مقدم سب اماموں سی علم اور دین مین امت محمدی کا چراغ ایک جماعت کو نبی کے اصحاب سی اوسنی پایا نے شک اونکا پیرو ہوگیا اور چلا وہ طریقہ جسکی راہ کہلی ہے سالم ہے تاریک گمراہی سے ع روی عن انس وجابر وابن ابی اوفی کذا عن عامر اور بتحقیق روایت کی امام نے انس اور جابر اور عبداللہ بن ابی اوفی سی اور ابطرح عامر سے م تبئیض الصحیفہ مین عامر کے بدلے معقل بن یسار مذکور ہے خوارزمی نے کہا کہ عامر سے روایت کرنے مین کلام ہے اسواسطےکہ عامر کا انتقال ہوا معاویہ کی ریاست مین اور معاویہ کا انتقال ہوا ۶۰ ہجری مین پہر کیونکر اونکی روایت متصور ہو کذا فی الطحطاوی ع اعنی ابا الطفیل ذا ابن واثلۃ وابن انیس الفتی وواثلہ مراد عامر سے وہ ابوالطفیل ہے جو واثلہ کا بیٹا ہے اور روایت کی عبداللہ بن انیس جوانمرد سی اور واثلہ بن اسقع سے ع عن ابن جزء قد روی الامام وبنت عجرد ھی التمام روایت کی امام نے عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی سی اور عائشہ بنت عجرد سی اسی پر آئمہ کا شمار تمام ہوا م ابن جزء بفتح جیم وسکون زا معجمہ اور ہمزہ وہ عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی ہی امام اعظم سی مروی ہے کہ مین نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ ہجری مین حج کیا تو مین نے قریب کعبہ حلقہ دیکھا مین نے والد سی کہا کہ یہہ کیا ہے جواب دیا کہ یہہ مین ایک صحابی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ حدیث بیان کرتا ہے تو مین نے جاکر سُنا کہتا تہا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اغاثۃ المسلم فریضۃ علی کل مسلم یعنی وہ صحابی ابن جزء زبیدی تھے اور امام کے مسند مین خوارزمی نے ابن جزء سی اس حدیث کی روایت کی ہے من تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ ھمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب ابن شاہین نے کہا سماعت امام کی جابر بن عبداللہ سی صریح وہم ہے کیونکہ جابر باتفاق روایات ستر اور چند سال مین مرگئے اور اُسی تک زندہ نہین رہے جسمین امام پیدا ہوئے انتہیٰ اوسکا جواب یون ممکن ہے کہ بعضے اہل تاریخ کے نزدیک امام کی ولادت ۷۰ ہجری مین ہی تو بموجب اِس قول کے سات یا نو برس کی عمر مین سماع حدیث ممکن ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ع وتوفی ببغداد وقیل فی السجن لیلی القضاء والسبعون سنۃ بتاریخ خمسین مائۃ اور امام نے وفات پائی بغداد مین ایکسو پچاسوین سال ہجری مین اور اونکی عمر ۷۰ برس کی تھی بعضون نے کہا بندی خانہ مین انتقال کیا اسواسطے محبوس ہوئے تھے کہ عہدۂ قضا کو قبول کرین م ابن خلکان وغیرہ مورخین نے کہا کہ ابوحنیفہ ۸۰ ہجری مین پیدا ہوئے اور ۷۰ برس زندہ رہے اور ۱۵۰ مین وفات پائی اور بعضون نے کہا ۷۰ مین اور بعضون نے ۶۱ مین پیدایش ہے لیکن پہلا قول صحیح تر ہے پیدا ہوئے صحابہ کرام کے زمانہ مین اور فقیہ ہوئے تابعین کے زمانہ مین رجب یا شعبان مین انتقال ہوا قید خانہ مین اور قضا کا منصب قبول نکیا اور مقبرہ خیزران مین دفن ہوئے کذا فی الیواقیت شہرستانی کی ملل اور نحل مین مذکور ہے کہ منصور دوانقی نے امام کو اسواسطے قید کیا تہا کہ اونہون نے محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی سی بیعت کی تھی یعنی حسن بن علی بن ابیطالب رضہ کے پروتے سی بیعت کی تھی طحطاوی نے کہا ممکن ہے کہ عدم قبول قضا اور بیعت اہل بیت دونون سبب ہوئی ہون محبوس کرنیکے ع قیل ویوم توفی ولد الامام الشافعی رضی اللہ عنہ فعد من مناقبہ بعضون نے کہا کہ جسدن امام ابوحنیفہ نے وفات پائی اوسیدن امام شافعی رضہ پیدا ہوئے تو یہہ ابوحنیفہ یا شافعی کے مناقب مین شمار کیا گیا م امام اعظم کی منقبت اسواسطے ہی کہ حق تعالی نے اِس جہان کو ایسے امام کی مانند سے خالی نرکہا کذا فی الطحطاوی اور شافعی کی منقبت یہہ ہوئی کہ ایسے کامل کے خلیفہ ٹہرے وقد قیل الحکمۃ فی مخالفۃ تلامیذہ انہ رای صبیا یلعب فی الطین فحذرہ عن السقوط فاجاب بان حذرانت من السقوط فان فی سقوط العالم سقوط العالم فعندئذ قال لاصحابہ ان توجہ لکم دلیل فقولوا بہ فکان کل یاخذ بروایۃ عنہ ویرجحہا ومدحہ من احتیاطہ وورعہ وعلم بان الاختلاف من آثار الرحمۃ فمہما کان اکثر کانت الرحمۃ اوفر کما قالوا اور البتہ کہا گیا ہی کہ شاگردان امام کی مخالفت مین حکمت یہہ ہی کہ امام اعظم نے ایک لڑکا کہیلتے دیکھا کیچڑ مین سو اوسکو ڈرایا رپٹ پڑنے سی سو لڑکے نے امام کو جواب دیا کہ تم رپٹ پڑنے سے بچو

اسواسطی کہ عالم کے رہنے سی تمام جہان کا رہنا ہی تو اُسوقت سی امام نے اپنی شاگردون سی کہا کہ اگر تمہارے سامنی دلیل آوی یعنی اگر دلیل شرعی کتاب اور
سنت سی تمپر ظاہر ہو تو اوسپر عمل کرو تو ہر شاگرد امام کی ایک روایت کو لیتا تہا اور اوسکو ترجیح دیتا تہا یعنی اوسکو قوی کرتا تہا اوس دلیل سے اور یہہ اجازت فتوی
کرنے کی امام کی نہایت احتیاط اور تقوی سی ہی اور اس اجازت سی معلوم ہوا کہ اختلاف یعنی مجتہدین کا اختلاف من جہۃ الدلیل رحمت الہی کی نشانیون سی ہے
تو جسقدر اختلاف برہانی ہوگا زیادہ تر ہوگی رحمت ربانی وافر تر بدلیل قول علماء امام نے لڑکی کے کلام سی پہندلی یہی شان ہی عارفونکی کہ اشارات لطیفہ عبارات
بعیدہ سی سمجھ لیتے ہین مسند خوارزمی مین سیف الائمہ سائلی سی منقول ہی کہ یہہ بات مشہور ہی کہ امام نے چار ہزار اوستادون کی علماء تابعین سی شاگردی کی اور
علم فقہ کا حاصل کیا لیکن اپنے علم پر اپنی زبان سی فتوی ندیا یہانتک کہ اونہون نے اجازت دی تو کوفہ کی جامع مسجد مین مجلس کے اندر بیٹہا اور ہزار شاگرد امام
کے جمع ہوئے اُنمین سی بزرگتر اور فاضل تر بہہ شاگرد تہی جو رتبہ اجتہاد کو پونچے تہے سو اونکو اپنا مقرب کیا اور کہا کہ تم میری رازدان اور غمگسار ہو مین نے اس فقہ
کے گہوڑی کو تمہاری واسطی طیار کر دیا ہی لگام دیکر اور زین کسکر سو تم میری مدد کرو واسطی کہ لوگون نے مجکو جہنم کا پل بنایا ہی غیر لوگ پار ہوتی ہین اور بوجہ
میری پیٹہ پر ہے یعنی لوگ تو تقلید سی نجات پاوینگے مواخذہ مجہہ سی ہوگا اگر عرقریزی اجتہاد مین کچہہ تساہل ہوگا تو امام رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تہی کہ جب کوئی
واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردون سی مشورہ اور مناظرہ اور گفتگو کرتے اور اونسی پوچہتے اور جو احادیث اور آثار شاگردون کی پاس تہی اونکو سُنتی اور جو
آپکو معلوم تہے اوسکو فرماتے اور مجتہد شاگرد امام کے ساتہہ مہینہ مہینہ بلکہ زیادہ ردو بدل اور مناظرہ کرتے یہانتک کہ آخر کو ایک بات ٹہر جاتی تو اُس قول
محقق کو ابو یوسف ثابت کرتے یعنی لکہتی یہانتک کہ تمام اصول فقہ کو اسطرح شوری کرکے ثابت کیا امام اعظم اور اماموں کی طرح بذات خود متفرد نہین ہوئی انتہے
روایۃ الخوارزمی اختلاف کو آثار رحمت کہنا ثابت ہی اس حدیث سی کہ اختلاف اُمتی رحمۃ اور بحر الرائق مین تتارخانیہ سی یون منقول ہی کہ اختلاف ائمۃ الہدی
توسعۃ للناس کذا فی الطحطاوی رسم المفتی یہہ نشانی ہے مفتی کیواسطی یعنی اب وہ علامات مذکور ہوتی ہین جو مفتی کو فتوی دینی پر دلالت کرین اصولیون کے
نزدیک مفتی مجتہد ہے بحر الرائق مین تتارخانیہ سی منقول ہی کہ ابو یوسف نے کہا کہ فتوی دینا حلال نہین مگر مجتہد کو اور محمد نے فتوی دینا جائز رکہا ہی اگر مرد
کا صواب اوسکی خطا سی زیادہ ہو اور اسکافی سی منقول ہی کہ شہر کے بڑے عالم کو ترک فتوی جائز نہین فتح القدیر مین کہا ہی کہ اہل اصول کی رای اسپر مستقر ہوگئی
ہے کہ مفتی وہی مجتہد ہے اور غیر مجتہد جو مجتہد کے اقوال یاد رکہتا ہو وہ مفتی نہین ہے تو غیر مجتہد پر واجب ہی کہ جب اُس سی کوئی مسئلہ پوچہی تو وہ مجتہد کے
قولکو بطریق حکایت نقل کرے تو معلوم ہوا کہ جو ہمارے زمانے مین فتوی دیتے ہین وہ درحقیقت فتوی نہین ہے بلکہ وہ نقل ہے مفتی کے کلام کی تاکہ
مستفتی اوسپر عمل کرے اور نقل فتوی کی دو صورتین ہین یا ناقل کے پاس سند ہو اُس امر مین یا ناقل نے وہ مسئلہ لیا ہو اُس کتاب معروف سی جو متداول
ہے محمد بن حسن کی کتابون سی اور مانند اونکی اور تصنیفات مشہورہ سی اسواسطی کہ کتاب معروف بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہی انتہی کذا فی الطحطاوی اعلموا
اَنَّ مَا اتَّفَقَ عَلَیْہِ اَصْحَابُنَا فِی الرِّوَایَۃِ الظَّاهِرَۃِ عَنْہُمْ یُفْتٰی بِہٖ قَطْعًا یہہ معلوم کرو کہ جسپر ہمارے اصحاب یعنی امام اعظم اور اونکی اصحاب متفق ہوگئے
اُس روایت مین جو ظاہر ہے اُنسے تو مفتی اُسکا فتوی دے یقیناً اور ظاہر الروایۃ کی قید لگائی اسواسطی کہ ظاہر الروایۃ کے سوا ہے اور روایات مرجوح منہا
ہین یعنی مطروح ہین یا غیر مشہور نامعتبر ہین اور ظاہر الروایۃ کی کتابین زیادات اور سیر اور مبسوط اور جامع صغیر اور جامع کبیر محمد بن حسن کی تصنیفات سی ہین اور
ظاہر الروایۃ کے معنی یہہ کہ اوسکی روایت امام اعظم یا اونکے اصحاب سی ظاہر ہے ثقات اور معتمدین کے نقل کرنے سے نقل خواہ بتواتر ہو یا بشہرت
کذا فی الطحطاوی متون فقہ یعنی وقایہ اور قدوری وغیرہا بہی ظاہر الروایۃ مین اسواسطی کہ امام محمد کی کتب مذکورہ سی مستخرج ہین وَاَمَّا الَّذِیْ اخْتَلَفُوْا
فِیْہِ وَالْاَصَحُّ کَمَا فِی السِّرَاجِیَّۃِ وَغَیْرِہَا اَنَّہٗ یُفْتٰی بِقَوْلِ الْاِمَامِ عَلَی الْاِطْلَاقِ اور اوسمین اختلاف کیا گیا ہی جسمین ہمارے اصحاب مختلف ہین
اور صحیح تر قول چنانچہ سراجیہ وغیرہا مین ہے یہہ ہی کہ فتوی دیا جاے امام اعظم کے قول پر مطلقاً یعنی ہر طرح اگرچہ دوسرے کی دلیل قوی ہو ثُمَّ بِقَوْلِ
الثَّانِیْ ثُمَّ بِقَوْلِ الثَّالِثِ ثُمَّ بِقَوْلِ زُفَرَ وَالْحَسَنِ بْنِ زِیَادٍ پہر اگر امام اعظم کا قول نہو تو ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا جاے پہر محمد کے قول پر فتوی
دیا جاے پہر زفر اور حسن ابن زیاد کے قول پر فتوی دیا جاے طحطاوی نے کہا یہہ صورت باقی رہی کہ اگر صاحبین متفق ہون اور امام اعظم منفرد ہون سو

بعضون نے کہا ہی کہ مفتی مختار ہے چاہی صاحبین کے قول پر فتوی دے چاہی امام کے قول پر انتہی قاضی خان کے فتاوی مین ہے کہ مسئلہ مین صورت اختلاف اگر امام کے ساتھہ ابو یوسف اور محمد مین تو دونون کے متفق قول پر فتوی دیا جاوی کیونکہ دو نوین یعنی بغور شرائط اور اماں صواب کا استجماع ہے اور اگر صاحبین کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر انکا اختلاف بوجہ اختلاف عصر اور زمان کے ہو جیساکہ قضا بظاہر عدالت تو صاحبین کا قول منتخب لے اور مزارعت اور معاملت مین اور انکی مانند مین بھی صاحبین کے قولکو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اسپر اجماع ہے اور اسکے سوای مین بعضون نے کہا کہ مفتی مجتہد مختار ہے اور عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ فقط امام کا قول لے اور مجتہد یعنی مجتہد مقید کی تعریف مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ جو دس سوالات کے جواب مین آٹھہ سوال کا جواب ٹھیک دیے اور دو جواب نہین چوکتا ہی وہ مجتہد ہے اور بعضون نے کہا کہ اجتہاد کیواسطے حفظ مبسوط اور معرفت ناسخ اور منسوخ اور محکم اور مؤول کی اور لوگونکی عادات اور عرف کا علم ضرور ہے انتہی ما فی الخانیۃ وَصَحَّحَ فِی الحَاوِی العَدُّ مِّےْ قُوَّۃَ المُدْرِکِ اور حاوی قدسی مین قوت دلیل کی تصحیح کی ہے ھ مدرک بصیغہ اسم مفعول بمعنی دلیل ہے اور یہہ قول ترتیب سراجیہ کے مخالف ہی طحاوی نے کہا یعنی جس قولکی دلیل قوی تر ہو یعنی امام کا قول ہو یا ابو یوسف یا محمد کا وہی قول مقدم ہے اور وجہ توفیق ان دونون مختلف قولونمین یہہ ہے کہ جس شخص کو قوت دلیل کی ادراک کی طاقت ہو وہ قول قوی المدرک پر فتوی دے اور نہین تو سراجیہ کی ترتیب مقدم پر فتوی دے وَفِی وَقْفِ البحرِ وغیرہ مَتٰی کَانَ فِی المَسْئَلَۃِ قَوْلَانِ مُصَحَّحَانِ جَازَ القَضَاءُ وَالاِفْتَاءُ بِاَحَدِھِمَا اور کتاب الوقف بحر الرائق وغیرہ مین ہے کہ جب ایک مسئلے مین دو قولونکی تصحیح واقع ہوئی ہو تو ان دونون قولونمین سے ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور مفتی کو فتوی دینا جائز ہے ھ طحطاوی نے کہا ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ اصح کے ہو دونون یا بلفظ صحیح کے یا ایک مین اصح کا لفظ ہو اور دوسرے مین صحیح کا ہر صورت ایک قول پر قضا اور افتا جائز ہے وَفِی اَوَّلِ المُضْمَرَاتِ اَمَّا العَلَامَاتُ لِلْاِفْتَاءِ فَقَوْلُہٗ وَعَلَیْہِ الفَتْوٰی وَبِہٖ یُفْتٰی وَبِہٖ نَاْخُذُ وَعَلَیْہِ الاِعْتِمَادُ وَعَلَیْہِ عَمَلُ الیَوْمِ وَعَلَیْہِ عَمَلُ الاُمَّۃِ وَھُوَ الصَّحِیْحُ وَالاَصَحُّ وَالاَظْھَرُ وَالاَشْبَہُ وَالاَوْجَہُ وَالمُخْتَارُ وَنَحْوُھَا مِمَّا ذُکِرَ فِی حَاشِیَۃِ البَزْدَوِیِّ انتہی اور مضمرات کے اول مین ہی کہ فتوی دینے کی علامات بارہ الفاظ ہین علیہ الفتوی سے مختار تک اور ان الفاظ کے جو حاشیہ بزدوی مین مذکور ہین انتہی ما فی المضمرات ھ الفاظ مذکورہ کا ترجمہ یون ہی وعلیہ الفتوی اور اسی قول پر فتوی ہے وبہ یفتی اور اسی قول کا فتوی دیا گیا وبہ ناخذ اور اسکو ہم لیتے ہین وعلیہ الاعتماد اور اسی قول پر اعتماد ہے وعلیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل ہے آجکے دن کا وعلیہ عمل الامۃ اور اسی پر امت کا عمل ہے وھو الصحیح اور یہی قول صحیح ہے او الاصح یا صحیح تر ہے او الاظہر یا ظاہر تر ہے او الاشبہ یا بحق مشابہ تر ہے او الاوجہ یا موجہ تر ہے او المختار یا پسندیدہ تر ہے اور ان الفاظ کی مانند وعلیہ العمل الیوم وبہ جری العرف وھو المتعارف وبہ اخذ علماؤنا قَالَ شَیْخُنَا الرَّمْلِیُّ فِی فَتَاوِیْہِ وَبَعْضُ الاَلْفَاظِ آکَدُ مِنْ بَعْضٍ فَلَفْظُ الفَتْوٰی آکَدُ مِنْ لَفْظِ الصَّحِیْحِ وَالاَصَحِّ وَالاَشْبَہِ وَغَیْرِھَا ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے اپنے فتاوی مین کہا اور بعضے الفاظ فتوی کے موکد تر ہین بعض سے تو فتوی کا لفظ موکد تر ہے صحیح اور اصح اور اشبہ وغیرہا کے الفاظ سے چنانچہ احوط اور اظہر سے ھ وجہ تاکید یہہ ہے کہ فتوی جاری نہین ہوتا مگر اُس امر کے سبب سے جو مقتضی ہے فتوی کا چنانچہ اسانی یا اکدیت اور لفظ فتوی سے او سکے حروف اصلیہ مراد ہین کسی صیغہ مین پایی جاوین کذا فی الطحطاوی وَلَفْظُ بِہٖ یُفْتٰی آکَدُ مِنَ الفَتْوٰی عَلَیْہِ اور بہ یفتی کا لفظ موکد تر ہے الفتوی علیہ کے لفظ سے اسواسطے کہ تقدیم معمول سے حصر ثابت ہوتا ہی اور اسی طرح علیہ الفتوی کا الفتوی علیہ سے موکد تر ہے وَالاَصَحُّ آکَدُ مِنَ الصَّحِیْحِ وَالاَحْوَطُ آکَدُ مِنَ الاِحْتِیَاطِ انتہی اور اصح کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکد تر ہے احتیاط کے لفظ سے انتہی قول الرملی ظاہر اسم تفضیل کے سب صیغون کا یہی حکم ہے قُلْتُ لٰکِنْ فِی شَرْحِ المُنْیَۃِ لِلْحَلَبِیِّ عِنْدَ قَوْلِہٖ لَا یَجُوزُ مَسُّ المُصْحَفِ اِلَّا بِغِلَافِہٖ اِذَا تَعَارَضَ اِمَامَانِ مُعْتَبَرَانِ عَبَّرَ اَحَدُھُمَا بِالصَّحِیْحِ وَالآخَرُ بِالاَصَحِّ فَالاَخْذُ بِالصَّحِیْحِ اَوْلٰی لِاَنَّھُمَا اتَّفَقَا عَلٰی اَنَّہٗ صَحِیْحٌ وَالاَخْذُ بِالمُتَّفَقِ اَوْفَقُ طحطاوی شارح نے کہا مین کہتا ہون لیکن حلبی کی شرح منیہ مین ماتن کے اس قول کے پاس کہ جائز نہین مصحف کا چھونا مگر اوسکے غلاف کے ساتھہ یہہ قول ہے کہ جب مقابل اور مختلف ہون ترجیح اقوال مین دو امام معتبر اسطرح کہ ایک امام کہی کہ یہہ قول صحیح ہی اور دوسرا امام کہے کہ یہہ قول اصح ہے تو صحیح پر عمل کرنا اولی ہے اسواسطے کہ دونون امام نے اُس قول کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا یعنی اور اصحیت مین

اتفاق نہین بلکہ ایک امام کا تفرد ہے اور حالانکہ قول متفق علیہ پر عمل کرنا موافق تر باحتیاط ہے تو اس سے نزدیک کو یاد رکہنا لغو ترا کیت فی رسالۃ آداب
المفتی اذا ذیلت روایۃ فی کتاب معتمد بالاصح او الاولی او الاوفق ونحوها فلہ ان یفتی بہا وبمخالفہا ایضا ایا شاء پہر مین نے دیکہا رسالہ
آداب المفتی مین کہ جب کسی معتمد مین روایت مذیل بالاصح ہو یعنی روایت کے بعد لکہا ہو کہ یہہ اصح ہے یا اولی یا اوفق ہے اور مانند اوسکی چنانچہ اوجہ اور احوط
تو مفتی کو اختیار ہے کہ اوس روایت کا فتوی دیوے اور اوسکی مخالف دوسری روایت کا بھی فتوی دے جسکا چاہے دونون سے هم اسواسطے کہ اسم تفضیل اپنے
دلالت کرتا ہے کہ مقابل اوسکا اسم تفضیل کا بھی مرجح ہے کذا فی الطحطاوی واما اذا ذیلت بالصحیح او الماخوذ بہ او بہ یفتی او علیہ الفتوی لم یفت بمخالفہ
اور جبکہ روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ یا بہ یفتی یا علیہ الفتوی لکہا ہو تو اوسکی مخالف روایت کا فتوی نہ دے هم اسواسطے کہ صحیح کا مقابل ضعیف اور ماخوذ بہ
کا مقابل غیر ماخوذ بہ اور بہ یفتی اور علیہ الفتوی کا مقابل غیر مفتی بہ ہے الا اذا کان فی الہدایۃ مثلا ہو الصحیح وفی الکافی بمخالفہ ہو الصحیح فیخیر و
یختار الاقوی عندہ والالیق والاصلح انتہی فلیحفظ مگر جبکہ ہدایہ مین روایت کی ذیل مین ہو الصحیح ہو اور کافی مین اوسکی مخالف روایت کی ذیل مین ہو الصحیح ہو
تو مفتی مخیر ہے اور وہ اس روایت کو اختیار کرے جو اوسکے نزدیک قوی تر اور لائق تر اور صالح تر ہو انتہی ما فی الرسالۃ تو اوسکو یاد رکہنا چاہیئے هم قوی تر کا
اختیار کرنا حاوی قدسی کی عبارت سابقہ پر مبنی ہے یعنی درصورت اختلاف قوت دلیل کا اعتبار ہے کذا فی الطحطاوی وحاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم
فی تصحیحہ انہ لا فرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم بہ اور جو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح مین ذکر کیا ہے اوسکا حاصل مطلب
یہہ ہے کہ کچہہ فرق نہین درمیان مفتی اور قاضی کے یعنی بموجب تفصیل مذکور کے قاضی بھی انہین علامات افتا پر عمل کرے مفتی کی مانند مگر اتنا فرق ہے کہ مفتی
حکم شرعی کا بتا دینے والا ہے اور قاضی حکم مذکور کا لازم کرنیوالا ہے بحکومت حبس و تعزیر سے اگر کوئی عمل نکرے اور اوسکو اختیار ہے اقامت حدود اور قصاص
کا کذا فی الطحطاوی وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع اور یہہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتوی دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع
کا پہاڑنا ہے یعنی حرام اور باطل هم قول مرجوح چنانچہ صاحبین کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اس قول کی تصحیح نہین ہوئی یا اوسکی وجہ کی تقویت نہین ہوئی اور
اولی بالبطلان ہے ظاہر الروایۃ کے مخالف پر فتوی دینا بلا ثبوت تصحیح اور اسیطرح قول مرجوع عنہ پر فتوی دینا کذا فی الحلبی وان الحکم الملفق باطل بالاجماع
اور یہہ کہ حکم ملفق یعنے ملا جلا چند مذاہب سے ایک حکم مرکب کرنا بالاجماع باطل ہے چنانچہ وضو مین ایک تہائی بال کا مسح کیا بمذہب شافعی پہر مقتدی ہو کر نماز
مین فاتحہ چہوڑ دے بموجب مذہب امام اعظم کے کذا فی الطحطاوی شافعی مذہب پر نماز اسواسطے نہوئی کہ فاتحہ پڑہنا واجب تہا سو اوسنے ترک کیا اور حنفی
مذہب پر اسواسطے نہوئی کہ وضو کا فرض ترک ہوا یعنی چوتہائی سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہوئی وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل
اتفاقا وہو المختار فی المذہب اور یہہ کہ پہر تقلید سے عمل کر چکنے کے بعد بالاتفاق باطل ہے اور یہی قول مختار ہے مذہب مین هم مثلا قاضی حنفی نے
ثبوت نکاح بغیر شہود مین امام مالک کی تقلید کی پہر اس تقلید سے رجوع کرنیکا قصد کیا یعنی چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق زوج پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے
تو یہہ اوسکو جائز نہین معلوم کرنا چاہیئے کہ یہہ مطلب نہین ہے کہ یہان جواز تقلید کی مطلقا نفی ہے بلکہ اسی صورت مذکورہ مین اسواسطے کہ یہان
تقلید مذکور کے پہرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہے اور اسکو دریافت کرنا چاہیئے کہ حنفی کو مثلا شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلے مین عبارت ہے شافعی کے قول پر عمل کرنے سے
با وجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اسی مسئلے مین یہانتک کہ اگر اسی مسئلہ خاص مین جسمین حنفی نے شافعی کی تقلید کی ہے سوال کرے بطریق استفتا کے تو جواب
دیوے مگر اپنے امام کے مذہب کے موافق اور بقاء علی مذہبہ کا مطلب یہہ ہے کہ اوس مسئلے مین عمل کیوقت بمذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر باقی ہے یعنی
اگر بالفرض مستقبل مین ویسی ہی صورت جسپر عمل کر چکا ہے بمذہب شافعی پیش آویگی تو اپنے امام کے مذہب پر عمل کریگا اگر کوئی کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور جواب
استفتا کو دینا گویا اپنے امام کے قول پر پہر جانا ہے شافعی کی تقلید سے مسئلہ متقلد فیہا مین تو اوسکا جواب یہہ ہے کہ اسی واقعہ مخصوصہ منقضیہ سے رجوع کرنا ممنوع
ہے نہ اوس واقعہ سے جو بعد اوسکے اسی جنس کا حادث ہو اور تقلید مذکورہ کے جواب مین دو قول ہین قول مختار یہہ ہے کہ تقلید جائز ہے اور وجہ اوسکی یہہ ہے
کہ اتنا کفایت کرتا ہے کہ جس مجتہد کے قول کی تقلید کی ہے وہ اوسکے نزدیک صواب ہے اور احتمال خطا بھی ہے بعینہ جواب ہو سکتا ہے اس سوال کا کہ حنفی کو

تو اسپر شافعی مین عمل بالخطا لازم آتا ہے اسواسطے کہ حنفی شافعی کے مذہب کو خطا محتمل الصواب جانتا ہی یہہ خلاصہ ہی شیخ بن سیف الدین سیرامی حنفی کے جواب کا اور بعض نسخ کے حاشیہ میں بھی اسپر اتفاق کیا ہی اور اس تقریر سے نکلتا ہی کہ تقلید واجب ہو ایک امام کی بلا تعیین اور دو امام کی تقلید ساتھ ہی جائز نہین اسطرح کہ حنفی اور حنبلی ایک آن مین ہو اور اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ جب حنفی مثلاً شافعی کی تقلید کرے مسئلہ مخصوصہ مین تو اسپر واجب ہے کہ اُس مسئلے کے جمیع متعلقات مین مذہب شافعی کی رعایت کرے تاکہ تلفیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی عن شیخ الاسلام ابی سعود مختصراً وان الخلاف خاص بالقاضی المجتہد اور یہہ ترکیب کہ خلاف مخصوص بقاضی مجتہد ہے یعنی امام اور صاحبین کا خلاف اسمین کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوای اور مذہب پر حکم کرے تو اوسکا حکم نافذ ہوگا یا نہین تو صاحبین نے کہا کہ اُسکا حکم نافذ نہوگا اور امام نے کہا کہ اگر مذہب کے مخالف بھولکر حکم کریگا تو نافذ ہوگا اور عمد مین امام سے دو روایتین ہین اور بزازی نے کہا کہ صاحبین نفاذ حکم مین امام کے موافق ہین اور قاضی خان نے کہا کہ مخالف ہین کذا فی الطحطاوی واما المقلد فلا ینفذ قضاؤہ بخلاف مذہبہ اصلا کما فی القنیۃ اور مقلد قاضی کا حکم تو برخلاف اپنے مذہب کے اصلاً نافذ نہین ہوتا چنانچہ قنیہ مین ہے ھم شرح طحطاوی وغیرہ کی عبارت قنیہ کے صریح مخالف ہی کما فی الطحطاوی قلت ولا سیما فی زماننا فان السلطان ینص فی منشورہ علی نہیہ عن القضاء بالاقوال الضعیفۃ فکیف بخلاف مذہبہ فیکون معزولا بالنسبۃ لغیر المعتمد من مذہبہ فلا ینفذ قضاؤہ فیہ وینقض کما بسط فی قضاء الفتح والبحر والنہر مین کہتا ہون اور خصوصاً ہمارے زمانے مین حکم مخالف مذہب نافذ نہوگا اسلیے کہ بادشاہ اپنے فرمان مین تصریح کر دیتا ہی قاضی کے روک دینے پر اقوال ضعیفہ کے ساتھہ حکم کرنے سے پھر خلاف مذہب پر حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی بنسبت قول غیر معتمد اپنے مذہب کے معزول ٹھہریگا تو اوسکا حکم کرنا اپنے مذہب کے غیر معتمد مین نافذ نہوگا اور وہ حکم توڑا جائیگا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی کتاب القضا مین یہہ قول مشرح مذکور ہے قال فی البرہان وہذا صریح الحق الذی یعض علیہ بالنواجذ علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن مین کہا اور یہہ قول مذکور وہ حق صریح ہے جسکو دانتون سے پکڑنا چاہیے نعم امر الامیر متی صادف فصلا مجتہدا فیہ نفذ امرہ ہان حاکم کا حکم جب فصل مجتہد فیہ کو پاوے یعنے مختلف فیہ صورت پر جسمین اجتہاد مجتہدین کو گنجایش ہے حاکم کا حکم صادر ہو تو وہ حکم نافذ ہوجائیگا کما فی سیر التتارخانیۃ وشرح السیر الکبیر للسرخسی اسیطرح مذکور ہے تاتارخانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبیر کی شرح مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وقد ذکروا ان المجتہد المطلق قد فقد اور البتہ علما نے ذکر کیا ہی کہ مجتہد مطلق یعنے جو اصول اور قواعد مین دوسرے مجتہد کا پیرو نہو وہ مفقود ہوگیا یعنی اب ایسا کوئی مجتہد نہین ہے ھم طحطاوی نے کہا مجتہد مطلق کا وجود جائز ہو سے یعنی ہوسکتا ہی اسواسطے کہ اللہ تعالی کا فضل کسی زمانے مین مقید اور منحصر نہین انتہی حافظ شیراز نے فرمایا ؎ فیض روح القدس ار باز مدد فرماید ✦ دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد ✦ واما المقید فعلی سبع مراتب مشہورۃ اور مجتہد مقید کے تو سات مرتبے مشہور ہین ھم مراتب سبعہ کا یون بیان ہے کہ پہلا طبقہ مجتہدین شرع کا ہے چنانچہ چارون امام اور انکی مانند جنہون نے اصول اور قواعد کو موسس اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائل اربعہ یعنی کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ اسمین کسیکے مقلد نہین ہین دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا چنانچہ ابو یوسف اور محمد وغیرہما من اصحاب ابی حنیفہ جنہون نے احکام کو نکالا ادلہ اربعہ سے بموجب اُن قواعد کے جو امام اعظم نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین وغیرہما نے بعض احکام فروع مین امام کا خلاف کیا لیکن قواعد اصول مین اونکے تابع ہین اور اسیوجہ سے امام شافعی وغیرہ سے ممتاز ہین تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف اور طحاوی اور ابو الحسن کرخی اور شمس الائمہ حلوائی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند انکے اور علما جو امام کی مخالفت پر قادر نہین نہ اصول مین نہ فروع مین لیکن وہ اُن احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہین امام کے قواعد سے جنمین امام سے روایت نہین چوتھا طبقہ اصحاب تخریج کا مقلدین سے چنانچہ رازی وغیرہ یہہ لوگ اجتہاد پر اصلا قادر نہین لیکن احاطہ اصول اور ضبط ماخذ سے امام یا اصحاب امام کے قول مجمل ذی الوجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین یعنی پہلودار قول کی تفصیل پر قادر ہین اور اسکو امثال اور نظائر پر قیاس کرکے ہدایہ مین جو بعض مواقع مین تخریج رازی کا ذکر آیا ہے سو اسکا یہی مطلب ہی پانچوان طبقہ اصحاب ترجیح کا مقلدین سے چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحب ہدایہ اور مانند انکی انکا کام یہہ ہی کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفضیل دیتے ہین اسطرح کہ یہہ قول اولی ہے یا اصح ہو درایت کی راہ سے یا اوضح ہے روایت کی راہ سے یا ارفق للقیاس وہذا ارفق للناس چھٹا طبقہ اُن مقلدون کا جو اقوی

اور قوی اور ضعیف اور ظاہر مذہب اور ظاہر الروایہ اور روایت نادرہ کی امتیاز کرنے پر قادر ہین چنانچہ متون اربعہ کے مصنف یعنی صاحب کنز اور صاحب مختار اور صاحب وقایہ اور صاحب مجمع الکثار یہہ ہی کہ اپنی کتابونمین اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نقل نہین کرتے ساتوان طبقہ اُن مقلدون کا جو تمیز روایات پر قادر نہین الا غرا و فربہ مین فرق نہین کرتے شمال کو یمین سے ممتاز نہین کرتے بلکہ جمع کرتے ہین روایات کو جو پاتے ہین حاطب اللیل کی مانند افسوس ہے اُنپر اور اونکی مقلدون پر یہہ کہا ہے شیخ الاسلام علامہ کمال پاشا نے کذا فی طبقات محمود بن سلیمان الکفوی المسماۃ بکتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار اور اسیطرح مراتب سبعہ کو طحطاوی نے ابن کمال پاشا کے رسالہ وقف بنات سے مختصر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ مجتہد مطلق بھی ان طبقات مین داخل ہے اور صریح کلام شارح اسکی مخالف ہے اور اسکو مجتہد مقید کہنے مین یہہ خلل ہے کہ طبقہ سابعہ بلکہ ساد سہ بھی مقلد محض ہین کچھہ بھی اجتہاد پر قادر نہین و اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتونا فی حیاتھم اور ہم لوگون پر تو پیروی اُس قول کی لازم ہے جسکو علماء مرجحین اور مصححین نے ترجیح دی ہے اور تصحیح کی ہے جیسے اُسصورت مین ہمپر پیروی اونکی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ مین زندہ ہوتے اور فتوی دیتے ہم ترجیح اور تصحیح سے افتا کی تمام علامات مذکورہ مراد ہین نہ فقط لفظ ترجیح یا تصحیح کا فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح پھر اگر تو اے سائل یون کہے کہ کبھی اقوال کو بدون ترجیح کے نقل کرتے ہین اور کبھی تصحیح مین اختلاف کرتے ہین حاصل سوال کا یہہ ہے کہ اتباع مرجح کا نہین ہو سکتا جبکہ ایک قول کی ترجیح نہوا اور جبکہ اصلا ترجیح نہوی یا ترجیح مین اختلاف ہوا تو اب اتباع کیونکر ہو گا قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغیر العرف واحوال الناس وما ہو الارفق وما ظہر علیہ التعامل وما قوی وجہہ ولا یخلو الوجود ممن یمیز ہذا حقیقۃ لا ظنا وعلی من لم یمیز ان یرجع لمن یمیز لبراءۃ ذمتہ مین سوال مذکور کا جواب دیتا ہون کہ صورت مذکورہ مین عمل کیا جاوے جسطرح علماء سابقین نے عمل کیا یعنی اعتبار کرنا عرف کے بدل جانیکا اور لوگون کے احوال کا اور اعتبار کرنا اُس قول کا جو لوگونپر آسان تر ہوا اور جسپر لوگون کا عمل جاری ہو گیا ہوا اور جس قول کی دلیل مضبوط ہوا اور وجود خالی نہو گا حقیقت مین نہ فقط گمان مین ایسے شخص سے جو تمیز کرے اسکو یعنی تغیر عرف اور ارفق اور تعامل کو اور جسکو اسکی تمیز نہو اوسپر لازم ہے کہ اہل تمیز کیطرف رجوع کرے واسطے بری الذمہ ہونیکے اوسکے ہم تعامل یعنی رواج کا مرجع عرف کی طرف ہے تو یہہ تکرار ہے اور قوت دلیل کا اعتبار کرنا حاوی قدسی کے قول پر مبنی ہے اور مشہور ترتیب سابق ہے اور شخص ممیز کیطرف رجوع کرنا گاہے دشوار ہوتا ہے کیونکہ وہ شہر بعید مین ہے تو اضبط اور محکم تر وہی ترتیب ہے جو سراجیہ سے منقول ہو چکی یعنی امام کے قول پر فتوی علی الاطلاق پھر ابو یوسف کے الخ کذا فی الطحطاوی فنسأل اللّٰہ تعالی التوفیق والقبول بجاہ الرسول سو اب ہم سوال کرتے ہین اللہ تعالی سے امر خیر کی مدد گاری اور مقبولیت اس کتاب کی بوسیلہ مرتبہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کیف لا وقد یسر اللّٰہ تعالی ابتداء تبییضہ فی الروضۃ المکرمۃ والبقعۃ المأنوسۃ تجاہ وجہ صاحب الرسالۃ وحائز الکمال والبسالۃ وصحبتہ الجلیلین الضجیعین الکاملین رضی اللہ عنہما وعن سائر الصحابۃ اجمعین وعن والدینا ومقلدیہم باحسان الی یوم الدین اور کیونکر یہہ کتاب مقبول نہو حال آنکہ حق تعالی نے ابتدا صاف کرنے اس کتاب کی مسودہ سے آسان کیا روضہ مکرمہ اور مکان مانوس مین سامنے چہرہ مبارک صاحب رسالت اور جامع کمال اور شجاعت کے اور سامنے رسول کریم کے دو ہم خوابون کے جو جلیل القدر اور دو شخص کامل الوجود ہین یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق راضی ہو اللہ تعالی اُن دونون سے اور باقی اصحاب سے اور ہمارے باپ دادون سے اور اصحاب کے نیک پیرو دون سے قیامت کے دن تک ثم تجاہ الکعبۃ الشریفۃ تحت المیزاب وفی الحطیم والمقام وانا تعالی المیسر للتمام پھر ابتدا صاف کرنے کی ہوئی کعبہ شریفہ کے سامنے میزاب رحمت کے نیچے اور حطیم اور مقام ابراہیم مین اور اللہ تعالی تمامی کتاب کا آسان کرنیوالا ہے ہم تو ابتدا حقیقی تبییض اس کتاب متبرک کی مدینہ منورہ مین روضہ مقدسہ کے اندر مواجہہ شریف نبوی مین ہوئی اور ابتدا اضافی بیت اللہ مین ہوئی وہذا من اول علامات القبول اگر کریم علی الاطلاق مترجم دور افتادہ ہند کے ترجمہ کو بجاہ رسول مقبول صلعم مقبول کرلے تو اسکی حسنات سے علت سے کچھہ دور نہین ع بدان ما بہ نیکان ببخش کریم ✚ بعد فراغ خطبۂ مقدمہ اب شارح رحمۃ اللہ علیہ متن کی شرح مین شروع کرتا ہے اور مترجم اوسکے ترجمہ کرتے ہین ✚

کتاب الطہارۃ یہ کتاب ہو طہارت کی یعنی پاک صاف ہونیکے مسائل **قدمت العبادات علی غیرہا اہتماما**
بشانہا عبادات مقدم کی گئی غیر عبادات پر شان عبادات کے رعایت کرنے سے ہم دین کا مدار اعتقادات اور عبادات اور معاملات اور مزاجر اور
آداب پر ہے لیکن اعتقادات اور آداب کی بحث فقہ مین داخل نہین اور عبادات پانچ قسم ہین نماز زکوٰۃ روزہ حج جہاد اور معاملات بھی پانچ قسم ہین
معاوضات مالیہ مناکحات مخاصمات امانات ترکات اور مزاجر بھی پانچ قسم ہین قتل نفس کا مزجرہ اور اخذ مال کا اور ہتک ستر کا اور ہتک عزت کا اور
قطع طریق وغیرہ کا سوا اہل تصانیف نے فقہ کی تمام کتابون مین اکثر عبادات کو معاملات وغیرہا پر مقدم ذکر کیا ہی اسواسطے کہ انکو شان عبادات کا اہتمام منظور
ہوا نہر الفائق مین ہے کہ کثرت احتیاج باعث ہی اس اہتمام کی یعنی مکلف کو عبادات کی بہت حاجت ہی نسبت معاملات وغیرہا اب آگے شارح اور عبادات
پر تقدیم نماز کی وجہ بیان کرتا ہے **والصلوٰۃ تالیۃ للایمان** اور نماز ایمان کے پیچھے لگی ہوئی ہے یعنی قرآن اور حدیث مین ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہی
قال اللہ تعالی **الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ** یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ متقی وہ ہین کہ ایمان بالغیب لاتے ہین اور نماز کو قائم کرتے ہین اب آگے
شارح نماز پر تقدیم طہارت کی وجہ بیان کرتا ہے **والطہارۃ مفتاحہا بالنص** اور طہارت نماز کی مفتاح یعنی کنجی ہے کہ افتتاح نماز کا بدون طہارت کے
نہین ہوتا حدیث شریف کی دلیل سے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوٰۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم کذا فی الطحطاوی عن العراقی وشرط
بہا مختص لازم لہا فی کل الارکان اور طہارت شرط ہے مخصوص بنماز لازم ہے نماز کو اوسکی تمام ارکان مین یعنی طہارت کا بیان جو نماز پر مقدم کیا
تو دو وجہ سے ایک یہہ کہ طہارت نماز کی مفتاح ہے دوسری یہہ کہ طہارت ایسی شرط ہے نماز کی کہ نماز ہی کو خاص ہے اور اوسکی تمام ارکان کو لازم ہی اور
شرط ہر شی کی مقدم ہوتی ہے اوسکی مشروط پر بالطبع تو اوسکو بالوضع بھی مقدم کیا برخلاف باقی شروط صلوٰۃ کے اسواسطے کہ وقت اور نیت کا لازم ہونا
اول نماز سے آخر تک ضرور نہین ہے اور طہارت کا ہونا ضرور ہے الا بقدر وقت کا ہونا تحریمہ کیوقت کافی ہے اور اسیطرح نیت کا علاوہ یہہ ہی کہ نیت
مخصوص بنماز نہین بلکہ جمیع عبادات کے خصائص سے ہی اور استقبال قبلہ جانور پر نماز پڑھنے سے ساقط ہو جاتا ہے تو ہر نماز کو لازم نہ ٹھہرا اگر کوئی کہے
کہ طہارت مخصوص بنماز نہین ہے اسواسطے کہ مس مصحف اور طواف مین بھی طہارت شرط ہی طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب یون ہوسکتا ہی کہ طہارت نماز
کیواسطے فرض ہے اور مس مصحف اور طواف کیواسطے واجب ہے تو اختصاص افتراض کی جہت سے ہوا **وما قیل قدمت لکونہا شرطا لا یسقط اصلا ولذا فاقد**
الطہورین یؤخر الصلوٰۃ وما اوردمن ان النیۃ کذلک مردود کل ذلک اور وہ جو کہا گیا ہی کہ طہارت مقدم ہوئی بسبب ہونے طہارت کے ایسی شرط جو
اصلا ساقط نہین ہوتی یعنی عذر کے ہونے سے بھی اور اسیواسطے فاقد الطہورین یعنی پانی اور مٹی کا نہ پانیوالا نماز کو تاخیر کرتا ہے اور وہ اعتراض جو اس
توجیہہ پر وارد کیا گیا ہی کہ نیت بھی ایسی ہی کہ ہرگز ساقط نہین ہوتی سو یہہ تینون دعوی مردود ہین ہم پہلا دعوی یہہ ہی کہ طہارت ایسی شرط ہے کہ
اصلا ساقط نہین ہوتی اسواسطے مقدم ہوئی نماز پر دوسرا دعوی اسی قول پر متفرع ہے کہ فاقد الطہورین نماز کو تاخیر کرتا ہے بوجہ عدم سقوط طہارت
تیسرا دعوی یہہ ہے کہ نیت بھی طہارت کیطرح اصلا ساقط نہین ہوتی پہر تقدیم طہارت کی کیا وجہ ہی شارح نے ان تینون دعوون کو غیر مرتب رد
کیا **فقد** ہین کیصورت یہہ ہے کہ مثلا ایک شخص ایسی مکان مین محبوس ہوا جہان پانی نہین اور اوسکی زمین اور دیوارین نجس ہین **اما النیۃ**
فھی **سنۃ وغیرہا من توالت علیہ الہموم تکفیہ النیۃ بلسانہ** نیت کا جواب تو یہہ ہی کہ قنیہ وغیرہا مین ہے کہ جس شخص پر ہجوم پریشانی
کا برابر ہوا اوسکو زبان سے نیت کرنا کفایت کرتا ہی ہم ارادہ دل کا نام نیت ہی نہ زبان سے بولنیکا تو دیکھو کہ یہان پریشان دل ہی نیت کرنا ساقط
ہو گیا تو نیت عدم سقوط مین طہارت کی برابر نہ ٹھہری یہہ رد ہے تیسرے دعوی کا ابو سعود نے کہا کہ قنیہ کی روایت مین کلام ہے اسواسطے کہ اس
الفاظ بانیکو نیت کا بدلا ٹھہرانا مفہوم ہوتا ہی اور حالانکہ یہہ ممنوع ہے حموی نے اسکا جواب دیا کہ یہان بدل کا ٹھہرنا مفہوم نہین ہوتا بلکہ جب کہ
پریشان دل نیت دلی پر قادر نہوا تو ذکر لسانی اصل ہو گیا نہ بدل کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ صاحب ہموم کو جسقدر نماز کا ارادہ دل
مین آیا اوسیقدر حصول نیت مین کافی ہے جیسے خیالات کا نماز کے اندر آنا نیت کو باطل نہین کرتا اور ذکر لسانی کا کافی ہونا قطع وسواس کیواسطے

اور حکم طہارت کا یعنی وہ اثر اور ثمرہ جو طہارت پر مترتب ہوتا ہی مباح کر لینا ہے اُس عمل کا جو حلال نہین بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑہنا اور مصحف کا چہونا ہم ثواب کو طہارت کا حکم نکہا اسواسطے کہ طہارت مین ثواب لازم نہین کیونکہ ثواب موقوف ہی نیت پر اور نیت طہارت مین شرط نہین وَسَبَبُهَا اَیْ سَبَبُ وُجُوبِهَا مَا لَا یَحِلُّ فِعْلُهٗ فَرْضًا کَانَ اَوْ غَیْرَهٗ کَالصَّلٰوةِ وَمَسِّ الْمُصْحَفِ اِلَّا بِهَا اَیْ بِالطَّهَارَةِ اور طہارت واجب ہونیکا سبب وہ فعل ہے جو حلال نہین ہوتا بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز یا فرض نہو جیسے مصحف کا چہونا صاحبُ البحرِ قَالَ بَعْدَ سَرْدِ الْاَقْوَالِ وَنَقَلَ کَلَامَ الْکَمَالِ الظَّاهِرُ اَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْاِرَادَةُ فِی الْفَرْضِ وَالنَّفْلِ بحرالرائق کے مصنف یعنی زین الدین ابن نجیم مصری نے بعد ذکر کرنے اقوال علما کے سبب طہارت مین اور نقل کرنے کلام کمال الدین بن ہمام صاحب فتح القدیر محشی ہدایہ کے کہا کہ قول ظاہر یہہ ہے کہ طہارت کا سبب ارادہ کرنا ہی نماز فرض اور نفل کا ہم طہارت کے سبب مین چار قول ہین پہلا قول سرخسی کا کذا فی المنح یہہ ہی کہ نجاست حکمی یا حقیقی سبب ہے طہارت کا دوسرا یہہ کہ اقامت صلوۃ سبب ہے تیسرا یہہ ہی کہ ارادہ نماز کا سبب ہے چوتہا یہہ کہ وجوب صلوۃ سبب ہی نہ وجود صلوۃ صاحب فتح القدیر نے تیسرے قول پر یہہ شبہہ کیا کہ اگر ارادہ نماز سبب ہو طہارت کا تو اُسکا مقتضی یہہ ہی کہ جب نفل نماز کا ارادہ کرے اور وضو نکرے تو گنہگار ہو اگرچہ نماز نہ پڑہے حالانکہ ایسا نہین ہی یعنی اگرچہ نماز کا ارادہ موقوف کرے تو بھی چاہیئے کہ وضو نکرنے سے گنہگار ہو اسکا جواب شارح آگے بطریق استدراک کے دیا لٰکِنْ بِتَرْکِ اِرَادَةِ النَّفْلِ یَسْقُطُ الْوُجُوبُ ذَکَرَهُ الزَّیْلَعِیُّ فِی الظِّهَارِ سبب طہارت کا ارادہ نماز ہے لیکن نفل کا ارادہ ترک کرنے سے وجوب طہارت کا ساقط ہوجاتا ہی ایسا ذکر کیا ہی زیلعی شارح کنز نے باب الظہار مین ہم زیلعی نے کہا کہ جب نفل نماز کا ارادہ کیا تو طہارت اُسپر واجب ہوئی پہر جبکہ نفل پڑہنے سے دل ہٹا تو طہارت بھی ساقط ہوگئی اسواسطے کہ طہارت کا وجوب تو نماز ہی کیواسطے تہا کذا فی الطحطاوی وَقَالَ الْعَلَّامَةُ قَاسِمٌ فِی تَکْمِلَتِهِ الصَّحِیْحُ اَنَّ سَبَبَ وُجُوْبِ الطَّهَارَةِ وُجُوْبُ الصَّلٰوةِ اَوْ اِرَادَةُ مَا لَا یَحِلُّ اِلَّا بِهَا اور علامہ قاسم نے اپنی تکملہ مین کہا کہ اقوال مذکورہ مین سے صحیح قول یہہ ہی کہ وجوب طہارت کا سبب واجب ہونا ہی نماز کا یا ارادہ کرنا اُس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ قول یعنی وجوب نماز کو سبب کہنا طہارت کا نماز نفل کی طہارت کو شامل نہین اسواسطے کہ یہان وجوب نہین جو سبب ٹہہرے طہارت کا مگر یہہ کہ اسکو ارادہ مالا یحل کے تحت مین مع ملاحظہ استدراک داخل کیجیے وَقِیْلَ سَبَبُهَا الْحَدَثُ فِی الْحُکْمِیَّةِ اور بعضون نے کہا کہ طہارت کا سبب حدث ہی نجاست حکمیہ مین ہم نجاست حکمی وہ جو شرع کے حکم سے اُسکی نجاست ثابت ہوئی ظاہر مین کوئی نجاست مدبر محسوس نہین وَهُوَ وَصْفٌ شَرْعِیٌّ یَحِلُّ فِی الْاَعْضَاءِ یُزِیْلُ الطَّهَارَةَ اور وہ یعنی حدث شرعی صفت ہی کہ اعضا مین ساری اور طاری ہوجاتی ہی طہارت کو دور کر دیتی ہی ہم وصف اور صفت لغت مین مترادف مصدر ہین لیکن اصطلاح مین صفت عبارت ہی اُس معنی سے جو موصوف مین قائم ہی اور وصف ذکر کرنا ہی موصوف کی صفت کا مگر اطلاق وصف کا صفت پر جائز ہے کذا فی الفتح وَمَا قِیْلَ اَنَّهٗ مَانِعِیَّةٌ شَرْعِیَّةٌ قَائِمَةٌ بِالْاَعْضَاءِ اِلٰی غَایَةِ اسْتِعْمَالِ الْمُزِیْلِ فَتَعْرِیْفٌ بِالْحُکْمِ اور یہہ جو کسی نے حدث کی تعریف اسطرح کی ہے کہ حدث مانعیت شرعی ہی یعنی حکم شرع مانع ہی نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہی اعضا مین تا حد استعمال مزیل یعنی جبتک پانی یا خاک کا استعمال نہو وہ قائم ہے تو یہہ تعریف بثمرہ حدث ہے یعنی مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہی اور حقیقت حدث کی وہی ہے جو مذکور ہوچکی یعنی وصف شرعی مزیل طہارت وَالْخَبَثُ فِی الْحَقِیْقِیَّةِ اور طہارت کا سبب نجاست جسم کی ہی نجاست حقیقی مین وَهُوَ عَیْنٌ مُسْتَقْذَرَةٌ شَرْعًا اور وہ یعنی خبث جرم ناپاک گہن والی ہے شرع کے ... ہی چنانچہ بول و براز اور شراب شرع کی قید سے طاہر مستقذر طبیعی خارج ہوگیا چنانچہ بلغم اور رینٹ وَقِیْلَ سَبَبُهَا الْقِیَامُ اِلَی الصَّلٰوةِ اور ... نے کہا کہ طہارت کا سبب قائم ہونا ہی نماز کیواسطے یہہ تیسرا قول ہے اقوال مذکورہ سے دوسرا اور شارح کے بیان مین چوتہا وَنَسَبَا اِلٰی اَهْلِ الظَّاهِرِ وَفَسَادُهُمَا ظَاهِرٌ اور وہ دونو قول یعنی حدث اور خبث کا سبب ہونا اور قیام صلوۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کیطرف نسبت کیا گیا ہی اور دونون قولونکا ناکارہ اور بے حقیقت ہونا ظاہر ہے ہم اہل ظاہر وہ علما ہین جو قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب پر عمل کرتے ہین اجتہاد کے منکر ہین از انجملہ داؤد ظاہری ہی وجہ فساد قول اول کی یہہ ہی کہ حدث اور خبث طہارت زائل کرتے ہین پہر کسطرح اوسکی وجود کے خواہان ہونگے اسواسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب نہین ہوسکتی

اگر مستحق ہی تو وہان اضافت بمعنی لام ہی جو اختصاص پر دلالت کرتا ہی جیسا کہ غلام زید یعنی وہ غلام جو زید کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی اور اگر جنس سے مضاف کا تو وہان اضافت بمعنی من بیانیہ جارہ کے ہوتی ہے جیسا کہ خاتم فضۃ یعنی چاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہی تو وہان اضافت بمعنی فی ظرفیہ کے ہوتی ہے جیسا کہ صوم الیوم یعنے روزہ جو دن کے اندر واقع ہے تو جبکہ اضافت کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر یون ٹھہری کہ کتاب جمع لبیان مسائل الطہارۃ یعنی وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کیواسطے موضوع ہے اور چونکہ طہارت عین کتاب نہین لہذا شارح نے اسکی نفی کی اسطرح کہ یہہ اضافت من والی نہین ہی اور ماتن کی شرح مین جسکا منح الغفار نام ہی کہا ہی کہ یہان اضافت بمعنی فی موجہہ تر ہی تو مطلب یہہ ہوگا کہ یہہ کتاب ہی مسائل طہارت کے بیان مین وھل یتوقف حدہ اضافیا علی معرفۃ مفردیہ اور کتاب الطہارۃ کی تعریف جبکہ وہ نام اور لقب ہوا ان مسائل کا اسکے دونون مفرد یعنی کتاب اور طہارت کی شناخت پر موقوف ہے یا نہین ھم یہہ سوال ہے شارح اسکا جواب آگے دیتا ہی الراجح نعم قول راجح یہہ ہے کہ ہان موقوف ہی ھم مرکب جبکہ نام ہو کسی چیز کا تو اسمین دو قول ہین قول ضعیف مرجوح یہہ ہے کہ اسکی تعریف اسکے اجزا کے معلوم ہونے پر موقوف نہین اسواسطیکہ نام رکھنے سے اسکی معنی افرادی مسلوب ہوگئی جیسا کہ عبد اللہ کسیکا نام رکھا اور قول راجح قوی یہہ ہے کہ البتہ اجزا کے علم پر مرکب کا علم موقوف ہی مزید توضیح کیوجہ سے علے الخصوص جبکہ نام مین معنی وصفی کا لحاظ ہو جیسا کہ عمدہ باغ کا کوئی بہشت دنیا نام رکھے اب آگے شارح قول راجح پر مستثنے کرکے دونون مفرد یعنی مضاف اور مضاف الیہ کا بیان شروع کرتا ہی فالکتاب مصدر بمعنی الجمع لغۃ تو کتاب کا لفظ لغت عرب مین مصدر ہی بمعنی جمع یعنی ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اور صاحب بحر وغیرہ نے جو کتاب کے معنی جمع حروف کہی ہین تو خصوصیت مقام کا لحاظ کیا ہی نہ لغوی معنی کا اور جیسے کتاب مصدر ہی کتب کا ویسی ہی کتابت اور کتب بھی اسکا مصدر ہی کذا فی الطحطاوی مصدر وہ ہی جس سے ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلین اور اسکی ہندی معنی ہین نا کا لفظ جیسا کہ جلوس بیٹھنا قیام ٹھہرنا ہونا جعل شرعا عنوانا لمسائل مستقلۃ بمعنی المکتوب اور اصطلاح اہل شرع مین کتاب کو مسائل مستقلہ کا عنوان اور لقب قرار دیا ہی بمعنی مجموع ھم یعنے جمع کرنا ان الفاظ کا جو مسائل مجموعہ پر دلالت کرین یہی مراد ہے کتاب سے اور استقلال مسائل کا مطلب یہہ ہے کہ ان مسائل کا تصور کرنا موقوف نہین اس شے پر جو اس سے پہلے اور پیچھے ہی سو کتاب الطہارۃ بایں معنی مستقل ہے یعنی کتاب الصلوۃ پر اسکے مسائل کا فہم موقوف نہین اور استقلال کا یہہ مطلب نہین کہ وہ اصل سے کسیکا تابع نہین کیونکہ یہہ مطلب صحیح نہین اسواسطے کہ طہارت تابع ہی صلوۃ کی مسائل کی قید سی ان حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہوگیا جو مسائل نہین ہین اور استقلال کی قید سی کتاب کی حقیقت سی باب اور فصل نکل گئی کیونکہ دونون مستقل نہین ہر کتاب کی تحت مین داخل ہین تو فصل وہ صنف ہی جو داخل ہے اس صنف کے تحت مین جسکا باب نام ہی اور باب اس صنف کے تحت مین ہی جسکا نام کتاب ہی اور کتاب اس صنف کے تحت مین ہی جو مسمی بعلم ہے تو علم مدون صنف عالی ہے اور کتاب اور باب اور فصل اسکے اصناف سافلہ ہین درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کے شامل ہی اوسکو جسکی مسائل کی ایک ہی نوع ہے جیسا کہ کتاب اللقطہ اور اوسکو جسکی بہت انواع ہین جیسا کہ کتاب البیوع اور کتاب کو جو شارح نے بمعنی مکتوب کہا تو اسوجہ سے کہ مصدر بمعنی مفعول ہی یا کہ فعال کا صیغہ بمعنی مفعول آتا ہی جیسے لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق والطحطاوی ملتقطا منہما والطہارۃ مصدر طہر بالفتح والضم بمعنے النقاوۃ ﴿ اور لغت مین طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہی طہر کا جو فعل ماضی مفتوح العین سے اور مضموم العین بھی آیا ہی یعنی بلغت ھم صاحب قاموس نے عین ماضی کا اور ضمہ برابر مذکور کیا ہی اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہی ولذا افردھا اور ماتن نے اسیواسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہی یعنی چونکہ طہارت کا لفظ مصدر ہی اور اصل مصدر مین افراد ہی لہذا مصنف اوسکو مفرد لایا نہ جمع اگرچہ طہارت کے انواع بہت ہین جیسا کہ وضو اور غسل اور تیمم اسواسطیکہ مصدر قلیل اور کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہی وشرعا النظافۃ عن حدث او خبث اور شرع مین طہارت پاک صاف ہونا ہی نجاست حکمی یا نجاست حقیقے سے ومن جمع نظر الی انواعھا اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنی جس مصنف نے کتاب الطہارات کہا اوسنے طہارت کے اقسام پر نظر کی وھی کثیرۃ اور اقسام طہارت کے بہت ہین جیسا کہ وضو اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت وحکمھا شھیرۃ اور طہارت کی حکمتین مشہور ہین یعنی جن امور کیواسطے طہارت مشروع ہوئی وہ اہل دین مین مشہور ہین از انجملہ گناہ ہونا جھڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا وحکمھا استباحۃ ما لا یحل بدونھا

له بیچ باؤ دو زبر [illegible] زبان کی اور پیش کو کہا بار فعل یعنی

اور حکم طہارت کا یعنی وہ اثر اور ثمرہ جو طہارت پر مترتب ہوتا ہے مباح کر لینا ہے اُس عمل کا جو حلال نہین بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور
مصحف کا چھونا ھم ثواب کو طہارت کا حکم نکہا اسواسطے کہ طہارت مین ثواب لازم نہین کیونکہ ثواب موقوف ہے نیت پر اور نیت طہارت مین شرط نہین
وَسَبَبُهَا اي سبب وُجُوبِهَا مَالَا يَحِلُّ فِعْلُهُ فَرْضًا كَانَ اَوْ غَيْرَهُ كَالصَّلٰوةِ وَمَسِّ الْمُصْحَفِ اِلَّا بِهَا اي بِالطَّهَارَةِ اور طہارت واجب ہونیکا
سبب وہ فعل ہے جو حلال نہین ہوتا بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز یا فرض نہو جیسے مصحف کا چھونا صَاحِبُ الْبَحْرِ قَالَ بَعْدَ ذِكْرِ
الْاَقْوَالِ وَنَقَلَ كَلَامَ الْكَمَالِ اَلظَّاهِرُ اَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْاِرَادَةُ فِي الْفَرْضِ وَالنَّفْلِ بحر الرائق کے مصنف یعنی زین الدین ابن نجیم مصری نے بعد
ذکر کرنے اقوال علما کے سبب طہارت مین اور نقل کرنے کلام کمال الدین بن ہمام صاحب فتح القدیر محشی ہدایہ کے کہا کہ قول ظاہر یہہ ہے کہ طہارت کا سبب ارادہ
کرنا ہے نماز فرض اور نفل کا ھم طہارت کے سبب مین چار قول ہین پہلا قول سرخسی کا کذا فی المنح یہہ ہے کہ نجاست حکمی یا حقیقی سبب ہے طہارت کا دوسرا یہہ کہ اقامت
صلوۃ سبب ہے تیسرا یہہ ہے کہ ارادہ نماز کا سبب ہے چوتہا یہہ کہ وجوب صلوۃ سبب ہے نہ وجود صلوۃ صاحب فتح القدیر نے تیسرے قول پر یہہ شبہہ کیا کہ اگر
ارادہ نماز سبب ہو طہارت کا تو اُسکا مقتضی یہہ ہے کہ جب نفل نماز کا ارادہ کرے اور وضو نکرے تو گنہگار ہو اگرچہ نماز نہ پڑھے حالانکہ ایسا نہین ہے یعنی اگرچہ
نماز کا ارادہ موقوف کرے تو بھی چاہیئے کہ وضو نکرنے سے گنہگار ہو اسکا جواب شارح نے آگے بطریق استدراک کے دیا لٰكِنْ بِتَرْكِ اِرَادَةِ النَّفْلِ يَسْقُطُ
الْوُجُوْبُ ذَكَرَهُ الزَّيْلَعِيُّ فِي الظِّهَارِ سبب طہارت کا ارادہ نماز ہے لیکن نفل کا ارادہ ترک کرنے سے وجوب طہارت کا ساقط ہو جاتا ہے ایسا ذکر کیا ہے
زیلعی شارح کنز نے باب الظہار مین ھم زیلعی نے کہا کہ جب نفل نماز کا ارادہ کیا تو طہارت اوسپر واجب ہوئی پھر جبکہ نفل پڑھنے سے دل ہٹا تو طہارت بھی
ساقط ہو گئی اسواسطے کہ طہارت کا وجوب تو نماز ہی کیواسطے تہا کذا فی الطحطاوی وَقَالَ الْعَلَّامَةُ قَاسِمٌ فِي تَكْمِلَتِهِ الصَّحِيْحُ اَنَّ سَبَبَ وُجُوْبِ الطَّهَارَةِ
وُجُوْبُ الصَّلٰوةِ اَوْ اِرَادَةُ مَا لَا يَحِلُّ اِلَّا بِهَا اور علامہ قاسم نے اپنی تکملہ مین کہا کہ اقوال مذکورہ مین سے صحیح قول یہہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب واجب
ہونا ہے نماز کا یا ارادہ کرنا اُس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے ھم طحطاوی نے کہا کہ یہہ قول یعنی وجوب نماز کو سبب کہنا طہارت کا نماز نفل کی
طہارت کو شامل نہین اسواسطے کہ یہان وجوب نہین جو سبب ٹھہرے طہارت کا مگر یہہ کہ اسکو ارادہ مالایحل کے تحت مین مع ملاحظہ استدراک داخل کیجیے
وَقِيْلَ سَبَبُهَا الْحَدَثُ فِي الْحُكْمِيَّةِ اور بعضون نے کہا کہ طہارت کا سبب حدث ہے نجاست حکمیہ مین ھم نجاست حکمی وہ جو شرع کے حکم سے اُسکی
نجاست ثابت ہوئی ظاہر مین کوئی نجاست مثل محسوس نہین وَهُوَ وَصْفٌ شَرْعِيٌّ يَحِلُّ فِي الْاَعْضَاءِ يُزِيْلُ الطَّهَارَةَ اور وہ یعنی حدث شرعی صفت ہے کہ
اعضا مین ساری اور طاری ہو جاتی ہے طہارت کو دور کر دیتی ہے ھم وصف اور صفت لغت مین مترادف مصدر ہین لیکن اصطلاح مین صفت عبارت ہے
اُس معنی سے جو موصوف مین قائم ہے اور وصف ذکر کرنا ہے موصوف کی صفت کا مگر اطلاق وصف کا صفت پر جائز ہے کذا فی الفتح وَمَا قِيْلَ اِنَّهُ مَانِعِيَّةٌ
شَرْعِيَّةٌ قَائِمَةٌ بِالْاَعْضَاءِ اِلٰى غَايَةِ اسْتِعْمَالِ الْمُزِيْلِ فَتَعْرِيْفٌ بِالْحُكْمِ اور یہہ جو کسی نے حدث کی تعریف اسطرح کی ہے کہ حدث مانعیت شرعی ہے یعنی حکم
شرع مانع ہے نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہے اعضا مین تا حد استعمال مزیل یعنی جبتک پانی یا خاک کا استعمال نہو وہ قائم ہے تو یہہ تعریف بثمرہ حدث ہے
یعنی مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہے اور حقیقت حدث کی وہی ہے جو مذکور ہو چکی یعنی وصف شرعی مزیل طہارت وَالْخَبَثُ فِي الْحَقِيْقِيَّةِ
اور طہارت کا سبب نجاست جسم کی ہے نجاست حقیقی مین وَهُوَ عَيْنٌ مُسْتَقْذَرَةٌ شَرْعًا اور وہ یعنی خبث جرم ناپاک گھن والی ہے شرع کے [illegible] ہے چنانچہ
بول و براز اور شراب شرع کی قید سے طاہر مستقذر طبعی خارج ہو گیا چنانچہ بلغم اور رینٹ وَقِيْلَ سَبَبُهَا الْقِيَامُ اِلَى الصَّلٰوةِ اور [illegible] نے کہا کہ
طہارت کا سبب قائم ہونا ہے نماز کیواسطے یہہ تیسرا قول ہے اقوال مذکورہ سے اور شارح کے بیان مین چوتہا وَنَسَبَهُمَا اِلٰى اَهْلِ الظَّاهِرِ وَفَسَادُهُمَا ظَاهِرٌ
اور وہ دونوں قول یعنی حدث اور خبث کا سبب ہونا اور قیام صلوۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کیطرف نسبت کیا گیا ہے اور دونوں قولونکا ناکارہ اور غلط ہونا حقیقت
ہونا ظاہر ہے ھم اہل ظاہر وہ علما ہین جو قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب پر عمل کرتے ہین اجتہاد کے منکر ہین از انجملہ داؤد ظاہری ہے وجہ فساد قول
اول کی یہہ ہے کہ حدث اور خبث طہارت زائل کرتے ہین پھر کسطرح اوسکی وجود کے خواہان ہونگے اسواسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب نہین ہو سکتی

اسکا جواب یون دیا ہے کہ حدث اور خبث طہارت سابقہ کو ناقض ہین اور طہارت لاحقہ کو موجب ہین تو کچہہ منافات نرہی اور قول ثانی کی وجہ فساد یہ
ہے کہ ایک وضو چند نمازون کیواسطے کافی ہے اور اگر قیام کو سبب طہارت کا قرار دیجیے تو لازم آتا ہی کہ ہر نماز کیواسطے تازہ وضو واجب ہو و
قولہ تعالیٰ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوا الآیۃ کا مطلب یہہ ہے کہ جب تم ارادہ کرو نماز کا اور باوضو نہو تو وضو کرو ویمکن شاء مزید التوضیح
فلیرجع الی المطولات واعلم ان اثر الخلاف انما یظہر فی نحو التعالیق اور اسکو ذکر کیا کہ طہارت کے سبب مین اختلاف کا اثر ظاہر نہین
ہوتا ہے مگر تعلیقات کی مانند مین م تعلیق یہہ کہ ایک چیز کا ہونا دوسری چیز پر معلق ہو چنانچہ مثال آیندہ سے معلوم ہو گا نحو ان وجب علیک
طہارۃ فانت طالق چنانچہ اس تعلیق مین کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تجہپر طہارت واجب ہو گی تو تجہپر طلاق ہے م تو ہر قائل کے نزدیک جب
سبب طہارت کا متحقق ہو گا تو طلاق واقع ہو گی چنانچہ صاحب بحر کے نزدیک ارادہ نماز سے اور حدث اور خبث سے سرخسی کے نزدیک اور قیام
الی الصلوۃ سے ظاہریون کے نزدیک اور وجوب نماز سے علامہ قاسم کے نزدیک طلاق واقع ہو گی دون الاثم للاجماع علی عدمہ بالتاخیر
عن الحدث ذکرہ فی التوشیح اس اختلاف کا ثمرہ گناہ مین ظاہر نہو گا کیونکہ سب کا اتفاق ہے گناہ کے نہونے مین بسبب تاخیر ہونے وضو اور غسل کے حدث
سے ایسا ذکر کیا ہی توشیح مین وبہ اندفع ما فی السراج من اثبات الثمرۃ من جہۃ الاثم بل وجوبہا موسعا بدخول الوقت کالصلوۃ فاذا ضاق
الوقت صار الوجوب فیہما مضیقا اور توشیح کے کلام مذکور سے دفع ہو گیا وہ جو سراج وہاج مین ہی ثمرہ اختلاف کا ثابت کرنا گناہ مین بلکہ وجوب طہارت
وسعت کی ساتھہ ہی وقت کے آنیسے جیسے نماز کے ادا کرنے مین وسعت ہی پہر جبکہ وقت تنگ ہوا تو طہارت اور نماز مین وجوب تنگی کے ساتھہ ہو گا یعنی جب
وقت تنگ ہو گا تو تاخیر طہارت اور نماز کی گنجائش نرہیگی وشرائطہا ثلث عشرۃ علما فی الاشباہ اور طہارت کی شرطین تیرہ ہین بنا براُس بیان کے
جو اشباہ مین ہی م شرائط جمع ہے شریطہ کی اور شریطہ بمعنی شرط ہے اور شرط وہ ہی جسکے عدم سے عدم مشروط کا لازم آوے اور اوسکے وجود سے مشروط کا
نہ وجود لازم ہو نہ عدم کذا فی الطحطاوی شرائط وجوبہا تسع ازانجملہ وجوب طہارت کی نو شرطین ہین م شرائط وجوب کی انکو کہتے ہین کہ جب وہ شرطین
مجتمع ہون تو آدمی پر طہارت کرنا واجب اور لازم ہو وشرائط صحتہا اربع اور صحت طہارت کی شرطین چار ہین م شرائط صحت اونکو کہتے ہین کہ بے طہارت
بدون اُن شرطون کے صحیح نہو اور یہہ لازم نہین کہ جب وجوب کی شرط موجود نہو تو صحت کی بھی شرط موجود نہو دیکہو لڑکا جبکہ طہارت کرے تو اوسکی
طہارت صحیح ہو گی حالانکہ طہارت کرنا صغیر پر واجب نہین ونظمہا شیخ مشائخنا العلامۃ علی المقدسی شارح نظم الکنز فقال ے شرط الوجوب
العقل والاسلام ٭ وقدرۃ الماء والاحتلام اور اُن شرائط کو نظم کیا ہمارے استادون کے استاد علامہ علی مقدسی کنز منظوم کے شارح نے سو
یون کہا کہ وجوب طہارت کی شرط عقل ہے اور اسلام اور قادر ہونا مطہر کے استعمال پر اور پانی کا ہونا اور احتلام یعنی بالغ ہونا م تو مجنون پر اور کافر
پر اور مقطوع الیدین والرجلین پر اور فاقد الطہورین پر یعنی جسکو پانی اور خاک پاک نملے اور صغیر پر طہارت واجب نہین ے وحدث ونفی حیض
وعدم ٭ نفاسہا وضیق وقت قد نجم اور وجود حدث کا اصغر ہو یا اکبر اور عدم حیض اور عدم نفاس اور تنگی وقت کی جبکہ ہجوم کرآئی یہہ نو شرطین
ہین ... کی م تو متوضی غیر مجنب پر اور حیض اور نفاس والی عورت پر اور وقت صلوۃ کے وسعت مین طہارت واجب نہین ے وشرط صحۃ
عموم بشرۃ بمائہ الطہور ثم فلیرۃ ٭ ففقد نفاسہا وحیضہا اتی ٭ یزول کل مانع عن البدن اور صحت طہارت کی شرط تمام ظاہر جلد پر
مطہر پانی کا ... پہر دوسری اور تیسری شرط عورت کے حق مین منقطع ہونا اوسکے نفاس اور حیض کا اور چوتھی شرط صحت کی دور ہونا مانع طہارت کا بدن سے
چنانچہ آنکہہ کا ایچڑ یا موم یا چربی م طحطاوی نے کہا کہ عدم حیض اور نفاس وجوب طہارت کی بہی شرطین ہین اور صحت طہارت کی بھی لیکن جہت مختلف
ہے تو وجوب ہی خطاب کی وجہ سے اور صحت ہوا ادای واجب کی وجہ سے وجعلہا بعضہم اربعۃ اور بعضے عالمون نے طہارت کی شرطونکو چار قسم
ٹہرایا ہے شرط وجودہا الحسی ایک قسم طہارت کی وجود محسوس کی شرط ہے یعنی وہ شرط کہ طہارت بدون اوسکے خارج مین محسوس اور مشاہد
نہو سو اسمین تین شرطین ہین وجود المزیل والمزال عنہ والقدرۃ علی الازالۃ ایک تو پایا جانا اُس چیز کا جو نجاست کو زائل کر دے چنانچہ پانی مثلا

ولد ابن ... [margin notes partly illegible]

دوسرے ہونا اُس چیز کا جس سے نجاست دور کیجاے جیسے بدن اور کپڑا مثلاً تیسرے قادر ہونا ازالہ پر یعنی مُزیل نجاست کو استعمال کر سکنا وشرطُ وجودہٖ ما ذُکر
دوسری قسم طہارت کی وجود شرعی کی شرطیں ہیں یعنی وہ شرط کہ طہارت کا وجود شریعت میں معتبر نہو بدون اوسکے کذا فی الطحطاوی کونُ المُزیلِ مشروعَ الاستعمالِ
فی مثلہٖ شرط مذکور ہونا ہے مزیل کا مشروع الاستعمال اوسیطرح کہ مشروع ہین جیسے طاہر مطہر پانی کا استعمال کرنا وضو اور غسل مین مشروع ہے خلاصہ یہہ ہے کہ جس
مزیل کو جس مزال عنہ کیواسطے شریعت مین مقرر کیا ہے اوسی سے وہان طہارت حاصل ہوگی نہ اور چیز سے مثلاً خشک ہونیسے زمین اور عمارت اور درخت پاک ہوگا نہ کپڑا اور بدن اور
برتن وشرطُ وجوبہا التکلیفُ والحدثُ تیسری قسم وجوب طہارت کی شرط مکلّف ہونا یعنی عاقل بالغ مسلم ہونا اور محدث ہونا ھ تو یہہ چار شرطین ہین عقل
بلوغ اسلام حدث وشرطُ صحتہا صدورُ المُطہِّرِ من اہلہٖ فی محلہٖ مع فقدِ مانعہٖ چوتھی قسم صحت طہارت کی شرط صادر ہونا ہی طاہر کرنیوالی چیز کا اہل تطہیر سے
محل مین مانع تطہیر کے نہونیکے ساتھ ھ اہل تطہیر سے مراد یہہ ہے کہ حائض اور نفسا نہو اور محل طہارت سے مراد عموم بشرہ ہے اور عدم مانع سے مراد یہہ ہے کہ اثناء
طہارت مین ناقض نہو کذا فی الطحطاوی ونظمہا فقال ۔ تعلّق شرطٌ للوضوءِ مہمۃٌ مقسّمۃٌ فی اربعٍ وثمانٍ اور بعض مذکورنے شرائط طہارت کو
نظم کیا اور کہا کہ اے مخاطب سیکھہ لے وضو کی ضروری شرطونکو جو تقسیم ہین چار اور آٹھہ یعنی بارہ شرطین ہین ۔ فشرطُ وجودِ الحسّ منہا ثلٰثۃٌ سلامۃُ
اعضاءٍ وقدرۃُ امکانِ ۔ لمستعملِ الماءِ القراحِ ونحوہ معاً تو انمین سے وجود حسی کی تین شرطین ہین ایک تو اعضا کا سلامت ہونا جسکو سابق شرح مین وجود المزال
عنہ کہا تھا اور دوسری شرط قدرت ممکنہ خالص پانی کے استعمال کرنیوالے کے واسطے اور وہ پانی تیسری شرط ہی شرطین مذکورین کے ساتھ جسکو شرح مین مزیل تعبیر کیا تھا
۔ وشرطُ وجودِ الشرعِ خذہا بامعانٍ ۔ فمطلقُ ماءٍ مع طہارتہٖ ومع ۔ طہوریۃٍ ایضاً فخذ ببیانِ اور وجود شرعی کی شرطکو بے غور اور تامل کے
سو وہ مطلق پانی ہے اوسکے پاک ہونیکے ساتھہ اور اوسکو پاک کردینیکے بھی ساتھہ سو ظفریاب ہوا بیان سے ھ حاصل مطلب یہہ ہے کہ وجود شرعی طہارت کی تین شرطین ہین ایک
تو پانی کا مطلق ہونا دوسرے اسکا پاک ہونا تیسرے اسکا مُطہِّر ہونا یعنی پاک کرنیوالا ان شرطونکو شرح مین کونُ المُزیلِ مشروعَ الاستعمالِ فی مثلہٖ کے ضمن مین تعبیر کیا پانی
مطلق وہ ہے جو بدون اضافت کے بولا جاے اور اسکے مقابل پانی مقید ہے جو اضافت کے ساتھہ بولا جاتا ہے جیسے ماء الورد یعنی گلاب کا پانی یا ماء البطیخ یعنی تربوز کا
پانی سو پانی مقید سے وضو اور غسل درست نہین جیسے آگے معلوم ہوگا ۔ وشرطُ وجوبٍ وہو اسلامُ بالغٍ ۔ مع الحدثِ التمییزُ بالعقلِ یا عانی
اور وجوب طہارت کی شرط اسلام ہے جوان کا حدث کے ساتھہ اور تمیز کرنا عقل سے اے مخاطب فوائد کے قصد کرنیوالے ھ یعنی وجوب طہارت کی چار شرطین
ہین اسلام بلوغ عقل حدث دریافت کرنا چاہیئے کہ بعض نسخے درالمختار مین بجای یا عانی کے بایمان مکتوب ہے سو ظاہرا صحیح نہین وزن کے برہم ہونے سے اور
طحطاوی اور حلبی درالمختار کے محشیون نے یا عانی کی تصریح کی ہے اور اوسکی تفسیر یا قاصد الفوائد کی ہے طحطاوی نے کہا تو عانی اسم فاعل ہے عنی یعنی عنایۃ کا اور حلبی
نے اوسکو بمعنی اسیر کہا ہے ۔ وشرطُ لتصحیحِ الوضوءِ زوالُ ما ۔ یُبعِدُ ایصالَ المیاہِ من ادرانٍ ۔ کشمعٍ ورمصٍ ثم تخللِ نابہٖ ۔ وضوءٌ کمنا یا عظیمَ
ذوی الشانِ اور وضو صحیح ہونیکے پہلے شرط زائل ہونا اُس میل کچیل کا جو پانی کو بدن پر پہونچنے دے جیسے موم اور آنکھہ کا کیچڑ پھر دوسری شرط یہہ ہے کہ وضو کے
اندر کوئی ناقض نہ آوے اے مخاطب بڑون کے بڑے ۔ وزید علی ہذین ایضاً تقاطرٌ ۔ مع الغسلاتِ لیس ہذا لدی الثانی اور ان دونو شرطون پر
دہونے کے ساتھہ پانی کا ٹپکنا بھی زیادہ کیا گیا ہے یہہ شرط امام ثانی یعنی ابو یوسف کے نزدیک نہین ہے مگر تقاطر کا قول معتمد ہے ھ حنفیہ جب [illegible]
امام بولتے ہین امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کو اور ثانی کہتے ہین قاضی ابو یوسف یعقوب کو جو بڑے شاگرد ہین امام کے اور ثالث کہتے ہین محمد بن حسن
شیبانی کو جو دوسرے درجے کے شاگرد ہین امام کے اور شیخین بولتے ہین امام اور ابو یوسف کو اور طرفین کہتے ہین امام اور محمد کو اور صاحبین کہتے ہین
ابو یوسف اور محمد کو اس اصطلاح کو یاد رکھنا چاہیئے وصفتہا فرضٌ للصلوٰۃ اور صفت طہارت کی یہہ ہے کہ وضو فرض ہے نماز کے لئے خواہ نماز فرض ہو خواہ
نفل وواجبٌ للطوافِ اور واجب ہے کعبہ معظمہ کے طواف کیواسطے قیل ومسِّ المصحفِ للقولِ بانّ المطہرین الملائکۃ اور بعضون نے کہا اور وضو واجب
ہے مصحف کے چہونیکے واسطے اس قول کی وجہ سے کہ مطہرین سے ملائکہ مراد ہین ھ یعنی اس آیت مین کہ لا یمسّہ الا المطہرون ہاتھہ نہین لگاتے کتاب کو مگر پاک
لوگ دو قول ہین ایک قول یہہ ہے کہ مطہرین سے ملائکہ مقربین مراد ہین اور کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور دوسرا قول یہہ ہے اور اسی قول پر اکثر مفسرین ہین

رکھنے سے مراد قرآن ہی جو الفاظ سے مرکب ہی جسپر نقوش دلالت کرتے ہین اور مطہرین سے مراد پاک آدمی ہین دو قول ہونے سے ظاہر ہوا کہ آیت کی دلالت قطعی نہین ہی
یعنی ظنی ہے جس سے فرض ثابت نہین ہوتا واجب ثابت ہوتا ہی تو جو شخص کہتا ہی اسے مصحف کیواسطی طہارت فرض ہی تو مراد اوسکی یہہ ہی کہ فرض عملی ہی کذا
فے الطحطاوی والنھایۃ وسنۃ للنوم اور وضو سنت ہی سونے کیوقت م فتاوی قاضی خان مین ہے کہ جب سونیکا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہی
اور شارح نے اسکو سنت کہا ہی ... وذکر ... مواضع ذکرہا فی الخزائن منہا بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور
وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اور وضو مستحب ہی تیس اور کئی مقام مین جنکو مین نے خزائن مین مذکور کیا ہی از انجملہ بعد کذب اور
غیبت اور قہقہہ مارکے ہنسنے اور شعر خوانی اور اونٹ کے گوشت کھانیکے بعد اور ہر گناہ کے بعد صغیرہ ہو یا کبیرہ اور عالمون کے اختلاف سے بچنے کے
واسطے م وہ شعر خوانی مراد ہی جو حکمتون سے اور مدح نبوی سے خالی ہی اور بعضون کے نزدیک اونٹ کے گوشت کھانیسے وضو کرنا واجب ہے ظاہر حدیث
کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال جیسا کہ مس ذکر اور مس عورت امام شافعی کے نزدیک وضو کا ناقض ہے لیکن ہمارے نزدیک ناقض نہین تو اگر ہاتھ وہان لگجاے
تو مستحب یہہ ہی کہ پھر وضو کرلے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی الطحطاوی صاحب دلائل الاسرار کہا ہے نے خزائن کیطرف رجوع کیا وہان فقط وضو کی
مداومت اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہے لیکن شرنبلالی نے مستحبات مذکورہ کو درن نقل کیا ہے کہ مستحب ہی سونیکے بعد بیدار ہوکر اور وضو پر مداومت
اور وضو پر وضو کرنا جبکہ مجلس بدلے اور میت کے غسل دینے کو اور اوسکو اوٹھانے کو اور نماز کے ہر وقت مین وضو کرنا اور جنابت کے غسل سے پہلے
وضو کرنا اور کہانے اور پینے اور سونے اور جماع کیوقت اور غصہ کرنیکے سبب سے اور قرآن اور حدیث کے پڑہنے کیواسطے اور حدیث کی روایت اور
علم کے درس کے لئے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑہنے کیواسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیواسطے اور
وقوف عرفات اور سعی کیواسطے اور کتب شرعیہ کے چہونیکے لئے اونکی تعظیم کی جہت سے انتہے اور نہر الفائق مین ہے اور عورت کے محاسن دیکھکر اور مطلق
ذکر کیواسطے بعد ہر نماز کیواسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت اور کذب صادر ہوا ہو سو اگر وضو نہو سکے تو تیمم ہی کرلے اور گناہ دور ہونیکی
نیت کرے اب ہی فتاوی صیرفیہ مین تو یہہ شارح کی مذکورات کے ساتھ تیس ۳۰ اور کئی مقام ہین جنمین وضو مستحب ہی انتہی ما فی دلائل الاسرار ورکنہا
غسل ومسح وزوال نجس اور طہارت کا رکن دہونا ہی اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہوجانا م بحر الرائق مین ہے کہ طہارت کے ارکان حدث
اصغر مین تین عضو کا دہونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا اور حدث اکبر مین ساری بدن کا دہونا اور نجاست مین ساری بدن کا دہونا اور نجاست حقیقی
مین جو نظر آتی ہو تو اوسکی جسم کو دور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اوسکی جگہہ کو تین بار دہونا اور ہر بار نچوڑنا اور اگر اوسکا نچوڑنا ممکن نہو تو ہر بار دہوکر خشک
کرنا انتہی سو شارح کے بیان مین یہہ سب آگیا اور نچوڑنے اور خشک کرنیکو شارح نے اسواسطے بیان نکیا کہ وہ دونون رکن طہارت کے نہین ہین بلکہ طہارت
کی شرطین ہین کذا فی الطحطاوی وآلتہا ماء وتراب ونحوہما اور طہارت کا ہتہیار یعنی جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہی اور مانند اونکی جیسا کہ
زمین کا خشک ہونا اور موزہ رگڑنا جیسا کہ آگے اسکا ذکر آویگا ودلیلہا آیۃ اذا قمتم الی الصلوۃ اور وجوب طہارت کی دلیل اذا قمتم الی الصلوۃ کی آیۃ
ہے م پوری آیت یون ہے یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم
الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطہروا وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا
طیبا فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون یعنی اے ایمان والو
جب تم اٹھو نماز کو تو دہو لو اپنی چہرے اور ہاتھ کہنیون تک اور مل لو اپنی سر کو اور پانوؤن کو ٹخنون تک اور اگر تمکو جنابت ہو یعنی غسل کی حاجت ہو
تو خوب طرح پاک صاف ہوا چاہو اگر تم بیمار ہو یا مسافر یا کوئی شخص تم مین سے آیا ہی جا ضرور سے یا ہاتھ لگایا تمنے عورتونکو یعنی اونسے صحبت کی پھر نپاؤ پانی
تو قصد کرو زمین پاک کا اور مل لو اپنی چہرے اور ہاتھ وہان سے اللہ نہین چاہتا کہ تمپر کچہہ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہی کہ تمکو پاک کرے اور اپنا احسان پورا
کیا چاہتا ہے تمپر کہ شاید تم احسان مانو تو یہہ آیت مقدسہ طہارت صغری اور کبری یعنی وضو اور غسل کو اور طہارت آبی اور خاکی سب کو شامل ہے

وَہِیَ مَدَنِیَّۃٌ اِجْمَاعًا اور وہ آیت مدنی ہی یعنی مدینہ منورہ مین نازل ہوئی باتفاق مفسرین م یہہ آیت سورہ مائدہ مین ہی اور وہ سورت قران مین [illegible]
نازل ہوئی ہی سیوطی نے اتقان مین کہا کہ مدنی وہ ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی اگرچہ غیر مدینہ مین اوسکا نزول ہوا ہو اور مکی وہ ہی جو ہجرت سے
پہلے نازل ہوئی اگرچہ غیر مکہ مین اوسکا نزول ہوا ہو یہی قول صحیح تر ہے کذا فی الطحطاوی وَاَجْمَعَ اَہْلُ السِّیَرِ اَنَّ الْوُضُوْءَ وَالْغُسْلَ فُرِضَا بِمَکَّۃَ مَعَ فَرْضِ
الصَّلٰوۃِ بِتَعْلِیْمِ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اور اہل سیر یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور احوال کے بیان کرنیوالون نے اتفاق کیا ہی اس پر کہ
وضو اور غسل مکہ معظمہ مین فرض ہوئی نماز کے فرض ہونیکے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سی وَاَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَمْ یُصَلِّ قَطُّ اِلَّا بِوُضُوْءٍ
اور اسپر اتفاق ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی نماز بدون وضو کے نہین پڑھی م یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ شاید آنحضرت نے بدون وضو کے
نماز پڑہی ہو بوجہ عدم فرضیت وضو بَلْ ہُوَ شَرِیْعَۃُ مَنْ قَبْلَنَا بِدَلِیْلِ ہٰذَا وُضُوْئِیْ وَوُضُوْءُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ بلکہ وضو کرنا شریعت ہی ہمسی پہلے لوگون
کی اس حدیث کی دلیل سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کرکے فرمایا کہ یہہ میرا وضو ہی اور ان پیغمبرون کا جو مجہسی پہلے تہے وَقَدْ تَقَرَّرَ فِی
الْاُصُوْلِ اَنَّ شَرْعَ مَنْ قَبْلَنَا شَرْعٌ لَنَا اِذَا قَصَّہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَرَسُوْلُہٗ مِنْ غَیْرِ اِنْکَارٍ وَلَمْ یَظْہَرْ نَسْخُہٗ اور البتہ اصول فقہ کے علم مین یہہ امر ثابت
ہوچکا ہی کہ اگلونکی شریعت ہماری بھی شریعت ہی یعنی اہل اسلام کو بھی اوسپر عمل کرنا چاہیے بشرطیکہ اللہ تعالی نے قران مجید مین اور اوسکی رسول
نے حدیث مین اوسکا بیان کردیا ہو بدون انکار کے یعنی ناپسند نکیا ہو اوسکو اور اوسکا منسوخ ہونا ظاہر نہوا ہو م شریعت سابقہ کا بیان قران
مین کقولہ تعالے وَکَتَبْنَا عَلَیْہِمْ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا احادیث مین جیسے صوم عاشورا معلوم کرنا چاہیے کہ
یہان ایک سوال وارد ہوتا ہی تقریر اوسکی یہہ ہی کہ جب وضو فرض ہوچکا مکہ معظمہ مین نماز کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہہ شریعت سابقہ
غیر منسوخہ بھی ہی تو مدت کے بعد مدینہ منورہ مین آیت وضو کے نازل کرنیکا کیا فائدہ ہی اسکا جواب شارح نے اگلے قولین دیا فَفَائِدَۃُ نُزُوْلِ الْاٰیَۃِ
تَقْرِیْرُ الْحُکْمِ الثَّابِتِ وَتَاْنِیْ اخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ الَّذِیْ ہُوَ رَحْمَۃٌ تو فائدہ نزول آیت وضو کا خوب ثابت کردینا ہی اوس حکم کا جو قبل نزول کے
ثابت تہا اور دوسرا فائدہ حاصل ہونا عالمون کے اختلاف کا جو رحمت ہی امت کیواسطے م چونکہ وضو خود عبادت مستقل نہین بلکہ تابع نماز ہی تو احتمال تہا
کہ امت کے لوگ اسکی شان کا اہتمام نکرین اور اسکی شرائط اور ارکان کی مراعات مین تساہل کرین طول عہد اور انقراض ناقلین کیوجہ سی برخلاف
اوسکے جبکہ اثبات وضو کا اوس نص متواتر سی ہوا جو ہر زمانے مین اور ہر زبان مین باقی ہے تو احتمالات مذکورہ کی گنجائش نہوگی اور علما کا اختلاف
ہے آیت مذکورہ کے عدد فرائض مین سو بعضے عالم کہتے ہین کہ فرض چار ہین اور بعضے زیادہ کہتے ہین اور بعضے لامستم کو جماع پر حمل کرتے ہین
اور بعضے فقط ہاتھ لگانے پر اور جس عضو کے مسح کرنیکا حکم ہے اوسمین اختلاف ہی کہ کل عضو کا مسح مراد ہی یا چوتہائی کا یا اوس سی بھی کم کذا فی الطحطاوی
اور اختلاف علما کا رحمت ہونا دیباچہ کتاب مین مذکور ہوچکا کَیْفَ وَقَدِ اشْتَمَلَتْ عَلٰی نَیِّفٍ وَّسَبْعِیْنَ حُکْمًا مَسْطُوْرًا فِیْ نِیْمِ الضِّیَاءِ عَنْ
فَوَائِدِ الْہِدَایَۃِ کیونکر فائدہ نہو آیت طہارت کی نزول مین حالانکہ وہ آیت شامل ہے ستر اور کئی حکمون پر جو ضیا کے باب التیمم مین فوائد ہدایہ سے
مسطور ہین مذکور ہین وَعَلٰی ثَمَانِیَۃِ اُمُوْرٍ کُلُّہَا مُثَنّٰی اور حالانکہ آیت مذکورہ شامل ہے آٹھ چیزون پر کہ ہر ایک انمین دو دو ہین یعنی ہر واحد
مین دو شی ہین تو سب سولہ ہوے طَہَارَتَیْنِ الْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ شامل ہے دو طہارت پر کہ وضو اور غسل ہے وَمُطَہِّرَیْنِ الْمَاءِ وَالصَّعِیْدِ اور دو
پاک کرنیوالیون پر کہ پانی اور خاک ہی وَحُکْمَیْنِ الْغُسْلِ وَالْمَسْحِ اور دو حکمون پر کہ دہونا اور مسح کرنا ہی وَمُوْجِبَیْنِ الْحَدَثِ وَالْجَنَابَۃِ اور طہارت کے
دو موجب پر کہ حدث اور جنابت ہی وَمُبِیْحَیْنِ الْمَرَضِ وَالسَّفَرِ اور تیمم کے دو مباح کرنیوالون پر کہ بیماری ہے اور مسافری وَدَلِیْلَیْنِ التَّفْصِیْلِیِّ
فِی الْوُضُوْءِ وَالْاِجْمَالِیِّ فِی الْغُسْلِ اور دو دلیلون پر دلیل تفصیلی وضو مین اور دلیل اجمالی غسل مین م وضو مین دہونے اور مسح کرنیکے
اعضا کو مفصل بتایا اور غسل مین اسیقدر مجمل فرمایا کہ فَاطَّہَّرُوْا یعنی طہارت کرو عضو کی تفصیل نفرمائی وَکِنَایَتَیْنِ الْغَائِطِ وَالْمُلَامَسَۃِ اور دو کنایہ پر
کہ غائط اور ملامسہ ہی م کنایہ وہ لفظ ہی کہ معنی مراد پر صریحًا دلالت نکرے سو غائط لغت مین پست مکانکو کہتے ہین یہان قضاء حاجت بشری
پاخانہ ہے جماع ہے

مادہ ہی اسلئے کہ عرب جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو پست مکان کیطرف جاتے اور ملامست لغت مین ہاتھ لگانیکو بولتے ہین یہان مراد جماع سے ہی اسلئے
کہ جو جماع کا ارادہ کرتا ہے تو بوس وکنار سے شروع کرتا ہی کذا فی المطلب وکرامتکم بتطہیر الذنوب واتمام النعمۃ ای بموتہ شہیدا لحدیث
من داوم علی الوضوء مات شہیدا ذکرہ فی الجوہرۃ اور دو بزرگیون پر یعنی حق تعالی نے اپنے مومن بندون کو طہارت مین دو طرح کی بزرگی عطا کی ایک
تو گناہون سے پاک کر دینا فی قولہ تعالی لیطہرکم اور نعمت کو پورا کر دینا فی قولہ تعالی لیتم نعمتہ علیکم تمام نعمت ہی اوسکی شہید ہوکر مرنے سے اس حدیث کی
دلیل سے کہ جو وضو کرنے پر ہمیشگی کریگا وہ شہید مریگا ایسا ذکر کیا ہی جوہرہ مین جو قدوری کی شرح ہی وانما قال آمنوا بالغیبۃ دون آمنتم لیعم
کل من آمن الی یوم القیمۃ قالہ فی الضیاء وکانہ مبنی علی ان فی الآیۃ التفاتا والتحقیق خلافہ اور نہین فرمایا آمنوا غائب کے صیغہ سے نہ آمنتم
مخاطب کے صیغہ سے مگر اسواسطے کہ خطاب شامل رہے ہر ایک اُس شخص کو جو ایمان لاتا جاے قیامت تک یون کہا ہی ضیا مین اور شاید کہ یہہ قول اسپر مبنی ہی کہ آیت
وضو مین التفات ہی حاضر سے غائب کیطرف اور قول محقق اِسکے مخالف ہی م التفات اسکو کہتے ہین کہ غائب بولنے کے مقام پر حاضر بولا جاے اور حاضر کے موقع
مین غائب سو بعضے عالم یا ایہا الذین آمنوا کو التفات کے قبیل سے سمجھے ہین اسواسطے کہ آمنوا غائب کا صیغہ ہی اور آمنتم حاضر کا صیغہ ہی اور حق منادی کا
مخاطب ہونے کیوجہ سے یہہ ہی کہ اوسکی تعبیر حاضر کی ضمیر سے ہو اور قول صحیح یہ ہے کہ یہان التفات نہین ہی اسلئے کہ آمنوا صلہ ہی الذین کا اور موصولات بمنزلہ
غائب کے ہین اور جو ضمیر کہ صلہ سے راجع ہوتی ہے موصول کیطرف وہ نہین ہوتی ہے مگر غائب کذا فی العینی شرح الہدایۃ خلاصہ یہ ہے کہ صنعت التفات
اُسوقت ہوتی کہ حاضر کے محل مین غائب کا صیغہ ہوتا سو یہان غائب کا صیغہ اپنے محل مین ہے وَاَتٰی فی الوضوء باذا التحقیقیۃ وفی الجنابۃ بان
التشکیکیۃ للاشارۃ الی ان الصلوۃ من الامور اللازمۃ والجنابۃ من الامور العارضۃ اور حق تعالی وضو کے بیان مین اذا کا لفظ لایا جو تحقق
اور ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہی اور جنابت مین اِن کا لفظ لایا جو مشکوک اور متردد ہونے پر دلالت کرتا ہی تاکہ اسکی طرف اشارہ ہو کہ قیام الی الصلوۃ
امور لازمہ سے ہی اور جنابت امور عارضہ سے ہی م اِذا اور اِن شرط جزا پر آتے ہین تو اگر وقوع شرط کا یقین ہو یا امید قوی تو وہان اذا کا لفظ
بولتے ہین اور اگر وقوع شرط کا یقین نہو یعنی تردد ہو ہونے اور نہونے مین تو وہان اِن کا لفظ بولتے ہین جب یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے
کہ وضو مین حق تعالی نے اِذا قمتم الی الصلوۃ فرمایا اسواسطے کہ نماز کیواسطے اوٹھنا امور لازمہ سے ہی اور بنظر دیانت مسلم غالب الوجود ہی کہ رات
دن مین پانچ بار نماز فرض ہی اسواسطے اذا کا لفظ جو امر ثابت پر دلالت کرتا ہی ذکر کیا اور جنابت مین اِن کنتم جنبا فرمایا کہ وہ بنسبت نماز کے قلیل
الوجود ہی اور امور عارضہ متردد ہ سے ہے کہ ہو یا نہو اسوجہ سے اِن کا لفظ جو شک اور تردد پر دلالت کرتا ہی ارشاد کیا کذا فی العینی وصرح
بذکر الحدث فی الغسل والتیمم دون الوضوء لیعلم ان الوضوء سنۃ وفرض والحدث شرط الثانی لا الاول فیکون الغسل علی الغسل و
التیمم علی التیمم عبثا والوضوء علی الوضوء نور علی نور اور حق تعالی نے حدث کو صریحا ذکر کیا غسل اور تیمم مین نہ وضو مین تا معلوم ہو کہ البتہ
وضو سنت ہے بدون حدث کے اور فرض ہی حدث کے ساتھ اور حدث ثانی کی شرط ہی نہ اول کی یعنی فرض وضو کی شرط ہی نہ سنت وضو کی تو ایک غسل پر
دوسرا غسل کرنا اور ایک تیمم پر دوسرا تیمم کرنا عبث اور بیفائدہ ہوگا اور ایک وضو پر دوسرا وضو کرنا نور علی نور ہے م طحطاوی نے کہا شارح کے
کلام سے نکلتا ہی کہ تیمم اور غسل نہین ہوتے ہین مگر فرض اسمین خلل یہہ ہی کہ غسل چند مواضع مین مستحب ہوتا ہی اور چند مواضع مین سنت اور اسیطرح تیمم وضو کے
قائم مقام ہوتا ہی یعنی عدم فرضیت مین چنانچہ سونے کیوقت اور مسجد مین جانیکے واسطے تو غسل اور تیمم کا فقط فرض ہونا ثابت نہوا ارکان الوضوء
اربعۃ وضو کے رکن چار ہین م لغت مین رکن کہتے ہین ہر چیز کی جانب قوی کو اور وضو ماخوذ ہی وضاءت سے جو بمعنی لطافت اور حسن کے ہی اور
وضو بالضم مصدر ہے اور بالفتح وہ پانی ہے جس سے وضو کرتے ہین اور اصطلاح شرع مین وضو عبارت ہی اعضاء ثلثہ کے دہونے اور سر کے مسح کرنیسے
عبر بالارکان لانہ افید مصنف نے ارکان کہا فرض نہ کہا اور مصنفونکی مانند اسواسطے کہ رکن کہنا مفید تر ہے م اِسلئے کہ رکن اخص ہی فرض سے
اور تاکہ معلوم ہو کہ جن کتابون مین فروض الوضوء مذکور ہے وہان فروض سے ارکان مراد ہین کذا فی شرح المصنف رکن فرض سے اسلئے خاص ہوا کہ رکن اُس

فرض کو کہتے ہین جو ماہیت یعنی شی کی حقیقت مین داخل ہو برخلاف فرض کہ داخل اور خارج ماہیت کو یعنی رکن اور شرط دونو کو فرض بولتے ہین ہم سلامتہ
عما یقال ان ارید بالفرض القطعی یرد تعدیہ للمسوح بالربع وان ارید العملی یرد للمغسول باوجود صحت رہنے اس تعبیر کے اس اعتراض سی جسکا
بیان یون ہی کہ جن کتابو نمین تعبیر بفرض وضو ہی اگر فرض سی فرض قطعی مراد ہی تو اعتراض وارد ہوتا ہی چوتہائی مقدار معین کرنیکا عضو ممسوح مین کیونکہ یہہ قطعی نہین ولہذا
اسمین اختلاف ہی اہل اجتہاد کا اور اگر فرض سے فرض عملی مراد ہی تو عضو مغسول کا اعتراض وارد ہوتا ہی اسواسطے کہ اعضا مغسولہ کا دہونا قطعی ہی نہ عملی
وان اجیب عنہ بما لخصناہ فی شرح الملتقی اگرچہ اس اعتراض کا وہ جواب دیا گیا ہی جسکو ہمنی خلاصہ کرکے ملتقی الابحر کی شرح مین ذکر کیا ہی ہم منجملہ جوابہ
شرح الملتقی کے ایک یہہ جواب ہی کہ قطعی فرض مراد ہی اور اعتراض ممسوح کا یہہ جواب ہے کہ اصل مسح فرض قطعی ہے کہ قران مجید سے ثابت اگرچہ اوسکی مقدار مین خبر واحد سے
ہے کذا فی الطحطاوی ثم الرکن ما یکون فرضا داخل الماہیۃ واما الشرط فما یکون خارجہا فالفرض اعم منہما پہر اسکو معلوم کرنا چاہئیے کہ رکن وہ فرض ہی جو
ماہیت مین داخل ہو اور شرط تو وہ فرض ہے جو ماہیت اور حقیقت سے خارج ہو تو فرض رکن اور شرط دونون سی عام ہی یعنی دونو کو شامل ہی ہم لفظ ثم کا
یہان ترتیب اخباری مین مستعمل ہے اور فرض لغت مین ... اور کبھی معنی کبواسطے آتا ہی کذا فی الطحطاوی ... نہایۃ النہایۃ ... فرض کے قطع اور تقدیر ... تفصیل
اور تحدید اور تحریر ہے وہو ما قطع بلزومہ حتی یکفر جاحدہ کاصل مسح الرأس اور فرض قطعی عملی ہے جسکا لازم ہونا قطعی اور یقینی ہوا سقدر تک کہ
اوسکا منکر کافر ہو جاتا ہی یا اوسکا منکر منسوب بکفر ہو جاتا ہی چنانچہ نفس مسح سر بلا تعیین مقدار ہم فرض قطعی کو فرض اعتقادی بہی کہتے ہین اسواسطے کہ عمل کے ساتھ
اوسکا اعتقاد بہی فرض ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ فرض اصطلاح شرع مین وہ ہی جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جسمین کچھ شبہہ نہین چنانچہ قران مجید
اور حدیث متواتر اس طرح کہ قران اور حدیث مین خصوص لاحق نہوگیا ہو اور چنانچہ اجماع بشرطیکہ بطریق احاد منقول نہوا اور چنانچہ تاویل ... علیہ انتہی اور
نہر الفائق مین ہے کہ دلائل سمعی چار قسم پر ہین ایک تو وہ ہی جسکا ثبوت بہی قطعی اور دلالت مراد بہی اوسکی قطعی ... نصوص متواترہ دوسری وہ کہ ثبوت تو اوسکا قطعی
ہے مگر دلالت مراد ظنی ہی چنانچہ آیات ماولہ یعنی جنمین تاویل کو دخل ہے تیسری وہ ہی کہ جسکا ثبوت ظنی ہے اور اوسکی دلالت قطعی چنانچہ وہ اخبار احاد جنکا
مفہوم قطعی ہے چوتھی وہ ہی جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین تو فقیہون نے اول قسم سی فرض ثابت کیا ہی اور قسم ثانی اور ثالث سی واجب کو اور قسم
رابع سے سنت اور استحباب کو ثابت کیا ہی اور واجب سی اوسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بہی شامل ہے اسواسطے ... متاخرین ... فرض عملی واجب کی دونو
قسمون میں قوی تر ہے اور فرض کی دو قسمون سی ضعیف تر ہے انتہی وقد یطلق علی العملی وہو ما یفوت الصحۃ بفوتہ کالمقدار الاجتہادی فی المفروض فلا
یکفر جاحدہ اور کبھی فرض بولتے ہین فرض عملی کو اور فرض عملی وہ ہے کہ جسکے فوت ہو جانیسی عمل کی صحت فوت ہو جاتی ہی ... مقدار جو اجتہادی
ثابت ہو تو فرض عملی کا منکر کافر نہوگا یا اوسکو منسوب بکفر نکرینگے ہم شارح نے ... بیان سی اشارہ کیا کہ فرض کا اطلاق فرض قطعی پر حقیقی ہے اور
فرض عملی پر مجازی اسواسطے کہ عند الاطلاق وہی متبادر ہے اور تبادر معنی حقیقی کی علامت ہی فرض عملی ... کہ عمل کرنا اوسپر فرض ... اعتقاد فرض نہین اسلئے
کہ آدمی پر اعتقاد کرنا چہارم سر کے مسح کے افتراض کا فرض نہین اور فرض کی مقدار اجتہادی چنانچہ ... مسح سر کا اور ... مین ... کہنیون اور ٹخنون کا
کذا فی الطحطاوی غسل الوجہ ای اسالۃ الماء مع التقاطر ولو قطرۃ وفی الفیض اقلہ قطرتان فی الاصح ... پانی کا
بہانا ٹپکنے کے ساتھ اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے اور فیض مین ہی ٹپکنے کا کمتر ... دو بوند ہین صحیح قول مین ہم غسل ... کے دور کرنیکو
کہتے ہین کسی چیز سی اوسپر پانی بہاکر اور غسل بضم غین تمام بدن کے دہونے کو بولتے ہین اور ... اور غسل بکسر ... اوس چیز
کو کہتے ہین جس سی سر دہویا جاتا ہی جب پانی بہانا دہونے کی حقیقت مین داخل ہوا تو ... اسطرح کہ ... لیا تو ظاہر الروایۃ مین ...
اور اگر برف سی وضو کیا اور تقاطر نہوا تو جائز نہین ... کذا فی الطحطاوی ... لان الامر لا یقتضی التکرار
ایکبار دہونا فرض ہے اسواسطے کہ ... اسکا متقضی نہین ہم یعنی ... ولہذا ...
صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا ہی ایک ایک بار اعضا وضو کو دہو ... چنانچہ کتب ...

رتبہ سے تعبیر تین بات زیادہ کرنا مراقت وہو مشتق من المواجہۃ والاشتقاق مشملا ثلاثی من المزید اذا کان اشہر فی المعنی سائر کا اشتقاق الرعد من الارتعاد والیم من التیمم اور وہ یعنی وجہ کا لفظ مشتق یعنی نکلا ہی مواجہہ سے اور اشتقاق ثلاثی مجرد کا ثلاثی مزید سے جبکہ مزید مشہور تر ہو مجرد سے رائج اور مشہور ہے جیسے اشتقاق رعد کا ارتعاد سے اور یم کا تیمم سے ﴿م﴾ ارتعاد بمعنی اضطراب مشہور ہی اسواسطے کہا کہ رعد ارتعاد سے نکلا ہی کیونکہ رعد بھی ابر مین مضطرب رہتا ہی اور تیمم بمعنی قصد کے مشہور ہے لہذا یم بمعنے دریا کہا کہ تیمم سے مشتق ہی اسواسطے کہ دریا مقصود خلائق ہی کذا فی الحلبی علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا اگر کوئی کہی کہ وجہ ثلاثی مجرد ہی اور مواجہہ ثلاثی مزید ہی اور مجرد مزید سے مشتق نہین ہوتا تو اسکا جواب یہہ ہی کہ یہہ اشتقاق صغیر کی شرط ہی اور اشتقاق کبیر کی اور اشتقاق اکبر کی یہہ شرط نہین بلکہ فقط تناسب ہونا لفظ اور معنی مین کافی ہے برخلاف اشتقاق صغیر کے کہ وہان تناسب حروف لمع ترتیب کا اور مناسبت لفظی اور معنوی مع تغائر صیغی شرط ہی اور اشتقاق کبیر مین ثلاثی مجرد کا مشتق ہونا مزید سے جائز ہی جیسے جن بمعنی دیو کا اشتقاق اجتنان بمعنی استتار سے اسواسطے کہ اہل لغت کی غرض اس اشتقاق سے اس لفظ کے معنی کی حقیقت کا بیان کرنا ہی تو جائز ہی کہ مزید اشہر کثرت استعمال سے اور اشتقاق اکبر مین مخرج حروف کے مناسبت کا ہونا کافی ہی جیسا کہ نعق کو کہتے ہین کہ نہق سے مشتق ہی انتہی ملخصا ﴿من مبدأ سطح جبہتہ﴾ ای المتوضی ﴿الی منتہی اللحیین﴾ ای اسفل ذقنہ ای منبت اسنانہ السفلی طولا ان کان علیہ شعر اولا چہرے کا دہونا فرض ہی پیشانی متوضی کی سطح کے سرے سے اوسکی ٹھوڑی تک یعنی جہان نیچے کے دانت جمتے ہین یہہ حد ہے باعتبار طول چہرے کے خواہ پیشانی پر بال ہون یا نہون وہان کا دہونا فرض ہی شارح نے ضمیر پیشانی کا مرجع متوضی کو قرار دیا مقام وضو کے قرینہ سے عدل عن قولہم من قصاص شعرہ الجاری علی الغالب الی المطرد لیعم الاغم والاصلع والانزع مصنف نے اور مصنفون کی من قصاص شعرہ کے قول سے جو جاری تہا بنا بر غالب حال کے عدول کیا اس قول مذکور کیطرف جو شامل ہی سب آدمیون کو تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو بھی شامل رہی ﴿م﴾ تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ ہدایہ اور کنز وغیرہما مین وجہ کی حد مین من قصاص شعر کا لفظ واقع ہی یعنی سر کے بال جمنے کی نہایت سے اسفل ذقن تک چہرہ کی طولانی حد ہی سو اوسپر اغم اور اصلع اور انزع کا اعتراض وارد ہوتا ہی اغم وہ ہی جسکی بال سر سے اوتر کے پیشانی پر جمے ہون اور اصلع وہ ہی جسکے مقدم سر پر بال نہون اور انزع وہ ہی جسکی پیشانی کی دونون جانبین بال سے خالی ہون تو ہدایہ وغیرہ کی حد کے موافق لازم آتا ہی اصلع اور انزع کو سر کا دہوتا اور اغم کی پیشانی کا دہونے سے ساقط ہونا لہذا مصنف نے اس قولکو چھوڑا اور ابتدا سطح پیشانی کو اختیار کیا تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو یہہ حد شامل رہی یعنی اغم پر پیشانی کے بال دہونا فرض ہوگا اور اصلع اور انزع کو مشانی کے اوپر دہونا لازم نہ آویگا ﴿و﴾ ﴿بین شحمتی الاذنین عرضا﴾ اور دونون کانون کے دونون لو کی مابین مین بنا بر عرض کے یعنی اس نرمہ گوش سے اس نرمہ گوش تک عرض مین چہرہ کی حد ہے ﴿وحینئذ فیجب غسل المأقی وما یظہر من الشفۃ عند انضمامہا﴾ اور جب کہ چہرہ کے طول اور عرض کی حد معلوم ہوئی تو واجب ہوگا یعنی فرض ہوگا کوئون کا دہونا اور اوسقدر لب جتنا کہلا رہتا ہی منہ بند ہونے کیوقت ﴿م﴾ اکثر نسخون مین ماقی مذکور ہے جمع ہے ماق اور موق کی بمعنی گوشہ چشم جسکو ہندی مین کویا کہتے ہین اور یہی نسخہ مناسب مقام ہی اور بعضے نسخے مین ملاقی کا لفظ ہے اور حلبی اور طحطاوی محشیون نے ملاقی کا لفظ لیا ہی اور اوس سے داڑہی مراد لی جو ملاقی وجہ ہے مین کہتا ہون ماقی کا نسخہ ملاقی سے اولی ہے اسواسطے کہ داڑہی تو بالاستقلال آگے متن مین مذکور ہوگی واللہ اعلم ﴿وما بین العذار والاذن لدخولہ فی الحد وبہ یفتی﴾ اور واجب ہی دہونا اس سفیدی کا جو داڑہی اور کان کے بیچ مین ہے بسبب داخل ہونے اس جگہہ کے چہرہ کی حد مذکور مین اور یہی قول مفتی بہ ہے ﴿م﴾ عذار عبارت ہی داڑہی کے خط سے یعنی اسکا کنارہ و قاموس مین تصریح ہی کہ عذار نام ہی داڑہی کے دونو جانبون کا مترجم نے سہولت فہم کیواسطے حاصل مطلب ترجمہ کیا امام اور محمد کا یہی مذہب ہی کہ اس جگہہ کا دہونا وضو مین فرض ہے اور ابو یوسف کے نزدیک داڑہی والیکو اسکا دہونا فرض نہین لیکن عورت اور امرد اور کہوسے کو اسکا دہونا بالاتفاق فرض ہی کذا فی الطحطاوی ﴿لا غسل باطن العینین والانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب ونیم ذباب للحرج﴾ اور فرض نہین آنکھون اور ناک کے اندر کا دہونا اور بہون اور داڑہی اور موچہ کے بالون کی جڑون کا اور مکہی کے گوہ کا دہونا فرض نہین حرج اور مشقت کے سبب سے ﴿م﴾ بالون

کی جہ دن کا دہونا اُسوقت فرض نہین جبکہ بال نہایت گہنے ہون کہ چاند نظر نہ آوے ہو اور اگر چاند نظر آویگی تو جرون کا بھی دہونا فرض ہوگا چنانچہ بیان ست نکور ہوگا وغسل الیدین اسقط لفظ فرادی لعلم تقیید الفرض بالانفراد والرجلین البادیتہ بما السلیمتین بمات البحر وحقین للستقر بکلیتہا وظیفتہما المسح اور دوسرا فرض وضو کا دہونا ہے دونون ہاتہونکا اور تیسرا فرض وضو کا دہونا ہو اُن دونو پانون کا جو ظاہر ہین صحیح سالم اسواسطی کہ زخمی پانون اور جو موزی کے اندر چھپی ہین تو اونکے واسطے مسح کرنا معین اور مقرر ہی مصنف نے ہاتھ پانون فرادی کا لفظ ساقط کیا اسواسطی کہ فرض ہونے مین جدا جدا کرکے دہونیکی قید نہین ہے یعنی اگر دونون ہاتہون یا دونو پانونکو پانی کے اندر ساتھی ڈالیگا تو فرضیت ادا ہوگی یہہ اعتراض ہو صاحب کیلئے اوسنی کہا ہی غسل الیدین فرادی یعنی اُسکا مطلب یہہ ہے کہ ہر ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سی علحدہ دہونا چاہیئے کذا فی اللمعات و حرۃ لما مر ہاتھ پانون کا ایکبار دہونا فرض ہے بدلیل گذشتہ یعنی امر مقتضی تکرار نہین مع المرفقین والکعبین علی المذہب ہاتہون کا دہونا فرض ہی دونو کہنیون کے ساتھ اور پانون کا دونون ٹخنون کے ساتھ بنا بر ظاہر مذہب کے واذکروا من ان الثابت بعبارۃ النص غسل ید ورجل والاخری بدلالتہ ومن البحث فی الی وفی القرائتین فی ارجلکم قال فی البحر لاطائل تحتہ بعد انعقاد الاجماع علی ذلک اور یہہ جو فقہ کی کتابون مین عالمون نے ذکر کیا ہے کہ قرآن کی عبارۃ النص سے ایک ہاتھ اور ایک پانو کا دہونا ثابت ہی اور دوسرے ہاتھ اور دوسرے پانون کا دہونا دلالۃ النص سے ثابت ہی اور وہ بحث کہ لفظ الی مین اور ارجلکم کے دونون قراتون مین مذکور ہی بحر الرائق مین کہا کہ اس ذکر مین کچہہ فائدہ نہین بعد منعقد ہونے اجماع کے دونون ہاتہون کے دہونے پر کہنیون سمیت اور دونون پانونکے دہونے پر ٹخنون سمیت ہم عبارۃ النص اُس مفہوم صریح کو کہتے ہین جسکے واسطی کلام صادر ہوا اور دلالۃ النص اوسکو بولتے ہین جو نص سے مفہوم ہوتا ہے بطریق مساوات کے ایک ہاتھ اور ایک پانون کا دہونا بطریق عبارۃ النص کے اسوجہ سے ثابت ہی کہ مقابلہ صیغہ جمع کا دوسری جمع سے قسمت الاحاد کا مقتضی ہے یعنی مقابلہ یہہ چاہتا ہے کہ ایک ایک فرد کو ایک ایک پہونچے اور لفظ الی مین یہہ بحث ہی کہ غایت مُغیّا مین یعنی مابعد الی کا اوسکے ماقبل کی حکم مین داخل ہے یا نہین یا دونون برابر ہین اور ترجیح قرائن سے ہوتی ہی وغیر ذلک اور ارجلکم مین دو قرائتین ہین یعنی لام کا زیر اور زبر بلاشبہہ متواتر ہین اور جمع بین القرائتین یا تو تخییر ہین الغسل والمسح کا مقتضی ہی چنانچہ بعض کا مذہب ہے یا زبر کی قرات یعنی دہونا اوسحالت پر محمول ہی جبکہ پانو ننگی ہون اور زیر کی قرات مسح کرنا موزہ پوشی پر محمول ہی چنانچہ بعض اہل سنت کا مذہب ہے اور تحقیق اسمین یہہ ہی کہ زیر کی قرأت کا ظاہر بالاجماع متروک ہے کیونکہ جو مسح کرنیکا قائل ہی وہ دونون ٹخنون کو مسح کی غایت قرار نہین دیتا صاحب بحر نے کہا کہ یہہ سب گفتگو اجماع کے مقابلے مین ساقط الاعتبار ہے اگر کوئی کہے کہ یہہ احکام وضو کے تو زمانہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مین ثابت تھے اور حضرت کے ہوتے اجماع کا کیا اعتبار ہے اُسکا جواب یہہ ہی کہ حضرت کا فعل اُن لوگونکو یقین کا موجب تہا جنہون نے حضرت کو دیکہا اور ہمکو تو ثابت نہین ہوسکتا علی وجہ الیقین بدون متواتر ہونیکے اور جبکہ تواتر نہ پایا گیا تو اب ہمارے حق مین اجماع معتبر ہوگا ولالۃ النص کذا فی اللمعات

ومسح ربع الرأس مرۃ فوق الاذنین ولو باصابۃ مطر او بلل باق بعد غسل علی المشہور لا بعد مسح الا ان یتقاطر اور چوتہا فرض وضو کا چوتہائی سر کا مسح کرنا ہی دو کانون کے اوپر اگرچہ چہارم سر تر ہوگیا ہو بارش کے پانی لگجانے سے یا اُس تراوت سے جو ہاتھ مین باقی رہی کسی عضو کے دہونے کے بعد بنا بر قول مشہور کے نہ اُس تراوت سے جو مسح کرنے کے بعد باقی رہی مگر یہہ کہ پانی ٹپکتا ہو یعنی اگر ایک مسح کر چکنے کے بعد اتنی تراوت کثرت ہی کہ تقاطر ہنوز موجود ہی تو اب دوسرے عضو کا بھی مسح کرنا جائز ہے ہم مسح لغت مین ہاتھ پھیرنا ہے کسی چیز پر اور عرف شرع مین عضو کا تر ہونا پانی سے خواہ تر ہاتھ پھیرنے سے یا بارش کے پانی سے اور فرض مسح کی مقدار مین تین روایتین ہین ایک یہہ کہ چوتہائی سر کا مسح فرض ہے اور یہی روایت مشہور ہی یعنی واہد افقہ کی متون معتبرہ مین یہی روایت ماخوذ ہی دوسری روایت ہی مقدار ناصیہ کی جو قدوری کی مختار ہے اور ہدایہ مین مقدار ناصیہ کو چہارم سر کہا ہی اور تحقیق یہہ ہی کہ ناصیہ کم ہی چہارم سے تیسری روایت تین انگلیونکی مقدار ہی بدائع مین کہا کہ یہہ اصول کی روایت ہی ظہیریہ مین کہا اسی پر فتوی ہی لیکن خلاصہ مین ہی کہ یہہ محمد سے روایت ہے لہذا بعض متاخرین نے کہا کہ یہہ محمد سے ظاہر الروایۃ ہی امام سے ظاہر الروایۃ نہین کذا فی النہر الفائق مختصرا ولو مد اصبعا او اصبعین لم یجز الا ان یکون مع الکف او بالابہام والسبابۃ مع ما بینہما اور اگر ایک یا دو انگلیونکو سر پر کہینچا تو مسح جائز نہوگا مگر یہہ کہ انگلیون کے ساتھ

بیلی بہی لگائی تو مسح درست ہوگا یا کہنی یا انگوٹہی اور شہادت کی انگلی کو اوسکے بیچ کے ساتہہ تو بہی مسح درست ہوگا ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہہ قول
ثلث اصابع کی روایت پر متفرع ہے والا بقدر سے چہارم سر ثابت نہین ہوتا مگر یہہ کہ تر اور وضع مین تفرقہ کیا جاے یعنی کہینچنے سے چہارم سر ہوسکتا ہی نہ
رکہنے سے اگر بہایا ہو یا چند بار جدید پانیون سے مسح کرے تو درست ہی ہم یہہ مسئلہ دونون روایتون پر متفرع ہوسکتا ہی یعنی اگر ایک انگلی سے تین بار نیا
پانی لیکر مسح کیا محل کو بدلکر تو ثلث اصابع پر متفرع ہے اور اگر زیادہ کیا بقدر چہارم سر کے تو ربع راس کی روایت پر متفرع ہے ولو ادخل راسہ
الاناء او خفیہ او جبیرتہ وھو محدث اجزاہ ولم یصر الماء مستعملا وان نوی اتفاقا علی الصحیح کما فی البحر عن البدائع اور اگر سر کو پانی بہرے
برتن مین داخل کیا یا اپنے دونون موزونکو یا مسح کی پٹی کو حالانکہ اوسکو وضو نہین ہی تو اسطرحکا مسح کفایت کرتا ہی اور اس فعل سے برتن کا پانی مستعمل
نہو جاییگا بالاتفاق اگر اوسنے نیت مسح کرنے کی کی ہو قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق مین بدائع سے منقول ہی ہم یعنی محمد کے نزدیک اگرچہ نیت سے پانی مستعمل ہوجاتا ہی مگر یہہ
پانی مستعمل ہوا اسلیئے کہ مستعمل اوسی مین پانی کا بہنا شرط ہے نہ پانی کا لگنا سو یہان پانی کا لگنا صادق آیا نہ بہنا کذا فی الطحطاوی عن البحر وغسل جمیع
اللحیۃ فرض یعنی عملیا ایضا علی المذھب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ وما عدا ھذہ الروایۃ مرجوع عنہ کما فی البدائع اور تمام داڑہی کا یعنی
بقدر [illegible] ذات کے [illegible] دہونا بہی فرض ہے بنا بر اوس مذہب کے جسکو محقق عالمون نے صحیح کہا ہی اور جسکا فتوی دیا ہی اور اسی قول پر امام اعظم نے آخر کار
رجوع فرمایا ہے اور اس روایت کے سوا اور روایتین سب متروک ہین چنانچہ بدائع مین مذکور ہے شارح نے کہا یہان فرض سے مراد فرض عملی ہی نہ فرض اعتقادی
[illegible] اپنی شرح مین کہا چونکہ دہونا داڑہی کا مذہب صحیح معتمد تہا لہذا مین نے اسی پر اعتماد کیا اس مختصر متن مین اور عجب ہی اصحاب متون سے مذہب
[illegible] ذکر کرتے نہین اور مذہب مرجوع الیہ صحیح مفتی بہ کے چہوڑ دینے مین باوجودیکہ داڑہی کا دہونا داخل ہے وجہ کی اوس حد مین جو انہون نے
اپنی کتابون مین بیان کی ہی انتہی طحطاوی نے کہا کہ داڑہی مین روایات متروکہ غیر معتمد چہہ ہین ایک روایت تمام داڑہی کا مسح ۲ چوتہائی کا مسح ۳ تہائی
کا مسح ۴ جو تہائی کا دہونا ۵ تہائی کا دہونا ۶ نہ دہونا نہ مسح کرنا انتہی نہر الفائق مین کہا منجملہ روایات غیر صحیحہ ایک روایت یہہ ہی کہ جسقدر داڑہی ملاقی بشرہ ہے یعنی جتنی
کہال کو ملی ہوئی ہی اسکا مسح فرض ہی قاضی خان نے اسیکی ترجیح دی ہی جامع صغیر کی شرح مین ثم لا خلاف ان المسترسل لا یجب غسلہ ولا مسحہ
بل یسن [illegible] پہر اسمین اختلاف نہین کہ [illegible] سے لٹکتی داڑہی کا نہ دہونا واجب ہے نہ اسکا مسح کرنا بلکہ اسکا مسح کرنا مسنون ہے ہم منقی ہین کہ مسترسل سے مراد یہہ ہی
[illegible] ہوئی ہو ہدایہ مین صریحا مذکور ہے کہ لمبی مسترسلہ کا مسح مسنون ہی کذا فی الطحطاوی وان الخفیفۃ التی تری بشرتھا
یلزم غسل ما تحتھا کذا فی النہر اور اسمین اختلاف نہین کہ جو ایسی ہلکی داڑہی ہو جسکے نیچے کی کہال نظر آتی ہو تو اوسکی ماتحت کا دہولانا لازم
ہے ایسا ہے نہر الفائق مین [illegible] خلاف سابق کا محل لمبی کثیفہ ہے وفی البرھان یجب غسل بشرۃ لم یسترھا الشعر کحاجب وشارب
وعنفقۃ فی المختار اور برہان مین ہی کہ اوس کہال کا دہونا واجب ہی جسکو بالون نے نہین چہپایا مانند بہون اور موچہہ اور عنفقہ کے قول مختار
پر ہم جو بال لب اور ٹہڈی کے درمیان ہین اونکو عنفقہ کہتے ہین اور بعضے اہل ہند اوسکو بچی بولتے ہین ولا یعاد الوضوء بل ولا بل المحل
بحلق راسہ ولحیتہ اور وضو دوسری بار نکیا جاے سر اور داڑہی کے مونڈنے سے بلکہ اوسکی جگہہ کا تر کرنا بہی ضرور نہین اگرچہ وہ خشک نکلے
کما لا یعاد الغسل للمحل ولا الوضوء بحلق شاربہ وحاجبہ وقلم ظفرہ وکشط جلدہ جیسے موچہہ اور بہون کے مونڈنے سے اور ناخن تراشنے
اور کہال اکہاڑنے سے اوس جگہہ کا دہونا دوسری بار لازم نہین اور نہ وضو کرنا ولو کان علی اعضاء وضوئہ قرحۃ کالدملۃ وعلیھا جلدۃ
رقیقۃ فتوضأ وامر الماء علیھا ثم نزعھا لا یلزمہ اعادۃ الغسل علی ما تحتھا ان تألم بالنزع علی الاشبہ لعدم البدلیۃ بخلاف نزع
الخف اور اسیطرح اگر وضو کے اعضا پر زخم ہو چنانچہ پہوڑا اور اوسپر باریک کہال ہو پہر اوسنے وضو کیا اور اوس کہال پر پانی بہایا اور کہال کو نوچ
ڈالا تو اوس شخص پر لازم نہوگا دہونا کہال کی ماتحت کا بشرطیکہ درد ہوا ہو نوچنے سے بنا بر اوس قول کے جو اشبہ بحق ہی عدم بدلیت سے یعنی دوسری بار دہونا
اسواسطے لازم نہوا کہ نوچی کہال اپنی ماتحت کی بدلا نہتی برخلاف موزہ اوتارنے کے کہ پاؤن کا دہونا لازم ہوگا اسواسطے کہ موزہ کا مسح بدلا ہے

وان

پانون دہونے کا م فتاوی ہندیہ مین ہی کہ بعضون کے نزدیک اگر کہال نوچنی سی درد نہو تو وہان کا دہونا لازم ہی اور اگر درد ہوا اور کوئی چیز وہان سی نکلکر بہے تو وضو گیا اور اگر کچھہ نہین نکلا تو وہان کا دہونا لازم نہین اور اشبہ یہہ ہی کہ دونو صورتونمین دہونا لازم نہین انتہی تو شارح کو یون کہنا اولے تہا وان لم یتألم بالنزع علے الاشبہ یعنی دہونا لازم نہین اگرچہ درد نہو نوچنے سی قول اشبہ پر اسواسطے کہ درد ہونے مین تو اختلاف نہین عدم لزوم مین کذا فی الطحطاوی مختصراً فصار کما لو مسح خفہ ثم حتہ او قشرہ تو زخم کی کہال کا نوچنا ایسا ہو گیا جیسے کہ موزہ پر مسح کیا پہر موزہ کو کہرونچا یا چہیلا یعنی باوجود اسکے مسح قائم ہی دوسری بار مسح کرنا لازم نہین **فروع** یہہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑہایا ہے شارح رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہی اس کتاب مین کہ متن کی شرح کرنیکے بعد مناسب مقام پر چند مسائل کو ملحق کرتا ہی تاکہ لوگونکو فائدہ حاصل ہو فی اعضائہ شقاق غسلہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ متوضی کے اعضا مین انشقاق ہی یعنی بوائی ہوئے تو اوسکو دہووے اگر دہو سکے اور اگر نہ دہو سکی تو اوس عضو پر مسح کرے اور اگر مسح بہی نکر سکے تو اوسکا مسح کرنا بہی چہوڑے اور اوسکی آس پاس دہووے کذا فی البحر ولو بیدہ ولا یقدر علی الماء تیمم اور اگر اوسکی ہاتھہ مین انشقاق ہو اور وہ پانی پر قادر نہو تو تیمم کرے م یعنی اگر دونون ہاتھہ پہٹے ہون اور پانی کا استعمال نکر سکتا ہو تو تیمم کرے اسواسطے کہ اگر ایک ہاتھہ صحیح سالم ہوگا تو اوس ہاتھہ سی دہونا لازم ہوگا ہرچند شارح نے ظاہراً ایک ہاتھہ کو ذکر کیا مگر مراد دونون ہاتھہ ہین اسواسطے کہ مفرد مضاف عام ہوجاتا ہی تو دونو ہاتہونکو شامل ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قطع من المرفق غسل محل القطع اور اگر ہاتھہ کاٹا گیا کہنی سے تو قطع کی جگہہ کو دہووے یعنی اگر کچھہ کہنی باقی ہو اور اگر تمام کہنی کٹ گئی یا تمام ٹخنہ کٹ گیا تو اوس ہاتھہ اور پانون سے دہونا ساقط ہو گیا ولو خلق لہ یدان ورجلان فلو یبطش بہما غسلہما ولو باحدہما فہی الاصلیۃ فیغسلہا اور اگر ایک شخص کے دو ہاتھہ اور دو پانون مخلوق ہوئے یعنی ایک کہنی کے اوپر سے دو ہاتھہ اور ٹخنے کے اوپر سے دو پانون پہوٹ نکلے تو اگر دونون ہاتہون سے کام کرتا ہو تو دونونکو دہووے اور اگر ایک ہاتھہ سے کرتا ہو تو وہی اصلی ہاتھہ ہی تو اوسیکو دہووے یعنی دوسرا زائد اور بیکار ہے اسکا دہونا لازم نہین اور اسیطرح اگر دونون پانوون سے چلتا ہو تو دونونکو دہووے والا فلا وکذا الزائدۃ ان نبتت فی محل الفرض اور اسیطرح اوس زائد ہاتھہ پانونکو دہووے جو جما ہی فرض کے مقام مین یعنی کہنے کے نیچے سے ہاتھہ اور ٹخنے کے نیچے سے پانون پیدا ہوا تو اوسکا دہونا لازم ہوگا کاصبع وکف زائدتین جیسے زائد انگلی اور زائد ہتہیلی کا دہونا لازم ہی والا فما حاذی منہما محل الفرض غسلہ وما لا فلا لکن یندب مجتبی اور اگر زائد ہاتھہ پانون محل فرض مین نہین جما بلکہ اوپر سے جما ہی تو جتنا انمین سے فرض کے سامنے ہو اوسکو دہووے اور جو فرض کے مقابل نہو تو اوسکا دہونا فرض نہین ہے لیکن مستحب ہی یہہ مذکور ہے مجتبی مین جو شرح ہی قدوری کی وسننہ اور وضو کی سنتین افاد انہ لا واجب للوضوء ولا للغسل والا لقدمہ مصنف نے وضو اور غسل مین فرضونکے بعد سنتون کے ذکر کرنے سی یہہ فائدہ ظاہر کیا کہ وضو اور غسل مین کوئی واجب نہین اسواسطے کہ اگر کوئی واجب ہوتا تو اوسکو سنتون سی پہلے فرض کے پیچہے بیان کرتا یعنی اسواسطے کہ واجب سنت سی قوی تر ہی تو صناعت تصنیف اوسکی تقدیم کی مقتضی ہی جمعہا لان کل سنۃ مستقلۃ بدلیل وحکم اور ہر سنت کو بصیغہ جمع لایا اسلئے کہ ہر سنت جداگانہ ہے دلیل کی راہ سی اور حکم کی راہ سی م یعنی ارکان وضو کی ایک ہی دلیل ہے یعنی وضو کی آیت اور سنتونکی دلائل احادیث جداگانہ ہین اور ہر سنت کا حکم بہی یعنی ثمرہ اور ثواب جداگانہ ہے یا نہین کہ اگر ایک سنت ادا کی اور دوسری ترک کی تو جسکو ادا کیا اوسکا ثواب ملیگا بخلاف فرض کے یعنی اگر وضو کے فرضونسے ایک فرض کو بہی ترک کریگا تو کچھہ ثواب نہوگا وحکمہا ما یؤجر علی فعلہ ویلام علی ترکہ اور سنت کا حکم یعنی اثر مترتب اور اوسکا ثمرہ یہہ ہی کہ ثواب دیا جائیگا اوسکے کرنے پر اور ملامت کیجائیگی اوسکے چہوڑنے پر یعنی ترک سنت پر عتاب ہوگا عذاب نہوگا کذا فی البحر وکثیرا ما یعرفونہا بہ لانہ محط نظرہم اور فقہا اکثر حقیقت سنت کی ثمرہ سنت بیان کرتے ہین یعنی سنت کی ماہیت یون بیان کرتے ہین کہ سنت وہ ہی جسکے کرنے مین ثواب ہی اور نکرنے مین عتاب اسلئے کہ انکی انکا یہی جائے نظر ہے

یعنی منظور نظر مقصد بیان کرنا ہی ثمرہ اعمال کا لہذا اکثر وہ تعریف شے مین اُسکا حکم اور ثمرہ بیان کرتے ہین ہرچند کہ حکم شے کا اُس شی کی حقیقت مین
داخل نہین وعرّفہا الشمنی بما ثبت بقولہ علیہ السلام وبفعلہ ولیس بواجب ولا مستحب لکنہ تعریف لمطلقہا اور شمنی نے اسکی تعریف
کی یعنی سنت کی حقیقت یون بیان کی کہ سنت وہ ہی جو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے قول یا فعل سے ثابت ہوا ور نہ وہ واجب ہو نہ مستحب لیکن یہہ
مطلق سنت کی تعریف ہی یعنی سنت موکدہ اور غیر موکدہ کو جسکو مستحب کہتی ہین شامل ہی شارح اس استدراک مین صاحب نہر کا تابع ہی حالانکہ سنت غیر موکدہ
کو شمنی نے خارج کر دیا ہی بقولہ ولا مستحب کذا فی الطحطاوی والشرط فی المؤکدۃ مواظبتہ مع ترک ولو حکمًا اور سنت موکدہ کی تعریف مین شرط
ہے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی گاہے ترک بہی کیا ہو اگرچہ ترک حکمی ہو یا اگرچہ مداومت حکمی ہو ھم ترک حکمی
سے مراد عدم انکار ہے تارک پر تو عدم انکار بمنزلہ ترک حقیقی کے ہوا تو عشرہ اخیرہ رمضان کا اعتکاف سنت مین داخل رہا اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوۃ
والسلام نے ہمیشہ اعتکاف کیا اور گاہی ترک نہین کیا اور یہہ اسکا مقتضی ہی کہ اعتکاف واجب ٹہہرے لیکن ہرگاہ کہ اعتکاف نکرنیوالو پر انکار نفرمایا
تو یہہ عدم انکار بمنزلہ ترک کے ٹھہر گیا اور اگر مداومت حکمی مراد لیجئے تو تراویح سنت مین داخل ہوگی اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عدم
شمول تراویح کا عذر بیان فرمایا یعنی کہین امت پر تراویح فرض نہو جاوے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن شان الشروط ان لا تذکر فی
التعاریف لیکن شروط کا حال یہہ ہی کہ انکا ذکر تعریفات مین نہو ھم اسواسطے کہ تعریف ہوتی ہی ماہیت اور حقیقت کے بیان کیواسطے اور شروط ماہیت
سے خارج ہوتی ہین تو شمنی کی تعریف مذکور صحیح ٹھہری اور عدم ذکر مواظبت قادح نہوا تعریف سنت کا اسواسطے کہ مواظبت سنت موکدہ کی شرط ہی
اور شروط کا ذکر تعریف مین مناسب نہین واورد علیہ فی البحر المباح بناء علی ما ہو المنصور من ان الاصل فی الاشیاء التوقف
اور شمنی کی تعریف مذکور پر بحر الرائق مین مباح کا اعتراض وارد کیا ہی بنا بر اُس قول کے جو منصور اور مؤید ہے دلائل سی وہ قول یہہ ہی کہ اصل اشیا
مین توقف کرنا ہی یعنی بدون حکم شرع کے نہ کوئی چیز حلال ہی نہ حرام ہے ھم اسمین اختلاف ہی کہ اشیا مین اصل اباحت ہی یا حرمت یا توقف
اول قول ہی شافعیہ اور بعض حنفیہ کا اور ثانی قول کو شافعیہ ... کی طرف نسبت کرتے ہین اور ثالث یعنی توقف کا قول یہی مذہب منصور ہی اکثر حنفیہ کا
کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہی یعنی ... توقف ٹھہرا تو مباح کی اباحت ثابت نہوگی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف جو شمنی نے کی ہی مباح پر
صادق آئی الا ان الفقہاء کثیرًا ما یلہجون بان الاصل الاباحۃ فالتعریف بناء علیہ مگر یہہ کہ فقہاء حنفیہ بکثرت بولتی ہین کہ اصل اشیا
مین اباحت ہی تو تعریف مذکور اسی پر بنا ہی یعنی تو مباح کی اباحت اصل سی ثابت ہی نہ شارع سی ھم بحر الرائق مین سنت کی دو تعریفین پسند
کی ہین اول تعریف یہہ ہے الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل المواظبۃ یعنی سنت وہ طریقہ ہی جو دین مین جاری ہی بطریق
مداومت کے بدون اس بات کے کہ وہ لازم اور واجب ہو اور ماتن نے اپنی شرح مین اسی پر اقتصار کیا ہی دوسری تعریف خود صاحب بحر الرائق کی
ہے وہ یہہ ہی کہ سنت وہ ہی جسپر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی لیکن اگر مواظبت لا مع الترک ہی تو یہہ دلیل ہی سنت موکدہ کی اور اگر
ترک ہی احیانًا تو یہہ دلیل ہے سنت غیر موکدہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھہ تارک پر انکار ہی تو یہہ دلیل ہی وجوب کی کذا فی الطحطاوی محقق شیخ الاسلام
عینی نے شرح ہدایہ مین سنت کی چند تعریفات کو مذکور کر کے انکا نقصان بیان کیا پہر کہا کہ خواہرزادہ کی تعریف احسن التعریفات ہی وہ یہہ ہی ما فعلہ
علیہ السلام علی سبیل المواظبۃ ویؤجر باتیانہا ویلام علی ترکہا یعنی سنت وہ کام ہی جسکو رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے کیا بطریق مداومت کے
اور اسکو کرنے مین ثواب دیا جائیگا اور نکرنے مین ملامت ہوگی بعد اتیانہ بالنیۃ اے نیۃ عبادۃ لا تصح الا بالطہارۃ کوضوء او رفع
حدث او امتثال امر سنت ہی وضو کا شروع کرنا نیت کے ساتھہ یعنی اُس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدون طہارت کے صحیح نہین چنانچہ وضو
کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا ھم لغت مین نیت عبارت ہی عزم قلب سے کسی شی پر اور اصطلاح شرع مین
نیت عبارت ہی ایجاد فعل مین طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنے سو اور ایجاد فعل مین منہیات بہی داخل ہین اسواسطے کہ منہیات سے بھی کا رد کنا

یہہ بھی فعل ہی نفس کا فتح القدیر مین ہی کہ رفع حدث کی نیت سی وضو کی نیت کرنا بہتر ہی اسلئی کہ حدث چند قسم ہی تو طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحطاوی
فتاوی عالمگیری مین ہی کہ وضو کی یون نیت کری نَوَيْتُ اَنْ اَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ تَقَرُّبًا اِلَى اللهِ تَعَالٰى یعنی مین نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لئی اللہ تعالی سے
نزدیکی حاصل کرنے کو وَصَرَّحُوْا بِاَنَّهٗ بِدُوْنِهَا لَيْسَ بِعِبَادَةٍ اور فقیہون نے اسکی تصریح کردی ہے کہ وضو بدون نیت نہ عبادت ہی نہین م جب وضو
بدون نیت کے عبادت نہ ٹھہرا تو اوسپر ثواب نہ ملیگا اسواسطی کہ ثواب تو نیت پر موقوف ہی بدلیل حدیث صحیح اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ طحطاوی نے مبسوط
شیخ الاسلام سے نقل کیا اسمین کلام نہین کہ جس وضو کا شرع مین امر ہے وہ بدون نیت کے حاصل نہین ہوتا لیکن نماز کا صحیح ہو جانا اوسپر موقوف
نہین اسواسطی کہ وضو شرعی غیر مقصود ہی بلکہ مقصود تو طہارت ہے اور طہارت نیت اور بدون نیت دونو طرح حاصل ہو جاتی ہی کیونکہ پانی مطہر بالطبع ہی انتہی
خلاصہ یہہ ہی کہ وضو بلانیت سی نماز ادا ہو گی مگر وضو کا ثواب بدون نیت کے نہوگا وَيَاْثَمُ بِتَرْكِهَا اور وضو کرنیوالا نیت کے نکرنیسے گنہگار ہوگا م اس
مین اختلاف ہی کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہے یا نہین اور نہر الفائق مین اس اختلاف کو یون رفع کیا ہی کہ اگر سنت مؤکدہ کے ترک کرنے پر عادت
ہوگئی تو گنہگار ہے اور اگر عادت نہین تو گنہگار نہین کذا فی الطحطاوی مین کہتا ہون غمز عیون البصائر حاشیہ اشباہ مین اگرچہ گناہ نہین لیکن بلاشبہہ ملامت اور عتاب ہی چنانچہ سنت
کی تعریف اسپر دلیل ہے وَبِاَنَّهَا فَرْضٌ فِي الْوُضُوْءِ الْمَاْمُوْرِ بِهٖ وَفِي التَّوَضِّيْ بِسُؤْرِ حِمَارٍ وَنَبِيْذِ تَمْرٍ كَالتَّيَمُّمِ اور اسپر تصریح ہی کہ نیت کرنا اُس وضو مین
جسکا شرع مین حکم ہے اور گدہے کے جھوٹے پانی سی اور شربت خرما سی وضو کرنے مین فرض ہی جیسے تیمم مین نیت فرض ہی م کھجور کے شربت سی وضو کا جائز
ہونا ضعیف قول ہی اور معتمد قول یہہ ہی کہ اس سی وضو جائز نہین کذا فی الطحطاوی وَبِاَنَّ وَقْتَهَا عِنْدَ غَسْلِ الْوَجْهِ اور اسپر تصریح ہے کہ نیت کرنیکا وقت وضو مین
چہرہ دہونیکے ساتھہ ہی وَفِي الْاَشْبَاهِ يَنْبَغِيْ اَنْ تَكُوْنَ عِنْدَ غَسْلِ الْيَدَيْنِ لِلرُّسْغَيْنِ لِيَنَالَ ثَوَابَ السُّنَنِ اور اشباہ مین ہی لائق یون ہی یعنی مستحب ہی کذا
فی الطحطاوی کہ نیت ہو دونون ہاتھون کے دہونے کیوقت پہونچون تک تاکہ سنتون کا ثواب پاوی قُلْتُ لٰكِنْ فِي الْقُهُسْتَانِيِّ وَمَحَلُّهَا قَبْلَ سَائِرِ السُّنَنِ كَمَا
فِي التُّحْفَةِ فَلَا تُسَنُّ عِنْدَنَا قُبَيْلَ غَسْلِ الْوَجْهِ كَمَا تُفْرَضُ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ انْتَهٰى مین کہتا ہون لیکن قہستانی نے شرح نقایہ مین ... اور نیت کا محل نیت کے
... سب سنتون سی پہلے چنانچہ تحفہ مین مصرح ہی تو مسنون نہین نیت کرنا ہمارے نزدیک ... منہ دہوسے سی پہلے ... امام شافعی کے نزدیک فرض ہی انتہی ماسنے
م حاصل استدراک یہہ ہی کہ اشباہ مین اپنی تجویز مذکور ہی روایت نہین اور قہستانی مین روایت ہی تحفہ سی دوسری بات یہہ ہی کہ قہستانی کے کلام سی
نیت کی تسمیہ پر بھی ثابت ہوتی ہی اور اشباہ مین یہہ بات نہین وَفِيْهَا سَبْعُ سُؤَالَاتٍ مَشْهُوْرَةٍ نَظَمَهَا الْعِرَاقِيُّ فَقَالَ ٥ سَبْعُ سُؤَالَاتٍ اَتَتْ
فِي نِيَّةٍ ✧ تَحْلُ لِكُلِّ عَالِمٍ فِي النِّيَّةِ ✧ حَقِيْقَةٌ حُكْمٌ مَحَلٌّ وَزَمَنٌ ✧ وَشَرْطُهَا وَالْقَصْدُ وَالْكَيْفِيَّةُ اور نیت مین ... سوال مشہور ہین جنکو عراقی نے
نظم کیا ہے سو یون کہا کہ سات سوال صاحب فہم کے لئے آئی ہین مذکور ہوتے ہین نیت کے باب مین ہر عالم کو واسطی ایک سوال ہی ... حقیقت مین ۲ نیت کی
حکم مین ۳ اوسکے محل مین ۴ اوسکے زمانے مین ۵ اوسکی شرط مین ۶ اوسکے قصد مین ۷ اوسکی کیفیت مین م پہلے سوال کا جواب یہہ ہے کہ نیت کی حقیقت
قصد طاعت اور تقرب الی اللہ ہے فعل کرنیکے ساتھہ دوسری سوال کا جواب یہہ ہی کہ نیت کا حکم یہ ہے کہ وضو غیر مامور بہ مین نیت کرنا مسنون ہے اور وضو
مامور بہ مین اور گدہے کی جھوٹے پانی سے وضو کرنے مین اور تمام عبادات مقصودہ مین نیت کرنا فرض ہے تیسری سوال کا جواب یہہ ہے کہ نیت کا محل دل ہے
اور زبان سی نیت کرنا بدعت ہی سب عبادات مین مگر پریشان دل جو عزیمت پر قادر نہو اوسکو زبان سی کہنا مستحسن ہی کذا نقل الحلبی عن جمع البحر چوتھی سوال کا
جواب یہہ کہ نیت کا زمانہ وضو اور غسل مین سب سنتون سی پہلے ہی اور نماز مین تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اُس سی پہلے بشرطیکہ کوئی فاصل مانع بنا نہو پانچوین
سوال کا جواب یہہ کہ نیت کی شرط اسلام اور عقل ہے چھٹی سوال کا جواب یہہ کہ نیت سی قصد یعنی مقصود اور غایت نیت کی امتیاز کرنا ہی عادات کا عبادات
سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سی جدا کرنا ساتوین سوال کا جواب یہہ کہ کیفیت نیت کی یہہ ہی کہ عبادت کا قصد کری اوسکو جانکر کہ یہہ کون عبادت ہی
یعنی مطلق طاعت اور تقرب کی نیت کفایت نہین کرتی بدون تخصیص کے کذا فی الطحطاوی اور اسکی تفصیل کما حقہ عبادات کے مسائل مین اپنے اپنے موقع پر
انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگی وَالْبُدَاءَةُ بِالتَّسْمِيَةِ قَوْلًا اور سنت ہی وضو کو بسم اللہ کہنی سی شروع کرنا م شارح نے یہان لفظ غسل یدین مین

ہدایت کا لفظ مقدم کیا تاکہ معلوم ہو کہ نیت اور تسمیہ اور غسل تینون مین ہدایت اور ابتدا مطلوب ہے اور انمین کچہہ منافات اور تناقض نہین ہو اسلیئے کہ نیت کا محل دل ہے اور تسمیہ کا محل زبان ہو اور دہونا متعلق ہاتہون سے ہو اور اسی وفع تنافی کیطرف شارح نے قولاً کے لفظ سے اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ویحصل بکل ذکر اور تسمیہ ہر ذکر یعنی خدا کا نام حاصل ہوتا ہو ہر ذکر سے یعنی لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ یا تشہد یا درود لکن الوارد عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام لیکن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یون روایت ہے کہ بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام کہے طحطاوی نے کہا کہ وضو کے تسمیہ مین سلف سے منقول ہو بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام اور اکمل نے کہا کہ یہہ حدیث مرفوع ہے مین کہتا ہون یہہ اکمل کا عجز ہے یہہ بیان نہ کیا کہ کسی امام نے ائمہ معتبرین سے اسکو مرفوع کیا سو مین کہتا ہون کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ والحمد للہ مروی ہو طبرانی نے معجم اوسط مین بطریق علی بن ثابت عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا توضأت فقل بسم اللہ والحمد للہ فان حفظتک لا تزال تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک الوضوء یعنی حضرت نے فرمایا کہ ای ابوہریرہ جب تو وضو کرے تو یون کہہ بسم اللہ والحمد للہ اسواسطے کہ تیرے محافظ فرشتے نگہبان تیری نیکیان لکھا کرینگے اس وضو کے ٹوٹنے تک اور اس حدیث کی اسناد حسن ہو دبوسی نے کہا افضل یہہ ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور تعوذ کرے ابتدا وضو مین اور بسم اللہ کہے اور مجتبی مین ہے کہ یون کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام آمین آثار وارد ہین مین کہتا ہون ان علماء کبار کو دیکہکر کہ حدیث یا اثر کو ذکر کرتے ہین اور اوسکی تخریج کچہ نہین بیان کرتے اور نہ اسکا صحت اور ضعف مذکور کرتے ہین اور یہہ آفت پڑی ہو تقلید سے کذا فی العینی شرح الہدایۃ تقلید سے مراد یہان یہہ ہو کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کی پیروی کرتا ہو نقل احادیث مین بلا بیان تخریج وبلا ذکر صحت وضعف اور یہہ مطلب نہین کہ مطلق تقلید معیوب ہو اسلیئے کہ علامہ عینی خود مقلد ہے امام اعظم کا قبل الاستنجاء وبعدہ خدا کا نام لینا سنت ہو استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اوسکے بھی اسواسطے کہ قبل از استنجا محتی تو وہ بھی ہے طہارت ہونیکی وجہ سے اور بعد از استنجا تو ابتدا ہی طہارت کی کذا فی غایۃ البیان اور صحیح روایت سے ثابت ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء جانے کیوقت فرماتے تہے اللہم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث . الا حال انکشاف وفی محل نجاسۃ فیسمی بقلبہ مگر برہنہ ہونے کیوقت اور نجاست کے مکان مین خدا کا نام زبان سے نہ لے ولو نسیہا فسمی فی خلالہ لا تحصل السنۃ بل الندب اور اگر ابتدا طہارت مین خدا کا نام لینا بہول گیا پہر اوسنے درمیان وضو کے نام لیا تو سنت ہوگی وہ حاصل نہوگی بلکہ مستحب حاصل ہوگا سنت اسواسطے حاصل نہوئی کہ اسکا محل تہا ابتدا مین سو فوت ہو گیا وجہ استحباب یہہ ہو تاکہ وضو کا باقی حصہ نام خدا سے خالی نرہے بخلاف الاکل فتحصل السنۃ فی باقیہ لا فیما فات ویقول بسم اللہ اولہ وآخرہ اور کہانے کے درمیان خدا کا نام لینے سے تو سنت حاصل ہوگی باقی طعام مین نہ اوسمین جو گذر گیا اور بہولنے والیکو چاہیئے کہ یون کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ شمائل ترمذی مین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کہانا کہا وے اور ذکر اللہ بہولجاوے کہانے پر تو یون کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتی ہو کہ اول طعام مین سنت حاصل ہوگئی اول طعام کے ذکر فرمانے سے اور یہہ مخالف ہو شارح کے کلام سے جو اوسنے فتح القدیر سے نقل کیا ہو کذا فی الطحطاوی وغسل الیدین الطاہرتین ثلثاً قبل الاستنجاء وبعدہ اور سنت ہو پاک دونون ہاتہونکی تین بار دہونا ابتدا کرنا استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اوسکے بھی پاک کی قید اسواسطے لگائی کہ نجس ہاتہون کا دہونا فرض ہو بعضون کے نزدیک قبل از استنجا ہاتہہ دہونا سنت ہے اور بعضون کے نزدیک بعد استنجا کرنیکے سنت ہے مجتبی مین کہا کہ اکثر کا قول یہہ ہے کہ قبل اور بعد دونو حالتین سنت ہو اور قاضی خان نے اسکی تصحیح کی ہو تو قبل استنجا کے ہدایت حقیقی ہے اور بعد اوسکے ہدایت اضافی ہو کذا فی الطحطاوی وقید الاستیقاظ اتفاقی اور جاگنے کی قید اتفاقی ہو احترازی نہین یعنی جو حدیث مین جو ہاتہون کا دہونا جاگنے کے ساتہہ مذکور ہے سو اتفاقی قید ہو احتراز مقصود نہین اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو مین غسل یدین کی تقدیم مذکور ہو بلا تقیید نوم کذا فی الطحطاوی بخاری مین ابوہریرہ سے روایت ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا استیقظ احدکم من نومہ فلیغسل یدیہ قبل ان یدخلہا الاناء فی وضوئہ فان احدکم لا یدری این باتت یدہ یعنی جب تمسے کوئی جاگے اپنی نیند سے تو چاہیئے کہ دہووے دونون ہاتہہ اپنے

برتن مین ڈالنو سے پہلے دہنو کے پانی مین اسواسطے کہ کوئی نہین جانتا کہ اوسکا ہاتھہ رات کو کہان رہا یعنی نجاست پر پڑا یا پاک چیز پر ولہذا لو تیقّن قبل
ادخالهما الاناء لئلّا یتوهّم اختصاص السنة بوقت الحاجة اور چونکہ جاگنی کی قید اتفاقی تہی اسیواسطے مصنف نے یون لکہا کہ ہاتھہ دہونا سنت
ہے برتن مین ڈالنی سے پہلے تاکہ یہہ وہم پیدا نہو کہ ہاتھہ دہونے کی سنت حاجت کیوقت کے ساتھہ مخصوص ہے یعنی اگر یون کہتا تو گمان ہوتا کہ بدون
حاجت کے ہاتہونکا دہونا سنت نہین حاجت سی مراد توہم نجاست ہی تو درصورت تحقق طہارت ہاتہہ دہونا مطلوب نہین حالانکہ ایسا نہین حلبی نے کہا وقول
اصح جسپر اکثر فقہا ہین یہہ ہے کہ ہاتھہ دہونا سنت ہی مطلقاً لیکن اگر نجاست کا توہم ہو اسطرح کہ بدون استنجا سو گیا ہو یا بدنپر نجاست ہو تو دہونا سنت موکدہ
ہے اور عدم توہم نجاست مین یعنی طاہر ہوکر سونے مین یا نہ سونے مین سنت غیر موکدہ ہی اور نجاست کیحالتین تو دہونا فرض ہوگا تو مصنف کا قول یعنی غسل
یدین کا مسنون ہونا مخصوص بغیر نجاست ہی اور سنت سی مراد وہ ہی جو موکدہ اور غیر موکدہ دونونکو شامل ہے کذا فی الطحطاوی لان مفاهیم الکتب حجة قبل
ادخال کے قید اسواسطے نہ لگائی کہ کتابونکی مفہوم مخالف حجت ہوتی ہین م مفاہیم جمع ہے مفہوم کی طحطاوی نے کہا المفهوم ما یفهم من اللفظ لا فی
محل النطق انتهی یعنی جو لفظ سے بوجہا جاوی بدون تصریح کے یعنی مفہوم مخالف وہ ہی کہ مذکور کے حکم سے غیر مذکور کا حکم مفہوم ہو صفت یا شرط کے
بیان سی چنانچہ قران مجید مین فرمایا کہ جسکو آزاد مسلمان عورتون سی نکاح کرنے کی استطاعت نہو وہ مسلمان لونڈیون سی نکاح کرلے امام شافعی اس سے
یہہ سمجہے کہ استطاعت والیکو لونڈی سی نکاح کرنا جائز نہین امام اعظم کہتے ہین کہ غیر مذکور کا حکم اس کلام سی معلوم نہین ہوسکتا بخلاف اکثر مفاهیم
النصوص کذا فی النهر برخلاف اکثر مفہومات نصوص کے کذا فی النہر یعنے کتاب اور سنت کے اکثر مفہوم مخالف حنفیون کے نزدیک حجت اور دلیل نہین
ہین اسواسطے کہ نصوص سی وہ احکام لینا مقصود ہی جنپر صریحاً نصوص دلالت کرتی ہون اور اکثر کی قید اسواسطے لگائی کہ عقوبت کا مفہوم نصوص مین معتبر ہی
چنانچہ قہستانی سے آگے مذکور ہوگا وفیه من الحجّ المفهوم معتبر فی الروایات اتفاقاً اور نہر الفائق کی کتاب الحج مین ہی کہ مفہوم مخالف معتبر ہے
روایات مین بالاتفاق یعنی امام اعظم اور اونکی اصحاب سی جو روایات کتابونمین منقول ہین اونکی اکثر مفہومات معتبر ہین خواہ مفہوم مخالف ہو یا موافق
حتی اقوال الصحابة قال وینبغی تقییده بما یدرک بالرأی لا ما لا یدرک به انتهی اور اسی قسم سی صحابہ کرام کی اقوال ہین کہ اونکا بہی مفہوم
معتبر ہے نہر الفائق کے مصنف نے کہا لائق یہہ ہی کہ اقوال صحابہ مین قید لگائی جاوی ادراک قیاس کی … وہ قول جو قیاس سے نہ بوجہا جاوی انتہی
ہم یعنی اگر صحابہ کا قول ایسا ہی کہ اوسمین عقل کے مجال ہو سکتی ہی تو اوسکا مفہوم بہی حجت ہی اور اگر ایسا قول ہے کہ عقل اور قیاس کا اسمین دخل
نہو تو اوسکا مفہوم بہی معتبر نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ نص مرفوع کے ہوگیا اور نص کا مفہوم معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وفی القهستانی عن …
… المفهوم معتبر فی نص العقوبة کما فی قوله تعالی کلا انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون اور قہستانی مین نہایہ کی کتاب … سے منقول ہی کہ مفہوم
معتبر ہے عقوبت اور عذاب کے نص مین چنانچہ حق تعالی کے اس قول مین کہ البتہ کفار اپنی پروردگار سی اوسدن یعنی قیامت کے دن محجوب اور مستور ہونگی
یعنی دیدار خداسی محروم رہین گے اس سی معلوم ہوا کہ اہل ایمان اپنی پروردگار کے دیدار سی مشرف ہونگی بلا حجاب واما اعتباره فی الروایة فاکثری
لا کلی اور روایت فقہ مین تو مفہوم کا معتبر ہونا اکثر ہے ہی ہر مقام مین نہین الی الرسغین بالضم مفصل الکف بین الکوع والکرسوع واما البوع
ففی الرجل فقال وعظم یلی الابهام کوع وما یلی الخنصر الکرسوع والرسغ ما وسط + وعظم یلی ابهام رجل ملقب ببوع
فخذ بالعلم واحذر من الغلط + ابتدا غسل یدین دونون پہونچون تک سنت ہی رسغ بضم را مہملہ وسکون سین مہملہ جوڑ ہی ہتہیلی کا درمیان کوع
اور کرسوع کے اور جس ہڈی کا نام بوع ہی وہ تو پانونمین ہی چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہی اور وہ ہڈی جو انگوٹھی سی ملی ہی اوسکا نام کوع ہی اور جو
ہڈی چہنگلی سی ملی ہی وہ کرسوع اور جو کہ ان دونو ہڈیون کے درمیان جوڑ ہی اوسکا نام رسغ ہی اور جو ہڈی کہ پانون کے انگوٹھی سی ملی ہے اوسکا لقب
بوع ہی سوا ہی مخاطب علم کو اور پرہیز کر غلط فہمی سے ثم ان لم یمکن رفع الاناء ادخل اصابع یسراه مضمومة وصب علی الیمنی …
پہر معلوم کر اگر برتن کا اوٹہانا ممکن نہو تو اپنے بائین ہاتھہ کی انگلیان ملاکر برتن مین ڈالے اور پانی لیکر دہنی ہاتھہ پر ڈالے تاکہ داہنی طرح …

ہو یعنی پہر داہنے ہاتھ سے پانی لیکر بایان ہاتھ دہووے ھ بحرالرائق مین پورا بیان یون ہے کہ ہاتہون کے دہونیکا طریقہ یہہ ہے کہ اگر چھوٹا برتن ایسا ہو کہ اُٹھانا اُسکا ممکن ہو تو اوسمین ہاتھ نڈالے بلکہ بائین ہاتھ سے اوسکو اُٹھاوے اور داہنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار اوسکو دہووے پہر برتن کو داہنے ہاتھ مین لے اور بائین ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار اوسکو دہووے پہر اگر برتن کا اُٹھانا ممکن نہو تو ویسا کرے جیسا کہ شارح نے کہا اور بڑے برتن مین اُنگلیان ملاکر اُسوقت ڈالے جبکہ وہان چھوٹا برتن نہو اور اگر ہو تو ویسا کرے جیسا اول مذکور ہو چکا اگر کوئی کہے کہ ہاتھ کا ڈالنا برتن مین نیند کے بعد نہو دہلیکو حدیث مین منع ہے اُسکا جواب یہہ ہے کہ منع اُسصورت مین ہے جبکہ چھوٹا برتن ہو یا بڑا برتن ہو اور اوسکے ساتھ چھوٹا برتن بھی ہو اور اگر بڑے برتن کے ساتھ چھوٹا برتن نہو تو ادخال کف ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر **ولو ادخل الکف ان اراد الغسل صار الماء مستعملا وان اراد الاغتراف لا** اور اگر ہتھیلی کو ڈالا پانی مین اگر دہونے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہو جائیگا اور اگر چلو بہرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل نہوگا یعنی ضرورت کیوجہ سے اگرچہ طلب استعمال یعنی قربت اور رافع حدث متحقق ہو کذا فی الحلبی ھ دہونے کے قصد سے وہ پانی مستعمل ہوگا جو ملاقی ہے کف سے جبکہ جدا ہو اور باقی تمام پانی مستعمل نہوگا اور قصد اغتراف سے پانی مستعمل نہوگا اگرچہ صاحب جنابت ہو اور اسیطرح اگر کوزہ گر گیا بڑے گھڑے برتن مین سواسکے لینے کو ہاتھ ڈالا کہنی تک تو پانی مستعمل نہوگا کذا فی البحر **ولو عجز عنہما لا غتراف بشیٔ ویداہ نجستان تیمم وصلی ولم یعد** اور اگر پانی ایسا بڑے برتن مین ہو ممکن نہو کسی چیز سے اور اوسکے دونون ہاتھ ناپاک ہین تو تیمم کرے اور نماز پڑہے اور نماز کا اعادہ نکرے ھ توضیح اسکی مضمرات مین اسطرح ہے کہ جب پانی نہ لے سکے اور ہاتھ ناپاک ہون تو دوسرے شخص سے کہے کہ وہ پانی لیکر اسکے ہاتھ دہلادے اور اگر کوئی وہان نہو تو کپڑے کا ایک سرا پانی مین ڈالے اور دوسرا اُسکا سرا منہ مین پکڑ رہے پہر پانی سے نکالکر اوسکے قطرات سے داہنا ہاتھ دہووے پہر بایان ہاتھ دہووے یا دانتون سے اوٹہا پکڑ لے دونون ہاتھ ساتھہ ہی دہووے تین بار اور اگر کپڑا نہو تو منہ سے پانی لیکر دونون ہاتھ دہووے اور اگر اسپر بھی قادر نہو تو تیمم کرے اور نماز پڑہے اور اس نماز کا دوبارہ پڑہنا واجب نہین **وھو سنۃ کما ان الفاتحۃ واجبۃ تنوب عن الفرض** اور وہ یعنی بند دست تک ہاتھون کا دہونا ایسی سنت ہے کہ قائم مقام ہوتا ہے فرض کے جیسے الحمد پڑہنا ایسا واجب ہے کہ قائم مقام ہو جاتا ہے فرض کے یعنی اس محل کا دہونا کہ فرض تہا اس سنت کے دہونیسے ادا ہو گیا جیسے قرآن کا پڑہنا کہ نماز مین فرض ہے الحمد پڑہنے سے کہ واجب ہے ادا ہو جاتا ہے **ویسن غسلہما ایضا مع الذراعین** اور دونون کلائیون کے ساتھ انکا بھی دہونا مسنون ہے یعنی اگرچہ بند دست تک دہونے سے سنت اور فرض دونون ادا ہو گئے لیکن کہنیون تک ہاتھ دہونیکے وقت انکا بھی دہونا دوسری بار سنت ہے نہرالفائق مین مذکور ہے کہ غسل یدین مین تین قول ہین ایک قول تو یہہ ہے کہ وہ فرض ہے اور تقدیم اسکی سنت ہے اور فتح القدیر اور معراج اور خبازیہ مین اسکو پسند کیا ہے دوسرا قول یہہ ہے کہ وہ سنت ہے قائم مقام فرض کے ہو جاتا ہے الحمد کی مانند اور اسکو کافی مین پسند کیا ہے اور تیسرا قول سرخسی کا ہے کہ وہ سنت ہے قائم مقام فرض کے نہین ہوتا تو اونکے ظاہر و باطن کا دوبارہ دہونا چاہیئے سرخسی نے کہا یہی اصح ہے [illegible] اور مشائخ کے ظاہر کلام سے قول اول مذہب معلوم ہوتا ہے انتہی مختصرا طحطاوی نے کہا کہ شارح کے کلام مین خلط ہے دو قول کا اسواسطے کہ جو کہتا ہے کہ غسل یدین سنت ہے اور قائم مقام سے فرض کے وہ نہین کہتا کہ غسل یدین دوسری بار سنت ہے بلکہ دوبارہ دہونا سرخسی کا قول ہے اور شارح کے موافق نہرالفائق مین ذخائر اشرفیہ سے منقول ہے **والسواک سنۃ مؤکدۃ کما فی الجوھرۃ عند المضمضۃ وقیل قبلہا** اور مسواک کرنا سنت موکدہ ہے چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہے کلی کرنے کے وقت سنت ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ کلی سے پہلے سنت ہے ھ مسواک کرنیکی تاکیدات اور اوسکے فضائل احادیث مین بکثرت ہین از انجملہ وہ حدیث صحیح ہے جو امام مالک کے موطا مین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو مین اونکو مسواک کرنیکا حکم کرتا ہر وضو کے ساتھ اور صحاح ستہ مین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو مین اونکو مسواک کرنیکا حکم کرتا ہر نماز کے ساتھ اور احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دارقطنی اور بیہقی اور ابونعیم نے عائشہ صدیقہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوس نماز کی فضیلت جسکے واسطے مسواک کی گئی اُس نماز پر جسکے واسطے مسواک نہین کی گئی ہفتاد چند

ہی یعنی ستر درجے زائد ہی ثواب مین کذا فی العینی رغبو کلو صحو عندنا اور مسواک وضو کی سنت ہی ہم حنفیون کے نزدیک م اور امام شافعی کے نزدیک
مسواک نماز کی سنت ہی اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہے اوس شخص کے حق مین جسنے مسواک والے ایک وضو سی چند نمازین پڑہین تو ہمارے نزدیک اوسکو ہر نماز کا
ثواب ستر نمازنے مسواک کی برابر ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک اسقدر ہر نماز مین ثواب نہوگا جبتک ہر نماز کے واسطے جدا جدا مسواک نکریگا کذا فی البحر
الرائق تنبیہ فیندب للصلوٰۃ مسواک وضو کی سنت ہی مگر جبکہ وضو مین مسواک کرنا بہولگیا تو اب نماز کیواسطے مسواک کرنا مستحب ہوگا م یعنی مثلاً ظہر کے
واسطے مسواک کرنا بہولگیا پہر عصر کیوقت یاد آیا تو اب مسواک کرلینا مستحب ہی تاکہ مسواک کی فضیلت بالاتفاق حاصل ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہہ
صاحب نہر کی تجویز ہے روایت مذہب نہین ہے تو شارح کو مناسب تہا کہ اسپر آگاہ کردیتا کما یندب لاصفرار سن وتغیر رائحۃ وقراۃ قرآن
جیسے مستحب ہی مسواک کرنا دانتون کی زردی اور بدبوی دہن کے سبب سے اور قران شریف کو پڑہنے کے لئے م استحباب مسواک کا متاکد ہوتا ہے
ارادہ نماز اور وضو اور قرأت قران اور نیند سی جاگنے کیوقت اور سونے سے پہلے اسواسطے کہ امام اعظم سے منقول ہی کہ مسواک کرنا دین کی سنت ہی تو سب
احوال اوسمین برابر ہین چنانچہ احمد اور ترمذی نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سی حدیث مرفوع روایت کی ہی کہ چار چیزین انبیاء مرسلین کی سنت ہین ختنہ کرنا
اور مسواک کرنا اور عطر لگانا اور نکاح کرنا کذا فی العینی واقلہ ثلث فی الاعالی وثلث فی الاسافل اور ادنے درجہ مسواک کا تین بار پہیرنا ہے
اوپر کے دانتون مین اور تین بار نیچے کے دانتون مین م اوپر کے دانتون مین ابتدا داہنی طرف سی کرے پہر بائین طرف اور اسیطرح نیچے کے دانتون مین کرنا
چاہیئے کذا فی البحر عینی مین ہی کہ مسواک کرنے کی کچہہ حد نہین یہانتک مسواک کرے کہ زردی دانت اور گندہ دہنی کے زوال کا دلکو اطمینان حاصل ہو
بمیاہ ثلثۃ تین پانی سے م یہہ پانی مضمضہ کے پانی کے سوا ہین اسطرح کہ مسواک کو تین بار دہووے … اسواسطے کہ مضمضہ کا بیان آگے آویگا کذا فی الطحطاوی
وندب امساکہ بیمناہ اور مستحب ہی پکڑنا مسواک کا داہنے ہاتہہ مین م مسواک کرنیکا طریقہ یہہ ہی کہ داہنے ہاتہ کی چہنگلی کو مسواک کے نیچے رکہے اور انگوٹھے کو
مسواک کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیان مسواک کے اوپر رہین اسیطرح مروی ہی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سی کذا فی الطحطاوی عن النہر
وکونہ لینا مستویا بلا عقد فی غلظ خنصر وطول شبر اور مستحب ہی ہونا مسواک کا نرم سیدہی برابر بے گرہ بقدر چہنگلی کے موٹی اور بالشت بہر لمبی
م اراک اور بانس کے سوا ہر لکڑی کی مسواک درست ہی کذا فی الطحطاوی اور افضل پیلو اور زیتون کی ہے یعنی شفو طبرانی اوسط سی حدیث مرفوع روایت کی
ہے مسواک زیتون کی ہے مبارک درخت سی منہ کو خوشبودار کرتی ہے اور بدبو دفع کرتی ہے اور وہ میری مسواک ہی اور مجہسی اگلے انبیا کی ویستاک
عرضا لا طولا اور مسواک کرے دانتون کی عرض مین نہ طول مین م اسواسطے کہ طول مین مسواک کرنے سے مسوڑہے زخمی ہوجاتے ہین کذا فی الطحطاوی عینی نے
کہا ابو نعیم نے حدیث مرفوع نقل کی کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مسواک عرض مین کرتے تہے نہ طول مین اور ابوداؤد کی مراسیل مین حدیث ہی کہ جب تم مسواک
کرو تو عرض مین مسواک کیا کرو … ولا مضطجعا فانہ یورث کبر الطحال اور مسواک نکرے لیٹ کر کروٹ سی کیونکہ اس سے تلی بڑہجاتی ہے ولا یقبضہ
فانہ یورث الباسور اور اوسکو مٹہی بہر نہ پکڑے اسواسطے کہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے ولا یمصہ فانہ یورث العمی اور نہ چوسے مسواک کو کہ
اس سے آدمی اندہا ہوجاتا ہی … والا فیستاک الشیطان بہ اور مسواک کرکے پہر مسواک کو دہو ڈالا کرے نہین تو شیطان اوس سے مسواک کریگا
ولا یزاد علی الشبر والا فالشیطان یرکب علیہ اور ایک بالشت سی مسواک زیادہ کبہی نہین تو شیطان اوسپر سوار ہوگا ولا یضعہ بل ینصبہ
والا فخطر الجنون قہستانی اور مسواک کو پڑی نرکہے بلکہ کہڑی کرے نہین تو جنون کا خوف ہی یہہ سب کہا ہی قہستانی نے ویکرہ بمؤذ ویحرم بذی سم
اور مکروہ ہی مسواک کرنا ایذا دینے والی لکڑی سے چنانچہ قصب فارسی اور حرام ہی زہردار لکڑی سی ومن منافعہ انہ شفاء لما دون الموت ومذکر للشہادۃ
اور منجملہ منافع مسواک کے یہہ ہی کہ وہ شفا ہی ہر مرض کی سوا ہی موت کے اور وہ کلمہ شہادت کی یاد دلانیوالی ہی موت کے نزدیک م نہر الفائق
مین ہی کہ مسواک کے منافع ۳۲ ہین ادنی ایکی آنکہ … دور ہونا گندہ دہنی کا اور اعلے تذکیر ہے شہادت کی مرنے کیوقت اور ابو سعود نے … ہی کہ
مسواک مسوڑہونکو مضبوط کرتی ہی اور بصارت کو تیز اور پیری مین دیرنگی ہوتی ہے اور پل صراط کے چلنے مین سرعت بخشتی ہے کذا فی الطحطاوی

اجترہ

وعند فقدہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ الخشنۃ او الاصبع مقامہ اور جس وقت مسواک موجود نہو یا دانت باقی نرہی ہون تو کہردرا کپڑا یا انگلی قائم مقام مسواک کے ہوجاتی ہی یعنی تحصیل ثواب مین کذا فی النہر وغیرہ م سنن ابو داود مین مروی ہی کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا پہر چہرہ اپنا دہویا اور دونو ہتھیلیونکو تین بار اور کلی کی پہر بعضی انگلی اپنی منہ مین ڈالی الی آخر الحدیث اور آخر کو فرمایا کہ یہہ وضو ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کذا فی العینی کما یقوم العلک مقامہ للمرأۃ مع القدرۃ علیہ جیسی منہ پر اور علک کا گوند چبانا عورت کے حق مین قائم مقام ہی مسواک کے باوجود قادر ہونیکے مسواک پر م وجہ اسکی یہہ ہے کہ عورتنکو مواظبت کرنا مسواک پر ضعیف ہی اوسکی دانتون کا تو اوسکو اسکا فعل مستحب ہی کذا فی الطحطاوی عن النہر وغسل الفم ای استیعابہ ولذا عبر بالغسل او للاختصار اور منہ کے اندر کا دہونا سنت ہی یعنی تمام داخل منہ کا دہونا اور اسیواسطی یعنی تمام مراد ہونے کے لئی مصنف غسل کا لفظ بولا یعنی غسل کا لفظ باقی اعضاء مغسولہ کے قرینہ سی استیعاب پر دلالت کرتا ہی یا اختصار کیواسطی یہہ عبارت اختیار کی ہی م اکثر کتب فقہ مین والمضمضۃ والاستنشاق مذکور ہی لیکن مصنف نے موافق کنز اور درر کے بجای اس عبارت کے غسل الفم والانف کو اختیار کیا صراحت استیعاب کیواسطی یا اختصار کے لئی ہر چند مضمضہ اصطلاحی بہی استیعاب پر دلالت کرتا ہی مگر غسل کا لفظ استیعاب پر زیادہ تر دلالت کرتا ہی کذا فی النہر اور عبارت مذکورہ سی مصنف کی عبارت مین چار حروف کی کمی ہے تو اختصار ثابت ہوا بمیاہ ثلثۃ کلی کرنا سنت ہی تین پانیون سی جدا جدا والانف ببلوغ الماء المارن بمیاہ اور ناک کے اندر کا دہونا سنت ہی نرم ناک تک تین بار پانی پونہچا کر م امام شافعی کے نزدیک تین بار مضمضہ اور استنشاق سنت ہی اسطرح کہ ایک چلو پانی سے مضمضہ بہی کری اور استنشاق بہی اور دلیل اونکی چند احادیث صحیح ہین امام اعظم کے نزدیک احادیث مذکورہ سی جواز نکلتا ہی لیکن سنت یہہ ہی کہ ہر واحد مضمضہ اور استنشاق کیواسطی تین بار جدا جدا پانی لیا جای چنانچہ ابو داود اور طبرانی مین طلحہ بن مصرف کی حدیث سی اسکی تصریح موجود ہی اور جو لوگ کہ اس حدیث کی صحت مین گفتگو کرتے ہین اوسکا جواب فتح القدیر اور عینی شرح ہدایہ مین مشروحًا مذکور ہے خوف طوالت سی مترجم یہان مذکور نکرسکا وہما سنتان مؤکدتان اور مضمضہ اور استنشاق دونون سنت موکدہ ہین م تو انکا ترک کرنا گناہ ہی مذہب صحیح پر اسلیئے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہی اور جن لوگون نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت کی ہی وہ بائیس ۲۲ صحابہ کرام ہین مضمضہ اور استنشاق کو سبنے ذکر کیا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین ۲۳ صحابیون سی نام بنام مع تصریح مخرجین حدیث مذکور کو بیان کیا ہے فتذکر انہما مشتملتان علی سنن خمس الترتیب والتثلیث وتجدید الماء وفعلہما بالیمنی مضمضہ اور استنشاق پانچ سنتون پر شامل ہین ایک تو ترتیب یعنی پہلے کلی کرنا پہر ناک دہونا دوسری ہر ایک کو تین تین بار کرنا تیسری ہر بار نیا پانی لینا چوتہی دونکو داہنی ہاتہ سی کرنا م لیکن ناک اجہاڑنا بائین ہاتہ سی چاہیئے کذا فی الطحطاوی عن المبتغی والمبالغۃ فیہما بالغرغرۃ ومجاوزۃ المارن پانچوین مبالغہ کرنا مضمضہ مین غرغرہ کرکے اور استنشاق مین بانسے تک پانی پونہچا کے لغیر الصائم لاحتمال الفساد مبالغہ کرنا مسنون ہی اوسکو جو روزہ دار نہین اسلیئے کہ صائم کو مبالغہ کرنے سے فساد صوم کا احتمال ہے م اصحاب سنن نے لقیط بن صبرہ رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کامل اور پورا کرا اور انگلیون کے اندر خلال کر اور مبالغہ کر استنشاق مین مگر یہہ کہ تو روزہ دار ہو کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول وسر تقدیمہما اعتبار اوصاف الماء لان لونہ یدرک بالبصر وطعمہ بالفم وریحہ بالانف اور مضمضہ اور استنشاق کے مقدم کرنیکی حکمت پانی کے اوصاف کا دریافت ہونا ہی اسواسطی کہ پانی کا رنگ آنکہہ سی اور مزہ اسکا منہ سی اور بو اوسکی ناک سی معلوم ہوجاتی ہی م وضو کیواسطی پاک دریافت کرنیوالا پانی ضرور ہی اور ناپاک پانی وہ ہی جسکی اوصاف ثلثہ یعنی رنگ یا مزہ یا بو نجاست سی بدلجای ولو عندہ ما یکفی للغسل مرۃ معہما وثلثا بدونہما غسل مرۃ اور اگر وضو کرنیوالیکے پاس اتنا پانی ہو کہ اگر مضمضہ اور استنشاق کری تو ایکبار اعضا کو دہوسکی اور جو انکو نکری تو تین بار اعضا کو دہوسکی تو ایکبار اعضا کو دہووی اور مضمضہ اور استنشاق کری یعنی تین بار دہونیسی مضمضہ اور استنشاق زیادہ تر موکد ہین م اسواسطی کہ مع الامکان ترک تکرار مکروہ نہین اور سب ناقلین صحابہ کرام نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی وضو مین مضمضہ اور استنشاق کو ذکر کیا ہی اور ایکبار دہونا وضو مین آپکا فعل ہی

ثابت ہی اور فرمایا کیہہ وہ وضو ہی کہ بدون اوسکی حق تعالی نماز کو قبول نہین فرماتا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو اخذ ماءً فمضمض ببعضه واستنشق بباقيه اجزأه وعكسه لا یعنی اگر پانی لیا چلو بہر سو تہوڑے سے پانی سے کلی کی اور باقی سے استنشاق کیا تو اوسکو کفایت کرتا ہی اور اسکے برعکس یعنی پہلے ناکمین ڈالا پہر باقی پانی سے کلی کی تو کافی نہین ہی یعنی ہو اسطے کہ پانی اسصورت مین مستعمل ہوگیا اسواسطے کہ ناکمین پانی نہین تہم سکتا اور مُنہ مین تہم رہتا ہی تو اول کلی کرنے سے باقی پانی مستعمل نہین ہو جاتا اور ناک سے پانی ہٹ آتا ہی لہذا باقی مستعمل ہو جاتا ہی کذا فی الطحطاوی وهل يدخل اصبعه في فمه وانفه الاولى نعم قهستانی اور متوضی کیا اپنی انگلی اپنے مُنہ اور ناکمین ڈالے یا نہ ڈالے جواب بہتر یہہ ہے کہ ہان ڈالے کذا فی القہستانی وتخليل اللحية غير المحرم بعد التثليث ومسح ظهر كفه الى عنقه اور سنت ہے ڈاڑہی کا خلال کرنا غیر محرم کو تین بار منہ دہونے کے بعد اور خلال کرنیکے وقت اپنی ہتہیلی کی پشت اپنی گردن کیطرف کرے سنن ابو داؤد مین انس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے کف مبارک مین پانی لیتے تھے اور تحت الحنک داخل کرتے تھے اوراوس سے ریش مبارک کو خلال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسیطرح میرے رب نے فرمایا پہر معلوم کرو کہ تخلیل ریش مین چار قول ہین پہلا قول یہہ ہی کہ واجب ہی یہہ قول ہی سعید بن جبیر کا دوسرا قول یہہ ہی کہ سنت ہی یہہ مذہب ہی ابو یوسف اور شافعی کا اور ایک روایت ہی محمد سے غیر مطلوب مین کہا کہ سنت کا قول بھی صحیح ہی تیسرا قول یہہ کہ مستحب ہی اور چوتہا قول یہہ ہے کہ جائز ہے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور یہی قول ہی مالک کا جائز کا مطلب یہہ ہے کہ اسکا کرنیوالا منسوب بدعت نہین اور مبسوط مین ہی کہ تخلیل ریش ابو حنیفہ کے نزدیک مستحب ہی صاحبین کے نزدیک جائز ہے کذا فی العینی منح الغفار مین ہے کہ کیفیت تخلیل بطور سنت کے یہہ کہ ہاتھ کی انگلیان ڈاڑہی کے بالونمین نیچے سے ڈالے اور اوپر کیطرف لاوے اسطرح کہ پشت ہاتھ کی متوضی کیطرف ہو وتخليل الاصابع اليدين بالتشبيك والرجلين بخنصر يده اليسرى بادئا بخنصر رجله اليمنى اور سنت ہی انگلیون کا خلال کرنا دونون ہاتہونکا خلال بطریق تشبیک ہی یعنی ایک ہاتھ کی انگلیان دوسرے ہاتھ کی انگلیونمین داخل کرنا جسطرح پنجہ کرتے ہین اور دونون پانون کا خلال بائین ہاتھ کی چہنگلی سے ابتدا کرے داہنے پانون کی چہنگلی سے اور ختم کرے بائین پانونکی چہنگلی پر م بحر الرائق مین ہی کہ تخلیل پانون کی اسفل اصابع سے شروع کرے پشت قدم کیطرف لاوے انتہی عینی نے کہا اس کیفیت کی کچھ اصل نہین ابو داؤد اور ترمذی نے مستورد سے روایت کی ہے کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکہا جب وضو کرتے تو اصابع پانون کو ملتے کرتے چہنگلی سے تو حدیث بدایت خنصر کی مقتضی ہی انتہی ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو خلال کر اپنے دونو ہاتہونکو اور دونون پانوونکو ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث حسن غریب ہی نہر الفائق مین ہی ابن ماجہ کی روایت مین تخلیل بالخنصر آئی ہے لیکن پانون چہنگلی یا اسفل سے فاللہ اعلم به انتہی وهذا بعد دخول الماء خلالها فلو منضمة فرض اور یہہ یعنی تخلیل اصابع کا سنت ہونا پانی داخل ہونیکے بعد ہے انگلیون کے اندر تو اگر انگلیان ملی ہوں تو اونکے مابین کا دہونا فرض ہے م فتح القدیر مین ہی کہ جب وہان پانی نہ پونہچے تو دہونا وہانکا فرض ہوگا کیونکہ تخلیل اور چیز ہے اور غسل اور چیز ہے کما لا یخفی کذا فی الطحطاوی عن البحر وتثليث الغسل المستوعب ولا عبرة للغرفات اور تین بار پورا دہونا ہر عضو مغسول کا سنت ہی اور چلوؤن کا اعتبار نہین بدون استیعاب کے م یعنی تین بار تکرار غسل سنت ہی پہلا دہونا فرض ہے اور دوسرا اور تیسرا سنت مؤکدہ ہے قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق مین منقول ہے سراج سے اور ہر بار کے غسل مین استیعاب یعنی پورا دہونا سنت ہی تین چلو کا اعتبار نہین تو اگر اول بار چلو ڈالا اور کچھہ خشک باقی رہا پہر دوسری بار تہوڑا دہویا پہر تیسری بار تمام عضو پورا ہو گیا تو یہہ تین بار کا دہونا نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو اكتفى بمرة ان اعتاده اثم اور اگر ایکبار دہونے پر اکتفا کیا جبکہ اسکی عادت کریگا تو گنہگار ہوگا م گناہ کیوجہ یہہ ہی کہ اوسنے سنت مشہور کے ترک پر عادت کی صاحب بحر نے کہا گنہگار اوسوقت ہوگا جبکہ تثلیث غسل کے مسنون ہونیکا معتقد نہو ولو زاد لطمانينة القلب او لقصد الوضوء على الوضوء لا بأس به اور اگر تین بار سے زیادہ دہویا دلکی تسکین کیواسطے یا ایک وضو پر دوسرا وضو کرنے کو تو کچھہ مضائقہ نہین زیادت مین م در صورت شک خاطر جمعی کیواسطے تین بار سے زیادہ دہونا اور اسیطرح پانی کی قلت سے یا سردی کی شدت سے یا اور حاجت سے تین بار سے کم کرنا مکروہ نہین کذا فی العالمگیریہ شیخ الاسلام عینی نے کہا کہ تسکین خاطر کیواسطے زیادہ کرنا شک کے نزدیک یا دوسرے وضو کی نیت کرنا لا باس بہ ہے بدلیل حدیث ابن عمر کہ آنحضرت علیہ السلام فرماتے تھے

کہ جسنے وضو کیا وضو پر اسکو دس نیکیان لکھیگا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور بیہقی اور ترمذی نے ہر چند بعضون نے اسکو ضعیف
کہا ولیکن رفع ضعف کا جواب شافی بھی موجود ہی شرح عینی مین وحدیث فقد تعدّی محمولٌ علی الاعتقاد اور وہ حدیث جسمین فقد تعدّی فرمایا ہی وہ اعتقاد
پر محمول ہی ہوم بحرالرائق مین حدیث مذکور یون مذکور ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہہ وہ وضو ہی کہ اللہ تعالی
نماز کو بدون اُسکے قبول نہین کرتا اور دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہہ وضو ہی اُس شخص کا جسکو دونا ثواب عطا ہوتا ہی اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ
یہہ میرا وضو ہے اور مجھسے پہلے کے انبیا کا وضو ہو سو جو شخص کہ اسپر زیادہ کریگا یا کم کریگا فقد تعدی وظلم یعنی اوسنے حد سے تجاوز کیا در صورت زیادت
اور ظلم کیا در صورت کمی بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہی ہی کہ زیادت سے گنہگار نہوگا مگر جبکہ یہہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہین مگر تین بار سے زیادہ کرنے مین
مین کہتا ہون کہ زیادت سے گنہگار ہوگا اسراف کی جہت سے اگرچہ فقط تین بار دہونیکے مسنون ہونیکا معتقد ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً نعم کرہ تکرارہ
فی مجلس کما فی القہستانی معزیاً بالجواہر لا اسراف فی ماء الجاری جائز لانہ غیر مضیّع فتأمّل اور شاید کہ فقہا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک
مجلس مین کراہت تنزیہی ہے یعنی ترک اولی ہے گناہ نہین بلکہ قہستانی مین جواہر سے منقول ہی کہ اسراف جاری پانی مین جائز ہی اسواسطے کہ یہہ شخص پانی کا
ضائع کرنیوالا نہین ہی سو اسکو تامل کر ہوم یہہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر تین بار سے زیادت تسکین دل اور وضو پر وضو کرنے مین جائز ہی اور وعید حدیث مذکور کا
معتقد کے حق مین ہی تو فقہا نے تکرار وضو کو مجلس واحد مین کیون مکروہ کہا ہی جواب یا کہ کراہت تنزیہی ہے جسکو لا باس بہ کہتے ہین بلکہ قہستانی نے اسپر بھی
ترقی کی کہ آب جاری مین مطلقاً زیادت کو جائز کہا طحطاوی نے کہا خلاصہ مین ہی کہ تکرار وضو ایک مجلس مین جائز ہی اور سراج مین ہی کہ مکروہ ہے نہر الفائق مین ہی
کہ دونون روایتون مین اختلاف نہین اسواسطے کہ خلاصہ کا جواز اعادہ واحدہ پر محمول ہی اور سراج کی کراہت چند بار کرنے پر محمول ہی چنانچہ سراج مین چند
بار کا لفظ صریحاً اسپر دلالت کرتا ہی انتہی تو اگر شارح کے کلام کو چند بار تکرار پر محمول کیجیے چنانچہ حلبی محشی نے کہا ہی تو بلاشبہ اسراف ہو اور اسراف مکروہ
تحریمی ہے نہ تنزیہی اور قہستانی کا کلام آب جاری پر وارد ہے اور شارح کا کلام سابق عام ہے اور قہستانی نے جو کہا کہ آب جاری مین اسراف جائز ہی سو ضعیف
قول ہی بلکہ وہ مکروہ ہی مطلقاً بلا حاجت اور شارح نے بلفظ نقل اسکی توہین اور تضعیف کیطرف اشارہ کردیا انتہی ما فی الطحطاوی ملخصاً پس قہستانی کا کلام اعتماد
ضرورت
کے قابل نہین کہ صریح حدیث کے مخالف ہی اسواسطے کہ احمد اور ابن ماجہ مین مروی ہی کہ آنحضرت صلعم سعد بن ابی وقاص پر گذرے اور وہ وضو کرتے تھے تو
فرمایا کہ پانی مین اسراف مت کرو سعد نے کہا کیا پانی مین بھی اسراف ہی فرمایا نعم وان کنت علی نہر جار یعنی ہان پانی مین بھی اسراف ہی اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی
شرح سفر السعادة للدہلوی ومسح کل رأسہ مرة مستوعبًا اور سنت ہی ایک بار سر کا مسح کرنا ایکبار اسطرح کہ بالکل سر پر دونون ہاتھ پہر جاوین اندک بھی
باقی نرہی ہوم صحیحین مین عبد اللہ بن زید سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو مسح کیا دونون ہاتھون سے سو دونو ہاتھ آگے سے پیچھے
لیگئے اور پیچھے سے آگے کو لائے ایکبار اور محمد بن حسن کی موطا مین عبد اللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت علیہ الصلوة والسلام کے وضو کی حکایت مین مروی ہے
مسح کیا مقدم سر سے تا آنکہ دونون ہاتھونکو گدی تک لیگئے پہر دونون ہاتھونکو پہیرا اُسی مکان تک جہان سے مسح کرنا شروع کیا تہا اور جو کیفیت مسح کی اس
حدیث مین مذکور ہی وہی مشہور ہی اور اسکے سوا جو شارحین ہدایہ نے کیفیات مسح کی بیان کی ہین وہ کسی حدیث سے ثابت نہین کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ
ظاہر تر کیفیت مسح کی یہہ ہی کہ دونون ہتھیلیان اور انگلیان مقدم سر پر رکہدے اور انکو تا گدی کہینچ لیجاوے اسطرح کہ تمام سر پر استیعاب ہو جاوے پہر دونو انگلیون
سے دونون کانونکا مسح کرے اور اسطرح سے پانی مستعمل نہین ہوجاتا کذا فی البحر عن الزیلعی اور یہہ جو بعضون نے کہا کہ دونون کف کو اور سبابہ اور ابہام کو
علحدہ رکھے اوسکی تضعیف کی ہے بحرالرائق مین فلو ترکہ وداوم علیہ اثم اور اگر تمام سر کا مسح ترک کیا اور ترک استیعاب پر ہمیشگی کی تو گنہگار ہوگیا یعنی
اسواسطے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہے واذنیہ معاً ولو بمائہ اور سنت ہی دونون کانون کا ساتھ مسح کرنا یعنی بیان تقدیم مین مستحب نہین اگرچہ
کانون کا مسح سر کے مسح کے پانی سے ہو ہوم شارح نے اس کلام سے خلاف شافعی کیطرف اشارہ کیا یعنی امام شافعی کے نزدیک کانون کے مسح کیواسطے نیا
پانی شرط ہی اور ہماری دلیل یہہ حدیث ہی کہ الاذنان من الرأس یعنی دونون کان سر مین داخل ہین تو سر کے ساتھ انکا بھی مسح چاہیے علامہ عینی نے اس حدیث

کو شرح ہدایہ مین آٹھہ صحابیون سے نقل کیا اگرچہ اکثر طرق اس حدیث کے ضعیف ہین لیکن ابن عباس کی حدیث جو دارقطنی مین ہے ابن قطان نے اُسکو صحیح اور
بزار نے اوسکو جید کہا ہے انتہی لکن لو مسّ عمامته فلابدّ من ماءٍ جدید لیکن اگر مسح سر کے بعد پگڑی کو ہاتھہ لگایا تو اب نیا پانی کانون کے مسح کیواسطے
لینا ضرور ہے والترتیب المذکور فی النص اور سنت ہے وہ ترتیب جو نص قرانی مین مذکور ہے یعنی اول چہرہ دہونا پھر دونو ہاتھہ کہنیون تک پھر مسح سر کا
کرنا پھر پانون دہونا ٹخنون تک وعند الشافعی رضی الله عنه فرضٌ وهو مطالب بالدلیل اور امام شافعی رضی الله عنه کے نزدیک ترتیب فرض ہے
اور اونسے دلیل فرضیت کا مطالبہ ہے م بحرالرائق مین بعد دلائل اور بحث کے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم افتراض پر اقامت دلیل کی حاجت نہین کیونکہ
وہ یعنی عدم افتراض اصل ہے اور اوسکا مدعی سے دلیل کا مطالبہ ہے والولاءُ بکسر الواو غسل المتأخر او مسحه قبل جفاف الاول بلا عذرٍ
حتّى لو فنى ماؤه فمضى لطلبه لابأس به اور سنت ہے ولا بکسرہ واو یعنی پے درپے وضو کرنا عبارت ہے عضو متاخر کے دہونے سے یا مسح کرنے سے عضو
اول کے خشک ہوجانے سے پہلے بدون عذر کے یعنی اگر عذر سے خشک ہو چنانچہ ہوا گرم اور تیز ہے تو کچھہ مضائقہ نہین یہانتک کہ اگر درمیان وضو کے پانی چک
گیا سو وہ اوسکے لینے کو گیا اور عضو خشک ہوگیا تو پے درپے کی سنت فوت نہوگی اِس عذر سے م موالاۃ مین جو عدم ہے نے اعتدال ہوا اور اعتدال بدن
اور عدم عذر کی قید لگائی ہے کذا فی الطحطاوی تو اگر ہوا کی گرمی یا سردی یا بدن کی گرمی اور سردی سے خشکی طاری ہوگی اثناء وضو مین تو یہہ مانع نہین پے درپے
کی سنت ادا ہونے کو ومثله الغسل والتیمم اور وضو کی مانند غسل اور تیمم ہے کہ اونکے افعال بھی پے درپے مسنون ہین اور اگر کسی عذر سے تابع فوت ہوجاے تو کچھہ
ڈر نہین طحطاوی نے کہا تیمم مین بحث ہے کیونکہ اوسمین خشکی کو مانع مُوالاۃ قرار دینا متصور نہین وعند مالکٍ فرضٌ اور امام مالک کے نزدیک موالاۃ یعنی وضو کو
پے درپے کرنا فرض ہے ومن السنن الدلک وترک الاسراف وترک لطم الوجه بالماء وغسل فرجها الخارج اور منجملہ سنتون کے عضو مغسول کا
ملنا اور پانی کا اسراف چھوڑنا یعنی زیادہ خرچ نکرنا اور مُنہ پر پانی سخت نمارنا اور عورت کو باہر کی شرمگاہ کا دہونا مسنون ہے م حلبی نے کہا کہ عورت کی شرمگاہ
دہن کی مانند ہے تو جیسے دہن یعنی منہ کا دہونا وضو مین مسنون ہے اور غسل مین واجب ہے اوسیطرح شرمگاہ کا دہونا ہے اور ظاہر شرمگاہ کا دہونا فقط حالت
استنجا مین مسنون ہے نہ وضو کرنے کیوقت لیکن ظاہر بیان شارح اسکے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ مصنف نے تیرہ سنتین مذکور کین اور بعضے نے
چار زیادہ کین کتب فقہ مین کم وبیش مذکور کرتے ہین بعضے مستحبات کو سنن مین اور بعضے سنن کو مستحبات مین شمار کرتے ہین تحفہ مین کہا ۲۴ مستحبین وضو کی مذکور
ہین اسطرح کہ استنجا کرنا ڈہیلون سے اور نیت اور تسمیہ اور غسل یدین الی الرسغین اور استنجا کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مین آداب سے تھا
اور آپکے زمانہ کے بعد سنت ہوگیا باجماع صحابہ تراویح کی مانند اور مضمضہ اور استنشاق اور دونوں مین ترتیب اور ہر ایک کیواسطے جدا پانی لینا اور مضمضہ اور
استنشاق مین مبالغہ کرنا مگر صوم کی حالت مین اور مسواک کرنا مضمضہ کیوقت اور ترتیب اور موالات اور تثلیث غسل اعضاء مغسولہ اور داہنے سے غسل شروع
کرنا اور انگلیون کے سرے سے غسل شروع کرنا ہاتھہ پانون مین اور تخلیل اصابع اور استیعاب تمام سر کا اور شروع کرنا مقدم سر سے اور ایکبار مسح کرنا اور
تثلیث مسح کو ترک کرنا اور کانون کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے نہ آب جدید سے اور تخلیل ریش ابو یوسف کے نزدیک اور مسح گردن مین اختلاف ہے
بعضون کے نزدیک سنت ہے اور بعضون کے نزدیک ادب کذا فی العینی ومستحبّه ويسمّى مندوبًا وادبًا وفضيلةً وهو ما فعله علیه الصلوة والسلام
مرّةً وتركه اخرى وما احبّه السلف اور وضو کی مستحب یا ادب اور مستحب گردن میں اور مستحب کو مندوب اور ادب اور فضیلت بھی کہتے ہین اور مستحب وہ عمل ہے جسکو
رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی کیا کبھی نہ کیا اور وہ عمل جسکو سلف صالحین نے دوست رکھا اور پسند کیا م اصولیون کے نزدیک مستحب اور مندوب ایک
چیز ہین اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہے جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے گاہی کیا گاہی ترک کیا اور مندوب وہ ہے جسکو ایک دوبار کیا جواز کی تعلیم کیواسطے ایسا ہی
شرح نقایہ مین لیکن اس تعریف مین قصور ہے اسواسطے کہ جس فعل کی شارع نے ترغیب دی اور خود نکیا وہ اس سے خارج ہوا جاتا ہے اور محیط مین مندوب کی تعریف کی ہے
جو یہان مستحب کی تعریف ہے کذا فے البحر نہر الفائق مین کہا صاحب کنز اکثر مندوب کہتا ہے اور اُس سے مستحب کا ارادہ کرتا ہے اور یہی قول ہے اصولیون کا اسید حموی نے
تحریر مین کہا ہے کہ جسپر مواظبت نہین ہے وہ مندوب اور مستحب ہے اگرچہ اوسکو کیا ہو ترغیب کے بعد انتهى التيامن في اليدين والرجلين مستحب ہے داہنی طرف سے

شروع کرنا تھا پانو کے دھونے مین ھم صحاح ستہ مین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیامن کو یعنی داہنی طرف سے
شروع کرنے کو دوست رکھتے تھے ہر چیز مین یہانتک کہ طہارت کرنے مین اور جوتے پہننے مین اور بالون کی کنگھی کرنے مین اور سب کا موئین احمد بخاری اور مسلم
مین ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص جوتی پہنے تو چاہیے کہ داہنی پانون سے شروع کرے اور جب اتارے
تو بائین پانون سے شروع کرے تاکہ داہنا پانون جوتے پہننے مین اول ہو اور اتارنے مین آخر ہو اور انس رض سے روایت ہے کہ جب تو مسجد مین داخل ہو تو داہنی
پانون سے ابتدا کر اور جب تو نکلے تو بائین پانون سے ابتدا کر حاکم نے کہا کہ یہہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے و لہذا باتفاق علما داہنی کی تقدیم مستحب ہے ہر ایک
اس امر مین جو از قسم تکریم کی ہے جیسا کہ وضو مین اور غسل مین اور کپڑا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ کے پہننے مین اور مسجد کے داخل ہونے مین اور مسواک
کرنے اور سرمہ لگانے اور ناخن ترشنے اور موچھہ کترنے اور بغل کے بال اکھاڑنے اور سر کے مونڈنے مین اور نماز کے بعد سلام پھیرنے مین اور بیت الخلا
سے نکلنے مین اور کھانے اور پینے اور مصافحہ کرنے مین اور حجر اسود کے بوسہ لینے مین اور چیز کے دینے اور لینے مین اور سوای انکے جو اس قسم کے افعال ہین
اور بائین کی تقدیم ہے امور مذکورہ کے مخالف کامون مین جیسا کہ ناک صاف کرنا اور استنجا اور بیت الخلا مین جانا اور مسجد سے نکلنا اور جوتی اور موزہ اور
پاجامہ اور کپڑا اوتارنا اور مانند انکی اور افعال کذا فی العینی شرح الہدایہ ولو مسحاً داہنی کی تقدیم اگرچہ مسح کرنے مین ہو یعنی درصورت موزہ کی
یا جراحت کے مسح کرنے مین تیامن مستحب ہے الا الاذنین والخدین فلغزای عضوین لا یستحب التیامن فیھما تیامن مستحب نہین دونون
کانونکے مسح مین اور دونون رخسارون کے دھونے مین تو اسیوجہ سے پہیلی کیطرح پوچھتے ہین کہ وہ دو عضو کون ہین جنمین داہنی عضو کی تقدیم مستحب نہین
ھم عنقریب شارح مذکور کر گیا ہے کہ دونون کانون کا مسح ساتھہ ہی سنت ہے اور اگر ایک ہی ہاتھہ ہے یا ایک ہاتھہ مین زخم ہے کہ ساتھہ ہی دونون کانون
کا مسح نہین کر سکتا تو اب البتہ داہنی کان کو تقدیم ہے کذا فی العالمگیریہ ومسح الرقبۃ بظہر یدیہ اور مستحب ہے گردن کا مسح کرنا دونون ہاتھون
کی پیٹھہ سے یعنی اسواسطے کہ پشت دست کا پانی مستعمل نہین لا الحلقوم لانہ بدعۃ حلقوم یعنی گلے کا مسح کرنا مستحب نہین کیونکہ وہ بدعت ہے ھم بدعت
جب مطلق مذکور ہو تو بدعت سیئہ مراد ہوتی ہے نہ بدعت حسنہ کذا فی الطحطاوی ومن آدابہ عشرین لا نہ ادابا آخر اوصلھا فی الفتح الی
نیف وعشرین اوصلھا فی الخزائن الی نیف وستین استقبال القبلۃ اور وضو کے آداب یعنی مستحبات سے وضو کی وقت قبلہ رو بیٹھنا ہے
شارح نے کہا مصنف عشرین کا لفظ جو بعض پر دلالت کرتا ہے بولا اسواسطے کہ آداب وضو سوای متن کے اور بھی ہین فتح القدیر مین آداب وضو کو بیس اور
کئی تک پونہچایا ہے اور مین نے خزائن الاسرار مین (جو پہلے شرح لکھی تھی اس متن کی) ساٹھہ اور کئی آداب تک نوبت پونہچائی ھم ان نے پندرہ مستحبات
ذکر کئے اور شارح نے آٹھہ زیادہ کئے اور طحطاوی محشی نے سوای انکے چودہ بڑہائے تو سب ۳۷ مستحب ہوئے مستحبات مذکورہ طحطاوی یہہ ہین حالت استنجا
مین انگوٹھی کا اوتار رکھنا جسپر اللہ تعالی یا اسکے رسول کریم کا نام پاک ہے اور مٹی کے برتن سے وضو کرنا اور دستگاہ آفتابہ کو تین بار دھونا اور
آفتابہ وضو کو بائین طرف رکھنا اور اگر بڑا برتن طشت وغیرہ کی مانند ہو اسکو داہنی طرف رکھنا اور غسل کرنے مین آفتابہ کی دستگی پر ہاتھہ رکھنا نہ اسکی
سر پر اور وضو کے جمیع افعال مین نیت کو ساتھہ رکھنا اور وضو مین جلدی اور شتابی نکرنا ایسا مذکور ہے فتاوی عالمگیری مین اور وضو کا برتن حاجت
سے پہلے بھر رکھنا اور استنشاق کیوقت بائین ہاتھہ سے ناک جہاڑنا اور بھون اور موچھہ کے نیچے پانی پونہچانا اور چہرہ دہونے کی ابتدا اوپر سے کرنا اور سر
کا مسح مقدم سے شروع کرنا اور ہاتھہ پانون کا دھونا اونگلیون کے سرون سے شروع کرنا ایسا مذکور ہے معراج الدرایہ مین کذا فی الطحطاوی ف
ودلک اعضائہ فی المرۃ الاولی اور مستحب ہے اپنے اعضا کو ملنا اول بار کے دھونے مین ھم مصنف نے دلک اعضا کو مستحبات مین شمار کیا
اور خلاصہ مین کہا ہے کہ دلک اعضا ہمارے مذہب مین سنت ہے خصوصاً موسم سرما مین چنانچہ صاحب فتح القدیر نے کہا ہے لہذا شارح نے دلک اعضا کو
سنتون مین شمار کیا کذا فی الطحطاوی وادخال خنصرہ المبلولۃ صماخ اذنیہ عند مسحھما اور مستحب ہے اپنی بھیگی چھنگلی کا داخل کرنا دونون کانون کے
سوراخ مین انکے مسح کرنے کیوقت وتقدیمہ علی الوقت لغیر المعذور اور نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کو یعنی معذور جسکا پیشاب

اور یہہ وقت بارہی ہی اوسکی حق مین تقدیم وضو کی مستحب نہین وهذه احدی المسائل الثلث المستثناة من قاعدة الفرض افضل من النفل
لان الوضوء قبل الوقت مندوب وبعده فرض اور یہہ یعنی تقدیم وضو کا مسئلہ ایک ہی ان تین مسئلون سے جو مستثنے ہین اس قاعدہ سے کہ فرض افضل ہی
نفل سے سو اسطرح کہ وضو وقت سے پہلے مستحب ہی اور وقت آنیکے بعد فرض ہی م قاعدہ مذکورہ سے تین مسئلے خارج ہین اسواسطے کہ انمین نفل یعنی مستحب افضل ہی فرض
سے الثانية ابراء المعسر مندوب افضل من انظاره الواجب دوسرا مسئلہ یہہ ہی کہ مفلس کو دین چھوڑ دینا مستحب ہی وہ افضل ہے مفلس کی مہلت دینے
سے کہ وہ واجب ہی م مفلس مدیون کو مہلت دینا واجب ہی بموجب اس آیت کے وان کان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة یعنی اگر مدیون تنگدست ہو تو
اوسکو مہلت دینا چاہیئے کشادگی تک تو دیکھو یہان چھوڑنا جو مستحب تہا افضل ٹھہرا مہلت دینے سے جو واجب ہے الثالثة الابتداء بالسلام سنة افضل
من رده وهو فرض تیسرا مسئلہ یہہ ہی کہ سلام کرنا سنت ہی سو افضل ہی سلام کے جواب دینے سے اور حالانکہ جواب دینا فرض کفایہ ہی ونظمه من قال ؎ الفرض افضل
من تطوع عابد + حتى ولو قد جاء منه باكثر + الا التطهر قبل وقت وابتدا + للسلام كذاك ابراء معسر مسائل ثلثہ کو نظم مین بیان کیا
ہے جس شاعر نے یون کہا ہی کہ فرض افضل ہے عابد کے نفل سے اگرچہ نفل کو اوسنے زیادہ ترکیا ہو فرض سے مگر طہارت کرنا وقت سے پہلے اور ابتدا سلام
اسیطرح مفلس کا دین چھوڑ دینا افضل ہی وقت آنیکے پہلے طہارت اور جواب دینے اور مہلت دینے سے وتحريك خاتمه الواسع اور مستحب ہی کشادہ انگوٹھی کا ہلانا
اور پھیرنا وضو کے وقت ومثله القرط اور یہی حال کان کی بالی کا ہی غسل کیوقت اسکا بھی پھیرنا مستحب ہی تاکہ پانی سوراخ کے اندر پونہچ جاوے وكذا الضيق
ان علم وصول الماء والا فرض اور اسیطرح تنگ انگوٹھی کی تحریک مستحب ہی اگر اسکے نیچے پانی کا پونہچنا معلوم ہوگیا ہو اور اگر پانی کا پونہچنا معلوم نہو تو اب تحریک
اوسکی فرض ہی نہ مستحب وعدم الاستعانة بغيره الا لعذر اور غیر سے مدد چاہنا وضو مین مستحب ہی مگر معذور کو استعانت مخالف استحباب نہین ہی عذر یہہ کہ
برتن بھاری ہی اوٹھہ نہین سکتا یا کہ وضو کرنیوالا بیمار اور ضعیف ہی کذا فی الطحطاوی واما استعانته عليه الصلوة والسلام بالمغيرة فلتعليم الجواز
اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مدد چاہنا وضو مین مغیرہ بن شعبہ صحابی سے جواز استعانت کی تعلیم تھی م یہہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر استعانت غیر
سے خلاف استحباب ہوتی تو حضرت سے واقع نہوتی جواب یا کہ یہہ تعلیم جواز کے واسطے تہا اور شارع کو تعلیم افضل ہی مستحب ہی کذا فی الطحطاوی مغیرہ بن شعبہ کی حدیث
مین ہے کہ مین حضرت کے ساتھ سفر مین تہا اور آپ شامی جبہ تنگ آستین کا پہنے تھے تنگی آستین سے ہاتھہ نہ نکل سکا آپنے اسفل آستین سے ہاتھہ نکالا سو مین نے
پانی ڈالا آپنے وضو کیا اور موزون پر مسح کیا مسلم اور بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہی امام غزالی نے کہا کہ تنگی آستین کیوجہ سے استعانت تھی اور
بعضون نے کہا سفر کی جہت سے کذا فی العینی وعدم التكلم بكلام الناس الا لحاجة تفوته اور مستحب ہی وضو مین نہ بولنا آدمیونکی سی بات کا مگر اس حاجت
کیواسطے بولنا خلاف استحباب نہین جو بدون بولے فوت ہوتی ہو والجلوس فى مكان مرتفع تحرزا عن الماء المستعمل اور مستحب ہی وضو کرنیکو اونچے مکان
مین بیٹھنا مستعمل پانی سے بچنے کو یعنی اگرچہ اصح قول مین مستعمل پانی طاہر ہی لیکن اختلاف سے بچنے مین احتیاط ہی وعبارة الكمال وحفظ ثيابه عن التقاطر وهى
اشمل اور شیخ کمال الدین صاحب فتح القدیر کی عبارت یون ہی کہ بچانا کپڑون کا تقاطر سے مستحب ہی اور یہہ عبارت بنسبت ماتن زیادہ تر صورتون کو شامل ہے
اسواسطے کہ کبھی وضو کرنیوالا اونچے مکان پر ہوتا ہی اور چھینٹون سے نہین بچتا کذا فی الطحطاوی والجمع بين نية القلب وفعل اللسان اور مستحب ہی جمع کرنا دلکی
نیت مین اور زبان کے تلفظ مین یعنی دل کی نیت کے ساتھہ زبان سے بھی کہے کہ وضو کرتا ہون للہ رفع حدث یا استباحۃ صلوۃ یا امتثال امر کیواسطے هذه رتبة وسطى
بين من سن التلفظ بالنية ومن كرهه لعدم نقله عن السلف اور یہہ یعنی زبانی قول کو مستحب کہنا میانہ روی ہی دو قول مین ایک قول اس شخص کا جو سنت
کہتا ہی زبانی نیت کرنیکو چنانچہ امام شافعی اور دوسرا قول اسکا جو زبانی نیت کو مکروہ کہتا ہی کیونکہ نیت کو زبان سے کہنا سلف سے یعنی صحابہ اور تابعین سے منقول
نہین م یعنی استحباب رتبہ ہی سنت کہنے اور مکروہ کہنے کے درمیان مین تو جمع کرنا نیت دلی اور تلفظ زبانی کو متوسط رتبہ ٹھہرا وخير الامور اوساطها والتسمية كما مر
عند غسل كل عضو وكذا الممسوح اور بسم اللہ کہنا چنانچہ مذکور ہو چکا ہر عضو کے دہونیکے وقت مستحب ہی اور اسیطرح مسح کرنیکے وقت م ابتداء وضو مین
بسم اللہ کہنا سنت ہی اور ہر عضو کے دہونے اور مسح کرنیکے ساتھہ مستحب ہی والدعاء بالوارد عنده اى عند كل عضو وارد علمکر یا جو اخبار اور آثار

[illegible]

اور بہتر کلام در میانی ہو مستحب ہین

مین داخل ہو ہر عضو دہوتے وقت اوسیے کہ تم شرح طحطاوی مین ہے کہ مضمضہ کے وقت کہی اَللّٰهُمَّ اَعِنِّی عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ اور استنشاق کیوقت کہی اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِی رَائِحَةَ الْجَنَّةِ اور چہرہ دہوتے کیوقت کہی اَللّٰهُمَّ بَیِّضْ وَجْہِی یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ اور دایاںہاتھ دہوتے کیوقت کہی اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِی کِتَابِی بِیَمِیْنِی وَحَاسِبْنِی حِسَابًا یَّسِیْرًا اور بایان ہاتھ دہونیکے وقت کہی اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِی کِتَابِی بِشِمَالِی وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَہْرِی اور سر کے مسح کرنے کیوقت کہی اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِی تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِکَ اور کانونکے مسح کرنے کیوقت کہی اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اور گردن کے مسح کرنیکے وقت کہی اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِی مِنَ النَّارِ اور دونون پانون دہونے کیوقت کہی اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِی عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ رافعی شافعی نے کہاکہ یہہ خبر صالحین سی مروی ہی اور محی الدین نووی نے روضہ مین کہاکہ اس دعا کی کچہ اصل نہین ابن صلاح نے کہاکہ اسمین کوئی حدیث صحیح نہین مین کہتاہون مستغفری نے دعوات مین اور صاحب فردوس نے اور ابن عساکر نے اسمین بطرق ضعیفہ علی مرتضی سی روایت کی ہی اور ابن حبان نے صنعا بن انس سی اور مستغفری نے براء بن عازب کی حدیث سے اسیطرح کی روایت کی اور اسناد اوسکی واہی اور ضعیف ہے کذا فی العینی وقد رواہ ابن حبان وغیرہ عنہ علیہ الصلوۃ والسلام من طرق قال محقق الشافعیۃ الرملی فیعمل بہ فی فضائل الاعمال وان انکرہ النووی اور البتہ ادعیہ مذکورہ کی حدیث کو ابن حبان وغیرہ نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی ہی چند طریقون سی محقق شافعی مذہبون کی یعنی شمس الدین محمد رملی نے کہا تو ایسی حدیث پر عمل کرنا چاہیے اعمال کے فضائل مین اگرچہ محی الدین نووی شافعی نے اسکا انکار کیا ہے ہم جب حدیث ضعیف کے چند طریقے اسناد کے ہوئی تو ایک دوسرے کی تقویت کرتا ہی تو وہ حدیث صرف ضعیف نہین رہتی بلکہ وہ مرتبہ حسن کو پہونچجاتی ہے اہل حدیث اسکو حسن لغیرہ کہتی ہین ابن حجر نے شرح اربعین مین کہاکہ فضائل اعمال مین عمل بحدیث ضعیف اسواسطے جائز ہوا کہ اگر وہ حدیث نفس الامر مین صحیح ہے تو عمل کرنے سے اسکا حق ادا ہوا اور اگر صحیح نہین ہی تو عمل کرنے سے تحلیل اور تحریم کا کچہہ فساد مترتب نہوا اور نہ غیر کی حق تلفی ہوئی ایک حدیث مین وارد ہی کہ جسکو خبر بطرف سے ثواب عمل کرنیکا پونہچا سو اوسنے اوسپر عمل کیا تو اوسکو اجر ملیگا اگرچہ مینے اوسکو نکہا ہو کذا نے الطحطاوی شارح نے رملی کو موصوف بصفت محقق شافعیہ کہا تاکہ خیر الدین رملی حنفی کا لوگونکو دہوکہا نہو شیخ عابد سندہی مدنی نے طوالع الانوار حاشیہ در المختار مین تصریح کی کہ محقق شافعیہ سی مراد شمس الدین محمد رملی ہے **فائدہ** یہہ فائدہ شارح نے مناسب مقام کے بیانکیا شَرْطُ الْعَمَلِ بِالْحَدِیْثِ الضَّعِیْفِ عَدَمُ شِدَّةِ ضُعْفِہٖ حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی شرط ہے کہ نہایت ضعیف نہو ہم شدید الضعف وہ حدیث ہی جسکا کوئی طریقہ کذاب یا متہم بالکذب سی خالی نہو قال الطحطاوی کذا قالہ ابن حجر وَاَنْ یَّدْخُلَ تَحْتَ اَصْلٍ عَامٍّ اور یہہ شرط ہی کہ قاعدہ کلیہ شرعی کے تحت مین ہو ہم وہ قاعدہ بیان دعا کی مطلوبیت ہی کیونکہ دعا کرنا عام ہی ہر وقت مین کذا فی الطحطاوی وَاَنْ لَّا یَعْتَقِدَ سُنِّیَّةَ ذٰلِکَ الْحَدِیْثِ اور یہہ شرط ہی کہ اس حدیث ضعیف کی مسنون ہونیکا اعتقاد نہو یعنی یہہ یقین نکرے کہ یہہ قولاً یا فعلاً حضرت سی ثابت ہی لیکن علی سبیل الاحتمال کوئی مانع نہین کذا فی الطحطاوی وَاَمَّا الْمَوْضُوْعُ فَلَا یَجُوْزُ الْعَمَلُ بِہٖ بِحَالٍ وَلَا رِوَایَتُہٗ اِلَّا اِذَا قُرِنَ بِبَیَانِ وَضْعِہٖ اور موضوع حدیث پر عمل کرنا توکسی حالمین جائز نہین اور نہ اوسکا نقل کرنا جائز ہی مگر جب کہ نقل کے ساتہہ اوسکی موضوع ہونے کو بیان کردی تو اس شرط سی البتہ روایت درست ہی چنانچہ اسیطرح بیان موضوعات مین محدثین نے کتابین تالیف کی ہین ہم موضوع جہوٹی حدیث کو کہتی ہین اور افترا کرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بالاتفاق حرام ہی اور بعضون نے اوسکو کفر کہا ہی حدیث صحیح مین وارد ہی جسنے مجہپر جوڑکے وہ کہا جو مینے نہین کہا تو وہ شخص اپنا نشست گاہ دوزخ مین سی ٹہرا دی کذا فی الطحطاوی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ بَعْدَہٗ اِیْ بَعْدَ الْوُضُوْءِ لٰکِنْ فِی الزَّیْلَعِیِّ اِیْ بَعْدَ کُلِّ عُضْوٍ اور مستحب ہی صلوۃ اور سلام کا کہنا نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر بعد وضو کے لیکن زیلعی مین وضو کے ہر عضو کے بعد درود پڑہنے کو مستحب کہا ہی وَاَنْ یَّقُوْلَ بَعْدَہٗ اِیْ الْوُضُوْءِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَہِّرِیْنَ اور یہہ مستحب ہی کہ وضو کے بعد یہہ دعا پڑہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَہِّرِیْنَ ہم مسلم مین عمر فاروق رضی سی روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کامل کرسے پہر کہے اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اوسکو واسطے آٹہون دروازی بہشت کی کہولے جاوین جس دروازہ سی چاہی بہشت مین داخل ہو ترمذی کی روایت مین اتنا زیادہ ہی اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَہِّرِیْنَ لیکن اسکی اسناد

مین اضطراب ہی اور مستدرک حاکم مین ابوسعید خدری سے یون روایت ہی کہ جو وضو کرے پہر یہ کہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ
اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ تو لکہا جاویگا ورق مین پہر اوسپر مُہر ہوگی اور نہ ٹوٹے گی قیامت کے دن تک اِس روایت کے رفع اور وقف مین اختلاف ہی لیکن نسائی
اور طبرانی نے اسکے موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے اور نووی نے جواذکار اور شرح مہذب مین مرفوع اور موقوف ہونیکی تضعیف کی سو غلط ہی اسلئے کہ
موقوف کے صحیح ہونے مین شک نہین کذا فی العینی شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ مین نسائی اور ابن السنی سے ابوموسی اشعری کی روایت
کی کہ مین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وضو کا پانی لایا آپ نے وضو کیا پہر مین نے سُنا کہ آپ فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ
لِيْ فِيْ رِزْقِيْ وَاَنْ يَّشْرَبَ بَعْدَهٗ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِهٖ كَمَاءِ زَمْزَمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قَائِمًا اَوْ قَاعِدًا اور مستحب ہی وضو کے بعد کچہہ وضو کا بچا پانی پینا
زمزم کے پانی کی مانند قبلہ رو کہڑے ہوکر یا بیٹہہ کر وَفِيْمَا عَدَاهُمَا يُكْرَهُ قَائِمًا تَنْزِيْهًا اور وضو اور زمزم کے پانی کے سوا اور پانی کہڑے ہوکر پینا
مکروہ تنزیہی ہے یعنی اسواسطے کہ اسمین طب کی راہ سے مضرت ہے نہ دین کی راہ سے کذا فی الطحطاوی وعن ابن عمر كُنَّا نَاْكُلُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَنَحْنُ نَمْشِيْ وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیوقتمین کہاتے تہے چلنے کیحالتمین اور پیتے تہے
کہڑے ہوئے **م** شارح نے اِس روایت سے ثابت کیا کہ کہانا چلتے ہوئے اور پینا کہڑے ہوئے جائز ہے وَرُخِّصَ لِلْمُسَافِرِ شُرْبُهٗ مَاشِيًا اور اجازت ہی مسافر کو
پانی پینے کی چلتے ہوئے وَمِنَ الْاٰدَابِ تَعَاهُدُ مُوْقِيْهِ وَكَعْبَيْهِ وَعُرْقُوْبَيْهِ وَاَخْمَصَيْهِ مستحبات سے ہی خبرگیری اپنی دونون آنکہون کے کوئون کی اور دونو
ٹخنون کی اور دونون ایڑیون کی اور دونون تلوون کی اندر کی یعنی وضو کے اندر اِن مقامون مین پانی پونہچانا اور اِن سے غافل نرہنا مستحب ہی اسواسطے کہ
اونچے نیچے ہونیکے سبب سے اِن مقامات مین کبہی تہوڑی خشکی باقی رہجاتی ہی ولہذا حدیث صحیح بخاری ومسلم مین وارد ہی کہ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ یعنی خرابی
ہے ایڑیون کیواسطے دوزخ کی آگ سے یعنی جن ایڑیون مین خشکی رہگئی وضو کرنے مین غفلت سے وَاِطَالَةُ غُرَّتِهٖ وَتَحْجِيْلِهٖ اور مستحب ہی دراز کرنا چہرا اور ہاتہہ پانون
کے دہونیکا یعنی اعضاء مغسولہ کی حدود معینہ سے زیادہ دہونا مستحب ہی **م** صحیحین اور نسائی مین ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا کہ میری امت غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ آوین گے وضو کے آثار سے سو جس سے ہوسکے اپنا غرہ بڑہاوے کرے اور دوسری روایت مین ہی کہ ابوہریرہؓ نے وضو کیا سو
اپنا چہرہ دہویا اور دونون ہاتہونکو دہویا یہانتک کہ قریب تہا کہ دونو مونڈہون تک پونہچتا پہر دونو پانون دہوئے پنڈلیون تک پہر حدیث مذکور
پڑہی غرہ کہتے ہین گہوڑے کے چہرہ کی سفیدی کو اور تحجیل بولتے ہین اوسکے ہاتہہ پانون کی سفیدی کو اور یہہ زینت ہی گہوڑے کے حق مین تو حدیث مین غرہ
اور تحجیل استعارہ ہی انسان کیواسطے وضو کے آثار مین کذا فی التیسیر یعنی متوضی کا چہرہ اور ہاتہہ پانون روشن ہونگے وضو کے آثار سے تو حدود معینہ
سے زیادہ کرنا مستحب ٹہرا طحطاوی نے علی زادہ کی شرح شرعہ سے نقل کیا کہ دونون ہاتہون کا دہونا نصف بازو تک اور پانونکا دہونا نصف ساق تک
مستحب ہی وَغَسْلُ رِجْلَيْهِ بِيَسَارِهٖ اور مستحب ہی دونون پانونکا دہونا بائین ہاتہہ سے وَبَلُّهُمَا عِنْدَ ابْتِدَاءِ الْوُضُوْءِ فِي الشِّتَاءِ اور مستحب ہی دونون
پانونکا پانی سے چپڑنا ابتداء وضو مین جاڑے کے موسم مین **م** فتاوی عالمگیری مین بدائع سے تعمیم اعضاء مذکور ہی اسطرح کہ خلف بن ایوب نے کہا کہ لائق یون
ہے کہ سرما مین اعضا کو پانی سے چپڑلے تیل ملنے کیطرح پہر اوسپر پانی روان کرے اسواسطے کہ سرما مین پانی عضو پر خوب نہین پہیلتا ہی کذا فی الطحطاوی
وَالتَّمَسُّحُ بِمِنْدِيْلٍ اور مستحب ہی اعضا کو پونچہنا رومال سے **م** یعنی موضع استنجا کو کپڑے سے پونچہنا مستحب ہی ایسا ہی فتح القدیر مین ہی اور عالمگیری مین ہی کہ
پانی اعضاء وضو کو نہ پونچہے اُس کپڑے سے جس سے موضع استنجا کو پونچہا تو اور کپڑے سے پونچہنا درست ہی اور معراج مین ہی کہ لائق یہہ ہی کہ مبالغہ نہ پونچہے
کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا کہ بعد وضو کے رومال وغیرہ سے پونچہنے مین علما کا اختلاف ہی سو ہمارا مذہب یہہ ہی کہ لا باس بہ یعنی کچہہ مضائقہ نہین اور ترک
افضل ہے اور امام شافعی کے نزدیک صحیح قول یہہ ہی کہ مکروہ نہین لیکن اسکا ترک مستحب ہی اور بعضون نے کہا کہ موسم گرما مین مکروہ ہی اور سرما مین سردی
کے عذر سے مکروہ نہین اور ابن شاہین نے جو ناسخ اور منسوخ مین عدم تمسح کی حدیث روایت کی ہی اور ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
پونچہنے کی روایت کی ہی سو دونون حدیثین ضعیف ہین انتہی ما فی العینی مختصرًا وَعَدَمُ نَفْضِ يَدِهٖ اور مستحب ہی ہاتہہ کا نہ جہاڑنا اسواسطے کہ جہاڑنا طہارت

بائین ہاتہہ کے جہاڑنے ... [illegible]

کی کراہت اور بیزاری پر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی وقراءۃ سورۃ القدر اور مستحب ہی سورۂ اِنَّا اَنزَلنَا کا پڑہنا وضو کے بعد شارح منیہ نے اسپر
بہت ثواب ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی وصلوٰۃ رکعتین فی غیر وقت کراہۃ اور مستحب ہی بعد وضو کے دو رکعت کا پڑہنا سوا ہی وقت کراہت کے
ہم اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہین صحیح مسلم وغیرہ مین عقبہ بن عامر سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے
اچھی طرح سے پہر کہڑا ہو اور دو رکعت نماز پڑہے وہ دونو رکعتون پر متوجہ ہوکر اپنے دل اور چہرہ سے مگر اوسکے واسطے جنت واجب ہوگئی کذا فی تیسیر الوصول الی
جامع الاصول یعنی حضور ظاہری اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہی ومکروھہ لطم الوجہ او غیرہ بالماء تنزیہًا اور مکروہ تنزیہی ہے چہرہ وغیرہ پر
پانی کو زور سے مارنا والتقتیر والاسراف اور حاجت سے کم وبیش کرنا ہم کمی کی صورت یہہ ہے کہ غسلِ اعضا مین تیل کی مانند پانی چپڑے بلکہ اچھی طرح
اعضا پر تین بار پانی کو روان کرے ومنہ الزیادۃ علی الثلث اور منجملہ اسراف کے ہی تین بار سے زیادہ دہونا لیکن تسکین دل یا وضو پر دوسرے وضو
کی قصد سے زیادت درست ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ہم بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی مین حدیث صحیح ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
ایک مُدّ سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے اور بعضے روایات مین کم وبیش بھی آیا ہے اور صاع چار مُد کا ہوتا ہے اور مُدّ دو رطل کا اور
رطل بیس استار کا اور ہر استار ساڑہے چار مثقال کا اور مُدّ اور مَنِّ شرعی ایک ہی چیز ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام خود پانی وضو کا کم صرف کرتے
اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور فرماتے کہ میری امت مین وہ لوگ پیدا ہونگے جو وضو مین تعدّی اور تجاوز حد سے کرین اور فرماتے تھے کہ وضو
کا ایک شیطان ہے نام اوسکا وَلہان ہے تو پانی کے وسواس سے پرہیز کر و کذا فی سفر السعادۃ وشرحہ اب چونکہ ہر مثقال ساڑہے چار ماشے کا ہوتا ہی تو مُدّ اور
مَن شرعی لکھنو کے سیر کے حساب سے تخمینا تین پاؤ پختہ کا ہوا اسواسطے کہ لکھنو کا پختہ سیر ۹۶ روپیہ کا ہی اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا اور صاع جس سے
غسل سنت ہی تین سیر قدر ہی زائد کا ہوا عادت ہوگئی ہے پانی کے اسراف کی لہذا اکثر لوگ اِسقدر پانی مین متحیر ہوتے ہین اگر تنگ ٹونٹی کے لوٹے
سے باحتیاط وضو کرین اسطرح سے کہ بدن پر پانی گرے زمین پر بیفائدہ نگرے تو تین پاؤ پانی سے بخوبی وضو ہو سکتا ہی اسکا ضرور اہتمام کرنا چاہیے
تاکہ سنت پر عمل کرنیکا ثواب حاصل ہو اور اسراف مکروہ سے اجتناب ھذہ تحریمًا لو بماء النہر والمملوک لہ پانی مین اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر نہر کی
پانی سے یا اپنے مملوک پانی سے وضو ہو ہم مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہین حرام سے قریب ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام ہے بعینہ اما
الموقوف علی من یتطہر ومنہ ماء المدارس فحرام اور وہ پانی جو طہارت کرنے والون پر وقف کیا گیا اور وقف کی قسم سے ہے مدرسون
کا پانی سو اوسمین تو اسراف کرنا حرام ہی بالاتفاق وتثلیث المسح بماء جدید اور تین بار مسح کرنا نئے پانی سے مکروہ ہی اما بماء واحد
فمندوب او مسنون اور ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا تو مستحب ہی یا مسنون چنانچہ منح الغفار مین زیلعی سے منقول ہے ہم ہدایہ مین اسکو
مشروع کہا ہی اور عینی نے کہا کہ مسنون ہونے کی بھی امام سے روایت ہی اور صحیح قول امام سے ترک تثلیث کا ہی انتہی ومن منہیاتہ التوضی
بفضل ماء المرأۃ اور وضو کی ممنوعات سے عورت کی وضو یا غسل کے باقی رہے پانی سے وضو کرنا ہم اسواسطے کہ شاید اس سے مرد کو کچھہ تلذذ حاصل
ہو یا یہہ وجہ ہے کہ اکثر عورتین نجاست سے محافظت کمتر ہوتی ہی اور یہہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی او فی موضع نجس
لان لماء الوضوء حرمۃ یا مکروہ ہے وضو کرنا ناپاک مکان مین اسلئے کہ وضو کے پانی کی کچھہ حرمت ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اور یہہ بھی وجہ ہے
کہ وہان نجاست کی چھینٹون کے پڑنیکا خوف ہی او فی المسجد الا فی اناء یا مکروہ ہے وضو کرنا مسجد کے اندر مگر مسجد مین برتن کے اندر وضو جائز ہی او فی
موضع اعد لذلک یا وضو جائز ہی مسجد کی اسمکان مین جو وضو کرنیکو بنایا گیا چنانچہ اس ملک مین مسجد کے لب فرش وضو کے واسطے بناتے ہین والقاء النخامۃ و
الامتخاط فی الماء اور مکروہ ہی تہوکنا اور سنکنا پانی مین یعنی اگرچہ آب جاری ہو طحطاوی نے کہا یہہ کراہت تنزیہی ہے اسواسطے کہ
انکے ترک کرنے کو مستحبات مین شمار کیا ہے وینقضہ خروج کل خارج نجس بالفتح ویکسر منہ ای من المتوضی الحی اور وضو کو توڑتا ہی
نکلنا ہر ناپاک چیز نکلنے والیکا زندہ وضو کرنیوالے سے شارح نے کہا نجس بفتح جیم ہے اور کبہی جیم کو کسرہ یعنی زیر بھی دیا جاتا ہے ہم نواقض وضو

نجَس بفتحہ جیم مین نجاست کا نام ہی اور بکسرہ جیم اوسکا نام ہی جو پاک نہو تو یہہ عام ترجمہ تو متن مین دو نو طرح ہو سکتا ہی مگر فتحہ جیم کا الیق ہی کہ تکلف سے
دور ہی اور لغت کی راہ سے دونو مین کچھہ فرق نہین چنانچہ نہر الفائق مین ہے زندہ کی قید سے مُردہ نکل گیا اسواسطی کہ خروج نجاست کا مُردہ سے ناقص
اوسکے وضو کا نہین بلکہ موضع نجاست کا دہونا چاہیے کذا فی الطحطاوی معتادًا او لا نجس خارج عادت کی چیز ہو چنانچہ بول اور براز یا عادت کی چیز
نہو چنانچہ خون کا نکلنا مِنَ السَّبِیلَیْنِ او لا بول و براز کی راہ سے نجاست نکلے یا نہین اِلیٰ مَا یُطَہَّرُ بالبناء لِلمفعول اِی مَا یَلحَقُہٗ حُکمُ التطہیرِ یا نہو
وضو ہی نکلنا نجاست کا اُس مقام تک بدن سے جو طاہر کیا جاتا ہے یعنی جسکے پاک کرنے کا حکم لاحق ہوتا ہی وضو یا غسل مین ثم المُرادُ بالخروجِ مِنَ
السبیلین مجرّدُ الظُّہورِ پہر اسکو معلوم کر کہ خروج سبیلین سے مراد فقط ظاہر ہونا ہی بدون سیلان کے یعنی جب نجاست بول اور براز کی راہ سے ظاہر
ہوئی خروج متحقق ہوا اور وضو ٹوٹ گیا اگرچہ سیلان نہو م محیط مین ہے کہ حد خروج کی انتقال ہے باطن سے ظاہر کیطرف اور یہہ معلوم نہین ہوتا ہے مگر
بسبب سیلان کرنیکے موضع نجاست سے اسلئے خروج کی تعبیر سیلان سے کی برخلاف اوسکے اگر نجاست ظاہر ہوئی سبیلین کے سری پر کہ وہ وضو کے ناقص ہی
اگرچہ سائل نہوئی اسواسطیکہ راس سبیلین نجاست کا مکان نہین ہے وہان تو نجاست آتی ہے اپنی مکان اصلی سے منتقل ہوکر تو انتقال نجاست کا ظہور سے
معلوم ہوا تو ظہور کو خروج کے قائم مقام کر دیا کذا فی الدرر لملا خسرو وفی غیرِہما عَیْنُ السَّیَلانِ اور سبیلین کے سوای مین خروج بعینہ سیلان ہے
یعنی بہنا ہی نکلنا ہے م سیلان یعنی بہنی کی حد یہہ ہے کہ نجاست زخم کے اوپر آوی پہر وہان سے ڈہلجاوی ایسا بیان کیا ہی ابو یوسف نے اسواسطی کہ جبتک
انحدار یعنی سر زخم سے ڈہلنا پایا نجاویگا تو اپنی مکان سے نجاست کا انتقال نہوگا کیونکہ جب تک خون سر زخم کے موازی اور سامنی ہی وہی اُسکا مکان
اصلی ہے اور اسی تقریر سے معلوم ہو گیا کہ غیر سبیلین مین خروج عین سیلان ہے کذا فی الدرر الحاصل سبیلین مین خروج نجاست کا تحقق فقط ظاہر
ہو جانے سے ہوتا ہی اگرچہ سیلان نہو اور غیر سبیلین مین یعنی زخم وغیرہ مین خروج ثابت نہوگا بدون سیلان کے ولو بالقوۃ لِما قالُوا لو مَسَحَ الدَّمَ
کلّما خرجَ ولو ترکہ لَسالَ نقضَ و الّا لا اگرچہ سیلان بالفعل نہو بلکہ بالقوہ ہو یعنی بہنے کی لیاقت اور قابلیت رکہتا ہو تو ناقض ہوگا اسلئے کہ فقہون
نے کہا ہے کہ اگر خون نکلتے کو پوچہتا رہا اور بہنے ندیا لیکن اگر نہ پوچہتا تو بہتا تو ایسا خون وضو کو توڑتا ہے اور جو ایسا نہین وہ ناقض نہین جیسے
اگر بہنے کے لائق نہین وہ وضو کو نہین توڑتا کما لو سالَ فی باطنِ عَیْنٍ او جُرحٍ او ذَکَرٍ ولَم یَخرُجْ جیسے وضو کو نہین توڑتا وہ خون جو بہا
آنکھہ کے اندر یا زخم کے اندر یا ذکر کے اندر اور باہر نہ نکلا اسواسطی کہ ان مواضع کا دہونا نہ وضو مین لازم ہی نہ غسل مین یہ محترز ہے قولہ یلحقہ حکم
التطہیر کا وکَدَمعٍ وعَرَقٍ اِلّا عَرَقَ مُدمِنِ الخمرِ فناقضٌ علیٰ ما سیذکرہ المصنفُ ولنا فیہ کلامٌ اور جیسے آنسو اور پسینا وضو کو نہین توڑتا اسلئے
کہ نجس نہین مگر دائم الخمر کا پسینا تو وضو کا ناقض ہے بنا بر اُس قول کے جسکو مصنف ذکر کریگا آخر کتاب فوائد شتّی مین اور ہمکو اوسمین گفتگو ہے م
حاصل کلام شارح یہہ ہی کہ وہ قول ضعیف اور تخریج غریب ہی تو اعتماد کے لائق نہین کذا فی الطحطاوی وخروجُ غیرِ نجسٍ مثل ریحٍ او دُودۃٍ
او حَصاۃٍ مِن دُبُرٍ اور وضو کو توڑتا ہی نکلنا پاک چیز کا مقعد سے چنانچہ ہوا یا کیڑا یا پتہری م ریح اگرچہ ناپاک نہین قول صحیح مین چنانچہ زاہدی وغیرہ
مین ہی مگر وضو کی ناقض ہی نجس کی مجاورت کے سبب سے اور کیڑے اور پتہری وغیرہ پر اگرچہ نجاست قلیل ہے لیکن انکا نکلنا سبیلین سے ناقض وضو ہے چنانچہ
درر مین مصرح ہی کذا فی المنح لا خروجُ ذلکَ مِن جُرحٍ ناقض وضو نہین نکلنا ریح اور کیڑے اور پتہری کا زخم سے ولا خروجُ ریحٍ مِن قُبُلِ غیرِ مُفضاۃٍ
اور ناقض وضو نہین نکلنا ریح کا اُس عورت کی فرج سے جو مفضاۃ نہین ہی اما ہی فیُندَبُ لہا الوضوءُ وقیلَ یَجِبُ وقیلَ لو مُنتِنَۃً لیکن مفضاۃ کو
تو وضو کرنا مستحب ہی فرج کے ریح نکلنے سے اور بعضون نے کہا واجب ہی اور بعضون نے کہا کہ اگر بدبو ہی ریح مین تو واجب ہی وضو اور نہین تو نہین م مفضاۃ
وہ عورت ہی جسکی دونون راہین ایک ہو گئین درمیان کا پردہ پہٹ کر وذکرٍ لانّہ اختلاجٌ اور ناقض وضو نہین ذکر کی ریح اسواسطی کہ یہہ اختلاج
ہے یعنی عضو کا پہڑکنا ہی درحقیقت خروج ریح نہین ہی م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا کہ فرج اور ذکر کی ریح اسواسطی وضو کی ناقض نہین کہ وہ نجاست
کے مقام سے نہین اوٹہی اور ریح ناقض نہین ہوتی مگر اسیوجہ سے اور یہہ وجہ نہین ہی کہ ریح خود نجس ہی حتّٰی لو خَرَجَ رِیحٌ مِنَ الدُّبُرِ وہو یَعلَمُ انّہ لم یکُن مِن

الاحل فهو اختلاج فلا ینقض یہانتک کہ اگر خارج ہوئی ریح مقعد سے اور وہ جانتا ہی کہ اوپر سے نہین اوتری تو وہ بھی اختلاج ہی درحقیقت
خروج نہین تو ناقض وضو ہوگا کذا فی المنح عن الخلاصة وانما قید بالریح لان خروج الدود والحصاة منهما ناقض اجماعا کما فی
الجوهرة اور مصنف نے ریح کی قید نہین لگائی مگر اسواسطے کہ کیڑے اور پتھری کا نکلنا فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہی بالاتفاق چنانچہ
جوہرہ مین مذکور ہی م اسیطرح خانیہ مین تصریح ہی اور سراج وہاج مین اسپر اجماع نقل کیا ہی لیکن زیلعی نے اُس کیڑے مین جو فرج سے نکلا ہی خلاف
نقل کیا ہے اور اسیطرح شارح وقایہ نے کذا فی المنح ولا خروج دودة من جرح او اذن او انف وفی کذا لحم سقط منه لطهارته
وعدم السیلان فیما علیهما وهو مناط النقض اور وضو کو نہین توڑتا نکلنا کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا منہ سے اور اسیطرح ناقض وضو نہین گوشت
جو گر پڑا زخم سے بسبب پاک ہونے کیڑے اور گوشت کے اور نہ بہنے اُس رطوبت کے جو اُن دونو پر ہے اور سیلان ہی مدار ہی وضو توڑنے کا یعنی غیر
سبیلین مین م زخم کا کیڑا پیدا ہوا ہی گوشت سے اور گوشت پاک ہی برخلاف اُس کیڑے کے جو مقعد سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہی اور گوشت
کی طہارت اُس شخص کے حق مین اسواسطے کہ فقہا نے کہا کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوتی وہ مردار کی مانند ہی مگر اوسی زندہ کی ذات کے حق مین یہانتک
کہ اگر اوسکو وہ لئے رہیگا تو نماز اوسکی فاسد نہوگی تو حلبی کا یہہ اشکال ساقط ہوگیا کہ گوشت یعنی ساقط گوشت نجس ہی نہ طاہر کذا فی الطحطاوی والمخرج
بعصر والخارج بنفسه سیان فی حکم النقض علی المختار کما فی البزازیة قال لان فی الاخراج خروجا فصار کالفصد وفی الفتح عن
الکافی انه الاصح واعتمده القهستانی وفی القنیة وجامع الفتاوی انه الاشبه ومعناه انه الاشبه بالمنصوص روایة والراجح درایة
فیکون الفتوی علیه م اور جو خون وغیرہ زخم اور پھوڑے سے نکالا گیا ہی اور پھوڑنے سے اور جو آپ سے نکلا دونو برابر ہین وضو توڑنیکے حکم مین بنا بر قول
مختار کے چنانچہ بزازیہ مین ہی اوسکی مصنف یعنی بزازی نے کہا اسواسطے کہ نکالنے مین نکلنا بھی ثابت ہی یعنی خروج اخراج کو لازم ہی تو نکلنا فصد کی مانند
ہوگیا یعنی فصد بالاتفاق ناقض ہی باوجود اخراج کے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہے کہ مُخرج کا ناقض ہونا صحیح تر قول ہے اور اسپر قہستانی شارح
نقایہ نے اعتماد کیا ہی اور قنیہ اور جامع الفتاوی مین ہی کہ یہی قول اشبہ ہی اور اشبہ کا مطلب یہہ ہے کہ قول مذکور زیادہ تر مشابہت رکھتا ہی اوس
قول سے جو منصوص ہی روایت کی راہ سے یعنی فصد سے اور اُس قول سے جو راجح ہے ادراک عقلی کی راہ سے تو بموجب نقول مذکورہ کے اسی پر فتوی ہوگا م مخرج
کا ناقض ہونا عالمگیری مین وجیز کردری اور قنیہ اور شرح منیہ سے منقول ہی اور حسن چلپی کے حاشیہ شرح وقایہ مین بھی قول تتمہ اور خلاصة کافی اور شمس الائمہ
سرخسی سے مذکور ہی حجامت اور فصد اور مص علق پر قیاس کرنے سے اگرچہ محشی مذکور نے قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہی اور خارج بنفسہ اور مخرج بالعصر مین تفرقہ
ثابت کیا ہی لیکن بقول علامہ عینی کے باب عبادت مین مخرج کے ناقض ٹھہرانے مین احتیاط ہی اگرچہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ اور ظہیریہ کا مصنف
اسکو ناقض نہین کہتے وینقضه قیء ملأ فاه بان یضبط بتکلف اور ناقض وضو قی ہی مُنہ بھر کے اسطرح کہ بہت تکلف سے مُنہ کے اندر تھم سکے م
اور ینابیع مین کہا کہ قول صحیح یہہ ہی کہ مُنہ بھر کے قی وہ ہی جسکے روکنے پر قدرت نہو کذا فی الطحطاوی من مرة بالکسر ای صفراء او علق ای سوداء
قی مذکور ناقض ہے صفرا سے ہو یا سودا سے مِرّہ بکسر میم وتشدید را عبارت ہی صفرا سے یعنی زرد کڑوا پانی اور علق بفتح عین ولام عبارت ہی سودا سے
م قاموس مین ہی کہ علق بالتحریک خون ہی مطلق یا نہایت سرخ یا غلیظ یا بستہ خون طحطاوی نے کہا یہان خون بستہ مراد ہی خون بستہ کی قید اسلئے
لگائی کہ اگر خون سایل ہو تو ناقض ہے اگرچہ منہ بھر کے قی نہو انتہی قوله شارح نے علق کو سودا کہا حالانکہ یہان علق سے خون بستہ مراد ہی اسواسطے کہ
خون بستہ نہین ہوتا مگر احتراق سے اور احتراق سے ہر خلط سودا ہو جاتا ہی تو علق خون حقیقی نرہا سودا ہوگیا کذا فی العینی واما العلق النازل
من الرأس فغیر ناقض اور جو خون بستہ کہ سر سے اوترا وہ تو وضو کو نہین توڑتا او طعام او ماء اذا وصل الی معدته وان لم یستقر
یا قے ہو کھانے یا پانی کی جبکہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہنچ گیا اگرچہ اُس مین نہ ٹھہرا ہو اگر پڑا ناقض ہی وضو کا م اور حسن کا قول یہہ ہی کہ اگر طعام
اور پانی فوراً گر پڑا تو ناقض نہین مجتبی مین اسکو مختار کہا ہی اور معراج الدرایہ مین اسکی تصحیح کی ہے تو یہان دونون قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی ہے

كذا في الطحطاوي وهو نجس مغلظ ولو من صبي ساعة ارتضاعه هو الصحيح لمخالطة النجاسة ذكره الحلبي اور وه قے مذکور نجس مغلظ ہے اگرچہ شیرخوار لڑکے نے قے کی ہو وه دوده پیکر فوراً یہی قول صحیح ہے بسبب ملجانے نجاست معدے کے ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے یعنی کھانا اور پانی اور دوده جو فوراً قے ہوگیا وه ناپاک ہوگیا ہے پیٹ کی نجاست سے مخلوط ہوکر ولو هو في المري فلا نقض اتفاقاً كهو في قصبة الرية ودم الكبد طاهر في نفسه اور کھانا یا پانی یا دوده مری میں یعنی طعام اور شراب کے مجرے میں تھا پیٹ تک نہیں پہونچا اور قے ہوگیا تو وضو کا توڑنا بالاتفاق ثابت نہیں جیسے کہ پھیپھڑے یا بہت سے کیڑوں کی قے ناقض نہیں بسبب پاک ہونے ہر واحد کے اپنی ذات میں یعنی اور جسقدر کہ نجاست اوپر ہے وه قلیل ہے منہ بھر کے نہیں كذا في الطحطاوي كماء فم النائم فانه طاهر مطلقاً به يفتى جیسے سوتے آدمی کی رال ناقض نہیں اسواسطے کہ وه پاک ہے یہی مفتیٰ ہے م رال مطلقاً پاک ہے خواه سر سے اترے یا پیٹ سے چڑھے خواه زرد رنگ بدبودار ہو یا نہو اور اس اطلاق کے مقابل قول کا مختار کہ جو رال پیٹ سے زرد رنگ بودار ہے وه قے کی مانند ہے اور جو سر سے اترے وه پاک ہے تجنیس میں ہے کہ رال پاک ہے کسیطرح ہو اسی قول پر فتویٰ ہے كذا في الطحطاوي بخلاف ماء فم الميت فانه نجس كخروج ... وان لم ينقض لقلته نجاسته بالاصالة لا بالمجاورة برخلاف میت کی رال کے اسواسطے کہ وه نجس ہے جیسے نفس شراب یا پیشاب کے اگرچہ وه ناقض نہو قلت کیوجہ سے بسبب ناپاک ہونے شراب یا پیشاب کے اصل میں ہے پیٹ کی نجاست ملجانے سے برخلاف اور چیزوں کے کہ وه نجاست سے ناپاک ہو جاتی ہیں ذات انکی ناپاک نہیں لا ينقضه قيء من بلغم على المعتمد اصلاً نہیں توڑتی وضو کو بلغم کی قے مطلقاً بنا بر قول معتمد کے خواه سر سے اترا خواه پیٹ سے چڑھا منہ بھر کے ہو اگر مختلط الطعام ہو یا نہو مگر جبکہ طعام سے منہ بھر ہوا ایسا ہے بحر ... اور شارح کا قول على المعتمد بلغم کی طرف راجع ہے جو پیٹ سے چڑھا اسلئے کہ جو بلغم سر سے اترا اسمیں اتفاق ہے على الصحيح كذا في الطحطاوي الا المخلوط بطعام فيعتبر الغالب مگر بلغم جو طعام کیساتھ مخلوط نکلا تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر بلغم غالب ہے تو ناقض وضو نہیں اور اگر طعام غالب ہے تو ناقض ہے م بہتر یہہ تہا کہ شارح طعام کی بہری ہونے کا اعتبار کرتا جیسا صاحب بحر الرائق نے کیا تاکہ اوس صورت کو شامل ہوتا جبکہ طعام مغلوب ہو اور باوجود اسکے منہ کو بھر دے لہذا صاحب بحر نے غلبہ طعام کو اسطرح بیان کیا کہ حالت انفراد میں منہ کو بھر دے سو اسکو یاد رکھنا چاہیئے كذا في الطحطاوي ولو استويا فكل على حدة اور اگر بلغم اور طعام دونوں برابر ہیں تو ہر ایک کا اعتبار جدا جدا ہے یعنی اگر طعام بقدر پری دہن کے ہے تو ناقض ہے اور نہیں تو ناقض نہیں وينقضه دم مائع من جوف او فم غلب على بزاق حكماً للغالب اور وضو کو توڑتا ہے وه پتلا خون پیٹ یا منہ کا جو غالب ہوگیا تھوک پر اسواسطے کہ غالب پر حکم ہوتا ہے او ساواه احتياطاً یا خون برابر ہے تھوک کی تو بھی ناقض ہوگا احتیاط کی راه سے م خون کے غالب ہونے یا برابر ہونے کی یہہ علامت ہے کہ تھوک سرخ ہوگا اور مغلوب ہونے کی نشانی یہہ ہے کہ تھوک زرد ہوگا كذا في شرح الوقاية والبحر لا ينقضه المغلوب بالبزاق اور وه خون وضو کو نہیں توڑتا جو تھوک سے کم ہے والقيح كالدم اور پیپ خون کی مانند ہے وضو توڑنے کے حکم میں یعنی اگر پیپ تھوک سے غالب ہے یا برابر ہے تو ناقض ہے اور اگر کم ہے تو ناقض نہیں والاختلاط بالمخاط كالبزاق اور خون اور پیپ کا رینٹھ میں ملنا تھوک کے ملنے کی برابر ہے حکم مذکور میں یعنی غالب اور مساوی ناقض ہے اور مغلوب ناقض نہیں وكذا ينقضه علقة مصت عضواً وامتلأت من الدم ومثلها القراد ان كان كبيراً لانه حينئذ يخرج منه دم مسفوح سائل اور اسیطرح وضو کو توڑتا ہے وه کیڑا اور جونک جسنے عضو کو چوسا اور خون سے پر ہوگیا اور چیچڑی جونک کی برابر ہے وضو توڑنے میں بشرطیکہ بڑی ہو اسواسطے کہ بڑی چیچڑی سے دم مسفوح یعنی رواں خون نکلتا ہے جونک کی مانند كذا في الخانية والا لا يكن العلقة والقراد كذلك لا ينقض كبعوض وذباب كما في الخانية لعدم الدم المسفوح اور اگر جونک اور چیچڑی ایسی نہو کہ اُس سے خون جاری نکلے تو وه ناقض وضو نہیں مچھر اور مکھی کے کاٹنے کی مانند چنانچہ خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان میں مذکور ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا خون سائل کے نہونے سے وفي القهستاني لا ينقض ما لم يتجاوز الورم اور قہستانی میں ہے کہ خون ناقض نہیں جب تک ورم سے تجاوز نکرے م بحر الرائق میں شیخ الاسلام کے مبسوط سے منقول ہے کہ سر زخم ورم کر گیا پھر اوس سے پیپ وغیره کچھہ ظاہر ہوا تو ناقض وضو نہو گا جبتک ورم سے

تجاوز نکرے اسواسطے کہ موضع ورم کا دہونا واجب نہیں تو تجاوز نہوا اُس موضع کیطرف جسکو تطہیر کا حکم لاحق ہے طحطاوی نے کہا یہہ حکم اُسصورت کو مخصوص ہے جہان دہونا ورم کو ضرر کرتا ہے اور اگر ضرر نہین کرتا تو دہونا ورم کا واجب ہوگا انتہی قولہ تو اُسصورت مین تجاوز ورم سے بھی وضو ٹوٹیگا لما لا یخفی و لو شدّ بالرباط ان نفذ البلل الی الخارج نقض اور اگر زخم کو پٹی سے باندہا اگر تراوت باہر کیطرف تو آئی تو وضو کی ناقض ہے م فتح القدیر میں ہے اسکا مطلب یون سمجھنا واجب ہے کہ وہ زخم ایسا ہے کہ اگر پٹی نہوتی تو بہتا اسواسطےکہ اگر قمیص زخم پر پہرے سو تر ہو جاوے ناپاک نہین ہوتا جب تک وہ بہانہو کیونکہ وہ حدث نہین کذا فی الطحطاوی ویجمع متفرق القیٔ ویجعل کقیٔ واحد لاتحاد السبب وہو الغثیان عند محمد وہو الاصح لان الاصل اضافة الاحکام الی اسبابہا الا اذا تعذر کما بسط فی الکافی اور متفرق قے کو جو مُنہ بہر کے نہین اُکل سے جمع کیجیے اور ایک قے اوسکو ٹہرایئے سبب کے متحد ہونے سے اور سبب قے کا متلی ہے محمد کے نزدیک یعنی اگر ایک ہی متلی سے چند بار تھوڑی تھوڑی قے آئی اور مجموع کرنے سے بڑی دہن کو پہنچتی ہے تو وضو کی ناقض ہے محمد کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے اسواسطے کہ نسبت کرنا احکام کا اُنکے اسباب کیطرف اصل ہے مگر یہہ کہ اسباب کیطرف نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو اب سبب کیطرف نسبت نہوگی چنانچہ اسکی تشریح کافی مین ہے م مانع کی مثال چنانچہ سجدہ تلاوت ہے جبکہ اُسکا سبب ایک ہو مجلس واحد مین کیونکہ اگر یہان سبب معتبر ہو تو تداخل فوت ہوتا ہے اسواسطے کہ ہر بار کی تلاوت سبب ہے سجدہ کا اور غیر اصح قول ہے ابو یوسف کا یعنی جمع متفرق کیواسطے اونکے نزدیک اتحاد مجلس معتبر ہے وکل مالیس بحدث اصلا بقرینة زیادة الباء کقیٔ قلیل ودم لو ترک لم یسل لیس بنجس عند الثانی اور جو چیز حدث نہین یعنی ناقض وضو کی نہین کسیطرح سے چنانچہ تھوڑی سی قے اور خون جو اوسکو چھوڑئے تو سائل نہو تو وہ ناپاک نہین ابو یوسف کے نزدیک شارح نے کہا حدث مین اصلا کی قید ہمنے لگائی بار جارہ کے زائد ہونیکے قرینہ سے م اسواسطے کہ بار جارہ کی زیادت نہی کے عموم نفی پر دلالت کرتی ہے علم نحو کے قاعدہ سے تو اصلا کی قید لگانے سے اُس حدث سے احتراز ہوا جو معذور سے خارج ہوتا ہے وقت نماز کے خارج ہونے سے پہلے اسواسطے کہ مثلا معذور کے پیشاب کا جاری ہونا معذور کے حق مین حدث نہین لیکن وہ ناپاک ہے اسواسطےکہ پیشاب غیر معذور کے حق مین حدث ہے تو اصلا کی قید لگانے سے وہ داخل نرہا اس کلیہ کے تحت مین بالجملہ کلیہ مذکور صحیح ہے کہ جو کسیوجہ سے ناقض وضو نہین وہ ناپاک نہین اور اسکا عکس درست نہین یعنی جو نجس نہین وہ حدث نہین اسواسطےکہ نوم اور اغما اور ریح نجس نہین مگر حدث ہین یعنی ناقض وضو ہین کذا فی الطحطاوی و درر مین ہے کہ قے قلیل اسواسطے نجس نہین کہ اعلای معدہ سے خارج ہوتی ہے اور وہ نجاست کا مکان نہین ہے اور قلیل خون غیر مسفوح ہے یعنی سائل نہین تو بمفاد اس آیہ کریمہ او دما مسفوحا (یا خون بہتا ہوا) حرام نہوا تو نجس بھی نہوگا اور آدمی کا غیر مسفوح خون جو حرام ہے تو وہ مبنی ہے اُسکے گوشت کی حرمت پر تو نجاست کا موجب نہوگا اسواسطے کہ حرمت بزرگی کے سبب سے ہے نہ نجاست کیوجہ سے تو آدمی کا خون غیر مسفوح اپنی اصلی طہارت پر ہے اگرچہ وہ حرام ہے وھو الصحیح رفقا باصحاب القروح خلافا لمحمد اور قلیل قے اور خون کا نجس نہونا یہی قول صحیح ہے زخمیون کی آسانی کیواسطے برخلاف محمد کے یعنی اونکے نزدیک قے قلیل اور خون قلیل ناپاک ہے و فی الجوہرة یفتی بقول محمد لو المصاب مائعا اور جوہرہ نیرہ قدوری کی شرح مین ہے کہ محمد کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے اگر سائل چیز مین قلیل قے یا خون لگگیا یعنی اگر پانی وغیرہ مین تہوڑا خون لگگیا تو اوسکو ناپاک جانئے اور اگر کپڑے وغیرہ خشک چیز مین لگے تو اوسکو پاک سمجہئے وینقضہ حکما نوم اور نیند وضو کو توڑتی ہے حکم شرع کی راہ سے م شارح نے حکما کے لفظ کو زیادہ کرکے اشارہ کردیا کہ مصنف نے نواقض حقیقیہ کے بیان کے بعد اب نواقض حکمیہ کو شروع کیا یزیل مسکتہ ای قوتہ الماسکة بحیث تزول مقعدتہ من الارض وہ نیند ناقض وضو ہے جو آدمی کی قوت ماسکہ کو یعنی جس قوت سے آدمی ریح کو روکتا ہے زائل کردے اسطرحپر کہ اوسکی مقعد زمین سے ٹلجاوے م صحیح قول یہہ ہے کہ نوم فی نفسہ ناقض نہین بلکہ احتمال خروج ریح وغیرہ کا ناقض ہے اسلیئے کہ جب زمین سے مقعد کا زوال ہوا تو باعتبار عادت کے خروج شئے سے خالی نہین اور جو ثابت ہے عادت سے وہ متیقن کی مانند ہے وہو النوم علی احد جنبیہ او ورکیہ او قفاہ او وجہہ اور نوم ناقض سونا ہے ایک کروٹ پر یا ایک سُرین پر ٹیک دیکر یا چت یا پٹ یعنی یہہ چار طرح کی نیند ناقض وضو ہے قوت ماسکہ کے زائل ہو جانے سے والا اے وان لم

یعنی مُسْکَتَہٗ لَا یَنْقُضُ وَاِنْ تَعَمَّدَہٗ فِی الصَّلٰوۃِ اَوْ غَیْرِھَا عَلَی الْمُخْتَارِ اور اگر ویسی نیند نہین یعنی اوسکی قوت ماسکہ کو زائل نہین کیا تو وہ نیند ناقض وضو کی نہین اگرچہ آدمی قصداً سو گیا ہو نماز مین یا غیر نماز مین بنا بر قول مختار کے م علی المختار صلوٰۃ کیطرف راجع ہے اور غیر مختار ابو یوسف کا قول ہے کہ جب نماز مین عمداً سو ویگا تو وضو ٹوٹ جاویگا کذا فی الطحطاوی کَالنَّوْمِ قَاعِدًا وَلَوْ مُسْتَنِدًا اِلٰی مَا لَوْ اُزِیْلَ لَسَقَطَ عَلَی الْمَذْہَبِ نوم غیر ناقض جیسے دونون سرین پر بیٹھکر سونا اگرچہ ایسی چیز کے سہارے سے سو گیا ہو کہ اگر اوسکو ہٹا لیجئے تو سونیوالا گر پڑے بنا بر درست مذہب کے م شارح نے نیند کی ان اقسام کی اب تفصیل شروع کی جنسے وضو نہین ٹوٹتا ہے ہدایہ مین سہارے کی نیند مذکور کو نواقض مین شمار کیا ہے اور اوسکی شارح نے صحیح کہا کہ طحاوی نے اسکو اختیار کیا ہے مبسوط کی اصل روایت مین نہین ہے اور محیط مین ہے کہ اگر زمین پر مستقر نہو تو ناقض ہے اور اگر مستقر ہو تو ناقض نہین یہی قول اصح ہے کذا فی الدرر اَوْ سَاجِدًا عَلَی الْھَیْئَۃِ الْمَسْنُوْنَۃِ وَلَوْ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمُعْتَمَدِ ذَکَرَہُ الْحَلَبِیُّ یا سونا سجدہ کر کے سنت کیطور پر اگرچہ نماز کے سوا مین اسطرح سو گیا ہو وضو نہین جاتا قول معتمد پر ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے م سجدہ مسنون کی صفت یہہ ہے کہ پیٹ اونچا رکھے رانون سے اور بازو علحدہ ہون پہلو سے اسواسطے کہ اسطرح مین استمساک باقی ہے اور استطلاق منعدم ہے اور بعضون نے کہا کہ نماز مین ہر طرح کا سجدہ ناقض نہین اور غیر نماز مین سجدہ مسنونہ ناقض نہین کذا فی الطحطاوی اور در مین ہے اور اسیطرح قیام اور رکوع کی حالت مین سونا وضو کا ناقض نہین اَوْ مُتَوَرِّکًا یا سرین پر سونا اسطرح کہ دونون پانون ایک جانب کو پھیلائے اور دونو سرین زمین پر جمائے اَوْ مُحْتَبِیًا وَرَأْسُہٗ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ یا سونا اکڑو بیٹھکر اسطرح کہ دونون پنڈلیان چھاتی سے ملجاوین کپڑا لپیٹکر یا دونو ہاتھون سے تھام کر اور سر دونون گھٹنون پر ہو طحطاوی نے کہا اگر سر گھٹنون پر نہو تو بطریق اولےٰ ناقض وضو نہین اَوْ شِبْہَ الْمُنْکَبِّ یا سونا اوندھے کی مانند اسطرح کہ دونون سرین کھڑی ایڑیون پہ اور پیٹ رانون پہ اور ہو گیا اوندھے کی مشابہ ایسا ذکر کیا بحر الرائق مین اور اسمین گفتگو ہے کذا فی الطحطاوی اَوْ فِیْ مَحْمِلٍ اَوْ سَرْجٍ اَوْ اِکَافٍ یا سونا عماری مین یا زین یا پالان پر م طحطاوی نے خلاصہ سے نقل کیا کہ محمل مین کھڑی یا بیٹھے سونا ناقض نہین انتہے خانیہ مین ہے کہ اگر جانور کی پیٹھ پر زین یا پالان مین سو گیا وضو نہین ٹوٹتا کیونکہ مفاصل ڈھیلے نہین ہو گئے اور اگر دونون سرین کو ایڑیون پر رکھکر سو گیا جسطرح کتا کرتا ہے تو اوسپر وضو نہین ابو یوسف کے نزدیک اور بعضون نے کہا کہ امام کے نزدیک بھی وَلَوِ الدَّابَّۃُ عُرْیَانًا فَاِنْ حَالَ الْھُبُوْطِ نَقَضَ وَاِلَّا لَا اور جو سوار ہے اس حالمین کہ جانور کی پیٹھ برہنہ ہے تو اگر اتار پر ہے یعنی بلندی سے نشیب کو آتا ہے تو ناقض وضو ہے ورنہ ناقض نہین م اسلیئے کہ نیچے اترتے پر سوار آگے کو جھکتا ہے تو سرین اوٹھ جاتے ہین تو استمساک جو مانع خروج ریح تھا باقی نرہا اور برابر زمین پر یا بلندی پر چڑھنے مین یہہ بات نہین تو وضو قائم رہیگا وَلَوْ نَامَ قَاعِدًا یَتَمَایَلُ فَسَقَطَ اِنِ انْتَبَہَ حِیْنَ سَقَطَ فَلَا نَقْضَ بِہٖ یُفْتٰی کَنُعَاسٍ یَفْہَمُ اَکْثَرَ مَا قِیْلَ عِنْدَہٗ اور جو بیٹھا سوتا تھا جھوم جھوم کر پھر گر پڑا اگر گرتے ہی جاگ پڑا تو ناقض وضو نہین اسی قول پر فتوی ہے جیسے وضو نہین ٹوٹتا اوس اونگھنے کا جو سمجھا جاتا ہے اکثر ان باتونکو جو اوسکے پاس ہوتی ہین کذا فی الخانیہ م خانیہ مین ہے کہ اگر چار زانو سویا کسی چیز پر بیٹھکر ٹیک کر شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہہ ناقض نہوگا انتہی ما فی الخانیہ حاصل مقام یہہ ہے کہ اگر استرخاء مفاصل نہین ہوا اور عدم زوال قوت ماسکہ کی دلیل قائم ہے چنانچہ قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ مسنونہ وغیر ذلک من المذکورات مین تو وضو قائم ہے ورنہ قائم نہین وَالْعَتَہُ لَا یَنْقُضُ اور اختلال عقلی اور اختلاط کلامی ناقض وضو نہین م عتہ بفتح اول و سکون ثانی آفت ہے موجب اختلال عقل اسطرح پر کہ شخص مختلط الکلام فاسد التدبیر ہو جاتا ہے مگر وہ کسیکو نہین مارتا ہے اور نہ گالی دیتا ہے ایسا ذکر ہے بحر الرائق مین اور معتوہ کا وضو اسواسطے صحیح ہوا کہ فقہا نے اوسکی صحت عبادت پر حکم کیا ہے اگرچہ وہ عبادت کا مکلف نہین جیسے طفل عاقل کی عبادت صحیح ہے گو وہ مکلف نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً کَنَوْمِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ جیسے انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کی نیند وضو کو نہین توڑتی م قنیہ مین مصرح ہے کہ ناقض وضو نہونا نوم کا حضرات انبیا کی خصوصیات سے ہے لہذا صحیحین مین وارد ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سوئے یہانتک کہ سونے کی آواز معلوم ہوئی پھر اوٹھے اور نماز پڑھی بدون وضو کے اسواسطے کہ دوسری حدیث مین فرمایا ہے کہ میری آنکھین سوتی ہین اور میرا دل نہین سوتا اور اسپر اعتراض نہین لگتا اوس حدیث کا کہ لیلۃ التعریس مین حضرت سو گئے تھے یہانتک کہ آفتاب نکل آیا تھا اسواسطے کہ دل مبارک جاگتا تھا

احداث بدنی سے آنکھ کا اور طلوع آفتاب کا ادراک دل سے متعلق نہیں آنکھ کا یہہ کام ہے سو آنکھ تو سوتی تھی ایسا مشہور ہے محدثین اور فقہا کی کتابوں میں علامہ ابو السعود نے کہا علاوہ اِسکے یہہ ہے کہ نوم کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ نوم کے سوا اور نواقض کا بھی حکم ہے تو اس وقت میں حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو کرنا امتوں کی تشریع کے واسطے تھا مگر منجملہ نواقض کے اغما اور غشی مستثنی ہیں کذا فی الطحطاوی وَھَلْ یَنْقُضُ اِغْمَاؤُھُمْ وَغَشْیُھُمْ ظَاھِرُ کَلَامِ الْمَبْسُوْطِ نَعَمْ اور انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا اغما اور غشی ناقض وضو ہے یا نہیں جواب اسکا ظاہر کلام مبسوط سے یہہ ہے کہ ہاں ناقض ہے ھم اغما یعنی بیہوشی بیماری کی ایک قسم ہے جس سے قوت ضعیف ہو جاتی ہے اور عقل زائل نہیں ہوتی بلکہ عقل کو چھپا لیتی ہے برخلاف جنون کے کہ وہ عقل کو زائل کر دیتا ہے اور غشی یہہ ہے کہ قوت محرکہ اور حساسہ معطل ہو جاوے بسبب قلب ضعیف ہو جانے کے گرسنگی وغیرہ سے چنانچہ قہستانی میں ہے تو غشی نوم کی برابر ہے زوال اختیار اور قوت قدرت میں بلکہ نوم سے زائد ہے اسواسطے کہ نائم جگانے سے ہوشیار ہو جاتا ہے اور غشی جو اغما کی ایک قسم ہے اسکا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وَیَنْقُضُہٗ اِغْمَاءٌ وَّمِنْہُ الْغَشْیُ اور وضو کو توڑتا ہے اغما اور اسکی قسم سے ہے غشی یعنی اغما اور غشی دونوں ناقض ہیں وَجُنُوْنٌ اور جنون یعنی دیوانگی ناقض وضو ہے جنون عبارت ہے زوال عقل سے اور اسکا ناقض ہونا ظاہر ہے باعتبار عدم مبالات کے اور عدم تمیز حدث کی غیر حدث سے کیونکہ مجنون مسلوب العقل ہو جاتا ہے لہذا انبیا علیہم الصلوۃ والسلام پر جنون کا ہونا صحیح نہیں اور اغما صحیح ہے اسواسطے کہ عقل اسمیں مغلوب ہے نہ مسلوب کذا فی العینی وَسُکْرٌ بِاَنْ دَخَلَ فِیْ مَشْیِہٖ تَمَایُلٌ وَلَوْ بِاَکْلِ الْحَشِیْشَۃِ اور ناقض وضو ہے وہ نشا کہ مست اپنی چال میں ادہر ادہر جھکتا جاتا ہو اگرچہ بھنگ کے کہانے سے نشا حاصل ہوا ہو ھم نشا اور مستی عبارت ہے اُس سرور سے جو عقل پر غالب ہو جاوے بعض مسکرات کے استعمال سے تو آدمی عقل کے موافق عمل نہیں کر سکتا مگر اسکی عقل زائل نہیں ہو جاتی اسیواسطے وہ خطاب شرع کے لائق باقی رہتا ہے یہی قول تحقیق ہے اور انھوں نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کر دیتا ہے اور باوجود زوال عقل کے اسکا مکلف ہونا بطریق زجر اور توبیخ کے ہے کذا فی الطحطاوی وَقَھْقَھَۃٌ اور قہقہہ یعنے ٹھٹھا مار کے ہنسنا ناقض ہے بشروط آیندہ ھم قیاس اسکو چاہتا ہے کہ قہقہہ ناقض نہوا اسواسطے کہ وہ خارج نجس نہیں اور یہی مذہب ہے شافعی اور مالک اور احمد وغیرہم کا اور ہمارے مذہب کی دلیل وہ حدیث ہے جو چھہ صحابیوں سے مرفوع مروی ہے از انجملہ ایک طریق یہہ ہے جو معجم طبرانی میں ابو العالیہ ابو موسی اشعری رضہ سے راوی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑہاتے تھے کہ ایک کمنظر آدمی آیا اور اُس گڑھے میں گر پڑا جو مسجد میں تھا پس بہت لوگ جو نماز میں تھے ہنس پڑے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والونکو فرمایا کہ وضو اور نماز کا اعادہ کریں اور بیہقی نے خلافیات میں مانند اسکے روایت کی ہے اس حدیث کو معلول کہا اسطرح پر کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام نہیں لیا میں کہتا ہوں بیہقی اس حدیث کے رد کرنے پر قادر نہوا سوائے مرسل کہنے کے اور حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور مرسل ابو العالیہ کا صحیح ہے اور عجب ہے احمد بن حنبل سے اسواسطے کہ انکا مذہب یہہ ہے کہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہیں قیاس پر سو یہاں انہوں نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا کذا فی العینی مختصرا وتمام البیان فیہ ھِیَ مَا یُسْمِعُ جِیْرَانَہٗ قہقہہ وہ ہنسی ہے جسکو پاس کے لوگ سنیں اور ضحک وہ ہنسی ہے جسکو آپ آدمی سنے اور کوئی نہ سنے اور ضحک کا حکم یہہ ہے کہ وہ وضو کا ناقض نہیں نماز کا مبطل ہے اور تبسم وہ ہنسی ہے جسمیں مطلق آواز نہو بلکہ فقط دانت کھل جاویں اسکا حکم یہہ ہے کہ نہ وضو اس سے جاتا ہے نہ نماز بَالِغٍ وَلَوِ امْرَاَۃً سَھْوًا بِقَھْقَھَۃِ یَقْظَانَ قہقہہ جاگتے جوان کا ناقض ہے اگرچہ عورت ہو گو بہولکر قہقہہ کیا ہو فَلَا یَبْطُلُ وُضُوْءُ صَبِیٍّ وَنَائِمٍ بَلْ صَلٰوتُھُمَا بِہٖ تو لڑکے اور سوتے کا قہقہہ وضو کو باطل نکریگا بلکہ دونوں کی نماز کو باطل کریگا اسی قول کا فتوی ہے یُصَلِّیْ وَلَوْ حُکْمًا کَالْبَانِیْ ناقض وضو ہے قہقہہ اُس جاگتے جوان کا جو نماز پڑہتا ہے خواہ افعال نماز کے بالفعل ادا کرتا ہے یا نمازی کا حکم رکھتا ہے بانی کی مانند بانی وہ شخص ہے جسکا وضو نماز میں ٹوٹا پہر وضو کرنے کو گیا اس قصد سے کہ وضو کے بعد نماز مذکور کو تمام کرونگا سو وضو کرنیکے بعد قہقہہ مارکے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاوی قاضیخان بِطَھَارَۃٍ صُغْرٰی وَلَوْ تَیَمُّمًا مُسْتَقِلَّۃٍ نماز پڑہتا ہو اُس طہارت صغری کے ساتھ جو بالاستقلال کی ہو نہ در ضمن غسل اگرچہ تیمم ہو ھم طہارت

صغرے عبارت ہی وضو اور تیمم سے اور طہارت کبری عبارت ہی غسل سے فلا یبطل وضوء فی ضمن الغسل تو باطل نہوگا وہ وضو قہقہہ سے جسکو تمام بدن کے دہونے کے ضمن مین حاصل ہوا ھم اور اگر اول وضو کرکے غسل کریگا تو ظاہرا وضو مستقل ہے کذا فی الطحطاوی لکن رجح فی الخانیۃ والنہر النقض عقوبۃ له وعلیہ الجمہور کما فی الذخائر الاشرفیۃ لیکن خانیہ اور فتح اور نہر الفائق مین وضو ضمنی کے نقض کو راجح کہا ہے ہنسی والیکو سزا دینیکو واسطے و ذخائر اشرفیہ مین کہا کہ جمہور اسی قول پر ہین کہ وضو نہین رہتا صلوۃ کاملۃ بالغ مذکور پوری نماز پڑہتا ہووے ھم نماز کامل سے مراد رکوع سجود والی نماز ہے یا جو رکوع سجود کے قائم مقام ہے چنانچہ اشارہ معذور کا یا سوار کا تو نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت مین قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹیگا لیکن وہ نماز اور سجدہ باطل ہوگا ولو عند السلام عمدا فانہا تبطل الوضوء لا الصلوۃ خلافا لزفر کما حررہ فی الشرنبلالیۃ اگرچہ سلام کیوقت عمدا قہقہہ کیا اسواسطے کہ یہہ قہقہہ وضو کو باطل کرتا ہے نہ نماز کو برخلاف زفر کے چنانچہ شرنبلالیہ شرح وہبانیہ مین اسکو لکہا ہے ھم عمدا کی قید اسواسطے لگائی تا خروج بصنعہ متحقق ہو تو اس سے نماز باطل نہوئی اور وضو ٹوٹ گیا اسواسطے کہ نماز کی جز اخیر مین قہقہہ پایا گیا ولو قہقہ امامہ او احدث عمدا ثم قہقہ المؤتم ولو مسبوقا فلا نقض اور اگر مقتدی کے امام نے قہقہہ کیا یا عمدا حدث کیا پھر مقتدی نے قہقہہ کیا اگرچہ مقتدی مسبوق ہو تو مقتدی کا وضو نہین ٹوٹتا اسواسطے کہ امام کے قہقہہ یا حدث قصد سے نماز باطل ہوگئی تو مقتدی کا قہقہہ خارج نماز کے واقع ہوا اور خارج نماز کے قہقہہ ناقض نہین بخلاف ما بعد کلامہ عمدا فی الاصح برخلاف اُس قہقہہ مقتدی کے جو واقع ہوا امام کے عمدا کلام کرنے کے بعد قول اصح مین ھم یعنی اگر امام نے قصدا کلام کیا پھر مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح تر قول مین مقتدی کا وضو ٹوٹ جاویگا وجہ فرق قہقہہ اور کلام مین یہہ ہے کہ کلام قاطع ہے نماز کا نہ مفسد اسواسطے کلام سے نماز کی شرط یعنی طہارت فوت نہین ہوگئی تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہوئی تو قہقہہ مقتدی کا نماز کے اندر واقع ہوا لہذا وضو نرہا برخلاف قہقہہ امام یا عمدا حدث کے کہ اوسنے طہارت کو فاسد کردیا تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہوگئی تو اب قہقہہ مقتدی کا بعد نماز کے واقع ہوا تو وضو نہ ٹوٹا کذا فی الطحطاوی ومن مسائل الامتحان لو نسی المسح فقہقہ قبل قیامہ للصلوۃ انتقض لا بعدہ لبطلانہا بالقیام الیہا اور آزمائش کے مسئلون سے ایک یہہ مسئلہ ہے کہ اگر بانی مثلا مسح کرنا سر یا موزی کا بھولگیا پھر اوسنے قہقہہ مارا نماز مین شروع کرنے سے پہلے تو اُسکا وضو ٹوٹ گیا یعنی اسواسطے کہ نماز کے اندر قہقہہ واقع ہوا اور اسواسطے کہ بانی کا وضو کیواسطے آنا جانا نماز مین داخل ہے اور جو بعد شروع کرنے نماز کے ہنسا تو وضو نہین ٹوٹا بسبب باطل ہوجانے نماز کے نماز کے شروع کرنے سے کیونکہ نسیان مسح سے طہارت نہوتی تو بے طہارت نماز پڑہنے سے نماز باطل ہوگئی تو قہقہہ خارج نماز کے ٹھہرا ھم یعنی اگر سائل چاہے کہ مسؤل (جس سے پوچھا جاے گا) کو آزما دے کہ اوسکو علم اس مسئلہ کا ہے یا نہین تو یون پوچھے کہ وہ قہقہہ کونسا ہے کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو ناقض نہوا اور جب خارج نماز کے صادر ہو تو ناقض ہوجا لانکہ امر بالعکس ہے کذا فی الطحطاوی ومباشرۃ فاحشۃ بتماس الفرجین ولو بین المرأتین والرجلین مع الانتشار للجانبین المباشر والمباشر ولو بلا بلل علی المعتمد اور ناقض وضو ہی کہلی مباشرت دونون شرمگاہون کے بھڑ جانے سے اگرچہ یہہ امر دو عورتون مین واقع ہو یا دو مردون مین ایستادگی کے ساتھ جانبین یعنی لگانیوالا اور جسکو لگایا دونون کے وضو کی ناقض ہے اگرچہ مباشرت مذکورہ مین مذی کی تراوت نہو بنابر معتمد قول کے ھم یہہ قول شیخین کا ہے اور محمد نے کہا کہ مباشرت فاحشہ ناقض نہین جبتک کچھ نہ نکلے اور صاحب حقائق نے اسکو صحیح کہا ہے لیکن یہہ تصحیح معتمد نہین اسلئے کہ تحفہ مین تصریح کی چنانچہ اوسکو شارح منیہ نے نقل کیا کہ شیخین کا قول صحیح ہے اور یہی قول متون فقہ مین مذکور ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر مین کہتا ہون فتاوی عالمگیری مین جو بنابر قول محمد کے قول پر فتوی اور نصاب سے تصحیح اوسکی نقل کی ہے وہ بھی بقول صاحب بحر متون کے مخالف ہونیسے لائق اعتماد کے نہین قنیہ مین ہے کہ عورت کے وضو ٹوٹنے مین انتشار آلہ مرد معتبر نہین کذا فی العالمگیریۃ لا ینقضہ مس ذکر لکن یغسل یدہ ندبا نہین توڑتا وضو کو ذکر کا چھونا لیکن مستحب ہے کہ ہاتھ دہو ڈالے ھم بسرہ بنت صفوان کی حدیث مین مس ذکر سے نقض وضو مذکور ہے اور طلق بن علی عن ابیہ کی حدیث مین جسکو سوای ابن ماجہ کے اصحاب سنن نے روایت کیا ہے نقض وضو مذکور نہین ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث اصح

اور احسن ہے اور یحییٰ بن معین وغیرہ نے بسرہ بنت صفوان کی حدیث کو ضعیف کہا ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وَمَسُّ امْرَأَةٍ وَاَمْرَدَ اور ناقض وضو نہیں عورت کا چھونا اور لڑکے بے ریش کا ہم امام شافعی کے نزدیک عورت کا چھونا ناقض وضو ہے بدلیل قولہ تعالیٰ (اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ) ہماری دلیل یہ ہے کہ لمس جب مقارن ہو عورتوں سے تو جماع مراد ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ کا چھونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کا نماز کے اندر ثابت ہے اور صحیحین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہٹانا عائشہ صدیقہ کے پاؤں کا نماز میں ثابت ہے لٰكِنْ يُنْدَبُ لِلْخُرُوْجِ مِنَ الْخِلَافِ لَا سِيَّمَا لِلْاِمَامِ لیکن وضو کر لینا مس ذکر اور مس عورت سے مستحب ہے تاکہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصاً امام کے حق میں یعنے اسواسطے کہ امام کے پیچھے موافق اور مخالف سب نماز پڑھتے ہیں تو مقتدیوں کی رعایت کرنا خوب بات ہے لٰكِنْ بِشَرْطِ عَدَمِ لُزُوْمِ ارْتِكَابِ مَكْرُوْهِ مَذْهَبِهٖ لیکن بشرطیکہ ارتکاب مکروہ کا اپنے مذہب میں لازم نہ آوے ہم شارح نے استدراک کیا اس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو مراعات مقتدیوں کی مذہب کی مستحب ہے خواہ اس مسئلے میں یا اسکے غیر میں والا اس مسئلے میں تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھ بھی ارتکاب نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحلبی كَمَا لَا يَنْتَقِضُ لَوْ خَرَجَ مِنْ اُذُنِهٖ وَنَحْوِهَا كَعَيْنِهٖ وَثَدْيِهٖ قَيْحٌ وَنَحْوُهٗ كَصَدِيْدٍ وَمَاءِ سُرَّةٍ وَغَيْرِهٖ لَا بِوَجَعٍ جیسے وضو نہیں ٹوٹتا اگر متوضی کے کان سے اور مانند اسکے جیسا کہ اوسکی آنکھ یا پستان سے بے درد کے پیپ نکلا اور اوسکی مانند جیسا کہ زرد آب اور ناف کا پانی وغیرہ یعنی ناف کا پیپ زرد آب نکلا ناقض نہوگا بے درد کے وَاِنْ خَرَجَ بِهٖ اَيْ بِوَجَعٍ نَقَضَ لِاَنَّهٗ دَلِيْلُ الْجُرْحِ اور اگر پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلا تو وضو کا ناقض ہوگا اسواسطے کہ درد کے ساتھ نکلنا دلیل زخم کی دلیل ہے ہم بحر الرائق میں کہا کہ پانی میں یہہ تفصیل البتہ خوب ہے اور پیپ اور زرد آب تو بے درد زخم کے نہیں ہوتا نہر الفائق میں اسکا جواب دیا کہ ممکن ہے کہ زخم چپکا ہو کر پیپ نکلا ہو اور درد کا نہونا بھی صحت کی علامت ہے فتاویٰ عالمگیری میں ماتن کی تفصیل کے موافق محیط سے شمس الائمہ حلوائی کا فتویٰ نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اسیطرح ذخیرہ اور زیلعی اور سراج وہاج میں مذکور ہے تو صاحب بحر کا شبہہ لائق التفات کے نہیں رہا فَدَمْعُ مَنْ بِعَيْنِهٖ رَمَدٌ اَوْ عَمَشٌ نَاقِضٌ فَاِنِ اسْتَمَرَّ صَارَ ذَا عُذْرٍ مُجْتَبٰى وَالنَّاسُ عَنْهُ غَافِلُوْنَ جب معلوم ہوا کہ جو درد کے ساتھ خارج ہو وہ ناقض ہے تو آنسو اوس شخص کا جسکی آنکھ اوٹھی آئی اور دکھتی ہے یا ایسی چوندھی ہو اور چیپڑی کہ اکثر پانی بہا کرتا ہے ناقض وضو ہے اور اگر آنسو بہنا دائمی ہو گیا تو یہہ شخص معذور ہو گیا اور معذور کا حکم باب الحیض میں معلوم ہوگا ایسا مذکور ہے مجتبیٰ میں اور لوگ اس مسئلے کے حکم سے غافل ہیں یعنی اس آنسو کو ناقض وضو نہیں جانتے ہیں ہم فقہا نے کہا ہے جسکی آنکھ دکھتی ہو یا غمص سے آنسو جاری ہوا اوسکو ہر وقت نماز کے وضو کرنیکا امر کیا جاوے صاحب بحر نے کہا یہہ تعلیل اسکی مقتضی ہے کہ یہہ استحباب کا امر ہے صاحب نہر نے کہا بلکہ وجوب کا امر ہے بقرینہ مرض اسیطرح فتح القدیر میں ہے اور مجتبیٰ میں اسکی وجہ یوں بیان کی ہے کہ شاید پلکوں کے زخم سے آنسو آتا ہو کذا فی الطحطاوی كَمَا يَنْقُضُ لَوْ حَشَا اِحْلِيْلَهٗ بِقُطْنَةٍ وَابْتَلَّ الطَّرَفُ الظَّاهِرُ هٰذَا لَوِ الْقُطْنَةُ عَالِيَةً اَوْ مُحَاذِيَةً لِرَأْسِ الْاِحْلِيْلِ وَاِنْ مُتَسَفِّلَةً عَنْهُ لَا يَنْقُضُ جیسے ناقض وضو ہے اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ میں روئی بھر دی ہو اور روئی کی ظاہر طرف تر ہو گئی یہہ نقض وضو کا حکم اسصورت میں ہے کہ اگر روئی سوراخ کے سر سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سوراخ کے سر سے نیچی ہو اور طرف ظاہر تر ہو جاوے تو تر ہونا ناقض نہوگا اسواسطے کہ خروج متحقق نہوا وَكَذَا الْحُكْمُ فِي الدُّبُرِ وَالْفَرْجِ الدَّاخِلِ اور اسیطرح کا حکم ہے مقعد اور فرج داخلی کی روئی کا یعنی اگر وہان کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہے تو طرف ظاہر کے تر ہونے سے وضو ٹوٹیگا ورنہ وضو قائم ہے ہم منیۃ المصلی میں ہے کہ اگر روئی یا کپڑا فرج خارج میں ہے اور تر ہو گیا تو وضو ٹوٹا نافذ ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی وَاِنِ ابْتَلَّ الطَّرَفُ الدَّاخِلُ لَا يَنْقُضُ اور اگر روئی وغیرہ کی اندر کیطرف تر ہو گئی تو ناقض وضو نہیں وَلَوْ سَقَطَتْ فَاِنْ رَطْبَةً انْتَقَضَ وَاِلَّا لَا اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنی گر پڑی تو اگر تر ہے تو وضو ٹوٹا اور اگر تر نہیں تو نہیں ٹوٹا وَكَذَا لَوْ اَدْخَلَ اِصْبَعَهٗ فِيْ دُبُرِهٖ وَلَمْ يُغَيِّبْهَا اور اسیطرح کا حکم اگر انگلی مقعد میں داخل کی اور ساری انگلی غائب نہیں کی یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹا اور اگر خشک نکلی تو نہیں ٹوٹا فَاِنْ غَيَّبَهَا اَوْ اَدْخَلَهَا عِنْدَ الْاِسْتِنْجَاءِ بَطَلَ وُضُوْءُهٗ وَصَوْمُهٗ پھر اگر انگلی تمام غائب کر دی یا پانی سے استنجا کرتے داخل کی تو

رہنوا اور روزہ اسکا باطل ہوگیا **م** شارح کے کلام مین لف ونشر مرتب ہی تو بطلان وضو کا اونگلی غائب کرنے سے متعلق ہوا اور بطلان صوم ادخال حالت استنجا سے متعلق ہے اسواسطے کہ جب اونگلی غائب ہوئی تو ملوث بنجاست ہو نکلیگی تو وضو باطل ہوگا اور جبکہ استنجا کرنے مین اونگلی داخل کی تو پانی کا داخل ہونا پیٹ مین لازم آیا صوم باطل ہوگیا کذا فی الطحطاوی بعضون نے لف ونشر کا دہیان نہین کیا تو شارح پر اعتراض کیا کہ انگلی کے داخل کرنے سے اگر تر نہو تو صوم باطل نہین ہوتا شارح نے یہہ کیا کہا حالانکہ شارح کا مطلب یہہ ہے کہ اونگلی غائب کرنے سے وضو باطل ہوتا ہی نہ صوم اور ادخال حالت استنجا سے صوم باطل ہوتا ہے

فروع

مسائل ملحقہ شارح کے **م** فروع جمع ہے فرع کی اور فرع کہتے ہین ہر شی کے اعلے کو اور قوم کے شریف کو تو فروع سے مسائل عالیہ اور شریفہ مراد ہین بطریق استعارہ کے شارحین کی غالب عادت یہہ ہے کہ بلفظ فروع اُن مسائل کو جو ماتن سے فوت ہوئے یا مستغرب مین ذکر کرتے ہین مناسب ہر مقام کے کذا فی الطحطاوی شارح رحمۃ اللہ علیہ آخر بحث مین فروع ضروریہ اور عجیبہ اکثر بیان کرتا ہی اور گاہے تضاعیف کلام مین مناسب مقام یُسْتَحَبُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یُحْتَشِیَ اِنْ رَابَہُ الشَّیْطَانُ وَیَجِبُ اِنْ کَانَ لَا یَنْقَطِعُ اِلَّا بِہٖ قَدْرَ مَا یُصَلِّی مرد کو مستحب ہی احلیل مین روئی وغیرہ رکہنا اگر شیطان اوسکو شک مین ڈالتا ہو قطرہ آنیکے وسوسہ سے اور واجب ہے بقدر نماز پڑہنے کے اگر عذر منقطع نہوتا ہو بدون روئی رکہنے کے تاکہ نماز حتی المقدور طہارت سے حاصل ہو **م** طحطاوی نے کہا جب محدث نے وضو کیا اور جنب نہایا پیشاب کے بعد پہر اوسنے اپنی ذکر پر نمی اور تراوت دیکہی اور اوسکو معلوم نہین کہ وہ پانی ہے یا پیشاب ہی تو وہ وضو کا اعادہ کرے اور اگر نماز کے اندر یہی بات حاصل ہوئی اور شیطان اسکا بہت وسوسہ ڈالے اور اوسکو نجاست کا یقین نہین ہے تو وہ نماز پڑہتا رہے اور اوسکا دہیان نکرے جبتک اوسکے پیشاب ہونیکا یقین حاصل نہوا اور جو مبتلا ہو ایسے وسواس کا اوسکو چاہیئے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چہڑک لے تاکہ اگر تراوت نظر آوے تو اوسکو پانی جانے نہ پیشاب کذا فی الخانیہ یَا سُوْرِیٌّ خَرَجَ دُبُرُہٗ اِنْ اَدْخَلَہٗ بِیَدِہٖ اِنْتَقَضَ وُضُوْءُہٗ وَاِنْ دَخَلَ بِنَفْسِہٖ لَا بواسیر والے کی مقعد باہر نکلی اگر اوسکو اپنی ہاتہ سے اندر کر دیا تو اوسکا وضو ٹوٹا اور اگر خود بخود داخل ہوگئی تو وضو نہین ٹوٹا لیکن اگر کچہہ نجاست ظاہر ہوگی تو ناقض وضو ہی کذا فی الطحطاوی سے وَکَذَا لَوْ خَرَجَ بَعْضُ الدُّوْدَۃِ فَدَخَلَتْ اور اسیطرح اگر کیڑا تہوڑا سا نکلا پہر گہس گیا تو ناقض نہین مَنْ لِذَکَرِہٖ رَأْسَانِ فَالَّذِیْ لَا یَخْرُجُ مِنْہُ الْبَوْلُ الْمُعْتَادُ بِمَنْزِلَۃِ الْجُرْحِ جس شخص کے ذکر کے دو سر ہون تو جس سر سے عادت والا پیشاب نہین نکلتا وہ بمنزلہ زخم کے ہی یعنی اُس سے اگر کوئی چیز نکلے گی تو وضو نہ ٹوٹیگا جب تک وہ شی سائل نہو گی جیسے زخم سے نکلنا بدون سیلان ناقض نہین اَلْخُنْثٰی غَیْرُ الْمُشْکِلِ فَرْجُہُ الْاٰخَرُ کَالْجُرْحِ جو خنثی کہ مشکل نہین اوسکی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہی تو وضو نہ ٹوٹیگا بدون بہنے کے ایسا ہی فتح القدیر وغیرہ مین اور اکثر فقہا کہتے ہین کہ وضو ٹوٹے کا دونون فرج کی پیشاب نکلنے سے سائل ہو یا نہوا اُسکا حال ظاہر ہوگیا ہو یا نہو نہر الفائق مین زیلعی سے نقل کیا کہ اول قول پر اعتماد کرنا لائق ہے کذا فی الطحطاوی وَالْمُشْکِلُ یَنْتَقِضُ وُضُوْءُہٗ بِکُلٍّ اور خنثی مشکل کا وضو ٹوٹتا ہے ہر فرج کے نکلنے سے بدون سیلان کے بنظر احتیاط کے کذا فی التوضیح **م** خنثی مشکل اوسکو کہتے ہین کہ مرد اور عورت ہونا کسی علامت سے ثابت نہو نہ قبل از بلوغ نہ بعد از بلوغ مُنْکِرُ الْوُضُوْءِ ہَلْ یَکْفُرُ اِنْ اَنْکَرَ الْوُضُوْءَ لِلصَّلٰوۃِ نَعَمْ وَلِغَیْرِہَا لَا سوال وضو کا منکر کافر ہے یا نہین جواب اگر اوسنے وضو کا انکار کیا نماز کیواسطے تو ہان وہ کافر ہوا اور غیر نماز کیواسطے منکر وضو ہوئے سے کافر نہین ہوگا **م** نماز کے وضو کا منکر اسواسطے کافر ہوا کہ اوسنے قران کی تکذیب کی قال اللہ تعالٰی یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الخ اور غیر نماز اگرچہ مس مصحف کے وضو کا انکار کرے کافر نہوگا اسواسطے کہ اوسکی آیت مین اختلاف ہی چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی تو قطعی کا منکر نہ ٹہرا شَکَّ فِیْ بَعْضِ وُضُوْءِہٖ اَعَادَ مَا شَکَّ فِیْہِ لَوْ فِیْ خِلَالِہٖ وَلَمْ یَکُنِ الشَّکُّ عَادَۃً لَہٗ وَاِلَّا لَا شک پڑا وضو کے بعض افعال مین یعنی کسی عضو کے غسل مین یا مسح مین تو جس فعل مین شک پڑا کہ کیا یا نہین کیا اوسکو پہر کرلے اگر اثناء وضو کرنے مین شک ہوا ہو اور شک کا ہونا اوسکی عادت نہو ورنہ اعادہ نہین یعنی اگر اثناء وضو مین شک نہین پڑا بلکہ بعد وضو کر چکنے کے شک پڑا خواہ اوسکو شک کی عادت ہو یا نہو یا اوسکو شک کی عادت خواہ اثناء وضو مین ہو یا بعد وضو ان صورتون مین اعادہ نکرے اور شک کیطرف التفات نکرے

اور اُنکو با وضو سمجھے کذا فی الطحطاوی لمضا و لو علم انه لم یغسل عضوا وشك فی تعیینه غسل رجله الیسری لانها آخر العمل اور اگر اوسکو بالیقین معلوم
ہو کہ اوسنے ایک عضو کو نہین دہویا اور شک پڑا اوسکو عضو کے معین کرنے مین کہ ہاتھ ہے یا پانون تو بائین پانون کو دہوے اسواسطے کہ وہ پچھلا عمل ہے وضو
مین تو نسیان کیطرف یہی اقرب ہے باقی رہی یہہ بات کہ اگر پچھلے پانون کے دہونیکا یقین ہو صورت مذکورہ مین تو ظاہراً اوسکی ماقبل عضو کا اعتبار ہوگا و
ہٰذا کما فی الطحطاوی ولو ایقن بالطهارة وشك بالحدث او بالعکس اخذ بالیقین اور اگر طہارت کر چکنے کا یقین ہو اور وضو کے ٹوٹنے مین شک
پڑے یا اسکے بالعکس یعنے وضو ٹوٹنے کا یقین ہے اور طہارت کرنے مین شک پڑے تو یقین کو لے اور شک کو چھوڑے یعنی پہلی صورتمین طہارت کو اعتبار کرے
اور دوسری صورت مین زوال طہارت کو معتبر جانے اسواسطے کہ یقین شک سے نہین ٹل سکتا کیونکہ یقین قوی چیز ہے اور شک ضعیف قوی ضعیف سے کیونکر ٹل
سکے ولو تیقنهما وشك فی السابق فهو متطهر اور اگر طہارت اور حدث دونون کا یقین ہو اور سابق مین شک پڑے یعنی یہہ یاد نہین رہا کہ اول طہارت تھی یا
حدث تو وہ شخص شرعاً باطہارت ہے اسواسطے کہ غالباً طہارت بعد حدث کے ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی ومثله المتیمم اور متوضی کے حکم مین تیمم کرنیوالا ہے یعنی
اگر تیمم کا یقین حاصل ہے اور بیوضو ہونے مین شک واقع ہوا ہے یا حدث کا یقین ہے اور تیمم مین شک ہے تو یقین پر عمل کرے اور جو دونونکا یقین ہے اور تقدم اور
تاخر مین شک ہو تو یہہ شخص باتیمم ہے ولو شك فی نجاسة ماء او ثوب او طلاق او عتق لم یعتبر وتمامه فی الاشباه اور جو شک پڑے پانی یا
کپڑے کی نجاست مین یا زوجہ کی طلاق مین شک پڑے کہ طلاق دی یا نہین دی یا لونڈی غلام کے آزاد کرنے مین شک واقع ہوا تو اس شک کا کچھہ اعتبار نہین
پانی اور کپڑے کو پاک جانے اور عورت کو اپنی زوجہ اور لونڈی غلام کو مملوک سمجھے اور مسائل شک کا پورا بیان اشباہ ونظائر مین ہے الیقین لا یزول بالشك کے
یقین شک سے نہین دور ہوتا
قاعدہ مین ضم مجتبی مین ہے کہ خون اور پیپ اور زرد آب اور زخم کا پانی اور آبلہ اور پہنسی اور آنکھہ اور کان کا پانی بیماری کی جہت سے سب برابر ہین بنا بر قول
اصح کے جو ناقض وضو نہین چنانچہ قلیل ہے یا خون وہ طاہر ہے مگر خون استحاضہ اگر خون غیر سائل سے کپڑا ملوث ہوگیا تو جواز نماز کا مانع نہین جیسے
اصحاب القروح کے کپڑے بار بار خون بہنے اور بلا تجاوز کے نکلنے سے بھر جاتے ہین مانع نماز نہین عذر کے سبب سے اگرچہ خون بکثرت ہو اسی پر فتوی
ہے تاتارخانیہ مین ہے کہ تیل ڈالا احلیل مین پھر وہ نکل آیا وضو نہین ٹوٹا امام کے نزدیک خلافاً للصاحبین محیط مین ہے کہ وضو کیا پھر ذکر سے تراوت سائل دیکھی
تو پہر وضو کرے اور اگر معلوم نہو کہ وہ کیا ہے تو التفات نکرے نماز پڑہے کہ وہ شیطانی وسوسہ ہے اور شرمگاہ کو پانی سے چھڑک دے دفع وسوسہ کیواسطے اور اگر بینی
چیز دماغ تک پونہچی ناک کے سرکنے سے یا اوسکو اندر کھینچنے سے پھر وہ ناک سے اوتر آئی تو ناقض وضو نہین اسواسطے کہ وہ پاک مکان سے خارج ہوئی اور اگر سوئی
چبہائی ہاتھہ مین اور خون ظاہر ہوا سوئی کے سر سے زیادہ تو ناقض نہین اور محمد بن عبداللہ اوسکو سائل جانکر نقض وضو کیطرف مائل ہے جسنے روٹی یا
پھل کہایا اور اوسمین خون کا اثر دیکہا مسوڑہون سے تو چاہیئے کہ وہان انگلی رکھے اگر انگلی مین خون کا اثر پاوے تو وضو ٹوٹا اور اگر اثر خون کا مسوڑہے پر
ہاتھہ رکھنے سے نپایا تو وضو قائم ہے انتہی من العینی شرح الهدایه وفرض الغسل اراد به ما یعم العملی کما مر متن نے کہا اور فرض غسل مضمضہ
اور استنشاق اور باقی بدن کا دہونا ہے شارح نے کہا متن نے فرض سے اوسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہے چنانچہ وضو مین گذر گیا ہم یعنی فرض
سے یہان وہ معنی مراد ہے جو فرض اعتقادی اور فرض عملی دونونکو شامل ہے فرض عملی وہ ہے جسکی فوت ہوجانے سے جواز فوت ہوجاوے وجہ ارادہ یہہ ہے
کہ مضمضہ اور استنشاق قطعی نہین ہین کیونکہ امام شافعی اُن دونونکو غسل مین مسنون کہتے ہین کذا فی الحلبی وبالغسل المفروض کما فی الجوهرة اور غسل سے
مراد مفروض غسل ہے چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہے یعنی جنابت اور حیض اور نفاس کا غسل کذا فی النہر وظاهره عدم شرطیة غسل فمه وانفه فی
المسنون کذا فی البحر یعنی عدم فرضیتهما فیه والا فهما شرطان فی تحصیل السنة اور جوہرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ منہ اور ناک کا دہونا غسل
مسنون مین شرط نہین ایسا مذکور ہے بحر الرائق مین مراد صاحب بحر کی یہہ ہے کہ غسل مسنون مین مضمضہ اور استنشاق فرض نہین ہین اور اگر یہہ مراد نکہیے تو صحیح نہین
اسواسطے کہ سنت کے حاصل کرنے مین مضمضہ اور استنشاق دونون شرط ہین غسل کل فمه غسل مین فرض ہے سارے منہ کے اندر دہونا ہم شارح نے
بتقدیر لفظ کل اشارہ کیا کہ اضافت عموم کیواسطے ہے اور مراد کل فم اور کل انف کے دہونیسے مضمضہ اور استنشاق ہے ویکفی الشرب عبا لا مصا لانه لیس

عینی ۱۲

فرض غسل

بشرط فی الاصح اور اس فرض کے ادا ہونے مین پانی پینا منہ بھر کے کفایت کرتا ہی اسواسطے کہ فرضیت مضمضہ مین کلی کا باہر پہینکنا شرط نہین صحیح تر قول
مین ہی یعنی جبکہ خوب منہ بھر کے پانی پیا سارا منہ اندر دہو گیا مضمضہ مفروضہ ادا ہوا تو اگر چوس کر پانی پیا فرض ادا نہوا چنانچہ بحر الرائق مین ہی اسلئے
کہ چوسنے مین سارے منہ کے اندر پانی نہین پونہچتا ہرچند کلی کا باہر پہینکنا شرط نہین قول اصح مین لیکن احوط ہی کما فی الخلاصۃ اسواسطے کہ وہ عہدہ فرضیت سے
بالاتفاق خارج ہوگا اور یہی مطلب ہے احتیاط کا کذا فی الطحطاوی عن النہر وانفہ حتی ما تحت الدرن اور تمام ناک کا دہونا فرض ہے یہانتک کہ
ناک کے خشک پٹہے کے نیچے بھی پانی پونہچانا ضرور ہے ہمم بحر الرائق مین ہے کہ درن یابس یعنی خشک میل ناک مین جیسا کہ روٹی اور خمیر کی مانند تمام
اغتسال کا مانع ہے کذا فی الطحطاوی وباقی بدنہ اور مضمضہ اور استنشاق کے بعد تمام بدن کا دہونا فرض ہے ہمم بدن ظاہر اور باطن سبکو شامل ہی چنانچہ
داخل مین کو بھی لیکن بسبب حرج ظاہر کے آنکہ کے اندر کا دہونا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ آنکھ چربی کی ہے پانی کی متحمل نہین اور جو بعضے اصحاب مثل ابن
عمر اور ابن عباس کے اندر آنکھ کے دہویا کرتے تھے اونکی بصارت زائل ہوگئی تھی ولہذا آنکھ کا دہونا نچاہیئے اگرچہ اسکے اندر ناپاک سرمہ لگا ہو کذا فی
منح الغفار لکن فی المغرب وغیرہ البدن من المنکب الی الالیۃ وحینئذ فالراس والعنق والید والرجل خارجۃ لغۃ داخلۃ تبعا شرعا لکن
کتب لغت مثل مغرب وغیرہ مین ہے کہ بدن لغت عرب مین مونڈہے سے سُرین تک اور جبکہ یہہ حال ہوا تو سر اور گردن اور ہاتہہ اور پانون بدن سے
خارج ہین لغت کی راہ سے داخل ہین کوٹہی کی تبعیت سے شرع کی اصطلاح مین ہمم خلاصہ یہہ ہی کہ مصنف نے بدن کا اطلاق جسد پر کیا اسواسطے کہ یہان بدن سے
باتمام الاطراف مراد ہی لا دلکہ لانہ متمم فیکون مستحبا لا شرطا خلافا لمالک اور غسل مین بدن کا ملنا فرض نہین اسواسطے کہ ملنا کامل کرنیوالا ہے
دہونیکا پس ملنا مستحب ہوگا نہ شرط اسواسطے کہ کمل اور متمم شی کا اُس شے کے وجود کے بعد ہوتا ہی برخلاف امام مالک کے ہمم امام مالک اور ابو یوسف
کی ایک روایت مین ملنا غسل مین فرض ہے دلک عبارت ہی اعضاء مغسولہ پر ہاتہہ پہیرنے سے تو اگر پانی بہایا اور سارے بدن پر پونہچ گیا بدون ہاتہہ لگانیکے
تو فرض ادا ہوگیا مگر امام مالک کے نزدیک ادا نہین ہوا ویجب ای یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرۃ کاذن وسرۃ وشارب
وحاجب واثناء لحیۃ وشعر راس ولو متلبدا لما فی فاطہروا من المبالغۃ اور واجب ہے یعنی فرض ہے دہونا ایکبار ہر اوس محل کا بدن سے
جسکا دہونا بدون مشقت کے ہو سکتا ہے چنانچہ کان اور ناف اور مونچہ اور بہون اور داڑہی اور سر کے بالون کے اندر کا دہونا اگرچہ سر کے بال گوندہی باہم
چپکے ہون اسواسطے کہ فاطہروا کے لفظ مین مبالغہ نکلتا ہے ہمم یعنی حق تعالی نے فرمایا ان کنتم جنبا فاطہروا یعنی اگر تمکو جنابت ہو جماع یا احتلام سے
تو خوب طرح سے پاک صاف ہو یعنی سارے بدن کا دہونا جہانتک ہو سکی بلا حرج اوسکو دہوؤ ولہذا مضمضہ اور استنشاق غسل مین فرض ہوا نہ وضو مین اسلئے کہ
فم ایکوجہ سے داخل بدن ہی اور ایک وجہ سے خارج بدن ہے باعتبار حس کے انطباق اور انفتاح کیوقت اور باعتبار حکم شرع کے صائم کی رال گہونٹنا اور
داخل ہونے کسی چیز کے اوسکے منہ مین تو وضو مین فم یعنی منہ داخل بدن قرار دیا اور غسل مین خارج بدن اسواسطے غسل مین مبالغہ کا صیغہ یعنی
فاطہروا وارد ہی اور وضو مین غسل وجہ کا حکم ہے اور وجہ عبارت ہی مواجہہ سے وفرج خارج لانہ کالفم لا داخل لانہ باطن اور فرج سے
عورت کو فرج خارج کا دہونا اسواسطے کہ عورت کے باہر کی شرمگاہ منہ کی مانند ہی کہ من وجہ داخل ہے اور من وجہ خارج فرض نہین فرج داخل کا دہونا
اسواسطے ہی کہ وہ اندر بدن کے داخل ہی اور اندر کا دہونا ساقط ہی ولا تدخل اصبعہا فی قبلہا بہ یفتی اور عورت انگلی کو اپنی شرمگاہ مین
داخل نکرے اسیکا فتوی ہے یعنی غسل مین یہہ کام نکرے مزید طہارت کے خیال سے کیونکہ اندر کا دہونا واجب نہین لا یجب غسل ما فیہ حرج
کعین وان اکتحل بکحل نجس واجب نہین غسل مین دہونا ونکا جسمین مشقت اور تکلیف ہو چنانچہ آنکہ کا دہونا اگرچہ اوسمین ناپاک سرمہ لگا ہو
وثقب انضم وداخل قلفۃ اور بند سوراخ اور داخل قلفہ کا دہونا واجب نہین ہمم جو سوراخ ناک یا کان کا بند ہوگیا وہان پانی پونہچانا واجب
نہین حرج کی جہت سے قلفہ بضم قاف وسکون لام وہ کہال ہے جو ختنہ کرنے مین کاٹی جاتی ہے بل یندب ہو الاصح قالہ الکمال وعللہ بالحرج
فسقط الاشکال بلکہ قلفہ کے اندر کا دہونا مستحب ہی یہی قول صحیح تر ہے ایسا کہا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور حرج کو عدم وجوب کی علت

بیان کی ہی تو اشکال ساقط ہو گیا ھم یعنی جب حرج کو علت قرار دیا تو زیلعی کا اعتراض ساقط ہو گیا حاصل اعتراض کا یہہ ہی کہ اگر داخل قلفہ کا غسل
مین دہونا واجب نہین باوجود صیغہ مبالغہ فاطّہّروا کے تو اسکو جمیع بدن کا حکم دیا تو اسمین پیشاب کے قطرہ آنے سی کیون وضو ٹوٹتا ہی تو ان
سمجھ پر سقوط اعتراض کیوجہ یہہ ہے کہ عدم وجوب غسل دفع حرج کیوجہ سی ہی نہ اسواسطے کہ یہہ ظاہر بدن نہین ہی وفی المسعودی ان امکن
فتح القلفة بلا مشقة یجب والا لا اور مسعودی مین ہی کہ اگر کہولنا قلفہ کا بدون مشقت کے ہوسکی تو اندر کا دہونا واجب ہے ورنہ واجب نہین
ھم اسی قولکو شرنبلالی نے پسند کیا ہے اور اسکی طرف فتح القدیر کا کلام مشیر ہی اسواسطے کہ سقوط کو مقید بحرج کیا ہی تو جہان حرج نہین وہان
دہونا بھی ساقط نہین کذا فی الطحطاوی وکفی بل اصل ضفیرتها ای شعر المرأة المضفور للحرج اور کفایت کرتا ہی تر کرنا اور بہگونا عورت کی
گوندہی چوٹی کی جڑ کا یعنی گوندہی بالونکا دہونا عورت پر فرض نہین جڑون کا تر کر دینا کفایت کرتا ہی تکلیف اور مشقت کیوجہ سی ضفیرہ سی مراد عورت
کے گوندہی بال ہین ھم صحیح مسلم مین حضرت ام سلمہ سی روایت ہی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین وہ عورت ہون کہ اپنی سر کی گوندہی چوٹی خوب مضبوط کرکے
باندہتی ہون کیا حیض اور جنابت کے غسل کیواسطے اوسکو کہولا کرون فرمایا نہین تجکو تو تین بار دونوں ہاتہون مین پانی لیکر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہی پہر
اپنے اوپر پانی کا بہانا اور پاک ہونا اور ابو داود مین ثوبان سے مروی ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے
بال کہولڈالے اور بالونکو دہووی یہانتک کہ بالونکی جڑتک پونہچے اور عورت پر تو بالون کا کہولنا ضرور نہین اوسکو تو تین چلو بہر کے پانی سر پر ڈالنا
کفایت کرتا ہی کذا فی التیسیر اما المنقوض فیفرض غسل کله اتفاقا اور عورت کو کہلے بالون کا تو بالکل دہونا فرض ہے بالاتفاق یعنی یہان
فقط جڑون کا تر کرنا کافی نہوگا ولو لم یبتل اصلها یجب نقضها مطلقا هو الصحیح اور اگر گوندہی چوٹی کی جڑ نہ بہیگے تو چوٹی کا کہولنا واجب ہے
ہر طرح یہی قول صحیح ہی ھم ہر طرح کہولنا واجب ہی خواہ اوسمین تکلیف ہو یا نہو اور غیر صحیح دو قول ہے کہ بالون کا نچوڑنا دہونیکے بعد ضرور ہی خواہ بال
گوندہی ہون یا کہلے کذا فی الطحطاوی ولو ضرها غسل راسها ترکته اور اگر سر کا دہونا عورت کو ضرر کرتا ہو تو سر کا دہونا چہوڑ دے یعنی درصورت
ضرر سر کا دہونا اور مسح کرنا بھی غسل جنابت وغیرہ مین ساقط ہی سر کو چہوڑ کے باقی بدن دہووے پاک ہوجاویگی وقیل تمسحه اور بعضون نے
کہا کہ سر کو مسح کرے اگر دہونا ضرر کرتا ہو ولا تمنع زوجها وسیجئ فی التیمم اور نہ منع کرے اپنے زوج کو جماع سے اور اسکا ذکر آگے آویگا تیمم
کے مسائل مین ھم یعنی اگر عورت کو سر کا دہونا ضرر کرتا ہو اس عذر سے اوسکو اپنے شوہر کا روکنا جماع سی نہین پونہچتا ہی اسواسطے کہ وہ شوہر کا حق ہے اور
اوسکے دفع ضرر کا علاج یہہ ہی کہ بقول اول غسل اور مسح دونونکو ترک کرے یا بقول ثانی سر کو مسح کرلے کذا فی الطحطاوی لا یکفی بل ضفیرته
فینقضها وجوبا ولو علویا او ترکیا لامکان حلقه کفایت نہین کرتا ہی مرد کی گوندہی چوٹی کا بہگونا تو واجب یعنی فرض ہی اوسکا کہولنا
اگرچہ مرد علوی یا ترکی ہو اسواسطے کہ مرد کو سر کا مونڈنا یعنی بدون قباحت اور بدنمائی کے ممکن ہی برخلاف عورت کے ھم علوی یعنی سادات
مرتضوی اور ترکیون کی عادت ہی بال رکہنے اور چوٹی گوندہنی کی اسواسطے اونکو بالخصوص ذکر کیا ولا یمنع الطهارة ونیم ای خرء ذباب و
برغوث لم یصل الماء تحته اور طہارت کا مانع نہین مکہی اور مچہر کا وہ گوہ جسکے نیچے پانی نہین پونہچا اسواسطے کہ اس سی بچنا ممکن نہین کذا فی الطحطاوی
وحناء ولو جرمه به یفتی اور نہ مہندی طہارت کی مانع ہی اگرچہ مہندی کا جرم لگا ہو اسیکا فتوی ہی ھم لیکن اگر مہندی کا جرم ہوگا تو
اوسکے نیچے پانی کا پونہچنا ضرور ہے اور اگر نہ پونہچیگا تو طہارت حاصل نہوگی ولہذا البحر الرائق مین کہا ہی کہ اگر عورت نے اپنے سر مین خوشبو چپکائی ہو
اسطرح کہ پانی بالون کی جڑون مین نہ پونہچتا ہو تو اوسپر واجب ہی اوسکا دور کرنا کذا فی الطحطاوی ودرن ووسخ عطف تفسیر وکذا
دهن ودسومة اور نہ میل بدن کا مانع طہارت ہی اور اسیطرح تیل اور چکنائی مانع طہارت کی نہین شارح نے کہا وسخ کا عطف تفسیری ہی
یعنی درن اور وسخ دونون بیک معنی ہین وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقا ای قرویا او مدنیا فی الاصح اور خشک مٹی اور گیلی مٹی مانع
طہارت کی نہین اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شخص گنوار ہو یا شہر کا رہنے والا دونون برابر ہین قول اصح مین ھم اور غیر صحیح قول یہہ ہے

کہ شہری کے حق مین ناخن کی مٹی مانع طہارت ہی نہ گنوار کے حق مین اسواسطے کہ شہری کا بدن چکنا ہوتا ہی تو پانی نفوذ نہین کرتا طحطاوی نے کہا
قول اصح کی وجہ یہہ ہے کہ بہرصورت پانی نفوذ کر جاتا ہے بخلاف نحو عجین برخلاف گوندھے آٹے کی مانند کہ وہ طہارت کا مانع ہے عدم نفوذ کی
وجہ سے ہم گوندھے آٹے کی مانند وہ چیزین ہین جنمین پانی سرایت نہین کرتا چنانچہ چبلائی ہوئی روٹی اور میل کے پپڑے ناکین اور کہال مچھلی کی کذا
فی البحر ولا یمنع ما علی ظفر صباغ اور مانع طہارت کی نہین وہ چیز جو رنگریز کے ناخن پر لگی ضرورت کیوجہ سے اور بعضون کے نزدیک مانع ہی
مضمرات مین کہا کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی النہر ہم عورتین ہندوستان کی جو مسی لگاتی ہین اگر فقط رنگ ہی بدون جرم کے تو ظاہرا مہندی
کی مانند مانع طہارت نہین اور اگر جرم ہے جسکو دھڑی کہتے ہین تو ظاہرا عجین کی مانند مانع طہارت ہی واللہ اعلم ولا طعام بین اسنانہ او
فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وہو الاصح اور مانع طہارت کا نہین وہ کہانا جو دانتون کے اندر رہجاتا ہی یا پولے دانت کی
اندر گھس جاتا ہے اسی قول کا فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ اگر وہ سخت اور خشک ہی تو طہارت کا مانع ہے یہی قول صحیح تر ہے ہم رسم مفتی
مین مذکور ہو گیا کہ فتوی مقدم ہے اصح وغیرہ سے طعام ما بین الاسنان اسواسطے مانع طہارت نہین کہ پانی لطیف چیز ہے ہر جگہہ غالبا سرایت کرجاتا
ہے ایسا مذکور ہے تجنیس مین بحر الرائق مین فقیہ ابو اللیث اور فتاوی فضلی سے نقل کیا کہ احتیاط یہہ ہی کہ اوسکو نکالکے پانی اوسپر بہادی
کذا فی الطحطاوی ولو کان خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا کقرط اور اگر غسل کرنے والیکی انگوٹھی تنگ ہو تو واجب ہی کہ اوسکو نکالڈالے یا ہلادے
جیسی بالی کا نکالنا یا گہمانا واجب ہی یعنی انگوٹھی اور بالی کا اتنا ہلانا اور گہمانا چاہیئے کہ وہان پانی پہونچ جانیکا گمان حاصل ہو ولو لم یکن
بثقب اذنہ قرط فدخل الماء فیہ ای الثقب عند مرورہ علی اذنہ اجزأہ اور اگر اوسکی کان کے سوراخ مین بالی نہو سو پانی پہونچگیا
سوراخ مین کان کی پانی بہنے کیوقت تو غاسل کو کفایت کرتا ہی کسرتہ واذن دخلہما الماء جیسے ناف اور کان مین پانی داخل ہوگیا اوسپر
سائل ہونے سے تو کفایت کرتا ہی یعنی اونگلی وغیرہ داخل کرنا ضرور نہین والا یدخل ادخلہ ولو باصبعہ ولا یتکلف بخشب ونحوہ والمعتبر
غلبۃ ظنہ بالوصول اور اگر سوراخ مین پانی نہ گیا تو قصدا داخل کرے اگرچہ اپنی اونگلی سے اور لکڑی اور مانند اوسکی سینک وغیرہ سے پانی
داخل ہونے کے لئے تکلف نکرے اور پانی پہونچنے مین اپنے گمان کا غلبہ معتبر ہے یعنی جب اپنی اٹکل مین آگیا کہ پانی وہان پہونچ گیا ہوگا تو زیادہ
تکلف اور وسواس نکرے **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے نسی المضمضۃ او جزءا من بدنہ فصلی ثم تذکر فلو نفلا لم یعد لعدم
صحۃ شروعہ نہانیوالا کلی کرنا یا کچھہ بدن کا دہونا بھول گیا پہر اوسنے نماز پڑھی پہر اوسکو یاد آیا تو اگر وہ نماز نفل تھی تو اوسکا اعادہ نکرے شروع
نماز کے صحیح نہونے سے یعنی بسبب ناپاکی کے نماز کا شروع کرنا صحیح نہ ٹھہرا تو نماز اوسپر لازم نہوئی تو اوسکا اعادہ بھی لازم نہوگا وعلیہ غسل وثمہ رجال
لا یدعہ وان راوہ مرد پر غسل کرنا واجب ہی اور وہان لوگ ہین تو نہانے کو نہ چھوڑے اگرچہ لوگ اوسکو دیکھین ہم یہہ اوس صورت مین ہی کہ پردہ
وہان نہین ہو سکتا اور نماز کے فوت ہو جانیکا ڈر ہے اور جو عمدا اوسکو دیکھیگا وہ گنہگار ہوگا نہانیوالا معذور ہے والمرأۃ بین رجال او رجال
ونساء توخرہ لا بین نساء فقط اور عورت درمیان مردون کے یا درمیان مردون اور عورتون کے نہانے مین تاخیر کرے اور تاخیر نکرے
فقط عورتون مین ہم اسواسطے کہ نظر کرنا جنس کا ہم جنس کیطرف خفیف تر ہی برخلاف غیر جنس کے واختلف فی الرجل بین رجال ونساء او نساء
فقط کما بسط ابن الشحنۃ اور اختلاف ہی اوس مرد کے غسل کرنے مین جو درمیان مردون اور عورتون کے یا فقط درمیان عورتون کے واقع ہو
چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو بشرح وبسط بیان کیا ہی ہم ظاہر کلام شارح اسکا مقتضی ہی کہ یہہ مسئلہ مذہب مین منصوص ہے اور اسمین اختلاف
واقع ہی حالانکہ ایسا نہین اسلئے کہ شارح وہبانیہ نے تصریح کی ہی کہ مین اس مسئلہ کی نقل پر واقف نہین ہوا اگر قیاس یہہ چاہتا ہی کہ مرد عورتون مین یا
مردون اور عورتون مین غسل کو تاخیر کرے اور خنثی کو کسی صورت مین کشف عورت جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وینبغی لہا ان تتیمم و
تصلی لعجزہا شرعا عن الماء اور عورت کو چاہیے کہ تیمم کرے بعد نماز پڑھے اسواسطے کہ عورت مردون مین شرعا پانی کے استعمال سے عاجز ہو

واما الاستنجاء فيغتسل موضع الاستنجاء مطلقا والفرق لا يخفى اور پانی سے استنجا کرنا تو ہر طرح چھوڑا جاوے خواہ مرد یا عورت مردون یا عورتون مین یا دونون نہین ہو
اور فرق غسل اور استنجا مین چھپا نہین ہے وجہ فرق یہ ہے کہ نجاست حقیقی کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہے اور نجاست حکمی کے ساتھ اصلا صحیح نہین منیہ اور اسکی
شرح مین ہے کہ کشف عورت لوگون کے سامنے اسواسطے کہ حرام ہے اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہے اگر بلا کشف ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو ڈھیلون پر کفایت کرنا
واجب ہے کذا فی الطحطاوی معترا وسننه كسنن الوضوء سوى الترتيب اور غسل کی سنتین وضو کی سنتون کی مانند ہین چنانچہ نیت کرنا اور بسم اللہ کہنا
سواے ترتیب کے یعنی اسواسطے کہ وضو کی ترتیب اور غسل کی ترتیب یکسان نہین وآدابه كآدابه سوى استقبال القبلة لانه يكون غالبا مع
كشف العورة اور غسل کے مستحبات وضو کے مستحبات کی مانند ہین سواے استقبال قبلہ کے اسواسطے کہ غسل اکثر برہنہ ہوتا ہے منجملہ مستحبات غسل اعضا
کا ملنا اور چھنگلی کان کے سوراخ مین ڈالنا پانی پونچانیکے بعد اور تحریک خاتم واسع اور نیت زبان سے کرنا اور اونچی مکان مین بیٹھ کر نہانا تاکہ چھینٹین بدن پر
نہ پڑین اور عدم استعانت اور تکلم بکلام ناس نکرنا اور غسل کے مکروہات وضو کی مکروہات کے مانند ہین یعنی منہ پر پانی زور سے مارنا اور قدر ضرورت سے
پانی کم کرنا یا حاجت سے زیادہ پانی بہانا کذا فی الطحطاوی لمنقط وقالوا لو مكث في ماء جار او حوض كبير او مطر قدر الوضوء والغسل فقد
اكمل السنة اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینہ مین بقدر مدت وضو اور غسل کرنیکے ٹھہرا تو البتہ اوسنے پوری سنت ادا کی
یعنی وہ سنت جو اسکے اوپر ہے کامل ہو گی چنانچہ تثلیث اور دلک وغیرہ کی سنت ادا ہو گئی مگر تلفظ نیت کا فقط ٹھہرنے سے ادا نہوگا البداءة بغسل
يديه وفرجه وان لم يكن به خبث اتباعا للحديث اور سنت ہے غسل مین دونون ہاتھون اور شرمگاہ کے دھونے سے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی
جگہ پر کچھ نجاست نہو حدیث کی پیروی سے وخبث بدنه ان كان عليه خبث لئلا يشيع اور شروع کرنا بدن کی نجاست دھونے سے اگر اوسکے بدن پر
نجاست ہو تاکہ باقی بدن پر نجاست نہ پھیلے ثم يتوضأ اطلقه فانصرف الى الكامل فلا يؤخر قدميه ولو في مجمع الماء لما ان المعتمد
طهارة الماء المستعمل پھر وضو کرے مصنف نے وضو کو مطلق بلا قید کہا اور مطلق جب بولتے ہین تو اوسکا فرد کامل مراد ہوتا ہے تو یہان پورا وضو مراد ٹھہرا تو
دونون قدمون کے دھونے کو تاخیر نکرے اگرچہ نہایا ہے پانی جمع ہونیکے مقام مین اسواسطے کہ مذہب معتمد ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے جب وضو کامل مراد ہوا
تو اسمین اشارہ ہے کہ سر کا بھی مسح کرے اور یہی قول صحیح ہے اور یہہ بھی اشارہ ہے کہ جمیع سنن اور مستحبات وضو کے بجالاوے ایسا کہا ہے صاحب بحر نے
اور عدم تاخیر غسل قدمین بعض مشائخ کا قول ہے اور یہی قول صحیح تر ہے مذہب شافعی مین اور بعضون نے کہا تاخیر کرے مطلقا اور بعضون نے کہا اگر وہان
پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہے مبسوط اور ہدایہ مین کذا فی الطحطاوی وعلى انه لا يوصف الاستعمال الا بعد الانفصال عن كل البدن
لانه في الغسل كعضو واحد بلا ریب ہے کہ پانی مستعمل نہین ہوتا مگر بعد جدا ہونیکے تمام بدن سے اسواسطے کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کی مانند ہے
عدم تجزی حدث مین دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہے کہ حدث متجزی ہے یعنی جو عضو مغسول ہوگا وہ پاک ہوگا اور باقی ناپاک اور دوسری روایت یہ ہے
کہ حدث متجزی نہین یعنی بعض اعضاء مغسولہ پاک نہونگے جب تک سارا بدن نہ دھویا جاویگا تو یہ قول شارح کا مبنی ہے عدم تجزی حدث پر منح الغفار
مین کہا کہ عدم تجزی کی روایت پر یہہ پانی مستعمل نہوگا مگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے تو جو پانی کہ دونون قدم کو لگا ہے وہ مستعمل نہین ہے
اسواسطے کہ تمام بدن غسل مین ایک عضو کی مانند ہے یہان تک کہ غسل مین تراوت کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کیطرف جائز ہے انتہی فحينئذ لا
حاجة الى غسلهما ثانيا اسوقت مین یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ یہہ پانی مستعمل نہین ہے تو دونون قدم کے دھونے کی دوسری بار حاجت نہین ہے مگر
بطریق پاکیزگی اور افضلیت کے دھونا بہتر ہے نہ بطریق لزوم کے تو جو تفصیل ہدایہ مین ہے اور اوسکو مجتبی مین اصح کہا ہے وہ محمول ہے پانی مستعمل کی
نجاست پر اور ہمارے مذہب کے علما کے بہت فروع اسی قول پر مبنی ہین لیکن ہمنے بعض مشائخ کے قول کو اختیار کیا اسواسطے کہ طہارت مستعمل
کی معتمد فی المذہب ہے کذا فی المنح لمنقط الا اذا كان ببدنه خبث مگر جبکہ اوسکے بدن پر نجاست حقیقی ہو تو قدمونکو دوسری بار دھووے
ازالہ نجاست کیواسطے نہ ازالہ حدث کیواسطے کہ وہ تو زائل ہو گیا کذا فی الطحطاوی ولعل القائلين بتأخيرهما انما استحبوه ليكون البدء

واختتم بأعضاء الوضوء شايد كه وه فقها جو پانون دهونيكے تاخير كے قائل نهين اسواسطے تاخير كو مستحب جانتے هين تاكه غسل كى ابتدا اور اختتام وضو
كے اعضا پر كذا في البحر وقالوا لو توضأ أولا لا يأتي به ثانيا لأنه لا يستحب وضوءان للغسل اتفاقا اور فقها نے كها هى كه اگر غسل سے پهلے
وضو كيا تو بعد غسل كے دوسرى بار وضو نكرے اسواسطے كه ايك غسل كيواسطے دو وضو بالاتفاق مستحب نهين اما لو توضأ بعد الغسل واختلف
المجلس على مذهبنا أو فصل بينهما بصلوة كقول الشافعية فيستحب اور اگر بعد غسل كے وضو كيا اور مجلس بدلگئى هم حنفيون كے مذهب پر يا دونو فيستحب
وضو مين نماز كو فاصل واقع كيا شافعيون كے قولكى مانند تو يهه دوباره وضو كرنا مستحب هى م يهه بحث هى صاحب بحر كى اور سابق مذكور هو گيا كه وضو پر
وضو نور على نور هے اگرچه مجلس بدلى هو اور جو وضو كه اسراف مين داخل هے وه تيسرى بار وضو كرنا هى چنانچه انكى تحقيق صاحب نهر كے كلام سے وضو كے مسائل
مين مذكور هو چكى كذا في الطحطاوى ثم يفيض الماء على كل بدنه ثلاثا مستوعبا من الماء المعهود في الشرع للوضوء والغسل وهو ثمانية
أرطال پهر وضو كے بعد پانى بهادوے اپنے تمام بدن پر تين بار هر بار تمام اعضا پر پانى پونهچا كر اوسقدر پانى سے وضو اور غسل كرے جسقدر مقرر اور معين هى
شرع مين وضو اور غسل كيواسطے اور وه آٹهه رطل پانى هى م غسل كيواسطے ايك صاع پانى معين هى اور وضو كيواسطے ايك مُد اور صاع چار مد كا هوتا هى اور
هر مد دو رطل كا اور رطل سے مراد بغدادى رطل هے جو ١٣٠ درم كا هوتا هى اسواسطے كه فقهانے صاع كا اندازه كيا هى كه اوسمين ١٠٤٠ درم بهر مونگ يا
مسور سماوے كذا في الطحطاوى مكرر ذكر وضو كے ترجمه مين مذكور هو چكا كه لكهنؤ كے حساب سے مد تخميناً تين پاؤ كا هوتا هى اور صاع تين سير پخته كا صحيحين اور
نسائى مين امام محمد باقر رض سے مروى هى كه هم جابر رض كے پاس تهے سو لوگون نے غسل سے سوال كيا جو جابر نے كها كه ايك صاع تجهكو كفايت كرتا هى ايكمرد نے
كها كه مجهكو اسقدر كافى نهين تو جابر نے كها اُس شخص كو صاع كفايت كرتا تها جسكے بال تجهه سے زياده تهے اور وه تجهه سے بهتر تها يعنى رسول خدا صلى الله عليه
وسلم كذا في التيسير وقيل المقصود عدم الاسراف اور بعضون نے كها كه آٹهه رطل سے مقصود عدم اسراف هى م شارح نے بصيغه تمريض تضعيف قول
كيطرف اشاره كيا اور شرنبلالى نے اپنے متن مين اسى قول پر اعتماد كيا هى بحر الرائق مين كها كه تقدير مذكور لازم نهين يهانتك كه اگر پورا غسل كرے صاع
سے كم پانى مين تو كافى هے اور اگر كفايت نكرے تو صاع سے زياده كرے اسواسطے كه آدميونكى طبائع اور احوال مختلف هوتے هين ايسا مذكور هى بدائع
مين اور نووى شافعى نے عدم لزوم تقدير پر اجماع نقل كيا هى كذا في الطحطاوى وفي الجواهر لا اسراف في الماء الجاري لأنه غير مضيع وقد
قدمناه عن القهستانى اور جواهر مين هے كه جارى پانى مين اسراف نهين هے اسواسطے كه وه پانى تلف نهين هوتا هى اور هم نے اس مسئله كو مقدم ذكر
كيا هى قهستانى سے نقل كركے م يهه قول ضعيف هى چنانچه اسكى تضعيف مسائل وضو مين شرح مذكور هو چكى بادئا بمنكبيه الأيمن ثم الأيسر ثم
برأسه ثم على بقية بدنه مع دلكه ندبا وقيل يثنى بالرأس وقيل يبدأ بالرأس وهو الأصح وظاهر الرواية والأحاديث قال
في البحر وبه يضعف تصحيح الدرر غسل مين پانى بهادينا شروع كرتا هوا اپنے داهنے مونڈهے سے پهر اوسكے بعد بائين مونڈهے سے پهر اپنے سر سے پهر باقى
بدن پر ملنے كے ساتهه استحباب كى رو سے اور بعضون نے كها كه اول داهنے مونڈهے پر پانى بهادے پهر دوسرى بار سر پر اور بعضون نے كها كه سر سے
پانى بهانا شروع كرے اور يهى قول صحيح تر هى اور ظاهر الرواية اور ظاهر الاحاديث هى بحر الرائق كے مصنف نے كها اور اسيوجه سے يعنى چونكه سر سے شروع كرنا
ظاهر الرواية اور ظاهر الاحاديث هى لهذا درر كى تصحيح كى تضعيف كى گئى هے يعنى درر مين جو ملا خسرو نے تاخير سر كى تصحيح كى هى سو وه ضعيف قول هے م
ظاهر الرواية وه مسئله هے جو امام محمد كى كتب خمسه مين مروى هى يعنى مبسوط جسكو اصل بهى كهتے هين اور جامع كبير اور جامع صغير اور زيادات اور سير
اور حاكم شهيد كى دو كتابين يعنى منتقى اور كافى جو مستخرج هين كتب خمسه مذكوره مين وه بهى ظاهر الرواية هين اما احاديث پس حضرت ميمونه رضى
الله عنها سے صحاح ستة مين مروى هى كه مين رسول الله صلى الله عليه وسلم كے غسل جنابت كيواسطے پانى لائى سو حضرت نے دونون هاتهه دو بار يا تين
بار دهوئے پهر آپ نے دونون هاتهه ڈالے برتن مين پهر پانى ڈالا شرمگاه پر اور بائين هاتهه سے اوسكو دهويا پهر بايان هاتهه زمين پر خوب رگڑا پهر
وضو كيا نماز كا سا وضو پهر تين بار سر پر پانى ڈالا پهر باقى بدن دهويا پهر اوس مقام سے عليحده هوئے پهر دونون پانون دهوئے كذا في العينى شرح الهداية

اور تیسرا اصول والے جامع الاصول مین صحاح ستہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یون منقول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل
جنابت کرتے تھے تو پہلے دونون ہاتھ دہوتے پہر نماز کی مانند وضو کرتے پہر اونگلیان پانی مین ڈالتے اور اونسے بالونکی جڑون مین خلال کرتے
یہانتک کہ ساری جلد پر پانی پونہچ جانیکا ظن حاصل ہوتا تب اوسپر تین بار پانی بہاتے پہر باقی بدنکو دہوتے پہر دونون پانون دہوتے اور صحیحین
کی ایک روایت حضرت عائشہ سے یہہ ہے کہ جب غسل جنابت فرماتی تو پانی کا برتن ہاتھ مین لیتے اور سر کے داہنی طرف سے شروع کرتی پہر سر کے بائین
طرف سے انتہے پس ان احادیث صحیحہ سے بعد وضو کے نہانے کی ابتدا سر سے ثابت ہوئی اور اختتام غسل کا پانو ونپر اور یہی مذکور ہے ہدایہ مین
تو اسکو قوی اور مسنون سمجھنا چاہیے واللہ اعلم وصح نقل بلة عضو الی عضو آخر فیه بشرط التقاطر اور غسل مین صحیح ہے
ایک عضو کا پانی دوسری عضو پر لیجانا بشرط ٹپکنے کے م یعنی نقل مین یہہ شرط ہے کہ دوسری عضو پر جاکر ٹپکے تاکہ دہونا اوسکا ثابت ہونہ
چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین یہہ مسئلہ تقاطر کی شرط کے ساتھہ فوائد تاجیہ سے نقل کیا ہے لا فی الوضوء لما ان البدن کلہ کعضو واحد
نقل کرنا ایک عضو کا پانی دوسری عضو کیواسطے وضو مین صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ مذکور ہوگیا ہے کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کی مانند ہے یعنی برخلاف
وضو کے کہ اوسمین چار عضو جدا جدا ہین وفرض الغسل عند خروج منی من العضو اور غسل فرض کیا گیا ہے نزدیک نکلنے منی کے
عضو سے یعنی ذکر اور فرج سے والا فلا یفرض اتفاقا لانه فی حکم الباطن اور اگر منی عضو سے باہر نہ نکلی تو بالاتفاق غسل مفروض نہین
اسواسطے کہ وہ باطن اور داخل کے حکم مین ہے یعنی شرع مین اوسکا اعتبار نہین جیسے بدن کے اندر کی نجاست کا اعتبار نہین جنابت ثابت
ہو جاتی ہے بسبب ایک منفصل ہونے منی کے شہوت سے دوسرے ادخال سے آدمی کی شرمگاہ مین کذا فی الخانیة منفصل عن مقرہ هو صلب
الرجل وترائب المرأة وہ منی جو جدا ہوتی اپنے ٹہکانے سے وہ یعنی منی کا قرارگاہ مرد کی پیٹہہ ہے اور عورت کی چھاتی کی ہڈیان و
منیه ابیض اور مرد کی منی سفید ہے یعنی اور گاڑہی جسکے نکلنے سے آلہ سست ہوجاتا ہے ومنیها اصفر اور عورت کی منی زرد ہے یعنی
اور پتلی فلو اغتسلت فخرج منها منی ان کان منیها اعادت الغسل لا الصلوة والا لا تو اگر عورت نے مرد کی صحبت کے بعد
غسل کیا پہر اوسکی شرمگاہ سے منی نکلی تو اگر عورت کی منی ہے یعنی زرد اور رقیق ہے تو غسل کا اعادہ کرے نہ اوس نماز کا جو غسل کے بعد
اس منی کے نکلنے سے پہلے پڑہی اور اگر عورت کی منی نہین بلکہ مرد کی منی سفید اور گاڑہی عورت کی شرمگاہ سے نکلی تو عورت دوسری بار غسل نکرے
م اعادہ غسل کا امام اور محمد کے معتمد قول پر ہے کیونکہ پہلا غسل ٹوٹ گیا اور اعادہ نماز کا اسواسطے نہین کہ نماز اوسوقت ادا ہوئی جبکہ
منی در حکم باطن کے تہی تو نماز باطل نہوگی نزول منی سے بعد اوسکے کذا فی الطحطاوی بشہوة ای لذة ولو حکما کمحتلم غسل فرض ہوتا ہے
اوس منی سے جو شہوت یعنی لذت کے ساتھہ نکلی اگرچہ لذت حقیقی نہو بلکہ لذت حکمی ہو جیسے خواب دیکھنے والے کی لذت م احتلام والیکو حقیقی
لذت نہین ہوتی کیونکہ اوسکا ادراک مفقود ہے دُرر مین ہے کہ شہوت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر منی بھاری چیز کے اوٹھانے سے اور مانند اسکی
بلا شہوت نکلی تو غسل فرض نہین خلافا للشافعی ولم یذکر الدفق لیشمل منی المرأة لان الدفق فیه غیر ظاهر اور مصنف نے منی کی صفت
مین دفق کا لفظ جو بمعنی اوچھلنے اور کودنے کے ہے ذکر نکیا تاکہ منی عورت کو بھی شامل رہے اسواسطے کہ اوچھل کر منی نکلنا عورت کی منی مین ظاہر
نہین م ہدایہ اور کنز مین دفق مذکور ہے لیکن چونکہ امام اور محمد کے نزدیک احلیل سے منی نکلنے مین دفق شرط نہین اور عورت کی منی مین دفق
ظاہر نہین لہذا مصنف نے عبارت کتب مذکورہ سے عدول کیا مصنف نے اپنی شرح مین دلوالجی سے نقل کیا کہ منی عورت کی دافق نہین یعنی کود کر نہین
نکلتی اوسکی چھاتی سے شرمگاہ مین اوتر آتی ہے طحطاوی نے کہا کہ اتساع محل کے سبب سے اوسمین دفق نہین ہوتا اور اوسمین خارج کیطرف دفع
کرنے کی قوت نہین برخلاف مرد کے کہ تنگی محل سے اوسکی منی خارج کیطرف مندفع ہوجاتی ہے وما اسنادہ الیه ایضا فی قوله تعالی
خلق من ماء دافق الایة فیحتمل التغلیب اور عورت کی منی کیطرف بھی دفق کی نسبت کرنا حق تعالی کے اس قول مین کہ خلق من ماء دافق الخ

سوا اوسمین تو صفت تغلیب کا احتمال ہے ھم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہہ ہی کہ قران مجید مین ارشاد ہوا کہ آدمی بنایا گیا کودنیوالے پانی سے جو نکلتا ہی پیٹھہ اور چھاتی کے درمیان سی تو معلوم ہوا کہ عورت کی منی مین بھی جہندگی ہوتی ہے شارح نے اسکا جوابدیا کہ یہان تغلیب کا احتمال ہے یعنی مرد کی منی کو عورت کی منی پر غالب ٹھہرایا جو صفت تھی مرد کی منی کی وہ عورت کی منی پر بھی ثابت کی اور پانی سی مراد مرد اور عورت کی ملی جلی منی ہے اور جلبی محشی نے دوسرا جواب یون دیا ہی کہ دفق سی مراد اوترنا ہے منی کا اپنے مکان سی اور نزول بلاشبک دونون کی منی مین ثابت ہے فالمستدل بها كالقهستاني تبعاً لاخي جلبي غير مصيب تامل جب آیت مین تغلیب کا احتمال ہوا تو دلیل لانیوالا عورت کی منی کے دافق ہونے پر اس آیت سی چنانچہ قہستانی شارح نقایہ نے استدلال کیا اخی چلپی کی پیروی کرکے ٹھیک بات پر نہین اسکو غور کرلے ھم اسواسطے کہ جب دلیل مین احتمال ہوا احتمال تو ساقط ہوا استدلال تامل کیوجہ شاید یہ ہے کہ استدلال ہوتا ہی امر ظاہر پر اور تغلیب خلاف ظاہر ہے ولانه ليس بشرط عندهما خلافاً للثاني ولذا قال وان لم يخرج من رأس الذكر بها اور مصنف نے اسواسطے دفق کا لفظ مذکور نکیا کہ دفق امام اور محمد کے نزدیک شرط نہین برخلاف ابو یوسف کے اور اسیواسطے مصنف نے کہا اگرچہ منی سر ذکر سی شہوت کے ساتھہ نہ نکلی یعنی اپنی قرارگاہ سی منفصل ہوتے شہوت شرط ہے گو احلیل سی نکلنے کیوقت شہوت نرہی ہو ھم دریافت کرنا چاہیئے کہ دفق مصدر ہے متعدی اور گاہی لازم بھی آتا ہے کذا فی المنح تو متعدی بمعنی رفع بشدت ہے اور بامعنی طرفین کے نزدیک سر ذکر سے نکلنے کیوقت دفق شرط نہین اور دفق لازم بمعنی دفوق یعنی خروج اپنے محل سی یعنی سر ذکر سے تو یہہ طرفین اور ابو یوسف سبکے نزدیک شرط ہے یعنی غسل واجب نہوگا جبتک منی سر ذکر سے خارج نہو تو کلام شارح مین دفق متعدی کی نفی سے نہ دفق لازم کی كذا في الطحطاوي وشرطه ابو يوسف اور سر ذکر سی نکلنے کیوقت دفق اور شہوت کو ابو یوسف نے شرط کہا ہے ھم اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوا ہی چند مواضع مین چنانچہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور اوسنے ذکر کو دابا یہانتک کہ شہوت ٹھہر گئی پہر بدون شہوت کے منی نکلی تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک یا شہوت سی نظر کی اور منی اپنی محل سی منفصل ہوئی پہر اوسنے ذکر کو دابا کہ شہوت جاتی رہی پہر بدون شہوت کے منی نکلی یا غسل کیا پیشاب کرنے یا سونے سے پہلے پہر باقی منی بدون شہوت کے نکلی تو طرفین کے نزدیک دوسرا غسل واجب ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک وبقوله يفتى في ضيف خاف ريبة او استحيى كما في المستصفى اور ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا جاتا ہی اوس مہمان کے حق مین کہ ڈرا تہمت اور بدگمانی سی یا شرمایا چنانچہ مستصفے مین ہی ھم یعنی مہمان کو احتلام ہوا اور اوسنے سر ذکر کو دابا اور شہوت زائل ہونیکے بعد منی خارج ہوئی یہہ حرکت بدگمانی کے ڈر سے کی کہ میزبان کو شبہہ نہ پڑے تو بموجب فتوی غسل اوسپر واجب نہین اور مہمان کی قید سی معلوم ہوا کہ اسکو سوا ہی مین طرفین کے قول پر فتوی ہی چنانچہ بحر الرائق مین سراج سی مصرح ہے وفي القهستاني والتاتارخانية معزيا للنوازل وبقول ابي يوسف نأخذ لانه ايسر على المسلمين قلت ولا سيما في الشتاء والسفر اور قہستانی اور فتاوی تاتارخانیہ مین نوازل سے منقول ہی کہ ابو یوسف کے قول کو ہم لیتے ہین اسواسطے کہ وہ مسلمانون پر آسان تر ہے مین کہتا ہون خصوصاً موسم سرما اور سفر مین ھم یعنی ابو یوسف کا قول مطلقاً ماخوذ ہی گذشتہ نمازون مین اور آیندہ مین اور منصوری شرح مسعودی مین یون ہی کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہی گذشتہ نمازون مین جو بدگمانی کے خوف سی پڑہین [illegible] طرفین کے قول پر فتوی ہی صلوات مستقبله مین کیونکہ ان مین تہمت کا خوف نہین الحاصل دونون قولکی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی وفي الخانية [illegible] ولو بال و ذكره منتشر لزمه الغسل قال في البحر محمله ان وجد الشهوة وهو تقييد لقولهم بعدم الغسل بخروجه بعد البول [illegible] اور خانیہ مین ہی کہ [illegible] منی نکلی پیشاب کرنیکے بعد اور حالانکہ اوسکا ذکر استادہ ہی تو غسل کرنا اوسپر لازم ہوا بحر الرائق مین کہا کہ یہہ [illegible] محمول ہی جو استادگی [illegible] شہوت بھی پائی جاوی اور وہ یعنی استادگی شہوت کے ساتھہ مقید کرنا ہی فقہاء کے اوس مطلق قول کو کہ پیشاب کے بعد منی کے نکلنے سی غسل لازم نہین ھم کتب [illegible] مین مصرح ہے کہ بول یا نوم یا مشی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب نہین تو عدم غسل کا اطلاق مقید عدم انتشار اور شہوت کے ساتھ ہی صاحب بحر نے کہا اور اسپر دلیل تجنیس کی یہہ تعلیل ہی کہ حالت استادگی مین خروج اور انفصال سب دونو پائے گئے بطریق دفق اور شہوت کے کذا فی الطحطاوی وعند [illegible]

حشفه هی ما فوق الختان ادمی احتراز من الجنی یعنی اذا لم ینزل واذا لم یظهر لها فی صورة الادمی کما فی البحر اور غسل مفروض ہو آدمی کے تمام حشفه داخل کرنے کیوقت آله تناسل مین حشفه اوسکا نام ہے جو ختنہ کرنے کے مقام سے اوپر ہے جسکو سپاری کہتے ہین آدمی کا حشفه کہنا احتراز ہے جن کے حشفه سے یعنی اگر جن عورت سے جماع کرے اور اوسکو سامنے آدمی کی صورت پر ظاہر نہوا ور جبکہ عورت کو انزال نہو جیسا کہ بحر الرائق مین ہے تو عورت پر غسل نہین ہے جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ ایک جن ہے خواب مین آتا ہے بار بار اور مجکو وہ لذت حاصل ہوتی ہے جو میرے زوج کے جماع سے حاصل ہوتی ہے تو اوسپر غسل نہین بدون انزال کے اور اگر انزال ہوا تو غسل واجب ہوگیا وہ احتلام ہے اور اگر جن آدمی کی صورت پر ظاہر ہوا تو فقط داخل حشفه سے غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہو اسواسطے کہ مدار احکام کا ظاہر ہے کذا فی البحر او ایلاج قدرها من مقطوعها یا وقت داخل کرنے بقدر حشفه کے اوس شخص سے جسکا حشفه کٹا ہے ولو لم یبق منه قدرها قال فی الاشباه لم یتعلق به حکم ولم ارہ اور جو بقدر حشفه کے ذکر سے باقی نرہا اشباہ مین کہا کہ کوئی حکم اوسکے ساتھ متعلق نرہا اور مین نے اوسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا ہے یعنی جو احکام کہ حشفه داخل کرنے سے تعلق رکھتے ہین جیسا کہ وجوب غسل اور حلال ہونا مطلقه کا اور جماع کی قسم مین حانث ہونا یا نہونا اسمین باقی نرہی سید علی مقدسی نے کہا کہ قدر حشفه کی تقسیم کے مفہوم سے یہہ نکلتا ہے کہ اوسکی ساتھ کچھ حکم متعلق نرہا اور عند السوال اسیکا فتوی دیا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی فی احد سبیلی ادمی حی یجامع مثله سیجی محترزه غسل فرض ہوتا ہے حشفه داخل کرنے سے ایک راہ مین دو راہون سے کہ قبل اور دبر ہے اوس زندہ آدمی کی کہ ویسی کا جماع ہوسکتا ہے اور قیود ثلثه مین سے ہر قید کا محترز آگے آویگا یعنی آدمی کی قید سے جانور سے احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اور قابل جماع کے قید سے صغیر غیر قابل جماع خارج ہوا ہم اوسکو جدا فرض مقصد رکھا ہے اور بجرد غائب ہونے حشفه بدون انزال کے غسل کے واجب ہونے پر بہت احادیث دلیل ہین از انجمله ابو ہریرہ کی حدیث ہے صحیح بخاری اور مسلم مین کہ رسول خدا صلے الله علیه وسلم نے فرمایا کہ جب مرد بیٹھا عورت کی چار شاخون مین اور چھوا ایک ختان یعنی ختنه گاہ نے دوسرے ختان کو تو البتہ غسل واجب ہوگیا مسلم کی روایت مین اتنا زیادہ ہے اگرچہ اوسکو انزال نہوا ہو اور یہہ جو مسلم کی حدیث ہے کہ انما الماء من الماء سو احتلام پر محمول ہے چنانچہ جامع ترمذی مین عبد الله بن عباس رضی الله عنہم سے مروی ہے کذا فی العینی علیهما اے الفاعل و المفعول لو کانا مکلفین دونون پر غسل فرض ہے یعنی فاعل اور مفعول پر بشرطیکہ فاعل اور مفعول دونون مکلف ہون یعنی عاقل بالغ مسلمان ہون ولو احدهما مکلفا فعلیه فقط اور اگر دونون سے ایک مکلف ہو یعنی دوسرا صغیر یا مجنون تو صرف مکلف پر غسل واجب ہے دون المراهق لکن یمنع من الصلوة حتی یغتسل غسل فرض نہین مراہق پر لیکن وہ نماز پڑہنے سے روکا جائیگا یہان تک کہ نہاوے اور مراہق وہ صغیر ہے کہ ہنوز بالغ نہین قریب باحتلام ہے ویؤمر به ابن عشر تادیبا اور دس برس کے لڑکے کو غسل کرنیکا امر کیا جاوے ادب سکہانے کو تا طہارت کی اوسکو عادت ہو جیسے نماز کا اوسکو امر کیا جاتا ہے دس برس کے صغیر نے جماع کیا عورت بالغه کا تو عورت پر غسل ہے صغیر پر نہین لیکن عادت پڑنے کیواسطے اوسکو غسل کرنے کا امر ہوگا کذا فی العالمگیریة عن المحیط وان وطئ بهیمة او میتا بلا انزال لا یجب الغسل بالاجماع ادخال حشفه سے مکلف پر غسل فرض ہے بالاجماع اگرچہ اوسنے منی نہین ٹپکائی ہو عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ یہی مذہب ہے ہمارے علما کا اور یہی صحیح ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہے یعنی لو فی دبر غیره اما فی دبر نفسه فرجح فی النهر عدم الوجوب الا بالانزال یعنی دبر مین حشفه داخل کرنے سے اوسوقت غسل فرض ہوتا ہے کہ غیر شخص کی دبر مین داخل کرے اور اگر اپنی دبر مین حشفه داخل کیا سو نہر الفائق مین عدم وجوب غسل کو ترجیح دی ہے بدون انزال کے ہم نہر الفائق مین کہا کہ اعتماد کے لائق عدم وجوب ہے مگر بانزال اسواسطے کہ وہ اولیٰ ہے صغیرہ اور میتہ سے قصور لذت مین ولا یرد الخنثی المشکل فانه لا غسل علیه بایلاجه فی قبل او دبر ولا علی من جامعه الا بالانزال لان الکلام فی حشفة وسبیل محققین اور مصنف پر خنثی مشکل کا اعتراض وارد نہین ہوتا اسواسطے کہ اوسپر غسل واجب نہین حشفه داخل کرنے سے قبل یا دبر مین اور نہ اوس شخص پر جو خنثی مشکل سے جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہے اسواسطے کہ مصنف کا کلام حشفه واقعی اور اوس قبل اور دبر مین ہے جو بلاشبہ محقق اور ثابت ہین ہم یعنی مصنف کے اس قول پر کہ حشفه داخل کرنیسے احد السبیلین مین مکلف پر غسل واجب ہوتا ہے خنثی مشکل کے فاعل اور مفعول ہونیسے عدم

وجوب غسل کا اعتراض وارد نہوگا اسواسطے کہ خنثے مشکل کا حشفہ اور فرج مشکوک الوجود ہی اور مصنف کا کلام متحقق الوجود مین ہی اوسکے فاعل ہونے
مین غسل اسواسطے واجب نہین کہ شاید وہ عورت ہوا اور اوسکا ذکر عضو زائد ہو تو اوسکا داخل کرنا بمنزلہ اونگلی داخل کرنے کے ہوا اور اسیطرح دوسرے
خنثے کی فرج مین اگر اوسنے داخل کیا تو غسل دونونپر نہین کہ شاید دونون مرد ہون اور دونو فرجین زائد ہون اور خنثی مشکل کے مفعول ہونے
مین غسل نہین کہ شاید وہ مرد ہوا اور اوسکی فرج بمنزلہ زخم کے ہوا اور فرج کی تقیید سے معلوم ہوگیا کہ خنثی مشکل کی دبر مین اگر کوئی کا ادخال ہوگا
تو فاعل اور مفعول دونونپر غسل واجب ہوگا اور سبیلین سے مراد ذکر اور فرج ہی اسواسطے کہ دبر خنثی مشکل کی ثابت الوجود ہی بلاشک تو اگر شارح
یون کہتا لان الکلام فے حشفۃ و فرج محققین تو بہتر ہوتا کذا فے الطحطاوی وعند رؤیۃ مستیقظ خرج رؤیۃ السکران و
المغمے علیہ المذی منیا او مذیا وان لم یتذکر الاحتلام اور غسل فرض ہی نزدیک دیکھنے مستیقظ یعنی سوکر جاگنے والیکی منی
کو یا مذی کو بدن پر یا کپڑے پر اگرچہ احتلام ہونا اوسکو یاد نہو شارح نے کہا مستیقظ کی قید سے متوالی اور غشی والے کی مذی کا دیکھنا نکل گیا
ھ یعنی اگر بعد ہوشیار ہونیکے متوالا یا صاحب غشی مذی دیکھیگا تو دونونپر غسل نہین برخلاف مستیقظ کے وجہ فرق یہہ ہی کہ نیند سبب ہی
احتلام کا راحت پانے کے سبب سے تو مذی کا دیکھنا منی پر محمول ہوگا احتیاط کی راہ سے کہ شاید ہوا کی گرمی یا غذا کے سبب سے منی پتلی ہوگئی
اور متوالے اور صاحب غشی مین یہہ سبب متحقق نہین یعنی مستی اور غشی راحت کا سبب نہین ھ مذی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مست بیہوش بعد افاقہ منی
دیکھین گے تو بالاتفاق غسل واجب ہوگا معلوم کرنا چاہیئے کہ مستیقظ کا مسئلہ بارہ صورتون کا محتمل ہے اسواسطے کہ یا اوسکو یقین ہی کہ وہ منی
یا مذی یا ودی ہی یا اوسکو شک ہی منی اور مذی مین یا منی اور ودی مین یا مذی اور ودی مین اور ان چہہ صورتون مین سے ہر صورت کے ساتھہ
احتلام یاد ہی یا نہین تو غسل واجب ہی بالاتفاق جب منی کا یقین ہو احتلام یاد ہو یا نہو یا مذی کا یقین ہو احتلام کے یاد ہونیکے ساتھہ یا شک
ہے منی یا مذی مین یا منی یا ودی مین یا مذی یا ودی مین اور احتلام یاد ہی ان تینون صورتون مین بھی غسل واجب ہے اور جبکہ ودی کا یقین ہو
تو غسل واجب نہین احتلام یاد ہو یا نہو یا شک ہی مذی یا ودی مین اور احتلام یاد نہین یا یقین ہے مذی کا اور احتلام یاد نہین اور مصنف
نے ان صورتون مین سے چار صورتونکو ذکر کیا اسلئے کہ جمیع جزئیات کا بیان کرنا لازم نہین علی الخصوص نادرۃ الوجود کا کذا فی الطحطاوی منتہی
مذی سفید پتلا پانی ہے جو حالت انتشار مین عورت کی ملاعبت کے ساتھ نکلتا ہی اور ودی گاڑھا پانی سفید ہی جو پیشاب کے بعد اور غسل جماع
کے بعد خارج ہوتا ہے احتلام لغت مین خواب دیکھنے کو کہتے ہین اور استعمال مین خواب جماعی کو بولتے ہین جسکے ساتھ اکثر انزال منی کا ہوتا ہے
الا اذا علم انہ مذی او شک انہ مذی او ودی وکان ذکرہ منتشرا قبل النوم فلا غسل علیہ اتفاقا مگر جبکہ مستیقظ کو بالیقین
معلوم ہو کہ وہ مذی ہے بشرطیکہ احتلام یاد نہو کذا فی الطحطاوی یا اوسکو شک ہی کہ وہ رطوبت مذی یا ودی ہی یا اوسکا ذکر استادہ تہا سونے
سے پہلے تو اوسپر غسل نہین باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے ھ اسواسطے کہ اگر ذکر منتشر تہا سونے سے پہلے تو جو رطوبت پائی گئی جاگنے کے بعد
تو وہ اسی استادگی کے آثار سے ہوگی تو اوسپر غسل لازم نہ آویگا لیکن اگر اوسکو منی ہونیکا گمان غالب ہوگا تو غسل لازم آویگا اور اگر سونے
کیوقت اوسکا ذکر ساکن یعنی استادہ نہوگا تو اس رطوبت کو منی قرار دینگے اور اوسکو غسل کرنا لازم ہوگا شمس الائمہ حلوائی نے کہا یہہ مسئلہ اکثر واقع
ہوتا ہی اور لوگ اس سے غافل ہین تو اسکا یاد رکھنا ضرور ہوا کذا فی الخانیہ کالودی جیسے ودی کے دیکھنے مین غسل نہین باتفاق احتلام یاد ہو یا نہو
لکن فی الجواہر الا اذا نام مضطجعا او تیقن انہ منی او تذکر حلما فعلیہ الغسل والناس عنہا غافلون لیکن جواہر زواہر حاشیہ اشباہ
و نظائر مین یہہ ہی کہ انتشار قبل النوم مین غسل نہین مگر جبکہ وہ شخص کروٹ پر سویا یا اوسکو منی ہونیکا یقین ہوگیا یا اوسکو احتلام یاد پڑا اور حالانکہ اوسکو
منی یا مذی کے ہونے مین شک واقع ہے کذا فی الطحطاوی تو ان تینون صورتون مین اوسپر غسل واجب ہی اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہین
لا یفرض ان تذکر و لو مع اللذۃ و الانزال ولم یر علی رأس الذکر بللا اجماعا غسل فرض نہین بالاتفاق اگر احتلام یاد ہی

اگرچہ لذت اور انزال کے ساتھ خواب یاد ہو اور حالانکہ اوسنے سرذکر پر رطوبت کو نہیں دیکھا ھ اتفاق سے مراد یہان شیخین اور محمد کا اتفاق ہے اور خلاف نہیں کر مورتین کذا فی الطحطاوی سرذکر کی قید اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے اگر کپڑے وغیرہ پر رطوبت کو نہ دیکھیگا وکذا المرأۃ مثلُ الرجل علی المذھب اور اسیطرح عورت کا حکم ہے مرد کی مانند بنا بر مشہد مذہب کے یعنی بدون دیکھنے رطوبت کے احتلام یاد ہونے سے عورت پر غسل نہیں جیسے مرد پر غسل نہیں طحطاوی نے کہا یہی مذہب معتمد ہے سبکے نزدیک اور وہ جو محمد سے روایت ہی عورت کے وجوب غسل کی وہ اعتماد کے لائق نہیں شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہین انتہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اس مسئلہ کی دلیل وہ حدیث ہی جو بخاری اور مسلم مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ ام سلیم ابو طلحہ کی عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ مجکو احتلام ہوا یا رسول اللہ حق تعالی شرم نہیں کرتا حق سے کیا عورت پر غسل ہے جبکہ اوسکو احتلام ہو فرمایا کہ ہان جبکہ وہ پانی کو دیکھے یعنی جبکہ منی نظر آوے نووی نے شرح مہذب مین اسپر اجماع نقل کیا ہے اگر کوئی کہے کہ تمہارے مذہب مین مفہوم شرط کا معتبر نہیں ہم جواب دینگے کہ حکم غسل کا معلق بشرط ہی تو غسل کا حکم منعدم ہوا عدم اصلی سے اور یہہ نہیں کہ عدم شرط کو عدم حکم مین اثر ہے انتہے ابی المنح ملخصا ولو وجد بین الزوجین ماءٌ ولا ممیز ولا تذکر ولا نائم قبلھما غیرھما اغتسلا اور اگر درمیان زوجہ اور زوج کے پانی یعنی منی یا مذی پائی گئی یعنی زوجین بستر پر ننگے سوتے تھے جب بیدار ہوئے تو بستر پر منی یا مذی پائی اور تمیز کی کوئی وجہ نہیں جس سے مرد یا عورت کی منی ممتاز ہو اور نہ دونوکو احتلام یاد ہی اور ان دونوں سے پہلے کوئی اور شخص اس بستر پر سویا تھا تو دونوں پر نہانا واجب ہے احتیاطا کذا فی الخانیۃ ھ وجہ تمیز کی یہہ ہی کہ مرد کی منی سفید اور گاڑہی ہوتی ہی اور عورت کی منی پتلی اور زرد اور مرد کی منی طول مین واقع ہوتی ہے اور عورت کی عرض مین تو جسکی علامت پائی جاویگی اوسپر غسل لازم ہوگا اور جسکو احتلام یاد ہوگا اسپر غسل لازم ہوگا اور جو اس بستر پر اول کوئی سویا ہوگا اور منی خشک ہوگی تو ظاہرا کسی پر زوجین سے غسل واجب نہوگا کذا فی البحر بحثا ولو ادخل حشفۃ او قدرھا ملفوفۃ بخرقۃ ان وجد لذۃ الجماع وجب الغسل والا لا علی الاصح والاحوط الوجوب حشفہ کو کپڑے مین لپیٹ کر قبل یا دبر مین داخل کیا یا بقدر حشفہ مقطوع الحشفہ نے اسیطرح داخل کیا اگر لذت جماع کی پائی تو نہانا واجب ہوا اور اگر لذت اور گرمی کذا فی المنح نہین پائی تو غسل واجب نہیں بنا بر مذہب کے اور زیادہ تر احتیاط ہی غسل کے واجب ہونے مین دونو صورتون مین لذت حاصل ہو یا نہو کذا فی البحر وعند انقطاع حیض ونفاس ونحو ما قبلہ من اسناد الحکم الی الشرط لانہ یجب عندہ لا بہ بل بوجوب الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل کما مر اور غسل فرض ہے حیض اور نفاس کے منقطع ہونے کیوقت شارح نے کہا یعنی انقطاع حیض ونفاس اور جو اس سے پہلے مذکور ہو چکا یعنی خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ وہ من قبیل نسبت کرنے حکم کے ہی طرف شرط کی یعنی غسل واجب ہے وقت خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ اور انقطاع حیض اور نفاس کے اوقات مین نہ ان اشیا کے سبب سے بلکہ غسل واجب ہی بسبب واجب ہونے نماز کے یا بسبب ارادہ کرنے اوس فعل کے جو بدون غسل کے حلال نہیں چنانچہ تلاوت قران مثلا جیساکہ مسائل وضو مین گذر گیا ھ یعنی فقہ کی کتابون مین خروج منی وغیرہ کو غسل کا سبب کہا ہی تو وہان حکم کو شرط کی طرف نسبت کیا ہی کیونکہ امور مذکورہ سبب غسل کے نہیں ہین بلکہ غسل کی شرطین ہین اور غسل کا سبب تو فی الحقیقۃ وجوب صلوۃ ہی یا ارادہ تلاوت قران مثلا لا عند مذی وودی غسل فرض نہیں مذی اور ودی کے نکلنے کیوقت اور مستیقظ کو جو مذی کے دیکھنے سے غسل لازم ہوتا ہی تو اس احتمال سے کہ بدن کی یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہوگئی بل الوضوء منہ ومن البول جمیعا علی الظاہر بلکہ وضو لازم ہے ودی اور بول دونوں سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے ھ اور اسکا نظیر رعاف بعد البول ہے یا بول بعد الرعاف تو اگر قسم کہائی وضو کریگا رعاف سے پہر اوسکو رعاف ہوئی پہر پیشاب کیا یا اسکے بالعکس تو وضو دونوں سے ثابت ہوگا اور وہ شخص حانث ہوگا اگر کوئی کہے کہ کیا فائدہ ہے ودی سے وضو کے واجب کہنے مین اور حالانکہ بول سابق سے تو وضو واجب ہوگیا اسکی پانچ جواب بحر الرائق مین مذکور

ہین ازانجملہ ایک جواب یہہ ہے کہ جسکو سلس البول کی بیماری ہو تو اوسکا وضو ودی سی ٹوٹیگا نہ پیشاب سے اور ازانجملہ یہہ ہو کہ جسنے وضو کیا بعد بول کے ودی نکلنے سے پہلے تو اب ودی سی وضو واجب ہوگا اور ازانجملہ وہ جواب ہے جو شارح نے ذکر کیا کذا فی الطحطاوی مختصرًا **وَلَا عِنْدَ اِدْخَالِ اِصْبَعٍ وَنَحْوِہٖ کَذَکَرِ غَیْرِ اٰدَمِیٍّ وَذَکَرِ خُنْثٰی وَمَیِّتٍ وَصَبِیٍّ لَا یَشْتَہِیْ وَمَا یُصْنَعُ مِنْ نَحْوِ خَشَبٍ فِی الدُّبُرِ اَوِ الْقُبُلِ عَلَی الْمُخْتَارِ** اور فرض نہین نہانا وقت داخل کرنے انگلی اور اوسکی مانند کے چنانچہ آدمی کی سوا کسی جانور کا ذکر اور خنثی اور میت اور اوس صغیر کا ذکر جسکو شہوت نہین ہوتی اور جو چیز آلت کی مانند بنائی جاتی ہو لکڑی وغیرہ سی یعنی بدکار عورتین شہوت رانی کیواسطے بناتی ہین جسکو اہل ہند سبورا کہتی ہین قول اُن سبکے قبل یا دبر مین داخل کرنے سی غسل لازم نہین بنا بر قول مختار کے **م** دبر مین تو ترجیح متفق ہو مگر قبل مین ترجیح مختلف ہی اسواسطے کہ شیخ الاسلام ابو سعود آفندی کے کلام سی نقل کیا ہو کہ ادخال قبل مین وجوب غسل کا مختار ہو جبکہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے بھی غسل واجب ہے اسواسطے کہ عورتون مین شہوت غالب ہوتی ہو تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا کذا فی الطحطاوی ملخصًا **وَلَا عِنْدَ وَطْیِٔ بَہِیْمَۃٍ اَوْ مَیْتَۃٍ اَوْ صَغِیْرَۃٍ غَیْرِ مُشْتَہَاۃٍ** اور فرض نہین نہانا زندہ یا مردہ جانور کے جماع سی اور نہ اوس صغیرہ کے جماع سی جو شہوت کے لائق نہین **م** یہہ محترز ہے اوس قول سابق کا کہ زندہ آدمی قابل شہوت کے احد السبیلین مین ادخال حشفہ سی نہانا فرض ہوتا ہو زندہ آدمی کی قید سی جانور زندہ اور مردہ نکل گیا اور قابل شہوت کی قید سی صغیرہ غیر مشتہاۃ خارج ہوگئی **بِاَنْ تَصِیْرَ مُفْضَاۃً بِالْوَطْیِٔ** صغیرہ غیر مشتہاۃ یعنی قابل شہوت نہونا اسطرح ہی کہ جماع کرنی سے درمیان کا پردہ پھٹکر دونون راہین یعنی قبل اور دبر ایک ہوجاوین **وَاِنْ غَابَتِ الْحَشَفَۃُ** جانور وغیرہ کے جماع سی غسل نہین اگرچہ حشفہ اندر چھپ جاوے **وَلَا یَنْتَقِضُ الْوُضُوْءُ فَلَا یَلْزَمُ اِلَّا غَسْلُ الذَّکَرِ قہستانی عن النظم** اور ایسے جماع سی وضو نہین ٹوٹتا تو سوا آلت دہونے کے کوئی چیز لازم نہین آتی ایسا نقل کیا ہو قہستانی نے نظم سے **وَسَیَجِیْءُ اَنَّ رُطُوْبَۃَ الْفَرْجِ طَاہِرَۃٌ عِنْدَہٗ فَتَنَبَّہْ** اور آگے آویگا کہ رطوبت فرج کی پاک ہی امام کے نزدیک تو ہوشیار ہوجا کہ جماع صغیرہ غیر مشتہاۃ کے جماع سی آلت کا دہونا صاحبین کے قول پر ہی نہ امام کے قول پر اور یہہ اختلاف فرج داخل مین ہے اسواسطے کہ فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہے اس دلیل سی کہ امام اور صاحبین کے نزدیک اوسکا دہونا وضو مین سنت ہے اور اگر نجس ہوتی صاحبین کے نزدیک تو دہونا فرض ہوتا کذا فی المحشی **بِلَا اِنْزَالٍ لِقُصُوْرِ الشَّہْوَۃِ** اشیاء مذکورہ مین بدون انزال کے غسل لازم نہین لذت کے ناقص ہونے کیوجہ سی **م** یہہ علت ہی اشیاء ماتقدم کی عدم وجوب غسل کی یعنی لذت کامل ہوتی ہو مرغوب بالطبع کے جماع سی یا انزال سے پہر جب محل مرغوب نہوا تو بدون انزال کے کمال لذت نہین **اَمَّا بِہٖ فَیُحَالُ عَلَیْہِ** اور انزال ہونیکے ساتھہ تو غسل کا واجب ہونا انزال ہی پر حوالہ کیا جاویگا یعنی اسوقت مین انزال ہی منظور الیہ اور مقصود نفے الوجوب ہوگا جیسی محال علیہ مقصود بالمطالبہ ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی **کَمَا لَا غُسْلَ لَوْ اَتٰی عَذْرَاءَ وَلَمْ یُزِلْ عُذْرَتَہَا بِضَمٍّ فَسُکُوْنٍ الْبَکَارَۃُ فَاِنَّہَا تَمْنَعُ الْتِقَاءَ الْخِتَانَیْنِ اِلَّا اِذَا حَبِلَتْ لِاِنْزَالِہَا وَتُعِیْدُ مَا صَلَّتْ قَبْلَ الْغُسْلِ کَذَا قَالُوْا** چنانچہ غسل لازم نہین جو باکرہ سے جماع کیا اور اوسکی بکارت قائم رہی اسواسطے کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ گاہون کی ملنے سے یعنی فرج مین دخول حشفہ سی مانع ہی مگر جبکہ باکرہ اس وطی سی حاملہ ہوگئی تو غسل لازم ہوگا عورت کے انزال ہونے کی وجہ سی یعنی اسواسطے کہ بدون انزال جانبین کے حمل متحقق نہین ہوتا اور باکرہ بعد حمل کے اُن نمازونکو پہر پڑہے جو غسل کرنے سے پہلے پڑہ چکی ایسا کہا ہی علماء مذہب نے شارح نے کہا عُذرہ بضم عین وسکون ذال معجمہ عبارت ہی بکارت سی **م** اعادہ نماز کی یہہ وجہ ہو کہ حمل کے بعد ظاہر ہوگیا کہ اوسنے بدون طہارت کے نماز پڑھی **وَفِیْہِ نَظَرٌ لِاَنَّ خُرُوْجَ مَنِیِّہَا مِنْ فَرْجِہَا الدَّاخِلِ شَرْطٌ لِوُجُوْبِ الْغُسْلِ عَلَی الْمُفْتٰی بِہٖ وَلَمْ یُوْجَدْ قَالَہُ الْحَلَبِیُّ** اور قول مذکور کے وجوب غسل مین اعتراض ہو اسواسطے کہ عورت کی منی کا نکلنا فرج داخل سی وجوب غسل کی شرط ہی بنا بر قول مفتی بہ کے اور وہ یہان پایا نہین گیا ایسا کہا حلبی نے **م** یعنی جبکہ خروج منی کا نہوا تو اوسپر غسل واجب نہین اگرچہ حمل رہگیا ہو الحاصل باکرہ پر غسل واجب نہین ہوتا مطلقًا اگرچہ وہ حاملہ ہوجاوے اسواسطے کہ قول اصح یہہ ہو کہ اوسپر وجوب غسل کا انزال سے اوسوقت ہوتا ہی جبکہ منی فرج داخل سی فرج خارج کیطرف پہونچے اور مرد پر تو غسل لازم ہوگا اسلیے کہ ظہور حشفہ

علامت ہے مرد کے انزال کی اگرچہ اوسکو معلوم نہو میں لکہتا ہون ادا فرائض مذکور تمام نہو گا مگر جبکہ بکارت خروج منی کی مانع ہو اور حب لانکہ
برخلاف اسکی ثابت ہو اسواسطی کہ حیض اوسی محل سے خارج ہوتا ہے و تمامہ فی الطحطاوی و یجب ای یفرض علی الاحیاء المسلمین کفایۃ
اجماعاً ان یغسلوا بالتخفیف المیت المسلم الا الخنثی المشکل فییمم اور واجب ہے یعنی فرض ہے زندہ مسلمانون پر بطور فرض کفایہ اجماع
کی دلیل سے یہہ کہ نہلاوین مردہ مسلمان کو سوای اوس مردہ کے جو خنثی مشکل ہو تو اوسکو غسل نہ دیجیے بلکہ اوسکو غسل کے عوض تیمم کروا دیوے ھ
شارح نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہان وجوب اصطلاحی مراد نہین جیسے اگلے مسئلہ مین بھی وجوب سے فرض مراد ہے مصنف نے اپنی
شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہہ فرضیت اجماع سے ثابت ہے اور غسل میت کی صحت مین نیت شرط نہین ہان ذمہ مکلفین سے اسقاط فرض کا نہوگا
بدون نیت کے تو غریق کو بھی تین بار غسل دینا زندون پر لازم ہوگا مگر خانیہ مین زندون پر بھی میت کو لازم نہین کہا انتہی شارح نے ان یغسلوا
مین تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف و تشدید دونون متعدی ہین کذا فی القاموس تو مترجم کے ذہن ناقص مین آتا ہے کہ بالتخفیف کا لفظ بعد
لفظ میت کے ہوگا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہوگئی اسلیے کہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ میت بالتخفیف وہ ہے جو مرگیا اور میت
بالتشدید وہ ہے جو زندہ ہے آگے مرےگا کما یجب علی من اسلم جنباً او حائضاً او نفساء و لو بعد الانقطاع علی الاصح کما
فی الشرنبلالیۃ عن البرہان و علله ابن الکمال ببقاء الحدث الحکمی جیسے واجب یعنی فرض ہے اوس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت
یا حیض یا نفاس مین اگرچہ حیض اور نفاس کے موقوف ہوجانے کے بعد اسلام قبول کیا بنا بر صحیح تر قول کے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول
ہے اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الانقطاع کی دلیل بیان کی ہے حدث حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جب کہ حدث باقی رہا تو وہ زائل نہو گا بدون غسل
کے او بلغ لا بالسن بل بانزال او حیض او ولادۃ و لم یر دما او اصابت کل بدنہ نجاسۃ او بعضہ و خفی مکانہا جوان ہوا آدمی
عمر کے حساب سے نہین بلکہ انزال یا حیض کے آنیسے یا کہ عورت جنی اور اوسنے خون کو نہ دیکہا یا آدمی کے تمام بدن پر نجاست لگی یا تہوڑے سے بدن پر
نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچون صورتون مین غسل کرنا لازم ہوگا ھ اور اگر بلوغ عمر کے حساب سے ہوگا تو غسل واجب نہین
مستحب ہی چنانچہ عنقریب آتا ہے اور بلوغ کی عمر لڑکا ہو یا لڑکی پندرہ برس ہین اسی قول پر فتوی ہے فی الاصح راجع للجمیع غسل لازم ہے صحیح تر
قول مین شارح نے کہا اصح ہو ناسب پانچون صورتون کیطرف راجع ہے و فی التتارخانیۃ معزیا للعتابیۃ و المختار وجوبہ علی مجنون
افاق قلت و ہو یخالف ما یاتی متناً الا ان یحمل انہ رای منیاً اور تاتارخانیہ مین عتابیہ کیطرف منسوب ہے کہ قول مختار وجوب غسل کا
ہے اوس مجنون پر جو ہوشمین آگیا مین کہتا ہون یہہ قول مخالف ہے اوس قول کے جو متن مین آویگا یعنی استحباب غسل کا مگر یہہ کہ وجوب غسل کو اوسپر
محمول کیجیے کہ مجنون نے بعد افاقہ اپنے بدن یا کپڑے پر منی دیکھی اور استحباب کے قول کو عدم رویت پر محمول کیجیے تو اب خلاف باقی نرہا و ہل
السکران و المغمی علیہ کذلک ینظر اور کیا مست اور صاحب غشی کا حکم اسیطرح مجنون کی مانند ہے ہوشیار ہونے کے بعد کتابون مین اسکا
حکم دیکہنا چاہیے یعنی ہمنے اسکا حکم نہین دیکھا تو تلاش کرنا چاہیے ھ بحر الرائق مین مذکور ہے کہ مست جب ہوشمین آیا اور اوسنے مذی کو دیکھا تو
اوسپر بالاتفاق غسل نہین ہے اگر مذی نہ دیکہیگا تو بطریق اولے اوسپر غسل لازم نہوگا اور صاحب غشی کو تو خود شارح نے مستحبات مین غرر الاذکار
سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی و الا بان اسلم طاہراً و بلغ بالسن فمندوب اور اگر ویسا نہین یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے
پاک صاف مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب فرض نہین و سن لصلوۃ جمعۃ و لصلوۃ عید ہو الصحیح کما فی
غرر الاذکار و غیرہ اور غسل کرنا سنت ہے جمعہ کی نماز کیواسطے اور عید کی نماز کیواسطے یہی قول صحیح ہے چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ مین ہے ھ
ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کیواسطے ہے اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کیواسطے ہے اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے اوس
شخص مین جسنے جمعہ کے دن غسل کیا پہر اوسکا وضو ٹوٹا اور اوسنے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑہی تو ابو یوسف کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور حسن

[illegible]

کے نزدیک ادا ہوئی کذا فی النہر وفی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوٰۃ الجمعۃ لا یعتبر اجماعاً اور خانیہ مین ہی کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ
غسل معتبر نہین بالاتفاق ابو یوسف اور حسن کے ہم حسن کے نزدیک عدم اعتبار غسل کی یہہ وجہ بحر الرائق مین بیان کی کہ غسل اسواسطے مشروع ہوا تا کہ آدمی
کے بدن کا میل دور ہو جس سے اجتماع مین تکلیف ہوتی ہی اور یہہ بات حاصل نہین نماز جمعہ کے بعد نہانے سے اور حسن کے نزدیک گو غسل دن کے سبب سے ہی نہ
نماز کے سبب سے لیکن یہہ شرط ہی کہ غسل نماز سے پہلے ہو اور بعضون کے نزدیک اتفاق مذکور کی حکایت صحیح نہین اسواسطے کہ عینی نے تصریح کی ہی کہ غسل
کرنیکے بعد نماز جمعہ سے حسن کے نزدیک سنت ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً ویکفی غسل واحد لعید وجمعۃ اجتمعا مع جنابۃ اور کفایت کرتا ہی
ایکبار غسل کرنا اُس عید اور جمعہ کیواسطے جو جنابت کے ساتھ جمع ہوئی ہم یعنی جمعہ کے دن عید واقع ہوئی اور ایک شخص کو جنابت بھی ہی تو ایکبار
نہانا غسل سنت اور غسل فرض سبکو کفایت کرتا ہے کذا فی النہر عن معراج الدرایۃ کما لفرضی جنابۃ وحیض جیسے جنابت اور حیض دونون
فرضون کے واسطے ایک غسل کفایت کرتا ہی اجتماع حیض اور جنابت کیصورت یہہ ہے کہ انقطاع حیض کے بعد جماع یا احتلام واقع ہوا ولاجل احرام
اور غسل سنت ہے احرام حج یا عمرہ کیواسطے وفی جبل عرفۃ بعد الزوال اور غسل سنت ہی عرفات کے پہاڑ مین دوپہر ڈھلنے کے بعد ہم شارح نے پہاڑ
کا لفظ زیادہ کرکے اشارہ کیا کہ غسل عرفہ اوسوقت سنت ہی جبکہ داخل عرفات ہو ابن امیر حاج نے کہا کہ یہہ غسل فقط دن کیواسطے نہین بلکہ ظاہر
وقوف عرفات کیواسطے ہے کذا فی الطحطاوی ویندب لمجنون افاق اور غسل کرنا مستحب ہی اُس دیوانہ کیواسطے جو ہوشمین اگیا ہم غسل تین قسم پر
ہے فرض سنت مستحب فرض غسل چھ قسم ہے انزال منی سے بشہوت دوسرے ادخال حشفہ سے تیسرے انقطاع حیض سے چوتھے انقطاع نفاس سے پانچوین
غسل میت چھٹے سارے بدن مین نجاست لگنی سے یا بعض بدن مین اور نجاست کا مکان مخفی ہوا اور غسل سنت چار ہین نماز جمعہ کیواسطے اور عید کی نماز کے
لئے اور احرام کیواسطے اور وقوف عرفات کے لئے اور مستحب غسل کا بیان اب شروع ہوا مجنون سے وکذا المغمی علیہ کما فی غرر الاذکار
اور اسیطرح صاحب غشی کا غسل مستحب ہی افاقہ ہونیکے بعد جیسا کہ غرر الاذکار مین مذکور ہے وکذا لسکران اکملک لہذا ہی اور کیا
کا بھی اسیطرح حکم ہے مین نے اوسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا ہم شارح سے یہہ کلام مکرر واقع ہوا اور اسکی گفتگو بحر الرائق سے مذکور ہوگئی وعند
حجامۃ اور غسل مستحب ہی پچھنے لگانے کیوقت یعنی پچھنے لگانیکے بعد وفی لیلۃ براءۃ اور غسل مستحب ہی شب برات مین یعنی شعبان کی پندرہوین
رات مین اس رات کی تعظیم کے واسطے اور شب بیداری کے لئے اسواسطے کہ اسمین ارزاق اور آجال کی تقسیم ہوتی ہی اور ہر مومن کیواسطے براءۃ من
النار اور براءۃ من الذنوب حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وعرفۃ اور غسل مستحب ہی شب عرفہ یعنی نوین رات ذی الحجہ مین وقت مایلی
اذا راٰھا اور غسل مستحب ہی شب قدر مین جبکہ اوسکو دیکھے یعنی جبکہ اوسکو جانتا ہو بظن غالب اور شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہی کہ غسل مستحب ہی
جبکہ شب قدر کو یقیناً دیکھے یا اُن احادیث پر عمل کرے جو بیان اوقات شب قدر مین وارد ہین کذا فی الطحطاوی ہم اکثر احادیث صحاح مین عشرہ
اخیرہ رمضان المبارک کی طاق راتون مین طلب کرنا شب قدر کا وارد ہی علے الخصوص اکیسوین اور تیئیسوین اور ستائیسوین واللہ اعلم وعند
الوقوف بمزدلفۃ غداۃ یوم النحر للوقوف اور غسل مستحب ہی نزدیک ٹھہرنے مزدلفہ کے روز قربانی کے صبح کو وہان ٹھہرنے کیواسطے
ہم مزدلفہ ایک مکان ہے عرفات اور منی کے درمیان وعند دخول منی یوم النحر لرمی الجمرۃ وکذا البقیۃ الرمی اور غسل مستحب ہی
نزدیک داخل ہونے منی کے قربانی کے دن جمرہ کو پتھریان مارنے کیواسطے اور اسیطرح باقی سنگساری کیواسطے یعنی یوم النحر کے بعد تین دن
جمرات ثلثہ کی سنگساری جو ہوتی ہے تو ہر روز کا نہانا سنگساری کیواسطے مستحب ہی وعند دخول مکۃ لطواف الزیارۃ اور غسل مستحب ہے
نزدیک داخل ہونے مکہ معظمہ کے طواف الزیارۃ کیواسطے تا کہ فرض ادا ہو اکمل طہارتین کے ساتھ اور اسیطرح ہر بار اُس مکان مقدس مین دخول
مین بلا نسک غسل مستحب ہی حرمت مکان کی تعظیم کیواسطے کذا فی امداد الفتاح ولصلوٰۃ کسوف وخسوف اور غسل مستحب ہی سورج گہن اور چاند
گہن کی نماز کیواسطے ہم کسوف اور خسوف نشانیان ہین جن سے بندون کے ڈرانے کیواسطے تو اقرب حالات تضرع طہارت کا ملہ ہی نماز کیواسطے کذا فی

امداد الفتاح واستسقاء و فزع وظلمۃ وریح شدیدۃ اور اسیطرح طلب بارش کے اور خوف اور تاریکی روز اور سخت آندہی مین غسل کرنا مستحب ہے تاکہ باکمل طہارتین التجا الی اللہ تعالیٰ دفع مصیبت کیواسطے حاصل ہو کذا فی امداد الفتاح وکذا للدخول المدینۃ وللحضور مجمع الناس ولمن لبس ثوبا جدیدا وغسل میتا اور اسیطرح غسل مستحب ہی مدینہ منورہ کے داخل ہونے مین حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کیواسطے اور آدمیون کے مجمع مین جانے کیواسطے غسل مستحب ہی تاکہ لوگونکو میل اور پسینہ کی بدبو سے تکلیف نہو اور اوسکو غسل مستحب ہی جو نیا کپڑا پہنے یا مردہ نہلا دے م ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہی کہ جمیع کا غسل مذہب حنفی مین منصوص ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ صاحب بحر نے کہا کہ یہہ نووی شافعی کا قول ہے ہمنے اپنے علما کے قول مین نہین دیکھا کذا فی الطحطاوی اور یرا د قتلہ یا اُس شخص کو غسل کرنا مستحب ہی جسکے قتل کا ارادہ کیا جاتا ہے یعنی قتل اوسکا خواہ بحد یا قصاص یا بظلم ہو بہر صورت غسل مستحب ہی تاکہ موت طہارت کے ساتھ ہوا ور بشہید ہو کر مرے کذا فی الطحطاوی ولتائب من ذنب اور گناہ سے توبہ کرنیوالے کو غسل مستحب ہی تاکہ توافق حاصل ہو طہارت ظاہری کو طہارت باطنی کے ساتھ اسواسطے کہ طہارت ظاہری نافع نہین بدون طہارت باطنی کے ولقادم من سفر اور غسل مستحب ہی سفر سے آنیوالیکو ولمستحاضۃ انقطع دمہا اور اُس عورت مستحاضہ کو غسل کرنا مستحب ہی جسکا خون بند ہو گیا کہ شاید استحاضہ کے اندر حیض واقع ہوا ہو کذا فی الطحطاوی وثمن ماء اغتسالہا ووضوءہا علیہ اے الزوج ولو غنیۃ کما فی الفتح لانہ لا بد لہا منہ فصار کالشرب فاجرۃ الحمام علیہ اور زوجہ کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت زوج پر لازم ہے اگرچہ زوجہ مالدار ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہی اسواسطے کہ عورت کو غسل اور وضو کا پانی ضروری ہی پینے کے پانی کی برابر تو حمام کی اجرت بھی زوج پر ہی م حمام کی اجرت قیاس ہے صاحب بحر کا مذہب کی روایت نہین اور یہہ جو خلاصہ مین تفصیل مذکور ہے کہ محتاج زوجہ کے غسل اور وضو کا پانی زوج پر ہی اور مالدار کا نہین سو ضعیف قول ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان الاغتسال لا عن جنابۃ وحیض بل لازالۃ الشعث والتفث قال شیخنا الظاہر انہ لا یلزمہ اور اگر زوجہ کا نہانا جنابت اور حیض سے نہو بلکہ سر کی گرد آلودگی اور میل کے دور کرنے کیواسطے ہو تو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہرا ایسے نہانے کے پانی کی قیمت زوج پر لازم نہین م اسواسطے کہ یہہ ضروریات سے نہین ہی بلکہ از قسم پاکیزگی بدن کے ہی اور اس کلام سے نکلتا ہے کہ سر کا تیل اور شانہ کی اجرت واجب نہین زوج پر کذا فی الطحطاوی ویحرم بالحدث الاکبر دخول مسجد لا مصلی عید وجنازۃ ورباط ومدرسۃ ذکرہ المصنف وغیرہ فی الحیض وقبیل الوتر لکن فی وقف القنیۃ المدرسۃ اذا لم یمنع اہلہا الناس من الصلوٰۃ فیہا فہی مسجد اور حدث اکبر یعنی جنابت اور حیض اور نفاس سے حرام ہے جانا مسجد کا اور حرام نہین داخل ہونا عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا اور صوفیون کی خانقاہ اور مدرسہ کا ایسا ذکر کیا ہی مصنف وغیرہ نے حیض مین اور مسائل وتر کے پہلے لیکن قنیہ کی کتاب الوقف مین ہی کہ جب اہل مدرسہ لوگونکو اوسکے اندر نماز پڑہنے سے مانع نہون تو وہ مدرسہ مسجد ہی م تو مدرسہ مذکورہ مین مسجد کے احکام مرعی ہونگے اور فناء مسجد در حکم مسجد ہے جواز اقتدا مین اگرچہ صفوف متصل نہون نہ دخول کے حرام ہونے مین کذا فی الطحطاوی عن النہر ولو للعبور خلافا للشافعی الا لضرورۃ بحیث لا یمکنہ غیرہ جنب وغیرہ پر دخول مسجد کا حرام ہی اگرچہ دخل گذرنا ہو خلافا للامام الشافعی کہ عبور کرنا مسجد مین جائز ہی ضرورت سے اسطرح کہ سوای مسجد کے اور طرف سے نکلنا اوسکو ممکن نہین م ضرورت کی یہہ صورت ہی کہ اوسکے گھر کا دروازہ مسجد مین ہوا در غیر ضرورت کی قید ملاخسرو نے درر مین لگائی ہے اور خوب قید ہی اگرچہ اطلاق مشائخ کے مخالف ہی صاحب بحر نے کہا اسمین یہہ قید لگانا بھی لائق ہی کہ دوسری طرف دروازہ نہین کر سکتا اور اوس گھر کے سوای اور مکان کے رہنے پر قادر نہین کذا فی النہر ولو احتلم فیہ ان خرج مسرعا تیمم ندبا وان مکث لخوف صح تیمما ولا یصلی ولا یقرأ اور اگر کسی شخص کو مسجد مین احتلام ہوا تو اگر مسجد سے جلد نکلا تو اوسکو تیمم کرنا مستحب ہے اور اگر مسجد مین ٹھہرا رہا خوف کے سبب سے بدن کا خوف ہو یا مال کا تو تیمم کر لینا واجب ہی اور اس تیمم سے نہ نماز پڑھے نہ قرآن م

ف بلا ضرورت گذرنا مسجد سے امام شافعی کے نزدیک جائز ہی

اِس تیمم سے نماز اسواسطے صحیح نہین کہ مسجد کا ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہین اور اباحت نماز کیواسطے وہ تیمم شرط ہے کہ عبادت مقصودہ کیواسطے کیا ہے
کذا فی الطحطاوی ویحرم به تلاوۃ قرآن ولو دون آیة علی المختار اور حدث اکبر سے حرام ہی تلاوت قران کی اگرچہ آیت سے کم
پڑہے بنابر قول مختار کے م حرمت کی دلیل وہ حدیث ہی جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور منذری نے اوسکو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم لایقرأ الحائض ولا الجنب شیئاً من القرآن یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پڑہے حائض اور نہ جنب کچھہ
قران کو تو یہ اطلاق آیت اور کم آیت دونونکو شامل ہے اور یہی قول ہے کرخی کا اور صاحب ہدایہ نے اسکو تجنیس مین اور قاضی خان نے شرح جامع
صغیر مین اور ولوالجی نے اپنے فتاوی مین صحیح کہا ہے اور اسیطرح مصفی اور کافی مین ہی اور صاحب بدائع نے اسکو عامہ مشائخ کیطرف منسوب
کیا ہے تصحیح کے ساتھہ اس دلیل سے کہ احادیث مین قلیل اور کثیر کی تفصیل نہین اور طحاوی کی روایت مین آیت سے کم قران کا پڑہنا مباح
ہے اور صاحب خلاصہ نے اسکو صحیح کہا اور فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر مین اور زاہدی نے اکثر مشائخ کیطرف نسبت کیا صاحب بحر الرائق
نے بعد حکایت مذکورہ کے کہا الحاصل کمتر از آیت مین تصحیح مختلف ہی لیکن منع تلاوت کا قول راجح ہے اسواسطے کہ احادیث مین تفصیل
نہین اور تعلیل نص کے مقابلہ مین مردود ہی اسواسطے کہ لفظ شیئاً کا جیسا کہ کافی مین ہی نکرہ ہی سیاق نفی مین تو اوسنے عموم کا فائدہ دیا
اور کمتر از آیت بھی قران ہی تو اوسکی بھی قرأت ممنوع ٹھہری پوری آیت کی مانند کذا فی منح الغفار بقصدہ فلو قصد الدعاء او الثناء
او افتتاح امر او التعلیم ولقن کلمة کلمة حل فی الاصح قران کا ارادہ کرکے جنب وغیرہ کو تلاوت کرنا حرام ہی تو اگر آیات قرانی
سے دعا کرنیکا قصد کیا یا ستائش کا یا شروع کرنا کسیکام کا یا تعلیم کا اور ایک ایک کلمہ جدا جدا تعلیم کیا تو اسطرح حلال ہے صحیح تر قول مین
م عیون مین ہے کہ اگر سورہ فاتحہ کو پڑہا بطریق دعا کے یا اور آیات کو جنمین دعا کی معنی ہین اور تلاوت کا قصد نکیا تو لاباس بہ کچھہ مضائقہ نہین انتہی اور
اسیکو حلوانی نے مختار کہا ہی اور صاحب غایۃ البیان نے اور ہندوانی نے کہا کہ مین اسکا فتوی نہین دیتا اگرچہ امام سے مروی ہی کذا
فی الطحطاوی حتی لو قصد بالفاتحة الثناء فی الجنازة لم یکرہ یہانتک کہ اگر فاتحہ سے ستائش کا قصد کرے نماز جنازہ مین تو مکروہ
نہین یعنی قران کا پڑہنا اگرچہ نماز جنازہ مین جائز نہین لیکن اگر بعد سبحانک اللہم کے سورہ فاتحہ بقصد ثنا پڑہیگا تو جائز ہے یہہ تعریض
ہے کو قصد الثناء پر الا اذا قرأ المصلی قاصدا الثناء فانها تجزیه لانها فی محلها فلا یتغیر حکمها بقصدہ مگر جبکہ نماز گذار
اپنی نماز مین سورہ فاتحہ پڑہے ثنا کی نیت کرکے تو وہ قرأت اوسکو کافی ہی اسواسطے کہ قرأت فاتحہ اپنی مناسب مقام مین ہی تو اوسکا حکم نہ بدلیگا اوسکی
قصد کرنے ثنا سے م یہہ استثنا کلام محذوف سے مرتبط ہے تقدیر کلام یون ہے کہ نماز جنازہ مین فاتحہ مکروہ نہین اسواسطے کہ قصد ثنا سے فاتحہ
قرآنیت سے خارج ہوئی مگر اسصورت مین خارج نہین اور یہہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر سورہ فاتحہ کا اخراج قرآنیت سے بقصد ثنا صحیح ہو تو چاہیے کہ
پڑہنا ثنا کے قصد سے نماز کامل مین کفایت نکرے حالانکہ وہ کافی ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ نماز کامل مین سورہ فاتحہ اپنی محل پر ہی تو اب ثنا کا
قصد کرنا اوسکے حکم کو بدل نہین سکتا کذا فی الطحطاوی عن النہر یعنی اور نماز جنازہ مین فاتحہ خوانی بے محل تھی تو وہان قصد ثنا نے حکم کو بدلدیا
ومس مصحف مستدرک بما بعدہ وهو ما قبله ساقط من نسخ الشرح وکانه لانه ذکرہ فی الحیض اور حدث اکبر سے حرام
ہے چہونا مصحف مجید کا شارح نے کہا کہ مس مصحف کا مسئلہ زائد لانے حاجت ہی اسواسطے کہ بعد اسکے یہی مسئلہ مذکور ہی اور وہ امر ما قبل اوسکا
یعنی مس مصحف اور تلاوہ قران مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہی اور شاید کہ مصنف کا ساقط کرنا شرح سے اسواسطے ہی کہ اوسکو حیض
کے مسائل مین مصنف نے ذکر کیا ہے ویحرم به طواف لوجوب الطهارة فیه اور حدث اکبر سے بیت اللہ کا طواف کرنا حرام ہی بسبب واجب
ہونے طہارت کے طواف مین م صحیحین مین مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حالت حیض مین طواف
بیت اللہ سے منع کیا اور باقی افعال حج کی اجازت دی اور صاحب ہدایہ نے دخول مسجد کو علت قرار دیا ہے طواف کی حرمت کا فتح القدیر مین کہا کہ اس

تعلیل پر انحصار اوسکے نہین بلکہ طواف مین طہارت واجب ہے تو اگر وہان مسجد نہوتی تو بھی طواف جنب پر حرام ہوتا کذا فی النہر وکذا یحرم بہ ای
بالاکبر وبالاصغر مس مصحف ای ما فیہ آیۃ کدرہم وجدار اور حرام ہوتا ہے حدث اکبر اور حدث اصغر سے چھونا مصحف کا مصحف
سے یہان مراد وہ چیز ہے جسمین قران شریف کی آیت مرقوم ہو چنانچہ درہم اور دیوار ہم جنب اور محدث کو مصحف مجید کا چھونا حرام ہے اگرچہ خط
فارسی مین لکھا ہو یہی صحیح ہے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ نہر مین ہے تجنیس سے اور حرمت مین موضع کتابت اور غیر موضع کتابت دونون
برابر ہین اور بعضون نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہے اور محل خلاف مصحف مجید مین ہے اور غیر مصحف مین اگر آیت لکھی ہو تو اوسمین حرام نہین مگر مرقوم کا
چھونا کذا فی باب الحیض من البحر وھل مس نحو التوراۃ کذلک ظاہر کلامہم لا اور توریت اور مانند اوسکی چنانچہ انجیل اور زبور کا
چھونا بھی مصحف کی مانند حرام ہے یا نہین فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اونکا چھونا حرام نہین ہے اسیطرح نہر الفائق مین مذکور ہے اور
قہستانی مین ذخیرہ سے منقول ہے کہ توریت وغیرہ مین جہان تحریف اور تبدیل واقع نہین ہوئی اوسکا چھونا بدون طہارت کے مکروہ ہے کذا
فی الطحطاوی الا بغلاف متجاف غیر مشرز او بصرتہ بہ یفتی مگر جداگانہ غلاف کے ساتھ کہ مصحف پر چپکا نہین پس مصحف حرام نہین
یا درم کی تھیلی کے ساتھ اوس درم کا چھونا جسپر آیت لکھی حرام نہین اسیکا فتوی ہے ہم غلاف جداگانہ چنانچہ مصحف کا جزدان اور غلاف ملصق
اور چپکا چنانچہ مصحف کی چولی تو جزدان کے ساتھ چھونا جائز ہے اور چولی کے ساتھ جائز نہین اسپر فتوی ہے سراج مین اور کافی مین چولی کی
ساتھ بھی چھونے کو اصح کہا ہے تو یہان دونون قولون کی تصحیح واقع ہوئی اور آستین کے ساتھ چھونے مین اختلاف ہے تو بموجب کافی کے جائز ہے
اور بموجب سراج کے جائز نہین ہدایہ مین اسیکو صحیح کہا ہے اور خلاصہ مین ہے کہ اسی پر اکثر مشائخ ہین اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے کذا
فی الطحطاوی عن النہر وحل قلبہ بعود اور پلٹنا مصحف کے ورق کا لکڑی سے حلال ہے واختلفوا فی مسہ بغیر اعضاء الطہارۃ وبما
غسل منہا وفی القراءۃ بعد المضمضۃ والمنع اصح اور علمانے اختلاف کیا مصحف کے چھونے مین غیر اعضاء طہارت سے اور انہین سے جسکو
دھو لیا اور جنب کے قران پڑھنے مین کلی کرنیکے بعد اور جائز نکہنا صحیح تر قول ہے ہم اعضاء طہارت سے اعضاء وضو مراد ہین اسواسطے کہ حدث
اکبر مین تمام اعضا طہارت کے ہین ولا یکرہ النظر الیہ ای القرآن لجنب وحائض ونفساء لان الجنابۃ لا تحل العین اور قران
کا دیکھنا جنب اور حیض اور نفاس والی عورت کو مکروہ نہین اسواسطے کہ ناپاکی آنکھ مین نہین گھسجاتی کما لا تکرہ ادعیۃ ای تحریما جیسے
دعاؤنکا پڑھنا بے طہارت مکروہ نہین یعنی مکروہ بکراہت تحریمی نہین والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولی
وھو مرجع کراہۃ التنزیہ اور اگر تحریمی کراہت مراد نہ لیجئے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مطلق ذکر کیواسطے دعا ہو یا غیر دعا وضو مستحب ہے اور مستحب کا
ترک کرنا خلاف اولی ہے اور خلاف اولی کا مآل کار ہو کراہت تنزیہی کا ہم اور بعضون کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت موکدہ کے مقابلہ مین ہے
اور خلاف اولے مین تو اصلا کراہت نہین کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ مس صبی لمصحف ولوح اور مکروہ نہین چھونا لڑکے بے وضو کا مصحف
اور اوس تختی کو جسپر قران لکھا ہو ولا باس بدفعہ الیہ وطلبہ منہ للضرورۃ اذ الحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر اور کچھ ڈر نہین
بالغ باوضو کو مصحف کے دینے مین بے وضو لڑکے کو اور مصحف کے منگانے مین اوس سے چنانچہ بحر الرائق مین ہے مصحف کا دینا لینا جائز ہوا بسبب ضرورت کے
اسواسطے کہ یاد کرنا لڑکپن مین جیسے نقش پتھر مین ہم چونکہ لڑکون سے وضو کروانا ہر وقت مشقت ہے اونپر اور تا بلوغ تاخیر کرنے مین حفظ قران کی تقلیل ہے
تو اس ضرورت سے اونکو مس مصحف اور اوسکا دینا لینا جائز ہوا ولا تکرہ کتابۃ قرآن والصحیفۃ واللوح علی الارض عند الثانی
خلافا لمحمد وینبغی ان یقال ان وضع علی الصحیفۃ ما یحول بینہا وبین یدہ یؤخذ بقول الثانی والا فبقول الثالث قالہ الحلبی
اور مکروہ نہین بے وضو کو لکھنا قران کا اسطرح کہ کاغذ یا تختی جسپر لکھتا ہے زمین پر ہو ابو یوسف کے نزدیک برخلاف قول محمد کے اور یون کہنا
مناسب ہے کہ اگر کاغذ پر وہ چیز رکھی جاوے جو درمیان کاغذ اور ہاتھ کے حائل ہو تو ابو یوسف کا قول لیا جاوے اور اگر یہ نہین ہے تو محمد کا قول

لیا جاوے ایسا کہا ہی حلبی نے م اور دوسری وجہ توفیق یہہ ہو کہ ابو یوسف کا قول کراہت تحریمی کی نفی پر محمول ہو اور محمد کا قول تنزیہی پر بدلیل
قول محمد احب الی ان لا یمس یعنی میرے نزدیک پسندیدہ تر عدم کتابت ہی کذا فی الطحطاوی ویکرہ لہ قراءۃ توراۃ وانجیل وزبور لان الکل
کلام اللہ وما بدل منہا غیر معین اور جنب وغیرہ کو مکروہ ہے پڑہنا توریت اور انجیل اور زبور کا اسواسطے کہ یہہ سب اللہ تعالے کا کلام ہے اور جن الفاظ
مین تبدیل اور تحریف واقع ہوئی یہود اور نصاری سی وہ معلوم نہین بالخصوص م فتح القدیر مین فتاوی ظہیریہ سی اسی قول پر فتوی منقول ہی
کذا فی النہر وجزم العینی فی شرح المجمع بالحرمۃ اور عینی نے شرح مجمع مین حرمت قرات پر یقین کیا ہی وخصہا فی النہر بما لم یبدل
اور نہر الفائق مین حرمت قرات کو خاص کیا اوسکے ساتھ جسمین تبدیل اور تحریف نہین ہوئی لا قراءۃ قنوت مکروہ نہین جنب وغیرہ کو پڑہنا قنوت
کا اسی پر فتوی ہی کذا فی المنح اور مراد کراہت منفی سی کراہت تحریمی ہی نہ تنزیہی ولا اکلہ وشربہ بعد غسل ید وفم اور مکروہ نہین جنب وغیرہ
کو کہانا اور پینا ہاتہہ اور منہ کے دہو ڈالنے کے بعد ولا معاودۃ اہلہ قبل اغتسالہ الا اذا احتلم لم یات اہلہ اور مکروہ نہین جنب
کو پہر صحبت کرنا اپنی اہلیہ کا نہانے سی پہلے مگر جبکہ جنابت احتلام کے ہونے سی ہوئی ہو تو بدون نہانے کے اپنی اہلیہ سے صحبت نکرے م یہہ
روایت فتح القدیر مین مبتغی سے منقول ہو قال الحلبی ظاہر الاحادیث انما تفید الندب لا نفی الجواز المفاد من کلامہ حلبی نے
کہا کہ ظاہر احادیث تو دلالت نہین کرتا مگر استحباب ترک جماع پر قبل غسل کے نہ عدم جواز جماع پر جو حاصل ہوتا ہی فتح القدیر کے کلام سی طحطاوی
نے کہا کہ یہہ طرز شارح کا مناسب نہین اسواسطے کہ ضمیر کا مرجع پہلے مذکور نہین کر دیا والتفسیر کمصحف لا الکتب الشرعیۃ فانہ
رخص مسہا بالید لا التفسیر کما فی الدرر عن مجمع الفتاوی اور تفسیر مصحف کی مانند ہی نہ شرعی کتابین اسواسطے کہ بدون طہارت کے
شرعی کتابون مین ہاتہہ لگانے کی رخصت دیگئی ہے نہ تفسیر مین ہاتہہ لگانے کی چنانچہ درر مین ہی مجمع الفتاوی سی منقول م شرعی کتابون سے
مراد چنانچہ حدیث اور فقہ کی کتابین وفی السراج المستحب ان لا یاخذ الکتب الشرعیۃ بالکم ایضا تعظیما اور سراج مین کہا کہ مستحب
یہہ ہو کہ شرعی کتابونکو آستین سی بھی نہ پکڑی تعظیم کیوجہ سی م یہہ قول مخالف نہین ہی قول سابق کے اسواسطے کہ استحباب نفی وجوب کے مخالف نہین
لکن فی الاشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام وقد جوز اصحابنا مس کتب التفسیر للمحدث ولم یفصلوا
بین کون الاکثر تفسیرا او قرآنا ولو قیل بہ اعتبارا للغالب لکان حسنا قلت لکنہ یخالف ما مر فتدبر لیکن اشباہ مین
منجملہ مسائل اس قاعدہ کے کہ جب حلال اور حرام یکجا ہو تو حرام ہی غالب ہو جاتا ہی اور البتہ ہماری عالمون نے تفسیر کی کتابون کا چہونا محدث
کیواسطے جائز رکہا اور تفصیل نہین کی تفسیر کے زیادہ ہونے مین یا قران مین یعنی یہہ نہین کہا کہ اگر تفسیر کی عبارت زیادہ ہو قران سی تو جائز ہے
اور اگر قران کے الفاظ زیادہ ہون تفسیر سے تو جائز نہین اور اگر اس تفصیل کے قائل ہو جیوی غالب چیز کا اعتبار کرکے تو البتہ خوب بات ہی مین
کہتا ہون کہ اشباہ کا قول مخالف ہی متن کے جو گذر گیا تو اوسی مخالف ہی اسمین تامل کرو م خلاصہ یہہ ہے کہ اہل مذہب کی دو عبارتین مطلق ہین منع اور جواز
مین اور ظاہر اشباہ کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ جواز مس تفسیر سب علما کا قول ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ماتن نے جو درر کے قول پر اعتماد کیا ہے قابل
اعتماد کے نہین بسبب مخالفت اجماع کے اور علامہ نوح نے جوہرہ اور سراج سی نقل کیا کہ کتب تفسیر مین موضع قران کا چہونا جائز نہین اور اسکے
سوا کا چہونا درست ہی برخلاف مصحف کے کہ اوسکا بالکل چہونا بے طہارت درست نہین اور فتح القدیر مین ہی کہ مکروہ ہے چہونا کتب تفسیر اور فقہ
اور سنن کا اسواسطے کہ یہہ کتابین آیات قرانی سی خالی نہین اور منیۃ المصلی مین ہی کہ مکروہ ہے یعنی محدث وغیرہ کو چہونا تفسیر اور فقہ کی کتابونکا بہی
انتہے تو ان روایات سی معلوم ہوا کہ عالمون کا کلام تفسیر مین کراہت کیوجہ سی ہی نہ منع اور حرمت کے سبب سی تو صاحب درر کا یہہ کلام لا التفسیر
اسپر محمول ہے کہ تفسیر کا چہونا مرخص نہین بلکہ مکروہ ہے اور یہہ مطلب نہین کہ اوسکا چہونا حرام ہے جیسا کہ ماتن سمجہا ہی اسواسطے کہ اوسمین حرمت کی تصریح
نہین مین کہتا ہون سب عبارتون سی بہتر وہ عبارت ہی جو کہ جوہرہ اور سراج مین ہی اسواسطے کہ وہی قواعد فقہی سے موافق تر ہی کذا فی الطحطاوی

مختصر از **فروع** سائل المحیط شارح کی المصحف اذا صار بحال لا یقرأ فیہ یدفن کالمسلم مصحف جبکہ ایسا بوسیدہ ہو جاوے یا نہایت ہی غلط ہو کہ اوسمیں پڑہا نہجاوے تو دفن کیا جاوے مسلمان میت کیطرح یعنی بلا لحد یا شق کے ویمنع الکافر من مسہ اور کافر کو منع کیا جاوے مصحف کے چہونے سے وجوزہ محمد اذا اغتسل اور کافر کو اسکا چہونا محمد بن حسن نے جائز کہا ہے جبکہ کافر نے غسل کیا ہو م ظاہرا یہہ قول معتمد نہیں کہ شیخین کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولا بأس بتعلیمہ القرآن والفقہ عسیٰ ان یہتدی اور مضائقہ نہیں کافر کو قرآن اور فقہ کے سکہانے میں شاید کہ راہ راست پر آجاوے یعنی مسلمان ہو م معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کا فر کو بتوقع ہدایت جائز ہے تو اس زمانہ میں جو بعضے امر کے مسلمان نصاریٰ کو قرآن پڑہاتے ہیں نوکری کی طمع سے سو جائز نہیں بلکہ بالیقین حرام ہے اسواسطے کہ نصاریٰ مسلمانوں کے الزام دینے کیواسطے سیکہتے ہیں اور قرآن مجید کے رد کرنے میں اپنے گمان فاسد میں کتابیں تصنیف کرتے ہیں حق تعالیٰ اہل اسلام کو غیرت دے کہ مزید طمع اور حرص سے ایسی بیغیرتی اور بے دینی اختیار نکریں ویکرہ وضع المصحف تحت رأسہ الا للحفظ والمقلمۃ علی الکتاب الا للکتابۃ اور مکروہ ہے مصحف کا رکہنا اپنے سر کے نیچے مگر حفاظت کی نیت سے درست ہے اور قلمدان کا رکہنا کتاب پر مکروہ ہے مگر لکہنے کیواسطے جائز ہے یعنی کتابت کیحالت میں ویوضع النحو ثم فوقہا التعبیر ثم الکلام ثم الفقہ ثم الاخبار والمواعظ ثم التفسیر اور صندوق وغیرہ میں اول رکہی جاویں علم نحو کی کتابیں پہر اونکے اوپر علم تعبیر کی کتابیں پہر اونکے اوپر علم کلام یعنی عقائد کی کتابیں پہر اونکے اوپر فقہ کی کتابیں پہر احادیث اور پند کی کتابیں پہر تفسیر کی کتابیں م لغت کی کتابیں نحو کی مانند ہیں چنانچہ تنبیہ میں ہے اور مصحف کا ذکر نہیں کیا اسواسطے کہ وہ فوق الکل ہے نکرہ اذابۃ درہم علیہ آیۃ الا اذا کسرہ مکروہ ہے گہلانا اور گلانا اوس درم کا جسپر آیت قرآنی کا سکہ ہو مگر جبکہ درم توڑا جاوے تو اب درست ہے م توڑنے سے حروف متفرق ہو گئے تو اب گلانے میں اہانت نہیں اور اگر آیت سے کمتر ہے تو بدون توڑنیکے بہی گلانا درست ہے کذا فی الطحطاوی رقیۃ فی غلاف متجاف لہ یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل جو تعویذ جدا گانہ غلاف میں ہو یعنی تعویذ پر منڈہا ہو تو اسکا لیجانا پاخانہ میں مکروہ تحریمی نہیں اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکہہ جانا بہتر ہے م علامہ عزیزی کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ عالموں کا اجماع ہے اسپر کہ تعویذ اور افسون تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے ایک یہہ کہ تعویذ اور افسون کلام اللہ اور اوسکی صفات سے ہو اور دوسری یہہ کہ عربی زبان میں ہو یا اس زبان میں جسکی معنی معلوم ہوں تیسری یہہ کہ یہہ اعتقاد ہو کہ افسون بالذات متاثر نہیں بلکہ بتقدیر الٰہی اثر کرتا ہے اور قرطبی نے کہا کہ رقیہ یعنی افسون تین قسم ہے ایک قسم وہ ہے جسکا مطلب اور معنی معلوم نہیں تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے کہ مبادا اوسمیں شرک ہو دوسری قسم یہہ کہ بکلام الٰہی اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہے پہر اگر احادیث میں منقول ہے تو وہ مستحب ہے تیسری قسم یہہ کہ اسماء ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہیں اور نہ اسکا شرع میں حکم ہے تو اسکا ترک کرنا بہتر ہے مگر یہہ کہ متضمن تعظیم ہو چنانچہ حلف بغیر اللہ تو اب پرہیز کرنا اولیٰ ہے کذا فی الطحطاوی للمصابیح ترمی برایۃ القلم الجدید ولا ترمی برایۃ القلم المستعمل لاحترامہ کحشیش المسجد وکناستہ ولا تلقی فی موضع یخل بالتعظیم اور جائز ہے نئے قلم کا تراشا پہینکنا اور نہ پہینکا جاوے مستعمل قلم کا تراشا اوسکی حرمت اور تعظیم کیوجہ سے جیسے مسجد کی گہاس اور کوڑا اور نہ ڈالا جاوے ایسے مقام میں کہ مخل ہو اوسکی تعظیم کا م لکہنے والے قلم کی تراشہ کی تعظیم اس جہت سے ہے کہ قلم سے اسماء ربانی اور انبیا اور ملائکہ علیہم السلام کے اسماء مبارک لکہے جاتے ہیں علاوہ یہہ ہے کہ حروف کو بذات خود احترام ہے اور قلم جدید کے تراشے میں یہہ بات نہیں کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لف شیء فی کاغذ فیہ فقہ وفی کتب الطب یجوز ولو فیہ اسم اللہ تعالیٰ والرسول یجوز محوہ لیلف فیہ شیء اور جائز نہیں لپیٹنا کسی چیز کا اس کاغذ میں جسمیں فقہ کے مسائل لکہے ہوں اور طب کی کتابوں میں لپیٹنا جائز ہے اور اگر اوسمیں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کا نام ہو تو اسکا مٹانا کسی چیز کے لپیٹنے کیواسطے جائز ہے ومحو بعض الکتابۃ بالریق یجوز اور بعضے لکہے حرفوں کا مٹانا لعاب دہن سے جائز ہے م بعض کی قید سے اللہ تعالیٰ کا نام پاک اور قرآن خارج ہو گیا چنانچہ اسکی تصریح مذکور ہوتی ہے وقد ورد النہی

فی محو اسم اللہ بالبزاق اور السنہ نہی وارد ہو اللہ تعالے کے نام مٹانے مین تھوک سی وعنہ علیہ الصلوٰة والسلام القرآن احب
الی اللہ تعالی من السموات والارض ومن فیهن اور رسول علیہ الصلوٰة والسلام سی مروی ہے کہ قرآن محبوب تر ہی اللہ تعالی کے نزدیک
آسمانون اور زمین سی اور ان اشخاص سے جو انکے درمیان مین ہین م شاید کہ اس حدیث سی اسکا اشارہ کیا کہ قرآن بھی اللہ تعالی کے نام
کے ساتھ ملحق ہے مٹانے کی نہی مین کذا فی الطحطاوی یجوز قربان المرأة فی بیت فیہ مصحف مستور عورت سی قربت کرنا اس کوٹھری مین جا
ہے جسمین مصحف در پردہ ہے بساط او غیرہ کتب علیہ الملک للہ یکرہ بسطہ واستعمالہ لا تعلیقہ للزینة فرش یا سوا اوسکی
تکیہ وغیرہ جو جسپر الملک للہ لکہا ہے اُسکا بچہانا اور اُسکا استعمال کرنا مکروہ ہے اور لٹکانا اوسکا آرائش کیواسطی مکروہ نہین وینبغی ان لا
یکرہ کلام الناس مطلقاً وقیل یکرہ مجرد الحروف والاول اوسع وتمامہ فی البحر وکراهة القنیة اور لائق یہ ہے کہ مکروہ نہووے
آدمیون کا کلام لکہا ہوا ہر طرح کے استعمال مین اور بعضون نے کہا کہ فقط حروف کا ابتذال مکروہ ہے اور قول اول مین زیادہ تر وسعت ہے اور اسکا
پورا بیان بحر الرائق اور قنیہ کی کتاب الکراہیة مین ہے قلت وظاهره انتفاء الکراهة بمجرد تعظیمه وحفظه علق او لا لزینة او لا اور ظاہر
کلام بحر الرائق نہونا ہے کراہت کا صرف اوسکی تعظیم اور حفاظت کرنے سی جسپر الملک للہ لکہا ہو خواہ اوسکو لٹکاوی یا نہین اوس سی آرائش کیجے یا نہین
وهل ما یکتب علی المراوح وجدر الجوامع کذلک یحرر اور جو کہ پنکہون اور جامع مسجد کی دیوارون پر لکہا جاتا ہی وہ بھی فرش کی نوشت کی مانند ہی
یا نہین جواب اسکا لکہا جاویگا م باب الوتر والنوافل سے پہلے شارح نے فروع مین لکہا ہی کہ مسجد کی دیوار و نیز لکہنا لائق نہین اور نہایہ مین ہے
کہ قران کا لکہنا محراب اور دیوارون پر خوب نہین سقوط کتابت اور پانون پڑنے کے خوف سی کذا فی الطحطاوی قبیل الوتر

باب المیاه

یہہ باب ہے پانیون کے مسائل مین م اب اُسکا بیان شروع کیا جس سی طہارت حاصل ہوتی ہے اصطلاح مین باب عبارت ہی اُن مسائل فقہ سی جسکے
احکام ماقبل اور مابعد سی جداگانہ ہین اور وہ مترجم بکتاب اور فصل نہین کذا فی المنح جمع ماء بالمد ویقصر اصله موه قلبت الواو الفا
والهاء همزة میاہ جمع ہے ماء کی ساتھ مد کے یعنی جسمین الف کے بعد ہمزہ ہے اور کاہی اوسکو بے ہمزہ بھی بولتے ہین اصل اوس کی موہ ہی
واو کو الف سی بدلا اور ہاء ہوز کو ہمزہ سے وهو جسم لطیف سیال به حیاة کل نام اور پانی جسم لطیف ہی یعنی غالبا بصارت کا حاجب
نہین اور بہنے والا ہے جس سی ہر بڑہتی چیز کی زندگی ہے یعنی حیوان اور نبات کی یرفع الحدث مطلقاً بماء مطلق وهو ما یتبادر عند
الاطلاق مطلق حدث یعنی حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے مطلق پانی سے اور مطلق پانی وہ ہے جو شتابی ذہن مین آجاوی جبکہ پانی کا
لفظ بولا جاوی بدون اضافت کے م منح الغفار مین ہے کہ مطلق پانی وہ ہی جو باقی ہے اپنے پیدائشی اوصاف پر اور اوسمین نجاست نہین
ملی اور نہ کوئی اور چیز اوسپر غالب ہوگئی انتہی اسکا اور شارح کی تعریف کا ایک ہی مطلب ہے کماء سماء واودیة وعیون وابار وبحار
وثلج مذاب بحیث یتقاطر وبرد وجمد وندا مطلق پانی جیسے آسمان کا پانی اور ندیون کا اور چشمون کا اور کنوون کا اور
دریاؤن کا پانی اور پگہلا برف ٹپکتا اور اولے اور یخ جمنے پالا اور اوس م آسمان کے پانی مین اگرچہ اضافت ہی مگر یہہ اضافت
تعریفی ہے برخلاف مقید پانی کے اسواسطی کہ اوسمین قید لازم ہے یعنی بدون قید وہ نہین بولا جاتا چنانچہ ماء الورد یعنی گلاب کا پانی کذا فی
البحر اور اسیطرح تربوز کا پانی اودیہ جمع ہے وادی کی اور وادی لغت مین اُس کشادگی کا نام ہے جو پہاڑون اور ٹیلون کے درمیان ہو اور
یہان مراد جنگل کا پانی ہے جو بارش کے پانی سے سائل ہو کر جمع ہو جاوی جیسی ندی اور نالہ اور جہیل کا پانی فارسی مین اوسکو رود کہتے ہین
هذا التقسیم باعتبار ما یشاهد والا فالکل من السماء لقوله تعالی الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء الایة والنکرة ولو مثبتة
فی مقام الامتنان تعم اور یہہ تقسیم پانیون کی ظاہر نظر کا اعتبار کرنے سی ہے اور اگر ظاہر نظر کا اعتبار نکیجے تو سب پانی حقیقت مین
آسمان سی اوترے ہین حق تعالی کے اس قول کی دلیل سے کہ تونے کیا نہین دیکہا کہ اللہ نے آسمان سی پانی اوتارا الی اخر الایة اور نکرہ اگرچہ

مثبت ہو احسان جتانے کے مقام میں عام ہو جاتا ہے ف اسم نکرہ اُسکو کہتے ہیں جو معین چیز کیواسطے موضوع نہو چنانچہ مرد اور عورت اور پانی سو عرب کا
قاعدہ یہہ ہے کہ نکرہ نفی کے بعد عام ہوتا ہے یعنی اپنے سب افراد کو شامل ہو جاتا ہے لیکن اثبات میں نکرہ ہر جگہہ عام نہیں ہوتا بلکہ مقام امتنان میں عام
ہوتا ہے سو اس آیت شریف میں کہ احسان جتانے کا مقام ہے لفظ ماء کا کہ نکرہ مثبت ہے سب پانیوں کے اقسام کو شامل ہو گیا کیونکہ اگر عموم پر دلالت
نکرے تو مطلب فوت ہوتا ہے وماء زمزم بلا كراهة وعن احمد يكره اور چاہ زمزم کے پانی سے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے بدون
کراہت کے اور امام احمد بن حنبل سے کراہت منقول ہے ف ہر چند زمزم کنوئیں داخل تھا لیکن ماتن نے اوسکو بالخصوص ذکر کیا اوسکی شرافت کیوجہ
سے اور اختلاف کے سبب سے وبماء قصد تشميسه بلا كراهة اور اُس پانی سے طہارت درست ہے جو قصداً دہوپ میں رکھا گیا بدون کراہت کے
وكراهته عند الشافعية طبية اور دہوپ کے گرم پانی کی کراہت شافعیون کے نزدیک طب کی راہ سے ہے یعنی اسواسطے کہ مورث برص ہے وكره
احمد المسخن بالنجاسة اور مکروہ سمجھا ہے احمد بن حنبل نے اوس پانی کو جو نجاست سے گرم کیا گیا ورفع بماء ينعقد به ملح لا بماء حاصل
بذوبان ملح لبقاء الاول على طبيعته الاصلية وانقلاب الثاني الى طبيعة الملحية اور حدث دور ہوتا ہے اوس پانی سے
کہ جمتا ہے اُس سے نمک یعنی اوسمیں جمکر نمک ہو جانے کی استعداد ہے نہ اُس پانی سے جو نمک پگھل کر پانی ہو جاتا ہے بسبب باقی رہنے پہلے پانی کے اپنی اصلی
پیدائشی طبیعت پر اور بسبب بدلجانے دوسرے پانی کے نمک بنجانے کی طبیعت کیطرف ف تو نمک پگھلنے کے بعد وہ پانی ایسا ہو گیا جیسے سونے اور چاندی
محلول کا پانی نمک کا پانی گرمی میں جمتا ہے اور سردی میں پگھلتا ہے برخلاف اور پانی کے ولا بعصير نبات اى معتصر من شجر او
ثمر لانه مقيد اور نہ روئیدگی کے پانی سے یعنی جو پانی کہ درخت اور پھل سے نچوڑا گیا چنانچہ کیلے کے درخت سے اور تربوز سے اسواسطے کہ وہ مقید پانی ہے
یعنے ازالہ حدث کیواسطے مطلق پانی شرط ہے نہ مقید اور اگر مطلق پانی نہو اور کیلے یا تربوز کا پانی ہو تو اوسکے وضو جائز نہیں تیمم کرنا چاہیئے کذا فی البحر
بخلاف ما يقطر من الكرم او الفواكه بنفسه فانه يرفع الحدث يحتمل لانه ماء خرج بلا عصر كما في الشرنبلالية عن البرهان برخلاف
اُس پانی کے جو انگور کے درخت یا میوؤں سے خود بخود ٹپکتا ہے بہار کے موسم میں اسواسطے کہ وہ دور کرتا ہے حدث کو اور بعضوں نے کہا کہ وہ رافع حدث
نہیں اور یہی عدم جواز کا قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے ف جو پانی کہ درخت اور پھل سے لوگوں نے نچوڑا اور ٹپکایا وہ بالاتفاق رفع
حدث نہیں اور جو کہ درخت یا پھل سے خود بخود ٹپکا اوسمیں اختلاف ہے ماتن نے باتباع صاحب ہدایہ جواز رفع حدث کو اختیار کیا طحطاوی نے بحر الرائق سے
نقل کیا کہ عدم جواز بہت کتابوں میں مصرح ہے اور قاضی خان اور صاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اقتصار کیا ہے اور شرح منیہ میں ہے کہ عدم جواز اشبہ
ہے ترجیح قول اولے ثمرہ کمال امتزاج کیوجہ سے واعتمد القهستاني نقلا بالاعتصار بغير الحقيقة والحكمي كماء الكرم وكذا ماء
الدابوغة والبطيخ بلا استخراج وكذا النبيذ التمر او عدم جواز پر اعتماد کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے سو یون کہا کہ اعتصار یعنی نچوڑنا شامل
ہے اعتصار حقیقی کو چنانچہ کوٹ کر یا داب کر پانی نکالنا اور اعتصار حکمی جیسے انگور کے درخت کا پانی کہ خود بخود ٹپکتا ہے اور انگور کے پانی کی مانند ہے
دابوغہ اور خربزہ کا پانی جو خود بخود نکلا بدون نکالنے کے اور اسیطرح ہے شربت خرما کا ف چلپی محشی نے کہا کہ میں نے تفسیر دابوغہ اپنے پاس کے کتب
لغت میں نہیں پائی طحطاوی نے کہا کہ ایک شخص ساکن بلد خلیل علیہ الصلوة والسلام نے مجھسے کہا کہ وہانکے لوگ زمین سے مٹی نکالتے ہیں اور پانی میں رکھتے
ہیں وہ پانی سرخ ہو جاتا ہے اُس سے کہال کی دباغت کرتے ہیں اوسکو دابوغہ بولتے ہیں اب مترجم کہتا ہوں مخزن الادویہ کی فرہنگ میں داربوقہ
کو بلغہ ہندی یعنی تربوز لکھا ہے ظاہرا یہی مناسب مقام ہے شاید کہ دابوغہ معرب ہو داربوقہ کا واللہ اعلم ولا بماء مغلوب بشيء طاهر
اور طہارت جائز نہیں اُس پانی سے جو مغلوب ہو گیا پاک چیز کے ملجانے سے ف مغلوب ہو گیا یعنی اپنی طبیعت اور اصل خلقت سے خارج ہو گیا چنانچہ
شربت اور سرکہ اور گلاب اور باقلا کا مطبوخ پانی اور شوربا اسواسطے کہ ان چیزوں سے پانی کا نام زائل ہو گیا مغلوب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پانی
مغلوب نہو بلکہ غالب ہو تو طہارت جائز ہے چنانچہ آگے آویگا دریافت کر کہ اس مقام میں کتب فقہ کی عبارتیں مختلف ہیں تو قاعدہ کلیہ چاہیئے

جس سے حقیقت حال معلوم ہو وہ قاعدہ یہ ہے کہ مطہر یعنے آب مطلق کا زوالِ اطلاق یا کمال امتزاج سے ہو یا غلبۂ ممتزج سے الخ منح الغفار شرح المصنف چنانچہ شارح اُس قاعدہ کو بیان کرتا ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ پانی مطلق کی طبیعت اصلی یہ ہے کہ سیراب کرے اور پیاس کو مارے اور بعضون نے کہا رقت وسیلان اوسکی طبیعت ہے اور بعضون نے کہا بیرنگ ہونا **الغلبۃ اِمّا بکمال الامتزاج بتشرب نبات** غالب ہونا پاک چیز کا پانی پر دو طرح سے ہے یا نہایت اختلاط کے سبب سے ہے کہ حاصل ہوا ہے درخت اور گھاس کے چوسنے سے ہم نہایت اختلاط کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اشجار اور نباتات نے بواسطہ اپنی اصول و تنقیہ کے زمین کے پانی یعنی تراوت کو پیا اسطرح کہ اب وہ پانی نکل نہین سکتا بدون نکالنے کے **او بطبخ بما لا یقصد بہ التنظیف** یا کمال اختلاط حاصل ہوتا ہے پانی کے پکانے مین اُس چیز کے ساتھ جسکی پخت سے صاف کرنا او رمیل چھانٹنا منظور نہو ہم چیز مین پانی ڈالکر پکانا دو قسم ہے ایک یہ کہ میل صاف کرنے کیواسطے ہو جیسے اشنان اور صابون اور بیری کے پتیان اور خطمی کہ غسل میت کیواسطے پکاتے ہین ایسا پکانا طہارت کا مانع نہین مگر جبکہ رقت اور سیلان اوسکا باقی نرہے تو اب اُس پانی سے وضو اور غسل جائز نہین اور دوسری قسم پکانے کی یہ کہ میل صاف کرنے کیواسطے نہین چنانچہ شوربا یہ اختلاط مانع طہارت ہے اگرچہ وہ سائل اور رقیق ہو یہ دوسری صورت ہے کمال اختلاط کی **وامّا بغلبۃ المخالط فلو جامداً فبثخانتہ ما لم یزل الاسم کنبیذ التمر** مغلوب ہونا پانی کا کسی چیز ملجانیوالی کے سبب سے ہوا اور اگر وہ چیز ملجانے والی بستہ اور گاڑھی ہے تو اُسکا غالب ہونا باقی پر پانی کے گاڑھے ہو جانے سے ہے تا وقتیکہ پانی کا نام زائل نہو گیا ہو چنانچہ شربت خرما کا ہم یہ دوسری طرح ہے پاک چیز کے غالب ہونے کی باقی پر نبیذ تمر یعنے شربت خرما یہ ہے کہ خرما پانی مین تر کرتے ہین پانی میٹھا ہو جاتا ہے اوسکو خرما کا شربت کہتے ہین پانی نہین بولتے تو گاڑھا ہونے سے پہلے پانی مغلوب ہوگیا نام کے جاتے رہنے سے تو اب غلبہ گاڑھے ہونے پر موقوف نرہا اس سے وضو کرنا جائز نہین خانیہ مین ہے کہ عدم جواز وضو شربت خرما سے امام اعظم کا پہلا قول ہے **ولو مائعاً فلو مباینا لاوصافہا فبتغیر اکثرہا** اور اگر ملجانیوالی چیز پانی مین سائل اور پتلی ہو تو اگر وہ پانی کے سب اوصاف کی مخالف ہے تو غلبہ اُسکا ثابت ہوتا ہے پانی کے اکثر اوصاف کے بدلجانے سے ہم پانی کے مخالط یعنی ملجانیوالی چیز دو قسم ہے بستہ اور سائل بستہ کا بیان ہوگیا اب سائل کا بیان شروع ہوا سائل کی تین صورتین ہین یا وہ سائل پانی کی سب صفات سے مخالف ہے یا بعض سے یا سب صفات کے موافق اور مماثل ہے پانی کی تین صفتین ہین ایک رنگ دوسری مزہ تیسری بو سو سرکہ پانی کی تینون صفت کے مخالف ہے تو اگر سرکہ پانی مین ملا اور اوسکی دو صفت مین تغیر ہوا یعنی رنگ اور مزہ مین یا مزہ اور بو مین یا رنگ اور بو مین تو غلبہ اوسکا پانی پر ثابت ہوگیا **او موافقا کلبن فبا حدہا** یا سائل چیز پانی کی بعضی صفت سے موافق ہے اور بعضی سے مخالف ہے جیسے کہ دودھ کہ بو نہونے مین پانی کے موافق ہے اور مزہ اور رنگ مین مخالف ہے تو غلبہ اوسکا پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہو جانے سے ہے تو اگر دودھ کا رنگ یا مزہ پانی پر غالب ہوگیا تو وضو جائز نہین ورنہ جائز ہے اور اسیطرح تربوز کا پانی مزے مین پانی کے مخالف ہے تو اسمین غلبہ مزے کا ہے سے معتبر ہوگا طحطاوی نے کہا اگر شارح او مباینا لبعض الاوصاف کہتا تو بہتر ہوتا اور بعضے نسخہ مین فباحدہما بصیغہ تثنیہ ہے تو ضمیر کا مرجع مذکور نہین **او مماثلا کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر بالکل والا لا** یا سائل پاک چیز پانی کی برابر اور مانند ہے سب تینون صفات مین چنانچہ مستعمل پانی تو غلبہ اوسکا پانی پر اجزا کے سبب سے ہے تو اگر مطلق پانی وزن مین نصف سے زیادہ ہے تو طہارت کرنا اس تمام مخلوط پانی سے جائز ہے اور اگر مطلق پانی وزن مین کم ہے مستعمل پانی سے یا برابر تو جائز نہین ہم آب مستعمل کی طہارت بنا بر قول مفتی بہ معتمد کے ہے اور یہی حکم ہے عرق گاؤزبان اور عرق گلاب کا کہ جسکی بو باقی نرہی ہو اور اگر آب مستعمل مطلق پانی کی برابر ہو زائد نہ کم تو یہ ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین بدائع مین ہے کہ فقہا نے کہا ہے کہ اوسکا حکم مغلوب پانی کی برابر ہے احتیاط کی راہ سے کذا فی الطحطاوی عن البحر **وھذا یعم الملقی والملاقی** اور یہ یعنی جو حکم کہ مذکور ہوا آب مستعمل مین وہ عام ہے اُس پانی مستعمل کو جو ڈالاگیا مطلق مطہر پانی مین اور اوسکے ساتھ ملگیا اور اس مطلق مطہر پانی کو جسمین کوئی شخص بیٹھا یا اوسنے غوطہ مارا کذا فی الطحطاوی عن البحر یعنی ان دونون صورتون مین اگر آب مطلق نصف سے زائد ہے تو طہارت جائز ہے ورنہ جائز نہین **ففی الفساقی یجوز التوضی ما لم یعلم تساوی المستعمل علی ما حققہ فی البحر والنہر والمنح** تو وضو کرنا صغیر حوضون مین

جائز ہے جبتک مستعمل کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھ معلوم نہو یہہ قاعدہ ہو بنا بر اس تحقیق کے جو بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار مین مذکور ہی
ہم یہہ کہتے ہین یہ ہے اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہے اگر مطلق پانی اکثر ہو ورنہ جائز نہین بحر الرائق مین کہا اور اسپر دلیل وہ ہی جو شیخ سراج الدین قاری
ہدایہ نے اپنے فتاوی مین جنکو اونکے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہی کہ کسی نے اونسے سوال کیا فسقیہ صغیرہ جسمین لوگ وضو کرتے ہین اور اوسمین
مستعمل پانی گرتا ہی اور ہر روز اوسمین نیا پانی نازل ہوتا ہے اوسمین وضو کرنا جائز ہے یا نہین تو جواب دیا کہ جب اوس حوض مین سوای پانی مذکور کے
اور کوئی چیز واقع نہین ہوئی تو کچھ ضرر نہین انتہے یعنی اگر اوسمین نجاست پڑ گئی تو وہ ناپاک ہو جاویگا متغیر ہونے کے سبب سے کذا فی الطحطاوی وعلقہ
الشرنبلالی فی شرح الوہبانیۃ فرق بینہما فراجعہ متاملا لیکن شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح مین ملقی اور ملاقی مین تفرقہ کیا ہی تو اوسکی طرف رجوع
کر غور اور تامل کے ساتھ ہم خلاصہ کلام شرح وہبانیہ یہہ ہے کہ قلیل مستعمل کے ملنے سے کثیر مطلق مستعمل نہین ہو جاتا اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حکما مستعمل
ہو جاتا ہی انتہی لیکن اس توہم کو صاحب بحر نے ذکر کیا اور اسکی قدر التفات نہین کیا سو یون کہا کہ جبکو یہہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا اس شخص کے قول کا ضعیف جو ہمارے زمانہ مین کہتا ہی کہ آب
مستعمل جب القا کیا جاوے آب مطلق مین اور حالانکہ مطلق غالب ہو تو وضو سارے پانی سے جائز ہی اور جبکہ وضو کیا فسقیہ یعنی صغیر حوض مین تو سب مستعمل ہو گیا اسلیے کہ دونون مسئلون مین کچھہ
فرق نہین اور یون فرق کرنا کہ صورت استعمال مین سارے پانی مین شائع ہو جاتا ہی بخلاف ڈالنے کے مدفوع ہی اسطرح پر کہ شیوع اور اختلاط دونون صورتون مین برابر ہی
تو من جہۃ الحکم دونون صورتون مین کچھہ فرق معلوم نہین ہوتا الحاصل فساقی صغار یعنی چھوٹے حوضون سے وضو کرنا جائز ہے جبتک اسکا گمان غالب
نہو کہ آب مستعمل اکثر یا مساوی ہی اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہوا انتہے از بسکہ ملقی اور ملاقی مین کچھہ فرق ظاہر نہین اسیواسطے شارح نے
اسکی طرف لفظ تامل سے اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ویجوز رفع الحدث بما ذکر وان مات فیہ ای الماء ولو قلیلا غیر دموی
کزنبور وعقرب وبق ای بعوض وقیل بق الخشب اور جائز ہے دور کرنا حدث کا مطلق پانی کے ان اقسام سے جنکا بیان گذر گیا اگرچہ
پانی قلیل ہو گو کہ اوسمین مرگیا ہو وہ جانور جسمین خون سائل نہین چنانچہ بتہرا اور بچھو اور بق یعنی مچھر اور بعضون نے کہا بق سے مراد لکڑیکا کیڑا ہے
وفی المجتبی الاصح فی علق مص الدم انہ یفسد ومثلہ حلمۃ وقراد وحلم اور مجتبی مین صحیح تر حکم اوس جونک کا جسنے خون کو چوسا اور
قلیل پانی مین مرگئی یہہ ہی کہ وہ پانی فاسد ہوتا ہی یعنی ناپاک ہو جاتا ہی اور اسی ترجیح سے معلوم ہوتا ہی حکم مچھڑ اور چھوٹی چیچڑی اور بڑی چیچڑی کا
یعنے اگر مچھڑ اور چیچڑی خون پیکر قلیل پانی مین مر جاوی تو پانی ناپاک ہوگا جیسی خون کے چوسے جونک کے مرنے سے ناپاک ہوتا ہی قول اصح مین اسلیے کہ
جونک اور مچھڑ مین خون ذاتی نہین مستعار ہے کذا فی النہر وفی الوہبانیۃ دود القز وماؤہ وبزرہ وخرؤہ طاہر کدودۃ متولدۃ
من نجاسۃ اور وہبانیہ مین ہی کہ ریشم کا کیڑا اور اوسکا جوشیدہ پانی اور اوسکے انڈے اور بیخال پاک ہی جیسی نجاست کا پیدا ہوا کیڑا پاک ہی
ہم پانی سے وہ پانی مراد ہے جسمین ریشم کے کیڑے اوٹائے جاتے ہین ریشم کے نکالنے کیواسطے کذا فی الحلبی ومائی مولد ولو کلب الماء
وخنزیرہ کسمک وسرطان وضفدع اور اگرچہ آب مطلق قلیل ہو وہ جانور مرگیا ہو جسکی پیدایش کا مکان پانی ہی چنانچہ مچھلی اور کیکڑا
اور مینڈک اگرچہ پانی کا کتا اور سور ہو ہم مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کرکے دو مسئلے یہان ٹھہرائے ایک اوس جانور کا جسمین خون سائل
نہین دوسرے وہ جانور جو پانی مین پیدا ہوتا ہے اور کنز کیطرح یون نہ کہا کہ موت ما لا دم لہ الخ اسواسطے کہ کنز پر اعتراض لگتا ہی اوس جانور کا جو
پانی مین پیدا ہوتا ہے اور وہین رہتا ہی اور اوسمین خون سائل ہے اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین اوسکی موت سے پانی نجس نہین ہوتا لہذا مصنف نے
دونون صورتون کو جمع کر دیا بحر الرائق مین کہا کہ پانی کے کتے مین مشائخ کا اختلاف ہی بلا ترجیح چنانچہ معراج الدرایۃ مین ہے لیکن خلاصہ مین ہے کہ
پانی کا کتا اور پانی کا سور جب پانی مین مر جاوین تو اسپر فقہا کا اجماع ہی کہ پانی فاسد نہین ہو جاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہین کیا
کذا فی الطحطاوی الا بریا لہ دم سائل وہو ما لا سترۃ لہ بین اصابعہ فیفسد فی الاصح کحیۃ بریۃ ان لہا دم والا لا اگر جنگلی
مینڈک مین خون سائل ہوتا ہے اور جنگلی وہ ہی جسکی انگلیون کے درمیان پردہ نہین ہوتا بطکی مانند تو اوسکی موت سے پانی فاسد یعنی نجس ہو جاتا ہی

صحیح تر قول مین جیسی خشکی کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہو جاتا ہے اگر اوسمین خون سائل ہو اور اگر خون نہو یا خون سائل نہو تو ناپاک نہین ہوتا ہے کذا الحکم لو مات مَا ذُکر خارِجَه واُلقی فیه فی الاصحّ فلو تفتّت فیه نحو ضفدع جاز الوضوء به لا شربه لحرمة لحمه اور اسیطرح کا حکم ہے یعنی پانی ناپاک نہین ہوتا اگر مر گیا وہ جانور جو مذکور ہوا پانی سے باہر اور پانی مین ڈالا گیا صحیح تر قول مین تو اگر پانی مین مینڈک کی مانند جانور ریزہ ریزہ ہو گیا تو وضو اوس سے جائز ہے پینا اوسکا جائز نہین اوسکی گوشت کے حرام ہونے سے ہم مینڈک کی مانند وہ جانور ہے جو ناپاک نہین مگر اوسکا کہانا حرام ہے وینجس الماء القلیل بموت مائیّ معاش برّیّ مولد فی الاصحّ کبطّ واِوزّ اور ناپاک ہوتا ہے تھوڑا پانی صحیح تر قول مین اوس جانور کے مرنے سے جو پانی مین رہتا ہے خشکی مین پیدا ہوتا ہے چنانچہ بطا اور چینی بط ہم پانی کی چڑیون مین تصحیح مختلف ہے لیکن شرح جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجہ تر ہے لہذا ماتن نے اوسی پر اعتماد کیا کذا فی المنح وحکم سائر المائعات کالماء فی الاصحّ اور پانی کے سوا باقی سائل اور رواں چیزون کا حکم پانی کی مانند ہے صحیح تر قول مین یعنی وقوع نجاست سے قلیل فاسد ہوتا ہے نہ کثیر حتّی لو وقع بوله فی عصیر عشر فی عشر لم یفسد تا اینکہ اگر آدمی کا پیشاب پڑا اوس حوض مین جسمین دہ در دہ رس ہے کسی چیز کا تو وہ فاسد یعنی ناپاک نہو گا جیسے اتنا پانی ناپاک نہین ہوتا ولو سال دم رجله مع العصیر لا ینجس خلافاً لمحمد ذکره الشمنی وغیره اور اگر پانون کا خون بہا رس کے ساتھ یعنی جاری رس کے ساتھ کذا فی الطحطاوی تو وہ ناپاک نہو گا برخلاف محمد کے ایسا ذکر کیا ہے شمنی وغیرہ نے ہم انگور وغیرہ کا پانون سے داب کر رس نچوڑتے ہین تو اگر پانون کا خون جاری رس کے ساتھ بہیگا ناپاک نہو گا جیسے آب رواں کے ساتھ خون کا بہنا ناپاک نہین کرتا وبتغیّر احد اوصافه من لون او طعم او ریح ینجس الکثیر اور ایک وصف کے بدلنی سے پانی کے تین اوصاف مین سے کہ رنگ اور مزا اور بو ہے ناپاک ہو جاتا ہے بہت پانی اور اسیطرح رس ہم شارح نے کثیر کا لفظ ذکر کرکے اشارہ کیا کہ تنجس کا لفظ فعل مضارع ہے اور کثیر اوسکا فاعل ہے سو یہہ بات ٹھیک نہین بلکہ حق یہہ ہے کہ قولہ وبتغیر عطف ہے بموت مائی پر تو وہ متعلق ہے ینجس بموت مائی کا اور جسکو شارح مضارع سمجھا ہے وہ جار مجرور ہے یعنی با جارہ ہے نہ یاء تحتانیہ اور یہہ جار مجرور متعلق ہے بہ تنجس کا تو مطلب یہہ ہے کہ ناپاک ہو جاتا ہے پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے بسبب واقع ہونے نجاست کے اور شارح کے بیان مین یہہ خلل ہے کہ فاعل کا حذف کرنا بدون قرینہ جائز نہین اور یہہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہوا پاک چیز سے یا ناپاک سے کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو جاریاً اجماعاً ایک صفت کا بدلنا نجاست سے پانی کو نجس کرتا ہے اگرچہ جاری اور بہتا پانی ہو بالاتفاق ہم علما کا اسپر اجماع اور اتفاق ہے کہ جب پانی کا ایک وصف بھی نجاست سے بدلگیا اوس سے طہارت جائز نہین خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اسیطرح منقول ہے ہم حنفیون کی کتابون مین اور امام نووی شافعی نے بھی شرح مہذب مین اسیطرح نقل کیا ہے اور اگر نجاست سے تغیر نہین ہوا تو اتفاق ہے عامہ علما کا اسپر کہ قلیل ناپاک ہو جاتا ہے نہ کثیر لیکن حد قلیل اور کثیر مین اختلاف ہے چنانچہ آگے معلوم ہو گا کذا فی البحر والمنح اما القلیل فینجس وان لم یتغیّر خلافاً لمالک اور قلیل پانی تو ناپاک ہو جاتا ہے نجاست کے واقع ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم امام مالک کا یہہ مذہب ہے کہ وقوع نجاست سے قلیل پانی نجس نہین ہوتا جب تک کہ رنگ یا مزہ یا بو اوسکی متغیر نہو لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جو پانی متغیر نہو وہ کثیر ہے امام مالک کے نزدیک نہ قلیل کذا فی البحر لا لو تغیّر بطول مکث ناپاک نہین ہوتا پانی اگر اوسکا مزہ وغیرہ بدلگیا زیادہ ٹھہرنے سے فلو علم نتنه بنجاسة لم یجز تو اگر اوسکی گندگی معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے تو طہارت جائز نہین ولو شکّ فالاصل الطهارة اور اگر گندگی مین شک پڑے معلوم نہین کہ زیادہ ٹھہرنے کے سبب سے ہے یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہے تو اصل ہی کا اعتبار کرنا چاہیے لوگون سے اسکی تحقیق اور تفتیش ضرور نہین کذا فی المنح والتوضّی من الحوض افضل من النهر رغماً للمعتزلة اور وضو کرنا حوض سے بہتر ہے نہر سے معتزلہ کے توڑ پر ہم معتزلہ ایک فرقہ ہے اسلام مین اہل سنت کے مخالف ہین اصول مین اور فروع مین حنفی ہین مگر اس مسئلہ مین مخالف ہین

یعنی اونکے نزدیک حوض کبیر وقوع نجاست سے نجس ہوجاتا ہی اگرچہ نجاست قلیل ہو بحرالرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اونکی مخالفت اسصورت
مین ہے جبکہ معتزلہ موجود ہون اور جہان وہ لوگ نہین تو وہان وضو کرنا نہر سے بہتر ہے حوض سے وکذا یجوز بماء خالطہ طاہر جامد مطلقا
کالاشنان والزعفران اور اسیطرح طہارت جائز ہے اوس پانی سے جسکے ساتھ مخلوط ہو گئی پاک چیز بستہ غیر سائل ہر طرح کی چنانچہ اشنان اور زعفران
ہم طاہر غیر سائل کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہین خواہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو چنانچہ مٹی اور جو نہ بالقصد تنظیف تخلیط ہوئی چنانچہ اشنان اور
صابون یا کوئی اور چیز ہے چنانچہ زعفران امام کے نزدیک کذا فی المنح لکن فی البحر عن القنیۃ ان امکن الصبغ بہ لم یجز کنبیذ تمر لیکن بحرالرائق
مین قنیہ سے منقول ہی کہ اگر زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اُس سے جائز نہین جیسے شربت خرما سے جائز نہین وفاکہۃ
وورق شجر وان غیر کل اوصافہ فی الاصح اور جیسے پہل اور درخت کی پتیون کے پانی مین ملجانے سے طہارت جائز ہے اگرچہ پتون سے
پانی کے تمام اوصاف بدلگئے ہون صحیح تر قول مین ہم نہایہ مین ہے کہ استاد وں سے منقول ہی کہ وہ وضو کیا کرتے تھے اُن حوضون سے جنمین درختون کی پتی دائم
ہوتی تھی باوجود متغیر ہو جانے تمام اوصاف کے اور کوئی کسیکو منع نہین کرتا تہا اور مقابل اصح کے محمد بن ابراہیم میدانی کا قول ہی کہ اگر اُس پانی
کی رنگت ہتھیلی مین اوٹھانے سے معلوم ہو تو اُس سے وضو درست نہین اُسکا پینا درست ہے ان یکن رقیقا ای واسمہ کماء بشرطیکہ اوس پانی
پتلاپن اور نام اوسکا باقی رہا چنانچہ گذر گیا آب مغلوب کے بیان مین ہم اور جبکہ پانی کا نام زائل ہو چنانچہ زعفران کا پانی اسصورت مین کہ کپڑے وغیرہ
رنگتا ہو تو اوس سے وضو جائز نہین کیونکہ عربی زبان مین اوسکا نام مبغ ہو گیا چنانچہ نبیذ تمر کذا فی الطحطاوی ویجوز بجار وقعت فیہ نجاسۃ
اور طہارت جائز ہے اُس بہتے پانی سے جسمین نجاست پڑی ہم خواہ نجاست نظر آتی ہو پانی مین یا نہ نظر آتی ہو آب جاری اُس سے ناپاک نہین ہوتا خود
محل وقوع نجاست سے وضو درست ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہے مشائخ بخارا کا نصاب مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی
والجاری ہو مایعد جاریا عرفا اور جاری پانی وہ ہی جسکو روان اور بہتا عرف مین شمار کرتے ہین وقیل ما یذہب بتبنۃ والاول
اظہر والثانی اشہر اور بعضون نے کہا جاری پانی وہ ہی جو تنکے کو بہالیجاوے اور پہلا قول ظاہر تر ہی اور دوسرا قول مشہور تر ہم کذا فی البحر
وان لم یکن جریانہ بمدد فی الاصح آب روان ناپاک نہین ہوتا اگرچہ اُسکا بہنا اوپر کے پانی کی مدد سے نہو صحیح تر قول مین یعنی اگرچہ
مبدا اور منشا اُسکا چشمہ یا جہیل یا مینہ نہو ہم عدم اشتراط مدد کی تصحیح صاحب سراج اور صاحب تجنیس نے کی ہی اور مقابل اسکی فتح القدیر کا قول ہے کہ
جاری ہونے مین پانی کی مدد ضرور ہے چنانچہ چشمہ اور کنواں یہی قول مختار ہے تو یہان دونون قولون کی تصحیح واقع ہی کذا فی الطحطاوی
فلو سد النہر من فوق فتوضأ رجل بما یجری بلا مدد جاز لانہ جار تو اگر نہر بند کی گئی اوپر سے اسطرح کہ بند سے مطلقا پانی نہین رستا
ہے پہر کسی مرد نے وضو کیا اُس پانی سے جو بہتا ہی بدون مدد کے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ جاری پانی ہے وکذا لو حفر نہرا من حوض
صغیر او صب رفیقہ الماء فی طرف میزاب وتوضأ فیہ وعند طرفہ الاخر اناء یجتمع الماء جاز توضیۃ بہ ثانیا وثالثا وثم و
تمامہ فی البحر اور اسیطرح اگر نہر کہودی چہوٹے حوض سے اور اوسمین پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے رفیق نے پانی ڈالا پرنالے کے ایک کنارے
پر اور اُس شخص نے وضو کیا نہر یا پرنالے کے روان پانی مین اور پرنالے کی دوسری طرف کوئی برتن ہے جسمین وہ روان پانی جمع ہوتا جاتا
تو دوسری بار اوسی پانی سے وضو کرنا جائز ہی اور پہر تیسری بار اسیطرح اور پہر چوتھی بار اسیطرح پانی بہاکر وضو جائز ہے اور اسکا پورا بیان
بحرالرائق مین ہی ہم یعنی حوض صغیر سے پانی بہایا نہر مین اور بہنے کی حالت مین وضو کیا پہر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان مین سو دوسرے آدمی نے
اُس مکان سے نہر کہودی اور اوسمین پانی بہایا اور وضو کیا جاری ہونے کی حالت مین پہر وہ پانی جمع ہو گیا اور مکان مین پہر اور آدمی نے اسیطرح
کیا تو سب شخصونکا وضو درست ہی اسواسطے کہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت مین وضو کیا اور جاری پانی نجس نہین ہوتا جبتک متغیر نہو جاوے چنانچہ
بحرالرائق مین ہی اور جو پانی کہ جمع ہوا وہ طاہر اور طہور ہے یعنی پاک کرنیوالا ہے اسواسطے کہ اوسکا استعمال جاری ہونے کی حالت مین ہوا ہے اور

جاری پانی مستعمل نہین ہوتا استعمال کرنے سے اسیطرح منقول ہے شیخ زاہد ابوالحسن رستغفنی سے علامہ نوح نے کہا کہ یہہ فرع مبنی ہی آب مستعمل کے نجس
ہونے پر اور فتوی ہے آب مستعمل کے طاہر ہونے پر کذا فی الطحطاوی اِنْ لَمْ یُرَ لَمْ تُعْلَمْ اَثَرُہٗ فلو فیہ جیفۃ او بال فیہ رجل فتوضّأ آخر
من اسفلہ جاز ما لم یُرَ فی اسفلہ اثرہ آب جاری وقوع نجاست سے نجس نہین ہوتا جب تک نجاست کا اثر نہ معلوم ہو تو اگر آب جاری مین مردار جانور
پڑا ہو یا اوسمین کسی مرد نے پیشاب کیا سو دوسرے مرد نے اوسکی جانب نشیب مین وضو کیا تو جائز ہی جب تک کہ جانب نشیب مین اوسکا اثر معلوم نہو
ھم شارح نے مردار اور پیشاب کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ نجاست مرئی اور غیر مرئی مین کچھ فرق نہین وھو اِمّا طعم او لون او ریح اور وہ یعنی
نجاست کا اثر یا مزہ ہی یا رنگ یا بو ظاہرہ یعمّ الجیفۃ وغیرھا وھو ما رجّحہ الکمال وقال تلمیذہ قاسم انہ المختار وقوّاہ فی النھر
اقرّہ المصنف وفی القہستانی عن المضمرات عن النصاب وعلیہ الفتوی اور ظاہر کلام مصنف کا مردار اور اوسکے غیر دونونکو شامل ہی یعنی آب جاری مین
بدون ظہور اثر کے نجاست نہین ہوتی نجس چیز مردار ہو یا غیر اوسکا اور اسی قولکی ترجیح دی ہی محقق کمال نے اور اونکے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول
مختار ہے اور اسیکو قوی کہا ہی نہر الفائق مین اور اسیکو ثابت رکہا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور قہستانی مین مضمرات سے اور اسمین نصاب سے منقول ہوا ہی
قول پر فتوی ہی وقیل اِن جری علیہا نصفہ فاکثر لم یجز وھو احوط اور قول دوسرا یہہ ہی کہ اگر پانی جاری ہوا مردار کے نصف بدن پر یا زیادہ
پر تو اوس سے طہارت جائز نہین اور یہہ قول زیادہ تر احتیاط والا ہے اور اکثر فتاوی مین یہی مذکور ہی والحق بالجاری حوض الحمام لو الماء
نازلًا والغرف متدارکًا اور فقہا نے آب جاری کے ساتھہ ملایا ہی حمام کے حوض کو نجس نہونے مین بدون اثر کے بشرطیکہ حوض مین اوپر سے
پانی نازل ہوا اور حوض سے پانی کا لینا پے درپے ہو بطرح کہ ما بین الغرفتین سطح پانی کا ساکن نہو گیا ہو تو اگر ناپاک برتن یا ناپاک ہاتھہ اوس حوض مین
ڈالا جاویگا تو وہ ناپاک نہوگا بدون ظہور اثر کے کذا فی البحر کحوض صغیر یدخلہ الماء من جانب ویخرج من آخر یجوز التوضی من کل
الجوانب مطلقًا بہ یفتی اوس چھوٹے حوض کی مانند جسمین پانی داخل ہوتا ہی ایکطرف سے اور خارج ہوتا ہی دوسریطرف سے تو وضو کرنا جائز ہی اوسکی
ہرطرف سے ہرطرح اسیکا فتوی ہی ھم ہرطرح یعنی وہ حوض چار در چار ہو یا کم یا زیادہ اوس سے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ اگر چار در چار سے زیادہ ہی تو وقوع نجاست سے
ناپاک ہوگا کذا فی البحر یہہ معلوم کرنا چاہیے کہ حوض مذکور کا مسئلہ مبنی ہی آب مستعمل کی نجاست پر اور مفتی بہ قول پر چونکہ آب مستعمل پاک ہی تو وضو مطلقًا درست ہی کیونکہ
مستعمل مغلوب ہی اور مطہر غالب وکعین ہی تخش فی خمس یتبع الماء منہ بہ یفتی قہستانی معزیًا للتتمۃ اور مانند اوس چشمہ کی کہ وہ پانچ در پانچ سے
اوسمین سے پانی جوش مارکے نکلتا ہی اوسکی ہرطرف سے وضو جائز ہے اسیکا فتوی دیا گیا ہی چنانچہ قہستانی نے اسکو تتمہ کیطرف منسوب کیا ہی ھم پانچ کی قید اسواسطے
لگائی کہ یہی تو محل نزاع ہی اور اگر پانچ ہاتھہ سے حوض یا چشمہ کم ہی تو بالاتفاق وضو جائز ہے وجہ اختلاف یہہ ہی کہ چھوٹے حوض یا چشمہ مین آب مستعمل جلد نکلجاتا
ہے اور بڑے حوض مین گوشون مین ٹھہر جاتا ہے اور یہہ مسئلہ بھی آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہی اور فتوی اسکے برخلاف ہی وکذا یجوز براکدٍ کثیر کذٰلک ای
وقع فیہ نجس لم یُرَ اثرہ ولو فی موضع وقوع المرئیۃ بہ یفتی اور اسیطرح وضو جائز ہی اوس بستہ ٹھہرے کثیر پانی سے جو اسیطرح کا ہے یعنی جسمین ایسی
نجاست پڑی جسکا کچھہ اثر نمودار نہین اگرچہ نجاست مرئیہ کے مکان وقوع مین وضو کیا اسی قول کا فتوی ہی بحر الرائق مین ھم اور بعضون نے یہہ اختیار کیا کہ اگر حل
کرے سو اگر اوس حل مین یہہ آوے کہ نجاست خالص نہین ہوئی تو وضو کرے یعنی موقع نجاست مین ورنہ وضو نکرے ابن امیر حاج نے کہا یہی صحیح ہے اور کرخی وغیرہ نے
تجنیس کی ترجیح دی ہی بدائع مین کہا کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی اور مطلب اوسکا یہہ ہی کہ موضع نجاست کو چار در چار گز چھوڑکر وضو کرے اور مشائخ بخارا اور ماوراء النہر نے
کہا کہ غیر مرئی نجاست مین موضع وقوع نجاست سے وضو کرے یہ الاصح تو معلوم ہوا کہ سب اقوال کی تصحیح واقع ہوئی ہی مگر فتوی اوسی پر ہی جو شارح نے ذکر کیا یعنی
اگر نجاست مرئی کا اثر معلوم نہو تو موضع وقوع سے وضو جائز ہے فتح القدیر مین ہی کہ اسی قول کی تصحیح لائق ہے ایسا ذکر کیا ہے نہر الفائق مین کذا فی الطحطاوی
والمعتبر فی مقدار الراکد اکبر رای المبتلیٰ بہ فان غلب علی ظنہ عدم خلوص ای وصول النجاسۃ الی الجانب الآخر جاز والا لا ھذا
ظاہر الروایۃ عن الامام والیہ رجع محمد وھو الاصح کما فی الغایۃ وغیرھا وحقق فی البحر انہ المذہب وبہ یعمل ا ور اوس آب بستہ غیر جاری کی

مقدار مین ہو ناپاک نہین ہو جاتا بلا ظہور اثر نجاست کے بتجویز غالب معتبر ہے بسبب اسکے کی یعنی اُس شخص کی جسکو طہارت کیواسطے پانی کی حاجت پڑی تو اگر اوسکی گمان مین عدم خلوص یعنی نہ پونہچنا نجاست کا دوسری طرف غالب ٹھہر گیا تو وہ آب کثیر ہے اُس آب بستہ سے وضو اور غسل جائز ہے اور اگر یہہ گمان غالب نہین ہوتا تو وہ قلیل پانی ہے طہارت اُس سے جائز نہین یہی ظاہر الروایۃ ہے امام اعظم سے اور اسی قول کیطرف محمد نے جسے دہ در دہ کا قول منقول ہے رجوع کیا ہے اور یہی قول صحیح ہے جیسا کہ غایۃ البیان وغیرہ مین ہے اور بحر الرائق مین ثابت کیا ہے کہ یہی قوی مذہب ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہیئے ہم بحر الرائق مین دس روایات سے اسکو مذہب ثابت کیا ہے پہر یون کہا ہے کہ یہہ جو ہمارے اکثر بلکہ تمام علماء متاخرین نے دہ در دہ کو آب کثیر قرار دیا ہے وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہین اور محمد نے اگرچہ اسکی تقدیر کی ہے مگر اس سے رجوع کیا ہے اور اگر رجوع بھی ثابت نہوتا تو یہہ تقدیر لازم نہین مگر اونہین کے حق مین اسواسطے کہ جبکہ ہر حاجتمند کے استکثار کا اعتبار ہوا تو ایک شخص کا کثیر سمجھنا دوسرے پر لازم نہین بلکہ یہہ امر مختلف ہے جو جسکے دلمین پڑے اوسپر وہ عمل کرے اور یہہ امر اُن امور سے نہین ہے جسمین عامی پر مجتہد کی تقلید واجب ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہے کذا فی الطحطاوی مصنف نے اپنی شرح مین کہا چونکہ حد آب کثیر مین ظن غالب ظاہر الروایۃ تہا اور اسکی تصحیح اکثر کتب معتمدہ مین واقع تھی لہذا ہمنے اس متن مین اسی پر اعتماد کیا اور متاخرین نے جو دہ در دہ کو اعتبار کیا وہ ظاہر الروایۃ نہین اور نہ ہمارے علماء متقدمین کا مذہب ہے اگرچہ صاحب کنز نے اوسپر یقین کیا ہے اور صاحب ہدایہ نے اوسپر فتوی ٹھہرایا ہے تو جو مذہب مین صحیح قول ہے اوسی پر عمل کرنا متعین ہے انتہی وَاَنَّ التَّقْدِیْرَ بِعَشْرٍ فِیْ عَشْرٍ لَا یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلٍ یُعْتَمَدُ عَلَیْہِ وَرَدَّ مَا اَجَابَ بِہٖ صَدْرُ الشَّرِیْعَۃِ اور بحر الرائق مین یہہ ثابت کیا ہے کہ آب کثیر مین اندازہ ٹھہرانا دہ در دہ کا اصل معتمد علیہ کیطرف راجع نہین ہوتا اور جو ثبوت اصل کا جواب دیا ہے صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اوسکو رد کیا ہم صدر الشریعۃ نے دہ در دہ کی یہہ حدیث اصل ٹھہرائی کہ جو کنوان کہودے تو اُسکا حق کنوئی کے گرداگرد ۴۰ گز ہے تو اُسکے گرد چارون طرف سے ۱۰ گز ہوئے تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوان کہودیگا تو روکا جاویگا اسواسطے کہ پہلے کنوئی کیطرف نجاست سرایت کرجائیگی اور اگر دس گز کے بعد کہودیگا تو روکا نجاویگا تو معلوم ہوا کہ شرع نے دہ در دہ کو عدم سرایت مین اعتبار کیا ہے صاحب بحر نے اسکو تین وجہ سے رد کیا ہے ازانجملہ ایک وجہ یہہ ہے کہ حریم چاہ کا ۴۰ گز ہونا بعض کا قول ہے اور صحیح قول یہہ ہے کہ اوسکا حریم ہر طرف سے ۴۰ گز ہے دوسری وجہ یہہ ہے کہ زمین بمراتب سخت ہے پانی سے تو پانی کو زمین پر قیاس کرنا عدم سرایت مین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین فرمایا کہ حدیث بیر بضاعہ دہ در دہ کی سند ہو سکتی ہے بیان اسکا یہہ ہے کہ محمد بن حسن سے جب آب کثیر کا سوال ہوا تو کہا کہ اگر میری مسجد کی برابر ہو تو وہ کثیر ہے جب اُسکو ناپا تو مسجد اندر سے ہشت در ہشت تھی اور باہر سے دہ در دہ تھی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ دوازدہ در دوازدہ تھی اور بیر بضاعہ کی مساحت ہشت در ہشت تھی اور دلیل اوسپر ابو داؤد سجستانی صاحب سنن کا قول ہے کہ مین نے بیر بضاعہ کو ناپا اپنی چادر سے تو عرض اُسکا چھہ گز تہا اور مین نے وہان پونچہا کہ زمان سابق سے اسمین کچہہ تغیر ہوا ہے جواب دیا کہ نہین پہر جب اُسکا عرض چھہ گز کا ہوا تو طول اوسکا زیادہ ہوگا اسواسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوتا ہے عرض سے اور اگر وہ کنوان مدور ہوتا تو کہتے کہ اُسکا دور چھہ گز تہا تو جبکہ طول کی زیادت عرض کے ساتھ ملائی جاوے تو مقدار اوسکی ہشت در ہشت یا دہ در دہ ٹھہر گئی تو محمد نے اس تقدیر کو لیا لیکن اب عبادات مین احتیاط بہتر ہے لہذا اُنکی مسجد اصلی کے خارج کو یعنی دہ در دہ کو اعتبار کیا انتہی لکن فی النہر وَاَنْتَ خَبِیْرٌ بِاَنَّ اعْتِبَارَ الْعَشْرِ اَضْبَطُ وَلَا سِیَّمَا فِیْ حَقِّ مَنْ لَا رَأْیَ لَہٗ مِنَ الْعَوَامِّ فَلِذَا اَفْتٰی بِہِ الْمُتَاَخِّرُوْنَ الْاَعْلَامُ لیکن نہر الفائق مین ہے کہ اے مخاطب تو جانتا ہے کہ مقرر اعتبار کرنا دہ در دہ کا ضبط اور بند وبست کی بات ہے خصوصاً عوام لوگون کے حق مین جنکو ظن غالب اور تجویز حاصل نہین تو اسیواسطے علماء کبار متاخرین نے دہ در دہ کا فتوی دیا ہم قوت دلیل صاحب بحر الرائق کے کلام مین ہے اور جبکہ تو صاحب بحر اور صاحب نہر دونون کے کلام پر بخوبی آگاہ ہو تو تجکو اسکا یقین حاصل ہو جاوے اور جو کہ صاحب نہر نے مذکور کیا اسکو صاحب تحفہ نے بھی ذکر کیا اور اوسکو قابل التفات کے بتایا کذا فی الطحطاوی ای فِی الْمُرَبَّعِ بِاَرْبَعِیْنَ وَفِی الْمُدَوَّرِ بِسِتَّۃٍ وَّثَلٰثِیْنَ وَفِی الْمُثَلَّثِ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ خَمْسَۃَ عَشَرَ وَرُبُعًا وَخُمُسًا بِذِرَاعِ الْکِرْبَاسِ یعنے متاخرین کا فتوی ہے حوض مربع مین ۴۰ گز پر اور حوض مدور مین ۳۶ گز پر اور حوض مثلث مین ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتھائی اور پانچوان حصہ گز پر تینون صورتون مین کپڑے ناپنے کا گز مراد ہے ہم یعنی حوض کبیر جو آب جاری کی مانند نجاست کے پڑنے سے بدون ظہور اثر کے ناپاک نہین ہوتا اُسکی مقدار بموجب فتوای متاخرین کے اگر وہ مربع ہے تو دہ در دہ ہے یعنی ہر طرف سے دس گز اور پانی کی چارون طرف سے ۴۰ گز اور سطح پانی کا طول اور

عرض مین سو گز ہو اور حوض مدور مین ۴۶ گز کی ترجیح مذکور ہی ظہیریہ مین اور غیر ظہیریہ مین ۴۸ گز محیط مین کہا کہ ۴۸ گز کے اعتبار مین زیادہ تر احتیاط ہی کما فی النہر اور اگر حوض مثلث ہی یعنی جسکے تینون کونے معتدل ہین تو ہر طرف سے پندرہ گز اور چہارم گز اور شارح نے جو پنجم گز زیادہ کیا ہی اوسکی کچھہ حاجت نہین سلمہ کہ اوسمین سے مساحت پانی کی سو گز ہو جاتی ہے و تمامہ نے الطحطاوی نہر الفائق مین ہی کہ معتبر ذراع کرباس ہے یا ذراع مساحت یا ہر زمان اور مکان کا گز جس سے پیمائش کرتے ہین تینون قولونکی ترجیح واقع ہے اور پہلا قول مناسب تر ہی انتہی ہدایہ او تجنیس مین ذراع کرباس کو اختیار کیا ہی علامہ عینی نے کہا مساحت کا گز سات مشت یعنی سات مٹھی کا اور ہر مٹھی پر ایک کھڑی انگلی اور ذراع کرباس یعنی کپڑی ناپنے کا گز فقط سات مٹھی کا ہے اور ہر مٹھی پر انگلی قائم نہین اور دوسرا قول یہہ ہی کہ ۲۴ انگلی کا گز لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کی شمار کے موافق وَلَوْ لَهٗ طُوْلٌ لَا عَرْضٌ لٰكِنَّهٗ يَبْلُغُ عَشْرًا فِيْ عَشْرٍ جَازَ تَيْسِيْرًا اور اگر حوض یا خندق کا طول ہے اور بہت عرض نہین لیکن اگر اوسکو تکسیر کرکے حساب کیجئے تو دہ دردہ یعنی سو گز تک پونہچتا ہی تو وضو کرنا اوس سے جائز ہی خلق اللہ کی آسانی کیواسطے کذا فے النہر وَلَوْ اَعْلَاهُ عَشْرًا وَاَسْفَلُهٗ اَقَلَّ جَازَ حَتّٰى يَبْلُغَ الْاَقَلَّ اور اگر ایک حوض اوپر سے دہ دردہ ہو اور نیچے سے کم دہ دردہ سے تو وضو اوس سے باوجود وقوع نجاست جائز ہے تا وقتیکہ پانی کمتر کو پونہچے یعنی جب کمتر تک پانی پونہچ جائیگا تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا وضو جائز نہوگا وَلَوْ بِعَكْسِهٖ فَوَقَعَ فِيْهِ نَجَسٌ لَمْ يَجُزْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْعَشْرَ اور جو اسکے بالعکس ہو یعنی حوض اوپر سے تنگ ہو دہ دردہ سے کم اور نیچے سے کشادہ بقدر دہ دردہ کے سو اوسمین نجاست پڑی تو وضو جائز نہین جبتک کہ اوپر کا پانی فنا ہوکر دہ دردہ کو پونہچے یعنی جب وہان پونہچیگا تو اب وضو کرنا اوس سے جائز ہوگا کذا فی النہر عن السراج الہندی وَلَوْ جَمَدَ مَاؤُهٗ فَثُقِبَ اِنِ الْمَاءُ مُنْفَصِلًا عَنِ الْجَمَدِ جَازَ لِاَنَّهٗ كَالْمُسَقَّفِ وَاِنْ مُتَّصِلًا لَا لِاَنَّهٗ كَالْقَصْعَةِ اور اگر حوض کبیر کا پانی برفکی سردی سے جمکر تختہ کی مانند ہوگیا پہر اوسمین سوراخ کیا گیا اگر پانی جدا ہے آب بستہ سے تو وضو جائز ہی اسواسطے کہ وہ پانی اوسکی مانند ہے جسپر چھت ہو یعنی اگرچہ سوراخ دہ دردہ سے کم ہو اور اگر پانی حوض کا آب بستہ سے ملا ہوا ہی تو وضو اوس سوراخ سے جائز نہین اسواسطے کہ وہ طاس اور طغاری کی مانند ہی یعنی وہ پانی قلیل ہے جیسے طاس کا پانی کہ وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضی خان مین ہی کہ وضو اوس سے جائز نہین مگر اوسوقت جائز ہے جبکہ ثقب دہ دردہ ہو حَتّٰى لَوْ وَلَغَ فِيْهِ كَلْبٌ يَتَنَجَّسُ یہانتک کہ اگر کتے نے اوسمین پانی پیا یعنی اوس ثقب سے جس سے حوض کا پانی متصل ہے پانی پیا تو وہ ناپاک ہوگا لَا لَوْ وَقَعَ فِيْهِ فَمَاتَ لِتَسَفُّلِهٖ ناپاک نہوگا وہ حوض اگر کتا اوسمین گر پڑا اور مرگیا اوسکے تہ نشین ہونے کیوجہ سے یعنی اسفل مین تو پانی کثیر ہے کتے کی تہ نشین ہونے سے ناپاک نہوگا مگر جبکہ اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو کذا فے الطحطاوی تمہ المختار طَهَارَةُ الْمُتَنَجِّسِ بِمُجَرَّدِ جَرَيَانِهٖ یہہ معلوم کرنا چاہئے کہ مختار اور پسندیدہ مذہب مین پاک ہوجانا ہی ناپاک پانی کا اوسکے جاری ہونے کے ساتھہ ہی م یعنی اگر ناپاک حوض یا تالاب مین پاک پانی داخل ہوا اور حوض یا تالاب جاری ہوا تو بمجرد جاری ہونے کے وہ پاک ہوگیا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ جب سب پانی ناپاک حوض کا نکلیگا تب پاک ہوگا اور بعضون نے کہا جبکہ سہ چند پانی نکلے گا تب پاک ہوگا اور یہہ مطلب شارح کا نہین کہ بدون داخل ہونے پاک پانی کے اگر نالی بناکر اوسکو جاری کیجئے تو وہ پاک ہو بحر الرائق مین کہا طہارت کا حکم اوسوقت ہوگا جبکہ نکلنا پانی کا پاک پانی کے داخل ہونے کیوقت ہو کذا فے الطحطاوی وَكَذَا الْبِئْرُ وَحَوْضُ الْحَمَّامِ هٰذَا اور یہی حکم ہے کنوئین اور حمام کے حوض کا یا درکھہ اسکو یعنی اگر کنوان نجاست کے گرنے سے ناپاک ہوا اور جاری ہوا پاک ہوگیا اوسکی جاری ہونے کی دو صورتین مین ایک یہہ کہ پاک پانی اوپر سے داخل ہوا اور کنوان لبالب ہوکر جاری ہو گیا دوسری صورت یہہ ہی کہ چشمہ جاری نے جوش مارا اور اندر سے بطریق کاریز کے بہا وَفِي الْقُهُسْتَانِيِّ وَالْمُخْتَارُ ذِرَاعُ الْكِرْبَاسِ وَهُوَ سَبْعُ قَبَضَاتٍ فَقَطْ فَيَكُوْنُ ثُمُنًا فِيْ ثَمَانٍ بِذِرَاعِ زَمَانِنَا ثَمَانِ قَبَضَاتٍ وَثُلُثُ اَصَابِعَ عَلَى الْقَوْلِ الْمُفْتٰى بِهٖ بِالْعَشْرِ اهـ وَحِكْمَةُ لِيَعُمَّ مَا طُوْلُهٗ بِلَا عَرْضٍ فِي الْاَصَحِّ وَكَفَايَةُ عُمْقِهٖ بِلَا عَشْرٍ فِي الْاَصَحِّ اور قہستانی مین ہی اور مختار اور پسندیدہ مذہب مین کپڑا ناپنے کا گز ہے اور وہ فقط سات مٹھی کا ہے تو دہ دردہ کا حوض ہشت در ہشت کا ہوتا ہی ہماری زمانہ کے گز سے جو آٹھہ مٹھی اور تین انگلیون کا ہی یہہ قول ہے بنابر فتوی متاخرین کے دہ دردہ کے کثیر بہنے مین یعنی اگرچہ دہ دردہ حقیقۃ نہو بلکہ حکماً ہو یہہ اسواسطے ہمنے کہا تاکہ دہ دردہ شامل ہوجاوے اوس حوض طویل کو جسمین طول [illegible]

کے صحیح تر قول ہوں اور اسیطرح شامل ہو اوس کنوئیں کو جسکا عمق یعنی گہراؤ دس گز کا ہی پس صحیح قول میں ہم طول یا عرض مین اختلاف ہو ایک قول ہو کہ اگر اوسکا
پانی بقدر دہ در دہ کے ہے تو وہ بوقوع نجاست ناپاک نہین ہوتا چنانچہ سابق مین گذرا اور عیون مذاہب اور محیط اور اختیار وغیرہا مین اسکی تصحیح
کی ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ وہ نجس ہو جاتا ہے قاضی خان نے اسکو عامہ مشائخ کیطرف نسبت کیا ہی اور فتح القدیر مین اسیکو اختیار کیا ہی اور
قاسم نے اسکو صحیح کہا ہی تو دونون قول صحیح ہین کذا فی الطحطاوی وحینئذ خلوتا وھا بقدر العشر لم ینجس کما فی المنیۃ اور اسوقت یعنی
جبکہ عمق کا اعتبار ہو تو اگر اوسکا پانی دہ در دہ کی برابر ہے تو نجاست کی پڑنے سے وہ کنوان ناپاک نہوگا چنانچہ منیۃ المصلی مین ہی ہم یہہ
قول ضعیف ہی چنانچہ شارح عنقریب اسپر آگاہ کریگا وحینئذ عمق خمس اصابع تقریبا ثلثۃ الاف وثلثمائۃ واثنا عشر منا من الماء
الصافی وتیسعنہ کل ضلع منطولا وعرضا وعمقا ذراعان وثلثۃ ارباع ذراع ونصف اصبع تقریبا کل ذراع اربع وعشرون
اصبعا انتھی اور اسوقت مین یعنی جبکہ عمیق کنوان حوض کبیر کی مانند ہوا تو پانچ اونگلیون کا عمق دہ در دہ کے حوض مین ۳۳۱۲ سیر صاف پانی
کا ہی اور گنجائش اتنا ہی اسقدر پانی کو وہ حوض جسکی ہر جانب طول اور عرض اور عمق مین دو گز اور پون گز اور آدھی اونگلی ہے تخمیناً ہر گز ۲۴ انگلی کا اتمام
ہو گیا کلام قہستانی کا قلت وفیہ کلام اذ المعتمد عدم اعتبار العمق وحدہ فتبصر مین کہتا ہون اور قہستانی کے اس کلام مین کلام ہے یعنی
مسلم نہین اسواسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتمد قول نہین تو ای مخاطب ہوشیار رہیو ہم بحر الرائق مین فتح القدیر سے منقول
ہے کہ عمیق تنگ جو اسکو آب کثیر قرار دینا موجہ نہین اسواسطے کہ مدار کثرت اسپر ہی کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہنچے اور تقارب جوانب مین
بلا شک وصول غالب ہی اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہی نہ عمق سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً **فائدہ** بڑا تالاب ہی کہ ایام گرما
مین خشک ہو جاتا ہو اور چوپائے اوسمین لید کرتے ہین پھر اوسمین پانی آیا اور بھر گیا تو نظر کرنا چاہیئے اگر نجاست ہو پانی داخل ہونیکے مکانمین
تو سب پانی نجس ہی اور اگر وہ پانی بستہ ہو گیا وہ بھی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ جو پانی اوس راہ سے آیا وہ ناپاک ہو گیا تو اب وہ پاک نہوگا اور اگر
نجاست موضع دخول آب مین نہین ہی اور پاک پانی جمع ہوا پاک مکانمین جو دہ در دہ ہی پھر وہان سے بڑہا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہی اور جو برف
اوس سے جمی وہ بھی طاہر ہے جب تک کہ اوسمین نجاست کا اثر ظاہر نہو اور اسیطرح جس تالاب کا پانی کم ہو کر چار در چار ہو گیا اور اوسمین نجاست پڑی پھر
آیا پانی آیا اگر نیا پانی دہ در دہ ہو گیا نجس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہی کذا فی الخانیۃ یعنی فتاوی قاضی خان ولا یجوز بماء بالمعالج
طبعہ وھو السیلان والارواء والانبات بسبب طبخ کمرق وماء باقلاء الا بما قصد بہ التنظیف کاشنان وصابون فیجوز ان
بقی رقتہ اور جائز نہین طہارت وضو اور غسل کی اوس پانی سے جسکی طبیعت یعنی اوسکی پیدائشی صفت کہ بہنا اور پیاس کا کھوتا اور نباتات کا اوگانا ہی
زائل ہو گیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب باقلاء مطبوخ مگر وہ پانی جو پکایا گیا اوس چیز کے ساتھ جس سے میل کا صاف کرنا مقصود ہی چنانچہ
اشنان اور صابون تو اوس سے طہارت جائز ہے اگر اوسکی رقت باقی ہو یعنی گاڑہا نہوا ہو چنانچہ سابق مذکور ہو گیا او بماء استعمل لاجل قربۃ
اے ثواب ولو مع رفع حدث یا جائز نہین طہارت اوس پانی سے جسکو استعمال کیا قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قربت رفع حدث کے
ساتھ معلوم کرنا چاہیئے کہ مستعمل پانی مین کلام واقع ہوتا ہی چار مقام مین اول استعمال کے سبب مین سو مصنف نے اوسکو بیان کیا بقولہ لقربۃ اور رفع
حدث مقام ثانی ثبوت استعمال کے وقت مین سو مصنف نے اوسکا اشارہ کیا بقولہ اذا انفصل مقام ثالث مستعمل کی صفت مین سو اوسکو بیان کیا
بقولہ طاہر مقام رابع مستعمل کے حکم مین سو اوسکو ذکر کیا بقولہ غیر مطہر قربت گو اسلئے وضو کرنے سے باتفاق شیخین ومحمد کے استعمال ثابت ہی خواہ فقط قربت
ہو یا قربت رفع حدث کے ساتھ ہو کذا فی الطحطاوی فقط قربت بلا ازالہ حدث کی یہہ صورت ہی کہ غیر محدث یعنی باوضو آدمی دوسرا وضو نیت کے ساتھ
کرے یا طاہر غسل کرے اور فقط ازالہ حدث بلا قربت کی یہہ صورت ہے کہ محدث یعنی بیوضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو یہان ازالہ حدث
تو ہوا مگر قربت یعنی ثواب نہین اسواسطے کہ بدون نیت کے ثواب نہین ہوتا محمد کے نزدیک سبب استعمال کا فقط قربت ہی اور امام اعظم اور ابو یوسف

سکے نزدیک قربت بھی سبب ہے اور ازالہ حدث بھی بلکہ اسقاط فرض بھی او من مُمَیِّزٍ او حائضٍ لِعادۃِ عِبادۃٍ یا ہو استعمال پانی کا نابالغ صاحب تمیز یا
حائض سے عبادت کی عادت باقی رہنے کیواسطے یعنی نابالغ جو وضو کرے ثواب کی نیت سے یا حیض والی عورت وضو کرے چنانچہ اوسکو مستحب ہے کہ نماز کے
وقت وضو کرکے جای نماز پر بیٹھکر تسبیح اور تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت نچھوٹے وہ پانی بھی مستعمل ہے تقرب کے سبب سے اوس مستعمل سے بھی وضو جائز
نہین او غُسْلِ مَیِّتٍ یا ہو استعمال پانی کا میت کے نہلانے سے یعنی میت طاہر ہے اگر اوسکے بدن پر نجاست نہو وہو الاصح اور دوسرا قول یہہ ہے کہ نجس ہے
بنجاست خبث تو اوسکا غسالہ نجس ہوگا اور اس قولکی بھی تصحیح واقع ہے اور محمدؒ نے جو غسالہ میت کو مطلقاً نجس کہا ہے تو اسوجہ سے کہ غالباً نجاست سے
خالی نہین ہوتا کذا فی البحر او یدٍ لاکلٍ او منہ بنیّۃِ السنّۃ یا استعمال ہو ہاتھ کے دہونے سے کہانیکے واسطے یا کہانے سے فراغت کرکے ادای سنت کے
قصد سے ہم حدیث مین وارد ہے کہ کہانے کی برکت ہے پہلے اور بعد کہانیکے ہاتھ دہونا تو اگر اس نیت سے ہاتھ دہوئے ثواب حاصل ہوا پانی مستعمل
ہوگیا اور اگر یہ نیت نہین چنانچہ میل صاف کرنے کیواسطے دہونے سے پانی مستعمل نہوگا کیونکہ نہ ازالہ حدث ہے نہ اقامت قربت کذا فی الطحطاوی ۲ ف
لاجل رفعِ حدثٍ ولو مع قربۃٍ کوضوءِ مُحْدِثٍ ولو للتبرّدِ یا مستعمل ہو پانی ازالہ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالہ حدث قربت کے ساتھہ مجتمع ہو
چنانچہ بیوضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ اوسنے سرد ہونے کیواسطے وضو کیا ہو ہم جبکہ بیوضو نے وضو کیا قربت کی نیت سے تو یہان دو سبب استعمال کے جمع ہوگئے
یعنے ازالہ حدث بھی اور قربت بھی اور اگر فقط گرمی دفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالہ حدث ثابت ہوا نہ قربت بہرصورت پانی مستعمل ٹھہرا فلو توضّأ
متوضّئٌ لتبرّدٍ او تعلیمٍ او لطینٍ بیدِہٖ لم یصِرْ مستعملاً اتفاقاً اور اگر باوضو شخص نے وضو کیا سرد ہونے کو یا تعلیم وضو کیواسطے یا مٹی دہونے
کیواسطے اپنے ہاتھہ سے تو وہ پانی باتفاق شیخین اور محمدؒ کے مستعمل نہوگا ہم یہہ تفریع ہے اس تقسیم پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہے قربت سے یا ازالہ حدث
سے سوان صور تو مین کوئی سبب استعمال کا نہین قربت تو اسواسطے نہین کہ نیت نہین کیونکہ ثواب بدون نیت کے نہین ہوتا اور ازالہ حدث بھی
نہین اسواسطے کہ وہ شخص باوضو ہے اگر کوئی کہے کہ تعلیم مقصود مین بلاشبہ ثواب ہے پہر کیا وجہ ہے کہ تعلیم قربت نہو اوسکا جواب یہہ ہے کہ قربت تو فقط
تعلیم مین ہے نہ پانی کے استعمال مین ولہذا اگر تعلیم قولی کرے تو اس تعلیم فعلی کی کچھہ حاجت نہین ہے کزیادۃٍ علی الثّلٰثِ بلا نیّۃِ قربۃٍ چنانچہ پانی مستعمل
نہین ہوتا تین بار دہونے پر زیادہ کرنے سے بدون قصد کرنے ثواب کے یعنی بلاارادہ وضو تین بار سے زیادہ دہونے سے مستعمل نہین ہوتا او غسلِ
نحو فخذٍ او ثوبٍ طاہرٍ او دابّۃٍ تؤکلُ اور جیسے پانی مستعمل نہین ہوتا مثل ران کے یا پاک کپڑے یا حلال چوپائے کے دہونے سے ہم مثل ران
سے مراد اعضاء غیر وضو ہین یعنی اگر غیر جنب اپنی ران دہووے تو وہ پانی مستعمل نہوگا بنا بر قول اصح کے کما فی البحر اسواسطے کہ اسمین نہ قربت ہے نہ رفع
حدث نہ اسقاط فرض اور کپڑے کی مانند پاک برتن ہے او لاجلِ اسقاطِ فرضٍ یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے ہم خلاصہ کلام بحرالرائق
یہہ ہے کہ پانی مستعمل ہوجاتا ہے تین چیزون مین سے ایک سبب سے یا ازالہ حدث سے خواہ اوسکے ساتھہ تقرب ہو یا نہو یا اقامت قربت سے خواہ اوسکے ساتھہ
ازالہ حدث ہو یا نہو یا اسقاط فرض کے سبب سے بدلیل قول فقہا کہ جو اپنے ہاتھہ کہنیون تک یا ایک پانون تغاری مین ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اس
صورت مین نہ ازالہ حدث ہوا اور نہ قربت کی نیت پائی گئی فقط فرض ساقط ہوگیا عضو مغسول سے صاحب نہر نے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا یعنی برخلاف
اور کتابون کے اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اس تقدیر مین تمام ہوگا جبکہ اسقاط مین ثواب نہو ورنہ قربت ثابت ہوگی انتہے اوسکا
جواب یہہ ہے کہ فرض ساقط ہوجاتا ہے مکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہو اور جبکہ نیت نہین تو ثواب نہین تو اب اسقاط فرض کیونکر قربت ہوگا کذا فی
الطحطاوی ھو الاصلُ فی الاستعمالِ الکمال یہی یعنی فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہے پانی کے مستعمل ہونے کا چنانچہ اسپر آگاہ کردیا ہے
کمال الدین محقق نے ہم یعنی رفع حدث مین حقیقۃً اور قربت مین حکماً اسقاط فرض موجود ہے اسواسطے کہ قربت بمنزلہ اسقاط کے ہے دوسری بار کذا فی
الطحطاوی بانْ یغسِلَ بعضَ اعضائِہٖ او یُدخِلَ یدَہٗ او رِجلَہٗ فی حُبٍّ لغیرِ اغترافٍ ونحوِہٖ کرفعِ کوزٍ فانّہٗ یصیرُ مستعملاً لسقوطِ الفرضِ اتفاقاً
اسقاط فرض کا اسطرح ہے کہ دہووے محدث بعض اعضا کو یا اپنا ہاتھہ یا اپنا پانون ڈالے مٹکے مین بغیر پانی لینے کے اور مانند اوسکی چنانچہ کوزہ نکالنے

تو جو مٹکے مین گر گیا ہے تو البتہ اسصورتمین پانی مستعمل ہو جائیگا فرض کے ساقط ہو جانے کیوجہ سے بالاتفاق یعنی اگر وضو یا غسل مین اس عضو کو نہ دہویگا تو کافی ہے ھم یہہ صورت حدث اصغر اور اکبر دونونکو شامل ہے لیکن محیط مین ابو یوسف سے شہور روایت یہہ ہے کہ پورا عضو پانی مین ڈالنا مستعمل ہو جانے مین مشروط ہے اور ایک دو او نگلی کے ڈالنے سے مستعمل نہوگا اور او خال کف سے مستعمل ہوگا چنانچہ عالمگیری مین ہے تنبیہ پانی لینے کی یہہ صورت ہے کہ مٹی یا خمیر ہاتھہ مین بہرا تہا اوسکو دہونے کیواسطے ہاتھہ مٹکے مین ڈالا تو معلوم ہوا کہ اگر پانی لینے کے قصد سے ہاتھہ مٹکے مین ڈالیگا تو پانی مستعمل نہوگا ضرورت کے سبب سے اور اسیطرح سے ہاتھہ ڈالنا کوزہ نکالنے کو یا کنوئین مین اوترنا ڈول نکالنے کو اس سے بھی پانی مستعمل نہین ہوتا اور اتفاق سے یہان مراد اون فقہا کا اتفاق ہے جو تجزی حدث کے قائل اور جو کہ قائل نہین کذا فی الطحطاوی وان لم یزل حدث عضوه او جنابته مالم یتم لعدم التجزی ثبوتاً و زوالاً وثبوتاً علی المعتمد اگرچہ شخص مذکور کے عضو کا حدث یا اوسکی جنابت زائل نہوگی جب تک کہ اسقاط فرض کا پورا نہوگا بسبب متجزی ہونے حدث اور جنابت کے زائل ہونے اور ثابت ہونے کی راہ سے قول معتمد پر ھم یعنی زوال حدث اور جنابت کا اور اونکا ثابت ہونا متجزی یعنی پارہ پارہ نہین تو جبکہ دونون زائل ہونگے تو بالکل زائل ہونگے اور جبکہ ثابت ہونگے تو بالکل ثابت ہونگی تو سقوط فرض کا مثلاً ہاتھہ سے اسکا مقتضی ہے کہ ہاتھہ کا دہونا دوسری بار باقی اعضا کے ساتھہ واجب نہوا اور حدث کا زائل ہونا باقی اعضا کے دہونے پر موقوف ہوا ایساہی بحرالرائق مین شیخ قاسم نے حواشی مجمع مین کہا ہے کہ حدث کا اطلاق دو معنون پر ہوتا ہے اول بمعنی مانعیت شرعیہ یعنی شرعاً ممنوع ہونا اوس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے اور یہہ متجزی نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اور ثانی بمعنی نجاست حکمیہ اور یہہ متجزی ہے ثبوت اور ارتفاع مین بلاخلاف اور پانی کا مستعمل ہوجانا نجاست حکمیہ کے ازالہ سے ہے قاسم نے کہا کہ یہہ تحقیق یاد رکہنے کے لائق ہے کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یزاد او سنة لیعم المضمضة والاستنشاق فتامل اور چاہیے کہ زیادہ کیا جاوے لفظ او سنة کا بعد اسقاط فرض تاکہ مضمضہ اور استنشاق کو بھی شامل ہو تو اسمین تامل کر ھم یعنی یون کہنا چاہیے او لاسقاط فرض او سنة تو مطلب یہہ ٹھہریگا کہ پانی مستعمل ہونا پانی کا فرض یا سنت کے اسقاط سے تو اب کلی اور ناک کا پانی بھی مستعمل ٹھہریگا حلبی محشی نے کہا سنت کے زیادہ کرنے کی کچھہ حاجت نہین کہ وہ تو قربت مین داخل ہے اسواسطے کہ سنت ادا نہین ہوتی بدون نیت کے پہر جب سنت مین نیت ہوئی تو قربت ٹھہری انہے یہی وجہ ہے تامل کی جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا اذا انفصل عن عضو وان لم یستقر فی شیء علی المذهب ان سب سورتون مین پانی مستعمل ہوجاتا ہے اسوقت جبکہ جدا ہوا عضو سے اگرچہ کسی چیز مین نہین ٹھہرا بنا بر مذہب درست کے وقیل اذا استقر ورجح للحرج اور قول ضعیف یہہ ہے کہ جب عضو سے جدا ہو کر کسی مکان مین یعنی زمین یا کف یا کپڑے مین ٹھہر جاوے اور حرکت سے باز رہے تب مستعمل ہوگا اور اس قول کی ترجیح دیگئی ہے حرج کے سبب سے ھم یعنی اگر بمجرد انفصال کے عضو سے استعمال ثابت ہو تو اسمین مشقت ہے اسلیے کہ کپڑے پر گرنے سے نجس ہوگا نجاست مستعمل کے قول پر اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہے اسصورت مین کہ جب پانی عضو سے جدا ہوا اور ہنوز کہین نہین ٹھہرا بلکہ وہ ہوا مین ہے پہر وہ گرا کسی آدمی کے عضو پر اور اوسپر بہا بدون اسکے کہ اوسنے اپنی ہتھیلی مین لیا ہو تو اول قول پر اسکا وضو صحیح نہین اور قول ثانی پر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ورد بان ما یصیب منديل المتوضی وثيابه عفو اتفاقاً وان كثر اور وہ ترجیح مردود ہے اسطرح سے کہ جو مستعمل پانی وضو کرنیوالے کے رومال اور کپڑے ونکو لگجاتا ہے وہ معاف ہے باتفاق شیخین اور محمد کے اگرچہ مقدار درم سے زیادہ ہو یعنی جب معاف ہوا تو حرج ثابت نہوا ھم محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے تو اونکے قول پر معاف کہنا مناسب نہین اور شیخین کے نزدیک اگرچہ بعضی روایت مین وہ نجس ہے مگر یہان ضرورت کی وجہ سے نجاست ساقط الاعتبار ہے وهو طاهر ولو من جنب علی الظاهر اور وہ مستعمل پانی پاک ہے اگرچہ وہ جنابت والیکا ہو ظاہر مذہب پر ھم مشائخ عراق نے کہا کہ مستعمل پانی بالاتفاق طاہر ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ طہارت محمد کا قول ہے اور امام سے بھی مروی ہے اور تیسرا قول یہہ ہے کہ وہ نجس مغلظ ہے اسکو حسن نے روایت کیا اور چوتہا قول یہہ ہے کہ نجس مخفف ہے اور اسکو ابو یوسف نے امام سے روایت کیا اور اسی پر اونکا عمل ہے لیکن علمانے طہارت کی روایت کو صحیح کہا ہے یہانتک کہ مجتبی مین ہے کہ مقرر امام

اور صاحبین سے صحیح روایات یہی ہین کہ وہ طاہر غیر طہور ہو مگر حسن کی روایت فخر الاسلام نے کہا کہ طاہر ہونا مختار ہو ہمارے نزدیک اور یہی مذکور ہی محمد کی تمام
کتابون مین جو مروی ہین ہماری علماسے اور اسیکو محققین ماوراء النہر نے اختیار کیا ہی اور محیط مین ہو کہ یہی قول مشہور ہو امام سے اور اکثر کتابون مین طاہر ہونے پر
فتوی ہی مذکور ہے بلا تفصیل بین المحدث والجنب کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا یہی قول ہے احمد بن حنبل کا اور مذہب شافعی مین بھی یہی قول صحیح ہی اور روایت ہی
امام مالک سے نووی شافعی نے کہا یہی قول طہارت کا جمہور سلف اور خلف کا قول ہی لکن یکرہ شربہ والعجن بہ تنزیہا للاستقذار وعلی روایۃ
نجاستہ تحریما لیکن مستعمل پانی کو پینا اور اوس سے گوندہنا مکروہ تنزیہی ہے گھنانے کیوجہ سے اور اوسکی نجاست کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے
وحکمہ انہ لیس بطہور لحدث بل لخبث علی الراجح المعتمد اور مستعمل پانی کا حکم یعنی اثر مترتب یہہ ہی کہ وہ حدث اصغر اور اکبر کا پاک کرنیوالا
نہین یعنی وضو اور غسل کے لائق نہین بلکہ بنا بر قول راجح معتمد کے نجاست حقیقی کا پاک کرنیوالا ہی م مجتبی المد شرح ارشاد مین ہی کہ ازالہ نجاست کا
مستعمل پانی سے جائز ہے بنا بر روایات ظاہرہ کے کذا فی النہر **فروع** اختلف فی محدث انغمس فی بئر لدلو او تبرد مستنجیا بالماء
ولا نجس علیہ ولم ینو ولم یتدلک والاصح انہ طاہر والماء مستعمل لاشتراطہ الانفصال للاستعمال اختلاف واقع ہی اوس محدث
کے حکم مین جسنے غوطہ مارا کنوئین مین ڈول نکالنے کو یا ٹھنڈک حاصل کرنیکو غوطہ مارا پانی سے استنجا کرکے اور اوسکے بدن پر نجاست نہین اور نہ
اوسنے وضو یا غسل کی نیت کی اور نہ بدنکو ملا اور صحیح تر قول یہہ ہے کہ وہ شخص پاک ہی اور کنوئین کا پانی مستعمل ہی اسواسطے کہ مستعمل ہونیکے واسطے جدا
ہونا پانی کا شرط ہی یعنی جب شخص کنوئین سے نکلا تو انفصال پایا گیا م محدث حدث اکبر کو بھی شامل ہے خواہ جنابت سے ہو خواہ حیض یا نفاس سے
یعنی جبکہ عورت بعد انقطاع حیض یا نفاس کے کنوئین مین گھسے اور اگر قبل انقطاع جاویگی بشرطیکہ اوسکے اعضا پر نجاست نہو تو عورت اور پانی دونون طاہر
کی مانند ہین اسواسطے کہ وہ خارج نہین ہوئی حیض اور نفاس سے تو پانی مستعمل نہوگا چنانچہ خانیہ اور خلاصہ مین ہے اور کنوئین سے وہ مراد ہی جو دہ در دہ
سے کم ہے ڈول نکالنے اور سرد ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غوطہ ماریگا نہانے کے قصد سے تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوگا اسواسطے کہ ازالہ حدث
اور نیت قربت کی پائی گئی اور اگر ڈھیلون سے استنجا کیا ہوگا تو پانی بالاتفاق ناپاک ہوگا اور اسیطرح اگر اوسکے بدن پر نجاست ہوگی یا ازالہ حدث
کی نیت کریگا اور عدم دلک کی قید محیط اور خلاصہ مین مذکور ہی بحر الرائق مین کہا اسواسطے کہ ملنا نیت انفصال کے قائم مقام ہی تو ملنے سے پانی بالاتفاق
مستعمل ٹھریگا اور اصح کے مقابل غیر اصح ایک یہہ کہ مرد اور پانی دونون ناپاک ہین اور یہہ امام سے روایت ہی اور دوسرا قول یہہ کہ مرد کا حدث
بحال سابق قائم ہے اور پانی طاہر اور مطہر ہے یہہ روایت ہی ابو یوسف سے اور یہہ جو شارح نے کہا کہ پانی مستعمل ہے سو بعض کا قول ہی اسواسطے کہ ڈول
نکالنے کی ضرورت سے اصلا استعمال نہین چنانچہ محدث اگر پانی ہاتھ سے لے تو پانی مستعمل نہوگا بلا خلاف کذا فی الطحطاوی ملخصا والمراد ان ما اتصل
باعضائہ وانفصل عنہا مستعمل لا کل الماء علی ما مر اور مراد یہہ ہی کہ جو پانی کہ شخص کے اعضا سے ملا اور پھر جدا ہوا اعضا سے وہ مستعمل
نہ تمام پانی کنوئے کا مستعمل ہی بنا بر اوس قول کے جو گذر گیا م یعنی ایسی صورتین جنکا اعتبار ہی یعنی جو پانی کہ ساقط ہوا اعضا سے وہ مغلوب اور
بنہایت کم ہے کنوئین کے باقی پانی سے وکل اہاب ومثلہ المثانۃ والکرش فالاولی وما دبغ ولو بشمس وہو یحتملہا
طہر فیصلی بہ ویتوضأ منہ اور جو کچا چمڑا دباغت کیا جاوے یعنی پکایا جاوے اگرچہ دھوپ مین ڈالکر اور وہ دباغت کے لائق ہو تو وہ پکانے سے
پاک ہوگا تو آدمی پوستین پہنکر نماز پڑھے اور چمڑے کی ڈولچی وغیرہ بنا کر اوس سے وضو کرے شارح نے کہا اور چمڑے کی مانند دباغت قبول کرنے
مین پھکنا اور اوجھڑی ہی قہستانی نے کہا تو بہتر ہی کہ کل اہاب دبغ کی وما دبغ کہنا بہتر تھا یعنی جس چیز کی دباغت ہو وہ پاک ہوگی تاکہ چمڑا اور پھکنی اور
اوجھڑی سبکو شامل ہو م چمڑے کی دباغت سے تین مطالب متعلق ہین اوسکا پاک ہونا یہہ متعلق کتاب الصید ہے اور اوسمین نماز کا جائز ہونا یہہ
متعلق کتاب الصلوۃ سے ہی اور اوس سے وضو کا جائز ہونا یہہ متعلق ہی پانی سے لہذا مصنف نے پانی کی بحث مین اوسکو ذکر کیا دباغت دو قسم ہے
حقیقی اور حکمی حقیقی وہ جو پھٹکری یا ببول کے پتے وغیرہ سے ہو وہ پانی پونچھنے سے ناپاک نہین ہوتی بالاتفاق روایات اور حکمی دباغت وہ ہے جو

دہوپ سے خشک ہوا اوسمین پانی پہنچنے سے دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہے کہ وہ ناپاک ہوجاویگی دوسری روایت یہہ ہے کہ ناپاک نہوگی وما لا یحتملها فلا وعلیه الفتوی اور جو چمڑا وغیرہ دباغت پذیر نہین وہ پاک نہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے فلا یطهر جلد حیة صغيرة ذكره الزيلعي اما قميصها فطاهر تو پاک نہوگی دباغت سے چہوٹے سانپ کی کہال ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے لیکن سانپ کی کینچلی تو پاک ہے وفارة اور پاک نہین ہوتی چوہے کی کہال یعنے عدم احتمال دباغت سے كما انه لا يطهر بذكاة لتقييدهما بما يحتمله جیسے کہ سانپ اور چوہے کی کہال پاک نہین ہوتی ذبح کرنے سے اسواسطے کہ دباغت اور ذبح مین احتمال اور لیاقت کی قید ہے یعنی دباغت سے پاک ہوجاتی ہے وہ کہال جو دباغت کی لیاقت رکہتی ہے اور ذبح کرنے سے اُس جانور کی کہال طاہر ہوجاتی ہے جو ذبح کرنیکے لائق ہے خلا جلد خنزير فلا يطهر وقدم لان المقام للاهانة ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہے سُور کی کہال کے سوا سو وہ پکانے سے پاک نہین ہوتی اور سُور کو پہلے ذکر کیا آدمی سے اسواسطے کہ یہہ ذلت اور خواری کا مقام ہے یعنی نجاست کا تو یہان ذلیل اور خوار چیز کو بیان کرنا مقتضای بلاغت ہے وآدمي فلا يطهر بكرامته اور آدمی کے سوا تو آدمی کی کہال کو دباغت نہین دیجاتی اوسکی تعظیم اور توقیر کے سبب سے م بعضون کے نزدیک سُور اور آدمی کی کہال پاک نہین ہوتی اسواسطے کہ پرت پرت ہونے سے دباغت پذیر نہین اور بعضون نے کہا کہ آدمی کی کہال پاک ہوجاتی ہے دباغت سے لیکن اوسکا استعمال جائز نہین اور یہی منقول ہے مذہب مین شارح کا کلام قول ثانی پر مبنی ہے ولو دبغ طهر وان حرم استعماله حتى لو طحن عظمه في دقيق لم يؤكل في الاصح احتراما اور اگر آدمی کی کہال دباغت کیجاے تو پاک ہوگی اگرچہ اوسکا استعمال حرام ہے یہانتک کہ اگر آدمی کی ہڈی پیسی گئی آٹے مین تو اُس آٹے کو نکہانا صحیح تر قول مین آدمی کی تعظیم کیوجہ سے وافاد كلامه طهارة جلد كلب وفيل وهو المعتمد اور مصنف کے کلام نے فائدہ دیا کُتے اور ہاتہی کی کہال کے پاک ہونیکا یعنی دباغت سے اور یہی قول معتمد ہے م جبکہ سب کہالونکی طہارت سے سُور اور آدمی کو استثنا کرلیا تو معلوم ہوگیا کہ انکے سوا سب چمڑے دباغت سے پاک ہوجاتے ہین وما اي اهاب طهر به بدباغ طهر بذكاة على المذهب لا يطهر لحمه على قول الاكثر ان كان غير ماكول هذا اصح ما يفتى به وان قال في الفيض الفتوى على طهارته اور جو کہال کہ پاک ہوتی ہے دباغت کرنے سے وہ پاک ہوجاتی ہے جانور کے ذبح کرنے سے مذہب صحیح پر پاک نہین ہوتا اُسکا گوشت اکثر علما کے نزدیک اگر وہ جانور جسکو ذبح کیا غیر ماکول اللحم ہے اقوال مفتی بہ مین یہی قول عدم طہارت کا صحیح تر قول ہے اگرچہ فیض مین کہا ہے کہ گوشت کی طہارت پر فتوی ہے م معراج الدرایة مین کہا کہ عدم طہارت کا قول محققین کا قول ہے افضل التفضیل کے صیغہ سے طہارت کے قول کی بھی تصحیح معلوم ہوتی مگر عدم طہارت زیادہ ترجیح ہے کذا في الطحطاوي وهل يشترط لطهارة جلده كون الذكاة شرعية بان تكون من الاهل في المحل بالتسمية قيل نعم وقيل لا والاول اظهر لان ذبح المجوسي وتارك التسمية عمدا كلا ذبح وان صحح الثاني صححه الزاهدي في القنية والمجتبى واقره في البحر سوال اور کیا شرط ہے اوسکی کہال کے پاک ہونے مین بطور حکم شرع کے ذبح کرنا اسطرح کہ ذبح کرنا صادر ہوا اہل سے یعنی مسلم عاقل یا کتابی سے ذبح کرنیکے مقام مین بسم اللہ کے ساتہ جواب ایک قول یہہ ہے کہ ہان ذبح شرعی شرط ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ شرط نہین اور پہلا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ ذبح کرنا مجوسی کا اور اُس مسلمان اور کتابی کا جسنے بسم اللہ کہنا عمداً ترک کیا عدم ذبح کی مانند ہے اگرچہ قول ثانی کی زاہدی نے قنیہ اور مجتبی مین تصحیح کی ہے اور بحر الرائق مین اس تصحیح کو ثابت رکہا ہے م اشتراط ذبح شرعی اکثر کتب معتمدہ مذہب مین مسطور ہے کذا في المنح زاہدی امام مشہور ہے قنیہ اور مجتبی کا مصنف ہے قنیہ فتاوی اور مجتبی شرح ہے قدوری کے زاہدی عقائد مین معتزلی مذہب ہے اور فروع مین حنفی ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ما يخرج من دار الحرب كسنجاب ان علم دبغه بطاهر فطاهر او بنجس فنجس وان شك فغسله افضل جو چمڑا کہ کفار کی ملک سے نکلتا ہے اور دار الاسلام مین آتا ہے جیسے سنجاب اگر اوسکی دباغت پاک چیز سے معلوم ہوجاے تو وہ چمڑا پاک ہے یعنی اوسکو پہنکر نماز درست ہے اور اگر اوسکی دباغت ناپاک چیز سے مثلاً مردار

عہ یعنی حلال گوشت نہیں کیا جاتا ۱۲

کی چربی سے معلوم ہو تو وہ ناپاک ہے اور اگر شک واقع ہو یعنی معلوم نہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اوسکا دہونا بہتر ہے یعنی واجب نہین
وشعر المیتۃ غیر الخنزیر علی المذھب اور بال مُردار جانور کے پاک ہین سوای سُور کے مذہب درست پر ہم بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث مین
اسواسطے بیان کی تا معلوم ہو کہ اوسکے پانی مین واقع ہونے سے پانی ناپاک نہین ہو جاتا پہر جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق
اولے پاک ہین اور خوک کے تو بال اور ہڈی اور تمام اجزا اوسکے ناپاک ہین ابو یوسف کے نزدیک اگر قلیل پانی مین واقع ہون ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی
وعظمھا وعصبھا علی المشھور اور مردار کی ہڈی اور پٹھا پاک ہے مذہب کے مشہور قول پر ہم عصب یعنی پٹھے مین دو روایتین ہین سراج وہاج مین
کہا کہ اوسکی نجاست صحیح ہے مگر صاحب فتح القدیر بدائع کا تابع ہوا ہے اوسکی طہارت مین اور یہی قول مشہور ہے اور وقایہ اور دُرر مین اسی پر یقین کیا
ہے کذا فی النہر وحافرھا وقرنھا الخالیۃ عن الدسومۃ اور مردار کا سُم اور سینگ خالی چکنائی سے پاک ہے ہم یعنی بال اور ہڈی اور پٹھا
اور سم اور سینگ اوسوقت پاک ہین جبکہ اُنپر چکنائی نہ لگی ہو اور اگر چکنائی ہوگی تو ناپاک ہین یہہ ناپاکی ذاتی نہین بلکہ چکنائی کے لگنے سے ہے وکذا کل
ما لا تحلہ الحیوۃ حتی الانفحۃ واللبن علی الراجح اور اسیطرح پاک ہے مردار کی ہر ایک وہ چیز جسمین زندگی نہین سماتی یعنی جاندار کے بدن مین وہ
چیزین بیجان ہین چنانچہ بال اور پر اور چونچ یہانتک کہ پنیر مایہ یعنی چُستا اور مردار کا دودہ بنا بر قول راجح کے ہم انفحہ بکسر ہمزہ وفتح فاء وہ دودہ ہے
جو شیر خوار بچے کے پیٹ مین ہوتا ہے یعنی پنیر مایہ جسکے ڈالنے سے دودہ جمتا ہے وہ امام کے نزدیک پاک ہے جبکہ مردار سے نکلے خواہ بستہ خواہ سائل اور صاحبین
کے نزدیک سائل نجس ہے اور بستہ دہونے سے پاک ہو جاتا ہے اور اگر ندبوح جانور سے خارج ہوا تو بالاتفاق پاک ہے کذا فی الطحطاوی وشعر الانسان
غیر المنتوف اور انسان کا بال جو اُکھاڑا نہین پاک ہے یعنی اوکھاڑے بال ناپاک ہین اور اوسکی بیع کا جائز نہونا تعظیم کے سبب سے نہ نجاست کیوجہ سے
وعظمہ وسنہ مطلقا علی المذھب اور آدمی کی ہڈی اور دانت مطلقاً پاک ہین مذہب درست پر ہم مطلقاً خواہ اپنا دانت ہو یا غیر کا واختلف
فی اذنہ ففی البدائع نجسۃ وفی الخانیۃ لا اور اختلاف ہے آدمی کے کان مین سو بدائع مین ہے کہ وہ ناپاک ہے اور خانیہ مین ہے کہ ناپاک نہین وفی
الاشباہ المنفصل من الحی کمیتۃ الا فی حق صاحبہ فطاھر وان کثر اور اشباہ مین ہے کہ جو چیز کہ زندہ شخص سے جدا ہوگئی وہ مردار کی مانند
ہے مگر اوسی شخص کے حق مین جسکا وہ جزو ہے پاک ہے اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو ہم منفصل سے مراد وہ عضو ہے جسمین جان ہے تو ناخن اور بال منفصل ہونے
سے ناپاک نہ ٹھہرینگے اور یہہ جو کہا کہ منفصل اوسکے حق مین پاک ہے یعنی بالخصوص نماز مین اوسکا حمل درست ہے نہ پانی وغیرہ مین اسواسطے کہ پانی فاسد ہوگا
اُسکے بقدر ناخن کے پڑنے سے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویفسد الماء بوقوع قدر الظفر من جلدہ لا بالظفر اور ناپاک ہو جاتا ہے قلیل
پانی بقدر ناخن کے آدمی کی کھال کے گرنے سے نہ ناخن کے گرنے سے ہم یعنی آدمی کی کھال یا اوسکا چھلکا پانی مین گرا اور زیادہ شمار مین آیا پانی ناپاک ہوگا
اسواسطے کہ کھال اور چھلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہے اور ناخن کے گرنے سے ناپاک نہوگا اسواسطے کہ ناخن عصب یعنی پٹھا ہے کذا فی البحر ودم سمک
طاھر اور خون مچھلی کا پاک ہے ہم اسواسطے کہ مچھلی کا خون حقیقت مین خون نہین ہے اسواسطے کہ جب وہ خشک ہوتا ہے تو سفید ہو جاتا ہے کذا فی النہر
واعلم انہ لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوی وان رجح بعضھم النجاسۃ کما بسطہ ابن الشحنۃ اور اسکو جان رکھہ کہ کتا نجس العین
نہین یعنی اوسکی نجاست ذاتی نہین خوک کی مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اگرچہ بعضے علما نے چنانچہ زاہدی اور فقیہ ابو اللیث نے نجس العین
ہونے کو ترجیح دی ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم کُتے سے حفاظت اور شکار کروانا شرعاً درست ہے اگر وہ نجس العین ہوتا تو
اُس سے نفع حاصل کرنا درست نہوتا خوک کی مانند بحر الرائق مین ہے کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب اور جو چیز کہ ماکول نہین وہ پاک ہے اور گوشت اُسکا ناپاک
ہے فیباع ویؤجر ویضمن ویتخذ جلدہ مصلی ودلوا جبکہ کتا نجس العین نہوا تو اوسکا بیچنا اور اجارہ دینا اور اوسکی تلف کرنیوالے پر تاوان
لازم ہونا اور اوسکی کھال کا جانماز اور ڈول بنانا جائز ہے ولو اخرج حیا ولم یصب فمہ الماء لا یفسد الماء ولا الثوب بانتفاضہ و
لا بعضہ ما لم یر ریقہ اور اگر کتا کنوئے سے زندہ نکالا گیا اور اُسکا منہ پانی مین نہ لگا تو کنوئے کا پانی ناپاک نہوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا بھیگے کُتے

کی جیسے ہوان سی ادر نہ اوسکی کاٹنے سے جبتک اوسکی رال کا لگنا بدن پر معلوم نہو م یعنی اگر کنوین مین کتا منہ ڈالیگا یا کاٹیگا بدن اوسکی رال بدن پر لگیگی تو پانی
اور بدن ناپاک ہوگا اسواسطے کہ رال پیدا ہوتی ہے گوشت سے اور گوشت اوسکا ناپاک ہے و لا صلوٰۃ حاملہ ولو کبیرا اور نہ فاسد ہوگی نماز اوسکی جو
نماز پڑہتے مین کتے کو لئے رہا اگرچہ بڑا کتا ہو م یعنی اسواسطے کہ ظاہر اوسکا ناپاک نہین اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہین شارح نے بقولہ ولو
کبیرا اشارہ کیا کہ یہہ جو بعضی روایت مین کلب صغیر کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی و شرط الحلوانی شد فمہ اور شمس الائمہ حلوائی نے کتے کا
منہ بند کرلینا شرط کیا ہے یعنی حامل سگ کی نماز اس شرط سے فاسد نہین کہ اوسکا منہ بند ہوتا کہ اوسکا لعاب مصلے کے بدن اور کپڑے کو نہ لگے اسواسطے کہ
ظاہر بدن ہر جانور کا پاک ہے نجس نہین ہوتا بدون موت کے اور اوسکی باطن کی نجاست اپنی معدن مین قائم ہے تو اوسکا حکم ظاہر نہین ہوتا جیسے باطن
مصلے کی نجاست کا کذا فی البحر ولا خلاف فی نجاسۃ لحمہ و طہارۃ شعرہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہین کتے کے گوشت کے
ناپاک ہونے مین اور اوسکی بال کے پاک ہونے مین م بعضون نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین نہوا تو اوسکا پس خوردہ کیونکر ناپاک ہوگا حالانکہ وہ بالاتفاق
حرام ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ طہارت عین اسکی مستلزم نہین کہ اوسکا ہر جزو پاک ہو پسخوردہ اوسکا اسوجہ سے ناپاک ہے کہ اوسکی ساتھ لعاب اوسکا مختلط ہے
اور لعاب پیدا ہوتا ہے گوشت سے اور گوشت ناپاک ہے دم مسفوح کے اختلاط سے والمسک طاہر حلال یوکل بکل حال اور مشک پاک حلال ہے ماکول
ہے ہر حالت مین یعنی خواہ غذا مین خواہ دوا مین خواہ ضرورت ہو یا نہو م طاہر کے بعد حلال کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حلت اکل لازم
نہین اسواسطے کہ مٹی پاک ہے مگر اوسکا کہانا حلال نہین و کذا نافجتہ طاہرۃ مطلقا علی الاصح فتح و کذا الزباد اشباہ لاستحالتہ الی
الطیبۃ اور اسیطرح مشک کا نافہ پاک ہے مطلقا یعنے خواہ پانی کے لگنے سے فاسد ہو یا نہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسیطرح زباد پاک
ہے کذا فی الاشباہ بسبب خوشبو ہو جانے ہر ایک مشک اور زباد کے م یعنی ہرچند مشک اصل مین خون تہا اور زباد غیر ماکول کا پسینہ ہے لیکن استحیل
بخوشبو ہوگیا حقیقت اوسکی بدلگئی دونون پاک ہین اور غیر اصح زیلعی کا قول ہے کہ اگر نافہ مشک پانی لگنے سے فاسد نہو تو پاک ہے اور یہہ اختلاف
مردار جانور کے نافہ مین ہے اور زندہ غزال کا نافہ بالاتفاق پاک ہے زباد بزاء معجمہ و باء موحدہ بروزن سحاب خوشبودار چیز ہے یعنی ایک قسم کی
بلی کا پسینہ اور میل ہے کہ اوسکی دم کے نیچے منفذ کے پاس مجتمع ہو جاتا ہے اوسکو پکڑ کے کہرچ لیتے ہین قاموس مین ہے کہ جسنے زباد کی تفسیر جانور
کی اوسنے غلط کہا کذا فی الطحطاوی و بول ماکول اللحم نجس نجاسۃ مخففۃ و طہرہ محمد اور ماکول اللحم یعنے جس جانور کا گوشت کہانا حلال ہے جیسے
بکری اور اونٹ اوسکا پیشاب نجس ہے بنجاست خفیفہ اور محمد بن حسن نے اوسکو پاک کہا ہے و لا یشرب بولہ اصلا الا للتداوی و لا للتداوی عند
ابی حنیفۃ اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاوے ہرگز نہ دواکیواسطے اور نہ سوا ہے دوا کے امام ابوحنیفہ کے نزدیک م اور محمد کے نزدیک مطلقا جائز ہے
اور ابو یوسف کے نزدیک دواکیواسطے جائز ہے فرع مسئلہ لکہتہ شارح کا اختلف فی التداوی بالمحرم و ظاہر المذہب المنع کما فی رضاع
البحر لکن نقل المصنف ثمہ و ہنا عن الحاوی و قیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء و لم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان و
علیہ الفتوی حرام چیز سے دوا کرنے مین علما کا اختلاف ہے اور ظاہر مذہب یہہ ہے کہ درست نہین ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع مین ہے لیکن مصنف
نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب الرضاع مین اور یہان حاوی قدسی سے نقل کیا ہے یہہ مسئلہ اسطرح اور بعضون نے کہا کہ حرام سے دوا کرنے کی رخصت دی
جاتی ہے جبکہ معلوم ہو کہ حرام مین شفا ہے اور کوئی دوسری دوا معلوم نہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دیگئی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے
م خانیہ مین ہے قال علیہ الصلوۃ والسلام ان اللہ تعالے لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالی نے
تمہارے واسطے شفا نہین ٹہرائی اوس چیز مین جو تم پر حرام کی یہہ حضرت نے اون چیزون کے حق مین فرمایا جنمین شفا نہین ہے اور جنمین شفا ہے اوسکی
دوا کرنیکا کچہہ مضایقہ نہین کیا تو نہین جانتا کہ پیاسے کو شراب کا پینا حلال ہے ضرورت کے سبب سے انتہی اور اسی قول کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ
نے تجنیس مین اسواسطے کہ حرمت ساقط ہے شفا حاصل ہونے کیوقت اور حاوی قدسی مین ہے کہ جب خون آدمی کی ناک سے روان ہوا اور بند نہوتا تہا یہانتک

[margin note] شامی مع طحطاوی جلد ... بکری اور ... اوسکی ... بعض ... دوا ... نہ ہوگی ... کی ... دوا ... میں ...

کہ اوسکو مرجانیکا خوف ہو اور تجربہ اور امتحان سے یہہ بات معلوم ہو کہ فاتحۃ الکتاب یا سورہ اخلاص اس خون سے اوسکے ماتھے پر لکھنے سے خون بند ہوگا
تو ایک قول مین رخصت نہین ہے اور دوسرے قول مین رخصت ہے جیسے شرب خمر کی رخصت ہے پیاسے کو اور مردار کہانے کی نہایت گرسنگی مین اور یہی فتوی
ہے کذا فی شرح المصنف مختصرا

فصل فی البئر

یہہ فصل ہے کنوئیں کے مسائل مین اذا وقعت نجاسۃ لیست بحیوان ولو
مخففۃ او قطرۃ بول او دم او ذنب فارۃ لم یشمع فلو شمع ففیہ ما فی الفارۃ جب گرے وہ نجاست جو جاندار نہین اگرچہ نجاست مخففہ ہو
یا ایک قطرہ پیشاب یا خون کا یا چوہے کی ایسی دم کٹی کہ محل قطع موم سے بند نہین سو اگر محل قطع موم سے بند ہوگا تو اوسکے گرنے سے اتنے ڈول نکالے جاینگے
جتنے چوہے کے گرنے سے نکالے جاتے ہین یعنی ۲۰ ڈول ھم عدم حیوانیت کی قید اسواسطے لگائی کہ جاندار کے احکام آگے مذکور ہونگے اور نجاست مخففہ کو
اسواسطے ذکر کیا کہ پانی مین نجاست مغلظہ اور مخففہ یکسان ہین کچھہ فرق نہین فی بئر دون القدر الکثیر علی ما مر یعنی نجاست مذکورہ گرے اوس کنوئین
مین جو کم ہے مقدار کثیر سے بنا بر کلام گذشتہ ھم سابق مین یہہ مذکور ہو چکا کہ آب کثیر مین مبتلا بہ کا ظن غالب معتبر ہے اور متاخرین کے فتوی پر دہ دردہ
کثیر ہے تو اگر کنوان دہ دردہ ہوگا تو نجاست مذکورہ کے گرنے سے ناپاک نہوگا تا وقتیکہ اوسکا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہو ولا عبرۃ بالعمق علی المعتمد
اور کچھہ اعتبار نہین کنوئیں کے عمق کا بنا بر قول معتمد کے یعنی کثرت مین طول اور عرض کا اعتبار ہے نہ عمق کا تو عمق اگرچہ دس گز کا ہو تو بھی نجاست سے ناپاک ہوگا
کذا فی البحر او ماتت فیہا او خارجہا والقی فیہا ولو فارۃ یابسۃ علی المعتمد الا الشہید النظیف او المسلم المغسول اما الکافر فینجسہا
مطلقا کسقط یا مرا کنوئیں مین یا مرا کنوئیں سے باہر اور ڈالا گیا اوسمین اگرچہ مردہ خشک چوہا ہو معتمد قول پر مگر وہ شہید کہ پاک صاف خون وغیرہ سے اور وہ
مردہ مسلمان جو نہلایا گیا کہ ان دونون کے کنوئیں مین گرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا لیکن کافر مردہ تو کنوئیں کو ناپاک کرتا ہے ہر طرح یعنی مغسول ہو یا غیر مغسول
جیسے اسقاط حمل کا بچہ ناپاک کر دیتا ہے حیوان دموی غیر مائی لما مر جاندار روان خون والا جو کہ آبی نہین بدلیل گذشتہ ھم مذکور ہو چکا کہ غیر
دموی کی موت سے پانی نجس نہین ہوتا اگرچہ پھول یا پھٹ گیا ہو اور پانی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اوسکے مرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی
وانتفخ او تمعط او تفسخ ولو تفسخ خارجہا ثم وقع فیہا ذکرہ الوالی جانور دموی مرکے پھولگیا یا اوسکے بال جھڑ گئے یا پارہ پارہ ہوگیا
اگرچہ کنوئیں کے باہر پھٹ گیا پھر اوسمین گرا ایسا ذکر کیا ہے علامہ والی محشی درر نے ینزح کل مائہا الذی کان فیہا وقت الوقوع ذکرہ
ابن الکمال نکالا جاوے کنوئیں کا وہ سب پانی جو اوسمین تھا نجاست اور جانور مذکور کے گرنے کے وقت ایسا ذکر کیا ہے ابن کمال نے یعنی تو اگر پانی نکالنے
سے پہلے کچھہ پانی زیادہ ہوگا تو اوسقدر کا نکالنا لازم نہوگا بعد اخراجہ الا اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فینزح الماء الی حد لا یملأ
نصف الدلو فیطہر الکل تبعا پانی نکالا جاوے نجاست اور جانور کے نکالڈالنے کے بعد مگر جبکہ اوسکا نکالنا نہ ہو سکے جیسے لکڑی کا ٹکڑا یا ناپاک کپڑا کہ غائب
ہوگیا تو اوسقدر پانی نکالنے سے کہ آدھا ڈول نہ بھرے یہہ سب چیزین پاک ہو جاوینگی کنوئیں پاک ہونے کے ساتھہ ھم یعنی ڈول اور رسی اور گھرنی اور کنوئیں
کے گرد و پیش اور پانی نکالنے والے کا ہاتھ اسواسطے کہ ان چیزون کی نجاست کنوئیں کے ناپاک ہو جانے کے سبب سے تھی تو اوسکے پاک ہو جانے سے یہہ بھی
پاک ہونگی جیسے شراب کا مٹکا پاک ہو جاتا ہے جبکہ شراب سرکہ بنجاوے اور استنجا کرنے والے کا ہاتھ طاہر ہو جاتا ہے محل کی طہارت سے کذا فی البحر ولو
نزح بعضہ ثم زاد فی الغد نزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصہ اور جو تھوڑا پانی آج نکالا گیا پھر اگلے دن زیادہ ہو گیا تو اوسیقدر نکالا جاوے
جتنا باقی رہا تھا قول صحیح مین کذا فی الخلاصہ ھم یعنی اسواسطے کہ علی الاتصال پانی نکالنا شرط نہین تو دوسرے دن سارا پانی نکالنا ضرور نہین فیتقید
بالموت لانہ لو اخرج حیا ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیء الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسورہ فان نجسا
نزح الکل والا لا ہو الصحیح مصنف نے کنوئیں کے پانی نکالنے مین موت حیوان کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جاندار زندہ نکالا گیا اور وہ نجس العین
نہین مانند سور کی اور نہ اوسپر نجاست حکمی یا نجاست حقیقی ہے تو کچھہ پانی نکالا نجاویگا مگر اوسوقت جبکہ اوسکا منہ پانی مین داخل ہو تو اوسوقت اوسکے
جھوٹھے کا اعتبار ہوگا سو اگر اوس حیوان کا جھوٹھا ناپاک ہے تو سارا پانی نکالا جاویگا اور اگر مکروہ ہے یا مشکوک تو کچھہ بھی نکالنا واجب نہین ہے

قول صحیح ہے ھم نجس العین کے ساقط ہونے سے تمام پانی نجس ہوگا خواہ مرے یا نہ مرے خواہ منہ اوسکا پانی مین داخل ہوا ہو یا نہو اور شارح نے نجاست حکمی کو جو
بیان کیا تو شاید مذکرہ یہہ قول آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہے کذا فی الطحطاوی اعلم ویندب عشرۃ فی المشکوک لاجل الطھوریۃ کما فی الخانیۃ
ان مستحب ہے دس ڈول نکالنا مشکوک مین مطہر ہونیکے واسطے چنانچہ خانیہ مین ہے ھم اور بعضون نے مزید احتیاط کیواسطے سارے پانی کا نکالنا مستحب
لکھا ہے چنانچہ عالمگیری وغیرہ مین ہے زاد فی التاتارخانیۃ وعشرین فی الفارۃ واربعین فی سنور ودجاجۃ مخلاۃ وکادمی محدث
تاتارخانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے کہ مستحب ہے ۲۰ ڈول نکالنا چوہے مین اور ۴۰ بلی اور کوچہ گرد مرغی مین جیسی بے وضو اور بے غسل آدمی کے کنوئین مین
گرنے اور زندہ نکلنے مین ۴۰ ڈول کا نکالنا مستحب ہے ثم ھذا اذا لم تکن الفارۃ ھاربۃ من ھرۃ ولا الھرۃ من کلب ولا الشاۃ من سبع
فان کان نزح کلہ مطلقا کما فی الجوھرۃ پھر یہہ حکم یعنی سارا پانی نہ نکالنا جبکہ حیوان زندہ نکلے اور وہ نجس العین نہو اسصورت مین ہے جبکہ چوہا
بھاگتا نہو بلی سے اور نہ بلی کتے سے اور نہ بکری درندے سے سو اگر ہر ایک بھاگ کر کنوئین مین گرا ہے تو سارا پانی نکالا جاویگا مطلقا یعنی پانی مین منہ اوسکا داخل
ہوا ہو یا نہ داخل ہوا ہو چنانچہ جوہرہ مین ہے ھم جانور گریختہ خوف سے پیشاب کر دیتا ہے یہہ وجہ ہے تمام پانی نکالنے کی لکن فی النھر عن المجتبی ا
الفتوی علی خلافہ لان فی بولھا شکا لیکن نہر الفائق مین مجتبی سے منقول ہے کہ فتوی اسکے خلاف پر ہے یعنی پانی نکالنا واجب نہین اسواسطے کہ
پیشاب کے وجود مین شک ہے یعنی اور شک سے کوئی چیز ثابت نہین ہوتی فان تعذر نزح کلھا لکونھا معینا فبقدر ما فیھا وقت ابتداء
النزح قالہ الحلبی پھر اگر متعذر ہو تمام پانی کا نکالنا بسبب ہونے کنوئین کے چشمہ دار تو اسقدر پانی نکالا جاے جتنا اوسمین تھا ابتدا اخراج کیوقت
ایسا کہا ہے حلبی نے ھم یعنی زائد کا نکالنا لازم نہین اور شارح نے ابن کمال سے پہلے وقت وقوع کا اعتبار کرنا نقل کیا ہے یوخذ فی ذلک
بقول رجلین عدلین لھما بصارۃ بالماء بہ یفتی وقیل یفتی بمائتین الی ثلثمائۃ وھذا ایسر وذاک احوط ھم عمل کرنا چاہیے اسمین یعنی پانی کی مقدار
مین ان متقی دو مردون کے قول پر جنکو پانی کی خوب اٹکل ہے اسی قول پر فتوی ہے یعنی جب انکی اندازہ کے موافق پانی نکل چکا کنوان پاک ہوگیا
اور دوسرا ضعیف قول یہہ ہے کہ چشمہ دار کنوئین مین دو سو ڈول کا تین سو ڈول تک فتوی ہے اور یہہ دوسرا قول آسان تر ہے اور وہ پہلا قول بہت احتیاط والا ہے
ھم دوسرا قول محمد سے مروی ہے اور جبکہ انہون نے دیکھا کہ بغداد کے کنوئین ۳۰۰ ڈول سے زیادہ نہ تھے تب یہہ فتوی دیا لیکن یہہ قول ضعیف ہے اسلئے کہ
نجاست کے سبب سے حکم شرع یہہ ہے کہ سارا پانی نکالا جاے تو عدد مخصوص پر اقتصار کرنا ظاہر ہوجانے مین بلا دلیل سمعی کیونکر مقبول ہو بلکہ ابن عباس اور
ابن زبیر سے مخالف اسکے منقول ہے کذا فی الطحطاوی من البحر فاذا اخرج الحیوان غیر منتفخ ولا متفسخ ولا متمعط فان کان کادمی وکذا
سقط وسخلۃ وجدی واوز کبیر نزح کلہ پھر جب کہ کنوئین سے مردہ جانور نکالا گیا حالانکہ وہ پھولا نہین اور نہ پھٹا اور نہ اوسکے بال جھڑے ہین تو اگر
جانور آدمی کی برابر ہے جسمیت مین اور اسی کی مانند ہے ساقط حمل اور بکری اور بھیڑ کا بچہ اور بڑی بط تو تمام پانی نکالا جائے وان کان کحمامۃ
وھرۃ نزح اربعون من الدلاء وجوبا الی ستین ندبا اور اگر جانور کبوتر اور بلی کی مانند ہو تو ۴۰ ڈول نکالے جاوین وجوب کی راہ سے ساٹھہ ڈول
تک نکالنا ہے استحباب کی راہ سے وان کعصفور وفارۃ فعشرون الی ثلثین کما مر اور اگر جانور ہے گنجشک اور چوہے کی مانند تو ۲۰ ڈول نکالے جاوین
۳۰ ڈول تک جیسا معلوم مذکور ہو چکا یعنی ۲۰ کا نکالنا واجب ہے اور تیس ۳۰ کا مستحب وھذا یعم المعین وغیرھا بخلاف نحو صھریج وحب حیث یھراق
الماء کلہ لتخصیص الابار بالاثار بحر ونھر اور یہہ حکم شماری ڈول نکالنے کا شامل ہے چشمہ دار کنوئین اور غیر چشمہ دار کو بر خلاف حوض اور مشہور
کے اسواسطے کہ اوسکا تمام پانی بہا دیا جاویگا اگر اوسمین جانور گر کے مرجاے اسواسطے کہ کنوئون کا ناپاک ہونا پھر انکا چند ڈول کے نکالنے سے پاک ہوجانا
بالخصوص ثابت ہوا ہے صحابہ کرام کے اقوال اور افعال سے کذا فی البحر والنھر ھم یعنی کنوؤن کا حکم بر خلاف قیاس آثار سے ثابت ہے تو حوض اور مشہور
کو غیر چشمہ دار کنوئون کے ساتھہ ملحق نہین کرسکتے قال المصنف فی حواشیہ علی الکنز وجزم بہ فی النتف مصنف نے کنز الدقائق کے حواشی
مین کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی مانند ہے نتف مین ونقل عن العنایۃ ان حکم الرکیۃ کالبئر اور مصنف نے نقل کیا عنایہ سے کہ رکیہ کا حکم کنوئین

[illegible]

کی مانند ہے ھم رکیّہ بروزن عطیہ کنوئین کو کہتے ہین تو تشبیہ نہین ہوسکتی مگر یہ کہ رکیہ سی مراد حُفرہ یعنی گڑھا ہو چنانچہ قاموس مین رکی بمعنی حفر
مذکور ہے کذا فی الطحطاوی ظاہر رکیہ سی مراد چاہ کثیر العمق ہے جسکو اہل ہند چوبا بولتے ہین واللہ اعلم وعن الفوائد ان الجب المطموی
الکثیرۃ فی الارض کالبئر وعلیہ فالضمیر فی والرکیۃ یرجع الی البئر منہ کالبئر فاغتنم ہذا التحریر انتہی اورمصنف نے فوائد سی نقل کیا کہ جو
شہور پانی کہ آدمی سی زیادہ زمین مین گڑی ہو وہ کنوئین کی مانند ہے اور بنا بر قول فوائد کے توحوض ممتنع الماء اور بہت بڑی مشہور سے کنوئین کی
مانند قدر واجب ڈول نکالنا چاہیئے سوا ہی مخاطب غنیمت جان اس تحریر کو یہان تمام ہوا کلام مصنف کا جو کتر کے حواشی مین ہی بدلو وسطی وھو
دلو تلک البئر بیس یا چالیس ڈول نکالے جاوین متوسط ڈول سی اور متوسط یعنی میانہ ڈول سے وہ ڈول مراد ہی جو اُس کنوئین کا ڈول ہی یعنی جس
ڈول سی اُسکا پانی بھرا جاتا ہو فان لم یکن فما یسع صاعًا پہر اگر اوس کنوئین کا کوئی ڈول مقرر نہو تو اُس ڈول کا اعتبار ہی جسمین ایک صاع پانی
سماوی ہو صاع آٹھ رطل ہے اور لکہنؤ کے سیر سی تخمینا تین سیر صاع ہوتا ہے وغیرہ یحتسب بہ اور اسکے سوای یعنی جو ڈول کہ صاع سے
کم زیادہ ہو اسکا حساب کرلیا جاوی صاع والے ڈول سے یعنی اگر بہت بڑا ڈول ۲۰ یا ۴۰ ڈول کی برابر ہو تو ایک ہی ڈول کا نکالنا کفایت کرتا ہی ظاہر
ہونے کو ظاہر مذہب مین اسواسطے کہ قدر واجب کا اخراج حاصل ہوگیا اور اگر نہایت چھوٹا ڈول ہو تو قدر واجب سے زیادہ حساب کے موافق نکالنا چاہیئے
ویکفی ملأ اکثر الدلو اورکفایت کرتا ہے ڈول کی شمار مین بہرنا آدھی سی زیادہ ڈول کا یعنی اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ونزح ما وجد ان قل
اور کفایت کرتا ہے نکالنا اوسقدر پانی کا جو کنوئین مین موجود ہی اگرچہ ڈولون کی شمار سی کم ہو یعنی ۴۰ ڈول مثلا نکالنا واجب ہوا اور کنوئین مین فقط
۲۰ ڈول پانی تہا تو اوسیقدر کے نکالنی سی پاک ہوگیا نہر الفائق مین کہا کہ اگر بعد اسکی پانی زیادہ ہوگیا تو کچہہ نکالنا واجب نہین وجریان بعضہ اور
کفایت کرتا ہی کنوئین کے تہوڑی پانی کا بہنا ھم کنوئین کے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اوسمین دو چشمے ہین ایک سی پانی نکلتا ہی اور
دوسرے سی بہتا ہی اور دوسری صورت یہ کہ اوسمین سوراخ کیا بطور سرنگ کے اور اُسکا پانی بہا اگرچہ قلیل ہی جاری ہوا وہ پاک ہو جاویگا اسلئی کہ
طہارت کا سبب یعنی جاری ہونا پایا گیا جیسے ناپاک حوض جاری ہو جانے سی پاک ہو جاتا ہی وغور ان قدر الواجب اور کفایت کرتا ہی طہارت مین
کنوئین کے اوسقدر پانی کا زمین کے اندر سما جانا جسقدر کا نکالنا واجب تہا ھم اگر اسفل خشک ہوگیا تو پہر پانی کے آنے سی ناپاک نہوگا اور اگر خشک
نہین ہوا تو صحیح تر یہ ہی کہ پانی آنے سے پہر ناپاک ہوجاویگا کذا فی الطحطاوی عن البحر عن السراج وما بین حمامۃ وفارۃ فی الجثۃ کفارۃ
فی الحکم اور جو جانور کہ جثہ مین کبوتر اور چوہے کے درمیان کا ہو وہ چوہے کی مانند ہی حکم مین یعنی اوسمین ۲۰ ڈول کا نکالنا واجب ہے
کما انہ ما بین دجاجۃ وشاۃ کدجاجۃ فالحق بطریق الدلالۃ بالاصغر چنانچہ وہ جانور کہ مرغی اور بکری کے درمیان کا ہو وہ
مرغی کی برابر ہی حکم مین تو جو جانور کہ چھوٹے اور بڑے کے مابین ہو اوسکو چھوٹے جانور کے ساتھ ملا دیا بطریق دلالۃ النص کے ھم دلالۃ النص
اوسکو کہتی ہین جو صراحۃ مذکور نہین مگر بطریق اولے اوسکو سمجھ لیتے ہین یعنی جب مرغی مین ۴۰ ڈول واجب ہوئے تو جو جانور مرغی سی بڑا ہی
اوسمین بطریق اولے ۴۰ واجب ہونگے اسواسطے کہ اوسکو بڑی جانور کی مانند کہنا دلیل سی ثابت نہین کما ادخل الاقل فی الاکثر کفارۃ
مع ہرۃ جیسے اقل داخل کیا گیا اکثر مین جیسی چوہا بلی کے ساتھ ھم سراج وہاج مین ہی کہ اگر بلی نے چوہا پکڑا اور دونون کنوئین مین گر پڑی تو اگر دونو
زندہ نکلی تو کچہہ نکالنا واجب نہین یا دونون مردہ نکلے تو ۴۰ ڈول نکالنا واجب ہی یا فقط چوہا مردہ نکلا تو ۲۰ ڈول واجب ہین اور اگر چوہا زخمی
ہے یا اوسنی پیشاب کردیا تو تمام پانی نکالنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن النہر ونحو الھرتین کشاۃ اتفاقا اور دو بلیونکی مانند بکری کی برابر ہی حکم
مین بالاتفاق یعنی تمام پانی نکالنا چاہیئے ونحو الفارتین کفارۃ اور دو چوہونکی مانند ایک چوہی کی مانند ہی حکم مین یعنی ۲۰ ڈول نکالنا چاہیئے
والثلث الی الخمس کھرۃ اور تین چوہے پانچ چوہون تک بلی کی مانند ہین ۴۰ ڈول نکالنی مین والست کشاۃ علی الظاہر اور چہ چوہے
بکری کی مانند ہین تمام پانی نکالنی مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے چنانچہ مبسوط مین ہی اور اسکو محمد نے لیا ہی کذا فی البحر وشکہ یجیء ستا مغلظۃ مثلا

وقت الوقوع ان علم والا فمذ یوم و لیلۃ ان لم ینتفخ لم ینتفخ کنوئین کی نجاست مغلظہ کا حکم کیا جاتا ہے جانور کے گرنے کیوقت سی اگر وقت معلوم ہو اور اگر جانور کے گرنیکا وقت معلوم نہو تو ایک رات اور ایکدن پہلے سی ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ پھول نگیا ہو یعنی اوسکا نہ پھٹا اور نہ بال جھڑا ہو کذا فی الطحطاوی وھذا فی حق الوضوء والغسل وما عجن بہ فیطعم للکلاب وقیل یباع من شافعی اور یہہ حکم یعنی کنوئین کا ناپاک ہونا ایک رات اور دن سی وضوا اور غسل کے حق مین ہے اور اوس آٹے کے حق مین جو گوندا گیا اوس پانی سی تو وہ کھلایا جاوے کتون کو اور بعضون نے کہا کہ شافعی مذہب کے ہاتھ بیچا جاوے یعنی اسواسطے کہ شافعی کے مذہب مین یہہ پانی ناپاک نہین اما فی حق غیرہ کغسل ثوب فیحکم بنجاستہ فی الحال اور وضوا اور غسل کے ماسوا کے حق مین جیسا کپڑا دہونیکے حق مین تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جاویگا فی الحال یعنے یہان ایک رات دن کا اعتبار نہوگا الحاصل وضوا اور غسل مین حکم نجاست کا بطریق استناد کے ہے اور اوسکے ماسوا مین بطریق اقتصار کے وھذا لو تطھر من حدث او غسل من خبث ولا لم یلزم شیٔ اجماعا جوھرہ اور یہہ حکم یعنی وضوا اور غسل مین ناپاک ہونا بطریق استناد اور کپڑے مین بطریق اقتصار کے اوسوقت ہے کہ وضوا اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور اکبر سی یا کوئی چیز دہوئی ہو نجاست حقیقی کے دور کرنے کو اور اگر ایسا نہو یعنی وضو یا غسل کیا بدون حدث کے یا کپڑا دہویا بدون نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہین باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الجوہرۃ یعنی نماز کا اعادہ اور دہونا کپڑے کا لازم نہین اسواسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پایا گیا یعنی طہارت سابقہ اور مانع مین شک ہی اسواسطے کہ پانی کی طہارت اور نجاست مشکوک ہے اور نماز شک سی باطل نہین ہوتی برخلاف پہلی صورت کے اسواسطے کہ اوسمین تو مانع بالیقین ثابت ہے یعنی حدث اصغر یا اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مزیل مین شک ہی کذا فی الطحطاوی ومذ ثلثۃ ایام بلیالیھا ان انتفخ او تفسخ استحسانا اور تین رات دن سی نجاست کا حکم کیا جاوے اگر جانور پھولا یا پھٹا ہو استحسان کی روسی ہے استحسان عبارت ہی احسن امر طلب کرنے سی اور بعضون نے کہا عبارت ہے قیاس کے ترک کرنے اور اوس امر کے لینے سی جو لوگون کو آسان تر ہے اور بعضون نے کہا عبارت ہی احکام مین آسانی کے طلب کرنے سی اور خلاصہ ان عبارتون کا یہہ ہی کہ استحسان سختی کا چھوڑنا ہی اور آسانی کا لینا قال اللہ تعالی (یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر) کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ استحسان اوس قیاس کو کہتے ہین جسکی وجہ مخفی ہی لیکن قیاس جلی سے قوی تر ہے نہر الفائق مین ہے وجہ استحسان یہہ ہی کہ پانی مین حیوان دموی کا واقع ہونا اوسکی موت کا سبب ظاہر ہے تو اوسی پر موت کا حوالہ ہوگا نہ موہوم سبب پر اور بلاشک جو پھولنا وغیرہ یہ زمانہ دراز کا سابق ہی تو انتفاخ مین تین دن کی تقدیر ہوئی اور اسکے غیر مین ایکدن رات کی بنا بر اکثر عادت کے وقالا من وقت العلم فلا یلزمھم شیٔ قبلہ قیل وبہ یفتی اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان کے معلوم ہونے کے وقت سی تو لوگونکو معلوم ہونے سی پہلے کوئی چیز لازم نہوگی بعضون نے اسی قول کو مفتی بہ کہا ہی ہم صاحبین کا قول بھی قیاس ہے اسواسطے کہ یقین یعنی طہارت کا متیقن ہونا زمانہ گذشتہ مین زائل نہین ہوتا شک سی یعنی نجاست سی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ حیوان کنوئین سے باہر مرا ہو پھر اوسکو سخت ہوا نے یا کسی نادان یا چڑیا نے کنوئین مین ڈالدیا ہو نہر الفائق مین ہے کہ غایۃ البیان مین کہا کہ امام کا قول احوط ہی اور صاحبین کا قول لوگونکو آسان تر ہی فتاوی عتابی مین ہے کہ صاحبین کا قول مختار ہے اور شیخ قاسم نے اوسکو رد کیا ہی کیونکہ اکثر کتب کے مخالف ہے اسواسطے کہ امام کی دلیل کی اکثر کتب مین ترجیح واقع ہے اور وہ احوط بھی ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا بہتر تھا قیل وہو المختار اسواسطے کہ اختیار کو افتا لازم نہین

فرع مسئلہ شارح کا وجد فی ثوبہ منیا او بولا او دما اعاد من آخر احتلام وبول ورعاف اپنے کپڑے مین منی یا پیشاب یا خون کو پایا تو نماز کا اعادہ کرے پہلے احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے سی ہم نوادر ابن رستم مین امام سی منقول ہے کہ خون مین نماز کا اعادہ نہین اور اسکو محیط مین اختیار کیا ہی کذا فی النہر ظاہر عدم اعادہ کی وجہ یہہ ہے کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ہو ولو وجد فی جبتہ فارۃ میتۃ فان لم تکن فیھا ثقب اعاد مذ وضع القطن والا فمنذ ثلثۃ ایام لو منتفخۃ او ناشفۃ والا فیوم ولیلۃ اور اگر اپنے جبہ مین مردہ چوہا پایا تو اگر

جبہ مین سوراخ نہو تو نماز کا اعادہ کرے روئی بہرنے کیوقت سے اور اگر جبہ مین سوراخ ہو تو تین دن کی نماز پہیرے اگر چوہا پہولا یا خشک ہوا اور اگر
چوہا پہولا یا خشک نہو تو ایکدن کی نماز پہیرے م روئی بہرنے کے وقت سے اُسوقت اعادہ ہوگا جبکہ ہمیشہ اوسکو پہنے رہا ہو کذا فی الطحطاوے
ولانزح فی بولِ فارۃٍ فی الاصح فیض اور کنوئین سے پانی نکالنا لازم نہین چوہے کی پیشاب مین صحیح تر قول مین کذا فی الفیض ولا بخرءِ
حمامۃٍ وعصفورٍ وکذا سباعُ طیرٍ فی الاصح لتعذر صونہا عنہ اور پانی نکالنا لازم نہین کبوتر اور گنجشک کی بیٹ پڑنے سے کنوئین مین
اور اسیطرح کا حکم ہے پرندہ درندہ کی بیٹ کا صحیح تر قول مین اسواسطے کہ حفاظت کنوؤن کی ان سے نہین ہوسکتی ولا بتقاطر بولٍ کرؤس الابر و
غبارٍ نجسٍ للعفو عنہما اور نہ اُس پیشاب کے ٹپکنے سے جسکی چھینٹین نہایت صغیر ہین چنانچہ سر سوزن اور نہ ناپاک غبار کے پڑنے سے اسواسطے کہ
یہہ دونون معاف ہین وبعرتی ابلٍ وغنمٍ اور نہ اونٹ اور بہیڑ بکری کی دو مینگنیون کے پڑنے سے کنوئین کا پانی نکالنا لازم ہے کما یعفی نو
وبعرتا فی محلب وقت حلبٍ فرمیتا فوراً قبل تفتتٍ وتلون جسطرح معاف ہے اگر دو مینگنیان پڑگئین دودہ کے برتن مین دو ہنے
کیوقت پہر پہوٹنے اور دودہ کے رنگین ہونے سے پہلے نکالکر پہینکی گئین م یہہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے اسواسطے کہ دوہنے کیوقت مینگنی
گرنے کی عادت ہے تو سوا اس وقت کے عفو نہین کذا فی النہر والتعبیر بالبعرتین اتفاقی لان ما فوق ذلک کذلک ذکرہ فی الفیض
وغیرہ اور دو مینگنیونکا ذکر کرنا مصنف کا اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ دو مینگنیون سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہے عفو کا کذا فی الفیض
وغیرہ ولذا قال قیل القلیل المعفو عنہ ما یستقلہ الناظر والکثیر بعکسہ وعلیہ الاعتماد کما فی الہدایۃ وغیرہا لان ابا حنیفۃ لا
یقدر شیئاً بالرأی اور اسیواسطے یعنی اسلیے کہ دو سے زیادہ مینگنیان بھی عفو ہین مصنف نے بیانکیا کہا گیا ہے کہ تہوڑی مینگنی وہ ہین جنکو دیکہنے والا تہوڑی سمجہے اور کثیر اسکی
بالعکس ہے یعنی جسکو ناظر بہت سمجہے اور اسی قول پر اعتماد ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ امام ابوحنیفہ کسی چیز کا اندازہ اپنی تجویز سے
نہین ٹہرایا کرتے م معراج الدرایۃ مین کہا کہ یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی اور غیر معتمد اور غیر مختار تین قول ہین ایک یہہ ہے کہ جو ہر ڈول مین
مینگنی آوے تو کثیر ہے والا قلیل دوسرے یہہ کہ اگر چوتہائی پانی پر مینگنیان ہون تو کثیر ہے والا قلیل اور تیسرے یہہ کہ تہائی پانی پر ہو تو کثیر ہے
والا قلیل فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا المعتبر بین البیر والبالوعۃ بقدر ما لا یظہر للنجس اثر پانی کے کنوئین اور نجاست کے کنوئین اور گڑہے
مین اسقدر دوری معتبر ہے کہ نجاست کا اثر پانی کے کنوئین مین ظاہر نہو م جب پانی مین نجاست کا اثر یعنی رنگ اور بو اور مزہ ظاہر نہو تو کنوان پاک ہے
اگرچہ دونوں مین ایک گز کا فرق ہو اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ناپاک ہے اگرچہ دونون مین دس گز کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی ویعتبر سؤر بمسئرٍ
اسم فاعلٍ من اسأر ای ابقی لاختلاطہ بلعابہ اور جہوٹہی کی طہارت اور نجاست مین جہوٹہا کرنیوالے جاندار کا اعتبار کیا جاتا ہے اسلیے کہ
جہوٹہی چیز مین اُس جاندار کا لعاب ملجاتا ہے شارح نے کہا کہ مسئر اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہے اسار فعل ماضی سے جو بمعنی ابقی ہے م جب مصنف نے
پانی کے فساد اور عدم فساد کے بیان سے نسبت واقع ہونے حیوانات کے فراغت پائی تو اب اوسکا بیان شروع کیا جو حیوانات سے پیدا ہوتا ہے یعنی
اونکا جہوٹہا اور پسینہ سؤر بمعنی البقیہ یعنی جہوٹہا اوسکو کہتے ہین جو پینے والے سے برتن یا حوض مین پانی باقی رہے پہر بقیہ طعام وغیرہ کو بہی سؤر بولتے
ہین بطریق استعارہ کے اور چونکہ لعاب متولد ہوتا ہے جاندار کے گوشت سے تو اوسیکو معتبر رکہا طہارت اور نجاست اور کراہت اور شک مین
کذا فی الطحطاوی فسؤر آدمیٍ مطلقاً ولو جنباً او کافراً او امرأۃً تو جہوٹہا آدمی کا مطلقاً اگرچہ وہ جنب یا کافر یا عورت ہو پاک ہے
م کافر کی نجاست اعتقادی ہے نہ حسی اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کافرونکو مسجد مین شب باش ہونے دیا کذا فی البحر نعم
یکرہ سؤرہا للرجل کعکسہ للاستلذاذ واستعمال ریق الغیر وہو لا یجوز مجتبیٰ ہان مکروہ ہے جہوٹہا عورت کا مرد کو اور مرد کا جہوٹہا عورت
کو یعنی اجنبی مرد اور عورت کے حق مین لذت گیری کے سبب سے اور غیر کی رال کا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی المجتبیٰ م یعنی یہہ کراہت استلذاذ
کیوجہ سے ہے نہ نجاست کے سبب سے طحطاوی نے کہا اس سے نکلتا ہے کہ اگر حلاق امرد ہوا اور محلوق اپنے سر مین اوسکے ہاتہ لگانے سے لذت پاوے تو

کمروہ ہے تو حمامی امرد کی پشت مال جبری اوسے مکروہ ہوگی اور اسیطرح ہاتھہ پانون کا دبوانا امرد سے **و ماکول لحم و منه الفرس فی الاصح و مثله**
مالادم له اور اُس جانور کا جھوٹھا پاک ہے جسکا گوشت کہانا حلال ہے اور اوسی قسم سے ہے گھوڑا اصح ترقول مین اور اوسکی مانند ہے وہ جانور جسمین دم مسفوح
نہین **ھ** گھوڑے کے گوشت کی کراہت امام کے نزدیک احترام کیوجہ سے ہے کہ جہاد کا آلہ ہے نہ نجاست کیوجہ سے تو اوسکا جھوٹھا مکروہ نہین **طاھر الفم**
صفة للکل طاھر طھور بلاکراھة طاہر الفم سبکی قید ہے یعنی آدمی اور ماکول اللحم اور گھوڑا اور جسمین خون سائل نہین جبکہ اونکا مونہہ پاک ہو ان نجاست سے تو
انکا جھوٹھا بذات خود پاک ہے اور غیر کا پاک کرنیوالا ہے احداث اور اخباث سے بلا کراہت مطلقا یعنی مکروہ تنزیہی بھی نہین ہے **و سؤر خنزیر و کلب و**
سباع بھائم و منه الھرة البریة و شارب خمر فور شربھا اور جھوٹھا سور اور کتے اور چوپائے درندون کا ناپاک ہے اور درندون مین جنگلی بلی
داخل ہے اور شراب پینے والیکا جھوٹھا شراب پینے کیوقت فورًا ناپاک ہے **ھ** چوپائے درندے ہین جیسے شیر اور چیتا اور بھیڑیا شراب خوار مین فورًا کی قید اسواسطے
لگائی ہے کہ اگر شراب پیکر اتنا توقف کیا کہ رال سے اوسکا مونہہ دہو گیا پہر اوسنے پانی پیا تو اب اوسکا جھوٹھا ناپاک نہین **و لو شاربه طویلا لا یستوعبه اللسان**
فنجس و لو بعد زمان اور اگر شراب خوار کی موچھہ اسقدر دراز ہے کہ اوسپر زبان نہین پونہچتی تو اوسکا جھوٹھا بہر صورت ناپاک ہے اگرچہ بعد مدت کے اوسنے
پانی پیا ہو **و ھرة فور اکل فارة نجس مغلظ** اور بلی کا جھوٹھا جو چوہے کہانے کیوقت فورًا نجس مغلظ ہے **ھ** اور اگر بلی نے چوہا کہانیکے بعد زبان
سے اپنے مونہہ کو چاٹا یہانتک کہ اوسکا پاک ہوجانا مظنون ہوا تو اب اوسکا جھوٹھا پاک ہے کذا فی الطحطاوی **و سؤر ھرة و دجاجة مخلاة و ابل و بقر**
جلالة و الاحسن ترك دجاجة لیعم الابل و البقر قھستانی و سباع طیر لم یعلم ربھا طھارة منقارھا و سواکن البیوت طاھر للضرورة
مکروه تنزیھا فی الاصح ان وجد غیره و الا لم یکره اصلا کاکله لفقیر اور جھوٹھا مرغی کوچہ گرد کا اور اونٹ اور گائے بیل نجاست خور کا اور
اُن درندون پرند کا جنکے پالنے والے کو اونکی چونچ کی طہارت معلوم نہین اور جھوٹھا گھرون کے رہنے والے جانورونکا پاک ہے ضرورت کیوجہ سے مکروہ
تنزیہی ہے صحیح قول مین اگر سوا اوسکے اور پانی ملے اور اگر اونکے جھوٹھے پانی کے سوا اور پانی نملے تو اب مکروہ تنزیہی بھی نہین اصلا جیسے اونکے طعام کا
کہانا محتاج کو مکروہ نہین قہستانی نے کہا تو بہتر یہہ تہا کہ مصنف مرغی کا لفظ نہ کہتا تو کوچہ گرد کا لفظ اونٹ اور گائے اور بیل کو شامل ہوجاتا یعنی اسواسطے
کہ کوچہ گرد سے مراد نجاست خور ہے تو اسمین مرغی اور اونٹ اور بیل سب داخل رہتے ہین **ھ** سباع طیر سے مراد جیسے باز اور شکرہ اور شاہین ہے چونکہ انکا گوشت
حرام ہے تو قیاس یہہ تہا کہ انکا جھوٹھا بھی نجس ہو اور وجہ استحسان یہہ ہے کہ یہہ پرند چونچ سے پانی پیتے ہین اور وہ خشک ہڈی ہے پاک لیکن غالبا مردار خور ہین
تو کوچہ گرد مرغی کی مانند ہوئی تو کراہت کا شبہہ پیدا ہوا یہہ اگر یہہ شکاری جانور محبوس ہون اور اونکے پالنے والیکو اونکی چونچ کی طہارت معلوم ہو تو اونکے جھوٹھے
پانی سے وضو کرنا مکروہ نہین یہہ روایت ہے ابو یوسف سے اسکو پسند کیا ہے متاخرین نے اور اسپر فتوی دیا ہے ضرورت مذکورہ کا بیان یہہ ہے کہ قیاس چاہتا تہا
کہ انکا جھوٹھا نجس ہو اونکے گوشت کے نجس ہونیسے لیکن نجاست اونکی ساقط ہوگئی طواف کی علت سے جو حدیث مین بلی کے حق مین وارد ہے اور کراہت ثابت ہے نجاست
کے توہم سے کذا فی الطحطاوی مختصرا **و سؤر حمار و بغل امه حمارة فلو فرسا او بقرة فطاھر کمتولد من حمار وحشی و بقرة و لا عبرة بغلبة**
بچر کا جسکی مان گدہی ہے مشکوک ہے **ھ** مقابل اصح بعضون کا قول ہے کہ نر گدہے کا جھوٹھا نجس ہے اسواسطے کہ نر گدہا مادہ کا پیشاب سونگہتا ہے اصح کیوجہ یہہ ہے
کہ سونگہنا امر موہوم غالب الوجود نہین تو اسکا اعتبار نہین **فلو فرسا او بقرة فطاھر کمتولد من حمار وحشی و بقرة و لا عبرة بغلبة**
الشبه لتصریحھم بحل اکل ذئب ولدته شاة اعتبارا للام و جواز الاکل یستلزم طھارة السؤر کما لا یخفی تو اگر خچر کی مان گھوڑی یا
گائے ہے تو اوسکا جھوٹھا پاک ہے جیسے اُس جانور کا جھوٹھا پاک ہے جو پیدا ہوا گورخر اور گائے سے اور غلبہ مشابہت کا کچھہ اعتبار نہین سبب یہہ کہ فقہا کہ اُس بھیڑیئے کو حلال کہتے ہین
جسکو بھیڑ یا بکری نے جنا ماں کے اعتبار کرنے کیوجہ سے اور کہانا حلال ہونا مستلزم ہے جھوٹھے کی طہارت کو چنانچہ یہہ امر پوشیدہ نہین **ھ** یہہ رد ہے ملا
مسکین شارح کنز پر کہ اوسنے مشابہت کا اعتبار کیا ہے **و ما نقله المصنف عن الاشباه من تصحیح عدم الحل فال شیخنا غریب** اور جو مصنف نے
اپنی شرح مین اشباہ سے عدم حلت کی تصحیح نقل کی ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ روایت نادر ہے مشہور کے مخالف ہے یعنی سند نہین **ھ** ٹہیک

بات یہہ ہی کہ مصنف نے فوائد تاجیہ سے نہ اشباہ سے یون نقل کیا ہی کہ جس حیوان کا اخذ الابوین ماکول ہوا اور دوسرا غیر ماکول ہو تو وہ حلال نہین اور ع قول مین عدم اعتماد اس قول کی وجہ یہہ ہی کہ ان کا اعتبار کرنا محققین مین مشہور قول ہے کذا فی الطحطاوی مشکوک فی طہوریتہ لا فی طہارتہ حتی لو وقع فی ماءٍ قلیلٍ اعتبر بالاجزاءِ گدہے اور خچر کے جہوٹھے کے مطہر ہونے مین شک ہے اور اوسکے پاک ہونے مین شک نہین یہانتک کہ اگر اسکا جہوٹھا پانی قلیل پانی مین پڑجاوے تو اجزا کا اعتبار ہوگا یعنی اگر نصف سے کم ہے تو وضو اس سے جائز ہے چنانچہ آب مستعمل مین اجزا کا اعتبار ہی ہم دلیل شک یہہ ہی کہ ثبوت ضرورت مین تردد ہی اسواسطے کہ گدہا مکانات مین باندہا جاتا ہی تو ظرف سے پانی پیتا ہی اور ضرورت کو اسقاط نجاست مین اثر ہے چنانچہ بلی اور چوہے مین مگر گدہے کی ضرورت بلی اور چوہے سے کمتر ہے کیونکہ وہ دونو ہر جگہہ گہر مین آمد و رفت رکہتے ہین بخلاف گدہے کے اور اگر مطلق ضرورت ثابت نہوتی چنانچہ کلب و سباع کتا تو نجاست کا حکم ہوتا بلا اشکال تو جبکہ ضرورت ایک وجہ سے ثابت ہوئی اور دوسری وجہ سے ثابت نہوئی تو طہارت اور نجاست دونون ساقط ہوگئی تعارض کیوجہ سے کذا فی البحر وهل يطهر النجس قولان اور گدہے کا جہوٹھا پانی ناپاک چیز کو پاک کرتا ہی یا نہین اسمین دو قول ہین ایک قول یہہ کہ ہان پاک کر دیتا ہی اور دوسرا قول یہہ کہ پاک نہین کرتا فيتوضأ به او يغتسل ويتيمم اي يجمع بينهما احتياطًا في صلوة واحدة لا في حالتين واحدة ان فقد ماء مطلقا جب گدہے اور خچر کا جہوٹھا مشکوک ہوا تو اوس سے وضو کرے یا نہاوے اور تیمم بہی کرے یعنی دونو کو احتیاط کی راہ سے جمع کرے ایک نماز مین نہ ایک حالت مین بشرطیکہ اب مطلق غیر مشکوک کو نپاوے ہم نماز واحد مین جمع بین الوضو والتیمم احتیاط ہی نہ ادا ر واحد مین تو اگر گدہے کے جہوٹھے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑہی پہر وضو ٹوٹا اور اوسنے تیمم کیا اور وہی نماز پہر پڑہی تو جائز ہے یہی قول صحیح ہے اگرچہ ادا ہی واحد مین جمع نکیا کذا فی الطحطاوی وصح تقديم ايهما شاء في الاصح اور وضو اور تیمم مین جسکو چاہے مقدم کرے صحیح تر قول مین ولو تيمم وصلى ثم اراق لزمه اعادة التيمم والصلوة لاحتمال طهوريته اور اگر تیمم کیا اور نماز پڑہی پہر گدہے کا جہوٹھا پانی گرا دیا تو اوسپر تیمم کرنا اور وہی نماز کا پڑہنا لازم ہوگا اُس پانی کے مطہر ہونیکے احتمال سے یعنی تیمم کا اعتبار اُسوقت ہی جبکہ پانی مطہر نہو لہذا اسپانی گرانے کے بعد نماز اور تیمم کا اعادہ لازم ہوا کیونکہ اوسکا مطہر ہونا محتمل ہے ولقدم التيمم على نبيذ التمر على المذهب المصحح المفتى به لان المجتهد اذا رجع عن قول لا يجوز الاخذ به اور تیمم کو مقدم کرنا چاہیے شربت خرما کی طہارت پر یعنی فقط تیمم متعین ہی وضو اوس سے جائز نہین بنابر قول صحیح ٹہرا ہوا مفتی بہ مذہب پر اسواسطے کہ مجتہد نے جبکہ رجوع کیا ایک قول سے تو اوسپر عمل کرنا مقلد کو جائز نہین ہم نبیذ خرما اس سے عبارت ہی کہ خرما پانی مین ڈالے جاوین اور وہ پانی میٹہا اور سائل باقی رہے تو امام کا اول قول یہہ تہا کہ نبیذ سے وضو متعین ہے یعنی تیمم کرنا نچاہیے اور ابو یوسف نے کہا کہ فقط تیمم کرنا چاہیے اور محمد کے نزدیک جمع بین الوضو والتیمم ہے اور نبیذ خرما جبکہ گاڑہا اور نشہ آور ہوجاوے تو بالاتفاق وضو جائز نہین ہی شرح مجمع اور بحر الرائق مین ہی کہ امام کے نزدیک تیمم متعین ہی اسی قول کیطرف امام نے رجوع کیا ہی کہ تیمم کرے اوس سے وضو نکرے یہی مذہب صحیح مختار ہے کذا فی النهر ملخصا وحكم العرق كسؤر اور پسینہ جہوٹھے کی مانند ہی حکم مین ہم اسواسطے کہ جہوٹھا مخلوط ہوتا ہے لعاب سے اور لعاب اور پسینہ دونون پیدا ہوتے ہین گوشت سے تو ہر حیوان کا پسینہ اوسکے جہوٹھے کے ساتھ معتبر ہے طہارت اور نجاست اور کراہت مین کذا فی النهر وعرق الحمار اذا وقع في الماء صار مشكوكا على المذهب كما في المستصفى تو گدہے کا پسینہ جبکہ پانی مین ٹپکا تو پانی مشکوک ہوگیا صحیح مذہب پر چنانچہ مستصفے مین مذکور ہے وفي المحيط عرق الجلالة عفو في الثوب والبدن اور محیط مین ہے کہ اونٹ وغیرہ ماکول اللحم نجاست خور کا پسینہ معاف ہی کپڑے اور بدن مین یعنی ہرچند نجس ہو مگر عفو ہے اور ظاہر تخصیص اسپر دال ہی کہ پانی مین معاف نہین وفي الخانية انه طاهر على الظاهر اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ اوسکا پسینہ پاک ہی ظاہر مذہب پر یعنی نجس معفو نہین اور ظاہرا اوسکے پڑنے سے پانی بہی پاک رہیگا واللہ اعلم

باب التيمم

یہہ باب ہی تیمم کے احکام مین ثلثه تأسيا بالكتاب مصنف نے تیمم کو بعد وضو اور غسل کے تیسرے درجے مین مذکور کیا قران مجید کی پیروی سے ہم قران مجید مین تیمم دو مقام مین مذکور ہے سورۂ نسا اور سورۂ مائدہ مین سو حق تعالی نے پہلے وضو کو بیان کیا پہر غسل کو پہر تیمم کو سو مصنف نے بہی قران مجید کی اقتدا کی وهو من خصائص هذه الامة بلا ارتياب اور تیمم اس محمدی امت کی مخصوصات سے ہی بلاشبہہ یعنی اگلی امتونکو اسکا حکم نہ تہا حق تعالی نے مزید رحمت سے

ہم خاکساروں کے حق مین خاک کو مطہر قرار دیا۔ والحمد للہ علے ذلک ھو لغۃً القصدُ وشرعًا قصدُ صعیدٍ مُطھّرٍ شرط لہ القصد لانہ النیۃ مُطھّرٍ تیمم لغت عرب مین بمعنی مطلق قصد کے ہی اور شرع کی اصطلاح مین تیمم قصد کرنا ہی پاک کرنیوالی مٹی کا مصنف نے قصد کو شرط کیا اسواسطے کہ قصد عبارت ہی نیت سی اور نیت تیمم مین فرض ہی م یہہ تعریف تیمم کی مقبول نہین اسلئے کہ قصد تیمم مین شرط ہی نہ رکن فتح القدیر مین تعریف تیمم کی یون مذکور ہی کہ تیمم نام ہے چہرہ اور دونون ہاتھون کے مسح کرنیکا پاک مٹی سی بارکے بشرط نیت کے کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ یہی تعریف حق ہی اور قصد شرط ہی کیونکہ قصد کو نیت کہتے ہین خرج الارض المتنجسۃ اذا جفّت فانّھا کالماء المستعمل مطہر کی قید سی ناپاک مٹی جبکہ وہ خشک ہو جاے تیمم کی تعریف سی خارج ہوگئی اسواسطے کہ وہ تو مستعمل پانی کی مانند پاک ہی مگر پاک کرنیوالی نہین ہی کہ تیمم اوسپر درست ہو لیکن نماز اوسپر درست ہی واستعمالہ حقیقۃً او حکمًا لیعم التیمم بالحجر الاملس اور استعمال اسکا خواہ حقیقۃً ہو خواہ حکمًا تاکہ صاف پتھر پر تیمم کرنے کو شامل رہی م یہہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر اوسکی یہہ ہی کہ صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہی اور حالانکہ اسمین استعمال نہین جواب یا کہ اوسپر دونون ہاتھ کے رکھنے سی استعمال حکمی پایا گیا بصفۃٍ مخصوصۃٍ قصد کرنا مطہر مٹی کا اور اوسکا استعمال ایک خاص طور پر م طور خاص سی تیمم کی کیفیت مراد ہی وہ یہہ ہی کہ دونون ہاتھ مٹی پر مارے پہر اونکو جہاڑے پہر اونسے چہرے کو ملا اسطرح کہ کچھہ باقی نرہی پہر دونون ہاتھ مٹی پر مارے پہر اونکو جہاڑے پہر اونسے دونون ہاتھ کہنیون تک ملے کذا فی المنح ھذا لیفید ان الضربتین من لوازمہ الاصح لا الاحوط یہہ معنی طور خاص نے اسکا فائدہ دیا کہ دوبار مٹی پر ہاتھہ کا مارنا تیمم کا رکن ہی اور یہی قول صحیح تر اور زیادہ تر احتیاط والا ہی م بعضون نے ضربتین کو شرط کہا ہی اور صحیح یہہ ہے کہ رکن ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی التیمم ضربتان تو ضربتین تیمم کی ماہیت مین داخل ہین ولہذا ابو شجاع نے کہا کہ اگر بعد ضرب حدث کیا قبل مسح کے تو اعادہ کرے اور اوس مٹی سی مسح کرنا جائز نہین اور اسی قول کو خلاصہ مین صحیح کہا ہی اور یہی مختار ہے شمس الائمہ کا اگرچہ اسبیجابی کا قول اسکے مخالف ہی کذا فی المنح لاجل اقامۃ القربۃ خرج التیمم للتعلیم فانہ لا یصلی بہ تیمم کرنا بصفت خاص چاہئے عبادت کے ادا کرنے کیواسطے اس کہنے سی تعلیم قرآن کا تیمم خارج ہوگیا اسلئے کہ اوس تیمم سی نماز جائز نہین م اسواسطے کہ جواز نماز کے حق مین شرط ہی اوس عبادت مقصودہ کی نیت کرنا کہ وہ بدون طہارت کے صحیح نہین اور تعلیم تو بدون طہارت کے بھی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ورکنہ شیئان الضربتان والاستیعاب اور تیمم کی رکن دو چیزین ہین ضربتین یعنے دوبار مٹی پر ہاتھہ مارنا اور تمام اعضاء تیمم پر ہاتھہ پھیرنا وشرطہ ستۃ النیۃ والمسح وکونہ بثلث اصابع فاکثر والصعید وکونہ مطھرًا وفقد الماء اور تیمم کی شرطین چھہ ہین ایک ۱ نیت ۲ مسح ۳ تین یا زیادہ انگلیون سی مسح کرنا ۴ مٹی ۵ مٹی کا مطہر ہونا ۶ پانی کا نپانا م فقدان آب عام ہی حقیقی ہو چنانچہ اوسوقت پانی کا اصلا نہونا یا فقدان حکمی ہو چنانچہ بیماری سی پانی کا استعمال نکرسکنا وسننہ ثمانیۃ الضرب بباطن کفیہ واقبالھما وادبارھما ونفضھما وتفریج اصابعہ وتسمیۃ وترتیب وولاء اور تیمم کی سنتین آٹھہ ہین اول باطن کفین یعنی دو ہتھیلیونکو اندر کیطرف سی مٹی پر مارنا ۲ ہتھیلیونکو مٹی پر رکھہ کر آگے کہینچنا ۳ اونکو مٹی پر رکھی ہوئی پیچھے ہٹانا کذا فی النہر الفائق ۴ اونکو جہاڑنا ۵ مٹی پر رکھنے کیوقت انگلیونکو کشادہ رکھنا تاکہ غبار اونکے مابین مین آجاوے ۶ بسم اللہ کہنا بطور دنور کے ۷ ترتیب یعنی اول منہ کو مسح کرنا پہر داہنے ہاتھہ پہر بائین ہاتھہ کو ۸ پے درپے بلا توقف مسح کرنا اسطرح کہ اگر پانی کا استعمال ہوتا تو عضو متقدم خشک نہوتا کذا فی الطحطاوی وزاد ابن وھبان فی الشروط الاسلام فردّہ وضممت سنتہ الثمانیۃ فی بیت اٰخر وعدت شطر بیتہ الاول فقلت ھ والاسلام شرط عذر ضرب ونیۃ ومسح وتعمیم صعید مطھر ومسنونہ ... وترتیب وال اقبل وتدبر اور ابن وہبان نے وہبانیہ منظومہ مین تیمم کی شروط مین اسلام کو زیادہ کیا اور مین نے اسکو رد کیا اور تیمم کی آٹھہ سنتونکو دوسری بیت مین ملا دیا اور اوسکی بیت کے نصف اول کو بدلا اسمین نے یون کہا ہی اور اسلام شرط ہی تیمم کی وقت اور عذر شرط ہی تیمم کی یعنی پانی کا نہونا یا بیماری اور ضرب کفین اور نیت اور مسح کرنا اور سارے اعضاء تیمم پر ہاتھہ پھیرنا اور مٹی کا ہونا اور اسکا مطہر ہونا شرط ہے

اور سنتین تیمم کی یہہ ہین کہ ای تیمم کرنیوالے بسم اللہ کہہ اور باطن کفین سی ضرب کر اور انگلیونکو کشادہ رکھہ اور ہتھیلیونکو جھاڑ اور ترتیب کے ساتھ
تیمم کر اور پے درپے بلا توقف تیمم کر اور مٹی پر ہاتھہ رکھہ کر آگے کہینچ اور پیچھے ہٹا م اور منجملہ شروط تیمم کے جنسی اہل تصانیف نے غفلت کی انقطاع
حیض اور نفاس ہے اور زائل ہونا مانع مسح کا چنانچہ موم اور چربی کا اعضاء تیمم پر ہونا کذا فی الطحطاوی من عجز مبتدا خبرہ تیمم عن
استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ لصلوٰۃ تفوت الی خلف لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا جو شخص کہ عاجز ہو اُس آب مطلق
کے استعمال سی جو کافی ہی اوسکی طہارت کو اُس نماز کیواسطے جو فوت ہوتی ہے اپنا خلیفہ چھوڑ کر اسکا عاجز ہونا پانی کے بعید ہونے سے ہو ایک میل
اگرچہ وہ شخص شہر کا مقیم ہو شارح نے کہا من عجز مبتدا ہی اور تیمم اوسکی خبر ہے جو آگے آویگا چند سطر کے بعد ہم آب مطلق اور کافی کی قید
اسواسطے لگائی کہ آب مقید اور غیر کافی بمنزلہ معدوم کے ہی اگر اتنا پانی ہو کہ فقط وضو یا فقط ازالہ نجاست کو جو کپڑے مین نماز کی مانع ہی کفایت
کرتا ہی تو اُس سی کپڑا دھو دے اور وضو کی عوض تیمم کرے سبکے نزدیک اور اگر وضو کر کے نجس کپڑے سی نماز پڑہیگا تو نماز ادا ہوگی مگر گنہگار ہوگا
چنانچہ بحر الرائق مین ہی خانیہ سے اور جو نماز کہ خلیفہ چھوڑ کر فوت ہوتی ہے وہ پنجگانہ نماز ہے جسکا خلیفہ قضا ہی اور نماز جمعہ ہی جسکا خلیفہ ظہر ہی
اور جس نماز کا خلیفہ کوئی نہین وہ نماز جنازہ اور عیدین ہی تو نماز جنازہ اور عیدین کیواسطے تیمم کرنا درست ہی اگرچہ پانی موجود ہو شارح نے
مقیم شہر کو اسواسطے شامل کر لیا کہ تیمم کی شرط عدم آب ہی پھر جہان یہہ شرط متحقق ہو وہین تیمم جائز ہے سفر ہو یا اقامت چنانچہ یہہ مسئلہ
اسرار مین مصرح ہی خانیہ مین ہے کہ قلیل سفر اور کثیر تیمم مین برابر ہی وتمامہ فی الطحطاوی اربعۃ الاف ذراع وہو اربع وعشرون
اصبعا وہی ست شعیرات ظہر البطن وہی ست شعرات بغل میل چار ہزار گز ہے اور گز ۲۴ انگل کا ہی اور انگلی چھہ جو کی ہی
اسطرح کہ ایک جو کی پیٹھہ دوسری جو کے پیٹ سے ملی ہو اور جو خچر کے چھہ بالون کا ہی او لمرض یشتد او یمتد لغلبۃ ظن او قول حاذق
مسلم ولو بتحرک یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے اُس بیماری کے سبب سے جو سخت ہوتی ہی یا دراز ہو جاتی ہے بظن غالب یا طبیب کامل
مسلمان کے کہنی سو اگرچہ شدت مرض اور بڑہ جانا حاصل ہوتا ہو حرکت کرنے سی ہم یعنی جب بیمار کو ظن غالب ہو کہ اگر مین وضو یا غسل کرونگا تو بیماری تیز
ہوگی یا طول کھینچیگی یا طبیب حاذق مسلم ہی بتادے تو تیمم کرنا جائز ہے اسطرح اگر بیمار کے پاس پانی نہین ہی اور اوسکی پانو مین سخت پھوڑا یا نہروا ہی اور وہ ظن
غالب جانتا ہی کہ مین اوٹھکر پانی لاؤنگا تو بیماری دراز ہوگی تو اب بھی تیمم اوسکو جائز ہی او لم یجد من یوضیہ یا بیمار نے نپایا اوسکو جو اسکو وضو کراوے
اور وہ خود وضو کرنے کی طاقت نہین رکھتا فان وجد ولو بأجر المثل ولہ ذلک لا یتیمم فی ظاہر المذہب کما فی البحر پہر اگر بیمار وضو کرنیوالیکو
پاوے اگرچہ دستور کے موافق مزدوری دیکر ملتا ہو اور اوسکو مزدوری دینی کی طاقت ہی تو اب بیمار تیمم نکرے ظاہر مذہب مین چنانچہ بحر الرائق مین ہے
وفیہ لا یجب علی احد الزوجین توضی صاحبہ او تعہدہ وفی مملوکہ یجب اور بحر الرائق مین ہی کہ زوجین مین سے ایک پر وضو کروانا دوسرے کا
یا خبرگیری اوسکی واجب نہین اور لونڈی غلام مین واجب ہی یعنی مالک مملوک کی خبرگیری کرے اور مملوک مالک کی ۱۲ او برد یہلک الجنب او یمرضہ
ولو فی المصر اذا لم یکن لہ اجرۃ حمام ولا ما یدفئہ یا عاجز ہو اُس سردی سے جو جنابت والیکو ہلاک کرتی ہی یا بیمار کرتی ہے اگرچہ جنب شہر
مین ہو جبکہ اوسکی پاس حمام مین نہانے کی مزدوری نہو اور نہ وہ چیز جو غسل کرنے والیکو گرم کردے یعنی پانی گرم کرنیکا سامان نہو اور نہ مکان محفوظ اور
نہ ایسا لباس ہم شارح نے جنب کی قید اسواسطے لگائی کہ سردی کے خوف سے وضو کو چھوڑ کر تیمم کرنا جائز نہین صحیح قول مین مصفی مین اسپر اجماع نقل کیا
ہے اسواسطے کہ یہہ تو فقط وہم ہے کیونکہ وضو مین ہلاکی یا تندرست کی بیماری نہین ہوتی عادت مین کذا فی البحر وما قیل انہ فی زماننا یتحیل
بالعدۃ فمما لم یاذن بہ الشرع اور وہ قول جو کسی نے کہا کہ جو جنب ہلاکی سے ڈرے وہ ہمارے زمانہ مین حمام کے نہانے کیواسطے حیلہ کرے مزدوری
دینے کا وعدہ کرے سو یہہ بات اُس قسم سی ہے جسکی شرع شریف نے اجازت نہین دی یعنی جو مفلس ہو وہ معذور ہی تیمم کرے اس حیلہ گری کی کچھہ حاجت
نہین نعم ان کان لہ مال غائب یلزمہ الشراء نسیئۃ والا لا ہان اگر اوس شخص کا مال اوسوقت موجود نہو تو اوسکو لازم نہین خرید کرنا وعدہ پر

اُس چیز کا جو سردی کو دفع کرے اور اگر مطلق مال نہو تو خریدنا لازم نہیں وہ معذور ہے تیمم کرے اَوْ خَوْفِ عَدُوٍّ اَوْ سَبُعٍ اَوْ نَارٍ عَلٰی نَفْسِہٖ وَلَوْ مِنْ فَاسِقٍ اَوْ حَبْسِ غَرِيْمٍ اَوْ مَالِہٖ وَلَوْ اَمَانَةً یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے دشمن کے خوف سے اپنی جان پر خواہ دشمن آدمی ہو یا غیر آدمی چنانچہ سانپ یا آگ کا ہونا پانی کے پاس اگرچہ ہو خوف عورت کو مرد فاسق سے کہ پانی کے پاس ہے یا خوف ہو قرضخواہ کے گرفتار کر لینے سے یا خوف ہو اپنے مال پر اگرچہ اوسکے پاس کا مال بطریق امانت کے ہو ہم اگر مدیون مفلس ہے تو خوف حبس کا البتہ عذر ہے اور اگر مقدور والا ہے تو عذر نہیں اسواسطے کہ وہ ظالم ہے ادا کرنے میں دیر لگانے سے ثُمَّ اِنْ نَشَأَ الْخَوْفُ بِسَبَبِ وَعِيْدِ عَبْدٍ اَعَادَ الصَّلٰوةَ وَاِلَّا لَا لِاَنَّہٗ سَمَاوِيٌّ پھر اگر خوف ہوا ہے بندے کے ڈرانیسے تو تیمم بعد زوال خوف کے نماز کو پھر پڑھے اور اگر بندے کیطرف سے نہیں ہے تو اعادہ نکرے اسواسطے کہ وہ خوف آسمانی ہے یعنی خدا کیطرف سے ہے کذا فی البحر بحوالہ خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ اگر اسیر مسلم کو کافروں نے وضو اور نماز سے منع کیا تو تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے پھر نماز کا اعادہ کرے جب چھوٹے اور اسیطرح جبکہ مالک نے کہا اپنے غلام سے کہ جب تو وضو کریگا تو تجھکو قید کرونگا یا قتل کرونگا تو وہ تیمم سے نماز پڑھے پھر اعادہ کرے محبوس کی مانند اسواسطے کہ تیمم کی طہارت منع وجوب اعادہ میں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی اَوْ عَطَشٍ وَلَوْ لِكَلْبِہٖ اَوْ رَفِيْقِ الْقَافِلَةِ حَالًا اَوْ مَاٰلًا یا عاجز ہو بالفعل یا بالقوہ کی تشنگی کے خوف سے اگرچہ اپنے کتے یا رفیق قافلہ کی تشنگی کا خوف ہو ہم جس پانی کی دفع عطش کیواسطے حاجت ہو وہ بمنزلہ معدوم کے ہے خواہ اپنی پیاس ہو یا اپنے جانور کی یا اہل قافلہ کی آشنا ہو یا اجنبی تو ان صورتوں میں باوجود پانی کے تیمم جائز ہے وَكَذَا الْعَجِيْنُ وَاِزَالَةُ نَجَسٍ كَمَا سَيَجِيْءُ وتشنگی کی مانند ہے آٹا گوندنا یا بدن اور کپڑے سے نجاست کا دور کرنا چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا وَقَيَّدَ ابْنُ الْكَمَالِ عَطَشَ دَوَابِّہٖ بِتَعَذُّرِ حِفْظِ الْغُسَالَةِ لِعَدَمِ الْاِنَاءِ اور ابن کمال نے چوپایوں کی تشنگی کے خوف کو مقید کیا ہے تعذر حفظ غسالہ کے ساتھ برتن کے نہونے سے یعنی اگر وضو اور غسل کا غسالہ برتن کے ہونے سے رکھ سکتا ہو تو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ اونکی دفع تشنگی غسالہ ہی سے ممکن ہے اور اگر برتن نہو تو جانوروں کیواسطے پانی رکھے اور آپ تیمم کرے وَفِي السِّرَاجِ لِلْمُضْطَرِّ اَخْذُہٗ قَهْرًا وَقِتَالُہٗ اور سراج میں ہے کہ مضطر کو یعنی جو شخص کہ پیاس کے مارے مرتا ہو تو اوسکو دوسرے شخص کا پانی زبردستی لینا اور اگر وہ نہ دے تو اوس سے لڑنا جائز ہے بشرطیکہ پانی کا مالک بوجہ تشنگی پانی کیطرف حاجتمند نہو ورنہ وہی مقدم ہے غیر سے کذا فی البحر فَاِنْ قُتِلَ رَبُّ الْمَاءِ فَهَدَرٌ پھر اگر لڑائی میں پانی کا مالک مارا گیا تو اوسکا خون رائگان ہے یعنی نہ اوسمیں قصاص ہے نہ خونبہا نہ کفارہ کذا فی البحر وَاِنِ الْمُضْطَرُّ ضَمِنَ بِقَوَدٍ اَوْ دِيَةٍ اور اگر مضطر مارا گیا تو پانی کا مالک ضامن ہوگا قصاص یا دیت کا یعنی اگر قتل عمد ہے تو قصاص ہے اور اگر شبہ عمد یا خطا یا جاری مجرای خطا ہے تو عاقلہ پر دیت ہے اور قاتل پر کفارہ کذا فی البحر اَوْ عَدَمِ اٰلَةٍ طَاهِرَةٍ يُسْتَخْرَجُ بِهَا الْمَاءُ یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے بسبب نہونے اوس پاک سامان کے جس سے پانی نکالا جاوے ہم یعنی جب کنوئیں میں پانی ہو اور رسی اور ڈول نہو تو عاجزی ثابت ہوئی کنوئیں کا وجود اور عدم برابر ہے اور اگر ڈول ناپاک ہوا تو بھی اوسکا وجود اور عدم برابر ہے تیمم جائز ہے فَلَوْ نَشَّا سَنَّا تیمم جائز نہیں اگرچہ تھوڑا تھوڑا پانی نکل سکتا ہو ہم اور اسیکی مانند رومال اور کپڑا ہے یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکلنا ممکن ہو تو اوسکو نچوڑ کر وضو کرنا لازم ہے اگرچہ پیدا وضو چند مرتبہ لٹکانے سے متصور ہو ایسی صورت میں تیمم جائز نہیں وَاِنْ نَقَصَ بِاِدْلَائِہٖ اَوْ شَقِّہٖ نِصْفَيْنِ قَدْرَ قِيْمَةِ الْمَاءِ تیمم جائز نہیں اگرچہ کپڑا وغیرہ کنوئیں میں لٹکانے یا اوسکے دو ٹکڑے کرنیسے بقدر قیمت پانی کے ناقص اور خراب ہو جاوے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلا کچھ رنگ کی پگڑی ہے کہ پانی میں ڈالنے سے بدرنگ ہو کر کم قیمت ہو جاتی ہے یا دوپٹہ وغیرہ ہے کہ نصفا نصف پھاڑنے سے پانی تک پونہچتا ہے تو اگر پگڑی یا دوپٹہ کا نقصان اوسقدر ہے جسقدر سے پانی خرید ہو سکتا ہے تو تیمم جائز نہیں پانی نکالکر طہارت کرے اور اگر پانی کی قیمت سے زیادہ نقصان لازم آتا ہے تو تیمم جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ یہہ مسئلہ ہمارے مذہب میں منصوص نہیں ہے بلکہ شافعی مذہب میں مذکور ہے توشیح میں کہا ہے کہ یہہ سب ہمارے مذہب کے قواعد کے موافق ہے كَمَا لَوْ وَجَدَ مَنْ يَنْزِلُ اِلَيْہِ بِاَجْرٍ چنانچہ اگر پاوے اُس شخص کو جو کنوئیں میں اترے اور پانی لاوے مزدوری کے بدلے یعنی اگر اجرت مثل لے تو اجرت دینا لازم ہے اور تیمم جائز نہیں اور اگر زیادہ مانگے دستور سے تو تیمم بلا اعادہ جائز ہے کذا فی البحر تَكَمَّلَ لِهٰذِہٖ

الا عذار كلها عاجز مذكور تیمم کریں ان سب عذروں سے یعنی میل بھر کا پانی دور ہونا یا بیماری یا سردی یا خوف دشمن یا خوف تشنگی یا عدم آلہ آبکشی ہر واحد
علت مستقلہ ہے جواز تیمم کی حتی لو تیمم لعدم الماء ثم مرض مرضا یبیح التیمم لم یصل بذلک التیمم لان اختلاف اسباب الرخصة یمنع الاحتساب
بالرخصة الاولی وتصیر الاولی کان لم یکن جامع الفصولین قلت یعنی تو اگر ایک شخص نے تیمم کیا پانی کے نہونے سے پھر اوسکو ایسی بیماری ہو گئی جسکے
سبب سے تیمم کرنا اوسکو مباح ہو گیا تو اوس تیمم سے نماز نہ پڑھے اسواسطے کہ رخصت کے اسباب کا متغیر ہونا اور بدلنا پہلے رخصت کی شمار کرنے اور کفایت
کرنے کو مانع ہوتا ہے اور پہلے رخصت اسطرح ہو جاتی ہے گویا کہ وہ موجود ہی نہ تھی ایسا ذکر ہے جامع الفصولین میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم رخصت
اجازت شرعی کو
سے مراد یہاں تیمم ہے اور اسباب سے مراد بعد اور مرض اور خوف عدو اور عطش اور فقدان آلہ ہے جامع الفصولین سے مراد وہ کتاب ہے جو فصول
عمادی اور فصول استروشنی کی جامع ہے مستوعبا وجهه حتی لو ترك شعرة او وترة منخره لم یجز یعنی تیمم کرے اپنے چہرے کو پورا مسح کر کے
یہانتک کہ اگر ایک بال کو یا اپنے نتھنے کے کنارہ کو یا حجاب بین المنخرین کو مسح کرنے سے چھوڑ یگا تو تیمم جائز نہو گا کذا فی الطحطاوی ویدیه مع نزع
الخاتم والسوار او تحریکه به یفتی مع مرفقیه فیمسحهما لا قطع اور پورا مسح کرے اپنے دونوں ہاتھوں کا تو انگوٹھی اور کنگن کو نکال ڈالے مسح کیوقت
تاکہ مسح سے وہ مقام باقی نرہے یا اوسکو حرکت دے یعنی اپنے مقام سے ہٹادے اسیکا فتوی ہے یعنی وضو کیطرح یہاں فقط تحریک کافی نہیں ہے دونوں سمیت کرنے
ہاتھ کے ہاتھوں کا مسح کرے ہو کہنیوں کے ساتھ تو جسکا ہاتھ کٹا ہے اور کچھ کہنی باقی ہے تو اوسکا بھی مسح کرے بضربتین ولو من غیره تیمم کرے دو بار
مٹی پر ہاتھ مار کے اگرچہ ضربتین متیمم کی غیر سے صادر ہوں یعنی اگر کوئی دوسرے کو تیمم کرا دے اوسکو بھی ضربتین کافی ہیں اسطرح کہ ایکبار سے اوسکے چہرہ
کو مسح کرے اور دوسری بار ایک ہاتھ سے ایک ہاتھ کو مسح کرے اور دوسری بار دوسرے ہاتھ کو ہم حاکم اور طبرانی اور دارقطنی نے جابر سے روایت کی
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للذراعین الی المرفقین لیعنی اہل حدیث اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں لیکن
حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے اور دارقطنی نے کہا کہ اسکے راوی سب ثقات ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ تیمم میں احادیث مختلف اور متعارض ہیں بعضی حدیث میں
ضربتین ہے اور بعضی میں ضربہ واحدہ اور بعضی میں مطلق ضرب اور بعضی میں کفین اور بعضے میں یدین الی المرفقین اور بعضی میں یدین مطلق اور لینا احادیث
ہتھیلیاں
ضربتین اور مرفقین کو جیسا کہ امام اعظم کا مذہب ہے اقرب باحتیاط اور عمل باحادیث طرفین ہے سو اسلئے کہ ضربتین میں ضربہ داخل ہے اور مسح ذراعین تا
مرفقین میں مسح تا کفین داخل ہے دونوں بالعکس کذا فی شرح سفر السعادة للدہلوی وما یقوم مقامهما کما فی الخلاصة وغیرها لو حرک رأسه او
ادخله فی موضع الغبار بنیة التیمم جاز والشرط وجود الفعل منه یا تیمم کرے اوس فعل سے جو قائم مقام ہے ضربتین کے یعنی تیمم ہی اسواسطے
کی کہ خلاصہ وغیرہا میں ہے کہ اگر تیمم کرنیوالے نے اپنے سر کو ہلایا یعنی سر کو چہرہ کے ساتھ گرد و غبار کے اندر کھڑے ہوئے ہلایا یا اپنا سر غبار کے مقام
میں داخل کر دیا تیمم کی نیت سے تو جائز ہے اور جواز تیمم کی شرط وجود فعل کا ہے تیمم کرنیوالے سے خواہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب یا غیر ضرب کذا فی
البحر ہم تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ضرب تیمم کا رکن نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر کتابوں میں ذکر ضرب کا واقع ہے اور اصل یعنی مبسوط میں منع مذکور
ہے ضرب تو ابن شجاع نے کہا کہ ضرب رکن ہے تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد ضرب کے نیت کی تو کافی نہیں اور اسبیجابی نے کہا کہ ضرب
رکن نہیں تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد اوسکے نیت کی تو کافی ہے فتح القدیر میں ہے کہ بنظر دلیل کے ضرب کا اعتبار نہیں اسواسطے کہ قران
مجید میں فقط مسح مامور ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ التیمم ضربتان تو یا اعم من المسحتین مراد ہے یا بنظر غالب عادت کے ہے تو شارح نے اس مقام میں فتح
القدیر کی تحقیق کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی ولو جنبا او حائضا طهرت لعادتها او نفساء تیمم کرے اگرچہ تیمم کرنیوالا جنب ہو یا وہ حائض
جو پاک ہو گئی اپنی عادت کے موافق یا نفاس والی ہو جنب کو تیمم جائز ہے عمار یاسر کی حدیث کی دلیل سے جو صحاح ستہ میں مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم نے اونکو تیمم کرنیکا حکم کیا اس لئے کہ وہ جنب تھے اور حائض اور نفاس والی بھی جنب میں جواز تیمم میں کذا فی النہر بمطهر من جنس الارض متعلق
ان لم یکن علیه نقع ای غبار یعنی تیمم کرے اوس پاک کرنیوالی چیز سے جو زمین کی جنس سے ہو اگرچہ اوسپر گرد و غبار نہو ہم زمین کی جنس سے

وہ چیز ہی جو آگ سی گھلے اور نہ راکھہ ہو جاوی جلکر جیسا کہ پتھر اور گچ اور چونہ اور سرمہ اور گیرو اور ہرتال اور گندہک اور یاقوت اور زبرجد اور زمرد اور فیروزہ اور عقیق اور ریتا اور پختہ اینٹ اور پہاڑ کے نمک مین یعنی سیندھا لون مین دو روایتین ہین مگر جواز تیمم پر فتوی ہی چنانچہ تجنیس مین ہی تو درخت اور شیشہ جو ریت اور ریگ سی بنتا ہے جنس ارض سے خارج ہو گیا الحاصل جو منطبع اور مترمد نہو وہ جنس ارض سی ہی اوسپر تیمم کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی فلو لم یدخل بین اصابعہ تحتاج الی ضربة ثالثة للتخلل تو اگر غبار داخل نہوا انگلیون کے اندر تو تیسری بار ہاتھہ مارنے کی خلال کرنے کیواسطی حاجت نہین بلکہ خلال کرے بدون ضرب کے اور یہہ مراد نہین کہ اصلا خلال نکرے اسلیئے کہ استیعاب مسح پوری حقیقت ہی تیمم کی چنانچہ منیہ اور اوسکی شرح مین ہی اور یہی ظاہر الروایہ ہے اور عالمگیری مین ہی کہ اگر غبار انگلیون مین داخل نہو تو تخلیل اصابع واجب یعنی فرض ہی اور صحیح یہہ ہی کہ کف کا مسح کرنا ضرور نہین بلکہ ضرب کف کافی ہے کذا فی الطحطاوی وعن محمد یحتاج الیها اور محمد سے روایت یہہ ہے کہ اگر غبار داخل نہو تو تیسری ضرب کی حاجت ہی نعم لو تیمم غیرہ یضرب ثلثا للوجه والیمنی والیسری قسۃ ہان اگر دوسرے کو تیمم کراتا ہی تو تین بار ہاتھہ زمین پر مارے ایک چہرے کیواسطی اور دوسری بار داہنے کیواسطی اور تیسری بار بائین ہاتھہ کے لئے ایسا کہا ہی قہستانی شارح نقایہ نے وبه مطلقا بغیر غبار ولو لانه تراب دقیق اور غبار سے ہر طرح تیمم جائز ہے مٹی ملے یا نہ ملے اسواسطیکہ غبار تراب باریک مٹی ہے فلا یجوز بلؤلؤ ولو مسحوقا لتولده من حیوان البحر ولا بمرجان الملحق باللؤلؤ لشبهه بالنبات لکونه اشجارا نابتة فی قعر البحر علی ما حرره المصنف جب تیمم کیواسطے جنس زمین کا ہونا شرط ہوا تو تیمم جائز نہین موتی سے اگرچہ وہ پیسا ہو اسواسطی کہ اوسکی پیدائش ہی سمندر کے جانورسی اور مونگے سی بھی تیمم جائز نہین کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہی اسواسطی کہ مونگا ان درختون سے ہے جو سمندر کی تہ مین جمتے ہین ایسی تحریر اور تنقیح کی ہے مصنف نے اپنی شرح مین م یہہ ردہی صاحب بحر پر اسواسطی کہ اونہی فتح القدیر سی عدم جواز تیمم کا مونگے سی نقل کیا پہر اوسکے سہو پر حکم کیا اسواسطی کہ غایة البیان اور توشیح اور عنایہ اور محیط اور معراج الدرایہ اور تبیین مین جواز ثابت ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا ظاہرا یہہ سہو نہین اسواسطی کہ عدم جواز کی وجہ یہہ ہی کہ مونگا منعقد ہوتا ہے پانی سے موتی کی مانند بدلیل شہادت اہل تجربہ اور جو جواز کے قائل ہین وہ اسکو اجزاء ارض سے سمجھی ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا بمنطبع کفضة وزجاج اور تیمم جائز نہین اوس چیز سے جو آگ سی گداختہ ہو یعنی پگھل جاوی جیسی چاندی اور کانچ ومترمد بالاحتراق اور نہ راکھہ ہو جانیوالی چیز سے جلکر یعنی جو آگ سی جلکر راکھہ ہو جاوی چنانچہ درخت الا رماد الحجر فیجوز کحجر مدقوق او مغسول وحائط مطین او مجصص واوان من طین غیر مدهونة وطین غیر مغلوب بماء مگر پتھر کی راکھہ سی تو تیمم جائز ہے جیسی جائز ہی کوٹی پتھر یا دہوئی صاف پتھر سے یعنی اگرچہ اوسپر غبار نہو اور جائز ہے کہگل کی ہوئی یا گچ لگائی ہوئی دیوار سی اور مٹی کے برتنون سے جو روغنی نہین اور گیلی مٹی سی جو پانی سی مغلوب نہین م تو ظرف چینی سی تیمم جائز نہین اسواسطیکہ اوسپر کانچ کا روغن ہوتا ہے ہان اگر جنس ارض سی اوسپر روغن ہو چنانچہ گیرو کا تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق سی مستفاد ہوتا ہی اور گیلی مٹی جسکو گارا اور کیچڑ بولتے ہین اگر اوسمین پانی غالب ہی مٹی پر یا برابر ہی تو اوس سی تیمم جائز نہین چنانچہ متن مین مذکور ہوگا کہ غالب چیز کا حکم ہے لکن لا ینبغی التیمم به قبل خوف فوت وقت لئلا یصیر مثلة بلا ضرورة لیکن گیلی مٹی سی تیمم کرنا فوت ہو جانے وقت کے ڈر سی پہلے نہ چاہیئے تاکہ بدشکل نہو جاوی بہبوت ملکر بدون ضرورت کے م یعنی گیلی مٹی سی تیمم خلاف اولی ہے اور اگر کریگا تو جائز ہے ولوالجیہ مین ہی کہ اگر مسافر کادوں کی جگہہ مین ہو اور صعید یعنی خشک مٹی نپاوی تو اپنا کپڑا جہاڑکر تیمم کرے اگر اوسپر غبار ہو اور اگر غبار نہو تو اپنی کپڑی مین گیلی مٹی لگا دی جب وہ خشک ہو تو تیمم کری کذا فی النهر ومعادن فی محالها فیجوز لا بعد ما یصیر حدیدا ہو کانی چیزون سی جو اپنی اصلی مکانون مین ہین یعنی جب تک اونکو خاک سی جدا نہین کیا چنانچہ خاک آمیختہ سونا اور چاندی اور لوہا کہان کا تو تیمم اونپر جائز ہے بسبب اوس مٹی کے جو اوسپر لپٹی ہے کذا فی النهر وقیده الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمدیده علیه وان لم یستبن لا یجوز اور معدن مین جواز تیمم کیواسطی اسبیجابی نے یہہ قید لگائی کہ مٹی کا اثر ظاہر ہو اوسپر دونوں ہاتھہ پھیلا کر اور اگر مٹی کا اثر

ظاہر نہو تو بعضون نے تیمم کرنا جائز نہین وکذا کل ما لا یجوز التیمم علیه کحنطة وجوخة فلیحفظ اور مثل بعضا ان کے ہر ایک وہ چیز ہے جسپر تیمم جائز
نہین مانند گیہون اور نباتات کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہہ خوب بات ہے کذا فی النہر ہم فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ غبار سے تیمم
کرنے کی یہہ صورت ہے کہ اپنے دونون ہاتھ مارے کپڑے یا نمدہ یا تکیہ مین اور مانند اسکے اعیان طاہرہ مین جسپر غبار ہے پھر جبکہ غبار اوسکی ہاتھون پر
پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا جھاڑے تاکہ غبار نکلے پھر اپنا ہاتھ اوٹھا دے غبار مین ہوا کے اندر سو جبکہ غبار ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے والحکم
للغالب لو اختلط تراب بغیرہ کذہب وفضة ولو مسبوکین اور حکم ہے غالب چیز کا یعنی غالب چیز کا اعتبار ہے اگر مٹی ملی ہو دوسری چیز سے
جسپر تیمم جائز نہین چنانچہ سونا اور چاندی اگرچہ دونون گداختہ ہون اور مٹی سے صاف ہوگئی ہون ہم شارح اس تعمیم مین شرح مصنف کا تابع ہوا
اور مصنف نے اسکو بحر الرائق عن المحیط نقل کیا لیکن مین نے جو بحر الرائق کو دیکھا تو اسمین محیط سے یہہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر تیمم کیا سونے یا چاندی سے
اگر وہ سبیکہ یعنی گداختہ ہون تو جائز نہین اور اگر گداختہ نہین اور مخلوط ہین مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہے تو جائز ہے اور یہہ اوسمین مذکور نہین کہ جب گداختہ
ہون اور مٹی کے ساتھ ہون اور زیلعی مین ہے کہ تیمم جائز ہے سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند انکی جب تک کہ وہ زمین پر ہین اور ایسے
کوئی چیز نہین بنائی گئی اور بعد گداختگی تیمم جائز نہین کذا فی الطحطاوی والارض محرقة فلو الغلبة للتراب جاز والا لا خانیہ اور جلی مٹی راکھ
سے ملے تو اگر مٹی غالب ہے راکھ سے تو تیمم جائز ہے اور اگر غالب نہین یعنی مغلوب یا برابر ہے تو تیمم جائز نہین کذا فی الخانیہ ہم یعنی زمین پر کا جھاڑ بوٹا
جل گیا اور اوسکی مٹی سے لگ گیا تو غالب کا اعتبار ہے اور اگر مٹی جلی بدون اختلاط کسی چیز سے یہانتک کہ سیاہ ہوگئی تو اوس سے تیمم جائز ہے اسواسطے کہ
احتراق سے مٹی کا رنگ بدلگیا نہ اوسکی ذات کذا فی الطحطاوی وفیه علی حکم المساوی اور خانیہ کی تقیید غلبہ تراب سے معلوم ہوگیا برابر کا حکم یعنی
اگر مٹی برابر ہے دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ مٹی غالب نہین وجاز قبل الوقت ولاکثر من فرض وجاز لغیرہ کالنفل لانه بدل
مطلق عندنا لا ضروری اور تیمم جائز ہے نماز کے وقت سے پہلے اور ایک تیمم سے چند فرضون کیواسطے اور تیمم جائز ہے غیر فرض کے لیئے چنانچہ نفل کیواسطے
اسواسطے کہ تیمم مطلق بدلا ہے وضو اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدل ہم یعنی جب کہ پانی نہو تو تیمم بدل مطلق ہے اور اوس سے حدث مرتفع ہو جاتا ہے
تا وجود آب اور یہہ نہین کہ وہ نماز کو مباح کر دیتا ہے باوجود قائم ہونے حدث کے اور شافعی کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہے اور بسبب نماز ہے حالانکہ
حدث حقیقةً موجود ہے تو اونکے نزدیک قبل وقت کے جائز نہین اور اوس سے ایک فرض سے زیادہ نماز جائز نہین اور ہمارے نزدیک فرض اور نفل
جو چاہے پڑھے کذا فی المنح وجاز لخوف فوت صلوة جنازة ای کل تکبیراتها ولو جنبا وحائضا اور تیمم جائز ہے نماز جنازہ کی فوت
ہو جانے کے خوف سے یعنی تمام تکبیرون کے فوت ہونیکے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنیوالا جنب یا حائض ہو ہم اور اگر فوت ہونیکا خوف نہو اسطرحپر کہ ایکہی
شخص نماز جنازہ کا وارث ہوا اور جبکہ وضو کرنے جائیگا تو اوسکا انتظار ہوگا تو اوسکو تیمم جائز نہین اور اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے مین بعض تکبیرات
مین شریک ہوگا تو بھی اوسکو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ باقی ادا کرنا تنہا اوسکو ممکن ہے کذا فی البحر عن البدائع ولو جئ باخری ان امکنه
التوضی بینهما ثم زال تمکنه اعاد التیمم والا لا به یفتی اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لائے تو اگر اوس متیمم کو مابین ان
دونون کے وضو کرنا ممکن ہوا پانی ملنے اور فرصت پانے سے پھر یہہ قدرت زائل ہوگئی تو پھر تیمم کرے دوسرے جنازہ کیواسطے بالاتفاق اور جو
ان مین وضو پر قدرت نہوئی تو تیمم کا اعادہ نہین شیخین کے نزدیک اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البحر عن المصفی او فوت عید بفراغ امام
او زوال شمس اور جائز ہے تیمم نماز عید کی فوت ہو جانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے ہم یہہ حکم ہے کل نماز عید
کے فوت ہونیکا اور اگر مقتدی وضو کرکے شریک ہو بعض نماز مین تو تیمم جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو کان یبنی بناء بعد شروعه
متوضیا وسبق حدثه اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کرکے بنا کرتا ہو بعد شروع کرنے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدث کے یعنی وضو
کرکے نماز جنازہ یا عید شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہے کہ اگر وضو پھر کریگا تو نماز فوت ہو جاویگی تو امام کے نزدیک تیمم کرکے بنا کرنا جائز ہے

خلافا للصاحبین کذا فی البحر بلا فرق بین کونه اماما اولا فی الاصح بدون فرق کے درمیان ہونے اُس بات کے امام یا غیر امام صحیح قول مین
یعنے جب فوت نماز عید یا جنازہ کا خوف ہو تو امام اور غیر امام دونونکو تیمم جائز ہی لان المناط خوف الفوت لا الی بدل اسواسطیکہ
جواز تیمم کا مدار اس صورت مین خوف ہی فوت ہونیکا بلا عوض یعنے جو نماز فوت ہوتی ہو اور اوسکا بدلا نہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اوسکے فوت ہوجانے
کے ڈر سے تیمم جائز ہے فجاز لکسوف وسنن رواتب ولو سنة فجر خاف فوتها وحدها جب جواز تیمم کا خوف فوت پر مدار ہوا تو تیمم
جائز ہے سورج گہن اور اسیطرح چاند گہن کی نماز کیواسطے اور موکدہ سنتون کیواسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت کہ ڈرا ہو فقط اوسکی فوت ہونیسے بدون فرض کے
ہم یہ بحث ہو حلبی شارح منیۃ المصلے کی کذا فی الطحطاوی یعنی اگر خوف ہو کہ پانی کو لیس جانے تک سورج گہن ہو چکیگا یا ظہر اور مغرب کا فرض ادا
کر چکا اور وضو ٹوٹ گیا اور پانی تک جانے مین وقت فوت ہوتا ہی تو تیمم کرکے سنتین پڑھ لے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونیکے بدون فرض
کیصورت یہہ ہے کہ پانی میل بھر سے کم ہے خادم پانی لینے گیا ہی لیکن اوسکے آنے تک فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہیگا تو تیمم
کرکے فجر کی سنتین پڑھے پھر جب پانی آدے تو وضو کرکے فرض ادا کرے طحطاوی نے کہا فقط فوت سنت فجر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سنت کا
فرض کے ساتھہ فوت ہونیکا خوف ہو تو تیمم نکرے اسواسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھہ قضا کریگا ولنوم وسلام ورده وان لم تجز الصلوة
به اور جائز ہے تیمم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کیواسطے یعنی باوجود پانی ہونے کے اگرچہ اُس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین
اُس تیمم سے نماز اسواسطے جائز نہین کہ نماز کے تیمم کیواسطے فقدان آب حقیقةً یا حکماً ضرور ہے اور یہہ کہ اُس عبادت مقصودہ کی نیت کرے
جو حلال نہین بدون طہارت کے قال فی البحر وکذا الکل ما لا یشترط له الطهارة لما فی المبتغی وجاز لدخول مسجد مع وجود الماء
وللتوم فیه واقره المصنف بحرالرائق مین کہا اور اسیطرح تیمم جائز ہے یعنی باوجود پانی کے ہر ایک اُس عمل کیواسطے جسکے لئے طہارت شرط نہین
بدلیل اُس قول کے جو مبتغی مین ہوا ہے اور جائز ہی تیمم مسجد مین جانے کیواسطے باوجود پانی ہونیکے اور مسجد مین سونے کیواسطے اور مصنف نے اپنی شرح
مین اسکو ثابت رکہا ہے یعنی اسپر رد نہین کیا لکن فی النهر الظاهر ان مراد المبتغی للجنب فسقط الدلیل لیکن نہرالفائق مین ہے کہ ظاہر
ہے کہ مبتغی کی مراد جنب ہی تو بحرالرائق کی دلیل ساقط ہوگئی ہم یعنی جب مبتغی کے کلام سے جنب مراد ہوا تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نرہا کیونکہ جنب کو
طہارت شرط ہے لیکن حلبی محشی نے کہا کہ کلام مبتغی سے ارادہ کرنا جنب کا مسلم نہین اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہین کہ پانی مسجد کے باہر ہے یا
اندر اگر باہر ہے تو رد باطل ہے کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد مین باوجود ہونے پانی کے خارج مین باتفاق ہمارے علما کے جائز نہین اور اگر مسجد کے اندر
ہے اور یہی احتمال صحیح ہی مگر یہہ احتمال مبتغی کی عبارت سے بعید ہے بدلیل قوله والنوم فیه کذا فی الطحطاوی قلت وفی المنية وشرحها تیممه
لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء لیس بشیء بل هو عدم لانه لیس بعبادة یخاف فوتها مین کہتا ہون اور منیۃ المصلی
اور اوسکی شرح مین ہے کہ شخص کا تیمم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چھونے کیواسطے باوجود پانی کے کوئی چیز نہین بلکہ وہ معدوم یعنی
کرنا نکرنے کی برابر ہے اسواسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا مس وہ عبادت نہین جسکے فوت ہو جانیکا ڈر ہو ہم یہہ تائید ہی صاحب نہر کی اور اگر دخول
مسجد کو جنب پر محمول کیجے تو کلام مبتغی کے مخالف نہین ہی لکن فی القهستانی عن المختار جوازه مع الماء لسجدة التلاوة لیکن
قہستانی مین مختار سے منقول ہی کہ پسندیدہ قول جواز تیمم کا ہی پانی ہونیکے ساتھہ سجدہ تلاوت کیواسطے ہم یہہ استدراک ہی منیۃ المصلی کی دلیل پر
کہ جس عبادت کے فوت ہونیکا کچھہ خوف نہو اوسکے واسطے تیمم جائز نہین یعنی سجدہ تلاوت مین طہارت شرط ہے اور اوسکے فوت ہونیکا خوف نہین
باوجود اسکے تیمم جائز ٹھہرا حلبی نے کہا کہ یہہ نقل ضعیف بلکہ مخالف ہی قاعدہ کے کیونکہ سجدہ تلاوت مین طہارت مشروط ہی اور فوت ہوتی ہی خلیفہ
اپنا چھوڑ کر لکن سیجیء تقییده بالسفر لکن عنقریب فروع مین آویگا مقید کرنا جواز تیمم کا سجدہ تلاوت کیواسطے سفر کے ساتھہ یعنی یہہ سفر
مین مدد ہی نہ حضر مین ہم اس مسئلہ کی گفتگو فروع مین مذکور ہوگی ثم رأیت فی الشرنبلالیة عن شرح المجمع ما یؤید کلام البحر پھر علامہ ابوبکر بن علی

کی شرعۃ الاسلام اور اوسکی شرح مین مین نے وہ دیکھا جو بحر الرائق کے کلام کی تائید کرتا ہی کہ جسمین طہارت شرط نہین اوسمین تیمم جائز ہی باوجود
پانے کی قال وفی ظاہر الروایۃ جوازہ بتیمم مع وجود الماء وان لم تجز الصلوۃ بہ صاحب شرعہ یا صاحب شرعہ نے کہا کہ ظاہر الروایۃ جائز ہونا تیمم کا ہے نو چیزکی
واسطے باوجود ہونے پانی کے اگرچہ اوس تیمم سے نماز جائز نہین ہم اکثر نسخون مین ظاہر الروایۃ ہے اور ایک نسخہ مطبوعہ مصر مین ظاہر البزازیۃ ہے
قلت بل بعشر بل اکثر لما مر من الضابط انہ یجوز لکل ما لا تشترط الطہارۃ لہ ولو مع وجود الماء مین کہتا ہون بلکہ دس چیز بلکہ اکثر کے
واسطے تیمم مذکور جائز ہے اسواسطے کہ یہہ قاعدہ گذر گیا کہ تیمم جائز ہے ہر ایک اوس عمل کیواسطے جسمین طہارت مشروط نہین اگرچہ پانی موجود ہو واما
ما تشترط لہ فیشترط فقد الماء کتیمم لمس مصحف فلا یجوز لواجد الماء واما للقراءۃ فان محدثا فکالاول او جنبا فکالثانی اور جس
فعل کیواسطے طہارت شرط ہے سو وہان تو پانی کا نہونا تیمم کیواسطے مشروط ہی چنانچہ مصحف کے چہونیکے واسطے تیمم کرنا سو وہ جائز نہین پانی کے
پانیوالے کو اور اگر قران پڑہنے کیواسطے ہی سو اگر بیوضو ہے تو وہ اول کی مانند ہے یعنی باوجود پانی کے اوسکو تیمم جائز ہے یا کہ وہ شخص جنب
ہے تو ثانی کی مانند ہے یعنی پانی کے ہوتے اوسکو تیمم درست نہین وقالوا لو تیمم لدخول مسجد وللقراءۃ ولو من مصحف او مسہ او کتابتہ
او تعلیمہ او لزیارۃ قبور او عیادۃ مریض او دفن میت او اذان او اقامۃ او اسلام او سلام او ردہ لم تجز الصلوۃ بہ
عند العامۃ بخلاف صلوۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ فتاوی شیخنا خیر الدین رملی اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر تیمم کیا دخول مسجد کیواسطے یا
قران پڑہنے کیواسطے اگرچہ مصحف دیکھکر پڑہے یا مصحف کے چہونیکو یا اوسکے لکہنے کو یا اوسکی تعلیم کو یا زیارت قبور کے لئے یا بیمار پرسی کیواسطے یا مردہ
دفن کرنیکو یا اذان یا اقامت کیواسطے یا مسلمان ہونیکو یا سلام کرنیکو یا سلام کے جواب دینے کو تو ایسے تیمم سے نماز پڑہنا جائز نہین اکثر
علما کے نزدیک برخلاف نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے یعنی اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کیواسطے تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز پڑہنا جائز ہے
بشرطیکہ پانی موجود نہو یہہ ہمارے دوست اوستاد خیر الدین رملی کے فتاوی مین مذکور ہے قلت وظاہرہ انہ یجوز لہ فعل ذلک فتامل مین کہتا ہون
فتاوی مذکورہ کا ظاہر کلام یہہ ہی کہ اوسکو اسکا کرنا جائز ہے یعنی تیمم کرنا سجدہ تلاوت کیواسطے درست ہی سواے مخاطب تامل کر ہم حلبی محشی نے کہا کہ
ہمنے تامل کیا سو اوسکو سمجھا یا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ اگر شارح کی یہہ مراد ہی کہ سجدہ تلاوت کے واسطے تیمم باوجود پانی کے جائز ہے
تو یہ بالاتفاق جائز نہین اور اگر یہہ مراد ہے کہ پانی نہونے کی وقت جائز ہی تو اسکا جواز بالاتفاق ہے تو شارح کے اس کلام کی حاجت نہین انتہی
کلا انہ لا یتیمم لفوت جمعۃ ووقت ولو وترا لفواتہا الی بدل یعنی تیمم نکرے نماز جمعہ اور نماز وقتی کے فوت ہونے سے مگرچہ وتر
کا وقت ہو بسبب فوت ہونے ان نماز ون کے اپنا بدلا چہوڑ کر یعنی جمعہ کا بدلا ظہر اور پنجگانہ نماز اور وتر کا بدلا قضا ہی برخلاف جنازہ اور عید
کے اسواسطے کہ انکی قضا نہین وقیل یتیمم لفوت الوقت اور قول ضعیف یہہ ہی کہ تیمم کرے وقت کے فوت ہو جانے کے ڈرسے
ہم قنیہ مین کہا کہ یہہ روایت ہی ہمارے مشائخ سے اور اسپر چند فروع کو متفرع کیا ازانجملہ یہہ ہے کہ اگر چہت پر ہو رات کو اور کوٹھری کے
اندر پانی ہے اور اندہیری مین اوسکے اندر جانے سے ڈرتا ہی تو تیمم کرے اگر فوت وقت کا خوف ہو کذا فی البحر قال الحلبی فالاحوط ان
یتیمم ویصلی ثم یعید حلبی شارح منیۃ المصلی نے کہا تو ایسی صورتمین احوط یہہ ہی کہ تیمم کرے اور نماز پڑہے پہر وضو کرکے اس نماز کا
اعادہ کرے یعنی قضا پڑہے ویجب ای یفترض طلبہ ولو برسولہ قدر غلوۃ ثلثمائۃ ذراع من کل جانب ذکرہ الحلبی اور واجب
ہے یعنی فرض ہی تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا آدمی بہیجکر تلاش کرے بقدر ایک تیر کے جانیکے یعنی ۳۰۰ گز ہر جانب سی ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے
ہم تیر پرتاب ۳۰۰ گز مین ۴۰۰ گز تک کذا فی المنح شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے کہ جسطرف پانی کا گمان ہو فقط اوسیطرف اسقدر
تلاش کرنا چاہیئے نہ ہر جانب سی تو شارح کا مطلب یہہ ہے کہ ہر جانب سی جدہر گمان ہو اودہر تلاش کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وفی البدائع
الاصح طلبہ قدر ما لا یضر بنفسہ ورفقتہ بالانتظار اور بدائع مین ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہی کہ پانی کا تلاش کرنا اسقدر ہو کہ ضرر نہ پہونچے

سلہ شامی نے اس نسخہ کو اختیار کرکے عبارت بزازیہ کی نقل کی ہی اور شارح پر منع کیا ہی کہ بزازیہ سے یہہ مطلب ظاہر نہین معلوم ہوتا

تلاش مین اوسکی ذات کو اور اوسکے ساتھیونکو انتظار کرنے سے یعنی اگر ایک کو بھی اونمین سے ضرر ہو تو عدم طلب مباح ہے اِنْ ظَنَّ ظَنًّا قَوِیًّا قُرْبَہٗ دُوْنَ مِیْلٍ بِاَمَارَۃٍ اَوْ اِخْبَارِ عَدْلٍ تلاش فرض ہے اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونیکا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک متقی آدمی کے خبر دینے سے ہم ظن مین اور ظن غالب مین فرق یہہ ہے کہ اگر احد الطرفین قوی اور راجح ہو دوسری شق اور دل نہ جمے راجح پر چھوڑ دے دوسری کو تو اسکا نام ظن اور گمان ہے اور جبکہ احد الطرفین دلمین جم جاوے اور دوسری جانب کو چھوڑ دے اوسکا نام اکبر ظن اور غالب الرای ہے میل کی قید اسواسطے لگائی کہ میل یا اوس سے زیادہ بعید ہے اسکی طلب واجب نہیں قرب پانی کی علامت یہہ ہے کہ سبزہ نظر آوے اور چڑیان گھومتی ہون کذا فی الطحطاوی وَاِلَّا یَغْلِبُ عَلٰی ظَنِّہٖ قُرْبُہٗ لَا یَجِبُ بَلْ یُنْدَبُ اِنْ رَجَا وَاِلَّا لَا اور اگر پانی کے نزدیک ہونیکا اوسکو ظن غالب نہو یعنی شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہین بلکہ مستحب ہے اگر امید ہو نزدیکی کی اور اگر امید نہو تو تلاش مستحب بھی نہین وَلَوْ صَلّٰی بِتَیَمُّمٍ وَثَمَّہٗ مَنْ یَسْأَلُ ثُمَّ اَخْبَرَہٗ بِالْمَاءِ اَعَادَ وَاِلَّا لَا اور اگر نماز پڑھی تیمم سے بدون پوچھنے کے اور حالانکہ وہان وہ شخص تھا جس سے پوچھتا پھر نماز کے بعد اوس شخص نے پانی کے نزدیک ہونیکی خبر دی تو نماز کو پھر پڑھے ورنہ اعادہ نکرے کذا فی الزیلعی ہم بحر الرائق مین سراج سے منقول ہے کہ تیمم کیا بدون طلب کے اور طلب واجب تھی اور نماز پڑھی پھر تلاش کی سو پانی نپایا تو اعادہ واجب ہے طرفین کے نزدیک مطلقا خواہ بعد اسکے پانی کی کوئی خبر دے یا نہ دے خلافا لابی یوسف کذا فی الطحطاوی وَشُرِطَ لَہٗ اَیْ لِلتَّیَمُّمِ فِیْ حَقِّ جَوَازِ الصَّلٰوۃِ بِہٖ نِیَّۃُ عِبَادَۃٍ اور شرط ہے تیمم کیواسطے نماز جائز ہونے کے حق مین عبادت کی نیت کرنا ہم جواز نماز کی قید اسواسطے لگائی کہ نماز کے سوای چنانچہ سلام یا جواب سلام کیواسطے فقط تیمم کی نیت کفایت کرتی ہے اور عبادت کی نیت کی مانند طہارت یا استباحت نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہے کذا فی البحر وَلَوْ صَلٰوۃَ جَنَازَۃٍ اَوْ سَجْدَۃِ تِلَاوَۃٍ لَا شُکْرٍ فِی الْاَصَحِّ اگرچہ عبادت نماز جنازہ ہو یا سجدہ تلاوت کا نہ سجدہ شکر کا امام کے صحیح تر قول مین یعنی اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اوس تیمم سے مطلق نماز جائز ہے اور اگر سجدہ شکر کیواسطے تیمم کیا تو اوس سے نماز پڑھنا درست نہین کیونکہ وہ عبادت نہین امام کے نزدیک حلبی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک سجدہ شکر مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ سجدہ تلاوت کے باب مین مذکور ہوگا تو جب عبادت ہوا تو اوس تیمم سے نماز صحیح ہوگی مَقْصُوْدَۃٍ تیمم کیواسطے اوس عبادت کی نیت شرط ہے جو مقصود بالذات ہو یعنی دوسری عبادت کا وسیلہ نہو خَرَجَ دُخُوْلُ مَسْجِدٍ وَمَسُّ مُصْحَفٍ عبادت مقصودہ کی قید سے مسجد کا داخل ہونا اور مصحف کا چھونا نکل گیا یعنی دخول مسجد اور مس مصحف خود عبادت مقصودہ نہین بلکہ نماز اور قران پڑھنے کے وسیلہ ہین اگر کوئی کہے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کیواسطے ہوتا ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ عبادت تو اعتکاف ہے اور دخول مسجد اوسکا تابع ہے تو عبادت مقصودہ نہ ٹھہرا اور قرات کی نیت سے تیمم کرنے مین تفصیل حق ہے چنانچہ بدائع مین ہے کہ اگر جنب نے قرات کیواسطے تیمم کیا تو اوسکو اور نمازین پڑھنا جائز ہین کذا فی الطحطاوی لَا تَصِحُّ اَیْ لَا تَحِلُّ لِیَعُمَّ قِرَاءَۃَ الْقُرْاٰنِ لِلْجُنُبِ بِدُوْنِ طَہَارَۃٍ تیمم کیواسطے وہ عبادت مقصودہ شرط ہے جو صحیح نہین یعنی حلال نہین بدون طہارت کے لاتصح کی تفسیر لاتحل اسواسطے کی تاکہ عبادت مقصودہ جنب کی قران خوانی کو بھی شامل ہو جاے ہم زیلعی اور سراج وہاج وغیرہما مین مطلق مذکور ہے کہ صحیح یہہ ہے کہ قران خوانی کے تیمم سے نماز پڑھنا درست نہین لیکن بدائع اور غایۃ البیان اور مجتبی مین کہا کہ اطلاق صحیح نہین تفصیل حق یہہ ہے یعنی اگر جنب قران خوانی کیواسطے تیمم کرے تو اور نمازین پڑھنا درست ہین چنانچہ بحر الرائق مین ہے کہ شرط یہہ ہے کہ منوی عبادت مقصودہ ہو یا عبادت مقصودہ کا جز ہو اور وہ حلال نہو بدون طہارت کے تو قران خوانی عبادت مقصودہ یعنی نماز کا جز ہے لیکن اگر قران خوان جنب ہو تو شرط اخیر یعنی عدم حلت فعل الا بالطہارہ پائی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہوگئی تو نماز اوس سے درست ہوئی اور اگر قران خوان جنب نہین بلکہ بیوضو ہے تو شرط اخیر نپائی گئی تو اس تیمم سے نماز جائز نہوئی کذا فی المنح شارح نے لاتصح کی تفسیر لاتحل کی تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل تحقیقی کیطرف خَرَجَ السَّلَامُ وَرَدُّہٗ شرط اخیر سے سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کا تیمم خارج ہوگیا یعنی سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہین لیکن بدون طہارت کے بھی صحیح ہین تو انکے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین فَلَغَا تَیَمُّمُ کَافِرٍ لَا وُضُوْءُہٗ

حلال ہونا فعل کا بغیر طہارت کے

لانہ لیس باھل للنیۃ فما یفتقر الیھا لا یصح منہ جب تیمم میں نیت مخصوصہ شرط ہوئی تو کافر کا تیمم کرنا تو بھی باطل ہے نہ وضو کرنا اسکا اسلئے کہ
کافر نیت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تو جو عمل کہ اپنی صحت میں نیت کیطرف حاجت رکھتا ہے وہ کافر سے صحیح ہو کام اسواسطے کہ نیت سے فعل ثواب آخرت
کا سبب ہوتا ہے اور کافر سے حالت کفر میں ایسا فعل واقع نہیں ہوتا ولہذا کافر کا وضو صحیح ہے کیونکہ اسمیں نیت کی حاجت نہیں تو کافر بعد اسلام کے
وضو سابق سے نماز پڑھ سکتا ہے نہ تیمم سابق سے وصح تیمم جنب بنیۃ الوضوء بہ یفتی اور صحیح ہے جنب کا تیمم کرنا وضو کی نیت سے اسی قول کا فتوی
ہے یعنی وضو کی نیت سے جنابت سے بھی پاک ہوجاتا ہے وندب لراجیہ رجاء قویا آخر الوقت المستحب اور جسکو پانی ملنے کی امید قوی ہو تو اوسکو
وقت مستحب کے آخر وقت میں نماز پڑھنا مندوب اور مستحب ہے کذا فی المنح عن الوافی ولو لم یؤخر وتیمم وصلی جاز لو کان بینہ وبین الماء میل
والا لا اور اگر تاخیر نکی اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز ہے اگر ہو درمیان اس شخص کے اور پانی کی میل بھر کی مسافت اور اگر اسقدر سے مسافت کم
ہو تو نماز جائز نہیں صلی من لیس فی العمران بالتیمم ونسی الماء فی رحلہ وھو مما ینسی عادۃ لا اعادۃ علیہ نماز پڑھی اس شخص نے جو
آبادی میں نہیں اور بھول گیا اس پانی کو جو اونٹ کے کجاوے میں ہے اور کجاوہ اس قسم سے ہو کہ اوسکی چیز کے بھولجانے کی عادت ہو تو اوسپر نماز کا اعادہ
نہیں ھم آبادی میں نہونا عام ہے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اور اگر آبادی میں ہو اور اسطرح نماز پڑھی تو اعادہ واجب ہے اور جنس مسافر کی قید
لگائی ہے تو بنظر غالب عادت کے کذا فی المنح اور نسیان وغیرہ باقی قیود کے احترازات کو شارح مذکور کریگا ولو ظن فناء الماء اعاد اتفاقا
اور اگر پانی کے نپٹ جانیکا گمان کیا اور تیمم سے نماز پڑھی تو پانی دیکھکر نماز کا اعادہ کرے بالاتفاق کما لو نسیہ فی عنقہ او ظھرہ او فی مقدمہ راکبا
او مؤخرہ سائقا او نسی ثوبہ وصلی عریانا او فی ثوب نجس او مع نجس ومعہ ما یزیلہ او توضأ بماء نجس او صلی محدثا ثم ذکر اعاد
اجماعا چنانچہ اگر اس پانی کو بھولا جو اونٹ کی گردن یا اوسکی پیٹھ یا اوسکے سامنے تھا سواری کیحالت میں یا اونٹ کے پیچھے تھا جبکہ وہ اوسکا ہانکنیوالا
تھا یا شخص اپنا کپڑا بھولا اور برہنہ نماز پڑھی یا ناپاک کپڑے میں یا نجاست کے ساتھ نماز پڑھی اور حالانکہ اوسکے پاس وہ چیز ہے جس سے ازالہ نجاست ہو سکتا
تھا یا وضو کیا نجس پانی سے یا بیوضو نماز پڑھی پھر اوسکو پانی یا کپڑا یا نجاست یا بیوضو ہونا یاد پڑا تو نماز کو پھر پڑھے بالاتفاق ھم بعضی صورتوں
میں حکایت اجماع میں کلام ہے کہ بحر الرائق اور منح الغفار کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہے ویطلبہ وجوبا علی الظاھر من رفیقہ من موضع فان
منعہ ولو دلالۃ بان استھلکہ تیمم لتحقق عجزہ اور بنا بر ظاہر الروایہ کے واجب ہے کہ پانی مانگے اپنے رفیق سے جو اوسکے ساتھ ہو پھر اگر وہ پانی ندے
اگرچہ ندینا دلالت حال کی راہ سے ہی اسطرح کہ کچھ پانی کو تلف کر دے اور باقی طہارت کو کافی نرہے تو تیمم کرے بسبب ثابت ہوجانے اوسکو عاجزی کے ھم
رفیق کی قید باعتبار عادت کے ہے اسلئے کہ جو نماز کیوقت موجود ہو اوس سے مانگنا چاہیئے رفیق ہو یا غیر رفیق وان لم یعطہ الا بثمن مثلہ او بغبن یسیر
ولہ ذلک فاضلا عن حاجتہ لا یتیمم اور اگر وہ شخص پانی ندے مگر بعوض اوس ثمن کے جو اوسقدر پانی کا معمول ہے یا تھوڑے سے غبن کے ساتھ اور
پاس وہ ثمن موجود ہے اوسکی حاجت سے زیادہ تو تیمم نکرے بلکہ پانی خرید کر کے وضو کے ساتھ نماز پڑھے ھم غبن یسیر وہ ہے جو دہ چند قیمت سے
کم ہو جیسا معلوم ہوتا ہے غبن فاحش کی تعریف سے جو عنقریب مذکور ہوگی ولو اعطاہ باکثر یعنی بغبن فاحش وھو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان
او لیس لہ ثمن خلاف تیمم اور اگر پانی کا مالک پانی دے اکثر ثمن سے یعنی غبن فاحش کے ساتھ اور غبن فاحش دو چند ہے پانی کی قیمت کا اوس مکان میں
یا اوس شخص کے پاس اسقدر ثمن نہیں ہے تو تیمم کرے ھم غبن فاحش سے خرید کرنا اسواسطے واجب نہوا کہ حرمت مال مسلم اوسکی جان کی حرمت کی مانند
اور جان میں ضرر ساقط ہے اسطرح مال میں کذا فی البحر واما للعطش فیجب علی القادر شراؤہ باضعاف قیمتہ احیاء لنفسہ اور پیاس کیواسطے تو واجب ہے
خریدار با مقدور پر اضعاف بیشمار کے بدلے اپنی جان کو زندہ رکھنے کیوجہ سے یعنی اسلئے کہ حفظ جان کا مقدم ہے مال کے حفظ پر ولما یغتفر المثل فی سبعۃ
عشر موضعا مذکورۃ فی الاشباہ اور ثمن مثل معتبر نہیں مگر ۱۹ اسکا نو نہیں جو اشباہ میں مذکور ہیں ھم مواضع مذکورہ کی تفصیل بیان ضرور نتھی لہذا بخوف
تطویل ان کا ذکر نکیا وقبل طلبہ الماء لا یتیمم علی الظاھر لانہ ظاہر الروایۃ عن اصحابنا لانہ مبدل ولا اعادۃ کما فی البحر عن المبسوط

اور پالی مانگنی بیچ تیمم نکری بنا برظاہر الروایت کے ہمارے اصحاب یعنی ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ سے اسواسطے کہ پانی مین بخل نہین ہوتا وہ دینے اور
خرچ کرنے کی چیزہے عادت مین چنانچہ بعض روایات مین بعض اصحاب سے منقول ہے ھم اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور اوسکے دینے مین بخل کی عادت ہوتا ہو تو مانگنی مین کچھہ
ذلت اور خواری نہین اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے بعض حوائج کو غیرون سے سوال کیا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وعليه فيجب وعليه الفتوى
طلب الدلو والرشاء اور بنا براوسکے یعنی چونکہ پانی کا طلب کرنا واجب ہے بند ول ہونیکے سبب سے تو ڈول اور رسی کا مانگنا واجب ہے یعنی اسمین بھی بخل
کی عادت نہین وكذا الانتظار لو قال حتى استقي وان خرج الوقت ھ اور اسیطرح انتظار کرنا واجب ہے اگر طالب سے کہا ڈول اور رسی کے مالک نے ٹھہر جا
یہانتک کہ پانی بھر لون اگرچہ انتظار مین نماز کا وقت نکلجاوے ھم اور دوسرا قول یہہ ہے کہ انتظار کرنا واجب نہین مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ولو كان
في الصلوة ان ظن الاعطاء قطع والا لا اور اگر متیمم نماز مین کسی دوسرے شخص کے پاس پانی دیکھے اگر اوسکو پانی دینے کا گمان ہو تو نماز کو قطع
کرے اور اگر دینے کا گمان نہو تو نماز نہ توڑے نہر الفائق مین ہی کہ تیمم کرنیوالا نماز مین ہو اور اوسکو دینے کا گمان غالب ہو تو قطع کرے اور طلب کرے پھر
اگر وہ ندے تو تیمم اوسکا باقی ہے پھر اگر اوسنے بلا سوال نماز تمام کی پھر سوال کیا تو اگر اوسنے پانی دیا تو نماز پھر پڑھے ورنہ نماز تمام ہوگئی کذا فی الطحطاوی
لكن في القهستاني عن المحيط ان ظن اعطاء الماء او الالة وجب الطلب والا لا لیکن قہستانی مین محیط سے منقول ہے کہ اگر پانی یا ڈول اور
رسی دینے کا گمان ہو تو طلب کرنا واجب ہے ورنہ واجب نہین ھم یہہ روایت مخالف ہے ظاہر الروایۃ کے جو متن مین مذکور ہے حلبی اور محیط کی مانند داماد نے بھی
یہی تفصیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی والمحصور فاقد الماء والتراب الطهورين بان حبس في مكان نجس ولا يمكنه اخراج مطهر وكذا العاجز
عنهما لمرض يؤخرها عنده اور بندیوان نپانیوالا پانی اور مٹی پاک کرنیوالونکا اسطرحپر کہ وہ شخص بند کیا گیا ناپاک مکان مین اور اوسکو ممکن نہین پاک
مٹی کا نکالنا زمین یا دیوار کھودکر اور اسیطرح بند یوان کی مانند وہ شخص ہے جو پانی اور مٹی مطہر سے عاجز ہو بیماری کے سبب سے نماز کو تاخیر کرے امام
کے نزدیک ھم تاخیر کرے یعنی اوسپر نماز حرام ہے ایسا نقل کیا ہے نووی شافعی نے امام کا مذہب کذا فی المنح اور اگر پاک کرنیوالی مٹی کے نکالنے پر قادر ہو
تو مٹی نکالکے نماز پڑھے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ خلاصہ مین ہے وقالا يتشبه بالمصلين وجوبا فيركع ويسجد ان وجد مكانا يابسا والا
يومي قائما ثم يعيد كالصوم اور صاحبین نے کہا کہ فاقد الطہورین نمازیون کے مشابہ بنجاوے وجوبا تو رکوع اور سجدہ کرے اگر خشک مکان پاوے اور اگر خشک
مکان نملے تو نماز کا اشارہ کرے کھڑے ہوکر پھر جب پانی یا مٹی پاوے تو نماز کا اعادہ کرے صوم کی مانند ھم یعنی اگر مسافر موضع اقامت مین داخل ہوا کھانے کے
بعد رمضان شریف مین یا اوسوقت پہونچا کہ نیت صوم کا وقت باقی نرہا تو باقی دن مین اوسپر امساک واجب ہے روزہ دار کے مشابہ بنکر پھر اوس روزہ
کا اعادہ واجب ہے کذا فی الطحطاوی وبه يفتى واليه صح رجوعه اي الامام كما في الفيض اور اسی صاحبین کے قول پر فتوی ہے اور اسی قول کیطرف امام
کا رجوع کرنا صحیح ہے چنانچہ فیض مین ہے وفيه ايضا مقطوع اليدين والرجلين اذا كان بوجهه جراحة يصلي بغير طهارة ولا تيمم ولا يعيد
على الاصح اور یہہ مسئلہ بھی فیض مین ہے کہ جسکے دونون ہاتھہ اور دونون پانون کٹے ہوئے ہین جبکہ اوسکے چہرے پر زخم ہو تو بدون طہارت کے نماز پڑھے
اور تیمم نکرے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول پر ھم اور اگر چہرہ صحیح اور سالم ہو تو مٹی پر مل لے اور جسکے ہاتھہ شل یعنی خشک ہوگئے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھہ
مٹی سے مل لے اور نماز کو نہ چھوڑے اور اقطع یعنی جسکے دونون ہاتھہ کٹے ہون وہ باقی کا مسح کرے اگر غسل مفروض کا کچھہ محل باقی ہو والا لا کذا فی الطحطاوی
وبهذا ظهر ان تعمد الصلوة بلا طهر غير مكفر فليحفظ وقدمنا وسيجيء في صلوة المريض اور مسئلہ سابقہ سے ظاہر ہوگیا کہ قصدا نماز پڑھنا بدون
طہارت کے نماز پڑھنے والیکو کافر نہین کر دیتا تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے اور البتہ یہہ مسئلہ مذکور ہوگیا اول کتاب الطہارۃ مین اور آگے بھی آویگا
صلوۃ المریض کے باب مین فروع مسائل لمحقہ شارح کی صلى المحبوس بالتيمم ان في المصر اعاد والا لا محبوس نے تیمم کے ساتھہ نماز
پڑھی اگر وہ قیدی شہر مین ہی تو خلاص ہونیکے بعد نماز کو پھیرے اور اگر شہر مین نہین ہی تو نہ پھیرے ھم یعنی مقیم محبوس پر اعادہ ہے نہ مسافر پر
اسواسطے کہ سفر کا عذر عجز حقیقی کے ساتھہ ملگیا اور سفر مین غالب آبی ہی تو عدم متحقق ہوگیا ہر وجہ سے اور مقیم کو اعادہ اسواسطے ہوا کہ عجز متحقق

ہوا عبادکے فعل سے اور فعل عباد موثر نہین حق اللہ کے اسقاط مین کذا فی العالمگیریۃ ھَل یَتَیَمَّمُ لِسَجدَۃِ التِّلاوَۃِ فِی السَّفَرِ نَعَم اِذَا لَا سوال سجدۂ تلاوت کیواسطے تیمم کرے یا نکرے جواب اگر وہ شخص سفر مین ہے تو ان تیمم کرے اور اگر سفر مین نہین ہی تو نکرے یعنی اگر بصورت پانی موجود ہوتے ہین منفرد ہی معلوم ہوتا ہے کہ مطلقا اجازت نہین نہ سفر مین نہ اقامت مین اور اگر پانی موجود نہین تو مطلقا درست ہے کذا فی الحلبی اَلمَاءُ المُسَبَّلُ فِی الفَلَاۃِ لَا یَمنَعُ التَّیَمُّمَ مَالَم یَکُن کَثِیرًا فَیُعلَمُ اَنَّہُ لِلوُضُوءِ اَیضًا جو پانی کہ بطریق سبیل کے رکھا ہو جنگل میں وہ تیمم کرنیکا مانع نہین جب تک کہ بہت نہو یعنی اگر کثرت ہو تو معلوم ہوگا قرینہ سے کہ وہ وضو کیواسطے بھی ہے ھ یعنی کبھی واسطے پانی راہون مین وقف ہوتا ہے تو وہ تیمم کا مانع نہین اسواسطے کہ وضو کا پانی شرعا معدوم ہے اور کثیر پانی سے اسوقت وضو درست ہوگا جبکہ فقط شرب کا یقین نہو اور جبکہ یقین ہو کہ فقط پینے کیواسطے ہے تو وضو حرام ہی اسواسطے کہ واقف کی شرط شارع کے نص کی مانند ہی کذا فی الطحطاوی وَیُشرَبُ مَا لِلوُضُوءِ اور وہ پانی جو وضو کیواسطے وقف اور سبیل ہی اوسکا پینا درست ہی اَلجُنُبُ اَولٰی بِمُبَاحٍ مِن حَائِضٍ وَمُحدِثٍ وَمَیِّتٍ جنابت والا مقدم اور لائق تر مباح پانی کے استعمال کرنے مین حائض اور بیوضو اور غسل میت سے یعنی اسواسطے کہ جنابت اشد ہی تو اوسکا ازالہ احق ہے وَلَو لِاَحَدِہِم فَھُوَ اَولٰی اور اگر وہ پانی انمین سے کسی ایک شخص کا مملوک ہی تو وہی شخص مقدم ہی کیونکہ وہ مالک ہی وَلَو مُشتَرَکًا یَنبَغِی صَرفُہُ لِلمَیِّتِ اور اگر وہ پانی تینون مین مشترک ہی تو اوسکا صرف کرنا غسل میت کیواسطے لائق ہی جَازَ تَیَمُّمُ جَمَاعَۃٍ مِن مَحَلٍّ وَاحِدٍ تیمم کرنا ایک جماعت کا ایک جگہ سے جائز ہی یعنی اسواسطے کہ مٹی مستعمل نہین ہوتی یہانتک کہ اگر تیمم کرنیوالون کے ہاتھونکی مٹی ایک جگہہ جمع ہو تو اوسپر بھی تیمم درست ہے کذا فی الطحطاوی حِیلَۃُ جَوَازِ تَیَمُّمِ مَن مَعَہٗ مَاءُ زَمزَمَ وَلَا یَخَافُ العَطَشَ اَن یَخلِطَہٗ بِمَا یَغلِبُہٗ اَو یَہَبَہٗ عَلٰی وَجہٍ یَمنَعُ الرُّجُوعَ تدبیر جائز ہو تیمم کی اوس شخص کو جسکے ساتھ زمزم کا پانی ہے اور اوسکو پیاس کا کہٹکا نہین یہہ ہی کہ زمزم کے ساتھ اوس چیز کو ملا دے جو اوس سے غالب ہوجاے یا برابر جیسا کہ گلاب وغیرہ کو مخلوط کر دے یا اوسکو ہبہ کر دے اسطرح پر کہ مانع ہو رجوع فی الہبہ کے ھ عدم خوف تشنگی کی اسواسطے قید لگائی کہ تشنگی کے خوف سے تیمم جائز ہے بدون مخلوط کرنے کے اسواسطے کہ وہ پانی حاجت اصلی مین مشغول ہی اور ظاہرا ہبہ مذکورہ کا حیلہ خوب نہین کہ اوسمین اپنا کچھ فائدہ نہا واللہ اعلم وَنَاقِضُہٗ نَاقِضُ الاَصلِ وَلَو غُسلًا اور تیمم کا توڑنیوالا وہ ہی جو تیمم کی اصل کا ناقض ہے یعنی تیمم جسکا خلیفہ اور بدل ہی اگرچہ وہ اصل غسل ہو یعنی جو چیز کہ وضو کی ناقض ہے وہ اس تیمم کی ناقض ہی جو خلیفہ ہی وضو کا اور جو چیز غسل کی ناقض ہی وہ اوس تیمم کی بھی ناقض ہے جو بدلا ہی غسل کا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ کنز اور وقایہ مین یون کہا ہی کہ تیمم کا ناقض وہ ہی جو وضو کا ناقض ہے اور شرح نقایہ مین کہا کہ نَاقِضُہٗ نَاقِضُ الاَصلِ وُضُوءًا کَانَ اَو غُسلًا اور یہی کہنا بہتر ہے اسواسطے کہ جو ناقض ہی غسل کا وہ ناقض ہی وضو کا لیکن ہر ناقض وضو کا غسل کا ناقض نہین کیونکہ حدث ناقض وضو ہی پر وہ غسل کا ناقض نہین تو یہہ کلیہ ٹھہرا کہ ناقض وضو کا ہر تیمم کا ناقض ہے انتہی فَلَو تَیَمَّمَ لِلجَنَابَۃِ ثُمَّ اَحدَثَ صَارَ مُحدِثًا لَا جُنُبًا تو اگر جنابت کیواسطے تیمم کیا پہر حدث اصغر واقع ہوا تو وہ محدث ہوگیا نہ جنب یعنی اوسکا وضو ٹوٹا نہ غسل ھ دریافت کر کہ متن مذکور تین صورت کو شامل ہے ایک تیہہ کہ اگر تیمم حدث اصغر سے ہی تو اوسکا ناقض وہ ہی جو اوسکی اصل یعنی وضو کا ناقض ہی دوسری صورت یہہ کہ اگر تیمم جنابت سے ہی تو اوسکا ناقض وہ ہی جو غسل کا ناقض ہی تیسری صورت یہہ ہی کہ حدث اصغر اور حدث اکبر یعنی جنابت کیواسطے ساتھ ہی تیمم کیا پہر حدث اصغر واقع ہوا تو یہان تیمم ٹوٹا ایک اصل کے اعتبار سے یعنی باعتبار حدث اصغر کے نہ باعتبار جنابت کے تو شارح کا متفرع کرنا صحیح ٹھہرا تو حلبی کا اعتراض جو شارح پر تھا کہ اوسنے سکوت منہ پر تفریع کی دفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی بتصرف فَیَتَوَضَّأُ وَیَنزِعُ خُفَّیہِ جبکہ وہ محدث ہوگیا نہ جنب تو اب وہ وضو کرے اگر پانی بقدر وضو کے پاوے اور اپنے دونون موزے اوتارکے پانون دہووے ھ یعنی جو موزے کہ جنابت سے پہلے طہارت کاملہ پر پہنے تھے اونکو اوتارے چنانچہ زیلعی مین ہی موزہ اسواسطے اوتارے کہ موزہ جنابت کا مانع نہین چنانچہ باب المسح علی الخفین مین مذکور ہوگا کذا فی الحلبی ثُمَّ یَتَیَمَّمُ عَلَیہِ مَا لَم یَمُرَّ بِالمَاءِ پہر وضو کے بعد ہر موزے پر مسح کرلے جب تک اسقدر پانی پر نگذرے جو غسل کیواسطے کفایت کرتا ہی کیونکہ اگر اسقدر پانی پر گذر ہوگا تو جنابت کا بھی تیمم ٹوٹ جاویگا پہر تجاوز کے بعد جنابت کیواسطے دوسرا تیمم کرے کہ پہلا ٹوٹ گیا پانی کے دیکھنے سے پہر اگر

بعد اگر حدث اصغر ہوا تیمم ہوا اور پانی بقدر وضو کے پا دے تو موزون پر مسح نکرے بلکہ اونکو اوتارے اور پانون کو دہووے کیونکہ جنابت پانون مین سرایت کر گئی پہر موزے پہنے اور مسح کرتا رہے بعد جنابت کے کذا فی الطحطاوی قمع فی عبارۃ صدر الشریعۃ بمعنے بعد کما فی ان مع العسر یسرا افاقہم ناقل مع کا لفظ صدر الشریعۃ کی عبارت مین بمعنی بعد کہ ہی جیسطرح ان مع العسر یسرا مین مع بمعنی بعد ہے یعنی دشواری کے بعد آسانی ہے سو اسکو سمجہ لے ای مخاطب ہم شرح وقایہ متن اوس باب التیمم مین صدر الشریعۃ کی عبارت اسطرح ہے اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء یعنے جبکہ مع الجنابۃ حدث موجب وضو ہو تو اوسپر وضو واجب ہے تو اسکا مطلب یہہ ہے کہ جب جنابت کے تیمم کے بعد حدث پایا جاوے تب وضو واجب ہے اسواسطے کہ جنابت کے ساتھہ وضو کرنے کی حاجت نہین چنانچہ قہستانی مین بیان صریح ہے کہ اگر جنب کے پاس اتنا پانی ہو کہ اوسکی کچہہ اعضا یا وضو کو کفایت کرتا ہو تو وہ تیمم کرے اور اوسپر واجب نہین پانی کا صرف کرنا اعضا یا وضو کیطرف مگر جبکہ جنابت کا تیمم کیا پہر حدث واقع ہوا وضو کا موجب تو اب اسوقت اوسپر وضو کرنا واجب ہے کیونکہ وہ پانی بقدر کفایت پر قادر ہوا کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح حسن چلپی محشی شرح وقایہ نے عبارت مذکورہ کے وضو کو بعد تیمم جنابت کے محمول کیا ہے وقدرۃ علی ماء ولو اباحۃ فی الصلوٰۃ اور ناقض تیمم ہے قادر ہونا پانی پر اگرچہ قدرت بطریق اباحت کے ہو نماز مین ہم یعنی اگر ایک شخص تہے پانی کے نہونے سے تیمم کر کے نماز شروع کی اور عین نماز مین کسی شخص نے اوسپر پانی مباح کر دیا تو قدرت حاصل ہوئی نماز چہوڑ کر وضو کرے اور نماز پڑہے مصنف نے شرح مین کہا کہ روبت سے قدرت کر تعبیر کرنا بہتر ہے اسواسطے کہ مریض پانی کو دیکہتا ہے اور پہر بہی تیمم کرتا ہے اور بعد زوال مرض تیمم باطل ہوگا بسبب قدرت کے اگرچہ پانی نظر نہ آوے کافیۃ لطھرہ ولو مرۃ مرۃ قدرت اوس قدر پانی کی ناقض ہے جو کافی ہو اوسکی طہارت کو یعنی وضو یا غسل کو اگرچہ ایک ایک بار اعضا کا دہونا ممکن ہو فضل عن حاجتہ کعطش وعجن وغسل نجس مانع ولمعۃ جنابۃ لان المشغول بالحاجۃ وغیر الکافی کالمعدوم قدرت اوس پانی کی ناقض ہے جو اوسکی حاجت سے زائد ہے چنانچہ تشنگی سے اور آٹا گوندنے اور نجاست مانع نماز کے دہونے سے اور اوس عضو کے دہونے سے کہ غسل جنابت سے خشک رہا تہا اسواسطے کہ جو پانی کہ حاجت کی ساتہہ مشغول ہے اور وضو یا غسل کو کفایت نہین کرتا ہے وہ نہونے کی برابر ہے لا ردۃ نہ ارتداد یعنی تیمم کا ناقض نہین مرتد ہو جانا یعنی اگر مسلمان نے تیمم کیا پہر معاذ اللہ وہ مرتد ہوگیا پہر توبہ کی تو وہ تیمم باقی ہے نماز اوس سے جائز ہے وکذا ینقضہ کل ما یمنع وجودہ التیمم اذا وجد بعدہ لان ما جاز بعذر بطل بزوالہ اور اسیطرح توڑتی ہے تیمم کو ہر ایک وہ چیز جسکا ہونا تیمم کا مانع ہے جبکہ وہ چیز تیمم کے بعد پائی جاوے اسواسطے کہ جو چیز جائز ہوئی کسی عذر کے ہونے سے باطل ہو جاتی ہے اوسکے زائل ہو جانے سے فلو تیمم لمرض بطل ببرئہ او لبرد بطل بزوالہ تو اگر تیمم کیا بیماری کے سبب سے تو تیمم باطل ہو جاتا ہے بیماری کی جاتی رہنے سے یا تیمم کیا تہا سردی کے سبب سے تو باطل ہوتا ہے سردی کے زوال سے والحاصل ان کل ما یمنع وجودہ التیمم نقض وجودہ التیمم اور خلاصہ اسکا یہہ ہے کہ جس چیز کا وجود مانع ہے تیمم کا اوسکا موجود ہونا تیمم کا ناقض ہے ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہہ کلام بعینہ متن کا کلام ہے تو اسکا کچہہ فائدہ حاصل نہوا اور توضیح اوسکی یون ہے کہ تیمم جائز نہین ابتدا مین پانی کے ہوتے اور بعد اوسکے اگر پانی میل سے کم ہے سو اگر وہ متیمم تہا پہر پانی حاضر ہوا یا متیمم چلا یہانتک کہ میل سے کم ہوگیا تو تیمم ٹوٹ گیا اور اگر مریض نے تیمم کیا مرض کے سبب سے پانی کے نہوتے پہر پانی حاضر ہوا تو تیمم نہین ٹوٹتا انتہی وما لا یمنع وجودہ التیمم فی الابتداء فلا ینقض وجودہ بعد ذلک التیمم اور جس چیز کا وجود تیمم کا مانع نہین ابتدا مین تو اوسکا موجود ہونا بعد اسکی تیمم کو نہین توڑتا ہے ہم چنانچہ مریض مذکور کی مثال سے یہہ امر واضح ہوتا ہے ولو قال وکذا زوال ما ابلح لہ التیمم لکان اظہر واخصر اور اگر مصنف یون کہتا اور اسیطرح ناقض تیمم کا ہے زائل ہونا اوس چیز کا جسنے تیمم کو مباح کر دیا تو ظاہر تر اور مختصر تر ہوتا مصنف کی عبارت سابقہ سے کما لا یخفی ظہورہ واختصارہ وعلیہ لو تیمم لبعد میل فسار فانتقض فلیحفظ اور بنا بر قاعدہ مذکورہ کے اگر تیمم کیا ایک میل پانی کے دور ہونے سے پہر متیمم پانی کیطرف چلا سو میل سے کم ہوگیا تو وضو ٹوٹ گیا اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم تیمم اسواسطے ٹوٹ گیا کہ تیمم کی اباحت ہوئی تہی بقدر میل کے دور ہونے سے پہر جب میل سے کم رہا تیمم ٹوٹ گیا اور بموجب متن کے یہہ وجہ ہے نقض تیمم کی کہ اقل میل کا وجود تیمم کا مانع ہے جیسا

پھر جبکہ اوس نے پانی پایا اوسکے ملنے سے تو تیمم ٹوٹ گیا وَمُرورُ ناعِسٍ متیمّمٍ عن حدثٍ ونائمٍ غیرِ متمکّنٍ متیمّمٍ عن جنابةٍ علی ماءٍ کافٍ کمُستیقظٍ
فَیَنتقضُ م اور گذر تیمم کا اوس اونگھنے والے کا جسنے تیمم کیا حدث سے یا گذرنا نائم غیر متمکن کا جو متیمم ہے جنابت سے کافی پر کہ طہارت کو کافی ہے جاگتے شخص
کی مانند ہے تو تیمم ٹوٹنے کا اوس گذرنے سے والمَعنیُّ بِمتیمّمٍ وھو الروایةُ المصحَّحةُ عنہ المختارةُ للفتوی کذا ی ہے اور صاحبین نے نائم اور ناعس مذکور کی
تیمم کو باقی کہا ہے اور یہی روایت صحیح ٹھہرائی گئی ہے امام سے پسندیدہ وہی فتوی دینے کیواسطے ہم تو اب یہ مسئلہ اختلافی نرہا اتفاقی ہوگیا کما لو تیمّمَ
وبقربِہ ماءٌ لا یعلمُ بہ کما فی البحرِ وغیرِہ ووفّقَ المصنّفُ جیسے تیمم صحیح اور قائم ہے اگر ایک شخص نے تیمم کیا اور اوسکے نزدیک پانی ہو
اور وہ اوسکو نہین جانتا ہو ایسا ہی مذکور ہے بحرالرائق وغیرہ مین اور اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے تیمّمَ لو کانَ اکثرُہ ای اکثرِ
اعضاءِ الوضوءِ عددًا وفی الغسلِ مساحةً مجروحًا او بہ جدریٌّ اعتبارًا للاکثرِ تیمم کرے جو اکثر یعنی آدھے سے زیادہ وضو کے اعضا
شمار کی راہ سے اور غسل مین پیمائش کی راہ سے زخمی ہون یا بدن مین چیچک نکلی ہو تیمم کا حکم ہوا اکثر کے اعتبار کرنے سے اسواسطیکہ للاکثرِ حکمُ الکلِّ
ہم تو اگر سر اور چہرہ اور دونون ہاتھون مین زخم ہو اور پانون مین زخم نہو تو تیمم کرے خواہ اعضا زخمی اکثر مجروح ہون یا کم اور یہی قول مختار
ہے کذا فی البحر اور غسل مین پیمائش کا اعتبار کرنا یہہ صاحب بحر کی تجویز ہے اور صاحب نہر نے بھی اوسکو مسلم رکھا ہے کذا فی الطحطاوی وبِعکسِہ
یغسلُ الصحیحَ ویمسحُ الجریحَ اور اسکے عکس مین یعنی اگر اعضا صحیح ہون اور اقل مجروح تو دہووے صحیح کو اور مسح کرے مجروح کو ہم یعنی محل
جراحت پر مسح کرے اور اگر تاب نہو تو کپڑے پر مسح کرے حلبی شارح منیہ کے کلام سے نکلتا ہے کہ کپڑا باندھنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وکذا إن استویا
غسلَ الصحیحَ من اعضاءِ الوضوءِ ولا روایةَ فی الغسلِ اور اسیطرح اگر اعضا صحیح اور مجروح برابر ہون تو اعضاء صحیح وضو کو دہووے اور مجروح
کو مسح کرے اور غسل مین درصورت مساوات کوئی روایت نہین ہم اور اسمین مشائخ کا اختلاف ہے اور دہونا اور مسح کرنا احوط قول ہے چنانچہ
متن مین ہے کذا فی الحلبی ومسحَ الباقیَ منھا وھو الاصحّ لانّہ احوطُ فکانَ اولی درصورت مساوات صحیح کو دہووے اور باقی اعضاء مجروح
کو مسح کرے اور یہی قول صحیح تر ہے اسواسطے کہ اسمین زیادہ تر احتیاط ہے تو یہی قول بہتر ٹھہرا وصحّحَ فی الفیضِ وغیرِہ التیمّمَ اور فیض وغیرہ مین
تیمم کرنے کو درصورت مساوات کے صحیح کہا ہے کما لو تیمّمَ لو الجرحُ بیدیہ وإن وجدَ من یوضّئُہ خلافًا لھما جیسے تیمم کرے اگر اوسکے دونون
ہاتھون مین زخم ہو اگرچہ پاوے اوس شخص کو جو اوسکو وضو کرا دے برخلاف صاحبین ہم امام کے نزدیک غیر شخص سے اعانت مستحب ہے اور صاحبین
کے نزدیک فرض ہے منیہ کی شرح ابن امیر حاج مین مذکور ہے کہ جبکہ یہہ حال ہو کہ صحیح عضو کے دہونے سے مجروح عضو کو پانی پہونچتا ہو تو تیمم کرے کذا
فی الطحطاوی ولا یجمعُ بینھما ای بین تیمّمٍ وغَسلٍ اور جمع نکیا جاوے دونون یعنی تیمم اور دہونے مین ہم یہان غسل بالضم مراد نہین بلکہ بالفتح
مراد ہے تاکہ غسل اور وضو دونونکو شامل رہے تیمم اور وضو مین یا تیمم اور غسل مین اسواسطے جمع کرنا جائز نہین کہ بدل اور مبدل مین جمع کرنا شرع سے
ثابت نہین کما لا یجتمعُ بینَ حیضٍ وحبلٍ واستحاضةٍ ونفاسٍ چنانچہ اجتماع نہین درمیان حیض اور حمل یا حیض اور استحاضہ یا حیض اور نفاس
کے ولا بینَ نفاسٍ واستحاضةٍ وحبلٍ اور نہ درمیان نفاس بطور استحاضہ یا نفاس اور حمل کے ولا زکوةٍ وعشرٍ وخراجٍ وفطرةٍ اور نہ اجتماع
ہے زکوة اور عشر مین یا زکوة اور خراج مین یا زکوة اور فطرہ مین ہم اجتماع زکوة اور عشر یا خراج کیصورت یہہ ہے کہ عشر خارج کا یا خراج
زمین کا ادا کیا اور غلہ باقیہ مین تجارت کی نیت کی اور ایک سال اوسپر گذر گیا تو اوسمین زکوة نہین اور حلبی محشی نے اسکی یہہ صورت نکوکی ہے کہ
زمین کا خراج ادا کیا پھر اوسمین تجارت کی نیت کی اور سال اوسپر گذر گیا تو اوسمین زکوة نہین اور اجتماع زکوة اور فطرہ کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص کی
تجارت کے غلام ہین اور ہر سال گذرا تو انمین مولے پر زکوة ہے اور فطرہ نہین ہے کذا فی الطحطاوی ولا عشرٍ مع خراجٍ اور عشر نہین خراج کے ساتھ
اسواسطے کہ زمین یا عشری ہے یا خراجی عشری پر خراج نہین اور خراجی پر عشر نہین ولا فدیةٍ وصومٍ اور اجتماع نہین فدیہ اور صوم مین اسواسطے کہ
جسپر روزہ رکہنا لازم ہے اوسپر فدیہ دینا نہین اور جسپر روزہ نہین اوسکو فدیہ دینا چاہیئے چنانچہ شیخ فانی اوسپر روزہ نہین او وقت ماحصل ہم طحطاوی نے کہا یہان

ہو کا تب سے کفارہ ساقط ہوگیا تو بحر الرائق کے موافق عبارت اسطرح مناسب تھی ولا بین القصاص والکفارۃ یعنی اجتماع نہیں درمیان قصاص اور کفارہ کے اسواسطے کہ قصاص بدلا ہے قتل عمد کا اور اوسمین کفارہ نہیں اور کفارہ ہوتا ہے شبہ عمد اور خطا اور اوسکے مانند مین جزا ہین اور اونمین قصاص نہین انتہے فافی الطحطاوی اور بعض نسخون مین یون عبارت ہے او قصاص او دیۃ یعنی جمع نہین درمیان قصاص اور دیت کی واسطے ایک ہی و لاضمان فی القطع او الحج اور اجتماع نہین تاوان اور قطع مین یا تاوان اور اجرت مین یعنی جب سارق کا ہاتھ کاٹا گیا تو اوسپر مال مسروقہ کا تاوان نہین اور جس مزدور پر مال کے تلف کرنے سے تاوان ہے اوسکو واسطے مزدوری نہین اور جسکی مزدوری لازم ہے اوسپر تاوان نہین ولاجلد مع رجم ولا نفی ... اور اجتماع نہین درہ مارنا سنگساری یا تعریب کے ساتھ یعنی اخراج از وطن ہے اسواسطے کہ کنواری کی حد درے ہین اور بیاہی کی حد سنگساری اور درہ مارنا تعزیب کے ساتھ مجتمع نہین ہوتا مگر بتجویز حاکم لیکن درہ مارنا قید کرنے کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے کذا فی الطحطاوی ولا مہر و متعۃ ولا حد و ضمان افضائہا او مہر و حد ہا مع عدۃ اور اجتماع نہین مہر اور متعہ مین یا مہر اور حد مین یا مہر اور عورت کی ضمان افضا اور اوسکی موت مین دوسرے کے جماع سے ہے مہر اور متعہ مین اسواسطے اجتماع نہین کہ مطلقہ قبل از دخول کا اگر مہر مسمی ہے تو نصف مہر واجب ہے اور مہر مسمی نہین تو متعہ واجب ہے یعنی متعہ ایک جوڑا کپڑے کا اور اوڑھنی اور چادر مراد ہے اور مہر اور حد مین عدم اجتماع کی وجہ یہ ہے کہ اگر وطی بشبہ ہے تو مہر واجب ہے اور حد نہین اور اگر وطی زنا کی ہے تو حد ہے اور مہر نہین اور افضا کی حقیقت یہ ہے کہ زوجہ کے جماع سے عورت کے بول اور براز کی دونون راہین پھٹ کر ایک ہوگئین تو یہان زوج پر ضمان ہے نہ مہر اور اسی طرح اگر اوسکی جماع سے زوجہ مرگئی تو تاوان ہے ... ولا مہر مثل و تسمیۃ اور اجتماع نہین مہر مثل اور مہر معین مین اسواسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہوگیا تو وہی واجب ہے اور اگر مہر کا ذکر نہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سور تو مہر مثل واجب ہوگا ولا وصیۃ و میراث اور اجتماع نہین وصیت اور میراث مین یعنی وارث کی واسطے وصیت کرنا صحیح نہین الا باجازت باقی ورثہ کذا فی الطحطاوی وغیرہا ممّا سیجیٔ فی محلّہ ان شاء اللہ تعالیٰ اور ان اشیاء مذکورہ کے سوائے اور چیزین عدم الاجتماع مین جنکا ذکر آگے آویگا اپنی موقع پر اگر حق تعالیٰ نے چاہا من بہ وجع رأس لا یستطیع معہ مسحہ محدثًا ولا غسلہ جنبًا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم و افتی قاری الہدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ جسکے سر مین ایسا درد ہے کہ اوسکو سر کا مسح نہین کرسکتا بے وضو ہونے مین اور نہ اوسکو دھوسکتا ہے نہانے کی حاجت مین تو فیض مین ظاہر الروایۃ کے خلاف غریب الروایۃ سے یہہ مذکور ہے کہ وہ شخص تیمم کرے یعنی وضو اور غسل کے عوض اور قاری ہدایہ نے یہ فتوی دیا ہے کہ اس شخص سے مسح سر کی فرضیت وضو مین ساقط ہے ولو علیہ جبیرۃ ففی مسحہا قولان اور اگر سر پر کپڑا یا چون کی پٹی ہے تو اوسکے مسح مین دو قول ہین مسح کرنا اور نکرنا ہے اور عدم مسح کا قول اظہر ہے کذا فی الطحطاوی وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو علی جبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا و جعل عادما لذلک العضو حکمًا کما فی المعدوم حقیقۃ اور اسیطرح غسل مین دھونا سر کا ساقط ہوتا ہے تو سر کو مسح کرے اگرچہ پٹی پر مسح ہو بشرطیکہ مسح اوسکو ضرر نکرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونون بالکل ساقط ہین اور یہہ شخص حکم شرع مین بدون اس عضو کے ٹھہرایا گیا گویا اسکے سر ہی نہین جسطرح فی الحقیقۃ معدوم العضو سے دھونا اور مسح کرنا ساقط ہوتا ہے

باب المسح علی الخفین

یہ باب ہے دونون موزون پر مسح کرنیکا اخرہ لثبوتہ بالسنۃ مصنف نے موزون پر مسح کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا بسبب ثابت ہونے مسح کے حدیث سے اور تیمم ثابت ہے قرآن مجید سے وہو لغۃ امرار الید علی الشیٔ اور مسح لغت عرب مین ہاتھ کا پھیرنا ہے کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیوار وشرعًا اصابۃ البلۃ لخف مخصوص فی زمن مخصوص اور شرع کی اصطلاح مین مسح عبارت ہے تراوت کے پہنچانے سے خاص موزے کو زمانہ خاص مین ہے خاص موزہ جسمین شروط آئندہ موجود ہین اور زمانہ خاص سے مراد ایکدن اور ایک رات ہے مقیم کیواسطے اور تین رات اور دن مسافر کو والخف شرعًا الساتر للکعبین فاکثر من جلد ونحوہ اور شرع مین موزہ اسکا نام ہے جو ڈھک لے دونون ٹخنون کو پھر زیادہ ٹخنون کو بنا ہو چمڑے سے اور اسکی مانند اور چیز سے شرط مسحہ

لئلا يصير الاول كونه ساترا للمحل فرض الغسل من القدم مع الكعبين و يكون بحيث يمكن المشي فيه ... ثم مسح موزون کی تین شرطین هین

پہلے شرط ہونا [illegible] کے ٹخنے والا [illegible] ہو اور وضو مین فرض ہے یا قدم کا [illegible] ہو کہ اوسکی کم ہر اس سوراخ سے ہو جو مانع ہو

مسح کا یعنی اگر پانون کے چھوٹے تین اونگلیون سے ہو [illegible] کم ہے تو مسح جائز ہے اگر [illegible] مسح کا نہین و علے الاصح بحلو من مشد قدہ

الا ان يظهر قدر ثلث اصابع تو جائز ہے مسح [illegible] کہ ہند سی ہو [illegible] انگلیون کے پانون کہلا ہو تو مسح

جائز نہین ہم [illegible] یہ ہی [illegible] انگلیون کے مکشوف ہو درخت نہین جسطرح اس

ملک مین بعضے چمڑے کے موزے کہ انگلیون سے [illegible] ہوتے اور [illegible] مشائخ مصر فيه سترة بالخافة

اور سمرقند کے عالمون نے [illegible] مشقوق [illegible] کہا ہے یعنی اگر موضع مشقوق کو اوپر سے باندھ لے تو مسح کرنیکو کافی ہے ہم یہ قول

ضعیف ہے اور معتمد [illegible] یعنی [illegible] اور سخت چیز سے ہو جس مین پانی سرایت نکرے اوسکو بندھ لے چنانچہ بانات و غیرہ

كذا في الطحطاوي عن الحلبي والثاني كونه مشغولا بالرجل يمنع سراية الحدث اور دوسری شرط مشغول ہونا موزے کا پانون کے ساتھ یعنی تمام

موزہ مین پانون بھرا ہو [illegible] خالی نہ ہو تا کہ سرایت کرنے حدث کو مانع رہے فلو واسعا فمسح على الزائد ولم تقدم قدمه اليه لم يجز تو اگر موزہ

کشادہ اور لمبا ہو پھر اوسنے مسح کیا [illegible] پانون نہین پہونچا تو مسح جائز نہوگا ہم فتاوی عالمگیری مین [illegible] منقول ہے کہ معتبر نہین

مسح کرنا اوس موضع کا جو خالی ہو [illegible] اور [illegible] پانون [illegible] یا اوسمین مسح کیا [illegible] پانون ہٹا دیے تو مسح کو اعادہ کرے

انتہی اور حلبی نے اپنے اوستاد سے نقل کیا کہ اعادہ مسح کا ضرور نہین [illegible] علاوہ اور مسح مین ضرر نہین

کرتا نظر پڑنا اپنے پانون کا اوپر سے یعنی اگر ایسا موزہ کشادہ ہو کہ اوپر سے نظر آتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین والثالث كونه مما يمكن متابعة المشي

المعتاد فيه فرسخا فاكثر اور تیسری شرط ہونا موزے کا [illegible] کہ [illegible] چلنا اوسمین عادت کے موافق تین کوس یا زیادہ ممکن

ہے ہم فرسخ کی قید [illegible] اور [illegible] سفر [illegible] اوخشب [illegible] جائز نہین مسح اوس موزے پر جو بنا

ہے کانچ یا لکڑی یا لوہے یعنی [illegible] کہ اوسکو پہنکر [illegible] عادت کے موافق چل نہین سکتا و هو جائز والغسل افضل الا للتهمة فهو

افضل اور وہ یعنی موزے کا مسح جائز ہے فرض اور واجب تو پانون کا دہونا افضل [illegible] کرنے سے [illegible] تو مسح کرنا ہی

افضل ہے ہم [illegible] اور [illegible] جائز نہین [illegible] الا اذا كان يخاف فوت وقت

او وقوف عرفة فحينئذ مسح کا واجب ہونا [illegible] شخص پر جسکے پاس پانی [illegible] کہ اتنا کہ مسح کو [illegible] فوت ہونیسے اگر پانو

دہووی یا وقوف عرفات کے فوت ہونے [illegible] ہم یہ تحریر ہے [illegible] شافعیہ کے موافق [illegible] قواعد حنفیہ کے مخالف نہین

وفي القهستاني الرخصة مشروعة [illegible] العزيمة [illegible] الغسل حتى ان [illegible] اثما اور قہستانی کی شرح نقایہ مین ہے کہ البتہ

مسح رخصت ہے [illegible] کہ اگر پانی [illegible] موزون مین دہونے کی نیت سے تو چاہیے کہ گنہگار ہو ہم رخصت وہ ہے جو

عذرات عباد پر مبنی ہو اور عزیمت عبارت ہے حکم اصلی سے [illegible] عذرات عباد پر [illegible] التعریف تو مسح ایسی رخصت ہے کہ مشروعیت عزیمت

کی مسقط ہے یعنی اسکے ساتھ عزیمت کا مشروع ہونا باقی [illegible] رخصت [illegible] ساتھ عزیمت کی مشروعیت باقی رہتی ہے چنانچہ موزہ

رکہنا سفر مین كذا في البحر بسنة مشهورة مسح موزے کا جائز ہے سنت مشہورہ سے یعنی احادیث مشہورہ سے ہم حدیث مشہورہ وہ ہے جسکے راوی دو زیادہ

ہون ہر طبقہ مین طبقات رواۃ سے اور تواتر کی حد کو نہ پہونچی [illegible] امام اعظم نے فرمایا مین مسح کا قائل نہوا یہانتک کہ مسح کا ثبوت مجھپر دن کی مانند روشن

ہوگیا یعنی کثرت احادیث سے كذا في الطحطاوي فمنكره مبتدع تو منکر المسح کا بدعتی ہے ہم امام اعظم سے مذہب اہل سنت سے سوال ہوا فرمایا کہ تفضیل

الشيخين ومحبة الختنين واعتقاد المسح على الخفين وعلى رأي الثاني كافر اور ابو یوسف کے نزدیک منکر کافر ہے ہم اسواسطے کہ اونکے نزدیک حدیث

مشہور حدیث متواتر یا مشہور سے ثابت ہے ... وفی التحفۃ ثبوتہ بالاجماع بل بالتواتر رواتہ اکثر من ثمانین منہم العشرۃ
قہستانی اور تحفہ مین ہی کہ ثبوت مسح کا اجماع سے ہے بلکہ تواتر سے اور راوی اوسکے صحابیون سے زیادہ تر ہین اسی سے انجملہ عشرہ مبشرہ ہین کذا فی القہستانی
ہم علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین مذکور کیا ہے کہ معانی الآثار کی شرح مین ۶۶ صحابیون کی روایت احادیث کی مذکور کی ہی ہے ... مین وقیل
بالکتاب ... بالاجماع ... اور قول ضعیف یہہ ہی کہ ثبوت مسح موزی کا قرآن مجید سے ہے اور یہہ قول رد کیا گیا کہ
... مسح موزی کی غایت دونون ٹخنے نہین بالاجماع تو ارجلکم کا زیر قرب مجرور کیوجہ سے ہی ہم ارجلکم کے لام مین دو قرآتین نصب اور جر کی
ہین بعضون نے کہا ہے کہ دونون قرات مین تعارض واقع ہوا تو جر کی قرات کو موزہ پہنے پر محمول کیا اور نصب کی قرات کو جبکہ موزہ پانو مین نہو اس
قول کا رد یون ہی کہ اگر جر کی قرات سی مسح موزی کا مراد ہوتا تو بعضین مسح کی غایت شہرتی یعنی ٹخنون تک مسح کرنا واجب ہوتا اسواسطیکہ ارجلکم کے
بعد الی الکعبین مذکور ہے حالانکہ بالاتفاق یہہ ثابت نہین اور ارجلکم کے جر کا جواب یہہ ہی کہ وہ عضو مغسول پر عطف ہی تو نصب لازم تھا جو لفظ
وہ مجرور ... کے پاس تو اوسکو بھی مجرور کر دیا چنانچہ عرب کا یہہ قول مشہور ہی جحر ضب خرب ... ظاہرہ عدم جوازہ
لمجدد الوضوء ... لان یقال ... محمد مسح جائز ہے ... کو مفہوم ظاہر اس کلام کا عدم جواز مسح کا ہی
تازہ وضو کرنیوالیکے حق مین مگر اسکا یون جواب دیا گیا کہ تازہ وضو کرنیوالیکو ثواب حاصل ہوا اس وضو پر وضو کرنے سی تو وہ بیوضو کی مانند ہو گیا
لا لجنب و حائض جائز نہین مسح کرنا موزہ کا جنب اور حائض کو یعنی جسپر غسل واجب ہے جنابت یا حیض یا نفاس سے اوسکو مسح جائز نہین ... اسواسطیکہ
اوسکو تمام بدن کا دہونا لازم ہے اور مسح مین یہہ بات حاصل نہین نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی مین صفوان بن عسال سے روایت ہی کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم ہمکو حکم کرتے تھے جبکہ ہم سفر مین ہوتے تھے کہ ہم اپنے موزی نہ اتارین تین دن اور تین رات مگر جنابت سے ... بول اور غائط اور
نوم سے کذا فی ہدایۃ العینی طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ حائض کا مسئلہ ابو یوسف کے قول پر مبنی ہے اسواسطے کہ اقل حیض اونکے نزدیک دو
دن ... اکثر ثالث کا ہے تو سفر مین اوسکی تصویر ہو سکتی ہی برخلاف طرفین کے ... والمنفی لا یلزم تصویرہ اور جسکی نفی ہو تو اوسکی تصویر
لازم نہین یعنی حکم ممنوع کے وجود کی صورت بیان کرنا ضرور نہین کیونکہ اوسکی ... کچہہ حاجت نہین اور عدم لزوم تصویر اوسکی امکان کا منافی نہین کذا فی
الطحطاوی چونکہ جنابت کیساتہہ وضو کرنا ضرور نہین تا کہ مسح موزی کا جائز ہو لہذا اوسکی فرض صورت مین تردد تھا شارح نے اسکا دفع دخل کر دیا کہ حکم
ممنوع کا وجود بیان کرنا لازم نہین وفیہ ان النفی الشرعی یفتقر الی اثبات عقلی اور دفع دخل مذکور مین یہہ خلل ہے کہ شرعی نفی وجود عقلی یعنی
تصور عقلی کے محتاج ہی ہم یہہ بحث ہی قہستانی کی نفی مین شرعی کی قید اسواسطے لگائی تا کہ نفی عقلی سی احتراز ہو چنانچہ شریک باری کہ اوسکی نفی مین اثبات
عقلی کی حاجت نہین اور اثبات عقلی سی تصور ... مراد ہی مگر اسمین یہہ خلل ہی کہ اسمین بھی تصور ذہنی کی تصریح واقع ہی تا کہ نفی کرنا ... سمجھا جاوے کیونکہ نفی
شے کی فرع ہی اوسکے تصور کی تو شرعی کی قید لگانا بہتر نہین اور مسح جنب کیصورت کفایہ مین یون مذکور ہے کہ وضو کیا اور ... پھر جنبی ہوا
تو اوسکو جائز نہین کہ جرابونکو باندہ کر تمام بدنکو دہووے ... کرے اور جرابون پر مسح کرے کذا فی الطحطاوی ... عینی مین اوسکی تصویر منتقی
سے یون مذکور ہے کہ ایک مرد نے وضو کیا اور موزہ پہنا پہر جنب ہوا پہر اتنا پانی پایا کہ وضو کو کفایت کرے ... غسل کو تو وہ شخص وضو کرے اور پانوون دھووے
اور مسح نہ کرے اور جنابت کیواسطے تیمم کرے انتہی ... مقیم ... بمغتسل جمعۃ ... ظاہر کلام ماتن جائز ہونا مسح کا ہے جمعہ کے اور
اوسکی مانند کے نہانے والیکو ... یعنی اون نے جنب کے مسح کی نفی کی تو اسکلام سے مفہوم ہوا کہ جمعہ یا عید کے نہانیوالیکو مسح کرنا جائز ہو کیونکہ یہہ غسل لازم
نہین ونظیر کذلک علی ما فی المبسوط اور حالانکہ ایسا نہین بنا بر اوس مضمون کے جو مبسوط مین ہی ولا یبعد ان یجعل فی حکمہ ومغتسل جمعہ وغیرہ
کو جنب کے حکم مین ٹھہرانا کچہہ بعید نہین فالاحسن لمتوضی لا المغتسل تو بہتر عبارت لمتوضی لا المغتسل ہی یعنی بجای المحدث لا الجنب کے ...
کہنا بہتر ہی یعنی مسح موزی کا وضو کرنیوالیکو جائز ہی نہانیوالیکو ... طحطاوی نے کہا یہہ بحث اور احسنیت قہستانی کی ہی ... ان یجیب ...

باصابع یدہٖ مفرجۃ قلیلا اور سنت یہہ ہی کہ مسح کرنے مین ہاتھہ کی اونگلیون سے خط بنا دے بعد ازان اونگلیون کو کھولکر آئندہ مِن قِبَلِ اَصَابِعِ
رجلہٖ متوجہا الی اصل الساق مسح شروع کرے پانون کی انگلیون کیطرف سے پنڈلی کی جڑ کیطرف مسح کرنا ہم کیفیت مسح کی قاضی خان کی شرح
جامع صغیر مین اسطرح ہے کہ داہنی ہاتھہ کی اونگلیان رکھی داہنی موزہ کے سرے پر اور بائین ہاتھہ کی انگلیان بائین موزہ کے سرے پر اونگلیون کی
طرف سے پہر جبکہ اونگلیان وہان ٹھہرین تو اونکو کہینچے پنڈلی کی جڑ تک دونون ٹخنون کے اوپر اسواسطے کہ ٹخنون کا دہونا فرض ہے اور اونکا مسح
کرنا سنت ہی اور اگر اونگلیون کے ساتھہ ہتھیلی بھی رکھے تو بہتر ہے اسیطرح مروی ہی محمد بن حسن سے اور مسح فرض ہی ہاتھہ کی تین انگلیونکی
برابر اصح قول پر اور یہہ فرض عملی ہے اور تین اونگلیونکی برابر ہر قدم پر فرض ہی اور ہاتھہ کے اندر سے مسح کرنا مستحب ہی اور اگر موضع مسح پر پانی لگجائے
تو کافی ہے اور اسیطرح اگر گہاس پر چلے اگرچہ گہاس شبنم سے تر ہو یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی وَمَحَلُّہٗ عَلٰی ظَاھِرِھِمَا مِن رُؤُسِ
اَصَابِعِہٖ اِلٰی مَعْقِدِ الشِّرَاکِ اور مسح کرنیکا مقام دونو موزون کا ظاہر ہے اونگلیون کے سرون سے معقد شراک تک یعنی جہان تسمہ بندہا رہتا
ہے چپلی مین طحطاوی نے کہا معقد شراک سے وسط قدم مراد ہی اور یہہ قول قاضیخان کے قول مذکور کے مخالف ہی ظاہر موزہ کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر باطن
یا جوانب یا ایڑی یا ٹخنے پر مسح کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ زیلعی مین ہے انتہی ما فی الطحطاوی وَیُستَحَبُّ الجَمعُ بَینَ ظَاھِرٍ وَبَاطِنٍ اور مسح مین مستحب
ہے جمع کرنا درمیان ظاہر موزہ کے اور باطن کے جو ظاہر ہے باطن سے موزہ کا تلوہ مراد ہی نہ داخل موزہ کا لہذا باطن کو موصوف بظاہر کیا ہم
شارح اس مقام مین صاحب نہر کا تابع ہوا ہی اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہی کہ مسح باطن موزہ کا ظاہر کے ساتھہ مسنون نہین اور محیط کے سوا
اور کتابون مین استحباب کی نفی ہے اور اعلی اور اسفل موزہ کے مسح کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے ضعیف کہا ہی انتہی ما فی الطحطاوی علامہ
عینی نے شرح ہدایہ مین اس تضعیف کا جواب مشروحا ذکر کیا ہے اور صاحب بدائع سے نقل کیا ہی کہ ہمارے نزدیک جمع بین الظاہر والباطن مستحب ہی
انتہی لیکن ہمارے جمہور اصحاب نے علی مرتضی کی اس حدیث سے استدلال کیا ہی کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو البتہ اسفل موزہ کا مسح کرنے مین ظاہر سے
مقدم تھا حالانکہ مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسح کرتے تھے موزون کے ظاہر پر اسکو ابو داؤد اور احمد اور ترمذی نے روایت
کیا اور کہا ہی کہ یہہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہہ جو صاحب ہدایہ نے کہا ہی کہ باطن موزہ پر مسح جائز نہین اگر یہہ مراد ہی کہ باطن پر اقتصار جائز نہین تو مسلم
ہے اور اگر یہہ مراد ہی کہ باطن کو ظاہر کے ساتھہ مسح کرنا جائز نہین تو مسلم نہین کما ذکرنا انتہی ما فی العینی مختصرا من شاء مزید التوضیح فلیرجع الیہ
اَو جُرمُوقَیہِ وَلَو فَوقَ خُفٍّ اَو لِفَافَۃٍ یا جائز ہے مسح ظاہر جرموقین پر اگرچہ ہون موزہ کے اوپر یا پانون کے لپیٹے کپڑے پر ہم جرموق
بضم جیم چمڑا ہے جسکو موزہ پر پہنتے ہین کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کیواسطے اور نہر الفائق مین ہی کہ موق اور جرموق فارسی سے معرب ہے اسکو موزے
پر پہنتے ہین اوسکی ساق موزہ سے کمتر ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی منح الغفار مین ہے کہ جرموق جو موزہ پر پہنا جاتا ہی اوسکی حفاظت کیواسطے
سو اگر جرموق چمڑے کا ہو اور اوسکی مانند کا ہی تو اوسپر مسح جائز ہی خواہ اوسکو تنہا پہنا ہو یا موزہ پر اور اگر جرموق کپڑے کا ہی تو اگر تنہا اوسکو پہنا
ہے تو مسح اوسپر جائز نہین اور اسی طرح اگر اوسکو موزہ پر پہنا تو بھی جائز نہین ہان مگر جبکہ تراوت اندر کے موزہ پر پہونچے تو جائز ہی انتہی مختصرا
وَلَا اِعتِبَارَ بِمَا فِی فَتَاوَی الشَّاذِیِّ لِاَنَّہٗ رَجُلٌ مَجھُولٌ لَا یُقَلَّدُ فِیمَا خَالَفَ المَنقُولَ اور کچھہ اعتبار نہین اس قول کا جو فتاوی شاذی مین ہے
اسواسطے کہ شاذی مرد مجہول غیر مشہور ہی تو اوسکی پیروی نکیجاویگی اس مسئلہ مین جو منقولات مذہب کے مخالف ہو ہم فتاوی شاذی مین ہی کہ جو
کرباس مجرد تحت الخف پہنا جاتا ہے وہ موزہ پر مسح کرنیکا مانع ہی کیونکہ وہ فاصل یعنی پانونکو اوسنے موزہ سے جدا کر دیا ہی انتہی لیکن اسکے
مخالف کافی مین یون ہی کہ اگر موزہ باریک ہونیکے سبب سے مسح کے لائق نہون تو جرموق پر بالاتفاق مسح جائز ہی انتہی تو جبکہ خف غیر صالح فاصل نہ
ٹھہرا تو کرباس یعنی کپڑا بطریق اولی فاصل نہوگا چنانچہ شرح مجمع مین ہی اور مانند اسکی غایۃ البیان مین ہے بہنسی نے کہا یہی حق ہی کذا فی المنح مختصرا
اَو جَورَبَیہِ وَلَو مِن غَزلٍ اَو شَعرٍ الثَّخِینَینِ بِحَیثُ یَمشِی فَرسَخًا وَیَثبُتُ عَلَی السَّاقِ بِنَفسِہٖ وَلَا یُرٰی مَا تَحتَہٗ وَلَا یَشِفُّ المَاءَ اِلَّا اَن یُنعَلَ

الی الخفت [illegible] جرابون پر اگرچہ [illegible] سوت سی یا بال سی اسطرحکی گاڑھی جرابون پر مسح جائز ہے کہ اونکو پہنکے تین [illegible]

[illegible] بانده ہنے کے اور اوسکی اندرکی چیز نظر نہ آوے اور پانی اوسمین نہ چھنکر آوے توقت مسح جائز

[illegible] بقدر ضرب کے ہم ہرچند شفوف لغت مین بمعنی رقت ثوب ہے لیکن یہان مراد پانی کا [illegible]

[illegible] الطحطاوی [illegible] ولو نزع عجزموقیہ اعاد مسح خفیہ اور اگر اوتارے دو نو جرموق موزہ [illegible]

[illegible] دونون [illegible] احدهما مسح الخف والجرموق الباقی اور اگر ایک جرموق اوتارے تو مسح کرے

[illegible] دونون کا مسح جاتا رہا ولو ادخل یدہ تحتہما ومسح خفیہ لم یجز اور اگر اپنا

[illegible] ونکو مسح کیا تو جائز نہین یعنی اسواسطے کہ حدث کا محل جرموق خارج ہے نہ خف داخل

[illegible] اور منعل جرابون پر مسح جائز ہے منعل بسکون نون وہ جراب ہے جسکے نیچے چمڑا لگا یا گیا یعنی اوسکے

[illegible] جرابون پر مسح جائز ہے نہر الفائق مین ہے جراب مجلد وہ ہے جسکے اوپر اور نیچے چمڑا

[illegible] کذا فی المنح ولو امرأة او خنثی مسح جائز ہے اگرچہ ہو مشتہ عورت

[illegible] ملبوس [illegible] اس حالت مین کہ موزے یا جرموق یا جرابین پہنے گئے ہین طہارت پر فلو احدث ومسح بخفیہ وقد

[illegible] تو اگر [illegible] کا وضو ٹوٹا اور اوسنے اپنے موزون پر مسح کیا یا نکیا پہر اوسنے جرموق کو پہنا تو جرموق پر مسح نکرے یعنی

[illegible] بلکہ موزون پر مسح کرنا متعین ہوگا کیونکہ اونکو طہارت پر پہنا ہے کذا فی الطحطاوی تام خرج الناقص

[illegible] ملبوس ہون طہر تام یعنی پوری طہارت پر تام کی قید سی ناقص حقیقی یا ناقص معنوی طہارت خارج

ہوگئی ناقص حقیقی [illegible] اور ناقص معنوی جیسا کہ تیمم کرنیوالی اور معذور کی طہارت ہم صورت تیمم کی یہہ ہے کہ پانی

کے نہونے سے تیمم کیا اور موزہ پہنا تو اوسکو اب مسح کرنا پانی ملنے کیوقت جائز نہین اور اگر وضو کیا اور موزہ پہنا پہر وضو ٹوٹا اور پانی نہ پانے سے تیمم کیا

پہر [illegible] تو اب اوسکو مدت کے اندر مسح کرنا درست ہے کذا فی الطحطاوی فانہ یمسح فی الوقت فقط اسواسطے کہ معذور تو فقط وقت مین مسح

کرتا ہے یعنی معذور رہنے عذر کے موجود ہونے سے مثلاً ظہر کو وضو کیا اور موزہ پہنا پہر وضو کسی اور سبب سے ٹوٹا جبتک ظہر کا وقت باقی ہے مسح جائز ہے بعد

ظہر کے عصر کیوقت مسح جائز نہین الا بعد تجدید وضو کامل الا اذا توضأ ولبس علی الانقطاع وکالصحیح مگر جبکہ معذور نے وضو کیا اور موزہ

پہنا انقطاع عذر پر تو وہ مثل سالم کی مانند ہے یعنی اگر وضو اور موزہ پہننے کیوقت عذر منقطع ہے تو تا بقاے مدت مسح اوسکو تندرست کی مانند جائز ہے

عند الحدث طہر تام چاہیے وضو ٹوٹنے کیوقت یعنی جواز مسح کیواسطے موزہ پہننے کیوقت طہارت کامل ہونا ضرور نہین بلکہ حدث کیوقت ضرور ہے

فلو تحقق الحدث ثم خاض الماء فابتل قدماه ثم تمم وضوءه ثم احدث جاز ان یمسح تو اگر بیوضو شخص نے موزہ پہنا پہر وہ پانی

کے اندر گہس گیا سو دونون پانون اوسکے تر ہوگئے پہر اوسنے باقی اعضاے وضو کو پورا کیا پہر اوسکا وضو ٹوٹا تو اوسکو مسح کرنا جائز ہے یعنی

اسواسطے کہ حدث کیوقت طہارت شرط ہے اگرچہ موزہ پہننے کیوقت نہو ہم اسیطرح اگر اوسنے دونون پانوونکو دہویا پہر موزون کو پہنا پہر وضو

کو پورا کیا یا کہ وضو کیا اور پانون نہ دہوئے پہر ایک پانون دہویا اور موزہ پہنا پہر دوسرا پانون دہویا اور دوسرا موزہ پہنا ان صورتون مین

بہی مسح جائز ہے بدلیل مذکور یوماً ولیلۃ للمقیم وثلثۃ ایام ولیالیہا للمسافر مسح کرنا جائز ہے مقیم کو ایک رات دن اور مسافر کو تین رات دن

وابتداء المدۃ من وقت الحدث اور اس مدت کی ابتدا وضو کے ٹوٹنے سے ہے یعنی ایک رات دن یا تین رات دن کا شروع وضو کی ٹوٹنی

سے ہے نہ موزے کے پہننے سے اور نہ وضو کرنے سے فقد یمسح المقیم ستا جب یہہ معلوم ہوا تو مقیم کا ہی مسح کرتا ہے چہہ نماز مین ہم صورت

اوسکی یہہ ہے کہ مثلاً ظہر کی تاخیر کی آخر وقت تک اور وضو موزہ پہنے ہوئے پہر وضو ٹوٹا اور مسح کرکے آخر وقت مین نماز ظہر کی پڑہی پہر ظہر کی

نماز دوسرے دن پڑھی اول وقت مین کذا فی القہستانی وقد لا یتمکن الا من اربع اور کبھی آدمی قادر نہین ہوتا مگر چار نماز سے کم
توضأ ولبس الخف قبيل الفجر ولما طلع صلى ولما انتهى الى التشهد احدث بانیکہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزہ پہنا صبح ہونے سے پہلے پھر بعد
طلوع ہونے کے نماز پڑھنا شروع کیا جب التحیات پڑھ چکا وضو ٹوٹ گیا ھم اس شخص کو اگلی فجر کی نماز پڑھنا مسح کے ساتھ ممکن نہین اسواسطے کہ حدث
واقع ہوا اسکو آخر نماز مین کذا فی القہستانی یعنی ظہر عصر مغرب عشا چار نماز کیواسطے یہہ شخص مسح کریگا اور دوسرے دن کی فجر کیواسطے اگر مسح کرے
تو نماز بسبب فاسد ہو جاویگی مدت گذرنے کے ساتھ اور یہہ نہین لا يجوز المسح على عمامة وقلنسوة وبرقع وقفازين لعدم الحرج جائز
نہین مسح کرنا پگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانون پر بسبب نہ ہونے مشقت اور تکلیف کے ھم اور دوسری وجہ عدم جواز کی یہہ ہے کہ مسح
موزہ ہی کا ثابت ہوا حدیث سے برخلاف قیاس تو اور چیز کا قیاس موزہ پر نہین ہو سکتا او فرضه عملا قدر ثلث اصابع اليد اصغرها طولا
وعرضا من كل رجل على ظاهر مقدم الخف اور مسح کا فرض عملی یہہ ہے کہ ہاتھ کی چھوٹی انگلیون کی برابر ھم طول اور عرض مین ہر پانون سے ہر موزہ کے
ھم یعنی یہہ فرض مسح کا ہے خواہ ابتدا مسح کی پانون کی انگلیون سے ہو خواہ دوسری جانب سے اور مسنون وہ ہے جیسے پہلے مذکور ہو چکا کہ تخطیط
سے کہینچے پنڈلی تک پھر پانون کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک پانون پر بقدر چار انگلی کے مسح کیا اور دوسرے پر بقدر دو انگلی کے تو فرض ادا نہ ہوگا
اور اسیطرح اگر موزہ زیادہ ہو پانون سے اور اسپر مسح کیا جو پانون سے خالی ہے تو بھی فرض ادا نہ ہوگا فمتى اصابعه قدر الاصابع الثلث جاز
بقدر تین انگلی کے مسح ہوا تو قسمین ہے مسح مین ایک انگلی کا لیا ہے یعنی ایک انگلی کو ایکبار تر کرکے بقدر تین انگلی کے مسح کیا تو جائز
نہین اور اگر ایک انگلی سے تین بار مسح کیا اور ہر بار نیا پانی لیا اور ہر بار نئی جگہ پر مسح کیا تو جائز ہے کذا فی البحر فلو مسح برؤوس اصابعه
وجافى اصولها لم يجز اگر انگلیون کے سرون سے مسح کیا اور انگلیون کی جڑ کو موزہ سے جدا رکھا تو مسح جائز نہوا یعنی اسواسطے کہ مستعمل پانی
سے مسح ہوا الا ان يبتل من الخف عند الوضع قدر الفرض كذا في المصنف مگر یہہ کہ انگلیون کے رکھنے کیوقت بقدر فرض کے موزہ تر ہو گیا
تو مسح اب جائز ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ھم اسواسطے کہ فرض حاصل ہو گیا بدون مستعمل پانی کے کذا فی الطحطاوی قال فی
الذخيرة ان كان الماء متقاطرا جاز والا لا یہہ مصنف نے شرح مین کہا اور ذخیرہ مین ہے کہ اگر انگلیون کے سرون سے پانی ٹپکتا ہے تو مسح جائز
ہے یعنی اسواسطے کہ فرض حاصل ہو غیر مستعمل پانی سے اور اگر ٹپکتا نہین ہے تو مسح جائز نہین ولو قطعت قدمه ان بقي من ظهره قدر الفرض
مسح والا غسل كمن قطع من كعبه اگر ایک آدمی کا پانون کٹ گیا تو اگر پشت قدم بقدر فرض کے یعنی بقدر تین انگشت کے باقی ہے تو موزہ پر
مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہین تو دونون پانونکو دہووے مانند اوس شخص کے جسکا پانون ٹخنون سے کٹ گیا یعنی ٹخنون کے نیچے سے اوسکو
بھی مسح کرنا جائز نہین کیونکہ مسح کا محل باقی نہین ہے مگر غسل کا محل باقی ہے ولو له رجل واحدة مسحها اگر ایک آدمی کے ایک ہی پانون ہے یعنی دوسرا
یا ایک پانون ٹخنے سے اوپر کٹ گیا تو اوسی ایک پانون کو یعنی اوسکے موزہ کو مسح کرے وجاز مسح خف مغصوب خلافا للحنابلة اور جائز ہے
مسح کرنا چھینے موزے پر برخلاف حنبلی مذہبون کے ھم ہر چند غصب کرنا گناہ کبیرہ ہے لیکن مسح کی نماز ادا ہو گی كما جاز غسل رجل مغصوبة
اجماعا جس طرح جائز ہے دہونا مغصوب پانون کا بالاتفاق ھم اطلاق غصب کا اسپر مسامحہ ہے اور اوسکی صورت یہہ ہے کہ کسی شخص کا پانون سبب
سرقہ یا قصاص کے مستحق قطع ہوا پھر وہ بھاگ گیا اور وضو کرکے اوسنے پانون دہویا کذا فی الطحطاوی والخرق الكبير بموحدة او مثلثة
هو قدر ثلث اصابع القدم الاصاغر بكمالها ومقطوعها يعتبر باصابع مماثله يمنعه اور موزہ کا بڑا یا بہت سوراخ یعنی قدم کی چھوٹی
پوری تین انگلیونکی برابر مانع ہے مسح کرنیکا اور جس شخص کی سب انگلیان کٹی ہین تو اوسکی مماثل دوسرے شخص کی انگلیون کا اعتبار کیا جاویگا شارح
نے کہا لفظ کبیر کا بار موحدہ یا ثار مثلثہ دونون سے ہو سکتا ہے طحطاوی نے شرح منیۃ المصلی سے نقل کیا کہ بار موحدہ کی روایت صحیح ہے اگرچہ
ثار مثلثہ بھی بتاویل متصور ہے الا ان يكون فوقه خف آخر او جرموق فيمسح عليه مگر یہہ کہ پہٹے موزے پر دوسرا درست موزہ ہو یا جرموق

تو اوسپر مسح کرنے ہر سوا طول کا اعلیٰ کا اعتبار ہے ۔ اسفل کا وھو الوالخرق علی غیر اصابعہ وعقبہ ورأی ما تحتہ اور یہہ یعنی اصابع مین معتبر کا اعتبار کرنا اوسوقت ہی کہ سوا خرق ہو مدیگی اوسکی اونگلیون اور ایڑی پر نہو اور سوراخ کے نیچے پانون نظر آتا ہو فلو علیہا اعتبر الثلث ولو کبارا اور اگر دریدگی اونگلیون پر ہو تو عدم جواز مسح مین تین اونگلیون کا اعتبار ہوگا اگرچہ بڑی اونگلیان ہون لکھی تو اسصورت مین منعکا اعتبار نہین تو اگر ابہام اور کلمہ شہادت کی اونگلی منکشف ہو جاوے اور وہ بقدر تین چھوٹی اونگلیون کے ہو تو مسح اوسپر جائز ہے اور اگر ان دونون کے ساتھہ بیچ کی اونگلی بھی کہلجاے تو مسح جائز نہوگا علی الاصح کذا فی الطحطاوی من تتمۃ الفتاوی ولو علیہ اعتبر بدو الاکثر ہ اور اگر دریدگی ایڑی پر ہے تو اکثر ایڑی کا کھلجانا معتبر ہے یعنی آدھی ایڑی سے اگر زیادہ مکشوف ہی تو مسح جائز نہین ھم قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اسی قول پر اقتصار کیا ہی اور ظاہر متون مین ہر مقام مین تین اونگلیون کا اعتبار ہی اور اسی قول کو کمال الدین صاحب فتح القدیر اور سرخسی نے پسند کیا ہی کذا فی الطحطاوی و لولم یر القدم لصلابتہ بما منع عند المشی لصلابتہ لم یمنع وان کثر اور اگر نظر نہ پڑے قدم اسقدر جو مسح کا مانع ہی پیادہ پا چلنے کیوقت موزہ کی سختی کے سبب سی تو مسح کا مانع نہین اگرچہ بہت پہٹا ہو ھم حلبی نے کہا کہ زمین سے پانون اوٹھانے کیوقت اگر نظر نہ آوے تو مسح کا مانع نہین کما لو انشقت الظہارۃ دون البطانۃ چنانچہ اگر موزہ کا ابرہ پہٹ گیا نہ اوسکا استر تو مسح کا مانع نہین خواہ استر چمڑہ کا ہو یا کپڑہ کا سیا ہوا موزہ مین کذا فی الطحطاوی وتجمع الخروق فی خف واحد لا فیہما اور متفرق سوراخ جمع کئے جاتے ہین ایک موزہ مین نہ دونون موزون مین یعنی اگر ایک موزہ مین کئی جگہہ تھوڑا تھوڑا پہٹا ہی تو اوسکو جمع کرکے دیکھینگے اگر بقدر تین انگشت کے ہے تو مسح جائز نہین والا جائز ہے اور اگر ایک موزہ مین بقدر دو انگشت کے پہٹا ہی اور دوسرے موزہ مین بقدر ایک انگشت کے تو دونون پر مسح جائز ہوا یہ ظاہر اذ لو وقع فرضہ علی الخف بعینہ لا علی ما ظہر منہ فیسیر مسح جائز ہی دونون موزون پر اسشرط سی کہ فرض مسح کا واقع ہو نفس موزہ پر نہ اوسمقام پر جو تھوڑا پہٹا ہی وان خرق الجمع لیمنع المسح الحالی والاستقبالی کما ینقض الماضی فہستانی اور کثیر سوراخ جو جمع کیا جاتا ہی وہ اسطرح منع کرنے مسح حالی اور استقبالی کے جسطرح گذشتہ مسح کو توڑتا ہی کذا فی القہستانی ھم مسح حالی وہ جسکے فی الحال کرنیکا ارادہ ہی اور استقبالی مسح وہ ہی جو آگے ہوگا اور مسح ماضی کی یہہ صورت ہی کہ درست موزہ پر مسح کیا پہر وہ اسقدر پہٹ گیا کہ مانع ہو مسح کا تو مسح ٹوٹ گیا کذا فی الطحطاوی قلت ومر ان ما ینقض التیمم یمنع ورفع کنجاسۃ وانکشاف فی حق انعقادھا کما سیجئ فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہہ مذکور ہو چکا باب تیمم مین کہ جو چیز تیمم کی ناقض ہی چنانچہ پانی کا موجود ہونا اور اوسکی استعمال پر قادر ہونا وہ ابتداء تیمم کا مانع ہی اور دور کرنیوالا ہی تیمم موجود کا مانند نجاست اور انکشاف عورت کے کہ وہ ابتداء صلوۃ کی مانع ہے اور صلوۃ موجود کی رافع ہی یہانتک کہ انعقاد صلوۃ یعنی تحریمہ کا مانع ہی چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھم خلاصہ یہہ ہی کہ جسطرح ناقض تیمم اور نجاست اور انکشاف عورت مانع اور رافع ہے اسیطرح خرق موزہ بھی مانع اور رافع ہے ما تدخل فیہ المسلۃ لا ما دونہ الحاقا لہ بمواضع الخرز کثیر سوراخ جو منع مسح کیواسطے جمع کیا جاتا ہی جسمین ثاث وغیرہ کے سینے کا سوا داخل ہو نہ وہ سوراخ جو اوس سے کمتر ہے بوجہ الحاق بمواضع دوخت یعنی جیسے دوخت موزہ کی سوراخ بالاتفاق عفو مین لائق شمار کے نہین اسیطرح یہہ سوراخ بھی لائق شمار کے نہین بخلاف نجاسۃ متفرقۃ وانکشاف عورۃ وطیب محرم واعلام ثوب من حریر فانہا تجمع مطلقا برخلاف متفرق نجاست اور انکشاف عورت کے اور خوشبوئی محرم کے اور کپڑے پر ریشم کی بوٹیان اسواسطے کہ یہہ سب جمع کی جاتی ہین مطلقا یعنی ایک مقام مین ہون یا چند مقامات مین ھم نجاست متفرقہ موزون مین ہو یا کپڑے یا بدن یا مکان مین یا مجموع مین اور انکشاف متفرق چنانچہ عورت کی کچھہ شرمگاہ اور اوسکی پیٹھہ اور کچھہ ران مین تو یہہ جمع کیا جاویگا نجاست کی مانند اور نماز کا مانع ہوگا اور محرم کی خوشبوئی متفرق اکثر اعضا مین جمع ہوگی اگر بقدر ایک عضو کے پہنچیگی تو جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا اور ریشمی بوٹیان بھی جمع کیجاوینگی اگر چار انگشت سے زیادہ ہونگی تو مرد کو اوسکا پہننا جائز نہوگا یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی واختلف فی جمع خروق اذنی اضحیۃ وینبغی ترجیح الجمع احتیاطا اور قربانی کے دونو کانون کے

سوا انگلیون کے جمع کرنے مین اختلاف واقع ہے یعنی ایک قول یہہ ہو کہ جمع کرینگے سوا اگر ایک کان کی تہائی سے زیادہ ہوگا تو قربانی جائز نہین اور
دوسرا قول یہہ ہے کہ جمع نکرینگے مگر ایک کان کے سوراخون مین موزہ کی مانند اور جمع کرنیکو ترجیح دیا کالا تو ہے احتیاط کی راہ سے باب عبادت
مین کذا نے النہر وناقضہ ناقض وضوئ لانہ بعضہ اور مسح کا توڑنیوالا وہی ہو جو وضو کا توڑنیوالا ہے اسواسطے کہ مسح بعض ہی وضو کا یعنی توجو
کل کا ناقض ہے وہ بعض کا بھی ناقض ہوگا ونزع خف ولو واحد اور مسح کا ناقض ہے موزہ اوتارنا اگرچہ ایک ہی موزہ اوتارا ہو
ومضی المدۃ وان لم یمسح اور مدت کا گذر جانا مسح کا ناقض ہے اگرچہ اوسنے مدت مین مسح نکیا ہو ان لم یخش بغلبۃ الظن ذہاب
رجلہ من برد للضرورۃ یہ گذرنا مدت کا ناقض ہے بشرطیکہ اوسکو ظن غالب خوف نہو اپنے پانوؤن کے جاتے رہنے کا سردی سے یہہ شرط ہوئی
ضرورت کے سبب سے ہم ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت کرتا ہو کہ مسح نہین ٹوٹتا ہے مدت کے گذرنے سے خوف مذکور کیوقت پر اسمین خلل
یہہ ہو کہ سردی کے خوف کو سرایت حدث کے منع مین کچھہ اثر نہین غایۃ الامر یہہ ہے کہ موزہ نہ اوتارے لیکن مسح نکرے بلکہ تیمم کرے کذا فی ابی
السعود اور اسمین یہہ خلل ہے کہ فقہانے وضو کا تیمم منع کیا ہے سردی کے خوف مین لہذا فتح القدیر مین ہو کہ لائق یہہ ہو کہ فتوی دیا جاے مسح
کے ٹوٹنے کا مدت کے گذرنے سے اور دوسرے مسح کو استیعاب کا پٹی کی مانند شارح نے اسیکی طرف اشارہ کیا ہو اور یہی قول اعتماد کے لائق
ہے کذا فی الطحطاوی فیصیر کالجبیرۃ فیستوعب بالمسح ولا یتوقت تو خوف مذکور مین موزہ ہوجائیگا پٹی کی مانند تو سارے موزے کو پورا
مسح کرے اور اس مسح کی مدت نہین جیسی پٹی کے مسح کی مدت نہین یعنی جبتک خوف باقی ہے مسح کرتا رہے ہم پورا مسح کرنا افضل ہو اور اگر
اکثر موزے کا مسح کریگا تو صحیح ہے اور یہہ جو صاحب نہر نے معراج سے وجوب استیعاب کا بیان کیا ہے ابو السعود نے اوسکو رد کیا ہو اسطرح کہ عبارت
معراج کی افضلیت کا احتمال رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی ولذا قالوا لو تمت المدۃ وہو فی صلوتہ ولا ماء مضی فی الاصح اور اسیواسطے
یعنی ضرورت مین مدت کے گذر جانے سے مسح نہین ٹوٹتا فقہانے کہا ہے کہ اگر مسح کی مدت تمام ہوگئی اور مسح کرنیوالا نماز مین ہے اور پانی موجود
نہین تو نماز پڑہتا رہے صحیح قول مین اسواسطے کہ موزہ اوتارنے مین کچھہ فائدہ نہین کیونکہ پانی نہین جو پانوؤن کو دہووے وقیل تفسد وہو
الاشبہ اور بعضون نے کہا کہ شخص مذکور کی نماز فاسد ہوجاتی ہو اور وہ تیمم کرے اور یہی قول مناسب ہو روایت کی راہ سے اور راجح تر
ہے فہم کی راہ سے ہم وجہ اوسکی یہہ ہو کہ مدت کے گذر جانے سے حدث نے پانوؤن مین سرایت کی اسواسطے کہ پانی کا نہونا مانع سرایت کا نہین تو
تیمم کرے اور نماز پڑھے جس طرح وہ شخص کہ اوسکے اعضاء وضو مین کچھہ شک باقی رہا اور پانی نہین ہو جو اوسکو دہووے تو اوسکو تیمم کرنا چاہیے
کذا فی الطحطاوی وبعدہما ای النزع والمضی غسل المتوضی رجلیہ لا غیر لحلول الحدث السابق قدمیہ اور موزہ اوتارنے اور مدت کے
گذر جانیکے بعد باوضو شخص دہووے اپنے دونون پانوؤنکو نہ اور اعضاء وضو کو بسبب سرایت کرنے اگلے حدث کے اوسکے دونو پانوون کو یعنی
حدث سابق کے بعد باقی اعضاء دہوئےگیے فقط قدم باقی رہے تو اوسپر کچھہ واجب نہین قدم دہونیکے سوا کذا فی البحر الا لمانع کبرد یخشی منہ سقوطہا
مگر کسی مانع کے ہونیسے قدم نہ دہوے جیسے نہایت سردی سے تو اب تیمم کرلے ہم حلبی محشی نے کہا کہ اسوقت مین تیمم صحیح نہین اسواسطے کہ ضرر

سماع یعنی جو زیادہ بہت سے حصہ اول پیر کا معلوم ہوتا ۲۹۰

کے خوف مین مسح کرنا چاہیے موزے پر پٹی کی مانند اور تیمم تو اسوقت ہے جبکہ ضرر کا خوف ہو اور پانی نہو کذا فی الطحطاوی وخروج اکثر قدمہ
من الخف الشرعی وکذا اخراجہ نزع فی الاصح اعتبارا للاکثر اور نکلنا اور نکالنا آدھے قدم سے زیادہ شرعی موزے سے مثل اتارنا ہے
موزے کا صحیح قول مین اکثر کے اعتبار کرنے سے یعنی اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہم قدم عبارت ہے ریشون سے تا سرا صابع اور شرعی موزہ ہوتا ہے ٹخنون
سے سر اصابع تک ولا عبرۃ بخروج عقبہ ودخولہ اور کچھہ اعتبار نہین ایڑی کے خروج اور دخول کا یعنی اگر بلا قصد موزے کی کشادگی سے
خروج اور دخول عقب کا معتبر نہین وما روی من النقض بزوال عقبہ فمقید بما اذا کان بنیۃ نزع الخف اور یہہ جو نقض مین ایڑی
کے ٹل جانے سے مسح کا ٹوٹ جانا مروی ہے سو مقید ہے اوس صورت کے ساتھہ جبکہ اوسکا نکلنا ہو موزہ اوتارنے کی نیت سے اما اذا

لو كان اثر زوال شعثه بنية بل بسعته او غيرها فلا ينقض بالاجماع كما يعلم من البرجندي معزيا للنهاية وكذا القهستاني لكن بالاستعمار حتى زعم بعضهم انه خرق الاجماع فتنبه لیکن جبکہ ایڑی کا ٹھکانا اپنی محل سے نہ پھرے نہو بلکہ موزہ کی کشادگی یا اسکے سوا اور وجہ سے ہو تو مسح نہین ٹوٹتا ہے باتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہے یہہ قول نہایہ کیطرف منسوب کرکے اور اسیطرح قہستانی شارح نقایہ نے بیان کیا مگر اختصار عبارت کے ساتھ یہانتک کہ بعضے لوگون نے گمان کیا ہے کہ قہستانی نے اجماع کو پھاڑا یعنی مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبردار ہو کہ اوسکا قول اجماع کے مخالف نہین ہے وينتقض ايضا بغسل اكثر الرجل فيه لو ادخل الماء خفيه صحح غير واحد اور موزہ مین اکثر پانون کے دہو جانے سے بہی مسح ٹوٹتا ہے اگر اوسنے اپنے موزہ مین پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہون نے صحیح کہا ہے ھم حلبی نے کہا اور اسیطرح کا حکم ہے اگر پانی خود موزہ مین داخل ہوگیا وقيل لا ينتقض وان بلغ الماء الركبة وهو الاظهر كما في البحر عن السراج لان استتار القدم بالخف يمنع سراية الحدث الى الرجل فلا يقع هذا غسلا معتبرا فلا يوجب بطلان المسح ثم غسلهما ثانيا بعد المدة او النزع كما مر اور بعضون نے کہا کہ موزہ مین پانی کے داخل ہونے سے مسح نہین ٹوٹتا ہے اگرچہ پانی زانو تک پوہنچا ہو اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ بحرالرائق مین سراج سے منقول ہے اسواسطے کہ چھپنا قدم کا موزہ سے منع کرتا ہے حدث کے پوہنچنے کو پانون تک تو اسطرحکا دہو جانا معتبر دہونا نہ ٹھہریگا تو بطلان مسح کا موجب نہوگا چنانچہ نہر الفائق مین ہے تو دونون قدمونکو مدت اور اوتارنیکے بعد دوسری بار دہوویگا چنانچہ مذکور ہوچکا وبقي من نواقضه الخرق وخروج الوقت للمعذور اور مسح کے نواقض مین سے باقی رہا موزہ کا پھٹنا اور معذور کے حق مین نماز کے وقت کا نکل جانا مسح مقيم بعد الحدث ثم سافر قبل تمام يوم و ليلة فلو بعده نزع مسح ثلاثا مقیم نے مسح کیا وضو ٹوٹنے کے بعد پہر اوسنے سفر کیا ایک رات اور دن کے تمام ہوجانے سے پہلے تو وہ تین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہوجانیکے بعد سفر کرے تو موزہ اوتارے ھم تین دن مسح کرے یعنی مسح کی مدت کو پورا کرے اسطرحپر کہ مجموع تین دن ہوجاوین اور یہہ مراد نہین کہ سرنو سے تین دن تک مسح کرتا رہے کذا فی الطحطاوی ولو اقام مسافر بعد مضي مدة مقيم نزع والا اتمها لانه صار مقيما اور اگر مسافر مقیم ہوگیا مدت مقیم یعنی ایک رات دن کے بعد تو موزہ اوتارے اور پانون دہووے اور اگر ایک رات دن نہین گذرا تو مقیم کی مدت کو پورا کرلے اسواسطے کہ مسافر اب مقیم ہوگیا وحكم مسح جبيرة هي عيدان يجبر بها الكسر وخرقة قرحة وموضع فصد وكي ونحو ذلك كعصابة جراحة ولو براسه كغسل لما تحتها اور مسح جبیرہ کا حکم اور زخم کے پھائے کا اور فصد اور داغ کے مکان کا اور مانند اوسکی چنانچہ زخم کی پٹی کا اگرچہ زخم سر مین ہو اوسکے ماتحت کے دہونے کی مانند ہے یعنی بدل نہین ہے شارح نے کہا جبیرہ وہ لکڑیان ہین جس سے ٹوٹی ہڈی باندہی جاتی ہے فيكون فرضا يعني عمليا لثبوته بظني وهذا قولهما واليه رجع الامام خلاصة وعليه الفتوى شرح مجمع جبکہ مسح جبیرہ وغیرہ کا ماتحت کے دہونے کی مانند ہوا تو مسح کرنا فرض ہوگا یعنی فرض عملی نہ فرض اعتقادی بسبب ثابت ہونے مسح کے دلیل ظنی سے اور یہہ یعنی مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہے اور اسیکی طرف امام نے آخر کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ مین ہے اور اسی فرض ہونے پر فتوی ہے چنانچہ مجمع کی شرح مین ہے ھم جواز مسح جبیرہ کی دلیل یہہ ہے کہ علی مرتضی ع کے ہاتھ کی ہڈی جنگ احد یا خیبر مین ٹوٹ گئی تہی سو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو مسح علی الجبائر کا امر فرمایا اگرچہ یہہ حدیث ضعیف ہے لیکن تعدد طرق سے قوی ہوگئی ہے امام اول مسح جبیرہ کو واجب کہتے تہے پہر فرض ہونیکے قائل ہوئے وقدمنا ان لفظ الفتوى آكد من لفظ الصحيح من المختار والاصح والصحيح اور ہم دیباچہ کتاب مین پہلے ذکر کر دیا ہے کہ فتوی کا لفظ تصحیح مین موکد تر ہے مختار اور اصح اور صحیح کے الفاظ سے ھم یعنی ہرچند بعضون نے وجوب مسح کی تصحیح کی ہے لیکن فرضیت مین فتوی کا لفظ واقع ہوا ہے تو فرضیت موکد تر ٹھہری ثم انه يخالف مسح الخف من وجوه ذكر منها ثلاثة عشر پہر معلوم کرنا چاہیے کہ مسح جبیرہ کا مخالف ہے مسح موزہ کی کئی وجہون سے اونمین سے مصنف نے تیرہ وجہونکو یہان ذکر کیا ہے فقال فلا يتوقت لانه كالغسل حتى يتم الاندمال سو مصنف نے کہا تو مسح کا وقت یعنی مدت معین نہین اسواسطے کہ وہ

دہونے کی مانند ہے تا اینکہ مسح کرنیوالا تندرستونکی امامت کرتا ہے یعنی اسواسطے کہ وہ صاحب عذر نہین کذا فی الطحطاوی ولو بدّلها بأخرى او سقطت العليا لم يجب اعادة المسح بل يندب اور اگر ایک جبیرہ کو بدلکر دوسرے جبیرہ کو باندہا یا اوپر کے جبیرہ ساقط ہوگئی تو دوسری بار مسح کرنا واجب نہین ہے بلکہ مستحب ہے ولا يجمع مسح جبيرة رجل معه اى مع غسل الاخرى اور مسح کیا جاتا ہے ایک پانون کی پٹی کا مسح دوسرے پانون کے دہونیکے ساتھ یعنی اگر مسح جبیرہ کا مسح ہوتا حکما تو غسل کے ساتھ جمع ہوتا جیسے ایک قدم کا دہونا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کرنا جائز نہین کذا فی الدر لا مسح خفها جمع نہین کیا جاتا جبیرہ کے موزے کا مسح دوسرے قدم کے جبیرہ کے مسح کے ساتھ یعنی اگر دونون قدم پر جبیرہ ہے سو اوسنے ایک قدم کے جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کیا تو جائز نہین طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اصل اور بدل مین جمع کرنا لازم آیا بل خفيه بلکہ دونون موزون کا مسح جمع کیا جاتا ہے هم صورت اوسکی یہہ ہے کہ اگر ایک پانون پر جبیرہ ہے سو اوسکا مسح کیا اور دوسرے پانون کو دہو یا پہر دونون قدم پر موزے پہنے پہر وضو ٹوٹا تو دونون پر مسح کرنا جائز ہے اسواسطے کہ جمع متقدم یہان نہین ہے یعنی اصل اور بدل مین یہان اجتماع نہین کذا فی الطحطاوی ويجوز اى يصح مسحها ولو شدّت بلا وضوء وغسل دفعا للحرج اور جائز ہے یعنی مسح جبیرہ کا صحیح ہے اگرچہ جبیرہ بدون وضو اور دہونے کے باندہی گئی ہو مشقت کیواسطے ويترك المسح كالغسل ان ضر والا لا يترك اور ترک کیا جاتا ہے جبیرہ کا مسح جیسے دہونا اوسکا متروک ہے اگر ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہو تو ترک نکیا جاوے هم ضرر سے مراد وہ ضرر ہے جو اعتبار کے لائق ہو نہ مطلق ضرر اسواسطے کہ عمل اونسے ضرر سے خالی نہین اور یہہ ترک کو مباح نہین کرتا کذا فی الطحطاوی وهو اى مسحها مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع اور وہ یعنی جبیرہ کا مسح کرنا مشروط ہے ساتھ عاجز ہونیکے مسح کرنے نفس موضع سے یعنی عضو کو جب مسح نکر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہے هم عاجزی کی صورت یہہ ہے کہ موضع جبیرہ کو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی بندہی ہو جسکو کہولنا ضرر کرتا ہو کذا فی الدر فان قدر عليه فلا مسح عليها سو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو پٹی پر مسح کرنا صحیح نہین هم [illegible] ہے کہ اسکو یاد رکہنا چاہیئے کہ لوگ اس شرط سے غافل ہین کذا فی الدر والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحه فان ضر مسحها سقطا اصلا حاصل کلام یہہ ہے کہ دہونا محل کسر کا لازم ہے اگرچہ گرم پانی سے ہو یعنی اگر سرد پانی سے دہونا ضرر کرتا ہو تو گرم پانی سے دہونا چاہیئے اور گرم پانی سے بھی دہونا وہان کا ضرر کرتا ہو تو عضو کو مسح کرے اور اگر نفس عضو کا مسح ضرر کرتا ہو تو اوسکی پٹی پر مسح کرے اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی ضرر کرتا ہو تو بالکل ساقط ہوگیا یعنی نہ دہونا لازم رہا نہ مسح کرنا ويمسح نحو مفتصد وجريح على كل عصابة مع فرجتها فى الاصح ان ضره الماء او حلها اور مسح کرے فصد لینے والا اور زخمی اور جو کہ انکی مانند ہے ساری پٹی پر اوس مکان کے ساتھ جو پٹی کی گرہ کے دونون طرف کشادہ ہے صحیح تر قول مین اگر اوسکو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی کا کہولنا مضر ہو هم مصنف استیعاب مسح مین صاحب کنز کا تابع ہوا اور قول اصح جسپر فتوی ہے یہہ ہے کہ اکثر عصابہ کا مسح کافی ہے اور گرہ کے پاس کی کشادگی کا مسح کرنا کافی ہے ذخیرہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہے یعنی خلاصہ مین جو وہان کے دہونیکو فرض کہا ہے سو اصح نہین کذا فی الطحطاوی ومنه ان لا يمكنه ربطها بنفسه ولا يجد من يربطها اور منجملہ ضرر کے یہہ ہے کہ اوس شخص کو خود پٹی کا باندہنا ممکن نہین اور نہ اوس شخص کو پاتا ہے جو پٹی کو باندہ دے انكسر ظفره فجعل عليه دواء او وضعه على شقوق رجله اجرى الماء عليه ان قدر والا مسحه والا تركه ایک شخص کا ناخن ٹوٹا سو اوسنے اوسپر دوا رکہی یا پانون کی بوائی پر دوا لگائی تو وضو مین اوسپر پانی کو بہادے اگر ہو سکے اور اگر اسپر قادر نہو تو اوسکو مسح کرے اور اگر یہہ بھی نہو سکے تو چہوڑ دے یعنی تو دہونا اور مسح کرنا دونون ساقط ہوگیا عذر سے والمسح يبطله سقوطها عن برء والا لا اور مسح کو باطل کرتا ہے گر پڑنا پٹی کا زخم کے چنگے ہوجانے سے اور اگر بدون صحت کے پٹی ساقط ہوگئی تو مسح باطل نہین ہوتا برخلاف مسح موزہ فان سقطت فی الصلوة استأنفها پہر اگر پٹی صحت کے بعد نماز مین ساقط ہوگئی تو نماز کو پہر شروع کرے وكذا الحكم لو سقط الدواء او برء موضعها ولم يسقط مجتبى اور اسیطرح حکم تفصیلی ہے اگر دوا ساقط ہوگئی یا پٹی کا مکان اچہا ہوگیا اور ہنوز پٹی نہین کذا فی المجتبی هم یعنی اگر دوا صحت کے بعد نماز مین ساقط ہوئی یا پٹی کا محل اچہا ہوگیا تو نماز کو پہر شروع کرے وينبغي تقييده بما اذا لم تجز الا بها فان ضره فلا يحل اور علم مذکور کو مقید کرنا چاہیئے اس

صورت کے ساتھ جبکہ پٹی کا اوتارنا مضر نکرے تو اگر مضر ہو تو مسح باطل نہین کذا فی البحر م یعنی پٹی کے ساقط ہونے سے بعد صحت کے اوسوقت مسح
باطل ہوتا ہے جبکہ پٹی کا کہولڈالنا ضرر نکرتا ہو اور اگر مضر ہو اسطرح کہ پٹی نہایت چپکی ہے گوشت سے اور اوسکے جدا کرنے مین تازگی زخم کا احتمال ہو تو اس
صورتمین مسح باطل نہوگا والرجل والمرأۃ والمحدث والجنب فی المسح علیہا وعلی توابعہا سواء اتفاقا اور مرد اور عورت اور محدث
اور جنب جبیرہ کے مسح مین اور اوسکے توابع مین برابر ہین بالاتفاق م توابع جبیرہ پھاہا اور فصد کی پٹی اور داغ کا موضع اور وہ تندرست مقام جو
ضرورت کے سبب سے پٹی کے نیچے آگیا ہے ولا یشترط فی مسحہا استیعاب وتکرار فی الاصح فیکفی مسح اکثرہا مرۃ بہ یفتی اور پٹی کے
مسح مین پوری پٹی پر مسح کرنا اور مسح کو مکرر کرنا شرط نہین صحیح قول مین تو پٹی کا ایکبار آدہی سے زیادہ مسح کرنا کفایت کرتا ہے اسی قول پر فتوی ہے م
یہہ قول مخالف ہے قول سابق کے کہ وہان پوری پٹی کا مسح مذکور ہے اور اگر اسی قول اخیر پر اقتصار ہوتا تو بہتر تھا اسواسطے کہ فتوی اسی قول پر ہے
کذا فی الطحطاوی وکذا لا یشترط فیہا النیۃ اتفاقا بخلاف الخف فی قول اور اسی طرح پٹی کے مسح مین نیت شرط نہین برخلاف
مسح موزہ کے کہ اوسمین ایک قول مین نیت شرط ہے اور اصح قول یہہ ہے کہ موزہ کے مسح مین نیت شرط نہین وما فی نسخ المتن من رجع عنہ
المصنف فی شرحہ اور جو عبارت کہ متن کی نسخون مین ہے مصنف نے اوسکو ترک کیا ہے اپنی شرح مین م یعنی شرح منح الغفار مین و مسح کو عنید
جو مسح سے آخر تک ساقط ہے طحطاوی نے کہا تو اسکا ذکر نکرنا بہتر تھا تاکہ ناقص کا مصنف پر اعتراض نہ لگتا

باب الحیض

یہہ باب ہے حیض کے احکام اور مسائل مین عنون بہ لکثرتہ واصالتہ والا فہی ثلثۃ حیض ونفاس واستحاضۃ مصنف نے حیض کو عنوان قرار
دیا اسباب کا حیض کی کثرت اور اصالت کے سبب سے ورنہ عورت کے خون تو تین قسم ہین حیض اور نفاس اور استحاضہ یعنی ہرچند اسباب مین
حیض اور نفاس اور استحاضہ تینون خونون کے احکام مذکور ہین مگر مصنف نے اسباب کو فقط باب الحیض کرکے آغاز کیا تو اوسکی وجہہ یہی ہے کہ حیض کثیر الوقوع
اور اصل ہے برخلاف نفاس کے کہ ہمیشہ نہین ہوتا بچہ پیدا ہونیکے بعد ہوتا ہے اور استحاضہ بھی بیمار عورت کو ہوتا ہے نہ ہر عورت کو وہو لغۃ السیلان
وشرعا علی القول بانہ من الاحداث مانعیۃ شرعیۃ بسبب الدم المذکور وہ یعنی حیض لغت عرب مین روانگی اور بہنے کو کہتے ہین اور اصطلاح
شرع مین بنابر اوس قول کے کہ حیض حدث ہے منجملہ حدث اور احداث کے شرعی روکنا ہے خون مذکور کے سبب سے یعنی جن عبادات مین طہارت
شرط ہے جیسا نماز اور مس مصحف اور دخول مسجد اونمین شارع نے حیض کو مانع طہارت اعتبار کیا ہے اگرچہ مانعیت حسیہ نہو وعلی القول بانہ من
الانجاس دم من رحم اور بنابر اوس قول کے کہ حیض ناپاک چیز ہے منجملہ اور نجاسات کے تو وہ خون ہے کہ عورت کے رحم یعنی بچہ دان سے جاری
ہوتا ہے خرج الاستحاضۃ رحم کی قید سے استحاضہ حیض کی تعریف سے نکل گیا اسواسطے کہ استحاضہ رحم کا خون نہین بلکہ رگ کے پھٹجانے سے
نکلتا ہے اور اسی طرح نکسیر اور زخمون کا خون اور جوکہ مقعد سے خارج ہو وہ رحم کی قید سے خارج ہو گیا ومنہ ما تراہ صغیرۃ وآیسۃ و
مشکل اور منجملہ استحاضہ ہی وہ خون ہے جسکو نو برس سے کم عمر کی چہوٹی لڑکی دیکہتی ہے اور وہ بڈہی عورت جسکو حیض کی امید نرہی اور جو خون کہ خنثی
مشکل دیکہے قول مختار یہہ ہے کہ ۵۵ برسکی عورت آیسہ ہے کذا فی اکثر المعتبرات لا لولادۃ خرج النفاس نہ ولادت کے سبب سے اس
قید سے نفاس خارج ہو گیا حیض کی تعریف سے اسواسطے کہ نفاس خارج ہوتا ہے رحم سے ولادت کے سبب سے برخلاف حیض کے وسببہ ابتداء
ابتلاء اللہ لحواء لاکل الشجرۃ اور حیض کے ہونیکا پہلا سبب خدا کا مبتلا کرنا تھا حوا علیہا السلام کو درخت منہی عنہ کے کہا لینے سے وہ درخت
گیہون تھا یا انجیر یا انگور ورکنہ بروز الدم من الرحم اور حیض کا رکن خون کا باہر نکل آنا ہے رحم سے یعنی فرج داخلی کے کنارے کی برابر ہو جاے
یہی قول معتمد ہے اور محمد کے نزدیک احساس رکن ہے حیض کا اور ثمرہ اختلاف اسصورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ عورت نے وضو کیا پہر گدی رکہی پہر نزول خون کا احساس
ہوا قبل غروب کے پہر گدی جدا کی اسکو بعد تو محمد کے نزدیک روزہ ٹوٹا برخلاف شیخین کے یعنی جبکہ گدی کا گدہ فرج کے محاذی نہو اور اگر محاذی ہوگا تو
بالاتفاق حیض یا نفاس ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی عن النہر وشرطہ تقدم نصاب الطہر ولو حکما اور حیض کی شرط مقدم ہونا ہے نصاب طہر

یعنے اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن ہین اگرچہ طہر حکمی ہو هم طہر حکمی کی دو صورتین ہین ایک تو عورت مستحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ طاہر ہے حکماً اگرچہ خون بہا کرے دوسری وہ عورت جسکو اول بار حیض نمود ہوا تو یہان بھی نصاب طہر کا مقدمہ ہونا حکماً ہے وَعُلِمَ نَقصُہٗ عَن اَقَلِّہٖ اور شرط حیض کی کم ہونا ہے کثرت مدت حیض سے یعنی تین دن سے واوانہ بعد التسع اور حیض کا زمانہ نو برس کے بعد ہے ووقت ثبوتہ بالبروز فلا تترک الصلوٰۃ ولو مبتدأۃ فی الاصح لان الاصل الصحۃ والحیض دم صحۃ سیّما اور حیض کے ثابت ہونیکا وقت اوسکی خارج ہونیسے ہے اوس وقت مین عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اوسکو پہلی پہل حیض آیا ہو صحیحتر قول مین اسواسطے کہ صحیح سالم ہونا اصل ہے اور حیض صحت کا خون ہے کذا فی الشمنی هم غیر اصح یہہ قول ہے کہ جسنے اول بار خون دیکھا وہ تین دنکے بعد نماز چھوڑ دے کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض اور اصح قول اکثر مشائخ بخارا کا ہے کہ جب اوسنے حالت بلوغ مین خون دیکھا تو مجرد دیکھنے کے نماز ترک کرے اسواسطے کہ صحت اجسام اصلی ہے اور مرض مقتضی استحاضہ عارض ہے تو بمقتضاء اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیے نہ استحاضہ وَاَقَلُّہٗ ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ بِلَیَالِیْہَا الثَّلٰثِ اور کمتر مدت حیض کی تین دن مین تین راتون کے ساتھہ خواہ انہین دنون کی راتین ہون یا نہون فالاضافۃ لبیان العدد المقدر بالساعات الفلکیۃ لا للاختصاص تو اضافت اور نسبت لیالی کی ایام ضمیر کیطرف اوس زمانہ کی شمار کیواسطے ہے جسکا اندازہ ساعات فلکیہ یعنی نجومی گھڑیون سے کیا گیا ہے نہ خصوصیت کے بیان کیواسطے یعنے یہہ مراد نہین کہ انہین ایام مخصوصہ کی تین راتین ہون هم ساعت دو قسم ہے ساعت فلکی اور ساعت زمانی ساعت فلکی پندرہ درجہ کی ہوتی ہے اوسکو ساعت معتدلہ بھی کہتے ہین ایکرات اور دن کی ۲۴ گھڑیان ہوتی ہین تو اقل مدت حیض کی ۷۲ گھڑیان ہوئین اور ساعت زمانی رات یا دن کے بارہوین حصے کا نام ہے اوسکو ساعت معوجہ بھی کہتے ہین تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور اسیطرح ساعت لغوی ساعت شرعی سے کہ عبارت ہے زمانہ کے ایک جزء سے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع تھا اور چوتھے دن منقطع ہوا جبکہ چہارم قرص طالع تہا تو وہ استحاضہ ہے حیض نہین کیونکہ اقل مدت اوسکی پائی نہین گئی اور اگر نصف قرص کے طلوع ہونیکے بعد خون منقطع ہوا تو البتہ حیض ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم فرّع فلا یلزم کون اللیالی الثلاث للایام جبکہ اضافت مذکورہ بیان عدد کیواسطے ٹہری نہ اختصاص کیواسطے تو اونکو انہین دنونکی راتین ہونا لازم نہین هم رات مقدم ہوتی ہے دن پر تو اگر جمعہ کے دن سے حیض شروع ہوا تو یہہ لازم نہین کہ جمعہ کی رات مین بھی ہو بلکہ مطلقاً تین راتین لازم ہین جسطرح یہہ لازم نہین کہ تین دن پورے ہون آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کی زمانہ گذرنا چاہیے وکذا اقولہ واکثرہ عشرۃ بعشر لیال کذا رواہ الدارقطنی وغیرہ اور اسیطرح مصنف کا یہہ قول ہے کہ اکثر مدت حیض کی دس دن مین دس راتون کے ساتھہ مطلقاً خواہ انہین دنون کی راتین ہون یا نہون ایسا روایت کیا ہے اقل اور اکثر مدت کو دارقطنی وغیرہ نے هم یہہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے تو مرتبہ حسن کو پہنچکر لائق احتجاج کے ہوگئی کذا فی النہر والناقص عن اقلہ والزائد علی اکثرہ او اکثر النفاس او علی العادۃ وجاوز اکثرہما وما تراہ صغیرۃ دون تسع علی المعتمد والآیسۃ علی ظاہر المذہب وحامل ولو قبل خروج اکثر الولد استحاضۃ اور جو خون کہ حیض کی اقل مدت یعنی تین رات اور تین دن سے کم ہے اور جو کہ اکثر مدت حیض سے یا اکثر مدت نفاس سے زائد ہے یا زائد ہے حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا اکثر مدت حیض اور نفاس سے اور جو خون کہ نو برس سے کم عمر کی لڑکی دیکھے بنا بر قول معتمد کے اور جو خون کہ وہ بڈہی عورت دیکھے جسکو حیض سے ناامیدی ہوگئی بنابر ظاہر مذہب کے اور جو خون کہ حاملہ عورت دیکھے اگرچہ وہ اکثر ولد کی نکلنے سے پہلے ہو تو یہہ سب استحاضہ ہے هم اقل اور اکثر مدت سے ناقص اور زائد ہونا استحاضہ ہے اگرچہ کمی اور زیادتی نہایت کم ہو تو اگر معتادہ کو پانچ دن کی مثلاً عادت ہو اور اوسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارہوین تاریخ منقطع ہوا جبکہ دو ثلث قرص طالع ہوا تھا تو جو پانچ دن سے زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے اسواسطے کہ دس دن سے بقدر سدس کے زائد ہوگیا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واقل الطہر بین الحیضتین او النفاس والحیض خمسۃ عشر یوماً ولیالیہا اجماعاً اور کمتر مدت طہر کی یعنی پاک رہنے کی دو حیض کے درمیان یا نفاس اور حیض کے درمیان پندرہ

دن اور اونکی اتین باتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم م نفاس اور حیض کے درمیان کا طہر اسعو تین پندرہ دن ہوتا ہی جبکہ نفاس کی اکثر مدت پوری
ہوگئی ہو کذا فی الطحطاوی ولا حدّ لاکثرہ وان استغرق العُمرَ اور حد مقرر نہین اکثر مدت طہر کی اگرچہ تمام عمر کو احاطہ کرجاے م استغراق طہر کی تین
صورتون مین پہلی صورت یہہ ہے کہ عورت بالغہ ہوجاے عمر کبیرہ یہہ سی اور تمام عمر اوسکو خون نہ آوے تو وہ روزہ رکہا کرے اور نماز پڑہا کرے اور ہمیشہ شوہر سے
قربت کیا کرے اور اوسکی عدت مہینون سے منقضی ہوگی دوسری یہہ کہ بلوغ کے نزدیک یا بعد اوسکی تین دن سے کم خون کو دیکہے پہر ہمیشہ کو خون منقطع ہوجاے
اسکا حکم پہلی صورت کا سا حکم ہے تیسری یہہ کہ ایسا خون دیکہے جو حیض ہوسکتا ہے پہر دائمی انقطاع ہوجاے اسکا حکم بہی پہلی صورت کی مانند ہے مگر یہہ کہ اوسکی
عدت منقضی نہوگی مگر حیض سے اگر بعض طاری ہو قبل از سن ایاس اور اگر طاری نہو تو مہینون سے اوسکی عدت منقضی ہوگی ابتدا از سن ایاس سے چنانچہ
باب العدۃ مین مذکور ہوگا الا عند الاحتیاج الی نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم اکثر طہر کی حد نہین مگر عورت کی عادت مقرر کرنیکی احتیاج
کیوقت جبکہ اوسکا خون برابر بلا انقطاع جاری ہوجاے یعنی سیلان دائمی مین البتہ اکثر طہر کے محدود کرنے کی حاجت ہوگی فیُحَدُّ لاجل العدۃ بستۃ اشہر
الا نصفا تو طلاق کی عدت کیواسطے طہر کی اکثر مدت دو مہینے ٹہرائی جاویگی یہی قول مفتی بہ ہے م نہایہ مین لکہا کہ حاکم شہید کے اس قول پر اسواسطے
فتوی ہوا کہ یہہ آسان تر ہے انتہی اور یہہ دو مہینون کی حد معتادہ اور متحیرہ کے حق مین ہے نہ مبتداۃ مین یعنی جس عورت کو جوان ہوتے ابتدا ہی سے
برابر خون جاری ہوگیا اسواسطے کہ مبتداۃ کا حیض ہر مہینے مین دس دن ہین ابتدا رویت سے خواہ عشرہ اولی ہو یا عشرہ ثانیہ یا ثالثہ اور باقی
ایام طہر کے ہین سو اگر مبتداۃ کو اوسکے زوج نے طلاق دی آخر طہر مین تو اوسکی عدت ۷۹ اونہتر دن مین منقضی ہوگی تین حیض تیس دن کے اور دو طہر
ایک طہر ۳۰ دنکا اور دوسرا انیس ۱۹ دن کا اور اگر اول طہر مین طلاق دی تو عدت آخر ہوگی ۹۹ یا ۹۹ دنون مین حیض تو تیس دن کی اور تین طہر
ایک طہر ۲۰ دنکا اور دو طہر انیس انیس ۱۹ دن کے یا ایک طہر انیس ۱۹ دن کا اور دو طہر بیس بیس دن کے اور اگر طلاق دی اول حیض مین تو عدت منقضی ہوگی
۹۰ یا ۹۹ دنون میں چار حیض چالیس دن کو اور تین طہر بطور سابق کے کذا فی الطحطاوی وشمل کلامہ المبتداۃ والمعتادۃ ومن نسیت عادتہا
اور مصنف کا کلام نصب عادت مین شامل ہے مبتداۃ اور معتادہ یعنی وہ عورت کہ اپنی عادت نہین بہولے اور اوس عورت کو جو اپنے حیض کی عادت بہول
گئی ہو م یہہ کلام فی نفسہ صحیح ہے اگرچہ اکثر طہر کی حد مختلف ہی اسواسطے کہ معتادہ اور ناسیہ کے اکثر طہر کی حد دو مہینے ہین اور مبتداۃ کے ۲۰ دن
ہین حالت استحاضہ مین طحطاوی نے کہا مصنف کا یہہ کلام الا عند نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم مبتداۃ کے ۲۰ دن پر بہی صادق آتا ہے
وتُسمّى المُحيرۃ والمضلّلۃ اور جسکو حیض کی عادت بہولگئی اوسکو متحیرہ اور مضللہ کہتے ہین م متحیرہ اور مضللہ بصیغہ مفعول اور فاعل دونون جائز ہین
یعنی وہ عورت اپنی حیض اور طہر مین حیران اور گمراہ ہے یا یہہ کہ اوسنے فقہا کو حیران کر رکہا ہے اور اسکو ناسیہ اور ضالہ اور متحیرہ بہی بولتے ہین واضلالہا
اتابعدد او بمکان او بہما کما بسطنا فی رسالۃ ور اوسکا گم کرنا اور بہولجانا یا تو شمار ایام حیض کا بہولنا ہے کہ کئے دن حیض آتا تہا یا اسکے
کا بہولنا ہے یعنی شمار ایام کا تو یاد ہے مگر تاریخ یاد نہین کہ عشرہ اولی مین ہوتا تہا یا ثانیہ یا ثالثہ مین یا دونون کا بہولنا ہے یعنی نہ شمار یاد ہے نہ تاریخ
چنانچہ بحر الرائق اور حاوی مین شرح مذکور ہے رسالہ التنبیہ تعالی اور حاصل اس بیان شرح کا یہہ ہے کہ بہولنے والی اٹکل دوڑاوے اور
خوب سوچے یعنی ظن غالب پر عمل کرے یعنی جن دنونکو طہر گمان کرے تو وہ پاک ہے ہر وقت وضو کرکے نماز پڑہا کرے اور جن دنونکو حیض سمجہے انہین
نماز روزہ ترک کرے خلاصہ کلام یہہ ہے کہ جب اوسکو حیض کا یقین ہو وقت مخصوص مین تو عبادت ترک کرے اور اگر یقین نہو تو گمان غالب پر عمل
کرے اور اگر کسیطرف دل نہ ٹہرے اور تردد واقع ہوا اوسکا حکم شارح بیان کرتا ہے ومتی تردّدت بین حیض ودخول فیہ وطہر تتوضأ لکل
صلوۃ اور جبکہ عورت مذکورہ کو تردد واقع ہو حیض مین اور حیض کے آنے مین اور طاہر ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے وضو کرے یعنی جسدن یہہ تردد ہو
کہ شاید یہہ دن حیض کا ہے یا حیض شروع ہوا یا شاید پاکی کا دن ہے تو ہر نماز مین وضو کیا کرے یہی قول صحیح ہے اور واجبات اور سنن موکدہ ادا کرے
اور قران بقدر مفروض اور واجب کے پڑہے اور مسجد مین نجاوے اور قران کا مس نکرے وتمامہ فی الطحطاوی وان بینہما والدخول فیہ تغتسل لکل صلوۃ

وهي

اور اگر تردد ہو حیض اور طہر مین اور طہر کے داخل ہونے یعنی حیض سے خارج ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے غسل کرے اسواسطے کہ شاید حیض سے خارج ہوئی
اور طہر مین داخل ہوئی ویُترکُ غیرُ موکدۃٍ و مسجدٌ و جماعٌ اور چھوڑے نماز غیر موکدہ کو اور مسجد کے جانے کو اور جماع کو یعنی زوج کو اپنے اوپر
قادر نہونے دے کہ شاید حیض مین جماع واقع ہو ہم حلبی محشی نے کہا کہ یہہ دوسری صورت سے متعلق ہے وتصوم رمضان ثم تقضی عشرین یوما
ان علمت بدایته لیلا اور ساری رمضان مین روزہ رکھے پھر ۲۰ دن قضا کرے اگر جانتی ہو شروع ہونا حیض کا اس بیماری سے پہلی رات کو ہم
اسواسطے کہ اگر حیض رات سے شروع ہوا تو رات پر ختم ہوگا تو اوسکا روزہ رمضان مین سوا دس دن کے فاسد نہوا اور دس دن قضا کے فاسد
ہوئے کذا فی الحلبی قضا کے دن فاسد ہوے حیض کے احتمال سے تو ۲۰ دن کے قضا کرنے مین دس روزے بالیقین طہر مین واقع ہونگے والا فاثنین
وعشرین ورنہ بائیس ۲۲ دن قضا کرے یعنی اگر ابتدا حیض دن سے جانتی ہو تو ۲۲ دن قضا کرے اسواسطے کہ اگر حیض دن کو شروع ہوا تو دن مین ختم
ہوگا گیارہوین دن تو گیارہ روزے اوسکے فاسد ہوگئے اور اسیقدر قضا مین کذا فی الحلبی تو ۲۲ دن کی قضا مین گیارہ روزے بالیقین طہر مین واقع
ہونگے و تطوف لرکن ثم تعید بعد عشرۃ اور طواف کرے فرض جسکو طواف الزیارۃ کہتے ہین پھر اوسکا اعادہ کرے دس دن کے بعد یعنی اسواسطے کہ
طواف الزیارۃ مین طہارت واجب ہے اور شاید کہ وہ طواف حیض مین واقع ہوا ہو و للصدر یا و لا تعیدہ اور طواف الصدر کرے یعنی کعبہ سے رخصت
ہونیکا طواف اور اوسکو اعادہ نکرے اسواسطے کہ حائض پر سے طواف الصدر ساقط ہے و تعتد للطلاق بسبعۃ اشہر علی المفتی بہ اور عدت
کرے طلاق کیوجہ سے سات مہینے مفتی بہ قول پر یعنی مفتیٰ اور اسیطرح معتادہ ستیرۃ الدم لقول حاکم شہید سات مہینے کی عدت کرے کذا فی الحلبی اسلئے
کہ تین حیض کے ۳۰ دن اور چھ مہینے کے تین طہر چنانچہ سابق مین گذرا کہ اکثر طہر اوسکا دو مہینے کا ہے وما تراہ من لون ککدرۃ و تربیۃ فی
مدۃ المعتادۃ اور حیض کی مدت معتادہ مین جو رنگ کہ دیکھے جیسا کہ تیرگی اور خاکستری وہ حیض ہے ہم جیسا کہ تیرہ اور خاکستر خون حیض
ٹھہرا تو سرخ اور سیاہ اور زرد اور سبز بطریق اولی حیض ہوگا سوی بیاض خالص قیل ہو شیء یشبه الخیط الابیض سفیدی خالص کے سوا
کہ وہ حیض نہین ہے بعضون نے کہا کہ بیاض خالص ایک چیز ہے سفید دھاگے کی مانند یعنی بعد ختم حیض کے دو گدی پر ظاہر ہوتی ہے لیکن تحقیق یہہ
ہے کہ بیاض خالص سے انقطاع حیض مراد ہے کذا فی نہر الفائق ولو الطہر متخللا بین الدمین فیہما حیض اگرچہ مدت کے اندر دو خون
کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہے یعنی حیض کے دس دن کی مدت مین اول خون نظر آیا اور آخر مین بھی نمود ہوا اور مابین مین خشکی معلوم
ہوئی تو یہہ طہر متخلل بین الدمین بھی حیض مین داخل ہے لان العبرۃ لاولہ و آخرہ وعلیہ المتون فلیحفظ طہر متخلل ہوا سلئے حیض ٹھہرا کہ اسکی
اول اور آخر کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کا اتفاق ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی جیسے وجوب زکوۃ مین ابتدا اور انتہا سال مین نصاب
کا ہونا کافی ہے اگرچہ سال کے اندر پوری نصاب باقی نرہی ہو اسیطرح حیض مین مدت کے اول اور آخر کا اعتبار ہے درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہے
شارح نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کے رد ہونے پر اشارہ کیا کہ اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون نے اختیار کیا ہے لیکن اصحاب شروح نے
اسکی تصحیح نہین کی اسواسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہین کیونکہ یہان خون اثناء مدت مین منقطع ہے اور زکوۃ مین بقاء جز نصاب اثناء سال مین مشروط ہے
صاحب نہر الفائق نے اسکو یون رد کیا ہے کہ یہہ قیاس نہین ہے نصاب پر بلکہ اوسکا نظیر بیان کیا ہے ثم ذکر احکامہ بقولہ یمنع صلوۃ مطلقا و
لو سجدۃ شکر پھر مصنف نے احکام حیض کے بیان کئے اپنے اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہے نماز کو مطلقاً یعنی خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ
کی اگرچہ سجدہ شکر کا ہو و صوما و جماعا اور حیض مانع ہے روزہ اور جماع کو و تقضیہ لزوما دونہا للحرج اور عورت روزہ کو قضا کرے
ضرور نہ نماز کو بسبب حرج اور مشقت کے ہم نماز ہر سال ہر روز فرض ہے اور روزہ سال بھر مین ایک مہینا تو قضاء صوم مین حرج نہین اور نماز کی قضا
مین دقت ہے ولو شرعت تطوعا فیہما فحاضت قضتہما خلافا لما زعمہ صدر الشریعۃ اور اگر عورت نے نفل نماز روزہ شروع کیا
پھر وہ حائض ہوگئی تو نماز روزہ دونو کو قضا کرے برخلاف اوس قول کے جو صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہے کذا فی البحر یعنی شارح وقایہ نے کہا ہے

... اور بعض مین ہی کہ اگر عورت سوئی پاک اوٹھی حیض کی علامت دیکہی تو اوسکو ثبوت حیض کا حکم ہوگا جب سی کہ وہ اوٹھی ہم یہہ حکم نظر باحتیاط ہی تو اگر عشا کیوقت بدون نماز پڑھے سوگئی اور صبح کو اوٹھی تو عشا کو قضا کرے اسواسطی کہ اضافت حوادث کی اقرب اوقات کیطرف ہوتی ہی وبعکسہ ندفامت احتیاطا اور اسکی بالعکس مین یعنی سوئی حائض اوٹھی طاہر تو اوسکی طہارت کا حکم ہوگا سونے کیوقت سے احتیاط کی راہ سی ہم بعضون نے لکہا کہ قولہ احتیاطا عکس کی علت ہی مین کہتا ہون کہ وہ دونون صورتون کی معًا علت ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوگیا اور اس پر دلیل بحر الرائق کا کلام ہی کہ اگر عورت نے گدی رکہی رات کو اور فجر کو پاک اوٹھی تو عشا کی نماز قضا کرے پہر اگر وہ طاہر تھی سوا وسنے تراوت دیکہی صبح کو تو بھی عشا کو قضا کرے اگر نماز نہ پڑھی ہو گدی رکہنی سی پہلی اوسکو پاک قرار دینے کیوجہ سی پہلی صورت مین گدی رکہنی کیوقت سی اور حائض قرار دینی کی علت سی دوسری صورت مین گدی کے جدا کرنے کیوقت سی نظر باحتیاط دونون صورتون مین کذا فی الطحطاوی وتمنع حل دخول مسجد اور منع کرتا ہی حیض دخول مسجد کے حلال ہونے کو ہم اس سی معلوم ہوا کہ جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد مین بجائے مسجد کی قید سی عیدگاہ خارج ہی اور اسیطرح خانقاہ اور مدرسہ اور جسکی پیٹ مین ریح گہومی ہو اوسکے خارج کرنے کو باہر مسجد کے نکلجاے یہی قول اصح ہی اور اگر مسجد مین کسیکو احتلام ہو وہ تیمم کرکے باہر نکلے اگر خوف نہو دشمن یا جانور کا اور اگر خوف ہو تو تیمم کرکے وہین ٹھہرا رہے اگر مسجد سی جلد نکلے تو تیمم کرنا جائز ہے اور اگر خوف سی وہین ٹھہرے تو واجب ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا وحل الطواف ولو بعد دخولها المسجد وشروعها فيه اور حیض حلت طواف کا مانع ہی اگرچہ حیض بعد داخل ہونے مسجد الحرام کے اور طواف مین شروع کرنے کے بعد عارض ہوا ہو وقربان ما تحت الازار یعنی ما بین سرة وركبة ولو بلا شهوة اور منع کرتا ہے حیض تہ بند کے نیچے کی نزدیکی سے یعنی اوس بدن کی قربت سی جو ناف اور گہٹنے کے درمیان ہی اگرچہ قربت بدون شہوت کے ہو یعنی ہاتھ لگانا اور وہان ہاتھ لگانا اور بدون شہوت کے ہاتھ لگانا سب حرام ہی ہم یہہ حرمت استمتاع ما تحت الازار کی درصورت عدم حیلولت کے ہی اور اگر بدون جماع کے استمتاع ما تحت الازار ہی حیلولت کے ساتھہ یعنی کپڑا درمیان مین حائل ہو تو جائز ہے اگرچہ خون سی آلودگی ہو اور حائض کا کہانا پکانا اور اوسکی آٹے اور پانی چہونے کو استعمال کرنا مکروہ نہین اور حائض کے بچہونے سی علحدہ رہنا لائق نہین کہ یہہ یہود یون کا فعل ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وحل ما سواه مطلقا اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہے مطلقا ہم ماسوای قربت مذکورہ نظر ما تحت الازار اور استمتاع بقیہ بدن پر صادق ہی خواہ نظر کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھہ ہو یا بدون شہوت اور یہی مطلب ہی اطلاق کا کذا فی الحلبی وهل يحل النظر ومباشرتها له فيه تردد اور کیا نظر کرنا عورت کی ما تحت الازار کو اور بدن سی بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہی یا نہین جواب اسکا یہہ ہی کہ اسمین تردد ہی ہم شارح کو یہہ تردد پیدا ہوا ہی صاحب بحر کے متردد ہونی سی لیکن تحقیق یہہ ہی کہ نظر کے حلال ہونے مین کچہہ تردد نہین اسکی تحریم پر کوئی معتمد دلیل نہین وہ داخل ہی اس قول کے تحت مین وحل ما عداه مطلقا کذا فی الطحطاوی وقراءة قرآن بقصده اور حیض منع کرتا ہی قرآن پڑہنے کو قرآن کی نیت سی ہم حائض کو قرآن پڑہنا ممنوع ہی خواہ پوری آیت ہو یا کم یہی قول ہے کرخی کا اور اکثر کتب مین اسکی تصحیح ہی کذا فی البحر لیکن اگر قرآن پڑہا بقصد ثنا یا افتتاح امر یا بقصد دعا تو اصح روایت مین ممنوع نہین اور بسم اللہ پڑہنا بالاتفاق ممنوع نہین اور اذکار کا پڑہنا مباح ہی مطلقا اور ذکر کے واسطی حائض کو وضو کرنا مستحب ہی اور ترک اوسکا خلاف اولی ہی کذا فی الطحطاوی ومسه ولو مكتوبا بالفارسية في الاصح اور حیض منع کرتا ہی قرآن کے چہونے کو اگرچہ قرآن فارسی خط مین لکہا ہو صحیح تر قول مین ہم مس قرآن جنب اور حائض کو جائز نہین خواہ لوح پر لکہا ہو خواہ درم یا دیوار پر مصحف کا مس کسیطرح جائز نہین نہ حرف کا نہ حاشیہ کا یہی قول معتمد ہی برخلاف غیر مصحف کہ اوسمین مکتوب کا مس جائز نہین اور غیر مکتوب کا مس جائز ہی کذا فی البحر الا بغلافه المنفصل كما مر مگر قرآن کا چہونا جلد سی غلاف سی جائز ہی چنانچہ گذرا یعنی جزدان کے ساتھہ چہونا درست ہی جو چولی کے ساتھہ درست نہین ہم قرآن کی مانند توریت اور انجیل اور زبور مین ضمن تبدیل اور تحریف واقع نہین ہوئی نقصان نے کی ...

کر تفسیر اور فقہ اور احادیث کی کتابوں کا چھونا حائض کو مکروہ ہے کیونکہ آیات قرآنی سے خالی نہیں اور اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع شروح نحو کا بھی یہی حال
ہے کذا فی النہر وکذا یمنع حمل لوح ورق فیہ آیۃ اور حیض ایسا بطور منع کرتا ہے قرآن کے اوٹھانے کو جیسے اُس تختی اور ورق کا اوٹھانا ممنوع
ہے جسمین آیت قرآنی مکتوب ہو ھم اور اگر آیت سے کم مکتوب ہو تو اُسکا چھونا مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولا بأس لحائض وجنب
بقراءۃ ادعیۃ ومسہا وحملہا وذکر اللہ تعالیٰ وتسبیح وزیارۃ قبور ودخول مصلی عید اور کچھ مضائقہ نہیں حائض اور جنب کو دعاؤں
کے پڑھنے اور چھونے اور اوٹھانے مین اور اللہ تعالیٰ کے ذکر مین اور سبحان اللہ کہنے اور قبروں کی زیارت اور عیدگاہ کے داخل ہونے مین ھم
لا بأس کے لفظ مین اشارہ ہے کہ جنب اور حائض کو ان چیزون مین وضو کر لینا مستحب ہے واکل وشرب بعد مضمضۃ وغسل ید اور کہانے پینے مین
کلی کرنے اور ہاتھ دہونے کے بعد ھم تو کلی اور ہاتھ دہونے کے بعد کہانا پینا اصلا مکروہ نہیں حائض کو تو لفظ لا بأس کا خلاف اولے پر جو مرجع ہے کراہت
تنزیہی کا دلالت نہیں کرتا بدلیل قول شارح واما قبلہما فیکرہ کذا فی الطحطاوی واما قبلہما فیکرہ لجنب لا حائض الا اذا خاطب بغسل ذکرہ الحلبی
اور کلی اور ہاتھ دہونے سے پہلے تو کہانا پینا جنب کو مکروہ ہے نہ حائض کو جبتک کہ حائض کو نہانیکا حکم نہو یعنی طاہر ہونے کے بعد ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے ھم
جنب اور حائض مین فرق یہہ ہے کہ جنب کا مُنہ دہونا کلی سے ساقط ہو جاتا ہے تو پانی مستعمل ہوگا اور مستعمل پانی پینا مکروہ ہے ہرچند یہہ تعلیل حمام مین جاری نہین
برخلاف حائضہ کہ اوسکا حدث تمام نہین ہوتا قبل از انقطاع حیض ولا یکرہ مس قرآن بکم عند الجمہور تیسیرا وصحح فی الہدایۃ الکراہۃ وہو احوط
اور مکروہ تحریمی نہین چھونا قرآن کا آستین سے اکثر عالمون کے نزدیک آسانی کیواسطے اور ہدایہ مین اسکے مکروہ ہونے کو صحیح کہا ہے اور اسمین زیادہ تر احتیاط ہے
ھم آستین سے مراد وہ کپڑا ہے جو چھونے والے کے بدن سے متصل ہو ویحل وطؤہا اذا انقطع حیضہا لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا اور حلال ہے عورت
سے جماع کرنا جبکہ اوسکا حیض منقطع ہو گیا حیض کی اکثر مدت کے بعد بدون غسل واجب کے بلکہ قبل جماع کے نہانا مستحب ہے یعنی جبکہ دس رات دن کے بعد
حیض بند ہوا تو بدون نہانے کے اُس عورت کا جماع درست ہے اور قبل جماع کے غسل کرنا واجب نہین ہے بلکہ مستحب ہے تو جماع بلا غسل مکروہ تنزیہی ہے
وان انقطع لدون اقلہ تتوضأ وتصلی فی اخر الوقت اور اگر منقطع ہوا خون حیض کی اقل مدت سے کمتر مین یعنی تین رات دن سے کم مدت مین بند ہوا تو عورت
وضو کرے اور نماز پڑہے نماز کے آخر وقت مین ھم یہان غسل نہ ثابت ہوا کیونکہ یہہ خون حیض کا نہین ہے طحطاوی نے کہا شارح نے اس صورت مین جماع کا
حکم بیان نہین کیا لیکن اوسکا حلال نہونا اگلے مسئلے سے ظاہر ہوتا ہے یعنی جبکہ عادت سے کم اقل مدت کے بعد منقطع ہونے سے حلت نہین تو یہان بطریق
اولے حلت نہوگی وان لاقلہ فان لدون عادتہا لم یحل اور اگر حیض منقطع ہوا اپنی اقل مدت کے بعد پھر اگر عادت سے کم مدت مین بند ہو گیا تو جماع
حلال نہین اگرچہ وہ غسل کر چکی ہو کذا فی البحر وتغتسل وتصلی وتصوم احتیاطا اور عورت مذکورہ غسل کرے اور نماز پڑہے اور روزہ رکھے احتیاط
کی راہ سے ھم تاخیر کرنا غسل کا آخر وقت تک مستحب ہے جبکہ پوری عادت کے بعد حیض منقطع ہوا ہو اور اگر عادت سے کم منقطع ہوا ہو تو تاخیر واجب ہے
کذا فی النہر ولتمامہا فان کتابیۃ حل فی الحال اور اگر اقل مدت کے بعد عورت کی عادت پر حیض منقطع ہوا تو اگر وہ عورت اہل کتاب سے ہے
تو اوسکا جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا یعنی اسواسطے کہ اوسپر غسل کرنا واجب نہین کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین کذا فی البحر والا لا یحل حتی
تغتسل او تتیمم بشرطہ اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہے تو جماع حلال نہین یہانتک کہ غسل کرے یا تیمم کرے بدلے غسل کے تیمم کی شرط کے موافق یعنی اگر
آب مطلق کافی کے استعمال سے عاجز ہے تب اوسکو تیمم درست ہے کہا نہر الفائق مین ہے کہ تیمم کے بعد بدون نماز پڑہے جماع اوسکا حلال نہین بالاجماع بنا بر
قول اصح کے او یمضی علیہا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ یعنی من اخر وقت الصلوۃ لتعلیلہم بوجوبہا فی ذمتہا حتی لو طہرت
فی وقت العید لابد ان یمضی وقت الظہر کما فی السراج یا انقطاع حیض کے بعد اسقدر زمانہ گذر جاے جو کہ غسل کی گنجائش رکہتا ہو نہانے اور کپڑے
پہننے اور تحریمہ باندہنے کی یعنی نماز کے آخر وقت سے اسقدر زمانہ چاہئے بسبب بیان کرنے فقہا کے واجب ہونے نماز کے عورت کے ذمہ پر یعنی وجوب
نماز کا ثابت نہین بدون خروج وقت کے تو اگر عورت طاہر ہوئی عید کیوقت تو ضرور ہے کہ ظہر کا وقت گذر جاے چنانچہ سراج وہاج مین مذکور ہے

ھ تو مراد یہہ ہی کہ ایسے وقت مین پاک ہو کہ خود جو وقت تنگ اسقدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ باندھنا ہو سکتا ہو اور یہہ مراد نہین کہ نماز کے اول وقت
مین پاک ہوا ور اسقدر زمانہ گذر جاوے جیسا کہ بعضی غلط سمجھے ہین ہرچند مصنف کی عبارت عام ہی لیکن مراد یہی ہی جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اسواسطے مخصوص کر کے
ذکر کیا تا معلوم ہو کہ حیض اور نفاس کی طہارت وقت مذکور کے گذر جانے سے جماع کے حق مین ہے نہ قرآن پڑہنے کے حق مین کذا فی الطحطاوی
عن الحموی عن البرجندی ی قدر مین ہی کہ اگر حیض بند ہوا دنس دن کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سے کم مین خون بند ہوا یا تین
دن سے زیادہ عادت سے کم یا عادت کے موافق بند ہوا اور پہر جاری ہوا دنس دنکی مدت مین تو اوسکی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ مبتداہ ہو خواہ
معتادہ انتہی وھل نعتبر التحریمة فی الصوم الاصح لا اور کیا صوم مین بھی تحریمہ معتبر ہے یا نہین جواب یہہ ہی کہ صحیح تر قول مین معتبر نہین یعنی اگر قبل
فجر کے طاہر ہوئی تو وجوب صوم کیواسطے اسقدر زمانہ شرط ہے رات کا جسمین نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم مین کچھ فرق نہین سوا تحریمہ
کے تو نماز مین تحریمہ معتبر ہی اور صوم مین معتبر نہین ھی من الطھر مطلقا اور وہ یعنی تحریمہ طہر اور پاکی مین داخل ہے نہ حیض مین ہر صورت سے خواہ
انقطاع اکثر مدت سے ہوا ہو خواہ اقل سے کذا فی الحلبی وکذا الغسل لو لاکثرہ والا فمن الحیض فیقضی مطلقا ان بقی قدر الغسل والتحریمة
ولو لعشرة فقدر التحریمة فقط لئلا تزید ایامه علی عشر فلیحفظ اور اسیطرح غسل بھی طہر مین داخل ہی اگر حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا
نہین تو وہ حیض مین داخل ہے تو عورت نماز قضا کرے مطلقا اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تا کہ حیض کے ایام دنس سے زیادہ نہو جاوین
سو اسکو یاد رکہنا چاہیے یعنی اگر اکثر مدت مین انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض مین شمار نہوگا ورنہ ایام حیض کے دنس سے زیادہ ٹھہرینگے اور یہہ شرع
سے ثابت نہین ووطیھا یکفر مستحله کما جزم به غیر واحد یا اور جماع کرنا حائض سے کافر ٹھہراتا ہی اوسکے حلال سمجھنے والیکو چنانچہ اس تکفیر پر ایک نے
نہین بہت فقہانے یقین کیا ہی از انجملہ صاحب مبسوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر ہے کذا فی الطحطاوی وکذا مستحل وطی الدبر عند الجمهور
مجتبی اور اسیطرح وطی دُبر کا حلال سمجھنے والا کافر ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی المجتبی ھ حلال عورت کی دُبر مراد ہی اور غلام وغیرہ کی دُبر مین ظاہرا
یہہ تکفیر کا خلاف جاری نہین کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکفر فی المسئلتین وھو الصحیح خلاصة وعلیه المعول لانه حرام لغیرہ ولما یجیء فی
المرتد انه لا یفتی بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایة ضعیفة اور بعضون نے کہا کہ حلال سمجھنے والیکو کافر کہنا نچاہیے دونون مسئلون
مین اور یہی قول صحیح ہی کذا فی الخلاصة اور اسی قول پر اعتماد ہی اسواسطے کہ وہ اپنی غیر کے سبب سے حرام ہے یعنی حیض اور برازکی نجاست کیوجہ سے اور اسلیے
کہ باب المرتد مین آویگا کہ فتوی نہین دیا جاتا اوس مسلمان کی تکفیر کا جسکے کفر مین عالمون کا خلاف واقع ہو اگرچہ ضعیف ہی روایت ہو ھ حرام لغیرہ کے
مستحل کی تکفیر پر فتوی نہین بلکہ حرام لعینہ کے مستحل پر فتوی ہی جبکہ اوسکی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو سو اگر حرام لغیرہ دلیل قطعی سے ثابت ہی یا
حرام لعینہ اخبار احاد سے تو اوسکی حلت کا معتقد کافر نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم ھو کبیرة لو عامدا مختارا عالما بالحرمة پہر معلوم کرنا چاہیے
کہ جماع کرنا حیض مین گناہ کبیرہ ہے اگر دانستہ ہو اپنے اختیار سے حرمت کو جان بوجہکر لا جاھلا او مکرھا او ناسیا گناہ کبیرہ نہین اگر اسکی حرمت کو
نہ جانتا ہو یا نے اختیار ہو کسیکے جبر کرنے سے یا حیض کو بھولکر جماع کیا ہو فتلزمه التوبة جب گناہ کبیرہ ہوا تو اسکی فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہی
ویندب تصدقه بدینار او بنصفه اور مستحب ہی اسکو صدقہ دینا ایک دینار یا نصف دینار کا ھ دینار ساڑہی چار ماشے سونے کا ہوتا ہی اصحاب
سنن کی ابن عباس سے ایک روایت یون ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد نے حائض سے جماع کیا اول خون مین اور حالانکہ خون سُرخ
ہی تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون مین جماع کیا اور حالانکہ خون زرد ہی تو نصف دینار خیرات کرے کذا فی تیسیر جامع الاصول
ومصرفه کزکوة اور مصرف اس دینار اور نصف دینار کا زکوة کی مانند ہی وھل علی المرأة تصدق قال فی الضیاء الظاھر لا اور کیا عورت
پر بھی خیرات کرنا مستحب ہی ضیا مین کہا کہ ظاہرا عورت پر یہہ حکم نہین ہے ودم استحاضة حکمه کرعاف دائم وقتا کاملا ھ اور استحاضہ کی خون
کا حکم نکسیر دائمی کی مانند ہی کہ نماز کے پوری وقت مین جاری ہی ھ خون استحاضہ چند قسم ہی ایک وہ ہی جو اقل حیض سے کم ہو ٢ یہہ کہ اکثر حیض سے

لما بكاذ

زیادہ ہو ۳ یہہ کہ حیض مبتداۃ سے زیادہ ہو اور اوسکا حیض دس روز کا ہی ہر مہینے مین ۴ یہہ کہ نفاس مبتداۃ سے زیادہ ہو اور اوسکا نفاس ۴۰ دن کا ہے ۵ یہہ کہ حیض اور نفاس کی عادت سے زیادہ ہو اور دونون کی اکثر مدت سے تجاوز کر جاے ۶ حاملہ کا خون کذا فی الحموی اور آیسہ اور صغیرہ اور مریضۃ الرحم کا خون اسی قسم کا ہے کذا ذکرہ ابو السعود اور خون استحاضہ کی علامت یہہ ہے کہ اوسمین بو نہین ہوتی اور حیض کے خون مین بدبو ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لا یمنع صوماً وصلوٰۃ ولو نفلا ووطأ لحدیث توضئی وصلی وان قطر الدم علی الحصیر خون استحاضہ مانع نہین صوم اور صلوٰۃ کا اگرچہ نفل کی نماز ہو اور جماع کا مانع نہین بدلیل اس حدیث کے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ وضو کیا کر اور نماز پڑھا کر اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے ہم حکم نماز کا حدیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہے اور صوم اور جماع کا دلالۃ النص سے کذا فی النہر

النفاس لغۃ ولادۃ المرأۃ وشرعاً دم فلو لم تره هل تکون نفساء المعتمد نعم یخرج من رحم اور نفاس لغت عرب مین عورت کا جننا ہے اور اصطلاح شرع مین نفاس وہ خون ہے جو رحم سے نکلے لڑکا پیدا ہونے کے بعد پھر اگر عورت ولادت کے بعد خون نہ دیکھے کیا وہ نفسا یعنی زچہ ٹھہریگی یا نہین جواب یہہ ہے کہ ہان معتمد قول یہی ہے کہ وہ زچہ ہے ہم تو اوسپر غسل واجب ہے احتیاط کی راہ سے اوس واسطے کہ ولادت قلیل خون سے خالی نہین کذا فی البحر فلو ولدته من سرتها ان سال الدم من الرحم فنفساء والا فذات جرح وان ثبت له احکام الولد پھر اگر عورت لڑکا جنی اپنی ناف سے اسطرح کہ ناف مین زخم تھا وہ پھٹ گیا اور بچہ نکل آیا تو اگر خون بچہ دان سے جاری ہوا تو وہ زچہ ہے اور اگر خون وہان سے جاری نہین ہوا تو وہ عورت زچہ نہوگی زخم والی ٹھہریگی اگرچہ اوس مولود کو احکام ولد کے ثابت ہونگے ہم احکام مولود کے یہہ ہین کہ اوسکی مان کی عدت منقضی ہوگی اور وہ ام ولد ٹھہریگی اور اوسکی طلاق اگر ولادت پر معلق ہوگی تو اوسکے پیدا ہونے سے واقع ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ وعقب ولد او اکثره ولو متقطعاً عضواً عضواً لا اقل اور نفاس ثابت ہوتا ہے پورا لڑکا پیدا ہونے یا اکثر یعنی نصف سے زیادہ نکلنے کے بعد اگرچہ تمام یا اکثر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکلا ہو لا اقله فتتوضأ ان قدرت او تتیمم وتومی بصلاۃ ولا تؤخر فما عذر الصحیح القادر اقل سے نفاس ثابت نہین ہوتا یعنی اگر نصف بدن سے کم خارج ہوا تو وہ عورت زچہ نہین تو اب وہ عورت وضو کرے اگر وہ قادر ہو یا تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے اور نماز کو تاخیر نکرے تو اب کون عذر باقی ہے تاخیر یا ترک نماز کا جسکے سبب سے ... یعنی جسپر ایسی سخت حالت مین عورت کو تاخیر نماز کا حکم نہین تو تندرست قادر مرد کو کہان عذر باقی رہا ہم عورت مذکور کیونکر نماز پڑھنا چاہیئے کہ اپنے نیچے ہنڈی رکھے یا گڑھا کھودے اور بیٹھ کر نماز پڑھے تاکہ اوسکو تکلیف نہو کذا فی الطحطاوی وحکمه کالحیض فی کل شیء الا فی سبعة ذکرتها فی الخزائن وشرحی للملتقی اور نفاس کا حکم حیض کی مانند ہے ہر چیز مین مگر سات چیزون مین جنکو مین نے خزائن الاسرار اور ملتقی الابحر کی اپنی شرح مین ذکر کیا ہے ہم وہ سات چیزین یہہ ہین اول یہہ کہ اکثر مدت اور یہہ کہ اقل نفاس کی کچھہ حد نہین اور اکثر نفاس ۴۰ دن کا ہوتا ہے اور نفاس صوم کفارہ کی تتابع کا قاطع ہے اور نفاس سے طلاق سنت اور طلاق بدعت مین فصل واقع نہین ہوتا کذا فی الحلبی منها انه لا حد لاقله منجملہ ان سات چیزون کے ایک چیز یہہ ہے کہ اقل نفاس کی کچھہ حد مقرر نہین الا اذا احتیج الیه لعدۃ کقوله اذا ولدت فانت طالق فقالت مضت عدتی فقدر بالایام الخمسة والعشرین باجماع ثلاث حیض وعند الثانی باحد عشر والثالث بساعة اقل نفاس کی حد نہین مگر جبکہ عدت کیواسطے اوسکی طرف حاجت پڑے چنانچہ مرد کے اس قول مین کہ اوسنے اپنی عورت سے کہا کہ جب تو جنے تو تجکو طلاق ہے سو اوس عورت نے کہا کہ میری عدت طلاق کی گذر گئی تو امام اعظم نے اقل مدت نفاس کی اسمین ۲۵ دن کی ٹھہرائی ہے تین حیضون کے ساتھ اور ابو یوسف نے گیارہ دن کی اور محمد نے ایکساعت کی مدت ٹھہرائی ہے ہم یہان امام کے قول پر فتویٰ ہے کذا فی النہر تو اگر عورت نے ولادت سے ۸۵ دن کے بعد کہا کہ میری عدت گذر گئی تو امام کے نزدیک اوسکی تصدیق ہوگی کیونکہ ۲۵ دن نفاس کے اور پندرہ دن کا طہر نفاس اور حیض کے مابین مین اور تین حیضون کے پندرہ دن ہر حیض پانچ دن کا اور مابین تین حیضون کے دو طہر ۳۰ دن کے اور ابو یوسف کے نزدیک ادنی مدت تصدیق کے ۶۵ دن ہین گیارہ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض نو دن کے اور ان کے مابین دو طہر ۳۰ دن کے

اور محمد کے نزدیک ادنی مدت نصف یوم کے ۳۶ قدر دن اور ایک ساعت ہی ایکساعت نفاس کی اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض نو دن کے اور مابین کے طہر کے ۳۰ دن کذا فی الطحطاوی و اکثرہ اربعون یوما کذا رواہ الترمذی وغیرہ ولان اکثرہ اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی ۴۰ دن ہین اسیطرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہار چند ہی م اکثر حیض دس دن کا ہی تو اوسکا چوگنا ۴۰ دن ہوئی چہار چند ہونیکی یہہ وجہ ہی کہ چار مہینے کے بعد بچے مین جان پڑتی ہے تو اسوقت سے حیض کا خون اوسکی غذا ہوتا ہی اور پہلے جو چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہوکر نکلتا ہے واللہ اعلم والزائد علی الاکثر استحاضۃ لو مبتداۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنی ۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہی اگر وہ عورت مبتداہ ہے یعنی پہلی پہل جنی ہی اور اسکی عادت مقرر نہین ہوئی اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت والی ہو تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی یعنی اگر اوسکی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی ہی اور خون ۵۰ دن جاری رہا تو ۳۰ دن نفاس کے ہین اور باقی استحاضہ ہی وکذا الحائض اوسیطرح حائضہ کا حکم ہی یعنی اگر مبتداہ ہین دس دن سے زیادہ خون جاری ہوا تو زائد استحاضہ ہی اور عادت والی تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علی الاکثر بہما او قبلہ فالکل نفاس وکذا الحیض ان ولیہ طہر تام پھر اگر خون بند ہوگیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس مین نفاس ہی اور حیض مین تمام حیض ہی اگرچہ ایک نفاس اور حیض کے بعد پوری طہر کامل یعنی پندرہ دن کا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہین ہو یعنی اگر اس خون کے بعد پندرہ دن کا طہر نہوا تو عادت کے موافق نفاس اور حیض ہے اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہی م حیض کی صورت یہہ ہی کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینے مین مثلا پانچ دن کی اسواوسکو چھ دن خون آیا تو چھہ دن حیض کا ہے پھر اگر اسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور اگر پندرہ دن طہر رہا تو اب چھہ دن کی اوسکی عادت ٹھہریگی اور نفاس کی صورت یہہ ہی کہ اوسکی عادت تھی ہر نفاس مین ۳۰ دن کی پھر اوسکو ایکبار ۳۱ (ایکروز زائد) دن خون آیا پھر چودہ دن طہر ہوا پھر خون آیا تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی اور یوم زائد پندرہ دن کے طہر مین شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وہی تثبت وتنتقل بمرۃ بہ یفتی وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور عادت ثابت ہوتی ہی اور بدلجاتی ہی ایکبار سے اسی قول پر فتوی ہی اور اسکا پورا بیان ملتقی الابحر کی ہماری شرح مین ہی م مثلا مبتداہ کو چار دن خون آیا پھر اوسکی عادت ٹھہری پھر جبکہ پانچدن مثلا خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدلگئی دوبارہ ایک طرح پر آنا اثبات اور انتقال عادت مین ابو یوسف کے نزدیک شرط نہین اسی قول پر فتوی ہی اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہین ہوتی ہے بدون دوبار کے والنفاس لام توامین من الاول ان بینہما دون نصف حول اور دو جوڑوان بچون کی مان کا نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہے توامین وہ دو بچے ہین جنکے مابین مین آدھی برس سے کم زمانہ ہے یعنی اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح رحم ظاہر ہوا تو اوسکے بعد کا خون نفاس ٹھہریگا ولذا الثلثۃ ولو بین الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسیطرح کا حکم تین بچون کا ہے اگرچہ مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہوگیا ہو صحیح تر قول مین یعنی اول اور ثانی مین اور ثانی اور ثالث مین نصف سال سے کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونیکا اصح قول مین کچہہ اعتبار نہین مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہے تو وہ ولد اول کا نفاس ہی پوری ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے بعد استحاضہ ہی تو عورت غسل کرے اور نماز پڑھے بمجرد وضع ثانی کے وہو الصحیح انتہی وانقضاء العدۃ من الاخیر اتفاقا لتعلقہ بالفراغ اور عدت کا منقضی ہونا پچھلے بچے سے ہی بالاتفاق بسبب متعلق ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہو جانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید او رجل او اصبع او ظفر او شعر ولا یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوما ولد حکما اور سقط یعنی جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہوگئی چنانچہ ہاتھ یا پانو یا انگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہی حکم شرع مین شارح نے کہا کہ سقط کے سین مین تینون حرکات زبر زیر پیش لغت مین جائز ہین اور وہ بمعنی مسقوط کے ہی اور ظہور اعضا نہین ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد م بحر الرائق مین ہی کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہی لفظا ومعنی اسواسطے کہ

سقط لازم ہی اُسکا مفعول نہین آتا اور مقصود تو سقوط ولد ہی خواہ آپ گر جاوی یا اوسکو کوئی گرا دے فتصیر المرأة بہ نفساء والامۃ ام ولد وتحنث
بہ فی تعلیقہ وتنقضی بہ العدۃ جبکہ ساقط ولد ٹھہرا تو عورت اوسکی سبب سی نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی اور مرد اوسکی سبب اپنی
تعلیق مین قسم توڑنیوالا ٹھہریگا اور اُس سی عدت منقضی ہو جاویگی ھ لونڈی اُسوقت ام ولد ٹھہریگی جبکہ اوسکا مولے دعوی کرے کہ یہہ میری نطفہ سے
ہے اور تعلیق کی یہہ صورت ہی کہ طلاق یا عتاق وغیرہما کو عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سی اور وہ طلاق
کی عدت آخر ہوگی خواہ وہ بیبی ہو یا لونڈی یا اُسکا شوہر مرگیا ہو کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ شئ فلیس بشئ پہر اگر حمل ساقط مین کچھ اعضا
سے ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہین یعنی نفاس وغیرہ کا حکم اوس سی متعلق نہین والمرئی حیض ان دام ثلثا وتقدمہ طہر تام والا جو خون کہ اسکی
بعد دیکہا جاوی وہ حیض ہی اگر جاری رہا تین دن اور اوسکی پہلے پورا طہر گذرا یعنی پندرہ دن کا والا استحاضۃ اور اگر ایسا نہین یعنی تین دن جاری
نہ رہا اور پورا طہر مقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہین ہوا تو وہ خون استحاضہ ہی ولو لم یدر حالہ ولا عدد ایام حملہا ودام الدم
تدع الصلوۃ ایام حیضہا بیقین ثم تغتسل ثم تصلی کمعذور اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہوا کہ اوسکی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہین مثلاً اتفاقاً
مین گرا اور پہینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنون کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہوگیا تو نماز کو چھوڑ دی اپنی حیض کے یقینی دنون پہر نہاوی
پہر نماز پڑہا کرے معذور کی مانند ولا یحد ایاس بمدۃ بل ھو ان تبلغ من السن ما لا یحیض مثلہا فیہ فاذا بلغتہ وانقطع دمہا حکم
بایاسہا اور محدود نہین ناامیدی حیض کی پیری کیوجہ سی کسی مدت معین کے ساتھہ بلکہ ایاس یعنی ناامیدی یہہ ہی کہ عورت اپنی عمر کو پہنچی کہ اوسی عمر
کو اُس عمر مین حیض نہ آتا ہو پہر عورت جبکہ اُس عمر کو پہنچی اور خون اوسکا بند ہوگیا تو اوسکی ایاس کا حکم ہوگا ھ حلبی محشی نے کہا کہ یہہ امام سے مروی
ہے اور حکم ایاس کا فائدہ یہہ ہی کہ اوسکی عدت مہینون سی ٹھہریگی اگرا شنا عدت مین خون نمود نہوا فما رأتہ بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد
بالاشہر وتفسد النکاح پہر جو خون کہ دیکہا اوسنی انقطاع کے بعد وہ حیض ہی تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینون سی اور نکاح فاسد ہو جاوینگے ھ
طلاق کی عدت تین حیض سی منقضی ہوتی ہے اور ایاس مین تین مہینون سی پہر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینون کی عدت باطل ہوگئی اب حیض سی عدت کرنا
چاہیے اور نکاح اوسطرح فاسد ہوا کہ عدت کے اندر نکاح واقع ہوا وہ جائز نہین وقیل یحد بخمسین سنۃ وعلیہ المعول والفتوی فی زماننا ھکذا
وغیرہ تیسیراً اور بعضون نے کہا کہ ایاس کی مدت پچاس برس کے ساتھہ محدود ہی اور اسی قول پر اعتماد ہی اور اسی پر فتوی ہے ہمارے زمانہ مین ...
مجتبے وغیرہ مین ہی آسانی کیواسطی وحدہ فی العدۃ بخمسین قال فی الضیاء وعلیہ الاعتماد اور مصنف نے باب العدۃ مین پچپن
برسکی حد ایاس بیان کی ہی شرح مین کہا اور اسی قول پر اعتماد ہی وما رأتہ بعدہا ای بعد المدۃ المذکورۃ فلیس بحیض فی ظاہر المذہب
الا اذا کان دما خالصاً فحیض حتی یبطل بہ الاعتداد بالاشہر ان جاء قبل تمامہا لا بعدہ حتی لا تفسد الانکحۃ وھو المختار
للفتوی جوہرۃ ... وتحقیقہ فی العدۃ اور جو خون کہ عورت دیکہے گی مدت مذکورہ کے بعد یعنی پچاس یا پچپن برس کے بعد وہ حیض نہین ظاہر مذہب مین
مگر جبکہ خون خالص ہو تو وہ حیض ہی تو باطل ہو جاویگا خون خالص کے نکلنے سی عدت کا شمار کرنا مہینون سی لیکن قبل تمام ہونے مدت کے ... ان
نہ بعد تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سی اور یہی قول فتوی کیواسطی مختار ہی چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہ مین ہے اور
ہم آگے اسکی تحقیق مذکور کرینگے باب العدۃ مین وصاحب عذر من بہ سلس بول لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن وانفلات ریح او
استحاضۃ او بعینہ رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وسرۃ اور صاحب عذر یعنی معذور وہ شخص ہی جسکو
سلس البول کی بیماری ہو یعنی جسکا پیشاب ہر وقت جاری ہی اسطرح کہ اوسکو روک نہین سکتا یا کہ اوسکا پیٹ چلتا ہو یعنی دست آتے ہون ...
یا استحاضہ ہی یا اوسکی آنکہہ مین جوش ہے یعنی درد کے ساتھہ یا آنکہہ چندہی ہے کچھ سوجہتا ہے یا گوشہ چشم مین ناسور ہی ... جو ...
بدن سی نکلے درد کے ساتھہ اگرچہ کان اور پستان یعنی ناف سی نکلے وہ معذور ہے ھ جوش چشم اور ناسور وغیرہ مین آنسو اور پانی کا نکلنا کے

اسکی شرط ہے عذر کی ان استوعب عذرہ تمام وقت صلوٰۃ مفروضۃ بان لا یجد فی جمیع وقتہا زمنا یتوضأ ویصلی فیہ خالیا عن الحدث بشرطیکہ گھیر لیوے عذر اوسکا نماز فرض کے تمام وقت کو اسطرح کہ نماز کے سارے وقت مین ایسا زمانہ نا پاوے جسمین وضو کرکے اور نماز پڑھے حدث سے خالی ہوکر ولو حکما لان الانقطاع الیسیر ملحق بالعدم اگرچہ استیعاب اور احاطہ عذر کا حکمی ہو نہ حقیقی اسواسطے کہ تہوڑا سا منقطع ہو جانا عذر کا عدم انقطاع کے ساتھ ملحق ہے ہم استیعاب حکمی کی یہہ صورت ہے کہ اسقدر انقطاع قلیل ہو کہ اوسمین ادای نماز اوس سے خالی ہوکر نہو سکے کذا فی الطحطاوی وہذا اشرط العذر فی حق الابتداء اور یہہ یعنی استیعاب عذر کا نماز کے تمام وقت مین شرط ہے عذر کے شروع ہونے کے حق مین یعنی ثبوت عذر اولاً اسیطرح ہوتا ہے وفی حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت ولو مرۃ اور عذر باقی رہنے کے حق مین عذر کا پایا جانا وقت نماز کے کسی جزء مین کفایت کرتا اگرچہ ایک ہی بار ہو یعنی ایکبار کا وجود کافی ہے نہ استیعاب وفی حق الزوال یشترط استیعاب الانقطاع تمام الوقت حقیقۃ لانہ الانقطاع الکامل اور عذر جاتے رہنے کے حق مین استیعاب انقطاع عذر کا تمام وقت مین حقیقتاً شرط ہے اسواسطے کہ انقطاع کامل یہی ہے ہم انقطاع حقیقی یہہ ہے کہ تمام وقت مین اصلا عذر کا اثر معلوم نہو پہر اگر انقطاع کامل کے بعد دوسرے وقت مین عذر موجود رہا تو وہ پہر صاحب عذر ٹہریگا اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی وحکمہ الوضوء لا غسل ثوبہ ونحوہ لکل فرض اور حکم معذور کا وضو کرنا ہی ہر نماز فرض کے وقت نہ دہونا کپڑے کا اور مانند اوسکی یعنی بدن اور مکان کا ہم وضو سے مراد طہارت ہے خواہ وضو سے ہو خواہ تیمم سے اور فتوی اسپر ہے کہ اگر یہہ حالت ہو کہ جو کپڑا دہویا جای تو نماز کے فراغت ہونیسے پہلے وہ ناپاک ہوجای تو اب کپڑا دہونا لازم نہین اور اسیطرح بدن اور مکان کا کذا فی الطحطاوی اللام للوقت کما فی لدلوک الشمس حرف لام کا لکل فرض مین وقت کیواسطے ہے چنانچہ قران مجید مین لدلوک الشمس کا لام وقت کیواسطے ہے یعنی نماز کو قائم کر سورج ڈہلنے کیوقت چونکہ لکل فرض سے وضو کرنا ہر نماز فرض کیلئے نکلتا تھا اگرچہ ایکوقت مین چند فرض ہون لہذا شارح نے جواب دیا کہ حرف لام کا یہان وقت کیواسطے ہے ثم یصلی بہ فیہ فرضا ونفلا فدخل الواجب بالاولی پہر نماز پڑہے اس وضو سے وقت کے اندر فرض اور نفل تو واجب نماز بطریق اولے داخل ہے یعنی جبکہ نفل باوجودیکہ ضرور نہین جائز ہے تو واجب بطریق اولے جائز ہے فان خرج الوقت بطل ای ظہر حدثہ السابق حتی لو توضأ علی الانقطاع ودام الی خروجہ لم یبطل بالخروج ما لم یطرأ حدث اٰخر او یسیل پہر جبکہ وقت گیا تو وضو باطل ہوگیا یعنی اگلا حدث ظاہر ہوگیا یعنی ظہور حدث سابق بطلان کا سبب ہے خروج وقت سبب نہین تو اگر معذور نے وضو کیا عذر کے منقطع ہوجانیکے وقت پہر وہ انقطاع دائم بنا رہا وقت نماز کے نکل جانے تک تو وضو باطل نہوگا وقت کے خارج ہونے سے جبتک کہ دوسرا حدث اس وضو پر طاری نہو یا عذر سابق جاری نہو ہم اسصورتمین خروج وقت سے اسواسطے وضو باطل نہوا کہ سیلان کیوقت وضو نہین کیا اور نہ سیلان اسکے بعد پایا گیا کمسئلۃ مسح خفہ یہہ مسئلہ مانند مسئلہ مسح کرنے موزہ معذور کے ہے یعنی اگر عذر کیوقت وضو کرکے موزہ پہنا تو وقت کے اندر مسح کرنا جائز ہے اور خروج وقت سے بدون نزع خف مسح روا نہین اور اگر انقطاع عذر مین وضو کیا اور موزہ پہنا تو غیر معذور کی مانند ایک رات دن مقیم کو اور تین رات دن مسافر کو مسح جائز ہے وافاد انہ لو توضأ بعد الطلوع ولو لعید او ضحی لم یبطل الا بخروج وقت الظہر اور وقت کی قید نے اسکا فائدہ دیا کہ اگر بعد طلوع کے وضو کیا اگرچہ عید یا چاشت یا عید اضحے کیواسطے وضو ہو تو وضو باطل نہوگا مگر ظہر کے وقت کے خارج ہو جانے سے یعنی یہہ جو مصنف نے کہا کہ خروج وقت مبطل ہے سو وقت سے مراد نماز پنجگانہ کا وقت ہے اور طلوع کے بعد تا نصف النہار کوئی نماز فرض کا وقت نہین تو بدون خروج وقت ظہر بطلان وضو ثابت نہوگا وان سال علی ثوبہ فوق الدرہم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ تنجس قبل الفراغ منہا ای الصلوٰۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ہو المختار للفتوی اور اگر معذور کے کپڑے پر درم سے زیادہ نجاست روان ہوئی تو اوسکو اوسکا نہ دہونا جائز ہے جو اسطرح ہو کہ اگر اوسکو ... کپڑا نجس ہوجای نماز کے فراغت ہونیسے پہلے اور اگر ناپاک نہو فارغ ہونیسے پہلے تو دہونا ترک کرنا جائز نہین یہی قول پسندیدہ ہے

فتوے دیتے کیواسطے وکذا مریض لا یبسط ثوبا الا تنجس فوراً له ترکه اور اسطرح وہ مریض ہے کہ نہیں بچھاتا کپڑے کو مگر فوراً ناپاک ہوجاتا ہے تو اوسکو ترک فرش جائز ہے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ زمین پر پاک مکان نہیں پاتا ہے نماز کیواسطے اور اگر اپنا پاک کپڑا بچھاتا ہے تو اوسکو زمین کی نجاست مانعہ سے قبل از نماز ناپاک ہوجاتا ہے تو اب اوسکو ترک بسط ثوب جائز ہے فوراً اس سے مراد ظاہراً قبل اتمام نماز ہے کذا فی الطحطاوی والمعذور انما تبقی طہارتہ فی الوقت بشرطین اذا توضأ لعذرہ ولم یطرأ علیہ حدث آخر اور معذور کی طہارت باقی نہیں رہتی وقت مین مگر دو شرطون سے ایک یہہ کہ جب وضو کیا اپنی عذر کے سبب سے اور دوسری یہہ کہ اوسپر اور حدث طاری نہوا ہو اما اذا توضأ لحدث آخر وعذرہ منقطع ثم سال او توضأ لعذرہ ثم طرأ علیہ حدث آخر بان سال احد منخریہ او جرحیہ او قرحتیہ ولو من جدری ثم سال الآخر فلا تبقی طہارتہ لیکن جبکہ وضو کیا معذور نے کسی اور حدث کے سبب سے اور اوسکا عذر سابق بند ہی تہا پہر اوسکا عذر روان ہوا یا وضو کیا اپنی عذر معلوم کے سبب سے پہر اوس وضو پر کوئی اور حدث طاری ہوا اسطرح پر کہ اوسکا ایک نتہنا یا ایک زخم یا ایک قرحہ جاری ہوا اگرچہ وہ چیچک کا ہو پہر دوسرا نتہنا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہوگیا تو طہارت اوسکی باقی نرہیگی ہم پہلی صورت مین نقض وضو عذر سے اسواسطے ہوا کہ وضو عذر کیوجہ سے نہوا تہا بلکہ اور وجہ سے واقع ہوا تہا چنانچہ بنیہ اور اوسکی شرح مین ہے اور اگر دونون نتہنے یا دونون زخم ساتہہ ہی جاری ہوئے پہر ایک بند ہوگیا تو اوسکا وضو باقی ہے جبتک کہ وقت نماز کا باقی ہے کذا فی البحر

فروع

مسائل ملحقہ شارح کے یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلوتہ مومیا واجب ہے ہٹانا اور روکنا اپنی عذر کا یا اوسکا کم کرنا بقدر اپنی طاقت کے اگرچہ اشارہ کرکے نماز پڑہنی سے عذر موقوف ہوسکے ہم یعنی اگر عذر ہٹ سکتا ہو تو اوسکو ہٹادے نہین تو کم کردے بحر الرائق مین ہے کہ جب معذور قادر ہو رد سیلان پر پٹی باندہنی یا روئی اندر کرنے سے یا اگر بیٹہہ کر پڑہے تو سیلان بند ہو تو رد کرنا واجب ہے یعنی فرض ہے تو بیٹہہ کر اشارہ سے نماز پڑہے اگر سیلان سے سیلان ہوتا ہے اسواسطے کہ ترک سجدہ آسان تر ہے حدث کے ساتہہ نماز پڑہنے سے وبردہ لا یبقی صاحب عذر اور عذر کے روک دینی سے وہ شخص معذور باقی نرہیگا یعنی تندرست کا حکم پیدا کریگا بخلاف الحائض برخلاف حیض والی عورت کے یعنی اگر حائض حیض کا سیلان روکدے کسی تدبیر سے تو وہ حائض ہی باقی رہیگی اور مستحاضہ مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ وہ معذور کی مانند ہے اور بعضون نے کہا کہ حائض کی مانند ہے طحطاوی نے کہا کہ استحاضہ عذرات مین داخل ہے تو قول ثانی ضعیف ہے ولا یصلی من بہ انفلات ریح خلف من بہ سلس بول لانہ معہ حدث ونجس اور نماز نہ پڑہے وہ شخص جسکی ریح جاری ہے پیچہے اس شخص کے جسکا پیشاب نہین تہمتا اسواسطے کہ امام مین دو عذر ہین ایک حدث اور دوسرا نجاست یعنی مقتدی مین ایک ہی عذر ہے حدث کا نہ نجاست کا

باب الانجاس

یہہ باب ہے نجاستون اور ناپاکیونکے احکام مین ہم جبکہ نجاست حکمیہ کے بیان سے فراغت ہوئی تو نجاست حقیقیہ اور اوسکی پاک کرنیکا بیان شروع ہوا اور حکمیہ کو اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی تر ہے کیونکہ نجاست حکمیہ قلیل بہی نماز کی مانع ہے بالاتفاق اور اوسکا وجوب ازالہ کسی عذر سے ساقط نہین برخلاف نجاست حقیقیہ کے جمع نجس بفتحتین وہو لغۃ یعم الحقیقی والحکمی وعرفا یختص بالاول انجاس جمع ہے نجس کی بفتح نون وجیم اور وہ لغت عرب مین شامل ہے ناپاک حقیقی اور حکمی کو اور عرف مین اول یعنی حقیقی کو خاص ہے ہم نجس بفتح جیم مخصوص نجاست ذاتیہ ہے اور نجس بکسر جیم ذاتیہ اور عرضیہ دونون مین مستعمل ہے تو وہ عام ہے مطلقا تو گوہ اور پیشاب کو نجس بالفتح اور بالکسر دونون کہینگے اور جس کپڑے مین نجاست لگ گئی اوسکو نجس بفتح جیم نہ کہینگے بلکہ اوسکو نجس بکسر جیم بولینگے اور خبث کا لفظ نجاست حقیقی کے ساتہ اور حدث نجاست حکمی کے ساتہہ مخصوص ہے اور ازالہ حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سے فرض ہے اگر بمقدار مانع صلوۃ ہو اور اوسکا ازالہ بلا ارتکاب امر اشد ممکن ہو تو اگر ازالہ بلا کشف عورت ممکن نہو تو نجاست کے ساتہہ نماز پڑہے کیونکہ کشف عورت شدید تر ہے تو اگر کشف عورت لوگون مین کریگا تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ جو شخص دو امر قبیح مین مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کذا فی الطحطاوی مختصراً یجوز رفع نجاسۃ

حقیقیۃ بغیرہ ولو علیٰ ماءٍ او ماکولاً بعلم محلّھا او لا بماءٍ ولو مستعملاً بہ یفتیٰ جائز ہے دور کرنا نجاست حقیقی کا اوسکے مقام سے یعنی جہان
وہ لگی ہے اگرچہ محل نجاست برتن یا کھانے کی چیز ہو چنانچہ روٹی یا لکڑی خواہ محل اوسکا معلوم ہو یا نہو پانی سے دہو کر اگرچہ مستعمل پانی ہو یہی کا
فتویٰ دیا گیا ہے ؎ طحطاوی مین خلاصہ سے منقول ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو گیا سو یاد نرہا کہ کونسا ہے سو اوسنے کوئی کنارہ دہو ڈالا
بدون اٹکل کے تو کپڑا پاک ہو گیا یہی قول مختار ہے وبکل مائعٍ طاھرٍ قالعٍ للنجاسۃ ینعصر بالعصر کخلٍّ وماءِ وردٍ حتّی الریق فتطھر اصبع
وثدیٌ تنجّس بلحسٍ ثلثاً اور جائز ہے رفع نجاست ہر ایک بہنے والی پاک نجاست اوکھاڑنے والی چیز سے کہ نچوڑ جاے نچوڑنے سے چنانچہ سرکہ اور گلاب
یہانتک کہ منہہ کی رال بھی تو جو انگلی اور پستان کہ ناپاک ہوئی پاک ہو جاتی ہے تین بار کے چاٹنے سے ؎ گلاب اور سرکہ کی مانند آب باقلا و آب
زعفران اور اشجار اور اثمار اور تربوز کا پانی بھی نجاست کو دور کرتا ہے اور پستان نجس ہو جاتی ہے شیرخوار کی قے سے پہر اوسکو تین بار چاٹنے
اور ازالہ اثر سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف نحو لبنٍ کزیتٍ لانہ غیر قالعٍ برخلاف مثل دودہ کی چنانچہ تیل اسواسطے کہ وہ نجاست کو نہین دور
کرتا یعنی اپنی چکنائی کے سبب سے وما قیل ان اللبن [illegible] ولو [illegible] بخلاف العصیر اور یہہ جو بعضون نے کہا ہے کہ دودہ ماور حلال جانور
کا پیشاب نجاست کا دور کرنیوالا ہے سو قول ضعیف [illegible] یہہ قول غیر مختار ابو یوسف کا قول ہے ویطھر خفٌّ ونحوہ کنعلٍ تنجّس
بذی جرمٍ ھو کل ما یُری بعد الجفاف ولو من غیرھا [illegible] بدلکٍ یزول بہ اثرھا اور موزہ اور اسکی
مانند چنانچہ جوتا جو ناپاک ہو گیا جسم والی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے [illegible] کہ اثر اوسکا اوس سے دور ہو جاے جسم دار وہ نجاست ہے جو نظر
آوے خشکی کے بعد اگرچہ اور چیز سے ملکر خشک ہونیکے بعد [illegible] چنانچہ شراب اور پیشاب جسکو مٹی لگ گئی اسیکا فتویٰ دیا جاتا ہے ؎ موزہ کی
قید اسواسطے لگائی کہ بدن اور کپڑا رگڑنے سے پاک نہین ہوتا [illegible] شراب اور پیشاب اگر بعد خشکی کے نظر
نہین آتا مگر مٹی سے ملکر جرم دار ٹھہر گیا تو وہ بھی رگڑنے سے پاک ہو جائیگا اثر سے مراد اوصاف [illegible] یعنی رنگ اور مزا اور بو تو اگر کوئی بھی باقی
رہیگا تو پاک نہوگا [illegible] خواہ زمین پر ہو خواہ ناخن اور لکڑی اور پتھر سے کذا فی الطحطاوی والا فیغسل [illegible] اور اگر نجاست کا جرم نہو
تو موزہ اور مانند اوسکی دہو یا جاے یعنی تین بار [illegible] منقول ہے کہ قول مختار یہہ ہے کہ
تین بار اوسپر پانی ڈالے اور چھوڑ دے یہانتک کہ ٹپکنا بند ہو جاے [illegible] ویطھر صقیلٌ کمراٰۃٍ وظفرٍ وعظمٍ وزجاجٍ واٰنیۃٍ مدھونۃٍ
او خراطی وصفائح فضّۃٍ غیر منقوشۃٍ بمسحٍ یزول بہ اثرھا مطلقاً اور پاک ہو جاتی ہے صیقل یعنی گھونٹی والی چیز مانند
آئینہ اور ناخن اور ہڈی اور شیشہ اور روغنی برتن چنانچہ [illegible] نقش [illegible] کے
پونچھنے سے اسطرح کہ اثر نجاست کا باقی نرہے خواہ نجاست تر ہو یا خشک اسی پر فتویٰ ہے [illegible]
خواہ مٹی سے پونچھے خواہ کپڑے اور صوف سے خواہ نجاست تر ہو یا خشک کذا فی الطحطاوی [illegible] بخلاف نحو [illegible] بیبسھا ای
جفافھا ولو بریحٍ اور پاک ہو جاتی ہے زمین اوسکی خشک ہو جانے سے اگرچہ حرارت ہوا سے خشکی حاصل ہو برخلاف فرش اور اوسکی مانند کے
کہ وہ پاک نہین ہوتا بدون پانی جاری کرنے کے ؎ اگر زمین تر ہو تو بدون دہونیکے پاک نہوگی پہر اگر ایسی نرم زمین ہو کہ پانی کو سوکھتی ہو
تو اتنا پانی اوسپر ڈالے کہ اوسکے پاک ہو جانیکا ظن غالب حاصل ہو اور اگر سخت ہو اور ڈہلوان ہو تو اوسکے اسفل مین گڑھا کہود دے اور زمین پر پانی
ڈالے جب گڑھے مین پانی جمع ہو تو اوسکو مٹی سے توپ دے اور اگر سخت زمین برابر ہو تو اوسکا دہونا ممکن نہین بلکہ اوسکو کہود کر نیچے کی مٹی
اوپر اور اوپر کی نیچے کر دے اور گچ کی زمین ہو تو اوسپر پانی ڈالے پہر اوسکو رگڑے اور کپڑے یا صوف سے پانی اوسکا خشک کر لے
تین بار اسطرح کرے اور اگر بہت سا پانی اوسپر ڈالے کہ نجاست کا بالکل اثر باقی نرہے پہر اوسکو چھوڑ دے کہ خشک ہو جاے تو پاک ہو جاویگی
کذا فی الطحطاوی عن السراج والخلاصۃ والمحیط وذھاب اثرھا کلونٍ وریحٍ لاجل صلوٰۃٍ علیھا لا لتیمّمٍ بھا اور نجاست کا اثر جانا

زمین پر نماز پڑھنے کیواسطے طہارت ہے نہ اوس سے تیمم کرنیکے لیے ھم نجاست کا اثر جیسے رنگ اور بو اور اسیطرح مزہ۔ لان المشترط لها الطهارة
وله الطهورية اسواسطے کہ نماز کے لیے زمین کا پاک ہونا شرط ہے نہ مطہر ہونا اور تیمم کیواسطے مطہر ہونا شرط ہے۔ فقط پاک ہونا وحکم الآجر
ونحوہ کاللبن مفروش مختص بالحائط والحجرۃ سطح ونحوہ وکلاء قائمة فی الارض کذلک ای کالارض فیطهر بالجفاف اور حکم پکی اینٹ
مفروش اور اسکی مانند کا جیسے کچی اینٹ فرش کی اور بانس اور نرقل یا لکڑی کی ٹٹی کا حکم اور اوس درخت اور گھاس کا جو زمین پر جما ہوا ہے
اسیطرح مکار ہی یعنی زمین کی مانند ہے کہ پاک ہو جاتی ہیں یہہ سب چیزیں نجاست کے خشک ہو جانے سے شارح نے کہا کہ خص بخا معجمہ چھت کی اوٹ ہے
ھم خص بضم خا معجمہ و صاد مثلا گھر ہے بانس یا نرقل کا اور یہان مراد وہ سترہ یعنی اوٹ ہی جو چھتون پر ہوتی ہے یعنی ٹٹیان کھڑی کر کے
کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا کل ما کان ثابتا فیها لاخذہ حکمها باتصاله بها اور اسیطرح خشک ہونے سے طاہر ہو جاتی ہی وہ چیز جو زمین
پر ثابت اور قائم ہے جیسے دہلیز اسواسطے کہ اوسکو متصل ہونے سے زمین کے ساتھ اوسنے زمین کا حکم پیدا کیا فالمنفصل یغسل
لا غیر الا الحجر خشنا کرحی فکارض تو جو چیز کہ زمین سے جدا ہے جیسے غیر مفروش اینٹ یا زینہ چوبی تو وہ دھونے سے پاک ہوتی ہے اسکے
غیر سے مگر پتھر درانہ جیسے چکی وہ زمین کی مانند خشک ہونے سے پاک ہوتی ہے ھم بحر الرائق میں ہے کہ چکنا پتھر تو بدون دھونیکے پاک نہیں ہوتا
ویطهر منی ای محله یابس بفرک ولا یضر بقاء اثرہ ان طهر راس حشفة کان کان مستنجیا بماء اور خشک منی کا مکان پاک ہو جاتا ہے
ملنے سے اور اوسکے اثر کا باقی رہنا کچھہ ضرر نہیں کرتا بشرطیکہ سر ذکر پاک ہو بطوریکہ پانی سے استنجا کیا ہو ھم مثلا اوسصورت میں کافی ہے جبکہ
راس ذکر طاہر ہو اسطرح کہ پیشاب کیا اور مخرج سے متجاوز نہوا یا تجاوز کیا اور پانی سے استنجا کر لیا کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی اولج
فنزع فانزل لم یطهر الا بغسله لتلوثه بالنجس انتهی ای برطوبة الفرج فیکون مفرعا علی قولهما بنجاستها اما عندہ فهی طاهرة
کسائر رطوبات البدن جوہرہ اور مجتبی میں ہے کہ ذکر فرج میں داخل کیا پھر خارج کیا پھر انزال ہوا تو یہہ خشک منی طاہر نہوگی بدون دھونیکے
بسبب بھر جانے ذکر کے نجاست سے انتہی کلام المجتبی یعنی ناپاکی ہوئی فرج کی رطوبت سے توجیہہ مجتبی کا قول متفرع ہے صاحبین کے قول پر کہ
اوسکی رطوبت ناپاک ہے لیکن امام اعظم کے نزدیک تو وہ پاک ہے جیسے بدن کی باقی رطوبات جیسے تھوک اور رینٹ اور پسینا پاک ہین والا
یکن یابسا او لا راسها طاهرا فیغسل کسائر النجاسات ولو دما عبیطا علی المشهور اور اگر منی خشک نہو یا حشفہ پاک نہو تو دھوئی
جاتی ہے جیسے باقی ناپاک چیزیں دھوئی جاتی ہیں خشک ہون یا تر اگرچہ تازہ خون ہو بموجب قول مشہور کے ھم غیر مشہور مجتبی کا یہہ قول ہے کہ اگر تازہ خون
کپڑے میں لگا اور خشک ہو گیا پھر اسکو چھیلا اور ملا تو کپڑا پاک ہو گیا جیسے منی سے پاک ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بلا فرق بین منیه ولو رقیقا
لمرض به ومنیها ولا بین منی آدمی وغیرہ کما بحثه الباقانی بدون فرق کے درمیان منی مرد کے اگرچہ وہ بیماری سے پتلی ہو گئی ہو
اور درمیان منی عورت کے اور بدون فرق کے درمیان منی آدمی کے اور غیر آدمی کے جیسے باقانی نے اسکو بحث کی راہ سے بیان کیا ہی نہ روایت
کی راہ سے ھم اور اسیطرح قہستانی میں بحث کی راہ سے آدمی اور غیر آدمی کی منی کو برابر کہا ہی اور بعض میں اسکو مصرح بیان کیا ہے حلبی نے کہا کہ
آدمی کی منی میں خلاف قیاس رخصت وارد ہے تو اوس پر غیر آدمی کا قیاس نہیں ہو سکتا کذا فی الطحطاوی ولا بین ثوب ولو جدیدا او مبطنا
فی الاصح وبدن علی الظاهر من المذهب اور بدون فرق کے درمیان کپڑے کے اگرچہ کپڑا نیا یا دوہرا ہو صحیح تر قول میں اور درمیان بدن کے
بنا بر ظاہر مذہب کے ھم یعنی در صورت طہارت مخرج خشک منی ملنا اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہے خواہ مرد کی منی ہو یا عورت کی خواہ
کپڑے پر ہو یا بدن پر ثم هل یعود نجسا ببلله بعد فرکه المعتمد لا پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ کپڑا وغیرہ خشک منی کے ملنے کے بعد تر ہونے کر
پھر ناپاک ہوتا ہی یا نہیں جواب وہ ناپاک نہیں ہوتا معتمد قول میں وکذا کل ما حکم بطهارته بغیر مائع اور اسیطرح جس چیز کی طہارت کا حکم ہو گیا
بدون سائل چیز کے وہ تر ہونے سے پھر ناپاک نہیں ہو جاتی ہے ھم مطہر غیر سائل جیسے پونچھنا اور خشک ہونا اور جلنا وغیر ذلک بحر الرائق میں ہی

الحاصل تصحیح اور اختیار طہارت کی ہر مسئلہ مین مختلف ہی مگر طہارت کا اعتبار ہر صورتمین اولی ہے جیسا کہ اصحاب متون نے اوسکی تصریح کی ہی ہر مسئلہ مین وقد اُنْهِيَتْ فی الخزائن الی مطہرات الی نیف وثلثین وغیرت نظم ابن وہبان فقلت اور البتہ منتہی پہنچایا ہی خزائن الاسرار مین مطہرات کو کچھ اوپر تیس تک اور بدل ڈالا مین نے ابن وہبان کی نظم کو سو مین نے یون کہا ہے ہ وغسل ومسح والجفاف مطہر ونحت وقلب العین والحفر یذکر اور دھونا اور پونچھنا اور خشک ہونا پاک کرنیوالا ہے اور چھیلنا اور ذات کا بدلجانا اور کھودنا ذکر ہی مطہرات مین ہم دھونا جیسے کپڑے مین اور پونچھنا صیقل دار مین اور خشکی زمین مین اور چھیلنا لکڑی مین اور ذات کا بدلجانا گدہے اور سور کے نمک ہوجانے مین اور کھودنا زمین مین طاہر کرتا ہے ہ ودبغ وتخلیل ذکوۃ تخلل ہ وفرک ودلک والدخول التغور ہ اور دباغت کرنا چمڑے کا اور سرکہ بنانا شراب کا نمک وغیرہ ڈالکر اور ذبح کرنا جانور کا اور شراب کا خود بخود سرکہ بنجانا اور خشک منی کا ملڈالنا اور موزہ کا رگڑنا اور حوض نجس مین پاک پانی کا اسقدر داخل ہونا کہ بہہ جاوے اور کنوئیں کے پانی ناپاک کا زمین کے اندر گھسنا اور دہس جانا طاہر کرتا ہے ہ تصرفہ فی البعض ندف ونزح وکونہا وغسل بعض تقور تصرف کرنا بعض مین اور روئی کا دھننا اور کنوئیں کے پانی کا نکال ڈالنا اور ناپاک چیز کا آگمین جل جانا اور اوبالنا اور بعض کا دھونا اور بہتی چیز مین نجاست نکال کر گرہا کر دیا ہم تصرف بعض کا مطہر ہے کہ اناج جب بھوسے سے جدا ہوتا ہی بیلون کے روندنے سے تو انکے پیشاب اور گوبر سے ناپاک ہوجاتا ہے تو جب اوسمین کچھ خرچ کیا تو سب پاک ہوگیا خرچ کرنا عام ہے خواہ کھانے کیواسطے ہو خواہ بیع خواہ ہبہ خواہ خیرات کیواسطے فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر نصف سے کمتر روئی ناپاک ہوئی تو دھننے سے پاک ہوجاویگی اور قہستانی مین ہی کہ تیل اور اسکی مانند چیز گھی یا شہد ناپاک ہوا پھر اوسمین پانچوان حصہ پانی ڈالکر ابالا کہ پانی جل گیا تو وہ پاک ہوا اور کپڑا ناپاک ہوا معلوم نہین کہ ناپاکی کہان ہی تو ایک طرف کے دھونے سے پاک ہوجاتا ہی اور گھی یا شہد یا رب گاڑھی ہے اور اوسمین چوہا گرکے مرگیا تو چوہے کو اور اوسکے گردوپیش کے گھی کو نکال ڈالے کہ گرہا بنجاوے تو باقی چیز پاک ہوگی ویطہر زیت تنجس بجعلہ صابونا بہ یفتی للبلوی کتنور رش بماء نجس لا باس بالخبز فیہ اور پاک ہوجاتا ہے ناپاک تیل اوسکو صابون بنا ڈالنے سے اسی قول پر فتوی ہی بوجہ بلوی یعنی اس سے بچاؤ دشوار ہے جیسے وہ تنور جو ناپاک پانی سے چھڑکا گیا اوسمین روٹی پکانے کا کچھ ڈر نہین وطین تنجس فجعل منہ کوز بعد جعلہ فی النار یطہر ان لم یظہر فیہ اثر النجس بعد الطبخ ذکرہ الحلبی چنانچہ وہ مٹی کہ ناپاک ہوگئی سو اوسکا کوزہ بنایا گیا آگمین ڈالنے کے بعد پاک ہوجاتا ہی اگر اوسمین نجاست کا اثر پکانے کے بعد ظاہر نہین ہوا ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ہم یہ حلبی شارح ہے منیۃ المصلی کا اور دوسرا حلبی ابراہیم ہے درالمختار کا محشی وعفا الشارع عن قدر درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ اور صاحب شریعت نے نجاست بقدر درہم کے معاف کردی ہی اگرچہ اوسکے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہی تو بقدر درہم کے نجاست کا دھونا واجب ہم عفو سے مراد یہہ ہی کہ قدر درہم کی نجاست کے ساتھ نماز صحیح ہے بدون اوسکو دھونے کے اور یہہ مراد نہین کہ وہ مکروہ بھی نہین کیونکہ اوسکی کراہت ثابت ہی اور اگر نماز شروع کرچکا تو اوسکے دھونے کیواسطے نماز کا توڑنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی وما دونہ تنزیہا فیسن ور مکروہ تنزیہی ہی درم سے کم نجاست تو اوسکا دھونا مسنون ہی نہ واجب اور فرض ہم یہی قول معتمد ہے پھر اگر درم سے کم نجاست کے ساتھ نماز شروع کرچکا تو تامل کرے اگر وقت مین وسعت ہو تو دھونا افضل ہی پھر نماز پڑھنا اور اگر جماعت فوت ہوتی ہو تو اگر پانی ملسکتا ہو اور دوسری جماعت پاسکتا ہو دوسرے مقام مین تو بھی دھونا افضل ہے ورنہ نماز قطع نکرے وفوقہ مبطل فیفرض اور درم سے زیادہ نجاست نماز کو باطل کرتی ہے تو اوسکا دھونا فرض ہے والعبرۃ لوقت الصلوۃ لا لا صابۃ علی الاکثر نہر اور اعتبار نجاست کی مقدار مین نماز پڑھنے کیوقت کا ہی نہ نجاست لگجانیکے وقت کا اکثر علما کے نزدیک چنانچہ نہر الفائق مین ہی وہو مثقال وزنہ عشرون قیراطا فی نجس کثیف لہ جرم وعرض مقعر الکف وہو داخل مفاصل الاصابع فی رقیقہ من مغلظۃ کعذرۃ آدمی اور وہ یعنی درم بوزن ایک مثقال کے ہی یعنی ۲۰ قیراط کی گاڑہی نجاست جرم دار مین اور بقدر چوڑائی تقعر کفدست کے ہی پتلی نجاست مین اور تقعر کفدست اندر ہی انگلیون کے جوڑون کا غلیظ نجاست سے جیسے آدمی کا گوہ ہم نجاست غلیظہ ایک قدم

معاف ہے بعضون نے درم کے وزن کا اعتبار کیا مطلقاً اور بعضون نے مساحت کا ہندوانی نے دونون قولون مین توفیق دی اسطرح کہ اگر نجاست گاڑہی ہے تو درم کے وزن کا اعتبار ہی اور اگر پتلی ہے تو مساحت درم کا اعتبار ہی بدائع مین کہا یہی قول مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک مختار ہے اور زیلعی نے اسکو صحیح کہا ہے امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ جسمین دو نص متعارض نہون صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھہ مجتہدین معاصرین اور اونکے سابقین کا اسمین اختلاف نہو اور نجاست خفیفہ امام کے نزدیک وہ ہی جسمین دو نص متعارض ہون صاحبین نے کہا اور اوسکے ساتھہ مجتہدین کا اختلاف بھی ہو غلیظہ کی تعریف مین اتنا زائد اور ہی کہ اوسکے اجتناب مین بلوی یعنی حرج واقع نہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وکلّ ما خرج منہ موجبٌ لوضوءٍ او غسلٍ مغلظ اور اسیطرح جو چیز کہ آدمی کے بدن سے نکلی وضو یا غسل کی موجب ہو کر وہ نجاست غلیظہ ہے ھ چنانچہ پیشاب اور منی اور مذی اور ودی اور پیپ اور تے منہ بہر کے اور خون حیض کا یہہ سب نجس نجاست غلیظہ ہین لیکن اس کلیہ پر ریح کا اعتراض وارد ہوتا ہی کہ باوجودیکہ ناقض وضو ہی پر طاہر ہے وبول غیر ماکولٍ ولو من صغیرٍ لم یطعم الا بول الخفاش وخرءَہٗ فطاہر اور چنانچہ جاندار غیر ماکول کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگرچہ شیر خوار بچے کا پیشاب ہو مگر چمگیدڑ کا پیشاب اور اوسکی بیٹ پاک ہی وکذا بول الفارۃ لتعذر التحرز عنہ وعلیہ الفتویٰ کما فی التاتارخانیہ اور اسیطرح چوہے کا پیشاب ہی یعنی معاف ہے بسبب نہو سکنے بچاؤ کے اوس سے اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ تاتارخانیہ مین ہی ھ حلبی نے کہا یہہ معافی کپڑون اور طعام مین ہی نہ پانی مین بزازیہ اور فتاوی قاضیخان مین چوہے کی نجاست کو ظاہر الروایۃ کہا ہی لیکن ظاہر الروایۃ پر فتوی نہین ہے کذا فی الطحطاوی وسیجیء اٰخر الکتاب ان خرءَہا لا یفسد ما لم یظہر اثرہٗ اور آخر کتاب مین آویگا کہ چوہے کی مینگنی ناپاک نہین کرتی جبتک اوسکا اثر ظاہر نہو یعنی رنگ یا بو ھ روٹی کے اندر چوہے کی مینگنی نکلی اگر وہ سخت ہو تو اوسکو نکال ڈالے اور روٹی کو کہا ئے کہ وہ پاک ہی کذا فی البحر وفی الاشباہ بول السنور فی غیر اوانی الماء عفو وعلیہ الفتوی اور اشباہ مین ہی کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنون کے سوا معاف ہی اور اسی پر فتوی ہے ودمٌ مسفوحٌ من سائر الحیوانات الّا دمَ شہیدٍ ما دام علیہ وما بقی فی لحمٍ مہزولٍ وعروقٍ وکبدٍ وطحالٍ وقلبٍ وما لم یسل ودمُ سمکٍ وقملٍ وبرغوثٍ وبقٍّ اور نجاست غلیظہ سے خون روان تمام حیوانات کا مگر شہید کا خون پاک ہی جبتک اوسکے جسم پر ہے اور جو خون کہ دبلی گوشت اور رگون اور کلیجے اور تلی اور دل مین باقی رہا یعنی ذبح کے بعد اور جو خون کہ جاری نہین اور مچھلی اور جوئن اور پسو اور مچہر کا خون کہ یہہ سب پاک ہین ھ جو خون کہ کلیجے وغیرہ مین باقی رہتا ہے وہ جاری نہین تو وہ دم مسفوح کی قید سے خارج ہو گیا تو استثنا کی کچہہ حاجت نہین زاد فی السراج وکتّانٍ وھی کما فی القاموس کرمّانٍ دُوَیبّۃٌ حمراء لسّاعۃ اور سراج وہاج مین ہے اور خون کتان بروزن رمان کا چنانچہ قاموس مین ہے چہوٹا سا کیڑا ہے سرخ رنگ بسیار گزندہ ھ شاید کہ کتان مذکور کھٹمل ہے واللہ اعلم فالمستثنیٰ اثنا عشر تو حیوانات سے بارہ خون مذکور مستثنے ہین کہ وہ ناپاک نہین وخمرٌ وفی باقی الاشربۃ روایاتٌ التغلیظ والتخفیف والطہارۃ رجّح فی البحر الاول وفی النہر الاوسط اور جیسے خمر یعنی شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظ ہی اور باقی مسکر شرابون مین تغلیظ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف ہین بحرالرائق مین اول یعنی تغلیظ کی روایت کی ترجیح ہی اور نہر الفائق مین درمیان یعنی تخفیف کی ترجیح ہے ھ صاحب بحر نے منیہ کے اس مسئلہ سے استدلال کیا ہی کہ اگر نماز پڑہی اور اوسکے کپڑے مین شراب مسکر ہے کثیر فاحش نہین تو قول اصح مین وہ کافی ہی حلبی نے کہا یہہ نص ہے تخفیف نجاست مین تو صاحب نہر ہی کا قول صحیح اسواسطے کہ فرع منصوص کیطرف رجوع ہی اور صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہی وخرءُ کلِّ طیرٍ لا یذرق فی الہواء کبطٍّ اہلیٍّ ودجاجٍ اور نجاست غلیظہ جیسے بیخال ہر ایک اوس پرندے کی جو ہوا مین نہین اوڑتا چنانچہ خانگی بط اور مرغی اما ما یذرق فیہ فان ماکولًا فطاہرٌ والّا فمخففٌ لیکن جو پرندہ کہ ہوا مین اوڑا کرتا ہے تو اگر وہ حلال ہے جیسے کبوتر اور گنجشک تو اوسکی بیٹ پاک ہے اور اگر حرام ہی تو اوسکی بیخال ناپاک بنجاست خفیفہ ہی چنانچہ باز اور شکرا اور چیل لیکن اونکی بیٹ سے کنوان ناپاک نہین عموم بلوی کی جہت سے یعنی اس سے بچنا مشکل ہی کذا فی الطحطاوی وروثٌ وخثیٌ اور نجاست غلیظہ جیسے لید اور گوبر ھ بحرالرائق مین ہی کہ فضلہ فرس اور حمار کو عرب مین روث یعنی لید کہتے ہین اور گائے بیل بہینس کو خثی یعنی گوبر کہتے ہین اور فضلہ اونٹ کو بعر یعنی مینگنی اور فضلہ انسان کو غائط یعنی گوہ بولتے ہین افادَ بہما نجاسۃَ خرءِ کلِّ حیوانٍ غیر الطیور مصنف نے لید اور گوبر کے لفظ سے ہر حیوان کے فضلے کی نجاست کو جتا دیا سواے چڑیون کے

هم بہتر یہہ تھا کہ شارح کتاب کو تغلیظ نجاست پر آگاہ کر دیا وجہ افادہ یہہ ہے کہ تغلیظ نجاست حلال جانور کے فضلے میں ثابت ہوئی تو حرام جانور میں بھی
ثابت ہوگی بلکہ بطریق اولے کذا فی الطحطاوی وقالا مخففۃ اور صاحبین نے کہا کہ لید اور گوبر نجس نجاست خفیفہ ہیں هم صاحب بحر نے کافی سے نقل کیا
کہ گدھے اور درندے جانوروں کے گوہ کی نجاست غلیظہ ہونے میں امام اور صاحبین کا اتفاق ہے تو اختلاف نہیں مگر لید اور گوبر میں کذا فی الطحطاوی سے
وفی شرح منیۃ المصلی قولہما اظہر اور شرنبلالیہ میں ہے کہ صاحبین کا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ علما کا اختلاف ہے نجاست اور طہارت میں تو بسبب اختلاف
خفت کا صورت ہوئی اور عموم بلوی کے سبب سے بھی کہ راہیں اوس سے پر رہتی ہیں برخلاف حمار وغیرہ غیر ماکول اللحم کی پیشاب کے کہ زمین اوسکو سوکھا دیتی ہے
کذا فی الزیلعی وطهرهما محمد اخرا للبلوی وبه قال مالك اور محمد بن حسن نے لید اور گوبر کو آخر حال میں پاک کہا عموم بلوی اور مزید مشقت کی وجہ سے
اور یہی روایت ہے امام مالک کا هم جبکہ امام محمد خلیفہ کے ساتھ رے میں داخل ہوئے اور تکلیف اور مشقت لوگوں کی دیکھی کہ راہیں اور سرائیں اس سے پر ہیں تو مجبور
ہو کر تخفیف کا پہلا قول ترک کر کے طہارت کے قائل ہوئے ولو اصابه من نجاسة غليظة ونجاسة خفيفة جعلت الخفيفة تبعا للغليظة احتياطا
كما في الظهيرية اور اگر بدن یا کپڑے کو نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ لگ گئی تو خفیفہ تابع غلیظہ کے ٹھہرائی جاویگی احتیاط کی راہ سے چنانچہ ظہیریہ
میں ہے یعنی خفیفہ اسصورت میں بمنزلہ غلیظہ کے ہوگی تو اگر دونوں ملکر درم سے زائد ہوں تو نماز جائز نہوگی ثم متى اطلقوا النجاسة فظاهره
التغليظ پہر جاننا چاہیے کہ جب فقہا نجاست کو مطلق بلا قید بولیں تو ظاہر اطلاق کا تغلیظ نجاست پر دلالت کرتا ہے وعفي دون ربع جميع بدن و
ثوب ولو كبيرا هو المختار ذكره الحلبي ورجحه في النهر على التقدير بربع المصاب كذيل وكم وان قال في الحقائق وعليه الفتوى اور نجاست
خفیفہ معاف ہے تمام بدن اور کپڑے کی چوتھائی سے کم اگرچہ کپڑا بڑا ہو چنانچہ جامہ اور پگڑی الساذکر کیا ہے حلبی نے اور اس قول کو نہر الفائق میں ترجیح
کہا ہے اوس چیز کے چوتھائی تقدیر پر جسکو نجاست لگ گئی ہے چنانچہ دامن اور آستین اگرچہ حقائق میں کہا ہے وعليه الفتوى یعنی بدن یا کپڑے کی جس ٹکڑے کو
نجاست لگی اوسیکی چوتھائی سے کم ہونے کی معافی پر فتوی ہے حقائق میں نہ تمام بدن اور جمیع ثوب کی چوتھائی پر فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ اسی قول کو
صاحب تحفہ اور محیط اور بدائع اور مجتبی اور سراج وہاج نے صحیح کہا ہے حلبی محشی در المختار نے کہا کہ فتوی کا لفظ مقدم ہے مختار اور راجح کے لفظ پر من
نجاسة مخففة كبول ماكول ومنه الفرس وطهره محمد کم از چہارم کی معافی ہے نجاست خفیفہ سے جیسے جانور ماکول اللحم کا پیشاب اور اسی قسم سے ہے
گھوڑے کا پیشاب اور ماکول اللحم کے پیشاب کو محمد نے پاک کہا ہے هم شیخین کے نزدیک گھوڑے کی پیشاب کی نجاست خفیفہ ہے اور امام نے اوسکی گوشت کو
مکروہ جو کہا ہے تو اسواسطے کہ وہ جہاد کا سامان ہے نہ اسواسطے کہ اوسکا گوشت ناپاک ہے وخرء طير من السباع او غيرها غير ماكول اور چنانچہ بیٹ
غیر ماکول اللحم چڑیوں کی خفیف نجس ہے خواہ وہ چڑیاں درندہ ہوں مثل باز جرہ یا درندہ نہوں وقيل طاهر وصحح اور بعضوں نے اسکو پاک
کہا ہے اور اوسکی تصحیح بھی بعضوں نے کی ہے ثم الخفة انما تظهر في غير الماء فليحفظ پہر جاننا چاہیے کہ نجاست کی خفت تو فقط پانی کے غیر میں ظاہر
ہوتی ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے یعنی نجاست خفیفہ کے پڑنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے حلبی نے کہا مگر طیر غیر ماکول کی بیٹ سے کنواں نجس نہیں ہوتا تو
یہہ مستثنے ہے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا وعفي دم سمك ولعاب بغل وحمار والمذهب طهارتها اور معاف ہے خون مچھلی کا اور رال خچر اور گدھے
کی اور صحیح مذہب اونکے طاہر ہونیکا ہے وبول انتضح كرؤس الابر اور معاف ہے پیشاب کہ چھینٹیں ہو کر لگا سوئیوں کی سروں کی مانند یعنی ہر چھینٹ
سوئی کی نوک کی برابر ہو اگرچہ سیکڑوں ہوں وكذا جانبها الآخر اور اسیطرح سر سوزن کی مانند سوئی کی دوسری طرف ہے جدہر سوئی کا ناکا ہوتا ہے
وان كثر باصابة الماء للضرورة اگرچہ پیشاب کی چھینٹیں بہت ہو جاویں پانی لگجانے سے یہہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے یعنی اس سے بچنا
دشوار ہے لكن لو وقع في ماء قليل نجسه في الاصح لان طهارة الماء آكد جوهرة لیکن اگر پیشاب کی چھینٹ تھوڑے پانی میں پڑیگی تو اوسکو
ناپاک کریگی صحیح تر قول میں اسواسطے کہ پانی کی طہارت میں زیادہ تر تاکید ہے کذا فی الجوہرۃ هم پانی اسصورت سے نجس ہوگا جبکہ چھینٹ کا اثر پانی پر ظاہر
ہو اسلیے کہ گرنے کے وقت پانی میں فرجہ ہو جاتی یا پانی ہٹجاتا ورنہ اوسکا کچھہ اعتبار نہیں چنانچہ قہستانی نے تمرتاشی سے نقل کیا باوجود اسکے اگر

کنوئین مین پیشاب کی چھینٹ گر گئی تو ناپاک نہوگا کذا فی الحلبی و فی القنیة لو اتصل وانبسط وزاد علی قدر الدرہم ینبغی ان یکون کالدہن النجس اذا انبسط اور قنیہ مین ہی کہ اگر پیشاب کی چھینٹین باہم ملگئین اور پھیل گئین اور درم کی مقدار سے زائد ہوگئین تو چاہیے کہ ناپاک تیل کی مانند مانع نماز ہون جبکہ وہ پھیل جاوے م یہہ متصور نہین ہی جب گرنے کیوقت کپڑے پر نمودار ہو چنانچہ قہستانی مین ہی کہ مانی سی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وطین شارع وبخار نجس وغبار سرقین ومحل کلاب وانتضاح غسالة لا تظہر مواقع قطرہا فی الاناء عفو اور کیچڑ شارع عام یعنی بڑی راستہ کی اور ناپاک چیز کی بھاپ اور گوبر کا غبار اور کتون کے مقام کا اور چھینٹین وضو یا غسل کے پانی کی کہ اونکے قطرات کے مقامات نمودار نہین برتن مین یہہ سب معاف ہین یعنی ضرورت کیوجہ سے م اصح قول یہہ ہے کہ اگر میت کے بدن پر نجاست نہو تو اسکا غسالہ ناپاک نہین کر مگر محمد نے جو اوسکو نجس کہا ہی تو اسوجہ سے کہ غالبا میت کا بدن نجاست سی خالی نہین ہوتا اگر پانی سے استنجا کیا اور اوسکو نہ پونچھا اور ریح کا اخراج ہوا تو اسکی نجاست مین اختلاف ہی لیکن اکثر علما کے نزدیک وہ ناپاک نہین ہوتا اور نجاست کا دہوان اگر کپڑے مین لگا یا بدنمین اسمین بھی خلاف ہی صحیح یہہ ہے کہ وہ ناپاک نہین کرتا کذا فی الطحطاوی عن البحر وماء بالمد ورد ای جری علی نجس نجس اذا ورد کلہ او اکثرہ ولو اقلہ لا کمیتة فی نہر او علی سطح لکن قدمنا ان العبرة للاثر اور جو پانی کہ وارد ہو یعنی جاری ہو ناپاک پر وہ ناپاک ہی بشرطیکہ سارا پانی یا اکثر نجاست پر گذرا ہو اور اگر تھوڑا پانی نجاست کو لگا اور بہت علحدہ اوس سی گذر گیا تو وہ ناپاک نہین چنانچہ مردار جانور نہر مین پڑا ہو یا نجاست چہت پر ہو اور پانی بہتا جاتا ہی تو یہان تھوڑا پانی نجاست کا ملاقی ہوگا تو ناپاک نہوگا لیکن ہمنے باب المیاہ مین مقدم ذکر کیا ہی کہ اثر نجاست کا اعتبار ہی یعنی جبکہ تھوڑا پانی نجاست پر گذرے م ورود عام ہی جریان اور ریختگی سے اور یہان حکم بھی عام ہی تو بہتر یہہ تہا کہ شارح ورود کی تفسیر جریان نکرتا متن کو عام رہنے دیتا پانی کا گذرنا نجاست پر اسطرح ہی کہ ساری زمین ناپاک ہو یا پرنالے کے پاس نجاست پڑی ہو بحر الرائق مین ہی کہ آب باران جبکہ نجاسات پر گذرے ناپاک نہین ہوتا جب تک کہ نجاست پاک زمین سی زیادہ تر نہو یا پرنالے کے پاس ہو کذا فی الطحطاوی [illegible] اذا وردت النجاسة علی الماء تنجس الماء اجماعا لکن لا یحکم بنجاستہ الا اذا انفصل فی المتنجس والم ینفصل فلیحفظ [illegible] ہوتا ہی یعنی جبکہ نجاست پانی پر پڑی تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے باجماع حنفی و شافعی لیکن اوسکی نجاست کا حکم نہین کیا جاتا کہ ناپاک چیز اوسکو ملی تاوقتیکہ نجاست سی جدا نہین ہوا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے م بحر الرائق مین ہے کہ قیاس اسکا مقتضی ہی کہ پانی ناپاک ہو جاوی نجاست کی اول ملاقات سی لیکن یہہ قیاس ضرورت کے سبب سی ساقط الاعتبار ہے خواہ نجس کپڑا تغار مین ہو اور پانی اوسپر ڈالا جاوے یا پانی تغار مین ہو اور ناپاک کپڑا اوسمین ڈالا جاوی ہم حنفیون کے نزدیک تو وہ اپنی محل مین طاہر ہے اور نجس ہے جبکہ وہان سی جدا ہوا اور ناپاک کپڑے دہونے مین بہتر یہہ ہے کہ کپڑا تغار مین رکہی بعد ازان پانی کے پہر پانی اوسپر ڈالے نہ یون کہ پانی تغار مین اول رکہی پہر ناپاک کپڑا اوسمین ڈالے تاکہ امام شافعی کے مخالف نہو اسواسطے کہ اونکے نزدیک پانی مین ناپاک کپڑا ڈالنے سے ناپاک ہو جاتا ہے انتہی مختصرا لا یکون نجسا رماد قذر والا لزم نجاسة الخبز فی سائر الامصار ناپاک نہین ہوتی نجاست کی راکہ چنانچہ گوبر اور لید اور آدمی کی گندگی ورنہ لازم آوی ناپاک ہونا روٹی کا اکثر شہرون مین یعنی جہان لکڑی میسر نہین یا کمیاب گران قیمت ہو ولا ملحا کان حمارا او خنزیرا اور نہ وہ نمک ناپاک ہی جو اول گدہا یا سور تہا جو نمکسار مین پڑکر نمک بنگیا ولا قذر وقع فی بئر فصار حماة لانقلاب العین بہ یفتی اور نہ وہ گندگی ناپاک ہی جو کنوئین مین گری پہر کالی مٹی ہوکر کیچڑ بنگئی بسبب بدلجانے اوسکی ذات کے اسیکا فتوی دیا جاتا ہی م انقلاب ذات تینون مسئلون کی دلیل ہے یعنی گندگی کی راکہ کا اور گدہے اور سور کے نمک کا اور گندگی کے کیچڑ کا ناپاک نہونا اسواسطے ہی کہ اونکی حقیقت بدلگئی اور چیز بنگئی وغسل طرف ثوب او بدن اصابت نجاسة محلا منہ و نسی المحل مطہر لہ وان وقع الغسل بغیر تحر ہو المختار اور اگر کپڑے یا بدن کا دہونا جسکو ایک مکان پر نجاست لگ گئی اور وہ مکان بہول گیا ہو اوس کپڑی کا پاک کرنیوالا ہی اگرچہ بدون ظن غالب کے دہو یا ہو یہی قول مختار ہے م یہہ رد ہی بدائع اور اسبیجابی کے قول کا بدائع [illegible]

کپڑے کے دہونے کو واجب کہا ہے اور سبیجابی نے اشکال کرکے دہونا شرط کیا ہے کذا فی الطحطاوی **ثم لو ظهر انها فی طرف اٰخر هل یعید فی**
الخلاصة نعم وفی الظهیریة المختار انه لا یعید الا الصلوٰة التی هو فیها یعنی اگر دہونیکے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف ہے جدہر
نہین دہویا تو دہونے کا اعادہ کرے یا نکرے خلاصہ مین ہے کہ ہان دہووے اور ظہیریہ مین قول مختار یہ ہے کہ اعادہ نکرے مگر اوس نماز کا جسمین
اوسنے نجاست کو دیکھا ہے **م** یہ غفلت ہے شارح سے صاحب نہر الفائق کی اتباع سے اسواسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ مغایر ہے مسئلہ خلاصہ کے چنانچہ
بحر الرائق کی عبارت اسمین صریح ہے ظہیریہ مین یون ہے کہ نماز پڑہنے والے نے اپنے کپڑے پر نجاست دیکھی اور معلوم نہین کہ کب سے لگی ہے تو تمام
کی روایات مختلفہ ہین قول مختار یہ ہے کہ اعادہ نکرے مگر اوسی نماز کا جسمین وہ مشغول ہے کذا فی الحلبی **کما لو بال حمر علی حنطة تدوسها فقسم او غسل بعضه او ذهب بهبة او اکل او بیع کما مر** **لتغلیظ بولها**
چنانچہ اگر گدہون نے پیشاب کیا مثلاً اوس گیہون پر
جسکو وہ ماندتے ہین یعنی روند کر بہوسی سے جدا کرتے ہین پہر گیہون بانٹ گئے یا تہوڑے سے دہوئے گئے یا کچھہ جاتے رہے بخشش یا کہانے یا بیع
کیوجہ سے چنانچہ ابیات سابقہ مین اسکا بیان گذرا مصنف نے گدہون کو خاص کرکے اسواسطے بیان کیا کہ اونکے پیشاب کی نجاست بالاتفاق
ہے **حیث یطهر الباقی وکذا الذاهب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلة الثوب** اسواسطے کہ باقی گیہون پاک ہوجاتے ہین
اور اسیطرح وہ گیہون بھی پاک ہوجاتے ہین جو صرف ہوگئے بسبب احتمال واقع ہونے ناپاک کے ہر طرف مین یعنی ہوسکتا ہے کہ جسقدر گیہون بعد تصرف کے باقی
رہے ناپاک گیہون انہین مین ہون تو اس صورت مین بعد اوسکے پاک ٹہر ینگے اور یہہ بھی ممکن ہے کہ ناپاک گیہون اونہین جاتے رہے ہون جو تصرف ہوگئے ہین تو اس
صورت مین باقی پاک ٹہرینگے جیسے کپڑے کا مسئلہ کہ ایک طرف کے دہونے سے سب پاک ٹہرا نجاست دہو جانیکے احتمال سے **وکذا یطهر محل نجاسة**
امّا عینیها فلا تقبل الطهارة مرئیة بعد جفاف کدم بقلعها ای بزوال عینها واثرها ولو بمرة او بما فوق الثلث فی الاصح اور اسیطرح
خشکی کے بعد نمودار نجاست چنانچہ خون پاک ہوجاتی ہے اوسکو اکہاڑنے اور بالکل دور کرڈالنے سے یعنی عین نجاست اور اوسکی اثر کے زائل ہونیسے
سے اگرچہ زوال ایکبار کے ازالہ سے ہوا ہو یا تین بار سے زیادہ یہہ قول مین مصنف نے طہارت کے محل کو اسواسطے ذکر کیا کہ عین نجاست تو طہارت کو
قبول نہین کرتی ہے **م** غایة البیان مین کہا نمودار نجاست سے مراد وہ نجاست ہے جو خشک ہوجانیکے بعد نظر آوے چنانچہ خون اور گوہ اور جو خشکی کے
بعد نظر نہ آوے وہ نمودار نہین اصح یہی ہے کہ ایکبار کے دہونے سے بھی بشرط ازالہ کلی طہارت حاصل ہوتی ہے خواہ گرم پانی سے ہو خواہ آب
کثیر لیستہ سے خواہ آب ریختہ سے خواہ تغار مین تین بار سے زیادہ دہونا اوسوقت ہے جبکہ اقل کافی نہوا اور غیر صحیح یہہ قول ہے کہ بعد زوال عین دوبار
دہونا واجب ہے یا تین بار یا ایکبار اسیطرح کذا فی الطحطاوی **ولم یقل بغسلها لیعم نحو دلك وفرك** اور مصنف نے قلع نجاست کہا نہ اوسکی دہونے
کو تاکہ رگڑنے اور ملنے وغیرہ کو بھی شامل رہے یعنی تطہیر فقط دہونے پر منحصر نہین بلکہ رگڑنے سے چنانچہ موزے مین اور ملنے سے چنانچہ منی مین بھی طہارت
حاصل ہوتی ہے **ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالته الی ماء حار او صابون ونحوه** اور طہارت مین ضرر نہین کرتا
باقی رہنا نجاست کے اثر لازم کا یعنی جسکا زوال دشوار ہے اثر نجاست چنانچہ رنگ اور بو تو مسلمان مکلف نہین اثر لازم کے دور کرنے مین گرم
پانی یا صابون اور اسکی مانند اور چیز کیطرف **م** مانند اسکی وہ برتن ہے جسمین شراب تھی خواہ برتن نیا ہو یا پرانا تو بو کا باقی رہنا مضر طہارت نہین
یعنی دہونیکے بعد کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح **بل یطهر ما صبغ او خضب بنجس بغسله ثلثا** بلکہ پاک ہوجاتا ہے وہ جو رنگا گیا یا خضاب کیا لیا
ناپاک چیز چنانچہ مہندی اور کسم ناپاک سے اوسکو تین بار دہو ڈالنے سے **م** نجس سے مراد یہان متنجس ہے نجس العین بدلیل مسئلہ چربی مردار تو اگر رنگ
یا خضاب کیا گیا نجس العین سے چنانچہ خون سے تو اوسکی عین اور مزہ اور بو کا ازالہ واجب ہے رنگ کا باقی رہنا مضر نہین **والاولی غسله الی ان یصفو**
الماء اور بہتر ہے اوسکا دہونا یہان تک کہ دہوبکا پانی صاف بیرنگ نکلے **ولا یضر اثر دهن الا دهن ودك میتة لانه عین النجاسة حتی**
لا یدبغ به جلد بلکہ **یستصبح به فی غیر مسجد** اور ضرر نہین کرتا طاہر ہونے مین ناپاک تیل کی چکنائی کا رہنا مگر مردار جانور کی چربی کی چکنائی مضر

طہارت ہی کیونکہ عین نجاست ہی یہانتک کہ اُس سے چمڑے کو دباغت نکیجے بلکہ مسجد کے سوا اور جگہہ اوسکا چراغ مین جلانا چاہیے وَیَطْهُرُ مَحَلُّ غَیْرِهَا ای غیر مرئیۃ بِغَلَبَۃِ ظَنِّ غَاسِلٍ لَوْ مُکَلَّفًا وَاِلَّا فَمُسْتَعْمِلٍ طَهَارَةَ مَحَلِّهَا بِلَا عَدَدٍ بِهِ یُفْتٰی اور جو نجاست نظر نہین آتی اوسکا محل پاک ہوتا ہے دہونے والیکے گمان غالب سے اوسکے محل کے پاک ہو جانیکو بلا تعیین عدد اوسیکا فتوی ہے یعنی جبکہ غاسل کو طہارت محل کا ظن غالب حاصل ہوا تو محل نجاست پاک ہوگی بشرطیکہ دہونے والا مکلف یعنی عاقل بالغ مسلم ہو اور جو وہ مکلف نہین یعنی صغیر یا مجنون ہو تو اوسکے استعمال کرنیوالیکا ظن غالب کا اعتبار ہی م دہونے کیحالت مین جبکہ طہارت محل کا گمان غالب حاصل ہوا اگرچہ ایک ہی بار دہونیسے یہہ بات حاصل ہو تو کفایت کرتا ہی چنانچہ کرخی نے اسکی تصریح کی ہے اور اسبیجابی نے اسکو اختیار کیا ہی کذا فی الطحطاوی وَقُدِّرَ بِتَثْلِیْثٍ لِمُوَسْوِسٍ بِغَسْلٍ وَعَصْرٍ ثَلَاثًا اَوْ سَبْعًا فِیْمَا یَنْعَصِرُ مُبَالِغًا بِحَیْثُ لَا یَقْطُرُ اور یہہ دہونا وسواس والیکے حق مین اندازہ کیا گیا ہے ساتھہ دہونے اور نچوڑنے کے تین بار یا سات بار اُس چیز مین جو نچڑ سکتی ہی بحالت مبالغہ اسطرحپر کہ پہر نچوڑنے سے بوند نہ ٹپکے م ازبسکہ موسوس کو ظن غالب کثرت اوہام سے حاصل نہین ہوتا لہذا اوسکے حق مین یہہ اندازہ شرع مین معتبر ہوا فقہاء عراق کا قول ظن غالب کا اعتبار تھا اور فقہاء بخارا کا تین بار دہونیکا صاحب سراج نے دونون قولون مین توفیق دی کہ اگر شخص وسواسی نہین تو ظن غالب معتبر ہے اور اگر وسواسی ہے تو تین بار کا دہونا کافی ہے سات بار کا دہونا واجب نہین مستحب ہی تا خلاف شافعی کا نہو اور اشتراط تسبیع علمائے اعلام نہین کہ بعضے برتنون مین نہین ہوتا بحر الرائق مین حاوی قدسی سے منقول ہے کہ برتن تین طرح کے ہین مٹی کے اور لکڑی کے اور لوہے وغیرہ کے اور انکی تطہیر چار طرحپر ہے جلانا اور چھیلنا اور پونچھنا اور دہونا تو اگر برتن مٹی یا پتھر کا ہی اور نجاست اوسکے اجزا مین گھس گئی تو جلایا جاوی اور اگر پرانا ہو تو دہویا جاوی اور اگر نئی لکڑی کا برتن ہے تو چھیل ڈالا جاوی اور اگر پرانی کا ہے تو دہویا جاوی اور اگر لوہے یا پیتل یا رانگ یا کانچ کا ہو اور چکنا صیقلدار ہے تو پونچھہ ڈالا جاوی اور اگر چکنا نہین کھُردرا ہے تو دہویا جاوی اور ذخیرہ مین ہی کہ اگر یہہ زمین نجاست لگی تو تین بار پے درپے دہویا جاوی اسلیکہ نچوڑنا متعذر ہے تو پے درپے دہونا قائم مقام نچوڑنے کے ہی کذا فی الطحطاوی وَلَوْ کَانَ لَوْ عُصِرَ بِقُوَّةٍ قَطَرَ طَهُرَ بِالنِّسْبَةِ اِلَیْهِ دُوْنَ ذٰلِکَ الْغَیْرِ اگر یہہ حال ہو کہ اگر دہونیوالیکے سوا غیر شخص اوسکو نچوڑے تو وہ ٹپکے تو وہ پاک ہوگیا دہونیوالیکے حق مین غیر شخص کی نسبت م وجہ اسکی یہہ ہی کہ ہر شخص مخاطب ہے بقدر اپنی طاقت کے تو دوسرے کی قدرت سے یہہ شخص قادر نہوگا وَلَوْ لَمْ یُبَالِغْ لِرِقَّتِهِ هَلْ یَطْهُرُ الْاَظْهَرُ نَعَمْ لِلضَّرُوْرَةِ اور اگر نچوڑنے مین مبالغہ نکیا کپڑے کے باریک ہونے کیوجہ سے تو پاک ہوگا یا نہین ظاہر تر جواب یہہ ہی کہ ہان پاک ہوگا ضرورت کے سبب سے م فتاوی قاضی خان مین عدم طہارت کو پسند کیا ہے وَقُدِّرَ بِتَثْلِیْثِ جَفَافٍ اَیْ اِنْقِطَاعِ تَقَاطُرٍ فِیْ غَیْرِهِ اَیْ غَیْرِ مُنْعَصِرٍ مِمَّا یَتَشَرَّبُ النَّجَاسَةَ وَاِلَّا فَبِقَلْعِهَا کَمَا مَرَّ اور ٹھہرایا گیا ہے دہونے مین تین بار کا خشک ہو جانا یعنی تقاطر کا بند ہونا اوسکے غیر مین یعنی جو چیز نچڑ نہین سکتی اُس قسم سے کہ نجاست کو سوکتی ہے اور اگر سوکتی نہین تو ازالہ نجاست سے پاک ہو جاتی ہی یعنی اسمین خشک کرنا شرط نہین کذا فی الطحطاوی هٰذَا کُلُّهُ اِذَا غُسِلَ فِیْ اِجَّانَةٍ اَمَّا لَوْ غُسِلَ فِیْ غَدِیْرٍ اَوْ صُبَّ عَلَیْهِ مَاءٌ کَثِیْرٌ اَوْ جَرٰی عَلَیْهِ الْمَاءُ طَهُرَ مُطْلَقًا بِلَا اشْتِرَاطِ عَصْرٍ وَتَجْفِیْفٍ وَتَکْرَارِ غَمْسٍ هُوَ الْمُخْتَارُ اور یہہ سب یعنی تین بار دہونا اور نچوڑنا نچڑنے والی چیز مین اور دہونا تین بار خشکی کے ساتھہ اوسکے غیر مین اُسوقت ہی جبکہ دہویا جاوی طاش اور لگن مین لیکن اگر جھیل یا نالا مین دہویا جاوی یا اوسپر پانی بہت سا ڈالا جاوی یا اوسپر پانی جاری ہو تو وہ پاک ہو جاتا ہی مطلقا بلا شرط نچوڑنے اور سکھانے اور چند بار غوطہ دینے کے یہی قول مختار اور پسندیدہ ہی م فرش ناپاک پر جب پانی جاری ہوا اسقدر کہ زوال نجاست کا گمان آیا تو وہ پاک ہوگیا کیونکہ پانی کا جاری کرنا قائم مقام نچوڑنے کے ہی کذا فی الطحطاوی عن المحیط وَیَطْهُرُ لَبَنٌ وَعَسَلٌ وَدِبْسٌ وَدُهْنٌ یُغْلٰی ثَلَاثًا اور پاک ہوتا ہی دودہ اور شہد اور شیرۂ خرما اور تیل تین بار کے جوش دینے سے م ان چیزون کے پاک کرنیکا یہہ طریقہ ہی کہ مثلا شہد کا ہمحصہ پانی اوسمین ڈالکر جوش دے کہ پانی جلجاوی اسیطرح تین بار کرے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقہستانی وَلَحْمٌ طُبِخَ بِخَمْرٍ یُغْلٰی وَتَبْرِیْدٍ ثَلَاثًا اور جو گوشت کہ پکایا گیا شراب مین وہ پاک ہوتا ہی تین بار جوش دینے اور سرد کرنے سے مراد خشک کرنا ہی یہہ قول ہی ابو یوسف کا اور امام کا قول مفتی بہ عدم طہارت ہی دائما کذا فی الطحطاوی

من الدم و تنتزاد حاجة ملقاة حالة غلي للنتف قبل شقها فتح اور اسیطرح پاک ہوتی ہی تین بار دہونے اور خشک کرنے سی وہ مرغی جو پانی کی جوش مین ڈالی ہو اور کہانے کیواسطے پیٹ پہاڑنے سی پہلے کذا فی الفتح م یہہ مرغی امام کے قول پر کبہی پاک نہوگی ابو یوسف کے نزدیک پاک ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہے تو بہتر یہہ ہے کہ پہلے گرم پانی مین ڈالنے سے اوسکی پیٹ کی آلائش نکالڈالی اور محل ذبح مین جو خون کہ جاہو دہو ڈالی کذا فی الطحطاوی وفی التجنيس حنطة طبخت في خمر لا تطهر ابدا به يفتى اور تجنیس مین ہی کہ جو گیہون کہ پکایا گیا شراب مین وہ کبہی پاک نہین ہوتا اسیکا فتوی ہے م یہہ امام کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک تین بار جوش دینے اور خشک کرنے سی پاک ہوتا ہی ولو انتفخت من بول نقعت و جففت ثلثا اور جو گیہون پیشاب مین پہولا وہ پانی مین تین بار ترکیا جای اور سکہایا جای ولو عجن خبز بخمر صب فيه خل حتى يذهب اثرها فيطهر اور جو گوندا گیا آٹا شراب مین اور روٹی پکی تو اوسمین سرکہ ڈالا جای یہانتک کہ شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہوجاوی م یہہ روٹی دہونے سی پاک نہین ہوتی بدون سرکہ کے اسطرح کہ ٹکری ٹکری کرکے اوسمین ڈالی جای **فروع** چہری بجہائی گئی ناپاک پانی مین وہ تین بار پاک چیز مین بجہائی جاسے گوشت کے شوربے مین نجاست گری جوش کیحالت مین وہ تین بار اوبالا جای تو پاک ہو اور اگر جوش کیحالت مین نہین گری تو تین بار گوشت دہویا جای کذا فی الطحطاوی

فصل

یہہ فصل ہے استنجا کے احکام مین م ایک نسخہ مین فصل ہی تنوین کے ساتھہ اور دوسری نسخہ مین فصل فی الاستنجاء ہے الاستنجاء ازالة نجس عن سبيل فلا يسن من ريح وحصاة ونوم وفصد استنجا دور کرنا ہی نجاست کا نجاست کی راہ سی یعنی قبل اور دبر سے تو استنجا کرنا مسنون نہین ریح اور پتہر اور نیند کا اور فصد کے خون سی م اسواسطے کہ ریح اور پتہری اور نیند نجاست نہین اور خون فصد کا قبل اور دبر سی نہین جو اسکا ازالہ مسنون ہو وهو سنة مؤكدة مطلقا اور استنجا سنت موکدہ ہی ہر حالمین یعنی خواہ نجاست حسب عادت ہو یا نہو تر ہو یا خشک خواہ استنجا پانی سے ہو یا ڈہیلون سی خواہ بیوضو کرہی یا جنب یا حائض ونفاس وما قيل من افتراضه لنحو حيض ونفاس وجنابة اور وہ جو کسی نے استنجا کا فرض ہونا کہا ہی مانند حیض اور نفاس کے سو ٹہہرانے مین سو قول تحقیقی نہین م حیض کی مانند چنانچہ جنابت اور نفاس وان جاوز ... ولو جاوز المخرج نجس خارج من احد السبيلين وكذا لو اصابه من خارج وان قام من موضعه على ما اختاره ... ای اور ارکان استنجا کی چار ہین ایک تو شخص استنجا کرنیوالا دوسرے وہ چیز جس سے استنجا کیا جاتا ہی چنانچہ پانی اور پتہر تیسری نجاست نکلنے والی بول یا براز کی راہ سی اور اسیطرح مسنون ہی استنجا اگر احد السبیلین کو باہر سی نجاست لگجای اگر وہ شخص قضاء حاجت کے مکان سی اٹھہ کہڑا ہو قول معتمد پر جو تہا کہ یہی نجاست نکلنے کا مقام ذہر یا قبل بحجر ونحوه من طاهر قالعة لا قيمة لها كمدر منقى استنجا سنت ہی پتہر ایسی چیز اوس قسم سی کہ وہ چیز پاک نجاست کی دور کرنیوالی ہی جسکی کچہہ قیمت نہین چنانچہ صاف کرنیوالا ڈہیلا م ڈہیلے کی مانند خاک اور لکڑی اور کپڑا اور روئی اور پرانی کہال ہی اور دیوار اور زمین سی رگڑنا لیکن خانہ غیر مملوک سی بدون کرایہ استنجا جائز نہین بہتر طریقہ استنجا کا یہہ ہی کہ بدنکو نہایت ڈہیلا کرکے بیٹہے مگر جبکہ روزہ دار ہو اور استنجا پانی سے کرتا ہو اور مناسب ہے کہ بعد استنجا اوٹہنی سی پہلے کپڑی سی موضع استنجا کو پونچہہ ڈالے اور کپڑونکو آب مستعمل سی بچا دی اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونون ہاتہونکو دہووے کذا فی الطحطاوی لانه هو المقصود فيختار الابلغ والاسلم عن التلويث اسواسطے کہ یہی پاک صاف کرنا استنجا کرنے سی مقصود ہی تو استنجا کرنیکو وہ چیز اختیار کری جو بہت پاک صاف کرنیوالی اور نہایت سلامت رکہنے والی ہو آلودہ کرنے سی ولا تقيد باقبال وادبار شتاء وصيفا اور استنجا مقید نہین اقبال اور ادبار کے ساتھہ جاڑے اور گرمی مین م اقبال یہہ کہ پیچہی کیطرف سی آگے ڈہیلا لاوی اور ادبار یہہ ہے کہ آگے سی پیچہی لیجای یعنی استنجا سی مقصود ازالہ نجاست ہی یہہ مسنون نہین کہ مرد جاڑے مین پہلا ڈہیلا پیچہے سے آگے لاوی اور دوسرا آگے سی پیچہے اور تیسرا اول کی مانند اور گرمی مین اسکا بالعکس کری اور عورت ہر موسم مین اول اقبال کرے یہہ اقبال اور ادبار کا قول قاضی خان کا ہی اور زیلعی اور شمنی نے اسکو اختیار کیا ہی وليس العدد ثلثا بمسنون فيه بل مستحب اور تین ڈہیلون کا شمار استنجا مین مسنون نہین بلکہ مستحب ہی م استنجا کرنے سی مقصود پاک صاف کرنا ہی خواہ ایک ڈہیلے سے ہو یا تین یا پانچ یا زیادہ سی اور تین ڈہیلون کا ذکر جو بعض احادیث مین ہی بنابر غالب عادت کے ہے یعنی غالبا اسیقدر سی پاکی حاصل ہوتی ہی

ويغسل بالماء الى ان يقع فى قلبه انه طهر ما لم يكن موسوسا فيقدر بثلث كما مر اور پانی سے دہونا یہانتک کہ استنجا کرنیوالیکے دل مین یہہ گمان حاصل ہو کہ موضع استنجا کا پاک صاف ہوگیا یہہ اوسکے حق مین ہے جو شخص وسواسی نہین تو وسواسی کے حق مین تین بار کا دہونا ٹھہرایا جاوے جیسا کہ نجاست غیر مرئیہ مین گذرا بعده اى الحجر بلا كشف عورة عند احد پانی سے دہونا ڈہیلون کے بعد بدون شرمگاہ کہولنے کے کسیکے روبرو یعنی اوس شخص کے روبرو جس سے جماع مستنجی کو حرام ہے م عمدہ مرتبہ یہہ ہے کہ ڈہیلون کے بعد پانی سے دہونا پہر اسکے بعد فقط پانی پر اقتصار پہر اسکے بعد فقط ڈہیلون پر کفایت کرنا کذا فی الطحطاوی اما معه فيتركه كما مر اور کشف عورت کے ساتھہ تو دہونیکو ترک کرے چنانچہ غسل کی سنتون سے پہلے مذکور ہوچکا فلو كشف له صار فاسقا تو اگر دہونے کیواسطے اوسنے بدن کہولا تو گنہگار ہوجاویگا م بحر الرائق مین ہے کہ ایسی صورت مین ڈہیلون پر کفایت کرے پانی سے استنجا نکرے نہین تو گنہگار ہوگا اور عوام نمازی اکثر ایسا کرتے ہین لا لو كشف لاغتسال او تغوط كما بحثه ابن الشحنة گنہگار نہوگا اگر غسل واجب یا تغوط کیواسطے شرمگاہ کہولی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو بحث کی راہ سے روایت کی راہ سے بیان کیا ہے وهو سنة مطلقا به يفتى سراج ڈہیلون کے بعد پانی سے دہونا سنت ہے ہر زمانے مین اسیکا فتوی ہے کذا فی السراج م یعنی ہمارے زمانے اور صحابہ کرام کے زمانے مین یکسان سنت ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہمارے زمانے مین سنت ہے صحابہ کرام کیوقت مین مستحب تھا

ويجب اى يفرض غسله ان جاوز المخرج نجس مانع اور واجب یعنی فرض ہے محل استنجا کا دہونا اگر مخرج سے تجاوز کر گئی ہو وہ نجاست جو نماز کی مانع ہے یعنی اگر قدر درم سے زائد ہے مخرج عام ہے قبل ہو یا دبر ويعتبر القدر المانع لصلوة فيما وراء موضع الاستنجاء لان ما على المخرج ساقط شرعا وان كثر ولهذا لا تكره الصلوة معه اور مانع نماز کی مقدار نجاست ماورای موضع استنجا مین معتبر ہے اسواسطے کہ جو نجاست کہ مخرج پر ہے وہ شرعا ساقط الاعتبار ہے اگرچہ بکثرت ہو یعنی درم سے زیادہ ہو لہذا اوس نجاست کے ساتھہ نماز پڑہنا مکروہ نہین م قدر درم سے زیادہ نجاست کا ہونا مخرج پر اسواسطے ممکن ہے کہ ایک شخص کی مقعد بڑی ہو اور عدم کراہت سے مراد کراہت تحریمی سے نہین تو ترک استنجا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ استنجا سنت ہے کذا فی الطحطاوی وكره تحريما بعظم وطعام وروث يابس كعذرة يابسة وحجر استنجي به الا بحرف آخر اور مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا ہڈی اور کہانے کی چیز اور خشک لید سے جیسے مکروہ ہے سوکھی آدمی کی گوہ سے اور اوس ڈہیلے سے جس سے ایکبار استنجا کیا گیا مگر اوسکی دوسری نوک سے کہ آلودہ نجاست سے نہین استنجا کرنا مکروہ نہین وآجر وخزف وزجاج وشيء محترم كخرقة ديباج ويمين ولا عذر بيسراه اور مکروہ تحریمی ہے پکی اینٹ اور ٹہیکری اور کانچ اور حرمت والی چیز جیسے ریشمی کپڑے سے اور داہنے ہاتھہ سے اسحالت مین کہ اوسکی بائین ہاتھہ مین کچھہ عذر نہین م اینٹ وغیرہ سے استنجا کرنے مین جراحت موضع کا ضرر ہے اور محترم چیز سے اوسکی تضییع ہوتی ہے اور داہنے ہاتھہ سے استنجا اور مس ذکر حدیث مین منع ہے تو چاہیئے کہ پیشاب کے بعد ذکر کو بائین ہاتھہ سے پکڑے اور دیوار یا زمین سے رگڑے اور اگر نہوسکے تو داہنے ہاتھہ مین ڈہیلا لے اور اوسکو حرکت ندے بلکہ ذکر کو اوسپر رگڑے بائین ہاتھہ سے کذا فی البحر فلو مشلولة ولم يجد ماء جاريا ولا صابا ترك الماء پہر اگر بایان ہاتھہ لنجا ہو اور وہ شخص جاری پانی نپاوے اور نہ اوس شخص کو جو اوسپر پانی ڈالے تو پانی سے استنجا کرنا ترک کرے م اور اگر جاری پانی ہو یا پانی کا ڈالنے والا جس سے شرعا پردہ نہین تو داہنے ہاتھہ سے استنجا کرلے ولو شلتا سقط اصلا كمريض ومريضة لم يجدا من يحل جماعه اور اگر دونون ہاتھہ لنجے ہون تو استنجا بالکل ساقط ہوگیا یعنی ڈہیلون سے بھی اور پانی سے بھی اوس بیمار مرد اور عورت کی مانند جنہون نے اوس شخص کو نپایا جسکا جماع کرنا حلال ہے کہ انسے بھی استنجا مطلقا ساقط ہے یعنی اگر بیمار مرد کو زوجہ یا حلال لونڈی اور بیمار عورت کو زوج میسر ہو تو انسے استنجا کرالے وفحم وعلف حيوان وحق غير وكل ما ينتفع به اور مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا کوئلے سے اور جانور کے چارے سے اور غیر شخص کے حق سے چنانچہ غیر کی دیوار بدون کرایہ اور جو چیز قابل انتفاع ہو

اوس سے چنانچہ کاغذ اور پتا اور نرکل اور بانس اور روئی اور کپڑا ان سب سے استنجا مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو فعل اجزأه مع الكراهة

لحصول الانقاء ۔ پھر اگر ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کیا تو کفایت کرتا ہے کراہت تحریمی کے ساتھ بسبب جانے سنت ہونے مقابلی کے ہم قہستانی میں نظم سے منقول ہے یون
کرنا چاہیے کہ تین ڈھیلوں سے استنجا کرے پھر اگر زیادہ کی توقیت ... پھر اگر اسکو بھی زیادہ کی تو طاق ... ان تین چیزوں کے سوا استنجا کرے کہ
بموجب حدیث کے سورت مغیرہ ... اور کیفیت استنجا کرنے کی یون ہے کہ انگشت وسطی کو تھوڑا سا اونچا کرے اور اسکا موضع دھووے پھر خنصر کو اونچا
کرے اور دھووے پھر خنصر کو پھر سبابہ کو اونچا کرکے دھووے یہانتک کہ اطمینان حاصل ہو اصح قول میں اور بعضوں نے کہا یہانتک دھووے کہ وہ جگہ
چکنا ہی دور ہو کر کھرکھرا ہو جاوے اور عورت اولی بہتر اور وسطی کو اونچا کرکے دھووے پھر صرف کیطرح دھووے اور موسم سرما میں زیادہ تر مبالغہ کرے اگر
ٹھنڈا پانی ہو اور اگر گرم پانی ہو تو موسم گرما کی مانند مبالغہ کی حاجت نہیں لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہے آب گرم سے کذا فی الطحطاوی وفیہ لا
نظر لما مر انہ سنۃ لا بد فینبغی ان لا یکون مفعولا الا بعد ... مصنف کے اس قول میں کہ ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرنا کافی ہے خلل ہے اسواسطے کہ
مذکور ہو چکا کہ استنجا سنت ہے پس اگر ... تو لائق یہہ ہے کہ ... قائم کرنے والا سنت کا ممنوع چیز سے ہم صاحب نہر الفائق نے اسکا یون جواب دیا کہ
مسنون تو ازالہ ہے نجاست کا اور ... مقصود بالذات نہیں بلکہ اس جہت سے کہ وہ مزیل ہے غایۃ الامر یہہ ہے کہ اس شئی مخصوص سے ازالہ ممنوع
ہے اس ... ازالہ نہیں ہوتی چنانچہ مغصوب مکان میں سنت ... سنت ادا ہو گی لیکن ارتکاب منہی عنہ لازم آویگا کما کرہ تحریما استقبال قبلۃ
واستدبارہا لاجل بول او غائط جیسے کہ مکروہ تحریمی ہے قبلہ کا سامنا اور اسکو پیٹھ دینا پیشاب کرنے یا پاگخانہ کیواسطے ہم قبلہ کسی جہت میں ہو
اسکا استقبال اور استدبار منع ہے اور یہہ جو حدیث میں وارد ہے کہ مشرق مغرب کیطرف بول و براز کیواسطے بیٹھا کرو تو انکے حق میں ہے جنکا قبلہ مشرق اور
مغرب کیطرف نہیں چنانچہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کیطرف ہے ۔ وکذا استنجاء لم یکرہ پھر اگر استنجا کرنے کیوقت استقبال یا استدبار قبلہ ہو تو مکروہ نہیں
یعنی مکروہ تحریمی نہیں یعنی کراہت تنزیہی ثابت ... کذا فی الطحطاوی ولو فی بنیان لاطلاق النہی اور استقبال و استدبار قبلہ مکروہ ہے اگرچہ عمارت
کے اندر ہو جیسے میدان میں مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے نہی کے ... حدیث شریف میں عمارت اور میدان کی قید نہیں تو ہر مقام میں کراہت ثابت ہے فلو جلس
مستقبلا لہا غافلا ثم ذکرہ انحرف ندبا لحدیث الطبری من جلس یبول قبالۃ القبلۃ فذکرہا فانحرف عنہا اجلالا لہا لم یقم من
مجلسہ حتی یغفر لہ ۔ اگر قبلہ کے سامنے بیٹھا غفلت ... اسکو یاد آیا تو پھر جاوے اسکی طرف سے استحباب کی راہ سے بدلیل حدیث طبرانی کہ جو بیٹھا پیشاب کرنے کو
قبلہ کے سامنے پھر اسکو یاد ... تو پھر گیا اسکی طرف سے قبلہ کی تعظیم ... نہ ہو گا اپنی نشست گاہ سے یہانتک کہ بخشا جاویگا ان امکنہ
والا فلا باس بہ اگر ممکن ہو قبلہ کیطرف سے پھرنا اور اگر ممکن نہو تو کچھ ڈر نہیں عدم انحراف ... وکذا یکرہ ہذہ التحریمیۃ والتنزیہیۃ للمرءۃ امساک
صغیر لبول او غائط نحو القبلۃ ... عورت کو مکروہ ہے ... سامنے صغیر کا پیشاب پاگخانہ کیواسطے قبلہ کیطرف شارح نے کہا کہ یہہ کراہت کے اقسام
شامل ہیں کراہت تحریمی اور تنزیہی ... قبلہ کیطرف مکروہ ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ کراہت
تنزیہی ہے واستقبال شمس وقمر لہما لاجل بول او غائط اور مکروہ ہے سامنا سورج اور چاند کا پیشاب پاگخانہ کیواسطے وبول و غائط فی
ماء ولو جاریا فی الاصح وفی البحر انہا فی الراکد تحریمیۃ وفی الجاری تنزیہیۃ اور مکروہ ہے بول اور براز پانی میں اگرچہ جاری پانی ہو صحیح تر قول
میں اور بحر الرائق میں ہے کہ آب بستہ میں کراہت تحریمی ہے اور آب رواں میں کراہت تنزیہی ہے ہم طحطاوی نے کہا اگر عذر سے مکروہ نہیں چنانچہ کشتی اور
جہاز سے اترنا ممکن نہو وعلی طرف نہر او بئر او حوض او عین او تحت شجرۃ مثمرۃ او فی زرع او فی ظل ینتفع بالجلوس فیہ اور مکروہ
ہے بول اور براز نہر یا کنوئیں یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھلے درخت کے نیچے یا کھیت میں یا اوس سایہ میں جس سے لوگ فائدہ پاتے ہیں اور اس میں
بیٹھے کرم یہہ سب کراہت تحریمی ہے کیونکہ اسکی نہی احادیث میں وارد ہے کذا فی الطحطاوی انتفاع جلوس کی قید سے معلوم ہوا کہ جو سایہ آبادی سے
دور ہو اسکے نیچے بول اور براز مکروہ نہیں وبجنب مسجد ومصلی عید وفی مقابر وبین دواب وفی طریق الناس اور مکروہ ہے مسجد اور
عیدگاہ کے آس پاس اور قبرستان میں اور چوپایوں کے درمیان اور لوگوں کی راہ میں ہم قبرستان میں وجہ کراہت یہہ ہے کہ میت کو تکلیف ہوتی

سے جس سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اور ظاہر ایسا ہے کہ کراہت تحریمی ہو اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جو قبرستان میں نیا جدید راہ حادث ہوئی ہو اوسمیں چلنا
حرام ہے تو بول و براز بطریق اولے ممنوع ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی مهب ريح وجحر فارة او حية او نملة وثقب اور ہوا چلنے کے مقابل اور چوہے
یا سانپ یا چیونٹی کے بل میں اور ہر سوراخ میں مراد الثقب وفي موضع يعبر عليه احد او يقعد عليه وبجنب طريق [illegible]
اسفل الارض لاعلاها یعنی میں اتنا زیادہ کہا ہے اور مکروہ ہے اس مکان میں جہاں کوئی گذرتا ہو یا وہاں بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ
کی برابر اور پست زمین پر بیٹھ کر بلند زمین کیطرف پیشاب کرنا مکروہ ہے یعنی عود نجاست کیوجہ سے والتكلم عليهما اور مکروہ ہے بول براز کرتے
ہم اسواسطے کہ حق تعالی اسپر ناخوش ہوتا ہے اور بول براز کرتے خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد نہ کہے اور چھینکنے والیکو دعا نکرے اور سلام کا
جواب ندے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور بول براز کو نہ دیکھے اور نہ وہاں تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھکارے اور [illegible]
نہ دیکھے اور اپنے بدن سے عبث فعل نکرے اور آسمان کیطرف سر نہ اوٹھاوے اور وہاں بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہے اور درد جگر حادث ہوتا ہے چنانچہ
لقمان علیہ السلام سے مروی ہے اور مستحب ہے کہ نمازی کپڑوں کو وہاں نلیجاوے اگر مقدور ہو نہیں تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگنے سے اور [illegible] مستعمل
سے اور سر برہنہ نجاوے اور وہاں داخل ہوتے کہے اللهم انى اعوذ بك من الخبث والخبائث واعوذ بك من الرجس النجس الخبيث المخبث الشيطان الرجيم
اور مکروہ ہے وہاں وہ انگوٹھی لیجانا جسپر خدا کا نام یا قران لکھا ہو اور وہاں داخل ہوتے بایاں پانوں اول بڑہاوے اور کھڑے ہوکر شرمگاہ کو نہ کھولے
اور دونوں پانو کو کشادہ کرکے بیٹھے اور بائیں پانوں پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے الحمد لله الذي اذهب عني الاذى وعافاني كذا فی
الطحطاوی وان يبول قائما او مضطجعا او متجردا من ثوبه بلا عذر اور مکروہ ہے پیشاب کرنا کھڑے ہوکر یا لیٹکر یا کپڑوں سے برہنہ ہوکر بدون
عذر کے ہم بلا عذر کے قید سب سے متعلق ہے اسواسطے کہ عذر سے کھڑے ہو وغیرہ پیشاب کرنا جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible]
پیشاب کیا بیٹھ کر درد کیوجہ سے کذا فی البحر او يبول في موضع يتوضأ هو او يغتسل فيه [illegible]
منه یا مکروہ ہے پیشاب کرنا اس مکان میں جہاں وہ شخص وضو کرتا ہو یا اسمیں غسل کرتا ہو اس حدیث کی دلیل سے کہ [illegible]
تم لوگ نہیں [illegible] اپنے غسل خانہ میں اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہے فصل ٦٥ مسائل [illegible] الاستبراء [illegible]
على سفه الا ثبت واجب یعنی فرض ہے استبرا یعنی پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی و صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چلکر یا کھنکار کر یا بائیں جانب پر لیٹکر
ہم حدیث میں وارد ہے کہ خوب پاکیزگی حاصل کرو پیشاب سے کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہے ہم استبرا عبارت ہے ازالہ [illegible]
تا اینکہ منقطع ہوجاوے کذا فی الطحطاوی ويختلف بطباع الناس اور [illegible] مختلف ہوتا ہے لوگوں کے اختلاف طبائع سے [illegible] پاکیزگی حاصل
ہوتی ہے کسیکو [illegible] چلنے سے کسیکو کھنکارنے [illegible]
ہے یعنی جب دھونیکا محل پاک ہوا تھا بھی اوسکے ساتھ پاک ہوگیا [illegible]
ويشترط ازالة الرائحة عنها وعن اليد الا اذا عجز والناس عنها غافلون اور طہارت میں شرط ہے دور کرنا بو کا ہاتھ سے اور
مخرج نجاست سے مگر جبکہ عاجز ہوا آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہر چند [illegible] معاف ہے اور لوگ اس شرط سے
غافل اور بیخبر ہیں ہم ہاتھ سے بو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہے اور مخرج سے [illegible] غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی
استنجى المتوضئ ان على وجه السنة بان [illegible] انتقض والا لا اور وضو والے نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون [illegible] اس طرح کہ مخرج کو ڈھیلا کرکے
استنجا کیا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نکیا تو وضو نہ ٹوٹا تمام او مشى على نجاسة ان كان عينها نجس والا لا یعنی یا چلا
نجاست پر اگر نجاست کی ذات ظاہر ہوتی ہو پکڑے یا پانوں یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا ورنہ ناپاک نہوا ہم نور الایضاح میں لفظ عینہا کے
موضع میں اثر کا لفظ وارد ہے اور یہی بہتر ہے کہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولو وقعت في نهر فاصاب ثوبه ان ظهر اثرها [illegible]

ولا لا اور اگر نجاست گری نہر مین پہر آدمی کے کپڑے پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر یعنی رنگ یا بو ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین
لُفَّ ثوبٌ طاهرٌ في نجسٍ مُبتلٍّ بماءٍ إن بحيث لو عُصِرَ قطرَ تنجَّس وإلا لا پاک کپڑا لپیٹا گیا اس ناپاک کپڑے مین جو تر ہوگیا ہے پانی سے اگر پاک کپڑا ایسا تر
ہے کہ جو اسکو نچوڑئے تو ٹپکے تو وہ ناپاک ہوگیا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین اگرچہ نم ہوگیا ہو ولو لُفَّ في مبتلٍّ ببولٍ إن ظهرت نداوته او
اثرُه تنجَّس وإلا لا اور اگر پاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے مین جو تر ہوگیا ہو پیشاب کی مانند نجس العین سی تو اگر اسکی تراوت یا اثر اسکا ظاہر
ہوا تو پاک کپڑا ناپاک ہوگیا اور اگر تراوت یا اثر ظاہر نہین تو ناپاک نہین فأرةٌ وُجِدَت في خمرٍ فرُمِيَت فخُلِّل إن منتفخةً تنجَّس وإلا لا چوہا شراب
مین سو پہینکا گیا پہر وہ شراب سرکہ بنگئی اگر چوہا پہٹا ہوا تھا تو سرکہ ناپاک ہے اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین هم تفسخ سی جز چوہی کے شراب مین ملے
تو شراب کے منقلب ہو جانے سی چوہی کے اجزا نجسہ منقلب بطہارت نہین ہوسکتے وقع خمرٌ في خلٍّ إن قطرةً لم يحل إلا بعد ساعةٍ وإن كوزًا حلَّ في الحال
شراب گری سرکہ مین اگر ایک قطرہ گرا تو سرکہ کہانا حلال نہین مگر ایکساعت کے بعد اور اگر شراب کوزہ بہر ہے تو وہ سرکہ فی الحال حلال ہے هم وجہ اسکی
یہ ہے کہ ایک قطرہ مین نہ مزہ ہے نہ بو جس سے انقلاب مین پر استدلال کیجئے تو کچہ توقف کرنا چاہیئے اور اگر کوزہ بہر شراب سرکہ مین گری اور اسکا مزہ
اور بو باقی نرہا تو صاف معلوم ہوگیا کہ وہ منقلب بسرکہ ہوگئی کذا فی الحلبی فأرةٌ وُجِدَت في قمقمةٍ ولم يُدرَ هل ماتت فيها أم في جرّةٍ أم في
بئرٍ يُحمَل على القمقمة مردہ چوہا پایا گیا لوٹے مین اور معلوم نہین کہ وہ لوٹے مین مرا یا گہڑے مین یا کنوئین مین تو اوسکا مرنا لوٹے مین محمول ہوگا یعنی
اسواسطے کہ حادث کی اضافت اوسکی اقرب اوقات کیطرف ہوتی ہے کذا فی الحلبی ثلثُ جِرارٍ من سمنٍ وعسلٍ ودبسٍ أُخِذَ من كلٍّ حصّةٌ وخُلِطَ
فوُجِدَ فيه فأرةٌ تضعها في الشمس فإن خرج منها الدهن فمن السمن وإلا فإن بقي بحال الجمد فالعسل وصلح الماء فالدبس تین مٹکین مین گہی اور شہد اور
شیرہ خرما ہے ایک سی حصہ لیا گیا اور باہم مخلوط کیا گیا سو اوسمین مردہ چوہا نکلا تو اوس مخلوط تو اس چوہے کو آفتاب مین رکہے پہر اگر اس چوہی سی چکنائی
نکلے تو گہی ناپاک ہے اور اگر چکنائی نہین نکلی تو اگر بحال آن بستہ جما ہوا باقی رہا تو شہد ناپاک ہے یا الٹہرا چپ چپا رہا تو شیرہ خرما ناپاک ہے یعنی اسلئے کہ دہوپ سے گہی پگہل جاتا ہے اور شہد منعقد رہتا ہے
اور شیرہ خرما نرم ہوجاتا ہے نعمل بخبر الحرمة في الذبيحة وبخبر الحل في ماءٍ وطعامٍ عمل کیا جاوے حرمت کی خبر پر ذبیحہ مین اور حلت کی خبر پر پانی اور کہانے مین
هم یعنی ذبیحہ اور پانی اور طعام کی حرمت اور حلت مین دو خبرین متعارض مسموع ہوئین یعنی ایک منقی کہتا ہے کہ یہہ حلال ہے دوسرا کہتا ہے کہ حرام ہے تو ذبیحہ
مین اوسکو حرام سمجہنا چاہیئے اسواسطے کہ ذبیحہ مین اصل حرمت ہے کیونکہ ذبح حیوان کی تعذیب ہے اور پانی اور طعام مین اصل حلت ہے تو دونون خبرون کو ساقط
الاعتبار کرکے اصل پر عمل کرنا چاہیئے يتحرّى في ثيابٍ أقلُّها طاهرٌ تحری کرے یعنی سوچے اور اٹکل دوڑاوے پاک کے دریافت کرنے مین ان کپڑون
مین جو آدہے سے کم پاک ہین اور اکثر ناپاک ہین هم جب سوچنی سے ایک کپڑا پاک ٹہرا تو اوسی مین نماز پڑہ لے کہ نقض تحری جائز نہین مگر قبلہ مین ہان اگر اوسمین
نجاست ظاہر ہو تو دوسرا کپڑا اسوقت اختیار کرے کذا فی الطحطاوی ولو أن أكثرها طاهرٌ لا فيها بل يُحكَم بالأغلب إلا لضرورةِ شربٍ اور برتنون
کرے پانی کے ان برتنون مین جنمین اکثر یعنی آدہے سے زیادہ پاک ہین نہ ان برتنون مین جو آدہے سے کم پاک ہین بلکہ غالب پر حکم کرنا چاہیئے یعنی سبکو ناپاک
جانئے مگر پینے کی ضرورت سے اقل مین بہی سوچ پر عمل کرے يحرم أكل لحمٍ أنتن لا نحو سمنٍ ولبنٍ حرام ہے کہانا اُس گوشت کا جو سڑ گیا نہ گہی اور
دودہ هم ایسی سڑی چیز کا هم طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ سڑا گہی ضرر نہین کرتا بخلاف سڑے گوشت کے سُئِلَ في بعرٍ او روثٍ صُلْبٍ يؤكل
بعد غسله في خلاءٍ جو نکلے سو کہی مینگنی یا لید مین تو دہونے کے بعد کہائے جاوین اور اگر گوبر مین نکلے تو نہ کہائے جاوین مرارة كل حيوانٍ كبوله
جِرّته كزبله پتا ہر جانور کا اوسکی پیشاب کی مانند ہے اور جگالی ہر جانور کی اوسکی سرگین کی مانند ہے یعنی جو بول ماکول اللحم کی طہارت کا قائل ہے وہ
اوسکی پتی کو بہی طاہر کہتا ہے حكم العصير حكم الماء پہل اور گہاس کے رس کا حکم پانی کی مانند ہے یعنی جیسے نجاست حقیقی پانی سے دور ہوتی ہے ویسی
ہی رس سے اور جیسا آب کثیر وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا ویسا ہی وہ بہی اگر دہ در دہ ہو تو ناپاک نہوگا رطوبة الفرج طاهرة خلافًا لهما
عورتکی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے امام کے نزدیک ناپاک ہے صاحبین کے نزدیک العبرة للطاهر من ترابٍ وماءٍ اختلطا به يُفتى اعتبار پاک کا ہے مٹی

یا پانی سے کہ باہم مخلوط ہو گئی اسپکا فتوی ہے یعنی پانی اور مٹی سی جو گارا بنا کرا نمین سی ایک بھی پاک ہو تو گارا پاک ہی م یہہ قول ضعیف ہی بحر الرائق مین ہی کہ
جب گارا بنا ناپاک پانی سی یا ناپاک مٹی سی تو صحیح قول یہہ ہی کہ گارا ناپاک ہی دونون مین کوئی ناپاک ہو یہی قول مختار ہی قاضی خان اور فقیہہ ابو اللیث کا اور
خلاصہ مین جو طہارت کی یہہ توجیہہ کی ہی کہ ترکیب سی وہ دوسری چیز بنگئی وہ ظاہر الفہم نہین اسواسطی کہ اس سی لازم آتا ہی کہ جن کھانون کا پانی یا گھی نجس ہو
وہ پاک ہون کیونکہ ترکیب سی اور شی ہو گئی و علی ہذا سب مرکبات جبکہ انکی بعض مفردات ناپاک ہون حالانکہ یہہ ظاہر الفساد ہی کذا فی الحلبی مَشی
فِی حَمَّامٍ وَلَحْوِہٖ لَایَتَنَجَّسُ مَالَمْ یُعْلَمْ اَنَّہٗ غُسَالَۃُ الْجُنُبِ پیادہ پا چلا حمام اور اوسکی مانند اور بکانین چنانچہ غسل خانہ مین تو ناپاک نہو گا جبتک یہہ معلوم
نہو جاوی کہ جو پانی پانو مین لگا وہ نجاست کا دہوون ہے م مراد یہہ ہے کہ برہنہ پانون چلا تو بدون پانون دہوئی نماز جائز ہی اور احتیاط یہہ ہی
کہ نماز کا اعادہ کرے کذا فی البحر لَایَمْنَعُ اَخْذُ الْمَاءِ مِنَ الْاَنْبُوْبَۃِ لِاَنَّہٗ یَصِیْرُ الْمَاءُ رَاکِدًا پانی لینا اس نالی سی جسکا پانی حوض مین گرتا ہے
نچاہیئے اسواسطے کہ حوض کا پانی بستہ غیر جاری ہو جائیگا م شاید کہ ہاتھہ مین نجاست ہو تو پانی لینے سے حوض مین نجاست واقع ہو گی یا مستعمل آویز
کریگا تو ناپاک ہو گا آب مستعمل کی نجاست کے قول پر طحطاوی نے کہا یہہ قول ظاہرا علی سبیل الاولویۃ کے ہی یا آب مستعمل کی نجاست پر مبنی ہی اَلتَّبْکِیْرُ
اِلَی الْحَمَّامِ لَیْسَ مِنَ الْمُرُوَّۃِ لِاَنَّ فِیْہِ اِظْہَارَ مَقْلُوْبِ الْکِنَایَۃِ علی الصباح حمام مین غسل کیواسطی جانا مروت کے افعال سے نہین ہی یعنی شرمی ہے
اسواسطی کہ اسمین مقلوب کنایہ کا اظہار ہے م مقلوب کنایہ نیاک ہی بمعنی جماع یعنی لوگون کے سامنی حمام مین جانا صبح کیوقت ظاہر کرنا ہی رات کے جماع کا
اور یہہ بیشرمی ہی طحطاوی نے کہا بہتر یون تہا کہ شارح بجای مقلوب کنایہ مقلوب کان کہتا اور وہ مقلوب نیاک ہی بمعنی جماع ثِیَابُ الْفَسَقَۃِ وَاَہْلِ الذِّمَّۃِ
طَاہِرَۃٌ فاسقون اور ذمیون کے کپڑے پاک ہین م یعنی اونکی مستعمل کپڑون نماز درست ہی تاوقتیکہ نجاست کا یقین نہو اور تجنیس مین ہی کہ ذمیون
کے پاجامون مین نماز مکروہ ہی حلبی نے کہا شاید اسوجہ سی کہ وہ استبرا اور استنجا نہین کرتے دِیْبَاجُ اَہْلِ فَارِسَ نَجِسٌ لِجَعْلِہِمْ فِیْہِ الْبَوْلَ لِبَرِیْقِہٖ
اہل فارس کا دیبا یعنی ریشمی کپڑا ناپاک ہی اسمین پیشاب ڈالتی ہی چمک کیواسطی م فارسیون کا پیشاب ڈالنا بالیقین معلوم ہی لہذا اوسکو
ناپاک کہا اسیطرح جس انگریزی کپڑے مین نجاست کا پڑنا بالیقین معلوم ہو اوسکو ترک کرنا چاہیئے اور فقط احتمال سے ترک کرنا ضرور نہین اسواسطی کہ
کپڑون مین اصل حلت ہے رَاٰی فِیْ ثَوْبِ غَیْرِہٖ نَجِسًا مَانِعًا اِنْ غَلَبَ عَلٰی ظَنِّہٖ اَنَّہٗ لَوْ اَخْبَرَہٗ اَزَالَہَا وَجَبَ وَاِلَّا لَا فَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ عَلٰی ہٰذَا
ایک شخص نے دوسرے کے کپڑے مین نجاست دیکہی کہ وہ نماز کی مانع ہے یعنی درم سی زیادہ ہی اگر اوسکو اسکا ظن غالب حاصل ہو کہ اگر اسکو خبر کریگا
تو وہ نجاست کو دور کریگا تو خبر دینا واجب ہے یعنی فرض ہے اور اگر اسکا ظن غالب نہو تو بتانا فرض نہین تو امر بالمعروف کا فرض ہونا بہی اسی
تفصیل پر ہے م یعنی اگر ظن غالب ہو اسکا کہ وہ شخص عمل کریگا تو امر بالمعروف فرض ہی ورنہ فرض نہین اور یہہ بہی امر بالمعروف مین شرط ہی کہ
اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہو ورنہ وہ شخص مختار ہے چاہی کریں چاہی نکریں اور نہی عن المنکر مین یہہ بہی ہی کہ خود مرتکب نہوتا ہو اوس فعل کا جو منہی عنہ سی
علم ہے اور وجوب فاسق پر بہی ثابت ہی اگرچہ اوسکا امر اور نہی فائدہ بخش نہین کذا فی الطحطاوی حَمْلُ السَّجَّادَۃِ فِیْ زَمَانِنَا اَوْلٰی اِحْتِیَاطًا لِمَا
وَرَدَ اَوَّلُ مَا یُسْاَلُ عَنْہُ فِی الْقَبْرِ الطَّہَارَۃُ وَفِی الْمَوْقِفِ الصَّلٰوۃُ جانماز کا لیکر رہنا ہماری زمانہ مین بہتر ہے احتیاط کی راہ سی اسواسطی کہ حدیث
شریف مین وارد ہی کہ قبر مین پہلے طہارت کا سوال ہو گا اور قیامت مین نماز کی اول پرسش ہو گی م شارح رحمۃ اللہ علیہ کے حسن بیان کو غور کرنا
چاہیئے کہ اختتام کتاب الطہارۃ اور آغاز کتاب الصلوۃ مین اس حدیث کو لایا غفر اللہ لہ ولنا بجاہ صاحب ہذا الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم ۞

کِتَابُ الصَّلٰوۃِ

یہہ کتاب ہی نماز کے احکام اور مسائل کے بیان مین شَرَعَ فِی الْمَقْصُوْدِ بَعْدَ بَیَانِ الْوَسِیْلَۃِ
یہہ شروع ہے اصل مقصد مین کہ نماز ہی بعد بیان کرنے وسیلے کے کہ طہارت ہی وَلَمْ تَخْلُ عَنْہَا شَرِیْعَۃُ مُرْسَلٍ نماز سی خالی نہین رہی کسی
رسول کی شریعت یعنی یہہ عبادت دائمی قدیمی ہے کبہی منسوخ نہین ہوئی وَلَمَّا صَارَتْ قُرْبَۃً بِوَاسِطَۃِ الْکَعْبَۃِ کَانَتْ دُوْنَ الْاِیْمَانِ لَا
مِنْہُ بَلْ مِنْ فُرُوْعِہٖ اور جبکہ شریعت محمدی مین نماز عبادت ٹہری بواسطہ کعبہ معظمہ کے تو کمتر ہوئی ایمان سی نہ ایمان کے اجزا سی بلکہ وہ ایمان

کے نزدیک سے ہے م یعنی چونکہ ایمان بلا واسطہ عبادت ہی اور نماز بواسطہ استقبال قبلہ عبادت ہے بلا واسطہ عبادت نہین لہذا نماز ایمان مین داخل نہین بلکہ اوسکی شاخ ہے باعتبار فعل کے اور باعتبار اوسکے حکم کے یعنی اوسکو فرض ہونے کی رو سے تو وہ ایمان مین داخل ہی اسواسطے کہ ایمان عبارت ہی جمیع ارشادات قطعیہ نبویہ کی تصدیق سے کذا فی الطحطاوی وهی لغةً الدعاءُ فنقلتْ منه شرعًا الی الافعال المعلومة وهو الظاهر لوجودها بدون الدعاء فی الاصم والاخرس اور نماز لغت عرب مین بمعنی دعا ہی پہر شرع مین منقول ہوئی افعال معلومہ یعنی رکوع اور سجود وغیرہ کیطرف اور یہی منقول ہونا ظاہر المذہب ہے بسبب موجود ہونے نماز کے بدون دعا کے جاہل اور گونگے کی نماز مین م شارح نے اشارہ کیا کہ صلوٰۃ منقول شرعی ہے منقول شرعی وہ جسمین معنی وضعی باقی نہو اور جمہور کا مذہب یہہ ہے کہ صلوٰۃ دعا مین حقیقت ہی افعال مخصوصہ کو صلوٰۃ اسواسطے کہا کہ اونمین دعا بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی هی فرضٌ عینٌ علی کلِّ مکلّفٍ بالاجماع ساریعنی پنجگانہ نماز فرض عین ہے ہر مسلمان عاقل بالغ پر باجماع اہل اسلام م اجتماع نماز پنجگانہ اسی امت کو مخصوص ہے کسی امت کو یہہ اجتماع حاصل نہوا اور عشا کی نماز بھی اسی امت کو خاص ہے کسی نے نہین پڑہی اور اذان اور اقامت اور شروع نماز مین اللہ اکبر کہنا اور آمین اور رکوع کرنا بھی امت محمدی کو مخصوص ہے چنانچہ ایک جماعت مفسرین نے اسکو ذکر کیا ہے اور نماز مین اللّٰهمّ ربّنا ولک الحمد کہنا اور نماز مین گفتگو کا حرام ہونا بھی اسی امت کو خاص ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے انموذج مین بیان کیا ہے اور بعضون نے کہا کہ عشا کی نماز اول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی جبکہ مدین سے نکلے اور راہ بھول گئے تھے کذا فی الطحطاوی عینی شرح ہدایہ مین ہے کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑہی جبکہ بہشت سے نکلے اور اندہیرا ہوکر صبح ہوئی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ اونکو ذبح فرزند کا حکم ہوا زوال آفتاب کے بعد اور عصر کی نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جبکہ اونکو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی ان حضرات نے شکرانہ نماز نفل پڑہی اور ہمپر فرض ہے انتہی مختصرًا اور فرضیت اجماعی نماز کی سند یہہ آیت ہی قرآن مجید کی اقیموا الصلوٰة یعنی ای مسلمانو قائم کرو نماز کو وغیر ذلک من الآیات والاحادیث المشہورة وفرضت فی الاسراء لیلة السبت سابع عشر رمضان قبل الهجرة بسنة ونصف وکانت قبله صلوتین قبل طلوع الشمس وقبل غروبها سمنی نماز فرض ہوئی معراج مین شب شنبہ رمضان شریف کی سترہوین تاریخ ڈیڑہ برس ہجرت سے پہلے اور معراج سے پہلے دو نمازین تہین ایک تو آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور دوسری اوسکے ڈوبنے سے پہلے کذا فی الشمنی م یہہ جو شارح نے معراج کا ہونا رمضان شریف مین ذکر کیا سو ایک قول ہے اور دوسرا قول یہہ ہی کہ معراج رجب مین ہوئی تھی اور یہی اکثرون مین مشہور ہی اور امام نووی نے بھی روضہ مین اسکو ذکر کیا ہے وانْ وجبَ ضربُ ابن عشرٍ علیها بیدٍ لا بخشبةٍ لحدیث مروا اولادکم بالصلوٰة وهم ابناء سبعٍ واضربوهم وهم ابناء عشرٍ نماز فرض ہے عاقل بالغ مسلمان پر اگرچہ واجب ہی دس برس والے لڑکے کو ترک نماز پر مارنا ہاتھہ سے نہ لکڑی سے اس حدیث کی دلیل سے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جس حال مین کہ وہ سات برس کے ہون اور انکو مارو جبکہ وہ دس برس کے ہون م ہرچند حدیث مین مطلق ضرب مذکور ہے لیکن چونکہ لکڑی کی مار مکلف کی جنایت مین وارد ہی اور صغیر محل جنایت نہین لہذا اوسکی ضرب ہاتھہ پر محمول ہوئی نہ لکڑی پر اور صغیر کی ضرب باوجود عدم فرضیت نماز کے اسواسطے مشروع ہوئی تاکہ اوسکو نماز کی اچھی طرح سے عادت پڑجاوی طحطاوی نے کہا کہ صغیر کو تین بار ضرب متوسط سلیم مارنا چاہیے ثلثٌ والصوم کالصلوٰة علی الصحیح کما فی صوم القهستانی معزیًّا للزاهدی وفی حظر الاختیار انه یؤمر بالصوم والصلوٰة وینهی عن شرب الخمر لیألف الخیر ویترک الشر مین کہتا ہون روزہ نماز کی مانند ہی حکم کرنے اور مارنے مین بنا برصحیح قول کے چنانچہ قہستانی کی کتاب الصوم مین زاہدی سے منقول ہے اور اختیار شرح مختار کی کتاب الحظر مین ہے کہ صغیر کو امر کرنا چاہیے روزہ اور نماز کا اور روکنا چاہیے شراب پینے سے تاکہ اوسکو نیکی کی عادت پڑے اور بدی کو چھوڑے م مراد یہہ ہی کہ صغیر کو تمام مامورات کا امر کرنا اور جمیع منہیات سے روکنا چاہیے تو صوم اور صلوٰۃ اور شراب کی کچھہ خصوصیت نہین

وَيُكَفَّرُ جَاحِدُهَا لِثُبُوتِهَا بِدَلِيلٍ قَطْعِيٍّ ور نماز کا انکار کرنیوالا کافر ہو جاتا ہے بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنی قران احادیث
اور اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہے جسمین کچھ احتمال نہین منح الغفار مین ہے کہ منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہے وَتَارِكُهَا عَمْدًا مَجَانَةً
اى تَكَاسُلًا فَاسِقٌ يُحْبَسُ حَتَّى يُصَلِّيَ لِأَنَّهُ يُحْبَسُ لِحَقِّ الْعَبْدِ فَحَقُّ الْحَقِّ أَحَقُّ وَقِيلَ يُضْرَبُ حَتَّى يَسِيلَ مِنْهُ الدَّمُ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يُقْتَلُ بِصَلَاةٍ
وَاحِدَةٍ حَدًّا وَقِيلَ كُفْرًا اور نماز کا قصداً چھوڑنیوالا سستی اور کاہلی کی راہ سے گنہگار ہے قید کیا جاے یہانتک کہ نماز پڑھے اسواسطے کہ مکلف
محبوس ہوتا ہے حق العبد کے سبب سے تو خدا کے حق مین حبس کرنا زیادہ تر سزاوار ہے اور بعض یعنی امام محبوبی نے کہا کہ تارک الصلوۃ مارا جاے
یہانتک کہ اوسکا خون جاری ہو اور امام شافعی کے نزدیک تارک الصلوۃ قتل کیا جاتا ہے ایک نماز کے چھوڑنے سے یہہ قتل ہے حد کی راہ سے اور دوسرا
قول یہہ ہے کہ قتل ہے کفر کی راہ سے ھ اسیطرح رمضان کا تارک الصوم اجب الحبس ہے اور شافعی کی مانند مالک اور احمد کے نزدیک بھی منکر تارک
الصلوۃ متکاسل لازم القتل ہے مگر کسیکے نزدیک وہ کافر نہین سواے امام احمد کے کذا فی الطحطاوی وَيُحْكَمُ بِإِسْلَامِ فَاعِلِهَا بِشُرُوطٍ أَرْبَعَةٍ
أَنْ يُصَلِّيَ فِي الْوَقْتِ مَعَ جَمَاعَةٍ مُؤْتَمًّا مُتِمًّا اور حکم کیا جاتا ہے نماز پڑھنے والے کے مسلمان ہونے کا چار شرطون کے ساتھ یہہ کہ نماز
پڑھے عین وقت مین جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز کو پورا کرکے ھ اسطرح نماز پڑھنا امت محمدی مین مخصوص ہے لہذا اوسکے فاعل پر اسلام کا
حکم ہوا وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ وہ دلیل ہے فرضیت نماز کی اعتقاد کے برخلاف قضا کہ اوسمین نفل کا احتمال ہے یا اعتقاد فرضیت وقت
قضا کا اور چونکہ جماعت مقتدی اور امام دونونکو شامل تھی لہذا شارح نے اقتدا کی قید زیادہ کی اسواسطے کہ اقتدا اتباع سبیل مومنین پر دلالت کرتا ہے
برخلاف امام ہونے کے کہ اوسمین نیت انفراد کا بھی احتمال ہے تو جماعت ثابت نہو گی اور اتمام صلوۃ سے مراد یہہ ہے کہ اوسکو فاسد نکرے کذا فی
الطحطاوی وَكَذَا لَوْ أَذَّنَ فِي الْوَقْتِ أَوْ سَجَدَ لِلتِّلَاوَةِ أَوْ زَكَّى السَّائِمَةَ صَارَ مُسْلِمًا اور اسیطرح اگر اوسنے وقت نماز مین اذان دی یا تلاوت
قرآن کا سجدہ کیا یا چرندے جانور ون کی زکوۃ ادا کی تو وہ مسلمان ٹھہریگا ھ اسواسطے کہ یہہ امور خصوصیات اہل اسلام سے ہین لَا لَوْ صَلَّى
فِي غَيْرِ الْوَقْتِ أَوْ مُنْفَرِدًا أَوْ إِمَامًا أَوْ أَفْسَدَهَا أَوْ فَعَلَ بَقِيَّةَ الْعِبَادَاتِ لِأَنَّهَا لَا تَخْتَصُّ بِشَرْعِنَا یعنی مسلمان نہ ٹھہریگا اگر ایک شخص نے غیر وقت مین
نماز پڑھی یا تنہا یا امام ہوکر نماز پڑھی یا نماز کو فاسد کرڈالا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات ادا کیں اسواسطے کہ امور مذکورہ ہماری شریعت محمدی سے
ساتھ مخصوص نہین ھ باقی عبادات چنانچہ زکوۃ اموال غیر سوائم اور روزہ اور حج غیر کامل اور صدقات امت محمدی مین مخصوص نہین لیکن ہیئت کاملہ پر
حج کرنا اور قران کا پڑھنا بھی اس امت کی خصوصیات سے ہے تو انکو بھی مستثنی کرنا چاہیے کذا فی المنح وَنَظَمَهَا صَاحِبُ النَّهْرِ فَقَالَ ه وَكَافِرٌ فِي
الْوَقْتِ صَلَّى بِاقْتِدَا ۞ مُتَمِّمًا صَلَاتَهُ لَا مُفْسِدَا ۞ أَوْ أَذَّنَ أَيْضًا مُعْلِنًا أَوْ زَكَّى ۞ سَوَائِمًا كَانَتْ سَجَدَ تَزَكَّى ۞ فَمُسْلِمٌ لَا بِالصَّلَاةِ
مُنْفَرِدًا ۞ وَلَا الزَّكَاةِ وَالصِّيَامِ الْحَجِّ زِدْ ۞ اور خصوصیات مذکورہ اسلام کو صاحب نہر الفائق نے نظم مین یون کہا ہے اور کافر نے عین وقت
مین نماز پڑھی امام کے پیچھے اپنی نماز کو پورا کرکے نہ فاسد کرکے یا اذان بھی دی آشکارا یا چرندے جانورونکی زکوۃ ادا کی مانند سجدہ تلاوت کرنے کے
پاک ہوکر تو وہ کافران افعال سے مسلمان ٹھہریگا نہ تنہا نماز پڑھنے سے اور نہ اور اموال کی زکوۃ دینے سے اور نہ روزہ رکھنے سے اور نہ حج غیر کامل کرنے سے
وَهِيَ عِبَادَةٌ بَدَنِيَّةٌ مَحْضَةٌ فَلَا نِيَابَةَ فِيهَا أَصْلًا أَيْ لَا بِالنَّفْسِ كَمَا صَحَّتْ فِي الْحَجِّ وَلَا بِالْمَالِ كَمَا صَحَّتْ فِي الصَّوْمِ بِالْفِدْيَةِ لِلْفَانِي
لِأَنَّهَا إِنَّمَا تَجُوزُ بِإِذْنِ الشَّارِعِ وَلَمْ يُوجَدْ اور یعنی نماز صرف بدن کی عبادت ہے تو اوسمین نیابت نہین کسیطرح یعنی نہ جان کی نیابت جیسے حج
مین صحیح ہے نہ مال کی نیابت جیسے کہ روزہ مین درست ہے فدیہ دیکر شیخ فانی کو اسواسطے کہ نیابت یا فدیہ تو فقط شارع کے اذن سے جائز ہوتا ہے سو وہ
اذن نماز مین پایا نہین گیا ھ نماز محض عبادت بدنی ہے یعنی مرکب نہین مال اور بدن سے جیسے کہ حج مرکب ہے اور حج نفل مین دوسرے شخص کو نائب
کرنا ہرطرح درست ہے اور حج فرض مین بشرط عجز دائمی صحیح ہے اور صوم کے فدیہ بھی عجز دائمی تا موت شرط ہے منح الغفار مین ہے کہ نماز مین
نیابت اسواسطے بھی درست نہین کہ تکالیف شرعیہ سے مقصود ابتلا اور مشقت ہے سو وہ عبادات بدنیہ مین جان اور اعضا کی محنت کشی اور اعمال

کے کرنے سے حاصل ہے اور نائب کے کرنے سے غیب کے نفس پر مشقت متحقق نہین ہوتی تو نیابت مطلقا جائز نہین نہ عجز مین نہ قدرت مین انتہی منبعہما

ترادف النعم وتوجہ الخطاب ثم الوقت نماز کا سبب پے درپے ہونا ہے احسانات ربانی کا پہر حکم قرانی پہر وقت نماز کا آنا م سبب عبارت ہے

مفضی الی الحکم سے بدون تاثیر کے کذا فی البحر تو نماز کا سبب حقیقی اوقات پنجگانہ مین تواتر نعمات ہے پہر حکم قران مجید کا چنانچہ (اقیموا الصلوٰۃ

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا) پہر سبب ظاہری وقت ہے اسواسطے کہ وجوب متجدد ہوتا ہے اوقات کے تجدد سے یہی علامت ہے

سبب ہونے کی کذا فی الطحطاوی ای الجزء الاول منہ ان اتصل بہ الاداء والا فما یلی جزء من الوقت یتصل بہ الاداء والا

یتصل الاداء بجزء فالسبب ہو الجزء الاخیر م وقت سبب ہے یعنی اوسکا پہلا جز سبب ہے اگر اوسکے ساتھہ ادای نماز متصل ہو اور اگر جزء اول مین

نماز نہ پڑہی تو وقت کے جس جز سے ادای نماز کا اتصال ہوگا وہی جز سبب ٹھہریگا اور اگر وقت کے کسی جز سے ادا متصل نہوی تو وقت کا پچھلا

جز سبب ہوگا م خلاصہ مقام یہ ہے کہ وجوب نماز مین وسعت ہے تو جزء اول اور ثانی اور ثالث کی تاخیر سے مثلا گنہگار نہوگا حلبی نے کہا مختصر بیان

یہہ ہے کہ نماز کا سبب وقت کا وہ جز ہے جس سے ادا متصل ہو والا جملہ وقت سبب ہے کذا فی الطحطاوی ولو صلاحیت للتجب علی مجنون ومغمی

علیہ افاقا وحائض ونفساء طہرتا وصبی بلغ ومرتد اسلم وان صلیا فی اول الوقت وقت کا پچھلا جز سبب ہے اگرچہ ناقص ہو چنانچہ عصر

مین دہوپ کا زرد ہو جانا تو واجب ہوگی نماز مجنون اور غشی والے پر کہ دونون ہوش مین آگئے پچھلے جز مین اور حیض والی اور نفاس والی عورت پر

کہ دونون پاک ہوگئین اور صغیر پر کہ وہ بالغ ہوگیا اور مرتد پر کہ جز اخیر مین مسلمان ہوا اگرچہ صغیر اور مرتد نے اول وقت مین نماز پڑہی ہو م

جزو اخیر سے مراد وہ جز ہے جو تکبیر تحریمہ کی گنجائش رکہتا ہو نہ وہ آن اور لحظہ جسمین اللہ اکبر کہنا نہوسکے تو اگر بعد افاقہ اور طہارت اور بلوغ اور اسلام

کے بقدر تحریمہ وقت باقی ہے تو اوس وقت کی نماز اونپر واجب ہوگی اور نہین تو نہین اور کافر اصلی کا حکم مرتد کا حکم ہے اور نماز مرتد کی صورت یہہ ہے کہ

وہ مسلمان تہا اول وقت ظہر مین مثلا اوسنے فرض نماز ادا کی پہر وہ معاذ اللہ مرتد ہوگیا پہر ظہر کے آخر وقت مین اسلام لایا تو وہ ظہر کی نماز کا اعادہ

کرے کیونکہ پہلی نماز ارتداد سے باطل ہوگئی کذا فی الطحطاوی مختصرا وبعد خروجہ یضاف السبب الی جملتہ لیثبت الواجب بصفۃ الکمال

لانہ الاصل حتی یلزمہم القضاء فی کامل ہو الصحیح اور بعد نکل جانے وقت کے مضاف ہوتا ہے سبب جمیع وقت کیطرف تاکہ واجب ثابت ہو کمال کی

صفت پر اور حالانکہ ثبوت وجوب علی صفۃ الکمال یہی اصل ہے تو مجنون وغیرہ کو قضا کرنا لازم ہوگا کامل وقت مین نہ ناقص مین یہی قول صحیح ہے م

تو اگر آجکی عصر فوت ہوئی اور کل یاد پڑی آخر وقت عصر مین غروب سے پہلے تو اوس وقت قضا نکرے اسواسطے کہ وہ ناقص وقت ہے وقت صلوٰۃ الفجر

قدمہ لانہ لا خلاف فی طرفیہ نماز فجر کا وقت شارح نے کہا مصنف نے فجر کیوقت کو مقدم کیا اسواسطے کہ اوسکا دونون طرفون مین یعنی اوسکے

اول اور آخر مین خلاف نہین اتفاق ہے امت کا برخلاف ظہر وغیرہ کے م اور یہہ جو بعضون نے اول فجر مین اختلاف کیا ہے کہ اول صبح صادق یا انتشار

اوسکا اور آخر وقت نہری آفتاب کی کرن کے طلوع تک ہے یا تیر انداز کو تیر گرنے کے مقام کے نظر آنے تک سو بسبب ضعیف ہونے اس قول کے لائق اعتماد

کے نہین کذا فی الطحطاوی واول من صلاہا آدم واول الخمس وجوبا اور اسواسطے فجر کو مقدم کیا کہ اول اوسکو آدم علیہ السلام نے ادا کیا اور وہ پنجگانہ

نماز کے پہلی ہے واجب ہونے کی راہ سے یعنی پنجگانہ نماز شب معراج مین فرض ہوئی تو اوس رات کے بعد پہلے نماز فجر کی ٹھہری انس بن مالک سے روایت

ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر شب معراج مین ٥٠ نمازین فرض ہوئین پہر کم ہوئین یہان تک کہ پانچ ٹھہر گئین پہر ندا ہوئی یا محمد ہمارے نزدیک بات نہین بدلتی

تمکو پانچ وقت کی نماز مین ٥٠ وقت کا ثواب ملیگا اس حدیث کو نسائی اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ وقدم محمد

الظہر لانہا اولہا ظہورا وبیانا اور امام محمد حسن شیبانی نے جامع صغیر مین ظہر کو اول مذکور کیا ہے اسواسطے کہ وہ نماز پنجگانہ کے پہلی ہے باعتبار

ظاہر ہونے اور بیان کرنے جبرئیل علیہ السلام کے م یہہ قول مبنی ہے اسپر کہ جبرئیل علیہ السلام کی امامت اول ظہر کیوقت ہوئی تہی شب معراج کے بعد

اور صبح کی امامت دوسرے دن ہوئی تہی اسمین دو روایتین ہین مشہور تر یہی روایت ہے کہ ابتدا امامت ظہر سے ہوئی کذا فی الطحطاوی سے

ولا یخفی توقف وجوب الاداء علی العلم بالکیفیة فلذا لم یقض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم الفجر صبیحة لیلة الاسراء اور پوشیدہ نہین ہے موقوف ہونا وجوب ادا کا کیفیت نماز کی دانست پر تو اسواسطے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی قضا نکی شب معراج کی صبح کو م یہہ جواب ہے سوال مقدر کا حاصل سوال یہہ ہے کہ جب فجر کی نماز پنجگانہ نماز کے اول ٹھہری تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ترک کی شب معراج کی صبح کو باوجودیکہ وہ واجب ہوگئی تھی رات کو خلاصہ جواب یہہ ہے کہ طریقہ ادا نماز کا معلوم نہ تھا اور بدون اسکے ادا کرنا واجب نہین اور یہہ سوال وارد ہوتا ہے مشہور روایت پر نہ غیر مشہور پر اگر کوئی کہے کہ وجوب کیونکر ثابت ہوگا بدون وجوب ادا کے ہم جواب دینگے کہ اسمین کچھہ استبعاد نہین اسواسطے کہ جو شخص دار الحرب مین اسلام لایا اور شرائع کو اوسنے مجملا معلوم کیا تو اوسپر وجوب ثابت ہوگا اور ادا کرنا بلا علم کیفیت واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی لمہ هل کان قبل البعثة متعبدا بشرع احد قیل نعم والمختار عندنا لا بل کان یعمل بما ظهر له من الکشف الصادق من شریعة ابراهیم وغیره پہر اسکو دریافت کرنا چاہیئے کہ ہمارے حضرت نبوت سے پہلے کسی نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تھے یا نہین جواب پسندیدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہہ ہے کہ کسی شریعت خاص پر عمل نکرتے تھے بلکہ اوسپر عمل کرتے تھے جو کشف صادق سے آپکو ظاہر ہوتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعت سے وصح تعبده فی حراء الصحیح ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عبادت کرنا غار مین جسکا حرا نام ہے کذا فی البحر م ابن اسحق وغیرہ نے مذکور کیا کہ نبی علیہ الصلوة والسلام ہر سال ایک مہینے حرا مین تشریف لیجاتے تھے عبادت کرنے کو بعضون نے کہا عبادت آپکی ذکر تھی اور بعضون نے کہا فکر تھی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومن اول طلوع الفجر الثانی وهو البیاض المنتشر المستطیر لا المستطیل نماز فجر کا وقت ہے ابتدا طلوع کرنے فجر ثانی سے اور وہ یعنے فجر ثانی سفیدی ہے پہیلی کنارے آسمان مین عرض اور چوڑی نہ لمبی م فجر دو قسم ہے اول اور ثانی فجر اول طویل ہوتی ہے جسکو حدیث مین فرمایا جیسے بہیڑئے کی دم وہ سفیدی ہے پہر سیاہی وہان ہو جاتی ہے لہذا اوسکو صبح کاذب کہتے ہین اوسوقت تک عشا کی نماز کا وقت ہے اور صائم کو سحر کہانا درست ہے صبح کی نماز اوسوقت جائز نہین اور فجر ثانی افق مین معترض اور منتشر یعنی داہنے اور بائین پہیلی اور چوڑی ہوتی ہے بعد م اسکی روشنی زیادہ ہوتی جاتی ہے اوسکو صبح صادق بولتے ہین وہی وقت ہے ابتدا نماز فجر کا اوسوقت صائم کو سحر کہانا درست نہین الی قبیل طلوع ذکاء بالضم غیر منصرف اسم الشمس نماز فجر کا وقت شروع فجر ثانی سے ہے آفتاب کے نکلنے تک تھوڑا سا پہلے شارح نے کہا ذکا بالضم ذال معجمہ غیر منصرف آفتاب کا نام ہے م چونکہ حدیث امامت جبرئیل مواقیت نماز مین اصل ہے اور مشہور لہذا اوسکا ذکر کرنا عینی شرح ہدایہ سے مناسب مقام ہے اور موجب برکت معلوم کرنا چاہیئے کہ اس حدیث کو بہت صحابیون نے روایت کیا ہے ازانجملہ ابن عباس اور عبد اللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ اور عمرو بن حزم اور ابو سعید خدری اور انس بن مالک اور ابن عمر اور بریدہ اور ابو موسی اشعری اور براء بن عازب اور جابر بن رضی اللہ عنہم سو ابن عباس کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اون سے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امامت کی جبرئیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو بار تو ظہر ادا کی پہلی بار جسوقت کہ سایہ اصلی مثل شراک یعنی بند نعلین کی مانند تھا پہر عصر پڑہی جبکہ سایہ ہر چیز کا اوسکی برابر تھا پہر مغرب پڑہی جبکہ آفتاب ڈوبا اور روزہ کہولنے کا وقت آیا پہر عشا پڑہی جبکہ شفق ڈوبا پہر فجر کی نماز پڑہی جبکہ فجر چمکی اور صائم پر کہانا حرام ہوا اور دوسری بار ظہر پڑہی جبکہ سایہ ہر چیز کا اوسی چیز کے برابر ہوگیا کل کی عصر کیوقت پہر عصر پڑہی جبکہ سایہ ہر شی کا اوسکے دوچند تھا پہر مغرب پڑہی پہلے دن کیوقت پر پہر عشا پڑہی جبکہ تہائی رات گئی پہر صبح پڑہی جبکہ زمین روشن ہوگئی پہر جبرئیل علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوئے اور کہا اے محمد یہہ وقت ہے تجہہ سے پہلے انبیا کا اور وقت ہے مابین ان دونون وقتون کے ترمذی نے کہا یہہ حدیث حسن ہے اور اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے اپنی مستدرک مین اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے کذا فی البنایة شرح الهدایة للعینی ووقت الظهر من زواله ای میل ذکاء عن کبد السماء الی بلوغ الظل مثلیه اور ظہر کا وقت آفتاب کے زوال سے ہے یعنی آفتاب کے ڈہلنے سے وسط آسمان سے ہر شی کے سایہ کے دوچند پہونچنے تک م ظہر کے اول وقت مین خلاف نہین آخر وقت مین اختلاف ہے امام اعظم کے نزدیک مثلین تک ہے یعنی دونا سایہ ہونے تک

صادق اسطرح پہیلتی ہین کہ صبح اول ہے ذنب طلوع آفتاب کی اور سفید ہوتا افق کا ولیل سے پہلی ... اس صبح کے ساتھ ... موجود ... آفتاب قریب ... ۱۲

نوادر روایت میں ہے اسکے بعد بیشک فتویٰ صحیح اور ظاہر الروایۃ ہے اور محیط میں ہے کہ امام ہی کا قول صحیح ہے اور محبوبی نے اسکو مختار کہا اور نسفی نے اسی پر اعتماد کیا اور صدر الشریعہ نے اسکو ترجیح دی اور غیاثیہ میں کہا وہو المختار اور شرح مجمع میں کہا کہ اصحاب متون نے اسکو پسند کیا اور شارحین نے اسی پر انحصار کیا کذا فی الطحطاوی عن البحر وعنہ مثلہ وہو قولہما وزفر والائمۃ الثلثۃ قال الامام الطحاوی وبہ ناخذ وفی غرر الاذکار وہو المأخوذ بہ وفی البرہان وہو الاظہر لبیان جبریل وہو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتی اور امام سے ایک مثل کی روایت ہے یعنی حسن نے امام سے روایت کی کہ جب سایہ ہر چیز کا برابر اس چیز کے ہو گیا ظہر کا وقت آخر ہو گیا اور یہی صاحبین کا قول ہے اور زفر اور تینوں اماموں کا یعنی امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا امام طحاوی نے کہا اور اسی کو ہم لیتے ہیں اور غرر الاذکار میں ہے کہ یہی قول لیا گیا ہے یعنی اسی پر عمل ہے اور برہان میں ہے کہ یہی قول ظاہر تر ہے جبرئیل علیہ السلام کے بیان کر دینے سے اور قول جبرئیل ہی باب مواقیت میں نص صریح ہے اور فیض میں ہے کہ اسی پر لوگوں کا آج عمل ہے اور اسیکا فتویٰ ہے بحر الرائق میں ہے کہ طحاوی کا قول اسپر دلالت نہیں کرتا کہ یہی مذہب صحیح ہے تصحیحات متقدمہ کے مذکور ہونے کے بعد اور سراج وہاج میں ہے کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ احتیاط اسمین ہے کہ ظہر کی نماز مثل تک آخر نکرے اور عصر کی نماز نہ پڑھے جبتک مثلین تک سایہ نہ پہونچے تاکہ دونوں نمازیں اپنے وقتوں پر بالاتفاق ادا ہوں کذا فی الطحطاوی سوی فیئ یکون للاشیاء قبیل الزوال سوا اس سایہ کے جو سب چیزوں کا ہوتا ہے زوال آفتاب سے پہلے تھوڑا سا ہے یعنی ٹھیک دوپہر میں آفتاب ڈھلنے سے پہلے جو ہر چیز کا سایہ باقی رہتا ہے وہ ظہر اور عصر کے وقت سے خارج ہے مثل اور مثلین کے حساب میں داخل نہیں اور اسی سایہ کو فئ بر وزن شے اور سایہ اصلی کہتے ہیں طحطاوی نے کہا فی الزوال کو اسواسطے استثنا کیا کہ گاہے سایہ اصلی برابر ہوتا ہے ہر چیز کے بعضے مواضع میں ایام سرما میں اور گاہ دونا ہوتا ہے تو اگر مثل کو باعتبار کبھی ذی الظل کے پاس سے تو ظہر کا وقت نہ صاحبین کے نزدیک پایا جاوے نہ امام کے نزدیک یہہ حال ہے وہاں کے لوگوں کا جنکے سروں پر آفتاب سامنے نہیں آتا لیکن جن لوگوں کے سروں کے اوپر آفتاب آجاتا ہے وہاں مثل کا اعتبار ذی الظل کے پاس سے ہوتا ہے یعنی اسواسطے کہ وہاں سایہ اصلی منعدم ہو جاتا ہے ویختلف باختلاف الزمان والمکان اور فی الزوال اور سایہ اصلی مختلف ہوتا ہے زمان اور مکان کے اختلاف سے ہم یعنی سرما میں سایہ اصلی بڑا ہوتا ہے اور گرما میں چھوٹا اور جو ملک معتدل النہار اور خط استوا سے قریب ہیں وہاں سایہ چھوٹا ہے اور جو بعید ہیں وہاں بڑا ہے اور جن بلاد کا عرض بقدر میل کلی کی مانند ہے وہاں سایہ اصلی ایک دن بالکل منعدم ہوتا ہے یعنی جبکہ آفتاب نقطہ سرطان میں داخل ہوا اور سال بھر میں یہی دن بہت بڑا ہوتا ہے اور جن بلاد کا عرض بقدر میل کلی سے کم ہوتا ہے وہاں کا سایہ اصلی سال میں دو بار بالکل نابود ہو جاتا ہے چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کذا فی الحلبی ولو لم یجد ما یغرز اعتبر بقامتہ وہی ستۃ اقدام ونصف بقدمہ من طرف ابہامہ اور اگر نمازی سایہ شناسی کے واسطے وہ چیز نپاوے جسکو زمین پر گاڑ کر سایہ دریافت کرے تو اپنے قد کا اعتبار کرے اور قد ہر آدمی کا ساڑھے چھ قدم کا ہوتا ہے اوسی شخص کے قدم سے انگوٹھی کیطرف سے ہم یہہ کلام محذوف پر مرتب ہے اور معلوم ہوتا ہے بحر الرائق وغیرہ کی عبارت سے اور وہ یوں ہے کہ زوال کی شناخت میں چند روایات ہیں اور نہین صحیح ترین ہے یعنی ابو شجاع کی روایت کہ سیدھی لکڑی برابر زمین میں چاشت کیوقت گاڑے اور سایہ کے سرے پر نشان کرے پھر اگر سایہ کم ہوتا جاتا ہو نشان مذکور سے تو آفتاب نہیں ڈھلا پھر اگر سایہ ٹھہر گیا زیادت اور نقصان سے تو یہہ وقت ہے ٹھیک دوپہر کا اور جسقدر سایہ اسوقت باقی رہا وہ فی الزوال اور سایہ اصلی ہے اور جبکہ سایہ فی الزوال کے خط سے بڑا اور لمبا ہوا تو معلوم ہوا کہ آفتاب ڈھل گیا چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور مجتبیٰ میں ہے کہ اگر کوئی لکڑی گاڑنے کو نملے فی الزوال اور امثال کی شناخت کو تو اپنے قد سے قیاس کرے ساڑھے چھ قدم طحاوی نے کہا جمہور مشائخ سات قدم کہتے ہیں اور جمع بین القولین یوں ہو سکتا ہے کہ آدمی کا قد سات قدم ساق کی سمت سے ہوتا ہے اور ساڑھے چھ قدم انگوٹھی کیطرف سے انتہی اور محمد سے وہ قول منقول ہے جو اس سے بھی زیادہ تر آسان ہے وہ یہہ ہے کہ آدمی قبلہ کے سامنے کھڑا ہو پھر جبکہ آفتاب ابروے راست پر آیا ڈھل گیا کذا فی الطحطاوی تصرف عینی میں یوں ہے کہ جب آفتاب بائین طرف سے ڈھلا تو بھی زوال کا وقت ہے انتہی ہم یمین اور یسار کا اختلاف باعتبار اختلاف بلاد کے ہوتا ہے کما فی حاشیہ

العینی عن السراج الوہاج و وقت العصر منه الی قُبیل الغروب اور عصر کا وقت سایہ مثلین سے ہی آفتاب کے ڈوبنے تک تمعہ بہر پہلے طحطاوی نے کہا یہی قول معتمد ہے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ آفتاب کے زرد ہونے تک ہی فلو غربت ثم عادت هل یعود الوقت الظاہر نعم سو اگر آفتاب ڈوبا پہر نکل آیا تو عصر کا وقت دوسری بار عود کریگا یا نہین جواب ظاہر یہہ ہے کہ ہان وقت پہر آویگا م یہہ بحث ہی صاحب نہر کی بدلیل حدیث رد شمس یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم علی مرتضی کی گود مین سو گئی جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضی نے عصر کی نماز نہین پڑھی تو فرمایا کہ الہی علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت مین تہا تو آفتاب کو پہیر دے سو آفتاب پہر نکل آیا یہانتک کہ اُنہون نے عصر کی نماز پڑھ لی اور یہہ واقعہ خیبر مین ہوا تہا اس حدیث کو طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے اور چند محدثین نے اسکو روایت کیا ہی ازانجملہ طبرانی نے سند حسن سے اوسکو روایت کیا ہی اور جسنے اوسکو موضوع کہا جیسا کہ ابن جوزی نے اوسنے خطا کی اور ہماری قواعد بہی اوسکے مخالف نہین کذا فی الطحطاوی وہی الوسطی علی المذہب اور یہی عصر کی نماز وسطی ہے بنا بر مذہب صحیح کے م قرآن مجید مین فرمایا کہ (حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطیٰ) یعنی محافظت کرو نمازون پر اور نماز وسطی پر یعنی درمیان کی افضل نماز پر سو نماز وسطی کی تعیین مین تیئس۲۳ قول ہین جو وہبانیہ اور اوسکی شرح مین مذکور ہین ازانجملہ ایک قول یہہ ہی جو شارح نے ذکر کیا واللہ اعلم و وقت المغرب منه الی غروب الشفق وهو الحمرة عندهما وبه قالت الثلثة والیه رجع الامام کما فی شروح المجمع وغیرها فکان هو المذهب اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب ہونے سے ہی شفق کے ڈوبنے تک اور شفق سے وہ سرخی مراد ہی جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کیطرف رہتی ہی صاحبین کے نزدیک اور یہی کہا ہی تینون امامون نے اور اسی قول کی طرف امام اعظم نے رجوع کیا ہے چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحون مین مذکور ہے تو یہی صاحبین کا قول صحیح مذہب ٹھہر گیا م امام اعظم کے نزدیک وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق مین ہوتی ہی اور یہی قول ہے صدیق اکبر اور انس اور معاذ اور عائشہ صدیقہ کا اور ایک روایت ہی ابن عباس اور ابوہریرہ سے اور یہی مذہب ہی عمر بن عبدالعزیز اور اوزاعی اور زفر اور مزنی اور ابن منذر اور خطابی کا اور یہی مختار ہے مبرد اور ثعلب ائمہ لغت کا ابو داؤد مین حدیث ہی کہ جبرئیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت وہ ہی جبکہ افق سیاہ ہو جاوے ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح مین روایت کیا ہی اور ابو داؤد اور نسائی اور احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز اُسوقت پڑہتے تہے جبکہ تیسری تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تہا کذا فی العینی اور محقق نے فتح القدیر مین امام کے قول کو ترجیح دی ہی اور کہا کہ شفق کو حمرت کہنا نہ امام کی روایت سے ثابت ہی نہ درایت سے اول تو اسواسطے کہ امام کی ظاہر الروایۃ کے مخالف ہی اور ثانی تو بدلیل حدیث ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہانتک ہی کہ اُفق غائب ہو جاوے اور غائب ہونا افق یعنی کنارہ آسمان کا اُس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہی جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور محقق کے شاگرد شیخ قاسم نے تصحیح قدوری مین کہا تو ثابت ہوا کہ امام ہی کا قول صحیح تر ہے انتہی تو اس سے ظاہر ہوا کہ فتوی اور عمل نہین مگر امام اعظم کے قول پر اور اوسکو چہوڑکر صاحبین کے قول کو یا کسی اور کے قول کو لینا چاہیے الا بضرورت ضعف دلیل یا تعامل کے اگرچہ مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہو چنانچہ اسی مسئلہ مین اور سراج مین ہے کہ صاحبین کا قول اوسع ہی اور امام کا قول احوط کما فی البحر آور یہہ جو دُرر مین ہے کہ یہان صاحبین کے قول پر فتوی ہو نوح افندی نے اسکو یون رد کیا ہی کہ اسپر اعتماد جائز نہین اور امام کے قول پر صاحبین کے قول کو ترجیح دینا درست نہین مگر بموجب ضعف دلیل کے یا بضرورت یا بسبب تعامل یا اختلاف زمان کے حالانکہ ان چارون امور سے کوئی متحقق نہین تو امام ہی کے قول پر عمل کرنا علی الخصوص جبکہ احتیاط بھی امام ہی کے مذہب پر ہو چنانچہ اس مسئلہ مین ہی لازم ٹھہرا انتہی و فیه ان التعامل علی خلافه اگر کوئی کہے کہ جب امام ایک جانب ہون اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار ہے جسپر چاہے عمل کرے اوسکے دو جواب ہین ایک یہہ کہ یہہ حکم مفتی مجتہد پر محمول ہی اور جو مجتہد نہین تو اصح یہہ ہی کہ امام ہی کے قول پر مطلقا فتوی دے چنانچہ سراجیہ مین مصرح ہی اور دوسرا جواب یہہ ہی کہ وہ بعض مشائخ کا قول ہی اور بعضون کے نزدیک تو امام کے قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل نچاہیے ازانجملہ صاحب ہدایہ ہی اوسنے تجنیس مین کہا کہ میرے نزدیک واجب ہے کہ امام کے قول پر ہر حال مین فتوی دیا جاوے کذا فی الطحطاوی ملخصا و وقت العشاء والوتر منه الی الصبح اور نماز عشا اور وتر کا وقت

ملہ یعنی بیمہ ذکر رسالہ برہان در کے عنوان نہ پڑہے ۱۲

غروب شفق سے ہو صبح تک ولکن لا ینوی ان یقدم علیہا الوتر الا ناسیا لوجوب الترتیب لانہما فرضان عند الامام ولیکن صحیح نہین عشا پر وتر کا مقدم کرنا مگر بھولکر بسبب واجب ہونے ترتیب کے اسواسطے کہ عشا اور وتر دونون فرض ہین امام کے نزدیک لیکن عشا فرض قطعی ہے اور وتر فرض عملی ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک وتر سنت ہو والدلائل فی المبسوطات وفاقد وقتہما کبلغار فان فیہا یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی اربعینیۃ الشتاء اور نہ پانیوالا عشا اور وترکیوقت کا جیسے بلغار کے ساکن اسواسطے کہ بلغار مین فجر طلوع کرتی ہو شفق کے غروب ہونے سے پہلے جاڑے سرما مین ہم قاموس مین ہو کہ بلغار ایک شہر ہے ملک صقالبہ کا نہایت جانب شمال کی شدید البرد اور یہہ جو شارح نے چلہ سرما کو ذکر کیا سو سہو ہے اور ٹھیک یہہ ہے کہ اقصر لیالی سال مین وہان عشا کا وقت نہین ہوتا چنانچہ بحر الرائق اور امداد الفتاح مین مذکور ہو یعنی اوائل صیف مین جبکہ آفتاب حلول کرتا ہو راس سرطان مین تو اسوقت آفتاب زمین پر ۲۳ گھنٹے ٹھہرتا ہو اور ایک ساعت یعنی گھنٹہ بھر غروب ہوتا ہے عرض بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت مین اسکی تفصیل مذکور ہو کذا فی الطحطاوی عن الحلبی مکلف بہما فیقدر لہما نہ پانیوالا عشا اور وتر کا مکلف ہے اُن دونونکا یعنی اُسپر عشا اور وتر کا پڑھنا فرض ہے تو اندازہ کرلے اُن دونون نمازون کیواسطے یعنی جسقدر مدت کے بعد غروب ہوسکے پیچھے عشا اور وتر ہوتی تھی اوسیقدر مدت کے بعد دونونکو پڑھے یا بلاد قریبہ پر قیاس کرے ولا ینوی القضاء لفقد وقت الاداء بہ افتی البرہان الکبیر اور عشا اور وتر کے قضا کی نیت نکرے وقت ادا کے نہونے کے سبب سے اسیکا فتوی دیا ہو برہان الدین کبیر نے ہم قضا کی نیت اسواسطے نکرے کہ قضا اوسکو کہتے ہین جسکا وقت ہو اور فوت ہو جاے اور یہان وقت ہی نہین تو قضا بھی نہین واختارہ الکمال وتبعہ ابن الشحنۃ فی الغازہ فصححہ فزعم المصنف انہ المذہب اور فرضیت عشا اور وتر کو اختیار کیا ہو کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اوسکی پیروی کی اپنی الغاز مین سو اسکی تصحیح کی ہے تو مصنف اس متن نے اسی قولکو مذہب صحیح گمان کیا یعنی ولہذا اسکو متن مین داخل کیا برخلاف کنز کے اور کنز کے قول کی تضعیف کی چنانچہ اسکو اسکے لیے بصیغہ تمریض ذکر کیا ہم شارح نے ہمین تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکلف بہما لعدم سببہما اور بعضون نے کہا کہ عشا اور وتر کیوقت کا نہ پانیوالا مکلف اُن دونون نمازونکا نہین اونکے سبب کے نہونے کیوجہ سے یعنی وجوب نماز کا سبب وقت ہو اور انتفاء سبب مستلزم انتفاء مسبب ہے وبہ جزم فی الکنز والدرر والملتقی اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہو متون ثلثہ یعنی کنز الدقائق اور درر اور ملتقی الابحر مین وبہ افتی البقالی ووافقہ الحلوانی والمرغینانی اور اسیکا فتوی دیا علامہ بقالی نے اور اونکی موافقت کی بعد مخالفت کی حلوانی اور مرغینانی نے ہم مجتبی مین ہے کہ ہمارے ائمہ کیوقت مین استفتا وارد ہوا کہ ہم لوگ اپنے شہر مین عشا کا وقت نہین پاتے تو ہمپر عشا کی نماز واجب ہو یا نہین تو جواب یہہ لکھا کہ تمپر واجب نہین اور اسیکا ظہیر الدین مرغینانی نے فتوی دیا اور اسیکا استفتا بلغار سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر تو قضا کرنے عشا کا فتوی دیا پھر خوارزم مین سیف السنۃ بقالی سے بھی استفتا ہوا تو اونہون نے عدم وجوب کا فتوی دیا سو اونکا جواب حلوانی کو پونہچا تو ایک شخص کو بھیجا اونکے پاس خوارزم مین کہ مجمع مین اونسے سوال کرے کہ کیا کہتے ہو اُس شخص کے حق مین جو پانچ فرضون سے ایک فرض کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے یا نہین تو شیخ بقالی مطلب سوال کا سمجھ گئے تو جواب دیا کہ تم کیا کہتے ہو اُس شخص کی نسبت جسکے دونون ہاتھ کہنیون سمیت یا دونو پانون ٹخنون سمیت کاٹ گئے اور اسکے وضو مین کتنے فرض ہین سائل نے جواب دیا کہ تین فرض ہین بسبب نہونے محل چوتھے فرض کے بقالی نے کہا کہ اسیطرح پانچوین نماز بھی فرض نہین اوسکے وقت کے نہونے سے پھر جبکہ یہہ جواب حلوانی کو پونہچا تو پسند کیا اور اس مسئلہ مین اونکے موافق ہوگئے کذا فی المنح ورجحہ الشرنبلالی والحلبی واوسعا المقال ومنعا ما ذکرہ الکمال اور عدم وجوب عشا کی ترجیح دی شرنبلالی اور ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اور اسمین بہت گفتگو کی ہو اور نہین مانا اوس قول کو جو کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہے ہم خلاصہ کلام محقق یہہ ہو کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل یدین مقطوعین پر قیاس مع الفارق ہو کیونکہ عدم محل فرض مین اور عدم سبب جعلی مین جو وجوب خفی نفس الامری کی علامت ہو فرق صریح ہو علاوہ

اسکی اخبار متواترہ شب معراج سے فرضیت صلوات خمسہ جمیع آفاق پر بلاتفصیل شریعت عام ہے اور اسیطرح حدیث صحیح مسلم دلیل مدعا ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا صحابہ نے کہا کہ وہ زمین مین کتنا ٹھہریگا فرمایا ۴۰ دن ایک دن سال کی برابر اور ایک دن مہینے کی برابر اور ایک
دن ہفتے کی برابر اور باقی دن تمہارے دنون کی مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ سو جو دن کہ سال کی برابر ہے اوسمین ہمکو ایکدن کی نماز کفایت کریگی فرمایا
نہین اوسکے واسطے اندازہ کرلیا کرنا انتہے تو اُس دن مین ۳۰۰ سے زیادہ عصر کی نماز واجب ہوئی مثل یا مثلین کے سایہ ہوجانے سے پہلی انتہے کلام الکمال
خلاصہ جواب چلپی یہہ ہے کہ جیسی صلوات خمسہ ٹھہر چکی ہین اوسیطرح وجوب کیواسطے اسباب اور شروط ٹھہر گئی ہین کہ بدون اونکے وجوب نہین پایا جاتا ہے تو اگر
صلوات خمسہ کا حکم عام اسباب اور شروط کے ساتھہ مراد ہے تو مسلم ہے اور ہمکو مفید نہین اور اگر ہر فرد مکلف کا عموم مطلقا مراد ہے تو باطل ہے اسلئے کہ
حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے طاہر ہو مثلا تو اوسپر اوسدن فقط چار نمازین واجب ہین نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالف قیاس ہے تو اُسپر غیر کو
قیاس نہین کرسکتے وتمامہ فی الطحطاوی وغیرہ من البسوطات قلت ولا یُقاس علی حدیث الدجال لانہ وان وجب اکثر من ثلثمائۃ ظہر
مثلا قبل الزوال لیس کمسئلتنا لان المفقود فیہ العلامۃ لا الزمان واما فیہا فقد فقد الامران مین کہتا ہون اور کمال الدین کو مدت سا
نہین کرتی دجال کی حدیث اسواسطے کہ اگرچہ وہان تین سو ظہر سے مثلا زیادہ تر واجب ہوئی زوال آفتاب سے پہلے ہماری اس مسئلہ کی مانند وہ دن نہین
اسواسطے کہ یوم دجال مین فقط علامت اوقات مفقود ہے زمانہ مفقود نہین اور بلغار کی عشا اور وتر مین علامت اوقات اور زمانہ دونون امر مفقود
ہین یعنی نہ علامت عشا کی موجود ہے اور نہ اسقدر زمانہ ممتد ہے کہ مغرب اور عشا اور صبح کے اوقات کی برابر ہو بلکہ مابین غروب اور طلوع آفتاب کے
فقط بقدر مغرب اور صبح کے زمانہ ہوتا ہے م شارح کا یہہ کلام مسلم نہین اسواسطے کہ یوم دجال سال بھر کا ہے تو چوبیس چوبیس ساعت یعنی ۲۴ گھنٹے
مین پانچ نمازین ادا ہونگی اور بلغار کا دن بھی اپنی رات کے ساتھہ ۲۴ گھنٹے کا ہے تو اوسمین بھی پانچ نمازین واجب ہونگی تو زمانہ پایا گیا اور مثل ایام یوم
دجال کے ہوگیا مین کہتا ہون الحاصل وجوب اور عدم وجوب عشا مین دونون قولونکی تصحیح ثابت ہے مگر یہہ کہ دلیل تقدیر کی اشرق ہے اور ہمکو بلغار
کے رہنے والے نے خبر دی کہ جابہ ایام گرما مین شفق سُرخ کے غائب ہونے سے پہلے فجر طلوع کرتی ہے اور وہان کے لوگ موسم مین رات کی مدت مین ایکبار
یا دوبار کہاتے ہین قبل ظاہر ہونے فجر کے اور وہان سے بھی دور کے رہنے والے شخص نے مجھسے حکایت کی کہ وہان مطلق اندھیرا نہین ہوتا اور بعضے اور
بلاد مین ہمیشہ اندھیرا رہتا ہے وہان روشنی نہین مگر چراغ کی فسبحان العلیم بحقائق الاحوال کذا فی الطحطاوی والمستحب للرجل الابتداء فی
الفجر باسفار والختم بہ ہو المختار بحیث یرتل اربعین ایۃ ثم یعیدہ بطہارۃ لو فسد اور مرد کو مستحب ہے شروع کرنا نماز فجر کا روشنی مین اور
ختم کرنا روشنی مین یہی قول مختار ہے اسطرح کہ ۴۰ آیت کو اچہی ترتیل کے ساتھہ ٹھہر ٹھہر کے دونو رکعتون مین پڑہے پہر نماز کو اعادہ کرے طہارت
کے ساتھہ اگر فساد نماز کا ظاہر ہو م فساد کیصورت یہہ ہے کہ بدون طہارت کے سہو سے نماز پڑہی یا نماز مین کوئی فساد واقع ہوا وقیل یؤخر جدا
لان الفساد موہوم اور قول ضعیف یہہ ہے کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اسواسطے کہ فاسد ہوجانا نماز کا امر موہوم ہے م بحر الرائق مین ہے لیکن اسقدر
تاخیر نکرے کہ طلوع آفتاب مین شک واقع ہو الا الحاج بمزدلفۃ فالتغلیس افضل کمرأۃ مطلقا مگر حاجی کو مزدلفہ مین روز روشن مین نماز پڑہنا
مستحب نہین تو وہان اندھیری مین نماز افضل ہے جیسے عورت کو مطلقا خواہ حج مین یا غیر حج مین اندھیری مین نماز بہتر ہے یعنی اسواسطے کہ بنا رحال النساء
پردہ داری مین ہے سو وہ اندھیرے مین حاصل ہے وفی غیر الفجر الافضل لہا انتظار فراغ الجماعۃ اور فجر کے سوا اور نماز مین عورت کو فراغت
جماعت کا انتظار کرنا افضل ہے یعنی جب مردونکی جماعت ہوچکے تب عورت مسجد مین نماز پڑہے وتاخیر ظہر الصیف بحیث یمشی فی الظل مطلقا
کذا فی المجمع وغیرہ ای بلا اشتراط شدۃ حر وحرارۃ بلد وقصد جماعۃ اور مستحب ہے دیر کرنا گرمی کی ظہر کا اسطرح کہ دیوار وغیرہ کے سایہ مین
چلے مسجد جانے کیوقت مطلقا ایسا ہی مجمع وغیرہ مین مطلقا کی تفسیر یہہ ہے کہ تاخیر مذکور مین شرط نہین شدت موسم گرما کی اور تیز گرمی شہر کی اور قصد
جماعت کا م صیف کی قید مین اشارہ ہے کہ ربیع اور خریف کے موسم مین تعجیل ظہر کی مستحب ہے اور تاخیر کی حد یہہ ہے کہ قبل از مثل نماز ہو اسواسطے کہ

خزانہ مین ہی کہ وقت مکروہ وہ ہے جو اختلاف کی حد مین داخل ہوا اور جبکہ سایہ ہر شی کا اوسکی برابر ہوا تو حد اختلاف مین داخل ہوا اور یہہ قول شارح کے کلام
سے بہتر ہے اسواسطے کہ مصر کی دیوارون کا سایہ اونکی بلندی کے سبب سے جلد حاصل ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وما فی الجوهرة وغيرها من اشتراط
ذلک منظور فيه اور جو کہ جوہرہ وغیرہ مین ہی مشروط ہونا تاخیر کیواسطے امور مذکورہ کا یعنی شدت حرارت وغیرہ کا سو مسلم نہین اوسمین خلل ہی والجمعة
كالظهر اصلا واستحبابا في الزمانين لانها خلفه اور جمعہ ظہر کی مانند ہے اصل اور استحباب کی راہ سے دونون موسم گرمی اور جاڑے مین اسواسطے کہ جمعہ
خلیفہ ہی ظہر کا یعنی اصل وقت جو ظہر کا ہے وہی جمعہ کا ہی اور جیسے صیف مین ظہر کی تاخیر مستحب ہی اور تعجیل اور ایام مین ویساہی جمعہ مین ہی اور شاید اون کا جمعہ
کو سرد وقت مین پڑہنا مسنون نہین سو شاید اس مسئلہ مین دو روایتین مین اور جو کہ کہا کہ جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا سو احد القولین ہے اور دوسرا قول مشہور یہہ
کہ جمعہ فرض مستقل ہے ظہر سے زیادہ تر موکد ہی کذا فی الطحطاوی وتاخير عصر صيفا وشتاء توسعة للنوافل اور مستحب ہی تاخیر کرنا عصر کا گرمی اور
جاڑے مین نوافل کی گنجائش کیواسطے ہم ابو داؤد مین حدیث ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو تاخیر کرتے تھے جبتک کہ آفتاب سفید اور صاف
رہتا تھا کذا فی البحر مالم يتغير ذكاء بان لا تحار العين فيها في الاصح تاخیر عصر کی مستحب ہی جبتک کہ آفتاب متغیر نہو اسطرح پر کہ آنکہہ قرص
آفتاب مین حیران نہو صحیح قول مین ہم مراد یہہ ہی کہ آفتاب کی روشنی کی چمک جاتی رہی تو بصارت کو اوس سی حیرت حاصل نہوا اور تغیر روشنی کا اعتبار نہین اسلیے
کہ وہ تو زوال کے بعد حاصل ہوتا ہی اور قول ضعیف یہہ ہی کہ شعاع دیوارون پر بدلجاے اور بعضون نے کہا قرص آفتاب متغیر ہو جاے کذا فی
الطحطاوی عن السراج وتاخير عشاء الى ثلث الليل قيده في الكافية وغيرها بالشتاء اما الصيف فيندب تعجيلها اور مستحب ہی دیر کر کے پڑہنا
عشا کا تہائی رات تک خانیہ وغیرہا مین اس تاخیر کو مقید کیا ہی جاڑون کے ساتھہ اور گرمیون مین تو جلد پڑہنا عشا کا مستحب ہی یعنی اس خوف سی کہ
عشا کا وقت خارج نہو جاے غلبہ خواب سی کیونکہ رات بہت کم ہوتی ہے فان اخرها الى ما زاد على النصف كره لتقليل الجماعة اما اليه فمباح پہر اگر عشا
کی تاخیر کی یہان تک کہ آدہی رات سی زیادہ ہوگئی تو یہہ تاخیر مکروہ ہی تقلیل جماعت کیوجہ سی اور آدہی رات تک تو تاخیر مباح ہی ہم نصف شب سی
زیادہ تاخیر مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر تتمہ عشا کی تاخیر ... مستحب ... تا قصہ خوانی مکروہ منقطع ہو اور نامہ اعمال نماز پر
ختم ہو جیسے شروع ہوا تہا صبح کی نماز سے تاکہ درمیان کی خطائین معاف ہو جاوین حق تعالی نے فرمایا ان الحسنات يذهبن السيئات نیکیان برائیونکو
دفع کرتی ہین اور عشا سے پہلے سونا مکروہ ہے ... فوت جماعت ... مکروہ ... ورنہ مکروہ نہین چنانچہ قران پڑہنا اور
ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور گفتگو کرنا مہمان اور اپنی جورو سے اور مکروہ ہے کلام بعد فجر ہونے کے پہر جب نماز پڑہ چکے تو مکروہ نہین
کذا فی الطحطاوی واخر العصر الى اصفرار ذكاء اور اگر عصر کی تاخیر کی آفتاب کے زرد ہو جانے تک تو مکروہ ہی فلو شرع فيه قبل التغير فمده
اليه لا يكره پہر اگر عصر شروع کی آفتاب کے متغیر ہونے سی پہلے پہر نماز کو بڑہایا زردی آفتاب تک تو مکروہ نہین واخر المغرب الى اشتباك النجوم
كره اي التاخير لا الفعل لانه مامور به اور اگر مغرب کی تاخیر کی تارون کے چمک جانے تک یعنی اونکی بکثرت نمود ہونے تک تو یہہ تاخیر کرنا مکروہ ہی نہ
نماز پڑہنا اسوقت کا اسواسطے کہ نماز خوانی کا تو حکم ہے وہ کیونکر مکروہ ہو سکے تحريما الا بعذر كسفر وكون على اكل تاخیر عشا زائد از نصف شب اور تاخیر عصر
تا زردی آفتاب اور تاخیر مغرب تا ظہور نجوم مکروہ تحریمی ہی مگر سفر اور کہانا کہانے کے عذر سی تاخیر مکروہ نہین ہم کراہت تحریمی تینون مسئلون سی متعلق
ہے کذا فی الطحطاوی اسلیے ترجمہ مین اوسکی تصریح کر دی وتاخير الوتر الى اخر الليل لواثق بالانتباه اور تاخیر کرنا وتر کا آخر شب تک مستحب ہی
اوسکو جو اوسوقت کے جاگنی پر بہروسا رکہتا ہے والا فقبل النوم اور اگر جاگنے پر اعتماد نہو تو سونے سے پہلے وتر کا پڑہنا افضل ہے فان
افاق فانه الافضل پہر اگر اول وقت وتر پڑہکر سونے کے بعد جاگا تو امر مستحب فوت ہوگیا ہم ظاہرا غیر واثق کے جاگنے سی استحباب فوت نہین
ہوا بدلیل قول فالمنہیان کہ جسکو وثوق نہو تو اوسکو مطلقا تعجیل افضل ہے کذا فی الطحطاوی والمستحب تعجيل ظهر شتاء اور مستحب ہی جلد پڑہنا ظہر کی نماز
کا جاڑے مین ہم شتا وہ زمانہ ہی جسمین سردی شدید ہو اور صیف وہ ہے جسمین گرمی سخت ہو اور بعضون نے کہا کہ شتا وہ ہی جسمین دو چیز کی حاجت

ہوتا ہے کی اور روئی بھری کپڑے کی اور صیف وہ ہے جسمین دونون چیزونکی حاجت نہو اور ربیع اور خریف وہ ہے جسمین ایک چیز کی حاجت ہو
نہ دونون چیزونکی کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ یلحق بہ الربیع وبالصیف الخریف موسم سرما کے ساتھہ ربیع ملحق ہے اور موسم گرما کے
ساتھہ خریف ملحق ہے م یہہ بحث ہے صاحب بحر کی اور منقول مذہب کے مخالف ہے اسواسطے کہ شرنبلالی نے مجمع الروایات سے نقل کیا کہ ربیع اور خریف
مین تعجیل ظہر کی مستحب ہے حالانکہ نقل کے ہوتے بحث کا کچھہ اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی وتعجیل عصر وعشاء یوم غیم اور مستحب ہے تعجیل عصر اور
عشا کی ابر کے دن میں یعنی اسواسطے کہ تاخیر عصر مین احتمال ہے مکروہ وقت کے آجانیکا اور عشا کی تاخیر مین تقلیل جماعت کا احتمال ہے پانی برسنے
اور کیچڑ کے خوف سے وتعجیل مغرب مطلقاً اور جلد پڑہنا مغرب کا ہر موسم سرما اور صیف مین مستحب ہے م اور اطلاق سے یہہ مراد نہین کہ ابر ہو یا نہو
تعجیل مغرب کی مستحب ہے اسواسطے کہ ابر کے دن تاخیر مغرب کی مصرح ہے وتاخیرہ قدر رکعتین یکرہ تنزیھا اور مغرب کی تاخیر کرنا بقدر دو رکعت کے
مکروہ تنزیہی ہے وتاخیر غیرھا فیہ اور عصر اور عشا کے سوای اور نمازونمین ابر کے دن تاخیر کرنا مستحب ہے یعنی فجر اور ظہر اور مغرب مین تاخیر ابر
کے دن مین افضل ہے اسواسطے کہ فجر اور ظہر کے وقت مین کراہت نہین تو تاخیر مضر نہین اور مغرب کی تعجیل مین یہہ خوف ہے کہ قبل از غروب ادا واقع
ہو ھذا فی دیارنا لکثرۃ شتائھا وقلۃ رعایۃ اوقاتھا یہہ حکم تعجیل عصر اور عشا کا اور تاخیر انکے سوای کا ابر کے دن ان ملکونمین ہے جنمین جاڑا
بکثرت ہوتا ہے اور رعایت اوقات نماز ابر کے سبب سے کم ہوتی ہے چنانچہ بخارا وغیرہ ماوراء النہر کے ملک مین اما فی دیارنا فیراعی الحکم الاول
اور ہمارے ملک مین یعنی مصر اور شام مین تو پہلا حکم مرعی ہے یعنی تاخیر عصر کی مطلقاً اور عشا کی تا ثلث لیل اور تعجیل ظہر سرما اور ابر اور ظہر صیف ابراد
آخر تا تقدم یہہ بحث ہے عینی کی اور صاحب نہر نے اسکو پسند کیا ہے کذا فی الطحطاوی وحکم الاذان کالصلوۃ تعجیلا وتاخیرا اور اذان کا حکم نماز کی
مانند ہے تعجیل اور تاخیر مین تفصیل سابق کے موافق وکرہ تحریما وکل مالا یجوز مکروہ صلوۃ مطلقاً ولو قضاء او واجبۃ او نافلۃ او علی جنازۃ
وسجدۃ تلاوۃ وسھو لا شکر فانہ مع شروق اور طلوع آفتاب کے ساتھہ مکروہ تحریمی ہے مطلق نماز اگرچہ قضا ہو یا واجب یا نفل یا جنازہ کی
نماز اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کا [illegible] سجدہ اوسوقت مکروہ نہین کذا فی القنیۃ اور جو چیز جائز نہین وہ مکروہ ہے م یہہ جواب ہے
سوال مقدر کا وہ یہہ ہے کہ مصنف نے [illegible] مطلق نماز کو جو غیر منعقد کو بھی شامل ہے ذکر کیا اور غیر منعقد باطل ہے نہ مکروہ خلاصہ جواب یہہ
کہ مصنف نے کراہت لغوی کا ارادہ کیا [illegible] غیر جائز [illegible] حرام ہو یا باطل یا مکروہ باصطلاح فقہ پہر معلوم کرنا
چاہیے کہ اصل مین مذکور ہے کہ جبتک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہو تو وہ در حکم طلوع ہے اور امام فضلی کا یہہ قول مختار ہے کہ جب تک آدمی
آفتاب کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہے وہ طلوع مین داخل ہے اوسمین نماز حلال نہین پہر جب عاجز ہوا اوسکی نظر کرنے سے تو نماز حلال
ہوگئی یہی تفسیر تغیر مصحح کی مناسب ہے چنانچہ سابق مین گذر گیا کذا فی الطحطاوی الا العوام فلا یمنعون من فعلھا لانھم یترکونھا والاداء
الجائز عند البعض اولی من الترک اصلا کما فی القنیۃ وغیرھا مگر عوام لوگ روکے نجاوین اوسوقت کی نماز سے اسواسطے کہ وہ نماز چھوڑ دینگے
اور جو ادا کہ بعضون کے نزدیک جائز ہے وہ بالکل چھوڑ دینے سے اولی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہا مین ہے م بعض سے یہان امام شافعیؒ مراد ہین
کذا فی الطحطاوی واستواء لا نفل یوم الجمعۃ علی قول الثانی المصحح المعتمد کذا فی الاشباہ ونقل الحلبی عن الحاوی ان علیہ الفتوی اور نماز
مطلق مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے متوسط ہونے کے وقت آسمان مین یعنی ٹھیک دوپہر کو مگر روز جمعہ کے نفل مکروہ نہین ابو یوسف کے قول صحیح
معتمد پر چنانچہ اشباہ مین ہے اور حلبی شارح منیہ نے حاوی سے نقل کیا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے وغروب الا عصر یومہ فلا یکرہ فعلہ
لادائہ کما وجب بخلاف الفجر والاحادیث تعارضت فتساقطت کما بسطہ صدر الشریعۃ اور نماز مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے غروب ہونیکے
ساتھہ مگر روز غروب کی عصر تو اسکا پڑہنا اوسوقت مکروہ نہین بسبب اسکی ادا ہو جانے کے جسطرح کہ وہ ناقص واجب ہوئی تھی برخلاف فجر کے اور
احادیث اسمین متعارض ہین تو ساقط العمل ہوگئی چنانچہ شرح وقایہ مین صدر الشریعۃ نے اوسکو مشرح بیان کیا ہے م اوسی دن کی عصر جائز ہے

یعنی کل کی عصر غروب کیوقت جائز نہین وجوب ناقص کی وجہ یہہ ہے کہ وجوب عصر کا سبب آخر وقت ہی یعنی تغیر آفتاب کا وقت اور وہ ناقص ہی
یعنی عبادت کفار کا وقت ہی برخلاف فجر کے کہ اسکا تمام وقت کامل ہے تو وجوب بھی کامل ہے تو طلوع ہونے سے وہ باطل ہوجاویگی وقت
ادا کے ناقص ہونے سے تعارض احادیث کا یہہ بیان ہی کہ جماعہ محدثین نے حدیث مرفوع ابوہریرہ سے روایت کی کہ جس شخص نے عصر کی ایک رکعت
قبل غروب کے پائی اوسنے پوری نماز پائی اور جسنے ایک رکعت صبح کی پائی قبل طلوع آفتاب کے تو اوسنے پوری صبح کی نماز پائی چونکہ اس حدیث مین اور
اس حدیث مین جسمین اوقات ثلثہ مین نماز ممنوع ہے تعارض واقع ہوا تو ہمنے قیاس کیطرف رجوع کیا دفع تعارض کیواسطے چنانچہ تعارض کا یہی حکم
ہے تو ہمنے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز مین کذا فی الطحطاوی عن البحر ويتعقد نفل بشروع فيها بكراهة التحريم کراہت تحریمی کے
ساتھہ منعقد ہوتی ہے نفل اوقات ثلثہ مین شروع کرنے سے یعنی تو اسکا قطع کرنا اور اوسکو کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہی ھ جسکا نماز نام ہی اگرچہ
مجازًا اوسکو نماز بولتے ہین وہ تین قسم ہے فرض واجب نفل اول قسم کلی ہے اور قطعی تو فرض عملی وتر ہے اور فرض قطعی کفایہ ہی اور عین سو فرض
کفایہ نماز جنازہ ہے اور فرض عین نماز پنجگانہ اور جمعہ اور سجدہ صلبیہ ہے اور قسم ثانی یا واجب لعینہ ہی یعنی جو خدا کے واجب کردینے سے ہو یا واجب
لغیرہ ہی یعنی جو بندہ نے اپنے اوپر اپنے فعل سے واجب کرلیا ہو سو واجب لعینہ وتر اور نماز عیدین اور سجدہ تلاوت ہی اور واجب لغیرہ سجدہ
سہو اور دو رکعتین طواف کی اور اس نفل کی قضا جسکو اوسنے فاسد کردیا اور نذر کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت موکدہ ہی یا غیر موکدہ اور
اسکو دریافت کر کہ اوقات مکروہہ دو نوع ہین نوع اول طلوع اور استوا اور غروب ہے اور نوع ثانی مابین فجر اور آفتاب کے اور مابین نماز عصر کے آفتاب
کے زرد ہونے تک تو اوقات کی نوع اول مین جمیع اقسام مذکورہ نماز کی منعقد نہین ہوتی مگر نفل اور نذر مقید باوقات مذکورہ اور قضا اس نفل کی جسکو
انہین اوقات مین فاسد کیا اور نماز اس جنازہ کی جو انہین وقتو نمین آیا اور سجدہ تلاوت اس آیت کا جو انہین مین پڑہی گئی اور عصر اسی دن کی منعقد
ہوتی ہین یہہ چہ نمازین کراہت کے ساتھہ تو انکو قطع کرنا اور کامل وقت مین ادا کرنا واجب ہی مگر اوسیدن کے عصر کو قطع کرنا جائز نہین اور نوع ثانی مین تمام
اقسام مذکورہ نماز کی منعقد ہو جاتی ہین سواے نفل اور واجب لغیرہ کے کہ اونکا انعقاد کراہت کے ساتھہ ہوتا ہے تو اوسکا قطع اور قضا کامل وقت مین
واجب ہے کذا فی الحلبی لا ينعقد الفرض وما هو ملحق به كواجب لعينه كوتر وسجدة تلاوة وصلوة جنازة تليت الاية في كامل وحضرت
الجنازة قبل لوجوبه كاملا فلا يتادى ناقصا اوقات ثلثہ مین منعقد نہین ہوتا ہی فرض اور جو فرض کے ساتھہ ملحق ہے چنانچہ واجب لعینہ مانند
وتر کی اور سجدہ اس آیت کا جو کامل وقت مین پڑھی گئی اور نماز اس جنازہ کی جو حاضر ہوا ان وقتون سے پہلی بسبب اوسکے واجب ہونے کے کامل ہوکر
تو ادا انکا ناقص ہوکر فلو وجبتا فيها لم يكره فعلهما اے تحريما اور اگر سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ انہین اوقات مین واجب ہوئی تو انکا
فعل مکروہ نہین یعنی مکروہ بکراہت تحریمی نہین ھ تحریمی کی قید سے معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی ثابت ہی وفي التحفة الافضل ان لا تؤخر الجنازة
اور تحفہ مین ہے کہ بہتر یہہ ہے کہ اوقات ثلثہ مین جنازہ کی نماز کی تاخیر نکرے ھ صاحب بحر اور نہر نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہی کذا فی الطحطاوی
وصح مع الكراهة تطوع بدا به فيها ونذر اداه فيها وقد نذره فيها وقضاء تطوع بدا به فيها فافسده لوجوبه ناقصا اور صحیح ہی
کراہت کے ساتھہ وہ نفل جسکو شروع کیا انہین اوقات مین اور وہ نذر کی نماز جسکو ادا کیا انہین وقتون مین اور حالانکہ نذر بھی انہین مین
کی اور اس نفل کی قضا جسکو انہین اوقات مین شروع کیا پھر اوسکو فاسد کردیا وجہ صحت نقصان وجوب ہی نز ظاهر الرواية وجوب القطع والقضاء
في كامل كما في البحر پھر معلوم کر کہ ظاہر الروایہ وجوب قطع اور وجوب قضا ہی کامل وقت مین چنانچہ بحر الرائق مین ہے وفيه عن البغية الصلوة
فيها على النبي صلى الله عليه وسلم افضل من قراءة القران كانه لانها من اركان الصلوة فالاولى ترك ما كان ركنا لها اور بحر الرائق
مین بغیہ سے منقول ہی کہ اوقات مذکورہ مین نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہنا افضل ہے قران کے پڑہنے سے اور شاید کہ وہ اسواسطے ہی کہ قران خوانی نماز
کے ارکان سے ہی تو جو نماز کا رکن ہی اوسکا ترک اولی ہے ھ بغیہ بالضم و بالکسر بمعنی مطلوب ہے اور یہان کتاب کا نام ہی جو قنیہ کا مختصر ہی کذا فی الحلبی

عن البحر وکرہ نفل قصدًا ولو تحیۃ مسجد وکل ما کان واجبًا لا لعینہ بل لغیرہ وہو ما یتوقف وجوبہ علی فعلہ کمنذور ورکعتی
طواف وسجدتی سہو والذی شرع فیہ فی وقت مستحب او مکروہ ثم افسدہ ولو سنۃ الفجر بعد صلوۃ فجر وصلوۃ عصر
اور بعد فجر اور عصر کی نماز کے قصداً نفل مکروہ ہی اگرچہ تحیۃ المسجد ہو اور جو نماز کہ واجب لعینہ نہین بلکہ واجب لغیرہ ہی واجب لغیرہ وہ ہی جسکا
وجوب ہمارے فعل پر موقوف ہو چنانچہ نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعتین اور دو سجدہ سہو کے اور جس نماز کو شروع کیا مستحب یا مکروہ وقت
مین پھر اوسکو فاسد کر دیا اگرچہ فجر کی سنت ہو م یہہ رد ہے اُس قول کا کہ جب فجر کی اقامت ہوا اور فوت ہونے فرض کا خوف ہو تو سنت کو شروع
کرکے قطع کرے پھر اوسکو قضا کرے طلوع سے پہلے وجہ رد یہہ ہی کہ جس نفل کو فاسد کیا اوسکی قضا اسوقت مین مکروہ ہے علاوہ یہہ ہی کہ قطع
کیواسطے شروع کرنا شرعًا قبیح ہے نفل مین قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہجد کی نماز پڑہتا ہوا اور ایک رکعت کے بعد فجر طالع ہو تو افضل یہہ ہے
کہ دوسری رکعت پڑھلے کیونکہ نفل بعد فجر کے بدون قصد کے واقع ہوئی اور یہہ نماز سنت فجر کے قائم مقام نہین ہوسکتی صحیح تر قول مین کذا
فی الطحطاوی ولو المجموعۃ بعرفۃ نفل وغیرہ عصر کے بعد مکروہ ہی اگرچہ عصر ظہر کے ساتھہ ملائی گئی ہو عرفات مین کذا فی النہر عن المعراج
والقنیۃ لا یکرہ قضاء فائتۃ ولو وترًا و لا سجدۃ تلاوۃ وصلوۃ جنازۃ مکروہ نہین قضا فوت ہوگئی نماز کی اگرچہ وتر ہو اور نہ
سجدہ تلاوت کا اور نہ نماز جنازہ بعد نماز فجر اور عصر کے وکذا الحکم من کراہۃ نفل وواجب لغیرہ لا فرض وواجب لعینہ بعد طلوع
فجر سوی سنتہ لشغل الوقت بہ تقدیرًا اور اسی طرح حکم ہے مکروہ ہونے نفل اور واجب لغیرہ کا نہ فرض اور واجب لعینہ کا بعد طلوع
ہونے فجر کے سوائی سنت فجر کے بسبب مشغول ہونے اسوقت یعنی فجر کی نماز فجر کے ساتھہ تقدیرًا یعنی شارع نے اسوقت مین نوافل اور واجب
کی گنجائش نہین رکھی سوائی سنت فجر کے م کراہت نفل کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جو ام المومنین حفصہؓ سی مروی ہی کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع کرتی تھی نہین پڑہتے تھے مگر ہلکی دو رکعتین اس حدیث سی معلوم ہوا کہ دو رکعت سنت سی زیادہ نہین پڑہتے
تھے باوجود شوق کثرت نوافل اور مجتبے مین ہی کہ سنت فجر مین حقیقت قرات چاہیئے بدلیل قول ابن عمر کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو سنا کہ دونون رکعتون مین قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ پڑہتے تھے کذا فی العینی حتی لو نوی تطوعًا کان سنۃ الفجر
بلا تعیین یہانتک کہ اگر بعد طلوع فجر کے کسی نفل کی نیت کی تو وہ سنت فجر کی ہوجاویگی بدون تعیین کرنے کے م یہہ مبنی ہی اس قول راجح پر
کہ تعیین نیت شرط نہین سنت اور مستحب مین بلکہ اوسکو مطلق نیت نماز کی کافی ہے کذا فی الطحطاوی وقبل صلوۃ مغرب لکراہۃ تاخیرہ الا
یسیرًا اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہ نماز مغرب سی پہلے بسبب مکروہ ہونے تاخیر مغرب کے مگر تھوڑی تاخیر مکروہ نہین م قضاء فائتہ اور
نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت اسوقت مین بلاکراہت جائز ہے اور پہلے مغرب کی نماز پڑھی پھر جنازہ کی نماز پھر سنت مغرب کی اور شاید کہ
یہہ افضلیت کا بیان ہے اور شرح منیہ مین ہے کہ فتوی اسپر ہی کہ جمعہ کی سنت کے بعد نماز جنازہ کی پڑھی تو بموجب اسکی مغرب کی سنت
سے بھی تاخیر جنازہ چاہیئے اسواسطے کہ موکد تر ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعند خروج امام من الحجرۃ او قیامہ للصعود ان لم
یکن لہ حجرۃ لخطبۃ ما و سیجئ انہا عشر الی تمام صلوتہ اور مکروہ ہی نفل اور واجب لغیرہ وقت نکلنے امام کے حجرہ سے کوئی خطبہ پڑھنے
کیواسطے یا امام کے کھڑے ہونے کیوقت منبر پر چڑھنے کے لئے اگر امام کا حجرہ نہو آخر نماز امام تک اور آگے باب العیدین مین آویگا کہ سب
خطبے دس ہین یعنی خطبہ جمعہ اور خطبہ عید الفطر اور خطبہ عید اضحے اور تین خطبے حج کے اور خطبہ ختم قران اور خطبہ نکاح اور خطبہ استسقا اور خطبہ کسوف
بخلاف فائتۃ فانہا لا تکرہ برخلاف نماز فائتہ کہ اوسکی قضا وقت خطبہ مکروہ نہین وقیدہا المصنف فی الجمعۃ بواجبۃ
الترتیب والا فیکرہ وبہ یحصل التوفیق بین کلامی النہایۃ والصدر اور مصنف نے فائتہ مین باب الجمعہ مین لازم الترتیب کی قید لگائی اور اگر وہ نماز
فائتہ لازم الترتیب نہین تو اوسکی قضا خطبہ کیوقت مکروہ ہی اور اس قید سی موافقت حاصل ہوتی ہے نہایہ اور صدر الشریعۃ کے دونون

قسمہ لو قدم الفرض علی وقتہ پہر اگر دو فرضونکو جمع کیا ایکوقت مین تو وہ فرض فاسد ہے جسکو اوسکے وقت پر مقدم کیا یعنی اگر ظہر کیوقت عصر پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہوگئی وحرم لو عکس ای اخرہ عنہ وان صح بطریق القضا اور حرام ہے تاخیر اگر اوسکا بالعکس کیا یعنی فرض کی تاخیر کیوقت سے چنانچہ مغرب عشا کے ساتھ ملاکر پڑھے اگرچہ تاخیر سے فرض صحیح ہے بطریق قضا کے الا لحاج بعرفۃ ومزدلفۃ کما سیجی مگر حاجی کو جمع کرنا ظہر اور عصر کا عرفات مین اور مغرب اور عشا کا مزدلفہ مین ثابت ہے چنانچہ کتاب الحج مین آویگا ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ اور کچھ مضائقہ نہین اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے مین ضرورت کیوقت یعنی اگر امام شافعی کی سفر کی ضرورت سے جمع بین الصلوتین مین مثلا تقلید کرے تو جائز ہے علی الخصوص سفر حجاز مین کہ وہان اہل قافلہ نہین ٹھہرتے اور تنہا رہنے مین جان ومال کا خوف ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا ضرورت کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون ضرورت کے تقلید غیر امام جائز نہین اور یہہ ایک قول ہے مذہب کا اور دوسرا قول مختار یہہ ہے کہ تقلید دوسرے امام کی جائز ہے اگرچہ بدون ضرورت کے ہو مگر بعد وقوع اور نزول کے ہو چنانچہ خطبہ اس کتاب مین ہم مذکور کر چکے ہین اور البتہ مسئلہ تقلید مین چند رسائل جداگانہ تصنیف ہوئے ہین دونون قولونپر انتہے ما فی الطحطاوی لکن بشرط ان یلتزم جمیع ما یوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان الحکم الملفق باطل بالاجماع لیکن دوسرے امام کی تقلید مین شرط یہہ ہے کہ لازم پکڑلے سب اون احکام کو جنکو اس عمل کیواسطے اوس امام نے واجب ٹھہرایا ہے اسواسطے کہ ہم آگے ذکر کر چکے ہین کہ جو حکم دو مذہب سے مخلوط ہو وہ بالاجماع باطل ہے ہم جمع بین الصلوتین مین امام شافعی کے احکام یہہ ہین کہ اگر جمع تقدیم ہے تو اوسمین شرط ہے پہلی نماز کی تقدیم اور جمع کی نیت کر لینا پہلی نماز کے فارغ ہونے سے پہلے اور دونون نماز و نمین اسقدر جدائی نکرے جسکو عرف مین جدائی جانتے ہون اور جمع تاخیر مین اسکے سوا کوئی شرط نہین کہ نیت کرے جمع بین الصلوتین پہلی نماز کیوقت کے خارج ہونے سے پہلے اور جمع تقدیم افضل ہے مسافر کو منزل پر اور جمع تاخیر بہتر ہے چلنے کیحالت مین اور مسافر اکثر مبتلا ہوتا ہے ایسے فعل کا خصوصا حاجی اور تقلید مین کچھ ڈر نہین کذا فی النہر الفائق

باب الاذان

یہہ باب ہے اذان کے بیان مین ہم اذان بروزن زمان مصدر ہے اور بعضون نے کہا اسم مصدر ہے اسلئے کہ ماضی اسکی اذن بالتشدید اور مصدر تاذین آتا ہے ہو لغۃ الاعلام اذان لغت مین بمعنی اعلام ہے یعنی آگاہ و خبردار کرنا وشرعا اعلام مخصوص لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب علی وجہ مخصوص بالفاظ کذلک ای مخصوصۃ اور شریعت مین اذان ایک مخصوص خبردار کرنا ہے یعنی نماز کے لئے بطریق مخصوص چند الفاظ معینہ مرتبہ سے مصنف نے اذان کو اعلام مخصوص بدخول وقت نکہا تاکہ اذان کی تعریف قضا کی اذان اور خطیب کے سامنے کی اذان کو بھی شامل رہے یعنی قضا کی اذان مین وقت نہین ہوتا اور خطیب والی اذان مین اگرچہ وقت ہے مگر اوسکی آگاہی تو اذان سے پہلے ہو چکی ہے ہم جن لوگون نے دخول وقت کی قید لگائی ہے تو انہون نے اصل مشروعیت اذان کا لحاظ کیا ہے اور اسصورتمین اذان فائتہ اور خطیب کے سامنے کی بھی داخل رہیگی اور الفاظ مخصوصہ کی قید سے یہہ اشارہ ہوا کہ فارسی مین اذان درست نہین گو لوگ جان لین کہ اذان ہوتی ہے کذا فی الشامی ناقلا عن السراج سببہ ابتداء اذان جبریل لیلۃ الاسراء واقامتہ حین امامتہ علیہ السلام ثم رؤیا عبد اللہ بن زید اذان الملک النازل من السماء فی السنۃ الاولی من الھجرۃ شروع مین اذان کا سبب جبرئیل علیہ السلام کی اذان ہے اور اقامت اونکی شب معراج مین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے کیوقت یعنی جب بیت المقدس مین آپ امام ہوئے تھے حضرات انبیا علیہم السلام کی دو رکعت نفل مین پہر اسکے بعد خواب مین دیکھنا عبد اللہ بن زید انصاری کا اول سال ہجری مین اوس فرشتے کی اذان جو آسمان سے اترا تہا ہم یہان یہہ اعتراض ہوتا ہے کہ غیر انبیا کی خواب پر بنا احکام شرعی نہین ہوتی پہر عبد اللہ وغیرہ کی خواب سے اذان کیسے شروع ہوئی تو اسکا جواب یہہ ہے کہ ثبوت اذان کا فقط عبد اللہ وغیرہ کی خواب سے نہین ہوا بلکہ آنحضرت صلعم کے حکم سے ہوا بعد وحی کے ہے اسلئے کہ عبد الرزاق اور ابو داؤد نے مراسیل مین روایت کی کہ عمر رضہ نے جب اذان خواب مین دیکھی اور حضرت کو خبر دینے کو آئے تو معلوم ہوا کہ وحی مین اسکا حکم ہوچکا اور بلال کی اذان کان مین پہونچی پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان مین وحی تجہ سے سبقت کر گئی ابن حجر مکی نے شرح بخاری مین ذکر کیا ہے

باب الاذان

کہ کچھ حدیثین اسبات پر دال ہین کہ اذان مکہ معظمہ مین قبل ہجرت شروع ہوئی چنانچہ طبرانی اور دارقطنی اور بزار نے اِس مضمون کی حدیثین روایت کی ہین
مگر حق یہہ ہی کہ اُن احادیث مین سے کوئی صحیح نہین خبر صحیح یہہ ہے کہ شروع اذان کا مدینہ پاک مین ہوا جیساکہ مسلم مین مذکور ہی کذا فی الشامی وهل هوَ
جبرائیل قیل وقیل سوال اذان کا فرشتہ جبرئیل تھے یا کوئی اور جواب بعضون نے کہا جبرئیل تھے اور بعضون نے کہا غیر جبرئیل علیہ السلام وسببه
بقاءَ دخولُ الوقتِ اور اذان کا سبب بقا کی راہ سے نماز کیوقت کا داخل ہونا ہی م شامی نے کہا کہ بقا تمیز ہے جسکا مضاف الیہ پھیر دیا گیا ہے
یعنی سبب اوسکو باقی رہنے کا اس سے یہہ مراد ہے کہ جس سبب کے حادث ہونے سے اذان ازسرنو کہنی پڑے وہ دخول وقت ہے وهو سُنَّةٌ للرجالِ فی مکانٍ عالٍ
مؤکدۃٌ ہی کالواجبِ فی لحوقِ الاثمِ للفرائضِ الخمسِ اور اذان مردون کیواسطے اونچے مکان مین سنت مؤکدہ ہی فرائض پنجگانہ کے لیے سنت
مؤکدہ واجب کی مانند ہی گنہگار ہونے مین اسکی چھوڑ دینے سے م محمد نے کہا کہ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کرین تو اُنکا قتال حلال ہی اور ابو یوسف نے
کہا کہ وہ لوگ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہین اور وہ سنت کفایہ ہی یعنی شہر مین ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہی کذا فی الطحطاوی فی وقتِها وَ او قضاءً
لانه سنة للصلوة حتی یُبرِدَ به لا للوقت اذان سنت ہی فرائض کیوقت مین اگرچہ فرض قضا ہو اسلیے کہ اذان نماز کی سنت ہی نہ وقت کی یہانتک
کہ گرمیون کو ظہر کی ٹھنڈے وقت اذان دیجاتی ہے یعنی تقدیم و تاخیر مین اذان نماز کی تابع ہے کذا فی الطحطاوی لا یُسَن لغیرها کعیدٍ اذان مسنون
نہین سوا ہی فرض نمازون کے اور نمازون کے لیے مانند عید کی م عید کی مانند نماز جنازہ اور نماز کسوف اور نماز استسقا اور تراویح اور سنن روا تب ہین
اور وتر ہر چند امام اعظم کے نزدیک واجب ہے مگر چونکہ وقت عشا مین ادا کیا جاتا ہی تو عشا ہی کی اذان پر اکتفا کیا گیا کذا فی الشامی فیُعادُ اذانٌ وقع
بعضُه قبلَه کالاقامةِ خلافاً للثانی فی الفجرِ تو دوسری بار اذان کہی جاے اگر بعضے کلمات اذان کے فرض کیوقت سے پہلے واقع ہوئی ہون
اقامت کی مانند برخلاف ابو یوسف کے فجر مین یعنی اونکے نزدیک آدھی رات کے بعد فجر کی اذان درست ہی م اقامت اگر قبل وقت ہو تو اوسکا اعادہ
بالاتفاق ہی اور اگر امام حاضر ہوا اقامت کے بعد ساعت بھر بیٹھے اور اوسنے فجر کی سنت پڑھی تو اقامت کو دوسری بار کہنا واجب نہین تو حصر سے معلوم
ہوگیا کہ اگر اقامت کے بعد فی الفور نماز نہ پڑھی تو اقامت باطل نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی عن المنح وهو اربع تکبیر فی ابتدائه وعن الثانی ثنتان
اذان سنت ہی چار بار تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنے کے ساتھ شروع اذان مین اور ابو یوسف سے ایک روایت مین دو بار تکبیر ہے م پہلی اذان مین چار
بار اللہ اکبر کہے اسطرح کہ ایک آواز مین دو بار اور دوسری آواز مین بھی دو بار اللہ اکبر کہے یعنی چار آواز دن سے چارون تکبیر کو علحدہ علحدہ نکہے
کذا فی الطحطاوی ویفتح راء اکبر والعوام یضمونها روضة اکبر کی رے کو زبر کے ساتھ کہی اور عوام لوگ اوسکو پیش دیتے ہین کذا فی روضہ م مضمرات مین
ہے کہ موذن کو اختیار ہے چاہے اکبر کی رے کو ضمہ یعنی پیش دے چاہے جزم اور اگر آتش زدگی مین اللہ اکبر چند بار مکرر کہی تو اسم ذات مرفوع ہے ہر بار اور
اکبر کا لفظ پچھلی بار کی سوا چاہے پیش کے ساتھ کہے چاہے جزم کے ساتھ کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لکن فی الطلبة معنی قوله علیه السلام
الاذانُ جزمٌ ای مقطوعُ المدّ فلا یقول آلله لانه استفهام وانه لحن شرعی لیکن طلبہ مین ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قول الاذان
جزم کا یہہ مطلب ہے کہ اذان مقطوع المد ہے یعنی اللہ کے لفظ مین الف کو کشش نہین تو اوسکے الف کو بڑھا کر نبولے کہ وہ پوچھنا ہے کہ کیا اللہ
بڑا ہے اور یون کہنا شرعاً غلط ہے م جبکہ یہہ شرعاً غلط ہوا تو اسطرح اذان مکروہ ہی اور اگر استفہام کا ارادہ کریگا تو کافر ہوگا کذا فی الطحطاوی
اور شامی مین ہی کہ سیوطی سے اس حدیث کا حال پوچھا گیا تو کہا کہ یہہ حدیث ثابت نہین بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہی او مقطوعُ حرکةِ الآخرِ للوقفِ
فلا یقفُ بالرفعِ فانه لحن لغوی فتاوی الصیرفیه من الباب السادس والثلثین یا حدیث مذکور کا یہہ مطلب کہ آخر کی حرکت مقطوع ہی تو وقف
کی پیش پر کہ وہ لغت عرب مین غلط ہی چنانچہ فتاوی صیرفیہ کے چھتیسوین باب مین ہی یعنی اذان مین جتنے جملے ہین سب کے آخر حرف پر وقف کرکے
حرکت ندے لیکن جیسے اللہ اکبر جو اذان مین ہین اونمین سے اول اور تیسری اور پانچوین مین اکبر کی رے کو چاہے ساکن ادا کرے چاہے فتحہ کے ساتھ اگلے
سے ملا دے اور اگر پیش سے ملا دیگا تو خلاف سنت ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی ملخصا ولا ترجیعَ فانه مکروه ملتقی اور اذان مین ترجیع نہین اسلیے کہ

ترجیع مکروہ ہے کذا فے الملتقی ھم ترجیع یہہ ہے کہ شہادتین یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ کو پہلے آہستہ کہے پھر چاروں کلمات کو زور سے کہے یہہ شافعی مذہب میں سنت ہے اور ہمارے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے کذا فے الحلبی اور ابی محذورہ کی اذان میں جو ترجیع حدیث میں مذکور ہے وہ اسبات پر محمول ہے کہ بطریق تعلیم کے تھی کیونکہ جمیع روایات متفق ہیں اسپر کہ بلال اذان میں ترجیع نکرتے تھے اسکو سراج الطبرانی میں ابی محذورہ کی اذان میں بھی ترجیع نہیں تو عدم ترجیع ہی ثابت ہوا اور وجہ کراہت یہہ ہے کہ اذان اعلام کے لئے ہے اور آہستہ کہنے سے اعلام نہیں ہوتا کذا فے الشامی **ولا لحن فیہ ای تغنی بغیر کلماتہ فانہ لا یحل فعلہ وسماعہ کالتغنی بالقرأۃ** اور اذان میں لحن نہیں یعنی وہ راگنی جو اذان کے کلمات متغیر کردے کہ اسکا کرنا اور سننا حلال نہیں جیسے قرآن کی تغنی کا فعل اور سماع حلال نہیں ھم لحن یہہ ہے کہ حروف کے ادا میں اور انکی حرکات اور سکنات میں کمی بیشی واقع ہو جیسا کہ گانے میں ایسا ہوتا ہے اور خطا اعرابی کو بھی لحن بولتے ہیں **وبلا تغییر حسن** اور خوش آوازی بغیر متغیر کرنے کلمات اور حرکات اور سکنات کے خوب ہے اذان اور قرآن میں ھم یعنی تغنی بلا تغییر خوب ہے اسواسطے کہ تحسین صوت مطلوب ہے اور تحسین صوت کو تغییر لازم نہیں کذا فی البحر **وقیل لا بأس بہ فی الحیعلتین** اور قول ضعیف یہہ ہے کہ کچہہ ڈر نہیں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے لحن میں ھم قائل اس قول کا حلوانی ہے اور وجہ یہہ بیان کی ہے کہ یہہ دونو کلمات ذکر نہیں اور لفظ لا بأس سے اشارہ ہے اسطرف کہ اولیٰ یہہ ہے کہ انمیں بھی لحن نکرے کذا فی الشامی **ویترسل فیہ بسکتۃ بین کل کلمتین ویکرہ ترکہ ویندب اعادتہ** اور موذن اذان کو ٹھہر ٹھہر کے اندک سکوت کرکے دو دو کلمہ کے درمیان میں اور ترسل یعنی سکتہ کا ترک کرنا مکروہ ہے اور اسکے ترک سے اذان کو پھر کہنا مستحب ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ **ویلتفت فیہ وکذا فیہا مطلقا وقیل ان المحل متسعا یمینا وشمالا فقط لئلا یستدبر القبلۃ بصلاۃ وفلاح** اور اذان میں منہہ پھیرے داہنے اور بائیں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہنے کے ساتھہ اور اسیطرح اقامت میں التفات کرے ہر حال میں یعنی جگہہ میں وسعت ہو یا نہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر جگہہ وسعت کی ہو تو التفات کرے فقط داہنے اور بائیں سے تاکہ پشت واقع ہو قبلہ کیطرف **ولو وحدہ او لمولود لانہ سنۃ الاذان** مطلقا التفات مذکور ترک نکرے اگرچہ موذن تنہا ہو یا بچہ ہونے کیونیت اذان کہتا ہو اسواسطے کہ التفات اذان کی سنت ہے ہر طرح **ویستدیر فی المنارۃ لو متسعۃ ویخرج رأسہ منہا** اور موذن گردش کرے اذان کے منارے میں اگر وہ کشادہ ہو اور اپنا سر اسکے طاقچہ سے نکالے لوگوں کے خبردار کرنیکو ھم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیوقت منارہ اذان کے لئے نہ تہا حضرت بلال مسجد کی چھت پر اذان کہا کرتے تھے بعد کو امیر معاویہ کے حکم سے منارہ بنایا گیا **ویقول ندبا بعد فلاح اذان الفجر الصلوٰۃ خیر من النوم مرتین لانہ وقت نوم** اور مستحب ہے کے بطریق ندب کہے اذان فجر کی حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم یعنی نماز بہتر ہے نیند سے اسواسطے کہ یہہ نیند کا وقت ہے **ویجعل ندبا اصبعیہ فی صماخی اذنیہ فاذانہ بدونہ حسن** اور بطریق استحباب کے کرے اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں کہ اذان بغیر انگلی رکہنے کے خوب ہے اور انگلی رکہکر بہت خوب ہے ھم کان میں انگلی رکہنے کا فائدہ یہہ ہے کہ اس فعل سے آواز بلند ہو جاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے حضرت بلال کو فرمایا کہ دونو کانونمیں انگلیاں کرلو کہ اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی اور دوسرا فائدہ یہہ ہے کہ بہرا اور دور کا آدمی آواز نہیں سنتا اس فعل کو دیکہکر آگاہ ہو جاتا ہے کہ اذان ہو **والاقامۃ کالاذان فیما مر** اور اقامت جسکو عوام تکبیر بولتے ہیں اذان کی مانند ہے احکام مذکورہ میں ھم اذان کے احکام جو متن میں گذرے گئے دس ہیں یعنی مسنون ہونا فرائض کیواسطے اور اعادہ اوسکا اگر وقت سے پہلے ہوئی ہو اور شروع کرنا قبلہ سے اور ترجیع نکرنا اور لحن نکرنا اور ٹھہر ٹھہر کہنا اور التفات اور گردش اور فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا زیادہ کرنا اور کانونمیں انگلیاں رکہنا لیکن مصنف نے تین احکام کو ان احکام عشرہ سے نکال ڈالا تو ٹھہر ٹھہر کہنے کے بدلے جلد جلد کہنا اور الصلوٰۃ خیر من النوم کی عوض قد قامت الصلوٰۃ کہنا اور کان میں انگلی نرکہنا مذکور کیا تو سات حکم مشترک باقی رہے جنہیں نے کہا تو مصنف کو گردش کا نفی کرنا بھی لازم تہا **لکن ھی ای الاقامۃ وکذا الامامۃ افضل منہ** لیکن اقامت اور اسیطرح امامت افضل ہے اذان سے کذا فی الفتح **ولا یضع المقیم اصبعیہ فی اذنیہ لانہا اخفض** اور اقامت

كہتے والا اپنی دونون انگلیان كانون مین نركہے اسواسطے كہ اقامت كی آواز پست تر ہوتی ہے اذان كی آواز سے ويحدر فيها يعني اقامت الذالي يے بين ويحدر فيها اور
اقامت كہنے مين جلدی كرے يعنی بين الكلمتين سكتہ نكرے شارح نے كہا كہ يحدر بضم دال بمعنى يسرع ہے يعنی سرعت كرے فلو ترسل له بعد بهما في الاقامة
تو اگر اقامت ٹھہر ٹھہر كے اذان كی مانند تو اسكا اعادہ نكرے صحيح تر قول مين ہے ليكن اگر اذان كو جلد جلد تكبير كيطرح كہيگا تو اسكا دوبارہ كہنا مستحب ہے
كيونكہ اذان مين تكرار مشروع ہے چنانچہ جمعہ كے روز او تكبير مين تكرار شريعت مين ثابت نہين ويزيد قد قامت الصلوة بعد فلاحيها مرتين اور اقامت
كے حي على الفلاح كے بعد دوبار كہے قد قامت الصلوة وعند الثلثة هي فرادى اور امام شافعی اور امام مالك اور امام احمد تينون كے نزديك اقامت
ايك ايك كلمہ ہے ويستقبل غير الراكب القبلة بهما اور سوار كے سوا اور شخص اذان اور اقامت مين قبلہ رخ ہو جاوے ہم جماعت كيواسطے سوار ہوكر
اذان نكہے سفر كے حال مين سوار كو اپنے واسطے اذان اور اقامت درست ہے اور استقبال قبلہ شرط نہين ويكره تركه تنزيها اور ترك استقبال قبلہ مكروہ
تنزيہی ہے اور صاحب محيط نے استقبال قبلہ كو احسن كہا پس صاحب بحر نے اس سے نكالا كہ اسكا ترك مكروہ تنزيہی ہے كذا في الطحطاوي ولو قدم فيهما
مؤخرا اعاد ما قدم فقط اور اگر اذان اور اقامت مين مؤخر لفظ كو مقدم كيا تو فقط مقدم لفظ كو پھر كہے يعنی اوسی لفظ كا اوسيكی محل مين اعادہ
كرے مثلا حي على الفلاح كو حي على الصلوة سے پہلے كہديا تو اعادہ صرف انہين دونو كلمون كا صحيح طور پر كر دے تمام اذان كا اعادہ ضرور نہين ولا يتكلم
فيهما اصلا ولو رد سلام اور اذان اور اقامت مين اصلا كلام نكرے اگرچہ وہ كلام جواب سلام كا ہو يعنی سلام كا جواب ندے نہ اپنے دل مين اور
نہ اذان اور اقامت كے بعد يہی قول صحيح ہے اور كھنكھارنا بھی كلام مين داخل ہے مگر تحسين صوت كيواسطے جائز ہے كذا في البرهان فان تكلم استانفه
سو اگر اذان اور اقامت مين بولا تو پھر سر سے شروع كرے ويثوب بين الاذان والاقامة في الكل للكل بما تعارفوه اور مؤذن اذان
اور اقامت مين بلا دے سب نماز يون كو بدون تخصيص امير وغيرہ كے سب نماز ون مين جسطرح كہ انكے بلانے كی عادت ہو ہم تثويب يعنی اعلام بعد الاذان
كا طريقہ يہ ہے كہ بعد اذان بقدر بيس آيت پڑھنے كے ٹھہر جاوے پھر بلاوے اسطرح كہ الصلوة الصلوة يا كہے كہ چلو نماز تيار ہے يا جسطرح كا رواج ہو پھر اسكے
بعد بيس آيت كے توقف كرے پھر اقامت كہے كذا في البحر مگر مغرب مين تثويب نہين چنانچہ نقايہ كی شرح مين مصرح ہے اور ماتن نے اگلے كلام سے بھی
نكلتا ہے ويجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعيا لوقت الندب اور مؤذن بيٹھ جاوے اذان اور اقامت مين بقدر آنے ہميشہ آنيوالون
كے وقت مستحب كی رعايت كركے ہم جيسے جيسے صبح مين اسفار كا اور ظہر صيف مين ابراد كا لحاظ مؤذن كو لازم ہے الا في المغرب فيسكت قائما
قدر ثلث آيات قصار مگر مغرب مين تثويب اور جلوس نچاہيے تو مؤذن چپكا كھڑا رہے چھوٹی تين آيتونكی مقدار ويكره الوصل اجماعا اور بلا توقف ملا
دينا اذان اور اقامت كا بالاتفاق مكروہ ہے ہم بدليل اس حديث كے كہ تو اپنی اذان اور اقامت مين توقف كر اسقدر كہ كہانيوالا اپنے كہانے سے
فراغت حاصل كرے فائدة ذكر الشارح رحمه الله ان التسليم بعد الاذان حدث في ربيع الآخر سنة سبعمائة واحدى وثمانين في عشاء ليلة
الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين احدث في الكل الا المغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم پر
سلام كہنا بعد اذان پيدا ہوا ربيع الآخر ۷۸۱ سال ہجری مين عشا كی نماز مين دوشنبہ كی رات پھر جمعہ كے دن پھر دس برس كے بعد پيدا ہوا سب نماز ون مين سوائے
مغرب كے پھر مغرب مين بھی دوبار سلام كہنا رائج ہوگيا اور يہ امر بدعت حسنہ ہے ہم يہ فائدہ شارح نے جلال الدين سيوطی شافعی كے حسن المحاضرہ سے
نقل كيا اور سيوطی رحمہ اللہ نے قول بديع مين ہے كہ اسكی ابتدا حضرت سلطان صلاح الدين بن المظفر بن ايوب كے حكم سے ہوئی ۷۹۱ھ مين طحطاوی نے كہا
كہ مغرب كا سلام مشہور ہے وقت مين رائج نہين اور نہ سيوطی كی اس عبارت مين ہے جو نہر الفائق مين منقول ہے انتہی بدعت حسنہ وہ ہے جو قواعد شريعت
كے موافق ہو ويسن ان يؤذن ويقيم لفائتة رافعا صوته لو بجماعة او صحراء لا ببيته منفردا اور مسنون ہے اذان دينا اور اقامت كہنا قضا كی نماز
كيواسطے آواز بلند كركے اگر جماعت سے قضا كرتا ہو يا جنگل مين نہ اپنے گھر مين اكيلے اگر گھر مين بھی جماعت كے ساتھ قضا كرے تو بلند آواز سے اذان كہے
وكذا يسنان لاولى الفوائت لا لفاسدة اور اسيطرح اذان اور اقامت مسنون ہے چند قضا نماز ون مين سے پہلی نماز كيواسطے نہ ناقص نماز كيواسطے

یعنے جیسا ادا ہو گیا وقت مین بلکہ خیر فیہ لدیا تی لو فی مجالس فلہ ادٰی و یقیم للکل اور آدمی اذان اور اقامت مین مختار ہے قضا کی باقی نمازون
کیواسطے اگر ایک مجلس مین ہوا اور اگر چند مجالس مین قضا نہو اور اگر ہو تو ہر مجلس مین اذان و اقامت کہے کذا فی الشامی اور باقی مین اذان کہنا بہتر ہے اور اقامت
کہے سب نمازون قضا مین اسواسطے کہ جنگ خندق مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چار نمازون کی قضا مین اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی
الطحطاوی ولا یسن ذلک فیما تصلیہ النساء اداء و قضاء ولو جماعۃ کجماعۃ صبیان وعبید اور یہہ یعنی اذان اور اقامت مسنون نہین
اُس نماز مین جسکو عورتین پڑھتی ہین ادا اور قضا اگرچہ جماعت سے پڑھتی ہون جیسے لڑکے اور غلامون کی جماعت مین اذان اور اقامت مسنون نہین
ہم اگر شارح بجاے ولو جماعۃ کے ولو منفردۃ کہتا تو بہتر تھا اسلئے کہ عورتون کی جماعت مشروع نہین رہی کذا فی الشامی ولا یسنان
ایضا الظہر یوم الجمعۃ فی مصر اور بھی اذان اور اقامت سنت نہین جمعہ کے دن ظہر کی نماز کیواسطے شہر مین ہم اسواسطے کہ اسمین شبہہ پڑتا ہے
مخالفت جمعہ کا اور شہر کی قید سے معلوم ہوا کہ گانو مین اذان جمعہ کے روز مکروہ نہین ولا فیما یقضی من الفوائت فی مسجد لان فیہ تشویشا
وتغلیطا اور نہین مسنون اذان اور اقامت اُس نماز مین فوائت سے جسکو قضا کرتے ہون مسجد مین اسواسطے کہ اسمین لوگونکی پریشان خاطری اور غلط
اندازی ہے یعنی وہ وقت کی اذان سمجھین گے ویکرہ قضاؤھا فیہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرھا بزازیہ اور نماز فائتہ کا قضا کرنا مسجد مین
مکروہ ہے اسواسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہے تو گناہ کو ظاہر نکرے کذا فی البزازیۃ ہم یہہ وجہ جماعت مین ظاہر ہے نہ منفرد مین اسلئے کہ منفرد
اذان آہستہ کہتا ہے مگر تعلیل مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا کو چھپا کر ادا کرے مکروہ ہے خواہ جماعت مین ہو یا اکیلے ویجوز بلا کراھۃ اذان صبی مراھق وعبد
اور بلا کراہت جائز ہے اذان صغیر مراہق یعنی عاقل اور غلام کی ہم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی تو ثابت ہے جیسا کہ بحر الرائق
مین خلاصہ سے منقول ہے کہ سوا انکی اور شخص اولی ہے تو انکی اذان مین ترک اولی ہوا کذا فی الشامی ولا یحل الا باذن کاجیر خاص اور غلام کو
اذان جماعت کی حلال نہین مگر مولی کے اذن سے خاص مزدور کی مانند کہ اسکو بھی اذان حلال نہین بلا اذن مستاجر کیونکہ وہ منافع اوقات
سولے اور مستاجر کا لازم آویگا اور اسیوجہ سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہین والعمی وولد زنا واعرابی اور جائز ہے اذان اندھے اور ولد الزنا
اور دیہاتی کی واما یستحق ثواب المؤذنین اذا کان عالما بالسنۃ والاوقات ولو غیر محتسب بحر اور اذان کہنے والا موذنون کے
ثواب کا مستحق نہین ہوتا مگر جبکہ وہ اذان کے طریقہ مسنونہ کو جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو پہچانتا ہو اگرچہ غیر محتسب ہو کذا فی البحر یعنی اگرچہ صرف
بہ نیت ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لیکر اذان کہتا ہو طحطاوی نے کہا وہ غیر محتسب یقین کرنے کے لائق نہین اسواسطے کہ صاحب بحر نے اسکو بطریق احتمال
کے بیان کیا ہے ویکرہ اذان جنب واقامتہ واقامۃ محدث لا اذانہ علی المذھب اور مکروہ ہے اذان نہانے کی حاجت والے کی اور
اسکی اقامت اور بے وضو آدمی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر ہم مکروہ سے مراد ظاہرا مکروہ تحریمی ہے اور وجہ کراہت جنب کی اذان
کی یہہ ہے کہ وہ لوگون کو نماز کے لئے بلاتا ہے اور خود اسکی اجابت نہین کرتا کذا فی الشامی واذان امرأۃ وخنثی وفاسق ولو عالما لکنہ
اولی بامامۃ واذان من جاھل تقی اور مکروہ ہے اذان عورت اور خنثی اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن امامت اور اذان مین فاسق عالم
اولیٰ ہے جاہل پرہیزگار سے یعنی جہان ایسا ہو اور فاسق کے دوسرا عالم نہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وسکران ولو بمباح اور اذان مکروہ ہے متوالے
کی اگرچہ مباح چیز سے مست ہوا ہو جیسا کہ خراسانی اجوائن سے کمعتوہ وصبی لا یعقل جیسے مدہوش اور صغیر غیر عاقل کی اذان مکروہ ہے وقاعد
الا اذا اذن لنفسہ اور بیٹھے ہوے کی اذان مکروہ ہے مگر جبکہ وہ اپنے واسطے اذان کہے تو مکروہ نہین وراکب الا لمسافر اور سوار کی اذان
مکروہ ہے مگر مسافر سوار کی اذان مکروہ نہین ویعاد اذان جنب ندبا وقیل وجوبا اور پھر کہی جاے اذان جنب کی استحباب کی راہ سے اور بعضون
نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لا اقامتہ لمشروعیۃ تکرارہ فی الجمعۃ دون تکرارھا اور دوبارہ نہ کہی جاے اقامت جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار
اذان کے جمعہ مین اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنی جمعہ کی اذان مکرر ہونے سے معلوم ہوا کہ عذر سے تکرار اذان درست ہے وکذا

ویُعاد اذانُ امرأةٍ ومجنونٍ ومعتوہٍ وسکرانَ وصبیٍّ لا یعقل لا اقامتہم لما مرّ اور اسیطرح اعادہ کیا جاوے عورت اور دیوانہ اور
مدہوش اور مست اور صغیر غیر عاقل کی اذان کا نہ اونکی اقامت کا بدلیل گذشتہ یعنی تکرار اذان شرعاً ثابت ہے نہ تکرار اقامت ویجب استقبالہما
لموت مؤذنٍ وغشیہ وخرسہ وحصرہ ولا ملقن وذہابہ للوضوء لسبق حدثٍ خلاصہ اور واجب ہے شروع سے کہنا اذان اور اقامت کا
بسبب مرجانے مؤذن کے اذان کہنے میں اور دیوانے مقیم کے اقامت کہنے میں اور بسبب اوسکو غش ہو جانے اور گونگا ہو جانے اور رکجانے اور بند
ہونے کے اور حالانکہ وہاں کوئی بتانیوالا نہیں اور بسبب جانیکے اوسکے وضو کو بیچ وضو کے ٹوٹ جانے سے کہ اوسکا خلاصہ ہم مؤذن اور مقیم کا پانچوں صورتوں میں
یکساں حکم ہے شارح نے فقط مؤذن پر اسواسطے اکتفا کیا کہ اقامت کہنا مؤذن ہی کا حق ہے شامی میں کہا اسی طور نہیں بعضی نسخہ میں اذان واقامت
میں بے وضو ہو جانے میں مؤذن اور مقیم کو چاہیئے کہ بعد اذان واقامت کے وضو کو جاوے کیونکہ جب بندہ بے وضو بھی اذان کہہ سکتا ہے تو ناقص کو بعد
اوسکے تمام کرلینا ہے لکن عزی فی السراج بعدم وجوب لیکن سراج وہاج میں فقط ندب بیان کیا ہے یعنی کہا کہ پانچوں صورتوں میں شروع سے اذان
اور اقامت کا کہنا مستحب اور مندوب ہے واجب نہیں وجزم المصنف بعدم صحة اذان مجنون ومعتوہ وصبی لا یعقل اور یقین کیا ہے مصنف نے صحیح نہ ہونے
اذان مجنون اور مدہوش اور صغیر غیر عاقل کا قلت وکافرٍ وفاسقٍ لعدم قبول قولہ فی الدیانات میں کہتا ہوں اور کافر اور فاسق کی بھی اذان
صحیح نہیں بسبب مقبول نہونے دونکے قول کے دین کے کاموں میں شامی میں کہا کہ اور گذرچکا کہ فاسق کی اذان مکروہ ہے اور یہاں شارح نے عدم صحت کو
بیان کیا تو یہ برابری فاسق کی کافر کیساتھ شارح کیطرف سے مناسب نہیں وکرہ ترکہما معاً لمسافرٍ ولو منفرداً اور مکروہ ہے مسافر کو اذان اور
اقامت دونوں کا چھوڑ دینا اگرچہ مسافر اکیلا ہو ہم یہاں چار صورتیں ہیں سو دو صورتیں مکروہ ہیں ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونوں کو چھوڑنا
دوسری یہ کہ فقط اقامت کو چھوڑنا اور دو صورتیں مکروہ نہیں ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونوں کہنا دوسری یہ کہ فقط اقامت کہنا مسافر کو
اذان اور اقامت میں دو فائدے ہیں ایک تو ثواب دوسرے حاضر ہونا نماز میں اون بندگان خدا کا جو نظر نہیں آتے وکذا ترکہا لا ترکہ لحضور الرفقة اور
اسیطرح مسافر کو مکروہ ہے چھوڑنا اقامت کا نہ اذان کا بسبب حاضر ہونے سب رفیقوں کے یعنی اذان تو اعلام کیواسطے مشروع ہے پھر جب سفر کے رفیق ساتھ ہوگئے
تو اعلام کی چنداں ضرورت نہیں بخلاف مصلٍّ ولو بجماعةٍ فی بیتہ بمصرٍ او قریةٍ لہا مسجد فلا یکرہ ترکہما اذ اذان الحیّ یکفیہ بخلاف اوس
نمازی کے جو اپنے گھر میں شہر کے اندر نماز پڑھتا ہے اگرچہ بجماعت نماز ہو یا اوس گاؤں میں نماز پڑھتا ہے جسمیں مسجد ہے تو وہاں اذان یا اقامت کا ترک کرنا
مکروہ نہیں اسواسطے کہ اذان محلہ اوسکو کفایت کرتی ہے ہم اور اگر گاؤں میں مسجد نہو یا ہو مگر اوسمیں اذان واقامت نہوتی ہو تو وہاں کا نمازی اذان
اور اقامت ترک نکرے بلکہ اوسکا حکم مسافر کا سا ہو او مصلٍّ فی مسجدٍ بعد صلوة جماعةٍ فیہ بل یکرہ فعلہما وتکرار الجماعة الا فی مسجدٍ علی طریقٍ
فلا بأس بذلک جوہرة یا برخلاف اوس نمازی کے جو ایسی مسجد میں نماز پڑھتا ہو اوسمیں جماعت ہو چکنے کے بعد بلکہ مسجد مذکور میں اذان اور اقامت
کہنا اور دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے مگر راہ کی مسجد میں اسکا کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الجوہرة یعنی راہ کی مسجد میں تکرار جماعت اذان اور اقامت کے
ساتھ درست ہے اور اس کے لفظ سے یہ نکلا کہ اسکا نکرنا اولی ہے کذا فی الطحطاوی اقام غیرُ من اذّن بغیبتہ ای المؤذن لا یکرہ مطلقاً اگر
کہی اوس شخص نے سوا اوس اذان کہنے والے کے مؤذن کی غیبت میں تو مطلقاً مکروہ نہیں یعنی خواہ مؤذن خوش ہو یا ناخوش ہو وان بحضورہ کرہ ان لحقہ
وحشة اور اگر غیر شخص نے اقامت کہی مؤذن کے سامنے تو مکروہ ہے اگر اوسکو وحشت اور ناخوشی ہو ہم اقامت کہنا مؤذن کا حق ہے بدلیل حدیث من
اذّن فہو یقیم یعنی جو اذان کہے وہی اقامت کہے کما کرہ مشیہ فی اقامتہ جیسی مکروہ ہے اقامت کہنے میں چلنا ویجیب وجوباً وقال الحلوانی
ندباً والواجب الاجابة بالقدم من سمع الاذان ولو جنباً اور واجب ہے جواب دینا زبان سے اوسکو جسنے اذان کو سنا اگرچہ وہ جنب ہو اور
حلوانی نے کہا کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہے اور قدم سے اجابت واجب ہے یعنی اذان سنتے ہی مسجد میں جماعت کیلئے حاضر ہو جانا چاہیئے لا حائضاً
ونفساء وسامع خطبةٍ وفی صلوةٍ وجنازةٍ وجماعٍ ومستراحٍ واکلٍ وتعلیم علمٍ وتعلمہ بخلاف قرآن نہ جواب دے اذان کا اگر سامع ہو حائض

اور نہ جاوے اور سامع کسی خطبہ کا اور نہ جواب دے نماز میں اور جنازہ میں اور صحبت کرنے میں اور پاخانہ میں اور کھانے اور علم سکھانے اور علم کے سیکھنے میں
برخلاف قرآن کے یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کرکے اذان کا جواب دے زبان سے **بان یقول بلسانہ کمقالتہ ان سمع المسنون منہ وھو ما کان**
عربیا لا لحن فیہ جواب دے اسطرح کہ کہے اپنی زبان سے موذن کے کلام کی مانند بشرطیکہ موذن سے سنی اذان مسنون اور اذان وہ ہے جو بلفظ عربیہ کے ہو اور اس میں لحن نہو
یعنے تغیر کلمات نہو ہم اذان عربی ہو یعنی منسر الالفاظ ہو حروف کے حق ادا ہوتے ہوں سوا اسکے جو اذان بعض لوگ کہتے ہیں حروف اور حرکات کو بڑہا گہٹا کر
وہ حرام ہے اُس اذان کا جواب نہ دینا چاہیے کذا فی الطحطاوی ملخصا **ولو تکرر اجاب الاول** اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ مسجد
کی اذان ہو یا دوسرے مقام کی کذا فی الحلبی **الا فی الحیعلتین فیحوقل** جو موذن کہے وہی جواب دینے والا کہے مگر حی علے الصلوٰة اور حی علے الفلاح میں کہ لاحول و
لا قوة الا باللہ کہے **وفی الصلوٰة خیر من النوم فیقول صدقت وبررت** اور الصلوٰة خیر من النوم میں یوں کہے صدقت وبررت یعنی تو صادق اور نیکوکار
ہے اس کہنے میں کہ نماز نیند سے بہتر ہے **ویندب القیام عند سماع الاذان** بزازیہ اور مستحب ہے کھڑا ہو جانا اذان کے سننے کے وقت کذا فی البزازیہ **ولم یذکر ھل یستمر الی فراغہ**
او یجلس اور بزازیہ نے یہہ ذکر نہیں کیا کہ کھڑا رہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جاوے **ولو لم یجبہ حتی فرغ لم ارہ وینبغی تدارکہ ان قصر الفصل**
اور اگر سامع نے موذن کا جواب نہ دیا یہانتک کہ وہ اذان سے فارغ ہوا اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا کتاب میں اور مناسب یہہ ہے کہ اوسکا تدارک کرلے
اگر فصل تھوڑا ہو یعنے اگر بہت عرصہ نہ گذر گیا ہو ہم یہہ بحث صاحب بحر کی ہے اور معتمد یہہ ہے کہ جواب دینے والا موذن سے ہر کلمات جواب کہے نہ کہ بالکلیہ ہر کلمہ کے
تمام ہونے پر اوسکا جواب کہے کہ حدیث عمر بن ابی امامہ میں اسکی تصریح موجود ہے اور اُس سے ظاہرا یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ جواب دینا بھی کافی
نہیں کذا فی الشامی **ویدعو عند فراغہ بالوسیلۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** اور اذان کی فراغت کیوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کیواسطے وسیلہ مانگے ہم دعا وسیلہ مستحب ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب تم موذن کو سنو تو کہو مثل اُس قول کی جو وہ کہتا ہے پھر مجھپر درود پڑہو اسواسطے کہ جو مجھپر درود پڑہیگا حق تعالی اوسکے بدلے اوسپر دس بار
رحمت کریگا پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگو اسلئے کہ وسیلہ ایک مرتبہ ہے بہشت میں کہ وہ لائق نہیں مگر ایک بندے کیواسطے خدا کے بندوں سے اور میں
امید رکہتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں سو جو شخص میرے لئے وسیلہ مانگیگا تو میری شفاعت اوسکے لئے ضرور ہوگی انتہی یعنی اوسکی شفاعت واجب ہوگی اُ
سپر یا وہ ترلیسبب اس مناسبت کے کذا فی الطحطاوی عن المواہب وشرحہا اور دعا وسیلہ کا طریقہ صحیح مسلم وغیرہ میں جابرؓ سے یوں مروی ہے کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہے اذان کو سنکر **اللھم رب ھذہ الدعوة التامۃ والصلوٰة القائمۃ آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودا**
الذی وعدتہ تو اوسکے واسطے میری شفاعت حلول کریگی یعنی واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور بیہقی نے وعدتہ کے بعد انک لا تخلف
المیعاد اس دعا میں زیادہ روایت کیا ہے ابن حجر نے شرح منہاج میں کہا کہ الفضیلۃ کے بعد جو والدرجۃ الرفیعۃ کہتے ہیں اور تمامی پر یا ارحم الراحمین تو
ان دونوں کی کچھ اصل نہیں اور اسیطرح وعدتہ کے بعد وارزقنا شفاعتہ کی زیادتی کا حال ہے کذا فی الشامی **ولو کان فی المسجد حین سمعہ لیس**
علیہ الاجابۃ ولو کان خارجہ اجاب بالمشی الیہ بالقدم اور اگر اذان کا سننے والا مسجد میں ہو جبکہ اوسنے اذان سنی تو اوسپر جواب دینا لازم نہیں
اور اگر مسجد کے باہر ہو تو جواب دے اوسی طرف قدم سے چلکر **ولو اجاب باللسان لا بہ لا یکون مجیبا وھذا بناء علی ان الاجابۃ المطلوبۃ بقدمہ**
لا بلسانہ کما ھو قول الحلوانی اور اگر اذان کا جواب دیا زبان سے نہ قدم سے چلکر تو وہ شخص مجیب نہوگا اور اس قول کی بنا اسپر ہے کہ اجابت مطلوبہ
شرع میں قدم سے ہے نہ زبان سے چنانچہ یہی قول ہے حلوانی کا **وعلیہ فیقطع قراءة القرآن لو کان یقرأ بمنزلہ ویجیب لو اذان مسجدہ کما**
یأتی ولو بمسجد لا لانہ اجاب بالحضور اور بموجب اسی قول کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہوا ہے گھر میں اور جواب دے قدم سے چلکر اگر اسکی
مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تاتارخانیہ سے اور اگر مسجد میں قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع نکرے اسواسطے کہ وہ مجیب ہوگا مسجد کے حاضر ہونے
سے **وھذا متفرع علی قول الحلوانی والظاھر وجوبھا باللسان لظاھر الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول کما بسط فی البحر**

أقرّه المصنف وقوّاه في النهر ناقلاً عن المحيط وغيره بأنّه على الأول لا يردّ السلام ولا يسلّم ولا يقرأ بل يقطعها ويجيب ولا يشتغل
بغير الإجابة اور یہہ جو ماتن نے اجابت بالقدم کو ذکر کیا متفرع اور مستخرج ہے حلوانی کے قول پر اور ظاہر قول واجب ہونا ہے اجابت کا زبان سے بدلیل
ظاہر امر کے جو اس حدیث میں ہے کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو کہو مثل اس قول کے جو موذن کہتا ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے بحر الرائق میں اور ثابت کیا
اسکو مصنف نے اپنی شرح میں اور زبان سے جواب دینے کو قوی کہا ہے نہر الفائق میں محیط وغیرہ سے نقل کرکے اسطرح کہ اول قول پر یعنی وجوب اجابت زبانی
پر اذان کا سامع سلام کا جواب نہ دے اور نہ کسیکو سلام کرے اور نہ قران پڑھے بلکہ قراۃ کو قطع کرے اور اذان کا جواب دے اور مشغول نہو کسی فعل میں بجز
اجابت کے قال وينبغي أن لا يجيب بلسانه اتفاقاً في الأذان بين يدي الخطيب وأن يجيب بقدمه اتفاقاً في الأذان الأول يوم الجمعة لوجوب السعي
بالنص صاحب نہر نے کہا اور یہہ چاہیے کہ زبان سے جواب نہ دے باتفاق قولین خطیب کے سامنے کی اذان میں جمعہ کے دن اور یہہ کہ اجابت بالقدم کرے
باتفاق قولین روز جمعہ کی پہلی اذان میں بسبب واجب ہونے سعی کے نص قرانی سے ش عدم اجابت لسانی کی یہہ وجہ ہے کہ جب خطیب منبر پر چڑھے تو امام کے
نزدیک مطلقاً کلام مکروہ ہے لیکن باب الجمعہ میں آویگا کہ معتمد قول یہہ ہے کہ امام کے نزدیک اذکار جائز ہیں خطبہ شروع ہونے سے پہلے تو اب کون مانع ہے
اجابت کا كذا في الطحطاوي وفي التتارخانية إنما يجيب أذان مسجده اور تاتارخانیہ میں ہے کہ جواب نہ دے مگر اپنی مسجد کے اذان کا ش یعنی جواب
قدم سے چلکر اپنی مسجد کو مخصوص ہے یہہ متفرع ہے حلوانی کے قول پر چنانچہ شارح اسپر پہلے اشارہ کر دیا کما یاتی کہکر كذا في الطحطاوي وسئل ظهير الدين
عمن سمعه في آن من جهات ماذا يجب عليه قال إجابة أذان مسجده بالفعل اور ظہیر الدین سے سوال ہوا کہ جس شخص نے ایک آن میں اذان کئی
کئی طرفوں سے اوسپر کیا واجب ہے کہا کہ اوسپر اپنی مسجد کی اذان کی اجابت فعلی یعنی قدم سے چلکر واجب ہے ويجيب الإقامة ندباً إجماعاً كالأذان و
يقول عند قد قامت الصلوة أقامها الله وأدامها اور جواب لسانی دے اقامت کا استحباب کی راہ سے بالاتفاق اذان کی مانند اور کہے قد قامت
الصلوة کے وقت اقامها الله وادامها ش ان الفاظ کو ابو داود نے روایت کیا ہے اسقدر زیادتی کیساتھ ما دامت السموات والارض وجعلني من صالحي اهلها یعنی
الله تعالی نماز کو قائم و دائم رکھے جبتک آسمان و زمین رہیں اور مجکو زمین کے نیکبخت باشندوں میں کرے وقيل لا يجيبها وبه جزم الشمني اور بعضوں نے
کہا کہ اقامت کا جواب نہ کہے اور اسی قول کا یقین کیا ہے شمنی شارح نقایہ نے ش یہہ نفی اجماع سابق کی منافی نہیں کیونکہ یہہ نفی نفی وجوب پر محمول ہے اور اتفاق
اجماع استحباب پر ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح صلى السنة بعد الإقامة أو حضر الإمام بعدها لا يعيدها بزازية سنت نماز پڑھی اقامت کے
بعد یا امام آیا اقامت کے بعد تو اقامت کا اعادہ نکرے كذا في البزازية وينبغي إن طال الفصل أو وجد ما يعد قاطعاً كأكل أن تعاد اور لائق ہے یعنی
مستحب ہے کہ اگر اقامت اور نماز میں مدت زیادہ ہو جاوے یا پایا جاوے وہ عمل جو قاطع اور فاصل گنا جاوے درمیان اقامت اور نماز کے جیسا کہ کہانا تو اقامت
پہر سے کہی جاوے دخل المسجد والمؤذن يقيم قعد إلى قيام الإمام في مصلاه ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اسحال میں کہ موذن اقامت کہتا ہے تو بیٹھ جاوے
امام کے کہڑے ہونے تک اپنی جای نماز پر ورئيس المحلة لا ينتظر ما لم يكن شريراً والوقت متسع رئیس محلہ کا انتظار نکیا جاوے جبتک کہ وہ شریر نہو اور
نماز کا وقت فراخ یعنی اگر وقت وسیع اور رئیس شریر ہے تو اوسکی انتظاری جائز ہے اور اگر وقت تنگ ہے تو انتظار نچاہیے اگرچہ رئیس بذات ہو ويكره
له أن يؤذن في مسجدين موذن کو مکروہ ہے اذان کہنا دو مسجد میں ش یہہ کراہت اوسوقت ہے جبکہ موذن پہلے مسجد میں نماز پڑھ چکا ہو كذا في البحر
ولاية الأذان والإقامة لباني المسجد مطلقاً اذان اور اقامت کا اختیار مسجد کے بنانیوالے کو ہے مطلقاً ہر طرح یعنی خواہ عادل ہو یا غیر عادل
اگرچہ لوگوں کو پسند نہو كذا في البحر وكذا الإمامة لو عدلاً اور اسیطرح مسجد کے بنانیوالے کو امامت کا اختیار ہے اگر عادل ہو یعنی فاسق نہو والأفضل
كون الإمام هو المؤذن امام ہی کا موذن ہونا بہتر ہے ش امام ابو حنیفہ رح یہی کیا کرتے تھے انتہی وفي الضياء أنه عليه الصلوة والسلام
أذّن في سفر بنفسه وأقام وصلى الظهر وقد حققناه في الخزائن اور ضیاء مقدسی میں ہے کہ رسول علیہ الصلوة والسلام نے سفر میں بذات مقدس
اذان اور اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑھی اور البتہ ہمنے اسکو محقق بیان کیا ہے خزائن الاسرار میں ش سرور عالم صلی الله علیہ وسلم نے اذان کہی جسکو

تب ... تھ کذلک اسے امداد میں فتاوی سے نقل کی اور آپ کا اذان کہنا سے ہین ترمذی کی حدیث مین مروی ہے اور نووی نے اوسپر یقین کیا ہے مگر ... حدیث اسی طریق سے جو حدیث کی تخریج کی ہے آسمین یون ہے کہ بلال کو حکم اذان کا دیا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنا آپ کا صرف حکم دینا تھا ... علماء وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہے کذا فی الشامی

باب شروط الصلوٰۃ

یہ باب ہے نماز کی شرطون کے بیان مین ہے شرطین تین قسم ہے شرط عقلی جیسے ... کے واسطے اور شرط شرعی جیسے طہارت نماز کے واسطے اور شرط جعلی جیسے گھر مین جانا زوجہ کا جسکی طلاق مشروط ہو کذا فی السعیدیہ تو یہان شروط شرعیہ مراد ہین نہ عقلیہ اور جعلیہ اور شروط شرعیہ سے وہ شروط مقصود ہین جو صحت نماز کی شرطین ہین نماز کے واجب ہونیکی منجملہ شرائط وجوب ایک تکلیف ہے یعنی مسلمان ہونا اور عاقل و بالغ ہونا و از انجملہ عاجز نہونا نماز سے و از انجملہ وقت ہے ہی ثلثۃ انواع شرطین تین قسم ہین شرط انعقاد ایک قسم شرط ہے انعقاد نماز کی یہ شرط انعقاد وہ ہے جسکا وجود ضروری ہے ابتداء نماز مین پیشتر سے موجود ہو گو آخر نماز تک موجود نہ رہے یا رہے کذا فی الحلبی کنیۃ وتحریمۃ ووقت وخطبۃ جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کیواسطے تو جبتک امور مذکورہ اول نہونگے نماز کا وجود نہو گا انمین نیت تو آخر نماز تک موجود رہ سکتی ہے اور تحریمہ اور خطبہ ایسا نہین وشرط دوام کطہارۃ وستر عورۃ واستقبال قبلۃ اور دوسری قسم شرط ہے دوام نماز کی جیسے طہارت اور ستر عورت اور استقبال قبلہ یہ شرط دوام وہ ہے جسکا وجود شرط ہے اول نماز سے آخر تک وشرط بقاء فلا یشترط فیہ تقدم ولا مقارنۃ بابتداء وہو القراءۃ اور تیسری قسم شرط ہے باقی رہنے نماز کی بعد موجود ہو جانے نماز کے تو اوسمین آگے ہونا اس شرط کا مشروط نہین اور نہ ابتداء نماز سے اوسکا متصل رہنا اور وہ یعنی بقاء نماز کی شرط قراءت ہے یہ شرط بقاء نماز وہ ہے جو اثناء نماز مین پائی جاوے بطریق استمرار کے اور قراءت اسطرحکی ہے کہ اثناء نماز مین اسکا وجود ہوتا ہے استمرار کے طور پر اور یہہ تینون شرطین ایک دوسرے مین متداخل ہین کیونکہ انمین عموم خصوص مطلق ہے شرط دوام خاص ہے اور شرط انعقاد اور بقا عام مثلاً طہارت جو شرط دوام ہے اگر ابتداء نماز مین اسکے وجود کا لحاظ کرین تو شرط انعقاد ہو جائیگی اور اگر حالت بقاء مین اسکے وجود کو مشروط سمجھین تو شرط بقا ہو گی اور سوائے وقت صبح کے اور وقت نماز کے لئے صرف شرط انعقاد ہے کہ نہ اسکا دوام شرط ہے اور نہ بقا اور صرف شرط بقا کی مثال قراءت ہے کہ اثناء نماز مین حادث ہو کر انتہا تک رہتی ہے گو وجود حکمی ہو جیسے مقتدی کی قراءت کہ امام کی قراءت گویا اوسیکی قراءت ہے کذا فی الشامی بتصرف فانہ رکن فی نفسہ شرط فی غیرہ لوجودہ فی کل الارکان تقدیرا اسواسطے کہ قراءت بذاتہ خود تو رکن ہے اور اپنے غیر کے حق مین شرط ہے بسبب پائے جانے قراءت کے تمام ارکان مین تقدیرا یعنی اگرچہ سب ارکان مین قراءت حقیقی موجود نہین لیکن گویا کہ موجود ہے رکن اوسکو کہتے ہین جو ماہیت مین داخل ہو اور شرط وہ ہے جو ماہیت سے خارج ہو اور یہہ دونون ایک دوسرے کے منافی ہین مگر چونکہ رکن دو طرحکا ہوتا ہے ایک اصلی جو کبھی ساقط نہین ہوتا دوسرا زائد جو کبھی ساقط بھی ہو جاتا ہے جیسے قراءت کہ مقتدی سے ساقط ہو جاتی ہے تو اس اعتبار سے ایک حالتمین اوسکو رکن کہا اور دوسری مین شرط سے تعبیر کیا کذا فی الشامی بتصرف ولذا لم یجز استخلاف الامی اور اسواسطے کہ وجود قراءت کا سب ارکان مین ضروری ہے امی شخص کا خلیفہ کرنا نماز مین اگرچہ تشہد اخیر ہو جائز نہین ثم الشرط لغۃ العلامۃ اللازمۃ پہر معلوم کرنا چاہئے کہ شرط بفتح اول وسکون ثانی لغت مین علامت لازمہ کو کہتے ہین یعنی جو نشانی کہ ایک ہی چیز مین پائی جاوے دوسری چیز مین نہو وشرعا ما یتوقف علیہ الشئ ولا یدخل فیہ اور اصطلاح شرع مین شرط وہ ہے جسپر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اس چیز مین داخل نہو یعنی اوسکا جز نہو خارج ہو اسکی یہ ہے کسی چیز کا متعلق اگر اوسکی ماہیت مین داخل ہوتا ہے تو رکن کہلاتا ہے جیسے رکوع نماز کے اندر اور اگر خارج ہو تو دو حال سے خالی نہین یا چیز مین موثر ہوگا یا نہو گا اگر موثر ہے تو اوسکو علت کہتے ہین جیسے عقد نکاح حلت کے لئے اور اگر موثر نہین تو پھر چیز کیطرف فی الجملہ موصل ہے یا نہین اگر ہے تو اوسکو سبب کہتے ہین جیسے وقت ہے اور اگر موصل نہین تو چیز اوسپر موقوف ہو گی یا نہو گی اگر موقوف ہو گی تو اوسکو شرط کہتے ہین جیسے وضو ہے نماز کے حق مین اور اگر چیز اوسپر موقوف بھی نہین تو اوسکو علامت بولتے ہین تو شارح کی تعریف سے رکن اور علامت نکل گئی مگر سبب اور علت شرط مین داخل

اسلئے چاہیئے تھا کہ شرط کی تعریف مین آنا اور زیادہ کہتا کہ ولا یوثر فیہ ولا یوصل الیہ نفسہ الجملۃ یعنے نہ چیز مین موثر ہوا ور نہ اوسکی طرف کسیطرح موصل ہو
کذا فی الشامی عینی نے کہا اور بعضون نے شرط کی یون تعریف کی ہے کہ شرط وہ ہے جس کے نہونے سے مشروط کا نہونا لازم ہووے
اور شرط کے وجود سے مشروط کا وجود لازم نہو ہی ستۃ طہارۃ بدنہ ای جسدہ لدخول الاطراف فی الجسد دون البدن فلیحفظ
شرطین نماز کی چھہ مین پہلی شرط پاک ہونا ہے نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد ہے بسبب شامل ہونے ہاتھہ پانون کے جسد مین نہ بدن مین تو
اسکو یاد رکہنا چاہیئے م چونکہ لغت عرب کی رو سے ہاتھہ پانو بدن مین داخل نہ تھے لہذا شارح نے بدن کی تفسیر جسد کی تاکہ ہاتھہ پانون کی بھی طہارت
ثابت ہو اگرچہ اردو زبان مین بدن سارے جسم کو کہتے ہین من حدث بنوعیہ طہارت بدن کی شرط ہے دونون قسم کے حدث یعنی حکمی ناپاکی سے
م دونو قسم سے مراد حدث اصغر اور حدث اکبر ہین اول مقتضی وضو کا ہے اور دوم موجب غسل کا وقدمہ لانہ اغلظ اور مصنف نے مقدم کیا
حدث یعنی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اسواسطے کہ وہ غلیظ تر اور سخت تر ہے نجاست حقیقی سے م یعنی اسواسطے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی معاف
نہین برخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہو وخبث مانع کذلک اور طہارت شرط ہے اسیطرح دونون قسم کی نجاست حقیقی سے جو
نماز کی مانع ہے م دونون قسم کی نجاست یعنی مغلظہ اور مخففہ سو مغلظہ زائد از درم مانع نماز ہے اور مخففہ زائد از ربع ثوب وثوبہ وکذا ما
یتحرک بحرکتہ اور دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نمازی کے کپڑے کا اور اسیطرح پاک ہونا اُس چیز کا جو ہلے نمازی کے ہلنے سے م یعنی ایسی چیز جو نمازی
کے بدن سے متصل ہو مثلاً ایک چادر کا آنچل اوسکے بدن پر ہے اور دوسرے آنچل پر ایسی نجاست ہو جو مانع نماز ہے تو اگر نمازی کی حرکت سے
ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہے اور نہین تو نہین اور اگر وہ چیز اسکے بدن سے متصل نہین مثلاً چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہے اور
دوسرے کنارہ پر نماز پڑھتا ہے تو یہہ نجاست نماز کی مانع نہین خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی کذا فی الشامی او یعد حاملا لہ کصبی علیہ نجاسۃ ان لم یستمسک
بنفسہ منع والا لا یا نمازی اوس چیز کا اُٹھانیوالا گنا جاوے جیسے وہ لڑکا جسپر نجاست ہے بشرطیکہ وہ آپ نہ تھم سکے بدون تھامنے نمازی کے تو نماز کا
مانع ہے اور اگر لڑکا نمازی کے تھامنے کا محتاج نہو خود اوسکو جمتا ہو تو نمازی اوسکا حامل نہ ٹھہریگا تو نماز کا مانع نہوگا م اور یہی حکم ناپاک چھت
اور چھپر اور خیمہ نجس کا ہے جبکہ نمازی کا سر کہڑے ہونے سے ان چیزون مین لگتا ہو کذا فی الطحطاوی کجنب وکلب ان شد فمہ فی الاصح اسیطرح
مانع نماز نہین اگر نمازی پر جنب آدمی اور کتا ہو اگر اسکا منہ باندہا ہو صحیح تر قول مین م اگر شارح یون کہتا کہ کتا بشرطیکہ اُس سے لعاب وغیرہ مانع
نماز نہ بھی تو بہتر ہوتا کذا فی الشامی بحرالرائق مین ہے کہ اگر نمازی کے پاس وہ انڈا ہے جو اندر سے خون ہوگیا تو نماز جائز ہے کیونکہ وہ اپنی معدن
مین ہے برخلاف اُس شیشی کے جسمین پیشاب ہے یعنی وہ مانع نماز ہے ومکانہ ای موضع قدمیہ او احدہما ان رفع الاخری وموضع سجودہ
اتفاقا فی الاصح اور تیسری شرط پاک ہونا مصلے کے مکان کا ہے یعنی اوسکے دونون قدمونکی جگہہ کا یا ایک قدم کی جگہہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم
اوٹھا لیا اور سجدہ کی جگہہ کا بالاتفاق صحیح تر قول مین م موضع قدمین کی طہارت امام اور صاحبین کے نزدیک شرط ہے بالاتفاق بلا نقل خلاف اور
موضع سجود مین خلاف ہے مگر صحیح تر یہی قول ہے کہ امام کے نزدیک اوسکی طہارت بھی شرط ہے اگر نمازی کے کپڑون کی اطراف نجاست پر پڑی
اور نماز پڑھی تو کچھہ ضرر نہین کذا فی الطحطاوی لا موضع یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر الا اذا سجد علی کفہ کما سیجیء شرط نہین پاک ہونا دونون
ہاتھون اور دونو گھٹنون کے مکان کا ظاہر الروایۃ مین مگر جبکہ سجدہ کیا مصلی نے اپنی ہتھیلی پر جیسا کہ آگے آویگا یعنی اوسوقت ہاتھہ کے مکان
کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ یہہ سجود کا مکان ٹھہرا م فقیہ ابو اللیث کے نزدیک ہاتھون کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہوتی ہے اور اسیکی
تصحیح کی ہے عیون مین اور اطلاق متون بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکہنا واجب ہے اگرچہ
دونون ہاتھہ ہون تو اوسکے مکان کی طہارت شرط ہے کذا فی الطحطاوی من النجس ای الخبث لقولہ تعالی وثیابک فطہر فبدنہ ومکانہ
بالاولی لانہما الزم کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہے ثانی یعنی نجاست حقیقی سے بدلیل قول حق تعالی وثیابک فطہر اور اپنے کپڑون کو پاک کر

بہوم اجزاسی مراد کسور حسابیہ ہین مثلا پانچوان اور چھٹا اور آٹھوان حصہ تو اگر مثلا ران ایک جگہہ سی آٹھوان حصہ اور دوسری جگہہ سی بھی اسیقدر کہلی ہو تو دونکو جمع کرینگے تو چہارم معتبر ٹھہریگا اور نماز کا مانع ہوگا اور اگر جمع کرنے سی اوس عضو کا چہارم نہوگا تو مانع نماز کا نہوگا وَاِلّا فَبِالْقَدْرِ اور اگر عورت کشوفہ متفرق ایک عضو مین نہین بلکہ چند اعضا مین ہو تو وہ پیمائش سے جمع کیجائیگی نہ اجزا سی فَاِنْ بَلَغَ رُبُعَ اَدْنَاهَا كَالْاُذُنِ مَنَعَ سو اگر کہلے اعضا مین سی کمتر عضو کے چہارم کو پیمائش پونہچ جائیگی چنانچہ کان تو یہہ کہل جانا نماز کا مانع ہوگا مثلا سولہوان حصہ ران کا اور کچھہ کان عورت کا کہل گیا تو اوسکی نماز جائز نہوگی اسواسطے کہ دونون کا مجموعہ کان کے چہارم سی زیادہ تر ہے اور یہی قول حق ہی برخلاف بحرالرائق کے کہ اوسمین مجموع اعضا منکشفہ کے چہارم کو معتبر لکھا ہی کذا فی الطحطاوی وَالشَّرْطُ سَتْرُهَا عَنْ غَيْرِهِ وَلَوْ حُكْمًا كَمَكَانٍ مُظْلِمٍ اور شرط ہی ڈہکنا برہنگی کا غیر شخص سی اگرچہ ستر حکمی ہو چنانچہ نمازی ہو اندہیری مکان مین یعنی اگرچہ وہ مستور ہی باعتبار حس کے بایںمعنی کہ وہ نظر نہین آتا لیکن وہ حکم شرع مین مستور نہین تو اوسپر چھپانا کپڑی وغیرہ سی واجب ہے کذا فی الحلبی لَا سَتْرُهَا عَنْ نَفْسِهِ وَبِهِ يُفْتٰى شرط نہین چھپانا برہنگی کا اپنی ذات سے اسیکا فتوی دیا ہے فَلَوْ رَاٰهَا مِنْ زِيقِهِ لَمْ تَفْسُدْ وَاِنْ كُرِهَ پہر اگر نمازی نے شرمگاہ کو دیکہا اپنے گریبان کی راہ سی تو نماز فاسد نہوگی اگرچہ ایسہ نظر کرنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وَعَادِمٌ سَاتِرٍ لَا يَصِفُ مَا تَحْتَهُ اور نہ پانیوالا اوس چھپانے والی چیز کا جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر کردے یعنی جسمین بدن نظر نہ آوے ہم عادم مبتدا ہی اوسکی خبر آگے آتی ہے یعنی یُصَلِّی قَاعِدًا ساتر مین یہہ قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایسا کپڑا ہے جس سی نیچے کا بدن معلوم ہوتا ہی چنانچہ باریک ململ یا جالی تو وہ بمنزلہ معدوم کے ہی وَلَا يَضُرُّ الْتِصَاقُهُ وَتَشَكُّلُهُ اور ضرر نہین کرتا ساتر کا بدن مین چپٹنا اور عضو کی شکل پکڑنا یعنی نماز ایسی کپڑی سی درست ہوجائیگی وَلَوْ حَرِيرًا اَوْ طِيْنًا يَبْقٰى اِلٰى تَمَامِ صَلٰوتِهِ اَوْ مَاءً كَدِرًا اگرچہ ساتر شرمگاہ کا ریشمی کپڑا یا گیلی مٹی ہو جو پوری نماز تک بدن پر باقی رہے یا گدلا پانی ہو ہم اگرچہ ریشمی کپڑا مرد کو حرام ہی اور اوسکے ساتھہ نماز مکروہ لیکن اگر کوئی چیز زیادہ تر ریشمی سے بدن چھپاکر نماز پڑہے اوسکے ہوتے نماز برہنہ جائز نہین لَا صَافِيًا اِنْ وَجَدَ غَيْرَهُ نہ صاف پانی اگر اسکے سوا اور چیز ساتر پاوے یعنی صاف پانی مین بیٹھہ کر برہنہ آدمی نماز نہ پڑہے اگر دوسری چیز مل سکتی ہو اور اگر نہ ملی تو اوسی مین نماز واجب ہے بوجہ تہوڑا کہلنے کے کذا فی الطحطاوی وَهَلْ تَكْفِيهِ الظُّلْمَةُ فِي مَجْمَعِ الْاَنْهُرِ بَحْثًا نَعَمْ فِي الْاِضْطِرَارِ لَا الْاِخْتِيَارِ سوال اور کیا برہنہ شخص کو اندہیرے مین نماز کفایت کرتی ہے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مین بحث کرکے یون جواب دیا ہے کہ ہان اضطرار مین کافی ہے نہ اختیار مین ہم اس کلام کا کچھہ ثمرہ معلوم نہین ہوتا اسواسطے کہ جب ساتر مفقود ہوا تو ہر حال مین نماز پڑہے خواہ اندہیرا ہو یا روشنی اور شاید کہ اسمین اشارہ ہی بعضے مشائخ کے اس قول کا کہ برہنہ دنکو بیٹھکر نماز پڑہے اور رات کو کہڑے ہی نماز پڑہے اسواسطے کہ رات کا اندہیرا اوسکی شرمگاہ کا ساتر ہے کذا فی الطحطاوی يُصَلِّي قَاعِدًا كَمَا فِي الصَّلٰوةِ نہ پانیوالا کسی چیز ساتر کا نماز پڑہے بیٹھکر جیسی نماز مین بیٹھتے ہین یعنی مرد بائین پانوپر بیٹھے داہنا پانون کہڑا کرکے اور عورت سرین پر بیٹھے وَقِيلَ مَادًّا رِجْلَيْهِ اور بعضون نے کہا دونون پانون پہیلاکر بیٹھے ہم اور عورت غلیظہ پر ہاتھہ رکہلے اور راجح پہلا قول ہے کہ اوسمین کثرت پردہ ہی باوجود خالی ہونے کے قباحت سے بطرف پانون پہیلانے سی جو بہتر نہین کذا فی البحر مُوْمِيًا بِرُكُوعٍ وَسُجُودٍ بیٹھکے نماز پڑہے رکوع اور سجود کا اشارہ کرکے تاکہ برہنگی نہ کہلے وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهِ قَاعِدًا بِرُكُوعٍ وَسُجُودٍ وَقَائِمًا بِاِيمَاءٍ اَوْ بِرُكُوعٍ وَسُجُودٍ لِاَنَّ السَّتْرَ اَهَمُّ مِنْ اَدَاءِ الْاَرْكَانِ اور وہ یعنی برہنہ شخص کو بیٹھکے رکوع سجود کا اشارہ کرکے نماز پڑہنا افضل ہے اوسکی نماز سی بیٹھکر رکوع اور سجدہ کرکے اور کہڑے ہوکر اشارہ سے یا رکوع سجود کرکے اسواسطے کہ شرمگاہ کا چھپانا زیادہ تر مقصود ہے ارکان کے ادا کرنے سی ہم اسواسطے کہ ستر عورت مطلقا فرض ہی نماز اور غیر نماز مین اور ارکان یعنی قیام اور رکوع اور سجود نماز مین فرض ہین وَلَوْ اُبِيحَ لَهُ ثَوْبٌ وَلَوْ بِاِعَارَةٍ ثَبَتَتْ قُدْرَتُهُ هُوَ الْاَصَحُّ اور اگر برہنہ کو مباح کیا جاوے کپڑا اگرچہ اباحت بطور عاریت کے ہو تو اسکا قادر ہونا ساتر پر ثابت ہوگیا یہی قول صحیح تر ہے یعنی اگر اسصورت مین برہنہ نماز پڑہیگا تو نماز جائز نہوگی وَلَوْ وُعِدَ بِهِ يَنْتَظِرُ مَا لَمْ يَخَفْ فَوْتَ الْوَقْتِ هُوَ الْاَظْهَرُ كَرَاجِي مَاءٍ وَثَوْبٍ وَطَهَارَةِ مَكَانٍ اور اگر اباحت یا عاریت کا کوئی شخص اس سے وعدہ کرے تو اوسکا انتظار کرے جبتک فوت وقت کا خوف نہو یہی قول ظاہر تر ہے جیسے انتظار کرے پانی اور کپڑے اور طہارت مکان کا امید وار ہم یعنی اگر مکان نجس مین مثلا قید ہو اور توقع ہوے وہان سی

نکلنے کی ہو تو نماز مین تاخیر کری جبتک کہ فوت وقت کا خوف ہو وھل یلزمہ الشراء بثمن مثلہ ینبغی ذلک سوال اور کیا برہنہ شخص کو لازم اور ضرور ہی خرید کرنا کپڑے کا اوسکی برابر قیمت سی جواب لائق یہہ ہی کہ خریدنا ضرور ہو ھم یہہ بحث ہی صاحب بحرالرائق کی مذہب کی روایت نہین ولو وجد ما ای ساترا کلہ نجس لیس بالصلے کجلد المیتۃ لم یدبغ فانہ لایستتر بہ فیہا اتفاقا بل خارجہا ذکرہ الوانی او اقل من ربعہ طاہر ندب صلوتہ فیہ وجاز الایماء کما مر اور جو پایا برہنہ نے وہ ساتر کہ اوسکا کل نجاست کے لگنی سی ناپاک ہی اصلی ناپاک نہین اصلی ناپاک جیسی مردار کی کہال جسکی دباغت نہین ہوئی تو یہہ شخص ستر عورت نکرے اس اصلی ناپاک سی نماز مین بالاتفاق بلکہ خارج نماز کے اوس سی شرمگاہ چہپا دی ایسا ذکر کیا ہے علامہ وانی محشی دُرر نے یا ایسا ساتر پایا جو چوتہائی سے کمتر پاک ہی تو اوسکو اوسمین نماز پڑہنا مستحب ہی اور جائز ہی برہنہ نماز پڑہنا اشارہ سے نماز کا پڑہنا اشارہ کہ گذر گیا وحتم محمد لبسہ واستحسنہ فی الاسرار وبہ قالت الثلثۃ اور محمد بن حسن نے اس ساتر کا جو تمام ناپاک ہی یا چہارم سے کمتر طاہر ہے پہننا لازم کیا ہی نہ مستحب اور اسرار مین اس قول کو اچہا سمجہا ہی اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو کان ربعہ طاہرا صلی فیہ حتما اذ الربع کالکل اور اگر ساتر کا چوتہائی حصہ پاک ہو تو اوسی ساتر مین بالضرور نماز پڑہنا ہوگا کہ چہارم کل کی برابر ہے ھم یعنی جو چوتہائی کا حکم کل کا سا ہی مثلا محرم کو جو تہائی سر کا منڈانا کل کی برابر ہی اور جو تہائی برہنگی کا کہلنا نماز کا مانع ہی کذا فی الشامی وھذا اذا لم یجد ما یزیل بہ النجاسۃ او یقللہا اور یہہ حکم مذکور اوسوقت ہی جبکہ نپاوے اوس چیز کو جو نجاست کو دور کردے یا اوسکو کم کرڈالے یعنی اگر مزیل نجاست پاوے تو ازالہ واجب ہی کذا فی البحر فیتحتم لبس اقل ثوبیہ نجاسۃ جب تقلیل نجاست کا حکم ہوا تو لازم ہی نماز مین پہننا اوسی دونون ناپاک کپڑون سی اوس کپڑے کا جسکی نجاست کمتر ہو دوسری سی والضابطۃ ان من ابتلی ببلیتین فان تساویا خیر وان اختلفا اختار الاخف اور قاعدہ کلیہ اس مسئلہ کا یہہ ہی کہ جو شخص مبتلا ہو دو بلاؤن مین مثلا دو ناپاک کپڑون مین سو اگر دونون برابر ہون منع نماز مین تو اوسکو اختیار ہی جا ہے اوسکو لے چاہے اسکو اور اگر دونون مختلف ہین یعنی ایک بلا کم ہی اور دوسری زیادہ تو وہ ہلکی کو اختیار کرے ھم مثلا زخمی اگر سجدہ کرتا ہی تو زخم سیلان کرتا ہی اور نہین تو نہین تو وہ بیٹہہ کر اشارہ سے نماز پڑہے اسواسطے کہ ترک سجدہ ہلکا ہے بے وضو ہونے کے ساتھ نماز سی اور ترک سجدہ حالت اختیار مین بہی کرسکتا ہی مثلا سواری پر نماز نفل اشارہ سی درست ہی تو حالت عذر مین ترک سجدہ کا مضائقہ نہین کذا فی البحر ولو وجدت الحرۃ البالغۃ ساترا یستر بدنہا مع ربع رأسہا یجب سترہا فلو ترکت ستر رأسہا اعادت بخلاف المراھقۃ لانہ سقط بعذر الرق فبعذر الصبی اولی اور اگر آزاد جوان عورت نے پایا ایسا ساتر جو ڈہکتا ہی اوسکی بدن کو اور اوسکی چوتہائی سر کے ساتھ تو بدن اور چہارم سر کا ڈہکنا واجب ہے یعنی فرض ہے دونون کا ڈہکنا تو اگر اپنی سر کا ڈہکنا چہوڑیگی تو نماز کا اعادہ کریگی بخلاف قریب البلوغ عورت کے یعنی اگر وہ بدون سر ڈہکنے کے نماز پڑہیگی تو اعادہ نماز کا ضرور نہین اسواسطے کہ سر کا ڈہکنا جبکہ ساقط ہوگیا لونڈی ہونے کے عذر سے تو لڑکپن کے عذر سی ساقط ہونا اولی ہے ھم شارح کو علت بیان کرنا اس حدیث سی مناسب تہا کہ کوئی بالغ عورت نماز بدون سر ڈہانکنے کے نہ پڑہے کیونکہ شارح کے قول سی مفہوم ہوتا ہی کہ جن اعضا کا ڈہکنا لونڈی ہونے کی جہت سی ساقط ہی انکا ڈہکنا لڑکپن سی ساقط ہو حالانکہ یہہ کلیہ نہین کذا فی الشامی ولو کان یستر اقل من ربع الرأس لایجب بل یندب اور اگر ساتر ڈہکتا ہو کمتر چوتہائی سر سی تو اوسکو ڈہکنا واجب نہین بلکہ مستحب ہی لکن قولہ ولو وجد المکلف ما یستر بہ بعض العورۃ وجب استعمالہ ذکرہ الکمال زاد الحلبی وان قل یقتضی وجوبہ مطلقا فتأمل لیکن مصنف کا یہہ قول اور اگر پاوے مکلف وہ چیز جس سی بعض برہنگی کو چہپا دے تو اوسکا استعمال واجب ہے ذکر کیا ہی اسکو کمال الدین ابن نے فتح القدیر مین حلبی شارح منیہ نے اتنا زیادہ کیا ہی وان قل یعنی اگرچہ وہ ساتر قلیل ہو چاہتا ہی ساتر کے استعمال کو مطلقا خواہ چوتہائی کا ساتر ہو یا کمتر کا سو تامل کر ای مخاطب ھم یعنی مصنف کے دونون قولون مین تناقض ہے پہلا قول یہہ ہی کہ چہارم سے کمتر کا ڈہکنا واجب نہین اور دوسرا قول یہہ ہی کہ بعض عورت کا ڈہکنا واجب ہی خواہ چہارم ہو یا کمتر حلبی محشی درالمختار نے کہا کہ اگر کمال الدین کے کلام کو سر کے سوا محمول کیجیے

اسواسطے کہ سرکا عورت ہونا خفیف تر ہے باقی عورت سے اس دلیل سے کہ صلوٰۃ مرا بغہ سر کھلی کی صحیح ہی تو اب تناقض باقی نرہیگا ویستر
القبل والدبر اولًا اور ڈھکے پیشاب کی راہ کو اور پاخانہ کی راہ کو پہلے فَاِنْ وَجَدَ مَا یَسْتُرُ اَحَدَهُمَا قِیلَ یَسْتُرُ الدُّبُرَ لِاَنَّهٗ اَفْحَشُ
فِی الرُّکُوعِ وَالسُّجُودِ وَقِیلَ الْقُبُلَ وَحَکَاهُمَا فِی الْبَحْرِ بِلَا تَرْجِیحٍ پھر اگر پاوے وہ چیز جو ایک شرمگاہ کو چھپا دے بعضوں نے کہا دبر کو چھپا
اسواسطے کہ اوسکا کھلنا رکوع اور سجدہ مین فاحش تر اور قبیح تر ہے اور بعضوں نے کہا قبل کو چھپا دے یعنی اسلئے کہ وہ قبلہ رخ ہے اور کوئی عضو
اوسکی آڑ نہیں جیسے سُرین مقعد کا حجاب ہین کذا فی الشامی نقل کیا ہے دونوں قولونکو بحرالرائق مین بدون ترجیح کے وَفِی النَّهْرِ الظَّاهِرُ
اَنَّ الْخِلَافَ فِی الْاَوْلَوِیَّةِ وَالتَّعْلِیلُ یُفِیدُ اَنَّهٗ لَوْ صَلّٰی بِالْاِیْمَاءِ تَعَیَّنَ سَتْرُ الْقُبُلِ ثُمَّ فَخِذٌ ثُمَّ بَطْنُ الْمَرْأَةِ وَظَهْرُهَا ثُمَّ الرُّکْبَةُ ثُمَّ الْبَاقِی
عَلَی السَّوَاءِ اور نہرالفائق مین ہے کہ ظاہرا دونوں قولون کا خلاف اولی ہونے مین ہے اور تعلیل یعنی کشف دبر کا قبیح ہونا رکوع اور سجود مین
اسکا مفید ہے کہ اگر بدون رکوع اور سجود کے اشارہ سے نماز پڑھی تو قبل کا چھپانا متعین ہوگا پھر اسکے بعد ران کا پھر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کا
پھر زانو کا پھر باقی بدن برابر ہے م ران وغیرہ کا ذکر حلبی کے کلام سے ہے نہ نہرالفائق سے یعنی اگر زیادہ ہوئے کپڑا تو قبل کے بعد ران کو پھر عورت
اپنے پیٹ اور پشت کو پھر زانو کو چھپا دے کذا فی الطحطاوی وَاِذَا لَمْ یَجِدِ الْمُکَلَّفُ الْمُسَافِرُ مَا یُزِیلُ بِهٖ نَجَاسَةً اَوْ یُقَلِّلُهَا لِبُعْدِهٖ مِیْلًا اَوْ
لِعَطَشٍ صَلّٰی مَعَهَا اَوْ عَارِیًا وَلَا اِعَادَةَ عَلَیْهِ اور اگر عاقل بالغ مسافر نہ پاوے اوس چیز کو جس سے نجاست کو دور کرے یا اوسکو کم کردے
بسبب دور ہونے میل کے کوس بھر یا پیاس کے سبب سے تو نماز پڑھے نجاست کے ساتھ یا برہنہ ہوکر اور اوسپر اعادہ نماز کا نہیں وَیَنْبَغِی
لُزُوْمُهَا لَوِ الْعَجْزُ عَنْ مُزِیْلٍ وَسَاتِرٍ بِفِعْلِ الْعِبَادِ کَمَا مَرَّ فِی التَّیَمُّمِ اور لزوم اعادہ نماز لائق ہے اگر عاجز ہونا مزیل نجاست اور ساتر
بندون کے فعل سے ہو جیسا کہ تیمم مین گذر گیا م یہ بحث صاحب بحرالرائق کی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہے ثُمَّ هٰذَا
لِلْمُسَافِرِ لِاَنَّ لِلْمُقِیْمِ شَرْطَ طَهَارَةِ السَّاتِرِ وَاِنْ لَمْ یَمْلِکْهُ قُهُسْتَانِیٌّ پھر معلوم کر کہ یہ نماز کا برہنہ جائز ہونا مسافر کے حق مین ہے اسلئے کہ
مقیم کیواسطے طہارت ساتر کی شرط ہے اگرچہ ساتر کا وہ مالک نہو چنانچہ قہستانی مین ہے م طحطاوی نے کہا کہ اس حکم کی تخصیص مقیم کے ساتھ بلا
وجہ ہے وَالْخَامِسُ النِّیَّةُ بِالْاِجْمَاعِ اور پانچویں شرط نماز کی نیت یعنی پختہ ارادہ ہے بدلیل اجماع واتفاق م یعنی اشتراط نیت کی دلیل
اجماع ہے نہ یہ آیت وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ اسواسطے کہ عبادت سے یہاں توحید مراد ہے تو یہ اخلاص یعنی خلوص ارادہ
ونیت اس آیت سے توحید مین پایا گیا نہ عبادت مین اور یہ حدیث بھی دلیل نہیں ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اسواسطے کہ اسمین تونیت کا ثواب مراد ہے
اور صحت سے تعرض نہیں کذا فی الطحطاوی وَهِیَ الْاِرَادَةُ الْمُرَجِّحَةُ لِاَحَدِ الْمُتَسَاوِیَیْنِ اور نیت ارادہ ہے ترجیح دینے والا ایک چیز کا دو برابر
چیزون سے م دو چیزین برابر جیسا کہ کرنا اور نکرنا افعال اختیاریہ کا مثلا نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا دونون برابر ہین کہ بذات خود نہ فعل اسکا
لازم اور محال ہے نہ ترک اسکا پھر جبکہ ارادہ متعلق ہوا فعل سے تو نماز واقع ہوئی تو ترجیح فعل کی ترک پر صرف ارادہ سے ہوئی اسی
ارادہ مرجحہ کو نیت کہتے ہین طحطاوی نے کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہیں بلکہ عبارت ہے اوس ارادہ فعل سے جو فعل کے ساتھ ہو اور علم
مین اوس سے پہلے ہوا ہے اِرَادَةُ الصَّلٰوةِ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَلَی الْخُلُوْصِ یعنی نماز کا ارادہ خالص اللہ تعالی کیواسطے م شارح نے اشارہ
کیا کہ الارادۃ کا الف لام عہد کا ہے یعنی نیت ہر ارادہ کا نام نہیں بلکہ یہاں ارادہ نماز کا مراد ہے خلوص کے ساتھ یعنی اللہ تعالی کے ساتھ
کسیکو شریک نکرے عبادت مین نہ شرک جلی مشرکونکی مانند نہ شرک خفی ریا کارون کی طور پر لَا مُطْلَقُ الْعِلْمِ فِی الْاَصَحِّ اَلَا تَرٰی اَنَّ مَنْ عَلِمَ الْکُفْرَ
لَا یَکْفُرُ وَلَوْ نَوَاهُ یَکْفُرُ نیت عبارت ہے ارادہ مذکور سے نہ مطلق دانست سے صحیح تر قول مین کیا تو نہیں دیکھتا کہ جسنے کفر کو جانا وہ کافر نہیں ہوتا
اور اگر کفر کی نیت کی تو کافر ہو جاتا ہے م مرادہ عبدالواحد کا یہ قول ہے کہ نیت دانست کا نام ہے حالانکہ دونون کے مفہوم متباین ہین ارادہ کو
علم یعنی دانست لازم ہے اور دانست کو ارادہ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی وَالْمُعْتَبَرُ فِیْهَا عَمَلُ الْقَلْبِ اللَّازِمُ لِلْاِرَادَةِ فَلَا عِبْرَةَ لِلذِّکْرِ

اور الجوہرۃ میں ہے بعد کہ ... لیکن خضوع کے ساتھ ہو

باللسان وان خالف القلب لانہ کلام لا نیۃ اور نیت مین معتبر دل کا عمل ہے جسکو ارادہ لازم ہے تو کچھ اعتبار نہین زبان کے ذکر کا اگرچہ وہ دل کے مخالف ہو اسواسطے کہ زبانی ذکر کلام ہے نیت نہین ہے م جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ ضرر نہین مثلا دلمین ارادہ ہو ا ظہر کا اور زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے اور عدد رکعات مین خطاء قلبی بھی مضرت نہین کرتی اسواسطے کہ تعئین عدد شرط نہین تو اسکی خطا بھی مضر نہین کذا فی الاشباہ الا اذا عجز عن احضارہ لہموم اصابتہ فیکفیہ اللسان مجتبے م جبکہ آدمی عاجز ہوا دل کے حاضر کرنے سے انکارہ اور تشویشات کے لاحق ہونے سے تو اب اوسکو زبان کا عمل بجاے عمل دل کے کفایت کرتا ہے کذا فے المجتبی وھو ای عمل القلب ان یعلم عند الارادۃ بداھۃ بلا تامل ای صلوۃ یصلی فلو لم یعلم الا بتامل لم یجز اور وہ یعنے دل کا عمل یہہ ہے کہ جانے آدمی نماز کیوقت فوراً بدون غور اور تامل کے کہ کون سی نماز پڑھتا ہے سو اگر نہ جانے مگر تامل کرنے سے تو نماز جائز نہین م یہہ استحضار فقط نیت کیوقت شرط ہے تمام نماز مین شرط نہین یعنی اگر اثناء نماز مین نہوگا تو کچھ حرج نہین اور اسمین کسیکو اختلاف نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً والتلفظ عند الارادۃ بہا مستحب ھو المختار اور ارادہ نماز کیوقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہے یہی قول مختار ہے ویکون بلفظ الماضی ولو فارسیا لانہ الاغلب فی الانشاءات وتصح بالحال قہستانی اور ہووے زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھہ جو زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے اگرچہ فارسی بولی مین ہو اسواسطے کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل ہے انشاءات مین یعنی اُن الفاظ مین جو ایجاد اشیا مین بولے جاتے ہین چنانچہ معاملات مین اور صحیح ہے نیت کرنا حال کے لفظ کے ساتھہ جو زمانہ موجودہ پر دلالت کرتا ہے کذا فی القہستانی شرح النقایہ لفظ حال سے صیغہ مضارع کا مراد ہے جیسے لفظ حال مقصود ہو نہ استقبال اسواسطے کہ ارادہ استقبال ہو وعدہ ٹھہریگا نہ ارتوع تو عربی مین نیت بلفظ ماضی اسطرح ہے کہ نویت ان اصلی الفجر اور فارسی مین یون کہ نیت کردم کہ نماز فجر گذارم اور ہندی مین یون کہ نماز فجر کی مین نے نیت کی اور بلفظ حال اسطرح کہ ارید ان اصلی الفجر اور فارسی مین یون کہ نماز فجر را نیت میکنم اور ہندی مین یون کہ نماز فجر کی نیت کرتا ہون وقیل سُنۃ راتبۃ یعنی احبہ اوسنہ علماءنا اذ لم ینقل عن المصطفی ولا الصحابۃ ولا التابعین بل قیل بدعۃ اور بعضون نے کہا کہ زبان سے نیت کرنا سنت موکدہ دائم العمل ہے یعنی یہان سنت سے مراد یہہ ہے کہ پسند کیا ہے اوسکو یا اوسکو طریقہ قرار دیا ہے ہمارے عالمون نے سنت شرعی یہان مراد نہین اسلئے کہ زبان سے نیت کرنا جناب مصطفی علیہ الصلوۃ والسلام سے اور اصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہین بلکہ بعضی عالمون نے اوسکو بدعت کہا ہے م بدعت سے یہان بدعت حسنہ مراد بقول معتمد ہے نہ بدعت سیئہ بحر الرائق مین کہا کہ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے اطمینان کے سبب سے اور وجہہ یعنی انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہے اور زبان کے کہنے سے ارادہ دلی کو جمعیت ہو جاتی ہے اسلئے زبان سے کہنا مستحسن ہوا کذا فی الطحطاوی وفی المحیط انہ یقول اللھم انی ارید ان اصلی صلوۃ کذا فیسرھا لی وتقبلھا منی ویاتی فی الحج اور محیط مین ہے کہ نماز کا پڑھنے والا یون کہے کہ اے اللہ مین ارادہ کرتا ہون فلانی نماز کے پڑھنے کا سو اوسکو میرے لئے آسان کر دے اور میری طرف سے اوسکو قبول کر اور عنقریب اسکا بیان کتاب الحج مین آویگا م یہہ مثال ہے نیت کی بلفظ حال نہر الفائق مین کہا کہ اکثر علمانے کہا ہے کہ یہہ نیت حج کیواسطے مخصوص ہے اسواسطے کہ حج زمانہ دراز مین پورا ہوتا ہے اور اوسمین مشقتین بہت ہوتی ہین برخلاف نماز کے کذا فی الطحطاوی وجاز تقدیمہا علی التکبیرۃ ولو قبل الوقت اور جائز ہے مقدم کرنا نیت کا تکبیر تحریمہ پر گو تقدیم نیت کی نماز کیوقت سے پہلے ہو م اور نماز کی مانند جمیع عبادات پر تقدیم نیت کی جائز ہے یہی قول ہے وفی البدائع حتی من خرج من منزلہ یرید الجمعۃ فلما انتہی الی الامام کبر ولم تحضرہ النیۃ جاز ومفادہ جواز تقدیم نیۃ الاقتداء ایضا فلیحفظ اور بدائع مین ہے کہ ایک شخص نکلا اپنے گھر سے جماعت کی نماز کے قصد سے پھر جب امام تک پہونچا تو اوسنے تکبیر تحریمہ کی اور نیت اقتدا کی اوسکو اوسوقت حاضر نہوئی تو جائز ہے اور بدائع کے اسکلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ نیت اقتدا کی بھی تقدیم جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لیکن قہستانی مین ہے کہ نیت اقتدا کی تقدیم امام کی تحریمہ پر صحیح نہین ما لم یوجد بینہما قاطعہا من عمل غیر لائق بصلوۃ تقدیم نیت کی جائز ہے جبتک کہ نیت اور نماز کے درمیان کوئی عمل قطع کرنیوالا نیت کا جو نماز کے

مستحب نہین ہو یا پانچ ہو ھم عمل قاطع نیت جیسا کہ کہانا اور پینا اور لکڑی خرید کرنا کذا فی البحر وھو کل مایمنع البناء اور وہ یعنی عمل غیر مناسب
نماز وہ عمل ہے جو بناءِ نماز کا مانع ہے ھم اگر اثناء نماز مین نمازی کا وضو جاتا رہے تو وہ چپ چاپ جاوے اور دوسرا وضو کر کے بقیہ نماز
پڑھے اس بقیہ کے پڑھنے کو بنا کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ چلنا اور وضو کرنا قاطع نیت نہوگا کیونکہ یہہ دونون کام نماز کے اندر قاطع نیت نہین
ہونے تو نماز کے خارج بطریق اولے قاطع نہونگے وشرط الشافعی قرانها فیندب عندنا اور امام شافعی نے نیت کا متصل کرنا تحریمہ کے ساتھ
شرط کیا ہے تو نیت کا ملانا تحریمہ کے ساتھ ہمارے نزدیک مستحب ہوگا ھم اسواسطے کہ محل اختلاف سے بچنا مستحب ہے اگرچہ ہمارے نزدیک قران شرط نہین
ولا عبرة بنية متأخرة عنها على المذهب وجوزه الكرخي الى الركوع اور اُس نیت کا اعتبار نہین جو تحریمہ کے بعد ہو بنا بر صحیح مذہب کے اور
کرخی نے رکوع تک تاخیر نیت کو جائز رکھا ہے ھم شامی نے کہا کہ رکوع وغیرہ کی تصریح کرخی نے نہین کی بلکہ علمانے اونکے مذہب کے موجب تاخیر کا جواز نکالا
ہے کسی نے ثنا تک کسی نے رکوع تک کسی نے قعدہ تک ویکفی مطلق نية الصلوة وان لم يقل لله لنفل وسنة راتبة وتراويح على المعتمد
اذ تعيينها بوقوعها وقت الشروع اور کفایت کرتی ہے مطلق نیت نماز کی نفل یا سنت موکدہ اور تراویح کیواسطے معتمد قول پر اگرچہ اوسنے نکہا ہو کہ
اللہ تعالی کیواسطے نیت کرتا ہون اسلئے کہ نفل اور سنت اور تراویح کا متعین ہونا ثابت ہوجاتا ہے اونکے واقع ہونیسے شروع کرنے کیوقت ھم یعنی یون کہنا
یا ارادہ کرنا کہ نیت کرتا ہون نفل کی یا سنت فجر کی مثلا یا تراویح کی ضرور نہین بلکہ بلا قید نیت کرنا کافی ہے پھر جبکہ فجر کیوقت مطلق نیت سے نماز پڑھیگا تو
سنت کا تعین حاصل ہوگا قولہ وان لم یقل للہ بیان ہے اطلاق نیت کا والتعیین احوط اور نفل یا سنت کا متعین کرلینا احوط ہے یعنی تعیین مین زیادہ
تر احتیاط ہے اسواسطے کہ اطلاق اور تعیین کی تصحیح مین اختلاف ہے کذا فی البحر ولا بد من التعیین عند النیة فلو جهل الفرضیة لم یجز اور فرض
نماز مین متعین کرلینا نیت کیوقت ضرور ہے تو اگر نماز کے فرض ہونے سے ناواقف ہوگا تو نماز اوسکی جائز نہوگی ھم ایک شخص پانچ وقت کی فرض نماز
پڑھتا ہے لیکن اونکا فرض ہونا نہین جانتا ہے تو اوسکی نماز جائز نہین اوسپر قضا کرنا واجب ہے کیونکہ اوسنے فرض معین کی نیت نہین کی کذا فی الطحطاوی
ولو علم ولم یمیز الفرض من غیرہ ان نوی الفرض فی الکل جاز اور اگر اوسنے بعضی نمازونکو فرض اور بعض کو نفل جانا اور جدا نکیا فرض
کو غیر فرض سے تو اگر سب نمازونمین فرض کی نیت کی تو جائز ہے یعنی بقدر فرض کے فرض ہوگی اور باقی نفل وکذا لو ام غیرہ فیما لا سنة قبلها
اور اسیطرح نماز جائز ہے اگر غیر ممیز نے غیر شخص کی امامت کی فرض کی نیت سے اوس نماز مین جسکے پہلے سنت نہین ہے ھم یعنی جو شخص فرض اور
نفل کو ممتاز نہین کرتا وہ غیر کی امامت کرے فرض کی نیت سے مغرب اور عصر اور عشا مین جنکی پہلی سنت موکدہ نہین تو مقتدیون اور امام کی نماز
صحیح ہے اشباہ مین قنیہ سے منقول ہے کہ نمازی چھہ قسم ہین پہلی قسم وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل نماز کو جانتا ہے یعنی جانتا ہے کہ فرض وہ ہے
جسکے کرنے مین ثواب اور نکرنے مین عذاب ہے اور سنت وہ ہے جسکے کرنے مین ثواب ہے اور نکرنے مین عذاب نہین سو اوسنے ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی
ہے ۲ وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل کو جانتا ہے اور فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر یہہ نہین جانتا کہ فرض کسقدر ہے اور سنت کتنی اوسکی بھی نماز
درست ہے ۳ وہ نمازی ہے جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر فرض کے معنی نہین جانتا تو اوسکی نماز کفایت نہین کرتی ۴ وہ نمازی ہے جو
یہہ جانتا ہے کہ آدمی جو نماز پڑھتے ہین اونمین بعض نماز فرض ہے اور بعض نفل اور امتیاز نہین کرتا فرض اور نفل مین تو اوسکی نماز جائز نہین
اسواسطے کہ فرض مین نیت کا معین کرنا شرط ہے اور بعضون نے کہا کہ اوسنے جو نماز کہ جماعت سے پڑھی اور امام کی نماز کی نیت کی تو درست ہے ۵
وہ نمازی ہے جسنے یہہ اعتقاد کیا کہ ہر نماز فرض ہے تو اوسکی نماز جائز ہے ۶ وہ نمازی ہے جو یہہ نہین جانتا ہے کہ خدا کی نماز بندون پر فرض ہے
ولیکن وہ پنجگانہ نماز پڑھتا ہے اوسکی نماز جائز نہین ہے انتہی ملخصا للفرض انه ظهر او عصر قرنه باليوم او الوقت او لا هو الاصح یعنی
ضرور ہے نیت کی تعیین فرض کیواسطے اسطرحپر کہ وہ نماز ظہر کی ہے یا عصر کی خواہ ظہر یا عصر کے ساتھ دن اور وقت کو ملاوے یا نملاوے یہی قول
صحیح تر ہے ھم یعنی یون کہنا یا نیت کرنا کہ اُصلی ظهر الیوم یا ظهر الوقت یعنی آجکی ظہر یا اسوقت کی ظہر ادا کرتا ہون کچھہ ضرور نہین فقط ظہر یا عصر

کی نیت کرنا بلا اضافت کافی ہے اصح قول مین اسواسطے کہ وہ وقت تو اوسکے واسطے متعین ہوگیا ہے ولو الفرض قضاءً یعنی نیت فرض کی تعیین کی ضرور ہے اگرچہ فرض قضا ہو لکنّہ یعیّن ظہر یوم کذا علی المعتمد لیکن قضا کا پڑھنے والا معین کرلے فلانے دن کی ظہر یا عصر کو بنا بر قول معتمد کے م یعنی قضا مین فقط ظہر یا عصر کا کہنا کفایت نہین کرتا بلکہ معتمد قول یہہ ہے کہ کہے کہ فلانے دن کی ظہر پڑھتا ہون خواہ کثرت فوائت سے ترتیب ساقط ہوگئی ہو یا نہوئی ہو اور غیر معتمد قول یہہ ہے کہ نیت تعیین کی کثرت فوائت سے ساقط ہے کذا فی الطحطاوی والاسہل منہ اول ظہر علیہ او آخر ظہر اور تعیین نیت مین درصورت بہت سی قضا نمازون کے آسان تر طریقہ یہہ ہے کہ کہے کہ مین نیت کرتا ہون پہلی ظہر کی جو مجہپر واجب ہے یا پچھلی ظہر کی جو مجہپر واجب ہے م آسانی کیوجہ اس نیت مین یہہ ہے کہ شاید تاریخ اور دن قضا کے یاد نہون وفی القہستانی عن المنیۃ لا یشترط ذلک فی الاصح وسیجئ آخر الکتاب اور قہستانی مین منیۃ المصلی سے منقول ہے کہ قضا مین معین کرنا نیت کا شرط نہین صحیح تر قول مین اور اس مسئلہ کا ذکر آخر کتاب مین یعنی مسائل شتی مین آویگا و واجب انّہ وتر او نذر او سجود تلاوۃ اور ضرور ہے نیت کا معین کرنا واجب نماز کیواسطے اسطرح کہ وہ وتر کی نماز ہے یا نذر کی یا سجدہ تلاوت کا م وتر کی تعیین ضرور ہے لیکن اوسکو واجب یا سنت کہنا لازم نہین کیونکہ اسمین اختلاف ہے اور نذر نماز مین یون کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہون جو شفا کیواسطے یا فلانی حاجت کیواسطے مین نے نذر مانی تھی اسواسطے کہ تعیین نذر کی نہین ہے بدون ذکر کرنے اوسکے اسباب کے کذا فی الطحطاوی وکذا شکر بخلاف سہو اور اسیطرح ضرور ہے معین کرنا سجدہ شکر کی نیت کا بخلاف سجدہ سہو کے کہ اوسمین تعیین ضرور نہین م سجدہ شکر اور سجدہ سہو مین شارح سے سہو واقع ہوا یون کہنا ٹھیک تہا وکذا سہو بخلاف شکر یعنی اسیطرح ضرور ہے معین کرنا سجدہ سہو کا نہ سجدہ شکر کا اسواسطے کہ سجدہ سہو کا واجب ہے اور سجدہ شکر کا نفل ہے حالانکہ نفل مین تعیین نیت ضرور نہین یہہ بحث ہے صاحب نہر الفائق کی کہ تعیین نیت سہو مین واجب ہے نہ شکر مین کذا فی الطحطاوی مختصرًا دون تعیین عدد رکعاتہ لحصولہا ضمنا فلا یضر الخطاء فی عددہا ضرور نہین معین کرنا شمار رکعات کا فرض اور واجب مین کیونکہ رکعات تو ضمنا حاصل ہین یعنی تعیین رکعات تو حق تعالی کیطرف سے حاصل ہوچکی اوسمین تو احتمال کمی بیشی کا نہین تو عدد رکعات مین چوکنا کچہہ ضرر نہین کرتا یعنی جسکی تعیین ضرور نہین تو اوسمین خطا واقع ہونے سے کچہہ ضرر نہین تو اگر ظہر مین مثلا تین رکعت کی اور فجر مین چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہے وینوی المقتدی المتابعۃ اور نیت کرے امام کے پیچھے پڑہنے والا امام کے پیچھے ہونے کے یعنے یون ارادہ کرے کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہون اھ بنقل ایضاً لا انّہ ینوی الاقتداء بالامام او الشروع فی صلوۃ الامام ولو لم یعیّن الصلوۃ صحّ فی الاصحّ وان لم یعلم بہا لجعلہ نفسہ تبعا لہ ونوی الامام مستدرک فعلا ایضاً نہ کہا یعنی کنز وغیرہ کیطرح یون نہ کہا کہ علاوہ نیت مطلقہ کے مقتدی نیت متابعت کی بہی کرے اسلئے کہ اگر نمازی امام کی اقتدا کی نیت کرے یا امام کی نماز شروع کرنے کی نیت کرے اور نماز کو معین نکرے تو صحیح تر قول مین اقتدا درست ہوجاویگا گو مقتدی امام کی نماز کو نجانتا ہو کیونکہ اوسنے تو اپنے آپ کو امام کا تابع کردیا ہے تو اوسکی نماز کے معین کرنے وغیرہ کی حاجت نہین م شامی نے کہا کہ تبعا لصلوۃ الامام چاہئے اگر شارح تبعا للامام کہتا تو بہتر تہا جیسے زیلعی نے کہا ہے اسیلئے مترجم نے دوسری لفظ کا ترجمہ کیا بخلاف ما لو نوی صلوۃ الامام وان انتظر تکبیرہ فی الاصح لعدم نیۃ الاقتداء بخلاف اوس صورت کے کہ نیت کرے امام کی نماز کی اگرچہ اوسکی اللہ اکبر کہنے کا منتظر ہو صحیح تر قول مین اور یہہ صورت مکرر سابق کے خلاف ہے بسبب نہونے اقتدا کی نیت کے م یعنی یہہ صورت مین اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت اقتدا مفقود ہے اسلئے کہ امام کی نماز کی نیت کی تو اوس سے یہہ لازم نہین آتا کہ اقتدا کی نیت بہی کی ہو اسیطرح جب امام کی تکبیر کا انتظار کیا تو انتظار کبہی اقتدا کے لئے ہوتا ہے اور کبہی عادت کیوجہ سے تو دونو صورتون مین شک کیوجہ سے مقتدی نہوگا زاد الشامی الا فی جمعۃ وجنازۃ وعید علی المختار لاختصاصہا بالجماعۃ شامی نے جمعہ اور جنازہ اور عید کی نماز مین مذہب مختار پر نیت اقتدا ضرور نہین اسلئے کہ یہہ نمازین جماعت کے ساتھ مخصوص ہین م یعنی تنہا نہین پڑہی جاتین تو جسوقت آدمی انکی نیت کریگا تو نیت اقتدا ضمنا ثابت ہوگی ولو نوی فرض الوقت مع بقائہ جاز اور اگر نمازی نے فرض وقت کی نیت کی وقت کے باقی رہتے ہوئے تو یہہ نیت کیا جائز ہے یعنی

اگر نماز مین جمعہ کی نیت کر کے کہ فرض وقت پڑہتا ہون تو اس نیت سے نماز درست ہوگی الا فی الجمعۃ فانہا بدل اگر جمعہ کی نماز مین فرض وقت کی
نیت سے جائز نہین اسلئے کہ جمعہ کی نماز عوض ہے اوس دن کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہے ترجمہ الا ان یکون عندہ فی اعتقادہ انہ فرض الوقت
کما ہو رای البعض فتصح ترجمہ کہ نمازی کے عندیہ اور اعتقاد مین ہو کہ جمعہ فرض وقت ہے ظہر کا بدل نہین چنانچہ بعض فقہا کی تجویز یہی ہے تو اس صورت
مین جمعہ فرض وقت کی نیت سے درست ہوگا ولو نوی ظہر الوقت فلو مع بقائہ ای الوقت جاز ولو فی الجمعۃ اور اگر وقت کے ظہر کی مثلاً نیت کی تو
اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھہ ہوگی تو جائز ہے اگرچہ جمعہ مین ہو م فیض الغفار شرح المختار مین ہے کہ اگر نیت وقت کے ظہر کی جمعہ کے سوا مین کریگا
تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہے اس لئے شارح نے شرنبلالیہ کی تبعیت سے ولو فی الجمعہ کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ اس حکم مین جمعہ اور غیر جمعہ برابر
ہین کذا فی الشامی ملتقطا ولو مع عدمہ بان کان قد خرج وہو لا یعلمہ لا یصح فی الاصح اور اگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہونیکے ساتھہ ہو اس
طرح کہ وقت نکل چکا ہو اور نمازی اوسکو نکلنے کو نجانتا ہو تو صحیح تر قول مین درست نہوگی م وقت کے نکلنے کو نہ جاننے کی قید اسلئے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے
کو جانکر ایسی نیت کریگا تو درست ہوگی کذا فی الشامی ومثلہ فرض الوقت اور ظہر الوقت کی مثل ہے حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت کے نکلنے پر نیت وقت
کے فرض کی کریگا اور وقت کے گذر جانے کو نجانتا ہوگا تو یہہ بھی اوس مسئلہ کیطرح صحیح تر قول مین درست نہوگی اور اشباہ مین جو درستی کا قول استقرا ہے
وہ اصح کے خلاف ہے کذا فی الشامی فالاولی نیۃ ظہر الیوم لجوازہ مطلقا لصحۃ القضاء بنیۃ الاداء وعکسہ ہو المختار پس بہتر یہہ ہے کہ نیت آج کے
ظہر کی کرے واسطے اوسکے جائز ہونے کے ہر طرح سے یعنی اگرچہ وقت مین پڑہے یا وقت نکلگیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے ادا کی نیت سے مثل اوسکے
عکس کے یعنی صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے یہی قول مختار ہے م یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہرچند وقت گذر ہی گیا ہوگا تب بھی وہ نماز اوس روز کے
ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت سے وقت نکلنے پر اوسوقت کا ظہر نہ ٹھہریگا اور شارح نے جو یہہ کہا کہ بسبب درست ہونے قضا بہ نیت ادا اسکا مطلب یہہ
ہے کہ وقت کے گذرنے پر اگر علیٰ ہذا ظہر الیوم کی نیت کریگا تو گویا قضا کو بہ نیت ادا پڑہیگا حالانکہ یہہ جائز ہے جیسے کوئی قید ہی انکل سے رمضان کے
روزہ [illegible] تعلیل مین یہہ خلل ہے کہ یہہ اوسوقت بنتی ہے کہ نمازی ادا کی
نیت سے پڑہے اور اگر اوسکی نیت [illegible] کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی الشامی والمصلی الجنازۃ ینوی الصلوٰۃ
للہ تعالیٰ وینوی ایضا الدعاء للمیت اور جنازہ کی نماز پڑہنے والا نیت کرے نماز کی خاص اللہ تعالیٰ کے لئے اور نیز دعا کی نیت کرے مردہ کے لئے
[illegible] الواجب [illegible] کہا کہ اگر مرجع ضمیر [illegible] دونون نیت ہو تو یہہ خلل رہیگا
[illegible] دعا جنازہ [illegible] اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر نیت دعا
اس اعتبار سے ہے کہ نماز جنازہ خود دعا ہی ہے کیونکہ اوسمین قرات اور رکوع [illegible] اور اسکا موید وہ قول ہے جو متن مین مذکور ہے
[illegible] امام اعظم اور اونکے اصحاب [illegible] نماز فیقول اصلی للہ داعیا للمیت تو جنازہ کی نماز پڑہنے والا یون کہے کہ مین
نماز پڑہتا ہون اللہ تعالیٰ کے لئے دعا [illegible] والامرد وکیوسطی وان اشتبہ علیہ المیت ذکر ام انثیٰ یقول نویت اصلی مع الامام علی من یصلی
علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر مشتبہ ہو جاوے معلوم نہو کہ مرد ہے یا عورت تو وہ یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ نماز پڑہون امام کے ساتھہ اس شخص
پر کہ امام نماز پڑہتا ہے وافاد فی الاشباہ بحثا انہ لو نوی المیت الذکر فبان انہ انثیٰ او عکسہ لم یجز اور اشباہ مین بحث کر کے یہہ افادہ
کیا ہے کہ اگر نیت کی مذکر مردہ کی پہر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے یا اسکا عکس کیا کہ مردہ عورت کی نیت کی پہر ظاہر ہوا کہ مرد ہے تو نماز درست نہوگی م وجہ عدم
جواز کی یہہ ہے کہ میت مثل امام کے ہے اوسکی تعیین مین چوکجانا ایسا ہی ہے جیسا امام کی تعیین مین چوکنا تو جیسے امام کی تعیین مین چوکنے سے نماز درست نہین ہوتی
ویسے ہی میت کے تعیین مین خطا ہو سے درست نہوگی مثلاً اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑہتا ہون پہر معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست نہوگی ہان اگر اشارہ
کر کے کہے کہ اس مردہ پر پڑہتا ہون جو زید ہے پہر ظاہر ہو کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست ہوگی کیونکہ اشارہ کرنے سے نام مین خطا کرنا لغو ہو جاتا ہے کذا فی الشامی

وانہ لایضر تعیین عدد الموتی الا اذا بان انہم اکثر لعدم نیۃ الزائد اور اشباہ مین یہہ بھی مذکور ہی کہ مردون کے عدد کا معین کرنا مضر نہین مگر جس صورت مین کہ ظاہر ہو کہ شمار انکا نمازی کی تعیین سے زیادہ ہی بسبب پائی جانے نیت زائد از شمار کے یعنی اگر نمازی نے نیت دس جنازونکی کی اور وہ درحقیقت دس ہین یا کمتر تو نماز درست ہوگی اور اگر گیارہ یا زیادہ ہونگے تو درست نہوگی کیونکہ جسقدر زیادہ ہین انکی نیت نہین پائی گئی طحطاوی نے کہا کہ اس صورت مین دس کی جو نیت کی ہے انکی بھی درست نہو گی کیونکہ دس غیر معین کی نیت کی ہی تو ہر جنازہ زائد ہو سکتا ہے اور زائد نیت مین داخل نہین اسلیئے سبکی نماز باطل ہوگی والامام ینوی صلوتہ فقط اور امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے ش یعنی کسیکے امام ہونے کی نیت نکرے اسلئے کہ وہ خاص اپنے حق مین تنہا پڑھنے والیکی طرح ہی اب یہان ایک وہم ہوتا ہی کہ امام کا حال مثل مقتدی کے ہونا چاہئے یعنی جیسے مقتدی کو نیت اقتدا شرط ہے ویسے ہی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیے اس وہم کو مصنف اور شارح نے آیندہ قول مین دفع کیا ولا یشترط لصحۃ الاقتداء نیۃ امامۃ المقتدی بل لنیل الثواب عند اقتداء احد بہ لا قبلہ کما بحثہ فی الاشباہ لو امّ رجالا اور مشروط نہین اقتدا کی درستی کے لئے امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جسوقت کہ مردون کا امام ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنیکے لئے امامت مقتدی کی نیت شرط ہی جبکہ کوئی امام کا اقتدا کرے نہ پیشتر اقتدا کے چنانچہ اسکو اشباہ مین بیان کیا ہی ش یعنی اقتدا کے صحیح ہونیکے لئے یہہ ضرور نہین کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کو امامت کی نیت چاہیئے اور یہہ نیت اوسوقت ہو جب کوئی امام کا اقتدا کرے تو پیشتر یہہ بھی ضروری نہین اگرچہ پہلے سے نیت کرلینی بھی جائز ہے فلا یحنث فی لا یؤم احدا اذا لم ینو الامامۃ تو آدمی قسم مین جھوٹا نہوگا قسم مین کہ کسیکا امام نہونگا جبتک کہ امامت کی نیت نکریگا ش شارح نے یہہ مسئلہ اپنے اس قول پر متفرع کیا کہ صحت اقتدا کے لئے امام کو نیت امامت کی ضرور نہین اور صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ مین کسیکی امامت نکرونگا پھر سب نماز بدون نیت امامت کے کہ پڑھا تو لوگ آکے پیچھے نماز پڑھنے لگے اس صورت مین اوسکی قسم نہ ٹوٹیگی اسلیئے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہہ تھی کہ امامت کا قصد کرتا اور یہہ شرط بدون نیت امامت کے موجود نہین ہوئی تو قسم نہ ٹوٹی کذا فی الاشباہ [illegible] وان امّ نساء فان اقتدت بہ المرأۃ محاذیۃ لرجل فی غیر صلوۃ جنازۃ فلا بد لصحۃ صلوتہا من نیۃ امامتہا لئلا یلزم الفساد بالمحاذاۃ بلا التزام اور اگر نمازی عورتون کا امام ہو تو اگر کوئی عورت اوسکا اقتدا کسی مرد کی برابر کھڑے ہوکر جنازہ کی نماز کے سوا مین کریگی تو اوس عورت کی نماز درست ہونیکے لئے اوسکی امامت کی نیت ضرور ہوگی تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدون لازم پکڑنے کے لازم نہ آوے ش صلوۃ جنازہ کو اسلیئے مستثنی کیا کہ اوسکے اندر نیت عورت کی امامت کی بالاتفاق شرط نہین اور محاذاۃ سے وہ برابری مراد ہی جو ان شروط کے ساتھہ ہو جو آگے باب الامامت مین [illegible] ہونگی اور التزام سے غرض نیت امامت ہی اور حاصل شارح کی تعلیل کا یہہ ہی کہ اگر عورت کا اقتدا بدون نیت کے درست ہوجاے تو امام پر خراب کرنا مرد کی نماز کا بدون لازم پکڑنے کے لازم آویگا یعنی اگر بالفرض عورت مرد کی برابر کھڑی ہوگئی اور بدون نیت امامت کے اوسکا اقتدا صحیح ہوگیا تو چاہیئے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہوجاے حالانکہ لازم آنا کسی چیز کا امام پر بدون التزام اوسکو لازم پکڑنے کے جائز نہین اسلیئے عورت کی اقتدا کے لئے نیت اوسکی امامت کی شرط ہوئی وان لم تقتد محاذیۃ اختلف فیہ فقیل یشترط وقیل لا کجنازۃ اجماعا وکجمعۃ وعید علی الاصح خلاصۃ واشباہ اور اگر عورت نے محاذی مرد کے ہوکر اقتدا نکیا تو اسمین اختلاف ہی بعض نے کہا کہ صحت اقتدا اسکے لئے نیت امامت کی شرط ہی اور بعضون نے کہا کہ شرط نہین جیسے جنازہ مین بالاتفاق شرط نہین اور جیسے جمعہ اور عید مین اصح قول پر شرط نہین ش جمعہ اور عید مین اصح کی قید اسلئے لگائی کہ جمہور کے نزدیک ان دونون مین نیت امامت عورت کی شرط ہی کذا فی الحموی [illegible] وعلیہ ان لم تحاذ احدا تمت صلوتہا والا لا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتدا کیلئے اوسکی امامت کی نیت شرط نہین یہہ ہی کہ اگر عورت کسیکی محاذی یعنی برابر یا اسکے آگے [illegible] نہوگی تب تو اوسکی نماز پوری ہوگی اور اگر آگے بڑھ جائیگی یا برابر ہوگی تو اوسکا اقتدا باقی نرہیگا اور نماز تمام نہوگی ونیۃ استقبال القبلۃ لیست بشرط مطلقا علی الراجح اور نیت قبلہ کیطرف منہ کرنیکی شرط نہین ہر حال مین یعنی خواہ نمازی کعبہ کے قریب ہو یا دور جنگل مین [illegible] قول قوی کے

ھم مقابل قول نوی کا یہہ قول ضعیف ہو کہ چونکہ قریب شخص کے لئے عین کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہے بالاتفاق اور دور والے کو یہہ امر ممکن نہیں بجز اسکے
کہ وہ اسکی نیت کرے اسلئے دور والے کو نیت قبلہ کیطرف منہ کرنے کی شرط کی گئی فما قیل لو نوی بناء الکعبۃ او المقام او محراب مسجدہ لم یجز مفرع
علی المرجوح تو یہہ جو کسی نے کہا ہی کہ اگر نمازی عمارت کعبہ کی نیت کریگا یا مقام ابراہیم کی یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہوگی یہہ مسئلہ قول ضعیف پر
متفرع ہے ھم یعنی جو لوگ نیت قبلہ رخ ہونے کی شرط کہتے ہیں اونکے نزدیک اگر کعبہ کے سوا اور طرف منہ کرنے کی نیت ہوگی تو درست نہوگی مثلاً نیت کعبہ کی عمارت
کی جائز نہوئی اسلئے کہ کعبہ میدان خاص رہا اکا نام ہی نہ عمارت کا اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جسپر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کے بنانے کیوقت کہڑے
ہوتے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہی غرضکہ ان صورتون مین عین کعبہ کیطرف منہ کرنیکی نیت نہین پائی جاتی اسلئے اونکے نزدیک نماز بھی درست نہوگی
اور یہہ قول ضعیف ہی اور قول نوی کے بموجب نماز درست ہوگی اسلئے کہ جب نیت کعبہ شرط نہین تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھہ نقصان نہوگا کذا فی الشامی ملتقطاً کتبیۃ
تعیین الامام فی صحۃ الاقتداء فانھا لیست بشرط جیسے نیت امام کی تعیین کی اقتدا کی درستی مین کہ وہ بھی شرط نہین فلو ائتم بہ یظنہ زیداً فاذا
ھو بکر صح مثلاً اگر امام کا اقتدا کیا اوسکو زید سمجھکر پس وہ بکر نکلا تو اقتدا درست ہوگا اسلئے کہ اوسنے امام موجود کی اقتدا کی نیت کی تہی تو اب اگر اوس کا
نام کچھہ اور سمجھہ لیا تو کیا نقصان ہو کیونکہ اعتبار نیت کا ہی نہ سمجھہ کا کذا فی الحلیۃ الا اذا عینہ باسمہ فبان غیرہ مگر اسصورت مین اقتدا درست نہین
کہ امام کو اوسکے نام سے معین کیا پہر کوئی غیر نکلا یعنی اقتدا مین امام موجود کی نیت نکی بلکہ اقتدا زید کی نیت کی خواہ اوسکا نام زبان سے کہا یا نکہا تو اب اگر وہ
عمرو ہوگا تو اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت کا اعتبار ہی اور اوسنے امام حاضر کی غیر کی اقتدا کی نیت کی اسلئے صحیح نہوئی الا اذا عرفہ بمکانہ
کالقائم فی المحراب او اشار کہذا الامام الذی ھو زید مگر نام کے ساتھہ تعیین مین اوسوقت اقتدا درست ہوگا کہ امام کا پتا جگہہ سے بتادے
مثلاً یون کہے کہ زید جو محراب مین کہڑا ہے یا اشارہ سے اوسکو بتادے کہ یہہ امام جو زید ہی تو اب اگر کوئی اور امام نکلیگا تو کچھہ مضائقہ نہین اسلئے کہ
اشارہ کردینے سے نام لینے کا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی الا اذا اشار بصفۃ مختصۃ کہذا الشاب فاذا ھو شیخ فلا یصح ان اگر کسی صفت خاص
سے اشارہ کریگا اور وہ صفت امام مین نپائی جائیگی تو اقتدا صحیح نہوگا مثلاً یون کہا کہ اس جوان کے پیچھے اور وہ بوڑھا ہو تو اقتدا صحیح نہین وبعکسہ
یصح لان الشاب یدعی شیخاً لعلمہ اور اسکے عکس مین اقتدا درست ہی یعنی اگر نیت کی کہ اس بڈھے کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتدا صحیح ہی کیونکہ جوان کو
اوسکے علم کی جہت سے بوڑھا کہا کرتے ہین وفی المجتبی نوی ان لا یصلی الا خلف من ھو علی مذھبہ فاذا ھو غیرہ لم یجز اور مجتبی مین ہی کہ مقتدی
نے نیت کی کہ اوسکے پیچھے نماز پڑہتا ہون جو میرے طریق پر ہو اور پہر وہ اوس طریق کا نہ تہا تو اقتدا درست نہوگا ھم وجہ عدم جواز کی یہہ ہی کہ جب اوسنے
اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا نکلا تو گویا اوسنے امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی کذا فی الشامی من المنیۃ **فائدۃ** یہہ ایک کام
کی بات ہی لما کان الاعتبار للتسمیۃ عندنا لم یختص ثواب الصلوۃ فی مسجدہ علیہ الصلوۃ والسلام بما کان فی زمنہ فلیحفظ چونکہ
ہم حنفیون کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہی (یعنی اوسصورت مین کہ اشارہ نہو) اسلئے ثواب نماز کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف مین
مخصوص اوس مقدار پر نہوگا جو آپکے عہد مبارک مین تہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ھم یعنی یہہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت کی ہی
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین بہتر ہے ہزار نماز ون سے اوسکے سوا دوسری مسجد مین سوا مسجد حرام
کے تو یہہ ہزار گنا ہونا نماز کا صرف اوسقدر مسجد پر مخصوص نہین جو حضرت کے وقت مبارک مین تہی بلکہ مسجد شریف مین جو حضرت عمر رضہ اور حضرت عثمان رضہ
اور ولید اور مہدی نے اضافہ کیا ہی اوس زیادہ کی ہوئی مین بہی ایک نماز ہزار کی برابر ہوگی اسلئے کہ حدیث مین میری مسجد ارشاد فرمایا ہی اور ظاہر ہے
کہ جو مسجد اب موجود ہی وہ سب مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہے تو بڑہی ہوئی مقدار مین بھی ثواب ہزار گنا ہوگا اور امام نووی نے اس ثواب کو خاص
اوسی مقدار کے ساتھہ کیا ہی جو آپکے عہد مبارک مین تہی وہ یہہ فرماتے ہین کہ حدیث مین سوا نام لینے کے اشارہ بھی ہی کہ فی مسجدی ہذا فرمایا ہی یعنی میری
اس مسجد مین جس سے جگہہ خاص جو اوس وقت موجود تہی مراد ہی پس بڑہی ہوئی مقدار اوسمین داخل نہوگی اوسکے داخل ہونے کو کوئی دلیل چاہیئے اور حنفیہ

جواب دیتے ہین کہ یہہ اشارہ جگہہ کے خاص کرنیکے لئے نہیں بلکہ اسلئے ہے کہ مسجد مدینہ معلوم ہو اور یہ بھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب
ہین وہ اِس فضیلت مین داخل نہین کذا فی الشامی تبعیت البحر **السّادس استقبال القبلة حقیقةً او حکماً کالعاجز** اور چھٹی شرط نماز کی کعبہ
کیطرف منہ کرنا ہی خواہ حقیقت مین ہو یا حکما ہو جیسے عاجز یعنے وہ شخص کہ مرض یا دشمن کے ڈر سے یا قبلہ کے نہ معلوم ہونے کی جہت سے قبلہ
رخ نہین ہوسکتا تو جس طرفکو مریض وخائف اپنا منہ کرسکتے ہین یا قبلہ کا نجانے والا اٹکل سے کسیطرفکو قبلہ ٹھہراتا ہو وہ اونکا قبلہ حکمی ہے
والشرط حصوله لا طلبه اور شرط قبلہ رخ ہونا ہی نہ اوسکا طلب کرنا م یعنی شرط صرف اسقدر ہی کہ مقابلہ کعبہ کا پایا جاوے اِس مقابلہ کا طلب
کرنا شرط نہین یعنی سین اور تے استقبال مین معنی طلب نہین ہان جس صورتمین کہ حصول قبلہ طلب پر موقوف ہو تو اوسوقت طلب شرط ہوگی کذا
فی الشامی عن الحلیه **وهو شرط زائد للابتلاء یسقط للعجز** اور کعبہ کیطرف منہ کا ہونا ایک زائد شرط ہے بندون کے امتحان کے لئے ساقط ہوجاتی ہی
عاجزی کے سبب سے م زائد شرط ہے یعنی عبادت مین مقصود نہین اور امتحان سے یہہ مراد ہی کہ عاقل بالغ شخص جو خدا تعالی کے جہت کو محال جانتا ہی اوسکی
اصل پیدایش اسکی مقتضی ہے کہ نماز مین کسی خاص طرف کو منہ نکرے اسلئے اللہ تعالے نے مکلف بندونکو ایسی بات کا حکم کیا جو اونکی مقتضاء اصل
پیدایش کے خلاف ہو تاکہ امتحان کرے کہ کہنا مانتے ہین یا نہین کذا فی الحلبی **حتی لو سجد للکعبة نفسها کفر** یہانتک کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ
کریگا تو کافر ہوجائیگا م یعنی جب کعبہ کیطرف منہ کرنا شرط زائد ٹھہرا اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالی ہے تو عین کعبہ کو سجدہ کرنا کفر ہوگا کذا فی
الشامی **فللمکی وکذا المدنی لثبوت قبلتها بالوحی اصابة عینها یعم المعاین وغیره لکن فی البحر انه ضعیف والاصح ان من بینه
وبینها حائل کالغائب واقره المصنف قائلا فالمراد بقولی فللمکی معاین الکعبة** تو مکہ کے رہنے والے کا قبلہ اور اسی
طرح مدینہ کے باشندہ کا کیونکہ مدینہ کا قبلہ وحی سے ثابت ہوا ہی عین کعبہ کی سیدھ ہی یہہ قول ماتن کا عام ہی کعبہ کے دیکھنے والے کو یعنی سب
اہل مکہ اور مدینہ کو نماز مین عین کعبہ کی سیدھ پر نماز پڑھنی چاہیئے شامی نے کہا کہ لام للمکی کا بمعنی علی ہے یعنی مکی پر واجب ہی سیدھ باندھنی کعبہ
کی مگر بحر الرائق مین ہی کہ یہہ قول ضعیف ہی اور صحیح تر قول یہہ ہی کہ جس شخص کے اور کعبہ کے درمیان مین آڑ ہو مثل دیوار یا پہاڑ کے تو اوسکا حال مثل غائب کے ہی
یعنے اوسکا قبلہ جہت کعبہ ہی نہ عین کعبہ اور ثابت رکھا ہی اِس قولکو مصنف نے یہہ کہکر کہ مراد میرے قول فللمکی سے وہ مکہ کا رہنے والا ہی جو کعبہ کو دیکھتا ہو **ولغیره
ای غیر معاینها اصابة جهتها** اور مکی کے سوا کا قبلہ یعنی اوس شخص کا جو کعبہ کو دیکھتا نہو سیدھ وہی کعبہ کی جہت کی **بان یبقی شیء من سطح الوجه مسامتا
للکعبة او لهوائها بان یفرض من تلقاء وجه مستقبلها حقیقة فی بعض البلاد خط علی زاویة قائمة الی الافق مارا علی الکعبة وخط آخر
یقطعه علی زاویتین قائمتین یمنة ویسرة منها** یعنی کچھ چہرہ کی سطح مقابل کعبہ یا ہوائے کعبہ کے باقی رہی اسطرح کہ جو شخص بعض شہرون مین حقیقت مین کعبہ کیطرف کو
منہ کئے ہو اوسکے چہرہ کی سیدھ میں ایک خط زاویہ قائمہ پر افق تک کعبہ پر گذرتا ہوا فرض کیا جاوے اور ایک دوسرا خط اوس خط کو دو زاویہ قائمہ پر اوس شخص
کے داہنے بائین قطع کرے تو یہہ خط دوسرا جو کعبہ کے مقابل ہوگا جہت کعبہ کی ہوگی کذا فی النہر م جہت کے معنون مین شارح نے اختصار کو کام فرمایا جس سے مراد
کا سمجھنا دشوار ہوگیا اسلئے تعریف جہت کی ایسی طرح پر کرنی جس سے مقصود معلوم ہوجاوے ضروری ہی معراج مین جہت کی تعریف یہہ لکھی ہی کہ جہت کعبہ وہ طرف
ہی کہ جب آدمی اوسکی طرف منہ کرے تو کعبہ کا یا اوسکی ہوا کا مقابل تحقیقا ہو جاوے یا تقریبا اور مقابلہ تحقیقی سے یہہ غرض ہی کہ اگر ایک خط اوسکے چہرہ کی سیدھ سے
افق پر عمود کھینچا جاوے تو وہ کعبہ پر یا اوسکی ہوا پر گذرے اور تقریبی مقابلہ یہہ ہی کہ خط مذکور کعبہ یا اوسکی ہوا سے منحرف ہو مگر نہ اسقدر کہ اوسکے بالکل مقابلہ
جاتا رہے بلکہ کسیقدر چہرہ کی سطح کعبہ کے یا اوسکی ہوا کے مقابل باقی رہے اب جہت کے معلوم کرنیکے دو طریق ہین ایک وہ کہ شارح نے مختصر طور پر ذکر کیا جسکو
ہم تشریح سے لکھتے ہین فرض کرو کہ نقطہ د پر ایک نمازی ہی جسکی پیشانی سے اگر عمود افق پر نکالا جاتا ہی تو وہ کعبہ کی دیوار خواہ اوسکی ہوا پر نقطہ ج مین
ملاقی ہوتا ہے اِس خط د ج پر اگر ایک عمود نمازی کے داہنے بائین نکالو مثلا ا ب تو خط ا ب جہت کعبہ کی ہوگی یعنی جو شخص اِس خط پر سوا نقطہ
د کے کسی جگہہ داہنے یا بائین ہو جائیگا تو وہ تقریبا مقابل کعبہ کا یا اوسکی ہوا کا ہوگا اسلئے کہ تھوڑے فاصلہ مین تو ذرا سا داہنی بائین سرکنے سے مقابلہ

جانا رہتا ہی اور جب فاصلہ زیادہ ہوتا ہی تو اوسیکی مناسب سرکنے ہی مقابلہ جاتا ہے تھوڑا سا داہنی
بائین ہونے سے نہین جاتا مثلاً چاند جو لوگون سے بہت دور ہی تمام شہر کے آدمیون کو یکسان معلوم ہوگا
یعنے اگر ایک کے سر پر ایک جگہہ ہوگا تو اوسوقت سب شہر کے لوگونکو ہر جگہہ سر پر ہی معلوم ہوگا
اسیطرح کعبہ کا فاصلہ جب بہت دور ہوتا ہے تو مقابلہ تحقیقی کے مقام سے اوہر اودہر ہٹجانے سے مقابلہ
زائل نہین ہوتا اور یہی وجہ ہی کہ ہندوستان کے اکثر شہرون کی مسجدین ایک سمت کو ہین +

کعبہ
ج
ب د ا
مقام نمازی

دوسرا طریق جہت معلوم ہونیکا یہہ ہی کہ نمازی کی آنکھون کے بیچ کے نقطہ سے دو خط ایسے کہینچے جائین کہ
وہ ایکدوسرے سے ملکر زاویہ قائمہ سے کم بنائین تو اگر کعبہ ان دونو خطون کے درمیان مین واقع ہوگا تو
مقابلہ زائل نہوگا ورنہ زائل ہوگا اوسکی صورت یہہ ہے کذا فی الشامی بتصرف +

کعبہ
نمازی

قلت فهذا معنى التيامن والتياسر في عبارة الدرر فتبصر میں کہتا ہون کہ یہی معنی ہین
داہنے بائین ہٹنے کے درر کی عبارت مین تو اسکو خوب دیکہہ اسلیے کہ مطلب تمیز سے ھم یعنی درر کا
یہہ مطلب نہین کہ کعبہ کو داہنی طرف کرے یا بائین طرف کہ اسصورت مین قطعاً مقابلہ جاتا رہیگا بلکہ مراد یہہ ہی کہ
خط جہت پر داہنی بائین ہونے سے مقابلہ باقی رہتا ہی جیسا ہمنے اوپر بیان کیا جہت کے طریق اول مین وتعرف بالدليل اور قبلہ پہچانا جاتا ہی اوس علامت
سے جو قبلہ کو بتائے وهو في القرى والامصار محاريب الصحابة والتابعين وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب اور علامت قبلہ
شہرون اور گانوونمین مسجدین صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ہین اور جنگلون اور سمندرونمین ستارے ہین جیسے قطب یعنی جس جگہہ مسجدین قدیم موجود
ہون وہان سمت قبلہ کی انہی سے معلوم ہوسکتی ہی ورنہ قطب وغیرہ ستارونسے مثلاً ہندوستان کے اکثر شہرونمین قطب نمازی کے داہنے شانہ پر رہتا ہی تو
رات کو ہر جگہہ اوس سے سمت قبلہ معلوم ہوسکتی ہی والا فمن الاهل العالم بها ممن لو صاح به سمعه اور نہین تو اوسجگہہ کے باشندہ قبلہ کے جاننے والے
سے پوچہا جائے اور باشندہ وہ انہین سے ہو کہ اگر نمازی اوسکو زور سے پکارے تو وہ اوسکی پکار سنلے ھم یعنی اگر مسجدین ہون نہ قطب سے حال کہلے نہ کوئی آلہ
مثل قبلہ نما کی پاس ہو تو سمت قبلہ کو اوسجگہہ کے باشندہ سے پوچہنا چاہیے اور اوس سے پوچہنے مین دو شرطین ہین ایک یہہ کہ قبلہ کا جاننے والا ہو نہ ناواقف
مین کہا کہ اسکی شرط یہہ بہی چاہیے کہ مقبول الشہادۃ ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ ذمی اور جاہل کا کہنا اسباب مین مفید نہین دوسرے یہہ کہ نمازی کی پکار
سنلے طحطاوی نے کہا کہ من لو صاح بدل ہے اہل سے والمعتبر في القبلة العرصة لا البناء فهي من الارض السابعة الى العرش
اور قبلہ کے باب مین معتبر کشادگی اور میدان کعبہ ہی نہ اوسکی عمارت تو وہ کشادگی ساتوین زمین سے لیکر عرش تک ہی طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم
ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گہری کنوون مین یا اونچے پہاڑون پر نماز پڑہیگا تو اوسکی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی چہت پر نماز جائز ہی پس اگر
قبلہ عمارت ہوتی تو نماز صحیح نہوتی و قبلة العاجز عنها لمرض وان وجد موجها عند الامام او خوف مال وكذا كل من سقط عنه الاركان
جهة قدرته ولو مضطجعا بايماء [illegible] اور قبلہ اوس شخص کا جو کسی مرض کے سبب سے قبلہ رخ ہونے سے عاجز ہو گو کسی قبلہ رخ
کر دینے والے کو پاوے امام کے نزدیک یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سے قبلہ کیطرف ہونے سے عاجز ہو اسیطرح ہر شخص جس سے ارکان نماز ساقط
ہوگئے ہون ہر ایک کا قبلہ اوسکی قدرت کی جہت ہی یعنی جدہر کو پڑہ سکتا ہو پڑہے قبلہ رخ ہونا لازم نہین اسلئے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہین اور امتحان
ایسی صورتین بہی حاصل ہے اگرچہ دشمن کے دیکہنے کے خوف سے نماز لیٹکر اشارہ سے پڑہے ھم امام کے نزدیک اسلئے کہا کہ صاحبین کے نزدیک اگر دوسرے
کی مدد سے قبلہ رخ ہوسکتا ہو اور مددگار اوسکے پاس موجود ہو تو اوسکو جہت قدرت کیطرف نماز درست نہوگی اور جس سے ارکان نماز کے ساقط ہوگئے
ہون اوسکی مثال بوڑہا آدمی ہی جو پیری کے ضعف سے قیام وقعود نہین کرسکتا تو اوس سے قبلہ رخ ہونا بہی ساقط ہے اور ایک مثال شارح نے

سقوط ارکان کی دشمن کے دیکھ پانے کے خوف سے بیان کی ہے یعنی اگر آدمی کو خوف ہو کہ کھڑا ہونے یا بیٹھنے سے دشمن دیکھ لیگا تو اوس سے ارکان ساقط ہو جائینگے لیکن اشارہ سے نماز درست ہوگی تو ایسے شخص سے استقبال قبلہ بھی ایسی صورت میں ساقط ہے کذا فی البحر ولم يعد لان الطاعة بحسب الطاقة اور اس نماز کا اعادہ نکرے اسلئے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے یعنی یہ عذر آسمانی ہیں کسی مخلوق کی جہت سے نہیں یعنی مرض اور پیری وغیرہ کسی کے کرنے سے نہیں ہوتے یہانتک کہ خوف بھی کسیکے کرنے سے پیدا نہیں ہوتا اسلئے ان عذروں میں نماز کا دوبارہ پڑھنا نہیں کذا فی الشامی ويتحرى هو بذل المجهود لنيل المقصود عاجز عن معرفة القبلة بما مر اور تحری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے بذریعہ اُن امور کے جو پیشتر گذرے یعنی نہ مسجد ہو نہ ستارہ نہ کوئی بتانیوالا اشارہ مترجم نے کہا کہ تحری کے معنی میں کوشش کا کرنا مقصود حاصل کرنیکے لئے اور مراد تحری سے یہان انکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہے یعنی اگر مسجد وغیرہ سے قبلہ کا پتا نمعلوم ہو تو نمازی انکل سے کوئی سمت قبلہ ٹھہرالے فان ظهر خطاؤه لم يعد لما مر پس اگر نماز کے بعد انکل میں خطا ظاہر ہو تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے اُس وجہ سے کہ پیشتر گذری یعنی طاعت بحسب طاقت ہوتی ہے اوسنے نماز پڑھنے میں وہ امر کرلیا تھا جو اوسکی طاقت میں تھا وان علم به في صلاته او تحول رأيه ولو في سجود سهو استدار وبنى اور اگر اپنی خطا کو نماز کے اندر جانا یا اوسکی رای بدل گئی اگرچہ سہو کے سجدہ میں بدلی ہو تو اوسیوقت پھر جائے اور بنا کرے یعنی اگر نماز کے اندر رای بدل گئی کہ قبلہ اسطرف نہیں دوسری طرف ہے تو دوسریطرف فوراً پھر جاوے اگر ایک رکن کے موافق توقف کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی اور بنا کرے اسکا مطلب یہہ ہے کہ بقیہ رکعات کو پورا کرے از سر نو نماز نہ پڑھے یعنی رای کی غلطی سے پہلی نماز جاتی نہیں رہی وہ بھی قائم باقی کو اوسی پر بنا کرے حتى لو صلى كل ركعة الى جهة جاز ولو بمكة او مسجد مظلم یہانتک کہ اگر ہر رکعت کو جدا گانہ جہت پڑھیگا تو نماز درست ہوگی اگرچہ نماز مکہ میں ہو یا کسی مسجد تاریک میں ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم تھا اوسنے ایکطرف انکل سے ایک رکعت پڑہی دوسری رکعت میں اوسکی انکل دوسریطرف ہوگئی تو دوسری رکعت اُس طرفکو ادا کی اسیطرح نماز کے آخر تک تو یہہ نماز جائز ہے اور مکہ میں ہونیکی یہہ صورت ہے کہ مکہ میں مقید ہوا اور کسی شخص پاس نہو جس سے قبلہ دریافت کرے پھر انکل سے نماز پڑہی اور اوسمیں خطا ظاہر ہو کذا فی الشامی ولا يلزمه قرع الابواب ومس الجدران اور لازم نہیں نمازی کو لوگون کے دروازون کا ٹھوکنا کہ کوئی قبلہ بتادے اور دیوارونکو ٹٹولنا کہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے یعنی اندہیری رات میں اگر مسجد میں جاوے اور قبلہ نہ سوجہی تو انکل کرلے لوگون کے پاس قبلہ پوچھتا نہ پھرے اور نہ دیوارونکو ٹٹولے صاحب منقل نے کہا کہ یہہ حکم بعض مسجدون میں ہوسکتا ہے مگر اکثر میں تو محراب قبلہ اندہیری میں بھی معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی مسجدون میں انکل نکرے کذا فی الشامی ولو اعمى فسواه رجل بنى ولا يقتدى الرجل به اور اگر نمازی اندھا ہو اور کسی شخص نے سیدھا قبلہ کیطرف کردیا تو وہ اندہا نماز کو پہلی ہی نماز پر بنا کرے اور سیدھا کرنیوالا شخص اندہی کا اقتدا نکرے اسلئے کہ اوسکو معلوم ہوگیا کہ شروع کی نماز اندہی کے قبلہ رخ نہیں تھی ولا لمتحر تحول اور نہ اُس انکل کرنے والیکا اقتدا کرے جو ایک طرفکو ترک کرکے نماز کے اندر ہی دوسریطرف پھر گیا ہو شامی نے کہا کہ اسمیں یہہ قید ہے کہ مقتدی امام کا پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اوسکو معلوم نہو تو اقتدا میں کچھ خرابی نہیں ولو ائتم بمتحر بلا تحر لم يجز ان اخطأ الامام اور اگر کسی تحری کرنیوالیکا اقتدا کیا بدون تحری کے تو اگر امام نے تحری میں غلطی کی ہوگی تو اقتدا درست نہوگا اسلئے کہ اشتباہ کی صورتمیں بدون تحری کے نماز جب ہی درست ہوتی ہے کہ ٹھیک قبلہ کیطرف ہو مگر امام کی نماز درست ہے کہ اوسنے تحری کے بعد پڑہی ہے ولو سلم فتحول رأي مسبوق ولاحق استدار المسبوق واستأنف اللاحق اور اگر امام نے سلام پھیرا پھر رای مسبوق اور لاحق کی بدلگئی یعنی اونکی رای میں قبلہ اور طرف ٹھہرا تو مسبوق اپنی رای کی سمت کیطرف پھر جاوے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز از سر نو پڑھے ہم مسبوق وہ مقتدی ہے کہ ایک یا زیادہ رکعت اوسکو نملی ہو اوسکو پھرنیکا حکم اسلئے ہوا کہ وہ باقی نماز کے پڑہنے میں مثل منفرد کے ہے تو جیسے منفرد کو نماز کے اندر رای بدلجانے سے پھرنا پڑتا ہے ویسے ہی مسبوق کو پھرنا ہوگا اور لاحق وہ ہے جو شروع نماز سے امام کا شریک تھا بیچ میں مثلاً وضو کے جاتے یا اور کسی عذر سے کچھ نماز امام کے ساتھ نملی آخر میں پھر شریک ہوگیا تو اسکا حکم یہہ ہے کہ نماز از سر نو پڑھے اسلئے کہ باقی نماز میں یہہ حکماً امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہو اور اوسکو معلوم ہو کہ قبلہ امام کے منہ کیطرف نہیں دوسریطرفکو ہے تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہیں کرسکتا اسلئے کہ اگر دوسریطرف کو منہ پھیرتا ہے تو امام کی مخالفت

لازم آتی ہے جو نماز کی نفی ہے اور اگر نہین پھیرتا اور جان بوجھکر قبلہ کے سوا اور طرفکو نماز پڑہتا ہے یہہ بھی نفی نماز ہے تو یہی حال لاحق کا بھی ہے جب نماز کی اصلاح کبھی ہو ہی نہین سکتی اسلئے از سر نو پڑہے کذا فی الشامی ملخصا ومن لم یقع تحریہ علی شیء صلی الی کل جہۃ مرۃ احتیاطا اور جسکی اٹکل کسیطرفکو نہو بلکہ سب طرفین قبلہ ہونے مین اسکے نزدیک برابر ہون تو وہ ہر طرفکو ایکبار نماز پڑھے بلحاظ احتیاط کے ہم جب نمازی قبلہ کے لئے چارونطرف اٹکل دوڑاوے اور کسیطرف نہ جمی تو اسمین تین قول ہین ایک یہہ کہ نماز مین تاخیر کرے جبتک کہ ایکطرف قبلہ اوسکے عندیہ مین ظاہر ہو دوسری یہہ کہ چارون طرف کو ایک ایک نماز پڑہ لے تیسری یہہ کہ اوسکو اختیار ہے چاہے تاخیر کرے چاہے چار نمازین پڑہے مگر فتاوی عالمگیری مین مضمرات سے نقل کیا ہے کہ زیادہ درست دوسرا قول ہے اسیلئے شارح نے اوسکو اختیار کیا ہے اور منیہ مین بھی اوسیکو احوط کہا ہے کذا فی الشامی ملخصا ومن تحول رأیہ لجہۃ الاولی استدار اور جس شخص کی رای پہلی طرف کو پھر جاوے وہ اوسی طرفکو پھر جاوے یعنی کچھہ نماز ایک طرف کو تحری کے بعد پڑھی پھر نماز مین دوسری جانب قبلہ کی معلوم ہوئی اور اوسیطرف کو پھر گیا اوسکے بعد پھر اول ہی جانب پر رای آگئی تو اوسیطرف کو پھر جاوے اور خلاصہ مین ایک قول یہہ ہے کہ از سر نو پڑہے مگر تاتارخانیہ اور قہستانی مین اول قول کو مقدم کیا ہے اور تحفہ وغیرہ مین اور شامی نے بھی اوسکو وجہ ذکر کیا ہے ومن تذکر ترک سجدۃ من الاولی استانف اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹ جانا یاد آیا وہ از سر نو نماز پڑہے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے تحری کے بعد ایک رکعت ایک جانب کو پڑہی پھر رای بدلگئی دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑہنے لگا اوسوقت یاد آیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو پہر سے پڑہے اسلئے کہ اگر سجدہ مذکور اوس جانب کو کرتا ہے جدہر دوسری رکعت پڑہتا ہے تو سجدہ قبلہ کیطرف نہوگا اسلئے کہ پہلی رکعت کا قبلہ یہہ طرف نہ تھی اور یہہ سجدہ رکعت مذکور کا جز ہے اور اگر پہلی رکعت کی قبلہ کیطرف کو کرتا ہے تو جو طرف اب اوسکے نزدیک قبلہ ہے اوس سے پھرنا لازم آتا ہے اسلئے نماز از سر نو پڑہے کذا فی الشامی وان شرع بلا تحر لم یجز وان اصاب لترکہ فرض التحری اور جو شخص کہ قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہے اگر وہ نماز کو بدون تحری کے شروع کریگا تو شروع درست نہوگا اگرچہ ٹھیک قبلہ کو پڑہتا ہو اسلئے کہ اوسنے فرض تحری کو چھوڑ دیا یعنی درصورت اشتباہ قبلہ کے تحری فرض تہی اوسکو اوسنے چھوڑ دیا الا اذا علم اصابتہ بعد فراغہ فلا یعید اتفاقا مگر جب اپنے فارغ ہونیکے بعد ٹہیک قبلہ کو ہونا جانے تو دوبارہ نماز نہ پڑہے بالاتفاق بخلاف مخالف جہۃ تحریہ فانہ یستانف مطلقا بخلاف جہت تحری کے سوا اور طرف پڑہنے والے کے کہ وہ از سر نو پڑہے ہر حال مین یعنی اگر تحری ایکطرف پر ہوئی اور اوسنے دوسریطرف نماز پڑھی تو نماز کو پہر سے پڑھے ہر حال مین یعنی خواہ نماز مین جانے کہ ٹہیک قبلہ کیطرف پڑہی یا خطا کی یا بعد نماز کے جانے یا کچھہ بھی معلوم نہوا اور امام اعظم سے مروی ہے کہ اس شخص پر خوف کفر ہے کذا فی الشامی کمصل علی انہ محدث او ثوبہ نجس او الوقت لم یدخل فبان بخلافہ لم یجز جیسے نماز پڑہنے والا اس گمان سے کہ وہ بیوضو ہے یا اوسکا کپڑا ناپاک ہے یا وقت نہین آیا پھر اسکا خلاف معلوم ہوا تو اوسکی نماز درست نہوگی وہ پہی نماز از سر نو پڑہے وجہ ناجائز ہونیکی یہہ ہے کہ اوسکے عندیہ مین نماز فاسد ہو چکی ہے تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی صلی جماعۃ عند اشتباہ القبلۃ فلو لم تشتبہ ان اصاب جاز بالتحری مع امام

وتباین انہم صلوا الی جہات مختلفۃ فمن تیقن منہم مخالفۃ امامہ فی الجہۃ او تقدمہ علیہ حالۃ الاداء اما بعدہ فلا یضر لم تجز صلوتہ ایک جماعت نے نماز پڑہی قبلہ کے مشتبہ ہونے کیوقت تحری سے ایک امام کے ساتھہ اور ظاہر ہوا کہ انہون نے مختلف سمتون کیطرف نماز پڑہی تو جس شخص کو ادا مین سے یقین ہوا حالت ادا مین یعنی غلبہ ظن ہوا کذا فی الفیض کہ اوسنے امام کے مخالف جانب نماز پڑہی یا امام سے آگے بڑہنے کا یقین ہوا تو اوسکی نماز درست نہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہونا اسکو مضر نہین شارح نے کہا کہ اگر قبلہ مشتبہ نہتا تو اگر نمازی ٹہیک طرفکو پڑہیگا تو درست ہوگی یعنی اگر کوئی ایسا شخص موجود تہا جس سے قبلہ پوچھہ لینا ممکن تہا مگر بدون دریافت کے تحری سے نماز پڑہی تو اگر ٹہیک قبلہ کیطرف کو پڑہی ہوگی تو درست ہوگی ورنہ درست نہوگی شامی نے کہا کہ حالۃ الاداء ظرف ہے تیقن مخالفت کا تقدم کا اوس سے کچھہ علاقہ نہین اسلئے کہ آگے بڑھنے سے تو نماز ہر صورت سے درست نہین خواہ حالت ادا مین آگے بڑہنا معلوم ہو خواہ ادا کے بعد لاعتقادہ خطاء امامہ ولترکہ فرض المقام حالت ادا مین امام کی مخالفت معلوم

کرنے والیکی نماز اسلیئے نہوگی کہ اوسکو اپنے امام کے چوکنے کا اعتقاد ہے یعنی اپنے عندیہ مین امام کو خطا پر سمجہتا ہی پہر اوسکا اقتدا کیسے ہوگا اور آگے بڑہ کر معلوم کرنے والیکی نماز اسوجہ سے نہوگی کہ اوسنے مقام کے فرض کو ترک کیا یعنی اوسکو امام کے پیچھے کہڑا ہونا فرض تہا آگے بڑہنے سے یہہ فرض چہوٹ گیا شامی اور طحطاوی نے کہا کہ لاعتقادہ الخ نشر مرتب ہی وَمَن لم یعلم بذلک فصلوتہ صحیحۃ اور جس شخص کو حال مخالفت امام اور آگے بڑہنے کا معلوم نہوا تو اوسکی نماز درست ہی کما لو لم یتعین الامام بان نوی رجلان ان یصلیا ان یاتم لواحد لا بعینہ جیسے امام کو متعین نکرنے سے نماز درست نہین اسطرح کہ دو شخصونکو نماز پڑہتے دیکہا اور ایک غیر معین کا اقتدا کر لیا تو صحیح نہوگا اھ ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تشبیہ صحت نماز کی ہو حالانکہ تشبیہ عدم جواز کی ہے تو شارح کو مناسب تہا کہ اوسکو لم تجز صلوتہ کے بعد ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شارح نے

شامی نے کہا کہ اگر شارح ان مسائل کو متصل نیت کے بیان کرتا یعنی پیشتر استقبال قبلہ سے تو بہتر ہوتا النیۃ عندنا شرط مطلقا ہمارے نزدیک شرط ہے سب عبادتون مین یعنی کسی عبادت مین نیت رکن نہین بلکہ سب مین شرط ہی البتہ تکبیر تحریمہ مین اختلاف ہی کہ اوسکو بعض نے رکن بہی کہا ہے مگر معتمد یہی ہے کہ وہ شرط ہے ولو عقبہا بمشیئۃ فلو مما یتعلق بالاقوال کطلاق وعتاق بطل والا لا اور اگر الفاظ نیت کہکر انشاء اللہ کہا تو اگر نیت کی ہوئی چیز اون کامون سے ہوگی جو زبانی قولون سے متعلق ہین جیسے طلاق اور آزادی تو انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل ہو جائینگی یعنی اگر ایسی نہین جو قول سے متعلق ہین جیسے روزہ وہی تو اونکی نیت کے بعد انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل نہونگی لیس لنا من ینوی خلاف ما یؤدی الا علی قول محمد فی الجمعۃ وہو ضعیف ہم حنفیون کے نزدیک ایسا کوئی نہین جو نیت کچہ کرے اور ادا کچہ کرے مگر امام محمد کے قول پر جمعہ مین ایسی صورت ممکن ہے اور وہ قول ضعیف ہی وہ صورت جمعہ کے مسئلہ کی اسطرح ہی کہ اونکے نزدیک جمعہ نہین ہوتا جب تک کہ نمازی کو ایک رکعت نملے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمعہ مین امام کا اقتدا کیا تو وہ یہہ فرماتے ہین کہ مقتدی جمعہ کی نیت کرے اور بعد امام کے فارغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اسصورت مین نیت تو کچہ اور تہی یعنی جمعہ کی اور ادا دوسری چیز کی یعنی نماز ظہر اسصورت کے سوا دوسری ایسی نہین کہ نیت اور کچہ ہوا اور ادا اور کچہ کذا فی الشامی والمعتمد ان العبادۃ ذات الافعال تنسحب نیتہا علی کلہا قول معتمد یہہ ہی کہ عبادت بہت سے فعلون والی کی نیت اون سب افعال پر کہنچ جاتی ہے یعنی اوسکے ہر فعل و رکن کے لئے جدا جدا نیت ضرور نہین ایک نیت شروع مین کافی ہے جیسے اوس عبادت مین کہ ایک ہی فعل ہو چنانچہ روزہ کہ بلا خلاف اوسکے اول مین نیت کر لینا کافی ہے افتتحہا خالصا ثم خالطہ الریاء اعتبر السابق شروع کیا عمل کو اخلاص کے ساتھ پہر اوس عمل مین ریا کا یعنی نمود کا خلط ہو گیا تو اعتبار سابق کا ہوگا یعنی عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہیگا ہم شامی نے کہا کہ اسکی وجہ شاید یہہ ہی کہ نماز قابل تقسیم نہین تو ایسا نہین ہو سکتا کہ بعض حصہ بعض خدا تعالی کے لئے ہو اور بعض غیر کے لئے ہان اگر بعض لوگو دکہانے کے لیے بناسنوار کر پڑہیگا تو اس بنانے سنوارنے کا ثواب نملیگا الریاء انہ لو خلا عن الناس لا یصلی اور ریا کامل یہہ ہے کہ اگر نمازی لوگون سے علحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑہتا فلو مع الناس یحسنہا ولو صلی وحدہ لا یحسنہا فلہ ثواب اصل الصلوۃ اور اگر لوگون کے ساتھ ہو کر نماز کو اچہی طرح پڑہے اور تنہا ویسی اچہی طرح نہ پڑہے تو اوسکو اصل نماز کا ثواب ملیگا اچہی طرح پڑہنے کا ثواب نملیگا ظاہر یہہ حکم فرض اور نفل دونوکو شامل ہی کذا فی الطحطاوی ولا یترک لخوف دخول الریاء لانہ امر موہوم اور عمل کو نہ چہوڑے ریا کے داخل ہونے کے خوف سے اسلئے کہ ریا کا داخل ہونا ایک وہمی بات ہی تو وہمی بات کے لئے نیک کام نہ چہوڑا جاوے ولا ریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب اور فرضون مین ریا نہین ہوتا فرض و واجب کے ساقط ہونے کے باب مین یعنی ریا فرض کو باطل نہین کرتا اور فقیہ ابو اللیث نے نوازل مین ابو نصر ابن سلام کا قول نقل کیا ہی کہ مذہب مستقیم یہہ ہی کہ ریا اعمال کے ثواب کو نہین کہوتا بلکہ زیادتی ثواب کو کہو دیتا ہی تو اگر کوئی شخص ریا کے ساتھ نماز پڑہیگا تو اوسکو دوسرا ثواب نملیگا البتہ فرض ساقط ہو جاوے شرائط اور ارکان نماز کے کذا فی الشامی قیل لشخص صل الظہر ولک دینار فصلی بہذہ النیۃ ینبغی ان تجزیہ ولا یستحق الدینار کسی شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑہنے کے عوض ایک دینار ملیگا سو اوسنے اسی ارادہ سے نماز پڑہی تو چاہیئے کہ یہہ نماز اوسکو کافی ہو اور وہ مستحق دینار

هم نماز کا کافی ہوتا تو اسوجہ سے ہو کہ فرض مین ریا کو دخل نہین اور دینار کا استحقاق اسوجہ سے ہو کہ نماز اوسکے ذمہ واجب تہی واجب چیز پر اجرت کا استحقاق نہین ہوتا مثلا باپ اپنے بیٹے کو اپنی خدمت کے لئے نوکر رکہے تو بیٹا کچہ نوکری کا مستحق نہوگا اسلئے کہ باپ کی خدمت اوسپر واجب ہے کذا فی الشامی الصلوٰۃ لارضاء الخصوم لاتفید بل یصلی للہ تعالی فان لم یعف خصمہ اخذ من حسناتہ نماز کا پڑہنا دشمنون کے راضی کرنیکے لئے مفید نہین بلکہ نماز اللہ تعالی کیواسطے پڑہے پہر اگر اوسکا دشمن اپنا حق معاف نکریگا تو آخرت مین اوسکی نیکیون مین سے لیکر حقدار کو حوالہ کیا جائیگا هم شارح نے اس نماز کے جواز اور عدم جواز کو ذکر نکیا بلکہ یہہ کہا کہ مفید نہین لیکن مختارات النوازل مین کہا کہ ایسی نماز درست نہین یعنی اگر نماز اس نیت سے پڑہے کہ خدا کیواسطے پڑہتا ہون تاکہ وہ حقدارون کو مجہسے راضی کر دے تو درست نہوگی اسلئے کہ بدعت ہے کذا فی الشامی جاء انہ یؤخذ لدانق ثواب سبعمائۃ صلوۃ بالجماعۃ بعض کتب آسمانی مین آیا ہے کہ ایک دانگ کے لئے ثواب سات سو نماز با جماعت کا لیا جائیگا هم دانگ درہم کے چھٹے حصہ کو کہتے ہین اور نماز با جماعت سے غرض فرائض ہین کہ جماعت انہین مین ہوتی ہے یعنی اگر کسی کا حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو حال کے سکہ کے اعتبار سے دو آنے کے قریب ہوتا ہے تو اوسکے عوض آخرت مین سات سو فرضون کا ثواب ظالم سے حقدار کو دلایا جائیگا و لو ادرک القوم فی الصلوٰۃ ولم یدر افرض ام تراویح ینوی الفرض فان هم فیہ صح والا تقع نفلا اور اگر نمازی نے لوگونکو نماز مین پایا اور یہہ نجانا کہ نماز فرض پڑہتے ہین یا تراویح تو یہہ شخص فرض کی نیت سے انکا شریک ہوجاے پہر اگر وہ فرض ہی مین ہونگے تو اسکا فرض بہی درست ہوگا ورنہ نماز نفل ہو جائیگی یعنی تراویح نہوگی کیونکہ تراویح بعد فرض عشا کے ہوتی ہے کذا فی الشامی ولو نوی فرضین کمکتوبۃ وجنازۃ فللمکتوبۃ اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضونکی یعنی فرض عین اور فرض کفایہ کی ایک ساتھہ نیت کی جیسا کہ فرض وقت اور جنازہ کی نیت تو یہہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اسلئے کہ فرض وقت قوی ہے اور حقیقت مین نماز اسیکا نام ہے جسمین رکوع اور سجدہ وغیرہ سب ارکان ہین بخلاف نماز جنازہ کے هم قاعدہ کلیہ ہر طرحکی نیت کا یہہ ہے کہ جب دو عبادتونکو ایک نیت کے ساتھہ جمع کریگا تو اگر ان دونون مین سے ایک قوی ہوگی تو نیت اوسیکی ہو جائیگی اور اگر دونون برابر ہونگی تو نیت لغو ہوگی اور کسی مین شروع کرنیوالا نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو مکتوبتین فللوقتیۃ اور اگر دو فرض وقت کی نیت کی یعنی ایک جسکا وقت موجود ہے اور ایک جسکا وقت ابہی نہین ہوا مثلا ظہر کے وقت مین ظہر اور عصر کے ساتھہ نیت کی تو نیت اوسکی ہوگی جسکا وقت ہے اسلئے کہ عصر کی نیت ظہر کے وقت مین درست نہین اگرچہ نمازی عرفات مین ہو کیونکہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہے بسبب ترتیب کے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتتین فللاولی لو من اهل الترتیب اور اگر دو قضا نمازونکی نیت کی تو ان دونون مین سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی اہل ترتیب سے ہو هم اہل ترتیب اوسکو کہتے ہین جسکے ذمہ شروع فرضیت نماز سے پانچ نماز ہو تصور باقی نہون تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازونکی ایک ساتھہ نیت کریگا تو یہہ نیت پہلی کی ہوگی اسلئے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہین ہوتی جبتک کہ پہلی نو ادا کرلے کذا فی الشامی والا لغا فلیحفظ اور اگر صاحب ترتیب نہو اور دو قضا نمازونکی ایک ساتھہ نیت کرے تو یہہ نیت لغو ہوگی کوئی سی نماز صحیح نہوگی تو اسکو یاد کرنا چاہیے هم وجہ لغو ہونے کی یہہ ہے کہ ایک ساتھہ تو دونون کا ادا ممکن نہین کیونکہ ہر ایک کو ایک فعل علیحدہ چاہیے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور صاحب ترتیب نہونے سے اولویت ترتیب معتبر نہین رہی کہ اول کی نیت ہو جاتی اسلئے نیت لغو ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتۃ ووقتیۃ فللفائتۃ لو الوقت متسعا اور اگر ایک قضا نماز اور ایک وقت کی نماز کی نیت اکٹہی کی تو نیت قضا کی ہوگی بشرطیکہ وقت مین گنجایش ہو یعنی بعد قضا پڑہنے کے وقتی کو ادا کر سکے طحطاوی نے کہا کہ وقت مین گنجایش ہونیکے سوا یہہ بہی شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہوگا تو نیت لغو ہو جائیگی اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نیت وقتی ہی کے لئے ہوگی خواہ صاحب ترتیب ہو یا نہو ولو فرضا ونفلا فللفرض اور اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھہ نیت کریگا تو نیت فرض کی ہوگی بسبب قوی ہونے فرض کے ولو نافلتین کسنۃ فجر وتحیۃ مسجد فعنہما اور اگر دو نفل نمازونکی نیت کریگا جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو نیت دونون کیطرف سے کافی ہوگی یعنی دونون کا ثواب پائیگا ولو نافلۃ [illegible] فنافلۃ اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کریگا تو نفل ہوگی اسلئے کہ اصل حقیقت مین

نماز ہو اور نماز جنازہ درست ہو ولا تبطل بنية القطع مالم يكبر بنية مغايرة اور نماز باطل نہین ہوتی قطع کی نیت سے جب تک دوسری نیت سے تکبیر نہ کہے ہم یعنی ایک شخص نے فرض شروع کیا پھر یہہ نیت کی کہ فرض کو قطع کرتا ہون نفل پڑھتا ہون تو جب تک نیت نفل کے بعد اللہ اکبر نہ کہیگا تب تک اسکا فرض باطل نہوگا اور نیت مین جو غیر ہونیکی قید لگائی اس سے یہہ نکلا کہ اگر پہلی نیت کے موافق نیت کریگا مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑھکر پھر اوسی ظہر کی نیت بدون زبان سے کچھہ کہنے کے کرلی تو پہلی رکعت باطل نہوگی کذا فے الطحطاوی ولو نوی فی صلوته الصوم صحت اور اگر اپنی نماز مین روزہ کی نیت کی تو درست ہے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ جس فعل مین مشغول ہو اوسکے اندر دوسری چیز مین مصروف نہو

باب صفة الصلوٰة

یہہ باب ہے نماز کی کیفیت مین شروع فی المشروط بعد بیان الشرط شروع ہے مشروط کے بیان مین بعد شرط کے بیان کے یعنی اول نماز کی شرط کا بیان ہوا اب خود نماز کا بیان شروع ہوتا ہے هی لغة مصدر بمعنى الكيفية فالكيفية مشتملة على فرض وواجب وسنة ومندوب صفت لغت مین مصدر ہے یعنی جسکے معنی ہین بیان کرنا اوس چیز کا جو موصوف مین ہے اور عرف مین صفت وہ کیفیت ہے جو شامل ہو فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر ہم یہہ تعریف عرفی مطلق صفت کی نہین بلکہ خاص صفت نماز کی ہے اور نیز اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ صفت نماز سے مراد صفت اجزاء نماز ہے کہ بعض اجزا فرض ہین اور بعض واجب اور بعض مسنون اور بعض مستحب من فرائضها التي لا تصح بدونها التحريمة قائماً نماز کے ان فرضون مین سے جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی ایک تکبیر تحریمہ ہے حالت قیام مین ہم تحریمہ سے مراد ذکر خالص ہے مثل اللہ اکبر تحریم کے معنی ہین کسی چیز کا حرام کرنا اور چونکہ تحریمہ کے بعد نمازی پر کلام وغیرہ مباح چیزین حرام ہو جاتی ہین اسلئے اسکا نام تحریمہ ہوا اور فرائض مین یہہ قید جو شارح نے لگائی ہے کہ جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی بفحواے ظاہر کر نیوالی صفت ہے کیونکہ فرضون مین ایسا کوئی نہین جسکے بدون نماز صحیح ہوتی ہو اور تحریمہ حالت قیام مین چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا اور اللہ اکبر کہا تو اگر کھڑے ہونے کے قریب تہا تب تو نماز صحیح ہوگی اور جھکنے کے قریب کہیگا تو درست نہوگی اور اسکو پہلی شرطون کے ساتھہ اسلئے ذکر نکیا کہ تحریمہ نماز کے ساتھہ ایسی ملی ہے جیسے دروازہ گہر سے کذا فے الشامی والطحطاوی وهي شرط في غير جنازة على القادر به یعنی اور تکبیر تحریمہ شرط ہے جنازہ کے سوا اور نمازون مین اور فرض ہے قدرت والے پر یعنی گونگے اور امی پر اللہ اکبر کہنا فرض نہین بلکہ جو کہہ سکتا ہے اوسپر فرض ہے اسی پر یعنی تحریمہ کی شرط ہونے پر فتوی ہے نہ رکن ہونے پر جو قول ہے امام محمد کا اور جنازہ کو اسلئے استثنا کیا کہ اوسمین یہہ تکبیر رکن ہے مثل اور تکبیرون کے کذا فی الشامی فيجوز بناء النفل على النفل وعلى الفرض وان كره جب تحریمہ شرط ہے تو درست ہے ایک نفل کی بنا دوسرے پر اور نفل کی بنا فرض پر اگرچہ مکروہ تحریمی ہے ہم یعنی چونکہ تکبیر تحریمہ رکن نہین تو اگر ایک دوگانہ نفل کے بعد دوسرے دوگانہ کیلئے کہڑا ہوگیا تو دونو صحیح ہونگی اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی تو دوسری نفل بسبب فوت ہونے رکن کے جائز نہوتی اور فرض پر بناء نفل اسلئے جائز ہوئی کہ فرض قوی ہے قوی پر بنا ضعیف کی ہوسکتی ہے اسکا عکس صحیح نہین اور درجہ مکروہ ہونے ان دونو صورتونکی یہہ ہے کہ اول تو سلام مین تاخیر ہوتی ہے دوسری ابتدا دوسری نفل کی تحریمہ سے نہین ہوتی کذا فی الشامی والطحطاوی لا فرض على فرض او نفل على الظاهر نہین جائز ہے بنا فرض کی دوسرے فرض پر یا نفل پر بموجب ظاہر مذہب کے ہم اسمین یہہ بحث ہے کہ جب تکبیر تحریمہ شرط ہے تو چاہیے یون تہا کہ ہر نماز کی بنا دوسرے پر جائز ہوتی جیسے کسی نماز کی طہارت سے مثلاً دوسری نماز درست ہے اسیطرح اور شرطون کا حال ہے کہ انہین خصوصیت خاص نماز کی نہین پھر تحریمہ ایک فرض کی دوسرے کیلئے کافی کیون نہین اسکا جواب یہہ ہے کہ فرضون مین معین اور جدا ہونا مطلوب ہے تاکہ عبادت علحدہ ہو تو اگر ایک کی بنا دوسرے پر ہو تو دونون ملکر ایک عبادت ہو جاتی ہین جو خلاف مقصود ہے ولا تصالها بالاركان روعی لها الشروط اور بسبب متصل ہونے تکبیر تحریمہ کے ارکان نماز کے ساتھہ مراعات کی گئی ہین اوسکے لئے شرطین ہم یہہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا اوسکی تقریر یہہ ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ شرط ہے تو اوسکے لئے شرطون کی رعایت کیون کی گئی ہے شرطین تو ارکان مین ہوتی ہین شارح نے جواب دیا کہ تکبیر مین طہارت اور استقبال قبلہ وغیرہ شرطون کی رعایت اسلئے ہے کہ تکبیر متصل ہے قیام سے جو رکن ہے نماز کا یعنی جو شرطین رکن مین ملحوظ

صفة الصلوٰة

نہین ۔ وہ بوجہ اتصال تکبیر مین ملحوظ ہوتین یہ نہین کہ خود تکبیر کے رکن ہونے کی جہت سے ملحوظ ہوتی ہون و قد منعہ الزیلعی لہ زیلعی نے تکبیر
تحریمہ کے لئے شرائط کی مراعات کا انکار کیا ہی یعنی امام شافعی جو اوسکو رکن ہونے کے قائل ہین اور کہتے ہین کہ جو شرطین نماز کی ہین وہی تکبیر کے لئے
ہین انکی جواب مین زیلعی نے کہا ہی کہ یہہ کہان سے کہ جو شرطین نماز کے لئے ضرور ہین وہی تکبیر کے لئے ہون مثلا ایک شخص نے نجاست کو اوٹھا کے
تکبیر تحریمہ کی اور تحریمہ سے فارغ ہوکر نجاست ڈالدی یا شرمگاہ کہولے تحریمہ کی اور تحریمہ کے بعد تہوڑی سی حرکت سے شرمگاہ چہپائی تو نماز درست
ہوگی حالانکہ نماز مین یہہ امور مفسد نماز ہین تو شرائط نماز کی رعایت تحریمہ مین نہین ثم رجع الیہ بقولہ و لئن سلم پہر زیلعی نے مراعات شروط
کیطرف رجوع کیا اپنے اس قول مین کہ اگر مراعات شروط نماز تحریمہ مین مان لیجاوے تو ہم یہہ کہین گے کہ یہہ مراعات اسلئے نہین کہ تحریمہ رکن نماز ہی بلکہ
اس وجہ سے ہے کہ وہ ارکان نماز قیام سے متصل ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو زیلعی کا رجوع قرار دیا تو ہمین کلام ہے اسلئے کہ یہہ قول بسبیل فرض
و تنزل ہے نہ بطور یقین و جزم اور رجوع دوسرا کہلاتا ہے نہ پہلا نعم فی التلویح تعالیٰ لہ المنع علی التسلیم اولی ہان تلویح مین ہے کہ
مراعات شروط کے نکرنے کو رعایت شرائط کی مان لینے پر ترجیح دینا بہتر ہے یعنی یہی اچہا ہے کہ تحریمہ مین مراعات شروط نماز کا انکار کیا جاوے
ورنہ جو صورتین زیلعی نے لکہی ہین وہ بن نہ سکینگی طحطاوی نے کہا کہ جب شارح نے زیلعی کے قول کو بلفظ رجوع بیان کیا تو اس سے یہہ نکلتا ہے
کہ شاید وہی قول معتمد ہوگا اسلئے تلویح کے اس جملہ سے اوس وہم کو دور کردیا لکن نقول الاحتیاط خلافہ مگر ہم یہہ کہتے ہین کہ احتیاط
اسکے خلاف ہی یعنی ہرچند تلویح کے قول سے ترجیح عدم مراعاۃ کی معلوم ہوتی ہے مگر احتیاط کیصورت یہہ ہی کہ مراعاۃ شروط کو مان لیا جاوے
طحطاوی نے کہا کہ ظاہر عبارت بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار سے یہہ ہی کہ عدم مراعاۃ پر اعتماد ہو و عبارۃ البرہان و انما اشترط لہا
ما اشترط للصلٰوۃ لا باعتبار رکنیتہا بل باعتبار اتصالہا بالقیام الذی ہو رکنہا اور عبارت برہان کی یہہ ہی کہ تحریمہ کیلئے
جو چیزین شرط ہوئی جو نماز کے لئے ہے تو وہ باعتبار تحریمہ کے رکن ہونیکے نہین بلکہ اس لحاظ سے ہی کہ تحریمہ قیام سے متصل ہی جو نماز کا رکن ہی
و منہا القیام بحیث لو مد یدیہ لا ینال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا جسکے بدون نماز نہین ہوتی کہڑا ہونا ہی اسطرح کہ اگر کہڑا ہوا اپنے دونو
ہاتہہ پہیلاوے تو اونکو دو گہٹنونکو نہ پہنچین یعنے اگر نماز مین خوب سیدہا نہوگا کسیقدر جہکا ہوگا تو فرض ادا ہوجائیگا لیکن جب اتنا جہکیگا کہ ہاتہہ
گہٹنونکو لگ جائین تو فرض ادا نہوگا و مفروضہ و واجبہ و مسنونہ و مندوبہ بقدر القراءۃ فیہ اور مقدار قیام کی فرض اور واجب
اور مسنون اور مستحب ہونے کی منحصر ہے اوسکے اندر قرارت کی مقدار پر یعنی قیام مقدار ایک آیت کی فرض ہے اور بقدر سورہ فاتحہ اور دوسری
سورت یا تین چہوٹی آیتون کے واجب ہی اور وتر مین اتنا قیام جسمین سورہ اعلی اور کافرون اور اخلاص پڑہی جائے مسنون ہے اور صبح مین
طوال مفصل کے پڑہنے کی قدر مستحب ہی غرضکہ نماز مین جسقدر قرارت فرض یا واجب وغیرہ ہی اوسیقدر قیام بہی فرض و واجب وغیرہ ہی فلو کبر قائما
فرکع و لم یقف صح لان ما اتی بہ من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیہ قنیہ پس اگر کہڑے ہوکر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور اللہ اکبر
اور رکوع کے درمیان مین وقفہ نہین کیا تو قیام صحیح ہوگیا اسلئے کہ جتنا قیام اوسنے رکوع مین پہنچنے تک کیا اوسیقدر کافی ہی کذا فی القنیۃ
ہم یعنی رکوع مین جہکنے کیوقت بہی جبتک گہٹنون تک ہاتہہ نہ پہنچینگے قیام ہی مین داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ یہہ صورت اوس شخص کے
حق مین ممکن ہے جسپر قرارت نہو جیسے امی یا مقتدی جو امام کو رکوع مین پاوے یا کہ وہ ادنی قرارت پر اقتصار کرے مثلا ثم نظر کہہ لیے فی
فرض و ملحق بہ کنذر و سنۃ فجر فی الاصح قیام فرض ہے فرض نماز مین اور جو فرض سے ملحق ہے چنانچہ نماز نذر اور سنت فجر صحیح تر
قول مین یعنی فجر کی سنتین بعضون کے نزدیک واجب ہین تو اونکے وجوب کی رعایت سے جو اونکو مسنون کہتے ہین وہ بہی قیام کو اونمین فرض
کہتے ہین خلاصہ مین ہی کہ فجر کی سنتین بدون عذر کے بیٹہہ کر جائز نہین بالاجماع چنانچہ یہی روایت ہے حسن کی امام اعظم سے لقادر علیہ
و علی السجود فیام فرض ہے اوس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماؤہ قاعدا پہر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ کے

تو مستحب ہی اشارہ سی پڑہنا بیٹھکر اسلئی کہ قیام ذریعہ ہی سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہین تو ذریعہ کو بھی ترک کری طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ مین اشارہ سی کھڑے ہوکر پڑہنا بھی جائز ہے وکذا من یسیل جرحہ لو سجد اور اسی طرح اشارہ سی بیٹھکر پڑہنا مستحب ہی اُس شخص کو کہ اگر سجدہ کری تو اوسکا زخم بہنے لگی کیونکہ یہہ شخص بھی گویا سجدہ سی عاجز ہی اسلئی کہ سجدہ کرنے سی وضو ٹوٹتا ہی تو جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط ہوا کذا فی الحلبی وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام او یسلس بولہ او یبدو ربع عورتہ او یضعف عن القراءۃ اصلاً او عن صوم رمضان اور کبھی لازم ہوتا ہی بیٹھکر پڑہنا مثلاً کھڑے ہونے سی کسی شخص کا زخم بہنے لگی یا پیشاب جاری ہو جای یا چوتھائی شرمگاہ کھلجای یا قراءت سی بالکل عاجز ہو جای یعنی قدر فرض بھی نہ پڑہ سکی یا قیام کی جہت سی رمضان کے روزہ سی عاجز ہو تو ان صورتون مین بیٹھکر پڑہے کیونکہ کھڑے ہونے سی یا طہارت جاتی رہیگی یا ستر یا قراءت یا روزہ اور انکا کوئی بدل نہوگا اور قیام کو ترک کرنے سی بیٹھنا اُسکا خلیفہ ہو جائیگا ولو اضعفہ عن القیام الخروج الی الجماعۃ صلی فی بیتہ قائماً بہ یفتی خلافاً للاشباہ ۱۸ اور اگر جماعت کے لئی نکلنا نمازی کو قیام سی عاجز کر دی یعنی جماعت مین جانے سی اتنی طاقت نہین رہتی کہ پہر کھڑا ہوکر جماعت کا شریک ہو تو اپنی گہر مین کھڑا ہوکر نماز پڑہ لے جماعت مین نجاوی اسیکا فتوی ہی اسلئی کہ قیام فرض ہی اور جماعت سنت مؤکدہ تو اوسکی لئی فرض کو نہ چھوڑنا چاہیے بخلاف قول اشباہ کے کہ ہم اشباہ مین مجتبی سی اسکی تصحیح کی ہے کہ جماعت کے لئی جاوی اور بیٹھکر شریک ہو ومنہا القراءۃ لقادر علیہا کما سیجئی اور ایک فرض نماز کا قراءت ہی اُس شخص کے لئی جو قراءت پر قادر ہو چنانچہ فصل آئندہ مین مذکور ہوگا وہی رکن زائد عند الاکثر اور قراءت رکن زائد ہی اکثر فقہا کے نزدیک ہم رکن کی دو قسمین ہین ایک اصلی اور ایک زائد رکن اصلی وہ ہی کہ بدون ضرورت اور بدون عوض کے ساقط نہین ہوتا مثل قیام کے اور زائد وہ کہ بدون موجود ہونے ضرورت کے بھی بعض صورتون مین ساقط ہو جاتا ہی اور اوسکا کوئی قائم مقام بھی نہین ہوتا جیسے قراءت لسقوطہ بالاقتداء بلا خلف بسبب ساقط ہونے اس رکن کے مقتدی ہونے سی بدون نائب کے یعنی مقتدی سی قراءت ساقط ہو جاتی ہی اور اوسکا خلیفہ کچھ نہین ہوتا بخلاف اور ارکان کے کہ اگر وہ ساقط ہوتے ہین تو دوسری چیز اونکا عوض ہوتی ہے مثلاً جس شخص سی رکوع سجدہ ساقط ہوتا ہی تو اشارہ اُن دونون کا قائم مقام ہوتا ہے ہم یہان پہ اعتراض ہے کہ رکن وہی چیز جو داخل ماہیت ہو تو وہ زائد کیسی ہو سکتا ہی اور مسئلہ جواب یہہ ہے کہ رکن ہونا اور حالت مین ہی اور زائد ہونا دوسری حالت مین یعنی جب ایسی حالت ہو کہ قراءت کے ہونے سی نماز ہوتی ہی اور نہونے سی نہوتی ہو تب تو اس کو رکن کہین گے جیسے تنہا نماز پڑہنا اور جب ایسی حالت ہو کہ قراءت کے نہونے سی نماز ہو جاتی ہی تو اُس وقت زائد کہینگے کذا فی الطحطاوی والشامی ومنہا الرکوع بحیث لو مد یدیہ نال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا رکوع ہی یعنی اس قدر جھکنا کہ اگر اپنے دونون ہاتھ پہیلا دی تو دونون زانو کو پکڑ لے اس سی معلوم ہوا کہ صرف سر کا جھکانا رکوع مین کافی نہین اور یہہ صورت کھڑے ہوکر رکوع کرنے کی ہی اور اگر بیٹھکر رکوع ہو تو پیشانی مقابل زانو کے آ جانی چاہیئے کذا ذکرہ ابو السعود ومنہا السجود بجبہتہ وقدمیہ ووضع اصبع واحدۃ منہما شرط اور ایک فرض نماز کا سجدہ کرنا ہی اپنی پیشانی اور دونو قدمون سی اور ایک اونگلی کا ٹیکنا دونون پانون سی شرط ہی سجدہ کے درست ہونے کی یعنی اگر دونو پانون زمین سی بالکل اٹھی رہین گے تو سجدہ درست نہوگا وتکرارہ تعبد ثابت بالسنۃ کعدد الرکعات اور تکرار سجدہ کا متعلق عبادت ہی حدیث سی ثابت ہی مثل رکعتون کی شمار کے ہم یعنی سجدہ کے دو بار کرنیکی کوئی وجہ عقلی نہین سمجھی متعلق بہ عبادت ہی اور بعضون نے کہا کہ دو بار سجدہ شیطان کی مخالفت کرنیکے لئی ہوا کہ اوسنی ایکبار نہ کیا ہم دو بار کرتے ہین بحر الرائق مین کہا کہ آیت قرآنی سے سجدہ کا تکرار نہین مفہوم ہوتا مگر حدیث اور اجماع سی ثابت ہوا جیسے شمار رکعات کا انہین دونو سی ثابت ہی ومنہا القعود الاخیر اور ایک فرض نماز کا قعدہ اخیرہ ہی والذی یظہر انہ شرط لانہ شرع للخروج کالتحریمۃ للشروع اور جو بات ظاہر ہوتی وہ یہہ ہی کہ قعدہ اخیرہ شرط ہی اسلئی کہ وہ مشروع ہوا ہی نماز سے خارج ہونے کو جیسے تکبیر تحریمہ مشروع ہوئی ہی نماز کے شروع کرنے کو یعنی قعدہ اخیرہ مقصود بالذات نہین بلکہ

خدم ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ علت شرط ہونے کے لئے کافی نہین کیونکہ قیام بھی ذریعہ سجدہ کا ہے حالانکہ وہ رکن ہے نہ شرط م قعدہ اخیرہ
مین اختلاف ہے بعض کے نزدیک رکن اصلی ہے اور بعض کے نزدیک شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد پھر آمین بھی اختلاف ہے کہ فرض ہے یا واجب
مگر اصح یہی ہے کہ فرض ہے اور رکن ہے وصححہ فی البدائع انہ رکن زائد لحنث من حلف لا یصلی بالرفع من السجود اور بدائع مین
تصحیح کی ہے اسبات کی کہ قعدہ اخیرہ رکن زائد ہے اسوجہ سے کہ اگر کوئی قسم کہائی کہ نماز نہ پڑہونگا تو اوسکی قسم سجدہ سے سر اوٹہانے پر ٹوٹجاتی ہے
اگر قعدہ اخیرہ رکن اصلی ہوتا تو جبتک وہ نہو چکتا قسم نہ ٹوٹتی وفی السراجیۃ لا یکفر منکرہا اور سراجیہ مین ہے کہ قعدہ اخیرہ کا منکر کافر
نہین شامی نے کہا کہ مراد منکر سے اوسکی فرضیت کا منکر ہے اسلئے کہ بعض کے نزدیک قعدہ اخیرہ واجب ہے اور اگر اوسکی اصل مشروعیت کا منکر
ہوگا تو کافر ہونا چاہیئے کیونکہ اوسکا ثبوت حق ہے بالاجماع قدر ادنی قراءۃ التشہد الی عبدہ ورسولہ بلا شرط موالاۃ وعدم
فاصل قعدہ اخیرہ فرض ہے مقدار کم سے کم تشہد پڑہنے کی عبدہ ورسولہ تک بدون شرط پیہم بیٹھنے اور فاصلہ نکرنیکے م یعنی قعدہ اخیرہ اتنی
دیر کا صحیح ہوگا جسمین جلد جلد صحت الفاظ کیساتھ التحیات پوری عبدہ ورسولہ تک پڑہ سکے اور اسقدر بیٹھنے مین پیہم ہونا اور فاصلہ نکرنا شرط نہین
لما فی الولوالجیۃ صلی اربعا وجلس لحظۃ فظنہا ثلثا فقام ثم تذکر فجلس ثم تکلم فان کان الجلستان قدر التشہد صحت والا
بطلت کی شرط اسلئے نہین کہ ولوالجیہ مین یہہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص چار رکعتین پڑہکر ایک لحظہ بیٹھا پھر اونکو تین رکعتین سمجھکر اوٹھا پھر یاد کرکے بیٹھ گیا
پھر بولا تو اگر دونو بار کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگا تو نماز اوسکی صحیح ہوگی اور اگر اسقدر نہوگا تو صحیح نہوگی تو دیکھو اس صورت مین بیٹھنا پیہم نہین
پیہم مین اوٹھنا بھی موجود ہے وخروجہ بصنعہ کفعلہ المنافی لہا بعد تمامہا وان کرہ تحریما اور ایک فرض نماز کا باہر ہونا نمازی کا
ہے اپنے کام سے چنانچہ اوسکا کرنا وہ کام جو منافی ہے نماز کے بعد پورا ہونے ارکان نماز کے اگرچہ ایسا کام کرنا مکروہ تحریمی ہے م مراد
خروج سے بذریعہ اپنے فعل کے سلام پھیرنا ہے کہ لفظ السلام کہنا واجب ہے اور اسکی جگہہ دوسرا فعل قصداً مخالف نماز کرنا مثل کہانے اور پینے
اور باتین کرنے کے مکروہ تحریمی ہے بسبب ترک کرنے واجب یعنی لفظ سلام کے اگرچہ نماز فاسد نہین ہوتی اور نماز کی تمامی کی قید اسلئے لگائی کہ اگر
ایسا فعل قبل تمامی کے ہوگا مثلا قعدہ سے پیشتر تو وہ بالاتفاق نماز کا مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی والصحیح انہ لیس بفرض اتفاقا
قالہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف وفی المجتبی وعلیہ المحققون اور صحیح یہہ ہے کہ خروج بصنعہ فرض نہین باتفاق امام اور صاحبین کے
کہا ہے اوسکو زیلعی وغیرہ نے اور ثابت رکہا ہے اوسکو مصنف نے اور مجتبی مین ہے کہ اسی پر ہین تحقیق والے م اپنے فعل کے ساتھہ نماز سے باہر آنا امام
اعظم سے صراحۃً نہین ثابت ہے کہ فرض ہے بلکہ احمد بن حسین بردعی نے اُن بارہ مسئلون سے جو مفسدات نماز کے پیشتر مذکور ہین اور جنمین بعد تمامی
ارکان نماز کے امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتی یہہ نکالا کہ خروج بصنعہ امام کے نزدیک فرض ہے
حالانکہ بردعی کی رای غلط ہے کیونکہ اُن مسائل مین نماز کا باطل ہونا اسوجہ سے نہین کہ خروج بصنعہ نپایا گیا تو ایک فرض چہوٹ گیا بلکہ اسوجہ سے
بطلان ہے کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہین جنسے فرض اور کا اور ہوجاتا ہے چنانچہ معلوم ہوگا کذا فی الشامی وبقی من الفروض
تمییز المفروض اور ماتن نے جو فرض مذکور کئے اونمین اتنے فرض اور باقی رہے اول جدا کرنا مفروض کا م حلبی نے کہا کہ تمیز مفروض سے یہہ
غرض ہے کہ جتنی نمازین اوسپر فرض ہین اونکو تمیز کرے اُن سے جو فرض نہین یہانتک کہ اگر کوئی شخص پانچ نمازون کے فرض ہونے کو نجانتا ہو
مگر اونکے اوقات مین اونکو پڑہ لیا کرتا ہو تو یہہ پڑہنا اوسکو کافی نہوگا اور طحطاوی نے تمیز مفروض کے یہہ معنی لکہے ہین کہ سجدہ ثانیہ کو پہلی سجدہ سے
جدا کرے یعنی سجدہ اول فرض ہے تو دوسرے کو اُس سے جدا کرنا چاہیئے اسطرح کہ دونون کے بیچ مین سر اوٹہا دے اگر بدون سر اوٹہانے کے سجدہ ثانیہ ادا
کریگا تو نماز نہوگی وترتیب القیام علی الرکوع والرکوع علی السجود والقعود الاخیر علی ما قبلہ دوسرا فرض جو ماتن نے نہین بیان کیا ترتیب
ہے نماز کے ارکان مین یعنی مقدم کرنا قیام کا رکوع پر اور رکوع کا سجدہ پر اور موخر کرنا قعدہ اخیرہ کا اوسکے پیشتر کے ارکان سے حلبی نے کہا کہ اگر شارح

سبکو ایک طرح پر بیان کرتا تو اچھا ہوتا یعنی یون کہتا کہ تقدیم قیام کی رکوع پر اور رکوع کی سجدہ پر اور سجدہ کی قعدہ اخیرہ پر پس اگر اس ترتیب کے
خلاف کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی و اِتْمَامُ الصَّلٰوۃِ تیسرا فرض جو متن کے بیان سے رہ گیا نماز کا پورا کرنا ہے یعنی اسی طرح ادا
کرنا کہ اُسکا کوئی فرض نہ چھوٹے م طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ شارح کے اس قول کے بعد کہ قعدہ اخیرہ کو ما قبل کے ارکان سے موخر
کرنا اسکی حاجت نہین کہ نماز کے اتمام کو جدا فرض کہا جاے کیونکہ اوس سے اتمام نماز کا خود لازم آتا ہے و الانتقال من رکن الی اٰخر چوتھا فرض ایک
رکن سے دوسرے رکن کیطرف جانا ہے و مُتابعتہ لامامہ فی المفروض پانچوان فرض اپنے امام کی پیروی سے فرضون کے اندر یعنی ہر رکن مین
امام کے ساتھ یا اوسکے بعد شریک ہوا اوس سے پیشتر ادا نکرے ورنہ نماز نہوگی اور فرضون کی قید اسلئے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نماز ون مین
متابعت ترک کریگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی و صحۃ صلوۃ امامہ فی رأیہ چھٹا فرض یہہ ہے کہ اپنے عندیہ مین اپنے امام کی نماز کو صحیح جانتا
ہو مثلاً شافعی مذہب امام نے اپنے [illegible] یا عورت کو چھو لیا اور اوسکے پیچھے کسی حنفی نے اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اوسکے نزدیک یہہ
دونو باتین ناقض وضو نہین و عدم تقدمہ علیہ ساتوان فرض مقتدی کا آگے نہ بڑہنا ہے امام پر یعنی ایڑیان امام سے آگے قبلہ کیجانب نہ بڑہین و عدم
مخالفتہ فی الجہۃ آٹھوان فرض جہت مین امام کے مخالف نہونا یعنی اقتدا اور ادا کیوقت یہہ نجانتا ہو کہ امام کا منہ اور طرف ہے ورنہ نماز نہوگی چنانچہ آگے
گذریگا و عدم تذکر فائتۃ و محاذاۃ امرأۃ بشرطہما نوان فرض نہ یاد ہونا قضا نماز کا ہے اور دسوان فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا بموجب شرط
ان دونون کے یعنی قضا کے نہ یاد ہونے کی فرضیت مین یہہ شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اور وقت مین گنجائش ہو اور عورت کے برابر نہونے مین جو شرط
ہے جو امامت کے بیان مین مذکور ہوگی و تعدیل الارکان عند الثانی والائمۃ الثلثۃ گیارہوان فرض ارکان نماز مین تعدیل ہے امام ابو یوسف اور
باقی تین اماموں شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک م تعدیل لغت مین برابر کرنیکو کہتے ہین اور شرعاً اعضا کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قومہ اور
جلسہ مین یعنی ان ارکان کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا قال العینی و ہو المختار و اقرہ المصنف و بسطناہ فی الخزائن
عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہے اور اسکو مصنف نے ثابت رکھا ہے اور ہمنے خزائن الاسرار مین مفصل لکھا ہے و شُرط فی ادائہا ای
ہذہ الفرائض اور شرط ہے ان فرائض یعنی ارکان کے ادا کے لئے اختیار یعنی بیداری م شرط بصیغہ مجہول ماضی ہے اوسکا نائب فاعل لفظ الاختیار
بعد نظم کے مذکور ہے قلت وبہ بلغت نیفاً و عشرین و قد نظم الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ للتحریمۃ عشرین شرطا و لغیرہا ثلاثۃ عشر فقال
مین کہتا ہون کہ اس شرط اختیار کے ساتھ شرطین کچھ اوپر بیس یعنی اکیس ہوگئین اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین تحریمہ کے لئے بیس شرطین اور اوسکے
سوا باقی نماز کے لئے تیرہ شرطین نظم کی ہین چنانچہ کہا ہے ؎ شروط لتحریم حظیت بجمعہا ۔ مہذبۃ حسناً ملآ الدہر تزہر یہہ شرطین ہین تکبیر
تحریمہ کی بہرہ ور ہوا مین اونکے اکٹھا کر دینے سے حالانکہ وہ شرطین آراستہ ہین خوبی سے اور زمانہ بہر چمکتی ہین ؎ دخول لوقت و اعتقاد دخولہ
و ستر و طہر و القیام المحرر ۱ وہ شرطین یہہ ہین داخل ہونا وقت فرض کا ۲ اور اعتقاد یا غلبہ ظن وقت کے داخل ہونیکا کیونکہ دخول وقت مین شک
کرکے شروع کریگا تو کافی نہوگا ۳ اور ستر عورت ۴ اور طہارت حدث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی نجاست سے ۵ اور قیام تقسیم کیا ہوا یعنی قدرت
والے کو اوسی اسطرح کہڑا ہونا کہ ہاتہون سے گہٹنے نہ پکڑ سکے ؎ و نیۃ اتباع الامام و نطقہ ۔ و تعیین فرض او وجوب فیذکر ۶ اور نیت امام
کی متابعت کی مقتدی کے حق مین ۷ اور بولنا تکبیر کا اسی طرح کہ اپنے آپ اچھی طرح سنلے ۸ اور معین کرنا فرض یا واجب کا نیت مین کہ ظہر ہے یا عصر ادا
ہے یا قضا پہر نمازی ذکر کرے یعنی اگلی شعر مین جو ذکر خالص مذکور ہے اوسکو منہ سے ادا کرے ؎ بجملۃ ذکر خالص عن مرادہ ۔ و لو مشتملاً [illegible]
ان ہو یقدر ۹ بولے ایک جملہ ذکر کا جو خالص ہو اپنی حاجت سے جیسے اللہ اکبر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہم اغفر لی کہیگا تو تحریمہ درست نہوگی کیونکہ
یہہ جملہ خالی حاجت سے نہین اور خالص ہو وہ جملہ بسم اللہ سے کہ بسم اللہ سے بھی تحریمہ صحیح نہین چنانچہ غایہ مین ہے اور وہ جملہ عربی ہو اگر نمازی عربی پر
قادر ہو اور اگر عاجز ہوگا تو فارسی جملہ سے بھی تحریمہ صحیح ہے شامی نے کہا کہ آگے آویگا کہ شروع کرنا نماز کا سوای عربی زبان کے بھی درست ہے بالاتفاق

تکبیرہ نمازی عربی پر قادر ہو ان فارسی مین قرارت صحیح نہین ہے ۵ وعن ترك هاءٍ واو لها جلالةٍ ؛ وعن مد همزاتٍ وباءٍ باكبر ۱۳ خالی ہو لفظ اللہ
اکبر چھوڑنے سے اور یعنی الف دوم لفظ اللہ کے اور خالی ہو چھوڑنے ہا لفظ اللہ سے اور خالی ہو دونو ہمزون کے مد سے یعنی نہ اللہ کے ہمزہ پر مد ہو نہ
اکبر کے اور خالی ہو اکبر کی ب کے مد سے کہ ان باتون سے معنی بگڑ جاتے ہین ۵ وعن فاصلٍ فعلٍ كلامٍ مباينٍ ؛ وعن سبقِ تكبيرٍ ومثله ذلك
نیت ۱۸ اور خالی ہووے جملہ ہیم مین آنیوالے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کے بعد کپڑے یا بدن سے کھیل کیا پھر تحریمہ کی تو درست نہوگی اور خالی
ہو کلام فاصل نماز کے مخالف سے مثلاً نیت کر کے کچھہ کلام دنیا وی کیا پھر اللہ اکبر کہا تو درست نہوگا ۱۹ اور خالی ہو اللہ اکبر کے پیشتر کہنے سے یعنی ایسا نہو
کہ اول اللہ اکبر کہے پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہوگی اور مثل تیرا ہو مخاطب معذور رکھنا ۔ یہ جملہ ناظم نے اپنے انکسار کے لئے کہا کہ مخاطب اگر کوئی خلل الفاظ
مین دیکھے تو ناظم کا عذر قبول کرے کہ نظم مین تنگی الفاظ کی مجبوری ہو جاتی ہے ۵ ولا ونلت مبين مستقبلًا لقبلةٍ لعلك تحظى بالقبول وتشكر بس ان
باتون کو لے ۲۰ رشیدہ باندھی والا قبلہ کیطرف یعنی شرط اخیر قبلہ رخ ہونا ہے بعذر والے کے حق مین تاکہ تو بہرہ پاوے ان اشعار کے قبول کا اور شکر گذار ہو
اللہ تعالے کا کہ اوسنے ایسی نعمت دی یا شکر گذار ہو ناظم کا کہ شروط متفرق کو نظم سے ایک جا کر دیا ۵ فجملتها العشرون بل زيد غيرها ؛ وذا لمهاهٍ
يرجو الجواد فيغفر تو مجموعہ ان شرطون کا بیس ہوا بلکہ انکے سوا زیادہ بھی کی گئی ہین مثلاً مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تمیز مفروض
اور نظم کرنیوالا ان شرطون کا توقع رکھتا ہے اللہ تعالی بہت جود کرنیوالے سے کہ وہی اوسکی مغفرت فرمایگا ۵ وازكى صلوةٍ مع سلامٍ لمصطفى
ذخيرة خلق الله للدين يحضر اور عمدہ درود و سلام کے ساتھ مخصوص ہے سرور کائنات حضرت مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جو ذریعہ ہین اللہ
کی مخلوق کے اور دین کے مددگار ہین ۵ والحقتها من بعد ذاك لغيرها بثلثة عشر للصلوة تطهر اور اضافہ کیا مین نے بعد بیان ان شرطون
کے تحریمہ کے سوا اور نماز کے لئے تیرہ شرطون کو جو نماز یون کے لئے ظاہر ہوتی ہین ۵ فبادلك في المفروض مقدار آيةٍ ؛ وتقرء في ثنتين منه تخير
اور وہ شرطین یہہ ہین کھڑا ہونا تیرا بقدر ایک آیت کے فرض نماز مین اور جو فرض سے ملحق ہو یعنی واجب اور سنت فجر مین اور فرض کی دو رکعتون مین تیری قرات
لیکن تجکو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے اول کی دو مین پڑھ چاہے پچھلی دو مین ۵ وفي ركعات النفل والوتر فرضها ؛ ومن كان مؤتمًّا فعن ذلك
يحظر اور نفل اور وتر کی سب رکعتون مین قرارت فرض ہے اور جو مقتدی ہووے وہ اس قرارت سے منع کیا جاتا ہے یعنی اوسکے حق مین قرارت مکروہ تحریمی ہے
کیونکہ امام کی قرارت اوسکی قرارت ہے بموجب حدیث کے ۵ م نفل کی سب رکعتون مین قرارت اسلئے فرض ہوئی کہ ہر ایک دوگانہ اوسکا نماز علیحدہ ہے اور وتر بھی
مشابہ سنتون کے ہے اس اعتبار سے کہ اوسکے لئے اذان و تکبیر نہین ہوتی کذا فی الشامی ۵ وشرط سجودٍ فالقرار لجبهةٍ ؛ وقرب قعودٍ حد
فصلٍ مقرر اور سجدہ کی شرط پیشانی کا ٹھہر جانا ہے یعنی ایسی طرح کہ اگر نمازی بالغہ کرے تو اوسکا سر نیچے نہو جاوے جیسا رکھا تھا اوسی حالت پر رہے
اس سے معلوم ہوا کہ اگر چاول یا مسور وغیرہ کے ڈھیر پر سجدہ کریگا تو جائز نہوگا ہان اگر غلہ گون مین بھرا ہو گا تو درست ہوگا کیونکہ اسصورت مین قرار
ممکن ہے اسیطرح روئی اور گدیلے پر درست نہوگا لیکن اگر سر کہنے سے زمین کی سختی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہو جانا حد فاصل
دونون سجدونکی مقرر ہوئی ہے یعنی ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لئے اتنا اوٹھے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعض
فقہانے جو ادنے سر اوٹھانیکو حد ٹھہرایا ہے وہ قول صحیح نہین ہے ۵ وبعد قيامٍ فالركوع فسجدةٌ ؛ وثانيةٌ قد صح عنها تؤخر اور بعد قیام کے
فرض رکوع ہے پھر سجدہ اور ساتوان فرض ترتیب ہے جو ناظم کے قول بعد اور حرف ف سے سمجھی جاتی ہے اور دوسرا سجدہ پہلے سجدہ سے موخر کرنا
صحیح ہے یعنی دونون سجدونمین ترتیب فرض نہین بلکہ واجب ہے اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہے ۵ على طرف كفٍّ او على فضل ثوبه
اذا اطهر الارض الجواد المعفر جبکہ زمین پاک ہو تو اپنی ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلاً آستین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنیکا جواز ثابت ہے
ہم خلاصہ اس شعر کا آٹھوین فرض کا بیان کرنا ہے یعنی آٹھوان فرض سجدہ کی جگہہ کا پاک ہونا ہے گو سجدہ ہتھیلی یا زائد کپڑے پر ہو ۵ سجودك
في حالٍ فظهر مشاركٍ بصحبتها عنه الزحام يغفر سجدہ کرنا تیرا اونچی جگہہ مین اور اُس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ مین تیرا شریک ہو

وقت انبوہ اور بہیڑ کے معاف ہو ہم یہہ بیان ہو تو ین فرض کا یعنی سجدہ بالشت بہر زمین سی اونچی جگہہ پر ہوا اور اگر بہیڑ کی جہت سی ہو یا اور کسی عذر سی ہو
تو معاف ہی اسیطرح اگر کثرت آدمیونکی جہت سی نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ وہ شخص بہی وہی نماز پڑہتا ہو جو نمازی پڑہتا ہی تو یہہ بہی معاف
ہے کذا فی الشامی ہے اداء اَفعالِ الصلوۃ بیقظۃٍ + وتمییزِ مفروضٍ علیہ مقررٌ ادا کرنا تیرا نماز کے افعال کو بیداری مین اور تمیز مفروض
کی تجہپر مقرر ہے ہے ویختمُ افعالَ الصلوۃ قعودٌ + وفی صُنعہ عنہا الخروجُ محررٌ اور ختم کرتا ہی نماز کے افعال کو قعدہ کرنا نمازی کا اور آپ
آنا نماز سے بسبب اپنے فعل کے منع ہے شامی نے کہا کہ فی بمعنے ب ہی اور منہا متعلق خروج ہی اور ضمیر صلوۃ کیطرف ہی الاختیاد ای ہاستیقاظ
ادای فرائض کے لئے اختیار شرط ہے یعنی ہوشمین ہونا اور جاگنا ہم ایک نسخہ مین وشرطٌ فی اداہا الاختیار ہے چونکہ ماتن کے قول مین وشرطہا
فی اداہا گذر چکا ہے تو شارح کا مکرر لانا فضول ہے لیکن البتہ بسبب دور پڑجانے قول ماتن کے اعادہ اُسکا خالی فائدہ سی نہین اما لو رکع
او سجد ذاہلا کل الذہول اجزأہ تو اگر رکوع کیا یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت مین تو اوسکو کافی ہوگا یعنی غفلت اور بہول منافی اختیار کے نہین
بلکہ سونا اوسکی مخالف ہی چنانچہ ماتن کہتا ہی فان اتی بہا او بِاحدہا بان قام او قرأ او رکع او سجد او قعد الاخیر نائما لا یعتد بما اتی
بل یعیدہ ولو القراءۃ او القعدۃ علی الاصح پس اگر ادا کیا سب فرائض کو یا انمین سی ایک کو سوتے کی حالت مین اسطرح کہ سونے مین قیام کیا یا قرارت
کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ وغیرہ کیا تو جو رکن سونے مین ادا کیا وہ معتبر نہوگا بلکہ اوسکو دوبارہ ادا کرے اگر چہ قرارت یا قعدہ ہو صحیح قول کے بموجب ہم قول غیر
اصح قرارت اور قعدہ کے باب مین فقیہ ابو اللیث کا قول ہی کہ اونکے نزدیک یہہ دو نو رکن سونے کی حالت مین بہی معتبر ہوتے ہین کذا فی الشامی وان لم
یعدہ تفسد لصدورہ لا عن اختیار فکان وجودہ کعدمہ والناس عنہ غافلون اور اگر جس رکن کو سوتے ہوئی ادا کیا اوسکو نہ دہراویگا
تو نماز فاسد ہو جاویگی بسبب سرزد ہونے اس رکن کے بے اختیاری سی تو اُسکا وجود اور عدم برابر ہو گیا اور لوگ اس سی غافل ہین یعنی ایسے ارکان کو دوبارہ
نہین پڑہتے جنکو سونے کی حالت مین ادا کیا ہو فلو اتی النائم برکعۃ تامۃ تفسد صلاتہ لانہ زاد رکعۃ وہی لا تقبل الرفض پہر اگر سونیوالے نے
ایک رکعت پوری ادا کی تو اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسلئے کہ اوسنے ایک رکعت زیادہ کر دی حالانکہ وہ رکعت ترک کو قبول نہین کرتی یعنی سونے مین جو رکعت ادا
کی وہ غیر معتبر ہوئی اوسکے عوض دوسری رکعت ادا کی تو اب پوری نماز مین ایک رکعت بڑہگئی اور ایسا ہو نہین سکتا کہ قدر غیر معتبر کو ترک کرکے باقی کو صحیح کہا
جائے جیسے چار رکعتون کی جگہہ کوئی پانچ پڑہ دے تو نماز درست نہین ہو سکتی اسیطرح یہہ نماز بہی درست نہین ولو رکع او سجد فنام فیہ اجزأہ لحصول
الرفع والوضع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ مین سو گیا تو اوسکو کافی ہوگا اسلئے پائے جانے سر اوٹہانے اور
رکہنے کے اختیار کے ساتہہ یعنی رکوع کے لئے جہکنا اور سر اٹہانا اور سجدہ کے لئے زمین پر سر رکہنا اور اٹہانا افعال اختیاری ہین انکے بیچ مین سو جانا مضر نہین ولہا
واجبات لا تفسد بترکہا اور نماز کے کچہہ واجب ہین جنکی ترک سی نماز فاسد یعنی باطل نہین ہوتی ہم شارح نے لا تفسد سی قہستانی کے قول کو رد کیا کہ اوسنے ذکر
کیا ہی کہ واجب کے ترک سی نماز فاسد ہوتی ہے مگر باطل نہین ہوتی وجہ رد یہہ ہی کہ آئمہ فقہا عبادات مین فاسد اور باطل کو ایک ہی معنی مین بولتے ہین تو پہر اسکے
کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہی باطل نہین ہوتی البتہ معاملات مین فاسد اور باطل جدا جدا معنی مین مستعمل ہین فاسد اوسکو کہتے ہین جس سی کوئی وصف مرغوب جاتا رہے
اور باطل وہ ہی جسمین سی کوئی رکن مفقود ہو جاے وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ اور جس نماز مین واجب ترک ہوا ہو وہ دوبارہ پڑہی جائے
بطور وجوب کے دانستگی مین اور بہول مین بشرطیکہ بہول کا سجدہ نکیا ہو یعنی اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سی کیا مگر سجدہ سہو نہین کیا تو دونو صورتونمین اُس نماز کا
دوبارہ پڑہنا واجب ہی وان لم یعدہا یکون فاسقا آثما اور اگر اُس نماز کو نہ دہراویگا تو فاسق اور گنہگار ہوگا اسلئے کہ ترک واجب کروہ تحریمی ہم
اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سی فاسق اور گنہگار ہوتا ہی وکذا کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتہا اور اسیطرح جو نماز کہ کراہت تحریمی کے
ساتہہ ادا کیجاے مثلا بول یا براز کو بدقت روک کر یا جس کپڑے مین تصویر ہو اوسکو پہنکر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دہرانا واجب ہم والمختار انہ جابر للاول
لان الفرض لا یتکرر اور مختار یہہ ہی کہ دوبارہ پڑہنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنیوالا ہی اسلئے کہ فرض مکرر نہین ہوتا ہم قول مختار کا مقابل قول

ابی الیسر کا ہو کہ دوبارہ کی نماز کو فرض کہتا ہو نہ اول کو شارح کہتا ہو کہ نماز دوم اول کے نقصان کو زائل کرتی ہو جیسے سجدہ سہو سے نقصان دور ہوتا ہو تو
دوہ نماز فرض نہیں ہے کیونکہ اگر اسکو فرض قرار دین تو اول نماز بھی فرض ہی تھی اسلئے کہ اوسکے سب ارکان و فرائض ادا ہوئے تو کیا وجہ کہ فرض نہو علاوہ
اسکے فرض وقت اوسکے سبب سے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہو اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز اول فرض ہے تو ایکوقت مین دو فرض جمع ہو جائنگے حالانکہ ایک ہی فرض دو بار
ایکوقت مین نہین ہو سکتا کذا فی الشامی نصیحت اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام ترک واجب کی جہت سے نماز کو دُہراوے تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار مین جماعت
کا شریک ہوگا تو اوسکی نماز نہوگی کیونکہ جب امام کی نماز فرض نہین تو مقتدی فرض والیکا اوسکے پیچھے درست نہوگا وهي علي ما ذكره اربعة عشر اور نماز کے
واجبات بموجب اُس بیان کے جو مصنف نے بیان کئے ہین چودہ ہین یعنی واقع کے اعتبار سے یہہ شمار نہین بلکہ اس سے بہت زائد ہین قراءة فاتحة الكتاب
فيسجد لسهوه بترك اكثرها لا اقلها اول واجب الحمد کا پڑہنا ہو تو نمازی اوسکے اکثر کے چھوڑنے سے سجدہ سہو کرے نہ اوسکے کمتر کے چھوڑنے سے م
قہستانی مین ہو کہ امام اعظم کے نزدیک بالکل الحمد واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد واجب ہو اسلئے باقی کی بہولنے سے سجدہ سہو واجب نہین
تو شارح کا قول صاحبین کے مذہب پر ہو کذا فی الطحطاوی لكن في المجتبى يسجد بترك آية منها وهو اولى لیکن مجتبی مین ہو کہ سجدہ سہو کرے الحمد کی
ایک آیت چھوڑنے سے اور یہہ بہتر ہو طحطاوی نے کہا کہ وجہ اولویت کی شاید الحمد کی مواظبت ہو اور ہو اطلاق مفید ہو واجب ہونیکو قلت وعليه فكل آية واجبة ككل
تكبيرة عيد وتعديل ركن واتيان كل مین کہتا ہون اور مجتبی کے قول پر تو ہر آیت واجب ہو مثل ہر ایک تکبیر کے عید کی چہہ تکبیرون سے اور مثل
اطمینان سے ادا کرنے رکن کے اور مثل بجا لانے ہر واجب کے م طحطاوی نے کہا کہ تعدیل رکن کی برابر ہے تعدیل قومہ اور جلسہ کی کذا فی الحلبی اور
اتیان کل کے یہہ معنی ہین کہ واجبات مین سے ہر ایک واجب کا ادا کرنا واجب ہو یا یہہ کہ ہر واجب کو اپنی جگہہ پر ادا کرنا واجب ہے وتركه تكرير
كل كما يأتي فليحفظ اور مثل ترک کرنے ہر واجب کے مکرر کرنیکے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے طحطاوی نے کہا کہ مکرر نکرنا واجب کا
واجب ہو مگر الحمد اس سے مستثنی ہو یعنی اگر سورہ کے بعد پہر الحمد کو مکرر پڑہیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا وضم اقصر سورة كالكوثر او ما قام مقامها
وهو ثلاث آيات قصار نحو ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستكبر وكذا لو كانت الآية او الآيتان تعدل ثلاثا قصارا ذكره الحلبي
اور واجب ہو ملانا الحمد کے ساتھ بہت چھوٹی سورة کا مثل سورہ کوثر کے یا جو قائم مقام ہو چھوٹی سورہ کے اور اوسکا قائم مقام تین چھوٹی
آیتین ہین جیسے یہہ تین آیتین سورہ مدثر کی ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستكبر اور اسیطرح قائم مقام چھوٹی سورہ کے ہو اگر ایک آیت یا دو آیتین
تین چھوٹی آیتونکی برابر ہون ذکر کیا ہے اوسکو حلبی نے م چھوٹی تین آیتون سے کم ملانا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی في الاوليين من الفرض
وهل يكره في الاخريين المختار لا ملانا سورہ کا واجب ہو فرض کی دو پہلی رکعتون مین اور کیا ملانا سورہ کا پچھلی دو رکعتون مین مکروہ ہے مذہب
مختار یہہ ہو کہ مکروہ نہین یعنی مکروہ تحریمی نہین بلکہ خلاف سنت ہونیکی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے وفي جميع ركعات النفل لان كل شفع منه
صلوة اور ملانا سورہ کا واجب نفل کی سب رکعتون مین اسلئے کہ ہر ایک دوگانہ اوسکا نماز جداگانہ ہو م تو اگر نمازی نے چار رکعت کی نیت کی تو اس
تحریمہ سے صرف دو رکعت اوسپر واجب ہونگی اور جب تیسری کو اوٹہیگا تو گویا نئی تحریمہ ہوگی اور اگر ان دوگانون مین کسی مین فساد ہوگا تو صرف
وہی فاسد ہوگا نہ دوسرا وكل الوتر احتياطا اور ملانا سورہ کا واجب ہو وتر کی ہر رکعت مین براہ احتیاط م یعنی جب وتر مین آثار سنت
ہونیکے ظاہر ہوئے کہ نہ اوسکے لئے اذان دیجاتی ہے نہ تکبیر کہی جاتی ہے تو احتیاط اسیکی مقتضی ہو کہ قرارت کے باب مین اوسپر سنت کا حکم جاری کیا
جاوے کذا فی الشامی وتعيين القراءة في الاوليين من الفرض على المذهب اور واجب ہو معین کرنا قرارت کا فرض کے پہلے دو رکعتون
مین مذہب مشہور کے بموجب م فرض سے مراد یہان وہ ہو جو تین رکعتون یا چار کا ہو اور تعیین اور چیز ہو اور سورہ ملانا دوسری چیز تو یہہ قول
شارح کا مکرر نہین اب معلوم کرنا چاہیئے کہ محل فرض قرارت کے باب مین تین قول ہین اول یہہ ہو کہ قرارت کی جگہہ خاص پہلی دو رکعتین ہین بدائع مین اسی
کی تصحیح کی ہو دوسرا قول یہہ ہو کہ محل قرارت فرض کی دو رکعتین ہین بلا تعیین تو اسصورت مین تعیین پہلی دو رکعتون کی سنت ہو واجب ہو اور مذہب مشہور یہی ہے

سلہ ایسا ہی [illegible]

تیسرا قول یہہ ہی کہ پہلی دو رکعتونکو قرات کے معین کرنا افضل ہے نہ واجب اور یہہ قول ضعیف ہی و تقدیم الفاتحۃ علی کل السورۃ وکذا و واجب ہے
مقدم کرنا الحمد کا تمام سورہ پر یعنی اگر دوسری سورہ کا حرف بھی الحمد سے پہلے پڑھے تو سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ مراد
مراد اتنی دیر پڑہنا ہے جسمین ایک رکن ادا ہو تو اگر ادای رکن سے کم دیر لگیگی تو سجدہ سہو لازم نہ آویگا وکذا ترک تکریرھا قبل سورۃ
الاولیین اور اسیطرح واجب ہی مکرر نہ پڑہنا الحمد کا پہلی دو رکعتونمین سورہ سے پیشتر تو اگر سورہ سے پیشتر الحمد مکرر پڑہیگا تو سجدہ سہو واجب
ہوگا بسبب تاخیر سورہ ملانیکے اور پہلی رکعتون کی اسلئے قید لگائی کہ اگر پچھلی رکعتون مین سورہ سے پیشتر مکرر پڑہیگا تو سجدہ سہو نکرنا پڑیگا کذا
فی الطحطاوی و رعایۃ الترتیب بین القراءۃ والرکوع و فیما یتکرر اما فیما لا یتکرر ففرض کما مر فی کل رکعۃ کالسجدۃ او فی کل
الصلوۃ کعدد رکعاتھا اور واجب ہے لحاظ رکہنا ترتیب کا درمیان قرات اور رکوع کے اور درمیان اُن افعال کے جو ہر رکعت مین مکرر ہوتے
ہین جیسے سجدہ ہی اور جو افعال ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتے تو انمین ترتیب فرض ہے چنانچہ اونکی ترتیب کا بیان گذر چکا یا ترتیب واجب ہو ان
افعال مین جو کل نماز مین مکرر ہوتے ہین مثل عدد نماز کی رکعتون کے ھ ترتیب رکعات کی صورت مسبوق مین ظاہر ہوتی ہے مثلا چار رکعتون مین اگر
اوسکو ایک رکعت آخر کی ملی تو اب وہ کہڑا ہوکر اول قرات والے دوگانہ کو ادا کریگا پہر بلا قرات والی کو طحطاوی نے کہا کہ سجدہ کی مثال یہ
ہے یعنی سجدہ اسکے اور کوئی فعل ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتا حتی لو نسی سجدۃ من الاولی قضاھا ولو بعد السلام قبل الکلام لکنہ یتشہد
ثم یسجد للسہو ثم یتشہد یہانتک کہ اگر ایک سجدہ پہلی رکعت کا بہول گیا تو اوسکو قضا کرے اگرچہ بعد سلام پہیرنے کے قضا ہو لیکن کلام سے پیشتر
قضا کرے یعنی اسوقت تک کوئی مفسد نماز کا نہ کیا ہو لیکن اس سجدہ کی قضا کے بعد فقط التحیات پڑہے پہر سجدہ سہو کرے پہر التحیات اور درود و دعا
پڑہکر سلام پہیرے لانہ یبطل بالعود الی الصلبیۃ والتلاویۃ التشہد اسلئے پڑہکر التحیات مع قعدہ باطل ہوجاتی ہی سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت
کیطرف عود کرنے سے ھ سجدہ صلبی خود نماز کے سجدہ کو کہتے ہین جو اوسکا جز ہی اور وجہ باطل ہونے قعدہ کی یہہ ہی کہ قعدہ اخیرہ اور ارکان نماز
ترتیب شرط ہے یعنی جب کل ارکان ہو چکین اوسوقت قعدہ اخیرہ ہونا چاہیئے تو جب سجدہ صلبی چہوٹ گیا اور قعدہ کے بعد اوسکو ادا کیا تو قعدہ قعدہ
اخیرہ نہوا تو وہ اور اوسکا تشہد باطل ٹہہری اسلئے دوسرا تشہد واجب ہوا اور سجدہ تلاوت سے قعدہ کے باطل ہونیکی یہہ وجہ ہی کہ جبتک سجدہ تلاوت نماز
کے اندر واقع ہوا تو اوسکو حکم سجدہ صلبی کا دیا گیا کذا فی الشامی اما السہویۃ فترفع التشہد لا القعدۃ حتی لو سلم بمجرد رفعہ منہ
لم تفسد بخلاف تلک السجدتین کہ لیکن سجدہ سہو التحیات کو باطل کرتا ہی نہ قعدہ کو یہانتک کہ اگر بمجرد سر اوٹہانیکے سجدہ سہو سے سلام پہیریگا
تو نماز فاسد نہوگی بخلاف اُن دو سجدون کے کہ اونکے بعد سلام پہیرنے سے نماز فاسد ہوجائیگی بسبب نپائے جانے قعدہ اخیرہ کے جو فرض ہے
طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ شارح تلک کی جگہہ تلکما کہتا بصیغہ تثنیہ وتعدیل الارکان ای تسکین الجوارح قدر تسبیحۃ فی الرکوع
والسجود وکذا فی الرفع منہما علی ما اختارہ الکمال اور واجب ہی تعدیل ارکان کی یعنی ساکن کرنا اعضا کا مقدار ایکبار سبحان اللہ کہنے کے
رکوع مین اور سجدہ مین اور اسیطرح واجب ہی تعدیل سر اوٹہانے مین رکوع اور سجدہ سے یعنی قومہ اور جلسہ مین بنا بر قول کے کہ پسند کیا ہی اوسکو
کمال الدین محقق نے ھ بحر الرائق مین کہا کہ علت تعدیل کی مواظبت ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اوسپر تو وہ چارون چیزون یعنی رکوع اور سجدہ
اور قومہ اور جلسہ مین یکسان ہی کذا فی الشامی لکن المشہور ان مکمل الفرض واجب و مکمل الواجب سنۃ لیکن مشہور یہہ قاعدہ ہی کہ
فرض کی تکمیل کرنیوالی چیز واجب ہی اور واجب کی تکمیل کرنیوالی سنت ہی یعنی چونکہ تعدیل سے تکمیل ہوتی ہی تو رکوع اور سجدہ جو فرض ہین انمین تعدیل
واجب ہونی چاہیئے اور قومہ اور جلسہ جو واجب ہین اونمین تعدیل مسنون ہونی چاہیئے ھ یہہ شارح کا اعتراض ہے کمال الدین پر حلبی نے اسکا
یہہ جواب دیا ہی کہ جب دلیل کی اقتضا کے موافق تعدیل واجب ہوئی تو قاعدہ کی مخالفت کچھہ مضر نہین کذا فی الشامی وعمتہ اتانی الآثار و فرضہ
اور امام ابو یوسف کے نزدیک چارون فرض ہین یعنی فرض عملی ہین کہ اونکے نہونے سے نماز درست نہین ہوتی والتعوذ الاول ولو فی النفل ۱۲ لا اصح

اور واجب ہی اول قعدہ گو نفل مین ہو صحیح تر قول مین ہم امام محمد نفل مین ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہین اسوجہسے کہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے
تو اوسکا قعدہ وہی اخیرہ ہوا اور صحیح تر قول یہہ ہی کہ نفلونمین بھی قعدہ اولی واجب ہے کیونکہ جب بعد قعدہ کے تیسری رکعت کو اوٹھا تو معلوم ہوگیا
کہ وہ قعدہ اخیرہ نہین اسلیئے فرض نرہا کذا فی الشامی وکذا ترک الزیادۃ فیہ علی التشہد اور اسیطرح واجب ہے قعدہ اول مین التحیات سے زیادہ
نہ پڑہنا شامی نے کہا کہ اگر قعدہ اول مین التحیات تمام کرکے مقدار اللہم صل علی محمد کی کوئی چیز پڑہیگا تو واجب فوت ہو جائیگا وارید بالاول
غیر الاخیر اور مصنف نے قعدہ اول سے وہ مراد لیا جو اخیر نہو ہم یہہ شارح نے اسلیئے کہا کہ اگر اٹھہ یا دس یا زائد نفل رکعتون کو ایک
تحریمہ سے پڑہیگا تو سوا ہی قعدہ اخیرہ کے سب پیشتر کے قعدہ ون کا یہی حکم ہے یعنی واجب ہونگے لکن یرد علیہ لو استخلف مسافر مسبوقا
الحدث مقیما فان القعود الاول فرض علیہ وقد یجاب بانہ عارض لیکن اول سے غیر اخیر مراد لینے پر یہہ اعتراض ہوتا ہی کہ اگر کوئی مسافر امام بوضو
ہو کر مقیم کو اپنا خلیفہ کر دے تو اسصورت مین اوس مقیم پر پہلا قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے فرض ہے اور اسکا جواب یہہ ہی کہ یہہ فرضیت عارضی
ہے اسیطرح اگر کوئی مسبوق مغرب کی تیسری یا دوسری رکعت مین ملا تو بوجہ متابعت امام کے اوسپر دو قعدہ فرض ہوگا جو اوسکے حق مین اخیر
نہین والتشہدان ویسجد للسہو بترک بعضہ ککلہ وکذا فی کل قعدۃ فی الاصح اور واجب ہین دونون تشہد یعنی دونون قعدون
مین التحیات کا پڑہنا اور سجدہ کرے سہو کا بعض تشہد چھوڑنے سے یعنی اگرچہ نصف سے کم چھوڑا ہو کذا فی الطحطاوی مثل کل تشہد کے چھوڑنے کے
اور اسیطرح واجب ہی تشہد ہر قعدہ مین صحیح تر قول مین ہم اور قول ضعیف یہہ ہی کہ سوا اخیر قعدہ کے اور دونین تشہد سنت ہی اس قول سے شارح
نے تعریض کی کہ مصنف اگر تشہد کو بصیغہ تثنیہ نہ کہتا تو اچھا تہا کیونکہ اگر مفرد لاتا تو اسم جنس ہوتا اور ہر تشہد کو شامل ہوتا چنانچہ بحر الرائق
مین اسکی طرف اشارہ کیا ہی کذا فی الحلبی اذ قد یتکرر عشرا کمن ادرک الامام فی تشہدی المغرب وعلیہ سہو فتشہد معہ وتشہد
ثم تذکر سجود تلاوۃ فتسجد معہ وتشہد ثم سجد للسہو وتشہد معہ ثم قضی الرکعتین بتشہدین وفعلہ کذلک وجوب تشہد کی قید
ہر قعدہ مین اسلیئے لگائی کہ بعض اوقات تشہد دس بار مکرر ہوتا ہی مثلا ایک شخص نے مغرب کی دو تشہدونمین امام کا اقتدا کیا یعنی پہلے قعدہ مین
اوسکا شریک ہوا حالانکہ امام پر سہو تہا تو اوسنے امام کے ساتھہ سجدہ سہو کیا اور تیسرا تشہد پڑہا پہر امام کو سجدہ تلاوت یاد پڑا اور سجدہ کیا تو مقتدی
نے بھی اوسکی ساتھہ سجدہ کرکے تشہد چوتہا … پڑہا اب چونکہ سجدہ تلاوت سے پیشتر کے قعدہ اور تشہد باطل ہوگئی تو امام نے پہر سجدہ سہو کو ہر ایا
اور مقتدی نے اوسکی ساتھہ تشہد … پڑہا پہر مقتدی نے اپنی باقی دو رکعتون کو دو تشہد ون سے پڑہا تو سات تشہد ہوئی اب جو امر امام کو پیش
ہوا تہا وہی مقتدی کو پیش آیا یعنی دو رکعتون مین اسکو سہو ہوا تو سجدہ سہو کرکے آٹھوان تشہد پڑہا پہر معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت بھی اوسکے
ذمہ ہوگیا تہا تو اوسکو ادا کرکے … تشہد پڑہا اور چونکہ اس سجدہ سے پہلے کے قعدے اور تشہد بیکار ہوگئی اور سجدہ سہو بعد قعدہ اخیرہ کے چاہیے
اسلیئے سجدہ سہو کرکے دسوان تشہد پڑہا تو یہہ سب تشہد واجب ہین خصوصیت دو تشہد کی نہین قلت ومثل التلاویۃ تذکر الصلبیۃ
فلو فرضنا تذکرہا ایضا لہا زید اربع اخر تمامہ مین کہتا ہون اور سجدہ تلاوت کی مثل ہے یاد ہونا سجدہ صلبی کا تو اگر ہم فرض
کرین اوسکا بھی یاد پڑنا امام ومقتدی دونو کو تو چار تشہد اور بڑہجاوینگے اسوجہ سے جو گذر چکی کہ صلبی سجدہ کے بعد پہر سجدہ سہو کرنا پڑیگا
ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ امام نے صورت مذکورہ بالا مین پانچوین تشہد کے بعد سجدہ صلبی کو یاد کیا اور اوسکو ادا کرکے چھٹا تشہد پڑہا پہر
سجدہ سہو کرکے ساتوان تشہد پڑہا تو امام کے سات تشہد ہوئی اور چونکہ مقتدی کو اپنی باقی نماز مین بھی اسیطرح سات تشہد پڑہنی پڑی اور سات
امام کے ساتہہ پڑہ چکا ہی تو اوسکی چودہ تشہد ہوئی اسلیئے شارح نے کہا کہ چار اور بڑہجاوینگی یعنی پہلے دس تہی اور اسصورت مین چودہ ہونگی
ولو فرضنا تعدد التلاویۃ والصلبیۃ لہما ایضا زاد ست ایضا اور اگر فرض کرین تعدد سجدہ تلاوت اور سجدہ صلبی کا بھی امام و
مقتدی کے لیئے تو چھہ تشہد اور بھی بڑہجاوینگی ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ صورت مفروضہ بالا مین امام کو ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ

صلبی دو بار یاد پڑا تو اسنے اسکو ادا کر کے آٹھواں تشہد پڑہا پہر قبل سجدہ سہو کے ایک سجدہ تلاوۃ دوسرا یاد کیا تو اسکو بھی ادا کیا اور نواں تشہد پڑہا اب سبکے بعد سجدہ سہو کیا اور دسواں تشہد پڑہا
تو اسصورت مین جیسے دس تشہد امام کے ہوئے اسیطرح مقتدی کے ہونگے تو مقتدی کو ۲۰ تشہد ہو جاوینگے حلبی نے کہا کہ اگر اسصورت مین امام دوسرے سجدہ صلبی کے بعد تشہد پڑہکر سجدہ سہو بھی کرلے
اور تشہد نواں پڑہکر پہر دوسرا سجدہ تلاوت کرے اور دسواں تشہد پڑہی پہر سجدہ سہو کرے اور گیارہواں تشہد پڑہے تو کل تشہد مقتدی کے بائیس
ہونگے یعنی پہلے کی نسبت کر آٹھ تشہد زیادہ ہونگے۔ شامی نے کہا کہ درمختار کے اکثر نسخون مین ستّ کی جگہہ ستون ہے یعنی ساٹھ تشہد زیادہ
ہو جاوینگے ساٹھ کے ہونیکی صورت یہہ ہے کہ امام نے ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی یاد کیا اوسکو ادا کر کے ایک تشہد پڑہا پہر سجدہ سہو کر کے
دوسرا تشہد پڑہا پہر اوسی سجدہ صلبی یاد کر کے اسیطرح دو تشہد پڑہے تو چار تشہد ہوئی اب سجدہ تلاوت تمام قرآن کے ایک ایک یاد کرتا گیا اور
ہر ایک مین مع سجدہ سہو دو دو تشہد پڑہتا گیا تو چونکہ ایک سجدہ تلاوت اول ادا کر چکا تہا باقی رہے تیرہ تو تیرہ سجدون مین اس حساب سے
۲۶ تشہد ہونگے اور چار پہلے ہو چکے تھے تو امام کے کل تشہد ۳۰ ہوئے اور اسیطرح مقتدی کے ۳۰ ہوگئے تو مقتدی کے کل ساٹھ تشہد ہو جاوینگے اور
جب ان ساٹھ پر چودہ وہ بڑہاؤ جو بیشتر ہو چکے تھے شارح کے پہلے قول مین تو کل ۷۴ ہونگے اور ان پر چار وہ بڑہاؤ جنکو شارح اگلے قول مین ذکر
کرتا ہے تو کل تشہد ۷۸ ہونگے اور انہین ۷۸ کا حوالہ شارح نے واجبات کی تمامی پر کیا ہے جہان کہ کہا ہے کہ ۱۰ کو ضرب دو ۷۸ مین جیسا اوسکا
بیان گذر چکا تو معلوم ہوا کہ جن نسخون مین ستون ہے وہی صحیح ہے ولو فرضنا ادراکہ للامام ساجدًا ولم یسجدھما معہ فمقتضی القواعد
انہ یقضیھما فیزاد اربع اخر فتدبر اور اگر ہم فرض کرین اقتدا کرنا مقتدی کا امام سے سجدہ کیحالت مین اور مقتدی نے ان
دونو سجدونکو امام کے ساتھ نہ ادا کیا تو مقتضا ہے قواعد یہہ ہے کہ مقتدی اونکو ادا کرے تو اسصورت مین چار تشہد اور ہو جاوینگے سو اسکو سمجہہ لے
ط طحطاوی نے کہا صورت اوسکی یہہ ہے کہ امام مغرب کی دوسری رکعت کے اول سجدہ مین تہا کہ مقتدی نے اقتدا کیا مگر دونون سجدہ مین شریک
نہوا بلکہ بیٹھکر تشہد مین شریک ہوا اور مراد شارح کی قواعد سے مذہب ایک قاعدہ ہے وہ یہہ ہے کہ جس شخص کو بعد اقتدا کے نماز مین سے کچھہ فوت
ہو جاوے تو وہ فوت ہوئے ارکان کا اعادہ کرے جیسے لاحق کہ وہ بھی جتنی نماز رہجاتی ہے اوسکو دہراتا ہے لیکن شامی نے کہا کہ یہہ صورت اسطرح سے کہ طحطاوی
نے فرض کی نہین بنتی اسلئے کہ مقتدی پر ہر چند متابعت امام کی دونو سجدونمین واجب تہی مگر اب جو اوسنے وہ سجدے نکئے اور بعد فراغت امام کے
دوسری رکعت کو مع اوسکے دونو سجدون کے پڑہلیا تو اوسکی نماز مین کسیطرح کا نقصان نہین رہا چنانچہ تجنیس مین تصریح موجود ہے کہ اگر امام کو سجدہ
مین پایا اور اقتدا کر کے سجدہ مین شریک نہوا بلکہ باقی نماز مین شریک رہا اور بعد فراغت امام کے وہ رکعت پڑہ لی تو نماز درست ہے پہر ان دونون
سجدونکو مکرر ادا کرنے کے کیا معنی کسی نے یہہ ذکر نہین کیا کہ ایسی صورتمین مقتدی اوس رکعت مین تین یا چار سجدے کرے تو بدون نقل فقہاے معتبر
کے کیسے کہا جاوے کہ ان دونون سجدون کا ادا کرنا علاوہ رکعت کے لازم ہے ہان اگر امام کا اقتدا سجدہ سہو مین کیا اور امام کا شریک انمین نہوا
تو اپنی نماز پڑہنے کے بعد اونکو استحسان کی رو سے ادا کرلے انتہی بتصرف ولم ار من نبہ علی ذلک واللہ اعلم اور مین نے کسیکو ندیکہا کہ اس
تفصیل پر آگاہ کیا ہو واللہ اعلم م اگر کثرت تشہد کے لئے شارح اتنا بکہیڑا نکرتا اور صرف اسقدر کہدیتا کہ تشہد زیادہ بھی ہو سکتے ہین چنانچہ کوئی
ہزار رکعت نفل ادا کرے ایک سلام سے تو اوسمین پانسو تشہد ہو سکتے ہین تو نہایت آسان اور مبالغہ سے خالی ہوتا ولفظ السلام مرتین
فالثانی واجب علی الاصح برھان دون علیکم وتنقضی قدوۃ بالاول قبل علیکم علی المشھور عندنا وعلیہ الشافعیۃ
خلافا للتکملۃ اور واجب ہے لفظ السلام دو بار یعنی دوسرا واجب ہے صحیح تر قول مین کذا فی البرھان نہین واجب ہے لفظ علیکم اور ہو چکتا ہے
اقتدا پہلے سلام پر پیشتر علیکم سے مذہب مشہور پر ہمارے نزدیک اور اسی پر ہین شافعی مذہب والے بخلاف شارح تکملہ کے کہ اوسنے دوسرے سلام پر اقتدا
کا تمام ہونا صحیح کہا ہے م ماتن نے جو لفظ السلام کہا اسمین اشارہ ہے کہ اور کوئی لفظ اسکا قائم مقام نہین ہوتا بشرطیکہ نمازی اسکو بولنے پر قادر ہو
اور دوسرے سلام کو بعضون نے مسنون کہا ہے اسلئے شارح نے اصح کی قید لگائی کذا فی الشامی فلو تکلم بہ بعدہ قبل قولہ علیکم لم یتم وھل

تنقطع التحریمة بالاول ام بالثانی جزم فی الجوهرة والبرهان وغیرهما بالاول وصحح شارح التکملة الثانی وعلیه فیصح الاقتداء
قبله والمعتمد عنه الشافعیة انه لو اقتدی به بعد شروعه فی السلام وقبل علیکم لم یصح القدوة ذکره الرملی الشافعی
فی باب سجود السهو پس اگر اقتدا کیا امام کا بعد لفظ سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو جائز نہوگا اور نماز کی تحریمہ سلام اول پر
منقطع ہوجاتی ہے یا دوسری پر جوہرہ اور برہان اور ان دونوں کے سوا اور کتابوں میں تو اول پر یقین کیا ہے یعنی سلام اول پر تحریمہ تمام ہوجاتی
ہے اور شارح تکملہ نے دوسری کی تصحیح کی ہے کہ دوسری سلام پر تحریمہ کا انقطاع ہوتا ہے اور اس قول پر اقتدا دوسری سلام سے پیشتر درست
ہوگا اور شافعی مذہب والوں کے نزدیک معتمد یہہ ہے کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سے تو اقتدا صحیح
نہوگا ذکر کیا ہے اسکا رملی شافعی نے سجدہ سہو کے باب میں م شامی نے کہا کہ یہہ عبارت فلو اتم سے آخر تک در المختار کے بعض نسخوں میں نہیں ہے
وقراءة قنوت الوتر وهو مطلق الدعاء وكذا تكبيرة قنوته اور واجب ہے پڑہنا قنوت وتر کا اور قنوت مطلق دعا ہے یعنی ہر ایک دعا سے
حاصل ہوتا ہے خصوصیت اللهم انا نستعينك الخ کی نہیں کہ اس خاص دعا کا پڑہنا سنت ہے اور اسیطرح واجب ہے قنوت وتر کیلئے الله اکبر کہنا م بعضوں
نے اس الله اکبر کہنے کو سنت کہا ہے کذا فی الحلبی اور زیلعی نے کہا کہ اسکو ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہے کذا فی الشامی وتكبيرة ركوع الثالثة زیلعی اور واجب
ہے الله اکبر کہنا تیسری رکعت وتر کے رکوع کا کذا فی الزیلعی م زیلعی میں اس مسئلہ کا وجود نہ اسجگہ ہے نہ سجود سہو کے بیان میں اس سے معلوم ہوا کہ
شارح کا بیان صحیح نہیں یعنی یہہ تکبیر رکوع کی واجب نہیں بلکہ سنت ہے وتكبيرات العيدين وكذا احدها اور واجب ہیں تکبیریں دونوں عید
کی جو چھہ بار الله اکبر کہنا ہے ہر رکعت میں تین بار اور اسیطرح واجب ہے انمیں سے ایک یعنی ہر تکبیر واجب جداگانہ ہے یہہ نہیں کہ چھوں ملکر واجب ہوں
طحطاوی نے کہا کہ اسیطرح واجب ہیں تکبیریں ایام تشریق کی چنانچہ انکا بیان آگے آویگا وتكبير ركوع ركعته الثانية كلفظ التكبير فی
افتتاحه اور واجب ہے تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی جیسے واجب ہے الله اکبر کہنا عید کی نماز کے شروع میں یعنی اگر سوا الله
اکبر کے اور کسی لفظ سے شروع کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لكن الاشبه وجوبه فی كل صلوة لجر فليحفظ لیکن مشابہ ترجیح یہہ
ہے کہ الله اکبر کہنا ہر نماز کے شروع میں واجب ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے والجهر للامام والاسرار للكل فيما يجهر فيه ويسر
اور واجب ہے پکار کر پڑہنا امام کو ان نمازوں میں کہ پکار کر پڑہا جاتا ہے یعنی صبح اور مغرب اور عشا اور جمعہ وغیرہ میں اور واجب ہے
آہستہ پڑہنا سبکو یعنی امام کو بالاتفاق اور تنہا کو صحیح تر قول میں ان نمازوں میں کہ آہستہ پڑہی جاتی ہیں چنانچہ ظہر اور عصر اور پچھلی رکعت
مغرب کی وغیرہ وبقية الواجبات اتيان كل واجب او فرض فی محله اور باقی رہی واجبات میں سے واجبات آیندہ یعنی ایک واجب
ادا کرنا ہے ہر واجب یا فرض کا اوسکے محل میں فلو اتم القراءة فمكث متفكرا سهوا ثم ركع او تذكر السورة راكعا فضمها قائما
اعاد الركوع وسجد للسهو تو اگر نمازی قراءت کو تمام کرکے بھولے سے سوچتا رہگیا پھر رکوع کیا تو سجدہ سہو کرے یا یہہ صورت ہوئی کہ سورہ
کو ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے میں اوسکو یاد ہوا سو اگر سورہ کو کہڑے ہوکر ملایا تو رکوع دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے م پہلی صورت
مثال ہے فرض کی تاخیر کی اوسکی موقع سے یعنی بعد قراءت کے رکوع فوراً فرض تہا تو اوسنے رکوع کو اوسکے محل سے ٹلا دیا اور دوسری مثال
ہے واجب کو اوسکی جگہہ سے ٹالنے کی یعنی ضم سورہ واجب تہا بعد الحمد کے اوسمین ایک رکوع زائد حائل ہوگیا شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت
میں ضعف ہے واعاد الركوع سجد للسهو کہتا تو خوب تھا یعنی اس عبارت سے وہم یہہ ہوتا ہے کہ اعادہ رکوع اور سجدہ سہو دونوں مسئلوں سے
متعلق ہے حالانکہ اعادہ رکوع صرف مسئلہ دوم سے متعلق ہے اور سجدہ سہو دونوں سے وترك تكرير ركوع وتثليث سجود اور واجب
ہے ترک کرنا رکوع کے مکرر کرنے کو اور سجدہ کے تہ بارہ کرنے کو یعنی اگر ایکبار رکوع کرکے پہر اعادہ اوسکا کریگا یا دو سجدوں کی جگہہ تین کریگا
تو سجدہ سہو لازم ہوگا وترك قعود قبل ثانية او رابعة اور واجب ہے ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پہلے تو اگر پہلی

رکعت مین قعدہ کریگا یا چار رکعت والی نماز مین تیسری رکعت پر قعدہ کریگا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا وَکُلِّ زِیَادَۃٍ تَتَخَلَّلُ بَیْنَ فَرْضَیْنِ یعنی دو فرضون کے بیچ مین
سے ترک کرنا ہر زیادتی کا جو دو فرضون کے بیچ مین پڑی شامی نے کہا کہ دو فرضون کی کچھہ قید نہین فرض اور واجب کے بیچ مین بھی زیادتی کا
یہی حکم ہے مثلاً قعدہ اول کے تشہد مین زیادتی کی اور تیسری رکعت کو نہ اوٹھا تب بھی سجدہ سہو لازم ہوگا اور زیادتی مین چپ رہنا بھی
داخل ہے وَاِنْصَاتُ الْمُقْتَدِیْ اور واجب ہی چپ رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی امام کے پیچھے قرارت پڑھیگا تو قرارت مکروہ تحریمی ہوگی
مگر اصح قول مین نماز فاسد نہوگی اور اگر بھولکر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا کیونکہ مقتدی پر سہو نہین ہوتا وَمُتَابَعَۃُ الْاِمَامِ یَعْنِیْ فِی الْمُجْتَہَدِ
فِیْہِ اور واجب ہی امام کی پیروی اُن افعال مین جنمین اختلاف مجتہدین ہے م مجتہد فیہ سے یہہ مراد ہی کہ جسکی بنا دلیل معتبر شرعی پر ہو جسکی
روسی مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہو مثلاً امام نے عید کی تکبیرین تین سے زیادہ کہین جیسے شافعی پانچ کہتے ہین یا دو سجدۂ سہو کے سلام
سی پیشتر کئے یا وتر مین قنوت بعد رکوع کے پڑہا تو ایسے امور مین پیروی امام کی واجب ہی اسیطرح جن امور مین اتفاق ہی اونمین متابعت
بطریق اولیٰ واجب ہی لَافِی الْمَقْطُوْعِ بِنَسْخِہٖ نہین واجب ہو متابعت اوس فعل مین جسکا منسوخ ہونا قطعی ہے جیسے نماز جنازہ مین امام نے
پانچ تکبیرین کہین تو پانچوین مین اتباع نکرے اسلئی کہ ہر چند آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیرین مروی ہین
مگر آخر فعل آپ کا چار تکبیرین تہین تو یہہ فعل پیشتر کے افعال کا ناسخ ہوا کذا فی الشامی عن الامداد اَوْبِعَدَمِ سُنِّیَّتِہٖ کَقُنُوْتِ فَجْرٍ یا نہین ہو
اوس فعل کے مسنون ہونیکا تو اوس مین بھی متابعت امام کی واجب نہین جیسے فجر کا قنوت یعنی اسصورت مین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک
قوم پر بد دعا ایک مہینے تک کی تھی پہر اسکا مسنون ہونا منسوخ ہوگیا تو اسمین بھی متابعت امام کی نکرے طحطاوی نے کہا کہ اس تقدیر پر کہ قنوت فجر
پہلے سنت تہا اب منسوخ ہوگیا یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہوسکتی ہے وَاِنَّمَا تَفْسُدُ بِمُخَالَفَتِہٖ فِی الْفُرُوْضِ کَمَا بَسَطْنَاہُ فِی الْخَزَائِنِ اور نماز
صرف فرض مین امام کی مخالفت کرنے سی فاسد ہوتی ہے چنانچہ ہمنے اوسکو خزائن الاسرار مین مشرح بیان کیا ہی شامی نے کہا کہ فساد نماز واقع
مین فرض ہی کے ترک سی ہوتا ہی نہ متابعت کے ترک سی مگر چونکہ ترک متابعت سی ترک فرض لازم آتا ہی اسلئی نماز کے فساد کو مخالفت کیطرف منسوب کیا
اور فرض کی قید سی معلوم ہوا کہ واجب یا سنت کے ترک سی نماز فاسد نہین ہوتی قُلْتُ فَبَلَغَتْ اُصُوْلُہَا نَیِّفًا وَّاَرْبَعِیْنَ مین کہتا ہون کہ اصول
واجبات کے کچھہ اوپر ۴۰ ہوگئے م یعنی چودہ واجب مصنف نے بیان کئے تھی اور ۲۸ شارح نے زائد کئے تو کل ۴۲ ہوگئے اور آنکی
تفصیل شامی نے یون بیان کی ہی کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب کہا شارح نے چہون آیتون کو جدا جدا واجب بیان کیا تو پانچ واجب اسمین
بڑہے اسیطرح عیدین کی چہون تکبیرون کو ماتن نے ایک کہا اور شارح نے ہر ایک کو علحدہ کہا تو پانچ انمین زیادہ ہوئے اور تعدیل ارکان کو
ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شارح نے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین چارون جگہہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اسمین زیادہ ہوئے
تو کل تیرہ ہوئے چودہوان نہ مکرر پڑہنا فاتحہ کا پہلے سورہ کے پندرہوان ترتیب قرارت اور رکوع مین سولہوان ترتیب عدد رکعات مین
سترہوان بیچ کی التحیات پر زیادتی نکرنی اٹھارہوان تکبیر قنوت اونیسوان تکبیر قنوت کے رکوع کی بیسوان تکبیر رکوع دوسرے دوگانہ عید کی
اکیسوان عید کے دوگانہ کے شروع مین اللہ اکبر کہنا بائیسوان ہر فرض و واجب کو اپنی محل پر ادا کرنا تیئیسوان ترک کرنا تکریر رکوع چوبیسوان
ترک کرنا تثلیث سجدہ کا پچیسوان ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سی پیشتر چھبیسوان ترک کرنا زیادتی کا بیچ مین دو فرضون کے
ستائیسوان چپ رہنا مقتدی کا اٹھائیسوان پیروی امام کی اور چونکہ ان واجبات مین حاجت ضرب اور تفصیل کی نہین اسلئی شارح نے انکو
اصول واجبات کہا انتہی وَبِالْبَسْطِ اَکْثَرُ مِنْ مِائَۃِ اَلْفٍ اِذَا حَلَّلْتَہَا بِنِیَّتِہَا ۹۰۳ مِنْ ضَرْبِ خَمْسَۃٍ فِیْ عَدَدِ الْمَغْرِبِ بِتَشَہُّدِہَا وَتَرْکِ
نَقْصٍ مِنْہُ وَزِیَادَۃٍ فِیْہِ اَوْ عَلَیْہِ فِیْ ۸۰ کَمَا تَرٰی اور پہیلانے سی تعداد واجبات کی ایک لاکہہ سی زیادہ ہوجائیگی اسلئی کہ ایک واجب یعنی
تشہد ۹۰۳ واجب پیدا کرتا ہی یعنی پانچ واجب مفصلہ ذیل کے ضرب کرنیسے ۸ تشہد مین جنکا بیان اوپر گذرا یعنی جہان شارح نے کہا ہی

کہ تشہد کبھی دس بار مکرر ہوتا ہے الخ اور وہ پانچ واجب یہہ ہین اول قعدہ مغرب دوم اوسکی التحیات سوم التحیات کو ناقص نہ پڑھنا
چہارم اوسکی کلمات کے اثنا مین زیادتی نکرنی پنجم اوسکے تمام کرنے پر کچھہ زیادہ نکرنا تو چونکہ ہر تشہد مین ۷۸ تشہدون سے یہہ پانچون واجب
ضرور ہونے چاہئین اسلئے پانچ کو ۷۸ مین ضرب کیا ۳۹۰ ہوئے م شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورہ بالا مین سو سے زیادہ سجدہ ہین اور ہر سجدہ
مین تین واجب ہین تعدیل اور دونو ہاتہہ کا زمین پر رکھنا اور دونو زانو کا رکھنا ان تین کو سو مین ضرب کرنے سے تین سو ہوتے ہین اور پہلی واجبات
مین ملانے سے ۷۰۰ کے قریب ہو جاتے ہین اور جب اس تم کو بقیہ ۴۲ واجبات مین ضرب کر دگے تو ۲۵ ہزار سے زائد ہونگی اور چونکہ مقتدی کی
متابعت کچھہ اوپر ۲۰ فرض ہین اور کچھہ اوپر ۳۰ واجبات مین واجب ہے یعنی کچھہ اوپر ۶۰ جگہہ واجب ہے تو اب اگر اوپر کے مجموعہ کو ۶۰ مین ضرب کرو تو ۱۵
لاکہہ سے زائد واجب ہو سکتی ہین حالانکہ ابھی اور واجب باقی ہین مثلا ناک پر سجدہ کرنا اور رکوع مین قرارت نہ پڑھنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر
کھڑا ہونا وغیرہ پس انہین ضرب دینے سے تعداد اور بھی بڑھجائیگی اسلئے شارح نے کہا التتبع ینفی الحصر فتبصر ۱۲ تلاش واجبات کی نفی کرتی
ہے حصر کو یعنی تلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ لاتعد ولا تحصی ہین تو اسکو خوب دیکھہ بھال لو م شامی نے کہا کہ ان واجبات ہین سے اکثر صورتین فرضی
اور عقلی ہین کہ کبھی خارج مین نہین پائی جاتی اور انکی تلاش سے بجز تضیع اوقات اور کچھہ فائدہ نہین اور اگر ضرورت شارح کے کلام کے بیان کی
نہوتی تو بہتر تھا کہ اسی سے پہلو تہی کیجاتی انتہے مترجم نے بھی اسلئے مختصر ترجمہ پر کفایت کی اور شامی کی عبارت مین بہت کچھہ تصرف کیا تاکہ صرف
مطلب عبارت شارح کا ظاہر ہو جاوے جو کوئی تفصیل اسمقام کی چاہے وہ شامی کو دیکھے فیلغز ای واجب یستوجب ۳۹ واجبا تو
چیستان پوچھی جاتی ہے کہ وہ کونسا واجب ہے جو ۳۹۰ واجبون کا مستوجب ہوتا ہے یعنی جس سے ۳۹۰ واجب لازم آتے ہین م جواب اس
چیستان کا وہی قاعدہ اول مغرب کا ہے مقتدی کے حق تفصیل مذکورہ بالا وسننها اور نماز کی سنتین یہہ ہین جو آگے مذکور ہوتی ہین ترک
السنة لا یوجب فسادا ولا سهوا بل اساءة لو عامدا غير مستخف ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہے نہ سجدہ سہو کا
بلکہ اسارت یعنی برا کرنیکا موجب ہے اگر نمازی نے دانستہ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو م یعنی اگر ترک سنت نادانستگی مین ہوا تو کچھہ برائی
بھی نہوگی اور اگر سنت کو حقیر جانیگا تو کافر ہوگا چنانچہ نہر الفائق مین بزازیہ سے منقول ہے کہ اگر سنت کو حق نجانیگا تو کافر ہوگا اسلئے کہ حق
نجاننا حقیر سمجھنا ہے وقالوا الاساءة ادون من الكراهة اور فقہا نے کہا ہے کہ اسارت کم ہے بہ نسبت کراہت کے م شامی نے
کہا کہ مراد کراہت سے تحریمی کراہت ہے یعنی اسارت مین ملامت بہ نسبت مکروہ تحریمی فعل کے کمتر ہے اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ ہے اسلئے کہ تلویح
مین ہے کہ سنت مؤکدہ کا چھوڑنا حرام سے قریب ہے اور نہر الفائق مین ہے کہ حکم سنت کا یہہ ہے کہ اوسکی ترک پر ملامت کیجاتی ہے اور کسیقدر گناہ بھی لاحق
ہو اور طحطاوی نے کہا کہ اسارت کے معنی ترک اولے ہین تو وہ اور کراہت تنزیہی ایک ہوئی وهي على ما ذكره ثلاثة وعشرون یہہ سنتین
بموجب مصنف کے بیان کے ۲۳ ہین اور واقع مین زیادہ ہین چنانچہ شارح بیان کریگا رفع اليدين للتحريمة وفي الخلاصة ان اعتاد تركه
اثم سنت ہے اوٹھانا دونو ہاتہون کا تحریمہ کے لئے یعنی تکبیر سے پیشتر اور بعضون نے کہا کہ تکبیر کے ساتھہ اوٹھاوے خلاصہ مین ہے کہ اگر ہاتھہ
اوٹھانیکا عادی ہوگا تو گناہگار ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہو جاوے تو گناہگار نہوگا ونشر الاصابع ای ترکها بحالها اور سنت ہے تکبیر کیوقت پہیلا
رکھنا اونگلیون کا یعنی اونکو بحال خود چھوڑنا کہ نہ بہت ملی ہون نہ بہت پہیلی وان لا یطاطئ رأسه عند التكبير فانه بدعة اور سنت ہے
تکبیر کیوقت اپنے سر کو نہ جھکانا کیونکہ سر جھکانا اوسوقت بدعت ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا تمام قیام مین سر جھکانا ایسا ہی ہے وجهر الامام بالتكبير
بقدر حاجته للاعلام بالدخول والانتقال وكذا بالتسميع والسلام اور سنت ہے پکار کر کہنا امام کا اللہ اکبر کو بقدر اوسکی حاجت کے
خبردار کرنیکے لئے دخول اور انتقال پر یعنی اسقدر پکار کر کہے کہ مقتدیون کو نماز مین داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے کیطرف جانے کی خبر ہوجاوے
اور اسیطرح سنت ہے پکار کر کہنا سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا م طحطاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ پکار کر کہیگا تو مکروہ ہوگا شامی نے

کہا کہ مکروہ اُس صورتمین ہی کہ حاجت سی زیادتی نہایت درجہ کو ہو مثلاً اوسکی پیچہی ایک صف ہو اور وہ اتنا پہنچتا ہو کہ دس صفون مین آواز جاوی تو
مکروہ ہوگا پہر یہہ معلوم کرنا چاہیئے کہ جب امام شروع مین اللہ اکبر کہے تو اگر اوسکی نیت صرف لوگونکو خبردار کرنیکی ہوگی تو اوسکی نماز نہوگی اور نہ کسی
مقتدی کی ہوگی بلکہ خبردار کرنیکے ساتھہ نیت اپنی نماز کی تحریمہ کی بہی کرے اسیطرح مکبر جو امام کی آواز دوسری لوگونکو پہنچاتا ہے وہ بہی اگر فقط
خبردار کرنیکی نیت سی اللہ اکبر کہیگا تو نماز نہ اوسکی ہوگی اور نہ اُس شخص کی جو اوسکی آواز پر اقتدا کریگا بلکہ پکار کر کہنے کے ساتھہ تکبیر تحریمہ کا قصد کریگا
تو نماز ہوگی اور بدون حاجت کے مکبر کا اللہ اکبر پکار کر کہنا مکروہ ہی وَاَمَّا المؤتمُّ وَالمُنفرِدُ فیُسمِعُ نفسَہٗ اور مقتدی اور تنہا پڑہنے والا اللہ
اکبر اتنی آواز سے کہی کہ اپنے آپ سن لے وَالثناءُ وَالتعوّذُ وَالتسمیۃُ وَالتامینُ وکونُہنّ سِرًّا اور مسنون ہی سبحانک اللّٰہم پڑہنا اور اعوذ
باللہ من الشیطان الرجیم کہنا اور بسم اللہ کہنا اور الحمد کے بعد آمین کہنا اور ان سب کا آہستہ ہونا یعنی آہستہ کہنا سنت علحدہ ہی اور ہر ایکا
پڑہنا سنت جداگانہ وَوَضعُ یمینِہٖ علی یسارِہٖ وکونُہٗ تحتَ السُّرّۃِ للرِّجالِ لقولِ علیٍّ رضی اللہ عنہ من السُّنّۃِ وضعُہما تحتَ السُّرّۃِ
ولخوفِ اجتماعِ الدّمِ فی رؤسِ الاصابعِ اور مسنون ہی رکہنا اپنی داہنی ہاتھہ کا بائین پر اور مسنون ہی مردون کو رکہنا اونکا ناف کے نیچے بسبب
فرمانے علی مرتضی رضہ کے کہ سنت ہی رکہنا دونو ہاتہونکا ناف کے نیچے اور بسبب خوف خون جمع ہوجانیکے اونگلیونکے پورون مین یعنی حکمت ہاتہون
کے کہلے نرکہنی مین یہہ ہی کہ زیادہ کہڑی رہنی سے اونگلیونمین خون نہ اوتر آوی وتکبیرُ الرکوعِ والرّفعُ منہ بحیثُ یستوی قائمًا و
التسبیحُ فیہ ثلاثًا والصاقُ کعبیہِ واخذُ رکبتیہِ بیدیہِ فی الرکوعِ وتفریجُ اصابعِہٖ للرّجلِ ولا یُندبُ التفریجُ الّا ہہنا ولا الضمُّ
الّا فی السجودِ اور مسنون ہی رکوع کے لئے اللہ اکبر کہنا اور اسیطرح مسنون ہی رکوع سے سر اُٹہانا اسطرحپر کہ برابر کہڑا ہو جاوی اور مسنون ہے
رکوع مین تین بار سبحان ربّی العظیم کہنا یعنی تین بار سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہے اور مسنون ہی دونو ٹخنون کا ملانا یعنی اگر بلا عذر ہو سکی اور مسنون
ہے پکڑنا اپنی دونو زانو کا اپنے دونو ہاتہون سی رکوع کے اندر اور مسنون ہی پہیلانا اپنی اونگلیون کا مرد کو اور نہین مستحب ہی کشادہ رکہنا
اونگلیون کا مگر رکوع کے اندر اور ملا ہوا رکہنا مگر سجدہ کے اندر وتکبیرُ السجودِ وکذا الرّفعُ منہ بحیثُ یستوی جالسًا وتکبیرُہٗ
والتسبیحُ فیہ ثلاثًا ووضعُ یدیہِ ورکبتیہِ فی السجودِ اور مسنون ہی سجدہ کے لئی اللہ اکبر کہنا اور اسیطرح مسنون ہی سجدہ سے
اوٹہنا اسطرح کہ برابر بیٹھہ جاوی اور ایسے ہی مسنون ہی سجدہ سی اُٹہنی کو اللہ اکبر کہنا اور مسنون ہی سجدہ مین تین بار سبحان ربّی الاعلیٰ
کہنا اور مسنون ہی دونو ہاتہون اور زانوون کا رکہنا سجدہ مین ہم اکثر فقہا نے ہاتہون اور زانوون کا زمین پر رکہنا مسنون کہا ہی
اور فقیہ ابو اللیث نے فرض کہا ہی اور فتوی عدم فرضیت پر ہی اور فتح القدیر مین اسکو واجب کہا ہی اسوجہ سی کہ مطابق حدیث کے ہی اور
اسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے بحر الرائق مین کہا کہ انشاء اللہ وجوب کا قول سب اقوال سے بہتر اور متوسط
ہے بسبب اوسکی موافق ہونے کے اصول سی کذا فی الشامی فلا تلزمُ طہارۃُ مکانِہما عندنا مجمع پس لازم نہین پاک ہونا ہاتہ اور زانو
کی جگہہ کا ہم حنفیون کے نزدیک کذا فی المجمع یعنی جب انکا رکہنا سجدہ مین فرض نہین تو اگر ناپاک جگہہ پر رکہی جاوینگے تو نماز فاسد نہوگی ہم
شامی نے کہا کہ ان دونو اعضا کے مکان کی طہارت کا شرط نہونا روایت ضعیف ہی صحیح یہہ ہی کہ اگر انکی جگہہ بہی ناپاک ہوگی تو نماز فاسد ہوگی
کیونکہ اعضا کا نجاست سی لگنا ایسا ہی جیسے نجاست کا اُٹہانا الّا اذا سجد علی کفّہٖ کما مرّ جس صورت مین کہ سجدہ اپنی ہتھیلی پر کریگا
اوسوقت پاک ہونا اوسکی جگہہ کا شرط ہے جیساکہ پہلے بیان ہوا وافتراشُ رِجلِہِ الیُسری فی تشہّدِ الرّجلِ اور مسنون ہی بچہانا اپنے
بائین پانو کا مرد کے تشہد مین یعنی التحیات پڑہنے مین مرد بائین پانون کو بچہائے والجلسۃُ بین السجدتینِ اور مسنون ہی بیٹہنا دونو
سجدون کے درمیان مین طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے اول سر اوٹہانا سجدہ سی مسنون کہا تہا شارح نے اوسمین یہہ قید لگائی کہ اسطرح
سر اوٹہاوی کہ برابر بیٹہہ جاوی تو اس قید سی بیٹہنا مکرر ٹہرتا ہے لیکن اگر شارح کی قید کا لحاظ نکرو تو سر اوٹہانا جدا سنت ہی اور جلسہ جدا

و وضعُ الیدین فیہما علی فخذیہ کالتشہد المتوارث اور مسنون ہی رکہنا اپنے دونو ہاتہونکا جلسہ مین اپنے دونو زانو نپر جیسے التحیات مین ہاتہونکا رکہنا زانو نپر مسنون ہے بسبب توارث کے یعنی اگلے سے اسیطرح پونہچا ہے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکہے کہ انگلیان کی پورین گھٹنون کے پاس ہون وہذا مما اغفلہ اہل المتون والشروح کما فی امداد الفتاح للشرنبلالی اور یہہ یعنی جلسہ کا مثل التحیات کے بیٹہنے کے ہونا اس قسم سے ہی کہ متن اور شرح والون نے اسکا ذکر نہین کیا چنانچہ شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہی قلتُ ویاتی معزیًا للمُنیۃ فافہم مین کہتا ہون اور یہہ ذکر منسوب بمنیہ کیطرف آگے آویگا تو اسکو سمجہ لے ہم شاید فافہم سے یہہ اشارہ ہی کہ کلام فقہا سے اس جلسہ کا حال مثل تشہد کے جلسہ کے نکل سکتا ہے اسطرح کہ اگر ان دونوین کچھہ مخالفت ہوتی تو اسکو بیان کر دیتے جیسے جلسہ اخیرہ مین دونو پانو کے ایکطرف نکالنے کو بیان کرتے ہین تو جب مطلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہہ جلسہ مثل جلسہ تشہد ہی کذا فی الشامی والصَّلوٰۃ علی النبیّ فی القعدۃ الاخیرۃ وفرض الشافعیؒ قول اللہم صلّ علی محمّدٍ اور مسنون ہی درود پڑہنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اخیرہ مین اور فرض کہا ہی امام شافعیؒ نے کہنا اللہم صل علے محمد کا یعنی اونکے نزدیک قعدہ اخیرہ مین درود اسقدر فرض ہے ونسبوہ الی الشذوذ ومخالفۃ الاجماع اور محدثین نے اس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہی ہم طحاوی اور ابو بکر رازی اور خطابی اور بغوی اور ابن منذر اور ابن جریر طبری نے اسکو شاذ کہا ہے لیکن بحرالرائق مین منقول ہے کہ بعض صحابہ اور تابعین سے روایت موافق امام شافعی کے پائی جاتی ہے تو اسصورت مین شاذ کہنا بلا وجہ ہی کذا فی الشامی والدُّعاء بما یستحیل سؤالہ من العباد اور مسنون ہے درود کے بعد اور قبل سلام کے ایسی چیز کی دعا جسکا مانگنا بندون سے محال ہو جو دعا کہ سپاہ مین مسنون ہی اوسکا ذکر فصل آئندہ مین آویگا ومُسْتَحِبّہ تکبیرات الانتقالات حتی تکبیر القنوت علی قول اور مسنون ہین باقی رہی اور تکبیرین ایک رکن سے دوسری رکن مین جانیکی یعنی رکن کے بدلنے کے لئے اللہ اکبر کہنا مسنون ہی یہانتک کہ قنوت کے لئے اللہ اکبر کہنا ایک قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ اس تکبیر کے مسنون ہونیکا قول ضعیف ہی بلکہ وہ واجب ہے جیسا پہلے بیان ہوا والتَّسمیعُ للامامِ والتحمیدُ لغیرہ اور مسنون ہی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا امام کو اور ربّنا ولک الحمد کہنا امام کے غیر کو یعنی مقتدی اور تنہا پڑہنے والیکو وتحویلُ الوجہِ یمنۃً ویسرۃً للسّلام اور پہیرنا مُنہ کا داہنے اور بائین سلام کیوقت ہم اور مسنون ہی سلام مین ابتدا کرنا داہنی سے اور امام کو نیت مردون اور فرشتونکی کرنی اور پست کہنا دوسرے سلام کا نسبت اول کے کذا فی الشامی ولہا آداب اور نماز کے کچہہ آداب ہین ترکہ لا یوجب اساءۃً ولا عتابًا کترک سُنّۃِ الزوائد لکن فعلہٗ افضل ادب کا ترک کرنا نہ مکروہ تنزیہی ہونے کا موجب ہی اور نہ عتاب کا باعث جیسے چھوڑنا سنت زوائد کا عتاب و کراہت کا موجب نہین لیکن کرنا ادب کا افضل ہے ہم نماز مین ادب اوسکو کہتے ہین جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو اور اوسپر مداومت نفرمائی ہو جیسے رکوع اور سجدہ مین تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا اور حلیہ مین کئی تعریفین ادب کی کرکے آخر کو کہا کہ ظاہرا ادب اور مستحب ایک ہی چیز ہین اور سنت زائدہ اوسکو کہتے ہین جو موکد نہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکو بطور عادت کے کیا ہو جیسے آپکی سیرت لباس اور نشست و برخاست مین یا نماز چاشت اور اسکا مقابل سنت ہُدیٰ ہی یعنی سنت موکدہ جیسے اذان اور جماعت ہی کذا

فی الشامی نظرہٗ الی موضع سجودہ حالَ قیامہ والی ظہر قدمیہ حالَ رکوعہ والی ارنبۃ انفہ حالَ سجودہ والی حجرہ حالَ قعودہ والی منکبیہ الایمن والایسر عند التسلیمۃ الاولی والثانیۃ لتحصیل الخشوع مستحب ہی دیکھنا نمازی کا کہڑے ہونے کیوقت اپنے سجدہ گاہ کیطرف اور رکوع کیوقت اپنے دونون پانون کی پشت کیطرف اور سجدہ کرنے مین اپنی ناک کی نوک کیطرف اور قعود کیحالت مین اپنی گود کیطرف اور پہلے سلام پہیرنے کیوقت اپنے داہنے شانہ کیطرف اور دوسرے سلام کیوقت اپنے بائین شانہ کیطرف یہہ سب آداب ہین واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا اگر ان جگہون مین کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے دل بٹے تو انکی طرف دیکہنا

مستحب نرہیگا کیونکہ اُس سی انکسار جاتا رہیگا جو مستحب سو بڑہکر ہے وَامْسَاكُ فَمِهٖ عِنْدَ التَّثَاؤُبِ وَلَوْ بِاَخْذِ شَفَتِهٖ بِسِنِّهٖ فَاِنْ لَمْ يَقْدِرْ غَطَّاهُ بِظَهْرِ يَدِهِ الْيُسْرٰى وَقِيْلَ بِالْيُمْنٰى لَوْ قَائِمًا وَالَّا فَيُسْرَاهُ مُجْتَبٰى اور مستحب ہو اپنا مُنہ بند کرنا جمائی لینے کیوقت اگرچہ ہونٹہہ کو دانت کے پکڑنے سے بند ہو پہر اگر منہ بند نہو سکے تو اوسکو اپنی بائین ہاتھہ کی پیٹہہ سے چہپا وے اور بعضون نے کہا کہ اگر کہڑا ہو تو داہنی کی پیٹہہ سی چہپاوے اور نہین تو بائین کی پیٹہہ سے کذا فی المجتبی م وجہ منہ کے بند کرنے کی یہہ ہے کہ جمائی لینا نماز مین اور خارج نماز کے مکروہ ہے اور کہڑے ہونے مین داہنا ہاتھہ اسلئے کہا تاکہ حرکت ایک ہی ہاتھہ کی ہو ورنہ بائین ہاتھہ کو داہنی کے نیچے سے نکالنے مین دونو ہاتہونکو حرکت ہوگی اور بعض نسخو نمین لفظ شَفَتَيْهِ بصیغہ تثنیہ ہے مگر چونکہ دونو ہونٹہہ کا دبانا جمائی کے دفع کے لئے دانت سی دشوار ہی اسلئے صیغہ مفرد درست ہو کذا فی الشامی اَوْ كُمِّهٖ یا مُنہ کو چہپاوے اپنی آستین سے لِاَنَّ التَّغْطِيَةَ بِلَا ضَرُوْرَةٍ مَكْرُوْهَةٌ ہاتھہ یا آستین سی مُنہ اوسوقت چہپاوے کہ جب بلامدد ہاتھہ اور آستین کے منہ نہ بند ہو اسلئے کہ مُنہ کا چہپانا بدون ضرورت کے مکروہ ہی اگر ہونٹہہ کو دانت سی دباکر جمائی روک سکتا تھا مگر اسطرح نرو کا بلکہ ہاتھہ یا آستین سی مُنہ کو چہپایا تو مکروہ ہوگا کذا فی الخلاصہ **فائدہ** ترکیب جمائی کے دور کرنے کی یہہ بہت عمدہ ہی کہ اپنی دل مین سوچے کہ انبیا علیہم السلام نے جمائی نہین لی قدوری اور شامی نے ذکر کیا کہ ہمنی اسکا بارہا امتحان کیا فوراً جمائی دور ہوگئی وَاِخْرَاجُ كَفَّيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ عِنْدَ التَّكْبِيْرِ لِلرَّجُلِ اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ كَبَرْدٍ اور مستحب ہی اپنی دونو آستینو نمین سی دونو ہاتہونکا باہر کرنا مرد کو اللہ اکبر کہنے کیوقت یعنی شروع نماز مین مگر کسی ضرورت سی مثل سردی کے باہر نکالنا ہاتہونکا مستحب نہین رہتا وَدَفْعُ السُّعَالِ مَا اسْتَطَاعَ لِاَنَّهٗ بِلَا عُذْرٍ مُفْسِدٌ فَيَجْتَنِبُهٗ اور مستحب ہی دفع کرنا کہانسی کا اپنی مقدور بہر اسلئے کہ کہانسنا بلا عذر مفسد نماز ہی یعنی جبکہ اوس سی حروف پیدا ہون کذا فی العینی تو اُس سی اجتناب کرے وَالْقِيَامُ لِلْاِمَامِ وَمُؤْتَمٍّ حِيْنَ قِيْلَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ خِلَافًا لِزُفَرَ فَعِنْدَهٗ عِنْدَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اِبْنُ كَمَالٍ اور مستحب ہی کہڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر مین حی علی الفلاح کہا جاوی بخلاف قول زفر کے کہ اونکی نزدیک حی علی الصلوۃ کہتے کیوقت کہڑا ہونا مستحب ہی کذا ذکرہ ابن کمال شامی نے کہا کہ یہہ نقل قول زفر کی درست نہین بلکہ حسن بن زیاد اور زفر کا قول یہہ ہی کہ قد قامت الصلوۃ کہنی کیوقت کہڑا ہووے اِنْ كَانَ الْاِمَامُ بِقُرْبِ الْمِحْرَابِ وَاِلَّا فَيَقُوْمُ كُلُّ صَفٍّ يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ الْاِمَامُ عَلَى الْاَظْهَرِ حی علی الفلاح کیوقت کہڑا ہونا اوسوقت مستحب ہی کہ امام محراب کے پاس ہو اور اگر محراب سی دور ہو یعنی صفون کے پیچہے سی اپنی جگہہ جانا چاہتی جس صف مین امام پونہچے وہی کہڑی ہو جاوے ظاہر قول مین وَاِنْ دَخَلَ مِنْ قُدَّامٍ قَامُوْا حِيْنَ يَقَعُ بَصَرُهُمْ عَلَيْهِ اور اگر امام آگے کیجانب سی داخل ہو تو لوگ اُسوقت کہڑے ہون جب انکی نظر امام پر پڑے اِلَّا اِذَا اَقَامَ الْاِمَامُ بِنَفْسِهٖ فِيْ مَسْجِدٍ فَلَا يَقِفُوْا حَتّٰى يُتِمَّ اِقَامَتَهٗ ظَهِيْرِيَّةٌ مگر جبکہ امام خود مسجد مین تکبیر کہی تو مقتدی کہڑے نہون یہانتک کہ امام اقامت پوری کرے کذا فی الظہیریۃ شامی نے کہا کہ شارح کو فی المسجد الف لام کے ساتہہ اور فلا یقفون کہنا مناسب تھا بصیغہ نفی وَاِنْ خَارِجَهٗ قَامَ كُلُّ صَفٍّ يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ بَحْرٌ اور اگر امام مسجد کے باہر ہو تو جس صف تک پونہچے وہ کہڑی ہو کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اس قول کو مین نے بحر الرائق مین نپایا بلکہ نہر الفائق مین مذکور ہے وَشُرُوْعُ الْاِمَامِ فِي الصَّلٰوةِ قَبْلَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ وَلَوْ اَخَّرَ حَتّٰى اَتَمَّهَا لَا بَاْسَ بِهٖ اِجْمَاعًا وَهُوَ قَوْلُ الثَّانِيْ وَالثَّلٰثَةِ وَهُوَ اَعْدَلُ الْمَذَاهِبِ كَمَا فِيْ شَرْحِ الْمَجْمَعِ لِمُصَنِّفِهٖ وَفِي الْقُهُسْتَانِيِّ مَعْزِيًّا لِلْخُلَاصَةِ اَنَّهُ الْاَصَحُّ اور مستحب ہی نماز شروع کرنا امام کا جبکہ قد قامت الصلوۃ کہا جاوی اور اگر نماز کے شروع کرنے مین تاخیر کی یہانتک کہ موذن نے اقامت تمام کرلی تو اسکا کچہہ مضائقہ نہین بالاتفاق اور وہ یعنی تاخیر کرنا امام ابویوسف اور ائمہ ثلاثہ کا قول ہی اور وہی درست تر مذاہب کا ہی جیساکہ شرح مجمع مین اوسکی مصنف نے ذکر کیا ہی اور قہستانی مین منسوب بخلاصہ یون ہی کہ تاخیر کرنا ہی صحیح تر قول ہی اسلئے کہ اس سی نمازیون پر اشتباہ نرہیگا اور موذن بہی امام کے ساتھہ نماز شروع کرسکیگا **فروع** مسئلہ لمحقہ شارح لَوْ لَمْ يَعْلَمْ مَا فِي الصَّلٰوةِ مِنْ فَرَائِضَ وَسُنَنٍ اَجْزَاهُ قُنْيَةٌ اور اگر نمازی نے یہہ نجانا کہ جو فرض ہی اوسکو فرض کیا افعال مین اور سنت کیا تو یہہ نماز اوسکو کافی

فصل اِس فصل مین نماز کے ادا کرنے کا بیان شروع سے آخر تک اُس طریق پر ہے جو سلف سے منقول چلا آیا ہے ہو گی کذا فی القنیہ
اذا اراد الشروع فی الصلوٰة کبّر لو قادرًا للافتتاح اے قال وجوبًا اللّٰہ اکبر اور جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے
تو شروع نماز کے لئے تکبیر کہے اگر کہنے پر قادر ہو یعنی براہ وجوب لفظ اللہ اکبر کہے طحطاوی نے کہا کہ قادر کی قید سے عاجز نکل گیا اور اللہ
اکبر کہنے کے وجوب سے یہہ نکلا کہ اگر اللہ کبیر یا اللہ الاکبر یا اللہ الکبیر کہیگا تو واجب ادا نہوگا ولا یصیر شارعًا بالمبتدا فقط کاللّٰہ
ولا بالخبر فقط ہو المختار اور نماز کا شروع کرنیوالا نہوگا صرف مبتدا کہنے سے جیسے فقط لفظ اللہ کہے اور خبر کہنے کہے اور نہ صرف اکبر کہنے سے
شروع کرنیوالا ہوگا یہی قول مختار ہے شامی نے کہا کہ یہی قول امام محمد کا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے امام اعظم سے اور وجہ شروع کرنیوالا نہونے
کی یہہ ہے کہ شروع نماز کی شرط پورا جملہ ہے تو صرف مبتدا یا خبر کہنے سے شرط نہ پائی جائیگی فلو قال اللّٰہ مع الامام واکبر قبلہ او ادرک
الامام راکعًا فقال اللّٰہ قائمًا واکبر راکعًا لم یصح فی الاصح پس اگر مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا اور لفظ اکبر کو امام کے
فارغ ہونے سے پیشتر کہہ لیا یعنی ہنوز امام نے اکبر کو پورا نہیں کیا تہا کہ مقتدی کہہ چکا یا مقتدی نے امام کو رکوع میں پایا تو لفظ اللہ
تو کہڑے ہوئے کہا اور اکبر رکوع میں تو دونو صورتون مین اوسکا اقتدا درست نہوگا صحیحتر قول مین م پہلی صورتمین اقتدا اسلئے صحیح نہوا کہ امام بوجہ تمام
ہونے اللہ اکبر کے ابہی نماز کا شروع کرنیوالا نہین ہوا تہا کہ مقتدی نے اُسکا اقتدا کر لیا تو خارج نماز کا اقتدا ہوا اور دوسری صورتمین شرط
تحریمہ مفقود ہے یعنی حالت قیام مین پورا جملہ چاہیئے تہا وہ نہوا اسلئے اقتدا بہی صحیح نہوا شامی نے کہا کہ جیسے اقتدا صحیح نہین ویسے ہی مقتدی خود
اپنی نماز کا شروع کرنیوالا بہی نہوگا کیونکہ اوسنے قصد شریک ہوکر پڑہنے کا کیا تہا یعنی تنہا پڑہنے کی نیت پہلے ہی نہ تہی کما لو فرغ من
اللّٰہ قبل الامام جیسے اقتدا صحیح نہین جبکہ فارغ ہوا مقتدی لفظ اللہ کے کہنے سے پہلے شروع کرنے امام کے یعنی امام نے تکبیر تحریمہ ابہی
شروع نہین کی کہ مقتدی اللہ کہہ چکا تو اقتدا صحیح نہوگا ولو ذکر الاسم بلا صفۃ صح عند الامام خلافًا لمحمد اور اگر صرف اسم ذات
کو یعنی لفظ اللہ کو ذکر کیا بدون صفت یعنے اکبر کے تو صحیح ہے امام کے نزدیک برخلاف محمد کے طحطاوی نے کہا کہ یہہ مسئلہ مکرر ہو گیا اور باوجود
مکرر ہونے کے ضعیف ہے کیونکہ ظاہر الروایت پر مبنی نہین کذا ذکرہ الحلبی م اگر پہلی صورت کو یعنی صرف مبتدا کے ذکر کرنے سے شروع کرنیوالا نہو
کو منفرد یا امام کے لئے محمول کرین اور اس صورت کو حالت اقتدا پر تو تکرار نہین ہوتا بالحذف اذ مد احد الہمزتین مفسد وتعمدہ کفر
وکذا الباء فی الاصح اللہ اکبر دو جو یا کہی ہمزون کے حذف کرنیکے ساتہہ یعنی اللہ اور اکبر کے ہمزونکو بڑہا کر نہ کہے اسلئے کہ کہینچکر پڑہنا ان دو ہمزونمین
سے ایک کا مفسد ہے شروع نماز کا اگر نا دانستگی مین بڑہا کر پڑہا ہو اور جانکر اونکو مد کرنا کفر ہے اور اسیطرح ب کا بڑہانا لفظ اکبر سے صحیحتر قول
مین مفسد ہے م مقابل اوسکا وہ ہے جو حلبی نے شرح منیہ مین ذکر کیا ہے کہ ب کا بڑہانا مفسد نہین کذا فی الطحطاوی ویشترط کونہ قائمًا فلو
وجد الامام راکعًا فکبر منحنیًا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیۃ تکبیرۃ الرکوع اور شرط ہے اللہ اکبر کہنا کہڑے ہوکر
یعنے فرض نماز مین باوجود قدرت کہڑے ہوکر تحریمہ کرنا چاہیئے پس اگر امام کو رکوع مین پایا اور جہکے ہوئے اللہ اکبر کہا تو اگر یہہ جہکنا قیام سے
قریب ہوگا یعنی اسقدر جہکا ہوگا کہ ہاتہون سے گہٹنون کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہوگا اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہو گی م صورت اوسکی یہہ ہے کہ
مقتدی نے جو اللہ اکبر کہا اُس سے رکوع کی نیت کی نہ نماز کے شروع کی تو یہہ تکبیر تحریمہ کی ہو جائیگی اور رکوع کی نیت لغو ہو گی اسلئے کہ تکبیر تحریمہ
فرض اور شرط ہے اور رکوع کی تکبیر نفل ہے اور چونکہ یہہ نفل فرض کے محل مین واقع ہوئے اسلئے فرض کیطرف پہیری گئی کذا فی الشامی مختصرًا **فرع** مسائل متعلقہ شک
کو کبّر غیر عالم بتکبیر امامہ ان اکبر اثر اتہ کبر قبلہ لم یجز والا جاز محیط مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور یہہ نہین جانتا کہ امام اللہ اکبر کہہ چکا ہے یا نہین تو اگر اوسکی رای غالب یہہ ہو کہ
پہلے امام سے اللہ اکبر کہا ہے تب تو اقتدا درست نہوگا ورنہ جائز ہوگا کذا فی المحیط یعنی اگر گمان غالب یہہ ہوگا کہ امام کے ساتہہ یا اوسکے بعد اللہ اکبر کہا ہے یا کچہہ گمان ہی نہو کہ پہلے کہا یا پیچہے
تو اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی ولو اراد بتکبیرۃ التعجب او متابعۃ المؤذن لم یصر شارعًا اور اگر نمازی نے اللہ اکبر کہنے سے

قصد تعجب کا کیا یا موذن کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو شروع کرنیوالا نماز کا نہوگا کیونکہ تعجب کرنا اور جواب اذان کا دینا اجنبی باتین ہین اور نماز
کی منافی ہین تو ان سی شروع درست نہوگا ویجزم الراء لقوله صلی الله علیه وسلم الاذان جزم والاقامة جزم والتکبیر جزم
منه وهو فی الاذان اور الله اکبر کی ر کو جزم کرے بسبب فرمانے آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے کہ اذان جزم ہے اور اقامت جزم ہے
اور الله اکبر کہنا جزم ہے کذا فی المنح اور یہہ حدیث باب الاذان مین گذری ہے اذان جزم سے یعنی اوسکے کلمات کے آخر پر کچھہ حرکت نہین
یہہ حدیث ابراہیم نخعی سی موقوفا اور مرفوعا مروی ہے وانما یصیر شارعا بالنیة عند التکبیر لا به وحده ولا بها وحدها بل بهما اور بات
یون ہی کہ شروع کرنیوالا نیت سی ہوتا ہی الله اکبر کہنے کیوقت نه صرف الله اکبر کہنے سی اور نه صرف نیت سی بلکه دونو چیزون سی ہے یعنی چونکہ نیت
بھی صحت نماز کی شرط ہے اور تحریمہ بھی اور نیت تحریمہ سی پیشتر بھی جائز ہے بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل مثل کھانے پینے کے بیچ مین واقع نہو تو اس
سے یہہ وہم ہوتا ہی کہ شاید صرف نیت کافی ہو اسلئے ماتن نے تصریح کردی کہ نیت تحریمہ کیوقت ہونی چاہیئے کذا فی الشامی ولا یلزم العاجز
عن النطق کاخرس وامی تحریک لسانه وکذا فی حق القراءة هو الصحیح لتعذر الواجب فلا یلزمه غیره الا بدلیل فتکفی النیة اور جو شخص
کہ بولنی سی عاجز جیسی گونگا اور امی اوسکو الله اکبر کہنے کے لئے اپنی زبان کا ہلانا ضرور نہین اور اسیطرح قرارت کے حق مین زبان کا ہلانا ضرور نہین
یہی صحیح ہے زبان کا ہلانا لازم نہین بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہین لازم ہوگا واجب کا غیر بدون دلیل کے اسلئے نیت کافی ہوگی ہے یعنی الله اکبر
کہنا اور قرارت واجب ہی اور یہہ واجب عاجز سی ادا نہین ہوسکتا تو دوسری چیز یعنی زبان ہلانے کو اوسپر لازم کرنا بدون دلیل کے کیسے درست ہے
اسلئے عاجز کی نیت ہی نماز مین کافی ہے لکن ینبغی ان یشترط فیها القیام وعدم تقدیمها لقیامها مقام التحریمة ولم اره لیکن سزاوار یہہ ہے
کہ عاجز کی نیت مین قیام شرط ہو اور نماز سے پیشتر نہو کیونکہ نیت اسصورتمین قائم مقام تحریمہ کے ہے اور مین نے اسکو دیکھا نہین ہے یعنی چونکہ
عاجز کے حق مین نیت کافی ہے تحریمہ کی کچھہ ضرورت نہین اس سی یہہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریمہ کے ہوگئی تو شارح بہ تبعیت مصنف نہر الفائق
کے کہتا ہی کہ تحریمہ کی شرطین یعنی قیام اور مقدم نہونا عاجز کی نیت مین ملحوظ ہونا چاہیئے مگر مین نے اسکی تصریح نہین دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز
کی نیت کا قائم مقام تحریمہ کے ہونا بدون دلیل کیسے مانا جاوے کیونکہ نیت اور تحریمہ دونو دو شرطین علیحده ہین تو جب ایک شرط کسی عذر سے
ساقط ہوگئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط کے قائم مقام ہوگئی ثم فی الاشباه فی
قاعدة التابع تابع فالمفتی به لزومه فی تکبیرة وتلبیة لا قراءة پھر اشباه مین اس قاعده کے بیان مین کہ تابع تابع رہتا ہی
یہہ ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہے الله اکبر کہنے اور لبیک کہنے مین اور لازم نہین قرارت مین ہے شامی مین محیط سی منقول ہی
کہ قرارت فرض قطعی ہے اور تلبیہ فرض ظنی تو چاہیئے کہ تلبیہ مین بطریق اولی لازم نہو ورفع یدیه قبل التکبیر وقیل معه ماسا بابهامیه
شحمتی اذنیه اور اٹھادے اپنے دونو ہاتھہ الله اکبر کہنے سی پہلے اور بعضون نے کہا کہ الله اکبر کے ساتھہ ہی اوٹھاوے لگانیوالا دونو انگوٹھون
کو دونو کانون کی لو سے ہے الله اکبر سے پہلے ہاتھون کا اٹھانا منسوب طرفین کیطرف ہے اور صاحب ہدایہ اسکی تصحیح کی ہی اور خلاصه اور محیط
مین ہی کہ جب الله اکبر کہنا شروع کرے اوسیوقت ہاتھہ کا اوٹھانا شروع کرے اور جب اوسکو تمام کرے اوسیوقت اوسکو تمام کرے اور تیسرا
قول یہہ ہے کہ بعد الله اکبر کہنے اوٹھاوے اور یہہ سب اقوال حدیث شریف مین مروی ہین کذا فی الشامی هو المراد بالمحاذاة لانها لا
تتیقن الا بذلك کانون تک ہاتھون کا اٹھانا یہی مراد ہی محاذات سی جو ظاہر الروایة اور بعض احادیث مین وارد ہی اسلئے کہ محاذات بدون
اسطرح اٹھانے کے یقینی نہوگی ہے یعنی بعض احادیث مین جو حذو اذنیه آیا ہی یعنی دونو کانون کے برابر ہاتھہ اوٹھاوے اوس سے مراد یہی ہے
کہ انگوٹھے کانون کی لو کو لگین اور شانون تک اوٹھانے مین برابری کانون کی ثابت نہین اور جن حدیثون مین شانون تک اوٹھانا مروی ہی تو
وه اوسحالت پر محمول ہی کہ ہاتھہ سردی کے سبب کپڑون کے اندر ہون اور ابن ہمام نے دونو حدیثون مین توفیق اسطرح کی ہے کہ کلائیون کو

مونڈھون کے برابر کرنے سے کانون کی محاذات انگوٹھون سے ہو جاتی ہے کذا فی الشامی تصرف ویستقبل بکفیہ القبلۃ وقیل خذیہ دونون ہتھیلیون کو قبلہ کیطرف متوجہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہتھیلیون کا رخ دونون رخسارون کیطرف کرے والمرأۃ ولو امۃ کما فی البحر لکن فی النھر عن السراج انھا ھنا کالرجل وفی غیرہ کالحرۃ اور عورت اگرچہ لونڈی ہو چنانچہ بحر الرائق مین ہے لیکن نہر الفائق مین سراج سے منقول ہے کہ لونڈی اس مقام مین یعنی رفع یدین مین مرد کی برابر ہے اور دوسرے افعال مثلاً رکوع اور سجدہ مین مثل آزاد بیبی کے ہے ترفع بحیث یکون رؤس اصابعھا حذاء منکبیھا وقیل کالرجل عورت اپنے ہاتھ اسطرح اوٹھاوے کہ اسکی انگلیون کے سر برابر اوسکے دونون شانون کے ہو جائین اور حسن نے امام اعظم سے روایت کی کہ عورت مثل مرد کے ہاتھ اوٹھانے مین اور اس قول کو ہدایہ مین صحیح کہا ہے وصح شروعہ ایضاً مع کراھۃ التحریم بتسبیح وتھلیل وتحمید وسائر کلم التعظیم الخالصۃ لہ تعالی ولو مشترکۃ کرحیم وکریم فی الاصح اور نیز صحیح ہے شروع کرنا نماز کا نماز کو کراہت تحریمی کیساتھ سبحان اللہ کہنے اور لا الہ الا اللہ کہنے اور الحمد للہ کہنے سے اور سب اللہ تعالی کی خالص تعظیم کے کلمات سے اگرچہ مشترک ہون مثل رحیم اور کریم کے صحیح قول مین ہم تعظیم مین خالص کی قید اسلئے لگائی کہ جو کلمات شامل ہون دعا اور حاجت پر وہ نکل جائین شامی نے کہا کہ لہ تعالی متعلق تعظیم سے ہے خالص سے وہ نہ اوسکے بعد ولو مشترکۃ نہ بنیگا اور اصح قول کا مخالف ذخیرہ در خانیہ مین ہے کہ شروع نماز کو خالص لفظ اللہ اکبر سے مخصوص کیا ہے وخصہ الثانی باکبر وکبیر منکراً ومعرفاً زاد فی الخلاصۃ الکبار مخففاً ومثقلاً اور مخصوص کیا ہے شروع کو امام ابو یوسف نے لفظ اکبر اور کبیر سے خواہ انکو نکرہ لے الف لام کے بولے یا الف لام کے ساتھ خلاصہ مین کبار کو بھی تخفیف اور تشدید کے ساتھ زیادہ کیا ہے ہم کبار بضم اول وتخفیف موحدہ خواہ تشدید اس معنی کبیر ہے یعنی ابو یوسف کے نزدیک اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ کبیر یا اللہ الکبیر یا اللہ کبار یا اللہ الکبار کہنے سے شروع نماز صحیح ہو جائیگا اور الفاظ سے صحیح نہوگا شامی نے کہا کہ اسبابین صحیح طرفین کا قول ہے چنانچہ نہر الفائق مین ہے کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان جیسے کہ صحیح ہے اگر نماز کو شروع کیا عربی کے سوا دوسری زبان مین کوئی سی زبان ہو وخصہ البردعی بالفارسیۃ لمزیتھا بحدیث لسان اھل الجنۃ العربیۃ والفارسیۃ الدریۃ بتشدید الراء قھستانی اور خاص کیا ہے دوسری زبان کو احمد بن حسین بردعی نے فارسی کے ساتھ بسبب اسکی فائق ہونیکے اس حدیث سے کہ زبان جنت والونکی عربی ہے اور دری فارسی اور لفظ دری راء مہملہ کی تشدید سے ہے کذا فی القہستانی ہم محشی اس حدیث کی تخریج کے درپے نہین ہوئے اور دری منسوب ہے در کیطرف بمعنی دروازہ اور یہہ زبان اُن لوگونکی ہے جو بادشاہی دروازہ پر رہتے ہین اور فارس نام ایک قلعہ کا ہے جسکی طرف ایک قوم منسوب ہے ان لوگونکی زبان عربی کے بعد اشرف اور مشہور تر ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرط عجزہ اور صاحبین نے دوسری زبان مین شروع نماز کے صحیح ہونے کے لئے عاجز ہونا نمازی کا عربی مین تکبیر کہنے سے شرط کیا ہے وعلی ھذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوٰۃ اور اسی خلاف پر ہین خطبہ اور سب اذکار نماز کی یعنی امام اعظم کے نزدیک اور زبانون مین خطبہ اور ثنا اور دوسری دعائین درست ہین اور صاحبین کے نزدیک عربی سے عاجز ہونے کیصورت مین درست ہین طحطاوی نے کہا کہ معتمد امام کا قول ہے واما ما ذکرہ بقولہ او امن اولبی او سلم او سمی عند ذبح او شھد عند حاکم او رد سلاماً ولم یشترط عجزاً الا فی القراءۃ فاتفاقی ثم الشارع اجماعاً اور جو امور کہ نماز کے ذکر مین داخل نہین اور انکو مصنف نے اپنے قول مین ذکر کیا ہے یعنی خواہ ایمان لایا یا لبیک کہا یا اسلام کیا یا ذبح کیوقت خدا تعالی کا نام لیا یا کسی حاکم کے سامنے گواہی دی یا جواب سلام کا دیا یا قراءت پڑھی عربی سے عاجز ہوکر تو یہہ سب باتین باتفاق امام اور صاحبین کے غیر زبان مین جائز ہین شارح نے کہا کہ اگر چھینک کا جواب غیر زبان مین دیا تو اسکا حکم مین نے نہین دیکھا شامی نے حلبی سے نقل کیا کہ سلام کے جواب اور چھینک کے جواب مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا فتنکر القراءۃ لا بالعجز لان الاصح رجوعہ الی قولہما وعلیہ الفتوی مصنف نے قراءت مین عربی سے عاجز ہونے کی قید لگائی ہے اسلئے کہ صحیح تر ہے رجوع کرنا امام کا صاحبین کے قول کیطرف اور

اسی پر فتوی ہی و قلت و جعل العینی الشروع کالقراءۃ لاسلف لہ فیہ ولا سند یقویہ بل جعلہ فی التاتارخانیۃ کالتلبیۃ یجوز
اتفاقا فاظاہرہ کالمتن رجوعہما الیہ لا ہو الیہما فاحفظہ فقد اشتبہ علی کثیر من القاصرین حتی الشرنبلالی فی کل کتبہ فتنبہ
اور عینی نے شروع نماز کی تکبیر کو قرارت کی مانند کیا ہی یعنی غیر زبان مین اوسکے صحیح ہونے کو لئی بھی قید عربی سی عاجز ہونے کی لگائی ہی نہ تو اسباب مین عینی
کا کوئی سلف ہی جسنی پیشتر ایسا کہا ہو اور نہ کوئی سند اوسکی دعوی کو قوت دیتی ہی بلکہ شروع کو تاتارخانیہ مین تلبیہ کی مانند ٹھہرایا ہی کہ غیر زبان
مین بالاتفاق جائز ہے پس ظاہر تجویز تاتارخانیہ کا مثل متن تنویر الابصار کے یہہ ہی کہ صاحبین نے امام کے قول کیطرف رجوع کیا ہی نہ یہہ کہ امام نے
صاحبین کیطرف رجوع کیا ہو تو اسکو یاد کرلے کہ بہت سی کم توجہ کرنیوالون پر یہہ امر مشتبہ ہوگیا ہی یہانتک کہ شرنبلالی پر بھی اونکی سب کتابون
مین مشتبہ ہوگیا ہی سو خبردار ہو جا ہم صاحبین کے نزدیک نماز کو سب ذکر اور تکبیر تحریمہ دوسری زبان مین اوسوقت درست ہوتے ہین کہ نمازی
عربی سی عاجز ہو اور امام کے نزدیک سوا قرات کے سب اذکار و تحریمہ باوجود قدرت عربی کے غیر زبان مین جائز ہین تو نقلا امام صاحب نے
قرارت کے باب مین صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہی اسوجہ سے کہ قران ایک خاص عربی منظوم کا نام ہے جو بنقل متواتر ہم تک پونہچا ہی تو فارسی
وغیرہ مین وہ منقول خاص باقی نرہیگا باقی رہا شروع کا حال تو اوسمین امام صاحب کی دلیل قوی ہے یعنی وہ یہہ فرماتے ہین کہ شروع مین مطلوب ذکر
اور تعظیم ہے یہہ ہر زبان مین حاصل ہوسکتا ہے خصوصیت عربی کی نہین پس عینی نے جو شروع کو قرارت کی مانند ٹھہرایا اس سی معلوم ہوتا ہی کہ امام نے
صاحبین کا قول شروع نماز مین اختیار کیا حالانکہ ایسا نہین کیونکہ تاتارخانیہ مین شروع نماز کو تلبیہ کے موافق کہا ہی جو بالاتفاق دوسری زبان مین درست
ہے اور اوسمین بھی شروع نماز مین قید عاجزی کی نہین لگائی جیسی قرارت مین لگائی ہی تو تاتارخانیہ کی ظاہر عبارت اور اس متن کے عدم تقیید اس
بات کی دلیل ہین کہ صاحبین نے شروع نماز مین امام کا قول اختیار کیا ہی نہ یہ کہ امام نے صاحبین کا قول لیا ہو جیسا عینی نے سمجھا کذا فی الشامی تبصرہ
لا یصح ان اذن بہا علی الاصح وان علم انہ اذان ذکرہ الحدادی واعتبر الزیلعی التعارف نہین صحیح ہی اگر اذان دی غیر عربی مین صحیح تر
قول کے بموجب اگرچہ لوگ یہہ جانین کہ وہ اذان ہی ذکر کیا ہے اوسکو حدادی نے اور زیلعی نے تعارف کا اعتبار کیا ہی یعنی اگر اذان فارسی مین ہو اور
لوگ جان جاوین کہ اذان ہوتی ہے تو درست ہوگی ورنہ جائز نہوگی کیونکہ اذان سی مقصود خبر کرنا نماز کا ہی وہ حاصل نہین ہوا **فروع** مسائل ملتقطہ شارح
کے قرأ بالفارسیۃ او التوراۃ او الانجیل ان قصۃ تفسد وان ذکرا لا قرارت پڑھی فارسی مین یا قران کی جگہہ توریت یا انجیل پڑھی اگر
کوئی قصہ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر پڑھا تو فاسد نہوگی ثم ہدایہ مین کہا کہ فارسی مین قرارت سی نماز فاسد نہین بلا خلاف بشرطیکہ جسقدر
قرارت سی نماز درست ہوجاتی اوسقدر عربی مین پڑھ لی ہو اور قاضی خان نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک نماز فاسد ہوجاتی ہے فتح القدیر مین ان دونو
قول مین یون توفیق کی کہ اگر فارسی مین قصون کی جگہہ یا امر و نہی کی جگہہ سی پڑھیگا تو فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر اور تنزیہ کے مقام کو پڑھیگا اور
اوسی پر اکتفا کریگا تب بھی فاسد ہوگی کہ نماز قرارت سی خالی رہجائیگی اور جسقدر قران اوسکی ساتھ ملائیگا تو فاسد نہوگی کذا فی الشامی والحق بہ
فی البحر الشاذ بحر الرائق مین فارسی مین قرارت پڑھنے کے ساتھ قران کی روایت شاذ کو ملحق کیا ہی یعنی روایت شاذ کا حکم بھی اوسی تفصیل سے
ہے جیسا فارسی قرارت مین مذکور ہوا لکن فی النہر الاوجہ انہ لا یفسد ولا یجزی کالتسبیح لیکن نہر الفائق مین ہی کہ موجہ تر یہہ ہی کہ روایت شاذ نماز
کو فاسد نہین کرتی اور نہ قرارت واجب کو کافی ہوتی ہی جیسا تسبیح کرکے پڑھنا قران کا مثلا یون کہنا ال ح م د ل ل ہ کہ وہ بھی مفسد نہین اور نہ مقدار واجب کو کافی
ہو ہم قران مجید کی روایات مشہور سات ہین اور آئمہ قرارت دس ہین تو متواتر روایتین دس تک ہو سکتی ہین پس جو روایت کہ ان دسون روایتون
سے خالی ہوگی وہ شاذ ہی نہر الفائق مین کہا کہ وجہ اسکی مفسد نہونیکی یہہ ہی کہ روایت شاذ کے قران ہونے مین شک ہی تو شک سی نماز فاسد نہین
ہوتی بخلاف فارسی کے کہ وہ ہرگز قران نہین کیونکہ عرف مین قران عربی زبان ہی کو کہتے ہین ویجوز کتابۃ آیۃ او آیتین بالفارسیۃ لا اکثر
اور درست ہی لکہنا ایک آیت یا دو آیتون کا فارسی مین نہ زیادہ کا طحطاوی نے حلبی سے نقل کیا کہ اسکی وجہ یہہ ہی کہ ایک یا دو آیت قلیل ہے اور

قلیل معاف ہے نہ کثیر تو بدون ضرورت کے کثیر معاف نہوگا اور ضرورت کیصورت مین زیادہ کے لکھنے مین بھی کچھ مضائقہ نہین دیگرہ کتب تفسیر کا
لغت بھا اور مکروہ ہے لکھنا قران کی تفسیر کا قران کے نیچے فارسی مین طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہہ ہے کہ شریعت مین حکم ہے قران کے خالی رکھنے کا غیر قران
سے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہے کہ لکھنا قران کا اور تفسیر ہر حرف کی اور ترجمہ اوسکے نیچے لکھنا جائز ہے اِس سے معلوم ہوا کہ کراہت سے تنزیہی کراہت
مراد ہے اور فارسی کی کچھ قید نہین ہر زبان کا یہی حکم ہے تو مترجم کے نزدیک بہتر طریق یہہ ہے کہ قران مجید متن مین اور ترجمہ حاشیہ پر لکھے تاکہ اس کے آیات
سے نیچے ۔ ولو شرع بمشوب بحاجتہ کتعوذ وبسملۃ وحوقلۃ واللہم اغفر لی او ذکرھا عند الذبح لم یحل اور اگر نماز کو شروع کیا ان لفظون
سے جو مخلوط ہین نمازی کی حاجت کے ساتھ تو شروع درست نہوگا جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا کہ یہہ قائم مقام دعا کے ہے گویا کہ یہہ کہا
کہ الہی مجکو پناہ دے شیطان سے اور جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا کہ یہہ بھی برکت کیواسطے ہے تو گویا یون کہا کہ الہی تو میرے واسطے برکت کر
اور جیسے لا حول ولا قوۃ الا باللہ سے شروع کرنا کہ واقع مین یہہ بھی دعا ہے تو گویا یون کہیگا کہ الہی مجکو اپنی معصیت سے پھیر دے اور اپنی طاعت پر قوت
دے کہ میرا نیرو اور کسیکو یہہ طاقت نہین اور جیسے اللہم اغفر لی کہنا کہ صریح دعا ہے مغفرت کی پس ان سب سے نماز کا شروع جائز نہین یا ذکر کیا اللہم اغفر لی
کو ذبح کیوقت تو ذبح درست نہوگا بخلاف اللہم فقط فانہ یجوز فیہما فی الاصح کیا اللہ بخلاف صرف لفظ اللہم کے کہ شروع اور ذبح دونون
مین جائز ہے صحیح تر قول مین مثل یا اللہ کے کہ وہ بھی شروع اور ذبح مین درست ہے باتفاق شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اصح کی قید سے اُن لوگون کا قول
نکل گیا جو عدم صحت شروع اور ذبح کے قائل ہین چنانچہ جوہرہ مین اُس قول کی تصحیح کی ہے اور اللہم بمعنی یا اللہ ہے ۔ ووضع الرجل یمینہ علی
یسارہ تحت سرتہ اخذا رسغہا بخنصرہ وابہامہ ہو المختار اور رکھے مرد یعنی بعد تحریمہ کے اپنا داہنا ہاتھ بائین پر نیچے اپنی ناف کی پکڑنے والا
بائین ہاتھ کی کلائی کو داہنی چھنگلی اور انگوٹھے سے یہی مختار ہے یعنی چھنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرکے بائین ہاتھ کی کلائی کو پکڑلے اور باقی تین انگلیان اُسپر
پھیلا دے اور بعضون نے کہا کہ خنصر اور بنصر اور ابہام سے حلقہ کرے دو کو پونہچے پر رکھے مگر مختار اول طور ہے اور وجہ مختار ہونے کی یہہ ہے کہ بعض
احادیث مین ہاتھ کا رکھنا دوسرے ہاتھ پر مروی ہے اور بعض مین پکڑنا تو اسطرح رکھنے مین دونو باتین حاصل ہین کذا فی الشامی بتصرف و
تضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیہا اور رکھے عورت اور خنثی مشکل داہنی ہتھیلی کو بائین ہتھیلی پر اپنی دونو پستان کے نیچے
شامی نے کہا کہ منیہ کے بعض نسخون مین تحت ہے اور بعضون مین علی یعنی پستان کے اوپر رکھے مگر بہتر تہا کہ یون کہتا کہ سینہ پر رکھے کہ اکثر فقہا نے سینہ پر
رکھنا لکھا ہے نہ پستان پر ہم خنثی اوسکو کہتے ہین جسمین مرد اور عورت دونو کی علامت ہو پس اگر مرد کی علامت کو قوت ہوگی تو اوسکو حکم مردون کا
ہوگا اور اگر عورت کی علامت کو غلبہ ہوگا تو اوسکا حکم عورتون کا سا ہے اور اگر کسی علامت کو غلبہ اور قوت نہو تو وہ خنثی مشکل ہے کما فرغ
من التکبیر بلا ارسال فی الاصح ہاتھ رکھے بمجرد فارغ ہونے کے اللہ اکبر کہنے سے بدون ہاتھ لٹکانے کے صحیح تر قول مین شامی نے کہا کہ ظاہر الروایت
یہی ہے اور اسکا مقابل نوادر مین امام محمد سے مروی ہے کہ ثنا پڑھنے کیوقت دونو ہاتھونکو لٹکا رکھے جب سبحانک اللہم الخ سے فارغ ہو جاے تو ہاتھ
باندہ لے ہم کاف کما فرغ کا مبادرت کا کاف کہلاتا ہے وہو سنۃ قیام اور ہاتھون کا باندہنا سنت ہے قیام کی یعنی شیخین کے نزدیک اور امام
محمد کے نزدیک قراءت کی سنت ہے اسلیئے ثنا مین اونکے نزدیک ہاتھونکا لٹکانا اور اونکو نہ باندہنا اوسوقت تک درست ہے کہ قراءت شروع کرے ظاہرہ
ان القاعد لا یضع والمرادہ اور ہاتھون کے باندہنے کو سنت قیام ٹہرانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بیٹھنے والا اپنے ہاتھ نہ باندہے اور مین نے اسکو مصرح نہین
دیکھا ثم رایت فی مجمع الانہر المراد من القیام ما ہو الاعم لان القاعد یفعل کذلک پھر مین نے مجمع الانہر مین دیکھا کہ مراد قیام سے وہ ہے جو عام
ہے حقیقی اور حکمی سے اسلئے کہ بیٹھنے والا بھی ایسا ہی کرتا ہے یعنی ہاتھ وہ بھی باندہتا ہے تو معلوم ہوا کہ قیام خواہ حقیقی ہو یا حکمی ہاتھون کا باندہنا سبکی
سنت ہے حکمی قیام جیسے نفل مین بیٹھنا اور فرضون مین عذر کی جہت سے بیٹھنا کہ یہہ نشست قائم مقام قیام کے ہے لہ قرار فیہ ذکر مسنون فیضع
حالۃ الثناء وفی القنوت وتکبیرات الجنازۃ ہاتھونکا باندہنا اوس قیام کی سنت ہے جسمین طول ہو اور اوسمین کوئی ذکر مشروع ہو یعنی جسکے پڑہنے کا

حکم ہو خواہ وہ ذکر فرض ہو یا واجب یا سنت اس سے یہ نکلا کہ ہاتھ باندھ ہی ثنا پڑھنے کیوقت اور قنوت کے اندر اور جنازہ کی تکبیروں میں کیونکہ ان قیاموں میں
ذکر مشروع پایا جاتا ہے ہم اسیطرح خطبہ پڑھنے کیوقت ہاتھ باندھنے چاہئیں کہ وہ بھی ذکر مشروع سے خالی نہیں لا یسن فی قیام مختلل بین رکوع وسجود
لعدم القرار ولا بین تکبیرات العیدین لعدم الذکر ما لم یطل القیام فیضع سیلم نہیں مسنون ہے ہاتھ باندھنا رکوع اور سجدہ کے درمیان کے قیام
مین بسبب نہ زیادہ ہونے قیام کے یعنی اگرچہ قومہ مین ذکر مسنون موجود ہے کہ سمع اللہ لمن حمدہ یا ربنا ولک الحمد کہنا پڑتا ہے مگر چونکہ اس قیام مین طول نہیں تو
ہاتھ باندھنا مسنون نہیں اور نہیں مسنون عیدین کی تکبیروں مین ہاتھوں کا باندھنا بسبب نہونے ذکر کے جبتک کہ قیام کو طول ندیں اور اگر طول دیں تو ہاتھ باندھ
لے کذا فی السراج طحطاوی نے کہا تو ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صلوۃ التسبیح کے قومہ مین ہاتھونکا باندھنا مسنون ہو یعنی اسوجہ سے کہ اسمین طول اور ذکر مسنون
دونوں موجود ہیں وقرأ کما کبر سبحانک اللھم تارکا وجل ثناؤک الا فی الجنازۃ مقتصرا علیہ فلا یضم وجہت الا فی النافلۃ ولا تفسد بقولہ وانا اول
المسلمین فی الاصح اور پڑھے مجرد تکبیر کہنے کے سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک کلمہ وجل ثناؤک کو چھوڑ کر یعنی بعد تعالی جدک کے
وجل ثناؤک نکہے سوای نماز جنازہ کے کہ اوسمین اس لفظ کا زیادہ کرنا مسنون ہے درحالیکہ اکتفا کرنیوالا ہو اسی ثنا پر یعنی اوسمین وجہت وجہی الخ نہ ملادے
بجز نماز نفل کے کہ اوسمین اوسکا ملانا ثنا کے ساتھ جائز ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی صحیح تر قول مین نمازی کے اس کہنے سے وانا اول المسلمین یعنی مین پہلا
ہوں سب مسلمانوں کا ہم منیہ مین کہا کہ اگر جل ثناءک بھی کہیگا تو نماز مین کچھ حرج نہوگا اور وجہت وجہی پوری اسطرح ہے وجہت وجہی للذی فطر السموات
والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین اسکو نفل نماز مین ثنا
کے ساتھ ملالے اور متاخرین نے اسکو اختیار کیا ہے کہ تحریمہ سے پیشتر اسکو کہہ لے اور اصح قول کا مقابل وہ ضعیف قول ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے اسلئے کہ
انا اول المسلمین اوسکی طرف سے جھوٹ ہوتا ہے بحر الرائق مین کہا کہ احادیث صحیحہ مین اسکا پڑھنا ثابت ہے تو مفسد نماز نہیں ہو سکتا علاوہ اسکے جھوٹ اسوقت
ہو کہ نمازی اپنے حال کی خبر دیتا ہو اور اسکی غرض تو صرف تعبد تلاوت ہے تو جھوٹ کیسے ہوگا کذا فی الشامی ملتقطا الا اذا شرع الامام فی القراءۃ سواء
کان مسبوقا او مدرکا وسواء کان امامہ یجھر بالقراءۃ اولا فانہ لا یاتی بہ لما فی النھر عن الصغری ادرک الامام فی القیام یثنی ما لم یبدأ
بالقراءۃ تکبیر تحریمہ کہتے ہی ثنا پڑھے مگر جب امام قرات پڑھنے لگا ہو تو اوسوقت مقتدی ثنا نہ پڑھے خواہ مقتدی کچھ نماز ہو جانے کے بعد ملا ہو یا شروع سے امام کا شریک ہو
اور برابر ہے کہ اوسکا امام قرات پکار کر پڑھتا ہو یا نہیں اسلئے کہ نہر الفائق مین صغری سے منقول ہے کہ امام کو مقتدی نے قیام مین پایا تو ثنا پڑھے جبتک کہ امام نے قرات شروع کی ہو
طحطاوی نے حلبی سے نقل کیا کہ عبارت متن سے معلوم ہوتا تھا کہ جب امام آہستہ پڑھتا ہو تو نمین ثنا شروع کردی تب بھی ثنا کا پڑھنا جائز ہے اسلئے شارح نے متن کی عبارت کو قول صحیح کی طرف پھیر دیا
وقیل فی المخافتۃ یثنی اور بعضوں نے کہا کہ امام کے آہستہ پڑھنے کیصورت مین ثنا پڑھ لے ہم حلبی نے اس قول کے ضعف کی وجہ یہہ بیان کی ہے کہ جب
مقتدی سے امام کے پیچھے قرات ساقط ہوگئی جو فرض تھی تو ثنا جو نفل ہے بطریق اولے ساقط ہونی چاہیئے ولو ادرکہ راکعا او ساجدا
ان اکبر رأیہ انہ یدرکہ اتی بہ اور اگر امام کو رکوع یا سجدہ کرتے پایا تو اگر مقتدی کا گمان غالب ہو کہ ثنا پڑھکر امام سے ملجائیگا تو ثنا پڑھ لے طحطاوی
نے شرنبلالی سے نقل کیا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا تو تحریمہ کہہ کے رکوع کرے اور ثنا کو ترک کرے اور اگر سجدہ مین پاوے تو بعد تحریمہ کے ثنا پڑھے اور
سجدہ مین شریک ہو اور یہی حال قعدہ کا ہے وکما استفتح تعوذ بلفظ اعوذ علی المذھب اور جب ہی کہ دعا شروع یعنی ثنا کی پڑھ چکے
شیطان سے پناہ مانگے اعوذ کے لفظ سے بنا بر مذہب قوی کے یعنی اعوذ پڑھے بدون اسبات کے کہ ثنا مین اور اوسمین تاخیر کرے یا کوئی اور چیز پڑھے
اور اعوذ باللہ کہے استعیذ باللہ نہ کہے اگرچہ ہدایہ مین استعیذ لکھا ہے سرا قید للاستفتاح ایضا فھو کالتنازع اعوذ پڑھے آہستہ شارح نے کہا
کہ سرا ثنا پڑھنے کی بھی قید ہے یعنی دونوکو آہستہ پڑھے تو یہہ لفظ مثل تنازع کے ہوا یعنی جیسے دو فعل ایک اسم مین تنازع کرتے ہین فاعل
اور مفعول ہونے مین ویسے ہی لفظ سرا دو فعلون قرأ اور تعوذ کے بعد دونو کی قید واقع ہوا ہے تو تنازع کے مشابہ ہوا اور خود تنازع اسلئے
نہ کہا کہ تنازع معمول لہ اور تمیز اور حال مین نہیں ہوتا اور سرا یہاں حال ہے یا مفعول مطلق فعل محذوف کا للقراءۃ فلو تذکرہ بعد الفاتحۃ

ترکه ولو قبل اکمالها تعوذ وینبغی ان یسیا انفهاذکره الحلبی اعوذ پڑہی قرارت کے لئے اسی سے یہ نکلا کہ اگر بعد الحمد کے اعوذ کا نہ پڑہنا یاد
پڑا تو اوسکو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کرنیکے پیشتر یاد ہوا تو اعوذ پڑہ لے اور چاہئیے یون کہ الحمد کو از سر نو پڑہے ذکر کیا ہی اوسکو حلبی نے
ہم شامی نے کہا کہ اصل مسئلہ خلاصہ مین مذکور ہی حلبی نے اوسکو بہو تم سمجھ لیا اسلئے ایسا لکھا یہہ کیسے ہوسکتا ہی کہ قرارت کو جو فرض ہے چھوڑ کر اعوذ
پڑہی جو سنت ہی پس تحقیق اسباب مین وہ ہی جو فقیہ ابو جعفر نے نوادر مین بیان کی ہی کہ اگر تکبیر کے بعد قرارت شروع کر دے ہی اور ثنا اور تعوذ کو
بہولگیا تو انکو ترک کرے اسلئے کہ اونکی پڑہنے کا موقع جاتا رہا ولا یتعوذ التلمیذ اذا قرأ علی استاذہ ذخیرۃ ای لا یسن فلیحفظ اور
اعوذ نہ پڑہی شاگرد جب اپنے اوستاد کے پاس سبق پڑہی کذا فی الذخیرہ یعنی اعوذ پڑہنا اوسکو مسنون نہین تو اسکو یاد رکہنا چاہئیے یعنی چونکہ اعوذ پڑہنا
قرارت قرآن کے لئے مسنون ہی اسلئے اور عبارت کے پہلے پڑہنا مسنون نہوگا فیاتی به المسبوق عند قیامه لقضاء ما فاته لقراءته لا المقتدی
لعدمها پس اعوذ پڑہی مسبوق جسوقت کہڑا ہو اپنی باقی نماز پورا کرنے کو اعوذ پڑہی اسلئے کہ اوسکو باقی نماز مین قرارت پڑہنی ہوگی نہ اعوذ پڑہی
مقتدی بسبب نہ پڑہنے قرارت کے ویؤخر الامام التعوذ عن تکبیرات العید لقراءته بعدها اور امام اعوذ کو عید کی تکبیرون سے پیچہے پڑہی بوجہ
قرارت پڑہنے کے بعد تکبیرون کے ہم طرفین کے نزدیک اعوذ قرارت کا تابع ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ثنا کا تابع تو اُن کے نزدیک ثنا کے
بعد پڑہنا چاہئیے اسصورت مین تکبیرون سے پہلے اعوذ پڑہنا ہوگا اور خلاصہ مین اسیکو اصح کہا ہی مگر قاضیخان اور ہدایہ اور کافی وغیرہا کا مختار طرفین
کا قول ہے اور شرح منیہ مین کہا کہ اسیکو ہم لیتے ہین کذا فی الشامی وکما تعوذ سمّی غیر المؤتم بلفظ البسملة لا مطلق الذکر کما فی ذبیحة و وضوء
سرا فی اول کل رکعة ولو جهریة اور بعد اعوذ پڑہنے کے غیر مقتدی یعنی امام اور تنہا پڑہنے والا اللہ کا نام لے بلفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم مطلق
ذکر جیسے ذبیحہ اور وضو مین مطلق ذکر کافی ہے خصوصیت بسم اللہ کی نہین بسم اللہ کہی ہر رکعت کے شروع مین آہستہ سے اگرچہ رکعت جہری ہو ہم غیر مقتدی
کی قید اسلئے لگائی کہ مقتدی قرارت نہین پڑہتا اور ہر رکعت کے شروع مین اسلئے بسم اللہ پڑہی کہ ہر رکعت نماز مستقل کی جگہہ ہی اور جہری کی قید منیہ کے
قول کے رد کرنیکے لئے ہے کہ بسم اللہ سری نماز مین پڑہی نہ جہری مین حالانکہ یہہ قول غلط ہی کذا فی الطحطاوی لا تسن بین الفاتحة والسورة مطلقا و
لو سرية ولا تكره اتفاقا نہین مسنون ہی بسم اللہ کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان مین مطلق خواہ پہلی رکعت ہو یا اور کوئی اگرچہ نماز سری ہو
اور نہین مکروہ ہی بسم اللہ کہنا سورہ پر بالاتفاق ہم شامی نے کہا کہ وجہ نہ مکروہ ہونیکی یہہ ہی کہ بعض کے نزدیک بسم اللہ ہر سورہ کی آیت ہی
تو بسم اللہ کہہ لینے سے شبہہ اختلاف جاتا رہیگا بلکہ ذخیرہ اور مجتبی مین تصریح کی کہ سورہ سے پیشتر اسکا کہہ لینا اچھا ہی وما صححه الزاهدی من وجوبها
ضعفه فی البحر اور زاہدی نے جو بسم اللہ کے واجب ہونیکی یعنی الحمد کے شروع مین تصحیح کی ہے اوسکو بحر الرائق مین ضعیف کہا ہی یعنی اسوجہ سے
کہ مخالف ظاہر مذہب کے ہی جو متون اور شروح اور فتاوی مین مذکور ہی اور نہر الفائق مین کہا کہ حق یہہ ہی کہ دونون قول مرجح ہین وهی آیة واحدة
من القرآن کله انزلت للفصل بین السور اور بسم اللہ ایک آیت ہی تمام قرآن مین سے اوتری ہی سورتون مین جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ
تو الحمد کے شروع مین تبرک کے لئے مذکور ہی فما فی النمل بعض آیة اجماعا تو جو سورہ نمل مین بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ آیت کا ٹکڑا ہے
بالاتفاق یعنی شروع آیت انه من سلیمان سے ہی اور ابتداء اقرأنی مصلین پر ولیست من الفاتحة ولا من کل سورة فی الاصح اور بسم اللہ الحمد کا
جز نہین اور نہ ہر سورہ کا صحیح تر قول مین ہم شارح کو مناسب تہا کہ من الفاتحة کے بعد فی الاصح کو ذکر کرتا تاکہ حلوانی کے قول کا رد ہوتا کہ اونسے لکھا
ہی کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جز ہی اور ہر سورہ کا جز سوا سورہ توبہ کے تو امام شافعی فرماتے ہین تو اونکی خلاف دفع کرنیکو فی الاصح
کہنا ضہا کا دستور نہین فحرم علی الجنب ولم تجز الصلوة بها احتیاطا پس بسم اللہ پڑہنا حرام ہی جنب کو اور اسیطرح حائض اور نفسا کو اور نہین
جائز ہے صرف بسم اللہ سے نماز احتیاط کی راہ سے ہم شامی نے کہا کہ احتیاطا دونون مسئلون کی علت ہی یعنی چونکہ بسم اللہ بوجہ متواتر لکہی جانیکے
قرآن کا جز معلوم ہوتی ہی اسلئے احتیاطا اسکا پڑہنا جنب کو حرام ہوا اور اسوجہ سے کہ امام مالک اسکو قرآن نہین کہتے تو قرآن ہونا اسکا مشکوک ٹہرا اسلئے

احتیاط اسمین ہوئی کہ اس سے نماز جائز نہوگی کیونکہ فرضیت قرارت یقینی ہے وہ مشکوک چیز کے پڑہنے سے ادا نہوگی ولم یکفر جاحدھا لشبھۃ اختلاف مالکؒ
فیھا اور بسم اللہ کا منکر کافر نہین اسوجہ سے کہ اسمین امام مالکؒ کے اختلاف کا شبہہ ہے یعنی اس شبہہ سے قطعی قران نرہا کہ اسکا منکر کافر ہوتا وکما سمّٰی
قرأ المصلی لو اماماً او منفرداً الفاتحۃ اور بسم اللہ پڑہتے ہی نمازی اگر امام یا اکیلا ہو تو فاتحہ پڑہے یعنی مقتدی ہو تو نہ پڑہے وقرأ بعدھا
وجوباً سورۃ او ثلث ایات ولو کانت الآیۃ او الآیتان تعدل ثلث ایات قصار انتفت کراھۃ التحریم ذکرہ الحلبی لا تنتفی
التنزیھیۃ الا بالمسنون اور پڑہے بعد الحمد کے واجب ہونے کی راہ سے کوئی سورہ قران کی یا تین آیتین اور اگر ایک آیت یا دو آیتین برابر ہون تین چہوٹی
آیتون کے تو کراہت تحریمی زائل ہو جائیگی ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے اور کراہت تنزیہی دور نہوگی مگر مسنون قرارت سے ہم سورہ کہنے سے اشارہ ہوا کہ الحمد کے
بعد فرضون مین افضل ایک ہی سورہ کا پڑہنا ہے اور اگر دو یا زیادہ پڑہیگا تب بھی کراہت نہین اور قرارت مسنون یہہ ہے کہ فجر اور ظہر مین طوال مفصل پڑہے
اور عصر اور عشا مین اوساط مفصل اور مغرب مین قصار مفصل کذا فی الشامی وامّن بمدٍّ وقصرٍ وامالۃٍ اور آمین کہے الف کے مد کے ساتھہ اور قصر کے ساتھہ
اور امالہ کے ساتھہ ہم آمین مد کے ساتھہ بروزن یاسین ہے اور قصر کے ساتھہ امین بروزن قرین ہے اور امالہ کے ساتھہ ایمین بروزن نلے کین ان تینون
طرح سے کہنا جائز ہے ولا تفسد بمدٍّ مع تشدیدٍ او حذف یاءٍ بل بقصرٍ مع احدھما او بمدٍّ معھما وھذا مما تفرّدت بتحریرہ اور نماز فاسد
نہین ہوتی مد الف سے تشدید میم کے ساتھہ یا حذف ی کے ساتھہ بلکہ فاسد ہوتی ہے قصر سے تشدید یا حذف کے ساتھہ اور مد سے دونون کے ساتھہ اور یہہ
تنقیح ہے کہ اسمین مین ہی تنہا ہون اور کسی نے نہین بیان کی ہم حاصل یہہ ہے کہ آمین کی آٹھ صورتین شارح نے بیان کی پانچ سے نماز فاسد نہین ہوتی اور تین
سے فاسد ہو جاتی ہے جن سے نہین ہوتی ان مین سے تین تو اوپر بیان کر دین سو انکو وزن کے چوتھی صورت الف کو مد کے ساتھہ اور میم کو مشدد پڑہنا
یعنے آمّین بروزن ضالّین پانچوین صورت الف کو مد دے پڑہنا اور ی کو دور کر دینا جیسے آمن بروزن ضامن تو ان پانچون صورتون مین نماز فاسد نہوگی
اسلئے کہ قران مین یہہ الفاظ یعنی آمین اور آمّین اور آمن موجود ہین اور امالہ بھی جائز ہے اور تین صورتین نماز کی مفسد ہین اول الف مقصور پڑہنا تشدید
میم یعنی اَمّین دوسرے الف کو مقصور پڑہنا مع حذف ی یعنی اَمن تیسرے الف کو مد پڑہنا تشدید اور حذف دونو کے ساتھہ یعنی آمّن یہہ الفاظ قران مین نہین
ہین اسلئے مفسد ہین حلبی نے کہا کہ اکثر صورت مفسد نماز اور رہگئی یعنے الف کو مقصور پڑہنا مع تشدید اور حذف دونو کے یعنی اَمّن تو اگر شارح یون کہتا او بتعمد
او بقصر معھما تو سب جانی الامام سرًّا کما موتمٍ ومنفردٍ ولو فی السریۃ اذا سمعہ ولو من مثلہ فی نحو جمعۃ وعید آمین کہے امام آہستہ مثل مقتدی
اور تنہا پڑہنے والے کے اگرچہ مقتدی نماز سری مین ہو بشرطیکہ مقتدی امام کی آمین سنے گو خود جیسے مقتدی سے بالواسطہ سنے مثل جمعہ اور عید مین یعنی انبوہ
کثیر کی جماعت مین امام کی آمین بلا واسطہ نہ سنے بلکہ دوسرے مقتدی سے سنے ہم امام مالکؒ کے نزدیک آمین صرف مقتدی کہے نہ امام اور امام شافعیؒ کے نزدیک
امام و مقتدی دونون پکار کر کہین اسلئے مصنف نے کہا کہ سب آمین آہستہ کہین اور بعضون نے کہا کہ مقتدی نماز سری مین آمین نہ کہے اگرچہ امام کی آمین
سنے کذا فی الشامی والحدیث اذا امّن الامام فامّنوا من التعلیق بمعلوم الوجود فلا یتوقف علی سماعہ منہ بل یحصل بتمام الفاتحۃ
بدلیل اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین فتأمّل اور یہہ جو صحیح کی حدیث مین آیا ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو کہ جسکا آمین کہنا فرشتون کے
آمین کہنے سے موافق پڑیگا اوسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے تو اسمین مقتدیون کا آمین کہنا شرط معلوم الوجود پر معلق ہے اسلئے امام سے سننے پر موقوف نرہیگا
بلکہ فاتحہ کے تمام ہونے پر حاصل ہوگا دوسری حدیث کی دلیل سے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ فرشتے آمین کہتے ہین سو جسکی آمین موافق
ہوگی فرشتونکی آمین کے اوسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے اس حدیث کو عبد الرزاق اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے ہم یعنی صحیح کی حدیث
سے بظاہر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے سنکر آمین کہین اور شارح کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ دوسرے مقتدی سے سنکر آمین کہین حالانکہ یہہ حدیث کے
مخالف ہے تو شارح اسکا جواب دیتا ہے کہ حدیث مین آمین کہنے کو ایک شرط معلوم الوجود پر مشروط کیا ہے یعنی جگہہ آمین کہنے کی مقرر کر دی ہے بدلیل
دوسری حدیث کے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو اس سے یہہ غرض ہے کہ جب الحمد کا تمام ہونا معلوم کرو تو آمین کہو پس آمین کہنا امام سے

انکا بیان آگے آتا ہے ۱۲

[illegible]

مسنون ہونا موقوف نہین بلکہ الحمد کی تمامی معلوم کرنے پر ہی خواہ امام سے سنکر تمامی کا علم ہو یا مقتدی کسی سے سنکر کذا فی الطحطاوی ملتقطاً ثم کما فرغ
یکبّر مع الانحطاط للرکوع پھر قراءت سے فارغ ہوتے ہی رکوع کے لئے اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی یعنی مسنون یہہ ہے کہ جھکنا اور اللہ
اکبر کہنا ایک ساتھ شروع ہوں ولایکرہ وصل القراءۃ بتکبیرۃ اور مکروہ نہین قراءت کا ملا دینا رکوع کے اللہ اکبر مین یعنی آخر حرف
قراءت کو لام اللہ اکبر مین ملانا مکروہ نہین مثلاً سورہ الم نشرح کا خاتمہ فارغب پر ہی تو اگر اوسکی ب کو اللہ اکبر مین زیر سے ملاکر پڑہیگا تو مکروہ نہوگا
شامی نے تاتار خانیہ سے اس باب مین یہہ تفصیل ذکر کی ہے کہ اگر آخر سورہ مین ثنا ہو مثلاً کبّرہ تکبیراً تو ایسی صورتین ملانا بہتر ہے ورنہ جدا کرنا بہتر ہی
جیسے سورہ کوثر کا اخیر کہ اوسکو ملانا بہتر نہین ولو بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حالۃ الانحناء لا بأس بہ عند البعض منیۃ المصلی اور اگر
قراءت مین سے کوئی حرف یا کلمہ باقی رہا اور اوسکو جھکنے کیحالت مین پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین کذا فی منیۃ المصلی شامی نے کہا کہ یہہ
قول ضعیف ہی سنت وہی ہے کہ سب قراءت کو پوری کرکے رکوع کرے ویضع یدیہ معتمداً بہما علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ للتمکن اور اپنے
دونو ہاتھونکو دونو زانو پر سہارا دیکر رکھے اور ہاتھونکی اونگلیونکو پھیلا دے تمکن کے لئے یعنی تاکہ گھٹنونکو اچھی طرح پکڑ سکے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھون
کا رکھنا اور اون سے گھٹنون کا پکڑنا اور اونگلیون کا کشادہ رکھنا سنت ہے ویسن ان یلصق کعبیہ وینصب ساقیہ ویبسط ظہرہ ویسوی رأسہ بعجزہ غیر
رافع ولا منکس رأسہ اور مسنون ہے رکوع مین اپنے دونو ٹخنون کا ملانا اور دونو پنڈلیون کا سیدہا کھڑا رکھنا اور اپنی
پشت کا پھیلانا اور پشت کو سرین کی برابر رکھنا بدون سر کے اوبھارنے یا نیچے ڈالنے کے یعنی سر بھی کمر کی برابر رہے نہ اونچا ہو نہ نیچا شامی نے کہا
کہ پنڈلیونکو کمان کیطرح کرنا جیسے اکثر عوام کرتے ہین مکروہ ہی اور شارح کو مناسب تہا کہ لفظ لیسن کو یضع کے پیشتر لاتا تاکہ وضع اور زانو کے پکڑنے
وغیرہ سنتونکو شامل ہوتا اور یہہ سب سنتین مردون کے حق مین ہین اور عورتین رکوع مین تہوڑا جھکین اور اونگلیان نہ پھیلاوین بلکہ ملا رکہین
اور ہاتھ گھٹنون پر رکھ لین یعنی پکڑنا اونکو مسنون نہین اور اپنی گھٹنونکو جھکالین اور بازوونکو علحدہ نکرین ویسبح فیہ واقلہ ثلثاً فلو ترکہ
او نقصہ کرہ تنزیہاً اور رکوع مین تسبیح کہے اور کمتر تسبیح تین بار ہی پس اگر تسبیح کو ترک کریگا یا کم کریگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا امام احمد کے نزدیک
ایک بار تسبیح واجب ہے اور حلبی بھی وجوب کیطرف مائل ہین تو تسبیح ضرور کہنی چاہیے تاکہ اختلاف سے بچا رہے وکرہ تحریماً اطالۃ رکوع او
قراءۃ لادراک الجائی ان عرفہ والا فلا بأس بہ اور مکروہ تحریمی ہے رکوع یا قراءت کا دراز کرنا اس غرض سے کہ آنیوالا نماز مین ملجاے
یعنی اگر امام اوسکو پہچانکر طول دے تو مکروہ ہوگا ورنہ کچھ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ اسصورتمین طول اسقدر ہے کہ دوسرے مقتدیونپر بار نہو اور
لفظ لا بأس سے معلوم ہوا کہ طول ندینا افضل ہے ولو اراد التقرب الی اللہ تعالیٰ لم یکرہ اتفاقاً لکنہ نادر وتسمی مسئلۃ الریاء فینبغی
التحرز عنہا اور اگر امام نے طول قراءت یا رکوع سے صرف اللہ تعالیٰ کا تقرب ارادہ کیا نہ آنیوالے کا ملجانا تو مکروہ نہوگا بالاتفاق مگر خاص
تقرب الٰہی کی نیت ہونی کمیاب ہے اور یہہ مسئلہ مسئلہ ریا کے نام سے مشہور ہے تو اس سے احتراز چاہیے واعلم ان مما یبتنی علی لزوم المتابعۃ فی الارکان
انہ لو رفع الامام رأسہ من الرکوع او السجود قبل ان یتم المأموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ وکذا عکسہ فیعود ولا یصیر ذلک
رکوعین اور جان کہ ارکان مین امام کی پیروی لازم ہونے پر یہہ مسئلہ مبنی ہے کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع یا سجدہ سے اٹھایا پیشتر اس سے کہ
مقتدی تین بار تسبیح پوری کرے تو مقتدی کو امام کی متابعت واجب ہے یعنی جسقدر تسبیح رہگئی ہو اوسکو ترک کرکے امام کے ساتھ ہی سر اوٹھا لے اور
اسیطرح حکم ہے اسکے عکس کا یعنی اگر مقتدی نے امام کی تسبیحین پوری ہونے سے پیشتر سر اوٹھا لیا مثلاً رکوع سے تو متابعت امام کی واجب ہے یعنی
پھر سے رکوع مین چلا جاے اگر نجائیگا تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا اور یہہ دو رکوع نہونگے کیونکہ دوبارہ کا رکوع پہلی کی تکمیل کے لئے ہے نہ جداگانہ
مستقل کذا فی الحلبی بخلاف سلامہ او قیامہ لثالثۃ قبل اتمام المؤتم التشہد فانہ لا یتابعہ بل یتمہ لوجوبہ ولو لم یتمہ جاز بخلاف
امام کے سلام پھیرنے اور تیسری رکعت کے لئے اوٹھنے کے پیشتر مقتدی کی التحیات پوری کرنیکے کہ مقتدی متابعت امام کی نکرے بلکہ التحیات کو تمام

کر ہو بسبب واجب ہونے التحیات کے اور اگر التحیات پوری نکریگا اور امام کے ساتھہ سلام پھیر دیگا یا تیسری رکعت کی لئی کھڑا ہوگا تو جائز ہوگا اسوجہ
سے کہ جیسی التحیات واجب ہی متابعت بھی واجب ہی تو ایک واجب کو ترک کرکے دوسری کا کرنا بلا کراہت درست ہوگا کذا فی الطحطاوی مگر حلبی نے کہا
کہ نماز درست ہوگی کراہت تحریمی کے ساتھہ کیونکہ التحیات کے پورا کرنے سی متابعت بالکل نجائیگی بلکہ اوسمین تاخیر واقع ہوگی اور متابعت کرنے سی
التحیات کا بقیہ فوت ہوجائیگا اور پوری تقریر شامی مین ہی ولو سلّم والمؤتم فی ادعیة التشهد تابعه لانها سُنة والناس عنها غافلون
اور اگر امام سلام پھیری اور مقتدی تشہد کی دعائین پڑہتا ہو تو امام کی متابعت کری کیونکہ دعا مسنون مین واجب نہین ہین اونکا پورا کرنا ضرور ہو اور لوگ
اوس سی غافل ہین یعنی دعائین پڑہتے رہجاتے ہین امام کے ساتھہ سلام نہین پھیرتے سنت کی لئی واجب مین تاخیر کرتے ہین شامی نے کہا کہ دعا
مین درود بھی داخل ہے ثم یرفع راسه من رکوعه مُسمّعًا پھر رکوع سی اپنا سر اوٹہاوی سمع الله لمن حمده کہتا ہوا یعنی سر اوٹہانیکے ساتھہ
ہی یہہ الفاظ شروع کرے نہ جہکی ہوئی نہ سیدہا ہوکر فی الولوالجية لو ابدل النون لامًا تفسد ولوالجیہ مین ہی کہ اگر نون کو لام سی بدلا کریگا
یعنے لمن حمده کی جگہہ لل حمده کہیگا تو نماز فاسد ہوگی اسلئی کہ بیمعنی لفظ ہوگیا شامی نے کہا کہ منیة المصلی مین ہی کہ غالبًا فاسد نہوگی حلبی شارح منیہ نے
کہا کہ اوسکا حکم توتلے آدمی کا سا ہی یعنی اگر قادر نہوگا صحیح کہنے پر تو فاسد نہوگی وهل یقف بجزم او تحریك قولان اور کیا وقف کری حمده کی
ہ پر جزم سی یا حرکت سی اسمین دو قول ہین یعنی جو لوگ اِس ہ کو سکون کے لئی کہتی ہین وہ جزم پر وقف کرتے ہین اور جو ضمیر کہتے ہین وہ ضمہ اشباع
کے ساتھہ کہتی ہین کذا فی الشامی ویکتفی به الامام وقالا یضم التحمید سرًّا ویکتفی بالتحمید المؤتم اور کفایت کری سمع الله لمن حمده پر امام اور صاحبین
نے کہا کہ اوسمین ربنا لك الحمد آہستہ سی ملاوی اور کفایت کری ربنا ولك الحمد پر مقتدی طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہہ ہی کہ حدیث مین وارد ہوا ہی
کہ جب امام سمع الله لمن حمده کہی تو تم ربنا ولك الحمد کہو وافضله اللهم ربنا ولك الحمد ثم حذف الواو ثم حذف اللهم فقط اور تحمید کی کلمات
مین سی افضل اللہم ربنا ولک الحمد ہی پہر حذف کرنا واؤ کا یعنی اللہم ربنا لک الحمد پھر حذف کرنا صرف اللہم کا بدون حذف واؤ کے یعنی ربنا ولک الحمد
شامی نے کہا کہ اسکی بعد چوتھی صورت یہہ ہی کہ اللہم اور واؤ دو تو محذوف ہون یعنی ربنا لک الحمد اور واؤ مین اختلاف ہی بعض زائد کہتے ہین اور بعض واو
عطف ویجمع بینهما لو منفردًا علی المعتمد یسمّع رافعًا ویحمد مستویًا اور ان دونو کو جمع کری اگر تنہا پڑہتا ہو مذہب معتمد پر یعنی سمع الله
لمن حمده کہی سر اوٹہاتے وقت اور تحمید کہی سیدہا ہوکر ویقوم مستویًا لما مر انه سنة او واجب او فرض اور کھڑا ہو سیدہا برابر اسوجہ
سے کہ پیشتر گذری کہ یہہ قیام سنت ہی یا واجب یا فرض یعنے سنت ہی بقول طرفین اور واجب ہی بموجب اختیار کمال الدین صاحب فتح القدیر کے اور فرض
ہے بقول امام ابو یوسف کے کذا فی الطحطاوی ثم یکبر مع الخرور واضعًا رکبتیه اولًا لقربهما من الارض ثم یدیه الا لعذر ثم وجهه الاختصاص
مقدمًا انفه لما مر بین کفیه اعتبارًا لآخر الرکعة باولها ضامًا اصابع یدیه لتتوجه للقبلة پھر الله اکبر کہے جہکنے کے ساتھہ ہی اور سجدہ کری
اسطرح کہ اپنی دونو گھٹنے زمین پر اول رکھی کیونکہ زمین سی قریب رہی ہین پہر اپنی دونون ہاتھہ رکھی مگر کسی عذر سی اگر ہاتھہ پہلی رکھی گھٹنون سے
تو مضائقہ نہین پہر اپنا منہ یعنی پیشانی رکھی اسطرح کہ پہلے ناک رکھی اوسی دلیل سی کہ گذری یعنی ناک نسبت پیشانی کے زمین سی قریب ہی پیشانی کو رکھی
دونو ہتھیلیون کے بیچ مین ایسی طور پر کہ انگوٹھے کا نوکی لو کے برابر ہوجائین واسطی اعتبار کرنے رکعت کے آخر کے اوسکی اول پر یعنی جیسی شروع
رکعت اول مین تحریمہ کیوقت سر دونو ہتھیلیون کے بیچ مین تہا آخر مین بھی ویسا ہی ہوجاوی اور دوسری تیسری وغیرہ رکعتون کو اول پر قیاس کرلیا
جسمین تحریمہ ہی اور اپنی ہاتھون کی انگلیون کو ملی رکھی تاکہ سب قبلہ کیطرف متوجہ رہین ویعکس نهوضًا اور عکس کری سجدہ سی اوٹہنی مین یعنی سجدہ سی سر اٹھاوی
پہلے پیشانی اوٹھائی پہر ناک پہر ہاتھہ پہر گھٹنے وسجد بانفه ای علی ما صلب منه وجبهته وحدها طولًا من الصدغ الی الصدغ وعرضًا من اسفل
الحاجبین الی القحف اور سجدہ کری اپنی ناک سی یعنی ناک کے اوس مقام سی کہ سخت ہی طحطاوی نے بحر الرائق سی نقل کیا کہ اگر ناک کے نرم مقام پر سجدہ مین
اکتفا کریگا تو جائز نہوگا بالاتفاق اور سجدہ کری اپنی پیشانی سی پیشانی کی حد طول مین ایک کن پٹی سی دوسری تک ہی اور عرض مین دونو بہون سی لیکر

کہ مونہ تک اور بعضون نے حد پیشانی کی یہہ لکھی ہو کہ بھون کے اوپر سے سر کے بال جمنے تک ہو اور یہہ حد واضح تر ہے کذا فی الشامی و وضع
اکثرہا واجب وقیل فرض کبعضہا وان قل اور رکھنا اکثر پیشانی کا سجدہ مین واجب ہو اور بعضون نے کہا فرض ہے جیسے بعض پیشانی کا
رکھنا فرض ہے اگرچہ قلیل ہو ہم اسمین اختلاف ہو کہ سجدہ مین اکثر پیشانی کا رکھنا فرض ہے یا کسیقدر کا اور راجح دوسرا قول ہو مگر اکثر پیشانی
کا رکھنا واجب ہے مواظبت کیوجہ سے کذا فی البحر اور معراج مین ہے کہ پیشانی کی سب اطراف کا رکھنا شرط نہین بالاجماع تو اگر بعض اطراف پر
اکتفا کریگا گو قلیل ہو تو سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وکرہ اقتصارہ فی السجود علی احدہما ومنعا الاکتفاء بالانف بلا عذر و
الیہ صح رجوعہ وعلیہ الفتوی کما حررناہ فی شرح الملتقی اور مکروہ تحریمی ہے اکتفا کرنا سجدہ مین پیشانی اور ناک مین سے ایک پر اور
صاحبین نے منع کیا ہو ناک پر اکتفا کرنے کو بدون عذر کے اور صاحبین کے قول کیطرف صحیح ہوا ہو رجوع کرنا امام کا اور اسی پر فتوی ہو
کہ صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہوگا چنانچہ ہمنے شرح ملتقی مین اوسکی تنقیح کی ہے وفیہ یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ
نحو القبلۃ والا لم تجز والناس عنہ غافلون اور شرح ملتقی مین ہے کہ فرض ہے پانوکی اونگلیون کا رکھنا اگرچہ ایک ہی ہو قبلہ کیطرف ورنہ
سجدہ درست نہوگا اور لوگ اس سے غافل ہین ہم شامی نے سراج سے نقل کیا کہ اگر سجدہ مین دونو پانو زمین سے اٹھہ جائینگے تو سجدہ درست
نہوگا اور اگر ایک اٹھہ جائیگا تو درست ہو جائیگا اور اسی پر فتوی ہے اور برجندی اور قہستانی مین ہو کہ قبلہ رخ رکھنا پانونکی اونگلیون کا
سنت ہو اور اس سنت کا ترک مکروہ ہے کما یکرہ تنزیہا بکور عمامتہ الا لعذر وان صح عندنا بشرط کونہ علی جبہتہ کلہا او بعضہا
کما مر جیسے مکروہ تنزیہی ہے سجدہ کرنا اپنی پگڑی کے پیچ پر بدون کسی عذر کے اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہو بشرطیکہ پیچ ساری پیشانی پر ہو
یا تھوڑی پر چنانچہ گذر گیا کہ سجدہ بعض پیشانی پر فرض ہے یعنی اگر پیچ ڈہلک کر ماتھے پر آگیا ہوگا تو اوسپر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے نہ یہہ کہ سر
کے پیچ پر ہو اسلئے کہ اوسپر تو سجدہ درست نہین چنانچہ مصنف بیان کرتا ہے اما اذا کان الکور علی راسہ فقط وسجد علیہ مقتصرا
ای ولم تصب الارض جبہتہ ولا انفہ علی القول بہ لا یصح لعدم السجود علی محلہ جس صورت مین کہ پیچ صرف نمازی کے سر پر ہو اور سجدہ کرے
اوسپر اکتفا کرکے یعنی زمین کو نہ اوسکی پیشانی لگے اور نہ ناک اوس قول کے بموجب کہ ناک پر اکتفا درست ہو سجدہ درست نہوگا بسبب نہونے سجدہ کے
اپنے مقام پر یعنی محل سجدہ ناک اور ماتھا ہے تو جب یہہ دونون یا ایک زمین پر نہ لگے تو سجدہ جائز نہوا ویشترط طہارۃ المکان وان
یجد حجم الارض والناس عنہ غافلون اور پیچ پر سجدہ کرنے مین یہہ شرط ہے کہ سجدہ کی جگہہ پاک ہو اور یہہ کہ پیچ کے نیچے سے زمین کی
سختی نمازی کو معلوم ہوتی ہو اور لوگ اس شرط سے غافل ہین ہم شامی نے کہا کہ زمین کے حجم معلوم ہونے سے یہہ مراد ہو کہ اگر نمازی سجدہ
مین زور کرے تو سر زیادہ نیچے کو نہو ولو سجد علی کمہ او فاضل ثوبہ صح لو المکان المبسوط علیہ ذلک طاہرا والا لا مالم یعد سجودہ نسخہ لو کان
علی طاہر فیصح اتفاقا اور اگر سجدہ کرے اپنی آستین پر یا بچھے ہوئے کپڑے پر تو درست ہوگا بشرطیکہ جس جگہ آستین یا بچھا ہوا کپڑا پھیلا ہو وہ پاک ہو
اور اگر وہ جگہہ پاک نہوگی تو سجدہ درست نہوگا جبتک کہ دوبارہ پاک جگہ پر سجدہ نکرے اور پاک جگہ پر سجدہ دوبارہ کرنیسے بالاتفاق درست ہوجائیگا
طحطاوی نے کہا کہ شارح مفسدات نماز مین ذکر کریگا کہ ناپاک جگہہ مین سجدہ کرنا نماز کا مفسد ہو گو دوبارہ پاک جگہہ پر کرلے تو یہہ بیان اوسکو مخالف ہے
اور یہہ جو فرق کیا گیا ہے کہ یہان سجدہ کی جگہ مین آڑ ہے اور وہان بدون حائل کے سجدہ ہو تو یہہ وجہ بعید ہو وکذا الحکم کل متصل ولو بعضہ
کفہ فی الاصح وفخذہ لو بعذر لا رکبتہ لکن صحح الحلبی انہا کفخذہ اور یہی حکم ہو ہر چیز کا جو نمازی سے ملی ہو یعنی اوسپر سجدہ صحیح
ہے بشرطیکہ اوسکے نیچے کی جگہ پاک ہو اگرچہ متصل چیز نمازی کا جز ہو مثلا اوسکی ہتھیلی صحیح تر قول مین اور اوسکی ران اگر کسی عذر سے ران پر سجدہ
کرے مثلا پشت کے درد کیوجہ سے نہین صحیح ہے سجدہ زانو پر لیکن حلبی نے تصحیح کی ہو کہ گھٹنا بھی مثل ران کے ہے یعنی عذر سے اوسپر سجدہ درست
ہے اور بلا عذر دونو پر درست نہین کذا فی الطحطاوی وذکرہ ببسط ذلک ان لم یکن ثمہ تراب او حصاۃ او حر او برد لانہ ترفع اور مکروہ ہے

بچھانا آستین وغیرہ متصل چیز کا سجدہ کے لئے اگر سجدہ کی جگہ مٹی یا کنکر یا گرمی یا سردی نہو اسلئے کہ یہ فعل تکبر ہے شامی نے کہا کہ اگر بقصد تکبر بچھایگا تو مکروہ تحریمی ہوگا والا یکن ترفعا فاذا لم یخف اذی لا باس بہ فیکرہ تنزیھا وان خافہ کان مباحا اور اگر بچھانا بقصد تکبر نہو تو اگر مٹی یا کنکر وغیرہ کی ایذا سے نڈر ہو تو کچھ مضایقہ نہیں اور اس صورت میں بچھانا مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر ایذا سے خوف کرے تو مباح ہوگا وفی الزیلعی ان لدفع تراب عن وجھہ کرہ وعن عمامتہ لا اور زیلعی میں ہے کہ اگر بچھانا واسطے دور کرنے مٹی کے ہے اپنے چہرہ سے تو مکروہ ہے اسلئے کہ علامت تکبر کی ہے اور اگر اپنے عمامہ سے خاک دور کرنیکو ہے تو مکروہ نہیں کہ مال کی محافظت ہے وصحح الحلبی عدم کراھۃ بسط الخرقۃ اور حلبی نے تصحیح کی ہے نہ مکروہ ہونے کپڑا بچھانیکی سجدہ کے لئے لما یعنی اس دلیل سے کہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک چھوٹا بوریا خرما کا ساتھ رہتا تھا جسپر آپ سجدہ کرتے تھے اور امام اعظم سے مروی ہے کہ جب وہ مسجد حرام میں آئے تو کپڑے پر سجدہ کیا ایک شخص نے اونکو منع کیا امام نے پوچھا کہ تو کہاں کا ہے اوسنے کہا کہ خوارزم کا آپنے فرمایا کہ کیا خوب مجھی سے سیکھتے ہو اور مجھی کو سکھاتے ہو کیا تم بچھائیوں پر نماز نہیں پڑھتے اوسنے کہا کہ پڑھتے تو ہیں آپنے فرمایا کہ گھاس پر سجدہ جائز بتلاتے ہو اور خرقہ پر ناجائز غرض کہ زمین پر ایسی بچھی ہوئی چیز پر سجدہ میں بالاجماع کراہت نہیں جو نمازی کے ہلنے سے نہ ہلے ولو بسط القباء جعل کمیہ تحت قدمیہ ویسجد علی ذیلہ لانہ اقرب للتواضع اور اگر نماز کے لئے قبا کو بچھاوے تو اوسکی آستینوں کو اپنے پاؤن کے نیچے کرے اور سجدہ اوسکے دامن پر کرے اسلئے کہ یہ فعل تواضع سے زیادہ قریب ہے اور نیز شیطان کا خلاف بھی ہے کہ وہ اکثر دامن کی نجاست کا وسوسہ ڈالا کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وان سجد للزحام علی ظہر ھل ھو قید احترازی لم اراہ مصل صلوتہ التی ھو فیھا جاز للضرورۃ اور اگر بھیڑ کے سبب سے سجدہ کرے پشت پر ایسے شخص کے اوسکی نماز کے یعنی جس نماز کو وہ خود پڑھ رہا ہے اوسیکے پڑھنے والیکی پشت پر سجدہ کرے تو درست ہوگا ضرورت کی وجہ سے شارح نے کہا کہ پشت کی قید احترازی ہے یا نہیں اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا طحطاوی نے کہا قہستانی سے منقول آگے آتا ہے کہ سجدہ عذر ازدحام کے باعث رانوں پر درست ہے یعنی تو قید مذکور اتفاقی ہے وان لم یصلھا بل صلی غیرھا او لم یصل اصلا او کان فرجۃ لا یصح اور اگر دوسرا شخص وہی نماز نہ پڑھتا ہو بلکہ اسکے سوا دوسری پڑھتا ہو یا سرے سے نماز ہی نہ پڑھتا ہو یا فرجہ ہو یعنی ازدحام سست ہو کہ نمازی کے سامنے کشادگی سجدہ کے لئے موجود ہو تو ان صورتوں میں دوسرے شخص کی پشت پر سجدہ صحیح نہوگا وشرط فی الکفایۃ کون رکبتی الساجد علی الارض وشرط فی المجتبی سجود المسجود علیہ علی الارض فالشروط خمسۃ اور شرط کیا ہے کفایہ میں سجدہ کرنیوالے کے دونو گھٹنوں کا ہونا زمین پر اور مجتبی میں شرط کیا ہے سجدہ کرنا اوس شخص کا زمین پر جسپر سجدہ کیا جائے تو کل شرطیں جواز سجدہ کی پانچ ہوئیں یعنے اوّل انبوہ کثیر ہونا کہ فرجہ سجدہ کے لئے نہو دوم سجدہ دوسرے نمازی کی پشت پر ہونا سوم سجدہ کرنیوالے اور سجدہ کئے گئے کا ایک نماز میں شریک ہونا چوتھے سجدہ کرنیوالے کے گھٹنوں کا زمین پر ہونا پانچویں مسجود علیہ کا سجدہ زمین پر ہونا لکن نقل القہستانی الجواز ولو الثانی علی ظہر الثالث وعلی ظہر غیر المصلی بل علی ظہر کل ماکول بل علی غیر الظہر کالفخذین للعذر لیکن قہستانی نے جواز سجدہ کا نقل کیا ہے گو دوسرا شخص تیسرے کی پشت پر سجدہ کرے اور اگرچہ نماز نہ پڑھنے والیکی پشت پر کرے بلکہ ہر ماکول کی پشت پر سجدہ کا جواز بلکہ پشت کے سوا اور چیز پر مثلاً اپنی دونو رانوں پر عذر انبوہ کی جہت سے جواز نقل کیا ہے غرض کہ قہستانی کے نزدیک سجدہ اونچی جگہ پر کرنیکے لئے صرف کثرت ازدحام شرط ہے اور قہستانی نے حلبی سے نقل کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ نماز میں تاخیر کرے یہانتک کہ ازدحام کم ہو مگر یہ اوس صورت میں ممکن ہے کہ نماز جماعت نہو ولو کان موضع سجودہ ارفع من موضع القدمین بمقدار لبنتین منصوبتین جاز سجودہ وان اکثر لا الا لزحمۃ کما مر اور اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدموں کی جگہ کی نسبت بقدر دو کھڑی اینٹوں کی برابر اونچی ہو تو اوسکا سجدہ درست ہوگا اور اگر اسقدر سے سجدہ کی جگہ زیادہ بلند ہوگی تو سجدہ درست نہوگا مگر انبوہ کے باعث سے جیسا کہ مذکور ہوا کہ انبوہ کیحالت میں پشت پر سجدہ درست ہے حالانکہ پشت دو اینٹوں کی بلندی سے زیادہ اونچی ہوتی ہے والمراد لبنۃ بخاریۃ

وهي ذُبعُ ذِراعٍ عرضُ سِتّة أصابع فيقدّر ارتفاعهما نصف ذراعٍ ثنتا عشرة اصبعًا ذكره الحلبي اور اسپر سے مراد بخاری کی ایک
سے یعنی جو تہائی ایک ہاتھ کی کہ چھ انگشت ہوتی ہے تو بمقدار دونو کی اونچائی کی نصف ہاتھ ہوا یعنی بارہ انگشت ذکر کیا ہو اسکو حلبی نے ۳ یہہ بلندی
ایک بالشت کی ہوتی ہے متوسط ہاتھ سے ویظهر عضدیه فی غیر زحمة ویباعد بطنه عن فخذیه لیظهر کل عضو بنفسه بخلاف الصفوف
فان المقصود اتحادهم حتی کانّهم جسد واحد اور ظاہر کرے اپنے دونو بازؤن کو بدون ازدحام ہونیکی صورت ... اور دور رکھے اپنے پیٹ
کو دونو زانؤن سے تاکہ ہر عضو خود بخود ظاہر ہوجاوے یعنی ایک کو دوسرے پر سہارا نہ ہو بخلاف صفون کے کہ اونکا اندر اپنے بازو چھپانا ہی بہتر ہے
علٰحدہ نکرے اسلئے کہ مقصود صفون سے سب لوگون کا ایک ہو جانا ہے یہانتک کہ گویا ایک ہی جسم ہین اور یہہ مقصود بازؤن کے ملے رہنے سے خوب حاصل
ہوتا ہے ویستقبل باطراف اصابع رجلیه القبلة ویکره ان لم یفعل ذلك اور متوجہ کرے اپنے پاؤن کی انگلیون کے سرون کو قبلہ کیطرف اور
مکروہ تنزیہی ہے اگر قبلہ رخ نکریگا اسلئے کہ قبلہ رخ کرنا سنت ہے کذا فی الشامی کما یکره لو وضع قدمًا ورفع اخری بلا عذر جیسے مکروہ ہے اگر ایک پاؤن
کو رکھا اور دوسرے کو بدون عذر اوٹھالیا مطلقاً نے کہا کہ ظاہر ایہہ کراہت تحریمی ہے اسلئے کہ یہہ فعل عبث اور لغو ہے تو اوسکا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا
ویسبّح فیه ثلاثًا کاملًا اور تسبیح پڑھے یعنی سبحان ربی الاعلیٰ کہے سجدہ مین تین بار جیسا کہ اوپر گذرا رکوع کے بیان مین کہ اگر بالکل تسبیح کو ترک کریگا
یا تین بار سے کم کہیگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا والمرأة تنخفض فلا تبدی عضدیها وتلصق بطنها بفخذیها لانه استر وحررنا فی الخزائن
انها تخالف الرجل فی خمسة وعشرین اور عورت سجدہ مین پست ہو یعنی اپنے بازؤن کو ظاہر نکرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانون سے ملا رکھے
اسلئے کہ یہہ امر اوسکے لئے زیادہ پردہ کا ہے اور مصنف نے خزائن الاسرار مین لکھا ہے کہ عورت مرد کے مخالف ہے پچیس۲۵ باتون مین ۵ شامی مین اون مواضع
کو خزائن سے مع اپنی تحقیق کے اسطرح ضبط کیا ہے ۱ عورت تحریمہ مین ہاتھ اوٹھاوے اپنے شانونکی برابر ۲ ہاتھ آستینون سے باہر نہ نکالے ۳ اور ہاتھ کی ہتھیلی
دوسری ہتھیلی پر رکھے ۴ ہاتھ پستان کے نیچے باندھے ۵ رکوع مین تھوڑا جھکے ۶ رکوع مین ہاتھون پر سہارا ندے ۷ رکوع مین ہاتھون
کی انگلیون کو نہ پھیلاوے بلکہ ملی رکھے ۸ رکوع مین ہاتھ گھٹنون پر رکھ لے اونکو پکڑے نہین ۹ اپنے گھٹنون کو رکوع مین جھکائے ۱۰ رکوع
مین سمٹی رہے ۱۱ سجدہ مین اپنی بغلین نہ کھولے یعنی اوسمین بھی سمٹی رہے ۱۲ سجدہ مین اپنے دونو ہاتھ بچھاوے ۱۳ التحیات مین دونون
پاؤن داہنی طرف کو نکالکر سرین پر بیٹھے ۱۴ التحیات مین ہاتھون کی انگلیان ملی رکھے ۱۵ جب کوئی امر نماز مین پیش آوے تو تالی بجاوے
یعنی مردونکی طرح سبحان اللہ نکہے ۱۶ مرد کی امامت نکرے ۱۷ عورتونکی جماعت مکروہ ہے ۱۸ عورتونکی جماعت مین امام عورت بیچ مین کھڑی
ہو آگے بڑھ کر ۱۹ مکروہ ہے اوسکا حاضر ہونا جماعت مین ۲۰ مردون کے ساتھ مین عورت پیچھے کھڑی ہو ۲۱ عورت پر جمعہ فرض نہین لیکن اگر پڑھیگی
تو صحیح ہوجائیگا ۲۲ عورت پر عید کی نماز واجب نہین ۲۳ عورت پر ایام تشریق مین نمازون کے بعد تکبیر واجب نہین ۲۴ عورت کو مستحب نہین کہ نماز
فجر خوب چاندنا ہونیکے بعد پڑھے ۲۵ نماز جہری مین پکار کر نہ پڑھے بلکہ جن لوگون کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہے اونکے نزدیک نماز
فاسد ہوجائیگی اور بحر الرائق مین ذکر کیا ہے کہ عورت پاؤن کی انگلیونکو سجدہ مین کھڑی نرکھے طحطاوی نے دو باتین اور زیادہ کی ہین کہ عورت
اذان ندے نہ مسجد مین اعتکاف کرے اور یہہ مخالفت عورتونکی مردون سے صرف نماز مین ہے ورنہ عورت بہت سے مسائل مین مردون سے علٰحدہ
ہے جنکا بیان اشباہ کے احکامات مین ہے ثم یرفع راسه مکبرًا ویکفی فیه مع الکراهة ادنی ما یطلق علیه اسم الرفع کما صحّح فی المحیط لتعلق
الرکنیة بالادنی کسائر الارکان پھر نمازی سجدہ سے اپنا سر اوٹھاوے اللہ اکبر کہتا ہوا اور کافی ہے سر اوٹھانے مین کراہت تحریمی کے ساتھ تمام
سر اوٹھانا جسپر نام اوٹھانیکا بولا جاوے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے محیط مین اسواسطے کہ اوٹھانا کافی ہے بسبب متعلق ہونے رکنیت کے ادنی کے ساتھ مثل تمام
ارکان کے یعنی ادنی بھی آخر رکن ہی کہلائیگا تو جن لوگون کے نزدیک اوٹھانا رکن ہے اونکے نزدیک بھی سب رکن ادا ہوجاوینگے بل لو سجد علیٰ
لوح فنزع فسجد بلا رفع اصلًا صحّ بلکہ اگر سجدہ کیا تختی پر پھر وہ نکال لی گئی سر کے نیچے سے پھر سجدہ کیا بدون کچھ بھی سر اوٹھانیکے یعنی

کراہت بھی ہی کے ساتھ دصحح فی الهدایۃ انه ان کان الی القعود اقرب صح و الا لا و صححہ فی النهر و الشرنبلالیۃ اور ہدایہ میں اسکی تصحیح کی ہی کہ سر اوٹہانے
مین اگر نمازی بیٹھنے کے قریب ہوجائیگا تب تو سر اوٹہانا صحیح ہوگا ورنہ درست نہوگا اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ میں اسی قول کو ترجیح دی ہی ثم السجدۃ
الصلوتیۃ تتم بالرفع عند محمد و علیه الفتوی پہر نماز کا سجدہ پورا ہوتا ہی سر اوٹہانیسے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور امام ابو یوسف کے
نزدیک سجدہ پورا ہوجاتا ہی فقط سر رکھنے سے تو اگر سجدہ میں کوئی بیوضو ہوجای تو بعد وضو کے امام محمد کے نزدیک اوس سجدہ کا اعادہ اوسپر چاہئے اور امام
ابو یوسف کے نزدیک دو رکن پورا ہوگیا اسکا اعادہ نہیں چاہئے کذا فی الطحاوی کالتلاوتیۃ اتفاقا کما ہی سجدہ تلاوت سر اوٹہانیسے پورا ہوتا ہی باتفاق امام اور صاحبین کے
کذا فی المجمع طحطاوی نے کہا کہ تو فرق تلاش کرنا چاہیے کہ ابو یوسف کے نزدیک سجدہ تلاوت صرف سر رکھنے سے کیون نہین ہوتا اور نماز کا سجدہ کیون ہوجاتا ہی ویجلس بین
السجدتین مطمئنا لما مر و یضع یدیه علی فخذیه کالتشهد منیۃ المصلی اور بیٹہے دونون سجدونکے درمیان اطمینان سے یعنی بقدر ایکبار سبحان اللہ کہنے کی
اوس دلیل کے باعث کہ مذکور ہوچکی یعنی یہ جلسہ سنت ہی یا واجب یا فرض اور رکھے اپنے دونون ہاتھ دونون رانون پر جیسے التحیات مین رکھتے ہین کذا فی منیۃ المصلی
ولیس بینهما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعه من الرکوع دعاء وکذا لا یأتی فی رکوعه و سجوده بغیر التسبیح علی المذهب وما ورد محمول علی
النفل اور دونون سجدونکے درمیان کوئی ذکر مسنون نہین اور اسیطرح رکوع سے سر اوٹہانیکے بعد کوئی دعا مسنون نہین اور ایسا ہی اپنی رکوع اور سجدہ مین تسبیح کے سوا
اور کچہہ نکہے بموجب معتمد مذہب کے اور جو ذکر یا دعائین کہ ان مواضع مین وارد ہین وہ نفل نماز پر محمول ہین ہم دعاء دونون سجدونکے درمیان ابو داؤد کی حدیث مین یہ وارد ہوئی ہی
اللهم اغفرلی وارحمنی وعافنی واهدنی وارزقنی اور رکوع سے سر اوٹہانیکے بعد یہ دعا وارد ہی اللهم ربنا لك الحمد ملء السموات وملء الارض وملء ما بینهما وملء ما شئت من شیء بعد
اهل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد روایت کیا ہی اسکو مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے اور بعین رکوع کی
دعا کو مسلم نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم جب رکوع کرتے تہے تو فرماتے تہے اللهم لك رکعت وبك آمنت ولك اسلمت خشع لك سمعی وبصری ومخی وعظمی و
عصبی اور اسی حدیث مین دعاء سجدہ کو روایت کیا ہی کہ جب آپ سجدہ کرتے تہے تو یہ فرماتے تہے اللهم لك سجدت وبك آمنت ولك اسلمت سجد وجهی للذی خلقه
وصوره وشق سمعه وبصره تبارک اللہ احسن الخالقین تو شارح کہتا ہی کہ یہہ دعائین نفل پر محمول ہین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم انکو نماز تہجد یا دوسری نفلون
مین پڑہا کرتے تہے تو نفل نماز مین یہ دعائین مستحب ہین نہ فرض مین شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤن کے التزام سے کچہہ ضرر نہین اگرچہ مشائخ نے انکی تصریح نہین
کی اسلئے کہ قواعد شرعیہ الزام مذکور کے مخالف نہین اور قراءت اور تسبیح اور تکبیر فرضون اور نفلون مین یکسان ہی ہین تو یہہ دعائین اگر یکسان ہون تو کیا
حرج ہی ویکبر ویسجد ثانیۃ مطمئنا اور جلسہ کے بعد اللہ اکبر کہے اور دوسرا سجدہ اطمینان سے کرے ویکبر للنهوض علی صدور قدمیه بلا اعتماد وقعود استراحۃ
ولو فعل لا بأس به اور دوسرے سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہے اوٹہنے کے لئے اپنے دونون پاؤن کی چہاتی کے بل بدون زمین پر سہارا دئے اور آرام کے لئے بیٹہے اور اگر
سہارا دیگا تو کچہہ مضایقہ نہین شامی نے کہا کہ لو فعل سے سہارا دینا مراد ہی جیسا کہ بحر الرائق مین ہی مگر شارح کی عبارت سے استراحت کا بیٹہنا بہی ہوسکتا ہی لیکن اوسمین یہ
خلل ہے کہ جلسہ استراحت سے تاخیر فرض کی یعنی قیام کی لازم آتی ہے ویکرہ تقدیم احدی رجلیه عند النهوض اور مکروہ ہوا اوٹہنے کے وقت اپنا ایک پاؤن
آگے بڑہانا والرکعۃ الثانیۃ کالاولی فیما مر غیر انه لا یأتی بثناء ولا تعوذ فیها اذ لم یشرعا الا مرۃ اور دوسری رکعت مثل اول کے ہی ان باتون مین جو گذر
گئین یعنی ارکان اور واجبات اور سنن مین دونو یکسان ہین بجز اسکے کہ دوسری رکعت مین ثنا اور اعوذ نہ پڑہے اسلئے کہ ثنا اور اعوذ صرف ایکبار
مشروع ہوئی ہین ولا یسن مؤکدا رفع یدیه الا فی سبع مواطن کما ورد بناء علی ان الصفا والمروۃ واحد نظرا للسعی اور مسنون نہین تاکید کے ساتھہ
اوٹہانا اپنے دونون ہاتہون کا مگر سات جگہہ مین چنانچہ حدیث مین وارد ہوا ہی اس بنا پر کہ صفا اور مروہ بلحاظ سعی کے ایک ہین اور رفع یدین حدیث مین سات
جگہہ مذکور ہی اور کلام مصنف اور نظم آئندہ مین آٹہہ شمار کئی ہین اسلئے شارح نے دونو مین مطابقت کے لیئے کہا کہ صفا اور مروہ کو بلحاظ سعی کے حدیث مین
ایک فرمایا ہی اسلئے سات جگہہ ہوئین اور مصنف اور ناظم نے اونکو دو شمار کرکے آٹہہ کیا ہے اور سنت مین مؤکدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ سلام
مؤکد دعا وغیرہ مین رفع یدین مستحب ہی نہ سنت مؤکدہ ثلثۃ فی الصلوۃ تکبیرۃ افتتاح وقنوت وعید وخمسۃ فی الحج استلام الحجر والصفا

المروۃ وعرفات والجمرات مین تو نماز مین ہین یعنی رفع یدین تکبیر تحریمہ کے لئے اور قنوت کے لیئے اور عید کی تکبیرون کے لئے اور پانچ حج مین ہین یعنی حجر اسود کے بوسہ دینے کے وقت اور صفا پر اور مروہ پر اور عرفات و مزدلفہ پر اور اولٰی اور وسطی جمرون پر کنکر مارنے کیوقت وجمعہا علی ھذا الترتیب بالنظم فقعس صمعج وبالنظم لابن الفصیح ٭ فقعس عیکا ستلم الصفا ٭ مع مروۃ عرفات الجمرات ٭ اور جمع کرنا ہی ان مواضع کو اس ترتیب مذکور نثر مین یہ کلمہ فقعس صمعج یعنی یہ آٹھ حرف ہین جن مین سے ہر حرف ہر جگہہ کے شروع کا حرف ہی مثلاً ف فتح کا اور ق قنوت کا آخر تک اور نظم مین ان جگہون کو ابن فصیح کا شعر جامع ہی نتیجہ یعنی شروع نماز اور قنوت اور تکبیر عید اور استلام حجر اسود اور صفا مروہ کی ساتھہ اور عرفات اور جمرات والرفع بحذاء اذنیہ کالتحریمۃ فی الثلثۃ الاول والثانی للاستلام والرمی عند الجمرتین الاولی والوسطی فانہ یرفع حذاء منکبیہ ویجعل باطنہما نحو الحجر والکعبۃ اور ہاتھون کا اوٹھانا اول کے تین مقامون مین یعنی تحریمہ اور قنوت اور عید کی تکبیرون مین اپنے دونو کانون کی برابر ہو مثل تحریمہ کے اور حجر اسود کے بوسہ دینے اور اول اور وسطانی جمرون کے کنکر مارنے مین ہاتھون کو اپنے دونون شانون کے برابر اوٹھاوی اور ہاتھون کے اندر کی طرف یعنی ہتھیلیان بوسہ مین حجر اسود کیطرف اور کنکر مارنے مین کعبہ کیطرف کرے شارح نے مثل تحریمہ سہواً کہا کہ اوسکی کیفیت مشہور ہی گو تین مقامون مین وہبی داخل ہے اور جمرۂ اولیٰ اور وسطے کو اسلیئے مخصوص کیا کہ جمرہ اخیر کے پاس دعا نہین اسلئے کہ دعا اوسی کنکر مارنے کے بعد ہی جسکے بعد کنکر مارنا ہی کذا فی الطحطاوی واما عند الصفا والمروۃ وعرفات فیرفعہما کالدعاء والرفع فیہ وفی الاستسقاء مستحب اور صفا اور مروہ پر اور عرفات مین ہاتھونکا اوٹھا دینا مانند دعا مانگنے کے اور دعا مین ہاتھون کا اوٹھانا اور مینہ کی طلب مین اوٹھانا مستحب ہے فیبسط یدیہ حذاء صدرہ نحو السماء لانہا قبلۃ للدعاء ویکون بینہما فرجۃ تو اپنے دونو ہاتھہ اپنی سینہ کے برابر آسمان کیطرف پھیلا دے اسلئے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے یعنی جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہی ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہی تو کوئی یہہ ہم نکرے کہ کریم متعال جس سے دعا مانگتے ہین وہ اوپر کے جانب ہے کذا فی الطحطاوی اور دونو ہاتھون بین دعا کے وقت کسیقدر فرجہ رہے گو تھوڑا ہی ہو والاشارۃ بمسبحتہ لعذر یکفی اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا دعا کے وقت کسی عذر مثل سردی کی جہت سے کافی ہی یعنی ایک طریق دعا کا وہ ہے جو تضرع مین ہے اور اوسمین خنصر اور بنصر کا بند کرنا اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرنا اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کافی ہے اگر سردی وغیرہ کا عذر ہو والمسح بعدہ علی وجہہ ... فی الاصح شرنبلالیہ اور بعد دعا کے ہاتھون کا اپنے مونھہ پر پھیر لینا سنت ہی صحیح تر قول مین کذا فی الشرنبلالیہ وفی ... للرغبۃ یجعل بطنہما ... وللرھبۃ یجعل ظہرہما لوجہہ کالمستغیث من الشیء وللتضرع یعقد الخنصر والبنصر ... ویشیر بمسبحتہ ... کذا فی البحر الرائق کے باب الوتر مین ہی کہ دعا چار طرح کی ہی اول دعاء رغبت یعنی کسی چیز کی طلب جیسے جنت کی طلب مثلا تو دعاء رغبت مین کرے جیسا کہ گذرا یعنی ہاتھون کو آسمان کے طرف پھیلاوے دوسری دعاء رہبت یعنی خوف جیسے دوزخ سے بچنے کی دعا اسمین ہتھیلیون کی پشت اپنی مونہہ کیطرف کرے جیسے کسی چیز سے فریاد چاہنے والا کرتا ہی شامی نے لکھا کہ بحر الرائق مین ظہر کفیہ ہی اور یہی صواب ہی شاید شارح کی قلم سے ظہر کا لفظ رہگیا اسیواسطے مترجم نے ترجمہ مین لفظ مذکور کا لحاظ رکھا تیسری دعاء تضرع ہی کہ اوسمین کسی چیز کی خواہش ہو نہ کسی چیز کا خوف بلکہ صرف اظہار اپنی عاجزی اور ذلت کا سامنے خدا تعالی کے ہو جیسے یہہ کہنا کہ الہی مین تیرا بندہ عاجز مسکین ذلیل و حقیر ہون تو ایسی دعا مین اپنی خنصر اور بنصر کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے چوتھی دعاء پوشیدہ ہی جو اپنے دل مین دعا مانگے یعنی اس دعا مین ہاتھہ اوٹھانا نہین اسلئے کہ ہاتھہ اوٹھانا علامت اعلان کی ہے تو دعا خفیہ نرہیگی کذا فی الشامی

وبعد فراغہ من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ یفترش الرجل رجلہ الیسری فیجعلہا بین الیتیہ ویجلس علیہا وینصب رجلہ الیمنی ویوجہ اصابعہا فی المنصوب نحو القبلۃ ہو السنۃ فی الفرض والنفل اور بعد اپنی فراغت ہونیکے دوسری رکعت کے دونو سجدون سے مرد اپنا بایان پانو بچھا دے اور اوسکو اپنے دونو سرین کے نیچے کرے اور اوسپر بیٹھہ جاے اور داہنے پانون کو کھڑا کرے اور اپنی انگلیونکو کھڑے پانون مین قبلہ کیطرف کرے یہی سنت ہی فرض اور نفل مین مضمرات مین قہستانی سے منقول ہی کہ بیچ پانون کی انگلیونکو بھی حتی الوسع قبلہ رخ رکھے جسقدر ہو سکین اور نفل مین مسنون ہونیکی قید اسلئے لگائی کہ اسمین ضعیف قول ہے کہ جیسے چاہے اسطرح بیٹھے کذا فی الطحطاوی ویضع یمناہ علی فخذہ الیمنی ویسراہ علی الیسری ویبسط اصابعہ مفرجۃ قلیلا

جاعلا اطراف اصابعه عند ركبتيه ولا ياخذ الركبة هو الاصح لتتوجه للقبلة اور رکہے اپنا داہنا ہاتہہ داہنی ران پر اور بایان ہاتہہ بائین ران پر اور پہیلادے اپنی اونگلیان ہاتہون کی تہوڑی سی زیدہ رکہکر اور کرے اونگلیون کے سرے دونو گہٹنون کے پاس اور نہ پکڑے زانو کو یہی صحیح تر ہی اسلئے نہ پکڑے تاکہ انگلیان سب قبلہ رخ رہین کیونکہ پکڑنے کی صورت مین زمین کے طرف متوجہ ہوجائینگی اور ہر چند زانو کا پکڑنا بھی جائز ہی مگر افضل نہ پکڑنا ہے کذا فی الشامی عن البحر

ولا يشير بسبابته عند الشهادة وعليه الفتوى كما فی الولوالجية والتجنيس وعمدة المفتی وعامة الفتاوی لكن المعتمد ما صححه الشراح ولاسيما المتاخرون كالكمال والحلبی والبهنسی والباقانی وشيخ الاسلام الجد وغيرهم انه يشير لفعله عليه الصلوة والسلام ونسبوه لمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحه غرر الاذكار المفتی به عندنا انه يشير باسطا اصابعه كلها اور اشارہ نکرے اپنی سبابہ اونگلی سے اشہدان لا الٰہ الا اللّٰہ کہنے کے وقت اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ ولوالجیہ اور تجنیس اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاویٰ مین ہے مگر قول معتمد وہ ہی جسکی تصحیح کی ہی شارحین نے خصوص متاخرین مثل کمال اور حلبی اور بہنسی اور باقانی اور شیخ الاسلام جد اور انکے سوا اورون نے کہ اشارہ کرے بسبب اشارہ کرنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نسبت کیا ہے ان لوگون نے اس قول کو امام محمد اور امام اعظم کے طرف بلکہ درر بحار کے متن اور اسکی شرح غرر الاذکار مین ہی کہ مفتی بہ ہم حنفیون کے نزدیک یہہ ہی کہ اشارہ کرے اپنی سبابہ سے سب انگلیون کو کہولا رکہکر شامی نے کہا کہ درر بحار اور اسکی شرح سے یہہ نہین پایا جاتا کہ اشارہ کرنے مین انگلیان سب کہلی ہون بلکہ غرر الاذکار مین تصریح ہی کہ مفتی بہ اشارہ کرنا ہی سبابہ سے ترپن کے عقد کی صورت پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہین سبابہ کو لا الٰہ کہنے کے وقت اوٹہاوے اور الا اللہ کہنے کے وقت رکہدے اور یہی قول ہی امام اعظم اور محمد رح کا اور بہت آثار و احادیث اس کیفیت پر دال ہین انتہی تو شارح کا باسطا اصابعہ کہنا سہو سے نقل کرنا غلط ہی خلاصہ یہہ کہ اس مقام پر حنفیون مین دو ہی قول ہین ایک یہہ کہ تمام التحیات مین اشہدان لا الٰہ الا اللّٰہ کے پیشتر تک اونگلیان کہلی رکہے اور جب اس کلمہ کو کہے تو ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے یعنی حرف لا پر سبابہ اوٹہاوے اور الا اللہ پر رکہدے یہہ دوسرا قول متاخرین کے نزدیک معتمد ہی اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ مین ثابت ہوا ہی اور ہمارے تینون اماموں سے اس کا منقول ہونا صحیح ہی اور یہہ جو شارح نے لکہا ہی کہ کہلی انگلیان رکہکر اشارہ کرے اور اسکا یانہ کی عوام مین بہی مروج ہو رہا ہی تو ہم نے کسیکو نہین سنا کہ اس قول کا قائل ہو بجز شارح کے بہ تبعیت شرنبلالی عن البرہان پس جب شارح کا کلام جمہور شارحین کلون اور پچھلون کے مخالف ہی تو جبر جمہور علما ہین عمل اوسی پر کرنا چاہیے یعنی ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے نہ اونگلیون کو کہلی رکہہ کر

وفی الشرنبلالية عن البرهان الصحيح انه يشير بمسبحته وحدها يرفعها عند النفی ويضعها عند الاثبات واحترزنا بالصحيح عما قيل لا يشير لانه خلاف الدراية والرواية وبقولنا بالمسبحة عما قيل يعقد عند الاشارة انتهى اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ صحیح یہہ ہی کہ تنہا انگشت شہادت سے اشارہ کرے یعنی دونو سبابہ سے اشارہ نکرے اور اشارہ کرنے مین انگشت شہادت کو نفی یعنی حرف لا کہنے کے وقت اوٹہاوے اور اثبات یعنی الا اللہ کہنے کے وقت رکہدے اور ہم نے جو اس قول مین صحیح کی قید لگائی تو اس سے ہمنے اوس قول غیر صحیح سے احتراز کیا کہ اشارہ نکرے اوسکے صحیح نہونیکی یہہ وجہ ہی کہ اشارہ نکرنا خلاف ہی عقل اور نقل کے اور تنہا انگشت شہادت ہمنے اسلئے کہا کہ اوس قول سے احتراز ہو کہ اشارہ کے وقت ترپن کا عقد کرے تمام ہوا قول شرنبلالی کا ہم اوپر معلوم ہو چکا کہ اشارہ کرنا بدون عقد کے کتب مذہب کے خلاف ہی بلکہ اسی طرح اشارہ کرنے کا کوئی قائل نہین اور اشارہ کا نکرنا خلاف عقل ہے یعنی اس لئے کہ اشارہ مگر جیسے نفی اور اثبات جو زبان سے نکلتا ہی اوس نفی اور اثبات کے موافق ہوجاتا ہی جو اونگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہی اور یہہ امر یعنی مطابقت قولی اور فعلی عقلا عمدہ ہی اور اشارہ کا نکرنا اسکے خلاف پڑتا ہی اور مخالف نقل ہونا اسطرح ہی کہ امام محمد نے موطا اور کتاب مشیخت مین روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے پہر کہا کہ ہم کرتے ہین جو کچھہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہی قول ہی امام ابوحنیفہ رح کا اور کتاب الامالی مین منقول ہے کہ امام ابو یوسف بہی اشارہ کرتے تہی جب تینون امام اشارہ پر متفق ہوگئے اور احادیث صحیحہ سے اسکا ثبوت قرار واقعی ہوگیا تو اب جو کوئی جاہل اپنے نفس کی شامت سے کسی روایت ضعیف پر عمل کرکے اشارہ نکرے تو وہ قطعاً تارک سنت ہوگا وفی العينی عن التحفة الاصح انها مستحبة وفی المحيط انها سنة اور عینی مین تحفہ سے منقول ہی کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہی اور محیط مین ہے کہ وہ سنت ہے ہم علامہ نجم الدین زاہدی نے نقل کیا ہی کہ متفق ہین

روایتیں ہماری تینوں اماموں کی کہ اشارہ کرنا سنت ہے اور یہی صحیح ہے مدعی شرح کنز مین ہے ویقرأ تشہد ابن مسعود رضی وجوبًا کما صححہ فی البحر لکن کلام غیرہ
یفید ندبہ وجزم شیخ الاسلام الجد بان الخلاف فی الافضلیۃ ونحوہ فی مجمع الانہر اور پڑھے وہ التحیات جو مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے
بطور وجوب چنانچہ بحث کیا ہے اوسکو بحر الرائق مین لیکن کلام اوروں کا سوای صاحب بحر فائدہ دیتا ہے اوس تشہد کے مستحب ہونے کا اور شیخ الاسلام جد نے تعیین
کیا ہے کہ خلاف فضیلت مین ہے اور اسیکی مثل ہے مجمع الانہر مین ہم التحیات کو تشہد اسلئے کہا کہ مشتمل ہے شہادتون پر اور عبد اللہ بن مسعود کا تشہد
یہہ ہے التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد
ان محمدا عبدہ ورسولہ بحر الرائق کی بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تشہد کا پڑھنا واجب ہے مگر اوسکے حواشی مین خیر الدین رملی نے کہا کہ تشہد نماز مین واجب ہے لیکن غیر معین
ہو واجب ہے نہ خاص اور نہر الفائق مین ہے کہ اس خاص تشہد کا پڑھنا بہتر ہے جیسے وتر مین مطلق قنوت واجب ہے اور الفاظ مخصوصہ اللہم انا نستعینک الخ سنت ہین
اور امام ابوحنیفہ کا قول یہہ ہے کہ اگر التحیات مین کچہہ کمی یا زیادتی کریگا تو مکروہ ہوگا اسلئے کہ نماز کے ذکر محصور اور معدود ہین اون سے تجاوز نہ کیا جائے انتہی کذا فی
الشامی والطحطاوی ویقصد بالفاظ التشہد معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالی ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیائہ
لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبی اور قصد کرے تشہد کے الفاظ سے اور انکے معنے جو بطور انشا کے نمازی کو مقصود ہون یعنی اونکا ایجاد اوسی وقت تصور کرے
گویا نمازی اللہ تعالی کو تحیت بہیجتا ہے اور اپنے نبی پر اور اپنی نفس اور احباب پر سلام بہیجتا ہے نہ قصد کرے تشہد کے الفاظ سے خبر دینا اور حکایت کرنا اس حال کا ذکر کیا
ہے اوسکو مجتبی مین ہم یعنی جو قصہ معراج مین واقع ہوا تہا اوسکی حکایت کا قصد نکرے اور وہ قصہ یہہ ہے کہ شب معراج مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام
قرب پر فائز ہوئے تو آپ کو بیٹھنے کا ارشاد ہوا آپ نے فرمایا التحیات للہ والصلوات والطیبات یعنی جیسے کوئی بادشاہون کے پاس جا کر اول ثنا کرتا ہے پہر خدمت
پہر مال نذر کرتا ہے ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتین زبانی اور بدنی اور مالی پیشکش کین جناب احدیت سے بطور خلعت شاہی ارشاد ہوا
السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی یہہ ہمارا سلام خاص تمپر ہے اے نبی اور رحمت اور برکتین اللہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس تکریم خاص
الہامی کو ملاحظہ فرمایا مقتضای جود وکرم یہہ جانا کہ ضعفاء امت بہی اس سے ذی بہرہ ہون عرض کیا السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنی یہی سلام خاص ہم پر
اور اللہ تعالی کے نیک بندون پر ہو علینا مین سب گنہگار امت کو بہی شامل کر دیا کہ کوئی اوس سلام خصوصیت الہیہ سے محروم نرہے والنعم ما قیل ع چہ غم
دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان + چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان جب ملائکہ مقربین نے یہہ جود وکرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکہا تو بول اٹھے
اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ تو غرض مصنف کی یہہ ہے کہ التحیات پڑہنے مین اس قصہ کی حکایت مد نظر نرہے بلکہ یہہ ارادہ کرے کہ مین خود اللہ تعالی
کی حضور مین تحیت پیش کر رہا ہون اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے اوپر اور دوستون پر سلام بہیجتا ہون والظاہر ان ضمیر علینا الذی فیہ ان کان حکایۃ سلام
اللہ تعالی اور ظاہر کلام مصنف کا یہہ ہے کہ ضمیر علینا موجود شخصون یعنی امام اور مقتدی اور ملائکہ کیطرف ہے نہ نقل سلام اللہ تعالی کی طحطاوی نے کہا کہ صواب یہہ ہے
کہ شارح نقل سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا چنانچہ مترجم نے جو قصہ مذکور کیا اوس سے ظاہر ہے کہ السلام علینا مقولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تہا
تنبیہ کان علیہ الصلوۃ والسلام یقول فیہ انی رسول اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشہد مین یون فرمایا کرتے تہے انی رسول اللہ یعنی بجای ان محمدا عبدہ ورسولہ کے
انی رسول اللہ کہتے تہے ہم نے نقل کیا ہے اسکو رافعی نے شافعی لوگون سے مگر حافظ ابن حجر نے اسکو رد کیا ہے کہ اسکی کچہہ اصل نہین بلکہ تشہد کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے متواتر اسیطرح مروی ہین کہ آپ اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ فرمایا کرتے تہے ہان اگر تشہد سے اذان کی شہادتین مراد ہون تو یہہ قول صحیح ہے اسلئے کہ ثابت ہوا ہے کہ آپ نے
سفر مین ایکبار اذان کہی تو ایسا فرمایا اور بخاری مین سلمۃ بن الاکوع کی حدیث مین بہی مذکور ہے کہ آپ نے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انی رسول اللہ فرمایا مگر یہہ نماز کے
باہر کا ذکر ہے نہ التحیات مین کذا فی الشامی ولا یزید فی الفرض علی التشہد فی القعدۃ الاولی اجماعا اور زیادہ نکرے فرض مین التحیات پر کوئی چیز پہلی قعدہ مین
اسلئے کہ سنت وہی ہے طحطاوی نے کہا کہ یہہ قول حنفیون اور امام مالک اور احمد کا ہے اور امام شافعی تو قعدہ اولے مین درود کو لازم فرماتے ہین اسیطرح سنت کو مستحب کہا جانا
کی جگہہ بالاتفاق کہنا فان زاد عامدًا کرہ فیجب الاعادۃ پس اگر التحیات مین کچہہ جانکر زیادہ پڑہا ویگا تو تشہد مکروہ ہوگا اور ملند سہو پڑہنا واجب ہوگا

وَ سَاهِيًا وَجَبَ عَلَيْهِ سُجُوْدُ السَّهْوِ اِذَا قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ فَقَطْ عَلَى الْمَذْهَبِ الْمُفْتٰى بِهٖ لَا لِخُصُوْصِ الصَّلٰوةِ بَلْ لِتَاْخِيْرِ الْقِيَامِ ۔ اور بہولکر التحیات
کے بعد درود پڑہ دیا تو اوسپر سجدہ سہو واجب ہوگا جبکہ صرف اللہم صل علی محمد کہا ہو مذہب مفتی بہ پر سجدہ سہو کچہہ درود کی خصوصیت سے واجب نہیں ہوا بلکہ قیام
کے تاخیر کرنیسے ہے صرف اللہم صل علی محمد اسکو کہا کہ بعض نے یون کہا ہے کہ جبتک علی آل محمد نہ ہوگا تب سجدہ سہو واجب نہوگا اور اسیکو اختیار کیا ہے قاضی امام نے
اور حلبی نے کہا کہ اسی پر اکثر ہین اور یہی اصح ہے اور بعضون نے کہا کہ جب تک تاخیر بقدر ادا کرنے ایک رکن کے نہو گی سجدہ سہو واجب نہوگا اور یہہ ہے
مذہب امام اعظم کا اور تاتارخانیہ مین ہے کہ صاحبین کے قول پر سجدہ سہو واجب نہین تاوقتیکہ حمید مجید تک نہ ہو چکے کذا فی الشامی وَلَوْ فَرَغَ الْمُؤْتَمُّ قَبْلَ اِمَامِهٖ
سَكَتَ اتِّفَاقًا وَ اَمَّا الْمَسْبُوْقُ فَيَتَرَسَّلُ لِيَفْرُغَ عِنْدَ سَلَامِ اِمَامِهٖ وَقِيْلَ يُتِمُّهٗ وَقِيْلَ يُكَرِّرُ كَلِمَةَ الشَّهَادَةِ ۔ اور اگر مقتدی اپنے امام سے پیشتر تحیات
پڑھ چکے تو چپکا ہو رہے بالاتفاق اور مسبوق قعدہ اخیرہ مین آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام پہیرنے کے وقت پڑہنے سے فراغت پاوے اور بعضون نے کہا
کہ التحیات کو پورا کرلے اور چپ ہو رہے اور بعضون نے کہا کہ چپ نہ رہے کلمہ شہادت کو مکرر پڑہتا رہے شامی نے کہا کہ ان سب قولون کی تصحیح ہوئی ہے اور قعدہ
اگر آخر کا نہو تو اوسمین مسبوق اور مقتدی برابر ہین وَاكْتَفَى الْمُفْتَرِضُ فِيْمَا بَعْدَ الْاُوْلَيَيْنِ بِالْفَاتِحَةِ فَاِنَّهَا سُنَّةٌ عَلَى الظَّاهِرِ وَلَوْ زَادَ لَا بَاْسَ بِهٖ ۔ اور
فرض پڑھنے والا اکتفا کرے الحمد پر دو پہلی رکعتون کے بعد کی نماز مین یعنے تیسری اور چوتہی رکعت مین اسلئے کہ الحمد کا پڑھنا ان رکعتون مین سنت ہے ظاہر روایت پر اور اگر
الحمد سے زیادہ ان مین پڑہے گا یعنی سورہ ملا دیگا تو کچہہ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ اسکی وجہ یہہ ہے کہ پچھلی رکعتون مین قراءت بدون کسی اندازہ کے مشروع ہے
اور الحمد پر اکتفا کرنا مسنون ہے واجب نہین تو اسپر زیادہ ملانا سورہ کا خلاف اولے ہوگا وَهُوَ مُخَيَّرٌ بَيْنَ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ وَصَحَّحَ الْعَيْنِيُّ وُجُوْبَهَا وَتَسْبِيْحٍ ثَلٰثًا وَ
سُكُوْتٍ قَدْرَهَا وَفِي النِّهَايَةِ قَدْرَ تَسْبِيْحَةٍ فَلَا يَكُوْنُ مُسِيْئًا بِالسُّكُوْتِ عَلَى الْمَذْهَبِ لِثُبُوْتِ التَّخْيِيْرِ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ ۔ اور نمازی مختار ہے چاہے الحمد
پڑہے اور الحمد کے وجوب کی تصحیح کی ہے عینی نے اور چاہے تین بار سبحان اللہ کہے اور چاہے بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے چپ رہے اور نہایہ مین چپ رہنا بقدر ایکبار
سبحان اللہ کہنے کے ہے اس سے یہہ نکلا کہ چپ رہنے سے ظاہر روایت کے موجب برا کرنیوالا نہوگا مختار اسلئے ہے کہ اختیار دینا حضرت علی مرتضی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ
تعالی عنہما سے ثابت ہے عینی نے وجوب فاتحہ کی تصحیح کی ہے اوس کا مقابل ظاہر الروایۃ ہے یعنی اختیار مذکور کہ وہ اصح ہے وَهُوَ الصَّارِفُ لِلْمُوَاظَبَةِ عَنِ الْوُجُوْبِ ۔ اور یہی
تخییر صارف ہے مواظبت کو واجب ہونیسے مترجم یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ صحیحین مین ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز مین
پہلی دو رکعتونمین تو الحمد اور دو سورتین پڑہا کرتے تھے اور پچھلی دو مین صرف الحمد تو اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت الحمد پر پائی جاتی ہے اور مواظبت
بدون ترک کے دلیل ہے واجب ہونیکی اس سے معلوم ہوا کہ الحمد پڑہنا پچھلی دو مین واجب ہے شارح جواب دیتا ہے کہ حضرت علی و ابن مسعود رضہ سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے
ہین کہ نمازی کو پچھلی دو رکعتونمین اختیار ہے چاہے قرآن پڑہے چاہے چپ رہے چاہے سبحان اللہ کہے اور یہہ حدیث باوجودیکہ قیاس سے معلوم نہین ہوسکتا تو ان حضرتون سے کا مروی ہونا
ایسا ہی ہوا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع ہو پس تخییر مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث مذکور الصدر مین مواظبت مفید وجوب نہین اگر مفید وجوب ہوتی تو اختیار
نہ دیا جاتا اور اس جواب سے رد ہوا قول عینی کا کذا فی الشامی وَيَفْعَلُ فِي الْقُعُوْدِ الثَّانِي الْاِفْتِرَاشَ كَالْاَوَّلِ وَيَتَشَهَّدُ اَيْضًا وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ اور
دوسرے قعدہ مین پانو بچھاوے مثل اول قعدہ کے اور التحیات بھی پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہے مترجم طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح افتراش کی قید نہ لگاتا
تاکہ سب احکام سابق بین دونو قعدہ مین یکسان رہتے اور کیفیت درود کی شرح منیہ مین اسطرح مذکور ہے کہ امام محمد سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود
کسطرح پڑھین اونہون نے فرمایا کہ یون کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى
اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ اور یہی طریق درود کا موافق ہے بخاری اور مسلم وغیرہما کی کذا فی الشامی وَصَحَّ زِيَادَةُ فِي الْعَالَمِيْنَ وَتَكْرَارُ اِنَّكَ حَمِيْدٌ
مَّجِيْدٌ ۔ اور درست ہے زیادہ کرنا فی العالمین کا یعنی بعد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم جیسے کہ مالک اور مسلم اور ابو داود کی روایت مین ہے اور پہلے
جملہ مین یعنے کما صلیت کے بعد یہہ لفظ احادیث صحیحہ مین ثابت نہین ہوا کذا فی الشامی اور درست ہے مکرر کرنا انک حمید مجید کا یعنی الکبار کما صلیت کے بعد اور کما بارکت
کے بعد جیسا کہ اوپر ترجمہ مین دونو جگہہ لکہا ہے وَعَدَمُ كَرَاهَةِ التَّرَحُّمِ وَلَوِ ابْتِدَاءً ۔ اور صحیح ہوا کہ عدم ہونا ترحم کا اگرچہ ابتداء ہی ہو یعنی اگر

اللہم صل الخ کے شروع سی اللہم ارحم محمدا وآل محمد کما رحمت علی ابراہیم کہنا تو مکروہ ہوگا ہیطرح اگر دو نو جملہ در رو مذکور الصدر پر وارحم محمدا وآل محمد زیادہ کیا تو جائز ہوگا فیض مین کہا کہ اس جملہ کا ترک کرنا بہتر ہے احتیاطا اور نووی نے اذکار مین کہا کہ اس کا بڑہنا بدعت ہے اور اسکی وجہ غالبا یہہ ہی کہ دعا رحمت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشہد مین کسی معتبر طریق سے ثابت نہین ہوئی کذا فی الشامی مختصرا وندب السیادة لان زیادة الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فھو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ اور مستحب ہی سیدنا کہنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسم شریف پر اسلیے کہ خبر دینا حقیقت حال کا عین طریق ادب کا چلنا ہی پس سیدنا کہنا بہ نسبت اوسکے چہوڑنیکے افضل ہی ذکر کیا ہی اسکو رملی شافعی وغیرہ نے مرطحاوی نے کہا کہ لفظ زیادت کو صنف کرنا بہتر ہے اسیلیے مترجم نے اوسکو ترجمہ مین نہین شامل کیا اور یہہ جو کہا کہ خبر دینا واقع کا ادب کی راہ کا چلنا ہی اس سی یہہ غرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہین تو آپکے لئے سیدنا بڑہنا مطابق نفس الامر کے اور مقتضای ادب ہی اس سی معلوم ہوا کہ درود جو اوپر گذرا اوسمین آپکے نام سیدنا بڑہا دی کیونکہ چار جا آپکا نام مبارک ہی اور چار جگہہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وما نقل لا تسودونی فی الصلوة فکذب وقولھم لا تسیدونی بالیاء لحن ایضا والصواب بالواو اور یہہ جو منقول ہی کہ نماز مین مجکو سید مت کہو تو یہہ حدیث جہوٹ ہی اور بعض نے جو لا تسیدونی یا تحتانیہ سی نقل کیا وہ جہوٹ ہونیکے سوا غلط بہی ہے اور صحیح واو سے ہے کیونکہ اس کا مصدر واوی ہی و خص ابراہیم لسلامہ علینا او لانہ سمانا المسلمین او لان المطلوب صلوة یتخذہ بھا خلیلا اور مخصوص ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشبیہ مین بسبب انکے سلام کرنیکے ہم اہل اسلام پر یا اس لیے کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان کہا یا اس وجہ سی کہ مطلوب وہ رحمت ہی جس سے خدا تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل کرلے مرتب ہہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہہ ہے کہ صلوة وبرکت مین تشبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھہ کیون دی اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے ساتھہ کس وجہ سے نہ دی تو اس سوال کے تین جواب دئے اول یہہ کہ آپکے ساتھہ تشبیہ کا سبب یہہ ہی کہ آپ نے معراج کی شب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی فرمایا تہا کہ اپنی امت کو سلام پونہچا دو دوم یہہ کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان کہا چنانچہ خدا تعالی خبر دیتا ہی (ھو سمٰکم المسلمین) تو اسکے عوض مین ہماری طرف سے یہہ تشبیہ ہوئی سوم یہہ کہ مطلب اس صلوة سی یہہ ہے کہ اس سی اللہ تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل کرلے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا ہی اور بعض لوگون نے اور جواب بہی دئے ہین منجملہ انکی ایک یہہ ہی کہ تشبیہ آپ کی ساتھہ اسوجہ سے ہی کہ آپ جد امجد ہین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور فضائل مین تشبیہ باپ دادون کے ساتھہ مرغوب ہوتی ہی اور ایک یہہ کہ آپ باقی رسولون سی افضل ہین اس جہت سی تشبیہ دی گئی اور ایک یہہ کہ اہل اسلام کی ملت آپ کی ملت سے ملتی جلتی ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی (ملة ابیکم ابرٰہیم) اور ایک یہہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اقتدا کا حکم ہوا جیسے ارشاد ہی (ان اتبع ملة ابرٰہیم حنیفا) کذا فی الشامی وعلی الاخیر فالتشبیہ ظاہر او راجع لآل محمد او المشبہ بہ قد یکون ادنی مثل مثل نورہ کمشکوة اور وجہ اخیر پر یعنی جب صلوة سی مطلوب صلوة خاصہ ہو تو تشبیہ ظاہر ہی یعنی وجہ شبہ خلت ہی یا تشبیہ رجوع کرنیوالی ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف یا مشبہ بہ کبہی کمتر ہوتا ہی جیسی قرآن مجید مین ہی کہ کہا نور خدا کی جیسے قندیل مین چراغ مرتبہ بہی جواب ہی سوال مشہور کا جو علمای قدیم وجدید کرتے ہین اور اسکی تقریر یہہ ہی کہ قاعدہ اکثر یہہ ہی کہ مشبہ بہ مشبہ سی بوجہ شبہ مین اعلی ہوتا ہی اور یہان یہہ بات نہین اسلیئے کہ جو رحمت وبرکت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کو حاصل ہے وہ حضرت ابراہیم اور انکی آل کی رحمت اور برکت سی اعلی ہی اسلیئے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ جو کوئی مجہپر ایکبار درود بہیجے اللہ تعالی اوس پر دس بار رحمت بہیجتا ہی اور اوسکی دس برائیان دور کرتا ہی اور دس درجہ بلند کرتا ہی اور یہہ بات حضرت ابراہیم یا دوسرے پیغمبر کے حق مین وارد نہین تو شارح نے اسکا جواب یہہ دیا کہ یا تو وجہ شبہ صلوة خاصہ ہی جو موجب خلت ہی یا یہہ کہ تشبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہین مشبہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی یا یہہ کہ مشبہ بہ کبہی کمتر ہوا کرتا ہے جیسے قرآن مجید مین مشابہت نور الہی کی چراغ سی واقع ہوئی ہے حالانکہ نور چراغ کو اوس نور سے کچہہ نسبت نہین مگر چونکہ نور چراغ محسوس اور واضح تر وجہ شبہ مین ہے اسلیئے اسکو مشبہ بہ کردیا اسیطرح یہان از بسکہ ابراہیم وآل ابراہیم علیہ السلام پر رحمت وبرکت کا نازل ہونا لوگون مین واضح اور مشہور رہتا ہو وجہ سی مشبہ بہ کردیا گیا کذا فی الشامی وھی فرض عملا بالامر فی شعبان ثانی الہجرة مرة واحدة اتفاقا فی العمر اور درود فرض ہی عمر بہر مین ایکبار بالاتفاق واسطے

عمل کرنیکے امر پر جو شعبان سنہ ۲ ہجری میں ہوا طحطاوی نے کہا کہ مثلاً مفعول لہ ہے یعنی فرضیت درود کی اسوجہ سے ہے کہ امر قطعی الثبوت پر عمل ہو اور اس سے
یہہ نکلا کہ اسکی فرضیت قطعی ہے صرف عملی نہیں تو اس کا منکر کافر ہوگا ہم امر سے مراد یہہ آیت ہے (یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا) جو دوسرے
سال ہجری میں نازل ہوئی اور بعضوں نے کہا کہ شب معراج میں فلو بلغ فی صلوتہ نابت عن الفرض ھم اجتنا پھر اگر نمازی اپنی نماز میں بالغ ہوا اور قعدہ اخیرہ
میں درود پڑھا تو یہہ درود قائم مقام فرض کا ہوگا یعنی اب اسکے ذمہ درود فرض نرہیگا کذا فی النہر ثم ا د فی المجتبی لایجب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان
یصلی علی نفسہ اور مجتبی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں کہ خود اپنے اوپر صلوۃ بھیجیں ہم نہر الفائق میں ہے کہ اسکی وجہ یہہ ہے کہ یا ایہا الذین امنوا
میں رسول علیہ السلام شامل نہیں بخلاف یا ایہا الناس اور یا عبادی کے کہ اسمیں سب شامل ہوتے ہیں چنانچہ اصول میں معلوم ہو چکا ہے اور حکمت آپ پر واجب
نہونے کی یہہ ہے کہ درود دعا ہے اور دعا اپنے نفس کے لیے ہر شخص بالطبع چاہتا ہے اور اپنی خیر منانا ہے تو اس میں کچھہ تکلف اور مشقت نہیں اور خطاب ہی کا
وجوب اوسی امر میں ہوتا ہے جس میں کچھہ مشقت اور طبیعت کو کلفت ہو کذا فی الشامی و اختلف الطحاوی و الکرخی فی وجوبھا علی السامع والذاکر کلما ذکر
صلی اللہ علیہ وسلم والمختار عند الطحاوی تکرارہ ای الوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح اور خلاف کیا ہے طحاوی اور کرخی نے درود کے
واجب ہونے میں سننے والے اور ذکر کرنیوالے پر جتنے بار کہ مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا ہو اور طحاوی کے نزدیک مختار مکرر ہونا وجوب صلوۃ کا
ہے جتنے بار کہ ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اگرچہ ایک ہی مجلس میں ہو صحیح تر قول میں ہم شامی نے کہا کہ وجوب صلوۃ میں اختلاف ذکر کیا سلام کو ذکر نکیا حالانکہ
آیت میں صلوۃ اور سلام دونوں ہیں اسلیے کہ مراد تسلیم سے آیت میں حکم ماننا ہے اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ کافی میں تصحیح اسکی ہے کہ اتحاد مجلس کی صورت میں ایکبار
صلوۃ کافی ہے اور شرح مقدمہ ابی اللیث میں وجوب کے مکرر ہونیکو طحاوی کے نزدیک بطور کفایہ کہا ہے نہ بطور عین یعنے اگر بعض صلوۃ پڑھ لینگے تو کل پر سے وجوب
ساقط ہوگا لا لان الامر یقتضی التکرار بل لانہ تعلق وجوبھا بسبب متکرر وھو الذکر فیتکرر بتکررہ و تصیر دینا بالترک فتقضی لانھا حق عبد کالتشمیت
یہہ وجوب کا مکرر ہونا اسلیے نہیں کہ صیغہ امر تکرار کا مقتضی ہے بلکہ اسلیے ہے کہ وجوب صلوۃ ایک سبب مکرر سے متعلق ہے یعنی ذکر سے تو جب سبب مکرر ہوگا وجوب بھی مکرر
ہوگا اور درود کے ترک کرنے سے ذمہ پر قرض ہو جائیگا تو اوسکی قضا ہوگی اسلیے کہ صلوۃ حق عبد ہے جیسے جواب دینا چھینک کا بندہ کا حق ہے اور اسکی قضا ہوتی
ہے ہم یہاں ایک سوال ہوتا تھا کہ وجوب صلوۃ امر کے سبب سے ہے حالانکہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ امر کا صیغہ مقتضی تکرار وجوب کا نہیں تو مکرر صلوۃ کا پڑھنا کس
طرح واجب ہوا تو شارح نے جواب دیا کہ یہہ تکرار امر کے اقتضا سے نہیں بلکہ سبب کے مکرر ہونے سے ہے اور سبب صلوۃ ذکر ہے اسم شریف کا تو جب اسم شریف مکرر ہوگا وجوب صلوۃ بھی مکرر
ہوگا اور چھینک کے جواب کی تشبیہ صرف قضا میں ہے نہ باقی احکام میں کذا فی الشامی و الطحطاوی بخلاف ذکرہ تعالی بخلاف ذکر اللہ تعالی کے کہ وہ حق پروردگار ہے
اوسکی قضا نہوگی طحطاوی نے کہا کہ یہہ کیا ضرور ہے کہ جو حق اللہ تعالی کا ہو اوسکی قضا نہو مثلاً نماز و روزہ حق اللہ ہیں اور اونکی قضا ہوتی ہے تو مراد شارح کی
یہہ ہے کہ خداوند جل شانہ کا نام سنکر ثنا کرنا واجب ہے اور ایک مجلس میں نام کے مکرر ذکر ہونے سے ایکبار ثنا کافی ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے انتھے ملخصا فی

المذھب استحبابہ ای التکرار وعلیہ الفتوی اور مذہب مشہور مستحب ہونا ہے تکرار کا یعنی ایکبار صلوۃ واجب ہے اور دوبارہ ذکر شریف ہونے سے صلوۃ
مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے ہم والمعتمد من المذھب قول الطحاوی کذا ذکرہ الباقانی تبعا لما صححہ الحلبی وغیرہ اور مذہب معتمد قول طحاوی کا ہے کہ ہر بار
صلوۃ واجب ہے ایسا ذکر کیا ہے اسکو باقانی نے بہ تبعیت تصحیح حلبی وغیرہ کے و رجحہ فی البحر باحادیث الوعید کرغم و ابعاد و شقاء و بخل و جفاء
اور ترجیح دی ہے قول طحاوی کو بحر الرائق میں وعید کی حدیثوں سے جیسے وعید ذلیل ہونے اور دور ہونے اور بدبخت ہونے اور بخل اور ستم کے ہم یعنی آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر صلوۃ نہ پڑھنے والے پر ان الفاظ سے وعید احادیث میں آئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ صلوۃ ہر بار آپکے اسم مبارک کے مذکور ہونے پر واجب ہے
وعید رغم کی حدیث اسطرح ہے رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی اور ابعاد کی یہہ ہے بعد من ذکرت عندہ فلم یصل علیک اور شقا کی یوں ہے من ذکرت عندہ
فلم یصل علی فقد شقی اور بخل کی حدیث کے یہہ الفاظ ہیں البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی اور جفا کے الفاظ یوں وارد ہیں من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلم یصل
علی کذا فی الطحاوی عن الحلبی ثم قال فتکون فرضا فی العمر و واجبا کلما ذکر علی الصحیح ہم صاحب بحر نے اس ترجیح کے بعد کہا کہ درود پڑھنا فرض ہے عمر بھر میں

لہ ای ایمان والو درود بہیجو تم اوسپر اور سلام بہیجو سلام کامل ۱۲
عہ اشارہ ہے حدیث من ذکرت عندہ فلم یصل علی کی طرف ۱۲
عہ ذلیل ہو وہ شخص جسکے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھپر صلوۃ نہ بھیجے ۱۲
عہ بعید ہو وہ شخص جسکے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھپر درود نہ بھیجے خطاب ہے خدا تعالی کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ۱۲
ھہ جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھپر درود نہ بھیجے تو بدبخت ہے ۱۲
ھہ بخیل وہ ہے جسکے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھپر درود نہ پڑھے ۱۲
ھہ یہہ ستم کی بات ہے کہ میں آدمی کے پاس مذکور ہوں سو وہ مجھپر درود نہ پڑھے ۱۲

اور واجب ہے جتنے بار کہ ذکر نام مبارک کا ہو مذہب صحیح پر وحرام اما عند فتح التاجر متاعه ونحوه اور حرام ہے وقت کھولنے تاجر کے اپنے اسباب کو اور اس
جیسی دوسرے وقتون مین ﷺ کہنا مکروہ تحریمی ہے شامی نے کہا کہ یہ مشعور مین ہے کہ تاجر کو اس درود پڑھنے سے خریدار کا جتانا یا اپنے اسباب کی ترویج منظور ہو اور اگر
اوس کا مقصود صرف درود ہوگا تو مکروہ نہوگا اور اسی مین ملحق ہے ذکر اللہ تعالیٰ کا جس سے تعظیم مقصود نہو بلکہ دوسرے کو جتانا یا اپنے اسباب کا مروج
کرنا منظور ہو تو وہ بھی مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وسنة فی الصلوٰة اور مسنون ہے درود پڑھنا نماز مین یعنی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد ومستحبة
فی کل اوقات الامکان اور درود پڑھنا مستحب ہے سب امکان کے وقتون مین یعنی جس وقت کہ کوئی مانع شرعی نہو اوسمین درود پڑھنا مستحب ہے ہم
علما اوقات درود کی تصریح سطرح کی ہے روز جمعہ شب جمعہ روز شنبہ روز یکشنبہ روز پنجشنبہ وقت صبح وقت شام مسجد مین گھسنے کیوقت مسجد مین سے
نکلنے کے وقت قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیوقت صفا کے اوپر مروہ پر جمعہ وغیرہ کے خطبہ مین بعد جواب اذان کے تکبیر کے وقت دعا مانگنی
کے شروع اور درمیان اور آخر مین دعاء قنوت کے بعد تلبیہ سے فارغ ہونیکے وقت اجتماع کیوقت جدا ہونیکے وقت وضو کرنیکے وقت کان بولنے کیوقت
چیز کے بھولجانے کے وقت وعظ کہنے کیوقت حدیث کے پڑھنے کی ابتدا مین آخر کے انتہا کیوقت مسئلہ یا فتوی لکھنے کے وقت تصنیف کے وقت درس دینے والے کو ہر
پڑھنے والے کو ہر منگنی کرنے والے کو ہر نکاح پڑھنے والے کو ہر نکاح پڑھوانے والی کو سب دعاؤں کے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لکھنے کیوقت کذا فی
شرح دلائل الخیرات للفاسی شامی نے کہا کہ ان مواضع مین سے اکثر کی تصریح کتب حنفیہ مین موجود ہے ومکروهة فی صلوٰة غیر تشهد الاخیر اور درود پڑھنا مکروہ ہے
نماز مین بجز اخیر تشہد کے کہ اوسمین مسنون ہے شامی نے کہا کہ استثنا کرنا قنوت وتر کا بھی چاہیے کہ اوسکے آخر مین درود مشروع ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے
اور ایسی ہی نماز جنازہ کو استثنا کرنا چاہیے کہ اوسمین بھی درود مسنون ہے تنبیہ درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سات جگہ مکروہ ہے حالت جماع
حالت بول وبراز ترویج مبیع مین لغزش قدم کے وقت تعجب کے وقت ذبح کیوقت چھینکنے کے وقت کذا فی الشرعة فلذا استثنی فی النهر من قول الطحاوی ما فی
تشهد الاول اور چونکہ سوا تشہد اخیر کے نماز مین درود مکروہ ہے تو اسیلئے نہر الفائق مین طحاوی کے قول سے استثنا کیا ہے اوس نام مبارک کو جو تشہد اول مین ہے یعنی
بموجب قول طحاوی کے جس جگہ نام مبارک آوے درود واجب ہے مگر قعدہ اول مین باوجود نام پاک آنیکے درود واجب نہین بلکہ مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی و
ضمن صلوٰة علیه لئلا یتسلسل اور مستثنی کیا ہے اوس نام کو جو ضمن مین درود شریف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو تاکہ تسلسل نہو یعنی درود پڑھنا خالی
نام مبارک سے نہین تو اگر ہر نام پر درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا ختم نہو شامی نے کہا کہ اوس صورت کا بھی استثنا کرنا چاہیے کہ نام مبارک قراءت یا خطبہ مین سنے
اس لئے کہ سننا قراءت اور خطبہ کا واجب ہے اور اگر خود قرآن پڑھتا ہو اور نام مبارک آوے تو افضل یہ ہے کہ قراءت نچھوڑے بعد فراغت قراءت کے اختیار ہے
چاہے درود پڑھے چاہے نہ پڑھے بل خصه فی درر البحار بغیر الذاکر لحدیث من ذکرت عنده فليحفظ بلکہ درر بحار مین درود کے واجب ہونیکو خاص کیا ہے
نام لینے والے کے سوا پر بسبب حدیث من ذکرت عنده کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مگر بعض علما طحاوی کے قول پر اعتراض کیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے
درود واجب ہے تو سلسلہ درود کا تمام نہوگا اسلئے کہ درود خالی نام پاک سے نہین ہوتا درر البحار مین طحاوی کے طرف سے یہ جواب دیا کہ وجوب اوسپر ہے جو نام مبارک کو
سنے نہ نام لینے والے پر اسلئے کہ حدیث شریف مین جو وعید وارد ہے وہ نام کو سنکر درود نہ پڑھنے والے پر ہے مثلاً البخیل من ذکرت عنده فلم یصل علی یعنی بخیل وہ ہے
جسکے سامنے میرا ذکر ہو اور مجھپر درود نہ پڑھے اس حدیث مین من موصولہ سے سننے والا مراد ہے جسکے روبرو نام لیا گیا تو چاہیے کہ نام لینے والا اور کوئی ہو اور وجوب کی
یہی وعیدین ہین جو احادیث مین مذکور ہین تو معلوم ہوا کہ وجوب سننے والے ہی پر ہے واذعاج الاعضاء برفع الصوت جهل وانما هو دعاء له والدعاء
یکون بین الجهر والمخافتة کذا العمدة البابتی فی کنز العفاة اور اعضا کا ہلانا آواز کی بلندی کے ساتھ جہالت ہے بلکہ درود تو آدمی کے حق مین دعا ہے
اور دعا مانگنا درمیان مین جہر اور اسرار کے ہوتا ہے یعنی چیخکر نہ بہت آہستہ اسیطرح اعتماد کیا ہے اوسیراجی نے کنز العفاة مین ہم یعنی درود پڑھنے مین چیخنا اور
پاؤن یا گردن کا ہلانا جہالت ہے فتاوی عالمگیری مین کہا کہ قرآن سننے اور وعظ کے وقت مین آواز بلند کرنی مکروہ ہے وختم انها قد تکون كالآية التي جليلة
انها اعظم منها والفضل الحدیث الاصبهانی وغیره عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی علی مرة واحدة فتقبلت

منہ عفا اللہ عنہ ذنوب ثمانین سنۃ نقلہ فی المأمول بالقبول اور باجی نے تنقیح کی ہو کہ درود شریف بعض اوقات مقبول نہین ہوتا جیسے کلمۂ توحید
لا الہ الا اللہ بدون اخلاص کے مقبول نہین ہوتا باوجودیکہ کلمۂ توحید درود شریف سے بزرگ اور فضل ہے کیونکہ جزو ایمان ہے درود شریف کے مقبول نہونیکی یہہ
یہہ حدیث اصفہانی وغیرہ کی ہے انس رضی اللہ تعالے عنہ سے کہ اونہون نے کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نے مجپر ایکبار درود پڑہا اور وہ اوسکے
مقبول ہوا تو اللہ تعالے اوسکے اسی برس کے گناہ مٹا دیگا اس حدیث مین ثواب متوقع کو قبول کے ساتہہ مقید کیا یعنی اس سے نکلتا ہی کہ کوئی درود نامقبول
بہی ہوتا ہی ہم درود پڑہنا بہی ایک عمل ہے تو جیسے اور اعمال مقبول اور نامقبول ہوتے ہین اسیطرح درود شریف کا بہی حال ہے مگر بعض محققین نے فرمایا کہ
درود شریف دو تعلق رکہتا ہی ایک ثواب کا ہونا پڑہنے والیکو تو اس تعلق مین درود کا حکم اور اعمال کا سا ہی کہ جب موانع اور عوارض سے خالی ہوگا تو موجب
ثواب ہوگا اور ایک تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ ہی آپ کے درجات زیادہ کرنیکے حق مین تو اس اعتبار سے درود شریف نامقبول نہین ہوا کرتا
کذا فی الطحطاوی بتصرف و دعا بالعربیۃ وحرام بغیرہا فی نفسہ ولابویہ ولاستاذہ وللمؤمنین اور قعدہ اخیرہ مین درود کے بعد دعا پڑہے عربی مین اور حرام
ہی دعا پڑہنا عربی کے سوا دوسری زبان مین دعا کرے اپنے لیے اور اپنے ماباپ اور استاد کے لئے اور مسلمانون کے واسطے دعا اور درود کے پیچہے اسلئے ہوئی کہ جو کوئی
دربار شاہی مین جاتا ہی تو بادشاہ کے خواص کو نذر وسلام کرتا ہی اور شاہنشاہ علی الاطلاق کا خاص الخاص اوسکا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہی اور
آپ پر درود پڑہنا مقبول ہے تو اس سے توقع ہی کہ اسکے بعد دعا بہی مقبول ہو اور دوسری زبان مین دعا کی حرمت نہر الفائق مین مذکور ہی اس تعلیل سے کہ دوسری
زبان مین ایسے الفاظ ہوتے ہین جو منافی تعظیم ہون مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب نماز کا شروع کرنا غیر زبان مین جائز ہی تو دعا کیسے حرام ہوگی کذا فی الطحطاوی شامی نے
بعد تحقیق کہا کہ غیر زبان مین دعا مکروہ ہے نہ حرام ویحرم سؤال العافیۃ مدی الدہر او خیر الدارین ودفع شرہما او المستحیلات العادیۃ کنزول
المائدۃ قیل والشرعیۃ اور حرام ہی مانگنا تندرستی کا عمر کے سب وقتون مین یعنے سب مرضون سے یا بہتری دونوجہان کی اور دور ہونا دونوجہان کی برائیون کا
یا ان چیزون کا جو عادۃً محال ہین جیسے اوترنا دسترخوان کا آسمان سے اور بعضون نے کہا کہ محال چیزین شرعی بہی مانگنی حرام ہین جیسے دیکہنا پروردگار کا دنیا مین ہم
سب مرضون سے عافیت کا مانگنا اسلیے حرام ہوا کہ خدا تعالے نے کسی حکمت کے سبب سے آدمی مین امراض کو پیدا کیا ہی جس کا فائدہ اوسیکیطرف عائد ہوتا ہی تو دعا سے
آدمی اوس حکمت کو باطل کیا چاہتا ہی اور خیر دارین کی طلب اسلئے حرام ہوئی کہ بدون شر کے آدمی کو حاصل ہونی محال ہے بعض شراو سے بہتر ہوا کرتی ہین قطلانی کہتے
ہین اگر خیر سے یہ ارادہ کریگا کہ جو اللہ تعالے کے نزدیک اپنے حق مین خیر ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ اس قسم کی دعا حدیث مین وارد ہی اللّٰہم انی اسئلک
من الخیر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم کذا فی الطحطاوی بتصرف والحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر لا لکل المؤمنین
کل ذنوبہم بحر اور حق یہہ ہی کہ دعا مانگنی کافر کی مغفرت کے لیئے حرام ہی نہ سب مؤمنین کے واسطے اونکے سب گناہون کے بخشے جانیکی کذا فی البحر یہہ رد ہی
امام قرافی وغیرہ کا جو کہتے ہین کہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنے سے کافر ہوجاتا ہی کیونکہ اللہ تعالے تو اونکی عدم مغفرت کی خبر دیتا ہی پہر دعای مغفرت سے اللہ تعالے
کا اس خبر مین جہوٹا ہونا لازم آتا ہی اور وہ یہہ بہی کہتے ہین کہ سب ایماندارون کے سب گناہون کی مغفرت کی دعا حرام ہی اسلئے کہ اس دعا سے تکذیب اون صحیح حدیثون کی لازم آتی
ہی جن مین تصریح ہی کہ کچہہ مؤمنین دوزخ مین اپنے گناہون کے سبب سے بقدر عذاب پاوینگے تو شارح اس قول کو رد کرتا ہی کہ دعای مغفرت کافر سے کافر نہین
ہوتا بلکہ گناہگار ہوتا ہی کہ دشمنان خدا ورسول کے لیئے بہتری چاہتا ہی اسلئے دعا مذکور حرام ہے نہ کفر اور مؤمنین کے کل گناہون کی مغفرت عقلاً
جائز ہی بموجب آیت ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء اور ان الله يغفر الذنوب جميعا کے تو جائز ہی کہ فرط شفقت برادران دینی کی جہت سے اون کے
لیئے ایسی دعا مانگے جو جائز الوقوع ہو گو نفس الامر مین واقع نہو کذا یستفاد من الشامی والطحطاوی بالادعیۃ المذکورۃ فی القرآن والسنۃ لا بما یشبہ
کلام الناس دعا پڑہے اون دعاؤن سے جو مذکور ہین قرآن اور حدیث مین نہ اون سے کہ لوگون کے کلام کے مشابہ ہون طحطاوی نے کہا کہ قرآن کی دعا اگر پڑہے تو نیت
قرآن ہونیکی اوس سے نکرے اسلئے کہ قراءت قرآن سوای قیام کے دوسرے رکن مین مکروہ ہی ہم دعاء مسنون نماز کے آخر مین پڑہنا بہت اچہا ہی مشکوۃ مین مذکور ہی
کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجکو ایک دعا تعلیم فرمائیے کہ نماز مین اوسکو پڑہون آپ نے یہہ دعا تعلیم فرمائی

منہ التفسیر عفی عنہ
لے ہی مین سوال کرتا ہون بہتری سے سب بہتری کا اوسکو بہی کہ جانتا ہون اوسکو بہی کہ نہین جانتا اور پناہ مانگتا ہون ساتہہ تیرے سب برائیون سے جو جانتا ہون اوسکو اور جسکو نہین جانتا ۱۲ منہ
یعنی اس آیت مین ان بعد گناہون کو بخش دیتا ہی جو کہ شرک سے کم ہین اور بخشتا ہی جسکو چاہی ۱۲ منہ
بیشک اللہ بخشتا ہی سب گناہون کو ۱۲ منہ

اللّٰهم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم تو امت والونکو چاہیے کہ خاص اسی دعا کو پڑہا کرین اضطرب فیہ کلامھم ولاسیّما المصنف والمختار کما قالہ الحلبی ان ماھو فی القران اوفی الحدیث لا یفسد وما لیس فی احدھما ان استحال طلبہ من الخلق لا یفسد والا یفسد لو قبل قدر التشہد دعا کے باب مین فقہا کا کلام پریشان ہے خصوص مصنف کا کہین کچھہ ہو اور کہین کچھہ اور مختار یہ جو حلبی نے کہا ہے کہ جو دعا قرآن یا حدیث مین ہے وہ مفسد نماز نہین اور جو دعا قرآن یا حدیث مین نہین ہے اگر اوس کا مانگنا خلق سے محال ہے مثلاً مغفرت یعنی سیہ چاہا کی مغفرت کرے تو مفسد نماز نہوگی اور اگر اوسکا مانگنا خلق سے محال نہوگا جیسے یون کہنا کہ الٰہی مجہکو نمک دے یا تیل دے وغیرہ تو مفسد نماز ہوگی بشرطیکہ دعا مذکور بمقدار التحیات سے پیشتر ولا تتم بہ مالم یتذکر سجدۃ فلا تفسد بسؤال المغفرۃ مطلقاً ولو لعمی اولعمر ولکن الرزق مالم یقیدہ بمال ونحوہ لاستعمالہ فی العباد مجازاً اور اگر بمقدار التحیات سے پیشتر نہ پڑہی بلکہ اوس قدر کے بعد پڑہی تو نماز اوس سے پوری ہوجائیگی یعنی کراہت تحریمہ کے ساتھہ کذا فی الطحطاوی نماز پوری ہوگی جب تک سجدہ نماز یا تلاوت یاد نہ پڑے تو فاسد نہوگی دعا مغفرت سے مطلقاً یعنی خواہ وہ دعا قرآن مین ہو یا نہو اگرچہ دعا یون کرے کہ الٰہی بخشدے میرے چچا یا ماموں کو اور اسیطرح فاسد نہوگی نماز طلب رزق سے اگر اوسکو مقید مال وغیرہ سے نکریگا واسطے مستعمل ہونے رزق کے بندون مین بطور مجاز کے مگر سجدہ تلاوت اور سجدہ نماز کے یاد نہ پڑنیکی قید اسلیے لگائی کہ ان کے یاد ہونے سے قاعدہ اخیرہ باطل ہوجاتا ہے تو دعا نماز کے بیچ مین واقع ہوگی اسلیے مفسد ہوگی اور طلب رزق مین مال کی قید اسلیے لگائی کہ رزق تو خاص خدا تعالےٰ کا کام ہے بندہ صرف اوسکا سبب ہے مال پہونچا سکتا ہے اسلیے رزق مقید بمال سے نماز فاسد ہوگی مثلاً یون کہنے سے کہ الٰہی مجہکو مال روزی کر اور چونکہ بندہ کے اختیار مین سبب رزق کا ہے نہ رزق اسلیے شارح نے بتلا دیا کہ رزق دینے کا استعمال بندہ کے حق مین مجازاً ہوا کرتا ہے نہ حقیقۃً ثم یسلم عن یمینہ ویسارہ حتی یُری بیاض خدہ پہر سلام پہیرے مونہہ پہیرکر داہنے اور بائین کو اسقدر کہ سفیدی اوسکے رخسار کی پیچہے کے نماز پڑہنے والے کو دکہائی دیوے یعنی داہنے رخسار کے داہنے طرف کو مونہہ پہیرنے مین اور بائین کے بائین طرف کو پہیرنے مین ہم کامل سلام پہیرنے مین یہ کہنا ہے داہنے اور بائین السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو اگر صرف السلام علیکم یا سلام علیکم کہیگا تو کافی ہوگا مگر تارک سنت ہوگا اور دلسہنے بائین کو مونہہ پہیرنا بہی سنت ہے کذا فی الطحطاوی ولو عکس سلم عن یمینہ فقط ولو تلقاء وجہہ سلم عن یسارہ اخری اور اگر الٹا کیا یعنی بائین طرف اول سلام پہیرا اور داہنے طرف پہیرا تو سلام پہیرے صرف اپنے داہنے طرف اور اگر سلام پہیرا اپنے سامنے کے طرف تو دوسرا سلام بائین طرف کو پہیرے یعنی سامنے کا سلام قائم مقام داہنے طرف کے ہوجائیگا ولو نسی الیسار اتی بہ مالم یستدبر القبلۃ فی الاصح اور اگر بائین کو سلام پہیرنا بہول گیا تو اوسکو ادا کرے جب تک کہ قبلہ کو پشت نہ پہیری ہو صحیح تر قول مین اور نہ کلام کیا ہو شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین ہے کہ سلام کو ادا کرلے جبتک کہ مسجد سے نہ نکلا ہو گو قبلہ کو پشت کرلی ہو اسلیے شارح نے اصح کی قید لگا دی کہ بحر الرائق کا قول نکلجاوے وتنقطع التحریمۃ بتسلیمۃ واحدۃ برھان وقدمر اور منقطع ہوجاتی ہے تحریمہ ایکطرف کے سلام پہیرنے سے کذا فی البرہان اور یہ مسئلہ پیشتر گذرا یعنی واجبات نماز مین بیان ہوچکا ہے کہ اقتدا تمام ہوجاتا ہے سلام اول پر پیشتر لفظ علیکم کے وفی التاتارخانیۃ ما شرع فی الصلوۃ مثنی فللواحد حکم المثنی فیحصل التحلیل بسلام واحد کما یحصل بالمثنی وتتقید الرکعۃ بسجدۃ واحدۃ کما تتقید بسجدتین اور تاتارخانیہ مین ہے کہ جو چیز نماز مین دو مشروع ہوئی ہے تو اون مین ایک کے لیے حکم دو کا ہے اس سے یہ نکلا کہ نماز سے حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہوجاتا ہے جیسے دو سے حاصل ہوتا ہے اور رکعت ایک سجدہ سے مقید ہوجاتی ہے جیسے دو سے ہوتی ہے یعنی اگر قعدہ اخیرہ بہول کر مثلاً کہڑا ہوگیا اور ایک رکعت زیادہ پڑہی تو جبہی رکعت مذکور کو ایک سجدہ سے مقید کریگا فرض باطل ہوجائینگے مع الامام ان اتم التشہد کما مر اور مقتدی سلام پہیرے امام کے ساتھہ ہی اگر التحیات پڑہ چکا ہو چنانچہ گذر گیا یعنی اگر التحیات پوری نہ کی ہو تو اوسکو پوری کرکے سلام پہیرے اسلیے کہ التحیات بہی واجب ہے اور متابعت امام بہی واجب ہے حالانکہ دوسرے کو ترجیح اول پر نہین کذا فی الحلبی ولا یخرج المؤتم بخروج بسلام الامام بل بعقعقۃ وحدثہ عمداً لانتفاء حرمتہا فلا یسلم اور نہین نکلتا ہے مقتدی نماز سے امام کے سلام جیسی چیز سے بلکہ اوسکے کہلکلا کر ہنسنے اور قصداً بے وضو ہوجانے سے مقتدی نماز سے باہر ہوجائیگا بسبب نرہنے حرمت نماز کے تو اس صورت مین مقتدی سلام نہ پہیرے ہم پہلی صورت اسطرح ہے کہ قعدہ اخیرہ کے بعد امام نے سلام پہیرا یا کلام کیا اور کوئی بات کی جس سے نماز پوری ہوگئی فاسد نہوئی تو ایسی صورت مین مقتدی

نماز سے باہر نہوگا بلکہ اوسپر سلام پھیرنا واجب ہے اور قہقہہ اور قصداً حدث نماز کے مفسد ہین تو جو کہ بعد تمامی ارکان کے پہلے اوسکے کچھ قدر رنگ بیٹھگر اور سلام کا پھیرنا بھی واجب نہوگا نہ امام پر نہ مقتدی پر کذا فی الشامی ولو اتمہ قبل امامہ فتکلم جاز وکرہ فلو عرض مناف تفسد صلوٰۃ الامام فقط اور اگر مقتدی نے تشہد کو اپنے امام سے پہلے پورا کرلیا پھر بول پڑا تو نماز درست ہوگی اور یہہ فعل مکروہ ہوگا کیونکہ متابعت امام کی بدون عذر کے ترک کی اب اگر مقتدی کی کلام کرنیکے بعد کوئی نماز کا منافی امام کو پیش ہوگا تو صرف امام کی نماز فاسد ہوجائیگی مقتدیون کی نہوگی کیونکہ وہ تو منافی کے پیش ہونیسے پہلے ہی نماز سے علٰحدہ ہوگیا ہے کالتحریمۃ مع الامام وقالا الافضل فیہما بعدہ سلام پھیرے مثل تکبیر تحریمہ کے امام کے ساتھہ ہی نہ پیچھے اور صاحبین نے کہا کہ افضل تحریمہ اور سلام مین یہی ہے کہ بعد امام کے ہو فائلا السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہو السنۃ سلام پھیرے یہہ کہتا ہوا السلام علیکم ورحمۃ اللہ ان الفاظ کا کہنا سنت ہے وصرح الحدادی بکراھۃ علیکم السلام وانہ لا یقول ھنا وبرکاتہ اور حدادی نے تصریح کی ہے علیکم السلام کے مکروہ ہونیکی اور سہ بات کی کہ وبرکاتہ بعد رحمۃ اللہ کے نکہے یہان سلام پھیرنے مین بلکہ یہہ لفظ التحیات مین کہے وجعلہ النووی بدعۃ وردہ الحلبی اور وبرکاتہ کہنے کو نووی نے بدعت قرار دیا ہے اور حلبی شارح منیہ نے نووی کے قول کو رد کیا ہے یہہ کہکر کہ سنن ابی داؤد مین بروایت وائل بن حجر باسناد صحیح یہہ لفظ وارد ہے پھر بدعت کیسے ہوسکتا ہے وفی الحاوی انہ حسن اور حاوی قدسی مین ہے کہ یہہ لفظ کہنا بہتر ہے وسن جعل الثانی اخفض من الاول خصہ فی المنیۃ بالامام واقرہ المصنف اور مسنون ہے دوسرے سلام کو بہ نسبت اول کے پست کہنا منیہ مین سہ بات کو امام کے لیئے خاص کیا ہے یعنی مقتدی اور منفرد دونو طرف یکسان آواز سے سلام پھیرے اور شارح منیہ کے قول کو مصنف نے ثابت رکھا ہے وینوی الامام بخطابہ السلام علی من فی یمینہ ویسارہ ممن معہ فی صلوٰتہ ولو جناً ونساء اما سلام التشہد فیعم لعدم الخطاب والحفظۃ فیہما بلا نیۃ عدد کالایمان بالانبیاء اور نیت کرے امام اپنے خطاب السلام علیکم سے سلام اون لوگون پر جو اوسکے داہنے اور بائین طرف اوسکی نماز مین شریک ہین گو جن یا عورتین ہون اور سلام تشہد کا یعنی السلام علینا عام ہے سب مسلمانون پر بسبب نہونے خطاب کے اور نیت کرے فرشتون محافظ کی دونو سلامون مین بدون نیت شمار کے جیسا ایمان لانا انبیا علیہم السلام پر بدون شمار کے ہے محافظ فرشتون کی تعداد مین اختلاف ہے بعض کہتے ہین کہ ہر مومن کے ساتھہ دو ہین اور بعضون کے نزدیک چار اور کسیکے نزدیک پانچ اور کسی کے دس اور کسی کے ایکسو ساٹھہ اور اسکا پورا بیان منیہ کی شرحون مین ہے کذا فی الشامی وقدم القوم لان المختار ان خواص بنی آدم وہم الانبیاء افضل من کل الملٰئکۃ وعوام بنی آدم وھم الاتقیاء افضل من عوام الملٰئکۃ والمراد بالاتقیاء من اتقی الشرک فقط کالفسقۃ کما فی البحر عن الروضۃ واقرہ المصنف اور مصنف نے اول قوم کو یعنی آدمیونکو مقدم کیا فرشتون سے اسلیئے کہ مختار یہہ ہے کہ بنی آدم کے خواص جو انبیا ہین وہ سب فرشتون سے افضل ہین اور بنی آدم مین کے پرہیزگار عوام فرشتون سے افضل ہین اور مراد پرہیزگارون سے وہ لوگ ہین جو صرف شرک سے پرہیز کرتے ہین جیسے فاسق چنانچہ بحر مین روضہ سے منقول ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے روضہ کتاب روضۃ العلما امام ابی الحسن بخاری کی تالیف ہے اوسمین لکھا ہے کہ امت کا اجماع ہے اسپر کہ انبیا سب مخلوق سے افضل ہین اور اونمین سے افضل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور بعد انبیا کے سب خلق سے افضل خواص ملائکہ ہین یعنی جبریل اور اسرافیل اور میکائیل اور عزرائیل اور حاملین عرش اور روحانی اور رضوان اور مالک علیہم السلام اور صحابہ اور تابعین اور شہدا اور صالحین باقی فرشتون سے افضل ہین اب اسکے بعد اختلاف ہے امام صاحب تو فرماتے ہین کہ سب اہل اسلام باقی فرشتون سے افضل ہین اور صاحبین کہتے ہین کہ باقی فرشتے عوام مسلمانون سے افضل ہین غرضکہ بشر تین قسم ہین خواص مثل انبیا اور اوساط مثل صحابہ و صلحا اور عوام مثل باقی لوگونکے اور فرشتے دو قسم ہین خواص جو اوپر مذکور ہوئے اور عوام جو ان کے سوا ہین تو فضیلت باتفاق تین درجہ تک ہے یعنی سب مین افضل خواص بشر ہین پھر خواص ملائک پھر اوساط بشر اور اسکے بعد اختلاف ہے امام کے نزدیک باقی لوگ افضل ہین عوام ملائک سے اور صاحبین کے نزدیک عوام ملائک افضل ہین کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی مجمع الانہر تبعاً للقہستانی خواص البشر واوساطہ افضل من خواص الملٰئکۃ واوساطہم عند اکثر المشائخ مین کہتا ہون اور مجمع الانہر مین بہ تبعیت قہستانی مذکور ہے کہ خواص بشر افضل ہین خواص ملائک سے اور اوساط بشر افضل ہین اوساط ملائکہ سے اکثر مشائخ کے نزدیک هم شامی نے کہا کہ اس عبارت مین لف ونشر مرتب ہے تو اسمین اور روضہ کی عبارت مین کچھہ منافات نہین اتنا فرق ہے کہ اسمین اوسی

¹ اسیواسطے حدیث مین وارد ہے کہ جب آدمی السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کہتا ہے تو ہر بندہ نیک بخت کو آسمان وزمین مین یہہ سلام پہونچتا ہے ۱۲

بشر کا ذکر نہیں کیا ہو جیسے کہ اسمین خلاف ہی چنانچہ اوپر بیان ہوا وَهَلْ تَتَغَيَّرُ الْحَفَظَةُ قَوْلَانِ اور کیا محافظ فرشتے بدلتے رہتے ہین یا نہین اسمین دو قول ہین ہم بعض علما فرماتے ہین کہ بدلتے رہتے ہین کیونکہ حدیث صحیح مین بخاری و مسلم کی وارد ہے کہ تم پر رات کو اور دن کو فرشتے پے درپے آتے ہین اور نماز صبح اور عصر مین جمع ہو جاتے ہین پھر جو تم مین رہے ہوتے ہین وہ اوپر چڑھ جاتے ہین الحدیث اس حدیث مین قاضی عیاض وغیرہ نے جمہور علماء سے نقل کیا ہی کہ مراد ان فرشتون سے محافظ یعنی کرام کاتبین ہین اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دونو فرشتے آدمی کی زندگی تک نہین بدلتے اسلئے کہ حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے ایماندار بندہ پر دو فرشتے معین کئے ہین کہ وہ اوسکا عمل لکھا کرتے ہین جب وہ مرجاتا ہی تو وہ جناب الہی مین عرض کرتے ہین کہ فلان شخص مرگیا ہمکو تو اجازت دے کہ ہم آسمان پر چڑھ آوین اللہ جل شانہ فرماتا ہی کہ میرا آسمان فرشتون سے بھرا ہی جو میری تسبیح پڑھتے ہین پھر وہ عرض کرتے ہین کہ تو ہم زمین مین ٹھیرین اللہ تعالے فرماتا ہی کہ میری زمین میری مخلوق سے پُر ہی جو مجھکو پاکی سے یاد کرتے ہین پھر وہ دونو عرض کرتے ہین کہ اب ہم کہان رہین اللہ تعالے فرماتا ہی کہ میرے بندہ کی قبر پر ٹھیرو اور میری تکبیر و تہلیل اور میرا ذکر کرو اور اسکو میرے بندہ کے لیئے قیامت تک لکھتے رہو کذا فی الشامی وَيُفَارِقُهُ كَاتِبُ السَّيِّئَاتِ عِنْدَ جِمَاعٍ وَخَلَاءٍ وَصَلٰوةٍ اور علیحدہ ہو جاتا ہی آدمی سے لکھنے والا برائیون کا وقت صحبت کرنے اور پاخانہ پھرنے اور نماز پڑھنے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح اس عبارت مین بحر الرائق کا تابع ہوا حالانکہ مفارقت جماع اور بیت الخلا مین دونو فرشتے کرتے ہین چنانچہ شرح جوہرہ مین ہے تو پھر تخصیص کاتب سیئات کی کیا ہی ہان نماز مین چونکہ کاتب سیئات اپنی لکھنے کی چیز نہین پاتا علیحدہ ہونا خاص اوس کا گنجایش رکھتا ہی وَالْمُخْتَارُ أَنَّ كَيْفِيَّةَ الْكِتَابَةِ وَالْمَكْتُوبِ فِيهِ مِمَّا اسْتَأْثَرَ اللهُ بِعِلْمِهِ اور مختار یہ ہی کہ کیفیت فرشتون کے لکھنے کی اور جس چیز مین وہ لکھتے ہین اونکا حال ان اشیا مین سے ہے جنکا علم اللہ تعالے کو مخصوص ہے نَعَمْ فِي حَاشِيَةِ الْأَشْبَاهِ تُكْتَبُ فِي رَقٍّ بِلَا حَرْفٍ كَثُبُوتِهَا فِي الْعَقْلِ وَهُوَ أَحَدُ مَا قِيلَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ فِي رَقٍّ مَنْشُورٍ ہان حاشیہ اشباہ مین ہے کہ کاتب اعمال ورق مین بدون حرفون کے لکھتے ہین جیسے معلومات عقل مین بدون حرفون کے رہتی ہین اور یہہ قول ایک ہی اون اقوال مین سے جو اس آیت کی تفسیر مین کہے گئے ہین وَالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ فِي رَقٍّ مَنْشُورٍ یعنی قسم ہی طور کی اور قسم ہے کتاب لکھی ہوئی کی کشادہ ورق مین یعنی لوح محفوظ کی ہم شامی نے کہا کہ جب قول مختار شارح لکھ چکا تھا تو اسکے مقابل کے لکھنے کی ضرورت نہتھی نصح النیسابوری فی تفسیرہ انھما یکتبان کل شیء حتی الانینہ اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین اس امر کی تصریح کی ہی کہ وہ دونون فرشتے ہر چیز کو لکھتے ہین یہانتک کہ آدمی کی آہ کرنے اور کراہنے کو بھی لکھتے ہین شامی نے کہا کہ اس سے یہہ نکلتا ہی کہ ضروری چیزون کو مثل سانس لینے اور نبض وغیرہ کی حرکت کو بھی لکھتے ہون قلت وفی تفسیر الدمیاطی یکتب المباح کاتب السیئات ویمحی یوم القیامۃ مین کہتا ہون اور تفسیر دمیاطی مین ہی کہ مباح چیز کو بدیون کا کاتب لکھتا ہی اور قیامت کے دن مٹا دیگا ہم اوپر جو بیان کیا تھا کہ دونو کاتب ہر چیز لکھتے ہین اب اوسکی تفصیل کی خلاصہ یہہ کہ اعمال تین قسم ہین ایک وہ جنمین ثواب ہو دوم وہ جنمین عذاب ہو سوم مباح جنمین نہ ثواب ہو نہ عذاب تو ثواب کے اعمال کو کاتب حسنات کا لکھتا ہی اور باقی کو کاتب سیئات کذا فی الشامی وفی تفسیر الکازرونی المعروف بالاخوین الاصح ان الکافر ایضا تکتب اعماله لان کاتب الیمین کالشاهد علی کاتب الیسار اور تفسیر کازرونی محشی بیضاوی مین جو اخوین کے نام سے مشہور ہے لکھا ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ کافر کے اعمال بد بھی لکھے جاتے ہین مگر داہنا کاتب مثل گواہ کے رہتا ہی بائین پر یعنی جب کافر کے اعمال بد بھی لکھے جاتے ہین تو ضرورت داہنے فرشتے کی کیا ہی اسلئے شارح نے جواب دیا کہ وہ گویا بائین کا گواہ ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہہ قول نہر الفائق سے نقل کیا ہی اور شیخین کازرونی کی [illegible] در آخر ہی اور یہی صحیح ہی وفی البرهان ان ملئکة اللیل غیر ملئکة النهار وان ابلیس مع ابن آدم بالنهار وولده باللیل اور برہان مین ہی کہ رات کے فرشتے غیر ہین دن کے فرشتون کی بسبب حدیث صحیحین کے جو اوپر گذری اور یہہ کہ ابلیس ابن آدم کے ساتھ رہتا ہی دنکو اور اسکی اولاد ساتھ رہتی ہی راتکو طحطاوی نے کہا کہ ابلیس کی اولاد مین کئی قول ہین بعضون کے نزدیک اسکی جورو ہوتی ہی اور بعضون کے نزدیک وہ انڈے دیتا ہی اور بعض کہتے ہین کہ اسکی ایک ران مین علامت نر ہی اور دوسری مین علامت مادہ وہ خود اپنی ذات سے صحبت کرتا ہی وفی صحیح مسلم ما منکم من احد الا وقد وکل الله به قرینه من الجن وقرینه من الملئکة قالوا وایاك یا رسول الله قال وایای ولکن الله اعانني عليه فاسلم [illegible] اور صحیح مسلم مین ہے کہ تم مین سے کوئی ایسا نہین جس پر اللہ تعالی نے مقرر نکیا ہو

اسکا ساتھی شیطانون سی یعنی جو برائی پر دلالت کرتا ہی اور اوسکا ساتھی فرشتون سی جو خیر پر دلالت کرتا ہی لوگون نے عرض کیا اور آپ پر یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ مجھپر بھی میرا قرین متقرر ہے لیکن اللہ تعالے نے مجھکو اوسپر غالب کر دیا ہی تو وہ مسلمان ہوگیا ہی یعنی سوای خیر کے اور بات مجھسے نہین کہتا
شارح نے کہا کہ اسلم میم کے فتحہ اور ضمہ دونو سے مروی ہی میم کے زبر سے صیغہ ماضی باب افعال سے اور ضمیر مستتر قرین کے طرف ہوگی جسکا ترجمہ اوپر لکھا گیا
اور میم کے ضمہ سے صیغہ واحد متکلم مضارع ثلاثی سے ہوگا تب یہ معنے ہونگے کہ اللہ تعالے نے میری اعانت فرمائی تو مین اوس سے بچا رہتا ہون ویزید المؤتم
السلام علی امامہ فی التسلیمۃ الاولی ان کان الامام فیہا والا ففی الثانیۃ وینواہ فیہما لو محاذیا اور مقتدی قوم اور فرشتون کی نیت پر زیادہ کرے سلام اپنے
امام پر داہنی طرف کے سلام مین اگر امام اسطرف ہو ورنہ بائین طرف کے سلام مین نیت امام کی کرلے اور اگر امام اوسکے سامنے ہو تو دونو سلامون مین امام کی نیت
کرے وینوی المنفرد الحفظۃ فقط لم یقل الکتبۃ لیعم الممیز اذ لا کتبۃ معہ اور منفرد صرف محافظ فرشتون کی نیت کرے شارح کہتا ہی کہ مصنف نے کتبہ نہ کہا
حفظہ کہا تاکہ عام ہو وے تمیز دار لڑکے کو بھی کہ اوسکے ساتھہ کاتب اعمال نہین شامی نے کہا کہ اس صورت مین مراد محافظون سے محافظین ذات ہین نہ محافظین اعمال
لیکن صحیح یہ ہے کہ لڑکے کی حسنات لکھی جاتی ہین اور اون کا ثواب اسکو ملیگا اور ماباپ کو ثواب تعلیم کا ہوگا کما فی اللقانی تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ لڑکے کے ساتھ کاتب
حسنات ہوتا ہی ولعمری لقد صار ہذا کالشریعۃ المنسوخۃ لا یکاد ینوی احد شیئا الا الفقہاء وفیہم نظر اور قسم ہی اپنی جان کی کہ یہہ یعنے سلام مین
قوم اور محافظین کی کرنی منسوخ شریعت کے طرح ہوگئی ہے گویا کوئی کچھہ نیت ہی نہین کرتا بجز علماکے اور اون مین بھی کلام ہی یعنی احتمال ہی کہ وہ نیت کرتے ہون
یقینی نہین ہم واقعین شارح کا قول درست ہے اگر لاکھہ آدمیون سے پوچھو کہ تم نے اپنے سلام مین کیا نیت کی تو کوئی جواب شافی ندیگا ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر
اللہم انت السلام الخ اور مکروہ ہے فرضون کے بعد سنتون کی تاخیر کرنی مگر بقدر پڑھنے اللہم انت السلام الخ کے ہم پوری دعا اسطرح ہی اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت
یا ذا الجلال والاکرام یعنے فرض پڑھنے کے بعد صرف اسقدر دیر کرے جسمین یہہ دعا اسکے برابر کوئی اور پڑھلے زیادہ دیر کرنی مکروہ ہے اسوجہ سے کہ مسلم اور ترمذی
مین حضرت عایشہ رضی اللہ تعالے عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد سلام کے اتنا ہی بیٹھتے تھے کہ یہہ کلمات فرمالین شامی نے کہا کہ احادیث مین جو وظائف بعد
نماز کے آئے ہین اون حدیثون مین یہہ کہین کہ سنتون سے پہلے اونکو پڑھنا چاہئے بلکہ اسی پر محمول ہین کہ بعد سنتون کے پڑھے جائین کیونکہ سنتین فرضونکی تابع ہین
اون سے اجنبی نہین تو جو ذکر سنتون کے بعد ہوگا وہ فرضون کے بعد کہلائیگا وقال الحلوانی لا باس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان ارید بالکراہۃ
التنزیہیۃ ارتفع الخلاف اور حلوانی نے کہا کہ کچھہ مضایقہ نہین فرضون اور سنتون مین وظیفون سے فاصلہ کرنے کا اور پسند کیا ہی اس قول کو کمال الدین محقق نے
حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد لیجائے تو خلاف دور ہوجاے یعنی جو لوگ کہ فصل کو مکروہ کہتے ہین اونکے قول اور حلوانی کے قول مین اختلاف جاتا رہیگا وفی
حفظی حملہ علی القلیلۃ مین کہتا ہون اور میری یاد مین حلوانی کے قول کا محمول
کرنا ہی تہوڑے وظائف پر یعنی حلوانی نے جو فاصلہ اوراد کو لا باس کہا ہی تو اوس سے مراد تہوڑے وظائف ہین بقدر اللہم انت السلام الخ کے تو اس تقریر سے بھی خلاف
جاتا رہا ویستحب ان یستغفر ثلثا ویقرأ آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلثا وثلثین ویہلل تمام المائۃ ویدعو ویختم بسبحان
ربک اور مستحب ہی کہ تین بار استغفار پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات یعنی سورۂ ناس اور سورۂ فلق اور سورۂ اخلاص پڑھے اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳
بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار کہے یہہ تینون کلمے ملکر ۹۹ ہوئے تو سو پورا کرنے کو ایک بار لا الہ الا اللہ کہے اور دعا مانگے اور دعا کو سبحان ربک الآیہ پر تمام کرے ہم کیفیت
استغفار کی امداد الفتاح مین یون ہے استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ اور سو پورا کرنیکے لئے بعض احادیث مین یون وارد ہی لا الہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر اور ان چارون کلمات کا سو بار پڑہنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہی وفی الجوہرۃ یکرہ للامام التنفل فی مکانہ لا للمؤتم اور جوہرہ
مین ہی کہ مکروہ ہی امام کو نفل پڑہنا اپنی جگہہ مین نہ مقتدی کو یعنی مکروہ تنزیہی ہی چنانچہ خانیہ کی عبارت سے استدلال ہی کما فی الشامی وقیل یستحب کسر الصفوف اور بعضون
نے کہا کہ مستحب ہی امام کو نفل پڑہنے کے لیئے صفون کا چیرنا شامی نے کہا کہ بدائع اور ذخیرہ مین اس قول کو امام محمد سے نقل کیا ہی اور محیط مین تصریح کی ہے کہ
صفون کا چیرنا سنت ہی واللہ حلیہ مین کہا کہ ان سب سے بہتر یہہ ہے کہ نفلین اپنے گہر مین پڑہو اگر کسی نوع کا خوف نہو وفی الخانیۃ یستحب للامام التحول لیمین القبلۃ

۵۱ یعنی تو سلامت ہی اور تجھی سے سلامتی ہی تو برکت والا اے بزرگی اور تعظیم والے ۱۲
۵۲ مغفرت چاہتا ہون اللہ تعالے عظمت والے سے جسکے سوا کوئی معبود نہین وہ زندہ وتوانا ہی ۱۲
۵۳ نہین کوئی معبود سوا اللہ کے وہ اکیلا ہی اوسکا کوئی شریک نہین اوسیکی سلطنت ہی اور اوسیکو تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہی ۱۲

یعنی یسار المصلی لتنفل او ورد واور خانیہ میں ہے کہ مستحب ہے امام کو پھرنا قبلہ کے داہنے طرف یعنی نمازی کے بائیں طرف نفل پڑھنے یا وظیفہ پڑھنے کو وخیرہ فی المنیۃ بین تحویلہ یمینا وشمالا وامامًا وخلفا وذہابہ لبیتہ واستقبالہ الناس بوجہہ ولو دون عشرۃ مالم یکن بحذائہ مصل ولو بعیدا علی المذہب اور منیہ میں امام کو اختیار دیا ہے چاہے داہنی کو پھرے چاہے بائیں کو چاہے آگے اور پیچھے کو چاہے گھر کو جاوے چاہے لوگوں کی طرف منہ کرکے منہ کرے اگرچہ جماعت دس سے کم ہووے بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو گو دور نماز پڑھتا ہو ظاہر مذہب کے بموجب ہم منیہ میں اختیار دینے کی وہ صورت ہے جسمیں فرضوں کے بعد سنتیں ہوں اور لوگوں کی طرف مونہہ کرنیکی وہ صورت ہے کہ فرضوں کے بعد سنتیں نہوں اور دس مردوں سے کم کی قید اسلیے لگائی کہ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ دس مردوں کی جماعت ہو تو مونہہ کرے نہیں تو نکرے ان لوگوں کا قول بے اصل ہے اور یہ جو کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو اگرچہ دور ہی پڑھتا ہو تو یہ ذخیرہ میں مذکور ہے مگر حلیہ میں یوں کہا ہے کہ جب امام کے اور نمازی کے بیچ میں کوئی تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کیجانب ہو تو امام کے مونہہ پھیرنے میں کچھ کراہت نہیں تیسرا شخص بجای سترہ کی ہو جائیگا چنانچہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ اگر ایک شخص کے مونہہ کیطرف نماز پڑھے اور دونو کے درمیان تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کیطرف ہو تو مکروہ نہوگا اور شاید ظاہر مذہب میں امام محمد نے تیسرے شخص کے حائل ہونے کی اسلیے قید نہیں لگائی کہ اسکا حال تو معلوم ہی ہو انتہے کذا فی الشامی

فصل

یہ فصل ہے قرات کے احکام میں چونکہ اور ارکان کے نسبت کر قرات سے زیادہ احکام متعلق تھے اسلیے اسکو جدا گانہ بیان کیا ویجہر الامام وجوبا بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء اور پکار کر پڑھے امام بطور واجب کے موافق جماعت کے یعنی جسقدر جماعت ہو اسیقدر آواز بلند کرے پھر اگر حاجت سے زیادہ پکار کر پڑھیگا تو برا کریگا ہم وجہ جہر کی مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جہر پر کذا فی الطحطاوی ولو ائتم بہ بعد الفاتحۃ اوبعضہا سرا اعادہا جہرا بحر لکن فی اٰخر شرح المنیۃ ائتم بہ بعد الفاتحۃ یجہر بالسورۃ ان قصد الامامۃ والا فلا یلزمہ الجہر اور اگر اقتدا کیا نمازی کی کسی نے بعد کل فاتحہ یا تھوڑی سی فاتحہ آہستہ پڑھنے کے تو فاتحہ کو جہر سے اعادہ کرے کذا فی البحر لیکن آخر شرح منیہ میں ہے کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکار کر پڑھے اگر امام ہونیکا قصد کرے ورنہ پکار کر پڑھنا اوسکو ضرور نہیں ہم بحر الرائق میں وجہ جہر سے اعادہ کرنیکی یہ لکھی ہے کہ دوسرے کی اقتدا کی سبب سے جہر اوسپر واجب ہو گیا اب اگر صرف باقی قرات کو پکار کر پڑھتا ہے تو ایک ہی رکعت میں آہستہ پڑھنا اور پکار کر پڑھنا جمع ہوا جاتا ہے حالانکہ یہ امر برا ہے اور اگر آہستہ پڑھتا ہے تو جہر کے واجب ہونیکی بعد آہستہ پڑھنا واجب کا ترک ہے اسلیے اعادہ جہر کا ضرور ہوا اور اس قول کو خلاصہ سے نقل کیا ہے اور خلاصہ میں اصل سے منقول ہے پس قول شرح منیہ کا جو شارح نے لکھا ضعیف ہے اور یہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد کرے یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ نیت امامت کا اعتبار بجز عورتوں کے امام ہونیکا اور کسی جا نہیں کذا فی الطحطاوی فی الفجر واولی العشائین اداء وقضاء وجمعۃ وعیدین وتراویح ووتر بعدہا ای فی رمضان فقط للتوارث امام جہر کرے نماز فجر میں اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں ادا پڑھے یا قضا اور جمعہ اور دونو عید کی نماز میں اور تراویح میں اور تراویح کے بعد وتر میں یعنی صرف رمضان میں پکار کر پڑھے بسبب توارث کے یعنی سلف سے ایسا ہی منقول چلا آتا ہے قلت فی تقییدہ بعدہا نظر لجہرہ فیہ وان لم یصل التراویح علی الصحیح کما فی مجمع الانہر میں کہتا ہوں کہ مصنف نے جو وتر میں بعدہا کی قید لگائی تو ہمیں کلام ہے اسلئے کہ امام وتر میں جہر کریگا اگرچہ اوس نے تراویح نہ پڑھی ہو مذہب صحیح پر چنانچہ مجمع الانہر میں ہے یعنی مصنف کے قول سے ایسا وہم ہوتا ہے کہ جہر مشروع نہیں ہے کہ وتر بعد تراویح پڑھے کے پڑھے حالانکہ قبل تراویح اگر وتر جماعت سے پڑھے تو اوس میں جہر واجب ہے شامی نے شارح کا جواب یہ دیا کہ تراویح رمضان میں ہوتی ہے اور اوسکے بعد وتر بھی رمضان میں ہونگے تو بعدہا سے یہ مطلب ہوا کہ رمضان کے وتر میں جہر کرے اور وتر میں نعوفی القہستانی تبعا للقاعدی لانہ ملحق بالسنن غیر الفرائض کعید وتر نعم الجہر افضل ہان قہستانی میں بہ تبعیت قاعدی مذکور ہے کہ سوای فرضوں کے اور جہری نماز میں آہستہ پڑھنے سے سجدہ سہو نہیں ہے مثل عید اور وتر کے ہان جہر افضل ہے ہم شامی اور طحطاوی نے کہا کہ قہستانی نے بعد اس عبارت کے یہ کہا ہے کہ اصح یہ ہے کہ عید اور وتر میں بھی جہر کرے یعنی وجوبا چنانچہ اکثر کتب مروجہ میں ہے ویسر فی غیرہا وکان علیہ السلام یجہر فی الکل ثم ترکہ فی الظہر والعصر لدفع اذی الکفار کافی اور آہستہ پڑھے نماز دن اور رکعتوں مذکورہ بالا کے سوا میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نمازوں میں جہر کرتے تھے پھر جہر کو ظہر اور عصر کی نمازوں میں کم کیا بسبب دور کرنے ایذا کفار کے کذا فی الکافی ہم آپ شروع میں سب نمازوں میں جہر فرماتے تھے اور مشرکین آپکو ایذا دیتے یعنی اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی ولا تجہر بصلوتک وَ لا

(وَتُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا) یعنی نہ کل نماز دن میں جہر کرو نہ کل میں آہستہ پڑھو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک راہ تلاش کرو کہ رات کی
نماز میں جہر کرو اور دن کی نماز دن میں آہستہ پڑھو بعد اس کے آپ ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھا کرتے کیونکہ کفار ان دونوں وقتوں میں ایذا دینے کو مستعد رہتے
تھے اور مغرب میں چونکہ کفار کھانے میں مشغول رہتے اور عشا اور فجر میں سوتے ہوتے اسلیے ان تینوں وقتوں میں آپ پکار کر پڑھا کرتے اور جمعہ اور عیدین
آپ نے مدینہ منورہ میں قائم کی ہیں وہاں کفار کا زور نہ تھا اسلیے پکار کر پڑھی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی کمتنفلٍ بالنہار فانہ یُسِرُّ جیسے نفل پڑھنے والا دن کو
کہ وہ بھی آہستہ پڑھے ویخیر المنفرد فی الجہر وہو افضل ویکتفی بادناہ ان ادّی اور مختار ہے تنہا پڑھنے والا جہر میں اور جہر کرنا اوسکے لیے افضل ہے
اسلیے کہ نماز جماعت کی صورت پر ہو جائیگی اور کفایت کرے ادنی جہر پر یعنے زیادہ آواز سے نہ پڑھے یہ اختیار اوس صورت میں ہے کہ منفرد ادا نماز پڑھے
وفی السریۃ یخافت حتمًا علی المذہب اور نماز سری میں آہستہ پڑھے بطور وجوب کے ظاہر مذہب پر یعنی اگر پکار کر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا کمتنفلٍ
باللیل منفردًا فلو امّ جہر بتبعیۃ النفل للفرض زیلعی جیسے مختار ہے آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں رات کا نفل پڑھنے والا اگر تنہا ہے اگر امام ہو یعنی نوافل کو
جماعت سے پڑھے تو جہر کرے بسبب تابع ہونے نفل کے واسطے فرض کے یعنے جہر میں نفل فرضوں کی تابع ہے کذا فی الزیلعی ویخافت المنفرد حتمًا ای وجوبًا ان قضی الجہریۃ
فی وقت المخافتۃ کان صلی العشاء بعد طلوع الشمس کذا ذکرہ المصنف بعد عد الواجبات قلت وہکذا ذکرہ ابن الملک فی شرح المنار من
بحث القضاء علی الاصح کما فی الہدایۃ اور آہستہ پڑھے منفرد بطور وجوب کے اگر قضا پڑھے جہری نماز کو آہستہ پڑھنے کے وقت میں مثلاً عشا کی نماز سورج نکلنے کے بعد
پڑھے ایسا ذکر کیا ہے اوسکو مصنف نے بعد واجبات کے شمار کرنے کے میں کہتا ہوں اور اسیطرح ذکر کیا ہے اسکو ابن ملک نے شرح منار میں قضا کی بحث کے ذیل میں آہستہ پڑھے
صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ ہدایہ میں ہے ہم وقت مخافتہ کی قید اسلیے لگائی کہ اگر جہری نماز کو جہر کے وقت میں قضا کرے تو مختار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر کذا
فی الحلبی لکن تعقبہ غیر واحد ورجحوا التخییر کمن سُبق برکعۃ من الجمعۃ فقام یقضیہا یخیر لیکن اس قول پر اعتراض کیا ہے بہتوں نے اور ترجیح دی ہے
منفرد کے اختیار دینے کو آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں جیسے وہ شخص کہ جمعہ کی ایک رکعت نپاوے اور کھڑا ہو کر اسکو پڑھنے لگے کہ اوسکو بھی اختیار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر
طحطاوی نے کہا کہ مغرب اور عشا اور فجر کے مسبوق کا بھی یہی حال ہے اسلیے کہ مسبوق مثل منفرد کے ہے فقہا کے اقوال میں وادنی الجہر اسماع غیرہ وادنی المخافتۃ
اسماع نفسہ ومن بقربہ اور ادنے درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہے یعنی جو اوسکے قریب نہو کذا فی الشامی اور ادنے درجہ آہستگی کا سُنانا ہے اپنے آپ کو اور اپنے قریب کے
شخص کو فلو سمع رجل او رجلان فلیس بجہر والجہر ان یسمع الکل خلاصہ پھر اگر ایک یا دو آدمیوں نے قراءت کو سنا تو جہر نہ ہوگا جہر یہہ ہے کہ سب سنیں
کذا فی الخلاصہ ہم قہستانی نے اسپر یہہ اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سبکو آواز نہ پہونچے تو چاہیے کہ جہر نہو شامی نے اسکے جواب میں یہہ کہا کہ کل سے مراد کل
آدمی صف اول کے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہہ جواب ناتمام ہے کیونکہ صف اول بھی بعض اوقات اتنی طویل ہوتی ہے کہ کل صف میں آواز نہیں پہنچتی تو بہتر یہہ ہے کہ
کل سے مراد گرد و پیش کے سب آدمی لیے جائیں جو نہ بہت دور ہوں نہ نزدیک یا یہہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنی بہت سے لوگ سنیں نہ صرف ایک یا دو ویجری
ذلک المذکور فی کل ما یتعلق بنطقٍ کتسمیۃٍ علی ذبیحۃٍ ووجوب سجدۃ تلاوۃٍ وعتاقٍ وطلاقٍ واستثناءٍ وغیرہا فلو طلق او استثنی و
لم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح اور جاری ہے یہہ مذکور یعنی ادنی درجہ آہستہ کہنے کا یہہ ہے کہ آپ سُنے اور پاس والا سُنے ہر ایک بات میں جو بولنے سے علاقہ رکھتی
ہے مثلاً بسم اللہ کہنا ذبیحہ پر اور واجب ہونا سجدۂ تلاوت کا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور انشاء اللہ کہنا اور سوا اسکے پھر اگر طلاق دی یا انشاء اللہ طلاق دینے
کے بعد کہا اور اپنے آپ نہ سُنا تو طلاق اور استثنا درست نہو گا صحیح تر قول میں ہم استثنا کی صورت یہہ ہے کہ اپنی زوجہ کو کہا انتِ طالقٌ انشاء اللہ
یعنی تو طالق ہے اگر خدا چاہے یا غلام کو کہا انت حرٌّ انشاء اللہ یعنی تو آزاد ہے اگر خدا چاہے اور انشاء اللہ اسیطرح کہا کہ اپنے آپ نہ سُنا تو استثنا صحیح نہوگا اور زوجہ
مطلقہ ہو جائیگی اور غلام آزاد ہوگا اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ کرخی نے ادنے درجہ کلام کا حروف صحیح کا نکلنا ٹھیرایا ہے گو اپنے آپ سُنے یا نہیں تو کرخی کے قول کے
بموجب استثناء مذکور صحیح ہوگا کذا فی الشامی وقیل یشترط سماع المشتری فی نحو البیع اور بعضوں نے کہا ہے کہ بیع جیسی تصرفات میں سُننا مشتری کا شرط ہے
طحطاوی نے کہا کہ اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اور مثل بیع سے مراد وہ معاملات ہیں جنمیں معاوضہ ہو یا قول غیر پر موقوف ہوں ولو ترک سورۃ اولیی العشاء مثلًا

ولو تعمد ترکھا وجوبًا قیل ندبًا مع الفاتحة جهرًا في الأخريين لأن الجمع بين جهر ومخافتة في ركعة شنيع اور اگر عشا کی پہلی دو رکعتوں مین مثلاً
سورہ کو چھوڑا اگرچہ دانستہ ترک کیا ہو تو واجب اور بقول بعض مستحب ہو کہ سورہ کو مع الحمد کے پچھلی دو رکعتون مین جہر سے پڑھے اسلئے کہ اگر صرف سورہ کو پکار کر
پڑھیگا اور الحمد کو آہستہ تو ایک رکعت مین جہر اور آہستہ پڑھنا جمع ہوگا اور جمع کرنا ان دونو کا ایک رکعت مین برا ہی ہم شارح نے استحباب کو قیل کرکے بیان کیا
تاکہ معلوم ہو کہ اصح قول وجوب ہے کیونکہ وجوب کی طرف جامع صغیر مین امام محمد نے اشارہ کیا ہی کذا فی الشامی ولو تذكرها في ركوعه قرأها وأعاد الركوع اور
اگر سورہ کو یاد کیا رکوع کے اندر تو کھڑا ہو کر سورہ کو پڑھے اور رکوع دوبارہ کرے اسلئے کہ ترتیب درمیان ان ارکان کے جو مکرر نہین فرض ہی تو اگر دوبارہ
رکوع نکریگا تو نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الشامی ولو ترك الفاتحة في الأوليين لا يقضيها في الأخريين للزوم تكرارها اور اگر پہلی دو رکعتون مین الحمد کو ترک
کیا تو اوسکو پچھلی دو مین قضا نکرے بسبب لازم آنے تکرار فاتحہ کے یعنی پچھلی رکعتون مین فاتحہ دوبار ہوجائیگی حالانکہ مکرر نہ پڑھنا فاتحہ کا واجب ہے ولو تذكرها قبل
الركوع قرأها وأعاد السورة اور اگر فاتحہ کو رکوع کے پیشتر یاد کیا تو فاتحہ پڑھ لے اور سورہ کو دوبارہ پڑھے بطور وجوب اسلئے کہ ترتیب فاتحہ اور سورہ مین
واجب ہے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ قبل رکوع قید نہین اسلئے کہ اگر رکوع کے اندر یاد کرے تب بھی اسکو وہی کرنا چاہیے جو سورہ کے یاد پڑنے مین کیا تھا کیونکہ جب سورہ کو
کھڑے ہوکر پڑھنا واجب ہے تو فاتحہ تو سورہ کی نسبت زیادہ موکد ہے وفرض القراءة آية على المذهب هي لغة العلامة وعرفًا طائفة من القرآن
مترجمة أقلها ستة أحرف ولو تقديرًا كلم يلد اور فرض قرات کا جسکے پڑھنے سے نماز صحیح ہوجائے ایک آیت ہی ظاہر مذہب پر یعنی بقول امام اعظم اور
صاحبین کے نزدیک تین آیتین چھوٹی یا اونکے برابر بڑی آیت فرض ہی کذا فی الطحطاوی آیت لغت مین بمعنے علامت ہے اور عرف فقہا مین ایک جملہ ہی قرآن سے
بیان کرنیوالا یعنی جسکی ابتدا اور انتہا کا اعتبار کیا گیا ہو کذا فی الحلبیہ من حاشیۃ الکشاف اوس جملہ مین کم سے کم چھ حرف ہون اگرچہ تقدیرا ہون مثل لم یلد کے کہ بظاہر
پانچ حرف ہین مگر چونکہ اصل مین لم یولد تھا اسلیے تقدیرا چھ حرف ہوئے إلا إذا كانت كلمة فالأصح عدم الصحة وإن كررها مرارًا اگر جس صورت مین کہ آیت
ایک کلمہ ہو تو صحیح تر نہ درست ہونا نماز کا ہی گو اوس آیت کو نماز مین چندبار کہے مثلا ص یا ق یا ن وغیرہ کہ انکو چندبار کہنے سے بھی نماز صحیح نہوگی إلا إذا حكم حاكم
بجوازه ذكره القهستاني لیکن اگر کوئی حاکم حکم کردے تو ایک کلمہ کی آیت سے بھی نماز جائز ہوگی ذکر کیا ہی اسکو قہستانی نے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے
غلام سے کہا کہ اگر تو نماز صحیح پڑھے تو آزاد ہے پھر اوس نے نماز پڑھی جسمین قرات ایک کلمہ کی آیت پڑھی خواہ اوسکو مکرر پڑھا ہو یا نہین بعد اسکے اس مقدمہ کی نالش
ایسے حاکم کے یہان ہوئی جو اسطرح کی قرات سے صحت نماز کا قائل ہے تو اوس نے اوس غلام کی آزادی کا حکم کیا اب نماز کی صحت کا حکم آزادی کے ضمن مین
ہوجائیگا کذا فی الشامی ولو قرأ آية طويلة في الركعتين فالأصح الصحة اتفاقًا لأنه يزيد على ثلاث آيات قصار قاله الحلبي اور اگر ایک آیت طویل دو رکعتون مین
پڑھی تو اصح صحیح ہونا ہی نماز کا باتفاق امام اور صاحبین کے اسلیے کہ اسقدر پڑھنا زیادہ ہی تین چھوٹی آیتون سے کہا ہی اسکو حلبی نے ہم یعنی نصف آیت طویل جس صورت مین
تین آیتون سے زائد ہوگی تو صاحبین کے قول پر بھی نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وحفظها فرض عين متعين على كل مكلف اور یاد کرنا ایک آیت کا فرض عین ہی
یعنی ہر شخص عاقل بالغ مسلمان پر فرض عین ہے وحفظ جميع القرآن فرض كفاية وسنة عين أفضل من التنفل اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہی یعنی کچھ
مسلمانون کو یاد کرنیسے اور ون کے ذمے یاد کرنا فرض نرہیگا اور سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہی ہر شخص مکلف کے لیے افضل ہی نفل پڑھنے سے ہم شامی نے کہا کہ یہین
اشارہ ہی کہ سنت بھی کبھی عین ہوتی ہی اور کبھی کفایہ مثلا تراویح کا پڑھنا سنت عین ہے اور اسکی جماعت ہر محلہ مین سنت کفایہ ہی تنبیہ قرآن کو بھولجانا حرام نہین مگر
جب کہ ایسا بھول جاوے کہ قرآن سے دیکھکر بھی نہ پڑھا جاوے کذا فی شرح المنیہ وتعلم الفقه أفضل منهما اور سیکھنا فقہ کا افضل ہے ان دونو سے یعنی نفل
پڑھنے اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے ہم فقہ سے مراد وہ مسائل دینی ہین جو زائد اوس شخص کی حاجت سے ہون ورنہ بقدر حاجت کا سیکھنا تو فرض عین ہی اور باقی
قرآن سے یہہ غرض ہی کہ جسقدر قرآن کا یاد کرنا فرض یا واجب ہے اوسکے سوا باقی کو یاد کرنیسے فقہ کا سیکھنا افضل ہے اور اسمین یہہ شرط ہی کہ کچھ لوگ سب قرآن کو یاد
کرتے ہون اگر کوئی یاد نکرتا ہو گا تو اس صورت مین فقہ کا سیکھنا افضل نہوگا وحفظ فاتحة الكتاب وسورة واجب على كل مسلم ويكره نقص شيء
من الواجب اور یاد کرنا الحمد کا اور ایک چھوٹی سورہ کا واجب ہے ہر مسلمان پر اور مکروہ تحریمی ہی کم کرنا کسی چیز کا واجب مین سے جیسے مکروہ تنزیہی ہی سنت

مین سے کسی چیز کا کم کرنا کذا فی الطحطاوی و یُسَنُّ فی السفر مطلقًا ای حالۃ قرار او فرار کذا اطلق فی الجامع الصغیر و رجحہ فی البحر و ردّ ما فی الهدایۃ
و غیرها من التفصیل و ردّہ فی النهر و حرّر ان ما فی الهدایۃ هو الحق الفاتحۃ وجوبًا و ای سورۃ شاء اور مسنون ہے سفر مین ہر حال یعنی خواہ
حالت اطمینان ہو یا جلدی کی پڑھنا الحمد کا بطور وجوب اور جس سورہ کو کہ مسافر چاہے شارح نے کہا کہ اسیطرح مطلق کہا ہے جامع صغیر مین اور اطلاق کو ترجیح
دی ہے بحر الرائق مین اور ہدایہ وغیرہ کی تفصیل کو صاحب بحر الرائق نے رد کیا ہے اور صاحب بحر کے قول کو نہر الفائق مین رد کیا اور قول منتج بیان کیا کہ جو کچھ ہدایہ
مین تفصیل ہے وہی منتج ہے هم ہدایہ مین یہہ تفصیل ہے کہ اگر مسافر جلدی مین ہو تو الحمد اور جس سورت کو چاہے پڑھے اور اگر اطمینان سے ہو تو وہ فجر مین مثل سورۂ
بروج کے پڑھے اور ظہر مثل فجر کی ہے اور عصر اور عشا مین بروج سے چھوٹی سورتین پڑھے اور مغرب مین بہت چھوٹی ہ صاحب بحر نے اس کو رد کیا کہ اس تفصیل کی
کچھ اصل نہین جامع صغیر مین اطلاق مثل متون کے مذکور ہے علاوہ اسکے مثل سورہ بروج مسافر کے لئے معین کرنیکو کوئی دلیل چاہیے حالانکہ کوئی دلیل منقول
نہین تو ظاہر یہی ہے کہ حالت قرار و جلدی دونو مین حکم یکسان ہو صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مراد صاحب ہدایہ مثل سورۂ بروج سے طوال مفصل ہین نہ تعیین کسی
حد خاص کی پس جب مراعاۃ سنت کی مسافر سے ممکن ہے تو کیا وجہ کہ اسکی رعایت نکریگا اور وجوبًا کی قید جو شارح نے لگائی تو اس وہم کے دفع کے لیے ہے کہ
کوئی یہہ سمجھے کہ سفر مین الحمد کا پڑھنا سنت ہے بلکہ مراد یہہ ہے کہ بعد الحمد کی قراءت واجبہ کی جونسی سورت کو مسافر چاہے اوسکا پڑھنا مسنون ہے کذا فی الطحطاوی والشامی
و فی الضرورۃ بقدر الحال اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت مین بقدر گنجایش حال کے هم مثلاً اگر وقت تنگ ہو کہ قراءت مسنون پڑھنے سے نماز قضا ہو لی ہو تو اتنی
قراءت پڑھے جس سے نماز کامل ہو جاے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو کذا فی الطحطاوی و یُسَنُّ فی الحضر لامام و منفرد یذکرہ الحلبی و الناس عنہ غافلون
طوال المفصل من الحجرات الی البروج فی الفجر والظهر اور مسنون ہے حضر مین یعنی مقام کرنیکی صورت مین امام اور منفرد کو پڑھنا طوال مفصل کا جو سورۂ حجرات
سے سورۂ بروج تک ہین فجر اور ظہر کی نماز مین امام اور منفرد دونو کے لیے مسنون ہونیکو حلبی نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہین یعنی اونکو خبر نہین کہ منفرد کے
حق مین قراءت مسنون امام کی مثل ہے هم طوال بکسر طا جمع ہے طویل کی اور مفصل کے معنی تفصیل کی ہوئی قرآن کے آخر کے ساتوین حصہ کی سورتین مفصل کہلاتی ہین اس
وجہ سے کہ اونمین بسم اللہ فصل کے لئے بہت جگہ ہے یا اسوجہ سے کہ اونمین منسوخ آیتین بہت کم ہین پھر مفصل کی تین قسمین ہین طوال یعنی لمبی اور اوساط یعنی درمیانی اور قصار یعنی
چھوٹی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک طوال مفصل ہین اور وہان سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل اور وہان سے آخر قرآن تک قصار مفصل ثم منها الی آخر
لم یکن اوساطه فی العصر والعشاء وباقیه قصاره فی المغرب اور سورۂ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر اور عشا مین پڑھنا مسنون ہے اور
باقی مفصل سورتین یعنی لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب مین پڑھنا مسنون ہے هم اسطرح کی قراءت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمر رض
نے ابو موسی اشعری رض کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر مین طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشا مین اوساط مفصل اور مغرب مین قصار مفصل کذا فی الشامی ای فی کل رکعۃ
سورۃ مما ذکر ذکرہ الحلبی یعنی ہر رکعت مین ایک سورہ اون سورتون مین سے کہ مذکور ہوئین پڑھے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے و اختار فی البدائع عدم التقدیر
و انه یختلف بالوقت والقوم والامام اور بدائع مین نہ اندازہ کرنے کو پسند کیا ہے اور یہہ کہ حال قراءت کا مختلف ہوتا ہے وقت اور قوم اور امام کے
باعث هم یعنی صاحب بدائع نے کہا ہے کہ قراءت مین کوئی حد مقرر نہونی مختار ہے تو فجر مین کبھی چھوٹی سورہ پڑھے کبھی بڑی اسیطرح اور نمازون مین اور یہہ حال
وقت پر منحصر ہے یعنی اگر وقت مین گنجایش ہے تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور قوم پر منحصر ہے کہ اگر مقتدی ملول نہون تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور امام پر منحصر ہے کہ خوش
آواز ہو تو لوگونکو زیادہ پڑھنا ناگوار نہین ہوتا ورنہ گھبراتے ہین و فی الحجۃ یقرأ فی الفرض بالترسّل حرفًا حرفًا و فی التراویح بین بین و فی النفل لیلا له
ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفهم اور فتاوی حجت مین ہے کہ فرض نماز مین قراءت ٹھہر ٹھہر کر ہر حرف کو جدا پڑھے اور تراویح مین نہ ٹھہر کر پڑھے نہ جلد بلکہ متوسط طور پر
پڑھے اور رات کی نفلون یعنے تہجد مین نمازی کو جائز ہے کہ جلد پڑھے لیکن اتنا کہ سمجھہ مین آوے شامی نے کہا کہ رات کی قید غالبًا اسلئے لگائی کہ تہجد والونکی عادت
زیادہ قرآن پڑھنیکی ہوتی ہے تو جلد پڑھنے سے اونکا ورد پورا ہو سکتا ہے مگر جلدی کے یہہ معنے کہ حد زیادہ نہ کھینچے نہ یہہ کہ سمجھہ مین نہ آوے ورنہ حرام ہوگا بسبب
ترک کرنے ترتیل کے و یجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرأ بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینهم اور جائز ہے پڑھنا قرآن کا ساتون

سعایتون مین گر بہتر یہہ ہی کہ روایت غریب معلم کے سامنے نہ پڑہی واسطے حفاظت اونکی دین کے ہم یعنی ہرچند ساتون روایتین صحیح اور فصیح ہین مگر غریب روایت عوام کے سامنے نہ پڑہنی چاہیے جیسے روایت ابی جعفر اور ابن عامر اور حمزہ اور کسائی کی کہ اوسکو سنکر عوام ہنستے ہین اور ہنسنا قرآن پر بیدینی ہی اسلیے اونکے دین بچانیکے لیے روایت غریب پڑہے ہم وتطال الأولى الفجر على ثانيتها بقدر الثلث وقيل النصف ندبا فلو فحش لا بأس به فقط اور زیادہ کیجاے پہلی رکعت صرف فجر کی دوسری رکعت پر بقدر سوم حصے کے اور بعض نے کہا بقدر نصف کے ازراہ استحباب کے پس اگر پہلی رکعت مین زیادتی بہت کریگا مثلاً پہلی مین دس گنی قراءت پڑہی بہ نسبت دوسری کے تو کچہہ مضایقہ نہین ہم یعنی پہلی رکعت مین اتنی قراءت پڑہے کہ اوسکی زیادتی دوسری رکعت کی قراءت سے بقدر سوم حصے دونو قراءتون کے ہوجاے مثلاً پہلی رکعت مین ۴۰ آیتین پڑہین اور دوسری مین ۲۰ تو دونو مین ۶۰ آیتین ہوئین اور اول مین ۲۰ زائد ہین دوسری سے اور وہ تہائی ہین ۶۰ کی اور اگر اول مین ۴۵ پڑہین اور دوسری مین ۱۵ تو پہلی مین تیس زائد ہونگی بہ نسبت دوسری کے اور وہ نصف ہین کل قراءت کی اور فقط سے یہ مراد ہی کہ یہہ حکم صرف فجر کی نماز مین ہی نہ دوسری نمازون مین وقال محمد أولى الكل حتى التراويح قيل وعليه الفتوى اور امام محمد نے فرمایا ہی کہ سب نمازون کی اول رکعت دوسری سے بڑی کرنا مستحب ہی یہان تک کہ تراویح کی بہی کہتے ہین کہ فتوی اسی قول پر ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ خلاف جمعہ اور عیدین کے سوا دوسری نمازون مین ہے اور ان دونو مین بالاتفاق دونو رکعتین برابر پڑہنی چاہیین اور حلیہ مین امام محمد اور شیخین کی دلیلین نقل کرکے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہونا چاہیے وإطالة الثانية على الأولى يكره تنزيها إجماعا إن بثلث آيات إن تقاربت طولا وقصرا وإلا اعتبر الحروف والكلمات واعتبر الحلبي فحش الطول لا عدد الآيات اور دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اول پر بقدر تین آیتون کے مکروہ تنزیہی ہی بالاتفاق اگر آیتین دونو رکعتون کی بڑی اور چہوٹی ہونے مین قریب قریب ہون اور اگر ایسی آیتین نہون تو اعتبار حروف اور کلمات کا ہوگا یعنی اس صورت مین دوسری رکعت کے کلمات اور حروف اول سے زیادہ نہون اور حلبی نے بہت سی زیادتی کا اعتبار کیا ہی نہ شمار آیتون کا یعنی دوسری رکعت اول سے بہت نہ بڑہنی چاہیے واستثنى في البحر ما وردت به السنة واستظهر في النفل عدم الكراهة مطلقا اور بحر الرائق مین استثنا کیا ہی اون سورتون کو جو حدیث مین وارد ہین یعنی اونکے پڑہنے مین کراہت نہین جیسے جمعہ اور عیدین کی اول رکعت مین سبح اسم اور دوسری مین هل اتاك پڑہنا حالانکہ پہلی مین انیس ۱۹ آیتین ہین اور دوسری مین چہبیس ۲۶ اور ترجیح دی ہی نفل مین عدم کراہت کی مطلقاً یعنی حدیث مین وارد ہو یا ہو وإن بأقل لا يكره لأنه عليه الصلاة والسلام صلى بالمعوذتين اور اگر زیادتی دوسری رکعت کی تین آیتون سے کم ہو تو مکروہ نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑہی ہی معوذتین سے یعنی فجر کی اول رکعت مین سورۂ فلق اور دوسری مین سورۂ ناس پڑہی حالانکہ دوسری مین چہہ آیتین ہین اور اول مین پانچ ولا يتعين شيء من القرآن لصلاة على طريق الفرض بل تعين الفاتحة على وجه الوجوب اور نہین متعین ہے قرآن مین سے کچہہ کسی نماز کے لیے بطور فرض کے کہ اوسکے بدون نماز درست نہو بلکہ متعین ہے فاتحہ ہر نماز مین بطور واجب کے ويكره التعيين كالسجدة وهل أتى لفجر كل جمعة بل يندب قراءتهما أحيانا اور مکروہ ہی معین کرنا کسی سورۃ کا نماز کے لیے جیسے جمعہ کی فجر مین پہلی رکعت مین الم سجدہ اور دوسری مین سورۂ دہر پڑہنا بلکہ کبہی کبہی ان دونو کا پڑہنا مستحب ہی ہم طحاوی اور اسبیجابی نے یہہ قید لگائی ہی کہ اگر معین سورہ کے پڑہنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز نہ سمجہے تو اسطرح کی تعیین مکروہ ہی اور اگر باتباع آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے معین کو پڑہے اور بعض اوقات دوسری سورتون کو بہی پڑہے یا سوا معین سورتون کے دوسری اوسکو یاد نہون یا اونکا پڑہنا اوسکو سہل پڑتا ہو تو مکروہ نہین اور ہدایہ مین وجہ کراہت کی یہہ لکہی ہی کہ معین کرنے سے چہوڑنا باقی قرآن کا اور وہم معین سورہ کے افضل ہونیکا لازم آتا ہی کذا فی الشامی مختصرا ولا يقرأ المؤتم مطلقا ولا الفاتحة في السرية اتفاقا وما نسب لمحمد ضعيف كما بسطه الكمال اور مقتدی قراءت نہ پڑہے جہری نمازون مین نہ سری مین اور نہ الحمد پڑہے سری نمازون مین باتفاق امام اور صاحبین کے اور جو قول کہ امام محمد کی طرف منسوب ہی کہ سری نمازون مین مقتدی کو احتیاطاً الحمد کا پڑہنا مستحب ہی وہ ضعیف ہی چنانچہ اسکو کمال نے مشرح بیان کیا ہی ہم کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ امام محمد نے اپنی کتاب آثار مین فرمایا ہی کہ امام کے پیچہے پڑہنا ہمارے نزدیک کچہہ نہین خواہ نماز جہری ہو یا سری فإن قرأ كره تحريما وتصح في الأصح پس اگر مقتدی قراءت پڑہیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح ہوگی صحیح قول مین وفي درر البحار عن مبسوط خواهر زاده أنها تفسد ويكون فاسقا وهو مروي عن عدة من الصحابة فالمنع أحوط اور درر البحار

مین مبسوط خواہرزادہ سے منقول ہے کہ امام کے پیچھے قرأت پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور پڑھنے والا فاسق ہوتا ہے اور قرأت کا ممنوع ہونا چند صحابہ سے مروی ہے اسلیے منع کرنے مین زیادہ احتیاط ہے م خزانہ اور کافی مین ہے کہ مقتدی کو قرأت سے منع کرنا اسی صحابہ سے ماثور ہے جنمین حضرات علی مرتضی اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین ہین اور فساد نماز کا قول مقابل ہے اصح قول کا کہ اصح مین نماز صحیح رہتی ہے بل یستمع اذا جھر وینصت اذا اسر لقول ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ کنا نقرأ خلف الامام فنزل واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا بلکہ مقتدی قرأت امام کی سنے جب وہ پکار کر پڑھے اور چپ رہے جب آہستہ پڑھے بسبب قول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ ہم امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے پس حکم نازل ہوا کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو اسکو سنو اور چپ رہو م اس قول سے وجہ استدلال کی یہہ ہے کہ آیت مین دو باتین مطلوب ہین ایک قرآن کا سننا دوسرے سکوت کرنا تو سننا تو جہری نماز کے لئے مخصوص ہے مگر سکوت خاص نہین اسلیے وہ دونو نمازون مین مطلقا واجب رہیگا کذا فی الشامی وان وصلیۃ قرأ الامام ایۃ ترغیب او ترھیب وکذا الامام لایشتغل بغیر القران وما ورد حمل علی النفل منفردا کما مر م مقتدی کچھہ نہ پڑھے اگرچہ امام آیت ترغیب پڑھے یعنی جسمین ذکر رحمت اور جنت اور ثواب کا ہو یا آیت ترہیب پڑھے جسمین ذکر دوزخ اور عذاب کا ہو یعنی نہ سوال ثواب کا کرے نہ عذاب سے پناہ مانگے بلکہ سکوت کرے اور اسیطرح امام بھی سوا قرآن کے آیت ترغیب و ترہیب کے پڑھنے کی دعا دعا مین مشغول نہو اور جو کچھہ اس باب مین حدیث مین وارد ہوا ہے وہ حالت انفراد مین نفل پڑھنے پر محمول ہے جیسے کہ پیشتر اسکی نظیر واجبات کے بیان مین گذری یہہ مسئلہ خاص شارح نے کہا کہ ان مقصد ہے نہ شرطیہ م یعنی ابوداؤد مین بروایت حذیفہ رضی اللہ عنہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز پڑھی تو جس آیت رحمت پر گذرے وہان توقف فرماکر اپنے لیے سوال کیا اور جس آیت عذاب پر گذرے وہان وقفہ کرکے پناہ مانگی تو یہہ نماز نفل پر محمول ہے کذا فی الشامی وکذا الخطبۃ فلا یاتی بما یفوت الاستماع ولو کتابۃ او رد سلام وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اذا قرأ ایۃ صلوا علیہ فیصلی المستمع سرا فی نفسہ وینصت بلسانہ عملا بامری صلوا وانصتوا اور اسیطرح حکم ہے خطبہ کا یعنی امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت آدمی وہ بات نکرے جس سے سننا جاتا رہے اگرچہ لکھنا یا سلام کا جواب دینا ہی ہو اور اگرچہ خطبہ پڑھنے والا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یعنی اسوقت بھی سکوت کرے مگر جب کہ خطیب یہہ آیت پڑھے صلوا علیہ تو سننے والا خطیب کا پوشیدہ اپنے دل مین درود پڑھے اور زبان سے سکوت کرے تاکہ دونو امر دین پر عمل ہو یعنی ایک حکم صلوا علیہ کا اور دوسرا انصتوا کا تو دل مین درود کہنے سے دونوکی تعمیل ہو جائیگی شامی نے کہا کہ جو امر نماز مین حرام ہے وہ خطبہ مین بھی حرام ہے اور خطبہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا عید کا سب مین سکوت واجب ہے اور ظاہر جامع الرموز سے نام اور تعریف خطبہ مین اصلا نہین والبعید عن الخطیب والقریب سیان فی افتراض الانصات اور خطیب سے دور کا شخص اور نزدیک کا برابر ہین سکوت کرنیکی فرضیت مین م شارح نے سکوت کو فرض کہا بہ تبعیت ہدایہ کے اور نہر الفائق مین اسکو واجب کہا ہے طحطاوی نے کہا کہ وجوب ہی بہتر ہے اسلیے کہ ترک سکوت مکروہ تحریمی ہے

فروع مسائل لمحقہ شارح کے یجب الاستماع للقراءۃ مطلقا لان العبرۃ لعموم اللفظ واجب ہے سننا قرأت قرآن کا ہر حال مین یعنی نماز مین اور خارج نماز اسلیے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے م یعنی آیت فاستمعوا ہرچند نماز کے بابمین نازل ہوئی تھی چنانچہ پیشتر بیان ہوا مگر احکام مین اعتبار الفاظ کے عام ہونیکا ہے نہ سبب کے خاص ہونیکا پس یہہ حکم وجوب استماع کا بے عذری مین ہے اور عذر کی صورت مین سننا واجب نہین مثلا گھر مین لڑکا تلاوت کرتا ہے اور آدمی اپنے کاروبار مین پہلے سے مصروف ہین تو ان پر سننا واجب نہ ہوگا اسی طرح جو شخص بازار مین تلاوت کرنے لگے تو بازاری اور کاروبار کرنے والون پر سننا واجب نہوگا کذا فی الشامی ملتقطا لا باس ان یقرأ سورۃ ویعیدھا فی الثانیۃ کچھہ مضایقہ نہین اس بات کا کہ پڑھے ایک سورت ایک رکعت مین اور پھر دوبارہ وہی پڑھے دوسری مین م لا باس کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا ترک اولی یعنی مکروہ تنزیہی ہے اور اضطرار کی صورت مین بلا کراہت جائز ہے مثلا پہلی رکعت مین سورہ ناس سہو سے پڑھ گیا تو دوسری مین پھر اوسیکو پڑھے ورنہ اولٹا پڑھنا لازم آویگا کذا فی الشامی وان یقرأ فی الاولی من محل وفی الثانیۃ من اخر ولو من سورۃ ان کان بینھما ایتان فاکثر اور اسکا بھی مضایقہ نہین کہ پہلی رکعت مین ایک جگہہ سے پڑھے اور دوسری مین دوسرے مقام سے اگرچہ وہ دونو مقام ایک ہی سورت مین سے ہون بشرطیکہ دونو مقامون مین دو آیتون یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ ہوگا ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اور مکروہ ہے دونو رکعتون کی قرأت مین چھوٹی سورہ کا فاصلہ کرنا مثلا پہلی رکعت مین سورہ کافرون اور دوسری مین تبت پڑھے یا سورہ نصر کا فاصلہ ہو تو مکروہ ہوگا ہان اگر بیچ مین بڑی سورہ کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ نہین وان یقرأ منکوسا اور مکروہ ہے یہہ کہ قرآن کو

اُکتا پڑہی مثلاً پہلے رکعت مین سورۂ اخلاص اور دوسری مین تبت پڑہو ہم وجہ کراہت یہہ ہے کہ ترتیب سورتون کی تلاوت کے واجبات مین سے ہی اور لڑکون کے لیے جو ترتیب بدلکر پڑہاتے ہین ہو تعلیم کی ضرورت کے سبب سے ہی کذا فی الشامی اِلّا اذا ختم فیقرء من البقرۃ اور ثنا پڑہنا مکروہ ہی مگر جب کہ قرآن کو ختم کری تو سورۂ بقرہ مین سے پڑہی اسلیئے کہ حدیث مین سلسلہ ختم کی خوبی وارد ہے وفی القنیۃ قرأ فی الاولٰی الکافرون وفی الثانیۃ الم ترا و تبت ثم ذکر یتم وقیل یقطع و یبتدئ اور قنیہ مین ہی کہ اول رکعت مین سورۂ کافرون پڑہی اور دوسری مین سورۂ فیل یعنی خلاف ترتیب یا سورۂ تبت یعنی چہوٹی سورت کا فاصلہ چہوڑکر شروع کی پہر یاد کیا کہ ترتیب بدل گئی یا چہوٹی سورہ رہگئی تو انہین سورتونکو تمام کری اور قول ضعیف یہہ ہی کہ اونکو چہوڑ دی اور دوسری سورت پڑہی جس مین بے ترتیبی وغیرہ لازم نہ آوی شامی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر سہواً ترتیب بدلجاوی یا چہوٹی سورہ کا فاصلہ رہجاوی تو مکروہ نہین ولا یکرہ فی النفل شیٔ من ذلک اور نفل مین ان باتون مین سے کوئی مکروہ نہین ہم یعنی بے ترتیب پڑہنا اور چہوٹی سورہ کا فاصلہ چہوڑنا نفل مین درست ہی حلبی نے اسپر اعتراض کیا کہ ترتیب سورہ کی واجبات تلاوت سے ہی تو جب نماز کے باہر بے ترتیبی مکروہ ہے تو نماز کے اندر کیون نہوگی طحطاوی نے جواب دیا کہ نفل مین چونکہ گنجایش زیادہ ہی اسلیے اسکی ہر رکعت ایک فعل مستقل ہے تو بے ترتیب پڑہنا ایسا ہوا کہ ایک شخص نے کوئی آیت قرآن کی پڑہی اور چپ ہوگیا تہوڑی دیر کے بعد دوسری آیت اوسکے اوپر کی پڑہی جیسی اسطرح کا پڑہنا مکروہ نہین ایسی ہی نماز نفل مین مکروہ نہین وثلث تبلغ قدر اقصر سورۃ افضل من آیۃ طویلۃ اور تین آیتین کہ بمقدار چہوٹی سورت کے ہوجاتین پڑہنی ایک آیت سے افضل ہین ہم شامی نے کہا کہ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہی اور ثلاث مبتدا ہی بتقدیر مضاف یعنی قراءۃ ثلاث اور بعض نسخون مین بثلاث ہی تو اوس صورت مین تقدیر الصلوۃ بثلاث ہوگی وفی سورۃ و بعض سورۃ العبرۃ للاکثر و بسطناہ فی الخزائن اور پوری سورت اور تہوڑی سورت پڑہنی مین اعتبار اکثر کا ہی باعتبار آیات کے یعنی اگر اکثر آیتین پڑہی ہونگی تو سورہ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص اور مصنف نے اس فروع کو خزائن الاسرار مین شرح بیان کیا ہی

باب الامامۃ

یہہ باب ہی امامت کے بیان مین ہی صغرٰی و کبرٰی فالکبرٰی استحقاق تصرف عام علی الانام و تحقیقہ فی علم الکلام امامت دو قسم ہے ایک چہوٹی ایک بڑی بڑی امامت مستحق ہونا تصرف عام کا ہی خلق پر اور اسکی تحقیق علم کلام مین مذکور ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ اس تعریف مین یہہ خلل ہی کہ استحقاق تصرف امامت کا اثر ہی نہ اوسکی حقیقت بلکہ صفت اوسکی وہی جو مقاصد مین مذکور ہی کہ امامت ریاست عامہ ہی لوگون کی دین و دنیا کی مصالح کی حفاظت کے لیے بطریق نیابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ریاست عام کی قید سے قاضی اور امرا نکل گئے کہ اونکی ریاست اہل اسلام پر عام نہین ہوتی بلکہ خاص مسلمانون پر ہوتی ہی اور خلق سے مراد مسلمان ہین یا مجرد اونکے حکم مین ہین مثل ذمی وغیرہ کے ونصبہ اھم الواجبات اور قائم کرنا امام کا مسلمانون پر زیادہ ضروری واجبات مین سے ہی اس لیے کہ بہت سے واجبات شرعی امامت پر موقوف ہین اور یہی وجہ عقائد نسفیہ مین کہا ہی کہ مسلمانون کے لیے ایک امام ضرور چاہیئے کہ اون مین احکام جاری کری اور اونکو سزائین اعمال بد کی دی اور دشمنون کو اون پر سے روکے اور اونکے لشکرون کو سامان دے اور اون سے صدقات وصول کری اور گردن کشونکو سر دبائی اور چورون اور رہزنون کو زیر کری اور جمعہ اور عید قائم کری اور حقوق کے ثابت کرنیکی گواہیان سنی اور جن بچون کے ولی نہین اونکے نکاح کر دی اور مسلمانون مین غنیمتون کے مال تقسیم کر دی انتہی فلذا قدموہ علی دفن صاحب المعجزات صلی اللہ علیہ وسلم اور اسیوجہ سے کہ امام کا مقرر کرنا اہم واجبات سے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلیفہ مقرر کرنیکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا ہم یعنی وفات شریف دوشنبہ کی روز ہوئی اور سہ شنبہ کو دن یا بدھ کی رات خواہ دن مین دفن ہوئی کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ یہہ سنت ابتک باقی ہی کہ کوئی خلیفہ دفن نہین ہوا جب تک کہ دوسرا اوسکی جگہہ قائم نہین ہو چکا ویشترط کونہ مسلماً حراً ذکراً عاقلاً بالغاً قادراً قرشیاً اور شرط ہی ہونا امام یعنی خلیفہ کا مسلمان آزاد مذکر صاحب عقل بالغ قدرت والا قریش کے نسب سے ہم مسلمان سے وجہ یہہ ہے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت نہین اور آزاد اس وجہ کہ غلام کو خود اپنی نفس پر ولایت نہین تو دوسرے پر کیسے ہوگی اور مرد اسلیئے کہ عورتون کو گہر مین بیٹہنے کا حکم ہی اور عقل کی ناقص ہین تو ان سے واجبات شرعی کی تعمیل نہو سکیگی اور عاقل و بالغ اسلیئے کہ مجنون اور لڑکے کو اپنی اوپر ولایت نہین اور قادر سے یہہ غرض کہ احکام کے جاری کرنے اور مصالح اہل اسلام کے قائم کرنے پر قدرت رکہتا ہو ورنہ امام کے مقرر کرنیکی غرض فوت ہوجائیگی اور قرشی ہونا اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ الائمۃ من قریش یعنی امام قریش مین سے ہین کذا فی الشامی اور جمہور نے امامت کے لیے شجاعت کو بہی شرط کیا ہی اور بعض نے عالم ہونا امام کا شرط کیا ہی لا ہاشمیاً

علویا معصوما نہین شرط ہی امام کا ہاشمی ہونا یا اولاد حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی ہونا یا کنا ہونے معصوم ہونا ہم سیہ قیدین شیعون نے لگائی ہین کہ امام کو ہاشمی ہونا ضرور ہی اس سی یہہ مطلب کہ خلافت حضرت ابوبکر او حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی باطل ہی اور علوی کہنی سی یہہ مدعا کہ خلافت عباسیون کی باطل ہو اور معصوم اثنا عشری شیعون اور اسماعیلیون کا قول ہی حلبی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ نعقد لا تینون جگہہ لا یعنی یون کہتا لا ہاشمیا ولا علویا ولا معصوما اسلئی کہ یہہ تین قیدین شیعون کے تین فرقون کے قول جدا جدا ہین نہ یہہ ایک ہی قول ہو ویکرہ تقلید الفاسق اور مکروہ ہی حاکم بنانا بدکار کا مگر وہ کہنی سی اشارہ کیا کہ عادل ہونا امام کا شرط نہین ویعزل بہ الا لفتنۃ اور امام قابل معزولی ہوجاتا ہی فسق سی یعنی اگر اثناء حکومت مین او فسق طاری ہوگیا تو اس سے معزول نہوجائیگا بلکہ مستحق عزل ہوگا مگر بسبب خوف فساد کے اوسکو معزول کیا جای ویجب ان یدعی لہ بالصلاح اور واجب ہی کہ ایسے امام کے حق مین دعا نیک بخت ہونیکی کیجای وتصح سلطنۃ متغلب للضرورۃ اور صحیح ہی سلطنت زبردستی حاکم بنی والیکی بسبب ضرورت کے ہم عقد امامت دو طرح سی منعقد ہوتا ہی اول یہہ کہ خلیفہ خود اپنی جگہہ دوسرے کو امام کردی جیسے حضرت ابوبکر رض نے حضرت عمر رض کو خلیفہ کیا تہا دوسرے یہہ کہ زمرۂ علما اور صاحبان رأی وتدبیر کسیکے ہاتہہ پر بیعت کرین تو اگر یہہ دونون صورتین نہون اور کوئی شخص زبردستی والی ہوجای تو اوسکی سلطنت صحیح ہوگی ضرورت کی وجہہ سی یعنی تا کہ اہل اسلام مین فتنہ نہو وکذا صبی وینبغی ان یفوض امور التقلید علی وال تابع لہ والسلطان فی الرسم ہو الولد وفی الحقیقۃ ہو الوالی لعدم صحۃ اذنہ بقضاء وجمعۃ کما فی الاشباہ عن البزازیۃ اور اسیطرح درست ہی سلطنت لڑکی کی ضرورت کی وجہہ سے اور چاہیی کہ کاروبار حکومت کے ایک حاکم کے سپرد کئے جاوین جو تابع سلطان کا ہو اور بادشاہ ظاہر مین تو وہ لڑکا ہی اور حقیقت مین والی مذکور کیونکہ اوسکی اجازت قضا اور جمعہ مین درست نہین چنانچہ اشباہ مین بحوالۂ بزازیہ سی ہم یعنی اگر والی مذکور کو حقیقت مین بادشاہ نکہین تو اوس کا حکم دینا قضا اور جمعہ کے لئی درست نہوگا کیونکہ ان دونون مین ایسی شخص کا اذن صحیح نہین جسکو ولایت نہو لیکن یون کہنا چاہیی کہ یہہ شخص ایک خاص وقت تک حقیقت مین سلطان ہی یعنی لڑکے کے بالغ ہونے تک اس مدت کی قید سے یہہ فائدہ ہوگا کہ جب وہ لڑکا بالغ ہونیکے بعد حاکم مستقل ہوگا تو اس والی کے معزول کرنیکی حاجت نہوگی کذا فی الشامی وفیہا لو بلغ السلطان او الوالی یحتاج الی تقلید جدید اور بزازیہ مین ہے کہ اگر سلطان یا والی بالغ ہووے تو حاجت پڑیگی کہ پہر سے اوسکو حاکم بنانیکی والصغری ربط صلوۃ المؤتم بالامام بشروط عشرۃ اور امامت صغری وابستہ ہونا مقتدی کی نماز کا ہی امام کی نماز سی دس شرطون کے ساتہہ ہم شارح نے جو دس شرطین مذکور کی ہین سو اقتدا کی ہین امامت کی البتہ نورالایضاح مین چہہ شرطین امامت کی علحدہ لکہی ہین تندرست مردون کے لئے اول مسلمان ہونا دوم بالغ ہونا سوم عاقل ہونا چہارم مرد ہونا پنجم عذرون سے سلامت ہونا جیسی نکسیر اور پیشاب کے جاری رہنے اور تتلا ہونے وغیرہ سی ششم موجود ہونا شروط نماز کا مثل طہارت اور ستر عورت وغیرہ کے مگر چونکہ امامت بدون اقتدا کے ہو نہین سکتی اسلئی جو شرطین شارح نے اقتدا کی لکہی ہین وہ امامت کی بہی ہوسکتی ہین بلحاظ موقوف ہونے امامت کے اقتدا پر سیطرح یہہ چہہ شرطین اقتدا کی بہی ہوسکتی ہین اس سی معلوم ہوا کہ کل شرطین امامت اور اقتدا کی سولہ ہین مگر چونکہ دس مقتدی کے ساتہہ قائم ہین اور چہہ امام کی تو بہتر ہی کہ دس کو شرطین اقتدا کی ٹہیرایا جای اور چہہ کو امامت کی کذا فی الشامی نیۃ المؤتم الاقتداء شرط اول نیت اقتدا کی کرنی مقتدی کو واتحاد مکانہما اور دوسری شرط متحد ہونا امام ومقتدی کے مکان کا تو اگر سوار پیادہ کا اقتدا کریگا یا بالعکس تو جائز نہوگا اور اگر امام ومقتدی کے بیچ مین آڑ ہو تو کچہہ حرج نہین اگر مقتدی پر حال امام مشتبہ نہو وصلوتہما اور تیسری شرط متحد ہونا دونو کی نماز کا بحرالرائق مین کہا کہ اس سی یہہ غرض ہی کہ اگر مقتدی امام کی نماز کی نیت سی اقتدا کری تو درست ہوجای یہہ تعبیر اسلئی کی کہ اقتدا متنفل کا فرض پڑہنی والیکے پیچہی اس عبارت مین داخل ہوجای اس شرط کو نورالایضاح مین خوب لکہا ہی کہ مقتدی سوای امام کے فرض کے اور کوئی فرض نہ پڑہتا ہو کذا فی الشامی عن الحلبی وصحۃ صلوۃ امامہ اور چوتہی شرط صحیح ہونا امام کی نماز کا مقتدی کے گمان مین تو اگر مقتدی کی دانست مین امام کی نماز فاسد ہوگی تو اوسکا اقتدا صحیح نہوگا وعدم محاذاۃ امرأۃ اور پانچوین شرط ہی برابر نہونا عورت کا کیونکہ عورت کا برابر ہونا ان شرطون کے ساتہہ جو آگے مذکور ہونگی مفسد نماز ہی وعدم تقدمہ علیہ بعقبہ اور چہٹی شرط ہی نہ آگے بڑہنا مقتدی کا اپنے امام سی بلحاظ ایڑی کے تو اگر ایڑیان برابر ہونگی تو اقتدا درست ہوگا اگرچہ پانو بڑا ہونیکی جہت سی مقتدی کی اونگلیان آگے بڑہی ہوی ہون وعلمہ بانتقالاتہ اور ساتوین شرط ہی جاننا مقتدی کا امام کے ایک رکن سی دوسری مین جانیکو خواہ دیکہنی سی یا آواز سنکر یا دوسرے مقتدیون کو دیکہکر یہہ علم حاصل ہو بسماع من امام او مبلغ او رؤیۃ

شرط ہی جاننا مقتدی کا امام کے حال کو یعنی اوسکے مسافر یا مقیم ہونیکو یہہ جاننا نماز سے پہلے ہو یا پیچھے تو اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز مین دو پر سلام
پھیر دیا اور لوگون کو معلوم نہوا کہ امام نے بھولکر دو پڑہین یا سفر کی جہت سے تو نماز نہو گی ومشارکتہ فی الارکان اور نوین شرط ہی شریک ہونا مقتدی کا امام کے
ساتھہ ارکان نماز مین یعنی ہر رکن کو اوسکے ساتھہ ادا کرتا تو اگر کسی رکن کو چھوڑ دیگا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اقتدا بھی نرہیگا وکونہ مثلہ او دونہ فیہا وفی
الشرائط کما بسط فی البحر اور دسوین شرط ہی ہونا مقتدی کا امام کے مانند یا اوس سے کمتر ارکان مین اور نماز کی شرطون مین چنانچہ مشرح مذکور ہی بحر الرائق
مین ہم ارکان مین برابر ہی ہونیسے یہہ غرض کہ اونکی بجا آوری مین برابر ہو مثلاً اگر امام اشارہ سے ارکان ادا کرتا ہو اور مقتدی بھی اشارہ ہی سے کرتا ہی تو اقتدا
درست ہی کیونکہ دونو ارکان کے ادا کرنے مین یکسان ہین اور کمتر کی مثال یہہ کہ اشارہ سے نماز پڑہنے والا رکوع اور سجود کرنیوالیکا اقتدا کرے اور شرائط مین یکسان
ہونیکی یہہ صورت ہی کہ ننگا آدمی دوسرے ننگے کا اقتدا کرے یا سب شرطون کا جامع شخص کسی اپنے جیسے کا اقتدا کرے اور شرطون مین کم ہونیکی یہہ مثال ہی کہ امام مین
سب شرطین ہون اور مقتدی مثلاً ننگا ہو شامی نے کہا کہ دسوین شرطین اصل نسخہ بحر الرائق مین نہین بلکہ بعض نسخون کے حاشیہ پر بخط مؤلف پائی جاتی ہین
قیل وثبوتہا بارکعوا مع الراکعین کہتے ہین کہ امامت وجماعت کا ثبوت اس آیت سے ہے (ارکعوا مع الراکعین) یعنی رکوع کرو رکوع کرنیوالون کے ساتھہ یعنی شریک
جماعت ہو اس صورت مین جماعت سنت موکدہ نرہیگی بلکہ واجب یا فرض ہوگی اور بعضون نے مثل قاضی بیضاوی کے اس کے معنی یہہ کہے ہین کہ خضوع کرو عاجزی
کرنیوالون کے ساتھہ تو اس صورت مین ثبوت امامت کا اس آیت سے نہوگا ومن حکمہا نظام الالفۃ وتعلم الجاہل من العالم اور جماعت کی حکمتون مین سے ہی کہ الفت
منتظم رہنا اور جاہل کا عالم سے سیکھنا ہم یعنی جماعت کے مشروع ہونے مین یہہ حکمت ہی کہ پانچ وقت محلہ والون اور ہمسایون سے ملاقات ہوگی تو باہم الفت مستحکم ہوگی اور جو
شخص افعال نماز کو نجانتا ہوگا وہ دوسرے واقفکار سے سیکھہ لیگا اور ایک حکمت یہہ بھی ہی کہ تنہا پڑہنا نفس پر شاق ہوتا ہی جماعت مین دل نہین گھبراتا کذا فی الطحطاوی
وہی افضل من الاذان عندنا خلافا للشافعی قالہ العینی امامت ہم حنفیون کے نزدیک اذان سے افضل ہی یعنی امامت مین زیادہ ثواب ہی بخلاف امام شافعی رح کے
کہ اونکے نزدیک اذان کہنے مین زیادہ ثواب ہی کہا ہی اسکو عینی نے اور بعض علما دونون کو برابر کہتے ہین کذا فی الحلبی وقول عمر لولا الخلافۃ لاذنت ای مع الامامۃ اذ الجمع
افضل اور فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر خلافت نہوتی تو مین اذان کہا کرتا اسکے یہہ معنی ہین کہ امامت کے ساتھہ کیونکہ جمع کرنا امامت اور اذان کا افضل ہے
ہم یعنی حضرت عمر رض کے قول سے فضیلت اذان کی نہین پائی جاتی کیونکہ اوسکے معنی یہہ ہو سکتے ہین کہ امامت بھی کرتا اور اذان بھی کہتا کہ دونو باتون کے جمع ہونے مین
بلاشبہہ فضیلت ہی خلافت کو مانع اس لیے فرمایا کہ کاروبار خلافت مین مشغول ہو کر پھر سے انتظار اوقات نماز کا نہین ہو سکتا اسلیے صرف امامت پر اکتفا کیا کذا
فی الشامی وقال بعضہم اخاف ان ترکت الفاتحۃ ان یعاتبنی الشافعی وان قراتہا یعاتبنی ابو حنیفۃ فاخترت الامامۃ اور بعض علما نے کہا ہی کہ مجکو
خوف ہی کہ اگر مین فاتحہ کو حالت اقتدا مین چھوڑ دون تو امام شافعی مجہپر عتاب کرین اور اگر اسکو پڑہون تو امام اعظم غصہ فرمائین اسلیے مین نے امامت کو اختیار کیا ہم یہہ
کوئی دوسری دلیل ہی امامت کے افضل ہونیکی کہ امامت کی وجہ سے نماز بلاخلاف درست ہو جاتی ہی والجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال قال الزاہدی ارادوا
بالتاکید الوجوب الا فی جمعۃ وعید فشرط اور جماعت مردون کے لیے سنت موکدہ ہی زاہدی نے کہا کہ فقہا نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہی یعنی جو لوگ
سنت موکدہ کہتے ہین اونکے قول مین اور جو لوگ واجب کہتے ہین اونکے قول مین کچھہ فرق نہین دونون کا مآل ایک ہی کیونکہ تاکید سے غرض واجب ہونا ہی مگر جمعہ و
عید مین جماعت شرط ہی اون دونو کے صحیح ہونیکی وفی التراویح سنۃ کفایۃ وفی وتر رمضان مستحبۃ علی قول اور تراویح مین جماعت سنت کفایہ ہی
کہ محلہ مین کچھہ لوگون کے ادا کرنیسے سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتی ہی اور رمضان کے وتر مین جماعت مستحب ہے ایک قول پر اور دوسرے قول کے بموجب نہین بلکہ وترونکو مکان مین
ادا کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی وتر غیرہ وتطوع علی سبیل التداعی مکروہۃ وسنحققہ اور رمضان کے سوا کے وترون مین اور نماز نفل مین جماعت مکروہ ہے
بطور تداعی کے اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ہم تداعی سے یہہ غرض کہ چار یا زیادہ مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑہین کذا فی الطحطاوی اور قہستانی مین ہے کہ اگر
چار مقتدیون سے کم ہون اور مسجد کے کسی گوشہ مین جماعت کر لین تو مکروہ نہین ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق
او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن اور مکروہ ہی مکرر کرنا جماعت کا اذان اور اقامت کے ساتھہ محلہ کی مسجد مین نہ شارع عام کی مسجد مین یا ایسی مسجد مین جسکا نہ امام

نہ موذن هم مکرر ہی سو مراد کرہ تحریمی ہی اسیطرح کافی نے کہا ہی کہ جماعت دوبارہ جائز نہین اور مجمع مین ہے کہ جماعت مکرر مباح نہین اور شرح جامع صغیر مین ہی کہ بدعت ہے
اور مسجد محلہ سے یہہ مراد ہی کہ جسکا امام اور جماعت مقرر ہو ندر مین کہا کہ اگر اہل محلہ بدون اذان و اقامت کے جماعت دوبارہ کرین یا مسجد شارع عام پر ہو تو دوسری
جماعت جائز ہو گی بالاتفاق جیسے اوس مسجد مین جسکا امام اور موذن نہین اور آدمی گروہ گروہ آکر نماز پڑہتے ہون تو افضل یہہ ہے کہ ہر گروہ اذان اور اقامت
جداگانہ سے نماز پڑہی تتمہ مین کہا کہ دوسری اذان کی قید سے احتراز ہوا اوس صورت سے کہ محلہ کی مسجد مین دوبارہ جماعت بدون اذان پڑہی جاوی کہ اسطرح
پڑہنا مباح ہی بالاتفاق اور جماعت دوم کے مکروہ ہونیکی یہہ دلیل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم مین صلح کرا دینے کو نکلے تہے تو نماز کے وقت مسجد مین تشریف
لیگئے جس مین جماعت ہو چکی تہی آپ اپنے مقام پر واپس تشریف لائے اور گہر والون کو جمع کرکے نماز پڑہی پس اگر جماعت دوم مسجد مین درست ہوتی تو مسجد کی جماعت چہوڑ کر
آپ گہر مین کیون نماز پڑہتے علاوہ اسکے جماعت ثانی کے جائز رکہنے مین جماعت کی کمی بہی متصور ہے کیونکہ جب لوگون کو معلوم ہوگا کہ دیر کرکے جانیمین بہی جماعت فوت نہوگی
اگر اول نملیگی دوسری ملجائیگی تو اول جماعت مین اکہٹے نہونگے تو اس تعلیل سے یہہ نکلتا ہی کہ مسجد محلہ مین تکرار جماعت گو بدون اذان کے ہو مکروہ ہی اور اسیکا موید ظہیریہ
مین ہی کہ اگر کچہہ لوگ ایک مسجد مین آئے جس مین جماعت ہو چکی ہی تو وہ تنہا نماز پڑہین اور یہی ظاہر الروایہ ہی اور اسی وجہ سے شیخ سندی تلمیذ ابن الہمام نے اپنے رسالہ مین
ذکر کیا ہی کہ یہہ جو اہل حرمین جدا جدا امام کے پیچہے جماعتین ایک ہی وقت مین پڑہتے ہین یہہ بالاتفاق مکروہ ہے اور شریف غزنوی جو ۵۵۱ھ مین حج کو گئے تہے تو ان جماعتون کے
باب مین انکار صریح کیا تہا اور بعض مالکیہ نے فتوی دیا ہی کہ تکرار جماعت مسجد محلہ مین چارون مذہب کے علما کے قول پر ناجائز ہی مگر اس مین مشکل یہہ ہے کہ مسجد مکہ معظمہ
اور مدینہ منورہ کے لیئے نمازی مقرر نہین تو انکو مسجد محلہ کیسے کہہ سکتے ہین بلکہ اون کا حال مثل مسجد شارع عام کے ہی اور پیشتر گذر چکا کہ شارع عام کی مسجد مین تکرار
جماعت بالاتفاق مکروہ نہین اور شرح منیہ مین امام ابو یوسف سے منقول ہی کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی صورت پر نہو تو مکروہ نہو گی ورنہ مکروہ ہو گی اور یہی قول
صحیح ہی اور تاتارخانیہ مین ولوالجیہ سے منقول ہے کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین اور بزازیہ مین ہے کہ محراب سے ہٹ کر کہڑے ہونے مین پہلی جماعت کی صورت بدلجاتی ہی کذا فی
الشامی مختصراً چونکہ اس زمانہ مین جماعت دوم کے باب مین بہت بحث رہتی ہی اس لیئے مترجم نے استیعاب روایات کو مناسب سمجہا اور مجہکو کراہت و عدم کراہت جماعت دوم مین
تردد تہا کہ ایکروز خود بخود صلوۃ خوف کا خیال دل مین گذرا کہ نصف فوج مقابل دشمن کے رہتی ہی اور نصف امام کے ساتہہ پڑہتی ہے تو اگر مرضی شارع کی دوسری
جماعت کے لئے ہوتی تو نصف کو ایک امام کے ساتہہ پڑہنے کا اور نصف کو دوسرے امام کے ساتہہ پڑہنے کا حکم ہوتا تکلف کی اجازت نہوتی اوس روز سے مجہکو وہ تردد
رفع ہو گیا اور معلوم ہوا کہ جماعت دوم کا مکروہ ہونا ہی ارجح ہی وَاَقَلُّهَا اثْنَانِ وَاحِدٌ مَعَ الْإِمَامِ وَلَوْ مُمَيِّزًا اَوْ مَلَكًا اَوْ جِنِّيًّا فِي مَسْجِدٍ اَوْ غَيْرِهِ اور کمتر جماعت دو شخص
ہین یعنی ایک مقتدی امام کے ساتہہ اگرچہ وہ لڑکا تمیز دار ہو یا فرشتہ ہو یا جن ہو نماز مسجد مین ہو یا غیر مسجد مین هم کمتر جماعت دو آدمیون سے ہونیکی وجہ وہ حدیث ہی جسکو
سیوطی نے جامع صغیر مین روایت کیا ہی کہ دو اور دو سے زیادہ جماعت ہین اور بحر الرائق مین وجہ عقلی بیان کی ہی کہ جماعت اجتماع سے ماخوذ ہی چونکہ دو مین بہی اجتماع ثابت
ہی اسلیئے جماعت بہی پائی جاویگی اور یہہ حکم اور فرضون مین ہے سوای جمعہ کے کیونکہ جمعہ مین امام کے سوا تین آدمی لائق امام ہونیکے مقتدی ہونے چاہیین کذا فی الشامی قَالَ
تَصِحُّ اِمَامَةُ الْجِنِّيِّ اَشْبَاه اور صحیح ہی امام ہونا جن کا کذا فی الاشباہ اسلیئے کہ جن بہی مکلف ہی اور فرشتہ کی امامت درست نہین کیونکہ فرشتہ مکلف نہونیکی جہت سے
نفل پڑہیگا اور فرض پڑہنے والیکا اقتدا نفل پڑہنے والیکے پیچہے درست نہین اور حضرت جبریل علیہ السلام کا امام ہونا اوقات کی تعلیم کے لئے مخصوص تہا اور یہہ بہی
احتمال ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کا اعادہ فرمایا ہو کذا فی الطحطاوی وَقِيلَ وَاجِبَةٌ وَعَلَيْهِ الْعَامَّةُ ای عَامَّةُ مَشَايِخِنَا وَبِهِ جَزَمَ فِي التُّحْفَةِ وَ
غَيْرِهَا قَالَ فِي الْبَحْرِ وَهُوَ الرَّاجِحُ عِنْدَ اَهْلِ الْمَذْهَبِ اور بعضون نے کہا کہ جماعت واجب ہے اور اسی قول پر ہین اکثر ہمارے علما اور اسی کا یقین کیا ہی تحفہ وغیرہ مین بحر الرائق
مین کہا کہ یہی روایت وجوب کی قوی ہے اہل مذہب کے نزدیک طحطاوی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ یہی قول سب مین بہتر ہی اور قوی تر ہی اور اسی لئے اجناس مین کہا ہی کہ
جو کوئی جماعت کو حقارت کے باعث چہوڑ دے تو اوسکی گواہی مقبول نہین اور بعضون کے نزدیک جماعت فرض کفایہ یا فرض عین ہے فَتُسَنُّ اَوْ تَجِبُ ثَمَرَتُهُ تَظْهَرُ فِي الْاِثْمِ
بِتَرْكِهَا مَرَّةً عَلَى الرِّجَالِ الْعُقَلَاءِ الْبَالِغِينَ الْاَحْرَارِ الْقَادِرِينَ عَلَى الصَّلَاةِ بِالْجَمَاعَةِ مِنْ غَيْرِ حَرَجٍ پہر جماعت مسنون ہو یا واجب ہے مردون عاقل بالغ آزاد
اور جماعت کی نماز پڑہنے کی کسی وقت سے قدرت رکہنے والون پر مشایخ نے کہا کہ واجب اور مسنون ہونیکا ثمرہ اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ اگر جماعت کو ایکبار چہوڑیگا تو وجوب کے

قول پر گنہگار ہوگا اور مسنون ہونیکی قول پر گناہ گار نہوگا ھم حرج سے مراد عذر شرعی ہے جو مانع حضور جماعت ہے جیسے مرض یا بہت بوڑہا ہونا وغیرہ اور نور الایضاح
مین ہے کہ اگر کوئی شخص عذر سے جماعت مین حاضر نہوا مگر اسکی نیت مین یہ تہا کہ عذر نہوتا تو حاضر ہوتا تو اُسکو جماعت کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ۱۲ و لو فاتتہ ندب
طلبہا فی مسجد اٰخر الا المسجد الحرام و نحوہ ۱۲ اور اگر نمازی کو مسجد محلہ مین جماعت نملی تو مستحب ہے کہ جماعت کی تلاش دوسری مسجد مین کرے مگر مسجد حرام
اور اسی جیسی دوسری مسجدون مین اگر جماعت نملی تو تلاش جماعت کی مستحب نہین اسلئے کہ ان مسجدون مین جماعت کی نماز سے اکیلے ان مسجدون مین نماز پڑہنی زیادہ ثواب رکہتی ہے
بسبب حدیث ابن ماجہ کے جو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا گہر مین نماز پڑہنا ایک نماز کا ثواب ہے اور مسجد محلہ مین
پڑہنا پچیس نمازون کا ثواب ہے اور مسجد جامع مین پانسو کا اور بیت المقدس مین پانچ ہزار کا اور میری اس مسجد مدینہ مین پچاس ہزار کا اور مسجد حرام مین ایک لاکہ کا
ثواب ہے کذا فی الحلبی فلا تجب علی مریض و مقعد و زمن و مقطوع ید و رجل من خلاف او رجل فقط ذکرہ الحدادی و مفلوج و شیخ کبیر عاجز
و اعمی و ان وجد قائدا ۱۲ جماعت واجب ہے ان پر جو اس سے یہ نکلا کہ واجب نہین بیمار اور اپاہج اور مدت کے بیمار پر اور اسپر جس کا ایک ہاتھ اور ایک پانوں مخالف جانب
کٹا ہو یا فقط ایک پانو ہی کٹا ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے اور واجب نہین فالج زدہ اور بہت بوڑہے چلنے پہرنے سے عاجز پر اور واجب نہین اندہے پر اگرچہ کوئی
ہاتہ پکڑکر لیجانے والا موجود ہو ھم اور یہی حال ہے عاجز کا اگر اوسکے پاس سواری موجود ہو تو اوسپر بہی جماعت واجب نہین فتح القدیر مین کہا کہ جماعت بالاتفاق
ایسے اندہے اور عاجز پر واجب نہین جنکا پہنچانیوالا نہو اور جو امام کے نزدیک واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے کذا فی الشامی ۱۲ و لا علی من حال بینہ
و بینہا مطر و طین و برد شدید و ظلمۃ کذلک ۱۲ اور نہ واجب ہے جماعت اوس شخص پر جس مین اور جماعت مین مینہ اور کیچڑ اور شدت کا جاڑا اور سخت اندہیرا
حائل ہوا ہو یعنی مانع ہو ھم مراد یہہ مینہ اور کیچڑ کثرت سے ہو تو جماعت واجب نرہیگی اسیطرح جاڑا اگر بہت سخت ہو تو مانع ہوگا اور اندہیرے کا سخت ہونا اسطرح
کہ رستہ نسوجہے و ریح لیلا لا نہارا و خوف علی مالہ او من غریم او ظالم او مدافعۃ احد الاخبثین ۱۲ اور آندہی رات کیوقت مانع ہے نہ دن مین یا مانع ہو خوف
اپنے مال پر چور وغیرہ سے یا خوف ہو قرضدار سے یا کسی ظالم سے یا مانع ہو بار دو پلید چیزون کا یعنی بول و براز کا اسیطرح سے بند رکہنا گوز کا کذا فی الشامی و ارادۃ سفر و قیامہ
بمریض و حضور طعام تتوقہ نفسہ ذکرہ الحدادی ۱۲ اور مانع حضور جماعت ہے ارادہ سفر کا یعنی خوف قافلہ کے چلے جانیکا بشرط شرکت جماعت کے اور مریض کی خبر
لینی یعنی جس صورت مین کہ مریض کو اوسکے چلے جانے سے ایذا ہو اور سامنے آ کہانیکا کہ جسکے طرف نمازی کا نفس مشتاق ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے و کذا اشتغالہ بالفقہ لا بغیرہ
کذا جزم بہ الباقانی تبعا للبہنسی ای الا اذا واظب تکاسلا فلا یعذر و یعزر ولو باخذ المال یعنی بحبسہ عنہ ملخصا ۱۲ اور اسیطرح مانع وجوب جماعت ہے
مشغول ہونا نمازی کا فقہ مین نہ غیر فقہ مین ایسا ہی تعین کیا ہے اسکو باقانی نے بہ تبعیت بہنسی کے یعنی بجز اوس صورت کے کہ اگر فقہ کی مشغولی مین ترک جماعت پر مواظبت کریگا
کسل کی راہ سے تو معذور نہ متصور ہوگا اور تعزیر دیا جائیگا اگرچہ سزا مال کے لینے سے ہو یعنی اوسکے مال کو چند روز اوس سے روک دیا جاوے ھم فقہ سے مراد مسائل فرض
دین ہین اور مشغول ہونا عام ہے کہ سیکہنے سے ہو یا سکہانے سے یا تصنیف کرنے سے طحطاوی نے کہا کہ مال کے ضبط کرنیکی سزا قول ضعیف ہے چنانچہ باب التعزیر مین مذکور ہوگا و
لا تقبل شہادتہ الا بتاویل بدعۃ الامام او عدم مراعاتہ ۱۲ اور قبول نکیجائیگی گواہی جماعت کی ترک کرنیوالے کی مگر بسبب تاویل بدعت امام کے یا نہ رعایت کرنے امام کے
ھم یعنی اگر ترک جماعت کا عذر یہہ بیان کرے کہ امام بدعتی ہے اسلئے جماعت مین حاضر نہین ہوتا یا امام رعایت مذہب مقتدی کی نہین کرتا اون امور مین جو موجب نماز کے باطل ہونے کے
ہین تو ان عذرون سے گواہی مقبول ہوگی و الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانہر الاعلم باحکام الصلوۃ فقط صحۃ و فسادا بشرط اجتنابہ للفواحش
الظاہرۃ و حفظہ قدر فرض و قیل واجب و قیل سنۃ ۱۲ اور زیادہ مستحق امامت کا آگے بڑہنے مین بلکہ ہمیشہ کو امام مقرر کرنے مین کذا فی مجمع الانہر وہ شخص ہے جو احکام فقط نماز
کی صحت اور فساد کے زیادہ جانتا ہو یعنی اور علمون مین فاضل ہو یا نہین نماز کے احکام زیادہ جانتا ہو بشرطیکہ اوسکے بچنے کے ظاہری گناہون سے اور بشرط یاد کرنے مقدار فرض
نماز کے اور بعضون نے بقدر واجب اور بعض نے بقدر سنت یاد کرنیکو کہا ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ ظاہری گناہون سے بچنے کے شاید یہہ معنی ہون کہ امام کے دین پر کوئی طعنہ نکرتا
ہو اور مقدار فرض کا یاد کرنا قول کافی کا ہے اور مقدار واجب کا یاد کرنا بحر الرائق مین بطور بحث مذکور ہے اور زیلعی نے بقدر سنت کو لکہا ہے اور یہی مبسوط اور فتح القدیر
مین ہے اور یہی ظاہر ہے اسلئے کہ بیان امام کے آگے ہونیکا ہے تو امام کو لحاظ رکھنا سنت کا مناسب ہے ثم الاحسن تلاوۃ و تجویدا للقراءۃ ثم الاورع ای الاکثر

اتقاء للشبہات والتقوی اتقاء المحرمات اگر علم مین برابر ہون تو پہر مستحق امامت کا وہ ہے جو تلاوت اور قراءت کی تجوید مین زیادہ اچہا ہو پہر زیادہ وہ پرہیزگار ہو
یعنی جو شبہون سے بہت بچے اور تقوی حرام چیزون سے بچنا ہی ہم تلاوت اور تجوید سے یہہ غرض ہی کہ حروف اور مخارج اور مد اور شد وغیرہ کو خوب جانتا ہو اور
قاری کو دوسرے مرتبہ مین اسلیئے رکہا کہ قراءت کی احتیاج صرف ایک رکن مین ہوتی ہی اور علم کی احتیاج سب رکنون مین ہے پہر شارح نے ورع اور تقوی مین فرق
بتایا کہ ورع شبہون سے بچنے کو کہتے ہین اور تقوی حرام چیزون سے بچنے کو اور شبہہ اسکو کہتے ہین جسکی حلت اور حرمت مین شک ہو ثم الاسن ای الاقدم اسلاما فیقدم
شاب علی شیخ اسلم پہر مستحق امامت زیادہ عمر والا ہی یعنی جو اسلام مین پیشتر ہو پس مقدم کیا جاوی جوان اوس بوڑہے پر کہ چند روز سے مسلمان ہوا ہو وقالوا یقدم
الاقدم ورعا وفی النہر عن الزاد وعلیہ یقاس سائر الخصال فیقال یقدم اقدمہم علما ونحوہ وحینئذ قلما یحتاج للقرعۃ اور نہر مین کہا ہی کہ
مقدم کیا جاوی وہ شخص جو پیشتر ہو ورع مین یعنے جس کا ورع بہت دنون کا ہو وہ اوس پر مقدم ہی جسکا ورع کم مدت کا ہی اور نہر الفائق مین زاد الفقیر سے منقول ہی کہ ورع
اور پر خصلتون کا قیاس ہوگا یعنی یون کہا جائیگا کہ مقدم کیا جاوے وہ جس کا علم سب سے پیشتر ہو اور مثل اوسکی یعنے مثلا جسکو فن قراءت مدت سے آتا ہو وہ اوس سے مقدم
جس کو چند روز سے آتا ہی اور اسوقت مین یعنی جبکہ ہر خصلت کے پیشتر ہونیکا لحاظ کیا جاوے تو قرعہ ڈالنے کی احتیاج کمتر ہوگی ہم لتن نے آگے بیان کیا ہی کہ اگر چند مستحق امامت
سب خصلتون مین برابر ہون تو اون مین قرعہ ڈالا جاوی شارح کہتا ہی کہ جب اول مین لحاظ پیشتر ہونیکا کیا جائے تو اب ضرورت قرعہ ڈالنے کی کم ہوگی کیونکہ ایسا بہت کم ہوگا
کہ چند آدمیون مین ورع اور علم اور قراءت ایک ہی مدت سے ہوئی ہون ثم الاحسن خلقا بالضم الفۃ بالناس پہر مستحق امامت وہ ہی جو خوش خلق زیادہ
ہو شارح نے کہا کہ خلق بضم خا سمجہ لوگون سے ملنساری کو کہتے ہین ثم الاحسن وجہا ای اکثرہم تہجدا پہر زیادہ خوبصورت یعنی لوگون مین زیادہ تہجد گذار ہم یہہ تفسیر شارح
لزوم کے ساتہہ کی اسلیئے کہ کثرت تہجد کو خوبصورتی لازم ہی کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ جو شب کو زیادہ نماز پڑہیگا دن کو اوسکا چہرہ حسین ہوگا صاحب بدائع نے کہا کہ اس تکلف
کی کچہہ حاجت نہین خوبصورتی ظاہر کی مراد لینی چاہیئے کہ خوبصورت کی امامت سبب ہے جماعت کی کثرت کا کذا فی الشامی زاد فی الزاد ثم اصبحہم ای اسمحہم وجہا
زاد الفقیر مین اتنا زیادہ کہا ہی کہ پہر سب مین کا زیادہ صبیح یعنی چہرہ مین زیادہ بشاش مستحق ہی ہم اسمح مشتق ہی سماحت سے سماحت کے معنی یہہ ہین کہ جس سے ملے کشادہ
پیشانی اور ہنس مکہہ ملے تو یہہ بات حسن ظاہری سے علاوہ ہے مگر خوش خلقی مین اور اسمین ظاہر کچہہ فرق نہین معلوم ہوتا ثم اکثرہم حسبا پہر مستحق وہ ہی جو سب مین زیادہ
ہو حسب کی رو سے ہم بعض نسخون مین حسنا نون کے ساتہہ ہے مگر چونکہ اسکا ذکر پیشتر ہوچکا اسلیئے باء موحدہ کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہی قاموس مین ہے کہ حسب بزرگی ہی جسکو
آدمی اپنے آبا یا مال یا دین یا کرم وغیرہ کے سبب سے شمار کرے ثم الاشرف نسبا پہر وہ مستحق ہی جو خاندان مین زیادہ شریف ہو مثلا سید مقدم ہی اور لوگون پر زاد فی
البرہان ثم الاحسن صوتا برہان مین یہہ زیادہ کیا ہی کہ پہر جسکی آواز زیادہ اچہی ہو یعنے اگر صفات گذشتہ مین برابری ہو تو خوش آواز مقدم کیا جائیگا و
فی الاشباہ قبیل ثمن المثل ثم الاحسن زوجۃ اور اشباہ مین تہوڑا سا پہلے ثمن مثل کے بیان کیا ہی پہر مستحق وہ ہی جسکی بی بی زیادہ اچہی ہو اسلیئے کہ بی بی
کے اچہی ہونیسے اسمین مضمون محبت اور عفت کا زیادہ ہوگا اور یہہ مشہور مین ہی کہ لوگون مین اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہہ مطلب نہین کہ بقیہ صفات مین
برابری کیوقت ہر شخص اپنی بی بی کے اوصاف بیان کرے کذا فی الشامی ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاہا پہر وہ مستحق ہی جو زیادہ ہو مال مین یعنے مال حلال جسکے
پاس زیادہ ہو اور اگر مال حرام ہوگا تو وہ شخص فاسق ہوگا کذا فی الطحطاوی پہر وہ جو زیادہ ہو جاہ مین یعنی لوگون کے دلون مین اسکی جگہہ زیادہ ہو ثم الانظف
ثوبا پہر وہ جسکے کپڑے زیادہ ستہرے ہون اسلیئے کہ یہہ امر بہی موجب کثرت جماعت ہی ثم الاکبر رأسا والاصغر عضوا پہر جسکا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چہوٹے ہین
کیونکہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے اعضا کا متناسب ہونا دلیل ہے زیادتی عقل کی مگر کلانی سر کی موقع سے ہو بیموقع نہو کذا فی الطحطاوی ثم المقیم علی المسافر
پہر مقدم کیا جاوی مقیم مسافر پر طحطاوی نے کہا کہ شاید یہہ صورت مین ہی کہ مقتدی سب مقیم ہون یا بعض اون مین مسافر سب ملے جلے ہون اور جس صورت مین کہ سب مسافر
ہون صرف ایک مقیم ہو تو وجہہ اولے ہونے مقیم کی ظاہر نہین اور شامی نے بحرالرائق سے نقل کیا کہ مقیم اور مسافر دونون برابر ہین کسیکو اولویت
نہین ثم الحر الاصلی علی المعتق پہر مقدم کیا جاوے آزاد اصلی اوس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو یعنی اگر اور صفات مین دو شخص مساوی ہین مگر ایک
مین سے آزاد ہی اور دوسرا غلام تہا اب آزاد ہو گیا ہی تو حر اصلی مقدم ہوگا اسلیئے کہ غلام کو بسبب خدمت آقا کی اتنی مہلت نہین ملتی کہ تحصیل علم کرے ثم المتیمم

عن حدث علی المتیمم عن جنابة پھر مقدم کیا جاوے وہ جسکو حدث سے تیمم کیا ہے اوس شخص پر جسنے جنابت سے تیمم کیا ہے اسلئے کہ بے وضو ہونا خفیف ہے بہ نسبت جنابت کے **فائدہ** ایک کام کی بات ہے لا یقدم احد فی التزاحم الا بمرجح جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی مین ایک دوسرے سے مزاحم ہون تو کسیکو بدون مرجح مقدم کیا جاوے ومنہ السبق الی الدرس والافتاء والدعوی اور اسباب ترجیح مین سے ہے پیشتر آنا پڑہنے کے لئے یا فتوی لینے کو یا قاضی کے سامنے دعوی بیان کرنیکو یعنی دو طالب علم ایک استاد سے پڑہتے ہین تو اول اُسکو پڑہاوے جو پیشتر آیا ہو اسیطرح مفتی کے یہان فتوی پوچھنے والون مین تقدیم اُسکی ہو جو پہلے آوے شامی نے کہا کہ بہتر یہ تہا کہ اسکی جگہہ استفتا ہوتا چنانچہ ترجمہ مین معنی استفتا ہی کے لکھے ہین فان استووا فی المجیئ اقرع بینہم انتہی کلام الاشباہ پہر اگر آنیمین برابر ہون یعنی سب ایک ساتھہ آئے ہون تو اونمین قرعہ ڈالا جاوے جسکا نام پیشتر نکلے اوسیکو مقدم کیا جاوے تمام ہوا کلام اشباہ کا وفی الفصل الثانی والثلثین من حظر التاتارخانیة وفی طلبة العلم یقدم السابق فان اختلفوا وثمہ بینة فیہا والا اقرع کمجیئہم معا کما فی الحرقی والغرقی اذا لم یعرف الاول فیجعل کانہم ماتوا معا اوتیسوین فصل کتاب الحظر تاتارخانیہ مین مذکور ہے کہ طالب علمون کے سبق مین مقدم کیا جاوے پیشتر آنیوالا یعنی اگر وہ سب ایکدوسرے کے بعد آئے ہون اور وہان کچھہ دلیل پیشتر آنیکی ہو تو اوسی پر عمل ہوگا ورنہ قرعہ ڈال لیا جاوے گا جیسے سب ایک ساتھہ آنے مین قرعہ ڈالا جاتا ہے چنانچہ ایک ساتھہ جلنے والون اور ڈوبنے والون مین جب اول نہین معلوم ہوتا او یہہ ٹہرالیا جاتا ہے کہ گویا وہ سب ساتھہ ہی مرے ہین تمام ہوا قول تاتارخانیہ کا ہم تشبیہ جلنے والون اور ڈوبنے والونکی صرف اسین ہے کہ در صورت نہ معلوم ہونے ترتیب کے ایسا کیا جاتا ہے کہ سب ایک ساتھہ ہین اور قرعہ ڈالنے مین تشبیہ نہین اسلئے کہ جلنے اور ڈوبنے والون مین قرعہ نہین ہوتا کذا فی الشامی وفی محاسن القراء لابن وهبان وقیل ان لم یکن للشیخ معلوم جاز ان یقدم من شاء والاکثر منا اختیارًا علی تقدیم الاسبق والاول من سنة ابن کثیر اور ابن وہبان کی محاسن القراء مین ہے کہ بعض علما کا قول یہہ ہے کہ اگر استاد کو طالب علمون سے اونکا حال معلوم نہو تو جائز ہے کہ جسکو چاہے مقدم کرے اور ہمارے اکثر مشائخ پیشتر آنیوالیکی تقدیم پسند کرتے ہین اور اول جسنے یہہ طریقہ مقرر کیا ابن کثیر ہے ہم سمہودی نے جواہر العقدین مین یہہ روایت کی ہے کہ ایک انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کچھہ پوچھنے آیا اور ایک آدمی ثقیف کی قوم کا اوسکے بعد آیا آپنے فرمایا کہ انصاری تجھہ سے پہلے سوال کر رہا ہے تا بیٹھہ جا کہ اسکی حاجت روا ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تعلیم فرمایا اور ابن کثیر نے اس مین متابعت اونکی اختیار کی کذا فی الشامی فان استووا یقرع بین المستویین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرہم پس اگر مستحقین امامت برابر ہون یعنی کسیمین وجہ زیادتی اور ترجیح کی موجود نہو تو برابر صفات والون مین قرعہ ڈالا جاوے یا مقتدیونکو اختیار ہے کہ جسکو چاہین امام بنائین پہر اگر اختیار مین مقتدی مختلف ہون کچھہ کسیکو چاہین کچھہ دوسرے کو تو اعتبار اونکی اکثر کا ہے یعنی جس امام کو بہت مقتدی پسند کرین وہی امامت کرے ولو قدموا غیر الاولی اساؤا بلا اثم اور اگر مقتدی اوسکے سوا دوسرے کو پیش امام کر دینگے تو برا کرینگے بدون گناہ کے یعنی ترک سنت کی وجہ سے برا کرینگے اور گناہگار نہونگے واعلم ان صاحب البیت ومثلہ امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیرہ مطلقًا الا ان یکون معہ سلطان او قاض فیقدم علیہ لعموم ولایتہما وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اور جانکہ گہر کا مالک امامت کے واسطے بہتر ہے دوسرے لوگون سے ہر حال مین یعنی گو دوسرا اوس سے عالم اور زیادہ قاری ہو تب بہی مالک مکان افضل ہے اور مالک کی مانند ہے امام معین مسجد کا یعنی وہ بہی اپنے غیر سے بہتر ہے اگرچہ غیر اوس سے صفات گذشتہ مین فائق ہو مگر اوس صورت مین کہ ہو وہی مالک یا امام معین کے ساتھہ بادشاہ یا قاضی کہ بادشاہ یا قاضی مالک وغیرہ پر مقدم ہوگا بسبب عام ہونے ولایت اور تصرف بادشاہ اور قاضی کے تصریح کی ہے حدادی نے والی کے مقدم کرنیکی امام معین پر والمستعیر والمستاجر احق من المالک نہر اور مکان کا عاریت لینے والا اور کرایہ دار زیادہ حقدار ہین بہ نسبت مالک کے اوس وجہ سے کہ پیشتر گذری ہم شامی نے کہا کہ شارح کو لام کہنا مناسب تہا کیونکہ اوپر عموم ولایت کا ذکر ہے حالانکہ مستعیر اور کرایہ دار کی ولایت عام نہین تو یون کہنا چاہیے تہا لان الولایة لہما فی ہذہ الحالة دون المالک یعنی اسوقت اون دونون کا تصرف ہے نہ مالک کا ولو ام قومًا وہم لہ کارہون ان الکراہة لفساد فیہ او لانہم احق بالامامة منہ کرہ لہ ذلک تحریمًا لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللہ صلوة من تقدم قومًا وہم لہ کارہون وان ہو احق لا والکراہة علیہم اور اگر کوئی شخص ایک قوم کا امام ہوا اور وہ لوگ اسکو برا جانتے ہین تو اگر اونکی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کے لیئے ہے یا اس وجہ سے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام کے زیادہ مستحق امامت ہین

اوس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے سبب حدیث ابی داؤد کے کہ اللہ تعالی اوس شخص کی نماز نہیں قبول کرتا جو ایک قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اوس سے نفرت رکھیں اور اگر امام نہ کرے زیادہ حقدار امام ہونیکا ہو تو اوسکے حق مین امام ہونا مکروہ نہیں اور مقتدیون کو اوس سے نفرت کرنا مکروہ ہے دیکھو تنزیہا امامة عبد ومعتق قهستانی عن الخلاصة ولعله لما قدمناه من تقدم الحر الاصلی اذ الکراهة تنزیهیة فتنبه اور مکروہ تنزیہی ہے امام ہونا غلام کا اگرچہ آزاد ہو لیا ہو کذا نقلہ القہستانی عن الخلاصہ اور شاید کہ اسکی وجہ وہی ہے جو ہم پیشتر بیان کر چکے ہین یعنی ہر اصلی کا مقدم ہونا آزاد شدہ پر اور یہی ہے کیونکہ کراہت اس مسئلہ مین تنزیہی ہے اور وہ ترک اولے سے ہوا کرتی ہے پس سمجھ رکھو جاننا چاہیے کہ ایک نسخہ مین لعلہ لما قدمناہ کی جگہہ والعلة ماقدمناہ ہے یعنی وجہ اسکی وہ ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہین واعرابی ومثله ترکمان واکراد وعامی اور مکروہ ہے امامت بدوی کی اور مثل بدوی کے قوم ترکمان اور کرد اور جاہل آدمی ہین یعنی ان سب کی امامت مکروہ ہے اور علت کراہت غلبہ جہالت ہے اور لوگون کا نفرت اونکی امامت سے وفاسق واعمی ونحوه الاعشی نهر اور مکروہ ہے امامت فاسق اور اندہے کی اور مثل اندہے کی ہے وہ شخص جسکو رات اور دن مین کم سوجہتا ہو کذا فی النہر اندہے کی امامت کی کراہت بوجہ نہ بچنے نجاست کے ہے صاحب نہر الفائق نے بحث کی راہ سے کہا کہ اس امر مین کم سوجہ آدمی بھی ایسا ہی ہے الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم فهو اولی مگر یہہ کہ ہووے ہر واحد سابق کے شخصون سے سواے فاسق کے زیادہ عالم قوم کا تو اس صورت مین اوسکا امام ہونا اولی ہے مم فاسق کا استثنا نہین کیا کہ باوجود عالم ہونے کے بھی اوسکی امامت خالی کراہت سے نہین کیونکہ امامت مین اوسکی تعظیم ہے حالانکہ شرعا مقتدیون پر اوسکی اہانت واجب ہے مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس تعلیل کا مفاد یہہ ہے کہ امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہے اور اندہے کی امامت مین ہر چند عالم ہو سو علت کراہت یعنی نہ بچنا نجاست سے موجود رہتی ہے مگر اوسمین نص صریح کی ہونے سے کراہت جاتی رہی یعنی ابن ام مکتوم اور عتبان باوجود اندہے ہونے کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو مدینہ منورہ مین اپنا نائب کیا تہا نماز پڑہانیکو کیونکہ مردون مین اون سے زیادہ لائق موجود نہ تہا کذا فی العلامة الشامی ومبتدع ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة اور مکروہ ہے امامت مبتدع یعنی بدعتی والیکی اور بدعت اعتقاد کرنا ہے خلاف اوس بات کے جو مشہور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بوجہ عناد کیونکہ بوجہ عناد اعتقاد مخالف کا کرنا قطعا کفر ہے بلکہ اعتقاد ہو کسی قسم کے شبہہ سے مم شمنی نے تعریف بدعت کی یہہ کی ہے کہ جو چیز کسی قسم کے شبہہ یا استحسان سے پیدا ہو مخالف اوس حق کے جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے خواہ وہ حق بات علم ہو یا عمل یا حال اور اوس چیز کو دین اور صراط مستقیم ٹہیرالیا ہو اس تعریف مین بدعت صرف اعتقاد کا نام نہین جیسا شارح کی تعریف سے مفہوم ہوتا ہے وکل من کان من قبلتنا لا یکفر بها حتی الخوارج الذین یستحلون دماءنا واموالنا وسب اصحاب الرسول صلی الله علیه وسلم وینکرون صفاته تعالی وجواز رؤیته لکونه عن تاویل وشبهة اور جتنے لوگ کہ ہمارے قبلہ کے طرف نماز پڑہتے ہین وہ بدعت سے کافر نہین ہوتے یہان تک کہ فرقہ خارجیون کا بھی کافر نہین جو ہمارے جان و مال حلال جانتے ہین اور گالی دیتے اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور انکار کرتے ہین اور اللہ تعالی کی صفات کی اور اوسکے دیدار جواز کے منکر ہین یہہ لوگ کافر نہین بسبب ہونے انکے اعتقاد تاویل اور شبہہ سے مم تاویل عبارت ہے معنی بنالینے سے یعنی انکا اعتقاد اس جہت سے ہے کہ اونہون نے معانی نصوص کو اپنے مطلب کے موافق بنالیا جو معانی سلف صالحین سے مروی ہین اونکے پابند نہوے طحطاوی نے کہا کہ انکار صفات الہی مذہب معتزلہ کا ہے نہ خارجیون کا ہان اگر خارجی سے مراد ہو جو طریقہ اہل سنت سے خارج ہو تو شارح کا قول انکو انکار صفات الہی کا درست ہوگا بدلیل قبول شهادتهم الا الخطابیة خارجی کافر نہین بدلیل مقبول ہونے اونکی گواہی کے یعنی اگر کافر ہوتے تو کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہین اونکی بہی نہوتی حالانکہ اونکی گواہی مقبول ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہین لیکن بدعتی ہین بجز فرقہ خطابیہ کے کہ اونکی گواہی مقبول نہین طحطاوی نے کہا کہ وجہ اونکی گواہی مقبول نہونیکی یہہ نہین کہ وہ کافر ہین بلکہ یہہ وجہ ہے کہ وہ اپنے ساتہہ والون کے لیے جہوٹی گواہی دینے کو دین سمجھتے ہین ومنا من کفرهم اور ہم حنفیون مین بعض ایسے ہین جو خارجیون یعنی بدعتیون کو کافر کہتے ہین مم شامی نے کہا کہ معتمد اسکے خلاف ہے چنانچہ بحر الرائق مین خلاصہ سے بعض فروع ایسے ذکر کیے ہین جن سے بدعتیون کا کفر پایا جاتا ہے مگر اوسکے بعد کہا کہ مذہب معتمد یہہ ہے کہ اہل قبلہ مین سے کسیکو کافر نہ کہا جاے وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورة کفر بها کقوله ان الله تعالی جسم کالاجسام وانکاره صحبة الصدیق فلا یصح الاقتداء به اصلا فلیحفظ اور اگر بدعتی منکر ہو کسی ایسی بات کا جو دین مین ضروری جانی گئی ہو تو وہ اوس بدعت سے کافر ہو جائیگا مثلا اوسکا یہہ کہنا کہ اللہ تعالی جسم ہے مانند اور جسمون کے اور انکار کرنا صحبت حضرت صدیق اکبر

الاعمی

رضی اللہ عنہ کا یعنی جس کی خبر قرآن مجید میں ہے (اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ) کذا فی الحلبی تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز درست نہیں تو ہمکو یاد رکھنا چاہیے
وَوَلَدِ الزِّنَا اور مکروہ ہے امامت ولد الزنا کی کیونکہ لوگونکو اوس سے نفرت ہوتی ہے ھٰذَا اِنْ وُجِدَ غَیْرُھُمْ وَاِلَّا فَلَا کَرَاھَۃَ بحر یعنی یہہ مکروہ ہونا ان سب لوگوں
کی امامت کا اوسوقت ہی کہ انکے سوا دوسرا امام اون سے بہتر موجود ہو اور اگر اون سے بہتر کوئی اور وہان نہین تو کراہت بھی نہین ایسا مذکور ہی بحر الرائق مین بحث
کی رہے وَفِی النَّھْرِ عَنِ الْمُحِیْطِ صَلّٰی خَلْفَ فَاسِقٍ اَوْ مُبْتَدِعٍ نَالَ فَضْلَ الْجَمَاعَۃِ اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہے کہ اگر نماز پڑھی پیچھے فاسق یا بدعتی کے تو جماعت کا
ثواب پاویگا مگر اس سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے انکے پیچھے پڑھنا بہتر ہے کذا فی الشامی وَکَذَا تُکْرَہُ خَلْفَ اَمْرَدَ وَسَفِیْہٍ اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہے نماز پیچھے
بی ریش کے اور پیچھے کم عقل کے ہمارے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ امرد سے مراد خوبصورت ہی کہ محل فتنہ ہوتا ہی اور جب سب مین زیادہ عالم وہی ہو اور خوف شہوت یا لوگوں
کی نفرت کا نہو تو نماز بلا کراہت صحیح ہے اور سفیہ اسکو کہتے ہین جو تصرف بمقتضای شرع یا عقل کی موافق خوب نکر سکتا ہو وَمَفْلُوْجٍ وَاَبْرَصَ شَاعَ بَرَصُہٗ اور
مکروہ ہی نماز پیچھے فالج زدہ اور برص والے کے جس کا برص پھیل گیا ہو برص ایک مرض ہو کہ بدن پر اسکے مخالف رنگ کے داغ سفید یا سیاہ ہو جاتے ہین اور جذام
سے بھی نفرت ہے وَشَارِبِ الْخَمْرِ وَاٰکِلِ الرِّبٰوا وَنَمَّامٍ وَمُرَاءٍ وَمُتَصَنِّعٍ اور مکروہ ہے نماز پیچھے شرابخوار اور سود کھانیوالے اور چغل خور اور ریاکار اور تکلف والے کے شامی
نے حلبی سے نقل کیا کہ یہہ پانچون فاسق مین لگئے انکو علیحدہ کہنا تکرار بیفائدہ ہے اور فرق ریاکار اور متکلف مین یہہ ہے کہ ریاکار وہ جس کا مقصود لوگونکی نمائش ہو
خواہ طاعت کو اچھی طرح ادا کرے یا نہین اور متکلف وہ ہے کہ بناوٹ اور تکلف سے طاعت کو اچھی طرح ادا کرے تو متکلف خاص ہے بہ نسبت ریاکار کے وَمَنْ اَمَّ بِاُجْرَۃٍ
قُھُسْتَانِیٌّ اور مکروہ ہے نماز اوس کے پیچھے جو امامت کرے مزدوری لیکر کذا فی القہستانی ہم یہہ مسئلہ متقدمین کے مذہب پر مبنی ہی کہ طاعتون پر اجرت لینا باطل ہی اور مفتی بہا متاخرین
کے نزدیک یہہ ہے کہ تعلیم قرآن اور اذان اور امامت پر اجرت لینا درست ہی ضرورت کی وجہ سے کیونکہ مفت یہہ امور کوئی نہین کرتا تو اگر ان پر اجرت لینی
ناجائز کہا جاوے تو یہہ باتین بالکل موقوف ہو جائین زَادَ ابْنُ مَلَکٍ وَمُخَالِفٍ کَشَافِعِیٍّ لٰکِنْ فِیْ وِتْرِ الْبَحْرِ اِنْ تَیَقَّنَ الْمُرَاعَاۃَ لَمْ یُکْرَہْ اَوْ عَدَمَھَا لَمْ یَصِحَّ
وَاِنْ شَکَّ کُرِہَ ابن ملک نے اتنا زیادہ کہا ہی کہ مکروہ ہی نماز پیچھے مخالف مذہب مثلا شافعی کے لیکن بحر الرائق کے وتر کی بحث مین یہہ تفصیل ہے کہ اگر مقتدی یقین کرے
مراعات امام کا یعنی یہہ جانے کہ فروض مین جو شرطین اور رکن مقتدی کے اعتقاد مین ہین امام اونکی رعایت کریگا تو اقتدا مکروہ نہوگا یا عدم مراعات کا یقین کرے
تو اقتدا صحیح نہوگا اور اگر شک ہے کہ مراعات اور عدم مراعات مین تو اسصورت مین اقتدا مکروہ ہوگا ملا علی قاری نے اپنے رسالہ اہتدا فی الاقتدا مین کہا کہ
ہمارے اکثر علما کا مذہب یہہ ہے کہ اقتدا حنفی کا مثلا شافعی کے پیچھے جائز ہی بشرطیکہ شافعی خلاف کی جگہون مین احتیاط کرے یعنے فصد اور نکسیر کے بعد مثلا وضو کرلے اور اگر
احتیاط نکرے تو اقتدا درست نہوگا حاصل یہہ کہ رعایت کرنے والے کے پیچھے بلا کراہت درست ہی ورنہ مکروہ ہی شامی نے کہا کہ تفصیل بحر الرائق کی معتمد ہی
کہ محققین کا میلان اسیطرف ہی اور قواعد مذہب بھی اسکے شاہد ہین ذکرہ نحر وَیُکْرَہُ تَطْوِیْلُ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْقَوْمِ زَائِدًا عَلٰی قَدْرِ السُّنَّۃِ فِیْ قِرَاءَۃٍ وَاَذْکَارٍ
رَضِیَ الْقَوْمُ اَوْ لَا لِاِطْلَاقِ الْاَمْرِ بِالتَّخْفِیْفِ نَھْرٌ اور مکروہ تحریمی ہی طول دینا نماز کا قوم پر قراءت اور ذکرون مین مقدار سنت سے زیادتی کرکے قوم راضی
ہو یا نہین یہہ بڑھانا مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے امر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کذا فی النہر ہم صحیحین مین ہے کہ جب کوئی تم مین سے لوگونکو نماز پڑھاوے تو چاہیے کہ تخفیف کرے
کیونکہ لوگون مین کمزور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہین الحدیث صاحب بحر الرائق نے اس سے یہہ نکالا کہ تخفیف کے ساتھہ پڑھنا واجب ہے اسیلیے شارح نے ترک تخفیف یعنے
تطویل کو مکروہ تحریمی کہا وَفِی الشُّرُنْبُلَالِیَّۃِ ظَاھِرُ حَدِیْثِ مُعَاذٍ اَنَّہٗ لَا یَزِیْدُ عَلٰی صَلٰوۃِ اَضْعَفِھِمْ مُطْلَقًا وَلِذَا قَالَ الْکَمَالُ اِلَّا لِضَرُوْرَۃٍ اور
شرنبلالیہ مین ہے کہ ظاہر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کا یہہ ہے کہ امام نہ زیادہ کرے قراءت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقا یعنی اگرچہ قراءت مسنون سے کم ہو اور اسی
وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا ہی کہ قدر مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی جہت سے ہم مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذ رض نے سورہ بقرہ
عشا کی نماز مین شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر شکایت حضرت معاذ رض کی بیان کی تو آپنے اون کو
فرمایا کہ تم کیا لوگون کو فتنہ مین ڈالتے ہو جب امامت کرو تو والشمس وضحٰہا اور سبح اسم اور اقرأ اور واللیل پڑھا کرو شامی نے کہا کہ شرنبلالی نے جو اس حدیث سے
یہہ نکالا کہ ضعیف تر مقتدی کی نماز سے زائد نکرے گو قدر مسنون سے کم ہو جاوے یہہ بات اس سے نہین نکلتی بلکہ یہہ نکلتا ہی کہ مقدار مسنون سے زائد نہ پڑھے چنانچہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا کہ سورۂ شمس اور لیل وغیرہ پڑہا کرین جو عشا مین مسنون ہین باوجودیکہ قوم معاذ رضہ کا عذر ثابت تہا اور یہی مطلب کمال کی عبارت
کا ہی کہ مقدار مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی وجہ سے یہ نہین کہ ضعیف کی رعایت کرے اگرچہ قدر مسنون سے کم ہو جاوے جیسا شرنبلالی نے سمجہا ہی وصح انہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام قرأ بالمعوذتین فی الفجر حین سمع بکاء صبی اور صحیح ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز مین معوذتین پڑہین جبکہ رونا
ایک بچہ کا سنا ہم نماز فجر مین طوال مفصل کا پڑہنا مسنون ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار معوذتین پڑہین سلام کے بعد لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے
اختصار فرمایا ارشاد ہوا کہ مین نے ایک بچہ کا رونا سنا تو ڈرا کہ کہین اسکی ماں گہبراوے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو شایان
ہی ویکرہ تحریما جماعۃ النساء ولو فی التراویح فی غیر صلوۃ جنازۃ لانہا لم تشرع مکررۃ فلو انفردن تفوتہن بفراغ احداہن اور مکروہ تحریمی ہے جماعت
صرف عورتون کی اگرچہ نماز تراویح کی جماعت ہو سوای نماز جنازہ کے کہ نماز جنازہ مین انکی جماعت مکروہ نہین اسلئے کہ نماز جنازہ دوبارہ تو مشروع نہین تو اگر تنہا سب نماز
پڑہین گی تو ایک عورت کے فارغ ہونے سے باقی عورتون کو نماز فوت ہو جائیگی کہ دوبارہ پڑہنا نماز جنازہ کا مکروہ ہے اسلیے انکو جماعت کرنی جنازہ کی نماز مین مکروہ
نہوئی ہم نماز جنازہ فرض ایک ہی بار ہے دوسرے بار پڑہنا نفل مکروہ ہے تو جب ایک عورت تنہا نماز پڑہیگی تو فرض ادا ہو جائیگا باقی عورتین اس سے محروم رہجائینگی
اسلیے جماعت سے پڑہنے مین سبکو فضیلت فرض کی فوت نہوگی اور یہ مسئلہ اوس صورت مین ہے کہ جنازہ پر صرف عورتین ہون ولو امّت فیہا رجالا لا تعاد لسقوط
الفرض بصلوتہا الا اذا استخلفہا الامام وخلفہ رجال ونساء فتفسد صلوۃ الکل اور اگر نماز جنازہ مین مرد کی امام ہوئی تو نماز دوبارہ نہ پڑہی جاوے
بسبب ساقط ہونے فرض کے عورت کی نماز سے یعنی مردون کی نماز تو سرے سے منعقد نہین ہوئی تہی تو تنہا امام کی نماز ہوئی اوسی سے فرض ساقط ہو گیا کذا فی الحلبی مگر اوس صورت مین
اعادہ نماز کا چاہیے جب عورت کو امام خلیفہ کرے اور امام کے پیچھے مرد اور عورتین ہون کیونکہ خلیفہ کرنے سے نماز سب کی فاسد ہو جائیگی ہم شیخ رحمتی نے وجہ سب کی نماز
فاسد ہونیکی یہ بیان کی کہ جب امام نے ایسی شخص کو خلیفہ کیا جو لائق امامت نہین تو خود اوس کا مقتدی ٹہہرا اسلیے اوسکی نماز فاسد ہوئی اور اوسکی نماز کے فساد کے سبب
مقتدیون کی نماز فاسد ہو گئی فان فعلن تقف الامام وسطہن فلو تقدمت اثمت الا الخنثی فیتقدمہن پہر اگر عورتین باوجود کراہت کے جماعت کرین تو امام
انکی بیچ مین کہڑی ہو تو اگر آگے بڑہکر کہڑی ہوگی تو گنہگار ہوگی بجز خنثے کے کہ وہ عورتون سے آگے بڑہ کر کہڑا ہو ۔ بیچ مین ہم لفظ الامام مین مذکر و مونث برابر ہین
اور بیچ مین کہڑی ہونے سے یہ مراد ہی کہ صف کے برابر ایسی طرح کہڑی ہو کہ اوسکی ایڑیان صف کی ایڑیون سے آگے نکلی رہین اور خنثے کے آگے بڑہنے کی یہ وجہ ہے کہ اگر اوسکو
مرد فرض کرین تو عورتون کی برابری سے اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسیوجہ سے کسیکی نماز نہوگی کذا فی الطحطاوی کالعراۃ فیتوسطہم الامام ویکرہ جماعتہم تحریما
فتح جیسے ننگے آدمی کہ امام اون کے بیچ مین کہڑا ہو اور انکی جماعت مکروہ تحریمی ہے کذا فی الفتح ہم بیچ مین کہڑے ہونیکی قید سے افادہ کیا کہ تشبیہ ننگون اور عورتون کی
جماعت مین صرف بیچمین کہڑے ہونے مین ہے ہر وجہ سے نہین کیونکہ ننگونکو بیٹہکر نماز پڑہنا افضل ہے بخلاف عورتون کے کذا فی البحر اور وجہ کراہت جماعت کی غالبا دیکہنا ہے
کی برہنگی کا ہو ویکرہ حضورہن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان واستثنی الکمال بحثا
العجائز المتفانیۃ اور مکروہ ہے حاضر ہونا عورتون کا جماعت مین اگرچہ حاضر ہونا جمعہ مین اور عید مین اور وعظ مین ہو مطلقا یعنی اگرچہ بوڑہی عورت ہو یا جوان رات
مجمع مین حاضر ہو یا دن کو مکروہ ہے مذہب مفتی بہ پر بسبب خرابی زمانہ کے اور استثنا کیا ہے اس حکم سے کمال نے براہ بحث بوڑہی عورتون فانی کو ہم آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے وقت مین عورتین جماعت مین حاضر ہوتی تہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتونکو مسجدون مین جانے سے منع فرمایا عورتون نے اونکی شکایت حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی آپ نے جوابدیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حال معلوم ہوتا جو عمر رض کو معلوم ہوا تو تمکو اجازت مسجد مین جانیکی ندیتے اسی سے متاخرین
نے فتوی دیا کہ عورتون کا نکلنا جماعتون مین مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی کما تکرہ امامۃ الرجل لہن فی بیت لیس معہن رجل غیرہ ولا محرم منہ کاختہ
او زوجتہ او امتہ اما اذا کان معہن واحد ممن ذکر او امہن فی المسجد لا یکرہ بحر جیسے مکروہ ہے امام ہونا مرد کا عورتون کو ایسے گہر مین کہ امام کے سوا
کوئی مرد عورتون کے پاس نہو اور نہ کوئی محرم امام کی عورتون مین ہو مثلا امام کی بہن یا زوجہ یا لونڈی تو اگر عورتون کے ساتہ ان تینون مین سے جنکا ذکر ہوا کوئی ہو یا مرد انکی
امامت مسجد مین کرے تو مکروہ نہوگا کذا فی البحر یعنی مرد اگر عورتون کا امام ہو تو خلوت کے مکان مین نہو یہانتک کہ مسجد مین ہو تو دروازہ مسجد کا کہلا ہونا

چاہیے اور جماعت گوشۂ مسجد میں ہو اور اگر خلوت میں جماعت ہو تو دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضرور ہے کذا فی القہستانی ویقف الواحد ولو صبیاً اما الواحدۃ
فتتاخر محاذیا ای مساویا لیمین امامہ علی المذہب اور کھڑا ہو ایک مقتدی اگرچہ لڑکا ہو محاذی یعنی برابر امام کے اوسکے داہنی طرف مذہب قوی پر یعنے
بخلاف اوس روایت کے کہ امام محمد سے منقول ہے کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو کہ اوسکی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس ہوں شارح نے کہا کہ اگر مقتدی صرف ایک
عورت ہو تو وہ پیچھے امام کے کھڑی ہو شامی نے کہا امام کو چاہیے کہ مقتدی کو داہنی طرف کھڑا ہونے کے لیے کہے ولا عبرۃ بالراس بل بالقدم فلو صغیرا
فالاصح مالم یتقدم اکثر قدم المؤتم لاتفسد اور اعتبار نہیں سر کا یعنی سجدہ کی حالت میں اگر مقتدی کا سر بوجہ دراز قد ہونے کے امام سے آگے نکلجاتا ہو تو اس کا
اعتبار نہیں بلکہ قدم کا اعتبار ہے کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ نکلے پھر اگر قدم امام کا چھوٹا ہو تو صحیح قول یہ ہے کہ جب تک اکثر قدم مقتدی کا آگے نہ بڑھیگا تو نماز فاسد نہوگی یعنے
پھرن کا بڑھنا ضرر نہیں کرتا فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقا وکذا یکرہ خلفہ علی الاصح لمخالفۃ السنۃ پھر اگر ایک مقتدی اوسکے بائیں طرف کھڑا ہوگا
تو مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہے کھڑا ہونا امام کے پیچھے صحیح تر قول میں بجہت خلاف کرنے طریقہ سنت کے والزائد یقف خلفہ فلو توسط
اثنین کرہ تنزیہا وتحریما لو اکثر اور ایک سے زائد مقتدی کھڑے ہوں امام کے پیچھے پس اگر امام دو کے بیچمیں کھڑا ہوگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر دو سے زائد کے بیچ میں
کھڑا ہوگا تو مکروہ تحریمی ہوگا شامی نے کہا کہ اس سے مستفاد ہوا کہ صف سے آگے بڑھکر کھڑا ہونا امام کو واجب ہے چنانچہ ہدایہ اور فتح القدیر سے ظاہر ہوتا ہے ولو قام
واحد بجنب الامام وخلفہ صف کرہ اجماعا اور اگر ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہوا اور پیچھے امام کے جماعت ہے تو مکروہ ہے بالاتفاق ہم اگر ایک مقتدی امام کے
برابر کھڑا ہو پھر دوسرا آیا تو بعضوں نے کہا کہ امام کو آگے بڑھ جاوے ایک ڈگ میں اور بعضوں نے کہا کہ مقتدی اول پیچھے کو سرکے اور بعضوں نے کہا کہ دوسرا مقتدی نیت باندھکر
پہلے کو ہٹالے اور بے نیت اگر ہٹاویگا تب بھی مضایقہ نہیں اور اگر دوسرا مقتدی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جاوے تو امام دونو کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کرے اور یہ
امر بہتر ہے اسلیے کہ امام متبوع ہے نہ تابع اور صف کرانا پیچھے امام کے مقتدیوں کا کام ہے امام کا اس لحاظ سے امام کا اوسی جگہ پر رہنا بہتر ہے اور اسکی موید حدیث مسلم کی حضرت
جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک غزوہ میں میں ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیا آپ نماز کو کھڑے ہوئے میں آپکے بائیں طرف آکر کھڑا ہوا آپ نے میرا ہاتھ پکڑکر داہنی طرف کو
گھما لیا اسکے بعد ابن صخر آئے اور آپکے بائیں جانب کھڑے ہوئے آپنے اون کے دونو ہاتھ پکڑے اور ہم دونو کو پیچھے ڈھکیلا یہانتک کہ ہمکو اپنے پیچھے کھڑا کیا کذا فی
الشامی ویصف ای یصفہم الامام بان یامرہم بذلک قال الشمنی وینبغی ان یامرہم بان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا مناکبہم اور صف باندھے یعنے
مقتدیوں کی صف کرادے امام اسطرح کہ اونکو حکم کرے صف باندھنے کا شمنی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو امر کرے کہ ایکدوسرے سے مل رہیں اور شخصوں کی بیچ میں کی جگہ کو بند کریں اور
اپنے شانوں کو برابر رکھیں ویقف وسطا اور امام درمیان میں کھڑا ہو یعنی ایسی طرح کھڑا ہو کہ داہنے اور بائیں دونو طرف صف مساوی ہو شامی نے مبسوط سے نقل کیا
کہ سنت ہے امام کا کھڑا ہونا محراب میں تاکہ دونو طرفیں برابر ہوجاویں اور اگر امام ایکطرف صف کے کھڑا ہوگا تو مکروہ ہوگا اور جب امام کی دونو طرف برابر ہوں تو اب جو مقتدی
آوے وہ داہنی طرف ملے اور اگر صف کے بیچ میں جگہہ چھوٹی ہو تو وہاں کھڑا ہوجاوے اور اگر صف بھر چکی ہو تو دوسرے مقتدی کا انتظار کرے کہ اوسکے ساتھہ ملکر پیچھے کھڑا ہو اور
اگر اس اثنا میں امام رکوع کرے تو کسی مسئلہ جاننے والے کو صف میں سے کھینچکر اپنے برابر کرلے اور اگر ایسا شخص نہ ملے تو امام کے پیچھے اوسکی سیدہ میں اکیلا کھڑا ہوجاوے ضرورت
کے لیے وخیر صفوف الرجال اولہا فی غیر جنازۃ ثم وثم اور بہتر صف مردوں کی سب سے پہلی ہے سوای جنازہ کے پھر دوسری تیسری سے بہتر ہے پھر تیسری چوتھی سے اور
علی ہذا القیاس ہم بحر الرائق میں وجہ اولویت صف اول کی یہ لکھی ہے کہ اخبار میں وارد ہے کہ اللہ تعالی جب رحمت جماعت پر نازل فرماتا ہے تو اول امام پر نازل کرتا ہے پھر
وہ رحمت امام کے بعد اوس شخص پر ہوتی ہے جو صف اول میں امام کی سیدہ پر ہو پھر داہنی طرف والوں پر پھر بائیں طرف والوں پر پھر صف دوم پر اسیطرح اور غیر جنازہ
کی قید اسلیے لگائی کہ جنازہ میں سب سے پچھلی صف بہتر ہے اس لیے کہ منظور جنازہ میں زیادہ ہونا صفوں کا ہے تو اگر پہلی بہتر ہو تو آدمیوں کی قلت کی صورت میں کوئی پیچھے کھڑا ہونا
پسند نکرے کذا فی الشامی ولو صلی علی دکان المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجۃ اور اگر نماز پڑھی مسجد کے طاق پر
تو اگر صحن مسجد میں جگہہ تھی تو مکروہ ہوگی جیسے مکروہ ہے کھڑا ہونا نمازی کا اوس صف کے پیچھے کی صف میں جسمیں جگہہ چھوٹی ہوئی ہے ہم ظرف طاق عمارت کو کہتے ہیں
تو اگر کوئی نمازی بلا عذر باوجود صف میں جگہہ ہونیکے کسی طاق پر چڑہکر نماز پڑھیگا تو نماز مکروہ ہوگی اسلیے کہ اسطرح پڑھنے سے صف کے پورا ہونے میں خلل پڑتا

ہی اور اگر کسی عذر سے کہڑا ہوا مثلاً وہ شخص مکبر ہی اور طاق پر چڑہنے سے آواز سب صفون مین پہونچیگی تو اس صورت مین مکروہ نہین اور نمازی نے بعد نیت کی اگر
اپنے سامنے کی صف مین جگہہ چہوٹی دیکہی اور اپنی جگہہ سے چلکر اگلی صف مین کہڑا ہو گیا تو اوسکی نماز فاسد نہو گی پہر فرجہ والی صف کے پیچہے کہڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے یا
تنزیہی اسکی تنقیح چاہیے مگر حدیث شریف مین جو وعید آیا ہی کہ جو شخص صف کو قطع کرے اوسکو خدا قطع کرے اس کا مؤید ہی کہ مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی قلت
وبالکراهة ایضا صرح الشافعیة مین کہتا ہون کہ فرجہ والی صف کے پیچہے کہڑے ہونیکی کراہت کو شافعیون نے بہی بصرح کر دیا ہی قال السیوطی فی بسط الکف فی
اتمام الصف وهذا الفعل مفوت لفضیلة الجماعة الذی هو التضعیف لا لاصل برکة الجماعة فتضعیفها غیر برکتها وبرکتها هی عود برکة الکامل
منهم علی الناقص انتهی سیوطی شافعی نے اپنی کتاب بسط الکف فی اتمام الصف مین بیان کیا ہی کہ صف مین جگہہ چہوڑنا جماعت کے ثواب کو فوت کرتا ہی ثواب سے مراد
کئی گنا ہونا ہی نماز کا اصل برکت جماعت کو فوت نہین کرتا کیونکہ تضعیف دوسری چیز ہے برکت کے سوا اور جماعت کی برکت یہہ ہی کہ نمازیون مین سے کامل شخص کی رحمت
ناقص پر چلی آتی ہے انتہی یعنی یہہ جو وارد ہے کہ جماعت کی نماز تنہا پڑہنے سے پچیس یا ستائیس گنی زیادہ ہی فرجہ چہوڑنے سے یہہ ثواب نہین ملتا بلکہ اصل برکت جماعت کی ملتی ہی یعنی
جو کامل شخص ہین انکے اخلاص کے سبب سے رحمت نازل ہوتی ہی اوسمین حاضرین شریک ہو جاتی ہین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حنفیون کے نزدیک تضعیف بہی ملتی ہی مگر اوس
کے ساتہ ... ولو وجد فرجة فی الاول لا الثانی له خرق الثانی لتقصیرهم اور اگر نمازی اول صف مین فرجہ پاوے نہ دوسری مین تو اوسکو جائز ہے چیرنا دوسری
صف کا بسبب قصور کرنے دوسری صف والون کے هـ یعنی جب کوئی شخص نماز مین داخل ہونا چاہے اور اگلی صفون مین جگہہ دیکہے تو پچہلی صف والون کے سامنے کو یا اون کو
چیر کر اوس جگہہ مین جا کہڑا ہو کیونکہ پچہلی صف والون کا قصور ہے کہ اونہون نے جگہہ کو نہ بہرا اسلیے اونکو چیرنا یا اونکی نماز کے آگے کو گذرنا کچہہ مضایقہ نہین اسلیے کہ حدیث مین وارد
ہے کہ جب کوئی شخص فرجہ دیکہے تو اوسکو خود بند کردے اور اگر نہ بند کرے تو دوسرا شخص اوسکی گردن پر ہو کر چلا جاوے کہ اوسکی کچہہ تعظیم نہین ہے اخرجه فی الفردوس عن ابن عباس و
فی الحدیث من سد فرجة غفر له اور حدیث مین ہے کہ جو شخص فرجہ بند کرے اسکی مغفرت ہو ... خیارکم الینکم مناکب فی الصلوة اور صحیح ہوا ہی یعنی حدیث صحیح مین
آیا ہی کہ تم مین سے بہتر وہ ہین جو نماز مین زیادہ نرم شانہ ہون یعنی اگر کوئی صف مین داخل ہونیکے لیے اون کے شانہ پر ہاتہہ رکہے تو وہ شانہ کو نرم کر دین اور اوسکو جگہہ دیدین وبهذا یعلم
جهل من یتمسک عند دخول داخل بجنبه فی الصف ویظن انه ریاء کما بسط فی البحر اور اس حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتی ہی نادانی اوس شخص کی جو رک رہے جب
کوئی صف مین داخل ہونیوالا اوسکی برابر آنا چاہے اور گمان کرتا ہی کہ دوسرے کو جگہہ دینی ریاکی بات ہی جیسا مشرح بیان کیا ہی بحر الرائق مین هـ بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا
ہی کہ ریا کا گمان ... ہی کہ نمازی دوسرے کے لیے حرکت کرتا ہی حالانکہ یہہ بات نہین بلکہ دوسرے کو جماعت کی فضیلت ملنے پر مدد دیتا ہی اور فرجہ کے بند کرنیکے حکم کی تعمیل کرتا ہی
لکن نقل المصنف وغیره عن القنیة وغیرها ما یخالفه ... دوسرے لوگون نے قنیہ اور اور کتابون سے وہ مضمون نقل کیا ہی جو مخالف نقل بحر الرائق کے
ہی هـ یعنی مصنف وغیرہ نے قنیہ سے صاحب قنیہ نے لکہا ہی کہ اگر کسی شخص نے صف کے آدمی کو ہٹایا اور وہ اوسکے لیے جگہہ دینی کو ہٹ گیا تو اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ اوس نے
نماز مین خارج شخص کا کہنا مانا طحطاوی نے ذکر کیا کہ شارح کو اس استدراک کا ذکر نہ کرنا بہتر تہا اسلیے کہ مخالف حدیث کے ہے یعنی جب حدیث سے ثابت ہو گیا کہ دوسرے کو جگہہ دینی کے لیے
ہٹنا افضل ہے تو پہر فساد نماز کے کیا معنے ثم نقل تصحیح عدم الفساد فی مسئلة من جذب من الصف فتأخر فهل ثم فرق فلیحرر پہر مصنف نے نہ فاسد ہونے
نماز کے تصحیح کی نقل کی اس مسئلہ مین کہ ایک شخص صف مین سے کہینچا گیا اور وہ پیچہے ہٹ آیا تو کیا اس مین اور پہلے مسئلہ مین کچہہ فرق ہی اسکی تنقیح چاہیے هـ مسئلہ قنیہ کی یہہ
صورت ہی کہ ایک نمازی سے دوسرے نے کہا کہ آگے بڑہ وہ آگے بڑہ گیا یا دوسرے نے صف مین ملنے کے لیے اول کو ہٹایا اور اوس نے جگہہ دیدی تو بقول صاحب قنیہ نماز فاسد
ہو گی کہ مخلوق کے امر کا ماننا پایا گیا اور اگر بدون اوسکے امر کے نمازی نے جگہہ دی تو اس مسئلہ مین اور اسمین کچہہ فرق نہین طحطاوی نے کہا کہ اگر اس مسئلہ کا تفصیل وار
بیان کیا جاے تو خوب ہے یعنی دونو مسئلون مین اگر ہٹنے والا یہہ سمجہے کہ مین اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتا ہون تو نماز دونو جگہہ فاسد نہو گی اور اگر خیال امر
شرعی کا نکرے صرف نماز مین شریک ہونیوالے کی خاطر سے ہٹے تو نماز فاسد ہو گی الرجال ظاهره یعم العبید صف باندہین امام کے پیچہے مرد شارح نے کہا کہ ظاہر قول
مصنف کا یعنی الرجال عام ہی غلامون کو کہ مرد آزاد ہون یا غلام ... اسلیے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ حلیہ مین جو لڑکون کو بالغ غلامون پر مقدم بیان کیا ہی سو درست نہین
اسلیے کہ حدیث مین وارد ہے کہ مجہہ سے قریب بالغ عاقل رہین اس سے معلوم ہوا کہ بالغ ہونا آزادی پر مقدم ہے ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحدا دخل فی الصف

مردون کے پیچھے لڑکے صف باندہین مبح کی صیغے کا ظاہر یہہ ہے کہ لڑکے کئی ہون تو پیچھے صف کرین پس اگر ایک لڑکا ہو تو صف مین داخل کیا جاے حلبی نے کہا کہ یہہ حکم
ہر پیچھے والے کے لیے ہے کہ اگر اکیلا ہو تو اگلی صف مین ملجاے مثلاً خنثے اکیلا ہو تو لڑکون کی صف مین ملجاوے ہان جس صورت مین کہ اوسکے ملنے سے برابر والیکی
نماز جاتی ہو تو پیچھے رہے جیسے اکیلی عورت مردون کی صف کے پیچھے ہو تو وہ پیچھے ہی رہے کیونکہ اگر صف مین کھڑی ہوگی تو اوسکے برابر والے مرد کی نماز درست نہوگی
كذا في الشامي ثم الخناثى ثم النساء پھر لڑکون کے پیچھے پھر صف کرین خنثے پھر صف کرین عورتین قالوا الصفوف الممكنة اثنا عشر لكن لا يلزم صحة كلها
لمعاملة الخناثى بالاضر فقہانے کہا ہے کہ صفین جو ہو سکتی ہین بارہ ہین لیکن لازم نہین درست ہونا اون سب کا بسبب معاملہ خنثون کے ساتھہ مضر تر بات کے
ہم بارہ صفین اسطرح ہو سکتی ہین کہ مقتدی یا مذکر ہوگا یا مونث یا خنثی پھر ہر ایک یا بالغ ہوگا یا نابالغ تو چھہ قسم مقتدی ہوئے پھر انمین سے ہر ایک آزاد ہوگا
یا غلام پس بارہ ہوئے ان کی تفصیل ترتیب حلبیہ مین یون مذکور ہے کہ اول صف آزاد بالغ کرین دوم آزاد لڑکے سوم غلام بالغ چہارم غلام لڑکے پنجم آزاد
بالغ خنثی ششم آزاد لڑکے خنثے ہفتم غلام بالغ خنثے ہشتم غلام لڑکے خنثے نہم آزاد عورتین بالغ دہم آزاد عورتین نابالغ یازدہم لونڈیان بالغ دوازدہم
لونڈیان نابالغ شارح کا اشارہ ہے کہ ان سب صفون کا صحیح ہونا ضرور نہین کیونکہ خنثے صحت صف کو ضرر کرتے ہین اسلئے کہ خنثی کا برابر ہونا دوسرے خنثی کے یا اوسکے
پیچھے کھڑا ہونا صحیح نہین کہ شاید اگلا عورت ہو اور پچھلا مرد یا برابر والون مین سے ایک خنثی مرد ہو اور دوسرا عورت شامی نے امداد الفتاح سے نقل کیا کہ بالغ خنثون کو
ایک صف مین اسطرح کھڑا کرین کہ دو شخصون کے بیچ مین کوئی چیز آڑ ہو یا فاصلہ ایک شخص کا چھوڑا ہو کیونکہ اونکا برابر کھڑا ہونا ایکدوسرے کی نماز کو مفسد ہے اور ایک ہی صف
مین آزاد اور غلامون کو جمع کرین کہ ایکدوسرے کے پیچھے ہو نہین بھی ضرر ہے واذا حاذته ولو بعضو واحد وخصه الزيلعي بالساق والكعب امرأة ولو
امة مشتهاة حالا كبنت تسع مطلقا وثمان وسبع لو ضخمة او ماضيا كعجوز اورجبکہ محاذی ہو کوئی عورت مرد کے اگرچہ مقابلہ ایک ہی عضو سے ہو اور زیلعی نے
خاص کیا ہے محاذات کو ساتھہ پنڈلی اور ٹخنہ کے گو عورت لونڈی ہو طحطاوی نے کہا کہ یہہ شارح نے اسلیے کہا تاکہ معلوم ہو کہ لونڈی کا حکم اسباب مین مختلف نہین اور شاید لعلامہ
مشتہیہ ہو یعنی اگرچہ عورت مذکورہ مرد محاذی کی ماں یا کوئی اور محرم ہو تو اس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہوگی دس شرطون کے پائے جانے سے اول شرط عورت کا مشتہاۃ یعنی
قابل جماع ہونا ہے خواہ اسوقت ہو جیسے نو برس کی لڑکی مطلق یعنی دبلی ہو یا پتلی اور آٹھہ اور سات برس کی لڑکی بشرطیکہ موٹی تازی ہو خواہ زمانہ ماضی مین مشتہاۃ ہو
مثلاً بوڑھیا ہو ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ محاذات یعنی برابری اسپیدہ عورت کی کسی عضو کی مرد کسی عضو کے ساتھہ مفسد نماز ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ قاضیخان نے
تصریح کی ہے کہ عورت کی عضو سے مراد اوسکا قدم ہے یعنی قدم عورت کا اگر مرد کی کسی عضو کی سیدہ یا برابری مین ہوگا تو نماز مرد کی فاسد ہو جائیگی خواہ عورت اور مرد
برابر کھڑے ہون خواہ عورت آگے ہو اور مرد اوسکے پیچھے اور یہہ جو شارح نے مشتہاۃ ہونیکے لیے برسون کی تعداد مذکور کی ہے تو طحطاوی نے کہا کہ یہہ قول معتمد
نہین کیونکہ اس زمانہ کی عورتین ہرگز نو برس تک کی عمر مین قابل صحبت نہین ہوتین چنانچہ زیلعی وغیرہ نے تصحیح اس امر کی کی ہے کہ مشتہاۃ مین اعتبار عمر کا نہین جس عمر مین
لیاقت وطی کی ہو جاے اوسی کا اعتبار ہے كذا في الشامي والطحطاوي لمتقاة ولا حائل بينهما اقله قدر ذراع في غلظ اصبع او فرجة تسع رجلا دوسری شرط محاذات
کی یہہ ہے کہ عورت اور مرد مین کوئی آڑ نہو کمتر آڑ بلندی مین ایک ہاتھہ اور موٹائی مین ایک انگشت ہے یا یہہ کہ دونو مین فاصلہ اتنا نہ چھوٹا ہو کہ ایک آدمی کی گنجایش رکھتا ہے
کہ آڑ یا فاصلہ ہونیکی صورت مین نماز فاسد نہوگی اور یہہ صورتین ہین کہ دونو برابر ہون اور اگر عورت آگے ہوگی تو فاصلہ مذکورہ مانع فساد نہوگا البتہ آڑ مانع ہوگی في صلوة
وان لم تتحد كنيتهما ظهرا بمصلي عصر على الصحيح سراج فانه يعم نفلا على المذهب بحر مشتركة مطلقة فخرج الجنازة تیسری شرط محاذات کی یہہ ہے کہ مرد اور عورت کا
ہی نماز مطلق یعنی رکوع سجدہ والی مین خواہ نماز عید ہو یا وتر یا نفل اگرچہ صورتین دونو کی نماز ایک نہو جیسے عورت کا نیت کرنا ظہر کے لیے پیچھے عصر پڑہنے والے کی کہ اس شرط
محاذات دونو کی نماز فاسد ہوگی صحیح قول پر كذا في السراج اسلیے کہ یہہ نماز عورت کی نفل ہو کر صحیح ہے مذہب قوی کے بموجب كذا في البحر اور عنقریب یہہ مسئلہ مذکور ہوگا
شارح نے کہا کہ مطلق کی قید سے نماز جنازہ نکل گئی کہ اوسمین محاذات مفسد نہین کیونکہ وہ حقیقت مین دعا ہے نہ نماز اور حلبی نے کہا کہ علی الصحیح متعلق محذوف کے ہے یعنی فسدت
صلوتہما کے اور مذہب قوی سے مراد شیخین کا قول ہے کہ جب عورت کا ظہر صحیح نہوا تو وہ نفل ہو گیا کیونکہ وصف باطل ہونیسے اصل باطل نہین ہوتی تو جب فرضیت
باطل ہوئی تو نفل ہونا باقی رہگیا اور امام محمد کے نزدیک جب عورت کی نماز کا ظہر ہونا باطل ہوا تو اصل نماز باطل ہو گئی کیونکہ وصف کے باطل ہونے سے اونکے نزدیک

اصل باطل ہو جاتی ہے تو ان کے قول کے بموجب مرد کی نماز فاسد نہو گی کیونکہ عورت حقیقت میں نماز نہیں پڑہتی بحر الرائق میں اس قول کو خلاف مذہب کہا ہے کذا فی الشامی
بشرط مشتركة فمحاذاة المصلية لمصل ليس في صلوتها مكروهة لا مفسدة في تحريمة وان سبقت ببعضها واداء ولو حكما كاللاحقين بعد فراغ
الامام بخلاف المسبوقين والمحاذاة في الطريق چوتہی شرط محاذات کی ہے نماز کا مشترک مرد اور عورت میں تحریمہ کی راہ سے اور ادا کی راہ سے تحریمہ میں مشترک ہونے سے
یہہ غرض ہے کہ عورت نے اپنے محاذی مرد کی تحریمہ پر اپنی تحریمہ کی بنا کی ہو یا محاذی کے امام کی تحریمہ پر اگرچہ بعض نماز عورت سے پیشتر ہو چکی ہو یعنی یہہ شرط نہیں کہ عورت
شروع نماز میں ملے بلکہ اگر مرد ایک یا دو رکعت پڑہ چکا ہو اور اوسوقت عورت آکر شریک ہو تو بقیہ نماز میں اگر محاذات ہو گی تب بہی مفسد ہو گی اور ادا میں شرکت سے یہہ مراد
کہ جس نماز کو دونوں پڑہتی ہیں اوسمیں ایک دوسرے کا امام ہو یا دونو تیسرے شخص کے مقتدی ہوں گو شرکت ادا کی حکما ہو جیسے دو لاحق بعد امام کے فارغ ہونے کے یعنی اگر عورت
اور مرد کی محاذات امام کے سلام پہیرنے کے بعد لاحق ہونیکی صورت میں ہو جائیگی تو مرد کی نماز فاسد ہو گی اسلیے کہ حکما دونو ایک امام کے پیچہے ہیں بخلاف دو مسبوقوں کے محاذات کے
امام کے بعد کہ وہ مفسد نہیں کیونکہ مسبوق باقی نماز کے پڑہنے میں منفرد ہوتا ہے تو اوسوقت کی محاذات میں شرکت فی الادا نہ پائی گئی اور بخلاف محاذات رستہ کی کہ وہ بہی مفسد
نہیں یعنی اگر مرد اور عورت بیوضو ہو کر وضو کرنے گئے اور راہ میں محاذات ہوئی تو نماز کی مفسد نہو گی شارح نے کہا تو اشتراک کی قید سے معلوم ہوا کہ محاذات نماز
پڑہنے والی عورت کی اوس مرد نمازی سے جو عورت کی نماز نہیں پڑہتا مثلا دونو علیحدہ علیحدہ پڑہتے ہیں یا ایک مقتدی امام کا ہے اور دوسرا منفرد تو اس صورت میں محاذات مکروہ ہے
نہ نماز کی مفسد کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا کہ مراد مکروہ سے بظاہر مکروہ تحریمی ہے بسبب مظنہ شہوت کے والمحاذاة الجهة فلو اختلفت كما في جوف الكعبة و
ليلة مظلمة فلا فساد پانچویں شرط محاذات کی یہہ ہے کہ جہت دونو کے قبلہ کی ایک ہو تو اگر جہت مختلف ہو جیسے کعبہ کے اندر مثلا کہ ایک کا مونہہ ایک دیوار کی طرف ہو اور
ایک کا دوسری دیوار کی طرف اور جیسے اندہیری رات میں دونو نے نماز قبلہ کی اٹکل کر کے پڑہی اور مختلف سمت کو پڑہی تو اس صورت میں محاذات سے نماز فاسد نہو گی
بلکہ مکروہ ہو گی فسدت صلوته لو مكلفا والا لا فاسد ہو گی نماز مرد کی اگر وہ عاقل اور بالغ ہو گا اور نہیں تو فاسد نہو گی یعنی چہٹی شرط فساد نماز کی عاقل اور بالغ ہونا ہے
هم فسدت صلوته جزاء اذا حاذته کی اور تکلیف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر محاذات لڑکے کے ساتھہ ہو گی تو اوسکی نماز فاسد نہو گی اور مرد کی نماز فاسد ہو گی اس سے
یہہ نکلا کہ عورت کی نماز فاسد نہو گی بشرطیکہ مرد محاذی امام نہو ورنہ دونو کی فاسد ہو گی کذا فی الشامی ان نوى الامام وقت شروعه لا بعده امامتها وان لم تكن
حاضرة على الظاهر ولو نوى امرأة معينة او النساء الا هذه عملت نيته والا ينوها فسدت صلوتها كما لو اشار اليها بالتاخر فلم تتاخر لتركها فرض المقام
فہ ساتویں شرط محاذات سے نماز فاسد ہونیکی یہہ ہے کہ نماز مرد کی اوسوقت فاسد ہو گی جب امام نے شروع کیوقت عورت کی امامت کی نیت کر لی ہو نماز شروع کرنے کے بعد یعنی نیت امامت
عورت کی اگر بعد نماز شروع کرنے کے کریگا تو اقتدا عورت کا صحیح نہو گا تو مرد محاذی کی نماز بہی فاسد نہو گی نیت امامت عورت کی امام نے کی ہو اگرچہ عورت اوسوقت موجود نہیں
قول ظاہر پر اور اگر امام نے نیت کی معین عورت کی امامت کی یا اور عورتوں کی نیت کی سوای اس عورت کے تو عمل کریگی اوسکی نیت یعنی معین عورت کے سوا دوسری کی محاذات
پہلی صورت میں اور جس کا استثنا کیا اوسکی محاذات دوسری صورت میں مفسد ہو گی اور اگر امام نے اوس عورت کی نیت نکی ہو گی تو عورت کی نماز فاسد ہو گی جیسے اگر امام نے اوسکو اشارہ
کیا پیچہے ہٹنے کا اور وہ پیچہے نہ ہٹی تو اس صورت میں بہی اوسکی نماز فاسد ہو گی اسلیے کہ عورت نے فرض مقام کو ترک کیا کذا فی الفتح ص شامی نے کہا کہ اکثر فقہا سے یہہ ہے کہ جمعہ اور
عیدین میں عورت کی اقتدا کی صحت کے لیے نیت امام شرط نہیں اور یہی قول اصح ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور جنازہ میں تو بالاتفاق شرط نہیں مگر قہستانی میں عدم اشتراط کو
عدم محاذات پر منحصر کیا ہے یعنی جمعہ اور عیدین میں اگر عورت نے اقتدا کیا اور کسی مرد کی محاذات نہیں تو اوسکا اقتدا صحیح ہو گا گو امام نے اوسکی نیت نکی ہو اور نہایہ میں ہے کہ
عدم اشتراط امام اعظم کا اول قول ہے تو اس سے یہہ پایا جاتا ہے کہ شرط ہونا نیت کا پچھلا قول ہے اور عمل اور فتوی پچھلے قول پر ہوتا ہے وشرطوا كونها عاقلة اور فقہا نے
شرط کیا ہے یعنی آٹہویں شرط بیان کی ہے ہونا عورت کا عاقل اس سے معلوم ہوا کہ اگر مجنون عورت کی محاذات ہو گی تو مفسد نماز نہو گی کیونکہ اوسکی نماز منعقد ہی نہیں ہوئی شامی نے
کہا کہ ماتن کے قول فی صلوة سے اس شرط کے ذکر کی حاجت نہی وكونهما في مكان واحد اور نویں شرط ہے ہونا مرد اور عورت کا ایک مکان میں یعنی اگر مرد مثلا اونچی
دکان میں ہو اور عورت نیچے ہو تو فساد نماز نہو گا نہر الفائق میں کہا کہ یہہ شرط ہر چند محاذات کے لفظ سے معلوم تہی مگر مشائخ نے توضیح کے لیے اسکو ذکر کر دیا
وفي ركن كامل دسویں شرط یہہ ہے کہ محاذات ایک رکن کامل تک ادا کرنے میں ہو شامی نے کہا کہ خانیہ میں ہے کہ محاذات مفسد ہی کم ہو یا زیادہ یعنی رکن کامل کی شرط کا

اعتبار نہین فالثنتان وما فوقہا عشرۃ پس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونیکی شرطین دس ہین چنانچہ مترجم نے انکو شمار کے ساتھہ لکھا ہے اور اگر اشتراک در تحریمہ اور اشتراک ادا کو دو قرار دو تو گیارہ ہو جاتی ہین اور پیچھے ہٹنے کے لیے امام کے اشارہ نکرنے کو جدا شرط ٹھیراؤ تو بارہ ہوتی ہین اب معلوم کرنا چاہیے کہ ایک عورت کی محاذات سے تین مردون کی نماز فاسد ہو سکتی ہے ایک اوسکی جو عورت کی داہنی طرف ہو ایک بائین طرف والے کی ایک پیچھے کھڑے ہونیوالے کی اس سے زیادہ کی نماز فاسد نہو گی کیونکہ جنکی نماز فاسد ہوئی وہ حائل ہونگے درمیان عورت اور دوسرے نمازیون کے ومحاذاۃ الامرد الصبیح المشتہی لا یفسدہا علی المذہب تضعیف لما فی جامع المحبوبی ودرر البحار من الفساد لانہ فی المرأۃ غیر معلول بالشہوۃ بل بترک فرض المقام کما حققہ ابن الہمام اور محاذی ہونا بے ریش لڑکے خوبصورت لائق شہوت کا نماز کو فاسد نہین کرتا قوی مذہب پر شارح نے کہا کہ ماتن کا یہہ کہنا ضعیف بتاتا ہے اوس قول کا جو جامع محبوبی اور درر البحار مین مذکور ہے یعنی نماز کا فاسد ہونا اور وجہ ضعف کی یہہ ہے کہ نماز کے فاسد ہونیکی علت عورت مین شہوت نہین تا کہ اوسی علت سے امرد کی محاذات کو مفسد ٹھیرایا جاے بلکہ وجہ فساد چھوڑنا فرض مقام کا ہے جیسا کہ اسکو ابن ہمام نے ثابت کیا ہے ہم یہ کہتے ہین اگر وجہ فساد کی عورت کی محاذات مین شہوت ہوتی تو چاہیے تہا کہ بڑھیا اور ماں بہن اور دوسری محرم کی محاذات سے فساد نہوتا حالانکہ ان سے بھی ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علت فساد یہی ہے کہ جہان عورتونکو کھڑا کرنا فرض تھا اوس جگہہ نکھڑا کیا ولا یصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقا ولو فی جنازۃ ونفل علی الاصح اور نہین صحیح ہے اقتدا مرد کا پیچھے عورت اور خنثی اور لڑکے کے کسی نماز مین اگرچہ نماز جنازہ اور نماز نفل مین ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم طحطاوی نے کہا کہ ماتن کی اس عبارت مین خلل ہے اسلیے کہ اگر مراد رجل سے بالغ ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ کا اقتدا پیچھے عورت اور خنثے کے درست ہے اور اگر رجل سے مراد مرد ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ اقتدا نابالغ کا پیچھے نابالغ کے صحیح نہین حالانکہ دونو باتین غیر واقع ہین تو بہتر یہہ تہا کہ عبارت اسطرح ہوتی کہ درست نہین اقتدا مرد کا عورت اور خنثے کے پیچھے اور نہ بالغ کا لڑکے کے پیچھے کذا فی الحلبی اور علی الاصح راجع ہے صرف مرد بالغ کے اقتدا کرنیکو نفل نماز مین ہدایہ مین کہا کہ تراویح اور سنتون مین مشائخ بلخ نے لڑکے کے پیچھے اقتدا کو جائز کہا ہے اور مختار یہہ ہے کہ کسی نماز مین لڑکے کے پیچھے اقتدا بالغ کا درست نہین خواہ تراویح ہو عید یا وتر یا کسوف وخسوف وغیرہ اسلیے کہ لڑکے کے ذمے کوئی نماز نہین اسکو حکم نماز کا صرف عادت پڑنیکے لیے کیا جاتا ہے اور اگر لڑکے کی نماز بالفرض نفل ہو تو اقتدا فرض پڑھنے والیکا نفل پڑھنے والے کے پیچھے لازم آویگا اور یہہ بھی درست نہین اور نفلونمین اسلیے اقتدا جائز نہوا کہ بالغ کی نفل تو ایسی ہے کہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے کذا فی النہر ولا یصح الاقتداء بمجنون مطبق او منقطع فی غیر حالۃ افاقتہ او سکران او معتوہ ذکرہ الحلبی اور اسیطرح درست نہین اقتدا پیچھے مجنون امی یا مجنون منقطع کے سوا حالت افاقہ کے اور پیچھے متوالے کے اور پیچھے مدہوش کے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ہم مطبق بضم میم وکسر موحدہ وہ جنون جسمین کبھی ہوش نہوتا ہو اور منقطع وہ کہ کبھی افاقہ ہوتا ہو اور کبھی جنون اور وجہ عدم جواز اقتدا کی یہہ ہے کہ مجنون مکلف نہین اور متوالے اور مدہوش مین ثبوت نیت کا نہین ولا طاہر بمعذور ہذا ان قارن الوضوء الحدث او طرأ علیہ بعدہ وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلی کذلک اور نہین صحیح ہے اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے یہہ اسصورت مین ہے کہ جب وضو کے ساتھہ ہی حدث ہوا ہو یا بعد وضو کرنیکے یعنی نماز سے پیشتر حدث اوسپر طاری ہوا ہو اور اقتدا درست ہے بشرطیکہ عذر نہونے پر وضو کیا ہو اور نماز اسیطرح پڑھی ہو یعنی تمام نماز مین عذر نہوا ہو تو اب طاہر کا اقتدا معذور کے پیچھے درست ہو جاویگا ہم طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تہا کہ بجای طاہر کے صحیح کہتا اسلیے کہ معذور کو طاہر کے مقابل ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معذور طاہر نہین ہوتا حالانکہ شرعًا وہ طاہر ہے کاقتداء بمفتصد امن خروج الدم وکاقتداء امرأۃ بمثلہا وصبی بمثلہ ومعذور بمثلہ وذی عذرین بذی عذر لا عکسہ کذی انفلات بذی سلس لان مع الامام حدثا ونجاسۃ جیسے درست ہے اقتدا صحیح آدمی کا پیچھے فصد کھلوانیوالیکے کہ خون کے نکلنے سے مامون ہو اور جیسے صحیح ہے اقتدا عورت کا پیچھے اپنی مثل یعنی دوسری عورت کی اور اقتدا لڑکے کا دوسرے لڑکے کے پیچھے اور اقتدا عذر والے کا اپنے مثل کے پیچھے اور اقتدا دو عذر والے کا ایک عذر والیکے پیچھے نہین صحیح ہے اس کا عکس یعنے اقتدا کرنا ایک عذر والیکا دو عذر والیکے پیچھے مثلا اقتدا کرنا بائی والے کا اوس شخص کے پیچھے جسکو سلس البول ہو درست نہین اسلیے کہ امام یعنی سلس البول والیکے ساتھہ دو عذر ہین ایک بیوضو ہونا دوسرے نجاست کا ہونا اور مقتدی مین صرف ایک عذر ہے یعنی بائی سے بیوضو ہونا ہم نہر الفائق مین کہا کہ اقتدا معذور کا اپنے مثل کے پیچھے اسوقت صحیح ہے جب کہ دونو کا عذر متحد ہو تو اس صورت مین یہہ جو شارح نے کہا کہ دو عذر والیکا اقتدا ایک عذر والیکے

پیچھے صحیح ہے درست نہیں کذا فی الحلبی وفی المجتبی الاقتداء بامثالها صحیح الا ثلثة الخنثی المشکل والضالة والمستحاضة ای لاحتمال الحیض فلو انقطع قیل اور جو کہ مجتبی میں مذکور ہے کہ اقتدا کرنا پیچھے اپنے مثل کے درست ہے مگر تین شخصوں کا اقتدا اپنے مثل کے پیچھے درست نہیں اول خنثی مشکل کا اقتدا دوسرے خنثی مشکل کے پیچھے درست نہیں اس احتمال سے کہ شاید مقتدی مرد ہو اور امام عورت دوم اقتدا ضالہ عورت کا اپنی مثل کے پیچھے سوم اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے یہہ دونو ناجائز ہیں بسبب احتمال حیض کے یعنی شاید امام کو وہ دن حیض کا ہو پس اگر یہہ احتمال دور ہو جاوے اسطرح کہ یقین ہو استحاضہ کا تو اقتدا درست ہوگا ہم ضالہ اوس متحیرہ اوس عورت کو کہتے ہیں جسکو خون دائم ہوگیا ہو اور وہ اپنی عادت حیض کو بھول گئی ہو تو ایسی عورت کے امام ہونے میں شبہہ رہیگا کہ جس روز وہ امام ہوئی وہ کہیں حیض کا نہو مگر مستحاضہ میں یہہ تصور مشکل ہے اسلیے کہ خون استحاضہ میں احتمال حیض نہیں ہوتا ہاں یون ہو سکتا ہے کہ ایک عورت کی عادت چہہ روز کے حیض کی تہی پہر مثلا ایک بار بڑہ گئی تو چہہ سے دس تک کے دنون میں دونو احتمال ہو سکتے ہیں یعنی اگر خون دس تک منقطع ہوگا تو یہہ دن حیض کا ہوگا اور اگر دس سے بڑہ جایگا تو استحاضہ کا ہوگا تو ایسی مستحاضہ کی امامت درست نہوگی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ میں نے مجتبی کی عبارت میں یہہ قول پایا کہ اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے جائز ہے اور ضالہ کا اقتدا ضالہ کے پیچھے جائز نہیں اور اس نسخہ میں کسیطرح کا اشکال نہیں اور رملی نے المجتبی مبتدا ہے اور اسکی خبر قول شارح ای لاحتمال ہے یعنی مفسر بکذا یعنی مجتبی کے قول کی تفسیر اس طرح ہے کذا فی الشامی ولا حافظ آیة من القران بغیر حافظ لها وهو الامی اور نہیں درست ہے اقتدا اوس شخص کا جسکو ایک آیت قران کی یاد ہو پیچھے اوسکے جسکو ایک آیت بھی یاد نہو اور وہی امی کہلاتا ہے ولا امی باخرس لقدرة الامی علی التحریمة فصح عکسه اور نہیں جائز ہے اقتدا امی کا پیچھے گونگے کے بسبب قادر ہونے امی کے تحریمہ پر تو صحیح ہوگا اوسکا عکس یعنے اقتدا گونگے کا پیچھے امی کے درست ہے شامی نے کہا کہ اس تعلیل سے یہہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر امی تحریمہ پر قادر نہو تو اوسکا اقتدا گونگے کے پیچھے درست ہوگا کیونکہ اب کوئی وجہ ترجیح امی کی گونگے پر باقی نرہی ولا مستور عورة بعار فلو ام العاری عراة ولابسین فصلوة الامام ومماثله جائزة اتفاقا وکذا ذو جرح بمثله وبصحیح اور نہیں صحیح ہے اقتدا بدن کے چھپے ہوئے شخص کا پیچھے ننگے کے تو اگر امام ہوا برہنہ شخص برہنون اور کپڑے پہنے ہوؤن کا تو امام کی نماز اور اسکے مثل کی یعنی برہنہ مقتدیونکی جائز ہے بالاتفاق اور اسیطرح درست ہے نماز زخم والے کی ساتھہ دوسرے زخمی اور تندرست کے یعنی اگر زخمی امام ہو ایک زخمی اور تندرست کا تو نماز دونو زخمیون کی جائز ہے ہم بالاتفاق کی قید اسلیے لگائی کہ اگر امی امام ہو چند امی اور قاریون کا تو امام کے نزدیک سبکی نماز فاسد ہو تو ایسا ہو کہ کوئی شخص برہنہ کی امامت کو امی کی امامت پر قیاس کرکے سبکی نماز کو فاسد کہے اور وجہ فرق کی دونون مسئلون مین بحر الرائق میں یون بیان کی ہے کہ امی کو ممکن تھا کہ اپنی نماز قراءت کے ساتھہ کر لیتا قاری کو امام کرکے کیونکہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے حدیث کی رو سے تو جب وسنے ایسا نکیا تو نماز اوسکی فاسد ہوئی اسلیے سبکی نماز فاسد ہوگی اور ستر عورت اور طہارت کا یہہ حال نہیں کہ امام کا ستر اور طہارت مقتدی کے لیے کافی ہو اسیواسطے کپڑے پہنے والونکی نماز برہنہ کے پیچھے اور تندرست کی نماز زخمی کے پیچھے نہوگی کذا فی الشامی بتصرف ولا قادر علی رکوع وسجود بعاجز عنهما لبناء القوی علی الضعیف اور نہیں درست ہے اقتدا رکوع اور سجدہ پر قدرت رکہنے والیکا پیچھے اوس شخص کے جو رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو یعنی نماز اشارہ سے پڑہتا ہو بسبب بنا ہونے قوی کے ضعیف پر یعنی قادر رکوع وسجود پر قوی حال ہے اور اشارہ سے پڑہنے والا ضعیف تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر لان اتحاد الصلوتین شرط عندنا اور نہیں صحیح ہے اقتدا فرض پڑہنے والیکا پیچھے نفل پڑہنے والیکے اور پیچھے دوسرا فرض پڑہنے والیکے اسلیے کہ دونو نمازون کا ایک ہونا شرط ہے ہمارے نزدیک ہم پیشتر اس باب کے شروع میں گذر چکا کہ اتحاد امام ومقتدی کی نماز سے یہہ غرض ہے کہ مقتدی امام کی نماز کی نیت سے نماز میں داخل ہو سکے یعنی اگر یہہ نیت کرے کہ میں امام کی نماز پڑہتا ہون تو اس نیت سے شریک ہو سکے تو اس سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہونی چاہیے وصح ان معاذا کان یصلی مع النبی صلی الله علیه وسلم نفلا وبقومه فرضا اور صحیح ہوا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی الله عنه آنحضرت صلی الله علیہ وسلم کے ساتھہ نفل پڑہا کرتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھہ فرض پڑہتے تھے ہم یہہ جواب ہے امام شافعی کے استدلال کا یعنی صحیحین میں جو وارد ہوا کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی الله علیہ وسلم کے ساتھہ نماز عشا پڑہتے تھے پہر اپنی قوم میں آکر اونکو عشا پڑہایا کرتے تھے تو اس سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ مفترض کا اقتدا پیچھے نفل والے کے درست ہے کیونکہ حضرت معاذ فرض اول پڑہ جاتے تھے تو اپنی قوم میں جو نماز پڑہتے تھے وہ نفل ہوتی تھی اور مقتدی اونکے پیچھے فرض پڑہتے تھے

شارح جواب دیتا ہی کہ ثابت ہوا ہی کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے تھے اور امام ہوکر فرض پڑھتے تھے اسلیے کہ جب معاذ کی قوم نے
تنگی کی شکایت حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ نے اون کو یہہ ارشاد فرمایا کہ ای معاذ یا تو تم میرے ساتھہ نماز پڑھو یا اپنی قوم پر تخفیف کرو رواہ احمد
اس سے یہہ نکلا کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ فرض نماز پڑھین تو امامت قوم کی نہین کرسکتے لیکن اگر آپ کے ساتھہ نفل پڑھین تو بالاجماع امامت کرسکتے
ہین تو معلوم ہوا کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ نفل پڑھا کرتے تھے نہ فرض **ولا ناذر بمتنفل ولا بمفترض ولا بناذر لان کلا منهما کمفترض**
فرضا آخر اور نہین درست ہے اقتدا نذر کرنیوالے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اسلیے کہ نذر واجب ہے تو قوی کی بنا ضعیف پر نہین ہوتی اور نہ نذر کرنے والیکا اقتدا فرض
پڑھنے والے اور دوسرے نذر کرنے والیکے پیچھے درست ہے اسلیے کہ ہر ایک ان دونو امام اور مقتدی سے ایسا ہی جیسا دوسرا فرض پڑھتا ہو یعنی اتحاد نماز کا جو شرط
اقتدا کی ہے ان دونو مسئلون مین نہین پایا جاتا **الا اذا نذر احدهما عين منذور الآخر فللاتحاد** اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا دوسرے نذر کی نماز پڑھنے والے کے
پیچھے جائز نہین مگر اس صورت مین کہ ایکنے وہی نذر کی ہو جو دوسرے نے کی تو اب اقتدا درست ہوگا بسبب اتحاد کے اور صورت اسکی یہہ ہے کہ زید نے مثلا کوئی نذر کی اور عمرو نے کہا
کہ جو نذر زید نے کی ہے وہی مین کرتا ہون تو جب دونو کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونو نے نماز معین کی نذر کی اسوجہ سے اتحاد پایا گیا بخلاف اوس صورت کے کہ دونو نے
نذر نماز کی جداگانہ کی کہ اوسمین دونو کے ذمے کے واجب علیحدہ ہین اور کوئی ایکدوسرے سے قوی نہین کذا فی الشامی **ولا ناذر بحالف لان المنذورة اقوى فصح عكسه**
وبحالف ومتنفل اور نہین درست ہے اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا پیچھے قسم کی نماز پڑھنے والیکے اسلیے کہ نذر کی نماز قوی تر ہے قسم کی نماز سے تو صحیح ہے اسکا عکس وبحالف ومتنفل یعنی قسم کی
نماز والیکا اقتدا نذر کی نماز والے کے پیچھے درست ہے اور قسم کی نماز والے کے پیچھے اور نفل پڑھنے والیکے پیچھے درست ہے صورت قسم کی یہہ ہے کہ ایک شخص نے
مثلا قسم کہائی کہ مین دو رکعت نماز پڑھونگا تو یہہ دوگانہ نفل ہوگا اسلیے قسم کی نماز والیکو اختیار رہتا ہے چاہے دوگانہ پڑھکر قسم سچی کرلے خواہ ترک کرے اور کفارہ
دے بخلاف نذر کی نماز کے کہ وہ واجب ہے اور یہین جب نذر والا قسم والے کے پیچھے نہین پڑھ سکتا اور قسم والا نذر والے اور قسم والے اور نفل والے کے پیچھے اقتدا
کرسکتا ہے حلبی نے کہا کہ شارح کا قول وبحالف عطف ہے بناذر محذوف پر جو کہ عکسہ مین سمجھا جاتا ہے کذا فی الشامی **ومصليا ركعتي طواف كناذرين** اور دو شخص
پڑھنے والے دوگانہ طواف کے مثل دو نذر کی نماز پڑھنے والون کے ہین یعنی ایک کا اقتدا دوسرے کے پیچھے جائز نہین بسبب اختلاف سبب کے یعنی ایک کا طواف دوسرے کے طواف کا
غیر ہے اور اگر دوگانہ طواف کو مسنون کہین جیسا بعض نے کہا کا قول ہے تو اس قول کے بموجب اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی **ولو اشترکا فی نافلة فافسداها**
صح الاقتداء لان افسادها منفردين اور اگر دو شخص شریک ہوئے نماز نفل مین پھر دونو نے اسکو فاسد کردیا تو اقتدا صحیح ہے مثلا دو نو دوگانہ تراویح
امام کے پیچھے پڑھتے تہے پھر اوس دوگانہ کو فاسد کردیا تو اوسے ایکدوسرے کے پیچھے پڑھ سکتے ہین کیونکہ نماز متحد ہے نہ اوس صورت مین جب اوسکو فاسد کیا
دونو نے تنہا کہ اسصورت مین اقتدا جائز نہین بسبب اختلاف سبب کے **ولو صلیا الظهر ونوى كل امامة الآخر صحت لا ان نويا الاقتداء والفرق لا يخفى** اور اگر
دو شخصون نے نماز ظہر پڑھی اور ہر ایکنے دوسرے کی امامت کی نیت کی تو نماز درست ہوگی نہ صحیح ہوگی اگر دونو نے اقتدا کی نیت کی اور فرق پوشیدہ نہین ہے فرق
یہہ ہے کہ امام اپنے حق مین منفرد ہوتا ہے اور بدون غیر کی اقتدا کے امام نہین ہوتا تو جب دونو نے امامت کی نیت کی اور مقتدی کوئی نہوا تو دونو منفرد رہگئے اور نماز درست
ہوئی اور اقتدا کی نیت مین عدم جواز کی وجہ یہہ ہے کہ مقتدی کی نماز بدون نیت اقتدا کے صحیح نہین ہوتی اور اقتدا ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہین جسنے اپنی نماز غیر کی نماز پر
مبنی کی ہو اور یہان دونو نے اپنی نماز کو دوسرے کی نماز پر مبنی کیا ہے اسلیے اقتدا ایک کا دوسرے کے پیچھے صحیح نہوا تو نماز بھی درست نہوئی کذا فی الحلبی **ولا**
لاحق ولا مسبوق بمثلهما لما تقرر ان الاقتداء في موضع الانفراد مفسد كعكسه اور نہین درست ہے اقتدا لاحق اور مسبوق کا پیچھے مثل اون
دونو کے اسوجہ سے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ اقتدا کرنا انفراد کی جگہہ مین مفسد ہے جیسے کہ اوسکا عکس مفسد ہے یعنی منفرد ہونا اقتدا کی جگہہ مین اور لاحق وہ ہے جسکو امام کے
ساتھہ شریک ہونیکے بعد کسی عذر سے درمیان کی نماز یا آخر کی فوت ہوگئی ہو تو یہہ شخص امام کے فارغ ہونیکے بعد اس فوت شدہ نماز کے پڑھنے مین حکم
مقتدی کا رکھتا ہے یعنی اسیطرح نماز پڑھے جیسے امام کے پیچھے پڑھتا اور مسبوق وہ ہے جو بعد کسیقدر نماز ہوجانیکے شریک ہو شروع سے شریک نہو وہ اپنی باقی نماز
پڑھنے مین حکم منفرد کا رکھتا ہے تو اب اگر لاحق کے پیچھے لاحق کے اقتدا کرے تو درست نہوگا اسلیے کہ دونو مقتدی ہین اگر ایک امام ہوگا تو وہ منفرد ہوجائیگا

کیونکہ امام کا حال منفرد کا سا ہے اسیطرح مسبوق کے پیچھے مسبوق کے قضا نہیں کر سکتا کیونکہ دونو منفرد ہین تو اقتدا حالت انفراد مین کیسی کر سکتے ہین اور یہی
حال ہے اگر لاحق مسبوق کے پیچھے اقتدا کرے اور مسبوق لاحق کے پیچھے کذا فی الحلبی ولا مسافر بمقیم بعد الوقت فیما یتغیر بالسفر کالظهر سواء احرم
المقیم بعد الوقت او فیه فخرج فان ذلک المسافر اور نہین صحیح ہے اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے اون نمازون مین جو سفر کے باعث سے بدلتی
ہین جیسے ظہر اور عصر و عشا برابر ہے کہ مقیم نے تحریمہ وقت کے بعد کی ہو یا وقت کے اندر تحریمہ کی پہر وقت نکل گیا تو اوس وقت مسافر نے اقتدا کیا امام مسافر کی
نماز وقت کے اندر تمام ہو سکتی ہے خواہ نیت اقامت کرنے سے خواہ مقیم کے پیچھے پڑہنے سے اسکی متابعت کی جہت سے مگر جب وقت نکل گیا تو اوسکے ذمہ دو رکعتین ثابت
ہو گئین اب اوسمین بالنیت تمام ہونیکی کسیطرح نہین رہی اسلیے بعد وقت کے اقتدا صحیح نہین ٹھیرا اور متغیر نمازون کی قید اسلیے لگائی کہ جن مین تغیر نہین مثلاً فجر اور
مغرب تو انمین اقتدا درست ہے کذلک المنح بل ان احرم فی الوقت صح و اتم تبعاً لامامه اما بعد الوقت فلا لانه لا یتغیر فرضه فیکون اقتداء
المفترض بالمتنفل فی حق قعدة او قراءة او اقتداء فی شفع اول او ثان بلکہ اگر مسافر اقتدا کی تحریمہ وقت کے اندر کرے پہر وقت نکل جاے تو اقتدا صحیح ہوگا اور
مسافر چار رکعتین پڑہے اپنے امام کی متابعت لیکن وقت کے بعد اسکا فرض نہین بدلیگا وہی دو رکعتین اسکے ذمہ ہونگی تو اگر وہ مقیم کا اقتدا پہلے دوگانہ مین کریگا تو
قعدہ کے حق مین اور دوسرے دوگانہ مین کریگا تو قراءت کے حق مین اقتدا نفل پڑہنے والے کے پیچھے ہو جاویگا حالانکہ فرض والیکا اقتدا نفل والیکے پیچھے جائز نہین
ہم نفل سے مراد غیر فرض ہے خواہ سنت ہو یا واجب تو قعدہ اولی امام کے ذمہ واجب ہے اور مقتدی مسافر پر اخیرہ ہونیکی جہت سے فرض ہے تو اقتدا فرض والیکا
واجب والیکے پیچھے ہوگا اور پچھلے دوگانہ مین قراءت امام مقیم کے حق مین مسنون ہے انمین اگر مسافر اقتدا کریگا تب بہی صحیح نہوگا کیونکہ قراءت اوسکے حق مین فرض ہے تو
اقتدا فرض والیکا سنت والیکے پیچھے لازم آویگا کذلک فی الشامی ولا نازل براکب و لا راکب براکب دابة اخری فلو معه صح اور صحیح نہین اقتدا سواری
سے اوترنیوالے کا پیچھے سوار کے اور نہ اقتدا سوار کا پیچھے دوسرے سوار کے جو دوسرے جانور پر سوار ہو تو اگر مقتدی امام کے ساتھ ایک جانور پر ہو تو اقتدا درست
ہوگا ہم وجہ عدم جواز اقتدا کی ان صورتون مین اختلاف مکان ہے اور شرائط اقتدا سے مکان کا متحد ہونا اوپر مذکور ہو چکا اس سے معلوم ہوا کہ اگر سوار اوترے ہوے شخص کا اقتدا کریگا
تب بہی جائز نہوگا کذا فی الشامی ولا غیر الالثغ به ای بالالثغ علی الاصح کما فی البحر عن المجتبی اور نہین درست ہے اقتدا غیر توتلے کا توتلے کے پیچھے اصح قول کے بموجب
جیسا کہ بحر الرائق مین مجتبی سے منقول ہے ہم الثغ بروزن افضل اوس شخص کو کہتے ہین جسکی زبان سے ایک حرف کی جگہہ دوسرا نکلے مثلاً ر کی جگہہ غین یا لام بولے ہندی مین اسکو توتلا
کہتے ہین اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ خلاصہ اور تاتارخانیہ اور ظہیریہ مین توتلے کی امامت کو صحیح لکہا ہے کذا فی الشامی وحرر الحلبی و ابن الشحنة انه بعد بذل جهده
دائماً حتماً کالامی فلا یؤم الا مثله و لا تصح صلوته اذا امکنه الاقتداء بمن یحسنه او ترک جهده او وجد قدر الفرض مما لا لثغ فیه هذا هو
الصحیح المختار فی حکم الالثغ اور حلبی اور ابن شحنہ نے تنقیح کی ہے کہ توتلا ہمیشہ کی دوبا کوشش کرنیکے بعد امی کی مانند ہے یعنی اپنے جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی
امامت نکرے اور نہ صحیح ہوگی اسکی نماز جبکہ اسکو اقتدا ایسے شخص کا جو قرآن اچہا پڑہے ممکن ہو یا وہ کوشش کرنا چہوڑ دے یا بقدر فرض قراءت وہ آیتین حاصل کرے جنمین توتلا پن
نہو یہی تنقیح صحیح اور مختار ہے توتلے کے حکم مین ہم حاصل تنقیح یہہ ہے کہ توتلے کو ہمیشہ واجب ہے کہ تصحیح الفاظ مین کوشش کرے اگر بعد کوشش کے صحیح الفاظ نہ نکال
سکیگا تو نماز اوسکی جائز ہوگی اور اگر کوشش کے بدون پڑہیگا تو نماز فاسد ہوگی چنانچہ محیط وغیرہ مین ہے مگر یہہ شرط ہے کہ بقدر فرض ایسی آیتین نہ پڑہ سکے جنمین
توتلا پن نہ ہو اور اگر پڑہ سکتا ہے تو اوسپر کوشش کرنا ضرور نہین وہ سب صحیح پڑہنے والیکا تہم ہے کذا فی الشامی وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف او
لا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار اور اسیطرح حکم ہے اوس شخص کا جو کوئی حرف حروف تہجی سے نہ بول سکے یا ف کو بدون تکرار کے نہ نکال سکے ہم یعنی ایسے شخص
کو بہی ہمیشہ کوشش کرنا چاہیے ورنہ اسکی نماز صحیح نہوگی مثلاً بعض لوگون سے ح اور ع اور ص اور ط نہین ادا ہوتے تو انکو کوشش کرنا انکی تصحیح مین واجب ہے اور چونکہ الثغ
کو مغرب وغیرہ مین خاص کیا ہے اوس شخص کے لیے جو سین اور ر نہ بول سکے اسلیے شارح نے ہر حرف کے نہ بول سکنے کو اس قول مین عام کر دیا اور ف کی تکرار سے بتایا کہ تمتام
بہی توتلے مین داخل ہے کذا فی الشامی بتصرف و اعلم انه اذا فسد الاقتداء بای وجه کان لا یصح شروعه فی صلوة نفسه لانه قصد المشارکة و
هی غیر صلوة الانفراد علی الصحیح محیط و ادعی فی البحر انه المذهب اور جاننا چاہیے کہ جب اقتدا فاسد ہو کسیطرح پر فاسد ہو خواہ عورت اور لڑکے کی امامت ہونے

دوسری باتوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں تو نہیں صحیح ہے شروع کرنا مقتدی کا خود اپنی نماز میں اگرچہ نفل ہی ہو اسلیے کہ مقتدی نے دوسرے کی شرکت کا قصد کیا تھا اور شرکت میں پڑھنا غیر ہے تنہائی کی نماز کا تو نہیں صحیح شروع قول صحیح پر کذا فی المحیط اور بحر الرائق میں دعوی کیا کہ عدم صحت شروع مذہب ہے ہم وجہ عدم صحت شروع یہ ہے کہ جب اوس نماز میں جس کا مقتدی نے ارادہ کیا اسکا شروع صحیح نہوا تو غیر میں کیسے صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام الخلاصۃ یفید ان ھذا قول محمد خاصۃ مصنف نے کہا لیکن خلاصہ کا کلام اسبات کا مفید ہے کہ عدم صحت شروع قول ہے خاص امام محمد کا اور خلاصہ میں یہ مضمون ہے کہ جس جگہ میں اقتدا صحیح نہو کیا مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنیوالا ہو جاتا ہے یا نہیں امام محمد کے نزدیک نہیں ہوتا اور شیخین کے نزدیک ہو جاتا ہے کذا فی الشامی قلت وقد ادعی فی البحر بعد تصحیح السراج خلافہ ان المذہب انقلابہا نفلا فتامل میں کہتا ہوں کہ صاحب بحر نے بیان گذشتہ میں یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ میں دعوی کیا ہے کہ مذہب بدلجانا ہے نماز کا نفل سے بعد تصحیح سراج کے خلاف عدم صحت کو سو تامل کرلے اس تناقض کو ہم صاحب بحر نے محاذات میں سراج سے نقل کیا تھا کہ اگر مرد عصر پڑھتا ہے اور عورت نے ظہر کی نیت سے اوس کا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا اوسکا ہر چند فرض میں صحیح نہوا مگر نفل میں بموجب مذہب کے درست ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب اقتدا فرض میں فاسد ہوا تو شروع بالکل فاسد نہوا بلکہ نفل میں اقتدا باقی رہا اور صحت شروع مذہب ٹھیرا ورنہ نماز مرد کی کیوں فاسد ہوتی اور یہاں دعوی عدم صحت شروع کا کرتا ہے تو دونوں کلاموں میں صریح تناقض ہوا کذا فی الشامی وحینئذ فالاشبہ ما فی الزیلعی انہ متی فسد لفقد شرط کطاھر بمعذور لم تنعقد اصلا وان لاختلاف الصلوتین تنعقد نفلا غیر مضمون وثمرتہ الانتقاض بالقہقہۃ اور اسوقت میں یعنی جب کلام صاحب بحر کا نقل مذہب میں مختلف ہوا تو مشابہ تر قواعد فقہیہ سے وہ قول ہے جو زیلعی میں ہے کہ جس صورت میں اقتدا فاسد ہو بسبب نہ پائی جانے کسی شرط کی چنانچہ اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے تو اس صورت میں نماز اصل سے منعقد نہوگی اور اگر دو نمازوں کے مختلف ہونیکی جہت سے اقتدا فاسد ہو تو نماز مقتدی کی نفل غیر مضمون منعقد ہوگی یعنی اسکو فاسد کرنے سے قضا اوسکے ذمہ لازم نہوگی اور ثمرہ خلاف کا وضو کا ٹوٹنا ہے قہقہہ سے یعنی صحت شروع کے قول پر وضو ٹوٹ جائیگا کیونکہ قہقہہ اثنای نماز میں پایا جائے گا اور عدم صحت کے قول پر وضو نجائیگا اور کلام زیلعی کی تفصیل سے دونو قولوں میں توفیق ہوگئی یعنی عدم صحت کی تصحیح اس صورت پر محمول ہے کہ فساد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونیسے ہو اور صحت کی تصحیح اوس پر محمول ہے کہ اقتدا فرضیت میں نرہے نفل میں باقی رہے ویمنع من الاقتداء صف من النساء بلا حائل قدر ذراع او ارتفاعہن قدر قامۃ الرجل مفتاح السعادۃ اور منع کرتی ہے اقتدا سے عورتوں کی صف بدون ایسے حائل کے جو مقدار ایک ہاتھ کی ہو یا بدون اونکے مرتفع ہونیکے آدمی کے قد کے برابر کذا فی مفتاح السعادۃ ہم عورتوں کی صف اگر پوری ہو تو جتنی صفیں مردوں کی اونکے پیچھے ہونگی سبکی نماز فاسد ہوگی اور اگر تین عورتیں ہونگی تو مردوں کی پچھلی صفوں میں سے تین تین محاذیوں کی نماز آخر صف تک فاسد ہوگی اور اگر دو عورتیں ہونگی تو صرف اول صف کے دو مردوں کی نماز جاتی رہیگی جو اون کے پیچھے سیدھ میں ہونگے اسیطرح ایک عورت سے بھی پیچھے کے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے آخر صفوف تک اور قیاس اس کا مقتضی ہے کہ اگر عورتیں تین یا پوری صف ہوں تب بھی ان کے محاذی مردوں کی ایک ہی صف میں نماز فاسد ہو پچھلی صفوں میں فاسد نہو پہلی اسلیے کہ اوس ایک صف کے مرد اپنے پیچھے کے مردوں کے لیے حائل ہو جاتے ہیں جیسے ایک یا دو عورتوں میں ہوتے ہیں مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کیا کیونکہ حضرت عمر سے موقوفا اور مرفوعا ثابت ہے کہ جس شخص کے درمیان اور اپنے امام کے بیچ میں نہر یا رستہ یا عورتوں کی صف ہو تو اوسکی نماز نہیں تو معلوم ہوا کہ شارع نے جو حائل اور ارتفاع کا اعتبار کیا ہے یہ ایک یا دو عورتوں کے لیے ہے صف میں بسبب حدیث مذکور کے حائل کا اعتبار نہیں کذا فی الشامی او طریق فیہ العجلۃ الا یجرھا الثور او رستہ عام نافذ جس میں گاڑی گذر سکے مانع اقتدا ہے شامی نے کہا کہ عجلہ سے مقصود وہ آلہ ہے جسکو بیل کھینچتے ہیں او نھر تجری فیہ السفن ولو زورقا ولو فی المسجد یا نہر اقتدا سے مانع ہے جس میں کشتیاں چل سکیں اگرچہ چھوٹی کشتی یعنی ڈونگی ہو اور اگرچہ نہر مسجد میں ہو او خلاء ای فضاء فی الصحراء او فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس من یسع صفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا کان قام فی الطریق ثلثۃ وکذا اثنان عند الثانی لا واحد اتفاقا لانہ لکراھۃ صلوتہ صار وجودہ کعدمہ فی حق من خلفہ یا مانع اقتدا ہے خلا یعنی اتنا میدان جنگل میں یا بہت بڑی مسجد میں مثل مسجد قدس کے کہ جس میں گنجائش دو صفوں یا زیادہ کی ہو مگر اس صورت میں مانع نہیں جبکہ صفیں ملی ہوئی ہوں تو صحیح ہے اقتدا مطلقا یعنی اگرچہ بیچ میں نہر یا راہ نافذ ہو مثلا راہ میں

تین شخص کھڑے ہوجائین تو صفین متصل ہوجائینگی اور اسیطرح اگر دو کھڑے ہون امام ابو یوسف کے نزدیک: ایک شخص بالاتفاق اسلیے کہ بسبب مکروہ ہونے نماز اکیلے شخص کے
اوسکا وجود مثل عدم کے ہوگیا اون لوگون کے حق مین جو اوسکے پیچھے ہین یعنی ایک شخص کے رستہ مین کھڑے ہونیسے صفون کا اتصال ثابت نہوگا جیسا دو کا کھڑا
ہونا فقیہ کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے ھ اور نہر مین صورت اتصال یہہ ہی کہ پل پر صفین ہون یا کشتیان باندہکر اون پر لوگ کھڑے ہوجائین اور صحرا کی
قید اسلیے لگائی کہ گہر اور مسجد مین جگہہ کا چہوٹنا مانع اقتدا نہین اور گہر صحیح تر قول مین مثل مسجد کے ہی یعنی اوسمین بھی بدون اتصال صفون کے اقتدا صحیح ہی اور
بڑا مکان مثل جنگل کے ہی اور حد بڑے کی یہہ ہی کہ جس کا صحن چالیس ہاتھ یا زیادہ کا ہو اور بعضون نے ساٹھہ ہاتھ کہا ہی مگر قول اول مختار ہی کذا فی الشامی والحائل لا یمنع
الاقتداء ان لم یشتبہ حال امامہ بسماع او رؤیۃ ولو من باب مشبک یمنع الوصول فی الاصح اور حائل یعنے آڑ کا ہونا درمیان امام اور مقتدی کے
مانع اقتدا نہین بشرطیکہ مقتدی پر حال اوسکے امام کا اوسکی آواز سننے یا اوسکو دیکہنے کے سبب سے مشتبہ نہو اگرچہ کہ کہنا جہنجری دار دروازہ سے ہو جو مانع امام تک پہنچنے
کا ہو صحیح تر قول مین ھ طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ سننا امام کی آواز کا یا مکبر کی آواز کا یکسان ہے اور دیکہنا عام ہے اس سے کہ امام کو دیکہے یا دوسرے مقتدی کو دیکہے
ولم یختلف المکان حقیقۃ کمسجد وبیت فی الاصح قنیۃ ولا حکما عند اتصال الصفوف اور حائل مانع اقتدا نہین بشرطیکہ مکان مختلف نہو حقیقت مین جیسے مسجد
اور گہر ہی صحیح تر قول مین کذا فی القنیہ اور نہ حکما مکان جدا ہو صفون کے ملنے کیوقت یعنی اگر درمیان مین رستہ یا نہر ہو تو ہر چند دو نو کنارے رستہ نہر کے مکان مختلف ہین
مگر صفون کے اتصال کیصورت مین جیسا ایک ہی مکان ہین اسلیے مانع اقتدا نہین ولو اقتدی من سطح دارہ المتصلۃ بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان درر وبحر
اقرہ المصنف لکن تعقبہ فی الشرنبلالیۃ ونقل عن البرھان وغیرہ ان الصحیح اعتبار الاشتباہ فقط قلت وفی الاشباہ وزواھر الجواھر و
مفتاح السعادۃ ومجمع الفتاوی والنصاب والخانیۃ انہ الاصح وفی النہر عن الزاد انہ اختیار جماعۃ من المتاخرین اور اگر اقتدا کیا اپنے اوس گھر کی
چہت سے جو مسجد کے ساتہہ ملا ہوا ہی تو جائز نہوگا بسبب اختلاف مکان کے کذا فی الدرر والبحر وغیرہما اور ثابت رکہا ہی اسکو مصنف نے مگر اعتراض کیا ہی اس قول پر شرنبلالیہ مین
برہان وغیرہ سے نقل کیا کہ صحیح قول اعتبار کرنا صرف مشتبہ ہونے امام کے حال کا ہی نہ خلاف مکان کا مین کہتا ہون اور اشباہ اور زواہر الجواہر اور مفتاح السعادۃ
اور مجمع الفتاوی اور نصاب اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور نہر الفائق مین زاد سے منقول ہے کہ یہی قول اختیار ہی ایک جماعت متاخرین کا ھ اور فتاوی
عالمگیری مین ہے کہ مسجد کا ہمسایہ اگر امام مسجد کے پیچھے اپنے گھر مین اقتدا کرے تو درست ہے بشرطیکہ اوسکے اور مسجد کے درمیان شارع عام نہو یا ہو مگر صفون سے بہر گئی ہو
وصح اقتداء متوضئ لا ماء معہ بمتیمم ولو مع متوضئ بسؤر حمار مجتبی وبحر اور صحیح ہے اقتدا کرنا وضو والے کا جسکے ساتہہ پانی نہین تیمم والے کے اگرچہ ساتہہ
وضو کرنیکے گدہے کے جہوٹے پانی سے ہو کذا فی المجتبی والبحر مقتدی کے ساتہہ پانی نہونیکی قید اسلیے لگائی کہ اگر پانی اوسکے ساتہہ ہوگا تو امام کو پانی بتلا سکے گا مقصود یہہ
اقتدا صحیح نہوگا کیونکہ تیمم امام کا اسکے عندیہ مین باطل ہے اور یہہ اوسوقت ہی کہ امام نے تیمم پانی کے نہونیکی سبب سے کیا ہو اور اگر اور عذر سے کیا ہوگا تو اقتدا درست
ہوگا گدہے کے جہوٹے پانی سے وضو کرنیکے ساتہہ تیمم کرنیکے یہہ معنی کہ اول وضو کیا پھر تیمم کیا اور اگر وضو اسکے فرض بہی ادا کر لیا پہر تیمم کیا اور دوبارہ فرض پڑہے تو اقتدا
درست نہوگا اسلیے کہ اداے فرض مین شک کیا کذا فی الطحطاوی وغاسل بماسح ولو علی جبیرۃ اور درست ہی اقتدا دہونیوالے کا پیچھے مسح کرنیوالیکے اگرچہ مسح پٹی
عضو کی بندش پر ہو یعنی جو شخص پانو کو دہوتا ہو وہ موزہ پر مسح کرنیوالیکا اقتدا کر سکتا ہی اور جو شخص غسل یا وضو مین تمام عضا کو دہوتا ہی وہ ایسے شخص کا اقتدا کر سکتا
ہی جسکے ایک عضو پر کہپاچین بندہی ہین وقائم بقاعد یرکع ویسجد لانہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی آخر صلوتہ قاعدا وھم قیام وابو بکر یبلغھم تکبیرہ
وبہ علم جواز رفع المؤذنین اصواتھم فی جمعۃ وغیرھا یعنی اصل الرفع اما ما تعارفوہ فی زماننا فلا یبعد انہ مفسد اذ الصیاح ملحق بالکلام
فتح اور درست ہی اقتدا کھڑے شخص کا پیچھے بیٹھنے والیکے جو رکوع اور سجدہ کرتا ہو یعنی اشارہ سے نہ پڑھتا ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخر نماز بیٹھکر پڑہائی اور مقتدی
کھڑے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رض لوگونکو آواز آپ کی اللہ اکبر کی پہونچاتے تھے اور اس تکبیر کے پہونچانے سے معلوم ہوا جائز ہونا مؤذنونکی آواز کے بلند کرنیکا جمعہ وغیرہ
مین یعنی اصل بلند کرنا جائز ہی اور یہہ جو ہمارے زمانہ مین مؤذنون نے رائج کر لیا ہی سو بعید نہین کہ مفسد اون کی نماز کا ہو کیونکہ چیخنا کلام کے ساتہہ ملحق ہی کذا فی فتح القدیر
ھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز اسطرح پڑہائی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپنے ارشاد فرمایا کہ لوگونکو نماز پڑہاوین جب حضرت صدیق نے تحریمہ

کرلی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھہ افاقہ مرض سے پایا تو آپ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے سے اوٹھکر جماعت مین تشریف لائے اور حضرت صدیق کے
بائین طرف بیٹھے حضرت صدیق قرارت سے رک گئے اور پیچھے کو ہٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور لوگونکو بیٹھے ہوے نماز پڑہائی اور صدیق اکبر آپ کے
اللہ اکبر کی آواز لوگون کو سناتے رہے اور یہہ نماز ظہر کی تھی اور تکبیر کا آواز بلند کرنا باتفاق درست ہے جبکہ جماعت مین امام کی آواز نہ پہونچتی ہو اور اگر حاجت
مکبر کی نہو تو تکبیر کا بولنا چارون مذہب مین مکروہ ہے کذا فی السیرۃ الحلبیۃ وقائم بأحدب وان بلغ حدبہ الرکوع علی المعتمد وکذا باعرج وغیرہ اولٰی اور درست ہے
اقتدا کھڑے ہونیوالے کا پیچھے کوبہہ نکلے ہوئے کے اگرچہ اوسکا کوبہہ رکوع کو پہونچگیا ہو قول معتمد پر یعنی شیخین کے قول پر بخلاف محمد کے اور اسیطرح قائم کا اقتدا پیچھے لنگڑے کی
درست ہے کیونکہ لنگڑا اور کبڑا بیٹھے ہوے شخص سے کم نہین اور غیر لنگڑا ہی کا بہتر ہے یعنی لنگڑے کے سوا دوسرے کا امام ہونا بہتر ہے شامی نے کہا کہ یہین خصوصیت لنگڑے
کی نہین [illegible] بڑہے کا غیر اون کی نسبت کہ امامت مین اولٰی ہین ومؤمٍ بمثلہ الّا ان یومی الامام مضطجعا والمؤتم قاعدا او قائما ہو المختار اور
صحیح ہے اقتدا [illegible] والے کا پیچھے اپنے مثل کے مگر یہ کہ امام لیٹکر اشارہ کرتا ہو اور مقتدی بیٹھکر یا کھڑا ہو کر اشارہ کرتا ہو کہ اسصورت مین اقتدا صحیح نہین بوجہ سے
اسکے کہ مقتدی کا امام سے [illegible] ومتنفل بمفترض فی غیر التراویح فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانہا سنۃ مخصوصۃ فی الاقتداء
[illegible] اور درست ہے اقتدا نفل پڑہنے والے کا پیچھے فرض پڑہنے والیکے سوامی تراویح کے صحیح قول مین کذا فی الخانیہ یعنی تراویح مین اقتدا
فرض پڑہنے والیکے پیچھے صحیح نہین اور غالبا عدم صحت کی وجہ یہہ ہے کہ تراویح سنت مخصوص ہے تو اوسکے عہدہ سے باہر آنیکے لیے اوسکی وضع خاص کا لحاظ کیا جائیگا اور
اسمین یہہ اعتراض ہے کہ نفل کی ہر رکعت مین قرارت فرض ہے اور فرض کے دوگانہ اخیر مین سنت تو اخیر دوگانہ مین اقتدا فرض والے کا پیچھے سنت والیکے لازم آویگا حالانکہ
یہہ درست نہین اسکا یہہ جواب ہے کہ مقتدی اقتدا کی جہت سے امام کا تابع ہے قرارت کے باب مین اسی جہت سے قرارت اسکے حق مین اون دونو رکعتون مین سنت ہو گئی کذا
فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح صح اقتداء متنفلٍ بمتنفلٍ صحیح ہے اقتدا نفل پڑہنے والیکا پیچھے نفل پڑہنے والیکے ومن یری الوتر واجبا بمن یراہ سنۃ اور
صحیح ہے اقتدا اوس شخص کا جو وتر کو واجب سمجہتا ہے پیچھے اوس شخص کے جو وتر کو سنت سمجہتا ہے یعنی اس شرط سے کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑہے کذا فی الطحطاوی یعنی
اقتدی فی العصر وہو مقیم بعد الغروب بمن احرم قبلہ للاتحاد اور درست ہے اقتدا اوس شخص کا کہ وہ مقیم ہے اور عصر کی نماز مین غروب کے بعد ایسے شخص کا اقتدا
کرے جسنے نیت عصر کی غروب کے پیشتر کی ہو بسبب یکسان ہونے دونو کی نماز کے اور مقیم کی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر مسافر بعد وقت نکلنے کے اقتدا کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ پہلے گذرا
الطحطاوی نے کہا کہ لاتحاد [illegible] ان مسئلون کی علت ہے نفل مین تو اتحاد ظاہر ہے اور وتر مین اسلیے کہ اختلاف اعتقاد مین ہے نہ اصل وتر مین اور تیسرے مسئلہ مین دونو کی
نماز [illegible] ہے ولو ظہر حدث امامہ وکذا کل مفسد فی رای مقتدٍ بطلت فیلزم اعادتہا لتضمنہا صلوٰۃ المؤتم صحۃ وفسادا اور
باطل ہو [illegible] مقتدی کا بیوضو ہونا اوسکے امام کا تو اوسکی نماز باطل ہوگی یعنی [illegible] منعقد ہو گی تو لازم ہوگا اوسکا اعادہ کیونکہ نماز امام کی مقتدی کی نماز کو
متضمن ہے صحت اور فساد مین شارح نے کہا اور ایسا ہی حکم [illegible] ہر مفسد کا مقتدی کے اعتقاد مین ہے یعنی اگر گواہون سے یا امام کے اقرار سے معلوم ہوا کہ امام نے بیوضو
نماز پڑہی [illegible] یا اور مفسد نماز اوس سے سرزد ہوا تو مقتدی کو فرض پہر پڑہنی چاہیے اسلیے کہ امام کی نماز کے فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی اور لفظ باطل
اور اعادہ کا ماتن کے کلام مین مجاز ہے اسلیے کہ باطل اصطلاح مین اوسکو کہتے ہین جو منعقد ہو کر فاسد ہوا اور اعادہ اس مقام پر بولتے ہین کہ جبر نقصان کے لیے دوبارہ پڑہی اور
یہان یہہ صورت متحقق نہین ہان اگر یہہ کہا جاے کہ مجازا ایسا کہدیا ہے تو ہو سکتا ہے کذلک الطحطاوی ویلزم الامام اخبار القوم اذا امہم وہو محدث او جنب
او فاقد شرط او رکن وہل علیہم اعادتہا ان عدلا نعم والا ندبت وقیل لا لفسقہ باعترافہ ولو زعم انہ کافر لم یقبل منہ لان الصلوٰۃ
دلیل الاسلام واجبر علیہ یعنی لازم ہے امام کو خبر دینا قوم کو جبکہ وہ امام ہوا ہو اونکا حالانکہ وہ بیوضو تہا یا ناپاک یا نہانیوالا یا کسی شرط کا یا رکن کا اور کیا واجب ہے
مقتدیون پر دوبارہ پڑہنا نماز کا امام کے خبر دینے سے جواب یہہ ہے کہ اگر امام عادل ہے تو ہان واجب ہے اور اگر عادل نہین تو اعادہ مستحب ہے اور بعضون نے کہا کہ اعادہ
نہین ہے بسبب فاسق ہونے امام کے اپنے اقرار سے یعنی اگر دانستہ امام نے حالت بیوضو یا ناپاکی وغیرہ مین امامت کی اور پہر لوگونکو آگاہ کر دیا تو خود اپنی زبان سے فاسق
ہوگیا اور دین کے باب مین فاسق کا قول معتبر نہین اسلیے اوسکے خبر دینے سے اعادہ نماز کا نہین اور اگر یہہ احتمال ہو کہ امام نے براہ ورع اس کا اقرار کیا تو اعادہ کرین

كذا في الشامي اور اگر امام نے نماز پڑھانے کے بعد کہا کہ وہ شخص کافر ہے تو یہ قول نہ مانا جائیگا کیونکہ نماز پڑھنا مسلمان ہونیکی دلیل ہے اور امام پر جبر کیا جائیگا مسلمان ہونے کا لیکن کیونکہ اوس کلام سے وہ مرتد ہو گیا بالقدر الممكن بلسانه او بكتابه او رسول على الاصح لو معينين والا لا يلزمه بحر عن المعراج وصحح في مجمع الفتاوى عدمه مطلقا لكونه عن خطاء معفو عنه لكن الشروح مرجحة على الفتاوى امام کے ذمہ خبر دینا جسطرح کہ ہو سکے یعنی زبان سے کہکر یا خط لکھکر یا قاصد بھیجکر لازم ہے صحیح تر قول کے بموجب اگر مقتدی معین یعنی معلوم ہوں اور اگر معلوم نہوں تو خبر دینا اوسپر لازم نہیں کذا فی البحر عن المعراج حلبی نے کہا کہ اگر تھوڑی معلوم ہوں اور تھوڑی نامعلوم تو معلوم کو خبر دینا لازم ہے اور تصحیح کی ہے مجمع الفتاوی میں نہ خبر دینے کی مطلقا یعنی خواہ نماز کا فاسد ہونا بالاتفاق ہو یا مختلف فیہ بسبب ہونے اوس فعل امام کے خطا کے طور پر جیسے درگذر کی گئی ہے لیکن شرحوں میں ترجیح دی گئی ہے فتاووں پر یعنی خبر دینا معراج الدرایہ شرح ہدایہ اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں مذکور ہے تو مجمع الفتاوی کا قول انکے سامنے قابل التفات نہیں شامی نے کہا کہ بالقدر متعلق اخبار سے ہے اور علی الاصح متعلق ہے یلزم سے

واذا اقتدى امي وقاري بامي تفسد صلوة الكل للقدرة على القراءة بالاقتداء بالقاري سواء علم به اولا نواه او لا على المذهب او استخلف الامام اميا في الاخريين ولو في التشهد اما بعده فلا فتصح لخروجه بصنعه تفسد صلوتهم لان كل ركعة صلوة فلا تخلو عن القراءة ولو تقديرا اور جبکہ اقتدا کیا ایک امی اور ایک قاری نے پیچھے امی کے تو نماز سبکی فاسد ہو گی بسبب قادر ہونے امیوں کے قراءت پر قاری کے پیچھے پڑھنے سے برابر ہے کہ امام کو علم قاری کا ہو یا نہو اور نیت قاری کی کی ہو یا نکی ہو بنا بر مذہب قوی کے شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ فرائض کا حال علم اور جہالت سے بدلتا نہیں تو جبکہ علم شرط نہوا تو نیت بھی بطریق اولے شرط نہوگی انتہے یا خلیفہ کردے امام کسی امی کو پچھلی دو رکعتوں میں اگرچہ تشہد میں خلیفہ کرے فاسد ہو گی نماز سب کی اسلئے کہ ہر رکعت نماز علیحدہ ہے تو خالی نہوگی کوئی رکعت قراءت سے اگرچہ قراءت تقدیری ہو اور امی میں قراءت تقدیری بھی نہیں کیونکہ وہ اہل ہی نہیں تو امام نے ایسے کو خلیفہ کیا جس میں صلاحیت امامت کی نہیں اسلئے نماز مقتدیوں کی فاسد ہوئی اور امام کی نماز عمل کثیر کی جہت سے فاسد ہوئی اور مقتدیوں کی نماز امام کی نماز پر مبنی تھی کذا فی البحر شارح نے کہا اور بعد تشہد کے خلیفہ کرنے سے تو نماز درست ہوگی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل سے انتہی استخلافه وصحت لو صلى كل من الامي والقاري وحده في الصحيح اور صحیح ہے نماز اگر پڑھی ہر ایک یعنی امی اور قاری نے تنہا قول صحیح میں هو قول صحیح کا مقابل قول ابو حازم کا ہے کہ نماز امی کی اس صورت میں بھی جائز نہیں بقیاس مسئلہ گذشتہ اور ہدایہ میں قول اول کو صحیح کہا ہے کذا فی الشامی بخلاف حضور الامي بعد افتتاح القاري اذا لم يقتد به وصلى منفردا فانها تفسد في الاصح لما مر بخلاف آنے امی کے بعد شروع کرنے قاری کے جبکہ قاری کا اقتدا نکرے اور تنہا نماز پڑھے کہ نماز امی کی فاسد ہوگی صحیح تر قول میں اوس وجہ کے سبب سے کہ گذر گئی یعنی امی نے باوجود قدرت علی القراءة کے قراءت کو ترک کیا اگر قاری کے پیچھے پڑھتا تو اوسکی قراءت اسکی بھی قراءت ہو جاتی واعلم ان المدرك من صلاها كاملة مع الامام واللاحق من فاتته الركعات كلها او بعضها لكن بعد اقتدائه اور جان کہ مدرک وہ مقتدی ہے جس نے نماز کی سب رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں اور لاحق وہ مقتدی ہے جس سے کل رکعتیں یا تھوڑی سی رکعتیں امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں مگر اقتدا کر چکنے کے بعد یہ رکعتیں فوت ہوئی ہوں بعذر كغفلة وزحمة وسبق حدث وصلوة خوف ومقيم ائتم بمسافر فوت ہونا کل یا بعض رکعات کا کسی عذر سے ہو مثلا غفلت سے یا بھیڑ سے یا وضو جاتے رہنے سے یا خوف کی نماز سے یا مقیم کے اقتدا کرنے مسافر کے پیچھے ہر غفلت کی صورت یہ ہے کہ مقتدی اقتدا کے بعد غافل ہو گیا یہاں تک کہ امام نے سب یا بعض رکعتیں ادا کیں اور بھیڑ کی صورت یہ ہے کہ مثلا جمعہ میں اقتدا کیا اور لوگوں کی کثرت کے باعث ایک رکعت امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور بے وضو ہو جانے سے مقتدی اور امام دونوں لاحق ہو سکتے ہیں امام کے لاحق ہونیکی یہ صورت ہے کہ جب امام وضو کو گیا تو جسکو خلیفہ کر گیا تھا اوس نے اس اثنا میں کل یا بعض رکعات پڑھ لیں اور خوف کی نماز اسطرح ہوتی ہے کہ امام فوج کے دو حصے کرکے ایک کو نماز پڑھا دے اور دوسرے کو مقابل دشمن کے کھڑا کرے جب پہلا حصہ نصف نماز امام کے ساتھ پڑھ لے تو وہ دشمن کے سامنے جاوے اور دوسرا امام کے پیچھے اقتدا کرے چنانچہ صلوة خوف میں بیان ہوگا تو پہلا حصہ لاحق ہوگا جو شارح نے مراد لیا ہے اور دوسرا حصہ مسبوق ہے وہ مراد نہیں اور مقیم جو مسافر کے پیچھے پڑھے یعنی چار رکعتوں والی نماز میں مقیم کو امام کے فارغ ہونیکے بعد دو رکعتیں اور پڑھنی پڑینگی اون دونوں میں مقیم کا حکم لاحق کا ہے وكذا بلا عذر بان سبق امامه في ركوع وسجود فانه يقضي ركعة اور اسیطرح ہے فوت ہونا رکعات کا بلا عذر اسطرح کہ مقتدی اپنے امام سے پیشتر

ایک رکوع اور سجدہ کرسکے تو وہ ایک رکعت قضا کریگا اور اس رکعت کے پڑہنے مین لاحق ہوگا وحکمہ کمؤتم فلا یأتی بقراءۃ ولا سہو ولا یتغیر فرضہ بنیۃ اقامۃ ویبدأ بقضاء ما فاتہ اور حکم لاحق کا مقتدی کی طرح ہے یعنی فوت شدہ رکعت مین قراءت نہ پڑہے اور اگر اوسکے پڑہنے مین کچہ سہو ہو جاے تو سجدہ سہو نکرے اور اوسکا فرض نہ بدلیگا اقامت کی نیت سے یعنی اگر مسافر لاحق ہو گیا اور فوت شدہ نماز کو پڑہنے مین نیت اقامت کی کرلی تو وہی رکعت اوسکے ذمہ رہینگی نماز سفر جاتی نگی اور شروع کرے ادا کرنا فوت شدہ کا یعنی لاحق اول وہ رکعت پڑہے جو فوت ہوگئین پہر امام کی متابعت کرے عکس المسبوق مسبوق کے برعکس یعنے بامور مذکورہ بالا مین لاحق مسبوق کے برعکس ہے تو مسبوق اپنی باقی نماز مین قراءت پڑہے گا اور اگر اسمین سہو کریگا تو سجدہ سہو کرنا پڑیگا اور نیت اقامت سے اوسکا فرض بدلجائیگا دو کی جگہہ چار رکعتین پڑہنی ہونگی اور اسا ول امام کی متابعت کرے گا بعد اوسکے فارغ ہونیکے باقی نماز پڑہیگا ثم یتابع امامہ ان امکنہ ادراکہ والا تابعہ ثم صلی ما نام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقا ایضا پہر لاحق بعد ادا کرنے فوت شدہ نماز کے اپنے امام کی متابعت کرے اگر امام کا پالینا اوسکو ممکن ہو ورنہ متابعت امام نکرے پہر اگر لاحق مسبوق بہی ہو تو اول وہ نماز بے قراءت پڑہے جسمین مثلا سو گیا ہو اوسکے بعد وہ پڑہے قراءت کے ساتہہ جس مین مسبوق ہو صورت لاحق اور مسبوق ہونیکی یہہ ہے کہ ایک شخص مثلا ظہر کی دوسری رکعت مین شریک ہو کر لاحق ہو گیا یعنی تیسری اور چوتہی رکعت اوسکو نملی تو اب وہ تیسری اور چوتہی کو بلا قراءت پڑہے پہر اول رکعت کو قراءت کے ساتہہ پڑہے شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت فہم مطلب سے قاصر ہے بہتر تعبیر یون تہی کہ شارح یون کہتا ویبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قراءۃ عکس المسبوق ثم یتابع امامہ ان ادرکہ ثم ما سبق بہ یعنی شروع کرے قضای مافات کو بدون قراءت کی برعکس مسبوق کے پہر متابعت امام کی کرے اگر اوسکو نماز مین پاوے پہر وہ نماز پڑہے جسمین مسبوق ہو گیا ہے تاکہ عبارت مختصر اور تفہیم غرض کے لیے واضح ہوتی غرضکہ شارح کا قول والا تابعہ الخ بے موقع ہے اسلیے مترجم نے اوسکا ترجمہ اور طور پر کیا ولو عکس صح واثم لترک الترتیب اور اگر لاحق اس کا عکس کرے یعنی اول وہ رکعت پڑہے جس مین مسبوق ہوا پہر وہ جس مین لاحق ہو تو نماز صحیح ہوگی اور گناہ گار ہوگا بسبب ترک ترتیب رکعات کے جو واجب ہے اور امام زفر کے نزدیک اوسکی نماز صحیح نہوگی کیونکہ ترتیب رکعات اونکے نزدیک فرض ہے کذا فی الشامی والمسبوق من سبقہ الامام بہا او ببعضہا اور مسبوق وہ مقتدی ہے جس سے پیشتر امام سب رکعتین یا بعض رکعتین پڑہ چکا ہو یعنی مثلا اگر اخیر رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہو گا تو سب رکعتون مین مسبوق ہو گا ورنہ بعض مین غرضکہ مقتدی چار طرح کے ہوگئے اول مدرک دوم لاحق سوم مسبوق چہارم وہ جو لاحق بہی ہو اور مسبوق بہی وہو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام لعدم الاعتداد بہا لکراہتہا مفتاح السعادۃ اور مسبوق منفرد ہوتا ہے یہان تک کہ وہ سبحانک اللہم الخ اور اعوذ اور قراءت پڑہے اگرچہ امام کے ساتہہ اوس نے قراءت پڑہی ہو کیونکہ امام کے پیچھے قراءت مکروہ ہونیکی جہت سے اوسکا کچہہ شمار نہین وجود و عدم برابر ہے کذا فی مفتاح السعادۃ فیما یقضیہ ای بعد متابعتہ لامامہ فلو قبلہا فالاظہر الفساد اور مسبوق منفرد ہے اُن نماز مین کہ قضا کرے یعنی وہ نماز جو امام کے ساتہہ نہین ملی اوسکے پڑہنے مین منفرد ہے شارح کہا کہ فوت شدہ کو ادا کرے بعد متابعت اپنے امام کے یعنی امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑہے پس اگر قبل متابعت کے یعنی اثنای متابعت مین پڑہیگا تو ظاہر تر نماز کا فاسد ہونا ہے کیونکہ منفرد ہونا اقتدا کی محل مین درست نہین ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ واخرہا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یأتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلہا اور مسبوق قراءت کے باب مین اول اپنی نماز کا اور تشہد کے باب مین آخر اپنی نماز کا پڑہے یعنی فوت شدہ نماز کو قراءت کے حق مین شروع نماز سمجہے اور تشہد کے حق مین امام کے ساتہہ پڑہی ہوئی کو بہی ملالیوے اب شارح اسپر تفریع کرتا ہے کہ پانیوالا ایک رکعت کا فجر کے سوا دوسری نمازون مین سے بقیہ نماز اسطرح پڑہے کہ دو رکعتین اول فاتحہ اور سورہ کے ساتہہ اور اون کے درمیان مین تشہد کے ساتہ ادا کرے یعنی ایک رکعت مع الحمد و سورہ پڑہکر بیٹہے کیونکہ تشہد دو رکعتون کے بعد ہوتا ہے اور اوس نے ایک امام کے ساتہہ پڑہلی ہے پہر تیسری رکعت مع الحمد و سورہ پڑہے اور چوتہی رکعت چار رکعت والی نماز کی صرف الحمد کے ساتہہ ادا کرے اور اوس سے پیشتر یعنی تیسری کے آخر مین نہ بیٹہے م فیض مین مستصفی سے ہے کہ امام اعظم کے نزدیک مسبوق اسطرح پڑہے کہ پہلی دو رکعتین مع قراءت پڑہکر تشہد کرے اور تیسری کو صرف فاتحہ سے پڑہے اور شامی نے کہا کہ ظاہر اعتماد قول پر صاحبین کے ہے جسکو شارح نے بیان کیا ہے الا فی اربع فکمقتد احدہا لا یجوز الاقتداء بہ وان صح استخلافہ فی حد ذاتہ لاستحالۃ القضاء فلا استثناء مہملا

کمازعم فی الاشباہ مسبوق منفرد ہی مگر چار مسئلون مین کہ وہ مثل مقتدی کے ہی اول مسئلہ یہ ہے کہ اقتدا مسبوق کے پیچھے جائز نہین اور منفرد کے پیچھے درست ہی اگرچہ
صحیح ہی خلیفہ کرنا مسبوق کا حالت مسبوق ہونے مین نہ حالت قضای امامت مین تو استثنا نہین ہرگز جیسا کہ اشباہ مین کہا ہی ہم اشباہ مین کہا ہی کہ مسبوق کے پیچھے
اقتدا جائز نہین اس سے استخلاف کا مسئلہ مستثنے ہی یعنی اگر امام کو حدث ہو اور وہ مسبوق کو خلیفہ کرے تو درست ہی شارح کہتا ہی کہ یہہ استثنا نہین اسلیے کہ استخلاف
مسبوق کا امام کے سلام سے پیشتر ہی اور عدم جواز اقتدا بعد سلام امام کے ہی جب مسبوق اپنی نماز پڑھے کذا فی الحلبی نعم لو نسی احد المسبوقین المستویین کمیۃ ما علیہ فقضی
ملاحظا للآخر بلا اقتداء صح ہان اگر دو مسبوق جو ایک ساتھ آکر شریک جماعت ہوی اون مین سے ایک بہول گیا کہ کتنی رکعتین باقی ہین اور اوسنے باقی کو ادا کیا
دوسرے کو دیکھہ دیکھہ کر بدون اقتدا کے تو درست ہوگا طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اسمین اقتدا ہی نہین وثانیہا یاتی بتکبیر التشریق
اجماعا اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مسبوق تکبیرات تشریق کو کہے بالاتفاق یعنی عرفہ کی صبح سے تیرہوین کی عصر تک ہر فرض باجماعت کے بعد جو تکبیر واجب ہے مسبوق بھی
اوس کو کہے حالانکہ منفرد امام اعظم کے نزدیک تکبیر نہ کہے وثالثہا لو کبر ینوی استئناف صلوته و قطعها یصیر مستانفا و قاطعا للاولی بخلاف
المنفرد کما سیجیء اور تیسرا مسئلہ یہہ ہی کہ اگر مسبوق بقیہ نماز تھوڑی سی پڑھکر اللہ اکبر کہے نیت کرکے از سر نو پڑھنے اپنی نماز کی اور اوسکے قطع کرنیکی تو از سر نو
پڑھنے والا اور پہلی نماز کو توڑنے والا ہو جائیگا بخلاف منفرد کے کہ وہ مستانف نہین ہوتا چنانچہ عنقریب آویگا ورابعها لو قام الی قضاء ما سبق به و علی الامام
سجدتا سهو فلو قبل اقتدائه فعليه ان يعود و ينبغی ان يصبر حتی يفهم انه لا سهو علی الامام اور چوتھا مسئلہ جسمین مسبوق مقتدی کے مانند ہی یہہ ہی
کہ اگر مسبوق کھڑا ہوا اوس نماز کو پڑھنے جو اوس سے پیشتر ہو چکی ہے حالانکہ امام پر دو سجدہ سہو کے ہین اگرچہ سہو مسبوق کے مقتدی ہونے سے پہلے ہوا ہو تو مسبوق پر
واجب ہے کہ عود کرے یعنی امام کے ساتھ سجدہ سہو مین شریک ہو جاے اور مسبوق کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد صبر کرے یہان تک سمجھے کہ امام کے ذمے سہو نہین یعنی قضا
ما فات کے لیے اوٹھنے مین جلدی نکرے جب امام دوسری طرف سلام پھیرے اوسوقت اٹھے ولو قام قبل السلام هل یعتد باداته ان قبل قعود الامام قدر التشهد لا
وان بعده نعم اور اگر مسبوق امام کے سلام سے پیشتر کھڑا ہو گیا تو کیا معتبر ہوگا اوس کا ادا کرنا یعنی قیام و رکوع وغیرہ کرنا اسکا جواب یہہ ہی کہ اگر بقدر تشہد امام کے
بیٹھنے سے پیشتر کھڑا ہو کر پڑھنے لگے گا تو اوس کا ادا کرنا معتبر نہین اور اگر بعد بیٹھنے امام کے بقدر تشہد کھڑا ہوا ہوگا تو معتبر ہوگا و کره تحریما الا لعذر کخوف حدث
و خروج وقت فجر و جمعة و عيد و معذور و تمام مدة المسح و مرور مار بين يديه اور مکروہ تحریمی ہی کھڑا ہو جانا مسبوق کا بعد مقدار تشہد بیٹھنے امام کے
مگر کسی عذر کی جہت سے مکروہ تحریمی نہین جیسے خوف بے وضو ہو جانیکا در صورت توقف اور خوف جاتے رہنے وقت فجر اور جمعہ اور عید اور معذور کا یعنی امام کے ساتھ سلام
تک ٹہرنے اور پہر اپنی باقی نماز پڑھنے مین آفتاب نکل آویگا یا جمعہ کا وقت خواہ عید کا نہ رہیگا یا عذر والے شخص کو وقت باقی نہ رہیگا اور خوف پورا ہو جانے مدت
مسح موزون کا اور خوف گذرنے کسی گذرنے والے کا اوسکے سامنے کہ ان صورتون مین اگر مسبوق کھڑا ہو جاے گا تو کھڑا ہونا مکروہ تحریمی نہوگا ہان بدون عذر
کھڑا ہونا مکروہ تحریمی اسلیے ہوا کہ امام کی متابعت سلام مین واجب ہے کھڑا ہو جانیسے وہ چھوٹ جائیگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ خروج اور تمام اور مرور کا عطف
حدث پر ہی اور جمعہ اور عید اور معذور کا فجر پر فان فرغ قبل سلام امامه ثم تابعه فيه صحت پہر اگر مسبوق اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہوا امام کے سلام کے
پیشتر پہر سلام مین اسکی متابعت کی تو نماز صحیح ہوگی ہم بعض فقہا نے کہا ہی کہ اس صورت مین نماز فاسد ہوگی کیونکہ مسبوق جب کھڑا ہو گیا تو بقیہ کے پڑھنے مین منفرد
ہو گیا اب پہر اقتدا کیسے کریگا مگر فتوی اسپر ہی کہ نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ اقتدا کیا ہی بعد فراغت پانے کے ارکان سے تو ایسا ہوا اگر یا جان بوجھکر تشہد مین حدث
کیا کذا فی البحر والفتح و لو لم یعد کان علیه ان یسجد للسهو فی آخر صلوته استحسانا اور اگر مسبوق عود نکرے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو مین شریک نہو
تو اوسکو چاہیے کہ اپنی نماز کے آخر مین سجدہ سہو کرے براہ استحسان قید بالسهو لان الامام لو تذکر سجدة صلبية او تلاوية فرضت المتابعة مصنف نے
قید لگائی سہو کی یعنی اوپر کے قول مین کہ امام پر سہو کے سجدے ہین اسلیے کہ اگر امام کو سجدہ خود نماز کے اندر کا یا سجدہ تلاوت کا یاد ہوگا تو اوس سجدہ مین مسبوق کو
متابعت امام کی فرض ہے ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ سجدہ صلبی فرض ہی اور سجدہ تلاوت گو واجب ہے مگر چونکہ یہہ سجدہ قعدۂ اخیرہ کو معدوم کر دیتا ہی اسلیے اوسکے
بعد کا قعدہ فرض ہوتا ہی تو متابعت امام کی فرض مین فرض ہی اوسکے نکرنے سے نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الحلبی و هذا کله قبل تقييدها فان قام الیه بسجدة انما

بعدہا تفسد فی صلبیۃ مطلقا وکذا تلاوتیۃ وسہویات تابع وا لالا اور یہہ سب یعنی مسبوق کا عود کرنا اور سجدۂ سہو اور صلبی و تلاوت مین امام کی متابعت کرنی اوس وقت تک ہی کہ جس رکعت کو مسبوق پڑھنے کہڑا ہوا ہی اوسکو سجدہ کے ساتھہ مقید نکیا ہو اور سجدہ سے مقید کرنیکے بعد تو صلبی سجدہ مین نماز مطلقا فاسد ہوگی خواہ متابعت کرے یا نکرے کیونکہ وہ منفرد ہوگیا حالانکہ اوسسے دو رکن سجدہ اور قعدہ رہگئی اور بعد رکعت پورا کرنیکے متابعت سے عاجز ہی پہلے نماز فاسد ہوگی کذا فی الحلبی اور اسیطرح نماز فاسد ہوگی سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو مین اگر مسبوق متابعت کریگا اسلیے کہ ایک رکعت کو پورا کرنیسے حالت انفراد مستحکم ہوچکی اب وہ متروک نہین ہوسکتی اور متابعت سے اوسکا ترک لازم آتا ہی کذا فی الشامی اور اگر متابعت نکریگا تو نماز فاسد نہوگی کیونکہ سجدہ سہو اور سجدہ تلاوت سے جو قعدہ اخیرہ جاتا رہا تو ایسے وقت گیا کہ مسبوق پہلے منفرد ہوچکا تہا وہ مسبوق پر لازم نہوگا اور یہین وجہ نماز فاسد نہوگی کذا فی الحلبی ولو سلم ساہیا ان بعد امامہ لزمہ السہو والا لا اور اگر مسبوق نے بہولکر سلام پہیرا تو اگر بعد امام کے پہیرا تب تو اوسپر سجدہ سہو لازم ہی کیونکہ وہ اسحالت مین منفرد ہی اور اگر ایسا نہین یعنے امام سے پیشتر پہیرا یا اوسکے ساتھہ ہی پہیرا تو سجدہ سہو لازم نہین کیونکہ وہ دونو صورتون مین مقتدی ہی اور مقتدی کے سہو سے مقتدی پر کچہہ لازم نہین ولو قام امامہ لخامسۃ فتابعہ ان بعد القعود تفسد والا حتی یقید الخامسۃ بسجدۃ اور اگر مسبوق کا امام پانچوین رکعت کو کہڑا ہوگیا اور مسبوق نے اوسکی متابعت کی تو اگر امام بعد قعدۂ اخیرہ کے کہڑا ہوا ہے تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ انفراد کی جگہہ مین اقتدا کریگا اور اگر امام نے قعدہ اخیرہ نہین کیا اور کہڑا ہوگیا تو نماز مسبوق کی فاسد ہوگی اسلیے کہ امام کی نماز ابہی پوری نہین ہوئی تو متابعت سے کچہہ ضرر نہین جب تک کہ امام پانچوین رکعت کو سجدہ سے مقید کرے کیونکہ پانچوین رکعت کا سجدہ کرنے سے امام کی نماز نفل ہوجائیگی اسلیے مسبوق کی نماز فاسد ہوگی ولو ظن الامام السہو فسجد لہ فتابعہ فبان ان لا سہو فالاشبہ الفساد لاقتدائہ فی موضع الانفراد اور اگر امام نے اپنے ذمے سہو کا گمان کرکے سجدہ سہو کیا اور مسبوق نے اوسکی متابعت کی پہر ظاہر ہوا کہ امام پر سہو نہ تہا تو مشابہ تر قواعد فقہہ سے فاسد ہونا نماز مسبوق کا ہی بسبب اقتدا کرنے مسبوق کے انفراد کی جگہہ مین اور شامی نے فیض سے نقل کیا کہ عدم فساد پر فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے عدم فساد کی وجہ بیان کی کہ اس زمانہ مین قاریون پر جہالت غالب ہی

باب الاستخلاف

یہہ باب خلیفہ کرنیکے احکام مین یعنی اگر امام کو اثنای صلوۃ مین مانع صلوۃ پیش آوے اور وہ دوسرے شخص کو اپنا نائب کردے اسکے احکام اس باب مین مذکور ہین طحطاوی نے کہا کہ یہین اولیٰ عبارت استخلاف ہی کیونکہ مقصود بیان خلیفہ کا ہی نہ طلب کرنا خلیفہ کا اور چونکہ استخلاف اوس حدث کے ہونے پر موقوف ہی جو بنا کا مانع ہو اسلیے شارح نے عنوان مین بنا ہی کو ذکر کیا اور کہا اعلم ان لجواز البناء ثلثۃ عشر شرطا جان لے کہ بنا کی جائز ہونیکے لیے تیرہ شرطین ہین کون الحدث سماویا پہلی شرط یہہ ہو کہ حدث کا بہ آسمانی یعنی حدث مین اور اوسکے سبب مین بندہ کو دخل نہو اگر حدث اختیاری ہوگا تو بنا درست نہوگی نماز نئے سر سے پڑہنی پڑیگی من بدنہ دوسری شرط یہی ہو کہ حدث نمازی کے بدن سے یعنی خارج سے نجاست مانع نماز نہ لگی غیر موجب لغسل تیسری شرط یہہ ہی کہ وہ حدث موجب غسل کا نہو مثلا سوچنے سے انزال نہوگیا ہو ولا نادر الوجود اور چوتہی شرط یہی حدث کا نادر الوجود نہونا اسی کہکہلا کر ہنسنا اور بیہوشی نکل گئی ولم یود رکنا مع حدث اور پانچوین شرط یہہ ہے کہ نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھہ ادا کیا ہو مثلا سجدہ مین حدث ہوا اور اپنا سر سجدہ سے اوٹہایا تو نماز از سر نو پڑہنی ہوگی او مشی اور چہٹی شرط یہہ ہے کہ کوئی رکن چلنے کے ساتھہ نہ ادا کیا ہو مثلا جب نماز مین سے وضو کرنے گیا اور وہان سے آنے مین قراءت پڑہتا آیا تو بنا نہوسکیگی ولم یفعل منافیا اور ساتوین شرط یہہ ہے کہ کوئی فعل مخالف نماز نکیا ہو مثلا کہانا کہایا ہو یا پانی نہ پیا ہو ورنہ از سر نو نماز پڑہی او فعلا لہ منہ بد اور آٹہوین شرط یہہ ہی کہ کوئی کام ایسا نہ کیا ہو جس سے نمازی کو چارہ ہو مثلا پانی پاس تہا اور بلا ضرورت دور چلا گیا ولم یتراخ بلا عذر کزحمۃ اور نوین شرط یہہ ہی بدون عذر کے دیر نکی ہو عذر جیسے انبوہ کا ہونا تو اگر بدون انبوہ کے مقدار ادا کرنے رکن کے توقف کریگا مثلا تو نماز فاسد ہوجائیگی اور بنا جائز نہوگی ولم یظہر حدثہ السابق کمضی مدۃ مسحہ اور دسوین شرط یہہ ہی کہ اس حدث سے پیشتر کا کوئی حدث ظاہر نہوا ہو جیسے گذر جانا مدت نمازی کے موزہ کے مسح کی کہ اس صورت مین بہی نماز فاسد ہوجائیگی ولم یتذکر فائتۃ وہو ذو ترتیب اور گیارہوین شرط یہہ ہی کہ اوسنے کوئی نماز قضا یاد نکی ہو اون صورتون کہ وہ ترتیب والا ہو کیونکہ ترتیب والے کو فائتہ کا یاد آنا مفسد اوسکی حال کی نماز کا ہی ولم یتم المؤتم فی غیر مکانہ اور بارہوین شرط یہہ ہی کہ مقتدی

باب الاستخلاف

اپنی جگہہ کے سوا مین نماز کو پورا کیا ہو شامی نے کہا کہ مقتدی امام کو بھی شامل ہے کیونکہ اوسوقت وہ بھی اپنے خلیفہ کا مقتدی ہے تو اگر مقتدی یا امام نے وضو کیا
اور اوسمین اور امام مین حائل مانع اقتدا ہے تو دونو کو چاہیے کہ اوسی جگہہ آوین جہان امام نماز پڑہتا ہو ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی اور منفرد کو اختیار ہے چاہے پہلی جگہہ
آوے یا اپنی وضو کی جگہہ تمام کرے یہہ ایہ صحیح ہے کہ یہی حال ہے مقتدی کا اگر اوسمین اور امام مین کوئی آڑ نہو یا امام نماز سے فارغ ہو چکا ہو ولم یستخلف الامام غیر
صالح لہا اور ہر مین شرط ہے یہہ بھی کہ امام نے ایسے شخص کو خلیفہ نکیا ہو جو لائق امامت نہو مثلا عورت کو یا لڑکے کو خلیفہ کیا ہو ورنہ سب کی نماز فاسد ہوگی مسبوق الامام
حدث سماوی لا اختیار للعبد فیہ ولا فی سببہ کسفرجلۃ من شجرۃ وکحدثہ من نحو عطاس علی الصحیح یعنی امام کو بے وضو ہونا آسمانی کہ نہین اختیار
ہے بندہ کو اوسمین اور نہ اوسکے سبب مین مثلا ایک بیہی درخت سے گری اور اوس سے نمازی کے خون نکلا اور شل بے وضو ہو جانی نمازی کے چھینک جیسی چیز سے قول صحیح پر
ہے شامی نے کہا کہ یہ مثال منفی کی ہے تو اسپر بنا نکرے اور اس مسئلہ مین خلاف ہے ابو یوسف اور طرفین مین ابو یوسف کے نزدیک بندہ سے مراد نمازی ہے تو جس فعل
مین نمازی کا اختیار نہو گا اونکے نزدیک وہ آسمانی ہوگا اور طرفین کے نزدیک جو فعل ایسا ہو کہ کسی بندہ کے اختیار مین نہو وہ آسمانی ہوگا اور چھینک کی مانند کہا انسان
غرضکہ طرفین کے نزدیک ان عذرات سے بے وضو ہونے مین بنا درست نہین غیر مانع للبناء کما قدمناہ ولو بعد التشہد لیاتی بالسلام استخلف ای جاز
لہ ذلک ولو فی جنازۃ باشارۃ او جرّہ لمحراب ولو لمسبوق امام کو حدث آسمانی ہوا ہو جو مانع بنا کا نہو چنانچہ ہم اوسکو مقدم بیان کر دیا یعنی اور یہ حدث
مین دو تیرہ شرطین جو اوپر مذکور ہوئین تو امام مذکور کسی مقتدی کو اپنا خلیفہ کرے اگرچہ بعد تشہد کے حدث ہو تب بھی خلیفہ کرے تاکہ خلیفہ سلام پھیرے یعنی امام کو خلیفہ
کرنا درست ہے گو نماز جنازہ مین ہو خلیفہ کرے مقتدی کو اشارہ سے یا محراب کی طرف کھینچنے سے اگرچہ مقتدی مسبوق ہو ویشیر باصبع لبقاء رکعۃ وباصبعین
لرکعتین ویضع یدہ علی رکبتہ لترک رکوع وعلی جبہتہ لسجود وعلی فمہ لقراءۃ وعلی جبہتہ ولسانہ لسجود تلاوۃ وصدرہ لسہو اور امام
اشارہ کرے خلیفہ کے طرف ایک اونگلی سے ایک رکعت باقی رہنے کیلیے اور دو انگلیون سے اشارہ کرے دو رکعتین رہنے کا اور رکھے اپنا ہاتھ زانو پر رکوع کے چھوٹ جانے کے
لیے اور پیشانی پر سجدہ کے رہجانیکے لیے اور منہہ پر قراءت کے رہجانیکے لیے اور پیشانی اور زبان دونو پر ہاتھ رکھے سجدہ تلاوت کے چھوٹجانیکے لیے اور فقط سینہ پر ہاتھ
رکھے سہو واسطے اگر امام کے ذمہ ہو مالم یجاوز الصفوف لو فی الصحراء مالم یتقدم فحد السترۃ او موضع السجود علی المعتمد کالمنفرد خلیفہ کرے
امام اوسوقت تک کہ صفون سے نکل جاوے اگر جنگل مین ہو اور صفون سے آگے نہ بڑہے کہ اوسکی حد سترہ ہے یا سجدہ کی جگہہ معتمد قول پر مثل منفرد کے ہے یعنی خلیفہ کرنیکی مدت امام
جنگل مین اوسوقت تک ہے کہ صفون سے تجاوز نکرے یہہ صورت داہنے اور بائین اور پیچھے کے جانب مین ہوے اور آگے کے طرف مین حد سترہ تک بنا ہے اور اگر سترہ نہو
سجدہ کی جگہہ سے تجاوز کرنا کہ اوسکے بعد نماز جاتی رہیگی اور خلیفہ کرنا درست نہوگا اور اسیطرح منفرد کے لیے سترہ حد ہے اور اگر سترہ نہو تو سجدہ کی جگہہ ہے اگر
منفرد کو شبہہ ہوا بے وضو ہونیکا اور وہ سترہ سے یا سجدہ کی جگہہ سے آگے بڑہگیا پھر معلوم ہوا کہ وضو نہین گیا تو بنا نکرسکے گا کہ نماز فاسد ہوگئی اور منفرد کے لیے ہر طرف
اتنا ہی فاصلہ معتبر ہے جتنا آگے کیطرف کذا فی الطحطاوی وما لم یخرج من المسجد او الجبانۃ او الدار لو کان یصلی فیہ لانہ علی امامتہ مالم یجاوز ہذا
الحد ولم یتقدم احد ولو بنفسہ مقامہ ناویا الامامۃ وان لم یجاوزہ اور اوسوقت تک کہ مسجد یا جبانہ یا مکان سے باہر نہو اگر امام ان تینون مین کسی مین نماز
پڑہتا ہو سبب یہ کہ امام اپنی امامت پر باقی ہے جب تک اس حد سے تجاوز نکرے اور جبتک کہ اور کوئی امام کی جگہہ پر نیت امامت سے آگے نہ بڑہگیا ہو گو خود ہی بڑہ گیا ہو بدون اشارہ امام کے
اگرچہ امام حد مذکورہ سے نہ بڑہا ہو یعنی امام کی جگہہ اگر کوئی شخص مقتدیون میسے امامت کی نیت کرکے جا کھڑا ہو گا تو اوسوقت امام کی امامت باقی نرہیگی اگرچہ امام صفون سے یا مسجد سے
نہ نکلا ہو وہ مقتدی امام ہو جائیگا م جبانہ بفتح جیم وتشدید موحدہ نماز کی جگہہ عام کو کہتے ہین جو جنگل مین بنائی جاتی ہے کذا فی المغرب طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ
ولم یتقدم کی جگہہ ولم یقدم کہتا اور اس تقدم کو استخلاف حکمی کہتے ہین حتی لو تذکر فائتۃ او تکلم لم تفسد صلوۃ القوم لانہ صار مقتدیا یہان
تک اگر یہ مقتدی کے کھڑا ہو جانے امام کی جگہہ مین امام کسی فوت شدہ نماز کو یاد کریگا یا کلام کریگا تو قوم کی نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ امام مقتدی ہو گیا اپنے خلیفہ کا
تو قوم کی نماز اوسکی نماز پر مبنی نرہی ولو کان الماء فی المسجد لم یجب الاستخلاف اور اگر پانی مسجد کے اندر ہو تو حاجت خلیفہ کرنیکی نہین کیونکہ خلیفہ کرنا بنا کے
نہ واجب اور امام جب تک مسجد مین رہے اپنی امامت پر قائم ہے تو ہو سکتا ہے کہ وضو کرکے پھر امام ہو جاوے شامی نے کہا کہ بعض نسخون مین اتنا مضمون زائد ہے کہ اگر ہمت

سلہ جیسے ہندوستان مین عیدگاہ ہوتی ہے

مین خلیفہ کریگا تو اوسکی نماز فاسد نہوگی واستینافہ افضل تحرزا عن الخلاف اور از سر نو پڑھنا امام کا افضل ہے واسطے بچنے کے خلاف سے ہم
امام شافعی کے نزدیک استخلاف جائز نہین اوس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اسلیے کہا کہ نماز کو نئی سر سے پڑھنا افضل ہے تاکہ اسکے نزدیک نماز ہوجاوے پس
استیناف کی یہہ صورت ہے کہ کوئی کام نماز کے مخالف کرکے پہلے نماز کو قطع کرے اور وضو کے بعد جدا نیت کرے کذا فی الشامی ویتعین الاستیناف
ان لم یکن تشہد الجنون او حدث عمدا او خروجہ من مسجد بظن حدث او احتلام بنوم او تفکر او نظر او مس بشہوة او اغماء او قہقہة
لندرتہا اور متعین ہے از سر نو پڑھنا اگر بعد تشہد بیٹھا بسبب جنون کے یا دانستہ حدث کرنیکے یا حدث کے گمان پر مسجد سے باہر نکلنے کے یا بسبب احتلام ہوجانیکے
سونے سے یا فکر سے او دیکھنے یا شہوت کے ساتھہ چھونے سے یا بسبب بیہوشی کے یا کھلکھلا کر ہنسنے کے کیونکہ اس قسم کے واقعات نادر ہین اور شرط استخلاف اور بنا کی عدم
ندرت ہے جیسا کہ مذکور ہوا وکذا یجوز لہ ان یستخلف اذا حصر عن قراءة قدر المفروض لحدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ فانہ
لما احس بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حصر عن القراءة فتاخر فتقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واتم الصلوة فلو لم یکن جائزا لما فعلہ
بلا تم اور ایسے ہی جائز ہے امام کو خلیفہ کرنا جب کہ بند ہوجاوے قدر فرض قراءت کے پڑھنے سے بسبب حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے کہ انہون نے
جب آہٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی تو قراءت سے بند ہوئے اور پیچھے ہٹ گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز کو تمام کیا تو اگر یہہ امر جائز نہوتا تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ایسکو نکرتے کذا فی البدائع ہم فرض کے مقدار کی قید ایسی لگائی کہ اگر بعد پڑھنے مقدار فرض کے رکے گا تو خلیفہ کرنا بالاجماع ناجائز ہوگا کذا فی الہدایہ
وقالا تفسد اور صاحبین نے فرمایا کہ قراءت فرض سے رک جانے کے باعث نماز فاسد ہوجائیگی تو از سر نو پڑھے خلیفہ نکرے ہم وجہ فساد یہہ ہے کہ یہہ عذر نادر الوجود ہے اور
شرط استخلاف یہہ ہے کہ نادر نہو کذا فی الشامی وبعکس الخلاف لو حصر ببول او غائط اور اس خلاف کے برعکس ہے اگر امام بباعث پیشاب یا پاخانہ کے نماز میں گھبرا جاوے
یعنی صاحبین کے نزدیک استخلاف جائز ہے اور امام اعظم کے نزدیک ناجائز ولو عجز عن رکوع وسجود هل یستخلف کالقراءة لم ارہ اور اگر امام عاجز ہو رکوع
اور سجود سے تو کیا خلیفہ کردے جیسے قراءت کے رکنے مین کرتا ہے اس مسئلہ کا حکم مینے نہین دیکھا ہم شامی نے کہا کہ مینے شارح کا ہاتھہ کا لکھا خزائن الاسرار کے حاشیہ
دیکھا کہ ظاہر کلام فقہا سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ مین خلیفہ نکرے کیونکہ استخلاف خلاف قیاس ثابت ہوا ہے یعنی بسبب عمل کثیر ہونیکے تو جہان وارد ہے اوسی جگہہ جائز
ہوگا نہ دوسری جگہہ مین للخجل ای لاجل خجل او خوف اعتراہ قراءت سے رکنا بسبب خجالت کے ہو یا بسبب خوف کے کہ امام کو پیش آیا ہو لا یستخلف اجماعا لو نسی
القراءة اصلا لانہ صار امیا او اصابہ عطف علی المنفی بول کثیر ای نجس مانع من غیر سبق حدثہ فلو منہ فقط بنی خلیفہ نکرے اجماعا اگر
بھولجاوے قراءت کو سرے سے اسلیے کہ امام اسصورت مین امی ہوگیا اور قوم کی نماز باطل ہوگئی تو اگر مسبوق کو یہہ صورت پیش ہوگی تو وہ بھی بنا نکر سکیگا کذا فی الشامی یا لگ جاوے امام کو
پیشاب بہت یعنی نجاست مانع نماز کی اسکے حدث سابق کے سوا ہو تو اگر صرف حدث سابق ہی سے نجاست لگی تو بنا کرلے شارح نے کہا کہ او اصابہ عطف ہے منفی پر یعنی
لو نسی پر ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ امام کو مثلا نکسیر پھوٹی اور زائد از قدر درم اوسکے کپڑے کو لگ گئی تو اس نجاست سے نماز فاسد نہوگی وضو کے ساتھہ کپڑا دہو کر بنا کرسکتا ہے
ہان اگر خارج سے نجاست مانع لگی تو مفسد ہوگی او کشف عورتہ فی الاستنجاء او المرأة ذراعہا للوضوء اذا لم یضطر الیہ فلو اضطر لم تفسد یا کھولے
اپنی برہنگی استنجا کرنیمین یا عورت کھولے اپنا ہاتھہ وضو کے لیے تو نماز فاسد ہوگی اور استخلاف اور بنا درست نہوگا بشرطیکہ کشف عورت کے لیے مضطر نہو پس اگر ناچار کھولنا پڑے
یعنی ڈھانپے ہوئے استنجا یا وضو ممکن نہو تو نماز فاسد نہوگی او قرا فی حالة الذہاب او الرجوع لادائہ رکنا مع حدث او مشی یا پڑھی قراءت وضو کے لیے جانیکی حالت مین
یا واپس آنیکی حالت مین تو نماز فاسد ہوگی بسبب ادا کرنے نمازی کے رکن نماز کو حدث کے ساتھہ جانیکی صورت مین یا چلنے کے ساتھہ واپس آنیکی صورت مین حالانکہ شرط بنا یہہ
تھی کہ ادا نہ کرے رکن حدث کے ساتھہ اور نہ چلنے کے ساتھہ غرضکہ ہر صورت مین بھی استخلاف و بنا درست نہین بخلاف تسبیح فی الاصح بخلاف سبحان اللہ کہنے کے
صحیح تر قول مین کہ اوس سے نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح قراءت اور تسبیح دونو سے متعلق ہے اور اصح کا مقابل قراءت مین زیلعی کا قول ہے کہ جاتے ہوئے
قراءت پڑھیگا تو فاسد ہوگی اور رجوع کے وقت پڑھیگا تو فاسد نہوگی او طلب ماء بالاشارة او شراہ بالمعاطاة للمنافاة یا پانی مانگا اشارہ سے یا اوسکو
خریدا اشارہ سے تو نماز فاسد ہوگی بسبب مخالف ہونے ان دونو باتون کے نماز سے ہم شرنبلالی نے پہلے مسئلہ مین یہہ اعتراض کیا ہے کہ اگر نمازی سلام کا جواب اشارہ سے

ویسے ہی تو کسیکے نزدیک اسکی نماز فاسد نہیں ہو کیا وجہ کہ پانی کو اشارہ سے مانگنے مین نماز فاسد ہو شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ پانی کا مانگنا اور قبول کرنا بمنزلہ عقد بیع کے
ہے اسلیے مفسد ہی بخلاف رد سلام کے اور تعاطی کے یعنی کہ دام سامنے بائع کے رکھدیے اور مبیع کو اوٹھا لیا زبان سے ایجاب قبول کچھ نکرنا تو جب نماز تعاطی سے
فاسد ہوگی تو ایجاب قبول کے ساتھہ تو بدرجہ اولی فاسد ہوگی غرضکہ ان دونو صورتون مین بھی استخلاف و بنا جائز نہین او جاوز رکناً الی اٰخرہ الا
قدر صفین او لنسیان او زحمة او لکونه بدأ لان الاستقاء یمنع البناء علی المختار یا بڑھ گیا قریب کے پانی سے دوسرے پانی کی طرف مگر مقدار دو صفون کے
تجاوز کرنا یا قریب کے پانی کو بھولنے کے سبب سے یا اوس پر انبوہ کثیر ہونیکی جہت سے یا اوسکے کنواں ہونیکی جہت سے دوسرے پانی پر جانا بنا کا مانع نہین اسلیے کہ پانی
کنوئین سے نکالنا مانع بنا ہی مذہب مختار پر یعنی جب قریب کا پانی کنواں ہو تو اوسکو ترک کرے اور دور والے پر جاوے کیونکہ کنوئین سے پانی کھینچنا مانع بنا ہوتا ہے
اور مختار کی قید اسلیے لگائی کہ بعضون نے کہا ہے کہ اگر دوسرا پانی نہو تو کنوئین سے پانی نکالنا مانع بنا نہین یہ قول غیر مختار ہے او مکث قدر اداء رکن وان لم ینو
الاداء بعد سبق الحدث الا لعذر کنوم و رعاف یا توقف کیا مقدار ادای رکن کے اگرچہ قصد رکن کے ادا کا نکیا ہو بعد پیش ہونے حدث کے مگر عذر کی
جہت سے توقف کرنا مانع بنا نہین جیسے نیند یا نکسیر باعث مثلاً توقف کرنا لیکن بدون عذر بعد حدث کے مقدار ادای رکن کے توقف کرنا مانع استخلاف اور بنا کا ہے
واذا ساغ له البناء توضأ فوراً بکل سنة و بنی علی ما مضی بلا کراهة و یتم صلوته ثمه وهو اولی تقلیلاً للمشی او یعود الی مکانه لیتحد مکانها
کالمنفرد فانه مخیر و هذا کله ان فرغ خلیفته والا عاد الی مکانه حتماً لو بینهما ما یمنع الاقتداء کالمقتدی اذا سبقه الحدث اور جب کہ درست
ہوا امام کو بنا کرنا بسبب نپائے جانے موانع بنا کے تو وضو کرے فوراً یعنی بلا توقف بقدر رکن ساتھہ ہر سنت کے وضو کی سنتون سے اور بنا کرے اوس نماز پر جو پڑھ چکا ہے بدون
کراہت کے اور تمام کرے اپنی نماز اوسی جگہہ جہان وضو کیا اور وہان تمام کرنا بہتر ہے بوجہ کم ہونے رفتار کے یا پھر آوے اپنی جگہہ پر تاکہ جگہہ کل نماز کی ایک ہو مثل منفرد کے
کہ وہ بھی مختار ہے چاہے باقی نماز وضو کی جگہہ پڑھے چاہے اوس جگہہ چلا آوے جہان پڑھ رہا تھا اور یہہ سب یعنی امام کو مختار کا ہونا اوسوقت ہے کہ امام کا خلیفہ اس اثنا میں
نماز سے فارغ ہو چکا ہو اور اگر فارغ نہوا ہو تو امام واپس آوے اپنی جگہہ پر یعنی جس جگہہ پڑھتا تھا اوسی جگہہ یا اوسکے قریب جہان سے اقتدا درست ہو چلا آوے
وجوباً بشرطیکہ امام مین اور اوسکے خلیفہ مین کوئی امر مانع اقتدا ہو جیسے مقتدی جس دستور مین کہ اوسکو حدث پیش ہو تو وضو کرکے اوسکو بھی اپنی جگہہ چلا جانا واجب ہے
بشرطیکہ مانع اقتدا اوس مین اور امام مین ہو ورنہ وضو کی جگہہ سے بھی اقتدا کر سکتا ہے واعلم انه ان تمم عملاً ینافیها بعد جلوسه قدر التشهد
ولو بعد سبق حدث ته تمت لتمام فرائضها نعم تعاد لترک واجب السلام اور جان کہ اگر نمازی دانستہ کوئی کام مخالف نماز کے کرے بعد اپنے بیٹھنے کے
مقدار تشہد کے اگرچہ بعد بے وضو ہو جانے کے کرے تو نماز اوسکی تمام یعنی درست ہوگی بسبب پورا ہونے فرضون نماز کے ہان یہہ نماز اعادہ کیجائیگی بسبب
چھوٹنے واجب سلام کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تمت کے معنے صحت کے ہین کیونکہ تمام توجب ہوتی کہ نقصان کچھ واجب کا نہوتا ولو وجد المنافی بلا صنعه قبل القعود بطلت
اتفاقاً اور اگر عمل مخالف نماز بدون صنعت نمازی کے یعنی بے اختیاری سے بیٹھنے کے پیشتر پایا جائیگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے نماز باطل ہوگی ہم شامی نے کہا
کہ منافی سے غرض وہ فعل ہے جو حدث تھا نی مذکور الصدر سوا ہو کیونکہ یہ بھی قیاس کے رو سے مخالف ہے مگر شرع نے اسکو مخالف نہین اعتبار کیا ولو بعده بطلت
فی المسائل الاثنی عشریة عند الامام وقالا صحت و رجحه الکمال و فی الشرنبلالیة و الاظهر قولهما بالصحة فی الاثنی عشریة اه اگر فعل مخالف
بے اختیاری بعد مقدار تشہد کے پایا جائیگا تو نماز باطل ہوگی مسائل دوازدہ گانہ مین امام کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ درست ہوگی اور ترجیح دی ہے کمال نے صاحبین کے
قول کو اور شرنبلالیہ مین ہے کہ ظاہر تر قول صاحبین کا ہے نماز کی صحت کا مسائل دوازدہ گانہ مین ہم وجہ باطل ہونے نماز کی امام کے نزدیک یہہ ہے کہ نماز سے باہر آنا
باختیار خود امام کے نزدیک فرض ہے بموجب تخریج بردعی کے تو جبتک باختیار خود نماز سے باہر آنا پایا جائیگا اوسوقت تک جو فعل مخالف نماز کے اسے بے اختیار
سرزد ہوگا وہ نماز کے اندر ہوگا اسلیے نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعه فرض نہین تو قعدہ اخیرہ پر فرائض نماز تمام ہو جائینگے اسلیے نماز
صحیح ہوگی اور کرخی کے قول کے بموجب امام کے نزدیک بھی خروج بصنعه فرض نہین تو اس صورت مین وجہ بطلان نماز یہہ ہے کہ فرض مین تغیر واقع
ہوتا ہے مثلاً تیمم والے نے بعد قعدہ اخیرہ کے پانی پر قدرت پائی تو اوسکے حق مین پہلے فرض تیمم تھا اب متغیر ہوکر وضو ہو گیا کیونکہ مسح

الشامی وهی ماذکرہ بقوله ثم انبطل لو قرء بالفاء کما فی الدرر کان اولی بقدرة المتیمم علی الماء اور وہ بارہ مسئلے یہ ہین جو مصنف اپنی قول آیندہ مین
مذکور کرتا ہے چنانچہ باطل ہوتی ہے نماز بسبب اوس تیمم کرنے والے کے پانی پر بسبب باعث ملنے پانی کے یا اوس استعمال کر سکنے کے تیمم کرکے نماز
پڑھی قعدہ اخیرہ کے لئے بیٹھے بعد پانی یا کہ نظر آگیا یا اوسکے استعمال پر قادر ہو گیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہو گی اور صاحبین کے نزدیک
صحیح شارح نے کہا کہ اگر مصنف لفظ کما کی جگہہ فاء کے ساتھہ تفریع کرتا جیسا درر مین ہے تو اچھا ہوتا اسلیے کہ کما سے یہہ وہم ہوتا ہے کہ ادسرحو بطلان
نماز کا مذکور ہے وہ ان مسائل کے سوا مین سے حالانکہ وہ انہین مسائل مین مخصوص ہے ہم یہہ پہلا مسئلہ ہے بارہ مین کا واما مسئلة رؤیة المتوضی الموتم
بمتیمم الماء فیها خلاف زفر فقط وتغلیب فعلا اور مسئلہ پانی دیکھنے وضو والے مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے انہین مسئلون مین خلاف زفر کا ہے کہ اونکے نزدیک
نماز فاسد نہین ہوتی اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اوسکا وصف باطل ہو جاتا ہے یعنی نفل ہو جاتی ہے ہم یہہ جواب ہے زیلعی کے اعتراض کا کنز پر اعتراض زیلعی کا یہہ تہا
کہ اول مسئلہ مین جو قدرت متیمم کی قید ہے اس سے کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ اگر وضو کرنے والا تیمم والیکے پیچھے پڑہتا ہو اور وہ پانی دیکھے تب بھی نماز باطل ہوتی ہے کیونکہ
اوسکے عقیدہ مین امام پانی پر قدرت رکہتا ہے تو تیمم سے امام کی نماز درست نہو گی گو واقع مین امام کی نماز پوری ہے شارح نے جواب دیا کہ ذکر اون مسائل کا ہے جنمین خلاف امام
امام اعظم اور صاحبین کے ہے اور اس مسئلہ مین تینون مین کچھ اختلاف نہین سب کے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے البتہ خلاف زفر کا ہے کہ وہ فاسد نہین کہتے کذا فی الشامی و
مضی مدة مسحه ان وجد ماء ولم یخف تلف رجله من البرد والا فیمضی علی الاصح کما مر فی بابه دوسرا مسئلہ بارہ مین کا گذرنا مدت نماز ہی کے
مسح کا ہے جسصورت مین کہ پانی پاوے اور اپنے پانو کے جاتے رہنے کا سردی کے سبب سے خوف نکرے اور اگر مدت مسح کی پوری ہونے پر پانی نپاوے یا پانی ہو مگر سردی کے
مارے ہو نسکے تو نماز پڑہ جاوے صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ باب المسح مین گذرا و تعلم امی آیة ای تذکرہ او حفظه بلا صنع ولو کان الامی مقتدیا
بقاری علی ما علیه الاکثر کذا فی الظهیریة هو الصحیح قال الفقیه وبه نأخذ تیسرا مسئلہ سیکھنا امی کا ہے آیت کو یعنی خود اوسکو یاد آگئی یا دوسرے سے سنکر یاد ہو گئی
بدون اختیار کے اگرچہ امی مقتدی ہو قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہو گی امام کے نزدیک بنا بر اوس قول کے جس پر اکثر فقہا ہین لیکن ظہیریہ مین صحت نماز کی تصحیح
ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ ہم اسی قول کو لیتے ہین ہم بحر الرائق مین کہا کہ وجہ صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہہ ہے کہ امام کی قرأت اوسکی قرأت ہے تو اوسکی نماز کا شروع
کامل طور پر تہا تو آخر مین آیت کے سیکھنے سے قوی کی بنا ضعیف پر لازم نہین آتی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نمازی منفرد ہو گا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہیگا و وجد
العاری ثوبا تصح به الصلوة چوتہا مسئلہ پانا ننگے کا لباس کو جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور ستر عورت کی بقدر کافی ہو ومثله لو صلی بنجاسة
و وجد ما یزیلها او اعتقت الامة ولم تتقنع فورا اور اس مسئلہ کے مانند ہے اگر نماز پڑہی نجاست کے ساتھ پھر بعد تشہد کے ایسی چیز پایا جو نجاست دور کرے ان دونون
صورتون مین بہی امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہو گی یا لونڈی بعد تشہد کے آزاد ہوئی اور اوس نے فورا سر کو نہ چہپایا تب بہی نماز جاتی رہیگی ہم یہہ دونون شارح نے
زائد کیے ہین ونزع الماسح خفه الواحد بعمل یسیر فلو بکثیر تمت اتفاقا پانچوان مسئلہ نکالنا مسح کرنیوالے کا اپنی ایک موزہ کو تہوڑے سے عمل سے مثلا
موزہ ڈہیلا تہا اور حرکت سے پانو سے نکل گیا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اگر عمل کثیر سے نکالیگا تو نماز پوری ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے کیونکہ عمل کثیر مین نماز
سے اپنے اختیار سے باہر آنا پایا جاتا ہے وقدرة موم علی الارکان چہٹا مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے پڑہنے والیکا رکوع اور سجدہ پر مفسد نماز ہے امام صاحب
کے نزدیک وتذکر فائتة علیه او علی امامه وهو صاحب ترتیب والوقت متسع ساتوان مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا اپنی
ذمہ اگر منفرد یا امام ہو یا اپنے امام کے ذمے اگر مقتدی ہو حالانکہ وہ جسکے ذمہ قضا نماز ہے صاحب ترتیب ہے اور وقت وسیع ہے یعنی
فائتہ اور وقتی دونون پڑہ سکتا ہے تو اگر وقت تنگ ہو گا تو نماز بالاتفاق تمام ہو جائیگی ہم قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے
نزدیک نماز قطعا باطل نہین ہوتی بلکہ اوس کا فساد موقوف رہتا ہے اگر بعد اوسکے پانچ نمازین وقتی اور پڑہ لے گا باوجود قضا کے یاد ہونے کے
تو وہ نماز بہی جائز ہو جائیگی اور اگر قضا شدہ کو ادا کریگا تو باطل ہو جائیگی تو یہان باطل کے ذیل مین مصنف کا اوسکو ذکر کرنا اس اعتماد کے
ہے کہ قضا نمازون کے بیان مین اوسکی تفصیل آویگی کذا فی الحلبی وتقدیم القاری امیا مطلقا وقیل لا فساد لو کان استخلافه

بعد التشهد بالاجماع وهنا لا صحة كما فی الکافی لانه عمل كثير ۸ آٹھوان مسئلہ آگے کرنا قاری کا امی کو مطلقاً خواہ تشہد کے پہلے ہو یا پیچھے اور بعض فقہا نے کہا ہی کہ اگر خلیفہ کرنا امی کو بعد تشہد کے ہو گا تو بالاتفاق نماز فاسد نہو گی اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ کافی مین ہے اور وجہ اوسکے فساد کی یہہ ہی کہ استخلاف عمل کثیر ہی یعنی اوس سے نماز پوری ہو جائیگی ہم حلبی نے کہا کہ شارح کو مطلقاً کہنا زیبا نہ تہا اس لیے کہ یہہ مسائل تو مفروض تشہد کے بعد مین علاوہ ازین قبل تشہد استخلاف امی کا بالاتفاق مفسد ہی فقط امام صاحب کے نزدیک اور یہان منظور بیان اون صورتون کا ہی جنمین امام اور صاحبین مین خلاف ہی اور وہ صرف بعد تشہد کے ہی اور جب اصح اس باب مین عدم فساد ہی تو معلوم ہوا کہ یہہ صورت خلافی نہین ہی کذا قال الطحطاوی وطلوع الشمس فی الفجر نوان مسئلہ آفتاب کا نکل آنا فجر کی نماز مین بعد تشہد کے کہ امام کے نزدیک مفسد ہی وزوالها فی العید ودخول وقت من الثلاثة على مصلى القضاء اور ڈہل جانا آفتاب کا عید کی نماز مین تشہد کے بعد اور قضا پڑہنے والے پر تین وقتون مین سے ایک کا آجانا یعنی طلوع خواہ استوا یا غروب کا وقت ہو جانا قضا نماز کے تشہد کے بعد ہم یہہ صورتین شارح نے زیادہ کی ہین ودخول وقت العصر بان بقی فی قعدته الی ان صار الظل مثليه فی الجمعة بخلاف الظهر فانها لا تبطل دسوان مسئلہ وقت عصر کا داخل ہونا جمعہ کی نماز مین اسطرح کہ امام قعدہ مین ٹہیرا رہا یہان تک کہ سایہ دو مثل ہو گیا تو امام علیہ الرحمہ کے نزدیک نماز فاسد ہو گی بخلاف ظہر کی نماز کے کہ وقت عصر کے آجانے سے وہ باطل نہین ہوتی ہم کافی مین اس مسئلہ پر یہہ اعتراض کیا ہی کہ امام کے نزدیک وقت عصر دو مثل پر ہوتا ہی اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل پر تو وقت عصر کے جمعہ مین داخل ہونے سے خلاف کی صورت کیسے بنیگی شارح نے اوسکی صورت کو بیان کر دیا کہ یون ہو سکتی ہی کہ امام قعدہ مین بیٹہا رہی کذا فی الطحطاوی وزوال عذر المعذور بان لم یعد فی الوقت الثانی گیارہوان مسئلہ دور ہونا عذر معذور کا اسطرح کہ دوسرے وقت مین پہر نہ عود کرے ہم معذور کا عذر اگر تشہد کے بعد دور ہو گیا تو دیکہنا چاہیے کہ اگر عذر مذکور آیندہ نماز کے وقت کامل تک موقوف رہا تو امام علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ نماز جسکے تشہد کے بعد عذر موقوف ہوا تہا فاسد ہو گئی اوسکی قضا کرے اور اگر عذر مذکور دوسرے وقت مین عود کیا تو نماز صحیح ہی کذا فی البحر وکذا خروجه وقته شارح نے یہہ مسئلہ زیادہ کیا اور یہی حکم ہے معذور کے وقت نکلنے کا یعنی اگر بعد تشہد وقت نماز جاتا رہیگا تو معذور کی نماز فاسد ہو گی اسلیے کہ وقت کے نکل جانیسے معذور کی طہارت باطل ہو جاتی ہے وسقوط جبيرة عن برء بارہوان مسئلہ گرجانا جبیرہ کا اچہا ہونیکے سبب ہم جبیرہ وہ کہپاچیان ہین جن سے ٹوٹے عضو کو باندہتے ہین تو اگر نمازی نے وضو کرنے مین مثلاً جبیرہ پر مسح کر لیا تہا اور بعد تشہد جبیرہ گر گئی تو مسح جاتا رہیگا اور نماز بہی فاسد ہو جائیگی واعلم انه لا تنقلب الصلوة فی هذه المواضع العشرة نفلا اذا بطلت الا فی ثلث فيما اذا تذكر فائتة او طلعت الشمس او خرج وقت الظهر فی الجمعة كما فی الجوهرة زاد فی الحاوی والمومی اذا قدر على الاركان وزاد مسئلة المؤتم بمتيمم كما قدمنا والظاهر ان زوالها فی العيد ودخول الاوقات المكروهة فی القضاء كذلك ہم آگاہ رہنا چاہیے کہ نماز ان بارہ جگہون مین جب باطل ہو جاتی ہی تو نفل نہین ہو جاتی بجز تین صورتون کے ایک اوس صورت مین کہ فوت شدہ نماز یاد کرے ۲ یا آفتاب فجر کی نماز مین نکل آوے ۳ یا وقت ظہر جمعہ مین جاتا رہے چنانچہ جوہرہ مین ہے حاوی قدسی مین چوتہی صورت زیادہ کی ہی کہ اشارہ سے پڑہنے والا جب قادر ہو رکوع اور سجدہ پر تو اوسکی نماز بہی نفل ہو جائیگی شارح کہتا ہی اور مسئلہ باوضو مقتدی کا تیمم والے کے پیچہے زیادہ کرنا چاہیے یعنی اون نمازون مین جو نفل ہو جاتی ہین گو خلافی ہون کذا فی الطحطاوی چنانچہ ہمنے پیشتر بیان کیا ہی اور ظاہر یہ ہے کہ آفتاب کا ڈہلنا عید مین اور اوقات مکروہہ کا داخل ہونا قضا مین بہی ایسا ہی ہو اور مین نے اسکو مصرح نہین دیکہا ہم شارح نے بیس جگہہ حلبی کہا کہ بارہ مسئلے ماتن نے لکہے تہے آٹہہ شارح نے زیادہ کیے اول پانا اوس چیز کا جو نجاست کو دور کرے جبکہ نجس کپڑے سے نماز پڑہتا ہو دوم ستر کا نکلنا لونڈی کا سوم یاد کرنا مقتدی کا امام کی فوت شدہ نماز کو جبکہ امام صاحب ترتیب ہو چہارم آفتاب کا ڈہلنا عیدین مین پنجم وقت طلوع کا داخل ہونا قضا مین ششم ٹہیک دوپہر کا ہو جانا قضا مین ہفتم وقت غروب کا آجانا قضا مین ہشتم معذور کے وقت کا نکلجانا اور بحر الرائق مین ان سب صورتون کو بہی بارہ مین داخل کر دیا ہی یعنی اول اور دوم کو پہلے مسئلے مین اور چہارم اور پنجم اور ششم اور ہفتم کو مسئلہ طلوع مین اور ہشتم صورت کو مدت مسح کے گذر جانے مین باقی رہی تیسری صورت اوسکو محشی نے ساتوین مسئلہ مین داخل کیا ہی شامی نے کہا کہ اوس داخل کرنے مین صریح تکلف ہی حلبی نے کہا کہ جن مسئلون کو شارح نے ظاہر کہا ہی اونمین مصرح دیکہنے کی حاجت نہین اون کا حکم وہی ہی جو شارح نے لکہا اسلیے کہ جب وقت

کر دیں مخالف نفل کے منعقد ہونیکے نہیں بلکہ ابتداء نفل ادن مین جائز ہے تو بقاء نفل کے مخالف کیسے ہونگی ولو استخلف الامام مسبوقا او لاحقا
او مقیما وہو مسافر صح والمدرک اولی اور اگر خلیفہ کرے امام کسی مسبوق یا لاحق کو یا خلیفہ کرے مقیم کو اور خود مسافر ہو تو درست ہے یعنی بوجہ شریک
ہونیکے تحریمہ میں اور [illegible] خلیفہ کرنے کے لیے بہتر ہے اسلیے کہ امام کی نماز کے تمام کرنے پر زیادہ قادر ہے ہم مسبوق کا حکم آگے مذکور ہوتا ہے
مگر لاحق اور مقیم کا حکم لکھنا ضروری ہے پس اگر لاحق کو خلیفہ کیا جاوے تو اوسکو چاہیے کہ لوگون کو اشارہ سے منع کر دے کہ میری متابعت نکریں جب تک
کہ مین فوت شدہ نماز کو نہ پڑہ چکون پہر اول فوت شدہ کو پڑہے اوسکے بعد جہان سے امام کی نماز رہی ہو اوسکو پڑہے اسمین مقتدی اوسکی متابعت
کرین فارغ ہونے تک اور اگر مقیم کو خلیفہ کیا مسافر نے اور مقتدی مسافر اور مقیم ملے جلے ہین تو اوسکو چاہیے کہ دو رکعتون کے بعد کسی مسافر کو خلیفہ کرد ے
کہ وہ سلام پہیرے پہر مقیم مقتدی دو رکعتین باقی اکیلے اکیلے بدون قراءت کے پڑہ لین اور بہتر یہ ہے کہ جب امام مسبوق یا لاحق کو خلیفہ کرے تو وہ قبول
نکرین اور امام کیواسطے بھی بہتر ہے کہ مدرک کے سوا دوسرے کو خلیفہ نکرے کذا فی الشامی ولو جہل الکمیۃ قعد فی کل رکعۃ احتیاطا اور اگر مسبوق
نہ جانے کہ کتنی رکعتین امام [illegible] ہر رکعت مین بیٹھے براہ احتیاط یعنی اس احتمال سے کہ شاید وہ رکعت امام کی آخر رکعت ہو ہم یہہ مسئلہ شارح نے مجمل بیان کیا اسکی تفصیل یہہ ہے کہ اگر مسبوق
خلیفہ اور دوسرے مقتدی امام کی نماز کی مقدار [illegible] ہون مثلا مسبوق ہو دو نون خلیفہ ایک رکعت پڑہ کر بیٹھے پہر کہڑا ہو کر اپنی باقی نماز پڑہ لے اور مقتدی اسکا انتظار اس باقی مین نہ کرین بلکہ
اسکے فارغ ہونیکا [illegible] جب سلام پہیر چکے تو تنہا اپنی باقی نماز تنہا پڑہ لین کذا فی نہر الفائق ولو مسبوقا برکعتین فرضنا القعدتین اور اگر خلیفہ مسبوق ہو دو رکعتون سے تو ہم دو قعدہ
اسپر فرض [illegible] امام کی نیابت کیوجہ سے اور دوسرا آخر ہو اوسکا قعدہ اخیرہ ولو اشار الیہ انہ لم تقرأ فی الاولیین فرضت القراءۃ فی الاربع اور اگر امام نے اشارہ کیا مسبوق کو
[illegible] قراءت نہین [illegible] رکعتون مین قراءت مسبوق پر فرض ہوگی یعنی [illegible] وہین بوجہ نیابت امام کے اور دو مین [illegible] اوسکی نماز مین ہم اس مسئلہ کی چیستان پوچہی جاتی ہے کہ کونسا
[illegible] قراءت فرض [illegible] فلو اتم المسبوق صلوۃ الامام قدم مدرکا للسلام پہر جب مسبوق امام کی نماز تمام کر چکے تو کسی مدرک کو آگے کر دے تاکہ وہ سلام پہیر دے
[illegible] صحت فی العوام المدرکین لتمام ارکانہا وکذا تفسد صلوۃ من حالہ کحالہ للمنافی فی خلالہا پہر یعنی بعد تمام کرنے امام کی نماز کے اگرچہ مدرک
[illegible] حرکت کرے [illegible] منافی نماز مثلا ہنسا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی نہ مدرک مقتدیونکی بوجہ پورا ہو جانے ارکان نماز مدرکون کے اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز
[illegible] بسبب پائے جانے حرکت مخالف نماز کے درمیان مسبوقونکی نماز کی وکذا تفسد صلوۃ الامام الاول المحدث ان لم یفرغ فان فرغ بان
[illegible] لم تفسد [illegible] اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز امام اول بیوضو کی اگر وہ نماز سے فارغ نہوا ہو صحیح قول مین بسبب اسکے کہ گذرا کہ
امام [illegible] فارغ نہوا ہو ورنہ مثل منفرد کے ہے پس اگر امام اول فارغ ہوگیا ہو اسطرح کہ وضو کرکے خلیفہ کا شریک ہوگیا ہو اور کوئی رکعت
[illegible] روایۃ ابی حفص کی ہے کہ اسصورت مین بھی امام مذکور کی
[illegible] مسبوق [illegible] الامام [illegible] ای بعد قعودہ قدر التشہد الا اذا اقتدی
[illegible] نماز مسبوق کی امام [illegible] بسبب [illegible] اور دانستہ حدث کرنے اوسکے امام
[illegible] امام [illegible] کہ مقید کر دے مسبوق اپنی رکعت کو سجدہ [illegible] اوسکی نماز فاسد نہوگی بوجہ مستحکم ہو جانے اوسکے انفراد کے
[illegible] اگر مسبوق [illegible] امام کی ترک کرکے اپنی نماز پڑہنے مین مشغول ہوا اور اس رکعت کا سجدہ کر چکا تو اسوقت اگر امام بعد تشہد کے کوئی حرکت
[illegible] ہونے کی دانستہ کریگا تو مسبوق کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ مسبوق بسبب ایک رکعت پڑہ لینے کے منفرد ہو چکا امام کے پیچہے نہین کہ
حرکت امام کی [illegible] نماز کے اثنا مین واقع ہو ولو تکلم امامہ او خرج من مسجدہ لا تفسد اتفاقا لانہما منہیان لا مفسدان
ولذا لا یلزم المدرکین السلام ویقومون فی القہقہۃ بلا سلام اور اگر بعد تشہد کے مسبوق کا امام بول پڑا یا مسجد سے نکل گیا تو مسبوق کی نماز باتفاق
امام اور صاحبین کے فاسد نہوگی اسلیے کہ بولنا اور مسجد سے باہر ہونا تمام کرنیوالے ہین نہ مفسد اور ان کے مفسد نہونیکی ہی جہت سے مدرکین پر سلام لازم
ہوا یعنی اگر امام بول پڑے یا مسجد سے تجاوز کر جائے تو مدرک مقتدیون پر واجب ہے کہ سلام پہیرین اور قہقہہ [illegible] مین بدون سلام کہڑے ہون کیونکہ یہہ دونو مفسد ہین ہم عنایہ مین ہے

یعنی اسکو کہتے ہیں جیسا کہ مشائخ نے تحریمہ کا اور تشہد وغیرہ کا اعتبار کیا ہو نماز سے فارغ ہونیکے وقت جبکہ سلام دینا اور خروج بصنعہ ہو اور قہقہہ اور حدث عمد مفسد ہین کیونکہ
الخ سے شروع نماز کی یعنی طہارت دور ہو جاتی ہے اتنی نماز امام کے جس جز سے یہ ملینگے ہکو ادا کر دینگے اور مسبوق کی نماز کا جز فاسد ہو جائیگا اب جو
اتنی نماز پڑھیگا تو جز فاسد پر بنا ہوگی اور فاسد پر بنا فاسد ہوتی ہے لہذا مسبوق کی نماز فاسد ہوئی کذا فی الشامی بخلاف المدرک فانہ کالامام اتفاقا بخلاف
مدرک کے کہ وہ مثل امام کے ہے بالاتفاق یعنی امام کے قہقہہ اور حدث عمد سے اوسکی نماز فاسد نہین ہوتی ولو لاحقا ففی نسادہا صلوتہ تصحیحان صحح فی السراج الفساد
وفی الظہیریۃ عدمہ وظاہر البحر والنہر تائید الاول اور اگر مقتدی لاحق ہو اور امام بعد تشہد قہقہہ یا حدث عمد کرے تو لاحق کی نماز کے فاسد ہونے مین دو تصحیحین ہین
سراج مین فساد کو صحیح کہا ہے اور ظہیریہ مین عدم فساد کو اور ظاہر بحر الرائق اور نہر الفائق کا قول اول یعنے فساد نماز کی تائید کرتا ہے مضمون بحر الرائق کا اس مسئلہ مین
یہہ ہو کہ امام کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ اوس کے ذمہ کچھہ نماز باقی نہین بخلاف لاحق کے تو اس سے ظاہر ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ لاحق کی نماز فاسد ہو ولو احدث
الامام لا خصوصیۃ لہ فی ہذا المقام فی رکوعہ او سجودہ توضأ وبنی واعادہما فی البناء علی سبیل الفرض ما لم یرفع رأسہ منہما مریدا للاداء
اما اذا رفع رأسہ مریدا بہ اداء رکن فلا یبنی بل تفسد ولو لم یرد الاداء فروایتان کما فی الکافی وفی المجتبی ویتاخر محدودبا ولا یرفع
مستویا فتفسد اور اگر امام بے وضو ہو گیا اپنے رکوع یا سجدہ مین مشائخ نے کہا کہ اس مقام مین امام کی کچھہ خصوصیت نہین اگر مقتدی یا منفرد ہو اوس کا بھی یہی حکم ہے
یعنی وضو کرکے نماز سابق پر بنا کرے اور بنا مین اوس رکوع یا سجدہ کو بطور فرض پھر کرے جس مین حدث ہوا بنا کرے جب تک کہ اپنا سر رکوع اور سجدہ سے
نہ اوٹھایا ہو اور جس صورت مین کہ سر اوٹھایا ہو بہ ارادہ کرکے کہ سر اوٹھانے سے رکن ادا کرے تو اب بنا نکرے بلکہ نماز فاسد ہو جائیگی از سرنو پڑھے اور اگر
سر اوٹھانے سے ادا کا ارادہ نہ ہو تو اوس مین دو روایتین ہین چنانچہ کافی مین ہے یعنی ایک کی بموجب بنا کرے اور دوسری روایت کے بموجب نماز فاسد ہوگی اور مجتبی مین ہے کہ جب کوعم
بیوضو ہو تو کبڑا ہو کر جھکا ہوا پیچھے ہٹے اور سر اونچا نکرے جو سیدھا ہو کر ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ مجتبی کی مراد یہہ ہے کہ خاص اپنی جگہہ سر اونچا
نکرے یعنی اگر وہان سے ہٹ کر سیدھا ہو جائے تو نماز فاسد نہوگی ولو تذکر فی الصلوۃ فی رکوعہ او سجودہ انہ ترک سجدۃ صلبیۃ او تلاوۃ فانحط من رکوعہ
بلا رفع او رفع من سجودہ فسجدہا عقب التذکر اعادہما ای الرکوع والسجود ندبا لسقوطہ بالنسیان وسجد للسہو ولو اخرہا لاخر صلوتہ
قضاہا فقط اور اگر یاد کیا نمازی نے اپنے رکوع یا سجدہ مین کہ ایک سجدہ نماز کا یا تلاوت کا چھوڑ دیا اور رکوع سے بدون سر اوٹھانے کے جھک پڑا یا سجدہ سے سر اوٹھایا
اور چھوٹے ہوئے سجدہ کو یاد کرنے کے بعد کر لیا تو مستحب ہے کہ اوس رکوع اور سجدہ کو دوبارہ کرے جسمین چھوٹا ہوا سجدہ یاد کیا بسبب ساقط ہونے وجوب اعادہ کے بھولنے
کے باعث اور سجدہ سہو کرے اور اگر چھوٹے ہوئے سجدہ کو تاخیر کرے آخر نماز تک تو صرف اوسیکو قضا کرے یعنی اس صورت مین اعادہ رکوع اور سجدہ کا نہ واجب ہے
نہ مستحب ان سجدہ سہو اس صورت مین بھی واجب ہوگا بسبب چھوٹنے ترتیب کے دو سجدون مین حلبی نے کہا کہ سقوط بالنسیان محل اعتراض کا ہے اوسکی تقریر یہہ ہے
کہ اعادہ رکوع یا سجدہ کا واجب ہونا چاہیے کیونکہ ترتیب واجب تھی وہ ترک ہوئی شارح نے جواب دیا کہ بھولنے سے واجب ساقط ہو جاتا ہے اور سجدہ سہو
سے اوسکا نقصان پورا ہو جاتا ہے اور نسیہ سقوط کی وجوب اعادہ کے طرف ہے جو مذکور نہین ولو ام واحدا فقط فاحدث الامام ای خرج من المسجد الا تعین علی الامامۃ کما مر تعین الماموم
للامامۃ لو صلح لہا ای للامامۃ الامام بلا نیۃ لعدم المزاحم والا یصلح لہا کصبی فسدت صلوۃ المقتدی اتفاقا دون الامام علی الاصح لبقاء الامام اماما والماموم بلا امام ہذا
اذا لم یستخلفہ فان استخلفہ فصلوۃ الامام والمستخلف کلیہما باطلۃ اتفاقا اور اگر ایک شخص صرف ایک مقتدی کا امام ہوا پھر امام بیوضو ہو گیا یعنی بیوضو
ہوکر مسجد سے باہر ہو اسمین ہوگا مقتدی بدون نیت کے واسطے امامت کے اگر صلاحیت امام کی امامت کی رکھتا ہو گا بسبب باہر چلے جانے کے مشائخ نے کہا کہ مسجد سے خارج ہونیکی
قید سلئے لگائی کہ اگر امام مذکور مسجد سے خارج نہوگا تو اپنی امامت پر قائم رہیگا مقتدی امام نہین ہو جائیگا اور اگر مقتدی مین صلاحیت امام کی امامت کی نہوگی مثلا لڑکا مقتدی
ہو تو ہس مقتدی لڑکے کی نماز فاسد ہوگی بالاتفاق نہ نماز امام کی صحیح قول کے بموجب بسبب باقی رہنے امام کے امام اور مقتدی کے بلا امام یہہ فائدہ تھا نماز مقتدی کا اور نہ فاسد ہونا امام کی نماز کا اوس
صورت مین ہے کہ امام نے اسکو خلیفہ نکیا ہو اور اگر نابالغ مذکور کو خلیفہ کردیگا تو امام اور خلیفہ دونو کی نماز بالاتفاق باطل ہوگی ہم اسح قول کا مقابل یہہ ہے
کہ بعض کے نزدیک صرف امام کی نماز فاسد ہوگی اور بعض کے نزدیک دونو کی اور خلیفہ کرنے مین یہہ قید ہے کہ تشہد اخیر کے پہلے ہو اور اگر بعد قدر تشہد کے

تو اسکے خلیفہ کریگا تو امام کی نماز فاسد نہو گی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل اختیاری سے کذا فی الشامی ولو ام رجل رجلاً فاحدثا وخرجا من المسجد فسدت صلوٰۃ
الامام دون المقتدی علی صلوٰتہ وفسدت صلوٰۃ المقتدی لما مر اور اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہوا اور دونوں بیوضو ہو گئے اور مسجد سے باہر نکلے تو امام کی نماز پوری رہی
اور اپنی نماز پر بنا کرے اور مقتدی کی نماز فاسد ہو گئی بسبب اس وجہ کے کہ گذری یعنی امام کی امامت قائم ہے اور مقتدی بلا امام رہگیا کذا فی الطحطاوی احدث
ذعافی تمکث الی انقطاعہ ثم یتوضأ ویبنی لما مر واللہ اعلم نماز کو نکسیر ہوئی اوسکے بند ہونے تک توقف کرے پھر وضو کرکے بنا کرے اوسوجہ سے کہ سبب

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

کہ پیشتر ہوئی یعنی توقف کرنا عذر کے لیے مانع بنا نہیں واللہ تعالی اعلم یہہ باب ہے
اون امور کے بیان میں جو نماز کو فاسد کرتے ہیں اور جو اوسکے اندر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہیں عقب العارض الاضطراری بالاختیاری مصنف نے عارض
اضطراری کے بعد اختیاری کو ذکر کیا ہم یعنی عوارض دو قسم ہیں ایک بے اختیار جس کا بیان باب سابق میں گذرا اور دوسرا اختیاری جسکو مصنف اس باب میں ذکر
کرتا ہم یفسدہا التکلم ہو النطق بحرفین او بحرف مفہم کع وق امرا ولو استعطف کلبا او ہرۃ او ساق حمارا لا تفسد لانہ صوت
لا ہجاء لہ فاسد کرتا ہی نماز کو کلام کرنا کلام بولنا ہی دو حرفون کا یا ایک حرف مطلب سمجھانیوالیکا مثلاً ع اور ق امر کے صیغے کہ اول کے معنے ہین حفاظت کر اور
دوسرے کے معنے ہین بچا تو اس سے یہہ نکلا کہ ایک حرف بے معنے کا بولنا کلام میں داخل نہو گا کذا فی الشامی اور اگر کتے یا بلی کو بلانا چاہا یا گدہے کو ہانکا تو نماز فاسد نہو گی اسلیے کہ
یہہ آواز ہے جسکے ہجے نہیں اور کلام میں حرفون کا ہونا ضروری ہے پس یہہ آواز مفسد نہیں مگر مکروہ ہین کذا فی الطحطاوی عمدہ وسہوا قبل قعودہ قدر التشہد
نسیان کلام کا ولنا قصدًا کرنا اور سہوًا کرنا بھول کر ایسا نہ چاہیے نمازی کے مقدار تشہد کے بیٹھنے سے پہلے قبل قعود کی اسلیے قید لگائی کہ بعد قعود کے کلام عمدًا ہو یا سہوًا مفسد نہیں
وسواء کان ناسیا او نائما او جاہلا او مخطئا او مکرہا ہو المختار اور برابر ہے کہ کلام صادر ہو نسیان یعنی بھول گیا کہ نماز پڑہتا ہے یا سوتے میں کلام کیا یا نجاہی
کی صورت میں یعنی اوسکو معلوم نہ تہا کہ کلام مفسد نماز ہے یا چوک کر کلام کیا کہ قصد قرات خواہ ذکر کا تہا اوسکی جگہہ کلام صادر ہوا یا حالت اکراہ میں کلام کیا اسطرح کہ کسی نے
زبردستی اوس سے کلام کرایا تو ان سب صورتون مین کلام سے نماز فاسد ہو گی یہی مختار ہے ہم جاننا چاہیے کہ فقہاء اور اصولیون اور اہل لغت کے نزدیک سہو اور نسیان میں کچھہ
فرق نہیں مگر حکماء یہہ فرق بیان کرتے ہین کہ سہو اسکو کہتی ہین کہ کوئی چیز قوت مدرکہ سے جاتی رہی لیکن حافظہ میں باقی رہی اور نسیان یہہ ہے کہ مدرکہ اور حافظہ دونو
سے جاتی رہے اور اسکے معلوم کرنیکو پہر سبب جدید کی احتیاج پڑے اور سہو اور خطا میں یہہ فرق ہے کہ سہو والا آگاہ کرنے سے خبردار ہو جاتا ہے اور خطا والا متنبہ نہیں ہوتا
اور اگر ہو بھی تو مشقت سے بعد شامی نے کہا کہ ہو المختار صرف سونیکی حالت کے کلام کیطرف راجع ہے اسلیے کہ اوسی میں اختلاف فقہاء ہے مذہب مذکور ہے چنانچہ فخر الاسلام نے عدم
فساد کو اختیار کیا ہے اور بقیہ صورتوں میں حنفیون کا خلاف نہیں بلکہ اور مذہب والون کا ہے وحدیث رفع عن امتی الخطأ محمول علی رفع الاثم اور یہہ حدیث کہ اٹھا
لیا گیا میری امت سے چوکنا محمول ہے گناہ کے اٹھالینے پر مع حلبی نے کہا کہ یہہ حدیث ان الفاظ سے کسی کتاب حدیث میں نہیں پائی گئی بلکہ ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے
ان الفاظ سے روایت کی ہے ان اللہ وضع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرہوا علیہ یعنی اللہ تعالی نے اوٹھا رکھا ہے میری امت سے چوکنا اور بہولنا اور جو امر زبردستی کیجاوے
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام کرنا بہولنے چوکنے یا زبردستی سے مفسد نہو اسلیے شارح کہا کہ اس حدیث کے یہہ معنے ہین کہ بہول اور چوک اور زبردستی سے اخروی حکم
مراد ہے یعنی گناہ کا دور ہونا تو فساد نماز جو دنیوی حکم ہے مراد نہوگا ورنہ تعمیم لازم آویگی کذا فی فتح القدیر وحدیث ذی الیدین منسوخ بحدیث مسلم ان صلوتنا
ہذہ لا یصلح فیہا شئ من کلام الناس اور حدیث ذی الیدین کی منسوخ ہے مسلم کی اس حدیث سے کہ ہماری اس نماز میں آدمیون کا کوئی کلام مناسب نہیں ہم ذی الیدین
کے دونو ہاتہہ یا ایک لمبا تہا اس سبب سے ذی الیدین کہلائے اون کا نام عمیر اور لقب خرباق اور کنیت ابو محمد ہے اونکی حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو صحیحین میں بروایت ابوہریرہ
رضی اللہ تعالی عنہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب یا عشا کی پڑہی اور دو رکعتون پر سلام پہیر کر اوٹھے اور مسجد میں ایک لکڑی پر تکیہ لگا لیا اسکے آخر میں
مذکور ہے کہ ذو الیدین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نماز کم ہوئی یا آپ بہول گئے آپ نے فرمایا کہ نہ میں بہولا نہ نماز کم ہوئی اوس نے عرض کیا کہ کوئی بات تو ہوئی آپ نے
حاضرین سے دریافت فرمایا کہ ذو الیدین جسطرح کہتا ہے ایسا ہی ہوا لوگون نے عرض کیا ہان آپ آگے بڑھے اور جسقدر نماز رہگئی تہی اوسکو پڑہا اور سجدہ سہو کیا تو اس حدیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام مفسد نماز نہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کلام فرمانے کے پہلی ہی نماز پر بنا کی شارح جواب دیتا ہے کہ یہہ حدیث منسوخ ہے اوس حدیث سے جو

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

مسلم معاویہ بن الحکم سلمی سے روایت کی ہے کہ اسی اثنا مین کہ مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑہتا تہا کہ ایک شخص نے لوگون مین سے چھینک لی مین نے یرحمک اللہ
کہا لوگون نے مجھکو گھورنا شروع کیا مین نے کہا کہ تمکو کیا ہوا ہے کیون دیکھتے ہو اور ہونے اپنے ہاتھہ رانون پر مارے مین نے جب جانا کہ مجھکو چپ کرتے ہین مین خاموش
ہو رہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑہ چکے مجھکو بلایا پس فدا ہون آپ پر میرے والدین مین نے آپ سے بہتر تعلیم کرنیوالا نہ پہلے دیکھا تہا نہ آپ کے بعد کہ بخدا
نہ مجھکو ڈانٹا نہ مارا نہ برا کہا بلکہ یہہ ارشاد فرمایا کہ اس نماز مین کوئی کلام آدمیون کا مناسب نہین ہے یہہ تو صرف تکبیر اور تسبیح اور قراءت قرآن ہے الحدیث ۱۲ لا
السلام ساهیا للتحلیل ای للخروج من الصلوٰۃ قبل اتمامها علی ظن اکمالها فلا یفسد مگر سلام پہرنا بہول کر تحلیل کے لیے یعنی نماز سے باہر آنیکو پیشتر اوسکے
پورا پڑہنے کے بخیال اوسکے کامل ہو جانے کے کہ یہہ سلام مفسد نماز نہین بخلاف السلام علی انسان للتحیة او علی ظن انها ترویحة مثلا او سلم قائما فی
غیر جنازة فانه یفسد ها مطلقا وان لم یقل علیکم ... ساهیا فسلام التحیة مفسد مطلقا وسلام التحلیل ان عمدا ... سلام کسی
آدمی پر تعظیم کے لیے یا سلام اس خیال سے کہ نماز تراویح ہے مثلا یہ سلام کیا حالت قیام مین سوای جنازہ کی نماز کے کہ یہہ سلام مفسد نماز ہے مطلقا اگرچہ لفظ
علیکم کہا ہو اور اگرچہ بہول کر سلام کہا ہو پس سلام تحیت کا مفسد ہے مطلقا خواہ ... یا بہولکر اور سلام نماز سے باہر آنیکا ... اگر ... فساد نماز
سلام تحیت سے ... کہ وہ کلام مین داخل ہے اور بگمان تراویح ... قیام نماز کی نیت ... سلام ... مفسد ہے ... سلام
اوسکا محل نہین اور ... جنازہ مین سلام کہڑے ہونے کی حالت مین ... سلام ... معاف ہے ... وردّ السلام ولو
سهوا بلسانه لا بیده بل یکره علی المعتمد نعم لو صافح بنیة السلام ... لانه عمل کثیر اور ... سلام کا زبان سے بہولکر
ہو بہی مفسد ہے ہاتہہ سے جواب دینا بلکہ مکروہ ہے معتمد مذہب پر ہان اگر مصافحہ کرے سلام کی نیت سے ... عمل کثیر
وفی النهر عن صدر الدین الغزی انه قال ... سلام کرنا مکروہ ہے
کہا ہے سلامك مكروه ... ومن بعدها ابدی یسن وتیسره ... کرنا
کرتا ہون مین سنون اور مستحب ... ذکر کیا ہے ... مصلّ وتال ذاکر ومحدث + خطیب ومن یصغی الیهم
ویسمع + نماز پڑہنے والا اور تلاوت قرآن کرنیوالا اور وعظ یا ذکر الٰہی مین مشغول اور حدیث بیان کرنیوالا اور خطبہ پڑہنیوالا اور جو شخص ان باتون کیطرف کان لگاکر سنے
ان سب پر سلام کرنا مکروہ ہے مکرر فقه جالس لقضائه + ومن بحثوا فی الفقه دعهم لینفعوا + تکرار کرنیوالا فقہ کا اوسکے یاد کرنیکو یا بحث کرنے سے روکنا
بیٹہنے والا اپنے حکم دینے کے لیے کہ مدعی اور مدعا علیہ اوسپر سلام نکرین کیونکہ سلام تحفہ ملاقات کا ہے اور یہہ لوگ ... کو نہین ... دونون بحث کرین
علم شرعی مین چہوڑ دو تاکہ فائدہ اوٹہا وین یعنی اون پر سلام مت کرو ... ایضا ومعلم ... + کذا الاجنبیات الفتیات امنع + ... دینے والا
یا تکبیر کہنے والا اور علم شرعی کا سکہانیوالا اسیطرح اجنبی عورتین جوان ... مین ممنوع تر ہین ہم اس سے یہہ نکالا کہ بوڑہی عورتون کو سلام کرنا ... جائز ہے
ولعاب شطرنج وشبه بخلقهم + ومن هو مع اهل له یتمتع + اور شطرنج کہیلنے والے اور جو لوگ اونکی عادت ... اونکی شکل
بنکر ہون جیسے جواری اور شراب پینے والا اور غیبت کرنیوالا اور کبوتر اڑانیوالا اور گانیوالا وغیرہم اور جو شخص کہ اپنی بی بی کے ساتھہ ... معروف ہو ویکرہ
ایضا ومکشوف لعورة + ومن هو فی حال التغوط اشنع + اور ... بیپردہ ... ابتدا بسلام ... شرمگاہ کہولے ہو ... اور جو شخص
جو حالت براز یا بول مین ہو کہ اوسپر سلام کرنا اور بہی زیادہ برا ہے ودع کافرا الا اذا لتت جانیا + وتعلو منه انه لیس یمنع + اور چہوڑ کہانیوالیکو مگر جس صورت
مین کہ تو بہوکا ہو اور اوسکا حال جانتا ہو کہ وہ کہانے سے منع نکریگا ... ساتھہ اوسپر سلام مکروہ نہین ورنہ مکروہ ہے وقد زدت علیه المتفقه
علی استاذه کما فی القنیة والمغنی وصغیر الحمام والحقته فقال کذلک استاذ مغن مطیر + فهذا اختتام والزیادة تنفع + صاحب نہر کہتا ہے
کہ مین نے شمار مذکور پر متعلم اور زیادہ کیے اول شاگرد کا سلام استاذ پر یعنی جب استاذ مشغول پڑہانے مین ہو دوم گانیوالا سوم کبوتر اڑانیوالا اور مین نے انکو ایک شعر بناکر تعداد
مذکورہ سابق مین ملا دیا تو یون کہا کہ یہی حکم ہے استاذ اور مغنی اور کبوتر اڑانے والے کا اور یہہ خاتمہ ہے اون لوگون کا جنپر سلام کرنا مکروہ ہے اور یہہ میرا زیادہ کرنا مفید ہے اور

بعضوں نے ان لوگوں کو بھی بڑھایا ہے بوڑھا آدمی ٹھٹھا کرنیوالا اور لغو گو اور جھوٹ بولنے والا اور جو بازار میں بقصد لوگوں کی برائیوں پر نظر ڈالے اور جو لوگوں کو گالیاں دے اور جو لبیک کہتا ہو کذا فی العالمگیریۃ وصرح فی الضیاء بوجوب الرد فی بعضہا وبعدمہ فی قولہ سلام علیکم مجزوم المیم اور ضیاء معنوی میں تصریح کی ہے واجب ہونے جواب سلام کی بعض ان صورتوں میں اور نہ واجب ہونے جواب کی سلام علیکم کہنے میں میم سلام کے جزم کے ساتھ ہم شامی نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ لفظ سلام یا اسطرح کہ السلام علیکم پایا ہے کہ سلام علیکم ان دونوں کو سلام اور اسطرح کہنا جیسے عوام کہتے ہیں سلام نہوگا اور نہ اوسکا جواب واجب ہے شارح خزائن الاسرار میں جلال الدین سیوطی کی نظم لکھی ہے جس میں وہ لوگ ضبط کئے ہیں جن پر جواب سلام واجب نہیں چنانچہ کہا کہ سلام کا جواب دینا ان لوگوں پر واجب نہیں جو نماز میں مصروف ہو جو کھانے میں یا پینے میں یا قرأت یا دعا یا ذکر یا خطبہ یا لبیک کہنے میں یا قضاء حاجت یا تکبیر یا اذان میں مشغول ہو یا سلام کرنیوالا لڑکا یا متوالا یا عورت جوان یا فاسق یا سوتا ہوا یا اونگھنے والا ہو یا جماع کی حالت میں ہو یا حکم کا خواہاں ہو یا حمام میں ہو یا دیوانہ ہو کذا فی الشامی والتنحنح بحرفین بلا عذر اما بہ بان نشأ من طبعہ فلا او بلا غرض صحیح فلو لتحسین صوتہ او لیہتدی امامہ او للاعلام انہ فی الصلوۃ فلا فساد علی الصحیح اور فاسد کرتا ہے نماز کو کھنکارنا دو حرفوں سے بدون عذر کے یعنی اُح اُح کرنا بلا عذر مفسد نماز ہے اور اگر زیادہ حرف نکلیں تو بطریق اولیٰ مفسد ہے اور بدون حروف کے کھنکارنا بلا عذر مفسد نہیں لیکن مکروہ ہے کذا فی الشامی اور کھنکارنا عذر کے ساتھ اسطرح کہ نمازی کی طبیعت سے خود بخود بدون تکلف پیدا ہو وہ مفسد نہیں مفسد نماز ہے کھنکارنا بدون کسی غرض صحیح کے پس اگر اپنی آواز کی درستی کے لیے کھنکار یا اسلیے کہ امام کو ہدایت ہو جاوے کہ غلطی کو چھوڑ کر صواب اختیار کرے یا کھنکارنے سے یہہ بتلانا منظور ہو کہ میں نماز میں ہوں تو ان صورتوں میں نہ فساد ہے نہ کراہت مذہب صحیح پر ہم قیاس اسکا مقتضی ہے کہ کھنکارنا مفسد ہو کیونکہ وہ کلام ہے اور کلام مفسد ہے مگر غرض صحیح میں کھنکارنیکا مفسد نہونا نص کے سبب سے اختیار کیا گیا یعنی سنن ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو بار حاضر ہوتا تھا ایکبار دن میں اور ایکبار رات میں تو جسوقت میں آتا اور آپ نماز پڑھتے ہوتے تو میرے لیے کھنکار دیتے اس سے معلوم ہوا کہ غرض صحیح کے باعث کھنکارنا مفسد نہیں کذا فی الشامی رد المحتار والدعاء بما یشبہ کلامنا خلافا للشافعی رحمہ اللہ کرتا ہے نماز کو دعا مانگنا ان الفاظ سے جو مشابہ ہوں آدمیوں کی گفتگو کے برخلاف امام شافعی کے ہم دعا مشابہ لوگوں کی گفتگو کے وہ ہے جو نہ قرآن میں ہو نہ حدیث میں اور اوس کا مانگنا بندوں سے محال نہو جیسے الٰہی مجھکو نمک تیل وغیرہ دے تو اگر ایسی دعا ہو جو قرآن یا حدیث میں ہو یا اسکا طلب کرنا بندوں سے محال ہو تو اوس سے نماز فاسد نہوگی کذا فی البحر والانین ہو قولہ آہ او اہ بالقصر والتأوہ ہو قولہ آہ بالمد والتأفیف اف او تف والبکاء بصوت یحصل بہ حروف لوجع او مصیبۃ قید للاربعۃ الا لمریض لا یملک نفسہ عن انین وتأوہ لانہ حینئذ کعطاس وسعال وجشاء وتثاؤب وان حصل حروف للضرورۃ اور فاسد کرتا ہے نماز کو انین یعنی آہ کہنا نمازی کا الف کے قصر سے اور تأوہ یعنی مد الف سے آہ کرنا اور مفسد نماز ہے تافیف یعنی اف کرنا یا تف کرنا اور مفسد ہے رونا ایسی آواز سے کہ اوس سے حروف پیدا ہوں بسبب درد یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت چاروں کی قید ہے یعنی انین اور آہ کرنا اور اف کرنا اور حروف آمیز آواز سے رونا درد یا مصیبت کے باعث مفسد ہے مگر اوس مریض کے لیے مفسد نہیں جو اپنے نفس کو آہ کہنے سے نہیں روک سکتا اسلیے کہ اوسکا آہ کرنا ایسا ہے جیسا چھینکنا اور کھانسنا اور ڈکار لینا اور جمائی لینا اگرچہ حروف پیدا ہوں کہ یہہ امور مفسد نہیں ضرورت کی جہت سے ہم اف اسم فعل ہے بمعنی ہے یعنی تنگ ہست کرا اور اسمیں بہت سے لغت ہیں یعنی ضمہ ہمزہ کے ساتھ ف کی تینوں حرکتیں مخفف اور مشدد اور تنوین سے اور بلا تنوین جائز ہیں نہر الفائق میں کہا کہ رونا آنسوؤں سے بلا آواز یا آواز کے ساتھ جسمیں حروف نہوں مفسد نماز نہیں کذا فی الشامی لا لذکر الجنۃ او النار فلو اعجبتہ قراءۃ الامام فجعل یبکی ویقول بلی ونعم او آری لا تفسد سراجیۃ لدلالتہ علی الخشوع نہیں مفسد ہے آہ وغیرہ کرنا بسبب ذکر جنت یا دوزخ کے پس اگر اچھی معلوم ہوئی مقتدی کو امام کی قرأت اور رو کر کہنے لگا کیوں نہیں یا ہاں یا البتہ تو نماز فاسد نہوگی کذا فی السراجیۃ بسبب دلالت کرنے ان الفاظ کے خشوع پر جو نماز میں مطلوب ہے ہم یعنی ذکر جنت یا دوزخ سے رونا اور آہ کرنا گویا یوں کہنا ہے کہ الٰہی تجھسے جنت مانگتا ہوں اور مجھکو دوزخ سے بچانا تو جو کہ اسطرح کی دعا مفسد نہیں اسلیے آہ وغیرہ کرنا بھی مفسد نہوگا اور خشوع پر دلالت کرنے سے معلوم ہوا کہ اگر صرف خوش لہجہ ہونیکی جہت سے مزہ لیکر روویگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور درد اور مصیبت کے لیے آہ کرنا اظہار افسوس ہے تو لوگوں کی کلام سے مشابہ ہوا اسلیے مفسد ہے کذا فی الشامی وتفسدہا تشمیت عاطس لغیرہ بیرحمک اللہ ولو من العاطس لنفسہ لا اور فاسد کرتا ہے نماز کو جواب دینا نمازی کا چھینکنے والے کو یعنی اپنے سوا دوسرے کو لفظ یرحمک اللہ سے یعنی خدا تجھپر رحم کرے اور اگر جواب چھینکنے والے نمازی سے ہو خود اپنی نفس کے لیے تو

مفسد نہین ھ شامی نے کہا کہ لغیر بدل ہی عاطس سے اسلیے کہ تشمیت عاطس مین اضافت بمعنی لام ہے اور یہہ لفظ شارح نے صرف لنفسہ کے مقابلہ کو بڑہا دیا ورنہ بہتر یہی ہے کہ عبارت سے ساقط کیا جاے کیونکہ تشمیت کا فاعل نمازی ہے اور مفعول عاطس ہے لغیرہ کی کیا حاجت ہی اور معنے تشمیت کے دعاء خیر کرنیکے ہین اور وجہ فساد کی یہہ ہی کہ غیر کیطرف خطاب کی جہت سے یہہ جملہ لوگونکے کلام مین داخل ہوگیا اسلیے اگر اپنے نفس کو خطاب کرکے یرحمک اللہ کہیگا تو غیر کو خطاب نہونیکی جہت سے نہ کلام ہوگا نہ مفسد و بعکسہ التامین بعد التشمیت اور اسکا الٹا ہی آمین کہنا بعد جواب چھینک کی یعنی خود اپنے لیے آمین کہیگا تو نماز نا سد ہوجائیگی اور غیر کے لیے کہنے سے فاسد نہوگی ھ سوراس مسئلہ کی طہریہ ہین یون ہی کہ مثلا حامد اور محمود نماز پڑہتے ہین اور حامد نے چھینک لی تو خالد نے جو خارج نماز تہا کہا یرحمک اللہ یہہ سنکر حامد اور محمود دونون نے کہا آمین تو اس صورت مین نماز حامد کی فاسد ہوگی کہ اوس نے خود اپنے حق مین دعا کا جواب دیا اور محمود کی نماز فاسد نہوگی کہ غیر کے لیے آمین کہا کذا فی الطحطاوی و جواب خبر سوء بالاسترجاع علی المذهب لانه بقصد الجواب صار ککلام الناس اور مفسد نمازہی جواب خبر بد کا دینا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑہکر خواہ نیا مذہب کے اسلیے کہ یہہ جملہ پڑہنا جواب کے ارادہ سے مثل لوگون کے کلام کے ہوگیا ھ علی المذهب کی قید سے ظہریہ کے قول کا رد ہوا کہ اوس میں عدم فساد کی تصحیح کی ہی اور یہہ تصحیح مخالف متون اور شرح کی ہی کذا فی الحلیۃ والبحر وکذا یفسدها کل ما قصد به الجواب کان قیل أمع الله اله فقال لا اله الا الله او ما مالك فقال الخيل والبغال والحمير او من این جئت فقال وبئر معطلة وقصر مشيد اور اسیطرح فاسد کرتا ہی نماز کو ہر ایک جملہ جس سے نمازی نے قصد کیا ہو جواب دینے سائل کا اگرچہ وہ جملہ قرآن کا ہو مثلا اگر کسی نے کہا کیا ہے خدا کے ساتھہ کوئی معبود تو نمازی نے جواب مین کہا لا الہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہین سوا خدا تعالی کے یا کسی نے کہا کہ تیرا مال کیا ہی تو نمازی نے کہا کہ گھوڑے اور خچر اور گدہے یا کسی نے کہا تو کہان سے آیا تو نمازی نے کہا اور کنوئین بیکار اور محل گچگیری کے تو ان صورتون مین نماز فاسد ہوجائیگی ھ نماز کا فاسد ہونا استرجاع یا ان قرآن کے جملون سے طرفین کے نزدیک ہی نہ ابو یوسف کے امام ابی یوسف کے نزدیک جو جملہ ثنا ہو یا قرآن مین کا ہو وہ نیت سے نہین بدلتا یعنی ثنا یا قرآن ہی رہتا ہی اور طرفین کے نزدیک بدلتا ہی یعنی کلام ہوجاتا ہی اور قصد جواب کی قید کا فائدہ شارح آگے بیان کرتا ہی اذا الخطاب کقوله لمن اسمه يحيى او موسى يا يحيى خذ الكتاب بقوة او وما تلك بيمينك يا موسى مخاطبا لمن اسمه ذلك او لمن بالباب ومن دخله كان آمنا یا قصد کیا جاوے اوس جملہ سے خطاب تب بھی مفسد ہوگا جیسے نمازی کا کہنا اوس شخص سے جسکا نام یحیی ہو یہہ آیت یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ یعنی ای یحیی پکڑو کتاب کو زور سے یا جسکا نام موسی ہی اوسکو یہہ کہنا وما تلک بیمینک یا موسی یعنی اور کیا ہی تیرے دہنے ہاتہہ مین ای موسی یہہ آیتین ہین کو مخاطب کرکے اون لوگون سے جنکا نام ہے یعنی یحیی یا موسی یا دروازہ پر والے شخص سے یہہ کہنا کہ جو کوئی اوسمین داخل ہوگا وہ بخوف ہوگا ھ خطاب کی صورت مین سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے امام ابو یوسف بھی خطاب کی صورت مین قرآن کو لوگون کے کلام مین تصور کرتے ہین کیونکہ قرآن اوس شخص کے خطاب کے لیے موضوع نہین جسکے لیے نمازی خطاب کرتا ہی کذا فی الشامی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے سمع اسم الله تعالى فقال جل جلاله او النبي صلى الله عليه وسلم فصلى عليه او قراءة الامام فقال صدق الله ورسوله تفسد ان قصد جوابه نمازی نے خدا تعالی کا نام سنکر کہا جل جلالہ یعنی بڑی ہے بزرگی اوسکی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا اور آپ پر درود پڑہا یا امام کی قراءت سنی اور کہا سچ کہا اللہ نے اور اسکے رسول نے تو ان کلمات سے نماز فاسد ہوگی اگر متکلم کے جواب کا قصد کیا ہو ھ یعنی اگر بقصد تعظیم اور ثنا کے کہیگا تو نماز فاسد نہوگی اور کہنا اسقدر معتبر ہے کہ اپنے آپ سنلے اور اگر اسیطرح کہا کہ خود بھی نسنا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی والطحطاوی فلو سمع ذكر الشيطان فلعنه تفسد وقيل لا اور اگر نمازی نے ذکر شیطان کا سنا اور اسکو لعنت کیا تو نماز فاسد ہوگی اور قول ضعیف یہہ ہی کہ فاسد نہوگی ولو حوقل لدفع الوسوسة ان لامور الدنيا تفسد لا لامور الاخرة اور اگر نمازی نے لا حول پڑہی وسوسہ کے دور ہونیکے لیے تو اگر امور دنیا کے لیے ذرع وسوسہ ہی تو فاسد ہوگی امور آخرت کے لیے ولو سقط شیء من السطح فبسمل او دعی لاحد او علیه فقال آمین تفسد اور اگر چہت میں سے کوئی چیز گری سو نمازی نے کہا بسم اللہ یا کسیکے لیے دعاء خیر یا دعاء بد ہوئی اور نمازی نے کہا آمین تو نماز فاسد ہوگی ولا تفسد فی الکل عند الثانی والصحیح قولهما عملا بقصد المتكلم اور نہین فاسد ہوتی ہی نماز کل صورتون مین امام ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح قول طرفین کا ہی بسبب عمل کرنیکے متکلم کے قصد پر ھ چونکہ الفاظ گذشتہ یا قرآن ہین یا ثنا اور یہہ دونون بجز خطاب کی صورت کے ابو یوسف کے نزدیک قصد متکلم سے متغیر نہین ہوتے اسلیے نماز فاسد نہین ہوتی لیکن شیطان کو لعنت کرنیمین اگر ان الفاظ کو ذکر کیا جو قرآن مین ہین تب تو شارح کا قول بجا ہی اور اگر دوسرے الفاظ سے لعنت کیا تو وہ جملہ نہ ثنا ہوگا نہ قرآن تو ظاہرا امام ابو یوسف کے نزدیک بہی فاسد ہوگی مگر کوئی محشی اسکے درپے نہین ہوا احق لولا متثل

ہم اللہ کے ہین اور ہم اوسیکی طرف پہر جانے والے ۱۲

امر غیرہ فتقبل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ فسد بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برأیہ قہستانی معزیا للزاہدی ومر
دیاتی قنیہ میں بیان ہے کہ اگر نمازی نے اپنے غیر کا امر مانیگا مثلا اوس سے کسی نے کہا کہ آگے بڑہ اور وہ آگے بڑہ گیا یا جماعت کے فرجہ میں کوئی گھسا اور نمازی نے اوسکو
جگہ دیدی تو اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی بلکہ ایک ساعت توقف کرے پہر اپنی تجویز سے آگے بڑہے کذا فی القہستانی منسوبا بزاہدی اور یہ مسئلہ باب امامت میں گذر گیا اور
مسئلہ آویگا تو خبردار رہنا وقید بقصد الجواب لانہ لو لم یرد جوابہ بل اراد اعلامہ بانہ فی الصلوۃ لا تفسد اتفاقا ابن ملک وملتقی اور ماتن نے فساد
نماز میں ان معلوں سے قصد جواب کے قید لگائی ہے اسلیے کہ اگر نمازی جواب تکلم کا ارادہ نکریگا بلکہ یہہ بتانا چاہیگا کہ میں نماز میں ہون تو نماز باتفاق فاسد نہوگی بیان کیا ہے اسکو ابن ملک نے
اور مصرح ہے ملتقی میں وفتحہ علی غیر امامہ الا اذا اراد التلاوۃ اور مفسد نماز ہے نمازی کا لقمہ دینا اپنے امام کے سوا دوسرے شخص کو یعنی قرات میں کسی کو بتانا مگر
صورت میں کہ ارادہ کرے تلاوت کا نہ تعلیم کا تو مفسد نہوگا اور یہہ صورت شامل ہے مقتدی کو ایکدوسرے کے بتانے کو اور یہہ کہ مقتدی منفرد کو بتادے یا بالعکس یعنی یہہ کہ نمازی اوس شخص کو
بتا دے جو نماز نہیں پڑہتا ہے تو بہر صورت بتانیوالے کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ یہ تعلیم ہے بدون حاجت کے جو نماز کا منافی ہے وکذا الاخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح
اور اسیطرح مفسد نماز ہے لقمہ کا لینا نمازی کا مگر جب نمازی خود یاد کرکے پڑہے پہلے پورا لقمہ دینے کے تو مفسد نہوگا یعنی اگر نمازی کو دوسرا شخص بتا دے اور اگر وہ بتایا ہوا پڑہے
تو نماز فاسد ہوگی اور اگر ہنوز بتانیوالا بتا چکا تہا کہ خود یاد آگیا اور پڑہا تو فاسد نہوگی بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفاتح وآخذ بکل حال الا اذا
سمعہ المؤتم من غیر مصل ففتح بہ تفسد صلوۃ الکل بخلاف لقمہ دینے نمازی کے اپنے امام کو کہ مفسد نماز نہیں مطلقا یعنی لقمہ دینے والے کی نماز کا مفسد نہیں ہے
کی نماز کا ہر حال میں یعنی برابر ہے کہ امام مقدار پڑہ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہے یا نہ پڑہ چکا ہو ایک آیت سے دوسری کیطرف چلا گیا ہو یا نہو لقمہ دینا پہلی ہی بار ہو یا دو بار
تیسری بار کسیطرح حکم نماز نہیں ہان اگر مقتدی نے کسی نماز نہ پڑہنے والے سے لقمہ کو سنکر اپنے امام کو بتایا اور امام نے لیلیا تو سبکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ جب مقتدی نے خارج سے سیکہا تہا
لیا تو اوسکی نماز فاسد ہوگئی اب اگر امام کو بتا دیگا اور وہ لیگا تو امام کی نماز فاسد ہوگی اور اسکے فساد کی جہت سے سبکی نماز باطل ہوگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ غیر مصلی
سے یہہ مراد ہے کہ مقتدی جس نماز کو پڑہتا ہے اوسمیں اوسکا شریک نہو خواہ دوسری پڑہتا ہو یا بالکل کوئی نہ پڑہتا ہو وینوی الفتح لا القراءۃ اور لقمہ دینے والا مقتدی نیت بتانے کی
کرے نہ قرات کی کیونکہ قرات پیچھے امام کے ممنوع ہے اور لقمہ دینا مقتدی کے حق میں رخصت دیا گیا ہے بلکہ توقف کرے تاکہ امام دوبارہ پڑہکر خود نکال لے اسیطرح امام کے حق میں
مکروہ ہے کہ قرات میں نمازی کو اور اونچی کہ مقتدیکو بتانا ہی پڑے بلکہ اوسکو چاہیے کہ متشابہ کو چھوڑ کر دوسری آیت پڑہنے لگے جسکے ملانے سے معنی نہ بگڑتے ہوں یا دوسری سورت
شروع کردے یا اگر قرات بقدر واجب پڑہ چکا ہو تو رکوع کردے کذا فی الشامی ولو جری علی لسانہ نعم او آری ان کان یعتادہ فی کلامہ تفسد لانہ من کلامہ
والا لا لانہ قرآن اور اگر نمازی کی زبان سے نعم یا آری نکل گیا تو اگر اس کلمہ کا عادی ہو اپنی گفتگو میں یعنی اوسکا تکیہ کلام ہو تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ یہہ اوسکا کلام سمجھا جائیگا
متصور ہونگے اور اگر تکیہ کلام نہیں تو نماز فاسد نہوگی کیونکہ لفظ قرآن ہے شامی نے کہا کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن نظم الفاظ دال معانی دونو کا نام ہے اونکے قول کی بموجب
لکہ یہ قرآن نہیں ہو سکتا واکلہ وشربہ مطلقا ولو سمسمۃ ناسیا الا اذا کان بین اسنانہ مأکول دون الحمصۃ کما فی الصوم ہو الصحیح قالہ الباقانی ما لم یبتلعہ
اور مفسد نماز ہے کہانا نمازی کا اور پینا اوسکا مطلقا یعنی تہوڑا ہو یا بہت دانستہ مرا ہو یا بہولکر اگرچہ ایک تل ہی کہایا ہو بہولکر یا ایک قطرہ پانی کا ہو لیکن پیا ہو تب بھی مفسد ہے مگر اوس صورت میں
کہ نمازی کے دانتون کے درمیان کوئی کہانیکی چیز ہو اور اسکو نگلجاے تو نماز فاسد نہوگی شارح نے کہا کہ دانتون کے اندر جو چیز چنے سے کم ہو جیسا کہ روزہ میں ہے کہ اگر مقدار چنے کی
درمیان سے نگل جائیگا تو روزہ نہ جائیگا یہی قول صحیح ہے کہا ہے اسکو باقانی نے شرح ملتقی میں اما المضغ فمفسد ان کثر فیہ بان یبلع ذوقہ اور چبانا تو مفسد ہے جیسے شکر
نمازی کے منہ میں کہ گہلی ہوئی کو نگلتا ہو شامی نے کہا کہ چابنے سے مراد یہہ ہے کہ زیادہ چبانا یعنی تین بار یا اکثر اور اس عبارت سے شارح نے یہہ فائدہ ظاہر کیا کہ مفسد زیادہ تو بہت
چبانا ہے یا خود اوسکا پیٹ میں پہونچنا یعنی صرف مزہ کسیکا مفسد نماز نہیں مثلا اگر کسی نے شکر کی ڈلی نگلکر نماز کی نیت کی اور اوسکی مٹہاس منہ میں باقی ہے تو اوسکے نگلنے سے
نماز فاسد نہوگی ویفسدہا انتقالہ من صلوۃ الی مغایرتہا ولو من وجہ حتی لو کان منفردا فکبر ینوی الاقتداء او عکسہ صار مستانفا بخلاف نیۃ
الظہر بعد رکعۃ الظہر الا اذا تلفظ بالنیۃ فیصیر مستانفا مطلقا اور فاسد کرتا ہے نماز کو جانا نمازی کا ایک نماز سے اوسکی غیر میں اگرچہ غیر ہونا اوسکی اعتبار
ہو یہان تک کہ اگر اکیلا نماز پڑہتا ہو پہر اللہ اکبر کہکر نیت اقتدا کی یا اسکا عکس یعنی مقتدی ہو اور تکبیر سے نیت تنہا پڑہنے کی کرے تو از سرنو پڑہنے والا ہو جائیگا یعنی جس نماز کو

اول شروع کیا تہا وہ فاسد ہوجائیگی مثلاً فجر کی نماز پڑہتا تہا ایک رکعت کے بعد جو اللہ اکبر کہا اوس سے نیت عصر کی کرلی تو فجر کی نماز فاسد ہوجائیگی بخلاف نیت ظہر کی بعد ایک یا دو رکعت ظہر کے یعنی اگر ایک ہی نماز کی نیت دوبارہ کی تو پہلی نماز فاسد نہوگی مثلاً ظہر کی نماز پڑہتا تہا ایک رکعت کے بعد پہر اوسی ظہر کی نیت کی تو اول رکعت باطل نہوگی مگر اوس صورت مین کہ نیت کے الفاظ منہ سے کہے تو اس صورت مین از سرنو پڑہنے والا ہوجائیگا مطلقاً یعنی خواہ غیر نماز کی نیت کرے خواہ اوسیکی کرے تلفظ نیت سے پہلی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نیت کا تلفظ کلام ہے اور کلام نماز کا مفسد ہے کذا فی الشامی وقراءته من مصحف ای مافیه قرآن مطلقاً لانه تعلم اور مفسد نماز ہی نمازی کا پڑہنا مصحف کو دیکہکر یعنی جسمین قرآن لکہا ہو خواہ مصحف ہو یا محراب ہو اوس مین سے دیکہکر پڑہنا مفسد ہے مطلقاً خواہ تہوڑا پڑہے یا بہت امام ہو یا منفرد بے ان دیکہے پڑہنا اوسکو ممکن ہو یا نہین ہر صورت مین مفسد ہے اسلیے کہ یہہ پڑہنا تعلم ہے امام اعظم کے نزدیک دیکہکر پڑہنے مین وجہ فساد کی دو طرح سے ذکر کی گئی اول جو ضعیف ہے وہ یہہ ہے کہ اسمین قرآن کا اوٹہانا اور اوسکو دیکہنا اور ورق لوٹنا پڑتا ہے یہہ عمل کثیر ہی اور دوسری وجہ جو کافی مین بتبعیت سرخسی تصحیح کی ہی یہہ ہی کہ اسطرح پڑہنا تعلم ہے یعنی گویا قرآن سکہایا جاتا ہی اور نمازی سیکہتا ہی اور تعلم وتعلیم نماز کی مفسد ہی کذا فی الشامی الا اذا کان حافظا لما قراه وقرا بلا حمل ہان اگر حافظ ہو اوس کا جسکو دیکہکر پڑہا اور بے اون قرآن اوٹہانے کے پڑہا تو اس صورت مین نماز فاسد نہوگی کیونکہ وجہین فساد کی اس صورت مین مفقود ہین وقیل لا تفسد الا بآیة واستظهره الحلبی اور ایک قول یہہ ہے کہ نماز فاسد نہوگی مگر ایک آیت سے اور ظاہر کہا ہی اوسکو حلبی نے یعنی اسوجہ سے کہ ایک آیت سے امام کے نزدیک نماز جائز ہوتی ہے وجوّزه الشافعی بلا کراهة وهما بها للتشبه باهل الكتاب ای ان قصده فان التشبه بہم لا یکره فی کل شیء بل فی المذموم وفیما یقصد به التشبه کما فی البحر اور جائز کہا ہی دیکہکر پڑہنا امام شافعی نے بدون کراہت کے اور صاحبین نے اوسکو جائز رکہا ہی کراہت کے ساتہہ بسبب مشابہت اہل کتاب کے کہ وہ بہی نماز مین توریت وانجیل دیکہکر پڑہتے ہین یعنی اگر نمازی قصد تشبہ کا کریگا تو کراہت ہوگی کیونکہ مشابہ ہونا اہل کتاب سے ہر چیز مین مکروہ نہین مثلاً کہانا اور پینا اور دوسری ضروریات بدنی مسلمانون اور اہل کتاب مین یکسان ہین تو مشابہت سے کچہہ حرج نہین بلکہ بری بات مین مشابہت مکروہ ہی اور اوس چیز مین مکروہ ہی جس سے قصد مشابہ ہونیکا کیا جاوے چنانچہ بحر الرائق مین ہے ویفسدها کل عمل کثیر لیس من اعمالها ولا لاصلاحها وفسد کرتا ہی نماز کو ہر عمل کثیر جو نماز کے اعمال مین سے نہو اور نہ نماز کی اصلاح کے لیے ہو ہم نماز کے اعمال مین سے نہو یعنی اگر مثلاً رکوع یا سجدہ زیادہ کرلیا تو مفسد نہوگا اگرچہ عمل کثیر ہے مگر نماز کے اعمال مین سے ہی اسیطرح اصلاح کے لیے عمل کثیر مفسد نہین جیسے بیوضو ہوجانے سے وضو کو جانا کذا فی الشامی وفیه اقوال خمسة اصحها ما لا یشک بسببه الناظر من بعید فاعله انه لیس فیها اور عمل کثیر کی تعریف مین پانچ قول ہین اون مین سے صحیح تر یہہ ہی کہ عمل کثیر وہ ہے کہ جسکے سبب سے دور کا دیکہنے والا اوسکے کرنیوالیکو اسبات مین تردد نکرے کہ وہ نماز کے اندر نہین ہم دور سے دیکہنے والے سے یہہ مراد کہ جسکے سامنے نماز شروع نکی ہو حاصل یہہ کہ عمل کثیر وہ ہی کہ اوس کا کرنیوالا دیکہنے والیکی نظر مین بظن غالب معلوم ہو کہ نماز نہین پڑہتا یہہ ایک قول ہوا دوسرا قول یہہ ہے کہ جو کام عادت مین دو ہاتہون سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے اگرچہ نمازی اوسکو ایک ہاتہہ سے کرے جیسے پگڑی یا پاجامہ کا باندہنا اور جو ایک ہاتہہ سے کیا جاتا ہو وہ قلیل ہے اگرچہ نمازی دو ہاتہون سے کرے جیسے ٹوپی کا پہننا یا اوتارنا تیسرا قول یہہ کہ تین حرکتین متصل پیہم کثیر ہین ورنہ قلیل چوتہا قول یہہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہی کہ کرنے والیکا مقصود ہو یعنی جسکے لیے جدا اوسکو مجلس کرتا ہو پانچوان قول یہہ ہی کہ عمل کثیر وہ ہی جسکو نمازی خود بہت سمجہے کذا فی الشامی مختصراً وان شك انه فیها ام لا فقلیل لکنه یشکل بمسئلة المس والتقبیل فتامل اور اگر دیکہنے والا تردد کرے کہ کام کرنیوالا نماز مین ہی یا نہین تو وہ عمل قلیل ہے لیکن مشکل پڑتی ہی مسئلہ چہونے اور بوسہ لینے سے سو اسکو سوچ لے ہم مسئلہ مس اور تقبیل کی یہہ ہی کہ ایک عورت نماز پڑہتی ہی اوسکے شوہر نے اوسکو شہوت سے چہو دیا خواہ بدون شہوت کے اوسکا بوسہ لیا تو نماز عورت کی فاسد ہوجاتی ہے حالانکہ عورت سے اس صورت مین کوئی فعل صادر نہین ہوا چنانچہ یہہ مسئلہ معہ اسکے جواب کے شارح فروعین ذکر کریگا فلا تفسد برفع یدیه فی تکبیرات الزوائد علی المذهب وما روی من الفساد فشاذ پس نہین فاسد ہوتی ہی نماز نمازی کے اوٹہانے سے دونو ہاتہو نکو رکوع کرنیکے وقت اور اوس سے سر اوٹہانیکے وقت مذہب قوی کے بموجب اور جو فساد کہ روایت کیا گیا ہی وہ مخالف ہی روایت اور درایت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تکبیرات زوائد سے مراد رکوع کرنیکا اور اوس سے سر اوٹہانے کا وقت ہی اور انکو تکبیرات زوائد کہنا خلاف اصطلاح فقہا ہی اسلیے کہ فقہا کی اصطلاح مین تکبیرات عیدین کو زوائد کہتے ہین اور روایت فساد وہ ہے جو مکحول نے حضرت امام اعظم سے کی ہی کہ رکوع کیوقت اور اوس سے سر اوٹہانے

مشابہت اہل کتاب کی ہر چیز مین مکروہ نہین

موقوف ہاتہون کا اوٹہانا سنت ہے اور وجہ اسکے شاذ ہونیکی یہہ ہے کہ عمل کثیر اصح قول کے بموجب وہ ہی جو دیکھنے والے کی نظر مین معلوم ہو کہ اوسکا کرنے والا نماز
مین نہین ہے وہ کہ دونو ہاتہون سے کیا جاے کذا فی الشامی ویفسدھا سجودہ علی نجس وان اعادہ علی طاہر بخلاف یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر
اور فاسد کرتا ہی نماز کو سجدہ کرنا نمازی کا ناپاک چیز پر اگرچہ اوسکو پاک چیز پر دوہرا لیا ہو بخلاف دونو ہاتہون اور گہٹنون کے کہ اگر اونکو نجس پر رکہا ہوگا تو
نماز فاسد نہوگی ظاہر روایت پر ہم فساد نماز سجدہ کی صورت مین قول طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صرف سجدہ فاسد ہوتا ہی نہ نماز اسیلیے اگر طاہر
چیز پر پھر سجدہ کر لیگا تو ابو یوسف کے نزدیک نماز صحیح ہوجائیگی اور طرفین کے نزدیک جب بہی صحیح نہین کیونکہ اونکے نزدیک نماز قابل قسمت نہین جب
اوس کا ایک جز فاسد ہوا کل فاسد ہوگئی اور ہاتہون اور گہٹنون کے مسئلہ مین عدم فساد اس جہت سے ہے کہ اونکا زمین پر رکہنا نماز مین شرط نہین کذا فی
الشامی ویفسدھا اداء رکن حقیقۃ اتفاقا او تمکنہ منہ بسنۃ وہو قدر ثلث تسبیحات مع کشف عورۃ او نجاسۃ مانعۃ او دفوع لزحمۃ
فی صف نساء او امام امام عند الثانی وہو المختار فی الکل لانہ احوط قالہ الحلبی اور فاسد کرتا ہی نماز کو حقیقت مین ادا کرنا ایک رکن کا باتفاق امام
ابو یوسف اور محمد کے یا قادر ہونا نمازی کا ادا ای رکن پر موافق سنت کے یعنے بقدر تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کے توقف کرنا فاسد کرتا ہے امام ابو یوسف کے
نزدیک برہنگی کے کہلے رہنے کے ساتہہ یا نجاست نماز کی مانع کے لگ جانیکی صورت مین یا بہیڑ کے باعث عورتون کی صف مین جا پڑنے یا امام سے آگے ہوجانے
کیصورت مین اور یہی قول مختار ہی ان سب مسئلون مین کیونکہ زیادہ احتیاط والا ہے بیان کیا ہی اسکو حلبی نے ہم حاصل یہہ کہ اگر نمازی کی برہنگی بقدر ربع عضو کہ
مانع نماز ہی کہل گئی پس اگر حقیقت مین اوس نے کوئی رکن ادا کر لیا تو ابو یوسف اور محمد دونو کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور اگر واقع مین ادا نہین کیا مگر اتنا
عرصہ لگا کہ ادا کر سکتا تہا یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے موافق دیر لگی تو ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہوجائیگی اس سے معلوم ہوا کہ اگر اس قدر سے
کم دیر تک برہنگی کہلیگی تو نماز کسیکے نزدیک فاسد نہوگی اور یہی حال ہے اگر نجاست بدن پر لگ گئی یا اتفاقا نجاست پر کہڑا ہوگیا یا عورتون کی صف مین
کسی طرح سے جا پڑا یا امام سے آگے نکل گیا تو اگر ان صورتون مین کوئی رکن ادا کر لیگا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی اور اگر اتنا ٹہیرا کہ رکن ادا کر سکتا تہا تو ابو
یوسف کے نزدیک فاسد ہوگی طحطاوی نے کہا کہ زحمت کی قید اتفاقی ہے وصلوتہ علی مصلی مضرب نجس البطانۃ بخلاف غیر مضرب ومبسوط علی
نجس ان لم یظہر لون او ریح اور فاسد کرتا ہی نماز کو نماز پڑہنا نمازی کا سی ہوئی جانماز پر جسکا استر ناپاک ہے بخلاف بے دون سی ہوئی کے اور بخلاف بچہی ہوئی کی ناپاک
اگر رنگ یا بو نجاست کا ظاہر نہو کہ اس صورت مین نماز فاسد نہوگی ہم یعنی اگر ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچہایا تو اگر کپڑا ایسا باریک ہی کہ اوس
مین سے رنگ یا بو نجاست کی معلوم ہوتی ہے تو نماز درست نہوگی اور اگر گاڑہا ہے تو درست ہوگی شامی نے کہا کہ باریک کپڑا اوس جگہہ حائل شمار نہوگا
جہان نجاست سجدہ یا قدم کی جگہہ ہوگی کیونکہ اس صورت مین سجدہ یا قیام نجاست پر ہوگا ورنہ مطلق ہوگا انا مفسد نماز نہین نجاست قریب ہو یا بعید ہو
وتحویل صدرہ عن القبلۃ اتفاقا بغیر عذر اور فاسد کرتا ہی نماز کو پہیر لینا نمازی کا اپنے سینہ کو قبلہ کی جانب سے بالاتفاق بے دون عذر کے ہم شامی نے کہا
کہ منہ کا پہیرنا مکروہ ہی نہ مفسد خواہ سارا منہ پہیرے یا تہوڑا فلو ظن حدثہ فاستدبر القبلۃ ثم علم عدمہ ان قبل خروجہ من المسجد لا تفسد
وبعدہ تفسد پس اگر نمازی نے اپنا بے وضو ہونا گمان کیا اور قبلہ سے پشت پہیری بسبب عذر مذکور کے پہر جانا کہ حدث نہین ہے تو اگر یہہ علم مسجد سے
نکلنے کے پیشتر ہوا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر بعد نکلنے کے ہوگا تو فاسد ہوگی بسبب مختلف ہوجانے مکان نماز کے **فروع** مسائل ملحقہ
شارح کے مشی مستقبل القبلۃ ہل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشی ووقف کذلک وہکذا لا تفسد وان کثر
ما لم یختلف المکان وقیل لا تفسد حالۃ العذر ما لم یستدبر القبلۃ استحسانا ذکرہ القہستانی نمازی چلا قبلہ کو منہ کیے تو نماز فاسد ہوگی یا
نہین جواب اگر بقدر ایک صف کے چلا پہر ٹہیرا بقدر ایک رکن کے پہر چلا اور ٹہیرا اوسیطرح یعنی ایک صف اور ایک رکن کی مقدار اور اسیطرح چلا گیا تو فاسد نہوگی
اگرچہ بہت دفعہ چلا اور ٹہیرا ہو جب تک کہ مکان مختلف نہو گا یعنی اگر مسجد مین ہے تو جبتک مسجد مین سے باہر نہوا ہوگا اور جنگل مین ہے تو جب تک صفون سے
باہر نہوا ہوگا فاسد نہوگی ورنہ فاسد ہوجائیگی جیسے ایکہی دفعہ مین دو صفون کی مقدار چلنے سے فاسد ہوتی ہی کذا فی الشامی اور بعض فقہا نے

کہاکہ حالت عذر مین چلنے سے نماز فاسد نہین ہوتی اگرچہ بہت چلے اور جگہہ مختلف ہوجاے جب تک کہ قبلہ کیطرف پشت نکرے بوجہ استحسان کے ذکر کیا ہے اوسکو قہستانی نے طحطاوی نے کہاکہ قہستانی مین حالت عذر یعنی جہاد وغیرہ حالت عذر وَهَلْ يُشْتَرَطُ فِي الْمُفْسِدِ الْاِخْتِيَارُ فِي الْخَانِيَةِ نَعَمْ وَقَالَ الْحَلَبِيُّ لَا اور کیا شرط ہے عمل مفسد مین نمازی کا قابو ہونا اختیار یہ مین ہے کہ ہان شرط ہے اور حلبی نے کہاکہ عمل مذکور مین اختیار کا ہونا شرط نہین ہم طحطاوی نے کہاکہ ظاہر انہ مشروط ہونا معتمد ہے اسلیے کہ شارح اسی پر اگلا قول متفرع کرتا ہے فَاِنْ مَنْ دُفِعَ اَوْ جَذَبَتْهُ الدَّابَّةُ خُطُوَاتٍ اَوْ وُضِعَ عَلَيْهَا اَوْ اُخْرِجَ مِنْ مَكَانِ الصَّلٰوةِ اَوْ مَصَّ ثَدْيَهَا ثَلَاثًا اَوْ مَرَّةً وَنَزَلَ لَبَنُهَا اَوْ مَسَّهَا بِشَهْوَةٍ اَوْ قَبَّلَهَا بِدُوْنِهَا فَسَدَتْ کیونکہ جس نمازی کو دہکا دیا یا اوسکو سواری کے جانور نے کہینچا اور اس قدم آگے یا گہسیٹنے سے وہ چند قدم چلا یا اپنی جگہہ سے اٹہاکر سواری پر رکہدیا گیا یا نماز کی جگہہ سے نکالدیا گیا یا نمازی عورت کی پستان تین بار چوسی گئی یا ایکبار چوسی گئی اور اوس کا دودہ اوتر آیا یا مرد نے نمازی عورت کو شہوت سے چہوا یا بدون شہوت کے اوس کا بوسہ لیا تو سب صورتون مین نماز فاسد ہوگی حالانکہ عمل اختیاری کسی مین نہین پایا جاتا شامی نے کہاکہ شارح کو مناسب تہاکہ مَسَّهَا اور قَبَّلَهَا کی جگہہ مُسَّتْ اور قُبِّلَتْ بصیغہ مجہول کہتا جیسے اس سے اوپر کے افعال ہین لَا لَوْ قَبَّلَتْهُ وَلَمْ يَشْتَهِهَا وَالْفَرْقُ اَنَّ فِي تَقْبِيْلِهِ مَعْنَى الْجِمَاعِ نہین فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر عورت نے اوسکا بوسہ لیا اور مرد کو اوسکی خواہش نتہی اور فرق دونون مسئلون مین یہہ ہے کہ مرد کے بوسہ لینے مین جماع کے معنی ہین م یعنی اگر عورت نماز پڑہتی تہی اور شوہر نے بوسہ لیا تو عورت کی نماز اسلیے فاسد ہوئی کہ فاعل جماع کا مرد ہوتا ہے تو جب دواعی جماع مین سے کوئی عورت کے ساتہہ کریگا تو اوسکی نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر مرد نماز پڑہتا ہے اور عورت نے بوسہ لیا تو عورت فاعل جماع کی نہین اسلیے اس کے طرف سے دواعی جماع کا پایا جانا داخل جماع نہین جب تک کہ مرد کو شہوت نہو کذا فی الشامی مَعَهُ حَجَرٌ رَمٰى بِهِ طَائِرًا لَمْ تَفْسُدْ وَلَوْ اِنْسَانًا تُفْسِدُهُ لِضَرْبِهِ وَلَوْ مَرَّةً لِاَنَّهُ مُخَاصَمَةٌ اَوْ تَاْدِيْبٌ اَوْ مُلَاعَبَةٌ وَهُوَ عَمَلٌ كَثِيْرٌ ذَكَرَهُ الْحَلَبِيُّ نمازی کے پاس ایک پتہر ہے اوس نے اوسکو ایک پرندہ پر پہینکا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر کسی انسان پر پہینکا تو فاسد ہوگی جیسے کسیکو مارنا اگرچہ ایک دفعہ ہی مارے اسلیے کہ مارنا یا پتہر پہینکنا انسان پر یا باہم خصومت ہے یا ادب دینا یا چہل کرنا بہرحال عمل کثیر ہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی یعنی شارح منیہ نے ہم طحطاوی نے کہاکہ منیہ مین یون ہے کہ اگر پتہر زمین سے اوٹہاکر پہینکا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اپنے پاس سے پہینکا تو فاسد نہوگی تو اس سے ظاہرا پرندہ و انسان مین فرق نہین معلوم ہوتا اور اگر پاس سے پہینکنے کو عمل کثیر قرار دیجیے تو پرندہ پر پہینکنے سے بہی نماز فاسد ہوجائیگی بَقِيَ مِنَ الْمُفْسِدَاتِ اِرْتِدَادٌ بِقَلْبِهٖ باقی رہے مفسدات نماز سے ایک ارتداد یعنی مرتد ہونا نمازی کا اپنے دل مین یعنی نیت یا اعتقاد کفر کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے وَمَوْتٌ دوسرا مفسد نماز کا مرجانا ہے نمازیکا شامی نے کہاکہ اس کا ثمرہ اس مسئلہ مین معلوم ہوتا ہے کہ اگر بعد قعدہ اخیرہ کے امام مرگیا تو نماز مقتدیون کی باطل ہوگئی نئے سرے اونکو پڑہنی چاہیے وَجُنُوْنٌ وَاِغْمَاءٌ اور مفسد نماز ہے جنون اور بیہوشی اور ان کا حکم مفصل صلوۃ مریض کے آخر مین آویگا وَكُلُّ مُوْجِبٍ لِوُضُوْءٍ اَوْ غُسْلٍ اور مفسد نماز ہے ہر فعل موجب وضو کا یا غسل کا ہم شامی نے کہاکہ شارح نے بتبعیت صاحب نہر الفائق موجب وضو کو مفسد لکہدیا حالانکہ ہر موجب وضو مفسد نماز نہین جیسا کہ استخلاف اور بنا کے بیان مین مذکور ہوچکا کہ حدث اتفاقی سے نماز فاسد نہین ہوتی تو بہتر تہا کہ شارح یون کہتا کہ ہر حدث عمد مفسد ہوتا ہے وَتَرْكُ رُكْنٍ بِلَا قَضَاءٍ اور مفسد نماز ہے چہوڑنا کسی رکن کا بدون ادا کے مثلا ایک سجدہ چہوڑ دیا اور سلام پہیرنے تک اوسکو ادا نکیا تو نماز فاسد ہوجائیگی اَوْ شَرْطٍ بِلَا عُذْرٍ یا مفسد نماز ہے چہوڑنا کسی شرط کا بدون عذر کے مثلا وضو یا ستر عورت یا استقبال قبلہ بلا عذر نکیا تو فاسد ہوگی اور عذر کے ساتہہ ان باتون کا نکرنا مفسد نہین وَمُسَابَقَةُ الْمُؤْتَمِّ بِرُكْنٍ لَمْ يُشَارِكْهُ فِيْهِ اِمَامُهُ كَاَنْ رَكَعَ وَرَفَعَ رَاْسَهُ قَبْلَ اِمَامِهِ وَلَمْ يُعِدْهُ لَا مَعَهُ اَوْ بَعْدَهُ وَسَلَّمَ مَعَ الْاِمَامِ اور مفسد نماز ہے پہلے کرلینا مقتدی کا کسی رکن کو جسمین اوسکا امام اوسکا شریک نہوا ہو مثلا مقتدی نے رکوع امام سے پیشتر کیا اور امام کے رکوع سے پیشتر اپنا سر اوٹہا لیا اور پہر اوس رکوع کو امام کے ساتہہ یا اوسکے بعد دوبارہ نکیا اور امام کے ساتہہ سلام پہیر دیا تو مقتدی کی نماز نہوگی ہم طحطاوی نے کہاکہ امام کے ساتہہ سلام پہیرنے کی قید کی کچہہ حاجت نہین وَمُتَابَعَةُ الْمَسْبُوْقِ اِمَامَهُ فِي

سجود السہو بعد تاکد انفرادہ اما قبلہ فیجب متابعتہ اور مفسد نماز ہے پیروی کرنا مسبوق کا اپنے امام کو سجدہ سہو مین بعد مستحکم ہونے انفراد
مسبوق کے اور پیشتر مستحکم ہونے انفراد کے تو متابعت واجب ہے صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ مسبوق امام کے سلام پہیرنے سے پیشتر یا بعد مثلا اوٹھ
کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھ چکا یعنی سجدہ رکعت مذکور کا کر لیا اوسوقت امام نے سجدہ سہو کیا تو اب مسبوق اگر اس سجدہ مین امام کا شریک ہوگا تو اوسکی
نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ محل انفراد مین اقتدا کرنا مفسد ہے ہان جب تک اسنے رکعت جداگانہ کا سجدہ نہین کیا تب تک انفراد پختہ نہین ہوا اسوقت اگر
امام سجدہ سہو کرے تو مسبوق پر متابعت واجب ہے وعدم اعادتہ الجلوس الاخیر بعد اداء سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ تذکرہا بعد الجلوس اور
مفسد نماز ہے دوبارہ نکرنا نمازی کا قعدہ اخیر کو بعد ادا کرنے سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت کے جو یاد آیا ہو بعد قعدہ کے ہم سلیے کہ سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت سے
قعدہ باطل ہو جاتا ہے تو اگر دوبارہ نکریگا تو ایک رکن نماز کا یعنی قعدہ اخیرہ چھوٹ جاویگا اور نماز فاسد ہو جائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہہ صورت
ترک رکن مین داخل ہے اسکو جدا لکہنا ضرور تہا وعدم اعادتہ رکنا اداہ نائما اور مفسد نماز ہے دوبارہ نکرنا نمازیکا اوس رکن کو جسکو سونے کی
حالت مین ادا کیا امام طحطاوی نے کہا کہ یہہ صورت ترک شرط مین داخل ہے یعنے نمازی کا ادا کرنا حالت اختیار مین شرط نماز ہے اور سونیکی حالت
مین یہہ شرط چھوٹ جاتی ہے لیکن مترجم کے نزدیک ترک شرط مین بلاعذر کی قید تھی وہ یہان متحقق نہین سلیے یہہ صورت جدا ہے وقہقہۃ امام
المسبوق بعد الجلوس الاخیر اور مفسد نماز ہے کھلکھلا کر ہنسنا مسبوق کے امام کا بعد قعدہ اخیرہ کے یعنی اگر امام قدر تشہد کے بعد قعدہ اخیرہ
مین زور سے ہنس پڑیگا تو اوسکی اور مدرکون کی نماز پوری ہو جائیگی مگر مسبوق کی نماز فاسد ہو جائیگی کہ یہہ فعل امام کا اوسکی نماز کے درمیان مین
واقع ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل پہلے باب مین گذر گئی ومنہا مد الہمزۃ فی التکبیر کما مر اور ایک مفسد نماز کا ہمزہ کا کہینچنا ہے اللہ اکبر کہنے مین چنانچہ
پیشتر گذرا ہے یعنی اللہ اکبر رکوع وسجدہ کے لیے بہہ ہمزہ اگر کہیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور تکبیر تحریمہ مین تو سرے سے نماز کا شروع ہی صحیح نہین فساد تو
شروع کے بعد ہوا کرتا ہے کذا فی الشامی ومنہا القراءۃ بالالحان ان غیر المعنی والا لا الا فی حرف مد ولین اذا فحش والا لا بزازیہ اور ایک
مفسد نماز ہے قراءت کا پڑہنا الحان سے یعنی زیر و زبر پیش کو نغمون کی رعایت سے بڑہا کر پڑہنا کذا فی فتح القدیر الحان سے پڑہنا مفسد ہے اگر معنے کو بدلدے
مثلا رب العلمین کو رابالعلمین پڑھے اور اگر معنے نہ بدلین تو مفسد نہین مگر حروف مد اور لین مین اگر حد سے زیادہ الحان کریگا تو باوجود معنے نہ بدلنے کے نماز
فاسد ہو جائیگی اور اگر حد سے زیادہ نہوگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی البزازیہ ہم و ا ی تین حرف علت کے حروف کہلاتے ہین ان کے پہلے کی حرکت اگر ان کے
موافق ہوتی ہی یعنے واو کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور ی کے پہلے زیر ہو تو ان کو حروف مد کہتے ہین اور اگر ناموافق حرکت ہو یعنی واو کے
پیشتر یا ی کے پہلے زبر ہو مثلا تو حرف لین کہلاتے ہین تو حرف لین صرف دو ہین کیونکہ الف سے پہلے سوای زبر کے اور کچھہ نہین ہوتا غرضکہ
حروف علت مین اشباع زائد از حد مفسد نماز ہے ومنہا زلۃ القاری اور ایک نماز کا مفسد قاری کی لغزش یعنی غلط پڑہنا ہے ہم جاننا چاہیے کہ قراءت مین
غلطی سے نماز فاسد ہونیکے چند قاعدے ہین کہ اگر اون کو جان لیا جاے تو حکم ہر غلطی کا معلوم ہو سکتا ہے کہ اوس سے نماز فاسد ہوی یا نہین تو ان
قواعد کے ضبط کرنیکے لیے ہم کہتے ہین کہ غلطی یا تو اعراب مین ہوگی یعنے زیر زبر پیش سکون مین اور اسی مین داخل ہے مشدد کو تخفیف سے پڑہنا اور
اسکا عکس اور مد والے کو قصر سے پڑہنا اور اس کا عکس یا غلطی حروف مین ہوگی یعنے ایک حرف کی جگہہ دوسرے کو ادا کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا یا کم
کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی کلمات مین ہوگی کہ ایک کی جگہہ دوسرے کو پڑہنا یا زیادہ کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی جملون مین ہو اسی طرح یا غلطی
وقف مین ہو کہ وصل کی جگہہ وقف کیا جاے اور وقف کی جگہہ وصل اب متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہہ ہی کہ جس غلطی سے معنے ایسے بگڑ جائین
کہ اونکا اعتقاد کرنا کفر ہوتا ہو تو اوس غلطی سے نماز فاسد ہو جائیگی خواہ کسی قسم کی غلطی ہو اور اگر غلطی سے معنے ایسے نہین بگڑتے جن کا اعتقاد
کفر ہو لیکن بہت سی تبدیل معنون مین آجاتی ہے جیسے ہذا الغراب کی جگہہ ہذا الغبار پڑہنا یا بالکل بے معنے لفظ ہو جاتا ہے جیسے سرائل پڑہنا سرائر کی جگہہ
تو اس صورت مین بہی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر غلطی سے معنون مین بہت تبدیل نہین ہوتی مگر مطلب سے دور پڑ جاتے ہین تو اس صورت مین

دیکھنا چاہیے کہ ویسا لفظ قرآن میں ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تب بھی نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن میں وہ لفظ ہے تو طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور یہی قول احوط ہے اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہوگی اور اگر غلطی سے معنے نہ بگڑیں اور ویسا لفظ قرآن میں نہو تو نماز طرفین کے نزدیک فاسد نہوگی جیسے قوامین کی جگہہ قیامین پڑہنا کہ دونوں کے معنے ایک ہیں حالانکہ قیامین قرآن میں نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوجائیگی یہہ قاعدے متقدمین کے ہیں اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسمٰعیل زاہد اور ابو بکر بلخی اور ہندوانی اور حلوانی وغیرہ متاخرین کا اسپر اتفاق ہے کہ اعراب میں غلطی کر دینے کسیطرح کی ہو نماز کی مفسد نہیں اگرچہ اوس کا اعتقاد کفر ہو کیونکہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہیں کر سکتے اور اگر غلطی حرف کی تبدیل میں ہو تو اگر دونوں حرفوں میں فرق بآسانی معلوم ہو سکتا ہو مثلاً ص کی جگہہ ط پڑہنا تو متاخرین کا اتفاق ہے کہ نماز کا مفسد ہے اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ص کی جگہہ س پڑہنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن متاخرین کے قواعد منضبط نہیں اسلیے نماز کے باب میں متقدمین کا قول اختیار کرنیمیں زیادہ احتیاط ہے کہ اونکے قواعد بھی درست ہیں اور اکثر فروع فساد ونہیں اونہیں کے قول پر محمول ہیں کذا فی الشامی عن شرح المنیہ فلو فی اعراب او تخفیف مشدد وعکسہ او بزیادۃ حرف فاکثر نحو الصراط الذین او بوصل حرف بکلمۃ نحو ایاک نعبد او بوقف وابتداء لم تفسد ولو غیر المعنی بہ یفتی بزازیہ پس اگر غلطی اعراب میں ہو جیسے نعبد کی ب کو زبر پڑہنا یا تخفیف سے پڑہی میں مشدد کے جیسے قتّلوا کی جگہہ قتلوا پڑہنا اور مشدد پڑہی میں مخفف کے جیسے افعیینا کو افعیّنا پڑہنا یا غلطی ہو ایک حرف یا زیادہ کے بڑہا دینے کی جیسے الصراط الذین بجای صراط الذین کے یعنی الف اور لام کی زیادتی سے پڑہنا یا غلطی ہو ایک حرف کے ملانیکی دوسرے کلمہ میں جیسے ایاک نعبد میں ایا پر ٹہرنا اور ک کو نعبد میں وصل کرنا یا غلطی ہو وقف کرنے اور ابتدا کرنیکی جیسے لا الٰہ پر مثلاً وقف کرنا اور الا اللہ سے ابتدا کرنا تو ان صورتوں میں نماز فاسد نہوگی اگرچہ معنے بدلجائیں اسی کا فتوی دیا جاتا ہے کذا فی البزازیہ م شامی نے کہا کہ شارح کے ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب مسائل میں عدم فساد پر فتوی ہے بزازیہ میں منقول ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بزازیہ میں صرف اعراب کی غلطی میں اگرچہ معنے بگڑ جائیں فتوی عدم فساد کا مذکور ہے اور باقی صورتوں میں در صورت بگڑ جانے معنے کے تو اکثر مشائخ کے نزدیک فساد مذکور ہے جیسا کہ متقدمین کا قول ہے اور احتیاط اوسی میں ہے الا تشدید رب العلمین وایاک نعبد فیفسد لو تفسد گر تشدید رب العلمین کی ب اور ایاک نعبد کی ی کی کہ اوسکے ترک سے نماز فاسد ہوجاتی ہے ولو زاد کلمۃ او نقص کلمۃ او نقص حرفا او قدمہ او بدلہ بآخر نحو من ثمرہ اذا اثمر واستحصد تعالی جد ربنا انفرجت بدل انفجرت ایاب بدل اواب لم تفسد ما لم یتغیر المعنی اور اگر زیادہ کیا ایک کلمہ کو مثلاً من ثمرہ اذا اثمر میں کلمہ واستحصد زیادہ کر دیا یا ناقص کیا کلمہ کو اسکی مثال شارح نے نہیں لکہی شامی نے کہا جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا میں جزاء سیئۃ مثلہا پڑہا دوسری سیئۃ کو چھوڑ کر یا کم کیا ایک حرف کو جیسے تعالی جد ربنا دونوں ی کے آخر میں یا مقدم کیا ایک حرف کو دوسرے سے جیسے انفرجت عوض میں انفجرت کے یا بدلا کسی حرف کو دوسرے سے جیسے ایاب جگہہ اواب کے (یعنی الف مقصورہ) تو نماز فاسد نہوگی جب تک کہ معنے نہ بدلیں م شارح کے کلام میں لف و نشر مرتب ہے اسلیے مترجم نے تسہیل کے واسطے ہر مثال کو اوسکے موقع پر ترجمہ کر دیا اور واضح ہو کہ تغیر معنے کی صورت میں نماز طرفین کے نزدیک فاسد ہوتی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اوس صورت میں کہ لفظ متروک قرآن میں نہو فاسد ہوگی ورنہ فاسد نہوگی الا ما یشق تمیزہ کالضاد والظاء فاکثرہم لم یفسدہا حرف کے بدلنے سے در صورت بدلجانے معنے کے نماز فاسد ہوتی ہے مگر ایسے حروف کے بدلنے سے جن میں تمیز دشوار ہے مثلاً ض اور ظ کے بدلنے سے کہ اکثر فقہا نماز کو فاسد نہیں کہتے م شامی میں حلیہ سے منقول ہے کہ اگر ایسی تبدیل دانستہ کریگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بے اختیار زبان سے نکل گیا یا تمیز حروف کو نہیں جانتا تو فاسد نہوگی بزازیہ میں کہا کہ یہہ قول سب اقوال سے درست تر ہے اور یہی مختار ہے وکذا لو کرر کلمۃ وصحح الباقانی الفساد ان غیر المعنی نحو رب رب العلمین للاضافۃ کما لو بدل کلمۃ بکلمۃ وغیر المعنی نحو ان الفجار لفی جنات وتمامہ فی المطولات اور اسیطرح فاسد نہیں ہوتی نماز اگر مکرر کر دی

کسی کلمہ کو اور تصحیح کی ہو یا فانی سے فساد نماز کی اگر معنے بدلجائین جیسے رب العلمین بسبب اضافت جیسے فاسد ہوتی ہو نماز اگر بدلدیا ایک کلمہ کو دوسرے سے
اور معنے بگڑجائین جیسے ان الفجار لفی جنات پڑھنا لفی جحیم کی جگہہ اور پورا بیان اسکا بڑی کتابون مین ہے شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیریہ سے
ایسا معلوم ہوتا ہو کہ مکرر پڑھنا ایک کلمہ کا اوس صورت مین مفسد ہے کہ پڑھنے والا مضاف و مضاف الیہ کو جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو یا قصد نہ
کیا ہو بلکہ تصحیح مخارج کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکل گیا ہو تو چاہیے کہ نماز فاسد نہو اور مفسدات نماز سے وہ صورتین بھی ہین
جو اس باب سے پیشتر ہو چکین مثلا عورت کا محاذی ہونا اور خلیفہ ایسے کو بنانا جو قابل امامت نہو اور امام کا مسجد سے باہر چلا جانا بدون خلیفہ
کرنے کے اور حدث کے بعد نمازی کا ایک رکن کی مقدار ٹھیرنا یا حالت حدث اور رفتار مین ایک رکن کو ادا کرنا یا اثناء نماز مین کسی فعل منافی
نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالبا ماتن و شارح نے ان کو اسلیے یہان ذکر نہین کیا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے ولا یفسدہا نظرہ الی مکتوب و فہمہ
ولو مستفہما وان کرہ اور نہین فاسد کرتا نماز کو دیکھنا نمازی کا لکھی چیز کو اور سمجھہ جانا اوس کا اگرچہ دانستہ سمجھا ہو ہر چند دانستہ سمجھنا
مکروہ ہی اسلیے کہ لکھے کو سمجھنا نماز کے اعمال مین سے نہین اس سے یہہ نکلا کہ اگر اتفاقا نظر لکھے پر پڑ گئی اور سمجھہ مین بدون قصد کے آگیا تو مکروہ
بھی نہین کذا فی الطحطاوی ومرور مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اور نہین فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے
والے کا جنگل مین یا بڑی مسجد مین نمازی کے سجدہ کی جگہہ مین کو صحیح تر قول مین ہے یعنی نمازی کے قدمون سے سجدہ کی جگہہ تک مین سے کسی کا
گذر جانا مفسد نماز نہین اور اس کا مقابل قول تمرتاشی کا ہے کہ قدمون سے لیکر اوس جگہہ تک گذرنا مفسد نہین جہان تک نمازی کی نظر پڑے
جبکہ وہ سجدہ کے مقام کو تاکتا ہو غرضکہ فساد نماز تو دونو صورتون مین نہین لیکن گذرنے والے پر گناہ کا ہونا اصح قول مین قدمون سے لیکر
سجدہ تک کی جگہہ مین گذرنے سے ہوگا اور تمرتاشی کے قول پر اوس جگہہ مین بھی گذرنے سے ہوگا جہان نمازی کی نظر پڑے سجدہ گاہ کو تکنے کی
حالت مین کذا فی الشامی او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت و مسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ مطلقا ولو امرأۃ او کلبا
یا مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا سامنے نمازی کے اوسکے قدمون سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر مین اور چھوٹی مسجد مین کہ گھر اور چھوٹی مسجد مثل
ایک مکان کے ہین یعنے مقدار دو صفون کے فاصلہ کا ہونا اون دونون مین مانع اقتدا کا نہین جیسے جنگل اور بڑی مسجد مین مانع ہوتا ہے مفسد نماز
نہین گذرنا کسی کا مطلق خواہ وہ عورت ہو یا کتا ہو شامی نے کہا کہ اسمین رد ہے ظاہریہ کے قول پر جو کہتے ہین کہ گذرنا عورت یا کتے یا گدھے کا
مفسد ہے اور اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اس باب مین جو کچھہ مروی ہے وہ منسوخ ہی چنانچہ حلیہ مین اسکو ثابت کیا ہے او مرورہ بین یدیہ علی
من الدکان امام المصلی لو کان یصلی علیہا ای الدکان بشرط محاذاۃ بعض اعضاء المار بعض اعضائہ وکذا سطح وسریر
وکل مرتفع دون قامۃ المار وقیل دون السترۃ کذا فی غرر الاذکار یا مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والیکا دوکان کے نیچے نمازی کے
سامنے کو جبکہ وہ دوکان پر نماز پڑھتا ہو بشرط برابر آجانے بعض اعضا گذرنے والیکے بعض اعضاء نمازی کو اور یہی حکم عدم فساد کا ہے چھت
اور تخت اور ہر اونچی چیز کا جسکی بلندی گذرنے والیکے قد سے کم ہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ مقدار سترہ یعنی ایک ہاتھہ سے کم ہو جیسا کہ
غرر الاذکار مین ہے بحر الرائق مین اس قول ضعیف کو غلط کہا ہے اسوجہ سے کہ اگر مقدار سترہ کا اعتبار ہوتا تو سوار کا نکلنا نمازی کے سامنے
مکروہ نہوتا کہ وہ تو غالبا ہاتھہ سے اونچا ہی ہوتا ہے کذا فی الشامی وان اثم المار لحدیث البزار لو یعلم المار ماذا علیہ من الوزر
لوقف اربعین خریفا فی ذالک المرور لو بلا حائل ولو ستارۃ ترتفع اذا سجد وتعود اذا قام اگرچہ اس گذرنے مین گذرنیوالا گناہ گار ہوتا
ہی بسبب حدیث بزار کے کہ اگر گذرنے والا جانے کہ اوسپر کیا گناہ ہے تو ٹھیرا رہے چالیس برس اور گناہ اوسوقت ہے کہ گذرنا بدون آڑ کے ہو اگرچہ
ایسا سترہ ہو کہ سجدہ کرنیکے وقت دور ہو جاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہو جاتا ہو ہے حلیہ مین کہا کہ اس مسئلہ مین چار صورتین ہین اول یہہ
کہ گذرنے والیکو گنجایش ہے کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے رستہ روکا نہین تو اس صورت مین اگر گذریگا تو گنا خاص

گذرنے والے پر ہوگا دوم یہہ کہ اور طرف کو رستہ نہین اور نمازی نے رستہ روک لیا ہو تو اس صورت مین گناہ خاص نمازی پر ہوگا سوم یہہ کہ نمازی نے رستہ روکا ہے مگر گذرنیوالا اور طرف کو بھی نکل سکتا ہی تو اب گذرنے سے دونو گناہگار ہونگے چہارم یہہ کہ نمازی نے رستہ نہین روکا اور گذرنے والیکو اور طرف راہ نہین تو اس مین کسی پر گناہ نہین اور صورت سترہ کی یہہ ہی کہ مثلاً ایک انگشت کے برابر موٹی رستی یا کوئی اور چیز جیسے مین لٹکتی ہی جب نمازی سجدہ کرتا ہی تو وہ سر کی حرکت سے اوسکی گردن یا کمر پر ہوجاتی ہی اور جب کہڑا ہوتا ہی پہر بدستور ہوجاتی ہی تو اسطرح کی آڑ سے بہی گذرنیوالے پر کچہہ گناہ نہین اور اس سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت مین ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ولو کان فرجۃ فللداخل ان یمر علی رقبۃ من لم یسدہا لانہ اسقط حرمۃ نفسہ فتنبہ اور اگر صف مین کوئی جگہہ خالی ہو تو نماز مین آنیوالے کو جائز ہے کہ جس شخص نے اوس جگہہ کو بند نہین کیا اوسکی گردن کو پہلانگ کر چلا جائے کیونکہ اوس نے اپنی عزت آپ کہو دی تو خبردار ہو جاؤ یعنی اوسکے سامنے سے گذرنا گناہ نہین ہم شامی نے کہا کہ اگر ایک شخص نمازی کے سامنے گذرنا چاہتا ہو اور اوسکے ساتہہ کوئی چیز قابل سترہ کر دینے کے ہے تو اوسکو نمازی کے سامنے رکہدے اور دوسری طرف جاکر اوسکو اوٹہالے اور اگر دو شخص ہون تو ایک نمازی کے سامنے کہڑا ہوجائے دوسرا اوسکی آڑ سے نکل جائے پہر دوسرا کہڑا ہوجائے تاکہ اول شخص اوسکی آڑ سے گذر جائے ان دونو مسئلون سے معلوم ہوا کہ ایک طرف سے سامنے نمازی کے کہڑا ہوجانا یا ہاتہہ بڑہاکر اوسکے سامنے سے چیز کا اوٹہالینا موجب گناہ کا نہین ویغرز ندبا بدائع الامام وکذا المنفرد فی الصحراء ونحوہا سترۃ بقدر ذراع طولا وغلظ اصبع لتبدو للناظر بقربہ دون ثلثۃ اذرع علی حذاء احد حاجبیہ لا بین عینیہ والایمن افضل اور کہڑا کرے امام بطور استحباب کذا فی البدائع اور اسیطرح تنہا پڑہنے والا جنگل مین اور مثل جنگل مین یعنی بڑی مسجد مین کہڑا کر لے ایک سترہ مقدار ایک ہاتہہ کے لنبائی مین اور ایک اونگلی کے موٹائی مین تاکہ دیکہنے والے کو یعنی گذرنے والیکو سوجھے قریب اپنی تین ہاتہہ کے فاصلہ کے اندر مقابل ایک ابرو کے نہ دونون آنکہون کے بیچ کے سامنے اور داہنی ابرو کے مقابل کہڑا کرنا بہتر ہے کہ مطابق سنت ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ دون ثلثۃ اذرع کی جگہہ قدر ثلثۃ اذرع کہتا کیونکہ حلبی مین ہے کہ سنت یہہ ہی کہ فاصلہ درمیان نمازی اور سترہ کے تین ہاتہہ سے زیادہ نہو اور ایک ہاتہہ کا طول اور اونگلی کی موٹائی بیان اقل مقدار کا ہی کہ اس سے کم نہو اور بحر الرائق مین کہا کہ مذہب قوی کے بموجب موٹائی کا کچہہ اعتبار نہین ولا یکفی الوضع ولا الخط وقیل یکفی فیخط طولا وقیل کالمحراب اور کفایت نہین کرتا رکہدینا سترہ کا یعنی زمین پر لٹا دینا مثل لاٹہی وغیرہ کا اور نہ کافی ہی خط کہینچنا اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر سترہ پاس نہو تو خط کہینچنا کافی ہے تو خط کہینچے نمازی طول مین یعنی سیدہا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی بشکل کمان کہینچے ہم فتح القدیر مین در صورت نہونے سترہ کے خط کہینچنے پر یقین کیا ہی اور کہا ہے کہ اتباع سنت بہرحال بہتر ہی علاوہ اسکے خط کچہہ کچہہ نظر آتا ہے تو کافی ہوگا اور یہہ قول امام محمد سے مروی ہو اس سے یہہ نکلتا ہے کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے سامنے رکہہ لے گا تب بہی سترہ ہوجائیگا ویدفعہ ہو رخصۃ فترکہ افضل بدائع قال الباقانی فلو ضربہ فمات لا شیء علیہ عند الشافعی رضی اللہ عنہ خلافا لنا علی ما یفہم من کتبنا بتسبیح او جہر بقراءۃ او اشارۃ ولا یزاد علیہا عندنا قہستانی لا بہما فانہ یکرہ اور ہٹا دے نمازی گذرنیوالے کو یعنی جبکہ سترہ نہو یا سترہ ہو لیکن وہ سترہ کے اندر کو گذرتا ہو مثلاً سبحان اللہ کہنے یا پکار کر پڑہنے سے اگر نماز سری ہو یا اشارہ سے ہاتہہ یا آنکہہ یا سر کے شارح نے کہا کہ ہٹانا رخصت ہی عزیمت نہین پس ترک دفع بہتر ہے اسلئے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہین کذا فی البدائع باقانی نے کہا کہ اگر نمازی نے گذرنے والے کو مارا اور وہ مر گیا تو اوس پر کچہہ نہین نہ دیت نہ قصاص امام شافعی رح کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے جیسا کہ سمجہا جاتا ہے ہماری کتابون سے یعنی رخصت فقط اشارہ ہی نہ جنگ و محاربہ اور نہ زیادہ کیا جائے ان باتون پر ہمارے نزدیک یعنی کپڑا پکڑ لینا یا مارنا ہمارے نزدیک درست نہین کذا فی القہستانی نہ دفع کرے سبحان اللہ کہنے اور اشارہ دونو سے کہ دونو باتون کا جمع کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ مقصود ایک سے حاصل ہم یہہ جو حدیث مین آیا ہی کہ گذرنیوالے سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہی تو یہہ منسوخ ہی چنانچہ زیلعی نے سرخسی سے نقل کیا ہی کہ یہہ حکم ابتدائے اسلام مین تہا جب نماز کے اندر کام کرنا مباح تہا اب نہین

اجازت نہین کذا فی الشامی مختصرا والمرأة تصفق لا ببطن علی بطن اور عورت گذرنے والے کو ہٹانے کے لیئے تالی بجاوے اسطرح کہ ہتیلی ہتیلی پر نہ مارے بلکہ کیفیت تالی بجانیکی بحرالرائق مین یون منقول ہے کہ پشت داہنی ہاتھ کی اونگلیون کی بائین ہاتھ کے اندر طرف یعنی ہتیلی مین مارے شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اسطرح تالی بجانیکی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی دونو ہاتھ اپنی جگہہ سے ہل جاتے ہین اس سے تو یہی بہتر ہے کہ بائین ہاتھ کو اپنی جگہہ رہنے دیوے داہنے ہاتھ کے اونگلیون کے اندر طرف کو بائین کی پشت پر مار دے کہ اس مین عمل تھوڑا ہے ولو صفق او سبحت لم تفسد وقد ترکا السنة تاترخانیة اور اگر ہٹانے کے لیئے مرد نے تالی بجائی یا عورت نے سبحان اللہ کہدیا تو نماز فاسد نہوگی لیکن دونو نے طریق مسنون کو ترک کیا کذا فی الطحطاوی

وکفت سترة الامام للکل اور کافی ہے سترہ امام کا کل مقتدیون کے لیئے یعنی اگر امام کے سامنے سترہ ہوگا تو جو کوئی مقتدیون کی صف کے سامنے کو گذریگا اوسپر کچھہ گناہ نہوگا ولو عدم المرور والطریق جاز ترکھا وفعلھا اولی اور اگر گذرنا اور رستہ نہو یعنی ایسی جگہہ نماز پڑھی جہان کوئی گذرتا نہو اور منہہ رستہ کی طرف نہو تو ترک کرنا سترہ کا جائز ہے اور رکھہ لینا سترہ کا ایسی جگہہ بھی بہتر ہے ہم رستہ کے طرف منہ نکرنیکی قید اسلیئے لگائی کہ رستہ کیطرف کو نماز پڑھنا سترہ کے ساتھہ اور بدون سترہ کے دونو طرح مکروہ ہے کیونکہ رستہ چلنے کے لیئے بنا ہے تو اوس مین ایسی چیز بنانا چاہیئے جو اوسکے مناسب نہو کذا فی البحر وکرہ تحریم التنزیھیة التی مرجعھا خلاف الاولی فالفارق الدلیل فان نھیا ظنی الثبوت ولا صارف فتحریمیة والا فتنزیھیة اور مکروہ ہے لٹکانا کپڑے کا شارح کہتا ہے کہ کراہت شامل ہے تنزیہی کو جس کا مآل ترک اولے ہے پس فرق کرنیوالی چیز کراہت تحریمی اور تنزیہی مین دلیل ہے یعنی اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہو جس کا ثبوت ظنی ہے اور کوئی پھیرنے والا تحریم سے استحباب کیطرف نہو تب تو کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی ہے ہم بحرالرائق مین کہا کہ مکروہ دو قسم ہے ایک مکروہ تحریمی جو واجب کے رتبہ مین ہے یعنی جسطرح ثبوت واجب کا دلیل ظنی سے ہوتا ہے اسی طرح ثبوت مکروہ تحریمی کا دلیل ظنی سے ہوتا ہے دوم مکروہ تنزیہی جو ایسا نہو تو جب فقہا کی عبارت مین لفظ مکروہ پایا جائے تو اوسکی دلیل کو دیکھنا چاہیئے اگر دلیل مذکور نہی ظنی ہو تو تحریمی ہے ورنہ تنزیہی شامی نے کہا کہ بدون دلیل کے بھی اوس کا حال معلوم ہو سکتا ہے اسطرح کہ اگر وہ مکروہ ترک واجب کو متضمن ہو تو تحریمی ہوگا اھ اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو تنزیہی ہوگا سدل تحریما للنھی ثوبه ای ارساله بلا لبس معتاد وکذا القباء بکم الی وراء ذکرہ الحلبی مکروہ تحریمی ہے لٹکانا نمازی کا اپنے کپڑے کو بسبب ممانعت کے یعنی چھوڑ دینا کپڑے کا بدون پہننے معمولی کے اور اسی مین داخل ہے قبا کا پہننا ایسی طرح کہ آستین پشت کی جانب ہو یعنی اوسکی کشادہ بغلون مین سے ہاتھہ نکالکر آستینین پیچھے کو ڈالنا بھی سدل مین داخل اور مکروہ ہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ تحریما للنھی کو بعد ثوبه کے لکھتا تاکہ لفظ سدل جو مضاف ہے اور ثوبه جو مضاف الیہ ہے ان دونو مین فاصلہ نپڑتا اور سدل کی صورت کرخی نے یہہ بیان کی ہے کہ مثلا چادر یا دوسرا کپڑا اسطرح شانہ پر رکھکر اوسکے کنارے چھوڑ دے متفرق کرکے دامنون کا لٹکنا اور عمامہ کے شملہ کا لٹکنا اسمین داخل نہین کذا فی الشامی کشده ومندیل یرسله من کتفیه فلو من احدھما لم یکرہ کحالة عذر و خارج صلوة فی الاصح شل دوپٹہ اور رومال کے کہ اوسکو اپنی دونو مونڈھون سے لٹکا دے تو مکروہ ہوگا پس اگر ایک مونڈھے سے لٹکالیگا تو مکروہ نہوگا جیسے عذر کی حالت مین اور نماز سے باہر صحیح تر قول مین سدل مکروہ نہین ہم شد بفتح شین معجمہ و دال مشدد ایک کپڑا ہے جسکو مونڈھون پر ڈالتے ہین اور خارج نماز سدل مکروہ تحریمی نہین بشرطیکہ تکبر کے لیئے نہو کذا فی الشامی عن النھر وفی الخلاصة اذا لم یدخل یدہ فی کم الفرجی المختار انه لا یکرہ وھل یرسل الکم داخل ذلک خلاف والاحوط الثانی فتنبه اور خلاصہ مین ہے کہ جب نمازی اپنا ہاتھہ فرجی کی آستین مین نہ ڈالے تو مختار یہہ ہے کہ مکروہ نہین اھ کیا اس صورت مین آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑ لے اسمین اختلاف ہے زیادہ احتیاط کی بات آستین کا پکڑ لینا ہے کذا فی القہستانی ہم شامی نے کہا کہ خلاصہ مین عدم کراہت کو مختار کہا ہے اسپر کسی نے سوای بزازی کے اوسکی موافقت نہین کی بلکہ صحیح وہ قول ہے جو قاضی خان اور جمہور نے صاف کہتے ہین کہ فرجی کو بدون آستین مین ہاتھہ ڈالنے پہننا مکروہ ہے کیونکہ سدل اس صورت مین بھی موجود ہے ذکرہ کغه ای دفعه وافعل الشعر کرہ اوذیل فعبثه به ای جذبه ویسدله للنھی الا لحاجة ولا بأس به خارج صلوة اور مکروہ تحریمی ہے کپڑے کا اوپر اٹھانا

اگرچہ مٹی مین بہرنے کے سبب سے ہو جیسے مکروہ ہے اور داخل ہونا نماز مین آستینین یا دامن چڑہائے اور مکروہ تحریمی ہے کہیلنا نمازی کا اپنے کپڑے سے اور بدن سے بسبب ممانعت کے مگر حاجت کے لئے مکروہ نہین مثلا بدن کو خارش کے سبب سے کھجلایا یا پسینا تکلیف دیتا تھا اوسکو پونچہ ڈالا تو عمل قلیل ہے یہہ امور مکروہ نہون گے اور کچہہ مضایقہ نہین کپڑے کا کپڑے اور بدن سے نماز کے باہر ہم شامی نے کہا کہ آستین چڑہائے نماز شروع کرنے مین یہہ صورت بہی داخل ہے کہ آستین اور کام کے لیے چڑہائی تہی یا وضو کے لئے چڑہائی تہی اور رکعت ہونیکے لئے جلدی مین آستین نہ اوتاری شریک جماعت ہوگیا تو ایسی صورت مین افضل یہہ ہے کہ عمل قلیل سے آستین نماز کے اندر اوتار لے اور عبث کے باب مین وہ حدیث ہے جسکو قضاعہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمھارے لیے تین چیزین مکروہ کین نماز کے اندر عبث کرنا اور روزہ مین فحش باتین کرنی اور قبرستان مین ہنسنا وصلوتہ فی ثیاب بذلۃ یلبسہا فی بیتہ ومھنۃ ای خدمۃ ان لہ غیرہا والا لا اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر نماز پڑہنا نمازی کا میلے کچیلے کپڑون مین جنکو گہر مین پہنتا ہے اور کام کرنیکے کپڑون مین بشرطیکہ اوسکے پاس اور کپڑے ہون ورنہ مکروہ نہوگا مہنۃ بکسر میم اور سکون ہا ذال معجمہ سے بمعنی خدمت اور ابتذال ہے اور مہنہ بفتح میم وسکون ہا عطف تفسیر ہے یعنی وہ کپڑے جنکو پہنکر دوسرون کے پاس نجاوے کذا فی الشامی واخذ درہم ونحوہ فی فیہ لم یمنعہ من القراءۃ فلو منعہ تفسد اور مکروہ ہے درہم اور اوس جیسی چیز کا منہ مین لینا جو نمازی کو قرارت سے مانع نہو اور اگر قرارت کی مانع ہو یعنی اسطرح کہ بالکل پڑہ نسکے یا ایسی الفاظ نکلین جو قرآن کے الفاظ نہون تو نماز فاسد ہوجائیگی ہم شامی نے قاضی خان سے نقل کیا کہ کسی چیز کا منہ مین لینا جو مانع قرارت نہو مکروہ تنزیہی ہے وصلوتہ حاسرا ای کاشفا راسہ للتکاسل ولا باس بہ للتذلل واما للاہانۃ بہا فکفر اور مکروہ ہے نماز پڑہنا نمازی کا سر کہولکر سستی کی وجہ سے اور کچہہ مضایقہ نہین سر کہولنے کا انکسار کے لئے اور نماز کی اہانت کے لئے تو سر کہولنا کفر ہے ہم شامی نے بعض علما سے نقل کیا کہ گرمی کی وجہ سے بہی ننگے سر نماز پڑہنا مکروہ ہے ولو سقطت قلنسوتہ فاعادتہا افضل الا اذا احتاجت لتکویر او عمل کثیر اور اگر گرجاے نمازی کی ٹوپی تو اوسکا دوبارہ سر پر رکہہ لینا افضل ہے مگر جس صورت مین کہ محتاج ہو لپیٹنے کی یا عمل کثیر کی تو اعادہ افضل نہین وصلوتہ مع مدافعۃ الاخبثین او احدہما او الریح للنہی اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑہنا نمازی کا بول اور براز کے دباؤ کے ساتھہ یا دونون مین سے ایک کے دباؤ کے ساتھہ یا ہوا کے روک رکھنے کے ساتھہ اور یہہ کراہت بباعث ممانعت کے ہے یعنی ابوداؤد کی حدیث کے باعث کہ نہین حلال ہے کسیکو جو ایمان رکھتا ہو اللہ تعالی اور روز آخرت پر کہ نماز پڑہے اوس حال مین کہ پیشاب کو دباے ہو یہان تک کہ اوس سے ہلکا ہو جاے اور اوسی جیسا ہے پاخانہ کا ضبط کرنے والا کذا فی الشامی وعقص شعرہ للنہی عن کفہ ولو بجمعہ او ادخال اطرافہ فی اصولہ قبل الصلوۃ اما فیہا فیفسد اور مکروہ ہے بالون کا جوڑا کرنا بسبب منع کے اون کے اوپر اوٹہانے سے اگرچہ جوڑا کرنا اون کے اکٹہا کرنے سے ہو یا اونکے سرون کو جڑون مین کرلینے سے ہو نماز کے پیشتر اور نماز مین جوڑا کرنا نماز کا مفسد ہے ہم عقص بفتح اول بالون کے گوندہنے کو کہتے ہین یہان یہہ مراد ہے کہ بالون کو سر پر جمع کرکے گوند سے چپکا لے یا ڈوری سے باندہ لے خواہ میندیان گوندہ کر سر کے گرد لپیٹ لے خواہ گدی پر سب کو باندہ دے کہ سجدہ مین زمین پر نہ گرین تو یہہ سب باتین مکروہ ہین کیونکہ طبرانی کی حدیث مین اس سے ممانعت وارد ہے اور حلیہ مین نقل کیا کہ ہرچند بموجب مضمون احادیث کے کراہت تحریمی ہونی چاہیے مگر اجماع اسپر ہے کہ یہہ فعل مکروہ تنزیہی ہے اور نماز کے اندر اسکے مفسد ہونیکی یہہ وجہ ہے کہ بالاجماع عمل کثیر ہے کذا فی الشامی وقلب الحصا للنہی الا للسجود التام فیرخص مرۃ وترکہا اولی اور مکروہ ہے کنکرون کا ہٹانا بسبب نہی کے مگر واسطے پورا سجدہ کرنے نمازی کے مکروہ نہین سو ایکدفعہ ہٹانیکی اجازت ہے اور ترک ایکدفعہ کا بہی بہتر ہے ہم صحاح ستہ مین معیقیب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنکرون کو مت ہٹا جب کہ تو نماز پڑہتا ہو اگر بالضرور ہٹانا ہی ہو تو ایک بار ہٹالے اور پورا سجدہ کرنیکی قید اسلیے لگائی کہ اگر بالکل سجدہ نہو سکے بدون ہٹانے کے تو پہر کنکرون کو ہٹادے گو ایکدفعہ سے زیادہ ہٹانے پڑین کذا فی الشامی وفرقعۃ الاصابع وتشبیکہا ولو منتظرا للصلوۃ او ماشیا الیہا للنہی ولا یکرہ

حاجت ہاضت جہۃ اور مکروہ تحریمی سے انگلیان چٹکانی اور ایک ہاتھ کی انگلیون کو دوسرے کی انگلیون مین ڈالنا اگرچہ نمازی ہو منتظر نماز کا یا جانے
والا نماز کے طرف تب بھی مکروہ ہے بباعث نہی کے اور مکروہ نہین نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے م ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ اپنی انگلیان
مت چٹکا جب کہ تو نماز پڑہتا ہو اور مجتبی مین حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنی انگلیان چٹکائے جس وقت کہ مسجد
مین نماز کا منتظر بیٹھا ہو اور ایک روایت مین ہے کہ جسوقت کہ نماز کے لیے جاتا ہو اور احمد اور ابوداؤد وغیرہما نے تشبیک کی ممانعت کی حدیث نقل کی ہے
اور خارج نماز سے یہہ مراد ہے کہ نماز کو جاتا ہو اور نہ مسجد مین اوس کا منتظر ہو اور حاجت یہہ کہ جوڑون کا آرام دینا ہو مثلاً اس سے معلوم ہوا کہ بدون
حاجت کھیل کے طور پر انگلیون کا چٹکانا یا ایک پنجہ کا دوسرے مین ڈالنا مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الشامی والتخصر وضع الید علی الخاصرۃ للنہی
ویکرہ خارجہا تنزیہا اور مکروہ تحریمی ہے تخصر یعنی ہاتھ کا کوکہ پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہے م صحیحین وغیرہما مین
مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین کوکہ پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحث ہے صاحب بحر کی کذا فی الشامی
والطحطاوی والالتفات بوجہہ کلہ او بعضہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہے سارا چہرہ یا تھوڑا پھیر کر نماز مین دیکھنا بسبب نہی کے م ترمذی نے انس رض سے
روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچ نماز مین التفات سے کیونکہ التفات نماز مین موجب ہلاکی ہے کذا فی الشامی وببصرہ یکرہ
تنزیہا وبصدرہ تفسد کما مر اور بدون موہنہ پھیرنے کے آنکھ سے ادہر ادہر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے اور سینہ کو پھیر کر دیکھنا بدون عذر کے
مفسد نماز ہے چنانچہ مفسدات نماز مین بیان ہوا وقیل قائلہ قاضی خان تفسد بتحویلہ والمعتمد لا اور قاضی خان نے کہا ہے کہ نماز فاسد ہوتی ہے
موہنہ کے پھیرنے سے اور معتمد یہہ ہے کہ فاسد نہین ہوتی بلکہ مکروہ تحریمی ہے واقعاء کالکلب للنہی اور مکروہ تحریمی ہے نمازی کا بیٹھنا مثل کتے کے
بسبب نہی کے م اقعاء کی تفسیر طحاوی نے یہہ بیان کی ہے کہ دونو سرین پر بیٹھے اور رانون کو کھڑا کرکے دونو گھٹنے چھاتی سے لگا لے اور دونو
ہاتھ زمین پر رکھے اور چونکہ یہہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہے اسلیے یہی صحیح تر ہے اور حدیث مین اسی نشست کی ممانعت ہے اور کرخی نے یہہ تفسیر کی
کہ دونو پانو کو کھڑا کرکے اونکی ایڑیون پر بیٹھے اور دونو ہاتھ زمین پر رکھے زیلعی نے کہا کہ یہہ نشست مکروہ تحریمہ نہین بلکہ اسلیے کہ خلاف نشست مسنون
کے ہے اسلیے مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی وافتراش الرجل ذراعیہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہے بچھانا مرد کا اپنے دونو ہاتھون کو واسطے نہی کے
یعنی حدیث مسلم مین ممانعت وارد ہے وصلوٰتہ الی وجہ انسان ککراہۃ استقبالہ فالاستقبال لو من المصلی فالکراہۃ علیہ و
الا فعلی المستقبل ولو بعیدا ولا حائل اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑہنا نمازی کا کسی آدمی کے موہنہ کیطرف جیسے مکروہ ہے موہنہ کرنا نمازی کے طرف
پس اگر موہنہ کرنا نمازی کے طرف سے ہوگا تو کراہت اوسپر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کے طرف کو موہنہ کریگا اگرچہ موہنہ کرنے والا دور ہو
اور نمازی مین اور اوس مین کوئی آڑ ہو م طحطاوی نے کہا کہ استقبالہ کی ضمیر نمازی کے طرف ہے اور استقبال ضمیر مفعول کے طرف مضاف ہے اور آڑ سے
ہو سکتی ہے آڑ لگائی گئی اگر کسی صورت مین کراہت نہین رہتی مثلاً نمازی کا موہنہ دوسرے کے موہنہ کیطرف ہے مگر دونو کے بیچ مین ایک اور شخص ہے جسکی پشت نمازی
کیطرف ہو تو کراہت دور ہوگی وردّ السلام بیدہ لا برأسہ کما مر اور مکروہ تنزیہی ہے جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھ سے یا انگلی سے جیسا پہلے مفسدات
مین گذرا [illegible] شارح کا لا باس بتکلم المصلی واجابتہ برأسہ کما لو طلب منہ شیء او اری درہما وقیل أجید فاومأ بنعم
او لا او قیل کم صلیتم فاشار بیدہ انہم صلوا رکعتین کچھہ مضایقہ نہین نمازی کے بولنے یا جواب دینے مین اپنے سر سے جیسے کسی نے نمازی سے
کوئی چیز مانگی یا درہم دکھا کر پوچھا کہ کھرا ہے پس نمازی نے اشارہ سے ہان یا نہین کیا یا نمازی سے پوچھا گیا کہ تمنے کتنی رکعتین پڑہی ہین اور اوسنے
ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ہم دو رکعتین پڑہی ہین م لفظ لا باس سے اشارہ ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ سر یا ہاتھ سے اشارہ نکرے کذا فی الطحطاوی اما لو
قیل لہ تقدم فتقدم او دخل احد الصف فوسع لہ فورا فسدت ذکرہ الحلبی وغیرہ خلافا للامام عن البحر اور اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ
آگے بڑہ جا پس وہ آگے بڑھا یا کوئی شخص صفون مین داخل ہوا اور نمازی نے فوراً اوسکو جگہہ دیدی تو نماز فاسد ہو جائیگی ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے برخلاف

اوس قول کے جو گذرا بحر الرائق سے ھ بحر الرائق مین کہا کہ اس صورت مین نماز فاسد نہین ہوتی اور طحطاوی نے کہا کہ یہی قول عدم فساد کا معتمد ہی اور قول نماز کے فاسد ہونے کا ضعیف ہی چنانچہ پیشتر شرنبلالی سے اسکی تضعیف گذر چکی وکرہ التربع متربّعا لترکہ الجلسۃ المسنونۃ بغیر عذر ولا یکرہ خارجہا لانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان جلّ جلوسہ مع اصحابہ التربع وکذا عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور مکروہ تنزیہی ہی چار زانو بیٹھنا نماز کے اندر بدون عذر کے بسبب ترک کرنے جلسۂ مسنون کے اور مکروہ نہین پالتی مار کر بیٹھنا نماز سے باہر اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست اصحاب کبار کے ساتھہ اکثر چار زانو ہوتی تہی اور اسیطرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست بہی نقل کیا ہی اس حدیث کو شرح منیہ مین ابن ہمام سے اور اس مین رد ہی اون لوگون کے قول کا جو کہتے ہین کہ چار زانو بیٹھنا نماز کے باہر مکروہ ہے اس وجہ سے کہ جابر لوگون کی نشست ہی کذا فی الشامی والتثاؤب ولو خارجہا ذکرہ مسکین لانہ من الشیطان والانبیاء محفوظون منہ اور مکروہ ہی جمائی لینا اگرچہ نماز کے باہر ہو ذکر کیا ہے اسکو مسکین نے اس لئے کہ جمائی لینا شیطان کے طرف سے ہے اور انبیا علیہم السلام اس سے محفوظ ہین ھ صحیحین مین مروی ہی کہ جمائی لینا شیطان کے طرف سے ہی تو جب کوئی تم مین سے جمائی لے تو چاہیے کہ اسکو حتی الوسع رد کرے شامی نے کہا کہ جمائی کی کراہت کو کسی نے یہہ نہین لکھا کہ تحریمی ہی یا تنزیہی مگر ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اگر اپنے آپ آوے تو مکروہ تنزیہی ہو اور اگر دانستہ جمائی لے تو مکروہ تحریمی ہو کیونکہ یہہ فعل عبث ہی اور عبث مکروہ تحریمی ہوتا ہی وتغمیض عینیہ للنہی الا لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہو کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھون کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لئے بند کرنا مکروہ نہین ھ نہی کی حدیث کو ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہی اور بدائع مین وجہ کراہت یہہ مذکور کی ہی کہ سجدہ گاہ کا تاکنا مسنون ہی اور آنکھین کے بند کرنے سے یہہ سنت متروک ہو جاتی ہے تو اسی لیے حلیہ اور بحر الرائق مین کراہت کو تنزیہی کہا کذا فی الشامی وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقا وان لم یشتبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ فی نفی الکراھۃ اور مکروہ ہی کہڑا ہونا امام کا محراب مین نہ سجدہ کرنا امام کا محراب مین حالانکہ دونو پانو اوسکے محراب کے باہر ہون اسلئے کہ اندر اور باہر ہونے مین اعتبار قدم کا ہی امام کا کہڑا ہونا محراب مین مطلقا مکروہ ہی اگرچہ حال امام کا مقتدیون پر مشتبہ نہو خواہ محراب مسجد مین سے ہو یا نہو اگر علت مکروہ ہونیکی اہل کتاب کی مشابہت کو ٹہرایا جاوے اور اگر علت کراہت امام کے مشتبہ ہونیکو ٹہرایا جاوے اور محراب مین کہڑا ہونے سے کچہہ اشتباہ نہوتا ہو تو مکروہ ہونے مین کچہہ شبہہ نہین ھ حاصل یہہ ہی کہ امام محمد نے جامع صغیر مین امام کے محراب مین کہڑا ہونیکو مکروہ کہا ہی اور کچھ تفصیل نہین کی اس لئے اس کراہت کے سبب مین مشائخ نے اختلاف کیا بعض نے تو یہہ کہا کہ محراب ایک جداگانہ حجرہ کی طرح ہی تو اوس مین کہڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہونا ہے کہ وہ بہی اپنے امام کا مکان جداگانہ بناتے ہین اور ہدایہ مین اسی پر اکتفا کیا ہی اور مختار امام سرخسی بہی یہی ہی اور بعض فقہا نے کراہت کا سبب یہہ بیان کیا کہ امام کا حال داہنے اور بائین کے مقتدیون پر مشتبہ رہیگا اسلیے مکروہ ہی تو شارح کہتا ہی کہ اگر وجہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہے تو ہر صورت مین مکروہ ہی مقتدیون پر اشتباہ ہو یا نہو اور اگرچہ کراہت اشتباہ حال امام ہے تو جس صورت مین اشتباہ نہوگا مکروہ بہی نہ رہیگا کذا فی الشامی وانفراد الامام علی الدکان للنہی وقدرہ الارتفاع بذراع ولا باس بما دونہ وقیل ما یقع بہ الامتیاز وہو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ اور مکروہ ہی کہڑا ہونا امام تنہا چبوترہ پر بسبب نہی کے یعنی حدیث حاکم کے کہ منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ امام کہڑا ہو اونچی جگہ پر اور لوگ اوسکے پیچھے نیچی ہی رہین کذا فی الطحطاوی اور اندازہ اوس کی اونچائی کا ایک ہاتہہ کی اور کچہہ مضائقہ نہین ایک ہاتہہ سے کمتر بلندی کا اور بعض کا قول مقدار ارتفاع مین یہہ ہی کہ جس سے امتیاز ہو جاوے اور یہی قول موجہ زیادہ ہی ذکر کیا ہی اسکو کمال الدین محقق وغیرہ نے ھ بدائع مین کہا کہ ظاہر الروایۃ یہی دوسرا قول ہی اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہی طحطاوی نے کہا کہ دکّہ بفتح دال وتشدید کاف وہ اونچی جگہہ جو بیٹھنے کے لیے بنائی جاوے اور مقتضائی حدیث یہہ ہی کہ کراہت تحریمی ہو کذا فی الشامی وکرہ عکسہ فی الاصح اور مکروہ ہے اوس کا عکس صحیح تر قول مین یعنی کہڑا ہونا مقتدیون کا اونچے مکان پر اور صرف امام کا پستی مین ہونا ھ طحطاوی نے کہا کہ غالبا کراہت تنزیہی ہی اسلیے کہ نہی تو خاص پہلی ہی صورت مین وارد ہوئی اور وجہ کراہت یہہ ہی کہ اس مین امام کی حقارت ہی اور یہی قول ہی ظاہر الروایۃ ہی اور اسکا

مقابل قول طحاوی کا ہی کہ یہہ صورت مکروہ نہین کذا فی الشامی وھذا کلہ عند عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی
الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ کما لو کان معہ بعض القوم فی الاصح وبہ جرت العادۃ فی جوامع المسلمین اور یہہ کراہت تینون
مسئلون مین وقت نہونے عذر کے ہی مثل انبوہ جمعہ اور عید کے دن کے تو اگر بھیڑ اور کثرت کے باعث مقتدی بالاخانون پر کھڑے ہون اور امام زمین
یا محراب مین کھڑا ہو بسبب تنگی جگہہ کے تو مکروہ نہوگا جیسے اس صورت مین مکروہ نہین کہ امام کے ساتھہ مقتدیون مین سے بعض ہون صحیح تر قول مین یعنی اگر امام
چبوترہ پر ہو اور اوسکے ساتھہ کچھہ مقتدی بھی ہون تو مکروہ نہوگا اور یہی بات کی عادت ہوگئی ہے جامع مسجدون اہل اسلام مین یعنے اگر تنگی کے
باعث امام کو محراب مین یا بلندی پر کھڑا ہونا ہوتا ہے تو اوسکے ساتھہ دو ایک مقتدی بھی کھڑے ہوجاتے ہین ومن العذر ارادۃ التعلیم او
التبلیغ کما بسط فی البحر اور عذر مین سے ہی ارادہ کرنا امام کا تعلیم کو یا مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز پہونچانیکو دوسرے مقتدیون تک چنانچہ مفصل بیان کیا
ہی اسکو بحر الرائق مین ہم یعنی اگر امام تنہا بلندی پر اسلیے کھڑا ہو کہ مقتدی اوسکے افعال دیکھکر سیکھین یا مقتدی اسلیے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کہے تو مکروہ نہوگا اس
معلوم ہوا کہ بدون عذر کے تنہا کھڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہہ پر مکروہ ہی کذا فی الشامی وقدمنا کراھۃ القیام فی صف خلف صف فیہ
فرجۃ للنھی وکذا القیام منفردا وان لم یجد فرجۃ بل یجذب واحدا من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی
فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا لم یجد فرجۃ اور ہم پیشتر باب الامامت مین لکھہ آئے ہین کہ مکروہ ہونا قیام کا ایک صف مین پیچھے ایسی صف کے جس
مین فرجہ ہو بسبب نہی کے اور اسیطرح مکروہ ہونا قیام کا تنہا اگرچہ صف مین جگہہ نپاوے بلکہ ایک نمازی کو صف مین سے اپنے برابر کھینچ لے ذکر کیا ہی اسکو
ابن کمال نے لیکن کہا ہی صاحب قنیہ وغیرہ نے کہ ہمارے زمانے مین نکھینچنا بہتر ہے یعنی لوگون مین جہل زیادہ ہے اکثر لوگ ناواقفی کی جہت سے لڑنے لگتے
ہین اور یہین وجہ بحر الرائق مین کہا کہ مکروہ ہی تنہا کھڑا ہونا مگر اوس صورت مین کہ صف مین جگہہ نپاوے تو تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہین یعنے دوسرے
نمازی کے کھینچنے کو صاحب بحر نے ذکر نہین کیا ولبس ثوب فیہ تماثیل ذی روح وان یکون فوق رأسہ او بین یدیہ او بحذائہ یمنۃ او
یسرۃ او محل سجودہ تمثال ولو فی وسادۃ منصوبۃ لا مفروشۃ اور مکروہ ہے نماز کو پہننا اوس کپڑے کا جسمین تصویرین جاندار کی ہون
اور مکروہ ہی کہ ہووے نمازی کے سر پر یعنی چھت مین یا سامنے یا برابر داہنے خواہ بائین یا سجدہ کی جگہہ مین کوئی تصویر اگرچہ کھڑی گدی مین ہو جسپر ٹیکتے ہون تکیہ
کرتے ہون نہین مکروہ ہے اگر بچھی ہوئی گدی پر تصویر ہو ہم تمثال صرف جاندار کی صورت کو کہتے ہین اور تصویر عام ہے جاندار کی ہو یا بے جان کی اور
جاندار کی تصویر کا گھر مین رکھنا مکروہ تحریمی ہی کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ فرشتے داخل نہین ہوتے اوس گھر مین جسمین کتا یا تصویر ہو کذا فی
النہر برابر ہی کہ تصویر کپڑے مین ہو یا برتن مین یا دیوار مین واختلف فیما اذا کان التمثال خلفہ والاظھر الکراھۃ اور خلاف ہی اوس صورت
مین کہ تصویر نمازی کے پیچھے ہو اور ظاہر تر کراہت ہی اسلیے کہ جامع صغیر مین امام محمد نے اوسکی کراہت کی تصریح کی ہی اور یہہ کتاب اونکی اخیر
تالیف ہی تو غالبا اسمین اون امور کو لکھا ہوگا جو منقح ہوچکے ہونگے کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ لو کانت تحت قدمیہ او محل جلوسہ لانھا مھانۃ
او فی یدہ عبارۃ الشمنی بدنہ لانھا مستورۃ بثیابہ اور مکروہ نہین اگر تصویر نمازی کے دونو پانو کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہہ مین دبی ہو کیونکہ
اس صورت مین تصویر ذلیل ہے یا تصویر ہاتھہ کے اندر ہو تب بھی مکروہ نہین کہ وہ نمازی کے کپڑون مین پوشیدہ ہی شارح نے کہا کہ شمنی کی عبارت
مین فی یدہ کی جگہہ فی بدنہ ہے یعنی اوسکے بدن مین تصویر کا ہونا مکروہ نہین ہم یعنی متن کی عبارت مین یہہ اشکال ہے کہ اگر ہاتھہ مین تصویر ہوگی
تو ایک ہاتھہ کو دوسرے پر رکھنے کی سنت ادا نہو سکیگی حالانکہ ترک سنت مکروہ ہے پھر عدم کراہت کا قول کیسے درست ہوگا ہان اگر تصویر ہاتھہ مین لکھی ہو یا
گدی ہوئی ہو تو ہو سکتا ہے کذا فی شرح المنیہ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراھۃ المستبین لا المستتر بکیس او
صرۃ او ثوب آخر واقرہ المصنف او کانت صغیرۃ لا تتبین تفاصیل اعضائھا للناظر قائما وھی علی الارض ذکرہ الحلبی یا تصویر نمازی کی
انگوٹھی پر ہو غیر ظاہر نقش سے تب بھی مکروہ نہوگی بحر الرائق مین کہا کہ اس کا مفاد یہہ ہی کہ جس تصویر کا نقش ظاہر ہو وہ مکروہ ہو نہ وہ کہ تھیلی یا بدرہ

یا دوسری کپڑے مین چہپی ہو اور ثابت رکہا ہی اسکو مصنف نے یا تصویر اتنی چہوٹی ہو کہ اوسکے اعضا کی تفصیل دیکہنے والیکو نہ سوجہتی ہو جب وہ کہڑا ہو اور تصویر زمین پر ہو یعنی اگر اتنے فاصلہ سے اوسکے اعضا جدا جدا معلوم نہوتے ہون تب بہی مکروہ نہوگی ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے او مقطوعۃ الرأس او الوجہ او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ او لغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد یا تصویر سر کٹی ہو یا چہرہ کٹا ہوا ہو یا اوس کا ایسا عضو مٹا دیا ہو جسکے بدون اوس صورت کا جاندار زندہ نرہے یا تصویر بے جان چیز کی ہو تو مکروہ نہوگی کیونکہ یہہ سب مذکور چیزین عبادت نہین کی جاتین ہم شامی نے کہا کہ سر کا کاٹنا عام ہے اس سے کہ اوسکو مٹا دیا ہو یا بنایا ہی نہو یا خاکہ لکیرون سے کاٹ دیا ہو یا کہرچ ڈالا ہو یا سیاہی خواہ سرخی پہیر دی ہو سب صورتون سے کراہت زایل ہوگی وخبر جبریل مخصوص بغیر المہانۃ کما بسطہ ابن الکمال اور حدیث جبریل علیہ السلام کی مخصوص ہی اوس تصویر کے باب مین جو ذلیل نہو چنانچہ مشرح بیان کیا ہی اسکو ابن کمال نے ہم یہہ جواب ہی ایک سوال مقدر کا اوسکی تقریر یہہ ہی کہ اگر تصویر کی کراہت اس وجہ سے ہے کہ جس جگہہ مین نماز ہوتی ہے وہان فرشتے بسبب تصویر کے نہ آئینگے چنانچہ حدیث جبریل مین جسکو مسلم نے روایت کیا ہی مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی وعدہ کیا تہا کہ فلان ساعت مین حاضر خدمت ہونگا جب وہ ساعت آئی تو جبریل نہ آئی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے اور اوس کا رسول اپنا وعدہ خلاف نہین کرتا اور عصا جو آپ کے ہاتہہ مین تہا اسکو زمین پر ڈالا پہر جو دیکہا تو ایک کتے کا بچہ چارپائی کے نیچے تہا آپ نے حضرت عائشہ سی پوچہا کہ یہہ کب آگیا اونہون نے عرض کیا کہ مجکو خبر نہین پہر وہ بچہ نکالا گیا اوسوقت جبریل تشریف لائی آپ نے فرمایا کہ مین تمہاری وعدہ کا منتظر تہا تم وعدہ پر نہ آئی اونہون نے عرض کیا کہ میرے اندر آنے کا یہہ بچہ مانع ہوا جو آپ کے گہر مین تہا ہم ایسے گہر مین نہین جاتے جسمین کتا یا تصویر ہو تب تو تصویر ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونو صورت مین کراہت ہونی چاہیے کیونکہ حدیث مین لفظ صورت عام مذکور ہے اور اگر وجہ کراہت مشابہت عبادت ہی تو جس صورت مین تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہو سیوقت مکروہ ہونی چاہیے نہ داہنے بائین ہونے مین شارح جواب دیتا ہے کہ کراہت کی وجہ یہی ہے کہ نماز کی جگہہ مین فرشتون کا گذر نہین ہوتا اور حدیث جبریل مین ہر چند لفظ تصویر عام ہے مگر وہ اوسی تصویر سے مخصوص ہی جو ذلیل نہو اسکی خصوصیت دوسری حدیث سی ہے جسکو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہی کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونیکی اجازت چاہی آپنے فرمایا کہ اندر آؤ اونہون نے عرض کیا کہ مین اندر کیسے آؤن آپ کے گہر مین تو ایک پردہ ہی جسمین تصویرین ہین اگر آپ کو ان کا رکہنا منظور رہے تو اونکے سر کاٹ ڈالیے یا اونکے گدے اور بچہونے بنوالیجیے انتہے کذا فی الشامی واختلف المحدثون فی امتناع ملائکۃ الرحمۃ بما علی النقدین فنفاہ عیاض واثبتہ النووی اور اختلاف کیا ہی اہل حدیث نے رحمت کے فرشتون کے نہ آنے مین بسبب اون تصویرون کے جو روپیہ اشرفی پر ہوتی ہین تو قاضی عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہے اور نووی شافعی نے اسکو ثابت رکہا ہی ہم شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علماء حنفی نے بہی تصریح کی ہی چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ چہوٹی تصویر کا رکہنا گہر مین مکروہ نہین یعنی جو تصویر اتنی چہوٹی ہو کہ اوسسی نماز مکروہ نہوتی ہو تو اوس کا رکہنا گہر مین مکروہ نہین اور جو نماز مین کراہت پیدا کرتی ہو اوس کا رکہنا بہی مکروہ ہے **فائدہ** یہہ حکم تصویر کے رکہنے کا ہی لیکن بنانا تصویر جاندار کا چہوٹی ہو یا بڑی ہر طرح سی حرام ہے کہ اوسمین مشابہت اللہ تعالے کی پیدا کرنے سے ہے چنانچہ نووی نے شرح مسلم مین اسپر اجماع نقل کیا ہی وکرہ عدہا عد الآی والسور والتسبیح بالید فی الصلوۃ مطلقا ولو نفلا اما خارجہا فلا یکرہ کعدہ بقلبہ او بغمزہ اناملہ وعلیہ یحمل ما جاء من صلوۃ التسبیح اور مکروہ تنزیہی ہی شمار کرنا آیتون اور سورتون اور سبحان اللہ کہنے کا ہاتہہ سی یعنی اونگلیون پر یا تسبیح ہاتہہ مین لیکر کذا فی البحر مطلق نماز مین اگرچہ نفل نماز ہو اور مکروہ نہین ہی شمار کرنا باہر نماز سے جیسی مکروہ نہین شمار کرنا نمازی کا اپنے دل مین یا پورون کے دبانے سی اور اسی پر محمول ہے صلوۃ التسبیح جو حدیث مین مذکور ہے یعنی اوس مین بہی شمار دل سے کرے یا ایک ایک پور کو دباتا جاے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لا بأس باتخاذ المسبحۃ لغیر ریاء کما بسط فی البحر کچہہ مضائقہ نہین تسبیح رکہنے کا بدون ریا کے جیسا کہ مشرح بیان کیا ہی بحر الرائق مین ہم سبحہ بکسر سین مسینہ آلہ کا ہی اور بحر الرائق اور حلیہ وغیرہ مین سبحہ بضم سین ہی جسکو

اصطلاح عوام میں تسبیح کہتے ہیں سینے کچھ دانے ایک ڈوری میں پروئے ہوئے اور دلیل جواز تسبیح رکھنے کی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ ایک عورت کے پاس گیا جسکے سامنے کچھ گٹھلیاں یا کنکریں تھیں جن پر وہ وظیفہ پڑھتی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجکو اس سے آسان تر اور افضل بتائے دیتا ہوں اسطرح پڑھ سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء وسبحان اللہ عدد ما خلق فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذلک وسبحان اللہ عدد ما ہو خالق والحمد للہ مثل ذلک واللہ اکبر مثل ذلک ولا الہ الا اللہ مثل ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ مثل ذلک تو اس حدیث میں اوسکو کنکروں یا گٹھلیوں پر شمار کرنے سے منع نفرمایا بلکہ طریق آسان اور افضل ارشاد کردیا اگر کسی چیز پر شمار کرنا مکروہ ہوتا تو بیان فرما دیتے اور تسبیح میں اس حدیث کے مضمون سے اتنی ہی زیادتی ہوتی ہے کہ گٹھلی وغیرہ کو ایک دھاگے میں پرو لیتے ہیں اسطرح کی زیادتی منع میں کچھ اثر نہیں کرتی علاوہ ازین تسبیح کا رکھنا صوفیہ اخیار سے منقول ہے ہاں اگر نمود اور شہرت کے لیئے رکھے تو البتہ مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا یکرہ قتل حیۃ او عقرب ان خاف الاذی اذ الامر للاباحۃ لانہ منفعۃ لنا فالاولی ترک الحیۃ البیضاء لخوف الاذی مکروہ نہیں نمازی کو مار ڈالنا سانپ یا بچھو کا اگر نمازی ایذا سے ڈرے کیونکہ امر قتل کے مباح کرنیکے لیئے ہے اس لیئے کہ ہمارے فائدہ کے واسطے ہے تو بہتر ہے چھوڑ دینا سفید سانپ کا ایذا کے ڈر سے ہم صحیحین میں ہے کہ نماز کے اندر دو سیاہ چیزوں کو قتل کرو یعنی سانپ اور بچھو کو تو یہاں اعتراض ہوتا تھا کہ جب حکم ان کے مارنیکا ہے تو چاہیئے تھا کہ انکا مارنا مستحب ہوتا اور ماتن نے صرف عدم کراہت پر اکتفا کیا شارح اوس کا جواب دیتا ہے کہ یہ امر حدیث میں اباحت کے لیئے ہے کہ اسمیں ہمارا ہی نفع ہے اور سفید سانپ کو نہ مارنیکی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں اسکو جن فرمایا ہے تو جنات کے آسیب سے محفوظ رہنے کے لیئے اوس کا نہ مارنا اولے ہوا کہ اوسکے مارنے میں ہمارا ضرر ہے اور نہایہ میں ہے کہ بدون خوف ایذا کے مارنا سانپ اور بچھو کا نماز کے اندر مکروہ ہے کذا فی الشامی تنقلا مطلقا ولو بعمل کثیر علی الاظہر لکن صحح الحلبی الفساد سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا نماز میں مطلق مکروہ نہیں اگرچہ عمل کثیر سے مارے اور یہ قول ظاہر تر ہے لیکن حلبی نے تصحیح نماز کے فاسد ہونیکی کی ہے در صورت عمل کثیر کے ولا یکرہ صلوٰۃ الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اور مکروہ نہیں نماز پڑھنا بیٹھے ہوئے شخص یا کھڑے ہوئے کی پشت کے طرف اگرچہ وہ باتیں کرتا ہو مگر جس صورت میں کہ خوف بہک جانیکا ہو اوسکی باتوں سے تو البتہ مکروہ ہے ولا الی مصحف او سیف مطلقا او شمع او سراج او نار توقد لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقدۃ قنیہ اور مکروہ نہیں نماز قرآن کے طرف یا تلوار کے طرف کو مطلق یعنی لٹکی ہوئی ہو یا رکھی ہوئی ہو یا نماز پڑھنا موم کی بتی کیطرف یا چراغ کے طرف یا آگ کے طرف جو روشن ہو اسلیئے کہ آتش پرست عبادت چنگاری کی کرتے ہیں نہ جلتی آگ کی کذا فی القنیہ م طحطاوی نے کہا کہ یہ جملہ بتی اور چراغ اور آگ تینوں کی علت ہے اور آگ سے مراد وہ ہے جسمیں صرف شعلہ ہو اور بندہی آگ نہو اگر کوئلہ یا چنگاری بھی ہوگی تو خالی کراہت سے نہیں کذا فی العنایہ او علی بساط فیہ تماثیل ان لم یسجد علیہا المامر یا مکروہ نہیں نماز اوس فرش پر جسمیں تصویریں ہوں بشرطیکہ تصویروں پر سجدہ نکرے مکروہ نہیں بسبب اوس وجہ کے کہ پیشتر گذری یعنی فرش پر تصویر کا ہونا اوسکی ذلت کا باعث ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قبیلہ اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم والتخمر مکروہ ہے اشتمال صما یعنی چادر کو بدن میں سر سے پانو تک ایسی طرح لپیٹنا کہ کہیں سے ہاتھ باہر نکلے اور مکروہ ہے اعتجار یعنی دوپٹہ یا پگڑی کو سر سے باندھنا اسطرح کہ بیچ میں سے سر کھلا رہے اور وجہ کراہت ان دونو امر کی یہ ہے کہ حدیث میں ان سے نہی وارد ہے اسلیے کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے کذا فی الشامی اور مکروہ ہے ڈھانٹا باندھنا اسطرح کہ ناک اور مونہہ ڈھک جاے کیونکہ آتش پرست آگ کی عبادت کیوقت ایسا ہی کرتے ہیں اھ مکروہ ہے زور کی سانس کے ساتھہ رینٹھ نکالنا م تنخم بتاء فوقانیہ و نون و خاء معجمہ ہے اور بعض نسخوں میں تختم ہے یعنی انگوٹھی کا پہننا نماز میں عمل قلیل کے ساتھہ مکروہ ہے طحطاوی نے ابوالسعود سے نقل کیا کہ ڈھانٹہ کا باندھنا مکروہ تحریمی ہے اور تنخم ذکر کے رینٹھ نکالنے کا حکم مثل کھنکارنے کے ہے چنانچہ اوسکی تفصیل گذر چکی کذا فی الشامی وکل عمل قلیل بلا عذر کتعرض لغلبۃ قمل الاذی اور مکروہ تنزیہی ہے ہر عمل قلیل بدون عذر کے مثلا جوں کا مار ڈالنا پہلے کاٹنے کے وترک کل سنۃ ومستحب اور مکروہ تنزیہی ہے چھوڑنا ہر سنت اور مستحب کا شامی نے کہا کہ اگر سنت ندیا دہ کہ

ہوگی تو عجب نہین کہ اوس کا ترک مکروہ تحریمی ہو وحملُ الطفلِ وما ورد فیہ منسوخ بحدیث انّ فی الصّلوٰۃ لشغلاً اور مکروہ ہی بدون حاجت اوٹھالینا بچہ کا نماز
مین اور جو قصہ کہ حدیث مین وارد ہے وہ منسوخ ہو اس حدیث سے کہ انّ فی الصّلوٰۃ لشغلاً یعنی نماز مین ایک شغل ہے جو اور باتون کا مانع ہو ہم یہہ
جواب ہی سوال مقدر کا کہ بچہ کا اوٹھانا مکروہ کیسے ہو سکتا ہے یہہ امر تو صحیحین مین بروایت ابو قتادہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز مین
اپنی نواسی بی بی امامہ کو اوٹھالیتے تھے جب سجدہ کرتے تھے تو اون کو اتار دیتے تھے اور کہڑا ہونیکے وقت پہر اوٹھالیتے تھے اس سوال کا جواب ایک تو
یہی ہی جو شارح نے دیا کہ یہہ حکم منسوخ ہی مگر یہہ جواب کام کا نہین اسلیے کہ حدیث ان فی الصلوٰۃ لشغلا ہجرت سے پیشتر کی ہے اور قصہ بی بی امامہ کا ہجرت
کے بعد ہی تو وہ حدیث اسکی ناسخ کیسے ہو سکتی ہے اور ایک جواب بدائع مین مذکور ہی کہ یہہ فعل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اس لیے تہا کہ آپ کو اسکی
ضرورت تہی کیونکہ ایسا شخص کوئی نہ تہا جو بی بی امامہ کی حفاظت کرتا تو اگر اب بہی کوئی شخص اسیطرح کی ضرورت مین مبتلا ہو تو اوس کو بچہ کا اوٹھانا
مکروہ نہین البتہ بدون حاجت مکروہ ہوگا کذا فی الشامی ویباح قطعہا لنحو قتل حیّۃٍ ونَدِّ دابّۃٍ وفورِ قدرٍ وضیاعِ ما قیمتہ درہم لہ او لغیرہ
اور مباح ہی نماز کا توڑ دینا اگرچہ نماز فرض ہو ان جیسے عذرون سے مثلا سانپ کا مارنا اور سواری کا بہاگ جانا اور ہانڈی کا ابلنا اور تلف ہونا ایسی چیز کا
جسکی قیمت ایک درہم یعنی پانچ آنہ ہون خواہ وہ چیز نمازی کی ہو یا کسی دوسرے کی ہم اسیطرح اگر خوف ہو کہ بہیڑیا کوئی بکری اوٹہا لیجائے گا تو جائز ہی کہ نماز
توڑ کر بہیڑیے کو دفع کرے کذا فی نور الایضاح ویستحب لمدافعۃ الاخبثین والخروج من الخلاف ان لم یخف فوت وقتٍ او جماعۃٍ اور مستحب
ہی نماز کا توڑ دینا پاخانہ اور پیشاب کے دباؤ کے وقت اور خلاف سے نکلنے کے واسطے اگر خوف نہو وقت کے جانے کا یا جماعت کے نکلنے کا امام شامی نے
کہا کہ بول و براز کے دباؤ کے ساتہہ نماز پڑہنی مکروہ تحریمی ہے تو اوسکے توڑنیکو واجب کہنا چاہیے تہا نہ مستحب اگرچہ جماعت فوت ہو جاے اور خلاف
نکلنے کی یہہ صورت ہی کہ نماز پڑہنے مین کسی عورت اجنبی نے مثلا ہاتہ لگا دیا تو مستحب ہی کہ نماز کو توڑ دے کیونکہ اس صورت مین امام شافعی کے نزدیک
نماز نہوگی ویجب لاغاثۃ ملہوفٍ وغریقٍ وحریقٍ الخ واجب ہے نماز کا توڑ دینا واسطے فریادرسی فریادخواہ اور ڈوبتے اور جلتے آدمی کے امام شامی
نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ ایسے امور کے لیے نماز کا توڑنا فرض ہی اور مثل اسکے ہی اندہے کو کنوئین مین گرنے دیکہنا لا لنداء احد ابویہ بلا
استغاثۃ الا فی النفل فان علم انہ یصلّی لا باس ان لا یجیبہ وان لم یعلم اجابہ نہین جائز ہی نماز فرض کا توڑنا واسطے پکارنے ماں یا باپ کے
بدون فریادخواہی کے مگر نفل نماز مین اگر ماں یا باپ پکارے تو جواب دینا واجب ہے گو فریادخواہی کے واسطے نہ پکارا ہو کذا فی الشامی پہر اگر ماں یا باپ کو معلوم
ہو کہ وہ نماز پڑہتا ہے تو کچہ مضائقہ نہین جواب نہ دینے کا اور اگر معلوم نہو تو جواب دے ہم ماں باپ سے مراد اصول ہین گو اوپر کے ہون یعنی دادا یا نانا یا
نانی یا دادی ہو تب بہی یہی حکم ہی یہان تک بیان نماز کے اندر کے مکروہات کا تہا اب مصنف وہ مکروہات بیان کرتے ہے جو نماز کے باہر ہین
مگر نماز کے توابع مین سے ہون وکُرِہ تحریما استقبال القبلۃ بالفرج ولو فی الخلاء بالمد بیت التغوط وکذا استدبارہا فی الاصح اور مکروہ
تحریمی ہے بول و براز کے وقت شرمگاہ کا مونہہ کرنا قبلہ کو اگرچہ پاخانہ کے اندر ہو اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے پشت پہیرنا قبلہ کے طرف کو صحیح تر
قول مین شارح نے کہا کہ لفظ خلا الف ممدودہ کے ساتہہ پاخانہ کے مکان کو کہتے ہین ہم وجہ کراہت یہہ ہی کہ صحاح ستہ مین مروی ہے کہ جب تم پاخانہ
پہرو تو قبلہ کے طرف مونہہ نہ کرو نہ پشت بلکہ اوسکو داہنے طرف کرلو یا بائین اور یہہ حکم مرد و عورت دونو کو یکسان ہی اور کراہت بول و براز کے
وقت ہی پانی سے استنجا کرنیکے وقت کراہت تحریمی نہین اور استقبال فرج کی قید سے یہہ نکلا کہ اگر سینہ قبلہ کے جانب ہو اور شرمگاہ کو جانب قبلہ
سے پہیر کر پیشاب کریگا تو مکروہ نہوگا کذا فی الشامی کما کُرِہ لبالغ امساک صبیٍّ لیبول نحوہا جیسے مکروہ تحریمی ہے بالغ شخص کو پیشاب کرانا بچہ کا
قبلہ کے طرف کو جیسے کہ بالغ کو بچہ کے ساتہہ ایسا فعل کرنا حرام ہے جو بچہ پر بالغ ہونیکے بعد حرام ہو مثلا حریر یا زیور پہنانا لڑکے کو حرام ہے کذا
فی الشامی وکذا کُرِہ مدّ رجلیہ فی نومٍ او غیرہ الیہا ای عمدًا لانہ اساءۃ ادبٍ قالہ منلا باکیر اور جیسے مکروہ ہی دونو پاؤن کا پہیلانا سونے
مین یا سواے سونیکی حالت کے قبلہ کے طرف یعنی پاؤن پہیلانا دانستہ مکروہ ہے اسلیے کہ یہہ بے ادبی ہی کہا ہے اسکو ملا باکیر نے ہم طحطاوی نے کہا کہ

عمداً اسکے یہہ معنی کہ بدون عذر اور سستی کیوجہ سے پھیلا دیگا تو اگر عذر سے یا بھولکر پھیلا دیگا تو مکروہ نہوگا اور دونو پانو کے مانند ہی حکم ایک پانو کے پہیلانے کا اور بالغ اور لڑکا اس حکم مین برابر مین شامی نے کہا کہ وجہ کراہت کو بے ادبی قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہو مگر آگے آویگا کہ قبلہ کے طرف پانو پہیلانے سے آدمی کی گواہی مقبول نہین ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تحریمی ہے او الی المصحف او شیء من الکتب الشرعیۃ الا ان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاۃ فلا یکرہ قالہ الکمال یا مکروہ ہی پانو پہیلانا قرآن مجید کے کیسی کتاب شرعی کے طرف یعنی تفسیر و حدیث و فقہ اور ان کے اصول کی کتاب کیطرف مگر یہہ کہ کتاب موصوف کسی اونچی جگہہ پر ہو پانو کی سیدہ سے تو پانو پہیلانا مکروہ نہوگا کہا ہی اسکو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ ظاہرا اگر کتاب بہت دور رکہی ہو تب بہی کراہت نہوگی و کما کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ بہ یفتی اور جیسے مکروہ ہی قفل لگانا مسجد کے دروازہ کو مگر اپنے اسباب کے ڈر سے اگر قفل لگا دے تو مکروہ نہین اسی پر فتوی ہے م شامی نے کہا کہ غلق کی جگہہ اغلاق کہنا چاہیے تہا کیونکہ قاموس مین ہی کہ غلق باب لغت خراب ہی اغلاق باب فصیح ہی اور وجہ کراہت یہہ ہے کہ دروازہ بند کرنے سے نمازیون کو نماز سے روکنا پایا جائیگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہی (و من اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ) اور خوف متاع کی صورت مین بہی اوقات نماز مین بندکرنا مکروہ ہوگا کذا فی البحر و کرہ تحریما الوطی فوقہ و البول و التغوط لانہ مسجد الی عنان السماء و اتخاذہ طریقا بغیر عذر و صرح فی القنیۃ بفسقہ باعتیادہ اور مکروہ تحریمی ہی صحبت کرنا مسجد کی چہت پر اور بول و براز کرنا اسلیے کہ وہ مسجد ہی تحت الثری سے لیکر آسمان کے سطح تک اور مکروہ ہی ٹہیرا دینا مسجد کو رستہ بدون عذر کے اور قنیہ مین تصریح کی ہی آدمی کے فاسق ہوجانے کی مسجد کو رستہ بنا لینے کی عادت کرنے سے یعنی اگر عادت کریگا کہ رستہ مسجد ہی مین کو چلے تو فاسق ہوجائیگا و ادخال نجاسۃ فیہ و علیہ فلا یجوز الاستصباح بدہن نجس فیہ و لا تطیینہ بنجس و لا البول و الفصد فیہ و لو فی اناء اور مکروہ ہی اندر لیجانا نجاست کا مسجد مین اور اس بنا پر متفرع ہوا کہ جائز نہین چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ استرکاری کرنا مسجد کا ناپاک گارے سے اور نہ پیشاب کرنا اور فصد کہلوانا اگرچہ برتن کے اندر پیشاب اور خون لیا جاے م فتاوی عالمگیری مین ہے کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد کے اندر نجاوے اور جس گاری مین ناپاک پانی پڑا ہوا اوس سے مسجد کا لیسنا مکروہ ہی و یحرم ادخال صبیان و مجانین حیث غلب تنجیسہم و الا فیکرہ اور حرام ہی داخل کرنا لڑکون اور مجنونون کا مسجد مین جبکہ گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کر دینگے اور اگر ایسا نہو تو اندر لیجانا اون کا مکروہ ہے م شامی نے کہا کہ مراد حرام ہونے سے مکروہ تحریمی ہے اور وجہ اندر نہ لیجانے لڑکون اور دیوانون کی یہہ ہے کہ حدیث مرفوع مین آچکا ہی کہ اپنی مساجد کو لڑکون اور دیوانون اور بیع اور شرا اور شور و غل اور شمشیر کشی اور اقامت حدود سے علحدہ رکہو اور جمعون مین اونکو خوشبو سلگا کر معطر کرو کذا فی البحر اس سے معلوم ہوا کہ در صورت گمان تنجیس نہونے کے لڑکون کا لیجانا مکروہ تنزیہی ہے و ینبغی لداخلہ تعاہد نعلہ و خفہ و صلوتہ فیہما افضل اور مسجد مین جانے والے کو چاہیے دیکہہ بہال لینا اپنے جوتے اور موزہ کو کہ آلودہ نجاست نہون اور نماز پڑہنا نمازی کا جوتون اور موزون کو پہنکر بشرطیکہ طاہر ہون افضل ہے م وجہ فضیلت یہہ ہی کہ طبرانی نے حدیث روایت کی ہی کہ نماز پڑہو جوتون کو پہنکر اور یہود کی مشابہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفتی مین ہے کہ جوتا پہنکر مسجد مین جانا اس زمانے کے عرف مین داخل بے ادبی ہے اور خوف مسجد کے فرش کی آلودگی کا بہی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین یہہ خوف نتہا کیونکہ مسجد شریف مین اوس وقت کنکرین بچہی ہوئی تہین لا یکرہ ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل و لا فیہ لانہ لیس بمسجد شرعا مکروہ نہین اشیاء مذکورہ یعنی جماع اور بول اور براز اوس گہر کی چہت پر جسمین نماز پڑہنے کی جگہہ بنائی گئی ہے بلکہ خود اوس جگہہ مین یہہ چیزین مکروہ نہین اسلیے کہ وہ مسجد شرعی نہین م یعنے مسجد شرعی وقف اور اذن عام سے ہوتی ہی اور گہر مین ایک جگہہ لیپ پوت کر نماز کے لیے کر لینے سے مسجد نہین ہو جاتی و اما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فہو مسجد فی حق جواز الاقتداء و ان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نہایۃ اور وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جاے سو وہ مسجد ہی اقتدا کے درست ہونیکے حق مین اگرچہ صفون مین انفصال ہو جاے اقتدا مین اسکو مسجد اسلیے قرار دیا گیا کہ لوگون پر آسانی ہو مکان مذکور مسجد نہین ہی جواز اقتدا کے سوا دوسری چیزون کے حق مین کذا فی النہایہ م بحر الرائق

مین کہا کہ ظاہر اس سے یہہ معلوم ہوتا ہی کہ جب عیدگاہ اور نماز جنازہ کا مکان مسجد نہین تو اوسمین بول و براز و جماع جائز ہو حالانکہ بانی نے اسلیے
نہین بنایا تو لائق یہہ ہی کہ یہہ امور درست نہون اگرچہ ہم اوسکو مسجد نکہین اور مقابل قول مفتی بہ کا وہ قول ہی جسکی تصحیح محیط مین کی ہی کہ مکان
نماز جنازہ کے لیے کسی بات مین حکم مسجد نہین اور جسکی تصحیح تاج الشریعۃ نے کی ہے کہ عیدگاہ ہر بات مین حکم مسجد کا رکہتی ہی کذا فی الشامی فصل
دخول الجنب و حائض کفناء مسجد و رباط و مدرسۃ و مساجد حیاض و اسواق لا قوارع پس حلال ہے داخل ہونا عیدگاہ اور مکان
جنازہ مین جنب اور حائضہ کو جیسے حلال ہے انکو داخل ہونا مسجد کے فنا مین اور خانقاہ اور مدرسہ مین اور حوضون کی مسجدون اور بازار کی مسجدون
مین نہ شارع عام کی مساجد مین ہم فنا مسجد وہ مکان ہی جسکے اور مسجد کے بیچ مین رستہ نہو اور حوض کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہی جو حوض کے
پاس بنا دیتے ہین تاکہ جو کوئی وضو کرے اوسپر تحیۃ الوضوء اور نماز پڑہلے اور بازار کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہے جو غیر نافذ بازار مین نماز کے لیے
بنا لیتے ہین جیسے سوداگرون کی سرای مین ہوا کرتے ہین غرض کہ ان مکانون کو حکم مسجد کا نہین اور شارع عام کی مسجدین جنمین جماعت معین نہین
وہ در حکم مسجد ہین مگر اون مین اعتکاف نکیا جاے کذا فی الشامی و لا باس بنقشہ خلا محرابہ فانہ یکرہ لانہ یلہی المصلی ویکرہ التکلف بدقائق
النقوش ونحوہا خصوصا فی جدار القبلۃ قالہ الحلبی و فی حظر المجتبی وقیل یکرہ فی المحراب دون السقف والموخر انتہی وظاہرہ ان
المراد بالمحراب جدار القبلۃ فلیحفظ اور کچہ مضایقہ نہین مسجد کے نقش کرنے کا سواء محراب کے کہ محراب کا نقش کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ نمازی کو لہو مین ڈالتا ہی
یعنی خشوع کو مخل ہے اور مکروہ ہی تکلف کرنا باریک نقش و نگار اور اوسکے مثل سے خصوصا قبلہ کی دیوار مین کہا ہی اسکو حلبی نے اور مجتبی کے باب الحظر
مین ہی کہ بعض فقہا نے کہا کہ نقش و نگار محراب مین مکروہ ہی نہ چہت اور پچہلی دیوار مین تمام ہوا قول مجتبی کا اور ظاہر اس قول کا یہہ ہی کہ محراب سے مراد قبلہ
کی دیوار ہی تو اوسکو یاد کر لینا چاہیے ہم یعنی پچہلی دیوار اور چہت کو کراہت سے مستثنی کرنے سے اور نیز علت کراہت کو عدم خشوع قرار دینے سے معلوم ہوا
ہی کہ محراب سے غرض مصلے کے سامنے کی دیوار ہی اسلیے کہ خشوع کا جاتا رہنا جیسا امام کو برا ہے ویسا ہی صف اول کے مقتدیون کو بہی برا ہے کیونکہ
خشوع سبکے لیے مستحب ہی اور لہو کو علت کراہت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہان غرض کراہت سے تنزیہی ہی کذا فی الشامی بجص و ماء ذہب
لو بمالہ الحلال لا من مال الوقف فانہ حرام وضمن متولیہ لو فعل النقش والبیاض الا اذا خیف طمع الظلمۃ فلا باس بہ کافی والا
اذا کان لاحکام البناء او الواقف فعل مثلہ لقولہم انہ یعمر الوقف کما کان وتمامہ فی البحر مضایقہ نہین نقش کرنا مسجد کا چونہ اور سونے کے
پانی سے اگر نقش کرنیوالا اپنے مال حلال سے کرے نہ مال وقف سے اسلیے کہ مال وقف سے نقش کرنا حرام ہی اور ضامن ہوگا مسجد کا متولی اگر نقش و نگار
یا سفیدی مال وقف سے کریگا مگر جب کہ خوف ہو لالچ ظالمون کا یعنی مال وقف بہت ساجمع ہوا اور ڈر ہی کہ ظالم چہین لینگے تو اوس وقت نقش کرنیکا مضایقہ
نہین کذا فی الکافی اور مگر اوس صورت مین ضمان نہ دیگا کہ نقش وغیرہ عمارت کی مضبوطی کے لیے ہون یا خود وقف کرنے والے نے اوسی طرح کی
نقش بنوائے ہون تو اوس صورت مین بہی ضمان نہ دیگا بسبب قول فقہا کے کہ وقف کی تعمیر ویسی کیجاے جیسی پہلے تہی اور اوس کا پورا بیان بحر الرائق
مین ہی ہم مال حلال کی قید اسلیے لگائی کہ مال حرام سے مسجد کا نقش و نگار مکروہ تحریمی ہے اور مسجد سے غرض اندرون مسجد ہی اوس سے معلوم
ہوا کہ خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہی کذا فی الشامی عن البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے مساجد کے احکام مین افضل المساجد مکۃ ثم المدینۃ
ثم القدس ثم قباء ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب سب مسجدون مین افضل مسجد مکہ معظمہ ہے کیونکہ اوسمین کعبہ ہے جسکی شان مین اللہ تعالے فرماتا ہے
ان اول بیت وضع للناس پہر مسجد مدینہ منورہ ہی جسکی شان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اوس مسجد مین برابر ہی ہزار
نمازون کے اوسکی سوا دوسری مسجدون مین بجز مسجد حرام کے پہر مسجد قدس یعنی بیت المقدس ہے کہ تصریح ثواب کی زیادتی کی اوسکے اندر حدیث مین
موجود ہی پہر مسجد قبا بضم قاف والف مقصورہ یا ممدودہ ہے جسکی شان مین آیت لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم الآیۃ ہی ان چارون مسجدون کے
بعد فضل وہ مسجد ہی جو قدیم تر ہو پہر وہ جو زیادہ بڑی ہو پہر وہ جو قریب تر ہو ہم یہہ ترتیب حلیہ مین اشباہ سے نقل کی ہی اور بحر الرائق

له جو بنیر اونکی کر واسطے بنا ہی جوکہ مین ہے ۱۲
عله نماز و دعا لی تھی پرہیزگاری و بیسے دن ہے ۱۲

احکام مساجد

مین بعد بیت المقدس کے جامع مسجدون کو اور اون کے بعد محله کی مسجدون کو اور اون کے بعد شارع عام کی مسجدونکو لکہا ہی اور شارع عام کی
مسجدون سے وہ مسجدین مراد ہین جن کا امام اور موذن معین نہین اور جامع مسجدون سے یہہ غرض ہی کہ جنمین وسعت زیادہ اور جماعت بہت ہوتی ہو
اور اون مین سے افضل وہ ہی جو زیادہ قدیم ہو جیسے مسجد قبا ہی پہر وہ جسمین جماعت زیادہ ہوتی ہو پہر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی ومسجد استاذہ
لدرسه او لسماع الاخبار افضل اتفاقا اور مسجد اپنے استاذ کی اوس سے پڑہنے کے لیے یا حدیث سننے کے واسطے افضل ہے یعنی قدیم تر اور اعظم
اور اقرب سے بالاتفاق اسلیے کہ اوسمین دو ثواب ہین ایک جماعت دوسرے تحصیل علم ومسجد حیّه افضل من الجامع اور مسجد نمازی کے محله کی افضل
ہی مسجد جامع سے ہم شامی نے کہا کہ مسجد جامع سے مراد یہ ہے کہ جسکی جماعت بہ نسبت محله کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ خانیہ مین ہے کہ اگر محله کی مسجد
مین کوئی موذن نہو تو نمازی اوسمین جاکر اذان کہے اور نماز پڑہے اگرچہ تنہا ہو اسلیے کہ محله کی مسجد کا اوسکے ذمہ حق ہے اور اگر محله مین دو
مسجدین ہون تو جو پیشتر بنی ہو اوسمین جاوے اگر فاصله برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد مین جاوے والصحیح ان ما الحق بمسجد المدینة ملحق به فی
الفضيلة نعم تحري الاول اولى وهو مائة في مائة ذراع ذكره ملا على فى شرح لباب المناسك اور صحیح یہہ ہی کہ مسجد مدینہ منورہ مین جسقدر
لاحق کی گئی ہی وہ ثواب مین اصل مسجد کے ساتہہ ملحق ہی یعنے مقدار لاحق مین بھی ایک نماز کا ثواب ہزار کی برابر ہے ہان اول مسجد کی اٹکل کرنی بہتر ہی اور
اصل مسجد سو ہاتہہ کا طول اور اتنا ہی عرض ہے ذکر کیا ہی اسکو ملا علی قاری نے لباب المناسک کی شرح مین ہم ان دنون مین اصل مسجد کی شناخت کے
لیئے سلطان روم مرحوم نے ستونون پر لکہوا دیا ہی تاکہ ہر شخص سہولت سے تمیز کرلے کہ مسجد مبارک اسقدر تہی اور اس مسئلہ کا ذکر شروط صلوة مین قبلہ
کی بحث سے پیشتر گذر چکا وہان دیکہنا چاہیے ویحرم فیه السؤال ویكره الاعطاء مطلقا وقيل ان تخطى اور حرام ہی مسجد مین سوال کرنا اور مکروہ ہے
سائل کو مسجد مین دینا ہر حال مین اور بعض نے کہا کہ اگر سائل گردنون پر لوگون کی پہلانگے تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین ہم شارح نے بالحظر والاباحة مین
اسی پہلے قول پر اکتفا کیا ہی چنانچہ کہا کہ مکروہ ہی سائل مسجد کو دینا مگر جسوقت کہ وہ لوگونکی گردنین نہ پہلانگے قول مختار یہی ہے اسلیے کہ حضرت علی رضی الله عنه نے
اپنی انگوٹہی نماز کے اندر دی الله تعالے نے اونکی تعریف کی اس آیت مین (ويؤتون الزكوة وهم راكعون) یعنی دیتے ہین خیرات اوس وقت مین کہ وہ
رکوع کرتے ہون کذا فی الطحطاوی وانشاد ضالة او شعر الا ما فيه ذكر اور مکروہ ہے کہوئی چیز کا تلاش کرنا مسجد مین اور مکروہ ہی مسجد مین شعر پڑہنا مگر جن
اشعار مین ذکر ہو اونکا پڑہنا مکروہ نہین ہم گم ہوئی چیز کا مسجد مین تلاش کرنا اسلیے مکروہ ہوا کہ آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسیکو دیکہو
کہ مسجد مین گم ہوئی چیز کو ڈہونڈہتا ہے تو کہو کہ خدا تعالے اسکو تجہپر واپس نکرے یعنی خدا کرے کہ تجہکو وہ چیز نملے اور ابو اللیث سمرقندی نے شعر مین
یہہ تفصیل کی کہ اگر اشعار مین وعظ اور خدا تعالی کی نعمتون اور حکمتون کا ذکر اور متقیون کی صفت کا بیان ہو تو اون کا پڑہنا بہتر ہے اور اگر
اونمین ذکر زمانون اور امتون کا ہو تو مباح ہی اور اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیوقوفی کی باتین ہون تو حرام ہے اور اگر خط وخال کا وصف ہو تو پڑہنا
مکروہ ہے اور ابوداؤد اور ترمذی کی حدیث مسجد مین شعرخوانی کی ممانعت کی بری اشعار پر محمول ہے کذا فی الشامی ورفع صوت بذكر الا للمتفقهة
اور مکروہ ہی مسجد مین بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکہنے سکہانے والون کو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہین ہم ذکر جہری مین قید اسبات کی ہونی چاہیے
کہ جسمین خوف ریا یا نمازیون کی ایذا کا ہو اور اگر ان سے خالی ہو تو بعض علما کے نزدیک ذکر جہری ہی افضل ہے اسلیے کہ اوس کا فائدہ سننے
والون کو بہی ہوتا ہی اور خود ذاکر بیدار دل رہتا ہی اور نشاط زیادہ پاتا ہی اور اکثر علما ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہین اسوجہ سے کہ حدیث مین وارد ہے
خير الذكر الخفي یعنی بہتر ذکر آہستہ ذکر کرنا ہی کذا فی الطحطاوی والشامی بتصرف والوضوء الا فيما اعد لذلك اور مکروہ ہی مسجد کے اندر وضو کرنا اسلیے
کہ اوسکے پانی سے گہن آتی ہی کہ اکثر تہوک اور رینٹ سے خالی نہین ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اوس مقام مین جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ
نہین طحطاوی نے کہا کہ یہی حکم بدن جنابت کے نہلانے کا ہی وغرس الاشجار الا لنفع كتقليل نز وتكون للمسجد اور مکروہ ہی مسجد مین درخت کا
لگانا مگر کسی نفع کے لیئے مکروہ نہین جیسے کم کرنا رطوبت کا اور وہ درخت یعنی اونکی لکڑی اور پہل مسجد کا ہوگا ہم نز بفتح نون وزاء مثلث بمعنی زمین کی

رطوبت کو کہتی ہیں خلاصہ میں کہا کہ جب مسجد کے ستون باعث رطوبت کے نہ ٹہیرتے ہوں تو اس رطوبت کے کم کرنیکو درختوں کے لگانے کا مضایقہ نہیں اور بدون کسی نفع کے لگانا ناجائز ہے اور فتاوی عالمگیری میں ہی کہ اگر لوگوں کو درخت کے سایہ سے آرام ہوتا ہو اور اون سے مسجد تنگ نہو اور جماعت میں خلل پڑے تو کچہ مضایقہ نہیں اور اگر کوئی خاص اپنے نفع کے لیے لگادے کہ اون کے پہل اور لکڑی آپ لیا کرے یا صفوں میں خلل ہوتا ہو یا درختوں کے باعث کفار کے معابد سے مشابہت ہوتی ہو تو مکروہ ہے **واکلٌ ونومٌ الّا لمعتکفٍ وغریبٍ** اور مکروہ ہی مسجد کے اندر کہانا اور سونا مگر اعتکاف والے اور مسافر کو مکروہ نہیں **ودخولُ اٰکلِ نحوِ ثومٍ ویُمنعُ منه وکذا اٰکلُ موذٍ ولو بلسانِه** اور مکروہ ہی مسجد میں آنا کہانیوالے لہسن جیسی چیز کا کچا پیاز اور مولی وغیرہ جن میں بدبو آتی ہے اور منع کیا جاوے ایسا شخص مسجد میں گہسنے سے اور اسیطرح ہر شخص ایذا دینے والا اگرچہ زبان ہی سے ایذا دے مسجد سے منع کیا جاوے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس درخت بدبو میں سے کہاوے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پہٹکے اسلیے کہ جس چیز سے انسانوں کو ایذا ہوتی ہے اوس سے فرشتوں کو ایذا ہوتی ہے انتہی اور ایذا دینے والے سے مراد گندہ دہن اور گندہ بغل ہیں یا جس کے پسینے سے یا کپڑے کی بدبو سے تکلیف ہوتی ہو اور زبانی ایذا سے غرض غیبت اور چغلی وغیرہ ہی کذا فی الطحطاوی **وکلُّ عقدٍ الّا لمعتکفٍ بشرطِه** اور مکروہ ہی مسجد میں ہر معاملہ جیسے معاوضہ مثل بیع وشرا کے کذا فی الشامی مگر اعتکاف والی کو بیع وشرا درست ہی بموجب اوسکی شرط کے ہم شرط یہہ ہی کہ اوس چیز کی حاجت اوسکو یا اوسکے عیال کو ہو اور ایک یہہ کہ متاع کو مسجد میں نہ منگاوے کذا فی الطحطاوی **والکلامُ المباحُ وقیَّدہ فی الظہیریة بانه یجلسُ لاجلِه لکن فی النہر الاطلاقُ اوجه** اور مکروہ ہی مسجد میں کلام مباح کرنا اور ظہیریہ میں قید لگائی ہی کہ کلام ہی کی خاطر مسجد میں بیٹہے یعنی اگر مسجد میں عبادت کے لیے بیٹہا اور اوسکے بعد کلام دنیا کا کیا تو مکروہ نہوگا لیکن نہر الفائق میں ہی کہ کراہت کو مطلق رکہنا موجہ تر ہی یعنے کلام کے لیے بیٹہا ہو یا عبادت کے لیے دونوں صورتوں میں کلام مباح مکروہ ہے ہم شامی نے کہا کہ صاحب نہر کی بحث مخالف منقول ہے اور اسمیں حرج بہی بہت ہی **وتخصیصُ مکانٍ لنفسِه ولیس له ازعاجُ غیرِہ منه ولو مدرِّسًا واذا ضاق فللمصلّی ازعاجُ القاعدِ ولو مشتغلًا بقراءةٍ او درسٍ بل ولاہلِ المحلّة منعُ من لیس منہم عن الصلوة فیه** اور مکروہ ہی خاص کرنا کسی جگہہ کا اپنے لیے اور نہیں جائز ہی اسکو ہٹا دینا غیر شخص کا اوس جگہہ سے اگرچہ غیر مدرس ہی ہو اور اگر جگہہ تنگ ہو تو نمازی کو جائز ہی ہٹا دینا بیٹہنے والے کا گو بیٹہنے والا قراءت یا درس میں مشغول ہو بلکہ تنگی کی صورت میں اہل محلہ کو اختیار ہی کہ جو شخص اوس محلہ والوں سے نہو اوسکو مسجد میں نماز سے منع کریں ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی کے بیٹہنے سے صف میں خلل پڑتا ہو تو اوس کا اوٹہا دینا بہی نمازیوں کو جائز ہی **ولهم نصبُ متولٍّ وجعلُ المسجدینِ واحدًا وعکسُه لصلوةٍ لا لدرسٍ او ذکرٍ** اور جائز ہی محلہ والوں کو مقرر کرنا متولی کا مسجد کے کاموں کے لیے اگرچہ قاضی مقرر نکرے اور جائز ہی دو مسجدوں کا ایک کر لینا اور ایک مسجد کا دو کر لینا نماز کے لیے نہ درس اور ذکر کے لیے کیونکہ مسجدیں درس اور ذکر کے لیے نہیں بنائی گئیں اگرچہ درس اور ذکر اون میں جائز ہے کذا فی القنیة **فی المسجدِ عظةٌ وقراٰنٌ فاستماعُ العظةِ اولی** مسجد میں وعظ اور تلاوت قرآن ہی تو سننا وعظ کا بہتر ہے ہم شامی نے کہا کہ یہہ حکم عوام کے لیے ہے اور جو لوگ آیات قرآنی کے معانی اور نکات اور احکام شرعی سمجہہ سکتے ہوں اونکے حق میں قرآن کا سننا بہتر بلکہ ضرور ہی **ولا ینبغی الکتابةُ علی جدرانِه** اور مناسب نہیں لکہنا قرآن اور اسمائے باری تعالی کا مسجد کی دیواروں پر یعنی اسلیے کہ گر پڑنا اور پامال ہونا ہوں کذا فی البحر اور مثل اسکے ہی رقعوں پر کچہ لکہکر دروازوں پر چپکانا کذا فی الطحطاوی **ولا بأس برمی عُشِّ خفّاشٍ وحمامٍ لتنقیتِه** اور کچہہ مضایقہ نہیں چمگادڑ اور کبوتر کے گہونسلے کا پہینکدینا واسطے مسجد کی صفائی کے ہم طحطاوی نے کہا کہ لتنقیته جواب سوال ہے اوسکی تقریر یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو پرندوں کو اونکے گہروں میں تو دور کرنا گہونسلوں کا مخالف ہی اس امر کے شارح نے جواب دیا کہ یہہ دور کرنا صفائی کے لیے ہی جو شرعًا مطلوب ہی اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا حکم غیر مسجد کے لیے مخصوص ہے

باب الوتر والنوافل

باب الوتر والنوافل

یہہ باب ہی وتر اور نوافل کے بیان میں ہم وتر بفتحہ اور بکسرہ واو لغت میں طاق عدد کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں تین رکعتوں کا نام ہی چنانچہ آگے آتا ہی اور نفل کے معنے لغت میں زیادتی کے ہیں اور شرعًا نفل اوس عبادت کو کہتے ہیں جسکے کرنے سے ثواب ہو اور نکرنے سے عذاب نہو کل

سنة نافلة ولا عكس ہر سنت نفل ہے اور اس کا اولٹا نہین یعنے ہر نفل سنت نہین ہوتی یہہ جملہ شارح نے ایسلیے بیان کیا کہ اس باب مین ذکر سنتون کا
بھی ہے حالانکہ عنوان مین صرف وتر اور نوافل مذکور ہین سنتون کی تصریح نہین کی تو تصریح نکرنے کا عذر کردیا کہ سنتین نفل ہوتی ہین ہو فرض
عملا و واجب اعتقادا و سنة ثبوتا بهذا وفقوا بين الروايات وتر فرض ہے عمل کے لحاظ سے اور واجب ہے اعتقاد کے اعتبار سے اور سنت ہے
ثبوت کی راہ سے اسطرح سے توفیق کی ہے فقہانے روایتون مین ہم عملا فرض ہے اسکے یہہ معنی کہ عمل مین اوس کا حال فرائض کا سا ہوتا ہے کہ چھوڑنے
سے گنہگار رہوتا اور اوسکے قضا اور ترتیب کا واجب ہونا جیسے فرضون مین ہے ویسی ہی وتر مین ہے اور اعتقادا واجب ہونیکے یہہ معنی کہ اوس کے
واجب ہونیکا اعتقاد پر ضرور ہے اور ثبوتا سنت ہونیسے یہہ غرض کہ ثبوت اوسکا حدیث سے ہے نہ قرآن سے چنانچہ مسلم نے روایت کی کہ اوتروا قبل ان تصبحوا یعنی
وتر پڑہو پہلے اس سے کہ صبح کرو اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو اس حدیث سے وجوب وتر کا ثابت ہوا اور توفیق بین الروایات سے یہہ مراد کہ امام اعظم سے وتر کے
باب مین تین روایتین مروی ہین ایک فرض ہونیکی دوسری واجب ہونیکی تیسری سنت ہونیکی تو انکی تطبیق اسطرح ہوئی کہ فرض عمل کی راہ سے ہے
اور واجب اعتقاد کی راہ سے اور سنت ثبوت کی راہ سے کذا فی الشامی متفرع وعليه فلا يكفر جاحده بضم فسكون اي لا ينسب الى الكفر جاحده اور اس تفریع
یہہ متفرع ہوا کہ کافر کہا جائیگا منکر وتر کا شارح نے کہا کہ لا یکفر بضم تحتانی اور سکون کاف ہے یعنی منسوب بکفر نہین ہوتا اور ضمیر علیہ کی مشنون لیے توفیق کیطرف
پھیری ہے اور ماتن نے شرح منح الغفار مین فلا یکفر کو تفریع وتر کے فرض علمی ہونیکی قرار دیا ہے وتذكرة في الفجر مفسد له كعكسه بشرطه خلافا
لهما ولكنه يقضى لا يعيد قاعدا ولا راكبا اتفاقا اور دوسری تفریع وتر کے فرض عملی ہونے پر یہہ ہے کہ فجر کے فرضون مین اوس کا یاد آنا صاحب
ترتیب کے فجر کا مفسد ہے مثل اوسکے عکس یعنی اگر وتر مین یاد ہوگا کہ کوئی نماز ذمہ پر ہے تو وتر فاسد ہونگے بموجب شرط فساد کے یعنی جب کہ وقت
تنگ نہو اور نمازین چہہ نہو گئی ہون کہ ان صورتون مین ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور نماز فاسد نہین ہوتی بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک وتر ان کے
یاد ہونیسے فجر کی نماز فاسد نہین ہوتی کیونکہ وتر اونکے نزدیک سنت ہین لیکن وتر قضا کئے جاتے ہین اور بیٹھکر اور سوار ہوکر درست نہین ہے بالاتفاق یعنی
ہر چند سنتون کی قضا نہین اور بیٹھکر اور سواری پر جائز ہین مگر صاحبین کے نزدیک وتر با وجود سنت ہونیکے ان باتون مین سنت سے علیحدہ ہین ہو
ثلث ركعات بتسليمة كالمغرب حتى لو نسي القعود لا يعود ولو عاد ينبغي الفساد كما سيجيء اور وتر تین رکعتین ہین ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے یہانتک کہ
اگر بیچ کے قعدہ کو بہول کر کھڑا ہو گیا تو پھر نہ بیٹھے اور اگر بیٹھ جائیگا تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو جاے چنانچہ آگے آویگا ہم مثل مغرب کے سے یہہ معلوم ہوا کہ بیچ کا قاعدہ واجب ہے نہین وتر پڑہے
اور نماز کی فاسد ہونیکی یہہ وجہ ہے کہ قیام فرض کو چھوڑ کر واجب کے لیے بیٹھنا نہین چاہیے اور نماز نفل مین چونکہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے اسیلیے اگر کھڑا ہی ہو جاے تب بھی بیٹھ جاے
كذا في البحر ولكنه يقرأ في كل ركعة منه فاتحة الكتاب وسورة احتياطا وتر مثل مغرب کے ہین لیکن نماز ہے اسکی ہر رکعت مین الحمد اور ایک سورۃ یا تین آیتین احتیاطا
پڑہے اور وجہ احتیاط کی یہہ ہے کہ صاحبین وتر کے سنت ہونیکے قائل ہین تو اس لحاظ سے احتیاط اسکی مقتضی ہے کہ سب رکعتون مین قرارت پڑہی جاے والسنة السور الثلث وزيادة
المعوذتين لم يختره الجمهور اور مسنون تین سورتین ہین یعنی اول مین سورۃ اعلی اور دوسری مین سورۃ کافرون اور تیسری مین اخلاص اور زیادتی معوذتین کو جمہور فقہا نے پسند
نہین کیا یعنی تیسری رکعت مین بعد سورۃ اخلاص کے سورۃ فلق اور ناس پڑہنا مختار نہین وكبر قبل ركوع ثالثة رافعا يديه كما مر ثم يعتمد وقيل كالداعي وقنت فيه اور
الله اکبر کہے پہلے تیسری رکعت کی رکوع کرنیکے اپنے دونون ہاتھ اونچا اوٹھا کر جیسا کہ گذرا یعنی تکبیر تحریمہ کیطرح کانون تک ہاتھ اوٹھاوے پھر ہاتھ باندھ لے اور بعض نے کہا کہ ہاتھ
دعا مانگنے والے کیطرح یعنی چھاتی تک اوٹھاوے اور ہتھیلیان آسمان کی طرف رکھے یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور ضعیف ہے اور دعا کرے اور ہم شامی نے کہا کہ ضمیر فیہ کی وتر کیطرف ہے
یا ما قبل رکوع کیطرف وسن الدعاء المشهور ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم به يفتى اور مسنون ہے دعا مشہور اور درود بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی پر
فتوی ہے اور دعاء قنوت مشہور یہہ ہے (اللهم انا نستعينك ونستغفرك ونؤمن بك ونتوكل عليك ونثني عليك الخير ونشكرك ولا نكفرك ونخلع ونترك من
يفجرك اللهم اياك نعبد ولك نصلي ونسجد واليك نسعى ونحفد نرجو رحمتك ونخشى عذابك ان عذابك بالكفار ملحق) اور حضرت
امام حسن بن علی مرتضی رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت کے لیے مجکو یہہ دعا سکہائی (اللهم اهدني فيمن هديت وعافني فيمن عافيت وتولني فيمن

تولیت وبارك لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انك تقضی ولا یقضی علیك وانه لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت کذا فی البیان اور شارح منیہ نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ ان دونوں دعاؤں کو جمع کرے اور مشہور یہہ ہے کہ بعد دعاء قنوت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور نووی نے کہا کہ مستحب ہے کہ یوں کہے وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی وآلہ وسلم اور نسائی کی روایت میں ان الفاظ سے وارد ہے وصلی اللہ علی النبی محمد پڑہنا بہتر ہے کیونکہ طبرانی میں حضرت علی مرتضی سے مروی ہے کہ ہر دعا کی روکی ہوتی ہے جبتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑہا جاوے شامی نے کہا کہ جو شخص دعا قنوت پڑہنا نجانتا ہو تو وہ اسکی جگہہ یہہ آیت پڑہے ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار یا تین بار اللہم اغفر لی کہے یا تین بار یا رب کہے وقولہ الجد بالکسر بمعنی الحق وملحق بمعنی لاحق وتخفیف بدال مہملۃ بمعنی نسرع نافرز ابدال الجیم فسدت خانیۃ کانہ لانہ کلمۃ مہملۃ اور صحیح ہو وہ یہی ہے جو حدیث مرسل میں وارد ہے الجد بکسر جیم وتشدید دال بمعنی حق کے بعد لفظ عذابک کے دوجگہہ اور ملحق بمعنی لاحق ہے یعنی ملنے والا اور نحفد بفتح نون اور کسرہ فا اور دال مہملہ کا اسکے معنی ہیں ہم جلدی کرتے ہیں پس اگر نمازی اس کلمہ کو دال معجمہ سے پڑہیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الخانیۃ شاید فساد نماز اسلیے ہے کہ یہہ کلمہ بے معنی ہو اور معتاد نہیں اسلیے کہ براق کی صفت حدیث میں کوہی نحفد بمعنی سبقت لیتا ہے جلدی بڑہنے دونو پاؤن سے مخافتا علی الاصح مطلقا ولو اماما لحدیث خیر الدعاء الخفی دعاء قنوت پڑہے آہستہ صحیح تر قول کی بموجب مطلقا اگرچہ امام ہو بوجہ اس حدیث کی کہ بہتر دعا آہستہ ہو اس علت کے بیان کر نیسے معلوم ہوا کہ آہستہ پڑہنا واجب نہیں اور مطلقا سے یہہ غرض ہے کہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ادا پڑہتا ہو یا قضا رمضان کے وتر ہون یا غیر رمضان کے سب صورتون مین آہستہ پڑہے کذا فی الشامی ویصح الاقتداء فیہ وفی غیرہ اولی ان لم یتحقق منہ ما یفسدہا فی اعتقادہ فی الاصح کما بسطہ فی البحر بشافعی مثلا لم یفصلہ بسلام لا ان فصلہ علی الاصح فیہما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد اور درست ہے وتر مین اقتدا حنفی کا پیچہے شافعی کے مثلا جو وتر کو سلام سے جدا نکرے یعنی دو رکعت پر سلام پہیر دے تو وتر کے غیر مین اقتدا بطریق اولی درست ہے بشرطیکہ امام سے کوئی ایسا امر متحقق نہو جو نماز کا مفسد ہو مقتدی کے اعتقاد مین صحیح تر قول مین چنانچہ شرح بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق مین نہین درست ہے اقتدا اگر جدا کیا امام نے وتر کو دوگانہ کی بعد سلام پہیر نیسے صحیح تر قول کی بموجب دونو مین یعنی اقتدا مین اور فاصلہ سلام ہو نہین اقتدا درست ہے بسبب اتحاد نیت کے اگرچہ اعتقاد امام اور مقتدی کا مختلف ہے امام سنت ہونیکا معتقد ہے اور مقتدی واجب ہونیکا مگر نیت دونو کی وتر ہی پڑہنے کی ہے ہم غیر وتر مین وجہ اولویت کی یہہ ہے کہ نفل اور فرض مین نیت دونو کی ایک ہوگی بخلاف وتر کے کہ امام سنت کی نیت کریگا اور مقتدی وتر کی تو جب خلاف کے ساتھہ اقتدا درست ہوا تو اتحاد مین بطریق اولی درست ہونا چاہیئے اور مثل شافعی سے یہہ غرض ہے کہ جو وتر کے مسنون ہونیکا معتقد ہو اور قول اصح کا مقابل اقتدا مین یہہ ہے کہ اقتدا درست نہین اسلیے کہ نفل والے کے پیچہے اقتدا واجب پڑہنے والیکا درست نہین اور سلام سے فاصلہ کرنیمین قول اصح کا مقابل یہہ ہے کہ باوجود فاصلہ کے اقتدا جائز ہے کذا فی الشامی ولذا ینوی الوتر لا الوتر الواجب کما فی العیدین للاختلاف اور سیوجہ یعنی بوجہ خلاف کے مقتدی نیت وتر کی کرے نہ نیت وتر واجب کی جیسے عیدین مین بسبب اختلاف وجوب ومسنون ہونیکی نیت واجب کی نکرے ہم یعنی نیت وجوب کی اگر نکریگا تو امام اور مقتدی کی نیت متحد ہو جائیگی ویاتی الماموم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت بعد الرکوع لانہ مجتہد فیہ لا الفجر لانہ منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظہر مرسلا یدیہ اور مقتدی دعاء قنوت پڑہے اگرچہ پیچہے شافعی کے مقتدی ہو جو رکوع کی بعد دعا پڑہتا ہے اسلیے کہ مقام قنوت پڑہنے کا مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ مسئلہ مین متابعت امام غیر حنفی کی درست ہے نہ قنوت پڑہے نماز فجر مین اسلیے کہ فجر مین قنوت کا پڑہنا منسوخ ہے اور منسوخ چیز مین اقتدا درست نہین بلکہ چپکا کہڑا رہے ظاہر تر قول کی بموجب ہاتہہ لٹکائے ہوئے ہم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز مین عرب کے چند قبیلون پر جنہون نے ستر قاری بیر معونہ پر مار ڈالے تہے رکوع کے بعد بد دعا فرماتے تہے جب یہہ آیت اتری لیس لک من الامر شیء تو دعا کو ترک فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ منسوخ ہوگئی کذا فی الامداد طحاوی نے کہا کہ مصیبت کیوقت میں اب بہی فجر کی نماز مین اگر کوئی دعا پڑہے تو کچہہ مضایقہ نہین ولو نسیہ ای القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیہ لفوات محلہ ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب اور اگر نمازی قنوت کو بہول گیا پہر رکوع مین اسکو یاد کیا تو رکوع مین اسکو نہ پڑہے بسبب جاتے رہنے اوسکے محل کے یعنی اوسکا پڑہنا مخصوص قیام مین تہا وہ جاتا رہا اور نہ رجوع کرے قیام کیطرف صحیح تر روایت مین یعنی رکوع کو چہوڑ کر قنوت پڑہنے کیلیے پہر نہ کہڑا ہو اسلیے کہ اسمین واجب کیلیے فرض یعنی رکوع کا چہوڑنا ہے ہم دوسری روایت امام سے یہہ ہے کہ پہر قیام کرکے قنوت پڑہے اور دوبارہ رکوع کرے مگر صحیح تر پہلی روایت ہے فان عاد الیہ وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوتہ لکون رکوعہ بعد قراءۃ تامۃ وسجد للسہو قنت اولا لزوال الرکوع عن محلہ پس اگر نمازی نے قیام کے طرف عود کیا اور قنوت

پہر اگر دوبارہ رکوع نکیا تو اوسکی نماز فاسد نہوگی بسبب نہونے اوسکے رکوع سابق کے بعد پوری قرأت کے بعد اور سجدہ کرے سہو کا قنوت پڑہا ہو یا نہ پڑہا ہو بسبب
چھوٹ جانے قنوت کے اپنی جگہہ سے ہم اس مسئلہ کی چار صورتین ہوسکتی ہین ایک یہہ کہ رکوع مین قنوت پڑہے دوسری یہہ کہ رکوع سے سر اوٹھاکر پڑہا اور رکوع پہر سے
کیا تیسری یہہ کہ سر اوٹھاکر پڑہا اور رکوع دوبارہ نکیا چوتھی یہہ کہ بالکل قنوت نہ پڑہا نہ رکوع مین نہ اوس سے کہڑا ہوکر تو چارون صورتون مین سجدہ سہو اسواسطے ہے
ہو کہ قنوت اپنی جگہہ پر نرہا کذا فی الحلبی رکع الامام قبل فراغ المقتدی من القنوت قطعہ وتابعہ ولو لم یقرء منہ شیئا ترکہ ان خاف فوت
الرکوع معہ بخلاف التشہد لان المخالفۃ فیما ہو من الارکان او الشرائط مفسدۃ لا فی غیرہا در امام نے رکوع کیا پیشتر مقتدی کے فارغ ہونے
قنوت سے تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت مین سے کچہہ نہ پڑہا ہو تو قنوت کو ترک کرے اگر ڈرے کہ امام کے ساتھہ رکوع
نملیگا بخلاف تشہد کے یعنی اگر تشہد کچہہ باقی رہگیا ہو تو اوسکو پورا کرکے امام کی متابعت کرے قنوت کو ترک کرے اسلیے کہ امام کی مخالفت اون امور مین ہے کہ ارکان
ہین یا شرائط نماز کے مفسد ہین نہ غیر ارکان و شرائط مین مخالفت کرنی کذا فی الدر رحم شامی نے کہا کہ یہہ تعلیل رکیک ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متابعت
مذکورہ فرض ہے حالانکہ متابعت بدون تاخیر اون فرائض و واجبات مین واجب ہے جہان کوئی دوسرا واجب پیش نہو تو وجہ فرق تشہد اور قنوت مین یہہ کہنی
چاہیے کہ قنوت کا پڑہنا سنت ہے اور رکوع مین امام کی متابعت واجب تو جب ادائے سنت مین خوف ترک واجب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشہد کا
پورا کرنا واجب ہے اور امام کی متابعت بہی واجب تو ایک واجب کے لیے دوسرے کو چہوڑنا ضرور نہین قنت فی اولی الوتر او ثانیتہ سہوا لم یقنت فی الثالثۃ اما
لو شک انہ فی ثانیتہ او ثالثتہ کررہ مع القعود فی الاصح والفرق ان الساہی قنت علی انہ موضع القنوت فلا یتکرر بخلاف الشاک ورجح الحلبی
تکرارہ لا لما نمازی نے وتر کی پہلی رکعت یا دوسری مین بہولکر قنوت پڑہلیا تو تیسری رکعت مین قنوت نہ پڑہے اور اگر اوس نے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت پڑہتا ہے
یا تیسری مین ہے تو قنوت کو مکرر کرے بیٹہنے کے ساتھہ صحیح تر قول مین یعنی قنوت پڑہکر قعدہ کرے پہر کہڑا ہوکر ایک رکعت اور پڑہے اور اسمین قنوت پڑہے کیونکہ دونو رکعتون کی
احتمال ہے کہ تیسری ہو اور فرق یہہ ہے کہ بہولنے والے نے قنوت پڑہا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا وہی ہے اسلیے اب قنوت مکرر نہو گا بخلاف
شک کرنے والے کے اور حلبی نے ترجیح دی ہے مکرر قنوت پڑہنے کی دونو یعنی بہولنے اور شک کرنے والے کو ہم شامی نے کہا کہ حلبیہ اور
بحر الرائق مین بہی موافق حلبی کے قول کے ہے واما المسبوق فیقنت مع امامہ فقط ویصیر مدرکا بادراک رکوع الثالثۃ اور مسبوق
صرف قنوت پڑہے اپنے امام کے ساتھہ کیونکہ اسکی آخر نماز وہی ہے اور جب ایک بار امام کے ساتھہ پڑہ چکا تو دوبارہ پڑہنا مشروع نہین اور ہوجاویگا
پانے والا قنوت کا تیسری رکعت وتر کے رکوع پانے سے یعنی جب مسبوق نے تیسری رکعت کا رکوع پایا تو کل رکعت کو ملگئی اب باقی دو رکعتون مین
اگر قنوت پڑہیگا تو بے جگہہ ٹہریگا اسلیے کہ اسکی جگہہ تیسری رکعت ہے جو ہوچکی کذا فی الطحاوی ولا یقنت لغیرہ الا لنازلۃ فیقنت الامام فی
الجہریۃ وقیل فی الکل اور قنوت نہ پڑہے وتر کے سوا دوسری نماز مین مگر کسی مصیبت کیوقت کہ امام قنوت پڑہے جہری نمازون مین اور بعض
فقہا کا قول یہہ ہے کہ سب نمازون مین پڑہے جہری ہون یا سری ہم نماز جہری مین قنوت پڑہنا بحر الرائق مین شرح نقایہ سے مذکور ہے مگر
اشباہ مین غایہ سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر مین قنوت پڑہے اور عبارت شارح منیہ سے بہی بظاہر یہی معلوم ہوتا
ہے کہ حنفیون کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فجر کی نماز مین ہے نہ اور کسی نماز جہری یا سری مین بلکہ سری نمازون مین تو بجز امام شافعی کے
اور کوئی قائل قنوت پڑہنے کا نہین اور بحر الرائق مین اسکو محدثین کا مذہب لکہا ہے تو شارح کو مناسب تہا کہ اسپر آگاہ کردیتا تاکہ سری نماز کے
قنوت کو کوئی روایت مذہب نہ سمجہے پہر قنوت کا موقع نماز فجر مین دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ہے چنانچہ شرنبلالی نے
اسکی تصریح کی ہے کذا فی الشامی مختصرا فائدۃ یہہ ایک کام کی بات ہے خمسۃ یتبع فیہا الامام قنوت وقعود اول وتکبیر عید وسجدۃ تلاوۃ
وسہو واربعۃ لا یتبع فیہا زیادۃ تکبیر عید وجنازۃ ورکن وقیام لخامسۃ پانچ باتین ہین جن مین امام کی متابعت کیجائے یعنی اگر امام انکو کرے
تو مقتدی بہی کرے اور اگر نکرے تو وہ بہی نکرے کذا فی الحلبی اول قنوت پڑہنا دوم قعدہ اولی سوم تکبیر عید چہارم سجدہ تلاوت پنجم سجدہ سہو کہ اگر امام ان چیزون کو کرے تو مقتدی

بھی کرے اور اگر سہواً اوس سے رہ جاویں تو مقتدی بھی چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے اور چار چیزیں ایسی ہیں کہ اون میں متابعت امام کی کی جاوے یعنی
اگر امام اون کو کرے تو مقتدی نہ کرے اول زیادہ کرنا تکبیر عید کا مثلاً امام اگر چوتھے بار تکبیر کہے تو مقتدی اوس کا ساتھہ نہ دے دوسرا زیادہ
کرنا تکبیر جنازہ کا کہ اگر امام چار تکبیروں سے زیادہ کرے تو مقتدی متابعت نہ کرے سوم زیادہ کرنا کسی رکن کا مثلاً دوبارہ رکوع کرنا
یا تین بار سجدہ کرنا چہارم کھڑا ہو جانا امام کا پانچویں رکعت کے لیے ہم شامی نے کہا کہ جو یہی صورت رکن کے زیادہ کرنے میں داخل ہے
تو اوسکے بیان کرنے کی ضرورت نہیں وثمانیۃ تفعل مطلقا الرفع لتحریمۃ والثناء وتکبیر الانتقال والتسمیع والتسبیح والتشہد والسلام و
تکبیر التشریق اور آٹھ باتیں ہیں کہ مطلق کیجاویں یعنے امام اونکو کرے یا نکرے مقتدی اونکو کرے اول ہاتھوں کا اوٹھانا تکبیر تحریمہ کے لیے
دوم دعاء سبحانک اللہم الخ سوم تکبیر انتقال یعنے ایک رکن سے دوسرے میں جانیکو اللہ اکبر کہنا چہارم سمع اللہ لمن حمدہ کہنا کہ اگر امام نہ کہے
تو مقتدی ربنا لک الحمد کہہ لے پنجم تسبیح رکوع اور سجدہ کی ششم تشہد یعنی التحیات اوس صورت میں کہ امام بیٹھ جاوے لیکن اگر قعدہ اولے
میں امام نہ بیٹھے تو مقتدی کو اوسکی متابعت چاہیے چنانچہ پہلے گذرا ہفتم سلام پھیرنا یعنے اگر امام بول پڑے یا مسجد سے نکل جاوے تو مقتدی
سلام پھیر لیں کذا فی الطحطاوی ہشتم تکبیر تشریق وسنن مؤکدا اربع قبل الظہر واربع قبل الجمعۃ واربع بعدھا بتسلیمۃ ولو
بتسلیمتین لم تنب عن السنۃ ولذا لو نذرھا لا یخرج عنہ بتسلیمتین وبعکسہ یخرج اور سنت مؤکدہ ہیں چار رکعتیں پہلے
ظہر کے اور چار پہلے جمعہ کے اور چار بعد جمعہ کے ایک سلام سے اور اگر دو سلام سے پڑھیگا تو سنت کے قائم مقام نہوں گی اور اسیلیے اگر چار
رکعتوں کی نذر ایک سلام سے کریگا تو نذر سے باہر نہوگا دو سلاموں کے ساتھہ پڑھنے سے اور اسکے عکس میں یعنی نذر کی دو سلاموں سے پڑھنے کی اور ایک سلام سے چار ذکو پڑھا
تو نذر سے باہر ہو جائیگا ورکعتان قبل الصبح وبعد الظہر والمغرب والعشاء اور سنت مؤکدہ ہیں دو رکعتیں صبح کی پیشتر اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشا کے
بعد شرعت البعدیۃ لجبر النقصان والقبلیۃ لقطع طمع الشیطان مشروع ہوئی ہیں بعد کی سنتیں واسطے پورا کرنے نقصان کے یعنی فرائض میں کسی عذر مثلاً نسیان
وغیرہ سے اگر کمی ہوئی ہوگی تو آخر میں بعد کی سنتیں اوسکی کمی کو پورا کر دینگی اور مشروع ہوئی ہیں پہلے کی سنتیں واسطے قطع کرنے شیطان کی طمع کے یعنی جب آدمی سنتوں کو پڑھیگا
تو شیطان کہیگا کہ جو چیز اوسپر فرض نہتھی اوسکو تو اوسنے ترک ہی نکیا تو فرض کو کیسے ترک کریگا اور ان سنتوں کے مؤکد ہونیکی یہہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انپر مواظبت
فرماتے تھے چنانچہ مسلم میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ آپ ظہر کے پیشتر چار رکعتیں اور بعد ظہر دو رکعتیں اور بعد مغرب دو اور بعد عشا دو اور قبل فجر کے دو پڑھا کرتے تھے اور
بحر الرائق میں ہے کہ سنت مؤکدہ مثل واجب ہے کہ اسکے ترک کرنیسے گناہ ہوتا ہے اور تارک مستحق ملامت ٹھہرتا ہے بشرطیکہ بلا عذر ترک کرے کذا فی الشامی وندب الاربع قبل العصر
وقبل العشاء وبعدھا بتسلیمۃ وان شاء رکعتین وکذا بعد الظہر لحدیث الترمذی من حافظ علی اربع قبل الظہر واربع بعدھا حرمہ اللہ علی النار اور مستحب ہیں چار
رکعتیں پہلے عصر کے اور چار پہلے عشا کے اور چار بعد عشا کے ایک سلام سے اور اگر چاہے تو دو رکعتیں پڑھے اور اسیطرح ظہر کے بعد چاہے چار ایک سلام سے پڑھے چاہے دو رکعتیں پڑھے بسبب حدیث ترمذی کے
کہ جو کوئی محافظت کرے چار رکعتوں پر ظہر سے پہلے اور چار پر بعد نماز ظہر کے تو اللہ تعالی اوسکو آگ پر حرام کر دیتا ہے یعنی اوسکو دوزخ میں نڈالیگا وست بعد المغرب لیکتب من
الاوابین بتسلیمۃ او ثنتین او ثلاث والاول ادوم واشق اور مستحب ہیں چھ رکعتیں مغرب کے بعد کہ نمازی اوابین میں لکھا جاوے یعنی رجوع کرنیوالوں میں اللہ تعالی کیطرف چھ رکعتیں ایک
سلام سے مستحب ہیں یا دو سے یا تین سے اور اول بہتر ہے یعنی ایک سلام سے پڑھنا زیادہ دیرپا اور بہت مشکل کا ہوتا ہے وجہ اوسکی مشکل ہونیکی یہہ ہے کہ نفس کو ایک ہی تحریمہ پر بہت دیر
روکنا پڑتا ہے شامی نے خیر الدین رملی سے نقل کیا کہ افضل یہہ ہے کہ ہر شفعہ پر سلام پھیرا جاوے وھل تحسب المؤکدۃ من المستحب ویؤدی الکل بتسلیمۃ واحدۃ اختار الکمال نعم
اور کیا شمار کیجاویگی سنت مؤکدہ مستحب سے اور ادا کیجاویگی دونو ایک سلام سے کمال نے پسند کیا ہے کہ ہاں ہم کمال الدین نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہے کہ چار رکعتیں جو بعد ظہر یا
عشا کے مستحب ہیں اسمیں اختلاف ہے کہ وہ چاروں جدا گانہ مستحب ہیں سوا دو رکعت سنت مؤکدہ کے یا اونکے ساتھہ شمار کیجاتی ہیں پھر اگر یہہ سنت مؤکدہ کے ملکر چار شمار
ہوتی ہیں تو اونکے ساتھہ ایک ہی سلام میں ادا ہو جاتی ہیں یا نہیں تو اکثر علما نے یہہ کہا ہے کہ ایک سلام سے دونو ادا ہونگی اور خود کمال الدین نے یہہ اختیار کیا ہے
کہ جب کوئی چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھیگا تو دو سنت مؤکدہ اور دو مستحب تو سب کافی ہونگی کذا فی الشامی وحرر اباحۃ رکعتین خفیفتین قبل المغرب

وَآخِرُهُ فِي الْعِرَاقِ الْمُصَنِّف اور کمال الدین نے نہایت عمدہ تنقیح کے ساتھ ثابت کیا ہے مباح ہونا دو رکعتوں کا مغرب سے پیشتر اور ثابت رکھا ہے اسکو بحر الرائق مین اور
مصنف نے ہم حاصل تقریر کمال کا یہہ ہے کہ قبل مغرب کی دو رکعتیں مستحب نہیں ہیں لیکن مکروہ بھی نہیں اور اگر پڑھی جائیں تو مباح ہیں کذا فی الشامی ملتقطا والسُّنَنُ
آكَدُهَا سُنَّةُ الْفَجْرِ اتِّفَاقًا ثُمَّ الْأَرْبَعُ قَبْلَ الظُّهْرِ فِي الْأَصَحِّ لِحَدِيثِ مَنْ تَرَكَهَا لَمْ تَنَلْهُ شَفَاعَتِي ثُمَّ الْكُلُّ سَوَاءٌ سب سنتوں مین مؤکد زیادہ فجر کی سنتین ہین بالاتفاق
پھر چار ظہر کے پہلے کی صحیح تر قول مین بسبب اوس حدیث کی کہ جو کوئی ظہر کی سنتونکو چھوڑیگا نہیں پہنچیگی اوسکو میری شفاعت پھر سب سنتین برابر ہین ہم فجر کی سنتین
زیادہ مؤکد اسلئے ہوئین کہ صحیحین مین حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفل نماز کی اتنی خبرگیری نفرماتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی
فرماتے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ عدم شفاعت سے مراد غالبا شفاعت خاص ہے جو زیادتی درجات کے لئے ہوگی وہ نہ شفاعت عظمیٰ جو سب کے لئے عام ہوگی وَقِيلَ
هِيَ وَاجِبَةٌ فَلَا تَجُوزُ صَلَاتُهَا قَاعِدًا وَلَا رَاكِبًا اتِّفَاقًا بِلَا عُذْرٍ عَلَى الْأَصَحِّ اور بعض فقہا نے سنت فجر کے واجب ہونیکو کہا ہے تو نہیں جائز ہے پڑھنا اوسکا بیٹھکر اور سواری کی
حالتین بالاتفاق بدون عذر کی صحیح تر قول کی بموجب ہم واجب ہونیکی صورت مین بیٹھکر اور سواری پر نا جائز ہونا ظاہر ہے اور سنت مؤکدہ کہنے کی صورت مین اسلئے نا جائز ہے
کہ یہہ سنتین ہم پلہ واجب ہین کذا فی الطحطاوی وَلَا يَجُوزُ تَرْكُهَا لِعَالِمٍ صَارَ مَرْجِعًا فِي الْفَتَاوَى بِخِلَافِ بَاقِي السُّنَنِ فَلَهُ تَرْكُهَا لِحَاجَةِ النَّاسِ إِلَى فَتْوَاهُ اور نہین جائز ہے چھوڑنا فجر کی
سنتونکا اوس عالم کو جسکے پاس سب لوگ فتوے پوچھنے آتے ہون بخلاف باقی سنتون کے کہ اسکو اونکا ترک کرنا درست ہے بسبب حاجت لوگون کے اوسکے فتوے کی طرف ہم شامی نے کہا کہ اسکا معنی
یہہ ہین کہ فتوی دینے کی حالت مین لوگون کے جمع ہونیکے باعث اور سنتون کو ترک کرے اور بعد فراغت پلٹنے کے پڑھ لے جیسے جماعت کے فوت ہونیکے خوف سے ترک درست ہے وَيُخْشَى الْكُفْرُ
عَلَى مُنْكِرِهَا اور خوف کفر ہے سنت فجر کے منکر پر یعنی جو اوسکی مشروعیت کا منکر ہو بوجہ کسی شبہہ یا تاویل کے ورنہ قطعا کافر ہوگا کہ جس چیز پر اجماع ہو اوس کا
منکر ہونا کفر ہے کذا فی الشامی وَتُقْضَى إِذَا فَاتَتْ مَعَهُ بِخِلَافِ الْبَاقِي اور سنت فجر قضا پڑھی جاتی جبکہ فوت ہوگئی ہون فرض کے ساتھ بخلاف باقی سنتون کے کہ اونکی قضا نہین
ہم شامی نے کہا کہ وقت قضا ان سنتون کا زوال سے پیشتر ہے تو بعد زوال قضا نہ پڑھی جائین اگرچہ فرض کے ساتھ ہون اور اگر تنہا فوت ہوئی ہون تو طلوع آفتاب سے
پیشتر قضا مکروہ ہے وَلَوْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ تَطَوُّعًا مَعَ ظَنِّ أَنَّ الْفَجْرَ لَمْ يَطْلُعْ فَإِذَا هُوَ طَالِعٌ أَوْ صَلَّى أَرْبَعًا فَوَقَعَ رَكْعَتَانِ بَعْدَ طُلُوعِهِ لَا تُجْزِيهِ عَنْ رَكْعَتَيْهِ عَلَى
الْأَصَحِّ تَجْنِيسٌ لِأَنَّ السُّنَّةَ مَا وَاظَبَ عَلَيْهِ الرَّسُولُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَحْرِيمَةٍ مُبْتَدَأَةٍ اور اگر نماز پڑھی دو رکعتین نفل اس گمان سے کہ فجر نہین طلوع
ہوئی پھر دیکھا تو صبح ہوگئی یا نماز پڑھی چار رکعتیں اور دو رکعتین بعد آفتاب نکلنے کے ہوئین تو اسکو وہ رکعتیں فجر کی سنتونکی کافی نہونگی قول اصح پر کذا فی التجنیس اسلئے کہ
سنت وہ ہے جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہے ہم حوالہ تجنیس کا صرف متعلق دوسرے مسئلہ سے ہے اور مسئلہ اول خلاصہ مین مذکور
ہے اور علت شارح نے دوسرے مسئلہ کی بیان کی ہے اور تجنیس مین پہلے مسئلہ مین سنت فجر سے کافی ہونا لکھا ہے اور نہر الفائق مین اوسکی وجہ بیان کیا ہے کذا فی
الشامی وَتُكْرَهُ الزِّيَادَةُ عَلَى أَرْبَعٍ فِي نَفْلِ النَّهَارِ وَعَلَى ثَمَانٍ لَيْلًا بِتَسْلِيمَةٍ لِأَنَّهُ لَمْ يَرِدْ وَالْأَفْضَلُ فِيهِمَا الرُّبَاعُ بِتَسْلِيمَةٍ وَقَالَا فِي اللَّيْلِ الْمَثْنَى
أَفْضَلُ قِيلَ وَبِهِ يُفْتَى اور مکروہ ہے زیادہ پڑھنا چار رکعتون سے ایک سلام مین دن کی نفلون کو اور آٹھ سے زیادہ رات کی نفلون کو اس لئے
کہ اس قدر سے زیادہ حدیث مین وارد نہین اور افضل رات دن دونو مین چار چار رکعتون کا پڑھنا ہے ایک سلام سے اور صاحبین نے فرمایا کہ
دو دو کا پڑھنا افضل ہے کہتے ہین کہ فتوی صاحبین کے ہی قول پر ہے ہم اس فتوی کو معراج مین عیون کے طرف منسوب کیا ہے اور نہر الفائق
مین علامہ قاسم کے قول سے امام کے قول کو ترجیح دی ہے کذا فی الشامی مختصرا وَلَا يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَعْدَةِ
الْأُولَى فِي الْأَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَالْجُمُعَةِ وَبَعْدَهَا وَلَوْ صَلَّى نَاسِيًا فَعَلَيْهِ السَّهْوُ وَقِيلَ لَا شَيْءَ اور درود نہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر قعدہ اولے مین ظہر اور جمعہ کے پیشتر کی چار سنتون مین اور جمعہ کے بعد کی چار مین اور اگر بھولے سے درود پڑھ لیا تو
اوس پر سجدہ سہو ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ سجدہ سہو نہین کذا فی الشمنی ہم شامی نے کہا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتون مین درود پڑھنے سے
سجدہ سہو کا لازم آنا مسلم نہین کیونکہ اونکا حکم اور سنتون کا سا نہین اسلئے اونکو دو سلام سے پڑھنا درست ہے وَلَا يَسْتَفْتِحُ إِذَا قَامَ إِلَى الثَّالِثَةِ مِنْهَا لِأَنَّهَا
لِشَبَهِهَا بِالْفَرِيضَةِ اور جب تیسری رکعت کے لئے ان سنتون میں کھڑا ہو تو دعاء استفتاح یعنی سبحانک اللہم الخ نہ پڑھے اسلئے کہ یہہ سنتین بہ اعتبار مؤکد ہونیکے فرض کے مشابہ ہوگئی ہین

وفی البحر من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی ویستفتح ولو نذر لا لانہ ... ولو صلی ... [illegible]
اور باقی نوافل چار رکعت والی میں درود پڑھے قعدہ اولی میں بھی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تیسری رکعت میں ماثور ثنا پڑھے اور تعوذ پڑھے اگر منت مانی چار رکعت کی
ہر دوگانہ نوافل کا نماز جداگانہ ہے اور بعض فقہا کہتے ہیں کہ سب سنتوں میں یہی ہے اور مزید نے پر بھی اصح کہا ہے ایسا ہی کہ قنیہ میں ہے ہم نماز نذر کو بھی شامل کیا گیا
ہو جاتی یعنی ہے در حقیقت وہ بھی نفل ہے کذا فی الخلاصۃ وکثرۃ الرکوع والسجود احب من طول القیام کما فی المجتبی وتبعہ فی البحر لکن نظر فیہ فی النہر من
ثلاثۃ اوجہ اور دیر تک رکوع اور دیر تک سجدہ کرنا زیادہ اچھا ہے بہ نسبت بہت قیام کرنے کے چنانچہ مجتبی میں ہے اور ترجیح دیا ہے اسکو بحر الرائق میں مگر اعتراض کیا
ہے اوسمیں نہر الفائق کے اندر تین وجہوں سے ہم وجہ اول یہہ ہے کہ قیام ہر چند بسبب قراءت کے طول کی خوبی کا باعث ہے کہ اسمیں قراءت بہت ہوگی اور قراءت اگرچہ
تمام قیام کو پورا نہیں ہوتی ... بخلاف رکوع اور سجدہ کی تسبیحوں کے دوسری وجہ یہہ ہے کہ قراءت رکن زائد ہے انکی فضیلت میں کچھ تاثیر نہیں تیسری وجہ یہہ ہے کہ موضوع
مسئلہ کا نماز نفل ہے اور اسکی سب رکعتوں میں قراءت واجب ہے کذا فی الشامی ونقل عن المعراج ان ہذا قول محمد وان مذہب الامام افضلیۃ القیام وصححہ فی البدائع
قلت وہکذا رأیتہ بنسختی المجتبی معزوا بالحاء نعطفہ ... اور صاحب نہر الفائق نے معراج سے نقل کیا کہ کثرت رکوع وسجود کا افضل ہونا قول ہے امام محمد کا اور
مذہب امام کا افضل ہونا قیام کا ہے اور تصحیح کی ہے اسکی بدائع میں میں کہتا ہوں اور ایسا ہی دیکھا ہے مجتبی کے اپنے نسخہ میں منسوب بامام محمد کیطرف لفظ میں ... اور ہو
حلبی نے کہا کہ نسخہ مضاف ہے یا متکلم کیطرف اور مجتبی اوسکے بدل واقع ہوا ہے وہل طول قیام الاخرس افضل کالقاری لم ارہ اور کیا گونگے کا زیادہ
قیام کرنا افضل ہے مثل قاری کے اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ گونگا چونکہ حکما قاری ہے تو اوسکا قیام بلاشبہہ افضل ہے وتحیۃ المسجد
وہی رکعتان واداء الفرض او غیرہ وکذا دخولہ بنیۃ فرض او اقتداء ینوب عنہا بلا نیۃ اور مسنون ہے تحیۃ المسجد یعنی تحفہ رب مسجد کا لیے اور وہ دو
رکعتیں ہیں اور پڑھنا نماز فرض کا یا غیر فرض کا اور اسیطرح داخل ہونا نمازی کا مسجد میں فرض کی نیت سے یا اقتدا کی نیت سے قائم ہو جاتا ہے تحیۃ المسجد
بدون نیت کے ہم رب کی قید اسلیے لگائی کہ تحفہ دینے کے قابل صاحب خانہ ہوتا ہے نہ مکان تو معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد بحذف مضاف ہے کذا فی الحلیہ
وتکفیہ لکل یوم مرۃ ولا تسقط بالجلوس عندنا بحر اور کافی ہے آدمی کو ہر روز کے لیے ایکبار تحیۃ المسجد پڑھنا یعنی جب کسی شخص سے مسجد میں چند بار
جانا ہو تو تحیۃ المسجد ایکبار اول مرتبہ میں یا اور کسی مرتبہ میں پڑھ لے اور ساقط نہیں ہوتا تحیۃ المسجد مسجد میں بیٹھنے سے ہمارے نزدیک کذا فی البحر ہم اور یہہ جو حدیث
میں آیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آوے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھے تو یہہ بیان امر بہتر کا ہے کیونکہ ابن حبان کی حدیث میں وارد ہے کہ آپ نے ابوذر
کو فرمایا کہ تحیۃ المسجد دو رکعتیں ہیں سو اوٹھہ اور اون کو پڑھ لے کذا فی الشامی قلت وفی الضیاء عن القوت من لم یتمکن منہا لحدث او غیرہ
یقول ندبا کلمات التسبیح الاربع اربعا میں کہتا ہوں اور ضیاء معنوی میں قوت القلوب سے منقول ہے کہ جو شخص قادر نہو تحیۃ المسجد پر بسبب
بے وضو ہونے یا کسی اور عذر کے وہ کہے مستحب طور پر چار تسبیح کے الفاظ چار بار یعنی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کو چار بار کہنا
ہی اگر کسی سبب سے تحیۃ المسجد نہ پڑھ سکے ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطہا ولکن ینقص ثوابہا وقیل تسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمۃ علی
الاصح قنیہ اور اگر کلام کیا درمیان سنت اور فرض کے خواہ سنتیں فرضوں سے پہلے کی ہیں یا پیچھے کی تو بولنا ساقط نہیں کرتا سنت کو مگر سنتوں کا ثواب
کم کر دیتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں یعنی اونکو پھر سے پڑھے اگر پہلے کی سنتیں ہوں کذا فی البحر اور اسیطرح ہر عمل جو تحریمہ کے
مخالف ہو صحیح تر قول کی بموجب ساقط نہیں کرتا سنتوں کو بلکہ ثواب کم کر دیتا ہے کذا فی القنیہ وفی الخلاصۃ لو اشتغل ببیع او شراء او اکل اعادہا و
بلقمۃ او شربۃ لا تبطل اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شرا یا کہانے میں تو سنتوں کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا
ایک لقمہ یا ایک گھونٹ میں تو سنتیں باطل نہونگی ولو جیء بطعام ان خاف ذہاب حلاوتہ او بعضہا تناولہ ثم سنن الا اذا خاف
فوت الوقت اور اگر کہانا لایا گیا تو اگر نمازی خوف کرے دور ہونے اوسکے مزہ کا یا تھوڑی لذت جاتے رہنے کا تو اونکو کہالے پھر سنتیں
پڑھے مگر جبکہ رہ جاتا وقت کے جاتے رہنے سے تو اول سنتیں پڑھے پھر کہانا کہاوے ہم یعنی عمل مخالف عذر کی جہت سے سنتوں کو ساقط نہیں کرتا چنانچہ کہا کہ بیمار ہو جانا بھی

...سے لئے سنتون کو تاخیر کرسکتا ہی ولو اخرہا الی آخر الوقت لا تکون سنة وقیل تکون اور اگر سنتون کو موخر کیا آخر وقت تک تو وہ سنتین نہونگی
اور ایک قول یہہ ہی کہ سنتین ہو جائینگی م شامی نے کہا کہ قول آخر ہی صحیح تر ہی اسلیے کہ پہلا قول مبنی ہی اسپر کہ عمل مخالف کرنے سے سنتین ساقط
ہو جاتی ہین اور صحیح یہی ہی کہ ساقط نہین ہوتین **فروع** مسائل لمحقه شارح الاسفار بسنة الفجر افضل وقیل لا خوب چاندنی مین پڑھنا سنت فجر کا
افضل ہی اور ایک قول یہہ ہی کہ خوب روشنی مین پڑھنا افضل نہین بلکہ اول وقت پڑھنا افضل ہے م شامی نے کہا کہ موید قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہی
علامہ سے منقول کہ فجر کی سنتین تین امر مین مخصوص ہین اول سورہ کافرون اور اخلاص کا پڑھنا دوم انکو اول وقت مین پڑھنا سوم اسلیے گھر پر یا مسجد کے دروازہ پر پڑھنا
اور حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تہا کہ جب آپکو فجر معلوم ہوتی تہی تو اوٹھکر دو رکعتین
ہلکی سی پڑہتی پھر اپنی کروٹ پر لیٹ رہتی یہان تک کہ موذن تکبیر کہنے کے لیے آپکی خدمت مین آتا اوسوقت آپ باہر نکلتے رواہ الشیخان نذر السنن وأتی بالمنذور فہو
السنة وقیل لا نذر کیا سنتونکو پھر ادا کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنت ہی ہوگی اور بعض فقہا نے کہا کہ سنت نہوگی م نہر الفائق مین کہا کہ نذر کے سبب سے اوسکا سنت ہونا
جاتا رہیگا جیسے کوئی مثلا ظہر کی سنتون کی نیت کرکے توڑدے پھر اونکو دوبارہ پڑہے تو وہ سنت ہی رہینگی گو توڑنیسے وجوب کا وصف زائد ہو جائیگا اسی
طرح یہان وجوب نذر کے سبب سے ہوا ہی یعنی واجب نہین کہ سنت نرہین اراد النوافل ینذرها ثم یصلیها وقیل لا ارادہ کیا نوافل کا تو اونکو نذر کرلے پھر
پڑھ لے اور ایک قول یہہ ہے کہ نذر نکرے م نفل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتونکو نذر نکرے اور وجہ نذر کرنیکی یہہ ہی کہ نفلین جب نذر کی نماز ہو جائینگی تو اونکے پڑہنے سے
واجب کا ثواب ملیگا اور قول راجح یہہ ہی کہ نذر نکرے اسلیے کہ نذر کے سبب سے عبادت مین ثقل اور نفس پر شاق ہونا پائیگا علاوہ اسکے مسلم کی حدیث
مین نذر سے نہی وارد ہی کذا فی الشامی مختصرا ترک السنن ان رآها حقا اثم والا کفر ترک کیا سنتون کو اگر اون کو حق سمجہتا ہی تب تو ترک سے
گنہگار ہوگا ورنہ کافر ہو جائیگا یعنی حقارت کی وجہ سے والافضل فی النفل غیر التراویح المنزل الا لخوف شغل عنها والاصح افضلیة ما کان اخشع
واخلص اور نماز نفل مین سوا تراویح کے بہتر ہی مکان پر پڑہنا مگر بوجہ مشغول ہو جانیکے اوس سے اور صحیح تر قول افضل ہونا اوس صورت کا ہی جسمین
خشوع اور اخلاص زیادہ ہو م وجہ مکان پر بہتر ہونیکی یہہ ہی کہ صحیحین مین مروی ہی کہ بہتر نماز آدمی کی اوسکے گھر مین ہی سوا فرض نماز کے تو اسکی رعایت
ضرور رہی ہان جسوقت خوف ہو کہ گہر پر اور کامون مین لگ جائیگا اور سنتین یا نفل چھوٹ جائینگی تو اسصورت مین بہتر ہی کہ مسجد مین پڑہی اور صحیح یہہ ہی کہ
خشوع واخلاص اگر مسجد مین زیادہ ہوتا ہو تو وہان پڑہے ورنہ گہر پر پڑہی اور تراویح کو اسلیے مستثنا کیا کہ وہ جماعت سے پڑہی جاتی ہین اور جماعت
مسجد مین ہی ہوتی ہی ایسا ہی تحیة المسجد اور نماز سورج گہن کی اور نوافل اعتکاف والے کی اس حکم سے مستثنی ہین کذا فی الشامی وندب رکعتان بعد الوضوء
یعنی قبل الجفاف کما فی الشرنبلالیة عن المواهب اور مستحب ہین دو رکعتین بعد وضو کے یعنی قبل اعضا کے خشک ہونیکے چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب سے
منقول ہے اور مثل وضو کی غسل کے بعد بھی دوگانہ مستحب ہے کذا فی الطحطاوی اور تحیة الوضو مین بھی سورہ کافرون اور اخلاص مستحب ہی کذا فی الشامی وندب
اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد الطلوع الی الزوال ووقتها المختار بعد ربع النهار اور مستحب ہین چار رکعتین اور چار سے زیادہ چاشت
مین قول صحیح پر طلوع کے بعد سے زوال تک اور اوسکا وقت مختار یعنی افضل پہر دن چڑہے کے بعد ہی وفی المنیة اقلها رکعتان واکثرها اثنا عشر
واوسطها ثمان وهو افضلها کما فی الذخائر الاشرفیة لثبوته بفعله وقوله علیه الصلوة والسلام واما اکثرها فبقوله فقط اور منیہ
مین ذکر کہ کمتر نماز چاشت دو رکعتین ہین چنانچہ بخاری مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ان دو رکعتونکی وصیت کی کذا فی الشامی اور زیادہ رکعتین چاشت کی
بارہ ہین چنانچہ ترمذی اور نسائی مین بسند ضعیف مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بارہ کو پڑہیگا اوسکے لیے اللہ تعالے جنت مین ایک
محل طیار کریگا کذا فی الشامی اور اوسط رکعتین چاشت کی آٹھ ہین اور وہی افضل ہین جیسا کہ ابن الشحنه کی ذخائر اشرفیہ مین ہے بسبب ثابت ہونے آٹھ رکعتون کے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے قول اور فعل دونو سے اور اکثر رکعتون یعنی بارہ کا ثبوت تو صرف آپکے قول سے ہی فقط یعنی جو دونو سے ثابت ہو وہ اوس سے بہتر ہے جو ایک سے ثابت ہو کذا فی الطحطاوی وهذا لو صلی الاکثر بسلام واحد
واما لو فصل فکل ما زاد افضل کما افاده ابن حجر فی شرح البخاری اور یہہ آٹھ رکعتونکا افضل ہونا اسصورت مین ہے کہ بارہ رکعتونکو ایک سلام سے پڑہی اور اگر جدا پڑہیگا تو جتنی زیادہ

پڑہیگا وہی افضل ہونگی چنانچہ ابن حجر مکی نے ہماری شرحین افادہ کیا ہے ابن حجر نے کہا ہی کہ اکثر اور فضل مین فرق اوسمیں نہین ہوگا کہ اکثر ایک سلام سے پڑہے
اور اگر جدا جدا پڑہیگا تو آٹھہ رکعتین مستحب ٹہیرینگی اور باقی نفلین ہوجائینگی تو ظاہر ہی کہ مستحب مع نفل صرف مستحب سے افضل ہوگا طحطاوی نے کہا کہ ابن حجر کا کلام
ہمارے مذہب کے موافق نہین کیونکہ چار رکعتون سے زیادہ دن کی نفلونکو ایک سلام سے پڑہنا مکروہ ہے **وَمِنَ الْمَنْدُوْبَاتِ رَكْعَتَا السَّفَرِ وَالْقُدُوْمِ مِنْهُ** اور مستحبات
مین سے ہین دو رکعتین سفر کرنیکی اور سفر سے آنیکی ہم طبرانی نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نے اپنے گھر والون مین دو رکعتون سے بہتر
نائب نہین چہوڑا جنکو وہ سفر کے ارادہ کے وقت اپنے گھر والون مین پڑہتا ہی اور مسلم مین کعب بن مالک سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تہا کہ
سفر سے دن ہی مین چاشت کیوقت تشریف لاتے تھے نہ رات مین اور آتے ہی مسجد مین قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعتین پڑہکر تہین بیٹہہ جاتے کذا فی الشامی **وَصَلٰوۃُ**
اللَّيْلِ وَاَقَلُّهَا عَلٰى مَا فِي الْجَوْهَرَةِ ثَمَانٍ وَلَوْ جَعَلَهُ اَثْلَاثًا فَالْاَوْسَطُ اَفْضَلُ وَلَوْ اَنْصَافًا فَالْاَخِيْرُ اَفْضَلُ اور مستحب ہی نماز تہجد اور اسکی کمتر رکعتین بموجب بیان
جوہرہ کے آٹھہ ہین اور اگر رات کے تین حصہ کری تو بیچ کا حصہ تہجد کیلئے افضل ہے اور اگر آدہے آدہے کری تو اخیر کی آدہی شب افضل ہے ہم جاننا چاہیئے کہ نماز تہجد دن کی
نوافل سے افضل ہے اور اسکی فضیلت شریعت مین بہت کچہہ وارد ہی چنانچہ مسلم مین مروی ہی کہ افضل نماز بعد فرض کے نماز تہجد ہی پہر اسمین اختلاف ہی کہ
نماز مذکور مستحب ہی یا سنت کیونکہ قولی دلیلون سے تو مستحب معلوم ہوتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسپر مواظبت فرمائی اسکی رو سے سنت معلوم ہوتی
ہی شامی نے بڑی گفتگو کے بعد کہا کہ تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین فرض تہا اور ہمارے حق مین سنت معلوم ہوتا ہی اور اسیوجہ سے حلیہ مین کہا کہ
اشبہ یہہ ہی کہ تہجد سنت ہی پہر اسکی رکعتون کی تعداد مین اختلاف ہی نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث مین مروی ہی کہ جو کوئی رات سے جاگے اور اپنے گہر
والی کو جگادے پہر دونو دو رکعتین پڑہین تو وہ دونو اللہ کے بہت ذکر کرنیوالون مین لکہے جاوینگے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اقل تہجد دو رکعتین ہین اور ابوداؤد
کی حدیث مین معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقل تہجد چار رکعتین تہین اور حاوی قدسی مین ہی کہ آپ کا اقل تہجد دو رکعتین تہین اور زیادہ آٹھہ
رکعتین شامی نے کہا کہ اس صورت مین یون کہنا چاہیئے کہ کمتر تعداد تہجد کی دو رکعتین ہین اور اوسط چار ہین اور اکثر آٹھہ ہین پہر اگر نمازی یہہ چاہی کہ ایک تہائی
شب کی جاگے اور دو تہائی سوئے تو چاہیئے کہ بیچ کی تہائی مین جاگے اور اگر نصف شب جاگی تو آخر نصف مین جاگی اور بہتر یہہ ہی کہ رات کے چہہ حصہ کرکے پہلی تین
حصہ مین سوئے اور چوتہے اور پانچوین مین جاگے اور چھٹے مین سوئے کیونکہ صحیحین مین مروی ہی کہ اللہ تعالے کو سب نمازون سے محبوب حضرت داؤد کی نماز ہی کہ وہ آدہی رات سوتے
پہر تہائی رات جاگتے پہر چہٹا حصہ سوتے کذا فی الحلیہ **وَاِحْيَاءُ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ وَالنِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَالْعَشْرِ الْاَخِيْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَالْاَوَّلِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ**
وَتَكُوْنُ بِكُلِّ عِبَادَةٍ تَعُمُّ اللَّيْلَ اَوْ اَكْثَرَهٗ اور مستحب ہی جاگنا عید فطر اور عید قربان کی دو راتونکا اور مستحب ہی جاگنا پندرہوین شب شعبان کا اور مستحب ہی جاگنا
دس راتون اخیر رمضان المبارک کا اور دس راتون پہلی ماہ ذی الحجہ کا اور ہووی ہر رات مین عبادت کہ عام ہو تمام رات کو یا اکثر شب کو ہم یعنی جاگنا وہ معتبر
ہے جسمین تمام شب یا اکثر شب عبادت ہو عام ہے کہ نماز نفل پڑہی یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر وتسبیح یا درود کا ورد کرے یا حدیث پڑہے یا سنے اور حضرت ابن عباس
سے مروی ہے کہ جو کوئی نماز عشا پڑہے اور اسکی نیت یہہ ہو کہ صبح کی نماز جماعت سے پڑہونگا تو اوسکو شب بیداری کا ثواب ملیگا کذا
فی الشامی **وَمِنْهَا رَكْعَتَا الْاِسْتِخَارَةِ** اور مستحبات سے ہین دو رکعتین استخارہ کی ہم یعنی جب کوئی امر مہم پیش آوے اور اوسکے کرنے اور نکرنے مین
تردد ہو تو چاہیئے کہ دو رکعتین نفل پڑہے اور پہر دعاء استخارہ پڑہے **اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ** الخ چنانچہ دعاء مذکور کتاب الحج کے حاشیہ پر ہمنے لکھدی ہی اور مستحب ہی
دعا کی اول وآخر مین حمد وصلوۃ کا پڑہنا اور بہتر ہے کہ اول رکعت مین سورہ کافرون پڑہے اور دوسری مین اخلاص اور ایک بزرگ سے منقول ہی کہ پہلی
رکعت مین یہہ بہی پڑہے **وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ** یعلنون تک اور دوسری مین **وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ** آخر آیت تک اور چاہیئے کہ سات بار اس عمل
کو کرے پہر بعد اوسکے جوبات اوسکے دل مین آوے اوسی پر کاربند ہو کہ خیر اوسی مین ہی اور شرح شرعہ مین ہے کہ دعاء استخارہ کے بعد باطہارت قبلہ رخ سو رہے
پس اگر خواب مین سفیدی یا سبزی دیکہے تو اوس کام کو کرے کہ اچہا ہی اور اگر سیاہی یا سرخی دیکہے تو نکرے کہ برا ہی کذا فی الشامی **وَاَرْبَعُ صَلٰوۃِ التَّسْبِيْحِ بِثَلٰثِمِائَةِ تَسْبِيْحَةٍ**
وَفَضْلُهَا عَظِيْمٌ اور مستحب ہین چار رکعتین صلوۃ التسبیح کی تین سو تسبیح کو ساتہہ اور ثواب اسکا بہت ہی ہم صلوۃ التسبیح پڑہنے کے طور احادیث سے ثابت ہین اول جو ترمذی مین مروی ہے

ف نماز تہجد کی تحقیق

[illegible]

عبداللہ بن مبارک مروی ہی یہہ ہی کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور بعد سورہ ملانیکے دس بار پھر رکوع مین دس بار
پھر قومہ مین دس بار پھر سجدہ مین دس بار پھر جلسہ مین دسبار پھر دوسرے سجدہ مین دس بار اسیطرح چارون رکعتون مین پچہتر پچہتر بار پڑھے کل تین سو دفعہ
ہوجاینگی اور حضرت ابن عباس سے اسطرح مروی ہے کہ الحمد و سورۃ کے بعد پندرہ بار رکوع مین دس بار قومہ مین دس بار سجدۂ اول اور جلسہ اور سجدۂ دوم مین
دس دس بار بعد سجدہ دوم کے دس بار بیٹھکر دوسری رکعت کو اوٹھے پس دونو طور مین اتنا فرق ہی کہ اول مین صرف قیام مین پچیس بار کہنا ہوتا ہی پندرہ بار
قراءت سے پیشتر اور دس بار قراءت کے بعد اور دوسرے قیام مین پندرہ بار بعد قراءت کے ہی اور دس بار بعد سجدہ دوم کے اور چونکہ حنفی بعد سجدہ دوم کے بیٹھنا مکروہ
کہتے ہین اسلیے شرح منیہ اور قنیہ مین اول ہی روایت کو اختیار کیا ہی کہ اوسمین حاجت دوسرے سجدہ کے بعد جلسہ کی نہین پڑتی مگر جب معلوم ہوگیا کہ دونو طور
حدیث سے ثابت ہین تو مناسب یہہ ہے کہ کبھی اسطرح پڑہی کبھی اوسطرح اب کئی باتین اور قابل سننے کے ہین اول یہہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ اس نماز کے
لیے کچھ سورتین معین آپکو معلوم ہین تو فرمایا کہ اول مین الہاکم التکاثر دوسری مین سورۂ عصر تیسری مین کافرون چوتھی مین اخلاص دوم یہہ کہ اس نماز کا
وقت کوئی نہین سوای اوقات مکروہہ کے جب چاہی پڑھے لیکن فتاوی عالمگیری مین مضمرات سے نقل کیا ہی کہ ظہر سے پیشتر پڑہی سوم اس نماز مین اگر سہو
ہوجاوی تو سجدۂ سہو کے بعد پھر تسبیح کا پڑہنا ضرور نہین ہان اگر کسی جگہہ خود تسبیح کو بھول جاوی تو دوسرے کسی رکن مین اسکو پڑھ لے مثلا رکوع مین
بھول جاوی تو قومہ مین پڑہی کہ جو بار رکن ہی بلکہ سجدۂ اول مین بیس بار پڑھ لے تاکہ شمار ہر رکعت مین پچہتر ہوجاوی چہارم یہہ کہ رکوع اور سجدہ مین اول
سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کہے اوسکے بعد اسکی تسبیح پڑہی پنجم یہہ کہ شمار تسبیحات کا اونگلیون پر نکرے بلکہ دل مین گنتا جاوی یا اونگلی کے
پورونکو دباتا جاوی ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہہ دعا پڑہی (اللّٰھم انی اسألک توفیق اھل الھدی واعمال اھل الیقین ومناصحۃ
اھل التوبۃ وعزم اھل الصبر وجد اھل الخشیۃ وطلب اھل الرغبۃ وتعبد اھل الورع وعرفان اھل العلم حتی اخافک اللّٰھم انی
اسألک مخافۃ تحجزنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملا استحق بہ رضاک وحتی اناصحک بالتوبۃ خوفا منک حتی اخلص لک النصیحۃ حبا لک
وحتی اتوکل علیک فی الامور حسن ظن بک سبحان خالق النور) ہفتم اسکی تسبیح مین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بھی ملالینا چاہیے کہ اس سے ثواب
بہت ہوتا ہی ہشتم اسکی حدیث مین اگرچہ بعض طرق ضعیف ہین مگر کثرت طرق سے درجہ حسن کو پہونچ گئی ہی اور بہت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہی نہم شارح نے
جو کہا کہ اسکا ثواب بہت ہی یہہ اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو فرمایا کہ اگر تم اسکو پڑہوگے تو اللہ تعالی تمہارے گناہ پہلے
اور پچھلے اور پرانے اور نئے دانستہ اور نادانستہ چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخشدیگا اور آخر کو فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ کف سمندر کے برابر ہونگے
تو اللہ تعالی معاف فرمایگا کذا فی الشامی بتصرف وادبہ صلوۃ الحاجۃ وقیل رکعتان وفی الحاوی انہا اثنا عشر بسلام واحد وبسطناہ فی
الخزائن اور مستحب ہین چار رکعتین نماز حاجت کی اور ایک قول یہہ ہی کہ دو رکعتین ہین اور حاوی مین ہے کہ دو بارہ رکعتین ہین ایک سلام سے اور شرح
بیان کیا ہی مینے اسکو خزائن الاسرار مین ہم تجنیس اور ملتقط اور خزانۃ الفتاوی وغیرہ مین نماز حاجت کی چار رکعتین لکھی ہین بلکہ تجنیس مین یہہ بھی نقل کیا ہی
کہ انکو بعد عشا کے پڑھے اور اول رکعت مین بعد الحمد کے آیۃ الکرسی تین بار اور باقی رکعتون مین الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار
پڑہی اور اس باب مین ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے اور شرح منیہ مین مذکور ہے کہ نماز حاجت کی دو رکعتین ہین چنانچہ ترمذی مین عبد اللہ بن
ابی اوفے سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو کوئی حاجت خدا تعالے یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیے کہ اچھی طرح وضو
کرے پھر دوگانہ نماز پڑہی پھر اللہ تعالے کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہی پھر یہہ دعا کرے (لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب
العرش العظیم الحمد للہ رب العلمین اسألک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی
ذنبا الا غفرتہ ولا ھما الا فرجتہ ولا حاجۃ ھی لک رضا الا قضیتہا یا ارحم الراحمین) انشاء اللہ حاجت روا ہوگی طحطاوی نے کہا کہ اگر کوئی کہو کہ نماز استخارہ بھی حاجت
کیلیے ہی پھر اسمین اور اسمین کیا فرق ہی تو اسکا جواب نہر الفائق مین یہہ لکھا ہی کہ استخارہ حاجت آیندہ کیلیے ہی اور یہہ نماز حاجت موجودہ کیلیے شامی نے کہا کہ بارہ رکعتون کی روایت مین

کلام ہی وَتفرض القراءۃ عملاً فی ملحق الفرض مطلقاً اما تعیین الاولیین فواجب علی المشہور اور فرض عملی ہی قراءت فرض کی دو رکعتون مین کوئی سی دو ہون اول کی یا آخر کی اور معین کرنا دو اول کی رکعتون کا واجب ہی مذہب مشہور کی بموجب م فرض عملی سے یعنی اعتقادی نہین کہ اوس کا منکر کافر ہو بلکہ شدت سی گناہگار رہتا ہی کیونکہ فرض عملی واجب کی سلسلے قسم سے کذا فی النہر اور مشہور کی قید اسلیئے لگائی کہ وہ قول نکل جائے جس مین اول دوگانہ مین فرض کہا ہی یا بعضون نے افضل بیان کیا ہو کذا فی الشامی وکل النفل للمنفرد لان کل شفع صلوۃ لکنہ لا یعم الرباعیۃ المؤکدۃ فتامل اور فرض عملی ہے قراءت نماز نفل کی ہر رکعت مین منفرد یعنی غیر مقتدی کے حق مین اسلیئے کہ نفل کا ہر شفعہ علیحدہ نماز ہی لیکن یہہ تعلیل شامل نہین چار رکعت والی سنتون موکدہ کو پس تامل کرو نہ شامل ہونیکی وجہ یہہ ہی کہ پہلے بیان ہو چکا کہ اون کے قعدہ اولے مین درود نہ پڑھے اور تیسری رکعت مین دعاء استفتاح نہ پڑہی اور تامل سے اشارہ ہی جواب کا جو شارح نے پہلے لکھا ہو کہ سنن موکدہ لسبب موکد ہونیکے مشابہ فرض ہین تو ان مین دو امور رعایتین کی گئین قراءت کا فرض ہونا ہر رکعت مین لسبب نفل ہونیکے ہی اور درود نہ پڑہنا اور دعا کا نہ پڑہنا بسبب مشابہت فرض کے ہی کذا فی الشامی وکل الوتر احتیاطاً اور فرض عملی ہی قراءت وتر کی ہر رکعت مین احتیاط کی رو سے چنانچہ پیشتر گذرا ولزم نفل شرع فیہ بتکبیرۃ الاحرام او بقیام لثالثۃ شروعاً صحیحاً قصداً اور لازم ہو جاتی ہی وہ نفل جسکو شروع کیا ہو تکبیر تحریمہ سے یا ایک دوگانہ پورا کرکے تیسری رکعت کیلیئے کہڑا ہو یعنی شروع کیا ہو صحیح طور پر قصداً م صحیح شروع سے وہ صورت نکل گئی جسمین شروع فاسد ہو جیسے امی اور عورت کے پیچھے شروع کرنا اور قصداً سے وہ صورت نکل گئی کہ شروع گمان سے کیا ہو مثلاً اس گمان سے کہ میرے ذمہ فرض ظہر ہین نیت فرض کی کی پہر یاد آیا کہ پڑہ چکا ہون تو یہہ نماز نفل ہو جائیگی جو قصداً شروع نہین ہوئی کذا فی الشامی حاصل یہہ کہ شروع صحیح قصداً کے بعد اگر نماز فاسد ہو جائیگی تو اوسکی قضا لازم ہوگی الا اذا شرع متنفلاً خلف مفترض ثم قطعہ واقتدی ناویاً ذلک الفرض بعد تذکرہ او تطوعاً آخر لکن قضا لازم نہوگی جبکہ شروع کیا نفل پڑہنے کو پیچہے فرض پڑہنے والی کے پہر نفل کو توڑ کر اوسی فرض کی نیت سے اقتدا کیا بعد اوس فرض کے یاد آنیکے یا دوسری نفل کی نیت سے اقتدا کیا پہلی مسئلہ کی صورت یہہ ہے کہ ایک شخص نے خیال کیا کہ مثلاً فرض ظہر پڑہ چکا ہون تو امام کا اقتدا بہ نیت نفل کیا پہر یاد آیا کہ ظہر نہین پڑہا تو نفل کو توڑ کر فرض ظہر کی نیت سے اقتدا کر لیا تو اوس نفل کی قضا لازم نہوگی اسیطرح اگر بدون فرض کے یاد آنے نفل کو توڑ کر دوسری نفل سے اقتدا کر لیگا تب بھی قضا لازم نہوگی اسلیئے کہ اوسکی نیت ادا نماز کی امام کے ساتھ ہے سو وہ ہوتو نہین جاتی کذا فی الشامی او فی صلوۃ ظان یا قضا لازم نہوگی جبکہ اقتدا کرے نماز کا گمان کرنیوالی کے پیچھے صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے مثلاً عشا کی فرض پڑہنی چاہی اس گمان سے کہ مین نہین پڑہی اور اوسکے پیچہے ایک اور شخص نے اقتدا بہ نیت نفل کیا پہر امام کو یاد آیا کہ عشا اوسکے ذمہ نہین اور نماز کو توڑ دیا تو نہ اوسپر قضا ہی اور نہ مقتدی پر شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین مقتدی پر اسصورت مین قضا لکہی تو شاید اس مسئلہ مین دو روایتین ہین او امی او امرأۃ او محدث یا قضا لازم نہوگی امی یا عورت یا بیوضو کے اقتدا کرنے مین اسلیئے کہ شروع نماز کا صحیح نہین ہوا مفتی ابو السعود نے کہا کہ امی کے پیچھے اقتدا مین وجوب قضا مناسب ہے اسلیئے کہ اوسمین شروع صحیح ہوتا ہی اور قراءت کا وقت آنے پر نماز فاسد ہوتی ہی کذا فی الشامی یعنی وافسدہ فی الحال اما لو اختار المقتدی ثم افسدہ لزمہ القضاء مراد یہہ ہے کہ مقتدی نماز نفل کو بفور امام کے ترک کرنیکی فاسد کردے تب قضا لازم نہوگی اور اگر مقتدی نے نماز کا ارادہ رکہا پہر کچھ دیر بعد اوسکو فاسد کیا تو اوسکو قضا لازم ہوگی م یہہ قید خاص امی اور محدث سے متعلق ہے جسمین اقتدا گمان والیکی پیچھے مذکور ہی اور عورت اور امی وغیرہ کی پیچھے اقتدا سے متعلق نہین کذا فی الشامی ولو عند غروب و طلوع واستواء علی الظاہر اور نفل شروع سے لازم ہو جاتی ہی اگرچہ شروع کرے بوقت طلوع آفتاب اور ٹہیک دوپہر ہونیکے نزدیک ہو بموجب ظاہر روایت کے امام اعظم سے فان افسد حرم لقولہ تعالی ولا تبطلوا اعمالکم الا بعذر ووجب قضاءہ ولو فسادہ بغیر فعلہ کمتیمم رأی ماء ومصلیۃ ادرکہا حیض پس اگر نمازی نفل کو فاسد کریگا تو حرام ہوگا بسبب ارشاد خداوندی کہ باطل نہ کرو اپنے اعمال کو مگر کسی عذر کی جہت فاسد کرنا حرام نہین جیسے اوقات مکروہہ مین شروع کرنا کہ اسصورت مین فاسد کرنا واجب ہے اور واجب ہی قضا اوس نفل کی اگرچہ فساد نماز کی اختیاری نہ ہو جیسے تیمم والا کہ نماز مین پانیکو دیکھے اور نماز پڑہنے والی عورت یا روزہ رکھنے والی حیض سے ہو جاوے کہ فساد عمل مین ان کا اختیار نہین مگر قضا نماز و روزہ کی لازم ہے اسی طرح اگر عذر کے باعث خود فاسد کریگا تب بھی قضا واجب ہوگی کذا فی الشامی واعلم ان ما یوجب علی العبد بالالتزام نوعان ما یجب بالقول وہو النذر ویجیء وما یجب بالفعل وہو الشارع فی النوافل ویجمعہما قولہ اور جاننا چاہیئے کہ بندہ پر جو چیز اوسکے لازم کرنے سے واجب کیجاتی ہی وہ دو قسم ہی ایک وہ کہ قول سے واجب ہو وہ تو نذر ہی جسکا حکم آگے آویگا اور ایک وہ ہی کہ فعل سے واجب ہو اور وہ شروع کرنا ہی نفلون مین

اور شارع کا قول اون نوافل کو جمع کرتا ہے جو شروع کرنیسے واجب ہو جاتی ہین ۔ مِنَ النَّوافلِ سَبْعَۃٌ یَلزمُ الشارِعَ + اخذ لذلک مما قالہ الشارع صومٌ صلوٰۃٌ طوافٌ حجۃٌ رابعٌ + عکوفۃٌ عمرۃٌ اِحرامُہ السابعُ + نفلون مین سے سات ہین جو شروع کرنیسے انکو لازم ہو جاتی ہین یہہ حاصل ہوا ہے اس قول سے کہ فرمایا ہے اسکو شریعت مقرر کرنے والے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اول نماز نفل دوم روزہ نفل سوم طواف نفل چہارم حج نفل پنجم اعتکاف کہ اعتکاف کا ششم عمرہ نفل ہفتم احرام نفل ہم طواف شروع کرنیسے سات پھیرے پورے کرنے لازم ہونگے اور اعتکاف کی صورت اوسوقت ہو سکتی ہے جب اوسکی سعی اقل ایکدن ہو یعنی جن لوگون کے نزدیک اعتکاف مین روزہ شرط ہو اون کے نزدیک تمام دن اقل مدت ہوگا اور قول راجح یہہ ہے کہ اعتکاف مین روزہ شرط نہین تو اقل اعتکاف ایک ساعت کا ہوگا اس صورت مین قضا لازم نہوگی کیونکہ شروع اعتکاف مین جسقدر ٹھیرلیگا اسیقدر سے اعتکاف ادا ہو جاویگا اور فتح القدیر مین ہے کہ عشرہ رمضان کا اعتکاف شروع کرنیسے لازم ہو جاتا ہے تو اس مسئلہ کو اوسپر محمول کر سکتے ہین اور احرام کی صورت یہہ ہے کہ بدون تعیین حج یا عمرہ کے احرام شروع کرے تو صحیح ہوگا اور لازم ہو جائیگا پھر اسکو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ مین سے جسکے لیے چاہے اسکو کر لے کذا فی الشامی وقضی رکعتین لو نوی اربعاً غیر مؤکدۃ علی اختیار الحلبی وغیرہ ونقض فی خلال الشفع الاول او الثانی او وتشہد للاول والا لا یقضی الکل اتفاقاً اور قضا کرے دو رکعتین اگر نیت چار رکعتون غیر مؤکدہ کی کی ہو بموجب اختیار حلبی وغیرہ کے اور توڑ دی نماز کو اول دوگانہ کے درمیان یا دوسرے کے شارح نے کہا کہ دوسرے مین توڑنے کی یہہ شرط ہے کہ دوگانہ اول کا تشہد پڑھ لیا ہو یعنی مقدار تشہد بیٹھ لیا ہو ورنہ دونو دوگانے فاسد ہو جاوینگے بالاتفاق اس لیے کہ دوگانہ اول اوسوقت صحیح ہوتا کہ اوسکا قاعدہ پایا جاتا اور فی الشامی نے کہا کہ یہہ حکم غیر مؤکدہ نفلون کا ہے اور اگر مؤکدہ سنتون مین سے چار رکعت والی کی نیت کر کے اول یا دوم دوگانہ کو توڑ دیگا تو بالاتفاق چار رکعتین قضا کرے کیونکہ وہ ایک ہی سلام سے مشروع ہین اور اون کے دونو دوگانون کو حکم ایک ہی نماز کا ہے اور درمیان کی قید اسلیے لگائی کہ آخر قعدہ پر اگر توڑیگا تو کچھ لازم نہوگا والاصل ان کل شفع صلوٰۃ الا بعارض اقتداء او نذر او ترک قعود اول اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ ہر دوگانہ نفل کا ایک نماز علیحدہ ہے مگر بسبب عارضہ اقتدا یا نذر یا چھوڑ دینے قعدہ اولی کے یعنی ان تین صورتون مین ہر دوگانہ جدا نہین ہوتا بلکہ ایک حکم ہے اقتدا کی صورت یہہ ہے کہ مثلاً ظہر کے پڑھنیوالے کے پیچھے نیت نفل کی کر کے توڑ دی تو چار رکعتین قضا کرنی چاہیین کذا فی الشامی کما یقضی رکعتین لو ترک القراءۃ فی شفعیہ او ترکہا فی الاولی فقط او الثانی او احدی رکعتی الثانی او احدی الاولی او الاول واحدی الثانی لا غیر لان الاول لما بطل لم یصح بناء الثانی علیہ فہذا جمع صور لزوم رکعتین جیسے دو رکعتین قضا کرے گا اگر قراءت ترک کر دے دونو دوگانون مین یا قراءت ترک کری صرف اول کے دوگانہ مین یا دوسرے دوگانہ مین یا دوسرے کی ہر رکعت مین پہلے کی ایک رکعت مین یا پہلے دوگانہ مین اور دوسرے کی ایک رکعت مین نہ انکے سوا اور صورتون مین ان صورتون مین قضا دو رکعتین اسلیے ہوئی کہ اول دوگانہ جب باطل ہو گیا تو دوسرے دوگانہ کا بنا کرنا اوسپر درست نہوا تو یہہ نو صورتین ہین دو رکعتون کے لازم ہونیکی وقضی اربعاً فی ستِّ صورٍ لو ترک القراءۃ فی احدی کلِّ شفعٍ او فی الثانی واحدی الاول وبصحۃ القراءۃ فی الکل تبلغ ستۃ عشر اور قضا کرے چار رکعتین چھہ صورتون مین اگر ترک کرے قراءت کو ہر دوگانہ کی ایک ایک رکعت مین یا دوسرے دوگانہ مین مع ایک رکعت اول کے اور ہر رکعت مین قراءت کی صورت ملانے سے سولہ صورتین ہو جاتی ہین ہم ان صورتون کا نام مسائل ثمانیہ سے ہے جن مین سے چھہ مین قضا دو رکعتون کی لازم آتی ہے اور دو مین قضا چار کی چنانچہ ماتن نے انہین آٹھہ کو ذکر کیا ہے مگر چہہ صورتین حقیقت مین بموجب تقسیم عقلی کے نو ہین اور دو صورتین چھہ کو حادث ہین اس حساب سے کل صورتین پندرہ ہوئین اور اگر چارون رکعتون مین قراءت پڑھنے کی صورت بھی ملا لیجاوے تو سولہ ہونگی مگر اس صورت اخیر مین قضا لازم نہین قضا لازم ہونیکی پندرہ ہی صورتین ہین اور مزید توضیح کے لیے ہم اس کا نقشہ لکھ دیتے ہین چار رکعتون کے لیے چار خانے مقرر کر کے قراءت کی جگہہ ق اور ترک قراءت کی جگہہ صفر دینگے اور ترتیب یہی رکھتے ہین جو شارح اور ماتن نے اختیار کی ہے اور ایک خانہ کیفیت کا لکھتے ہین کہ قضا دو کی چاہیے یا چار کی اور اسکی تفصیل شرح شامی مین ہے جو چاہے اوسکو ملاحظہ کرے نکتہ بقی ما اذا لم یقعد لیکن وہ صورت باقی رہی جسمین نمازی نے قعدہ

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
٠	٠	٠	٠	دو رکعتین لازم ہونگی
٠	٠	ق	ق	"

نہ کیا ہو اوسکی صورت یہہ ہے کہ اول دوگانہ کی دونو رکعتون مین قراءت نہ پڑہی اور پہلا قعدہ بہی نکیا اور دوسرے
دوگانہ کو فاسد کر دیا اس کا حکم یہہ ہے کہ چار رکعتین قضا کرے جیسا کہ کذا فی النہر او قعد ولم یقم
للثالثۃ یا بیٹھا اور تیسری رکعت کیلئے نہ اوٹھا ہو اوسکی صورت یہہ ہے کہ دوگانہ اول مین قراءت ترک
کی اور قعدہ اولے کی لیئے بیٹھا اور تیسرے کے لیئے نہ اوٹھا تو اسمین صرف دو رکعتین قضا کرے کذا فی
النہر او قام ولم یقیدہا بسجدۃ او قیدہا فتنبہ ومیز المتداخل یا تیسری کے لئے اوٹھا اور اوسکو
سجدہ سے مقید نکیا یا مقید کیا سجدہ سے پس خبردار ہو اور متداخل صورتون کو تمیز کرو یعنی پہلے دوگانہ قراءت
ترک کرکے تیسری رکعت پہلے سجدہ کرنے سے فاسد کر دی یا بعد سجدہ کرنیکے فاسد کی تو اس کا حکم یہہ ہے کہ
طرفین کے نزدیک دو رکعتین قضا کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک چار کذا فی النہر متداخل سے مراد دو
صورتین ہین جو ظاہر مین مختلف ہین اور اونکا حکم متحد ہے چنانچہ ماتن نے متداخل کو ملا کر آٹھہ صورتین لکہی ہین
حالانکہ واقع مین سولہ ہین وحکم مؤتم ولو فی تشہدہ کامام اور حکم مقتدی کا اگرچہ تشہد مین اقتدا کیا ہو
مثل امام کے ہے یعنی اگر امام چار رکعت والی نفل پڑہتا ہے اور اوسکی اقتدا کسی نے کیا تو جن صورتون مین امام کو چار کی
قضا لازم آویگی مقتدی کو بہی چار کی لازم ہوگی گو اوسنے اوسکی تشہد مین کیا ہو ولا قضا لو نوی
اربعا وقعد قدر التشہد ثم نقض لانہ لم یشرع فی الثانی اور نہین قضا اگر نیت کی چار رکعتونکی اور بیٹہا
مقدار تشہد کے پہر توڑ دیا نماز کو اسلیئے کہ اوسنے شروع نہین کیا دوسرے دوگانہ کو اور پہلا تمام ہوچکا او

ق	ق	۰	۰	״
ق	ق	ق	۰	״
ق	ق	۰	ق	״
ق	۰	ق	ق	״
۰	ق	ق	ق	״
۰	۰	ق	۰	״
۰	۰	۰	ق	״
ق	۰	ق	۰	چار کی قضا لازم ہوگی
۰	ق	۰	ق	״
ق	۰	۰	ق	״
۰	ق	ق	۰	״
ق	۰	۰	۰	״
۰	ق	۰	۰	״
ق	ق	ق	ق	چاروں صحیح ہونگی

شرع فی فرض ظانا انہ علیہ فذکر ادائہ لا انقلب نفلا غیر مضمون لانہ شرع مسقطا لا ملتزما یا قضا نہین اگر شروع کیا فرض کو اس گمان سے کہ فرض
ذمہ کو اوسکے فرض ہے پہر یاد آیا اوسکا ادا کرنا تو یہہ فرض نفل ہوجاویگا بدون قضا لازم آنیکے درصورت فاسد کرنیکے اسلیئے کہ اوسنے نماز کو شروع کیا تہا اپنے
اوپر فرض ساقط کرنیکو نہ دوسری نماز لازم کرنیکو او صلی اربعا فاکثر ولم یقعد بینہما استحسانا لانہ بقیامہ جعلہا صلوۃ واحدۃ فتلتحق
واجبۃ والخاتمۃ ہی الفرض لیتھا یا قضا نہین اگر پڑہین چار رکعتین یا زیادہ یعنی چہہ یا آٹھہ اور بیچ مین نہ بیٹہا قضا نہین استحسان کی وجہ سے اسلیئے کہ نمازی کہڑے
ہوجانیسے ہر دوگانہ کو جدا نرکہا بلکہ ایک نماز کر دیا تو قعدہ اولے واجب ہوگیا اور آخر کا قعدہ فرض ٹہیرا اور یعنی قیاس کی رو سے شفع اول فاسد ہوجانا چاہیئے کیونکہ
ہر دوگانہ نماز جدا ہے تو دوگانہ کے بعد کا قعدہ فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز نہین ہوتی مگر جبکہ یہہ دوگانہ کے بعد پہر کہڑا ہوگیا تو اوسنے سب نماز کو ایک
کر دیا اسلیئے بیچ کا قعدہ استحسانا فرضونکی قعدہ کیطرح واجب ہوگیا اور اخیر قعدہ فرض ٹہیرا وفی الترشیح صلی الف رکعۃ ولم یقعد الا فی اخرہا صح لا تکلمہ
ویسجد للسہو لا یلتفی ولا یتعوذ فلیحفظ اور ترشیح مین ہے کہ نماز پڑہی ہزار رکعتین ورنہ بیٹہا مگر سب کے آخر مین تو صحیح ہونگی بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک قعدہ ترک کرنیسے
شفع باطل ہوجاتا ہے اور سجدہ سہو کرے بسبب ترک واجب یعنی بیچ کے قعدونکے اور دعاء استفتاح اور اعوذ نہ پڑہے کسی دوگانہ کی شروع مین کیونکہ یہہ دونو ابتداء نماز مین ہوتی ہین تو اسکو یاد
رکہنا چاہیئے اور ایک نسخہ مین بجای ترشیح کے تسریح بتقدیم شین لکہا ہے اور ایک نسخہ مین لترشیح ہو اور شامی نے کہا کہ دیکہا اوسکو ساتہہ زیادہ مشہور ہے یہہ کتاب شرح ہدایہ کی ہے تالیف
سراج ہندی کی وتنفل مع قدرتہ علی القیام قاعدا لا مضطجعا الا بعذر ابتداء وکذا بناء بعد الشروع بلا کراہۃ فی الاصح کعکسہ بحر فیہ اجر غیر النبی صلی اللہ علیہ
وسلم علی النصف الا بعذر اور نفل پڑہے بیٹہکر باوجود قدرت اپنی کے قیام پر نہ نفل پڑہے لیٹ کر مگر عذر سے لیٹ کر بہی پڑہے نفل بیٹہکر پڑہے وقت ابتدا کرنیکے اور اسیطرح وقت بنا
کرنیکے بعد شروع یعنی شروع ہوجانیکے کہڑا ہو کر کرے اور تمام بیٹہکر کرے بغیر کراہت کے صحیح تر قول مین مثل اوسکی عکس کے یعنی بیٹہکر دوگانہ نفل کو شروع کرنا اور کہڑا ہوکر تمام کرنا جائز
ہے بلا کراہت کذا فی البحر اور بیٹہکر نفل پڑہنے مین ثواب اور لوگونکا سوای آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدہا ہوتا ہے مگر عذر کی جہت سے آدہا نہین بلکہ پورا ثواب ہوتا ہے فی الاصح اور
ہے بلا کراہت کے طرف اور اوسکا مقابل درر اور وقایہ وغیرہ کا قول ہے کہ اونہون نے کراہت پر یقین کیا ہے بنا کی صورت مین بسبب خلاف صاحبین کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسیلئے

ہنستا کیا کہ آپ کا ثواب قیام اور قعود مین یکسان ہے بسبب آپ کی شرافت کے کذا فی الطحاوی ولا یصلی بعد صلوۃ مفروضۃ مثلہا فی القراءۃ او فی الجماعۃ اور نماز ہی نہ پڑہی بعد فرض نماز کے ایسی نماز کہ مثل ہو نماز سابق کی قراءت مین یا جماعت مین ہم ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رض سے یہہ الفاظ روایت کئے ہین لا یصلی بعد صلوۃ مثلہا یعنی نہ پڑہی جاوے بعد نماز کے کوئی نماز مثل اوسکی اور ظاہر کلام امام محمد کا یہہ ہے کہ یہہ حدیث مرفوع ہے اور چونکہ ظاہر حدیث کا مراد نہین کیونکہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسیطرح پڑہی جاتی ہے کہ اونکے پیشتر ویسی ہی سنتین ہین اسلیئے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص معنی پر حمل کیا جاوے یعنی مثل ہونا مطلقاً مراد نہین بلکہ قراءت یا جماعت مین مثل ہونا مراد ہے تو اگر ظہر کے بعد چار سنتین اسطرح پڑہے کہ اول کی دو مین قراءت پڑہے اور دوسری دوگانہ کو خالی مثل فرض کے تو یہہ نماز مکروہ ہوگی اسیطرح دوسری بار جماعت سے پڑہنا ایک ہی نماز کا مکروہ ہے کذا فی الشامی مختصراً او لا تعاد عند توہم الفساد للنہی اور نہ دہرائی جاوے نماز وقتیہ وہم فساد کے بسبب ممانعت کے ہم یعنی اگر ایکبار نماز پڑہلی پھر وسوسہ کے باعث شبہہ ہوگیا کہ یہہ نماز فاسد ہوئی تو اس نماز کا اعادہ کرنا مکروہ ہے ہان اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلاً کوئی واجب چھوٹ گیا تو اس صورت مین اعادہ واجب ہے اور نہی سے مراد وہی حدیث ہے جو اوپر گذری کذا فی الشامی وما نقل ان الامام قضی صلوۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی المغرب والوتر اربعاً بثلاث قعدات اور یہہ جو نقل کیا گیا ہے کہ امام اعظم رحمہ نے اپنی عمر کی نماز قضا کی تو اگر یہہ نقل صحیح ہے تو ہم کہتے ہین کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتین تین قعدون سے پڑہا کرتے تھے ہم یہہ جواب ہے ایک سوال کا تقریر سوال یہہ ہے کہ امام صاحب کا نماز عمر کو قضا کرنا حدیث مذکور کے مخالف ہے اسلیئے کہ ایسا تو ہوا نہوگا کہ امام صاحب نے اپنی سب پیشتر کی نمازون مین کوئی واجب چھوڑ دیا ہو یا کسی مکروہ کے مرتکب ہوئے ہون تاکہ اعادہ اونکا واجب ہو جاوے بلکہ غالباً اون کی قضا بنظر احتیاط اور توہم فساد تھی تو یہہ قضا حدیث مذکور کے مخالف ٹہیری اور اگر یہہ کہو کہ قضا کی سب رکعتون مین آپ نے قراءت پڑہی تاکہ نفل ہو جائین تو مغرب اور وتر کی تین رکعتین نفل ٹہیرینگی حالانکہ نفل تین رکعت موضوع نہین تو اس کا جواب شارح نے یہہ دیا کہ اول تو نقل عمر کی نماز قضا کرنے کی امام سے صحیح نہین اور اگر صحیح ہو تو وتر اور مغرب کو آپ چار رکعتین تین قعدون سے پڑہتے تھے یعنی تیسری رکعت پر بھی بیٹھکر تشہد پڑہلیتے تھے تاکہ اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہہ نماز نفل ہو جاوے اور قعدہ کا زیادہ ہو جانا نفل کو باطل نہین کرتا اور اگر پہلے کی نماز نہوئی ہو تو یہہ نماز فرض ہوگی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہین کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست ہے کہ یہہ روایت صحیح نہین ویقعد فی کل نفلہ کما فی التشہد علی المختار اور بیٹھے نمازی تمام نفل مین جیسے تشہد مین بیٹھتا ہے قول مختار پر ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ آخر نفل ہی اور بعضون نے کہا کہ چار زانو بیٹھکر نفل پڑہے اور بعضون نے کہا گوٹ مار کر اور یہہ اختلاف فضیلت مین ہے نہ جواز مین یعنی مختار یہہ ہے کہ تشہد کی صورت پر بیٹھکر پڑہنا افضل ہے اور طرح پر پڑہنے سے بھی ادا ہو جائیگی مگر تشہد مین کسی کا اختلاف نہین سب کے نزدیک نفل مین بھی التحیات کے لیئے اوسی طرح بیٹھے جیسے فرضون مین بیٹھتے ہین کذا فی الشامی ویتنفل المقیم راکباً خارج المصر علی القصر مومیاً فلو سجد اعتبر ایماء لانہا انما شرعت بالایماء الی ای جہۃ توجہت دابتہ ولو ابتداءً عندنا وعلی مرحلہ بخلاف سیرہ عند الاکثر اور نفل پڑہے مقیم حالت سواری مین شہر کے باہر یعنی ایسی جگہہ کہ وہان مسافر کو قصر کرنا درست ہے اشارہ سے پس اگر وہ کسی چیز یا زمین پر سجدہ کریگا تو یہہ سجدہ کرنا بھی اشارہ مین منصور ہوگا کیونکہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے مشروع ہوئی ہے نفل جس طرف کو اوسکی سواری کا جانور جاتا ہو اگرچہ نفل کے شروع کرنیکے وقت ہو ہمارے نزدیک یعنی سواری پر نماز پڑہنے مین استقبال قبلہ شرط نہین نہ نیت کے وقت نہ درمیان مین بخلاف امام شافعی کے کہ اون کے نزدیک نیت کے وقت قبلہ رخ ہونا ضروری ہے کذا فی الشامی اگرچہ اوسکے زین پر نجاست بہت ہو تب بھی نفل درست ہوگی اکثر کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے اور اگر جانور یا رکاب پر نجاست ہو تب بھی یہی حکم ہے بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولی سواری پر نفل نماز درست ہے ولو سیرہا بعمل قلیل لا بأس بہ اور اگر سواری کے جانور کو تھوڑے سے عمل سے ہانکا تو اس کا مضایقہ نہین یعنی اس سے نماز فاسد نہوگی ولو افتتح النفل راکباً ثم نزل بنی وفی عکسہ لا لان الاول ادی اکمل مما وجب والثانی بعکسہ اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری مین پھر اتر پڑا تو اوسی پہلی نماز کو پورا کرلے یعنی باقی ہو اور اوسکے عکس مین یعنی شروع کیا زمین پر پھر سوار ہوگیا بنا نکرے اسلیئے کہ اول ادا کی گئی زیادہ کامل بہ نسبت نماز واجب کے اور دوسری اوسکی عکس ہے ہم یعنے

پہلی صورت مین نیت ایسی نماز کی ہوئی جس مین رکوع اور سجدہ اشارہ سے تہا اور جب اتر کر ادا کیا تو شروع کی نسبت زیادہ کامل طور پر ادا کیا گیا اور دوسری
صورت مین تکبیر تحریمہ اوس نماز کی ہے جس کا پڑہنا رکوع و سجدہ کے ساتھہ واجب ہے تو بدون عذر کے اس واجب کو چہوڑ نہین سکتا کذا فی البحر ولو افتتحہا خارج
المصر ثم دخل المصر اتم علی الدابۃ بایماء وقیل لا بل ینزل وعلیہ الاکثر قالہ الحلبی وقیل یتم راکبا ما لم یبلغ منزلہ قہستانی اور اگر نماز نفل کو
شہر کے باہر شروع کیا پہر شہر مین داخل ہوا تو سواری ہی پر اشارہ سے پوری کرے اور ایک قول یہہ ہے کہ سواری پر تمام کرے بلکہ باقی کو اتر کر تمام کرے اور
اسی قول پر ہین اکثر فقہا کہا ہے اسکو حلبی نے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ سواری پر تمام کرے جب تک اپنے مکان کو نہ پہونچا ہو اور مکان پر پہونچنے سے اتر کر
تمام کرے کذا فی القہستانی وبنی قائما الی القبلۃ او قاعدا اور بنا کرے قبلہ کے طرف کو کہڑا ہو کر یا بیٹہکر ہم یعنی جب نفل کو سواری پر شروع کیا پہر اتر پڑا
تو باقی نماز کو قبلہ رخ کہڑا ہو کر پڑہے یا بیٹہکر ولو رکب تفسد لانہ عمل کثیر بخلاف النزول اور اگر نفل کو زمین پر شروع کیا پہر سوار ہوا تو فاسد
ہو جائیگی اسلیے کہ سوار ہونا عمل کثیر ہے بخلاف اترنے کے سواری سے کہ عمل قلیل سے ممکن ہے اسطرح کہ دونو پانو ایک طرف کو کرکے کہسک پڑے ہم یہہ مسئلہ شارح
نے مکرر اسلیے بیان کیا کہ پہلے علت فساد یہہ لکہی تہی کہ کامل طور پر ادا کرکے ضعیف طور پر ادا درست نہوگا اور یہان علت فساد عمل کثیر کو ٹہرایا ہے کذا فی
الشامی ولو صلی علی دابۃ فی شق محمل وہو یقدر علی النزول بنفسہ لا تجوز الصلوۃ علیہا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض
بان رکز تحتہ خشبۃ اور اگر نماز پڑہی اونٹ پر محمل کے ایک طرف مین حالانکہ وہ اپنے آپ سے اتر سکتا ہے تو اوسکی نماز اونٹ پر درست نہوگی جب اونٹ
ٹہیرا ہوا ہو مگر یہہ کہ پائے محمل کے زمین پر ہون مثلا محمل کے نیچے لکڑی گاڑ دی ہو جس سے محمل زمین پر ٹہر جائے اونٹ کی پشت پر نہ رہے ہم یہان سے نماز فرض
اور واجب کا بیان ہے سواری پر سو جاننا چاہیے کہ فرض و واجب سواری پر بدون ضرورت جائز نہین اور ضرورتین یہہ ہین کہ خوف ہو چور کا یا درندہ کا اترنے
کی صورت مین یا زمین پر گارا وغیرہ ہے چنانچہ آگے آتا ہے اور محمل مین نماز کا حال ایسا ہی جیسا خود سواری پر تو ٹہیری ہوئی سواری پر نماز اشارہ سے پڑہے بشرطیکہ اوسکے
ٹہیرانے کے قبلہ کے طرف کو اگر ممکن ہو ورنہ حتی الوسع قبلہ جانب رکہنا چاہیے اور چلتی سواری کو اگر ٹہیرا لینے پر قادر ہو تو نماز درست نہین اور اگر خوف وغیرہ
عذرونکے باعث ٹہیرا نہ سکے تو جسطرح پڑہ سکے پڑہ لے اور قدرت کے وقت اس نماز کا اعادہ اوسکے ذمہ نہین جیسے بیمار کے ذمہ اعادہ نہین کذا فی
الشامی واما الصلوۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ وہی تسیر او لا تسیر فہی صلوۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم
لا فی غیرہا اور گاڑی پر نماز کا یہہ حال ہے کہ اگر گاڑی کا جوا جانور پر ہو اور گاڑی چلتی ہو یا نہ چلتی ہو تو وہ نماز سواری ہی پر ہے یعنی جائز ہوگی حالت عذر مین
جسکا ذکر تیمم مین ہوا نہ دوسری حالت مین ہم عجلہ بفتحتین بوجہ لادنیکی گاڑی کو کہتے ہین جو کراچی کی طرح کی ہوتی ہے کذا فی المغرب اور عذر جسکا ذکر تیمم مین ہوا
خوف مال اور نفس یا عورت کو خوف کسی بدکار کا ومن العذر المطر وطین یغیب فیہ الوجہ وذہاب الرفقاء ودابۃ لا ترکب الا بعناء او بمعین ولو
محرما لان قدرۃ الغیر لا تعتبر اور عذر مین داخل ہے مینہ کا برسنا اور گارا جسمین منہ غائب ہو جاوے یعنی لتہڑ جاوے اور چلا جانا رفیقون کا اور جانور کا ایسا
جسپر بدون مشقت سوار نہو سکے یا بدون مددگار کے سوار نہو سکے اگرچہ مددگار محرم ہو اسلیے کہ غیر کی قدرت معتبر نہین ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص کے پاس
سواری نہین اور زمین سب گارا ہو رہی ہے کہ سجدہ نہین کر سکتا تو وہ شخص کہڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑہے حتی لو کان معہ امرأۃ مثلا فی شق محمل واذا نزل لم تقدر علی رکوب
وحدہا جاز لہ ایضا کما افادہ فی البحر فلیحفظ یہانتک کہ اگر ہووے مرد اپنی بی بی کے ساتھہ محمل کے ایکطرف مین اور جب وہ اتر آتا ہے تو اوسکی بی بی اکیلی سوار نہین ہو سکتی تو اوس
مرد کو بہی نماز پڑہنا محمل مین درست ہے چنانچہ بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق مین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم یعنی محمل کے دو سوارون مین سے ایک کا ایسا ہونا کہ تنہا تہم نہ سکے
دوسرے کی حقیقی عذر ہے وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز لو واقفۃ لتعلیلہم بانہا کالسریر اور اگر گاڑی کا سرا بیل وغیرہ پر نہو تو نماز اوسمین جائز ہے اگر وہ کہڑی
چلتی نہو بسبب علت بیان کرنے فقہا کے کہ زمین پر کہڑی ہوئی گاڑی مثل تخت کے ہے ہم یہان ریل کے اندر نماز پڑہنے کا حکم بیان کرنا ضرور ہے کہ اسمین علماء ہند مختلف ہین بعض
کہتے ہین کہ چلتی ریل مین نماز فرض و واجب درست نہین اور بعض درست کہتے ہین جو درست نہین کہتے اونکی تقریر یہہ ہے کہ ریل ہر جگہہ پر اتنی دیر ٹہرتی ہے کہ اسمین آدمی [illegible]
چہوٹی سورتون سے مسافرونکی طرح پڑہ سکتا ہے اور نماز کے ہر ایک وقت مین اتنی وسعت ہے کہ تہوڑے عرصہ مین ریل کسی جگہہ ضرور ٹہرتی ہے تو ریل کے سوا اسکا کوئی عذر نہین کہ ریل

ریل پر نماز کا بیان

نمازین کہ جماعت سو مشروع ہین اونمین مسجد افضل ہے کہا ہو اسکو حلبی نے ہم یعنی کسوف اور تراویح وغیرہ کو مسجد مین پڑہنا افضل ہے بہ نسبت گہر پڑہنی کے

وہی عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمِّل للمکمَّل اور تراویح بیس رکعت ہین حکمت انکی بیس ہونیکی برابر ہونا مکمِّل بالکسر کا مکمَّل بالفتح سو ہے ہم یعنی نوافل

فرائض کی تکمیل کیلئے ہوتی ہین اور چونکہ شمار فرائض پنجگانہ کا مع وتر کے بیس ہیں تو تراویح بھی بیس رکعتین ہوئین تو تکمیل کرنیوالی تراویح ہین اور تکمیل کی گئے

فرائض اور وتر یہہ دلیل عقلی ہوئی اور دلیل نقلی یہہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رض سے بسند ضعیف روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان

مین بیس رکعتین اور وتر پڑہتے تہی بعشر تسلیمات فلو فعلہا بتسلیمۃ فان قعد لکل شفع صحت بکراہۃ والا نابت عن شفع واحد بہ یفتی تراویح بیس رکعتین

ہین دس سلاموں سے تو اگر ان کو ایک سلام سے پڑہا اور ہر دوگانہ پر بیٹہا تب تو کراہت کے ساتھ درست ہو جائینگی ورنہ ایک دوگانہ کی قائم مقام ہونگی اسی پر فتوی ہے ہم

یعنی سلف سے انکا پڑہنا دس سلاموں سے مروی ہے اور فقہانے تصریح کی ہے کہ رات کی نفلین آٹھ سے زیادہ ایک سلام مین پڑہنا مکروہ ہین اسلیئے بیس کو ایک سلام سے پڑہنا مکروہ ہے ویجلس ندبا بین کل

اربعۃ بقدرہا وکذا بین الخامسۃ والوتر ویخیرون بین تسبیح وقراءۃ وسکوت وصلوٰۃ فرادی نعم تکرہ صلوٰۃ رکعتین بعد کل رکعتین بیٹہو بطور مستحب کے درمیان

ہر چار رکعتوں کے بمقدار چار رکعتوں کے اور اسیطرح بیٹہنا پانچوین ترویحہ اور وتر کے اور آدمی مختار ہین چاہے اوس وقف مین تسبیح پڑہین چاہین قرآن چاہین خاموش رہین چاہین نفلین تنہا پڑہین ان کو

ہر دوگانہ کے بعد دو رکعتین پڑہنی ہے کہ توقف ہر ترویحہ کے بعد شروع ہے نہ ہر دوگانہ کے بعد ہم قہستانی کہا کہ ترویحہ کے بعد تین بار کہے سبحان ذی الملک والملکوت سبحان

ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح لا الہ الا اللہ نستغفر اللہ نسالک

الجنۃ ونعوذ بک من النار کذا فی الطحطاوی والختم مرۃ سنۃ ومرتین فضیلۃ وثلاثا افضل ولا یترک الختم لکسل القوم اور تراویح

مین پڑہنا تمام قرآن کا ایک بار سنت ہے اور دو بار فضیلت ہے اور تین بار افضل ہے اور نہ چہوڑا جاوے تمام قرآن کا پڑہنا لوگون کی سستی کی جہت

سے ہم قرآن مجید کی آیتین کچہ اوپر چہ ہزار ہین اور شمار تراویح کی رکعتون کی چہ سو ہے اگر مہینا تیس دن کا ہو اس حساب سے اگر ہر رکعت مین دس آیتین

پڑہیگا تو مہینے مین ایک ختم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی لکن فی الاختیار الافضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیہم واقرہ المصنف وغیرہ

لیکن اختیار مین ہے کہ افضل ہمارے زمانہ مین اوس قدر کا پڑہنا ہے کہ لوگون پر گران نہو اور ثابت رکہا ہے اسکو مصنف وغیرہ نے وفی المجتبی عن الامام

لو قرا ثلاثا قصارا او آیۃ طویلۃ فی الفرض فقد احسن ولم یسیء فما ظنک بالتراویح اور مجتبے مین ہے امام اعظم سے کہ اگر فرض مین تین آیتین

چہوٹی یا ایک آیت بڑی پڑہی تو اچہا کیا اور برا نہین کیا تو کیا گمان ہے تیرا تراویح مین ہم یعنی جب فرض مین تین آیتین پڑہنی بہتر ہین تو تراویح مین بطریق اولے

احسن ہونگی وفی فضائل رمضان للزاہدی افتی ابو الفضل الکرمانی والوبری انہ اذا قرا فی التراویح الفاتحۃ وآیۃ او آیتین لا یکرہ ومن

لم یکن عالما باہل زمانہ فہو جاہل اور زاہدی کی فضائل رمضان مین ہے کہ فتوی دیا ابو الفضل کرمانی اور وبری نے کہ جب تراویح کی ہر رکعت

مین الحمد اور ایک آیت خواہ دو آیتین پڑہین تو مکروہ نہوگی اور جو شخص اپنے زمانہ والون سے واقف نہو وہ جاہل ہے ہم ایک آیت سے مراد بڑی آیت ہے جو تین

چہوٹی آیتونکی برابر ہو اسیطرح دو آیتین برابر تین آیتون کے ہونی چاہیین ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی حاصل شارح کی تقریر کا یہہ ہوا کہ اگر لوگ اسطرح

کے سست اور بددل ہوں کہ تمام قرآن کو سننے کی تاب نرکہتے ہون تو سہ صورت مین اسقدر پر اقتصار کرنا چاہیئے تاکہ مسجدین جماعت سے خالی نرہین ورنہ ایک ختم سے کم نکرے

کہ سنت وہی ہے ویاتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید الامام علی التشہد الا ان یمل القوم فیاتی بالصلوات ویکتفی باللہم صل علی محمد لانہ الفرض عند

الشافعی ویترک الدعوات اور پڑہے امام اور قوم سبحانک اللہم ہر دوگانہ مین اور امام تشہد پر بڑہادے درود اور دعا کو مگر یہہ کہ قوم تہکجاوے تو صرف درود پڑہے اور اوسمین

بہی اللہم صل علی محمد پر اکتفا کرے اسلیئے کہ درود فرض ہے امام شافعی کے نزدیک اور دعاؤنکو چہوڑدے ویجتنب المنکرات ہذرمۃ

القراءۃ وترک تعوذ وتسمیۃ وطمانینۃ وتسبیح واستراحۃ اور پرہیز کرے غیر مشروع باتون سے یعنی قراءت جلد پڑہنے اور اعوذ اور بسم اللہ کے چہوڑنے اور طمانینت

اور رکوع اور سجدہ کی تسبیح اور ترویحون کے بعد توقف کے چہوڑنے سے ہم ہذرمہ بروزن زلزلہ بمعنی جلد پڑہنے کے ہے اور وہ بدل ہے منکرات سے کذا فی الطحطاوی وذکرہ

تاما عند الزیادۃ تاکیدہا حتی قیل لا تترک مع قلۃ القیام اور مکروہ ہے تراویح کا پڑہنا بیٹہکر بسبب زیادہ تاکید ہونے تراویح کے یہانتک کہ بعض فقہا نے کہا ہے کہ بیٹہکر درست نہین

ہو ہو تا اور بیٹھے کہ کہڑا ہونے پر قدرت ہی اگر کہڑا ہو کر پڑہنے کی طاقت نہو تو بیٹہنا مکروہ نہین اور بیٹھکر پڑہنا بلا عذر مکروہ تنزیہی ہی اسلیے کہ خلاف سلف کے
فعل کے ہی کذا فی الشامی وکما یکرہ للمقتدی القیام الی رکوع الامام للتشبہ بالمنافقین جیسی مکروہ ہی دیر کرنا قیام مین امام کے رکوع تک وسطو مشابہت
منافقون سوم یعنی مقتدی کا بیٹہا رہنا اور امام کے رکوع کیوقت نماز کا شروع کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ یہہ علامت کسل کی ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی منافقون کے
حال مین واذا قاموا الی الصلوٰة قاموا کسالیٰ یعنی جب نماز کو کہڑے ہوں تو کہڑے ہوں سست انتہی شبیہ کی جہت سی یہہ حرکت مکروہ ہی ولو ترکوا الجماعۃ فی الفرض
لم یصلوا التراویح بجماعۃ لانہا تبع فصلیہ وحدہ یصلیہا معہ اور اگر لوگون نے جماعت فرض مین نکی ہو تو تراویح کو جماعت سی نہ پڑہین اسلیے کہ جماعت تراویح
کی تابع ہی جماعت فرض کی تو جس شخص نے فرض تنہا پڑہی ہون وہ تراویح کو امام کے ساتھ پڑہی ولو لم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاہا مع غیرہ لہ ان
یصلی الوتر معہ اور اگر نہ پڑہا تراویح کو امام کے ساتھ یا تراویح کو دوسرے امام کے ساتھ پڑہا تو نمازی کو جائز ہی کہ وتر کو امام کے ساتھ پڑہی ہم مراد اس سے
یہہ ہی کہ فرض کو جماعت کے ساتھ پڑہا اور تراویح کو جماعت سے نہین پڑہا تو وتر جماعت سے پڑہ سکتا ہی لیکن اگر فرض تنہا پڑہی ہون تو وتر کو جماعت
سے نہ پڑہے کذا فی الشامی بقی لو ترکہا الکل ہل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع باقی رہا یہہ مسئلہ کہ اگر تراویح کی جماعت سب نے نکی ہو تو کیا سب لوگ
وتر کو جماعت سی پڑہین اسکا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم شامی نے کہا کہ ظاہر اوتر کو جماعت سے نہ پڑہے اسلیے کہ وتر مین جماعت کا مسنون ہونا تراویح
کی جماعت کے بعد سلف سی منقول ہی تو وتر کی جماعت تابع ہوئی تراویح کی جماعت کی ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذلک
لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر ولا خلاف فی صحۃ الاقتداء اذ لا مانع نہم اور نہ پڑہا جاوے وتر اور نہ نفل جماعت سے
رمضان کے سوا اور دونون یعنی جماعت وتر اور نفل کی اور دونون مین مکروہ ہی بشرط کثرت کی اسطرح کہ چار شخص ایک کے پیچہے پڑہین چنانچہ درر مین ہی اور خلاف نہین
اقتدا کے صحیح ہونے مین کیونکہ کوئی مانع اقتدا کا نہین کذا فی النہر چار مقتدیون کی قید سے یہ لگائی کہ اگر ایک شخص یا دو مقتدی ہونگے تو بلا کراہت درست ہی
شامی نے کہا کہ چند اقتدا نفل مین درست ہے مگر ثواب جماعت کا نہین ملتا وفی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلوٰة رغائب وبراءۃ وقدر الا اذا قال نذرت کذا
رکعۃ بہذا الامام جماعۃ انتہی قلت وتمام عبارۃ البزازیۃ من الامامۃ ولا ینبغی ان یتکلف کل ہذا التکلف لامر مکروہ اور اشباہ مین بزازیہ سے ہی
کہ مکروہ ہی اقتدا کرنا صلوٰة رغائب مین اور صلوٰة برارت اور صلوٰة قدر مین مگر جبکہ مقتدی یون کہے کہ مین نے اتنی رکعتین اس امام کے پیچہے جماعت سے نذر کی تمام
ہوا قول اشباہ کا مین کہتا ہون کہ باقی عبارت بزازیہ کی باب الامامۃ سی یہہ ہے کہ نہین چاہیے یہہ کل تکلف ایک امر مکروہ کیلئے ہم رجب کے پہلے جمعہ کی شب مین نماز
نفل صلوٰة رغائب کہلاتی ہی یہہ نماز ۴۸۰ھ مین ایجاد ہوئی اور علماء نے اسکی برائی اور اسکے پڑہنے والون کی حماقت مین کتابین تالیف کین اور منیہ کے شارحون نے
تصریح کی کہ جو کچہہ اس باب مین مروی ہی سب باطل اور موضوع ہی اسکی جماعت کے لیے اہل بدعت یہہ حیلہ کرتے ہین کہ رکعتون کو نذر کر لیتے ہین تاکہ جماعت نفل کی
نرہی واجب کی ہو جاوی اور صلوٰة برارت سی مراد پندرہوین شب شعبان کی نفلین ہین اور صلوٰة قدر سے ستائیسوین شب رمضان کی نفلین ہین یا دنہین بہی
جماعت مکروہ ہی تو جماعت سی نفل ادا کرنیکے لیے نذر کا تکلف نکرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی التاتارخانیۃ لو لم ینو الامامۃ لا کراہۃ علی الامام فلیحفظ اور
تاتارخانیہ مین ہے کہ اگر امام امامت کی نیت نہ کریگا تو اوسکے حق مین کراہت نہو گی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے فیہ ای رمضان یصلی الوتر وقیام
رمضان اور رمضان مین پڑہا جائے وتر اور قیام رمضان جماعت سے ہم قیام رمضان سے مراد تراویح ہی یعنی وتر اور تراویح کو جماعت سی پڑہے وہل
الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوہبانیۃ ما یقتضی ان المذہب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ
اور کیا افضل وتر مین جماعت ہے یا گہر پر پڑہنا دونون قولون کی تصحیح ہوئی ہی لیکن شارح وہبانیہ نے وہ عبارت نقل کی ہی جسکا مقتضا یہہ ہی کہ
گہر پر پڑہنے کا افضل ہونا مذہب ہی اور اسکو ثابت رکہا ہے مصنف وغیرہ نے ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے جو اوپر قاعدہ لکہا تہا کہ جو نماز
جماعت سے مشروع ہین ان کو مسجد مین پڑہنا افضل ہے اوسکے روسے معلوم ہوتا ہے کہ قول اول ہی راجح ہے

باب ادراک الفریضۃ

یہہ باب ہے حاصل کرنے جماعت فرض کا ہم طحطاوی نے کہا کہ

مناسب تہا کہ اس باب کا عنوان مسائل شتی ہوتا چاہیئے کہ سوای کیفیت جماعت مین ملنے کی اور مسائل بہی اسمین مذکور ہین شرع فیہا ای شرع فیہا اخرج النافلۃ والمنذور
والقضاء فانہ لا یقطعہا ثم اقیمت ای شرع فی الفریضۃ فی مصلاہ لا اقامۃ المؤذن ولا الشروع فی مکان وہو فی غیرہ یقطعہا لعذر احراز الجماعۃ
شروع کیا نمازی نے فرض کو ادا کے طور پر پہر اوسی فرض کی جماعت شروع ہو گئی اوسکی نماز پڑہنے کی جگہہ مین تو وہ اپنے فرض کو توڑ دے بسبب عذر حاصل کرنے جماعت کے شارح نے
کہا کہ فرض کی قید سے نماز نفل اور نذر کی نماز اور ادا کی قید سے نماز قضا نکل گئی کہ اگر انکو پڑہتا ہوا اور جماعت شروع ہو جاے تو ان کو قطع نکرے مراد اقامت سے غرض
اوسی جگہہ مین شروع فرض ہے نہ موذن کی اقامت اور نہ شروع ایسے مکان مین کہ نمازی اوسکے غیر مین ہو وہم یعنی موذن کی تکبیر سے توڑنا نماز کا درست نہین بلکہ
امام کی تکبیر تحریمہ پر توڑے اسیطرح اگر نمازی گہر پر پڑہتا ہوا اور جماعت مسجد مین شروع ہو تب بہی نہ توڑے طحطاوی نے کہا کہ شرع فی الفریضۃ بصیغہ مجہول ہے اور
اقامۃ المؤذن مرفوع ہے عطف ہے شرع کے حاصل پر یعنی مراد اقامت سے شروع ہے نہ اقامت موذن کما لو ندت دابتہ او فار قدرہا او خاف ضیاع
درہم من مال او کان فی النفل فجئ بجنازۃ وخاف فوتہا قطعہ لامکان قضائہ چنانچہ قطع کرے اگر بہاگ جاے اوسکی سواری کا جانور یا ابلے ہانڈی عورت کی
یا خوف کرے تلف ہونیکا ایک درم کا مال سے یا ہووے نمازی نفل نماز مین اور جنازہ لایا جاوے اور ڈر ہے فوت ہونیکا نماز جنازہ کو تو قطع کرے نفل کو بسبب قضا
کر سکنے نفل کے مر یعنی اگر فرض نماز پڑہتے مین جنازہ کی نماز کے نکلنے کا خوف ہو تو فرض کو قطع نکرے کہ وہ قوی تر ہے نماز جنازہ سے کذا فی الطحطاوی وقال
یجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق اور واجب یعنی فرض ہے توڑنا نماز کا واسطے بچانے ڈوبتے ہوے یا جلتے ہوے اور ان کے مثل کے ولو دعاہ احد
ابویہ فی الفرض لا یجیبہ الا ان یستغیث بہ وفی النفل ان علم انہ فی الصلوۃ فدعاہ لا یجیبہ والا اجابہ اگر پکارے نمازی کو اوسکی
ما یا باپ فرض مین تو جواب نہ دے مگر یہہ کہ فریاد چاہے اوس سے یعنی فریاد خواہی کے وقت جواب دے اور اسمین ما باپ اور غیر برابر ہین کذا فی الطحطاوی اور نفل نماز مین اگر ما یا باپ
کو علم ہو کہ بیٹا نماز پڑہتا ہے پہر اوسکو پکارا تو جواب ندے ورنہ جواب دے صاحب بحرالرائق نے کہا کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے اور کبھی مستحب اور گاہے
مباح اور گاہے واجب تو حرام بدون عذر کے توڑ دینا ہے اور مستحب حصول جماعت یا اوسکی وجہ سے کامل کرنے کے لیئے اور مباح
مال کے خوف سے اور واجب واسطے جان بچانیکے کذا فی الشامی قائما لان القعود مشروط للتحلل وہذا قطع لا تحلل ویکتفی بتسلیمۃ واحدۃ ہو
الاصح غایۃ ویقتدی بالامام نماز کو قطع کرے کہڑا ہوا اسلیئے کہ بیٹہنا شرط ہوا ہے واسطے حلال ہونیکے اور یہہ توڑنا ہے نہ حلال ہونا اور کفایت کرے
نماز توڑنے مین ایک سلام پر یہی صحیح تر ہے کذا فی الغایہ اور اقتدا کرے امام کے پیچھے مر یعنے اپنی نماز کو حالت قیام مین ایک سلام سے توڑ کر امام کا
اقتدا کرے وہذا ان لم یقید الرکعۃ الاولی بسجدۃ او قیدہا بہا فی غیر رباعیۃ او فیہا ولکن ضم الیہا رکعۃ اخری وجوبا ثم یاتم احرازا
للنفل والجماعۃ اور یہہ نماز کا توڑنا اور امام کا اقتدا اوس صورت مین ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ نکیا ہو یا سجدہ کیا ہو غیر رباعی نماز مین یعنی فجر اور
مغرب کی نماز مین یا چار رکعتوں والی مین سجدہ کیا ہو لیکن اوس رکعت مین دوسری رکعت ملا دے بطور وجوب کے پہر اقتدا کرے واسطے حاصل کرنے نفل
اور جماعت کے مر حاصل اس مسئلہ کا یہہ ہے کہ جب ایک شخص نے فرض پڑہنی شروع کی پہر اوسکی جماعت شروع ہو گئی تو اگر ہنوز اول رکعت کا سجدہ نہین کیا
تو نماز کو توڑ کر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کر چکا ہے اور نماز فجر یا مغرب پڑہتا ہے تب بہی توڑ کر اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہے تو دو رکعت پڑہ لے اور سلام کر توڑ دے
اور اقتدا کرے تاکہ دو رکعت نفل ہو جائین اور جماعت بہی ملے اور اگر نماز فجر و مغرب مین اوس رکعت کا سجدہ بہی کر چکا ہے تو اب اوسکو پورا کرلے اور اقتدا نکرے کذا فی الشامی فان صلی ثلثا
منہا ای الرباعیۃ اتم منفردا ثم اقتدی بالامام متنفلا ویدرک بذلک فضیلۃ الجماعۃ حاوی الا فی العصر فلا یقتدی لکراہۃ النفل بعدہ اور اگر چار رکعتوں والی
نماز سے تین پڑہ چکا ہے تو اوسکو اکیلا تمام کرے پہر اقتدا کرے امام کے پیچہے نفل پڑہنے والا اور حاصل کریگا اس اقتدا سے ثواب جماعت کا کذا فی الحاوی مگر عصر مین اقتدا نکرے واسطے مکروہ تحریمی ہونے
نفل کے بعد عصر کے مر یعنی چار مین اگر تیسری کا سجدہ کر چکا ہے تو اکیلا تمام کرے اور جبتک سجدہ نکیا ہو تب تک توڑ کر اقتدا کرے کذا فی الشامی والشارع فی نفل لا یقطعہ
مطلقا ویتمہ رکعتین وکذا سنۃ الظہر وسنۃ الجمعۃ اذا اقیمت او خطب الامام یتمہا اربعا علی القول الراجح لانہا صلوۃ واحدۃ ولیس القطع
للاکمال بل للابطال خلافا لما رجحہ الکمال اور شروع کرنے والا نفل مین قطع نکرے کسی حال مین یعنے اول رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نکیا ہو اور پورا کرے نفل کو دو رکعتین اور اسیطرح

ظہر کی اور سنت جمعہ جب جماعت ظہر شروع ہو جاے یا امام خطبہ پڑہنے لگے تو اونکو چار رکعتین پڑہے قول غالب کے بموجب اسلیے کہ وہ سنتین ایک نماز ہین اور قطع کرنا اونکا کامل کرنیکے لیے نہین ہے بلکہ باطل کرنے کے لیے ہی بخلاف اوس قول کے کہ ترجیح دی ہی اوسکو کمال نے م قطع کرنا اکمال کے لیے نہین اسکے یہہ معنی کہ اگر قطع کریگا اور پہر پڑہیگا تو پہلی ہی طرح پڑہیگا بخلاف فرض کے قطع کرنیکے کہ اوسکو دوبارہ جماعت مین پڑہتا ہی تو اوسکا توڑنا کامل کرنے کے لیے ہی اور کمال الدین نے اسکو ترجیح دی ہی کہ سنت کو دو رکعتون پر قطع کردے اور ہدایہ مین بظاہر اسکو اختیار کیا ہی کذا فی الشامی وکرہ تحریما للنھی خروج من لم یصل من مسجد أذن فیه جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیه اولا اور مکروہ تحریمی ہی بسبب ممانعت کی نکلنا اوس شخص کا جسنے نماز نہین پڑہی اوس مسجد سے جسمین اذان ہوگئی ہو شارح نے کہا کہ ماتن چلاہی اکثر پر یعنی اکثر یہی ہوتا ہی کہ وقت نماز ہو جانے پر اذان ہو جاتی ہی اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہی خواہ مسجد مین اذان ہوئی ہو یا نہو یعنی اگر کسی شخص کو کسی مسجد مین نماز کا وقت ہو جاے تو بدون نماز پڑہے اوسمین سے نکلنا مکروہ تحریمی ہی طحطاوی نے کہا کہ دخول وقت مراد لینا بحث ہی صاحب بحر الرائق کی اور ممانعت کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہی کہ جسنے مسجد مین اذان کو پایا پہر نکل گیا اور کسی کام کو نہین نکلا اور پہر پہرنیکا ارادہ نہین رکہتا تو وہ منافق ہی الا لمن ینتظم به امر جماعة اخری او کان الخروج لمسجد حیه ولم یصلوا فیه او لاستاذه لدرسه او لسماع الوعظ او لحاجة ومن عزمه ان یعود نهر مگر نکلنا اوس شخصکو مکروہ نہین جس سے دوسری جماعت کا انتظام ہو یعنی دوسری مسجد کا امام یا موذن ہو یا یہہ کہ نکلنا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور اوس مین لوگون نے نماز نہ پڑہی ہو یا نکلنا اپنے اوستاد کی مسجد کے لیے ہو اپنے پڑہنے کے لیے یا نکلنا ہو وعظ کو سننے کے لیے یا کسی حاجت کے لیے ہو اور اوسکا ارادہ ہو کہ پہر آویگا تو مکروہ نہین کذا فی النہر والا لمن صلی الظہر والعشاء وحده مرة فلا یکره له الخروج بل ترکه للجماعة الا عند الشروع فی الاقامة فیکره لمخالفته الجماعة بلا عذر بل یقتدی متنفلا لما مر اور مگر اوس شخص کے لیے جسنے ظہر اور عشا کی نماز تنہا ایک مرتبہ پڑہ لی ہی تو اوسکو نکلنا مکروہ نہین بلکہ چہوڑنا جماعت کا یعنی یہہ فعل مکروہ ہوا کہ نماز کو تنہا پڑہ لیا اور جماعت کا انتظار نکیا مگر وقت شروع ہونے تکبیر کے کہ مکروہ ہے اوس شخصکو نکلنا بسبب اوسکی مخالفت کرنیکے جماعت کو بدون عذر کے بلکہ وہ اقتدا کرے نفل پڑہنے والا بسبب اوس وجہ کی کہ گذری یعنی نفل اور جماعت دونو حاصل کرنیکے لیے کذا فی الطحطاوی والا لمن صلی الفجر والعصر والمغرب مرة فیخرج مطلقا وان اقیمت لکراهة النفل بعد الاولیین وفی المغرب احد المحظورین البتیراء او مخالفة الامام بالاتمام اور مگر اوس شخصکو مکروہ نہین جو فجر اور عصر اور مغرب کی نماز ایکبار پڑہ چکا ہو تو وہ نکلے ہر حال مین اگرچہ تکبیر ہو جاے بسبب مکروہ ہونے نفل کے بعد فجر اور عصر کے نماز کے یعنی اگر ان دونو نمازونکو پڑہکر امام کا شریک بنیت نفل ہوگا تو نفل کا پڑہنا ان دونو کے بعد مکروہ تحریمی ہی اور مغرب کی مین اقتدا کی نیت سے دو ممنوع باتون مین ایک ہوگی یا ایک رکعت نفل کی یا امام کی مخالفت پورا کرنے سے م بتیراء التصغیر ہی بتراء کی اور بتراء اوس ایک رکعت کو کہتے ہین جسکے ساتہہ دوسری نہو یعنی اگر مغرب مین اقتدا بہ نیت نفل کریگا تو اوس سے یہہ لازم آویگا کہ تیسری رکعت تمام ہو جاے اگر یہہ فرض کیا جاے کہ مقتدی امام کے ساتہہ تین رکعتین پڑہکر امین ہو بیٹہا اور ملا تو امام کی مخالفت لازم آتی ہی وفی النهر ینبغی ان یجب خروجه لان کراهة مکثه بلا صلوة اشد اور نہر الفائق مین ہی کہ مناسب یہہ ہی کہ جماعت ہونیکے وقت اوسکا نکلنا واجب ہوا اسلیے کہ ٹہرنا اوسکا مسجد مین بدون نماز کے زیادہ مکروہ ہی بہ نسبت نفل پڑہنے کے م یعنی محیط مین کہا ہی کہ مخالفت جماعت کا گناہ بہت بڑا ہی کذا فی الطحطاوی قلت افاد القھستانی ان کراهة التنفل بالثلاث تنزیهیة وفی المضمرات لو اقتدی فیه لا یساء مین کہتا ہون کہ قہستانی نے بیان کیا ہی کہ تین رکعتین نفل پڑہنے کی کراہت تنزیہی ہی اور مضمرات مین ہی کہ اگر اقتدا کریگا مغرب مین تو برا کریگا م قہستانی نے اپنے قول کی تائید مین مضمرات کا یہہ قول نقل کیا ہے حالانکہ قول قہستانی کا مردود ہی اسلیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کراہت کی کر دی ہے اور غایة البیان مین کہا ہے کہ تین رکعتون نفل کا پڑہنا بدعت ہی اور قاضیخان نے شرح جامع صغیر مین کہا کہ اون کا پڑہنا حرام ہی اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ حدیث مین بتیراء سے ممانعت وارد ہے تو معلوم ہوا کہ اون کا پڑہنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی قوله

[illegible] الفجر لاشتغاله بسنتها ترکها لکون الجماعة اکمل اور جب نماز فجر کی فوت ہونیکا خوف ہو جماعت دوگانہ فرض فجر سے بسبب اپنے مشغول ہونے کی اوسکی سنتون مین تو سنتون [illegible]

ترک کرے وہ علی ہونے جماعت کے کامل ترہم یعنی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے پچیس یا ستائیس گنا ہے اسکے سوا وعید ترک جماعت کا زیادہ ہے
بہ نسبت وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الشامی والا بان دجاء ادراک رکعۃ فی ظاہر المذہب وقیل التشہد واعتمدہ المصنف والشرنبلالی تبعاً للبحر
لکن ضعفہ فی النہر ولا یترکہا بل یصلیہا عند باب المسجد ان وجد مکاناً والا ترکہا لان ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ اور اگر خوف جماعت کے
فوت ہونیکا ہو اسطرح کہ توقع کرے ایک رکعت کے ملنے کا ظاہر مذہب میں اور ایک قول یہ ہے کہ توقع کرے التحیات ملنے کا اور اسی قول ثانی پر اعتماد کیا ہے مصنف
اور شرنبلالی نے بتبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہے نہر الفائق میں تو اس صورت میں سنتوں کو ترک نکرے بلکہ انکو مسجد کے دروازہ کے پاس پڑھ لے اگر جگہ
پاوے اور اگر جگہ نپاوے تو سنتوں کو ترک کرے اسلیے کہ مکروہ کا نکرنا سنت کے کرنے پر مقدم ہے یعنی سنتوں کو جماعت کے بیچ میں پڑھنا مکروہ ہے اور ادائے
سنتوں پر مقدم یہہ ہے کہ فعل مکروہ کو نکرے ہم شامی نے کہا کہ تضعیف صاحب نہر کی ضعیف ہے فتح القدیر میں اسیکو قوی کہا ہے کہ اگر جماعت کی التحیات ہی ملے
تو سنتوں کو ترک نکرے اور شارح نے بھی نماز کے اوقات کے بیان میں اسی پر یقین کیا ہے اور شرح منیہ میں بھی یہی ہے اور دروازہ مسجد سے یہہ غرض ہے کہ مسجد کے
باہر پڑھے اگر جگہ ہو اور اگر باہر جگہ نہو تو اندر مسجد کے کسی ستون کی آڑ میں پڑھے اور سب سے زیادہ مکروہ یہہ ہے کہ فرضوں کی صف کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اوس سے کم کراہت
یہہ ہے کہ صف کے پیچھے بدون آڑ کے پڑھے اور اگر سنتیں امام کے فرض شروع کرنے سے پہلے شروع کر چکا ہو تو جب چاہے پڑھے کچھہ کراہت نہیں ثم ما قیل انہ شرع فیہا ثم یکبر للفریضۃ
او یقطعہا ویقضیہا مردود بان درء المفسدۃ مقدم علی جلب المصلحۃ پہر یہہ جو کہا گیا ہے کہ سنتوں کو شروع کر کے پہر فرضوں کی تکبیر اللہ اکبر کہے یا اول سنتوں کو شروع
کرے پہر انکو توڑ دے پہر انکی قضا کرے تو یہہ قول مردود ہے بدلیل اسکے کہ فرع کرنا خرابی کا مقدم ہے بہتری کے کہینچنے سے ہم فقیہ اسمعیل زاہد نے کہا ہے کہ فجر کی سنتوں کو شروع کر کے توڑ دے تاکہ انکی قضا واجب
ہو جاوے پہر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب انکو پڑھے کیونکہ وہ اب واجب ہیں سنت نہیں کہ قبل طلوع انکا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام سرخسی نے رد کیا ہے کہ یہہ واجب کچھہ نذر کی نماز سے بڑھکر نہیں
حالانکہ نذر کا ادا کرنا بھی بعد فجر کے قبل طلوع ممنوع ہے چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہے علاوہ اسکے عبادت کو بقصد فاسد کرنے کیلیے پڑھنا اور عمل کا باطل کرنا شرعاً ممنوع ہے تو اس مکر کا دفع
کرنا اوس سنت کی مصلحت سے مقدم ہے کذا فی الشامی ولا یقضیہا الا بطریق التبعیۃ لقضاء فرضہا قبل الزوال لا بعدہ فی الاصح لورود الخبر بقضائہا فی الوقت المہمل بخلاف القیاس فغیرہ
علیہ کا القیاس اور فجر کی سنتوں کو قضا نہ پڑہے مگر بتبعیت اوسکے فرضوں کی قضا کے زوال سے پیشتر نہ اوسکے بعد صحیح تر قول میں اسلیے کہ حدیث میں انکا قضا کرنا مہمل وقت میں خلاف قیاس کے
وارد ہوا ہے تو غیر اون سنتوں کا وقت مذکور پر قیاس نکیا جائیگا ہم وقت مہمل اسکو کہتے ہیں جو کسی فرض کا وقت نہو اور یہہ وقت طلوع سے لیکر زوال تک ہے اور حنفیوں کے نزدیک راتدن میں
اسکے سوا اور وقت مہمل نہیں اور حدیث سے مراد قصہ لیلۃ التعریس کا ہے جو مسلم میں مفصل مروی ہے مجملاً یہہ ہے کہ آخر شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرمائی اور حضرت
بلال کو ارشاد کیا کہ پہرہ دو زیادہ بہی سو گئے یہانتک کہ صبح کی نماز قضا ہو گئی آپ اوس جگہ سے جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونیکے بعد فجر کی سنتیں پڑھکر فرض جماعت سے
پڑھے تو شارح کہتا ہے کہ یہہ قضا صرف اسی وقت پر منحصر رہیگی اور وقت کو اس پر قیاس نکیا جائیگا اور صحیح تر قول کا مقابل یہہ ہے کہ بعد زوال کے بھی تبعاً قضا
درست ہے اور کافی میں ہے کہ بدون تبعیت فرض اجماعاً قضا نہیں بخلاف سنۃ الظہر وکذا الجمعۃ فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکہا
ویقتدی ثم یاتی بہا علی انہا سنۃ فی وقتہ ای الظہر قبل شفعہ عند محمد وبہ یفتی جوہرۃ واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی
اصلاً بخلاف سنت ظہر اور اسیطرح جمعہ کی سنتوں کے کہ اگر نمازی کو خوف ہو ایک رکعت کے نملنے کا تو سنتوں کو ترک کر کے امام کا اقتدا کرے پہر انکو پڑھے وقت ظہر میں اور وہ
سنتیں ہیں بالاتفاق اونکو پڑھے بعد کی دو سنتوں سے پیشتر امام محمد کے نزدیک اور اسی کا فتویٰ ہے کذا فی الجوہرہ اور جو رکعتیں کہ عشا کی پیشتر ہیں وہ مستحب ہیں
انکو قضا نہ پڑہے ہرگز ولا یکون مصلیاً جماعۃ اتفاقاً فامن ادرک رکعۃ من ذوات الاربع لانہ منفرد ببعضہا لکنہ ادرک فضلہا ولو بادراک التشہد
اتفاقاً لکن ثوابہ دون المدرک لفوات التکبیرۃ الاولی واللاحق کالمدرک لکونہ مؤتماً حکماً اور نہیں
ہو نمازی پڑھنیوالا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتوں والی نماز سے اسلیے کہ وہ شخص منفرد ہے بعض نماز میں لیکن وہ پائیگا ثواب جماعت کا
اگرچہ جماعت میں التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اوس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز سے اقتدا کرنیوالے کی نسبت کم ہوگا بسبب نملنے تکبیرہ اولیٰ کے اور لاحق یعنی جسکی
کچھہ نماز امام کے ساتھہ نہیں ہوئی مثل مدرک کے ہے ثواب پانے میں بسبب ہونے لاحق کے مقتدی حکم کی راہ سے ہم حاصل یہہ کہ ثواب جماعت سب کو ملیگا

مدرک کو ملتا ہی جو تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ کرے اور لاحق مدرک کی برابر ہے اور مسبوق کو ان دونوسے کم ملتا ہی شامی نے کہا کہ ایک رکعت ملنی کی قید جو رباعی نمازمین کی یہہ
اگلے قول وکذا مدرک الثلاث کے لیئے ہی ورنہ حکم دو اور تین رکعتون والی نماز کا بہی یہی ہی کہ ایک رکعت ملنے سے جماعت نہین ملیگی وکذا مدرک الثلاث لایکون
مصلیًا بجماعۃ علی الاظہر وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفہ فی البحر اور اسیطرح تین رکعتونکا پانیوالا اصح قول پر جماعت کے ساتھ نماز کا پڑہنیوالا نہوگا
بموجب ظاہر تر قول کے اور امام سرخسی نے کہا ہی کہ اکثر کو حکم کل کا ہی یعنی تین رکعتونکو پانے سے جماعت کا پانیوالا ٹہریگا اور ضعیف کہا ہی اسکو بحر الرائق مین مصنف
بحر الرائق نے کہا ہی کہ اگر ایک شخص نے قسم کہائی کہ مین سیدہ وٹی نکہاونگا تو بالاتفاق اوسکی قسم جب ہی ٹوٹیگی جبکہ وہ کل روٹی کہائے اکثر کے کہانے سے نہ ٹوٹیگی
اس سے معلوم ہوا کہ اکثر قائم مقام کل کے نہین کیا جاتا کذا فے الشامی واذا امن فوات الوقت تطوع ماشاء قبل الفرض والا لا بل یحرم التطوع
لتفویتہ الفرض اور جب نماز کو خوف ہو وقت کے جانے سے تو نفل پڑہے جسقدر چاہے فرض سے پہلے اور اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو نفل نہ پڑہے
بلکہ نفل پڑہنا حرام ہی واسطے فوت کرنے فرض کے ویاتی بالسنۃ مطلقًا ولو صلّی منفردًا علی الاصح لکونہا مکملات واما فی حقہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام فلزیادۃ الدرجات اور پڑہے سنتون کو ہرحال مین اگرچہ فرض تنہا پڑہے صحیح تر قول کے بموجب اسلیے کہ سنتین فرضون کی تکمیل کرنیوالی ہین اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین زیادتی درجات کے لیے ہین ہم جاننا چاہیے کہ نفل دو طرح ہی ایک سنت موکدہ جو بارہ رکعتین ہین پانچون نماز
مین اور ایک غیر موکدہ جیسے عصر سے پیشتر کی رکعتین یا اور نوافل پہر نمازی دو حال سے خالی نہین یا فرض جماعت سے پڑہیگا یا تنہا اگر جماعت سے
پڑہے تو سنت موکدہ قطعًا پڑہے یعنی بلاعذر انکو ترک کرنے کا اختیار نہین اور اگر تنہا پڑہنا چاہتا ہی تب بہی ایک روایت مین یہی حکم ہے
اور ایک روایت مین اسکو اختیار ہی اسلیے ماتن نے کہا کہ اگرچہ منفرد ہی پڑہے تاہم سنتین پڑہے صحیح تر قول کے بموجب شامی نے کہا کہ نقش شرح
مین جب تعریض منفرد اور جماعت کی نہین تو احوط یہی ہی کہ اختیار ترک کا مطلقًا نہو ہان اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو انکو ترک کرسکتا ہی ثم قوال
الدرر وان فاتتہ الجماعۃ مشکل بمامر فتدبر پہر قول درر کا اگرچہ فوت ہوجاے نمازی کو جماعت مشکل ہی اوس مسئلہ سے کہ گذرا سو اسکو
خوب سوچ لے ہم یعنی پیشتر بیان ہوا کہ جسکو ایک رکعت فجر یا ظہر کے نہ ملنے کا خوف ہو وہ سنتین فجر یا ظہر کی ترک کرے تو اب یہہ کیسے کہہ سکتے ہین کہ سنتونکو پڑہے
اگرچہ اسکو جماعت نملے جیسا صاحب درر نے کہا ہی یہہ اعتراض ماتن نے اپنی شرح منح الغفار مین کیا ہی اور در واقع مین اعتراض نہین بلکہ درر کی عبارت کا مطلب
غلط سمجہ لیا ہی اوسکے شروع کو خیال نہین کیا اوسنے مسئلہ یون لکہا ہی کہ ایک شخص کو جماعت فوت ہوگئی اوس نے فرض تنہا پڑہنے چاہے تو یہہ شخص سنتین
پڑہے یا نہین بعض مشائخ نے کہا کہ نہ پڑہے اسلیے کہ سنتین اسیوقت پڑہی جاتی ہین کہ فرض جماعت سے پڑہے جائین مگر صحیح یہہ ہے کہ سنتین پڑہے اگرچہ جماعت اسکو نملی پس مصنف اور صاحب نہر الفائق نے اسکا
مطلب یہہ سمجہ لیا کہ سنتین ادا کرے اگرچہ اوا کرنیسے اوسکو جماعت نملے حالانکہ اسکا مطلب یہہ تہا کہ گو جماعت اوس سے فوت ہوگئی ہی مگر تاہم سنتین پڑہے کذا فی الشامی بتصرف ولو اقتدی
بامام راکع فوقف حتی رفع الامام رأسہ لم یدرک الموتم الرکعۃ لان المشارکۃ فی جزء من الرکن شرط ولم توجد فیکون
مسبوقًا فیاتی بہا بعد فراغ الامام بخلاف مالو ادرکہ فی القیام ولم یرکع معہ فانہ یصیر مدرکًا لہا فیکون لاحقًا فیاتی بہا قبل الفراغ اور اگر اقتدا کیا
نمازی نے پیچہے امام رکوع کرنیوالے کے اور توقف کیا یہانتک کہ اوٹہا لیا امام نے اپنا سر تو مقتدی مذکور نے اس رکعت کو نہین پایا اسلیے کہ شرکت ایک جز مین کسی
رکن کے اقتدا کی شرط ہی اور وہ نہین پائی گئی تو مقتدی اس صورت مین مسبوق ہوگا یعنی اس رکعت کو امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑہے بخلاف اوس صورت کے
کہ اگر امام کو قیام مین پایا اور توقف کیا اور اوسکے ساتہہ رکوع نکیا تو وہ اوس رکعت کا پانیوالا ہوگا یعنی مقتدی مذکور اس رکعت کے حق مین لاحق ہوگا تو اسکو پڑہے امام کے
فراغ سے پیشتر ہم یعنے پہلے اسکو ادا کرے پہر متابعت امام کی بقیہ نماز مین کرے اور چونکہ مسبوق کے مسئلہ مین بعد الفراغ کہا تہا اوسکی مناسبت سے یہان بہی
قبل الفراغ کہہ دیا حاصل یہہ کہ اقتدا رکعت ملنے کے حق مین ابتدا ٔ اسیوقت ثابت ہوتا ہی جب کوئی حصہ قیام کا ملے یا رکوع کا تو پہلی صورت مین جزو قیام مین شارکت ہوئی نہ رکوع
مین اسلیے مسبوق ہوا اور دوسری صورت مین اقتدا تو ثابت ہوگیا مگر رکوع مین ساتہہ نہ دینے سے لاحق ہوگیا کذا فی الشامی مختصرًا ومتی لم یدرک الرکوع معہ تجب المتابعۃ فی السجدتین وان لم تحسبا
لہ ولا تفسد بترکہما اور جب اوپر مسئلہ متن مین مقتدی نے رکوع امام کے ساتہہ نپایا تو واجب ہے امام کی متابعت دو سجدون مین اگرچہ یہہ دو سجدے اس کے حق مین شمار نہونگے یعنی آخر کو پوری رکعت مع دو سجدون کے پڑہنی ہوگی اور

فاسد ہوگی نماز ان دونو سجدون کے ترک سے ہم بعض ناواقف جب رکوع نہین ملتا تو نیت توڑ دیتے ہین کہ دوسری رکعت سے شریک ہونگے اسلیئے ماتن نے آگاہ کر دیا کہ اگر رکوع ملا تو اقتدا صحیح ہو گیا امام کی متابعت سجدون مین واجب ہے گو اُن کے ترک سے نماز فاسد نہوگی فلو لم یدرک الرکعة ولم یتابعه لکنه انما سلم الامام فقام واتی برکعة فصلوته تامة وقد ترک واجبا قهر عن التجنیس پہر اگر مقتدی نے رکوع پایا اور امام کی متابعت سجدون مین کی مگر جب امام نے سلام پہیرا تو اوس نے اوٹھکر ایک رکعت پڑہ لی تو نماز اوسکی پوری ہی اور اوس نے ترک واجب کیا یعنی شروع اقتدا مین متابعت امام کی سجدون مین اسپر واجب تہی اوسکا تارک ہوا کذا فی النہر عن التجنیس ولو رکع قبل الامام فلحقه امامه فیه صح رکوعه وکره تحریما ان قرأ الامام قدر الفرض اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیشتر پہر امام نے اوسکو رکوع مین جا لیا تو مقتدی کا رکوع درست ہوگا اور مکروہ تحریمی ہے پہلے رکوع کرنا اگر امام مقدار فرض پڑہ چکا ہو ہم مکروہ تحریمی اس وجہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع اور سجدہ مین مجہ سے پہلے مت کرو اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع کرتا ہے یا اپنا سر اوٹہاتا ہے اوسکو یہہ خوف نہین کہ خدا تعالی اوسکا سر کہین گدہے کے سر سے نہ بدل دے اور مقدار فرض سے مراد قراءت واجب ہے یعنی امام تین آیتین پڑہ چکا ہو اوسوقت مقتدی اوس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا لا تجزئه اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ مین جا لیا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اوٹہا لیا تب امام نے رکوع کیا یا مقتدی نے اوسوقت رکوع کیا کہ ہنوز امام قراءت واجب پڑہ چکا تہا تو رکوع مذکور اوسکو کافی نہوگا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہو جائیگی کذا فی الشامی ولو سجد المؤتم سجدتین والامام فی الاولی لم تجزه السجدة عن الثانیة وتمامه فی الخلاصة اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دو بار اور امام پہلے ہی سجدہ مین ہے تو مقتدی کا اوسکا سجدہ دوسرے سجدہ کو کافی نہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہے ہم یعنی اگر مقتدی نے دو سجدے کئے اور امام نے ابھی ایک ہی کیا ہے تو مقتدی کا دوسرا سجدہ معتبر نہین اوسکو سجدہ دوم کا اعادہ واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی البحر

باب قضاء الفوائت یہہ باب ہے احکام قضا پڑہنے فوت شدہ نماز کا لم یقل المتروکات ظنا بالمسلمین خیرا اذ التاخیر بلا عذر کبیرة لا تزول بالقضاء بل بالتوبة او الحج مصنف نے فوائت کہا متروکات نہ کہا اسواسطے بہتری کے گمان کرنیکے مسلمانون پر کیونکہ نماز مین بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہے کہ وہ نہین دور ہوتا قضا پڑہنے سے بلکہ دور ہوتا ہے توبہ کرنے سے یا حج کرنے سے یعنی اگر متروک کہتا تو چہوڑی ہوئی نمازین مراد ہوتین جنکو نمازی نے چہوڑ دیا جان بوجہکر اور چونکہ جان بوجہکر نہ پڑہنا گناہ کبیرہ ہے اسلیئے فوائت کہا یعنی جو نمازین مسلمانون کی بعذر فوت ہوئین اوس سے نہین چہوٹی ہین اور حج سے گناہ کبیرہ کا دور ہونا اوس قول کے بموجب ہے کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہو جاتا ہے چنانچہ کتاب الحج مین آویگا کذا فی الطحطاوی ومن الاعذار العدو وخوف القابلة موت الولد لانه علیه الصلوة والسلام اخرها یوم الخندق اور عذرون مین سے ہے دشمن کا ہونا اور ڈرنا دائی جنائی کا بچہ کے مر جانے سے اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی فرمائی جنگ خندق کے دن ہم یعنی جس روز خندق کہودا تہا اوس روز چار نمازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوقات معینہ پر نہو سکین یہانتک کہ کچہہ رات گذری تب آپنے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا اونہون نے اذان کہی پہر تکبیر کہی آپنے ظہر کی نماز پڑہی پہر تکبیر کہی پہر عصر پڑہی پہر تکبیر کہلوا کر مغرب پڑہی پہر تکبیر کہی اور عشا پڑہی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کرنے سے نماز مین تاخیر درست ہے کذا فی الطحطاوی اب شارح قبل شروع ہونے مسائل باب کے چند اصطلاحین فقہی بیان کرتا ہے ثم الاداء فعل الواجب فی وقته وبالتحریمة فقط بالوقت یکون اداء عندنا وبرکعة عند الشافعی ہم پہر ادا کے یہہ معنے ہین کہ واجب کو اوسکے وقت مین کرنا اور بسبب صرف تحریمہ کرنے کے وقت کے اندر ادا ہوگی ہمارے نزدیک اور ایک رکعت وقت مین ہونے سے ادا ہوگی امام شافعی کے نزدیک یعنی یہہ ضرور نہین کہ ادا مین سب نماز یا تمام واجب وقت کے اندر ہو بلکہ حنفیون کے نزدیک نماز کی تحریمہ اگر وقت مین ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت وقت مین ہو جانے سے ادا کہلائیگی والاعادة فعل مثله فی وقته لخلل غیر الفساد لقولهم کل صلوة اُدیت مع کراهة التحریم تعاد ای وجوبا فی الوقت واما بعده فندبا اور اعادہ کے یہہ معنے ہین کہ مثل واجب کو وقت واجب مین کرنا بسبب کسی خلل کے سوای فاسد ہونے کے یہہ تعریف اسلیئے کی کہ فقہا کا قول ہے کہ جو نماز ادا کی جائے کراہت تحریمی کے ساتہہ وہ اعادہ کی جائے یعنی اوس کا اعادہ واجب ہے وقت کے اندر اور بعد وقت کے تو اعادہ مستحب ہے ہم شامی نے کہا کہ یہہ تعلیل شارح کی علیل ہے اسلیئے کہ اس سے یہہ نہین معلوم ہوتا کہ جو نماز فاسد ہو اوس کا اعادہ نکیا جاے حالانکہ تعریف مین غیر فاسد مذکور ہے اور نہ یہہ کہ اعادہ خاص ہے وقت کے اندر بلکہ خود تصریح کر دی کہ بعد وقت کے بہی اعادہ ہوتا ہے دوسرے یہہ کہ تفصیل اعادہ کے واجب

ہونے کی وقت مین اور مستحب ہونیکی بعد وقت کے صرف بے دلیل ہی بحر الرائق کی تبعیت سے شارح نے ذکر کی ہی حالانکہ خیر الدین رملی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا ہی
کہ واجب ہی کہ بحر الرائق کے اس قول پر اعتماد نکیا جاے کیونکہ فقہا کا قول کہ جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھہ ادا کی جاوے اوسکا اعادہ لازم ہی اس سے
معلوم ہوتا ہی کہ اعادہ خواہ وقت کے اندر ہو یا بعد دونو صورتون مین واجب ہی اور یہی قول راجح ہی والقضاء فعل الواجب بعد وقتہ واطلاقہ
علی غیر الواجب کالتی قبل الظہر مجاز اور قضا کے یہہ معنی ہین کہ واجب کو اوسکے وقت کے بعد کرنا اور غیر واجب پر قضا کا بولنا جیسے ظہر کے پہلے کی سنتون
قضا کا کہنا مجاز ہی یعنی قضا صرف فرض و واجب کی ہوتی ہی اور سنت پر قضا کا بولنا مجاز ہی حقیقۃ الترتیب بین الفروض الخمسۃ والوتر اداء وقضاء
لازم یفوت الجواز بفوتہ للخبر المشہور من نام عن صلوۃ وبہ یثبت الفرض العملی ترتیب درمیان پانچون فرض اور وتر کے ادا مین اور قضا مین لازم
ہوتا ہی یعنی صحیح ہونا فرض و وتر کا ترتیب کے فوت سے بسبب خبر مشہور من نام عن صلوۃ کے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہی ترتیب کا فرض عملی ہونا م ترتیب کو
صدر الشہید نے فرض کہا ہی اور محیط مین شرط اور معراج مین واجب اور چونکہ فرض عملی کو اعتقادی کو بولا کرتے ہین اور ترتیب فرض عملی ہی اور شرط حقیقی ہو لیکن فقط
نہین ہوتی اور ترتیب ساقط ہوجاتی ہی اور واجب کے فوت سے صحت فوت نہین ہوتی بخلاف ترتیب کے اسلیے مصنف نے لازم کہا تاکہ سب الفاظ کو عام ہو شارح نے لزوم
کی دلیل اس حدیث کو بتایا کہ پوری سطر یہی جو کوئی سو جاے کسی نماز سے یا بھول جاے اور اوسکو یاد نہ آئے مگر اوس وقت کہ وہ امام کے ساتھہ نماز پڑھتا ہو تو چاہیے کہ اس جماعت
کی نماز کو پڑھ لیوے اور اوسکے بعد اوسکو پڑھے جسکو یاد کیا تھا پھر اوسکا اعادہ کرے جو امام کے ساتھہ پڑھا تھا انتہی فتح القدیر مین کہا کہ دعوی اوسکے مشہور ہونیکا نامقبول ہے
کیونکہ اوسکے مرفوع ہونے مین بھی خلاف ہی کہ بعض موقوف کہتے ہین یہہ جا ہی کہ مشہور ہو کذا فی الشامی وقضاء الفرض والواجب والسنۃ فرض وواجب وسنۃ
لف ونشر مرتب اور قضا کرنا فرض اور واجب اور سنت کا فرض اور واجب اور سنت ہی شارح نے کہا کہ ہی عبارت مین لف ونشر مرتب ہی یعنی فرض کا قضا کرنا فرض ہی اور واجب نماز فوت شدہ
کی قضا واجب ہے اور سنت کا قضا پڑھنا سنت ہی اور واجب نماز جیسے نذر کی یا جس نفل کو شروع کرکے توڑ دیا ہو یا وتر امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی بمعرف وجمیع اوقات العمر
وقت للقضاء الا الثلثۃ المنہیۃ کما مر اور سب اوقات عمر کے وقت ہین قضا پڑھنے کے لیے بجز تین وقتون منع کیے ہوئے کے جیسا کہ گذرا یعنی اوقات نماز مین بیان ہوچکا ہی کہ طلوع اور غروب اور استوا
کے وقت مین نماز مکروہ تحریمی ہی اور سوا ان تین وقتون کے اور وقتون مین قضا نماز صحیح ہی اگرچہ بعد صبح اور عصر کے ہو فلم یجز تفریع علی اللزوم فجر من تذکر انہ لم یوتر
لوجوبہ عندہ الا استثناء من اللزوم فلا یلزم الترتیب اذا ضاق الوقت المستحب حقیقۃ اذ لیس من الحکمۃ تفویت الوقتیۃ لتدارک الفائتۃ
پس نہین جائز ہی فجر اوس شخص کی جسکو یاد ہوا کہ اوسنے وتر نہین پڑہی بسبب واجب ہونے وتر کے امام کے نزدیک شارح نے کہا کہ یہہ تفریع ہی لزوم ترتیب پر یعنی نماز فجر
اور واجب کے مگر جبکہ تنگ ہوجاوے وقت مستحب واقع مین نہ نمازی کے گمان مین یعنی یہہ صورت لزوم ترتیب سے خارج ہی اسمین ترتیب لازم نہوگی کیونکہ حکمت کی بات نہین
وقتی نماز کا فوت کردینا واسطے تدارک فوت شدہ کے م نہ جائز ہونے کے یہہ معنے کہ نماز فجر کا فاسد ہونا ملتوی رہیگا چنانچہ ملکے آویگا اور وقت کے
تنگ ہوجانے سے یہہ غرض کہ اگر فوت شدہ نماز کو پڑہتا ہی تو وقت مستحب وقتی کے لیے نہین رہتا مثلا عصر مین آفتاب زرد ہوجاتا
ہی تو اس صورت مین ترتیب ساقط ہوجاتی ہے کیونکہ وقتیہ کو فائتہ کردینا اور فائتہ کو ادا کرنے مین کچھہ حکمت نہین ولو لم یسع الوقت
کل الفوائت فالاصح جواز الوقتیۃ مجتبی اور اگر وقت گنجایش نرکھتا ہو سب فائتہ نمازون کے لیے تو صحیح تر جائز ہونا وقتیہ کا ہی کذا فی المجتبی م
صورت اوسکی یہہ ہی کہ مثلا ایک شخص کے ذمہ نماز عشا اور وتر ہے اور صبح کا وقت اتنا ہی کہ اوس مین وتر اور نماز صبح ہوسکتی ہی تو فقہائے اوسکو ترجیح دی
ہی کہ جب تک وتر نہ پڑہ لیگا صبح کی نماز درست نہوگی اور مجتبی مین اصح اوسکو ٹھیرایا ہی کہ صبح کی نماز جائز ہوگی کذا فی الحلبی وفیہ ظن من علیہ العشاء
ضیق وقت الفجر فصلاہا وفیہ سعۃ یکررہا الی الطلوع وفرضہ الاخیر اور مجتبی مین ہی کہ جس شخص کے ذمہ عشا ہو اوسنے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا پس پڑہا فجر کی نماز
اور وقت مین وسعت ہی تو نماز فجر کو مکرر پڑہی طلوع آفتاب تک اور فرض اوسکا سب سے پچھلا ہوگا م صورت اوسکی یہہ ہے کہ نمازی نے یہہ خیال کیا کہ وقت مین
اتنی گنجایش نہین کہ عشا اور فجر دونو ہوجائین اسلیے اوسنے صرف فجر کی نماز پڑہی پڑہنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت اور باقی ہی اور اسمین بھی یہی خیال کیا کہ دونو نمازین
ہونگی تو فجر کی نماز پھر پڑہی اسیطرح جتنی بار گنجایش نہو فجر کو پڑہی تو جو دوگانہ طلوع کے قریب ہوگا وہ فرض ہوگا اور باقی نفلین ہونگی اور جب یہہ خیال ہو کہ وقتین گنجایش دونو نمازون کی ہی تو اول عشا پڑہی

پہر فجر کذا فی الحلبی والشامی او نسیت الفائتة لانه عذر یا بہول جاے نماز فوت شدہ تب بہی ترتیب لازم نہین اسلیے کہ بہولنا عذر ہے یعنی عذر سماوی ہے کہ اسمین بندہ کو اختیار نہین اور فائتہ کا وقت یاد پڑنیسے ہوتا ہے جب تک یاد نہ آویگی اوسکا وقت نہوگا کذا فی البحر او فاتت ست اعتقادیة لدخولها فی حد التکرار المفضی للحرج یا فوت ہوجائین چہ نمازین فرض اعتقادی تب بہی ترتیب ساقط ہے واسطے داخل ہونے چہہ کے اوس شمار مین کہ چاہتی ہے مکرر ہونیکو اور پہنچانیوالی ہے تنگی کیطرف ہم یعنی چہہ سی کمتر نمازون مین ہوسکتا ہے کہ کوئی نماز مکرر نہو جیسے ایکدن رات کی پانچ نمازین اور اگر فائتہ نمازین چہہ ہونگی تو بالضرور ایک نماز مکرر ہوگی اور تکرار کی صورت مین ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تہا اسلیے چہہ نمازون کو جن مین قطعًا تکرار ہے ترتیب کے ساقط کرنے کا سبب ٹہیرایا اور اعتقادی کی قید اسلیے لگائی کہ فرض عملی یعنے وتر نکل جاے ہر چند ترتیب اوس مین اور دوسری نمازون مین فرض ہے مگر وتر کا شمار فوائت مین جداگانہ نہین اور شاید اسلیے نہین کہ اوس کا کوئی وقت مستقل نہین پہر ترتیب کا سقوط اس سبب سے فائتہ اور وقتی مین یا دو فوت شدہ نمازون مین ہوتا ہے مگر دو وقتی نمازون مین ترتیب ساقط نہین ہوتی مثلا جسکی چہہ نمازین فوت ہوگئی ہین تو عشا اور وتر کی ترتیب اسکو لازم ہے کذا فی الشامی بخروج وقت السادسة علی الاصح ولو متفرقة او قدیمة علی المعتمد لانه من اختلف الترجیح رجح اطلاق المتون بحر یا چہہ نمازون کے فوت ہونیسے ترتیب ساقط ہوگی ساتہہ نکلنے چہٹی نماز کے وقت کے صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ چہہ نمازین متفرق ہون یا قدیم ہون مذہب معتمد پر اسلیے کہ جب ترجیح مختلف ہوتی ہے تو متون کے اطلاق کو ترجیح دی جاتی ہے کذا فی البحر قول اصح کا مقابل یہہ ہے کہ وقت چہٹی نماز کے داخل ہونیکا معتبر ہے امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہہ کہ مثلا چہہ نمازین صبح ہی کی فوت ہوگئین اور اونکے بیچ کی نمازین بعد وقت یاد آنے فوائت کے پڑہ لین اور قدیم کی مثال یہہ کہ ایک شخص نے مثلا ایک مہینا برابر نماز نہ پڑہی پہر اوسنے کوئی نماز قضا نکی اب اگر کوئی نماز نئی قضا ہوگی اور باوجود اوسکی یاد کے دوسری نماز پڑہیگا تو دوسری درست ہوجائیگی کیونکہ یہہ فائتہ پہلے کی نمازون فوت شدہ مین ملجائیگی اور بعضون نے کہا ہے کہ چہہ نمازین جدید کی فوت ہوجانی سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے پہلی فوائت کا اعتبار نہین اور تجنیس مین اسی پر فتوی لکہا ہے اور مجتبی مین اول کو صحیح کہا ہے اور معراج مین اسپر فتوی دیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین فتوی اور تصحیح مختلف ہین مگر چونکہ متون مین مطلق چہہ نمازون فوت شدہ کا اعتبار ہے خواہ نئی ہون یا پرانی اسلیے شارح نے کہا کہ ترجیح متون کے اطلاق کو دینا چاہیے یعنی قول اول ہی معتمد ہے کذا فی البحر او ظن ظنا معتبرا ای یسقط لزوم الترتیب ایضا بالظن المعتبر کمن صلی الظهر ذاکرا لترکه الفجر فسد ظهره فاذا قضی الفجر ثم صلی العصر ذاکرا للظهر جاز العصر اذ لا فائتة علیه فی ظنه حال اداء العصر وهو ظن معتبر لانه مجتهد فیه یا گمان کیا گمان معتبر یعنی ساقط ہوتا ہے لزوم ترتیب گمان معتبر سے بہی مثلا ایکشخص نے ظہر کی نماز پڑہی یاد کرکے کہ مینے فجر نہین پڑہی تو اوسکی نماز ظہر فاسد ہوگئی پہر جب اوسنے فجر کو قضا پڑہلیا اور اوسکے بعد عصر کو پڑہا حالانکہ ظہر اوسکو یاد ہے تو اوسکی نماز عصر کی درست ہوگی اسلیے کہ اوسکے گمان مین عصر کے ادا کرنیکے وقت اوسپر کوئی نماز قضا نہین اور وہ گمان معتبر ہے اسلیے کہ یہہ مسئلہ اجتہادی ہے ہم یعنی اگر اپنے گمان مین ترتیب کو واجب نہین جانتا اور بعد ظہر کے نمازون کے پڑہنے کے جانا کہ ترتیب واجب ہے تو عصر کے فاسد ہونیکا حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ آخر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہین تو اوسکا گمان غیر معتبر نہ ٹہیرا اسلیے ترتیب ساقط ہوئی اور اس مسئلہ کا پورا بیان شامی مین ہے وفی المجتبی من جهل فرضیة الترتیب یلحق بالناسی واختاره جماعة من ائمة بخاری وعلیه یخرج ما فی القنیة صبی بلغ وقت الفجر وصلی الظهر مع تذکره جاز ولا یلزم الترتیب بهذا العذر اور مجتبی مین ہے کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے وہ لاحق کیا جائیگا بہولنے والے سے یعنی عذر جہالت سے بہی ترتیب ساقط کر دیجاتی ہے اور اختیار کیا ہے اسکو ایک جماعت نے بخارا کے اماموں سے اور اسی قول پر متفرع ہے وہ مسئلہ جو قنیہ مین ہے کہ ایک لڑکا فجر کے وقت بالغ ہوا اور اوسنے ظہر کی نماز پڑہی باوجود فجر کے یاد ہونیکے تو ظہر کی نماز درست ہوگی اور اس عذر سے اوسپر ترتیب لازم نہوگی یعنے ترتیب کے فرض ہونیکا علم غالبا اس عمر مین نہین ہوتا تو جہالت کے عذر کی اوس پر سے ترتیب ساقط ہوئی کذا فی النهر ہم ظن معتبر اور جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے ساقط ہونے کا تصور کرنا نچاہیے اسلیے کہ جب جہالت بہول مین داخل ہے اور ظن معتبر بہی جہالت کی قسم سے ہے تو یہہ بہی نسیان مین داخل ہوا چنانچہ صاحب بحر الرائق نے ان کو نسیان سے ملحق کیا ہے پس سبب سقوط ترتیب کے وہی تین رہے جو متن والون نے لکہے ہین یعنے وقت کا تنگ ہونا اور بہولنا اور فوائت کا چہہ یا زیادہ ہونا کذا فی الشامی

ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطه بکثرتها ای الفوائت بعود الفوائت الی القلة بسبب القضاء لبعضها علی المعتمد لان الساقط لا یعود

بار دیگر عود نہیں کرتا لزوم ترتیب کا بعد ساقط ہو جانے کے فوائت کی کثرت کی وجہ سے بسبب ہو جانے فوائت کے اقل یعنی باعث قضا پڑہ لینے بعض فوائت کے
ترتیب معتمد پر وجہ عود نکرنے کی یہہ ہے کہ ساقط چیز دوبارہ نہیں آتی اور صورت اسکی یہہ ہو کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ سال بہر کی نمازین قضا ہین تو ظاہر ہے
کہ لزوم ترتیب ان فوائت کی وجہ سے ساقط ہو گیا اب اوس شخص نے اُن نمازونکو قضا پڑہنا شروع کیا پڑہتے پڑہتے جب نمازون کو کم کر دیا یہانتک کہ مثلاً ایک ہی فائتہ اسکے
ذمہ رہ گئی تب بہی لزوم ترتیب عود نکریگا یعنی اوس نماز باقی کو یاد کرکے اگر کوئی نماز پڑہیگا تو نماز وقتی جائز ہوگی اور معتمد کی قید اسلئے لگائی کہ غیر معتمد
قول یہہ ہے کہ جب فوائت چہہ سے کم ہو جائین تو ترتیب عود کر آتی ہے اور اسی قول کو ہدایہ مین پسند کیا ہے اور کافی مین اسکو رد کیا ہے اور محیط اور معراج
اور کافی مین فتویٰ اول قول پر ہے اور بعض کے قضا پڑہنے کی قید اسلئے کی کہ اگر کل کی قضا کر لیگا اور ایک نماز بہی اسکے ذمہ نرہیگی تو سب کے نزدیک
صاحب ترتیب ہو جائیگا چنانچہ قہستانی نے اسکو نقل کیا ہے کذا فی الشامی ولکن لا یعود الترتیب بعد سقوطہ ببعض المسقطات
السابقۃ من النسیان والضیق حتی لو خرج الوقت فی خلال الوقتیۃ لا تفسد وھو مؤید لما ھو الاصح مجتبی اور اسیطرح عود
نہین کرتی ترتیب بعد اوسکے ساقط ہونیکے کسی گذشتہ ساقط کرنیوالی چیزونکی وجہ سے یعنی بہول لینے اور تنگی وقت کے سبب اگر ترتیب ساقط
ہو جائیگی تب بہی عود نکریگی یہانتک کہ اگر وقت جاتا رہیگا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد نہوگی اور نماز ادا ہی ہوگی اور فاسد نہوگی اور یہی صحیح تر ہے کذا فی
المجتبی مص یعنی تنگی وقت کے باعث ترتیب ساقط ہو کر اگر وقت جاتا رہا تو ترتیب عود نہ کریگی یہان تک کہ اگر وقتی کے پڑہنے کے درمیان وقت جائیگا تو
فاسد نہوگی کیونکہ ترتیب ساقط ہو گئی اور یہہ نماز وقتی ادا ہوگی نہ قضا ایسا ہی نسیان سے ساقط ہو کر پہر عود نکریگی اور بعض فقہا کے نزدیک جتنی نماز وقت مین
ہوگی اوسقدر ادا ہوگی اور جتنی وقت سے خارج ہوگی وہ قضا ہوگی اور ایک قول یہہ ہے کہ سب قضا ہوگی مگر اصح یہہ ہے کہ ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً لکن
فی النہر والسراج عن الدرایۃ لو سقط للنسیان والضیق ثم تذکر واتسع الوقت یعود اتفاقاً ونحوہ فی الاشباہ فی بیان الساقط
لا یعود فلیحرر لیکن نہر الفائق اور سراج مین درایہ سے ہے کہ اگر ترتیب نسیان اور وقت کی تنگی سے ساقط ہو گئی پہر اوسکو نماز فائتہ یاد ہوئی اور وقت مین گنجائش
ہے تو ترتیب عود کریگی بالاتفاق اور مثل اسکے ہے اشباہ مین اس قاعدہ کے بیان مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی تو اسکی تنقیح کرنی چاہئے مص تنقیح یہہ ہے کہ
وقت کی تنگی مین خلاف لفظی ہے کیونکہ مجتبی مین عدم عود کی تصریح اوس صورت مین ہے کہ وقت نکل گیا ہو اور درایہ مین عود کی تصریح اوس صورت مین ہے
کہ وقت مین گنجایش ہو دونوں کو جمع کرنیکی تو دونوں قولون مین کچہہ منافات نہیں اور اسیطرح بہولنے کے بعد یاد کرنیکی صورت مجتبی مین اوس پر
محمول ہے کہ نماز پڑہنے کے بعد فائتہ یاد ہوئی ہو اور درایہ مین اوس پر محمول ہے کہ نماز وقتی کے فارغ ہونے سے پیشتر یاد ہوئی ہو کذا فی الحلبی و

فساد اصل الصلوۃ بترک الترتیب موقوف عند ابی حنیفۃ سواء ظن وجوب الترتیب اولا فان کثرت وصارت الفوائت
مع الفائتۃ ستاً ظہر صحتہا بخروج وقت الخامسۃ التی ھی سادسۃ الفوائت لان دخول وقت السادسۃ غیر شرط لانہ
لو ترک فجر یوم وادی باقی صلوتہ انقلبت صحیحۃ بعد طلوع الشمس م اور فاسد ہونا اصل نماز کا بسبب چھوڑنے ترتیب کے ملتوی ہے
امام ابو حنیفہ کے نزدیک برابر ہے کہ نمازی نے واجب ہونے ترتیب کا ظن کیا ہو یا نہیں پس اگر بہت ہو جائین اور سب نمازین جنکا فساد موقوف ہے فائتہ کو
ساتہ ملکر چہہ ہو جائین تو ظاہر ہوگی صحت ان پانچونکی پانچوین نماز کے نکلنے کے وقت پر جو شمار مین چہٹی ہے نمازون سے اسلئے کہ داخل ہونا چہٹی نماز کے وقت کا
شرط نہیں کیونکہ اگر ایک شخص نے کسی روز کی فجر نہ پڑہی اور باقی نمازین اوسدنکی ادا کی فجر کو یاد کرکے تو یہہ نمازین دوسرے دن کے آفتاب کے طلوع ہونے پر
صحیح ہو جائینگی مص یعنی اگر دخول وقت چہٹی نماز کا شرط ہوتا تو دوسرے دن کے زوال پر صحیح ہوتین شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت نہر الفائق فساد اصل کہا حالانکہ
اکثر کے نزدیک اصل نماز فاسد نہین ہوتی بلکہ وصف فاسد ہو جاتا ہے یعنی نماز فرض نہین رہتی نفل ہو جاتی ہے تو بہتر تہا کہ شارح اصل کی جگہ وصف کہتا جیسا کہ
مترجم نے ترجمہ وصف کا کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک فساد موقوف نہین رہتا بلکہ امام محمد کے نزدیک اصل و وصف دونو قطعاً فاسد ہو جاتے ہین اور امام ابو یوسف
کے نزدیک فقط وصف قطعاً فاسد ہو جاتا ہے بہتر یہہ ہے کہ سادسۃ الفوائت کہنا مناسب نہین بلکہ سادسۃ الصلوات درست ہے اسلئے کہ پہلی پانچون فوت نہین ہوئی

كذا في الطحطاوي ولا بأس لو قضاها لا يظهر صحتها بل تصير نفلا وفيها يقال صلوٰة تصحح خمسا واخرى تفسد خمسا اور اگر فاسد نمازین
بہت ہون یعنی چھہ ہوجاوین تو ان نمازون پنجگانہ کی فرضیت ظاہر نہوگی بلکہ نفلین ہوجاوینگی یعنی اگر نماز متروکہ فجر کو دوسری فجر کے وقت مین بعد نماز یا
قبل نماز طلوع سے پیشتر پڑھیگا تو جو نمازین موقوف الفساد تھین وہ فاسد ہوجاوینگی یعنی نفلین ہوجاوینگی اور اگر نماز متروکہ کو طلوع شمس تک نہ پڑھیگا
تو سب درست ہوجاوینگی اور اسی چھٹی نماز مین یہہ بھی معما کیا جاتا ہے کہ ایک نماز پانچ نمازونکو درست کر دیتی ہے اور دوسری نماز پانچ فرض کو فاسد
کر دیتی ہے م جواب اس معما کا یہہ ہے کہ وہی نماز فائتہ ہے کہ اگر اوسکو پانچوین نماز پڑھنے کے بعد اوسکے وقت نکلنے سے پیشتر قضا کریگا تو پانچون نمازین فاسد
ہوجاوینگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھیگا تو پانچون نمازین صحیح ہوجاوینگی اور دوسری نماز اسلئے کہا کہ وقت نکلنے کے بعد پڑھی گئی ورنہ حقیقت
مین ایک ہی ہے اور چونکہ صحت کا مدار وقت کے نکلنے پر ہے تو نماز کو صحیح کہنے مین شارح سے مسامحت ہوئی کذا في الشامي ولو مات وعليه صلوات
فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة اور اگر ایک شخص مرا اور اوسکے ذمہ نمازین فوت شدہ ہین اور وصیت
کی کفارہ دینے کی دیا جاوے ہر نماز کے لئے آدھا صاع گیہون مانند صدقہ فطر کے م یعنی آدھا صاع گیہون یا آٹا یا ستو یا ایک صاع جو خواہ چھوارا یا اوسکی
قیمت دیوے اور وصیت کرنی اوس شخص کو لازم ہوگی اگر وہ قادر تھا فوت کے اوپر اور ادا نہ کی اور صاع کا بیان فطرہ کے ذکر مین لکھا جائیگا انشاء الله
تعالى وكذا حكم الوتر والصوم وانما يعطى من ثلث ماله ولو لم يترك مالا يستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويدفعه لفقير
ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی اونمین سے ہر ایک کے عوض صدقہ فطر کی مانند دینا
چاہئے اور یہہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جائے اور اگر میت نے کچھہ مال نچھوڑا ہو یا اتنا نہو کہ سب نمازون کے کفارہ کو کافی ہو تو میت کا وارث
یہہ تدبیر کرے کہ نصف صاع گیہون مثلا قرض لے اور اوسکو فقیر کے حوالہ کرے پھر فقیر وہ گیہون وارث کو ہبہ کردے اور وارث پھر فقیر کو دیدے اسیطرح
اتنی بار دورا کرتا رہے کہ کفارہ تمام ہوجائے م یہہ حیلہ اوس امر کا ہے جو اس زمانہ مین اسقاط کے نام سے مشہور ہو رہا ہے اور اہل ہند اکثر مین بالفعل
یہہ حیلہ استعمال کرتے ہین کہ عمر بھر کے نماز روزہ کا حساب کرکے کفارہ کا نقد دام ٹھرا لیا یا اناج معلوم کرلیا پھر فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دیکر اپنے ذمہ
قرض کر لیا بعد اسکے اوس قرض کی عوض ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہین اور یہہ اسقاط وارث کے ذمہ واجب نہین تبرع ہے مگر اسطرح کا تبرع
خالی تکلف سے نہین ولو قضاها ورثته بامره لم يجز لانها عبادة بدنية بخلاف الحج لانه يقبل النيابة اور اگر نمازون فوت شدہ
کو میت کے وارثون نے اوسکے حکم سے قضا پڑھا تو اوسکی طرف سے درست نہوگی اسلئے کہ نماز عبادت بدنی ہے ہر مکلف کو حکم ہے کہ اپنے بدن سے اوسکو بجا لاوے
دوسرے کے ادا کرانے سے ادا نہوگی بخلاف حج کے اسلئے کہ وہ نیابت کو قبول کرتا ہے یعنی وارث کے حج کرنیسے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے اگرچہ میت نے
اوسکی وصیت کی ہو کیونکہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اوسکے مردہ باپ کی طرف سے حج کرنیکی اجازت فرمائی تھی کذا في الطحطاوي
ولو ادى للفقير اقل من نصف صاع لم يجز ولو اعطاه الكل جاز اور اگر دیا وارث نے فقیر کو کمتر صاع سے تو جائز نہوگا اور اگر سب غلہ اوسکو دیا
تو درست ہے م یعنی صدقہ فطر سے اس کفارہ مین اتنا فرق ہے کہ نصف صاع سے کم ایک فقیر کو فطرہ درست ہے اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہین اور کفارہ یمین اور
ظہار اور افطار مین عدد شرط ہے ایک کو سب دینا درست نہین کذا في الشامي ولو فدى عن صلوته في مرضه لا يصح بخلاف الصوم اور اگر فدیہ دیا
میت نے اپنی نماز سے اپنے مرض موت مین تو صحیح نہوگا اور یہہ واجب ہے کہ وصیت کرجاوے بخلاف روزہ کے کہ اگر مرض موت مین روزہ کا فدیہ دیوے تو درست ہے لیکن اوسکی صحت
بعد موت کے ثابت ہوگی کذا في الطحطاوي ويجوز تاخير الفوائت وان وجبت على الفور لعذر السعي على العيال وفي الحوائج على الاصح اور جائز ہے تاخیر
کرنا فوت شدہ نمازون کا اگرچہ واجب اوسی وقت ہوتی ہین بسبب عذر کمائی کے عیال کے لئے اور سعی کرنیکے اپنی حاجتون مین صحیح تر قول کے بموجب یعنی
بہت سی فائتہ جن سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے اونکو اگر زن و فرزند کے لئے کمائی کی وجہ سے یا اور کسی حاجت کے باعث تاخیر کرے تو جائز ہے تو جب اپنے کام سے جسقدر
فرصت پاوے اوسیقدر قضا پڑھ لے اونکو چھوڑنا نچاہئے کذا في الطحطاوي وسجدة التلاوة والنذر المطلق وقضاء رمضان عمري وضيق الحلوا...

كذا في المجتبى اور سجدہ تلاوت یعنی نماز سے خارج تلاوت کا اور نذر مطلق اور رمضان کی قضا وسعت دی گئی ہو یعنی ان تینون کو جب چاہے ادا کرے اور تنگ کیا جاوے انکی
كذا في المجتبى یعنی حلوانی کا قول ہو کہ واجب علی الفور ہین اور نذر مین مطلق کی قید اسلئے لگائی کہ نذر معین کا اسکے وقت مین ادا کرنا واجب ہو كذا في الشامي ويعذر
بالجهل حربي اسلم ثمه ومكث مدة فلا قضاء عليه لان الخطاب انما يلزم بالعلم او بدليله ولم يوجدا اور معذور رکھا جائیگا جہالت سے وہ حربی
کہ مسلمان ہوا دار الحرب مین اور ٹھہرا رہا کچھ مدت تو اوسپر قضا نہوگی اسلئے کہ خطاب شریعت کا صرف لازم ہوتا ہو علم سے یا دلیل علم سے اور وہ دونو پائے نہین گئے ہم
دلیل علم سے مراد دار الاسلام مین ہونا ہو کہ ولد الاسلام مین اسلام کے فرض ہر کوئی جانتا ہو تو یہان رہنے سے عذر جہالت مسموع نہوگا اور جسقدر نمازین فوت ہوئی
ہونگی اونکو قضا پڑہنا پڑیگا كذا في الشامي كما لا يقضي مرتد مافاته زمنها ولا ما قبلها الا الحج لانه بالردة يصير كالكافر الاصلي جیسے
نہ قضا پڑہے مرتد ان نمازون کو کہ فوت ہوئی ہون زمانہ ردت مین اور نہ اونکو کہ ردت سے پیشتر فوت ہوئی ہون بجز حج کے کہ اسکا اعادہ کرنا پڑیگا کیونکہ وہ مرتد
ہونے سے مثل کافر اصلی کے ہوجاتا ہو جیسے کافر پر قضا کفر کے وقت کی نمازونکی نہین ہو اور حج اسلام بشرط قدرت فرض ہو اسیطرح مرتد کو تصور کرنا چاہئے
ولذا يلزم باعادة فرض اداه ثم ارتد عقيبه وتاب في الوقت لانه حبط بالردة قال الله تعالى ومن يكفر بالايمان فقد
حبط عمله اور اسی لئے یعنی مرتد کے کافر اصلی کی مانند ہونے سے لازم کیا جائیگا مرتد کو دوبارہ پڑہنا فرض کا جسکو مرتد نے ادا کیا پہر اوسکے پیچھے مرتد ہوگیا اور توبہ کی
یعنی مسلمان ہوا اوسی فرض کے وقت مین کیونکہ فرض مذکور باطل ہوگیا مرتد ہونیکی جہت سے اللہ تعالی فرماتا ہو اور جو شخص منکر ہو ایمان کو تو اوسکا عمل باطل ہوجاتا
ہین وخالف الشافعي بدليل فيمت وهو كافر قلنا افادت عملين وجزائين احباط العمل والخلود في النار فالاحباط بالردة و
الخلود بالموت عليها فليحفظ اور خلاف کیا ہو امام شافعی نے دلیل فیمت وہو کافر سے ہم کہتے ہین کہ آیت مین دو کامون اور دو جزاؤن کا افادہ
فرمایا ہو عمل کا باطل ہونا اور دوزخ مین ہمیشہ رہنا دو جزائین مین سے اول جزا ردت کی ہو اور دوسری ردت پر مرنیکی تو اسکو یاد رکہنا چاہئے امام شافعی
نے فرمایا ہو کہ اوس شخص پر اعادہ فرض لازم نہین اسلئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فاولئك حبطت
اعمالهم في الدنيا والاخرة واولئك اصحب النار هم فيها خلدون تو اس آیت مین عمل کے باطل ہونے کو معلق کیا ہو ردت پر مرنے سے بس
جب کہ وہ شخص اوسی وقت مسلمان ہوگیا اور ردت پر نہین مرا تو اوسکا فرض نہین باطل ہوا ہم جواب دیتے ہین کہ اس آیت مین دو شرطین ہین اور دو
جزائین بطریق لف ونشر مرتب کے اول شرط مرتد ہونیکی ہو اوسکی جزا عمل کا باطل ہونا ہو اور دوسری شرط کفر پر مرنیکی ہو جسکی جزا دوزخ مین ہمیشہ رہنا ہے
کیونکہ پہلی آیت ومن يكفر الاية مین عمل کے باطل ہونے کو صرف کفر پر مشروط کیا ہو تو اسمین بہی جاننا چاہئے كذا في الشامي مختصراً فروع مسائل متفرقہ شتی
کے صبي احتلم بعد صلوة العشاء واستيقظ بعد الفجر لزمه قضاءها ایک لڑکے کو احتلام ہوا بعد اوسکے عشا کی نماز پڑھ لینے کے اور وہ
جاگا فجر کے بعد تو اوسکو لازم ہو عشا کا قضا پڑہنا کیونکہ جو اوسنے پڑہی تہی وہ نفل ہوئی تہی اور مکلف بعد اسکے ہوا وقت کر ہوتی اور سونا مانع خطاب شرعی
کا نہین كذا في الشامي صلى في مرضه بالتيمم والايماء مافاته في صحته صح ولا يعيد الوصح پڑہی نمازی نے اپنے مرض مین تیمم اور اشارہ
وہ نمازین کہ اوسکو فوت ہوئی تہین اوسکی صحت مین تو درست ہونگی اور اونکو دوبارہ نہ پڑہے جب تندرست ہوجائے کثرت الفوائت نوى اول ظهر
عليه او اخره وكذا الصوم لو من رمضانين هو الاصح بہت ہوگئین فوائت نیت کرے اول ظہر کی اپنے ذمہ یا آخر ظہر کی اور اسیطرح روزہ کا
حال ہو اگر دو رمضانون سے ہو یہی صحیح تر ہو مثال بہت سی فوائت کی یہ ہو کہ مثلا ہفتہ بہر کی نمازین قضا پڑہنی ہین تو تعیین قضا مین ضرور رہے
کہ مثلا کون سے دن کی ظہر پڑہتا ہو اسلئے شارح نے کہا کہ نیت سب سے اول ظہر کی کرے تو سب سے پہلے دن کی نماز ذمہ سے ساقط ہوگی بعد اسکے دوسرے روز کی ظہر اول
ہوجائیگی اسیطرح سب ادا ہوجاوینگی اور آخر ظہر کی نیت سے بہی یہی فائدہ ہو اور دو رمضانون کے روزون مین بہی اول رمضان یا آخر رمضان کی
نیت سے تعیین ہوجائیگی اور اگر ایک رمضان کے کئی روزے ہون تو تعیین کی کچھ حاجت نہین كذا في الشامي وينبغي ان لا يطلع غيره على قضائه
لان التاخير معصية فلا يظهرها والله اعلم اور چاہئے یہ کہ اپنی قضا پر مطلع نہ ہو دوسرا شخص کو اطلاع نکرے یعنی قضا نماز چھپا کر پڑھے کیونکہ نماز

ھم شامی نے کہا کہ ظاہرا قضا نماز کا اعلان کرکے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کہ وقت سے ٹالنا گناہ ہے تو اسکو ظاہر نہ کرے واللہ اعلم

بابُ سجودِ السّہو

یہ باب ہے سہو کے سجدوں کے بیان میں مِنْ اِضَافَةِ الْحُكْمِ اِلَى السَّبَبِ سجود سہو کی اضافت از قبیل اضافت حکم کے ہے طرف اوسکے سبب کے ھم اسپر یہ اشکال ہو کہ حکم تو وجوب سجدہ کا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اضافت بتقدیر مضاف ہے یعنی اصل میں وجوب سجود السہو ہے کذا فی الشامی وَاَوْلَاهُ بِالْفَوَائِتِ لِاَنَّهُ لِاِصْلَاحِ مَا فَاتَ اور سہو کو فوائت کے متصل باب میں بیان کیا کہ سجدہ سہو اسلیے درستی اوس امر کے ہے جو نماز میں فوت ہو گیا جیسے قضا پڑھنا نماز کا اوس نماز کی اصلاح ہے جسکا وقت جاتا رہا وَالسَّهْوُ وَالنِّسْيَانُ وَالشَّكُّ وَاحِدٌ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ وَالظَّنُّ الطَّرَفُ الرَّاجِحُ وَالْوَهْمُ الطَّرَفُ الْمَرْجُوْحُ اور سہو اور نسیان اور شک ایک چیز ہیں فقہا کے نزدیک اور ظن طرف غالب ہے اور وہم طرف مغلوب کا نام ہے ھم یعنی حکم کے اعتبار سے تینوں میں فرق نہیں بحر الرائق میں کہا کہ لغت کی راہ سے نسیان اور سہو میں کچھ فرق نہیں دونو کے معنی یہ ہیں کہ نہ یاد آنا چیز کا حاجت کے وقت اور شک کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کے ہونے یا نہونے میں تردد کرنا بدون ترجیح کسی جانب کے اور اگر کسی جانب کو ان دونو میں ترجیح ہو تو اسکو ظن کہینگے اور دوسری کو وہم اور جمع الجوامع میں ہے کہ سہو اسکو کہتے ہیں کہ معلوم چیز سے غفلت ہو جاوے یعنی ادنی تنبیہ سے اوسپر آگاہ ہو جاوے اور نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہیں کذا فی الشامی يَجِبُ لَهُ بَعْدَ سَلَامٍ وَاحِدٍ عَنْ يَمِيْنِهِ فَقَطْ لِاَنَّهُ الْمَعْهُوْدُ وَبِهِ يَحْصُلُ التَّحْلِيْلُ وَهُوَ الْاَصَحُّ بَحْرٌ عَنِ الْمُجْتَبٰى واجب ہیں نمازی پر دو سجدے واسطے سہو کے فقط ایک سلام کے بعد اپنے داہنی طرف سے اسلیے کہ داہنی طرف کو سلام پھیرنا سہو کے لیے پہلے سے چلا آتا ہے اور نماز سے حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہے اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البحر عن المجتبی ھم بحر کا قائل قول ماتن کا ہے ان سے اپنے مطولات کے ہے اور ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا قول اکثر فقہا کا ہے اور شمس الائمہ اور صدر الاسلام نے کہا ہے کہ دونو سلاموں کے بعد سجدہ سہو کرے اور ہدایہ میں اسکی تصحیح کی ہے اور فخر الاسلام نے ایک سلام کو اختیار کیا ہے مگر سامنے کی طرف نہ داہنے کو اسلیے شارح نے ایک سلام داہنے کو پھیرنا اصح کہا کذا فی الشامی مختصر الطحطاوی نے کہا کہ لفظ فقط تاکید ہے واحد کی اور وجہ وجوب سجدہ سہو حدیث ثوبان سے کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سہو کرے نماز میں اوسکو چاہیے کہ دو سجدے کرے وَعَلَيْهِ لَوْ اَتٰى بِتَسْلِيْمَتَيْنِ سَقَطَ عَنْهُ السُّجُوْدُ اور ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر دونو سلام پھیر دیگا تو اوس سے سجدہ سہو ساقط ہو جاویگا ھم یعنی سلام اول دو چیزوں کے لیے ہے اول حلال ہونا نماز سے دوم تحیت واسطے قوم کے اور دوسرا سلام صرف تحیت کے لیے ہے تو مشابہ کلام کے ہوا اسیواسطے اگر دوسرا سلام بھی پھیر دے تو سجدہ سہو نکرے کذا فی الشامی یعنی اس صورت میں تدارک سجدہ سہو سے نہیں ہو سکتا نماز کے اعادہ سے ہوگا وَلَوْ سَجَدَ قَبْلَ السَّلَامِ جَازَ وَكُرِهَ تَنْزِيْهًا وَعِنْدَ مَالِكٍ قَبْلَهُ فِي النُّقْصَانِ وَبَعْدَهُ فِي الزِّيَادَةِ فَيُعْتَبَرُ الْقَافُ بِالْقَافِ وَالدَّالُ بِالدَّالِ اور اگر سجدہ سہو کیا سلام سے پہلے تو جائز ہے اور مکروہ تنزیہی ہے اور امام مالک کے نزدیک پہلے سلام سے ہے نقصان کی صورت میں اور بعد سلام کے ہے زیادتی کی صورت میں تو معتبر ہو انکے نزدیک قاف قبلیت کا نقصان کے قاف کے ساتھ اور دال بعدیت کا زیادتی کی دال کے ساتھ ھم یعنی اگر نماز میں واجب کی کمی ہو تو سلام سے پیشتر سجدہ چاہیے اور اگر زیادتی ہو تو بعد سلام کے کہتے ہیں کہ ہارون رشید کی مجلس میں امام ابو یوسف نے امام مالک سے کہا کہ اگر نماز میں واجب کی کمی اور زیادتی دونو ہوئی ہوں تو سجدہ سلام کے بعد کرے یا پہلے امام مالک اسکے جواب میں حیران رہ گئے کذا فی الطحطاوی سَجْدَتَانِ وَيَجِبُ اَيْضًا تَشَهُّدٌ وَسَلَامٌ لِاَنَّ سُجُوْدَ السَّهْوِ يَرْفَعُ التَّشَهُّدَ دُوْنَ الْقَعْدَةِ لِقُوَّتِهَا بِخِلَافِ الصُّلْبِيَّةِ فَاِنَّهَا تَرْفَعُهُمَا وَكَذَا التِّلَاوِيَّةُ عَلَى الْمُخْتَارِ واجب ہیں دو سجدے اور نیز واجب ہے التحیات پڑھنا اور سلام پھیرنا اسلیے کہ سجدہ سہو دور کرتا ہے التحیات کے پڑھنے اور سلام کو نہ قعدہ کو بسبب قوی ہونے قعدہ کے یعنی قعدہ اخیرہ فرض ہے اور سجدہ سہو واجب تو واجب فرض کو نہیں اوٹھا سکتا بخلاف سجدہ نماز کے کہ وہ التحیات اور قعدہ دونو بیکار کر دیتا ہے اور اسیطرح سجدہ تلاوت ہے قول مختار پر ھم اور ایک قول یہ ہے کہ سجدہ تلاوت مثل سجدہ سہو کے ہے کیونکہ دونو واجب ہیں اور وجہ قول مختار کی یہ ہے کہ جب سجدہ تلاوت واجب ہے اگرچہ قرات کے تابع ہے اور قرات رکن ہے اسلیے اوسکو بھی اوسیکا حکم ہو گیا کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اسکے یہ معنی کہ بعد سجدہ کرنے کے حکم قرات حاصل کرتا ہے اور قبل سجدہ کرنیکے واجب ہی رہتا ہے وَيَاْتِيْ بِالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالدُّعَاءِ فِي الْقُعُوْدِ الْاَخِيْرِ فِي الْمُخْتَارِ وَقِيْلَ فِيْهِمَا اِحْتِيَاطًا اور پڑھے درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور دعا قعدہ اخیر یعنی سجدہ سہو کے بعد کے قعدہ میں قول مختار میں اور قول غیر مختار یہ ہے کہ دونو قعدوں میں پڑھے احتیاط کی رو سے اِذَا كَانَ الْوَقْتُ صَالِحًا فَلَوْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ فِي الْفَجْرِ اَوِ احْمَرَّتْ فِي الْقَضَاءِ اَوْ وُجِدَ مِنْهُ مَا يَقْطَعُ الْبِنَاءَ بَعْدَ السَّلَامِ يَسْقُطُ عَنْهُ سجدہ سہو کرے جبکہ وقت نماز کی صلاحیت رکھتا ہو تو اگر آفتاب نکل آوے نماز فجر میں بعد سلام کے یا آفتاب سرخ ہو جاوے بعد سلام کے نماز قضا میں یا پائی گئی نمازی سے وہ حرکت جو قطع کرے

باب سجود السہو

[illegible] عمل منافی نماز کا بعد سلام کے نماز سے [illegible] تو سجدہ سہو اوس سے ساقط ہو جائیگا کذا فی الفتح [illegible] نماز کی [illegible] تو کہا گیا [illegible]
[illegible] تو سجدہ سہو ساقط نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی القنیة لو بنی النفل علی فرض سہا فیه لم یسجد [illegible] اگر بنا کیا نفل کو [illegible] فرض پر
سہو کیا تو سجدہ سہو نکرے یعنی فرض کے بعد سجدہ سہو نکرے بلکہ نفل کے آخر میں کرے کذا فی الطحطاوی وتذکیر متعلق بیجب وواجب عام فی صفة الصلوٰة سہوا
لا تعمدا فی العمد [illegible] سجدہ کا سبب ہو لیکن چھوڑ دے کسی واجب کو ان واجبوں میں سے کہ صفت صلوٰۃ میں گنے گئے یعنی سجدہ سہو نہیں [illegible]
[illegible] شارح نے کہا کہ ماتن کا قول ترک واجب متعلق بیجب ہے قیل الا فی اربع ترک القعدة الاولی وصلوٰته فیه علی النبی صلی اللہ علیه
وسلم وتفکره عمدا حتی شغله عن رکن وتاخیر سجدة الرکعة الاولی الی آخر الصلوٰة نهر [illegible] ترک واجب میں سجدہ نہیں بجز چار صورتوں کے قول
[illegible] قعدہ اولی [illegible] درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اولی میں سوم عمدا اتنا فکر کرنا نماز میں کہ ایک رکن سے مشغول کر دے چہارم سجدہ
رکعت اولی کو آخر نماز تک تاخیر کرنا کذا فی النہر [illegible] کہا کہ ان صورتوں کی اصل نہ روایت ہے نہ درایت میں اور طرفہ یہ ہے کہ تاخیر سجدہ میں رکعت اولی اور آخر
[illegible] کی قید لگائی اگر دوسری رکعت کا سجدہ [illegible] تیسری تک تاخیر کیا تب یہ حکم کیوں نہیں کذا فی الشامی والطحطاوی وان تکرر
[illegible] اگر [illegible] ترک واجب کرے [illegible] ایک سجدہ سہو [illegible] نہیں [illegible] کہا کہ اگر نماز کے
سب واجب چھوٹ جائیں تب بھی [illegible] سجدہ لازم ہوگا کذا فی الشامی [illegible] متعلق [illegible] واجب [illegible] قراءة [illegible] الواجب [illegible]
[illegible] جیسے [illegible] کرنا قرات واجب ہے پہلے شارح نے کہا یہ مثال [illegible] مقدم [illegible]
[illegible] ولو بعد الرفع من الرکوع عاد ثم اعاد الرکوع [illegible] الفاتحة [illegible] السورة [illegible] قرات [illegible]
[illegible] اگر یاد کرے قرات کو اگر بعد سر اوٹھانے کے رکوع سے یعنی قومہ میں تو قرات کی طرف عود کرے یعنی قرات پڑھے اور رکوع دوبارہ کرے [illegible]
[illegible] صورتیں [illegible] کا اعادہ [illegible] یعنی اگر رکوع میں یا قومہ میں یاد آوے کہ سورہ پڑھی ہے الحمد نہیں پڑھی تو الحمد پڑھے [illegible]
[illegible] الحمد اور سورہ ترتیب [illegible] اور خلاصہ میں ہے کہ قرات کی طرف عود کرے [illegible] سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی وتاخیر قیام الی
الثالثة بزیادة علی التشهد بقدر رکن وقیل بحرف وفی الزیلعی الاصح وجوبه باللهم صل علی محمد [illegible] تیسری رکعت [illegible]
[illegible] التحیات [illegible] ایک حرف [illegible] موجب سجدہ سہو [illegible] اللهم صل علی محمد [illegible]
[illegible] وعلی آل محمد [illegible] سجدہ واجب ہوگا شامی نے کہا کہ سجدہ کا واجب ہونا [illegible] التحیات [illegible] قعدہ اولی میں بقدر ایک رکن [illegible]
[illegible] تب بھی سجدہ سہو واجب ہوگا [illegible] مناقب میں ہے کہ امام اعظم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا [illegible] سجدہ سہو [illegible] پڑھنے والے
[illegible] عرض کیا [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] والجهر فیما یخافت فیه للامام وعکسه
لکل مصل فی الاصح [illegible] آہستہ [illegible] جہر [illegible] اور اسکے عکس [illegible]
[illegible] سجدہ سہو [illegible] شارح نے [illegible] قول [illegible] تصحیح [illegible] جہر [illegible]
[illegible] عکس میں امام پر کیونکہ جہری نماز میں منفرد پر جہر واجب نہیں [illegible] بقدر ما تجوز به الصلوٰة [illegible]
[illegible] وقیل قائله قاضیخان یجب السهو بهما ای بالجهر والمخافتة مطلقا ای قل او کثر وهو ظاهر الروایة واعتمده الحلوانی اور تصحیح [illegible]
[illegible] جہر اور اخفا میں کیونکہ [illegible] جہر و اخفا [illegible] ممکن نہیں [illegible]
[illegible] ظاہر الروایت [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] الحمد [illegible] معلوم ہوا کہ اخفا کی جگہ میں
[illegible] کلمہ کا جہر [illegible] شارح نے [illegible] کذا فی الشامی [illegible] متعلق بیجب [illegible] مقتدیا بسهو امامه

ان سجد امامه لوجوب المتابعة لا بسهوه اصلا سجدۂ سہو ترک واجب سے واجب ہوتا ہے منفرد پر اور مقتدی پر واجب ہے اسکو امام کے سہو سے بشرطیکہ امام سجدہ کرے بسبب واجب ہونے متابعت
امام کے تو اگر امام نے سجدۂ سہو کسی سبب سے ساقط ہو جاوے تو اس صورت میں مقتدی پر سجدہ سہو ساقط ہو گا کذا فی الطحطاوی اور نہیں واجب سجدہ مقتدی پر خود اسکے سہو سے کسی طرح یعنی نہ امام کے
پہلے سلام کے بعد کیونکہ سلام سے پہلے اگر سجدہ کریگا تو امام کی مخالفت لازم آویگی اور امام کے سلام کے بعد نماز سے خارج ہو جاویگا کذا فی البحر والمسبوق یسجد مع امامه مطلقا
سواء کان السهو قبل الاقتداء او بعده ثم یقضی ما فاته ولو سها فیه سجد ثانیا اور مسبوق سجدہ کرے اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں یعنی خواہ امام کو سہو قبل اقتدا
کے ہوا ہو یا بعد اقتدا کے پھر مسبوق سجدۂ سہو کے بعد اپنی باقی نماز پڑھے اور اگر اس باقی میں سہو ہو جاوے تو دوبارہ سجدہ کرے اسلئے کہ خود اسکی نماز حکم منفرد کی نماز کا رکھتی
ہے تو گویا دوسری نماز ہوئی اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نہ کیا اور اپنی نماز کے آخر میں کر لیا یا کہ اسکو باقی نماز میں سہو ہوا ہو یا نہیں تو کافی ہوگا کذا فی البحر وکذا اللاحق
لکنه یسجد فی آخر صلاته ولو سجد مع امامه اعاده اور یہی حکم لاحق پر سجدہ واجب ہے اسکو امام کے سہو سے مگر وہ سجدہ کرے اپنی نماز کے آخر میں اور اگر سجدہ کیا
لاحق نے اپنے امام کے ساتھ تو دوبارہ سجدہ کرے اسلئے کہ اسپر التزام کیا تھا متابعت امام کا ساری نماز میں ہر چند امام اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کیا ہو تو وہ بھی ایسا ہی کرے کذا
فی الطحطاوی والمقیم خلف المسافر کالمسبوق وقیل کاللاحق اور مقیم جو مسافر کے پیچھے ہو مثل مسبوق کے ہے یعنی اسکے ساتھ سجدہ کرے اور ایک قول کہتا ہے کہ مثل لاحق
کے ہے یعنی آخر نماز میں سجدہ کرے مع صورت اسکی یہ ہے کہ مسافر امام ہو اور مقیم مقتدی ہو تو مقیم بھی سجدہ میں اسکا ساتھ دیوے اور کہتا ہے کہ وہ سجدہ میں متابعت کرے
المسبوق کی طرح باقی پڑھکر آخر میں سجدہ کرے وسهوه عن القعود الاول من الفرض ولو عملیا اما النفل فیعود ما لم یقید بالسجدة ثم تذکر عاد الیه وتشهد
ولا سهو علیه فی الاصح ما لم یستقم قائما فی ظاهر المذهب وهو الاصح فتح یعنی اگر بھول گیا نماز میں قعدۂ اولیٰ فرض کا اور اٹھنے لگا پھر بیٹھنے کو یاد کیا تو عود کرے بیٹھنے
کیطرف اور التحیات پڑھے اور اسپر سجدہ نہیں جب تک کہ بالکل کھڑا نہیں ہوا بلکہ اب بھی قریب بیٹھنے کے ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی الفتح اور مختار نے
کہا کہ فرض عام ہے خواہ اعتقادی ہو جیسے نماز پنجگانہ خواہ فرض عملی ہو جیسے وتر ہے اور اگر نفل ہو تو عود کرے قعدہ کے لئے جب تک کہ قیام کو سجدہ سے مقید کیا ہو وان
استقام قائما لا یعود لاشتغاله بفرض القیام وسجد للسهو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلاته لرفض
الفرض لما لیس بفرض وصححه الزیلعی اور اگر یہ صورت نہ ہو یعنی پورا کھڑا ہو گیا ہو تو اب قعدہ کے لئے عود نہ کرے بسبب اسکے مشغول ہو جانے کے قیام میں کہ فرض ہے
اور سجدہ سہو کرے واسطے چھوڑ دینے واجب یعنی قعدہ اولی کے پس اگر عود کریگا قعدہ کے واسطے بعد کھڑا ہو جانے کے تو اسکی نماز فاسد ہو جاویگی بسبب چھوڑ دینے فرض کے اور اس
چیز کے لئے جو فرض نہیں یعنی قیام کو قعدہ کی خاطر چھوڑ دینے کی وجہ سے فاسد ہو جاویگی اور تصحیح کی ہے اس قول کی زیلعی نے وقیل لا تفسد لکنه یکون مسیئا
ویسجد لتأخیر الواجب وهو الاشبه کما حققه الکمال وهو الحق بحر اور ایک قول یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بیٹھ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر نمازی برا
کرنیوالا ہوتا ہے یعنی گنہگار ہوتا ہے کذا فی الفتح اور سجدہ کرے تاخیر واجب کے لئے یعنی قعدہ واجب میں بیٹھنے کی تاخیر کی ہے اور یہ قول مشابہ بھی زیادہ ہے چنانچہ تحقیق کیا ہے
اسکو کمال الدین نے اور یہی حق ہے کذا فی البحر کمال الدین محقق نے کہا ہے کہ قعدہ کیطرف رجوع کرنے سے صرف قیام کی زیادتی لازم آتی ہے جو نماز کی مخل نہیں کیونکہ
یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک رکعت سے کم کی زیادتی مفسد نماز نہیں باقی رہا یہ کہ بیٹھ جانے سے فرض کو واجب کے لئے چھوڑنا لازم آتا ہے تو یہ بات بھی نہیں کیونکہ یہ ترک
نہیں ہے بلکہ تاخیر ہے جیسے کسی کو رکوع میں یاد پڑے کہ سورت نہیں پڑھی اور وہ کھڑا ہو کر سورہ پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ایسا ہی اس صورت میں بھی فاسد نہیں
ہوگی کذا فی الشامی ملخصا تصرف وهذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتما وان خاف فوت الرکعة لان القعود فرض علیه بحکم المتابعة یعنی
سراج اور یہ تفصیل کہ اگر سیدھا کھڑا ہو تو بیٹھ نہ جاوے ورنہ بیٹھ جاوے غیر مقتدی کے لئے ہے یعنی امام اور منفرد کے لئے اور مقتدی ضرور بیٹھ جاوے اگرچہ خوف ہو تیسرے
تیسری رکعت کا امام کے ساتھ نہ ملنے کا کیونکہ بیٹھنا اسپر فرض ہے بسبب متابعت کے کذا فی السراج صورت اسکی یہ ہے کہ امام بیٹھ گیا اور مقتدی کھڑا ہو گیا یا
بیٹھ کر کھڑا ہو گیا امام کے ساتھ قعدہ کو بھول گیا تو مقتدی پر واجب ہے کہ بیٹھ کر التحیات پڑھے اگرچہ یہ ڈر ہو کہ التحیات پڑھنے میں تیسری رکعت امام کے ساتھ نہ ملیگی کذا فی الشامی
وظاهره انه لو لم یعد بطلت بحر قلت رتبه کلام والظاهر انها واجبة فی الواجب فرض فی الفرض ولنا فیه رسالة فلیراجع
اور ظاہر تعلیل سراج کا یعنی قعدہ کی متابعت کو فرض کہنے کا یہ ہے کہ اگر مقتدی عود نہ کریگا تو نماز باطل ہو جاویگی کذا فی البحر میں کہتا ہوں کہ تعلیل میں کلام ہے اور ظاہر یہ ہے

متابعت واجب ہے وجہ یہ ہے کہ نمازیں فرض ہو تو فرض نماز میں کذا فی النہر اور متابعت کے باب میں ہمارا ایک رسالہ جامع ہے جسکا نام ہے اوسکو دیکہو ہم طحطاوی نے کہا کہ فرض نماز میں متابعت فرض ہے کہ بیٹہنا کہ فرض کے اوپر اگرچہ بعد اوسکے خفا تمام ہو اور امام سے پہلے اور یہہ معنی نہیں کہ کسی جز میں قعدہ کی شرکت بہی فرض ہو تو سہا عن القعود الاخیر کلہ او بعضہ عاد ویکفی کون کلا الجلستین قدر التشہد ولو متفرقا ما لم یسجد لان ما دون الرکعۃ محل الرفض ویسجد للسہو لتاخیر القعود اور اگر بہول گیا نمازی قعدہ اخیرہ کے کل کو یا تہوڑے کو اور کہڑا ہو گیا پانچوین رکعت کے لیے تو لوٹ آوے جب تک کہ رکعت زائدہ کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو اسلئے کہ رکعت سے کم مقام ترک کا ہے اور سجدہ سہو کرے دیر ہو جانے کی وجہ سے بیٹہنے تشہد سے اور کافی ہے ہونا دونوں جلسون کا بمقدار التحیات کے یعنی نمازی قعدہ اخیر میں تہوڑا سا بیٹہکر اوٹہ کہڑا ہوا پہر بیٹہ گیا اور تہوڑا سا بیٹہنے کے بعد مثلاً کلام کیا تو اگر دونوں دفعہ کا بیٹہنا مقدار التحیات کے ہو گیا ہے تب نماز درست ہو گی ورنہ فاسد ہو جاویگی کذا فی الشامی وان قیدہا بسجدۃ عامدا او ناسیا او ساہیا او مخطئا تحول فرضہ نفلا برفعہ الجبہۃ عند محمد وبہ یفتی لان تمام الشئ بآخرہ اور اگر مقید کیا رکعت زائدہ کو سجدہ سے عمدا یا بہولکر یا بہولکر ہو جائیں گے فرض اوسکے نفل وقت اوسکے اوٹہانیکے پیشانی کے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اسلئے کہ تمام ہونا چیز کا اوسکے آخر سے ہوتا ہے یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک سر زمین پر رکہتے ہی سجدہ ثابت ہو جاتا ہے اور امام محمد کے نزدیک سر اوٹہانے سے تو یہہ دلیل امام محمد کی ہوئی کہ سجدہ پورا جب ہو گا جب اوسکا آخر ہو چکیگا ہم یہاں شارح نے خلط کر دیا کیونکہ ظاہر کلام شارح سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد بہی اسکے قائل ہیں کہ فرض نفل ہو جاتے ہیں بعد پانچوین رکعت کے سجدہ کے حالانکہ ایسا نہیں ہے انکے نزدیک جب فرض نہ ہو تو اصل تحریمہ باطل ہو جاتی ہے اور مسئلہ مذکورہ متن میں اختیار شیخین کا ہے تو عند محمد صرف انتقال سے متعلق ہے کہ سجدہ بدون سر اوٹہانے کے کامل نہیں ہوتا تو مطلب یہہ ہوا کہ فرض امام کے باطل ہو جاتے ہیں وقت سر اوٹہانیکے سجدہ سے امام محمد کے نزدیک اور نفل ہو جاتے ہیں شیخین کے نزدیک فلو سبقہ الحدث قبل رفعہ توضأ وبنی خلافا لابی یوسف حتی قال زہ صلوۃ فسدت اصلحہا الحدث پس اگر پیش ہوا نمازی کو حدث پہلے سر اوٹہانے کے تو وضو کرے اور بنا کرے بخلاف ابو یوسف یہانتک کہ اونہون نے فرمایا کہ عجب نماز ہے کہ فاسد ہو گئی اور حدث نے اوسکی اصلاح کر دی ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ ایک شخص قعدہ اخیرہ کو ترک کر کے پانچوین رکعت کو اوٹہا اور اوسکو سجدہ میں تہا کہ بے وضو ہو گیا تو چونکہ امام محمد کے نزدیک بطلان فرض کے لئے سجدہ سے سر اوٹہانا شرط ہے اسلئے اوسکے فرض ہنوز باطل نہیں ہوئے تو وہ شخص وضو کر کے قعدہ اخیرہ کرے اور سجدہ سہو کر کے سلام پہیرے فرض پورے ہو جائیں گے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سجدہ کے لئے زمین پر سر رکہتے ہی فرض نفل ہو گئے تو اب بنا فرض پر نہیں کر سکتا اور آپکا قول زہ بکسر زا معجمہ وسکون ہا کلمہ فارسی ہے بمعنی تعجب کے یہہ آپ نے اوسوقت فرمایا کہ اس مسئلہ میں آپکے سامنے امام محمد کا قول نقل کیا گیا اور نماز کو فاسد پایا تو یہہ فرمایا کہ عنقریب امام محمد کے نزدیک بہی باطل ہو جاتی اگر نمازی سجدہ سے سر اوٹہا لیتا اسلئے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ نماز فاسد ہو چکی اس اعتبار سے فاسد کہا کذا فی الشامی بتصرف والعبرۃ للامام حتی لو عاد ولم یعلم بہ القوم حتی سجدوا لم تفسد صلوتہم ما لم یتعمدوا السجود وفیہ یلغز ای مصل ترک القعود الاخیر وقید الخامسۃ بسجدۃ ولم یبطل فرضہ اور اعتبار قعدہ کیطرف عود کرنے میں قبل پانچوین رکعت کو سجدہ کے امام کا ہے یہانتک کہ اگر امام بیٹہ گیا اور مقتدیوں نے اوسکا بیٹہنا نجانا تا آنکہ اونہون نے سجدہ کیا تو اونکی نماز فاسد نہو گی یعنی اونکی فرض نفل نہو گی جب تک سجدہ دانستگی میں نہ کیا ہو گا اور اسی صورت میں پہیلیان پوچہی جاتی ہے کہ کونسا نمازی ہے جسنے قعدہ آخر کا ترک کیا اور پانچوین رکعت کو سجدہ سے مقید بہی کر دیا مگر اوسکے فرض باطل نہوئے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ اوس صورت میں ہے کہ امام رکوع کے بعد بیٹہا ہو کیونکہ اس صورت میں بیٹہنے سے امام کا رکوع جاتا رہیگا تو مقتدیون کا رکوع بہی اوسکی متابعت کی جہت سے جاتا رہیگا تو فقط مقتدیون کا سجدہ امام سے زائد رہیگا اور سجدہ کی زیادتی سے نماز فاسد نہیں ہوتی پس اگر امام رکوع سے پہلے ہی بیٹہ جائیگا اور مقتدی رکوع اور سجدہ دونوں کر چکے تو نماز مقتدیونکی فاسد ہو جائیگی وضوح فساد بسبب ولو فی العصر والفجر ان شاء لاختصاص الکراہۃ والاتمام بالقصد ولا یسجد للسہو علی الاصح لان النقصان بالفساد لا ینجبر اور ملا لے چہٹی رکعت اگرچہ عصر اور فجر میں ہو اگر چاہے بسبب خاص ہونے کراہت اور پورا کرنیکے قصد سے اور نہ سجدہ کرے سہو کا صحیح تر قول کے بموجب اسلئے کہ نقصان فساد کا یعنی ترک قعدہ سے جو فساد ہوا اور فرض باطل ہو گئے وہ سجدہ سے پورا نہیں ہوتا ہم مراد چہٹی رکعت سے رکعت زائدہ ہے تو فجر میں وہ چوتہی ہو گی اور یہہ جو کہا کہ کراہت وتمام قصد سے مخصوص ہیں یہہ جواب ہے اوس سوال کا کہ عصر کے اور فجر کے بعد نفل مکروہ ہیں تو یہ کیسے کہدیا کہ اگر یہہ عصر اور فجر میں ہو تب بہی رکعت ملا لے دوسری یہہ کہ ملانا رکعت کا ظہر و عشا میں واجب ہونا چاہیئے کیونکہ نفل کا شروع کر کے پورا کرنا واجب ہے تو یہہ کیسے کہا کہ اگر چاہے تو ملا لے شارح نے دونوں کا جواب یہہ دیا کہ خاص ہے کراہت کا اور پورا کرنا اوس نفل میں ہے جو قصدا شروع کی ہو اور یہان نفل بلا قصد شروع ہوئی ہے اور پہلے اعتراض کا جواب نہر الفائق میں یون بہی دیا ہے کہ جب نماز کے فرض باطل ہو گئے تو نفل بعد عصر کہان ہوئی قبل عصر ہوئی جو مکروہ نہیں ہاں اگر عصر کے بعد کوئی قضا نماز

بجز اسکے ... ہوسکتا ہو اور شارح نے مغرب کا ذکر کیا تو حلیہ میں مذکور ہو کہ مدد دیتی ہیں پانچویں رکعت نہ ملاوے کیونکہ اول تو قبل مغرب نفلیں مکروہ ہیں
دوسرے ... نفلیں ... ہیں کذا فی الغایة ولان قعد فی الرابعة مثلاً قدر التشهد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائماً صح الا ان الاصح ان القوم ينتظرونه
فان عاد تبعوه وان سجد للخامسة سلموا لانه تم فرضه اذ لم يبق عليه الا السلام وضم اليها سادسة ولو فی العصر خامسة فی الفجر
ورابعة فی المغرب يعني لتصير الركعتان له نفلاً والضم هنا آكد اور اگر نمازی بیٹھا ہو چوتھی رکعت میں مثلاً یعنی اخیر رکعت میں خواہ وہ تیسری ہو یا دوسری
مقدار التحیات کے پھر کھڑا ہو گیا تو بیٹھ جاوے اور سلام پھیرے کیونکہ بیٹھ کر سلام پھیرنا مسنون ہے اور اگر کھڑا ہوا سلام پھیر دیگا تب بھی صحیح ہے پر صحیح تر قول یہ ہے کہ مقتدی امام کا
انتظار کریں پس اگر وہ عود کرے یعنی بیٹھنے کیطرف تو اوسکی متابعت کریں اور اگر امام سجدہ کر دیا پانچویں کے لیے یعنی رکعت زائد کے لیے تو مقتدی سلام پھیر دیں اسلیے کہ
اوسکا فرض تمام ہو گیا کیونکہ سلام کے سوا اور کچھ باقی نہیں اور ملا دیوے اوس رکعت میں چھٹی اگرچہ نماز عصر میں ہو اور پانچویں مغرب میں اور چوتھی فجر میں یعنی اسی کا فتویٰ ہے
اور ایک رکعت اسکے ملا دیگا کہ دو رکعتیں اوسکی نفل ہو جائیں اور ملانا یہاں موکد زیادہ ہے والصحیح انه لو قطع لا قضاء ولا بأس باتمامه فی وقت كراهة على
المعتمد اور ضمان نہیں اگر توڑ دے یعنی اگر دوسری رکعت یعنی ایک رکعت زائد ہی نہ ملاوے ایک سے جو رکعت ہے نماز قطع کر دے تو اوس پر قضا لازم نہ ہوگی کیونکہ اس نفل کو اوسنے
قصداً شروع نہیں کیا اور کچھ مضائقہ نہیں اوسکے پورا کرنیکا کراہت کے وقت میں قول معتمد پر یعنی رکعت زائد پر دوسری کا ملانا اگر عصر و فجر کے بعد ہو مضائقہ نہیں کیونکہ
یہ نفل قصداً شروع نہیں ہوئی علاوہ اسکے نہ ملانے سے یا تو سجدہ سہو چھوٹ جائیگا جو واجب ہے یا اگر سجدہ سہو ایک ہی رکعت پر کریگا تو مسنون طور پر ادا نہوگا اسلیے
اس صورتمیں ملانیکی زیادہ تاکید ہے چنانچہ بیان ہوا ويسجد للسهو فی الصورتين لنقصان فرضه بتأخير السلام فی الاولى وتركه فی الثانية اور سجدہ سہو کرے دونو
صورتوں میں یعنی رکعت زائد کا سجدہ ترک کیا ہو اور ویسے ہی بیٹھ گیا ہو یا سجدہ کر لیا ہو اور دوسری رکعت ملائی ہو سجدہ کرے بسبب نقص کے جو اوسکے فرض کی سلام کی تاخیر سے پہلی
صورتمیں اور ترک کرنے سلام کے دوسری صورت میں م یعنی دوسری صورتمیں سلام نماز کے آخر میں ہے اگرچہ کہ فرضوں کا سلام خاص نہیں ہے اسلیے اوسکو یہ سلام
مخصوص فوت ہو گیا کذا فی الحلبی والركعتان لا تنوبان عن السنة الراتبة بعد الفرض فی الاصح لان المواظبة عليهما انما كانت بتحريمة
ابتداءً اور یہ دونوں رکعتیں زائد قائم مقام سنت موکدہ فرضوں کے بعد کے نہوگی صحیح تر قول میں اسلیے کہ موکدہ سنتوں پر مداومت جدا تحریمہ سے ثابت ہوئی ہے نہ بلا قصد
تحریمہ کے اور یہ ضمن میں دوسری نماز کے ولو اقتدى به فيهما صلاهما ايضاً اور اگر نمازی اقتدا کرے سہو والے امام کا اون دونوں رکعتوں زائد میں تو اونکو بھی پڑھے یعنی اگر
امام چوتھی رکعت میں بیٹھا اور دو رکعتیں اور پڑھیں تو ان دونوں میں اگر کوئی اوسکا مقتدی ہو تو وہ بھی چھ رکعتیں پڑھے ولو افسد قضاهما به يفتى نقاية
اور اگر مقتدی اون دونوں رکعتوں کو فاسد کر دے تو صرف اون دونوں کی قضا کرے اسی پر فتوی ہے کذا فی النقایة م شامی نے لکھا کہ یہ پہلی ہی صورتمیں ہے یعنی امام اگر
قعدہ اخیرہ میں بیٹھا ہو اور اگر بیٹھا نہو تو اوس صورتمیں فاسد کرنے سے چھ رکعتیں قضا کرے ولو ترك القعود الاول فی النفل سهواً سجد ولم تفسد خلافاً
لمحمد لانه كما شرع ركعتين شرع اربعاً ايضاً وقد مر انه يعود ما لم يقيد الثالثة بسجدة وقيل لا اور اگر چھوڑ قعدہ اول کو نفل میں سہواً تو سجدہ
کرے اور یہ نماز فاسد نہوگی بوجہ استحسان کے کہ اوسنے جیسی دو رکعتیں شروع کی ہیں اوسی وقت چار کو بھی شروع کیا ہے اور ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ نمازی عود
کرے قعود کیطرف جبتک کہ تیسری رکعت نفل کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو اور ایک قول یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد عود نکرے اسلیے کہ اب نفلیں مثل فرض کے
ہو گئی ہیں م یعنی قیاس کی رو سے یہ نفلیں فاسد ہونی چاہئیں کیونکہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے تو قعدہ اخیرہ جو فرض ہے اول دوگانہ میں نہ پایا گیا مگر استحساناً فاسد
نہیں ہوتیں واذا صلى ركعتين فرضاً او نفلاً وسها فيهما فسجد له بعد السلام ثم اراد ان يبني شفعاً عليه لم يكن له ذلك لان البناء يكره له
لانه يبطل سجوده بلا ضرورة اور جب پڑھیں دو رکعتیں فرض یا نفل کی اور اون میں سہو ہوا اور بعد سلام اوس سہو کا سجدہ کر لیا پھر چاہا کہ اسی دوگانہ
پر دوسرا دوگانہ بنا کرے تو اوسکو یہ بنا کرنا نہیں پہونچتا یعنی یہ بنا اوسکو مکروہ تحریمی ہے تا کہ اوسکا سجدہ سہو کا بلا ضرورت بیکار نہو جاوے م سجدہ سہو
واجب ہے اور جب کہ باطل کرتا ہے واجب کو بغیر ضرورت کے جائز نہیں ہاں اگر اوسکو صحیح رکھیں تو کوئی چیز ... لازم آتی ہے تو ... باطل کیا جاویگا
جیسے اگر مسئلہ میں ہو بخلاف المسافر اذا نوى الاقامة لانه لو لم يبن بطلت ... اگر اوسنے دو رکعتیں پڑھی ...

سجدہ کیا پھر نیت اقامت کی کی اور ابھی نہیں دو کو چار کرنا چاہا تو اوسکو اختیار ہے یہ مسئلہ کہ اگر وہ بنا نہ کرے اور پورا پڑھنا اوسکو اقامت کی جہت سے لازم ہو گیا ہے تو اوسکی دو رکعتیں پڑھی ہوئی
باطل ہو جائینگی اور اگر بنا کر لیگا تو سجدۂ سہو جو واجب ہے وہ باطل ہوگا اور چونکہ واجب کا باطل ہونا نسبت بطلان فرض کے خفیف ہے تو اسیکو اختیار کیا گیا کذا فی البحر ولو فعل
ما ليس له من البناء صح بناؤه لبقاء التحريمة ولعيد هو والمسافر سجود السهو على المختار لبطلانه بوقوعه خلال الصلوة اور اگر نمازی نے کیا وہ
فعل جسکا اوسکو اختیار نہ تھا یعنی بنا کر لیا تو اوسکی بنا صحیح ہوگی بسبب تحریمہ کے باقی رہنے کے اور دوبارہ کرے نمازی مذکور اور مسافر سجدۂ سہو کو مذہب مختار پر دلیلوں باطل ہو جانے
سجدۂ سہو کے بسبب اوسکے پڑجانے کے نماز کے درمیان م قول مختار کا مقابل یہ ہے کہ سجدۂ سہو کو دوبارہ نکرے کیونکہ وہ جس جگہ ہوا ہے جبر نقصان کے لئے ہوا ہے تو اب اوسکی کیا حاجت ہے
كذا في الحلبي سلام من عليه سجود سهو يخرجه من الصلوة خروجا موقوفا ان سجد عاد اليها والا لا اور اس نماز کا سلام پھیر دینا جسپر سجدۂ سہو ہے اوسکو نماز سے
باہر کر دیتا ہے مگر ملتوی طور پر یعنی اگر اب سجدہ کریگا تو نماز میں پھر عود کر آئیگا اور اگر سجدہ نہیں کریگا تو عود نکریگا م یہہ نکلنا نماز سے قول شیخین کا اور امام محمد کے نزدیک نماز سے
خارج نہیں ہوتا کذا فی الشامی وعلى هذا فيصح الاقتداء به ويبطل وضوءه بالقهقهة ويصير فرضه اربعا بنيته الاقامة ان سجد للسهو في
المسائل الثلاث والا بان لم يسجد لا تثبت الاحكام المذكورة كذا في غاية البيان اور اس بنا پر یعنی سلام کے سبب سے نماز سے باہر ہو جانے پر بشرطیکہ سجدہ کرے صحیح ہے
اقتدا کرنا پیچھے اوسکے اور باطل ہو جائیگا وضو اوسکی قہقہہ سے اور ہو جائینگے فرض اوسکے چار بسبب نیت اقامت کے اگر سجدہ کریگا سہو کا مسائل سہ گانہ میں اور اگر سجدۂ سہو نکریگا تو
احکام مذکورہ ثابت نہونگے ایسا ہی غایۃ البیان میں ہے م صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص نے قعدہ اخیرہ کے بعد سلام پھیرا اور اوسپر سجدۂ سہو کا ہے تو اب اگر کوئی شخص اوسکے
پیچھے اقتدا کریگا تو اوسکا اقتدا صحیح ہوگا بشرطیکہ بعد اقتدا کے امام سجدۂ سہو کرے اور اگر سجدۂ سہو نکریگا تو اقتدا درست نہوگا اسیطرح اگر بعد سلام کے سجدۂ سہو سے پیشتر
نمازی نے قہقہہ کیا یا مسافر نے اسوقت اقامت کی نیت کی اور پھر سجدۂ سہو کیا تو اول شخص کا وضو جاتا رہیگا اور مسافر کے فرض دو کی جگہ چار ہو جائینگے اور اگر بعد قہقہہ اور نیت کے سجدہ نہ کیا تو وضو
نہ جائیگا اور فرض چار نہونگے شامی نے کہا کہ بعض نسخو نمین عامۃ الکتب ہے غایۃ البیان کی جگہ اور یہ غلط ہے کیونکہ جو تفصیل ان تین مسئلو نمین مصنف نے لکھی ہے وہ عامہ کتب کے
مخالف ہے البتہ غایۃ البیان میں اسیطرح ہے جیسا مصنف نے لکھا ہے وهو غلط في الاخيرتين والصواب انه لا يبطل وضوءه ولا يتغير فرضه سجد او لا لسقوط السجود
بالقهقهة وكذا بالنية لئلا تقع في خلال الصلوة وتمامه في البحر والنهر اور یہہ حکم غلط ہے دو اخیر کی صورتوں میں اور صحیح یہہ ہے کہ نمازی کا وضو باطل نہیں ہوتا اور اوسکے
فرض نہیں بدلتے سجدۂ سہو کرے یا نکرے یا نہیں بسبب ساقط ہونے سجدہ کے قہقہہ سے اور اسیطرح اقامت کی نیت سے تاکہ سجدہ کرنا واقع نہو نماز کے درمیان میں اور پورا بیان
بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے م یعنی تفصیل اس بات کی کہ اگر سجدۂ سہو کریگا تو وضو باطل ہو جائیگا قہقہہ کی صورت میں اور فرض دو کی جگہ چار ہو جائینگے نیت اقامت
کی صورت میں اور اگر سجدۂ سہو نکریگا تو دونوں باتیں نہونگی یہ ان کی غلطی ہے کہ سہو سے ایسا لکھدیا بلکہ صحیح یہہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں سجدہ کرے یا نہ کرے حکم مسئلہ کا
ایک ہی رہتا ہے یعنی نہ وضو باطل ہو نہ فرض بدلیں اسلئے کہ بعد سلام کے جب قہقہہ ہوا تو شیخین کے نزدیک سلام کے سبب نماز سے خارج ہوا مگر خروج موقوف کو اب جو کہ
قہقہہ فعل مخالف نماز کی ہے اسلئے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اوسپر سے ساقط ہو گیا پس وضو باطل نہوا اور نیت اقامت کی صورت میں اگر فرض سجدہ سے پیشتر بدلجائیں
اسکے یہہ معنی کہ نیت سجدہ سے پیشتر درست ہوئی اور سارا نیت کو درست کہو تو سجدۂ سہو نماز کے درمیان میں واقع ہوگا جسکا ہونا نہونا برابر ہے حاصل یہہ کہ شیخین کے
نزدیک سلام سے خارج از نماز ہو گیا اب بدون سجدۂ سہو نماز میں داخل نہیں ہو سکتا تو اگر سجدۂ سہو بعد نیت اقامت کرتا ہے تو سجدہ بیچ میں نماز کے واقع ہوتا ہے
جو باطل اور بے اصل ہے اسلئے یہی کہا گیا کہ اب نماز سے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اوسپر سے ساقط ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا ويسجد للسهو ولو مع سلامه ناويا
للقطع لان نية تغيير المشروع لغو ما لم يتحول عن القبلة او يتكلم لبطلان التحريمة اور سجدۂ سہو کرے اگرچہ اپنے سلام کے ساتھ نیت قطع نماز کی کرے جبتک
کہ قبلہ سے نہ پھرے یا جبتک بات نکرے کیونکہ قبلہ کیطرف سے پھر جانے اور بات کرنے سے تحریمہ باطل ہو جائیگی اور سجدۂ سہو نکر سکیگا شارح نے کہا کہ نیت قطع نماز کی اسلئے
معتبر نہوئی کہ مشروع چیز کے متغیر کرنیکی نیت باطل ہوتی ہے یعنی مشروع یہہ تھا کہ سجدۂ سہو سے نماز کو پورا کرتا اب بیچ میں نیت اوسکی قطع کی کر لی لغو ٹھہری ف
لو نسي السهو او سجدة صلبية او تلاوية يلزمه ذلك ما دام في المسجد اور اگر نمازی سجدۂ سہو کو بھول گیا یا سجدۂ نماز کو یا سجدۂ تلاوت کو تو لازم ہوگا اوسپر
یہہ سجدہ کرنا جبتک کہ مسجد کے اندر ہے م شامی نے کہا کہ او شارح کے کلام میں مانعۃ الخلو ہے تو ہو سکتا ہے کہ اوسکے ذمہ ایک ہی انمیں سے ہو یا دو ہوں یا تینوں ہوں

غرض بھولنے کے بعد جب یاد آئیں اور سجدہ کے اندر ہو تو اوسپر اوسکا کرنا لازم ہے سلم مصلی الظہر مثلاً علی رأس الرکعتین توہمًا اتمامہا اتمہا اربعًا وسجد
للسہو لان السلام ساہیًا لا یبطل لانہ دعاء من وجہ سلام پھیرا ظہر کے پڑھنے والے نے مثلاً دو رکعتوں پر نماز کے پورا ہونے کے وہم سے تو اوسکو چار پورا کرلے اور
سجدہ سہو کرے اسلئے کہ سلام پھیرا بھولے سے نماز کو باطل نہیں کرتا کیونکہ سلام ایک وجہ سے دعا ہے یعنی اسوجہ سے کہ اوس سے مومنین کیلئے دعا مطلوب ہے اور دعا
قاطع نماز نہیں بخلاف ما لو سلم علی ظن ان فرض الظہر رکعتان بان ظن انہ مسافر او انہا الجمعۃ او کان قریب عہد بالاسلام فظن ان فرض الظہر رکعتان او کان فی
صلوۃ العشاء فظن انہا التراویح فسلم او سلم ذاکرًا ان علیہ رکنًا حیث تبطل لانہ سلام عمد بخلاف اس صورت کے کہ سلام پھیرا اس گمان سے کہ ظہر کے فرض دو ہیں یا ظہر کو یہ خیال کیا کہ میں مسافر ہون یا یہ نماز جمعہ ہے
یا اوسکو مسلمان ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا تھا اوسنے گمان کیا کہ ظہر کے فرض دو ہی ہیں یا یہ کہ نماز عشا میں مشغول تھا اوسکو تراویح گمان کر کے سلام پھیر دیا یا سلام
پھیرا اوس حال میں کہ اوسکو یاد ہے کہ مجھپر ایک رکن باقی ہے کہ ان سب صورتوں میں نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ سلام عمدا ہے سہو سے نہیں م فرق پہلے
مسئلہ میں اور اس مسئلہ میں یہ ہے کہ وہان نماز کو پورا گمان کیا تھا اسلئے سلام سہوًا قرار دیا گیا اور یہان قطعا دو پڑھنا جانکر سلام پھیرا اسلئے عمدًا ہوا ورنہ سلام
دونو صورتوں میں عمدًا ہے کذا فی الشامی وقیل لا تبطل حتی یقصد بہ خطاب آدمی اور ایک قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی جبتک سلام سے کسی آدمی کا خطاب
مقصود نہو م یہ قول دوسرا بحث ہے صاحب بحر کی اور قول اول پر معتمد کتابوں میں یقین کیا ہے کذا فی الشامی والسہو فی صلوۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ
والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنۃ کما فی جمعۃ البحر واقرہ المصنف وبہ جزم فی الدرر اور سہو نماز
عید اور جمعہ اور فرض اور نفل میں برابر ہے یعنی ہر ایک کے لئے سجدہ سہو کرنا چاہیئے اور مختار متاخرین کے نزدیک نہونا سجدہ سہو کا ہے عید اور جمعہ میں واسطے دور
کرنے فتنہ کے چنانچہ باب الجمعہ بحر الرائق میں ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اور اسی پر یقین کیا ہے درر البحار میں م فتنہ سے مراد لوگوں کا تردد ہے یعنی عید وجمعہ
میں چونکہ مجمع بہت ہوتا ہے تو عجب نہیں کہ سجدہ سہو کرنے سے لوگ تشویش میں پڑ جائیں اسلئے متاخرین نے اختیار کیا ہے کہ نہ کرنا سجدہ کا ایسے مجمعوں میں اولی
ہے کذا فی الطحطاوی واذا شک فی صلوتہ من لم یکن ذلک ای الشک عادۃ لہ وقیل من لم یشک فی صلوۃ قط بعد بلوغہ وعلیہ
اکثر المشائخ بحر عن الخلاصۃ کم صلی استانف بعمل مناف وبالسلام قاعدًا اولی لانہ المحلل اور جب شک کرے اپنی نماز میں وہ نمازی کہ
شک کرنا اوسکی عادت نہو اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اوسنے کسی نماز میں کبھی شک نہ کیا ہو بعد بالغ ہونیکے یعنی یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو اور اسی قول پر ہیں
اکثر مشائخ کذا فی البحر عن الخلاصہ شک اسبات میں کرے کہ نماز کتنی رکعتیں پڑھیں تو وہ نماز کو از سر نو پڑھے اور اس نماز کو قطع کردے کسی عمل مخالف نماز سے
اور سلام سے قطع کرنا بیٹھکر اولی ہے اسلئے کہ سلام حلال کرنیوالا ہے یعنی نماز کی تحریمہ کے اوٹھانیکے لئے ہے وان کثر شکہ عمل بغالب الظن ان
کان لہ ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتیقنہ وقعد فی کل موضع توہمہ موضع قعودہ ولو واجبًا لئلا یصیر تارکًا فرض القعود
او واجبہ اور اگر بہت ہو شک کرنا نمازی کا یعنی نمازی کی رکعتوں میں اکثر شک ہونا یا کرتا ہو تو عمل کرے اپنے گمان غالب پر اگر اوسکو گمان ہو واسطے دور
کرنے تنگی کے یعنی اگر یقین کامل کی موجب عمل کرنے کا حکم دیا جائے تو اسمیں حرج ہوگا اسلئے گمان غالب پر عمل کرے اور اگر گمان غالب اوسکو نہو تو تھوڑی
رکعتوں کو اختیار کرے بسبب یقینی ہونے کمتر کے یعنی مثلاً تین اور چار میں اگر شک ہے تو تین یقینی ہیں شبہہ چوتھی میں ہوگا اور بیٹھے ہر جگہ میں کہ خیال
کرے اوس جگہ کو بیٹھنے کا مقام اگرچہ بیٹھنا واجب ہو اسلئے قعدہ کرے تاکہ تارک قعدہ فرض یا واجب کا نہو م مثلاً اول رکعت میں شک ہوا کہ یہ دوسری ہے
یا اول اور گمان غالب اول ہونیکا ہے تو اول سمجھے اور اوسکے آخر میں قعدہ کرے کیونکہ اسکے وہم کے بموجب یہ دوسری بھی ہے تو محل قعدہ ہے اسیطرح دوسری
رکعت کے آخر میں قعدہ کرے کہ وہ باعتبار ظن غالب کے دوسری ہے اسیطرح اگر غالب ظن اول ہونیکا نہو تو اقل پر بنا کرنے میں یہی صورت ہوگی گو چند ہر رکعت
پر بیٹھنا بدعت ہے مگر ترک واجب یا فرض کی ضرورت سے اسکو اختیار کیا گیا کذا فی الشامی واعلم انہ اذا شغلہ ذلک الشک فتفکر قدر اداء
رکن ولم یشتغل حالۃ الشک بقراءۃ ولا تسبیح ذکرہ فی الذخیرۃ وجب علیہ سجود السہو فی جمیع صور الشک سواء عمل
بالتحری او بنی علی الاقل فتح لتاخیر الرکن اور جان لے کہ جب نمازی کو وہ شک روکدے اور بقدر ادا کرنے ایک رکن کے سوچے اور شک کی حالت

یعنی قراءت اور تسبیح میں مشغول رہکر فکر کیا ہو اسکو ذخیرہ میں واجب ہے اور سہو سجدہ سہو کرنا سب صورتوں میں شک کی یعنی خواہ اوسنے عمل غالب پر ظن کیا ہو یا کمتر پر بنا کی ہو
کذا فی الفتح سجدہ سہو کرے بسبب تاخیر رکن کے م یعنی غلبہ ظن کی صورتوں میں اور امر یقینی کے اعتبار کرنیکی صورتوں میں اگر شک کرنیسے بقدر رکن تاخیر ہوئی تو سجدہ کرے اور
اوس سے کمتر فکر کرنیمیں سجدہ سہو نہیں کذا فی الطحطاوی ولکن فی السراج انه یسجد للسهو فی اخذ الاقل مطلقا وفی غلبة الظن ان تفکر قدر رکن
لیکن سراج میں ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے اقل کے اختیار کرنے میں مطلق خواہ مقدار رکن کی تامل کرے یا نکرے اور غلبہ ظن میں اگر فکر بقدر رکن کرے تو سجدہ کرے
ورنہ نکرے **فروع** مسائل ملحقہ شارح اخبره عدل بانه ما صلی اربعا وشك فی صدقه وکذبه اعاد احتیاطا خبر دی اوسکو ایک عادل یعنی سچے
آدمی نے کہ اوسنے چار رکعتیں نہیں پڑھیں اور اوسنے شک کیا مخبر کے سچے اور جھوٹے ہونیمیں تو اوس نماز کو پھر سے پڑھے براہ احتیاط م اور اگر نمازی کو یقین ہو کہ نہیں
پڑھی چار پڑھی ہیں تو مخبر کے قول پر لحاظ نکرے کذا فی الطحطاوی ولو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولهم اور اگر اختلاف
کیا امام اور مقتدیوں نے پس اگر امام کو یقین ہو اپنے ٹھیک پڑھنے کا تو اعادہ نکرے اور اگر یقین نہو تو مقتدیوں کے کہنے کے موجب نماز کا اعادہ کرے طحطاوی نے کہا
کہ پہلی صورت میں قوم اعادہ کرے کیونکہ اونکے ظن میں اونکی نماز فاسد ہے شك انها ثانیة الوتر ام ثالثته قنت وقعد ثم صلی اخری وقنت ایضا
والاصح شک کیا نمازی نے اسباب میں یہہ کہ رکعت وتر کی دوسری ہے یا تیسری تو وہ قنوت پڑھے اور قعدہ کرے پھر اور رکعت پڑھے اور اوسمیں بھی قنوت پڑھے
صحیح تر قول میں م قول اصح کا مقابل یہہ ہے کہ دوبارہ قنوت نہ پڑھے کہ بدعت ہے اور اوسکا جواب یہہ ہے کہ ترک واجب کی ضرورت سے احتیاطا قنوت پڑھنے میں ہے کذا فی الاشباہ
شك هل کبر للافتتاح اولا او احدث اولا او اصابه نجاسة اولا او مسح راسه اولا استقبل ان کان اول مرة والا لا شک کیا
کہ شروع کی تکبیر کہی یا نہیں خواہ یہہ شک کیا کہ حدث ہوا یا نہیں خواہ یہہ کہ کپڑے پر نجاست لگی یا نہیں خواہ یہہ کہ مسح اپنے سر کا کیا یا نہیں تو اگر یہہ شک اول مرتبہ ہے
تو از سر نو کرے ورنہ نہیں م یعنی اول صورت میں نماز از سر نو پڑھے اور دوسری میں وضو کرے اور تیسری میں نجاست کو دھوکر پاک کرے اور چوتھی میں مسح کرے
اور اگر شک اول دفعہ نہو تو اوس شک کا کچھ اعتبار نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہہ حکم اثناء وضو یا نماز میں شک ہونے کا ہے اور بعد فراغ کے شک کا اعتبار نہیں
واختلف لو شك فی ارکان الحج وظاهر الروایة البناء علی الاقل وعلیك بالاشباه فی قاعدة الیقین لا یزول بالشك اور اختلاف کیا گیا
ہے اس صورت میں کہ شک کیا حج کے ارکان میں اور ظاہر روایت ہے بنا کرنا کمتر پر یعنی اگر شک کیا کہ طواف زیارت مثلا چار پھیرے پھرا ہے یا تین تو تین پر بنا کرے اور
تجھکو چاہیے کہ اشباہ کو دیکھے اس قاعدہ کے ذکر میں کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا م ظاہر روایت کا مقابل یہہ ہے کہ غلبہ ظن پر عمل کرے کیونکہ رکن کا مکرر ہونا اور شبہہ
زیادتی کا ہونا حج کا مفسد نہیں اور بحر الرائق میں اس قول کو اکثر فقہا کیطرف منسوب کیا ہے کذا فی الطحطاوی

باب صلوة المریض

یہہ باب بیمار کی نماز کے احکام میں ہے من اضافة الفعل لفاعله او محله ومناسبته کونه عارضا سماویا واخر سجود التلاوة ضرورة اضافت صلوة
کی مریض کی طرف از قبیل اضافت فعل کے ہے طرف فاعل کے یا اضافت فعل کی ہے طرف محل کے یعنی مریض یا فاعل نماز کا ہے یا محل نماز کا اور مناسبت اس باب کی سجدہ سہو سے
ہونا مرض کا ہے عذر آسمانی یعنی اس لحاظ سے سہو اور مرض دونو یکساں ہیں اسلئے اس باب کو متصل سجدہ سہو کے بیان کیا ہے پیچھے رہ گیا سجدہ تلاوت ضرورت کی وجہ سے یعنی چاہیے
تھا کہ سجدہ سہو اور تلاوت پاس پاس بیان ہوتے کیونکہ دونو جزو نماز ہوتے ہیں مگر صلوة مریض میں اس مناسبت کی رعایت کے سبب سے سجدہ تلاوت پیچھے بیان ہوا کذا فی
الطحطاوی من تعذر علیه القیام ای کله لمرض حقیقی وحده ان یلحقه بالقیام ضرر به یفتی قبلها او فیها ای الفریضة او حکمی بان خاف
زیادته او بطء برئه بقیامه او دوران راسه او وجد لقیامه الما شدیدا او کان لو صلی قائما سلس بوله او تعذر علیه الصوم کما مر صلی قاعدا
ولو مستندا الی وسادة او انسان فانه یلزمه ذلك علی المختار کیف شاء علی المذهب لان المرض اسقط عنه الارکان فالهیئات اولی جس شخص
کو دشوار ہو یعنی سب قیام نکرسکتا ہو بسبب کسی مرض یعنی عذر حقیقی کے اور تعریف اوس عذر کی جس سے نماز بیٹھکر درست ہو یہہ ہے کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہنچے اسی پر
فتوی ہے یہہ دشواری قیام کی پہلے فرضوں سے ہو یا خود فرضوں کے اندر خواہ قیام نہو سکے بسبب عذر حکمی کے اسطرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑھجانیکا یا اوسکے دیر کر اچھا ہونیکا
کھڑا ہونیکے باعث یا گھومنا اپنے سر کا یا پاوے اپنے قیام سے بہت سا درد یا ایسا ہو کہ اگر نماز کھڑا ہوکر پڑھیگا تو پیشاب جاری ہوجائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہوجائیگا چنانچہ

باب صلوة المریض

باب صفۃ الصلوٰۃ میں گذر چکا تو وہ شخص بیٹھکر نماز پڑہے اگرچہ تکیہ یا کسی آدمی پر سہارا دیکر بیٹھے کیونکہ یہہ بیٹھنا اوسپر لازم ہے قول نے کہا ہے کہ بموجب اوسی بیٹھے جسطرح چاہے بموجب روایت مذہب کے اسلئے کہ مرض نے مریض سے ارکان کو ساقط کر دیا تو ہیئتون کو بطریق اولی ساقط کرد یگا یعنی کسی خاص صورت پر بیٹھنا اوسپر ضرور نہیں ہم شارح نے حقیقی اور حکمی کو صفت مرض کی ٹھہرایا حالانکہ مرض دو نو صورتون میں حقیقی ہے اور یہہ دونو لفظ صفتیں عذر کی ہیں جیسا کہ مترجم نے ترجمہ کیا اور ضمیر عذر کی اگر مرض حقیقی کیطرف پہیر یجائے تو صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ مرض کی تعریف تو یہہ ہے کہ جسکی بدن میں آنیسے اعتدال مزاج کا جاتا رہے اور اگر عذر حقیقی کیطرف پہیریں تب بھی نہیں بن سکتی کیونکہ عذر حقیقی قیام میں یہہ ہے کہ کہڑا ہو تو گر پڑے اور حکمی وہ ہے جس عذر سے نماز بیٹھکر مباح ہو اوسکی طرف پہیر سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں تسامح ہے کذا فی الشامی مختصراً

وقال زُفَرُ کالمتشہّد قیل وبہ یُفتی اور امام زفر نے فرمایا کہ بیٹھے مثل بیٹھنے التحیات کے کہتے ہیں کہ اسی پر فتوی ہے ہم تجنیس اور خلاصہ میں اسپر فتوی مذکور ہے اور یہہ ہے کہ بعض پر ایسا بیٹھنا آسان ہے شامی نے کہا کہ یہہ علت اتمام ہے بلکہ آسانی کو اسمین دخل ہے کہ کسی ہیئت خاص کا مقید نہو جیسا کہ قول اول ہے حاصل یہہ کہ اگر التحیات کی وضع آسان یا برابر ہو تو بہتر ہے کہ التحیات کیطرح بیٹھے ورنہ جونسی وضع اوسکو سہل معلوم ہو اسطرح بیٹھے اور تشہد میں التحیات کی وضع ہو جائے برکوع وسجود نماز پڑہے بیٹھکر رکوع اور سجدہ سے یعنی اشارہ سے نہ پڑہے اسلئے کہ جن ارکان کو کامل ادا کر سکتا ہے اونکو ناقص کرنا نہیں چاہئے بدون ضرورت کے وان قدر علی بعض القیام ولو متکئاً علی عصا او حائط قام لزوماً بقدر ما یقدر ولو قدر آیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل اور اگر قادر ہو نمازی تھوڑے قیام پر اگرچہ لاٹھی یا دیوار کے سہارے سے کہڑا ہو سکے تو کہڑا ہو بطور وجوب جسقدر کہ قیام پر قادر ہو اگرچہ ایک آیت یا اللہ اکبر کی قدر ہو بموجب روایت مذہب کے کیونکہ بعض کا حکم مثل کل کے ہے یعنی جیسے کل قیام پر قادر ہونے سے سارا قیام لازم ہے اسیطرح بعض پر قادر ہونیسے بعض لازم ہوگا ہم شامی نے حمیدوانی سے نقل کیا کہ جس شخص کو تھوڑے سے قیام پر قدرت ہو تو اوسکو حکم کیا جائے کہ تکبیر تحریمہ کہڑا ہو کر کہے اور جسقدر قرات کہڑا ہو کر پڑہ سکے وہ بھی پڑہے پہر بیٹھ جائے اگر کہڑا نرہ سکے اور یہی مذہب صحیح ہے اسکے خلاف ہمارے ائمہ سے مروی نہیں اور اگر کوئی شخص اسطرح نہ کریگا تو مجھے ڈر ہے کہ اوسکی نماز درست نہوا اور اگر بے سہارے کہڑا ہونیسے عاجز ہو تو سہارے سے کہڑا ہو ورنہ اوسکی نماز کافی نہوگی اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ذرا سے عذر میں بیٹھکر نماز پڑہنے لگتے ہیں اور یقینا بقدر دو چار آیتون کے کہڑا ہونے سے اونکو کچھ ضرر نہیں ہوتا اونکی نماز نہیں ہوتی اور طرفہ یہہ کہ گھر سے اپنے پاؤن چلکر آتے ہیں اور فرض نماز میں بیٹھکر نیت باندہتے ہیں پس اسکا یاد کرنا ضرور ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں وان تعذّر

لیس تعذّرہما شرطاً بل تعذّر السجود کافٍ لا القیام اومأ بالھمز قاعداً وھو افضل من الایماء قائماً لقربہ من الارض ویجعل سجودہ اخفض من رکوعہ لزوماً ولا یرفع الی وجہہ شیئاً یسجد علیہ فانہ یکرہ تحریماً اور اگر رکوع اور سجدہ دونو نہو سکیں تو اشارہ کرے بیٹھکر اور بیٹھکر اشارہ سے پڑہنا افضل ہے کہڑے ہو کر اشارہ کرنیسے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہوئے کے اشارہ کی زمین سے یعنی مشابہت سجدہ کی اس صورت مین زیادہ ہے اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کی بطور لزوم کے یعنی بدون اسکے سجدہ جائز نہوگا اور نہ اوٹھائے کوئی چیز اپنے چہرہ کیطرف تاکہ اوسپر سجدہ کرے کہ یہہ فعل مکروہ تحریمی ہے شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونو کا متعذر ہونا شرط نہیں بلکہ سجدہ کا نہو سکنا اشارہ کے لئے کافی ہے نہ قیام کا متعذر ہونا اور اوما ہمزہ سے ہے یعنی مہموز اللام ہے ہم شامی نے کہا کہ لا القیام عطف ہے ضمیر متصل وان تعذرا پر اور سجدہ کے لئے کوئی چیز اوٹھانا یا اٹھوا رہنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکھی ہو تو مکروہ نہیں اسلئے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے بیماری کی جہت سے ایک تکیہ پر سجدہ کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو منع نہیں فرمایا فان فُعِلَ بالبناء للمجہول ذکرہ العینی وھو یخفض راسہ لسجودہ اکثر من رکوعہ صح علی انہ ایماءٌ لا سجودٌ الا ان یجد قوۃ الارض والا یخفض لا یصح لعدم الایماء پس اگر کوئی چیز اوٹھا یجاوے اور نمازی اپنا سر زیادہ پست کرتا ہو بہ نسبت رکوع کے تو سجدہ کرنا درست ہوگا اور یہہ اشارہ ہی متصور ہوگا نہ سجدہ مگر اوس صورت مین کہ پاوے زمین کی سختی تو سجدہ ہی ہوگا اور اگر سر کو پست نکرتا ہو تو صحیح نہوگا بسبب نہونے اشارہ کے شارح نے کہا فعل بصیغہ مجہول ہے ذکر کیا ہے اسکو عینی نے ہم حلبی نے کہا کہ مجہول ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ ماتن کا قول ولا یرفع ظاہر اسیکا مقتضی ہے کہ بصیغہ معروف ہو اور اشارہ ہی متصور ہوگا اسکے یہہ معنے کہ اگر کوئی رکوع سجدہ کرنیوالا اوس کا قصد اکرے گا تو جائز نہوگا اور سر کو پست کرنے کی یہہ صورت کہ کوئی چیز اوٹھا کر سجدہ کے لئے سر کو لگانے بالکل نہ جھکے یا جھکے مگر رکوع سے کم یا برابر تو سجدہ جائز نہوگا کذا فی الشامی

وان تعذر القعود ولو حكما اومأ مستلقيا على ظهره ورجلاه نحو القبلة غير انه ينصب ركبتيه لكراهة مد الرجل الى القبلة ويرفع رأسه يسيرا ليصير وجهه اليها او على جنبه الايمن او الايسر ووجهه اليها والاول افضل على المعتمد اور اگر دشوار ہو نمازی کو بیٹھنا اگرچہ حکمی تعذر ہو تو وہ چت لیٹ کر اشارہ کرے اور دونوں پانوں قبلہ کیجانب کرے لیکن گھٹنونکو کھڑا کرلے بسبب مکروہ ہونے پانوں پھیلانے کے قبلہ کیطرف اور ابھارے سر اپنا تھوڑا سا تاکہ ہوجاوے اوسکا چہرہ قبلہ کیطرف یا لیٹے داہنے یا بائین کروٹ پر اور منہ کرے قبلہ کیطرف اور چت لیٹنا افضل ہے قول معتمد کے بموجب ہم حکمًا بیٹھنہ سکنے کی مثال یہہ ہے کہ مثلاً طبیب نے کہدیا ہو کہ ایک یا دو دن لیٹے رہنا اُٹھنا بیٹھنا ترک کردینا اور لیٹ کر سر ابھارنا اسلیئے تاکہ مشابہ بیٹھنے والیکے ہوجاوے ورنہ اشارہ رکوع اور سجدہ کا لیٹے ہوئے تندرستون سے بدقت ہوتا ہے چہ جائیکہ مریض سے اور قول معتمد کا مقابل یہہ ہے کہ کروٹ پر لیٹنا درست نہین مگر اسصورتمین کہ چت لیٹنا ممکن نہو کذا فی الطحطاوی وان تعذر الايماء برأسه وكثرت الفوائت بان زادت على يوم وليلة سقط القضاء عنه وان كان يفهم في ظاهر الرواية وعليه الفتوى كما في الظهيرية لان مجرد العقل لا يكفي لتوجه الخطاب اور اگر اشارہ سر سے بھی دشوار ہوجاوے اور فوائت بہت ہوجائین اسطرح کہ بڑھجاوین ایکدن اور رات پر تو ساقط ہوجاتی ہے اس مریض پر سے قضا اگرچہ سمجھی جاتی ہو قضا ظاہر روایت مین اور قضا کے ساقط ہونے پر فتوی ہے جیسا کہ ظہیریہ مین ہے اسلیئے کہ صرف عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو کافی نہین ہم یہہ مسئلہ چار طرح پر ہے اول یہہ کہ مرض دنرات سے زیادہ رہا اور اوسکو ہوش نرہا تو اسصورت مین بالاتفاق حالت مرض کی نماز کی قضا نہین دوسری یہہ کہ مرض بیہوشی کے ساتھہ دن رات سے کم رہا یا یہہ کہ دنرات رہا مگر عقل قائم رہی تو اسصورتمین نماز قضا پڑہے اجماعًا تیسری یہہ کہ دنرات سے زیادہ مرض رہا اور عقل بنی رہی چوتھے یہہ کہ دنرات سے کم رہا اور عقل نرہی تو یہہ دونو صورتین محل اختلاف ہین ظاہر الروایت مین قضا پڑہنا معلوم ہوتا ہے اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہے مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس مین ترجیح عدم قضا کو دی ہے اور قاضی خان وغیرہ محققین نے بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہے کذا فی الطحطاوی وافاد بسقوط الاركان سقوط الشرائط عند العجز بالاولى ولا يعيد في ظاهر الرواية بدائع اور بتلادیا ارکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کیوقت ساقط ہونا شرائط کا بطریق اولے اور اعادہ نکرے ان نمازون کا جو ارکان یا شرائط کے ساقط ہونے سے پڑہے ظاہر الروایت مین کذا فی البدائع ہم یعنی جیسے ارکان عاجزی کے باعث ساقط ہوجاتے ہین تو شرائط بطریق اولے ساقط ہوجائینگی مثلاً استقبال قبلہ اور ستر عورت اور طہارت نجاست حقیقی سے عاجزی کیوقت ساقط ہوجاتی ہین ہان وقت ساقط نہین ہوتا شارح کو مناسب تہا کہ اس مسئلہ کو وان تعذر الايماء سے پیشتر بیان کرتا کیونکہ ایما کے متعذر ہونے سے تو نماز ہی ساقط ہوجاتی ہے اور اسسے پیشتر ذکر سقوط ارکان تہا تو انہین کی ذیل مین اس مسئلہ کا ہونا بہتر تہا کذا فی الشامی ولو اشتبه على مريض اعداد الركعات والسجدات لنعاس يلحقه لا يلزمه الاداء ولو اداها بتلقين غيره ينبغي ان يجزيه كذا في القنية اور اگر مریض کو یاد نرہتا ہو رکعتون اور سجدون کا شمار بسبب اونگھہ کے کہ اوسکو لاحق ہوتی ہو تو اوسپر ادای نماز لازم نہین اور اگر ادا کریگا نماز کو دوسرے شخص کے سکھلانے سے تو چاہیئے کہ کافی ہو اوسکو کذا فی القنیہ ہم اسمین یہہ اعتراض ہے کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم وتعلم ہے اور وہ مفسد نماز ہے تو کافی کیسے ہوگا اسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ تعلیم وتعلم نہین بلکہ یاد دہانی اور خبردار کرنا ہے جیسے بیچ کا شخص بڑے مجمع مین امام کی آواز الله اکبر کی دوسرونکو پہونچاتا ہے کذا فی الشامی ولم يوم بعينه وقلبه وحاجبه خلافا لزفر رحمه الله اور اشارہ نکرے اپنی آنکھہ اور دل اور ابرو سے بخلاف امام زفر کے کہ انکے نزدیک جو اشارہ نکرسکے تو ابرو سے کرے اور اس سے عاجز ہو تو آنکھہ سے کرے اور اس سے بھی عاجز ہو تو دل سے کرے اور ہماری دلیل حدیث عمران اور ابن عمر رض کی ہے کہ اگر اشارہ سر سے نکرسکے تو الله تعالی اوسکے عذر کو زیادہ تر قبول فرمانیکا مستحق ہے کذا فی البحر ولو عرض

لہ مرض فی صلوتہ یتمہا بما قدر علی المعتمد ۔ اور اگر لاحق ہوا نمازی کو مرض اوسکی نماز مین تو تمام کرے نماز کو اون افعال سے جنپر
قادر ہو قول معتمد کے بموجب یعنی خواہ بیٹھکر رکوع اور سجدہ سے یا اشارہ سے خواہ لیٹکر اسلئے کہ بقیہ نماز ادنے ہو تو ادنی کی بنا اعلے پر درست ہے کذا فی
البحر اور امام ابو یوسف فرماتے ہین کہ از سر نو پڑھے کذا فی الحلبی ولو صلی قاعدا برکوع وسجود فصح بنی ولو کان یصلی بالایماء فصح
لا یبنی الا اذا صح قبل ان یومی بالرکوع والسجود اور اگر نماز پڑھی بیٹھکر رکوع اور سجدہ سے پھر اچھا ہو گیا یعنی قادر ہو گیا کھڑا ہونے پر تو
باقی نماز کو پہلی پر بنا کرے یعنی کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہوا اور تندرست ہو جاے یعنی رکوع اور سجدہ پر قادر ہو جاے تو بنا نکرے
مگر اس صورتمین کہ رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہو گیا ہو ھ بنا نہ کرنے کی وجہ یہہ ہے کہ رکوع و سجدہ والی نماز کی
بنا اشارہ والی پر جائز نہین اقتدا پر قیاس کرنے سے کما لو کان یومی مضطجعا ثم قدر علی القعود ولم یقدر علی الرکوع والسجود
فانہ یستانف علی المختار لان حالۃ القعود اقوی فلم یجز بناءہ علی الضعیف جیسے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہوا پھر قادر ہو جاے
بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز کو از سر نو پڑھے قول مختار کے بموجب کیونکہ بیٹھنے کی حالت قوی تر ہے بہ نسبت لیٹنے کے اسلئے
قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہوگی وللمتطوع الاتکاء علی شیء کعصا وجدار مع الاعیاء ای التعب بلا کراہۃ وبدونہ یکرہ ولہ
القعود بلا کراہۃ مطلقا ہو الاصح ذکرہ الکمال وغیرہ اور نفل پڑھنے والیکو جائز ہے سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار ساتھہ تھکنے کے
بدون کراہیت کے اور بدون تھکنے کے سہارا دینا مکروہ تنزیہی ہے کہ ایک طرح کی بی ادبی ہے اور نفل پڑھنے والیکو جائز ہے بیٹھہ جانا بدون
کراہت کے ہر حالمین یعنی عذر سے ہو یا بیعذر یہی صحیح تر ہے ذکر کیا ہے اوسکو کمال وغیرہ نے اور ہدایہ مین ہے کہ بدون عذر مکروہ ہے اور قول امام یہہ
ہے کہ مکروہ نہین کیونکہ جب ابتدا اوسکو بیٹھکر پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لئے بیٹھہ جانیکا اختیار کیون نہوگا کذا فی الشامی وصلی
الفرض فی فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبۃ العذر واساء وقالا لا یصح الا بعذر وہو الاظہر برہان پڑھا نمازی نے فرضونکو چلتی
کشتی مین بیٹھکر بدون عذر کے تو صحیح ہے بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنی دوران سر کھڑی ہونے سے اکثر ہوا کرتا ہے کذا فی الطحطاوی اور برا کیا کہ بیٹھکر
پڑھا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہے کذا فی البرہان ھ شامی نے حاوی
قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے والمربوطۃ فی الشط کالشط فی الاصح اور بندہی ہوئی کشتی کنارہ مین مثل کنارہ کے ہے
صحیح تر قول مین ھ یعنی اوسمین فرض بیٹھکر جائز نہین بالاتفاق پھر ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہہ ہے کہ کنارہ پر بندہی کشتی مین فرض
کھڑے ہو کر درست ہین خواہ وہ زمین پر ٹھہری ہو یا نہین اور ایضاح مین ہے کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہونگے کہ
اوسکا حکم زمین کا سا ہے اور اگر ٹھہری نہوگی تو اگر نمازی اوس پر سے کنارہ پر اوتر سکتا ہے تو فرض درست نہونگے بیچ اوتر کر پڑھے کیونکہ اسوقت
مین اسکا حکم سواری کے جانور کا سا ہے اور اگر اترنا ممکن نہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہے کذا فی الطحطاوی والمربوطۃ بلجۃ البحر ان کان
الریح تحرکہا شدیدا فکالسائرۃ والا فکالواقفۃ اور بندہی ہوئی موج دریا مین اگر ہوا اوسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ مثل جاری
کے ہے اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہے یعنی پہلی صورت مین نماز فرض بیٹھکر جائز ہے اور دوسری مین جائز نہین کذا فی الطحطاوی
ویلزم استقبال القبلۃ عند الافتتاح وکلما دارت اور لازم ہے قبلہ رخ ہونا تحریمہ کیوقت اور جبکہ کشتی گہوم جاوے ھ یعنی اسپر سب کا
اتفاق ہے کہ قبلہ رخ رہے گو کشتی گہومتی جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہو تو نماز مین تاخیر کرے جبتک کہ خوف وقت کے جانیکا نہو اور اگر خوف
ہو تو کہا ہے کہ قبلہ عاجز شخص کے حق مین وہی ہوتا ہے جس طرف کو وہ قادر ہو کذا فی الشامی ولو ام فیہا فی فلکین مربوطتین صح والا لا
اور اگر امام ہوا ایک قوم کا دو کشتیون بندہی ہوئی مین تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہین ھ بندہی ہوئی سے یہہ غرض ہے کہ پاس پاس ہون تا کہ
سو ٹہرین کیونکہ پاس ہونے مین دونون کا حکم ایک مکان کا سا ہے کذا فی الشامی وصح حقن او اغمی علیہ ولو بجزع من سبع او آدمی یوما ولیلۃ

فصوٰة الخمس كان زاد وقت صلوة سادسة لا للحرج ولو افاق في المدة فان لافاقته وقت معلوم قضى والا لا اور جو شخص مجنون ہوا یا بیہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بیہوش ہوا ہو ایک رات تو وہ پانچ نمازین قضا پڑھے اور اگر بڑھ جاوے بیہوشی بہ وقت چھٹی نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے اور اگر درات مین اوسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تب تو قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے م مثلا درات بیہوش رہتا ہے مگر صبح کو ہوشمین آتا ہے تو اول کی بیہوشی بیکار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑیگی اور اگر وقت ہوش کا معین نہین یکایک ہوش ہوجاتا ہے تو اس ہوش کا اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی وزال عقله ببنج او خمر او دواء لزمه القضاء وان طالت لانه بصنع العباد كالنوم زائل ہوئی عقل نمازی کی بوٹی یا شراب یا کسی دوا سے تو اوسکو قضا پڑہنا بیعقلی کیوقت کی نمازون کا لازم ہے اگرچہ مدت بیہوشی بہت ہو سلئے کہ یہہ بیہوشی خود بندہ کے کرنے سے ہے مثل سونے کے تو جیسا سونے سے قضا ساقط نہین ہوتی اسیطرح کچھ کہاکر بیہوش ہونے سے ساقط نہوگی م بنج بفتح موحدہ نام ایک بوٹی کا ہے جو نیند لاتی ہے سوا بہنگ کے کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ اجوائن خراسانی ہے ولو قطعت يداه ورجلاه من المرفق والكعب وبوجهه جراحة صلى بغير طهارة ولا يتيمم ولا يعيد هو الاصح وقد مرّ في التيمم وقيل لا يصلي وعليه وقيل يلزمه غسل موضع القطع اور اگر کٹے ہون دونون ہاتھ نمازی کے کہنی سے اور دونو پانو ٹخنی سے اور اوسکے چہرہ مین زخم ہے تو وہ نماز پڑھے بدون وضو اور تیمم کے اور اوسکا اعادہ نکرے یہی صحیح ہے اور یہہ مسئلہ گذر گیا تیمم مین اور بعضون نے کہا کہ اس شخص پر نماز نہین اور بعضون نے کہا کہ اوسپر لازم ہے دہونا کٹی جگہہ کا م یہ دونو قول بمقابل قول اصح کے ہین اور لزوم غسل متصور نہین ہے کہ اوسکو وضو کرانیوالا موجود ہو کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح نے لکھے ولو امكن الغريق الصلوة بالايماء بلا عمل كثير لزمه الاداء والا لا قادر ہوا ڈوبتا آدمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے بدون عمل کثیر کے تو اوسکو ادا پڑہنا لازم ہے اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو ادا لازم نہین قضا لازم ہے م بدون عمل کثیر کے اسطرح کہ کوئی چیز سہارے کو ملگئی ہو یا تیرنا خوب جانتا ہو کذا فی البحر امره الطبيب لاستلقاء لنزع الماء من عينه صلى بالايماء لان حرمة الاعضاء كحرمة النفس حکم کیا نمازی کو طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا بسبب پانی نکالنے کے اسکی آنکھ سے تو وہ نماز اشارہ سے پڑھے اسلئے کہ حرمت اعضا کی مثل حرمت نفس کے ہے یعنی جیسے جان کا بچانا فرض ہے ویسے ہی اعضا کا بچانا فرض ہے م نزع بفتح نون وسکون زا و عین مہملہ بمعنی نکالنا اور بعض نسخون مین بزغ ہے بفتح موحدہ وسکون معجمہ و عین معجمہ بمعنی پچھنے لگانے کے کذا فی الطحطاوی مريض تحته ثياب نجسة وكلما بسط شيء تنجس من ساعته صلى على حاله وكذا لو لم يتنجس الا انه يلحقه مشقة بتحريكه ایک بیمار ہے جسکے نیچے نجس کپڑے ہین اور جب کوئی چیز بچھائی جاتی ہے فوراً ناپاک ہوجاتی ہے تو وہ بیمار اوسی حال پر نماز پڑھے اور اسیطرح اگر ناپاک فوراً نہوتے ہون مگر انکو دور کرنے سے بیمار کو حرکت کیوجہ سے تکلیف ہوتی ہو تب بھی نماز اونہین ناپاک کپڑون مین پڑھے کہ اوسکے حق مین پاک ہین واللہ اعلم

باب سجود التلاوة

یہہ باب ہے سجدہ تلاوت کے احکام مین من اضافة الحكم الى سببه سجدہ کی اضافت طرف تلاوت کیطرف اضافت حکم کی ہے طرف اپنے سبب کے م طحطاوی نے کہا کہ حکم تو وجوب سجدہ ہے نہ خود سجدہ تو اگر شارح حکم کی جگہہ فعل کہتا تو مناسب تہا یا یہہ کہ حکم بمعنی محکوم بہ یعنی فعل کے لیا جاوے تجب بسبب تلاوة اية اي اكثرها مع حرف السجدة من اربع عشر اية اربع في النصف الاول وعشر في النصف الثاني واجب ہے ایک سجدہ بسبب پڑہنے ایک آیت کے چودہ آیتون سجدہ سے شارح نے کہا ایک آیت سے غرض اکثر آیت ہے لفظ سجدہ کے ساتھہ اور چودہ سجدونمین سے چار قران مجید کے نصف اول مین ہین اور دس نصف دوم مین ہین م پس اگر آیت سجدہ کو لکہی یا ہجے کرے تو سجدہ واجب نہوگا اسیطرح ساری آیت مین سے اگر کلمہ سجدہ کو پڑھی یا اکثر آیت پڑہی مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دیا تو سجدہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ وجوب عام ہے خواہ تلاوت آیت نماز مین ہو یا نماز

[illegible]

سی فارج اوریہ بات قابل یاد رکہنی کے ہی کہ سجدہ سورہ نمل مین رب العرش العظیم پر اور سورہ ص مین حسن مآب پر اور حم سجدہ مین لا یسئمون پر ہی
اور امام شافعی کے نزدیک تعبدون پر ہی مگر چونکہ وائل بن حجر اور ابن عباسؓ سے لا یسئمون پر مروی ہی اسلئے احتیاطاً اسی مین ہے کہ
لا یسئمون پر سجدہ کیا جاوی کیونکہ سجدہ مین ایک آیت کی تاخیر مفسد نماز نہین اور ایک آیت کی تقدیم سی نماز فاسد ہوتی ہی اور یہی دلیل
سورہ ص مین بھی ہی گو زیلعی نے اناب پر سجدہ لکہا ہے منہا اولی الحج اما ثانیتہ فصلوتیۃ لاقترانہا بالرکوع وص خلافا للشافعی
واحمد ونفی مالک سجود المفصل ان چودہ سجدون مین سی پہلا سجدہ سورہ حج کا ہی اور دوسرا سجدہ سورہ مذکورہ کا وہ تلاوت کا نہین بلکہ
وہ اوس سی نماز کا سجدہ ہی بسبب متصل ہونے اوس سجدہ کے رکوع سی اور ایک سجدہ سورہ ص کا ہی بخلاف امام شافعی اور احمدؒ کے کہ اون کے
نزدیک سورہ ص مین سجدہ نہین اور حج مین دو سجدہ ہین غرضکہ شمار سجدہ کا اونکی نزدیک بھی چودہ ہی اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ مفصل
سورتون مین سجدہ نہین یعنی سورہ نجم اور اذا السماء انشقت اور اقرأ مین اونکی نزدیک سجدہ نہین تو اونکی نزدیک تعداد گیارہ ہی ھم
اگر شافعی کے پیچھے حنفی نے نماز پڑہی اور اوسنے سورہ حج کے دوسری سجدہ پر سجدہ کیا تو متابعت واجب ہی اور خارج نماز اگر سُنیگا تو اوپر
سجدہ نہین کذا فی الطحطاوی یشیر لی سماعہا فالسبب التلاوۃ وان لم یوجد السماع کتلاوۃ الاصم والسماع شرط فی حق غیر
التالی ولو بالفارسیۃ اذا اخبر واجب ہی سجدہ تلاوت بشرط سننے آیت سجدہ کے یعنی سبب سجدہ کے تین ہین اول تلاوت اگرچہ سماع
نپایا جاوی جیسی پڑہنا بہرے آدمی کا دوم سننا آیت سجدہ کا یہہ شرط ہی پڑہنے والیکے سوا دوسری شخص کے حق مین اگرچہ فارسی مین ہو جبکہ
خبر دیا جاوی اور اگر اوسکو خبر نہو کہ آیت سجدہ ہی تو معذور ہی تیسرا سبب کو ماتن آگے بیان کرتا ہی ولشرط الایتمام ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح
کو مناسب تہا کہ غیر التالی والموتم کہتا کیونکہ مقتدی کو سننا شرط نہین حالانکہ غیر تالی مین وہ بھی داخل ہی ولشرط الایتمام ای الاقتداء بمن
تلاہا فانہ سبب لوجوبہا ایضا وان لم یسمعہا ولم یحضرہا للمتابعۃ یا سجدہ تلاوت واجب ہی بشرط مقتدی ہونیکے اوس شخص کے پیچھے جو
آیت سجدہ کو پڑہی کہ اقتدا کرنا بھی سبب ہے سجدہ کے واجب ہونیکا اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کو نہ سنے اور نہ موجود ہو آیت سجدہ پڑہتی وقت
یعنی گو امام نے اقتدا سی پہلے سجدہ کی آیت پڑہلی ہو تب بھی سجدہ واجب ہی بسبب واجب ہونے متابعت امام کے ھم اقتدا سی واجب
ہونے مین یہہ بھی شرط ہی کہ امام سجدہ کری اور اگر امام سجدہ نکری تو مقتدی پر واجب نہین اگرچہ آیت کو سنا ہو کذا فی شرح المنیہ
شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ فانہ سبب کی جگہہ فانہ شرط کہتا تاکہ بشرط الاقتداء کے موافق ہوتا ولو تلاہا المؤتم لم یسجد
المصلی اصلا لا فی الصلوۃ ولا بعدہا اور اگر پڑہے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑہنے والا ہرگز نہ نماز مین نہ بعد نماز
کے ھم یعنی نہ خود پڑہنے والا سجدہ کری اور نہ امام اور نہ دوسری مقتدی اوسکی ساتھ والے بخلاف الخارج لان الحجر ثبت
للمعینین فلا یعدوہم حتی لو دخل معہم سقطت بخلاف خارج کے کہ وہ سجدہ کری اسلئے کہ روک یعنی قرارت کی ممانعت ثابت ہوئی ہی معین
شخصون کے لئی تو اوسکی تجاوز نکریگی یہانتک کہ اگر خارج نماز مین داخل ہوگا اونکے ساتھ تو اوس پر سی بھی سجدہ ساقط ہو جائیگا ھم خارج
سی مراد وہ شخص ہے کہ بالکل نماز نہ پڑہتا ہو یا وہ کہ دوسری نماز پڑہتا ہو خواہ اکیلا خواہ دوسرا امام ہو کذا فی الحلبی شامی نے کہا کہ علت
مسئلہ کی جو شارح نے بیان کی اوسمین امام داخل نہین اسلئی کہ اوسکو ممانعت قرارت کی نہین تو تعلیل وہ خوب ہی جو شرح منیہ مین ہے
کہ اگر مقتدی کے پڑہنی سی امام سجدہ کری تو متبوع تابع ہو جاویگا ولا تجب علی من تلا فی رکوعہ او سجودہ او تشہدہ للحجر فیہا
عن القراءۃ اور نہین واجب ہی سجدہ اوس شخص پر کہ پڑہے آیت سجدہ کو اپنی رکوع یا سجدہ مین یا التحیات مین واسطی ممانعت کے ان
ارکان مین قرارت سی ھم اور مرغینانی نے کہا کہ سجدہ واجب ہی اور نماز کے اندر اوسکو ادا کری اور فرق اس مسئلہ مین اور مقتدی
کے مسئلہ مین یہہ بیان کیا ہی کہ مقتدی کو امام کی جہت سی قرارت کی روک ہی اور امام کا تصرف اوس پر جاری ہی اسلئی اوسکی تصرف کا

اعتبار نہین بخلاف اِس مسئلہ کے کہ یہان رکوع کرنیوالا قرارت سی ممنوع ہی مثل جنب کی تو جیسی جنب کے لئے پڑہنی سی سجدہ اوسپر واجب ہوتا ہے
ویساہی یہان بھی واجب ہونا چاہیئے اور شامی نے وجوب ہی کو ترجیح دی ہی بشروط الصلوٰة المتقدمة خلا التحریمة ونیة التعیین
سجدہ واجب ہی ساتھ شرطون نماز کے جو پہلے گذرین یعنی طہارت اور ستر عورت اور قبلہ رخ ہونیکے ساتھ سوا تحریمہ اور نیت تعیین کے
یعنی سجدہ کے لئے جدا تحریمہ کرنا اور یہہ کہ فلان آیت کا سجدہ ہی شرط نہین مگر یہہ نیت کہ یہہ سجدہ تلاوت ہی اوسکی مشروط ہونے مین کلام نہین
ویفسدها ما یفسدها ورکنها السجود او بدله کرکوع مصل وایماء مریض وراکب اور فاسد کرتی ہی سجدۂ تلاوت کو وہ چیز جو نماز
کی مفسد ہی یعنی دانستہ حدث اور قہقہہ اور کلام سی فاسد ہو جاتا ہی اور اوسپر اعادہ اوسکا واجب ہی شامی نے کہا کہ عورت کی محاذات سی
فاسد نہین ہوتا اور سجدہ تلاوت کے اندر قہقہہ سی وضو نہین جاتا اور رکن اوسکا سجدہ کرنا ہی یا بدل سجدہ کا جیسی رکوع کرنا نماز پڑہنی والے کا
اور اشارہ بیمار کا اور اشارہ سوار کا ہم رکوع مین نمازی کی قید اسلئے لگائی کہ خارج نماز اگر سجدہ کی جگہہ رکوع کریگا تو کافی نہوگا اور بیمار
اگرچہ آیت سجدہ حالت صحت مین پڑہے اور بیماری مین اشارہ سی ادا کری جائز ہوگا اور سوار پر سجدہ اگر حالت سواری مین شہر کے باہر واجب
ہوا ہو تب تو سواری پر اشارہ سی ادا ہو جائیگا گو بیچ مین اتر پڑا ہو اور اگر سجدہ واجب زمین پر ہوا ہو تو اوسکا ادا کرنا سواری پر کافی نہوگا
کذا فی الشامی وهی سجدة بین تکبیرتین مسنونتین جهرا وبین قیامین مستحبین بلا رفع ید وتشهد وسلام اور سجدہ تلاوت ایک
سجدہ ہی درمیان دو تکبیرون مسنون کے پکار کر یعنے ایکبار اللہ اکبر کہی سر رکہنی کو اور دوسری بار اوٹھانے کو اور اکیلا اتنا جہر کری کہ آپ سنی
اور امام اتنا کری کہ اورونکو آواز جاوی اور درمیان دو مستحب قیام کے یعنی کہڑا ہو کر سجدہ مین جانا اور بعد سجدہ کے کہڑا ہو جانا مستحب
ہے بدون ہاتھ اوٹھانے کے اللہ اکبر کہنے کیوقت اور بدون التحیات اور سلام کے وفیها تسبیح السجود فی الاصح اور سجدہ تلاوت مین
تسبیح سجدہ کی ہے صحیح تر قول مین یعنی سبحان ربی الاعلی تین بار کہی ہم فتح القدیر مین کہا کہ اگر نماز فرض کے اندر ہو تب یہہ حکم ہی اور اگر نفل نماز
ہو یا خارج نماز تو چاہے سبحان ربی الاعلی کہی یا یہہ دعا پڑہے جو احادیث مین وارد ہی سجد وجهی للذی خلقه الخ چنانچہ منیہ باب صفة الصلوٰة
مین لکہا ہی علی من کان متعلق بتجب اهلا لوجوب الصلوٰة لانها من اجزائها اداءً کالاصم اذا تلاها او قضاءً کالجنب والسکران
والنائم واجب ہی سجدہ تلاوت اوس شخص پر کہ ہو وہ اہل نماز کے واجب ہونیکا ادا کرنے کے اعتبار سی یعنی اوسوقت اہل ہو جیسی بہرا آدمی اگر
آیت سجدہ پڑہے یا قضا کے اعتبار سی اہل ہو یعنی اوسوقت اہل نہو دوسرے وقت ہو جیسی جنب اور متوالا اور سونے والا شارح نے کہا کہ علی
من متعلق ہے تجب سی اور وجوب سجدہ کے لئے نماز کے وجوب کی اہلیت اسلئے معتبر ہوئی کہ سجدہ تلاوت نماز کے اجزا مین سی ہی یعنی جس صورت
مین کہ آیت نماز کے اندر پڑہی جاوی تو یہہ سجدہ جزو نماز ہو جاتا ہے ہم متوالے پر سجدہ کے وجوب کی لئے اوسکی عقل قائم رکہی گئی تاکہ اوسکو
تنبیہ ہوا اور سونے والا اگر آیت سجدہ پڑہے اور بعد جاگنے کے اوسکو کوئی خبر کردے تو اوسپر لزوم سجدہ مین اختلاف ہی اصح یہہ ہی کہ سجدہ لازم ہی اور
قول صحیح مین لازم نہین اور اگر سوتے اور بیہوش سی سجدہ کی آیت کوئی شخص سُنے تو اوسکا حکم عنقریب آویگا فلا تجب علی کافر وصبی ومجنون وحائض
ونفساء قرؤا او سمعوا لانهم لیسوا اهلا لها پس نہین واجب ہی سجدہ کافر پر اور نابالغ اور دیوانہ اور حیض و نفاس والی عورت پر خواہ وہ آیت
سجدہ کو پڑہین یا سنین اسلئے کہ یہہ سب نماز کے اہل نہین نہ اوس وقت پر اور نہ اوسکے بعد اور ایک نسخہ مین لکہا ہی یعنی ادا اور قضا دونو کے اہل نہین
وتجب بتلاوتهم یعنی المذکورین خلا المجنون المطبق فلا تجب بتلاوته لعدم اهلیته اور واجب ہی سجدہ تلاوت ان سب مذکورین کے
پڑہنی سی سوا اوس مجنون کے جسکو افاقہ نہوتا ہو کہ اوسکے پڑہنی سی سُننے والے پر سجدہ واجب نہوگا بسبب اہل نہونے مجنون کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح
کی تعلیل مین لڑکا بھی داخل ہی یعنی اوسکے پڑہنی سی سُننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہی حالانکہ وہ خود اہل نہین ہی اور مطبق بکسر باء موحدہ سی یہان
وہ مجنون مراد ہی جسکو چہہ نماز دن یا زیادہ تک جنون رہے ولو قصر جنونه فکان یوما ولیلة او اقل تلزمه بتلاوته وسمع وان اکثر لا تلزمه بل

تلزم تکن مقمونه حل ما سترہ مثلاً حسنو ولکن جزم الشرنبلالی باختلاف الروایة ونقل الوجوب بالسماع من المجنون عن الفتاوی
الظہیریہ والجوہرة قلت وبہ جزم القہستانی اور اگر کم ہوا جنون مجنون کا یعنی ایکدن اور رات ہوا یا اس سے کمتر تو اوسپر سجدہ لازم ہی
خواہ وہ خود پڑہی یا دوسرے سے سُنے اور اگر جنون ایکدن رات سے زیادہ ہو جاے تو سجدہ خود اوسپر لازم نہین بلکہ اُس شخص پر لازم ہی جو اُس
سے آیت سجدہ کو سُنے بموجب اُس بیان کے کہ منیح بیان کیا ہی اوسکو مثلاً حسنو نے لیکن یقین کیا ہی شرنبلالی نے اختلاف روایت پر اور مجنون
کے اوپر نقل کیا ہی وجوب سجدہ کو مجنون سے سُنکر فتاوی ظہیری اور جوہرہ سے مین کہتا ہون اور اسی وجوب پر یقین کیا ہی قہستانی نے
هم شرنبلالی نے کہا ہی کہ مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کے واجب ہونے مین دو روایتین ہین اور دونون کی تصحیح ہوئی ہی
اور جوہرہ مین کہا کہ اصح یہہ ہی کہ سجدہ واجب نہین کذا فی الشامی لا تجب بسماعه من الصدی والطیر ومن کل الحرام او لا بالتہجی
اشباہ ولا من المؤتم ولو کان السامع فی صلوته لانہ صلوة المؤتم بخلاف الخارج کما مر یعنی نہین واجب ہی سجدہ بسبب سننے سجدہ کی صدا
یعنی گونج کی آواز سے جو پہاڑون اور جنگلون وغیرہ مین پلٹکر ویسی ہی سنائی دیتی ہی اور نہین واجب ہی پرند سے سننے کے سبب یعنی توتا
یا مینا وغیرہ اگر آیت سجدہ پڑہی تو سننے والے پر اصح قول مین سجدہ واجب نہین اور واجب نہین سننے سے ایک کلمہ پڑہنے والیکے اور نہ ہجی
کے ساتھہ پڑہنے والیکے سننے سے کذا فی الاشباہ طحطاوی نے کہا کہ ایک کلمہ کے سننے سے عدم وجوب کا مسئلہ متن مین آگے مذکور ہی تو شاید شارح
نے یہان کلمہ اسلئے ذکر کیا تاکہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ اس مسئلہ کا اسی جا ذکر کرنا مناسب تہا اور نہین واجب ہی بسبب سننے کے مقتدی سے اگرچہ سننے والا
مقتدی کی نماز مین ہو یعنی وہی نماز پڑہتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی اوسکے ساتھہ کا بخلاف خارج کے نماز مقتدی سے کہ اوسپر واجب
ہوگا جیسا کہ پیشتر گذرا وهی علی التراخی علی المختار ویکرہ تاخیرها تنزیها وتکفیه ان یسجد عدد ما علیه بلا تعیین ویکون مؤدیا وتسقط
بالحیض والردة ان لم تکن صلوتیة فعلی الفور لصیرورتها جزءا منها ویاثم بتاخیرها ویقضیها ما دام فی حرمة الصلوة ولو بعد
السلام فتح اور سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہی تراخی کے طور پر مختار قول کے بموجب یعنی امام محمد کے نزدیک تمام عمر اوسکا وقت ہی اور یہی قول
مختار ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک فوراً واجب ہی یعنی تاخیر سے گناہگار ہوگا بشرطیکہ سجدہ مذکورہ نماز کے اندر کا نہو کہ وہ اتفاقاً واجب ہے
فوراً بسبب ہو جانے اُس سجدہ کے جزو نماز کا اور گناہگار ہوگا سجدہ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور اوسکو قضا بجا لاوے جبتک کہ نماز کی حرمت باقی رہی اگرچہ بعد
سلام کے ہو یعنی جبتک کوئی فعل مخالف نماز کے کیا ہو کذا فی الفتح شارح نے کہا اور مکروہ تنزیہی ہی تاخیر کرنا سجدہ تلاوت کا جو نماز کے اندر نہو اور کافی ہی قرآن پڑہنے والیکو کہ جسقدر
سجدے اوسپر ہون اوسقدر سجدے بلا تعیین کرے اور ہو ویگا ادا کرنیوالا یعنی تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی یہہ نہوگا کہ قضا ہو جائین اور ساقط ہو جاتا
ہے سجدہ تلاوت حیض سے اور مرتد ہونے سے یعنی اگر عورت نے سجدہ کی آیت پڑہی اور سجدہ نکیا یہانتک کہ حائضہ ہوئی تو اوسپر سے سجدہ ساقط ہو جائیگا
اسیطرح مرتد ہونے سے کذا فی التجنیس ثم هذه النسبة هی الصواب وقولهم صلوتیة خطأ قاله المصنف لکن فی العنایة انه خطأ مستعمل
وهو عند الفقهاء خیر من صواب نادر یہہ نسبت یعنی مصنف کا صلوتیة کہنا درست ہی اور اوسکی جگہ فقہا کا قول صلوتیة کہنا غلط ہی کہا ہی اوسکو
مصنف نے مگر عنایہ مین ہی کہ صلوتیہ کہنا غلط ہی لیکن مروج ہی اور یہہ غلط مروج فقہا کے نزدیک بہتر ہے صحیح کم رائج سے کیونکہ اونکی غرض صرف
احکام کا بتلانا ہی اُن الفاظ مین جو عوام مین مشہور ہون هم وجہ غلطی کی یہہ ہی کہ قاعدہ نسبت کا یہہ ہی کہ تاء تانیث کو حذف کر دیتے ہین پہر
اگر الف آخر مین ہو تو اوسکو واو سے بدل کرتے ہین تو اس لحاظ سے صلوی کہنا بموجب قاعدہ کے درست ہوا بخلاف صلوتیہ کے کہ اوسمین ت کو حذف
نہین کیا الف کو بدلا کذا فی الطحطاوی مختصراً ومن سمعها من امام فلو ائتم به قبل ان یسجد الامام لها سجد معه ولو ائتم بعده
لا یسجد اصلا کذا اطلق فی الکنز تبعا للاصل وان لم یقتد به اصلا سجدها وکذا لو اقتدی به فی رکعة اخری علی اختاره
البزدوی وغیره وهو ظاهر الهدایة اور جسنے سنی آیت سجدہ کو امام سے اگرچہ وہ امام ... مقتدی سے ہو گیا ہی یعنی اوسکا

پڑہتا تہا پہر اُس شخص نے اُسکے پیچہے اقتدا کیا اور اِسوجہ سی امام ہوگیا پہر اقتدا کری امام کے پیچہے پہلے اِس سی کہ امام سجدہ تلاوت کری تو وہ شخص امام کے ساتہہ سجدہ کری اور اگر اُسکا اقتدا بعد سجدہ کرنیکے اُسی رکعت مین کری تو سجدہ نکرے نہ اندر نماز کے نہ بعد نماز کے ایسا ہی مطلق بیان کیا ہی کنز مین اصل کی تبعیت سی یعنی اقتدا کرنے سی وہ سجدہ نماز کا ہوگیا تو خارج نماز ادا نہین ہوسکتا اور نماز کے اندر امام کی مخالفت نہین ہوسکتی اور اگر اقتدا امام کے پیچہے نکیا نہ اُس رکعت مین نہ دوسری مین تو سجدہ تلاوت کرلے اور اسیطرح اگر اقتدا کری دوسری رکعت مین تو سجدہ کرے مگر بعد نماز سے فارغ ہونیکے بموجب اُس قول کے کہ اختیار کیا ہی اوسکو بزدوی وغیرہ نے اور یہی ہی ظاہر روایت کا م حاصل یہہ کہ جب آیت سجدہ امام سی سُنی تو اگر اوسکا اقتدا نکری خارج رہی تو سجدہ تلاوت کری اور اگر اقتدا کری اوسی رکعت مین جسمین امام نے آیت سجدہ پڑہی تو اگر سجدہ امام سی پیشتر اقتدا کیا تو اوسکی ساتہہ سجدہ کرلے ورنہ اوس سی بہی ساقط ہوگا اور اگر دوسری رکعت مین اقتدا کرے تو بعد نماز سے فارغ ہونیکے سجدہ کری کذا فی الشامی ملتقطا ولو تلاہا فی الصلوۃ سجدہا فیہا لا خارجہا لما مر اور اگر پڑہی آیت سجدہ کو نماز کے اندر تو سجدہ تلاوت نماز کے اندر کری نہ خارج نماز سے بسبب اُسوجہ کے کہ پیشتر بیان ہوئی یعنی نماز کے اندر اسکا سجدہ تلاوت نماز کا جزو ہوجاتا ہے وفی البدائع واذا لم یسجد اثم فتلزمہ التوبۃ اور بدائع مین ہی کہ اگر نماز کے اندر سجدہ تلاوت نکریگا تو گنہگار ہوگا پس لازم ہوگی اوسکو توبہ اسلئی کہ ترک واجب کیا جسکی قضا ممکن نہین تو گناہ ثابت ہوگیا اور اُس سے نکلنے کی صورت بجز توبہ کے اور کچہ نہین کذا فی الطحطاوی الا اذا فسدت الصلوۃ بغیر الحیض فلو بہ تسقط عنہ السجدۃ ذکرہ فی الخلاصۃ فیسجد خارجہا لانہا لما فسدت لم یبق الا مجرد التلاوۃ فلم تکن صلوتیۃ مگر جبکہ فاسد ہوجای نماز سوای حیض سی تو سجدہ تلاوت کری خارج نماز سے اسلئی کہ جب نماز فاسد ہوگئی تو صرف تلاوت ہی رہگئی اسلئی سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نرہا اسلئی خارج نماز سجدہ کرنیکا حکم ہوا اور سوای حیض اسلئی کہا کہ اگر حیض سے نماز فاسد ہوگی تو عورت پرسی سجدہ تلاوت ساقط ہوجائیگا ذکر کیا ہے اوسکو خلاصہ مین ولو بعد ما سجدہا لم یعدہا ذکرہ فی القنیۃ ویخالفہ ما فی الخانیۃ تلاہا فی نفل فافسدہ قضاہ دون السجدۃ الا ان یحمل علی ما اذا کان بعد سجودہا اور اگر فاسد ہوئی نماز بعد سجدہ کرنیکے تو اعادہ سجدہ کا نکری ذکر کیا ہی اوسکو قنیہ مین اور اوسکی مخالف ہی وہ جو خانیہ مین ہی کہ آیت سجدہ پڑہی نماز نفل مین پہر نفل کو فاسد کردیا تو نفل کی قضا کرے نہ سجدہ کی یعنی اِس سی معلوم ہوتا ہی کہ فساد نماز کیصورت مین سجدہ خارج نماز نکرے اور متن کی عبارت سی معلوم ہوتا ہی کہ کرے مگر یہہ کہ محمول کیا جای مسئلہ خانیہ کا اسصورت پر کہ فساد نفل کا بعد سجدہ تلاوت ہوا اِس صورت مین ظاہر ہے کہ سجدہ کا اعادہ نہوگا چنانچہ شارح قنیہ سی نقل کیا ہے وتؤدی برکوع وسجود غیرہما من رکوع الصلوۃ وسجودہا فی الصلوۃ وکذا فی خارجہا ینوب عنہا الرکوع فی ظاہر المروی بزازیہ لہا ای للتلاوۃ اور ادا ہوجاتا ہی سجدہ تلاوت رکوع کرنی سی یا سجدہ کرنے سی واسطی تلاوت کے سوا رکوع نماز کے اور اوسکی سجدہ کے نماز کے اندر اور اسیطرح خارج نماز مین قائم مقام سجدہ کا ہوجاتا ہی رکوع ظاہر قول روایت کئی گئی مین کذا فی البزازیہ م صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑہی اور اوسکی لئی رکوع کیا سوا نماز کے رکوع کے یا سجدہ کیا سوا نماز کے سجدہ کے تو سجدہ تلاوت ادا ہوجائیگا اسیطرح خارج نماز مین رکوع سجدہ سی ادا ہوگا مگر رکوع مین یہہ شرط ہی کہ فوراً ہو بلا تاخیر اور اگر تاخیر کریگا تو پہر سجدہ تلاوت کیواسطی سجدہ خاص چاہئی خواہ نماز کے اندر ہو یا نہو کذا فی الشامی وتؤدی برکوع صلوۃ اذا کان الرکوع علی الفور من قراءۃ آیۃ او آیتین وکذا الثلث علی الظاہر کما فی البحر ان نواہ ای کون الرکوع لسجود التلاوۃ علی الراجح اور ادا ہوجاتا ہی سجدہ تلاوت نماز کے رکوع سی جبکہ رکوع ہووی ایک آیت کے پڑہنی سی پیشتر یا دو آیتون سی اور اسیطرح تین آیتون سی ظاہر قول کے بموجب چنانچہ بحر الرائق مین ہے اگر نیت کری سجدہ کی یعنی نیت کری رکوع کے ہونے کی سجدہ تلاوت کے لئی قول راجح پر م یعنی اگر آیت نماز مین پڑہی اور اوسکی بعد تین آیتون سی زیادہ نہین پڑہا

اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہہ رکوع سجدہ تلاوت کے لئے کرتا ہون تو سجدہ ادا ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ اس رکوع مین نیت نماز کے رکوع کی بھی کرے ورنہ صرف تلاوت کا رکوع ہوگا نہ نماز کا وتتادی بسجود ها کذلک ای علی الفور وان لم ینوها بالاجماع اور ادا ہونا سجدہ تلاوت نماز کے سجدہ سے اسیطرح یعنی فوراً سجدہ کرنے سے اگرچہ نیت نکی ہو کہ یہہ سجدہ تلاوت کا ہی بالاتفاق ہم آیت سجدہ کے بعد فوراً سجدہ نماز کرنے کی صورت محشیون نے نہین لکھی غالباً اس سے مراد یہہ ہی کہ رکوع مختصر کے بعد سجدہ کیا ورنہ ظاہر ہی کہ رکوع مع قومہ کے تین آیتون کی مقدار سے کم نہین پھر فوراً کیسے ہو سکتا ہی ولو نواها فی رکوعه ولم ینوها المؤتم لم تجزه ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدة ولو ترکها فسدت صلوته کذا فی القنیه وینبغی حمله علی الجهریة اور اگر نیت کی سجدہ تلاوت کی امام نے اپنے رکوع مین اور نہ نیت کی اوسکے مقتدی نے تو مقتدی کو امام کی نیت کافی نہوگی اور سجدہ کرے مقتدی جبکہ امام سلام پھیرے اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ کو چھوڑ دیگا تو اوسکی نماز فاسد ہوگی اسلئے کہ سجدہ تلاوت سے قعدہ اخیرہ لغو ہو جاتا ہی اگر اعادہ نکریگا تو فرض نماز کا رہجائیگا کذا فی القنیه اور محمول کرنا چاہئیے اسصورت کو نماز جہری پر اسلئے کہ نماز سری مین مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام نے آیت سجدہ پڑھی نعم لو رکع وسجد لها فوراً ناب بلا نیة ان اگر رکوع کیا اور سجدہ کیا داخل نماز کے فوراً تو یہہ سجدہ کرنا مقتدی کا قائم مقام سجدہ تلاوت کے ہو جائیگا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے ہم یعنی امام نے رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نکی بلکہ سجدہ مین کی یا اصلاً کچھ نکی تو اسصورتین مقتدی پر کچھ نہین خواہ مقتدی نیت کرے یا نکرے کذا فی الطحطاوی ولو سجد لها فظن القوم انه رکع فمن رکع رفضه وسجد لها ومن رکع وسجد سجدة اجزاته عنها ومن رکع وسجد سجدتین فسدت صلوته لانه انفرد برکعة تامة اور اگر سجدہ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیون نے خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص رکوع مین ہو وہ رکوع کو ترک کر کے سجدہ تلاوت کرے اور جسنے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اوسکو یہہ سجدہ تلاوت کی سجدہ سے کافی ہوگا اور جسنے رکوع کیا اور دو سجدے کئے تو اوسکی نماز فاسد ہوگئی اسلئے کہ اوسنے ایک رکعت پوری تنہا پڑہلی اور زیادتی ایک رکعت کی مفسد نماز ہی ولو سمع المصلی السجدة من غیره لم یسجد فیها لانها غیر صلوتیة بل یسجد بعدها لسماعها من غیر محجور اور اگر نماز پڑہنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نکرے اسلئے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہین بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب سننے آیت سجدہ کے اوس شخص سے جسپر روک نہین یعنی اگر روکے والے سے سنا مثلاً مقتدی سے تو اوسکے سننے سے نہ بعد نماز کے سجدہ کرنا نہ نماز کے اندر چنانچہ پہلے گذرا ولو سجد فیها لم تجزه لانها ناقصة للنهی فلا یتادی بها الکامل واعاده ای السجود لما مر الا اذا تلاها المصلی غیر المؤتم ولو بعد سماعها سراج اور اگر نماز پڑہنے والے نے غیر سے سنکر نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہہ سجدہ اوسکو کافی نہوگا اسلئے کہ یہہ سجدہ اوسکا ناقص ہی بسبب نہی کے تو اس ناقص سے کامل ادا نہوگا یعنی سننے کی حالت مین جس رکن کو ادا کرتا ہی اوسکو پورا کرنا اور اوسکے بعد دوسرا رکن ادا کرنا اوسکو لازم ہی اور اسبات کا مقتضی ہی کہ جو چیز اسپر اس نماز سے خارج سبب سے واجب ہوئی ہی اوسکے ادا کرنے مین مشغول نہو تو نہی ضمناً پائی گئی پس اگر سجدہ جسکا سبب اس نماز سے خارج ہی نماز کے اندر ادا کریگا تو ناقص ہوگا بسبب نہی ضمنی کے کذا فی الشامی اور اوس سجدہ کا اعادہ کرے بسبب اس وجہ کے کہ گذری یعنی بسبب اوسکے ناقص ہونے کے مگر جبکہ پڑہا ہو اوسکو نمازی نے سوا مقتدی کے اگرچہ بعد اوسکے سننے کے ہو تو وہ اعادہ سجدہ مذکور کا نکرے کذا فی السراج ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ ایک شخص نماز پڑہتا ہی اوسنے آیت سجدہ پڑہی خواہ پیشتر دوسرے سے سننے کے یا بعد سننے کے پھر اوسکی لئے سجدہ نماز کے اندر کیا تو اسصورت مین اس سجدہ کا اعادہ نکرے اور غیر مقتدی کی قید اسلئے لگائی کہ مقتدی کا آیت سجدہ کو پڑہنا معتبر نہین تو وہ بعد نماز کے سجدہ کرے سنی ہوئی آیت کے لئے کذا فی الشامی دون اعادة الصلوة لان زیادة ما دون الرکعة لا تفسد الا اذا تابع المصلی التالی فتفسد لمتابعته غیر امامه ولا تجزئه عما سمع تجنیس وغیره نہ اعادہ کرے نماز کا اسلئے کہ زیادہ ما

ایک رکعت سی کم کا مفسد نماز نہین تو صرف ایک سجدہ کی زیادتی مفسد نہوگی ہان اگر پیروی کرے نماز پڑہنے والا تلاوت کرنیوالے کی یعنی جب
تلاوت کرنیوالے نے سجدہ کیا اوسیوقت نمازی نے اوسکی ساتہہ کیا تو نماز فاسد ہو جائیگی بسبب متابعت کرنے نمازی کے اوس شخص کی جو اوسکا
امام نہین اور پہہ سجدہ نمازی کا اوسکو سننی ہوئی سجدہ کیطرفسے کافی نہوگا کذا فی التجنیس وغیرہ وان تلاہا فی غیر الصلوٰۃ فسجد ثم دخل فی
الصلوٰۃ فتلاہا فیہا سجد اخرے ولو لم یسجد اولا کفتہ واحدۃ لان الصلوتیۃ اقوی من غیرہا فتستتبع غیرہا وان اختلف المجلس
اور اگر آیت سجدہ کو نماز سی خارج پڑہکر سجدہ کر لیا پہر نماز مین داخل ہوا اور اوسی آیت کو نماز مین پڑہا تو دوسرا سجدہ کریگا اور اگر اول
سجدہ نکیا ہو تو پہہ نماز کے اندر کا ایک سجدہ اوسکو کافی ہے اسلئے کہ نماز کے اندر کا سجدہ قوی تر ہے تو اپنے غیر کو اپنا تابع کر لیگا اگرچہ
مجلس بدلجائے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح اس مسئلہ مین صاحب نہر الفائق کا تابع ہوا اور بحر الرائق مین مجلس کا ایک ہونا شرط کیا ہے تاکہ سجدہ
کافی ہوسکے لئے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہہ مین پڑہی اور نماز مین پہر اوس آیت کو دوہرایا تو اب نماز کے اندر سجدہ تلاوت کرنیسے پہلے کا
سجدہ ساقط نہوگا اوسکے لئے دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہیئے ولو لم یسجد فی الصلوٰۃ سقطتا فی الاصح واثم کما مر اور اگر سجدہ
نکیا نماز کے اندر تو دونون سجدے ساقط ہونگے صحیح قول مین اور گناہگار ہوگا چنانچہ گذرا اسی باب مین ہم اور ایک قول یہہ ہے کہ سجدہ خارج
نماز کا ساقط نہوگا مگر اصح یہی ہے کہ دونون ساقط ہین اسلئے کہ خارجی سجدہ تابع ہے داخلی کا کذا فی الحلبی ولو کررہا فی مجلسین تکررت
وفی مجلس واحد لا تتکرر بل کفتہ واحدۃ وفعلہا بعد الاولی اولی قنیہ وفی البحر التاخیر احوط اور اگر مکرر پڑہا آیت سجدہ کو دو مجلسون
مین تو سجدہ مکرر ہو جائیگا اور ایک مجلس مین مکرر نہوگا بلکہ ایک سجدہ کافی ہے اور کرنا سجدہ کا بعد اول آیت کے بہتر ہے بسبب جلد بجا لانے عبادت
کے کذا فی القنیہ اور بحر الرائق مین ہے کہ تاخیر مین زیادہ احتیاط ہے ہم قاعدہ یہہ ہے کہ وجوب سجدہ کا تین باتون سے ایک کے باعث مکرر ہو جاتا
ہے اول اختلاف تلاوت کا دوم اختلاف سننے کا سوم اختلاف مجلس کا پہلے دوسے غرض بدلنا آیتون کا ہے یعنی اگر ایک ہی مجلس مین
مختلف آیتین سجدہ کی پڑہیگا یا سنیگا تو تعداد آیات کی برابر سجدے واجب ہونگے اور اختلاف مجالس دو قسم ہے ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے
دوسری مین دو قدم سے زیادہ چلکر پہنچے اسمین یہہ شرط ہے کہ دونو مکانون کو ایک حکم نہو مثلا چہوٹی مسجد یا گہر کی نسبت حکم ہے کہ اونکا
حکم ایک ہی مکان کا ہے پس اگر ایک ہی آیت سجدہ کو مسجد یا گہر کے کئی کونون مین پڑہیگا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور ایک قسم اختلاف
مجلس کی حکمی ہے وہ یہہ ہے کہ دونو دفعہ کے پڑہنے کے درمیان مین عمل کثیر کیا ہو مثلا خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کہانا کہانا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو
تو اسصورت مین بہی سجدہ مکرر ہو جائیگا اور اگر عمل قلیل کیا ہو مثلا آیت سجدہ پڑہکر ایک گہونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کہالیا یا ایک دو قدم چلا پہر اوس
آیت کو پڑہا تو سجدہ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا اور مستحب نہین دوسرا سجدہ کرنا اوس جگہہ جہان ایک کافی ہو کذا فی الشامی والاصل ان
مبناہا علی التداخل دفعا للحرج بشرط اتحاد الایۃ والمجلس اور اصل یہہ ہے کہ بنا سجدہ کی تداخل پر ہے یعنی ایک سجدہ دوسرے کا
تابع ہو جاتا ہے واسطے دور کرنے حرج کے یعنی ہر تلاوت پر سجدہ واجب کرنے مین سکہانیوالون اور سیکہنیوالون پر دقت ہوگی بنا تداخل
پر اس شرط سے ہے کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنی ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس مین مکرر پڑہنے سے ایک سجدہ سب کے لئے کافی ہوگا اسیطرح اگر ایک
آیت کو خود پڑہا اور اوسکو اوسی مجلس مین دوسرے سے سنا تب بہی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا وہو تداخل فی السبب بان یجعل الکل
کتلاوۃ واحدۃ فتکون الواحدۃ سببا والباقی تبعا لہا وہو الیق بالعبادۃ لان ترکہا مع وجود سببہا شنیع اور وہ یعنی تکرر سجدہ
کا تداخل ہے سبب مین اسطرح کہ کیا جاوے سب دفعہ کا پڑہنا مثل ایک تلاوت کی پس ایکبار کی تلاوت سبب سجدہ کا ہوگی اور باقی
تلاوتین اوسکی تابع ہونگی اور سبب مین تداخل کہنا لائق تر ہے عبادت کے لئے اسلئے کہ چہوڑنا عبادت کا باوجود پائی جانے اوسکے سبب کی برا ہے
ہم حاصل یہہ کہ عبادت کے معاملہ مین ہم تداخل حکم مین نہین کہہ سکتے کیونکہ اوسکے کہنے سے یہہ خرابی لازم آتی ہے کہ سبب عبادت موجود ہو

اور عبادت متروک حالانکہ عبادت کی کثرت مطلوب ہے اسلئے ہمنے سب سببونکو ایک کرلیا تاکہ یہہ خرابی نہو کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ ضمیر ہو کی
راجع ہے عدم تکرار کیطرف جو مصنف کے قول لا تتکرر سے سمجھا جاتا ہے لا تداخل فی الحکم بان یجعل کل تلاوۃ سببًا لسجدۃ فتداخلت
السجدات فاکتفی بواحدۃ لانہ الیق بالعقوبۃ لانہا للزجر وہو ینزجر بواحدۃ فیحصل المقصود والکریم یعفو مع قیام سبب
العقوبۃ لا تداخل نہین تداخل ہی حکم مین اسطرح کہ کیجاوی ہر تلاوت سبب ایک جدا سجدہ کا پھر سجدے ایکدوسرے مین آجائین اور اکتفا کیجائے
ایک سجدہ پر اسلئے کہ حکم مین تداخل ہونا زیادہ لائق ہی سزا کے لئے کیونکہ سزا زجر کے لئے ہوتی ہی اور آدمی ایک سزا سے زجر پا جاتا ہی اور مقصود
حاصل ہو جاتا ہے اور کریم متعال عفو کریگا باوجود قائم ہونے سبب سزا کے ہم یعنی سزاؤن کا معاملہ عبادت سی جدا ہی انکی بنا دفع اور عفو
پر ہے تو اونکے ترک سی باوجود سبب کے کچھہ خرابی نہین اور دنیا مین زجر کا مقصود ایک سزا سے حاصل ہی اور آخرت مین کریم متعال سے
توقع ہی کہ معاف کردے اسلئے انمین تداخل حکم مین مناسب معلوم ہوا مثلا ایک شخص نے شراب پی دو بار تو ہرچند سبب دو ہین مگر سزا ایک ہی
دیجاویگی اور دوسری بار کی سزا اسی مین داخل ہو جائیگی وافاد الفرق بقولہ فتنوب الواحدۃ فی تداخل السبب عما قبلہا وعما
بعدہا ولا تنوب فی تداخل الحکم الا عما قبلہا حتی لو زنی فحد ثم زنی فی المجلس حد ثانیًا اور مصنف نے بتا دیا فرق درمیان تداخل
سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے کہ قائم مقام ہوگا ایک سجدہ تلاوت سبب کے تداخل مین اپنے پیشتر کے اور بعد کے سجدون کی یعنی اگر کسی
شخص نے ایک مجلس مین ایک آیت سجدہ کی مثلا پانچ بار پڑھی اسطرح کہ تین بار پڑھکر سجدہ تلاوت کرلیا پھر دوبارہ پڑھی تو ایک ہی سجدہ جو کیا
ہے سبکی طرف سی کافی ہوگیا کیونکہ جب اول تلاوت کو ہمنے سبب قرار دیا تو چارون اوسکی بعد کی اوسکی تابع ٹھہرین تو جہان سجدہ کریگا وہ سبب
کے بعد ہی ہوگا اور نہین قائم مقام ہوگا سجدہ تداخل حکم کیصورت مین مگر اپنے پیشتر کے سجدون کے مثلا پہلی صورتین اگر پانچون تلاوتونکو جدا
جدا سبب قرار دو اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا وہ ان تینونکا ہوگیا اب جو دوبارہ پھر سجدہ کے آیت کو
پڑھا تو سبب جدید پیدا ہوا اسکے لئے دوسرا سجدہ چاہئیے جیسا سزاؤن مین ہوتا ہی کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اوسی مجلس مین زنا کیا تو
دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری حد کا سبب پایا گیا اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہین ہوا کذا فی الشامی واسداء الثوب
ذاہبًا وآئبًا وانتقالہ من غصن شجرۃ الی آخر وسبحہ فی نہر او حوض مبدل للمجلس او الآیۃ فتجب سجدۃ او سجدات اخرے
بخلاف زوایا مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل کاکل لقمتین وقیام ورد سلام وکذا دابۃ یصلی علیہا لان الصلوٰۃ
تجمع الاماکن ولو لم یصل تتکرر اور تانا تننا کپڑے کا جاتے اور آتے اور چلا جانا پڑہنے والیکا درخت کی ایک شاخ سی دوسری پر اور تیرنا اسکا
نہر مین یا حوض مین بدلتا ہی مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدے یعنی مثلا تانا تننے مین ایک ہی آیت جاتے مین پڑہے
اور وہی لوٹنے کیوقت تو ایسا ہیگا کہ گویا دو مجلسون مین پڑہی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والیکے حق مین یعنی مثلا سننے والے نے ایک
آیت کو ایک شاخ پر سنا اور اوسیکو دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتون کو سنا بخلاف کونون مسجد اور گھر اور کشتی چلنے والی
اور فعل قلیل کے جیسے دو لقمون کا کہانا بیچ مین دوبار کی تلاوت کے اور کہڑا ہو جانا اور سلام کا جواب دینا کہ اس سی مجلس نہین بدلتی
اور اسطرح سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑہتا ہو تو مجلس دو نہونگی کیونکہ نماز ان مجالس کو ایک کر دیتی ہے اسلئے کہ اختلاف مکان
کیصورت مین نماز فاسد ہو جاتی ہے تو ضرورت کیوجہ سی سب مکان ایک کئے جاتے ہین اور اگر سواری پر نماز نہ پڑہتا ہو تو سجدہ مکرر ہو جائیگا
کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کیطرف ہی تو ایسا ہوگا گویا خود چلتا ہی اور پڑہتا ہی کذا فی الشامی کما تتکرر لو تبدل مجلس سامع دون
تال حتی لو کررہا راکبًا یصلی وغلامہ یمشی تتکرر علی الغلام لا الراکب جیسی مکرر ہوتا ہی سجدہ سننے والے پر اگر بدلجاے مجلس سننے
والیکی یہانتک کہ اگر مکرر پڑہا آیت سجدہ کو سواری پر نماز پڑہتے ہوے اور اوسکا غلام پیادہ چلتا ہی تو سجدہ مکرر ہوگا غلام پر نہ سوار پر

تتکرر فی عکسه وهو تبدل مجلس التالی دون السامع على المفتی به وهذا یفید ترجیح سببیة السماع نہین مکرر ہوتا ہی سجدہ سننے
والے پر اوسکے عکس مین یعنی تلاوت کرنیوالے کی مجلس کے بدلنے اور سننے والے کی مجلس کے نہ بدلنے مین قول مفتی بہ پر مثلاً تلاوت کنندہ پڑہتا
جاتا ہی اور سننے والا ایک جگہہ بیٹہا ہے تو سننے والے پر بشرط اتحاد آیت کے سجدہ مکرر نہوگا اور یہہ یعنی مکرر ہونا سجدہ کا سامع پر اوسکی
مجلس کے بدلنے سے پہلی صورت مین اور مکرر نہونا اوسکی مجلس کے متحد رہنے سے دوسری صورت مین اسبات کا مفید ہی کہ سننے کے سبب ہونیکو ترجیح ہے
یعنی اگر تلاوت سبب سجدہ کا ہوتی تو اسصورت مین حکم سننے والے پر برعکس ہوتا تو وہی تلاوت کنندہ کیطرح ہوجاتا اور جب ایسا نہین ہوا
تو معلوم ہوا کہ سننا بھی سبب ہے نہ شرط جیسا کہ بعض فقہانے کہا ہی کذا فی الطحطاوی واما الصلوٰة على رسول الله صلى الله عليه وسلم
فكذلك عند المتقدمين وقال المتأخرين تتكرر اذ لا تداخل فی حقوق العباد اور درود پڑہنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایسا ہی
ہے متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے کہا ہی کہ مکرر ہوتا ہی اسلئے کہ بندون کے حقوق مین تداخل نہین ہم یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے اسم شریف پر درود کا حال مثل سجدہ تلاوت کے ہی کہ جیسے اتحاد مجلس کیصورت مین سجدہ مکرر نہین ہوتا ویسا ہی ایک مجلس مین مکرر نام
پاک کے مذکور ہونے سے درود مکرر نہین ہوتا اور متاخرین کے نزدیک مکرر ہوتا ہی اور یہہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہی کذا فی الشامی واما العطاس
فالاصح انه ان زاد على الثلاث لا یشمته خلاصه اور چھینک کا حال صحیح یہہ ہے کہ اگر تین بار سے زیادہ ہو تو اوسکا جواب نہ دے کذا فی
الخلاصه ہم اصح کا مقابل یہہ ہے کہ صرف ایکبار یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہہ کہ دس بار کہے اور ایک یہہ ہی کہ جتنی بار چھینکے اوسیقدر
یرحمک اللہ کہے بشرطیکہ چھینکنے والا ہر دفعہ الحمد للہ کہے کذا فی الشامی وکره ترك آیة سجدة وقراءة باقی السورة لان فیه قطع النظم
القرآن وتغییر تالیفه واتباع النظم والتالیف مامور به بدائع ومفاده ان الکراهة تحریمیة اور مکروہ ہے چھوڑ دینا آیت سجدہ کا اور پڑہنا
باقی سورت کا اسلئے کہ اسطرح پڑہنے مین عبارت قرآن مجید کے انتظام کا قطع کرنا اور اوسکی ترکیب کا بگاڑنا ہی اور اوسکی عبارت و ترکیب کے اتباع
کا حکم ہی کذا فی البدائع اور اس سے معلوم ہوا کہ صرف آیت سجدہ کا چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہے ہم اتباع نظم کا ارشاد اس آیت مین مذکور ہی
فاذا قرأناه فاتبع قرآنه یعنے جب ہم اوسکو پڑہین تو پیروی کر اوسکی تالیف کی کذا فی البحر لا یکره عکسه ولکن ندب ضم آیة او
آیتین الیها قبلها او بعدها لدفع وهم التفضیل اذ الکل من حیث انه کلام الله فی رتبة وان کان لبعضها فضیلة باشتماله على
صفات الله تعالے نہین مکروہ ہی اوسکا عکس یعنے صرف آیت سجدہ کو پڑہنا اور باقی سورہ کو نہ پڑہنا لیکن مستحب ہی ملانا ایک آیت
یا دو آیتون کا اوسکی ساتھ خواہ پیشتر ملاوے یا بعد کو واسطے دور کرنے وہم تفضیل کے یعنی تاکہ یہہ وہم نہو کہ اس آیت کو فضیلت ہے
اور دون پر کیونکہ کل آیتین اس لحاظ سے کہ اللہ تعالی کا کلام ہے ایک رتبہ مین ہین اگرچہ بعض آیتون کو فضیلت ہی بسبب اونکی شامل
ہونے کے اللہ تعالی کی صفات پر واستحسن اخفاءها من سامع غیر متهیئ للسجود اور مناسب ہی نہ سنانا آیت سجدہ کا اس سننے والے
کو جو سجدہ کے لئے آمادہ نہو ہم یعنی اگر سننے والا بیوضو ہو یا اوسپر سجدہ کرنا شاق ہو تو قاری آیت سجدہ کو آہستہ پڑہے ایسا ہی اوسصورت
مین کہ سننے والیکا حال معلوم نہو کذا فی الطحطاوی واختلف التصحیح فی وجوبها على متشاغل بعمل ولم یسمعها والراجح الوجوب
زجرا له عن تشاغله عن کلام الله تعالى فنزل سامعا لانه بعرضیة ان یسمع اور مختلف ہوئی ہی تصحیح سجدہ کے واجب ہونے مین اس
شخص پر کہ کام مین مشغول ہوا اور آیت کو نہ سنے اور راجح ہی سجدہ کا واجب ہونا اوسکی زجر کے لئے کلام خدا کو چھوڑ کر کام مین مشغول رہنے کے
باعث تو قائم مقام سننے والیکے ٹھہرالیا گیا کیونکہ وہ سننے کے موقع پر ہی ہم منح الغفار مین ہی کہ اس مسئلہ مین اصح عدم وجوب ہی اسلئے
کہ سننا جو شرط ہے وجوب کے ایک قول پر اور سبب ہی دوسری پر وہ پایا نہین گیا کذا فی الطحطاوی ولو سمع آیة سجدة من قوم
من کل واحد منهم حرفا لم یسجد لانه لم یسمعها من تال خانیه فقد افاد ان اتحاد التالی شرط اور اگر سنا آیت سجدہ کو ایک قوم

سنے یعنی اونہین سے ہر ایک شخص سے ایک صرف آیت کا سُننا تو سننے والا سجدہ نکرے اسلئے کہ اوسنے ایک پڑہنے والے سے اوسکو نہین سُنا کذا فی الخانیہ تو صاحب خانیہ نے بتلا دیا کہ پڑہنے والا ایک ہونا شرط ہی تتمہ لکل مہمۃ یہہ ایک مفید بات ہی ہر مہم اور امر ضروری کے لئے فی الکافی قیل من قرأ آی السجدۃ کلہا فی مجلس وسجد لکل منہا کفاہ اللہ تعالی ما اہمہ وظاہرہ انہ یقرأہا ولاء ثم یسجد ویحتمل ان یسجد لکل بعد قرأتہا وہو غیر مکروہ کافی مین ہی کہتے ہین کہ جو شخص سب سجدہ کی آیتونکو ایک مجلس مین پڑھے اور ہر ایک کے لئے اونہین سے سجدہ کرے تو اللہ تعالی اوسکو اوسکے حادثہ سے بچا دیگا اور ظاہر اس قول کا یہہ ہی کہ چودہ آیتونکو پہلے پڑھلے پہر سجدے کرے اور ہو سکتا ہی کہ سجدہ کرے ہر آیت کے لئے بعد اوسکے پڑہنے کے اور یہہ چودہ آیتون کا پڑہنا مکروہ نہین ہم پہلے گذر چکا ہی کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی ملالے تو اس سے یہہ مفہوم ہوتا ہی کہ صرف آیات سجدہ کا پڑہنا اولے نہو مکروہ تنزیہی ہو اسلئے شارح نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہین اور انکا ملا کر پڑہنا ایسا ہوا جیسا چند سورتین ملا کر پڑہلے مختلف جگہون سے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ اور سجدہ شکر کا مستحب ہی اسی پر فتوی ہی مگر وہ مکروہ ہی نماز کے بعد اسلئے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے لگتے ہین اور جو مباح کہ نوبت پونہچا دے اوسکے سنت یا واجب اعتقاد کرنیکی وہ مکروہ ہے ہم سجدہ شکر کی صورت یہہ ہی کہ آدمی کسی نعمت کے بعد اوسکے شکر کے لئے سجدہ کرے تو یہہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہی اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی مگر فتوی صاحبین کے قول پر ہے اور بعضون نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہین اور اشباہ مین ذکر کیا کہ معتمد یہہ ہی کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے مین ہی نہ جائز ہونے مین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ ضمیر لکنہا کی طرف سجدہ کیطرف ہی نہ سجدہ شکر کیطرف یعنی یہہ مسئلہ جدا گانہ ہی کہ نماز کے بعد سجدہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ جاہل اوسکو سنت یا واجب سمجہہ لیتے ہین غرضکہ جو سجدہ بدون سبب ہو وہ نہ ثواب ہی نہ مکروہ مگر نماز کے بعد اسلئے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اوسکو سنت یا واجب اعتقاد نکرلین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ سجدہ شکر کو بعد تمام ہونے سجدہ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا ویکرہ للامام ان یقرأہا فی مخافتۃ وفی جمعۃ وعید الا ان یکون بحیث تؤدی برکوع الصلوۃ او سجودہا اور مکروہ ہی امام کو کہ آیت سجدہ کو آہستہ پڑہے یا جمعہ اور عید جیسے مجمع مین آیت سجدہ کی پڑہے مگر اسطرح پڑہنا کہ سجدہ ادا ہو جاے نماز کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہین ہم امام کو خفیہ پڑہنا اسلئے مکروہ ہے کہ اگر آیت پڑہنے کے بعد سجدہ نکریگا تو واجب کا تارک ہوگا اور اگر سجدہ کریگا تو مقتدیونکو اشتباہ پڑیگا اور یہی اشتباہ مجمع عظیم مین نہ پڑہنے کا سبب ہے اور اگر سجدہ آخر سورت مین ہو یا آیت سجدہ کے بعد بقدر تین آیتون کے نہ پڑہے فوراً رکوع کردے تو اسصورت مین مجمع مین پڑہنے کا مضائقہ نہین مگر امام کو چاہیے کہ رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نکرے ورنہ مقتدیونکو بھی کرنی پڑیگی اور جو کوئی نکریگا اوسکو سلام کے بعد سجدہ کرکے قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرنا پڑیگا کذا فی الحلبی ولو تلا علی المنبر سجد ویسجد السامعون اور اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑہا تو سجدہ کرے اور سننے والے سجدہ کرین ہم خطیب کو اگر منبر پر سجدہ ممکن ہو تو اوسی جگہہ کرلے ورنہ منبر سے اُتر کر سجدہ کرے اور سننے والونکی قید اسلئے لگائی کہ جسنے نہ سنا ہو وہ سجدہ نکرے حالانکہ نماز مین مقتدی کے لئے سُننا شرط نہین کذا فی الخانیہ؛

باب صلوۃ المسافر

یہہ باب ہی نماز مسافر کے حکم مین من اضافۃ الشئ الی شرطہ او محلہ اضافت صلوٰۃ کی مسافر کیطرف از قبیل اضافت چیز کے ہی طرف اوسکی شرط کی یا اوسکی محل کی ہم یعنی سافر یا شرط ہی نماز مخصوص یعنی قصری نماز کی یا اوسکا محل ہی ابو سعود نے کہا کہ شرط نماز کی سفر ہی نہ مسافر کذا فی الطحطاوی ولا یخفی ان التلاوۃ عارض ہو عبادۃ والسفر عارض مباح الا بعارض فلذا اخر اور یہہ امر مخفی نہین کہ تلاوت ایک پیش آنیوالی چیز ہے جو عبادت ہی مگر کسی مانع کی جہت سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہی مگر کسی مانع کے سبب سے اسیلئے سفر کا حکم پیچھے بیان کیا گیا ہم یعنی اس باب مین اور سجدہ تلاوت مین مناسبت تو یہہ ہی کہ دونو عارضی ہین اور وجہ تقدیم سجدہ تلاوت کی یہہ ہی کہ تلاوت مین اصل یہہ ہی کہ عبادت ہو مگر کسی وجہ سے مثلاً نمود اور شہرت کے لئے پڑہنا یا حالت جنابت مین پڑہنا کہ عبادت نہین بلکہ معصیت ہے

اور سفر اصل مین مباح ہی مگر کسیوجہ سے عبادت بھی ہو سکتا ہی جیسے حج کا سفر یا حرام ہو سکتا ہی جیسے رہزنی کے لئے سفر کرنا تو جو چیز اصل مین عبادت
ہو وہ مقدم ہوا اُسپر جو اصل مین مباح ہی اور الا بالعارض استثنا ہی عبادت اور مباح دونو سے کذا فی الشامی وسُمّی بہ لانہ یسفر عن اخلاق
الرجال اور سفر اسلیئے نام رکھا گیا کہ وہ ظاہر کرتا ہی مردون کے اخلاق کو هم یعنی سفر کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہین اور چونکہ سفر اصطلاحی مین آدمی
کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہین اسلیئے سفر کہا گیا یا یہہ کہ روی زمین کا حال اُس سے ظاہر ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ لفظ مسافر مسافر کے معنی مین
ہے مشارکت کے لئے مستعمل نہین اور ہو سکتا ہی کہ مشارکت بھی ملحوظ ہو کیونکہ سفر اکثر رفاقت ہی کے ساتھ ہوتا ہی اور ایک رفیق کو دوسرے کی عادتین ظاہر
ہوتی ہین کذا فی الشامی من خرج من عمارة موضع اقامته من جانب خروجه وان لم یجاوز من الجانب الآخر جو شخص نکلے اپنی اقامت
کی جگہہ کے گہرون سے یعنی اپنے نکلنے کیطرف سے آبادی کے باہر ہو جاوی اگرچہ دوسریطرف سے آبادی سے تجاوز نکیا ہو اسطرح کہ کوئی محلہ مثلاً مسجد ہ
مین پڑتا ہو هم خبر من کی آگے آتی ہم یعنی وہ پڑہے چار رکعتون والی فرض کو شامی نے کہا کہ عمارت سے غرض گہر ہین تاکہ خیمہ مین رہنے والے
بھی شامل رہین اور آبادی سے باہر ہونے مین اوسی طرف کا اعتبار ہے جدہر سے مسافر نکلی تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر مین ملا ہوا تھا اب جدا
ہو گیا تو جب تک اُس سے باہر نہو جاوے قصر نکرے اور باغ داخل آبادی نہین اگرچہ اونمین بعض اوقات لوگ آکر رہتے ہون یا رکہوالونکی جہونپڑیان
ہون وفی الخانیة ان کان بین الفناء والمصر اقل من غلوة ولیس بینهما مزرعة یشترط مجاوزته والا فلا اور خانیہ مین ہی کہ اگر فنا اور
شہر کے درمیان دوسو گز سی کم کا فاصلہ ہو اور دونونکے درمیان کہیت نہو تو اُس سے باہر نکلنا قصر کے لئے شرط ہی ورنہ شرط نہین هم فنائے شہر
اُس میدان کو کہتے ہین جو شہر کے نفع کے لئے ہو مثلاً گہوڑون کے پہیرنے اور مُردون کے دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لئے تو اس
طرحکا مکان اگر شہر سے متصل ہو اور بیچ مین کہیت نہو تو قصر کے لئے شرط ہی کہ اُس سے بھی تجاوز کر جائے ورنہ اوس سے تجاوز کرنا شرط نہین
غلوہ بفتح معجمہ ٣٠٠ ہاتہہ سے ٤٠٠ ہاتہہ تک کے فاصلہ کو کہتے ہین کذا فی الطحطاوی قاصدا ولو کافرا ومن طاف الدنیا بلا قصد لم یقصر
مسیرة ثلثة ایام ولیالیها من اقصر ایام السنة ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال اپنی اقامت کی جگہہ سے نکلی قصد
کرنیوالا سفر کا اگرچہ حالت کفر مین قصد کیا پہر مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر سے پڑہی اور جو شخص دنیا کے گرد پہرے بدون قصد سفر کے وہ قصر
نکرے یعنی اگر مثلاً دو منزل کی نیت کی اور جب دوسری منزل پر پہونچا تو پہر آگے کی نیت کی اسیطرح تمام دنیا مین پہرا تو قصر نکرے قصد کرے سفر
تین دن کا مع اُنکی راتون کے برس کے سب سے چہوٹے دنون مین سے اور نہین شرط ہی سفر تمام دن کا رات تک بلکہ شرط ہی زوال تک هم شامی نے
کہا کہ لیالیہا کا حذف کرنا مناسب ہی کیونکہ چلنا دن کا ہی رات کے معتبر نہین ہان اگر واو کی جگہہ او کہتا تو بہتر ہوتا یعنی نیت سفر تین دن کی ہو
یا تین راتون کی دونو صورتونمین قصر کریگا اور حاصل یہہ ہی کہ چہوٹے دنون سے مراد اُن ملکون کے دن ہین جو معتدل ہون یعنی جن مین دن بہت
چہوٹے نہو جاتے ہون جیسے بلغار مین کہ دن چہوٹے سے چہوٹا ایک گہنٹہ کا ہو جاتا ہی تو مصر مین سب سے چہوٹے دنونمین صبح صادق سے زوال تک
پونے سات گہنٹے ہوتے ہین تو تین دن کا سفر سوا بیس گہنٹہ کا ہوا انتہی اور بریلی اور سہارنپور مین صبح صادق سے زوال تک ساڑہے چہہ گہنٹہ
سے کچہہ زائد چہوٹے دنونمین ہوتے ہین اور ہر ایک شہر مین جیسا عرض بلد ہوگا اوسکے موافق یہہ مقدار کم و بیش ہوگی اور زوال تک سفر کی
قید اسلیئے لگائی کہ مسافر کو کہانا اور آرام اور نماز بھی ضرور ہی تو اگر پورے روز کے چلنے مین یہہ باتین کریگا تو نصف روز بلاشبہہ صرف ہوگا
اسلیئے زوال تک کا چلنا معتبر ہوا کذا فی الشامی بتصرف ولا اعتبار بالفراسخ علی المذهب اور اعتبار نہین فرسخون کا مذہب کے
بموجب هم فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اور ایک میل چار ہزار قدم کا تو اس حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوا تو جن لوگون نے مدت سفر کو
٢١ یا ١٨ یا ١٥ فرسنگ کہا ہی اوسکا اعتبار نہین اسلیئے کہ ظاہر الروایت مین اعتبار تین دن کی مسافت کا ہی اور ہدایہ مین اسیکو صحیح کہا ہے
بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادة کہ تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھ آرامون معتاد کے هم یعنی درمیان راہ مین

معمولی استراحت کرتا چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ پا اور اونٹ کی چال ہے نہ چکڑے اور گہوڑے کی کیونکہ چہکڑے کی چال بہت سست ہے اور گہوڑے کی تیز غرضکہ عادت اور معمول کے موافق تین ہلکی منزلیں مدت سفر کی ہیں کذا فی الشامی بدائع میں کہا کہ منزلوں کا حال لوگونکو معلوم ہوتا ہے شبہہ کیصورت میں اونہیں کیطرف رجوع کرنا چاہیئے حتی لو اسرع فوصل فی یومین قصر یہانتک کہ اگر جلد چلا اور دو روز میں پونہچ گیا تو نماز قصر کرے یعنی تین دنکی راہ کو دو روز میں قطع کیا تو قصر کرنا چاہیئے ولو لموضع طریقان احدہما مدۃ السفر والاخر اقل قصر فی الاول دون الثانی اور اگر کسی جگہہ کے دو راستے ہوں ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول میں نہ دوسرے میں فیصلی الفرض الرباعی رکعتین لحدیث ابن عباسؓ ان اللہ فرض علی لسان نبیکم صلوۃ المقیم اربعا والمسافر رکعتین و لذا عدل المصنف عن قولہم قصر لان الرکعتین لیستا قصرا حقیقۃ عندنا بل ہما تمام فرضہ والاکمال لیس رخصۃ فی حقہ بل اساءۃ

جو شخص اپنی بستی سے بارادہ تین دن کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعتوں والے فرضونکو دو رکعتیں پڑہے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے حضرت ابن عباسؓ کے کہ اللہ تعالی نے فرض کی تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی مقیم کی نماز چار رکعتیں اور مسافر کی دو رکعتیں اور اسیلئے مصنف نے عدول کیا فقہا کے قول قصر سے یعنی یہہ نہ کہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہہ کہا کہ دو رکعتیں پڑہے اسلئے کہ دو رکعتیں واقع میں قصر نہیں ہمارے نزدیک بلکہ دونو رکعتیں مسافر کا پورا فرض ہے اور پوری نماز پڑہنی مسافر کے حق میں اجازت شرعی نہیں بلکہ برائی اور مخالفت سنت کی ہے م رخصت کے معنی یہہ ہیں کہ حکم اصلی کسی عذر کیسبب سے بدلکر بصورت تخفیف اور آسانی کی ہو اگر ہو تو یہہ بات مسافر کی نماز میں نہیں کیونکہ اصل میں اوسکی لئے دو ہی رکعتیں فرض ہوئی ہیں یہہ نہیں کہ چار کی دو رہ گئی ہوں بلکہ اول دو ہی رکعتیں سبکی لئے فرض ہوئی تہیں پہر مقیم کے حق میں چار ہو گئیں جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی شرح البخاری ان الصلوات فرضت لیلۃ الاسراء رکعتین سفرا وحضرا الا المغرب فلما ہاجر علیہ الصلوۃ والسلام واطمأن بالمدینۃ زیدت الا الفجر لطول القراءۃ فیہا والمغرب لانہا وتر النہار فلما استقر فرض الرباعیۃ خفف فیہا فی السفر عند نزول قولہ تعالی فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ وکان قصرہا فی السنۃ الرابعۃ من الہجرۃ وبہذا تجتمع الادلۃ انتہی کلامہم فلیحفظ میں کہتا ہوں اور بخاری کی شرحوں میں ہے کہ نمازیں شب معراج میں دو رکعتیں سفر اور اقامت کی لئے فرض ہوئیں سوا مغرب کے پہر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مطمئن ہوئے رکعتیں زائد کی گئیں بجز فجر کی نماز کے کہ وہ دو ہی رہیں بسبب بڑی ہونے قرارت کے نماز فجر میں اور بجز نماز مغرب کے کہ وہ بہی تین ہی رکعتیں رہی اسلئے کہ وہ وتر ہیں دن کی یعنی دن سے قریب اور اوسکی متصل ہیں اسلئے دن کا وتر کہا پہر جب فرض چار رکعت کے ثابت ہو گئی تو سفر میں اونمیں تخفیف کی گئی وقت اترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہیں ہے تمپر گناہ اس سے کہ قصر کرو تم نماز کو اور نماز کا قصر سنہ چار ہجری میں ہوا اور اس تقریر شارحین سے مطابق ہو جاتی ہیں دلیلیں تمام ہوا کلام بخاری کے شارحوں کا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے م یعنی ہماری دلیل جو قول ابن عباسؓ کا ہے کہ مسافر کے لئے دو رکعتیں ہیں یہہ بلحاظ اوس صورت کے ہے جسپر آخر کو نماز آٹہری اور امام شافعی جو مسافر کو پورا پڑہنا جائز بتاتے ہیں وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتوں میں زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہہ دلیل امام شافعی کے مذہب پر مبنی ہے اسلئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونوں ہو گئی پہر سفر میں تخفیف ہو گئی حالانکہ یہہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے اور نیز اوس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت عائشہؓ سے صحیحین میں مروی ہے کہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سفر کی ہرگز زیادہ نہیں ہوئی اور آیت ان تقصروا سے مراد نماز کی صورت کا قصر کرنا اور خوف کیوقت قصر کیطرح ادا کرنا ہے چنانچہ شرح منیہ میں مفصل مذکور ہے انتہی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سب سے پہلے قصر نماز عصر میں ہوا جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ انمار میں بمقام عسفان پر قصر سے پڑہا کذا فی الطحطاوی ولو کان عاصیا بسفرہ لان القبح المجاور لا یعدم المشروعیۃ مسافر چار رکعتوں والے فرض کو دو پڑہے اگرچہ

اپنے سفر کے سبب سے معصیت کرنیوالا ہو مثلاً سفر اسلئے کرتا ہو کہ رہزنی کرے تب بھی قصر کرے اسلئے کہ برائی ساتھہ ہو جانیوالی نہین معدوم کرتی ہے
مشروع ہونے کو ھ مجاور برائی سے یہہ غرض کہ جدا ہو سکنے کے قابل ہو مثلاً سفر معصیت مین برائی مجاور ہے اسلئے کہ معصیت بدون سفر کے
بھی ممکن ہے تو اس قسم کی برائی قصر کے مشروع ہونے کو مسافر کے لئے مغیر نہین کذا فی الطحطاوی حتی یدخل موضع مقامه ان سار مدة
السفر والا فیتم بمجرد نیة العود لعدم استحکام السفر مسافر نماز مین قصر کرتا رہے جبتک کہ داخل ہو اپنی اقامت کی جگہہ مین بشرطیکہ مدت سفر کی
چل چکا ہو اور اگر مدت سفر نگیا ہو تو بمجرد نیت گھر کو پھرنیکے پوری نماز پڑہے بسبب مستحکم ہونے سفر کے ھ صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص بارادہ
سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جاکر پھرنے کی نیت کی تو اسصورت مین اسیوقت سے پوری نماز پڑھے اور اگر تین منزل جاکر پھرے تو اپنے
شہر مین آنے تک قصر کرے شامی نے کہا کہ جیسے ابتداء قصر کے لئے شہر سے نکلنا شرط ہے ویسے ہی بقاء قصر کے لئے مدت سفر کا پورا ہو جانا شرط
ہے او ینوی ولو فی الصلوۃ اذا لم یخرج وقتها ولم یک لاحقاً اقامة نصف شهر حقیقة او حکماً لما فی البزازیة وغیرها لو دخل
الحاج الشام وعلم انه لا یخرج الا مع القافلة فی نصف شوال اتم لانه کناوی الاقامة بموضع واحد صالح لها من مصر او قریة او
صحراء دارنا وهو من اهل الاخبیة یا قصر کرے جب تک کہ نیت اقامت کی کرے پندرہ دن ایک جگہہ مین جو لائق اقامت کے ہو
یعنی شہر یا گانو مین یا دار الاسلام کے صحرا مین حالانکہ مسافر خیمہ والو نمین سے ہو تو اگر مسافر خیمہ کے باشندو نمین سے نہو اور نیت اقامت کی
صحرا مین کرلے تو اوسکی نیت معتبر نہوگی شارح نے کہا کہ اگرچہ نیت اقامت کی نماز کے اندر کرے بشرطیکہ نماز کا وقت نہ نکلا ہو اور مسافر
لاحق نہو یعنی اسصورت مین فرض دو کی جگہہ چار پڑہنی ہونگے اور اگر نماز پڑہنے مین وقت نکل گیا اور اقامت کی نیت کی تو اس نماز کی
چار رکعتین پڑھنی نہ پڑینگی اسی طرح مسافر نے اگر مسافر کے پیچھے اقتدا کیا اور لاحق ہوگیا تو اسوقت نیت اقامت معتبر نہوگی پھر
نیت اقامت پندرہ دن کی حقیقت مین ہو یا حکماً دونو معتبر ہین حکما کی مثال بزازیہ وغیرہا مین ہے کہ اگر حاجی شام مین داخل ہوا اور جانا کہ بدون
قافلہ کی ہمراہی کے جو پندرہوین شوال کو چلیگا روانہ نہوگا تو وہ پوری نماز پڑہے اسلئے کہ وہ مثل اقامت کی نیت کرنیوالے کے ہے یعنی گو
حقیقت مین نیت اقامت کی نہین کی مگر چونکہ عزم روانگی کا قافلہ کے ساتھہ کیا اسلئے ضمناً اور حکماً اقامت کی نیت ہوگئی کذا فی الشامی
فیصلی رکعتین ان نوی الاقامة واقل منه من نصف شهر او نوی فیه لکن فی غیر صالح کبحر او جزیرة او نوی فیه لکن
بموضعین مستقلین کمکة ومنی پس نماز پڑہے دو رکعتین یعنی قصر کے ساتھہ اگر نیت اقامت کی کرے کمتر پندرہ دن سے یا پندرہ دنکی اقامت
کی نیت کرے مگر ایسی جگہہ مین جو قابل اقامت نہو جیسے دریا مین یا جزیرہ مین یعنی جس جزیرہ مین آبادی نہو یا اقامت کی نیت کرے قابل اقامت
جگہہ مین لیکن دو مستقل جگہہ مین پندرہ دن رہنے کی نیت کرے جیسے مکہ اور منی مین مثلاً یعنی خواہ دونو شہر ہون یا گانو یا ایک شہر ہو ایک گانو
غرضکہ ان سب صورتون مین مقیم نہوگا فلو دخل الحاج مکة ایام العشر لم تصح نیته لانه یخرج الی منی وعرفة فصار کنیة الاقامة
فی غیر موضعها پھر اگر داخل ہوا حاجی مکہ مین دس دنون مین ذی الحجہ کے تو ان تاریخون مین نیت اقامت درست نہوگی اسلئے کہ وہ منی اور عرفات
کو جائیگا تو ایسا ہوا جیسے نیت اقامت موضع اقامت کے سوا مین کرنا یعنی جب عزم نکلنے کا منی اور عرفات مین ہے تو نیت اقامت بیمحل ہوگی
وبعد عوده من منی تصح کما لو نوی مبیته باحدهما او کان احدهما تبعا للآخر بحیث تجب الجمعة علی ساکنه للاتحاد حکما اور بعد رجوع
کرنیکے منی سے نیت اقامت کی درست ہے جیسے درست ہے نیت اگر نیت کی رات کے رہنے کی دونو جگہہ مین سے ایک مین یعنی مثلاً یہہ نیت کی کہ
دن کو مکہ مین رہونگا اور رات کو منی مین تو درست ہے اسلئے کہ اقامت مین رات کے رہنے کا اعتبار ہے تو جب منی مین داخل ہوگا مقیم ہو جائیگا
یا دونو جگہہ مین سے ایک تابع ہو دوسری کے اسطرح کہ واجب ہو جمعہ اوسکے رہنے والے پر بسبب اتحاد حکمی کے یعنی اگر ایک گانو شہر کے اسقدر پاس
ہو کہ اوسمین اذان جمعہ کی آواز آتی ہو تو دونو مین اقامت کی نیت کرنی مثلاً یون نیت کرنی کہ شہر مین دس روز رہونگا اور گانو مین پانچ روز رہونگا

درست ہی اسلئے کہ دونو حکم کی راہ سی ایک ہین اولم یکن مستقلا برأیہ کعبد و امرأۃ یا نماز قصر پڑھے وہ شخص جو اپنی رای مین مستقل نہو
جیسے غلام اور عورت یعنی اگر کوئی شخص دوسرے کا تابع ہو تو نیت اقامت مین آقا کا اعتبار ہی نہ تابع کا مثلاً غلام یا عورت نے نیت اقامت کی اور
آقا یا شوہر نے نہ کی یا اُنکا حال معلوم نہوا کہ کی یا نہین تو غلام یا عورت قصر سے نماز پڑھے کذا فی الشامی او دخل بلدۃ ولم ینو مدۃ الاقامۃ
بل ترقب السفر غدًا او بعدہ ولو بقی علی ذلک سنین الا ان یعلم تاخر القافلۃ نصف شہر کما مر یا وہ شخص قصر کئے جای جو کسی شہر
مین داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لئے اور مدت اقامت کی نیت نکری بلکہ متوقع سفر کا ہو کل یا پرسون اگرچہ اسی توقع پر برسون رہی تب بھی
قصر کرتا رہی مگر یہہ کہ جانے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز جیسا کہ بزازیہ کے مسئلہ مین گذرا م یعنی اگر نیت مین تردد رہا اور ہر روز بھی جانا
کہ کل جاؤنگا تو ایسی نیت سی اقامت نہوگی جبتک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نکرے ولا یصلی ولا بعسکر دخل ارض حرب
او حاصر حصنا فیہا او من دخلہا بامان فانہ یتم او حاصر اہل البغی فی دارنا فی غیر مصر مع نیۃ الاقامۃ لترددہ بین القرار والفرار
اور اسطرح دو رکعتین پڑھے وہ لشکر کہ داخل ہو زمین حرب مین یا محاصرہ کری کسی قلعہ کا دار الحرب مین بخلاف اُس شخص کے کہ دار الحرب مین امن لیکر
داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھی کیونکہ امن کے باعث کوئی اوسکا مزاحم نہوگا کہ اوسکو تردد ہو یا وہ لشکر قصر کری جو محاصرہ کری باغیون کا دار الاسلام
مین غیر شہر مین باوجود نیت اقامت کے مدت اقامت تک واسطے تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے م باغی اونکو کہتے ہین جو امام کی اطاعت
نکرین کذا فی النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہین ہی اگر شہر مین محاصرہ کے لئے فرو کش ہون تب بھی نیت اقامت درست نہوگی چنانچہ معراج مین
مصرح ہی اور علت مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسکی مقتضی ہی انتہی بخلاف اہل الاخبیۃ کعرب وترکمان نووا الاقامۃ فی المفازۃ شاھد
فی الاصح وبہ یفتی اذا کان عندہم من الماء والکلاء ما یکفیہم مدتہا لان الاقامۃ اصل بخلاف خیمون کے باشندون کے مثل بدوؤن
اور ترکمانون کے کہ نیت کرین اقامت کی جنگل مین کہ انکی نیت درست ہی صحیح تر قول مین اور اسی پر فتوی ہی بشرطیکہ اونکے پاس پانی اور چارہ اتنا
ہو کہ مدت اقامت کے لئے کافی ہو اسلئے نیت درست ہی کہ اقامت اصل ہے یعنی ایک چراگاہ سے دوسری مین جانے کے سبب سے اقامت جاتی
نرہیگی اور قول اصح کا مقابل قول ضعیف یہہ ہی کہ وہ قصر کرین کیونکہ جنگل محل اقامت نہین کذا فی الطحطاوی الا اذا قصدوا موضعا بینہما مدۃ
السفر فیقصرون ان نووا سفرًا والا لا مگر جب خیمون والے جائین ایسی جگہہ کو کہ دونو جگہون مین فاصلہ مدت سفر کا ہو تو اس صورت مین قصر
کرین بشرطیکہ سفر کی نیت کرین اور اگر نیت سفر نکرین تو قصر بھی نکرین ولو نواہا غیرہم لا فامۃ معہم لم تصح فی الاصح اور اگر نیت اقامت کری
غیر خیمہ والون کا اونکے ساتھ تو درست نہوگی صحیح تر قول مین والحاصل ان شروط الاتمام ستۃ النیۃ والمدۃ واستقلال الرأی وترک السیر
واتحاد الموضع وصلاحیتہ قہستانی درحاصل یہہ ہی کہ شرطین پوری نماز پڑھنے کی مسافر کے لئے چھہ ہین اول نیت اقامت کی دوم مدت
اقامت پندرہ روز کی سوم رای کا مستقل ہونا یعنی کسیکا تابع نہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنی اگر جنگل مین ہو اور کسی شہر یا گانو کو دیکھہ کر
اقامت کی نیت کری تو چلنا موقوف کرنے سے نیت صحیح ہوگی پنجم اقامت کی جگہہ کا ایک ہونا ششم جگہہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی فلو
اتم مسافر ان قعد فی القعدۃ الاولی تم فرضہ ولکنہ اساء لو عامدا لتاخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرۃ افتتاح النفل
وخلط النفل بالفرض وہذا لا یحل کما حررہ القہستانی بعد ان فسر اساء باثم واستحق النار وما زاد نفل کمصلی الفجر اربعا پس اگر چار
رکعتین پڑھین کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولی مین بیٹھا ہو تب تو اوسکی فرض پوری ہو جائینگی مگر اوسنی برا کیا کہ دو کی جگہہ چار پڑھی اور دو رکعتین
زائد نفل ہونگی جیسے فجر کی نماز کو کوئی چار پڑھے کہ اسصورت مین بھی دو فرض اور دو نفلین ہونگی شارح نے کہا کہ برائی اوس صورت مین ہی کہ
دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑھنے مین اتنی خرابیان ہین اول سلام مین دیر کرنا دوم قصر واجب کو ترک کرنا سوم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب
کو چھوڑنا چہارم نفل کو فرضمین ملا دینا حالانکہ یہہ چارون باتین حلال نہین چنانچہ قہستانی نے اوسکو شرح بیان کیا ہی اور پہلی یون ذکر کیا ہی

کہ معنی اساءت کے یہہ ہین کہ وہ شخص گنہگار اور مستوجب آگ کا ہوا شامی نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو نماز کا پورا پڑھنا مکروہ تحریمی ہی
وان لم یقعد بطل فرضہ وصار الکل نفلا لترک القعدۃ المفروضۃ الا اذا نوی الاقامۃ قبل ان یقید الثالثۃ بسجدۃ لکنہ
یعید القیام والرکوع لوقوعہ نفلا فلا ینوب عن الفرض ولو نوی فی السجدۃ صار نفلا اور اگر قعدہ اولے مین مسافر نہ بیٹھا تو
اوسکی فرض باطل ہو گئی اور کل رکعتین نفل ہو گئین یعنی فرض باطل ہوئی بسبب چھوڑنے قعدہ فرض کے مگر فرض باطل نہونگے اگر نیت
کر لی اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرے لیکن وہ اعادہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا بسبب واقع ہونے
اون قیام و رکوع کے نفل تو وہ قیام و رکوع فرض کا قائم مقام نہوگا اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ مین نیت اقامت کریگا تو فرض
نفل ہو جائینگے هـ شامی نے کہا کہ الا اذا نوی استثنا دونو صورتون سے ہے یعنی اگر قعدہ اولے مین بیٹھا یا نہین مگر تیسری رکعت مین قبل
سجدہ نیت اقامت کر لی تو فرض باطل نہونگے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہو جانا مذہب امام ابو یوسف کا ہے اور یہہ خاص ہے پچھلی صورت مین یعنی
جبکہ قعدہ اولی مین نہ بیٹھا ہو انتہی رد المحتار وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعدہ فاذا قام المقیم الی الاتمام لا یقرأ ولا یسجد للسہو
فی الاصح لانہ کاللاحق والقعدتان فرض علیہ وقیل لا قعدہ اور درست ہے اقتدا مقیم کا پیچھے مسافر کے وقت کے اندر اور بعد
وقت کے یعنی مثلا دونو ایک ہی نماز کو ادا پڑھین تو جب مقیم اپنی نماز کے پورا کرنے کو کھڑا ہو بعد امام کے سلام پھیرنیکے تو باقی کی دو رکعتون
مین قراءت نہ پڑھے بلکہ بمقدار الحمد کے چپ کھڑا ہو کر رکوع و سجدہ کرے اور مقیم سجدہ سہو بھی نکرے صحیح تر قول مین قراءت نہ پڑھے اسلئے کہ مقیم مثل
لاحق کے ہے اور دونو قعدے فرض ہین مقیم مذکور پر یعنے ایک امام کی تبعیت سے اور دوسرا اخیر ہونیکی جہت سے اور بعضون نے کہا کہ پہلا قعدہ اوسپر
فرض نہین کذا فی القنیہ وندب للامام ھذا یخالف الخانیۃ وغیرھا ان العلم بحال الامام شرط لکن فی حاشیۃ الہدایۃ للہندی الشرط
العلم بحالہ فی الجملۃ لا فی حال الابتداء وفی شرح الارشاد ینبغی ان یخبرھم قبل شروعہ والا فبعد سلامہ ان یقول بعد التسلیمتین
اتموا صلاتکم فانی مسافر لدفع توھم انہ سہا اور مستحب ہے امام مسافر کو یہہ کہدینا مقتدیون سے بعد دونون سلام کے صحیح قول ہے کہ
اپنی نماز کو پورا کر لو کہ مین مسافر ہون یہہ قول اس وہم کے دور کرنیکے لئے مستحب ہے کہ کوئی یہہ نہ سمجھے کہ امام نے سہو کیا شامی نے کہا کہ یہہ قول
ماتن کا کہ امام کو مستحب ہے خبردار کر دینا اپنے حال سے مخالف ہے قول خانیہ وغیرہا کے کہ اونمین اقتدا کے لئے جاننا امام کے حال کا شرط ہے یعنی قول
ماتن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیونکو امام کا حال معلوم نہین کہ مسافر ہے یا مقیم اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہے کہ اقتدا کی شرط ہے معلوم ہونا امام
کے حال کا تو دونو مین اختلاف ہوا لیکن ہندی کے حاشیہ ہدایہ مین ہے کہ شرط اقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہے فی الجملہ خواہ ابتدا مین
معلوم ہو خواہ انتہا مین یہہ نہین کہ شروع ہی مین معلوم ہو تو اس تقریر سے شارح نے اختلاف ماتن اور خانیہ کے قولون کا دفع کر دیا اور
شرح ارشاد مین ہے کہ امام کو چاہیئے یعنی مستحب ہے کہ مقتدیون سے قبل اپنے شروع کرنے کے کہدے کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی مقتدی اوسکا حال
سمجھتا ہو اور اگر شروع نماز سے پیشتر نہ کہے تو بعد سلام کے آگاہ کر دے ولو نوی الاقامۃ لا لتحقیقہا بل لیتم صلوۃ المقیمین لم یصر
مقیما اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے نہ حقیقت مین اقامت کر لے بلکہ اس غرض سے کہ مقیم مقتدیونکی نماز پوری پڑہا دے تو ایسی
نیت سے مقیم نہوگا یعنی اس صورت مین اوسکی فرض چار نہونگے دو فرض اور دو نفلین ہونگی اور اگر مقتدی اوسکے پیچھے اپنی نماز پوری کرینگے تو انکی
نماز فاسد ہو گی کیونکہ نفل پڑھنے والیکے پیچھے فرض پڑھین گے کذا فی الشامی واما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم لا بعدہ فیما
یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لو اقتدی فی الاولیین والقراءۃ لو فی الاخریین اور اقتدا کرنا مسافر کا پیچھے مقیم کے
درست ہے وقت کے اندر اور مسافر اس صورت مین چار رکعتین پڑھے یعنی امام کی تبعیت کی جہت سے اوسکی فرض بھی چار ہو جائینگے نہین درست ہے
اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے اون نمازون مین کہ بدلجاتی ہین یعنی ظہر و عصر و عشا مین اسلئے کہ اگر مسافر اول دوگانہ مین

اقتدا مقیم کا کریگا تو فرض پڑہنی والیکا اقتدا ہوگا پیچھے نفل والے یعنی غیر فرض پڑہنی والیکے قعدہ اولی کے حق مین کہ وہ مقیم کے حق مین واجب ہی اور مسافر کے حق مین فرض اور اگر پچھلے دوگانہ مین اقتدا کریگا تو قرارت کے حق مین اقتدا مفترض کا متنفل کے پیچھے ہوگا کیونکہ قرارت مقیم کے حق مین سنت ہی پچھلے دوگانہ مین اور مسافر کے حق مین فرض غرضکہ قضا نمازمین اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے درست نہین چار رکعت والی نمازون مین اور فجر و مغرب کی نمازون مین درست ہی خواہ ادا ہون یا قضا ویأتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والا بان کان فی خوف وفرار لا یأتی بہا ھو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس قیل الا سنۃ الفجر اور مسافر موکد سنتون کو پڑہے اگر امن اور چین کی حالت مین ہو یعنی حالت فرو کشی اور اطمینان مین اور اگر امن وقرار نہو اسطرح کہ خوف یا جلدی مین ہو تو سنتین نہ پڑہے یہی مختار ہے اسلئے کہ یہہ چھوڑنا ہی عذر کے باعث کذا فی التجنیس ایک قول یہہ ہی کہ فجر کی سنتین نچھوڑے یعنی اسوجہ سی کہ وہ مثل واجب کے ہین والمعتبر فی تغییر الفرض آخر الوقت وھو قدر ما یسع التحریمۃ فان کان المکلف فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان والا فاربع لانہ المعتبر فی السببیۃ عند عدم الاداء قبلہ اور معتبر فرضونکے بدلنے مین آخر وقت ہی یعنی اسقدر کہ گنجائش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان عاقل بالغ آخر وقت مین مسافر ہوگا تو دو رکعتین واجب ہونگی اور اگر اسوقت مین مسافر نہوگا تو چار پڑہنی واجب ہونگی اسلئے کہ آخر وقت ہی معتبر ہے سبب ہونے مین وقت نہ ادا کرنیکے پہلے اُسوقت سی ہم یعنی سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر حصہ ہوتا ہی اگر اوس سی پیشتر ادا نہ کر چکا ہو مثلا اگر آخر وقت مین لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا مجنون ہوش مین آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اسوقت کی نماز انکو لازم ہوگی اسیطرح اقامت وسفر مین آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی الوطن الاصلی ھو موضع ولادتہ او تاھلہ او توطنہ یبطل بمثلہ اذا لم یبق لہ بالاول اھل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیھما لا غیر وطن اصلی باطل ہوجاتا ہی اپنے جیسی وطن اصلی سے جبکہ اول وطن مین آدمی کے گھر والے رہتے ہون اور اگر رہی ہون تو باطل نہوگا بلکہ وہ شخص نماز پوری پڑہے دونو مین خواہ نیت اقامت کری یا نہین نہین باطل ہوتا وطن اصلی دوسرے وطنون سی شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونیکی جگہہ ہے یا شادی کرنیکا مقام یا وطن بنانے کا مکان ہم وطن کی تین قسمین ہین ایک وطن اصلی جسکی تعریف شارح نے بیان کی اوسکو وطن اہلی اور وطن الفطرۃ بھی کہتے ہین دوم وطن اقامت یعنی وہ مکان جسمین پندرہ روز یا زیادہ کے ٹھہرنے کی نیت کرے اوسکو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہین تیسرا وطن سکنی جسمین پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی مین آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ ایک ہی شب رہی مثلا اثنا سفر مین وطن اصلی آگیا اور وہان منزل کی تو نماز پوری پڑہی اور اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنالیگا تب اول وطن اصلی نرہیگا بشرطیکہ گہروالے بھی اول وطن سی اوٹھہ گئے ہون اور اگر گہروالے ایک جگہہ رہتے ہون اور خود دوسری جگہہ رہنے کا قصد کرلیا ہی تو دونو مقام وطن اصلی متصور ہونگے دونو مین نماز پوری پڑہے ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر اور باطل ہوجاتا ہی وطن اقامت اُس جیسی وطن اقامت سی اور وطن اصلی سے اور سفر کرجانے سی ہم یعنی اگر ایک جگہہ مین نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی ہے تو اگر اوسکو چھوڑ کر دوسرے مقام مین نیت کرلیگا تو پہلا مقام وطن نرہیگا اسیطرح اگر وطن اصلی کو چلا جاویگا تب بھی وہ وطن نرہیگا اور یہی حال وطن اقامت سی سفر کرجانے کا ہی تو اگر ان حالتون مین وطن اقامت پر گذر ہوا اور نیت اقامت کی نکری تو نماز قصر سی پڑہے کذا فی الشامی والاصل ان الشیء یبطل بمثلہ وبما فوقہ لا بما دونہ اور قاعدہ یہہ ہی کہ چیز اپنی مثل اور اپنے اوپر کی چیز سی باطل ہوتی ہے نہ اپنے سی کمتر سی یعنی سب مین قوی وطن اصلی ہے اُس سی وطن اقامت وغیرہ باطل ہوجاتے ہین اور وطن اقامت سی وطن اصلی باطل نہین ہوتا ولم یذکر وطن السکنی وھو ما نوی فیہ اقل من نصف شہر لعدم فائدتہ اور مصنف نے ذکر نکیا وطن سکنی کو یعنی اوس مقام کو جسمین نیت پندرہ دن سی کم رہنے کی ہو بسبب اوسکے مفید ہونے کے یعنی وطن سکنی مین تغیر نہ مقیم کے لئی ہے نہ مسافر کے لئی اسلئی اوسکے ذکر سے کچہہ فائدہ نہین

وما صوّرہ الزیلعیؒ ردّہٗ فی البحر اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنی کے لئے بنائی ہے اوسکو بحرالرائق مین رد کیا ہی هم زیلعی نے
یہہ صورت فرض کی ہے کہ ایک شخص اپنے شہر سے کسی گانو مین بد ون ارادہ سفر کے اپنی کام کو گیا اور اوس گانو مین پندرہ دن سی کم رہنے
کی نیت کی تو وہ پوری نماز پڑہیگا کیونکہ مقیم ہے پہر فرض کرو کہ وہ گانو سی بدون سفر کے باہر نکلا اور بستی سی باہر ہوکر ابھی نہ اپنی شہر مین گیا
تھا اور نہ کسی جگہہ رات کو رہا تھا کہ اوسکو یہہ سوجہا کہ سفر کیجیے تو وہ قصری نماز پڑہیگا کہ مسافر ہو گیا اور اگر اتفاقاً سفر کے بعد اوسی گانو
مین کو گذری تو وہ اوس گانو مین کہ اوسکا وطن سکنی ہی پوری نماز پڑھے اسلئی کہ اوس سی کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جس سی وطن سکنی باطل
ہو جاتا یعنی نہ تو اسنی دوسری جگہہ اقامت کی ہی کہ وہ وطن سکنی ہوتا اور اپنی مثل پہلے وطن سکنی کو باطل کر دیتا اور نہ اپنے گہر گیا ہے کہ وطن
اصلی کے سبب سی وطن سکنی باطل ہوتا اور نہ اوس گانو سی سفر کیا ہی بلکہ سفر اوس سی باہر نکلکر کیا ہے تو جب کوئی مبطل وطن سکنی کا نپایا گیا
اسلئی نماز پوری پڑھے صاحب بحرالرائق نے اسکا جواب یہہ دیا ہی کہ جب بعد نیت سفر وہ گانو مین آیا تو ہنوز اوسکا سفر باقی ہی کیونکہ اقامت
کی نیت نہین کی حالانکہ سفر سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہی جو وطن سکنی سی قوی ہی تو وطن سکنی کیسے باطل نہوگا پس یہہ کہنا کہ وطن سکنی کا
کوئی مبطل نہین پایا گیا غلط ہی اسلئی کہ یہان تو اوسکا مبطل سفر موجود ہی اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی مین ہی والمعتبر نیۃ المتبوع لانہ
الاصل لا التابع کامرأۃ وفاہا مہرہا المعجل وعبدٍ غیر مکاتب وجندی اذا کان یرزق من الامیر او بیت المال واجیر لاسیرہ
وتلمیذ یاسم زوج ومولٰی وامیر ومستاجر لف ونشر مرتب اور معتبر نیت متبوع کی ہی اسلئی کہ وہ اصل ہی یعنی اقامت اور سفر پر
قادر ہی نہین معتبر ہے نیت تابع کی مثلاً زوجہ کی نیت معتبر نہین شوہر کے ساتھہ بشرطیکہ شوہر نے اوسکو مہر معجل دیدیا ہو اور اگر ندیا ہو تو وہ
تابع شوہر کی نہوگی کیونکہ بدون ادای مہر معجل شوہر اوسکو سفر مین لیجانے پر قادر نہین اور زوجہ کو اختیار ہی کہ اسوجہ سی شوہر کے پاس
نجائی اور مثلاً غلام کی نیت معتبر نہین آقا کے ساتھہ بجز مکاتب کی اسلئی کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہی تو اوسپر طاعت
آقا کی ضروری نہین اور لشکری کی نیت معتبر نہین امیر کے ساتھہ جبکہ لشکری کا کہانا امیر سی ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنی پاس سے
کہاتا ہو تو اوسکی نیت معتبر ہوگی اور مزدور کی نیت معتبر نہین مستاجر کے ساتھہ شامی نے کہا کہ یہہ اسصورت مین ہی کہ درماہہ یا سالانہ ملتا
ہو اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کیوقت اجرت فسخ کرسکتا ہی اسلئی اعتبار اوسکی نیت کا ہوگا نہ مستاجر کی اور قیدی کی نیت معتبر نہین قید کرنے
والی کے ساتھہ اور قرضدار کی نیت معتبر نہین قرضخواہ کے ساتھہ بشرطیکہ قرضدار مفلس نہو اور شاگرد کی نیت معتبر نہین اوستاد کی ساتھہ
جبکہ اوستاد کے ذمہ کہاتا ہو شارح نے کہا کہ عبارت ماتن مین لف ونشر مرتب ہی اسلئی مترجم نے الفاظ نشر کو مناسب جگہہ پر ترجمہ
کیا شامی نے کہا کہ بیٹا بالغ اگر باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو اوسکی نیت کا بھی اعتبار نہونا چاہیئے قلت فقید المعیۃ علی احتمالہ
تحقق التبعیۃ مع ملاحظۃ شرط اٰخر محقق لذلک وھو الارتزاق فی مسئلۃ الجندی ووفاء المہر فی المرأۃ وعدم کتابۃ العبد
مین کہتا ہون کہ قید ساتھہ ہونے کی ملحوظ ہے تبعیت کے ثابت ہونے مین مع ایک دوسری شرط کے لحاظ کے جو تبعیت کو ثابت کرتی ہی
وہ دوسری شرط لشکری کے مسئلہ مین کہانا ملنا ہی اور عورت کے مسئلہ مین مہر معجل کا دینا اور غلام کا مکاتب نہونا هم شامی نے کہا کہ
تابع جب متبوع کے ساتھہ ہو تو اپنی متبوع سی حال اقامت وسفر کا دریافت کری اگر وہ بتا دی تو اوسکی بموجب کاربند ہو ورنہ جس حال
پر ہو اوسی پر عمل کری یعنی سفر کی صورت مین قصر کرے اور اقامت مین پوری نماز پڑھے وبہا اجبت حادثۃ جزیرۃ کریدسنۃ
ثمانین والف اور اس دوسری شرط کے لحاظ سی ظاہر ہوا جواب حادثہ جزیرہ کرید کا سنہ ایکہزار اسّی مین هم کرید بکاف فارسی
نام ایک جزیرہ کا ہی اور حادثہ یہہ تھا کہ ہزیمت اور شکست کے بعد لشکری تتر بتر ہو گئی یعنی نہ امیر کے ساتھہ رہی نہ اوسکی طرف سی اون کو
کہانا ملا تو ہر ایک تابع نرہا مستقل ہو گیا قالہ رحمتی طحطاوی نے کہا کہ شاید یہہ جواب حادثہ کا شارح نے کتاب کی تالیف کے بعد ملحق کیا ہی

کیونکہ تالیف کتاب سے تو راستہ میں فراغت پائی تھی چنانچہ آخر کتاب میں خود لکھا ہے یا کسی شاگرد نے ملا دیا ہو ۞ ولابد من علم التابع
بنیۃ المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامۃ ولم یعلم التابع فہو مسافر حتی یعلم علی الاصح وفی الفیض وبہ یفتی کما فی المحیط
وغیرہ دفعا للضرر عنہ اور ضرور ہے جاننا تابع کا متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع اقامت کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہو تو تابع مسافر
رہیگا جبتک کہ اوسکو علم ہو صحیح تر قول کے بموجب اور فیض میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے واسطے دور کرنے ضرر کے تابع
سے یعنی اوسکی بےعلمی میں اگر اوسکو وہی جگہہ چار رکعتین لازم کیجائیں تو اوسکا ضرر ہوگا فما فی الخلاصۃ من انہ ام مولاہ فنوی المولی
الاقامۃ ان اتمہ صحت صلوٰتہما والا لا مبنی علی خلاف الاصح پس جو مسئلہ خلاصہ میں ہے کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہوا اور آقا نے
اقامت کی نیت کرلی تو اگر غلام چار رکعتین پڑہیگا تب تو دونوں کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہ پڑہیگا تو نماز دونوں کی درست نہوگی غلام کی اسوجہ
سے کہ اوسکو چار پڑہنی چاہئیں تہی دو پڑہیں اور آقا کی اسوجہ سے کہ غلام کی نماز پر اوسکی بنا ہے تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہے یعنی جس
قول میں کہ نیت متبوع کا علم تابع کو ضرور نہیں والقضاء یحکی ای یشابہ الاداء سفرا وحضرا لانہ بعد ما تقرر لا یتغیر اور قضا نماز مشابہ ادا
کے ہے سفر میں اور اقامت میں اسلئے کہ قضا بعد ثابت ہونیکے متغیر نہیں ہوتی ۞ یعنی اگر سفر کی نماز قضا ہوگئی اور اقامت میں اوسکو پڑہنا
چاہے تو قصر سے پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر میں پوری پڑہے جیسے کہ اونکو ادا پڑہتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہوگئی تو جیسی
واجب ہوئی تھی ویسی ہی رہیگی تغیر نہ آویگا ہاں وقت کے اندر بدل سکتی ہے نیت اقامت کرنے سے یا سفر کردینے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے
پڑہنے سے کذا فی الشامی غیر ان المریض یقضی فائتۃ الصحۃ فی مرضہ بما قدر مگر مریض یعنی حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض میں جیسے ہو سکے ویسے
پڑہ لے ۞ یعنی مریض اگر صحت کی نماز مرض میں بیٹہ کر پڑہیگا تو درست ہوگی بباعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی میں اگر بیٹھکر پڑہیگا تو
درست نہوگی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل متفرقہ شارح کی سافر السلطان قصر بادشاہ نے سفر کیا تو قصر کریگا
۞ یعنی نیت سفر کے ساتھ سفر شرعی کرنے سے وہ بھی مسافر ہو جاتا ہے یہہ نہیں کہ ممالک محروسہ اوسکی منزل ایک شہر کے ہوں کذا فی الشامی
تزوج المسافر ببلد صار مقیما علی الاوجہ مسافر نے کسی شہر میں شادی کرلی تو وہ مقیم ہو گیا قول موجّہ کے بموجب ۞ یعنی گو اس شہر
کو وطن نہ بنا دے نہ نیت اقامت کرے وہ صرف شادی سے مقیم ہو جایگا بحر الرائق میں وجہ یہہ لکھی ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں شادی
کرلے وہ اوسی شہر کا شمار ہوتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانیکا ارادہ ہوگا تو مسافر رہیگا اور یہہ اختلاف مرد مسافر
کے باب میں ہے عورت اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہو جائیگی بالاتفاق طہرت الحائض وبقی لمقصدہا یومان تتم فی الصحیح کذا صبی
بلغ بخلاف کافر اسلم ایک ہوئی حائضہ سفر میں جبکہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر رہی تو وہ نماز پوری پڑہے صحیح قول میں اسیطرح اگر لڑکا
دو منزل پہلے بالغ ہو تو وہ بھی پوری پڑہے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جبکہ منزل مقصود تک تین دن سے کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر سے
پڑہے ۞ حائضہ اسلئے پوری پڑہے کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نتہی اسلئے حکم سفر کا اوسمین معتبر نہوا اور لڑکا پہلے سے مکلف ہی نہ تہا اور کافر کا عذر
اختیاری تھا کہ ہر وقت مسلمان ہو سکتا تہا اسلئے اوسکے حق میں حکم سفر کا ابتداء سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر آسمانی تہا اوسکا دور کرنا اوسکے قابو
میں نہ تہا کذا فی الشامی عبد مشترک بین مقیم ومسافر ان تہایا قصر فی نوبۃ المسافر والا فرض علیہ القعود الاول ویتم احتیاطا
ولا یاتم بہ مقیم اصلا وہو مما یلغز ایک غلام مشترک ہے مقیم اور مسافر میں اگر دونوں نے اوسکی خدمت کی باری مقرر کرلی ہو تو وہ قصر سے نماز
پڑہے مسافر کی باری میں اور اگر باری نہ ٹھہرائی ہو تو اوس غلام پر قعدہ اولی فرض ہوگا اور پوری نماز پڑہے احتیاط کی راہ سے یعنی جب اوسکے
مالک دو ہیں تو وہ ایک کے لحاظ سے مقیم ہے اور دوسرے کے اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا نکرے مطلقا یعنی نہ وقت
کے اندر نہ بعد وقت کے نہ اول دوگانہ میں نہ دوسری میں اور یہہ غلام کا حکم اون مسائل سے ہے جو معما کے طور پر پوچھے جاتے ہیں ۞ لیکن

اِس مسئلہ مین یہہ سوال ہوسکتی ہین کون شخص ہی کہ نماز فرض کی چار رکعتین پڑھے اور درمیانی قعدہ اوسپر فرض ہو اور کونسا شخص ہی کہ اوسکو اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہین اور کونسا شخص ہی کہ نہ مسافر ہے نہ مقیم اور کون شخص ایسا ہے کہ ایک روز قصری نماز پڑھے اور ایک روز پوری کذا فی الطحطاوی شامی نے کہاکہ حکم اِس مسئلہ کا بحث ہی شارح منیہ کی نہ روایت مذہب قال لنسائہ من لو تذکرمنکن کم رکعۃ فرض یوم ولیلۃ فہی طالق فقالت احداہن عشرون والثانیۃ سبعۃ عشر والثالثۃ خمسۃ عشر والرابعۃ احدعشر لم تطلق الا الاولی تممت الوتر والثانیۃ ترکتہ والثالثۃ لیوم الجمعۃ والرابعۃ للمسافر واللہ اعلم ایک شخص نے اپنی چار بیبیون سی کہاکہ جو کوئی تم سی یہہ نجانی کہ ایک دن رات مین کتنی رکعتین فرض ہین تو اوسکو طلاق ہی تو اونمین سی ایک نے کہاکہ بیس رکعتین دن رات مین فرض ہین اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے پندرہ اور چوتھی نے گیارہ تو اونکو طلاق نہوگی کیونکہ اول عورت کا جواب درست ہی کہ اوسنی وترون کو باعث فرض عملی ہونیکے شامل کرلیا اور دوسری نے وترون کو چھوڑکر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کے روز کی رکعتین بتائین اور چوتھی نے مسافر کی رکعتین بتائین اور وترکو ان دونونے بھی شامل نہین کیا واللہ اعلم

باب الجمعۃ

ترجمہ باب ہی جمعہ کے احکام مین جمعہ اسلئے نام رکھاگیاکہ یہہ دن لوگون کے اجتماع کا ہی اور اکثر کا قول یہہ ہی کہ جمعہ مدینہ مین فرض ہوا کہ اوسکی آیت مدنی ہی اور مناسبت نماز جمعہ کی صلوۃ مسافر سی یہہ ہی کہ دونو نمازین آدھی ہین یعنی جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے نسبت نصف رکھتی ہی اور مسافر کی نماز مقیم کی نماز سی کذا فی الطحطاوی مختصراً بتثلیث المیم والسکون ہے فرض عین یکفر جاحدہا لثبوتہا بالدلیل القطعی کما حققہ الکمال وہی فرض مستقل آکد من الظہر ولیست بدلا منہ کما حررہ الباقانی معزیا لسری الدین ابن الشحنۃ لفظ جمعہ بضم جیم اور تینون حرکتون میم سی اور سکون میم سی ہی وہ فرض عین ہی کہ اوسکا منکر کافر ہے بسبب اوسکی ثابت ہونے کے دلیل قطعی سی یعنی آیہ (یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا) سی اور حدیث اور اجماع سی چنانچہ ثابت کیا ہی اوسکو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہی زیادہ موکد بہ نسبت ظہر کے اور نہین ہی عوض ظہر کا جیساکہ تنقیح کی ہے اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کیطرف نسبت کرکے م جمعہ زیادہ موکد ہے بہ نسبت ظہر کے یعنی جمعہ مین جو تہدید آئی ہی وہ ظہر مین نہین چنانچہ احمد و حاکم نے ایک حدیث صحیح روایت کی کہ جو کوئی جمعہ کو تین بار بدون ضرورت کے ترک کرے اللہ تعالے اوسکے دلپر مہر کردیتا ہی اور ایک وجہ یہہ ہی کہ جمعہ مین جو شرطین ہین وہ ظہر مین نہین اور یہہ جو کہاکہ جمعہ ظہر کا عوض نہین یہہ مخالف ہی اُس قول کے جو شارح نے باب شروط الصلوۃ کے اندر نیت کی بحث مین لکھا ہی کہ جمعہ عوض ہی ظہر کا اور تحقیق حنفیون کے نزدیک یہی ہے کہ فرض وقت ظہر ہی ہے نہ جمعہ مگر حکم جمعہ کا اسلئے ہوا کہ ظہر ساقط ہوجائے اور اسیوجہ سی اگر کوئی آدمی بیشتر فوت ہونے جمعہ کے نماز ظہر پڑھ لیگا تو ہمارے نزدیک کراہت تحریمی سکے ساتھہ درست ہوگی اگرچہ اکتفا کرنا ظہر پر حرام ہی اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہی حتی کہ باقانی نے بھی شرح ملتقی مین اسیکو اختیار کیا تو شارح نے جو یہہ تنقیح باقانی سی نقل کی شاید شرح نقایہ مین اوسنی ایسا کہا ہو مگر ہماری تقریر سے معلوم ہوگیا کہ تنقیح مذکور ضعیف ہی کذا فی الشامی وفی البحر وقد افتیت مرارا بعدم صلوۃ الاربع بعدہا بنیۃ آخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وہو الاحتیاط فی زماننا واما من لا یخاف علیہ مفسدۃ منہا فالاولی ان تکون فی بیتہ خفیۃ اور بحر الرائق مین ہی کہ مین نے چند بار فتوی دیا نہ پڑہنے چار رکعتون کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سی بسبب خوف معتقد ہونے جاہلون کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہی ہمارے زمانہ مین اور جس شخص کو کہ خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کیطرف سی نہو تو بہتر یہہ ہی کہ یہہ چار رکعتین اپنے گھر پر پوشیدہ پڑھ لے م طحطاوی نے کہاکہ یہہ کلام متعلق ہے کمال الدین کے کلام سی جسنے یہہ کہا ہی کہ ہمنے جمعہ کے باب مین اسیقدر بیان کو اسلئے طول دیاکہ بعض جاہل کہتے ہین کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ فرض نہین صاحب بحر الرائق نے کہاکہ یہہ بلا ہمارے زمانہ مین بھی پھیلی ہے یہانتک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتین اس نیت

سے پڑھتے ہین کہ جو سب سے پچھلا ظہر میرے ذمہ ہوا ہو اور مین نے اوسکو ابھی نہ پڑہا ہو اوسکو پڑہتا ہون تو چونکہ اسمین یہہ خوف ہی کہ نہ جاہل اسکی معتقد نہو جائین کہ جمعہ فرض نہین اسلئی مین نے اس نماز کے نہ پڑہنے کا فتوی دیا ویشترط لصحتها سبعة اشياء اور شرط ہین واسطی صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزین هم نہر الفائق مین بیان کیا کہ جمعہ کے لئے کچھ شرطین واجب ہونے کی ہین یعنی جنسی جمعہ آدمی پر واجب ہوتا ہی اور کچھ شرطین اداکی ہین اور فرق ادا اور وجوب کی شرطون مین یہہ ہی کہ اداکی شرطون کے نہونے سے ادا صحیح نہین ہوتا اور وجوب کی شرطین نہونے سے ادا درست ہی پھر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب وادا کا نقل کیا ہی جسکا ترجمہ مترجم نے فارسی مین کر دیا اور وہ یہہ ہی قطعہ شرط وجوب عقل واقامت بلوغ دان ٭ تبیعد ہی است فردی وازادی بعد ازان ٭ سلطان در وقت وخطبہ جماعت بعد ازان وشہر ٭ یاد باش بے اداکن ومگذار رایگان ٭ اس قطعہ مین یہہ شرطین اداکی مذکور ہین اور شارح نے خطبہ کا پیشتر نماز کے ہونا ایک شرط جدا قرار دی ہی اسلئے تعداد سات ہوئی الاول المصر وهو ما لا يسع اكبر مساجده اهله المكلفين بها وعليه فتوى اكثر الفقهاء مجتبى لظهور التوانى فى الاحكام پہلی شرط صحت کی شہر ہی یعنی وہ بستی جسکی سب سے بڑی مسجد مین اوسکی باشندے جنکو جمعہ کے اداکرنیکا حکم ہے نہ سما وین یعنی عورتون اور لڑکون اور مسافرون کے سوا اسقدر مسلمان ہون کہ بڑی سے بڑی مسجد مین نہ آسکین اور شہر کی اسی تعریف پر فتوی ہی اکثر فقہا کا کذا فی المجتبی اس تعریف پر فتوی ہی بسبب ظاہر ہونے سستی کے احکام مین هم یعنی ظاہر مذہب کی تعریف مین حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہی اور چونکہ حاکم ان حدون کے قائم کرنے مین کوتاہی اور سستی کرتے ہین لہذا انھون نے اس تعریف مذکورہ بالا پر سوا کذا فی الطحطاوی وظاهر المذهب انه كل موضع له امير وقاض يقدر على اقامة الحدود كما حررناه فيما علقناه على الملتقى اور ظاہر مذہب یہہ ہی کہ شہر وہ بستی ہی جسمین ایک حاکم اور ایک قاضی ہو کہ سزاون کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمنے اسکو منتقی بیان کیا ہی ملتقی الابحر کی شرح مین هم امیر و قاضی سے مراد یہہ ہی کہ اوسی شہر مین رہتے ہون یہہ نہین کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہون اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو اسکے یہہ معنی کہ گو بالفعل قائم نکرتا ہو مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح منیہ نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہی کذا فی الشامی وفي القهستاني اذن الحاكم ببناء الجامع في الرستاق اذن بالجمعة اتفاقا على ما قاله السرخسي واذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه فليحفظ اور قہستانی مین ہی کہ اذن دینا حاکم کا واسطی بنانے جامع مسجد کے گانون مین اذن ہی جمعہ کے لئی بالاتفاق اوپر اوس بیان کے کہ کہا ہی اوسکو سرخسی نے اور جب ملجاوی اوس اذن سے حکم تو ہو جائیگا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اسکو یاد رکھنا چاہیے هم قہستانی مین مذکور ہی کہ جمعہ پڑہنا قصبات اور بڑی گانون مین جنمین بازار ہون فرض واقع ہوتا ہی بلا خلاف جبکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو یا جمعہ کے اداکرنیکا حکم دیا ہو کیونکہ ادا جمعہ مختلف فیہ ہی قصبات اور بڑی گانون مین تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا او فناءه بكسر الفاء وهو ما حوله اتصل به او لا كما حرره ابن الكمال وغيره لاجل مصالحه كدفن الموتى وركض الخيل والمختار للفتوى تقديره بفرسخ ذكره الولوالجي یا شرط صحت جمعہ کی فنا مصر ہی بکسر فا اور فنا وہ جگہہ ہی گرد شہر کے جو اوسکی منافع کے لئی شامل دفن کرنے مردون اور دوڑانے گھوڑون کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہین چنانچہ منقح بیان کیا ہی اوسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتوی کے لئی اندازہ کرنا اوسکا ہی ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہی اوسکو ولوالجی نے هم شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فنا کی تعریف پر اکتفا کرکے مطلق چھوڑ دیا ہی اوسکی کچھہ حد مقرر نہین کی یعنی جس جگہہ شہر کی کار آمد باتین ہوتی ہون وہ فنا ہی جیسے گھوڑون کا پھیرنا اور دوڑانا اور مردون کا دفن کرنا اور فوج کا جمع ہونا اور چاند ماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضون نے اوسکی مسافت بھی مقرر کر دی ہی اور مسافت کے باب مین نو قول ہین کسی نے کہا کہ شہر کی آواز اوسمین آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار سو ہاتھہ کا فاصلہ ہو

کسی نے میل کا کسی نے دو کا کسی نے تین کا یعنی فرسنگ کا کسی نے دو فرسنگ کا کسی نے تین کا کہا اور چونکہ ہر شہر کے حوائج کے لئے مسافت مختلف
ہوتی ہے اسلئے بہتر یہی ہے کہ صرف تعریف پر اکتفا کیجاے (والثانی السلطان ولو متغلبا او امرأۃ فیجوز امرھا باقامتہا لا اقامتہا)
اور دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ ہے اگرچہ متغلب ہو یا عورت پس درست ہے حکم کرنا عورت کا جمعہ کے قائم کرنے کو اور درست نہین
ہے قائم کرنا عورت کا جمعہ کو م متغلب اوسکو کہتے ہین جسمین امامت کی شرطین نہون اگرچہ قوم اُس سے راضی ہوجاوے یا جسکے پاس فرمان
نہوا اور اقامت بمعنی سے مراد خطبہ پڑہنا اور نماز پڑہانا ہے تو عورت کے حکم سے دوسرا شخص اگر یہہ دونو باتین کریگا تو درست ہے اور اگر عورت
خود خطبہ پڑھے یا نماز پڑہا دے تو درست نہوگا کیونکہ وہ اقامت کے اہل نہین شامی نے کہا کہ عورت جو بادشاہ ہوتی ہے تو تغلب ہی سے
ہوتی ہے اسلئے کہ امامت کبرے مین مرد ہونا شرط ہے تو شارح کو چاہیئے تہا کہ آو کی جگہہ لو کہتا یعنی اگرچہ متغلب عورت ہی ہو (اوما مورہ
باقامتہا ولو عبدا ولی عمل ناحیۃ وان لم یجز انکحتہ واقضیتہ) یا وہ شخص ہو جسکو بادشاہ وقت نے جمعہ کی اقامت کی اجازت دی
ہو اگرچہ وہ غلام ہو کہ کسیطرف کا عامل مقرر ہوا ہو گو اُس غلام کے نکاح کئی ہوئے اور مقدمات کے فیصلے جائز نہونگے کیونکہ یہہ دونو امر اُس
شخص کیطرف نسبت ہوتے ہین جسکو ولایت ہو غیر پر اور غلام کو تو اپنے نفس پر بھی ولایت نہین غیر پر کیسی ہوگی کذا فی الطحطاوی (واختلف
فی الخطیب المقرر من جہۃ الامام الاعظم او من جہۃ نائبہ ھل یملک الاستنابۃ فی الخطبۃ فقیل لا مطلقا ای لضرورۃ اولا الا
ان یفوض الیہ ذلک وقیل ان لضرورۃ جاز والا لا وقیل نعم یجوزیہ مطلقا بلا ضرورۃ لانہ علی شرف الفوات لتوقتہ فکان الامر بہ
اذنا بالاستخلاف دلالۃ ولا کذلک القضاء) اور اختلاف ہے متاخرین کا اُس خطیب مین جو سلطان یا اوسکے نائب یعنی بادشاہ اور قاضی
کیطرف سے مقرر ہو کہ اوسکو خطبہ پڑہنے کے لئے دوسرے شخص کو نائب کرنا درست ہے یا نہین یعنی بدون اجازت حاکم کے اپنا نائب کر سکتا ہے یا
نہین تو بعض نے کہا کہ درست نہین مطلقا یعنی ضرورت نائب کرنے کی ہو یا نہو مگر اس صورت مین کہ خطیب مذکور کو یہہ امر حاکم کیطرف سے تفویض
کر دیا گیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کیوجہ سے ہو یعنی خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہین پڑہ
سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہے اور اگر ضرورت نہین تو نائب کرنا بھی درست نہین اور بعض نے کہا کہ ہان درست ہے مطلقا یعنی
اگرچہ بلا ضرورت ہو اسلئے کہ اداے جمعہ ایکوقت مقرر پر موقوف ہونیکے سبب سے فوت ہوجانیکے کنارہ پر ہے تو اجازت اداے جمعہ کی اذن ہے خلیفہ
کر لینے کا بطور دلالت کے اور نہین ہے ایسی قضا م یعنی جمعہ کے ادا کے لئے ایکوقت معین ہے کہ وہ گذر جاے تو جمعہ جاتا رہے اسلئے جب حاکم نے
اداے جمعہ کی خطیب کو اجازت دے دی تو دلالۃ خلیفہ کرنیکی بھی اجازت ہوئی کیونکہ یہہ تو حاکم جانتا ہی ہے کہ اقامت جمعہ مین مرض اور حدث بھی
خطیب کو آسکتے ہین تو بدون خلیفہ کرنیکے جمعہ کیسے ادا ہوگا اور قضا کے لئے کوئی وقت خاص نہین کہ اوسکے گذر جانے سے خوف اوسکی فوت کا
ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہوگی کذا فی الشامی (وھو الظاہر من عباراتہم ففی البدائع کل من ملک الجمعۃ ملک اقامۃ
غیرہ) اور خطیب کو مطلقا دوسرے کا خلیفہ کر دینا ہی ظاہر ہے فقہا کی عبارتون سے چنانچہ بدائع مین ہے کہ جو شخص مالک ہے جمعہ کا وہ اختیار
رکھتا ہے اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنی جو خود اقامت کر سکتا ہے وہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے (وفی النجعۃ فی تعداد الجمعۃ لابن جرباش
انما یشترط الاذن لاقامتہا عند بناء المسجد ثم لا یشترط بعد ذلک بل الاذن مستصحب لکل خطیب وتمامہ فی البحر) اور کتاب نجعہ
فی تعداد الجمعہ مین جو تالیف ابن جرباش کی ہے مرقوم ہے کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانیکے وقت شرط ہے پہر اوسکے بعد شرط نہین بلکہ
اذن ہر خطیب کو بدستور سابق رہتا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے م نجعہ بضم نون وسکون جیم نام کتاب کا ہے اور ابن جرباش بضم
جیم وراے مہملہ صاحب بحر الرائق کے اساتذہ مین سے ہے حاصل مسئلہ کا یہہ ہے کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص
کو دیدے تو اُس شخص کو اختیار ہے کہ غیر کو اجازت دیدے اور وہ غیر دوسرے کو اجازت دے اسیطرح اجازت در اجازت چلی جاے یہہ غرض

نہین کہ بادشاہ جب اقامت جمعہ کا اذن کسی مسجد مین دے تو ہر شخص یا ہر خطیب کو اُس مسجد مین اجازت اقامت جمعہ کی ہوگئی اب ضرورت اجازت کی سلطان سے یا جسکو اوسنے اجازت دی ہی اُس سے نہین رہی جیسا کہ ظاہر عبارت شارح سے سمجھا جاتا ہی کذا فی الشامی وما قیدہ الزیلعی لا دلیل علیہ اور زیلعی نے جو قید لگائی ہی کہ خطیب کو خلیفہ کرنا درست نہین مگر جبکہ بیوضو ہو جاے تو اسپر کوئی دلیل نہین فقہا کی عبارتون سے تو مطلق خلیفہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہی دوسرے یہہ کہ یہہ صورت خاص نماز مین خلیفہ کرنے کی ہی خطبہ تو بیوضو بھی درست ہی حالانکہ ذکر یہہ تہا کہ خطیب خطبے کے لئی نائب کر سکتا ہی یا نہین کذا فی الشامی م اقامت جمعہ سے مراد خطبہ اور نماز دونو ہین اور اجازت پر صرف خطبہ موقوف ہی نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لئی خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کیواسطے خلیفہ کرنا ہی نہ نماز کے لئی جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہی کذا فے المنح وما ذکرہ منلا خسرو وغیرہ ردہ ابن الکمال فی رسالۃ خاصۃ برھن فیھا علی الجواز بلا شرط واطنب فیھا وابدع ولکثیر من الفوائد اودع اور جس بات کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہی اوسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ مین رد کیا ہی جسمین خلیفہ کرنیکا جواز بدون شرط اذن سلطانی کے مدلل کیا ہی اور اُس رسالہ مین لمبی تقریر نئے ڈھنگ پر بیان کی ہی اور بہت سے فوائد مندرج کئی ہین م ملا خسرو نے بیان کیا ہی کہ خطیب کو نائب کرنا نہین پونہچتا جبتک کہ بادشاہ کیطرف سے اسکو نائب کر لینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو ز فی مجمع الانھر انہ جائز مطلقا فی زماننا لانہ وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائۃ اذن عام علیہ الفتوی اور مجمع الانہر مین ہی کہ خلیفہ کرنا جائز ہی مطلق ہمارے زمانہ مین یعنی خواہ ضرورت ہو یا نہو اسلئی کہ سنہ ۹۴۵ مین سلطان کیطرف سے اجازت عام ہوگئی ہی کہ ہر خطیب کو اختیار ہی کہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ کر دے اور اسی پر فتوی ہی شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوی مراد ہی تو یہہ تصحیح ناتمام ہے کیونکہ اُس زمانہ کے علما اہل تصحیح نہین بلکہ تصحیح والے پیشتر کے لوگ ہین وفی السراجیۃ لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ ویؤیدہ ذلک انہ یلزم اداء النفل بجماعۃ واقرہ شیخ الاسلام اور سراجیہ مین ہی کہ اگر کسی نے نماز پڑہائی بدون اذن خطیب کے تو درست نہوگی مگر جبکہ اقتدا کرے اوسکے پیچھے وہ شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہی کیونکہ اقتدا کرنے سے دلالۃً اجازت ہو جائیگی اور اگر والی آیا اور اقتدا نکیا تو امامت اوس شخص کی ناجائز ہوگی اور تائید کرتا ہی عدم جواز کی یہہ امر کہ لازم آتا ہی نفل کا ادا کرنا جماعت سے اور ثابت رکہا ہی اوسکو شیخ الاسلام نے م یعنی جب جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت سے یعنی مکروہ تحریمی ہے حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جب ہو کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہان تو نیت فرض سے شروع کیا ہی تو مکروہ کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی ومات والی بمصر فجمع خلیفتہ وصاحب الشرط بفتحتین حاکم السیاسۃ او القاضی الماذون لہ فی ذلک جاز لان تفویض امر العامۃ الیھم اذن بذلک دلالۃ مر گیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ مین کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا فے البدائع پس جمعہ پڑہوایا اوسکے خلیفہ نے یعنی ولیعہد نے یا حاکم فوجداری نے یا قاضی نے جسکو اقامت جمعہ کی اجازت ہی تو درست ہی اسلئی کہ سپرد کرنا عوام کے امور کا اونکو دلالۃً اجازت ہی اقامت جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرط بفتح شین معجمہ و را سے مراد حاکم سیاست ہی یعنی جمع ہی شرطی کی م شامی نے کہا کہ جمّع بتشدید میم ہی یعنی صیغہ ماضی باب تفعیل سے فللقاضی القضاۃ بالشام ان یقیمھا وان یولی الخطباء بلا اذن صریح ولا تقریر الباشا سو درست ہی شام کے قاضی القضاۃ کو جمعہ کا قائم کرنا اور خطیبونکو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے باشا کے م شامی نے کہا کہ یہہ اختیار اُس قاضی القضاۃ کو ہی جسکو قاضی المشرق والمغرب کہتی ہین تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اوسکے اختیار نہین دے سکتی اگر اونکو بھی اذن عام خطیبون کے تقرر کا ہو تو مضائقہ نہین وقالوا یقیمھا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اس طرح بیان کی ہی کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پہر حاکم سیاست پہر قاضی پہر وہ شخص جسکو قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہو م شامی نے کہا کہ حاکم سیاست کا مقدم کرنا قاضی پر مخالف ہی فقہا کی تصریح کی نماز جنازہ مین کہ قاضی مقدم ہی حاکم سیاست پر ونصب العامۃ الامام

غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمهم فیجوز للضرورة اور مقرر کرنا عوام کا خطیب کو اشخاص مذکورین کے ہوتے ہوئی معتبر نہین یعنے بدون اذن قاضی یا سلطان میت کے نائب کے اگر رعیت کسیکو خطیب کریگی تو اوسکا اعتبار نہوگا اور اونکی نہونے کی صورتمین مقرر کرنا درست ہوگا بسبب ضرورت کے م معراج الدرایہ مین مبسوط سے منقول ہی کہ اگر حاکم کفار ہون تو مسلمانونکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے اور مسلمانونکی رضامندی سے قاضی بھی قاضی ہوجائیگا اور اونکو لازم ہی کہ مسلمان حاکم کے لئے درخواست کرین کذا فی الشامی وجازت الجمعة بمنی فی الموسم فقط لوجود الخلیفة او امیر الحجاز او العراق او مکة ووجود الاسواق والسکک وکذا کل ابنیة نزل بها الخلیفة اور جائز ہی جمعہ منی مین صرف ایام حج مین بسبب موجود ہونے سلطان کے یا امیر حجاز یا امیر عراق یا حاکم مکہ کے اور موجود ہونے بازارون اور کوچون کے اور اسیطرح اُن مقامات مین کہ سلطان فروکش ہو م یعنی حج کے دنون مین منی حکم شہر کا رکھتا ہی کہ بازار اور گلیان بھی ہوتی ہین اور سلطان یا حاکم عرب یا عراق کا یا شریف مکہ کا موجود ہوتا ہی اور بدون حاجیون کے اوترنیکے منی گانو کا حکم رکھتا ہی اور سلطان اگر اپنی سلطنت مین دورہ کرے تو اگرچہ مسافر ہو مگر جس شہر مین فروکش ہو اوسکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہی کذا فی الطحطاوی وعدم التعیید بمنی للتخفیف اور عید نہ پڑھنا منی مین تخفیف کے لئے ہی م یہہ جواب ہی اس سوال کا کہ اگر منی شہر ہی تو جن لوگون پر نماز عید واجب ہے مثلا اہل مکہ تو وہ اوسمین نماز عید کیون نہین پڑھتے حاصل جواب یہہ ہی کہ عید کا نہ پڑھنا اسلئے نہین کہ منی شہر نہو بلکہ اسلئے ہی کہ حاجی افعال حج کے اداکرنے مین مشغول رہتے ہین عید پڑھنا اونپر سے تخفیف کی جہت سی ساقط ہوگیا کذا فی الطحطاوی لاتجوز لامیر الموسم لقصور ولایته علی امور الحج حتی لو اذن له جاز نہین جائز ہی جمعہ امیر موسم کے موجود ہونے کیوقت بسبب منحصر ہونے اوسکی ولایت کے حج کے کامون پر یہانتک کہ اگر اوسکو اجازت ہو اقامت جمعہ کی تو درست ہی م امیر موسم امیر الحاج بھی کہتے ہین پہلے یہہ دستور تھا کہ سلطان روم حج کے ایام مین ایک شخص کو اختیار معاملات حج کا سپرد کرکے روانہ فرماتا تھا اسلئے اوسکی ولایت قاصر تھی جمعہ اوسکی باعث سی درست نہ تھا مگر اب یہہ دستور ہی کہ حاکم شام کو امیر حج مقرر کیا جاتا ہی اور چونکہ امیر شام کو ولایت عام ہوتی ہی تو اوسمین اور امیر عراق مین کچھہ فرق نہین وہ بھی اقامت جمعہ کرسکتا ہی کذا فی الشامی مختصرا ولا بعرفات لانها مفازة اور نہین جائز ہی جمعہ عرفات مین اسلئے کہ وہ جنگل ہے یعنی اوسمین عمارت نہین صرف میدان ہی وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذهب وعلیه الفتوی شرح المجمع للعینی وامامة فتح القدیر دفعا للحرج اور ادا ہوجاتا ہی جمعہ ایک شہر مین بہت سی جگہون مین مطلقا یعنی شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور اوسکی بیچ مین نہر فاصل ہو یا نہو اور جمعہ دو مسجدون مین ہو یا زیادہ مین مذہب صحیح پر اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ عینی کی شرح مجمع اور فتح القدیر کے باب الامامة مین مذکور ہی واسطے دور کرنے حرج کے م یعنی ایک جگہہ پر جمعہ پڑہنے کو لازم کرنے مین بڑی دقت ہی کہ جو لوگ مسجد سی بہت فاصلہ پر ہونگے اونکو بہت مسافت طی کرنی ہوگی امام سرخسی نے ذکر کیا ہی کہ مذہب صحیح امام اعظمؒ کا یہی ہی کہ ایک شہر مین دو جگہہ یا زیادہ جمعہ درست ہے اور اسیکو ہم لیتے ہین کیونکہ حدیث لاجمعة الا فی مصر مطلق ہے فقط شہر کو شرط جمعہ فرمایا ہی کذا فی الشامی وعلی المرجوح فالجمعة لمن سبق تحریمة وتفسد بالمعیة والاشتباه فیصلی بعدها آخر ظهر وکل ذلک خلاف المذهب فلا نعول علیه کما حرره فی البحر اور قول ضعیف کی بموجب یعنی دو جگہہ سی زیادہ مین جمعہ کے ناجائز ہونے کے بموجب جمعہ اوس شخص کا ہوگا جسکی تحریمہ اول ہوگی اور فاسد ہوجائیگا جمعہ تحریمہ کے ایک ساتھہ ہونے اور اشتباہ پڑنے سی تو پڑھی بعد سنتون جمعہ کے چار رکعتین آخر ظہر کی نیت سی اور یہہ سب خلاف مذہب قوی کی ہی تو اوسپر اعتماد نکیا جائی چنانچہ منقح بیان کیا ہی اوسکو بحر الرائق مین م ہرچند صاحب بحر نے فتوی ان چار رکعتون کے نہ پڑہنی کا دیا ہے اس خوف سی کہ کہین جاہل جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد نہو جائین مگر احتیاط ان رکعتون کے پڑہنے مین ہی تاکہ فرض ذمہ سی یقینا ساقط ہوجای اسلئے کہ جمعہ اگرچہ قول قوی کی رو سی چند جگہہ جائز ہی لیکن اوسمین شبہہ قوی ہی اسلئے کہ ناجائز ہونا چند جگہون مین بھی امام اعظم رح سے

مروی ہی اور طحاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اوسکو اختیار کیا ہی کیونکہ کسی صحابی یا تابعی سی جمعہ کے چند جا پڑھنے کا جواز ثابت نہین اور شرح منیہ مین عدم جواز کو امام سی ظاہر تر روایت بیان کیا ہی اور نہر الفائق مین حاوی قدسی سی فتوی اسی قول پر نقل کیا ہی تو معلوم ہوا کہ یہہ قول مذہب مین معتمد ہے نہ قول ضعیف اسی جہت سی شرح منیہ مین چار رکعتون کے پڑہنی کو احتیاط کہا ہی کیونکہ خلاف چند جگہہ جمعہ کے جائز اور ناجائز ہونے مین قوی ہی اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سی باہر ہونا بہتر ہوتا ہے چہ جائیکہ قول مخالف ائمہ مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصرا وفی مجمع الانھر معزیا للمطالب لا خروج بنیۃ آخر ظہر ادرکت وقتہ لان وجوبہ علیہ بآخر الوقت فتنبہ اور مجمع الانہر مین مطالب کیطرف منسوب یہہ ہی کہ زیادہ احتیاط اسمین ہی کہ نیت یون کری کہ سب سی پچھلا ظہر جسکا مین نے وقت پایا ہو اور ابھی ادا نکیا ہو اسلئے کہ وجوب ظہر کا اوسپر آخر وقت سی ہی پس آگاہ ہو جا م اس تعلیل مین خلل ہی کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سی ہی اور اسلئے اس جملہ کو نہر الفائق مین ذکر نہین کیا شارح اسمین بحر الرائق کا تابع ہو گیا ہی کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہہ ہی کہ اگر جمعہ نہوا ہوگا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہوگا وہ اس نیت سی ادا ہو جائیگا اور اگر جمعہ درست ہوا ہوگا تو سب سی پچھلا ظہر قضا نماز دن کا اس سے ادا ہو جائیگا ورنہ نفل ہو گی اور ترتیب شرح منیہ مین اسطرح مذکور ہی کہ اول چار سنتین ظہر کی پڑہی پہر چار رکعتین احتیاطی پڑھے پہر دو سنتین پڑھی اور چاہیی کہ چارون رکعتون مین سورہ ملادی اگر قضا نماز اوسکی ذمہ نہو اور اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتون مین سورہ نملاوی۔ بعض نسخون مین قنیہ کی جگہہ قنیہ ہی اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہی کیونکہ یہہ عبارت قنیہ کی ہے کذا فی الشامی والثالث وقت الظہر فتبطل الجمعۃ بخروجہ مطلقا ولو لاحقا بعذر نوم او زحمۃ علی المذھب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح اور تیسری شرط اداکی وقت ظہر کا ہی پس باطل ہوگا جمعہ وقت کے نکلنی سی مطلقا یعنی اگرچہ بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کی وقت جاتا رہی تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا گو مقتدی لاحق ہو گیا ہو بسبب عذر سو جانے یا بہیڑ کے مذہب معتمد پر اسلئے کہ وقت شرط ہی اداکی نہ شرط شروع کرنے کی م نوادر مین ہی کہ مقتدی بہیڑ کے سبب سی رکوع سجدہ پر قادر نہوا یہانتک کہ امام نے سلام پہیر دیا پہر وقت عصر کا ہو گیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کر لے اسلئے شارح نے اس قول کو رد کیا کہ مذہب معتمد یہہ ہی کہ لاحق خواہ بہیڑ کی جہت سی ہو یا سو جانے سی اگر وقت ظہر کا نرہی تو جمعہ پورا نکری کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑہی اسلئے کہ وقت ظہر اداکی شرط ہی تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیئے شروع کی شرط نہین کہ صرف وقت مین شروع کرنے سے جائز ہو جاے کذا فی الطحطاوی والرابع الخطبۃ فیہ فلو خطب قبلہ وصلی فیہ لم تصح اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہی وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سی پہلے پڑہ لیا اور نماز وقت مین پڑہی تو جمعہ درست نہوگا م خطبہ بضم خا معجمہ بمعنی مفعول ہی مشتق ہی خطاب سی جسکی معنی دو شخصون مین گفتگو ہونے کے ہین کذا فی الطحطاوی والخامس کونھا قبلھا لان شرط الشیٔ سابق علیہ بحضرۃ جماعۃ تنعقد الجمعۃ بھم ولو کانوا صما او نیاما فلو خطب وحدہ لم یجز علی الاصح کما فی البحر عن الظہیریۃ لان الامر بالسعی للذکر لیس الا لاستماعہ والمامور جمع وجزم فی الخلاصۃ بانہ یکفی حضور الواحد اور پانچوین شرط صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہی پہلی نماز جمعہ سی اسلئے کہ شرط چیز کی اوس سی پیشتر ہوا کرتی ہی خطبہ ہووے سامنے ایسی لوگون کے جنسی جمعہ ہو جاوی یعنی مرد بالغ اور عاقل ہون اگرچہ بہرے یا سوتے ہوی ہون سو اگر خطبہ پڑہیگا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونیکے تو درست نہوگا صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ بحر الرائق مین ظہیریہ سی منقول ہی اسواسطی کہ حکم چلنے کا ذکر کیطرف نہین ہی مگر اوس ذکر کے سننی کے لئی اور مامور لفظ جمع ہے اور یقین کیا ہی خلاصہ مین اسپر کہ کافی ہی حاضر ہونا ایک مقتدی کا م یعنی آیت (فاسعوا الی ذکر اللہ) مین حکم سعی کا بصیغہ جمع وارد ہی تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہوگا اور بہرون اور سوتے ہوون کے حاضر ہونے مین ہر چند سننا پایا نہین جاتا مگر بجا آوری سعی کے حکم کی موجود ہی اسلئی خطبہ کا پڑہنا اونکی سامنی درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہین اسلئے کہ حضور جماعت شرط ہی پہر ایک کا حاضر ہونا کیسی کافی ہوگا کذا فی الشامی ولھذا تحمیدۃ او تھلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراھۃ وقالا لا بد من ذکر طویل واقلہ قدر التشھد الواجب اور کافی ہی

خطبہ فرض کے لئے ایکبار الحمد للہ کہنا یا لا الہ الا اللہ کہنا یا سبحان اللہ کہنا ساتھہ کراہت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ
ضرور ہی ذکر طویل کا ہونا اور کمتر مقدار اوسکی التحیات واجب کی برابر ہی ہم دلیل امام صاحب کی یہہ ہی کہ آیت مین مطلق لفظ ذکر ہی جو شامل
ہے تہوڑی اور بہت کو اور وجہ کراہت مخالفت سنت ہی پہر یہہ کراہت بعضون کے نزدیک تحریمی ہی اور قہستانی کی ظاہر عبارت سے معلوم
ہوتا ہی کہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی بینہما فلو حمد لعطاسہ او تعجبا لم ینب عنہا علی المذهب کما فی التسمیۃ علی الذبیحۃ لکنہ ذکر
فی الذبائح انہ ینوب فتامل کفایت کرتا ہی ایکبار الحمد للہ کہنا خطبہ کی نیت سے تو اگر الحمد للہ کہا اپنی چہینک کی لئے یا تعجب کی راہ سے تو
یہہ کہنا خطبہ کے قائم مقام نہوگا مذہب قوی پر جیسے نہین کافی ہی الحمد للہ کہنا ذبیحہ پر وقت ذبح کے لیکن مصنف نے کتاب الذبائح مین
ذکر کیا ہی کہ الحمد للہ کہنا چہینکنے والے کا خطبہ کے قائم مقام ہوجاتا ہی سو اس اختلاف کو سوچ لے ہم مصنف نے کتاب الذبائح مین
کہا ہی اور اگر چہینک لی ذبح کرنے کیوقت اور الحمد للہ کہا تو جانور حلال نہوگا صحیح تر قول مین بخلاف خطبہ کے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہی
کہ اگر چہینک کے لئے الحمد للہ کہیگا تو خطبہ کے لئے کافی ہوگا اور یہان بیان کیا ہی کہ خطبہ کا قائم مقام نہوگا شامی نے کہا کہ تطبیق اسطرح
ممکن ہی کہ کتاب الذبائح مین اُس روایت کے بموجب ہو جو مقابل مذہب قوی کے ہی یعنی ایک روایت امام سے ہی کہ الحمد للہ کہنا چہینک
والیکا کافی ہے خطبہ کے لئے ویسن خطبتان خفیفتان وتکرہ زیادتہما علی قدر سورۃ من طوال المفصل بجلسۃ بینہما بقدر
ثلث ایات علی المذهب وتارکہا مسیئ علی الاصح کترکہ قراءۃ قدر ثلث ایات اور مسنون ہین دو خطبے ہلکے مع ایک جلسے کے
اُن دونون کے درمیان مقدار تین آیتون کے مذہب معتمد پر اور چہوڑنیوالا اس جلسہ درمیانی کا برا کرنیوالا ہے صحیح تر قول کے بموجب شارح
نے کہا کہ دونو خطبونکو اتنا لمبا کرنا کہ برابر ایک سورۃ کے طوال مفصل سے ہو جائین مکروہ ہی جیسے بقدر تین آیتون کے پڑہنے کا ترک کرنا خطیب
کو مکروہ ہے یعنی نہ اتنا طول دے کہ خطبہ طوال مفصل کی برابر ہوجائے اور نہ اتنا چہوٹا پڑہے کہ تین آیتون کی مقدار نرہے ہم شامی نے کہا کہ
بعض خطیب جو دوسرے خطبہ مین درود پڑہنے کیوقت اپنا منہ دہنے اور بائین کو پہیرتے ہین تو ابن حجر نے شرح منہاج مین لکہا ہی یہہ
بدعت ہی یعنی اوسکو ترک کرنا چاہیئے **تنبیہ** آجکل یہہ دستور ہو رہا ہی کہ جب خطیب خطبہ اول پڑہکر بیٹہتا ہے تو لوگ ہاتہہ اُٹہاکر دعا
مانگنے لگتے ہین اسلیئے اس مسئلہ کی تحقیق اسجگہہ مناسب معلوم ہوتی ہی ابو داؤد مین حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
دو خطبے پڑہا کرتے اسطرح کہ منبر پر چڑہکر بیٹہتے جبتک کہ موذن فارغ ہوتا پہر کہڑے ہوکر خطبہ پڑہتے پہر بیٹہتے اور کلام نکرتے پہر کہڑے
ہوتے اور خطبہ پڑہتے طحاوی نے کہا کہ اس جلوس مین کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین ہوئی اور شمس الائمہ سرخسی نے
شرح ہدایہ مین فرمایا کہ خطیب کو درمیان دو خطبون کے جدائی کے لئے جلسہ اتنا کرنا چاہیئے کہ تمام اعضا اوسکے قرار پا جائین اور اس جلسہ مین
دعا کرنا بدعت ہی اور سغناقی نے لکہا ہی کہ ہاتہہ اوٹہانا دعا کی لئے دونو خطبون کے درمیان غیر مشروع ہی اور جامع الخطیب مین ہے
کہ ہاتہہ اُٹہانا دعا کے لئے دو خطبون کے بیچ مین حرام ہی اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوٰۃ مین حدیث مذکورہ بالا کے ذیل مین لکہا ہی کہ کلام
نکرتے اسکے یہہ معنی کہ نہ دعا مانگتے نہ دعا کے سوا اور کوئی بات کرتے اور یہہ جو حدیث مین آیا ہی کہ جمعہ مین ساعت دعا کے قبول ہونے
کی امام کے منبر پر چڑہنے کیوقت سے ہی نماز کے پورا ہونے تک تو ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح مین لکہا ہی کہ یہی وقت ہی کہ غیر امام
کو کلام اسوقت مین حرام ہی اور دعا سے مراد وہ دعا ہی جو امام سب مسلمانون کے لئے پڑہتا ہی خطبہ اور نماز کے اندر پس اس سے یہہ نہین ثابت ہوسکتا
کہ امام یا سننے والے جلسے کے اندر ہاتہہ اوٹہاکر دعا مانگین اور اس امر مین سنہ ۱۳۰۳ ہجری مین ایک استفتا ہوا تہا تمام علماء نامی دہلی و رامپور
و بریلی نے یہی لکہا کہ دونو خطبون کے بیچ مین ہاتہہ اُٹہاکر دعا مانگنا درست نہین اگر کوئی بدون ہاتہہ اُٹہائے اور بدون زبان ہلائے
دلمین دعا مانگے تو اوسکا مضائقہ نہین چنانچہ بحر الرائق اور فتح الباری مین مصرح ہے اور عمارۃ بن رویبہؓ نے جب بشر بن مروان

کو خطبہ مین ہاتھ اوٹھاتے ہوے دعا مانگتے دیکھا تھا تو بد دعا دی تھی چنانچہ ترمذی مین مروی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ
مین پیدا ہوئی اللہ تعالے اتباع شریعت ہمکو اور سب دینداروں کو نصیب کرے اور انشاء اللہ اصل بدعتون سے محفوظ رکھے اور دین خالص پر ہمارا خاتمہ کرے آمین
ویخفی بالثانیۃ لا کالاولیٰ ویبدأ بالتعوذ سرًّا اور پکار کر پڑھے دوسرے خطبہ کو مگر مثل اول کی یعنی اول کو زیادہ بلند آواز سے پڑھے اور دوسرے
کو اوس سے کم اور شروع کرے اول خطبہ کو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم آہستہ کہکر ھم یعنی اول اعوذ پڑھے پھر حمد و ثناء الہی پھر شہادتین پھر درود
شریف پھر وعظ و نصیحت اور قرآن مجید کی آیت اور تجنیس مین کہا کہ دوسرا خطبہ مثل اول کے ہے مگر اوسمین وعظ کی جگہہ مسلمانون کے لئے دعا مانگے
بحر الرائق مین کہا کہ دوسرے خطبہ مین ایک آیت کا پڑھنا مسنون ہے جیسے اول خطبہ مین مسنون ہے کذا فی الشامی ویندب ذکر الخلفاء الراشدین
والعمین لا الدعاء للسلطان وجوزہ القہستانی اور مستحب ہے ذکر کرنا خلفاء راشدین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو عم بزرگوار یعنی حضرت
حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہین مستحب ہے دعا مانگنا خطبہ مین بادشاہ کے لئے اور جائز کہا ہے اوسکو قہستانی نے ھم شامی نے
کہا کہ جائز ہونے سے یہہ اشارہ ہوا کہ مستحب نہین اور باب الامامۃ مین جو شارح نے لکھا ہے کہ دعا امام کی نیک بختی کے لئے واجب ہے وہ اس قول
کے مخالف نہین کیونکہ یہان خاص خطبہ کا ذکر ہے ویکرہ تحریمًا وصفہ بما لیس فیہ اور مکروہ تحریمی ہے صفت بیان کرنی بادشاہ کی ایسے امور سے
کہ اوسمین نہون مثلا عادل کہنا جس صورت مین کہ وہ ظالم ہو کیونکہ یہہ وصف بیان کرنا خطیب کا جھوٹ ہوگا ویکرہ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف
لانہ منہا اور مکروہ ہے کلام کرنا خطیب کا خطبے کے اندر مگر امر بالمعروف کرنیکے لئے کلام مکروہ نہین کیونکہ یہہ کلام تو خطبہ ہی سے ہے یعنی اچھی بات کا حکم کرنا
جزو ہے خطبہ کا طحطاوی نے کہا کہ کلام کی کراہت کو مطلق بیان کیا تو ظاہراً مکروہ تحریمی ہے ومن السنۃ جلوسہ فی مخدعہ عن یمین المنبر ولبس
السواد وترک السلام من خروجہ الی دخولہ فی الصلوۃ وقال الشافعی اذا استوی علے المنبر سلم مجتبیٰ اور سنت ہے بیٹھنا امام کا اپنے
حجرہ مین منبر کی داہنی طرف اور پہننا سیاہ لباس کا اور نہ سلام کرنا خطبہ کے لئے نکلنے کیوقت سے نماز مین داخل ہونے تک اور امام شافعی نے فرمایا کہ
جب منبر پر بیٹھے تو سلام کرے کذا فی المجتبی ھم مخدع بروزن منبر قاموس مین لکھا ہے اور سیوطی نے بروزن مکتب اور مضمر بیان کیا ہے وہ خلوتخانہ
ہے جو مسجد کے اندر بنا ہو تو جن مسجدون مین ایسا مکان منبر کی داہنی طرف نہو وہان امام داہنی طرف بیٹھے اور قبل خطبہ کے محراب کے اندر خطیب کو نماز پڑھنا
مکروہ ہے کذا فی الشامی والطہارۃ وستر عورۃ قائمًا مسنون ہین تو خطبون کا پڑھنا طہارت اور ستر عورت کے ساتھ کھڑا ہوکر ھم یعنی یہہ تینون
باتین مسنون ہین شرط نہین پس اگر خطبہ بے وضو پڑھیگا یا ہوا وغیرہ سے برہنگی کھل جائیگی یا بیٹھکر پڑھیگا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ اور اوسکا اعادہ واجب
نہوگا کذا فی الطحطاوی وھل ھی قائمۃ مقام رکعتین الاصح لا ذکرہ الزیلعی بشرطہا فی النوادر اور کیا خطبہ قائم مقام دو رکعتون کے ہے صحیح یہہ ہے
کہ نہین ذکر کیا ہے اوسکو زیلعی نے بلکہ ثواب مین نصف نماز جمعہ کی مانند ہے ھم یعنی یہہ جو اثر مین وارد ہے کہ خطبہ نصف صلوۃ ہے اس سے بظاہر یہہ معلوم
ہوتا ہے کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام خطبہ ہے جیسے جمعہ کا دوگانہ قائم مقام اوسکی دو رکعتون کے ہے تو اس سے یہہ نکلتا ہے کہ نماز کی شرطین خطبہ مین
بھی ہونی چاہئین شارح اس اثر کی تاویل بیان کرتا ہے کہ مراد اس سے یہہ ہے کہ خطبہ کا ثواب جمعہ کی نماز سے آدہا ہوتا ہے نہ یہہ کہ ظہر کی دو رکعتون کے
قائم مقام ہوا اور نماز کی شرطین اوسمین لازم آوین کذا فی الشامی ولو خطب جنبا ثم اغتسل وصلی جاز اور اگر خطبہ پڑہا حالت جنابت مین پھر نہایا
اور نماز پڑہائی جائز ہے یعنی نہانا فاصل متصور نہوگا کیونکہ نماز کے اعمال مین سے ہے لیکن بہتر ہے اعادہ کرنا خطبہ کا کذا فی البحر ولو فصل باجنبی فان
طال بان رجع بیتہ فتغدی او جامع واغتسل استقبل خلاصۃ لزومًا لبطلان الخطبۃ سراج لکن سیجئی انہ لا یشترط اتحاد الامام والخطیب
اور اگر خطبہ اور نماز مین فعل اجنبی کا فاصلہ کیا تو اگر فاصلہ بہت ہوا اسطرح کہ امام اپنے گھر پر چلا آیا اور کہانا کہایا یا صحبت کی اور نہایا تو خطبہ از سر نو پڑھے
کذا فی الخلاصہ یعنی واجب ہے از سر نو پڑہنا بسبب باطل ہوجانے خطبے کے کذا فی السراج لیکن آگے آویگا کہ شرط نہین ہے ایک ہونا نماز پڑھانیوالے اور خطبہ پڑھنے
والیکا ھم یعنی بعض صورتون مین اعادہ ضرور نہوگا مثلا خطیب خطبہ پڑھکر کسیکو نماز پڑھانیکے لئے نائب کرکے گھر جاوے تو اسصورت مین اعادہ خطبہ کا نہین کذا فی الشامی

والسادس الجماعة واقلها ثلثة رجال ولو غير الثلاثة الذين حضروا الخطبة سوى الامام بالنص لانه لا بد من الذاكر وهو الخطيب وثلاثة سواه بنص فاسعوا الى ذكر الله اور چھٹی شرط صحت جمعہ کی جماعت ہی اور کمتر عدد جماعت کا تین مرد ہین سوا امام کے نص کے سبب سے اگرچہ سوا اُن تین شخصون کے ہون جو خطبہ مین موجود ہون اسلئے کہ آیت فاسعوا الی ذکر اللہ سی معلوم ہوتا ہی کہ ایک ذکر کرنیوالا ہو وہ تو خطیب ہے اور تین اوسکے سوا ہون تاکہ صیغہ جمع اونپر صادق ہو اور تین مرد انکو مطلق رکہنی سی معلوم ہوا کہ اگر غلام یا مسافر یا بیمار یا امی یا گونگے ہونگے تب بھی جمعہ درست ہوگا اور مرد کی قید سی لڑکے اور عورتین نکلگئی کہ وہ کسی حال مین امام ہونے کی لیاقت نہین رکہتی اور امام ابویوسف کے نزدیک سوا امام کے تین مرد شرط جماعت کے ہین کذا فی الطحطاوی فان نفروا قبل سجوده و قالا قبل التحريمة بطلت پس اگر جماعت کے لوگ سب چلے جائین پہلے سجدہ کرنے امام کے تو جمعہ باطل ہوجاویگا یعنی اب ظہر کی نماز از سر نو پڑہے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر تحریمہ سے پیشتر چلے جائین تب جمعہ باطل ہوگا تو صاحبین کے نزدیک بعد تحریمہ کے اگر جاینگے تو جمعہ باطل نہوگا امام اوسکو پورا کرلے وان بقی ثلثة رجال ولذا اتى بالتاء او نفروا بعد سجوده او عادوا وادركوه راكعا او نفروا بعد الخطبة وصلى باخرين لا تبطل و اتمها جمعة اور اگر جماعت مین تین مرد رہ گئی یا بعد سجدہ کرنے امام کے سب چلے گئی یا بعد تحریمہ یا خطبہ کے چلے گئی لیکن پہر چلے آئی اور امام کے ساتھ رکوع مین شامل ہوگئی یا خطبہ کے بعد چلے گئی اور امام نے دوسری مقتدیون کے ساتھ نماز پڑہی جو خطبہ مین نہ تھے تو ان صورتون مین جمعہ باطل نہوگا اور امام اس نماز کو جمعہ ہی پورا کرے شارح نے کہا کہ ثلثة سے مرد مراد ہین اسلئے ماتن نے اس لفظ کو ت کے ساتھ ذکر کیا کہ اعداد تین سی لیکر دس تک مذکر کے لئے ت کے ساتھ آتے ہین طحطاوی نے کہا کہ یہہ کیا ضرور ہی کہ مذکر پوری مرد ہون لڑکے بھی تو اسیطرح ثلثة بولے جاتے ہین اور بعد سجدہ کے آدمیون کے چلے جانیسے اسلئے جمعہ پڑہی کہ جماعت شرط بقا کی نہین اور نفروا بعد الخطبة کے ذکر کی حاجت نہین کیونکہ اسکو شارح پہلے کہہ چکا ہی کہ اگرچہ تین مرد خطبہ سننی والون کے سوا ہون والسابع الاذن العام من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردين كافي فلا يضر غلق باب القلعة للعدو او لعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهله وغلقه لمنع العدو لا المصلي نعم لو لم يغلق لكان احسن كما في مجمع الانهر معزيا لشرح عيون المذاهب قال وهذا اولى مما في البحر والمنح فليحفظ اور ساتوین شرط صحت جمعہ کی اذن عام ہی امام کیطرفسی یا اوسکی نائب کیطرفسی جو جمعہ کے قائم کرنیکا اختیار رکہتا ہی اور اذن عام حاصل ہوتا ہی مسجد جامع کے دروازون کے کہلی رکہنی سی وارد ہونیوالون کے لئے یعنی جو جمعہ ادا کیا چاہیئے اونکی روک نہو کذا فی الکافی اس سی معلوم ہوا کہ صریح اذن شروط نہین دروازون کا کہلا رہنا اور مسلمین جمعہ کا روکا نجانا کافی ہے تو نہین ضرر کرتا بند کرنا دروازہ قلعہ کا دشمن کے سبب سی یا عادت قدیم کی جہت سی اسلئے کہ اذن عام ثابت ہی شہر کے باشندون کو اور بند کرنا دشمن کی روک کے لئی ہی نہ نمازی کے منع کرنیکو ہان اگر بند نکیا جاوی یعنے جبکہ خوف دشمن کا نہو تو بہتر ہے چنانچہ مجمع الانہر مین ہی منسوب شرح عیون المذاہب کیطرف صاحب مجمع الانہر نے کہا کہ ضرر نکرنا قفل دروازہ قلعہ کا بہتر ہے اس قول سی جو بحر الرائق اور منح الغفار مین ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم بحر الرائق مین مذکور ہے کہ جب حاکم قلعہ کے دروازی مقفل کرے اور اوسمین اپنی لشکر اور باشندگان قلعہ کے ساتھ جمعہ پڑہی تو جمعہ جائز نہوگا چنانچہ ماتن آگے بیان کرتا ہی فلو دخل امير حصنا او قصره واغلق بابه وصلى باصحابه لم تنعقد ولو فتحه واذن للناس بالدخول جاز وكره پس اگر داخل ہوا کوئی حاکم قلعہ مین یا اپنی محل مین اور بند کردیا دروازہ قلعہ یا محل کا اور نماز پڑہی اپنے ساتہیون کے ساتھ تو جمعہ منعقد نہوگا کیونکہ اذن واسطے ہر نماز کے ہونی چاہیئے اور یہہ اسصورت مین حاصل نہوگا اور اگر دروازہ کو کہولدیا اور لوگون کو اندر آنے کی اجازت دی تو جمعہ درست ہوگا اور مکروہ ہوگا وجہ کراہت کی یہہ کہ جامع مسجد کو ترک کیا کذا فی الطحطاوی فالامام في دينه ودنياه الى العامة محتاج فسبحان من تنزه عن الاحتياج پس امام اپنی دین اور دنیا مین عوام کا محتاج ہی تو پاک ہی

شارح نے لگائی سو صحیح نہیں اور سراج کے مسئلہ مین جو لا تبطل نقل کیا ہی اوسمین لا غلط ہی کیونکہ بحر الرائق مین کہا ہی کہ بطلان مطلق رکہنی سو دہ
صورت بھی شامل ہو گئی کہ جمعہ کو نہ پایا ہو دوری فاصلہ کی جہت سی حالانکہ سعی کیوقت امام جمعہ پڑہتا تہا یا شروع ہی نہین کیا تہا اور یہہ قول
بلغمیون کا ہے اور سراج مین کہا کہ یہی صحیح ہے اسلئے کہ نمازی جمعہ کیطرف چلا اوسوقت کہ جمعہ اوسکو ابھی تک فوت نہین ہوا انتہی اور معذور کو جبکہ
حکم سعی کا نہین تو چاہئیے تہا کہ اوسکا ظہر باطل نہو تا اگر سعی کو اپنے اوپر لازم کر لینے سی وہ بھی غیر معذور کے حکم مین شامل ہو گیا وکرہ تحریما
لمعذور ومسجون ومسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ وبعدہا لتقلیل الجماعۃ وصورۃ المعارضۃ اور مکروہ تحریمی ہی معذور اور محبوس
اور مسافر کو ادا پڑہنا ظہر کا جماعت سی شہر کے اندر جمعہ سی پہلے اور پیچہے بسبب کم ہونے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے ہم ادا کی قید سے
معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگونکو مکروہ نہین اسیطرح گانو والونکو جماعت ظہر مکروہ نہین اور شہر مین وجہ کراہت یہہ ہی کہ جمعہ کی جماعت
کم ہو جائیگی یعنے معذور ونکو پڑہتے دیکہکر اگر کوئی غیر معذور شریک ہو جائیگا تو جماعت اوسیقدر کم ہو جائیگی اور دوسری وجہ معارضہ ہے
یعنے حکم اقامت جمعہ کا ہے تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور عدول حکمی ہے کذا فی الطحطاوی وافاد ان المساجد تغلق یوم
الجمعۃ الا الجامع اور مصنف نے ظہر کی نماز جماعت سی پڑہنے کو مکروہ تحریمی بتا کر یہہ افادہ کیا کہ تمام مسجدین جمعہ کے روز بند کیجائین سوا ے
جامع مسجد کے یعنی اسلئے کہ مسجدین اجتماع کی جگہہ ہین تو اونکے بند کرنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ پونہچیگی وکذا اہل مصر فاتتہم الجمعۃ فانہم
یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ اور اسیطرح مکروہ ہے جماعت سی ظہر پڑہنا شہر والونکو جنکو جمعہ نملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑہین بدون
اذان اور تکبیر اور جماعت کے ویستحب للمریض تاخیرہا الی فراغ الامام وکرہ ان لم یؤخر ہو الصحیح اور مستحب ہی بیمار کو دیر کر پڑہنا نماز
ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک جمعہ سی اور مکروہ تنزیہی ہی اگر تاخیر نکرے یہی صحیح ہے ومن ادرکہا فی تشہد او سجود سہو اوتشہدہ
علی القول بہ فیہا اتمہا جمعۃ خلافا لمحمد کما یتم فی العید اتفاقا کما فی عید الفتح اور جو شخص جمعہ مین ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے
اندر یا سجدہ سہو کے تشہد مین وہ تمام کرے جمعہ یعنی دوگانہ پڑہے شارح نے کہا کہ یہہ اُن لوگون کے قول کے بموجب ہی جو سجدہ سہو جمعہ
مین کرنے کو کہتے ہین یعنی متاخرین کے نزدیک ورنہ یہہ ہی کہ کثرت اژدہام جمعہ وغیرہ مین سجدہ سہو نکرے تو اس قول کے بموجب سجدہ سہو
یا اوسکی تشہد مین نہ مل سکیگا دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک اگر ایک رکعت سی کمتر ملے تو جمعہ تمام
کرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کرے دوگانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العیدین مین ہی یعنی اگر عید کے تشہد یا سجدہ سہو مین
ملے تو بالاتفاق دو رکعتین پوری کرے لکن فی السراج انہ عند محمد لم یصر مدرکا لہ لیکن سراج مین ہی کہ نمازی امام محمد کے نزدیک
عید کا پانیوالا نہوگا یعنی تشہد مین ملنے کیصورت مین عید کی نماز امام محمد کے نزدیک نہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کیطرح نہ
پڑہے بلکہ بلا زائد تکبیرون کے پورا کرے شامی نے کہا کہ قول اول صحیح ہے یعنی بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے وینوی الجمعۃ لا الظہر
بالاتفاق فلو نوی الظہر لم یصح اقتداءہ اور نیت کرے تشہد مین ملنے والا جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کریگا تو اوسکا
اقتدا درست نہوگا بالاتفاق ثم الظاہر انہ لا فرق بین المسافر وغیرہ نہر بحثا پہر ظاہر یہہ ہی کہ نہین فرق ہی مسافر اور غیر مسافر مین
کذا فی النہر بحثا ہم ظہیریہ مین ذکر کیا ہے کہ اگر مسافر تشہد مین جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتین پڑہے اسلئے شارح نے ذکر کیا کہ
مسافر اور غیر مسافر اسمین برابر ہین شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کرین واذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود شرح
المجمع فلا صلوۃ ولا کلام الی تمامہا وان کان فیہا ذکر الظلمۃ علی الاصح اور جب امام حجرہ سی نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا کہڑا ہونا
منبر پر چڑہنے کے لئے معتبر ہی کذا فی شرح المجمع تو اوسوقت سی نہ کوئی نماز ہے نہ کلام خطبہ کی تمامی تک اگرچہ خطبہ مین ذکر ظالمون کا ہو صحیح تر
قول کے بموجب ہم مقابل قول اصح کا یہہ ہی کہ جب ظالمون کا ذکر خطبہ مین ہو اوسوقت کلام درست ہی اور کان کو مذکر لانا باعتبار مکان

سلہ ... امام اور مقتدی ... صحت ... اردو ... صورت ...

ہے کذا فی الطحطاوی خلا قضاء فائتۃ ولو سقط الترتیب بسببہا و بین الوقتیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ لضرورۃ صحۃ الجمعۃ
والا لا کوئی نماز خطبہ کیوقت جائز نہین سوا قضا پڑہنے اُس فائتہ کے جسمین اور وقتی نماز یعنی جمعہ کے درمیان مین ترتیب ساقط نہوئی
ہو کہ اُس فائتہ کا پڑہنا مکروہ نہین کذا فی السراج وغیرہ بلکہ اُسکا پڑہنا واجب ہی بسبب ضرورت صحت ہونے جمعہ کے یعنی صاحب ترتیب اگر فائتہ نماز
نہ پڑہیگا تو اُسکا جمعہ صحیح نہوگا اِسلئے اُسکے پڑہنے کا مضائقہ نہین اور اگر ترتیب نرہی ہو تو قضا کا پڑہنا بھی خطبہ کیوقت مکروہ ہے ولو خرج
وہو فی السنۃ او بعد قیامہ لثالثۃ النفل یتم فی الاصح ویخفف القراءۃ اور اگر امام خطبہ کے لئے نکلا اور نمازی سنتین پڑہتا ہی یا نفل کی
تیسری رکعت کو کہڑا ہونیکے بعد امام نکلا تو وہ شخص سنتین اور نفل جو کچھ پڑہتا ہی تمام کرے صحیح تر قول مین اور قراءت چہوٹی پڑہے یعنی بقدر واجب
پر اکتفا کرے کذا فی الطحطاوی وکل ما حرم فی الصلوۃ حرم فیہا ای فی الخطبۃ خلاصہ وغیرہا فیحرم اکل وشرب وکلام ولو تسبیحا
او رد سلام او امرا بمعروف بل یجب علیہ ان یستمع ویسکت بلا فرق بین قریب وبعید فی الاصح محیط اور جو امور کہ حرام ہین نماز مین وہ
حرام ہین خطبہ کے اندر کذا فی الخلاصہ وغیرہا پس حرام ہی خطبہ کیوقت کہانا اور پینا اور کلام کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہنا ہو یا سلام کا جواب دینا یا
اچھی بات کا حکم کرنا ہو بلکہ واجب ہی آدمی پر کہ خطبہ سُنے اور چُپ رہے بدون فرق کے درمیان نزدیک اور دور کے شخصون کے صحیح تر قول مین کذا
فی المحیط ھ اور قول ضعیف یہہ ہی کہ خطبہ سے دور ہو تو کلام کا مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ تسبیح کو ماتن کے قول پر متفرع کرنے مین کلام
ہے اسلئے کہ تسبیح نماز مین حرام نہین اور امر بالمعروف سے خطبہ مستثنی ہی چنانچہ پہلے بیان ہوا ولا یرد تحذیر من خیف ہلاکہ لانہ یجب لحق آدمی
وہو محتاج الیہ والانصات لحق اللہ تعالی ومبناہ علی المسامحۃ اور اعتراض نہین وارد ہوتا ڈرانا اُس شخص کا جسکے ہلاک کا خوف ہو یعنی
اگر کسی آدمی کو خطبہ کیوقت کنوئین کے پاس دیکہے مثلا اور خوف ہو کہ کنوئین مین گر جائیگا تو لازم ہی کہ اُس شخص کو ہوشیار کردے کیونکہ ہوشیار
کرنا واجب ہی آدمی کے حق کی جہت سے اور آدمی اپنے حق کا محتاج ہے اور سکوت خطبہ کیوقت اللہ تعالی کے حق کے لئے ہی اور بنا اُس حق کی درگذر
پر ہے یعنی اللہ تعالی غنی ہے اوس سے درگذر کرسکتا ہی وکان ابو یوسف ینظر فی کتابہ ویصححہ اور امام ابو یوسف جب خطبہ سے
دور ہوتے تو خطبہ کیوقت اپنی کتاب دیکہا کرتے اور قلم سے اوسکو صحیح کیا کرتے ھ شامی نے کہا کہ یہہ مبنی ہی قول ضعیف پر کہ اگر دور ہو تو
کلام کرنا اور کتاب کا دیکہنا جائز ہے والاصح انہ لا باس بان یشیر برأسہ او یدہ عند رؤیۃ منکر اور صحیح تر یہہ ہی کہ کچھ مضائقہ نہین اگر
سر یا ہاتھ سے اشارہ کرے کسیکا وقت دیکہنے بُری بات کے یعنی زبان سے منع کرنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی والصواب انہ یصلی علی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اور صواب یہہ ہی کہ درود پڑہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وقت سننے آپکے اسم مبارک کے اپنے جی
مین ھ یعنی آہستہ درود پڑہے کہ اپنے آپ سُنے دوسرے کو آواز نجاوے اور امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ درود دل مین پڑہے کذا فی الشامی
ولا یجب تشمیت عاطس ولا رد سلام بہ یفتی اور واجب نہین جواب دینا چہینکنے والیکا اور نہ جواب دینا سلام کا اسی پر فتوی ہی طحطاوی
نے کہا کہ اگر چہینکنے والا الحمد للہ کہے تو آہستہ کہے کہ دوسرا نہ سُنے وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح وختم وعید علی المعتمد اور اسی
طرح واجب ہی سُننا سب خطبون کا مثل خطبہ نکاح اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ عید کے قول معتمد پر وقالا لا باس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدہا واذا
جلس عند الثانی اور صاحبین نے کہا کہ نہین مضائقہ کلام کا خطبہ کے پیشتر اور بعد خطبہ کے یعنی جب امام حجرہ سے نکلے تو جب تک خطبہ شروع کرے اسوقت
تک کلام کا مضائقہ نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اوسوقت بھی کلام کا مضائقہ نہین والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ اما
غیرہ فیکرہ اجماعا اور خلاف امام صاحب اور صاحبین کا اُس کلام مین ہی کہ آخرت سے متعلق ہو اور غیر کلام آخرت یعنی دنیاوی کلام مکروہ ہے
بالاتفاق وعلی ہذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ لا عندہما اور اس خلاف پر ترقیہ جو ہمارے زمانہ مین مروج ہی مکروہ ہوگا
امام صاحب کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک ھ ترقیہ اسکو کہتے ہین کہ مکبر امام کے سامنے کہڑا ہوکر اول یہہ آیت پڑہتا ہی (ان اللہ وملئکتہ

يصلون على النبي) آخر تک پھر حدیث صحیحین کی پڑہتا ہی کہ جب تونے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش ہو اوسوقت کہ امام خطبہ
پڑہتا ہے تو تونے لغو کیا تو ہر چند یہہ پڑہنا کلام آخرت ہی مگر امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز کذا فی الشامی مختصراً
واما ما يفعله المؤذنون حال الخطبة من الترضي ونحوه فمكروه اتفاقا وتمامه في البحر اور جو رضی اللہ عنہ اور مثل اوسکی موذن خطبہ کیوقت
کرتے ہین سو یہہ تو مکروہ ہے بالاتفاق اور اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی م موذنون کا دستور بعض عرب کے شہرون مین ہی کہ جب امام نام خلفا
واصحاب کا لیتا ہے تو وہ باواز بلند رضی اللہ عنہ کہتے ہین اور جب سلطان کا نام لیتا ہی تو خلد اللہ ملکہ یا اور کلمہ دعا کا پکار کر کہتے ہین
تو یہہ حرکت انکی مکروہ ہی طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین سوای عجب کے جسکو شارح بیان کرتا ہے اور کچھ بیان نہین والعجب من المرقي
ينهى عن الامر بالمعروف بمقتضى حديثه ثم يقول انصتوا رحمكم الله قلنا الا ان يحمل على قولهما فتنبه اور تعجب ہی ترقیہ پڑہنے والے سی
کہ منع کرتا ہی امر معروف سی اپنی حدیث کے مقتضا کے اعتبار سی پھر کہتا ہی چپ رہو خدا تعالی تمپر رحم کری مین کہتا ہون مگر یہہ کہ اوسکا یہہ
کہنا محمول ہو صاحبین کے قول پر سو آگاہ رہنا م یعنی جب مرقی نے حدیث بیان کی تو اوسکا مضمون سکوت کو مقتضی ہی کہ امر بالمعروف
سی بھی زبان بند کرنی چاہیئے تو پھر آپ ہی اوسپر عمل نکرنا اور لوگونکو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہی ہان اوسکا امر صاحبین کے قول کے
موافق درست ہوسکتا ہی کیونکہ وہ قبل خطبہ کے ترقیہ وغیرہ کرتا ہی اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا مضائقہ نہین ووجب
السعي اليها وترك البيع ولو مع السعي في المسجد اعظم وزرا بالاذان الاول في الاصح وان لم يكن في زمن الرسول بل في
زمن عثمان رض اور واجب ہی جمعہ کیطرف جھپٹنا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرتا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول مین اگرچہ یہہ
اذان عہد مبارک مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ تھی بلکہ حضرت عثمان رض کے زمانہ مین ہوئی اور مسجد کے اندر یا اوسکی دروازہ پر بیع مین مشغول
رہنا بڑا گناہ ہی م بیع سی مراد وہ امر ہی جو نماز جمعہ سی باز رکھی تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام مین مشغول رہیگا اور سعی نکریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا
اور سعی کیحالت مین بیع کرنا اگر حارج سعی نہو تو سراج مین کہا ہی کہ مکروہ نہین چنانچہ شارح نے بھی آخر باب البیع الفاسد مین لاباس بہ لکھا ہے
پھر اسمین اختلاف ہی کہ اذان اول کونسی ہی تو بعض فقہا نے کہا کہ اذان اول وہ ہی جو منبر کے سامنی خطبہ سی پہلے ہوتی ہی اسلئی کہ باعتبار
مشروع ہونے کے یہی اول ہی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رض مین یہی ایک اذان
ہوتی تھی جب حضرت عثمان رض کے زمانہ مین آدمی بہت ہوئی تو آپ نے زوراء پر ایک اذان اور بڑہا دی اور صحیح تر قول یہہ ہی کہ اذان اول
وہی ہے جو وقت مین اول ہو یعنی جو اذان زوال کے بعد منارہ پر ہوتی ہے کذا فی الشامی وافاد في البحر صحة اطلاق الحرمة على
المكروه تحريما اور بحر الرائق مین حرمت کا بولنا مکروہ تحریمی پر صحیح بتایا ہے م اذان کیوقت بیع کو صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہی حالانکہ
وہ مکروہ تحریمی ہے شارح صاحب ہدایہ کیطرف سی عذر بیان کرتا ہی کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہے چنانچہ بحر الرائق مین افادہ کیا ہی
کذا فی الشامی ويؤذن ثانيا بين يديه اي الخطيب افاد بوحدة الفعل ان المؤذن اذا كان اكثر من واحد اذنوا واحدا بعد
واحد ولا يجتمعون كما في الجلالي والتمرتاشي ذكره القهستاني اذا جلس على المنبر اور موذن اذان دی دوسری بار سامنی خطیب کے جب
وہ منبر پر بیٹھے یعنی خطبہ پڑہنے کے لئی شارح نے کہا کہ ماتن نے فعل یوذن کو بصیغہ واحد لانے سی افادہ کیا کہ موذن جب ایک سی زیادہ ہون
تو اذان ایک بعد دوسرے کے کہین سب ملکر نہ کہین چنانچہ جلالی اور تمرتاشی مین ہی ذکر کیا ہی اوسکو قہستانی نے م طحطاوی نے کہا کہ یہہ
افادہ اوسوقت ہی کہ یوذن کو بصیغہ معروف پڑہین اور جس صورت مین مجہول پڑہین تو افادہ مذکور ظاہر نہوگا فاذا اتم اقيمت ويكره الفصل
بامر الدنيا ذكره العيني پس جب امام خطبہ تمام کرلے تو تکبیر کہی جاوی اور مکروہ ہی فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر مین کسی دنیا کے امر کو ذکر کیا
ہے اوسکو عینی نے م یعنی آخر خطبہ کا متصل ہو تکبیر کے شروع سی اور امر دنیا کی قید اسلئی لگائی کہ امر بالمعروف اور نہی منکر کا فاصلہ مکروہ

نہین اور یہہ جو دوسری خطبہ مین خطیب منبر سے ایک سیڑہی اوترنے ہین پہر چڑہتے ہین یہہ بدعت شنیع ہی کذا فی الشامی طحطاوی نے بحر الرائق سی
نقل کیا کہ مسنون ہی منبر کا ہونا قبلہ کی بائین طرف اور امام کا سورہ جمعہ اور منافقون پڑہنا اور زاہدی نے ذکر کیا ہی سورہ اعلی اور غاشیہ
کا پڑہنا لا ینبغی ان یصلی بالقوم غیر الخطیب لانہما کشیء واحد مناسب نہین کہ سواے خطبہ پڑہنے والیکے دوسرا شخص لوگونکو نماز پڑہاوے اسلئے کہ خطبہ
اور نماز دونو ایک ہی چیز ہین کیونکہ شرط اور مشروط ہین اور مشروط بدون شرط کے پایا نہین جاتا تو اسلئے دونو کا فاعل ایک ہونا مناسب ہے
کذا فی الشامی فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز ہو المختار پس اگر ایسا کیا جاے کہ امام جدا ہوا اور خطیب جدا
اسطرح کہ خطبہ پڑہے ایک لڑکا نابالغ سلطان کی اجازت سی اور نماز کوئی بالغ پڑہاوے تو درست ہی یہی مختار ہے مترجم لڑکے کی
قید اسلئے لگا دی کہ یہہ وہم نہو کہ لڑکے کا خطبہ پڑہنا جائز نہین اور اذن سلطان کی قید خطبہ مین لگائی نہ نماز مین تاکہ معلوم ہو کہ خطبہ
مین اذن شرط ہی نہ نماز مین کذا فی الطحطاوی لا باس بالسفر یومہا اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظہر کذا فی
الخانیہ لکن عبارۃ الظہیریہ وغیرہا بلفظ دخول بدل الخروج نہین مضائقہ ہی سفر کا دن جمعہ کے جبکہ نکلجاے شہر کی آبادی سی پہلے
نکلجانے وقت ظہر کے کذا فی الخانیہ مگر عبارت ظہیریہ اور اوسکے سوا دوسری کتابونکی بلفظ دخول ہی عوض خروج کے یعنی آبادی سے
نکلجائے پیشتر داخل ہونے وقت ظہر کے مترجم سفر سی مراد ہی ایسی جگہہ جانا جسکے باشندون پر جمعہ واجب نہو کذا فی الشامی وقال
فی شرح المنیۃ والصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیہا ولا یکرہ قبل الزوال اور شرح منیہ مین کہا ہی کہ صحیح یہہ ہے کہ سفر کرنا
بعد زوال کے جمعہ پڑہنے سی پہلے مکروہ ہی اور زوال سی پیشتر مکروہ نہین یعنی اسلئے کہ زوال کے پیشتر اوسپر جمعہ واجب نہین مترجم اس
قول کو شارح نے ظہیریہ کی تائید کے لئے بیان کیا اس غرض سی کہ معلوم ہو جاے کہ خانیہ کا قول ضعیف ہی کذا فی الطحطاوی القروی اذا
دخل المصر یوم الجمعۃ ان نوی ان یمکث ثمہ ذلک الیوم لزمتہ الجمعۃ وان نوی الخروج من ذلک الیوم قبل وقتہا او بعدہ لا تلزمہ لکن
فی النہر ان نوی الخروج بعدہ لزمتہ والا لا وفی شرح المنیۃ ان نوی المکث الی وقتہا لزمتہ وقیل لا گانو کا رہنے والا جب
شہر مین جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر مین اوسنے اوس روز نیت ٹھہرنے کی کی تب تو اوسپر جمعہ لازم ہوگا اور اگر اوسی روز چلی جانے کی
نیت کی جمعہ کیوقت سی پہلے یا پیچہے تو جمعہ لازم نہوگا لیکن نہر الفائق مین ہے کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کیوقت کے کریگا تو اوسپر جمعہ لازم
ہوگا اور نہین تو لازم نہوگا اور شرح منیہ مین ہی کہ اگر ٹھہرنے کی نیت وقت جمعہ تک کریگا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہہ ہی کہ لازم نہوگا
مترجم شامی نے کہا کہ قروی بفتح قاف وسکون را نسبت ہی قریہ کیطرف کما لا تلزم لو قدم مسافر یومہا علی عزم ان لا یخرج یومہا ولم
ینو الاقامۃ نصف شہر جیسی جمعہ لازم نہین اگر کوئی مسافر آیا جمعہ کے دن شہر مین اس ارادہ سی کہ اوس روز روانہ نہوگا اور پندرہ دن ٹھہرنے
کی نیت نکی یعنی اگر نیت اقامت کریگا تو جمعہ واجب ہو جائیگا یخطب الامام بسیف فی بلدۃ فتحت بہ کمکۃ والا لا کالمدینۃ امام خطبہ پڑہے
تلوار حمائل کرکے اوس شہر مین کہ تلوار سی فتح ہوا ہو جیسے مکہ معظمہ ہی اور اگر تلوار سی فتح نہوا ہو تو وہان تلوار لیکر خطبہ نہ پڑہے جیسے مدینہ منورہ
ہے فی الحاوی القدسی اذا فرغ المؤذنون قام الامام والسیف فی یسارہ وہو متکئ علیہ حاوی قدسی مین ہی کہ جب موذن
فارغ ہو جائین خطیب کے سامنے اذان دینے سی تو خطیب کہڑا ہوا اور تلوار اپنے بائین ہاتہہ مین لیکر اوسپر سہارا کرلے مترجم طحطاوی نے کہا کہ یہہ
قول مخالف ہی تحقیق بحر الرائق کے کیونکہ اوسمین تلوار کا حمائل کرنا لکہا ہی لیکن صاحب نہر الفائق نے یہہ توجیہ کی کہ تلوار کو حمائل کرکے پہر اوسکی
نوک زمین پر ٹہراکر اوسپر ہاتہہ کا سہارا دے تاکہ دونو باتین حاصل ہو جائین وفی الخلاصۃ یکرہ ان یتکئ علی قوس او عصا اور خلاصہ
مین ہی کہ مکروہ ہی خطیب کو سہارا لگانا کمان پر یا لاٹھی پر مترجم حلیہ مین خلاصہ پر اعتراض کیا کہ ابو داؤد کی حدیث سی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا خطبہ مین لاٹھی یا عصا پر سہارا دیکر کہڑا ہونا ثابت ہی پہر مکروہ کیسی ہوگا بلکہ محیط مین ہی کہ جیسی کہڑا ہونا خطبہ مین سنت ہی

استیطرم عصا کا لینا بھی مسنون ہی کذا فی الشامی **فرع** مسائل تتمہ شارم کے سمع النداء وهو یاکل ترکه ان خاف فوت جمعة او مکتوبة لا جماعة ایک شخص نے اذان سنی اور وہ کھانا کھاتا ہے تو کھانا ترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے نکلنے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا نہ ترک کرے کھانا اگر خوف ہو جماعت کے فوت ہونیکا کیونکہ ایسا کھانا جو رکھے سے بگڑ جاے یا جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو وہ عذر ہے جماعت کے ترک کرنیکا چنانچہ گذرا رستاقی سعی یرید الجمعة وحوائجه ان معظم مقصوده الجمعة نال ثواب السعی الیها وبهذا یعلم ان من شرك فی عبادته فالعبرة للاغلب ایک گانو والا شہر کو چلا جمعہ کے قصد سے اور اپنی دوسری حاجات کے لئے اگر زیادہ تر مقصود اوسکا جمعہ کا پڑھنا ہے تو اوسکو جمعہ کیطرف سے چلنے کا ثواب ملیگا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص عبادت مین شرک کرے یعنی دوسرا کوئی مطلب اوسمین ملا دے خالص اللہ تعالی کے لئے نہ رکھے تو اعتبار غالب کا ہوگا مثلا حج مین ارادہ تجارت کا کرلے تو ثواب عبادت اوسیوقت ہوگا کہ مقصود غالب حج ہو کذا فی الشامی الافضل حلق الشعر وقلم الظفر بعدها بہتر ہے بالون کا منڈوانا اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے م تاتارخانیہ مین لکھا ہے کہ نماز جمعہ سے پیشتر بالون اور ناخنون کا بنوانا اچھا نہین کیونکہ جمعہ مین کیفیت حج کی سی ہے تو جیسے حج مین بعد فراغت حج کے ان کا بنوانا چاہئے ایسے ہی جمعہ مین بعد نماز افضل ہے باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحة جلد چہارم مین دیکھنا چاہئے لا بأس بالتخطی ما لم یاخذ الامام فی الخطبة ولم یوذ احدا الا ان لا یجد الا فرجة امامه فیتخطی الیها للضرورة کچھ مضائقہ نہین گردنون پر کو پھاندنا بشرطیکہ امام نے خطبہ شروع نکیا ہو اور بشرطیکہ کسیکو ایذا نہ دے مگر یہہ کہ اوسکو سوا ہ خالی جگہہ کے اپنے سامنے کوئی جگہہ نہو تو اوس خالی جگہہ کے بہرنیکو پھاند جاوے ضرورت کیوجہ سے م یعنی لوگون پر سے پھاندنا ایک عمل ہے تو خطبہ کیحالت مین جائز نہین ہے اور لوگونکو ایذا دینا درست نہین کہ پھاندنے مین کسیکا کپڑا دابے کسیکے بدن پر پانو رکھدے ہان اگر اگلی صف مین فرجہ چھوٹا ہو اور اوسکی بہرنیکے لئے کسیکو اس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کی وجہ سے درست ہے بشرطیکہ اور کوئی جگہہ نہو کذا فی الشامی ویکره التخطی للسوال بکل حال اور مکروہ ہے گردنوں پر سے پھاندنا سوال کے لئے ہر حال مین یعنی خواہ ایذا کسیکو ہو یا نہو م مسجد مین سوال کرنے اور سائل کے دینے مین اختلاف ہے بہرصورت دیا اشباہ و شرح الفائق مین کہا کہ اگر سائل نمازیون کے سامنے کو نگذرے اور نہ گردنکو پھاندے اور نہ اصرار کے ساتھ طلب کرے تب تو مانگنا اور اوسکو دینا درست ہے ورنہ مکروہ ہے کذا فی البزازیه وسئل علیه السلام عن ساعة الاجابة فقال ما بین جلوس الامام الی ان یتم الصلوة وهو الصحیح وقیل وقت العصر والیه ذهب المشائخ کما فی التاتارخانیه اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حال دعا کے قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کے لئے بیٹھنے سے لیکر اوسوقت تک ہے کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہے اور ایک قول یہہ ہے کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہے اور اس قول کیطرف گئے ہین مشائخ چنانچہ تاتارخانیہ مین ہے م صحیحین مین ہے کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہے کہ جو مسلمان بندہ اوسمین کھڑا ہوا نماز پڑھے پھر اللہ تعالی سے کچھ مانگے تو اوسکو اللہ تعالی وہ چیز عنایت ہی کرتا ہے اس ساعت مین اختلاف ہے کہ کونسی ہے اور سب قول چالیس ہین جنمین سے دو قول صحیح ہین ایک تو یہہ کہ وہ ساعت خطبہ کیلئے بیٹھنے کیوقت سے ہے نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰ سے مرفوعا روایت کیا ہے تو اس قول کے بموجب دعا اپنے دلمین مانگے اسلئے کہ خطبہ مین سکوت کا حکم ہے اور دوسرا قول یہہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچھلی ساعت ہے اسکو مالک اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جبیر اور ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے اور غالبا مشائخ کی مراد یہی ساعت ہے جسکو شارح نے وقت عصر سے تعبیر کیا ہے کذا فی الشامی وفیها سئل بعض المشائخ الیلة الجمعة افضل ام یومها فقال یومها اور تاتارخانیہ مین ہے کہ بعض فقہا سے سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر ہے یا جمعہ کا دن تو انہون نے فرمایا کہ جمعہ کا دن افضل ہے اسلئے کہ رات کو فضیلت صرف نماز جمعہ کے باعث سے ہے اور نماز دن کو ہوتی ہے وذکر فی احکام الاشباه مما اختص به یومها قراءة الکهف فیه ومن فیهم عطفه علی قوله ویکره افراده بالصوم وافراد لیلته بالقیام فقد وهم وفیه یجتمع الارواح وتزار القبور ویامن المیت من عذاب القبر ومن

مات فيه او في ليلته آمن من عذاب القبر ولا تسجر فيه جهنم وفيه يزور اهل الجنة ربهم تعالى اور اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہی کہ جن امور سی جمعہ کا روز مخصوص ہے ایک سورہ کہف کا پڑہنا ہو جمعہ کے دن یا رات مین کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جو کوئی سورہ کہف جمعہ کو پڑہے تو ایک جمعہ سی دوسری تک محفوظ رہتا ہی مع تین دن زیادہ کے اور جس شخص نے قرارت کہف کا عطف اشباہ والیکے اس قول پر سمجھا ہی کہ مکروہ ہے تنہا روز جمعہ کا روزہ رکہنا اور تنہا اوسکی رات کا جاگنا تو اوسنے غلطی کی یعنی اسلئے کہ مسنون چیز کو مکروہ مین شامل کر دیا اور جمعہ کے دن روحین اکٹھی ہوتی ہین اور اسی دنمین قبرونکی زیارت ہوتی ہی اور مردہ عذاب قبر سی مامون رہتا ہی اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات مین مرتا ہی وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہی اور اُس روز مین دوزخ گرم نہین کیجاتی اور جمعہ کے روز جنت والے اپنے پروردگار جل شانہ کے دیدار سی مشرف ہوتے ہین هم اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہے کہ جمعہ بہت سی باتون سی مخصوص ہے نماز جمعہ کا لازم ہونا اور اوسکی لئی جماعت کا شرط ہونا اور سوای امام کے تین مردون کا ہونا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص سورتون کا پڑہنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا موافق اوسکی شرطکے اور مسنون ہونا اوسکی غسل کا اور خوشبو لگانا اور اچہا لباس پہننا اور بال اور ناخن بنوانے لیکن بعد جمعہ کے افضل ہین اور مسجد کو خوشبو سی بسانا اور جمعہ کی نماز کو سویرے جانا اور جبتک خطیب نکلی عبادت مین مشغول رہنا اور نہ مسنون ہونا دیر کرنیکا نماز جمعہ مین اور مکروہ ہونا تنہا اوسکی روزہ کا اور تنہا اوسکی رات مین جاگنے کا اور اوسمین سورہ کہف کا پڑہنا اور نہ مکروہ ہونا نفل کا اوسکی ٹھیک دوپہر مین بموجب قول امام ابو یوسف کے جو صحیح اور معتمد ہی اور ہفتہ کے دنونمین اوسکا بہتر ہونا اور اوسکا روز عید ہونا اور اوسمین دعا قبول ہونیکی ساعت کا ہونا اور ارواح کا اُس روز اکٹہا ہونا اور قبر دن کی زیارت کرنی اور مردہ کا اُس روز عذاب قبر سے محفوظ رہنا اور جو شخص اوسکی دن یا رات مین مرجائی فتنہ قبر سے اوسکا بچا رہنا اور اُس روز دوزخ کا گرم نہونا اور اُس روز آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور اونکا جنت سی نکلنا اور جنت والونکو اُس روز دیدار اللہ تعالی کا ہونا تمام ہوا قول اشباہ کا ہر چند ان امور مین سی اکثر ماتن اور شارح کے اقوال مین گذر گئی تھے مگر ایک جا مجتمع ہونیکے لحاظ سی سبکا ترجمہ کر دیا گیا اور دیدار کا جمعہ کو ہونا بعض اشخاص کے لئی ہی اور بعض کو اِس سی کم مدت مین اور بعض کو اس سی زیادہ مین ہوا کریگا یہانتک کہ عورتون کو صرف تجلی عام کے وقت نصیب ہوا کریگا کذا فی الطحطاوی

باب العیدین

یہہ باب ہی دونون عیدون کے احکام مین هم مناسبت عید کی جمعہ سی یہہ ہی کہ دونو جماعت سی پڑہی جاتی ہین اور قرارت دونون مین آواز بلند ہوتی ہے اور نماز عید اوسی پر واجب ہی جسپر جمعہ واجب ہے اور سوا خطبے کے اور شرطین بہی دونون مین یکسان ہین اور جمعہ مقدم اسلئی ہوا کہ اوسکا ثبوت کتاب اللہ سی ہی اور سال مین بہت ہوتا ہی کذا فی الشامی سمی به لان لله فيه عوائد الاحسان ولعوده بالسرور غالبا او تفاؤلا اس روز کا نام عید اسلئی رکہا گیا کہ اوسمین اللہ تعالی کے انعام بندون پر عائد یعنی مکرر ہوتے ہین اور اسلئی کہ یہہ روز اکثر خوشی کے ساتھ رجوع کرتا ہی یا فال کے لحاظ سی کہ جسکو عید آوی خوشی کے ساتھ آوی هم لفظ عید اصل مین عود تہا واؤ کے ساتھ تو واؤ بسبب کسرہ ماقبل کے تی سی بدلگئی اب چونکہ عود کے معنی رجوع کے ہین اسلئی عید کے دن کو عید کہنا یا اسلئی ہے کہ اللہ تعالی اسنے جو کہانے پینے سی رمضان مین منع کر دیا تہا عید کے باعث اوسکو انعام یعنی افطار نے بندونپر رجوع کیا یا اسلئی کہ غالبا اِس دن مین خوشی کی عادت ہوا کرتی ہے یا یہہ فال سمجہکر کہ خوشی کے ساتھ پہر آوی اسکا نام عید ہوا ویستعمل في كل يوم فيه مسرة ولذا قيل ع عيد وعيد وعيد صرن مجتمعة وجه الحبيب ويوم العيد والجمعة اور مستعمل ہوتا ہی لفظ عید اُس روز کے لئے جسمین خوشی ہو اور اسی استعمال کے اعتبار سی یہہ شعر کسی نے کہا ہی کہ تین عیدین متفق ہوگئی ہین دن حبیب کے دیکہنے کا اور روز عید اور جمعہ کا دن یعنی چونکہ یہہ تینون اوقات خوشی کے ہین اسلئی شاعر نے انکو عید کہا فلو اجتمعا لم يلزم الا صلوة احدهما وقيل الاولى صلوة الجمعة وقيل صلوة العيد كذا في القهستاني عن التمرتاشي قلت قد راجعت التمرتاشي فرايته حكاه عن مذهب الغير وبصيغة التمريض فتنبه پس اگر جمعہ عید ایک روز پڑین تو لازم نہین مگر ایک کی نماز اور بعض نے کہا کہ نماز جمعہ کی بہتر ہے اور بعض نے کہا کہ نماز عید کی ایسا ذکر ہی قہستانی مین تمرتاشی

سے مین کہتا ہون کہ مین نے تمرتاشی کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اونسے اس مسئلہ کو حنفی مذہب کے سوا کسی اور کا قول نقل کیا ہی اور وہ بھی ضعیف کرکے سو آگاہ ہوجا قہستانی کے اس مجمل بیان کرنے کی غلطی پر ھم جامع صغیر مین ہی کہ اگر عید اور جمعہ ایک روز مین جمع ہون تو عید سنت ہی اور جمعہ فرض اور دونو مین سے کوئی ترک کیا جائیگا تو یہہ دونو قول جو قہستانی مین ہین کہ جمعہ پڑھ لے یا عید پڑھے حنفیون کا مذہب نہین اور دوسرے مذہب والونکا بھی قول ضعیف ہی کذا فی الشامی ملتقطاً وشرع فی الاولی من الہجرۃ اور شروع ہوئی عید اول سال ہجری مین ھم ابوداؤد نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال مین کھیلا کرتے ہین آپ نے پوچھا کہ یہہ کیسے دن ہین اونہون نے عرض کیا کہ ہم انہین حالت کفر مین کھیلا کرتے تھے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اونکی عوض تمکو دو روز ان سے بہتر بدلے ہین اول عید اضحیٰ دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی وتجب صلوتہما فی الاصح علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا المتقدمۃ سوی الخطبۃ فانہا سنۃ بعدہا واجب ہی نماز دونو عیدون کے صحیح قول مین اوس شخص پر جسپر جمعہ واجب ہی مع انہی شرطون جمعہ کے جو پہلے گذرین سوا خطبے کے وہ سنت ہے بعد نماز عید کے ھم اصح قول کا مقابل یہہ ہی کہ نماز عید سنت ہی اور ظاہر دونو قول مین مخالفت نہین اسلئے کہ سنت سے وہ سنت مؤکدہ ہی جو بمنزلہ واجب ہی یا یہہ کہ سنت سے یہہ غرض کہ ثبوت اوسکا سنت سے ہی اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہی یعنی اگر پیشتر پڑھیگا یا بالکل ترک کر دیگا تو نماز کا اعادہ نہوگا اور برا کریگا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریماً ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ اور قنیہ مین ہی کہ عید کی نماز گانو مین مکروہ تحریمی ہے یعنی اسلئے کہ عید پڑھنا گانو مین ایسی چیز مین مشغول ہونا ہی جو درست نہین اسلئے کہ صحت عید کی شرط شہر ہے جو گانو مین مفقود ہی ھم یعنی گانو مین عید صحیح نہین اگر پڑھینگے تو عید نہوگی نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہے جماعت کے ساتھ کذا فی الحلبی وتقدم صلوتہا علی صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعتا لانہ واجب عیناً والجنازۃ کفایۃ مقدم کیجاوے نماز عید کی جنازہ کی نماز پر جبکہ دونو نمازین جمع ہوجائین اسلئے کہ عید واجب عین ہی یعنی ہر شخص پر اور جنازہ فرض کفایہ ہی کہ دوسرون کے پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہے ھم واجب سے مراد یہان وہ ہی جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو جیسا عید مین ہی یا فرضیت کے طور پر ہو جیسا جنازہ مین کذا فی الطحطاوی وتقدم صلوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلی سنۃ المغرب وغیرہا وعلی العید علی الکسوف اور مقدم کیجاوے جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور مغرب وغیرہ کی سنتون پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہے اور خطبہ عید اور سنتین مسنون ہین اور مقدم کیجاوے نماز عید سورج گہن سے ھم یہہ مسئلہ فرضی ہی ورنہ سورج گہن اور عید ایک روز نہین پڑسکتی کیونکہ سورج گہن مہینے کے تمامی پر ہوتا ہی اور عید پہلی یا دسوین کو ہوتی ہے لکن فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ اقرہ المصنف کانہ الحاقا لہا بالصلوۃ لیکن بحر الرائق مین کچھہ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہی کہ فتوی جنازہ کو موخر کرنے پر ہی سنت سے اور ثابت رکھا ہی اوسکو مصنف نے شاید اسوجہ سے کہ سنتین نماز فرض مین لاحق ہین یعنے فرضون کے تابع ہین لکن فی اخر احکام دین الاشباہ ینبغی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتی علی الفرض ان لم یضق وقتہ فتامل لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر مین ہی کہ مناسب ہے مقدم کرنا جنازہ اور سورج گہن کا حتی کہ فرض پر بھی اگر فرض کا وقت تنگ نہو سو اسکو تامل کرلے ھم یعنی جنازہ کی تاخیر مین مردہ کے بگڑنیکا خوف ہی اور کسوف کی تاخیر مین آفتاب کے روشن اور صاف ہوجانے اور نماز کسوف کی ٹلنے کا اندیشہ ہی اسلئے ان کی تقدیم کو مناسب کہا مگر یہہ بحث صاحب اشباہ کی تو قول مفتی بہ کے سامنے معتبر نہین ہوسکتی وندب یوم الفطر اکلہ حلواً وتراً ولو قرویاً قبل خروجہ الی صلوتہا واستیاکہ واغتسالہ وتطیبہ بما لہ ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض اور مستحب ہی عید فطر کے دن کھا لینا نمازی کا کوئی شیرینی گنتی مین طاق مثلا ایک یا تین یا پانچ خرما اگرچہ نمازی گانو کا رہنے والا ہو پیشتر اپنے جانیکے نماز عید کے لئے اور مستحب ہی مسواک کرنا اور غسل کرنا اور خوشبو لگانا اوسکا ایسی چیز سے جسمین خوشبو ہو اور رنگ نہو اور مستحب ہی اچھا لباس پہننا اگرچہ سفید نہو ھم ماتن نے مستحب کہا حالانکہ غسل کو

پہلے سنت لکھا ہے اور صحیح یہہ ہی کہ کل باتین سنت مین اور انکو مستحب پہلی کہا کہ سنت مستحب کو بھی شامل ہی اور بولنا مستحب کا سنت پر اور اسکا عکس درست ہی کذا فی الشامی مختصراً واداء فطرته صح عطفه علی اکله لان الکلام کله قبل الخروج ومن ثم اتی بکلمة ثم خروجه لیفید تراخیه عن جمیع ما مر ماشیا الی الجبانة وهی المصلی العام اور مستحب ہی ادا کرنا اپنی فطرہ کا پہر جانا پیادہ جبانہ کیطرف یعنی عیدگاہ کو جہان سب نماز پڑھتے ہین شارح نے کہا کہ اداء فطرته کا عطف اکله پر درست ہی اسلئی کہ تمام گفتگو وانگی عید سی پیشتر کی باتو نمین ہی اور اسیوجہ سی ماتن لفظ ثم باہر جانیکی پیشتر لایا تاکہ سب اشیاء گذشتہ سی عیدگاہ کو جانا موخر معلوم ہو ہم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا اوسکی تقریر یہہ ہی کہ ادا فطرہ کا عطف مستحب چیز و نپر کیسی ہوسکتا ہی وہ تو واجب ہے شارح نے جوابدیا کہ یہان کلام خروج سی پیشتر کی چیزو نمین ہی تو فطرہ کا ادا کرنا پہلے نماز کو جانے سی مستحب ہی گو مطلق ادا کرنا واجب ہی کذا فی الحلبی والواجب مطلق التوجه والخروج الیها ای الجبانة لصلوة العید سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحیح اور واجب مطلق جانا ہی اور نکلنا جبانہ کیطرف عید کی نماز کے لئی سنت ہی اگرچہ مسجد جامع سب لوگونکی گنجائش رکھتی ہو یہی صحیح ہی ہم یہہ بھی جواب ہی سوال کا یعنی نماز عید کے لئی نکلنا تو واجب ہی ماتن سنت کیسی کہتا ہی شارح نے جوابدیا کہ مطلق باہر نکلنا واجب ہے امور گذشتہ کے بعد نکلنا یا پیادہ یا نکلنا یا خاص عیدگاہ کو جانا واجب نہین بلکہ یہہ سنت ہی کذا فی الشامی ولا بأس باخراج منبر الیها لکن فی الخلاصة لا بأس ببنائه دون اخراجه اور نہین مضائقہ منبر کے لیجانیکا عیدگاہ مین لیکن خلاصہ مین ہی کہ مضائقہ نہین منبر کے بنانیکا عیدگاہ مین نہ اوسکے باہر لیجانیکا یعنی منبر عیدگاہ مین لیجانا نچاہیئے ہم خلاصہ اور ظہیریہ مین کہا کہ مشائخ کا اختلاف ہی عیدگاہ مین منبر بنانیکا بعضونے کہا کہ مکروہ ہے اور بعضونے کہا کہ مکروہ نہین اس سی معلوم ہوا کہ باہر لیجانا منبر کا سب کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی جو لفظ لا بأس سی سمجہا جاتا ہی اور خلاصہ مین خواہرزادہ سی نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین منبر کا بنا دینا عیدگاہ مین بہتر ہی کذا فی الشامی ولا بأس بعوده راکبا وندب کونه من طریق اخری اور مضائقہ نہین نمازی کے لوٹنی مین سوار ہوکر اور مستحب ہی کہ واپس آنا دوسری راہ سی ہو بسبب حدیث بخاری کے کہ جب عید کا دن ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم راہ بدلدیتے تھے کذا فی الشامی واظهار البشاشة واکثار الصدقة والتختم والتهنئة بتقبل الله منا ومنکم لا تنکر اور مستحب ہی ظاہر کرنا خوشی کا اور زیادہ کرنا خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارکباد دینا اس لفظ سی کہ اللہ تعالی ہمسی اور تمسی قبول کرے انکار نہین کیا جاتا یعنی اس طرح کی مبارکبادی جائز ہے ہم شامی نے کہا کہ مبارکباد دینی مین امام ابوحنیفہ رح سی کچہہ ثابت نہین ہوا مگر صاحب حلیہ نے بہت سی آثار صحیح سندون کیساتھہ صحابہ رضی سی اس کے کرنے مین روایت کئی ہین پہر بیان کیا کہ یہہ امر جائز اور مستحب ہی اور محیط مین ہی کہ مصافحہ کرنا بعد نماز عید کے ہر حال مین مکروہ ہی کیونکہ صحابہ رضی نے اسکو نہین کیا اور وہ طریق رافضیو نکا ہی اس سی معلوم ہوا کہ معانقہ جو ہندوستان مین رائج ہی وہ بھی بے اصل اور مکروہ ہی ولا یکبر فی طریقها ولا یتنفل قبلها مطلقا یتعلق بالتکبیر والتنفل کذا حرره المصنف تبعا للبحر لکن تعقبه فی النهر ورجح تقییده بالجهر اور نہ تکبیر پڑہی عید فطر کے رستہ مین اور نہ نفل پڑھے پیشتر نماز عید سی مطلق شارح نے کہا کہ مطلق کی قید تکبیر کہنے اور نفل پڑہنے دونو سی علاقہ رکہتی ہی یعنی تکبیر کے مطلق نہ کہنی سی یہہ غرض کہ نہ آہستہ کہی نہ پکار کر اور نفل کے مطلق نہ پڑہنی سی یہہ مراد کہ نہ عیدگاہ مین پڑہی نہ گہر پر ایسا تعمیم کیا ہی اوسکو مصنف نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اعتراض کیا ہی اوسپر نہر الفائق مین اور ترجیح دی ہی قید لگانے تکبیر کی آواز بلند سی ہم جاننا چاہئیے کہ امام اور صاحبین کا خلاف اسمقام پر دو طرحسی منقول ہی ایک قول یہہ ہی کہ راہ مین تکبیر کہے امام کے نزدیک اور آہستہ کہے صاحبین کے نزدیک اس قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہے اور صاحب بحر الرائق نے اوسکی تبعیت کی ہی اور اوسی قول کو مصنف نے لیا ہی دوسرا قول یہہ ہی کہ خلاف تکبیر کی صفت مین ہی یعنی امام کے نزدیک آہستہ پڑہی اور صاحبین کے نزدیک پکار کر اور اس خلاف کو بدائع اور سراج اور ملتقی اور نہایہ وغیرہ کتب مذہب مین اسیطرح نقل کیا ہی صاحب نہر الفائق نے بحر الرائق پر صریح اعتراض کوئی نہین کیا بلکہ اوسکی قول کو مسلم رکہا ہی ہان پیشتر اوس سی یہہ لکھا ہی کہ خلاف تکبیر کے آہستہ اور پکار کر کہنے مین ہی علامہ شامی نے حلیہ وغیرہ سی ثابت کیا ہی کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہورہ کے خلاف ہی اصح یہی ہے کہ

صاحبین کے نزدیک تکبیر پکار کر کہے اور امام صاحب کے نزدیک آہستہ یہہ نہیں کہ امام زینکے بالکل کہی زاد فی البرھان وقالا الجھر بہ سنۃ کالاضحی وھو روایۃ عنہ ووجھہا ظاہر قولہ تعالیٰ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علیٰ ما ھداکم ووجہ الاول ان رفع الصوت بالذکر بدعۃ فیقتصر علیٰ مورد الشرع انتھی زیادہ کیا ہی برہان مین اسقدر کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہی بقول صاحبین مثل عید اضحی کے اور جہر ایک روایت ہی امام اعظم سے اور وجہ اس روایت جہر سے کہنے کی ظاہر اس ارشاد الٰہی کا ہی اور تاکہ پورا کرو تم گنتی اور بزرگی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی اسپر کہ تمکو اوسنے ہدایت کی یعنی اس آیت مین اس روز نعمتون کا اظہار مقصود ہی اور جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعمت مین داخل ہی اور وجہ روایت اول کی یعنی جہر سے تکبیر نہ کہنے کی یہہ ہی کہ بلند کرنا آواز کا ذکر مین بدعت ہی لہذا اکتفا کیا جائیگا مشروع ہونیکے مقام پر م بحر الرائق مین ذکر کیا ہی کہ جہر سے تکبیر مسنون نہین مگر دشمن کے سامنے اور چورون کے خوف سے اور اسی پر قیاس کیا ہے بعض فقہا نے آگ لگنے اور دوسری خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہر الفائق پر برہان کے قول کی کچہہ زیادتی نہین بجز اسکے کہ صاحب برہان نے یہہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہی نہ مستحب وکذا لا یتنفل بعدھا فی مصلاھا فانہ مکروہ عند العامۃ اور اسیطرح نہ نفل پڑہی بعد نماز عید کے عیدگاہ مین کہ یہہ نفل مکروہ ہی اکثر فقہا کے نزدیک یعنی مکروہ تحریمی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا پڑہنا ثابت نہین ہوا کذا فی الطحطاوی وان تنفل بعدھا فی البیت جاز بل مندوب تنفل باربع اور اگر نفل پڑہی بعد نماز عید کے گھر مین تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی چار رکعتین نفل پڑہنا گھر پر م فتح القدیر مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر واپس تشریف لاکر دو رکعتین پڑہتے تھے اور قہستانی نے چار کو افضل کہا ہی وھذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتھم فی الخیرات بحر اور یہہ حکم یعنی تکبیر نہ کہنے اور نفل نہ پڑہنے کا خواص کے لئے ہی یعنی جو کسل عبادت مین نکرین اور عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑہنے سے کسی حال مین منع نکیا جاوے بسبب کم ہونے اونکی رغبت کے اچھی باتون مین کذا فی البحر یعنی خواہ تکبیر آہستہ کہین یا پکار کر اور نفل عیدگاہ مین پڑہین پہلے نماز سے خواہ بعد نماز کے کذا فی الطحطاوی م عوام کو منع نکرنا بحث ہی صاحب بحر کی نہ روایت مذہب یعنی اسوجہ سے منع نکیا جاوے کہ اگر اوسوقت روکدیا جاتا ہی تو پہر خیرات کے گرد نہین پہرتے سرے سے ترک کر دیتے ہین کذا فی الشامی وفی ھامشہ بخط ثقۃ وکذا صلوۃ رغائب وبراءۃ وقدر اور بحر الرائق کے حاشیہ مین ایک معتبر کے ہاتھہ سے لکہا ہوا ہی اور اسیطرح نہ منع کیا جاوے عوام کو صلوۃ رغائب اور نماز شب برات اور نماز شب قدر سے م صلوۃ الرغائب کا حال ہم آخر باب النوافل مین لکہہ چکے ہین کہ جو اوسکے باب مین منقول ہی سب موضوع و باطل ہی پہر شارح نے جو یہہ حکم حاشیہ سے نقل کیا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اوسپر اعتماد نہین ہوسکتا اسلئے کہ فقہا کا اتفاق ہی کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہی اور ان نماز و نکی حدیث کے موضوع ہونے کی تصریح کر دی ہی اور احکام فقہ گمنام حاشیون سے بیان نہین کئے جاتے خصوص وہ حواشی جنکا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی لان علیا رضی اللہ عنہ رای رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعہ یا امیر المؤمنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالیٰ ارایت الذی ینھیٰ عبدا اذا صلیٰ اسلئے کہ حضرت علی نے ایک شخص کو بعد عید کے نماز پڑہتے دیکہا تو کسی نے آپ سے کہا کہ ای امیر المؤمنین آپ اس شخص کو منع نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مجہے یہہ ڈر ہی کہ کہین وعید مین نہ داخل ہو جاؤن اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کیا دیکہا تو نے اوسکو جو منع کرتا ہی بندہ کو جب وہ نماز پڑہے م یہہ علت ہی اوس قول کی جو شارح نے بحر الرائق سے اوپر نقل کیا تہا کذا فی الشامی ووقتھا من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبلہ بل تکون نفلا محرما الی الزوال باسقاطِ الغایۃ اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا ہونے سے زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے پیشتر پڑہی جائیگی تو درست نہوگی بلکہ نفل حرام ہوگی اور زوال مین سے حد ساقط ہی یعنی زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہین م ایک نیزہ کی مقدار بارہ بالشت یعنی تین گز ہی کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وھو فی اثنائہا فسدت کما فی الجمعۃ کذا فی السراج وقدمنا فی الاشتی عشریۃ پس اگر ڈہلجاوے آفتاب اور نمازی عید کی نماز مین ہو تو اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی جیسے جمعہ مین عصر کا وقت آجانے سے فاسد ہو جاتا ہی ایسا ہی سراج مین اور ہمنے اسکو پیشتر بیان کیا ہی بارہ مسائل اختلافی مین یعنی خلیفہ کرنے کے باب مین م فاسد ہونے سے یہہ غرض ہی کہ وصف

فاسد ہو جائیگا اور نماز نفل ہو جائیگی کذا فی الشامی ویصلی الامام بهم رکعتین مثنیا قبل الزوائد وهی ثلاث تکبیرات فی کل رکعة ولو زاد تابعه
الی ستة عشر لانه ماثور الا اذا تیقن من التکبیرین فیاتی بالکل اور نماز پڑھاوے لوگونکو امام دو رکعتین دعاء سبحانک اللہم زائد تکبیرون سے پیشتر
پڑھکر اور زائد تکبیرین تین ہین ہر رکعت مین اور اگر امام تین سے زائد کہے تو مقتدی اوسکی متابعت کرے سولہ تکبیرون تک کیونکہ یہہ تعداد بہی صحابہ
مین منقول ہے مگر یہہ کہ سنی تکبیرون سے تو کل تکبیرین کہے م یعنی اول نیت کرکے دعا پڑھے پہر تکبیرین کہے پہر اعوذ پڑھے کہ وہ تابع قراءت کے ہے
اور امام تین سے زائد تکبیرین کہے تو دونو رکعتون کی ملاکر سولہ تک متابعت کرے اور اگر مکبر کی آواز پر کہتا ہو تو سولہ سے زائد بہی کہے کہ شاید مکبر نے
غلطی کی ہو اور عید کی جماعت کیلئے ایک شخص سوا امام کے کافی ہے کذا فی الطحطاوی ویوالی ندبا بین القرائتین ویقرأ کالجمعة ومستحب ہے
کہ دونو قراءت کو پیاپے کرے اور پڑھے مثل جمعہ کے یعنی سورہ اعلے اور غاشیہ م قراءتون کے پیاپے کرنے سے یہہ غرض کہ دوسری
رکعت مین زائد تکبیرین بعد قراءت کے کہے تاکہ دونو رکعتون کی قراءت مین فاصلہ تکبیرون کا نہو پہر اگر پہلی رکعت مین بہولکر قراءت شروع کردی
تو اگر الحمد اور سورہ پڑھ چکا ہے تب تو نماز کو تمام کرے اور اگر صرف الحمد پڑھی ہے تو زائد تکبیرین کہے اور قراءت پہر سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ولو ادرک
المؤتم الامام فی القیام بعد ما کبر کبر فی الحال برأی نفسه لانه مسبوق اور اگر مقتدی نے امام کو قیام مین پایا بعد تکبیر کہنے کے تو مقتدی اوسی
وقت تکبیر کہے موافق اپنے مذہب کے اسلئے کہ وہ مسبوق ہے یعنی مسبوق اپنی نماز مین تابع امام کا نہین تو حنفی تین تکبیرین کہکر شامل ہو جاوے کذا فی الطحطاوی
ولو سبق برکعة یقرأ ثم یکبر لئلا یتوالی التکبیر اور اگر ایک رکعت مین مسبوق ہوا ہو تو جب اوسکو ادا کرے اول قراءت پڑھے پہر تکبیر کہے تاکہ تکبیرین
پیاپے نہو جائین یعنی دوسری رکعت مین امام کے ساتھ بعد قراءت کے تکبیر کہی تہی تو اگر اپنی رکعت مین اول تکبیرین کہیگا تو تکبیرین پیاپے ہو جاتین
اور یہہ امر صحابہ سے منقول نہین کذا فی الطحطاوی فلو لم یکبر حتی رکع الامام قبل ان یکبر المؤتم لا یکبر فی القیام ولکن یرکع ویکبر فی الرکوع علی
الصحیح لان للرکوع حکم القیام فالاتیان بالواجب اولی من المسنون پس اگر مقتدی نے تکبیر نہ کہی یہانتک کہ امام نے رکوع کیا پہلے مقتدی
کی تکبیر سے تو مقتدی قیام مین تکبیر نہ کہے بلکہ رکوع کرے اور رکوع مین تکبیر کہے صحیح قول پر اسلئے کہ رکوع کے لئے قیام کا حکم ہے تو واجب چیز کا ادا
کرنا بہتر ہے مسنون سے یعنی تکبیر واجب کا کہنا رکوع کی تسبیح مسنون سے اولی ہے م اور بحر الرائق مین کہا کہ اصح یہہ ہے کہ رکوع مین تکبیر نہ کہے ہان اگر
یہہ خوف ہو کہ قیام مین تکبیر کہیگا تو امام رکوع سے سر اوٹھالیگا تو اوسوقت رکوع مین کہے کذا فی الطحطاوی کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام
یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فی ظاهر الروایة فلو عاد ینبغی الفساد جیسے اگر رکوع کرے امام پہلی تکبیر کہنے سے تو امام تکبیر کہے رکوع مین
اور نہ عود کرے قیام کیطرف تکبیر کہنے کو ظاہر روایت مین پس اگر عود کرے تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو کذا فی النہر م حلبی نے کہا کہ صحیح یہہ ہے کہ نماز فاسد
نہین ہوتی اسلئے کہ انتہا یہہ ہے کہ اسصورت مین ترک فرض ہے واجب کیلئے اور وہ مخل صحت نماز کا نہین ویرفع یدیه فی الزوائد وان لم یر امامه
ذلک الا اذا کبر راکعا کما مر فلا یرفع یدیه علی المختار لان اخذ الرکبتین سنة فی محله اور اپنے دونون ہاتھ کانون تک اوٹھائے زائد تکبیرون
مین اگرچہ اوسکا امام رفع یدین کا معتقد نہو مگر جبکہ زائد تکبیرین رکوع کیحالت مین کہے تو ہاتھ نہ اوٹھاوے مذہب مختار پر چنانچہ اوپر گذرا اسلئے کہ
پکڑنا دونو زانو کا سنت ہے اپنے محل مین اور رفع یدین بہی سنت ہے مگر اوسکا یہہ محل نہین تو جسکا محل ہے اوسیکا اختیار کرنا اولی ہے کذا فی
الطحطاوی ولیس بین تکبیراته ذکر مسنون ولذا یرسل الیدین بینها ویسکت بین کل تکبیرتین مقدار ثلث تسبیحات وهذا یختلف بکثرة الزحام وقلته
اور نہین ہے عید کی تکبیرات کے درمیان کوئی ذکر مسنون اور اسلئے ان تکبیرون مین ہاتھ لٹکائے رکھے کیونکہ ہاتھ باندہنا اوس قیام مین مسنون ہے جسمین
کوئی ذکر مسنون ہو اور چپ رہے ہر دو تکبیرون مین مقدار تین بار سبحان اللہ کہنے کی شارح نے کہا کہ مقدار سکوت مختلف ہے کثرت انبوہ اور اوسکی قلت
کے لحاظ سے یعنی اگر انبوہ کثیر ہو توقف زیادہ کرے اور کم ہو تو کم اسلئے کہ مقصود یہہ ہے کہ اشتباہ دور ہو جائے کذا فی البحر ویخطب بعدها خطبتین
وهما سنة فلو خطب قبلها صح واساء لترک السنة وما یسن فی الجمعة ویکره یسن فیها ویکره اور خطبہ پڑھے بعد نماز عید کے دو خطبے اور وہ

دو نو سنت ہین پس اگر خطبہ پڑہا پہلے نماز کے تو درست ہی اور برا کیا بسبب ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ مین مسنون اور مکروہ ہے وہی نماز عید مین مسنون اور مکروہ ہی **م** طحطاوی نے کہا کہ دو باتون کا فرق ہی ایک یہہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عیدین مین مسنون ہی اور جمعہ مین نہین دوم یہہ کہ بیٹھنا خطبہ سے پیشتر جمعہ مین مسنون ہی اور عیدین مین نہین والخطب ثمان بل عشر تبدأ بالتحمید فی ثلث خطبۃ جمعۃ و استسقاء و نکاح و ینبغی ان تکون خطبۃ الکسوف وختم القرآن کذلک ولم ارہ اور خطبے آٹھ ہین بلکہ دس اونمین سے تین کو الحمد للہ کہنے سے شروع کرے اول خطبہ جمعہ کو دوم طلب باران کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیئے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قران کا ایسا ہی ہو یعنی الحمد للہ سے شروع ہو اور مین نے اسکا حکم مصرح نہین دیکہا **م** شامی نے کہا کہ طلب باران مین صاحبین کے نزدیک خطبہ ہی اور کسوف مین بموجب ایک قول کے خطبہ ہی اسلئے شارح نے دس خطبے بیان کئے وبدأ بالتکبیر فی خمس خطبۃ العیدین وثلث خطب الحج الا التی بمکۃ وعرفۃ یبدأ فیہا بالتکبیر ثم بالتلبیۃ ثم بالخطبۃ کذا فی خزانۃ ابی اللیث اور شروع کرے اللہ اکبر کہنے سے پانچ خطبونکو دونو عید کے خطبونکو اور حج کے تین خطبون کو مگر یہہ کہ جو خطبہ مکہ اور عرفہ مین ہو اوسمین اول تکبیر کہے پہر لبیک کہے پہر خطبہ شروع کرے ایسا مذکور ہی خزانۃ ابو اللیث مین یعنی جو خطبہ منی مین گیارہوین ذی الحجہ کو ہوتا ہی اوسمین لبیک نہ کہے کذا فی الطحطاوی ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات تترا ای متتابعات والثانیۃ بسبع ہو السنۃ ویکبر قبل نزولہ من المنبر اربع عشرۃ اور مستحب ہے کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پیہم کہنے کے بعد اور دوسرے خطبہ کو سات بار کے بعد یہہ سنت ہی اور مستحب ہی کہ منبر سے اوترنے کے پیشتر چودہ بار تکبیر کہے واذا صعد علیہ لا یجلس عندنا معراج اور جب منبر پر چڑہے تو خطبہ سے پیشتر نہ بیٹھے ہمارے نزدیک کذا فی المعراج اسلئے کہ بیٹھنا اذان کے ختم کے انتظار کے لئے ہی اور چونکہ عیدین مین اذان نہین اسلئے بیٹھنے کی حاجت نہین کذا فی الشامی ویعلم الناس فیہا احکام صدقۃ الفطر لیؤدیہا من لم یؤدہا وینبغی تعلیمہم فی الجمعۃ التی قبلہا لیخرجوہا فی محلہا ولم ارہ اور تعلیم کرے لوگونکو عید کے خطبہ مین صدقہ فطر کے احکام تاکہ صدقہ ادا کرے جسنے ادا نکیا ہو اور چاہیئے کہ لوگونکو عید سے پیشتر کے جمعہ مین یہہ احکام بتا دے تاکہ لوگ صدقہ فطر اوسکی موقع پر دیا کرین اور مین نے اسبات کو کہین مصرح نہین دیکہا **م** شامی نے کہا کہ شارح نے اس مضمون کی حدیث باب صدقۃ الفطر مین بیان کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عید فطر سے دو روز پیشتر ایک خطبہ پڑہتے اور اوسمین صدقہ فطر کے دینے کو ارشاد فرماتے وہکذا کل حکم احتیج الیہ لان الخطبۃ شرعت للتعلیم اور اسیطرح جس حکم کی حاجت ہو امام خطبہ جمعہ مین اوسکی تعلیم کردے اسلئے کہ خطبہ تعلیم ہی کے لئے مشروع ہوا ہی ولا یصلیہا وحدہ ان فاتت مع الامام ولو بالافساد اتفاقا فی الاصح کما فی تیمم البحر وفیہا یلغز ای رجل افسد صلوۃ واجبۃ علیہ ولا قضاء علیہ اور نہ نماز پڑہے عید کی تنہا اگر عید فوت ہو امام کے ساتھ اگرچہ فوت ہونا فاسد کردینے سے ہو بالاتفاق صحیح تر قول مین جیساکہ مذکور ہی بحر الرائق کے باب التیمم مین اور اسی مسئلہ مین چیستان پوچھی جاتی ہے کہ کون شخص ہی جو اپنے ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کردے اور اوسپر قضا نہو **م** اگر بلا عذر امام کے ساتھ نہ پڑہیگا تو گنہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہی کہ فاسد کردینے سے قضا لازم ہی کذا فی الطحطاوی ولو امکنہ الذہاب الی امام آخر فعل لانہا تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا فان عجز صلی اربعا کالضحی اور اگر ممکن ہو اوسکو جانا دوسرے امام کے پاس تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتھ نماز عید پڑہلے اسلئے کہ نماز عید ایک شہر مین چند جگہہ ادا کیجاتی ہے بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنی دوسری جگہہ جانے سے تو چار رکعتین پڑہے مثل نماز چاشت کے یعنی یہہ رکعتین عید کی قضا نہین بلکہ چاشت ہی ہین اور مثل اسلئے کہا کہ تکبیرین زائد ان مین نہ کہے جیسے عید مین کہا کرتے ہین کذا فی الشامی وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط فوقتہا من الثانی کالاول وتکون قضاء لا اداء کما سیجیٔ فی الاضحیۃ وحکی القہستانی قولین اور تاخیر کیجائے نماز عید کسی عذر سے مثلا بارش وغیرہ سے دوسرے روز کے زوال تک فقط طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر اور زوال اور روز آیندہ تینون سے متعلق ہی یعنی صرف عذر سے تاخیر

کیجاوی نہ بلا عذر اور شرف زوال تک تاخیر ہو نہ بعد زوال اور صفت دوسرے روز تک تاخیر درست ہی نہ اوسکے بعد پس وقت نماز عید کا دوسرے دن بھی مثل اول کے ہی اور دوسرے روز نماز عید قضا ہوگی نہ ادا چنانچہ اضحیہ مین مذکور ہوگا اور قہستانی نے دو قول نقل کئی ہین ایک یہہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا ہوگی

دوم یہہ کہ ادا ہوگی اور شاید منشا اسکا اختلاف ہی روایتون کا کذا فی الطحطاوی واحکامها احکام الاضحی لکن هنا یجوز تاخیرها الی ثالث یوم النحر بلا عذر مع الکراهة وبه ای بالعذر بدونها فالعذر هنا لنفی الکراهة وفی الفطر للصحة اور احکام عید فطر کے مثل احکام عید قربان کے ہین یعنی وقت اور صفت اور شرط مین دونو یکسان ہین لیکن عید قربان کا تاخیر کرنا قربانی کے تیسرے دن تک یعنی بارہوین تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے ساتھہ درست ہی اور عذر کے ساتھہ بلا کراہت تاخیر جائز ہی تو عذر عید قربان مین کراہت کے دور کرنیکو مشروط ہی اور عید فطر مین نماز کی صحت کے لئی شرط ہی یعنی بدون عذر کے عید فطر کو دوسرے روز پڑہنا درست نہین ویکبر جهرا اتفاقا فی الطریق قیل وفی المصلی وعلیه عمل الناس الیوم لا فی البیت اور تکبیر کہے بلند آواز سی بالاتفاق راستہ مین اور ایک قول یہہ ہی کہ عیدگاہ مین بھی تکبیر جہر سی کہی اور اسی قول پر عمل ہی لوگونکا آج یعنی عیدگاہ مین تکبیر کہتے ہین اور ایک روایت یہہ ہی کہ عیدگاہ مین تکبیر کہے جبتک امام نماز نہ پڑہ چکی بعد نماز کے تکبیر پکار کر کہی نہ تکبیر کہے گہر کے اندر یعنی مسنون راستہ مین ہی نہ گہر مین اور بحر الرائق مین جو مکروہ لکہا ہی تو کراہت کیوجہ کوئی معلوم نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی ویندب تاخیر اکله عنها وان لم یضح فی الاصح ولو اکل لم یکره ای تحریما اور مستحب ہے کہانا نماز ہی کا نماز عید اضحی کے پیچھے اگرچہ قربانی نکری صحیح تر قول مین اور اگر کہا لیگا تو مکروہ تحریمی نہوگا ہم یعنی ... روزہ کا افطار ... سے اخبار متواتر مین کہ عید قربان کی صبح کو لڑکونکو کہانا کہانے سی اور شیرخوار ذنکو دودہ سی روکدیتی تہی کذا فی الطحطاوی اور تحریمی کی قید جو شارح نے لگائی تو اسکی مقتضی ہی کہ شاید کہانے سے کراہت تنزیہی ہی وہانتک ایسا نہین سلئی کہ بدائع مین کہا ہی کہ اگر چاہی کہائی چاہی نہ کہائی مگر مستحب یہہ ہے کہ نماز ہو چکنے تک کہائی تاکہ قربانی مین سی کہانا ملے کذا فی الشامی ویعلم الاضحیة وتکبیر التشریق فی الخطبة اور تعلیم کری خطیب قربانی اور تکبیر ایام تشریق کو خطبہ مین ہم اضحیہ بضم ہمزہ اور کسر ہمزہ قربانی کو کہتے ہین اور تشریق کے معنی گوشت کو دہوپ مین ڈالنے کے ہین چونکہ ایام حج مین قربانی کا گوشت بہت سکہایا جاتا ہی اسلئی دسوین تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کہلاتے ہین طحطاوی نے کہا کہ چونکہ تکبیر عرفہ کی فجر سی شروع ہوتی ہی اسلئی عرفہ سی پیشتر کے جمعہ مین اوسکے احکام بیان کرنے مناسب ہین والوقوف یوم عرفة فی غیرها تشبیها بالواقفین لیس بشیء هو نکرة فی موضع النفی فتعم انواع العبادة من فرض وواجب ومستحب فیفید الاباحة وقیل یستحب ذلك کذا فی مسکین وقال الباقانی لو اجتمعوا لشرف ذلك الیوم ولسماع الوعظ بلا وقوف وکشف رأس جاز بلا کراهة اتفاقا اور ٹہرنا لوگونکا عرفہ کے روز سوای عرفات کے واسطی مشابہت عرفات مین ٹہرنیوالونکی کوئی عبادت نہین شارح نے کہا کہ شئی نکرہ ہی نفی کے نیچے تو عام ہوگا سب قسمون عبادت یعنی فرض اور واجب اور مستحب کو یعنی یہہ ٹہرنا نہ فرض ہی نہ واجب نہ مستحب تو فائدہ دیگا مباح ہونے کا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ یہہ وقوف مستحب ہی ایسا ذکر کیا ہی ملا مسکین نے اور باقانی نے کہا ہی کہ اگر لوگ جمع ہون اس دن کی بزرگی اور وعظ سننے کے لئی بدون ٹہرنے اور سر کہولنے کے تو درست ہی بلا کراہت بالاتفاق ہم شرح منیہ مین کہا کہ عرفہ کے شام کو جو لوگ جامع مسجد مین یا شہر کے باہر کسی مکان مین جمع ہوتے ہین اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہہ اجتماع مکروہ ہے ہان اگر اس روز طلب باران یا اور کسی مطلب کی لئی جمع ہون تو مکروہ نہین اور فتح القدیر مین کہا کہ اولی یہہ ہی کہ یہہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور سر کہولنے کے ہو تب بھی مکروہ ہو تاکہ عوام کے عقیدہ مین کوئی خرابی پیدا نہو اور درر بحار مین اسکو مکروہ لکہا ہی اور بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر عبارت غایة البیان یہہ ہی کہ یہہ فعل مکروہ تحریمی ہے اور نہر الفائق مین ہے کہ عبارتین فقہا کی ناطق ہین کہ کراہت کو ترجیح ہو اور دوسرے اقوال شاذ ہین کذا فی الشامی ویجب تکبیر التشریق فی الاصح للامر به مرة وان زاد علیها یکون فضلا قاله العینی اور واجب ہی تکبیر تشریق صحیح تر قول مین ایکبار بسبب اسکی مامور ہونیکے اور اگر زیادہ کہی ایکبار سی تو ہوگا ثواب کہا ہی اوسکو عینی نے ہم اصح کا مقابل یہہ ہے کہ تکبیر سنت ہی اور امر تکبیر کا اس آیت مین ہی (واذکروا الله فی ایام معدودات) یعنی ذکر کرو الله کا گنتی کے

دونوں ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہین کذا فی الشامی صفتہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ھو الماثور عن الخلیل
تکبیر کی صفت یون ہے کہنا ہی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد یہہ کلمات منقول ہین حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ھ
فقہا اسکا قصہ یون بیان کرتے ہین کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسماعیل کا لائے اور ڈرے کہ کہین حضرت ابراہیم جلدی کرکے
لڑکے کو ذبح نکر دین تو یہہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبریل کو دیکھا تو فرمایا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور جب حضرت اسماعیل
کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد کذا فی الطحطاوی والمختار ان الذبیح اسمعیل وفی القاموس انہ الاصح قال ومعناہ مطیع اللہ اور قول
مختار یہہ ہی کہ ذبیح حضرت اسمعیل علیہ السلام ہین اور قاموس مین ہی کہ یہی قول صحیح ہے اور لفظ اسماعیل کے معنی عربی مین مطیع اللہ ہین یعنی اطاعت کرنیوالا
اللہ تعالے کا ھ اسمین اختلاف ہی کہ حکم ذبح کا حضرت اسحق علیہ السلام کی نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسبت فقیہ ابو اللیث نے بستان
مین ذکر کیا کہ قران و حدیث کے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہی کہ حضرت اسمعیل ذبیح تھے کیونکہ قران مجید مین بعد قصہ ذبح کے ارشاد فرمایا وبشرناہ باسحق اس
صاف معلوم ہوتا ہی کہ جنکے ذبح کا حکم ہوا وہ اور حضرت اسحق جدا ہون اور حدیث مین وارد ہی کہ انا ابن الذبیحین یعنے مین بیٹا ہون دو ذبیحون
کا کہ ایک آپکے باپ عبد اللہ ہین اور دوسرے جد امجد حضرت اسمعیل اور بالاتفاق ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسل سے
ہین کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل یمنع البناء ادی بجماعۃ او قضی فیہا منہا من عامہ لقیام وقتہ کالاضحیۃ مستحبۃ خرج جماعۃ
النساء والعراۃ لا العبید فی الاصح ھ واجب ہی تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جائے جماعت مستحب سے بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بنا نماز کا
یعنے اگر فاصلہ ہو جائیگا اسطرح کہ بعد نماز مثلا بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھ کہا لیا تو تکبیر ساقط ہو جائیگی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑہا جائے ایام
تکبیر مین ایام تکبیر ہی کا اوسی برس سے تب بھی تکبیر واجب ہی بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز نکرے دوسرے یا تیسرے روز کرے
کہ وقت اسکا روز تک باقی ہی اور جماعت مستحب کی قید سے عورتون کی جماعت اور ننگون کی نکل گئی کہ وہ مستحب نہین اور غلامونکی جماعت خارج نہین
صحیح قول مین تو اوسکے بعد تکبیر واجب ہے کذا فی الجوہرہ اسلئے کہ آزاد ہونا جماعت مین شرط نہین ھ فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنی جنازہ
کی نکلگئی کہ اوسکے بعد تکبیر واجب نہین اور فرض قضا کی جماعت مین تکبیر واجب ہونے کی تین شرطین ہین اول یہہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہو جسکو شارح نے
منہا سے تعبیر کیا دوم یہہ کہ قضا ایام تکبیر مین ہی جسکو فیہا سے بیان کیا سوم یہہ کہ اوسی برسکی قضا ہو پہلے کی نہو جسکے لئے من عامہ کہا غرضکہ اس مسئلہ
کی چار صورتین ہو سکتی ہین اول یہہ کہ غیر ایام تکبیر کی قضا ایام تکبیر مین پڑہی دوسرے یہہ کہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر مین پڑھی تیسرے یہہ کہ ایکسال
کے ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام تکبیر مین پڑہی چوتھی یہہ کہ اوسی سال کے ایام تکبیر کی قضا اونہین دنونمین پڑہی تو تکبیر صرف اخیر صورت مین
واجب ہے اور دون مین کذا فی الحلبی اولہ من فجر عرفۃ وآخرہ الی عصر العید بادخال الغایۃ فہی ثمان صلوات ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہے
اور آخر اسکا عید کے عصر تک حد کے شامل کرنے سے یعنی عصر مین بھی واجب ہے تو یہہ آٹھ نمازین ہوئین پانچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی ووجوبہ
علی امام مقیم بمصر وعلی مقتد مسافر او قروی او امرأۃ بالتبعیۃ لکن المرأۃ تخافت ویجب علی مقیم اقتدی بمسافر اور واجب ہونا تکبیر کا امام
پر ہے جو شہر مین مقیم ہو اور مقتدی مسافر پر یا گانو کے رہنے والے مقتدی پر یا مقتدی عورت پر ہی بسبب تبعیت امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہے یعنی
اور دونکو پکار کر کہنا واجب ہے اور ایک قول مین سنت ہی کذا فی الشامی اور واجب ہے اوس مقیم پر کہ اقتدا کرے مسافر کا وقالا بوجوبہ فور کل فرض
مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امرأۃ لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس آخر ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والعمل والفتوی فی عامۃ
الامصار وکافۃ الاعصار اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہی بمجرد پڑہنے ہر فرض کے مطلقا اگرچہ تنہا ہو یا مسافر یا عورت اسلئے کہ تکبیر تابع فرض
کے ہی تو جن لوگونپر نماز فرض ہے اونپر تکبیر واجب ہونی چاہیئے اور واجب ہے فجر عرفہ سے پانچوین دنکی عصر تک یعنی آخر ایام تشریق کے عصر تک جو
تیرہوین تاریخ ہی تو صاحبین کے نزدیک ۲۳ نمازین ہوئین جنکے بعد تکبیر واجب ہی اور صاحبین کے قول پر اعتماد اور عمل ہے اور اسی پر فتوی ہے

سبب شہرون اور کل زمانون مین یعنے اسوجہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہی کذا فی الطحطاوی ولا بأس به عقب العید لان المسلمین توارثوه فوجب اتباعهم وعلیه البلخیون اور کچھ مضائقہ نہین تکبیر کا بعد نماز عید کے اسلئے کہ مسلمان ایساہی کرتے چلے آئے ہین تو ضرور ہی انکی پیروی کرنی اور اسی پر ہین بلخ کے علماء کلمہ لا بأس کبھی مستحب کیلئے بولا جاتا ہی چنانچہ بحر الرائق مین بیان کیا ہی تو یہان بھی مستحب کی جگہہ مستعمل ہوا ہے اسیلئے کہا کہ اتباع ضروری ہی طحطاوی نے کہا کہ واجب سے غرض یہان معنی اصطلاحی نہین بلکہ یہہ معنی کہ اتباع ثابت ہی اور بحر الرائق کے قول سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہین ولا یمنع العامة من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبه ناخذ بحر ومجتبی وغیره اور منع نہ کئے جاوین عوام تکبیر کہنے سے بازارون مین عشرہ ذیحجہ مین اور اسیکو ہم لیتے ہین کذا فی البحر والمجتبی وغیرہ طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ شارح بحر عن المجتبی کہتا اسلئے کہ بحر الرائق مین اس مسئلہ کو مجتبی سے نقل کیا ہے ویأتی المؤتم به وجوبا وان ترکه امامه لادائه بعد الصلوة والا نحو صلیت بهم المغرب یوم عرفة فسهوت ان اکبر فکبر بهم ابو حنیفة اور مقتدی تکبیر کہے بطور وجوب اگرچہ اوسکے امام نے تکبیر نہ کہی ہو واسطے ادا ہونے تکبیر کے بعد نماز کے یعنی نماز کے بعد امام کی مخالفت معتبر نہین تاکہ امام کے چہوڑنے سے مقتدی بھی چہوڑ دے امام یوسف رح فرماتے ہین کہ مین نے لوگونکو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑہائی تو تکبیر کہنا بھول گیا پس امام ابو حنیفہ نے لوگونکو تکبیر کہلائی اس حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوئے اول یہہ کہ امام اگر بھولجاوے تو مقتدی یاد دلاوے دوسری یہہ کہ تعظیم اوستاد کی اوسکے امر کی بجا آوری مین ہے چنانچہ ابو یوسف امام اعظم کے فرمانے سے پیش امام ہوئے تیسری یہہ کہ جب استاد کو کسی شاگرد کی نیکبختی اور فضیلت معلوم ہو تو لوگون کے سامنے اوسکی تعظیم کرے تاکہ اور لوگ اوسکی توقیر کرین چوتھی یہہ کہ اگر اوستاد شاگرد کی تعظیم کرے تو شاگرد اوسکی حرمت فراموش نکرے کذا فی الطحطاوی والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقب القضاء لما فاته ولو کبر مع الامام لا تفسد ولو لبی فسدت اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل لاحق کے لیکن پیچھے ادا کرنے اوس نماز کے جو اوس سے چھوٹی ہی اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر کہیگا تو نماز فاسد نہو گی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھ کی تکبیر اپنے موقع پر نہین ہوئی اور اگر لبیک کہیگا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہو جاویگی کیونکہ لبیک آدمیونکے کلام کے مشابہ ہی کذا فی الشامی ولو الامام یسجد السهو لوجوبه فی تحریمتها ثم بالتکبیر لوجوبه فی حرمتها ثم بالتلبیة لوقوعها بعدهما لخلاصه اور شروع کرے امام سجدہ سہو کو بسبب واجب ہونے سجدہ کے حالت بقاء تحریمہ نماز مین یعنی سجدہ سہو اسی وقت مین واجب ہے کہ اوسوقت تک نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہی اسیلئے سجدہ سہو مین اقتدا امام کا درست ہی پہر تکبیر کہے بسبب واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت مین یعنی نماز کے بعد بلا فاصلہ پہر اگر امام احرام باندہے ہو تو لبیک کہے بسبب نہ واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور حرمت مین کذا فی الخلاصه وفی الولوالجیة لو بدأ بالتلبیة سقط السجود والتکبیر والله اعلم اور ولوالجیہ مین ہی کہ اگر شروع کریگا لبیک کہنا تو ساقط ہوگا سجدہ سہو اور تکبیر کہنا اسلئے کہ لبیک کہنا لوگونکے کلام کے مشابہ ہی اور کلام نماز کو قطع کردیتا ہی تو اوس سے نماز قطع ہو جاویگی تو نہ تحریمہ باقی رہیگی جو شرط سجدہ سہو ہی اور نہ اتصال باقی رہیگا جو تکبیر کیلئے چاہئیے اسیلئے دونو ساقط ہونگے کذا فی الشامی والله اعلم

باب الكسوف

یہہ باب ہی سورج گہن کی نماز کے ذکر مین مناسبته امامن حیث الاتحاد والتضاد مناسبت صلوة کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہی یا باعتبار ایکدوسرے کی ضد ہونیکے ہم اتحاد سے یہہ غرض کہ عید اور کسوف دونونکی نمازین جماعت سے دن کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہین اور تضاد سے یہہ مراد کہ انسان کی دو حال ہین ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ وخوف کا تو عید اکثر امن وسرور کا وقت ہی اور گہن خوف واندوہ کا یا یہہ کہ جماعت عید مین شرط ہے اور جہر سے پڑہنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی نه الجوهری انه بالکاف وللخاء للشمس والقمر پہر اکثر فقہا کہتے ہین کہ کسوف کاف سے سورج گہن ہی اور خسوف خ سے چاند گہن ہم اور بعض کا قول یہہ ہی کہ کسوف اور خسوف دونو کا استعمال چاند اور سورج گہن مین برابر ہے مگر جوہری نے افصح قول اول کو کہا ہے پہر معلوم کرنا چاہئیے کہ نماز کسوف قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہی قرآن سے اسطرح کہ الله تعالی

الكسوف

فرماتا ہی (وما نرسل بالآیات الا تخویفا) یعنی ہم نشانیان نہین بہیجتے مگر ڈرانے کو یعنی تاکہ بندی ڈرکر اوسکی طاعت بجالاوین اور اوسکی طرف
رجوع کرین اور رب کیطرف رجوع سب سی زیادہ نماز کی حالت مین ہی آور بخاری کی حدیث مین ہی کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کی سبب سے
نہین گہنتے بلکہ یہہ دونو گہن خدا تعالی کی نشانیان ہین جب تم اونکو دیکہو تو اوٹھکر نماز پڑہو اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکو پڑہا ہے
اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہے کذا فی الطحطاوی یصلی بالناس من یملک اقامة الجمعة بیان للمستحب وما فی السراج لا بد من
شرائط الجمعة الا الخطبة رده فی البحر عند الکسوف رکعتین بیان لاقلها وان شاء اربعا او اکثر رکعتین رکعتین بتسلیمة او کل اربع مجتبی نماز پڑہاوے
لوگونکو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا یعنی سلطان یا قاضی سورج گہن کیوقت دو رکعتین شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا
بیان ہی یعنی مستحب ہے کہ قاضی یا سلطان امام ہو انکا ہونا نماز کی شرط نہین اور سراج مین جو یہہ ہی کہ نماز کسوف مین شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہے
سوا خطبہ کے تو اوسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی یہہ کہکر کہ اسبیجابی نے تصریح کردی ہی کہ سلطان کا ہونا مستحب ہی شرط نہین اور ماتن کا رکعتین کہنا
بیان ہے اقل درجہ نماز کا اگر نمازی چاہے تو چار پڑھے یا زیادہ ہر دوگانہ پر سلام پہیرے یا چار چار پر کذا فی المجتبی وصفتها کالنفل
ای برکوع واحد فی غیر وقت مکروه بلا اذان ولا اقامة ولا جهر ولا خطبة اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہی یعنی ایک رکوع سی
وقت مکروہ کے سوا دوسری وقتون مین بدون اذان اور تکبیر اور بدون پکار کر پڑہنے اور خطبے کے پڑھے م ایک رکوع کی قید اسلئی لگائی
کہ امام شافعی کے نزدیک دو رکوع سے پڑہتے ہین اور اگر سورج گہن وقت مکروہ مین ہو مثلا عصر کے بعد تو لوگ دعا مین مشغول ہون نماز نہ
پڑہین اور عدم جہر کی قید اسلئی کی کہ صاحبین اس نماز مین جہر کرنیکو فرماتے ہین اور خطبہ اس نماز مین نہین کیونکہ کسی اثر مین خطبہ منقول نہین
اور جو کسوف کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کے وفات کے دن ہوا اور اوسمین آپنے خطبہ پڑہا تو وہ اسلئی تہا کہ جو لوگ یہہ وہم
کرتے تھی کہ یہہ گہن آپکے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہی اونکا وہم دور فرمائین کسوف کی خصوصیت سی نہ تہا کذا فی الطحطاوی وینادی
الصلوة جامعة لیجتمعوا اور پکار دیا جاوے بلفظ الصلوة جامعة تاکہ لوگ اکٹھے ہو جاوین م یعنی بجای اذان ان لفظون سی اعلام کردینا چاہیئے
طحطاوی نے کہا کہ الصلوة مبتدا ہی اور جامعة خبر اور یہہ جملہ بمعنی انشاء ہی ویطیل فیهما الرکوع والسجود والقراءة والادعیة والاذکار الذی
هو من خصائص النافلة ثم یدعو بعدها جالسا مستقبل القبلة او قائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون حتی تنجلی الشمس کلها اور طول دے
اس نماز مین رکوع اور سجدہ اور قرارت اور دعاؤن اور ذکرون کو ایسا طول جو نفل نماز کے خواص سی ہی پہر دعا مانگی بعد اس نماز کے بیٹھا ہوا
قبلہ رخ یا کہڑا ہوکر لوگون کیطرف منہ کرکے اور سب لوگ آمین کہین دعا اوسوقت تک مانگی کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہو جای م
قرارت طویل اسقدر کہ پہلی رکعت مین سورہ بقر اور دوسری مین آل عمران پڑہی اور اگر یہہ یاد نہون تو انکی برابر دوسری سورتین پڑہی طحطاوی نے
کہا کہ مسنون یہہ ہی کہ دعا اور نماز مین سارا وقت گہن کا پورا ہو جای تو اگر نماز کو خفیف پڑہی تو دعا کو طول دی اور دعا مختصر کری تو قرارت طویل کری
اور رکوع اور سجدہ اگر چاہی چہوٹا کری چاہی بڑا تو شارح نے جو یطیل کہا اس سی یہہ غرض کہ اگر اوسکا دل چاہے تو طول دی اور دعا مانگنا کہڑی ہوکر اور
لوگونکی طرف منہ کرکے اچہا ہی اور کہڑی ہونے مین اگر لاٹھی یا کمان پر سہارا دیلی تو بہتر ہی اور دعا کے لئی منبر پر نہ چڑہی کذا فی النہر وان
لم یحضر الامام للجمعة صلی الناس فرادی فی منازلهم تحرزا عن الفتنة کالخسوف للقمر اور اگر امام جمعہ حاضر نہو یعنی جسکو اختیار جمعہ پڑہانے
کا ہی وہ موجود نہو تو لوگ تنہا اپنی گہرونمین نماز پڑہین واسطی بچنے کے جہگڑی سی یعنی بڑے مجمع مین پیش امام ہونیکا جہگڑا ہوا کرتا ہی اسلئی
گہرون پر تنہا پڑہ لینا بہتر ہی مثل چاند گہن کی نماز کی کہ اوسکو بہی تنہا گہرونپر پڑہین خواہ امام موجود ہو یا نہین کیونکہ یہہ نماز رات
کو ہوتی ہی اوسوقت جمع ہونا لوگون کا خالی حرج سی نہین م ظہیریہ مین یہہ ہی کہ اپنی اپنی محلہ کی مسجدون مین تنہا پڑہ لین اور اگر جمعہ
کا امام اجازت دیدی تو محلہ کا امام جماعت سی پڑہا دی کذا فی الطحطاوی والریح الشدیدة مطلقا والظلمة القویة نهارا والضوء القوی

لیلاً والفزع الغالب ونحو ذلک من الآیات المخوفۃ کالزلازل والصواعق والبلایا والمطر الدائمین وعموم الامراض ومنہ الدعاء برفع الطاعون وقول ابن حجر بدعۃ ای حسنۃ وکل طاعون وباء ولا عکس وتمامہ فی الاشباہ ۔ اور جیسے نماز پڑہین تنہا وقت سخت آندہی کے مطلق یعنی دنکو ہو یا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہوجانیکے رات کو اور وقت خوف غالب کے دشمن وغیرہ سے اور مثل اونکی خوفناک حوادث کیوقت مثلاً زلزلون اور کڑک بجلیون کیوقت اور متواتر برف اور مینہ کے برسنے کیوقت اور بیماریون کی کثرت کیوقت اور اسی مین داخل ہے دعا کرنا بعد دوگانہ نماز کے واسطے دور ہونے طاعون کے اور ابن حجر کا یہہ کہنا کہ یہہ نماز بدعت ہے اُس سے مراد بدعت حسنہ ہے اور جو طاعون ہے وہ وبا ہے اور اسکا عکس نہین یعنی یہہ نہین کہ ہر وبا طاعون ہو اور اسکا پورا بیان اشباہ مین ہے ٭ طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہے اسلئے وبا عام ہے اور طاعون خاص اور مینہ اور برف مین دوام کی قید اسلئے لگائی کہ انکا دوام بلا ہے نہ رحمت وفی العینی صلوٰۃ الکسوف سنۃ واختار فی الاسرار وجوبہا وصلوٰۃ الخسوف حسنۃ وکذا البقیۃ اور عینی مین ہے کہ کسوف کی نماز سنت ہے اور اسرار مین اختیار کیا ہے اوسکے واجب ہونے کو اور چاند گہن کی نماز حسن ہے یعنی اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہے کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح باقی نمازین آندہی وغیرہ کے اوقات مین حسن ہین ٭ نماز کسوف کے واجب ہونیکی دلیل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بصیغہ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز ان حوادث مین سے دیکہو تو نماز کیطرف التجا لیجاؤ اور فتح القدیر مین کہا کہ امر اس حدیث مین استحباب کے لئے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الفتح واختلف فی استنان صلوٰۃ الاستسقاء فلذا اخرہا واللہ تعالیٰ اعلم اور فتح القدیر مین ہے کہ اختلاف کیا گیا ہے نماز استسقا کے مسنون ہونے مین تو اسلئے مصنف نے اسکو پیچہے بیان کیا واللہ اعلم ٭

باب الاستسقاء

یہہ باب ہے طلب باران کے ذکر مین ٭ مناسبت اسکی نماز کسوف سے یہہ ہے کہ دونو مین اجتماع لوگونکا ہوتا ہے پہر استسقا کے معنی لغت مین دوسرے سے پانی دینے کی درخواست ہے اور شریعت مین خشک سالی کیوقت خدا تعالیٰ سے مینہ کے طلب کرنے کو کہتے ہین ایک خاص صورت پر اور وہ ایسے مقام مین مشروع ہے جہان جہیلین اور نہرین کہیتون کے سینچنے اور چوپایون کے پانی پلانے کو نہون یا ہون مگر کافی نہون اور اگر کافی ہون تو دعا کے لئے باہر نجائین کذا فی الطحطاوی ہو دعاء واستغفار لانہ السبب لارسال الامطار استسقا دعا ہے اور مغفرت چاہنی گناہون سے اسلئے کہ درخواست مغفرت سبب ہے مینہ کے برسنے کا ٭ یعنی امام کہڑا ہوکر قبلہ رخ ہاتہہ اوٹہاکر دعا مانگے اور آدمی قبلہ کو منہ کرکے بیٹہے ہوئے آمین کہتے جائین اور وہ ان الفاظ سے دعا کرے (اللہم اسقنا غیثا مغیثا ہنیئا مریئا مریعا غدقا عاجلا غیر رائث مجللا سحا طبقا دائما) اور جو الفاظ انکی مانند ہون اور دعا آہستہ بھی کرے اور پکار کر بھی اور استغفار سبب ہے مینہ برسنے کا یعنی قرآن مجید مین ارشاد فرمایا (فاستغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا) یعنی مغفرت چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہے بہت بخشنے والا بہیجیگا تمپر مینہ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت مین استغفار کو سبب مینہ برسانیکا فرمایا کذا فی الطحطاوی بلا جماعۃ مسنونۃ بل ہی جائزۃ وبلا خطبۃ وقالا تفعل کالعید وہل یکبر للزوائد خلاف طلب کرنا مینہ کا دعا ہے بدون جماعت مسنون کے بلکہ جماعت جائز ہے نہ مکروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دعا کیجاے مثل عید کی یعنی امام دوگانہ نماز جہر سے بدون اذان اور تکبیر کے پڑہا دے پہر زمین پر کہڑا ہوکر تلوار یا عصا پر سہارا دیکر خطبہ پڑہے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کیا تکبیر زائد اس دوگانہ مین کہے اسمین خلاف ہے یعنی امام محمد سے مروی ہے کہ زائد تکبیرین بہی کہے اور مشہور روایت صاحبین سے یہہ ہے کہ تکبیرین نہ کہے کذا فی الشامی وبلا قلب رداء خلافا لمحمد اور دعا ہے بدون چادر بدلنے کے بخلاف امام محمد کے ٭ یعنی امام اعظم کے نزدیک اور دعاؤن کیطرح اس دعا مین بہی چادر نہ بدلے اور امام محمد کے نزدیک چادر بدلے یعنی تہوڑا سا خطبہ پڑہکر چادر پلٹ لے اسطرح کہ داہنی طرف بائین آجاے اور نیچے کا رخ اوپر ہوجاے اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

ایسا ہی کیا تھا شامی نے کہا کہ فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہی اور جادر بیت امام بلٹنہ مقتدی وبلا حصنوں ذمی ان کان الراجح ان دعاء
الکافر قد یستجاب استدراجا واما قولہ تعالیٰ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ففی الاخرۃ شرح مجمع اور دعا ہی بدون ساتھ
ہونے کافر ذمی کے اگرچہ قول راجح یہہ ہی کہ دعا کافر کی کبھی قبول ہوتی ہی خلاف عادت اور یہہ جو ارشاد خداوندی ہی کہ نہیں ہی دعا
کافرون کی مگر بہکنا تو یہہ آخرت مین ہی کذا فی شروح مجمع م اس امر مین اختلاف ہی کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہی یا نہیں تو بعض فقہا
نے کہا کہ مقبول نہیں ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سی اور نیز اسوجہ سی کہ کافر دعا خدا تعالی سی نہیں مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کو
پہچانتا ہی نہیں اور بعض فقہانے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہی چنانچہ شیطان نے مہلت مانگی اور اوسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب مین بڑا
کافر وہ ہے اور صدر شہید نے کہا کہ فتویٰ اسی پر ھی کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہی خصوص جبکہ مظلوم ہو چنانچہ حدیث مین ہی کہ مظلوم کی
دعا مقبول ہے اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہی اسلئے کہ اوس سی پہلے دوزخ والون کا ذکر ہی کہ جب فرشتون
سے کہین گے کہ اللہ تعالی سے دعا مانگو کہ ہمپر ایکدن عذاب ہلکا کر دی تو وہ کہین گے کہ تمہارے پاس کیا پیغامبر بینات نہ لائی تہی وہ کہینگی
کیون نہیں فرشتے کہین گے کہ تو تم دعا مانگو اور نہیں ہے کافرونکی دعا مگر بہکنا کذا فی الطحطاوی وان صلوا فرادی جاز فھی مشروعۃ
للمنفرد وقول التحفۃ وغیرھا ظاھر الروایۃ لا صلوۃ ای بجماعۃ اور اگر سب لوگ تنہا نماز پڑہین تو درست ہی کیونکہ نماز تنہا کے لئے مشروع ہی
اور تحفہ وغیرہ کا یہہ کہنا کہ ظاہر روایت یہہ ہی کہ استسقا مین نماز نہین اسکی یہہ معنی کہ جماعت کے ساتھ نماز نہین ویخرجون ثلثۃ ایام لانہ
لم ینقل اکثر منھا متتابعات ویندب للامام ان یامرھم بصیام ثلثۃ ایام قبل الخروج وبالتوبۃ ثم یخرج بھم فی الرابع مشاۃ فی ثیاب
غسیلۃ او مرقعۃ متذللین متواضعین خاشعین ناکسین رؤسھم اور جنگل کو جائین دعا کے لئے تین روز برابر اسلئے کہ زیادہ تین روز سی مینہ کی
دعا کے لئے باہر جانا منقول نہیں ہوا اور مستحب ہی امام کو کہ باہر نکلنے سی پیشتر لوگونکو تین دن روزہ رکہنے کا اور گناہون سی خالص توبہ کرنیکا
حکم کرے پھر چوتھے روز اونکے ساتھ نکلے اسطرح کہ سب پیادہ یا دہوئے ہوئے کپڑے پہنے یعنی پرانے یا پیوند لگے ذلیلونکی صورت بنائی فروتنی
اور عاجزی کرتے ہوئی گردن جھکائی ہوئی م جنگل مین جانے کا حکم اُن لوگونکو ہی جو کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے
باشندے نہون کہ اونکے لئے حکم و مانگنا افضل مساجد مین جانیکا ہی اور توبہ خالص سی یہہ غرض کہ حقوق حقدارونکے بھی ادا کردین کہ توبہ مین
یہہ شرط لگی ہوئی ہی کہ کسیکا حق ذمہ پر نرہے کذا فی الطحطاوی ویقدمون الصدقۃ فی کل یوم قبل خروجھم ویجددون التوبۃ ویستغفرون
للمسلمین ویستسقون بالضعفۃ والشیوخ والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امھاتھم اور ہر روز اپنی نکلنے سی پیشتر صدقہ
دیوین اور از سر نو توبہ کرین اور مسلمانون کے لئے دعاء مغفرت کرین اور ضعیفون اور بوڑہون اور بڑہیون اور لڑکون کے ذریعہ سی مینہ
کی دعا کرین اور بچون کو انکی ماؤن سی علٰحدہ کرین م اِن لوگونکے ذریعہ کرنیکے یہہ معنی کہ اونکو آگے کردین تاکہ وہ دعا مانگین اور جوان
آمین کہین کہ اونکی دعا جلد مقبول ہوتی ہی چنانچہ بخاری کی حدیث مین ہی کہ تمکو رزق اور فتح جو ملتی ہی تو تمہارے ضعیفونکی بدولت ہی ملتی ہی اور
بچون کو ماں سی جدا رکھتے ہین یہہ حکمت ہی کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگونکو رقت ہو اور اوسکے سبب سی دریای رحمت ایزدی
جوش مین آوے کذا فی الشامی والطحطاوی ویستحب اخراج الدواب اور مستحب ہی باہر نکالنا جانورون کا اسلئے کہ کبھی مینہ انہین
کے سبب سے عنایت ہوتا ھی چنانچہ احمد نے روایت کیا ہی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگون کے ساتھ مینہ کی دعا کو نکلے دیکھا تو ایک
چیونٹی اپنی ٹانگین آسمان کیطرف اٹھائی ہی آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمہاری دعا اس چیونٹی کی جہت سی مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی
والاولی الخروج مع الامام ومعھم ان خرجوا باذنہ او بغیر اذنہ جاز اور بہتر ہی نکلنا امام کا لوگون کے ساتھ اور اگر لوگ نکلین امام کی اجازت
سے یا بدون اوسکی اجازت کے تب بھی درست ہی ویجتمعون فی المسجد بمکۃ وبیت المقدس لم یذکر المدینۃ کانہ لضیقہ وجسمہم مودین

مسجد الحرام مین مکہ معظمہ مین اور بیت المقدس مین اور یا تن نے مدینہ منورہ کو ذکر نکیا کہ وہان کے لوگ مسجد شریف مین جمع ہوں شاید اُس مسجد کے تنگ ہونے کی جہت سی ذکر نکیا ہوگا م شامی نے کہا کہ یہہ وجہ کافی نہین اِسلئے کہ باشندی مدینہ منورہ کے ایام حج کے قافلون سے زیادہ نہین کہ اونکی گنجائش تو ہو جاوے اور باشندونکی نہو اِسلئے ضرور ہی کہ دعاء باران مسجد مبارک مین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنی کیجاوی جیسا کہ ہر حادثہ کے لئے دعا آپکے مشاہدہ مین کیجاتی ہی اور جو پایون کو ان مساجد کے دروازہ پر کہڑا کیا جاوی وان دام المطر حتی اضر فلا باس بالدعاء بحبسہ وصرفہ حیث ینفع اور اگر مینہ کی جہڑی لگے یہانتک کہ نقصان کری تو مضائقہ نہین دعا کرنیکا اوسکی بند ہونے اور ایسی جگہہ مصروف ہونے کیواسطی جہان مفید ہو م یعنی یون دعا کری کہ الہی اب جہان مینہ کا برسنا مفید ہو وہان برسا اور یہان سی اوسکو ہٹا لے وان سقوا قبل خروجہم ندب ان یخرجوا شکراً للہ تعالیٰ اور اگر باہر جانے سے پیشتر لوگونکو مینہ عنایت ہو تو مستحب ہی کہ اللہ تعالیٰ کے شکریہ کے لئے باہر نکلین یعنی جب قبل سوال کے مطلب پورا ہوگیا تو اب اس انعام کا شکر یہہ ہی کہ باہر نکلکر دعا کرین تا کہ مینہ خاطر خواہ برسے کذا فی الشامی ملتقطاً

باب صلوٰۃ الخوف

یہہ باب ہی نماز خوف کے بیان مین م اِسکی مناسبت نماز استسقا سی یہہ ہی کہ دونو خوف کے وقت ہوتے ہین من اضافۃ الشیء الی شرطہ اضافت صلوٰۃ کی خوف کیطرف چیز کی اضافت ہی شرط کیطرف یعنی خوف شرط ہی اس نماز کی م بعضون نے خوف کو سبب قرار دیا ہی اور کہا ہی کہ اضافت مسبب کی ہی طرف سبب کے شامی نے کہا کہ بظاہر خوف نماز کا سبب ہے اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہی تو اگر خوف سی مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہہ اضافت شرط کیطرف ہی اور اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہون تو اضافت سبب کیطرف ہی ہی جائزۃ بعدہ علیہ السلام عندہما ای عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ خلافاً للثانی بشرط حضور عدو یقیناً فلو صلوا علی ظنہ فبان خلافہ اعادوا او سبع او حیۃ عظیمۃ ونحوہما وحان خروج الوقت کما فی مجمع الانہر والدرایۃ لغیرہ فلیحفظ قلت ثم رایت فی شرح البخاری للعینی انہ لیس بشرط الا عند البعض عند التحام الحرب نماز خوف کی جائز ہی بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنی امام اعظمؒ اور محمدؒ کے بخلاف امام ابو یوسفؒ کے کہ انکی نزدیک جائز نہین اِسوجہ سی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچہے پڑہنے کے ثواب حاصل کرنیکو یہہ نماز مشروع ہوئی تہی بعد آپکے یہہ بات جاتی رہی تو اب اوسکا ادا کرنا جائز نہوگا اور طرفین فرماتے ہین کہ صحابہؓ نے آپکے بعد اس نماز کو پڑہا ہی اسلئے جائز ہے بشرط موجود ہونے دشمن کے یقیناً یا موجود ہونے درندہ یا اژدہا اور اوسکی مثل اور چیزون کے مثلاً آتش زدگی وغیرہ کے شارح نے کہا کہ یقیناً کی قید ہمنی اسلئے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کرکے پڑہین گے پہر اوسکی خلاف ظاہر ہوگا یعنی دشمن موجود نہ نکلیگا تو نماز از سر نو پڑہین اور درست ہی یہہ نماز جبکہ وقت جانیکو ہو چنانچہ مجمع الانہر مین ہی اور یہہ قید مین نے اورونکے کلام مین نہین دیکہی تو اِس قید کو یاد رکہنا چاہیئے پہر مین نے عینی کی شرح بخاری مین دیکہا کہ وقت کا نکلنے کے قریب ہونا اِس نماز کی شرط نہین مگر بعض کے نزدیک جبکہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو م شارح نے عینی کا قول نقل کرکے بیان کر دیا کہ مجمع الانہر کی روایت پر عمل نکرنا چاہیئے اِسلئے کہ وہ بعض کا قول ہی کذا فی الشامی فیجعل الامام طائفۃ بازاء العدو ویصلی باخریٰ رکعۃ فی الثنائی ومنہ الجمعۃ والعید ورکعتین فی غیرہ لزوماً وذہبت الیہ وجاءت الاخریٰ فصلیٰ بہم ما بقی وسلم وحدہ وذہبت الیہ ندباً وجاءت الطائفۃ الاولیٰ واتموا صلوٰتہم بلا قراءۃ لانہم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفۃ الاخریٰ واتموا صلوٰتہم بقراءۃ لانہم مسبوقون تو کری امام ایک ٹولی مثلاً آ دشمن کے مقابل اوسکی ڈرانیکے لئے اور نماز پڑہا دے دوسری ٹولی کو مثلاً ب کو ایک رکعت دو رکعت والی نماز مین اور اسمین داخل ہی جمعہ اور عید اور دو رکعتین پڑہا دے غیر ثنائی مین بطور وجوب

کے یعنی اگر ایک پڑہا دیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور چلی جاے یہہ ب ٹولی دشمن کے سامنے یعنی بعد دوسرے سجدہ کے ایک رکعت پڑہنیکی سورتین اور بعد التحیات کے دو رکعتون کے پڑہنے مین اور آوے آ ٹولی پس اونکو امام پڑہادے باقی نماز یعنی جتنی نماز اوسکو باقی ہے وہ اس ٹولی کے ساتھہ پڑہکر امام اکیلا سلام پہیردے بعد قعدہ اخیر کے پہر یہہ آ ٹولی دشمن کے سامنے جاے براہ استحباب یعنی اگر یہانئین اور اسی جگہہ بقیہ نماز تمام کرلین تو درست ہے اور آوے ب ٹولی اور اپنی نماز پوری کرین بدون قرارت کے اسلئے کہ وہ لاحق ہین اور لاحق کا حکم مقتدی کا سا ہے اور سلام پہیرین پہر وہ آ ٹولی آوے اور اپنی بقیہ نماز تمام کرین قرارت کے ساتھہ اسلئے کہ وہ مسبوق ہین اور مسبوق اور منفرد کا ایک حال ہے م صلوۃ خوف کی کیفیت مین علما کا اختلاف ہے اور متفق ہین سے کہ جائز ہر کیفیت سے ہے مگر اختلاف اسمین ہے کہ بہتر کونسی ہے اور قران مجید مین جو کیفیت مذکور ہے اُس سے زیادہ تر قریب یہہ صورت ہے جو ماتن نے مذکور کی اور دو رکعتونکی نماز مین سفر کی نماز بھی داخل ہے اور عید کی قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوۃ خوف صرف فرضون مین منحصر نہین واجب مین بھی ہوتی ہے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کیطرف ہو تب بھی اس نماز مین کچہہ فرق نہوگا اسیطرح دشمن کے مقابل کی ٹولی اگر قبلہ کیطرف پشت کئی ہو تو کچہہ حرج نہوگا اور دشمن کے مقابل جانا پیادہ معتبر ہے اگر سوار ہو کر جاینگے تو نماز باطل ہو جائیگی وهذا ان تنازعوا في الصلوة خلف واحد والا فالافضل ان يصلي بكل طائفة امام اور یہہ نماز اس کیفیت پر دستور تبین ہے کہ مقتدی ایک ہی امام کے پیچہے نماز پڑہنے مین جہگڑا کرین ورنہ افضل یہہ ہے کہ ہر ٹولی علیحدہ امام کے پیچہے نماز پڑہے م یعنی ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے ساتھہ نماز پڑہے جب امام فارغ ہوے تو یہہ ٹولی دشمن کے سامنے چلی جاے اور دوسری ٹولی کے لئے امام کسیکو اجازت نماز پڑہانے کی دے کہ وہ انکو پڑہادے اور اگر وقت اتنا نہو تو وہی صورت ہے جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی وان اشتد خوفهم وعجزوا عن النزول صلوا ركبانا فرادى الا اذا كان رديفا للامام فيصح الاقتداء بالايماء الى جهة قدرتهم للضرورة اور اگر زیادہ ہو خوف لوگونکو اور عاجز ہون اترنے سے تو نماز پڑہین حالت سواری مین تنہا رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کرکے جس طرفکو اُن سے ہو سکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا مگر وہ شخص کہ امام کے پیچہے سوار ہو ایک سواری پر تو اوسکا اقتدا امام کے پیچہے صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے وفسدت بمشي لغير اصطفاف وسبق حدث وركوب مطلقا وقتال كثير لا بقليل كرمية سهم اور یہہ نماز فاسد ہو جائیگی پیادہ چلنے سے جو دشمن کے سامنے صف باندہنے کے لئے نہو اور نہ بیوضو ہو جانیکے سبب سے ہو اور فاسد ہوگی سوار ہونے سے مطلق یعنی خواہ صف باندہنے کے لئے ہو یا دوسرے مطلب کے لئے اور فاسد ہوگی بہت کشت و خون کرنے سے نہ تہوڑا لڑنے سے مثلاً ایک تیر چلانے سے فاسد نہوگی کیونکہ عمل قلیل ہے اور گہوڑے پر چڑہنا اور بہت لڑنا عمل کثیر ہین اون سے فاسد ہو جائیگی م طحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہین کیونکہ جو کوئی اوسکو دیکہیگا یہی جانیگا کہ نماز نہین پڑہتا والسابح في البحر ان امكنه ان يرسل اعضاءه ساعة صلى بايماء والا لا تصح كصلوة الماشي والسائف وهو يضرب بالسيف اور تیرنے والا دریا مین اگر اوسکو ممکن ہو کہ اپنے اعضا ڈہیلے کردے ساعت بہر تو نماز پڑہے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح نہوگی جیسے نماز پیادہ چلنے والیکی اور تلوار والیکی جبکہ تلوار سے مارتا ہو کہ انکی نماز بھی صحیح نہین

فروع مسائل ملحقہ شارح کی الراكب ان كان مطلوبا تصح صلوته وان كان طالبا لا لعدم خوفه سوار اگر مطلوب ہو یعنی اوسکے پیچہے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اوسکی نماز درست ہے سواری پر اور اگر طالب ہو یعنی دوسرے کو پکڑنے جاتا ہو تو سواری پر اوسکی نماز درست نہین اسلئے کہ اوسکو کچہہ خوف نہین شرعوا ثم ذهب العدو لم يجز انحرافهم وبعكسه جاز لوگون نے نماز خوف شروع کی پہر دشمن چلاگیا تو انکا اپنی جگہہ سے ٹلنا درست نہین یعنی ہر ٹولی جہان کی تہان نماز پڑہ لے کذا فی الشامی اور اسکا عکس ہو تو درست ہے یعنی شروع کیوقت خوف نتہا پہر ہو گیا تو اسصورتین اگر کچہہ لوگ دشمن کے مقابل چلے جاینگے تو یہہ جانا نماز کا مخل نہوگا بسبب ضرورت کے کذا فی الطحطاوی لا تشرع صلوة الخوف للعاصي في سفره كما في الظهيرية وعليه فلا تصح من البغاة مشروع نہین نماز خوف اُس

شخص کے لئے جو اپنے سفر کی جہت سی گناہگار ہو چنانچہ ظہیریہ مین ہے اور اس بنا پر نماز خوف باغیون سے درست نہوگی م یعنی جس شخص کا نفس سفر معصیت ہو جیسے رہزنی اور بغاوت کے لئے سفر کرنا تو اوسکی صلوۃ خوف جائز نہین کذا فی الشامی ف انہ علیہ الصلوۃ والسلام صلاھا فی اربع ذات الرقاع وبطن نخل وعسفان وذی قرد ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑہی اول غزوہ ذات الرقاع مین دوم بطن نخل مین سوم غزوہ عسفان مین چہارم غزوہ ذی قرد مین م ذات الرقاع کے معنی پیوند دون والا اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اسلئے ہوا کہ حضرت ابو موسی اشعری سے بخاری مین روایت ہے کہ اس غزوہ مین ہمارے پانو زخمی ہو گئے تھے اور ناخن گر گئے تھے تو ہم پانو پر چیتھڑے لپیٹتے تھے اس سبب سے اسکو ذات الرقاع کہا یہہ غزوہ تیسری سال ہجرین غزوہ خندق سے پہلے ہوا تھا اور بطن نخل ایک جگہہ کا نام ہے اور عسفان بروزن عثمان مکہ سے دو منزل ایکمقام ہے اور ذو قرد بفتح قاف و را مہلہ و دال مہلہ ایک مقام ہے مدینہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہین یہہ غزوہ ۶ سنہ ہجرین ہوا طحطاوی نے لکھا کہ امداد الفتاح مین حاوی سے منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چوبیس مرتبہ پڑہی اور شارح چار مقام لکھتا ہے تو یا یہہ مراد ہے کہ چار بار غزوونمین اتفاق ہوا اور بیس بار دوسرے مقامونمین یا یہہ کہ ان مقامونمین چوبیس نمازین خوف کی پڑہین واللہ اعلم

باب صلوۃ الجنازۃ

یہہ باب ہے جنازہ کی نماز اور اوسکے لواحق کے ذکرمین م مناسبت اسکی ماقبل سے یہہ ہے کہ خوف و قتال کبھی نوبت موت کی پونہچاتے ہین اور اسکو پیچھے اسلئے بیان کیا کہ یہہ نماز ہر صورت سے نماز نہین کیونکہ بلا رکوع اور سجدہ اور اذان و تکبیر کے ہوتی ہے دوسری یہہ کہ یہہ نماز آدمی کے آخر حال سے متعلق ہے کذا فی الطحطاوی من اضافۃ الشئ الی سببہ نماز کی اضافت جنازہ کیطرف چیز کی اضافت ہے اپنے سبب کیطرف یعنی میت سبب ہے اس نماز کا وھی بالفتح للمیت وبالکسر السریر وقیل لغتان اور جنازہ بفتح جیم مردہ کو کہتے ہین اور بکسر جیم چارپائی یا تابوت ہے جسپر مردہ ہوتا ہے اور جسکو نعش کہتے ہین اور ایک قول یہہ ہے کہ بفتح اور کسر دونو مردہ کو کہتے ہین کذا فی الشامی والموت صفۃ وجودیۃ خلقت ضد الحیوۃ وقیل عدمیۃ اور موت ایک کیفیت وجودی ہے پیدا ہوئی ہے زندگی کے مقابل اور ایک قول یہہ ہے کہ کیفیت عدمی ہے م موت مین اختلاف ہے کہ وجودی چیز ہے یا عدمی جو وجودی کہتے ہین اونکی دلیل یہہ ارشاد خداوندی ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ یعنی پیدا کیا اللہ تعالی نے موت اور حیات کو تو چونکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے اور اوسمین اور حیات مین مقابلہ ضدین کا ہے کہ دونو جمع نہین ہو سکتین اور جو لوگ عدمی کہتے ہین اونکی دلیل یہہ ہے کہ زندہ چیز سے مراد حیات کو نیست کرنیکا نام موت ہے تو عدمی ہوئی اور انمین مقابلہ عدم اور ملکہ کا ہے اور اکثر محققین نے دوسری قول کو یعنی عدمی ہونے کو اختیار کیا ہے اور آیت کے معنی یہہ کہی ہین کہ مقدر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشامی یوجہ المحتضر وعلامتہ استرخاء قدمیہ واعوجاج منخرہ وانخساف صدغیہ القبلۃ علی یمینہ ھو السنۃ منہ پھیرا جاوے وہ شخص جو مرنیکو ہو قبلہ کیطرف دہنی کروٹ پر اور یہہ منہ پہیرنا سنت ہے شارح نے کہا کہ علامت موت کے قریب ہونیکی یہہ ہے کہ پانو اوسکے ڈہیلے ہو جائین اور ناک کا بانسا ٹیڑہا ہو اور کن پٹیان اندر کو دھسجائین م طحطاوی نے کہا کہ محتضر بصیغہ اسم مفعول ہے یعنی جسپر موت حاضر ہوئی یا فرشتے موت کے آموجود ہوئے

وجاز الاستلقاء علی ظہرہ وقدماہ الیہا وھو المعتاد فی زماننا ولکن یرفع راسہ قلیلا لیتوجہ للقبلۃ وقیل یوضع کما تیسر علی الاصح صححہ فی المبتغی وان شق علیہ ترک علی حالہ والمرجوم لا یوجہ معراج اور جائز ہے چت لٹانا پشت پر اوسصورتمین کہ دونو پانو اوسکے قبلہ کیجانب ہون اور یہی صورت رائج ہے ہمارے زمانہ مین لیکن اوسکا سر تہوڑا سا اوبہار دیا جاوے تاکہ جانب قبلہ اسکا منہ ہوجاوے آسمان کیطرف نہو اور ایک قول یہہ ہے کہ منہ قبلہ کیطرف کر دیا جائے جسطرح بن سکے صحیحتر قول کے بموجب یعنی داہنی کروٹ پر ہو یا بائین پر یا چت لٹانے سے اوسیطرح منہ قبلہ کیطرف کر دینا چاہئے تصحیح کی ہے اس قول کی مبتغے مین اور اگر قبلہ رخ کرنیمین اوسکو تکلیف ہو تو اپنے حال پر چھوڑ

دیا جائے اور جو شخص زنا کے سبب سے سنگسار ہوا ہو اوسکا منہ قبلہ کیطرف نکیا جاے اوسکی زجر کے باعث سے کذا فی الطحطاوی ویلقن ندبا و
قیل وجوبا بذکر الشہادتین لان الاولی لا تقبل بدون الثانیۃ عندہ قبل الغرغرۃ اور کیا جاے بطور استحباب اور ایک قول مین بطور
وجوب ذکر شہادتین کا اوسکی پاس غرغرہ سے بیشتر اسلئے کہ اول شہادت بدون دوسری کے مقبول نہین ہے م تلقین کے معنی فہمائش کی ہین
اور یہان یہہ مراد ہے کہ مرنیوالے کے پاس اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ ایسی طرح پڑہا جاے کہ وہ بھی آواز سنکر انہین
کلمات طیبات سے رطب اللسان ہو یا اوسکو یون کہا جائے کہ ان کلمات کو دہیان کریا اور کسیطرح یاد دلایا جائے اور یہہ یاد دہانی اوسوقت
تک ہے کہ جان حلق مین نہ آئی ہو ورنہ اوسوقت شہادتین کو نہ بول سکیگا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہے اور جس
کسی نے واجب کہا ہے وہ مجازا کہدیا ہے اور بعض فقہا نے لکہا ہے کہ صرف لا الہ الا اللہ کی تلقین کافی ہے اسلئے کہ حدیث شریف مین ہے کہ جسکا آخر
کلام لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت مین داخل ہوگا اسلئے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین بھی چاہیئے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار
رسالت کے مقبول نہین طحطاوی نے کہا کہ یہہ تعلیل کافر کے حق مین ہے مسلمان کے لئے اقرار توحید کافی ہے واختلف فی قبول توبۃ الیاس
والمختار قبول توبتہ لا ایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہا اور جان کندنی کیوقت کی توبہ مقبول ہونیمین اختلاف ہے اور مختار یہہ ہے کہ اوسکی توبہ
قبول ہوتی ہے اور ایمان قبول نہین ہوتا اور فرق بزازیہ وغیرہا مین مرقوم ہے م جان کندنی کیحالت مین ایمان تو بالاتفاق مقبول نہین چنانچہ
اللہ تعالے فرماتا ہے (فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا) اور توبہ کے قبول اور عدم قبول مین اختلاف ہے مختار یہی ہے کہ توبہ مقبول
ہوتی ہے اسلئے کہ قران مجید مین ارشاد ہے (ہو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ) اس آیت مین قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابوداؤد کی حدیث مین
بھی مطلق مذکور ہے چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالی بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جبتک کہ جان اوسکی حلق مین غرغر نہو لے کذا فی الشامی مختصرا
غیر ملح علیہ بہا لئلا یضجر واذا قالہا مرۃ کفاہ ولا یکرر علیہ ما لم یتکلم لیکون آخر کلامہ لا الہ الا اللہ تلقین کیا جاے بدون حکم کرنے کے
اوسکو شہادتین کا تاکہ دق ہوکر انکار نکر دے یعنی تلقین مین اوسکو امر نکرین کہ یون کہہ تاکہ وہ انکار نکر بیٹھے اور جب وہ ایکمرتبہ کہہ چکے تو
کافی ہے اور دوبارہ تلقین نہ کیا جاے جبتک کہ اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اوسکا لا الہ الا اللہ ہو یعنی اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کرے تو پھر
تلقین چاہیئے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو نہ دوسری بات ویندب قراءۃ یس والرعد اور مستحب ہے مرنیوالے کے پاس سورہ یس اور رعد کا پڑہنا م
یعنی اسلئے کہ یس کے پڑہنے کا حکم حدیث مین آیا ہے اور سورہ رعد اسوجہ سے کہ حضرت جابر نے فرمایا کہ اس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہے کذا
فی الشامی ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ اور تلقین نکیا جاے بعد دفن کرنیکے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نکیا جاے م چونکہ حدیث
مین آیا ہے کہ لقنوا موتاکم یعنے تلقین کرو اپنے مردونکو تو بعض محققین نے اس حدیث مین موت حقیقی مراد لیکر تلقین بعد موت کے جائز کہی ہے
اور بعض نے بمقتضای ظاہر آیت (انک لا تسمع الموتی) یعنی تو نہین سناتا مردونکو تلقین کرنا جائز کہا فتح القدیر مین بعد کلام طویل کے کہا کہ
تلقین بعد دفن سے کچھ ضرر نہین اگر اس سے فائدہ ہے کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہے چنانچہ آثار مین وارد ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہہ
ہے کہ تلقین نکیجاے وفی الجوہرۃ انہ مشروع عند اہل السنۃ اور جوہرہ مین ہے کہ تلقین مشروع ہے اہل سنت کے نزدیک کیونکہ اللہ تعالی مردہ
کو قبر مین زندہ کرتا ہے چنانچہ احادیث مین وارد ہے کذا فی الطحطاوی ویکفی قولہ یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیہ وقل رضیت باللہ ربا
وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قیل یا رسول اللہ فان لم یعرف اسمہ قال ینسبہ الی آدم وحواء اور کافی ہے کہنا تلقین کرنیوالیکا اسطرح کہ اے
فلان اے فلان کے بیٹے یاد کر اوسبات کو جسپر تو تہا یعنی اللہ تعالی پر اور اوسکے رسولون پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے سوال کرین تو یون
کہنا کہ مین راضی ہوا اس سے کہ اللہ میرا رب اور اسلام میرا دین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہین کسی نے پوچہا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اگر مردہ کا نام معلوم نہو آپنے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے آدم اور حوا علیہما السلام کیطرف یعنی مردہ کو یون کہنا چاہیئے اے آدم کے

بیٹے اور عورت ہو تو یون کہے ای حوا کی بیٹی ومن لا یسئال ینبغی ان لا یلقن والاصح ان الانبیاء علیہم السلام لا یسئلون ولا اطفال المومنین
وتوقف الامام فی اطفال المشرکین وقیل ہم خدم اہل الجنۃ اور جو شخص کہ قبر مین سوال نکیا جاے مناسب ہے کہ اوسکو تلقین بھی کیجاے اور صحیح یہہ
ہے کہ انبیا علیہم السلام سے سوال نہین ہوتا اور نہ مومنون کے بچون سے اور توقف فرمایا ہے امام اعظم رح نے مشرکین کے بچون کے باب مین کہ ان سے
سوال ہوتا ہے یا نہین اور وہ دوزخ مین رہین گے یا جنت مین اور کہتے ہین کہ وہ جنت والون کے خادم ہونگے ھ جن لوگون سے سوال نہوگا
وہ یہہ ہین انبیا اور شہید اور غازی اور صدیق اور بچے اور جو شخص روز جمعہ یا اوسکی شب مین مرے اور جو شخص ہر شب سورہ ملک پڑھے
اور اطفال مشرکین مین اخبار کے تعارض کے باعث قول اصح یہی ہے کہ انکا معاملہ اللہ تعالی کی مشیت پر سپرد کرنا چاہیے کیونکہ حدیث صحیح
مین ہے کہ اللہ تعالی زیادہ جانتا ہے جو کچھہ اطفال مشرکین عمل کرتے کذا فی الشامی ویکرہ تمنی الموت وتمامہ فی النہر وسیجئ فی الحظر
اور مکروہ ہے تمنا کرنی موت کی یعنے صدمات وغیرہ سے تنگ ہوکر یہہ تمنا کرے کہ مین مرجاؤن اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہے اور کتاب الحظر
والاباحۃ مین آگے آویگا ھ نہر الفائق مین کہا ہے کہ اگر بمجبوری موت مانگے تو یون دعا کرے الہی مجکو زندہ رکھہ جبتک کہ زندگی میرے حق مین بہتر
ہو اور مجکو موت دے جسوقت کہ موت میرے حق مین بہتر ہو کذا فی الطحطاوی لفظ فی الحظر اکثر نسخون مین نہین وما ظہر منہ من کلمات کفریۃ یغتفر
فی حقہ ویعامل معاملۃ موتی المسلمین حملا علی انہ فی حال زوال عقلہ لذا اختار بعضہم زوال عقلہ قبل موتہ ذکرہ الکمال اور جو الفاظ
کفر کے میت سے جان کنی مین سرزد ہون اونکے لیے اوسکی حق مین مغفرت مانگنی چاہیے اور اوسکی ساتھہ مسلمانون کے مردون کا سا معاملہ کرنا
چاہیے یعنی اسوقت کے کفریہ الفاظ کہنے سے اوسکو کافر نہ کہا جائیگا اس خیال سے کہ وہ اپنی عقل کے زائل ہونیکی حالت مین ہے اور اسی
جہت سے بعض فقہا نے اختیار کیا ہے میت کی عقل کا جاتا رہنا اوسکی موت سے پیشتر ذکر کیا ہے اوسکو کمال الدین محقق نے ھ یعنی اس جہت سے
عقل کا زائل ہونا پسند کیا ہے کہ ایسا نہو کہ مرنیکے درد سے یا شیطان کے دہوکے سے کلمات کفر قصداً بکنے لگے اور خاتمہ کفر پر ہو تو اگر اسوقت
مین عقل نہونیکا حکم کیا جائیگا تو ان کلمات سے کافر نہوگا کذا فی الشامی فاذا مات تشد لحیاہ وتغمض عیناہ وتحسینا لہ یقول مغمضہ
بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللہم یسر علیہ امرہ وسہل علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقائک واجعل ما خرج الیہ خیرا مما خرج الیہ ثم
تمد اعضاءہ ویوضع علی بطنہ سیف او حدید لئلا ینتفخ ویحضر عندہ الطیب ویخرج من عندہ الحائض والنفساء والجنب
پس جب وہ شخص مرجاوے تو اوسکی جبڑے باندہ دیے جائین اور اوسکی آنکھین بند کیجائین اوسکی اچہا معلوم ہونیکو یعنی اگر منہ اور آنکھین کہلی
رہین گی تو صورت خوفناک معلوم ہوگی اور کہے آنکھونکا بند کرنیوالا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ الہی تو اس مردہ پر اسکا معاملہ تجہیز و تکفین
وغیرہ کا آسان کر اور سہل کر اوسپر وہ حال جو اوسکو آگے کو درپیش ہو یعنی سوال قبر اور اہوال قیامت اوسپر سہل کر اور اوسکو مشرف
کر اپنے دیدار سے اور جس چیز کیطرف وہ نکلا ہے اوسکو بہتر کر بنسبت اوسکی جس سے وہ نکلا ہے یعنی آخرت کو اوسکی حق مین دنیا سے بہتر کر پھر
اوسکی اعضا پھیلا دیے جائین اور اوسکی پیٹ پر تلوار یا لوہا رکھدیا جاوے تاکہ پیٹ نہ پہولے شامی نے کہا کہ لوہا یا آئینہ بالخاصیت پیٹ
کو پہولنے نہین دیتا اور اگر لوہا یا آئینہ نملے تو بہاری چیز رکھدی جاے اور اوسکی پاس خوشبو حاضر کیجاے اور اوسکی پاس سے حیض و نفاس
والی عورتین اور ناپاک آدمی چلی جائین ویعلم بہ جیرانہ واقاربہ ویسرع فی جہازہ اور اطلاع کیجاے اوسکی مرنیکی اوسکے ہمسایون اور رشتہ دارون
کو اور جلد ہی کیجاے اوسکا سامان کفن و دفن مین کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ مسلمان کے مردہ کو اوسکی گھر والون مین روکنا نچاہیے
کذا فی الشامی ولا یقرأ عندہ القران الی ان یرفع الی الغسل کما فی القہستانی معزیا الی النتف اور پڑہا جاے میت کے پاس قرآن
یہانتک کہ اٹھایا جاے نہلانے کو جیسا کہ قہستانی مین ہے نتف کیطرف منسوب ھ طحطاوی نے کہا کہ نتف مین ولا یقرؤ ہے بصیغہ اثبات
اور شامی نے کہا کہ مین نے بھی قہستانی کے دو نسخون مین دیکہا لا کو نفی دونون مین نہین پایا علاوہ اسکی اگر لا ہو تو نتف اور زیلعی کے قولین

اختلاف نہین رہتا اور نہ بحر الرائق کی توجیہ کی کچھ حاجت رہی جو شارح آگے بیان کرتا ہی اس سی معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کاتب سی زیادہ ہوگیا ہی
قلت ولیس فی النتف الی الغسل بل الی ان یُرفع فقط وفسّرہ فی البحر برفع الروح وعبارۃ الزیلعی وغیرہ تکرہ القراءۃ عندہ حتی
یُغسل وعللہ الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیہا للقرآن عن نجاسۃ المیت لتنجسہ بالموت مین کہتا ہون کہ نتف مین نہانے تک کی قید نہین
بلکہ اوسمین صرف اتنا ہی کہ پڑہا جاوی قران میت کے پاس اٹھائی جانے تک اور بحر الرائق مین اٹھائی جانے کی تفسیر میت کی روح کے اٹھائی
جانے سی کی ہی یعنی صرف جان نکلنی تک قران پڑھو بعد اوسکے نہ پڑھی اور زیلعی وغیرہ کی عبارت یہہ ہی کہ مکروہ تحریمی ہے قرارت قران مردے کے
پاس یہانتک کہ نہلایا جاوی اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکی علت یہہ بیان کی ہی کہ اسصورت مین قران کا علیحدہ کہنا ہی میت کی نجاست
سے کیونکہ میت موت کے سبب سی نجس ہوجاتا ہی قیل نجاسۃ خبث وقیل حدث بعض فقہانے کہا کہ میت کی نجاست حقیقی ہی اور بعض نے
کہا کہ حکمی ہے م اول قول کی دلیل یہ ہے کہ آدمی خون کا پتلا ہے مثل دوسرے حیوانون کے تو جیسے دوسری مردار نجس حقیقی ہین ویسے ہی
آدمی بھی ہوجاتا ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر تر ہے اور اسی کو کافی مین صحیح کہا ہی اور یہی وجہ ہی کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے
سے پیشتر کوئین مین گرجاوی تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے اور نہلانے سی جو پاک ہوجاتا ہی تو یہہ مسلمان کی تعظیم کی جہت سی ہی اور دوسری قول
کی دلیل یہہ ہی کہ موت کے باعث سی وضو جاتا رہتا ہے بسبب ڈہیلی ہوجانے مفاصل کے جیسے سونے سی جاتا رہتا ہی اور زندگی مین بیوضو
ہونے سی جو صرف تہوڑی سی اعضا دہوتے ہین اوسکی وجہ یہہ کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہے اگر تمام بدن دہویا کرتے تو بڑا حرج
ہوتا اسلئی چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور مرنے اور جنابت مین وہ حرج نہین اسلئی تمام بدن کا دہونا مشروع ہوا دوسرے یہہ کہ حاکم نے
حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی مردون کو نجس مت جانو کہ مسلمان نہ زندہ نجس
ہوتا ہی نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سی معلوم نہین ہوتا کہ مردہ کی نجاست حکمی ہی بلکہ یہہ معنی ہین کہ مسلمان مردہ نہلانے سی پاک ہوجاتا
ہے اوسکی نجاست دائمی نہین بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانیکے بھی پلید رہتا ہے غرضکہ مختار اکثر فقہا کا قول اول ہی ہی وعلیہ فینبغی
جوازہا کقراءۃ المحدث م اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیے کہ اوسکے پاس قرارت درست ہو جیسی بیوضو کو قران کا پڑہنا درست ہے
م حاصل یہہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جاوی جیسا بیوضو آدمی ہوتا ہی تو اوسکے پاس قرآن کا پڑہنا مکروہ نہین اور نتف کا قول اسی پر محمول ہے
اور اگر اور مردہ جانورون کیطرح نجس ٹھہرایا جاوی تو مکروہ ہی اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ مکروہ اوس
وقت ہی کہ مردہ کے قریب پڑہا جاوی اور اگر دور پڑہا جاوی تو مکروہ نہین شامی نے کہا کراہت مین یہہ قید بھی ہونی چاہئی کہ مردہ پاک
چادر سے چھپا نہو اور اگر چھپا ہوا ہوگا تب بھی قرارت مکروہ نہوگی ویوضع کما مات کما تیسّر فی الاصح علی سریرٍ مجمّرٍ وترًا الی سبعٍ فقط
ککفنہ وعند موتہ وھی ثلث لا خلفہ ولا فی القبر اور جبکہ مرجاوی رکہا جاوی جسطرح بن سکی صحیح قول مین تخت پر جسکو طاق مرتبہ بسایا ہو
سات دفعہ تک فقط کذا فی الفتح یعنی اس سی زیادہ نہ بسائین مثل اوسکی کفن کے کہ وہ بھی طاق دفعہ بسایا جاوی اور اوسکی موت کیوقت خوشبو
بسانی چاہیئے تو یہہ تین وقت کا بسانا ہوا نہ پیچھے اوسکی اور نہ قبر مین م بسانے سی مراد یہہ کہ کسی برتن مین آگ رکھکر اوسپر خوشبو جلاوین
اور اوسکو مردہ یا کفن کے گرد پہراوین تو یہہ بسانا تین وقت چاہیئی اول جسوقت اوسکی جان نکلے دوم غسل کیوقت سوم کفنانیکے وقت
اور جنازہ کے پیچھے ایسی خوشبو نہ لیجائین کہ احادیث مین منع وارد ہی کہ جنازہ کے پیچھے آگ مت لیچلو اور نہ قبر کو بسائین کہ قبر مین آگ لیجانی
بدفالی ہے اور یہہ جو کہا کہ بعد مرنیکے تختہ پر رکہین یہہ اوسصورت مین ہی کہ جان اوسکی زمین پر نکلی ہو باین لحاظ کہ زمین کی تری سی اوسکا
بدن بگڑ نجاوی پہر تختہ پر رکہنا ایک قول یہہ ہی کہ شمالاً جنوباً رکہین قبر کیطرح اور ایک قول یہہ ہی کہ پانو قبلہ کیطرف کرین اور اصح یہہ ہی کہ جیسی
ممکن ہو ویسی رکہین کذا فی الشامی بتصرف وکرہ قراءۃ القرآن عندہ الی تمام غسلہ عبارۃ الزیلعی حتی یُغسل وعبارۃ النہر قبل غسلہ

اور مکروہ تحریمی ہی قرآن کا پڑہنا میت کے پاس اوسکو غسل پورا ہونے تک زیلعی کی عبارت یون ہی کہ جبتک میت کو غسل دیا جاوے اور نہر الفائق مین یہہ ہے کہ اوسکے غسل سے پیشتر مکروہ ہے م اختلاف الفاظ کسی فائدہ کے لئی نہین مراد سبکی یہی ہی کہ غسل ہو چکنے تک قرات مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وتستر عورته الغليظة فقط على الظاهر من الرواية وقيل مطلقا الغليظة والخفيفة وصحح صححه الزيلعي وغيره اور پوشیدہ کیجاوی مردہ کی صرف شرمگاہ غلیظ ظاہر روایت کے بموجب اور ایک قول یہہ ہے کہ مطلق برہنگی چھپائی جاوی خواہ خفیف ہو یا غلیظ اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے یعنی زیلعی وغیرہ نے اوسکو صحیح کہا ہی م عورت غلیظہ مقام پاخانہ اور پیشاب اور اونکے آس پاس کو کہتے ہین اور عورت خفیفہ ناف سی لیکر گھٹنون تک ہی تو قول صحیح یہہ ہے کہ نہلانے مین ناف سی لیکر گھٹنون تک تہمد ڈالین اسلئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ کو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سی معلوم ہوا کہ مردہ کی ران کا دیکھنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی وتغسيلها تحت خرقة الستر تجعل لف خرقة مثلها على اليد لحرمة اللمس كالنظر اور دہووی برہنگی کو تہمد کے نیچے بعد لپیٹنے ایک کپڑی مثل تہمد کے اپنی ہاتہو پر بسبب حرام ہونے ہاتھہ لگانیکے مثل دیکھنے کے م شامی نے کہا کہ کپڑے کا مثل تہمد کے ہونا شرط نہین بلکہ ایسا ہونا چاہیئے جو چہونے کا مانع ہو کیونکہ بدون آڑ کے ہاتھہ لگانا شرمگاہ کو حرام ہے جیسی دیکھنا حرام ہی اس سی معلوم ہوا کہ بچون کے لئی تہمد اور کپڑا ضرور نہین ويجرد من ثيابه كما مات وغسله عليه السلام في قميصه من خواصه اور ننگا کیا جاوی اپنی کپڑون سی بفور اپنی مرنے کے اور نہلایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی قمیص مین آپکے خواص سی ہی م بفور مرنے کے اسلئے ننگا کیا جاوی کہ کپڑون کی گرمی سی بدن مین تغیر نہ آوی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نہلایا جانا قمیص مین اسلئی خواص سی ہوا کہ ابو داؤد نے روایت کی ہی کہ بعد وفات شریف کے لوگونکو تردد ہوا کہ آپ کو ننگا کرین جیسی اپنی مردون کو کرتے ہین یا معہ کپڑون کے نہلاوین تو گہر کے گوشہ سی آواز سُنی کہ آپکو معہ کپڑون کے نہلاؤ کذا فی الشامی ويوضأ من يؤمر بالصلوة بلا مضمضة واستنشاق للحرج وقيل يفعلان بخرقة وعليه العمل اليوم ولو كان جنبا او حائضا او نفساء فعلا اتفاقا تتميما للطهارة كما في امداد الفتاح مستمدا من شرح المقدسي اور وضو کرایا جاوی وہ مردہ کہ حکم کیا جاوی نماز کا بدون کلّی اور ناکمین پانی دینے کے بسبب حرج کے یعنی پانی مُنہ یا ناک مین ڈالکر اوسکا نکالنا دقت ہی اور ایک قول یہہ ہی کہ کلّی اور ناکمین پانی دینا کپڑی سی کرائی جاوی یعنی نہلانیوالا اپنی اُنگلی پر کپڑا لپیٹ کر دانتون اور مسوڑہون اور ناک کے نتہنون مین پہیرے اور اسی پر عمل ہی اس زمانہ مین اور اگر میت جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دونو باتین کیجائین بالاتفاق واسطی پورا کرنے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح مین ہی شرح مقدسی سے مدد لیکر م نماز کا حکم کیا جاوی اس سی یہہ غرض کہ جو بچہ بعقل ہو اوسکو وضو کرانا چاہیئے شامی نے کہا کہ یہہ قید اچھی نہین اسلئی کہ اس سی معلوم ہوتا ہی کہ دیوانہ شخص کو بھی وضو نکرایا جاوی حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہے اسیطرح بچہ کو بھی وضو کرایا جاوی کیونکہ یہہ وضو غسل میت کی سنت ہی اور جنب کے لئی جو کلّی اور ناک مین پانی دینے کو بالاتفاق لکہا ہی تو شامی نے کہا کہ مین نے بالاتفاق نہ امداد الفتاح مین پایا نہ شرح مقدسی مین ويبدأ بوجهه ويمسح رأسه اور شروع کیا جاوی اوسکی چہرہ سی یعنی جنب کیطرح اول دونو ہاتھہ پہونچون تک نہ دہوئی جائین بلکہ اول کپڑی سی مُنہ اور نتہنونکو پونچھکر مُنہ دہویا جاوی اور مسح کیا جاوی اوسکی سر پر یعنی وضو مین م شارح نے استنجا کو ذکر نکیا کیونکہ اوسمین اختلاف ہی طرفین کے نزدیک استنجا کیا جاوی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہ کیا جاوی اور اوسکی صورت یہہ ہی کہ نہلانیوالا ہاتھہ پر کپڑا لپیٹ کر شرمگاہ کو دہووے کذا فی الشامی ويصب عليه ماء مغلي بسدر ورق النبق او حرض بضم فسكون الاشنان ان تيسر والا فماء خالص مغلي اور اوسپر وہ پانی ڈالا جاوی جسمین بیری کے پتی جوش دئی گئی ہون یا اشنان پڑا ہو اگر یہہ چیزین ملین ورنہ پانی خالص جوش دیا ہوا ڈالا جاوی شارح نے کہا کہ سدر سی مراد بیری کے پتی ہین اور حرض بضم حاء مہملہ اور سکون راء مہملہ اشنان ہی جو چھوٹی چھوٹی جڑین ہوتی ہین اُس سی کپڑے دہوتے ہین جیسی صابن سی صاف کرتے ہین ويغسل راسه ولحيته بالخطمي نبت بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوه لو كان

بھما سنۃ حتی لو کان امرد او اجرد لا یفعل اور دھویا جاوی سر اوسکا اور داڑھی اوسکی گل خیرو سی اگر میسر ہو ورنہ صابن سی اور اوسکی مثل
یعنے ملتانی مٹی وغیرہ سی یہہ حکم اوس صورتمین ہی کہ چہرہ اور سر پر بال ہون یہانتک کہ اگر وہ شخص بی ریش ہو یا سر پر بال نرکھتا ہو تو بہی دہویا
جاوی شارح نے کہا کہ خطمی ایک گہاس ہے عراق مین اور ہندوستان مین گل خیرو کہلاتا ہی ویضجع علی یسارہ لیبدأ بیمینہ فیغسل
حتی یصل الماء الی مایلی التخت منہ ثم علی یمینہ کذلک ثم یجلس مسندا بالبناء للمفعول الیہ ویمسح بطنہ رفقا وما خرج منہ
یغسلہ ثم بعد اقعادہ یضجعہ علی شقہ الایسر ویغسلہ وہذہ غسلۃ ثالثۃ لیحصل المسنون ویصب علیہ الماء عند کل اضجاع ثلاث مرات
لما مر وان زاد علیہا او نقص جاز اذ الواجب مرۃ اور لٹایا جاوی مردہ اپنی بائین کروٹ پر تاکہ پانی اول اوسکی داہنی جانب پر پڑے پہر
نہلایا جاوی یہانتک کہ پانی بدن کے اوس حصہ پر پہونچی جو تختہ سی ملا ہی پہر داہنی کروٹ پر لٹا کر اسیطرح پانی ڈالا جاوی کہ دوسریطرف تک
پہونچ جاوی پہر مردہ کو بٹہلاوے یعنی نہلانیوالا اپنا سہارا دیکر اور سونتے اوس کے پیٹ کو نرمی سے اور جو کچھہ مردہ سی خارج ہو
نہلانیوالا اوسکو دہو ڈالے پہر بٹہانیکے بعد اوسکو بائین کروٹ پر لٹا کر غسل دی اور یہہ تیسری بار کا غسل ہی تاکہ عدد مسنون حاصل
ہو جاوی یعنی تین بار نہلانا سنت ہی وہ اسمرتبہ ہو جائیگا اور ہر لٹانے کیوقت مردہ پر تین بار پانی ڈالا جاوی اوسیوجہ سی کہ گذری یعنی
مسنون تین بار دہونا ہی اور اگر تین بار سے زیادہ ہر دفعہ مین پانی ڈالیگا یا کم تب بہی غسل درست ہوگا اسلئی کہ واجب تو ایکبار کا دہونا
ہی شارح نے کہا کہ سند البیضہ مجہول ہی مترجم شارح نے پہلے لکہا تہا کہ اسپر جوش دیا ہوا پانی ڈالنا چاہیئے بعد اسکے کہا کہ اول بائین کروٹ پر لٹا کر پانی ڈالنا چاہیئے تو
پہلا بیان مجمل تہا اوسکی تفصیل بیان کردی کہ اسطرح ڈالا جاوی یعنی ترتیب وار اسطرح ہے کہ جب وضو سی فراغت ہو تو سر اور داڑہی ہوئی
جاوی اور اوسکی بعد بائین کروٹ پر لٹا کر وہ پانی جسمین بیری کے پتی جوش دئی ہون ڈالا جاوی کذا فی الشامی مختصرا ولا یعاد غسلہ ولا
وضوءہ بالخارج منہ لان غسلہ ما وجب لرفع الحدث لبقائہ بالموت بل لتنجسہ بالموت کسائر الحیوانات الدمویۃ الا ان المسلم یطہر
بالغسل کرامۃ لہ وقد حصل بحر وشرح مجمع اور اوسکی غسل اور وضو کا اعادہ نکیا جاوی بسبب خارج کے اوسکے بدن سی یعنی اگر پیٹ دبانے
سی کوئی نجاست خارج ہو تو اس سی غسل یا وضو دوبارہ ضرور نہین اسلئی کہ نہلانا میت کا حدث کے دور کرنیکے لئی واجب نہین ہوا کیونکہ
وہ تو موت کے باعث قائم ہی بلکہ اس سبب سی نہلانا واجب ہوا ہی کہ میت ناپاک ہو گیا ہی مثل دوسری حیوانون دموی کے مگر یہہ کہ مسلمان
پاک ہو جاتا ہی نہلانے سی اوسکی تعظیم کی جہت سی اور یہہ طہارت تو نہلانے سی ہو چکی کذا فی البحر وشرح مجمع مترجم یعنی مردہ کا نہلانا اس غرض سے
ہی کہ مرنے سی ناپاک ہو جاتا ہی تو جب نہلا دیا اوسکی نجاست دور ہو گئی اب جو کوئی نجاست اوسکی بدن سی نکلیگی تو صرف وہی مقام دہو ڈالا جاویگا
سارے غسل کا اعادہ ضرور نہین اور مردہ کا نہلانا حدث کے دور کرنیکے لئی نہین کیونکہ موت خود ایک حدث ہی جو دور نہین ہو سکتا
وینشف فی ثوب ویجعل الحنوط وہو بفتح الحاء العطر المرکب من الاشیاء الطیبۃ غیر زعفران وورس لکراہتہما للرجال وجعلہما فی
الکفن جہل علی راسہ ولحیتہ ندبا والکافور علی مساجدہ کرامۃ لہا اور نہلانیکے بعد خشک کیا جاوی کسی پاک کپڑے سی اور حنوط ملا جاوے
اوسکی سر اور داڑہی پر براہ استحباب اور کافور ملا جاوی اوسکی سجدہ کی جگہون مین یعنی جو مقام سجدہ مین زمین پر ٹکتی ہین اور وہ ماتہا اور
ناک اور ہتہیلیان اور گہٹنی اور پانون ہین ان پر کافور ملا جاوی ان کی تعظیم کے لئی تاکہ جلد طعمۂ خاک نہون شارح نے کہا کہ حنوط بفتح
حاء مہملہ وضم نون عطر مرکب ہی خوشبودار چیزون سی سوای زعفران اور ورس کے بسبب مکروہ ہونے ان دونو چیزون کے مردونکو اور
زعفران اور ورس کو کفن مین رکہنا جہالت ہی ولا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولا یقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن اور مردہ
کے بالون مین کنگہی نہ کیجاوی یعنی کنگہی کرنا مکروہ تحریمی ہے اور نہ کترے جائین ناخن اوسکی سوای ٹوٹے ہوئی ناخن کے کہ وہ کتر کر پہینک دیا
جاوی اور نہ بال کترے جائین اور نہ ختنہ کیجاوی مترجم نہر الفائق مین ہی کہ بعد موت کے تزئین جائز نہین اور اگر بال یا ناخن کاٹے جائین تو

کفن مین مردہ کے ساتھہ رکھدی جائین کذا فی القہستانی ولا بأس بجعل القطن علی وجہہ وفی مخارقہ کدبرہ وقبلہ واذنہ وفمہ اور بعضا لقہ نہین روئی رکھنے کا مردہ کے چہرہ پر اور اوسکی سوراخون مین مثلا مقام پاخانہ اور پیشاب اور کان اور منہہ مین م شرمگاہون مین روئی رکھنی کو بعض علمانے پسند نہین کیا اور شارح نے لاباس کہکر اشارہ کیا کہ روئی کا نرکہنا بہتر ہے کذا فی الشامی ویوضع یداہ فی جانبیہ لا علی صدرہ لانہ من عمل الکفار ابن ملک اور رکہی جائین دونو ہاتہہ مردہ کے اوسکے دونو پہلو مین نہ اوسکی چہاتی پر اسلیئے کہ چہاتی پر ہاتھہ رکہنا کفار کا طریقہ ہی یعنی مجوس وغیرہم کا ذکر کیا ہے اوسکو ابن ملک نے ویمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح منیہ وقالت الائمۃ الثلاثۃ یجوز لان علیا غسل فاطمۃ رضی اللہ عنہما قلنا ہذا محمول علی بقاء الزوجیۃ لقولہ علیہ السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی مع ان بعض الصحابۃ انکر علیہ شرح المجمع للعینی اور منع کیا جائے شوہر مردہ عورت کا عورت کے نہلانے اور ہاتھہ لگانے سی نہ اوسکی طرف نگاہ کرنے سی صحیح تر قول کے بموجب کذا فی المنیہ اور تینون اماموں نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہی اسلیئے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا ہم اسکی جواب مین کہتے ہین کہ یہہ نہلانا حضرت مرتضیؓ کا محمول ہی زوجیت کے قائم رہنے پر بسبب فرمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور نسب جاتا رہتا ہی موت سی مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہین جاتا علاوہ اسکی بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضی پر انکار کیا ایسا مذکور ہی عینی کی شرح مجمع مین م خانیہ مین ہی کہ اگر عورت کا محرم ہو تو وہ اوسکو اپنی ہاتہہ سی تیمم کرادی اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتہہ پر تھیلی چڑہاکر تیمم کرادی اور اوسکی ہاتہہ نہ دیکہی لیکن اگر اجنبی خاوند ہو تو اوسکو جائز ہے کہ ہاتھہ دیکھے اور یہہ غالبا اس نظر سی ہی کہ دیکہنا بہ نسبت ہاتھہ لگانے کے خفیف تر ہی اور حضرت فاطمہؓ کی غسل کو شرح مجمع مین جو خود مصنف مجمع کی ہی یون لکہا ہی کہ آپکو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تہا اور حضرت مرتضیؓ کیطرف جو منسوب ہوا تو اوسکی وجہہ یہہ کہ اوسکی تمام سامان کے آپ متکفل ہوئی تھی اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہہ آپکی خصوصیات مین سی ہی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہا کہ فاطمہؓ تمہاری زوجہ ہین دنیا و آخرت مین اور حدیث جو شارح نے بیان کی وہ بھی دلیل خصوص سے ہے سبب سے مراد اسمین قرابت سببی ہی جیسی زوجیت اور دامادی ہی اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہے کذا فی الشامی مختصرا وہی لا تمنع من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ بخلاف ام الولد والمدبرۃ والمکاتبۃ فلا یغسلونہ ولا یغسلہن علی المشہور مجتبی اور عورت منع کیجاوی اپنے خاوند کے نہلانے سی اگرچہ ذمیہ یعنی کتابیہ ہو بشرط باقی رہنی نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ یہہ تینون نہ آقا کو نہلاوین اور نہ آقا انکو نہلاوے روایت مشہور کے بموجب کذا فی المجتبی م یعنی ام ولد اور مدبرہ مین بعد مرنیکے ملک باقی نہین رہتی جو موجب حلت وطی تھی اور اسیطرح مکاتبہ بعد ادا کرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہے شامی نے کہا کہ لیغسلونہ بصیغہ جمع مذکر غلط ہے صحیح لیغسلنہ بصیغہ جمع مونث چاہیئے والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا لغسلہ حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست ابنہ بشہوۃ لزوال النکاح اور معتبر زوجہ مین قابل ہونا اوسکا ہی غسل کیوقت نہ موت کیوقت تو منع کیجاویگی وہ عورت شوہر کے نہلانے سی جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سی پیشتر یا مرتد ہوئی اوسکی موت کے بعد پھر مسلمان ہو گئی یا چہولیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سی بسبب جاتے رہنے ان عورتون کے نکاح کے م یعنی پہلی صورت مین زوجیت وقت موت کے باقی نرہی اور پہلی صورتون مین موت کیوقت نکاح تہا پہر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیۃ بیان نسبت کہتا مناسب یہہ تہا کہ فی الزوجۃ بدون تی کے کہتا وجاز لہا غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ لحل مسہا حینئذ اعتبارا بحالۃ الجیوۃ اور جائز ہی مجوسی عورت کو نہلانا اپنی شوہر کا اگر وہ مسلمان ہو کر مر گیا پہر وہ مسلمان ہوئی بعد اوسکی بسبب حلال ہونے ہاتھہ لگانے کے اسصورتین حالت زندگی کا لحاظ کرکے م یعنی اگر شوہر مسلمان ہوکر زندہ رہتا اور اوسکی مسلمان ہونیکے بعد اسکی زوجہ

لیغسلنہ صحالہ

مسلمان ہوتی تو نکاح قائم رہتا اور فرد کو ہاتھ لگانا درست ہوتا اسیطرح جب اوسکے مرنیکے بعد مسلمان ہوئی تو اس صورت مین بھی ہاتھ لگانا درست ہو کذا فی الحلبی وجد رأس آدمی او احد شقیه لا یغسل ولا یصلی علیه بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفه ولو بلا رأس پایا گیا سر آدمی کا یا ایک نصف اوسکو دو آدھ ہون مین سے تو نہ غسل دیا جاوے اور نہ اوسپر نماز پڑھی جاوے بلکہ دفن کر دیا جاوے مگر جس صورت مین کہ نصف سے زائد پایا جاوے اگرچہ بدون سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحر الرائق مین کہا کہ اگر نصف دھڑ مع سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاوے

والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمه غیره والا لا لتعینه علیه وینبغی ان یکون حکم الحمال و الحفار کذلک سراج اور افضل یہہ ہے کہ نہلایا جاوے مردہ مفت پس اگر نہلانیوالا اجرت مانگی تو درست ہے اگر کوئی نہلانیوالا وہان اوسکے سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہو تو اجرت درست نہین بسبب جب معین ہو جانے نہلانیکے اوسپر اور چاہیے کہ حکم جنازہ کے اوٹھانیوالے اور گورکن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہون تو اجرت درست ہو ورنہ ناجائز کیونکہ اس صورت مین اٹھانا اور قبر کھودنا اوسپر واجب ہوگا اور طاعت پر اجرت لینی درست نہین کذا فی السراج ولو غسل المیت بغیر نیة اجزأ ای للطهارة لا لاسقاط الفرض عن ذمة المکلفین لذا قال لو وجد میت فی الماء فلا بد من غسله ثلاثا لانا امرنا بالغسل فتحریکه فی الماء بنیة الغسل ثلاثا فتح وتعلیله یفید انهم لو صلوا علیه بلا اعادة غسله صح وان لم یسقط الوجوب عنهم قنیة اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اوسکے پاک ہو جانیکو واسطے ساقط کرنے فرض کے مکلف شخصون کے ذمہ سے اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہین بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہے مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ بہتے پانی مین پایا گیا تو اوسکو تین بار نہلانا ضرور ہے اسلیے کہ ہمکو حکم ہے میت کے نہلانیکا پس اوس مردہ کو غسل کی نیت سے تین بار پانی مین حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدیر کا علت بیان کرنا اسبات کا مفید ہے کہ اگر لوگ اوسپر نماز پڑھین بدون تازہ غسل دینے کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب اون سے ساقط نہوگا تو اسکو سمجھ لینا چاہیے ط طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد یہہ ہے کہ نہلانے مین نیت شرط نہین چنانچہ خانیہ مین مذکور ہے کہ اگر مردہ کو نہلایا تو فرض اونکے ذمہ سے ساقط ہوگا اگرچہ اونکو نیت نہو اور پانی مین مردہ کا ملنا دوسری صورت ہے اسمین بدون نہلائے فرض ساقط نہوگا انتہی وفی الاختیار الاصل فیه تغسیل الملائکة لآدم علیه السلام وقالوا لولده هذه سنة موتاکم اور اختیار مین ہے کہ اصل غسل میت کے بابمین نہلانا فرشتون کا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اور انکی اولاد سے یہ کہنا کہ یہہ طریق ہے تمہارے مردون کا ط طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہہ شریعت قدیم ہے اور یہہ بھی معلوم ہوا کہ نہلانیوالیکا مکلف ہونا شرط نہین اور اسیوجہ سے اولاد آدم علیہ السلام نے آپکے غسل کا اعادہ نکیا اور فرشتون کے غسل پر اکتفا کیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو لم یدر امسلم ام کافر ولا علامة فان فی دارنا غسل وصلی علیه والا لا اگر مردہ کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہے یا کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہین تو اگر اسطرحکا مردہ دار الاسلام مین ہو تو اوسکو نہلا کر نماز پڑھی جاوے اور اگر نہ علامت دار الاسلام مین نپایا جاوے بلکہ دار الحرب مین ملے تو نہ نہلایا جاوے نہ نماز پڑھی جاوے ط بدائع مین ہے کہ مسلمانون کی علامتین چار ہین اول خضاب دوم ختنہ سوم سیاہ لباس چہارم زیر ناف کے بالون کا مونڈنا لیکن اس زمانہ مین سیاہ لباس اور خضاب علامت اسلام نہین رہی اور ملک ہندوستان مین موچھون کا کترانا اور بغل کے بالون کا مونڈنا اور بائین طرف پردہ کا ہونا بھی علامت مسلمان ہو سکتی ہے اختلط موتانا بکفار ولا علامة اعتبر الاکثر فان استووا غسلوا واختلف فی الصلوة علیهم ومحل دفنهم مسلمانون کے مردے کافرون مین ملگئے اور کوئی پہچان نہین تو اعتبار اکثر کا ہوگا یعنی اگر مسلمان زیادہ ہین تو مسلمان قرار دئے جائینگے نماز کے حق مین یعنی اونپر نماز پڑھی جاوے اور دعا مین مسلمانونکی نیت کیجاوے اور اگر کافر زیادہ ہون تو نماز کسی پر نہ پڑھی جاوے نہلا کر اور کفن دیکر کفار کے قبرستان مین دفن کئے جاوین کذا فی شرح الطحاوی پھر اگر شمار مین برابر ہون تو سبکو غسل دیا جائیگا اور اونپر نماز پڑھنی اور اونکو دفن کرنے کی جگہہ مین اختلاف ہے

فائدہ علامات مسلمان ہونیکی

م بعض فقہانے کہا کہ اونپر نماز نہ پڑہی جاوے کیونکہ آخر بعض مسلمانونپر نماز نہین پڑہی جاتی جیسے راہزن اور باغی ہین اور کافر پر نماز کسیصورت
سے جائز نہین بدلیل ارشاد خداوندی (ولا تصل علی احد منہم مات ابدا) یعنی اونمین سے جو مرگیا ہوا وسپر کبہی نماز مت پڑہ اور بعض
فقہانے کہا کہ نماز پڑہی جاوے کیونکہ یہان اگر تعین نہین ہوسکتی تو قصد سے تو عاجز نہین مسلمانون کا قصد کرکے نماز پڑہلے شامی نے
کہا کہ مذہب باقی تین امامون کا یہی ہے اور یہی بہتر معلوم ہوتا ہے اور محل دفن مین بہی اختلاف ہی بعض نے کہا کہ مسلمانون کے قبرستان
مین دفن ہون اور مندوانی نے کہا کہ اونکی لئے قبرستان علیحدہ بنادیا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی مین ہے کذا فے الحموی کذا فی ذمیۃ
حبلی من مسلم قالوا والاحوط دفنہا علیحدۃ ویجعل ظہرہا الی القبلۃ لان وجہ الولد لظہرہا جیسے اختلاف ہی دفن مین اوس ذمی کتابیہ
کے جو کسی مسلمان سے حاملہ ہو فقہانے فرمایا کہ زیادہ احتیاط ہی اسکا دفن کرنا علیحدہ اور کیجاوے اوسکی پشت قبلہ کیطرف اسوجہ سے کہ بچہ
کا منہ مان کی پشت کیجانب ہی م یعنی بچہ بسبب تبعیت اپنے باپکے مسلمان ہے تو دفن مین اسکا لحاظ ہوگا کہ ایسی طرح دفن ہو کہ بچہ کا منہ
قبلہ کیطرف رہے شامی نے کہا کہ اختلاف اسصورت مین ہی کہ بچہ مین جان پڑگئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو یعنی حمل چار مہینے سے کم کا ہو تو بالاتفاق
کفار کے قبرستان مین دفن کیجاوے ماتت بین رجال او ہو بین نساء یممہ المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقۃ ایکعورت مرگئی درمیان
مردون کے یا مرد مرا عورتونمین تو مردہ کو محرم تیمم کرادے یعنی مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کرادے اور مرد میت کو عورت محرم تیمم کرادے
اور اگر محرم نہو تو اجنبی تہیلی سے تیمم کرادے یعنی اگر مردونمین عورت کا محرم نہو یا عورتونمین مرد کی کوئی محرم نہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتہہ
کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم کرادے ویمم الخنثی المشکل لو مراہقا والا فکغیرہ فیغسلہ الرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے خنثی مشکل اگر قریب
بالغ ہونے کے ہو اور اگر قریب البلوغ نہو تو وہ مثل اور بچون کے ہے اوسکو مرد خواہ عورتین غسل دیوین یعنی بچہ ہونیکی صورت مین اوسکی
اعضا کو حکم برہنگی کا نہین یمم لفقد ماء وصلی علیہ ثم وجدہ غسلوہ وصلوا ثانیا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہونے
پانی کے اور اوسپر نماز پڑہی گئی پہر لوگونکو پانی ملا تو مردہ کو نہلادین اور نماز دوبارہ پڑہین اور ایک قول یہ ہے کہ غسل ندین اور نہ نماز
کا اعادہ کرین م بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے مین امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دونو چاہئین اور امام صاحب کے نزدیک صرف
غسل دیا جاوے نماز کا اعادہ نکیا جاوے اور شرح منیہ مین ہے کہ زندہ کے لحاظ سے نہ غسل چاہیے نہ نماز یعنی جیسے زندہ آدمی پانی نہ ملنے
سے تیمم کرکے نماز پڑہ لے پہر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہین کرتا ایسا ہی یہان بہی چاہیئے شامی نے کہا کہ قول راجح موافق
اصول کے یہی ہے ویسن فی الکفن لہ ازار وقمیص ولفافۃ وتکرہ العمامۃ للمیت فی الاصح مجتبی واستحسنہا المتاخرون للعلماء
والاشراف اور مسنون ہے کفن مین مرد کیواسطے تین کپڑے ایک ازار یعنی چادر سر سے لیکر پاؤن تک اور ایک قمیص یعنی کفنی گردن سے
لیکر پاؤن تک بدون آستین کے اور ایک لوٹ کی چادر اور مکروہ ہے پگڑی میت کے لئے صحیح قول مین کذا فی المجتبے اور اچہا جانا ہے اوسکو
پچہلے فقہانے علما اور سادات کیواسطے م اصل کفن دینا فرض کفایہ ہے اور تین کپڑون کا کفن مسنون ہے اور محیط مین ہے کہ پگڑی کسی
حال مین باندہی نجاوے خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہا کہ اصح یہی ہے کہ عمامہ ہر حالمین مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا بأس بالزیادۃ
علی الثلث اور کچہ مضائقہ نہین تین کپڑون سے زیادہ کرنیکا م یہ مسئلہ غایۃ البیان مین مرقوم ہے مگر مجتبی مین ہے کہ زائد کرنا
تین سے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ویحسن الکفن لحدیث حسنوا اکفان الموتی فانہم یتزاورون فیما بینہم ویتفاخرون بحسن اکفانہم
ظہیریہ اور اچہا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے کہ اچہا کرو مردونکی کفنونکو کہ وہ آپسمین ملاقات کرتے ہین اور اپنی کفنون کے اچہا ہونے سے
فخر کرتے ہین یعنی خوش ہوتے ہین اسوجہ سے کہ کفن موافق سنت کے ملا کذا فی الظہیریۃ م اچہی کفن دینے سے مراد کفن مثل ہے یعنی جیسے کپڑے
جمعہ اور عید مین پہنتا تہا ویسے کا کفن سفید اور ستہرا دینا چاہیے یہہ مراد نہین کہ بہاری دام کا ہو کیونکہ اوس سے ابو داؤد کی حدیث

مین ممانعت آئی ہے کذا فی الشامی ولہا درع ای قمیص و ازار وخمار ولفافۃ وخرقۃ تربط بہا ثدیاہا وبطنہا اور عورت کیواسطے کفن مسنون پانچ کپڑے ہین ایک درع یعنی قمیص اور ایک ازار اور ایک اوڑہنی اور ایک پوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چہاتیان اور پیٹ باندہا جاوے ہم قہستانی مین درع اور قمیص مین یہہ فرق لکہا ہے کہ درع یعنی عورت کی کفنی کا گریبان چہاتی کیطرف ہوتا ہے اور مرد کی کفنی کا گریبان مونڈہون کیطرف اور اوڑہنی کی مقدار تین ذراع ہے اور سینہ بند چہاتی سے رانون تک کذا فی الشامی وکفایۃ لہ ازار ولفافۃ فی الاصح ولہا ثوبان وخمار وکرہ اقل من ذلک یعنی اور کفن کفایہ مرد کیواسطے دو چادرین ہین صحیح قول مین اور عورت کیواسطے دو کپڑے اور ایک اوڑہنی اور اسقدر سے کمتر کفن دینا باوجود قدرت کے مکروہ ہے ہم مرد کو دو کپڑے اسلئے کفایت ہوئے کہ حالت حیات مین ادنے لباس مرد کا دو ہی کپڑے ہوتے ہین اور اسیلئے اگر دو کپڑون مین نماز پڑہیگا تو بلا کراہت درست ہوگی بحر الرائق مین کہا کہ مناسب یہہ ہے کہ تعیین دو کپڑون کی نہ کیجاوے یعنی خواہ دو چادرین ہون خواہ کفنی اور چادر ہو کفن کفایہ مین کافی ہونی چاہیئے اور عورت کے دو کپڑون کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادرین ہون اس سے معلوم ہوا کہ عدم تعیین ہی مناسب ہے شامی نے کہا کہ چونکہ مدار عورت کا ستر پر ہے اسلئے سر اور اوڑہنی کے دو چادرین ہون تو بہتر ہے کہ ان سے سر اور گردن چہپی رہیگی وکفن الضرورۃ لہما ما یوجد واقلہ ما یعم البدن وعند الشافعی ما یستر العورۃ کالحی اور کفن ضرورت مرد اور عورت کیلئے وہ ہے جو میسر ہو اور اسکی کمتر مقدار وہ ہے جو سارے بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اُسکی مقدار اتنی ہے کہ برہنگی کو چہپاوے مثل زندہ کے ہم کل بدن کے چہپانے کی دلیل مصعب بن عمیرؓ کا حال ہے کہ جب وہ احد کی لڑائی مین شہید ہوئے تو انکے پاس بجز ایک چادر کے اور کچہہ نہ تہا اور وہ اتنی تہی کہ اگر اُس سے انکا سر ڈہانکتے تہے تو پانو کہلجاتے تہے اور پانو ڈہانکتے تہے تو سر کہلجاتا تہا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے سر ڈہانکنے کا حکم فرمایا اور پانو کو گہاس سے چہپا دیا تو اگر ستر عورت کافی ہوتا تو پانو پر گہاس ڈالنے کا حکم نہوتا کذا فی الطحطاوی تبسط اللفافۃ اولا ثم یبسط الازار علیہا ویقمص ویوضع علی الازار ویلف یسارہ ثم یمینہ ثم اللفافۃ کذلک لیکون الایمن علی الایسر کفن دینے کی صورت یہہ ہے کہ بچہائی جاوے اول پوٹ کی چادر پہر اوسپر دوسری چادر اور مردہ کو قمیص پہناکر دوسری چادر پر رکہا جاوے اور اوسکا بایان پلہ لپیٹ کر داہنا پلہ لپیٹین پہر پوٹ کی چادر اسطرح کہ اول بائین طرف پہر داہنی طرف مردہ پر لپیٹین تاکہ داہنی جانب بائین کے اوپر رہے وہی تلبس الدرع ویجعل شعرہا ضفیرتین علی صدرہا فوقہ ثم الخمار فوقہ تحت اللفافۃ ثم یفعل کما مر اور عورت کو کفنی پہناکر اوسکے بال دو حصہ کرکے سینہ پر کفنی کے اوپر رکہدے جائین اور بالون کے اوپر اور چادرون کے نیچے اوڑہنی کیجاوے پہر کیا جاوے جیسا گذرا یعنی ہر ایک چادر جدا جدا اوسپر لپیٹی جاوے اسطرح کہ بائین جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر ہم شارح نے سینہ بند کو ذکر نہین کیا کہ کہان ہونا چاہیئے سو بحر الرائق مین تو یہہ لکہا ہے کہ پوٹ کی چادر کے اوپر چاہیئے تاکہ کفن کہلنے نپاوے اور جوہرہ مین یہہ ہے کہ اول ازار لپیٹین اوسکے اوپر سینہ بند باندہین اوسکے اوپر پوٹ کی چادر لپیٹین اور یہی ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی ویعقد الکفن ان خیف انتشارہ اور کفن باندہ دیا جاوے اگر خوف ہو اوسکے کہلجانیکا والخنثی المشکل کالمراۃ فیہ ای الکفن اور خنثی مشکل کفن کے باب مین مثل عورت کے ہے یعنی احتیاطًا اوسکو پانچ کپڑے کا کفن دیا جاوے کہ اگر بالفرض مرد ہی ہو تب بہی زیادتی کا کچہہ مضائقہ نہین مگر حریر کا اور کسم اور زعفران کا رنگا ہوا کفن اوسکو نہ دیا جاوے کذا فی الشامی والمحرم کالحلال والمراہق کالبالغ اور احرام والا مُردہ مثل بے احرام کے ہے یعنی اُسکا سر ڈہانکا جاوے اور اوسکے کفن کو بسایا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ کے ہے یعنی مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کیطرح تین کپڑون کا کفن دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا ومن لم یراہق اذا کفن فی واحد جاز اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہو اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے مین تو درست ہے ہم حلیہ مین ہے کہ جو بچہ حد شہوت کو نہ پونہچا ہو اوسکے لئے سب سے بہتر یہہ ہے کہ بالغ کیطرح کفن دیا جاوے اور اگر فقط دو کپڑون کا کفن دیا جاوے تب بہی اچہا ہے اور ایک کا دیا جاوے تو درست ہے کذا فی الشامی والسقط یلف ولا یکفن کالعضو من المیت اور پیٹ کا گرا بچہ ایک

کپڑے مین لپیٹا جاوے اور کفن مسنون اوسکو ندیا جائے جیسے میت کا عضو اگر پڑا ملے تو اوسکو بھی کپڑے مین لپیٹا جا ہیئے اور کفن مسنون کی رعایت نکیجائے اور یہی حال اُس بچہ کا ہے جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی وآدمی منبوش طری لم یتفسخ یکفن کالذی لم یدفن مرۃ بعد اُخریٰ اور جس آدمی مردہ کا کفن اُتار لیا گیا ہو اور وہ تازہ مرا ہو یعنی پھٹا نہو اوسکو کفن دیا جاے مثل اُس شخص کی کہ دفن نکیا گیا ہے یعنے تین کپڑون کا کفن اوسکو دینا چاہیئے ہر دفعہ مین م اگر ایکبار کا کفن کسی نے چرالیا تو دوبارہ دین اور اگر دوبارہ بھی چوری جاے تو سہ بارہ دین اور علے ہذا القیاس جبتک وہ مردہ پھٹے نہین تبتک کفن دیتے جائین اوسکی خاص مال سے اور اگر اوسکا مال وارثون مین بٹ گیا ہو تو اونسے مقدار کفن واپس لیا جاوے کذا فی الشامی وان تفسخ کفن فی ثوب واحد اور اگر مردہ پھٹ گیا ہو تو اوسکو ایک کپڑے مین کفن دیا جاے م اور یہی حال کافر مردہ کا ہے کہ اگر اوسکا کوئی محرم مسلمان ہو تو اوسکو نہلا کر ایک کپڑے کا کفن دے کذا فی البدائع والی ھنا صار المکفون احد عشر والثانی عشر الشہید ذکرھا فی المجتبیٰ اور یہانتک کفن دیے شخص گیارہ ہو گئے اور بارہوان شہید ہے ذکر کیا ہے اوسکو مجتبےٰ مین م یعنی پانچ متن مین مذکور ہے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثیٰ مشکل چہارم جسکا کفن چوری گیا ہو اور تازہ مرا ہو پنجم جو مردہ پھٹ گیا ہو اور شارح نے چھہ بیان کئے اول احرام والا دوم مراہق مرد سوم مراہق عورت چہارم بچہ مذکر پنجم بچہ مونث ششم میت کا اگر ابچہ یہہ گیارہ ہوئے اور شامی نے دو اور زیادہ کئے یعنے جو بچہ مردہ پیدا ہوا اور کافر مردہ تو انکو ملاکر تیرہ ہوئے اور شہید کے ساتھہ چودہ ہوتے ہین ولا باس فی الکفن ببرد وکتان وفی النساء بحریر ومعصفر ومزعفر ونحوہا بکل ما یجوز لبسہ حال الحیوۃ واحبہ البیاض وما کان یصلی فیہ اور مضایقہ نہین کفن مین یمنی چادرون اور کتان کے کپڑے کا اور عورتون کے کفن مین ریشمی کپڑے اور زعفران اور کُسم کے رنگی ہوئی کا بسبب درست ہونے کفن کے اُس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات مین جائز ہے اور سب سے بہتر کفن سفید ہے یا وہ رنگ جسمین مردہ نماز پڑھا کرتا تھا وکفن من لا مال لہ علی من یجب علیہ نفقتہ فان تعدد وافعلی قدر میراثہم اور جس مردہ کا کچھہ مال نہو اوسکا کفن اُس شخص پر واجب ہے جسپر اوس مُردہ کا نفقہ واجب ہے اور اگر ایسے شخص کئی ہون تو کفن اونپر حصہ رسد موافق اونکی میراث کے ہوگا یعنی جسطرح اونپر نفقہ واجب ہے اوسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی باب النفقہ مین مذکور ہوگی کذا فی الشامی واختلف فی الزوج والفتوےٰ علی وجوب کفنہا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیۃ ورجحہ فی البحر بانہ الظاہر لانہ ککسوتہا اور اسمین اختلاف ہے کہ شوہر پر اوسکی زوجہ کا کفن واجب ہے یا نہین اور فتوی شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے کا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیہ اور ترجیح دی ہے بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر ہے اسلئے کہ کفن مثل زوجہ کے لباس کے ہے م اسبابمین فتوی مختلف ہے تجنیس اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر عورت کا مال نہو تو کفن زوجہ پر ہے اور اسی پر فتوی ہے اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہے اوسمین یہہ ہے کہ اگر عورت کے پاس مال نہو اور شوہر مالدار ہو تو اوسپر اوسکا کفن واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے اور خانیہ مین بلا قید فتوی مذکور ہے یعنی عورت کے پاس مال ہو یا نہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورتمین اُسکا کفن شوہر پر واجب ہے اور اصل اسمین یہہ ہے کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ کیلئے حالت حیات مین جبر کیا جاتا ہے اوسی پر وفات کے بعد کفن کیلئے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصرا وان لم یکن ثمۃ من تجب علیہ نفقتہ ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال معمورا او منتظما فعلی المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سألوا الناس لہ ثوبا فان فضل شیء رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبیٰ وظاہرہ انہ لا یجب علیہم الا سوال کفن الضرورۃ لا الکفایۃ اور اگر وہان ایسا شخص نہو جسپر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال مین ہوگا اور اگر بیت المال مین روپیہ یا جنس نہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھہ نہو یعنی جن مصارف مین اُسکا صرف ہونا چاہیئے اوسمین صرف نہوتا ہو تو کفن مسلمانون پر واجب ہوگا یعنی جنکو مردہ کا حال معلوم ہوگا اونپر کفن دینا اُسکا واجب ہوگا اور اگر اونسے بسبب مفلسی کے نہوسکے تو وہ لوگ

اور سیون سے اوسنے لئے کپڑا مانگین پہر اگر اُس کپڑے سے کچھہ باقی بچے تو صدقہ دینے والیکو واپس کردین اگر معلوم ہو کہ فلان شخص نے یہہ کپڑا دیا تھا اور اگر معلوم نہو یا وہ واپس نہ لے تو اُس باقی کپڑے سے اس مردہ کی طرح کسی اور مفلس کو کفن دین اور اگر کوئی اور مردہ اسطرح کا نملے تو اُس کپڑے کو خیرات کردین کذا فی المجتبے اور ثوباً کہنے سے ظاہر ہے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ واقف کار و نپر صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہے نہ کفن کفایت کا طحطاوی نے کہا کہ کفن دینا فرض کفایہ ہے اگر واقف کار نہ دینگے تو سب گناہگار ہونگے ولو کانَ فی مکانٍ لیس فیہ الا واحدٌ و ذلک الواحد لیس له الا ثوبٌ لا یلزمه تکفینه بہ اور اگر مردہ ایسی جگہہ ہو جسمین صرف ایک شخص ہو اور اُس ایک کے پاس بھی سوا ایک کپڑے کے دوسرا نہو تو اوسپر لازم نہین کفن دینا اُس مُردہ کا اُس کپڑے سے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے ولا یخرج الکفن عن ملک المتبرع اور کفن احسان کرنیوالے کی ملک سے خارج نہین ہوتا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کہا جاوے تو اُسکا کفن اصل مالک کو پہونچیگا مردہ کا وارث نہین پاسکتا کذا فی الشامی والصلوة علیه صفتها فرض کفایة بالاجماع فیکفر منکرها لانه انکر الاجماع قنیة کدفنه وغسله وتجهیزه فانها فرض کفایة اور جنازہ کی نماز کا حال یہہ ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اُسکا انکار کرنیوالا اسلئے کہ اوسنے انکار کیا اُس امر کا جو اجماع سے ثابت ہے تو آگاہ رہنا جیسے مُردہ کا دفن کرنا اور اُسکا نہلانا اور سامان دینا کہ یہہ چیزین بھی فرض کفایہ ہین ۱۲ م شارح و ماتن نے نماز کی صفت اور شرطین اور رکن اور سنتین اور اوسکی کیفیت اور اوسکے لئے زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا مگر سبب وجوب اور وقت اور مفسد کا ذکر نہین کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونیکا مسلمان مردہ ہے اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہے اور جو چیز اور نمازونکی مفسد ہے وہی اِس نماز کی مفسد ہے بجز عورت کی برابری کے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہین اور مکروہ وقتون مین یہہ نماز مکروہ ہے اور اگر امام اسمین بیوضو ہو جاوے تو اوسکو خلیفہ کرنا درست ہے کذا فی الشامی وشرطها ستة اسلام المیت وطهارته مالم یهل علیه التراب فیصلی علی قبره بلا غسل وان صلی علیه اولا استحسانا اور شرطین نماز جنازہ کی چھہ ہین اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اُسکا پاک ہونا یعنے اُسکے بدن اور کپڑے اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اُسوقت تک شرط ہے کہ اوسکو مٹی نہ دیجاوے اور مٹی دینے کے بعد اوسکی قبر پر نماز پڑہی جاوے بدون غسل کے اگرچہ پیشتر نماز پڑہی گئی ہو قبر پر نماز پڑہنا بوجہ استحسان کے ہے ۱۲ م وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تہی باوجود قدرت کے اسلئے جائز نہوئی اور اب دفن کردینے کے سبب سے طہارت متعذر ہے اسلئے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی القنیة الطهارة من النجاسة فی ثوبٍ وبدنٍ ومکانٍ وستر العورة شرطٌ فی حق المیت والامام جمیعا فلو امّ بلا طهارةٍ والقوم بها اعیدت وبعکسه لا اور قنیہ مین ہے کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چھپانا برہنگی کا شرط ہے میت اور امام دونون کے حق مین پس اگر امام ہوا بدون طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتہہ ہون تو نماز پہر سے پڑہی جاوے اور اسکے عکس مین یعنی مقتدی بے وضو ہون اور امام وضو سے اعادہ نکیا جاوے اسلئے کہ صرف امام کی نماز سے سبکے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا اور پہلی صورت مین امام کی نماز پر اور ونکی نماز مبنی تہی جب اوسکی نہوئی تو کسیکی نہوئی ۱۲ م طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہے اگر مردہ چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہے اور کپڑے اور بدن ابتدا مین پاک ہونا شرط ہے تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلکر کفن ناپاک ہو جاوے یا بدن مردہ کا نجس ہو جاوے تو دفع حرج کے لئے یہہ نجاست مانع نماز نہین ہان اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو نماز درست نہوگی کذا فی الطحطاوی کما لو امّت امرأة ولو امة لسقوط فرضها بواحدٍ جیسے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ مین اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ نکیا جاوے بسبب ساقط ہونے فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ ایکمرد یا عورت کے پڑہنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے تو اگر عورت امام ہوگی مرد کی تو مرد کی نماز نہوگی اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جائیگا وبقی من الشروط بلوغ الامام تامل ثم شرطها حضوره ووضعه وکونه هو او اکثره امام المصلی وکونه للقبلة اور باقی رہا شرطون مین سے بالغ ہونا امام کا اسکو سوچ لے یعنی یہہ تیسری شرط ہے اور چوتھی شرط موجود ہونا مُردہ کا ہے اور پانچوین

شرط مردہ کا رکہا جانا ہی زمین پر خواہ ہاتہون پر زمین سی قریب کذا فی الطحطاوی اور چہٹی شرط یہہ ہی کہ مردہ بالکل یا اکثر نمازی کے سامنی ہو قبلہ
کیجانب ھم اگر مردہ کے ستر عورت اور قبلہ کیطرف ہونیکو جدا شرط ٹھہرایا جای تو شرطین آٹھہ ہو جائینگی اور امام کی ستر عورت اور طہارت کو اگر زیادہ
کرو تو دس ہونگے پہر سامنے ہونا مردہ کا امام کے حق مین شرط ہی جبکہ مردہ ایک ہوا اور اگر زیادہ ہون تو سب کا سامنی ہونا شرط نہین ایک کا
ہونا کافی ہے کذا فی الشامی فلا تصح علی غایب و محمول علی نحو دابۃ و موضوع خلفہ لانہ کالامام من وجہ دون وجہ لصحتہا علی الصبی
پس نہین درست ہی نماز اوپر مردہ غائب کے بسبب پائی جانے شرط موجودگی کے اور نہ اوسپر جو اوٹہایا ہو مثل سواری پر یعنی کسی گاڑی
یا جانور یا لوگون کے مونڈہون پر ہو بسبب پائی جانے شرط رکہی جانے کے زمین پر اور نہ اوسپر جو رکہا ہوا ہو نمازی کے پیچھے کیونکہ مردہ مثل امام
کے ہی ایک طرح سی نہ دوسری طرح سی بسبب صحیح ہونے نماز کے لڑکے پر ھم یعنی اس لحاظ سی کہ مردہ کا پاک ہونا اور مسلمان ہونا اور قبلہ کیطرف
ہونا اور ستر عورت شرط ہے مردہ مثل امام کے ہی اور ہر وجہ سی امام نہین کیونکہ اگر ہر وجہ سی امام ہوتا تو لڑکے پر نماز درست نہوتی اسلئے کہ لڑکا
قابل امام ہونے کے نہین طحطاوی نے کہا کہ شرط اسلام سی معلوم ہوا کہ کافر پر نماز درست نہین اور طہارت کی شرط سی معلوم ہوا کہ غیر طاہر پر
درست نہین اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ ننگے مردہ پر درست نہین اور بلوغ امام کی شرط سی پایا گیا کہ لڑکے کی امامت درست نہین
وصلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النجاشی لغویۃ او خصوصیۃ اور نماز پڑہنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر لغوی ہی یا خاص ہے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ھم یعنے یا تو صلوۃ کے معنی صرف دعا کی لئی جائین یا یہہ نماز غائب پر آپکے خواص سی ہی نجاشی بکسر نون
وفتح جیم بلا تشدید و یا ر مخففہ حبشہ کا بادشاہ جسکا نام اصحمہ تہا اوسکی خبر مرگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی سی معلوم ہوئی آپ نے اپنے اصحاب
کو خبر دی اور اونکے ساتہہ اوسپر نماز پڑہی شامی نے کہا کہ لغوی معنی لینی بعید ہین بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے خواص سی کہا جائی یا یہہ کہ نجاشی
کا جنازہ آپکے سامنی کر دیا گیا ہو کہ آپ دیکہتے ہون اور دوسرون کو نظر نہ آتا ہو وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین و اساؤا
ان تعمدوا اور نماز جنازہ درست ہی اگر لوگون نے سر کو ٹانگون کی جگہہ رکہدیا ہو اور اونہون نے برا کیا اگر دانستہ جنازہ کو الٹا رکہا یعنی
سر جنازہ کا امام کے دہنی ہاتہہ چاہیی اگر بائین ہاتہہ رکہکر پڑہین گے تو مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو اخطاؤا القبلۃ صحت
ان تحروا والا لا مفتاح السعادۃ اور اگر چوک گئی قبلہ کو یعنی اور طرف کو نماز جنازہ پڑہی تو درست ہوگی اگر قبلہ کی اٹکل کی ہوگی اور اگر بلا
اٹکل پڑہی ہوگی تو درست نہوگی کیونکہ اشتباہ قبلہ کیصورت مین اٹکل کرنا فرض ہے ورکنہا شیئان التکبیرات الاربع فالاولی رکن ایضا لا شرط
فلذا لم یجز بناء اخری علیہا والقیام فلم یجز قاعدا بلا عذر اور نماز جنازہ کی رکن دو چیزین ہین اول چارون تکبیرین دوم کہڑا ہونا شارح نے
کہا کہ اس سی معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ اکبر کہنا بھی رکن ہی شرط نہین اسواسطے جائز نہین دوسری تکبیر کی بنا اول اللہ اکبر کہنی پر اور جب کہڑا
ہونا رکن ہوا تو نماز جنازہ بیٹہکر بدون عذر کے صحیح نہوگی ھم پہلی مسئلہ کیصورت یہہ ہی کہ امام نے اول اللہ اکبر کہا پہر اس تکبیر سی نیت دوسری
اللہ اکبر کی بھی کر لی تو نماز صحیح نہوگی کیونکہ اس صورت مین صرف تین دفعہ اللہ اکبر کہیگا اور یہہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی وسننہا ثلث
التحمید والثناء والدعاء فیہا ذکرہ الزاہدی وغیرہ وما فہمہ الکمال من ان الدعاء رکن والتکبیرۃ الاولی شرط ردہ فی البحر بتصریحہم
بخلافہ اور سنتین اس نماز کی تین ہین حمد و ثنا کرنا اور نماز مین دعا کرنا ذکر کیا ہی اوسکو زاہدی وغیرہ نے اور جو کچھ کمال الدین محقق نے سمجہا
ہے کہ دعا رکن ہی اور تکبیر اولی شرط ہی اوسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی بسبب تصریح کرنے فقہا کے اوسکی خلاف پر ھم شارح کے قول سی معلوم ہوتا
ہے کہ ثنا اور چیز ہی اور تحمید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنا کی خود آگے کریگا کہ سبحانک اللہم وبحمدک کہی اس سی معلوم ہوا کہ دونون سی
مراد ایک ہی چیز ہے تو مناسب تہا کہ یون ذکر کرتا کہ تیسری سنت درود ہی اور چونکہ نماز جنازہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہے اسلئی کمال نے
دعا کو رکن کہا اور تکبیر اولی کو تحریمہ کیطرح اسلئی ہونے کی وجہ سی شرط کہا بحر الرائق مین کہا کہ یہہ قول فقہا کی تصریح کے خلاف ہی چنانچہ محیط مین

مصرح ہے کہ دعا سنت ہی اور سب فقہا کہتے ہین کہ نماز جنازہ مین مسبوق لگاتار تکبیرین کہلے درود و دعا کو ترک کری اگر دعا رکن ہوتی تو مسبوق اوسکو کسطرح ترک کرتا اور تحبیر اولے اگر شرط ہوتی تو دوسری تحبیر کی بنا اوسپر نا جائز کیون ہوتی شامی نے کہا کہ شارح باب شروط الصلوة مین میت کے لئے دعا کرنا نماز ہی پر واجب کہہ چکا ہے تو اس سی معلوم ہوا کہ کمال کا قول دعا کے باب مین درست ہی اور تکبیر اولی کے باب مین قول فیصل یہہ ہی کہ من وجہ شرط ہے اور من وجہ رکن لنتہے وهی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعة بغاة و قطاع طریق فلا یغسلون ولا یصلی علیہم اذا قتلوا فی الحرب ولو بعدہ صلی علیہم لانہ حد او قصاص کذا اهل عصبة ومکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق خنق غیر مرة فحکمہم کالبغاة اور نماز جنازہ فرض ہے ہر مسلمان پر جو مر جاوی سوا چار شخصون کے اول قوم باغی جو امام کی اطاعت سی خارج ہو جائین دوم راہزن کہ نہ نہلائی جائین اور نہ اونپر نماز پڑہی جاوی جبکہ لڑائی مین مار جاوین اور اگر بعد وقت جنگ کے مار جائین تو اونپر نماز پڑہی جائی اسلئی کہ یہہ قتل یا حد ہے یا قصاص اور جو شخص حد یا قصاص مین مارا جاتا ہی تو نہلایا جاتا ہی اور نماز پڑہی جاتی ہے شامی نے کہا کہ اگر یہہ لوگ اپنی موت سی مرین گرفتار ہونے سی پیشتر یا بعد تب بہی نماز پڑہی جائیگی اور مثل باغیون کے ہین اہل عصبہ جو اپنی قوم کی حمایت اور اعانت ظلم پر کرین اور تیسرا شخص مکابر ہی شہر مین رات کو ہتہیار سے اور چوتہا گلا گہونٹنے والا جسنے کئی بار گلا گہونٹا ہو تو اگر اہل عصبہ اعانت کرنے مین اور مکابر اور گلا گہونٹنے والا مقابلہ مین مارا جائی تو اونکا حکم مثل باغیون کے ہی اونپر نماز نہ پڑہی جاسے م مکابر وہ شخص ہی کہ کسی جگہہ مین کہڑا ہو جاوی اور جو ادہر سے نکلے اوسکا مال چہین لے کذا فی الشامی من قتل نفسہ ولو عمدا یغسل ویصلی علیہ بہ یفتی وان کان اعظم وزرا من قاتل غیرہ ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انہ علیہ السلام اتی برجل قتل نفسہ فلم یصل علیہ جو شخص کہ اپنے آپکو قتل کرے اگرچہ جان بوجہکر ہو تو وہ نہلایا جاوی اور اوسپر نماز پڑہی جاوی اسی پر فتوی ہی اگرچہ قاتل اپنے نفس کا زیادہ گناہگار ہے بہ نسبت غیر کے قاتل کے اور ترجیح دی کمال نے امام ابو یوسف کے قول کو اوس روایت سی جو صحیح مسلم مین ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لایا گیا جسنے خود کشی کی تھی تو آپ نے اوسپر نماز نہ پڑہی م امام ابو یوسف کا قول ہے کہ اپنی نفس کے قاتل کو نہلایا جاوے اور نماز نہ پڑہی جاوی اور اسی کو کمال الدین نے راجح کہا ہی بسبب حدیث کے شامی نے کہا کہ اس حدیث مین کوئی دلالت اثبات کی نہین کہ اوسپر کسی نے نماز نہ پڑہی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پڑہی تو شاید زجر و توبیخ کی لئے ہو جیسے مقروض پر نہین پڑہی تھی غرضکہ اس مسئلہ مین تصحیح مختلف ہی لا یصلی علی قاتل احد ابویہ اہانة لہ والحقہ فی النہر بالبغاة اور جسنی اپنے والدین مین سی ایک کو مار ڈالا ہو اوسپر نماز نہ پڑہی جاوی اوسکی اہانت کیواسطے اور لاحق کیا ہی اوسکو نہر الفائق مین باغیون کے ساتھ یہہ قاتل پانچوان شخص نہین اونہین چار مین داخل ہی جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الطحطاوی وهی اربع تکبیرات کل تکبیرة قائمة مقام رکعة یرفع یدیہ فی الاولی فقط وقال ائمة بلخ فی کلہا ویثنی بعدہا وهو سبحانک اللہم وبحمدک ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما فی التشہد بعد الثانیة لان تقدیمہا سنة الدعاء ویدعو بعد الثالثة بامور الآخرة والماثور اولی اور نماز جنازہ چار تکبیرین ہین ہر تکبیر قائم مقام ایک رکعت کی ہے اوٹہاوی دونو ہاتہہ اپنی فقط پہلی بار اللہ اکبر کہنے مین اور بلخ کے فقہا نے کہا کہ سب تکبیرون مین ہاتہہ کانون تک اوٹہاوے اور ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور ایک روایت امام اعظم سے بھی ہی مگر قول اول ظاہر الروایت ہی کذا فی الشامی اور بعد پہلی تکبیر کے ثنا پڑھے اور ثنا یہہ ہی سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک وجل ثناءک ولا الہ غیرک پہر دوسری تکبیر کہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے دوسری تکبیر کے بعد جیسی التحیات مین یعنی وہ درود پڑہنا چاہئی جو التحیات مین پڑہتے ہین اسلئی کہ مقدم کرنا درود کا دعا کی سنت ہے اور دعا مانگی بعد تیسری تکبیر کے امور آخرت کی اور وہ دعا جو حدیث مین ہی بہتر ہے م دعا حدیث کی یہہ ہی اللہم اغفر لحینا ومیتنا وشاہدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللہم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان درعوت

بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت نے نماز پڑھی ایک جنازہ پر پس یہ دعا پڑھی اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس وابدله دارا خيرا من داره واهلا خيرا من اهله وزوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر وعذاب النار کذا فی الطحطاوی تو اگر نمازی ان دونوں کو پڑھے تو بہتر ہوا اور جسکو دعا حدیث یاد نہو وہ یوں کہے اللهم اغفر لنا ولوالدينا وله وللمؤمنين والمؤمنات کذا فی المنح وقدم فيه الاسلام مع انه الايمان لانه منبئ عن الانقياد فكانه دعاء في حال الحيوة بالايمان والانقياد واما في حال الوفاة فالانقياد وهو العمل غير موجود اور مقدم کیا دعا حدیث میں اسلام ایمان پر باوجود کہ اسلام ایمان ہی اسلئے کہ اسلام خبر دیتا ہو فرمانبرداری سے تو گویا حالت حیات میں دعا ایمان اور انقیاد دونوں کی ہے اور حالت موت میں فرمانبرداری موجود نہیں ہے اسلام کے معنی ایک شرعی ہیں اور ایک لغوی شرعی معنی اسلام کے ایمان ہیں اور لغت میں اسلام فرمانبرداری کو کہتے ہیں تو شارح حکمت اسلام کے مقدم کرنے کی بیان کرتا ہو کہ زندگی میں دعا اسلئے ہوئی کہ حالت حیات کو دونو معنی سے مناسبت ہو اور حالت موت میں چونکہ بجز تصدیق قلبی کے عمل ممکن نہیں اسلئے ایمان ہی کی درخواست مناسب ہوئی کذا فی الشامی ويسلم بلا دعاء بعد الرابعة تسليمتين ناويا الميت مع القوم ويسلم پھر بعد چوتھی تکبیر کے بدون دعا کے دو سلام یعنی داہنے اور بائیں طرف نیت کرے الامرد ونو مقتدیون کے ہم خانیہ میں کہا کہ سلام میں مردہ کی نیت نکرے کیونکہ مردہ مخاطب سلام کا نہیں ہوسکتا لیکن بہاء الدین علی نے کہا کہ نیت کرے اسلئے کہ آخر قبرستان میں السلام عليكم کہتے ہیں پس ہم کیا وجہ ہے کہ مردہ مخاطب سلام کا نہو کذا فی الشامی ونية الكل لا التكبير زيلعي وغيره لكن في البدائع العمل في زماننا على الجهر بالتسليم في جواهر الفتاوى يجهر بالواحدة اور ان سب باتوں کو آہستہ پڑھے سوا الله اکبر کہنے کے ایسا ہی زیلعی وغیرہ میں لیکن بدائع میں ہو کہ عمل ہمارے زمانہ میں آیسہی ہی کہ سلام پکار کر کہتے ہیں اور جواہر الفتاوی میں ہو کہ ایک سلام کو پکار کر کہے یعنی دوسری کو آہستہ کہے ولا قراءة ولا تشهد فيها وعين الشافعي الفاتحة في الاولى وعندنا تجوز بنية الدعاء وتكره بنية القراءة لعدم ثبوتها فيها عنه عليه السلام اور نماز جنازہ میں نہ قراءت قرآن ہو نہ التحیات اور معین کیا ہی امام شافعی نے الحمد کو بعد تکبیر اولی کے اور جائز ہی ہمارے نزدیک الحمد پڑھنا دعا کی نیت سے بعد تکبیر اولی کے اور اسصورت میں قائم مقام ثنا کے ہوجائیگی اور مکروہ تحریمی ہی قراءت کی نیت سے الحمد کا پڑھنا بسبب نہ ثابت ہونے قراءت الحمد کے نماز جنازہ میں آنحضرت صلی الله علیه وسلم سے وافضل صفوفها آخرها اظهارا للتواضع اور نماز جنازہ کی سب صفوں میں بہتر پچھلی صف ہی بسبب ظاہر کرنے تواضع کے ہم یعنی پچھلی صف میں انکسار زیادہ پایا جاتا ہی تو عجب نہیں کہ مردہ کے باب میں قبول شفاعت کا سبب زیادہ ہوجاوے کذا فی الطحطاوی ولو كبر امامه خمسا لم يتبع لانه منسوخ فيمكث المؤتم حتى يسلم معه اذا سلم به يفتى هذا اذا سمع من الامام ولو من المبلغ تابعه وينوي الافتتاح بكل تكبيرة وكذا في العيد اور اگر نمازی کا امام پانچ تکبیرین نماز جنازہ میں کہے تو وہ امام کی متابعت نکرے اسلئے کہ پانچویں بار الله اکبر کہنا منسوخ ہی تو مقتدی ٹھہر جاوے یہانتک کہ امام کے ساتھ سلام پھیرے جب امام سلام پھیرے اسی پر فتوی ہے یہ حکم اسصورت میں ہو کہ مقتدی تکبیر امام کی سنے اور اگر مکبر سے سنی تو اسکی متابعت کرے اور ہر تکبیر سے شروع کی تکبیر نیت کرے اور یہی حال عیدین میں ہو کہ اگر امام سے تکبیرین سنی تو بعد چھ تکبیروں کے متابعت نکرے اور اگر مکبر سے سنے تو اسیقدر آپ کہے ہم یعنی ممکن ہو کہ مکبر سے غلطی ہوئی ہو اور امام نے تکبیر کہی ہو وہ ایک تکبیر کے بعد الله اکبر کہا ہو اسلئے ہر تکبیر پر نیت شروع کی کرلے تاکہ امام سے پہلے تکبیر واقع ہو اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانچ بار تکبیر کہنا منسوخ ہی اسکی وجہ یہ ہے کہ زیلعی نے کہا ہو کہ آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے نجاشی پر چار تکبیرین کہین اور پھر وفات شریف تک چار ہی کہتے رہے تو معلوم ہوا کہ جن احادیث میں پانچ یا سات یا نو تکبیرین مذکور ہین وہ آپکے آخر فعل سے منسوخ ہیں کذا فی الطحطاوی ولا يستغفر فيها لصبي ومجنون ومعتوه لعدم تكليفهم

اور نہ مغفرت کی درخواست کیجاوی نماز جنازہ میں لڑکے اور دیوانہ اور بیعقل کے لئی بسبب متصف ہونے ان لوگونکے ۞ شامی نے کہا کہ مجنون اور معتوہ سے وہ مراد ہیں جو اصلی ہوں یعنی موت تک اونکی ہوش و عقل درست نہوئی ہوا اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونیکے دیوانہ یا بیعقل ہوا ہو تو اوسکے گناہ دیوانگی یا نے عقلی سے ساقط نہیں ہونگے اونکی لئی مغفرت مانگی جاوی بل یقول بعد دعاء البالغین اللهم اجعله لنا فرطا بفتحتین ای سابقا الی الحوض لیهیئ الماء وهو دعاء له ایضا بتقدمه فی الخیر لا سیما وقد قالوا حسنات الصبی له لا لابویه بل لهما ثواب التعلیم واجعله لنا ذخرا بضم الذال المعجمة ذخیرة وشافعا مشفعا مقبول الشفاعة بلکہ کہے عوض دعا بالغون کے الہی کر اوسکو ہمارا فرط اور کر اوسکو ذخیرہ اور سفارش کرنے والا سفارش قبول کیا ہوا شارح نے کہا کہ فرط فتحہ فا اور فتحہ را مہملہ سی بمعنے آگے بڑہنے والا حوض کوثر پر تا کہ پانی تیار کرے اور ذخر بذال معجمہ مضموم بمعنے ذخیرہ ہی اور شفع بصیغہ مفعول باب تفعیل بمعنی مقبول الشفاعت ہی اور یہہ دعا لڑکے کے لئی بھی ہی واسطی آگے بڑہجانے لڑکے کے خیر کیطرف خصوص اسصورتمین کہ فقہانے کہا ہی کہ لڑکے کی نیکیاں لڑکے ہی کو ملتی ہیں نہ اوسکے ماں باپ کو بلکہ ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوتا ہی ۞ یہہ جواب ہی اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لئی ہوتی ہی اس دعا میں میت کا نفع کچھہ نہیں بلکہ نفع ماں باپ یا نمازیوں کا ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ پانی کا تیار کرنا جب ہی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر پونہچیگا تو اسمیں اوسکی لئی دعا ہی آگے بڑہنے کی دوسری یہہ کہ ثواب حسنات کا فقہا کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہی تو اسصورت میں بھی دعا اوسکی لئی مفید ہوگی اور یہہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کہا سو صحیح نہیں بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہی جو کسی کسی نسخہ میں پایا جاتا ہی یعنے بجای دعاء بالغین کے یہہ دعا پڑہی جاوی چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہے اور شیخ اسمعیل نے ذکر کیا کہ مقتضاے متون اور فتاوی کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی یہہ ہی کہ صغیر پر دعاء بالغین نہ پڑہی جاوی بلکہ اسی دعا پر اکتفا کیجاوی پہر یہہ دعا بدائع اور کنز میں اسطرح ہے (اللهم اجعله لنا فرطا واجعله لنا اجرا وذخرا واجعله لنا شافعا ومشفعا) اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدلدی یعنی اجعله کی جگہہ اجعلها جاردن مکہہ کہی اور آخر میں شافعة ومشفعة کہی کذا فی الشامی بتصرف ویقوم الامام بحذاء الصدر مطلقا للرجل والمرأة لانه محل الایمان والشفاعة لاجله اور کہڑا ہووی امام براہ استحباب مقابل سینہ میت کے ہر حالمین مرد اور عورت کی لئی اسلئی کہ سینہ جگہہ ہے ایمان کی اور شفاعت نمازیوں کی مردہ کیلئے اوسکے ایمان ہی کے سبب سے ہی والمسبوق ببعض التکبیرات لا یکبر فی الحال بل ینتظر تکبیر الامام لیکبر معه للافتتاح لما قرران کل تکبیرة کرکعة والمسبوق لا یبتدأ بما فاته اور جسکو کچھہ تکبیریں امام کے ساتھہ نملی ہوں یعنے پیچھے آکر شریک ہوا ہو وہ اوسوقت تکبیر نہ کہی بلکہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر ہی تا کہ اوسکی تکبیر کے ساتھہ شروع کی تکبیر کہی کیونکہ پیشتر گذر چکا ہے کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہی اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتوں سی شروع نہیں کیا کرتا ۞ یعنی اگر مسبوق کو ایک دو رکعت رہجاتی ہیں تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہی اسیطرح نماز جنازہ کے مسبوق کو تکبیریں پیشتر نہ کہنی چاہئیں امام کے سلام کے بعد کہنی چاہئیں اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے اللہ اکبر کہکر شریک ہوگیا تو شروع درست ہوگا مگر یہہ تکبیر معتبر نہوگی بعد سلام کے اسکو پہر سے کہی کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف یکبر حین یحضر اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہی کہ جب مقتدی حاضر ہوا اوسیوقت تکبیر کہے ۞ صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تہا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ نکہی بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہی اسوقت اللہ اکبر کہکے شریک ہوا اور ایک تکبیر اوسکو فوت ہوگئی بعد سلام امام کے اوسکو کہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جسوقت یہہ شخص آیا اوسیوقت تکبیر تحریمہ کہکر شریک ہوجاوی اور دوسری تکبیر امام کے ساتھہ کہی اسصورت میں مسبوق نہوگا کذا فی الشامی کما لا ینتظر الحاضر فی حال التحریمة بل یکبر اتفاقا للتحریمة لانه کالمدرک جیسے انتظار نکرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کیوقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے اسلئی کہ وہ شخص مثل مدرک کی ہی یعنی ایک شخص امام کی تحریمہ کیوقت موجود ہی مگر اوسکی ساتھہ تکبیر تحریمہ نہیں کہی تہ وہ دوسری تکبیر کا انتظار

تکبیر اوسیوقت تحریمہ کہکر شریک ہو جاوی اسلئی کہ تحریمہ کیوقت موجود ہونیکے باعث وہ مدرک کی مانند ہو گیا کہ گویا امام کے ساتھہ ہی اللہ اکبر کہا ثم تکبّر ان ما فاتهما بعد الفراغ نسقًا بلا دعاء ان خشی رفع المیت علی الاعناق پہر مسبوق اور موجود شخص تکبیر کہین جسقدر اونکو فوت ہو جائین بعد فارغ ہونے امام کے پیہم بدون دعا کے اگر خوف کرین میت کے اٹھائی جانیکا گردنون پر م موجود شخص سے فوت ہونیکی کیصورت یہہ ہی کہ مثلا امام نے دو تکبیرین کہہ لین اور یہہ شخص شریک نہوا تیسری مین شریک ہوا تو دو تکبیرین باقی بعد سلام کے کہی اور اوپر بیان ہوچکا کہ موجود شخص اگر تکبیر اول امام کے ساتھہ نہ کہی اوسکی پیچھے کہی تو اوس سے کچھہ فوت نہوگا کذا فی الشامی وما فی المجتبی من انّ المدرک یکبر الکل للحال فشاذّ اور مجتبی مین جو یہہ ہی کہ مدرک یعنی موجود وقت تحریمہ کی کل تکبیرین فوت شدہ اوسیوقت کہلی تو یہہ خلاف قیاس ہے کذا فی النہر م مجتبی مین ہی کہ اگر امام نے تکبیر کہی اور ایک شخص موجود تہا شریک نہوا یہانتک کہ دوسری تکبیر کہی تو یہہ شخص تکبیر دوم مین امام کا شریک ہو جاوی اور پہلی تکبیر کو اسیوقت کہلی اسیطرح اگر دوسری اور تیسری مین شریک نہو تو چوتھی مین شریک ہوکر فوت شدہ کو اوسیوقت کہلی شارح نے کہا کہ یہہ قول مخالف تصریح فقہا کے ہی کہ اکثر نے یہی کہا ہی کہ بعد سلام کے کہی کذا فی الشامی فلو جاء المسبوق بعد تکبیر الامام الرابعة فاتته الصلوة لتعذّر الدخول فی تکبیرة الامام وعند ابی یوسف یدخل لبقاء التحریمة فاذا سلّم الامام کبّر ثلاثًا کما فی الخاص وعلیه الفتوی ذکره الحلبی وغیره م پس اگر مسبوق بعد امام کی چوتھی تکبیر کے آیا تو طرفین کے نزدیک اوسکو نماز فوت ہوگئی بسبب متعذر ہونے شرکت کے امام کی تکبیر مین اور ابو یوسف کے نزدیک نماز مین داخل ہو جاوی بسبب باقی رہنے تحریمہ کے اور جب امام سلام پہیرلے تو تین تکبیرین کہلے جیسے موجود شخص کہ چوتھی تکبیر تک امام کا شریک نہوا اور بعد چوتھی کے شریک ہو جاوی تو وہ سلام کے بعد تین تکبیرین کہتا ہے بالاتفاق اور اسی قول امام ابو یوسف پر فتوی ہے ذکر کیا ہی اوسکو حلبی وغیرہ نے م یعنی طرفین کے نزدیک مسبوق کو انتظار امام کی تکبیر کا کرنا چاہیئے تب شریک ہوسکتا ہی اور چونکہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی تکبیر باقی نہین اسلئی اوسکی شرکت نہین ہوسکتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک چونکہ قبل سلام تحریمہ باقی ہی اسلئی شریک ہوسکتا ہی کذا فی الشامی واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوة علی کل واحدة اولی من الجمع وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز اور جبکہ کئی جنازہ مجتمع ہو جائین تو ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑہنا بہتر ہے بہ نسبت سب پر ایک ساتھہ نماز پڑہنے کی اور مقدم کرنا افضل شخص کا افضل ہی یعنی اول سب سے افضل پر نماز پڑہے پہر اوس سے کم فضیلت والے پر اور علی ہذا القیاس اور اگر جمع کرے یعنی سب پر ایک ہی نماز پڑہی تو درست ہی ثم ان شاء جعل الجنائز صفًا واحدًا وقام عند افضلهم وان شاء جعلها صفًا مما یلی القبلة واحدًا خلف واحد بحیث یکون صدر کل جنازة مما یلی الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلها درجًا فحسن لحصول المقصود پہر اگر چاہی تو ایک ساتھہ نماز پڑہنے کیصورتمین سب جنازونکو ایک صف کردی اسطرح کہ ایک کا سر دوسری کے پانو کیطرف ہو اور امام کہڑا ہو اوس شخص کے سینہ کے مقابل جو اون سب مین افضل ہو اور اگر چاہی تو اونکو قبلہ کیجانب ایکدوسرے کے پیچھے رکہکر صف بنا دی اسطرح کہ ہر جنازہ کا سینہ امام کے مقابل رہی تاکہ امام سبکے سینہ کے مقابل کہڑا ہو اور اگر اسصورتمین زینہ کیطرح صف کرے یعنی ایک کا سر دوسری سے کچھہ نیچے کری اسطرح کہ ہر جنازہ بہ نسبت پہلے کے تہوڑا سا بائین طرف کو رہی تو بہتر ہی بسبب حاصل ہونی مقصود کے م طحطاوی نے کہا کہ حصول مقصود تینون کیفیتون کی علت ہی کہ جسطرح چاہی پڑہی مطلب سب مین حاصل ہی وراعی الترتیب المعهود خلف حالة الحیوة فیقرب منه الافضل فالافضل الرجل مما یلیه فالصبی فالخنثی فالبالغة فالمراهقة والصبی الحر یقدم علی العبد والعبد علی المرأة وان دفنوا فی قبر واحد لضرورة فبعکس هذا فیجعل الافضل مما یلی القبلة فتح اور لحاظ رکہی ترتیب معمولی کا اپنی پیچہے زندگی کی حالت مین یعنی اپنی پاس سب سی افضل شخص کا جنازہ کری پہر اوسکا جو اوس سی کم ہو مثلا عالم فاضل کا جنازہ اپنی متصل کری پہر اور دوسکا اور اگر علم وفضل مین برابر ہون تو بڑی عمر والے کو مقدم کری کذا فی الشامی مرد کو اپنی پاس کری پہر لڑکے کو پہر خنثی کو پہر

جائز ہے نماز جنازہ پر سوار ہو کر اور بیٹھے ہوئے بدون عذر کے بدلیل استحسان م یعنے اگر عذر کے باعث سوار ہو کر پڑہین مثلاً گارے یا مینہ کے باعث نہ اتر سکین یا بیمار ہون یا کھڑے ہونیکی طاقت نہو تو نماز درست ہوگی وکرہت تحریما وقیل تنزیہا فی مسجد جماعۃ ہو ای المیت فیہ وحدہ او مع القوم واختلف فی الخارج عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراہۃ مطلقا خلاصہ بناء علی ان المسجد انما بنی للمکتوبۃ وتوابعہا کنافلۃ وذکر وتدریس علم وہو الموافق لاطلاق حدیث ابی داود من صلی علی میت فی المسجد فلا صلوٰۃ لہ اور مکروہ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک تنزیہی نماز جنازہ کی مسجد جماعت یعنی جامع مسجد یا محلہ کی مسجد مین کہ مردہ اُسکے اندر ہو تنہا یا کل یا بعض نمازیون کے ساتھہ اور اختلاف ہے مسجد سے باہر ہونے کی صورت مین تنہا مردہ باہر ہو یا کچھہ نمازیون کے ساتھہ باہر ہو اور قول مختار ہر صورتمین مکروہ ہونا ہے کذا فی الخلاصہ اس وجہ سے کہ مسجد صرف نماز فرض وقتی اور اسکے توابع کے لئے بنی ہے جیسے نماز نفل اور یاد الہی اور علم کا پڑہانا ہے اور یہی قول کراہت کا موافق ہے واسطے اطلاق حدیث ابو داود کے کہ جسنے نماز پڑہی مردہ پر مسجد کے اندر تو اوسکے لئے نماز نہین م شامی نے کہا کہ ابی داود کی روایت مین فلا شی لہ ہے یعنی اوسکو کچھہ ثواب نہین اور ایک روایت مین فلا اجر لہ ہے اور ابن ابی شیبہ نے فلا صلوٰۃ لہ روایت کیا ہے اور شارح نے جو علت کراہت کی بیان کی ہے کہ مسجد نماز فرض وقت اور اُسکے توابع کے لئے ہے تو یہہ ظاہر نہین اسلئے کہ نماز جنازہ بھی ذکر اور دعا ہے اور مسجد بے شک ذکر و دعا کے لئے ہوتی ہے ورنہ چاہیے کہ طلب باران اور کسوف کی دعا سے بھی مسجد مین منع کیا جائے اور اگر علت مسجد کے آلودہ ہونے کو ٹھہرایا جاوے تو جس صورتمین مردہ باہر مسجد کے ہو نماز مکروہ نہونی چاہیے باقی رہا حال حدیث کا تو اُسمین تین احتمال ہوسکتے ہین ایک یہہ کہ فی المسجد ظرف نمازی کا ہو دوم یہہ کہ ظرف میت کا ہو سوم یہہ کہ دونو کا ہو اگر نمازی کا ظرف کہو تو چاہیے کہ جس صورتمین نمازی باہر مسجد کے ہو اور میت اندر اُس نماز مین کراہت نہو اور اگر میت کا ظرف کہو تو جب میت باہر اور نمازی اندر ہو تب کراہت نہوگی اور اگر دونو کا ظرف کہو تو کراہت دونو کے اندر ہونے مین منحصر ہوگی اگر ایک باہر ہوگا اور ایک اندر تو کراہت نہوگی پہر قول مختار جو ہر صورت مین کراہت کا ہوتا ہے وہ کہان رہا لیکن میرے نزدیک اس حدیث سے مطلق کراہت اسطرح معلوم ہوتی ہے کہ فعل کا اثر کبھی ظاہر مین مفعول پر نہین ہوتا جیسے علم اور ذکر ہے اور کبھی ہوتا ہے جیسے ضرب و قتل ہے تو اگر ظرف پہلی قسم مین بولا جائیگا تو وہ فاعل کا ظرف ہوگا خواہ مفعول اوسمین ہو یا نہو مثلاً کہین کہ مین نے زید کو مسجد کے اندر ذکر کیا تو مسجد ظرف متکلم کا ہوگی خواہ زید اوسکے اندر ہو یا نہین اور دوسری قسم مین ظرف متعلق بمفعول ہوگا گو فاعل اوسمین ہو یا نہین مثلاً اگر کہین کہ مین نے زید کو مسجد مین مارا تو مسجد زید کا ظرف ہوگی خواہ متکلم مسجد مین ہو یا نہو جیسے حرم کے اندر کوئی شخص شکار کے تیر مارے تو وہ قاتل صید حرم کہلائیگا گو خود باہر حرم سے ہو اب جو نماز جنازہ کو دیکھتے ہین تو اسکو اول قسم سے پاتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ مسجد نمازی کا ظرف ہے خواہ میت اوسمین ہو یا نہو اور اسکی مؤید ہے یہہ روایت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اصحاب کو خبر مرگ نجاشی کی سنائی تو مسجد سے نکلکر مصلی مین تشریف لیگئے وہان اوسپر نماز پڑہی اگر مسجد مین جائز ہوتی تو پہر باہر نکلنے کے کیا معنی جنازہ تو مسجد کے اندر تہا ہان یہہ صورت رہگئی کہ مردہ مسجد کے اندر ہو اور نمازی باہر تو اسکی کراہت دلالۃ النص سے پائی جاتی ہے کیونکہ جب باوجود نماز جنازہ کے ذکر و دعا ہونیکے خود نماز مسجد مین مکروہ ہوئی تو مردہ کا اوسمین داخل کرنا بطریق اولی مکروہ ہوگا کہ ایک فعل لغو ہے اور کہنا مسجد کی آلودگی کا جدا ہے پس معلوم ہوا کہ حدیث مذکور مؤید قول مختار کے ہے کہ نماز مسجد کے اندر ہر صورتمین مکروہ ہے پہر یہہ کراہت اُسصورتمین ہے کہ بدون عذر کے مسجد مین نماز پڑہی جاوے اور اگر کسی عذر سے ہو تو مکروہ نہین اسیطرح مکروہ ہے نماز جنازہ شارع عام مین تمام ہوا قول شامی کا مختصراً ومن ولد فمات یغسل ویصلی علیہ ویرث ویورث و یسمی ان استہل بالبناء للفاعل ای وجد منہ ما یدل علی حیوتہ بعد خروج اکثرہ حتی لو خرج راسہ وہو یصیح فذبح رجل فعلیہ الغرۃ وان قطع اذنہ فخرج حیا فمات فعلیہ الدیۃ م اور جو بچہ پیدا ہو کر مر جاوے اگر وہ آواز کرے تو نہلایا جاوے اور اوسپر نماز پڑہی جاوے اور وہ وارث ہوگا دوسرے کا اور اُسکی میراث اوروںکو ملیگی اور نام رکہا جائیگا شارح نے کہا کہ استہل بصیغہ معروف ہے اور اُس سے مراد یہہ ہے کہ بچہ سے وہ بات پائی جاوے جس سے اُسکا زندہ ہونا معلوم ہو بعد اکثر بچہ کے نکلنے کے یہانتک کہ اگر بچہ کا سر نکلا اور وہ چیختا ہے اور اُسیوقت اُسکو کسی نے ذبح کر دیا تو اُسپر غرہ لازم

ہوگا اور اگر سر نکلنے کے بعد اُسکا کان کاٹ لیا پھر وہ زندہ نکلا اور مر گیا تو اوسپر خونبہا لازم ہوگا ۱۲ م نماز و غسل کا ذکر ماتن نے کیا اور کفن کو باعث
ظاہر ہونیکے چھوڑ دیا یعنی کفن بھی دیا جاوے اور نام اُسکا رکھا جاوے کہ آدم زاد ہی نام رکھنے مین اوسکی تعظیم ہی اور استہلال مطلق آواز کرنیکو چاند دیکھنے کے
وقت کہتے ہین پھر پیدایش کیوقت بچہ کے رونیکو بھی کہنے لگے اسلئے شارح نے کہدیا کہ رونا شرط نہین بلکہ زندگی کی علامت مثلاً حرکت کرنا
اعضا کا بھی کافی ہی اور چونکہ شریعت مین ایسے بچہ کا حکم زندہ کا ہی اسلئے وہ وارث اور مورث ہوسکتا ہی غرہ بضم غین معجمہ و تشدید راء مہملہ
خونبہا مرد کے بیسوین حصہ کو کہتے ہین اور مرد کا خونبہا دسہزار درم یا ہزار دینار ہوتے ہین تو غرہ پانسو درم یا ۵۰ دینار کا ہوا اور وجہ غرہ
کی یہہ ہی کہ جبتک بچہ اکثر نہین نکلا اوسکا حکم پیٹ کے بچہ کا ہی اور پیٹ کے بچہ کے تلف کرنے مین غرہ ہوتا ہی اور کان کاٹنے مین خونبہا اسلئے لازم
ہوا کہ سبب موت کا وہی ہوا اور قصاص شبہہ کیوجہ سے لازم نہوا کذا فی الشامی والا یستهل غسل وسمی عند الثانی وهو الاصح فیفتی به علی خلاف
ظاهر الروایة اکراما لبنی آدم کما فی ملتقی الابحر اور اگر کوئی علامت زندگی کی بعد اکثر پیدایش کے نپائی جاوے تو نہلایا جاوے اور نام رکھا جاوے
امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہی تو اسپر فتوی دیا جاوے برخلاف ظاہر الروایت کے بسبب تعظیم بنی آدم کے چنانچہ ملتقی البحار مین ہی م
اکراما علت متن کی ہی یا یہ نفی کی اور یہہ اُس بچہ کا حکم ہے جسکی پیدایش پوری ہوا اور جسکی خلقت پوری نہوا اوسکی نہلانے مین اختلاف ہی چنانچہ
شارح بیان کرتا ہو وفی النهر عن الظهیریة واذا استبان بعض خلقه غسل وحشر هو المختار اور نہر الفائق مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ جب ظاہر ہوجاے
بعض پیدایش بچہ کی تو اوسکو غسل دیا جاوے یہی قول مختار ہی اور اسکا حشر ہوگا ۱۲ م شامی نے کہا کہ ہو المختار کے بعد وحشر کہنا مناسب تھا اسلئے کہ
ظہیریہ مین اسیطرح ہی غرضکہ حشر مین اختلاف ہی بعض فقہانے کہا کہ اگر روح پڑگئی ہوگی تو حشر ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر بعض خلقت ظاہر ہوگئی ہوگی تو
حشر ہوگا وادرج فی خرقة ودفن ولم یصل علیه وکذا لا یرث ان انفصل بنفسه کصبی سبی مع احد ابویه لا یصلی علیه لانه تبع له ای فی احکام الدنیا
لا العقبی لما مر انهم خدم اهل الجنة اور جسپر علامت زندگی بعد نکلنے کی ظاہر نہو غسل و نام رکھنے کے بعد لپیٹا جاوے ایک کپڑے مین اور دفن کر دیا جاوے
اور اوسپر نماز نہ پڑہی جاوے اور اسیطرح وہ بچہ وارث نہوگا اگر علحدہ ہوا ہوگا خود بخود جیسے وہ بچہ کہ قید کیا جاوے معہ ایک کے ماباپ مین سے کہ اگر
مرجاوے تو اوسپر نماز نہ پڑہی جاوے اسلئے کہ وہ تابع ہی احد الابوین کا یعنی احکام دنیا مین اُسکا تابع ہے نہ احکام آخرت مین بسبب اُس قول کے
کہ پیشتر گذرا کہ مشرکین کے بچے اہل جنت کے خادم ہونگے م خود بخود کی قید اسلئے لگائی کہ اگر کسی نے مثلاً عورت کے پیٹ پر مارا اور بچہ مردہ
نکل پڑا تو وہ وارث اور مورث ہوگا کیونکہ شارع نے جب غرہ اوسکی قاتل سے دلوایا تو معلوم ہوا کہ اُسکی زندگی کا حکم کیا کذا فی الشامی ولو
سبی بدونه فهو مسلم تبعا للدار او السابی او به فاسلم هو او اسلم الصبی وهو عاقل ای ابن سبع سنین صلی علیه لصیرورته مسلما اور اگر بچہ
بدون مان یا باپ کے گرفتار آیا تو وہ مسلمان ہی بہ تبعیت دار الاسلام جبکہ گرفتار کنندہ ذمی ہو یا بہ تبعیت گرفتار کنندہ کی جبکہ وہ مسلمان ہو خواہ
وہ بچہ پکڑا گیا مان باپ کے ساتھ پہر مان یا باپ مسلمان ہوا یا خود وہ لڑکا مسلمان ہوگیا حالانکہ وہ عاقل ہی یعنی سات برس کا ہی تو اوسپر نماز
پڑہی جاوے بسبب ہوجانے اُس بچہ کے مسلمان یعنی بہ تبعیت مان یا باپ کے خواہ اپنی مسلمان ہوجانے سے م سات برس کے لڑکے کی مسلمان
ہونے کی صحت قاری ہدایہ کیطرف منسوب ہے اور عنایہ مین عاقل بچہ اوسکو لکہا ہی کہ نفع نقصان کو سمجھے اور یہہ کہ اسلام ہدایت ہی اور اُسکا اتباع
بہتر ہی اور فتح القدیر مین ہی کہ صفت اسلام کی سمجھتا ہو یعنی ایمان اللہ تعالی اور اوسکی فرشتون اور کتابون اور رسولون اور قیامت اور تقدیر
پر رکہتا ہو شامی نے کہا کہ اس سے مراد یہہ ہی کہ اگر اوسکے سامنے ان امور کی تفصیل کیجاوے اور اس سے ان پر ایمان کا سوال ہو تو کہدے کہ مین نے
ایمان لایا قالوا ولا ینبغی ان یسأل العامی عن الاسلام بل یذکر عنده حقیقته وما یجب الایمان به ثم یقال له هل انت مصدق بهذا فاذا قال
نعم اکتفی به ولا یضر توقفه فی جواب ما الایمان ما الاسلام فتح فقہانے کہا ہی کہ عامی آدمی سے اسلام کا حال نہ پوچھنا چاہئے بلکہ اوسکے سامنے
اسلام کی حقیقت اور جس چیز پر ایمان واجب ہے اُسکو ذکر کرنا چاہئے پھر اُس سے کہا جاوے کہ کیا تو اسکی تصدیق کرتا ہی پس اگر وہ ہان کہدے تو

اہر مسلمان ہونیکی لئی اسی پر اکتفا کیجاتی ہے اور اوسکو مضر نہین سکوت کرنا جواب مین ان سوالات کی کہ ایمان کیا چیز ہے اسلام کیا ہے کذا فی الفتح کیونکہ
عوام اکثر ان تفصیلون سے ناواقف ہوتے ہین حالانکہ اقرار توحید و رسالت کا کرتے ہین و یغسل المسلم و یکفن و یدفن قریبہ کخالہ الکافر الاصلی
اما المرتد فیلقی فی حفرۃ کالکلب عند الاحتیاج فقولہ قریبہ الاولی ترکہ لھم من غیر مراعاۃ السنۃ فیغسلہ غسل الثوب النجس و یلفہ فی خرقۃ و یلقیہ فی
حفرۃ و لیس للکافر غسل قریبہ المسلم اور نہلاوے مسلمان اور کفن دیوے اور دفن کرے اپنے رشتہ دار کافر اصلی کو مثلاً اپنے ماموں کو حاجت کیوقت تو
اگر اوس کافر کے اور رشتہ دار ہوں تو بہتر ہے کہ مسلمان اوس کافر مردہ کو ان رشتہ دارونکے حوالہ کرے اور آپ متکفل غسل وغیرہ کا نہو حاجت کیوقت
نہلاوے بدون رعایت طریق سنت کے یعنی وضو نکراوے اور داہنی طرف سے شروع نکرے بلکہ ایسے غسل دے جیسے نجس کپڑا دہوتے ہین اور اوسکو ایک کپڑے مین
لپیٹے اور ایک گڈھے مین ڈالدے یعنی رعایت کفن مسنون اور لحد کی نکرے شارح نے کہا کہ کافر اصلی کی قید اسلئے لگائی کہ مرتد کو کتے کیطرح گڈھے مین
ڈالدے غسل و کفن کچھہ نکرے اور نہین جائز ہے کافر کو نہلانا اپنے رشتہ دار مسلمان کا ھ شامی نے کہا کہ مکروہ ہے کافر کا مسلمان کی قبر مین اوترنا اوسکی
دفن کرنیکو و اذا حمل الجنازۃ وضع ندباً مقدمہا بکسر الدال و تفتح و کذا المؤخر علی یمینہ عشر خطوات لحدیث من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت
عنہ اربعین کبیرۃ ثم وضع مؤخرہا علی یمینہ کذالک ثم مقدمہا علی یسارہ ثم مؤخرہا کذالک فیقع الفراغ خلف الجنازۃ فیمشی خلفہا اور جب کوئی شخص
جنازہ اوٹہاوے تو مستحب یہہ ہے کہ جنازہ کی اگلی جانب یعنی سرہانا اول اپنے داہنے مونڈہے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب یعنی پیتانا دس قدم داہنے
مونڈہے پر رکھے پہر اگلی جانب بائین مونڈہے پر دس قدم رکھے پہر پچھلی جانب بائین مونڈہے پر اسیطرح رکھے تو پچھلی جانب پر ۴۰ قدم سے فرصت ہو جاویگی
اوسوقت جنازہ کے پیچھے چلے اور اسطرح اوٹہانا اسلئے مستحب ہوا کہ حدیث شریف مین ہے کہ جو کوئی جنازہ کو ۴۰ قدم اوٹہاوے تو اوسکا اوٹہانا ۴۰ گناہ
کبیرہ کو دور کرتا ہے شارح نے کہا کہ لفظ مقدم بکسر دال ہے اور کبھی بفتحہ بھی بولتے ہین اور یہی حال مؤخر کا ہے کہ بکسر خاء معجمہ ہے اور فتحہ بھی دیتے ہین
ھ گناہ کبیرہ سے مراد یا وہ صغیرہ ہین جو دوسرونکی نسبت سے بڑے ہون یا خود کبیرہ مراد ہو سکتے ہین اور کفرت بصیغہ معروف ہے فاعل اوسکا جنازہ
ہے بتقدیر مضاف طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت حمل جنازہ کے بیان کرتا اسلئے مترجم نے موقعہ پر
اوسکا ترجمہ کیا و صح انہ علیہ السلام حمل جنازۃ سعد بن معاذ اور ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذ رض کا اوٹہایا ہے ھ یہہ
صحابی بڑے جلیل القدر ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہین کی شان مین فرمایا کہ انکی موت سے عرش خداوندی ہل گیا و یکرہ عندنا حملہ بین عمودی
السریر بل یرفع کل رجل قائمۃ بالید لا علی العنق کالامتعۃ و لذا کرہ حملہ علی ظہر دابۃ اور مکروہ ہے ہمارے نزدیک اوٹہانا مردہ کا چارپائی کی دو پٹی یا سیرون
کے بیچ مین سے پکڑکر خواہ دو شخص اوٹہاوین یا چار بلکہ ہر شخص ایک ایک پایہ چارپائی کا ہاتہہ سے پکڑکر اوٹہاوے شروع سے گردن پر نہ رکھے جیسے اسباب اوٹہایا
کرتے ہین اور اسیوجہ سے مکروہ ہے لادنا مردہ کا پشت پر اور سواری کے جانور پر کیونکہ یہہ طریق اسباب کے اوٹہانیکا ہے جنازہ مین مسنون یہہ ہے کہ چار شخص
ایک ایک پایہ اوٹہاکر پٹی کو مونڈہے پر رکھلین و الصبی الرضیع و الفطیم او فوق ذلک قلیلا یحملہ واحد علی یدیہ و لو راکباً و ان کان کبیراً حمل علی الجنازۃ
اور بچہ شیرخوار یا دودہ چہوٹا ہوا یا اس سے کچھہ زیادہ عمر کا اوسکو ایک شخص اپنے دونو ہاتہون پر اوٹہاوے اگرچہ اوٹہانیوالا سوار ہو اور اگر لڑکا بڑا ہو
تو کہٹولے یا چارپائی پر اوٹہایا جاوے و یسرع بہا بلا خبب ای عدو سریع و لو بہ کرہ اور جلد لیچلین جنازہ کو بدون تیز جہپٹنے کے اور تیز جہپٹنے
کے ساتہہ چلنا مکروہ ہے بوجہ ایذا مردہ اور ساتہہ والون کے ھ جنازہ مین اسقدر جہپٹنا مسنون ہے کہ میت چارپائی پر ادہر ادہر حرکت نکرے
کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ کہ اگر صالح ہے تو جلد اوسکو اچھی جگہہ پونہچاؤگے اور اگر برا ہے تو جلد اپنی گردنون سے برائی کو دور
کروگے کذا فی الشامی و کرہ تاخیر صلوتہ و دفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ الا اذا خیف فوتہا بسبب دفنہ قنیہ اور مکروہ ہے مردہ کی
نماز اور دفن مین اسلئے دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سے آدمی اوسپر نماز پڑہین ہان جب یہہ خوف ہو کہ اسکی دفن کی جہت سے جمعہ فوت ہو جائیگا تو اوس
صورت مین دفن مین تاخیر مکروہ نہوگی کذا فی القنیہ کما کرہ للمتبعہا جلوس قبل وضعہا و قیام بعدہ کا جیسے مکروہ ہے پیچھے چلنیوالیکو بیٹھنا پہلے

جنازہ کے رکہنے کے اور کہڑا رہنا بعد جنازہ کے رکہنے کے م عبادہ بن صامت سے مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جبتک نہ بیٹہتی کہ
جنازہ لحد مین نہ اتارا جاتا ایک قبر پر آپ کہڑے تہے کہ ایک یہودی نے عرضکیا کہ ہم اپنے مردون کے ساتھہ ایسا ہی کرتے ہین آپ بیٹہہ گئی اور صحابہ سے فرمایا
کہ انکی خلاف کرو کذا فی الطحطاوی تو اس سے معلوم ہوا کہ کہڑا رہنا مکروہ تحریمی ہی ولا یقوم من فی المصلی لہا اذا رأہا قبل وضعہا ولا من مرت
علیہ ھو المختار وما ورد فیہ منسوخ زیلعی اور نہ کہڑا ہو جو شخص نماز پڑہنے کی جگہہ مین ہو جبکہ جنازہ کو دیکہے پیشتر اوسکے رکہنے کے اور نہ وہ شخص کہڑا ہو
جسکے پاس جنازہ ہوکر گذرے یہی قول مختار ہی اور جو کچھہ کہڑا ہونیکے باب مین وارد ہی وہ منسوخ ہی کذا فی الزیلعی م یعنی یہہ جو حدیث مین آیا ہی
کہ جب تم جنازہ کو دیکہو تو اوسکی لئی کہڑے ہو جاؤ یہانتک کہ تمہاری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکہا جاوی یہہ حدیث منسوخ ہی اس حدیث سے کہ
احمد نے حضرت علی رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو جنازہ کی لئی کہڑا ہونیکا حکم کیا تہا پہر آپ اسکی بعد بیٹہی رہی اور ہمکو
حکم بیٹہے رہنیکا کیا اور مسلم نے بھی اس مضمون کو روایت کیا اور کہا کہ کہڑا ہونیکا حکم پہلے تہا پہر منسوخ ہوگیا کذا فی الشامی وندب المشی
خلفہا لانہا متبوعۃ الا ان یکون خلفہا نساء فالمشی امامہا احسن اختیار اور مستحب ہی پیچہے چلنا جنازہ کے اسلئی کہ جنازہ متبوع ہے
اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہی مگر یہہ کہ ہووین جنازہ کے پیچھے عورتین تو اسصورت مین جنازہ کے آگے چلنا بہتر ہے کذا فی الاختیار م
جنازہ کو متبوع اسلئی کہا کہ حدیث مین حکم ہی اتباع جنازہ کا اور لفظ اتباع پیچہے چلنے والے پر بولا جاتا ہی نہ آگے چلنے والے پر کذا فی الشامی
ویکرہ خروجہن تحریما وتزجر النائحۃ ولا یترک اتباعہا لاجلہا اور مکروہ تحریمی ہے نکلنا عورتون کا جنازہ کے ساتھہ اور زجر کیجاوی نوحہ کرنی
والی اور اسیطرح چیخنے والی اور جنازہ کے ساتھہ چلنا نہ چہوڑا جاوی بسبب نوحہ کرنیوالی کے م حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتون
کو جنازہ کے ساتھہ دیکہکر پوچہا کہ تم اوٹہانیوالون کے ساتھہ جنازہ کو اوٹہاوگی یا قبر مین اتارنیوالون کے ساتھہ مُردہ کو اُتاروگی یا نماز پڑہنے
والون کے ساتھہ نماز پڑہوگی اُنہون نے عرضکیا کہ ان باتون مین سے کوئی سی نکرینگی آپ نے فرمایا کہ ہٹ جاؤ گناہ کے ساتھہ نہ ثواب کے ساتھہ یہی
اور نوحہ والیکے سبب سے جنازہ کا ساتھہ اسلئی نہ چہوڑا جاوی کہ نوحہ بدعت ہی اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی جہت سے اس سنت کو چہوڑ دیا جاوی
تو جنازہ کی امور کا تکفل موقوف ہو جاوی کذا فی الطحطاوی ولا یمشی عن یمینہا ویسارہا ولو مشی امامہا جاز وفیہ فضیلۃ ایضا ولکن ان تباعد
عنہا او تقدم الکل او رکب امامہا کرہ کما کرہ فیہا رفع صوت بذکر او قراءۃ فتح اور نہ چلی جنازہ سے داہنے اور بائین یعنی داہنے بائین چلنا اولی نہین
اور اگر جنازہ کے آگے چلے تب بھی درست ہی اور اسمین بھی فضیلت ہی لیکن اگر جنازہ سے دور ہوگیا یا سب لوگ آگے بڑہگئی یا جنازہ کی آگے سوار
ہولیا تو مکروہ ہی جیسے مکروہ ہی جنازہ کے ساتھہ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قراءت قرآن مین کذا فی الفتح م آگے چلنے مین فضیلت اس قول سے نکالی
کہ پیچہے چلنا افضل ہے یعنی افضل صیغہ افعل التفضیل ہی تو مطلق فضیلت آگے چلنے مین بھی ہوئی اور اتنا دور ہونا مکروہ ہے کہ لوگ یہہ سمجہین کہ
اکیلا جاتا ہی اور ذکر اور قراءت پکارکر نہ پڑہی اگر منظور ہو تو اپنے دلمین پڑہی کذا فی الشامی ویحفر قبرہ فی غیر دارہ مقدار نصف قامۃ فان
زاد فحسن ویلحد ولا یشق الا فی ارض رخوۃ اور کہودی جاوی قبر مردہ کی اسکی مکان کے سوا دوسری جگہہ مین بقدر نصف قد آدم عمق کے اور اگر زیادہ
ہو تو بہتر ہے یعنی اسقدر گہرائی ادنے مرتبہ اور چہاتی تک اوسط درجہ اور قد آدم سب مین افضل ہی اور لحد بنائی جاوی یعنی جانب قبلہ قبر کے گڈہا
کہودا جاوی بیٹہی ہوئی مکان کیسو اور شق نہ کیجاوی یعنی قبر کے بیچ مین گڈہا نکیا جاوی مگر زمین نرم مین اگر لحد ٹہہری تو شق بنائی جاوی م غیر دار
کی قید کی ضرورت نہ تہی کہ خود ماتن آگے بیان کرتا ہی اور طول قبر برابر قد مردہ کے ہونا چاہئی اور عرض آدہا طول سے لحد بفتح وضم لام ہی اور شق کو
اسلئی منع کیا کہ حدیث مین آیا ہی کہ لحد ہماری لئی ہی اور شق غیرونکی لئی پس بدون ضرورت شق بنانا نچاہیئے ولا یجوز ان یوضع فیہ مضربۃ وما روی
عن علی فغیر مشہور ولا یوخذ بہ ظہیریۃ اور نہین جائز ہے کہ قبر کے اندر گدا رکہا جاوی اور جو کچہہ حضرت علی رضہ سے مروی ہی وہ مشہور نہین اور اسپر
عمل نہین کذا فی الظہیریۃ م ظہیریہ مین بجای علی رضہ کے ذکر حضرت عائشہ رضہ کا ہی کہ اونہون نے گدا رکہوایا اور یہہ مشہور نہین یعنی ثابت نہین ہوا

بلکہ اور حدیثون سے اسکا خلاف ثابت ہی کہ حضرت ابن عباس مکروہ جانتے تھے کہ مردہ کے نیچے کوئی چیز ڈالی جاے اور حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ میرے
اور زمین کے درمیان کوئی چیز مت کرنا غرضکہ گدا اور تکیہ اور چٹائی سبکا حکم ایک ہی سب کا رکھنا نچاہیے کذا فی الشامی ولا باس باتخاذ تابوت
ولو من حجر او حدید له عند الحاجة کرخاوة الارض ویسن ان یفرش فیه التراب اور کچھ مضائقہ نہین حاجت کیوقت مردہ کیلئے تابوت بنانے کا
اگرچہ پتھر یا لوہے کا ہو مثلاً زمین کی نرمی کی جہت سے اور مسنون ہی کہ صندوق یا لحد مین مٹی بچھا دیجاوے ھم شامی نے کہا کہ اگر حاجت کی سبب
صندوق بنایا جاوے تو چاہیے کہ اوسکے نیچے مٹی بچھا دین اور داہنے اور بائین ہلکی اینٹین کچی رکھین اور ڈھکنے کے اندر کیجانب پر مٹی لیپ دین
تا کہ لحد کیصورت بنجاے اور بدون حاجت صندوق بنانا مکروہ ہے مات فی سفینة غسل وکفن وصلی علیه والقی فی البحر ان لم یکن قریبا من
البر فتح ایک شخص کشتی مین مرگیا تو غسل دیا جاے اور کفنایا جاے اور نماز پڑھکر دریا مین ڈالدیا جاے اگر کشتی خشکی سے نزدیک نہو کذا فی الفتح
ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص هذه السنة بالانبیاء علیهم السلام واقعات اور نہین چاہیے کہ مردہ مکان مین
دفن کیا جاے اگرچہ بچہ ہو واسطے خاص ہونے اس طریق کے انبیا علیہم السلام کے ساتھہ کذا فی الواقعات ھم یعنی جس مکان مین مرے اوسمین دفن
ہو یہہ طریقہ مخصوص بہ انبیا علیہم السلام ہی اور دن کے لئے نہین چاہیے ویستحب ان یدخل من قبل القبلة بان یوضع من جهتها ثم یحمل
فیلحد وان یقول واضعه بسم الله وبالله وعلی ملة رسول الله یوجه الیها وجوبا اور مستحب ہی کہ مردہ قبلہ کیجانب سے قبر مین اتارا جائے کہ وہ سمت معظم ہو
اسطرح کہ جنازہ اوسیطرف رکھا جاے پھر اوٹھاکر لحد مین اتارا جاے اور مستحب ہی کہ لحد مین اتارنیوالا مردہ کا یون کہے بسم الله وبالله وعلی
ملة رسول الله اور قبلہ کیطرف اوسکا منہ کردیا جائے بطور وجوب شامی نے کہا کہ تحفہ مین مصرح ہے کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہی وینبغی
کونه علی شقه الایمن ولا ینبش لیوجه الیها وتحل العقدة للاستغناء عنها ویسوی اللبن علیه والقصب لا الآجر المطبوخ والخشب لو حوله اما
فوقه فلا یکره ذکره ابن الملک اور مناسب ہے ہونا مردہ کا داہنی کروٹ پر اور قبر نہ اوکھیڑی جاے مردہ کے قبلہ رخ کرنیکے لئے یعنی بعد مٹی
دینے کے اگر معلوم ہوا کہ مردہ قبلہ رخ نہین ہے تو قبر نہ اوکھیڑی جاے اور لحد مین مردہ کے کفن کی گرہ کھولدی جاے بسبب بے پروا ہونیکے اس سے
یعنی کفن کے کھلنے کے خوف سے گرہ تھی وہ خوف جاتا رہا اور رکھی جاوین اوسپر کچی اینٹین اور نرکل نہ پکی اینٹین اور تختہ اگر گرد میت کے ہو
لیکن اوسکے اوپر تختہ رکھنا مکروہ نہین ذکر کیا ہے اوسکو ابن ملک نے ھم کچی اینٹین اول لحد کے منہ پر کھڑی کیجائین اور اونکی درزون پر نرکل یا
ڈھیلے رکھدیے جائین تختہ نہ رکھین اور اگر اوسکے اوپر تختہ رکھا جاوے تو مکروہ نہین **فائدة** یہہ ایک کام کی بات ہی حدد لبنات
لحد النبی صلی الله علیه وسلم تسع بھنسی شمار کچی اینٹون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد شریف کا ۹ ھم ذکر کیا ہی اوسکو بھنسی نے
طحطاوی نے کہا کہ کچی اینٹون کے ساتھہ نرکل کے مٹھے تھے ویجوز ذلك حوله بارض رخوة کالتابوت اور جائز ہی پکی اینٹ اور تختہ گرد میت
کے نرم زمین میں جیسے صندوق درست ہے ویسجی ای یغطی قبرها ولو خنثی لا قبره الا لعذر کمطر اور ڈھانپی جائے قبر عورت کی قبر مین اوتارنیکے
وقت یہانتک کہ لحد کا منہ بند کیا جاے اگرچہ مردہ خنثی ہو نہ ڈھانپی جاے قبر مرد کی مگر کسی عذر سے مثلاً بارش کی جہت سے ویهال التراب
علیه ویکره الزیادة علی ما اخرج منه من التراب لانه بمنزلة البناء ویستحب حثیه من قبل رأسه ثلثا وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء و
قراءة بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمه اور بعد لحد بند کرنیکے اوسپر مٹی ڈالی جاوے اور مکروہ ہی زائد کرنا مٹی کا اوس مقدار سے جو قبر مین سے نکلی ہو
اسلئے کہ زائد مٹی بجاے عمارت کے ہے اور مستحب ہی مٹی دینا اوسکے سر کیجانب سے تین بار یعنی دونو ہاتھون سے تین دفعہ مٹی دے اول دفعہ مین کہے
منها خلقناکم اور دوسری مین کہے وفیها نعیدکم اور تیسری مین کہے ومنها نخرجکم تارة اخری چنانچہ ابن ماجہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل
اسیطرح مروی ہے اور مستحب ہی بعد دفن مردہ کے ایکساعت توقف کرنا دعا اور قراءت کے لئے اسقدر کہ قربانی اونٹ کی ہوکر اوسکا گوشت بٹجاوے
ھم قبر کی مٹی سے زائد مٹی ڈالنی اسلئے مکروہ ہوئی کہ ابو داؤد کی حدیث مین اوس سے ممانعت وارد ہے اور دفن کے بعد توقف کرنا بھی ابو داؤد مین

مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب مردہ دفن ہو چکتا تو اوسکی قبر پر کہڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بہائی کے لئے مغفرت کی درخواست
کرو اور ثابت رہنے کی دعا اوسکے لئے کرو کہ اُس سے اب سوال ہوگا اور حضرت ابن عمرؓ بعد دفن کے قبر پر شروع سورہ بقر اور اوسکی خاتمہ کا پڑہنا
مستحب جانتے تھے کذا فی الشامی ولا بأس برش الماء علیه حفظاً لترابه عن الاندراس اور کچھہ مضائقہ نہین پانی چہڑکنے کا قبر پر واسطے حفاظت
مٹی کے اُڑنیسے ہم بلکہ پانی چہڑکنے کو مستحب کہنا مناسب ہے اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر
چہڑکوایا تہا چنانچہ ابن ماجہ مین اور ابو داود کے مراسیل مین مروی ہی ولا یربع للنهی عنه ویسنم قدر شبر وفی الظهیریة وجوبا ولا یجصص
للنهی عنه اور قبر چورس نہ بنائی جای بسبب ممانعت چورس کرنیکے اور اونچی کیجای مثل اونٹ کی کوہان کی براہ استحباب اور ظہیریہ مین ہی کہ اونچا
کرنا واجب ہی بقدر ایک بالشت کے اور گچ نکیجای قبر بسبب نہی کے گچ کرنے سی ہم چورس کرنیسی مراد یہہ ہے کہ مٹی کو پہیلا کر چبوترہ کی شکل نکیا
جای بلکہ بیچ مین سی اونچی مثل کوہان کے کیجای امام محمد نے آثار مین روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کے چورس کرنیسے منع
فرمایا اور مسلم مین مروی ہی کہ آپنے قبر پر گچ کرنے اور اوسپر عمارت بنانیسی منع فرمایا کذا فی الشامی ولا یطین ولا یرفع علیه بناء وقیل لا بأس به
وهو المختار کما فی کراهة السراجیة اور نہ کہگل کیجاوی قبر پر اور نہ اوسپر کوئی عمارت بنائی جائی اور ایک قول یہہ ہی کہ کہگل کا کچہ مضائقہ نہین
اور یہی قول مختار ہے چنانچہ سراجیہ کی باب الکراہیۃ مین ہی ہم شامی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تہا کہ وقیل لا بأس الخ کو بعد ولا یطین کے
بیان کرتا کیونکہ عبارت سراجیہ مین کہگل کرنے کو مختار کہا ہے چنانچہ اوسکی عبارت یہہ ہی ذکر فی تجرید ابی الفضل ان تطیین القبور مکروه والمختار
انه لا یکره یعنی ابو الفضل کی تجرید مین مذکور ہے کہ قبرون کا کہگل کرنا مکروہ ہے اور مختار یہہ ہی کہ مکروہ نہین اور اسی عبارت کو مصنف منح الغفار نے
مین سراجیہ کیطرف منسوب کیا ہی مگر قبر پر عمارت کا جواز مین نے کہین نہین دیکہا کہ کسی نے اوسکو مختار کہا ہو جب کہ ماتن کی ظاہر عبارت سے مفہوم
ہوتا ہی اور طحطاوی نے کہا کہ شرنبلالیہ مین برہان سی منقول ہی کہ عمارت بنانا قبر پر زینت کیواسطے حرام ہی اور مضبوطی کیواسطے بعد دفن کے مکروہ ہی
لیکن بنی ہوئی عمارت مین دفن کرنا مکروہ نہین وفی جنائزها ولا بأس بالکتابة ان احتیج الیها حتی لا یذهب الاثر ولا یمتهن اور سراجیہ
کے باب الجنائز مین ہی کہ کچہ مضائقہ نہین لکہنے کا قبر پر اگر اوسکی ضرورت ہو اس غرض سی کہ اُس قبر کا نشان نجاتا رہی اور پامال نہو ہم مسلم
نے جابر سی روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبرون کے گچ کرنے اور اوسپر لکہنے اور عمارت بنانے سی تو اس سے
معلوم ہوا کہ یہہ ممانعت اُسوقت ہی کہ حاجت نہو اور لا بأس کہنے سی اشارہ ہوا کہ باوجود حاجت کے نہ لکہنا بہتر ہی اور فتاوی محب مین ہی کہ قرآن
کا لکہنا قبرون پر مکروہ ہے اسوجہ سی کہ بوسیدہ ہوکر کلمات پامال ہون اور یہی حال ہی دوسرے کلمات واجب التعظیم کا ولا یخرج منه بعد اهالة التراب
الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة ویخیر المالک بین اخراجه ومساواته بالارض کما جاز زرعه والبناء علیه اذا
بلی وصار ترابا زیلعی اور بعد مٹی دینے کے مردہ قبر سے باہر نہ نکالا جای مگر کسی آدمی کے حق کیلئے مثلاً زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک مردہ کا رہنا
پسند نکرتا ہو یا جس زمین مین دفن کیا وہ شفعہ کے باعث دوسرے نے لی اور وہ نہین چاہتا کہ اس زمین مین مردہ رہی اور اختیار دیا جائیگا
مالک کو مردہ کے نکالنی اور قبر کو زمین سی برابر کرنے مین یعنی مالک زمین کے ظاہر و باطن دونوپر حق رکہتا ہی چاہی مردہ کو اندر رہنے دی اور قبر
اوپر سے ہموار کر دی اور چاہی اندر بھی نرہنے دی جیسی جائز ہی جوتنا قبر کا اور اوسپر عمارت بنانی جبکہ مردہ پرانا ہو کر مٹی ہو گیا ہو کذا فی الزیلعی
حامل ماتت وولدها حی یضطرب شق بطنها من الایسر ویخرج ولدها ولو بالعکس وخیف علی الام قطع واخرج لو میتا والا لا کما فی کراهة الاختیار
اگر عورت حاملہ مرگئی اور اُسکا بچہ پیٹ مین زندہ حرکت کرتا ہی تو عورت کا پیٹ بائین طرف سی چیر کر اوسکے بچہ کو نکال لیا جائی اور اگر معاملہ برعکس ہو
یعنی بچہ مرگیا اور عورت زندہ ہی اور خوف ہی ماں کے مرجانیکا تو اوس بچہ کو کاٹ کر نکالا جای اور اگر بچہ زندہ ہو تو کاٹ کر نہ نکالا جای کیونکہ ماں
کا مرجانا وہمی بات ہی تو زندہ بچہ کو قتل کرنا وہمی امر کے لئے جائز نہین کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ شارح کا لو میتا کہنا زائد ہی اسلئے کہ ولو

بالکل سے اسکا مردہ ہونا صاف ظاہر ہے ولو بلع مال غیرہ ومات ہل یشق قولان والاول اولی فتح اور اگر کوئی شخص پرایا مال نگلکر مر گیا
تو اسکا پیٹ چیرا جاوے یا نہین اس باب مین دو قول ہین اور بہتر یہہ ہے کہ ہان چیرا جاوے کیونکہ اسکی حرمت اوسکی تعدی کے سبب سے جاتی رہی
اس سے معلوم ہوا کہ اگر بلا تعدی اوسکے پیٹ مین مال چلا گیا ہوگا تو پیٹ نہ چیرا جائیگا کذا فی الشامی **فرع** مسائل ملحقہ شارح کی الاتباع
افضل من النوافل لو قرابۃ او جوارا او فیہ صلاح معروف جنازہ کے ساتھہ جانا افضل ہے بہ نسبت نفلون کے اگر میت کے ساتھہ قرابت یا
ہمسائگی ہو یا مردہ نیکبخت مشہور ہو م وجہ افضل ہونے کی یہہ ہے کہ جنازہ کے ساتھہ جانے مین سلوک زندہ اور مردہ دونو کے ساتھہ ہے اسلئے
اسکا ثواب زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی یندب دفنہ فی جہۃ موتہ وتعجیلہ وستر موضع غسلہ فلا یراہ الا غاسلہ ومن یعینہ وان رای بہ
ما یکرہ لم یجز ذکرہ لحدیث اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم مستحب ہے دفن کرنا میت کا اوسکی موت کی جہت مین یعنی جس جگہہ مرا ہو وہان
کے قبرستان مین دفن کرنا مستحب ہے وہان سے دوسری جگہہ نہ لیجانا چاہیے اور مستحب ہے جلدی کرنا دفن مین اور مستحب ہے نہلانے کی جگہہ چھپانا اسطرح کہ
سوا نہلانیوالے یا اوسکے مددگار کے اور کوئی نہ دیکھے اور اگر مردہ سے کوئی امر ایسا دیکھے جو برا معلوم ہو مثلا صورت کا برا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اسکا
بیان کرنا درست نہین بسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیان اپنے مردونکی اور باز رہو انکی برائیون سے م شامی نے کہا کہ اگر میت بدعتی
ہو تو اوسکے حال کے کہدینے کا مضایقہ نہین تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہین ولا باس بنقلہ قبل دفنہ اور کچھہ مضایقہ نہین مردہ کو دوسری
جگہہ لیجانیکا پیشتر اوسکے دفن ہونیکے م یعنی دفن کرنیکے بعد بالاتفاق نقل درست نہین اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو
مطلقا درست ہے کتنا ہی فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونو جگہہ مین نہو تو نقل درست ہے اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلہ کی
قید لگا دی ہے کہ اسقدر دوری تک نقل درست ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہے کذا فی الشامی وبالاعلام بموتہ اور کچھہ مضایقہ
نہین میت کے مرنے کی خبر آپس مین ایکدوسرے سے کہدینے تاکہ لوگ اوسکا حق ادا کرین اور تجہیز وتکفین مین شریک ہون وبارثائہ بشعر
او غیرہ لکن یکرہ الافراط فی مدحہ لا سیما عند جنازتہ لحدیث من تعزی بعزاء الجاہلیۃ اور کچھہ مضایقہ نہین مردہ پر رونیکا شعر سے یا غیر
شعر سے مگر مکروہ ہے زیادتی کرنی اوسکی تعریف مین خصوص اوسکے جنازہ کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی واویلا کرے ایام کفر کی رونے
سے یعنی وہ ہم سے نہین م جاہلیت کے رونے سے مراد چیخنا اور نوحہ کرنا اور پیٹنا اور کپڑا پھاڑنا ہے کہ یہہ سب امور ناجائز ہین اور شعر سے
رونے سے یہہ غرض کہ ایسا شعر پڑھکر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردہ کی محاسن کا شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے
ارثاء باب افعال سے لکھا حالانکہ مزید مستعمل نہین رونے کے معنی مین مجرد ہی آتا ہے مصدر اوسکا مرثیہ ہے وبتعزیۃ اہلہ وترغیبہم فی الصبر
اور کچھہ مضایقہ نہین میت والونکی تسلی کرنی اور اونکو صبر مین رغبت دلانے کی م شرح منیہ مین کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہے اسلئے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے صبر دلایا اپنے بھائی کو کسی مصیبت مین اللہ تعالی اوسکو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہنا دیگا
کذا فی الشامی وباتخاذ طعام لہم اور کچھہ مضایقہ نہین میت کے گھر والون کے لئے کھانا پکوانیکا م فتح القدیر مین کہا کہ میت کے ہمسایون
اور دور کے رشتہ دارون کو مستحب ہے کہ میت کے گھر والونکے واسطے اتنا کھانا پکوائے جو انکو اس دن اور رات مین شکم سیر کردے اور اسباب
مین اصل وہ حدیث ہے کہ حضرت جعفر رض کی خبر مرگ جب آئی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جعفر کے متعلقون کے لئے کھانا تیار کرو کہ وہ ایسے
دھندے مین لگے ہین وبالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا وتکرہ بعدہا الا لغائب اور کچھہ مضایقہ نہین سوگ کیواسطے تین
دن بیٹھنے کا مسجد کے سوا دوسرے مکانمین اور اول روز یعنی جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کیواسطے اور دنون سے بہتر ہے کیونکہ پہلے روز
مین وحشت فراق زیادہ ہوتی ہے تو تسلی ایسی ہی وقت مین مناسب ہے اور مکروہ ہے تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کیلئے مکروہ نہین یعنی اگر
کسی شخص نے تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اوسوقت واماندونکی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہین اسیطرح اگر میت کا رشتہ دار وقت کیوقت نہو

اور بعد مدت کے آوے تب بھی اوسکے پاس تعزیت کو جانا مکروہ نہوگا کذا فی الشامی وتکرہ التعزیۃ ثانیاً وعند القبر وعند باب الدار ویقول اعظم اللہ
اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک اور مکروہ ہی تعزیت دوبارہ یعنی ایکبار اگر تعزیت کرلی ہو تو دوسری بار نجاوے اور مکروہ ہے تعزیت قبر کے پاس
یعنے قبر کے پاس میت کے لئے دعا کا مقام ہے نہ تعزیت کا اور مکروہ ہے تعزیت گھر کے دروازہ کے پاس اور تعزیت مین یون کہے کہ اللہ تعالی تیرا ثواب
زیادہ کرے اور تیرا صبر اچھا کرے اور تیری میت کو بخشے وبزیارۃ القبور ولو للنساء لحدیث کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا در یعنی مضایقہ
نہین قبرونکی زیارت کا اگرچہ عورتین زیارت کرین بسبب اس حدیث کے کہ مین نے تمکو منع کیا تھا قبرونکی زیارت سے اب آگاہ ہو کہ انکی زیارت کیا کرو
ف بعض فقہا نے کہا کہ عورتون کو قبرونکی زیارت کرنی حرام ہے اور شارح نے لاباس سے کہا خیرالدین رملی نے اسکی تفصیل خوب کی ہے یعنی اگر
عورتین اسوجہ سے جائین کہ غم تازہ ہوجاوے اور رونا اور پیٹنا اپنی معمول کے موافق قبرونپر کرین تو ہرگز جائز نہین اور یہہ جو حدیث مین آیا ہے
کہ اللہ تعالی لعنت کرتا ہے قبرونکی زیارت کرنے والیونکو تو اسمین وہی عورتین مراد ہین جو قبرون پر امور نامشروع کرین اور اگر اسوجہ سے جائین
کہ عبرت حاصل کرین یا تبرک جانکر صلحا کی قبرون پر جائین تو اسصورتین اگر عورتین بوڑہی ہون تو مضایقہ نہین اور اگر جوان ہون تو انکے حق مین
زیارت مذکور مکروہ ہے اور مردون کے حق مین بموجب حدیث بالا زیارت قبور مستحب ہے اور افضل یہہ ہے کہ جمعہ کو زیارت کرے یا اس سے ایکروز پہلے
یا ایکروز پیچھے کذا فی الشامی ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین انا انشاء اللہ بکم لاحقون ویقرء یٰس وفی الحدیث من قرء الاخلاص احد
عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اور زیارت کرنیوالا قبرستان مین یہہ الفاظ کہے السلام علیکم سے لاحقون تک
یعنے سلام ہو تمپر اے ایماندار قوم کے گھر والو اور بیشک ہم اگر خدانے چاہا تو تمسے ملینگے اور سورہ یٰسین پڑہے اور حدیث مین ہے کہ جو شخص سورہ
اخلاص گیارہ بار پڑہکر اوسکا ثواب مردونکو بخشدے تو مردونکی شمار کے موافق اوسکو ثواب دیا جائیگا حلبی نے کہا کہ احد عشر کی جگہہ احدی
عشرۃ صواب ہے ویحفر قبر لنفسہ وقیل یکرہ والذی ینبغی ان لایکرہ تھیئۃ نحو الکفن بخلاف القبر در یعنی مضایقہ نہین اپنی لئے قبر کہود رکہنے
کا اور بعض نے کہا کہ مکروہ ہے اور مناسب بقواعد یہہ ہے کہ کفن جیسی چیز کا تیار کرلینا مکروہ نہین بخلاف قبر کے ف وجہ قبر کے کہود رکہنے کی یہہ
ہے کہ پہلے سے سفر آخرت کی تیاری ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ربیع بن خیثم وغیرہما نے ایسا کیا بھی ہے اور جن لوگون نے مکروہ کہا
اوسکی علت یہہ بیان کی کہ آدمی کو معلوم نہین کہ مین کہان مرونگا چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہے پہر خاص جگہہ قبر بنوانا نص کے خلاف ٹہرتا ہے
طحطاوی نے کہا قبر کہدوانا قرآن کی نص کے مخالف نہین اسلئے کہ اُس سے کچہہ نہ کچہہ فائدہ ہوتا ہی ہے یعنی اگر خود وہان نہ مریگا تو دوسرے کے کام آویگی
یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطیہ ترکہ ف مکروہ ہے چلنا قبرستان کے اُس رستہ مین جسکو گمان کرے کہ یہہ نیا
رستہ ہے یہانتک کہ اگر میت کی قبر تک بدون کسی قبر کے روندنے کے نہ پہنچے تو اوسکے پاس جانا ترک کرے ولایکرہ الدفن لیلا اور
مکروہ نہین دفن کرنا رات کو ف شرح منیہ مین کہا کہ دنکو دفن کرنا مستحب ہے کذا فی الشامی ولا اجلاس القارئین عند القبر وھو المختار
اور نہین مکروہ ہے قرآن خوانون کا بٹھلانا قبر کے پاس اور یہی مختار ہے ف نورالایضاح کی عبارت یہہ ہے کہ قرأت قرآن کے لئے قبر کے پاس
بٹھانا اسغرض سے کہ تلاوت اچھی طرح ہو اور خوب سمجہہ مین آوے اور باعث عبرت ہو قول مختار مین مکروہ نہین کذا فی الشامی اس نقل سے شامی
کی غرض شاید یہہ ہے کہ قاریون کا بٹھلانا جو شارح نے مختار لکھا ہے کہین مصرح نہین عظم الذمی محترم ذمی کی ہڈی حرمت رکہتی ہے یعنی
اگر قبر مین کسی کافر ذمی کی ہڈی پائی جاوے تو اُسکو توڑا نجاویگا نہ اور کسی قسم کا ہتک کیا جائیگا انما یعذب المیت ببکاء اھلہ اذا اوصی بہ
میت پر عذاب ہوتا ہے اوسکے گھر والون کے رونے سے بشرطیکہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو ف اس مسئلہ مین اختلاف ہے کچہہ لوگونکا قول
یہہ ہے کہ گھر والونکی رونیسے میت پر عذاب ہوتا ہے اسوجہ سے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ میت کو گھر والونکی رونیسے عذاب ہوتا ہے اور اکثر علما کا
قول یہہ ہے کہ عذاب نہین ہوتا کیونکہ خدا تعالی فرماتا ہے (ولا تزر وازرۃ وزر اخری الآیۃ) اور حدیث کے معنی یہہ ہین کہ اُس زمانہ کے

لوگ نوحہ کرنے کی وصیت کیا کرتے تھے اسلئے آپنے ایسا فرمایا کذا فی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ آپنے یہہ ارشاد اوسوقت فرمایا تہا کہ آپ ایک یہودی کی قوم پر گذرے جو اس یہودی کو رو رہی تھی آپ نے فرمایا کہ اوسکو تو عذاب ہوتا ہی اور یہہ لوگ اوسپر روتے ہین کتب علی جبھۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عہد نامہ یرجی ان یغفر اللہ للمیت مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکہا گیا تو توقع ہی کہ میت کو اللہ تعالی بخشدے م عہد نامہ کی دعا یہہ ہی اللّٰھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ الرحمن الرحیم انی اعھد الیک فی ھذہ الحیوۃ الدنیا انی اشھد انک انت اللہ لا الہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمدا عبدک ورسولک فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عہدا عندک توفینیہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد اور اسکے الفاظ اور طرح بھی لوگون نے لکہے ہین باقی رہا اس دعا کا لکہنا مردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اوسکو بعض فقہانے بقصد تبرک جائز لکہا ہی مگر ابن صلاح نے فتوی دیا ہی کہ قران اور اسماء معظم مین سے کچہہ نہ لکہا جائے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات محترمہ کو لکہنا جان بوجہکر مردہ کی نجاستوںمین انکو آلودہ کرنا ہی اور فتح القدیر مین ہے کہ قرآن اور اسماء الہی کا لکہنا روپیون اور محرابون اور دیوارون پر مکروہ ہے اسلئے کہ خوف انکے گرنے اور اہانت کا ہی اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بدن یا کفن پر لکہنا بطریق اولے مکروہ ہوگا جب تک کہ مجتہد سے ثابت نہو یا کسی حدیث صحیح مین اسکی صراحت نہو کذا فی الشامی مختصرا اوصی بعضہم ان یکتب فی جبھتہ وصدرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ففعل ثم رئی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءت ملائکۃ العذاب فلما راوا مکتوبا علی جبھتی بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللہ کسی شخص نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکہدینا سو لکہدی گئی بعد اسکے اوسکو کسی نے خواب مین دیکہکر اوسکا حال پوچہا اوسنے کہا کہ جب مین قبر مین رکہا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب انہون نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکہی دیکہی تو انہون نے کہا کہ تو خدا کے عذاب سے مامون ہوا م چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہوچکا ہی کہ لکہنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہی تو یہہ واقعہ شاید اسطرح ہوا ہو کہ صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی یا قلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکہدی ہو چنانچہ بعض فقہا اسطرح انگلی سے لکہنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور کلمہ طیب کا چہاتی پر بعد نہلانے کے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہین مگر بہرحال کسیطرح ہوا ہو شرعی احکام کا مدار خواب پر نہین ہوسکتا واللہ اعلم

باب الشہید

یہہ باب ہی شہید کے احکام مین م ہرچند شہید بھی مردہ ہی مگر اسکو نماز جنازہ سے جدا باب کرکے اسلئے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہی وہ دوسرے مردہ کو نہین کذا فی النہر فعیل بمعنی مفعول لانہ مشہود لہ بالجنۃ او فاعل لانہ حی عند ربہ فھو شاھد شہید وزن فعیل ہی بمعنی مفعول اسوجہ سے کہ اوسکے لئے جنت سامنے کی گئی ہی یا بمعنی فاعل ہے کیونکہ وہ زندہ ہی اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہونیوالا ہے م شہید مشتق شہود سے ہی یا شہادت سے تو شہود بھی ہوسکتا ہی کہ فرشتے اوسکی تعظیم کو آتے ہین اور جنت اوسکے سامنے پیش کیجاتی ہی اور شاہد بھی ہوسکتا ہی کہ خدا تعالی کے پاس حاضر ہوتا ہی یا یہہ کہ اوسکا خون اور زخم اوسکے شاہد موجود ہین ھو کل مکلف مسلم طاھر شہید جسکا حکم آگے مذکور ہی وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہی م یہہ تعریف شہید کی باعتبار حکم آیندہ کے ہی مطلق شہید کی نہین چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید اور بھی ہوتے ہین عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلائے جاوینگے اور مسلم کی قید سے کافر نکل گیا کہ گو ظلما مارا گیا ہو مگر شہید نہوگا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ اور نفسا نکلگئی کہ یہہ اگر شہید ہونگی تو انکو غسل دیا جائیگا فالحائض اذا رات ثلثۃ ایام غسلت والا لا لعدم کونھا حائضا پس حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکہے تو نہلائی جاریگی ورنہ غسل نہ دیجاویگی بسبب نہونے اوس عورت کے حائضہ م یعنی ایکعورت نے مثلا تین دن خون دیکہا پہر وہ ظلم سے ماری گئی تو چونکہ اقل مدت حیض کی گذرنے سے وہ قطعا ناپاک ہوگئی تھی اسلئے اوسکو غسل دینا چاہئے اور اگر خون دیکہنے کے دو روز کے بعد ماری گئی تو غسل نہ دیجاویگی کیونکہ بسبب عدم ثبوت ہونیکے وہ ابھی حائضہ نہین ہوسکتی کیونکہ شاید یہہ خون استحاضہ کا ہو ولم یعد علیہ السلام غسل حنظلۃ لحصولہ بالملائکۃ بدلیل قصۃ آدم اور آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کو دوبارہ غسل نہ دیا بسبب ہوجانے غسل کے فرشتون کے فعل سے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی دلیل ہے م حنظلہ بن ابی عامر تقتیٰ جب شہید ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یار حنظلہ کو فرشتے نہلا رہے ہین صحابہ نے اُنکی بیبی سے پوچھا تو اوسنے کہا کہ وہ ناپاکی کی حالت مین نکلے تھے آپنے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتون نے اونکو نہلایا تو امام صاحبین یہہ فرماتے ہین کہ اگر ناپاک شہید کا نہلانا بنی آدم پر واجب ہوتا تو چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہ کو دوسری بار نہلاتے شارح امام اعظم کیطرف سے جواب دیتا ہے کہ غسل بالشہید واجب ہے مگر نہلانیوالے کچھہ ضرور نہین کہ آدمی ہون چنانچہ حضرت آدم کے نہلانے کا قصہ باب الجنائز مین گذرا کہ اونکو فرشتون نے نہلایا تہا اسیطرح یہان بہی جب غرض غسل یعنی طہارت فرشتون کے نہلانے سے حاصل ہوگئی تو پہر بنی آدم کے غسل دینے کی کیا حاجت رہی کذا فی الشامی مختصرا (ا) قتل ظلما بغیر حق بجارحۃ ای بما یوجب القصاص ولم تجب بنفس القتل دیۃ بل قصاص شہید وہ پاک مسلمان مکلف ہے جو ظلم سے ناحق قتل کیا جاتا ہے زخم کرنیوالی چیز سے یعنی ایسی چیز سے مارا جاے جو قصاص کی موجب ہو مثلا تلوار اور چھری اور تیر وغیرہ سے نہ لاٹھی اور غلہ کی مانند سے کہ ان دونو سے مارنے کی صورت مین قصاص لازم نہین آتا اسلیئے انکی کشتہ کو غسل دیا جائیگا اور نہ واجب ہو وے خود اُس قتل کے سبب سے مال بلکہ واجب ہو قصاص حتی لو وجب المال بعارض کالصلح او قتل الاب ابنہ لا تسقط الشہادۃ یہانتک کہ اگر مال واجب ہو کسی عارض کی جہت سے نہ قتل کیوجہ سے جیسے قتل سے صلح کرنے مین کہ ہر چند قتل موجب قصاص ہے مگر قصاص ساقط ہو جاتا ہے صلح سے جو امر عارضی ہے یا قتل کرے باپ اپنے بیٹے کو کہ یہان بھی نفس قتل سے قصاص ہی واجب ہے مگر باپ ہونے کی جہت سے قصاص نہین لیا جاتا تو ان دونو صورتون مین شہادت ساقط نہو گی یعنی اوسکو غسل نہ دیا جائیگا ولم یرتث فلو ارتث غسل کما سیجئ اور ایک شرط غسل نہ دینے کی یہہ ہے کہ زخمی ہونیکے بعد زندہ نہ رہا ہو پس اگر زندہ رہا ہوگا تو غسل دیا جائیگا چنانچہ آگے مذکور ہوگا م ارتثاث میدان جنگ سے اوٹھا لانے کو کہتے ہین جبکہ زخمی مین جان باقی ہو اور یہہ فعل مجہول مستعمل ہوتا ہے کذا فی القاموس اور شرع مین جو کیفیت ارتثاث کی ہے وہ آگے مذکور ہوگی وکذا یکون شہیدا لو قتلہ باغ او حربی او قاطع طریق ولو تسبیبا او بغیر آلۃ جارحۃ فان مقتولہم شہید بای آلۃ قتلوہ لان الاصل فیہ شہداء احد ولم یکن کلہم قتیل سلاح اور اسیطرح یعنی بشرط زندہ نہ پائے جانے کے شہید ہوگا اگر قتل کیا ہو اوسکو باغی یا کافر حربی یا راہزن نے اگرچہ قتل سبب سے ہو یا بدون اوزار زخم کرنیوالے کے ہو تب بہی شہید ہوگا کیونکہ ان لوگونکا مارا ہوا شخص شہید ہوتا ہے کسی اوزار سے اوسکو مارین اسلیئے کہ اصل اسباب مین جنگ احد کے شہید ہین اور وہ سب ہتھیار سے نہین مقتول ہوئے تھے م قتل بسبب کی مثال یہہ ہے کہ مثلا کسی کافر یا راہزن یا باغی سوار کے پانو تلے دب کر مسلمان مرگیا یا انہون نے کسی مسلمان سوار کے گھوڑے کو بھڑکایا یہانتک کہ وہ گر کر مرگیا یا مسلمان کے رہنے کی جگہہ مین آگ لگا دی اُس سے مرگیا تو ان صورتون مین شہید ہوگا کذا فی الشامی بتصرف او وجد جریحا میتا فی معترکتہم المراد بالجراحۃ علامۃ القتل کخروج الدم من عینہ او اذنہ او حلقہ صافیا لا من انفہ وذکرہ او دبرہ او حلقہ جامدا یا شہید ہوگا وہ شخص کہ پایا جاے زخمی مردہ ان لوگون کے میدان جنگ مین شارح نے کہا کہ مراد زخم سے قتل کا نشان ہے خواہ ظاہر مین زخم ہو یا نہو مثلا نکلنا خون کا اوسکی آنکھہ سے یا کان سے یا حلق سے خون صاف کا نکلنا نہ نکلنا خون کا اوسکی ناک سے یا پیشاب کی جگہہ یا مقام پاخانہ سے یا حلق سے خون بستہ کا نکلنا م یعنی خون جس مقام سے نکلتا ہے دیکھا چاہیئے کہ اوس مقام سے بدون کسی مرض باطنی کے بھی نکلا کرتا ہے یا نہین اگر نکلتا ہے جیسے نکسیر تو اسصورت مین شہید نہوگا اور اگر بدون مرض باطن نہین نکلتا جیسے آنکھہ یا کان سے تو یہہ خون علامت قتل ہے اسلیئے شہید ہوگا اور اگر خون منہ سے نکلتا ہے تو اگر سر سے اُترتا ہے تب تو شہید نہوگا اور اگر پیٹ سے چڑہتا ہے تو شہید ہوگا کیونکہ بدون زخم باطنی کے پیٹ کیطرف سے خون منہ کو نہین آتا اور پہچان سر اور پیٹ کے خون کی یہہ ہے کہ سر کا خون صاف ہوتا ہے اور پیٹ کا خون بستہ ہوتا ہے کذا فی الجوہرہ والفتح شامی نے کہا کہ شارح کی عبارتین قلب ہوگیا صواب یہہ ہے کہ جامدا اول ذکر کرنا چاہیئے اور صافیا آخر مین فینزع عنہ ما لا یصلح للکفن ویزاد ان نقص ما علیہ عن کفن السنۃ وینقص ان زاد لاجل ان یتم کفنہ المسنون پس اتار یجاے شہید پر سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہین رکھتی

اور زیادہ کیا جای بشرطیکہ جو کپڑے اوسکی بدن پر ہون وہ کفن سنت سی کم ہون اور کم کیا جای اگر اوسکا لباس زیادہ ہو تاکہ اوسکا کفن مسنون
پورا ہو جای ۔ اور جو چیزین کفن کی لیاقت نہین رکہتین وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتہیار اور روئی دار کپڑے ہین لیکن اگر سوا
پوستین اور روئی دار کے اور کپڑا نہو تو اوسکو نہ اوتارا جای اور اوسکی سب کپڑے اوتار لینے اور نیا کفن دینا مکروہ ہے کذا فی الشامی ویصلی علیہ
بلا غسل ویدفن بدمائہ وثیابہ لحدیث زملوہم بکلومہم اور نماز پڑہی جای شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جای معہ اپنی خون اور کپڑون کے بسبب
اس حدیث کے کہ اونکو کپڑون مین لپیٹو معہ اونکی زخمون کے ۔ یہہ ارشاد آپ نے شہدائے احد کے باب مین فرمایا تہا روایت کیا ہی اوسکو احمد نے
اور نیز اصحاب سنن نے روایت کیا ہی کہ شہدائے احد کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکی بدن سی لوہا اور پوستین اوتار لو اور انکو
معہ انکی خون اور کپڑون کے دفن کرو کذا فی الطحطاوی ویغسل من وجد قتیلا فی مصر او قریۃ او فیما ای فی موضع تجب فیہ الدیۃ ولو فی بیت المال
کالمقتول فی جامع وشارع ولم یعلم قاتلہ او علم ولم یجب القصاص فان وجب کان شہیدا لکن قتلہ اللصوص لیلا فی المصر فانہ لا قسامۃ ولا دیۃ فیہ
للعلم بان قاتلہ اللصوص غایۃ الامر عینہ لم تعلم فلیتنبہ فان الناس عنہا غافلون اور غسل دیا جای وہ شخص کہ پایا جای مقتول شہر یا گانو مین اوس
جگہہ مین کہ خونبہا واجب ہو اگرچہ بیت المال مین واجب ہو جیسے وہ شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام مین مقتول ہو کہ اوسکی دیت بیت المال
مین ہوتی ہی اور اوسکا قاتل معلوم نہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہو پس اگر قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا مثلا وہ شخص
جسکو چورون نے رات کو شہر کے اندر مار ڈالا ہو کہ اوس مین نہ تو محلہ والون پر قسم ہی نہ خونبہا بسبب معلوم ہونے اس امر کے کہ اوسکی قاتل چور ہین
غایت امر یہہ کہ قاتل معین معلوم نہین تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے کہ لوگ اس سی غافل ہین ۔ یعنی قسامت اور دیت اوسی صورت مین واجب
ہوتی ہین کہ قاتل معلوم نہو اور جب چورون نے مارا تو قاتل معلوم ہین مگر خون اونپر ثابت نہین ہو سکتا بہاگ جانیکی باعث سی اسلیئے
اونکا مقتول شہید ہوگا او قتل بحد او قصاص ای یغسل وکذا بتعزیر او افتراس سبع او جرح وارتث وذلک بان اکل او شرب او نام او تداوی
ولو قلیلا او آواہ خیمۃ او مضی علیہ وقت صلوۃ وہو یعقل ویقدر علی ادائہا او نقل من المعرکۃ وہو یعقل سواء وصل حیا او مات علی الایدی
وکذا لو قام من مکانہ الی مکان آخر بدائع یا قتل کیا جای حد مین یا قصاص مین یعنی وہ بہی غسل دیا جای اور اسی طرح جو شخص تعزیر مین مقتول ہو کیونکہ
اونکا قتل ہونا ظلم سی نہین یا درندہ کے بہاڑنے سی مرجای یا زخمی ہوا اور زندہ رہی اور ارتثاث شرعی یہہ ہی کہ کہاوی یا پیوی یا سووی
یا دوا کرے اگرچہ یہہ باتین تہوڑی ہی ہون یعنی ذرا سا کہایا یا ذرا سا علاج کیا وغیرہ یا خیمہ مین جگہہ لی یا گذرا اوسپر ایک نماز کا وقت اس
حالمین کہ وہ ہوش رکہتا تہا اور نماز کے اداکرنے پر قادر تہا یا میدان جنگ سی حالت ہوش مین اوٹہایا گیا خواہ زندہ پونہچا ہو یا ہاتہون پر
مرگیا ہو اور اسیطرح اگر اپنی جگہہ سے اوٹہکر دوسری جگہہ چلا گیا کذا فی البدائع ۔ خیمہ مین جگہہ لینی سی مراد یہہ ہی کہ اوسپر خیمہ اوسی جگہہ تان دیا
گیا ہو ورنہ اگر وہ اوٹہکر جاویگا تو یہہ مسئلہ اور ایک جگہہ سی دوسری جگہہ جانیکا مسئلہ ایک ہوگا اور میدان جنگ سی ہوش کے ساتہہ اوٹہائے جانے
کی قید اسلیئے لگائی کہ بیہوشی مین اوٹہایا جائیگا تو گو دنیات گذر جای غسل نہ دیا جائیگا اور زخمی ہونے کی جگہہ سی اوٹہائے جانیکا حکم ایسا ہی ہے جیسا میدان
جنگ سے اوٹہایا جانیکا کذا فی الشامی لا للخوف وطی الخیل میدان جنگ سی اوٹہایا گیا ہو نہ گہوڑون کے روندنیکے خوف سی یعنی اگر گہوڑون کے
تلے پس جانیکے خوف سی اوٹہایا جائیگا تو شہید ہی رہیگا اور غسل نہ دیا جائیگا او اوصی بامور الدنیا او بامور الآخرۃ لا یصیر مرتثا عند محمد
وہو الاصح جوہرہ لانہ من احکام الاموات او باع او اشتری او تکلم بکلام کثیر والا فلا یا وصیت کی دنیا کے امور کی تو ارتثاث شرعی پایا جائیگا
اور غسل دیا جائیگا اور اگر امور آخرت کی وصیت کریگا تو مرتث یعنی زندگی سی مستنفع نہوگا امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح ہی کذا فی الجوہرہ
اسلیئے کہ وصیت امور آخرت بہی باہمین اموات کے احکام سی ہی یا بیچا یا مول لیا یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوگا اور اگر بہت کلام نکریگا تو مرتث
نہوگا ۔ غرضکہ مردہ کا غسل نہ دینا ایک امر خلاف قیاس ثابت ہوا ہی اور اصل اسباب مین شہدائے احد کا حال ہی تو اگر شہادت اونہین کی

مرچکی ہوگی تب تو غسل نہ دیا جائیگا اور اگر امور مذکورہ مین سے کسی سے فائدہ لینا بعد زخمی ہونیکے پایا جائیگا تو شہادت کامل نہ ہوگی جیسے غسل دینا ترک کیا جاوے ہی وهو الكلية إذا كان بعد انقضاء الحرب ولو فيها اي في الحرب لا يصير مرتثا بشيء مما ذكر اور یہ سب باتین جن سے شہادت ناقص ہوتی ہے اسصورت مین ہین کہ لڑائی ہو چکی ہو اور اگر لڑائی کے اندر یہ امور ہون تو ان مذکورہ چیزون مین سے کسی سے مرتث نہوگا ہر صورت مین شہید کامل ہوگا وکل ذلك في الشهيد الكامل والا فالمرتث شهيد الآخرة وكذا الجنب ونحوه اور یہ سب شرطین شہید کامل کے باب مین ہین جو دنیا اور آخرت دونو مین شہید ہو ورنہ مرتث شہید آخرت تو ہوتا ہی ہے اور اسیطرح شہید آخرت ہے جنابت والا اور مثل اوسکی یعنی مجنون اور لڑکا اور وہ مقتول جو ظلم سے مارا جاوے اور اوسکی مار ڈالنے سے مال واجب ہو یہ بھی شہید آخرت ہین ہم شرطین شہید کامل کی جو مذکور ہوئی ہین اول عقل دوم بلوغ سوم طہارت جنابت جیسی چیز سے چہارم قتل ہونا براہ ظلم یا جہاد مین پنجم نہ واجب ہونا عوض مالی کا ششم بعد زخمی ہونیکے منتفع نہونا امور مذکورہ بالا سے اور شہید دنیا سے یہ غرض کہ غسل نہ دیا جائیگا اگرچہ اسصورت مین کہ جنب ہو یا نجاست خارجی ہو اور اسکے خون سے لگی ہو اور شہید آخرت سے یہ مراد کہ جو ثواب شہدا کے لئے وعدہ ہوا ہے اوسکو حاصل ہوگا کذا في البحر ومن قتله العدو فاصاب نفسه والغريق والحريق والغريب والمهدوم عليه والمبطون والمطعون والنفساء والميت ليلة الجمعة وصاحب ذات الجنب ومن مات وهو يطلب العلم وقد عدهم السيوطي نحو الثلاثين والله تعالى اعلم اور شہید آخرت ہے جو شخص کہ دشمن کا قصد کرے اور ہتیار اپنے ہی مارے اور پانی مین ڈوبا ہو اور جلکر مرنیوالا اور سفر مین مرنیوالا اور جسپر مکان گر گیا ہو اور پیٹ کی بیماری یعنی دستون یا استسقا سے مرنیوالا اور وبا سے مرنیوالا شامی نے کہا کہ جو شخص ایام وبا مین اپنی شہر مین صابر بہ نیت حصول ثواب ٹہرا رہے وہ اگر اوس عرصہ مین کسی اور مرض سے مرجائیگا وہ بہی شہید ہوگا اور نفاس والی عورت خواہ جننی کیوقت مرے یا مدت نفاس مین اور جو شخص جمعہ کی شب کو وفات پاوے اور ذات الجنب والا اور جو شخص اوس حال مین مرے کہ علم کا طالب ہو یعنی علم مین مشغول ہو خواہ تالیف کرتا ہو یا پڑہاتا ہو یا پڑہتا ہو یا سنتا ہو اور شہداء آخرت کو سیوطی نے بقدر تیس ۳۰ کے شمار کیا ہے واللہ اعلم ہم جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تثبیت مین تعداد مذکور اسطرح بیان کیا ہے ۱ پیٹ کی بیماری والا ۲ غرق دب کر مرنیوالا ۳ ذات الجنب والا ۴ جو عورت کہ اپنی حمل وغیرہ پیٹ کے اندر کی چیز سے مرجاوے ۵ سل والا ۶ سفر مین مرنیوالا ۷ مرگی والا ۸ تپ والا ۹ اپنے گہر والونکی حفاظت ۱۰ یا اپنی مال کی حفاظت ۱۱ یا اپنی جان کے بچانے مین مرنیوالا ۱۲ ظلم سے مرنیوالا ۱۳ عشق مین مرنیوالا بشرطیکہ پارسائی اور پوشیدگی کے ساتھہ ہو ۱۴ جس شخص کے گلے مین پانی وغیرہ کا پہندا لگ کر اچہو ہوا ہو ۱۵ جسکو درندہ نے پہاڑا ہو ۱۶ جسکو بادشاہ نے ظلما قید کیا ہو یا زبردستی ٹہرایا ہو ۱۷ یا بادشاہ کے خوف سے چہپا پہرتا ہو اور مر گیا ہو ۱۸ جسکو سانپ بچہو وغیرہ نے کاٹا ہو ۱۹ جو علم شرعی کی طلب مین مرا ہو ۲۰ جو بہ نیت ثواب اذان دیتا ہو ۲۱ جو سوداگر سچ بولتا ہو ۲۲ جو شخص اپنی زن و فرزند اور مملوکون مین اللہ تعالی کا حکم جاری کرتا ہو اور حلال کی کمائی سے اونکو کہلاتا ہو ۲۳ جسکو جہاز مین متلی اور قے سے وفات ہو ۲۴ جو عورت غیرت پر صبر کرکے مرے ۲۵ جو شخص ہر روز ۲۵ بار یہ کلمات کہہ لیا کرے (اللهم بارك لي في الموت و في ما بعد الموت) ۲۶ جو شخص نماز چاشت پڑہے اور ہر مہینے مین تین روزے رکہے اور وتر کو ترک نکرے نہ سفر مین نہ مقام مین ۲۷ جو شخص امت کے فساد کیوقت سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم پر مضبوط رہے ۲۸ جو شخص اپنے مرض موت مین ۴۰ بار کہے (لا اله الا انت سبحانك اني كنت من الظالمين) عه كذا في الطحطاوی شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علماء مالکیہ نے اتنی اور زیادہ کئے ہین ۱ جو جلکر مرجاوے ۲ جو گہوڑا اسکر منتظر جہاد کا رہے ۳ جو ہر شب سورہ یٰسین پڑہے ۴ جو شخص سواری کے جانور پر سے گر کر مرے ۵ جو رات کو طہارت کے ساتھہ سووے اور مرجاوے ۶ جو شخص زندگی بہر لوگونکی مدارات کرتا رہے ۷ جو شخص ہر روز سو بار درود پڑہے ۸ جو شخص سچے دل سے اللہ کی راہ مین قتل ہونیکی دعا مانگا کرے ۹ جو شخص حاجت کیوقت مسلمانون کے کسی شہر مین غلہ لیجاوے ۱۰ جو شخص روز جمعہ کو وفات پاوے ۱۱ جو شخص صبح کو تین بار کہے اعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم اور تین بار آیتین سورہ حشر کی آخر کی پڑہے اور اوس روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کے لئے ثواب شہادت احادیث مین آیا ہے اور پورا بیان شامی مین ہے +

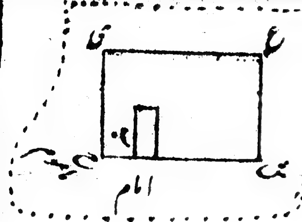
عه نہیں ہے کوئی معبود سوا تیرے تو پاک ہے بیشک میں ہوں خطاواروں میں ۱۲

باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ

یہہ باب ہی کعبہ کے اندر نماز پڑہنے کی کیفیت مین فی الباب زیادۃ علی الترجمۃ وھو حسن اسباب مین مضمون بنسبت عنوان کے زیادہ ہی یعنی عنوان مین صرف کعبہ کے اندر نماز کا ذکر ہے اور عبارت مین ذکر کعبہ کے گرد اور اوپر نماز پڑہنی کا بھی ہے اور یہہ اچھی بات ہی کہ عنوان سی زائد بیان کیا جاوی اور معیوب یہہ ہے کہ جس بات کا ذکر عنوان مین ہو اوسکا حال نہ بیان کیا جاوی صح فرض و نفل فیہا وفوقہا ولو بلا سترۃ لان القبلۃ عندنا ھی العرصۃ والھواء الی عنان السماء درست ہی فرض اور نفل کعبہ کے اندر اور کعبہ کے اوپر اگرچہ بدون سترہ کے ہو اسلئی کہ قبلہ ہمارے نزدیک میدان اور ہوا ہی آسمان کی سطح تک م امام مالک کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز درست نہین اسلئی کہ جب ایک طرف کو مُنہ کریگا دوسری جانب کو پشت ہوگی حالانکہ وہ بھی قبلہ ہی اور ہماری دلیل یہہ ہے کہ واجب یہہ ہے کہ کعبہ کی ایک جزو غیر معین کیطرف مُنہ کیا جاوی اور یہہ بات جس جزو کیطرف مُنہ کرکے نماز شروع کریگا حاصل ہو جائیگی وہی جزو معین قبلہ ٹھہریگا اوسکی غیر کیطرف پشت کرنا مفسد نماز نہوگا اور عرصہ اور ہوا سی مراد یہہ کہ عمارت کعبہ قبلہ نہین بلکہ خالی جگہہ اور اوسکی اوپر کی ہوا آسمان تک قبلہ ہی کذا فی الشامی وان کرہ الثانی للنھی وترک التعظیم اگرچہ مکروہ ہی دوسری صورت یعنی نماز پڑہنا اوپر خانہ کعبہ کے بسبب ممانعت کی اور بسبب نہونے تعظیم کے م شرح ملتقی مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سات جگہہ نماز پڑہنے سی منع فرمایا اول اونٹون کے بیٹھنی کی جگہہ دوم قبرستان سوم نجاست ڈالنے کی جگہہ چہارم شارع عام پنجم کمیلہ یعنی جانورون کے ذبح کرنے کی جگہہ ششم خانہ کعبہ کے اوپر ہفتم حمام کے اندر منفرداً اوجماعۃ وان اختلفت وجوھھم فی التوجہ الی الکعبۃ الا اذا جعل قفاہ الی وجہ امامہ فلا یصح اقتداءہ لتقدمہ علیہ صحیح ہے نماز کعبہ کے اندر تنہا یا جماعت سے اگرچہ کعبہ کیطرف مُنہ کرنے مین جماعت والونکے مُنہ جدا طرفکو ہون مگر جبکہ مقتدی اپنی پشت امام کے چہرہ کیطرف کریگا تو اوسکا اقتدا درست نہوگا بسبب آگے بڑہجانے مقتدی کے امام سے یعنی جس صورت مین کہ مقتدی کی پشت امام کیطرف ہی تو دونوکا مُنہ ایک ہی طرف ہوا اور مقتدی کعبہ سے قریب ہے شارح نے کہا کہ ان متصلہ ہی شرطیہ نہین ویکرہ جعل وجہہ لوجہہ بلا حائل ولو لجنبہ لم یکرہ فھی اربع اور مکروہ ہے کرنا اپنے چہرہ کا مقابل چہرہ امام کے بدون آڑکے اسلئی کہ مشابہ صورت پرستی کے ہی اور اگر امام کے پہلو کیطرف مُنہ کریگا تو مکروہ نہوگا تو یہہ چار صورتین ہوئین م یعنی صورت اول یہہ ہی کہ مقتدی کا مُنہ امام کے مُنہ کیطرف ہو یہہ صورت مکروہ ہی دوم یہہ کہ مقتدی کا مُنہ امام کے پہلو کیطرف ہو یہہ بدون کراہت جائز ہی سوم یہہ کہ مقتدی کا مُنہ امام کی پشت کیجانب ہو یہہ بھی بلا کراہت درست ہی چہارم یہہ کہ مقتدی کی پشت امام کے مُنہ کیطرف ہو یہہ صورت ناجائز ہے کذا فی الطحطاوی وتحلقوا حولہا ولو کان بعضھم اقرب الیہا من امامہ ان لم یکن فی جانبہ لتأخرہ حکماً اور درست ہے نماز اگر حلقہ کرین گرد کعبہ کے اگرچہ بعض مقتدی کعبہ سی زیادہ قریب ہون بہ نسبت اپنی امام کے بشرطیکہ امام کیطرف مین زیادہ قریب نہون اور کعبہ سی قریب شخصونکی نماز اسلئی درست ہی کہ وہ حکما امام سی پیچھے ہین م یہان سی حکم کعبہ کے باہر یعنی مسجد الحرام مین پڑہنی کا ذکر ہی کہ جماعت اسمین گرد کعبہ کی حلقہ کیصورت درست ہی کہ عہد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سی آجتک اسیطرح نماز ہوتی آئی ہے پہر اس حلقہ کی جماعت مین سی اگر کوئی شخص امام کی نسبت کعبہ سی قریب ہو تو دیکہنا چاہئی کہ اگر شخص مذکور اوسیطرف ہی جسطرف امام ہی تو اوسکی نماز نہوگی کیونکہ اسصورت مین وہ امام سے آگے بڑہا ہوا ہوگا اسلئی اوسکا تابع نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب مین کعبہ سی قریب ہوگیا ہی تو اقتدا درست ہی اسلئی کہ آگے بڑہنا امام سی اوسوقت ہوتا ہی کہ دونوکی جہت متحد ہو جب جہت متحد نہوئی تو امام سی آگے بڑہنا بھی ثابت نہوا اسیوجہ سی اقتدا صحیح ٹھہرا کذا فی الشامی ولو وقف مسامتا لرکن فی جانب الامام وکان اقرب لم ارہ وینبغی الفساد احتیاطا لترجیح جہۃ الامام ھذہ صورتہ اور اگر کوئی مقتدی اوس کونے کی سیدہ مین کھڑا ہوا جو امام کی جانب مین ہی اور کعبہ سی بنسبت امام کے زیادہ قریب ہی تو مین نے

امام امام امام

اس مسئلہ کا حکم نہین دیکہا اور احتیاط کی روسی فاسد ہونا نماز مقتدی کا شایان ہی بسبب غالب ہونے امام کی جہت کے اور یہہ صورت ہی اوسکی م اس مسئلہ کی سمجہانے کیلئی ہم صورت مذکورہ بالا کو حروف سی نشان کرتے ہین فرض کرو کہ م ش ع ی ح خانہ کعبہ ہی اور رکن حجر کو شحح ہی اور فرض کرو کہ



امام دروازہ ب کے سامنے کہڑا ہے اور مقتدی نے رکن حجر کیطرف مُنہ کرکے نیت کی تو اسصورت مین چونکہ گوشہ حد مشترک دو طرفونکا ہوتا ہے مقتدی کی جہت قبلہ دیوار ح ش اور ح ی دونون لیکن اگر امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو جائیگا تو اوسکی نماز درست نہوگی اسلئے کہ ہرچند جانب ح ی بہی اوسکی جہت ہے مگر چونکہ ح ش کیطرف امام ہے تو احتیاط اسیمین ہے کہ اسی جہت کو مقتدی کی جہت ٹھہرائی جاے تو مقتدی کا کعبہ سے قریب ہونا ایسا ہوا کہ اتحاد جہت کیصورت مین اپنے امام سے آگے بڑہگیا اور حلقہ لقطون کا پہلے مسئلہ کیصورت بتاتا ہے کہ امام کیطرف کے نقطے مقام مقتدیونکے ہین جو امام کی نسبت کعبہ سے دور ہین اور باقی تین طرفونمین کعبہ سے قریب ہین وکذا لو اقتدوا من خارجہا بامام فیہا والباب مفتوح صح لانہ کقیامہ فی المحراب اور اسیطرح درست ہے اگر مقتدی کعبہ کے باہر سے اقتدا کرین اُس امام کے پیچہے جو کعبہ کے اندر ہوا ور دروازہ کعبہ کا کہلا ہو اسلئے کہ امام کا کعبے کے اندر ہونا ایسا ہی جیسا محراب مین کہڑا ہونا م امام کا کعبے کے اندر ہونا عام ہے اس سے کہ مقتدیونمین سے کوئی اوسکے ساتھہ ہو یا نہین اور یہہ اقتدا گو درست ہے مگر کراہت کے ساتھہ اسلئے کہ امام کا قد آدم اونچا کہڑا ہونا مکروہ ہے اور دروازہ کے کہلے ہونے کی قید اسلئے لگائی کہ امام کے رکوع سجدہ کا حال مقتدی دیکہکر معلوم کرلین پس اگر دروازہ بند ہو اور کوئی مکبر امام کی اللہ اکبر کی آواز پہنچاتا جائے تو اقتدا جائز ہونا چاہئے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم *

کتاب الزکوٰۃ

کتاب الزکوٰۃ یہہ کتاب ہے احکام زکوٰۃ کے بیانمین قرنہا بالصلوٰۃ فی ثمنین و ثمانین موضعا فی التنزیل دلیل علی کمال الاتصال بینہما وفرضت فی السنۃ الثانیۃ قبل فرض رمضان متصل بیان کرنا زکوٰۃ کا نماز سے ۸۲ جگہہ قرآن شریف مین دلیل ہے دونون مین کمال کے درجہ کے اتصال کی اور زکوٰۃ دوسری برس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہونے سے پیشتر م یہہ بیان مناسبت کا شارح نے کردیا کہ ہرچند روزہ اور نماز عبادت بدنی ہین دونو پاس پاس ذکر ہونی چاہئین مگر چونکہ نماز و زکوٰۃ مین اتصال شدت سے ہے اسوجہ سے زکوٰۃ کو روزہ پر مقدم کیا گیا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے ۸۲ جگہہ بتبعیت صاحب نہر الفائق اور بحر الرائق کے لکہدیا جنہون نے اس شمار کو نسبت بزازیہ کیطرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہہ شمار غلط ہے صحیح یہہ ہے کہ ۳۲ جگہہ ایک ساتہہ دونو کا ذکر قرآن مجید مین ہے چنانچہ ہمارے اوستادونے اوسکو شمار کیا ہے ولا تجب علی الانبیاء اجماعا اور زکوٰۃ واجب نہین انبیا علیہم السلام پر بالاتفاق م مفتی ابو السعود نے وجہ انبیا علیہم السلام پر زکوٰۃ واجب نہونیکی یہہ لکہی ہے کہ یہہ بزرگوار اپنے پاس کی چیز کو ودیعت جانتے تھے خرچ کے موقع پر اوسکو صرف کرڈالتے تھے اور ہمو قع صرف کرنے سے اوسکو روکتے تہے دوسری یہہ کہ زکوٰۃ طہارت ہے اُس شخص کے حق مین جو آلودہ گناہ ہو اور انبیا علیہم السلام گناہون سے معصوم ہین کذا فی الطحطاوی

ہی لغۃ الطہارۃ والنماء وشرعا تملیک خرج الاباحۃ فلو اطعم یتیما ناویا الزکوٰۃ لا یجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط ان یعقل القبض الا اذا حکم علیہ بنفقتہم مضمرات خلافا للثانی بزازیۃ زکوٰۃ لغت مین پاک ہونے اور بڑہنے کو کہتے ہین اور شرعا مالک کرنا ہے فقیر کو اُس حصہ مال کا جسکو شارع نے معین کیا ہے شارح نے کہا کہ تملیک کی قید سے اباحت یعنی چیز کا مباح کردینا نکل گیا تو اگر کسی یتیم کو بہ نیت ادائے زکوٰۃ کوئی شخص کہانا کہلا دیوے تو کافی نہوگا بسبب نہونے تملیک کے مگر جبکہ کہانے کی چیز یتیم کو دیڈالے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہے ادائے زکوٰۃ کے لئے اگر کپڑا پہنادے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجہتا ہو یعنی چیز کو پہینک ندیتا ہو لیکن جس صورتمین کہ اُس شخص پر یتیمون کے نفقہ کا حکم ہوگیا ہو تو اب اونکو کپڑا پہنانا ادائے زکوٰۃ مین کافی نہوگا کذا فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے کذا فی البزازیہ م چیز کے لینے کو سمجہنا کہانے اور لباس دونو سے متعلق ہے اور مسئلہ حکم نفقہ کی یہہ صورت ہے کہ مثلا قاضی نے یتیمون کا نفقہ کسیوجہ سے اُس شخص کے ذمہ کیا اب اگر یہہ شخص نفقہ کی چیز کو زکوٰۃ مین شمار کریگا تو زکوٰۃ ساقط نہوگی اسلئے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہے پس ایک واجب سے دوسرا واجب کیسے ادا ہوگا اور ضمیر جمع کی نفقتہم مین مناسب نہین ضمیر مفرد چاہئے اسلئے کہ اوسکا مرجع یتیم بصیغہ مفرد مذکور ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اباحت

کتاب الزکوٰۃ

کسی بھی ادا زکوٰۃ درست ہو کذا فی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک مین یہہ ہی کہ اباحت سی چیز کا کام مین لانا مباح ہو جاتا ہی یہہ نہین کہ اوسمین جو تصرف چاہی وہ کر سکے اور تملیک سی سب طرحکے تصرف کا اختیار ہوتا ہی مثلاً اگر کہانا یتیم کو مباح کیا تو اوسکو اختیار اوسکے کہانیکا ہی نہ اور تصرف کا اور اگر مالک کیا تہا ہی خود کہائی چاہی دوسری کو دیدالے یا بیچدی جُزءُ مالٍ خرج المنفعۃ فلو اسکن فقیراً دارہ سنۃ ناویاً لایجزیہ عینہ الشارع وھو ربع عشر نصاب حولی خرج النافلۃ والفطرۃ زکوٰۃ مالک کرنا ہی مال کے ایک ٹکڑے کا کہ شارع نے اوسکو ٹھہرا دیا ہی اور وہ چالیسوان حصہ اُس مال نقد کا ہی جسپر ایک سال گذر گیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کہنی سی نفع خارج ہوا یعنی وہ زکوٰۃ مین محسوب نہین ہو سکتا مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنی گہر مین ایک سال بہ نیت ادا زکوٰۃ رکہا تو کافی نہوگا کیونکہ اوسکو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسوین حصہ کی قید سے صدقہ نفل نکل گیا کہ اوسکی بابین کچہہ تعیین ہی نہین اور صدقہ فطر بھی نکل گیا اسلئی کہ وہ چالیسوان حصہ نہین ہوتا م طحطاوی نے کہا کہ چالیسوین حصہ شارح نے بیان کیا اور زکوٰۃ جانورون اور غلہ کی بھی اسمین شامل ہی کیونکہ وہ قائم مقام چالیسوین حصہ کے ہی ص مسلم فقیر ولو معتوھاً غیر ھاشمی ولا مولاہ ای معتقہ ھذا معنی قول الکنز تملیک المال ای المعھود اخراجہ شرعاً مالک کرنا ہی مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل ہو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ اونکی مولے یعنی آزاد کئی ہوئی غلام کو اور یہی ہی مراد کنز کے قول تملیک المال کی یعنی وہ مال جسکا نکالنا شرعاً معلوم ہی م مصنف نے زکوٰۃ کی تعریف مین تملیک جزء مال بتبیہ شارع کہا ہی اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہی تو شارح کہتا ہی کہ مآل دونو تعریفون کا ایک ہی کیونکہ کنز کی المال سے مال معہود مراد ہی اور الف لام عہد کا ہی یعنی وہی مال جو شارع نے مقرر کیا ہی مع قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ فلا یدفع الی اصلہ و فرعہ مالک کرنا ہی اسطرح کہ منفعت مالک کرنیوالی کی ہر وجہ سی منقطع ہو جاوی اس سی یہہ نکلا کہ زکوٰۃ کا دینے والا اپنی اصل یعنی مان باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو نہ دی کیونکہ ان کو دینی مین من وجہ اوسکی منفعت باقی ہی للہ تعالیٰ بیان لاشتراط النیۃ مالک کرنا ہی خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئی شارح نے کہا کہ یہہ بیان ہی نیت مشروط ہونے کا یعنی جب کہا کہ فقیر کو دینا خدا تعالیٰ کے امر کی بجا آوری کے لئی ہو تو معلوم ہوا کہ زکوٰۃ مین نیت شرط ہی جیسی اور عبادات مقصودہ مین شرط ہے بالاجماع کذا فی البحر وشرط افتراضھا عقل وبلوغ واسلام وحریۃ والعلم بہ ولو حکماً لکونہ فی دارنا اور زکوٰۃ کے فرض ہونیکی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا اور فرض ہونیکا جاننا ہی اگرچہ فرض ہونے کا علم حکم کی روسی ہو جیسی مال دار کا دارالاسلام مین ہونا کہ یہان پیعلمی عذر نہین ہو سکتی ہان اگر کوئی کافر دار الحرب مین مسلمان ہوا اور چند سال وہان رہا اور اوسکو زکوٰۃ کا حال معلوم نہوا تو اوسپر زکوٰۃ واجب نہوگی کذا فی الشامی م فرض ہونے مین اتنی قید ون کے لگانے سی معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوٰۃ نہین وسببہ ای سبب افتراضھا ملک نصاب حولی نسبۃ للحول لحولانہ علیہ تام بالرفع صفۃ ملک خرج مال المکاتب اور سبب اوسکا یعنی زکوٰۃ کے فرض ہونیکا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہے شارح نے کہا کہ حولی نسبت ہی حول کیطرف بمعنی سال اور اوس مال کو حولی اسلئی کہا کہ اوسپر سال گذر جاتا ہی اور لفظ تام رفع کے ساتھ صفت ہی ملک کی اس قید سی مکاتب کا مال نکل گیا کہ اوسپر ملک کامل مکاتب کو نہین ہوتی اسیوجہ سی اوسکی مال پر زکوٰۃ نہین م سال سی مراد چاند کے بارہ مہینے ہین نہ سال شمسی کذا فی الشامی اقول انہ خرج باشتراط الحریۃ علی ان المطلق ینصرف للکامل مین کہتا ہون کہ مکاتب تو نکل چکا ہی حریت کے شرط ہونے سی علاوہ اسکی مطلق ملک سی فرد کامل یعنی ملک تام ہی مراد ہوگی م اس بیان سی شارح کی غرض یہہ ہی کہ لفظ تام مصنف کی عبارت مین زائد ہی شامی نے کہا کہ شارح کے قول مین کلام ہے کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہی جو جامع و مانع ہونی چاہیئے تو اگر ملک مطلق بیان کیجاتی اور تام کی قید نہ لگائی جاتی تو بلاشبہہ ملک مکاتب تعریف مین داخل ہوگی اور ذکر حریت کا شرط کے بیان مین سبب کی تعریف کا نقصان دور نہین کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہہ ہوا کرتا ہے کہ کسیوجہ سی قید مذکور نہوئی ہو تو دفع اعتراض کے لئے یہہ

توجیہ کر دینی ہین نہ یہہ کہ جو قید مفید ہوا وسکو زائد سمجھا جاوے خصوص سمجھانیکے مقام مین انتہی و دخل اموال لبسبب خبیث کمغصوب خلطہ اذ کان لہ
غیرہ منفصل عنہ یوفی دینہ اور داخل ہوا یعنی اُس نصاب مین جسپر زکوۃ واجب ہو وہ مال جسکا مالک ہوا خبیث سبب سے جیسے چھینی ہوئی چیز کو اپنی مال
مین ملا دیا بشرطیکہ اوسکے پاس اور مال ہو اس مال مخلوط سے جدا اسقدر کہ پورا کر دے اُسکا دین یعنے مال مغصوب کی قدر اُس جداگانہ مال سے ادا ہو جاوے
ھ صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص نے کسیکا مال چھین کر اپنی مال مین ایسی طرح ملا دیا کہ دونو جدا نہین ہو سکتے تو امام صاحب کے نزدیک دوسرے کے
مال کا خلط کر دینا ایسا ہی ہے جیسے اوسکو تلف کر ڈالنا یعنی اُس شخص پر ضمان لازم ہے تو اس سب مال کی زکوۃ اوسکو دینی ہوگی کیونکہ خلط سے جو سبب
خبیث ہے وہ اُس مال مغصوب کا مالک ہو گیا ہے مگر سبکی زکوۃ دینے مین یہہ شرط ہے کہ اوسکے پاس اس مال مخلوط کے سوا علٰحدہ اتنا مال ہو کہ اُس سے
ضمان ادا کر سکے اور اگر اور مال نہوگا تو چونکہ اسکے مال مین غیر کا حق ملا ہوا ہے اسلئے اوسپر مغصوب مال کی زکوۃ واجب نہوگی اور صاحبین کے نزدیک خلط
کرنا مثل تلف کر ڈالنے کے نہین اسلئے موجب ضمان بھی نہین تو اُس سے ملک ثابت نہوگی اور نہ زکوۃ واجب ہوگی کذا فی الشامی ع تصرف فارغ عن دین لہ
مطالب من جهة العباد سواء كان لله كزكوة وخراج او للعبد ولو كفالة او مؤجلا ولو صداق زوجته المؤجل للفراق او نفقة لزمته بقضاء او
رضاء بخلاف دين نذر وكفارة وحج لعدم المطالب ع سبب وجوب زکوۃ ملکیت ایسی نصاب کی ہے جو زائد ہو اُس قرض سے جسکا طلب کرنیوالا کوئی بندون
کیطرف سے ہو برابر ہے کہ قرض مذکور اللہ تعالی کا ہو جیسے زکوۃ اور خراج یا قرض بندہ کا ہو گو بطور کفالت کے ہو یا قرض میعادی ہو اگرچہ مہر اوسکی زوجہ کا
ہو جسکی مدت وقت فراق ہو یا قرض بندہ کا بطور نفقے کے ہو کہ اوسپر قاضی کے حکم سے یا آپسکی رضامندی سے لازم ہوا ہو بخلاف قرض نذر اور کفارہ
اور حج کے بسبب نہونے مطالب کے یعنی ان قرضون کا طلب کرنیوالا کوئی بندہ نہین اگرچہ قیامت مین انکا مطالبہ ہوگا ھ زکوۃ مین بندہ کیطرف سے طلب
اسطرح ہے کہ شروع اسلام مین حضرت عثمان غنی رض کیوقت تک زکوۃ امام لیا کرتا تھا پھر آپنے نقدین کی زکوۃ کا نکالنا مالکون کے سپرد کر دیا تاکہ حکام
ظالم لوگون کے مال پر طمع نکرین تو گویا ہر مالدار آپ کیطرف سے زکوۃ لینے کا اپنے مال سے وکیل ہو گیا اور قرض زکوۃ سے زکوۃ کے واجب نہونیکی یہہ صورت
ہے کہ مثلا ایک شخص کے پاس مال بقدر نصاب ہے اور اوسپر دو برس گذر گئے تو اوسپر دوسری برس کی زکوۃ واجب نہوگی اسلئے کہ پہلی برس کی زکوۃ اسکی
ذمہ قرض ہے اوسکو نکالنے کے بعد نصاب ناقص ہو جائیگی اور کفالت کے قرض کی یہہ صورت ہے کہ کسی شخص نے ہزار روپیہ قرض لئے اور دس آدمی
اسکے کفیل ہوئے اور ان سب کے پاس ہزار ہزار روپئے ہین تو انمین سے کسی پر زکوۃ واجب نہین اسلئے کہ قرض دینیوالیکو اختیار ہے کہ جس سے چاہے اپنا
قرض لے سکتا ہے اور مہر موجل بعض فقہا کے نزدیک مانع زکوۃ نہین کیونکہ عادت یہہ ہے کہ اوسکو کوئی مانگتا نہین اور قہستانی مین اسکو صحیح کہا ہے
کذا فی الطحطاوی تو شارح کا قول مہر موجل کے باب مین ضعیف ہے شامی نے کہا کہ فارغ صفت نصاب کی ہے اور نفقہ نصب کے ساتھ عطف ہے کفالۃ پر
ولا يمنع الدين وجوب عشر وخراج وكفارة اور قرض مانع نہین ہے دہ یکی اور خراج اور کفارہ کے واجب ہونیکا یعنی اگر آدمی کے ذمہ قرض ہو تو بھی
نہین کہ زمین کی پیداوار سے دہ یکی یا خراج اوسکے ذمہ واجب نہو یا کفارہ کسی قصور کا اوسپر واجب نہو کیونکہ عشر و خراج متعلق پیداوار سے ہین جو
ہمیشہ نیا ہوتا رہتا ہے اور کفارہ متعلق ذمہ سے ہے اوسمین مفلس اور توانگر برابر ہین اتنا فرق ہے کہ مفلس کو مہلت دستر سی تک دیجائیگی طحطاوی نے
کہا کہ یہہ مسئلہ اس باب سے کچھ تعلق نہین رکھتا شارح نے بڑھا دیا ہے و فارغ عن حاجته الاصلية لان المشغول بها كالمعدوم وفسره ابن ملك
بما يدفع عنه الهلاك تحقيقا كثيابه او تقديرا كدينه اور نصاب مذکور فارغ ہو اُس شخص کی حاجت اصلی سے کیونکہ جو مال اصلی حاجتون مین لگا ہوا ہے
وہ نہونے کی برابر ہے اور حاجت مین لگے ہوئے مال کو ابن ملک نے یون بیان کیا ہے کہ جس سے آدمی اپنے اوپر سے ہلاک دفع کرے حقیقت
مین جیسے اوسکے کپڑے ہین یا ہلاک تقدیری دفع کرے جیسے قرض ھ حاجت اصلی کی چیزین یہہ ہین خرچ روزمرہ مکان سکونت آلات حرب
جاڑے گرمی کے کپڑے پیشہ ورون کے اوزار سامان خانہ داری سواری کے جانور اہل علم کے حق مین کتابین اور قرض کو ہلاک تقدیری
اسلئے کہا کہ اوسکی فکر مین آدمی شب و روز گھلتا ہے اور آگے کو کوئی قرض نہین دیتا اور قرضخواہون کے ہاتھ سے ذلت اوٹھاتا ہے کذا فی

الشامی نامٍ ولو تقدیراً بالقدرۃ علی الاستنماء ولو بنائبہ نصاب مذکور بڑہنے والی ہو اگرچہ تقدیراً بڑہے اسطرح کہ مالک اوسکی بڑہانے پر قادر ہو یا اپنے نائب کے وسیلہ سے بڑہا سکتا ہو ف مال زکوۃ دو طرح ہے ایک خلقی یعنی جسکی پیدائش دفع حاجت کے لئے ہے وہ تو چاندی اور سونا ہے تو ان دونو مین زکوۃ واجب ہوتی ہے خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہین دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوۃ کی لیاقت پیدا کرتا ہے اور وہ سوا نقدین کے اور چیزین ہین پھر مال کا بڑہانا دو طرح ہے ایک حقیقی تجارت اور جانورون کے بچے لینے اور ایک تقدیری یعنی تجارت وغیرہ کی قدرت ہونی اسطرح کہ مال اپنے ہاتھہ مین ہو یا اپنے نائب کے ہاتھہ مین کذا فی الطحطاوی والشامی ثم فرّع علی شرطہ بقولہ فلا زکوۃ علی مکاتب لعدم الملک التام ولا فی کسب مأذون ولا فی مرھون بعد قبضہ ولا فیما اشتراہ للتجارۃ قبل قبضہ پھر مصنف نے سبب وجوب پر اپنے اس قول سے تفریع کی کہ زکوۃ نہین مکاتب پر بسبب نہونے مکاتب کی ملک کامل کے یعنی جو مال مکاتب کے پاس ہے وہ مکاتب کی پوری ملکیت مین نہین کیونکہ اوسمین حق اوسکی آقا کا لگا ہوا ہے جبتک مال کتابت اوسکے ذمہ ہے اور نہ اُس غلام کی کمائی مین زکوۃ ہے جسکو آقا نے اجازت تجارت کی دیدی ہے بشرطیکہ مال غلام کے قبضہ مین ہو کذا فی الطحطاوی اور نہ گرو رکہی ہوئی چیز مین زکوۃ ہے مرتہن سے لے لینے کے بعد یعنی اگر راہن نے اپنا مال کچھہ برسون تک رہن رکھا تو بعد چھڑانیکے اوسکی زکوۃ زمانہ رہن کی اوسکے ذمہ نہین بسبب نہونے قبضہ کے اور نہ مرتہن پر اوسکی زکوۃ ہے کیونکہ اوسکی ملک نہین اور نہین زکوۃ اُس مال مین کہ اوسکو تجارت کے لئے خریدا ہو پیشتر اوسکی قبضہ کرنیکے یعنی اگر مشتری نے مال تجارت خریدا اور بعد برس روز کے مثلاً قبضہ کیا تو اس برس کی زکوۃ مشتری پر نہوگی ومطلوب للعبد لقولہ ولا فیہ دین یحیط الزائد ان لم یقصانا اور نہین زکوۃ بندہ کے قرضدار پر بقدر اوسکے قرض کے پس زکوۃ دے جو زائد از قرض کی اگر وہ نصاب زکوۃ ہو مثلاً ایک شخص کے ذمہ سو روپیہ قرض ہین اور اوسکے پاس مال زکوۃ دو سو روپیہ کا ہے تو سو کی زکوۃ دے کیونکہ قرض دیکر سو بچتے ہین جو نصاب سے زیادہ ہین اور اگر کم بچین یا کچھہ نہ بچے تو زکوۃ نہین مثلاً ۱۳۰ کا مال ہو یا سو کا تو اول صورت مین قرضہ کے سو دیکر ۳۰ بچین گے جو نصاب سے کم ہین اور دوسری صورت مین کچھہ نہ بچیگا تو ان دونو صورتون مین زکوۃ واجب نہین وعروض الدین کالھلاک عند محمد ورجحہ فی البحر اور سال کے درمیان مین قرض کا ہو جانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہے امام محمد کے نزدیک اور ترجیح دی ہے اسکو بحر الرائق مین ف صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص کے پاس دو سو روپیہ کا مال زکوۃ ہے آٹھہ مہینے کے بعد مثلاً اوسکے ذمہ دو سو روپیہ یا ڈیڑہ سو قرض ہو گئے اور سال پورا ہونیکے بعد پھر دو سو ہو گئے تو امام محمد کے نزدیک نئے سرے سے برس کا شمار کرے پچھلے برس کی زکوۃ اوسپر نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع زکوۃ نہین اُس سال کی بھی زکوۃ اوسکے ذمہ ہوگی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہو جاوے تو اُس سے زکوۃ بالاتفاق ساقط نہوگی کذا فی الطحطاوی ولو لہ نصب صرف الدین لأیسرھا قضاءً ولو اجناساً صرف لاقلھا زکوۃ فان استویا کاربعین شاۃ وخمس ابل خیّر اور اگر مالدار کے پاس کئی طرح کی نصابین ہون تو قرض اُس نصاب کیطرف لگایا جاویگا جس سے ادا قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسین ہون تو قرض اُس نصاب مین لگایا جاویگا جسکی زکوۃ کمتر ہو اور اگر زکوۃ مین جنسین برابر ہون مثلاً ۴۰ بکریان اور پانچ اونٹ کہ دونو کی زکوۃ ایک بکری ہے تو مالدار کو اختیار دیا جائیگا کہ جس جنس کو چاہے دین مین رکہکر باقی جنس کی زکوۃ دے ف کئی نصابونکی مثال یہہ ہے کہ ایک شخص کے پاس روپئے اشرفیان بھی بقدر نصاب ہین اور اسباب تجارت بھی بقدر نصاب اور جانور بھی تو اوسکی قرضہ مین اول روپیہ اشرفیان محسوب ہونگی پھر اسباب تجارت پھر مویشی اور مختلف جنسونکی مثال یہہ ہے کہ مثلاً جانورونکی کئی جنس بقدر نصاب ہون یعنی ۴۰ بکریان اور ۳۰ گائین اور پانچ اونٹ تو قرض مین بکریان خواہ اونٹ محسوب ہونگے گائین نہونگی کیونکہ ۳۰ گایون کی زکوۃ ایک برس کا بچھڑا ہے اور بکریون اور اونٹون کی زکوۃ ایک بکری ہے جو کم قیمت ہے بچھڑے سے اور یہہ صورت اُس وقت ہے کہ صدقہ لینے والا موجود ہو ورنہ صاحب مال کو اختیار ہے چاہے دین کو مویشی کیطرف لگاکر روپون اشرفیونکی زکوۃ دے چاہے اسکا الٹا کرے کذا فی الشامی ولا فی ثیاب البدن المحتاج الیھا لدفع الحر والبرد وابن ملک واثاث المنزل ودور السکنی ونحوھا اور نہین

زکوۃ ہی بدن کے کپڑون مین جنکی حاجت گرمی سردی کے دور کرنیکو ہوتی ہے کذا قالہ ابن ملک اور نہین زکوۃ ہے گہر کے اسباب اور رہنے کے گہرون
اور اونکے مثل یعنی دوکانون اور سرائون مین جبکہ کرایہ ملتا ہو کذا فی الطحطاوی وکذا الکتب وان لم تکن لاھلہا اذا لم تنو للتجارۃ غیر ان الاھل لہ اخذ
الزکوۃ وان ساوت نصبا الا ان تکون غیر فقہ وحدیث وتفسیر وتزید علی نسختین منہا ھو المختار اور اسیطرح زکوۃ نہین کتابون مین اگرچہ نہون اوسکی
پاس جو اون کا اہل ہو یعنی بیعلم شخص کے پاس ہون تب بھی اونمین زکوۃ نہین بشرطیکہ تجارت کی نیت اونمین نہو ہان اسقدر ہی کہ علم والے کو زکوۃ لینا جائز ہے
اگرچہ کتابین کئی نصاب کی برابر ہون یعنی کتابین اوس کے حق مین تونگری نہونگی بخلاف بیعلم کے کہ اوسکو پاس کتابین بقدر نصاب ہون تو اوسکو زکوۃ کا
لینا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی مگر سمجھہ کہ ہو وین کتابین فقہ اور حدیث اور تفسیر کے سوا اور علمونکی کہ بقدر نصاب اونکی ہونے سی عالم کو بھی زکوۃ کا
لینا درست نہین یا سمجھہ کہ کتابین علوم دینی کی ہون مگر دو دو نسخون سی زیادہ ہون تب بھی زکوۃ کا لینا درست نہین یہی قول مختار ہی ھ طحطاوی
نے کہا کہ دو نسخون سی زیادہ ہونیکا قول ضعیف ہی زکوۃ کے نہ لینے مین معتبر یہ ہے کہ ایک نسخہ سی زائد اگر ہونگے تب بھی زکوۃ لینی درست نہوگی اور
فتح القدیر اور نہر الفائق مین اسیکو مختار کہا ہی وکذلک آلات المحترفین الا ما یبقی اثر عینہ کالعصفر لدبغ الجلد ففیہ الزکوۃ بخلاف ما لا یبقی کصابون
یساوی نصبا وان حال الحول اور اسیطرح زکوۃ نہین حرفہ والون کے آلات مین مگر جسکا اثر باقی رہی جیسی کسم ہے کہال رنگنی کو لئی تو اوسمین زکوۃ ہی بخلاف
اوس چیز کے کہ باقی نرہی جیسی صابن کہ برابر کئی نصاب کے ہو اگرچہ اوسپر برس گذر جاوی مگر زکوۃ نہوگی ھ حرفہ والون کے آلات دو قسم ہین ایک وہ کہ کام
کے بعد خود موجود رہین جیسی بسولہ اور سوہن وغیرہ دوسری وہ کہ باقی نرہین اور اس قسم کی دو نوع ہین ایک وہ کہ اونکا اثر موجود رہتا ہی جیسی کسم
اور زعفران کپڑا رنگنی مین اور کسم اور تیل کہال رنگنی مین دوسری وہ کہ اوسکا کچھہ اثر بھی نرہی جیسے صابن تو پہلی قسم کے آلات مین زکوۃ نہین اور دوسری
کی پہلی نوع مین یعنی کسم وغیرہ مین زکوۃ ہی اور دوسری نوع مین نہین اور بعض نسخون مین عفص کی جگہہ عصفر ہے وہ غلط ہی کیونکہ عصفر کسم کو کہتے
ہین جو کپڑا رنگنے مین کام آتا ہی نہ کہال رنگنی مین قالہ الشامی وفی الاشباہ الفقیہ لا یکون غنیا بکتبہ المحتاج الیہا الا فی دین العباد فتباع لہ اور اشباہ
مین ہی کہ عالم اپنی حاجت کی کتابون سی غنی نہین ہوتا یعنی اوسپر زکوۃ واجب نہین ہوتی اور اوسکو زکوۃ کا لینا درست ہی مگر بندون کے قرض مین
مالدار متصور ہوگا تو لوگونکا قرض ادا کرنے کے لئے اوسکی کتابین فروخت کیجائینگی ولا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین وساقط فی بحر استخرجہ
بعدہا ومغصوب لا بینۃ علیہ فلو لہ بینۃ تجب لما مضی الا فی غصب السائمۃ فلا تجب وان کان الغاصب مقرا کما فی الخانیۃ ھ اور نہین ہی زکوۃ گمشدہ
مال مین جسکو کئی برس کے بعد پایا یعنی ایام گذشتہ کی زکوۃ دینی نہوگی اور نہ اوس مال مین جو دریا مین گرا اور بعد کئی برسون کے نکالا اور نہ اوس
مال مین جو کسی نے چہین لیا اور اوسپر گواہ نہین پس اگر اوسکے گواہ ہون تو ایام گذشتہ کی زکوۃ واجب ہوگی بعد قبضہ مین آنے مال کے مگر سائمہ جانورون
کے غصب مین کہ زکوۃ واجب نہوگی اگرچہ چہیننے والا غصب کا مقر ہو جیسا خانیہ مین ہی ھ سائمہ اون جانورون کو کہتے ہین جنکو آدمی اکثر ایام سال مین
مباح جنگل مین چرائی دودہ اور بچہ لینے کی غرض سی تو چونکہ بعد غصب ہونیکے یہہ امر اوسکو حاصل نہوگا اسلئی ان ایام کی زکوۃ اوسکو دینی نہوگی
کذا فی الطحطاوی ومدفون ببریۃ نسی مکانہ ثم تذکرہ وکذا الودیعۃ عند غیر معارفہ اور نہین زکوۃ اوس مال مین جو جنگل مین مدفون ہوا اور دفن کی
جگہہ بہول گیا ہو پہر اوسکو یاد کیا ہو کیونکہ جگہہ محفوظ نہ تہی اتفاق سے مال ملگیا اور اسی طرح اوس امانت مین زکوۃ نہین جو ناآشنا لوگون کے پاس ہو
کیونکہ اسصورت مین احتمال نسیان کا غالب ہی اور اگر مال جان پہچان والونکے پاس امانت ہو تو زکوۃ واجب ہوگی بخلاف المدفون فی حرز
بخلاف اوس مال کے کہ کسی محفوظ جگہہ مین مدفون ہو کہ اوسپر زکوۃ واجب ہی ھ طحطاوی نے کہا کہ حرز خواہ اپنا گہر ہو یا غیر کا اور وجہ وجوب یہ
ہے کہ سب گہر کو کہود کر مال ملسکتا ہے لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو اوسمین دفن کیا ہوا مال ایسا ہی جیسا جنگل مین واختلف فی المدفون فی کرم
وارض مملوکۃ اور اختلاف ہی اوس مال کی زکوۃ مین جو کسی باغ مین یا زمین مملوک مین مدفون ہو ھ جو لوگ اوسپر زکوۃ واجب بتلاتے ہین اونکی
دلیل یہہ ہی کہ تمام زمین کا کہودنا ممکن ہے اور جو واجب نہین کہتے وہ یہہ کہتے ہین کہ سب زمین کا کہودنا دشوار ہی یا خالی وقت سی نہین کذا فی

الطحطاوی و دین کان جحدہ المدیون سنین و لا بینۃ علیہ ثم صارت لہ بان اقر بعدہا عند قوم قیدہ فی مصرف الخانیۃ بما اذا حلف علیہ عند القاضی اما قبلہ فیجب لما مضی اور نہین زکوۃ اُس قرض مین جسکا قرضدار نے برسون انکار کیا تہا اور مالک کے پاس اوسپر گواہ نہ تھی پہر اوسکی پاس گواہ ہوگئی اسطرح کہ قرضدار نے برسون کے بعد لوگون کے سامنی قرض کا اقرار کردیا اور زکوۃ کے واجب نہونیکو مقید کیا ہی خانیہ کے باب المصرف مین اس امر سے کہ قرضدار منکر سے قسم لی گئی ہو قاضی کے محکمہ مین اس سے یہہ نکلا کہ قسم لینے سے پیشتر اگر منکر اقرار کردیگا تو گذشتہ سالونکی زکوۃ واجب ہوگی وما اخذ مصادرۃ ای ظلما ثم وصل الیہ بعد سنین لعدم النمو اور نہین زکوۃ اُس مال مین کہ بطور ڈانڈ کے زبردستی لیا جاوی پہر مالک کو بعد چند برس کے ملے بسبب بڑہنے مال مذکور کے ہم طحطاوی نے کہا کہ لعدم النمو علت ہی مال مفقود وسی لیکر مال مصادرہ تک کی یعنی ان مالونمین وجہ زکوۃ کے واجب نہونیکی یہہ ہی کہ مالک اسکو بڑہا نہین سکتا والاصل فیہ حدیث علی لا زکوۃ فی مال الضمار وہو ما لا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک اور اصل ایسی اموال کی زکوۃ کے نہونے مین حدیث حضرت علیؓ کی ہی کہ زکوۃ نہین مال ضمار مین اور ضمار وہ مال ہے کہ ملک تو مالک کی باقی رہی مگر اوس سی فائدہ لینا اوسکو ممکن نہو ولو کان الدین علی مقر ملی او علی معسر او مفلس ای محکوم بافلاسہ او علی جاحد علیہ بینۃ وعن محمد لا زکوۃ وہو الصحیح ذکرہ ابن ملک وغیرہ لان البینۃ قد لا تقبل او علم بہ قاض سیجیء ان المفتی بہ عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکہ لزم زکوۃ ما مضی وسنفصل الدین فی زکوۃ المال اور اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر توانگر یا دہند پر ہو یا تنگدست پر یا دیوالیے پر یعنی جسکو مفلس ہونے کا حکم مشتہر ہو چکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اوسپر گواہ ہون یا اُس قرض کو قاضی جانتا ہو پہر اسطرحکا قرض مالک کی ملک مین پونہچی تو اوسپر گذشتہ برسونکی زکوۃ لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہہ منقول ہی کہ منکر پر قرض ہو تو باوجود گواہ ہونیکے اوسپر زکوۃ لازم نہوگی اور یہی قول صحیح سے ذکر کیا ہی اوسکو ابن ملک اور دوسری لوگون نے کیونکہ گواہ بعض اوقات مقبول نہین ہوتے تو انکا ہونا نہونا برابر ہوا اور آگے آویگا کہ مفتی بہ یہہ ہی کہ اگر قاضی اپنے علم کی موجب کسی معاملہ مین حکم کر دیگا تو اُسکا حکم صحیح نہوگا اور دین کی تفصیل ہم مال کی زکوۃ کے بیان مین عنقریب ذکر کرینگے یعنی دین تین قسم ہی قوی اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اوسپر زکوۃ نہین کذا فی الشامی وسبب لزوم ادائہا توجہ الخطاب یعنی قولہ تعالی اتوا الزکوۃ اور زکوۃ کے ادا کرنیکے لازم ہونے کا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خداوندی کا ہی کہ زکوۃ دو ہم یعنی جب آیت مین خطاب مکلفون پر زکوۃ ادا کر دینے کے لئی ہی تو ادا کرنا اوسکا لازم ہی شامی نے کہا کہ یہہ سبب حقیقی ہی اور پہلی جو ملک نصاب کو سبب کہا تہا وہ مجازی تہا وشرطہ ای شرط افتراض ادائہا حولان الحول وہو فی ملکہ وثمنیۃ المال کالدراہم والدنانیر لتعینہما للتجارۃ باصل الخلقۃ فتلزم الزکوۃ کیفما امسکہما ولو للنفقۃ او السوم بقیدہا الاتی او نیۃ التجارۃ فی العروض اور شرط اوسکی یعنی ادا زکوۃ کے فرض ہونیکی گذر جانا برس کا ہی اسطرح کہ مال مالک کی ملک مین رہی اور نیز ثمن ہونا مال کا نقد کی زکوۃ مین جیسی روپی اشرفیان ہین بسبب متعین ہونے ان دونو کے تجارت کی لئی اصل پیدائش مین تو لازم ہوگی ان دونو پر زکوۃ جسطرح اونکو روک رکہیگا اگرچہ خرچ روزمرہ کے لئی روپیہ یا اشرفیان رکہہ چہوڑی یا جنگل مین چرنا قید آیندہ کے ساتھہ یعنی جانورونکی زکوۃ کے ادا مین جیسی برس کا گذرنا شرط ہی ویسی ہی جنگل مین چرنا بھی شرط ہی یا شرط ہے نیت تجارت اسباب کی زکوۃ کے باب مین ہم پہلے جو شرطین عقل وغیرہ کی مذکور ہوئین وہ صاحب مال مین تہین اور یہہ شرطین خود مال کی ہین مگر کہیتون اور پہلون کی زکوۃ مین برس کا گذر جانا شرط نہین کذا فی الشامی اما صریحا ولا بد من مقارنتہا بعقد التجارۃ کما سیجیء او دلالۃ بان یشتری عینا بعرض التجارۃ او یواجر دارہ التی للتجارۃ بعرض فتصیر للتجارۃ بلا نیۃ صریحا اور اسباب مین نیت تجارت یا صراحۃ ہو اور ضروری متصل ہونا اس نیت کا عقد تجارت سی چنانچہ آگے آویگا یعنی عقد کیوقت نیت کرلے کہ جو چیز میری ملک مین آتی ہے وہ تجارت کی ہی تو اگر کوئی چیز گہر کے کام کو مول لی پہر نیت تجارت کی کرلی تو تجارت کی نہوگی چنانچہ آگے آتا ہی یا نیت تجارت دلالۃ ہو اسطرح کہ مول

لے کوئی چیز معین اسباب تجارت کے بدلے یا کرایہ دے اپنا مکان تجارت کا عوض کسی اسباب کے تو ہو جائیگا یہہ اسباب تجارت کے لئے بدون نیت صریح کے واستثنی من اشتراط النیة ما یشتریہ المضارب فانہ یکون للتجارة مطلقا لانہ لا یملک بہا لہا غیرہا اور استثنا کیا ہے علمانے نیت کے شرط ہونے سے اُس مال کو کہ مضارب خرید کرے اسلئے کہ وہ ہر صورت مین تجارت کے لئے ہے خواہ مضارب نیت کرے یا نکرے اسلئے کہ مضارب مال مضاربت تجارت کے لئے خریدنیکے سوا اختیار نہین رکہتا نہر الفائق مین کہا کہ اگر مضارب کی مول لی ہوئی چیز کو دلالۃ نیت مین شامل رکہین تو استثنا کی حاجت نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح نیة التجارة فیما خرجہ من ارضہ العشریة او الخراجیة او المستاجرة او المستعارة لئلا یجتمع الحقان اور درست نہین نیت تجارت کی اُس پیداوار مین جو پیدا ہوا اوسکی زمین عشری مین یا خراجی یا اجارہ لی ہوئی یا مانگی ہوئی مین تاکہ نہ جمع ہون دو حق م یہہ علت ہے چارون صورتون کی مگر کرایہ اور عاریت کیصورت مین اُسوقت نیت درست نہوگی کہ زمین عشری ہو کیونکہ کرایہ اور عاریت کی زمین کی دہ یکی ذمہ کرایہ دار اور مانگنے والے کے ہوتی ہے اسلئے اگر پیداوار مین زکوۃ بھی لازم ہو تو دو حق جمع ہو جائینگے ہان اگر زمین مذکور خراجی ہو تو خراج مالک زمین پر ہوتا ہے اب اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار مین کرینگے تو درست ہوگی کیونکہ اس صورت مین دو حق جمع نہونگے خراج اور شخص پر ہوگا اور زکوۃ دوسرے پر کذا فی الطحطاوی وشرط صحة ادائہا نیة مقارنة لہ ای للاداء ولو کانت المقارنة حکما کما لو دفع بلا نیة ثم نوی والمال قائم فی ید الفقیر او نوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیة او دفعہا لذمی لیدفعہا للفقراء جاز لان المعتبر نیة الآمر ولذا لو قال ہذا تطوع او عن کفارتی ثم نواہ عن الزکوۃ قبل دفع الوکیل صح اور صحت ادا زکوۃ کی شرط وہ نیت ہے جو ادا کے ساتھ متصل ہو اگرچہ متصل ہونا حکما ہو مثلا زکوۃ فقیر کو بلا نیت دی پھر نیت کی اُسوقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہے یا ایک شخص کو ادا زکوۃ کا وکیل کیا اور وکیل مذکور نے روپیہ دینے کیوقت نیت ادا زکوۃ کی کر لی پھر وکیل نے بلا نیت مستحقونکو حوالہ کیا یا زکوۃ کسی ذمی کو دی اس غرض سے کہ وہ فقیرون کو دیدے اسنے تو درست ہے اسلئے کہ معتبر نیت امر کرنے والے کی ہے اور اسیوجہ سے اگر وکیل سے کہا کہ یہہ صدقہ نفل ہے یا میرے کفارہ کی عوض ہے پھر پیشتر اس سے کہ وکیل وہ مال کسیکو دے نیت کر لی کہ زکوۃ کیطرف سے ہے تو درست ہے م یعنی اگرچہ وکیل دینے کیوقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے مگر جو کچھ موکل اوسکے دینے سے پیشتر نیت کر لیگا وہی معتبر ہوگی اور ذمی کے دینے کی مثال اسلئے لکہی تاکہ معلوم ہو کہ عبادت مالی مین کافر کی نیابت جائز ہے بخلاف حج کے کہ وہ مرکب ہے عبادت بدنی اور مالی سے اوسمین کافر کو وکیل کرنا درست نہین کذا فی الشامی ولو خلط زکوۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء اور اگر وکیل نے اپنے موکلون کی زکوتین باہم خلط کر دین تو وکیل ضمان دیگا اور مال مخلوط اگر فقیرونکو دیدالیگا تو اپنی طرف سے احسان کرنیوالا ہوگا موکلون کیطرف سے زکوۃ ادا نہوگی مگر اس صورت مین کہ وکیل مذکور کو فقیرون نے مال زکوۃ لینے کا اپنی طرف سے وکیل کیا ہو م ضمان وکیل پر اُسصورت مین ہے کہ مالکون نے اذن خلط کا نہ دیا ہو اور اگر اذن دیا ہو صراحۃ یا دلالۃ اذن ہو اسطرح کہ مالکون کو علم خلط کا ہوا اور وکیل سے تعرض نکیا تو اسصورتمین خلط جائز ہے کذا فی الطحطاوی وللوکیل ان یدفع لولد الفقیر وزوجتہ لا لنفسہ الا اذا قال ربہا ضعہا حیث شئت اور وکیل کو جائز ہے کہ زکوۃ دیوے اپنے لڑکے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہین جائز ہے رکہہ لینا خود اپنے لئے مگر جس صورتمین کہ مالک نے کہدیا ہو کہ صرف کرنا زکوۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو اسصورتمین اگر وکیل مصرف زکوۃ ہو اور اپنے لئے رکہلے تو جائز ہے ورنہ جائز نہین کذا فی الحلبی ولو تصدق بدراہم نفسہ اجزأ ان کان علی نیة الرجوع وکانت دراہم الموکل قائمة اور اگر وکیل نے خود اپنے روپئے زکوۃ مین دیدئے تو کافی ہے بشرطیکہ وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپیون سے انکو لے لونگا اور موکل کے روپئے بھی اوسکے پاس موجود ہون تو اگر موکل کے روپئے اسکے پاس سے اوٹھہ گئے ہون یا اسنے نیت اپنے روپیون کا عوض لینے کی نکی ہو تو موکل کیطرف سے یہہ دینا کافی نہوگا کذا فی

الطحطاوی او مقارنۃ بعزل ما وجب کلہ او بعضہ ولا یخرج عن العھدۃ بالعزل بل بالاداء للفقراء یا نیت اداے زکوۃ متصل ہو زکوۃ واجب کے علٰحدہ کرنے سے خواہ کل واجب کے علٰحدہ کرنے سے متصل ہو یا بعض کے اور مالدار بری الذمہ نہوگا زکوۃ کو علٰحدہ کردینے سے بلکہ فقیر کو دینے کی جہت سے ذمہ پاک ہوگا ۱۲م یعنی اگر زکوۃ کا مال جو علٰحدہ کیا تھا ضائع ہوجائیگا تو زکوۃ ساقط نہوگی او تصدق بکلہ الا اذا نوی مالذا او واجبا اخر فیصح ویضمن الزکوۃ یا اداے زکوۃ کی صحت کے لئے شرط ہے کل مال کا خیرات کردینا مگر جس صورت میں کہ اس خیرات سے نیت کرے کسی نذر کی یا کسی دوسرے واجب کی تو یہہ خیرات اوسکی نیت کے موافق درست ہوجائیگی اور زکوۃ کا ضمان دے ۱۲م طحطاوی نے کہا کہ تصدق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مال کو بعد زکوۃ واجب ہونیکے کسی غنی کو ہبہ کردیگا تب بھی زکوۃ ساقط نہوگی جیسے نذر میں اوٹھا ڈالنے سے ساقط نہیں ہوتی ولو تصدق ببعضہ لا تسقط حصتہ عنہ الثانی خلافا للثالث اور اگر بعض مال صدقہ کردیا تو اس صدقہ کئے ہوئے کی زکوۃ ساقط نہوگی امام ابو یوسف کے نزدیک بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک ساقط ہوجائیگی اور امام ابو حنیفہ اس مسئلہ میں امام محمد کے ساتھ ہیں تو یہی اصح معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی والملقہ فیعم العین والدین حتی لو ابرأ الفقیر عن النصاب صح وتسقط عنہ ۱۲ درمانتن نے تصدق کو مطلق رکھا تو وہ عام ہے موجود چیز اور دوسریکے ذمہ دین کو یہانتک کہ اگر فقیر کو بری کردیا نصاب سے تو صحیح ہوگا ابرا اور زکوۃ اُسکی ذمہ سے ساقط ہوگی ۱۲م یعنی مثلا زید کا قرض ذمہ عمرو کے بقدر نصاب ہے اور عمرو مفلس ہے زید نے کہدیا کہ میں نے تجکو قرض معاف کیا تو یہہ معاف کرنا بھی صحیح ہے اور زید کے ذمہ سے زکوۃ بھی اُس نصاب کی ساقط ہوگئی واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن العین وعن الدین یجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لا یجوز اور جاننا چاہیئے کہ اداکرنا دین کا بعوض دین کے اور اداکرنا موجود چیز کا بدلہ موجود کے اور بدلہ دین کے درست ہے اور اداکرنا دین کا بدلہ موجود چیز کے اور بدلہ اُس دین کے جو عنقریب قبضہ میں آویگا درست نہیں ۱۲م مراد دین سے وہ مال زکوۃ ہے جو دوسریکے ذمہ ہو اور عین سے یہہ مراد ہے کہ اوسکی ملک میں قائم ہو نقد ہو یا اسباب تو اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں اسلئے کہ زکوۃ دو حال سے خالی نہیں یا دین ہوگی یا عین اور جس مال کی زکوۃ دینی منظور ہے وہ بھی یا دین ہوگا یا عین لیکن چونکہ مال دین دو طرحکا ہوسکتا ہے ایک وہ کہ قبضہ میں نہ آوے ساقط ہوجاوے اور ایک وہ کہ بعد زکوۃ اوسکو قبضہ کریگا استحقاق رہے تو اب پانچ صورتیں ہوگئیں جنمیں سے تین میں ادا درست ہے اور دو میں ناجائز پہلی صورت زکوۃ دین کا اداکرنا اوس مال دین سے کہ ساقط ہوجائے جسکی مثال اوپر گذری یعنی مدیون مفلس کو نصاب بالکل معاف کردینا دوسرے اداکرنا زکوۃ عین کا مال موجود سے مثلا نقد یا اسباب بقدر نصاب ہے اوسمیں سے مقدار واجب کو دیڈالا تو ادا درست ہے سوم اداے زکوۃ عین مال دین کے عوض مثلا ایک شخص دوسو روپیہ کا مالک ہے مگر کسیکو قرض دے رکھے ہیں تو اونکی زکوۃ میں پانچ روپیہ اپنے پاس سے دیدئے تو یہہ ادا درست ہوا اور جن صورتونمیں ناجائز ہے اونمیں سے اول یہہ ہے کہ مال موجود کی زکوۃ میں دین کو دینا مثلا ایک شخص کے پاس ۲۰۰ روپیہ موجود ہیں ان کی زکوۃ تیس روپیہ ہوئی اور اوسکے ۳۰ روپئے کسی مفلس پر آتے ہیں تو اُن روپیونکو اس مال موجود کی زکوۃ میں مجرادینا جائز نہیں دوسری صورت یہہ ہے کہ اداکرے دین کو اُس مال دین کے عوض جو عنقریب مقبوض ہوگا مثلا حامد کے ڈیڑہ سو روپیہ محمود کے ذمہ قرض ہیں حامد نے اوسکو ۵۰ روپیہ معاف کردئے تو ان ۵۰ کی زکوۃ بھی اوسکے ذمہ سے ساقط ہوئی لیکن اگر یہہ نیت کریگا کہ سو جو باقی رہے اُنکی زکوۃ بھی انہیں پچاس میں آجاوے تو یہہ درست نہوگا کیونکہ سب سو اسکے قبضہ میں آئینگے تو عین ہوجائینگے اور عین کی زکوۃ دین سے درست نہیں کذا فی الشامی تبصرف وحیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوتہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی اور جواز کا حیلہ یعنی مال موجود کی زکوۃ کو دین سے اداکرنیکی تدبیر یہہ ہے کہ اپنے قرضدار محتاج کو اپنی زکوۃ حوالہ کرے پھر اوس زکوۃ کو عوض اپنی قرض کے اُس سے لیلے اور اگر وہ نہ دیوے تو ہاتھ بڑھا کر چھین لے کیونکہ اُسکو اُسکے حق کی جنس ملگئی اور

قرضخواہ جب قرضدار کی کوئی چیز اپنے حق کی جنس سے پاتا ہی تو زبردستی دبا سکتا ہی پہر اگر محتاج مزاحمت کری تو اوسکو قاضی کے پاس لیجاوے
کہ وہ اوس سے دلوا دیگا تو اس صورتمین قرض بھی اوسقدر وصول ہو جائیگا اور مال کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی وحیلۃ التکفین بہا التصدق
علی فقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لهما وکذا فی تعمیر المسجد وتمامه فی حیل الاشباہ اور حیلہ زکوٰۃ سے کفن دینے کا یہہ ہی کہ زکوٰۃ کو کسی محتاج
کی ملک کردے پہر وہ محتاج اوس سے مردہ کو کفن دیدے تو اسصورتمین ثواب دونوکو ہوگا اور ایسا ہی حیلہ ہی زکوٰۃ کو مسجد کی تعمیر مین لگانیکا یعنی
کسی محتاج کو دیدے کہ وہ مسجد مین صرف کری اور اسکا پورا بیان اشباہ کے حیلون کے بیان مین ہی ہم اور یہی حیلہ ہی بنی ہاشم کو زکوٰۃ کے
دینے کا بشرطیکہ درمیانی شخص امین ہو بیچ مین دبا نرکھے وافتراضها عمری ای علی التراخی وصحح الباقانی وغیرہ وقیل فوری ای واجب علی
الفور وعلیه الفتوی کما فی شرح الوهبانیۃ اور فرض ہونا زکوٰۃ کا عمری ہے یعنی اگر عمر بہر مین کبھی ادا کر دیگا تو گنہگار نہوگا اور اسکو صحیح کہا ہی
باقانی وغیرہ نے اور ایک قول یہہ ہی کہ اوسکا فرض ہونا فوری ہے یعنی اوسیوقت ادا کرنا واجب ہی اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ شرح
وہبانیہ مین ہے فیأثم بتاخیرها بلا عذر وترد شهادته لان الامر بالصرف الی الفقیر معه قرینۃ الفور وهی انه لدفع حاجته وهی معجلۃ فمتی لم تجب
علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجه التمام وتمامه فی الفتح پس گنہگار ہوگا ادای زکوٰۃ مین بدون عذر تاخیر کرنیسے اور اوسکی گواہی
مقبول نہوگی یعنی بسبب فاسق ہو جانیکے اسلئے کہ زکوٰۃ کو فقیر پر صرف کرنیکے امر کے ساتھ علی الفور ہونیکا قرینہ موجود ہی اور وہ قرینہ یہہ ہی
کہ امر فقیر کے دینے کا اوسکی حاجت کے دور کرنیکو ہی اور اوسکی حاجت سردست موجود ہی تو اگر زکوٰۃ علی الفور واجب نہو تو زکوٰۃ کے واجب
کرنے سے مقصود کامل طور پر حاصل نہوگا اور اسکا پورا بیان فتح القدیر مین ہی لا یبقی للتجارۃ ما ای عبد مثلا اشتراہ لها فنوی بعده ای بعد الشراء
ان یستعمله
ان یستعمله
فنوی بعده ای بعد الشراء
اخذ ما نواہ للخدمۃ ثم لا یصیر للتجارۃ وان نواہ لها ما لم یبعه بجنس ما فیه الزکوٰۃ والفرق ان التجارۃ عمل فلا تتم بمجرد النیۃ بخلاف الاول فانه ترک العمل فیتم
بها
نہین باقی رہتا تجارت کے لئے وہ مال یعنی مثلا غلام کہ اوسکو مول لیا ہو تجارت کے لئے اور بعد اسکے نیت کرلی اوس سے خدمت لینے کی تو بمجرد نیت خدمت
کے تجارت کا نرہیگا پہر جس مال کو استعمال کے لئے نیت کی وہ تجارت کا نہوگا اگرچہ مالک اسکو تجارت کے لئے نیت کرے جبتک کہ اوسکو ایسے مال کے
عوض نہ بیچڈالے جسمین زکوٰۃ ہوتی ہی یعنی مثلا غلام خدمت کی نیت سے مول لیکر تجارت کی نیت کی تو صرف نیت سے تجارت کا نہوگا جبتک اوسکی
عوض ایسا مال نلے جسمین زکوٰۃ ہی اور فرق دونو صورتونمین یہہ ہی کہ تجارت ایک عمل ہی تو صرف نیت سے پورا عمل نہوگا بخلاف اول صورت
یعنی خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہی اور ترک عمل نیت سے بھی کامل ہو جاتا ہی ہم جنس ما فیه الزکوٰۃ کی قید سے یہہ صورت نکل گئی کہ مثلا غلام خدمت کو
کو بلکہ نیت تجارت اپنی زوجہ کے مہر مین دیدیا یا قصاص کی صلح مین دیدیا یا عورت نے خلع کے عوض مین حوالہ کیا تو ان صورتونمین اوسپر
زکوٰۃ نہ آویگی اور ترک عمل مین صرف نیت کافی ہی مثلا مقیم اور روزہ دار اور کافر مین صرف نیت کافی ہی کیونکہ اقامت ترک سفر کا نام ہی اور روزہ
ترک افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور انکے مقابل مین صرف نیت کافی نہین مثلا صرف نیت سے مسافر نہوگا اور نہ افطار کرنیوالا اور نہ مسلمان
کذا فی الشامی وما اشتراہ لها ای للتجارۃ کان لها لمقارنۃ النیۃ لعقد التجارۃ لا ما ورثه ونواہ لها لعدم العقد الا اذا تصرف فیه ای
ناویا فتجب الزکوٰۃ لاقتران النیۃ بالعمل الا الذهب والفضۃ والسائمۃ لما فی الخانیۃ لو ورث سائمۃ لزمه زکوتها بعد حول نواہ اولا اور جو مال
کہ تجارت کیواسطے مول لیا وہ تجارت ہی کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے نہین ہوگا تجارت کا وہ مال کہ اسکا وارث ہوا
اور نیت کی تجارت کی بسبب نہونے عقد کے یعنی میراث کے ملنے مین کوئی عقد معاوضہ نہین کہ اوسکے باعث سے نیت کا اعتبار ہو مگر جب
مال وراثت مین تصرف کرے بہ نیت تجارت یعنی بیع کیوقت مثلا نیت کرلے کہ اسکا عوض تجارت کے لئے ہے تو اب زکوٰۃ واجب ہوگی برس
بعد گذرنے برس کے بسبب متصل ہونے نیت کے عمل سے مگر سونا اور چاندی اور چرائی کا جانور اگر میراث مین ملے تو اونپر زکوٰۃ لازم ہے
اس لئے کہ خانیہ مین ہے کہ اگر سائمہ کا وارث ہوا تو اوسکی زکوٰۃ اوسپر لازم ہے برس گذرنے کے بعد نیت سوم کی کرے یا نکرے ہم

چرائی کا

چاندی سونا چونکہ اصل خلقت ہی کے لحاظ سے تجارت کے لئے متعین ہین اسلئے میراث مین پانے سے ان پر زکوۃ ہوگی خواہ تجارت کی نیت کرے یا نہین اور سائمہ مین چونکہ پہلے سے صفت سوم موجود تھی اسلئے اب وارث کی نیت کی حاجت نہین غرضکہ برس گذر نیکے بعد ان تینون پر زکوۃ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وما ملکہ بصنعہ کھبۃ او وصیۃ او نکاح او خلع او صلح عن قود قید بالقود لان العبد للتجارۃ اذا قتل عبدہ خطاء ودفع بہ کان المدفوع للتجارۃ خانیہ وکذا کل ما قبض بہ مال التجارۃ فانہ یکون لہا بلا نیۃ کما مر نواہ لہا کان لہا عند الثانی والاصح انہ لایکون لہا بحر عن البدائع اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہو یعنی جو مال کہ قبول کرنے پر اوسکا مالک ہونا موقوف ہو مال کا بدلہ مال سے نہو جیسے ہبہ مین ملنا یا وصیت مین یا مہر نکاح مین یا خلع کے عوض مین یا صلح بعوض قصاص مین اور اس مال مین نیت تجارت کی کرلی تو یہ مال امام ابو یوسف کے نزدیک تجارت کا ہو جائیگا اور صحیح یہ ہے کہ تجارت کے لئے نہوگا کیونکہ تجارت مال کا حاصل ہونا ہے مال کے عوض اور ان معاملات مین بدون مال کے ہاتھ لگتا ہے تو تجارت کے لئے نہ ٹھہرا کذا فی البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے صلح مین قود کی قید اسلئے لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام براہ خطا مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جاے تو یہہ غلام تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخانیہ اور اسیطرح جو چیز مال تجارت کے عوض قبضہ مین آوے تو وہ بھی تجارت کے لئے ہوگی بدون نیت کے چنانچہ اوپر گذرا کہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے مین نیت تجارت دلالۃً موجود ہے تو اب نیت جدید کی حاجت نہین فی اوائل الاشباہ ولو قارنت النیۃ مالیس بدل مال بمال لا تصح علی الصحیح اور شروع اشباہ مین ہے کہ جب نیت متصل ہوا ایسی چیز سے کہ مال کا مبادلہ مال سے نہین تو یہہ نیت درست نہوگی مذہب صحیح کے بموجب م اس قول کو شارح نے اصح قول کی تائید کے لئے بیان نکیا لا زکوۃ فی اللآلی والجواہر وان ساوت الفا اتفاقا الا ان یکون للتجارۃ نہین ہے زکوۃ موتیون اور جواہر مین اگرچہ ہزار کی قیمت کے ہون بالاتفاق مگر اس صورت مین کہ موتی اور جواہر تجارت کے لئے ہون تو اونپر زکوۃ ہوگی م جواہر سے مراد یاقوت وزمرد وغیرہ ہین اور انپر زکوۃ نہونیکی وجہ یہ ہے کہ اصل پیدایش مین یہہ چیزین ثمن نہین کذا فی الطحطاوی والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط عدم المانع المؤدی الی الثنی وشرط مقارنتہا لعقد التجارۃ وھو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض اور قاعدہ کلیہ زکوۃ کے ہونیکا یہہ ہے کہ جو مال سوا چاندی اور سونے اور چرائی کے جانورونکے ہو اوسپر زکوۃ جبھی ہوگی جب تجارت کی نیت ہو بشرط نہونے مانع کی جس سے دوبارہ زکوۃ کی نوبت پہنچے اور بشرط متصل ہونے نیت کی عقد تجارت سے اور عقد تجارت حاصل کرنا مال کا ہے عوض مال کے بذریعہ خرید کے عقد کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے م طحطاوی نے کہا کہ ثنی بکسر مثلثہ و نون مفتوح والف مقصور ایک برس مین دو بار صدقہ لینے کو کہتے ہین تو اگر زمین عشری کو بہ نیت تجارت مول لے تو اوسمین زکوۃ نہوگی کہ عشر اور زکوۃ دونو جمع ہو جائینگی فلو نوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیئا للقنیۃ ناویا انہ ان وجد ربحا باعہ لا زکوۃ علیہ کما لو نوی التجارۃ فیما خرج من ارضہ کما مر پس اگر نیت کی تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر مین رکھنے کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملیگا تو بیچ دینگے تو اوسپر زکوۃ نہین بوجہ نہ متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے جیسے اگر نیت کی اوس پیداوار مین جو پیدا ہوا اوسکی زمین عشری یا خراجی مین تو اوسپر بھی زکوۃ نہوگی کیونکہ یہان مانع موجود ہے یعنی عشر اور خراج مانع زکوۃ ہین وکما لو شری ارضا خراجیۃ ناویا التجارۃ او عشریۃ وزرعہا او بذرا للتجارۃ وزرعہ لایکون للتجارۃ لقیام المانع اور جیسا کہ اگر خرید کرے کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے خواہ اوسکو بووے یا نہین یا زمین عشری مول لے اور اوسکو بووے یا بیج مول لیا تجارت کے لئے پھر اوسکو بو دیا تو ان صورتون مین پیداوار تجارت کے لئے نہوگا بسبب موجود ہونے مانع کے م یعنی اول صورت مین خراج اوسکی ذمہ ہے بسبب مالک ہونیکے خواہ بووے یا نہین اور دوسری صورت مین عشر بونیوالی پر ہے تو اگر زمین عشری کو بہ نیت تجارت لیکر نہ بوئیگا تو اوسکی زکوۃ واجب ہوگی اور عشر نہ دینا پڑیگا بسبب نہونے پیداوار کے اور تیسری صورت مین اسوقت مال تجارت نہوگا کہ بیج کو زمین خراجی یا عشری مین بووے اور اگر اپنی زمین مملوک مین بو دیگا تو زکوۃ واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی

باب السائمة یہہ باب ہے چرنیوالے جانورون کی زکوۃ کے بیان مین ھی الراعیۃ شرعا المکتفیۃ بالرعی المباح ذکرہ الشمنی فی اکثر العام لقصد الدر والنسل ذکرہ الزیلعی وزاد فی المحیط والزیادۃ والسمن لیعم الذکور فقط لکن فی البدائع لو اسامہا للحم فلا زکوۃ فیہا کما لو اسامہا للحمل والرکوب ولو للتجارۃ ففیہا زکوۃ التجارۃ ولعلہم ترکوا ذلک لتصریحہم بالحکمین

سائمہ لغت مین چرنیوالے جانور کو کہتے ہین اور شرعا جو اکتفا کرے مباح چرائی پر یعنی جسمین مالک کو کچہہ دینا نہ پڑے اس قید کو شمنی نے ذکر کیا ہے اکتفا کرے اکثر سال مین واسطے قصد دودہ کے اور نسل یعنی بچہ لینے کے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے اور محیط مین اتنا اور زیادہ کیا ہے اور زیادتی اور مٹاپے کے لئے تاکہ شامل ہو صرف نرون کو بھی لیکن بدائع مین ہے کہ اگر چرایا سوائم کو گوشت کے لئے تو اوسمین زکوۃ نہین ہے ایسا ہی اگر چرایا لادنے یا سواری کے لئے اور اگر تجارت کے لئے چرایا تو اوسمین زکوۃ تجارت کی ہے اور شاید کہ اہل متون نے اس قید کو اسیلئے نہین ذکر کیا کہ وہ دونو حکمون کی تصریح کر چکے ہین م یعنی بیان کر چکے ہین کہ جس مال کی نیت تجارت کی ہو اوسمین زکوۃ ہے اور مال کا لفظ حیوانات کو بھی شامل ہے اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لئے ہون اوسمین زکوۃ نہین ہے قالہ الشلبی فلو علفہا نصفہ لا تکون سائمۃ فلا زکوۃ فیہا للشک فی الموجب پس اگر گہاس کہلایا جانورون کو آدہے برس یعنی گہر پر باندہ کر تو سائمہ نہون گے اور اسیلئے زکوۃ بھی اون مین نہو گی کیونکہ موجب زکوۃ یعنی سوم مشکوک ہے م یعنی جانورون مین زکوۃ بشرط سوم ہوتی ہے تو جب نصف برس اپنی گرہ سے گہاس کہلایا تو سوم مین شک پڑ گیا و یبطل حول زکوۃ التجارۃ بجعلہا للسوم لان زکوۃ السوائم وزکوۃ التجارۃ مختلفان قدرا وسببا فلا یبنی حول احدہما علی الآخر اور زکوۃ تجارت کا برس باطل ہو جاتا ہے اون کے سائمہ کرنے سے کیونکہ زکوۃ سوائم کی اور زکوۃ تجارت کی مختلف ہین مقدار مین اور سبب مین تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر بنی نہین ہو سکتا م اس مسئلہ کی صورت یہہ ہے کہ ایک شخص کے پاس تجارت کے مواشی ہین چند روز بعد اوسنے اونکو دودہ اور نسل کے لئے چرنے چہوڑ دیا تو اب سال زکوۃ چرائی کے دن سے شروع ہو گا پہلے دن اس سال مین محسوب نہون گے کیونکہ زکوۃ تجارت کی مقدار چالیسوان حصہ ہے اور سوائم کی زکوۃ جانور دینا پڑتا ہے اور دونون کو دونکا سبب بھی مختلف ہے کہ تجارت مین نصاب مالی کا مالک ہونا سبب ہے اور سوائم مین عدد معین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتراہا للتجارۃ ثم جعلہا سائمۃ اعتبر اول الحول من وقت الجعل للسوم کما لو باع السائمۃ فی وسط الحول او قبلہ بیوم بجنسہا او بغیر جنسہا او بنقد ولا نقد عندہ بعروض ونوی بہا التجارۃ فانہ یستقبل حولا آخر جوہرۃ وفیہا لیس فی سوائم الوقف والخیل المسبلۃ زکوۃ لعدم الملک ولا فی المواشی العمی ولا مقطوعۃ القوائم لانہا لیست سائمۃ پس اگر خریدا مواشی کو تجارت کے لئے پہر چہوڑ دیا چرائی پر تو معتبر ہو گا اول سال جس وقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچ ڈالا سوائم کو برس کے اندر یا برس روز سے ایک دن پہلے بدلے اونکی جنس کے یا غیر جنس کے یا بدلہ نقد کے اور نقد اوسکے پاس موجود نہین یا بیچا بدلہ اسباب کے اور نیت کر لی اسباب مین تجارت کی تو ان سب صورتون مین نئے سرے سے برس شروع ہو گا کذا فی الجوہرہ اور اوسمین یہہ بھی ہے کہ وقفی مواشی مین زکوۃ نہین اور نہ گہوڑون مین جو فی سبیل اللہ کئے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندہے مواشی مین اور نہ پانون کٹون مین کیونکہ وہ سائمہ نہین م نقد پاس نہونیکی قید اسیلئے لگائی کہ اگر اوسکے پاس نقد نصاب ہو گی تو قیمت سوائم کی اوسکے ساتہہ ملا کر زکوۃ دینی ہو گی نقد مال کے لئے نیا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہہ تہا کہ شارح لا نصاب عندہ کہتا کہ شامل ہوتا ہر طرح کے مبادلہ یعنی جنسی اور غیر جنسی کو اور گہوڑون پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوۃ نہین اور ظہیریہ مین لکہا ہے کہ اندہے مواشی مین دو روایتین

ہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے اور بحر الرائق مین ہے واجب لکھا ہے قالہ الشافعی **باب**
یہہ باب ہے اونٹون کی زکوۃ کے بیان مین م طحطاوی نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتھہ ہے اور اوسکی خبر محذوف ہے نِصَابُ
الابِلِ بکسر الباء ویُسَکّنُ مُونثۃ لا واحدَ لہا من لفظِہا والنسبۃ الیہا اِبَلِیٌّ بفتح الباءِ سُمّیت بہ لانہا تبول علی افخاذِہا
نصاب اونٹون کے پانچ مین شارح نے کہا ابل ب کے کسرہ کے ساتھہ ہے اور کبھی ساکن بھی کیجاتی ہے مونث مستعمل ہے اسکا واحد
اس لفظ سے نہین آتا اور یای نسبت لگانے سے ب کو فتح ہوجاتا ہے اور اونٹ کو ابل اسلئے کہتے ہین کہ رانون پر پیشاب کرتا ہے
م یعنی ابل اور بول مین اشتقاق کبیر ہے اور وہ یہہ ہے کہ اکثر حروف مین اشتراک ہو اور معنون مین مناسبت طحطاوی نے
کہا کہ نصاب الابل مبتدا ہے اور خمس اوسکی خبر خمسٌ فیوخذ من کل خمسٍ منہا الی خمسٍ وعشرینَ بُخْتٍ جمع بُخْتِیٍّ وھو اٰلہ
سِناماتِ منسوبٌ الی بُخْتَ نَصّر لانہ اول من جمع بین العربی والعجمی فولدَ منہما ولدٌ فسُمّی بُختیّاً او عِرابٍ شاۃٌ وما
بین النصابین عفوٌ نصاب اونٹونکی پانچ مین بس لیجاوے ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک بکری خواہ اونٹ بختی ہون
یا عربی شارح نے کہا بخت جمع بختی کی ہے اور بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہین منسوب ہے بخت نصر کی طرف اسلئے کہ اول
اوسنے عربی اور عجمی اونٹون کو جمع کر کے نسل حاصل کی تہی اسلئے وہ بختی نسل کہلائی اور ما بین ہر دو نصاب کے عفو ہے م یعنی
پانچ پر ایک بکری ہے چہ سات پر بھی وہی ایک بکری ہے نو تک اور دس پر دو بکریان تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم پر کچھ
زکوۃ نہین وہ معاف ہین وفیہا ای الخمس وعشرینَ بنتُ مَخاضٍ وہی التی طعنت فی السنۃِ الثانیۃِ وسُمّیت بہ لانَّ
اُمّہا غالباً تکون مَخاضاً ای حاملاً باُخری اور اوسمین یعنی پچیس اونٹون مین بنت مخاض ہے اور بنت مخاض وہ شتر مادہ ہے
جسکو دوسرا برس لگا ہو یہہ اوسکا نام اسلئے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہین اور دوسرے برس اوسکی مان اکثر حاملہ ہوتی ہے
دوسرے بچہ کی وفی سِتٍّ وثلثینَ الی خمسٍ واربعینَ بنتُ لبونٍ وھی التی طعنت فی الثالثۃِ لانَّ اُمّہا تکونُ ذاتَ لبنٍ لاُخری
غالباً اور چھتیس اونٹون مین پینتالیس تک بنت لبون ہے اور بنت لبون وہ اونٹنی ہے جسکو تیسرا برس لگا ہو اور اسکے لفظی معنے ہین
دودہ والی کا بچہ اسلئے کہ اوسکی مان اکثر اس مدت مین دوسرا بچہ جن کر دودہ والی ہوتی ہے وفی سِتٍّ واربعینَ الی سِتّینَ حِقّۃٌ
بالکسرِ وھی التی طعنت فی الرابعۃِ وحُقّ رکوبُہا اور چھیالیس مین ساٹھہ تک حِقّہ ہے حا حطی کے کسرہ سے اور حقہ وہ اونٹنی ہے جسکو چوتہا
برس شروع ہوا ہو اور لائق ہوئی ہو سواری کے وفی احدی وسِتّینَ الی خمسٍ وسبعینَ جَذَعۃٌ بفتح الذال المعجمۃ وھی التی طعنت
فی الخامسۃِ لانہا تجذعُ ای تقلع اسنانَ اللبن اکسٹہہ مین پچہتر تک جذعہ ہے ذال معجمہ کے فتح سے یعنی وہ اونٹنی جو پانچوین برس لگی ہو اور
اسکے لفظی معنی ہین توڑنیوالی تو جذعہ اسلئے نام ہوا کہ دودہ کے دانت اس عمر مین توڑتی ہے وفی سِتٍّ وسبعینَ الی تسعینَ بِنتا
لبونٍ وفی احدی وتسعینَ حِقّتانِ الی مائۃٍ وعشرینَ کذا کتبُ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکرٍ رضی اللہ عنہ اور
چہتر مین نوّے تک دو بنت لبون اور اکانوے مین دو حقہ ایک سو بیس تک یہی ہے مکاتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اور ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ کا م لفظ کتب مصدر مضاف ہے تھا اور بعض نسخون مین الی ابی بکر ہے یعنی کتابت رسول اللہ کی جو پونہچی طرف ابی بکر کے کیونکہ زکوۃ
کا نامہ حضرت نے قریب وفاۃ کے لکھوایا تھا اور جاری ہونیکی نوبت نہ آئی تہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اُس
نامہ کے موافق حضرت ابو بکر نے تعمیل کی اور شارح نے اس جملہ کو یہان درج کیا آخر کلام مین نہین لکھا اسواسطے کہ بعد اسکے روایات مین
کچھہ اختلاف ہے اور ایکسو بیس تک اتفاق ہے مگر وہ جو حضرت مرتضی علی سے منقول ہے کہ پچیس ۲۵ پر پانچ بکریان بھی جائز ہین کذا فی الشامی
ثم تستانفُ الفریضۃُ عندنا فیوخذُ فی کل خمسٍ شاۃٌ مع الحِقّتینِ ثم فی کل مائۃٍ وخمسٍ واربعینَ بنتُ مخاضٍ وحِقّتانِ

ثم فی کل مائۃ وخمسین ثلث حقاق پھر اسکے بعد زکوۃ حساب کیا جاوے ہمارے نزدیک کہ ہر پانچ پر ایک بکری مع دو حقون کے پھر ایکسو پینتالیس میں بنت مخاض اور دو حقہ پھر ایکسو پچاس میں تین حقے ہم امام شافعی اور احمد کے نزدیک جب ایکسو بیس پر ایک زیادہ ہو تو اوس میں تین بنت لبون ایک سو انتیس تک اور ایک سو تیس میں ایک حقہ اور دو بنت لبون پھر ہر چالیس میں بنت لبون اور ہر پچاس میں حقہ اور امام مالک سے دو قول منقول ہیں ایک ہمارے مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعی کے موافق کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ بعد المائۃ والخمسین ففی کل خمس شاۃ مع ثلث حقاق ثم فی کل خمس وعشرین بنت مخاض مع الحقاق ثم فی ست وثلثین بنت لبون معھن ثم فی مائۃ وست وتسعین اربع حقاق الی مائتین پھر استیناف کی جاوے زکوۃ مقررہ بعد ڈیڑہ سو کے پس ہر پانچ میں ایک بکری مع تین حقون کے پھر پچیس میں بنت مخاض مع تین حقون کے پھر چھتیس میں بنت لبون مع حقون مذکورہ کے پھر ایکسو چھیانوے میں چار حقے دو سو تک ہم ماتن کے قول ثم فی کل خمس وعشرین سے لفظ کل حذف کرنا چاہیئے کہ خلاف مقصود ہے کیونکہ لفظ کل سے بات کا مقتضی ہے کہ اگر یہ عدد مکرر ہو دو بار یا تین بار تو بھی واجب لازم ہو حالانکہ یہہ مراد نہیں ہے اور ایسی ہی ثم فی کل مائۃ وخمس واربعین ہے اور ان مواقع میں بجائے ثم کے واو مناسب ہے کیونکہ استیناف نہیں ہے بلکہ یہہ پہلے استیناف کا ہے کذا فی الشامی اسلئے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دونو جگہ نہیں کیا ثم تستانف الفریضۃ بعد المائتین ابدا کما تستانف فی الخمسین التی بعد المائۃ والخمسین حتی تجب فی کل خمسین حقۃ پھر اسکے بعد زکوۃ کا حساب شروع کیا جاوے دو سو کے بعد ہمیشہ اوسطرح جیسے ڈیڑہ سو کے بعد پچاس میں کیا جاتا ہے یہانتک کہ واجب ہو ہر پچاس میں ایک حقہ ہم مراد یہہ ہے کہ جب زیادہ ہوں دو سو پر پانچ اونٹ تو اوس میں ایک بکری اور چار حقہ یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس میں دو بکریاں چار حقے اور دو سو پندرہ میں تین بکریاں چار حقے اور دو سو بیس میں چار بکریاں چار حقے پھر جب دو سو پچیس ہوں تو اونمیں ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو پینتیس تک اور دو سو چھتیس میں بنت لبون مع چار حقون کے ہے دو سو پینتالیس تک پھر دو سو چھیالیس میں پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اسیطرح کیا جاوے یہانتک کہ دو سو چھیانوے میں چھہ حقے ہوں تین سو تک کذا فی الشامی ولا تجزی ذکور الابل الا بالقیمۃ للاناث بخلاف البقر والغنم فان المالک مخیر اور نہیں کافی نر اونٹ مگر بحسب قیمت مادہ کے یعنی مادہ کی قیمت زیادہ ہے اونٹون میں بخلاف گائے بکری کے کہ ان دونون میں مالک کو اختیار ہے چاہے نر دیوے چاہے مادہ

باب زکوۃ البقر

یہہ باب ہے زکوۃ گائے بیل کا من البقر بالتسکون وھی التی یسمی بہ لانہ یشق الارض کالثور لانہ یثیر الارض ومفردہ بقرۃ والتاء للوحدۃ بقر بفتحتین مشتق ہے بقر ساکن الاوسط سے جسکے معنی پہاڑنیکے ہیں اور وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ زمین کو پہاڑتا ہے جیسا کہ ثور بھی کہتے ہیں اسلئے کہ زمین کو اوتھاتا ہے یعنی لائق زراعت کے کرتا ہے اور مفرد بقر کا بقرۃ ہے اور تے تانیث کی نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے نصاب البقر والجاموس ولو متولدا من وحشی واھلیۃ بخلاف عکسہ وحشی بقر وغنم وغیرھما فانہ لا یعد فی النصاب ثلثون سائمۃ غیر مشترکۃ گائے بھینس کی نصاب تیس عدد ہیں جنگل کے چرنیوالے کہ مشترک نہوں ساجہے کے اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے پیدا ہوئے ہوں بخلاف اسکے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گائے اور بکری کے کیونکہ یہہ نصاب میں شمار نہیں کئے جاتے اسلئے کہ جانورون میں اعتبار مادہ کا ہے نر کا اعتبار نہیں ہم غیر مشترک کی قید اسلئے لگائی کہ اگر تیس عدد مشترک ہوں گے تو اونپر زکوۃ نہو گی کیونکہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہوگا کذا فی الشامی وفیھا تبیع لانہ یتبع امہ ذو سنۃ کاملۃ او تبیعۃ انثاہ اور تیس گائے میں پورے برس روز کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے اوسکو تبیع اسلئے کہتے ہیں کہ تبیع کے لفظی معنی ہیں ساتھہ رہنیوالا اور یہہ بھی اپنی ماں کے ساتھہ رہتا ہے ہم کاملۃ کی قید اسواسطے بڑہائی کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ دوسری برس میں لگا ہو پس جب ایک برس کا پورا

ہوگا تو دوسرا برس خواہی نخواہی شروع ہوجاویگا کذا فی الشامی وفی اربعین مُسِنٌّ ذو سنتین او مُسِنَّۃٌ اور چالیس مین پوری دو برس کا نر یا مادہ ہم مسن کے معنی دانت والا اور دوسکو مسن اسلئے کہتے ہین کہ اسمین دودہ کے دانت ٹوٹنے شروع ہوتے ہین اور نئے دانت نکلتے ہین وفیما زاد علی الاربعین بحسابہ فی ظاہر الروایۃ عن الامام وعنہ لا شیء فیما زاد الی ستین اور جو زیادہ ہو چالیس سے اوسی حساب سے زکوۃ بہی لیجاویگی ساٹھہ تک یعنی اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسوان حصہ ایک مسنہ کا اور دو مین بیسوان حصہ یہہ مذہب امام صاحب کا موافق ظاہر الروایت کے اور ایک روایت امام صاحب سے یہہ ہے کہ زیادہ مین کچہہ نہین لازم آتا ساٹھہ تک ففیہا ضعف ما فی ثلثین پس ساٹھہ مین دونا اوسکا ہے جو تیس مین لازم آتا ہے یعنی دو تبیع وہو قولہما والثلثۃ وعلیہ الفتوی بحر عن الینابیع وتصحیح القدوری اور یہی ہے قول صاحبین کا اور باقی تینون امامون کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر نقلا عن الینابیع وتصحیح القدوری ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مُسِنَّۃٌ الا اذا اتحد کمائۃ وعشرین فیخیر بین اربع اتبعۃ وثلث مُسِنَّاتٍ وہکذا پہر ہر تیس مین ایک تبیع اور ہر چالیس مین ایک مسنہ مگر اس صورت مین کہ دونون یعنی تبیع اور مسنہ متداخل ہون جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہے چاہے چار تبیعہ ادا کی جاوے تین مسنہ وعلی ہذا القیاس یعنی دو سو چالیس مین آٹھہ تبیعہ یا چہہ مسنہ قالہ الشامی ہم متداخل سے یہہ مراد ہے کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس دونون پر پورا تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دیوے چاہے چالیس کے حساب سے مسنہ دیوے

باب

زکوۃ الغنم یہہ باب ہے زکوۃ بہیڑ بکری کے بیان مین مشتق من الغنیمۃ لانہ لیس لہ آلۃ الدفاع فکانت غنیمۃ لکل طالب غنم بفتحتین مشتق ہے غنیمت سے اور وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہین جس سے طالب کو ہٹا سکے پس گویا ہر طالب کے لئے غنیمت ہے اور سینگون کا عدم وجود برابر ہے کیونکہ اون سے مدافعت نہین کر سکتی نصاب الغنم ضأنا او معزا فانہما سواء فی تکمیل النصاب والاضحیۃ والربوا فی اداء الواجب الا الایمان اربعون وفیہا شاۃ تعم الذکور والاناث نصاب غنم کی بہیڑ ہو یا بکری چالیس ہین اور چالیس مین زکوۃ ایک بکری ہے نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بہیڑ بکری دونو کو شامل ہے اسلئے کہ یہہ دونو برابر ہین نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود مین نہ ادای واجب مین اور قسمون مین ہم نصاب کا پورا کرنا یہہ کہ اگر بہیڑ بکری ملکر چالیس ہون تو زکوۃ لازم ہوگی اگرچہ اکیلے کی پوری نصاب نہو اور سود مین اسطرح کہ اگر بہیڑی کا گوشت بدلہ بکری کے گوشت کے زیادہ و کم بیچے تو حرام ہے اور ادای واجب اور قسم مین برابر نہین یعنی اگر کسی کے پاس چالیس بہیڑیان ہون تو اوسپر ایک بہیڑی واجب ہوگی اوس سے بکری نہین لے سکتے یا کسی نے قسم کہائی کہ بہیڑی کا گوشت نکہاونگا تو بکری کا گوشت کہانے سے حانث نہوگا کذا فی الشامی وفی مائۃ واحدی وعشرین شاتان وفی مائتین وواحدۃ ثلث شیاہ وفی اربع مائۃ اربع شیاہ وما بینہما عفو اور ایک سو اکیس مین دو بکریان اور دو سو ایک مین تین بکریان اور چار سو مین چار بکریان اور ایک نصاب سے دوسرے نصاب تک جو عدد مین وہ معاف ہین ہم یعنی چالیس سے جو زائد ہو ایک سو بیس تک اوسمین کچہہ نہین بشرطیکہ مالک ایک ہی ہو اور اگر تین مالک ہین تو تین بکریان لیجاوینگی ہر شخص سے ایک بکری بحر مین ہے کہ اگر ایک سو بیس بکریان ایک شخص کی ہین تو ساعی کو نہین پہونچتا کہ اونکو متفرق کرکے ہر چالیس پر ایک ایک بکری لے لے اور اگر چالیس بکریان دو آدمی کی ہین تو اونمین سے کسی پر زکوۃ نہین ہے اور ساعی کو نہین جائز کہ اونکو جمع کرکے اون پر زکوۃ لے لے اسلئے کہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی ثم بعد بلوغہا اربع مائۃ فی کل مائۃ شاۃ الی غیر النہایۃ پہر جب بکریان چار سو ہوگئین تو ہر سیکڑہ پیچھے ایک بکری ہے بے انتہا تک ویوخذ فی زکوتہا ای الغنم الثنی من الضأن والمعز وہو ما تمت لہ سنۃ لا الجذع الا بالقیمۃ وہو ما اتی علیہ اکثرہا علی الظاہر وعنہ جواز الجذع من الضأن وہو قولہما والدلیل یرجحہ ذکرہ الکمال

والثنی من البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس والجذع من البقر ابن سنة ومن الابل ابن اربع اور لیا جاوے بہیہ بکری کی زکوۃ مین ثنی یعنی مینڈھا اور بکرا پورے برس روز کا مراد یہہ ہے کہ دوسرے برس مین ہو جیسے ہدایہ اور کتب فقہ مین مسطور ہے نہ لیا جاوے جذع مگر قیمت کرکے اور جذع اوسکو کہتے ہین کہ جسپر اکثر سال گذر گیا ہو اور نہ لیا جانا جذع کا بنا بر ظاہر روایت ہے اور ایک روایت امام صاحب سے یہہ ہے کہ جذع مینڈھون مین کا لیا جاسکتا ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور یہ دلیل اسکو ترجیح دیتی ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال نے لیکن بحر وغیرہ نے ظاہر الروایت پر جزم کیا ہے اور اختیار مین ہے کہ یہی صحیح ہے اور ثنی بیلون مین دو برس کا ہوتا ہے اور اونٹون مین پانچ برس کا اور جذع بقر مین ایک برس کا ہے اور ابل مین چار برس کا ولا شیء فی خیل سائمة عندهما وعلیه الفتوی خانیه وغیرها ثم عند الامام هل لها نصاب مقدر الاصح لا لعدم النقل بالتقدیر اور زکوۃ نہین ہے گھوڑون جنگل کے چرنیوالون مین صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیه وغیرها اور طحاوی نے کہا کہ یہی پسندیدہ ہے اور اسرار اور زیلعی اور ینابیع اور جواہر اور کافی مین اسکو ترجیح دی ہے لیکن فتح القدیر مین قول امام کو ترجیح دی ہے اور صاحبین کی دلیل سے جواب تبعا للهدایه اسطرح دیا ہے کہ عدم زکوۃ خیل سے مراد غازیون کے گھوڑے ہین اور یہہ قول باعتبار حجت کے قوی ہے جیسا تجرید اور مبسوط اسکے شاہد ہین کذا فی الشامی پھر جب امام کے نزدیک اونمین زکوۃ ہوئی تو کوئی نصاب بھی اون کے لئے مقرر ہے یا نہین تو بعضون نے تین اور بعضون نے پانچ کہی ہین لیکن اصح یہہ ہے کہ کوئی نصاب مقرر نہین کیونکہ تقدیر اور اندازہ سلف سے منقول نہین ولا فی بغال وحمیر سائمة اجماعا لیست للتجارة فلو لها فلا کلام لانها من العروض اور نہین زکوۃ بالاتفاق خچرون اور گدہون جنگل کے چرنیوالون مین کہ تجارت کے نہون پس اگر تجارت کے ہون تو کچھ کلام نہین زکوۃ کے واجب ہونے مین کیونکہ مانند اور اسباب کے ہین ولا فی عوامل وعلوفة مالم تکن العلوفة للتجارة اور نہین زکوۃ کام کرنیوالے جانورون یعنی کھیتی کے بیل وغیرہ مین اور نہ گھر سے گھاس کھانیوالون مین زکوۃ ہے جبتک کہ گھر والے جانور تجارت کے نہون م عوامل مین قید تجارت کی نہین لگائی علوفه مین لگائی کیونکہ عوامل تجارت کے لئے نہین ہوسکتے اگرچہ نیت بھی کرے کیونکہ حاجت اصلی مین مشغول ہین کذا فی الشامی ولا فی حمل بفتحتین ولد الشاة وفصیل ولد الناقة وعجول بوزن سنور ولد البقرة وصورته ان یموت کل الکبار ویتم الحول علی اولادها الصغار اور نہین ہے زکوۃ بچون مین خواہ بکری کے ہون یا اونٹنی کے یا گائے کے اور مسئلہ کی صورت یہہ ہوسکتی ہے کہ سب بڑے مرجاوین اور بچے باقی رہین اور پھر برس گذر جاوے م یہہ نیز امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک زکوۃ نہین واجب ہوتی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اونمین سے ایک ادا کرے جاننا چاہیے کہ چھوٹے اونٹون کی نصاب مین پچیس ہونا امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہے اور پچیس سے کم مین بالاتفاق کچھ لازم نہین ہوتا اور صحیح قول طرفین کا ہے کذا فی الشامی لا تبعا للکبیر ولو واحدا ویجب ذلک الواحد ولو ناقصا فلو جیدا یلزم الوسط وهلاکه یسقطها یعنی بچون مین زکوۃ نہین مگر بتبعیت بڑون کی اگرچہ بڑا ایک ہی ہو اور زکوۃ مین وہ بڑا ہی دینا واجب ہے اگرچہ ناقص ہو پس اگر وہ اول قسم کا ہے تو وسط لازم ہوگا اور اگر وہ بڑا بعد برس گذر جانیکے ہلاک ہوجاوے تو زکوۃ ساقط ہوجاتی ہے م یعنی طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک بچہ کے ۳۹/۴۰ لازم ہون گے کیونکہ بڑے کے مرنیسے ایک جزو یعنی چالیسوان حصہ ساقط ہوگیا قاله الشامی ولو تعدد الواجب وجب الکبار فقط ولا یکمل من الصغار خلافا للثانی اور اگر زکوۃ واجب متعدد ہو تو صرف بڑے ہی دیئے جاوین اور چھوٹون سے ملاکر پورا کرنے کی حاجت نہین بخلاف قول امام ابو یوسف کے م بیان اسکا یہہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس دو مسنہ اور ایک سو انیس بکری کے بچے ہون تو اس صورت مین واجب دو مسنہ ہین بالاتفاق اور اگر ایک مسنہ ہو اور ایک سو بیس بچے ہون تو طرفین کے نزدیک ایک مسنہ لازم آتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک مسنہ

اور ایک بچہ اوسیطرح اگر ہوویں اونتہ گائی کے بچے اور ایک تبیع کذا فی الشامی وَلَا فی عفوٍ وھو ما بین النُّصُبِ فی کل الاموالِ
اور نہین زکوۃ اوس عدد مین جو عفو ہے اور عفو وہ عدد ہے کہ درمیان دو نصابون کے ہو تمام قسم کے اموال مین ہم یہہ شیخین کا
قول ہے یعنی وجب بمقابلہ نصاب کے ہی عفو کے اور امام محمد اور زفر کہتے ہین کہ وجب بمقابلہ کل عدد کے ہے اور نتیجہ خلاف اس صورت
مین ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص کے پاس نو اونٹ ہین اور چار ہلاک ہوگئے تو شیخین کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آویگی اور
امام کے نزدیک ۵/۹ ایک بکری کی لازم آویگی اور چار نوین حصہ ساقط ہوجاویگی قالہ الشامی وخصّاہ بالسوائم او رصاحبین نے
عفو کو خاص کیا ہے سوائم مین نہ نقود مین ہم اسواسطے کہ نقود مین جو دو سو درم سے زیادہ ہو صاحبین کے نزدیک معاف نہین ہے
بلکہ چالیسوان حصہ کل کا لازم ہوتا ہے بخلاف امام اعظم کے کہ اون کے نزدیک بعد دو سو درہم کے جو زیادہ ہو وہ عفو ہے جب
دو سو کے اوپر چالیس درہم زیادہ ہون تو ایک درہم زیادہ لازم آویگا یعنی چہ درم ہوجاوینگے الغرض درم کی کسر امام صاحب
کے نزدیک معاف ہے کذا فی الشامی وَلا فی ھالکٍ بعد وجوبہا ومنعِ السّاعی فی الاصحِ لتعلّقہا بالعینِ لا بالذمۃ
وانْ ھلکَ بعضُہ سقطَ حصّتُہ اور جو مال ہلاک ہوگیا ہو بعد وجوب زکوۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اوسمین زکوۃ نہین حظہ
اصح مذہب پر یعنی اگر برس گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مال والے نے انکار کیا یہان تک کہ مال ہلاک ہوگیا تو صحیح یہہ ہے
کہ زکوۃ ساقط ہوگئی کیونکہ زکوۃ معین چیز سے علاقہ رکھتی ہے نہ ذمہ سے قالہ الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہوگیا تو اوسیقدر
کی زکوۃ ساقط ہوگئی ویُصرفُ الھالکُ الی العفو اوّلاً ثم الی نصابٍ یلیہ ثم وثم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کی طرف
لگایا جاویگا پھر اوس نصاب کیطرف جو اوسکے متصل ہے پھر اوسیطرح اوس نصاب کیطرف جو اس سے نیچے ہے ہم یعنی اگر
مثلا کسی شخص کے پاس تین نصابین اور کچھہ شے زائد ہو کہ نصاب کو نہ پونہچتی ہو پھر اوسمین سے کچھہ ہلاک ہوجاوے تو وہ
اول عفو مین سے سمجھا جاویگا پھر جو زائد تھا اگر سب ہلاک ہوگیا تو وہی تین نصابونکی زکوۃ اوسکے ذمہ واجب ہوگی اور اگر اور
زیادہ ہلاک ہوگیا تو یہہ منصرف ہوگا اوس نصاب کیطرف جو اوسکے قریب ہے یعنی تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابونکی زکوۃ
دیگا اور یہی حال ہے اگر نصاب اول تک ہلاک ہوجیے کذا قالہ الشامی بخلاف المستھلکِ بعد الحولِ لوجودِ التعدّی منہ
ومنہ ما لو حبسہا عن العلفِ والماءِ حتّی ھلکتْ فیضمنُ بدایع بخلاف اوس صورت کے کہ قصدا ہلاک کرے بعد برس گذرنے
کے کیونکہ تعدی اسکی طرف سے پائی گئی اور تعدی مین شمار کیا جاویگا اگر جانورون کو گھاس یا پانی ندیا اور باندہ رکھا یہان تک کہ
ہلاک ہوگئی پس زکوۃ کا ضمان دیگا بدایع والتوی بعد القرضِ والاعارۃِ واستبدالِ مالِ التجارۃِ بمالِ التجارۃِ ھلاکٌ وبغیرِ مال
التجارۃ والسائمۃ بالسائمۃ استھلاکٌ اور گم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کو ہلاک شمار
کیا جاتا ہے اور بدلنا مال کا کسی اور چیز کے ساتھہ سوای مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہے ہم حکم نقود کا
حکم مال تجارت کا ہے یعنی مثلا کسی شخص کے پاس ہزار درہم مین پھر اوسکے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھہ اسباب تجارت
کا خریدا پھر وہ ہلاک ہوگیا تو زکوۃ ساقط ہوگئی اور اگر غلام خدمت کا خریدا تو ساقط نہین ہوتی اور بہتر یہہ ہے کہ لفظ بالسائمہ ساقط
کرد یا جاوے تاکہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درم ہون یا عروض کیونکہ زکوۃ متعلق ہوتی ہی عین کے ساتھہ اولًا وبالذات اور
عین بدل گیا پس جب ہلاک ہوگیا عین یعنی سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہوگی زکوۃ اور پوشیدہ نرہے کہ یہہ اوسوقت ہی کہ بعد برس کے
استبدال کیا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کر لیا تو جبتک اس عوض پر برس نگذریگا زکوۃ واجب نہوگی الا یہ کہ اوسکے پاس ان
ورا ہم ثمن کے سوا اور درا ہم ہون تو اونکے ساتھہ ہلاک سبکی زکوۃ دیگا کذا فی الشامی وجاز دفع القیمۃ فی زکوۃٍ وعشرٍ وخراجٍ

وفطرۃ ونذرٍ وکفارۃ غیر الاعتاق وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الاداء اجماعًا ہو الاصح ۔ اور جائز
ہے دینا قیمت کا زکوۃ مین اور عشر مین اور خراج مین اور فطرہ مین اور نذر مین اور اوس کفارہ مین جو سوا آزاد کرنے کے ہو یعنی جائز ہے قیمت
دینی اگر جیسے شے واجب ہی اوسکے پاس موجود ہو مثلاً تین بکریان موٹی جو قیمت مین چار بکریون اوسط کی برابر ہون اون چار کے عوض دیدیوی
تو جائز ہے لیکن نصاب کیلی مین یا وزنی مین جب جنس کے بدلے جنس دیوے تو اونکی قیمت معتبر نہین ہوتی مثلاً چار کیل اچھے گیہون بدلے
پانچ کیل ناقص گیہون کے یا چار درم جید بدلے پانچ درم بٹے کے دینی جائز نہین اور اگر غیر جنس کے ساتھہ قیمت کر کے دی تو جائز ہے کافی
الشامی اور قیمت وہ معتبر ہے کہ جو روز وجوب زکوۃ کے ہو اور صاحبین کے نزدیک اوس دن کی جس روز ادا کرتا ہے اور سوائم مین بالاتفاق
یوم الادا کی قیمت معتبر ہے یہی اصح ہے ویقوم فی البلد الذی المال فیہ ولو فی مفازۃ ففی اقرب الامصار الیہ فتح اور مال کی قیمت
وہانکی جاننی جس شہر مین وہ مال ہے اور اگر جنگل مین ہے تو جو شہر وہان سے قریب ہو کذا فی الفتح اگر ایک غلام کو کسی شہر مین بھیجا
تجارت کے لئے تو اوسکی قیمت اوس شہر کی معتبر ہوگی نہ مالک کے شہر کی یجبر المصدق لا یاخذ الا الوسط وہو اعلی الادنی وادنی الاعلی
ولو کلہ جیدًا لنجیدۃ اور زکوۃ لینے والا نہ لیوے گر اوسط اور اوسط وہ ہے کہ اعلی سے کم درجہ کی ہو اور ادنی سے زیادہ درجہ کی اور اگر سب
اعلی قسم کی ہون تو اعلی ہی لیوے م یعنی اگر بنت لبون مثلاً اوس پر واجب ہوئی ہے تو سب بنت لبونون سے اچھی چھانٹ کر لیوی اور
سب سے بڑی لے وان لم یجد المصدق وکذا ان وجد فالقیمۃ اتفاقًا وا وجب من ذات سنٍ کدفع المالک الادنی مع الفضل ذوات
جبرا علی الساعی لانہ دفع بالقیمۃ او دفع الاعلی ورد الفضل بلا جبر لانہ شراء فیشترط فیہ الرضا ہو الصحیح سراج اور اگر زکوۃ کے
مال مین مصدق اوس عمر کا سائمہ نپاوے جو زکوۃ مین واجب ہوا ہے اور یہی حکم ہے اگر اوس عمر کا پایا اوس صفت کا مال مین موجود ہو پس
قید نپانے کی اتفاقی ہے تو مالک ادا کری ادنے درجہ کا مع زیادتی کے زور سے مصدق پر اسلئے کہ یہہ ادا ہی قیمت ہے بیع نہین ہے یا اعلی درجہ
کا ادا کرے اور زیادتی واپس کرلے بغیر جبر کے اسلئے کہ اس صورت مین مصدق مشتری ہے پس اوسکی رضامندی ضرور ہے یہی صحیح ہو
کذا فی السراج او دفع القیمۃ ولو دفع ثلث شیاہ سمان عن اربع وسط جاز یا مالک قیمت دیوے اور اگر تین بکریان فربہ بدلے چار
اوسط بکریون کے دیدیوی تب بہی جائز ہے والمستفاد ولو بہبۃ او ارث وسط الحول یضم الی النصاب من جنسہ فیزکیہ بحول
الاصل اور جو مال درمیان برس کے حاصل ہو اگرچہ بذریعہ ہبہ کے ہو یا ورثہ کے ملایا جاوے اوسکی جنس کی نصاب کے ساتھہ پہر اوسکی
زکوۃ دیجاوے اصلی نصاب کی برس کی تمامی پر م سوائم مین بچون کا بڑہنا درمیان سال کے اور تجارت کے مال مین نفع کا ہونا سب کا
یہی حکم ہے جو مذکور ہوا بشرطیکہ اوسکے پاس پہلی نصاب پوری ہو اور اگر پہلی نصاب پوری نہو تو جسوقت سے مع بچون یا مال مستفاد کے نصاب
پوری ہوا اوسوقت سے برس روز کے بعد زکوۃ واجب ہوگی بخلاف اوس صورت کے کہ شروع سال مین نصاب پوری ہو پہر بیچ مین
ناقص ہوگئی پہر سال تمام پر پوری ہوگئی تو اس بیچ کے نقصان کا اعتبار نہین ہماری نزدیک اور اس سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ اصل
کی بقا ضرور ہے یہانتک کہ اگر اصل نصاب ضائع ہوگئی تو مستفاد کا برس نئے سرے سے شمار کیا جاویگا پہر اگر ایک روز پہلے بہی اصل
نصاب مین سے کچہہ ہاتہہ آوے تو کل کی زکوۃ مستفاد سمیت دیوے ولو ادی زکوۃ نقدٍ ثم اشتری بہ سائمۃ لا تضم اور اگر
اپنے نقد کی زکوۃ دیکر اوسکے بدلے سوائم خرید کرے تو یہہ سوائم ملا نہ جاوینگے م صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص کے پاس
کچہہ سوائم اور کچہہ نقد مال ہے اسنے بعد ادا ہی زکوۃ نقد کے اوسکے بہی سوائم خرید لئے تو ان نو خرید سوائم کو پہلے سوائم مین نملایا جاویگا
بلکہ اونکا برس جدا ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ملانا چاہئے اور ایسے ہی اگر سائمہ کی زکوۃ دیکر نقد کے بدلے بیچا
برخلاف اسکے کہ اگر ادا کیا عشر غلہ یا زمین کا یا صدقہ فطر غلام کا پہر اوسکو بیچ ڈالا تو قیمتین بالاتفاق اصلی نصاب نقد کے ساتھہ ملائیجاویگی

اور فرق امام صاحب کی نزدیک یہہ ہی کہ ثمن سائمہ کا مال زکوۃ کا بدل ہے اور بدل کو حکم مبدل منہ کا ہوتا ہے پس اگر ملایا جاویگا تو تکرار زکوۃ کا لازم
آویگا و لو له نصابان مما لم یثنیه احدهما کثمن سائمة مزکاة وانعقد رهو ورث الفا ضمت الی اقربهما حولا و ربح کل یضم
الی اصله اور اگر اوسکے پاس دو نصاب ہیں ایسی ہیں کہ نہیں ملائی جاتی ہیں جیسے ثمن سائمہ زکوۃ دی ہوئی کا اور ہزار درہم اور وراثت میں سے ملے
اونکو ایک ہزار تو ہزار وراثت کے اوسکے ساتھہ ملائے جاوینگے جسکا عنقریب برس پورا ہونیوالا ہے اسلئیکہ ملانے میں تو دونو برابر ہیں مگر
قرب کی جہت سے قریب کو ترجیح ہے اور اسمین فقیرون کا فایدہ ہے کذا فی الشامی اور نفع ہر ایک کا اوسکی اصل کے ساتھہ ملایا جاویگا یعنی
اگرچہ اوسکا برس پورا ہونے مین دیر ہو کیونکہ فایدہ اپنی اصل کے تابع ہونے امر میں حکم سے بچہ کا سوائم مین اخذ البغاة والسلاطین
الجائرة زکوة الاموال الظاهرة کالسوائم والعشر والخراج لا اعادة علی اربابها ان صرف الماخوذ فی محله الاتی ذکره و
الا یصرف فیه فعلیهم فیما بینهم وبین الله اعادة غیر الخراج لانهم مصارفه اگر باغیون نے اور ظالم بادشاہون نے اموال
ظاہری کی زکوۃ لی جیسے سوائم اور عشر اور خراج پس مالکون کے ذمہ دوبارہ دینا لازم نہوگا بشرطیکہ اونہون نے اوسکو صرف کیا ہو صرف
کے موقع پر جسکا بیان باب المصرف مین آویگا یعنے فقیرون وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے موقع پر صرف نہین کیا تو مال والون کے ذمہ دیانت
کی راہ سے پہر دینا لازم ہے سوای خراج کے کہ اوسکا اعادہ لازم نہین اسلئے کہ وے لوگ خراج کے مصرف ہین کیونکہ خراج حق مقاتلین
کا ہے اور اہل بغی اہل حرب سے مقابلہ کرتے ہین م مال ظاہری وہ کہلاتا ہے جسکی زکوۃ حاکم اہل اسلام لیتا ہے یا جو مال عشر لینے والے کے
سامنے آوے واختلف فی الاموال الباطنة ففی الولوالجیة وشرح الوهبانیة المفتی به عدم الاجزاء اور اختلاف ہے
اموال باطنہ مین پس ولوالجیہ مین اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ مفتی بہ عدم کفایت ہے م مال باطن نقود اور اسباب تجارت کو کہتے
ہین یعنے اگر مال باطن کی زکوۃ باغیون نے لیلی تو فتوی اسپر ہے کہ مالک کی طرف سے کافی نہوگی اوسکو پہر دے اور اگر فی جار ہی مگر یہہ
شرط ہے کہ عاشر کے سامنے نہ لیگئی ہو ورنہ مال ظاہر کی زکوۃ کا حکم ہوگا اور شارح کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ اموال ظاہری مین اختلاف
نہین ہے حالانکہ اوسمین بھی اختلاف ہے اور تفصیل اوسکی شامی مین ہے وفی المبسوط الا صح الصحة اذا نوی بالدفع لظلمة
زماننا الصدقة علیهم لانهم بما علیهم من التبعات فقراء حتی افتی امیر بلخ بالصیام لکفارة عن یمینه اور مبسوط
مین ہے کہ اصح یہہ ہے کہ درست ہی یعنی مالک پر دوبارہ دینا لازم نہین جبکہ مال باطنی کی زکوۃ باغیون اور ظالمون نے لی ہو بشرطیکہ
نیت کرے ظالمون کے دینے سے اونکو اوپر صدقہ کرنے کی اسواسطے کہ وہ لوگ فقیر ہین بسبب اون حقوق کے جو اونکے پیچھے لگے
ہین اور اسیواسطے فتوے دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمین مین کہ روزے رکھے م امیر بلخ یعنے موسی بن عیسے بن ہامان خراسان کے
والی نے محمد بن سلمہ سے سوال کیا اپنی قسم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلمہ نے روزہ رکھنے کا فتوی دیا حالانکہ کفارہ قسم دس
مسکینون کو کہانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنیکا ہے اور جب یہہ امور نہون تو روزہ رکھنے کا حکم ہے مگر چونکہ امیر مذکور کے
پاس مال موجود لوگون کے حقوق سے زائد نہ تہا اسلئے اوسکو فقیر سے بہت تصور کیا گیا فتح القدیر مین ہے کہ اس تقریر پر اگر
کسی نے وصیت کی کہ ثلث مال اوسکا فقراء کو دیا جاوے پہر وہ دیا گیا سلطان ظالم کو تو اوسکی وصیت ادا ہوگئی ولو اخذها الساعی
جبرا لم تقع زکوة لکونها بلا اختیار ولکن یجبر بالحبس لیؤدی بنفسه لان الاکراه لا ینافی الاختیار اور اگر لیلیا مصدق
نے زکوۃ کو بجبر تو زکوۃ نہوگی کیونکہ اوسمین اختیار نہوا اور زکوۃ دینے مین نیت اور اختیار ضروری ہے لیکن مالک مال کا قید کیا جاے
تاکہ خود بذاتہ ادا کرے اسواسطے کہ دباؤ دینا اختیار کے منافی نہین ہے م مختصر کرخی مین ہے کہ اگر امام نے صدقہ بجبر لیکر مصرف مین صرف کیا
تو کفایت کرتا ہے اسلئے کہ امام کو ولایت اخذ مال کی ہے تو اوسکا لے لینا مالک کے دینے کے قائم مقام ہوگیا بحر الرائق مین ہے کہ مفتے

تفصیل ہے یعنی اگر اموال ظاہری مین سے لیا ہو تو فرض ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ سلطان کو اور اوسکے نائب کو ولایت اخذ مال کی ہے اور اگر اموال باطنی مین سے بزور لیلیا ہو تو ساقط نہوگا وفی التجنیس المفتی بہ سقوطہا فی الاموال الظاہرۃ لا الباطنۃ اور تجنیس مین ہے کہ حاکم جابر کو دینے کی صورت مین مفتی بہ یہہ ہے کہ زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے اموال ظاہری مین نہ باطنی مین ولو خلط السلطان المال المغصوب بمالہ ملکہ فتجب الزکوٰۃ فیہ ویورث عنہ لان الخلط استہلاک اذا لم یمکن تمییزہ عند ابی حنیفۃ وقولہ ارفق اذ قلما یخلو مال عن غصب اور اگر ملالیا بادشاہ نے چھینا ہوا مال اپنے مال مین تو اوسکا مالک ہو جاویگا پس زکوٰۃ واجب ہوگی اور مرنیکے بعد وراثت بھی جاری ہوگی اسلئے کہ خلط کرنا اسطرح کہ تمیز ممکن نہو نزدیک امام صاحب کے بمنزلہ قصداً ضائع کرنیکے ہے یعنی جب استہلاک ثابت ہوا ضمان اوسکا لازم آیا اور مغصوب کا مالک ہوا ضمان کے عوض لازم ہوا اور امام کے قول مین لوگون کے لئے سہولت ہے اسواسطے کہ کمتر کوئی مال غصب سے خالی ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ضمان نہین لازم ہوتا اور جب ضمان لازم نہوا تو ملک بھی ثابت نہوئی اور وراثت بھی جاری نہوئی کیونکہ وہ مال مشترک ہے اور اسمین سے صرف حصہ میت کی میراث جاری ہوگی وھذا اذا کان لہ مال غیر ما استہلکہ بالخلط منفصل عنہ یوفی دینہ والا فلا زکوٰۃ کما لو کان الکل خبیثا کما فی النہر عن الحواشی السعدیۃ اور خلط کی جہت سے زکوٰۃ واجب ہونا اسصورت مین ہے کہ اوسکے پاس جدا مال سوا اوسکے جسکو خلط سے ہلاک کیا ہے اتنا ہو کہ اوسکے دین کو کافی ہو ورنہ زکوٰۃ نہین لازم آویگی جیسا اس صورت مین کہ کل مال خبیث ہو کذا فی النہر عن الحواشی السعدیۃ یعنی جب خبیث مال نصاب کو پہونچ جاوے تو زکوٰۃ لازم نہوگی کیونکہ اوس مال کو تمامہ تصدق کرنا واجب ہے بعض کا صدقہ دینا کیا کام کریگا کذا فی القنیہ وفی شرح الوھبانیۃ عن البزازیۃ انما یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی اما اذا اخذ من انسان مائۃ ومن اخر مائۃ وخلطہما ثم تصدق لا یکفر لانہ لیس بحرام قطعی لاستہلاکہ بالخلط اور وہبانیہ کی شرح مین نقلا عن البزازیہ یہہ ہے کہ آدمی اوسی صورت مین کافر ہوتا ہے کہ حرام قطعی کو صدقہ دیوے یعنی بہ نیت حصول ثواب کہ حلال جاننے پر مبنی ہے لیکن جب لئے ایک سے سو اور دوسرے سے سو پھر اونکو ملا دیا پھر سب کو تصدق کیا تو کافر نہوگا کیونکہ یہہ دو سو حرام قطعی نہین اسلئے کہ خلط کی وجہ سے گویا اوسنے اوسکو ہلاک کر دیا اور بوجہ وجوب ضمان اوسکا مالک بن گیا ہم شارح نے صرف عدم کفر پر اقتصار کیا اسمین اشارہ ہے کہ مال مخلوط بھی تصرف کرنا بدون ادای ضمان کے جائز نہین اگرچہ خلط کی وجہ سے مالک ہو گیا ظہیریہ مین ہے کہ کسی شخص نے مال حرام مین سے کسی فقیر کو کچھ دیا ثواب کی توقع سے تو کافر ہوا اور اگر فقیر جانتا ہوا اور دعا دی اور معطی نے آمین کہی تو دونو کافر ہوگئے اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ اگر غیر شخص آمین کہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکا حال بھی یہی ہے اور آدمی اس سے غافل ہین اور جہال اسمین مبتلا ہین شارح نے حرام قطعی کی قید لگا کر گویا ظہیریہ کے کلام کو مقید کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ مراد حرام سے حرام قطعی ہے جسمین کافر ہوتا ہے کذا فی الشامی ولو عجل ذو نصاب زکوٰتہ لسنین او لنصب صح لوجود السبب وکذا لو عجل عشر زرعہ او ثمرہ بعد الخروج قبل الادراک اور اگر نصاب والا زکوٰۃ پیشگی چند سال کی ادا کرے یا چند نصابون کی زکوٰۃ ادا کردے تو درست ہے کیونکہ سبب زکوٰۃ یعنی نصاب موجود ہے اور ایسا ہی اگر عشر کھیتی کا یا ثمار کا پیشگی ادا کردے نکلنے کے بعد پکنے سے پہلے تو درست ہو یعنی اگر کسی کے پاس تین سو درہم ہین اور اسنے دو سو درہم کی زکوٰۃ سو درہم بیس برس کے لئے ادا کی تو درست ہے یا یہہ کہ سو درہم ادا کئے بہ نیت دو سو درہم نصاب موجود و ۱۹ نصاب غیر موجود کے پھر اوس برس مین وہ نصابین اوسکے پاس موجود ہوگئین تو درست ہے اور اگر اوس برس مین موجود نہوئین تو زکوٰۃ معجلہ منزور ہے اور وہ سو درہم زکوٰۃ نصاب موجود کی یعنی دو سو درہم کی بیس برس کے لئے ہو جاوینگے جیسا پہلے مسئلہ مین تھا کذا فی الشامی واختلف فیہ قبل النبات وخروج الثمرۃ والاظہر الجواز وکذا لو عجل خراج راسہ وتمامہ فی النہر اور خراج کے

زکوٰۃ پیشگی

طلوع

اس صورت مین کہ پیشگی دے پہلے کہیتی اوگنے سے اور پہل نکلنے سے اور ظاہر یہہ ہے کہ جائز ہے اور ایسے ہی اگر خراج جو سر
اسم زمیون پر لگایا جاتا ہے اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہے اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہے م قہستانی
مین کہا کہ ایسے ہی تعجیل خراج زمین کی چند سال کے لئے جائز ہے قولہ وکذا لو عجّل معطوف ہے ولو عجّل ذو نصاب پر وان وصلیۃ ایسر
الفقیر قبل تمام الحول او مات او ارتدّ وذلک لان المعتبر کونہ مصرفًا وقت الصرف الیہ لا بعدہ یعنی نصاب کا پیشگی ادا
کرنا جائز ہے اگرچہ فقیر قبل پورا ہونے برس کے تو انگر ہوجاوے یا مرجاوے یا مرتد ہوجاوے اسلئے کہ فقیر کا مصرف ہونا اوسوقت معتبر ہے جب زکوۃ
اوسکو دیجاوے دینے کے بعد کا اعتبار نہین ولو غرس فی ارض الخراج کرمًا فما لم یطعم الکرم کان علیہ خراج الزرع مجمع الفتاویٰ
اور اگر خراجی زمین مین انگور بوئے تو جبتک انگور پوری نہون اوسکے ذمہ خراج کہیتی کا لازم ہوگا اسلئے کہ انگور بونے کی وجہ سے
زمین زرعی کو گویا معطل کردیا تو کہیتی کا خراج واجب ہوا یہانتک کہ انگور پہل لاوے اوسوقت خراج انگور کا اوسکے ذمہ ہوگا اور کہیتی
کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درم ہے اور انگور کا خراج دس درم مین اور یہہ مسئلہ عشر وخراج کے مسائل مین جانتے یہان تبعًا
ذکر کردیا ہے کذا فی الشامی ولا شیٔ فی مالِ صبیٍ تغلبیٍ بفتح اللام وتکسر نسبۃً لبنی تغلب بکسرہا قومٌ من نصاری العرب وعلی
المرأۃ ما علی الرجل منہم لان الصلح وقع منہم کذلک اور نہین ہے زکوۃ تغلبی لڑکون کے مال مین تغلبی بفتح لام اور کسرہ بہی جائز
ہے منسوب ہے بنی تغلب کی طرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہے عرب کے نصاری مین سے اور اونکی عورتون پر بہی اوسیقدر لازم ہے جسقدر
اونکے مردون پر یعنی نصف العشر اور اون تغلبی لڑکون کے مال مین زکوۃ نہین مگر عشر لیا جاتا ہے دونا مسلمانون کے لڑکون کی نسبت
اسواسطے کہ تغلبیون سے اسی طرح صلح ٹہہری تہی ویؤخذ فی زکوۃ السائمۃ الوسط لا الہرم ولا الکرائم اور سوائم کی زکوۃ مین اوسط
لیا جاوے نہ بڈہا نہ بہت بڑہکا اور اسکا ذکر پہلے ہوچکا یعنی نہ وہ وہ پلا تی لیجاوے نہ گابہن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گلہ مین نسل کے
لئے رہتا ہے ولا تؤخذ من ترکتہ بغیر وصیۃ لفقد شرطہا وہو النیۃ وان اوصی بہا اعتبر من الثلث الا ان یجیز الورثۃ
اور زکوۃ نہ لیجاوے ترکۂ میت سے بدون اوسکی وصیت کے کیونکہ شرط زکوۃ کی نیت ہے اور وہ معدوم ہے اور اگر میت وصیت کرگئے مرا ہو تو
تہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہہ کہ وارث کل مال سے دینا جائز کہین وحولہا اے الزکوۃ قمری بحر عن القنیۃ لا شمسی
وسیجی الفرق فی العنین اور ادا ئے زکوۃ مین جو سال معتبر ہے وہ قمری ہے نقل کیا ہے بحر مین قنیہ سے نہ سال شمسی اور دونون فرق
باب العنین مین آویگا یعنی سال قمری ۳۵۴ روز کچہہ اوپر ہے اور سال شمسی اسی سے گیارہ روز زیادہ ہے شک انہ ادی الزکوۃ
او لا یؤدیہا لان وقتہا العمر اشباہ مالدار کو شک ہوا کہ زکوۃ ادا کی یا نہین تو اوسکو ادا کرے اسلئے کہ زکوۃ کا وقت تمام عمر ہے کوئی
وقت مقرر نہین کہ بعد اوسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباہ م بحر مین واقعات سے منقول ہے کہ فرق ہے اسمین اور نماز کے شک مین
وقت گذرنے کے بعد اور یہان کے مسئلہ کی نظیر یہہ ہے کہ نماز کا وقت موجود ہے اور مصلی کو شک ہوا کہ نماز پڑہی یا نہین تو اس صورت
مین اعادہ لازم ہے

باب زکوۃ المال یہہ باب ہے زکوۃ مال کے بیان مین ال فیہ للمعہود فی حدیث ہاتوا ربع

عشر اموالکم فان المراد بہ غیر السائمۃ لان زکوتہا غیر مقدرۃ بہا الف لام زکوۃ المال مین عہد کا ہے ایما راس مال کیطرف
کہ حدیث شریف مین آیا توا ربع عشر اموالکم مین مذکور ہے اور وہان مراد مال سے غیر سائمہ ہے اسواسطے کہ سوائم مین زکوۃ چالیسوان حصہ
مقرر نہین ہے م یہہ جواب ہے اسکا کہ [illegible] جس سے تو انگری حاصل ہو پس شامل ہوگا سوائم کو بہی اور اس سوال کا جواب اسطرح بہی دیا گیا ہے کہ مراد
مال سے مال عرفی ہے اور عرفًا نقد اور اسباب کو مال کہتے ہین نہ سوائم کو کذا فی الشامی نصاب الذہب عشرون مثقالاً والفضۃ مأتا درہم کل عشرۃ دراہم
وزن سبعۃ مثاقیل والدینار عشرون قیراطًا والدرہم اربعۃ عشر قیراطًا والقیراط خمس شعیرات فیکون الدرہم الشرعی سبعین شعیرۃ والمثقال

مائۃ شعیرۃ فھو درھم وثلثۃ اسباع درھم سونیکی نصاب بیس مثقال ہے اور چاندی کی دو سو درہم ہر دس درہم بوزن سات مثقال کے اور دینار بیس قیراط کا ہے اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا تو درہم شرعی اس حساب سے ستر جو کا ہوا اور مثقال سو جو کا پس مثقال مساوی ایک درم اور تین ساتوین حصہ درم کے ہوا تم نصاب سونیکی ۲۰ مثقال یعنی ۷ ½ تولہ وزن دہلی اور نصاب چاندی کی ۲۰۰ درہم یعنی ۱۴۰ مثقال یعنی ۵۲ ½ تولہ جسکے ۵۴ ۳/۷ روپے بحساب فی روپیہ ۱۱ ½ ماشہ اور ۵۶ روپیہ بحساب ۱۱ ¼ ماشہ اور ۵۴ ½ روپیہ یعنے للعوصہ تقریبا بحساب ۱۱ ½ ماشہ رتی زیادہ یعنی ۱۱ ماشہ ۳ رتی کم جو وزن چہرہ شاہی روپیہ کا ہے اور جاننا چاہئے کہ درم حضرت عمرؓ کے زمانہ مین مختلف تھے بعضے دس مثقال کے دس درم بعضے چھ مثقال کے دس درم بعضے پانچ کے دس درم حضرت عمرؓ نے سب کو جمع کرکے وزن مساوی نکال لیا تو سات مثقال کے دس درم ٹھہرے اور شامی مین اسمین زیادہ گفتگو کی ہے وقیل یفتی فی کل بلد بوزنھم وتحقیقہ فی متفرقات البیوع اور یہہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر شہر مین انکے وزن کے موافق فتوی دیا جاوے اور متفرقات بیوع مین اسکی تحقیق آویگی م شامی مین لکھا ہے اسی فتوی کو تسلیم کیا ہے ولوالجیہ مین اور اسی کو لیا ہے سرخسی نے اور پسند کیا ہے محیط نے اور جمع النوازل اور عیون اور معراج اور خانیہ اور فتح القدیر مین پھر اسکے بعد مین کہتا ہون کہ درم رائج الوقت کثیر نہونا چاہئے اوس درم سے جو حضرت کے وقت مین کم سے کم وزن کا رائج تھا یعنی وزن خمسہ لیکن جمہور کا قول یہہ ہے کہ درم چودہ قیراط کا ہے اور سب کتب متقدمین ومتاخرین متفق ہین اور بیوع مین جو درم کی تحقیق کی ہے اوسکو زکوٰۃ سے کچھ علاقہ نہین بلکہ عقود سے متعلق ہے یعنی عرف مین کونسا درم مراد ہوتا ہے جب مطلق بولین والمعتبر وزنھما اداء ووجوبا لا قیمتھما اور زکوٰۃ کی نصاب مین معتبر وزن سونے چاندی کا ہے باعتبار ادا کے اور وجوب کے نہ قیمت ان دونون کی م مثلا اگر برتن چاندی کا سو درم کے وزن کا کسی شخص کے پاس ہو اور خوبی ساخت کے اعتبار سے اوسکی قیمت دو سو درم کی ہو تو اوسپر زکوٰۃ نہ آویگی جبتک وزن پورا دو سو درم کا نہو واللازم مبتدأ فی مضروب کل منھما ومعمولہ ولو تبرا او حلیا مطلقا مباح الاستعمال او لا ولو للتجمل والنفقۃ لانھما خلقا اثمانا فیزکیھما کیف کانا اللازم مبتدا ہے اسکی خبر آگے آتی ہے ربع عشر یعنی چالیسوان حصہ لازم ہے اوس مال مین جو سونے چاندی کا سکہ جیسے درم دینار روپیہ اشرفی یا اون سے کچھ بنا ہو جیسے برتن یا تلوار کی گوٹہی یا لگام اگرچہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زیور بنا یا گیا ہو حلال مین یعنی اوسکا استعمال مباح ہو یا نہو اگرچہ آرایش کے لئے یا نفقہ کے لئے رکھا ہو اسلئے کہ سونا چاندی بحسب خلقت ثمنیت کے لئے موضوع ہین تو اون کے اوپر زکوٰۃ ہر صورت مین ہوگی وفی عرض تجارۃ قیمتہ نصاب الجملۃ صفۃ عرض وھو ھنا ما لیس بنقد واما عدم صحۃ النیۃ فی نحو الارض الخراجیۃ فلقیام المانع کما قدمنا لا لان الارض لیست من العرض فتنبہ اور چالیسوان حصہ لازم ہے اسباب تجارت مین جسکی قیمت نصاب کو پہونچی ہو شارح نے کہا کہ یہہ جملہ صفت ہے عرض کی اور عرض سے مراد یہہ ہے کہ نقد نہو اور زمین خراجی مین جو نیت تجارت کی صحیح نہین ہے وہ بسبب مانع کے ہے جیسا پہلے گذر چکا یعنی تکرار زکوٰۃ کا لازم آتا ہے نہ اس جہت سے کہ زمین بالاطلاق عرض کا نہین ہوتا اسباب کو سمجہہ لو من ذھب او ورق ای فضۃ مضروبۃ فافاد ان التقویم انما یکون بالمسکوک عملا بالعرف من ذہب اور ورق بیان ہے نصاب کا یعنی اسباب تجارت کی قیمت نصاب ہو سونے مضروب یا چاندی سکہ لگائی ہوئی سے تو اس سے معلوم ہوا کہ قیمت کرنا بجز سکہ کے دوسری چیز سے نہین ہوتا کیونکہ یہی متعارف ہے مقوما باحدھما ان استویا فلو احدھما اروج تعین التقویم بہ قیمت کی گئی ہو نصاب مذکور انہین سے کسی ایک سے اگر دونو برابر ہون یعنی چلن مین پس اگر ایک رواج مین زائد ہو تو قیمت کرنیکے لئے وہی متعین ہوگا ولو بلغ باحدھما نصابا دون الآخر تعین ما یبلغ بہ اور اگر پہونچے ایک کے ساتھ قیمت کرنے سے نصاب کو نہ دوسرے کے ساتھ تو جسکے اعتبار سے نصاب کو پہونچے وہی متعین ہے قیمت کے تقرر کے لئے م مثلا مال تجارت کی قیمت اگر چاندی سے کیجاتی ہے تو ساڑہے باون تولہ کا ہوتا ہے اور سونے سے کرتے ہین تو تین پاؤ تولہ کا ہوتا ہے تو قیمت چاندی سے لگائی جاویگی ولو بلغ باحدھما نصابا و

خمسًا وبالاخر اقل قومه بالانفع للفقير سراج اور اگر پونہچے سونے چاندی مین سے ایک کے ساتھ تقویم کرنے سے نصاب اور خمس نصاب کو
اور دوسرے کے ساتھ قیمت کرنے سے کمتر کو تو اونکو تقویم کرین اوسکے ساتھ جو فقیرون کے حق مین نافع ہو کذا فی السراج م یعنی اگر دراہم کے
ساتھ قیمت کرین تو دوسو چالیس درہم ہون اور دنانیر کے ساتھ تیئیس دینار ہون تو دراہم کے ساتھ تقویم کرین گے کیونکہ آٹھہ درہم
لازم ہون گے بخلاف دنانیر کے کہ انمین واجب نصف دینار ہے کہ مساوی ہے پانچ درہم کو اور اگر دینارون سے ۲۴ کو پونہچے اور دراہم سے
ایک سو چھتیس ۲ کو تو دینارون کے ساتھ تقویم ہوگی ہدایہ مین ہے کہ شرع مین دینار دس درہم کا ہوتا ہے فتح القدیر مین کہا ہے کہ دینار کی قیمت
دس درہم لگا ہو جاتے ہین تو شرع مین ایسا ہی تھا ربع عشر خبر قوله اللازم وفی کل خمس بضم الخاء بحسابه ففی کل اربعین درهمًا
درهم وفی کل اربعة مثاقیل قیراطان وما بین الخمس الی الخمس عفو وقالا ما زاد بحسابه وهی مسألة الکسور ربع عشر خبر ہے
اللازم کی یعنی واجب سونے چاندی مین چالیسوان حصہ ہے اور ہر پانچوین حصہ نصاب مین اسی حساب سے واجب ہے یعنی ہر چالیس درہم پر ایکدرہم
اور ہر چار مثقال پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسرے تک معاف ہے اور صاحبین کہتے ہین کہ جتنا نصاب سے زیادہ ہو سبکی اسی حساب سے زکوۃ
لیجاوے یعنی خمس تک کے جو کسور امام صاحب کے نزدیک معاف تہین وہ انکے نزدیک نہین اور یہہ مسئلہ الکسور ہے ماخوذ ہے حدیث لا تاخذ
من الکسور شيئًا یعنی نہ لے کسرون مین کچہہ کذا فی الشامی وغالب الفضة والذهب فضة وذهب وما غلب غشه منهما يقوم کالعروض
ويشترط فيه النية اور سونا یا چاندی اگر کسی ملونی کے ساتھ مخلوط ہون اور ملونی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو اوسکا حکم سونے چاندی کا ہے
لف ونشر مرتب ہے یعنی اگر سونا غالب ہے تو سونے کا حکم ہے اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہے تو اس قسم کی مخلوط مین زکوۃ سونے چاندی کی لازم ہے یہان تک کہ
اگر بہ نیت تجارۃ بہی رکہا ہوگا تو زکوۃ نقدین کی لازم ہوگی نہ عروض کی اور اگر ملونی نقدین پر غالب ہو تو اوسکی قیمت کیجاوے مثل اور
اسباب تجارت کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو الا اذا کان يخلص منه ما يبلغ نصابًا او اقل وعنده ما يتم به او کانت اثمانًا رائجة
وبلغت نصابًا من ادنى نقد تجب زكوته فتجب والا فلا نیت مشروط ہو مگر اس صورت مین کہ مخلوط مین اسقدر چاندی یا سونا جدا ہو سکتا
ہے کہ نصاب کی مقدار کو پونہچے یا سونا چاندی اگرچہ نصاب سے کم ہے لیکن جسقدر نصاب مین کمی ہے اوسکی پورا کرنے کو اوسکے پاس کوئی
تجارت کی چیز یا نقدین مین سے موجود ہے یا یہہ کہ غالب الغش ثمن مروج ہون اور قیمت مین اوس ادنی نقد کی نصاب کی برابر ہون جسمین
زکوۃ واجب ہوتی ہے تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہین واجب ہوگی واختلف فی الغش المساوی والمختار لزومها احتياطًا خانيه ولذا
لا تباع الا وزنًا اور جو مال ایسا ہو کہ اوسمین ملونی اور چاندی یا ملونی اور سونا دونو برابر ہین اوسمین اختلاف ہے مختار یہہ ہے کہ زکوۃ لازم ہے
احتیاطًا کذا فی الخانیه اور اسی جہت سے اوسکی بیع بغیر وزن کے نہین جائز ہے تاکہ ربوا لازم نہ آوے واما الذهب المخلوط
بفضة فان غلب الذهب فذهب والا فان بلغ الذهب او الفضة نصابًا وجبت اور سونا جو چاندی مین مخلوط ہو پس اگر سونا
غالب ہو تو حکم سونے کا ہے اور اگر سونا غالب نہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پونہچے تو واجب ہے م محشی نے اسطرح تقریر کی ہے اگر کہلا
لیا سونا چاندی کے ساتھ پس اگر سونا نصاب کو پونہچے تو کل کی زکوۃ سونے کی دیجاویگی سونا غالب ہو یا مغلوب اسلئے کہ وہ عزیز ہے اور اگر
سونا نصاب کو نہ پونہچے پہر اگر چاندی نصاب کو پونہچ گئی تو کل کی زکوۃ چاندی کی ہوگی مین کہتا ہون کہ صورت سونے چاندی کے
مخلوط ہونیکی بارہ طرح ہو سکتی ہے یا یہہ کہ سونا غالب ہے یا مغلوب یا برابر اور ہر صورت مین یا دونو حد نصاب کو پونہچین یا نہ پونہچین یا سونا فقط
نصاب ہو یا چاندی فقط نصاب ہو انمین سے دو صورتین ممتنع ہین ایک یہہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پونہچے دوسری یہہ کہ سونا چاندی کا
دونو برابر ہون اور چاندی فقط نصاب کو پونہچے باقی دس صورتین ممکن ہین اور تتارخانیہ مین ہے کہ جب فضہ غالب ہو اور سونا مغلوب یعنی
دو ثلث چاندی اور ایک تہائی سونا یا زیادہ تو کل کا حکم چاندی کا نہوگا کیونکہ سونا قیمتی چیز ہے اپنے کمتر کا تابع نہین ہو سکتا بخلاف اسکے کہ سونا

غالب ہو اس سے یہہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہونچے اور سونا نصاب سے کم ہو اوسمین چاندی کی زکوۃ لازم آنا علی الاطلاق نہین بلکہ مقید ہے خاص اس صورت مین کہ وہ سونا مخلوط قیمت مین کم ہو چاندی سے نہین تو کل کی زکوۃ سونیکی ہو گی واللہ اعلم قالہ الشامی اور اس نقشہ سے حال ہر ایک کا معلوم ہوتا ہے مع اوسکے حکم کے ✤

نقشہ چاندی سونیکے احکام کا درصورت مخلوط ہونے کے کہ زکوۃ لازم ہے یا نہین

سونا غالب اور ہر یک بقدر نصاب حسکم سونے کا ہو گا	چاندی غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حسکم سونے کا	دونو برابر اور ہر ایک بقدر نصاب حسکم سونے کا
سونا غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حسکم سونے کا	چاندی غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حسکم سونے کا	دونو برابر اور فقط سونا بقدر نصاب حسکم سونے کا
سونا غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن ہے	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حسکم چاندی کا	دونو برابر اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن
سونا غالب اور دونو مین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوۃ نہو گی	چاندی غالب اور دونو مین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوۃ نہین	دونو برابر اور کوئی بقدر نصاب نہین زکوۃ نہین

جاننا چاہئے کہ اسمین سے وہ صورت خارج ہے کہ سونا چاندی دونو ملکر پوری نصاب ہو جاوین تو یہہ خاص صورت متن مین آوے گی وشرط کمال النصاب ولو سائمۃ فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول واما الدین فلا یقطع الحول ولو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہی پورا ہونا نصاب کا سال کے اول و آخر مین شروع مین انعقاد کے لئے اور آخر مین وجوب کے لئے پس نقصان نصاب کا اثناء حول مین مانع وجوب زکوۃ کا نہین پھر اگر کل نصاب ہلاک ہو گئی تو برس کا حساب باطل ہو گیا یہانتک کہ اگر دوسرا مال اسی برس مین اوسکو ملا تو اوسکے واسطے نیا برس شروع ہو گا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہین توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہو مع یہہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام صاحب سے بھی ایسا ہی منقول ہے جیسا مجمع مین ذکر کیا ہے مگر شارح نے شروع کتاب الزکوۃ مین بعد قول مصنف کے فلا زکوۃ علی مکاتب ومدیون للعبد الخ بیان کیا ہے کہ دین عارض ہو جانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی کو بحر مین ترجیح دی ہے کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوۃ کے ادا مین اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھہ ملائی جاوے اسلئے کہ سب مال تجارت کا ہے نقدین تو بسبب اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنی سے ویضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ بجامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء اور ملالیا جاوے سونا چاندی کے ساتھہ یا چاندی سونیکے ساتھہ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونو مین ثمنیت پائی جاتی ہے اور صاحبین کہتے ہین کہ ملائے جاوین اجزا کے اعتبار سے جیسا کہ اس مثال مین ہے

فلو له مائة درهم وعشرة دنانير قيمتها مائة واربعون تجب ستة عنده وخمسة عندهما فافهم پس اگر کسی کے پاس سو درہم اور
دس دینار موجود ہون کہ دیناروں کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہون تو چھہ درم امام صاحب کے نزدیک واجب ہون گے اور پانچ صاحبین کے نزدیک
ہم یعنی نصف نصاب چاندی کی جو سو درہم ہین اوسکی زکوٰۃ ڈھائی درم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب سونے کی ہے امام صاحب کے نزدیک
باعتبار قیمت کے لائی جائینگی اور قیمت اونکی ایک سو چالیس درم مفروض ہین جسکی زکوٰۃ ساڑھے تین درم ہوئے پس کل زکوٰۃ چھہ درم ہوئی اور
صاحبین کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے جمع ہوگی یعنی نصف نصاب چاندی کی ہے اور نصف سونے کی تو ایک نصاب ہوگئی اور چونکہ ایک نصاب
دو سو درم کی ہوتی ہے تو دو سو کی زکوٰۃ یعنی پانچ درم لازم ہون گے شامی نے کہا کہ بتبعیت نہر الفائق شارح نے پانچ درم کہے حالانکہ صورت
مفروضہ مین صاحبین کے نزدیک بھی چھہ درم ہوتے ہین کیونکہ صاحبین کے نزدیک ہر نصف نصاب سے چالیسوان حصہ لازم ہے تو دس دینار کا
چالیسوان حصہ دینار کی چوتھائی ہے اور یہان دینار چودہ درم کا مفروض ہے تو اوسکی چوتھائی ساڑھے تین درم ہوئے جو سو درم کی زکوٰۃ
مین ملانے سے چھہ درم ہوتے ہین اور شارح نے فافہم کہنے سے قول کافی کا رد کیا جو یہہ کہتے ہین کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب اجزا ہی کے
پورا ہونے سے ہے قیمت کا اعتبار نہین چنانچہ اگر کسی کے پاس سو درم اور دس دینار ہون جنکی قیمت سو درم سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب ہے حالانکہ
قیمت کے اعتبار سے دو سو درم نہین مگر اجزا کے اعتبار سے نصف سونے کی اور نصف چاندی کی ملکر پوری نصاب ہوا اور یہہ قول کافی کا غلط ہے اسلئے
کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جہت سے ہے اور مثال بالا مین ہرچند نصاب چاندی کی پوری نہین مگر جب سو درم کے دینار بنائے جائین
تو دس دینار ہوکر کچھہ بچ رہیگا تو سونے کی نصاب پوری ہوجائیگی غرضکہ امام صاحب کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے یہہ مراد نہین کہ دونو کی نصاب پوری
ہوسکے بلکہ یہہ غرض ہے کہ دونو مین سے کسی کی پوری ہوجاے کذا فی الطحطاوی متصرف ولا تجب الزكوٰة عندنا في نصاب مشترك من
سائمة ومال تجارة اور نہین واجب ہوتی زکوٰۃ ہمارے نزدیک نصاب مشترک مین خواہ سائمہ ہو یا مال تجارت ہم اشتراک سے مراد یہہ کہ جدا
جدا ہر شخص کا مال زکوٰۃ کے لائق نہین بلکہ جب دونو کا مال ملا دین تو نصاب ہوتی ہے وان صحت الخلطة فيه اي في النصاب باتحاد اسباب
الاسامة التسعة التي يجمعها اوص من يشفع وبيانه في شروح المجمع اگرچہ ملانا درست ہوگیا ہو نصاب مین بسبب متحد ہونے سببون چرائی
کے جو نو ہین جنکی طرف ایما کرتا ہے جملہ اوص من یشفع اور اسکا بیان شروح مجمع مین ہے ہم عندنا کے لفظ سے اشارہ ہے طرف خلاف
امام شافعیؒ کے کہ اونکے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے اور اسباب تسعہ کہا حقیقت مین شروط تسعہ مین مجازاً شرط کو سبب کہا اور اوص من یشفع مین
ہمزہ اشارہ ہے طرف اہلیت کے یعنی دونو شریک اہل ہون وجوب زکوٰۃ کے اور واو اشارہ ہے وجود اختلاط کیطرف شروع سال مین اور صاد
قصد اختلاط کیطرف یعنی اختلاط اختیاری ہو اور میم اتحاد مسرح کیطرف یعنی جانا دونو مواشی کا چراگاہ مین ایک جگہ سے اور نون اشارہ
المراد احد کیطرف یعنی وہ جگہ جسمین دودہ دوہا جاوے ایک ہو اور را اتحاد راعی کیطرف کہ دونو کا چرانیوالا ایک ہو اور شین اتحاد مشرب
کیطرف یعنی پانی پینے کا کنوان یا تالاب ایک ہو اور فا اتحاد فحل کیطرف یعنی ایک ہی نر دونو پر پڑا ہو اور عین اتحاد مرعی کیطرف یہہ
شرطین سوائم کے اختلاط کی ہین اور شروط اختلاط کی مال تجارت مین کتب شافعیہ مین مذکور ہین منجملہ اون کے یہہ کہ دوکان اور چوکیدار
اور مکان حفاظت کا علیحدہ نہو کذا فی الشامی وان تعدد النصاب تجب اجماعا ويتراجعان بالحصص وبيانه في الحاوي اور اگر
نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوٰۃ واجب ہے یعنی اگر قبل ملانیکے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہے تو زکوٰۃ دونو پر واجب ہے ہر ایک کے مال
کی اور آپسمین ایک دوسرے سے پھیر لیوین بحساب حصہ اپنے مال کے اور اسکا بیان حاوی مین ہے ہم قاضیخان نے حاوی سے زیادہ
بیان کیا ہے اوسکی صورت یہہ ہے کہ اون دونون کے پاس ایک سو تئیس بکریان ہین ایک کی دو تہائی اور ایک کی ایک تہائی پس زکوٰۃ
واجبہ دو بکریان ہوئین تو ہر ایکسے ایک ایک بکری مصدق لے لی پھر دو تہائی مال والا تہائی اوس بکری کی جو ایک تہائی والے سے

دی ہو پہیر لے اور ایک تہائی مال والا دو تہائی اوس بکری کی کہ دو ثلث والے نے دیدی ایسے تو ثلث ثلث کے بدلہ مین مجرا ہوگا باقی رہا ایک ثلث پس ایک تہائی مال والا اوس کا مطالبہ دو تہائی والے سے کریگا اور اس سے یہہ بھی ظاہر ہوا کہ تراجع جانبین سے ہے موافق اصل باب تفاعل کے کذا فی الشامی فان بلغ نصیب احدھما نصابا زکاہ دون الآخر پس اگر پہنچے حصہ ایک کا اون دونو مین سے مقدار نصاب کو تو وہ اپنے حصہ کی زکوۃ دیوے نہ دوسرا اسکی صورت یہ ہے کہ اسّی بکریان دو شخصونکی مشترک مین ایک کی ایک تہائی ایک کی دو تہائی مصدق نے انہین سے ایک بکری لی یعنی دو تہائی والے کی زکوۃ تو ایک ثلث والا دوسرے سے بکری کی تہائی قیمت پہیر لیوے کیونکہ تہائی والے پر زکوۃ نہین کذا فی الشامی عن المحیط ولو بینہ وبین ثمانین رجلا ثمانون شاۃ لا شیٔ علیہ لانہ مما لا یقسم جملۃ فالثانی سراج اور اگر ایک شخص کے اور اسّی آدمیونکی شرکت مین اسّی بکریان ہون یعنی نصف نصف تو اوس شخص پر کچھہ لازم نہین آتا کیونکہ یہہ مال مشترک اوس قبیل سے ہے کہ تقسیم نہین ہوسکتا یعنی ہر بکری کا آدہا نہین ہوسکتا برخلاف قول امام ابو یوسف کے کذا فی السراج ہم تجنیس مین ہے کہ اسّی بکریان درمیان چالیس آدمیون مین مشترک ہین اسطرح کہ ایک شخص کی ہر بکری مین سے آدہی ہے اور دوسرا نصف باقی لوگون مین ہے تو اس چالیس والے پر زکوۃ نہین امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام محمد کا ہے اور اگر دو ہی آدمی مشترک ہوتے تو دونو پر زکوۃ واجب ہوتی اسلیئے کہ اس حالت مین تقسیم ہوسکتی ہے اور پہلی صورت مین تقسیم نہین ہوسکتی یعنی چونکہ ہر ایک بکری انصافا نصف ہے تو تقسیم نہین ہوسکتی بدون اتلاف کے بخلاف اسکے کہ اسّی کی دو آدمیون مین ہو تو ملکر ... کرین کذا فی الشامی واعلم ان الدیون عند الامام ثلثۃ قوی ومتوسط وضعیف فیجب زکوتھا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درھما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ فکلما قبض اربعین درھما یلزم درھم اور جان لے کہ دیون امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہین ایک قوی دوسرا متوسط تیسرا ضعیف پس زکوۃ دیون واجب ہوتی ہے جب نصاب پوری ہو اور برس گذر جاوے لیکن علی الفور نہین بلکہ جب چالیس درم دین قوی سے قبضہ کرے اور دین قوی قرض یا مال تجارت کا بدل ہے سو ہر بار کہ چالیس درم وصول کرے ایک درم لازم آویگا یعنی پہلے چالیس پر ایک درم پہر جب چالیس اور وصول ہوئے تو دوسرا درم وعلی ہذا القیاس ہر چالیس پر ایک درم ہوگا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہین عن الشامی وعند قبض مائتین منہ لغیرھا ای من بدل مال لغیر تجارۃ وھو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ ونحوھما مما ھو مشغول بحوائجہ الاصلیۃ کطعام وشراب و املاک اور لازم ہے زکوۃ وقت قبضہ دو سو درم کے بدل مال سے جو تجارت کے لیئے نہو اور یہہ دین متوسط ہے جیسے قیمت سائمہ کی یا خدمت کے غلام اور مثال انکی اُن چیزون کی کہ حوائج اصلی مین مشغول ہین جیسے کہانا پینا املاک وغیرہ کی عطف املاک جمع ملک کی ہے یعنی مملوک مطلق یہہ عطف عام کا ہے خاص پر ... مین اراضی کو کہتے ہین اس صورت مین یہہ عطف مباین کا ہے عن الشامی ویعتبر ما مضی من الحول قبل القبض فی الاصح اور زکوۃ ہو جاویگے برس کو وہ ایام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گذر گئے اصح روایت مین اور دین متوسط مین دو روایتین ہین روایت اصل مین یہہ ہے کہ زکوۃ واجب ہے اور ادا لازم نہین یہانتک کہ قبض کرے دو سو درم اوسوقت زکوۃ ادا کرے اور ابن سماعہ کی روایت مین امام ابو حنیفہ سے یہہ ہے کہ اوسمین زکوۃ واجب نہین یہانتک کہ قبض کرے اور برس گذری اسواسطے کہ یہہ مال زکوۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہے تو بمنزلہ اوس مال کے ہے جو ابھی پیدا ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہہ ہے کہ جب اوسنے حاجت کی چیز کی بیع پر اقدام کیا تو گویا مال تجارت کا بیع سے پہلے کردیا حاصل یہہ ہے کہ مبنی اختلاف کا دین متوسط مین اسبات پر ہے کہ وہ مال زکوۃ قبض کے ہوتا ہے یا قبل ... پہلی صورت مین ضرور ہے گذرنا برس کا بعد قبض نصاب کے اور دوسری صورت مین ابتدا سال وقت بیع سے اور اصح یہی ہے اور بعض محشیون نے اس جگہ خطا واقع ہوئی ہے اور دین قوی مین کچھہ اختلاف روایات نہین زکوۃ اوسمین اصل مال کے برس سے واجب ہے مگر ادا اوسوقت لازم ہے کہ چالیس وصول کرے کذا فی الشامی تبصرت ومثلہ ما لو ورث دینا علی رجل اور دین متوسط

کی مثال ہے اگر وارث ہوا اوس دین کا جو کسی شخص کے ذمہ پر ہے م یعنی نصاب اوسکی وقت وراثت سے معتبر ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے تخییلیہ پہلے جو کور ہوا کہ دین قوی اور متوسط مین ادای زکوۃ نہین واجب مگر بعد قبض کے اس سے یہہ معلوم ہوا کہ مورث اگر بعد چند سال کے مرگیا قبل قبض دین کے تو اوسکو وصیت اخراج زکوۃ کی قبضہ ہونے پر لازم نہین ہے کیونکہ ادا اوسکے ذمہ ابھی لازم ہی نہین ہوا اور نہ وارث کے ذمہ زکوۃ لازم ہوگی کیونکہ اوسکی ملکیت وراثت سے پہونچی تھی تو اسکا ابتداء سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعدہ ای بعد القبض من دین ضعیف وھو بدل غیر مال کمھر ودیۃ وبدل کتابۃ وخلع اور زکوۃ لازم ہے وقت قبضہ دو سو درم کے دین ضعیف سے اور گذر جانے سال تمام کے بعد قبض کے اور دین ضعیف وہ ہے کہ بدل مال کا نہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہے الا اذا کان عندہ ما یضم الی الدین الضعیف کما مر مگر جب کہ ہوا اوسکے پاس وہ مال کہ ملا دی دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے گذر چکا م یہہ استثناء ہی اشتراط حولان حول سے بعد قبض کے حاصل یہہ کہ جب اوسکو کچھ حاصل ہوا اور اوسکے پاس پہلے سے نصاب ہے تو مقبوض کو نصاب کے ساتھہ ملا کر زکوۃ ادا کرے اور مقبوض کے واسطے جدا سال بعد قبض کے شرط نہین وقولہ کما مر اشارہ ہے المستفاد فی اثناء الحول الخ کیطرف اور مراد یہہ ہے کہ بیان جو مذکور ہے وہ اوسی قاعدہ مین داخل ہے ورنہ کوئی تصریح پہلے بیان نہین کی ولو ابرأ رب الدین المدیون بعد الحول فلا زکوۃ سواء کان الدین قویا او لا خانیہ اور اگر معاف کردیا دین کے والی نے مدیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوۃ نہین برابر ہے کہ دین قوی ہو یا نہو کذا فی الخانیہ وقیدہ فی المحیط بالمعسر اما الموسر فھو استھلاک فلیحفظ بحر اور محیط مین عدم زکوۃ کو ابراء وائن کی صورت مین مقید کیا ہے مدیون مفلس کے ساتھہ اس صورت مین ابرا بمنزلہ ہلاک کے ہوا لیکن اگر مدیون مالدار ہے تو یہہ بمنزلہ قصدا ہلاک کرنے کے ہے یعنی زکوۃ واجب ہوگی یاد رکھو کذا فی البحر قال فی النھر وھذا ظاھر فی انہ تقیید للاطلاق وھو غیر صحیح فی الضعیف کما لا یخفی نہر الفائق مین کہا اور یہہ یعنی قول بحر کا وقیدہ الخ ظاہر ہے اسباب مین کہ قول مذکور یعنی سواء کان الدین قویا او لا کہ دین کے اقسام ثلثہ کو شامل ہے عام نہین ہے بلکہ مقید ہے مفلس کے ساتھہ اور یہہ صحیح نہین ہے دین ضعیف مین کیونکہ دین ضعیف مین زکوۃ ہی نہین واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذرنے برس کے بعد قبض کے اس صورت مین اوسکا بری کرنا استہلاک ہوا وجوب سے پہلے پس زکوۃ کا ضامن نہوگا اور یہی حال دین متوسط مین ہے کذا فی الشامی وتجب علیھا ای علی المرأۃ زکوۃ نصف مھر من نقد مردود بعد مضی الحول من الف کانت قبضتہ مھرا ثم ردت النصف لطلاق قبل الدخول فتزکی الکل لما تقرر ان النقود لا تتعین فی العقود والفسوخ اور واجب ہے عورت پر زکوۃ نصف مہر نقد کی کہ پھیرا گیا بعد برس روز کے اوس ہزار مین سے کہ بعینہ مہر قبض کیا پہر پھیر دیا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے پس زکوۃ دیوی کل ہزار کی اسلئے کہ ٹھہرا ہوا قاعدہ ہے کہ نقد یعنی سونا چاندی عقود مین یعنی بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ مین اور فسوخ مین یعنی اقالہ اور خلع وغیرہ مین متعین نہین ہین م نقد کے لفظ سے احتراز ہے سائمہ سے اور شارح نے جو من نقد زیادہ کیا اوسکی ضرورت نہین ہے کیونکہ من الف جو مصنف نے کہا ہے وہ اس مطلب کے ادا کرنے کو کافی ہے صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درم کے مہر پر اور ہزار یعنی کل مہر اوسکو دیدیا اور ایک برس گذر گیا پھر شوہر نے قبل الدخول طلاق دی عورت کو نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوۃ ہے مرد کے ذمہ نہین کیونکہ عقود مین نقد معین نہین ہوتے اوسنے جو قبض کیا تھا وہ اسکی ملک مین ہوگیا تھا اب جو پھیرنا پڑا تو بعینہ وہ پانسو پھیرنے ضرور نہین ہین بلکہ اوسکی جگہ اور پانسو اگر دیوے تو درست ہے اسی جہت سے زکوۃ اوسیکے ذمہ لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوۃ نہین کذا فی الشامی نقلا عن الولوالجیہ وتسقط الزکوۃ عن موھوب لہ فی نصاب مرجوع فیہ مطلقا سواء رجع بقضاء او غیرہ بعد الحول لورود الاستحقاق علی عین الموھوب ولذا لا رجوع بعد ھلاکہ اور ساقط ہوتی ہے زکوۃ موہوب لہ کے ذمہ سے اوس نصاب

یہین کہ واہب نے بعد بیس روز کے نصاب کو دیکر پھیر لیا یا موہوب حال کہ قاضی کے حکم سے پھیر لیا ہو یا بغیر حکم کے اسلئے کہ استحقاق سے بعینہ موہوب پر واقع ہوا اور یہی وجہ ہے بعد ہلاک ہونے کے رجوع نہیں پہونچتا فلیتدبر لانہ لا زکوۃ علی الواھب اتفاقا لعدم الملك وھی من الحیل موہوب لہ کی نسبت زکوۃ کے سقوط مین اسواسطے لگائی کہ واہب کے ذمہ بالاتفاق واجب نہیں ہے کیونکہ اوسکی ملک منقطع ہوگئی تھی اور یہہ سقوط زکوۃ کے لئے ایک حیلہ ہے اور اتفاقا کے لفظ مین ایما ہے کہ موہوب لہ سے زکوۃ ساقط ہونے مین اختلاف ہے چنانچہ امام زفر وجوب کے قائل ہین اگر بغیر حکم قاضی پھیر دی اسلئے کہ پھیرنے اپنے اختیار سے اوسکو دیا تو یہہ ہبہ جدید ہوا اور بمنزلہ استہلاک کے ہوا ہم کہتے ہین کہ اسکو رد ہبہ مین اختیار نہیں ہے اگر یہہ خود نہ دیتا تو وہ قاضی کے یہان نالش کرکے بجبر لے لیتا اسوجہ سے بمنزلہ ہلاک کے ہوا نہ استہلاک کے کذا فی الشامی ومنہا ان یھبہ لطفلہ قبل التمام بیوم اور ایک حیلہ سقوط زکوۃ کا یہہ ہے کہ مال ہبہ کر دے اپنے لڑکے کو سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے اور اس قسم کا حیلہ رفع زکوۃ کے لئے امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں اور محیط مین ہے کہ یہی صحیح ہے اور اول کو شیخ حمید الدین نے اختیار کیا ہے اور ایسا ہی اختلاف ہے دفع شفعہ کے حیلہ مین اور کہا گیا ہے کہ فتوی شفعہ کے باب مین امام ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوۃ مین امام محمد کے قول پر اور یہہ تفصیل اچھی اور پسندیدہ ہے کذا فی شرح درر البحار اور کتاب الشفعہ مین مصنف اور شارح نے اسکو بیان کیا ہے

باب العاشر یہہ باب ہے عشر لینے والے کے بیان مین قیل ھذا من تسمیۃ الشیء باسم بعض احوالہ ولا حاجۃ الیہ بل العشر علم لما یاخذہ العاشر مطلقا ذکرہ سعدی ای علم جنس کہا گیا ہے کہ یہہ نام رکھنا ہے کسی چیز کا اوسکے بعض حالات کے اعتبار سے یعنی عاشر کبھی عشر (دسوان حصہ) لیتا ہے اور کبھی نصف العشر (بیسوان) اور کبھی ربع العشر (چالیسوان حصہ) پس چونکہ بعض حالتین وہ ہین کہ جنمین عشر لیتا ہے تو اوسی اعتبار سے اسکا نام عاشر رکھا گیا اور اس تکلف کی کچھہ ضرورت نہیں بلکہ عشر نام ہے اوس چیز کا جو عاشر مال والون سے لیتا ہے خواہ عشر ہو یا نصف العشر ذکر کیا ہے اسکو سعدی نے یعنی علم جنس ہے ثم شامی نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ اسم جنس کہا جاوے کیونکہ علم جنس مین علمیت بضرورت مانا کرتے ہین جیسا اسامہ مین کہ معرفون کا سا استعمال ہوتا ہے اور کوئی آلہ تعریف کا نہیں اور یہان کوئی ضرورت علم ماننے کی نہیں ھو حر مسلم بھذا یعلم حرمۃ تولیۃ الیھود علی الاعمال عاشر آزاد مسلمان یعنی نہ غلام ہو نہ کافر اس سے معلوم ہوا کہ یہود کو عامل بنانا حرام ہے غیر ہاشمی لما فیہ من شبھۃ الزکوۃ اور عاشر ہاشمی نہ ہو کیونکہ اسمین زکوۃ کا شبہہ ہے کہ ہاشمیون کو جائز نہیں ثم غیر ہاشمی کی شرط عنایہ مین لگائی ہے اوسکے سوا اور کسی کتاب مین نظر نہیں آئی اور یہہ مخالف ہے اوسکے جو نہایہ وغیرہ مین مذکور ہے کہ جب ہاشمی صدقات پر مقرر کیا جاوے تو اوسکو اجرت لینا حلال نہیں اور اگر عامل مقرر کیا جاوے اور روزینہ کسی دوسری جگہ سے دیا جاوے یا وہ بلا اجرت محض کام کرے تو درست ہے کذا فی الشامی قادر علی الحمایۃ من اللصوص والقطاع لان الجبایۃ بالحمایۃ تو وہ عاشر قدرت رکھتا ہو تجار کے بچاؤ کی چورون اور رہزنون سے اسلئے کہ لینا مال تجار سے بسبب حمایت کے ہے یعنی امام جو مال لیتا ہے تو اموال کی حفاظت کے لئے لیتا ہے نصبہ الامام علی الطریق للمسافر یخرج الساعی فانہ الذی یسعی فی القبائل لیاخذ صدقۃ المواشی فی اماکنہا مقرر کیا ہو عاشر کو امام نے راہ پر مسافرون کے لئے اس سے نکل گیا ساعی کیونکہ ساعی وہ ہے کہ جو قبائل مین جاوے تاکہ مواشی کا صدقہ مواشی کے مکانون پر پہونچکر وصول کرے لیاخذ الصدقات تغلیبا للعبادۃ علی غیرھا اوسکو امام نے مقرر کیا ہو تاکہ وصول کرے صدقے اور چونکہ عاشر مسلمانون سے صدقہ وصول کرتا ہے اور کفار سے جزیہ تو تعریف مین صرف صدقہ کا ذکر کرنا ترجیح دینا ہے عبادت کو غیر عبادت پر من التجار بوزن فجار المارین باموالھم الظاھرۃ والباطنۃ علیہ لفظ تجار جمع تاجر کی جیسے فجار جمع فاجر کی یعنی عاشر اون تاجرون سے کہ اوسپر گذرین اپنے مال سمیت کہ مال ظاہر ہو یا باطن ثم مال کی دو قسمین ہین ظاہر اور باطن ظاہر مواشی اور جو عاشر کے پاس لیکر آوے اور باطن سونا چاندی اور مال تجارت اپنے موقع پر کذا فی البحر اور یہان باطنہ سے مراد وہ ہے جسکو چھپا سکین بقرینۃ المارین باموالھم کے

باب العاشر

ورنہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہے پس اوسکو باطن کہنا مجاز ہے باعتبار پہلے حال کے کیونکہ اموال باطنہ جو گھر
مین ہین اگر عاشر کو خبر بھی کرے تو وہ نہین سے نہین لے سکتا جیسا کہ بیّن مصرح ہے اور باطنہ اور ظاہرہ کی تعمیم مین اشارہ عنایہ وغیرہ کی
رد کیطرف ہے کہ مراد اموال باطنہ ہین کیونکہ اموال ظاہرہ یعنی سوائم مین عاشر کے پاس انکی ضرورت نہین بلکہ عاشر خود جاکر وصول کرتا ہے اور شارح
اسطرح ہوا کہ یہہ مبنی ہے عاشر اور ساعی مین فرق نکرنے پر حالانکہ ان دونون مین فرق ہے جیسا کہ چکا کذا فی الشامی وما ورد فی ذم العشار
محمول علی الاخذ ظلماً اور وہ جو حدیث شریف مین عاشرون کی مذمت مین وارد ہوا ہے لا یدخل صاحب مکس الجنۃ رواہ ابو داود وغیرہ یعنی
نہ داخل ہوگا عشر لینے والا جنت مین سو یہہ محمول ہے ظلم سے لینے پر فمن انکر تمام الحول او قال لم انو التجارۃ او علیّ دین محیط او منقص
للنصاب لان ما یاخذہ زکوٰۃ معراج وھو الحق بحر و لذا اطلقہ المصنف پس جو شخص انکار کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ مین نے
نیت تجارت کی نہین کی یا کہے کہ میرے ذمہ قرض محیط ہے یا اسقدر دین کہ بعد ادا اسکے مال بمقدار نصاب نہین رہتا شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم
اسواسطے ہے کہ عاشر جو لیتا ہے بصیغہ زکوٰۃ لیتا ہے کذا فی المعراج اور یہی حق ہے کذا فی البحر اور اسیلئے مصنف نے دین کو مطلق رکھا او قال ادیتہ
الی عاشر اٰخر وکان عاشر اٰخر محققاً یا کہا کہ مین دوسرے عاشر کو دیچکا اور دوسرا عاشر محقق ہوا او قال ادیت الی الفقراء فی المصر لا بعد
الخروج لما یاتی یا کہا کہ مین ادا کرچکا فقیرون کو شہر مین نہ شہر سے نکلنے کے بعد کہ اسکی وجہ عنقریب آویگی وحلف صُدِّق فی الکل بلا
اخراج براءۃ فی الاصح لاشتباہ الخط یعنی ان سب صورتون مذکورہ مین اگر بیان کو بحلف موکد کرے تو مانا جاویگا بدون پیش
کرنے چٹھی دوسرے عاشر کے اسواسطے کہ خطوط مشتبہ ہوتے ہین اصح روایت مین اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی البدائع حتی لو اتی بہا
علی خلاف اسم ذلک العاشر وحلف صُدِّق و صُدِّقت علامۃ یہانتک کہ اگر چٹھی پیش کی برخلاف نام اوس عاشر کے اور قسم کہائی
تو مانا جاوے اور چٹھی کالعدم شمار کیجاوے ولو ظہر کذبہ بعد سنین اخذت منہ اور اگر ظاہر ہو وے جہوٹ مالدار کا چند سال
کے بعد تو زکوٰۃ لیجاویگی اوس سے الا فی السوائم والاموال الباطنۃ بعد اخراجہا من البلد یہہ استثنا ہے صُدِّق سے یعنی قول
مانا جاویگا لیکن سوائم مین اور اموال باطنہ مین بعد نکالنے کے شہر سے نہ مانا جاویگا لانہا بالاخراج التحقت بالاموال الظاہرۃ
فکان الصرف فیہا للامام فیکون ھو الزکوٰۃ والاول ینقلب نفلاً اسلئے کہ اموال مذکورہ نکالنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھہ
لمحق ہوگئے پس حق لینے زکوٰۃ کا انہین امام کو ہوگا پس یہہ اخذ زکوٰۃ ہوگا اور پہلا دیا ہوا نفل ویاخذھا منہ بقولہ لقول عمر لا تنبشوا
علی الناس متاعہم لکنہ یحلفہ اذا اتہم اور یہی زکوٰۃ کو عاشر مالدار سے بموجب اوسکے بیان کے کیونکہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ
نہ تفتیش کرو لوگون کی متاع کو لیکن مالدار سے لے کو عاشر قسم دیوے اگر اوسکو متہم جانے وکل ما صدق فیہ مسلم صدق فیہ
ذمی لانہ مالنا اور امور مذکورہ مین سے جن امور مین کہ انمین مسلمان کا قول مانا جاتا ہے کافر ذمی کا بھی قول اونمین مانا جاتا ہے
کیونکہ اونکیلئے وہ رعایت ملحوظ ہے جو ہمارے لئے ہے الا فی قولہ ادیت انا الی فقیر لعدم ولایتہ ذلک مگر ذمی کا یہہ قول کہ مین
فقیر کو دیا مقبول نہوگا کیونکہ کافر کو اسکی ولایت نہین ہے اسواسطے کہ جو کچھہ اوس سے لیا جاتا ہے وہ جزیہ ہے اور جزیہ مین جب اوسکا
کا دعوی کرے تو نہین مانا جاتا اسوجہ سے کہ اہل ذمہ کے فقرا اوسکو مصرف نہین اور کافر کو مستحقون پر یعنی مسلمانون پر صرف کرنیکی
ولایت نہین کذا فی الشامی لا یصدق حربی فی شیء اور کافر حربی کا قول کسی امر مین نہین مانا جاتا یعنی اوسکی طرف التفات نہین
اگرچہ گواہون سے ثابت کرے ملوہ الکمال الا فی ام ولدہ مگر اوسکی ام ولد کے باب مین کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونیکا اقرار کرے تو مانا جاویگا
بخلاف اقرار بیٹا ہونیکے کہ وہ مقبول نہین اسلئے کہ دار الحرب مین ہبہ کرنا صحیح نہین کذا فی البحر و قولہ لغلام یولد مثلہ لمثلہ ہذا
ولدی اور مگر اس صورت مین کہ کسی غلام کو کہے کہ یہہ میرا بیٹا ہے اور وہ غلام ایسا ہو کہ اوس جیسا اس جیسے کا بیٹا ہوسکتا ہو یعنی

اور پہلے سے وہ ثابت النسب ہو اور نہ اوسکی تکذیب کی ہو کذا فی الطحطاوی لفقد المالية بسبب نہونے مالیت کے م یہہ علت دونون صورتون کی ہے
یعنی ان دونون صورتون مین ام ولد اور غلام مال نہین حالانکہ زکوۃ مال کی لیجاتی ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یولد عتق علیه و عشر لانه اقر بالعتق
فلا یصدق فی حق غیره پس اگر وہ غلام ایسا ہو کہ اوس جیسا اوسکا بیٹا نہین ہوسکتا تو اس قول سے وہ غلام اوسپر آزاد ہو جاویگا اور عشر لیا جاویگا
اسلئے کہ حربی نے اقرار عتق کا کیا پس اوسکے غیر یعنی عاشر پر ابطال عشر کے باب مین حجت نہوگا کذا فی الشامی والا فی قوله ادیت الی عاشر
وثمة عاشر آخر اور مگر اس صورت مین کہ کہے کہ مین ادا کرچکا کسی دوسرے عاشر کو اور وہان کوئی دوسرا بھی ہو لئلا یؤدی الی الاستیصال
جزم به منلا خسرو وذكره الزيلعي تبعا للسراجي بلفظ ينبغي كذا نقله المصنف عن البحر اوسکا قول اسلئے مانا جاوے کہ اوسکا مال
جڑ سے نہ اوکھڑ جاوے یعنی ہر عاشر کو عشر دیتے دیتے اوسکے پاس کچھ نہ رہیگا یقین کیا ہے ملا خسرو نے اور ذکر کیا اوسکو زیلعی نے بہ تبعیت سراجی
بلفظ ینبغی یعنی سزاوار ہے کہ مانا جاوے یون ہی نقل کیا مصنف نے بحر سے م قوله منلا خسرو ایسا ہی ہے بعض نسخ بحر مین بزیادت لفظ فی شرح الدرر
اور دوسرے نسخون مین منلا شیخ فی شرح الدرر ہے اور یہی صواب ہے اسلئے کہ عبارت منلا خسرو کی مانند عبارت کنز کے ہے اور وہ عبارت جسکو شارح نے
ذکر کیا ہے وہ عبارت امام محمد بن محمد بن محمود بخاری مشہور بمنلا شیخ کی ہے اوسکی کتاب غرر الاذکار شرح درر البحار مین لکن جزم فی العناية والتا
بعدم تصديقه ورجحه فی النهر لیکن جزم کیا ہے عنایہ مین اور غایۃ البیان مین اوسکے قول نماننے کا اور نہر مین اسکو ترجیح دی ہے ویؤخذ
منا ربع عشر ومن الذمی نصفه سواء کان تغلبیا اولم یکن کما فی البرجندی عن الظهیریة ضعفه ومن الحربی عشر اور لیا جاوے ہمسے
یعنی مسلمانون سے چالیسوان حصہ اور کافر ذمی سے بیسوان حصہ خواہ وہ تغلبی ہو یا نہو جیسا برجندی مین ہے منقول ظہیریہ سے اور حربی سے دسوان
حصہ بذلك امر عمر سعاته اسیکا امر فرمایا حضرت عمرؓ نے م یعنی ان تینون باتون کا امر اپنے ساعیون کو کیا بحر الرائق مین ہے کہ مسلمانون سے جو لیا جاتا
ہے وہ زکوۃ ہے اور ذمی سے دونا صدقہ اور کفار حربی سے بطور حفاظت دسوان حصہ اور یہہ مال جو کفار سے حاصل ہو جزیہ کے مصارف مین صرف
کیا جاتا ہے بشرط کون المال لکل واحد نصابا لان ما دونه عفو بشرط ہونے مال ہر ایک کے پوری نصاب اسلئے کہ نصاب سے کم معاف ہو وبشرط
جهلنا قدر ما اخذوا منا اور بشرطیکہ ہمکو نہ معلوم ہو کہ وہ لوگ مسلمانون سے کسقدر لیتے ہین فان علم اخذ مثله مجازاة پس اگر معلوم
ہو تو اوسیقدر لیا جاوے جسقدر وہ مسلمانون سے لیتے ہین واسطے مکافات کے م یعنی لینا مقدار معین پر مجازاۃ ہے نہ اصل لینا کیونکہ ہم لوگ
ان سے بسبیل حق لیتے ہین اور وہ لوگ ناحق حاصل یہہ کہ چونکہ وہ لوگ حمایت اہل اسلام مین آئے تو اونسے مال لیا گیا پھر اگر مقدار معلوم ہو کہ مسلمانون
سے کفار کتنا لیتے ہین تو اوسیقدر مسلمان لوگ بھی اونسے بطور مجازاۃ کے لیوینگے مگر اس صورت مین کہ وہ کل لیتے ہون اور اگر کمیت اوس
مقدار کفار کے لینے کی نہ معلوم ہو تو عشر یعنی دسوان حصہ لیا جاویگا اسواسطے کہ حمایت کی جہت سے حق لینے کا تو ثابت ہوچکا اور بہ اعتبار مجازاۃ
کا متعذر ہے پس ذمی سے دونا تشخیص کیا گیا کیونکہ حربی بچاؤ اور حفاظت کا ذمی سے زیادہ محتاج ہے وتمامه فی الفتح الا اذا اخذوا الکل فلا
ناخذه بل نترك له ما يبلغه مامنه ابقاء للامان مگر اس صورت مین کہ کفار مسلمانون سے جو دار الحرب مین جاوین کل مال لیتے ہون
تو ہم لوگ کل مال نہ لیوینگے بلکہ اسقدر اوسکے پاس باقی چھوڑ دینگے کہ اوسکو اپنے مامن تک پہنچا دیوے یہ واسطے ثبوت حق امان کے ولا
ناخذ منهم شيئا اذا لم يبلغ مالهم نصابا وان اخذوا منا فی الاصح اور ہم نہ لیوین اونسے کچھ جبکہ مال نصاب کو نہ پہنچے اگرچہ وہ
ہمسے لیتے ہون اصح روایت مین لانه ظلم ولا متابعة عليه اسلئے کہ نصاب سے کم مال مین سے کچھ لینا ظلم ہے اور ظلم مین کسی کا اتباع
نہین م اسمین اتنی بات ہے کہ کفار جو کچھ ہمسے لیتے ہین خواہ نصاب ہو یا نہو سراسر ظلم ہے ہان مگر یون کہین کہ قلیل مال سے لینا صریح ظلم
ہے کہ جسکو سب عقل والے جانتے ہین کیونکہ قلیل مال صرف نفقہ کے واسطے ہوتا ہے پھر اوسمین سے لینا مقتضائے امان کے مخالف ہے
جیسا کل کا لے لینا کذا فی الشامی او لم یاخذوا منا لیستمروا علیه یا جبکہ وہ لیتے ہون ہمسے تو ہم بھی انسے نہ لیوین تاکہ وہ نہ لینے پر ثابت رہین ولانا احق

بالمکارم اور اسلیے کہ اتمام مکارم اخلاق کے ہم زیادہ مستحق ہین ولا یؤخذ العشر من مال صبی حربی الا ان یکونوا یاخذون من
اموال صبیاننا شیئا کما فی الکافی للحاکم اور نلیا جاوے عشر حربی کے لڑکے کے مال سے مگر اس صورت مین کہ وہ لوگ ہمارے لڑکون
کے مال مین سے کچھہ لیتے ہون جیسا مذکور ہے حاکم کی کافی مین اخذ من الحربی جزیة لا یؤخذ منه ثانیا فی تلک السنة الا اذا عاد
الی دار الحرب حربی سے ایکبار عشر لیا گیا تو دوبارہ اوس برس مین نلیا جاوے مگر یہہ کہ دار الحرب کو لوٹ جاوے یعنی اور
پہر دار الاسلام مین آوے تو دوبارہ عشر لیا جاویگا لعدم جواز الاخذ بلا تجدد حول او دخول کیونکہ لینا جائز نہین جبتک نیا سال
شروع یا نیا عہد نہو حربی کو قدرت ندیجاوے دار الاسلام مین ٹھہرنے کی پوری برس بلکہ اوسکو امام آتے وقت یہہ کہدے کہ اگر تو یہان
اقامت کریگا تو تجہہ پر جزیہ لگایا جاویگا پہر اگر وہ اقامت کرے تو جزیہ لگا دے پہر دار الحرب مین نجانے دے کذا فی الفتح ولو مر الحربی بالعاشر و
لو یعلم به العاشر حتی دخل دار الحرب ثم خرج ثانیا لم یعشره لما مضی لسقوطه بانقطاع الولایة اور اگر حربی گذرا عاشر
پر اور عاشر کو خبر نہوئی یہانتک کہ وہ دار الحرب کو چلا گیا پہر دوبارہ دار الحرب سے نکل آیا تو اوس سے پہلا عشر نہ لے کیونکہ وہ ساقط ہو گیا
ولایت کے منقطع ہونے سے یعنی دار الحرب مین جانے سے حکومت اہل اسلام کی اوسپر نہین رہتی بخلاف المسلم والذمی لعدم المسقط
ذکرہ الزیلعی بخلاف مسلمانون اور ذمی کے کہ اگر بیخبری مین گذر جاوین پہر عاشر کو خبر ہو تو اونسے عشر لیا جاوے کیونکہ یہان مسقط یعنی عشر کا ساقط
کرنیوالا (یعنی عدم ولایت) مفقود ہے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ویؤخذ نصف عشر من قیمة خمر وجلود میتة کافر کذا اقر المصنف متنه فی
شرحه للتجارة وبلغ نصابا اور لیا جاوے بیسوان حصہ کافر کی شراب کی قیمت سے اور اوسکی مردار کی کہالون کی قیمت سے اگر تجارت کے
لئے ہون اور نصاب کو پہونچین شارح نے کہا کہ مصنف نے اسیطرح اپنے متن کو اپنی شرح مین ثابت کیا ہے خمر مضاف ہے اور جلود میتة دوسرا مضاف ہے اور
کافر مضاف الیه اسلیے خمر کو تنوین سے نہ پڑہنا چاہئے بلکہ ایک کسرہ ہے اور یہان یہہ اشکال ہے کہ کہالین مثلی نہین ہین بلکہ قیمت کی چیز
ہین تو یہہ سور کی مانند ہوتین نہ شراب کی تو اون سے عشر نہ لینا چاہئے اور اسکا جواب یہہ ہے کہ نجس عین کی قیمت مین جس سے بالکل انتفاع
نہین ہو سکتا اور اوس چیز کی قیمت مین کہ جس سے انتفاع ہو سکتا ہے فرق ہے پس خوک سے کسی وجہ سے انتفاع درست نہین اور جلود سے اسلیے
بعد دباغت کے انتفاع درست ہے اور اسلیے اونکو علما نے شراب کے مشابہ کہا خنزیر کی مانند نہین رکہا کذا فی الشامی باختصار ویؤخذ عشر القیمة
من حربی بلا نیة تجارة ولا یؤخذ من المسلم شیء اتفاقا اور لیا جاویگا دسوان حصہ قیمت شراب کا حربی سے بدون نیت تجارت کے
اور نہ لیا جاوے مسلمان سے کچھہ باتفاق ہم اسلیے کہ مسلمان شراب کے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے تو اگر اوس سے عشر لیا جاویگا تو اوسکا
قبضہ اوسپر اور مستحکم ہو جائیگا کذا فی الفتاوی لا یؤخذ من خنزیره مطلقا لانه قیمی فاخذ قیمته کعینه نہ لیا جاوے عشر کافر
کے سور سے بالکل اسلیے کہ وہ قیمت والی چیزون سے ہے تو اوسکی قیمت کا لینا گویا اوسکا خود لینا ہے ہم اسواسطے کہ حیوان کی قیمت کا حکم
حیوان ہی کا ہے اسلیے اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مہر ٹہرایا جو ذمہ پر لازم آوے تو چاہے قیمت اوا کرے چاہے
حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم عین شراب کا سا نہین اسیواسطے اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلہ نکاح کیا پہر قیمت دینے لگا تو عورت اوسکی لینی
پر جبر نکیجاویگی سو اس جہت سے عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلمان اوسکے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے کذا فی شرح
الجامع لقاضیخان بخلاف الشفعة لانه لو لم یاخذ الشفیع بقیمة الخنزیر یبطل حقه اصلا فیتضرر وموضع الضرورة
مستثناة ذکره الشمنی یہہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہہ ہے کہ قیمت کا حکم عین کا حکم نہین ہے کیونکہ اگر کسی ذمی نے اپنا
گہر بدلہ خنزیر کے دوسرے ذمی کے ہاتہہ بیچدیا اور اوسکا شفیع مسلمان ہے تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے لے سکتا ہے شفعۃ تو اوسکا جواب یہ دیا کہ شفعہ کا
حکم اسلیے ہے کہ اگر شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لیوے تو اوسکا حق باطل ہو گا پس اوسکا نقصان ہو گا اور مواضع ضرورت قواعد کلیہ

سے مستثنی ہوتے ہین ذکر کیا ہے اسکو سعدی نے حاصل یہہ کہ یہان جواز حق العبد کے لئے ہے کہ وہ حاجتمند ہے اور حق شرع مین ضرورت نہین کہ شارع مستغنی ہے کما بسطہ فی المعراج عن الکافی وَلَا یُؤخَذُ اَیضًا مِن مَالٍ فِی بَیتِہٖ مطلقًا اور نہ لیا جاوے اوس مال سے جو گذرنے والے کے گہر مین ہے مطلقا یعنی خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی وَلَا مِن مَالِ بِضَاعَۃٍ اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے ہم بضاعت لغت مین ایک قطعہ مال کا ہے اور اصطلاح مین وہ مال جو مالک کسی کو تجارت کے لئے سپرد کرے اسطرح کہ نفع سب مالک کا ہے اور عامل کو کچہہ نہین کذا فی البحر اور اگر مصنف بضاعت کی جگہ امانۃ کہتا جیسا صدر الشریعۃ نے کہا تو کافی ہوتا اور جو مابعد مذکور ہین اونکی ضرورت نہوتی اِلَّا اَن تَکُونَ لِلحَرَابِیِّ مگر یہہ کہ ہو مال بضاعت کسی حربی کا تو عشر لیا جائیگا وَلَا مِن مَالِ مُضَارَبَۃٍ اِلَّا اَن یَربَحَ المُضَارِبُ فَیُعَشِّرُ نَصِیبَہٗ اِن بَلَغَ نِصَابًا اور کچہہ نہ لیا جاوے مال مضاربت سے مگر اس صورت مین کہ مضارب کو نفع ہو پس مضارب کے حصہ کا عشر لیا جاوے اگر نصاب کی مقدار کو پونہچے وَلَا مِن کَسبِ مَأذُونٍ مَدیُونٍ بِدَینٍ مُحِیطٍ بِمَالِہٖ وَرَقَبَتِہٖ اور نہ لیا جاوے عبد ماذون کی کمائی سے کہ مدیون ہو ایسے قرض کا کہ محیط ہو اوسکے مال اور اوسکی جان کو ہم یہہ قید اسلئے بڑہائی کہ یہہ مسئلہ محل خلاف ہے امام صاحب اور صاحبین مین امام صاحب کے نزدیک مولی غلام کی مقبوض چیز کا مالک نہین ہے اور صاحبین کے نزدیک اوسکی کمائی کا مالک ہے جیسے اوسکی جان کا بالاتفاق مالک ہے پس اگر عبد ماذون کی کمائی مین کوئی غلام ہو اور اوسکو مولی آزاد کرے تو امام صاحب کے نزدیک عتق جاری نہوگا اور صاحبین کے نزدیک جاری ہوگا سو اس حالت کا عبد ماذون اگر عاشر پر گذرا تو اوس سے کچہہ نہ لیا جاوے گا مولے اوسکے ساتہہ ہو یا نہو امام صاحب کے نزدیک تو اس جہت سے کہ مولی کی ملک مین نہین اور صاحبین کے نزدیک اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہین اَو مَأذُونٍ غَیرِ مَدیُونٍ لٰکِن لَیسَ مَعَہٗ مَولَاہُ یا عبد ماذون قرضدار نہو لیکن اوسکے ساتہہ اوسکا آقا نہین تب بہی نہ لیا جاوے حلبی نے کہا ایسا ہی ہے عبد مدیون کہ دین اوسکا محیط نہووے اور جس صورت مین کہ آقا اوسکے ساتہہ ہو اور اوسپر دین نہین یا ہے لیکن محیط نہین اوسکے کسب کو جو زیادہ دین سے ہے اگر بمقدار نصاب ہو تو اوسکا عشر لیا جاوے کذا فی المعراج عَلَی الصَّحِیحِ فِی الثَّلٰثَۃِ لِعَدَمِ مِلکِہِم عشر نہ لیا جاے بنابر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ مین واسطے مفقود ہونے ملک ان تینون کے یعنی مضارب اور بضاعت والے اور غلام کے ہم معراج مین ہے کہ ایضاح مین مذکور ہے کہ لینے مین شرط ہے حاضر ہونا مالک اور مال دونو کا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے اور اگر مال بلا مالک آوے تب بہی نہ لیا جاوے وَلِذَا لَا یُؤخَذُ العُشرُ مِن... اِذَا قَالَ هٰذَا مَالُ الیَتِیمِ وَلَا مِن عَبدٍ وَمُکَاتَبٍ اور اسیلئے یعنی بوجہ نہونے ملک کے نہین لیا جاتا ہے عشر وصی سے جب بیان کرے کہ یہہ مال یتیم کا ہے اور نہ غلام سے جیسا گذر چکا اور نہ مکاتب سے کیونکہ اوسکی ملک تام نہین ثُمَّ مَرَّ عَلٰی عَاشِرِ الخَوَارِجِ فَعَشَّرُوہُ ثُمَّ مَرَّ عَلٰی عَاشِرِ اَهلِ العَدلِ اُخِذَ مِنہُ ثَانِیًا لِتَقصِیرِہٖ بِمُرُورِہٖ هُوَ سو اگر گذرا باغیون کے عاشر پر پس اونہون نے اوس سے عشر لے لیا پہر گذرا اہل حق کے عاشر کے پاس تو اوس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خوارج کے عاشر کے پاس جانا یہہ قصور اسیکا ہے بِخِلَافِ مَا لَو غَلَبُوا عَلٰی بَلَدٍ بخلاف اوس صورت کے کہ خوارج یعنی باغی تسلط کرلین بزور کسی شہر پر یعنی اس صورت مین اگر وہ صدقات وصول کرلین گے تو دوبارہ دینے نہ آوین گے کیونکہ اس صورت مین قصور امام کا ہے نہ مالدارون کا کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا مَرَّ بِنِصَابٍ بِطَابٍ لِلتِّجَارَۃِ کَبِطِّیخٍ وَنَحوِہٖ لَا یُعَشِّرُہٗ عِندَ الاِمَامِ اِلَّا اِذَا کَانَ عِندَ العَاشِرِ فُقَرَاءُ فَیَأخُذُ لِیَدفَعَ لَهُم تاجر میوہ تر بقدر نصاب تجارت کے لئے لیکر عاشر پر گذرا مثلا تربوز وغیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشر اوسکا عشر نہ لیوے مگر اس صورت مین کہ عاشر کے پاس فقرا موجود ہون تو مال والے سے عشر لے تاکہ اونکو دیدے ہم بطاب سے مراد جو چیزین سال بہر مین نہ بگڑین ہیں اور شرنبلالیہ مین ہے کہ صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تہا تمامی سال کے نزدیک آ کر اوسکے بدلے بقولات مین سے کچہہ خرید لیا پس امام صاحب کے نزدیک زکوۃ نہین لیکن مالک کو کہنا چاہیے کہ بنفسہ زکوۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک

مال مین سے اوسی جنس کی زکوٰۃ لے لیجائے کیونکہ آخر حیات امام کی اوسکو شامل ہے کذا فی البرہان اور امام کے قول کی وجہ مین کمال نے ذکر
کیا ہے کہ اگر لیگا تو یہہ چیزیں لی ہوئی خراب ہو جاویگی اور عامل کے ساتھہ فقرا ہر وقت موجود نہین ہوتے ہان اگر عامل کے ساتھہ فقرا ہون یا
اپنے عملہ مین صرف کرنے کو لیتا ہے تو اوسکو اجازت ہے کذا فی الشامی ھذا بحثًا یہہ مذکور ہے نہر الفائق مین بطریق بحث کے م نہر کی عبارت
مین کوئی بات نہین کہ دلالت کرے بحث ہونے پر علاوہ برین ذکر کیا ہے اسکو کمال نے جیسا گذر چکا اور کمال کے کلام مین بھی کوئی لفظ دال
بحث پر نہین ہے معہذا جو کچھہ کمال نے ذکر کیا ہے وہ شرح منظومہ مین مع زیادت مذکور ہے زیادتی یہہ ہے کہ اگر مالک قیمت دینے پر راضی ہو
تو قیمت لے لیجائے اور غایہ مین باب العاشر مین یہہ مذکور ہے کہ جب خضراوات یعنی سبزی ترکاری لیکر عاشر پر گذرے اور عاشر فقرا کے لئے
اونمین سے بعینہا عشر لینا چاہے درصورت انکار کرنے مالک کے اعطار قیمت سے تو نہین لے سکتا اور فقرا کے واسطے کی ہمنے اسلئے قید
لگائی کہ اگر اپنے عمالہ کے لئے خضراوات بعینہ لے لیوے تو جائز ہے اور مالک کے انکار کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت دینے پر
راضی ہو تو اوسکے جواز مین کچھہ کلام نہین فافہم واللہ اعلم کذا فی الشامی

باب الرکاز

یہہ باب ہے دفینہ کے
احکام مین الحقوہ بالزکوٰۃ لکونہ من الوظائف المالیۃ فقہا نے رکاز کو زکوٰۃ کے ساتھہ لاحق کیا کیونکہ یہہ بھی وظیفہ مالیہ ہے
م یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد مین ذکر کرنا چاہئے تھا کیونکہ اسکے مصارف مصارف غنیمت کے ہین اور اس
مین سے جو لیا جاتا ہے وہ زکوٰۃ نہین ہے کذا فی النہر اور اسکو عشر پر مقدم کیا اسلئے کہ رکاز محض قربت ہے اور عشر ایک مشقت ہے
جسمین معنی قربت کے ہین کذا فی الطحطاوی ھو لغۃ من الرکز ای الاثبات بمعنی المرکوز رکاز باعتبار لغت کے ماخوذ ہے رکز سے یعنی
ثابت کرنا اور بمعنی مرکوز کے ہے م شامی نے کہا کہ بمعنی المرکوز خبر بعد خبر ہے ہو گی اور احتمال یہہ ہے کہ حال ہو رکز سے یعنی
رکاز رکز سے ماخوذ ہے درحالیکہ رکز سے مراد اسم مفعول ہو یعنی مرکوز اور یہہ اولے ہے اسلئے کہ رکاز اسم جامد ہے مصدر
نہین وشرعًا مال مرکوز تحت ارض اور شرع مین رکاز وہ مال ہے کہ موجود ہے زمین کے نیچے م ظاہر عبارت دلالت کرتی
ہے کہ یہہ معنی لغوی نہین ہین اور مغرب مین مغرب سے منقول ہے کہ وہ معدن ہے یا کنز یعنی کان یا دفینہ اسلئے کہ یہہ دونو مستقر
ہین زمین مین اگرچہ راکز مختلف ہے الخ اور بظاہر اس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونو مین حقیقی
ہے اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھہ خاص نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس تقدیر پر یہہ کلی متواطی ہوگی اور یہی
مصنف کے باب کے عنوان کے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہے اس سے
کہ زمین کے اندر رکھنے والا اوسکا خالق ہو یا مخلوق ہو فلذا قال معدن خلقی خلقہ اللہ تعالی ومن کنز ای مال
مدفون دفنہ الکفار لانہ الذی یخمس ولیس لب. بسبب اسی عموم کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہے کان خلقی سے کہ اللہ تعالی
نے اوسکو زمین مین پیدا کیا ہے اور عام ہے کنز سے یعنی مال مدفون کہ زمین مین رکھا ہو کفار نے اسلئے کہ اسیکا خمس لیا جاتا
ہے اگر مسلمان کا مال ہوگا تو اوسکا حکم لقطہ کا ہے وجد مسلم او ذمی ولو قنًا صغیرًا انثٰی پائی کسی مسلمان
نے یا ذمی نے اگرچہ مملوک صغیر عورت ہو یعنی حکم عام ہے پانیوالا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا نہو
کذا فی النہر معدن نقد ونحو حدید پائی کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اسکے مثل کی وھو کل جامد ینطبع
بالنار ومنہ الزیبق اور لوہے کی مثل ہر چیز منجمد ہے کہ نرم ہو جاوے آگ سے اور اسمین ہے پارہ م یہہ قول امام محمد
کا اور امام صاحب کا آخر قول ہے اور قول اول یہہ تھا کہ پارہ مین کچھہ نہین لازم آتا اور یہی قول آخر ہے امام ابو یوسف کا کیونکہ
پارہ بمنزلہ رال وغیرہ کے ہے اور اونمین خمس نہین ہے امام محمد اور امام صاحب کی دلیل یہہ ہے کہ پارہ چشمہ سے نکلتا

اور تدبیر سے نکالا جاتا ہے اور ڈھلتا ہے کسی دوسری چیز کے ساتھ ملکر تو چاندی کی مانند ہو یعنی چاندی جبتک کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہو نہین ڈھلتی کذا فی الفتح اور معلوم ہے کہ خلاف اوس پارہ مین ہے جو معدن مین سے حاصل کرین لیکن جو موجود کفار کے خزائن وغیرہ بہت ہے اوسمین بالاتفاق خمس لازم ہے کذا فی الشامی فخرج المائع کنفط وقار وغیر المنطبع کمعادن الاحجار پس نکل گئین بہتی چیزین یعنی جامد کی قید سے جیسے نفط اور رال اور نکل گئی ینطبع کی قید سے جو نرم نہین ہوتے جیسی کان پتھرون کی یعنی فیروزہ وزمرد وغیرہ کی م قہستانی مین ہے کہ کان تین قسم کی ہے ایک وہ سخت چیزین کہ پگل جاتی ہین آگ سے جیسے سونا چاندی رانگ تانبا پیتل لوہا دوم وہ سخت چیزین جو آگ سے نرم نہین ہوتین جیسے چونا نورہ سرمہ یاقوت وغیرہ سوم وہ چیزین کہ جامد نہین جیسے پانی رال نفط وغیرہ کذا فی المبسوط والتحفہ نفط ایک روغن ہے کہ پانی پر آجاتا ہے اور قار اور قیر اور زفت وہ جس سے کشتیون کو روغن کرتے ہین کذا فی الشامی فی ارض خراجیۃ او عشریۃ خرج الدار ولا المفازۃ لدخولها بالاولی کان یا دفینہ پاوے زمین خراجی یا عشری مین شارح نے کہا کہ زمین کی قید سے نکل گیا گھر اور نہین خارج ہوا جنگل کیونکہ وہ بالاولے داخل ہے م مراد عشری اور خراجی سے یہہ ہے کہ جسکا وظیفہ عشر ہو یا خراج ہو خواہ کسی کے قبضہ مین ہو یا نہو تو جب عشر وخراج کے ہوتے خمس لیا جائیگا تو جنگل جسمین نہ عشر ہو نہ خراج بطریق اولے داخل خمس رہیگا کذا فی الطحطاوی خمس مخففا ای اخذ خمسہ لحدیث وفی الرکاز الخمس وهو يعم المعدن کا مسلمان یا ذمی کی پائی ہوئی کان خواہ دفینہ سے پانچوان حصہ لیا جاوے بموجب اس حدیث کے فی الرکاز الخمس اور یہہ شامل ہے معدن کو جیسے پہلے گذرا وباقیہ لمالکہا ان ملکت اور باقی رکاز یعنی چار خمس زمین کے مالک کے ہین اگر وہ زمین کسی کی مملوک ہو م حاشیہ ابو السعود مین کہا کہ مملوکہ سے مراد یہہ ہے کہ غیر کی ملک ہو پانیوالے کی نہو کیونکہ پانیوالے کی ملک ہوگی تو اوسمین خمس نہوگا جیسا مصنف آگے بیان کرتا ہے ولا شئ فی ارضہ شامی نے کہا کہ اسکی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی کہ جب پانیوالا مالک زمین نہو تب تو خمس واجب ہو اور خود مالک ہو تو واجب نہو کیونکہ علت وجوب دونو مین ایک ہے وہ یہہ کہ معدن تمام اجزا سے مالک کی ملک ہے تو مصنف کے کلام مین تعارض یقیناً ہے یہان باقیہ لمالکہا کہتا ہے اور آگے لاشئ فی ارضہ کہتا ہے شیخ رحمتی نے اس تعارض کو یون دفع کیا کہ زمین مملوکہ کی معدن مین دو روایتین مین روایت اصل یہہ ہے کہ اوسمین خمس نہین کل مالک کی ہے اور جامع صغیر کی روایت یہہ ہے کہ اوسمین خمس ہے اور چار خمس مالک کے ہین پس یہان کا قول مطابق روایت جامع صغیر کے ہے اور قول آیندہ موافق روایت اصل کے کذا فی الشامی والمقطا والاکجبل ومفازۃ فللواجد اور اگر زمین رکاز کی کسی کی مملوک نہو جیسے پہاڑ و جنگل پس وہ چیز پانیوالے کی ہے والمعدن لاشئ فیہ ان وجدہ فی دارہ وحانوتہ اور معدن مین کچھہ نہین لازم آتا اگر پاوے اوسکو اپنے گھر مین اور اپنی دکان مین م معدن کے لفظ مین احتراز ہے دفینہ سے اسلئے کہ اوسکا خمس لیا جاتا ہے اگرچہ کسی کی مملوک زمین مین ہو یا اسکے گھر مین ہو اسلئے کہ وہ اجزاء زمین سے نہین ہے جیسا بدائع مین ہے اور گھر اور دکان کی معدن مین کچھہ نہ لازم آنا امام صاحب کے نزدیک ہے برخلاف قول صاحبین کے کذا فی الشامی وارضہ فی روایۃ الاصل واختارها فی الکنز اور کچھہ نہین لازم آتا اگر پاوے معدن اپنی اراضی مین اصل کی روایت کے بموجب اور اسی کو اختیار کیا ہے کنز مین م نہایۃ البیان مین کہا ہے کہ زمین مملوکہ مین امام صاحب سے دو روایتین مین روایت اصل کے موافق ارض اور دار مین کچھہ فرق نہین یعنی دونو مین کچھہ لازم نہین آتا کیونکہ زمین جب اوسکی طرف منتقل ہوئی تو بالکل مع اپنے تمام اجزا کے منتقل ہوئی اور معدن بھی اوسی زمین کی مٹی کی ہے تو خمس لازم نہ آیا جیسے غنیمت جب اوسکو امام کسی کے ہاتھہ فروخت کر دے تو اور لوگون کا حق اوس سے ساقط

ہو جاتا ہے اسلئے کہ وہ شخص اوسکا مالک بمقابلہ عوض کے ہوا ہے یہی کہا ہے جصاص نے اور جامع صغیر کی روایت کے موافق ان مین فرق ہے اوسکی وجہ یہہ ہے کہ دار مین کسی طرح کی مشقت اور بکھیڑا نہین تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سب کا سب پانیوالے کا ہوا بخلاف ارض کے کہ اوسمین مؤنت خراج اور عشر کی لازم آتی ہے پس اوسمین خمس لازم ہے اور کنز کے اختیار کرنیکو بیان کرنے سے ظاہر اشارہ کو ترجیح روایت اصل کی مقصود ہے لیکن ہدایہ مین امام سے دو روایتین نقل کین اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت کی موجب بیان کی اور اصل کے روایت کی وجہ نہین ذکر کی اس سے استدلال ہو سکتا ہے کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہے کہ قیاس بھی ترجیح روایت جامع صغیر کو چاہتا ہے دو وجہ سے اوّل یہہ کہ جامع صغیر اور دونون مین معارضہ کے وقت مقدم ہوتی ہے دوسرے یہہ کہ یہی قول صاحبین کا ہے تو متفق علیہ روایت کو اخذ کرنا اولیٰ ہے حاصل یہہ ٹھہرا کہ امام نے فرق کیا ہے وجوب خمس مین درمیان معدن اور دفینہ کے اور درمیان جنگل اور گھر کے اور درمیان زمین مباح اور مملوک کے اور صاحبین نے کچھہ فرق نہین کیا انمین وجوب کے باب مین کذا فی الشامی وَلَا شَيْءَ فِي يَاقُوتٍ وَزُمُرُّدٍ وَفَيْرُوزَجٍ وَنَحْوِهَا وُجِدَتْ فِي جَبَلٍ ای فی معادنھا اور کچھہ نہین عشر وغیرہ یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور اوسکی مثل مین یعنی پتھر کی قسم جو نرم نہو سکتی ہو اور پہاڑون مین پائی جاوین مراد یہہ ہے کہ اپنے معادن مین خواہ پہاڑ ہو یا نہو وَلَوْ وُجِدَتْ دَفِينَ الْجَاهِلِيَّةِ ای کنزا خُمِّسَ لِكَوْنِهِ غَنِيمَةً اور اگر پائی جاوین اشیاء مذکورہ یاقوت وغیرہ درحالیکہ مدفون جاہلیت کی ہون یعنی کفر جسکا حکم آگے آویگا تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہے کہ کفار کے پاس تہی پہر ہمارے قبضہ مین آگئی کذا فی البحر والحاصل ان الکنز يُخَمَّسُ كَيْفَ كَانَ وَالْمَعْدِنُ إِنْ كَانَ يَنْطَبِعُ اور حاصل یہہ ٹھہرا کہ دفینہ مین خمس لیا جاوے ہر حال مین اور معدنی جس صورت مین کہ آگ سے نرم ہو جاوے یعنی مایعات مین خمس ہے مثل رال وغیرہ کے اور جو نرم نہون انمین خمس لازم نہین وَلَا فِي لُؤْلُؤٍ هُوَ مَطَرُ الرَّبِيعِ اور کچھہ نہین لازم موتیون مین کہ وہ بہار کے مینہ سے پیدا ہوتا ہے یعنی سیپ مین کہتے ہین کہ وہ ایک جانور ہے مچھلی کی قسم سے اللہ تعالیٰ اوسمین موتی پیدا کرتا ہے کذا فی الکرمانی وَعَنْبَرٍ حَشِيشٌ يَطْلُعُ فِي الْبَحْرِ اَوْ خُثْيُ دَابَّةٍ اور نہ عنبر مین کہ وہ ایک قسم کا گھاس ہے کہ دریا سے اوگتا ہے یا گوبر کسی چوپایہ کا ہے مرشیخ داود انطاکی نے اپنے تذکرہ مین لکھا ہے کہ صحیح یہہ ہے کہ قعر دریا مین چشمے ہین وہ دہنیت باہر کیطرف دفع کرتے ہین وہ پانی پر جمتی ہے اوسکو دریا کی موج کنارہ پر ڈالتی ہے وہ عنبر ہے کذا فی الشامی وَكَذَا جَمِيعُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ مِنْ حِلْيَةٍ وَلَوْ ذَهَبًا كَانَ كَنْزًا فِي قَعْرِ الْبَحْرِ اور ایسی ہی سب چیزین جو دریا سے نکالی جاوین زیور وغیرہ کے لئے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا مین یعنی کسی کا رکہا ہوا اور ظاہر یہہ ہے کہ اوسپر علامت اسلام کی نہو لیکن مین نے اسکو نہین دیکہا قالہ الشامی لِأَنَّهُ لَمْ يَرِدْ عَلَيْهِ الْقَهْرُ فَلَمْ يَكُنْ غَنِيمَةً اسواسطے کہ اوسپر غلبہ اور تسلط کسی کا نہین وارد ہوا پس غنیمت نہوا ام حاصل یہہ کہ محل خمس غنیمت ہے اور غنیمت وہ ہے کہ کفار کا مال ہو پہر مسلمانون نے اوسکو بزور لے لیا ہو اور قعر دریا پر کسی کا زور اور غلبہ نہین ہوا پس وہ مال غنیمت نہوا کذا قالہ قاضیخان وَمَا عَلَيْهِ سِمَةُ الْإِسْلَامِ مِنَ الْكُنُوزِ نَقْدًا اَوْ غَيْرَهُ فَلُقَطَةٌ سَيَجِيءُ حُكْمُهَا اور جو دفینہ کہ اوسپر علامت اسلام کی خواہ نقد ہو یا سوا اوسکے پس وہ لقطہ ہے کہ اوسکا حکم آگے آویگا اور غیر نقد مین شامل ہین ہتہیار آلات اثاث البیت کپڑا وغیرہا اور غنیمت اسواسطے نہین ہوا کہ مسلمانون کا مال غنیمت نہین ہوتا اور لقطہ کا حکم جو آویگا وہ یہہ کہ مسجدون کے دروازون پر اور بازارون مین پکارا جاوے یہان تک کہ گمان ہو کہ مالک اوسکی طلب سے بیٹھہ رہا ہوگا پہر اگر خود فقیر ہے تو اپنے آپ صرف لے نہین تو کسی دوسرے فقیر کو دیدے بشرطیکہ جب طالب اوسکا آوے تو ضمان دے کذا فی الشامی وَمَا عَلَيْهِ سِمَةُ

الکفرِ خمسٌ و باقیہ لِلمالکِ اول الفتح اور جو دفینہ ایسا ہو کہ اوس پر علامت کفار کی ہو تو اوسمین سے خمس لیا جاوے
اور باقی اوس شخص کا ہے جو اول فتح اسلام مین اوسکا مالک بامام کی تملیک سے ہم قاضیخان نے کہا کہ یہہ خمس لیا بالاتفاق
ہے اسلئے کہ کنز اجزاء زمین سے نہین ہے تو خمس مقرر کرنا اوسمین ہوسکتا ہے بخلاف معدن کے اولوارثہ لو حیًّا و الّا
فلبیتِ المالِ علی الاوجہ یا اصل مالک کے وارث کا ہے اگر وہ زندہ ہو اور نہین تو بیت المال کا ہے اور یہہ اوجہ
ہے ہم نہر مین کہا ہے اگر ورثہ مالک اول کے معلوم نہون تو اقصیٰ مالک زمین کا اوسکے وارث کا ہے اور ابو الیسر نے کہا کہ
بیت المال مین رکہا جاوے فتح القدیر مین کہا ہے کہ یہہ موجہ ہے تامل کے بعد الخ اسلئے کہ بحر مین مذکور ہے کہ کنز زمین مین
امانت ہے پس جب مالک اول زمین کا مالک ہوا تو جو اوسمین رکہا ہے اوسکا بہی مالک ہوا اور اگر زمین کو وہ بیچدے تو فروخت
سے جو چیز زمین کے اندر ودیعت ہے اوسکی ملک سے نکل نہ جاویگی جیسے مچھلی کے پیٹ مین موتی وھذا ان مُلِکَت ارضُہ
والّا فللواجد یہہ اس صورت مین ہے کہ زمین اوسکی مملوک ہو اور اگر مملوک نہو جیسے جنگل وغیرہ تو پانیوالے کا ہے ہم
یعنی خمس نکالکر کما فی البحر ہذا اشارہ ہے باقیہ للمالک کی طرف اور یہہ صاحبین کا قول ہے اور ہدایہ وغیرہا سے اسکی ترجیح معلوم
ہوتی ہے لیکن سراج مین مذکور ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ باقی پانیوالے کا ہے جیسا حال غیر مملوکہ زمین کا ہے اور اسی پر فتوی
ہے شارح نے کہا کہ آجکل بہی مناسب ہے کیونکہ بیت المال کا انتظام نہین ہے ولو ذمیًّا قِنًّا صغیرًا انثٰی لانّھم من اھل
الغنیمۃ اگرچہ پانیوالا ذمی ہو غلام ہو صغیر ہو عورت ہو اسلئے کہ یہہ سب اہل غنیمت مین یعنی امام غنیمت مین سے کچھہ بطور عطا اون کو
دیا کرتا ہے شامی عن رحمتی خلا حربی مستأمنٍ فانّہ یُستردّ منہ ما اخذ یعنی پانیوالے کا ہے سوا اوس کافر حربی مستأمن کے
کہ لوٹایا جاوے اوس سے جو اوسنے لیا کیونکہ غنیمت مین اوسکا کچھہ حق نہین الّا اذا عمل فی المفاوز باذنِ الامام علی شرطٍ
فلہ المشروط مگر جب کہ کام کرے جنگلون مین امام کے اذن سے کسی شرط پر تو اوسکو مشروط یعنی مقررہ ملیگا ولو عمل رجلان
فی طلبِ الرکازِ فھو للواجد اور اگر دو شخص ملکر کام کرین دفینہ کی طلب مین تو وہ اوسکا ہوگا جسنے پایا ہم ظاہر اسکا دلالت
کرتا ہے کہ دوسرے کو کچھہ نہ ملیگا اور یہہ اوس صورت مین ہے کہ ایک نے کہودا پھر دوسرا آیا اوسنے باقی رہا ہوا کہودا اور
نکالا لیکن اگر وہ دونو مشترک ہون اوسکی طلب مین سو باب الشرکۃ الفاسدہ مین آویگا کہ شرکت صحیح نہین گہاس کہودنے اور
شکار کرنے اور پانی بہرنے اور باقی مباحات مین جیسا پہاڑون میں سے میوہ چننا اور طلب کرنا کان کا اور پکانا اینٹون کا مباح
مٹی سے اسلئے کہ یہہ شرکت متضمن ہے وکالت کو اور وکیل کرنا مباح چیز کے لینے کے لئے جائز نہین اور جو کچھہ اونمین سے کسی
نے حاصل کیا وہ اوسیکا ہوگا اور جو دونون نے حاصل کیا وہ نصفا نصف ہوگا اگر یہہ نہ معلوم ہو کہ کتنا کسکا ہے اور جو کچھہ
ایک ہمراہی کی مدد سے لے تو وہ اوسیکا ہے اور ہمراہی کو اجر مثل ملیگا جسقدر ہو امام محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے
نزدیک اسقدر کہ اوس شے کی نصف ثمن سے زیادہ نہو وان کانا اجیرین فھو للمستاجر اور اگر وہ دونو مزدور ہون
تو مال اوسکا ہوگا جسنے اونکو اجرت پر رکہا وان خلا عنھا ای العلامۃ او اشتبہ الضرب فھو جاھلیٌّ علی ظاہر
المذھب ذکرہ الزیلعی لانّہ الغالب وقیل کاللقطۃ اور اگر خالی ہو علامت سے یا مشتبہ ہو سکہ تو وہ جاہلی
ہے یعنی اسلام سے پہلے کا ظاہر مذہب پر ذکر کیا ہے اوسکو زیلعی نے کیونکہ غالب یہی ہے اسلئے کہ کفار حریص ہوتے ہین
جمع اموال پر کذا فی الطحطاوی ہے اور ایک قول یہہ ہے کہ مال مذکور لقطہ کی مانند ہے ہم ہدایہ مین ایک قول یہہ کہا ہے کہ اوسکو
مال اسلامی تصور کرینگے بہت زمانہ گذرنے کی جہت سے یعنی ظاہر یہہ ہے کہ آثار جاہلیت سے کچھہ باقی نہین رہا اور ظاہری کا

اعتبار ہے جبتک اوسکا خلاف معلوم نہو اور حق یہہ ہے کہ اس ظاہر ہونے کو نہ مانیں بلکہ جاہلیت کے دفینے اب تک شہرون مین نکلتے
رہتے ہین کذا فی فتح القدیر شامی نے کہا کہ اکثر نقود جنمین علامت اہل حرب کی ہے اور اہل اسلام مین رائج مین ظاہر یہہ ہے کہ وہ
قسم مشتبہہ ہے مین لیکن مین نے شرح نقایہ مین جو ملا علی قاری کی ہے دیکھا اوسمین لکھا ہے کہ کفار کے درہم مسلمانون کے درمیان
مین مخلوط ہونیکی صورت مین جیسا فی زماننا رواج ہے اسلامی ہی سمجھے جاوینگے ولا یخمس رکاز معدنا کان او کنزا وجد
فی صحراء دار الحرب بل کلہ للواجد ولو مستامنا لانہ کالمتلصص اور نہ خمس لیا جاوے وہ رکاز کہ پایا جاوے
دار الحرب کے جنگل مین خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل پانیوالے کا ہے اگرچہ وہ دار الحرب مین امن لیکر گیا ہو اسواسطے کہ وہ
شخص چور کی طرح ہے فلو دخلہ جماعۃ ذو منعۃ وظفروا بشیء من کنوزھم او معدن لہم خمس لکونہ غنیمۃ
اور اسیواسطے اگر دار الحرب مین ایک جماعت شوکت والی داخل ہو اور کچھہ خزانہ یا معدن اونکا دستیاب ہو تو خمس لیا جاویگا کیونکہ
وہ غنیمت ہے یعنی غلبہ اور قہر سے حاصل ہوا ہے وان وجدہ ای الرکاز مستامن فی ارض مملوکۃ لبعضہم ردہ
الی مالکہ تحرزا عن الغدر اور اگر معدن یا دفینہ کسی مستامن نے حربیون کی مملوکہ زمین مین سے پایا تو اوسکو اوسکے
مالک کو پہیر دے غدر سے بچنے کے لیئے یعنی حربیون کے مال اوس شخص مستامن پر بدون اونکی رضامندی کے حرام
ہین تو بدون اجازت کے کسی مال کا رکھہ لینا خیانت ہوگا فان لم یردہ واخرجہ منہا ملکہ ملکا خبیثا فسبیلہ
التصدق بہ پس اگر نہ پہیرا اوسکو اور دار الحرب سے نکال لایا تو اوسکا مالک ہو جاویگا خبیث مالک سے کہ اوسکا تصدق کرنا
واجب ہے فلو باعہ صح لقیام ملکہ لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتہہ بیچدیا تو درست ہے
کیونکہ اوسکی ملک ثابت ہے لیکن مشتری کو اچھا نہیں ہے بخلاف اوس صورت کے کہ کسی نے ایک چیز بشراء فاسد خریدی
پہر کسی کے ہاتہہ بیچدی تو مشتری ثانی کے واسطے کچھہ خرابی نہین ہے کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت مین ممتنع ہو گیا کذا
فی الحلبی عن البحر ولو وجدہ ای الرکاز غیرہ ای غیر مستامن فیہا ای فی ارض مملوکۃ لہم حل لہ فلا یردہ ولا
یخمس لانہ مباح بلا فرق بین متاع وغیرہ اور اگر معدن یا دفینہ پایا غیر مستامن نے حربیون کی زمین مملوکہ مین سے
تو اوسکو حلال ہے پس نہ پہیر دے اور نہ اوسمین سے خمس لیا جاوے اور یہہ وجہ ہے کہ گذری یعنی وہ مثل خفیہ لیجانیوالے
کے ہے کذا فی الدرر بدون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے ہم متاع کے معنون مین فقہا کا اختلاف ہے صحیح یہہ ہے
کہ متاع وہ ہے جس سے نفع لیا جاوے خواہ کپڑے ہون یا گہر کا اسباب یا کہانا یا برتن کذا فی الطحطاوی وما فی النقایۃ من ان
رکاز متاع ارض لم تملک یخمس سھو اور جو کچھہ نقایہ مین ہے کہ رکاز زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہے
مصنف نقایہ کتاب نے صدر الشریعۃ کی اور یہی ہے وقایہ مین جو اونکے دادا تاج الشریعۃ کی کتاب ہے درر مین کہا ہے کہ
یہہ صحیح نہین ہے کیونکہ شراح ہدایہ نے اور علما نے تصریح کی ہے کہ خمس واجب ہوتا ہے اوس چیز مین کہ غنیمت کے معنون
مین ہو یعنی اہل حرب کے ہاتہہ مین ہو پہر مسلمانون کے پاس آجاوے قوت بازو سے اور وقایہ مین جو مذکور ہے وہ اسطرح
کی صورت نہین ہے کیونکہ مستامن مثل چور کے ہے اور زمین دار الحرب کی مسلمانون کے ہاتہہ نہین آئی طحطاوی نے کہا
کہ اضافت رکاز کی متاع کیطرف بیانی ہے الا ان یحمل علی متاعہم الموجود فی ارضنا مگر یہہ کہ مراد لیا جاوے
متاع سے جو حربیون کا متاع دار الاسلام مین موجود ہو فرع مسئلہ لحقہ شارح کا للواجد دفع الخمس لنفسہ و
اصلہ و فرعہ و اجنبی بشرط فقرھم پانیوالے کو جائز ہے خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل یعنی باپ

پر اور اپنی فرع یعنی اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکه محتاج ہون ھ یعنی وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس مین اوسکا کام نہین نکلتا تو خود
سب کا سب رکھ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پہنچی تو خمس کا خرچ کر لینا اوسکو جائز نہین کذا فی البحر عن البدائع مین کہتا
ہون که بہین گفتگو ہے کیونکہ بعض اوقات نصاب سے زائد بھی کافی نہین ہوتا مثلاً جب کہ بانیوالا قرضدار ہو پس بہتر یہ ہے کہ حاجت
ہی پر اقتصار کیا جاوے اور حاکم نے کافی مین کہا ہے کہ جبکو رکاز کا مال ملے اوسکو گنجایش ہے کہ صرف کرے خمس مساکین پر پھر اگر
امام کو اطلاع ہو تو اوسکے کئے ہوئے کو قبول کرے اور اگر اوسکو تمام مال کی ضرورت ہو تو گنجایش ہے کہ ملنے والے واسطے رہنے دے
اور یہہ بھی گنجایش ہے کہ حاجتمندون کو دے اگرچہ اسکا باپ دادا یا اولاد ہو اور یہہ مال بمنزلہ اوس عشر کے نہین ہے کہ زمین پر
لازم ہوتا ہے کذا افادہ الشامی

باب العشر

یہہ باب ہے دسوین کے احکام مین ھ عشر کہتے ہین دس
مین سے ایک نکالنے کو اور یہان مراد وہ ہے جو عشر کی طرف منسوب ہو تاکہ شامل ہو نصف العشر اور ضعف العشر کو کذا فی الحموی اور اسکو زکوۃ
مین اسلئے ذکر کیا کہ اسکا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا ہے یجب العشر فی عسل وان قل وجوب ہو دسوان حصہ شہد مین
اگرچہ قلیل ہو ھ شامی مین کہا کہ عسل مین کسرہ ہے تنوین نہین کیونکہ مضاف ہے ارض کیطرف اور لفظ وان قل کی ضرورت نہین
اسلئے کہ مصنف کا قول بلا شرط نصاب اس سے مغنی ہے ارض غیر الخراج ولو غیر عشر یۃ کجبل ومفازۃ عشر وجب ہے
اوس شہد مین کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے پہاڑ وجنگل بخلاف الخراجیۃ لئلا یجتمع العشر و
الخراج بخلاف شہد زمین خراجی کے یعنی اوسمین عشر نہین تاکہ نہ جمع ہو وین عشر اور خراج ھ ارض غیر الخراج کے لفظ مین اشارہ
ہے کہ یہہ شامل ہے زمین عشری کو اور اوس زمین کو کہ نہ عشری ہو نہ خراجی جیسے پہاڑ اور جنگل لیکن خانیہ مین ہے کہ پہاڑ عشری ہے یعنی اگر
استعمال مین آوے تو عشری ہو کذا قالہ الشامی وکذا ایجب العشر فی ثمرۃ جبل او مفازۃ ان حماہ الامام لانہ مال مقصود
اور ایسا ہی عشر واجب ہے پہاڑی یا جنگلی پھلون مین اگر امام نے اوسکی حفاظت کی ہو اسلئے کہ وہ مال مقصود ہے ھ امام کو اوسکی
حفاظت اسلئے مقصود ہے کہ عشر واجب ہو کیونکہ اخذ مال حفاظت ہی کی جہت سے ہے تو یہہ علت اشتراط کی ہے یا یہہ کہ وہ اوس جنس سے
ہے کہ جس سے غلہ حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہے تو یہہ علت وجوب کی ہوئی کذا فی الشامی لا ان لم یحمہ لانہ کالصید لا عشر
واجب ہوگا اگر امام نے اوسکی حفاظت نہین کی جیسا شکار کہ اوسمین بھی عشر نہین ویجب فی مسقی سماء ای مطر وسیح
کنھر اور واجب ہے عشر اوس زمین مین جو مینہ سے پانی دی گئی ہو یا جاری پانی سے مثل نہر کے ھ سیح پانی کے جاری
ہونے کو کہتے ہین زمین پر یعنی نہر کا پانی یا نالون کا کذا فی مغرب بلا شرط نصاب راجع للکل بدون شرط نصاب کے
یعنی کچھ ضرور نہین کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کمتر ہو گا تب بھی عشر واجب ہو گا شارح نے کہا کہ نصاب کا نہونا سب مذکورات کیطرف
ہے یعنی شہد وپھل وغلہ وبلا شرط بقاء وحولان حول لان فیہ معنی المؤنۃ اور بدون شرط باقی رہنے تمام سال کے
اور گذرنے برس کے اسواسطے کہ عشر بمعنی مؤنۃ الارض کے ہین یعنی اجرت زمین کی تو یہہ عشر عبادت محض نہوا ھ اگر پیداوار
سال بھر مین کئی بار ہو تو ہر بار عشر واجب ہو گا اور ایسا ہی خراج مقاسمۃ یعنی بٹائیکا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک صاع یا
مثل اوسکے سالانہ مقرر ہوا کرتا ہے تو وہ ہر برس روز مین ایک بار واجب ہوا کرتا ہے مکرر نہین ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کئی بار
ہو کذا فی الشامی ولذا کان للامام اخذہ جبرا ویؤخذ من الترکۃ اور اسلئے امام کو گنجایش ہے کہ ان چیزون کا
عشر بزور لے اور ترکہ سے لیا جا سکتا ہے ویجب مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب وماذون ووقف
اور واجب ہوتا ہے یہہ عشر باوجود قرضداری کے اور لڑکے کی زمین مین اور مجنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور وقفی زمین

هم زمین کی ملک وجوب عشر کے لیئے شرط نہین لیکن پیداوار کی ملک شرط ہے، اسلئے کہ عشر پیداوار مین ہے نہ زمین مین نہین تو نتیجہ یہ
کہ مالک ہونا اور نہونا دونو برابر ہین اور رہ نہین وقفی ہین عشر اس صورت مین ہے کہ اس وقت سے اوسکو ہو یا ہو کذا فی الشامی
مختصراً وتسميته زكوٰة مجاز اور عشر کو زکوٰۃ کہنا مجاز اہے هم ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے بدایہ سے اور نہر مین اسی کی تصریح کی ہے
لیکن عنقریب اسباب مین کچھہ گفتگو ہو چکی ہے الا فی ما لا یقصد به استغلال الأرض یعنی مگر ان چیزون مین عشر نہین کہ زمین
کے محاصل مین مقصود نہون نحو حطبٍ وقصبٍ فارسیٍّ جیسے لکڑی اور سرکنڈے هم قصب لغت مین نبات مانند گرد والی کو کہتے
ہین اور فارسی کے لفظ سے احتراز ہو گیا گنّے او رقصب الذریرہ سے جسکو قصب السنبل کہتے ہین کیونکہ ان دونو مین عشر ہے کما فی الجوہرۃ
اورمعراج مین ہے کہ گنّے کے رس مین عشر نہو گنّے مین کذا فی الشرنبلالیہ وحشیشٍ وتبنٍ اور جیسے گھاس ہرا اور سوکھا هم فتح مین کہا
اگر اتنی بات ہے کہ اگر اوسکو کاٹ لیا دانہ کے انعقاد سے پہلے تو اوسمین عشر واجب ہو کیونکہ وہی مقصود ہو گیا اور ایک روایت امام
محمدؒ سے ہے کہ سوکھی گھاس مین عشر ہے کذا فی الشامی وسعفٍ وصمغٍ وقطرانٍ وخطمیٍّ واشنانٍ اور جیسے کہجور کے پتّے
اور جیسے گوند اور قطران جو ایک درخت کا عصارہ ہے اور خطمی اور اشنان وشجرِ قطنٍ وباذنجانٍ اور جیسے کپاس کا درخت
اور بینگن کا درخت هم یعنی ان دونو کے درختون مین عشر نہین بلکہ خود کپاس اور بینگنون مین عشر ہے کذا قاله الطحطاوی وبذرِ بطّیخٍ
وقثاءٍ وادویةٍ کحلبةٍ وشونیزٍ اور جیسے تربوز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیان مثل میتہی اور کلونجی کے هم کیونکہ تخم
سے مقصود ترکاریان ہوتی ہین اور اونمین عشر لازم آتا ہے خود تخم مقصود نہین ہین خانیہ مین ہے کہ دوائون مین عشر نہین ہے
جیسے کیلہ او رہلیلہ اور کندر مین کذا قال الشامی حتّی لو اشغل ارضه بها یجب العشر یہانتک کہ اگر زمین کو انہین چیزون
مین لگا دیا تو عشر واجب ہوگا هم یعنی اگر کوئی شخص زمین کو سنّے اور گہاس وغیرہ کے واسطے رکہتا ہو محاصل کے لیئے اور اوسیکو
کاٹتا ہو اور بیچتا ہو تو اوسمین عشر ہوگا کذا فی غایة البیان والبدائع اور شرنبلالی مین کہا کہ بیچنا کچھہ شرط نہین اسیلیئے قاضیخان نے
مطلق رکہا یعنی بیچنے کی قید نہین لگائی کذا فی الشامی ویجب نصفه فی مسقیِّ غربٍ ای دلوٍ کبیرٍ ودالیةٍ ای دولابٍ
لکثرة المؤنة اور نصف عشر یعنی بیسوان حصہ واجب ہے اوس زمین کی پیداوار مین جو چرس سے پانی دی گئی ہو یا رہٹ سے بسبب
زیادتی محنت کے هم یہہ وجہ ہے نصف العشر لازم آنیکی وفی کتب الشافعیة اوسقاه بماءٍ اشتراه اور کتب شافعیہ مین مذکور
ہے یا اس صورت مین کہ پانی مول لیکر دیا ہو اور یہہ ہماری قواعد کے مخالف نہین ہے یعنی اس صورت مین حنفیون کے نزدیک بھی بیسوان حصہ
لیا جاویگا کذا فی الشامی ولو سقی سیحًا وبآلةٍ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اوسکو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنی چرس وغیرہ سے تو
اعتبار کیا جاویگا اکثر کا هم یعنی اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہوگا تو بیسوان حصہ لیا جائیگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہوگا تو دسوان حصہ کذا
فی الزیلعی ولو استویا فنصفه اور اگر دونو طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہے کیونکہ زیادتی مین شک واقع ہوا اور شک سے لزوم
نہین ہوتا وقیل ثلثة أرباعه اور ایک قول یہہ ہے کہ تین ربع عشر کے اس صورت مین لازم ہین هم غایة البیان مین کہا کہ یہی قول ہے ائمہ
ثلثہ کا کہ نصف نصف دونو وظیفون کا لیا جاوے یعنی چونکہ آدہی زمین نہر کی ہوگی تو دسوین حصہ کا آدہا لازم ہوا اور آدہی دولابی تو بیسوین حصہ کا
آدہا لازم ہوا اسیلیئے تین ربع عشر کے ہوئے اور زیلعی نے روایت اول یعنی لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہے سوائمہ پر قیاس کر کے جس
صورت مین آدہے برس گہر سے گہاس دیا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤنٍ ای کلف الزرع وبلا إخراج البذر لتصریحهم بالعشر
فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کہیتی کے اور بغیر نکالنے بیج کے اسلیئے کہ علماء نے تصریح کی ہے عشر کی
کل پیداوار سے هم یعنی عشر اول صورت مین اور نصف عشر دوسری صورت مین جو لازم ہے تو کل مین سے لازم ہے بغیر جدا کرنے مزدوری

کمیر دن اور خرچ بیلون کے اور نہرون کی کہود وائی اور اجرت محافظ وغیرہ کی کذا فی الدرر ویجب ضعفہ فی ارض عشریۃ لتغلبی
مطلقاً اور واجب ہے دونا عشر کا یعنی پانچوان حصہ اوس عشری زمین مین جو تغلبی کی ہو ہر صورت مین م بنی تغلب قوم نصاری ہین یمن
حضرت عمرؓ سے صلح اسبات پر ٹھہری تہی کہ مسلمانون کا دونا اون سے لیا جاوے طحطاوی نے کہا کہ علما نے فرق نہین بیان کیا زمین کے
دولاب سے پانی دینے یا نہر کے پانی دینے مین اور مقتضا صلح کا جو اتم ہوئی یہہ ہے کہ مسلمانون کی نسبت اونسے دوچند لیا جاوے ہر صورت
مین وان کان طفلاً او انثی او اسلم او ابتاعہا من مسلم اگرچہ تغلبی لڑکا ہو یا عورت یا اسلام لے آیا یا زمین خرید کی ہو مسلمان
سے م تغلبی اگر مسلمان ہوا تو اوسکے پاس جو زمین تضعیفی موجود ہے وہ طرفین کے نزدیک تضعیفی رہتی ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک
عشری ہوجاتی ہے اور یہی حال ہے جب خریدا ہو اوس سے کسی مسلمان نے اور اگر خریدا تغلبی نے عشری زمین کو کسی مسلم سے تو شیخین
کے نزدیک تضعیفی ہوجاویگی اور امام محمدؒ کے نزدیک عشری باقی رہیگی کذا فی الحلبی او ابتاعہا منہ مسلم او ذمی لان التضعیف
کالخراج فلا یتبدل یا خریدا زمین کو تغلبی سے کسی مسلمان نے یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج کی مانند ہے پس متبدل نہو گی
م ذمی جب تضعیفی زمین تغلبی سے خریدے تو بالاتفاق تضعیفی رہتی ہے کذا فی الحلبی اور شرا کا ذکر بنا بر کثرت ہے ورنہ سب انتقالات مین یہی
حکم ہے اسمعیل عن البرجندی اور عدم تبدل خراج بالاتفاق ہے اور تضعیف مین امام ابو یوسف کا اس صورت مین خلاف ہے کہ تغلبی مسلمان
ہوجاوے یا اوس سے کسی مسلمان نے خریدی ہو کیونکہ وہ عشری ہوجاتی ہے جیسا پہلے بیان کرچکے کذا فی الحلبی واخذ الخراج من
ذمی غیر تغلبی اشتری ارضاً عشریۃ من مسلم وقبضہا منہ للتنافی اور لیا جاویگا خراج اوس ذمی سے جو تغلبی نہو اور
خریدا ہو زمین عشری کو مسلمان سے اور قبض کیا اوسکو کیونکہ عشر مین اور کفر مین منافاۃ ہے م ذمی سے خراج لینا اس صورت مین مذہب
شیخین کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک عشری ہی رہیگی اور غیر تغلبی کی قید اسواسطے لگائی کہ عشری اوسپر مضاعف ہوجاتی ہے شیخین کے نزدیک
اور قبضہ کی قید اسلئے لگائی کہ خراج واجب نہین ہوتا مگر زراعت کی قدرت سے اور زراعت پر قدرت نہین حاصل ہوسکتی بدون قبض کے
اور کفر منافی ہے عشر کے اسلئے کہ عشر مین معنی عبادت کے مین حاصل یہہ ہے کہ زمین عشری ہوتی ہے یا خراجی یا تضعیفی اور مشتری یا
مسلم ہوگا یا ذمی یا تغلبی پس جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور اپنے حال پر رہتی ہے یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک
بدستور رہتی ہے اور امام ابو یوسف کہتے ہین کہ عشری ہوجائیگی اور جب تغلبی خریدے خراجی کو تو خراجی رہیگی اور تضعیفی کو خریدے تو تضعیفی
رہیگی اور اگر عشری کو کسی مسلمان سے خریدے تو تضعیفی ہوجائیگی شیخین کے نزدیک برخلاف قول امام محمدؒ کے اور جب خریدے
ذمی غیر تغلبی خراجی یا تضعیفی کو تو بدستور رہیگی اور اگر عشری خریدے تو خراجی ہوجائیگی اگر ٹھہرے اوسکی ملک مین امام اعظمؒ
کے نزدیک کذا قالہ الشامی واخذ العشر من مسلم اخذہا منہ ای من الذمی بشفعۃ لتحول الصفقۃ الیہ اور لیا جاویگا
عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی سے شفعہ کی وجہ سے واسطے تبدل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے م یعنی گویا کہ مسلمان
نے مسلمان سے لیا ذمی کا واسطہ بیچ مین سے اوٹھ گیا کذا فی البحر وغیرہ اوردت علیہ لفساد البیع یا زمین رد کی گئی مسلمان پر بیع کی فساد
کی سبب سے م اور ردت عطف ہے اخذہا پر یعنی جسکو خریدا اوسکو ذمی نے مسلمان سے بشراء فاسد پہر وہ زمین بجہت شراء فاسد ہونے کے رد کی گئی مسلمان پر تو وہ زمین عشری رہیگی
بدستور بحر مین کہا ہے کہ رد اور فسخ کی جہت سے بیع کان لم یکن ہوگئی اسلئے کہ حق مسلمان کا یعنی بائع کا اسطرح کی بیع سے منقطع نہین ہوا
کہ ہنوز استحقاق پہیرنیکا اوسکو ثابت ہے او بخیار شرط یا رد کی گئی ہو خیار شرط کی جہت سے م یعنی جس صورت مین کہ بائع کو خیار تہا
جیسا قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح مین قید لگائی ہے اسلئے کہ خیار بائع کا منع کرتا ہے زوال ملک کو قالہ الشامی او رؤیۃ مطلقاً
یا رد کی گئی ہو بخیار رویت بہر حال یعنی رد بقضاء قاضی سے ہو یا بغیر اوسکے کذا فی الشامی او عیب بقضاء یا رد کی گئی بجہت عیب کے

قاضی کے حکم سے ہم تو ان ایجزن صورتوں میں مسلمان سے عشر لیا جائیگا ولو بغیرہ بعینت خراجیۃ لانہ اقالۃ لا فسخ اور اگر رد کی گئی بغیر حکم قاضی کے تو بیگی خراجی ہو اسطے کہ یہ اقالہ ہو نہ فسخ یعنی اقالہ بیع جدید ہوا ہو غیر متعاقدین کے حق مین کذا فی الشامی واخذ خراج ان جعل داره بستانا او مزرعۃ ان کانت للذمی مطلقا اور لیا جاویگا خراج گہر سے کہ خالی ہوا اوسکو باغ یا کہیت اگر وہ گہر ذمی کا ہو ہر صورت مین ہم یعنی عشر کے پانی سے اوسکو پانی دیا ہو یا خراج کے پانی سے اسلئے کہ ذمی خراج کے لائق ہے نہ عشر کے کذا فی البحر او لمسلم وقد سقاہا بمائہ لرضاہ بہ یا وہ گہر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے اوسکو پانی دیا خراج کے پانی سے اسواسطے کہ مسلمان راضی ہوا خراج کے ادا پر اسوجہ سے کہ اوسنے خراج کا پانی اپنے کہیت کو دیا ہم خراج کا پانی یعنی وہ نہرین کہ عجمیون نے کہودی جیسے گنگا اور جمنا کی نہرین اور اوسیکی مانند ہے سیحون وجیحون ودجلہ وفرات برخلاف قول امام محمد کے اور عشر کا پانی مینہ اور کوان اور چشمہ اور وہ دریا جو کسی کے تحت مین نہو کذا فی الملتقی وشرحہ عتابی نے اشکال کیا تہا کہ یہان مسلمان پر خراج لگانا ابتداً لازم آتا ہے شارح نے اوسکے جواب کیطرف اشارہ کیا کہ ممنوع ہے خراج بجبر لگانا ابتداءً مسلم پر اور یہان مسلمان نے چونکہ خراجی زمین سے پانی دیا خود خراج اختیار کیا جیسا زمین موات کو امام کی اجازت سے درست کرے اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوا ہے کذا قال فی البحر واخذ عشر ان سقاہا المسلم بمائہ او بہما لانہ الیق بہ اور لیا جاویگا عشر اگر پانی دیا زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے یا دونو طرح کے پانی سے اسلئے کہ عشر لائق ہے مسلمان کو کیونکہ اسمین عبادت کے معنی پائے جاتے ہین ولا شیء فی دار ومقبرۃ ولو لذمی اور کچہہ نہین لازم گہر مین اور مقبرہ مین اگرچہ ذمی کا ہو ہم کیونکہ حضرت عمر نے مساکن کو معاف کر دیا تہا اور اسی پر اجماع ہے صحابہ کا دوسری وجہہ یہ ہے کہ اسمین نمو اور زیادتی نہین اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہے اور یہی قیاس ہے مقابر مین زیلعی اور اس بیان سے یہہ ظاہر ہوا کہ پرانے اور نئے مین کچہہ فرق نہین لیکن علما نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی خراجی زمین کو معطل رکہے تو اوسپر خراج لازم ہے خانیہ مین ہے اگر خراجی زمین کو خرید کرکے گہر بنایا یا عمارت بنائی تو اوسپر اوس زمین کا خراج لازم ہوگا جیسا اوس صورت مین کہ اوسکو معطل رکہے اور ایسا ہی ذخیرہ مین ہے پہر کہا کہ فتاوی ابو اللیث مین ہے کہ جب کرین خراجی زمین کو مقبرہ یا کرایہ کے لئے یا گہر فقیرون کے لئے تو خراج ساقط ہو جاتا ہے انتہی اور یہہ دوسری روایت شاید کہ مبنی ہے منفعت عامہ پر کذا قالہ الشامی ولا فی عین قیر ای زفت اور کچہہ نہین رال کے چشمہ مین ہم اسلئے کہ رال زمین کا نما یعنی بڑہوتری نہین ہے یعنی زمین اسکو نہین پیدا کرتی بلکہ چشمہ سے جوش مارتا ہے جیسے پانی کا چشمہ تو اوسمین عشر اور خراج نہین کذا فی البحر ونفط دہن یعلو الماء مطلقا ای فی ارض عشر او خراج اور کچہہ نہین نفط مین کہ ایک روغن ہے جو پانی پر آجاتا ہے کسی صورت مین یعنی سائل وغیرہ زمین عشری مین ہو یا خراجی مین ولکن فی حریمہا الصالح للزراعۃ من ارض الخراج خراج لیکن خراجی زمین کے چشمہ کے گرد ونواح مین جو صلاحیت کہیتی کی رکہتا ہو خراج لازم ہے لان فیہا لیتعلق الخراج بالتمکن من الزراعۃ خراج نہین خود چشمہ مین اسلئے کہ خراج متعلق ہے کہیتی کی قدرت پر ہم یہہ عبارت ہے الصالح لہا کی اور خراج وظیفہ مین ہو سکتی ہے اور خراج مقاسمہ کا حکم مانند حکم عشر کے ہے کذا قالہ الشامی واما العشر فیجب فی حریمہا العشری ان زرعہ لانہ لا یتعلقہ بالخارج اور عشر واجب ہے عشری زمین کے چشمہ کے گرد ونواح مین بشرطیکہ بوئے اور نہین تو نہین لازم کیونکہ عشر پیدا وار سے متعلق ہے ویوخذ العشر عند الامام عند ظہور الثمرۃ وبدو صلاحہا برہان وشرط فی النہر امن فسادہا اور لیا جاویگا عشر امام صاحب کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پہل کے اور وقت ظاہر ہونے اوسکی درستی کے یعنی گدر ہونیکے کذا فی البرہان اور نہر مین شرط کیا ہے کہ فساد سے امون ہو جاوے ہم جوہرہ مین کہا ہے کہ خلاف ہے عشر کے وقت مین جو کہیتون اور پہلون مین سے لیا جاتا ہے پس امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہین کہ اوسوقت لیا جاتا ہے کہ جب پہل ظاہر ہوا اور فساد سے محفوظ ہوا اگرچہ کاٹنے کے لائق نہو یعنی اس درجہ کو پہونچے کہ اوس سے انتفاع ہوسکے اور امام ابو یوسف کہتے ہین کہ جب کاٹنے کے لائق ہوا اور امام محمد کہتے ہین کہ جب کٹ جاوے اور کہلیان لگایا جاوے کذا فی الشامی ویحل نصاحب ارض خراجیۃ اکل غلتہا قبل

ادا یہ خراج اچہا اور نہین حلال خراجی زمین دالے کو کہ کہا دی اوسکی آمدنی خراج کے ادا سے پہلے م بعضون نے کہا کہ یہہ حکم خراج مقاسمہ کا ہی اسلئے کہ خراج موظف ذمہ پر
لازم ہوتا ہی پیداوار سے اوسکو علاقہ نہین اور بعضون نے کہا ہی کہ خراج وظیفہ بہی ایسا ہی ہی اسلئے کہ امام یعنی حاکم کو حبس کا حق ہی خراج کے ادا کے لئے پس اگر پیداوار
کو مالک کہا جاوے تو امام خراج کہان سے لے کذا فی الذخیرہ طحطاوی نے کہا کہ واقعات مین ہی نقلا عن البزازیہ کہ پیداوار سے کہانا درست نہین قبل ادا کرنے
خراج کے اور ایسا ہی قبل ادا کرنے عشر کے مگر جب کہ مالک عزم ادا عشر کا رکہتا ہو اور یہہ قید مستحسن ہے کذا فی الشامی ولا یاکل من طعام العشر حتی یودی
العشر وان اکل ضمن عشرہ مجمع الفتاوی اور نہ کہاوے مالک لائق عشر پیداوار سے یہانتک کہ ادا کرے عشر اور اگر کہاویگا تو اوسکی عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی
م شرح الملتقی مین مضمرات سے منقول ہی کہ اگر دستور کے موافق تہوڑا سا کہالے تو اوسپر کچہہ لازم نہین فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی الطحطاوی
وللامام حبس الخارج للخراج اور امام کو پہنچتا ہی کہ پیداوار کو روک رکہے واسطے وصول خراج کے ومن منع الخراج سنین لا یوخذ لما مضی
عند ابی حنیفة خانیہ اور جس شخص نے خراج چند سالہ نہ ادا کیا ہو تو گذری برسون کا خراج نہ لیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک کذا فی الخانیہ م اور
یہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب الجزیہ مین مع شیء زائد مذکور ہی اور خانیہ کا یہہ قول محمول ہی اوس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہو جیسا دوسری عبارت سے
خانیہ کی معلوم ہوتا ہی کذا فی الشامی مختصرا وفیہا من علیہ عشر او خراج اذا مات اخذ من ترکتہ وفی روایة لا بل یسقط بالموت والاول
من ظاہر الروایة اور خانیہ مین ہے جسپر عشر یا خراج ہو جب مر جاوے تو اوسکی ترکہ سے لیا جاوے اور ایک روایت یہہ ہی کہ نہ لیا جاوے بلکہ موت کی جہت سے
ساقط ہو جاتا ہی اور اول ظاہر الروایت ہی م شامی نے کہا کہ ذخیرہ مین ہی کہ نہین ساقط ہوتا عشر بسبب مرنے دوسری شخص کے جسکے ذمہ ہی ظاہر الروایة مین
اور ابن المبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ساقط ہو جاتا ہی پہر دو روایتون کے بعد ہی کہ ساقط ہوتا ہی خراج اوسکے مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہے
جب کہ وہ خراج موظف ظاہر الروایة مین اور ابن المبارک نے کہا کہ ساقط ہو جاتا ہی پس معلوم ہوا کہ بنا بر دونو روایتون کے فرق ہی درمیان عشر و خراج
کے اور سقوط مین خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہین ہوتا مانند عشر کے ظاہر الروایت مین انتہی فروع مسائل
ملحقہ شارح کے تمکن ولو یزرع وجب الخراج دون العشر قادر ہوا زمین کا قابض زراعت پر اور نہ بویا تو خراج واجب ہے نہ عشر م یعنی خراج موظف
اور خراج مقاسمہ واجب نہین ہوتا جیسا پہلے گذر چکا اور مصنف بہی باب العشر والخراج مین ذکر کریگا کذا قالہ الشامی ویسقطان بہلاک الخارج
اور ساقط ہو جاتے ہین دونو یعنی عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہو جانے سے لیکن موظف اگر کہیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہو جاوے تو ساقط ہو جاتا ہی
اور بعد کٹنے کے نہین کذا قالہ الحلبی والخراج علی الغاصب ان زرعہا وکان جاحدا ولا بینة لربہا اور خراج غاصب کے ذمہ پر
ہے اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہون م خانیہ مین ہی کہ وہ زمین کہ اوسکا خراج مقرر ہی کسی شخص نے اوسکو
غصب کر لیا اور غصب کا منکر ہے اور مالک کے پاس گواہ نہین اگر غاصب نے اوسکو نہین بویا تو خراج کسی پر نہین اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت
سے زمین ناقص نہین ہوئی تو خراج غاصب پر ہے اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو یا مالک کے پاس گواہ ہون اور زراعت کی وجہ سے زمین مین
کچہہ نقصان نہین آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہی اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہونچا ہو تو امام صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہے نقصان تہوڑا
ہو یا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا بدلے ضمان نقصان کے جو غاصب کے ذمہ ہے اور یہی تفصیل ہی زمین عشری کی غصب مین کذا قالہ الشامی
والخراج فی بیع الوفاء علی البائع ان بقی فی یدہ اور بیع بالوفا مین خراج بائع پر ہے اگر زمین اوسکے قبضہ مین رہے م بیع الوفا
کا نام بیع الطاعت بہی ہے اسمین شرط ہوتی ہی کہ مبیع بائع کو پہیر دیجاتی ہے جب وہ ثمن مشتری کو پہیر دے اور اسکا بیان آخر کتاب البیوع مین
آویگا انشاء اللہ تعالی ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع اور اگر کہیتی کو بیچا پس اگر پکنے سے پہلے
بیچا تو عشر مشتری پر ہے اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہو م اور یہہ شامل ہی اس صورت کو کہ کہیتی کو بیچا یا اور مشتری نے مالک کی اجازت سے پکنے تک
بدستور رہنے دیا تو طرفین کے نزدیک عشر مشتری پر ہی اور ابو یوسف کے نزدیک ہری کٹی ہوئی کہیتی کی قیمت کے برابر تو بائع پر ہی اور باقی مشتری پر

یہہ حال کھیتی کی بیع کا ہی کذا فی الفتح اور اگر کھیت بدون کھیتی کے بیچا اور مشتری کے سپرد کر دیا اگر اسقدر مدت باقی رہی کہ اوسمین کھیتی کر سکتا ہو تو عشر
مشتری پر ہی نہین تو بائع پر اور مدت کے اندازہ کے باب مین فتویٰ تین مہینے پر ہی اور اگر بیچدیا مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اوسنے تیسرے کے ہاتھ یہانتک
کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم نہوگا یعنی کسی کے ہاتھ مین اسقدر مدت نرہی کہ زراعت کرسکے دوسرے برس کے آنے سے پہلے
کذا قالہ الشامی والعُشر علی المؤجر کخراجٍ مُوَظَّفٍ وقالا علی المستأجر اور عشر اوپر اجارہ دینے والے کے ہی امام صاحب کے نزدیک
جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر ہے اور کہا ہی صاحبین نے کہ اجارہ لینے والے پر ہے ھم یعنی اگر زمین کو اجارہ دیا تو عشر امام کے نزدیک
موجر پر ہی اجرت مین سے جیسا تاتارخانیہ مین ہے اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر فتح القدیر مین ہے کہ صاحبین کی دلیل یہہ ہی کہ عشر متعلق پیداوار کے
ساتھ ہی اور وہ مستاجر کا ہی اور امام صاحب کی دلیل یہہ ہی کہ زمین کا نما جیسا زراعت سے ہوتا ہی ویساہی اجارہ سے بھی ہوتا ہی تو یہان اجرت مقصود
ہے جیسا پھل نرما حقیقت مین موجر کے پاس ہے اور وہی مالک بھی ہے تو عشر کے وجب ہونیکے لئے بھی اولی ہے کمُسْتَعِیرٍ مسلمٍ مانند
عاریت لینے والے مسلم کے ھم یعنی جیسا عاریت کی صورت مین کہ اگر کسی مسلمان نے زمین عاریت لی تو مستعیر کے اوپر خراج ہی اور زفر کے نزدیک عاریت
دینے والے پر ہی کیونکہ جب اوسنے اپنی طرف سے مستعیر کو بخوشی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اسی پر لازم ہوا جیسا موجر کا حال ہے ہم کہتے ہین کہ موجر
نے منفعت زمین کی حاصل کی کہ قائم مقام پیداوار کے ہوئی بخلاف معیر اور مسلم کے قید سے مسئلہ نکالا گیا کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر معیر پر ہے
بالاتفاق کیونکہ اوسنے حق فقراء کا عاریت لینے کی وجہ سے کہو دیا کذا فی درر البحار یعنی اسوجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہین ہو لیکن بدائع مین ہی کہ اگر
کافر نے عاریت لی تو صاحبین کے نزدیک عشر اوسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتین مین ایک روایت مین تو ایساہی ہی اور ایک
روایت مین مالک پر تامل کذا فی الشامی وفی الحاوی بقولهما نأخذ اور حاوی مین ہی کہ صاحبین کے قول کو ہم اخذ کرتے ہین وفی المزارعة
ان کان البذر من رب الارض فعلیه ولو من العامل فعلیهما بالحصة اور جو زمین مزارعت پر دیجاوے پس اگر بیج مالک کی
طرف سے ہو تو عشر اوسپر ہے اور اگر مزارع کی طرف سے ہے تو دونون پر حصہ رسد ہے ھم واضح ہو کہ عقد مزارعت اسکو کہتے ہین کہ زمین اور بیج اور
بیل اور کام مین سے کچھہ ایک شخص کا ہو اور کچھہ دوسرے کا امام اعظم کے نزدیک مزارعت کی سب قسمین باطل ہین مگر صاحبین کے نزدیک تین قسمین
جائز ہین اول یہہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہون اور بیل اور کام دوسرے کا دوسری یہہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسری یہہ کہ کام ایک کے
ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتین صاحبین کے نزدیک باطل ہین تو یہہ تفصیل جو شارح نے بیان کی ہے نہ تو امام صاحب کے قول پر مبنی ہے نہ
صاحبین کے اسلئے کہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہی خواہ بیج اوسکا ہو یا نہو اور صاحبین کے نزدیک دونون پر ہے حصہ رسد اور یہی مذکور
ہے اکثر کتب مین تو شارح کو مناسب تہا کہ اکثر کتب کی متابعت کرتا یہہ حال عشر کا ہی اور خراج بالاتفاق مالک پر ہے کذا فی الطحطاوی والشامی و
مَن له حظ فی بیت المال وظفر بما هو مُوجَّه له له اخذه دیانةً اور جسکا حق بیت المال مین ہو اور وہ خوش اسلوبی سے اوسپر قابو
پا گیا تو اوسکا لے لینا اوسکو دیانةً جائز ہی ھم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ بیت المال کے حقدار کو پہنچتا ہے لے لینا جہان سے پاوے
اگرچہ اوس خاص مد مین سے نہو جو اوسکے واسطے مقرر ہے اور یہہ علما کے ظاہر کلام کے خلاف ہے ورنہ مدون کی چار قسمین کرنے کا کیا فائدہ ہاں
امام کو البتہ پہنچتا ہی کہ وقت ضرورت ایک مین سے قرض لیکر دوسری مصارف مین صرف کرے پہر جو قرض لیا اوسکو اوسکی جگہہ رکھدے
تو یہہ مسئلہ البتہ یون چاہتا ہی کہ دوسری مد مین سے بھی امام کو دیدینا جائز ہی پس مسئلہ مذکورہ مین اگر حقدار کو اپنے حق پر پہنچنا ممکن ہو تو اوس
مد سے جسمین اوسکا حق ہے دوسری سے لینا درست نہین مگر ضرورت کے لئے جائز ہی اسلئے کہ ضرورت مین اگر نہ جائز ہو تو لازم آتا ہی کہ کوئی
حقدار فی زماننا اپنے حق کو نہ پہنچے کیونکہ بیت المال کی مدات جدی جدی نہین ہوتی بلکہ سب مال کو اکٹھا کر رکہتے ہین کذا قاله الشامی والمواهب
صرف ودیعةٍ مات ربها ولا وارث لنفسه او غیره من المصارف اور جس شخص نے کسی کی ودیعت رکہی پہر مالک مرگیا اور

کوئی وارث نہین تو اوسکو اپنے نفس پر یا اپنے سوا کسی اور پر صرف کرنا جائز ہی اگر مصرف ہون **م** امام حلوانی نے کہا جب کسی کے پاس ودیعت رکھی ہو اور جسنے ودیعت رکھوائی تھی یعنی مالک بلا وارث مرگیا ہو تو ودیعت رکھنے والیکو اپنی ذات پر خرچ کرنا فی زماننا جائز ہی اسلیئے کہ اگر اوسکو بیت المال مین دیدیگا تو ضائع ہوگی کہ بیت المال والے مصارف مین صرف نہین کرتے پس اگر یہہ شخص مصرف زکوة ہی تو اپنی ذات پر صرف کری اور اگر مصارف صدقات سے نہین تو اور کسی پر جو مصرف ہو صرف کرے کذا فی الشامی **دَفعُ النائبۃِ والظلمِ عن نفسِہ اولٰی اِلّا اذا تحمّلَ حصّتہُ باقیھم** دفع کرنا تاوان اور ظلم کا اپنے نفس سے بہتر ہی مگر اوس صورتمین کہ اوسکا حصہ باقی جماعت پر پڑے **م** نائبہ وہ جو بادشاہ وغیرہ کیطرف سے لازم ہو حق یا ناحق جیسا قنیہ مین ہے منقول عن البزدوی اور مراد بیان وہ ہی جو ناحق ہو اسیواسطے ظلم کو بطور عطف تفسیری کے ذکر کیا اور اوسی مین یہہ بھی ہے کہ شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہے کہ اگر کسی جماعت پر کوئی جبئی ناحق لگائی جاوی تو بعض کو اونمین سے پہنچتا ہے کہ اپنی ذات پر سے اوسکو دفع کرے جس صورت مین کہ اوسکا حصہ باقیون پر نہ لگایا جاوے ورنہ بہتر یہہ ہے کہ اپنی ذات پر سے نہ دفع کرے کذا قالہ الشامی **وتصحُّ الکفالۃُ بھا** اور نائبہ کی کفالت جائز ہے **م** نائبہ کی دو قسمین ہین ایک حق ایک ناحق قسم اول جیسے نہر کھدوانا عوام کی منفعت کے لئے اور محلہ کی چوکیدار کی اجرت اور لشکر کو سامان دینے کے لئے امام جو مقرر کرتا ہے اور مسلمان قیدی جو کفار کے ہاتہ مین اسیر ہین اونکا چھڑانا تو اگر ان اشیاکی ضرورت ہو اور بیت المال مین کچھہ نہو اور لوگون پر اوسکو حصہ رسد بہانٹ دیا جائے تو اس قسم کے نائبہ کی کفالت بالاتفاق جائز ہے دوسری قسم جو ناحق ہے جیسے اس زمانہ کے تاوان پس یہہ بھی مطالبہ مین مانند اور دیون کے ہے اور صحت کفالت کے معنی نائبہ ناحق مین یہہ ہین کہ کفیل نے جب اوسکی امر سے کفالت کی اور روپیہ دیدیا تو مطالبہ اپنے روپیہ کا اوس سے کرسکتا ہی نہ یہہ کہ ظالم کو حق مطالبہ کا کفیل سے ثابت ہوجاتا ہی کذا قالہ الشامی **ویؤجرُ من قامَ بتوزیعِھا بالعدلِ وانْ کانَ الاخذُ باطلاً** اور ثواب پاتا ہے وہ شخص جو نائبہ کی تقسیم کردے انصاف کی روسے اگرچہ لینا باطل اور ناحق ہو **م** یعنی ہر ایک پر بقدر اوسکی طاقت کے تقسیم کردی اسلیئے کہ اگر اوسکی تقسیم ظالم کے حوالہ ہوگی تو بہتیرے غربا کے ذمہ پر طاقت سے زیادہ لگا دیگا تو یہہ ظلم پر ظلم ہوگا اگر کوئی شخص انصاف سے اوسکو تقسیم کردی تو ظلم مین کمی ہوجاویگی اسیواسطے اوسکو اجر ہوگا اور ایسا آدمی فی زماننا مثل اکسیر کے ہے قالہ الشامی **وھذا یُعرفُ ولا یُعرَّفُ کفّاً لمادّۃِ الظلمِ** اور یہہ مسئلہ سیکہا جاوے اور نہ بتلایا جاوے واسطے روکنے مادہ فساد کے **م** مشار الیہ کلام مین مذکور نہین اور اوسکی اصل قنیہ مین ہی اسطرح کہ کہا ابو جعفر بلخی نے جو لگاتا ہی بادشاہ رعیت پر اونکی مصلحت کے لئے ہوجاتا ہے دین واجب اور حق مستحق مثل خراج کے اور ہمارے مشائخ نے کہا کہ جوکچھہ امام مقرر کردی لوگون پر اونکی مصلحت کے لئے اون سب کا یہی حکم ہے یہانتک کہ محافظون کو رستون پر معین کرنا اور چوری کی انسداد کے لئے چوکیدار مقرر کرنے اور یہانتک اونکی اور کوچہ بندی کرنے اور یہہ امر اب معلوم کرلینا چاہئے اور بتلانا نہ چاہئے فتنہ کے خوف سے یعنی تاکہ حکام کو جرأت زیادہ ستانے پر نہو مین کہتا ہون کہ اسمین اتنی قید اور چاہئے کہ یہہ اوس صورت مین ہے کہ بیت المال مین اسقدر روپیہ نہو کہ اس کام کے لئے کافی ہو جیسا باب الجہاد مین آویگا انشاء اللہ تعالے کذا قالہ الشامی **ویجوزُ ترکُ الخراجِ للمالکِ لا العشرِ** اور جائز ہی چھوڑدینا خراج کا مالک کو نہ عشر کا **م** یہہ باب الجہاد مین متن اور شرح مین مذکور ہی کہ اگر بادشاہ یا نائب اوسکا خراج چھوڑدی زمین والے کو یا بخشدی اگرچہ سفارش ہی سے ہو تو جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور مالک کو حلال ہے اگر مصرف ہو ورنہ اوسکو تصدق کردے اسی پر فتویٰ ہے اور حاوی مین جو راجح کرکے بیان کیا ہی کہ اگر مصرف نہو تب بھی حلال ہی سو یہہ مشہور کے خلاف ہی اور اگر عشر کو چھوڑدے تو بالاجماع نہین جائز ہی اور خود اوسکو فقیرون کو دیدی کذا فی السراج **وسیجیٔ تمامُہ مع بیانِ بیوتِ المالِ ومصارفِھا فی الجہادِ ونظمَھا ابنُ الشحنۃِ فقال** اور اسکا بیان مع بیت المال کے اقسام اور مصارف کی کتاب الجہاد مین آویگا اور اسکو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا ہے ؎ **بیوتُ المالِ اربعۃٌ لکلٍّ ٭ مصارفُ بیّنتھا العالمونَ** بیت المال چار قسم ہے ہر ایک کے لئے مصرف جداگانہ ہے کہ انکو علماء نے بیان کیا ہے **م** شرنبلالی نے اپنے رسالہ

مین ذکر کیا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ امام کو چاہئے کہ ہر قسم کا بیت المال جدا رکھے اور انمین ایک دوسری کو نہ ملاوے اور جب امام کو کسی مصرف کی ضرورت ہو اور اوس مصرف کے خزانہ مین اسقدر نہو جو اس کام کو پورا کر سکے تو دوسری بیت المال سے قرض لیکر کار روائی کرے پہر جب اوس مصرف کا مال آجاوے تو جس جگہ سے وہ مال قرض لیا اوسکو ادا کرے مگر جس صورت مین کہ مال کا صدقہ ہو یا غنیمت کا خمس اور اگر اوسکو خراج والون پر صرف کیا ہو اور وے فقیر ہون تو کچہ پہیرنا نچاہئے کیونکہ فقیر ہونیکی جہت سے وہ مستحق صدقہ کے ہین کذا قالہ الشامی

ع فاولها الغنائم والكنوز * ركاز بعدها المتصدقونا

چار قسمون مین کا پہلا بیت مال الغنائم والکنوز والرکاز ہے یعنی اوسکو بیت مال الخمس والمعادن والرکاز کہتے ہین اور رکاز مین الف لام اور حرف عاطف ضرورت شعری کی جہت سے حذف کیا گیا اور بعد اسکی بیت مال المتصدقین ہے یہہ دوسرا بیت المال ہے اور بہتر یہہ تہا کہ بعدہ کہتا کیونکہ اول کیطرف ضمیر پہرتی ہے مگر یون کہا جاوے کہ اولہا کا مضاف الیہ مؤنث ہے اس جہت سے گویا اول نے تانیث کا اکتساب مضاف الیہ سے کیا یا یہہ کہ ضمیر غنائم وغیرہ کی طرف پہیری جاوے حاصل یہہ کہ دوسرا بیت اموال المتصدقین ہے یعنی زکوۃ سوائم کی اور اراضی کا عشر اور جو عاشر مسلمان تاجرون سے لیتا ہے کذا فی الشامی نقلا عن البدائع

ع وثالثها خراج مع عشور * وجالية يليها العاملونا

اور تیسرا خراج ہے مع عشر بنی تغلب وغیرہم کے اور جزیہ کہ متولی ہوئے ہین اوسکے کارپرداز حاکم کے ہم بدائع مین کہا کہ تیسرا زمینون کا خراج اور جزیہ جو فی کس مقرر کیا جاتا ہے اور جو بنی نجران سے کپڑون پر صلح واقع ہوئی تہی اور جو صدقہ مضاعف کہ بنی تغلب پر بصلح قرار پایا تہا اور وہ جو عاشر ذمی تاجرون سے لیتے ہین یا حربی مستامن سے اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین زیلعی سے یہہ زیادہ کیا ہے کہ ہدیہ حربیون کا اور جو اون سے بغیر قتال کے لیا جاوے یا کچہ بسبب مصالحہ واسطے ترک قتال کے لیا جاوے پہلے اس سے کہ لشکر کی اونپر چڑہائی ہو پس عشور سے مراد وہ ہے جو اہل ذمہ اور مستامنون سے لیا جاتا ہے اس قرینہ سے کہ خراج کے ساتہہ ذکر کیا ہے اور وہ عشر جو مسلمانون سے لیا جاتا ہے اوسکا ذکر زکوۃ کے ساتہہ مین آچکا دوسری قسم مین اور جالیہ اہل ذمہ ہین کیونکہ حضرت عمر نے اونکو عرب سے جلاوطن کر دیا تہا پہر عرف مین جزیہ کو کہنے لگے

ع ورابعها الضوائع مثل مال * يكون له اناس وارثونا

اور چوتہا بیت المال ضوائع یعنی لقطون کا ہے مانند اون اشیاء کے کہ نہو اونکا کوئی وارث ہم ضوائع جمع ضائعہ کی ہے یعنی لقطہ و قولہ مثل مال الخ یعنی مانند اوس ترکہ کے جسکا کوئی وارث بالکل نہو یا ہو لیکن اوسپر رد نہو سکتا ہو جیسے زوجین مین سے کوئی سا ہو اور ظاہر یہہ ہے کہ مالا یکون کو بحذف حرف عطف معطوف کہین ضوائع پر اسواسطے کہ شرنبلالی نے دیت مقتول کی کہ اوسکا کوئی ولی نہو بہی اسی قسم مین شامل کی ہے اور دیت منجملہ ترکہ مقتول کے ہے اور اسیوجہ سے اوسکا دین اوسمین سے ادا کیا جاتا ہے کذا قالہ الشامی

ع فمصرف الاولين اتى بنص * وثالثها حواه مقاتلونا

پس مصرف دونو پہلی قسمون کا منصوص ہے قرآن شریف مین مصرف الاولین مین حرکت ہمزہ کی نقل کر کے لام کو دی واسطے ضرورت وزن کے یعنی مصرف قسم اول کا کہ بیت الخمس ہے مذکور ہوا آیہ واعلموا انما غنمتم من شیء مین اور اوسکا بیان جہاد مین آویگا اور مصرف دوسری قسم کا یعنی بیت الصدقات کا مذکور ہے آیہ انما الصدقات للفقراء الخ مین اور اسکا بیان عنقریب آتا ہے اور تیسری قسم یعنی خراج الاراضی وغیرہ لیتے ہین اوسکو مقاتل

ع ورابعها فمصرفه جهات * تساوى النفع فيها المسلمونا

اور چوتہی قسم کا مصرف وہ صورتین ہین جن مین نفع سب مسلمانون کو پونہچتا ہے ہم یہہ موافق ہے اوسکے جو ابن ضیاء نے شرح غزنویہ مین بزدوی سے نقل کیا ہے یعنی یہہ کہ صرف کیا جاوے مسلمانون کے منافع مین مثل تعمیر پلون اور رباط اور مساجد اور ثغور یعنی اعداء کے روکنے کے دائرہ اور قاضیون اور عملاء کے روزینے اور مجاہدون کی قوت اور ان سب کی اولاد کی قوت مین اور جو اسکے مشابہ ہون لیکن مخالف ہے اوسکے جو ہدایہ اور زیلعی مین ہے یعنی ہدایہ اور اکثر کتب مین یہہ ہے کہ جو مصالح مسلمین مین صرف ہوتا ہے وہ تیسری قسم کا ہے اور چوتہے کا مصرف جو مشہور ہے وہ یہہ ہے کہ لقیط

جو فقیر ہو اور اور فقرا جنکا کوئی ولی نہو تو اس قسم سے اونکا نفقہ اور دوا اور کفن اور جنایت کا عوض خرچ کیا جاوے جیسا زیلعی وغیرہ مین ہے حاصل
یہہ ہے کہ اسکا مصرف عاجز فقرا ہین پس اگر ناظم رابع کو ثالث کی جگہ رکہتا یعنی ورابعہا حواہ عاجزون وثالثہا فمصرفہ جہات کہتا تو اکثر کتابون کے
موافق ہوتا کذا قالہ الشامی **باب المصرف** ای مصرف الزکوٰۃ والعشر یہہ باب ہے مصرف زکوۃ اور عشر
کے خرچ کے مواقعون کے بیان مین ہم سابق گذر چکا کہ عشر سے مراد منسوب الی العشر ہے یعنی عشر اور نصف عشر اور ربع العشر قہستانی مین ہے
کہ جو مصرف عشر کا ہے وہی مصرف صدقہ فطر اور کفارہ اور نذر اور واجب صدقون کا ہے واما خمس المعدن فمصرفہ کالغنائم اور
معدن کے خمس کا مصرف مانند غنیمت کے ہے ہم یہہ جملہ اقتصار زکوۃ وعشر کی وجہ کی طرف اشارہ ہے یعنی خمس معدن کا ذکر کرنا اس جگہ
مناسب نہین اگرچہ عنایہ اور معراج مین ذکر کیا ہے اور اولے یہہ تہا کہ شارح خمس الرکاز کہتا تاکہ کنز کو بہی شامل ہوتا کیونکہ مصرف مین کنز بہی مثل
معدن کے ہے کذا فی الشامی هو فقیر هو من له ادنی شیء ایک مصرف زکوۃ وعشر کا فقیر ہے اور فقیر وہ ہے جسکے پاس تہوڑا مال ہے ہم فقیر
کو مقدم کیا آیت شریف کے اتباع سے اور اسلئے کہ فقر شرط ہے جمیع اقسام مین سوا عامل اور مکاتب اور مسافر کے اور شئے سے مراد نصاب
نامی ہے اور ادنی سے مراد اس سے کم اور ظاہر یہہ تہا کہ کہتا لا یملک نصابا نامیا لیکن چونکہ تمیز فقیر اور مسکین مین مقصود ہے نہ غنی مین اور
فقیر مین اور مسکین کے معنی یہہ ہین کہ اوسکے پاس کچہہ نہو تو اوسکے مقابلہ کی جہت سے فقیر کے یہہ معنی ہوئے کہ اوسکے پاس کچہہ مال ہو کذا
فی الشامی مختصرا ایضرف ای دون نصاب او قدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجۃ یعنی کم ہو نصاب نامی سے یا غیر نامی نصاب کی برابر
ہو اور حاجت مین مشغول ہو ہم حاجت مین مشغول جیسے رہنے کا گہر اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور اپنے پیشہ کے آلات اور کتابین
جسکو اونکی ضرورت ہو پڑہانے مین یا یاد کرنے مین یا تصحیح مین جیسا زکوۃ کے شروع مین بیان اسکا گذرا پس اگر یہہ چیزین مستغرق بالحاجۃ
ہین تو مالک کو مباح ہے زکوۃ کا لینا نہین تو حرام ہے بلکہ اس شخص پر زکوۃ کے سوا اور حقوق لازم ہونگے یعنی صدقۃ الفطر اور قربانی
اور اپنے قریب محرم کا نفقہ کذا فی البحر وغیرہ ومسکین من لا شیء له علی المذهب دوسرا مصرف زکوۃ وعشر کا مسکین ہے
یعنی وہ شخص جسکے پاس کچہہ نہو بنا بر مذہب صحیح ہم یعنی مذہب یہہ ہے کہ مسکین زیادہ تنگ حال ہے فقیر سے اور بعض نے اسکے
برعکس کہا ہے لیکن پہلا اصح ہے کذا فی البحر اور یہی قول ہے اکثر سلف کا اور عطف سے مفہوم ہوا کہ فقیر اور مسکین دو صنفین ہین
مصارف کی اور یہی امام صاحب کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ یہہ دونو ایک ہی صنف ہین کذا فی الشامی عن النہر لقوله تعالی
او مسکینا ذا متربة بدلیل قول حق سبحانہ تعالی کے یا مسکین خاک مین ملا ہم یعنی اپنی جلد مٹی مین کرتا کہود کر چہپا رکہی ہو کہ قائم مقام آزار کے
ہو ازار نہونیکی جہت سے یا اپنے پیٹ کو زمین سے لگا رکہا ہے بہوک کی شدت سے اور آیت شریف سے استدلال اسبات پر موقوف ہے
کہ ذا متربۃ صفت کاشفہ ہے احترازی نہین ہے اور اکثر اسکے مخالف ہین باقی فتح القدیر مین مذکور ہے وآیة السفينة للترحم اور
آیت سفینہ مین مساکین کا اطلاق واسطے ترحم کے ہے ہم جو لوگ فقیر کو زیادہ تنگ حال کہتے ہین وہ آیہ اما السفینة فکانت لمساکین
یعملون فی البحر سے استدلال کرتے ہین کہ اونکی کشتی تہی پہر اونکو مساکین فرمایا اسکا جواب دیا کہ اونکو مساکین ترحما کہا ہے اور دوسرا
جواب بہی دیا گیا ہے کہ وہ کشتی اونکی ملک نتہی بلکہ وہ مزدور تہے یا بعاریت تہی کذا فی الفتح اس صورت مین لام واسطے اختصاص کے ہوا
نہ واسطے ملک کے کذا قالہ الشامی وعامل یعم الساعی والعاشر تیسری صنف مصرف کی عامل ہے اور یہہ عام ہے ساعی اور عاشر کو ساعی
وہ کہ قبائل مین سوائم کا صدقہ لینے کو جاوے اور عاشر وہ جو امام نے عشر وغیرہ لینے کو سڑک پر معین کیا ہو فیعطی ولو غنیا لا هاشمیا
لانه فرغ نفسه لهذا العمل فیحتاج الی الکفایة والغنی لا یمنع من تناولها عند الحاجة کابن السبیل بحر عن البدائع
سو عامل کو زکوۃ کے مال مین سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہو اسلئے کہ اوسنے اپنی ذات کو اسکی مین لگا دیا پس اسکو

ضرورت سے خرچ کی کہ اوسکو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کے وقت اوسکی ممانعت نہین ہے جیسے مسافر کذا فی البحر نقلا عن البدائع م یعنی عامل اپنے عمل کی اجرت لیتا ہے اسلیئے اگر زکوۃ ادا کرنے والے امام کو خود ادا کرین تو عامل کو کچھہ نہین ملیگا اور اگر ہلاک ہو جاویگا سب مال عامل کا جمع کیا ہوا تب بھی عامل کو کچھہ نہ ملیگا لیکن اسمین شبہہ صدقہ ہونے کا ہے بدلیل ساقط ہونے زکوۃ کے مال والون کے ذمہ سے سو اس جہت سے عامل ہاشمی کو لینا حلال نہین کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہہ سے بھی بچایا جائے اور غنی کو حلال ہے کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبہ کو شرافت مین نہین پہونچتا تو اوسکے حق مین شبہہ معتبر نہوا زیلعی علاوہ برین عامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت صریح حدیث مین موجود ہے اور نہایہ مین ہے کہ اگر عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اوسکو اسمین سے روزینہ دیوین تو اوسکو لینا نہین چاہیئے اور اگر وہ یہہ کام کرے اور روزینہ دوسری جگہ سے دیا جاوے تو کچھہ مضائقہ نہین بحر مین کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اوسکو اس کام پر مقرر کرنا درست ہے اور اوسکو اجرت صدقات سے لینا مکروہ ہے نہ حرام الخ مراد کراہت تحریمیہ ہے کیونکہ علماء اسکو لایحل سے تعبیر کرتے مین کذا قالہ الشامی وبہذا التعلیل یقوی مانسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی مالا بد منہ کذا ذکرہ المصنف اور اس توجیہ کے بیان سے قوی ہوتی ہے وہ روایت جو منسوب ہے واقعات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوۃ لینا جائز ہے اگرچہ غنی ہو جب اپنے آپ کو لگا دے پڑھنے پڑھانے مین کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہے اور حاجت ضروریات کیطرف ہوتی ہے یہی ذکر کیا ہے مصنف نے م یعنی انسان کو بہت سی چیزون کی ضرورت ہوتی ہے اگر زکوۃ لینا اوسکو جائز نہو اور کسب کی فرصت نہین تو جو اوسکے پاس ہے وہ فنا ہو جائیگا پھر وہ محتاج ہو جاویگا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہیگا پھر دین سست ہو جاویگا اور یہہ خاص مسئلہ مخالف ہے اوسکے جو علماء نے غنی کو زکوۃ لینا مطلقا حرام کہا ہے اور اس مسئلہ پر کسی نے اعتماد نہین کیا ہے کذا قالہ الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی کا ٹھیک ہے اور بہتر ہے کہ طالب علم کو فقیر کی قید کے ساتھہ مقید کرین اور طالب علم فقیر کو مال زکوۃ وغیرہ کے سوال کے لئے اجازت ورخصت دیجاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر قادر ہو فیقدر لہ عملہ مایکفیہ واعوانہ بالوسط یعنی عامل کو اجرت دیجاوے اوسکی عمل کے موافق اسقدر کہ اوسکو اور اوسکے عملہ کو کفایت کرے اوسط مرتبہ پر م اسلیئے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کھانے پینے مین حرام ہے کیونکہ اسراف ہے اور امام کے ذمہ ہے کہ ایسے آدمی کو بھیجے کہ جو اوسط پر راضی ہووے لکن لایزاد علی نصف مایقبضہ لیکن زر مقبوضہ کے آدہے سے زیادہ نہ دیا جاوے م یعنی اگر قدر کفایت تمام مال زکوۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے زیادہ نہ دیوین اسلئے کہ تنصیف عین انصاف ہے کذا فی البحر ومکاتب لغیر ہاشمی چوتہا مصرف زکوۃ کا مکاتب ہے کہ ہاشمی کا مکاتب نہو م کیونکہ جب ہاشمی کے آزاد کئے ہوئے غلام کو زکوۃ کا مال دینا درست نہین تو مکاتب مین تو کچھہ عبدیت باقی ہے اسکو بطریق اولے دینا جائز نہین اور مکاتب کو زکوۃ کا مال لینا جائز ہے اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال جمع ہو گیا ہو کہ اوسکی بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ نصاب کو پہونچے کذا فی الشامی ولو عجز حل لمولاہ ولو غنیا اور اگر مکاتب عاجز ہو جاوے تو مال زکوۃ کا جو مکاتب کے پاس ہے اوسکے مولے کو حلال ہے اگرچہ مولے غنی ہو م اسلیئے کہ مولی کی ملک مین جب آیا کہ پہلے مکاتب کی ملک مین آچکا اسواسطے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہے اور ملک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہین حضرت نے فرمایا لہا صدقۃ ولنا ہدیۃ کذا فی الشامی کفقیر استغنی وابن السبیل وصل لمالہ جسطرح حلال ہے فقیر کو کہ غنی ہو جاوے یا مسافر کو کہ اپنے مال تک پہونچ جاوے م یعنی اگر فقیر کے پاس مال زکوۃ کا باقی ہو اور پھر اوسکو غنا حاصل ہو تو جو مال اوسکے پاس موجود ہو اوسکو حلال ہے کیونکہ اعتبار فقر وغنا کا اوسکے وقت سے ہے اور وقت اوسکے وہ فقیر تہا اور ایسا ہی مسافر کذا فی الشامی وسکت

عن المؤلفۃ قلوبھم لسقوطھم امّا بزوال العلّۃ اور سکوت کیا مصنفؒ نے مولفۃ القلوب کے حال سے کیونکہ وہ ساقط ہوگئے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں باجماع صحابہؓ یا تو اس جہت سے کہ وجہ اونکو دینے کی نرہی ھ مولفۃ القلوب وہ لوگ تھے کہ انکی خاطرداری سے مال صدقہ اونکو ملتا تھا اور وہ تین قسم تہے ایک قسم کفار تہے حضرت اونکو اسوجہسے عطا فرماتے تہے تاکہ ایمان لے آوین اور ایک قسم ایسی تہے کہ دفع ایذا کے لئے اونکو دیتے تہے اور ایک قسم اسلام لائے تہے لیکن ضعیف الایمان تہے حضرتؐ اونکو اسلئے دیتے تہے کہ ایمان پر ثابت رہین غرضکہ ان لوگون کو دینا اسلام کی عزت وغلبہ کے لئے تہا توجب ایمان رفتہ رفتہ زور پکڑ گیا اونکو دینے کی حاجت بھی نرہی کذا فی الشامی او نُسِخَ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لمعاذؓ فی آخر الامر خُذھا من اغنیاءھم ورُدّھا فی فقرائھم یا اس جہت سے کہ مولفۃ القلوب کو دینا منسوخ ہوگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے معاذ بن جبلؓ کو آخر امر مین کہ لے صدقہ اون کے اغنیا سے اور دے اون کے فقیرون کو ھ الفاظ اس حدیث شریف کے جیسا فتح مین صحاح ستہ سے منقول ہین یہہ ہین فاعلمھم ان اللہ افترض علیھم صدقۃ تؤخذ من اغنیاءھم فترد علی فقراءھم الخ اور جن لفظون سے کہ شارحین نے بہ تبعیت ہدایہ نقل کیا ہے سو حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ مین نے کسی سند مین نہین دیکھا الحاصل جونکہ ضمیر فقرائھم کی مسلمین کیطرف پھرتی ہے تو مولفۃ القلوب مین سے کفار کو یا اغنیا کو نہ دینا چاہئے اور یہہ حدیث اجماع کی سند ہے پس نسخ حضرتؐ کی حیات مین حدیث مذکور سے ہوا جسکو اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تو اسکا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا کہ کتاب اللہ کے نسخ کے لائق ہو سکے اور بحر مین اجماع کی سند اس آیت کو لکھا ہے جسکو حضرت عمرؓ نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تہا (قُلِ الحَقُّ مِن رَّبِّکُم فَمَن شَاءَ فَلیُؤمِن وَّمَن شَاءَ فَلیَکفُر) اور اجماع کو ناسخ نہین ٹھہرایا اسواسطے کہ بموجب صحیح مذہب کے نسخ نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین اور اجماع نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنفؒ نے اسکو منح مین ذکر کیا ہے قالہ الشامی والمدیون لا یملک نصابا فاضلا عن دینہ پانچوان مصرف زکوة کا مدیون ہے کہ اوسکے پاس دین کی مقدار سے زیادہ اسقدر مال نہو کہ نصاب کو پہونچے ھ شامی نے کہا کہ آیت شریف مین جو غارم کا ذکر ہے اس سے مراد مدیون ہے وفی الظہیریۃ الدفع للمدیون اولی منہ للفقیر اور ظہیریہ مین ہے کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت زیادہ مناسب ہے کیونکہ اوسکو احتیاج زیادہ ہے وفی سبیل اللہ وھو منقطع الغزاۃ چھٹا مصرف زکوة کا خدا کی راہ مین صرف کرنا یعنی جو غازی لشکر اسلام سے نہین مل سکتے فقر کی جہت سے یا نفقہ جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہونے سے تو اونکو صدقہ لینا حلال ہے اگرچہ وہ کسب کر سکتے ہون اسلئے کہ اگر کسب مین مشغول ہون گے تو جہاد سے رہ جائین گے کذا فی قہستانی وقیل الحاج اور ایک قول یہہ ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد منقطع الحاج ہے یعنی جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ مین نہین مل سکتے اور حاج اگرچہ مفرد ہے لیکن بمعنی حجاج ہے اور یہہ قول امام محمدؒ کا ہے اور پہلا قول امام ابو یوسفؒ کا اور مصنفؒ نے اسکو اختیار کیا ہے کنز کے اتباع سے نہایۃ البیان مین ہے کہ یہی اظہر ہے اور اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہے وقیل طلبۃ العلم اور کہا گیا ہے کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم ہین کذا فی الظہیریۃ والمرغینانی وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب اور بدائع مین فی سبیل اللہ کی تفسیر کی ہے کل تقربات اور خیرات سو داخل ہے اسمین ہر شخص کہ خدا تعالی کی طاعت مین اور سبیل خیرات مین سعی کرے بشرطیکہ محتاج ہو کذا فی الشامی وثمرۃ الاختلاف فی نحو الاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اوقاف وغیرہ مین ھ یعنی اختلاف حکم مین نہین اسلئے کہ بشرط احتیاج ان سب کو دینا جائز ہے خواہ غازی ہون خواہ حاجی خواہ طالب علم مگر اختلاف لفظی ہے کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ یا نذر کرے یا وصیت کرے توکیا مراد ہو فی جانبہ کذا قالہ الشامی وتصرف وابن السبیل وھو کل من لہ مال لا معہ ساتوان مصرف مسافر ہے یعنی وہ شخص کہ اوسکی ملک مین مال ہے لیکن اوسکے ساتھ نہین ھ یعنی وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن مین اسطرح ہو کہ اوسکا قرضہ لوگون کے ذمہ ہو اور اوسکے لینے پر قادر نہو کما فی النہر

عن النقایہ اور فتح القدیر مین کہا ہے کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہین اور اولے یہہ ہے کہ قرض لے لے اگر قدرت ہو لیکن لازم
نہین اور نہ سیکھے ہوئے کا صدقہ کر کے جب ہے جب اوسکو اپنے مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اوسکو حاجت سے زیادہ لینا بھی درست ہے
قالہ الشامی ومنہ مالو کان مالہ مؤجلا او علی غائب او معسر او جاحد ولو لہ بینۃ فی الاصح اور اسی قسم مین شامل ہو اگر
ہو اوسکے پاس مال اور ہو ایکسی شخص غائب کے ذمہ یعنی اگرچہ نقد ہی ہو یا مفلس پر یا منکر پر اگرچہ اوسکے پاس گواہ بھی ہون اصح روایت پر م
یعنی اگر مال موجل ہو اور اوسکو نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اوس مدت مقررہ کے لئے زکوۃ کا لینا جائز ہے کذا فی النہر عن الخانیہ اور
اگر مفلس پر اسکا دین آتا ہے تو اصح اقوال مین زکوۃ لینا جائز ہے کیونکہ بمنزلہ مسافر کی ہو اور اگر مدیون اقرار کرتا تو اگر ہو تو نہین جائز کما فی
الخانیہ اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر کسی عورت فقیرہ کو کہ اوسکا مہر اوسکے خاوند کے ذمہ بقدر نصاب آتا ہے اور خاوند مالدار ہے اسطرح
کہ اگر عورت مانگے تو دیدے تو عورت کو زکوۃ لینی جائز نہین اور اگر جانے کہ مانگنے پر نہ دیگا تو جائز ہے بحر مین کہا کہ مہر سے مراد مہر معجل ہے
اور اخذ زکوۃ سے مانع نہین کذا قالہ الشامی والباقی فیہ یصرف المزکی الی کلہم او الی بعضہم ولو واحدا من ای صنف کان
زکوۃ دینے والے کو ختیار ہے کہ زکوۃ ان سب اقسام مین صرف کرے یا بعض مین اگرچہ ایک ہی شخص ہو کسی قسم کا لان ال الجنسیۃ
تبطل الجمعیۃ اسلئے کہ الف لام جنسی جمع کے معنون کو کھو دیتا ہے م حلبی نے کہا کہ یہہ علت ہے ایک فرد پر اقتصار کرنیکی اقسام سبعہ مذکورہ
مین سے لیکن جمیع اقسام سے بعض اقسام پر اقتصار کرنیکی وجہ یہہ ہے کہ مراد آیت شریف مین بیان اون اصناف کا ہے جنکو دینا جائز
ہے نہ اونکی تعیین کذا فی البحر وشرط الشافعی ثلثۃ من کل صنف اور امام شافعی نے شرط کیا ہے کہ مزکی ہر قسم مین سے تین
تین شخصون کو دیوے و بشرط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ کما مر اور شرط ہے کہ دینا زکوۃ کا بطور تملیک کے ہو نہ بطور
اباحت کے جیسا گذرا اول کتاب الزکوۃ مین اور فرق تملیک و اباحت مین مترجم نے اوس جگہ بیان کیا ہے لا یصرف الی بناء
نحو مسجد خرچ نکرے زکوۃ مسجد وغیرہ کی بنا مین م مثل مسجد سے مراد پل اور سبیل اور سڑک اور نہر اور حج اور جہاد اور جو اس
قسم کی چیزین ہون کہ جسمین تملیک نہو کذا قالہ الشامی عن الزیلعی ولا الی کفن میت اور نہ خرچ کرے میت کے کفن مین م اسلئے
کہ میت مین مضمون تملیک کا نہین بن سکتا اسیواسطے اگر میت کو کوئی درندہ کھا جاوے تو کفن کفن دینے والے کا ہوگا نہ وارث
کا کذا فی النہر وقضاء دینہ اور میت کے دین کے ادا کرنے مین نہ صرف کرے م اسواسطے کہ زندہ کا دین ادا کرنا مدیون کی
تملیک کو مقتضی نہین مثلاً اگر آپسمین دائن اور مدیون مان لیوین کہ دین ذمہ پر نہین تو ادا کرنیوالا اپنے دیا ہوا ادائن سے
پھیر سکتا ہے اور مدیون اوسکو نہین لے سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا تملیک نہوا تو مردہ کا بطریق اولے نہو گا کذا فی الشامی
اما دین الحی الفقیر فیجوز لو باذنہ لیکن دین زندہ محتاج کی طرف سے ادا کرنا جائز ہے مال زکوۃ سے اگر اوسکی اجازت
ہو م یعنی اسوجہ سے کہ دینے والے نے فقیر کو مالک کر دیا اور دائن نے فقیر کی طرف نیابۃً قبض کر لیا پھر اپنے دین مین مجرا کر لیا
کذا فی الفتح ولو اذن فمات فاطلاق الکتاب یفید عدم الجواز وھو الوجہ نہر اور اگر فقیر اجازت دیکر مر گیا تو اطلاق
کتاب قدوری کا مفید ہے عدم جواز کو اور یہی وجہ ہے کذا فی النہر م کتاب سے مراد ہدایہ یا قدوری کیونکہ دونون نے دین میت کو
مطلق رکھا یعنی امر کی قید نہین لگائی اور اصل بحث ابن ہمام کی ہے ہدایہ کی شرح مین کہ کہا ہے کہ اگر زکوۃ کے قصد سے
کسی زندہ کا دین ادا کرے یا مردہ کا اوسکے امر سے تو جائز ہے اور ظاہر خانیہ کا بھی اسیکے موافق ہے لیکن ظاہر اطلاق کتاب
کا مفید ہے عدم جواز کو میت مین ہر حال مین اور خلاصہ سے بھی ظاہر ایسی معلوم ہوتا ہے کہ اسمین کہا ہے اگر ادا کرے دین زندہ
کا یا مردہ کا بغیر اذن زندہ کے تو نہین جائز ہے پس زندہ کو مقید رکھا اور مردہ کو مطلق اور وہو الاوجہ سے یہہ غرض کہ زکوۃ مین

تملیک ضروری ہے اور صرف اوسی سے تملیک نہین ہوتی کیونکہ مامور نے قبضہ کیا اوسوقت مدیون مردہ ہے تملک کے لائق نہین چاہئے کہ
مامور کے قبضہ کے وقت اوسکا تملک کے لائق ہونا چاہئے کذا ذکرہ الشامی ولا الی ثمن ما ای قن یعتق م اور نہین جائز صرف کرنا زکوۃ کا
قیمت مین اوس غلام کی جو آزاد ہوگا ھ یعنی زکوۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کرے تو زکوۃ ادا نہوگی یا اپنے باپ کو مثلا زکوۃ کی نیت
سے خریدے تب بھی زکوۃ ادا نہوگی لعدم التملیک وھو الرکن بسبب نہونے تملیک کے اور یہی جزو اعظم ہے یہہ علت ہے سب
مسائل مذکورہ کی قال الشامی وقدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء اور ہم پہلے بیان
کر چکے کہ حیلہ زکوۃ کی درستی کے لئے یہہ ہے کہ کسی فقیر کو زکوۃ دے اور یہہ کہدے کہ امورات مذکورہ مین اپنی طرف سے صرف
کردے کہ اوس شخص کو زکوۃ کا ثواب ہوگا اور فقیر کو ثواب اوس خیرات مین صرف کرنے کا کذا فی البحر وھل لہ ان یخالف امرہ
لم ارہ والظاھر نعم رہی یہہ بات کہ فقیر کو زکوۃ دینے والے کے امر کی مخالفت جائز ہے یا نہین مین نے اس مسئلہ کو کہین نہین
دیکھا اور ظاہر یہہ ہے کہ مخالفت یونہی ہے اسلئے کہ فقیر مذکور جب مالک ہوگیا تو اپنی ملک مین جو چاہے سو کرے کذا فی النہر ولا الی
من بینھما ولاد اور نہ اوس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے کہ اوسمین اور دینے والے مین قرابت توالد کی ہو ھ اسلئے کہ
منافع الملاک کے آپسمین ملے جلے مین تو تملیک پوری پوری نہوگی کذا فی الہدایہ اور ولاد شامل ہے سب اصول کو یعنی مان باپ دادا
دادی نانا نانی وغیرہم اور شامل ہے سب فروع کو یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواہ اولاد نکاح سے ہو یا زنا سے اور ایسا ہی
ہر صدقہ واجبہ جیسے فطرہ نذر کفارہ لیکن صدقہ نفل جائز ہے بلکہ مستحسن ہے کذا فی البدائع ماں باپ کے لئے حیلہ کرنا اسطرح کہ زکوۃ
کا مال کسی فقیر کو دیدے اور کہے کہ اونپر صرف کردے مکروہ ہے کذا فی القنیہ اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ یہہ مسئلہ مشہور ہے
اور اکثر کتابون مین مذکور ولو مملوکا لفقیر اگرچہ ولاد والا مملوک کسی فقیر کا ہو یعنی اوسکو زکوۃ دینا تب بھی ناجائز ہے او بینھما
زوجیۃ ولو مبانۃ یا دینے والے اور لینے والے مین رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ الگ کی ہوئی ہو یعنی عدت مین ہو اگرچہ تین
طلاق کی عدت ہو کذا فی النہر عن معراج الدرایہ وقالا تدفع ھی لزوجھا اور صاحبین کہتے ہین کہ عورت دیسکتی ہے اپنے خاوند
کو بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن مسعود کی زوجہ کو جب اونہون نے اپنا زیور دینا چاہا کہ تیرا خاوند اور
اولاد زیادہ مستحق ہین کذا فی الطحطاوی ولا الی مملوک المزکی اور نہین جائز زکوۃ دینا اپنے مملوک کو ھ یا ایسے ناتے والے
کے مملوک کو جن مین قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ بحر اور فتح مین کہا ہے کہ اپنے بیٹے کے مکاتب کو دینا جائز نہین جیسا اپنے
بیٹے کو نہین جائز شرنبلالیہ ولو مکاتبا او مدبرا اگرچہ مملوک مکاتب ہو یا مدبر ھ یعنی اس وجہ سے کہ عبد اور مدبر مین تو تملیک
نہوئی کہ وہ لیاقت مالک ہونیکی نہین رکھتے اور مکاتب کے کسب مین مولے کا حق ہے کذا فی الزیلعی ولا الی عبد اعتق
المزکی بعضہ اور نہین جائز زکوۃ دینا اوس غلام کو کہ مزکی نے اوسکے بعض کو یعنی نصف یا چوتھائی وغیرہ کو آزاد کیا ہو سواء
کان کلہ لہ او بینہ وبین ابنہ فاعتق الاب حظہ معسرا لا بد فعلہ لانہ مکاتبہ او مکاتب ابنہ برابر ہے
کہ ہووے غلام تمامہ مزکی کا یا مشترک ہو اوسمین اور اوسکے بیٹے مین پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت مفلسی سو مزکی
ایسے غلام کو زکوۃ نہین دیسکتا اسلئے کہ وہ یا اوسکا خود کا مکاتب ہے یا اوسکے بیٹے کا ھ کیونکہ جب غلام تمامہ اسکا ہے
یا اسمین اور اسکے بیٹے مین مشترک ہے اور باپ توانگر ہے اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان باپ سے بھر لیا اور باپ
نے غلام سے تو غلام باپ کا مکاتب ہوا کہ جب اوسقدر ادا کردے تو آزاد ہو اور اگر باپ مفلس ہے یا توانگر لیکن بیٹے نے
غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہوا اور بیٹے کے مکاتب کو بھی زکوۃ دینا درست نہین اور ہمنے جو تقریر کی اس سے

واضح ہو اکہ لفظ معسرا کا قید احترازی نہین ہے پہر شارح نے اس غلام کا نام مکاتب رکہا اس جہت سے کہ سعی کرنے مین مشابہ مکاتب کے ہے
قال الشامی واما المشترک بینہ وبین الاجنبی فحکمہ علم مما مر اور اگر غلام مشترک درمیان مزکی کے اور کسی اجنبی کے ہو
تو اوسکا حکم معلوم ہوا بیان گذشتہ سے ہم بحر مین ہے کہ اگر غلام مشترک دو شخصون اجنبیون مین ہو پس آزاد کیا ایک نے اپنا حصہ اور وہ
مفلس ہے اور شریک ساکت نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اوسکو زکوۃ دیسکتا ہے کیونکہ یہہ مکاتب اسکے شریک کا ہوا اور ساکت کو بھی
نہین پہونچتا کہ اسکو زکوۃ دے کیونکہ اوسکا مکاتب ہے اور اگر معتق تو انگر ہو اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت
غلام کو زکوۃ دیسکتا ہے اسلئے کہ یہہ اجنبی ہے اور معتق زکوۃ نہین دیسکتا جب اختیار کرے ضمان دینے کے بعد غلام سے سعی کرانا کیونکہ
اس صورت مین وہ اسیکا مکاتب ہے کذا قالہ الشامی لانہ اما مکاتب نفسہ او غیرہ اسواسطے کہ وہ غلام یا مکاتب اسکا خود کا ہے
یا غیر کا ہم اسکی توضیح بیان گذشتہ سے معلوم ہوسکتی ہے وقالا یجوز مطلقا اور صاحبین کہتے ہین کہ جائز ہے ہر صورت مین ہم یعنی
معتق مالدار ہو یا مفلس اور غلام تمامہ اوسکا ہو یا مشترک درمیان اوسکے اور اوسکے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو کذا قالہ الشامی لانہ حر کلہ
کلہ او حر مدیون فافہم اسلئے کہ وہ غلام آزاد ہے تمامہ یا آزاد ہے اور قرضدار سو اسکو سمجہہ لے ہم تمامہ آزاد ہے یعنی غیر مدیون
جب کہ کل عبد معتق کا ہو یا بعض اوسکا ہو مگر معتق تونگر ہو اور شریک اوس سے ضمان لے چکا ہو اور حر مدیون اوس صورت مین کہ معتق مفلس ہو
اسلئے کہ غلام شریک کے واسطے روپیہ کما دیگا آزاد ہو کر واضح ہو کہ یہہ مسئلے اسپر مبنی ہین کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت
کو اختیار ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کرے چاہے مدبر یا مکاتب کرے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کما لے بشرطیکہ آزاد کرنیوالا مفلس ہو
اور اگر وہ مالدار ہو تو شریک مذکور اوس سے تاوان بھی لے سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت مین بجز غلام سے
کما لے کے اور مالداری کی صورت مین بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھہ اختیار نہین رکہتا چنانچہ کتاب العتق مین آویگا اور
فافہم کا اشارہ اسطرف ہے کہ ہمنے تحریر مطلب کی اسطرح کی کہ جو اعتراض درمین ہدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہے یہان نہین وارد ہوتا
اگرچہ شراح نے تکلف کرکے تاویلین کی ہین جیسا ملاحظہ کتب ہدایہ و درر سے واضح ہے کذا فی الشامی ولا الی غنی یملک قدر
نصاب فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ من ای مال کان اور نہین جائز زکوۃ دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی
سے زائد ہو اگرچہ کسی مال کی ہو ہم واضح ہو کہ نصاب تین ہین ایک نامی کہ دین سے زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ تو سبب
مالی چیزون کی وجب کرنیوالی ہے مثل زکوۃ و کفارات وغیرہ کے دوسری نصاب غیر نامی کہ دین اور حاجتون سے زائد ہو اسکے باعث
قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبون کا نفقہ واجب ہوتا ہے اور زکوۃ کا لینا ایسے نصاب کے مالک کو بھی حرام ہے جیسے مال کی نصاب
نامی کے مالک کو حرام ہے اور ایک نصاب وہ ہے جسکے ہوتے سوال کرنا حرام ہے وہ غذا ایک روز کی ہے اوسکو نصاب کہنا
مجازا شرعی ہے کذا فی الطحطاوی اور تاتارخانیہ مین صغرے سے منقول ہے کہ ایک شخص کے پاس گہر ہے کہ اوسمین رہتا ہے لیکن اسکی
قدر حاجت سے زیادہ ہے کہ سب مکان رہنے مین مشغول نہین تو اوسکو لینا صدقہ کا صحیح روایت مین حلال ہے اور اسمین یہہ
ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ جسکے پاس زمین ہے کہ اوسکو بوتا ہے یا دکان کہ اوسکا کرایہ کہاتا ہے یا مکان ہے کہ کرایہ اسکا
تین ہزار ہین اور اوسکے اور اوسکی عیال کے نفقہ کو برس دن کے لئے کفایت نہین کرتا تو اوسکو زکوۃ کا لینا حلال ہے اگرچہ
اوسکی قیمت نفقہ کو وفا کرتی ہو اور اسی پر فتوے ہے اور شیخین کے نزدیک نہین حلال کذا قالہ الشامی کمن لہ نصاب سائمۃ
لا تساوی مائتی درھم کما جزم بہ فی البحر والنہر واقرہ المصنف قائلا وبہ یظہر ضعف ما فی الوہبانیۃ وشرحہا
من انہ تحل لہ الزکاۃ وتلزمہ الزکوۃ الخ جیسا زکوۃ دینا جائز نہین اوس شخص کو کہ اوسکے پاس سائم کی نصاب ہو

کہ دوسو درہم کی قیمت کو نہ پونہچتی ہو چنانچہ اسیپر بحر اور نہر مین جزم کیا ہے اور اسیکو مصنف نے ثابت رکھا یون کہکر کہ اس سے ظاہر ہو گیا مصنف اوسکا جو وہبانیہ اور اوسکی شرح مین مذکور ہے یعنی اوسکو زکوۃ لینا حلال ہے اور اوسکے اوپر زکوۃ دینا لازم ہے الخ ہم بحر مین کہا ہے کہ نصاب نامی مین داخل ہے پانچ اونٹ پس اگر پانچ اونٹ کا مالک ہو یا کسی اور نصاب کا سوائم مین سے کسی مال مین سکے ہو تو اوسکو زکوۃ مین سے دینا جائز نہین برابر ہے کہ دوسو درہم کو اوسکی قیمت پونہچے یا نہ پونہچے اور ہدایہ کے شارحون نے اسکی تصریح کی ہے کذا قالہ الشامی ولکن اعتمد فی الشرنبلالیۃ ما فی الوھبانیۃ وحرّر وجزم بانّ ما فی البحر وھم کذا بین شرنبلالیہ مین وہبانیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہے اور جزم کیا ہے کہ بحر مین جو مذکور ہے وہ وہم ہے ہم شرنبلالیہ مین کہا ہے کہ جو بحر مین اسکے خلاف مذکور ہے سو وہ وہم ہے پس اس سے متنبہ رہو حالانکہ صاحب بحر نے اسکے مخالف اشباہ ونظائر کے الغاز مین ذکر کیا ہے پس اپنے قول کا آپ ہی خلاف کیا اور مین نے کسی کو نہین دیکھا ہدایہ کے شارحون مین سے کہ بحر کے موافق تصریح کی ہو بلکہ اونکی عبارت سے اسکے برخلاف معلوم ہوتا ہے اور اکثر کتابون مین اسکی تصریح کی ہے کہ اعتبار سوائم کی قیمت کا ہے اشباہ اور سراج اور وہبانیہ اور اوسکی دونو شرحون اور ذخائر اشرفیہ اور جوہرہ مین مذکور ہے کہ مرغینانی نے کہا کہ جب کسی شخص کے پاس پانچ اونٹ ہون کہ اونکی قیمت دوسو درہم سے کم ہو تو اوسکو زکوۃ لینا حلال ہے اور اسپر زکوۃ واجب بھی ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ معتبر نصاب نقد کی ہے کسی مال سے ہو وہ مال اپنی جنس کے اعتبار سے نصاب کو پونہچے یا نہ پونہچے انتہے ما قالہ المرغینانی یہہ شرنبلالیہ کے کلام کا خلاصہ بیان کیا ہو شامی مین اسکو زیادہ بسط سے بیان کیا ہے اور بحر کے کلام مین اور اسمین تطبیق کی ہے جو چاہے وہان ملاحظہ کرے ولا الی مملوکہ ای الغنی ولو مدبّرًا اور نہین جائز زکوۃ دینا غنی کے مملوک کو اگرچہ مدبر ہو ہم اس سے معلوم ہوا کہ فقیر کے مملوک کو دینا جائز ہے کما فی منیۃ المفتی اور مدبر کے حکم مین ام ولد ہے قالہ الشامی عن البحر او زمنًا لیس فی عیال مولاہ او کان مولاہ غائبًا علی المذھب اگرچہ مملوک اپاہج اپنے مولے کی عیال مین نہو یا مولے اوسکا غائب ہو تب بھی اوسکو زکوۃ دینا درست نہین بنا بر مذہب صحیح کے ہم ذخیرہ مین کہا کہ روایت ہے ابو یوسف سے کہ اوسکو زکوۃ دینا جائز ہے فتح القدیر مین کہا کہ اسمین نظر ہے کیونکہ وجہ امتناع کی یہہ ہے کہ زکوۃ عبد کی ملک نہین ہوتی بلکہ مولی کی ملک ہوتی ہے اور وہ غنی ہے اور اسکا جواب اسطرح دیا جاسکتا ہے کہ جس صورت مین کہ مولے غائب ہے اور مملوک کسب پر قادر نہین تو ابن السبیل کے درجہ سے تو کم نہین ہے کہ جسکو زکوۃ لینا جائز ہے کذا فی الشامی لانّ المانع وقوع الملک لمولاہ اسواسطے زکوۃ کا عدم جواز اس جہت سے ہے کہ جو عبد کو دیا جاتا ہے وہ اوسکے مولے کی ملک ہو جاتا ہے غیر المکاتب والمأذون المدیون بمحیط فیجوز غنی کی غلام کو زکوۃ دینا جائز نہین سوا مکاتب کے اور ماذون لہ کی جسپر دین اتنا ہو کہ اوسکے رقبہ اور کسب کو محیط ہو سوا ونکو زکوۃ دینا جائز ہے ہم مکاتب کی وجہ پہلے گذر چکی اور ماذون لہ اس جہت سے کہ اوسکے کسب کا مالک امام صاحب کے نزدیک مولے نہین ہوتا اس صورت مین بخلاف صاحبین کے قول کے قالہ فی البحر ولا الی طفلہ بخلاف ولدہ الکبیر اور زکوۃ دینا جائز نہین غنی کے لڑکے نابالغ کو بخلاف بالغ کے ہم یعنی بالغ کو اگرچہ اپاہج ہو نفقہ کے مقرر ہونے سے پہلے زکوۃ کا دینا بالاجماع جائز ہے اور بعد تقرر کے امام محمد کے نزدیک جائز ہے برخلاف امام ابو یوسف کے اور یہی قیاس ہے باقی آقارب مین اور غنی کی دختر خاوند والی مین اختلاف ہے اور صحیح جواز ہے اور یہی قول طرفین کا ہے اور ایک روایت امام ابو یوسف سے کذا فی النہر وابیہ وامرأتہ الفقراء وطفل الغنیۃ فیجوز لانتفاء المانع اور بخلاف غنی کے باپ کے اور اوسکی بی بی کے بشرطیکہ فقیر ہون اور بخلاف مالدار عورت کے لڑکے کے یعنی اگرچہ اوسکا باپ نہو کذا فی البحر سو ان سب کو زکوۃ دینا جائز ہے واسطے نہ ہونے

مانع کے ھم یہہ سب کی علت ہے یعنی چھوٹا لڑکا غنی گنا جاتا ہے اپنے باپ کی غنا سے بخلاف بڑے لڑکے کے اور باپ اور زوجہ کے اور اسیطرح لڑکا اپنی مان کے مالدار ہونے سے غنی نہین شمار کیا جاتا ہے حلبی عن البحر و لا الی بنی ھاشمٍ اور نہین جائز زکوۃ دینا بنی ہاشم کو ھم جانا چاہیئے کہ عبد مناف جو چوتھی پشت کا دادا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اوسکے چار بیٹے تھے ہاشم مطلب نوفل عبد شمس پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوئے جنمین سے ایک عبد المطلب مین باقیون کی نسل منقطع ہوگئی عبد المطلب کے بارہ ہوئے سو زکوۃ ان سب کو دیجاسکتی ہے بشرطیکہ مسلمان اور حاجتمند ہون مگر اولاد حضرت عباس کی اور حارث کی اور اولاد ابوطالب کی یعنی حضرت علی و جعفر و عقیل کذا فی القہستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو بطور اطلاق بیان کرنا نہ چاہیئے اسلئے کہ تمام بنی ہاشم پر زکوۃ حرام نہین ہے بلکہ بعض پر حرام ہے کذا فی الشامی الا من ابطل النص قرابتہ وھم بنو لھب فتحل لمن اسلم منھم کما تحل لبنی المطلب مگر اوسکو جائز ہے کہ جسکی قرابت بنص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منقطع ہوگئی اور وہ ابولہب کی اولاد ہین پس جو اونمین سے اسلام لے آیا اوسکو زکوۃ جائز ہے جیسا حلال ہے مطلب بنی ہاشم کے بھائی کی اولاد کو ھم نص سے مراد قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لا قرابۃ بینی و بین ابی لھب فانہ آثر علینا الافجرین اور بعض نسخ مین بنو ابی لہب ہے اور یہی درست ہے کذا قالہ الشامی ثم ظاھر المذھب اطلاق المنع وقول العینی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ صوابہ لا یجوز ھم ہر ظاہر مذہب یہہ ہے کہ بنی ہاشم کو مطلقا ممنوع ہے یعنی خواہ بنی ہاشم بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ مین ممنوع ہے اور عینی نے جو کہا ہے کہ جائز ہے ہاشمی کو کہ زکوۃ دیوے اپنے مثل یعنی ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہہ چاہئے کہ نہین جائز ہے کذا فی النہر ھم ابو عصمہ نے امام سے روایت کی ہے کہ فی زماننا بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز ہے اسلئے کہ زکوۃ کا عوض یعنی پانچوین حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق تھا وہ اونکو نہین پہنچتا کیونکہ غنیمت کے باب مین اور اوسکو مستحقین مین صرف کرنے مین لوگ تغافل کرتے ہین اور جب عوض اون کو نہ پہنچا تو اصل کیطرف رجوع کیا کذا فی البحر اور نہر مین کہا ہے کہ امام ابو یوسف نے جائز رکہا ہے کہ ہاشمی ہاشمی کو دیدے اور یہہ امام صاحب سے بھی منقول ہے اور عینی مین جو یہہ کہا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوۃ دیدے بخلاف امام ابو یوسف کے تو اسمین صحیح لفظ لا یجزی چاہئے یعنی امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کا دوسرے ہاشمی کو دینا کافی نہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہین پھر درست ہونے کی صورت مین اون کے خلاف کے کیا معنی ہونگے اور شارح کے اختصار مین ابہام ہے قالہ الشامی عن الحلبی و لا الی موالیھم ای عتقائھم فان فیھم اولی اور نہین جائز زکوۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کئے ہوئے غلامون کو اور جب آزاد کئے ہوئون کو نہین جائز تو غلامون کو بطریق اولے نہین جائز کیونکہ غلام کی ملک مولی کی ہوتی ہے لحدیث مولی القوم منھم بنی ہاشم کے موالی کو زکوۃ دینا جائز نہین بسبب اس حدیث شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ اونہین مین سے ہوتا ہے ھم اسکو روایت کیا ہے ابوداود و ترمذی اور نسائی نے بلفظ مولی القوم من انفسھم و انا لا تحل لنا الصدقۃ ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہہ حکم صدقہ کی حرمت و حلت کے باب مین ہے نہ جمیع وجوہ مین کیونکہ مولی اپنے معتق کا کفو نہین ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر ہو تو جزیہ لیا جاتا ہے اور تغلبی کے آزاد کئے ہوئے سے دو چند نہین لیا جاتا کذا فی النہر قالہ الشامی وھل کانت تحل لسائر الانبیاء خلاف واعتمد فی النھر حلھا لا قربائھم لا لھم اور باقی انبیاء علی نبینا و علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے صدقہ حلال تھا یا نہین اسمین خلاف ہے اور نہر مین حلت کو معتمد کہا ہے اون کے اقربا کے لئے نہ اونکے خود کے لئے وجازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لھم ای لبنی ھاشم سواء سماھم الواقف اولا علی

ماھو الحق کما حققہ فی الفتح اور جائز ہے نفل صدقہ اور آمدنی اوقاف کی بنی ہاشم کو برابر ہے کہ وقف کرنیوالے نے اونکا نام لیا ہو یا
نہ لیا ہو یہی حق ہے جیسا فتح القدیر مین اسکو تحقیق کیا ہے م شامی نے کہا کہ بحر مین متعدد کتابون سے نقل کیا ہے کہ نفل صدقہ اونکو
جائز ہے بالاجماع اور ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب ہے اور یہہ کہ تطوع اور وقف مین فرق نہین ہے جیسا محیط اور کافی مین ہے لیکن
زیلعی مین اسکے خلاف ہے یعنی صدقہ نفل اونکو بالکل حرام ہے اور فتح مین اسکی تقویت کی ہے اور کہا ہے کہ حق یہہ ہے کہ وقف
کو بجائے نفل کے سمجھنا چاہئے اور حلبی نے اوسکی عبارت طویل نقل کی ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ وقف بھی بنی ہاشم کو ممنوع ہے مثل
نفل کے اور اس سے معلوم ہوتا ہے سقم کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مفاد یہہ ہے کہ فتح القدیر کا کلام صرف وقف مین ہے
اور وقف اونکو حلال ہے لیکن حلبی نے جس نسخہ در المختار سے لکھا ہے اوسمین علی ما ہو الحق سے پہلے اسقدر زیادہ ہے وقیل لا
مطلقًا تو اس زیادتی سے البتہ عبارت درست ہو جاتی ہے اور بعض نسخون مین یہہ زیادتی معہ مابعد کے ولا تدفع الی ذمی تک ساقط
ہے انتہی ما قالہ الشامی لکن فی السراج وغیرہ ان سماھم جاز والا لا قلت وقد جعلہ محشی الاشباہ محمل القولین
لیکن سراج وغیرہ مین ہے کہ اگر بنی ہاشم کا نام واقف نے لیا ہے تو جائز ہے نہین تو نہین جائز مین کہتا ہون کہ اشباہ کے محشی
یعنی صالح غزی مصنف کے بیٹے شارح بیری نے سراج کی عبارت کو دو قولون کا محمل ٹھہرایا ہے م یعنی جس صورت مین نام لیا ہو
تو جائز اور نہ نام لیا ہو تو ناجائز اور وجہ یہہ ہو سکتی ہے کہ جس صورت مین نام نہین لیا تو ہر وجہ سے صدقہ ہوا ہاشمیون کو
جائز نہوا اور جب اونکا نام لیدیا تو تبرع اور صلہ ہوا صدقہ نہوا جیسا کہ وقف کیا جماعت اغنیا پر پھر فقرا پر کذا قالہ الشامی ثم
نقل عن صاحب البحر عن المبسوط وھل تحل الصدقۃ لسائر الانبیاء قیل نعم وھذہ خصوصیۃ لنبینا صلی
اللہ علیہ وسلم وقیل لا بل تحل لقراباتہم فھی خصوصیۃ لقرابۃ نبینا اکرامًا واظہارًا لفضیلتہ صلی اللہ علیہ و
سلم فلیحفظ پھر محشی مذکور نے بحر الرائق سے اور اوسنے مبسوط سے نقل کیا کہ آیا حلال ہے صدقہ باقی انبیا کے لئے تو ایک قول یہ
ہے کہ ہان جائز ہے اور یہہ خصوصیت ہے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کہ اونکو نہین جائز اور ایک قول یہہ ہے
کہ انبیا کو حلال نہین بلکہ اونکے اقربا کو حلال ہے تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لئے بجہت اکرام
اور فضیلت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہہ یاد رہے م یہہ مسئلہ مکرر ہے سابق اسکا مذکور ہوچکا تو اسکا حذف کرنا مناسب ہے
قالہ الشامی ولا تدفع الی ذمی لحدیث معاذ اور نہین جائز دینا زکوۃ کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کے م یعنی وہ حدیث ہے
جسکو شارح نے بلفظ خذھا من اغنیائہم الخ بیان کیا ہے اسلئے کہ اغنیائہم کی ضمیر مسلمانون کیطرف پھرتی ہے تو فقرائہم کی ضمیر
بھی اوسی طرف پھرلی چاہئے اور کافر کو نہ دینی چاہئے کذا فی المعراج وجاز دفع غیرھا وغیر العشر والخراج الیہ اسے
الذمی اور جائز ہے صدقہ دینا سوای زکوۃ کے اور سوای عشر اور خراج کے ذمی کو م عشر زکوۃ کے ساتھ ملحق ہے لیکن خراج
ان صدقات مین نہین ہے جنکا ذکر ہے کیونکہ اوسکا مصرف مصلحت عامہ مسلمین ہے جیسا پہلے بیان ہوا اور اسیلئے کنز اور ہدایہ
مین اسکا استثنا نہین کیا قالہ الشامی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ خلافا للثانی اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور
کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف کے م یعنی وہ کہتے ہین کہ کسی صدقہ واجبہ کا دینا ذمی کو جائز نہین اور ہدایہ وغیرہ مین
تصریح کی ہے کہ یہہ ایک روایت ہے ابو یوسف سے اور اس عبارت کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل
طرفین کے ہے وبقولہ یفتی حاوی القدسی اور امام ابو یوسف کے قول پر فتوے ہے کذا فی حاوی القدسی م لیکن ہدایہ
وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قول طرفین کا راجح ہے اور اسی پر متون متعمد ہین کذا فی الشامی واما الحربی ولو مستامنا فجمیع

الصلۃ فانہ لا تجوز لہ اتفاقا بحر عن الغایۃ و غیرہا لیکن حربی اگرچہ مستامن ہو اوسکو کوئی صدقہ دینا جائز نہین بالاتفاق کذا فی
البحر عن الغایہ وغیرہ لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع لہ لیکن زیلعی نے جزم کیا ہے کہ نفل صدقہ حربی کو دینا جائز ہے م یعنی مستامن کو
جیسا نہر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے پھر شامی نے کہا کہ اسکو مین نے زیلعی مین نہین دیکھا اور ایسا ہی ابو السعود وغیرہ نے کہا ہے مع ہذا
اتفاق کے دعوے کے خلاف ہے لیکن محیط کی کتاب الکسب مین ہے کہ سیر کبیر مین امام محمد نے ذکر کیا ہے کہ کچھ مضائقہ نہین کہ مسلمان کافر
حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اوسکا ہدیہ قبول کرے اسوجہ سے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ پانسو دینار قحط کے دنون
مین مکہ کو بھیجے اور حکم دیا کہ صفوان بن حرب اور ابوسفیان کو دین کہ وے فقرا اہل مکہ پر تقسیم کر دین اور اس وجہ سے کہ صلہ رحم
ہر دین مین پسندیدہ ہے اور ہدیہ بھیجنا مکارم اخلاق سے ہے انتہی قالہ الشامی دفع بتحر لمن یظنہ مصرفا فبان انہ عبدہ
او مکاتبہ او حربی و لو مستامنا اعادہا لما مر صدقہ دیا اٹکل کر کے ایسے شخص کو کہ اپنے گمان مین مصرف جانتا تہا پہر
ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہے یا اوسکا مکاتب ہے یا حربی ہے اگرچہ مستامن ہو تو پہر دوبارہ دے اسوجہ سے کہ سابق مذکور ہوئی م
یعنی عبد کی صورت مین تو اپنی ملک سے خارج نہین ہوا اور مکاتب کی صورت مین اسلئے کہ اسکا حق مکاتب کی کمائی مین لگا ہے تو
پوری تملیک نہوئی اور حربی محل زکوٰۃ ہی نہین لیکن حربی کے دینے مین ایک روایت یہہ ہے کہ دوبارہ نہ دے کذا فی الشامی وان
بان غناہ او کونہ ذمیا او انہ ابوہ او ابنہ او امرأتہ او ہاشمی لا یعید اور اگر ظاہر ہوا کہ جسکو دیا تہا وہ غنی ہے
یا ذمی ہے یا اوسکی بی بی ہے یا اوسکا خود باپ ہے یا بیٹا ہے یا ہاشمی ہے تو اعادہ لازم نہین لانہ اتی بما فی وسعہ اسلئے
کہ وہ کر چکا جسقدر اوس سے ہو سکتا تہا م یعنی تملیک کر دی جو اوسکی وسعت مین تہی رہی یہہ بات کہ اندھیرے مین یہہ پوچھے کہ تو
کون ہے اور نسب اوسکا دریافت کرے اسکا مکلف نہین لیکن حربی کیطرف سے دلیل پر شبہہ پڑتا ہے کیونکہ حربی مین تملیک جو رکن
تہی پوری ہو جاتی ہے پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہین آتا تائید پاتی ہے کذا فی الشامی
حتی لو دفع بلا تحر لم یجز ان اخطأ یہان تک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہین جائز ہے اگر خطا ظاہر ہو وکرہ اعطاء
فقیر نصابا او اکثر اور مکروہ ہے دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ م اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ قدر
نصاب دینا مضائقہ نہین لیکن زیادہ مکروہ ہے اسلئے کہ فقیر ہونیکی جہت سے فی الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہے اور باقی رہا م
وہ نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی الا اذا کان المدفوع الیہ مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیہم لا یخص
کلا او لا یفضل بعد دینہ نصاب فلا یکرہ فتح مگر جب کہ ہو وہ شخص جسکو زکوٰۃ دی ہے مدیون یا عیالدار اسطرح کہ اگر تمام
عیال پر زکوٰۃ تقسیم کیا دے تو ہر ایک کے بانٹے نصاب نآوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نرہے تو مکروہ نہین کذا فی
الفتح م بحیث لو فرقہ صاحب عیال سے علاقہ رکہتا ہے اور لا یفضل مدیون سے پس اسمین لف و نشر غیر مرتب ہے اور وجہ تقسیم
عیال کی یہہ ہے کہ حقیقت مین وہ صدقہ عیال ہی پر ہے جن پر وہ خرچ کریگا کذا فی الشامی عن المعراج وکرہ نقلہا الا الی قرابۃ
اور مکروہ ہے زکوٰۃ کا نقل کرنا یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف لیجانا مگر اپنے اقربا کیطرف م کیونکہ اسمین رعایت پڑوس
کی ہے تو بہی اولے ہو زیلعی اور اس سے متبادر یہہ ہے کہ کراہتہ تنزیہی ہے پس اگر نقل کرے تو جائز ہے کذا فی الدرر اور
زکوٰۃ مین معتبر وہ جگہ ہے جس جگہ مال ہو سب روایات مین کذا فی الشامی بل فی الظہیریۃ لا تقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ
محاویج حتی یبدأ بہم بلکہ ظہیریہ مین ہے کہ نہین مقبول ہوتا صدقہ اوس شخص کا کہ قرابتی اوسکے محتاج ہون یہانتک کہ شروع
اونہین سے کرے م عدم قبولیت سے مراد نملنا ثواب کا ہے اگرچہ فرض ساقط ہوتا ہے قہستانی مین ہے کہ افضل بہائی اور بہن مین

پہر اونکی اولاد پہر مرنکی کا چچا اور پہوپہی پہر ماموں اور خالہ پہر ذوی الارحام پہر پڑوسی پہر اوسکے کوچہ والے پہر شہر والے او اَحْوَجَ
او اَصْلَحَ او اَوْرَعَ او اَنْفَعُ لِلْمُسْلِمِیْنَ او مِن دارِ الحَرْبِ اِلیٰ دارِ الاِسلامِ اور نقل کرنا مکروہ نہین طرف زیادہ احتیاج والے
یا زیادہ نیکبخت یا زیادہ پرہیزگار کے یا اوس شخص کے جو مسلمانون کو نفع پہونچاوے یا دار الحرب سے دار الاسلام کیطرف ہم کیونکہ
دار الاسلام کے فقرا مسلمان دار الحرب کے فقرا سے افضل ہین کذا فی البحر مین کہتا ہون کہ مسلمان قیدیون کو استثنا کرنا چاہیے
جب کہ ان لوگون کے دینے مین اعانت ہو قید سے چھوڑانے پر کذا قالہ الشامی او اِلیٰ طالبِ علمٍ وفی المعراج التصدق
علی العالم الفقیرِ افضل والی الزُّہّاد او کانت معجّلۃً قبل تمامِ الحولِ فلا یکرہ خلاصہ اور مکروہ نہین نقل کرنا زکوۃ
کا طرف طالب علم کے اور معراج مین ہے کہ صدقہ کرنا عالم فقیر پر افضل ہے جاہل فقیر سے اور مکروہ نہین نقل طرف زاہدون کے
یا یہ کہ زکوۃ پیشگی ہو پہلے سال تمام ہونیکے تو نقل کرنا مکروہ نہین کذا فی الخلاصہ ولا یجوز صرفہا لاھل البدع کالکرامیۃ دفعہا
اور نہین جائز اوسکا صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیہ ہم عبارت بزازیہ کی یہہ ہے کہ نہین جائز صرف کرنا کرامیہ کیطرف پس
مراد بدعت سے وہ ہے جو تکفیر تک نوبت پہونچاوے تامل اور کرامیہ ایک مشبہہ فرقہ ہے منسوب عبد اللہ بن محمد بن کرام
کی طرف وہ قائل ہے کہ حق تعالے عرش پر مستقر ہے اور اسم جوہر کا اوسپر اطلاق ہوسکتا ہے کذا فی المغرب لانھم مشبہۃ
فی ذاتِ اللہ تعالیٰ وکذا المشبہۃ فی الصفاتِ فی المختارِ اسلئے کہ فرقہ کرامیہ تشبیہ کا قائل ہے خداوند تعالی کی ذات
مین اور یہی حکم ہے اوس فرقہ کا جو صفات مین تشبیہ کے قائل ہین مذہب مختار مین ہم یہہ وہ فرقہ ہے کہ قیام حوادث کا خدا
تعالے کی ذات کے ساتھہ جائز رکھتے مین تو بعض صفات کو حادث کہتے ہین جیسے اور حوادث کی صفات مین کذا فی الطحطاوی
لان مفوّت المعرفۃ من جہۃ الصفات فلحق بمفوّت المعرفۃ من جہۃ الذات جمع الفتاوی اسواسطے کہ فوت
کرنیوالا معرفت حق سبحانہ کا صفات مین یعنی نہ جاننے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہے اوسکے ساتھہ جسنے فوت کر دی معرفت
ذات کی یعنی تشبیہ ذات اور تشبیہ صفات ایک حکم رکھتے ہین کذا فی جمع الفتاوے کما لا یجوز دفع زکوۃ الزانی لولدہ
منہ ای من الزنی وکذا الذی نفاہ احتیاطًا جیسا نہین جائز ہے زانی کو زکوۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہوا اور ایسے ہی
اوسکو جسکو نفی کر چکا ہے خواہ ام ولد کا لڑکا ہو جسکو نفی کیا یا ملاعنہ کا لڑکا نفی کیا ہوا اور یہہ عدم جواز براہ احتیاط ہے الا اذا
کان الولد من ذاتِ زوجٍ معروفٍ فصولین مگر اس صورت مین کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے
ہین کذا فی جامع الفصولین ہم عمادیہ مین اسکی وجہ یہہ لکھی ہے کہ چونکہ نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہے تو یہہ شرعا بیٹا ناکح کا ہوا
اور رصیر فیہ سے اسکے خلاف ایک روایت شامی نے نقل کی ہے والکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفہا لاہل البدع
سے یہانتک اشباہ مین مذکور ہین ولا یحل ان یسال شیأ من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح
المکتسب اور نہین حلال کہ مانگے کچھہ قوت وہ شخص کہ اوسکے پاس اوس روز کا قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوہ موجود
ہو مثلاً تندرست کہ کمائی پر قادر ہو ہم شیأ من القوت اسلئے کہا کہ اگر حاجت کی چیز جیسے کپڑا وغیرہ سوال کرے تو جائز ہے
قالہ الشامی ویأثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اور گنہگار ہوگا اوسکو دینے والا اگر اوسکا حال جانتا ہو کیونکہ
حرام چیز پر اعانت کرتا ہے ہم اکمل نے شرح مشارق مین کہا ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ ازروی قیاس گناہ معلوم ہوتا ہے
لیکن اگر اوسکو ہبہ کہین تو گنہگار نہوگا مقدسی نے اپنی شرح مین کہا کہ ظاہر یہہ ہے کہ مراد علمار کی اوس سے یہہ ہے کہ اس جیسے
شخص کو دینا آمادہ کرتا ہے سوال پر اس ہیئت سے اور نہ دینے سے ہو سکتا ہے کہ ایسی باتون سے توبہ کرے کذا فی الشامی

ولو سأل للكسوة او لاشتغاله عن الكسب بالجهاد او طلب العلم جاز لو محتاجا اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت کا سوال کیا یا اس جہت سے کہ جہاد میں یا طلب علم میں مشغول ہونے سے کمائی نہیں کر سکتا تو جائز ہے اگر محتاج ہو م یعنی اگرچہ تندرست اور کسب پر قادر ہو ذکرہ فی البحر **فروع** مسائل لمحۃ شارح کے یندب دفع ما یغنیہ یومہ عن السؤال مستحب ہے اسقدر دینا کہ اوس روز اسکو سوال کی ضرورت نہو واعتبار حالہ من حاجۃ وعیالہ معتبر ہو حال تصدق کا حاجت اور عیال پر م مستحسن ہے کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے مثلاً دین اور تیل اور کپڑا اور گھر کا کرایہ وغیرہا کما فی فتح القدیر والمعتبر فی الزکوٰۃ فقراء مکان المال اور معتبر زکوٰۃ میں وہان کے فقیر ہیں جہان مال ہو م یعنی اگرچہ مال والا دوسرے شہر میں ہو لیکن زکوٰۃ اوس شہر کے فقیرون کو دیجاوے جہان مال ہے قالہ ابن کمال یعنی جمیع روایات میں یہی ہے کذا فی البحر وفی الوصیۃ مکان الموصی اور وصیت میں معتبر ہے مکان وصیت کرنیوالے کا م ایسا ہی جوہرہ میں منقول ہے فتاوی سے لیکن شرح وہبانیہ کے وصایا میں خلاصہ سے منقول ہے کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقراء بلخ پر تصدق کیا جاوے تو افضل یہی ہے کہ انہیں پر صرف کرین اور اگر اورون کو دیدین تب بھی جائز ہے اور یہہ قول ابو یوسف کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمد کہتے ہیں کہ نہیں جائز ہے کذا فی الشامی وفی الفطرۃ مکان المؤدی عند محمد وھو الاصح لان رؤسھم تبع لرأسہ اور فطرہ میں مکان ادا کرنیوالے کا یعنی نہ مکان اون لوگون کا جنکی طرف سے ادا کرتا ہے امام محمد کے نزدیک اور یہی اصح ہے اسلئے کہ جن لوگونکی طرف سے دیتا ہے وہ ادا کرنیوالے کے تابع ہین م بلکہ نہایہ اور عنایہ میں کہا ہے کہ یہی ظاہر الروایت ہے جیسا شرنبلالیہ میں ہے اور یہی مذہب ہے جیسا بحر میں ہے کذا فی الشامی دفع الزکوٰۃ الی صبیان اقاربہ برسم عید او الی مبشر او مھدی الباکورۃ جاز زکوٰۃ دی اپنے اقارب کے لڑکون یعنی عقلا کو عید کی تقریب سے یا خوشخبری سُنانیوالے کو یا اوس شخص کو جو نیا پہل ہدیہ لایا تو جائز ہے الا اذا نص علی التعویض مگر جبکہ تصریح کر دی معاوضہ کی تو جائز نہوگی ولو دفعھا لاختہ ولھا علی زوجھا مہر یبلغ نصابا وھو ملی مقر ولو طلبت لا یمتنع عن الاداء لا یجوز والا جاز اور اگر دی زکوٰۃ اپنی بہن کو اور اوسکے خاوند کے ذمہ مہر ہے جو نصاب کو پہونچتا ہے اور وہ شخص تونگر ہے اور مقر ہے کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار نکرے تو اوسکا زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور جو ایسا حال نہو تو جائز ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے ولو دفعھا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ لو لم یعطہ صح والا لا اور اگر دی زکوٰۃ معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ اسطرح کا ہو کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی اوسکا کام کرتا تو درست ہو ورنہ نہیں درست م اسلئے کہ دینا ہوا بمنزلہ عوض کے ہو جاتا ہے اور اسمین یہہ خدشہ ہے کہ انعام جو نئے پہل لانیوالے کا ایسا ہی ہو تو وہان بھی نیت کا اعتبار چاہئے قالہ الشامی ولو وضعھا علی کفہ فانتھبھا الفقراء جاز اور اگر رکھا زکوٰۃ کو اپنے ہاتھہ پر اور لوٹ لیا اوسکو فقیرون نے تو جائز ہے م اور یہہ فقراء کی تملیک ہوئی اور زکوٰۃ کی نیت پہلے سے نکالتے وقت ہو چکی تھی اور یہی حکم ہے جب کہ نیت پہلے سے نہو اور لوٹنے کے بعد نیت کرے اور مال فقیرون کے پاس موجود ہو قالہ الشامی ولو سقط مال فرفعہ فقیر فرضی بہ جاز ان کان یعرفہ والمال قائم خلاصہ اور اگر مال ہاتھہ سے گر گیا اور فقیر نے اوسکو اوٹھا لیا پھر مالک راضی ہو گیا تو جائز ہے اگر اسکو پہچانتا ہو اور مال بھی قائم ہے کذا فی الخلاصہ م پہچاننے کی قید اسواسطے لگائی تا کہ تملیک مجہول شخص کی نہو کیونکہ جب اوسکو نہ پہچانتا ہو اسطرح کہ مالک جب مال اوسکے پاس آیا تو مال کو نہ پایا اور کسی شخص نے اوسکو کہا کہ فقیر اوسکو اوٹھا لے گیا جسکو مالک نہیں پہچانتا اور مالک راضی ہو گیا تو درست نہوگا کیونکہ یہہ اباحت ہوئی اور زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے اور مال کے قائم ہونیکی اسواسطے شرط لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہوگی جاننا چاہئے کہ صدقہ وہ مستحب ہے جو فاضل ہو اپنی قدر کفایت اور اپنی

عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اسطرح صدقہ دے کہ حقدارون کے حق مین کوتاہی ہو تو گنہگار ہوگا اور جو شخص کہ تنگی پر صبر کر سکے اوسکو اپنا نفقہ قدر کفایت تاقتہ سے کم کرنا مکروہ ہے کذا فی شرح درر البحار اور تتارخانیہ مین محیط سے منقول ہو کہ جو شخص نفل صدقہ دے تو افضل یہہ ہے کہ جمیع مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ اونکو ثواب پونہچیگا اور اوسکے اجر مین سے کچھہ کم نہوگا واللہ اعلم

باب صدقۃ الفطر

یہہ باب ہے صدقۂ فطر کے احکام مین اسکی مناسبت زکوۃ سے یہہ ہو کہ دونو وظیفہ مالیہ مین ہین اور مبسوط مین بعد صوم کے بیان کیا ہے کیونکہ صوم کے بعد صدقۂ فطر ہوتا ہے اور فطر سے مراد فطر کا دن ہے نہ لغوی معنی کیونکہ اسطرح تو ہر شام کو رمضان مین افطار ہوتا ہے اور اوسکو صدقہ اس جہت سے کہتے ہین کہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر کرتا ہے کذا فی المعراج من اِضافۃِ الحکم لشرطِہ اضافت صدقہ کی فطر کی طرف اضافت حکم کی ہے شرط کیطرف ھم حکم سے مراد وجوب صدقہ ہے اسلئے کہ حکم شرعی وجوب ہے تو یہان حذف مضاف کا ہے اور وجوب سے مراد وجوب الادا ہے اسلئے کہ وجوب الادا کی شرط فطر ہے نہ نفس وجوب کی کیونکہ وجوب کا مدار سبب کے موجود ہونے پر ہے اور سبب راس ہے قالہ الحلبی والفطر لفظ اسلامی و الفطرۃ مولّد بل قیل لحن اور فطر اصطلاح اسلام والون کی ہے اور فطرہ ساختہ ہو بلکہ کہتے ہین کہ غلط ہے ھم ظاہر یہہ ہو کہ شارح کی مراد یہہ ہے کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ کا ہے اور نام روز مخصوص کا ہے یہہ لفظ شرعی ہے یعنی اطلاق اوسکا اوس خاص روز پر اصطلاح شرعی ہے کیونکہ فطر جو ضد صوم کی ہے لغوی ہو شرع سے پہلے مستعمل ہے یا مراد اوسکی لفظ فطرہ کا ہے یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی نہین ہے اسلئے کہ ان معنون مین نہین آیا اور وہ جو قاموس مین مذکور ہے کہ فطرہ بالکسر صدقۃ الفطر تو قاموس کے اغلاط مین شمار کیا گیا ہے اور نووی نے تحریر مین کہا ہے کہ اسم مولد ہے اور غالبًا ماخوذ ہے فطرہ سے جو معنی خلقۃ کے ہے یعنی گویا کہ یہہ زکوۃ ہے بدن کی قالہ الشامی و اُمِرَ بِہا فی السّنَۃِ الّتی فُرِضَ فیہا رمضانُ قبلَ الزکوۃِ اور حکم کیا گیا اوسی صدقہ فطر کا جس برس کہ رمضان فرض ہوا زکوۃ سے پہلے ھم روزے رمضان کے فرض ہوئے شعبان مین بعد تحویل قبلہ کے کعبہ کیطرف اور حکم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا صدقۂ فطر کے لئے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہہ زکوۃ کی فرضیت سے پہلے ہے یہی صحیح ہے قالہ الشامی و کانَ علیہِ السّلامُ یَخطُبُ قبلَ الفطرِ بیومَینِ یأمُرُ باِخراجِہا ذکرہُ الشُّمُنّی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اوسکو شمنی نے ھم عبد الرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہے عبداللہ بن ثعلبۃ سے کہ خطبہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا ادا کرو ایک صاع گیہون دو آدمیون مین یا ایک صاع کھجور یا جو ہر شخص کی طرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح تجب وحدیثُ فَرَضَ رسولُ اللہِ صلّی اللہُ علیہِ وسلّمَ زکوۃَ الفطرِ معناہُ قدّرَ للاِجماعِ علی اَنّ منکِرَہا لا یَکفُرُ واجب ہے صدقۃ الفطر اور وہ حدیث جسمین مذکور ہے کہ فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کو اوسکے معنی یہہ ہین کہ مقرر کیا اسوجہ سے کہ اجماع ہے اس بات پر کہ منکر اسکا کافر نہین ہے ھم امام شافعی کے نزدیک صدقۃ الفطر فرض ہے اونکا استدلال حدیث مذکور ہو شارح نے استدلال کے جواب کی طرف اشارہ کیا مُوَسّعًا فی العُمرِ عندَ اَصحابِنا وھو الصّحیحُ بحرٌ عن البدائعِ لِاَنّ مُطلَقَ الاَمرِ یفیدُ الاِیجابَ مُطلقًا کالزکوۃِ علی قولٍ واجب ہے صدقۃ الفطر اسطرح کہ مدۃ العمر مین ادا کی گنجایش ہو ہمارے تینون اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہے ذکر کیا اسکو بحر مین بدائع سے اور وجہ یہہ بیان کی کہ امر صدقۃ الفطر کی ادا مین مطلق ہو یعنی وقت کی قید نہین سو مدۃ العمر مین جب ادا کریگا تو ادا ہی ہوگا قضا نہوگا ہان البتہ عیدگاہ مین جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے کذا فی البدائع مانند زکوۃ کے کہ اوسکا وجوب بھی موسع ہو ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا ولو ماتَ فاَدّاھا وارِثُہ جازَ اور اگر مر گیا

باب صدقۃ الفطر

یہہ اوسکے وارث نے صدقۃ الفطر اوسکی طرف سے ادا کیا تو جائز ہے ھ جو ہرہ نیرہ مین ہے کہ جس شخص کے ذمہ زکوٰۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہووے
اور وہ مر جاوے تو اوسکے ترکہ سے نہ لیا جاوے مگر یہہ کہ ورثہ تبرع کرین اور ورثہ اہل تبرع کے بہی ہون اور جبر نکیا جاوے اون پر اور
اگر خود وصیت کرکے مرا تو ثلث مین وصیت جاری ہوگی قالہ الشامی وقیل مُضیّقًا فی یوم الفطر عینًا اور کہا گیا ہے کہ ادا اوسکا مقید
ہے خاص عید کے روز ھ یہہ قول حسن بن زیاد کا ہے کہ ادا کرنا اوسکا یوم الفطر مین ہے اول سے آخر تک اگر ادا اوسکو نہ ادا کیا کہ عید کا دن
گذر گیا تو ساقط ہوجائیگا مثل قربانی کے کذا فی البدائع و شروح الہدایہ وغیرہا اور ابن ہمام نے اپنی تحریر مین ترجیح وہی ہے کہ یہہ مطلق نہین
ہے بلکہ مقید بالوقت ہے کیونکہ حضرت نے فرمایا اَغنُوہُم فی ہذا الیوم عن المسألۃ تو بعد اس روز کے قضا ہوگا اور ابن نجیم نے بہی اسیکا
اتباع کیا ہے بحر مین لیکن اونہون نے اپنی شرح مین جو منار پر ہے لکہا ہے کہ یہہ ترجیح مقابل صحیح کے ہے مین کہتا ہون کہ یہہ تیسرا قول ہے مذہب سے
خارج اسواسطے کہ عید کا دن گذرنیکے بعد صدقہ کا قضا واقع ہونا مغائر اس قول کے ہے کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہوجاتا ہے اور
علامہ مقدسی نے اوسکو رد کیا ہے کہ حضرت کے وقت مین صحابہ صدقۃ الفطر پیشگی دیدیا کرتے تہے اور یہہ بات حضرت کی اجازت سے تہی
جیسا خود ابن ہمام نے کہا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ مقید بیوم الفطر نہ تہا اسواسطے کہ اگر خاص اوس روز کے ساتہہ مقید ہوتا تو اوس سے
پہلے ادا نہوتا مثل قربانی اور نماز روزہ کے اور امر اغنوہم الخ محمول ہے استحباب پر کذا فی الشامی فبعدہ یکون قضاءً واختارہ
الکمال فی تحریرہ ورجحہ فی تنویر البصائر پس بعد یوم العید کے ہوویگا قضا اور اسکو اختیار کیا ہے کمال نے اپنی تحریر مین اور ترجیح
دی اسکو تنویر البصائر مین ھ پہلے معلوم ہوچکا کہ معین کرنا عید کے دن کا ایک تیسرا قول ہے کہ سوای ابن ہمام کے کسی اور نے نہین
کہا اور اسمین جو کچہہ ہے وہ بہی واضح ہوچکا اسوقت نہین اس تقریر مین نظر ہے قالہ الشامی علی کل حرٍّ مسلمٍ ولو صغیرًا او مجنونًا واجب ہے
صدقۃ الفطر ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو ھ حر کے لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہین اور مسلمان کی قید سے معلوم
ہوا کہ کافر کے ذمہ نہین اگرچہ اوسکا غلام یا بیٹا مسلمان ہو کذا فی البحر اور بعض نسخون مین ومجنونًا واو کے ساتہہ واقع ہے اور یہہ
اوس صورت مین ہے کہ اون دونو یعنی صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع مین کہا ہے کہ عقل اور بلوغ وجوب کی شرائط مین نہین
ہے امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک یہانتک کہ اگر مجنون و صغیر کے پاس مال ہو تو اونکا ولی صدقہ نکالے اونکے مال مین سے اور امام محمد اور
ابو زفر کہتے ہین کہ نہین واجب ہے پس اگر ولی صدقہ اون کے مال مین سے دیگا تو ضامن ہوگا قالہ الشامی حتی لو لم یُخرِجْہا
ولیُّہما وجب الاداء بعد البلوغ یہانتک کہ اگر نہ نکالے صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے
ادا واجب ہوگا ذی نصابٍ فاضلٍ عن حاجتہ الاصلیۃ کدینہ وحوائج عیالہ وان لم ینمُ کما مرّ یعنی صدقۃ الفطر واجب ہے
ہر آزاد مسلمان پر کہ نصاب کا مالک ہو اور وہ نصاب زیادہ ہو اوس کی حاجت اصلی سے جیسا دین اور زیادہ ہو عیال کی حاجات سے اگرچہ نصاب
نامی ہو جیسا پہلے گذر چکا وبہ ای بہذا النصاب یحرم الصدقۃ کما مر وتجب الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اور اسی
نصاب کی جہت سے حرام ہوتا ہے صدقہ جیسا گذر چکا اور واجب ہوتی ہے قربانی اور نفقہ محارم کا بنابر قول راجح کے ھ یعنی اگر
فقیر اور کسب سے عاجز ہون یا عورتین فقیر ہون اور محارم کی قید سے ماں باپ کے نکالنے کو کیونکہ ماں باپ جب فقیر ہون تو مختار یہہ ہے کہ انکو
اپنے نفقہ مین شامل رکہے اگر کسب کرتا ہو وانما لم یشترط النمو لان وجوبہا بقدرۃٍ ممکنۃٍ اور نمو کی شرط جو نہین لگائی سو
اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا قدرت ممکنہ کی جہت سے ہے ہی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط بقاءہا
لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ کاف مشدد کے کسرہ سے وہ ہے جو واجب ہو بغور قدرت کے فعل پر پس نہین شرط
باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کے واسطے اسلئے کہ وہ صرف شرط ہے ھ واضح ہو کہ قدرت جس سے آدمی مامور بہ ادا کرسکے

دوسری قسم ہے ایک وہ کہ توانگری اوسکے ساتھہ معتبر نہو اوسکو قدرت مطلق اور قدرت ممکنہ یعنی قادر کرنیوالی کہتے ہین کیونکہ اوسکی جہت سے آدمی ادا و مامور بہ پر قادر ہو جاتا ہے جیسے نصاب مستغنیٰ فطر کی قدرت ممکنہ ہے اور زاد اور راحلہ حج کی اور اگر قدرت کے ساتھہ توانگری بھی معتبر ہو تو وہ قدرت میسرہ یعنی آسان کرنیوالی اور قدرت کاملہ کہلاتی ہے جیسے نصاب نامی ہے کذا فی الطحطاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے جو تعریف کی ہے وہ خود قدرت کی نہوں بلکہ اوس وجوب کی ہے جو قدرت مذکورہ پر مشروط ہو اور بقاء قدرت ممکنہ کے مشروط نہونے سے یہہ نکلا کہ اگر نصاب عید فطر کی صبح کے بعد جاتی رہیگی تو صدقہ فطر ساقط نہوگا چنانچہ آگے آویگا لا بقدرة ميسرة هي ما يجب بعد التمكن بصفة اليسر فغيرته من العسر الى اليسر نہ قدرت میسرہ کے ساتھہ سین مشددہ کے کسرہ سے قدرت میسرہ وہ ہے کہ واجب ہو بعد قدرت کے سہولت کے وصف کے ساتھہ سو بدل ڈالا ہو اوسکو دشواری سے آسانی کی طرف م اس تعریف مین بھی وہی خلل ہے جو قدرت ممکنہ کی تعریف مین گذرا حاصل یہ کہ قدرت ممکنہ ہرگاہ شرط ہے تمکن اور احداث فعل کی تو شرط محض ہوئی کہ اوسمین معنی علت کے نہین پس اوسکا بقا بھی شرط نہین بقاء واجب کے لئے کیونکہ بقا مغائر ہے وجود کا اور وجود کی شرط کو کچھہ لازم نہین کہ بقاء کی شرط بھی ہو جیسے نکاح کے شاہد کہ شرط ہین انعقاد نکاح مین نہ بقاء نکاح مین بخلاف میسرہ کے اسواسطے کہ وہ ایسی شرط ہے کہ اوسمین معنی علت کے ہین کیونکہ اوسنے فعل واجب کی صفت کو دشواری سے سہولت کے ساتھہ بدل دیا یعنی ہو سکتا تہا کہ فعل واجب ہوتا بغور وجود قدرت ممکنہ کے بصفت دشواری سو دشواری کو چھوڑکر اوسکو بصفت یسر واجب کیا پس اسطرح کی قدرت کا دوام شرط ہے باعتبار معنی علیت کے کیونکہ حکم نہین باقی رہ سکتا بدون اوسکے کذا فی الشامی مختصرا فيشترط بقاءها لانها شرط في معنى العلة پس شرط کیا گیا ہے بقاء قدرت میسرہ کا کیونکہ یہہ شرط ہے علت کے معنی مین م یعنی اوسکا حکم اپنی علت کے ساتھہ رہتا ہو وجودا و عدما مین کذا فی الطحطاوی وقد حررناه فيما علقناه على المنار اور ہمنے اوسکو متمم بیان کیا ہے منار کی تعلیقات مین تو فرع عليه فلا تسقط الفطرة وكذا الحج بهلاك المال بعد الوجوب پہر تفریع کیا مصنف نے اوسپر جو سابق مین مذکور ہو یعنی قدرت ممکنہ اور میسرہ پر پس نہین ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہو جانے سے واجب ہونیکے بعد کیونکہ ان دونو مین قدرت ممکنہ معتبر ہے کذا قالہ الشامی كما لا يبطل النكاح بموت الشهود جیسا نہین باطل ہوتا نکاح گواہون کے مرنے سے بخلاف الزكوة والعشر والخراج لاشتراط بقاء الميسرة بخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے یعنی خراج مقاسمہ اسواسطے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط ہے یعنی تمام یعنی اگر مال برس گذرنیکے بعد ہلاک ہو جاوے ادا کی قدرت اوسکو ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے بخلاف استہلاک کے کیونکہ اوس صورت مین تقدیرا قدرت باقی ہے کہ اوسمین زجر ہو تعدی سے اور فقیرون کا بھی لحاظ ہے عن نفسه متعلق بيجب وان لم يصم لعذر جو اپنے نفس سے متعلق ہے یجب کے یعنی صدقۃ الفطر واجب ہوا اپنے نفس کیطرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ نرکہا ہو م یہہ سبب ہے فطرہ کے سبب کا اور اصل اوسمین خود اوسکا نفس ہے اور آدمی بیشک اپنا بوجہ آپ اوٹہاتا ہو سکے ہو اور اپنے پر اس کا آپ متولی ہو تو جسکی مئونت مین ہے وہ جو اوسکے ساتھہ ملحق ہو یعنی اوسکے توابع جنکی مئونت اوسکے ذمہ ہو اور صوم مین عذر کی قید اتفاقی ہے اگر بلا عذر بھی کوئی شخص افطار کرے تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ فطرہ کے ادا مین یہہ شرط مذکور نہین قالہ الشامی وطفله الفقير والكبير المجنون اپنے چہوٹے لڑکے محتاج کیطرف سے اور بڑے مجنون کی طرف سے م یعنی جو فقیر ہو کیونکہ غنی کا صدقہ اوسکے مال مین سے ہوگا امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذرچکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہوا کہ جنین کیطرف سے صدقۃ الفطر لازم نہین اور طفل لڑکے اور لڑکی دونو کو شامل ہے کذا فی المغرب قالہ الشامی ولو تعدد الاباء فعلى كل فطرة اور اگر باپ متعدد ہوان تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا م اسکی صورت یہہ ہے کہ کسی لقیط پر دو آدمی دعوی کرین کہ یہہ میرا بیٹا ہے یا مشترک باندی سے بیٹا پیدا ہو دونو مالکون نے دعوی کیا قالہ الشامی ولو زوج طفلته الصالحة للخدمة الزوج فلا فطرة اور اگر نکاح کر دیا اپنی لڑکی کا کہ زوج کی خدمت کر سکتی ہے پس فطرہ لازم نہین آتا

بس خاوند پر لازم ہوگا جیسا آگے مذکور ہوگا اور نہ باپ پر کہ زوجہ کو تسلیم کر چکا خلاصہ میں ہے صغیرہ اگر باپ نے خاوند کے سپرد کی گئی تو نہ اوسکے باپ پر فطرہ نہیں ہے کیونکہ اوسکی مؤنت اوسکے ذمہ نہیں رہی اس سے معلوم ہوا کہ خلاصہ میں دو قیدیں ہیں خدمت کی صلاحیت اور خاوند کو سپردگی قالہ الشامی والجد کالاب عند فقدہ کما اختارہ فی الاختیار اور دادا باپ کی مثل ہے باپ کے نہوتے جیسا اختیار میں اسکو اختیار کیا ہے م یہ حسن کی روایت ہے اور ظاہر الروایت کے خلاف ہے کہ دادا باپ کے حکم میں ہے گر چند مسائل میں اونمیں سے ایک مسئلہ یہی ہے اور فتح القدیر میں بھی اسکو اختیار کیا ہے کیونکہ سبب وجوب متحقق ہے یعنی راس اور اوسکی مؤنت اور تولیت بولایت مطلق ہو اور اسکے ذمہ ہے ہیہ اسکو شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی وعبدہ للخدمۃ ولو مدیونا او مستاجرا او مرهونا اذا کان عندہ وفاء بالدین اور فطرہ واجب ہے اپنے غلام خدمتی کیطرف سے اگرچہ مدیون ہو یعنی مستغرق کذا فی البدائع یا اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جب کہ راہن کے پاس دین کے دینے کی قدر ہو م یعنی دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا نہیں ہے اور مراد نصاب سے یہہ ہے کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی میں ہے کذا فی البحر عن البدائع واما الموصی بخدمتہ لواحد وبرقبتہ لآخر ففطرتہ علی مالک رقبتہ اور وہ غلام جسکی خدمت کی وصیت ایک شخص کے لئے کی اور اوسکی ملکیت کی دوسرے کے لئے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہے کالعبد العاریۃ والودیعۃ والجانی جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جسنے کسی کا بگاڑ کیا ہو کہ اوسکا صدقہ مالک کے ذمہ ہے جنایت کوئی سی ہو عمدا ہو یا خطاء کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہے جب جنایت کے بدلہ میں اوسکو دیدے پہلے سے زائل نہیں ہوتی کذا فی الخانیہ وقول الزیلعی لا تجب سبق قلم فتح اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب نہیں ہے خطاء ہے کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح م زیلعی میں ہے کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اوسکا فطرہ مالک پر نہیں لیکن شلبی محشی زیلعی نے اسکو محمول کیا ہے اس صورت پر کہ موصی مر گیا اور موصی لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قالہ الشامی ومدبرہ وام ولدہ ولو کان عبدہ کافرا لتحقق السبب وهو رأس یمونہ ویلی علیہ اور صدقہ دے اپنے مدبر اور ام ولد کیطرف سے اگرچہ غلام کافر ہو کیونکہ سبب وجوب متحقق ہے یعنی رأس جسکی مؤنت اوسکے ذمہ ہے اور اوسکا وہ ولی ہے م یعنی مؤنت واجبہ کاملہ مطلقہ پہلی قید سے مؤنت اجنبی نکل گئے جو للہ اپنے ذمہ رکھے نہ واجبہ اور دوسری قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اوسکی مؤنت کامل نہیں اور تیسری سے زوجہ نکل گئی کہ اوسکی مؤنت مطلقہ نہیں بلکہ مؤنت ضروری ہے انتظام خانگی کے لئے اور اسلئے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم نہیں جیسے دوا کرنا کما فی الزیلعی لا عن زوجتہ وولدہ الکبیر العاقل نہیں واجب ہے صدقۃ الفطر اپنی بی بی کیطرف سے اور اپنے ولد کیطرف سے جو بالغ عاقل ہو م زوجہ کیطرف سے اسلئے نہیں واجب کہ اوسپر ولایت تامہ نہیں کیونکہ سوا حقوق زوجیت کے اور کسی طرح کی ولایت نہیں ہے اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد و نوش میں اوسکا شریک ہو مگر اوسکا صدقہ باپ پر واجب نہیں کیونکہ ولایت نہیں کذا فی الجوہرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون سے کہ اونکا حکم مانند صغیر کے ہے ولو ادی عنہما بلا اذن اجزأ استحسانا للاذن عادۃ ای لو فی عیالہ والا فلا قهستانی عن المحیط فلیحفظ اور اگر فطرہ بی بی کی طرف سے اور بالغ لڑکے کی طرف سے بلا اجازت دیدیا تو کافی ہے بدلیل استحسان اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ کیونکہ عادۃ اذن موجود ہے یعنی اگر اوسکی عیال میں ہو ورنہ نہیں کافی کذا فی قهستانی عن المحیط اسکو یاد رکھو م للاذن عادۃ سے اشارہ ہے کہ نیت حکما موجود ہے ورنہ بدائع میں تصریح کی ہے کہ فطرہ بدون نیت کے ادا نہیں ہوتا بحر میں کہا ہے کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ادا کرے اون اشخاص کیطرف سے جو اوسکی عیال میں ہیں یعنی جنکا خورد و نوش اوسکے متعلق ہے بدون اونکی اجازت کے تو جائز ہے مطلقا یعنی قید زوجہ اور ولد کی نہیں قالہ الشامی وعبدہ الآبق والماسور والمغصوب المجحود ان لم تکن علیہ بینۃ نہ بھاگے ہوئے غلام کی طرف سے کیونکہ ولایت اوسپر قائم نہیں

اور نہ عبید ہی کیطرف سے کہ وہ تصرف سے ممنوع ہے جیسا مکاتب اور نہ غصب کیے ہوئے کیطرف سے جیسا کہ غلام منکر ہو اگر غصب پر گواہ نہوں کذا فی الخلاصۃ م مقتضی
اوس تصحیح کا جو کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہوئی یہہ ہے کہ واجب نہو اگرچہ گواہ بھی ہوں کیونکہ ہر قاضی عادل نہیں ہوتا اور نہ ہر گواہ مقبول کذا فی
البحر الا بعد عودہ فیجب لما مضی ت غلام کے پھر آنیکے بعد پس واجب ہوگا سالہای گذشتہ کا فطرہ کذا فی قہستانی م یہہ استثنا راجع ہے
آبق کی طرف جیسا نہر میں اور منح میں ہے اور مغصوب کیطرف بھی جیسا بحر میں ہے حلبی نے کہا کہ ظاہر یہہ ہے کہ اسیر کا حکم بھی یہی ہے کذا فی الشامی ولا عن
مکاتبہ ولا یجب علیہ لان مافی یدہ لمولاہ ولا نہیں واجب ہے مکاتب کیطرف سے اور نہ واجب ہے اوس مکاتب پر کیونکہ جو چیز مکاتب کے قبضہ میں ہے
مولی کی ہے م اسلیئے کہ مکاتب عبد ہی ہے جب تک اوسپر ایک درم بھی باقی ہے اور عبد خود مملوک ہے تو مالک نہیں ہوسکتا کذا فی البدائع و
عبید مشترکۃ اور نہ مشترک غلاموں کی طرف سے م کیونکہ ہر ایک شریک کی ولایت اور مؤنت قاصر ہے اور یہہ امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کہتے
ہیں کہ ہر ایک کے ذمہ پوری غلاموں کا فطرہ ہوگا جتنے اوسکے حصہ میں آوین ٹکڑے دینا نہوگا جیسا ہدایہ میں ہے یعنی اگر چار غلام ہوں تو دو شریکوں کے
ذمہ دو دو غلاموں کا فطرہ لازم ہوگا اور تین غلام ہوں تو ایک ایک کا فطرہ دونوں پر لازم ہوگا تیسرے کا لازم نہوگا اور محیط میں ابو یوسف
کو ابو حنیفہ کے ساتھہ ذکر کیا ہے اور یہی اصح ہے جیسا حقائق میں اور فتح میں ہے الا اذا کان عبد بین اثنین وتھایاٰہ ووجد الفطر
فی نوبۃ احدھما فیجب فی قول م مگر جب کہ غلام مشترک ہو دو شخصوں میں اور نوبت بنوبت اوس سے خدمت لیتے ہوں اور ایک کی نوبت میں وقت
وجوب پایا جاوے یعنی طلوع فجر یوم الفطر تو ایک قول میں واجب ہے م یعنی قول ضعیف میں جیسا بعض نسخوں میں موجود ہے اور وجہ اس قول کے
ضعیف ہونیکی یہہ ہے کہ سب متون و شروح کے اطلاق کے مخالف ہے قالہ الشامی وتوقف الوجوب لو کان المملوک مبیعا بخیار فاذا مر
یوم الفطر والخیار باق تلزم علی من یصیر لہ اور صدقہ کا وجوب موقوف رہیگا اگر مملوک کو بشرط خیار بیچا ہو پھر جب عید کا دن گذر جاوے
اور خیار باقی ہو تو فطرہ لازم اوس شخص پر ہوگا جسکا وہ غلام قرار پاویگا م بشرط خیار بیچا یعنی بائع کا خیار یا مشتری کا یا دونوں کا اور
موقوف اسواسطے رہیگا کہ ملک متزلزل ہے پس اگر خیار نہو اور بعد یوم الفطر کے قبض کیا تو مشتری پر لازم ہوگا اور اگر قبل القبض مر گیا تو
کسی پر واجب نہوگا اور اگر عیب کی جہت سے قبل القبض پھیرا گیا یا خیار رویت کی جہت سے تو بائع کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر بعد القبض
پھیرا گیا تو مشتری پر کذا فی الخانیہ نصف صاع فاعل یجب من بر او دقیقہ او سویقہ م نصف صاع فاعل ہے یجب کا یعنی فطرہ کی
مقدار واجبہ آدھا صاع گیہوں کا یا اوسکے آٹے کا یا اوسکے ستو کا م اولی یہہ ہے کہ آٹے اور ستو میں مقدار اور قیمت دونوں کی رعایت
ملحوظ رہے احتیاطاً اگرچہ بعض اخبار میں آٹے کی تصریح آئی ہے کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ اسناد میں سلیمان بن ارقم ہے جو متروک الحدیث
ہے پس احتیاط واجب ہے یعنی اسطرح کہ نصف صاع گیہوں کا آٹا یا ایک صاع جو کا آٹا دیوے کہ برابر ہو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو کے
اور اسطرح نہ دیوے کہ نصف صاع سے کم گیہوں کا آٹا ہو جو قیمت میں برابر ہو نصف صاع گیہوں کے یا ایک صاع سے کم جو کا آٹا ہو کہ قیمت میں
برابر ہو ایک صاع جو کے اور نہ اسطرح کہ نصف صاع گیہوں کا آٹا کہ قیمت میں نصف صاع گیہوں کی برابر نہو یا ایک صاع جو کا آٹا جو قیمت میں
ایک صاع جو کی برابر نہو کذا فی الفتح لیکن ہدایہ میں لفظ اولی سے تعبیر کیا ہے اور فتح القدیر میں بلفظ وجب کذا فی الشامی او زبیب وجعلاہ
کالتمر وھو روایۃ عن الامام وصححا البھنسی وغیرہ یا نصف صاع کشمش اور صاحبین نے کشمش کو کھجور کے حکم میں کہا ہے یعنی ایک صاع
دینی چاہیئے اور یہہ ایک روایت ہے امام صاحب سے بھی اور تصحیح کی ہے اس روایت کی بہنسی وغیرہ نے م یعنی اپنی شرح میں جو ملتقی پر ہے اور
مراد اوسسے یہہ ہے کہ اوسنے تصحیح بیان کی ہو ورنہ وہ اصحاب تصحیح سے نہیں ہے بحر میں کہا ہے کہ اسکی تصحیح کی ہے ابو الیسر نے اور ترجیح دی ہے
ابن ہمام نے فتح القدیر میں دلیل کی رو سے در المنتقی والشرنبلالیۃ عن البرھان وبہ یفتی اور حقائق اور شرنبلالیہ میں برہان
سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے او صاع من تمر او شعیر ولو ردیا یا ایک صاع کھجور یا جو اگرچہ ناقص ہو م بحر میں کہا ہے کہ نصف صاع یا

صرح فی الخلاصہ کہا ہے اور جید کی قید جبین لگائی اسواسطے کہ اگر نصف صاع خراب بہی اداکر دیگا تو جائز ہے اور اگر ادا کیا بودا یا عیب دار تو اوسکا نقصان بہی بہر دیگا اور اگر ردی کی قیمت دی تو جو زیادتی باقی رہ گئی وہ بہی ادا کر دے کذا فی الظہیریۃ اور اگر گیہون جو مین مخلوط ہون پس اگر جو غالب ہون تو ایک صاع اور اگر گیہون غالب ہون تو نصف صاع قالہ الشامی وما لم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ اور جو غلہ وغیرہ کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اوسمین تصریح وارد نہین ہوئی اوسمین معتبر قیمت ہے جیسے جوار اور روٹی ہم نے بحرالرائق مین کہا ہے کہ منصوص علیہ مین بعض کو بعض کی جگہ قیمت کے اعتبار سے دینا جائز نہین برابر ہے کہ جس چیز کے بدلہ مین دیا ہے وہ اوسکی جنس سے ہو یا خلاف جنس ہو مثلاً گیہون دینا گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار سے یعنی اسطرح کہ نصف صاع اچھے گیہون کے بدلے ایک صاع متوسط گیہون دیئے جائز نہین یا دوسرا غلہ گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار سے دی وہ بہی جائز نہین جیسے نصف کہجور جو قیمت مین نصف صاع گیہون کی برابر ہو بدلے نصف صاع گیہون کے ادا کرے بلکہ بجای نصف صاع کہجور کے شمار کیا جائیگا اور اوسکے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا کیونکہ قیمت منصوص مین معتبر نہین کذا قالہ الشامی وہو الصاع المعتبر ما یسع الفا واربعین درہما من ماش او عدس اور صاع جو شرعاً معتبر ہے وہ ظرف ہے جسمین ایک ہزار چالیس درم کے وزن کے ماش یا مسور سما دین ہم صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مُد دو رطل کا اور رطل نصف مَن کا اور مَن درہمون سے دو سو ساٹھ درہم کا اور استار سے چالیس استار کا اور استار بکسر ہمزہ دراہم کے وزن سے ساڑہے چار مثقال کا کذا فی شرح درر البحار پس مُد اور مَن دونون برابر ہین یعنی ہر ایک دو رطل عراقی اور صاع کا چوتہائی اور رطل ایک سو تیس درم کا اور زیلعی اور فتح القدیر مین ہے کہ صاع مین اختلاف ہو امام ابوحنیفہ اور محمدؒ نے کہا ہے کہ آٹھہ رطل عراقی کا ہے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ پانچ رطل اور تہائی رطل کا اور کہا گیا ہے کہ اختلاف نہین ہے بلکہ تعبیر کا فرق ہے اسلئے کہ ابو یوسف نے اندازہ مدینہ شریف کے رطل سے کیا ہے جو تیس استار کا ہے اور عراقی بیس استار کا ہے اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھہ رطل عراقی کا ۵ ⅓ رطل مدنی کے ساتھہ تو دونو برابر ہین کیونکہ بیس استار کو آٹھہ مین ضرب دینے سے ایک سو ساٹھہ استار ہوتے ہین اور پانچ کو تیس مین ضرب دینے سے ڈیڑہ سو ہوتے ہین اور تہائی تیس کے دس ہوئے تو یہہ بہی ایک سو ساٹھہ استار ہو گئے اور یہی مشابہ بصواب ہے کیونکہ امام محمدؒ نے خلاف ابو یوسفؒ کا نہین ذکر کیا اگر ہوتا تو بیشک ذکر کرتے پہر جاننا چاہیے کہ درہم شرعی چودہ قیراط کا ہوتا ہے اور جو اب متعارف ہے وہ سولہ قیراط کا ہے جب صاع ایک ہزار چالیس درم شرعی کا ہوا تو متعارف دراہم کے وزن سے نو سو دس کی برابر ہوا کذا قالہ الشامی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکہا ہے کہ رطل بیس استار کا ہوتا ہے ہر استار ۴ ½ مثقال کا پس وزن رطل کا برابر چہتیس روپیے دہلی کے ہے یعنی جو روپیہ کہ سوا گیارہ ماشہ کا ہے حاصل یہہ کہ صاع یعنی (۱۰۴۰ درم = ۳ ۷ ۲ تولہ دہلی = ۲۸۲ روپیے چہرہ شاہی کچہہ کم = ۳ ۰ ۲ اور دو روپیے زائد دہلی کے سیر سے جو اسّی روپیے بہر کا ہے اور قریب ۳ ثار ۳ چہٹانک کے سہارنپور کے سیر سے جو اٹہاسی روپیے بہر کا ہے انما قدر بہما لانہما لا یکاد ویختلف وزنا ماش اور عدس کے ساتھہ اندازہ اسلئے مقرر کیا گیا کہ یہہ کیل اور وزن مین برابر ہوتے ہین یعنی بعضے ہلکے اور بعضے ٹہوس نہین ہوتے پس جب ایک برتن کو ایک قسم کے ماش یا عدس سے پر کرین کہ بمقدار (۱۰۴۰) درم کے ہون پہر اونکو نکال کر دوسری ماش یا عدس اوسمین بہرین تو ہلکی یا بہاری نہون گے بلکہ پہلے کے برابر ہون گے بخلاف گیہون اور جو کے کہ اون مین بعضے بہاری اور بعضے ہلکے ہوتے ہین تو اوسکے کیل اور وزن مین اختلاف ہوسکتا ہے پس عدس اور ماش سے کیل کا اندازہ اسلئے مقرر کیا کہ یہہ مختلف نہیں

ودفع القيمة اي الدراهم افضل من دفع العين اور دینا قیمت صدقۃ الفطر کا یعنے درہم وغیرہ کا افضل ہی اُس عین کے دینی سی کیونکہ فقیر کی حاجت رفع ہونے میں زیادہ معاون ہی کذا فی الشامی على المذهب المفتی به جوهره وبحر عن الظهيرية بنا بر مذہب مفتی بہ کے کذا فی الجوہرہ والبحر نقلا عن الظہیریۃ م اسکی مقابل وہ قول ہی جو مضمرات مین ہی کہ گیہون کا دینا افضل ہی سب احوال مین ایام شدت کے ہون یا نہون اسلئے کہ یہہ موافق سنت کی ہی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المنح پس فتوی مین اختلاف ہی کذا فی الطحطاوی وهذا في السعة اما في الشدة فدفع العين افضل كما لا يخفى یعنی یہہ قیمت کا ادا کرنا افضل ہی فراخی کے وقت مین لیکن گرانی کے دنون مین تو خود اُس شی معین کا دینا یعنی غلہ وغیرہ کا افضل ہی جیسا کہ پوشیدہ نہین م ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہی کہ یہہ شارح کیطرف سی بحث ہی باوجود اسکی کہ تاتارخانیہ مین اسکو محمد بن سلمہ کیطرف نسبت کیا ہی اور نہر مین کہا ہی کہ یہہ مستحسن ہے کذا قالہ الشامی بطلوع فجر الفطر متعلق بيجب یہہ متعلق ہی یجب کے یعنی صدقۃ الفطر واجب ہی عید کی صبح صادق کی نمود ہونے پر م اور امام شافعی کے نزدیک رمضان کے آخر روز کے آفتاب غروب ہونے پر کذا فی البدائع فمن مات قبله اي الفجر او ولد بعده او اسلم لا تجب عليه پس جو شخص مرگیا اوس فجر سی پہلے یا پیدا ہوا اوسکے بعد یا اسلام لایا تو اوسپر فطرہ واجب نہوگا م کیونکہ یہہ اشخاص وجوب کیوقت اہلیت سی خارج ہین کذا فی النہر اور یہی حکم ہی جو فقیر ہو جاوی فجر سی پہلے یا تونگر ہو جاوی فجر کے بعد کذا فی الہندیۃ ق

يستحب اخراجها قبل الخروج الى المصلى بعد طلوع فجر الفطر عملا بامره وفعله عليه الصلوة والسلام اور مستحب ہی فطرہ دینا عیدگاہ مین جانے سی پہلے بعد نمودار ہونے فجر عید کے واسطے تعمیل حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور واسطے اقتدا فعل حضرت کے م اس قول و فعل کو حاکم نے ابن عمر سی روایت کیا ہی اور فتح القدیر مین اوسکو بیان کیا ہی قالہ الشامی فصح اداؤها اذا قدمه على يوم الفطر او اخره اعتبارا بالزكوة اور درست ہی ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور پیچھے زکوۃ پر قیاس کرکے والسبب موجود اذ هو الرأس م اور سبب وجوب کا یعنی راس موجود ہے م اولی یہہ ہی کہ بخاری کی حدیث سی استدلال کیا جاوی کہ صحابہ عید سی ایک یا دو روز پہلے فطرہ دیا کرتے تہی فتح القدیر مین ہے کہ پہلے سی دینا صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تہا بلکہ آپکے اذن ہی سی ہوگا کذا قال الشامی بشرط دخول رمضان في الاول اي مسألة التقديم هو الصحيح وبه يفتى جوهره وبحر عن الظهيرية بشرط داخل ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ مین یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہی کذا فی الجوہرہ والبحر عن الظہیریۃ یعنی اگر رمضان سی پیشتر فطرہ دیگا تو صحیح نہوگا لكن عامة المتون والشروح على صحة التقديم مطلقا وصححه غير واحد ورجحه في النهر ونقل عن الولوالجية انه ظاهر الرواية قلت فكان هو المذهب لیکن اکثر متون اور شروح متفق ہین تقدیم کی درستی پر ہر صورت مین یعنی اگرچہ رمضان سی پیشتر دیوی اور کچہہ ایکے لیئے نہین بلکہ بہتون نے اسکی تصحیح کی ہی اور نہر مین اوسکو ترجیح دیا ہی اور ولوالجیہ سے نقل کیا ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہی مین کہتا ہون پس یہی مذہب ہی م طحطاوی نے کہا کہ جس روایت پر فتوی ہوتا ہی وہ مقدم ہوتی ہی ظاہر الروایۃ پر وجاز دفع كل شخص فطرته الى مسكين او مساكين على ما عليه الاكثر اور جائز ہے دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین کو یا جماعت کو اسی بنا پر کہ اکثر مشائخ اسی پر ہین وبه جزم في الولوالجية والخانية والبدائع والمحيط وتبعهم الزيلعي في الظهار من غير ذكر خلاف وصححه في البرهان فكان هو المذهب كتفريق الزكوة اور اسی پر جزم کیا ہی ولوالجیہ اور خانیہ اور بدائع اور محیط مین اور انکا اتباع کیا ہی زیلعی نے باب ظہار مین بدون ذکر اختلاف کے اور برہان مین اسکو صحیح کہا ہی پس یہی مذہب ہی جیسے زکوۃ کی تقسیم درست ہی ایک مسکین کو دیوی یا چند کو والامر في حديث اغنوهم للندب فيفيد الاولوية ولذا قال في الظهيرية لا يكره التاخير اي تحريما اور امر حدیث شریف اغنوہم الخ مین استحباب کے لئے ہی پس مفید ہی اولویت کو اور اسیواسطے ظہیریہ مین کہا ہی کہ تاخیر مکروہ نہین ہی یعنی تحریما م یہہ حدیث دارقطنی اور ابن ابی عدی اور حاکم نے علوم الحدیث مین ابن عمر سے بلفظ اغنوہم روایت کی ہی اغنوهم عن الطواف في هذا اليوم کذا قالہ نوح افندی اس حدیث سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ اغنا اصل ہی یہانتک کہ ایک شخص کو جو انکو کافی ہو دیا جاوی تیسیر چاہیئے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو مقتضا ہو امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو شارح نے

جواب یہ ہے کہ امر استحباب کے لئی ہی ورنہ تقدیم و تاخیر جائز نہوتی اور تقدیم و تاخیر کے جواز پر دلیل سابق مین مذکور ہو چکی تو جب امر استحباب کے لئی ہوا
تو اسکا خلاف مکروہ تحریمی نہوگا بلکہ تنزیہی ہوگا اس جواب سی یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا مکروہ تنزیہی ہی جیسا یوم الفطر
سے تاخیر کرنا ہان مگر یہہ کہ فرق اسطرح بیان کیا جاوی کہ اگر لوگ یوم العید سی تاخیر کرین تو اغنا بالکل حاصل نہوگا بخلاف اسکی کہ متفرق
دین کیونکہ مجموع سی اغنا حاصل ہوجاتا ہی جیسی کرخی نے یہہ علت بیان کی ہی قالہ الشامی کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا
خلاف نشاہیہ جیسا جائز ہی دینا متعدد شخصونکا فطرہ ایک مسکین کو بغیر ایسی اختلاف کی کہ لائق اعتبار کے ہو م یعتد بہ سی مصنف کے کلام کی
تصحیح کی ہی یعنی مراد نفی خاص خلاف کے ہی کیونکہ مواہب الرحمن مین دونو مسئلونمین خلاف کی تصریح کی ہی کہ جائز ہی ملنا ایک شخص کا جماعت سے
اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح تر کے اس سی معلوم ہوا کہ قول صحیح عدم جواز ہے مین کہتا ہون کہ محل خلاف اسجگہہ شاید وہ صورت
ہوکہ چند آدمیون نے اپنی فطرہ جمع کرکے ملادی اور ایک شخص کو دیدی لیکن جبکہ ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری
ہونا جواز و عدم جواز مین بعید ہی قالہ الشامی خلطت امراۃ امرھا زوجھا باداء فطرتہ حنطتہ بحنطتھا بغیر اذن الزوج ودفعت الی فقیر جاز
عنھا لا عنہ کسی عورت کو اوسکی خاوند نے فطرہ کے ادا کا حکم دیا اوسنی بلا اجازت خاوند کے اوسکے گیہون اپنی گیہون مین ملالئے اور
کسی فقیر کو دیدی تو عورت کیطرف سی جائز ہے مرد کیطرف سی ناجائز م اسلئی کہ مرد نے اوسکو اپنی مال مین سی دینی کی اجازت دی تھی
جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنی فطرہ مین ملالیا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سی مستہلک ہوگیا تو اوسکی مالک عورت ہوگئی
اور عورت کے ذمہ اوسکی اناج کا ضمان لازم آویگا قالہ الشامی لو امرتہ الا الخلط عند الامام استہلاک یقطع حق صاحبہ وعندھما لا یقطع
فیجوز ان اجاز ای فتح ظہیریہ اسوجہ سی کہ سابق مین مذکور ہوئی یعنی مخلوط ہونا استہلاک ہی امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اس مین
سے قطع کر دیتا ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین قطع کرتا تو فطرہ جائز ہوگا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریۃ م یعنی زوج کی
طرف سی بھی جائز ہوگا ولو بالعکس قال فی النھر لم ارہ اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو (یعنے عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کردی
اور مرد نے عورت کا غلہ اپنی غلہ مین ملالیا اور فطرہ دیا) تو نہر مین کہا ہی کہ مین نے اسصورت کو نہین دیکھا ومقتضی ما مر جوازہ عنھما بلا
اجازتھا اور جو سابق مین مذکور ہوا (یعنی ولو ادی عنہا بلا اذن اجزا) وہ مقتضی ہی کہ خاوند اور بیبی دونو کیطرف سی جائز ہی بدون
عورت کی اجازت کے بھی ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لانہ علیہ السلام لم یفعلہ بدائع اور نہ بھیجی امام صدقۃ الفطر لینی کے
لئی کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ نہین کیا کذا فی البدائع م یعنی یہہ ثابت نہین ہوا کہ کسیکو آپنے مقرر کیا ہو
کہ وہ گشت کرکے صدقہ فطر وصول کرلاوی قالہ الشامی وصدقۃ الفطر کالزکوۃ فی المصارف فی کل حال اور فطرہ مصارف کے باب
مین مانند زکوۃ کی ہے سب حالات مین م فی کل حال سی تعمیم احوال مطلقا اور ہر وجہ سی مراد نہین ہی کیونکہ ہر ایک کے لئی جدی جدی
شرطین ہین جو دوسری کے لئی نہین ہین مثلا زکوۃ مین شرط ہی سال اور نصاب نامی اور عقل اور بلوغ اور فطرہ مین ایک بھی شرط نہین ہے
بلکہ یہان مراد تعمیم احوال کی ہی مصارف مین خرچ کرنے کے لحاظ سی یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہانتک کہ صرف اباحت کافی نہوگی
کذا فی البدائع ۔ یہہ توجیہہ وہ ہی جو مجھکو ظاہر ہوئی قالہ الشامی الا فی جواز الدفع للذمی وعدم سقوطھا بہلاک المال وقد مر زکوۃ
اور فطرہ مین اتنا فرق ہی کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہے اور مال کے ہلاک ہونے سی ساقط نہین ہوتا اور یہ دونو مسئلہ سابق گذر چکے ایک
باب المصرف مین دوسرا اسی باب مین خانیہ مین ہی کہ ذمی کو فطرہ دینا جائز ہی اور مکروہ ہی نزدیک امام شافعی کے اور ایک روایت
مین امام ابو یوسف سی جائز ہی نہین اور حاوی مین ہی کہ فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہی قالہ الشامی ولو دفع صدقۃ فطرہ الی
زوجۃ عبدہ جاز وان کانت نفقتھا علیہ عمدۃ الفتاوی للشہید اور اگر دیا اپنا فطرہ اپنی غلام کی بیبی کو تو جائز ہی اگرچہ اسکی بیبی کا

نفقہ مولی ہی کے ذمہ ہو کذا فی عمدۃ القادری للشہید ہم یعنی نفقہ عبد کی بیبی کا مالک کے ذمہ تبرعاً ہی کہ اوسنے اپنے ذمہ کر رکھا ہی اور اوسکو منجملہ عیال سمجھ لیا ہی ورنہ اوسکا نفقہ عبد کے ذمہ ہی اسلیئے نفقہ کے عوض بیبی اوسکو بکوا سکتی ہے قال الشامی **خاتمۃ** واجبات الاسلام سبعۃ الفطرۃ ونفقۃ ذی رحم ووتر واضحیۃ وعمرۃ وخدمۃ ابویہ والمرأۃ لزوجہا حلبی **خاتمۃ** اسلام کے واجبات سات ہین فطرہ اور ذو رحم کا نفقہ اور وتر اور قربانی اور عمرہ اور مان باپ کی خدمت اور عورت کے حق مین اپنی خاوند کی خدمت کذا فی الحدادی ہم صاحب جوہرہ نے اسکو امام محبوبی کیطرف نسبت کیا ہے اور اصول مین ثابت ہی کہ اعداد کے لئی مفہوم مخالف نہین ہے یا یون کہا جاوی کہ واجبات خبر مقدم ہی اور سبعۃ مبتدا موخر اور معنی اسطرح کہ یہہ سات جو مذکور ہوئی منجملہ واجبات اسلام ہین اور شاید انکو کوئی خصوصیت ہو کہ اوسمین یہہ شریک ہون سوا اور واجبات کے پس نہین وارد ہوتا جو طحطاوی نے کہا ہی کہ اگر واجبات مشہورہ مراد ہین تو غیر مسلم ہی کیونکہ صلوۃ عیدین اور جماعت وغیرہ رہ گئین اور اگر مطلق واجبات مراد ہین تو نماز مین اور حج وغیرہا مین بہتیری واجبات ہین — اور واجب سی مراد وہ ہی کہ شامل ہو واجب دیانۃ کو جیسی خدمت عورت کی اپنے خاوند کیو اسطے اور شامل ہو فرض عملی کو جیسی وتر اور عمرہ کو واجبات مین گننا اُس قول کے بموجب ہی جنکے نزدیک عمرہ واجب ہی اور اختلاف تصحیح کا اس باب مین آگے مذکور ہوگا واللہ تعالی اعلم تا لہ الشامی +

کتاب الصوم

یہہ کتاب ہی روزہ کے بیان مین ہم ایضاح مین ہی کہ روزہ دین کا بڑا رکن ہی اور شرع متین کا مضبوط قانون ہے اسی سی نفس امارہ مغلوب ہوتا ہے اور یہہ مرکب ہی دو چیزون اسی ایک عمل قلبی دوم کہانے پینے جماع سے باز رہنا تمام روز اور یہہ بڑی اچھی خصلت ہی مگر نفس پر البتہ دشوار ہے پس حکمت الہی اسکو مقتضی ہوئی کہ مکلفین کو پہلے خفیف تکلیف دیجاوی یعنی نماز پھر متوسط یعنی زکوۃ پھر جو زیادہ دشوار ہو یعنی روزہ اور اسی ترتیب کیطرف اشارہ فرمایا قران مجید مین (وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ) اور مبانی اسلام کے پانچ بیان فرمانے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِقَامُ الصلوۃ وَاِیْتَاءُ الزکوۃ وصوم شہر رمضان اسلیئے ائمہ شریعت نے اپنی تصنیفات مین یہی ترتیب رکہی کذا فی شرح ابن الشلبی قیل لو قال الصیام لکان اولی لما فی الظہیریۃ لو قال للہ علی صوم لزمہ یوم ولو قال صیام لزمہ ثلثۃ ایام کما فی قولہ تعالے فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ کہا گیا ہی (یعنی صاحب بحر نے کہا) کہ اگر مصنف بجاے کتاب الصوم کے کتاب الصیام کہتا تو بہتر ہوتا کیونکہ ظہیریہ مین کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ اللہ کیو اسطے مجھپر صوم ہے تو اس صورت مین اوسپر ایک روزہ لازم ہوگا اور اگر صیام کہا تو تین روزے لازم ہونگے جیسا قران شریف مین وارد ہے ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک یعنی بدلا دیوے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا ہم وجہ استشہاد کی یہ ہے کہ یہہ فرع جو ظہیریہ مین ہی دلالت کرتی ہے کہ لفظ صیام جمع ہی اور جمع کا اطلاق اقل درجہ تین پر ہی جیسا آیت شریف مین ہی پس لفظ صیام سی تعبیر کرنا بہتر تہا کہ فرض واجب نفل کو شامل ہوتا قالہ الشامی وتعقب بان الصوم لہ انواع اور اس قول پر اعتراض کیا گیا ہی یعنی صاحب نہر نے کہا ہی کہ صوم کے انواع متعددہ ہین ہم یعنی صوم اسم جنس ہی اور اسم جنس کا اطلاق اپنے انواع سہ گانہ مذکورہ پر ہی خواہ اوسکو صوم سی تعبیر کرو یا صیام سی کیونکہ یہہ دونو مصدر ہین صام صوما وصیاما اور صوم اور صیام مین ہرگز تعدد پر دلالت نہین ہے اور اسیلئے قاضی بیضاوی نے آیہ شریف کی تفسیر مین کہا ہی کہ یہہ بیان ہی جنس فدیہ کا اور اندازہ اوسکا نبی کی کعب کی حدیث سے معلوم ہوتی ہی ہان صیام البتہ جمع صائم کی مستعمل ہے لیکن وہ یہان مراد نہین ہوسکتی اور نہ آیہ شریف مین یہہ معنی مراد ہو سکتے ہین علی ان ال تبطل معنی الجمع علاوہ برین الف ولام جمع کے معنی کو باطل کردیتا ہی ہم یعنی اگر تسلیم کیا جاوے کہ صیام افراد صوم کی جمع ہی پہر بہی اولویۃ الصیام کی کوئی وجہ نہین پائی جاتی کیونکہ جب الف لام سی جمعیت کے معنی جاتے رہی تو صوم

وصیام برابر ہو گئے یہہ تقریر کلام شارح کی ہر نہر کے موافق لیکن اسمین تعین ظہیر کے کلام کی توجیہ مشکل ہی اگرچہ نہر مین کہا ہی کہ شاید اسکی وجہ یہہ ہو کہ لفظ
صیام اگرچہ جمع نہین لیکن چونکہ آیہ شریف مین اسکا اطلاق تین روزہ پر ہوا تو نذر مین اسیکا اعتبار کیا گیا احتیاطاً بخلاف لفظ صوم کے قالہ الشامی
والاصح انہ لایکرہ قولہ رمضان اور اصح یہہ ہی کہ لفظ رمضان بولنا یعنے بغیر ملانے لفظ شہر کے مکروہ نہین ہی ھ بعضون نے کہا ہی کہ صحیح وہ ہے
جو محمد نے مجاہد سے روایت کی ہی اور اسکا خلاف ذکر نہین کیا کہ مکروہ ہے بولنا رمضان آیا یا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسماء الٰہی سے ہی اور اکثر
مشائخ اسبات پر ہین کہ یہہ قول مکروہ نہین ہی کیونکہ احادیث صحیحہ مین وارد ہی جیسا فرمایا من صام رمضان ایماناً واحتساباً اور بمنزلہ الف لام
مین کرنیہ اور دوسری جا ارشاد ہے عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ اور روایات مشہورہ مین رمضان کا اسماء الٰہی سے ہونا ثابت نہین ہوا اور اگر ثابت
بھی ہو تو اسماء مشترکہ مین ہوگا جیسا علیم کذا فی الشامی وفرض بعد صرف القبلۃ الی الکعبۃ لعشر فی شعبان بعد الہجرۃ بسنۃ ونصف اور رمضان
فرض ہوا بعد بدلنے قبلہ کے کعبہ شریف کیطرف دسوین شعبان کو ہجرۃ کے ڈیڑھ برس کے بعد ھو لغۃ امساک مطلقاً لغت مین کسی چیز سے باز رہنا ہے مطلق
ھ یعنی طعام سے یا کلام سے اور ظاہر یہہ ہی کہ سب معنون مین حقیقت لغویہ ہی اور صحاح کی عبارت اسکو مفید ہی اور مغرب مین ہی کہ وہ باز رہنا ہے
انسان کا کھانے پینے سے قالہ الشامی وشرعاً امساک عن المفطرات الآتیۃ اور شرع مین باز رہنا افطار کرنیوالی چیزون سے جنکا ذکر آگے آویگا
حقیقۃ او حکماً کمن اکل ناسیاً فانہ ممسک حکماً باز رہنا حقیقۃ ہو یا حکماً جیسے کسی نے کہا لیا بھولکر کیونکہ اوسکو امساک حکمی حاصل ہی ھ یعنی
شارع نے اوسکے افطار کو اعتبار نہین کیا قالہ الشامی فی وقت مخصوص وہو الیوم امساک ہو وقت مخصوص مین کہ وہ روز شرعی ہی ھ یعنی
اول طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد اول زمان طلوع ہی یا روشنی کا انتشار اسمین اختلاف ہی جیسا نماز صبح مین اختلاف
ہے اور پہلے مین احتیاط ہے اور دوسری مین وسعت جیسا حلوانی نے کہا ہے اور محیط مین ہی کذا فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی
دارنا او عالم بالوجوب طاہر من حیض و نفاس مع النیۃ المعہودۃ امساک ہی نیت مقرری کے ساتھ خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دار الاسلام
مین ہو یا روزہ کے وجوب کو جانتا ہو یعنی گو دار الحرب مین ہو اور طاہر ہو حیض و نفاس سے عورت ہونیکی صورت مین ھ پوشیدہ نہ ہی کہ کلام مطلق صوم
مین ہی فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دار الاسلام مین ہونا شرط صرف وجوب رمضان کی ہی جیسا عقل و بلوغ بھی شرط ہی صحت صوم کی
شرط نہین پس مناسب یہہ ہی کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر الخ پر کذا قالہ الشامی واما البلوغ والافاقۃ فلیسا من شرط الصحۃ لصحۃ
صوم الصبی ومن جن او اغمی علیہ بعد النیۃ وانما لم یصح صومہما فی الیوم الثانی لعدم النیۃ لیکن بلوغ اور عقل صحت کی شرطین نہین کیونکہ لڑکے کا
روزہ اور اُس شخص کا روزہ کہ بعد نیت کے مجنون ہو جاوے یا بیہوش ہو جاوے درست ہی اور دوسرے روز کا روزہ جو مجنون اور بیہوش کا درست
نہین ہوتا تو نیت کے نہونیسے درست نہین ہوتا ھ یہہ جواب ہی اُس سوال کا کہ کوئی یون کہے کہ شخص مخصوص کو مقید کرنا چاہیے بقید بلوغ اور افاقہ
کے جنون اور بیہوشی اور نیند سے جواب کا حاصل یہہ ہی کہ کلام صوم شرعی کی تعریف مین ہی اور وہ اوسکے رکن کے ذکر کرنے یعنی امساک مذکور اور
صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہو سکتی ہے اور صحت کے موقوف علیہ تین ہین اول مسلمان ہونا دوم طہارت حیض و نفاس
سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہین ہین البتہ وجوب رمضان کی شرطین ہین پس مقید کرنا بے موقع ہے قالہ الشامی
وحکمہ نیل الثواب ولو منہیا عنہ کما فی الصلوۃ فی ارض مغصوبۃ اور صوم کا حکم (یعنی اثر اخروی) ملنا ثواب کا ہے اگرچہ منہی عنہ ہو
مانند ثواب نماز کی زمین مغصوبہ مین ھ اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ مین ثواب ہی جیسا غصب کی زمین پر نماز مین نہر مین اسکو ذکر کیا ہی
بحر کا قول رد کرنے کو کہ ایام منہیہ کے روزہ مین ثواب نہین ہی قالہ الشامی وسببہ صوم المنذور النذر ولذا لو عین شہرا وصام شہرا قبلہ
عنہ اجزاہ لوجود السبب ویلغو التعیین اور نذر کئے ہوئے روزہ کا سبب نذر ہی اور اسلئے اگر معین مہینے کے روزہ نذر کئے اور اوسکے
بدلے اُس سے پہلے مہینے کے روزہ رکھے تو کافی ہے کیونکہ سبب یعنی نذر تو موجود ہی اور تعیین ایام کی لغو ہو گئی ھ اس سے نکلتا ہے کہ ہر منتہکے

صوم واجب ہی تو وہ اسسے ساقط ہو جاوے ... یعنی اوس روزہ مین روزہ رکھنا جس کے روزہ کی مخالفت ۱۲

دوشنبہ اور جمعرات کے روزہ کے کسی نے نذر کئی تو اوسکے بدلے دوسرے دنون بہی رکہہ سکتا ہی لیکن یہہ حکم اُس نذر کا ہی جسکو کسی چیز پر شرط
کیا ہو جیسا کہ قبل اعتکاف کے آویگا قالہ الشامی والکفارات الحنث والقتل اور سبب کفارات کے روزون کا قسم کا توڑنا اور قتل کرنا یعنے
قتل کرنا کسی نفس کا خطاً یا قتل کرنا صید کا احرام میں ہم شامی نے کہا کہ اولی وہ عبارت ہی جو فتح میں ہے کہ کفارہ ونکے روزہ کا سبب اُن کے
اسباب ہین قسم توڑنا اور قتل وغیرہ اسلئے کہ اسباب مین یہہ بہی ہین عود پر عزم کرنا ظہار مین اور روزہ توڑنا رمضان مین اور سر مونڈنا احرام
مین قالہ الشامی ورمضان شہود جزء من الشہر من لیل او نہار علی المختار کما فی الخبازیہ اور سبب رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک
جزء کا اُس مہینے سے خواہ رات ہو یا دن بنابر مذہب مختار سرخسی کے جیسا خبازیہ مین ہی والمختار فخر الاسلام وغیرہ انہ الجزء
الذی یمکن انشاء الصوم فیہ من کل یوم اور فخر الاسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہی کہ ہر یوم کا وہ جزء سبب ہی جسمین روزہ کی ابتدا ممکن ہو
ہم یعنی صبح صادق کے شروع سے دوپہر سے کچہہ پہلے تک کیونکہ رات مین اور خود دوپہر اور اُسکے بعد مین انشاء صوم ممکن نہین اور رات مین
تو صرف نیت ہی ہی نہ صوم لیکن بحر مین تصریح کی ہی کہ سبب وہ جزء ہی جسکے ٹکڑے نہین ہوسکتے ہر روز مین پس روزہ واجب ہوتا ہی اسی
جزء کے متصل اور یہہ کلام بحر کا مقتضی ہی اسبات کو کہ سبب ہر دن کا جزء اول ہی ہے جیسا اور علماء نے بھی اسکی تصریح کی ہی قالہ الشامی
حتی لو افاق المجنون فی لیلۃ او فی اخر ایامہ بعد الزوال لا قضاء علیہ وعلیہ الفتوی کما فی المجتبی النہر عن الدرایہ یہانتک کہ اگر مجنون کو
کسی رات مین افاقہ ہوا یا آخر روز رمضان مین بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اوسپر قضا لازم نہین اور اسی پر فتوی ہی جیسا مجتبی مین ہی اور نہر
مین منقول ہی درایہ سے وصححہ غیر واحد ہم ولحق کما فی الغایۃ اور بہت لوگون نے اسکی تصحیح کی ہے اور یہی حق ہے جیسا غایہ مین ہے ہم
یعنے صاحب نہایہ اور ظہیریہ اور قاضی خان اور عنایہ اور اسبیجابی اور حمید الدین وغیرہم نے تصحیح کی ہی مین کہتا ہون کہ اسکی تصحیح کو ذخیرہ مین
نقل کیا ہی لیکن یہہ بھی نقل کیا ہی کہ لزوم قضا صحیح ہے اور اسی طرف فتح القدیر چلا ہے اور شرح ملتقی مین ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور بدائع
مین اسکو ہمارے اصحاب کیطرف نسبت کیا ہی اور خلاف نہین نقل کیا اور ایسا ہی سراج مین ہے اور اسی پر جزم کیا زیلعی نے اور ظاہر قدوری
اور کنز اور ہدایہ کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی حاصل یہہ کہ دونو قولون کی تصحیح کی گئی ہے اور معتمد دوسرا قول ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایت
ہے اور متون اسی پر منعقد ہین قالہ الشامی وہو اقسام ثمانیۃ فرض ہو نوعان معین کصوم رمضان اداءً وغیر معین کصوم قضاءً وصوم
الکفارات ۲ اور صوم کی آٹھ قسمین ہین ایک فرض ہی اوسکی دو قسمین ہین معین جیسے رمضان کے ادا روزے اور غیر معین جیسے رمضان کے
قضا روزے اور کفارون کے روزے لکنہ فرض عملا لا اعتقادا ولذا لا یکفر جاحدہ قالہ البہنسی تبعا لابن الکمال لیکن کفارہ کے روزے
فرض عملی ہین نہ اعتقادی اسلئے اوسکے منکر کو کافر نہین کہتے یہہ بہنسی نے کہا ہی ابن کمال کی اتباع سے ہم ایضاح الاصلاح مین کہا ہی
کہ روزہ نذر اور کفارہ کا واجب ہی اسکی فرضیت پر اجماع نہین منعقد ہوا بلکہ اوسکی وجوب یعنے ثبوت پر عمل کے اعتبار سے نہ اعتقاد کے
اعتبار سے اسیواسطے اسکا منکر کافر نہین حاصل یہہ کہ اگرچہ لزوم ہر واحد کا کتاب اللہ اور اجماع سے ثابت ہی لیکن اسطرح نہین ہے
کہ اسکا منکر کافر ہو جیسا حال فرض قطعی کا ہوتا ہے مثل رمضان وغیرہ کے اس تقدیر پر تو مناسب تہا کہ کفارات کو واجب کی قسم مین ذکر
کرتا جیسا ابن کمال نے کیا ہی قالہ الشامی وواجب وہو نوعان معین کالنذر المعین وغیر معین کالنذر المطلق اور ایک روزہ واجب ہی
اوسکی دو قسمین ہین ایک معین جیسے نذر معین اور ایک غیر معین جیسے نذر مطلق ہم معین وہ جسکا وقت خاص ہو مثلا جمعرات کا روزہ اور
غیر معین جیسے ایک دن کا روزہ مثلا اور واجب کے اقسام مین ہی نفل روزہ جو شروع کرکے توڑ دے یا نفل کے قضا کو فاسد کر دے اور
اعتکاف کے روزے قالہ الشامی واما قولہ تعالی ولیوفوا نذورہم فدخلہ الخصوص کالنذر بمعصیۃ فلم یبق قطعیا لیکن قول حق سبحانہ وتعالی
کا ولیوفوا نذورہم اسمین خصوص وارد ہوا ہی یعنی گناہ کی نذر اوسمین سے مخصوص ہی پس قطعی نرہا کیونکہ مخصوص البعض قطعی الدلالۃ نہین ہوتا

وقیل قائلہ الاکمل وغیرہ واعتمدہ الشرنبلالی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی شارح نے کہا کہ قائل اکمل وغیرہ ہی اور شرنبلالی نے اوسپر اعتماد کیا
ہے ھ پس اسمین یہہ شبہہ ہی کہ اکمل نے عنایہ مین تو وجوب ثابت کیا ہی مگر یہہ کہ اس موضع کے سوا اور کہین کہا ہوا ور بحر وغیرہ مین مذکور ہی کہ
اسکا قائل کمال ہی تو شاید یہہ شارح کے قلم کی خطا ہی بسبب مشابہت دو لفظون کے قالہ الحلبی اور کمال کا کلام فتح القدیر مین یہہ ہی کہ فرضیت اس
سے مستفاد ہی کہ اجماع ہی اسکی لزوم پر نہ آیت شریف سی کیونکہ وہ مخصوص البعض ہی قالہ الشامی لکن تعقبہ سعدی بالفرق بان المنذورۃ لا تؤدی
بعد صلوٰۃ العصر بخلاف الفائتۃ لیکن سعدی نے نذر کے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہی اس فرق سی کہ صلوٰۃ منذورہ بعد عصر کے ادا نہین کیجاتی
بخلاف قضا نماز دن کے تو اگر نذر فرض ہوتی تو بعد عصر اوسکی نماز مکروہ نہوتی ہو فرض علی الاظہر کالکفارات یعنی عملا لان مطلق الاجماع
لا یفید الفرض القطعی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہے بنا بر اظہر اقوال کے جیسی کفارات یعنی فرض عملی ہے کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہین ہوتا
ھ فرض عملی کہکر شارح کا توجیہ کرنا ایسا ہی کہ خود بھی اوسکو اچھا سمجھا نیگا اسواسطی کہ جو شخص آیت شریف سی فرضیت پر استدلال کرتا ہی وہ فرض قطعی
کہتا ہی نہ ظنی جیسا درر مین تصریح کی ہے اور اسیلئے فتح مین اعتراض کیا ہی کہ آیت سی استدلال فرضیت پر نہین ہوسکتا کہ وہ مخصوص ہے اور صدر الشریعۃ
نے اسکو چھوڑکر اجماع سی استدلال کیا ہی کذا فی الشامی کما بسط خسرو جیسا تفصیل بیان کیا ہی خسرو نے ھ یعنی درر مین صدر الشریعۃ کا یہہ قول ذکر کیا کہ منذور
فرض ہی اسوجہ سی کہ لزوم اسکا بالاجماع ثابت ہی پس قطعی الثبوت ہوا پھر اسطرح جواب دیا کہ فرض سی مراد یہان فرض اعتقادی ہی جسکا منکر کافر ہوتا ہی
چنانچہ عبارت ہدایہ کی اسپر دلالت کرتی ہی اور فرضیت ان معنون سی مطلق اجماع سے ثابت نہین ہوتی بلکہ اوس اجماع سی جو بتواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان
کے روزی اور جب منذور مین اجماع فرضیت پر بتواتر منقول نہوا تو مرتبہ وجوب مین رہا اسواسطی کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا احاد ہو وجوب کو
مفید ہوتا ہی نہ فرضیت کو قالہ الشامی ونفل کغیرہما اور ایک روزہ نفل ہے چنانچہ فرض اور واجب کے سوا دوسری روزی ھ یہان نفل کے
معنی لغوی مراد ہین یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کیونکہ اسمین دونو قسمین مکروہ کی بھی داخل ہین اور کبھی کہا جاتا ہی کہ معنی شرعی ہی مراد ہین اسوجہ سے
کہ روزہ ایام منہیہ کا باعتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہی اور اس اعتبار سے کہ ضیافت خداوندی سے روگردانی کو مستلزم ہی منع ہی پس اپنی اصل
کے اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور صفت کے اعتبار سے مکروہ قالہ الشامی یعم السنۃ کصوم عاشوراء مع التاسع نفل شامل ہی سنت کو جیسی دسوین
محرم کا مع نوین کے ھ جو فعل کہ اوسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو یا خلفاء راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہی پھر وہ دو قسم
ہے ایک سنۃ الہدی کہ اوسکا ترک برائی اور کراہت کو موجب ہی جیسی جماعت اور اذان دوم سنت زوائد جیسی عادات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی
لباس اور قیام اور قعود مین اور اسکا ترک کراہت کو موجب نہین اور ظاہر یہہ ہی کہ صوم عاشورا قسم ثانی مین ہی بلکہ خانیہ مین اسکو مستحب کہا ہی اور ایسا
ہی بدائع مین ہی تأمل قالہ الشامی والمندوب کایام البیض من کل شہر اور نفل شامل ہی مندوب کو جیسی ہر مہینی کے ایام بیض کے روزی ھ
بیض صفت ہی لیالی کی جو محذوف ہی یعنی تیرہوین چودہوین پندرہوین مستحب کا ذکر نہین کیا کیونکہ اصولیون کے نزدیک مستحب اور مندوب مین
فرق نہین یعنی وہ فعل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر مواظبت نکی ہو اگرچہ کبھی کیا ہو مگر رغبت اوس کی طرف ثابت ہو کذا فی التحریر اور فقہا
کے نزدیک مستحب وہ ہی جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایکبار یا دوبار جواز کی تعلیم کے لئی کیا ہو قالہ الشامی ویوم
الجمعۃ ولو منفردا اور شامل ہے جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو ھ نہر مین اسکی تصریح کی ہی اور ایسی ہی بحر مین یعنی کہا ہی کہ جمعہ کا روزہ
اکیلا مستحب ہی اکثرون کے نزدیک جیسا دوشنبہ اور جمعرات کا اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہی اور اسیکی مثل محیط مین ہی اور یہہ سبب بیان کیا ہی
کہ ان ایام کی فضیلت ہی اور انکی روزہ مین غیر قبلہ والون کے ساتھ تشبہ نہین ہے پس جو اشباہ مین کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کے نقل کی ہی سو وہ
قول بعض کا ہی اور خانیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین جمعہ کے روزہ کا امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ عبد اللہ بن عباس اسکا روزہ رکھتے اور افطار
نکرتے تھے اور اس اثر سی استشہاد کرنا دلیل ہی اس بات پر کہ لا باس سی مراد استحباب ہی اور ابو یوسف نے کہا ہی کہ حدیث اسکی کراہت مین بھی وارد ہی پس احتیاط

یہہ ہے کہ ایکروز پہلے یا پیچھے ملالے قالہ الشامی وعرفۃ لو لحاج لم تضعفہ اور نفل مین ہے عرفہ کا روزہ اگرچہ حاجی رکھے جو روزہ سے ضعیف نہو ھ یعنی عرفہ کے دن
روزہ اگر کوئی حاجی رکھے کہ اوسکو وقوف عرفات مین خلل انداز نہو یا اور دعاؤن کا مانع نہو تو مکروہ نہین کذا فی المحیط اور اگر ضعف طاری
ہو تو مکروہ ہے کذا قالہ الشامی والمکروہ تحریمًا کالعیدین اور نفل شامل ہے مکروہ تحریمی کو جیسے عیدین کا روزہ ھ یعنی اور ایام تشریق کا کذا فی النہر
اور المکروہ نصب کی علامت سے عطف ہے سنت پر یا مرفوع ہے مبتدا اور کالعیدین خبر اور اس صورت مین جو تکلف نفل کے معنون مین کیا گیا مکروہ کے شامل
کرنے کو اوسکی ضرورت نہین قالہ الشامی وتنزیہًا کعاشوراء وحدہ اور شامل ہے مکروہ تنزیہی کو جیسا عاشورا کا روزہ اکیلا ھ یعنی اسطرح کہ نوین
یا گیارھوین کو اوسکے ساتھ ملایا جاوے قالہ الشامی اور اسلیئے کہ مشابہت ہے یہود کے ساتھ کذا فی المحیط قالہ الشامی وسبت وحدہ اور ہفتہ کے روز کا
اکیلا ھ کیونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے کذا فی البحر اور یہہ علت کراہت تحریمی پر دلالت کرتی ہے مگر یہہ کہ کہا جاوے کہ کراہت تحریمی قصد مشابہت
سے ثابت ہوتی ہے ونیروز ومہرجان ان تعمدہ اور روزہ نوروز اور مہرجان کا اگر قصدًا رکھے اوسکو ھ نیروز معرب ہے نوروز کا اُس روز کا نام ہے
کہ آفتاب برج حمل مین آتا ہے اور مہرجان معرب ہے مہرگان کا وہ دن کہ آفتاب میزان مین آتا ہے اور یہہ دونو فارسیون کے عید کے دن ہین
قولہ ان تعمدہ کذا فی المحیط پھر محیط مین کہا ہے کہ مختار یہہ ہے اگر پہلے سے روزہ رکھتا ہو تو افضل یہہ ہے کہ روزہ رکھے ورنہ افضل یہہ ہے کہ روزہ نرکھے
کیونکہ اس روز کی تعظیم کی مشابہت ہو جاتی ہے اور یہہ حرام ہے قالہ الشامی وصوم دھر وصمت ووصال وان افطر الایام الخمسۃ اور شامل ہے
کراہت کے ساتھ عمربھر کے روزے کو اور سکوت کے روزے کو یعنی یہہ کہ روزہ مین کلام نکرے اور کلام نکرنے کی کراہت اسواسطے ہے کہ مجوس کے ساتھ مشابہت ہے کہ وہ
روزہ مین نہین بولتے کذا فی المحیط اور شامل ہے وصال کے روزہ کو یعنی کئی روزے پیاپے رکھے اور بیچ مین افطار نکرے اور عمر بھر روزہ رکھنا مکروہ ہے
اگرچہ پانچدن ممانعت کے یعنی دونو عید کے دن اور تین ایام تشریق مین افطار کرے ھ خلاصہ مین ہے کہ جب ایام منہیہ مین افطار کرے تو مختار یہہ
ہے کہ کچھہ مضائقہ نہین قالہ الشامی وھذا عند ابی یوسف کما فی المحیط اور یہہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے جیسا محیط مین ہے ھ یعنی مکروہ ہونا
عمر بھر کے روزہ رکھنے کا امام ابو یوسف کے نزدیک اسجہت سے ہے کہ فرائض اور واجبات اور کسب ضروری مین ضعف طاری ہوگا یا روزہ رکھنا اسکی
سرشت ہو جائیگی مشقت نرہیگی کذا فی الحلبی فھی خمسۃ عشر یہہ تفریع ہے تعمیم السنۃ الخ پر یعنی جملہ مذکورات جو نفل مین داخل ہین پندرہ ہین ھ
اسطرح کہ عیدین کو دو شمار کرین اور اتوار کا دن کہ بہت سے نسخون مین موجود ہے اسمین شامل رکھین لیکن مکروہ تحریمی سے ایام تشریق اور صوم یوم
الشک باقی رکھی اور مکروہ تنزیہی سے عورت کا روزہ بدون اپنے خاوند کی اجازت کے اور غلام کا روزہ بدون مولٰی کی اجازت کے اور اجیر کا
روزہ بدون مستاجر کی اجازت کے باقی رکھی اور مندوب مین سے دوشنبہ و پنجشنبہ کا روزہ اور صوم داود یعنی ایکروز صوم اور ایکروز فطار اور شش عید کے روزے باقی رکھی
قالہ الشامی والواجبۃ ثلثۃ عشر اور انواع صوم لازم کے تیرہ ہین سبعۃ منھا متتابعۃ سات قسمین بلا فصل روزہ رکھی جاتی ہین رمضان وکفارۃ ظھار
وقتل ویمین وافطار رمضان ونذر معین واعتکاف واجب ایک تو رمضان کے روزے دوسرے کفارہ ظہار کے روزے تیسرے کفارہ قتل کے
چوتھے کفارہ قسم کے پانچوین کفارہ افطار رمضان کا چھٹے نذر معین ساتوین اعتکاف واجب کے وستۃ یخیر فیھا نفل قضاء رمضان وصوم متعۃ
وفدیۃ حلق وجزاء صید ونذر مطلق اور چھہ قسمین وہ ہین جنمین رکھنے والیکو اختیار ہے فصل کا ایک نفل دوسرے رمضان کی قضا تیسرے حج تمتع
(اور قران) کے روزے یعنی جب استطاعت ذبیحہ کی نہو اور تین روزے ایام حج مین اور سات پھرنیکے بعد رکھے چوتھے سر منڈانے کے فدیہ کے روزے
پانچوین جزاء صید کے روزے چھٹے نذر مطلق کے روزے یعنی جسمین معین مہینے یا پیاپے رکھنے کی قید نہین لگائی اور نہ نیت کی اذا تقرر ھذا فیصح اداء

صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیۃ من اللیل جب یہہ ثابت ہوچکا پس صحیح ہے ادا رمضان کے روزے اور نذر معین اور نفل کی رات سے
نیت کرنے سے ھ ادا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضاء رمضان کے اور قضاء نذر معین اور نفل کی قضا کے لئے رات سے نیت کرنی اور تعیین شرط ہے
جیسا آویگا اور نفل سے مراد سوائے فرض اور واجب کے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی البحر والنہر اغنیا مین کہا ہے کہ نیت شرط ہے روزہ مین

دلمین جانکر روزہ رکہونگا اور رمضان شریف کی رات مین کوئی مسلمان اس سے خالی نہین اور زبان سے نیت کا کہنا شرط نہین اور بحر مین ظہیریہ سے
نقل کیا ہی کہ سحر کہانا نیت ہی قالہ الشامی فلا تصح قبل الغروب ولا عندہ پس نیت نہین صحیح غروب سے پہلے اور نہ غروب کے وقت هم یعنی اگر نیت کری
غروب سے پہلے یا غروب کیوقت کہ مین کل روزہ رکہونگا پہر سو گیا یا بیہوش ہو گیا یا غافل ہو گیا یہانتک کہ اگلے دن آفتاب کے زوال کا وقت
آگیا تو روزہ نہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تہی تو جائز ہی کذا فی الخانیہ قالہ الشامی الی الضحوۃ الکبریٰ لا بعدہا ولا عندہا اعتبارا لاکثر الیوم یعنی
ہی نیت رات سے لیکر ضحوہ کبریٰ تک نہ اوسکی بعد اور نہ اُسکی متصل بلحاظ اکثر یوم کے هم ضحوہ کبریٰ سے مراد نصف نہار شرعی ہی اور نہار شرعی شروع صبح
صادق سے ہی غروب شمس تک اور اُسکو زوال شمس سے تعبیر نکیا جیسا قدوری و مجمع وغیرہ مین تعبیر کیا ہی کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہی طلوع
آفتاب سے حالانکہ وقت صوم کا طلوع فجر سے ہے کذا فی البحر عن المبسوط ہدایہ مین جامع صغیر سے منقول ہی کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہو اور یہی اصح
ہے کیونکہ وجود نیت کا اکثر روز مین ضروری ہی اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوہ کبریٰ تک ہی نہ وقت زوال تک پس اس سے پہلے نیت شرط ہی
تاکہ اکثر ہونا ثابت ہو قالہ الشامی بمطلق النیۃ ای نیۃ الصوم فالباء للتعدیۃ اور درست ہین صیام مذکورہ مطلق نیت سے یعنی روزہ کی
نیت سے پس الف لام بدلہ مضاف الیہ کے ہی هم مطلق نیت یہہ کہ اوسمین فرضیت اور وجوب اور سنیت کی قید نہو اسلئے کہ تمام رمضان اپنی فرض روزون
کے لئے پورا وقت ہی اوسمین دوسرا صوم مشروع نہین پس فرض ہی کے لئے متعین ہوا اور جو شارع کیطرف سے متعین ہے اوسمین تعیین کیضرورت نہین اور
نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعیین سے متعین ہوا اور نذر ناذر کیطرف سے تو دونون مین مطلق نیت کافی ہوا اور چونکہ بعض
لوگون نے اعتراض کیا تہا کہ مطلق نیت سے درست ہونا مستلزم ہی کہ کسی عبادت کی نیت سے روزہ درست ہو جانا چاہیئے شارح نے اسکا جواب دیا کہ الف لام
عوض مضاف الیہ کے ہی یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہی کذا فی الشامی وبنیۃ نفل لعدم المزاحم اور درست ہی صوم مذکور نفل کی نیت سے کیونکہ رمضان
و نذر معین کا کوئی مزاحم نہین جیسا مطلق نیت مین بیان ہو چکا وبخطاء فی وصف کنیۃ واجب آخر فی اداء رمضان فقط لتعینہ بتعیین الشارع اور درست
ہی باوجود خطا کے بیچ وصف رمضانیت کے جیسے نیت کسی اور واجب کی کی لیکن یہہ صحت صرف اداء رمضان مین ہی (نفل اور نذر معین مین نہین)
کیونکہ رمضان شارع کیطرف سے متعین ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب شعبان گذر جاوے تو پہر کوئی روزہ نہین سواے رمضان کے بخلاف
نذر کے کہ اوسکا وجوب ناذر کے قول سے ہی جب اوسنے دوسرے واجب کی نیت کی تو گویا پہلے کو باطل کیا کذا فی الشامی الا اذا وقعت النیۃ من مریض او
مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعینہ فی حقہما استثنا ہی نیۃ نفل وبخطاء فی وصف سے یعنی مگر جبکہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سے تو روزہ وہی
ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کری کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہی واسطے عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق مین هم محتاج کی ضمیر یا مریض اور مسافر
کیطرف پہرتی ہے بتاویل ہر واحد کے یا صوم کیطرف قالہ الشامی اور ہو سکتا ہی کہ محتاج بصیغہ مجہول ہو اور جار مجرور مفعول مالم یسم فاعلہ ہو فلا یقع عن
رمضان بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر و شرنبلالیہ واقع ہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اُس سے واقع ہوگا جسکی نیت کی یعنی نفل یا
واجب ہو بموجب اُس قول کے جسپر اکثر مشائخ ہین کذا فی البحر هم مین کہتا ہون بحر مین جو قول نسبت اکثر مشائخ کیطرف کیا ہی تو وہ مریض کے حق مین ہے
اور مسافر کے حق مین یہہ تفصیل ہے کہ اگر کسی دوسرے واجب کی نیت کریگا تو اوسی واجب کیطرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی
نیت کریگا یا مطلق نیت ہوگی تو امام صاحب سے دو روایتین ہین اصح یہہ ہی کہ رمضان سے واقع ہوگا اسواسطے کہ نفل کا فائدہ ثواب ہی اور وہ فرض وقتی
مین زیادہ ہی قالہ الشامی وہو الاصح لسہ وقیل بانہ ظاہر الروایۃ فلذا اختارہ المصنف تبعا للدرر اور یہی اصح ہی کذا فی السراج اور کہا گیا ہی کہ یہہ
ظاہر الروایت ہی پس اسلئے مصنف نے اسکو اختیار کیا درر کے اتباع سے لکن فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوی مسافر نوی واجبا
آخر واختارہ ابن الکمال وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان انہ الاصح لیکن اوائل اشباہ مین ہی کہ صحیح یہہ ہی کہ سب صورتون مین رمضان ہی سے واقع ہوگا
سواے اس صورت کے کہ مسافر نیت کرے کسی اور واجب کی اور اسکو ابن کمال نے اختیار کیا ہی اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ یہی اصح هم کل سے مراد یہہ

کہ مریض نیت کرے نفل کی یا مطلق نیت کرے یا کسی واجب کی نیت کرے یا مسافر اسیطرح نیت کرے مگر یہہ کہ نیت کرے دوسرے واجب کی تو واجب ہی واقع ہوگا نہ رمضان سے کیونکہ مسافر کو رخصت ہے رمضان کے روزہ نہ رکھنے کی تو وہ اُسوقت کو دوسرے واجب مین صرف کر سکتا ہے بخلاف مریض کے

تنبیہ کلام بحر سے مستنبط ہے کہ مریض کے بابمین تین قول ہین ایک وہ جو اشباہ سے یہان مذکور ہے اسکو فخر الاسلام اور شمس الائمہ اور ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور مجمع مین تصحیح کیا ہے اور دوسرا وہ جو متن مین مذکور ہے کہ جسکی نیت کی اُسی سے واقع ہوگا اور ہدایہ مین اسیکو اختیار کیا ہے اور اکثر مشائخ نے اور کہتے ہین کہ یہی ظاہر الروایت ہے لیکن نفل کیصورت مین چاہیے کہ رمضان ہی سے واقع ہو جیساکہ گذرا تیسرے قول مین تفصیل ہے یعنے اگر صوم اوسکو ضرر کرتا ہے تو رخصت متعلق خوف زیادت کے ساتھہ ہے تو اوسکا حال مثل مسافر کے ہے پس جو نیت کریگا اوسیکی موافق واقع ہوگا اور اگر صوم اوسکو ضرر نہین کرتا جیسے سوء ہضم مین تو رخصت متعلق حقیقی عجز کے ساتھہ ہے پس واقع ہوگا فرض وقتی سے اور کشف اور تحریر مین اسیکو اختیار کیا ہے کذا فی الشامی والنذر المعین لا یصح بنیۃ واجب آخر بل یقع عن الجب نواہ مطلقا فرقا بین تعیین الشارع والعبد اور نذر معین نہین درست ہوتی کسی دوسرے واجب کی نیت سے بلکہ واقع ہوگا روزہ اوسی واجب سے جسکی نیت کی ہر صورتمین اسلئے کہ شارع کی تعیین مین (جیسے رمضان مین ہے) اور بندہ کی تعیین مین (جیسے نذر معین مین ہے) فرق ہے **م** مطلقا کے یہہ معنی کہ صحیح ہو یا مریض مقیم ہو یا مسافر اور جاننا چاہیے کہ نذر معین کیصورت مین جب روزہ اُس دوسرے واجب کیطرف سے واقع ہوا تو نذر معین کی قضا لازم ہوگی اصح قول ہے جیسے بحر مین منقول ہے ظہیریہ سے ولو صام مقیم عن غیر رمضان ولو لجہلہ بہ ای برمضان فہو عنہ لا عما نوی لحدیث اذا جاء رمضان فلا صوم الا عن رمضان اور اگر مقیم نے غیر رمضان کا روزہ رکھا اگرچہ رمضان کی ناواقفیت سے ہو تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہ اوسکا جسکی نیت کی کیونکہ حدیث شریف مین ہے جب آگیا رمضان تو روزہ نہین مگر رمضان ہی کا ویحتاج صوم کل یوم من رمضان الی نیۃ ولو صحیحا مقیما تمیزا للعبادۃ عن العادۃ اور رمضان کے روزہ مین ہر روز نیت کی احتیاج ہے اگرچہ روزہ دار تندرست مقیم ہو تاکہ عبادت عادت سے متمیز ہو **م** یعنی کبھی پرہیز کیوجہ سے یا عذر سے امساک کی عادت کرتے ہین وقال زفر ومالک تکفی نیۃ واحدۃ کالصلوۃ اور کہا ہے زفر اور مالک رحمہما اللہ نے کہ ایک نیت تمام مہینے کے لئے کافی ہے جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتون کے لئے کافی ہے **م** اور امام زفر سے روایت ہے کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہین اور اگر مسافر ہے تو نہین جائز یہانتک کہ رات سے نیت کرے اور ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک ہر روز کے لئے جدید نیت چاہئے رات کو ہو یا قبل ضحوہ کبریٰ کے مقیم ہو یا مسافر کذا فی السراج قلنا فساد البعض لا یوجب فساد الکل بخلاف الصلوۃ ہم کہتے ہین امام زفر کے جواب مین کہ فاسد ہونا بعض روزونکا نہین موجب ہے سب کے فساد کا بخلاف صلوۃ کے یعنی قیاس روزونکا نماز پر درست نہین والشرط للباقی من الصیام قران النیۃ للفجر ولو حکما اور باقی صیام مین شرط ہے نیت کا متصل ہونا فجر کے ساتھہ اگرچہ حکما ہو **م** باقی سے مراد قضاء رمضان اور نذر مطلق اور قضاء نذر معین اور قضاء نفل بعد توڑنے کے اور کفارات اربعہ یعنی ظہار قتل یمین افطار اور انکے ملحقات یعنی جزاء صید اور حلق اور تمتع کذا فی الشامی وہو تبییت النیۃ للضرورۃ اور مقارنت حکمیہ رات سے نیت کرنا ہے ضرورت کی جہت سے **م** یعنی صبح کیوقت کی اٹکل شاق ہے اور حرج شرع مین مدفوع ہے اسلئے رات کو نیت درست ہوئی کذا قالہ الحلبی وتعیینہ لعدم تعین الوقت اور شرط ہے تعیین نیت کی کیونکہ ان اقسام کے روزونمین وقت معین نہین بخلاف ادای رمضان اور نذر معین کے کہ اونمین وقت معین ہے اور ایسا ہی نفل کیونکہ سوای رمضان کے سب زمانہ نفل کا وقت ہے قالہ الشامی والشرط فیہا ان یعلم بقلبہ ای صوم یصوم اور شرط نیت معینہ مین نہ مطلق نیت مین یہہ ہے کہ اپنے دل مین جانے کہ کونسا روزہ رکھتا ہے قال الحدادی والسنۃ ان یتلفظ بہا حدادی نے کہا کہ سنت یہہ ہے کہ نیت کا تلفظ کرے **م** سنت سے مراد مشائخ کی سنت ہے نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یعنی رات ہو تو یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ صبح کو روزہ خدا کے واسطے رکھونگا اور اگر دنکو نیت کرے تو یون کہلے کہ آج خدا کیواسطے روزہ فرض رمضان کا رکھتا ہون قالہ الشامی ولا تبطل بالمشیۃ بل بالرجوع

عنها بان یعزم لیلا علی الفطر اور نیت نہین باطل ہوتی انشاء اللہ کہنی سی بلکہ نیت سی رجوع کرنے سی باطل ہو جاتی ہے اسطرح کہ رات سی عزم کری افطار کا ھم نہین باطل ہوتی یعنی استثنا تا بھی صحیح ہے اسواسطے کہ یہہ حقیقت مین استثنا نہین ہی بلکہ استعانت اور طلب توفیق کے واسطے ہی یہانتک اگرارادہ استثنا کا کری بالتحقیق تو صائم نہوگا جیسا تاتارخانیہ مین ہے قالہ الشامی ونیۃ الصائم الفطر لغو اور روزہ دار کی نیت افطار کے باب مین لغو ہے یعنی دنکو صرف نیت افطار سی روزہ نجائیگا ونیۃ الصوم فی الصلوۃ صحیحۃ ولا تفسدها بلا تلفظ اور نیت روزہ کی نماز مین درست ہی اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد نہین کرتی ولو نوی القضاء نهارا صار نفلا فیقضیہ لو افسدہ لان الجہل فی دار الاسلام معتبر فلم یکن کالمظنون نہر اور اگر دن کو نیت قضاء روزہ کی کرہی تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اوسکو توڑدے تو قضا کرے اسواسطے کہ دار الاسلام مین جہل غیر معتبر ہے پس نہوا مثل روزہ ظنی کے کذا فی البحر م فتح القدیر مین ایک قول نقل کیا ہی کہ لزوم قضا اوس صورتمین ہی کہ جانتا ہو کہ قضا کی نیت دنکو درست نہین لیکن جب نجانتا ہو تو شروع کرنے سی لازم نہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ دار الاسلام مین جہل معتبر نہین خصوص اس صورتمین کہ عدم جواز نیت قضا کا دنکو ظاہر اتفق علیہ ہی اور ظنی روزہ کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے اس گمان سے کہ میری ذمہ روزہ ہی بشرائط مذکورہ روزہ شروع کیا پہر اوسکو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہین تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم نہین ہے کیونکہ اوسنے اپنا ذمہ بری کرنی کے لئے شروع کیا تہا نہ یہہ کہ اپنے ذمہ التزام کیا ہو قالہ الشامی ولا یصام یوم الشک هو یوم الثلثین من شعبان ان لم یکن علۃ اور نرکہا جاوے روزہ یوم الشک کا یعنی تیسوین تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر و غبار نہو م شارم نے شرح ملتقی مین کہا ہی کہ اسی سی رد ہوگیا کلام قہستانی وغیرہ کا الخ یعنی اوسنے مقید کیا ہی کہ یوم الشک اوس صورتمین ہی کہ مشتبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہو کہ شعبان کی تیسوین ہی یا رمضان کی پہلی یا ایک شخص نے یا دو فاسقون نے ہلال دیکہا اور انکی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہو اور کسی نے ندیکہا ہو تو یوم الشک نہین ہی اور ایسا ہی سراج مین ہی کذا فی الشامی اے علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری واما علی مقابلہ فلیس بشک ولا یصام اصلا شرح المجمع للعینی عن الزاہدی یعنی شک کا روز بنا بر اس قول کے ہی کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہو کیونکہ ہوسکتا ہی کہ کسی دوسرے شہر مین رویت ہوئی ہو لیکن بنا بر قول اعتبار اختلاف مطالع کے یعنی ہر جگہہ کا مطلع جدا جدا ہے ایک جگہہ کا دیکہنا دوسرے کے لئی کافی نہین تو اس صورتمین وہ روز روز شک نہین ہی اور روزہ بالکل نرکہا جاوے کذا فی شرح المجمع للعینی عن الزاہدی یعنی ابتدا تو نہ فرض نہ نفل اسواسطے کہ اس روزہ رکہنے مین کچہہ احتیاط نہین بخلاف یوم الشک کے قالہ الشامی الا نفلا ویکرہ غیرہ مگر یوم الشک مین بہ نیت نفل روزہ کا مضائقہ نہین اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہے ھم فرض ہو یا واجب نیت معینہ سی ہو یا مترددہ ہے اور ایسی ہی مطلق نیت سی بھی مکروہ ہے کیونکہ مطلق انہین افراد کو شامل ہی کذا فی المعراج ولو صامہ لواجب اٰخر کرہ تنزیہا اور اگر یوم الشک مین کسی دوسری واجب کا روزہ رکہا تو مکروہ تنزیہی ہے ولو جزم ان یکون عن رمضان کرہ تحریما اور اگر بالجزم رمضان کا کرکے رکہا تو مکروہ تحریمی ہی ھم اسلئے کہ اہل کتاب کی مشابہت لازم آتی ہے کہ اونہون نے اپنے روزہ وتین کچہہ دن بڑہا لئے ہین اور اسی پر حدیث شریف محمول ہی کہ رمضان سے ایکدو روز پہلے روزہ ہی مین مسبقت نکرو کذا فی البحر ویقع عنہ فی الاصح ان لم یظہر رمضانیتہ اور واقع ہوگا واجب سی جسکی نیت کی تہی اصح روایت مین اگر نہ ظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہی ھم سراج مین ہی کہ جب کسی نے اور واجب کی نیت سی اوس روز روزہ رکہا تو اوسکی ذمہ سے وہ واجب ساقط نہوگا کیونکہ جائز ہے کہ یہہ دن رمضان کا ہو پس شک کی جہت سی واجب کا ادا ہو جانا ثابت نہوا اس سی معلوم ہوا کہ اگر حال معلوم نہو تو جسکی نیت کی تہی اوسکی لئی بھی کافی نہین پس مصنف کو یون کہنا مناسب تہا جیسا ہدایہ مین ہی کہ اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہی تو جسکی نیت کی تہی اوسکی لئی کافی ہے اصح روایت مین اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہی تو رمضان مین مجرا ہوگا کیونکہ اصل نیت موجود ہی قالہ الشامی والا بان ظہرت فعنہ لو مقیما اور اگر ایسا نہو یعنی رمضانیت ظاہر ہو جاوی تو وہ روزہ رمضان

تطوعا

کا ہوگا اگرچہ شخص مقیم ہے م کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ مسافر اگر رمضان مین دوسری واجب کی نیت کری تو اوسی واجب کا ہوگا اسلئے کہ
ادای رمضان اوسکی ذمہ واجب نہین والتنفل فیہ احب ای افضل اتفاقا ان وافق صوما یعتادہ او صام من آخر شعبان ثلثۃ فاکثر لا اقل
اور نفل کی نیت سی روزہ رکھنا شک کے روز بالاتفاق افضل ہے اگر موافق اپنی عادت کے روزہ کے ہو یا آخر شعبان مین تین روزے
یا زیادہ رکھی نہ کمتر م یعنی مثلاً اوسکی عادت دوشنبہ یا جمعرات کے روزہ کی ہے اور یوم الشک دوشنبہ کو پڑا یا جمعرات کو یا یہہ کہ آخر
شعبان مین ستائیسوین یا اٹھائیسوین سے برابر روزہ رکھنی شروع کئی اسیمین یوم الشک بھی آگیا تو ان صورتون مین روزہ افضل ہی لحدیث
لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ رمضان سی پیشدستی نکرو ایک دو روز کے روزہ کی م یہہ حدیث
صحاح ستہ مین ابوہریرہ سی مرفوعاً روایت کی گئی ہے اسطرح کہ نہ سبقت کرو رمضان سی ایکروز یا دو روز کے روزہ کی مگر وہ شخص کہ اس
روز روزہ رکہا کرتا ہو تو وہ اوسکو رکھلے اور اس سی مراد نفل روزہ کے سوا ہی اور ہدایہ اور اوسکی شروح وغیرہ مین تصریح کی ہی
کہ ممنوع تقدم ایک دو روزی کا رمضان پر بقصد صوم رمضان کے ہی اور وجہ تخصیص ایک دو روزی کی یہہ ہی کہ اکثر نقصان کا احتمال ایک دو
مہینے مین ہوتا ہی پس ایکدو روزہ زیادہ رمضان سی پیشتر رکھی اور اسکو احتیاط تصور کری یہہ نکرو ہے کذا فی الشامی مختصراً وأما حدیث من
صام یوم الشک فقد عصی أبا القاسم فلا أصل له لکن یہہ حدیث کہ جسنی روزہ رکھا روز شک مین اوسنی نافرمانی کی ابوالقاسم صلعم کی تو اسکی کچھ اصل
م زیلعی نے بھی یہی کہا ہی پھر کہا ہی کہ موقوفاً عمار بن یاسر سے یہہ حدیث منقول ہی اور وہ اس جیسی صورتمین مرفوع کی مانند ہی مین کہتا
ہون کہ لا اصل لہ کو مرفوع ہونے پر حمل کرنا چاہیئے ورنہ یہ حدیث موقوفا وارد ہی مجاہد سی اور ابو عبیدہ سی اور اوسکو بخاری نے
تعلیقاً بیان کیا ہی اسطرح کہ قال صلۃ بن زفر عن عمار من صام الخ قالہ الشامی وتمامہ فی الفتح والا یصوم الخواص ویفطر غیرہم بعد الزوال بہ یفتی
نفیا للتہمۃ الذی اور اگر نہ موافق ہو عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکھی تو خواص اوسدن کا روزہ رکھین اور عوام بعد
زوال کے افطار کرین اسی پر فتوی ہی تاکہ نہی پر اقدام کی تہمت سی بری رہین م فتح القدیر مین ہی کہ خواص اسطرح روزہ رکھین کہ عوام کو خبر نہو
تاکہ جہال کو شبہہ رمضان کی زیادتی کا نہو کذا فی الشامی وکل من علم کیفیۃ صوم الشک فہو من الخواص والا فمن العوام اور جو شخص جانتا ہو
کیفیت صوم الشک کی وہ خواص مین ہی نہین تو عوام مین والنیۃ المعتبرۃ ہہنا ان ینوی التطوع علی سبیل الجزم من لا یعتاد صوم ذلک
الیوم أما المعتاد فحکمہ مر اور نیت معتبرہ کیفیت صوم الشک مین یہہ ہی کہ نفل کی نیت کری بطور یقین جو اوس دن کے روزہ کا عادی نہین ہی
اور جو عادی ہی اوسکا حکم سابق مین گذر چکا کہ مکروہ نہین ولا یخطر ببالہ انہ ان کان من رمضان فعنہ وکرہ الآخر نزاد اور اپنی دل مین
اسبات کا خطرہ بھی نرکھی کہ اگر یہہ دن رمضان کا ہی تو یہہ روزہ رمضان کا ہی ذکر کیا اوسکو اخی زادہ نے م حاصل یہہ کہ نیت مین یہ
نرکھی کہ اگر یہہ دن شعبان کا ہی تو روزہ نفل ہی اور اگر رمضان کا ہی تو روزہ فرض ہی بلکہ نفل محض کی نیت کری یقیناً اور رمضانیت کا خطرہ دل
مین آنا بعد نیت نفل کے مضر نہین کیونکہ آخر احتیاطاً روزہ رکھتا ہی کذا قالہ الشامی ولیس بصائم لو تردد فی أصل النیۃ بان نوی ان یصوم
غدا ان کان من رمضان والا فلا أصوم لعدم الجزم اور اس شخص کا روزہ نہین ہے جسنے اصل نیت مین تردد کیا یعنی اسطرح نیت کی کہ کل اگر رمضان
ہوگا تو روزہ ہی نہین تو نہین کیونکہ یقین نیت کا نہین کما انہ لیس بصائم لو نوی انہ ان لم یجد غداء فہو صائم والا فمفطر جیسا اوس شخص کا
بھی روزہ نہین ہی کہ نیت کی اگر صبح کو ناشتہ نملا تو روزہ ہی نہین تو افطار ویصیر صائما مع الکراہۃ لو تردد فی وصفہا بان نوی ان کان من
رمضان فعنہ والا فعن واجب آخر اور ہو جاویگا وہ شخص روزہ دار کراہت تنزیہی کے ساتہہ اگر نیت کے وصف مین تردد ...
نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہی تو روزہ رمضان کا ہے نہین تو کسی دوسری واجب کا وکذا یکرہ لو قال انا صائم ان کان من رمضان والا فعن نفل
اور ایسا ہی مکروہ ہی اگر کہا مین روزہ سی ہون اگر دن رمضان کا ہی اور نہین تو روزہ نفل ہے للتردد بین مکروہین او مکروہ وغیر مکروہ کیونکہ نیت مین

تردد ہے درمیان دو مکروہون کے یعنی فرض و واجب کے پہلے مسئلہ مین یا درمیان مکروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض و نفل کے دوسرے مسئلہ مین فَاِنْ ظَهَرَ رمضانُ فعنه والّا فنفلٌ فیهما ای الواجب والنفل غیر مضمونٍ بالقضاء لعدم التنفّل قصدًا پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہی تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہین تو نفل ہوگا دونو صورتونمین یعنی واجب اور نفل مین ایسا کہ توڑنے سے قضا لازم نآویگی کیونکہ قصدًا تنفل نہین تہا ھم اسلئے کہ من وجہ اسقاط فرض کا قصد رکہتا تہا تو ظنی روزہ کی مانند ہوا اس وجہ سے کہ دونو مین اسقاط مدنظر ہی نہ التزام قاله الشامی اكل المتلوم ناسيًا قبل النية كاكله بعدها وهو الصحيح شرح وهبانية منتظر کا کہانا بہولکر نیت سے پہلے ایسا ہی جیسا بعد نیت کے بہولکر کہانا اور یہی صحیح ہے کذا فی شرح وہبانیہ ھم یعنی یوم الشک مین ایک شخص نے نصف روز تک انتظار کیا اور بہولے سے اسعرصہ مین کچہ کہا لیا پہر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو اگر اب روزہ کی نیت کریگا تو جائز ہوگی اسواسطے کہ بہولکر کہانے سے روزہ نہین جاتا اور ایک قول یہہ ہے کہ نہین جائز ہے جیسا قنیہ مین ہی اور اسیکا جزم کیا ہی سراج اور شرنبلالیہ مین قاله الشامی رأى مكلّف هلالَ رمضانَ او الفطرِ ورُدَّ قوله بدليلٍ شرعيٍّ صام مطلقًا وجوبًا وقيل ندبًا کسی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکہا یا عید کا اور اوسکا قول حجت شرعیہ کی رو سے نامانا گیا یعنی فاسق ہونیکی جہت سے یا غلطی کیوجہ سے تو وہ روزہ رکہے ہرصورت مین عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوبًا اور کہا گیا ہی کہ روزہ رکہے ندبًا ھم عاقل بالغ یعنی اگرچہ فاسق ہو کذا فی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکہے تو واجب نہین اور یہی حکم ہی اگر خود امام تنہا دیکہے اور لوگونکو روزہ کا حکم کرے نہ افطار کا اور خیر الدین رملی نے کہا ہی کہ اگر دیکہنے والی جماعت ہو اور اونکی شہادت مسترد ہوگئی ہو جماعت عظیم نہونے کی جہت سے تو اسصورت مین بہی یہی حکم ہی فَاِنْ اَفْطَرَ قَضَى فقط فيهما لِشُبهة الرّدّ پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہی دونو مین یعنی کفارہ نہین واسطے شبہہ مسترد ہونے شہادت کے ھم اور بعض نے ذکر کہ یہہ علت سقوط کفارہ کی ہے ہلال رمضان مین لیکن عید کے چاند مین اسجہت سے کفارہ نہین کہ اوسکے نزدیک وہ عید کا دن ہے کذا فی النہر اور شاید اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہین کیا قاله الشامی واختلف المشائخ لعدم الرواية عن المتقدمين فيما اذا افطر قبل الرد لشهادته والاصح عدم وجوب الكفارة وصحّحه غير واحدٍ لانّ ما رآه يحتمل ان يكون خيالًا لا هلالًا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہی اسوجہ سے کہ متقدمین سے کوئی روایت نہین اسصورت مین کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہہ ہی کہ کفارہ واجب نہین اور اسکی تصحیح کی ہی بہتون نے کیونکہ جو اوسنے دیکہا ہی شاید خیال ہو ہلال نہو ھم حضرت عمر سے منقول ہے کہ جسنے چاند دیکہا تہا اوسکو کہا کہ اپنی بہو ونکو دہو پانی سے پہر کہا اب بتا چاند کہان ہے اوسنے کہا وہ تو گم ہوگیا جب فرمایا کہ بال بہو ونمین قائم ہوگیا تہا تو نے اوسکو چاند جان لیا کذا فی السراج اور جیسا پہلے مذکور ہوا یہہ علت ہلال رمضان مین تو ہوسکتی ہی اور عید مین یہہ کہ اوسکے نزدیک وہ عید کا دن ہی قاله الحلبي واما بعد قبوله فيجب الكفارة ولو فاسقًا في الاصح لیکن بعد قبول شہادت کے یعنی رمضان کے چاند مین پس کفارہ واجب ہی اگرچہ فاسق ہو اصح روایت پر ھم کیونکہ وہ تو لوگونکے روزہ رکہنے کا دن ہی پس اگر عدل ہی تو چاہئے کہ وجوب کفارہ مین خلاف نہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہہ ہی کہ فاسق کی شہادت پر حکم کرنا جائز نہین اور وہ یہان منتفی ہے کذا فی البحر عدم جواز سے مراد عدم حلت ہی کیونکہ قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہی اگرچہ قاضی گنہگار ہوتا ہے کذا قاله الشامی وقبل بلا دعوى وبلا لفظ اشهد وبلا حكمٍ ومجلسِ قضاءٍ لانه خبرٌ لا شهادةٌ للصوم مع علةٍ كغيمٍ وغبارٍ اور قبول کیجاوے روزہ رکہنے کیلئے خبر عادل کی آسمان مین روگ ہونے سے مثل ابر و غبار کے بغیر دعوی اور بغیر لفظ اشہد کے اور بدون حکم اور مجلس قضا کے بوجہ اسکے کہ یہہ خبر ہے شہادت نہین خبر عدلٍ او مستورٍ على ما صحّحه البزازي على خلاف ظاهر الرواية خبر عدل مقبول ما لم تشم فاعله ہی قبول کا یعنی قبول کیجاویگی خبر ایک عدالت والے یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی بنا برائس قول کے کہ بزازی نے اوسکی تصحیح کی ہے ظاہر الروایت کے خلاف ھم اور معراج اور تجنیس مین بہی اسکی تصحیح کی ہی اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ یہہ روایت ہی حسن کی اور حلوانی نے اسیکو لیا ہی اور نور الایضاح والا بہی ادہر ہی گیا ہے مین کہتا ہون کہ یہہ بہی ظاہر الروایت ہے کیونکہ حاکم شہید نے یعنی جسنے امام محمد کے

اقوال اُن کی کتابون سے جمع کئے ہین جو ظاہر الروایت کہلاتی ہین کافی مین یہہ کہا ہی کہ قبول کیجاویگی شہادت مسلم اور مسلمہ کی خواہ عادل ہو یا غیر عادل اور غیر عادل سے مراد مستور ہی قالہ الشامی لا فاسق اتفاقا نہین مقبول روزہ کے لئی قول فاسق کا بالاتفاق م اسواسطی کہ فاسق کا قول ایسی دینیات مین مقبول نہین جنکا حاصل ہونا عادلون سی میسر ہو سکتا ہو جیسی روایت احادیث بخلاف پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ کے کہ اوسکی خبر مین تامل کیجاتی ہے اسلئے کہ بعض اوقات ایسی چیزون کا ملنا عادلون سی میسر نہین ہوتا قالہ الشامی وهل له ان یشهد مع علمه بفسقه قال البزازی نعم لان القاضی ربما قبله اور آیا فاسق مجاز ہے اسکا کہ شہادت دیوی باوجود دیکہ اپنا فسق جانتا ہو بزازی نے کہا کہ ہان اسواسطی کہ قاضی کبہی فاسق کی شہادت قبول بہی کر لیتا ہے م حلوانی نے کہا کہ عادل کو لازم ہی اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اُس رات شہادت اداکرے کہ کہین لوگ صبح کو افطار نکرلین اور یہہ شہادت فرض عین ہی لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لیگا تو اوسپر ادای شہادت واجب ہے اور مستور مین دو روایتین ہین کذا فی السراج ولو کان العدل قنا او انثی او محدودا فی قذف تاب بین کیفیة الرؤیة او لا علی المذهب اگرچہ عادل مذکور غلام ہو یا عورت یا زنا کی تہمت مین پٹا ہو کہ توبہ کر لی ہو کیفیت رؤیت کی بیان کرے یا نکرے بنابر مذہب درست کے م برخلاف امام فضلی کے وہ کہتے ہین کہ واحد عدل کی خبر جب مقبول ہوتی ہی کہ تفسیر کرے اور کہی کہ مین نے شہر کے باہر جنگل مین دیکہا ہی یا کہے کہ شہر مین ابر کے ٹکڑون مین دیکہا ہی اور بدون ایسی تفسیر کے مقبول نہین کذا فی الظهیریة قاله الشامی وتقبل شهادة واحد علی آخر کعبد و انثی اور مقبول ہی گواہی ایک کی دوسری پر جیسی مقبول ہی شہادت غلام اور عورت کی م یعنی بخلاف شہادت علی الشہادت کے اور احکام مین کہ وہ مقبول نہین جبتک ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایکمرد و دو عورتین شاہد نہون کذا قاله الحلبی ولو علی مثلهما اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنی مثل پر ہو م اس تعمیم سے یہہ نکلا کہ ان دونون کی شہادت آزاد اور مرد کی شہادت پر مقبول ہی اور اسکو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہی اور کہا کہ مین نے نہین دیکہا وتجب علی الجارية المخدرة ان تخرج فی ليلتها بلا اذن مولاها وتشهد كما فی الحافظية اور واجب ہی لونڈی پردہ نشین پر یعنی جو مردون مین آمد رفت نہین رکہتی کہ نکلے اُس رات بدون اجازت اپنی مولی کے اور شہادت اداکری جیسا حافظیہ مین ہی م اور یہی حکم آزاد عورت کا ہے کہ بے اجازت اپنے خاوند کے نکلی اور غیر مخدرہ پائے نکاح بطریق اولی نکلین قاله الطحطاوی اور ظاہر یہہ کہ اسکا محل وہ ہی کہ اثبات رؤیت اسپر موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہین قاله الشامی وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد اور ہلال عید مین غبار وغیرہ کے ہوتے عادل ہونیکے ساتہہ نصاب شہادت اموال (یعنی دو مرد یا ایکمرد و دو عورتین) شرط ہی اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہونا شرط ہے کیونکہ اسمین نفع بندہ کا متعلق ہے م یہہ علت ہی اشتراط شہادت مذکورہ کی فطر مین نہ صوم مین یعنی چونکہ صوم امر دینی ہے اوسمین یہہ شرط نہین اور فطر مین نفع دنیاوی ہی پس اور حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزین حقوق مین شرط ہین وہ یہان بہی شرط ہونگی قاله الشامی لکن لا تشترط الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامة وطلاق الحرة لیکن نہین شرط ہی دعوی جیسا نہین شرط ہی لونڈی کے عتق مین اور حرہ کی طلاق مین م لونڈی کی آزادی مین دعوی اسلئی شرط نہین کہ اوسمین حق العبد کے ساتہہ حق اللہ تعالی کا بہی ہے یعنی حفاظت اپنی فرج کی اسیطرح فطر م اگرچہ حق عبد ہی لیکن اوسمین بہی حق اللہ تعالی کا ہے یعنی صوم اُس روز کے روزہ کا حرام ہونا اور صلوۃ عید کا واجب ہونا اسلئی اسمین بہی دعوی شرط نہین ہوا اور طلاق مین حرہ کی قید سے مفہوم ہوتا ہی کہ زوجہ مملوکہ مین دعوی شرط ہے اور جامع الفصولین سے اطلاق معلوم ہوتا ہی کذا فی الشامی ولو کانوا ببلدة لا حاکم فیها صاموا بقول ثقة اور اگر لوگ ہون ایسی شہر مین جہان کوئی نہین کہ اوسمین حاکم نہو یعنی نہ قاضی نہ والی تو روزہ رکہین ایک معتمد کے قول پر یعنی روزہ رکہنا فرض ہے ایسا معلوم ہوتا ہی مصنف کی شرح سی م مین کہتا ہون کہ ظاہر یہہ ہی کہ گانون والون پر روزہ لازم ہو توپون کی آواز سے یا قندیلون کی روشنی سی اسلئی کہ یہہ ظاہر علامت ہی اور غلبہ ظن کو مفید ہی اور غلبہ ظن حجت ہی عمل کیواسطی جیسا علمانے تصریح کی ہی اور یہہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی اور شی کیواسطی ہو بعید ہی کیونکہ یہہ امور عبادت سے

لیلۃ الشک مین نہین کئی جاتے مگر ثبوت رمضان کے لئی قالہ الشامی وافطروا باخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ اور افطار کرین دو عدل کے خبر دینے سے اگر اسمان مین غبار وغیرہ ہو واسطے ضرورت کے م یعنی اسوجہ سے ضرورت ہی کہ کوئی حاکم موجود نہین جسکے سامنے شہادت ادا کیجاوے اور مع العلۃ متعلق ہی صاموا اور افطروا دونون کے ساتہہ قالہ الشامی ولو راٰہ الحاکم وحدہ مخیر فی الصوم بین نصب شاہد وبین امر الناس بالصوم بخلاف العید کما فی الجوہرۃ اور اگر اکیلے حاکم نے چاند دیکہا ہو تو روزہ کے چاند مین اسکو یہہ اختیار ہی کہ کوئی شاہد اپنی قول پر مقرر کرے یا لوگونکو روزہ کا حکم دیوے بخلاف عید کے چاند کے کہ اوسمین ایک آدمی کافی نہین ہی کذا فی الجوہرہ م نصب شاہد سے یہہ غرض کہ اپنی شہادت پر دوسرا شاہد معین کرے تاکہ دوسرا شخص شہادت پر شہادت ادا کرے افادہ الحلبی لیکن جوہرہ کی عبارت ان ینصب من یشہد عندہ الخ اور اسکے معنی ظاہرا یہہ ہین کہ حاکم اپنی طرفسے کوئی نائب مقرر کرے تاکہ اُس نائب کے سامنے شہادت گذرے جیسا علماء نے خصومت کے بابمین کہا ہی اگر حاکم کو کسیکے ساتہہ خصومت واقع ہو تو ایک نائب مقرر کرے کہ اوسکے روبرو مقدمہ پیش ہو کیونکہ حاکم کا حکم اپنے اوپر درست نہین اور ہمنے جو یہہ معنی کہے اوسکی دلیل یہہ ہی کہ بعض نسخون درمختار مین نصب نائب ہی بدلہ نصب شاہد کے قالہ الشامی ولا عبرۃ بقول المؤقتین ولو عدولا علی المذہب اور نہین اعتبار نجومیون کا اگرچہ عادل ہون بنابر مذہب صحیح م یعنی وجوب صوم کے بابمین معراج مین کہا ہی کہ ان لوگونکا قول بالاجماع معتبر نہین اور خود منجم کو نہین جائز ہی کہ اپنے حساب پر عمل کرے اور نہر مین ہی کہ منجم کے قول پر کہ فلانی تاریخ چاند دکہائی دیگا روزہ لازم نہین اگرچہ منجمین عدول ہون صحیح روایت پر کذا فی الشامی قال فی الوہبانیۃ وقول اولی التوقیت لیس بموجب وقیل نعم والبعض ان کان یکثر م وہبانیہ مین کہا ہی کہ قول اوقات ضبط کرنیوالونکا روزہ رکہنے کا موجب نہین اور کہا گیا ہی کہ ہان اور بعض کا قول بہی اگر کثیر ہون م یہہ عبارت یعنی قیل نعم موہم ہے اسکو کہ دوسرا قول یہہ کہ عمل کو موجب ہی حالانکہ ایسا نہین ہی بلکہ خلاف صرف جواز اعتماد مین ہی اور قنیہ مین تینون قول نقل کئے ہین پس پہلے قاضی عبد الجبار و صاحب جمع العلوم سے نقل کیا ہی کہ منجمون کے قول کے اعتبار کرنے مین کچہہ مضائقہ نہین اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہی کہ وہ انسے پوچہا کرتے تہے اور انکی قول کا اعتبار کرتے تہے بشرطیکہ انکی جماعت متفق ہوتی تہی پہر شرح سرخسی سے نقل کیا کہ یہہ بعید ہی اور شمس الائمہ حلوانی سے کہ وجوب صوم اور افطار کی شرط رویت ہی ہی اور منجمون کا قول ماخوذ نہین پہر مجد الائمہ ترجمانی سے نقل کیا کہ اصحاب ابو حنیفہ سوائے شاذ و نادر کے اور شافعیہ سب متفق ہین کہ منجمون کے قول کا اعتماد نہین کذا قالہ الشامی وقیل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن بخبرہم اور قبول کیا جاوے جب آسمان صاف ہو قول جماعت عظیم کا کہ حاصل ہو علم شرعی یعنی غلبہ ظن اونکی خبر سے م یعنی جب مطلع صاف ہو تو خبر ایک شخص کی معتبر نہو گی کیونکہ ایک شخص کو نظر آنا اور ایک خلق کو نظر نہ آنا باوجودیکہ سب اوسی کیطرف متوجہ ہین اور کوئی مانع نہین اوسکی بینائی درست ہی اگرچہ بعض تیز نظر ہون اوسکی غلطی کی دلیل ہی کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ جماعت مین اسلام اور عدالت شرط نہین جیسا امداد الفتاح مین ہی اور نہ حریت اور نہ دعوی جیسا قہستانی مین ہی مین کہتا ہون جو امداد کیطرف نسبت کیا ہی سو مین نے اوسمین ملاحظہ کیا وہان نہین پایا اور اسلام شرط نہونے مین نظر ہی کیونکہ جمع عظیم سے یہان یہہ مراد نہین ہی کہ حد تواتر کو پہنچے جس سے علم قطعی حاصل ہوتا ہی کہ اوسمین اسلام شرط نہو بلکہ مراد یہہ ہے کہ غلبہ ظن کو مفید ہو اور اوسمین اسلام شرط نہونا اسکی لئے کوئی صریح نقل چاہیئے قالہ الشامی اور علم شرعی سے مراد اصطلاح اصولیون کی ہے جو موجب عمل کا ہوتا ہی نہ وہ علم جو یقین کے معنی مین ہی اسپر نص کی ہے منائح اور غایۃ البیان اور بحر مین نقلا عن الفتح اور صدر الشریعۃ نے جو علم بمعنی یقین لیا ہی ابن کمال نے اسکو رد کیا ہی اور کہا ہی کہ یہہ خطا ہے صدر الشریعۃ سے قالہ الشامی وہو مفوض الی رأی الامام من غیر تقدیر علی المذہب اور وہ امام کی رای پر مفوض ہی بغیر تعیین عدد کے بنابر مذہب صحیح کے م سراج مین کہا ہی اس جماعت کی تعداد ظاہر الروایۃ مین معین نہین ہی اور ایک روایت مین ابو یوسف سے ۵۰ مرد ہین اور بعض کے نزدیک اکثر اہل محلہ اور بعض کے نزدیک ہر مسجد مین سے ایک یا دو اور خلف بن ایوب نے کہا ہی کہ ۵۰۰ بلخ مین قلیل ہین

اور ان سب مین سے صحیح یہی ہے کہ امام کی رای پر مفوض ہو اگر اپنے دلمین اونکی درستی اور صحت سمجھے تو صوم کا حکم دے اور مواہب مین اسکو صحیح کہا ہے اور شرنبلالی نے اسیکا اتباع کیا ہے اور بحر مین فتح سے نقل کیا ہے کہ حق وہ ہے جو محمد و ابو یوسف سے روایت کیا گیا ہے کہ اعتبار خبر متواتر آنیکا ہے ہر طرف سے اور نہر مین کہا ہے کہ یہہ تصحیح سراج کے موافق ہے قاله الشامی وعن الامام انه يكتفى بشاهدين واختاره فى البحر اور ایک روایت امام صاحب سے یہہ ہے کہ اکتفا کیا جاوے دو گواہون پر اور بحر مین اسیکو اختیار کیا ہے م بحر مین کہا ہے کہ اس زمانہ مین چاہیئے کہ عمل اسی روایت پر ہو اسواسطے کہ لوگ چاند دیکھنے سے کاہلی کرتے ہین پس علما نے جو لکھا ہے کہ جم غفیر ہلال کے طالب ہین یہہ منتفی ہو گیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال غیر ظاہر ہے پھر اسکی تائید کی کہ ولوالجیہ اور ظہیریہ ظاہرا دلالت کرتی ہین کہ ظاہر الروایت صرف اشتراط عدد ہی نہ جمع عظیم اور عدد تو دو پر بھی صادق آتا ہے اور اسیکو صادق رکھا ہے نہر مین اور منح مین قاله الشامی وصحح فى الاقضية الاكتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او كان على مكان مرتفع واختاره ظهير الدين اور اقضیہ مین (جو ایک کتاب کا نام ہے) تصحیح کی ہے کہ ایک شخص کفایت کرتا ہے اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسکو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہے م اور فتاوے صغری مین اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی قول طحاوی کا ہے اور امام محمد نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے اصل کی کتاب الاستحسان مین مگر خلاصہ مین کہا ہے کہ ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ شہر اور خارج شہر مین فرق نہین ہے کذا فى السراج وغیرہ مین کہتا ہون کہ نہایہ مین کہا ہے کہ مبسوط مین ہے کہ امام اوسکی شہادت جب رد کرے کہ آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان مین ابر ہو یا وہ باہر سے آدمی یا اونچے مقام پر ہو تو ہمارے نزدیک مقبول ہوگی پس لفظ عندنا دلالت کرتا ہے کہ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور محیط مین اسی پر جزم کیا ہے اور اسکے مقابل کو بلفظ قیل بیان کیا ہے پھر ذکر کیا ہے کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہہ ہے کہ رویت مختلف ہوتی ہے باعتبار ہوا کی صفائی و کدورت کے اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہے شہر کی نسبت اور کبھی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہے تو اس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہوا بلکہ ظاہر کے موافق ہوا الخ سو اس کلام مین تصریح ہے کہ یہہ ظاہر الروایت ہے اور حقیقت مین ایسا ہی ہے کیونکہ مبسوط بھی کتب ظاہر الروایت سے ہے پس معلوم ہوا کہ دونو روایتین ظاہر الروایت ہین کذا فى الشامی وطريق اثبات رمضان والعيد ان يدعى وكالة معلقة بدخوله بقبض دين على الحاضر فيقر بالدين والوكالة وينكر الدخول فيشهد الشهود برؤية الهلال فيقضى عليه بالدين فيثبت دخول الشهر لعدم دخوله تحت الحكم اور رمضان اور عید کے اثبات کا طریق یہہ ہے کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنیکی وکالت کا دعوی کرے جو مشروط ہو رمضان یا عید کے آنے پر پھر یہہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پھر رویت ہلال پر گواہی دین پس حکم لگایا جاوے ادای دین کا شخص حاضر پر اور مہینے کا داخل ہونا ضمنا ثابت ہو جاویگا کیونکہ مہینا زیر حکم داخل نہین ہے یدعی مجہول ہے یا معلوم ہے اور فاعل ضمیر مدعی کی جو سیاق عبارت سے مفہوم ہے یعنی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانی شخص کے تیرے ذمہ اسقدر دراہم ہین اور مجکو اوسنے کہدیا ہے کہ جب رمضان داخل ہو تو تو وکیل ہے دین کے قبض کرنیکے لئے اور مہینا زیر حکم داخل نہین اسکا مطلب یہ ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر ثبوت بھی واجب ہو سکتا ہے یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات مین سے ہے اور وجوب صوم سے ثبوت رمضان لازم نہین آتا اور اسوقت مین فائدہ رمضان کے اثبات کا بطریق مذکور یہہ ہے کہ جماعت عظیم پر موقوف نرہیگا اگر آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہے بروقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر اور وکالت دو گواہون سے ثابت ہو سکتی ہے حق عبد ہونیکی جہت سے اور وکالت ثابت نہین ہوتی جبتک رمضان کا دخول نہو اور جب دخول ضمنا ثابت ہوا تو روزہ واجب ہوا قاله الشامی شهد وانه شهد عند قاضى مصر كذا شاهدان برؤية الهلال فى ليلة كذا وقضى القاضى به ووجد استجماع شرائط الدعوى قضى اى جاز لهذا القاضى ان يحكم بشهادتهما بعض نسخون مین شہدا بلفظ تثنیہ ہے اور جن نسخون مین شہدوا بلفظ جمع ہے اس سے مراد

مافوق الواحد ہے یعنے اگر دو گواہون نے گواہی اسبات پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے فلانے شاہدون نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی دی ہے اور وہانکے قاضی نے اوسپر حکم لگایا ہی اور شرائط دعوی کی سب پائی گئین تو اُس قاضی کو جائز ہے کہ انکی گواہی پر حکم لگادے لان قضاء القاضی حجۃ وقد شہدوا بہٖ اسواسطے کہ اُن کے قاضی کی قضاء حجت ہی اور یہان کے گواہون نے اوسکی شہادت دی لا لو شہدوا برؤیۃ غیرہم لانہ حکایۃ نہ حکم دیوے قاضی اگر شہادت دیوین غیر کی رؤیت پر اسواسطے کہ یہہ حکایت ہی ہم یعنے نہ اونہون نے اپنی رُویت بیان کی نہ غیر کی رؤیت کی شہادت دی صرف غیر کی رُویت کی حکایت کی کذا فے فتح القدیر مین کہتا ہون کہ ایسا ہی ہے اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور اسبات کی کہ اُس شہر کے قاضی نے لوگونکو روزہ کا حکم دیا اسواسطے کہ یہہ فعل قاضی کی حکایت ہی اور وہ حجت نہین بخلاف قضاء قاضی کے اور اسیواسطے مجموعہ شرائط کی قید لگائی بخلاف استفاضۃ الخبر فی البلدۃ الاخرٰی کہ فہو حل الصحیح من المذہب مجتبٰی وغیرہ ان اگر کسی دوسرے شہر مین بکثرت خبر شائع ہوجاوے تو انکو لازم ہوگا روزہ رکہنا بنا بر مذہب صحیح کذا فے المجتبی ہم ذخیرہ مین ہی کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارے مذہب مین یہہ ہی کہ خبر جب پہیلجاوے اور متحقق ہوجاوے دوسرے شہرون مین تو اونکو بھی لازم ہوگا اس شہر کا حکم رحمتی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہہ ہین کہ اُس شہر سے جماعات متعددہ آکر بیان کرین وہانکی خبر کہ اونہون نے روزہ رکہا چاند دیکہکر نہ مجرد شیوع بیگلی ہے کہ نہ معلوم ہو کہ کسنے خبر شائع کی چنانچہ بہتیری خبرین شہر مین شہرت پکڑ جاتی ہین اور نہین معلوم ہوتا کہ کسنے شائع کین چنانچہ حدیث مین وارد ہی کہ آخر زمانہ مین شیطان مجمع مین بیٹہکر ایکبات کہیگا اور لوگ اوسکا مذکور کرینگے اور کہینگے کہ ہم نہین جانتے کسنے کہا ہی اسکو پس اس قسم کی بات لائق سماعت کے بھی نہین چہ جائیکہ اُس سے کوئی حکم ثابت ہو مین کہتا ہون کہ یہہ خوب کلام ہی اور اسیکی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ کرتا ہی اذا استفاض وتحقق کذا قالہ الشامی وبعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر لا بلا متعلقۃ بصوم وبعد متعلقۃ بحل اے بحضر نصاب الشہادۃ اور جبکہ دو عادل کے قول سے روزہ رکہا ہو تو بعد ۳۰ دن کے افطار حلال ہے بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارحنے کہا کہ ب متعلق ہے صوم سے اور لبعد ظرف ہی فعل حل کا ہم یعنی اگر اکتیسوین رات کو ابر ہو تو بالاتفاق صبح کو افطار حلال ہے اور یہی حکم ہے اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہے درایہ اور خلاصہ اور بزازیہ مین اور اسکی برخلاف تصحیح کی ہے مجموع النوازل مین اور سید ناصرالدین نے کذا فے الامداد اور علامہ نوحؒ نے اتفاق نقل کیا ہی دوسری صورت مین بھی بدائع اور سراج اور جوہرہ سے اور کہا ہی کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہے اور خلاف جو منقول ہے سو بعض مشائخ کا ہے اور فیض مین ہی کہ فتوٰی افطار کی حلت پر ہی کذا فی الشامی ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم ہلال الفطر لا یحل علی المذہب خلافًا لمحمد کذا ذکرہ المصنف اور اگر روزہ رکہا ایک عدل کے قول سے جسطرح کہ جائز ہی اور حال یہ ہے کہ عید کے چاند کے دن ابر ہے تو افطار حلال نہین صحیح مذہب پر برخلاف قول محمد کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہی ہم حیث یجوز مین حیثیت تقیید ہے یعنی اسطرح کہ قاضی نے شہادت ابر مین قبول کرلی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی اون مین سے ہی جو ایک کی گواہی قبول کرلیتے ہین کذا فے الفتح یعنی شافعی المذہب ہو یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی مان لینے مین جب آسمان صاف ہو بشرطیکہ جنگل سے آیا ہو یا شہر مین اونچے مکان پر ہو اور سابق مین اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور غم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہی اسکی قید اسواسطے لگائی کہ محل خلاف یہی ہی جیسا مصنف نے ذکر کیا ہے قالہ الشامی لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ہلال الفطر حل اتفاقًا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہی کہ اگر ہلال عید کے نظر آنے کے روز ابر ہو تو بالاتفاق افطار حلال ہے ہم یہہ استدراک ہی اوسپر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف امام محمد کا اسوقت ہی کہ عید کے چاند کے دن ابر ہو اسطرح کہ ذخیرہ مین اور سراج مین مجتبی سے تصریح ہی کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے اور خلاف اسصورت مین ہے کہ ابر نہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہین حلال اور امام محمد کے نزدیک حلال ہے جیسا شمس الائمہ نے کہا ہی اور شرنبلالی نے امداد مین تحریر کیا ہی غایۃ البیان مین کہا ہے کہ محمد کے قول کی توجیہ کہ وہی قول اصح ہی یہہ ہی کہ افطار ایک شخص کے قول سے ثابت نہین ہوا ابتداءً بلکہ تبعًا ثابت ہوا ہے اور بہتیری چیزین ضمنًا ثابت ہوجاتی ہین اور قصدًا نہین ثابت ہوتی اور امام محمد

سے پوچھا تو جواب مین یہہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا واحد کے قول سی نہین یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند مین ایک آدمی کے قول پر حکم لگایا تو اُس بنا پر افطار بعد ۳۰ دن کے ثابت ہو گیا قالہ الشامی و فی الزیلعی الاشبہ ان غم حل ۱ لا لا اور زیلعی مین ہے کہ مشابہ بحق یہہ ہی کہ اگر ابر ہو تو فطا ہلال ہی اور جو نہو تو نہین وھلال الاضحی و بقیۃ الاشھر التسعۃ کالفطر علی المذھب امد بقرعید کا چاند اور باقی نو مہینون کا مانند عید کی ہے یہی مذہب پر ھم قولہ والاضحی کالفطر یعنے ذوالحجہ شوال کی مانند ہی پس ابر مین ثابت نہوگا مگر دو مرد دو ان سی یا ایکمرد دو عورتون سی اور صفائی کیحالت مین زیادتی عدد کی ضرور ہے اور نوادر مین امام صاحب سے روایت نقل کی ہے کہ وہ مانند رمضان کے ہی اور تحفہ مین اسکی تصحیح کی ہے لیکن روایت اول ظاہر المذہب ہے اور اسکی تصحیح ہدایہ اور اوسکی شروح اور تبئین مین کی ہے پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح اسواسطی ہی کہ وہ مذہب ہی کذا فی البحر اور باقی نو مہینے کا چاند مثل عید کے چاند کی ہے یعنی انمین مقبول نہو گی مگر گواہی دو مردونکی یا ایکمرد دو عورتونکی جو آزاد ہون اور تہمت زنا مین سزا یافتہ نہون جیسی اور احکام مین کذا فی البحر عن شرح مختصر الطحاوی اور امداد مین ذکر کیا ہی کہ ان مہینون کا حکم صفائی کیحالت مین مانند رمضان اور عید کی ہے یعنی جماعت عظیم چاہیئے لیکن خیر الدین رملی نے کہا ہی کہ ظاہر یہہ ہے کہ باقی مہینون مین ابر اور غیر ابر مین کچھ فرق نہین کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہین پائی جاتی یعنی سب لوگونکا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مرد دن نے گواہی دی صفائی کیصورت مین شعبان کے چاند کی اور شعبان بہ ثبوت شرعی ثابت ہو گیا تو ۳۰ دن کے بعد رمضان ثابت ہو جاویگا اگرچہ رمضان صفائی کیحالت مین دو شخصونکی گواہی سی ثابت نہین ہوتا کیونکہ اسصورت مین اوسکا ثبوت ضمنی ہی اور ضمنیات مین بہتیری باتون مین گنجایش ہوتی ہے جو قصدیات مین نہین ہوتی قالہ الشامی در رؤیتہ بالنھار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذھب ذکرہ الحدادی اور جو چاند دن کو نظر آوے وہ اگلی رات کا شمار کیا جاویگا ہر صورت مین صحیح مذہب پر ذکر کیا اوسکو حدادی نے ھم یعنی قبل زوال کے نظر آوے یا بعد زوال کے اور مذہب کے معنی یہہ کہ قول ابی حنیفہ و محمد کا ہی بدائع مین کہا ہی پس وہ دن رمضان کا نہوگا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کہتے ہین کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو وہ آیندہ شب کا ہے اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہی اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہے کہ طرفین کے نزدیک آیندہ شب کا ہی ہر صورت مین اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب گذشتہ کا ہی اور یہہ دن عید کا ہی اسلئے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہین آتا عادۃً مگر یہہ کہ وہ دو رات کا ہو پس ہلال رمضان مین وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند مین عید کا دن اور طرفین کی نزدیک اصل یہہ ہی کہ دنکی رویت کا اعتبار نہین اعتبار رؤیت بعد الغروب کا ہی کیونکہ حضرت نے امر فرمایا صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ پس ام صوم و افطار کا رویت کے بعد ہی اسصورت مین امام ابو یوسف کا قول مخالف نص کے ہی انتہی ملخصا فتح القدیر مین ہی کہ حدیث شریف موجب ہے رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور متبادر رویت سی ہر مہینے کے آخر وقت شام کی رویت ہی نزدیک صحابہ اور تابعین و من بعدہم کے بخلاف ماقبل الزوال کے تیسوین تاریخ اور مختار امام ابو حنیفہ و محمد کا قول ہے قالہ الشامی واختلاف المطالع ورؤیتہ نھارا قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ اور اختلاف مطالع کا اور دن کو چاند دیکھنا زوال سے پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہے ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ ہین اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر عن الخلاصۃ ھم جاننا چاہیئے کہ نفس اختلاف مطالع مین نزاع نہین ہی یعنی کبھی دو شہرونمین اتنا بعد ہوتا ہے کہ ایک مین ہلال ایک تاریخ نظر آوی دوسرے مین نظر نہ آوی کیونکہ انفصال ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف ملکون کے اور یہی حال ہی اختلاف مطالع شمس کا کہ جب ایک ملک مین صبح ہوگی تو بعض مین سورج نکلیگا اور بعض مین غروب ہوگا اور بعض مین آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے مین اختلاف

ہی کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا اعتبار لازم ہے اور غیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہین یا یہہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہین بلکہ جس جگہہ چاند پہلی نظر آوے سبکو اوسی پر عمل کرنا لازم ہے یہانتک کہ اگر مشرق مین جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب مین ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہے کہ بموجب رویت اہل مشرق کے عمل کرین پس بعضے قول اول کے قائل ہوئے ہین اور زیلعی اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہی اور شافعیہ کے نزدیک ابھی یہی صحیح ہے کیونکہ ہر قوم کو خطاب الشرع اونکے موافق ہی جیسا اوقات صلوۃ مین اور ظاہر الروایت قول ثانی ہے اور وہی ہمارے یہان معتمد ہے اور مالکیون اور حنبلیون کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہی مطلق رویت کے ساتھہ حدیث صوموا لرؤیتہ مین بخلاف اوقات صلوۃ کے قالہ الشامی فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر پس اہل مشرق کو روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سی جبکہ ثابت ہو مشرق والونکو ان لوگونکی رویت اوس طریق سی کہ عمل کو موجب ہو جیسا سابق مین گذرا ہم یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دین یا حکم قاضی پر شہادت دین یا خبر مستفیض ہو بخلاف اوس صورت کے کہ دو آدمی شہادت دیوین کہ فلانے شہر والون نے دیکہا ہی کیونکہ یہہ حکایت ہی حلبی وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر اور زیلعی نے کہا کہ مشابہہ بحق یہہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہی کہ ظاہر الروایت کے اخذ مین حتیاط زیادہ ہے

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اذا راوا الہلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیۃ وکراہۃ البزازیۃ جب چاند دیکہین تو مکروہ ہی کہ اوسکی طرف اشارہ کرین کیونکہ عمل جاہلیت کا ہی جیسا سراجیہ مین ہی اور بزازیہ کے باب الکراہیۃ مین ہم یعنے اگرچہ بقصد دکہلانے دوسرے شخص کے ہو جسنے نہین دیکہا ہی اور علت بظاہر دلالت کرتی ہے کہ کراہت تنزیہی ہو قالہ الشامی +

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

یہہ باب ہے اون چیزون کے بیان مین جو روزہ کی مفسد ہین اور جو مفسد نہین ہم مفسد کی دو قسمین ہین ایک جس سی صرف قضا لازم ہو دوم جس سے قضا اور کفارہ دونو لازم ہون اور غیر مفسد کی بھی دو قسمین ہین ایک وہ جسکا کرنا مباح ہے دوم وہ جسکا کرنا مکروہ ہی الفساد والبطلان فی العبادات سیان فساد اور بطلان عبادات مین برابر ہین ہم اور معاملات مین فرق ہے اگر معاملہ کا اثر کچہہ مترتب نہو وہی تو بطلان ہی اور اگر اثر مترتب ہو پہر اگر شرعاً فسخ مطلوب ہے تو فساد ہی نہین تو صحت ہی حلبی عن البحر بیان اسکا یہہ ہی کہ اگر میتہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اسپر غیر مترتب ہی تو یہہ بیع باطل ہوئی اور اگر غلام کو شرط فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالے کر دیا تو مشتری اوسکا مالک ہو جاتا ہی لیکن اسکا فسخ کرنا دونون کے ذمہ واجب ہی تو یہہ بیع فاسد ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اوسکا ملک صحیح ملک کے ساتھہ ہوگا یہہ بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم او شرب او جامع حال کونہ ناسیا فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدہا علی الصحیح بحر عن القنیۃ اذا اکل الخ شرط ہی اسکی جزا لم یفطر آگے آویگی یعنے روزہ نہین ٹوٹتا جب کہاوی روزہ دار یا پیوی یا جماع کرے بہولکر فرض مین یا نفل مین نیت سی پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن القنیہ ہم علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھہ متعلق ہی اور اسکی تصحیح تاتارخانیہ مین بھی نقل کی ہے اور اوسکی صورت یہہ ہی کہ ایک شخص نے رمضان ثابت ہونیکے انتظار مین افطار کی چیزون سی توقف کیا اور بہولکر کچہہ کہالیا تو بعد بہی نیت روزہ کی کرسکتا ہے اور یہہ مسئلہ پہلے گذر چکا بخلاف متنفل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کہالے تو اوسکو ناسی نہین کہتے اور ایسا ہی حکم ہے صوم قضا وکفارہ مین ہان البتہ نسیان متصور ہو سکتا ہے اداے رمضان مین اور نذر معین مین قالہ الشامی الا ان یذکر فلم یتذکر مگر جبکہ یاد دلایا جاوے پر نہ یاد کرے ہم یعنے جب بہولکر کہاوی پہر کوئی شخص اوسکو روزہ یاد دلاوی اور وہ نہ یاد کرے پہر کہالے تو صوم فاسد ہو جاویگا صحیح روایت مین برخلاف بعض کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ خبر ایک شخص کی دیانات مین مقبول ہی پس اوسپر واجب تہا کہ تامل کرتا اور اودہر التفات کرتا کذا فی البحر مین کہتا ہون لیکن اوسپر کفارہ نہین یہی مختار ہے جیسا تاتارخانیہ مین ہے منقول نصاب سی کذا فی الشامی ویذکرہ لو قویا والا لا اور یاد دلاوے روزہ دار کو

روزہ اگر وہ قوی ہو یعنے روزہ کے اتمام کی طاقت رکہتا ہو بغیر ضعف کے اور اگر ایسا ہو کہ صوم کی جہت سی ضعف ہو لیکن کہا لیوے تو عبادات کو
اچہی طرح ادا کرسے تو گنجایش ہے کہ نہ یاد دلاوے کذا فے الفتح هم بحر الرائق مین کہا کہ قوی آدمی کو بہولنے کیصورت مین یاد دلانا لازم ہے حتی کہ
نہ یاد دلانا مکروہ ہے ولیس عذرًا فی حقوق العباد اور نسیان حقوق العباد مین عذر نہین ہے یعنی اگر ودیعت کو بہولکر کہا جاوے تو اوسکا ضمان
لازم ہوگا گو آخرت کا مواخذہ نہین ہے کذا فی الشامی او دخل حلقه غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرًا استحسانًا لعدم امکان التحرز عنه
اور روزہ نہین ٹوٹتا اگر حلق مین غبار داخل ہو یا مکہی یا دہوان اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اس سی بچاؤ ناممکن ہے هم اور قیاس یہ
فاسد ہو جاتا ہے یعنی مکہی کیصورت مین کیونکہ مفطر پیٹ مین پونہچا اگرچہ غذا نہین جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہے کذا فے الہدایہ ومفادہ انه
لو ادخل حلقه الدخان افطر ای دخان کان ولو عودًا او عنبرًا لو ذاکرًا لامکان التحرز عنه فلیتنبه له کما بسطه الشرنبلالی اور مفاد اسکا یہہ ہے
کہ اگر بقصد دہوان حلق مین پہنچا دے تو روزہ ٹوٹ جاویگا کوئیسا دہوان ہو اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہے کیونکہ اس سی احتراز ممکن ہے پس چاہیے
کہ خبردار رہو اس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہے هم یعنی کیصورت سے دہوان داخل کیا ہو یہانتک کہ اگر بخور کیا اور بقصد اوسکو سونگہا روزہ
کی یادگاری کیحالت مین تو روزہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اس سے بچاؤ ممکن ہے اور اس سے اکثر لوگ غافل ہین اور اسکو پہول یا گلاب یا مشک کی
سونگہنے کی مانند سمجہنا نچاہیئے کیونکہ فرق ہے اسمین کہ ہوا خوشبودار ناکمین جاوے اور اسمین کہ خود دہوان اپنے فعل سے جوف مین پہنچاوے اور
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقہ پینے سے بہی روزہ جاتا رہتا ہے چنانچہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین اسکی تصریح کی ہے قالہ الشامی او ادہن
او اکتحل او احتجم وان وجد طعمه فی حلقه یا روزہ نہین جاتا اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا یا پچہنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ اپنے حلق مین پاوے
هم اور ایسا ہی اگر تہوک مین اوسکا رنگ پاوے اصح روایت پر کذا فے البحر نہر مین کہا ہے اسواسطے کہ موجود حلق مین ایک اثر ہے جو مسام کی راہ
سے داخل ہوا اور مفطر وہ ہے جو غذا کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانی مین پہر اسکی برودت اپنے اندر پاوے تو بالاتفاق روزہ نہین ٹوٹتا اور امام نے جو پانی مین داخل
ہونے اور تر کپڑا اوڑہنے کو روزہ مین مکروہ کہا ہے سو وہ اسجہت سے کہ اس فعل سے عبادت کی بجاآوری مین تنگدلی معلوم ہوتی ہے نہ یہہ کہ
موجب افطار کا ہے قالہ الشامی او قبّل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجها مرارًا او بفکر وان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہوا
یا احتلام ہوا یا انزال ہوگیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نظر مکرر ہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی المجمع یعنی ان صورتون مین
روزہ نہین ٹوٹتا او بقی بلل فی فیه بعد المضمضة وابتلعه مع الریق یا منہ مین تری باقی رہگئی کلی کرنیکے بعد اور اوسکو تہوک کے ساتہہ نگل گیا
هم فتح اور ہدایہ مین اسکو مثل دخول غبار و دخان کے کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم امکان احتراز ہے لیکن یون چاہیے کہ پانی منہ
سے گرانیکے بعد تہوکنا شرط ہو کیونکہ پانی تہوک مین ملا رہتا ہے البتہ تہوکنے مین مبالغہ شرط نہونا چاہیئے قالہ الشامی کطعم ادویة ومصّ اهلیلج
جیسے مزہ دوائیون کا اور چوسنا ہڑ کا هم یعنی دوائیونکے کوٹنے سے اونکا مزہ اگر اپنے حلق مین پاوے تو روزہ نہین جاتا جیسا محیط مین ہے
اور اہلیلج دوسرے لام کے کسرہ سے ہے قالہ ابو عبید والفراء یعنی اگر ہڑ کو چباوے اور تہوک اوسکا حلق مین جاوے لیکن اوسکے اجزاء مین سے کچہہ
نجاوے تو روزہ نہین جاتا کذا فے التتارخانیہ وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف شکر جیسی چیز کے کہ اوسکے چوسنے سے روزہ جاتا رہتا ہے
او دخل الماء فی اذنه وان کان بفعله علی المختار یا داخل ہو پانی اوسکے کان مین اگرچہ اوسکے فعل سے ہو تو روزہ نہین جاتا مذہب مختار پر هم
ہدایہ اور تبیین مین اسکو اختیار کیا ہے اور محیط مین اسکی تصحیح کی ہے اور ولوالجیہ مین کہا ہے کہ یہی مختار ہے اور خانیہ مین یہہ تفصیل کی ہے کہ اگر پانی
کان مین چلا گیا تو نہین جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہے صحیح روایت پر کیونکہ جب اوسکے فعل سے جوف مین پہنچا تو اوسمین صلاح بدن
کا اعتبار نہین ہے اور یہی بزازیہ مین ہے اور فتح اور برہان مین اسکو قوت دی ہے کذا فے الشرنبلالیہ حاصل یہہ کہ اگر تیل کان مین ڈالا تو بالاتفاق
روزہ جاتا رہا اور اگر پانی کان مین چلا گیا تو بالاتفاق روزہ نہین جاتا اور اگر بقصد پانی کان مین ڈالا تو اسمین اختلاف ہے اور تصحیح مختلف ہے

قال الشامی کما لو حك اذنه بعود ثم اخرجه وعليه درن ثم ادخله ولو مرارا جیسا کہ روزہ نہیں جاتا اگر لکڑی سے کان کھجلایا پھر اوسکو نکال لیا اور
اوسپر میل تھا پھر اوسکو کان مین ڈالا اگرچہ چند بار ہو م ہم اس مسئلہ کو شبہ بہ ٹھہرایا اسواسطے کہ بزازیہ مین ہی کہ اسمین بالاجماع روزہ نہیں جاتا
اور ظاہر یہہ ہی کہ اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہے ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہی قالہ الشامی او ابتلع ما بین اسنانه وهو دون
الحمصة لانه تبع لريقه ولو قدرها افطر كما سيجی م یا نگل گیا جو دانتون مین ہی بشرطیکہ چنے سے کم ہو تو روزہ نجاویگا کیونکہ چنے سے کم لعاب
کے تابع ہے اور بحر مین کہا ہے کہ اتنی چیز قلیل ہے اس سے احتراز غیر ممکن ہے پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کی برابر ہے تو روزہ ٹوٹ
جاویگا چنانچہ عنقریب آویگا او خرج الدم من بین اسنانه ودخل حلقه یعنی ولم یصل الی جوفه یا نکلا خون دانتون سے اور چلا گیا حلق مین
لیکن جوف تک نہیں پونہچا م متن کی اطلاق سے ظاہرا معلوم ہوتا ہی کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہیں جاتا اور جز مین اسی
کی تصحیح کی ہے جیسا سراج مین ہی اور کہا ہے کہ وجہ یہہ ہی کہ عادۃ اس سے احتراز ناممکن ہے اور چونکہ یہہ قول اکثر کے مخالف تہا اسلئے
شارح نے مصنف کے کلام کو حمل کیا اسپر کہ جوف مین نہ پونہچے مصنف کی اتباع سے کہ اونسے اپنی شرح مین لکھا ہے اما اذا وصل
فان غلبه الدم او تساویا فسد والا لا الا اذا وجد طعمه بزازیہ لیکن جبکہ پونہچے جوف مین پس اگر خون غالب ہو یا خون اور تہوک دونون
برابر ہون تو روزہ فاسد ہوگا اور جو نہیں تو نہیں فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوے اوسکا مزہ کذا فی البزازیہ واستحسنه المصنف وهو ما عليه الاكثر وسيجی
اور اسکو مصنف نے پسند کیا ہی اور یہہ تفصیل جو مذکور ہوئی وہ ہی جسپر اکثر مشائخ ہین اور قریب ہی کہ آویگا یعنی مصنف کا پسند کرنا م لیکن اسکی قول
الا ان یجد الطعم نے حلقه مین اور انتشار ضمائر کا اسجگہہ مخفی نہیں ہے قالہ الشامی او طعن برمح فوصل الی جوفه وان بقی فی جوفه یا کوچہ
دیا جاوی نیزہ سے پہر پونہچ جاوی جوف تک اگرچہ اندر باقی رہجاوی یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہیں جاتا م اسکی تصحیح قاضی خان اور ایک
جماعت نے کی ہے اور جامع صغیر کی شرح مین کہا ہی کہ اگر نوک اندر باقی رہجاوی تو اسکو کتاب مین ذکر نہیں کیا اور اسمین اختلاف ہے
بعضے کہتے ہین کہ روزہ ٹوٹجاتا ہی جیسا لکڑی دبر مین چڑہانے سے اور بعضون نے کہا ہی کہ نہیں ٹوٹتا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اسکی طرف سے کوئی
فعل نہیں پایا گیا اور نہ اسمین اسکی بدن کی اصلاح ہی انتہی قالہ الشامی کما لو القی حجر فی الجائفة او نفذ السهم من الجانب الاخر جیسے اگر ڈالی
جاوی کنکری اس زخم مین جو جوف تک پونہچا ہوا ہی یعنی غیر شخص نے ڈالدی ہو تو روزہ نہیں جاتا کیونکہ اسکا فعل کچھ نہیں اور نہ اوسکے
بدن کی اصلاح ہی بخلاف اسکی کہ جائفہ کی دوا کی ہو کہ اوس سے روزہ جاتا رہیگا یا تیر اس طرف سے دوسری طرف نکل جاوی یعنی اس سے بھی
روزہ نہیں جاتا ولو بقی النصل فی جوفه فسد اور اگر پیکان اندر باقی رہگئی تو روزہ ٹوٹ گیا م یہہ ایک ہی دو قولون مذکورون مین کا
اسواسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی بھال مین فرق نہیں تھے فتح القدیر مین تصریح کی ہے کہ خلاف دونو مین جاری ہی اور روزہ باقی
رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہے اور زیلعی نے جزم کیا ہی کہ دونون مین عدم افطار صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح مین
اضطراب ہے کہ پہلے مین صحیح قول نقل کیا اور دوسرے مین اوسکا مقابل قالہ الشامی او ادخل عودا ونحوه فی مقعدته وطرفه خارج وان
غيبه فسد یا داخل کرلیا لکڑی وغیرہ کو دبر مین اسطرح کہ ایک کنارہ اسکا باہر ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر سب اندر چڑہا لے تو
ٹوٹ جاویگا وکذا لو ابتلع خشبة او خيطا ولو فيه لقمة مربوطة الا ان ينفصل منها شیء اور روزہ نہیں جاتا اگر نگل لے لکڑی یعنی اگر
حلق مین غائب ہو جاویگی تو جاتا رہیگا نہیں تو نہیں یا نگل لے دھاگا اگرچہ اوسمین لقمہ بندہا ہوا ہو مگر یہہ کہ اوسمین سے کچھ جدا ہو جاوے
یعنی پیٹ مین رہجاوی تو روزہ جاتا رہیگا ومفاده ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اسکا یہہ ہی کہ اندر
داخل ہونیوالی چیز کا ٹھہرنا پیٹ مین شرط ہے فساد صوم کی کذا فی البدائع م یعنی جب فقہا نے تصریح کردی کہ داخل ہونیوالی چیز مین سے
اگر کچھ جدا ہوگا تو روزہ جائیگا نہیں تو نہیں اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ مین رہجانا شرط ہے کذا فی الطحطاوی او ادخل اصبعه

الیابسۃ فیما اے دُبرہ او فرجھا ولو مبتلّۃ فسد اور روزہ نہین جاتا اگر سوکہی اونگلی دبر مین دی یا عورتنے اپنی فرج مین اور اگر اونگلی تر ہو تو فاسد ہوگا ھ ادخل کی ضمیر شخص صائم کیطرف پہرتی ہے جو شامل ہے مذکر و مونث کو قالہ الشامی ولو دخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفھا فی فرجھا الخارج لا اور اگر عورت نے اپنے اندر روئی رکہی اگر غائب ہوگئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک جانب فرج خارج مین نکلی ہوئی رہی تو نہین ٹوٹتا ولو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد وھذا قلما یکون ولو کان فیورث داء عظیما اور اگر استنجا مین مبالغہ کیا یہانتک کہ پانی حقنہ کی جگہہ تک پونہچگیا تو روزہ فاسد ہوگیا اور یہہ بہت کمتر ہوتا ہے اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب ہوتا ہے ھ موضع حقنہ سے مراد وہ جگہہ ہی جہان دوا آلہ کے وسیلہ سی انتہا مین گرتی ہے او نزع المجامع حال کونہ ناسیا عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام یا جماع کرتا تہا بھولکر پھر نکال لیا یاد آتے ہی یعنی اس سے روزہ نہین جاتا ایسا ہی روزہ نہین ٹوٹتا اگر قبل الفجر عمدا جماع کیا پھر نکال لیا فجر ہوتے ہی اگرچہ منی نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہہ بمنزلہ احتلام کے ہے ولو مکث حتی امنی ولم یتحرک قضی فقط وان حرک نفسہ قضی وکفر اور اگر ٹہرا رہا یہانتک کہ منی خارج ہوگئی اور حرکت نہین کی تو صرف قضا لازم ہی اور اگر اپنی نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی تو قضا اور کفارہ دونو لازم ہین ھ حتی امنی فساد کی شرط نہین ہے صرف کفارہ کے حکم بیان کرنیکے لئے ذکر کیا ہے شارح نے یہان صرف زوال وجوب کفارہ کا ذکر کیا ہے حال آنکہ فتح القدیر وغیرہ مین دونو روایتین ذکر کی ہین بدون ترجیح کے اور بدائع مین ہی کہ عدم الفساد اوسصورت مین ہے کہ نکال لے بعد یاد آنے کے یا طلوع فجر کے لیکن جب نہ نکالا اور اسی حالت پر باقی رہا تو اوسپر قضا ہی کفارہ نہین ظاہر الروایت مین اور روایت ہے امام ابو یوسف سی کہ کفارہ صرف طلوع فجر مین واجب ہے نہ یاد آنیکی صورت مین اسواسطے کہ ابتدا جماع قصدا تھی اور جماع ابتداءً و انتہاءً ایک ہی ہے تو جماع بالقصد سی کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہہ ہی کہ کفارہ واجب ہوتا ہے روزہ کے توڑنے سی اور توڑنا ہوتا ہی بعد وجود کے اور اسکا جماع مین مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہے پس چونکہ توڑنا صوم کا متحقق نہوا اسلئے کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہی پس یہہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ عدم وجوب کفارہ یاد آنیکی صورت مین متفق علیہ ہے کیونکہ ابتداء جماع اسصورتین عمدا نہ تھی اور جماع فعل واحد ہے پس اسوجہ سی شبہہ آگیا اور دوسری وجہ یہہ ہی کہ اوسمین شبہہ ہے خلاف امام مالک کا یعنی اونکے نزدیک بھولکر کہانے یا جماع سی بھی روزہ جاتا رہتا ہے اب اگر قصدا جماع کریگا تو انکی نزدیک کفارہ نہین غرضکہ خلاف صرف طلوع فجر مین ہے نہ یاد آنے کیصورت مین اور ظاہر الروایت کیوجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک نفس اور غیر تحریک مین کچھہ فرق نہین ہے قالہ الشامی کانو نزع ثم اولج حیا کفارہ واجب ہی اگر نکال لیا پھر داخل کیا ھ یعنی دونو مسئلونین کیونکہ خلاصہ مین ہی اگر یاد آنے پر نکال لیا پھر عود کیا تو کفارہ واجب ہی اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ تذکر مین چاہیئے کہ کفارہ نہو جیسا معلوم ہو چکا کہ اوسمین شبہہ خلاف امام مالک کا ہی اور شاید یہہ دوسری قول پر مبنی ہو جسمین اعتبار اسکا نہین ہے او رمی اللقمۃ من فیہ عند ذکرہ او طلوع الفجر ولو ابتلعھا ان قبل اخراجھا کفر وبعدہ لا یا پہینکدے لقمہ اپنے منہ مین سے روزہ یاد آتی ہی یا فجر ہوتے ہی یعنی روزہ نہین جاتا اور اگر نگل لیا اسطرح کہ منہ مین سی نہین نکالا اور نگل گیا تو کفارہ لازم ہے اور اگر منہ سے نکال کر اوگلے ہوئے کو کہا گیا تو کفارہ لازم نہین ھ کیونکہ طبیعت اس سی نفرت کرتی ہے اور یہی اصح ہے جیسا شرح وہبانیہ مین محیط سی منقول ہی قالہ الشامی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل یعنی فی غیر السبیلین کسرۃ وفخذ یا جماع کیا غیر فرج مین یعنی قبل اور دبر کے سوا دوسری جگہہ مین مثل ناف اور ران کے اور انزال نہوا تو روزہ بچ جائیگا ھ یہان مراد فرج سی قبل اور دبر دونو ہین اسواسطیکہ فرج اگرچہ دبر کو شامل نہین لغۃً لیکن باعتبار حکم کے شامل ہے کیونکہ مغرب مین

کہا ہی کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہی باتفاق اہل لغت کے پہر کہا ہی کہ قبل اور دبر دونو فرج ہین حکم مین قالہ الشامی
وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اور ایسا ہی منی نکالنا ہاتہہ سی غیر مفسد ہی اگرچہ مکروہ تحریمی ہے
بموجب حدیث ناکح الید ملعون کے ہم یہہ حکم اسصورتمین ہے کہ انزال نہو لیکن اگر انزال ہو تو قضا لازم ہوگی جیسا مفطرات مین تصریح
آویگی اور یہی مختار ہے مگر شارح کے کلام سی متبادر انزال ہی ہے بقرینہ مابعد کے پس یہہ مبنی ہے غیر مختار پر قالہ الشامی ولو
خاف الزنی یرجی ان لا وبال علیہ اور اگر زنا کے خوف سی منی ہاتہہ سی نکالی ہو تو توقع ہے خدا سی کہ اس فعل کا اوسپر کچہہ وبال نہو
ہم سراج مین ہے کہ اگر اس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہے جو دلکو احاطہ کر رہی ہے اور یہہ شخص بینکاح ہے نہ بیبی ہی
نہ باندی پاس ہے لیکن اوسکو اوس تک پونہچنے کی قدرت نہین تو ابو اللیث نے کہا ہی کہ مین توقع رکہتا ہون کہ اوسپر وبال نہو لیکن
جس صورتمین کہ مزہ لینے کے لئی کریگا تو گنہگار ہوگا کذا فے الشامی او ادخل ذکرہ فی بہیمۃ او میتۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص
کسی چوپایہ مین داخل کیا یا انسان مردہ مین بغیر انزال کے یعنی اس سی صوم نہین جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس
فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل یا کسی جانور کی پیشابگاہ کو ہاتہہ لگایا یا اوسکا مونہہ چوم لیا پہر انزال ہوا ہم یعنی باوجود انزال کے ان
صورتمین روزہ نہین جاتا تو بغیر انزال بطریق اولے نجاویگا اور بحر اور زیلعی وغیرہ مین اجماع نقل کیا ہے کہ روزہ نہین جاتا ان
صورتمین اگرچہ انزال بھی ہو جاوی قالہ الشامی او اقطر فی احلیلہ ماء او دہنا وان وصل الی المثانۃ علی المذہب یا ٹپکایا
عضو کے سوراخ مین پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پونہچ جاوی صحیح مذہب پر ہم یعنی اس سی بہی روزہ نہین جاتا یہہ قول ہی ابو حنیفہ کا
اور محمد بہی اونکے ساتہہ ہین اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور اختلاف مبنی ہی اسبات پر
کہ مثانہ اور جوف مین منفذ ہے یا نہین اور ظاہر یہہ ہی کہ اسمین منفذ نہین اور پیشاب اوسمین براہ مسامات مثل عرق کے جمع ہو جاتا ہے
اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہین زیلعی اس سی معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی مین رہجاوی تو بالاتفاق روزہ فاسد نہوگا قالہ الشامی
واما فی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ مین ڈالنا روزہ کا مفسد ہی بالاجماع کیونکہ وہ مانند حقنہ کی ہی
او اصبح جنبا وان استمر کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حالت جنابت مین صبح ہو گئی اگرچہ تمام روز جنب رہا یا غیبت کی تب بہی روزہ
نہین جاتا او دخل انفہ مخاط فاستشمہ فاستحل حلقہ وان نزل لرأس انفہ یا داخل ہوا اوسکی ناک مین یعنی مغز سے اوترا یا رینٹ پہر اوسکو
کہینچ لیا پس حلق مین چلاگیا اگرچہ ناک کی پہننگ تک آجاوی ہم یعنی ان سب سی روزہ فاسد نہین ہوتا کالو ترطب شفتاہ بالبزاق
عند الکلام ونحوہ فابتلعہ او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستنشقہ جیسا اگر تر ہو جاوین ہونٹہہ تہوک سی بات کرنے وغیرہ مین پہر
اوسکو نگلجاوی یا پونہچ جاوی لعاب اوسکا ٹہوڑی تک مثل دہاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پہر اوسکو سانس سے چڑہالیوی ہم بعض نسخ مین
فاستشقہ ہی استنشاق سے اور وہ مناسب نہین کیونکہ استنشاق ناک سی ہوتا ہے ولو عمدا خلافا للشافعی فی القادر علی طرح النخامۃ
فینبغی الاحتیاط اگرچہ اوپر چڑہالینا یا کہینچ لینا رینٹ اور تہوک کا بالقصد ہو یعنی ان سی روزہ نہین جاتا بر خلاف امام شافعی کی اوسمین
جو قدرت رکہتا ہی کہنکار کے پہینک دینے پر یعنے باوجود قدرت کے اگر نگل جاویگا تو اونکے نزدیک روزہ فاسد ہو جاویگا پس احتیاط
چاہیئے ہم کیونکہ اختلاف کی رعایت مندوب ہی اور یہہ فائدہ ابن شحنہ نے بیان کیا ہی اور اس سی معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلغم نگلجاوے
بعد اسکے کہ کہنکارنے کے باعث حلق سی مونہہ مین آگیا ہی تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہین ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ وان
کرہ یا چکہی کوئی چیز مونہہ سے اگرچہ چکہنا مکروہ ہی لم یفطر جواب الشرط نہین ٹوٹتا روزہ ان صورتون مذکورہ مین شارح نے کہا کہ لم یفطر
(یعنی حلق مین نجاوے)
جواب ہی شرط کا جو شروع باب مین مذکور ہے یعنی اذا اکل الخ وکذا لو قتل الخیط ببزاقہ مرارا وان بقی فیہ عقدۃ البزاق اور یہی حکم ہی اگر

اگر دھاگا بانٹا تھوک مین تر کرکے چند بار اگرچہ اوسمین تھوک کی گرہ باقی رہگئی ہو م یعنے جب تاگا بانٹنے کا ارادہ کرے اور تھوک مین اوسکو
بھگو دے پھر اوسکو منھ مین چند بار ڈالے اگرچہ کچھ تھوک مجتمع تاگے مین لگا رہجاوے تو روزہ بنجاویگا اور زندویسی کے نظم مین ہے
کہ روزہ جاتا رہتا ہے کذا فے القنیہ قالہ الشامی الا ان یکون مصبوغا وظھر لونہ فی ریقہ ابتلعہ اگر جبکہ ہوتا گا رنگین اور
اوسکا رنگ تھوک مین ظاہر ہو پھر اوسکو نگلجاوے اور روزہ یاد ہو تو اِسصورت مین روزہ ٹوٹ جاویگا ونظمہ ابن الشحنۃ فقال ہ مکرر
بل الخیط بالریق فانہ لا ۔ بادخالہ فی فیہ لا ینتقض اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا کہ بار بار تاگا بھگونیوالا تھوک مین بانٹتی ہوئی
نہین نقصان اوٹھاتا ہے تاگا منہ مین داخل کرنے سے یعنی صوم فاسد نہین ہوتا م مکرر مبتدا مضاف ہے اور بالریق متعلق بل کے اور بادخالہ
متعلق خبر کے ہے ہ وعن بعضھم ان یبلع الریق بعد ذا ۔ یضر کصبغ لونہ فیہ یظھر اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر تھوک نگلجاوے بعد
تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرتا ہے جیسا رنگ کہ اوسکی رنگت تھوک مین ظاہر ہو م یعنی جیسا نگلنا رنگ کا روزہ توڑتا ہے اور اسمین
خلاف نہین ہے اور لونہ کی ضمیر صبغ کیطرف پھرتی ہے اور فیہ کی ضمیر ریق کیطرف اور یہہ متعلق ہے یظھر کے کذا فی الطحطاوی وان افطر خطاء
کان تمضمض فسبقہ الماء او شرب نائما او تسحر او جامع علی ظن عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا سے جیسے کلی کی اور منہ مین پانی چلا گیا
یا پیلیا سوتے مین یا سحر کہائی یا جماع کیا اِس گمان پر کہ صبح نہین ہوئی م ان افطر الخ شرط ہے اسکی جزا آگے مذکور ہوگی یعنی قضی فقط
اور یہان سے شروع ہے قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور خطا سے افطار کرنیکے یہہ معنی کہ ایسا فعل مقصود کرے جس سے
روزہ ٹوٹجاوے لیکن قصد روزہ توڑنیکا نہو کذا فے النہر عن الفتح حاصل یہہ کہ اگر کلی کرتے ہوئے پانی حلق مین چلا گیا پس اگر روزہ یاد ہے
تو جاتا رہا نہین تو نہین جاتا اور سوتے کو مخطی ٹھہرانے مین یہہ کلام ہے کہ نائم کا فعل قصداً نہین ہان نہر مین البتہ تصریح کی ہے کہ مکرہ اور
نائم مخطی کی مانند ہین بہولنے والیکے حکم مین نہین کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہین اور بسم اللہ بہولنیوالیکا ذبیحہ حلال ہے کذا فی البحر
عن الخانیہ رحمتی نے کہا کہ اسکی معنی یہہ ہین کہ نسیان عذر سمجہا گیا بسم اللہ نکرنے مین بخلاف نوم اور جنون کے سو اسیطرح مفطرات مین
نسیان عذر ہوا کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہے اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حال نوم مین یا جنون مین نادر الوقوع ہے اسلئے نسیان کے
ساتھ ملحق نہوا قالہ الشامی او اوجر مکرھا یا اوسکی حلق مین کوئی چیز ڈالیجاوے بزور م حلق مین ڈالنا شرط نہین ہے بلکہ اگر کہالیا یا پیلیا
زبردستی سے تب بھی روزہ فاسد ہوجاویگا پس لفظ اوجر اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہے تاکہ شامل ہو صور مذکورہ کو اور شامل ہو اوس
اکراہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو قالہ الشامی او نائما یا حلق مین ڈالی جاوے کوئی چیز سونے کیحالت مین یعنی تب بھی قضا لازم ہوگی
واما حدیث رفع الخطاء فالمراد رفع الاثم اور وہ حدیث جسمین خطا کے رفع کا ذکر ہے پس اُس سے مراد رفع گناہ کا ہے م آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاءُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِہُوْا عَلَیْہِ امام شافعی اِس حدیث سے استدلال کرتے ہین
کہ مخطی اور مکرہ کا روزہ قائم رہتا ہے کیونکہ وہ مانند بہولنے والیکے مرفوع القلم ہین اسکی جواب کی تقریر یہہ ہے کہ حکم یہان سے تصحیح کلام
کے لئے مقدر ہے تو اقتضاءً ثابت ہے اور مقتضی کے لئے عموم نہین ہوتا تو جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم اخروی ہے تو دوسرے معنون کا
ارادہ یعنی حکم دنیاوی کا کہ فساد صوم ہے درست نہین اور بہولنے والیکا روزہ جو سلامت رہتا ہے تو وہ دوسری حدیث کی جہت سے ہے
کہ آپ نے فرمایا جو شخص بہولجاوے اور روزہ سے ہو پھر کہالے یا پی لے تو چاہیئے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالی نے اُسکو کہلا
پلادیا ورنہ قیاس اوسمین بھی یہی چاہتا تھا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اسکی بحث مطولات اور اصول مین ہے وفی التحریر المواخذۃ بالخطاء
جائزۃ عندنا خلافا للمعتزلۃ اور تحریر مین ہے کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہے یعنی عقلاً کما فی شرح التحریر برخلاف معتزلہ کے
او اکل وجامع ناسیا او احتلم او انزل بنظر او ذرعہ القئ فظن انہ افطر فاکل عمدا للشبھۃ یا کہایا یا جماع کیا بہولکر یا احتلام ہوگیا

یا انزال ہوگیا نظر سے یا قی آگئی اور ان صور مذکورہ مین اوسنے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پہر جانکر کہا لیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہوگی نہ
کفارہ شبہہ کے جہت سے ھ یعنی کفارہ اسجہت سے لازم نہین ہوا کہ گمان اشتباہ کیصورت مین ہوا اسلئے کہ کہانا پینا جماع کرنا سہو سے مشابہ ہے
کہانے پینے جماع کرنے قصدی کے تو جیسے قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اوسنے جماع سہو کو اوسی پر گمان کرلیا اور شبہہ اختلاف علما کا بہی ہے
کیونکہ امام مالک کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہے بہولکر کہانے سے اور سنے آنا مشابہ ہے قصدا سنے کرنیکو اور ایسا ہی احتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہے شہوت
سے پس قضاء شہوت عمدا کے مشابہ ہے اور اگر وہ جانتا ہے کہ ان امور سے روزہ نہین گیا پہر کہا لیا تو بے شک کفارہ بہی لازم آویگا کیونکہ نہ شبہہ اختلاف
کا ہے نہ اشتباہ کا کذا فی الشامی ولو علم عدم فطرہ لزمہ الکفارۃ الا فی مسألۃ المتن فلا کفارۃ مطلقا علی الاصح ھ لشبھۃ خلاف مالک
خلافا لھما کما فی المجمع وشرحہ فقید الظن انما ھو لبیان الاتفاق اور اگر جانتا ہے کہ روزہ نہین ٹوٹا تو اوسکو کفارہ لازم ہے مگر متن کے مسئلہ
مین یعنے جب بہولکر کہاوے یا جماع کرے پہر جانے کہ روزہ ٹوٹ گیا پہر کہالے قصدا کیونکہ اسمین کفارہ نہین ہر صورتمین صحیح مذہب پر یعنی افطار
کا علم ہو یا نہو بخلاف قول صاحبین کے کہ اونکے نزدیک متن کے مسئلہ مین بہی کفارہ لازم ہے جب جانتا ہے کہ روزہ نہین ٹوٹا جیسا مجمع اور اوسکی
شروح مین ہے پس ظن کی قید واسطے بیان مسئلہ متفق علیہ کے ہے نہ واسطے احتراز مسئلہ علم کے او احتقن او استعط فی انفہ شیئا او اقطر فی
اذنہ دھنا یا حقنہ کرایا یا ناک کی راہ کوئی چیز چڑہالی یا ٹپکایا کان مین تیل او داوی جائفۃ او آمۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ ودماغہ
جائفہ اوس زخم کو کہتے ہین جو جوف تک پونہچے یا پار ہو جاوے اور آمہ اوس زخم کو کہتے ہین جو ام الدماغ یعنی دماغ کی جہلی تک پونہچ جاوے
ٹہی توڑ تک یعنی یا دوا کی جائفہ کی یا آمہ کی پہر پہنچی دوا حقیقت مین جوف تک جائفہ مین اور دماغ تک آمہ مین ھ بحر مین کہا ہے کہ تحقیق یہہ ہے کہ
درمیان جوف راس اور جوف معدہ کے منفذ اصلی ہے پس جو چیز سر مین پونہچی ہو وہ پیٹ تک پونہچ جاتی ہے اور حقیقت مین دوا پونہچنے سے اشارہ
ہے اسبات کی طرف کہ جو ظاہر الروایت مین واقع ہوا ہے کہ فساد دوای تر کے ساتہہ مقید ہے یہہ عادت پر مبنی ہے کہ دوای تر پونہچ جاتی ہے نہ خشک
ورنہ فی الحقیقت وصول معتبر ہے یہانتک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پونہچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دوای تر نہین پونہچی تو فاسد نہوگا
اور خلاف اس صورتمین ہے کہ معلوم نہو یقینا تو تر کیصورت مین فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظرا للعادۃ اور صاحبین کے نزدیک نہین کذا افادہ
فی الفتح قالہ الشامی او ابتلع حصاۃ ونحوھا مما لا یاکلہ الانسان او یعافہ او یستقذرہ یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہین
کہاتا ہے یا مکروہ جانتا ہے یا نفرت کرتا ہے ھ کنکر وغیرہ کے کہا لینے مین قضا واجب ہے کیونکہ صورۃ افطار موجود ہے اور کفارہ لازم نہین آتا
کیونکہ معنی افطار نہین پایا گیا یعنے جوف مین پہنچنا ایسی چیز کا جسمین نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اسلئے کفارہ منتفی ہوا قالہ الشامی عن النہر
ونظمہ ابن الشحنۃ فقال ھ ومستقذر منہ غیر ماکول مثلہ فلا کفر للتکفیر یلغی فیحجر اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا جو شی کہ طبیعت اوس سے
نفرت کرتی ہے اور غیر ماکول ہے نوع انسانی کا تو اوسکو کہانے مین کفارہ لغو اور متروک ہے اولم ینو فی رمضان کلہ صوما ولا فطرا مع الامساک لشبہۃ
خلاف زفر یا نیت نکی تمام رمضان میں نہ روزہ کی نہ افطار کی باوجود امساک کے کیونکہ اسمین خلاف زفر کا ہے ھ یعنی صرف قضا لازم ہے کفارہ اسواسطے
نہین کہ امام زفر کا اختلاف ہے کہ آنکے نزدیک وہ صائم ہے کیونکہ اونکے نزدیک صحت و اقامت و امساک چاہیئے گو نیت نہو اور تعلیل مین اوسکے
یہہ ہے کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہوا جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آتا اور تمسک شبہہ کے ساتہہ تو اصل کی تحقق کے بعد
ہوتا ہے جیسا مسئلہ آیندہ مین ہے قالہ الشامی او اصبح غیر ناو للصوم فاکل عمدا ولو بعد النیۃ قبل الزوال لشبھۃ خلاف الشافعی یا صبح کی اسحال مین
کہ نیت صوم کی نہین کی تہی پہر جانکر کہا لیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنیکے بعد کہایا ہو تو قضا لازم ہے نہ کفارہ بسبب شبہہ خلاف شافعی کے
ھ کیونکہ صوم اونکے نزدیک نہین صحیح دن کی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بہی نہین صحیح ہے تو انکے نزدیک روزہ ہی نہین جسکے توڑنے سے کفارہ لازم
آوے قالہ الحلبی ومفادہ ان الصوم بمطلق النیۃ کذلک اور اس سے یہہ مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتہہ بہی یہی ہے اھ

یتحلل حلقه مثل ان تلوث شفته ... الخ [illegible] لا یفسد صومه ... اور ... میں بھی [illegible]

از طرف وکذا اسمین بھی قضا لازم ہوگی کیونکہ اس سے احتراز ہو سکتا ہے منہ بند کرنے سے بخلاف مثل غبار کے اور بخلاف ایک دو قطرہ آنسو کے اس طرح کے آنسو سے بچنا ممکن نہیں ہے اسی تفصیل سے ہمیں علماء الاکثر فان وجد الملوحة فی جمیع فمه والجمع شیء کثیر ابتلعه فعلیه القضاء الا اذا کان قلیلا ... سے زیادہ ہیں اگر شوریت تمام منہ میں پاوے اور بہت سی جمع ہو جاویں اور ان کو نگل جاوے تو روزہ ٹوٹ جاویگا ورنہ نہیں ٹوٹیگا کذا فی الخلاصہ م یعنی ایک دو قطرہ اگرچہ آن کا مزہ منہ کی کسی جانب میں پایا جاوے لیکن قلت کی جہت سے حلق تک نہیں پہنچ سکتے متفرق ہو جاتے ہیں قالہ الشامی او وطی امرأۃ میتۃ یا وطی کی مردہ عورت کے ساتھ م اور ساتھ میں اور اسکے مابعد میں کفارہ لازم نہ آیا اس جہت سے کہ کفارہ بے لذت کے نہیں ہوتی یعنی پوری شہوت والا فرید ھے کذا فی البحر او صغیرۃ لا تشتهی یا وطی کی لڑکی غیر مشتہاۃ کے ساتھ کذا فی النہر والبحر او فخذ او بطن او قبل ولو قبلة فاحشة بان یدغدغ او یمص شفتیها یا وطی کی بہیمہ کے ساتھ یا ران میں یا پیٹ میں یا بوسہ لیا اگرچہ بوسہ فاحشہ ہو یعنی اس طرح کہ گدگدا وے یا عورت کے ہونٹھوں کو چوسے م مرد کے بوسہ کا ذکر کیا کیونکہ اگر عورت مرد کا بوسہ لے اور لذت انزال کی پاوے یا وہ رطوبت ظاہر نہ دیکھے تو عورت کا روزہ ٹوٹ جاویگا ابو یوسف کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور یہی حکم فصل میں ہے کذا فی البحر عن المعراج اور دغدغہ سے مراد شاید ہونٹھوں کا کاٹنا ہو یا فرج کا بوسہ اور قاموس میں ہے کہ دغدغہ ایک حرکت اور گدگدانا ہے بغل اور تلووں وغیرہ میں قالہ الشامی او لمس ولو بحائل لا یمنع الحرارۃ یا چھوا آدمی کو اگرچہ ایسی چیز کی آڑ سے ہو جو وصول حرارت کو مانع نہ ہو م آدمی کی قید اس سے بڑھائی کہ اگر مس کیا فرج بہیمہ کو اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوتا بالاتفاق اور مائن میں قید مانع حرارت نہونیکی اسلئے ہے کہ اگر حائل کو چھوڑ سے کپڑے وغیرہ کی سمیت اور حرارت جلد کی محسوس نہو تو روزہ بجا رہیگا او استمنی بکفه او بمباشرۃ فاحشۃ ولو بین المرأتین یا منی نکالی اپنے ہاتھ سے یا اپنی بیبی کے ہاتھ سے کذا فی السراج یا مباشرت فاحشہ سے اگرچہ دو عورتوں میں ہو م مباشرت فاحشہ یہہ کہ دونوں ننگی ہوں اور دونوں کی فرج ملی ہوں اور یہہ قید احترازی نہیں ہے اور یہی حکم مقطوع الذکر کا ہے عورت کے ساتھ قالہ الرملی کذا فی الشامی فانزل قید للکل حتی لو لم ینزل لم یفطر کما مر پہر انزال ہو گیا یہہ قید ہے سب مسائل میں یعنی وطی المرأۃ المیتۃ سے آخر تک یہاں تک کہ اگر انزال نہوا تو روزہ فاسد نہیں ہوا جیسا سابق مذکور ہوا یعنے او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل الخ او افسد غیر صوم رمضان اداءً لاختصاصها بهتک رمضان یا فاسد کر دیا کوئی روزہ سوای رمضان کے روزہ ادا کے تو قضا لازم ہے نہ کفارہ کیونکہ کفارہ رمضان ہی کے ہتک کیواسطے مخصوص ہے یعنی رمضان میں روزہ نہ رکھنا یہہ جنایت کاملہ ہے پس اسکے سوا میں وجوب کفارہ میں اسکے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتے کیونکہ کفارہ اسمیں وارد ہوا ہے خلاف قیاس قالہ الشامی او وطئت نائمة او مجنونة بان اصبحت صائمة فجنت یا جماع کی گئی عورت سوتی ہوئی یا در حالت جنون یعنے اسطرح کہ پہلے بحالت افاقت صبح کیوقت روزہ سے تھی پہر مجنون ہو گئی م طحاوی نے کہا یہی حکم ہے جب رات سے نیت کی تھی پہر مجنون ہو گئی رات ہی کو اور وطی واقع ہوئی دن کو یا قبل ضحوہ کبری کے روزہ کی نیت کی پہر مجنون ہو گئی پہر وطی واقع ہوئی او تسحر او افطر یظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیه لیلا والحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب لف ونشر یا سحر کہائی اس گمان سے کہ ابھی رات ہے حالانکہ صبح ہو گئی یا افطار کیا اس خیال سے کہ رات ہو گئی حالانکہ آفتاب نہیں ڈوبا تو قضا لازم ہے شارح نے کہا کہ ماتن کی عبارت میں لف و نشر مرتب ہے اسلئے مترجم نے ترجمہ اسکے مطابق کیا اور یوم سے مراد وہ وقت ہے جسمیں روزہ دار نے کہایا ویکفی الشک فی الاول وفی الثانی لا کافی ہے اسقاط کفارہ کے لئے شک اول صورت میں یعنے سحر کہانے کی صورت میں نہ دوسری صورت یعنی افطار میں اسلئے کہ اول صورت میں رات کا ہونا اصل ہے اور اسکے خروج میں شک ہے اور دوسری صورت میں دن کا ہونا اصل ہے اور غروب میں شک ہے تو غروب میں شک کا ہونا اسقاط کفارہ میں کافی نہوگا چنانچہ شارح کہتا ہے عملا بالاصل فیهما یعنے دونوں صورتوں میں اصل پر عمل کرتے ہیں م اسلئے کہ اول صورت میں اصل بقاء شب ہے سو کفارہ واجب نہوا اور ثانی

ہین مثل بقاء رمضان ہو تین قسمین ایک روایت پر کفارہ واجب ہوا فافہم الشامی وقولہ تبیین الحال بمرکتین فی ظاہر الروایۃ اور اگر حال
منکشف نہو تو قضا لازم نہین ظاہر الروایت مین ہم یعنی جن صورتون کہ بقاء شب کا گمان ہو یا شک ہو یا سحر کیا وہ ہو اور یقین صبح ہونیکا
نہو تو قضا بھی لازم نہین کیونکہ اصل یہی ہے کہ شب باقی ہے پس خروج شک سے ثابت نہوگا کذا فی البحر والمسألۃ متفرع علی ست و
ثلثین علیہا المطولات اور یہ مسئلہ نکل سکتا ہے ۳۶ طور پر اور اسکی ذکر کی جگہہ بڑی کتابین ہین ہم نہر مین مذکور ہے کہ صورت کیوجہ اسطرح
نکلتی ہین کہ بیان وہ چیزین ہین ایک مباح کرنیوالی افطار کی چیز وہ نکی یعنی رات کا ہونا دوم حرام کرنیوالی یعنی دن کا ہونا تو ان دونون
مین سے ہر ایک مین یا گمان غالب ہے یا صرف گمان ہے یا شک ہے تو یہہ چہہ ہوئین پھر انمین سے ہر ایک کی تین قسمین ہین یا یہہ کہ جو کچھہ اسنے
سمجھا وہی صحیح نکلا یا غلط یا کچھہ حال صحت وغلطی کا منکشف نہوا اور ان اٹھارہ قسمون مین سے ہر ایک یا ابتداء صوم مین یعنی سحر کیوقت ہے
یا انتہاء صوم مین یعنے افطار کیوقت سو یہہ ۳۶ ہوئین اور اسمین نظر ہے کیونکہ تقسیم اول مین فرق کیا ہے ظن مین اور غلبہ ظن مین اور اسمین
کچھہ فائدہ نہین کیونکہ یہہ دونون احکام مین متحد ہین اگرچہ مفہوم مختلف ہون اسواسطے کہ ایک جانب کے راجح ہونیکو ظن کہتے ہین پھر اگر وہ ترجیح
زیادہ ہو کہ قریب یقین کے ہو وہی تو اسکو غلبہ ظن اور اکبر رای بولتے ہین اسی جہت سے بحر مین ۲۴ قسمین کی ہین پھر نہر اور بحر دونون پر یہہ
اعتراض ہوتا ہے کہ شک کو دوبار شمار کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے کہ مباح کرنیوالی چیز مین بھی لیا جاوے اور حرام کرنیوالی مین بھی کیونکہ جب ایک
مین شک ہوا تو دوسرے مین بھی شک یقیناً ہوگا اسجہت سے کہ شک مین دونو طرفین برابر ہوتی ہین بخلاف ظن کے پس تقسیم صحیح اسطرح کرنی چاہیے
کہ یا وجود مبیح کا ظن ہو یا وجود محرم کا ظن ہو یا شک ہو اور ہر ایک انمین سے یا ابتداء صوم مین ہو یا انتہا مین اور یہہ چھون صورتین یا یہہ
کہ منکشف ہوجاوے وجود مبیح کا یا وجود محرم کا یا نہ منکشف ہو پس یہہ اٹھارہ ہوئی تو ابتداء صوم مین اور نو انتہا مین اسیواسطے زیلعی
نے سوا اٹھارہ کے اور نہین ذکر کین اور انہین کے احکام بیان کئے یعنی اگر سحر کہائی رات کے گمان سے (ہو وجود مبیح کا ظن) پس اگر رات ظاہر ہوئی یا کچھہ
ظاہر نہوا تو اسکی ذمہ کچھہ لازم نہین اور اگر معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہوگئی تو اسپر صرف قضا ہے اور یہی حال ہے جب رات مین شک ہوا اور اگر
سحر کہائی طلوع فجر کے گمان پر پس اگر واضح ہوا کہ فجر ہوگئی تب اسکے ذمہ صرف قضا ہی ہے اور اگر کچھہ منکشف نہوا تو اسکے ذمہ کچھہ نہین
ظاہر الروایت مین اور کہا گیا ہے کہ قضا کرے احتیاطاً اور اگر واضح ہوا کہ ابھی رات ہے تو اسکے ذمہ کچھہ نہین پس یہہ نو صورتین ابتداء
صوم مین ہوئین اور اگر گمان کیا کہ سورج غروب ہوگیا پس اگر عدم غروب واضح ہوا تو اسپر صرف قضا ہے اور اگر غروب واضح ہوا یا کچھہ
واضح نہوا تو اسکے ذمہ کچھہ لازم نہین اور اگر غروب مین شک ہوا پس اگر کچھہ واضح نہوا تو اسپر قضا ہے اور لزوم کفارہ مین دو روایتین
ہین اور اگر موجود ہونا شمس کا پایا گیا تو اسپر قضا اور کفارہ دونو لازم ہین اور اگر ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب ہوگیا تو کچھہ لازم نہین اور اگر
گمان کیا تہا عدم غروب کا پھر ظاہر ہوا عدم غروب یا کچھہ ظاہر نہوا تو اسپر قضا اور کفارہ دونو ہین اور اگر غروب منکشف ہوا تو کچھہ لازم
نہین اور یہہ نو انتہاء مین ہوئین حاصل یہہ ہے کہ اٹھارہ مین سے دس صورتون مین کچھہ لازم نہین ہے یعنے نہ قضا لازم ہے نہ
کفارہ اور چار صورتون مین صرف قضا لازم ہے اور چار صورتون مین قضا اور کفارہ دونو لازم ہین کذا فی الشامی عن الحلبی فتنوّع فی
الصوم کلہا فقط تمام صور مذکورہ مین صرف قضا کرے کفارہ لازم نہین ہم صور کلہا سے مراد وہ ہین جو مذکور ہوئین داخل نظم
عطاء الہم نہ تعریم کی صورتین جو ہمنے بیان کین شامی کالو شہد اثنان علی الغروب واخران علی عدمہ فأفطر فظہر عدمہ [illegible]
صرف قضا لازم ہے اگر شہادت دی دو شاہدون نے غروب پر اور دو نے عدم غروب پر پھر افطار کیا پھر ظاہر ہوا عدم غروب تو کفارہ
اسکو لازم نہ آیا کہ اوسنے شہادت غروب پر افطار کیا کذا فی [illegible] ولو کان ذلک فی طلوع الفجر قضی وکفر لان شہادۃ النفی لا تعارض
شہادۃ الاثبات اور اگر یہہ اختلاف شہود کا طلوع فجر مین ہو تو قضا اور کفارہ دونو لازم ہین کیونکہ شہادت نفی کی نہین معارض ہے

کیونکہ یہ شہادت اثبات کرتی ہے اور ہمارے نزدیک گواہ اثبات کے واسطے ہوتے ہیں نہ نفی کے لئے تو مثبت کی شہادت مقبول ہوئی نہ نافی کی کذا فی
البحر والظاہر کلی ما انتفی فیہ الکفارۃ تجب لیما اذا تعمد منہ ذلک مرۃ بعد اخری لاجل قصد المعصیۃ فان فعلہ جنایۃ زجر اللہ
افتی بہ ائمۃ الامصار وعلیہ الفتوی قنیہ وہو الحسن نہر اور جان لو کہ جس صورت میں کفارہ لازم نہیں ہے سو مخصوص ہے اُس محل میں ہے کہ اُس
شخص سے یہ فعل بتکرار صادر نہ ہوا ہو کیونکہ بعد میں پس اگر اوسکو مکرر کریگا تو کفارہ واجب ہوگا اوسکی زجر کے لئے یہی حکم دیا ہے شہر رمضان کے
احترام سے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی القنیہ اور یہہ خوب ہے کذا فی النہر والاخیران یمسکان بقیۃ یومہما وجوبا علی الاصح اور دو
پچھلے یعنی جسنے سحر کہالی یا افطار کیا رات جانکر امساک کریں باقی روز برابر وجوب اصح روایت پر ہے اور قول ضعیف یہہ ہے
کہ امساک مستحب ہے کذا فی الفتح اور اجماع ہے اسپر کہ حائض اور نفسا اور مریض اور مسافر پر امساک واجب نہیں اور اسپر کہ جو براہ
خطا افطار کرے یا عمدا یا یوم الشک میں پہر ظاہر ہو کہ رمضان کا دن ہے کہ اوسپر امساک بقیہ یوم واجب ہے ذکرہ قاضی خان اور
اخیرین کی تخصیص کیوجہ معلوم نہیں ہوتی جیسا شارح نے بھی اسکی طرف اشارہ کریگا لان الفطر قبیح وترک القبیح شرعا واجب اسواسطے
کہ افطار رمضان میں قبیح ہے اور قبیح کا ترک شرعا واجب ہے اور فطر سے مراد مفطر کے طور پر کہانا پینا ہے کیونکہ صوم تو پہلے ہی فاسد ہو چکا
فالاحسن ان یقال کمسافر اقام وحائض ونفساء طہرتا ومجنون افاق ومریض صح جیسا امساک واجب ہے مسافر پر کہ مقیم ہوگیا اور حائضہ اور نفسا
پر کہ پاک ہوئی ہوں اور مجنون کہ ہوشمیں آیا اور مریض جو اچھا ہوگیا ہم مسافر مقیم ہوا یعنے دوپہر کے بعد یا دوپہر سے پہلے مگر کہانا کہا لینے
کے بعد اور اگر دوپہر اور کہانے سے پیشتر مقیم ہوگا تو روزہ لازم ہوگا اگرچہ نیت افطار کی کرچکا ہو جیسا اگلی فصل میں آویگا اور ان مسائل
میں قاعدہ یہہ ہے کہ جو شخص آخر روز ایسی حالت پر ہو کہ اگر اُس حالت پر اول روز ہوتا تو روزہ لازم ہوتا پس اوسکے ذمہ امساک لازم ہے کذا
فی الخلاصہ والنہایہ اور چونکہ یہہ قاعدہ جمیع افراد کو جامع نہیں ہے کیونکہ اسمیں سے خارج ہے وہ شخص جو یوم الشک میں صبح کو مفطر ہو
اور وہ جو رات کے گمان سے سحر کہالی یا افطار کرلے غروب کے گمان سے اسیواسطے قاعدہ مذکورہ کے بعد بدائع میں یہہ کہا ہے اوسکا یہ طرح
حال ہے اُس شخص کا کہ اوسپر روزہ واجب ہوا ہو سبب کے موجود ہونے اور اہلیت کے متحقق ہونے سے مگر اوسکا پورا کرنا متعذر ہو گیا ہو جیسے عامد
افطار کرنیوالے یا یوم الشک میں مفطر ہے پہر ظاہر ہوا کہ یہہ روز رمضان کا ہے یا سحر کہالی اس خیال سے کہ ابہی صبح نہیں ہوئی پہر معلوم ہوا
کہ صبح ہوگئی ان صورتوں میں بھی امساک واجب ہے صائمین کی مشابہت سے انتہی پس بدائع میں وجوب امساک کے دو قاعدے ہیں رکہی قالہ الشامی
اور حائض جو پاک ہوئی تو یعنے بعد فجر کے یا فجر کے ساتھ کذا فی الفتح اور مجنون ہوشمیں آیا یعنی کہانے سے پہلے یا جب نیت کا وقت جاتا رہا
ورنہ وہ تو جب نیت کریگا اوسکا روزہ صحیح ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ امساک اوسپر بھی واجب ہے جیسا مسافر پر قالہ الشامی والمفطر ولو مکرہا
او خطأ اور جیسے امساک واجب ہے افطار کرنیوالے پر اگرچہ وہ با دلسے افطار کیا ہو یا خطا سے ہم مفطر کے لفظ سے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ مفطر
سب برابر ہیں کسی میں کچھ فرق نہیں اسمیں اشارہ ہے کہ مصنف کے قول یعنی والاخیران یمسکان الخ کی کوئی وجہ نہیں وصبی بلغ وکافر اسلم
اور جیسے امساک واجب ہے لڑکے پر کہ بالغ ہوا اور کافر پر کہ مسلمان ہوا وکلہم یقضون ما فاتہم الا الاخیرین اور یہہ سب جو مذکور ہوئے قضا
کریں جو ان سے فوت ہوا یعنی اُس روز کا روزہ مگر وہ دو پچہلے یعنی لڑکا جو بالغ ہوا یا کافر جو مسلمان ہوا وہ اُس روز کے سوا کی
قضا کریں وان افطر الصبی والکافر فی الجزء الاول من الیوم مگر وہ دونوں پچہلے افطار کرلیں کیونکہ یہہ دونوں اوس روز کے اول جزو
میں روزہ رکہنے کے اہل نہ تھے ہم یعنی اصل وجوب ہی کے اہل نہیں بخلاف حائض و مسافر و مریض کے کہ اوسکے اوپر روزہ واجب ہو گیا ہے
لیکن وجوب ادا اونسے ساقط ہے اسلیئے قضا واجب ہوتی ہے وہو السبب فی الصوم اور وہی جزو اول سبب ہے صوم میں ہم یعنی جب
روزہ کے روزہ کا اور یہہ خلاف ہے اوسکے جو سرخسی نے اختیار کیا ہے اور مصنف نے بھی اس کتاب کے اول میں بیان کیا ہے کہ آپنا اہلیۃ

کے دن یا رات کے ایک جزء کا سبب روزے کا ہے لیکن لو نوی قبل الزوال کان نفلا فیقضیہ لو افسدہ کما لو شرع فیہ الیوم الخالی عن نیۃ کی
پہلے روزہ کی نیت کرین زوال سے پہلے تو روزہ نفل ہوگا کہ توڑنے سے اوسکی قضا لازم آویگی کذا فی الشرنبلالیہ عن الخانیہ ہم یہہ جو ذکر ہوا
اُس سے جو اسکے سو مفہوم ہوا کہ دونوں کا روزہ صحیح نہیں ہوا اسو بیان کردیا کہ فرض صحیح نہیں ہوا ظاہر الروایۃ مین برخلاف امام ابو یوسف
کے اور نفل صحیح ہے اگر نیت کرلین زوال سے پہلے یہانتک کہ اگر اوسکو توڑ دینگے تو قضا واجب ہوگی قالہ الشامی ولو نوی المسافر والمجنون
والمریض قبل الزوال صح عن الفرض اور اگر نیت کرلی مسافر یا مجنون یا مریض نے زوال سے پہلے تو درست ہو بجای فرض کے ہم زوال سے
مراد نصف النہار شرعی ہے اور یہہ لفظ اسیطرح بہتیرے کتب مین متعدد جگہہ واقع ہو تسامحا یا بنا بر قول ضعیف قالہ الشامی ولو نوت
الحائض والنفساء لم یصح اصلا للمنافی اول الوقت وھو لا یتجزی اور اگر حائض نے یا نفسا نے نیت کری تو صحیح نہیں ہے بالکل یعنی نہ فرض
نہ نفل کیونکہ اول وقت مین منافی صوم کا موجود ہے اور صوم عبادت واحدہ ہے متجزی نہیں ہوتا یعنی جب مفسد ایک جزء مین پایا گیا تو اوسنے
باقی کو بھی فاسد کردیا کذا فی الطحطاوی ویؤمر الصبی بالصوم اذا اطاقہ ویضرب علیہ ابن عشر کالصلوۃ فی الاصح اور لڑکے کو روزہ کا حکم
کرین جب اوسکی طاقت رکھتا ہو اور مارین روزہ رکھنے پر دس برس کی عمر مین مثل صلوۃ کے اصح روایت پر ہم یعنی لڑکے کا ولی یا وصی
حکم کرے اور ظاہر یہہ ہے کہ یہہ امر واجب ہے اور اسیطرح منکرات سے منع کرین تاکہ خیر کی الفت حاصل ہو اور شر سے باز رہے اور اگر تمام مہینے کی
طاقت نرکھتا ہو تو جسقدر کی طاقت رکھتا ہو اوسقدر کا امر کرین اور مارنے سے مراد ہاتھہ کی مار ہے نہ لکڑی کی اور لڑکا اگر روزہ توڑدے
تو قضا لازم نہیں قالہ الشامی وان جامع المکلف آدمیا مشتہی فی رمضان اداء لما مر اور اگر جماع کیا مکلف یعنی عاقل بالغ نے آدمی
مشتہی کے ساتھہ رمضان کے ادا روزے مین ادا کی قید اسواسطے لگادی یعنی کفارہ ہتک حرمت رمضان کے لئے لازم ہے اور قضا مین
ہتک رمضان نہیں ہم یہہ قسم ثالث قضا کا بیان شروع ہوا یعنی جن صور تون مین قضا وکفارہ دونون لازم ہین اور مکلف کی قید سے
نکل گیا صبی اور مجنون اور آدمی کی قید سے جنی اور مشتہی سے مراد مشتہی علی الکمال ہے پس میتہ یا بہیمہ کے جماع سے کفارہ لازم نہین گو انزال
ہوجاوے کذا فی البحر او جومع وتوارت الحشفۃ فی احد السبیلین انزل اولا یا جماع کیا گیا اسکے ساتھہ اور غائب ہوگیا راس ذکر قبل یا دبر مین
انزال ہوا یا نہو ہم تجومع شامل ہوا اوسکو کہ زوجہ صغیرہ جماع کرے عورت کے ساتھہ کیونکہ قہستانی مین ہے کہ صبیا مرد کے ذمہ مشتہاۃ کے
جماع سے کفارہ لازم ہے ایسا ہی عورت کے ذمہ ہے صبی یا مجنون کے جماع سے اور دونو صورتونمین مشائخ کا اختلاف ہے کما فی النہر اور
حشفہ کا غائب ہونا اسواسطے کہا کہ بغیر اسکے جماع متحقق نہین اور انزال اور عدم انزال اسواسطے برابر ہوا کہ عدم انزال کی صورت مین
بھی قضاء شہوت متحقق ہے اور یاد رکھو کہ اوسکو سزا لازم ہوتی ہے جو عقوبت محضہ ہے پس کفارہ جسمین معنی عبادت کے بھی ہین بطریق اولی
لازم ہوگا کذا فی البحر او اکل او شرب غذاء بکسر الغین وبالذال المعجمتین والمد ما یتغذی بہ او دواء ای ما یتداوی بہ یا کہا ویا پیا ہے
غذا یا دوا شارح نے کہا کہ غذا غین کے کسرہ اور ذال منقوطہ اور مد کے ساتھہ یعنی جو صلاحیت غذائیت کی رکھے جیسے گیہون کی روٹی
گوشت اور پانی کو غذا مین اسواسطے شمار کیا ہے کہ وہ غذا کی اعانت کرتا ہے گو خود غذا نہین اور دوا وہ کہ جس سے شفا طلب کیجاوے
والضابط وصول ما فیہ صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق حبیبہ فیکفر لوجود معنی صلاح البدن فیہ دوایۃ او غیرہا اور قاعدہ کلیہ غذا اور دوا کی
شناخت کا یہہ ہے کہ پہنچنا اوس شئی کا پیٹ تک جسمین اوسکے بدن کی اصلاح ہو غذا یا دوا اور اسکو تقی ہی لعاب یا حبیبہ ہے لعاب دہان محبوب کا ہے اگر نگلے
تو اوسمین کفارہ لازم ہے کیونکہ صلاح بدن کی موجود ہے کذا فی العنایۃ وغیرہا وما نقل من الشافعی لا یعول علیہ ادفع ذکرہ کذا فی الطحطاوی جو شارح
نے خزانہ سے نقل کیا ہے اوسکو نہر مین رد کیا ہے ہم شرنبلالیہ مین ہے کہ تغذی کے معنی میں اختلاف ہے بعضون نے کہا ہے جسکے کہانے کی
طبیعت چاہے اور پیٹ کی خواہش رفع ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ چیز جسکا نفع مصلحت بدن عائد ہو اور فرق اسطرح معلوم ہوتا ہے کہ کسی شئی کو کوئی

لقمہ چبا کر منہ سے نکالا پہر اوسکو کہا لیا تو وہ بہی معنی کے لحاظ سے اوسپر کفارہ لازم ہے نہ اول کے اور اسکی بر عکس حکم پہنک مین ہے کیونکہ
اوسمین بدن کا نفع کچہہ نہین ہے بلکہ عقل کم ہو جاتی ہے تو قول ثانی کے بموجب کفارہ نہوگا لیکن طبیعت اوسکی طرف میل کرتی ہے اور پیٹ
کی خواہش رفع ہوتی ہے تو کفارہ واجب ہوگا بموجب قول اول کے اور نہر مین کہا ہے کہ یہہ تحقیق سے بعید ہے اسواسطے کہ اس لقمہ پر پہنا
کا قول اول وار لغو ہو جاویگا اور نیز وہ قول جو محققون نے ذکر کیا ہے کہ فطر کے معنی ہین جوف مین پونہچنا ایسی چیز کا جسمین صلاح بدن
کی ہو خواہ غذا ہو یا دوا ایسے بہی لغو ہوگا کیونکہ یہہ قول مقابل ہے اول قول کا اور محل خلاف کی تحقیق مین یہی مناسب ہے انتہی مین کہتا ہون کہ
اوسکا حاصل یہی ہے کہ تغذی کے معنون مین اختلاف نہین ہے بلکہ فطر کے معنون مین لیکن صاحب نہر نے جو محققین سے نقل کیا ہے اوس سے
یہہ لازم نہین آتا کہ تغذی مین اختلاف نہو ولیکن تحقیق یہہ ہے کہ نہ تغذی کے معنی مین اختلاف ہے نہ فطر کے اسواسطے کہ علما نے ذکر کیا ہے کہ
کفارہ واجب نہین ہے مگر جس صورت مین کہ افطار صورۃً و معنیً ہو پس اکل مین افطار صورۃً موجود ہے یعنی نگلنا اور فطر معنوی یہہ کہ اس سے
بدن کی اصلاح ہو خواہ دوا ہو یا غذا تو اس سے یہہ نکلتا ہے کہ کفارہ واجب نہوگا کنکری کے نگلنے سے کیونکہ صرف صورت اکل کی ہے اور نہ
حقنہ وغیرہ مین کیونکہ صرف اکل معنوی ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین اسیطرح معلل کیا ہے اور بدائع مین ذکر کیا ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے
ایسی چیز کے جوف مین پونہچانے سے جس سے قصد تغذی کا یا تداوی کا ہو منہ کی راہ سے بخلاف غیر اس صورت کے پس کفارہ واجب نہوگا اگر
یا وانم یا اخروٹ ثابت خشک حلق مین اوتار لیا کیونکہ اکل صورۃً ہے معنیً نہین اسواسطے کہ ان اشیا کو اسطرح کہانیکی عادت نہین تو مانند کنکری اور
اور گٹہلی کے ہوا اور سوکہا آٹا پہانکنے مین اگر آٹا کہانے مین بہی نہوگا کیونکہ اوس سے مقصود تغذی یا تداوی نہین ہے اور ایسا ہی درخت
کے پتے اگر عادۃً ماکول ہین تو کفارہ واجب ہے ورنہ صرف قضا لازم ہے اور ایسا ہی اگر تہوک منہ سے نکلا پہر نگل لیا یا کسی دوسرے کا تہوک چاٹ لیا
کیونکہ اسکو طبیعت مکروہ جانتی ہے اور اگر کسی پیارے یا دوست کا لعاب ہے تو کفارہ واجب ہے کما ذکرہ الحلوانی کیونکہ طبیعت نفرت نہین کرتی ہے اور
سے ظاہر ہوا کہ مراد اونکی تغذی سے وہی ہے کہ جسمین صلاح بدنکی ہو اسطرح کہ عادۃً ماکول ہو یا بقصد تغذی یا تداوی یا تلذذ و کذا فی الشامی
منہ مختصراً مترجم قولہ للکل لفظ عمداً سبکے ساتہہ متعلق ہو سکتا ہے یعنے اکل و شرب و جماع قصداً ہو مترجم اس سے مخطی اور مکرہ نکل گئے کذا فی
مین کہتا ہون کہ ناسی بہی نکل گیا کیونکہ مراد ان چیزون کے عمداً کرنے سے قصد افطار کا ہے اور ناسی اگرچہ مفطر کا استعمال قصداً کرتا ہے لیکن افطار کا
قصد نہین کرتا افادہ الشامی مترجم قولہ اي فعل ما لا يظن الفطر به كفصد و كحل و لمس و جماع بهيمة بلا انزال او ادخال اصبع في دبر و نحو ذلك
یعنی کوئی ایسا کام کیا جس سے افطار کا گمان نہین ہوتا جیسا فصد اور سرمہ لگانا اور عورت کو ہاتہہ لگانا اور بہیمہ کا جماع بلا انزال اور دبر مین
انگلی داخل کرنا وغیرہ ماتن نے ای فعل کہنے سے اشارہ کیا کہ یہہ حکم خاص چہہ چیزون کا نہین ہے اور اس سے احتراز ہو گیا ان
چیزون سے جنمین گمان افطار کا ہو سکتا ہے مثلاً اول بہول کر کہا لیا پہر روزہ ٹوٹ جانے کے گمان سے عمداً کہا لیا تو کفارہ لازم نہین شبہہ
کی جہت سے جیسا سابق مذکور ہوا قالہ الشامی قولہ فظن انہ فطر فاکل عمداً پہر گمان کیا کہ حجامت وغیرہ سے روزہ ٹوٹ گیا پہر جانکر کہا لیا یعنی فی
کہا لیا تو کفارہ لازم ہے اور کفارہ وہی تمام صورتون مین ہم یعنی وہان جامع ہے اسواسطے کہ اہمہ و وقت وجوب قضا اور کفارہ کا بیان نکرنے
سے معلوم ہوا کہ وجوب علی التراخی ہے جیسا امام محمد کہتے ہین اور ابو یوسف کہتے ہین کہ علی الفور ہے اور ابو حنیفہ سے دو روایتین ہین کذا فی البحر
...
...
اوسکا کفارہ لازم ہے واسطے شبہہ کے ہم فرض یہہ سمجہہ کر کہ ظن اپنے موقع پر ہو تو کفارہ نہین اور مفتی کا معتمد ہونا اسلئے کہا کہ نہایہ مین کہا ہے کہ
غیر لازم ہے کہ مفتی وہ ہو جسکے فقہ اعتماد کرتے ہون اور شہر مین اوسکے فتوی پر اعتماد ہو کیونکہ اس صورت مین اوسکی فتوی سے شبہہ ہوگا

اوسکو غیر کے فتوی کا اعتبار نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ مقصود صیغہ مجہول کا ہے پس اکیلے سائل کا اعتقاد کافی نہین اور حدیث سی
مراد یہہ حدیث ہی کہ پچھنی لگانیوالا اور جسنی لگوائی دونو کا روزہ ٹوٹجاتا ہے امام محمد کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنے سی اگر کوئی شخص
پچھنے کے عمداً کہا لیگا تو کفارہ لازم نہین اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول اقوی ہی مفتی کے قول سی پس اسمین شبہہ کی جہت سی کفارہ
ساقط ہوجاوے ہی اور امام ابو یوسف اسکے خلاف کہتے ہین اونکا قول یہہ ہے کہ عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیئے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت
پر نہین پونہچ سکتا ہی تو کفارہ ساقط ہونے مین حدیث کا سننا اوسکو کافی نہین اور حدیث مذکور کی تاویل یہہ ہی کہ وہ منسوخ ہے یا
جنکی شان مین حدیث وارد ہوئی وہ غیبت کرتے تہے پس مراد یہہ کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا پس اگر اس تاویل کو جانکر کوئی عمداً بعد
پچھنون کے کہالیگا تو کفارہ واجب ہوگا اسلیے کہ شبہہ نرہا کذا فی الشامی لتعقلا وان اخطأ المفتی ولم یثبت الاثر اگرچہ اس فتوی مین
مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اسباب مین اثر ثابت نہین ہے ھ مراد یہہ ہی کہ سوای حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے کوئی حدیث صحیح نہین ہے
کیونکہ یہہ تو صحیح اور ثابت ہی قال الشامی الا فی الادھان یہہ استثنا لم یکن ہے ھ یعنی اگر تیل لگا یا پہر کہا لیا تو کفارہ ہے کیونکہ اسنے
عمداً یہہ کام کیا بدون کسی دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوی اور حدیث کی تاویل بیان کار آمد نہین کیونکہ یہہ صورت شبہہ
نہین ہی ایسے اشخاص پر جنکو ادنے دخل فقہ مین ہو اسیطرح کمال نے نقل کیا ہی بدائع سے لیکن اسکے مخالف ہی جو خانیہ مین ہی کہ جو شخص سرمہ
لگا دی یا تیل لگا دی بدن کو یا مونچہونکو پہر کہالیوی قصداً تو اوسپر کفارہ ہی مگر اوس صورت مین کہ جاہل ہو اور کسی نے اوسکو افطار کا فتوی دیا
ہو اور اس سی معلوم ہوتا ہے کہ راجح یہہ ہی کہ استثنا نچاہیئے پس شارح کو اولے یہہ تہا کہ استثنا ترک کرتا قالہ الشامی وکذا الغیبۃ عند
العامۃ زیلعی اور یہی حال غیبت کا ہی کہ اگر غیبت کرنیکے بعد بقصد روزہ توڑے تو اسمین بھی کفارہ لازم ہی اکثر علماء کے نزدیک کذا فی
الزیلعی ھ کیونکہ افطار غیبت سی مخالف قیاس کے ہی اور حدیث غیبت سی روزہ ٹوٹنے کی بالاجماع تاویل کی گئی ہی یعنی مراد یہہ ہے کہ
ثواب جاتا رہتا ہے بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض علمانے اوسکے ظاہر کو بھی اخذ کیا ہی جیسے امام احمد اور اوزاعی کذا فی الامداد
اور علماء ظاہر یہ کا خلاف غیبت مین معتبر نہین کیونکہ یہہ خلاف حادث ہوا ہی بعد اسکے کہ سلف تاویل مذکور کر چکے تہی کذا فی الفتح لکن
جعلہا فی الملتقی کالحجامۃ ووجھہ ان الشبہۃ لیکن غیبت کو ملتقی مین حجامت کی مانند کہا ہی اور اسیکو بحر مین ترجیح دیا ہی شبہہ کی جہت سی
ھ تو معلوم ہوچکا کہ جو مخالف اجماع کے ہو اوس سے شبہہ نہین ہوتا اور عمل اوسپر ہے جسپر اکثر مشائخ ہین واللہ اعلم قالہ الشامی
ککفارۃ المظاہر الثابتۃ بالکتاب واما ھذہ فبالسنۃ کفارہ روزے کا وہی مثل کفارہ ظہار کے لیکن کفارہ ظہار کتاب اللہ سی ثابت
ہے اور کفارہ روزہ کا سنت سی ھ یعنی اوسکی مثل ہی ترتیب مین پس اول تو بردہ آزاد کرے اور اگر نپاوے تو دو مہینے کے پیاپے
روزے رکہے اور اگر اسکی بھی طاقت نہو تو ساٹہ مسکینونکو کہانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ مین مذکور ہے پس اگر بیچ
روزہ رکہنے مین افطار کرے اگرچہ عذر سے ہو تو از سر نو رکہے مگر حیض کے عذر سے از سر نو نرکہے اور کفارہ قتل مین بھی تتابع شرط ہی
اور ایسا ہی جو کفارہ کہ اوسمین عتق مشروع ہی کذا فی النہر اور وجوب کفارہ مین مرد عورت مین غلام آزاد مین بادشاہ وغیرہ مین فرق
نہین قال بات مع ومن ثم شبھوھا بھا اور اسی جہت سی کفارہ صوم کو کفارہ ظہار کے ساتہہ تشبیہہ دیتے ہین ھ یعنی چونکہ کفارہ ظہار ثابت
بالکتاب ہی تو اعلے درجہ ہوا کفارہ صوم سی کہ ثابت بالسنہ ہی اسلیے ادنے کو اعلے کے ساتہہ تشبیہہ دیا اور یہہ مقتضی ہی اسکا کہ کفارہ
ظہار کا منکر کافر ہوا اور کفارہ صیام کا منکر کافر نہو تنبیہہ تشبیہہ مین اشارہ ہے کہ روزہ کے کفارہ کا ظہار کے کفارہ کی مثل ہونا ہر وجہ سے
نہین اسواسطے کہ جماع اثنا کفارہ مین تتابع کو قطع کر دیتا ہی کفارہ ظہار مین مطلقاً عمداً ہو یا نسیاناً رات کو ہو یا دن کو بخلاف کفارہ
صوم و قتل کے کیونکہ جماع تتابع کو ان دونو مین نہین قطع کرتا مگر افطار خواہ بعذر ہو یا بے عذر ہو اور بغیر عذر سے مراد ما سوا حیض کہ ھ

حاصل یہہ ہی کہ اسجگہہ تتابع کو دلیل قطع نہین کرتی رات کو قصداً یا دن کو نسیاناً بخلاف کفارہ ظہار کے قال الشامی ثم انما یکفر ان نوی
لیلاً ولم یکن مکرہاً ولم یطرأ مسقط کمرض وحیض پر کفارہ اسصورت مین لازم ہی کہ روزہ دار نے رات سے نیت کی ہو کیونکہ دن کی نیت
مین شافعی کا خلاف ہی پس شبہہ سے کفارہ لازم نہوگا اور یہہ کہ کسیکی طرف سے اکراہ نہوا ورنہ حادث ہو بعد عمداً افطار کرنیکے کوئی عذر سماوی
جو کفارہ کو ساقط کردے جیسا مرض جسمین افطار مباح ہو یا حیض کہ عذر ہو جائے اور اکراہ کیصورت مین بھی کفارہ لازم نہ آویگا واختلف فی
مالو مرض بجرح نفسہ او سوفر بہ مکرہاً والمعتمد لزومہا اور اختلاف کیا ہی اس صورتمین کہ بیمار ہو جاوے اپنے آپ کو زخم لگاکر یا زبردستی کوئی
اوسکو سفر مین لیجاوے اور معتمد یہہ ہی کہ کفارہ لازم ہی ہم سفر کو اکراہ کے ساتھہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر اپنی خوشی سفر کریگا تو بالاتفاق
کفارہ ساقط نہین ہوگا لیکن اگر افطار کرے بعد اسکے کہ سفر کیا تو کفارہ واجب نہین کذا فی النہر یعنی اگرچہ روزہ توڑنا اوسپر حرام
ہے اگر سفر توڑنے کے بعد کیا جیسا آگے مذکور ہوگا افادہ الشامی وفی المعتادۃ حیضا او حمی بنوبۃ او قتال عدو لو افطر ولم یحصل العذر والمعتمد سقوطہا
اور اختلاف ہی اوسمین جسکو عادت مقررہ ہو تپ کی یا حیض کی یا یقین کرتا ہو دشمن کے مقابلہ کا اگر افطار کیا اور عذر مقرری نپایا گیا اور معتمد
یہہ ہی کہ کفارہ ساقط ہی ہم اسکی تصحیح کی بزازیہ مین اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اور شرنبلالی نے بھی یہی اختیار کیا ہی
لیکن یہہ مخالف ہی بحر کے کہ اوسمین کہا ہی کہ اگر عورت نے افطار کیا اس خیال پر کہ اوسکی حیض کا دن ہی اور اوسکو حیض نہ آیا تو اظہر یہہ ہے
کہ کفارہ واجب ہی جیسا افطار کیا اس گمان سے کہ یہہ یوم المرض ہے اور صحیح یہہ ہی کہ کفارہ واجب ہی جیسا تتارخانیہ مین منصوص ہی اور
اسیطرح سراج اور فیض مین وجوب کا جزم کیا ہی دونو مسئلونمین اور حاصل یہہ ہے کہ تپ اور مرض کی عادت والونمین تصحیح کا اختلاف ہی اور جو قتال
دشمن کا یقین رکھتا ہو اوسپر بھی سقوط کفارہ مین مین نے کسیکا خلاف نہین دیکھا اور فرق یہہ ہی کہ قتال دشمن کے لئے تقدیم افطار کیطرف
احتیاج ہوتی ہے تاکہ قوت ہو بخلاف مریض کے جامع الفصولین مین یہ فرق لکہا ہی قال الشامی ولو تکرر فطرہ ولم یکفر للاول یکفیہ
واحد ولو فی رمضانین عند محمد وعلیہ الاعتماد بزازیہ ومجتبی وغیرہما اور اگر اوسنے مکرر روزہ توڑا اور پہلے کا کفارہ ادا نہین
کیا تو اوسکو ایک ہی کفارہ بس ہے گو دو رمضانونمین روزے ٹوٹے ہون امام محمد کے نزدیک اور اسی پر اعتماد ہی کذا فی بزازیہ ومجتبی وغیرہما
ہم بحر مین اسکو اسرار سے نقل کیا ہی اور جوہرہ سے نقل کیا ہی کہ اگر دو رمضانونمین ٹوٹے ہون تو دو کفارے لازم ہین اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا
نکیا ہو ظاہر الروایت مین اور یہی صحیح ہے مین کہتا ہون کہ ترجیح مختلف ہوئی اور دوسری کی تقویت اچہی ہی ہم کہ ظاہر الروایۃ ہی قال الشامی
والمختار بعضہم للفتوی ان الفطر بغیر الجماع تداخل والا لا اور بعض نے فتوی کے لئے یہہ اختیار کیا ہی کہ اگر افطار کہانے پینے سے ہو تو کفارہ متداخل
ہوگا یعنی ایک ہی ہوگا اور اگر افطار مکرر جماع سے ہو تو جدا جدا کفارہ ہوگا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا نکیا ہو ہم کیونکہ جماع بڑا قصور ہے
اور اسی جہت سے امام شافعی کے نزدیک جماع ہی مین کفارہ ہی کہانے پینے مین نہین قال الشامی ولو اکل عمداً شہرۃ بلا عذر یقتل تمامہ
شرح الوہبانیۃ اور اگر کہاوے قصداً علی الاعلان بلا عذر رمضان مین تو قتل کیا جاوے اور شرح وہبانیہ مین اوسکو پورا بیان کیا ہی ہم
وہبانیہ مین کہا ہے ولو اکل الانسان عمداً وشہرۃ ولا عذر فیہ قیل بالقتل یؤمر شرنبلالی نے کہا ہی اسکی صورت یہہ ہی کہ بقصد کہلا یا مسلمین
شخص نے بیعذر سبکے سامنے تو قتل کیا جاوے کیونکہ دین کے ساتھہ تمسخر کرتا ہی یا منکر ہی اوسکا جو دین مین بالضرورت ثابت ہی اور اسکے
قتل کی حلت مین اور حکم دینے مین خلاف نہین ہی پس قیل جو مولف وہبانیہ نے کہا ہی ضعف کے سبب سے نہین ہی قال الحلبی وان دخل حلقہ
دخان ... لم یفطر ... اولا اور اگر دہوان آگیا اور نکل گئی اور منہ مین اگر پہر حلق مین نہین گئی تو روزہ نہین ٹوٹا ہر صورتمین یعنی
خواہ بہر کے آوے یا نہین ہم ... طرح ہو سکتا ہی کیونکہ تے آپ سے آوے یا قصداً کرے اور دونو صورتمین بہر کے منہ ہو یا کم اور جاوے
... نہین یا ... ہو جلد ... حلق مین ... یا بقصد ... مین ... ہی ... روزہ یاد ہی یا نہین ...

نہین ٹوٹتا سب صورتون مین بنا بر صحیح روایت کے کہ انہا وہ ملدور استفنار مین یعنے بقصد عود کرنے مین یا بقصد قے کرنے مین لیکن بشرطیکہ بہر منہ
اور روزہ یاد ہو کذا فے شرح الملتقی فان عاد بلا صنعه ولو هو ملأ الفم مع تذكره للصوم لا يفسد خلافا للثاني پس اگر از خود پیٹ مین گئی تو منہ بہر
ہو باوجودیکہ روزہ یاد ہی تو روزہ نہین ٹوٹتا بخلاف امام ابی یوسف کے وان اعاده او قدر حمصة منه فاكثر حدادي افطر اجماعا ولا كفارة
ان ملأ الفم والا لا اور اگر قصداً قے کو اندر پلٹا لیا یا اوسمین سے ایک چنے کی مقدار یا زیادہ کو قاله الحدادی تو بالاجماع روزہ جاتا
رہا اگر قے منہ بہر کر آئی ہو اور کفارہ لازم نہین ہی اور اگر قے ملأ الفم نہوا اور کل کو اعادہ کر لیا یا بعض کو تو روزہ فاسد نہوگا اور یہی مختار ہی
هم اور خانیہ مین ہی کہ یہی صحیح ہے اور علماء کثیر نے اسکی تصحیح کی ہے لذا الرملی او قدر حمصة مین اشارہ ہی کہ حکم مین فرق نہین اعادہ کل کا کرے یا
ایک چنے کی مقدار کا بشرطیکہ قے منہ بہر ہو حدادی نے سراج مین کہا ہی کہ مبنی خلاف کا یہہ ہی کہ ابو یوسف ملأ الفم کو اعتبار کرتے ہین اور محمد
اوس شخص کے فعل کو پس ملأ الفم کو حکم خارج کا دیا گیا اور اوس سے کمتر گویا خارج ہی نہین کیونکہ اوسکا ضبط ممکن ہے اور اس خلاف کا نتیجہ چار صورتون
مین ظاہر ہوتا ہے ایک یہہ کہ ملأ الفم نہوا اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ نہین جاتا ابو یوسف کے نزدیک اس جہت سے کہ اوسکو حکم خارج کا
نہین اور امام محمد کے نزدیک اس جہت سے کہ اس شخص کے فعل کو اسمین دخل نہین دوسرا یہہ کہ قے ملأ الفم ہو اور اوسکو اعادہ کیا کل کو یا بعض کو چنے کی
مقدار تب بالاجماع افطار پایا جاویگا کیونکہ قے خارج کو جوف مین اعادہ کر لیا اپنے فعل سے تیسرا یہہ کہ قے ملأ الفم نہین ہی اور اسکو اعادہ کیا تو امام محمد
کے نزدیک چونکہ اوسکی صنع پائی گئی روزہ ٹوٹ گیا اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہین ٹوٹا کہ قے ہی ثابت نہین ہی چوتھی صورت یہہ ہی کہ قے ملأ الفم
ہو اور خود بخود عود کر جاوے تو ابو یوسف کے نزدیک روزہ جاتا رہیگا اور امام محمد کے نزدیک نہین اور یہی صحیح ہے کذا فی الشامی وان
استقاء اي طلب القيء عامدا اي متذكرا للصوم ان كان ملأ الفم فسد بالاجماع مطلقا اور اگر قصداً قے کی اسطرح کہ روزہ یاد ہی اگر قے ملأ الفم
ہو روزہ فاسد ہوگیا بالاجماع ہر صورتین ہم یعنی خود عود کرے یا اعادہ کرے یا نہ عود ہو نہ اعادہ فتح القدیر مین کہا ہی کہ اسمین تفریع عود اور اعادہ
کی نہین جاری ہوسکتی کیونکہ مجرد قے سے ہی روزہ ٹوٹ گیا بغیر عود اور اعادہ دونو ہان قاله الشامی وان اقل لا عند الثاني وهو الصحيح اور اگر قے
ملأ الفم سے کم ہو یعنی بشرطیکہ عود نکرے اور نہ اعادہ ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہی لیکن ظاهر الرواية
كقول محمد انه يفسد كما في الفتح عن الكافي لیکن ظاہر الروایۃ مثل قول محمد کے یہی ہی کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہی جیسا فتح مین نقل کیا ہی کافی سے فان عاد
بنفسه لم يفطر وان اعاده ففيه روايتان اصحهما لا قهستاني پس اگر عود کرے از خود تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر بقصد اعادہ کیا تو اسمین
دو روایتین ہین اور اصح یہہ ہی کہ نہین ٹوٹتا کذا فی المبسوط یعنی ابو یوسف عود و اعادہ مین منقول ہوا کیونکہ محمد کے نزدیک تو تفریع نہین
چل سکتی تاتارخانیہ وهذا كله في قيء طعام او ماء او مرة او دم اور یہہ تفصیل مذکور کہانے کی قے مین ہی یا پانی کی یا صفرا کی یا خون کی هم ظاہر
یہہ ہی کہ خون سے مراد خون بستہ ہی اور نہین تو کیا فرق ہے اوس خون مین اور جو دانتون سے نکلے ہیں اور اوسکو نگل جاوے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے
بشرطیکہ تہوک پر غالب ہو یا برابر ہو یا مزہ معلوم ہو جیسا اول باب مین مذکور ہوا فان كان بلغما فغير مفسد مطلقا خلافا للثاني اور اگر بلغم
تو غیر مفسد ہی مطلقاً یعنی خود قے کرے یا آپ آجاوے ملأ الفم ہو یا نہو عود ہو یا اعادہ یا کچھ نہو بخلاف ابو یوسف کے کہ وہ کہتے ہین کہ اگر
قے عمداً ملأ الفم ہو تو فاسد ہو جاتا ہے واستحسنه الكمال وغيره اور مستحسن جانا ہی اسکو کمال نے اور غیر اسکے نے هم کمال نے کہا ہی کہ قول ا
بو یوسف کا بیان احسن ہی اور ابو حنیفہ اور محمد کا قول نفس نقض وضو مین احسن ہی کیونکہ افطار مین یہہ قید ہی کہ کوئی چیز پیٹ مین جاوے یا جماع پایا جاوے
کر [illegible] بغیر ملاحظہ اوسکی پاکی یا ناپاکی کے پس اسمین بلغم و غیر بلغم مین فرق نہین بخلاف [illegible]
یہی مراد ہو شارح کی استحسنه غیره سے کیونکہ جب ثابت رکہا تو حقیقت [illegible] ولو اكل لحما بين اسنانه ان مثل حمصة
فاكثر قضى فقط وفي اقل منها لا يفطر اور اگر کہا لیا گوشت جو دانتون مین ہو اگر مقدار ایک چنے کی یا زیادہ ہو تو صرف قضا کرے [illegible]

کم مین روزه نہین جاتا ہم چنی کی مقدار کو صدر شہید نے اختیار کیا ہی اور دبوسی نے یہہ اختیار کیا ہے کہ جسکا نگلنا ممکن ہو بدون استعانت
لعاب دہن کے اور کمال نے اسیکو پسند کیا ہی اسلئے کہ مانع افطار سے وہ چیز ہے جس سے بچاؤ مشکل ہو اور یہہ اوسیصورت مین ہی کہ خود تہوک کے
ساتہہ جوف مین جاوی نہ وہ جو بقصد جوف مین لیجاوی الا اذا اخرجه من فيه فاكله اگر جبکہ مُنہہ سی نکال لے پہر کہا جاوی یعنی اسصورت مین
روزہ ٹوٹجاویگا ولا كفارة لان النفس تعافه اور کفارہ لازم نہین آتا کیونکہ نفس اسکو مکروہ سمجہتا ہی واكل مثل سمسمة من خارج يفطر و
يكفر في الاصح اور کہالینا مقدار ایک تل کے بہی خارج سی روزہ توڑتا ہی اور کفارہ بہی لازم ہی اصح روایت پر الا اذا مضغ بحيث تلاشت
في فيه مگر جبکہ چباوے اسطرح کہ اوسکے اجزا متفرق ہو جاوین مُنہہ مین ہم یعنی اسواسطے کہ دانتو نمین چمٹ جائیگا اور جوف مین
کچہہ پونہچیگا اور تہوک کے تابع ہوگا كذا في المعراج پس روزہ سلامت رہیگا الا ان يجد الطعم في حلقه كما مر مگر یہہ کہ مزہ پاوے اپنے حلق
کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا سابق مذکور ہوا واستحسنه الكمال قائلا وهو الاصل في كل قليل مضغه اور اسیکو کمال نے پسند کیا ہی
اور کہا ہی کہ یہی قاعدہ کلیہ ہی ہر قلیل شے مین جسکو چباوے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاویگا تو روزہ جاتا رہیگا ورنہ بچجائیگا وكره له
ذوق شيء وكذا مضغه بلا عذر قيد فيهما قاله العيني اور مکروہ ہے صائم کو چکہنا کسی چیز کا اور ایسی ہی چبانا بے عذر یہہ قید دونو مین ہے
قاله العيني ہم ظاہر یہہ ہے کہ یہہ کراہت تنزیہی ہی قاله الرملي كمن زوجها او سيدها سيئ الخلق فذاق مثل اسکی کہ عورت کا خاوند یا مالک
بدخلق ہو اور وہ نمک چکہہ لے ہم یہہ مثال چکہنے کی ہے اور چبانے کی مثال یہہ ہے کہ کوئی شخص بچے کے منہہ مین کچہہ چباکر دیوی جبکہ نہ ہی
شخص چبانیوالا یعنی حائض یا لڑکا وغیرہ موجود نہو في كراهة الذوق عند الشراء قولان اور چیز کے مول لینے کیوقت چکہنے مین دو قول ہین
ووفق في النهر بانه ان وجد بدا ولم يخف غبنا كره والا لا اور نہر مین دو قولونمین توفیق کی ہی اسطرح کہ اگر بدون چکہنے کے کسی اور طرح
لے سکتا ہی اور غبن کا خوف نہین تو چکہنا مکروہ ہے اور اگر بدون چکہے چارہ نہین اور غبن کا خوف ہی تو مکروہ نہین ہم نہر مین کراہت کو
اسی قید کے ساتہہ مقید کیا کہ چکہنے کے سوا کوئی تدبیر ہو شرا کے لئی یعنی غبن کا خوف ہو یا نہو پس شارح کا قول ولم يخف غبنا
نہر کے مخالف ہی البتہ والا لا نہر کے موافق ہے قاله الشامي وهذا في الفرض لا النفل كذا قالوا وفيه كلام لحرمة الفطر فيه بلا عذر على
المذهب فتبقى الكراهة اور چکہنا فرض مین مکروہ ہے نہ نفل مین اسطرح علما نے کہا ہی لیکن اسمین کلام ہے کیونکہ نفل مین بہی افطار بعذر
مکروہ ہے صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہی ہم رملی نے کہا ہی کہ فرض مین مکروہ ہی اوسکی قوت کی جہت سی کہ اوسکی حفاظت رکہنی
چاہیئے اور ایسا فعل نکرنا چاہیئے جس سے افطار کا خوف ہو اور نفل مین مکروہ نہین اسواسطے کہ نفل روزہ اصل مین جائز الطرفین
تہا گو اوسوقت شروع کے بعد توڑنا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے پیچہے رکہا کہ جو چیز اکثر افطار کو نوبت نہین پونہچاتی اوسکو نفل
مین جائز رکہا نہ فرض مین قاله الشامي وكره مضغ علك ابيض ممضوغ ملتئم والا فيفطر اور مکروہ ہے چبانا گوند کا جو سفید ہوتا ہے
چبانے کا ڈلی بندہا ہوا ورنہ روزہ ٹوٹجاویگا ہم علک کو جدا بیان کیا اسلئے کہ عورتین اوسکو بجای مسواک چبایا کرتی ہین تو اس سے شبہہ
ہوتا تہا کہ شاید جائز ہو حاصل یہہ کہ اس قسم کا گوند جوف مین عادة نہین پونہچتا اور سیاہ گوند اور جسکو نہین چباتے اور لپٹا ہوا
جوف مین چلا جاتا ہی پس اگر یہہ بہی جوف مین پونہچ جاویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر ولیا گوند بہی جوف مین نہ پونہچیگا تو روزہ
نہین ٹوٹیگا وكره للمفطر ايضا الا في الخلوة بعذر وقيل يباح ہم مکروہ ہی استعمال علک کا مفطر و نکو مگر خلوت مین عذر سی اسواسطیکہ دلیل یعنی
عورتون کی مشابہت مقتضی ہے کراہت کو مردون کے حق مین اور کوئی اسکا معارض نہین اور ظاہر یہہ ہی کہ کراہت تحریمی ہے
كذا في الطحطاوي وقيل يباح اور ایک قول یہہ ہی کہ گوند کا چبانا مباح ہی ہم فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمد کے کلام مین
اشارہ ہی کہ غیر صائم کے لئی مکروہ نہین ہی لیکن مردونکو اسکا ترک مستحب ہی مگر عذر کی جہت سی مثلا مُنہہ مین بدبو ہو فيكره للنساء

لانه سوٰی کھن فلے اور مستحب ہے عورتونکے لئے کیونکہ وہ عورتونکی مسواک ہی ہم یعنی اسلئے کہ عورتین ضعیف الجسم ہین تو مسواک شاید مسوڑہونکو
نقصان کرے یا دانتونکو کذا فی الفتح وکرہ قبلۃ ومس ومعانقۃ ومباشرۃ فاحشۃ ان لم یامن المفسد وان امن لا باس اور مکروہ ہے
بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر اسکا خوف نہین تو کچھ مضائقہ نہین ہم سراج مین ہم
کیا ہی کہ نیلہ فاحشہ یعنی اوسکو ہونٹونکو اپنے منہ مین لیکر دبانا مطلقا مکروہ ہے خوف ہو یا نہو لیکن وہ دھن شارب ولا کحل اذا لم یقصد الزینۃ
او تطویل اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وہو القبضۃ نہین مکروہ ہے تیل لگانا مونچھونکو اور نہ سرمہ لگانا بشرطیکہ بقصد زینت کے نہو یا تیل
لگانے سے مقصود داڑہی کی درازی نہو جبکہ بقدر مسنون یعنی یکمشت موجود ہی ہم واضح ہو کہ قصد زینت اور چیز ہے اور قصد جمال دوسری
چیز کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت کا اظہار بطور شکر مقصود ہوتا ہی نہ فخر کے طور پر اور یہہ بات نفس کی
دلاوری کا اثر ہے اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا ہے اوسمین فخر وتکبر کا لحاظ ہوا کرتا ہی کذا فی الفتح ملخصا وصرح فی النہایۃ
بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ اور نہایہ مین تصریح کی ہے کہ جو زیادہ یکمشت سی ہو اوسکا کاٹنا واجب ہی
اور یہہ اسبات کو چاہتا ہی کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار ہو ہم کیونکہ نہایہ مین کہا ہی وما وراء ذلک یجب قطعہ ہکذا عن رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من اللحیۃ من طولہا وعرضہا رواہ ابو عیسی یعنی الترمذی فی جامعہ اور ایسا ہی معراج مین ہی اور فتح القدیر مین
اسکو نقل کیا ہی اور برقرار رکھا ہی نہر مین کہا ہی کہ بعض موالی سے مین نے سنا ہی کہ نہایہ مین یجب بحاء مہملہ ہی تو اسصورت مین زائد کو نہ کاٹنے
کا مضائقہ نہین شیخ اسمعیل نے کہا ہی کہ یہہ خلاف ظاہر ہے کیونکہ ایسے مواقع مین یستحب استعمال کرتے ہین قالہ الشامی الا ان یحمل الوجوب
علی الثبوت مگر یہہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لئے جاوین ہم اسکی موید یہہ ہی کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پر دلالت نہین کرتا کیونکہ لفظ
کان یفعل تکرار ودوام پر دلالت نہین کرتا اسیلئے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا وما زاد یقص اور اسیطرح شرح شیخ اسمعیل مین اور
منیہ مین ہی اور یہہ سنت ہی جیسے مجتبی مین ہی اور مجتبی اور ینابیع وغیرہما مین مذکور ہی کہ کچھہ مضائقہ نہین داڑہی کترانے مین اطراف سے جب دراز
ہو اور نہ ٹھڈی کے بال اوکھاڑنے مین مگر بوجہ زینت کے اور نہ بہوون کے بال لینے مین اور منہ کے بالونمین جبتک کہ مخنث کی مشابہت نہو اور
حلق کے بال منڈاوے اور ایک روایت ابو یوسف سے ہی کہ کچھہ مضائقہ نہین ہے واما الاخذ منہا وہی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ
ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلہا فعل یہود الہند ومجوس الاعاجم فتح اور داڑہی مین سے لینا اسحال مین کہ وہ مشت سے کم ہو جیسا بعض
مغربی اور مخنث کرتے ہین پس اسکو کسی نے نہین مباح کیا اور کل کا منڈانا ہند کے کفار کا فعل ہی اور عجم کے مجوسیونکا کذا فی الفتح وحدیث
التوسعۃ علی العیال یوم عاشوراء صحیح واحادیث الاکتحال فیہ ضعیفۃ لا موضوعۃ کما زعم ابن عبد العزیز اور حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشورا کے
روز صحیح ہے اور حدیثین سرمہ لگانے کی اوس روز مین ضعیف ہین نہ موضوع جیسا ابن عبد العزیز نے گمان کیا ہی ہم حدیث توسعہ کی یہہ ہی کہ جو شخص
دسوین محرم کو اپنے عیال پر وسعت کرے یعنی بہت سا کھانا پکوا دے تو اللہ تعالی تمام سال اوسپر وسعت کرے حضرت جابر نے کہا کہ مین نے اسکو تجربہ
کیا خلاف نہین ہوا اور اکتحال کی حدیث وہ ہی جو بیہقی نے روایت کی ہی اور کہا ہی کہ ضعیف ہی جو کوئی عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگاوے اوسکی آنکھ
کبھی نہ دکھیگی کذا فی الفتح مین کہتا ہون کہ مناسبت اسکے ذکر کی یہان یہہ ہی کہ صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہی اسپر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ
نہین ہی اسطرح کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ لگانے پر عاشورا کے روز اور اوس روز کے روزہ کیطرف بہی نہر مین کہا کہ ابن العز
نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ آنحضرت صلعم سے اس روز بجز روزے کے اور کچھہ ثابت نہین ہوا چونکہ روافض نے بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کئے اوسکے جواب مین جاہل
سنیون نے اظہار سرور وطعام واکتحال نکال کھڑے کئے اور احادیث موضوعہ اکتحال اور توسعہ مین روایت کین اور یہہ قول ابن العز کا مردود ہے اسطرح کہ
احادیث اکتحال کی ضعیف ہین موضوع نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ قائل ابن العز ہی جیسا نہر اور حواشی سعدیہ سے واضح ہوتا ہی اور ابن العز وہ شخص ہے

جسنو مشکلات ہدایہ پر نکات لکہی ہے و لا بسواک رطب ولو عشیاً او رطبا بالماء علی المذہب اور نہین مکروہ ہے مسواک اگرچہ بعد زوال کے ہو یا تر ہو پانی مین
بہایا ہو مذہب صحیح کے ہم ابو یوسف پانی مین تر مسواک کو مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ بغیر ضرورت تری منہ مین جاتی ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ آخر کلی کرنے سے
زیادہ تو نہین ہے اور تازہ مسواک کسیکے نزدیک مکروہ نہین ہے وکرہہ الشافعی بعد الزوال اور شافعی نے مکروہ کہا ہے مسواک کو بعد زوال کے وکذا
لا یکرہ حجامة وتلفف بثوب مبتل ومضمضة واستنشاق واغتسال للتبرد عند الثانی وبہ یفتی شرنبلالیہ عن البرہان اور ایسا ہی مکروہ نہین پچہنے لگوانے
اور تر کپڑا لپیٹنا اور کلی کرنا اور ناک مین پانی دینا اور نہانا ٹہنڈک کے لئے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان
ہم اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا اور حضرت روزہ سے تہے پیاس کی جہت سے اور گرمی سے اور ابن عمر کپڑا تر
کر کے اپنے اوپر لپیٹ لیتے تہے روزے مین کیہا لکہین اور اسوجہ سے کہ ان امور مین اعانت ہے عبادت پر اور دل تنگی کا دفع ہے اور امام ابو حنیفہ نے مکروہ کہا کہ
اسکی وجہ یہہ ہے کہ عبادت مین ملالت کا اظہار ہے کذا فی البرہان ویستحب السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار
وتاخیر السحور والسواک اور مستحب ہے سحر کہانا اور سحر مین تاخیر کرنا اور افطار مین جلدی کرنا کہ حدیث شریف مین وارد ہے تین چیزین رسولونکی عادات
مین سے ہین افطار مین جلدی کرنا اور سحر کہانے مین تاخیر کرنا اور مسواک کرنا ہم بحر مین کہا ہے کہ مین نے فقہا کے کلام مین صریح نہین دیکہا کہ اکیلے
پانی سے بہی سنت سحر ادا ہو جاتی ہے کہ نہین لیکن ظاہر حدیث جو احمد نے روایت کی ہے اسپر دلالت کرتی ہے کہ سنت ادا ہو جاتی ہے چنانچہ فرمایا
کہ سحر کہانا بالکل برکت ہے تو تم اوسکو ترک نکرو اگرچہ کوئی تم مین سے ایک گہونٹ پانی ہی پی لے اسلئے کہ اللہ تعالی اور اوسکے فرشتے رحمت بہیجتے ہین
سحر کہانیوالونپر اور تاخیر اوس مقام تک مستحب ہے کہ رات باقی رہنے مین شک نہو پس اگر شک ہوگا تو کہانا مکروہ ہے صحیح روایت پر اور تعجیل افطار
مستحب ہے مگر ابر کے دن جبتک کہ ظن غالب غروب شمس کا نہو تاخیر کرے اگرچہ موذن اذان دیوے اور تعجیل مستحب یہہ ہے کہ تارے دن کے چہلکنے سے
پہلے ہو کذا فی الشامی **تنبیہ** فیض مین کہا ہے کہ جو شخص بلند مکان پر ہو جیسا اسکندریہ کا منارہ تو وہ افطار نکرے جبتک اوسکے نزدیک شمس غروب
نہو جاوے اور شہر والے اوس سے پہلے افطار کرسکتے ہین اگر اونکے نزدیک غروب ہو جاوے اوس سے پہلے اور یہی حال ہے طلوع کا فجر مین یا سحر مین **فروع**
مسائل ملحقہ شارح کے لا یجوز ان یعمل عملا یصل بہ الی الضعف فیخبز نصف النہار ویستریح الباقی نہین جائز ہے کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے
ضعف ہو جاوے کہ مانع روزہ کا ہو تو نانبائی مثلا یون کرے کہ آدہے روز پکاوے اور باقی آرام کرے فان قال لا یکفینی کذب باقصر ایام الشتاء پس
اگر وہ شخص کہے کہ اسقدر عمل مجکو کفاف کے لئے بس نہین ہے تو تکذیب کیا جاوے جاڑے کے سب سے چہوٹے دن سے کہ قریب نصف روز کے ہوتا ہے ہم
رملی نے کہا ہے کہ جامع الفتاوی مین ہے کہ اگر معیشت مین اشتغال کی جہت سے روزہ سے ضعیف ہو جاوے تو اوسکو افطار جائز ہے اور ہر روزے کے بدلے
نصف صاع کہانا دے یعنی اوسصورت مین کہ اوسکو نہین گنجائش روزہ رکہنے کی نہی ورنہ قضا واجب ہوگی اور علی ہذا القیاس اگر کہیتی کاٹنے پر روزہ مین
فاقہ ہو اور تاخیر مین کہیتی ہلاک ہوتی ہو تو جواز افطار و قضا مین کچہ شک نہین اور یہی حال نانبائی کا ہے مگر جو ٹہلانیکا ذکر جو شارح نے کیا اوسمین نظر
ہے اسواسطے کہ دنکی زیادتی کمی کو کفایت مین دخل نہین پس وہ اوسکی رای پر مفوض ہوگا کہ اوسکی حال کو صلاح ہو پر محمول کرنا چاہئے انتہی لیکن نور الایضاح
مین جامع الفتاوی کے مسئلہ کیصورت اوس شخص کے لئے بیان کی ہے جسنے ہمیشہ کے روزے کی نذر کی ہو اور ہمارا کلام روزہ رمضان مین ہے پس مرتدوالے
کے باب مین یون کہنا چاہئے کہ جب اوسکے پاس اوسکو اور اوسکے عیال کی کفایت موجود ہو تو اوسکو افطار حلال نہین ہے کیونکہ اوسکو سوال
حرام ہے تو افطار بالاولی حرام ہوگا اور جو کفایت موجود نہو تو اوسکو عمل کرنا اوس مقدار کہ کفایت کرے جائز ہے اور بغیر افطار کئے اگر عمل نہو سکتا ہو
تو افطار جائز ہوگا بشرطیکہ دوسرا کام نہین کرسکتا جسمین روزہ بہی رکہہ سکے ایسا ہی اگر خوف ہو کہیتی کے ہلاک ہونیکا یا چوری جانیکا اور کوئی
آدمی ایسا نملے جو اجرت مثل پر کام کردے اور یہہ خود اوس کام کو کرسکتا ہے تو افطار جائز ہے اسواسطے کہ اس سے کمتر پر نماز کا توڑنا جائز ہے
کذا فی الشامی وفی التجنیس والملتقط المحترف بالعمل حتی مرض فافطر ففی کفارتہ قولان قنیہ پس اگر عمل کے جہت سے کسی انسان نے مشقت اوٹہائی یہان تک کہ

مریض ہوگیا پہر افطار کیا تو اوسکے کفارہ مین دو قول ہین کذا فے القنیہ ھ بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہی اور بعض نے کہا نہین اور بقالی
نے اسی پر فتوی دیا ہی اور آزاد کی قید اسلئے لگائی کہ لونڈی غلام اگر کام کی مشقت سی مریض ہوکر افطار کرین تو اونپر بالاتفاق کفارہ نہین کیونکہ وہ
معذور ہین اور مولے کے حکم سے مجبور ہان اونکو یون سمجہنا ہی کہ ایسے کام سے باز رہین تو اس تعلیل سے بظاہر یہہ معلوم ہوتا ہی کہ آزاد پر کفارہ
واجب ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین اسکی ترجیح بیان کی ہی کذا فے الشامی وفی البزازیۃ لو صام عجز عن القیام صلی قاعدا لجمعا بین العبادتین
اور بزازیہ مین ہے کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکہنے سے اسقدر ضعف ہو کہ نماز مین کہڑا نہو سکے تو وہ شخص روزہ رکہے اور نماز بیٹھکر پڑہے تاکہ دونو
عبادتین ادا ہون واللہ اعلم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہہ فصل ہی اون عوارض مین جنمین
روزہ نرکہنا جائز ہے وقد ذکر المصنف منہا خمسۃ اور مصنف نے عوارض مین سے پانچ ذکر کئے یعنی سفر اور حمل اور دودہ پلانا اور مرض
اور بڑہاپا اور حقیقت مین نو ہین چنانچہ شامی نے چار یہہ بیان کئی ہین اکراہ یعنی دوسرے کے دباوسے روزہ توڑنا جہاد شدت گرسنگی پیاس کی یاد
اسلئے شارح نے کہا وبقی الاکراہ وخوف ھلاک او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید ولسعۃ حیۃ باقی رہ گئی اکراہ اور خوف ہلاک کا یا خوف
نقصان عقل کا یہہ خوف اگرچہ پیاس سے ہو یا سخت بہوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے ھ لسعۃ حیۃ معطوف ہی عطش پر جو متعلق ہی خوف ہلاک سے
قالہ الحلبی یعنے جب کسیکو سانپ کاٹ لے اور وہ دوا پینے کے لئے افطار کرے اور اکراہ سے مراد ایسی چیز سے زبردستی کرنی جو مضطر کرتی ہو جیسے
قتل کرنا اور عضو کاٹنا اور سخت مار دینا ہے اور خوف کی مثال جیسے بادشاہی عامل کسی شخص کو گرمی کے دنون مین عمارت کے کام پر پکڑ لیجاتے ہین
اور کام مین جلدی ہو اور روزہ رکہنے سے جان کا خوف ہو یا بہوک اور پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو افطار درست ہی اور خلاصہ مین
ہی کہ جب غازی یقینا جانتا ہو کہ دشمن سے قتال ہوگا رمضان مین اور در صورت عدم افطار کے ضعف کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی مختصرا
لمسافر سفرا شرعیا ولو بمعصیۃ لمسافر خبر مقدم ہی اور الفطر جو آگے آتا ہی مبتدا موخر ہے اور لام سے اشارہ اسطرف ہی کہ افطار جائز ہی لیکن روزہ
رکہنا افضل ہے اگر نقصان نکرے یعنے افطار جائز ہی مسافر کو کہ سفر شرعی رکہتا ہو یعنی تین دن رات کی مدت کا اگرچہ کسی گناہ مین سفر ہو اور حامل
او مرضع اما کانت او ظئرا علی الظاہر اور افطار جائز ہے جسکو حمل ہو یا دودہ پلاتی ہو خواہ ماں ہو یا دایہ بنا بر ظاہر الروایت کے ھ دایہ تو اس
جہت سے کہ عقد کے جہت سے اوسپر دودہ پلانا واجب ہی اور ماں اس جہت سے کہ اوسکو دودہ پلانا دیانۃ ہر حالت مین واجب ہی اور قضاء جب کہ
لڑکے کا باپ مفلس ہو یا بچہ غیر کا دودہ نہ پیتا ہو اور ابو السعود نے کہا ہی کہ دایہ کو افطار جائز ہی اگرچہ عقد رمضان ہی مین واقع ہو بر خلاف صدر الشریعۃ
کے کہ حلت کو مقید کیا ہی اور کہا ہی کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہی خافت بغلبۃ الظن علی نفسہا او ولدہا ودودہ پلانیوالی کو افطار جائز
ہے اگر خوف کرتی ہو مرضع ظن غالب کی رو سے اپنی جان پر یا بچہ پر وقیدہ البہنسی تبعا لابن الکمال بما اذا تعینت للارضاع اور مقید کیا ہی اسکو
بہنسی نے ابن کمال کے اتباع سے ساتہہ اوسحالت کے کہ وہی متعین ہو دودہ دینے پر یعنی بچہ دوسری کا دودہ نہ پیتا ہو یا باپ مفلس ہو او مریض
خاف الزیادۃ لمرضہ یا جائز ہی افطار بیمار کو کہ روزہ رکہنے سے زیادت مرض کا خوف رکہتا ہو ھ یا دیر مین اچہا ہونیکا یا عضو کے بگڑنے کا کذا
فے البحر یا آنکہہ کے درد کا یا زخم کا یا سر درد کا یا اور سوای اسکے اور یہی حکم ہے اگر بیمار داری کرتا ہی بیمار و نکی یعنے اگر روزہ رکہیگا تو بیمار ون
کی خبرداری نکر سکیگا اپنے ضعف کی جہت سے اور بیمار تباہ ہو جاوینگے تو اوسکو بہی افطار جائز ہی قالہ الشامی وصحیح خاف المرض یا تندرست کہ خوف
رکہتا ہو بیماری کا یعنی بغلبۃ ظن وخادمۃ خافت الضعف بغلبۃ الظن بامارۃ او تجربۃ یا خادمہ کہ خوف کرتی ہو ضعف کا بغلبہ ظن کسی علامت سے یا تجربہ
سے او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور یا غلبہ ظن ہو خبر دینے سے طبیب ماہر مسلمان مستور الحال کے ھ حاذق اسواسطے کہا کہ جسکو دخل تہوڑا سا
طب مین ہو او سکے قول کی تقلید جائز نہین اور مسلم اسواسطے کہا کہ کافر کے قول کا اعتماد نہین شاید اوسکی غرض عبادت کا خراب کرنا ہی جیسا
جیسا مسلمان نے نماز تیمم سے شروع کی اور اوسکو کافر نے پانی دینے کا وعدہ کیا تو وہ نماز قطع نکرے اور یہہ مسئلہ مذکور ہوچکا کذا فے البحر

عوارض مبیحہ

کی اصلی مطلب مولف کا یہ ہی کہتا ہون کہ جب لیسے طبیب کے قول سے افطار کرلے جسمین یہ شروط موجود نہو وین تو ظاہر اکفارہ لازم ہوگا
افطار کرلے مثل ہون جہالت و شبہہ کے کیونکہ علم طب ظنی نہیں اور لوگ اس سے غافل ہین قالہ الشامی وافاد فی النہر شمالا یحل لذا الطبیب الکافر وفیما
امر فیہ ابطال عبادۃ کو اور نہر مین بھی البحر کہا ہی کہ علاج مین کافر کا قول ماننا جس جگہ ابطال عبادت کا نہین ہی جائز ہے قلت وفیہ کلام
لان عداوتہم للمسلم کفرو فانی یطیبھم مین کہتا ہون کہ اسمین کلام ہے کیونکہ کفار کے نزدیک مسلمان کی خیرخواہی کفر ہے پہر اونسے کیا امید
کیا جا سکتا امر وفی البحر عن الظہیریۃ للامۃ ان تمتنع عن امتثال امر المولی اذا کان یعجزھا عن اقامۃ الفرائض لانھا مبقاۃ علی اصل الحریۃ
فی الفرائض اور بحر مین نقل کیا ہے ظہیریہ سے کہ باندی کو پہونچتا ہی کہ مولے کے فرمان کو نمانے جبکہ امر مذکور اوسکو عاجز کرے فرائض کے ادا سے
کیونکہ فرائض کے باب مین اوسکو اصل حریت پر باقی رکہا ہے مثلاً اگر نماز کا وقت تنگ ہوجاوے تو طاعت خدا وندی مولے کے حکم پر مقدم
ہوگی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولے کی اطاعت کی یہانتک کہ روزہ افطار کرلیا تو باندی پر کفارہ لازم ہوگا کذا فی الشامی الفطر یوم العذر
الا السفر کما سیجی یعنے مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہے جس روز عذر حادث ہو مگر سفر جیسا متن مین مذکور ہوگا یعنی جس روز سفر کرے اوس روز کا
اتمام واجب ہی کذا فی الحلبی وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدیۃ اور قضا کرین مسافر و حامل وغیرہ جسقدر روزے افطار کرین بدون فدیے ہم
احسین اشارہ ہی امام شافعی کے خلاف کا کہ اونکے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہی ہر روزے کے لئے نصف صاع گیہون کذا فی البدائع وبلا
ولاء لانہ علی التراخی ولذا جاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلوۃ اور قضا کرین بدون شرط پیاپے ہونیکے اسواسطے کہ قضائے صوم فوراً واجب نہین
اسی جہت سی قضا سے پہلے نفل روزہ جائز ہی اور اگر علے الفور وجوب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب کی ہی اوسکی تنگ وقتی
سے کذا فی البحر بخلاف قضاء نماز کے کہ وہ علی الفور ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جو شخص کسی نماز سی سو جاوے یا
اوسکو بہول جاوے تو چاہیئے کہ اوسکو پڑہے جب یاد کرے تو یاد کرنا شرط ہی قضا پڑہنے کی اور یہ شرط سی ہمیں نہین ہوا مگر تی اس سی معلوم ہوا کہ
نماز فوت شدہ کو فوراً یاد آتے ہی پڑہے اور ظاہر یہ ہے کہ جسکے ذمہ فوائت ہون اوسکو نفلین مکروہ ہون لیکن مین نے مصرح نہین دیکہا کذا
فی النہر مین کہتا ہون کہ قضاء فوائت مین ہم بیان کر چکے کہ ایسے شخص کو نوافل مکروہ ہین مگر موکد سنتین مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی ولو
جاء رمضان الثانی قدم الاداء علی القضاء ولا فدیۃ لما مر خلافا للشافعی اور اگر دوسرا رمضان آگیا تو ادا کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ
لازم نہین کیونکہ قضا کا وجوب علی الفور نہین ہی برخلاف امام شافعی کے کہ وہ قضا کے ساتھہ ایک مسکین کا کہانا دینا بہی ہر روزے کے لئے کہتے
ہین قالہ الحلبی ویندب لمسافر الصوم لایۃ وان تصوموا خیر لکم والخیر بمعنی البر لا افعل التفضیل ان لم یضرہ اور مستحب ہی مسافر کو روزہ بمقتضائے آیۃ شریف
وان تصوموا خیر لکم کے یعنی تمہارا روزہ رکہنا اچہا ہی تمہارے لئے اگر نقصان نکرے یعنی خوف ہلاک کا نہو ورنہ افطار واجب ہوگا کذا فی البحر
اور خیر بمعنی نیک کے ہی نہ افعل التفضیل کیونکہ افعل التفضیل کہنے سی یہ معنی ہونگے کہ روزہ رکہنا بہت بہتر ہے اور افطار بہی بہتر حالانکہ افطار
مباح ہے نہ بہتر کذا فے الطحطاوی فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقتہ الجماعۃ پس اگر دشوار ہو روزہ اوسپر یا اوسکے رفیق پر
تو افطار افضل ہے بسبب موافقت اپنے گروہ کے ہم رفیق اسم جنس ہی شامل ہی واحد و جمع کو اور بعض نسخوں مین رفقتہ ہی تثنیہ جب
اوسکے سب رفیق یا اکثر مفطر ہون اور نفقہ مشترک ہی تو افطار افضل ہی جیسا خلاصہ وغیرہا مین ہی اور جماعت کی موافقت یعنی اوسپر نفقہ کے
خرچ کی تقسیم دشوار ہی یا اسکا ساتہہ دینا شاق ہے قالہ الشامی فان ماتوا فیہ ای فی ذلک العذر فلا تجب علیہم الوصیۃ بالفدیۃ لعدم
ادراکہم عدۃ من ایام اخر پس اگر مرجاوین معذور مذکور اوسی عذر مین تو اونپر وصیت فدیہ کی واجب نہین ہی کیونکہ اونکو نہین ملی گنتی
شمار دوسرے ایام کی جو آیت قرانی مین منصوص ہی ہم یعنی چونکہ نہ قضا واجب ہوئی نہ فدیہ تو وصیت واجب نہوئی کہ وصیت وجوب کی فرع
ہے اور معلوم رہے کہ وصیت جب واجب ہوتی ہی جب اوسکے پاس مال ہو کذا فی شرح الملتقی ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیۃ بقدر

اذا أكمل عدة من أيام أخر اور اگر مریض نے زوال عذر کے بعد تو وصیت واجب ہے بقدر شمار ان ایام کے جو اوسکو ملے وما من أفطر عمدًا
فوجوبه عليه بالأولى لیکن جس شخص نے بلا عذر افطار کیا ہو پس وجوب وصیت اوسکے ذمہ بطریق اولےٰ ہے ھ رحمتی نے کہا کہ اس شخص کو ملے
فرصت اور اک زمانہ قضا کی شرط نہیں کیونکہ ادا وقت پر رکہہ سکتا تہا اوسنے وقت کو بیہودہ کہو دیا اھ فدى لزوما عنه أي عن الميت وليه الذي
يتصرف في ماله كالفطرة قدرًا اور فدیہ دیوے وہ جو میت کیطرف سے اوسکا ولی جو اوسکے مال میں تصرف کرتا ہے مانند فطرہ کی مقدار میں ھ یعنی ولی کو
فدیہ ادا کرنا ثلث مال سے لازم ہے جب وصیت کی ہو اور نہیں تو لازم نہیں بلکہ جائز ہے سراج میں کہا ہے کہ اسیطرح زکوۃ ہے وارث کے ذمہ ادا کرنا اوسکا
لازم نہیں مگر وصیت سے مگر یہ کہ وارث تبرعا ادا کرے اھ الذی یتصرف سے اشارہ ہے کہ لفظ ولی وصی کو بھی شامل ہے کذا فی البحر اور تشبیہ فطرہ کی ساتھ
صرف مقدار اور ادا قیمت کے جواز میں ہے یہانتک کہ تملیک یہاں شرط نہیں بلکہ اباحت کافی ہے بخلاف فطرہ کے اور قہستانی نے کہا ہے کہ
اطلاق کلام کا دلالت کرتا ہے کہ اگر ایک فقیر کو سب فدیہ دیدیوے تو جائز ہے نہ عدد شرط ہے نہ مقدار لیکن اگر نصف صاع سے کم دیگا تو وہ شمار میں نہیں
اسی پر فتوی ہے یعنی بخلاف فطرہ کے ایک قول پر جیسا گذر چکا قاله الشامي بعد قدرته عليه أي على قضاء الصوم وفوته أي فوت القضاء بالموت بعد
اسکے کہ میت کو قدرت قضاء صوم کی حاصل ہوئی پھر موت کی جہت سے قضا فوت ہوئی اور ظرف یعنی بعد الخ متعلق فدى کے ہے اور فوته کا عطف قدرته پر ہے
فلو فاته عشرة أيام فقدر على خمسة فداها فقط پس اگر دس روزے میت سے فوت ہوئے پھر اسکو پانچ روزہ کی قدرت ملی تو پانچ ہی کا فدیہ دیگا ھ
اس تقریر میں اشارہ ہے کہ طحاوی نے جو کہا ہے کہ یہہ قول محمد کا ہے اور شیخین کے نزدیک وصیت اور فدا تمام روزون کا واجب ہے اگر ایکروز کی بھی
قدرت ملی سو یہہ قول طحاوی کا مردود ہے اسواسطے کہ یہہ خلاف صرف نذر میں ہے نہ رمضان میں کیونکہ وجوب بقدر قدرت کے ہوتا ہے جیسا ہدایہ وغیرہ میں
تنبیہ کی ہے بوصيته من الثلث متعلق بفدى وهذا لو له وارث وإلا فمن الكل قهستاني میت کی وصیت کی جہت سے ولی فدیہ دے ثلث مال
اور یہہ اوس صورت میں ہے کہ میت کا کوئی وارث ہو اور اگر وارث نہو تو کل مال سے دیوے کذا فی القہستانی ھ اسلئے کہ زیادتی کی ممانعت وارث کے
حق کے سبب سے ہے پھر جب وارث نہو تو منع نہیں ہے جیسا اس صورت میں کہ وارث ہو اور اجازت دے اور یہی حکم ہے اگر وارث ایسا ہو جسپر رد نہیں ہوتا
یعنے زوجین میں سے کوئی ہو تو وارث کے حصہ کے بعد زیادت علی الثلث کی گنجایش ہے قاله الشامي وإن لم يوص وتبرع وليه به جاز إن شاء
الله ويكون الثواب للولي اختيار اور اگر میت نے وصیت نہیں کی اور ولی نے بطور احسان فدیہ دیا تو جائز ہے ان شاء الله اور ثواب واسطے ولی کے ہوگا
کذا فی الاختیار ھ اختیار کی عبارت میں نے اسطرح دیکہی ہے وإن لم يوص لا يجب على الورثة الإطعام لأنها عبادة فلا تؤدى إلا بأمره
وإن فعلوا ذلك جاز ويكون له ثوابه انتہی اور کچہہ شبہہ نہیں کہ ضمیر له کی میت کیطرف ہے اور یہی ظاہر ہے کیونکہ وصی نے میت ہی کیطرف سے صدقہ دیا ہے
اپنی طرف سے پس ثواب میت کو ہوگا جیسا ہدایہ میں تصریح کی ہے کہ انسان کو پہونچ سکتا ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو دے صلوۃ ہو یا صوم یا صدقہ
وغیرہ ہاں اگر کسی غیر کیطرف سے صدقہ دیگا تو اسکے ثواب میں کچہہ کمی نہوگی قاله الشامي وإن صام أو صلى عنه الولي لا لحديث النسائي لا يصوم أحد عن أحد
ولا يصلي أحد عن أحد لكن يطعم عنه وليه اگر روزہ رکہے یا نماز پڑہے میت کیطرف سے اوسکا ولی تو نہیں جائز ہے واسطے حدیث نسائی کے کہ نہ روزہ
رکہے کوئی کسیکی طرف سے اور نہ نماز پڑہے کوئی کسیکی طرف سے لیکن کہانا دیوے اوسکی طرف سے اوسکا ولی وكذا يجوز لو تبرع عنه وليه بكفارة يمين أو قتل
بالطعام والكسوة بغير إعتاق اور اسیطرح جائز ہے اگر تبرع کیا اوسکی طرف سے اوسکے ولی نے کفارہ یمین یا قتل میں ساتھ کہانا کہلانے یا کپڑا پہنانے کے
سوائے آزاد کرنیکے ھ اسیطرح ہے زیلعی اور درر اور بحر اور نہر میں لیکن شرنبلالیہ میں کہا ہے کہ تبرع وارث کا کفارہ قتل میں کسی چیز کے ساتھ صحیح نہیں
ہے کیونکہ اوسمیں واجب اعتاق رقبہ کا ہے اور وارث کا اعتاق اوسکی طرف سے صحیح نہیں جیسا ذکر کیا ہے اور اعتاق کا بدل صوم ہے اوسمیں فدیہ صحیح نہیں
اور اطعام اور کسوۃ اس کفارہ میں ہوتا ہی نہیں تو کفارہ قتل کو کفارہ یمین کے شریک کرنا سہو ہے انتہی ما فی الشرنبلالیہ وکذا فی العزمیہ اور علامہ قدسی
نے اسکا جواب دیا ہے جسکو ابو السعود نے اوسکو نقل کیا ہے کہ قتل سے مراد قتل الصید ہے نہ قتل النفس میں کہتا ہون کہ اسپر یہی وارد ہوتا ہے کہ صوم قتل الصید میں

اصل نہین ہے بلکہ وہ بدل ہی اسواسطے کہ جو اوسمین ہے کہ اوسکی قیمت سی ہی ضرب کا ہو جو صوم ہین نہ ہم ہو یا طعام کہ صدقہ دیا جاوی پر تقدیر
کہ نصف صاع یا ہر نصف کے بدلے ایک روزہ رکھا جاوے اور کافی کا مخلص یہہ ہے کہ جو شخص ایسی روزہ سی عاجز ہو کہ بدل ہی غیر کا جیسے کفارہ یمین اور قتل
پس اگر فدیہ دیوی تو اپنی طرفسے اپنی حیات مین اسطرح کہ شیخ فانی ہو تو نہین صحیح ہے دونو کفارہ نہین اور اگر وصیت کی فدیہ کی تو صحیح ہو یہ دونو نہین اور
اگر اوسکی طرفسے اوسکی ولی نے تبرع کیا تو کفارہ قتل مین صحیح نہین کیونکہ اوسمین واجب عتق ہی اور تبرع اسکا درست نہین اور کفارہ یمین مین صحیح ہی لیکن
کسوہ اور اطعام مین نہ اعتاق مین جیسا ہمنے بیان کیا یہہ مقام اسطرح سمجھنا چاہیے غنیمت جانکر کہ یہان بہت سے افہام کے قدم لغزش کہا گئے ہین قال
الشامی وبسطہ لما فیہ من الزام الولاء للمیت بلا رضاہ یعنے اعتاق کے ساتھہ تبرع ولی کا اسلئے جائز نہین کہ اوسمین میت کے ذمہ ولا رکا لازم
کرنا ہی بدون اوسکی رضا کے یعنی اگر اعتاق میت کیطرفسے صحیح کہا جاوی تو ولا یعنی ترکہ غلام آزاد مذکور کا در صورت نہونے اوسکے کسی وارث نسبی کے میت
کو پہونچیگا ہم اسواسطے کہ ولا ایک علاقہ ہے مانند علاقہ نسب کے علاوہ برین ولا نفع خالص نہین کیونکہ آقا اپنے غلام آزاد کا عاقلہ بھی ہی کہ اوسکی طرف سے
خون بہا دیتا ہی اور ایسی ہی اوسکے عصبات بعد اوسکی موت کے اور یہان نہین وارد ہوتا ہی جو ہدایہ مین مذکور ہی کہ انسانکو جائز ہی کہ عمل کا ثواب غیر
کو دیدی اور یہہ اعتاق کو بھی شامل ہی کیونکہ یہان مراد اعتاق بطور نیابت کی ہی میت سی روزہ کے بدلہ بخلاف اوس صورت کے کہ اپنی غلام کو آزاد کرے اور
اوسکا ثواب میت کے لئے کر دی اسواسطے کہ اعتاق معتق کیطرفسے اصالۃ ہوا اور ولا اوسکی رہی صرف ثواب میت کو ہوا الخ بخلاف تبرع کسوہ و اطعام
کے کہ نیابۃ ہو سکتا ہی واسطے نہونے الزام کے قال الشامی وفدیۃ کل صلوۃ ولو وترا کما مر فی قضاء الفوائت کصوم یوم علی المذہب اور فدیہ ہر نماز کا اگرچہ
وتر ہو جیسا قضاء فوائت مین مذکور ہوا مثل فدیہ ایک روز کے روزہ کے ہی صحیح مذہب پر ہم اور جو محمد بن مقاتل نے امام محمد سے ذکر روایت کیا ہی کہ ہر
کی پانچون نماز ہر ایک کے لئے نصف صاع ہی پس انہون نے اوس سے رجوع کیا ہی اور کہا ہی کہ ہر نماز فرض ہے جیسا ہر روز کا روزہ فرض ہو اور یہی صحیح ہے کذا
فی السراج وکذا الفطرۃ اور اسطرح فطرہ ہم یعنی عید کا فطرہ مانند فدیہ ایکدن کے روزہ کے ہی جیسا کہ پہلے معلوم ہوچکا اور ظاہر ہی کہ یہہ تشبیہ
مسئلہ تبرع کی ہو اور حلبی نے کہا ہی کذا الفطرۃ کے معنی یہہ کہ ولی فطرہ نکالے میت کی وصیت سے قال الشامی والاعتکاف الواجب یطعم عنہ لکل یوم
کالفطرۃ ولو بلا وصیۃ اور اعتکاف واجب مین کہانا کھلایا جاوی میت کیطرفسے ہر روز کے لئے مانند فطرہ کے یعنی مقدار مین کذا فی الولوالجیۃ ہم اگر
میت نے وصیت کی ہو تو لزوما ثلث سے دیا جاویگا ورنہ جوازا والحاصل ان ما کان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطرۃ
والمالیۃ کالزکوۃ یخرج عنہ القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال المیت بحر اور حاصل یہہ ہے کہ جو عبادت بدنی ہو جیسے نماز تو وصی میت کیطرف
سے کہانا دیوی اوسکے مرنیکے بعد بدلے ہر واجب کے مثل فطرہ کے اور جو عبادت مالیہ ہی جیسے زکوۃ پس نکالی میت کیطرفسے بقدر واجب اور جو عبادت مرکب
بدنی اور مالی سی یعنی حج تو حج کراوی میت کیطرفسی ایک شخص کو بھیجکر میت کے مال سی کذا فی البحر والمستثنی الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشہر
اور شیخ فانی کو جو روزہ سی عاجز ہو افطار جائز ہے اور فدیہ دیوی وجوبا اگرچہ مہینے کے شروع مین دیوی ہم فدیہ اسواسطے واجب ہوا کہ یہہ شیخ
جائز نہین ہی کہ قضا لازم آوی کذا فی النہر اور فدیہ دینی مین رمضان کا اول و آخر برابر ہے کذا فی البحر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسرا والا
فیستغفر اللہ اور فدیہ مین تعدد فقیر کا شرط نہین ہی اور فدیہ مثل فطرہ کے ہی اگر تونگر ہو ورنہ اللہ تعالی سی استغفار کرے ہم استغفار کا ذکر شامی
اور بحر مین مسئلہ نذر دائمی کے بعد بیان کیا ہی جبکہ نذر کرے ہمیشہ روزہ رکہنے کی اور معیشت مین مشغول ہو جاوی پس ظاہر ہے کہ یہہ اوسکے ساتھہ متعلق ہی
شیخ فانی کے مسئلہ کے ساتھہ جو اس سی پہلے ہی کیونکہ شیخ فانی سے کسیوجہ سی تقصیر نہین پائی گئی بخلاف ناذر کے اسواسطے کہ نذر چہوڑ کر جب معیشت
مین مشغول ہوا تو ایک قسم کی تقصیر ہوئی اگرچہ معیشت کی مشغولی واجب ہی اسلئے کہ اوسمین حفظ نفس کی نیت ہی قال الشامی ہذا اذا کان الصوم
بنفسہ مطلوبا ... وجوب فدیہ شیخ فانی وغیرہ پر اسصورت مین ہی کہ صوم بذات خود اصل ہوا ورنہ ... اداء کا مثلا علیہ صوم جیسے رمضان اور اوسکی
قضا اور نذر مثلا ... صوم ... کی نذر کی یا صوم معین کی نذر کی اور وہ دن اوسمین گذر گیا تو فدیہ جائز ہی کذا فی البحر حتی لو لزمہ الصوم بکفارۃ یمین

او قتل لم یجز لہ تحریر الفدیۃ لان الصوم ہنا بدل عن غیرہ یہانتک کہ اگر لازم ہوا اوسپر روزہ ظہار یا قتل کا پہر عاجز ہو گیا تو فدیہ جائز نہیں کیونکہ روزہ
یہان غیر کا بدل ہے م یہہ تفریع ہے اصل قاعدہ کی کہ صوم ہو اور کفارہ یمین اور قتل کے ذکر کرنے سے احتراز ہے کفارہ ظہار اور افطار سے جیسے
سے عاجز ہو تنگدستی کے سبب اور روزہ سے بزیادتی عمر کے سبب تو اوسکو بالنفس جائز ہے کہ ۶۰ مسکینوں کو کہانا دیوے اور اطعام کفارہ یمین میں صیام
کا بدل نہیں ہے بلکہ صیام بدل ہے اطعام کا کذا فی السراج اور بحر میں خانیہ ... اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اسیطرح حکم ہے منذر الیاس ... احرام
میں تکلیف کی جہت سے اور ذبح کی مقدور نہیں اور نہ تین صاع طعام کے کہ چھہ مسکینوں پر تقسیم کرے اور وہ شخص شیخ فانی ہے روزہ کی طاقت نہیں رکھتا
پہر روزہ کے بدلے کہانا دیا تو جائز نہوا کیونکہ صوم بدل ہے قال الشامی ولو کان مسافرا فمات قبل الاقامۃ لم یجب الایصاء اور اگر مسافر ہو
مرجاوے اقامت سے پہلے تو فدیہ کی وصیت اوسکو واجب نہیں م یہہ تفریع ہے خوطب باداۂ پر اور ضمیر کان کی عائد ہے عاجز کیطرف یعنی
وصیت اوسپر اسجہت سے واجب نہیں کہ اوسکو اسقدر فرصت نہیں ملی کہ ایام صیام کو قضا کرتا و متی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفۃ
اور جب قدرت ہو (یعنی شیخ فانی کو جو فدیہ ادا کر چکا ہے) تو قضا کرے اسواسطے کہ دوام عجز کا شرط ہے خلیفہ ہونے فدیہ کا صوم میں م بحر میں
کہا ہے کہ صوم کی قید اسواسطے لگائی کہ تیمم خارج ہو جاوے کہ جب پانی پر قدرت ہو تو نماز نہیں باطل ہوتی اسواسطے کہ تیمم کا خلیفہ ہونا شرط
ہے صرف عجز پر پانی سے نہ دوام عجز پر قال الشامی وھل تکفی الاباحۃ فی الفدیۃ قولان المشہور نعم واعتمدہ الکمال اور اباحت فدیہ میں
کافی ہے یا نہیں اسمیں دو قول ہیں مشہور یہہ ہے کہ کافی ہے اور اسی پر کمال نے اعتماد کیا ہے م جسمیں لفظ اطعام وارد ہوا ہے اوسمیں اباحت اور
تملیک دونوں جائز ہیں بخلاف اسکے جسمیں لفظ ایتاء یا اداء کا ہے اسلئے کہ وہ صرف تملیک کیواسطے ہے قہستانی عن المضمرات وغیرہ ولزم نفل
شرع فیہ قصدا کما فی الصلوۃ اور لازم ہے وہ روزہ نفل کہ شروع کیا ہوا اوسکو قصدا جیسا صلوۃ میں مذکور ہوا فلو شرع ظنا فافطر ای
فورا فلا قضاء م پس اگر شروع کیا واجب کے گمان پر پہر معلوم ہوا کہ واجب ذمہ پر نہیں ہے پہر افطار کیا اوسیوقت یعنی بمجرد معلوم ہونیکے تو
قضا اوسکے ذمہ لازم نہیں ہے اما لو مضی ساعۃ لزمہ القضاء لانہ بمضیہا صار کانہ نوی المضی علیہ فی ہذہ الساعۃ تجنیس و مجتبی لیکن
اگر بعد علم کے ایکساعت گذر گئی پہر افطار کیا تو اوسپر روزہ کی قضا لازم ہوا کیونکہ جب ساعت گذری تو گویا اوسنے نیت روزہ کی بقا کی اس ساعت میں
کی کذا فی التجنیس والمجتبی اداء او قضاء ای یجب اتمامہ فان فسد ولو بعروض حیض فی الاصح وجب القضاء لازم ہے
نفل ادا ہو یا قضا یعنی واجب ہے پورا کرنا ادا کی صورت میں پہر اگر فاسد ہو جاوے اگرچہ فساد حیض آنیکی جہت سے ہوا تو اصح روایت میں قضا واجب ہے الا
فی العیدین وایام التشریق فلا یلزم لصیرورتہ صائما بنفس الشروع فیصیر مرتکبا للنہی مگر عیدین اور ایام تشریق میں کہ اونمیں اتمام لازم نہیں
نہ ادا اور نہ قضا اسواسطے کہ روزہ کے شروع کرتے ہی صائم ہو گیا پس مرتکب ہوا نہی کا م پس اوسکی حفاظت واجب نہوئی بلکہ ابطال واجب
ہوا اور وجوب قضا مبنی وجوب حفاظت پر ہے پس جیسے اتمام واجب نہوا قضا بہی واجب نہوئی بخلاف اسکے کہ ان ایام میں صوم کی نذر کی اسواسطے کہ نذر لازم
ہو جاتی ہے اسیطرح کہ ایام غیر منہیہ میں انکی قضا کرے کیونکہ نفس نذر میں ارتکاب معصیت کا نہیں ہے بلکہ شروع صوم میں معصیت ہے پس نذر منعقد ہوئی اور
قضا لازم ہوئی اور شروع نہیں کذا فی البحر واما الصلوۃ فلا یکون مصلیا ما لم یسجد بدلیل مسئلۃ الیمین اور نماز میں تو مصلی نہیں شمار کیا جاتا ہے
جبتک سجدہ نکرے بدلیل مسئلہ یمین کے م یہہ جواب ہے ایک سوال کا حاصل یہہ ہے کہ اوقات منہیہ میں چاہیے تہا کہ نماز بہی واجب نہوتی شروع کرنیسے
ایام منہیہ میں شروع کرنیسے نہیں واجب ہوتا جواب کا حاصل یہہ ہے کہ نماز میں معصیت کا مباشر صرف شروع سے نہیں ہوتا جبتک سجدہ نکرے کیونکہ اگر کسی شخص نے
قسم کہائی کہ نماز نہ پڑہیگا تو بغیر سجدہ کئے حانث نہیں ہوتا بخلاف صوم کے ایام منہیہ میں کہ صرف شروع سے معصیت کا مباشر ہو گیا کذا فی المنح ولا یفطر
الشارع فی نفل بلا عذر فی روایۃ وہی الصحیحۃ اور نہ افطار کرے شروع کرنیوالا نفل میں یعنی روزہ نہ توڑے بیٹہا ایک روایت میں یہی روایت صحیح ہے م یہی
ظاہر الروایۃ ہے کذا فی المنح وتعبیرہ اسکو تنکیر کے ساتہہ بیان کرنا چاہیئے تہا قالہ الشامی وفی البحر یحل بشرط ان یکون من نیتہ القضاء

الکمال و تاج الشریعۃ و صدر الشریعۃ و صدر بہا فی الوقایۃ و شرحہا اور دوسری روایت مین توڑنا حلال ہی بشرطیکہ نیت قضا کی ہو اور اسیکو کمال نے اختیار کیا ہی اور تاج الشریعۃ نے اور صدر الشریعۃ نے وقایہ مین اور اوسکی شرح مین ہم شارح صاحب نہر کا اتباع کیا ہی اس عبارت مین حالانکہ تصریح مختار کی وقایہ اور شرح وقایہ مین نہین والضیافۃ عذر للضیف والمضیف ان کان صاحبہا لا یرضی بمجرد حضورہ و یتاذی بترک الافطار فیفطر و الا لا ہو الصحیح من المذہب ظہیریۃ اور ضیافت عذر ہی مہمان کے لئے اور دعوت کرنیوالیکے لئے یعنی نفل روزہ توڑنے مین نہ فرض و واجب مین بشرطیکہ صاحب ضیافت صرف حاضر ہونیسے راضی نہو اور ترک افطار سے اوسکو ایذا ہو تو افطار کرے ورنہ افطار نکرے یہی صحیح مذہب ہے کذا فی الظہیریۃ اور ایک قول یہہ ہی کہ قبل الزوال عذر ہے بعد الزوال نہین اور دوسرا قول یہہ کہا گیا ہی کہ اگر بہروسا اپنے اوپر اسکا ہو کہ قضا رکہیگا تو توڑے ورنہ نہین شمس الائمہ نے کہا کہ یہہ قید سب سے بہتر ہے مین کہتا ہون کہ قول صحیح مین یہہ پہلی تقیید ضروری ہی کیونکہ جب وثوق قضا کا نہین حاصل ہی تو اپنے آپکو گناہ سے بچانا بہتر ہے غیر کی رعایت سے اور شارح نے جو مقید کیا قبل الزوال کے ساتھ جیسا آگے آتا ہی تو اس سے سب اقوال کا جمع حاصل ہو گیا

قال الشامی ولو حلف رجل علی الصائم بطلاق امرأتہ ان لم یفطر افطر و لو کان صائما قضاء لا یحنث علی المعتمد بزازیۃ اگر کسی شخص نے روزہ دار کو قسم دی اپنی بیبی کی طلاق کی در صورتیکہ نہ افطار کرے تو روزہ دار افطار کرے یعنی بطریق ندب کے اگرچہ روزہ قضاء رمضان ہو اور اسکو قسم مین حانث کرے متعمد روایت پر کذا فی البزازیۃ و فی النہر عن الذخیرۃ وغیرہا ہذا اذا کان قبل الزوال اما بعدہ فلا الا لاحد ابویہ الی العصر لا بعدہ اور نہر مین ذخیرہ وغیرہ سے نقل کیا ہی کہ یہہ حکم اسصورت مین ہی کہ افطار قبل الزوال ہو لیکن زوال کے بعد افطار جائز نہین مگر مان باپ کے لئے عصر تک افطار جائز ہی نہ بعد عصر کے و فی الاشباہ دعاہ احد اخوانہ لا یکرہ فطرہ لو صائما غیر قضاء رمضان اور اشباہ مین ہی کہ کسی بہائی نے دعوت کی تو افطار مکروہ نہین ہی اگر روزہ ہو سوای قضاء رمضان کے ہم اور قضاء رمضان کا افطار مکروہ ہے کہ اوسکو رمضان کا حکم ہی کذا فی الظہیریۃ اور قضاء رمضان پر اقتصار کرنا ظاہرا دلالت کرتا ہی کہ صوم کفارہ اور نذر مین بعذر ضیافت افطار مکروہ نہین ہی اور یہہ روایت ہی ابو یوسف سے لیکن اونکے نزدیک قضاء رمضان مین بہی استثنا نہین جیسا کہ محیط مین ہی کہ امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ صوم قضاء اور کفارہ اور نذر مین افطار کرلے تو ظاہر یہہ ہی کہ مصنف اسی روایت پر چلا ہی اسصورتمین قضاء رمضان کا استثنا بیجا ہی تہا قال الشامی عن الحموی ولا تصوم المرأۃ نفلا الا باذن الزوج الا عند عدم الضرر اور نفل روزہ نرکہے عورت مگر خاوند کی اجازت سے لیکن جب خاوند کو کچھ ضرر نہو تو جائز ہی ہم یعنی اسطرح کہ محرم ہو یا مریض ہو یا مسافر ہو تو اوسکو منع نہین پہونچتا اور عورت روزہ رکہہ سکتی ہی گو وہ منع کرے کیونکہ خاوند کا منع کرنا اپنے حق کی جہت سے ہی یعنی وطی کے سبب تو ان حالات مین روزہ سے اسکا کچھہ حرج نہین کذا فی السراج اور ظہیریہ مین منع کو مطلق رکہا ہی اور صاحب بحر نے اسیکی تقویت کی ہی کہ روزہ عورت کو بلاکر تا ہی اگرچہ بالفعل وہ وطی نکرے نہر مین کہا ہی کہ میرے نزدیک منع کا ضرر پر مقصور رہنا اولے ہی کیونکہ ایکروز کا روزہ دبلا ہونیکا باعث نہین ہی پس باقی رہا مگر حق وطی تو اگر یہہ ضرر نہو یعنی خاوند مریض ہو یا مسافر تو جائز ہے قال الشامی ولو فطرہا وجب القضاء باذنہ او بعد البینونۃ اور اگر افطار کرادیا مرد نے عورت کا روزہ تو قضا واجب ہے مرد کی اجازت سے یا بعد جدائی کے ہم اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو افطار کرادینا جائز ہی اور اسیطرح غلام کا حال ہی اور بحر مین خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر عورت نے بلا اجازت نفل حج کا احرام باندہا تو مرد کو اوسکا کہلوانا جائز ہی اور یہی حال نماز کا ہی کذا فی الشامی ولو صام العبد و ملکہ بلا اذن المولی لم یجز و ان فطرہ قضی باذنہ او بعد العتق اور اگر غلام نے روزہ رکہا یا اوسنے جو اوسکے حکم مین ہی یعنی باندی اور مدبر اور ام ولد نے بغیر اجازت مولی کے تو نہین جائز ہی اور اگر افطار کرا دیا تو قضا کرین مولے کی اجازت سے ورنہ بعد ازادی کے ہم نہین جائز یعنی مکروہ ہی خانیہ مین کہا ہی مگر اسصورتمین کہ مولی غائب ہو اور اوسکا کچھہ ضرر نہو یعنی اوسکا حال مانند عورت کی ہی لیکن محیط وغیرہ مین ذکر کیا ہی کہ غلام کو روزہ کرنا ہی اگرچہ آقا کو کچھہ نقصان نہ پہونچتا ہو کیونکہ اوسکی منافع ملک مین مولے کے ہین بخلاف عورت کے کہ اوسکی منافع زوج کے مملوک نہین ہین صرف اسکے حق یعنی وطی کا مالک ہی اور بحر مین اسیکی تقویت کی ہی اور جاننا چاہیئے کہ اجیر کا حال بیان نہین کیا سو سراج مین ہی کہ اگر اوسکا روزہ مستاجر کو

نقصان کرتا ہو تو نفلی روزہ رکہنا نہی چاہیے بیدون اجازت اور اگر نقصان نہین کرتا تو اوسکو روزہ جایز ہی ولو نوی المسافر الفطر ثم نوی الصوم قبل الزوال صح مطلقا اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پہر مقیم ہوگیا اور نیت کرلی روزہ کی نیت کیوقت مین زوال سے پہلے یعنی نصف النہار شرعی سے پہلے اور کہانا نہ کہایا تو صحیح ہی ہر صورتمین ہم یعنی نفل ہو یا نذر معین یا ادا رمضان اس سے معلوم ہوا کہ اسکا محل وہ روزہ ہے جسمین رات سے نیت کرلی شرط نہین ہی پہر اگر اس روزہ کی نیت کی جسمین رات سے نیت ضرور ہی تو نفل ہوگا کذا فی الطحطاوی قال الشامی ویجب علیه الصوم لو کان فی رمضان لزوال المرخص اور واجب ہی روزہ اوسپر اگر یہہ واقعہ رمضان مین ہو بسبب زایل ہونے مرخص کے یعنی رخصت سفر کی جہت سے تہی جب سفر زایل ہوگیا اور نیت اقامت کی کرلی روزہ واجب ہوگیا کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منه ای رمضان سافر فیه ای فی ذلک الیوم جیسا واجب ہی مقیم پر تمام کرنا اوس روزہ رمضان کا جسمین سفر واقع ہوا ہی ہم اسواسطی کہ سفر روزہ شروع نکرنے کو مباح کرتا ہی نہ روزہ توڑنے کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہین ہی بحر مین کہا ہی کہ یہی حکم ہی اگر مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہونے تک اوس نیت کو نہین توڑا پہر روزہ رکہا تو اوس روز افطار حلال نہین اور اگر افطار کرے تو کفارہ لازم نہین ولکن لا کفارة علیه لو افطر فیهما للشبهة فی اول الاول واخره اور لیکن کفارہ نہین لازم ہم اگر افطار کیا دونون مسئلون مین یعنے مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جسنے سفر کیا واسطے شبہہ کے اسکا اول آخر مین ہم یعنی اول مسئلہ مین شبہہ اول وقت مین ہی اور دوسرے مسئلہ مین آخر مین یہہ لف و نشر مرتب ہے قال الشامی الا اذا دخل مصره لشیء نسیه فافطر فانه یکفر مگر اوس صورت مین کہ اپنے شہر مین داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بہول آیا تہا پہر افطار کرلیا تو اس صورتمین کفارہ دے ہم اسواسطے کہ کہانے کیوقت وہ مقیم ہی کہ گہر آنے کی جہت سے سفر کو چہوڑ دیا اور یہان قیاس پر عمل ہی نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہو چکا کہ اگر کسی شخص نے کہا لیا پہر سفر کیا یا باکراہ سفر کرایا گیا تو کفارہ نہین ساقط ہوتا کذا فی الشامی ولو نوی الصائم الفطر لم یکن مفطرا کما لو نوی التکلم فی صلوته ولم یتکلم شرح الوہبانیه قال وفیه خلاف الشافعی اور اگر روزہ دار نے نیت افطار کی کی تو مفطر نہو جاویگا جیسا مذکور ہوا یعنی لا یصام یوم الشک سے پہلے جسطرح نماز مین نیت کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیه ابن شحنه نے کہا کہ اسمین خلاف ہی شافعی کا ہم طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب امام شافعی کا بہی یہہ ہی کہ اوس سے نماز نہین فاسد ہوتی وقضی ایام اغمائه ولو کان الاغماء مستوعبا للشهر لندرة امتداده اور قضا کرے صیام ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا بڑہتا نادر ہی ہم یعنی بغیر کہانے پینے کے اسقدر مدت جیتا رہے یہہ نادر ہی اور نادر واقعات مین حرج نہین ہی کذا فی زیلعی سوی یوم حدث الاغماء فیه او لیلته فلا یقضیه الا اذا علم انه لم ینوه سوائے اوس روز کے جسمین بیہوشی طاری ہوئی یا اوسکی رات مین سواء اسکو قضا نکرے مگر جب جانے کہ اوسکی نیت نہین کی ہم قضا نکرے اسواسطے کہ ظاہر حال مقتضی ہی کہ رات سے نیت کی ہو گی اور اگر جنون دن کو حادث ہوا ہو تو بطریق اولے اسپر حمل کر سکتے ہین یہانتک کہ اگر وہ شخص بیباک ہو رمضان مین کہانے کی عادت رکہتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا کرے کذا قالوا کذا فی الشامی وفی الجنون ان لم یستوعب الشهر قضی ما مضی اور جنون مین اگر تمام ماہ نرہا ہو تو جسقدر ایام گذری ہون اونکی قضا کرے ہم اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقا قضا لازم نہین بلا خلاف قال الشامی وان استوعب جمیع ما یمکنه انشاء الصوم فیه علی ما مر لا یقضی مطلقا الحق ان یکون جملہ اوقات کو احاطہ کرے جنمین صوم شروع ہو سکتا ہی جیسا اول کتاب الصوم مین گذرا تو نہ قضا کرے بالکل اسطے دفع حرج کے ہم انشاء صوم جسمین ہو سکتا ہی وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہی ہر دن مین پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا معتبر نہین ہی یعنی اگرچہ نیت اسمین ہو سکتی ہی لیکن انشاء صوم بالفعل رات کو نہین ہو سکتا اور نہ بعد نصف النہار کے لیکن یہہ مخالف ہی مصنف کی مراد کو کہ اوسنے استیعاب کو مطلق کہا ہی یعنی وہ مقتضی ہی کہ اگر ایکساعت کا بہی افاقہ ہوا اگرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے ورنہ نہین اور ہمنے اول کتاب الصوم مین اختلاف کا بیان کیا ہی اور یہہ کہ دونو قول مصحح ہین اور معتمد دوسرا ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہی اور متون مین مذکور ہی اور مطلقا سے مراد یہہ ہی کہ جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہوگیا ہو اور یہہ ظاہر الروایت ہی اور امام محمد سے ایک روایت ہی کہ ان دونو مین فرق ہی اسلئے کہ جب بالغ

بہا دلت جنون مین تو صبی کے ساتھہ ملحق ہوا پس خطاب اسکی طرف متوجہ نہوا بخلاف اُس صورت کے کہ بالغ ہوا حالت عقل مین پھر مجنون ہو گیا اور کبھی مختار ہے بعض متاخرین کا کذا فی الهدایہ اور شرنبلالیہ مین برہان سے اوسنے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ مجنون اصلی پر پچھلے ایام کی قضا نہین ہے اصح روایت مین یعنی اُن ایام کی کہ افاقہ سے پہلے گذری قالہ الشامی ولو نذر صوم الایام المنهیة او صوم هذه السنة صح مطلقا علی المختار اور اگر متعدد کئی روزے ایام منہیہ کے یا اُس برس کے تو نذر صحیح ہے مطلقاً مذہب مختار پر م یہان سے شروع ہے اُن صیام کا جو بندہ اپنے قول سے اپنے اوپر لازم کرلے اور سابق مین اُن روزون کا ذکر تھا جو خدا تعالی کیطرف سے لازم ہوئے ملتقی کی شرح مین کہا ہے کہ نذر عبارت زبان کا ہے اور اسکی صحت کی شرط یہ ہے کہ معصیت نہو جیسے شراب پینا اور زنا اور سیر نفلی الحال واجب ہو جیسا نماز روزہ جو واجب ہو چکا ہے آئندہ کو واجب ہو جیسے وہ نماز روزہ جو آگے کو واجب ہونگے اور یہ شرط ہے کہ اُسکی جنس کا کوئی واجب لعینہ مقصود موجود ہو اور اوسمین قضا ہے قاضی کو دخل نہین ہے اور مطلقا کے یہ معنی کہ منہی سنہ کا ذکر صریحاً ہو یا نہو جیسا بحر مین ہے اور جو زبان سے بولا ہے وہ مقصود ہو یا نہو یعنی اگر چوک کر کچھ کا کچھ کہہ گیا تب بھی نذر منعقد ہو جاویگی چنانچہ ولوالجیہ مین کہا ہے کہ کسی شخص نے کہنا چاہا للہ علی صوم یوم اور اوسکی زبان سے نکلگیا صوم شہر تو اوسپر ایک مہینے کے روزہ لازم ہونگے کذا فی البحر اور اسی طرح اگر کوئی اور کلام بولنا چاہتا تھا اور اوسکے منہ سے نذر کا کلمہ نکل گیا تو نذر لازم ہوگی کیونکہ نذر مین ہزل بمنزلہ جد کے ہے مثل طلاق کی کذا فی الفتح اور علی المختار اسواسطے کہا کہ ابو یوسف نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ یہہ نذر نہین صحیح ہے اور یہی قول زفر کا ہے اور حسن نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ اگر معین کہا تو صحیح نہین اور اگر کل کے روزہ کی نذر کی اور اتفاقاً وہ دن یوم النحر کا ہے تو صحیح ہے کذا فی الشامی وفرقوا بین النذر والشروع فیها بان نفس الشروع معصیة ونفس النذر طاعة فصح یعنی نذر کرنے اور اوسمین شروع کرنے مین فقہا نے اسطرح فرق بیان کیا ہے کہ شروع کرنا گناہ ہے اور نذر نفس عبادت ہے پس نذر درست ہوئی یعنی لازم ہوئی و[illegible] افطر الایام المنهیة وجوبا تحامیا عن المعصیة وقضاها اسقاطا للواجب لیکن نذر ایام منہیہ مین افطار کرے وجوباً تاکہ گناہ سے بچے پھر اُنکی قضا کرے اپنے ذمہ سے واجب ساقط کرنیکو وان صامها خرج عن العهدة مع الحرمة اور اگر انہین دنون مین روزہ رکھہ لیا تو عہدہ سے بری ہو گیا مگر یہہ فعل حرام ہے وهذا اذا نذر قبل الایام المنهیة فلو بعدها لم یقض شیأ وانما یلزمه باقی السنة علی ما هو الصواب اور یہہ اسوقت ہے کہ نذر ایام منہیہ سے پہلے واقع ہوئی ہو پس اگر بعد ایام منہیہ کے نذر کی مثلا چودہوین ذیحجہ کو تو کچھ نہ قضا کرے اور اوسکو صرف باقی سال کے روزے یعنی ذیحجہ کی تمامی کے لازم ہونگے اور یہی صواب ہے م ہذا کا مشار الیہ وہ مسئلہ ہے کہ اگر سال معین کے روزے نذر کئے تو قضا ایام منہیہ کی لازم ہوتی ہے اور بقیہ ایام سال کے روزے رکھنا لازم ہونا صواب اسواسطے ہے کہ سال معین عرفی ایکمدت معین ہے محرم سے ذیحجہ تک تو هذه السنة کا اشارہ دلالت کرتا ہے کہ وہی مدت معینہ مراد ہے جسمین وہ شخص ہے پس نذر حقیقت مین زمان ماضی اور زمان مستقبل پر واقع ہوئی پس جسقدر زمان ماضی کے مقابلہ مین ہوئی اوسقدر لغو ہوگی اور زمان مستقبل کی لازم ہوئی چنانچہ اگر کہی للہ علی صوم امس تو لغو ہوتا ہے کذا فی الشامی وکذا الحکم لو نکر السنة او شرط التتابع فیفطرها اور یہی حکم ہے یعنے جو معین سال مین مذکور ہوا اگر سنة کو نکرہ کہا یا پیاپے رکھنا شرط کیا پس افطار کرے ایام منہیہ کو م اور اگر اونہین ایام مین روزہ رکھلے تو عہدہ سے خارج ہو جاویگا کیونکہ جیسا التزام کیا تھا ویسا ادا کیا لکنه یقضیها هنا متتابعة لیکن یہان ایام منہیہ کی قضا کرے پے درپے م یعنی آخر برس کی تمامی سے ملی ہوئی بغیر فصل کے تاکہ تتابع بقدر الامکان متحقق ہو ویعید لو افطر یوما بخلاف المعینة اور اعادہ کرے یعنی جتنے ایام کے روزے افطار سے پہلے رکھہ چکا ہے اگر ایکروز کا روزہ بھی توڑے اگرچہ سارے رکھہ چکا ہو صرف ایک ہی رہا ہو بخلاف سال معین کے کہ اوسمین قضا ایام منہیہ کی پے درپے واجب نہین ہے اور اونمین تتابع صرف بضرورت وقت کے لازم آگیا ہے اسیواسطے اگر ایک دن افطار کرے تو صرف اوسیدن کی قضا لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو لم یشترط التتابع یقضی خمسة وثلثین لانه یجب صوم الخمسة فی هذه الصورة اور اگر تتابع شرط نکیا ہو تو ۳۵ کی روز قضا کرے اور اسصورت مین صرف پانچ روز کے روزہ نہین کافی ہین م پانچ روز

ایام منہیہ کے اندر تھے دن رمضان کے اور پہلے روز دن سے متصل رکھنے چاہئیں اور اگر وصل نکرے تب بھی عیدہ سے خارج ہوگا میم روایت پر کذا فی البحر
واعلم ان صیغة النذر یحتمل الیمین فلذا کانت ستة صور ذکرها بقوله درجان کہ صیغہ نذر کا احتمال رکھتا ہے قسم کا بھی پس اسلیے چہ صورتین ہوتی ہین انکو
مصنف نے ذکر کیا اپنے اس قول سے فان لم ینو بنذره الصوم شیئا او نوی النذر فقط دون الیمین او نوی النذر و نوی ان لا یکون یمینا کان فی هذه الثلث
الصور نذرا فقط اجماعا عملا بالصیغة پس اگر نذر کے صیغہ سے کچھ نیت نہین کی یا نذر ہی کی نیت کی نہ قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی قسم نہونے کی
توان تینون صور تون مین نذر ہی ہوگی فقط بالاجماع واسطے عمل کرنے کے موافق صیغہ کے ہم یعنی وجہ اول مین اور اسیطرح دوسری اور تیسری مین بطریق اولے
وان نوی الیمین و ان لا یکون نذرا کان فی هذه الصورة یمینا فقط اجماعا عملا بتعیینه و علیه کفارة یمین ان افطر لحنثه اور اگر نیت کی قسم کی اور
اسکی کہ نذر نہو تو اسصورتین صرف قسم ہوگی بالاجماع بسبب معین کرنے اُس شخص کے اور اسکے ذمہ کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے کیونکہ حانث ہوگیا
ہم یعنی قول ناذر کا علی سو عام دلالت کرتا ہے التزام پر اور یہہ صریح ہے نذر مین پس محمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھہ بطریق اولے لیکن
جب نیت کرے کہ نذر نہو تو یمین ہوگی کیونکہ لازم بولا اور ملزوم مراد لیا اسواسطے کہ مباح کو لازم کرنے سے اوسکی ترک کی تحریم لازم آتی ہے اور مباح کا
حرام کرنا بھی یمین ہے قاله الشامی وان نواهما او نوی الیمین بلا نفی النذر کان فی الصورتین نذرا و یمینا حتی لو افطر یجب القضاء للنذر والکفارة للیمین
عملا بعموم المجاز خلافا للثانی اور اگر نیت کی دونوں کی یا نیت کی قسم کی بدون نفی کرنے نذر کے تو دونوں صور تون مین نذر اور قسم ہوگی یہانتک کہ اگر افطار
کرے تو واجب ہوگی قضا بسبب نذر کے اور واجب ہوگا کفارہ قسم کا واسطے عمل کرنیکے عموم مجاز پر برخلاف قول ابو یوسف کے ہم امام ابو یوسف کے نزدیک
اول صورتین نذر ہوگی اور دوسری مین قسم اسلئے کہ استعمال صیغہ کا نذر مین حقیقی ہے اور قسم مین مجازی تو اول صورتین حقیقت کو ترجیح ہے اور دوسری مین
نیت کے باعث مجاز متعین ہے اور چونکہ نذر و قسم کا ہونا بظاہر جمع ہوجانا حقیقت اور مجاز کا ہے ایک لفظ مین اور یہہ ہو نہین سکتا اسلئے شارح نے کہا
کہ عموم مجاز پر حمل کرنیسے یہہ معنی لئے گئے یعنے نذر اور یمین مین منافات نہین ہے کیونکہ دونو وجوب کو تقاضا کرتے ہین مگر نذر بنفسہ وجوب کو چاہتی
ہے اور یمین بغیرہ یعنی بواسطہ صیانت اسم خدا تعالی کے پس ہمنے دونون جمع کردیا تاکہ دونو دلیلون پر عمل ہو باقی کتب اصول مین مذکور ہے قاله
الشامی والطحاوی وندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکره التتابع علی المختار خلافا للثانی حاوی اور مندوب ہے کہ متفرق چہ روزے رکھے
شوال مین اور اسکا پیہم رکھنا مکروہ نہین ہے مذہب مختار پر بخلاف قول ابو یوسف کے کذا فی الحاوی والاتباع المکروه ان یصوم الفطر وخمسة بعده
فلو افطر الفطر لم یکره بل یستحب ویسن ابن کمال اور رمضان کے پیچھے روزہ رکھنے مکروہ ہین کہ عید کے دن ایک روزہ رکھے اور پانچ عید کے بعد پس
اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہین ہے بلکہ مستحب و مسنون ہے قاله ابن کمال چنانچہ جامع ترمذی مین وارد ہے کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے پھر چہ
روزے شوال کے اونکے ساتھہ ملا دے تو یہہ تمام سال کے روزے ہوئے ولو نذر صوم شهر غیر معین متتابعا فافطر یوما ولو من الایام المنهیة استقبل
لانه اخل بالوصف مع خلو شهر من ایام منهیة بخلاف السنة اور اگر نذر کی کہ ایک غیر معین مہینے کے روزے پے درپے رکھونگا پھر ایک روز افطار کرلیا اگرچہ
افطار کا دن ایام منہیہ مین کا ہو تو پھر نئے سرسے روزہ رکھے کیونکہ اوسنے کہو دیا وصف تتابع کو باوجودیکہ ایسا مہینا مل سکتا تہا جسمین ایام نہی
واقع نہوں کذا فی النہر بخلاف برس کے پیہم روزے رکھنے کی نذر کے خواہ برس معین ہو یا غیر معین کہ اوسمین ایام منہیہ بلاشک واقع ہونگے ہم یہہ جواب ہے
اسکا کہ جیسا سال بہر کی نذر مین ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تہی ایسا ہی یہان بھی صرف اُس روز کی قضا لازم آتی جو مہینے کے بیچ مین واقع
ہوا لا یستقبل فی نذر شهر معین لئلا یقع کله فی غیر الوقت نہ استیناف کرے جس صورتین کہ معین مہینے کے روزہ کی نذر کی ہو تاکہ روزے تمامہا
غیر وقت مین واقع نہوں ہم کلہ کی تقیید اسصورت مین ظاہر ہوتی ہے کہ مہینے کے آخر کا روزہ افطار کیا ہو لیکن اگر دسوین دن افطار کرے مثلا تو
نہین ظاہر ہوتی کیونکہ اگر گیارہوین سے استیناف کرے اور پورا مہینا روزہ رکھے تو بعض روزے وقت مین ہونگے اور بعض غیر وقت مین قاله الشامی والنذر
من اعتکاف او حج او صلوة او صیام او غیرها غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان و مکان و درهم و فقیر اور نذر غیر معلق خواہ اعتکاف ہو یا حج

متعین کیا جاوے یا لغو ہو اگرچہ یہ معین ہو لیکن یہ تعیینات تینوں نہیں خصوصیت رکھتی کسی زمانہ کے ساتھ نہ مکان کے نہ درہم کے نہ فقیر کے فلو نذر التصدق یوم الجمعة بمکة بهذا الدرهم علی فلان فخالف جاز اسی اگر نذر کی کہ صدقہ کریگا جمعہ کے دن مکہ میں یہ درہم فلانے شخص پر پھر اسکی مخالفت کیا تو جائز ہے م یعنی بعض میں مخالفت کی یا کل میں اسطرح کہ کسی اور روز میں سوای جمعہ کے غیر مکہ میں کوئی اور درہم کسی دوسرے شخص پر صدقہ کیا اور یہہ اسلئے جائز ہے کہ نذر میں وہ چیز واجب ہوتی ہے جو عبادت ہو اور اصل تصدق ہے نہ تعیین پس تعیین باطل ہو گئی اور واجب لازم ہو گئی کذا فی الدرر اور معراج میں ہے کہ اگر نذر کیا کہ کل روزہ رکھیگا پھر اوسکو پرسوں رکھا تو جائز ہے اور چاہیے کہ کچھ برائی اسمیں نہ ہو جب کسی نے نذر کی کہ ابھی ایکدرم صدقہ دونگا پھر تھوڑی دیر میں دیا **تنبیہ** ابن نجیم نے کہا ہے کہ خانیہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر کسی معین درہم کی تصدق کی نذر کی پھر وہ درہم جاتا رہا تو نذر ساقط ہو جاتی ہے اور یہہ دلالت کرتا ہے کہ قول فقہا کا کہ دینار و درہم کی خصوصیت لغو ہے تمام نہیں بلکہ یہہ صورت اوسمیں سے مخصوص ہے کیونکہ اگر خصوصیت کا اعتبار لغو ہوتا تو چاہیے تہا کہ واجب اوسکے ذمہ پر رہتا اور معین کے ہلاک ہونے سے واجب ساقط نہ ہوتا اور اسیطرح یہہ قول کہ تعیین فقیر کی لغو ہے یہہ بھی مطلق نہیں ہے کیونکہ بدائع میں کہا ہے کہ اگر نذر کی کہ میں اس فقیر کو کچھ کھلاؤنگا یعنے مسکین کا نام لیا اور چیز کو معین نہیں کیا تو ضرور ہے کہ وہ چیز اسی فقیر کو دے کیونکہ جب شئی منذور کو معین نہیں کیا تو تعیین فقیر کی مقصود ہو گئی تو دوسرے کو دینا جائز نہیں قال الشامی وکذا لو عجل قبله فلو عین شهرا للاعتکاف او للصوم فعجل قبله عنه صح اور اسی طرح جائز ہے اگر وقت سے پہلے ادا کرے پس اگر کوئی مہینا معین کیا اعتکاف کیلئے یا صوم کے لئے پھر اوس سے پہلے اسکے بدلے ادا کیا تو درست ہے م بخلاف قول محمد و زفر کے اتنا فرق ہے کہ محمد تعجیل کو بالکل جائز نہیں کہتے اور زفر اوس صورتمین کہ زمان محل میں فضیلت کم ہو کذا فی الفتح شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص نے رجب کے روزونکی نذر کی پھر اوس سے پہلے ۲۹ روز روزہ رکھے اور رجب بھی ۲۹ روز کا ہوا تو قضا لازم نہ ہونی چاہئیے یہی اصح ہے جیسا سراج میں ہے اور اگر رجب ۳۰ دن کا ہوا تو ایک روزہ قضا کرے وکذا لو نذر ان یحج سنة کذا فحج سنة قبلها صح او صلوة یوم کذا فصلاها قبله لانه تعجیل بعد وجود السبب هو النذر فیلغو التعیین شامی فلا یلیه فلیحفظ اور اسیطرح اگر نذر کی کہ فلانے سن میں حج کریگا پھر اوس برس سے پہلے حج کر لیا تو درست ہے یا نذر کی نماز کی فلانے روز پھر نماز پڑہلی اوس روز سے پہلے کیونکہ یہہ تعجیل ہے بعد موجود ہونے سبب کے اور وہ نذر کا نذر کرنا ہے پس تعیین لغو ہو جاتی کذا فی الشرح ملا الیه اسکو یاد رکھو م یعنی چونکہ تعیین قربت مقصودہ کی نہ تھی تو لغو ہو گئی اور اسی مسئلہ میں بھی خلاف محمد و زفر کا ہے کذا فی الشامی بخلاف النذر المعلق فانه لا یجوز تعجیله قبل وجود الشرط کما سیجئ فی الایمان بخلاف نذر مشروط کے کیونکہ اوسمیں تعجیل شرط کے موجود ہونے سے پہلے جائز نہیں ہے جیسا ایمان میں مذکور ہوگا م برابر ہے کہ تعلیق کرے ایسی شرط پر جسکا ہونا اچہا ہو جیسا اگر میرا فلانا غائب آجاوے تو روزہ رکھونگا یا شرط کا نہ اچھا ہو مثلا اگر زنا کروں تو میرے ذمہ اسقدر لازم ہے اتنا فرق ہے کہ پہلی صورت میں اگر شرط پائی جاوے تو نذر کا ایفا لازم ہے اور دوسری صورت میں اختیار ہے نذر کے پورا کرنے میں اور کفارہ یمین دینے میں اور نذر معلق میں تعجیل اسلئے جائز نہیں کہ جو کام معلق کسی شرط پر ہے وہ بالفعل سبب نہیں ہے بلکہ شرط کے موجود ہونے پر سبب ہوگا جیسا اصول میں مقرر ہو چکا ہے پس اگر اسکی تعجیل جائز ہو تو لازم آتا ہے کہ اوسکا وقوع سبب کے موجود ہونے سے پہلے ہو اور یہہ ناجائز ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معلق کا نذر ماننا باعتبار تعجیل کے یمین ہے لیکن تاخیر صحیح ہے بسبب موجود ہونے سبب کے پہلے اس سے اور یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اوسمیں مکان اور درم اور فقیر متعین نہیں ہیں کیونکہ تعلیق کی جہت سے صرف زمانہ انعقاد سبب کا موخر ہو گیا سو تعجیل ناجائز ہوئی لیکن مکان اور درم اور فقیر اپنی اصل پر ہے اسواسطے کہ تعلیق انمیں اثر نہیں کرتی قال الشامی ولو قال مریض لله علی ان اصوم شهرا فمات قبل ان یصح لا شئ علیه اور اگر کسی مریض نے کہا اللہ کیواسطے میرے ذمہ ہے کہ ایک مہینے کے روزے رکھوں پھر مر گیا اچھا ہونے سے پہلے تو اوسکے ذمہ کچھ لازم نہیں ہے وان صح ولو یوما لزمه الوصیة بجمیعه علی الصحیح اور اگر تندرست ہو گیا اگرچہ ایک ہی روز ہوا اور اوس روز نہ روزہ رکھا تو اوسکو وصیت جمیع مہینے کی لازم ہے یہی مذہب صحیح ہے اور محمد کہتے ہیں کہ جسقدر فوت ہوا ہے اوسیقدر کی وصیت لازم ہے

جیسا قضاء رمضان میں وقد بسطہ الشامی کالصبی اذا ادرک ذلک ومات قبل تمام الشہر لزمہ الوصیۃ بالجمیع بالاجماع کما فی الجنازیۃ بخلاف القضاء فان سببہ ادراک العدۃ ۹ تو مانند تندرست کی کہ نذر کی مہینے کی اور مہینے کے تمام ہونے سے پہلے مرگیا اور اس اثناء میں روزہ نہیں رکہا تو اسکو وصیت جمیع مہینے کی لازم ہے بالاجماع جیسا جنازیہ میں ہے بخلاف قضاء رمضان کے کیونکہ سبب قضا کا ادراک اوسقدر مدت کا ہے ھ یعنی جس صورت میں کہ رمضان فوت ہو جاوے کسی عذر سے پہر بعض مدت کی اوسکو گنجایش ملی اور روزہ نہ رکہا تو اوسکو وصیت کرنی اوس مقدار کی کہ فوت کی ہے بالاتفاق لازم ہے صحیح مذہب پر بخلاف طحاوی کے کہ اوسنے کہا ہے کہ خلاف اس مسئلہ میں بھی جاری ہے کذا فی الحلبی فروع مسائل جزئیہ ہے شارح نے ملحق کئے قال واللہ اصوم لا صوم علیہ بل ان صام حنث کما سیجی فی الایمان ۹ یہ لفظ کہا کہ واللہ اصوم تو روزہ اوسکو لازم نہیں بلکہ اگر روزہ رکہیگا تو حانث ہوگا جیسا کتاب الایمان میں آویگا ھ اس جہت سے کہ مضارع مثبت جواب قسم میں نہیں واقع ہوتا مگر نون تاکید کے ساتھ اور نون تاکید مثال مذکور میں نہیں تو لا و نفی کا حذف اثناء مراد ہوا یعنے گو یا اوسنے واللہ لا اصوم کہا قالہ الحلبی لیکن علامہ مقدسی نے ذکر کیا کہ یہہ حکم سابق میں تہا قبل تغیر لغت کے اور اب تو عوام اثبات اور نفی میں صرف لفظ لا کے ہونے یا نہونے سے فرق کرتے ہیں پس یہہ مثل اصطلاح فارسی وغیرہ کے ہے قسم کے باب میں قالہ الشامی نذر صوم رجب فدخل وہو مریض افطر وقضی کرمضان ۹ نذر کی رجب کے روزہ کی پہر رجب آگیا اور یہہ مریض ہے تو افطار کرے اور قضا کرے مثل رمضان کی یعنی متصل یا منفصل کما فی الدرر وصوم الابد فضعف لاشتغالہ بالمعیشۃ افطر وکفر کما مر ۹ یا نذر کی ہمیشہ کے روزہ کی پہر ضعیف ہوگیا معیشت میں مشغولی کی جہت سے تو افطار کرے اور فدیہ دے جنانچہ مذکور ہوا یعنی شیخ فانی کے حکم میں کہ مثل فطرہ کے کہانا دیوے مراد یوم یقدم فلان فقدم بعد الاکل والزوال وحیضہا فقضی الثانی خلافا للثالث ۹ یا نذر کی کہ روزہ رکہونگا جسدن فلانا شخص آویگا سو آیا وہ کہانے کے بعد یا ضحوہ کبری کے بعد یا حیض آنیکے بعد تو قضا کرے ابو یوسف کے نزدیک بخلاف قول محمد ھ فتح القدیر اور نہر میں کہا کہ اگر بعد زوال کے آیا تو محمد کہتے ہیں کہ اوسپر کچہہ لازم نہیں اور سواے محمد کے اور کسی سے روایت نہیں ہے سرخسی نے کہا کہ اظہر یہہ ہی کہ دونو برابر ہیں یعنے آنا بعد الاکل اور آنا بعد الزوال پس شارح فرع ثانی میں اسی پر چلا ہے ولو قدم فی رمضان فلا قضاء اتفاقا ۹ اور اگر فلانا آیا ماہ رمضان میں تو قضا لازم نہیں بالاتفاق کیونکہ انجام کار نذر اوسکی رمضان پر واقع ہوئی اور جو شخص رمضان کی نذر کرے تو اوسپر کچہہ لازم نہیں ہوتا قالہ الحلبی ولو عنی بہ الیمین کفر فقط الا اذا قدم قبل نیتہ فنوی الصوم بتلک النیۃ ووقع عن رمضان اور اگر نیت کی الفاظ نذر سے یمین کی تو قسم کا کفارہ دیوے فقط مگر جبکہ وہ شخص آگیا نیت کرنے سے پہلے پس اوسنے نذر کی نیت کرلی تو نیت کی جہت سے نذر ادا ہوگئی اور روزہ رمضان کا واقع ہوا ھ اس مسئلہ کے بیان میں اختصار مخل واقع ہوا ہے نہر کے اتباع سے اور اصل مسئلہ فتح وغیرہ میں اسطرح مذکور ہے کہ اگر کہا کہ مجہپر خدا کیواسطے روزہ اوس روز کا لازم ہے جسروز فلان شخص آوے اللہ تعالی کے شکر کے لئے اور اس قول سے یمین کا ارادہ کیا پہر وہ شخص رمضان کے دنمین آیا تو اسپر کفارہ یمین ہوگا اور قضا نہو گی کیونکہ قسم پوری ہونیکی شرط پائی گئی یعنی روزہ بہ نیت شکر اور اگر آیا نیت کرنے سے پہلے پہر اس روزہ میں صوم شکر کی نیت کی نہ رمضان کی تو قسم پوری ہوئی نیت کی جہت سے اور یہہ روزہ رمضان کیواسطے بہی کافی ہے قضا لازم نہیں اور اسی سے مصنف کا کلام واضح ہو جاتا ہے قالہ الشامی ولو نذر شہرا لزمہ کاملا اور اگر نذر کی ایک مہینے کی تو لازم ہونگے پورے مہینے کے روزے ھ اور جسروز چاہے شروع کرے عدد کے اعتبار سے نہ ہلال سے اور اگر معین مہینے کی نذر کی تو چاند کے اعتبار سے متصور ہوگا کذا فی الفتح او الشہر فبقیتہ ۹ یا نذر کی اس معین مہینے کی تو باقی رہا ہوا لازم ہوگا ھ اسواسطے کہ اسکو معرف باللام ذکر کیا ہے تو جو حاضر ہونے کی جہت سے معہود ہے وہی مراد ہوگا اور اگر تمام مہینے کی نیت کرے تو اوسکی نیت پر رہیگا کیونکہ کلام اسکو بہی محتمل ہے فتح عن التجنیس او جمعۃ فالاسبوع الا ان ینوی الیوم ۹ یا نذر کی جمعہ کی تو پورا ہفتہ لازم ہوگا مگر یہہ کہ نیت کرے خاص روز جمعہ کی ولو نذر صوم یوم السبت ثمانیۃ ایام صام سبتین ولو قال سبعۃ اسبتۃ صح الفرق ان السبت لا یتکرر فی السبعۃ فحمل علی العدد خلافا للثانی اور اگر نذر کی

آٹھہ ایام کی شنبہ کے روزہ کی تو دو روزہ رکھی شنبہ کے دن اور اگر نذر کی سات دن کی شنبہ کے روزہ کی تو روزہ رکھی سات شنبہ اور دو نو صور تو نمین فرق یہہ ہی کہ شنبہ کا روز سات روز مین دو بار نہین آتا اسلئی دوسری صورت مین سات دن پر محمول ہوا بخلاف اول صورت کے م یعنی آٹھہ روز مین دو بار شنبہ مکرر ہو سکتا ہی تو عدد مذکور مین جو مکرر ہو سکتا ہی وہی مراد ہوا گویا یون کہا الشبت الکائن فی ثمانیۃ ایام یعنے وہ روز شنبہ کہ آٹھہ روز مین واقع ہی اور وہ دو ہین کذا فی المنح اور مخفی نہین ہی کہ یہہ اوسوقت ہی کہ نذر والیکی نیت معلوم نہو نہین تو جیسی نیت ہوگی وہی لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراہم والشمع والزیت ونحوہا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع باطل وحرام اورجان تو کہ نذر جو عوام کیطرف سے مُردون کے لئی واقع ہوتی ہے اور جو کچھہ لیا جاتا ہی پیسا اور موم اور تیل وغیرہ اولیاء کرام کی قبر پر تاکہ اولیا کا تقرب حاصل ہو سو یہہ سب بالاتفاق باطل اور حرام ہی م اسکا بطلان کئی وجہ سے ہی منجملہ اونکے ایک یہہ ہی کہ یہہ نذر ہی مخلوق کیواسطی اور نذر مخلوق کیلئی جائز نہین کیونکہ یہہ عبادت ہی اور عبادت مخلوق کی نہین ہوتی دوسری وجہ یہہ کہ جسکی نذر کی ہی وہ مُردہ ہی اور مُردہ مالک نہین ہوتا تیسری یہہ کہ نذر والا گمان کرتا ہی کہ مردہ امور مین تصرف کرتا ہی سوا خدا تعالی کے اور اسکا یہہ اعتقاد کفر ہی ہان اگر یون کہی کہ یا اللہ مین تیری لئی نذر کرتا ہون کہ اگر تو میری مریض کو شفا دے یا میری غائب کو میری طرف پھیر دے یا میری حاجت روا کر دے تو مین اُن فقیرونکو کھانا کھلاؤن جو دروازہ پر فلانے سید یا امام کے ہین یا اونکی مسجد کے لئی فرش یا تیل خریدون یا اونکی مسجد کے خدمت گزارون کو اتنا روپیہ دون یا اور سوا اسکی جسمین نفع فقیرونکا ہو اور نذر خاص خدا تعالی کے لئی ہو اور ذکر اُس بزرگ کا صرف اسلئی ہو کہ رباط مین یا مسجد مین جو لوگ مستحق مقیم ہین وہ مصرف نذر کا ہین پس اس اعتبار سے نذر جائز ہوگی اور اسکا صرف کرنا کسی منصب والے یا سید یا ذی نسب یا عالم پر جائز نہین ہی جبتک کہ محتاج نہو اور شرع مین ثابت نہین کہ اغنیا کو نذر کا دینا جائز ہو کیونکہ مخلوق کے لئی نذر کرنی بالاجماع حرام ہی یہہ نذر نہ منعقد ہوتی ہی اور نہ ذمہ پر لازم ہوتی ہی اور اس وجہ سے کہ وہ حرام محض ہی اُس بزرگ کے خادم کو اسکا لینا جائز نہین مگر یہہ کہ خود فقیر ہو یا اوسکی عیال فقرا عاجز ہون تو اوسکو بطور صدقہ ابتدائی کے لے سکتا ہی اور اسکا لینا بھی مکروہ ہے جبتک نذر کرنیوالیکا قصد تقرب الی اللہ اور صرف فقرا کیطرف نہو اور اُس بزرگ سے بالکل قطع نظر نکرلے کذا فی البحر ملخصا عن شرح العلامۃ قاسم مالم یقصد واصرفہا لفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولاسیما فی ہذہ الاعصار وقد بسطہ العلامۃ قاسم فی شرح درر البحار یعنی نذر مذکور جو عوام سے واقع ہوتی ہی اور جو دراہم وغیرہ لئی جاتے ہین حرام ہین جبتک کہ قصد نکرے اونکی صرف کا فقراء کے لئی اور اسمین لوگ مبتلی ہین خاصکر ان ایام مین اور اسکو علامہ قاسم نے شرح درر البحار مین بسط سے بیان کیا ہے م یعنی اسطرح نذر ہو سکتی ہی کہ صیغہ نذر کا خدا تعالی کے لئی ہو اور اسکو تقرب اور شیخ کے ذکر سے اوسکی فقراء مراد ہون اور نہین مخفی ہی کہ اگر شخص کو اسکا صرف غیر کیطرف بھی جائز ہی جیسا پہلے مذکور ہو چکا اور یہہ بھی ضرور ہی کہ نذر اس قسم کی ہو جسکا نذر کرنا صحیح ہی جیسے دراہم صدقہ کے لئی یا مثل اوسکی لیکن جب نذر کری تیل کو چراغون کی لئی قبر پر یا مینارونمین جیسے ہوتے ہین حضرت سید عبد القادر جیلانی کی تیل نذر کیا کرتی ہین اور مشرقی مینارونمین اوسکو روشن کرتی ہین سو یہہ باطل ہی اور اس سے زیادہ قبیح ہی نذر کرنا مولد کے پڑھنی کا مناروں مین کہ اوسمین راگ اور لعب ہی اور اسکا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا جاتا ہی قال الشامی ولقد قال الامام محمد لو کان العوام عبیدی لاعتقتہم واسقطت ولائی وذلک لانہم لا یہتدون فالکل بہم یتعیرون اور امام محمد نے کہا ہی کہ اگر عوام میری غلام ہوتے تو مین اونکو آزاد کر دیتا اور اپنی ولاء ساقط کر دیتا اور یہہ اس وجہ سے کہ عوام ہدایت پر نہین ہوتے پس سب لوگ انکی اونسے عار ہی م ولا کے ساقط کرنیسے یہہ مراد کہ اونسے موا خذہ بالکل نکرتا ورنہ ولا ساقط کرنے سے ساقط نہین ہوتی جیسے نسب نہین ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی

باب الاعتکاف

یہہ باب ہی اعتکاف کے احکام مین وجہ المناسبۃ الی التاخیر اشتراط الصوم فی

نیضمه والطلب الاکد فی العشر الاخیر وجہ مناسبت اعتکاف کی رمضان کے ساتھہ اور وجہ تاخیر اعتکاف کی شرط ہونا صوم کا ہی بعض
اقسام اعتکاف مین اور طلب موکد عشرہ اخیر مین هم یعنی اعتکاف واجب مین صوم شرط هی اور شرط مشروط سی مقدم ہوتی هی اسلئی رمضان کو
مقدم کیا اور اخیر عشرہ رمضان مین اعتکاف کی تاکید هی اور روزہ اسی پر ختم هے تو مناسب ہوا کہ کتاب الصوم کے ختم مین مسائل اعتکاف کو
ہون قالہ الشامی هو لغۃ اللبث وشرعا لبث بفتح اللام وتضم المدۃ ذکر لو ممیزا فی مسجد جماعۃ لغت مین اعتکاف کے معنی ٹھہرنا یعنے
کسی مقام مین ہوا اور اپنی نفس کو حبس کرنا اور لبث بفتح لام هی اور ضمہ بھی جائز هی اور شرع مین ٹھہرنا مذکر کا ہی گو لڑکا عاقل ہی ہو مسجد جماعت
مین هم بلوغ اسمین شرط نہین هی جیسا بحر مین هی اور یہہ حکم غلام کو بھی شامل هے کہ اوسکا اعتکاف بھی مولی کی اجازت سی صحیح هے اور مذکر
کی قید لگائی گو اعتکاف عورت کا بھی مسجد مین متحقق هی اس لحاظ سی کہ بیان تعریف اعتکاف مطلوب کی مقصود هی اور اعتکاف عورت کا مسجد
مین مکروہ هے جیسا آگے مذکور ہوگا قالہ الشامی وهو ما لہ امام ومؤذن اُدیت فیہ الخمس او لا مسجد جماعت وہ ہی کہ اوسکی لئی امام اور مؤذن
ہون خواہ نماز پنجگانہ لوگ اوسمین پڑھتے ہون یا نہین وعن الامام اشتراط اداء الخمس فیہ وصححہ بعضہم اور ایک روایت امام صاحب سی یہہ
هے کہ نماز پنجگانہ کا ادا ہونا مسجد اعتکاف مین شرط هی اور بعض فقہانے اسکی تصحیح کی ہی هم بحر مین ابن ہمام سے اسکی تصحیح نقل کی هی وقالا یصح
فی کل مسجد وصححہ السروجی اور صاحبین نے کہا ہی کہ اعتکاف صحیح هے ہر مسجد مین اور اسکی تصحیح کی هی سروجی نے اور یہی اختیار کیا هی طحاوی نے
واما الجامع فیصح فیہ مطلقا اتفاقا اور جامع مسجد مین تو صحیح هی مطلقا یعنی نماز پنجگانہ ہوتی ہو یا نہوتی ہو بالاتفاق هم یہہ جو مذکور ہوا
بیان صحت کا ہی نہر مین اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ اعتکاف مسجد الحرام مین افضل هی پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مین پہر بیت المقدس
مین پہر جامع مسجد مین اگر ملسکے اوسمین جماعت ہوتی ہو اور اگر جماعت نہوتی ہو تو اپنے محلہ کی مسجد افضل ہی تا کہ اوسکو نکلنے کی حاجت نہو پہر جسمین
نمازی زیادہ ہون قالہ الشامی اولبثت امرأۃ فی مسجد بیتہا یا ٹھہرنا عورت کا ہی اپنے گہر کی مسجد مین هم مسجد البیت سی مراد وہ جو عورت کو اوس
مسکو گہر کے اندر ایک جگہہ نماز کے لئی بنا لینی مندوب هی جیسا بزازیہ مین هی کذا فی النهر اور اس سی معلوم ہوا کہ مردو نکو بھی تخصیص کسی موضع کی گہر مین
نوافل کے لئی مستحب هی اور فرض اور اعتکاف تو مسجد ونین ہوتا هی چنانچہ ظاہر هے قال الشامی ویکرہ فی المسجد اور اعتکاف عورتکو مسجد مین
مکروہ هے هم یعنی تنزیہی جیسا نہایہ سی ظاہراً معلوم ہوتا ہی کذا فی النهر اور بدائع مین تصریح کی ہی کہ افضل نہین ولا یصح فی غیر موضع صلاتہا
من بیتہا کما اذا لم یکن فیہ مسجد اور نہین صحیح هی عورت کا اعتکاف سوای موضع مقرری کے گہر کے اندر جیسا نہین صحیح هی جب گہر مین مسجد نہو
هم اور اگر وقت اعتکاف کے کسی موضع کو اسکام کیواسطی مقرر کرلے تو چاہیئی کہ جائز هو قالہ الشامی وهل یصح من الخنثی فی بیتہ لم اَرَہٗ
والظاهر لا لاحتمال ذکورتہ اور کیا اعتکاف خنثی کا صحیح هے اوسکے گہر مین مین نے اس مسئلہ کو نہین دیکہا اور ظاہر یہہ هی کہ نہین صحیح هے کیونکہ
خنثی مین احتمال مذکر ہونیکا ہی هم نفی خنثی باعتبار مونث ہونیکے مقتضی هی کہ اسکا اعتکاف گہر مین مع الکراہت جائز ہو اور باعتبار مذکر ہونیکے
اسکا چاہتا ہی کہ کسیوجہ درست نہو قالہ الحلبی بنیۃ فاللبث هو الرکن والکون فی المسجد والنیۃ من مسلم عاقل طاهر من جنابۃ وحیض ونفاس
شرطان یعنی اعتکاف ٹہرنا ہی بشرط نیت کے تو ٹہرنا رکن هی اور مسجد مین ہونا اور نیت مسلمان عاقل کی کہ طاہر ہو جنابت اور حیض اور نفاس سے یہہ
دونو شرطین ہین هم بدائع مین طہارت جنابت اور حیض اور نفاس سی شرط اعتکاف کی ٹہرائی هی نہر مین کہا کہ یون چاہیئی کہ اشتراط طہارت کا
حیض ونفاس سے اعتکاف مین مبنی ہو اشتراط صوم پر نفلی اعتکاف مین اور جس روایت مین صوم شرط نہین تو یہہ چاہیئے کہ صرف حلت کی شرط ہو
جیسی طہارت جنابت سی اور مین نے نہین دیکہا کہ کسی نے اسکا تعرض کیا ہو اور حاصل یہہ ہے کہ طہارت ان تینون سی شرط هی حلت کی اور طہارت
حیض ونفاس سی شرط صحت کی بھی هی اعتکاف منذور مین اور ایسی هی نفل مین بنا بر اس روایت کے جسمین صوم شرط هی بخلاف جنابت کے
کہ جنابت کے ساتھہ صوم ممکن هی قالہ الشامی وهو ثلثۃ اقسام واجب بالنذر بلسانہ وبالشروع وبالتعلیق ذکرہ ابن الکمال اما اعتکاف عشر

شرع مے ایک واجب ہی بسبب نذر کرنیکے اپنی زبان سی اور بسبب شروع کرنیکے اور بسبب شرط کرنیکے ذکر کیا ہے اسکو ابن کمال نے
اور زبان کی قید اسلیے لگائی کہ واجب کرنے مین صرف نیت کافی نہین کذا فے المنح اور شروع کرنے سے واجب ہونا قول ضعیف پر
متفرع ہے یعنی جسمین نفل اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہی اور مذہب صحیح یہہ ہے کہ اعتکاف نفل کے لئے کم سے کم زمانہ ایکساعت ہی تو تمام
دن نفل کرنیکے بموجب شروع کرنے سے واجب نہوگا اور بالتعلیق عطف ہی بالنذر پر اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ نذر اور چیز ہی اور
تعلیق دوسری چیز کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ ایکدوسرے کے غیر ہوتے ہین حالانکہ تعلیق بھی نذر ہی سے ہے تو شارح کو مناسب تھا
یون کہنا واجب بالنذر منجزا او معلقا یعنی واجب ہوتا ہی نذر سے خواہ نذر بدون شرط کے ہو یا کسی شرط پر مشروط ہو جیسا بحر مین
۸۱ امداد مین ہے قالہ الطحطاوی وسنۃ مؤکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان قسم دوم سنت مؤکدہ ہی رمضان کے اخیر عشرہ مین سے
سنۃ کفایۃ کما فی البرھان یعنے سنت کفایہ ہی کہ بعض کے کر لینے سے اور ونکے ذمہ سے ساقط ہوگا جیسا برہان مین ہے م
اسکی نظیر جماعت سی تراویح کا پڑہنا ہے کہ اگر بعض لوگ اوسکو پڑہین تو باقیون سے ساقط ہو جاتی ہین لیکن باقی اشخاص بعذر ترک پر مواظبت
کرین تو گنہگار نہونگے اور اگر سنت ہر ایک شخص پر ہوتین تو ترک کرنا سنت مؤکدہ کا گناہ ہوتا جو ترک واجب کی نسبت کم ہی کذا فی الشامی
لاقترانہا بعدم الانکار علی من لم یفعلہ من الصحابۃ کیونکہ صحابہ مین سی جس شخص نے اسکو ادا نہین کیا تو حضرت نے اوسپر انکار نہین کیا
اور نہین تو کام م یہہ جواب ہی اوسکا جو ہدایہ کے قول پر کسی نے اعتراض کیا ہی ہدایہ کا قول یہہ ہی کہ صحیح یہہ ہی کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہی
کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر اخیر عشرہ رمضان مین مواظبت کی ہی اور مواظبت دلیل ہی سنت ہونے کی اعتراض کی تقریر یہہ
ہے کہ مواظبت بغیر ترک کے دلیل ہے وجوب کی تو واجب کہنا چاہئے نہ سنت مؤکدہ اسکا جواب یہہ ہی کہ حضرت نے تارک پر انکار نہین کیا اگر واجب
ہوتا تو ضرور فرماتے کذا فی الشامی ومستحب فی غیرہ من الازمنۃ ہو بمعنی غیر المؤکدۃ تیسری قسم اعتکاف مستحب ہی جو اسکے سوا اور زمانون
مین ہو اور مستحب یعنی سنت غیر مؤکدہ کے ہی وشرط الصوم لصحۃ الاول اتفاقا فقط علی المذہب اور شرط کیا گیا ہی روزہ واسطے صحت قسم
اول یعنی واجب کے فقط بالاتفاق بنا بر مذہب صحیح کے م علی المذہب فقط کے ساتھہ علاقہ رکہتا ہی اور یہی روایت ہی اصل کی اور
اسکو مقابل روایت حسن کی ہی کہ نفل اعتکاف مین بھی شرط ہی اور یہہ مبنی ہی اختلاف پر اسبات مین کہ نفل مین تقیید بقدر یوم کی
ہے یا نہین پس اصل کی روایت پر یوم کی قید و تقدیر نہین ہے اسلئے روزہ بھی شرط نہین اور جس روایت مین یوم کی قید ہی تو اسکے
حسن کی روایت مین تو اوسمین صوم شرط ہے جیسا بدائع وغیرہ مین ہی مین کہتا ہون کہ اسکا مقتضا یہہ ہی کہ اعتکاف مسنون مین بھی
صوم شرط ہو کیونکہ وہ رمضان کے عشرہ اخیرہ مین ہوتا ہی یہانتک کہ اگر اعتکاف کرے بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سی تو چاہیئے کہ
سنت نہ شمار کیا جاوے بلکہ نفل ہو اور اس سے سنت کفایہ کی بجا آوری حاصل نہو قالہ الشامی وبسطہ فلو نذر اعتکاف لیلۃ لم یصح
وان نوی معہا الیوم لعدم محلیتہا للصوم اما لو نوی بہا الیوم صح والفرق لا یخفی پس اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی تو نہین صحیح ہی اگرچہ
اوسکے ساتھہ دن کی نیت بھی کر لے کیونکہ رات محل صوم کا نہین ہی لیکن اگر رات بولے اور یوم ارادہ کرے تو درست ہی اور فرق مخفی نہین ہے
م فرق یہہ ہے کہ پہلی صورت مین یوم کو تابع رات کے کیا ہی اور جب متبوع مین نذر نادرست ہوئی تو تابع مین بھی نادرست ہوئی اور دوسری
صورت مین لیلۃ بولا اور یوم مراد لیا یعنی مجاز مرسل دو مرتبہ کا اسطرح کہ پہلے مقید کو یعنی لیلۃ کو مطلق زمانہ مین استعمال کیا پہر اوس مطلق کو
مقید مین استعمال کیا پس یوم مقصود ہوا قالہ الحلبی مین کہتا ہون کہ یہہ فرع مشکل ہی کیونکہ اطلاق نہار کا مطلق زمانہ پر جائز ہی نہ لیل کا اطلاق
اور اگر اسطرح بولنا اطلاق و تقیید کے علاقہ سے جائز کیا جاوے تو چاہیئے کہ اطلاق آسمان کا زمین پر یا درخت خرما کا کسی چیز طویل پر
کے سوا جائز ہو حالانکہ کتب اصول مین اسکے خلاف کی تصریح کی ہی قالہ الشامی بخلاف ما لو قال لله علی ان اعتکف لیلا و نہارا فانہ یصح

ان لم یکن اللیل محلاً للصوم لانه یدخل اللیل تبعاً بخلاف اسکے کہ کہا اپنی نذر مین رات اور دن کو یہہ نذر درست ہی اگرچہ رات محل صوم
نہین ہی کیونکہ رات بالتبع داخل ہے واعلم ان الشرط فی الصوم مراعاة وجوده لا ایجاده للمشروط قصداً اور واضح ہو کہ صوم
مین شرط ہے لحاظ روزہ کے موجود ہونیکا نہ قصداً رکہنا معتکف کا صوم کو واسطے اعتکاف مشروط کے ہم یعنی اعتکاف مین روزہ
کا موجود و ضروری ہے نہ ایجاد بہ نیت اعتکاف جیسا وضو وجود نماز کے لئے شرط ہی نہ یہہ کہ قصداً نماز کے لئے وضو کیا ہو فلو نذر
اعتکاف شہر رمضان لزمه واجزأه صوم رمضان عن صوم الاعتکاف پس اگر ماہ رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو اعتکاف لازم
ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی جگہہ کافی ہوگا لکن قالوا لو صام تطوعاً ثم نذر اعتکاف ذلک الیوم لم یصح لانعقاده من
اوله تطوعاً فتعذر جعله واجباً لیکن فقہانے کہا ہی کہ اگر نفل روزہ رکہا پھر اُس روز کے اعتکاف کی نذر کی تو صحیح نہوگی کیونکہ روزہ
شروع مین نفل تہا پھر اوسکو واجب کرنا متعذر ہی اور یہہ بھی وجہ ہی کہ دن بہر کا اعتکاف پورا نہوا جو اعتکاف واجب کی اقل مقدار
مقررہ ہی کذا فی الشامی و ان لم یعتکف رمضان المعین قضی شہراً غیرہ بصوم مقصود اور اگر اُس رمضان کا اعتکاف نکیا تو قضا کرے
کسی دوسرے مہینے مین ساتہہ صوم مقصود کے ہم یعنی پیہم کیونکہ اوسنے التزام کیا تہا اعتکاف معین مہینے مین اور وہ فوت ہوگیا تو اسکی
قضا بہی پیاپے ہوگی جیسا اگر واجب کیا اپنے ذمہ اعتکاف رجب کا اور اُسمین اعتکاف نکیا کذا فی البدائع لعود شرطه الی الکمال
الاصلی تو اسطے رجوع کرنے شرط اعتکاف یعنی صوم کے طرف کمال اصلی کی ہم یعنی نذر کی جہت سے صوم مقصود اولا لازم ہوا تہا لیکن
بسبب شرف رمضان کے ساقط ہوگیا تہا جب رمضان گذر گیا اور اوسنے اعتکاف نکیا تو وہ نذر بمنزلہ اُس نذر کے ہوئی جسمین وقت
کی قید نہو تو اوسکی شرط نے کمال کیطرف رجوع کیا کہ اعتکاف واجب ہوا ساتہہ صوم مقصود و علیحدہ کے بسبب زائل ہونے مانع
یعنی رمضان کے قاله الشامی فلم یجز فی رمضان اخر ولا فی واجب سوی قضاء رمضان الاول لانه خلف عنه وتحقیقه فی الاصول
فی بحث الامر پس جائز نہوگا اعتکاف دوسرے رمضان مین نہ کسی دوسرے واجب صوم مین سوای قضاء رمضان اول کے کیونکہ قضا
رمضان خلیفہ ہی اول کا یعنی ادای رمضان کا اور تحقیق اس مسئلہ کی اصول فقہ مین ہی امر کی بحث مین واقله نفلاً ساعة من لیل
او نهار عند محمد وهو ظاهر الروایة عن الامام لبناء النفل علی المسامحة وبه یفتی اور اقل مدت اعتکاف نفل کی ایکساعت ہی رات کی یا
دن کی نزدیک امام محمد کے اور یہی ظاہر الروایت ہے امام صاحب سے واسطے مبنی ہونے نفل کے سہولت پر اور اسی پر فتوی ہی یعنی نفل
مین آسانی کی جہت سے وہ باتین جائز ہین کہ فرض و واجب مین نہین ہوتین مثلاً نماز نفل بیٹھکر پڑہنا باوجود قدرت قیام کے کذا فی الطحطاوی
والساعة فی عرف الفقهاء جزء من الزمان لا جزء من اربعة وعشرین کما یقوله المنجمون کذا فی غرر الاذکار وغیره اور ساعت فقہا کی
اصطلاح مین ایک ادنی جزو ہی زمانہ کا نہ چوبیسوان حصہ شب روز کا جو منجمونکی اصطلاح ہی چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ مین مذکور ہی فلو شرع
فی نفله ثم قطعه لا یلزمه قضاؤه لانه لا یشترط له الصوم علی الظاهر من المذهب پس اگر شروع کیا نفل اعتکاف مین پہر توڑدیا تو نہین
لازم ہی قضا اوسکی کیونکہ صوم شرط نہین ہی اعتکاف نفل کے لئے بنابر ظاہر مذہب کے وما فی بعض المعتبرات انه یلزم بالشروع مفرع علی الضعیف
فلا اعتکاف بغیر صوم ابدا ره اور وہ جو بعض معتبر کتابون مین ہے جیسے بدائع کہ اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوتا ہی سو متفرع ہی ضعیف روایت پر
ذکر کیا اوسکو مصنف نے اور اوسکے غیر نے ہم یعنی جسمین کہ تقدیر مقرر ہی جسمین یہہ ہی کہ اعتکاف کی اقل مدت ایک یوم ہی قاله الشامی
وحرم علیه ای علی المعتکف اعتکافاً واجباً اما النفل فله الخروج لانه منه لا مبطل کما مر اور حرام ہی مسجد سے نکلنا اُس معتکف کو کہ جسنے اعتکاف
واجب کر رہا ہی لیکن نفل مین اُسکو خروج جائز ہی اسواسطے کہ خروج اعتکاف کو ختم کرنیوالا ہی نفل والیکے حق مین نہ باطل کرنیوالا جیسا کہ
ہوا کہ نفل اعتکاف کی کم سے کم ساعت ہی ہم اعتکاف واجب مین نکلنا حرام اسواسطے ہوا کہ سبب ابطال ہی عمل کا اور ابطال عمل کا جائز نہیں ہے

ے ولا تبطلوا اعمالکم یعنی اقدر باطل کرو اپنی عملوں کو المحرم الخروج الا لحاجة الانسان طبیعیة کبول وغائط او شرعیة و غسل لو احتلم لانه لا یمکنه الاعتکاف
فی المسجد کذا فی النهر حرام ہے معتکف کو خروج مسجد سے مگر واسطے حاجت انسانی کے حاجت یا طبعی ہو جیسے بول و براز اور غسل اگر احتلام ہو جاے
اور مسجد مین غسل کرنا ممکن نہو کذا فی النهر پس اگر ممکن ہو اسطرح کہ مسجد ملوث نہو تو مضائقہ نہین اور اگر مستعمل پانی سے مسجد ملوث ہو تو غسل
سے منع کیا جاوے کیونکہ لطافت اور صفائی مسجد کی واجب ہے کذا فی البدائع او شرعیة کعید واذان لو مؤذنا و باب المنارة خارج المسجد والجمعة
وقت الزوال یا حاجت شرعی ہو جیسے عید اور اذان اگر معتکف موذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو اور واسطے جمعہ کے وقت زوال
کے ہم اذان کے لئے موذن کی قید قول ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ موذن اور غیر موذن مین فرق نہین جیسا بحر اور امداد مین ہے اور
بحر مین کہا ہے کہ چڑھنا اسجگہ پر جہان اذان دیجاتی ہے مفسد نہین ہے اگر دروازہ اسکا مسجد مین ہے اور جو مسجد سے باہر ہے تب بھی
یہی حکم ہے ظاہر الروایت مین انتہی مین کہتا ہون کہ بدائع سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ اذان بہی شرط نہین ہے کیونکہ اوسنے کہا ہے کہ اگر
منارہ پر چڑھا تو اعتکاف فاسد نہوا بلا خلاف اگرچہ دروازہ منارہ کا مسجد سے باہر ہو کیونکہ منارہ مسجد مین ہے اسواسطے کہ جو چیز مسجد
مین ممنوع ہے وہ منارہ مین بھی ممنوع ہے مثل بول وغیرہ کے پس مشابہ ہوا مسجد کے گوشہ کو انتہی لیکن جس صورت مین کہ دروازہ خارج
ہو اسکو مقید کرنا چاہیئے کہ نکلے اذان کے لئی کیونکہ منارہ گو داخل مسجد ہے لیکن مسجد سے نکلکر جو دروازہ منارہ تک جاویگا وہ نکلنا بغیر
ضرورت ہے اور اس تقدیر پر کلام شارح کا ضعیف مذہب پر متفرع نہین اور جملہ و باب المنارة الخ حال ہے موذن سے جسکا مفہوم مخالف معتبر ہے
قاله الشامی ومن بعد منزله ای معتکفه خرج فی وقت یدرکها مع سنتها یحکم فی ذلک رایه اور جو شخص کہ مسجد اعتکاف اوسکی دور ہو یعنی
جامع مسجد سے تو نکلے ایسے وقت کہ جمعہ کو مع اوسکی سنتون کے پاوے اسباب مین اپنی رای کو حکم کرے ہم یعنی مع خطبہ کے پاوے جیسا
بدائع مین ہے مگر اوسکو ذکر نہین کیا کیونکہ سنتین پہلے خطبہ کے ہوتی ہین قاله الشامی ویستن بعدها اربعا او ستا علی الخلاف اور سنتین
پڑھے بعد جمعہ کے چار یا چہ بنا بر خلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے یعنی امام کے نزدیک چار اور صاحبین کے نزدیک چہ کذا
فی البدائع ولو مکث اکثر لم یفسد لانه محل له وکره تنزیها لمخالفة ما التزمه بلا ضرورة اور اگر جامع مسجد مین زیادہ ٹھہرا یعنی جیسے اکثر رات
دن یا اعتکاف وہان ہی تمام کیا کذا فی السراج تو فاسد نہوگا کیونکہ جامع مسجد محل اعتکاف ہے لیکن ٹھہرنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ جو التزام
کیا تہا اوسکی مخالفت کی بغیر ضرورت ہم اور اسمین اشارہ ہے کہ جامع مسجد مین ٹھہرنا اور گھر مین ٹھہرنا جب حاجت کے لئی جاوے ان دونو
مین فرق ہے کہ گھر مین ٹھہرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور بدائع مین مذکور ہے کہ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کیا گیا ہے یعنی رخصت عیادت مریض اور صلوة جنازہ کے باب مین پس ابو یوسف نے کہا ہے کہ محمول ہے اعتکاف نفل پر اور ممکن ہے کہ رخصت
محمول ہو اوس صورت پر کہ نکلے کسی حاجت کے لئی یا جمعہ کے لئی اور راہ مین مریض کی عیادت کرلے اور جنازہ کی نماز پڑھلے بغیر اسکے کہ
قصد اوسکے واسطے نکلا ہو اور یہ جائز ہے انتہی اور اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی ضرورت کیواسطے نکل آیا تو ٹھہرنا اوسی صورتین مضر ہے کہ مسجد
مین ٹھہرنا وہ عیادت کیواسطے نہو قاله الشامی فلو خرج ولو ناسیا ساعة زمانیة لا رملیة کما مر بلا عذر فسد فیقضیه پس اگر نکلا معتکف
گو بھولے سے ایکساعت یعنی ایک جزو زمانہ کا ساعت رملی جیسا پہلے مذکور ہوا بغیر عذر کے تو اعتکاف فاسد ہو گیا پس اوسکی قضا کرے ہم یعنی
اعتکاف واجب بالنذر ہو اور تطوع کو اگر یوم کے تمام ہونے سے پہلے قطع کیا تو نہین قضا ہے مگر موافق روایت حسن کے چنانچہ مذکور ہو چکا اور
قضا کرے اعتکاف منذور کو مع صوم کے اتنی بات ہے کہ اگر مہینا معین ہے تو قضا بقدر فساد کے ہوگی ورنہ استیناف کرے کیونکہ اعتکاف
لازم ہوتا ہے پے در پے اور فرق نہین ہے اگر فساد صنع عبد سے ہو بدون عذر کے جیسے جماع یا عذر سے ہو جیسا مرض کیوجہ سے نکل آنا یا
غیر صنع عبد کے ہو جیسے حیض و نفاس و جنون و بیہوشی اور اوسکا حکم یہ ہے کہ جب اتنے وقت سے فرصت ہو جاوے تو اگر بعض

فوت ہوا ہے تو اوسیقدر قضا کرے فقط اور استیناف واجب نہین اور اگر کل فوت ہو وے تو کل کی قضا کرے پہیم پس اگر قادر ہوا اور قضا کی یہانتک کہ مر گیا
تو وصیت کرے ہر روز کے لئے مسکین کا طعام اور اگر بعض پر قادر ہوا تب بھی یہی حکم ہے اگر وقت نذر کے صحیح و سالم ہو اور اگر وقت نذر کے تندرست
نہین تھا پھر اگر ایک روز بھی تندرست ہوگیا تو وہ اوسی خلاف پر ہے جو روزہ کے باب مین مذکور ہوا اور اگر ایکروز کو بھی تندرست نہین ہوا تو اوسپر
کچھ لازم نہین کذا فی البدائع لمنصہ الا اذا افسدہ بالردۃ مگر جبکہ فاسد کردیا اعتکاف مرتد ہوکر ہم اسواسطے کہ ارتداد ساقط کرتا ہے اوسکو جو
پہلے واجب ہوا تھا خواہ خدا تعالی کے ایجاب سے ہو یا بندہ کے اور نذر بندہ کے واجب کرنے سے ہے قالہ الشامی واعتبر اکثر النہار قالوا وہو
الاستحسان اور خروج مین صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہے علماء نے کہا ہے کہ یہی استحسان ہے ہم اسواسطے کہ خروج قلیل مین ضرورت ہے کذا
فی الہدایہ اور شارح نے اسکو بلفظ قالوا بیان کیا جس سے خلاف اور ضعف کیطرف اشعار ہو اسوجہ سے کہ کمال نے اوسمین بحث کی ہے قالہ الشامی
وبحث فیہ الکمال اور اسمین کمال نے بحث کی ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ مدار تخفیف کا ضرورت ہوتی ہے اور بیعذر نکلنے مین ضرورت نہین ہے پس اسکا استحسان
ہونا مسلم نہین ہے وان خرج بعذر یغلب وقوعہ وہو ما مر لا غیر لا یفسد واما ما لا یغلب کانجاء غریق وانہدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا
لکان النسیان اولی لعدم الفساد کما حققہ الکمال اور اگر نکلا کسی عذر سے جو غالب الوقوع ہے اور وہ سابقا مذکور ہو چکا یعنی طبعی یا شرعی نہ سوا اسکے
تو نہین فاسد ہوتا اور جو عذر غالب الوقوع نہین ہے جیسا ڈوبنے کو بچانا یا مسجد کا گرنا سو گناہ کو ساقط کرتا ہے نہ بطلان کو ورنہ نسیان کیصورت مین
بطریق اولے فاسد نہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہے خلافا لما فصلہ الزیلعی وغیرہ برخلاف اسکے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہے ہم زیلعی نے مفسدات
مین شمار کیا ہے نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو اور غریق کے بچانے کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جب نفیر عام ہو اور ادای شہادت کو بخلاف
اسکے کہ مسجد کے انہدام کی جہت سے کسی دوسری مسجد مین چلا گیا یا مسجد والے متفرق ہوگئے کہ اسمین صلوۃ خمسہ کی جماعت نملیگی یا ظالم نے بزور نکالدیا
یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہوا لکن فی النہر وغیرہ جعل عدم الفساد لانہدام وابطال جماعتہ واخراجہ کرہا استحسانا لیکن نہر وغیرہ مین ہے کہ اگر مسجد
گرجاوے یا جماعت باطل ہوجاوے یا کوئی شخص زبردستی نکالدے تو اعتکاف فاسد نہین ہوتا بدلیل استحسان ہم حاصل یہہ ہے کہ امام اعظم کا مذہب یہہ ہے کہ اعتکاف خروج
سے فاسد ہوجاتا ہے مگر بول و غائط اور جمعہ کی نماز کے لئے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل مین عدم فساد کو مستحسن جانا ہے اور شامی نے اسجگہ بسط کیا ہے
وفی التتارخانیۃ عن الحجۃ لو شرط وقت النذر ان یخرج لعیادۃ مریض وصلوۃ جنازۃ وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ در تتارخانیہ مین حجہ سے
نقل کیا ہے کہ اگر شرط کیا وقت نذر کے کہ نکلیگا مریض کی عیادت کے لئے اور نماز جنازہ کے لئے اور مجلس علم مین حاضر ہونیکے لئے تو جائز ہے یہہ یاد رہے ہم لفظ
شرط سے ایما ہے کہ صرف نیت پر اکتفا نہین حاصل یہہ کہ اسباب غالب الوقوع حکما مستثنے ہین اگرچہ شرط نکی ہوا اور جو غالب الوقوع نہین ہین تو وہ مستثنے
نہین ہین مگر جبکہ شرط کرلی قالہ الشامی وخص للمعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ اور مخصوص ہے معتکف ساتھہ کہانے اور پینے
اور سونے کے اور عقد کے جسکی ضرورت ہو خواہ اپنے لئے یا اپنے عیال کے لئے یعنی مسجد مین ہم ب داخل ہے مقصود علیہ پر یعنی معتکف منفرد ہے کہانے وغیرہ
پر مسجد مین اوسکو یہہ چیزین حلال نہین سوا مسجد کے یہہ معنی نہین کہ کہانا اور عقود وغیرہ معتکف کے سوا دوسرا مسجد مین نکرے کیونکہ عقد نکاح و رجعت غیر
معتکف کو بھی مسجد مین مکروہ نہین قالہ الشامی تبصرف فلو لتجارۃ کرہ پس اگر عقد تجارت کے لئے ہو تو مکروہ ہے ہم یعنی اگرچہ اسباب تجارت کا مسجد
مین نہ لایا جاوے اور اسیکو قاضیخان نے اختیار کیا ہے اور زیلعی نے ترجیح دی ہے کیونکہ وہ خدا تعالی کیطرف متوجہ ہے دنیا سے منقطع ہے اسلئے
امور دنیا کیطرف اشتغال نچاہیئے کذا فی البحر قالہ الشامی کبیع ونکاح ورجعۃ فلو خرج لاجلہا فسد لعدم الضرورۃ مانند بیع اور نکاح اور رجعت
کے اور رجعت کا عطف اکل پر ہے کیونکہ بیع پر عطف نہین ہوسکتا جب تک عقد مین اوسے تاویل نکرین کہ جس سے رجعت کو بھی شامل ہو کذا فی الشامی پس اگر نکلا انامور کے
لئے تو اعتکاف فاسد ہوگیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہ تھی ہم ظہیریہ مین ہے کہ نکلے بعد غروب کے کہانے پینے کے لئے اور یہہ محمول ہونا چاہیئے اسصورت پر
کہ اوسکے پاس کوئی آدمی ایسا نہو کہ کہانا پونہچا دے اسلئے کہ اسوقت یہہ نکلنا حوائج ضروریہ مین ہوگا مثل بول کے کذا فی البحر ذکرہ الطحطاوی لا لفعل

الملافیہم بحرلحضار مبیع فیہ اور مکروہ ہے حاضر کرنا مبیع کا مسجد مین یعنی مکروہ تحریمی کیونکہ کراہت تحریمی محل ہے فقہا کے مطلق رکھنے کا کذا فی البحر یعنے
جسجگہ مطلق مکروہ بولتے ہین وہان اُنکی مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے کما کرہ فیہ مبایعۃ غیر المعتکف مطلقاً للنہی جیسا مکروہ ہے مسجد مین بیع وشرا
غیر معتکف کے لئے مطلقاً یعنی اپنے نفس کیواسطے ہو یا عیال کے یا تجارت کو لئے مبیع حاضر ہو یا نہو بسبب نہی کے جو اسباب مین وارد ہے اور ترمذی
نے اُس حدیث کو حسن کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے بیع وشرا سے مسجد مین اور گمشدہ کی تلاش سے مسجد مین اور شعر پڑھنے
سے اور منع فرمایا حلقہ باندہ کر بیٹھنا نماز سے پہلے جمعہ کے روز کذا فی الفتح وکذا اکلہ ونومہ الا لغریب اشباہ اور اسیطرح مکروہ ہے غیر معتکف کو کہانا
اور سونا مسجد مین مگر مسافر کو کذا فی الاشباہ وقد قدمنا قبیل الوتر اور ہم اسکو بیان کر چکے ہین وتر سے کچھ پہلے لکن قال ابن کمال لا یکرہ
الاکل والشرب والنوم فیہ مطلقا ونحوہ فی المجتبی لیکن ابن کمال نے کہا ہے کہ نہین مکروہ ہے کہانا پینا سونا مسجد مین بالکل اور مثل اسکی مجتبی مین ہے
ابن کمال نے اسبیجابی سے نقل کیا ہے کہ غیر معتکف کو جائز ہے سونا مسجد مین مقیم ہو یا مسافر لیٹ کر یا تکیہ لگا کر پانو جانب قبلہ کی ہون یا کسی
اور طرف پس معتکف کو بالاولے جائز ہے انتہی اور معراج مین بہی اسکو نقل کیا ہے اور اس سے مطلقاً کی تفسیر واضح ہو جاتی ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ قول
کہ پانو قبلہ کیطرف ہون غیر مسلم ہے کیونکہ علمانے اسکی کراہت پر تصریح کی ہے اور شارح کے کلام کا مفاد ترجیح اس استدراک کی ہے اور ظاہر یہی ہے
کہ کہانا پینا بھی مثل نوم کے ہے جبکہ مسجد کو نہ روکے اور نہ ملوث کرے کیونکہ مسجد کی صفائی اور تنظیف واجب ہے لیکن وقایہ مین کہا ہے کہ معتکف کہاوے پیوے
اور سووے اور بیع وشرا کرے یہی مسجد مین نہ غیر معتکف اور ملا علی نے اوسکی شرح مین کہا ہے کہ غیر معتکف کچھ نہ کرے ان اشیاء مذکورہ مین سے مسجد مین اور
اسیکی مانند قہستانی مین ہے پہر مجتبے کی عبارت نقل کی ہے قالہ الشامی وتکرہ تحریماً صمت ان اعتقدہ قربۃ والا لحدیث من صمت نجا
اور مکروہ تحریمی ہے اعتکاف مین چپ رہنا اگر اوسکو عبادت جانتا ہے ورنہ مکروہ نہین کہ حدیث مین آیا ہے جو شخص چپ رہا نجات پائی ہے امام ابوحنیفہ
نے ابوہریرہؓ سے مسنداً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے صوم وصال سے اور صوم صمت سے کذا فی الفتح قالہ
الشامی ویجب ای الصمت کما فی غرر الاذکار عن شر الحدیث رحم اللہ امرأ تکلم فغنم او سکت فسلم اور چپ رہنا واجب ہے بری کلام سے کذا فی
غرر الاذکار واسطے مضمون اس حدیث کے خدا رحم کرے اُس شخص کو کہ بولے تو غنیمت حاصل کرے اور چپ رہے تو سلامت رہے ہم یجب کہا یحرم
نہین کہا تاکہ شامل ہو واجب کو بھی کیونکہ کلام کبھی حرام ہوتی ہے جیسے غیبت مثلاً اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے بری شعر پڑھنا یا ذکر اللہ کرنا چیز کی
بڑائی کیواسطے پس چپکا رہنا اول قسم سے فرض ہے اور دوسری قسم سے واجب قالہ الشامی وتکلم الا بخیر وہو ما لا اثم فیہ اور مکروہ ہے اعتکاف مین بولنا مگر بھلی بات اور خیر وہ
ہے کہ جسمین گناہ نہو ومنہ المباح عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا وہو محمل ما فی الفتح انہ مکروہ فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب
کالحقفۃ فی النہر اور جس کلام مین گناہ نہین اوسمین داخل ہے کلام مباح جب اوسکی طرف حاجت ہو نہ وقت عدم حاجت کے (یعنی امور دنیاوی
مین کلام کرنا جسوقت اوسمین قصد تقرب کا نہو ورنہ اوسمین ثواب ہے کذا فی الشامی اور یہی مخصص ہے دوسرے کلام کرنا محل ہے فتح القدیر کی عبارت کا کہ
کلام کرنا مسجد مین مکروہ ہے حسنات کو اسطرح کہاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو چنانچہ نہر مین اسکو محقق کیا ہے ہم مسجد مین کلام مکروہ اُسوقت ہے کہ کلام کے
لئے مسجد مین بیٹھے جیسا ظہیریہ مین قید لگائی ہے ذکرہ فی البحر اور معراج مین شرح ارشاد سے نقل کیا ہے کہ مسجد مین بات کرنیکا کچھ مضائقہ نہین
ہے اگر قلیل ہو پس اگر مسجد کا قصد باتون کے لئے کرے تو مکروہ ہے اور وعید سے ظاہر کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے قالہ الشامی کقراءۃ قرآن و
حدیث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایات الصالحین وکتابۃ امور الدین اور کلام خیر یہہ چیزین ہین جیسے
قرآن پڑھنا اور حدیث اور علم دین اور پڑھانا سیرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اور قصص انبیا علیہم السلام کے اور حکایتین صلحا کی اور لکھنا
دینی باتون کا وبطل بوطئ فی فرج انزل اولا اور باطل ہوتا ہے اعتکاف وطی سے فرج مین یعنی اگلے مقام مین یا پچھلے مین انزال ہو یا نہو ولو کان
وطئہ خارج المسجد لیلاً او نہاراً عامداً او ناسیاً فی الاصح لان حالتہ مذکرۃ اگرچہ وطی کرنا مسجد سے باہر ہو رات کو ہو یا دن کو قصداً ہو یا سہو لکن

۷۸ صوم وصال کا بیان پہلے ہو چکا کہ ہمیشہ روزہ رکہنا بدون کہلے پئے کہانے کہ ... اور صوم صمت ہمیشہ چپ رہنا روزہ رکہکر اور بات نکرے ۱۲

اصح روایت مین اسواسطی کہ اعتکاف کی یادولانی ہے ہم ڈرد کے اتمام سے یہہ تعمیم کی ہی اسمین اشارہ ہے کہ عنایہ وغیرہ مین جو مذکور ہی وہ مردود ہے یعنی معتکف تو مسجد مین رہتا ہی اوسکو وطی کہان میسر ہی پہر کہا کہ اسکی تاویل علمانے یہہ کی ہی کہ جب اپنی حاجت کے لئے نکلے تو اُسوقت وطی کرنی حرام ہے اور شرح تاویلات مین ذکر کیا ہے کہ صحابہ نکلا کرتے تھے اور اپنی قضاء حاجت یعنی جماع کرکے غسل کرکے پہر اعتکاف کے مقام مین چلے جاتے تھے اوسپر یہہ آیت نازل ہوئی (وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ) انتہی یعنی اُن سی صحبت نکرو جسوقت کہ تم مسجدون مین معتکف ہو شیخ اسمعیل نے کہا کہ اسمین نظر ہے کیونکہ مسجد مین وطی ممکن ہے اگرچہ اوسمین حرمت دوسری جہت سی ہو یعنی مسجد مین بحالت جنابت رہنا علاوہ برین ہوسکتا ہے کہ زوجہ معتکف ہو اپنے گہر کی مسجد مین اور اُسکا خاوند اوس سے مباشرت کرے تو عورت کا اعتکاف باطل ہو جاویگا اور اصح کا مقابل ابن سماعہ کا قول ہے کہ بہولکر وطی سے اعتکاف نہین جاتا صوم پر قیاس کرکے کذا فی البرہان اور اصح مذہب کی علت یہہ ہے کہ اعتکاف اور صوم مین فرق ہے کیونکہ اعتکاف مین حالت یاد دلانیوالی موجود ہے یعنے مسجد مین ہونا بخلاف صائم کے قالہ الشامی وبطل بانزال بقبلۃ او لمس او تفخیذ اور باطل ہوتا ہے اعتکاف انزال سی بسبب بوسہ لینے کے یا ہاتہہ لگانے یا ران مین دینے کے کہ یہہ فعل انزال ہو جانے سی بمنزلہ جماع کے ہوگئے ولو لم ینزل لم یبطل وان حرم الکل لعدم الحرج اور اگر انزال نہو تو نہین باطل ہوتا اگرچہ دواعی وطی کی تمام حرام ہین واسطے نہونے حرج کے اور عدم بطلان سے حلت لازم نہین آتی ولا یبطل بانزال بفکر او نظر ولا بسکر لیلا اور نہین باطل ہوتا اعتکاف انزال سے ساتہہ فکر یا نظر کے اور نہ نشے سی رات کو ولا باکل ناسیا لبقاء الصوم بخلاف اکلہ عمدا او ردتہ اور نہین باطل ہوتا اعتکاف کہانے سی بہولکر کیونکہ روزہ باقی رہتا ہی بخلاف اسکے کہ عمدا کہالے یا مرتد ہو جاوے کہ ان سی باطل ہو جاتا ہی ہم قاعدہ یہہ ہے کہ جو ممنوعات اعتکاف کے ہین یعنی اعتکاف کی جہت سی منع ہوئی ہین نہ روزے کی جہت سی تو اونمین سہوا اور عمدا اور دن اور رات برابر ہین جیسی جماع اور خروج مسجد سی اور جو مخطورات صوم کے ہین یعنی روزہ کی جہت سی اعتکاف مین ممنوع ہوئی ہین تو اونمین عمدا اور سہوا اور دن اور رات اونمین فرق ہے جیسی کہانا پینا کذا فی البدائع وکذا اغماء وجنون ان دام ایاما فان جن سنۃ قضاہ استحسانا اور اسیطرح باطل نہین ہوتا بیہوشی اور جنون سی اگر چند روز رہین (ایام سی مراد یہہ کہ صوم فوت ہو جاوے بسبب عدم امکان نیت کے) پس اگر ٹھہر گیا جنون برس روز تو اعتکاف قضا کرے استحسانا ہے اور قیاس یہہ ہے کہ قضا نکرے جیسا صوم رمضان مین وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ رمضان کے روزون مین جو قضا ساقط ہوئی تو دفع حرج کی جہت سی ساقط ہوئی کیونکہ جنون جب لاحق ہوتا ہے تو کثیر جاتا ہے چونکہ رمضان ہر سال آتا ہے تو روزونکی قضا مین تنگی ہوگا اور اعتکاف مین یہہ بات متحقق نہین کذا فی الفتح قالہ الشامی ولزمہ اللیالی بنذر بلسانہ اعتکاف ایام ولاء ای متتابعۃ وان لم یشترط التتابع اور لازم ہونگی اوسکو بیچ راتین یعنے اونمین اعتکاف کرنا بسبب نذر کرنیکے زبان سی اعتکاف ایام کا مثلا دس دن کا اگرچہ پیاپے ہونے کی شرط نکی ہو ہم ولاء حال ہی لیالی سے اور اصل یہہ ہے کہ جب رات اور دن اعتکاف مین داخل ہونگے تو دونو پیاپے لازم ہونگے اگر متفرق اعتکاف کریگا تو کافی نہوگا کذا فی البحر اسیطرح اگر مہینے غیر معین کے اعتکاف کی نذر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک مہینے کا کوئی سا ہو پے در پے رات دن بخلاف روزے کے کہ جب نذر کری مہینے غیر معین کے روزونکی اور پیہم کا ذکر نکرے اور نہ نیت کری تو اسکو اختیار ہے کہ متفرق رکہ لے اسواسطے کہ اعتکاف عبادت دائمہ ہے اوسکی بنا اتصال پر ہے کعکسہ لان ذکر احد العددین بلفظ الجمع یشمل الآخر جیسا اسکے برعکس اور وہ یہہ کہ نذر کرے راتون کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہونگے اسواسطے کہ ذکر ایک کا دونو عددون مین سے لفظ جمع کے ساتہہ اور اسیطرح تثنیہ کے ساتہہ شامل ہے دوسرے کو بہی ہم یعنی بحکم عرف اور عادت کے مثلا عرف مین کہتی ہین کہ ہم وہان تین روز رہے یعنے تین دن مع راتون کے اللہ تعالی نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ مین فرمایا ثلث لیال سویا اور ثلثۃ ایام الا رمزا ایک جگہہ لیالی سے تعبیر کیا دوسری جگہہ ایام سے اور قصہ ایک ہی ہی پس مراد دونو جگہہ رات اور دن دونو ہین اور جمع عام ہے

خواہ صریح ہو جیسے ایام اور لیالی کہنا خواہ ضمناً ہو جیسے ثلثین یوماً کہنا اور تثنیہ کی صورت مین اعتکاف دو روز کا مع دو راتون
کے طرفین کے نزدیک لازم ہوا اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلی رات اوس مین داخل نہین قالہ الشامی فلو نوی فی نذرِ
الایامِ النہار خاصۃ صحت نیتہ لنیۃ الحقیقۃ پس اگر نذر کیئے ایام اور نیت کی خاص نہار کی یعنے نہ رات کی تو اوسکی
نیت صحیح ہو کیونکہ اوس نے حقیقت لغوی کی نیت کی گو عرف مین یوم آٹھہ پہر کو یعنی مجموعہ شب و روز کو کہتے ہین اور جب کبھی لفظ کیواسطے
حقیقت لغوی ہو اور حقیقت عرفی بہی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت عرفی کے طرف مصروف ہوتا ہی اسی جہت سے یہان نیت کی ضرورت
ہوئی اور جب اوسکی نیت صرف نہار مین درست ہوئی تو اوسکو اعتکاف ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے
مسجد مین داخل ہوا کرے اور بعد غروب شمس کے نکلے قالہ الشامی وان نوی بہا ای بالایامِ اللیالی لا بل یلزمہ کلاہما
اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہہ نیت صحیح نہین ہے بلکہ لازم ہون گے رات اور دن دونوں کیونکہ ایسی نیت
کلام کی محتمل نہین ہے کذا فی البحر۔ حاصل یہہ کہ یا لفظ مفرد ہے یا تثنیہ یا جمع اور ہر ایک ان مین سے یا یوم ہو یا لیل
اور ہر ایک مین ان چہون مین سے یا حقیقت کی نیت ہو یا مجاز کی یا دونون کی یا بالکل نیت نہو یہہ چوبیس صورتین ہوئین اور تثنیہ
اور مجموع کا حکم مع اون کی اقسام کے مذکور ہو چکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم
ہوگا نیت اوسکی کرے یا نکرے اور اگر اسکے ساتھہ رات کی بہی نیت کی ہے تو دونون لازم ہون گے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت
کی ہے تو دن لازم نہوگا جب تک اوس مین نیت یوم کی نہو کذا فی البحر قالہ الشامی کما لو نذر اعتکاف شہرٍ ونوی النہر خاصۃ اونوی
اللیل خاصۃ فانہ لا تعمل نیتہ لان الشہر اسم لمقدر یشتمل الایام واللیالی فلا یحتمل ما دونہ جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک
مہینہ کا اور نیت کی دونون کی خاص کر یا نیت کی اسکے عکس یعنی راتونکی صرف تو اوسکی نیت صحیح نہوگی کیونکہ شہر یعنی مہینا نام ہی ایک مقدار معین کا جو مشتمل ہی
ایام و لیالی کو پس اوسمین کمتر پر اطلاق کا احتمال نہین ہے مگر یہہ جب ہی کہ بلفظ شہر تعبیر کرے اور اگر ثلثین یوماً کہوگا
تو اوسکا حال سابق مرقوم ہو چکا قالہ الشامی الا ان یستثنی اللیالی فیختص بالنہر مگر اس صورت مین کہ استثنا کرے
راتون کا پس خاص ہو جاویگا اعتکاف دنون ہی کا مہر بنفسہ جمع ہے نہار کی ولو استثنی الایام صح ولا شیٔ علیہ لما مر
اور اگر دنون کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہی اور اوسپر کچھہ لازم نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا مر یعنے باب اول مین کہ رات محل صوم نہین جاننا
یہہ کہ جب ایام کا یعنی دنون کا استثنا کر لیا تو باقی صرف راتین رہگئین اونمین اعتکاف منذور صحیح نہین ہے کیونکہ رات کو اعتکاف کی
شرط یعنے صوم کے ساتھہ منافات ہی قالہ الشامی واعلم ان اللیالی تابعۃ للایام الا لیلۃ عرفۃ ولیلتے النحر فتبع للنہر
الماضیۃ رفقاً بالناس کما فی اضحیۃ الولو الجیۃ ھذا ۱۲ اور جان لو کہ راتین تابع ہین ایام کے مگر عرفہ کی رات اور
قربانی کی راتین سو یہہ تابع ہین گذشتہ روز کے لوگون کی سہولت کے لیئے جیسا ولوالجیہ کی اضحیہ مین مذکور ہی اسکو یاد کر لو ہم
یعنی ہر شب تابع ہے اوس روز کی جو اوسکے بعد ہے چنانچہ تراویح رمضان کی اول شب مین پڑہی جاتی ہین نہ شوال کی اول شب
مین تو اس تقدیر پر جب ذکر کرے نذر مین تثنیہ یا جمع کو تو مسجد مین داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہوجانے کے دن غروب کے
بعد چنانچہ خانیہ مین اسکی تصریح کی ہی اور یہہ بھی تصریح کی ہی کہ جب یا ایام بولا تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد مین طلوع فجر سے پہلے الخ
سو اس تقدیر پر لیل داخل نہوگی ایام کی نذر مین مگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہے یوم
الترویہ کے اور نحر کی رات تابع ہے عرفہ کے یہان تک کہ دسوین رات کو وقوف عرفات جائز ہے ولیلۃ القدر
دائرۃ فی رمضان اتفاقاً الا انہا تتقدم وتتاخر خلافاً لہما اور شب قدر رمضان مین دائر ہے

ف۱ یعنی ذی الحجہ کی بارہوین تاریخ کے بعد کی رات اوسکے تابع نہین اسی واسطے تیرہوین شب مین امام کے نزدیک قربانی جائز نہین بخلاف صاحبین کے اور گیارہوین بارہوین رات مین قربانی جائز ہے ۱۲

بالاتفاق اور امام صاحب کے نزدیک رمضان کی تاریخون مین مقدم موخر ہوتی رہتی ہے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک تاریخ معین سے مقدم موخر نہین ہوتی وثمرتہ فیمن قال بعد لیلۃ منہ انت حر او انت طالق لیلۃ القدر نعندہ لا یقع حتی یبلغ شہر رمضان الآتی لجواز کونہا فی الاول فی الاولی وفی الآتی فی الاخیرۃ وقالا یقع اذا مضی مثل تلک اللیلۃ فی الآتی ولا خلاف انہ لو قال قبل دخول رمضان وقع بمضیہ اور نتیجہ اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے اوس صورت مین کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہے یا بی بی کو کہا کہ تجھکو طلاق ہے شب قدر مین تو امام معظم کے نزدیک عتق وطلاق واقع نہون گے جب تک کہ دوسرا رمضان تمام نگذر جاوے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس رمضان کی شب قدر پہلی تاریخ ہوچکی ہو اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ مین ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ اس رمضان کی جس تاریخ یہہ قول کہا ہے جب وہی تاریخ دوسری رمضان کی گذر گئی تو عتق وطلاق واقع ہو گئے اور اگر رمضان کے شروع سے پہلے یہہ قول کہا ہے تو بالاتفاق اوسی رمضان کے گذرنے پر عتق وطلاق واقع ہون گے قال فی المحیط والفتوی علی قول الامام لکن قیدہ بکون الحالف فقیہا یعرف الاختلاف والا ففی لیلۃ السابع والعشرین واللہ اعلم محیط مین کہا ہے کہ فتوے امام صاحب کے قول پر ہے لیکن صاحب محیط نے قول امام پر فتوے کو مقید کیا ہے اس بات سے کہ جس نے عتق وطلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہے وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام مین سے ہے تو شب قدر ستائیسوین ہے کیونکہ اول تو عوام اوسیکو شب قدر کہتے ہین دوسری ایک قول اقوال مین سے یہہ بھی منقول ہے کہ ستائیسوین رات کو شب قدر ہوتی ہے اور احادیث کثیرہ اس پر دلالت کرتی ہین امام صاحب نے یہہ جواب دیا ہے کہ اوس برس اوسی تاریخ مین تھی اور یہہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان مین دائر ہے آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے یہہ ایک قول ہے امام کا اور بحر مین خانیہ سے منقول ہے کہ مشہور قول امام صاحب کا یہہ ہے کہ تمام سال مین دائر ہے کبھی رمضان مین ہوتی ہے کبھی غیر مہینے مین مین کہتا ہون کہ اسی کا موید ہے وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ مین ذکر کیا ہے کہ لوگون نے لیلۃ القدر کی تاریخ مین اختلاف کیا ہے سو بعض کہتے ہین کہ تمام سال مین دائر ہے اور مین بھی کہتا ہون کیونکہ مین نے اوسکو کبھی شعبان مین دیکھا اور کبھی ماہ ربیع الاول مین اور اکثر رمضان کے عشرہ اخیرہ مین اور ایک بار عشرہ اوسط مین اور کبھی جفت راتون مین کبھی طاق مین سو مجھکو یقین ہے کہ وہ سال بھر مین دائر ہے مہینے کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اس باب مین علما کی اور اقوال بھی ہین جو شمار مین چھالیس کو پہونچتے ہین ۱۲

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہے اوسکی طلب مستحب ہے اور وہ برس مین افضل شب ہے قرآن مجید مین اوسکو ہزار مہینے سے افضل فرمایا ہے ہر عمل خیر اوس مین ہزار عمل کے برابر ہے بہ نسبت دوسرے اوقات مین کرنیکے مسلمانون مین سے جسکو خدا تعالی چاہے یہہ دولت نصیب کرتا ہے اور جو شخص شب قدر کو دیکھے چاہیے کہ چھپاوے اور اخلاص سے یہہ دعا کرے اللہم انا نسألک الاخلاص فی القول والعمل وحسن الختام عند انتہاء الاجل واللہ اعلم قال الشامی والحمد للہ اولا وآخرا والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

یہان تک ترجمہ مترجم ثانی کا تمام ہوا وللہ الحمد

کتاب الحج

اس کتاب مین احکام حج کا بیان ہی حج کو بعد صلوۃ اور زکوۃ اور صوم کے اسواسطی مذکور کیا کہ یہہ رابع ہی عبادات کا اور مرکب ہی عبادت مالی اور بدنی سی هُوَ بِفَتحِ الحاءِ وَکَسرِها لُغَةً القَصدُ اِلیٰ مُعَظَّمٍ لا مُطلَقُ القَصدِ کَما ظَنَّهُ بَعضُهُم حج بفتح و کسر اول لغت عرب مین عظیم الشان چیز کیطرف قصد کرنے کو کہتے ہین نہ مطلق ہر قصد کو چنانچہ بعضے علما نے گمان کیا ہی یہہ تحقیق ہی صاحب فتح القدیر کی لیکن قاموس وغیرہ کتب لغت سی معلوم ہوتا ہی کہ حج عبارت ہی مطلق قصد سی اور قصد خاص سی بھی یعنی مکہ معظمہ کا قصد کرنا واسطی ادای عبادت کے وشرعًا زِیارَةٌ اَی طَوافٌ وَوُقُوفٌ فی مَکانٍ مَخصُوصٍ اَی الکَعبَةِ وَعَرَفَةَ فی زَمَنٍ مَخصُوصٍ فی الطَّوافِ مِن طُلُوعِ فَجرِ النَّحرِ اِلیٰ آخِرِ العُمرِ وَفی الوُقُوفِ مِن زَوالِ شَمسِ عَرَفَةَ اِلیٰ فَجرِ النَّحرِ بِفِعلٍ مَخصُوصٍ بِاَن یَکُونَ مُحرِمًا بِنِیَّةِ الحَجِّ سابِقًا کَما سَیَجیءُ لَم یَقُل لِاَداءِ رُکنٍ مِن اَرکانِ الدِّینِ لِیَعُمَّ حَجَّ النَّفلِ اور اصطلاح شرع مین حج عبارت ہو زیارت سی مکان خاص مین زمانہ مخصوص مین مخصوص فعل سے زیارت سی مراد طواف اور وقوف ہی اور مکان خاص سی کعبہ معظمہ اور عرفات مراد ہی یعنے بیت اللہ کے گرد گھومنا عید قربانی کی فجر سے آخر عمر تک اور عرفات مین ٹھہرنا عرفی کے دن دوپہر ڈہلی سے عید قربانی کی فجر تک حج کی نیت سی احرام باندہ کر طواف اور وقوف سی پہلے خلاصہ یہہ ہی کہ حج کی نیت سی اول احرام باندہ کر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ مین ادا کرنا اسکا نام حج ہے چنانچہ تفصیل اس اجمال کی آگے آویگی مصنف نے حج کی تعریف مین یون نہ کہا کہ حج عبارت ہی زیارت مکان خاص سی زمانہ مخصوص مین واسطی ادا کرنے ایک رکن کے ارکان دین سی تاکہ حج نفل کو بھی تعریف شامل ہی اور اگر ادای رکن کی قید لگاتا تو حج نفل تعریف حج سی نکلجاتا اسواسطی کہ رکن فرض کو کہتے ہین نہ نفل کو ہم ارکان دین پانچ ہین کلمہ شہادت اور نماز اور زکوۃ اور صوم اور حج بیت اللہ فُرِضَ سَنَةَ تِسعٍ وَاِنَّما اَخَّرَهُ عَلَیهِ السَّلامُ لِعَشرٍ لِعُذرٍ مَعَ عِلمِهِ بِبَقاءِ حَیاتِهِ لِیُکمِلَ التَّبلیغَ حج مفروض ہوا ہجرت کی نوین سال اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا حج مین دسوین برس تک تاخیر فرمائی بسبب عذر کے اسکے ساتھ یہہ بھی تھا کہ حضرت کو اپنی بقاء حیات کا علم تھا تاکہ تبلیغ رسالت کامل ہو جاوی ہم نوین سال یہہ آیت نازل ہوئی (وَلِلّٰهِ عَلَی النّاسِ حِجُّ البَیتِ مَنِ استَطاعَ اِلَیهِ سَبیلًا) یعنی خدا کیواسطی لوگون پر لازم ہی حج بیت اللہ کا جسکو استطاعت راہ ہو اوسکی طرف اس آیت سی فرضیت حج کی ثابت ہوئی اور حضرت نے جو نوین سال حج نکیا تو عذر سی نکیا عذر یہہ کہ آیت بعد گذر جانے ایام حج کے اتری یا خوف تھا کہ اگر مدینہ خالی ہوگا تو مشرکین اوسپر ہجوم کرینگے یا مشرکین کے ساتھ حج کرنا مکروہ جانا جب نوین سال صدیق اکبر اور علی مرتضے کو بھیجکر کافرونکو بیت اللہ مین آنے سی منع کر دیا تب دسوین سال حج ادا کیا اور عذر پر دلیل یہہ ہی کہ تعجیل افضل ہے بالاجماع تو اگر حضرت کو عذر نہوتا تو تاخیر کرنا متصور نہ تھا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الزیلعی مَرَّةً لِاَنَّ سَبَبَهُ البَیتُ وَهُوَ واحِدٌ وَالزِّیادَةُ تَطَوُّعٌ تمام عمر مین ایکبار حج فرض ہے اسواسطی کہ سبب حج کا بیت اللہ ہی اور وہ ایک ہی لہذا سبب بھی ایک ہوا اور ایکبار سی زیادہ حج کرنا نفل ہے ہم عبد اللہ بن عباس سی مروی ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سی سوال کیا کہ یا رسول اللہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے یا ایکبار فرمایا بلکہ ایکبار سو جو کہ ایکبار سی زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہے اخرجہ ابو داود چونکہ فرضیت حج کی قران مجید اور احادیث کثیرہ اور اجماع امت سی ثابت ہی لہذا اوسکا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت کے اوسکا تارک فاسق ہی وَقَد یَجِبُ کَما اِذا جاوَزَ المیقاتَ بِلا اِحرامٍ فَاِنَّهُ کَما یَجِبُ عَلَیهِ اَحَدُ النُّسُکَینِ فَاِنِ اختارَ الحَجَّ اتَّصَفَ بِالوُجُوبِ اور کبھی واجب ہو جاتا ہی چنانچہ جب احرام باندہنے کے مقام کو بلا احرام طی کر جاوی تو اوسپر حج یا عمرہ واجب ہو جاتا ہی چنانچہ ذکر اسکا آویگا سو اگر وہ شخص حج کرنا اختیار کریگا تو وہ حج واجب کہلاویگا وَقَد یَتَّصِفُ بِالحُرمَةِ کَالحَجِّ بِمالٍ حَرامٍ اور گاہی حج حرام کہلاتا ہی چنانچہ مال حرام سے حج کرنا جیسی رشوت یا چوری یا غصب یا سود لینی کے مال سی حج کرنا اسطرحکا حج کرنا حرام ہی تو جسکو حج کا شوق ہو اوسکو اول حلال مال پیدا کرنا لازم ہی طبرانی نے معجم اوسط مین ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاجی حج کو نکلتا ہے مال حلال لیکر اور رکاب مین پاؤن رکھکر لبیک کہتا ہے تو آسمان سی منادی ندا کرتا ہی لبیک وسعدیک تیرا زاد حلال ہی اور حج تیرا مقبول ہی اور جب

نفقہ خبیثہ لیکر نکلتا ہے اور رکاب مین پانون ڈالکر لبیک کہتا ہے تو آسمان سے پکار نیوالا پکارتا ہے لا لبیک ولا سعدیک تیرا نفقہ حرام ہے اور تیرا حج مقبول نہین کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر و بالکراہۃ کالحج بلا اذن من یجب استیذانہ اور گاہے حج مکروہ کہلاتا ہے چنانچہ حج کرنا بلا اجازت اس شخص کی جس سے اذن لینا واجب ہے چنانچہ بلا اجازت محتاج والدین کے جانا اور اسیطرح زوجہ اور جمیع اقارب جنکا نفقہ اس شخص پر فرض ہے تو شارح کے بیان سے معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہے اور واجب اور نفل اور حرام اور مکروہ بھی اور ظاہر ہے حج مباح نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اصلی عبادت ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی النوازل لو کان الابن صبیحا فللاب منعہ حتی یلتحی اور نوازل مین ہے کہ اگر لڑکا گورا خوبصورت ہو تو اوسکے باپ کو جائز ہے کہ اوسکو سفر حج سے منع کرے داڑھی نکلنے تک بلکہ گھر کے نکلنے سے بھی روک سکتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام ومالک واحمد یعنی ایکبار فی الفور فرض ہے پہلی سال مین نزدیک ابی یوسف اور امام مالک اور امام احمد کے اور امام اعظم کی اصح روایت مین اسواسطے کہ احتیاط یہی ہے کہ اول سال امکان مین ادای حج ہو کیونکہ سال بھر مین حج کا ایک وقت معین ہے اور موت کا کوئی وقت معین نہین تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا معدوم کرنا ہے ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے جو امام احمد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اوسکو جلدی کرنا لازم ہے اسواسطے کہ کبھی آدمی بیمار ہو جاتا ہے اور راحلہ گم ہو جاتا ہے اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی ہے کذا فی العینی شرح الکنز اور محمد اور شافعی کے نزدیک حج علی الفور فرض نہین بلکہ علی التراخی فرض ہے بشرط عدم فوت فیفسق وترد شہادتہ بتاخیرہ ای سنین لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار بحر ووجہہ ان الفوریۃ ظنیۃ لان دلیل الاحتیاط ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان اداء وان اثم بموتہ قبلہ پھر جب حج فی الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اوسکی گواہی مردود ہوگی حج مین تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی تاخیر سے فسق ثابت ہوگا اسواسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہے اور ایکبار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہین ہوتا مگر اصرار سے البتہ فاسق ہوتا ہے کذا فی البحر اور دلیل اس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہے نہ کبیرہ یہہ ہے کہ فی الفور کی فرضیت ظنی ہے اسواسطے کہ دلیل احتیاط کی جیسا کہ قول سابق کے بیان مین مذکور ہو چکی ظنی ہے نہ قطعی اور گناہ کا کبیرہ ہونا ثابت نہین ہوتا مگر قطعی دلیل سے نہ ظنی سے ولہذا فقہا کا اجماع ہے اسپر کہ باوجود قدرت کے اگر چند سال تاخیر کی اور پھر حج کیا تو یہہ حج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مرجانے سے گنہگار رہوگا وقالوا لو لم یحج حتی تلف مالہ وسعہ ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر علی وفائہ ویرجی ان لا یؤاخذہ اللہ بذلک ای لو ناویا وفاء اذا قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر مقدور والے نے حج نکیا یہانتک کہ اوسکا مال تلف ہو گیا تو اوسکو جائز ہے کہ قرض لے اور حج کرے اگرچہ اوسکو قدرت نہو ادای قرض کی اور امید ہے کہ حق تعالی اسکا مواخذہ نکریگا اگر بدون ادا کے مرگیا بشرطیکہ اوسکو ادا کرنے کی نیت ہو در صورت قدرت چنانچہ یہی قید لگائی ہے عدم مواخذہ کی ظہیریہ مین ہم طحطاوی نے کہا کہ ترتاشی مین ابو یوسف سے منقول ہے کہ ایسی صورتین قرض لینا حج کیواسطے لازم ہے علی مسلم لان الکافر غیر مخاطب بفروع الایمان فی حق الاداء وقد حققناہ فیما علقناہ علی المنار حج فرض ہے مسلمان پر نہ کافر پر اسلئے کہ کافر مخاطب نہین فرعی احکام کے ادا کرنے کے حق مین ہان در حق اعتقاد احکام البتہ مخاطب ہے اور البتہ ہمنے اس مسئلہ اصولی کو شرح منار مین محقق کیا ہے ہم یہان سے تفصیل شرائط حج کی شروع ہوئی تو اجمالاً دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم ہین ایک شرائط وجوب حج کی اور دوسری شرائط وجوب ادای حج کی اور تیسری شرائط صحت حج کی سو شرائط وجوب کی آٹھ ہین بنابر قول اصح کے اسلام عقل بلوغ حریت وقت قدرت زاد قدرت راحلہ فرضیت حج کا علم اور شرائط وجوب ادا کی پانچ ہین بقول اصح صحت بدن کی قدرت زوال موانع حسیہ امن راہ عدم قیام عدت عورت کے حق مین خروج زوج یا محرم عورت کے ساتھہ اور شرائط صحت حج کی چار ہین احرام حج زمانہ خاص مکان خاص اسلام کذا فی منح الغفار ثم مکلف عالم بفرضیتہ اما بالکون بدار نا او باخبار رجل او مستورین حج فرض ہے مکلف پر جو

حج کے فرض ہونے کو جانتا ہی یا دار الاسلام کے رہنے سے یا دار الحرب مین ایک متقی کے خبر دینے سے یا اُن دو شخصون کے خبر دینے سے جنکا تقوی اور فسق پوشیدہ ہی تو معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی پر اور صغیر اور مجنون اور بیہوش پر بقول فخر الاسلام اور اُس مسلمان پر جو دار الحرب مین فرضیت حج سے مطلع نہین حج فرض نہین ہی صحیح البدن حج فرض ہے تندرست پر تو اپاہج اور لولے اور فالج والے اور جسکی دونون پانون کٹے ہون اور بیمار اور ایسے بڈھے پر جو اونٹ پر نہین تھم سکتا حج کرنے کو جانا فرض نہین بصیر غیر محبوس و خائف من سلطان یمنع منه حج فرض ہے بصارت والے پر جو قید نہین اور حاکم سے ڈرتا نہین جو اوسکو حج کرنے سے روکتا ہی تو قیدی اور خائف مذکور اور اندھے پر حج فرض نہین اگرچہ اندھے کو ہاتھ پکڑ لیچلنے والا ملے تو بھی اوسپر حج فرض نہین بنا بر قول مشہور کے امام سے اسواسطی کہ غیر کی قدرت سے آدمی کو قادر نہین کہتے کذا فی حاشیة الطحطاوی ذی زاد یصح به بدنه فالمعتاد اللحم ونحوه اذا قدر علی خبز وجبن لا یعد قادرا حج فرض ہے صاحب زاد پر ایسا توشہ جس سے اوسکا بدن صحیح سالم رہی تو جسکو گوشت وغیرہ نفیس خوراک کہانے کی عادت ہو جبکہ اوسکو روٹی اور پنیر پر قدرت ہو یعنی گوشت کے توشہ پر قادر نہین گنا جانا اسواسطی کہ خلاف عادت سے صحت بدن دشوار ہی وراحلة مختصة به وهو المسمی بالمقتب ان قدر والا فیشترط القدرة علی المحارة اور حج فرض ہے صاحب راحلہ پر جو اوسی کیواسطی مخصوص ہو یعنی اوسکو نوبت بنوبت اُترنا چڑھنا نہ پڑی اور راحلہ کو مقتب کہتے ہین یعنی چھوٹی کاٹھی والا اونٹ سواری کیواسطی کافی ہی اگر اوسپر سوار ہو سکی اور اگر کاٹھی پر سوار نہو سکی بسبب مرفہ الحالی کے اور نازک مزاجی کے تو فرضیت کی شرط یہہ ہی کہ محمل پر قادر ہو اسواسطی کہ مرفہ الحال سے کاٹھی پر سفر نہین ہو سکتا بلکہ اسطرح اوسکی ہلاکی کا خوف ہی تو ہر شخص کیواسطی وہ راحلہ معتبر ہی جسپر وہ جا سکی کذا فی النہر ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ کس چیز سے فرض ہوتا ہی فرمایا زاد اور راحلہ سے اور ابن عباس سے روایت کی کہ حضرت نے استطاعت سبیل کی زاد وراحلہ تفسیر فرمائی راحلہ اُس اونٹنی کو کہتے ہین جو کہ جانے کے لائق ہوا اور بعضی مطلق مرکب شتر کو راحلہ بولتے ہین نر ہو یا مادہ کذا فی الصراح للآفاقی لا لمکی یستطیع المشی للنسبة بالسعی الیه راحلہ شرط ہی آفاقی کیواسطی جو کہ معظمہ سے دور رہتا ہی نہ مکی کیواسطی جو عرفات تک پیدل چل سکتا ہو اسواسطی کہ مکہ سے عرفات تک چلنا نماز جمعہ کیواسطی اُسکے جانے کے مشابہ ہی اور اگر بسبب نقاہت کے نہ چل سکے تو اوسکے واسطی بھی راحلہ شرط ہے کذا فی النہر وافاد انه لو قدر علی غیر الراحلة من بغل او حمار لم یجب قال فی البحر ولم ارہ صریحا وانما صرحوا بالکراهة اور اشتراط راحلہ سے مصنف نے اشارہ کیا کہ اگر راحلہ کے سوا اور سواری پر قدرت ہو جیسے خچر یا گدھے پر تو حج واجب نہو بحر الرائق مین کہا کہ مین نے اس مسئلہ کو کتب فقہ مین مصرح نہین دیکھا اور فقہانے تو گدھے اور خچر کی سواری کی کراہت حج کیواسطی صاف بیان کی ہے یعنی کراہت تنزیہی کذا فی حاشیة الطحطاوی حاشیہ تحفة الاخیار مین صاحب نہر نے کہا کہ سواری اونٹ کے اور سواری سے حج کو نہ واجب کہنا مسلم نہین اسواسطی کہ ہر چند اصل لغت مین راحلہ اونٹ کو کہتے ہین لیکن راحلہ سے مراد وہ ہی جسپر سواری ہو کر قہستانی نے تصریح کی ہے کہ راحلہ سے مراد وہ ہی جسپر انسان سوار ہو اور ضروریات سفر مثل کہانے اور پینے اور لباس وغیرہ کے اوسپر لادی جاتی اور آگے انتہی اور شرح منسک متوسط مین ہی کہ شرط وجوب حج یہہ ہی کہ مسلمان قادر ہو اونٹ پر یا گھوڑے یا خچر پر لیکن گدھے کی سواری مسافت بعیدہ مین مکروہ ہی تکلیف کشی کے سبب سے وفی السراجیة الحج راکبا افضل منه ماشیا به یفتی والمقتب افضل من المحارة اور سراجیہ مین ہی کہ سوار ہو کر حج کرنا بہتر ہے پیادہ چلکر حج کرنے سے اسواسطی کہ پیدل چلنے والا مشقت راہ سے نازک مزاج ہو جاتا ہی اور رفیقون سے سخت کلامی کرتا ہے اور اگر بد مزاج نہو تو پیدل افضل ہے سواری سے اور کاٹھی والے اونٹ پر سوار ہونا محمل سے افضل ہی کہ آمین ریا اور فخر کا خوف نہین کذا فی الطحطاوی وفی اجارة الخلاصة حمل الجمل ثمانون واربعون منا والحمار مائة وخمسون والظاهر ان البغل کالحمار اور علامہ کی کتاب الاجارہ مین ہے کہ اونٹ کا بوجھہ ۲۴۰ من ہے اور گدھے کا بوجھہ ۱۵۰ من ہی اور ظاہر خچر بوجھہ مین گدھے کی برابر ہے هم شرعی من ۴۰ استار کا ہی اور استار ساڑھے چار درم کا ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی ولو وهب الاب لابنه ما لا یحج به لم یجب قبوله لان شرائط الوجوب لا یجب تحصیلها وهذا متنها

باتفاق الفقہاء خلافاً للاصولیین اور اگر باپ اپنے بیٹے کو مال دے حج کرنے کیواسطے تو اوسپر مال کا قبول کرنا واجب نہین اسواسطے کہ وجوب کی شرائط کو
حاصل کرنا واجب نہین اور یہہ یعنی قدرت زاد اور راحلہ کی شرائط وجوب سے ہے باتفاق فقہا بخلاف اہل اصول کے کیونکہ انکے نزدیک وجوب ادا کی شرائط سے ہے
فضلاً عما لابد منہ کما مر فی الزکوۃ جبکہ زاد اور راحلہ فاضل ہو ضروریات شخص سے چنانچہ اسکی تصریح کتاب الزکوۃ مین ہو چکی منح الغفار مین ہے کہ ضروریات
انسانی جیسے رہنے کا گہر اور خدمت کا غلام اور استعمال کا لباس اور اسباب خانگی تو ان اشیا کے ہونے سے استطاعت ثابت نہین ہوتی ومنہ المسکن
ومرمتہ ولو کبیرا یمکنہ الاستغناء ببعضہ والحج بالفاضل فانہ لا یلزمہ بیع الزائد نعم ھو الافضل وعلم بہ عدم لزوم بیع الکل و
الاکتفاء بسکنی الاجارۃ بالاولی اور ضروریات مین داخل ہے گہر اور اسکی مرمت اگرچہ ایسا بڑا گہر ہو کہ اوسمین سے تہوڑا مکان رہنے کو کفایت کرے اور باقی کو
بیچکر حج ہو سکے تو بہی زائد از حاجت کا بیچنا حج کیواسطے اوسپر لازم نہین ہان زائد مکان کا بیچ ڈالنا اور اسی حج کیواسطے افضل ہے اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سب
مکان کا بیچنا اور کرایہ کے مکان مین رہنا بطریق اولی لازم نہین وکذا لو کان عندہ مالو اشتری بہ مسکنا وخادما لا یبقی عندہ ما یکفی
الحج لا یلزمہ خلاصہ اور اسیطرح اگر ایک شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اگر اوس مال سے گہر اور خادم کو مول لیوے تو اوسکے پاس اتنا مال باقی نرہے
جو حج کو کفایت کرے تو اوسپر لازم نہین کہ حج ہی کرے اور گہر نہ لے کذا فی الخلاصہ اسواسطے کہ یہہ مال حاجت اصلی سے زائد نہین اور حج فرض نہین ہوتا مگر
اوس مال سے جو حاجت اصلی سے زیادہ ہو وحرر فی النہر انہ یشترط بقاء راس مال لحرفۃ ان احتاجت لذلک والا لا اور تحریر کی ہے
نہر الفائق مین کہ وجوب حج مین باقی رہنا راس المال کا اپنے پیشے کیواسطے شرط ہے اگر اوسکے پیشے مین مال کی حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو بقاء مال شرط نہین
خلاصہ یہہ ہے کہ اہل حرفہ کیواسطے بعد حج کے بقاء مال شرط نہین چنانچہ درزی کہ اوسکے پیشہ مین مال کی حاجت نہین بخلاف کاشتکار کے کہ وہ آلات کاشتکاری
کا محتاج ہو اور سوداگر کہ بدون مال کے تجارت ممکن نہین وفی الاشباہ معہ الف وخاف العزوبۃ ان کان قبل خروج اہل بلدہ فلہ التزوج
ولو وقتہ لزمہ الحج اور اشباہ مین ہے کہ ایک شخص کے پاس ہزار درہم ہین اور وہ مجرد رہنے سے ڈرتا ہے تو اگر حج کے قافلہ چلنے سے پہلے وہ ہزار کا مالک ہوا
تو اوسکو نکاح کر لینا جائز ہے اور اگر شہر سے قافلہ چلنے کیوقت مالک ہوا تو اوسپر حج لازم ہے والنفقۃ لعیالہ ممن تلزمہ نفقتہ لتقدم حق
العبد اور زاد اور راحلہ زیادہ ہو اوسکے اہل وعیال کے خرچ سے اہل وعیال سے مراد وہ لوگ ہین جنکا نفقہ اوسپر لازم ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے یعنی
عبد کا حق خدا کے حق پر مقدم ہے بحکم شرع اسواسطے کہ خدا بے نیاز ہے اور بندہ محتاج الی حین عودہ وقیل بعدہ بیوم وقیل بشہر توشہ زائد ہو
عیال کے خرچ سے حج سے پہرنے تک اور بعضے علما نے کہا کہ بعد پہرنے کے ایک دن کا نفقہ زیادہ ہو اور بعضون نے کہا کہ مہینے کا نفقہ زیادہ ہو ایک
دنکی روایت امام محمد سے ہے اور مہینے کی روایت ابو یوسف سے ہے اور نفقہ سے متوسط نفقہ مراد ہے نہ تنگی کا نہ اسراف کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی مع امن الطریق
بغلبۃ السلامۃ تراما امن راہ کے بسبب غلبہ سلامتی کے یعنی امن راہ شرط ہے وجوب حج کی اسواسطے کہ بدون امن کے حصول حج متعسر ہے اور امن قافلہ
جانے کیوقت چاہیے اگرچہ غیر وقت مین امن نہو اور امن راہ سے مراد یہہ ہے کہ لوگ اکثر باسلامت آتے جاتے ہون اور خوف قلیل الوجود معتبر نہین
اور یہی قول فقیہ ابو اللیث کا مختار ہے اور یہی معتمد ہے اسکی سوا ہے اور اقوال لائق اعتماد کے نہین اور جس ملک سے بدون سواری جہاز کے حج نہو سکتا ہو
چنانچہ ہندوستان سے تو ایسے ملک کے سقوط حج مین اختلاف ہے کرمانی نے کہا کہ اگر سمندر مین سلامتی غالب ہو اور اوس بندر سے سواری جہاز کی مروج ہو تو
حج واجب ہے اور اگر غلبہ سلامتی کا نہین تو حج بہی واجب نہین اور یہی قول اصح ہے کذا فی منح الغفار م بالفعل ہندوستان مین امن راہ خشکی اور تری مین
بخوبی حاصل ہے اور مشق جہاز رانی کی بسبب اختلاط نصاری کے جو اب حاصل ہے کبہی نہ تہی تو اب اہل ہند پر وجوب حج مین ہرگز تردد نہین ہزارون شخص
ہر سال ہند سے جاتے ہین اور حج کرکے باسلامت پہر آتے ہین ولو بالرشوۃ علی ما حققہ الکمال اگرچہ امن راہ رشوت دیکر حاصل ہو بنا بر تحقیق کمال الدین
محقق کے یعنی اگر قطاع الطریق کو رشوت دیکر امن حاصل ہو تو رشوت دینا واسطے دفع ظلم ظالم کے جائز ہے اور حرام رشوت وہ ہے جو کسیکی حق تلفی کیواسطے ہو
وسیجیٔ آخر الکتاب لکن نقل بعض المحشین عنہ اور آخر کتاب مین آویگا کہ مقتول ہونا بعضے حاجیون کا عذر ہے یعنی اگر ہر سال یا اکثر کچہہ حاجی مارے

جاتے ہون تو سقوط حج مین عذر صریح ہی اسواسطی کہ غلبہ سلامتی کا نہین وھل ما یؤخذ فی الطریق من المکس والخفارۃ عذر قولان والمعتمد
لا کما فی القنیہ والمجتبے وعلیہ الفتوی فیحتسب فی الفاضل عما لا بد منہ القدرۃ علی المکس ونحوہ کما فی مناسک الطرابلسی اور کیا
وہ مال جو بطریق وہ یک اور راہ داری کے لیا جاتا ہی راہ مین عذر ہو سکتا ہی سقوط حج کا اسمین دو قول ہین اور قول معتمد یہہ ہی کہ اسطرح دینا عذر نہین
کذا فی القنیہ والمجتبی اور اسی قول پر فتوی ہے تو اسصورت مین ایسی مال دینی کی قدرت کو بھی زائد از ضروریات مین حساب کرنا چاہیئے اسیطرح مذکور ہے
طرابلسی کی مناسک مین ومع زوج او محرم ولو عبدًا او ذمیًّا او برضاع اور شرط ہی ساتھہ ہونا زوج یا محرم کا اگرچہ زوج اور محرم غلام ہو یا
ذمی محرم ہو یا رضاعی ہو محرم عورت کا وہ ہی جسکا کا ہی نکاح اُس عورت سی درست نہو خواہ نسب سی یا رضاعت یا مصاہرت سی کذا فی النہر مسلم اور ابوداؤد
مین حدیث مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت مومنہ کو حلال نہین تین منزل یا زیادہ سفر کرنا بدون اپنے باپ یا بھائی یا بیٹے یا
زوج یا محرم کے کذا فی العینی شرح الکنز بالغ قید لہما فی النہر بحثا بالغ زوج اور محرم دونو کی قید ہی کما فی النہر بحثا تو اگر زوج یا محرم صغیر ہو
تو عورت پر حج واجب نہوگا عاقل ہمراہی زوج یا محرم ہوشیار کی شرط ہی تو مجنون زوج یا محرم سی وجوب نہین والمراھق کبالغ جوھرۃ اور قریب
البلوغ بالغ کی مانند ہے کذا فی الجوہرۃ غیر مجوسی ولا فاسق لعدم حفظہما بشرطیکہ محرم مجوسی نہو اور مسلم فاسق نہو بسبب عدم حفاظت دونو کے
اسواسطی کہ مجوسی کے دین مین ماںبہن حلال ہے اور فاسق بھی لائق اعتماد کے نہین مع وجوب النفقۃ لمحرمہا علیہا لانہ محبوس علیہا ساتھہ واجب
ہونے نفقہ محرم کے عورت پر یعنی جب محرم ساتھہ ہوا تو اوسکا نفقہ عورت پر واجب ہی اسواسطی کہ وہ اوسکے کام مین بند ہو گیا لامرأۃ حرۃ ولو عجوزًا
فی سفر سفر حج مین حرہ عورت کیواسطی زوج یا محرم مشروط ہی اگرچہ عورت بڈہی ہو وھل یلزمہا التزوج قولان اور کیا لازم ہی عورت کو نکاح
کرلینا اسمین دو قول ہین یعنی اگر عورت مالدار ہو اور اوسکا کوئی محرم نہو تو وہ حج کیواسطی نکاح کرلے اور دوسرا قول یہہ ہی کہ اوسپر نکاح لازم نہین
ولیس عبدہا بمحرم لہا اور عورت کا غلام عورت کا محرم نہین اگرچہ وہ خصی ہو تو غلام کے ساتھہ سفر کرنا حرام ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البزازیۃ
ولیس لزوجہا منعہا عن حجۃ الاسلام اور زوج کو جائز نہین کہ عورت کو حج اسلام سی منع کرے یعنی حج فرض سی بشرط محرم ہان حج نفل سی روکنا درست
ہے کذا فی منح الغفار ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراہۃ اور اگر عورت نے بدون محرم کے حج کیا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھہ کراہت سی مراد کراہت
تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی ومع عدم عدۃ علیہا مطلقا ایۃ عدۃ کانت ابن ملک اور بشرطیکہ عورت پر مطلقا عدت نہو کوئی عدت کیون نہو
خواہ عدت وفات کی خواہ طلاق بائن یا رجعی کی ہکذا صرح ابن ملک والعبرۃ لوجوبہا ای للعدۃ المانعۃ من سفرہا وقت خروج اھل بلدہا و
کذا سائر الشروط اور اعتبار اوس عدت کے واجب ہونیکا جو عورت کو سفر سی مانع ہی اوسکی شہر والون کی نکلنے کیوقت کا ہی یعنی جب اوسکے شہر والے حج کیواسطے
نکلین اگر عورت عدت مین ہوگی تو سفر حج نکر سکیگی کہ عدت مین سفر کرنا جائز نہین اور اگر بعد سفر کرلینے کے عدت واجب ہوئی تو اوسکی تفصیل کتاب العدۃ
مین مذکور ہے اور جیسا کہ اعتبار وجوب عدت کا خروج کیوقت معتبر ہے اسیطرح سب شروط سابقہ کا اعتبار خروج ہی کیوقت ہی یعنی اسلام اور حریت
اور عقل اور بلوغ اور صحت بدن اور بینائی اور قدرت زاد و راحلہ وقت خروج معتبر ہے نہ قبل خروج کے نہ بعد خروج کے مثلا قبل خروج قافلہ
مقدور زاد کا تہا اور خروج کیوقت مفلس ہو گیا یا خروج کیوقت مفلس تہا اور بعد قافلہ چلے جانے کے مقدور والا ہو گیا تو اُس سال کا حج اُسپر لازم
نہین فلو احرم صبی عاقل او احرم عنہ ابوہ صار محرمًا وینبغی ان یجردہ قبلہ ویلبسہ ازارا ورداء مبسوط وظاھرہ ان احرامہ
عنہ مع عقلہ صحیح فمع عدمہ اولی سو اگر احرام باندھا صغیر ہوشیار نے یا اوسکی طرف سی اوسکے باپ نے اوسکا احرام باندھا تو دونون طرح سی صغیر محرم
ہوگا اور باپکو چاہیئے کہ صغیر کو لباس سی برہنہ کرے اور اوسکو تہبند اور چادر پہنا دے ہکذا فی المبسوط اور مبسوط کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ احرام
کرنا باپ کا صغیر کیطرف سی باوجود اوسکی عقل و ہوش کے صحیح ہی تو اوسکی بیہوشی اور نافہمی مین باپکا احرام باندھ دینا بطریق اولے صحیح ہوگا فحج
او عبد فعتق قبل الوقوف فمضی کل علی احرامہ لم یسقط فرضہما لانعقادہ نفلا پہر صغیر احرام باندھنے کے بعد بالغ ہو گیا یا غلام احرام

باندھ کر آزاد ہو گیا قبل ٹھہرنے عرفات کے پھر اوسی اگلے احرام پر پھر ایک چلا گیا یعنے دوسرا احرام نہ باندھا تو دونوں کا فرض حج ساقط نہو گا اسلئے
کہ شروع سے نفل تہا پھر نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو تو بعد بلوغ اور ازادی کے حج فرض صغیر اور عبد پر لازم رہیگا فلو جدّد الصبیّ الاحرام
قبل وقوفہ بعرفۃ و نوی حجۃ الاسلام اجزأہ پھر اگر صغیر نے بعد بلوغ کے نیا احرام باندھا قبل وقوف عرفات کے اور اس احرام جدید سے
فرض حج کی نیت کی تو کافی ہے یعنی فرضیت ادا ہو گئی م احرام جدید اسطرح کرنا چاہیئے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہاں دوسرا احرام باندھکر
حج کی نیت سے لبیک کہے ولو فعل العبد المعتق ذلک التجدید المذکور لم یجزہ لانعقادہ لازما بخلاف الصبیّ والکافر والمجنون
اور اگر آزاد غلام اسطرح سے نیا احرام باندھیگا تو اوسکو کفایت نکریگا یعنی اوس پر سے فرض حج ساقط نہو گا اسواسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم
ہو گیا تو اوسکو توڑ نہیں سکتا بخلاف صغیر اور کافر اور مجنون کے اسواسطے کہ صغیر کا احرام لازم نہین تو اوسکو احرام توڑنا جائز ہے اور کافر کا احرام
سرے سے صحیح نہین بسبب عدم اہلیت کے والحج فرضہ ثلثۃ الاحرام ١ اور حج مین تین کام فرض ہین اول احرام باندھنا فرض وہ ہے جسکے ترک سے حج باطل
ہو جاوے اور سال اینده مین اوسکی قضا لازم آوے وھو شرط ابتداءً ولہ حکم الرکن انتہاءً حتی لم یجز لفائت الحج استدامتہ لیقضی بہ
من قابل اور احرام شرط ہے باعتبار ابتدا کے ولهذا اوسکی تقدیم حج کے مہینون پر جائز ہے جیسے وضو قبل وقت نماز کے جائز ہے اور احرام کو رکن
کا حکم ہے باعتبار انتہا کے تا اینکہ جسکا احرام باندھکر حج فوت ہو گیا ہو اوسکو احرام کا باقی رکہنا تاکہ سال آینده اوسی حج کی قضا کرے جائز نہین اور
اگر شرط ہوتا ہر طرح سے تو اوسکا باقی رکہنا جائز ہوتا والوقوف بعرفۃ فی اوانہ سمّیت بہا لان آدم علیہ السلام وحوّا تعارفا فیہا ٢ اور دوسرا
فرض عرفات کا ٹھہرنا ہے اوسکے خاص وقت مین عرفات کا نام اسواسطے رکہا گیا کہ آدم اور حوا علیہ السلام ہین وہین تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر متفرق
اوترے پھر بے مدت عرفات مین یکجا ہوئے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا ومعظم طواف الزیارۃ وھما رکنان ٣ اور تیسرا فرض اکثر طواف زیارت اور
دونون یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ رکن ہین حج کے لیکن وقوف عرفات توتر ہے طواف سے اسواسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور
جماع قبل طواف سے فاسد نہین ہوتا کذا فی العالمگیریۃ وواجبۃ نیف وعشرون اور واجبات حج کے بیس اور کئی ہین چنانچہ پچیس کام ہین چنانچہ
شمار واجبات کا رقم ہندسہ سے معلوم ہوگا واجب وہ ہے جسکے ترک سے حج باطل نہین ہوتا بلکہ ذبح کرنا لازم آتا ہے وقوف جمع وھو المزدلفۃ سمّیت
بذلک لان آدم اجتمع بحوّا وازدلف الیہا ای دنا منہا ١ ٹھہرنا جمع کا یعنے مزدلفہ کا اوسکا مزدلفہ اسواسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے
ساتھ وہان جمع ہوئے اور اوسے قریب ہو گئے والسعی وعند الائمۃ الثلثۃ ھو رکن بین الصفا سمّی بہ لانہ جلس علیہ آدم صفوۃ اللہ والمروۃ
لانہ جلس علیہا امرأتہ وھی حوا ولذا انّثت ٢ اور چلنا صفا اور مروہ کے درمیان اور تینون اماموں کے نزدیک سعی کرنا رکن ہے صفا اور
مروہ دو پہاڑیاں ہین مسجد الحرام کے پاس صفا اسواسطے اوسکا نام ہوا کہ آدم صفی اللہ اوسپر بیٹھے اور مروہ اسواسطے نام ہوا کہ امرأۃ یعنی عورت اوسپر
بیٹھی عورت سے حوا مراد ہین اور اسیواسطے لفظ مروہ مونث ہے م بعض علمانے وجہ تسمیہ یون بیان کی ہے کہ صفا ایکمرد کا نام تہا اور مروہ ایکعورت کا نام
تہا سو دونون نے بیت اللہ مین حرام کاری کی حق تعالی نے اونکو پتھر کر ڈالا دونون صورتون کو دونون پہاڑیون پر لوگون کی عبرت کیواسطے رکہدیا کذا
فی حاشیۃ الطحطاوی واللہ اعلم ورمی الجمار لکلّ من حج ٣ اور کنکریان مارنا جمرات ثلثہ پر ہر حج کرنیوالے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ منفرد وطواف
الصدر ای الوداع للافاقی غیر الحائض ۴ اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف افاقی کو سوائے حائض کے تو مکی اور بستانی اور حائضہ پر طواف
الصدر واجب نہین والحلق او التقصیر ۵ اور سر منڈانا یا بال کترانا وانشاء الاحرام من المیقات ٦ اور احرام کا شروع کرنا میقات سے
یعنی احرام کے مقام سے ومدّ الوقوف بعرفۃ الی الغروب ان وقف نہارا ٧ اور دراز کرنا وقوف عرفات کا غروب آفتاب تک اگر دنمین وقوف کیا ہو یعنے
کچھ دن اور کچھ رات کے وقوف کو جمع کرنا واجب ہے والبداءۃ بالطواف من الحجر الاسود علی الاشبہ لمواظبتہ علیہ السلام علیہا وقیل فرض وقیل
سنّۃ ٨ اور واجب ہے حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنا بر اشبہ قول کے ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ابتدا طواف حجر اسود سے کرتے

اور بعضوں کے نزدیک یہہ فرض ہے اور بعضوں کے نزدیک سنت ہے والتیامن فیہ ای فی الطواف فی الاصح ۹ اور طواف کو اپنی داہنی طرف سے
کرنا بنا بر قول اصح کے یعنی جب حجر اسود کے مقابل کہڑا ہو تو اپنی داہنی جانب سے طواف کرے جدہر ملتزم اور دروازہ ہے بیت اللہ کا والمشی فیہ
لمن لیس لہ عذر یمنعہ منہ ولو نذر طوافا زحفا لزمہ ماشیا ولو شرع متنفلا زحفا فمشیہ افضل ۱۰ اور واجب ہے طواف مین اپنے پانو
چلنا جسکو ایسا عذر نہین جو چلنے کا مانع ہوا اور جسنے نذر مانی طواف کی زمین پر گہسلکر تو اوسپر پیدل طواف کرنا لازم ہے اور اگر نفل طواف زمین پر گہسل کر
شروع کیا تو اوسکو طواف مین پانون سے چلنا افضل ہے والطہارۃ فیہ من النجاسۃ الحکمیۃ علی المذہب وقیل والحقیقیۃ من ثوب وبدن و
مکان لطواف والاکثر علی انہ سنۃ موکدۃ کما فی شرح لباب المناسک ۱۱ طواف مین طہارت نجاست حکمی سے واجب ہے بنا بر قوی مذہب کے اور
قول بعضون یہہ ہے کہ طہارت نجاست حقیقی کی کپڑے اور بدن اور طواف کے مکان سے واجب ہے اور اکثر علما کا یہہ قول ہے کہ نجاست حقیقی کی طہارت
سنت موکدہ ہے نہ واجب چنانچہ لباب المناسک کی شرح مین مذکور ہے وستر العورۃ فیہ وبکشف ربع العضو فاکثر کما فی الصلوۃ یجب الدم
۱۲ اور ستر ننگا کا ڈہکنا طواف مین اور جو تہائی عضو یا زیادہ کہلنے سے طواف مین ذبح کرنا واجب ہوتا ہے چنانچہ کشف عضو کا بیان کتاب الصلوۃ مین گذرا
وبدایۃ السعی بین الصفا والمروۃ من الصفا ولو بدء بالمروۃ لا یعتد بالشوط الاول فی الاصح ۱۳ اور صفا اور مروہ کے درمیان
کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کریگا تو شوط اول مین اوسکا شمار نہوگا قول اصح مین یعنی اول مروہ سے چلنا صفا تک یہہ شوط اول مین
داخل نہین اسلیے کہ واجب ہے کہ شوط اول عبارت ہو ابتدا ہو صفا سے مروہ تک والمشی فیہ فی السعی لمن لیس لہ عذر کما تقدم ۱۴ اور چلنا سعی مین
جسکو چلنے مین کچہہ عذر مانع نہین چنانچہ طواف مین مذکور ہوا وذبح الشاۃ للقارن والمتمتع ۱۵ اور ذبح کرنا بہیڑ بکری کا قارن یا متمتع کو
وصلوۃ رکعتین لکل اسبوع من ای طواف کان فلو ترکہا ہل علیہ دم قیل نعم فیوصی بہ ۱۶ اور دو رکعت نماز پڑہنا واجب ہے سات بار
بیت اللہ کے گرد گہومنے کے بعد کوئی طواف کیون نہو یہانتک کہ طواف نفل مین بہی دو رکعتین واجب ہین سو اگر دو رکعت کو طواف کرنیوالے نے ترک کیا
تو اوسپر ذبح کرنا کیا واجب ہے بعضے علما نے کہا کہ ہان واجب ہے تو اگر قبل ذبح کے موت اوسکو آوے تو ذبح کرنے کی وصیت کرجاوے والترتیب الاتی
بیانہ بین الرمی والحلق والذبح یوم النحر ۱۷ اور ترتیب کرنا درمیان کنکریان مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ
بیان اس ترتیب کا آویگا واما الترتیب بین الطواف وبین الرمی والحلق فسنۃ فلو طاف قبل الرمی والحلق لا شئ علیہ ویکرہ لباب
اور وہ ترتیب جو طواف کے درمیان اور کنکریان مارنے اور سر منڈانے کے درمیان مین ہے سو تو سنت ہے واجب نہین تو اگر طواف کیا
قبل رمی اور حلق کے تو کوئی چیز اوسپر لازم نہین لیکن مکروہ تنزیہی ہے بسبب ترک سنت کے کذا فی لباب المناسک وسیجئ ان المفرد لا ذبح علیہ
تحقیقہ اور آگے آویگا کہ مفرد پر یعنی جو فقط حج کی نیت کرے بلا قران وبلا تمتع اوسپر ذبح واجب نہین اور عنقریب باب الجنایات مین ہم اسکی
تحقیق کرینگے وفعل طواف الافاضۃ ای الزیارۃ فی یوم من ایام النحر ۱۸ اور طواف الافاضہ یعنی طواف الزیارۃ کا کرنا کسیدن مین قربانی
کے دنون سے ومن الواجبات کون الطواف وراء الحطیم ۱۹ اور واجبات سے ہے طواف کرنا بیت اللہ کا حطیم کے ساتھہ حطیم اوس جگہہ کا نام
ہے جو بیت اللہ کی جانب مغرب اور شمال واقع ہے اوسکے گرد چہوٹی دیوار ہے کمان کی مانند حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت مین
حطیم بیت اللہ کے اندر داخل تہی قریش نے ایام جاہلیت مین جب کعبہ بنایا تو بسبب قلت معارف کے حطیم کو کعبہ سے جدا کر دیا پہر جب حطیم بیت اللہ مین
داخل ٹہہری لہذا طواف مین اوسکا داخل کرنا واجب ہوا اور فرض اسواسطے نہوا کہ دخول اوسکا بیت اللہ مین بدلیل قطعی ثابت نہین واللہ اعلم
وکون السعی بعد طواف معتد بہ ۲۰ اور سعی کا ہونا بعد اوس طواف کے جو شمار کے لائق ہو یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد ہو اسواسطے کہ دو تین
شوط سے طواف معتبر نہین وتوقیت الحلق بالمکان والزمان ۲۱ اور سر منڈانے کی تعیین مکان خاص اور زمانہ مخصوص مین یعنی حلق کرنا
حرم کے اندر ایام نحر مین واجب ہے وترک المحظور کالجماع بعد الوقوف ۲۲ اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے

واجب ہو خیال کر جماع اور قبلہ وقوف کے جماع مفسد ہو حج کا ولُبْسُ المَخِیْطِ ۲۴ اور جسے سِئی لباس کے پہننے کو ترک کرنا وتَغْطِیَۃُ الرَّأْسِ والوَجْہِ ۲ اور سر کو ڈہکنا ۲۵ اور چہرہ کو ڈہکنا والضَّابِطُ اَنَّ کُلَّمَا یَجِبُ بِتَرْکِہٖ دَمٌ فَھُوَ وَاجِبٌ صَرَّحَ بِہٖ فِی المُلْتَقٰی وَسَیَتَّضِحُ فِی الجِنَایَاتِ اور قاعدہ کلیہ واجبات حج کے دریافت کرنیکا یہہ ہو کہ جس فعل کے ترک کرنیسے ذبح کرنا واجب ہو سو وہ فعل واجب ہی یہی تصریح ہے ملتقی مین اور جن افعال سے ذبح کرنا لازم ہوتا ہو اوسکا بیان باب الجنایات مین واضح ہوگا ہم شارح نے بعد شمار واجبات کو قاعدہ دریافت واجبات کا اسواسطے بیان کیا کہ واجبات حج ان ۲۵ امور مین منحصر نہین اسواسطے کہ حج کرنا عرفات سے امام کے ساتھہ واجبات سے ہو اور حالانکہ اوسکو مصنف نے ذکر کیا نہ شارح نے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شرح وقایہ اور قُدوری مین پانچ چیزونکو واجب کہا یعنی وقوف مزدلفہ اور سعی بین الصفا والمروہ اور رمی جمار اور طواف الصدر اور حلق راس کو اور کہا ہی کہ سوای فرائض اور ان واجبات کو باقی افعال سنت ہین یا مستحب حالانکہ یہہ صحیح نہین اسواسطے کہ واجبات پانچ مین منحصر نہین اور ایسے مقام مین شمار کرنا حصر کا مفید ہوتا ہو کذا فی منح الغفار **فائدہ جلیلہ** اکثر کتب فقہ مین افعال خمسہ مذکورہ کو واجبات مین شمار کیا ہی اور بعضی کتابونمین دریافت واجبات کا ضابطہ مذکورہ مندرج ہی چنانچہ ملتقی الابحر سے شارح نے نقل کیا اور کسی نے انحصار کرنا واجبات کو ضرور نہین جانا بخیال تکرار کے اسواسطے کہ جنایات مین اسکی خود تصریح موجود ہی لیکن ماتن اور شارح نے ۲۵ واجبات شمار کئے واسطے مزید بصیرت کے رحمۃ اللہ علیہما وغیرھا سنن واٰداب کان یتوسّع فی النفقۃ ویحافظ علی الطہارۃ وعلی صون لسانہ اور فرائض اور واجبات کے سوا باقی افعال سنت ہین اور مستحب چنانچہ کشائش اور فراغت سے خرچ کرنا اپنے اوپر اور سوالیوں کے اوپر اسلئے کہ حج مین خرچ کرنا ثواب مین جہاد کے خرچ کی برابر ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہمیشہ باطہارت رہنا اور زبان کو غیبت اور منحت گوئی اور دشنام سے بچانا ہر چند زبان کا روکنا ہمیشہ بہتر ہی علے الخصوص حج مین زیادہ تر اسکا اہتمام لازم ہی قال اللہ تعالی فَمَنْ فَرَضَ فِیْھِنَّ الحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الحَجِّ ویستأذن ابویہ ودائنہ وکفیلہ اور مستحب ہی حج کی اجازت لینا اپنے ماں اور باپ سے اور قرضخواہ سے اور قرض کے ضامن سے اگر اسکی کہنے سے اوسنے ضمانت کی ہو اور اگر اسکے بدون امر کے وہ ضامن ہوا ہو تو اجازت کی کچہہ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویودع المسجد برکعتین ومعارفہ ویستحلّھم ویلتمس دعاءھم اور مستحب ہی محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑہکر رخصت ہونا اور اپنے دوستون سے رخصت ہونا تاکہ وہ دعای خیر کرین اور مستحب ہو دوستون اور آشناؤن سے اپنی قصور معاف کروانا اور اونسے دعا کی درخواست کرنا فتح القدیر مین ہو کہ سفر کے وقت خود رخصت ہونے کو جاوے اور جب حج کرکے آوے تو دوستونکو اوسکی پاس آنا چاہیئے ویتصدّق بشیءٍ عند خروجہ ویخرج یوم الخمیس ففیہ خرج علیہ السلام فی حجۃ الوداع او الاثنین او الجمعۃ بعد التوبۃ والاستخارۃ ای فی انہ ھل یشتری او یکتری وھل یسافر برًّا او بحرًا وھل یرافق فلانًا او لا لان الاستخارۃ فی الواجب والمکروہ لا محلّ لھا ق دتما مہ فی النھر اور مستحب ہی کچہہ خیرات کرنا سفر کیوقت اسواسطیکہ صدقہ دافع ہی بلا کا اور سنت ہو سفر کرنا پنجشنبہ کے دن اسواسطیکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین اسیدن سفر کیا تھا یا دوشنبہ یا جمعہ کے دن سفر کرنا مستحب ہی بعد توبہ اور استخارہ کرنیکے یعنی اسمین استخارہ کرے کہ سواری کو مول لے یا کرایہ کرے اور سفر خشکی مین کرے یا دریا مین اور فلانے شخص کو اپنا رفیق سفر کا کرے یا نکرے اور یون استخارہ نکرے کہ مین حج کرون یا نکرون اسواسطے کہ واجب اور مکروہ مین استخارہ بموقع ہے **ع** درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست + اور پورا بیان اسکا نہر الفائق مین ہی ہم اور باقی مضمون نہر الفائق کا یون ہی کہ استخارہ کا طریقہ یہہ ہی کہ دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت مین قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت مین قل ہو اللہ احد پڑہے پہر استخارہ کی دعا جو احادیث مین ثابت ہی پڑہے پہر توبہ کرے شرائط توبہ کی مراعات کرکے یعنی جنکی حق تلفی کی ہو اونسے معاف کراوے اور جسکا مال چوری یا دغابازی یا غصب یا رشوت سے لیا ہو اوسکو پہیر دے حتی الامکان اور جن عبادات مین قصور ہوا ہو اونکو قضا کرے اور اپنے گناہون سے نہایت شرمندہ ہو اور مصمم ارادہ کرے کہ پہر اُن گناہون کو نکریگا اسواسطے کہ اُس شاہنشاہ کے دربار مین ان نجاسات

کو لیجانا کمال بے ادبی ہے اور نفقہ حلال کی طلب مین نہایت کوشش کرے اور اس سفر مین ضرور ہو رفیق صالح کی صحبت کہ غفلت کیوقت مین ہوشیار
کر دے اور بیصبری اور ناشکیبائی کیحالت مین صبر کی تعلیم کرے اور جب یہہ عاجز ہو تو وہ اعانت کرے اور حج کرنیوالے کو مناسب ہے کہ کرایہ
والیکو اپنا اسباب دکھلا دیوے اور بدون اوسکی اجازت کے زیادہ سواری پہ نہ لادے اور بعد اجازت کے بھی جانور کی طاقت سے زیادہ بوجھ
نہ رکھے اور سفر حج مین بہتر یہہ ہے کہ تجارت کی نیت نکرے اگرچہ تجارت سے ثواب کم نہین ہوتا مانند غازی کی اور لازم ہے کہ اس سفر مین ریا اور سمعہ
اور تفاخر سے آپکو بچاوے ولہذا محمل کی سواری بعضے علمانے مکروہ جانی ہے انتہی ما فی النہر الفائق اور فتح القدیر مین ہے کہ تحصیل نفقہ حلال
مین کوشش بلیغ لازم ہے اسواسطے کہ حرام نفقہ سے حج مقبول نہین ہوتا اگرچہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور سقوط حج اور عدم قبول حج مین کچھہ منافات
نہین عدم قبول کی یہہ معنی کہ ثواب حاصل نہین ہوتا اور سقوط کا یہہ مطلب کہ آخرت مین عذاب نہین جیساکہ تارکین حج کو ہوگا اور فتاوی قاضیخان
مین ہے کہ جب آدمی کے پاس حلال مال ہو اور اوسمین کچھہ شبہہ ہو حرمت کا تو اوسکی تدبیر یہہ ہے کہ نفقہ حج کیواسطے قرض لے اور اپنے اُس مال سے قرض
کو ادا کرے اور ینابیع مین ہے کہ عیال کا خرچ دیجاوے اور خوش خرم سفر کرے اور راہ مین تقوی اختیار کرے اور ذکر اللہ کی کثرت کرے اور
بدخلقی اور غضب سے پرہیز کرتا رہے اور لوگونکی بدخلقی اور غصہ سہا کرے حلم اور بردباری کرتا رہے کذا فی العالمگیریہ اور سفر کی دعائین حصن حصین
وغیرہ کتب احادیث سے یاد کرلے یا لکھہ لے تاکہ اونکو اپنے موقع پر پڑھا کرے ہم یہہ مستحبات اور آداب سفر تھے جو بقدر ضرورت مذکور ہوئے اب
سنن اور ممنوعات حج کو دریافت کرنا چاہیئے طواف القدوم اور طواف مین رمل کرنا یعنی اکڑنا اور صفا مروہ کے اندر دو سبز مینارونکے درمیان
شتاب چلنا اور ایام نحر کی راتون مین منا مین رہنا اور عرفہ کے دن بعد طلوع آفتاب کے منا سے عرفات کو جانا اور مزدلفہ سے منا کیطرف چلنا
قبل طلوع آفتاب کے سنت ہے کذا فی فتح القدیر اور مزدلفہ مین رات کو رہنا سنت ہے اور جمرات ثلثہ کی رمی مین ترتیب سنت ہے کذا فی العالمگیریہ من البحر
اور ممنوعات حج دو قسم ہین ایک وہ جو انسان اپنی ذات پر کرے وہ چھہ طرح ہے جماع کرنا اور سر منڈانا اور ناخن کاٹنا اور خوشبو لگانا اور سر
اور چہرے کو ڈھکنا اور سیا کپڑا پہننا اور دوسری قسم وہ ہے جو آدمی اپنی ذات کے سوا غیر مین کرے جیسے شکار کرنا حل اور حرم مین اور حرم کے
درخت کو کاٹنا کذا فی العالمگیریہ وَاَشْهُرُهٗ شَوَّالٌ وَذُوالْقَعْدَةِ بِفَتْحِ الْقَافِ وَتُكْسَرُ وَعَشْرُ ذِي الْحِجَّةِ بِكَسْرِ الْحَاءِ وَتُفْتَحُ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ
لَيْسَ مِنْهَا يَوْمُ النَّحْرِ وَعِنْدَ مَالِكٍ ذُو الْحِجَّةِ كُلُّهٗ عَمَلًا بِالْاٰيَةِ قُلْنَا اِسْمُ الْجَمْعِ يَشْتَرِكُ فِيْهِ مَا وَرَاءَ الْوَاحِدِ اور حج کے مہینے شوال اور ذیقعدہ
اور دس دن ذی الحجہ کے ہین اور امام شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک قربانی کا دن حج کے مہینونمین نہین اور امام مالک کے نزدیک تمام ذی الحجہ
حج کے مہینون مین داخل ہے بدلیل آیت قرانی کے حق تعالی نے فرمایا اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ یعنی حج کے مہینے معلوم اور مشہور ہین لفظ اشہر جمع
ہے اور اقل جمع تین ہے شارح کہتا ہے ہم جواب دیتے ہین امام مالک کے استدلال کا کہ صیغہ جمع مین ماورای واحد بھی مشترک ہے یعنی دو اور دو سے
زیادہ پر بھی اطلاق جمع کا قران مجید مین ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا یعنی تم دونون کے دل مائل ہو گئے قلوب جمع ہے
اور مراد مثنی ہے یعنی دو چنانچہ زمخشری نے اسکو صراحۃً کیا ہے تو جب جمع کا اطلاق دو پر ہوا تو اشہر کا اطلاق دو مہینے اور بعض ثالث پر بطریق
اولی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اگر کوئی کہے کہ ثمرہ ائمہ ثلثہ کے اختلاف کا کیا شارح نے اسکا جواب قول آیندہ مین دیا وَفَائِدَةُ
التَّاقِيْتِ اَنَّهٗ لَوْ فَعَلَ شَيْئًا مِنْ اَفْعَالِ الْحَجِّ خَارِجَهَا لَا يُجْزِيْهِ اور فائدہ اس توقیت اور تعیین کا یہہ ہے کہ اگر افعال حج مین سے کوئی
فعل اس مدت سے باہر کرے تو کفایت نکریگا یعنی مثلاً اگر متمتع اور قارن تین روزے رکھین شوال سے پہلے تو جائز نہین یا کوئی سعی کرے بعد طواف القدوم
کے اشہر حج سے پہلے تو صحیح نہین اور احرام باندھنا اشہر حج مین مکروہ نہین اور اس سے قبل جائز ہے مع الکراہت جبکہ یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا
چاہیئے کہ شارح کو لازم تھا کہ بجای لَا يُجْزِيْهِ کے لَا يَحِلُّ کہتا تاکہ احرام قبل اشہر الحج کا شامل رہتا اسواسطے کہ احرام قبل اشہر حج کے کفایت
کرتا ہے مگر حلال نہین قہستانی نے کہا کہ رمی اور حلق اور طواف الزیارۃ بعد اشہر حج کے کفایت کرتے ہین لیکن حلال نہین بلکہ حرام ہین کذا فی

تحفۃ الاخیار حاشیۃ الحلبی وانہ یکرہ الاحرام لہ قبلہا وان امن علی نفسہ من المحظور لشبہہ بالرکن کما مر واطلاقہا یفید التحریم اور البتہ مکروہ ہی احرام باندھنا قبل ان مہینون کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہو بسبب مشابہ ہونے احرام کے ساتھہ رکن کے چنانچہ اسکا بیان فرائض حج مین گذرا اور مطلق بولنا کراہت کا تحریم کا مفید ہو یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہے

والعمرۃ فی العمر مرۃ سنۃ مؤکدۃ علی المذہب اور عمرہ کرنا تمام عمر مین ایکبار سنت مؤکدہ ہی بنا بر قوی مذہب کے اور بعض علماء حنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہی کذا فی الکافی وصحح فی الجوہرۃ وجوبہا اور جوہرہ مین وجوب عمرہ کی تصحیح کی اگر کوئی کہے کلام مجید مین ارشاد ہوا (اتموا الحج والعمرۃ للہ) یعنے تمام کرو حج اور عمرے کو اللہ کیواسطے اس آیت مین اتمام بصیغہ امر ارشاد ہوا اور امر مفید ہی وجوب کا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا قلنا المامور بہ فی الآیۃ الاتمام وذلک بعد الشروع وبہ نقول ہم جواب مین کہتے ہین کہ آیت مین امر اتمام کا ہی اور اتمام نہین ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور اسکے تو ہم قائل ہین کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب ہو جاتی ہی ہم عمرہ مشتق ہی اعتمار سے اور اعتمار لغت مین آباد مکان کیطرف جانے کو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب وہی احرام وطواف وسعی وحلق او تقصیر اور شرع مین عمرہ عبارت ہی احرام اور طواف اور سعی بین الصفا والمروہ اور بال منڈانے یا کترانے سے فالاحرام شرط ومعظم الطواف رکن وغیرہما واجب ہو المختار سو احرام باندھنا عمرہ مین شرط ہی اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گھومنا گرد بیت اللہ کے فرض ہے اور باقی واجب ہی اور یہی قول مختار ہی یعنی سعی اور حلق کا عمرہ مین واجب ہونا ویفعل فیہا کفعل الحاج اور عمرہ کے احرام اور طواف اور سعی مین ویسا کرے جیسا کہ حج کرنیوالا کرتا ہی اور جب حجر اسود کا بوسہ لے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈاوے تو احرام سے باہر ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وجازت فی کل السنۃ وندبت فی رمضان اور جائز ہی عمرہ کرنا تمام سال مین سوا ایام منہیہ کے اور مستحب ہی رمضان شریف مین ہم سنن ابی داؤد مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان مین عمرہ کرنا میرے ساتھہ حج کرنے کی برابر ہی اور نسائی مین عبد اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہون کو دور کرتے ہین جیسی لوہار کی بھٹی لوہے کا میل صاف کرتی ہی وکرہت تحریما یوم عرفۃ واربعۃ بعدہا ای کرہ انشاؤہا بالاحرام حتی یلزمہ دم وان رفضہا لا اداؤہا فیہا باحرام سابق کقارن فانہ لحج فاعتمر فیہا لم یکرہ اسے ابہر وعلیہ فاستثناء الخانیۃ القارن منقطع فلا یختص بیوم عرفۃ کما توہمہ فی البحر اور مکروہ تحریمی ہی عمرہ کرنا عرفے کے دن اور اسکے بعد چار دن اور یعنی احرام باندھ کر عمرہ شروع کرنا ان دنون مین مکروہ ہی یہانتک کہ اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ بعد احرام کے اوسکو ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنون مین مکروہ نہین چنانچہ قران کرنے والیکو حج ملا سو اوسنے ان دنون مین عمرہ کیا تو مکروہ نہین کذا فی السراج اور بنا بر روایت سراج کے استثنا خانیہ کا قارن کو استثنائ منقطع مین داخل ہے یعنی خانیہ مین جو یون کہا ہے کہ عمرہ ان دنون مین مکروہ ہے مگر قارن کو مکروہ نہین تو یہ استثنا متصل نہین بلکہ منقطع ہی اسواسطے کہ احرام قارن کا سابق سے ہی اور مکروہ ان دنون احرام ہی تو مستثنے داخل نہین مستثنے منہ مین اسیکا نام منقطع ہے پھر جب سراج کی روایت سے معلوم ہوا کہ پانچ دن عمرہ مکروہ ہی تو کراہت فقط عرفہ کے دن کو مخصوص نرہی جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہی والمواقیت ای المواضع التی لا یجاوزہا مرید مکۃ الا محرما خمسۃ اور مواقیت یعنی وہ مکان جس سے بدون احرام کے گذرنا مکے کے جانیوالے کو درست نہین پانچ ہین ہم مواقیت جمع ہی میقات کی لفظ میقات مشترک ہی درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہان مکان ہی کذا فی النہر تبعا للبحر اور نہر الفائق مین ہے کہ میقات عبارت ہی وقت معین سے اور مکان احرام کیواسطے مستعار ہی اور جوہری کا صحاح مین یون کہنا کہ میقات موضع احرام ہی وہ ہماری قول کے مخالف نہین اسواسطے کہ جوہری کی عادت نہین تفرقہ کرنا حقیقت اور مجاز مین اور شاید کہ صاحب بحر نے ظاہر کلام جوہری سے دہوکہ کہایا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتھے کلامہ

معلوم کرنا چاہیئے کہ شاہنشاہ علی الاطلاق نے کعبہ معظمہ کو بزرگی دی اوسکو بارگاہ قدسی قرار دیا اور مسجد الحرام کو اوسکا جلوخانہ بنایا اور
شہر مکہ کو مسجد الحرام کا احاطہ کیا اور حرم کو شہر کا پیشگاہ ٹھہرایا اور مواقیت کو حرم کا مجراگاہ قرار دیا اور وہان سے احرام باندہنا واجب
کیا اوس بقعہ مبارکہ کے اظہار شرف کیواسطے تو اسمین سب قاصدین مکہ داخل ہین خواہ بہ نیت حج یا عمرہ جاوین خواہ بہ نیت سکونت ہجرت
خواہ بہ نیت تجارت بہر صورت احرام واجب ہو۔ ذو الحليفة بضم ففتح مكان على ستة اميال من المدينة وعشر مراحل من مكة تسميها
العوام ابار علي رضي الله عنه يزعمون انه قاتل الجن في بعضها وهو كذب ع ایک میقات ذو الحلیفہ ہے بضم حاء و فتح لام وہ مکان مدینہ
کو چھ میل پر ہے مدینہ طیبہ سے اور دس منزل ہے مکہ معظمہ سے وہانکے کنوؤنکو عوام عرب ابار علی کہتے ہین اونکا گمان یہہ ہے کہ علی مرتضی نے جنون سے
قتال کیا وہان کے کسی کنوئین مین اور حالانکہ یہہ جھوٹ ہے کہین ثابت نہین یہہ میقات ہے اہل مدینہ کا سب مواقیت سے یہہ میقات دور ہے مکہ معظمہ سے
وذات عرق بكسر فسكون على مرحلتين من مكة اور ذات عرق بکسر عین و سکون ثانی یہہ میقات مکہ معظمہ سے دو منزل پر ہے جانب مشرق کی
وجحفة على ثلث مراحل بقرب رابغ اور جحفہ بضم جیم و سکون حا مکہ سے تین منزل پر ہے قریب رابغ کے اور بالفعل عوام اوسکو رابغ کہتے ہین کذا فی
النہر اور یہہ قریہ ہے مکہ سے مغرب اور شمال کے درمیان شام کی راہ پر اور یہہ میقات ہے اہل مصر اور مغرب اور شام کا کذا فی النہر جحفہ کا بالفعل نشان
باقی نہین رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقرن على مرحلتين من مكة وفتح الراء خطأ ونسبة اويس اليه خطأ
اخرى اور قرن بفتح قاف و سکون ثانی پہاڑ کا نام ہے عرفات سے نظر آتا ہے مکہ سے دو منزل پر ہے اور قرن کو بفتح را کہنا خطا ہے جوہری کی اور اویس
کی نسبت کرنا اوسکی طرف دوسری خطا ہے اسواسطے کہ اویس قرنی اوس قبیلہ کیطرف منسوب ہین جسکو بنو قرن کہتے ہین کذا فی النہر ويلملم جبل على
مرحلتين ايضا اور یلملم بفتح مثناۃ تحتانی و دو لام ملک تہامہ کا پہاڑ ہے یہہ بھی دو منزل پر ہے مکہ معظمہ سے جانب جنوب للمدني والعراقي ذو الحليفة
میقات ہے اہل مدینہ کا اور ذات عرق میقات ہے اہل عراق کا عراق اوس ملک کا نام ہے جسمین بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نجف اور کربلا ہے اور اہل
خراسان اور ماوراء النہر کا بھی میقات ہے والشامي الغير المار بالمدينة بقرينة ما ياتي اور جحفہ میقات ہے اوس شامی کا جو مدینہ مین ہو کر مکہ کو
نہین آیا یہہ قید شارح نے بقرینہ آیندہ لگائی ہے والنجدي واليمني لف ونشر مرتب اور قرن میقات ہے اہل نجد کا اور یلملم میقات ہے اہل یمن اور
اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو بطور لف ونشر مرتب کے مذکور کیا واسطے اختصار کے وجمعها قوله عرق العراق يلم اليمني وبذي
الحليفة يحرم المدني وللشام جحفة ان مررتها ولاهل نجد قرن فاستبنها جمع کیا ہے مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر نے اپنے قول مین کہ
حفظ آسان ہو یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہے اور یلملم یمنی کا اور ذو الحلیفہ سے مدنی احرام باندہتا ہے اور واسطے شام کے جحفہ ہے اگر گذرے
تو اوس شامی جحفہ کیطرف سے اور اہل نجد کیواسطے قرن میقات ہے سو ظاہر سمجھ لے وكذا هي لمن مر بها من غير اهلها كالشامي يمر بميقات اهل المدينة
فهو ميقاته قاله النووي الشافعي وغيره اور اسیطرح یہہ مکانات اوسکے واسطے بھی میقات ہین جو ان مکانات کیطرف ہو کر نکلے دوسری طرف والا
چنانچہ شام کا رہنے والا اہل مدینہ کی میقات پر ہو کر نکلے تو وہی اوسکا میقات ہو جاویگا یعنی شامی کا میقات جحفہ تہا سو وہ اودہر گیا ذو الحلیفہ مین
ہو کر نکلا تو اب یہین سے اوسکو احرام باندہنا چاہیئے جحفہ کیطرف جانا اوسپر ضرور نہین امام نووی شافعی وغیرہ نے اسطرح ذکر کیا ہے ہم شارح نے
اشارہ کیا کہ یہہ مسئلہ اتفاقی ہے حنفی شافعی مالکی حنبلی کا اسمین اختلاف نہین وقالوا لو مر بميقاتين فاحرامه من الابعد افضل ولو اخره
الى الثاني لا شيء عليه على المذهب اور علمانے کہا ہے کہ اگر کوئی آدمی دو میقات پر گذرا تو اوسکا احرام باندہنا اوس میقات سے افضل ہے جو
مکہ معظمہ سے دور تر ہو اور اگر تاخیر کریگا احرام باندہنے مین دوسری میقات تک تو اوسپر کچہ گناہ اور کفارہ نہین بنا بر قوی مذہب کے وعبارة
اللباب سقط عنه الدم اور لباب کی عبارت یہہ ہے کہ ساقط ہو گیا اوس سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اوس پر
لازم ہو گیا تہا جب دوسری میقات پر اوسنے احرام باندہا تو اوسپر سے ذبح کرنا ساقط ہو گیا [illegible]

بعدها افضل فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین اور اگر ایسی راہ سے مکہ کو جاوے کہ کوئی میقات نملے تو وہان سے جو اور اٹکل کرے اور وہان
سے احرام باندہے جو مقابل ہو برابر پڑے کسی میقات کے اور اگر کسی مکان مین دو میقات سے مقابلہ ہوتا ہو تو جو زیادہ تر دور ہو وہ افضل ہے اور اگر ایسی
پیش آوے کہ وہان سے کسی میقات کا سامنا نہوتا ہو یا اٹکل مین نہ آتا ہو تو جب مکہ معظمہ دو منزل پر رہے تو وہان سے احرام باندہے اسواسطے کہ کوئی میقات
دو منزل سے کم نہین وحرم تاخیر الاحرام عنہا کلہا لمن ای لآفاقی قصد دخول مکۃ یعنی الحرم ولو لحاجۃ غیر الحج اور حرام ہے احرام
کا تاخیر کرنا ان سب مواقیت سے اُس باہر والیکے واسطے جسنے دخول مکہ یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی اور حاجت کیواسطے وہان گیا سوای حج اور عمرے
کے اسواسطے کہ احرام اس مکان پاک کی تعظیم کیواسطے ہے تو اسمین ہر طرح کے جانیوالے برابر ہین اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ مین بلا احرام تشریف
لیگئے تھے تو یہہ امر حضرت کو مخصوص تہا چنانچہ احادیث صحیحہ مین اسکی تصریح موجود ہے کذا فی المنح اما لو قصد موضعاً من الحل کخلیص وجدۃ
حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التحق باہلہ فلہ دخول مکۃ بلا احرام وہو الحیلۃ لمن یرید ذلک الا المامور بالحج لمخالفتہ
لیکن اگر آفاقی یعنے باہر والا حرم کے سواحل مین کسی مکان کے جانیکا ارادہ کرے جو اندر ہے میقات کے چنانچہ فقط خلیص کا اور جدّہ کا ارادہ
کرے تو اسکو میقات سے بلا احرام گذرنا حلال ہے پہر جب وہان گیا تو وہان کے لوگون مین ملگیا اور وہان کے لوگون کو مکہ مین جانا بلا احرام درست ہے
تو اسکو بہی بلا احرام جانا جائز ہوا اور یہہ حیلہ ہے اُس شخص کیواسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہہ حیلہ کرنا جائز نہین بسبب اوسکی مخالفت
کے اسواسطے کہ اوسکا سفر حج کیواسطے مخصوص رہا اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ وہ حج آفاقی کا مامور تہا پہر جب مکہ مین بلا احرام داخل ہوا تو اسکا حج مکی ہو گیا
نہ آفاقی اور یہہ مسئلہ دریای شور کے مسافرین کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلاً ایک شخص مامور بالحج ہے اور سال کے درمیان کنارے پر پونہچا تو اسکو جائز نہین
کہ بندر جدّہ کا کہ وہ حرم سے باہر ہے قصد کرے تاکہ مکہ مین بلا احرام داخل ہو کہ مدت تک احرام باندہے رہنا نہ پڑے اور اگر مامور نے احرام حج کا باندہا
تو اوسکو عمرہ کرکے احرام چہوڑنا درست نہین بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہر اگر مامور بالحج بندر جدہ کا قصد کرے پہر جب ایام حج کے قریب
ہون تو کسی نزدیک میقات پر جاکر وہان سے احرام باندہ کر آوے تو جائز ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لا یحرم التقدیم للاحرام علیہا بل ہو الافضل ان
فی اشہر الحج وامن علی نفسہ حرام نہین تقدیم احرام کی ان مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سے افضل ہے بشرطیکہ حج کے مہینون مین ہو
اور اپنی ذات پر اعتماد ہو ممنوعات کے نکرنیکا اور اگر اعتماد نہو تو میقات ہی سے احرام باندہنا افضل ہے کذا فی الجوہرۃ اور شوال سے پہلے احرام
باندہنا بالاتفاق مکروہ ہے اعتماد ہو یا نہو کذا فی منح الغفار وحل لاہل داخلہا یعنی لکل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکۃ غیر
محرم مطلقاً اذا لم یرد نسکاً کما لو جاوزہا حطاباً بمکۃ اور ان لوگون کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہین خواہ عین میقات مین ہون یا علیحدہ
حرم کیطرف حلال ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام کے بوجہ تکلیف کے کثرت آمد و رفت سے تا وقتیکہ حج یا عمرے کا قصد نکیا ہو اور اگر حج یا عمرے کا
ارادہ ہوگا تو بدون احرام کے انکو بہی دخول جائز نہوگا جیسے حلال ہے بلا احرام داخل ہونا مکہ والونکو جو لکڑیون کیواسطے مکہ سے باہر نکلتے ہین بشرطیکہ
مواقیت آفاقی سے تجاوز نہوا ہو اور اگر مکی وہان سے بہی باہر نکلیگا تو وہ آفاقی ہو جاویگا اب اوسکو بدون احرام کے مکہ مین داخل ہونا جائز نہین
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فہذا میقاتہ ای الحل الذی بین المواقیت والحرم سو اسکا میقات حل ہے یعنی جو میقات کے اندر ہے وہ حج یا عمرے کے
واسطے حل سے احرام باندہے حل بکسر اول وتشدید لام اوس سرزمین کو کہتے ہین جو مواقیت اور حرم کے درمیان ہے والمیقات لمن بمکۃ یعنی من بداخل
الحرم للحج الحرم وللعمرۃ الحل اور مکہ والون کا یعنی جو حرم کے اندر ہین اونکا میقات حج کیواسطے حرم ہے جہان اپنے گہرون کے اندر سے
احرام باندہین اور عمرے کیواسطے حل میقات ہے ... یعنی اہل حرم کیواسطے میقات حج اور عمرے کا اسواسطے مختلف ہوا تاکہ کچہہ سفر کرنا ثابت ہو
اسلئے کہ حج ہوتا ہے عرفات پر اور وہ حل مین واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم سے احرام باندہا تو عرفات تک احرام باندہے جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہے
بیت اللہ مین اور وہ حرم مین ہے تو جیسے عمرے کا احرام حل مین باندہا تو بیت اللہ تک احرام باندہے آنا پڑا دونون صورتون مین سفر کا معنیٰ پایا گیا

والتنعیم افضل اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہے م تنعیم ایک مکان کا نام ہے کہ مکے سے تین کوس ہے تنعیم کا احرام اسواسطے افضل ہوا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کو فرمایا کہ عمرہ کے واسطے وہیں سے احرام باندھیں ولنذکر حدود الحرم ابن الملقن فقال ولِلحرم التحدید من ارض طیبۃ + ثلثۃ امیال اذا رمت اتقانا + وسبعۃ امیال عراق وطائف + وجدۃ عشر ثم تسع جعرانہ + ومن یمن سبع بتقدیم سینہا + وقد کملت فاشکر لربک احسانہ اور ابن ملقن نے حرم کی حدون کو یون نظم کیا ہے کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کیجانب سے تین کوس ہے جبکہ ای مخاطب تو اوسکی حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کیطرف سے ہے اور جدہ کیطرف سے دس کوس ہے پھر جعرانہ کیطرف سے نو کوس ہے اور یمن کیجانب سے سات کوس ہے اور البتہ ہر طرف سے حد و حرم کی پوری ہوگئی سو اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر ناظم نے کہا کہ بیت اخیر مین لفظ سبع کا بتقدیم سین ہے تا تسع کے لفظ سے مشتبہ نہو

فصل فی الاحرام وصفۃ المفرد بالحج

فصل فی الاحرام

اس فصل مین مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہے مفرد بالحج اوسکو کہتے ہین جو خالص حج کیواسطے احرام باندھے عمرہ کی شرکت احرام مین نکرے ومن شاء الاحرام اور جو احرام کا ارادہ کرے م احرام لغت عرب مین دخول نے الحرمۃ کو کہتے ہین یعنی بحرمتی کرنا اور شرع مین احرام عبارت ہے حرمات مخصوصہ کے دخول سے بشرط نیت مع الذکر یا سوق ہدی کذا فی فتح القدیر والنہر الفائق وھو شرط صحۃ النسک کتکبیرۃ الافتتاح للصلوۃ فالصلوۃ والحج لہما تحریم وتحلیل بخلاف الصوم والزکوۃ اور احرام شرط ہے حج یا عمرے کی صحت ہونیکی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول بار اللہ اکبر کہنا صحت نماز کی شرط ہے تو نماز اور حج کیواسطے تحریم اور تحلیل ہے بخلاف صوم اور زکوۃ کے کہ اونکی لیے تحریم اور تحلیل نہین ہے م نسک یعنی مطلق عبادت کو ہے لیکن حج اور عمرہ مین کثیر الاستعمال ہے ثم الحج اقوی من وجہین الاول ان یقضی مطلقا ولو مظنونا بخلاف الصلوۃ پھر حج تو تر ہے نماز سے دو وجہ سے اول وجہ یہ ہے کہ حج کا قضا کرنا ہر صورت لازم ہے اگرچہ حج مظنون ہو بخلاف نماز کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہوا کہ مجھپر حج واجب ہے اور اوسنے احرام باندھا پھر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہین تو اوسکو ادا کرنا لازم ہے اور اگر ترک کریگا تو اوسپر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مظنون کے کہ اوسکے فاسد کرنے سے قضا لازم نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر الثانی انہ اذا اتم الاحرام بحج او عمرۃ لا یخرج عنہ الا بعمل ما احرم بہ وان افسدہ الا فی الفوات فیعمل العمرۃ والا الاحصار فیذبح الھدی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی شروع کرے حج یا عمرہ کیواسطے تو احرام سے نکل اوسکے بدون عمل کے جسکے واسطے احرام باندھا اگرچہ اوسکو فاسد کر ڈالے مگر حج کے فوت ہو جانے مین البتہ احرام سے نکل عمرہ کرکے اور احصار مین احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام مثلا حج کیواسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام کا جائز نہین مگر دو صورتین ایک یہ ہے کہ حج فوت ہوجاوے بسبب جانے موسم کے تو بعد عمرہ کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہ ہے کہ بسبب احصار کے حج کیواسطے نجا سکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑ دے بخلاف نماز کے کہ اوسمین کام سے بعض منہی کے عمل سے نکلنا جائز ہو جاتا ہے مثلا ایک شخص نے چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہے اور کوئی جزا اوسپر لازم نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی توضأ وغسلہ احب وھو للنظافۃ لا للطہارۃ فیجب بجماع مہما فی حق حائض ونفساء وصبی حج احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اوسکا مستحب ہے اور یہ غسل صفائی اور ستھرائی کیواسطے ہے نہ کہ واسطے طہارت اور دفع نجاست کے تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق مین بھی غسل کرنا مستحب ہے والتیمم لہ عند العجز عن الماء لیس بمشروع لانہ ملوث بخلاف جمعۃ وعید ذکرہ الزیلعی وغیرہ لکن سوی فی الکافی بینہما وبین الاحرام ورجحہ فی النہر اور تیمم کرنا احرام کیواسطے پانی نملنے کیوقت مشروع نہین اسواسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہے نہ صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عید کے کہ اونمین تیمم مشروع ہے اگر غسل کیواسطے پانی نملے چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور کافی مین جمعہ اور عیدین کو اور احرام کو عدم مشروعیت تیمم مین برابر کہا ہے اور کافی کی روایت کی ترجیح دی ہے نہر مین اس دلیل سے کہ مٹی کو تحصیل نظافت مین کچھ اثر نہین اسواسطے کہ مٹی ملوث ہے اور صغیر سے مطلوبہ فی النہر وشرطہ لنیل السنۃ ان یحرم

وهو حاصل طهارته اور شرط غسل کی اسلئے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہہ ہی کہ احرام باندھے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹ گیا پہر احرام باندہیگا اور وضو کریگا تو اس فضیلت سی محروم رہیگا کذا فی النہر عن البنایۃ وکذا یستحب لمن یرید الاحرام ازالۃ ظفرہ وشاربہ وعانتہ وحلق رأسہ ان اعتادہ والا فیسرحہ اور غسل کی طرح مستحب ہی آزاد کرنے والیکو اپنی ناخن کا دور کرنا اور موچہون کا کترانا اور زیر ناف کے بالونکا صاف کرنا اور اپنا سر منڈانا اگر منڈانے کی عادت ہو اور اگر سر پر بال ہون تو اُنمین کنگہی کرے ہم بدن اور بالونکا گرد اور غبار اور میل چہڑانا خطمی اور اشنان وغیرہ سی مستحب ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وجماع زوجتہ او جاریتہ لو معہ ولا مانع منہ کحیض اور مستحب بلکہ سنت ہی اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سی جماع کر لینا قبل احرام کے اگر اسکی ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہو چنانچہ حیض ولبس ازار من السرۃ الی الرکبۃ اور ازار پہنے یعنی تہ بند باندھے ناف سی زانو تک ورداء علی ظہرہ ویسن ان یدخلہ تحت یمینہ ویلقیہ علی کتفہ الایسر فان زرہ او خللہ او عقدہ اساء ولا دم علیہ اور چادر کو اپنی پیٹہ پر ڈالے اور مسنون یہہ ہی کہ چادر کو پیٹہ پر ڈالکر داہنے ہاتھ کی طرف بغل کے نیچے کرکے اپنے بائین مونڈہے پر ڈالے سو اگر چادر مین گہنڈی لگائی یا اوسکو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی تو برا کیا لیکن یہہ ایسا قصور نہین کہ دم کرنا اوسپر لازم آوے جدیدین او غسیلین طاہرین ابیضین کالکفن الکفایۃ وہذا بیان السنۃ والا فستر العورۃ کاف تہ بند اور چادر نئی ہون یا دونون پرانین دہوئین پاک سفید ہون جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہی اور یہہ جو تہ بند اور چادر کا سو بیان ہے سنت کا والا حرام کیواسطی ستر عورت کافی ہے وطیب بدنہ ان کان عندہ لا ثوبہ بما یبقی عینہ ہو الاصح اور بعد غسل اور لباس کے اور قبل احرام کے اپنے بدنمین خوشبو لگاوے اگر اوسکی پاس ہو اور نہو تو کسی سے طلب نکرے اور اپنے کپڑے مین ایسی خوشبو لگاوے جسکا نشان باقی رہے اور نظر آوے یہی قول صحیح ہے دوسرے قول سے ہم بدن مین خوشبو لگانا ہر طرح سے درست ہی ظاہر الروایت مین خواہ اوسکی ذات باقی رہے جیسی مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیح مسلم مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہی کہ احرام کیوقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر مینے مشک لگایا اور اوسکی چمک نظر آتی تھی لیکن بقول اصح کپڑے مین ایسی خوشبو لگانا درست نہین جو نمودار ہو وصلی ندبا بعد ذلک شفعا یعنی رکعتین فی غیر وقت مکروہ وتجزیہ المکتوبۃ اور بعد اسکی نماز دوگانہ مستحب پڑہے اوسوقت مین جو مکروہ نہین اور کافی ہی اوسکو نماز فرض مانند تحیۃ المسجد کے وقال المفرد بالحج بلسانہ مطابقا لجنانہ اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی لمشقتہ وطول مدتہ وتقبلہ منی لقول ابراہیم واسمعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور مفرد حج کا کرنیوالا اپنی زبان سی موافق اپنی دل کے یہہ دعا کرے اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی یعنی خداوندا مین حج کا ارادہ کرتا ہون سو اوسکو میرے واسطے آسان کر دے اور اوسکو قبول کر میری جانب سی آسانی کی دعا اسواسطے ہے کہ حج مین مشقت زیادہ ہی اور مدت دراز اوسکی ادا کرنے مین لگتی ہی تو اسمین درخواست آسانی کی مناسب ہی اور قبول ہونے کی خواہش کی قید باقتدار دعاء ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام کے کہ دونون حضرات نے فرمایا کہ اے ہمارے رب قبول کر ہمکو ہماری جانب سی بلاشک تو سمیع اور علیم ہی وکذا المعتمر والقارن بخلاف الصلوۃ لان مدتہا یسیرۃ کذا فی الہدایہ اور اسی طرح سے عمرہ کرنیوالا اور قران کرنیوالا آسانی مانگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ اوسمین آسانی کی دعا ضرور نہین اسواسطے کہ نماز پڑہنے کی مدت قلیل ہوتی ہے بلا مشقت کذا فی الہدایہ وقیل یقول کذلک فی الصلوۃ وعممہ الزیلعی فی کل عبادۃ وما فی الہدایۃ اولی اور بعضے علمانے یعنے صاحب تحفہ اور قنیہ نے محمد سی روایت کی کہ نماز مین بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے ہر عبادت مین اسکو عام کیا ہی اور جو ہدایہ مین ہی وہی بہتر ہے ثم لبی دبر صلوتہ ناویا بہا بالتلبیۃ الحج بیان للاکمل والا فیصح الحج بمطلق النیۃ ولو بقلبہ لکن بشرط مقارنتہا بذکر یقصد بہ التعظیم کتسبیح وتہلیل ولو بالفارسیۃ وان احسن العربیۃ پہر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ کرے یعنی لبیک کہے اور لبیک کہنے سی حج کی نیت کرے یہہ بیان ہی شروع حج کا بطریق کامل ورنہ حج تو مطلق نیت سی بھی صحیح ہی اگرچہ دل ہی مین نیت حج کی کرے زبان سے

نہ نکالے لیکن شرط متصل کرنے نیت کے ساتھہ ایسے ذکر کے جس سے تعظیم رب العالمین مقصود ہو چنانچہ بعد نیت کے سبحان اللہ کہنا اور لا الہ الا اللہ کہنا
اگرچہ یہہ ذکر فارسی زبان مین کرے اگرچہ زبان عربی کا خوب ماہر ہو ہم لبیک کہنے سے نیت حاصل نہین ہوتی اسواسطے کہ زبان سے بولنا دوسرا امر ہے
ارادہ کے سوا اور معلوم ہوا کہ نیت کا کہنا زبان سے شرط نہین بلکہ مستحب ہے والتلبیۃ علی المذھب ھی لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک
لک لبیک ان الحمد بکسر الھمزۃ وتفتح والنعمۃ لک بالفتح او مبتدأ وخبر والملک لا شریک لک اور تلبیہ بنا بر مذہب حنفیہ کے یہہ ہے
جو ماتن نے مذکور کیا یعنی حاضر ہون تیری خدمت مین خداوندا تیری بجا آوری حکم مین بار بار حاضر ہون کوئی تیرا شریک نہین حاضر ہون تیری
حضور مین بلاشک سب تعریفین اور سب نعمتین تیری ہی واسطے ہین اور بادشاہی تجکو مخصوص ہے کوئی تیرا ساجھی نہین لفظ ان کا ہمزہ مکسور ہی لغت فصیح مین
اور فتحہ بھی جائز ہے اور نعمت کی ت کو فتحہ ہے یا نعمۃ لک مبتدا اور خبر ہین تو اسصورت مین ت کو ضمہ ہوگا ام یہہ تلبیہ صحاح ستہ مین عبداللہ بن عمرؓ سے
منقول ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اسیطرح احرام کے وقت فرماتے تھے ونزاد ندبًا فیھا اے علیھا لا فی خلالھا اور زیادہ کرنا بر تھا بے اس
تلبیہ مین یعنی اس تلبیہ کے بعد اور الفاظ کا پڑھنا مستحب ہے اور اس تلبیہ کے الفاظ کے اندر اور الفاظ کا زیادہ کرنا بہتر نہین ملا علی کی مناسک مین
ہے کہ بعد تلبیۂ مذکورہ کے یون کہے (لبیک وسعدیک والخیر بیدیک والرغباء الیک والعمل لبیک الہ الخلق غفار الذنوب لبیک) کذا فی المنح ولا
ینقص منھا فانہ مکروہ لانہ تحریمًا القولھم انھا مرۃ شرط والزیادۃ سنۃ ویکون مسیئًا بترکھا وبترک رفع الصوت بھا اور اس
تلبیہ مسنونہ سے کوئی لفظ کم نکرے اسواسطے کہ کم کرنا مکروہ تحریمی ہے بدلیل قول فقہا کہ تلبیہ مذکورہ ایکبار کہنا شرط ہے اور ایکبار سے زیادہ کہنا سنت ہے اور
محرم تلبیہ کے ترک کرنے سے اور تلبیہ مین آواز نہ بلند کرنے سے بدکار ہو جاتا ہے واذا لبی ناویًا نسکًا او ساق الھدی او قلد اے ربط قلادۃ علی
عنق بدنۃ نفل او جزاء صید قتلہ فی الحرم او فی احرام سابق ولو کجنایۃ ونذر ومتعۃ وقران اور جب لبیک کہہ حج کی نیت کرکے ہانکی یا
ہانک لیچلا یا نفل کے اونٹ یا گاے کی گردن مین پٹا ڈالا یا جس شکار کو کہ حرم مین یا احرام سابق مین قتل کیا تھا اوسکے بدلے کے اونٹ یا گاے کی گردن مین
پٹا ڈالا اور مانند اسکی کسی قصور اور نذر اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گاے کی گردن مین پٹا ڈالا (توجہ معھا والحال انہ یرید الحج اور خود لیچلا
اس اونٹ یا گاے کو حج کے قصد پر وھل العمرۃ کذلک ینبغی نعم اور کیا عمرہ بھی امور مذکورہ مین حج کی مانند ہے یون لائق ہے جواب دیا کہ ہان عمرہ
بھی حج کی مانند ہے یعنی ایسے افعال سے عمرے کا احرام بھی ثابت ہوتا ہے او بعثھا ثم توجہ ولحقھا قبل المیقات فلو بعدہ لزمہ الاحرام بالتلبیۃ
من المیقات یا اونٹ یا گاے کو پٹا ڈالکر اول روانہ کر دیا پھر خود متوجہ ہوا اور اوسکو ملگیا میقات سے پہلے سو اگر بعد میقات کے ملیگا تو اوسکو
احرام کرنا میقات سے لبیک کہہ کر لازم ہوگا یعنی اسصورت مین پٹا ڈالکر اونٹ کا بھیجنا قائم مقام تلبیہ کے نہوگا او بعثھا لمتعۃ او قران وکان التقلید
والتوجہ فی اشھرہ والا لا یصیر محرمًا حتی یلحقھا وتوجہ بنیۃ الاحرام وان لم یلحقھا استحسانًا فقد احرم لان الاجابۃ کما تکون بکل ذکر
تعظیمی تکون بکل فعل مختص بالاحرام یا اونٹ یا گاے کو تمتع یا قران کیواسطے روانہ کیا اور حالانکہ پٹا ڈالنا اور متوجہ ہونا حج کے مہینون میں تھا
ہوا اور اگر دونون کام موسم حج مین نہوئے تو یہہ شخص محرم نہوگا جبتک کہ اونٹ یا گاے کو نہ ملجاوے سو اگر تمتع یا قران کے اونٹ یا گاے کو روانہ کیا اور خود متوجہ
ہوا احرام کی نیت سے اگرچہ اوسکو قبل میقات کے نملا بنا بر استحسان کے تو البتہ وہ شخص محرم ہو گیا ان سب صور تونمین اسواسطے کہ اجابت حج کی جسطرح ہر تعظیمی
ذکر سے ہوتی ہے اسیطرح ہر ایک اُس فعل سے ہوتی ہے جو فعل کہ احرام کے ساتھہ مخصوص ہے اور یہہ افعال مذکورہ احرام ہی سے خصوصیت رکھتے ہین ھم فقد
احرم جزاء ہو اذا لبی کی خلاصہ یہہ ہے کہ احرام کا ثبوت دو طریق سے ہے ایک یہہ کہ حج کی نیت سے لبیک کہے یا کوئی اور ذکر تعظیمی کرے اور دوسرا طریقہ یہہ ہے کہ حج
کی نیت کرکے یہہ افعال مذکورہ بشروط مفصلہ عمل مین لاوے ثم صحۃ الاحرام لا تتوقف علی نیۃ النسک لانہ لو ابھم الاحرام حتی طاف شوطًا
واحدًا صرف للعمرۃ کہ شارح کہتا ہے پھر ہم کہتے ہین کہ صحیح ہونا احرام کا موقوف نہین مخصوص حج یا عمرے کی نیت پر اسواسطے کہ اگر محرم نے مبہم احرام کیا یعنی
احرام باندھنے کیوقت بالخصوص حج یا عمرے کا خیال دل پر نہ آیا یہانتک کہ بیت اللہ کے گرد ایکبار گھوما تو اُس احرام کو عمرے کیطرف پھیرے یعنی عمرہ ادا کرے

اور قبل شروع افعال کے اوسکو اختیار ہے تعیین کا چاہے اُس احرام کو حج کیواسطے ٹھہراوے یا جو عمرہ کیواسطے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق
نیۃ الحج صرف للفرض ولو عیّن نفلاً فنفل وان لم یکن حج الفرض شرنبلالیہ عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج فرض یا حج نفل
کی تعیین نکی تو فرض حج کیطرف پھیری یعنی فرض حج اوس احرام سے ادا کری اور اگر اوسنے نفل حج کو معین کر لیا تو نفل حج صحیح ہوگا اگرچہ اوسنے ہنوز فرض
حج نکیا ہو کذا فی الشرنبلالیہ عن فتح القدیر ولو اشعرها بجرح سنامها الایسر او جللها بوضع الجل و بعثها لا لمتعۃ وقران ولم یلحقها کا من
و تقلید شاۃ لا یکون محرماً لعدم اختصاصها به بالنسک اور اگر اونٹ میں اشعار کیا یعنے کوہان کی بائین طرف ہلکا سا زخم کر دیا تاکہ ہدی کا نشان
ہو جاوے یا اوسکی پیٹھہ پر جھول ڈالی یا اوسکو روانہ کیا یہ نیت تمتع یا قران کے اور اوسکو جا کر نہ مل گیا چنانچہ ملجانے کا مسئلہ مذکور ہو چکا یا بھیڑ بکری
کی گردن میں پٹا ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہوگا اسواسطے کہ یہہ کام حج یا عمرہ کیواسطے مخصوص نہیں ہیں اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا
امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ حیوان کی تعذیب ہے اور صاحبین کے نزدیک خوب ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے اسواسطے کہ رسول
علیہ السلام اور اصحاب کا فعل ہے ابو جعفر طحاوی نے کہا کہ اصل اشعار ابو حنیفہ کے نزدیک مکروہ نہیں اور کیونکر مکروہ ہو اور حالانکہ احادیث
مشہورہ سے ثابت ہے اور امام نے مکروہ نہیں کہا مگر اُس اشعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اسواسطے کہ امام نے اونکو دیکھا کہ نہایت زخم کاری
لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تھا تو سد باب کیواسطے اونکے اس فعل کو مکروہ کہا اور اگر اس طرح زخم لگاوے کہ کھال کٹے نہ گوشت تو جائز ہے اور بعضے
علما نے کہا کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہے جیسے تقدیم نکاح کنایہ کے نکاح صریح پر مکروہ ہے کذا فی العینی شرح الکنز وبعده
ای الاحرام بلا مهلة یتقی الرفث ای جماع النساء او ذکره بحضرة النساء والفسوق ای الخروج عن طاعة الله والجدال
فانه من المحرم اشنع اور بعد احرام باندھنے کے فوراً اجتناب کرے اور دور بھاگے عورتون کے جماع سے یا عورتون کے سامنے جماع کی بات
چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور اطاعت الہی کے چھوڑنے سے اور لڑائی جھگڑے سے اسواسطے کہ محرم کے حق میں یہہ زیادہ تر قبیح ہے یعنی
خادمون اور رفیقون اور کرایہ دارون سے خرخشہ نکرے بلکہ اونکی سخت گوئی اور زبان درازی کا تحمل کرے کہ یہہ امور نص قرانی سے ممنوع ہیں
فرمایا فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج وقتل صید البر لا البحر والاشارة الیه فی الحاضر والدلالة علیه فی الغائب ومحل
تحریمهما اذا لم یعلمه المحرم اما اذا علم فلا فی الاصح اور پرہیز کرے محرم خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار سے اسواسطے کہ دریا کا شکار
محرم کو درست ہے بموجب آیت قرانی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کیطرف اشارہ کرنے سے اور غائب شکار کے بتا دینے سے اور اشارہ کرنا اور بتا دینا
شکار کا وہان حرام ہے جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نجانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنیوالے اور بتانیوالے محرم پر کچھہ جرم نہیں قول اصح
میں والتطیب وان لم یقصده ویکره شمه اور بعد احرام کے بچے خوشبو لگانے سے اگرچہ بلا قصد ہو نہ بدن میں خوشبو لگاوے نہ کپڑے میں اور
مکروہ ہے سونگھنا خوشبو کا اور اسیطرح پھول اور میوے کا سونگھنا مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجه کله او بعضه
کفمه وذقنه نعم فی الخانیة لا باس بوضع یده علی انفه اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈھکنے سے نہ سب چہرہ چھپاوے نہ تھوڑا
چنانچہ اپنا منہ اور ٹھڈی بھی کپڑے سے نہ چھپاوے ہان خانیہ میں ہے کہ کچھہ مضائقہ نہیں اپنی ناک پر ہاتھہ رکھنے سے والرأس بخلاف المیت
وبقیة البدن اور پرہیز کرے سر ڈھکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مر جاوے تو اوسکا سر اور چہرہ ڈھکنا ممنوع نہیں
اور اسیطرح سر کے سوا زندہ محرم کو باقی بدن کا کپڑے سے لپیٹنا اگرچہ بیحاجت ہو ممنوع نہیں لیکن اسحالت میں مکروہ ہے کذا فی النہر ولو حمل
علی رأسه ثیاباً کان تغطیة لا حمل عدل وطبق ما له یمتد یوما ولیلة فتلزمه صدقة اور اگر محرم نے اپنے سر پر کپڑے رکھکر اونکو اوٹھایا تو
سر کا ڈھکنا ثابت ہوا اور گٹھری اور طبق کے اوٹھانے سے ڈھکنا ثابت نہوگا جب تک کہ ایکدن یا ایک رات سر پر نہ لئے رہے اور اگر اسقدر لئے رہیگا
تو اوسپر صدقہ دینا لازم ہوگا ہم خانیہ میں ہے کہ جس چیز کو آدمی پہنتے ہیں بلحاظ عادت کے اوسکو سر پر رکھنے سے محرم لابس قرار دیا جاویگا اور جس چیز کی

لباس کرنے کی عادت نہین ہی چنانچہ نقاب اور ڈھاٹا تو اسکو کہتے ہیں لابس نہوگا کذا فی الطحطاوی وقالوا لو دخل تحت ستر الکعبۃ فاصاب راسہ او وجہہ کرہ والا فلا باس بہ اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر محرم داخل ہوا کعبے کے غلاف کے نیچے سو اسکے سر یا چہرے کو غلاف لگ گیا تو مکروہ ہے اور اگر نہ لگا تو کچھ مضائقہ نہین وغسل راسہ ولحیتہ بخطمی لانہ طیب او یقتل الھوام اور محرم بچا دیوے اپنے سر اور داڑھی کو خطمی سے دھونے سے اسواسطے کہ خطمی امام کے نزدیک خوشبودار چیزون مین داخل ہی تو دم کرنا محرم پر لازم ہوگا یا کہ خطمی کیڑون کو مارتی ہی اور بالون کو نرم کرتی ہی صاحبین کے نزدیک تو صدقہ واجب ہوگا بخلاف صابون ودلوک واشنان اتفاقا بخلاف صابون اور مسور کے آٹے اور اشنان کے کہ اگر ان چیزون سے بالون کو دھوویگا تو باتفاق امام اور صاحبین اوسپر کچھ لازم نہوگا ف دلوک بفتح دال مسور کے آٹے کو کہتے ہین جس سے ہاتھ دھوتے ہین اور اشنان ایک گھاس ہی کہ میل کو صاف کرتی ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی تراد فی الجوھرۃ وسدرا وھو مشکل یادہ کیا ہی جوہرہ مین کہ بیر کے پتون سے دھونے مین باتفاق امام اور صاحبین کے کچھ لازم نہین آتا اور یہہ تو مشکل ہے وجہ اشکال کی یہہ ہی کہ خطمی اور بیر دونون سے کیڑے مرتے ہین اور بال نرم ہوتے ہین تو لائق یون تھا کہ صاحبین کے نزدیک بیر کے استعمال سے بھی صدقہ واجب ہوتا کذا فی منح الغفار طحطاوی محشی نے کہا کہ یہہ امر تو صابون مین زیادہ تر قوی ہی باوجود خوشبو کے واللہ اعلم وقصہا ای اللحیۃ وحلق راسہ وازالۃ شعر بدنہ الا الشعر النابت فی العین فلا شئ علیہ عندنا اور بچے محرم داڑھی کترنے سے اور اپنے سر کے مونڈنے سے اور اپنے بدن کے بال دور کرنے سے مگر وہ بال جو آنکھ کے اندر جمے جسکو پر بال کہتے ہین تو اوسکو دور کرنے مین کچھ نہین ہمارے نزدیک ف محرم کو بالونکا دور کرنا کسیطرح جائز نہین نہ کترانے سے نہ مونڈانے سے نہ اکھاڑنے سے نہ نورہ لگانے سے کذا فی المنح ولبس قمیص وسراویل ای کل معمول علی قدر بدنہ او بعضہ کزردیۃ وبرنس اور پرہیز کرے محرم کرتے اور پاجامے کے پہننے سے یعنی اوس لباس سے پرہیز کرے جو انسان کے تمام قد کے موافق یا بعض بدن کے موافق بنایا جاتا ہی اسطرح کہ خود بدن پر ٹھہر جاوے دوخت کے سبب یا چپکانے سے یا کسی اور طرح سے جیسے لوہے کی زرہ یا بارانی کی مانند دامن دراز ٹوپ کذا فی النہر والطحطاوی وقباء ولو لم یدخل یدیہ فی کمیہ جاز الا ان یزرہ او یخللہ اور بچے قبا کے پہننے سے اور اگر قبا کی دونو آستینون مین اپنے ہاتھ نہ ڈالے تو اسطرحکا پہننا جائز ہی مگر یہہ کہ اوسکو گھنڈی سے یا کانٹے سے اٹکا دے تو جائز نہین طحطاوی نے کہا کہ اگر ایسا کریگا تو ظاہرا اوسپر دم کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ یہہ از قبیل لباس معتاد کے ہی ویجوز ان یرتدی بقمیص وجبۃ ویلتحف بہ فی نوم وغیرہ اتفاقا اور باتفاق یہہ جائز ہی کہ قمیص اور جبہ کو بطور چادر کے استعمال کرے اور اوسکو سونے وغیرہ مین بدن پر لپیٹے بطور لحاف کے بشرطیکہ سر اور چہرہ کو نہ ڈھکے وعمامۃ وقلنسوۃ وخفین الا ان لا یجد نعلین فیقطعھما اسفل من الکعبین عند معقد الشراک فیجوز لبس الزرموزۃ لا الجوربین اور بچے پگڑی اور ٹوپی اور موزون کے پہننے سے مگر یہہ کہ نعلین کو نہ پاوے تو دونون موزونکو دونون کعب کے نیچے سے کاٹ لے کعب سے یہان قدم کا درمیان والا جوڑ مراد ہی جہان نعل کا تسمہ ٹانکا جاتا ہی کعب سے یہان ٹخنہ مراد نہین تو سرموزہ کا پہننا محرم کو جائز ہی نہ جراب کا اسواسطے کہ سرموزہ مین قدم کی پشت کی ہڈی نہین بند ہوتی اور جراب مین بند ہو جاتی ہے ف نعل کو چپل کہتے ہین چمڑے کی تلی پر پٹا اور تسمہ سیا ہوتا ہی ہندوستان مین کہار اور بعضے محترزہ پہنتے ہین آدھ موزہ ان جوتیونکو کہتے ہین جنکو موزون کے اوپر پہنتے ہین وثوب صبغ بما لہ طیب کورس وھو کالکرکم وعصفر وھو زھر القرطم الا بعد زوالہ بحیث لا یفوح فی الاصح اور پرہیز کرے ایسے کپڑے کے پہننے سے جو خوشبودار چیز سے رنگا ہو جیسے ورس اور کسم کے پھول سے مگر بعد دور ہونے رنگ کے اسطرح پر کہ اوس سے خوشبو نہ آوے پھر اوسکا پہننا درست ہی قول اصح پر ف ورس ایک خوشبودار گھاس ہوتی یمن مین جسکو گرگم کہتے ہین اوسکا رنگ زرد ہوتا ہی م یہہ مسائل اوس حدیث سے ماخوذ ہین جو صحاح ستہ مین عبداللہ بن عمر سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلبس المحرم القمیص ولا العمامۃ ولا البرنس ولا السراویل ولا ثوبا مسہ ورس ولا زعفران ولا الخفین الا ان لا یجد نعلین فلیقطعھما حتی یکونا اسفل من الکعبین لا یتقی الاستحمام لحدیث البیھقی انہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل الحمام فی الجحفۃ محرم پرہیز کرے غسل کرنے سے اور حمام کے نہانے سے بدلیل بیہقی کی حدیث کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جحفہ کے حمام

مین تشریف لیگئے اور یہہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ مین عبد اللہ بن عباس سے بھی مروی ہے کذا فے البرہان اور مسلم کی حدیث مین ثابت ہے کہ حضرت
نے حالت احرام مین غسل فرمایا طحطاوی ہے کہ نہانا غسل جائز ہے لیکن میل کا چھڑانا مکروہ ہے والاستظلال بالبیت والمحمل لم یصب رأسہ
او وجہہ فلو اصاب احدہما کرہ کما مر اور پرہیز نکرے گہر اور عماری کے سایہ مین ہونے سے بشرطیکہ عماری کی چھت اوپر پردہ وغیرہ سر کو نہ لگے یا
چہرے کو نہ لگے سو اگر سر یا چہرے کو لگیگا تو مکروہ ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا کہ کپڑوں کا سر پر اوٹھانا سر ڈہکنے مین داخل ہے اور کعبہ کا غلاف سر پر لگنا
محرم کیواسطے مکروہ ہے وشد ہمیان بکسر الہاء فی وسطہ اور نہ پرہیز کرے اپنی کمر پر ہمیانی کے باندہنے سے خواہ اوسمین اپنا نقد مال ہو یا غیر کا کذا فی النہر
و منطقۃ و سیف و سلاح و ختم لانہ لیس بمعنی التغطیۃ و اللبس اور نہ پرہیز کرے کمر بند اور تلوار اور ہتہیار کے باندہنے سے اور انگوٹھی کے پہننے
سے کذا فے شرح الزیلعی اسواسطے کہ گہر اور محمل کا استظلال تغطیہ نہیں اور ہمیانی وغیرہ کا باندہنا لباس مین داخل نہین والکحل بغیر مطیب فلو اکتحل
بمطیب مرۃ او مرتین فعلیہ صدقۃ ولو کثیرا فعلیہ دم سرمہ لگانے سے پرہیز کرے بشرطیکہ خوشبو دار سرمہ نہو سو اگر خوشبودار سرمہ
ایک دو بار لگا دیگا تو اوسپر صدقہ دینا لازم ہوگا اور اگر تین بار یا زیادہ لگا دیگا تو اوسپر ذبح کرنا جانور کا واجب ہوگا کذا فی السراجیۃ ولا
یتقی ختانا و فصدا و حجامۃ و قلع ضرسہ و جبر کسر و حک رأسہ و بدنہ لکن برفق ان خاف سقوط شعرہ او قملۃ فان
فی الواحد ۃ یتصدق بشیء و فی الثلث کف من طعام خزانۃ الاذکار اور محرم پرہیز نکرے ختنہ کرنے اور فصد اور پچھنوں کی لگوانے سے اور اپنی
ڈاڑہ اوکہاڑنے سے اور ٹوٹی ہڈی کے باندہنے سے اور اپنے سر اور بدن کے کہجلانے سے لیکن آہستہ کہجلاوے سو اگر بال یا جون جہڑنے کا خوف ہو اور اگر ایسا
خوف نہو تو زور سے کہجلا دے کذا فی النہر ایک جون مین کچہہ صدقہ دے اور تین جون مین مٹھی بہر گیہون خیرات کرے کذا فی خزانۃ الاذکار اور باقی اسکا
بیان آگے آویگا واکثر المحرم التلبیۃ ندبا متی صلی ولو نفلا او علا شرفا او ہبط وادیا او لقی رکبا جمع راکب و جمعہ رکبان
او مشاۃ وکذا لو لقی بعضہم بعضا اور محرم اکثر لبیک کہا کرے بنابر استحباب کے جبکہ نماز پڑہے اگرچہ نفل نماز ہو یا جب بلندی پر چڑہے یا جب
نالی مین اترے یا جب شتر سوار ون یا پیدلون سے ملے اور اسیطرح اگر اپنے قافلہ مین سے جب ایکدوسرے کو ملے تو لبیک کہے شارح کہتا ہے رکب بسکون ثانی
جمع ہے راکب کی جیسے صحب جمع صاحب کی اور ان دونوں کی جمع رکبان ہے او انتہا اے دخل فی السحر یا جب سحر کیوقت مین داخل ہو تو لبیک کہے
سحر کہتے ہین رات کے پچہلے چہٹے حصے کو قبول ہونے دعا کا وہ وقت ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اذ التلبیۃ فی الاحرام کالتکبیر
فی الصلوۃ حالات اور اوقات مذکورہ مین لبیک کہنا اسواسطے مستحب ہوا کہ لبیک کہنا احرام مین ایسا ہے جیسے اللہ اکبر کہنا نماز مین تو جیسے نماز مین ایک
حال سے دوسرے حال کے انتقال کیوقت اللہ اکبر کہتے ہین ویسے ہی احرام مین انتقال حالات مین لبیک کہنا چاہیے رافعا اسمعنا صوتہ بہا
بلا جہد کما یفعلہ العوام لبیک اکثر کہا کرے اپنی آواز کو بلند کرکے سنت جان کر بلا کر جیسے عوام لوگ کرتے ہین و اذا دخل مکۃ بدأ بالمسجد
الحرام بعدما یأمن علی امتعتہ داخلا من باب السلام نہارا ندبا ملبیا متواضعا خاشعا ملاحظا جلالۃ البقعۃ اور جب مکہ معظمہ مین
داخل ہو تو اول مسجد الحرام مین جاوے بعد اسکے کہ اپنے اسباب اور سامان سے خاطر جمع ہو یعنی اول اسباب سفر کو مکان محفوظ مین رکہکر مسجد الحرام مین داخل
ہووے دن کو بنابر استحباب کے اس دروازہ سے جسکو باب السلام کہتے ہین اور سابق مین اوسکو باب بنی شیبہ کہتے تہے لبیک کہتا تہا کسار انہ گڑگڑانا عظمت
اور جلال اس مکان مقدس کا دہیان کرتے ہوئے اندر جاوے شہر مکہ کی زمین ایک جانب کو اونچی ہے اور دوسری جانب نیچی تو مسنون یہہ ہے کہ داخل
ہو بلندی کیطرف سے جدہر قبرستان ہے جسکو جنۃ المعلا اور کدا بالفتح کاف کہتے ہین اور رخصت کیوقت نیچی جانب سے نکلے جسکو کدا بالضم کاف بولتے ہین
اور داخل ہونا ہر وقت جائز ہے اور دن کو مستحب ہے لیکن اہل ہند کا قافلہ اکثر سحر کیوقت داخل ہوتا ہے اور مستحب ہے کہ مکہ مین داخل ہونے کے بعد یہہ دعا کرے
اللہم ہذا حرمک و امنک قلت و قولک الحق و من دخلہ کان امنا اللہم فحرم لحمی و دمی علی النار و قنی عذابک یوم تبعث
عبادک کذا فی شرح المنار والبرہان و سن الغسل لدخولہا وہو للنظافۃ فیجب للحائض و نفساء اور مسنون ہے غسل کرنا داخل ہونے کیواسطے

اور یہ غسل صفائی کیواسطے ہی نہ طہارت کیواسطے تو حیض اور نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنا مستحب ہی وحین مشاھدۃ البیت کبّر ثلاثًا ومعناہ اللہ اکبر من الکعبۃ وھل یثلاثیھم نوع ستر لعو اور جس وقت کہ بیت اللہ کو دیکھے تو تین بار اللہ اکبر کہے اور معنی اللہ اکبر کے یہہ کہ اللہ بزرگتر ہے کعبہ سے یعنی ہر چیز سے بڑا تو کعبہ بھی اسمین داخل ہو گیا اور بیت اللہ دیکھکر لا الہ الا اللہ کہے تاکہ اس عبادت مین کسیطرح شرک نہ واقع ہو یعنی سوا خدا کے کوئی لائق عبادت کے نہین تو بیت اللہ کی عبادت کی بھی نفی ہو گئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی جابر کی حدیث مین ثابت ہی کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھکر تین بار تکبیر فرمائی اور فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر کذا فی المنح اور عطا سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کو دیکھکر یہہ دعا فرمائی اعوذ برب البیت من الکفر والفقر ومن ضیق الصدر اور رفع الیدین کرتے تھے اور سب ادعیہ سے یہہ دعا ضرور پڑھے کہ طلب جنت بلا حساب کرے اسواسطے کہ بیت اللہ کے نظر پڑنے کیوقت دعا قبول ہوتی ہے اور امام شافعی نے بسند ابن جریج نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے تو رفع الیدین کرتے تھے اور فرماتے تھے اللھم زد ھذا البیت تشریفًا وتعظیمًا وتکریمًا ومھابۃ وزد من شرفہ وکرمہ ممن حجہ او اعتمرہ تشریفًا وتعظیمًا وتکریمًا وبرًا اور بیہقی مین مروی ہی کہ عمر فاروق جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے کہتے تھے اللھم انت السلام ومنک السلام حیّنا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام کذا فی فتح القدیر ثم ابتدأ بالطواف لانہ تحیۃ البیت مالم یخف فوت المکتوبۃ او جماعتھا او الوتر او سنۃ راتبۃ پھر طواف شروع کرے اسواسطے کہ طواف بیت اللہ کا تحیہ ہی جبتک کہ فرض نماز کا یا فرض کی جماعت کا یا وتر کا یا سنت موکدہ کا خوف نہو فوت ہونیکا اور اگر خوف ہو تو نماز کے بعد طواف کرے سنت موکدہ جانیکی یہہ صورت ہی کہ مثلاً بعد طلوع فجر کے ایسے وقت پہنچا کہ اگر طواف کرے تو دو رکعت فرض کا وقت باقی رہیگا سنت کا تو اس صورت مین اول سنت اور فرض سے فراغت کرے پھر طواف مین مشغول ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فاستقبل الحجر مکبرًا مھللًا رافعًا یدیہ کالصلوۃ واستلمہ بکفیہ وقبلہ بلا صوت پھر سامنے جاوے حجر اسود کے تکبیر کہتا اور کلمہ توحید پڑھتا رفع الیدین کرتا مانند نماز کی اور چھووے حجر اسود کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے اور اوسکو چومے بدون آواز کے یعنی لبوں کے لگانے مین آواز نہ نکالے استلام حجر یہہ کہ دونوں ہاتھ اوسپر رکھے اور اوسکو چومے سنن ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمر سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استقبال کیا اور دونوں لبوں کو اوسپر رکھا اور دیرتک روئے پھر جو التفات کیا تو عمر کو روتے دیکھا تو فرمایا اے عمر یہان آنسوؤنکو بہانا چاہیئے اور صحاح ستہ مین مروی ہی کہ عمر فاروق نے حجر اسود کو چوما اور کہا کہ مین جانتا ہون کہ تو پتھر ہے اگر مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو مین تجھکو نہ چومتا کذا فی الفتح اور مستحب ہی کہ استلام کیوقت یہہ دعا کرے اللھم ایمانًا بک وتصدیقًا بکتابک ووفاءً بعھدک واتباعًا لنبیک اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ اٰمنت باللہ وکفرت بالطاغوت کذا فی شرح المختار وھل یسجد علیہ قیل نعم اور کیا سجدہ کرے حجر اسود پر بعضے علمانے کہا کہ ہان سجدہ کرنا جائز ہے ابن منذر اور حاکم نے روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس حجر اسود پر سجدہ کرتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل نقل کرتے تھے اور امام مالک نے اسکو بدعت کہا کذا فی النھر بلا ایذاء لانہ سنۃ وترک الاذی واجب فان لم یقدر یضع یدیہ ثم یقبلھا او احدھما استلام حجر اسود کا کرے بدون ایذا رسانی کے یعنی وہانکے لوگونکو نہ دھکیلے اسواسطے کہ استلام سنت ہی اور تکلیف رسانی کا ترک کرنا واجب ہی تو سنت کیواسطے واجب کو ترک کرنا جائز نہین سو اگر بسبب ہجوم خلق کے حجر اسود کو نہ چوم سکے تو دونوں ہاتھونکو اوسپر رکھے پھر ہاتھونکو چومے یا ایک کو اوسپر رکھے اور اوسکو چومے والا یمکنہ ذلک یمس الحجر شیئًا فی یدہ کالعصا ثم قبلہ ای الشیء اور اگر ہاتھ لگانا بھی نہو سکے تو اپنے ہاتھ کی کسی چیز کو حجر اسود مین لگا دے اگر چہ ہاتھ مین عصا ہو تو اوسیکو لگا دے پھر اوس شی کو چوم لے وان عجز عنھما ای الاستلام والامساس استقبلہ مشیرًا الیہ بباطن کفیہ کانہ واضعھما علیہ اور اگر بسبب کثرت ہجوم کے استلام اور کسی چیز کے لگانے سے عاجز ہو تو حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے اندر کیجانب سے اوسکی طرف اشارہ کرے گویا ہتھیلیونکو حجر اسود پر رکھے ہے

وکبّر وهلّل وحمد الله تعالیٰ وصلّی علی النبی صلی الله علیه وسلم ثم یقبّل کفّیه اور الله اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے اور حق تعالیٰ کی حمد کرے اور نبی صلے الله علیه وسلم پر درود پڑھے پھر اپنی دونون ہتھیلیون کو چومے و فی نهایة الرفع فی الحج یجعل کفّیه الی السماء الا عند الجمرتین فالی الکعبة اور حجر اسود کے سوا حج کے باقی مکانات مین رفع الیدین کیوقت ہتھیلیون کے اندر جانب آسمان کیطرف کرے بطور دعا کے مگر جمرتین کے پاس سو وہان کعبہ معظمہ کیطرف کرے ظاہر الروایت مین کذا فی النهر عن التجنیس وطاف بالبیت طواف القدوم ویسنّ هذا الطواف للآفاقی لانه القادم اور بعد استلام کے بیت الله کا طواف کرے اس پہلے طواف کو طواف القدوم کہتے ہین یعنی داخل ہونے اور آنے کا طواف اور یہ طواف کرنا آفاقی کو مسنون ہے اسواسطے کہ آنا اور داخل ہونا آفاقی پر صادق آتا ہے نہ اہل مکہ پر چنانچہ تحیۃ المسجد آنی والی پر سنت ہے نہ مسجد کے بیٹھنے والے پر واخذ الطائف عن یمینه مما یلی الباب فتصیر الکعبة عن یساره لان الطائف کالمؤتمّ بها والواحد یقف عن یمین الامام اور طواف کرنیوالا طواف کو اپنی داہنی سے شروع کرے جدہر بیت الله کا دروازہ ہے تو اسصورت مین کعبہ طائف کے بائین طرف کو واقع ہوگا اور وجہہ داہنی سے شروع کرنے کی یہہ ہے کہ طواف کرنیوالا بجائے مقتدی کے ہے اور کعبہ بجائے امام کے اور حالانکہ ایک مقتدی امام کے داہنی طرف کہڑا ہوتا ہے طواف مین جب ملتزم کے سامنے ہو تو یہہ دعا کرے (اللّٰهم البیت بیتک وفی ما عندک عظمت قد غنیتی فاقبل دعوتی واقلنی عثرتی وارحم تضرّعی وجاءلی لمغفرتک واعذنی من مضلات الفتن اللّٰهم ان لک علیّ حقوقا فتصدّق بها علیّ) اور بیت الله کے دروازہ کے سامنے کہے اللّٰهم هذا البیت بیتک وهذا الحرم حرمک وهذا الامن امنک وهذا مقام العائذ بک من النار اعوذ بک من النار فاعذنی منها اور جب رکن عراقی کے پاس آوے تو کہے (اللّٰهم انی اعوذ بک من الشک والشرک والنفاق والشقاق ومساوی الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاهل والولد) اور جب میزاب رحمت کے مقابل ہو تو کہے (اللّٰهم انی اسألک ایمانا لا یزول ویقینا لا یبقه ومرافقة نبیک محمد صلی الله علیه وسلم اللّٰهم اظلّنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظلک واسقنی بکأس محمد صلی الله علیه وسلم شربة لا اظمأ بعدها ابدا) اور جب رکن شامی کے سامنے ہو تو کہے اللّٰهم اجعله حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا مغفورا وتجارة لن تبور یا عزیز یا غفور اور جب رکن یمانی کے پاس آوے تو کہے (اللّٰهم انی اعوذ بک من الکفر واعوذ بک من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنة المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والاخرة) اور واقدی نے کتاب المغازی مین بسند حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ رسول خدا صلے الله علیه وسلم رکن اور حجر اسود کے درمیان یون فرماتے تھے ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار معلوم کرنا چاہئے کہ یہہ ادعیہ اوسوقت ہوسکین گی جب طواف مین ٹھہرتا ہو تو جس طواف مین رمل سنت ہے اوسمین استیعاب انکا نہین ہوسکتا اور یہہ ادعیہ صحابہ اور تابعین سے متفرق منقول ہین علماء متاخرین نے انکو یکجا جمع کر لیا ہے کذا فی فتح القدیر ولو عکس اعاد ما دام بمکة فلو رجع فعلیه دم وکذا لو ابتدأ من غیر الحجر کما مر اور اگر اسکو بالعکس کرے یعنی اپنی بائین جانب سے طواف شروع کرے تو طواف القدوم کو دوبارہ کرے جبتک کہ مکہ مین مقیم ہے اور اگر وہان سے چلا آیا تو اوسپر جانور کا ذبح کرنا لازم ہوا اور اسیطرح اگر حجر اسود کے سوا اور طرف سے بیت الله کا طواف شروع کریگا تو اوسپر ذبح کرنا واجب ہوگا چنانچہ واجبات حج مین مذکور ہو چکا کہ ابتدای طواف حجر اسود سے واجب ہے قال وینبغی للجمیع بدنه علی جمیع الحجر فقہانے کہا ہے کہ شروع طواف مین اپنے تمام بدن کو سارے حجر اسود کے سامنے کرکے چلے یعنی رکن یمانی کی جانب سے مقابل حجر اسود کے ہوکر طواف کرے اسطرح کل بدن کا کل حجر سے سامنا ہو جاویگا جاعلا قبل شروعه رداءه تحت ابطه الایمن ملقیا طرفه علی کتفه الایسر مستبنا وراء الحطیم وجوبا لان منه ستة اذرع من البیت فلو طاف من الفرجة لم یجز کاستقباله احتیاطا اور قبل شروع طواف کے اپنی چادر کو داہنی بغل سے نکالکر بائین مونڈھے پر ڈالکر حطیم سمیت بیت الله کا طواف کرے لغت عرب مین اسطرح چادر اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہین سو یہہ سنت ہے اور حطیم کو ملاکر طواف کرنا واجب ہے اسواسطے کہ حطیم مین چھہ ہاتھ بیت الله کی زمین داخل ہے سو اگر طواف کرے اوس کشادگی اور رخنے مین گھسکر جو حطیم اور بیت الله کے درمیان مین ہے تو یہہ طواف جائز نہوگا جیسے نماز کیوقت فقط استقبال کرنا حطیم کا جائز نہین بنا بر احتیاط کے یعنی استقبال کعبہ کا نص

قرآنی سے فرض ہی اور حطیم کا بیت اللہ مین داخل ہونا خبر واحد سے ثابت ہی نہ دلیل قطعی سے تو احتیاط اسکو مقتضی ہے کہ طواف مین تو حطیم کو داخل کیجئے اور نماز مین خارج وبہ قبر اسمعیل و ھاجر اور حطیم مین حضرت اسمعیل اور ہاجر علیہما السلام کی قبر ہے سبعۃ اشواط فقط بیت اللہ کے گرد فقط سات بار گھومو ھم اشواط جمع ہے شوط کی شوط ایکبار گھومنے کو کہتے ہین یعنی حجر اسود سے حجر اسود تک گھو کر پونہچنا یہہ ایک شوط ہی اور سات بار گھومنے سے ایک طواف ہوتا ہی فلو طاف ثامنا مع علمہ بہ فالصحیح انہ یلزمہ اتمام الاسبوع للشروع لانہ شرع فیہ ملتزما بخلاف ما لو ظن انہ سابع لشروعہ مسقطا لا ملتزما بخلاف الحج سو اگر آٹھوان شوط گھوما آٹھوان جانکر تو مذہب صحیح یہہ ہی کہ اوسپر لازم ہوگیا پورا کرنا سات شوط کا یعنے دوسرا طواف سات شوط والا لازم ہوا بسبب شروع کردینے کے یعنے اسواسطے کہ اوسنے دوسرا طواف شروع کردیا التزام کرکے بخلاف اسکے کہ اگر آٹھوین شوط کو ساتوان گمان کرکے شروع کریگا تو دوسرا طواف اوسپر لازم نہوگا اسواسطے کہ اوسکا شروع کرنا بنا بر اسقاط کے ہی نہ بنا بر التزام کے بخلاف حج کے اسلئے کہ بطور اسقاط شروع کرنے سے بھی اتمام حج کا لازم ہوجاتا ہی بخلاف بقیہ عبادات کے کذا فی المنح من البحر واعلم ان مکان الطواف داخل المسجد ولو وراء زمزم لا خارجہ لصیرورتہ طائفا بالمسجد لا بالبیت اور معلوم کر کہ طواف کرنیکا مکان تمام مسجد الحرام ہی اندر کیطرف سے اگرچہ زمزم کو بھی طواف مین داخل کرلے اور باہر مسجد الحرام کے طواف کا مکان نہین اسواسطے کہ اگر باہر مسجد الحرام کے طواف کریگا تو وہ شخص مسجد الحرام کا طائف ہوگا نہ بیت اللہ کا ھم ہرچند تمام مسجد الحرام مین طواف جائز ہے لیکن بیت اللہ کے گرد چند ستون قائم ہین اوسکی اندر طواف ہوتا ہی اوسکو مطاف کہتے ہین اور نقشہ بیت اللہ کا مجملا یون ہی کہ درمیان مین بطور کوٹھری کے بیت اللہ ہی اوسکے گرد مطاف کے ستون ہین پھر چارون طرف بڑا صحن ہی جسمین زمزم کا کنوان اور مقام ابراہیم اور چارون اماموں کے مصلے ہین پھر چارون طرف مسجد الحرام کے عمارت ہی یک منزلہ تین درجہ کی پھر پشت کی دیوار ہی اور مسجد الحرام کی پشت پر ایکطرف صفا کی پہاڑی ہی اور دوسری جانب مروہ کی پہاڑی ہی اور صفا اور مروہ کے درمیان مسجد الحرام کے دیوار سے متصل دو سبز منارے ہین جنمین سعی کرتے ہین اور بیت اللہ کے چار کونے ہین جنکو ارکان کہتے ہین ایک کونے پر تخمینا تین ہاتھ کی بلندی پر حجر اسود منصوب ہے پھر جب حجر اسود سے طواف کیجئے بیت اللہ دروازہ کی جانب سے تو دوسرا کونا ملتا ہی اوسکو رکن عراقی کہتے ہین پھر اوسکے بعد تیسرا کونا ہے جسکو رکن شامی بولتے ہین پھر چوتھے کونے کو رکن یمانی کہتے ہین اور حجر اسود سے تا در کعبہ اس مکان کا ملتزم نام ہی اور بیت اللہ سے جانب مشرق تین کوس پر منا ہے جہان قربانی ہوتی ہی اوسکے آگے تین کوس پر مزدلفہ ہی جہان مغرب اور عشا کی نماز ملاکر پڑہتے ہین اوسکے آگے تین کوس پر عرفات کا میدان اور پہاڑ ہے جہان حج ہوتا ہی اسقدر جان لینے سے مسائل حج کا دریافت کرنا آسانی سے ہوتا ہے ولو خرج منہ او من السعی الی جنازۃ او مکتوبۃ او تجدید وضوء ثم عاد بنی اور اگر درمیان سات شوط کے طواف سے نکلے یا سعی کرنے سے نکلے نماز جنازہ کیواسطے یا فرض نماز کیواسطے یا نیا وضو کرنے کیواسطے پھر وہین آوے جہان سے طواف اور سعی کو قطع کیا تھا تو وہین سے جوڑلے وسباح فیہما اکل و بیع و افتاء وقراءۃ لکن الذکر افضل منہا اور طواف اور سعی مین جائز ہی کھانا اور بیچنا لیکن بلا ضرورت مکروہ ہی کذا فی النہر اور جائز ہی فتوی دینا اور قران پڑہنا بلا رفع صوت کذا فی النہر لیکن ذکر کرنا افضل ہی قران کے پڑہنے سے اسواسطے کہ ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا سات بار طواف کرے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے سوا کوئی بات نکرے تو اوسکے دس گناہ مٹائے جاتے ہین اور دس درجے اسکے سبب سے بلند کئے جاتے ہین کذا فی النہر وفی منسک النووی الذکر الماثور افضل واما فی غیر الماثور فالقران افضل فلیراجع اور نووی شافعی کی منسک مین یون ہی کہ ذکر منقول افضل ہے اور غیر منقول سے تو قران افضل ہی طواف مین تو اسکی تلاش کرنا چاہیے ابن ہمام محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ طواف مین تو مجرد ذکر اللہ معروف ہی اور مجھکو کوئی حدیث ایسی معلوم نہین جسمین قراۃ قران طواف مین مروی ہو ابن ماجہ کی حدیث مرفوع مین طواف کے اندر تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر اور حوقلہ مروی ہی واللہ اعلم ورمل ای مشی بسرعۃ مع تقارب الخطا وھز کتفیہ فی الثلثۃ الاول استنانا فقط اور رمل کرے یعنی جلد چلے نزدیک نزدیک قدم رکھکر اور دونون مونڈھون کو ہلاکر جیسے جوانمرد پہلوان صف جنگ مین اکڑتے ہین سفر جو اکرنا

فقط پہلے تین شوطون میں مسنون ہو جیسا کہ کتب احادیث میں ثابت ہو کہ اکڑنے کا طواف میں یہہ سبب ہوا کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ اصحاب کے مدینہ سے عمرہ کرنے کو آئے تو مشرکین نے کہا کہ مدینہ کے تپ نے مسلمانونکو توڑ دیا اور بلا بیطاقت کر ڈالا حضرت نے فرمایا مسلمانونکو کہ اکڑ کے طواف کرین تاکہ اونپر رعب پڑے پہر جب مکہ فتح ہوا تو دسوین سال ہجرت کی حجۃ الوداع کیواسطے تشریف لائے اور بطور سابق رمل کیا نعمت الہی کی یاد کرنے کو کہ بعد خوف کے امن عطا کیا پہر ہمیشہ یہہ عمل صحابہ اور تابعین مین جاری رہا صحیح بخاری مین عبد اللہ بن عمر سے مروی ہی کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی نے کہا کہ ہملو اب اکڑنے سے کیا حاصل یہہ اکڑنا تو ہمنے مشرکونکو دکھلایا تہا اور اب تو خدا نے اونکو ہلاک کر ڈالا پہر فرمایا کہ اس فعل کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا سو ہم نہین چاہتے ہین کہ اوسکو چھوڑین اور ابو داود وغیرہ مین روایت کی عمر فاروق سے کہ یہہ اکڑنا اور مونڈھے کا کھولنا کسواسطے ہی اور حالانکہ حق تعالی نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مٹایا لیکن باوجود اسکی ہم نہ چھوڑین گے اوس چیز کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین ہم کرتے رہے معلوم رہے کہ اوس نسیہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی اور اگر رمل کو شوط اول مین ترک کیا یا بھول گیا تو رمل نکرے مراد نہین دونون شوط نہین ہو اسکے بعد ہین اور اگر تینون شوط مین رمل کو ترک کیا یا بھول گیا تو باقی چار شوطون مین رمل نکرے بلکہ اسنے الفتح والنہر والعالمگیریہ مین البحر هم شارح کے کلام مین ایسا ہی شرط اول کی جزا ساقط ہوگئی ہی یعنی حق عبارت تینون کتابون کے موافق یون ہی فلو ترکہ او نسیہ فی الشوط الاول لم یرمل الا فے الشوطین بعدہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فے الباقی لہذا مترجم نے موافق کتب مذکورہ کے پوری عبارت کا ترجمہ کیا غالب ہی کہ یہہ اسقاط کاتبون کی جہت سے ہو اور مترجم نے دو نسخون مین اسیطرح پایا واللہ اعلم ولو زحمہ الناس وقف حتی یجد فرجۃ فیرمل بخلاف الاستلام لان لہ بدلا اور اگر ہجوم ہو لوگونکا اور رمل کرنے کی جگہہ نملے تو ٹھہر جاوے یہانتک کہ کشادگی پاوے تب رمل کرے بخلاف استلام کے کہ اوسکی واسطے بسبب ہجوم کے توقف کرنا اچھا نہین اسواسطے کہ استلام کا بدلا موجود ہی یعنی استقبال اور رمل کیواسطے کوئی عوض نہین من الحجر الی الحجر فی کل شوط رمل کرے حجر اسود سے حجر اسود تک تین بار ہر شوط مین وکلما مر بالحجر فعل ماذکر من الاستلام اور ہر شوط مین جب حجر اسود کے پاس ہوکر نکلے تو استلام کرے اور اگر وہان تک بسبب ہجوم کے نجا سکے تو عصا یا تلوار اوسمین لگا دے اور اوسکو چومے اور اگر یہہ بھی نہو سکے تو بطور سابق استقبال کرے واستلم الرکن الیمانی وھو مندوب لکن بلا تقبیل وقال محمد ھو سنۃ ویقبلہ والاول اصح ولا یکرہ استلام غیرھما اور رکن یمانی کا استلام کرے اور یہہ مستحب ہی امام اعظم کے نزدیک بلا تقبیل یعنی فقط اوسپر ہاتھ رکھے لیکن اوسکو نہ چومے اور محمد نے کہا کہ رکن یمانی کا استلام مستحب نہین بلکہ سنت ہی اور اوسکو چومے بھی اور دلائل احادیث کی محمد کے قول کی تائید کرتی ہین اور سوای حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کرنا مکروہ ہی بسبب عدم ثبوت روایت کے چنانچہ صحیحین وغیرہما مین عبد اللہ بن عمر سے مروی ہی کہ مین نے نہین دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ ہاتھ لگاتے ہون بیت اللہ کو سواے دو رکن یمانی کے کذا فی البحر اور ابن عباس سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو چومتے تھے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلی شفعا فی وقت مباح یجب بالجیم علی الصحیح بعد کل اسبوع عند المقام حجارۃ ظہر فیہا اثر قدمی الخلیل اور تمام کرے طواف کو حجر اسود کے استلام پر بنا بر مسنون ہونیکے پہر مباح وقت مین دو رکعتین نماز پڑھے جو واجب ہین بنا بر قول صحیح کے ہر سات بار گہومنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس مقام ابراہیم ایک پتہر ہی جسمین ابراہیم علیہ السلام کے دو نو قدم ہونیکے نقش ظاہر ہین جب اسمعیل اور ہاجرہ علیہما السلام کے دیکہنے کو تشریف لاتے تو سواری پر سے اوتر کے اوسی پتہر پر قدم مبارک رکہتے تہے اور ایک روایت یہی کہ جب بحکم الہی حج کیواسطے سب خلق کو پکارا تو اوسی پتہر پر قدم رکہے ہوئے تہے کذا فی الطحطاوی طبرانی اور ابن عساکر نے بریدہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم کو حق تعالی نے زمین پر اوتارا تو آدم نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچہے دو رکعت نماز پڑھی پہر یہہ دعا کی اللھم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما عندی فاغفر لی ذنوبی اللھم انی اسئلک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت علی ورضنی بقضائک تو حق تعالی نے آدم

پر رحمت اتاری کہ اللہ نے فرمایا اے آدم تونے البتہ دعا مجھ سے مانگی کہ میں نے قبول کی اور تیری گناہ بخشی اور تیرے غموم اور ہموم کو دفع کیا اور جو تیری اولاد
سے یہہ دعا کریگا تو اوسکے ساتھ بھی ایسا ہی کرونگا اور اوسکی محتاجی کو دور کرونگا کذا فی کنز العمال لعلے المتقی و فتح القدیر او غیرہ من المسجد
یا مقام ابراہیم کے سوا اور کہیں مسجد الحرام میں دوگانہ طواف کا پڑہے اگر وہان جگہہ نپاوے کذا فی البرہان و ہل یتعین المسجد قولان یعنی اگر کہا
اس نماز کیواسطے مسجد الحرام ہی متعین ہے اسمین دو قول ہین طحطاوی نے کہا قول معتمد یہہ ہے کہ تعیین مسجد الحرام کی افضلیت کیواسطے ہو ثم اتی الملتزم
وشرب من ماء زمزم پہر بعد دوگانہ طواف کے ملتزم کو چپٹے اسطرح پر کہ اپنا سینہ اور پیٹ اور داہنا رخسارہ اوسمین لگاوے اور دونون ہاتہون کو
سر پر کہڑا کر کے دیوار مین چپٹا وے اور زمزم کا پانی پیئے اور یہہ دعا پڑہے اللهم انی اسئلك رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من كل
داء کذا فی فتح القدیر وعاد ان اراد السعی اور پہر آوے حجر اسود کیطرف اگر صفا اور مروہ کی سعی کا ارادہ ہو اور اگر سعی کا ارادہ نہو تو بعد دوگانہ
طواف کے حجر اسود کیطرف نہ آوے ہم طواف القدوم کے بعد سعی کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ قربانی کے دن طواف فرض اور ذبح اور رمی جمار کے اشغال
در پیش ہین اور افضل یہہ ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی کو تاخیر کرے طواف فرض کے بعد ادا کرے اسواسطے کہ سعی واجب ہے تو بہتر یہہ ہے کہ فرض کے تابع ہو
کذا فی النہر عن التحفہ واستلم الحجر وكبر وهلل وخرج من باب الصفا یا اور حجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑہے
اور مستحب ہے کہ باب الصفا سے نکلے بایان قدم آگے بڑہا کر اور یہہ دعا پڑہے بسم الله والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اغفر لي ذنوبي
افتح لي ابواب رحمتك وادخلني فيها واعذني من الشيطان کذا فی فتح القدیر فصعد الصفا بحيث يرى الكعبة من الباب استقبل البيت
وكبر وهلل وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم بصوت مرتفع خانیہ پہر صفا پر اتنا چڑہے کہ باب الصفا سے کعبہ نظر آوے اور بیت اللہ کے سامنے ہو اور
اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید اور درود پڑہے بلند آواز سے کذا فی الخانیہ ہم سنن ابو داؤد مین جابر سے مروی ہے کہ اول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
صفا پر اتنا چڑہے کہ بیت اللہ نظر آیا پہر حق تعالی کی توحید اور تکبیر کی اور یہہ فرمایا (لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي
ويميت وهو على كل شيء قدير لا اله الا الله وحده انجز وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده) پہر اسکے درمیان میں دعا کی اور اسیطرح تین بار
فرمایا ورفع يديه نحو السماء ودعا لحاجته العبادة بما شاء لان محمدا الدعاء شيئا لانه يذهب رقة القلب وان تبرك بالماثور فحسن اور دونو
ہاتہ اوٹہا دے آسمان کیطرف ہتہلیان کر کے چنانچہ پنجگانہ نماز کے بعد معمول ہے اور چونکہ تمامی عبادت کا یہہ تتمہ ہے تو جو چاہے دعا کرے اسواسطے کہ
کہ امام محمد نے مناسک حج مین کوئی دعا خاص معین نہین کی اسلئے کہ معین کرنا دعا کا رقت قلب کا مانع ہے دعا وہی بہتر ہے جو اپنی جوش دل سے ہو
اور اگر ادعیہ ماثورہ سے برکت چاہے تو بھی خوب ہے بلکہ اکثر لوگونکے حق مین ادعیہ منقولہ بہتر ہین چنانچہ مترجم نے کچہہ دعائین ذکر کی ہین اور کچہہ
آیندہ ذکر کریگا مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادت مین نقل کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صفا پر یہہ دعا کی اللهم انا نسئلك موجبات
رحمتك وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل بر والسلامة من كل اثم لا تدع لي ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته ولا كربا الا كشفته ولا حاجة
الا قضيتها اور شیخ عبد الحق کی شرح سفر السعادۃ مین موطا سے منقول ہے بروایت ابن عمر کہ صفا پر یہہ دعا کرے اللهم انك قلت ادعوني استجب لكم
وانك لا تخلف الميعاد وانا اسئلك كما هديتني للاسلام ان لا تنزعه مني حتى تتوفاني وانا مسلم ثم مشى نحو المروة ساعيا بين الميلين
الاخضرين الملحوقين في جدار المسجد پہر صفا سے اوترکے مروہ کیطرف چلا آوے دو نو سبز میناروں کے درمیان جہپٹ کر جو مسجد الحرام کی پشت کی دیوار
مین تراشی ہوئی ہین ہم جب صفا سے اترے تو یہہ دعا پڑہے اللهم استعملني بسنة نبيك وتوفني على ملته واعذني من مضلات الفتن برحمتك
يا ارحم الراحمين اور جب دو سبز میناروں مین سعی کرے تو یہہ دعا پڑہے رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انك انت الاعز الاكرم یہہ دعا عبد اللہ ابن
عمر سے منقول ہے کذا فی الفتح اور سفر السعادت مین دعا مذکور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے بروایت صفیہ بنت شیبہ وصعد عليها وفعل
ما فعل على الصفا يفعل هكذا سبعا يبدأ بالصفا ويختم بالمروة اور چڑہے مروہ پر اور ویسا ہی کرے جو صفا پر کیا تہا اسیطرح

سات بار کرے صفا سے شروع کرے اور ساتوین شوط کو مروہ پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا یہہ ایک شوط ہوا پھر مروہ سے صفا تک جانا یہہ دوسرا شوط ہوا اسیطرح ساتوان شوط مروہ پر تمام ہوگا فلو بدأ بالمروۃ لم یعتد بالاول ھو الاصح پھر اگر مروہ سے ابتدا کریگا تو صفا تک شوط اول مین نہ معتبر ہوگا یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ حدیث قولی اور فعلی کے مخالف ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا کرو اُس سے جس سے حق تعالی نے ابتدا کی یعنے فرمایا قران مجید مین (انّ الصفا والمروۃ من شعائر اللہ) کذا فے حاشیۃ الطحطاوی وندب ختمہ برکعتین فے المسجد کختم الطواف اور مستحب ہے ختم کرنا سعی کا دو رکعتون پر جنکو مسجد الحرام مین جاکر پڑھے مانند ختم طواف کے اسواسطے کہ مسند احمد مین حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو رکعتین مسجد الحرام مین جاکر پڑھین سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسکو روایت کیا مطلب بن ودا عہ سے کذا فی فتح القدیر ثم سکن بمکۃ محرما بالحج ولا یجوز فسخ الحج بالعمرۃ عندنا پھر ٹھہرا رہے مکہ معظمہ مین حج کا احرام باندھے ہوئے اور عمرہ کرکے حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیون کے مذہب مین جائز نہین یعنی جب میقات سے حج کا احرام باندھا تو اب عمرہ کرکے احرام حج کا چھوڑنا درست نہین اور وہ جو صحیحین مین حدیث ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین اصحاب سے عمرہ کروا کر حج کو فسخ کروایا تھا تو یہہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تھا اسواسطے کہ صحیح مسلم مین ابوذر سے حدیث مروی ہے کہ حج کو فسخ کرنا عمرہ سے یہہ اصحاب کبار کو مخصوص تھا وطاف بالبیت نفلا ما شاء بلا رمل وسعی ھو افضل من الصلوۃ نافلۃ للافاقی وقلبہ للمکی اور نفل طواف کیا کرے بیت اللہ کا جتنا چاہے بدون رمل اور سعی کے اور طواف کرنا افضل ہے نفل نماز پڑھنے سے مسافر کے حق مین اور اہل مکہ کیواسطے نماز افضل ہے طواف سے وفی البحر ینبغی تقییدہ بزمن الموسم والا فالطواف افضل من الصلوۃ مطلقا اور بحر الرائق مین ہے کہ افضلیت صلوۃ مین موسم حج کی قید لگانا لائق ہے یعنی یکیون کیواسطے ایام حج مین طواف سے نماز افضل ہے تاکہ بسبب ہجوم کے مسافر طواف سے نہ محروم رہین اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہے نفل نماز سے ہرطرح طحاوی اور ابن حبان نے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر یہہ کہ خدا نے طواف مین کلام کرنا حلال کر دیا ہے سو جو کہ کلام کرے تو سوا ہی خیر کے نہ بولے کذا فی الفتح والبرہان اور ترمذی اور نسائی مین یون مروی ہے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتین پڑہین گویا اوسنے ایک گردن کو آزاد کیا اور اوسی کتاب مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہین سو جو شخص کہ یہہ دعا پڑھے اللھم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والاخرۃ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار تو وہ فرشتے آمین کہتے ہین ترمذی مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا پچاس بار طواف کریگا تو وہ اپنے گناہون سے ایسا نکل جاویگا جیسا اوسدن بیگناہ تھا جب ان کی پیٹ سے پیدا ہوا تھا کذا فی تیسیر جامع الاصول وخطب الامام اول خطب الحج الثلث سابع ذی الحجۃ بعد الزوال وبعد صلوۃ الظھر وکرہ قبلہ وعلم فیھا المناسک اور حج کے تین خطبون مین سے پہلا خطبہ ساتوین تاریخ ذی الحجہ کی امام پڑھے دوپہر ڈھلے نماز ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہے اور اس خطبہ مین حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام باندھنا اور منا اور عرفات کا جانا اور وہان کی نماز اور عرفات کا ٹھہرنا اور وہان سے پھرنا لوگونکو سکھادے ہم حج کے تین خطبے مین ایک ساتوین تاریخ مکہ مین اور دوسرا عرفات مین اور تیسرا گیارہوین کو منا مین اور سب خطبے بعد زوال اور بعد نماز ظہر کے پڑھے جاتے ہین مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہے اور سب خطبون مین اول تکبیر پھر تلبیہ پھر تحمید واجب ہے مانند خطبہ عیدین کے اور خطبہ جمعہ اور خطبہ استسقا اور خطبہ نکاح مین تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہے کذا فی الفتح والطحطاوی فاذا صلی بمکۃ الفجر یوم الترویۃ وھو ثامن الشھر خرج الی منی قریۃ من الحرم علی فرسخ من مکۃ وملث بھا الی فجر عرفۃ پھر جب ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ فجر کی نماز مکہ مین پڑھ چکے تو منا کیطرف چلے اور عرفہ کی فجر تک وہان رہے آٹھوین تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہین اور منا ایک گانون ہے حرم کی حد مین مکہ سے تین کوس ہم فاصلہ مکہ مین جمیع حالات مین لبیک کہتا رہے سوا طواف کے اور منا کیطرف چلتے لبیک کہے اور یہہ دعا کرے اللھم ایاک ارجو وایاک ادعو

والیک الرغب اللھم بلغنی صالح عملی واصلح لی فی ذریتی) پھر جب منا میں داخل ہو تو یہہ دعا پڑھے اللھم ھذا منی وھذا مما دللنا علیہ من
المناسک فمن علینا بجوامع الخیرات وبما مننت بہ علی ابراھیم خلیلک ومحمد حبیبک وبما سننت بہ علی اھل طاعتک فانی عبدک ناصیتی
بیدک جئت طالبا مرضاتک) اور منا میں مستحب یہہ ہے کہ مسجد الخیف کے پاس اترے کذا فی فتح القدیر ثم بعد طلوع الشمس ذاھبا الی عرفات
علی طریق ضب پھر آفتاب کے نکلنے کے بعد منا سے عرفات کو جاوے ضب کی راہ پر کہ یہی سنت ہے اور عرفات کے چلنے کیوقت یہہ دعا پڑھے
اللھم الیک توجھت وعلیک توکلت ووجھک اردت فاجعل ذنبی مغفورا وحجی مبرورا وارحمنی ولا تخیبنی واقض
بعرفات حاجتی انک علی کل شیء قدیر) اور لبیک کہے اور کلمہ توحید پڑھے پھر جب عرفات کے قریب پہنچے اور جبل رحمت نظر آوے تو کہے
سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر) پھر لبیک کہتا رہے یہانتک کہ عرفات میں داخل ہو کذا فی الفتح وعرفات کلھا
موقف الا بطن عرنۃ بفتح الراء وضمھا واد من الحرم غربی مسجد عرفۃ اور تمام عرفات ٹھیرنے کا مکان ہے مگر بطن عرنہ میں ٹھیرنا جائز
نہیں عرنہ بضم اول وفتح ثانی اور ضمہ بھی اسکو جائز ہے نالہ ہے حرم میں مسجد عرفہ کی مغرب کی طرف اور عرفات حل میں ہے فبعد الزوال
قبل صلوۃ الظھر خطب الامام فی المسجد خطبتین کالجمعۃ پھر دوپہر ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام بیچ مسجد میں دو خطبے پڑھے مانند
جمعہ کی یعنی جیسے خطبہ جمعہ میں امام درمیان دو خطبوں کے منبر پر بیٹھتا ہے ویسے ہی اسمیں بھی بیٹھے اور جیسے جمعہ میں امام کے سامنے مؤذن
اذان کہتا ہے ویسا ہی یہاں بھی اذان کہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وعلم فیھا المناسک وبعد الخطبۃ صلی بھم الظھر والعصر باذان
واقامتین وقرأ سرا ولم یصل بینھما شیئا علی المذھب ولا بعد اداء العصر فی وقت الظھر اور امام ان خطبوں میں احکام حج
کی تعلیم کرے یعنی وقوف عرفات اور مزدلفہ اور وہاں سے پھرنا اور رمی اور ذبح اور حلق اور طواف زیارت کرنا سکھلاوے اور بعد خطبہ کے
ظہر اور عصر کی نماز پڑھاوے ایک اذان اور دو اقامت سے ایک اقامت ظہر کیواسطے اور دوسری عصر کیواسطے اسلئے کہ عصر خلاف عادت
ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہے تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور ہوا اور امام قرأت کو آہستہ پڑھے اور ظہر اور عصر کے درمیان میں کوئی نماز نہ پڑھے
یہانتک کہ سنت مؤکدہ بھی نہ پڑھے بنا بر مذہب صحیح کے اور نہ بعد ادا کرنے عصر کے کوئی نماز پڑھے ظہر کیوقت میں اسواسطے کہ نفل پڑھنا بعد
عصر کے مکروہ ہے وشرط لصحۃ ھذا الجمع الامام الاعظم او نائبہ والا صلوا وحدانا والاحرام بالحج فیھما ای الصلوتین اور واسطے
صحت اس جمع بین الصلوتین کے دو امر شروط ہیں امام اعظم کے نزدیک ایک شرط یہہ ہے کہ بادشاہ ہو یا اوسکا نائب یا قاضی اور اگر
بادشاہ یا اوسکا نائب نہو تو لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں بلا جماعت اور دوسری شرط یہہ ہے کہ حج کا احرام ہو دونوں نمازوں میں اگر ظہر کی
نماز حج ہی کے احرام سے پڑھی اور عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوتین جائز نہیں اسواسطے کہ دونوں نمازوں میں حج کا احرام شرط ہے
اسیطرح اگر بدون احرام کے دونوں نمازونکو جمع کریگا تو بھی جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولا یجوز العصر لمن صلی الظھر فی جماعۃ
لو صلی الظھر وحدہ لم یصل العصر مع الامام تو جائز نہیں ہے عصر کی نماز ظہر کیوقت پڑھنا اس شخص کو جسنے ظہر یا عصر کی نماز تنہا پڑھی ہو اور اگر
ظہر کی نماز تنہا پڑھی تو امام کے ساتھ عصر نہ پڑھے بلکہ عصر کیوقت پڑھے ولا یجوز العصر لمن صلی الظھر بجماعۃ قبل احرام الحج ثم احرم الا
فی وقتہ اور جسنے قبل احرام حج کے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر اوسنے حج کا احرام باندھا تو اوسکو عصر کا پڑھنا جائز نہیں ہے مگر عصر کیوقت
میں نہ امام کے ساتھ ظہر کیوقت میں اسواسطے کہ شرط ثانی مفقود ہے وقالا لا یشترط لصحۃ العصر الا الاحرام وبہ قالت الثلثۃ وھو الاظھر
ستمی بلائی عن اللہ ھان اور صاحبین نے کہا کہ شروط نہیں صحت عصر کیواسطے مگر احرام یعنی جمع بین الصلوتین کیواسطے فقط احرام حج کافی ہے امام کا
ہونا شرط نہیں اور یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا اور یہی قول ظاہر تر ہے باعتبار دلیل کے کذا فی الشرنبلالی عن البرہان اور برہان میں کہا
کہ یہہ قول اسواسطے اظہر ہے کہ عرفات میں جمع بین الصلوتین اسواسطے ہے کہ استغراق ہو وقوف تا غروب تک کہ وہ واجب ہے اور موقف کی زمین نہایت اچھی

یعنی یہ ہے مسنون کا وہان برابر ہونا ممکن نہین تو اگر عصر اپنی وقت پر ہوتی تو وہان سی نکلنا پڑتا اور وقوف منقطع ہوتا اس ضرورت سی جمع
بین الظہر والعصر جائز ہوا تو اس حاجت مین منفرد اور جسنے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھی دونون برابر ہین ثم ذھب الی الموقف بغسل سن و
وقف الامام علی ناقتہ بقرب جبل الرحمۃ عند الصخرات الکبار مستقبلا القبلۃ پھر نماز کے بعد جاوے طرف موقف کی یعنی ٹھہرنے کے مکان مین
جاوے غسل کرکے کہ مسنون ہے اور امام وقوف کرے اپنے اونٹ پر سوار ہوکر جبل رحمت کے قریب بڑے بڑے کالے پتھرون کے پاس قبلہ رو ہوکر ہم
یہین کھڑا ہونا سنت ہے اور یہہ جو عوام کی عادت ہے کہ پہاڑ پر چڑھ کر کھڑے ہوتے ہین سو نہ اصل ہے والقیام والنیۃ فیہ ای الوقوف لیس
بشرط ولا واجب فلو کان جالسا جاز حجہ وذلک لان الشرط الکینونۃ فیہ ضمہ وقوف مجتاز وھارب وطالب غریم ونائم
ومجنون وسکران اور کھڑا ہونا اور وہان کے ٹھہرنے مین نیت وقوف کی کرنا شرط ہے نہ واجب سو اگر موقف مین بیٹھا رہیگا حج اوسکا جائز ہوگا
یہہ جواز اسواسطے ہے کہ وہان کا ہونا شرط ہے حج کی کسیطرح سے ہو تو صحیح ہے وقوف راہ چلنے اور بھاگنے کا اور مدیون کی تلاش کرنیوالیکا اور سونے
والیکا اور دیوانے اور مست کا اور اسیطرح حائض اور جنب کا وقوف اور جسنے جمع بین الصلوتین نہین کی اوسکا وقوف بھی صحیح ہے کذا فی النہر ودعا جھرا
بجہد وعلم المناسک ووقف الناس خلفہ بقربہ مستقبلین القبلۃ سامعین لقولہ خاشعین باکین اور آواز بلند کرکے دعا کرے نہایت جہد
اور کوشش سے اور امام مناسک کی تعلیم کرے اپنے اونٹ پر سے اور لوگ امام کے پیچھے ٹھہرین متصل وسے رو بقبلہ ہوکر امام کے قول پر کان لگائے گڑگڑاتے روتے
ہوئے ہم امام مالک نے موطا مین حدیث صحیح مرفوع نقل کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دعا یوم عرفہ کی دعا ہے اور جو افضل دعا کہ
مین نے کی اور مجھ سے پہلے پیغمبرون نے کی وہ یہہ ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت
بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر تو حید اور ثنا کو دعا فرمایا اسواسطے کہ کریم کی تعریف کرنا درحقیقت دعا ہے مثل مشہور ہے کہ فقیر کی صورت سوال
ہے علی الخصوص جب تعریف بھی کرنے لگے اور امام احمد بن حنبل نے حدیث صحیح نقل کی عبد اللہ بن عباس سے کہ فلانا شخص رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ سوار تہا سو وہ شخص عورتون کیطرف دیکھنے لگا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای میرے بھتیجے اس دن مین جو اپنے کان اور آنکھ اور
زبان کو محفوظ رکھے تو اوسکی مغفرت ہوتی ہے اور بزار وغیرہ نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی کہ مین نے دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ
عرفہ کے دن دونو ہاتھ پھیلائے دعا کرتے تھے جیسے کھانا مانگنے والا محتاج ہاتھ پھیلاکر مانگتا ہے کذا فی فتح القدیر اور ثابت ہوا ہے کہ موقف مین حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ دعا کی اللھم لک الحمد کالذی نقول وخیرا مما نقول اللھم لک صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی والیک مآبی
ولک رب تراثی اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر ووسوسۃ الصدر وشتات الامر اللھم انی اعوذ بک من شر ما تجیء بہ الریح
اللھم انک تسمع کلامی وتری مکانی وتعلم سری وعلانیتی ولا یخفی علیک شیء من امری انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل
المشفق المقر المعترف بذنوبی اسالک مسالۃ المسکین وابتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل وادعوک دعاء الخائف الضریر
من خضعت لک رقبتہ وفاضت لک عیناہ وذل جسدہ ورغم انفہ اللھم لا تجعلنی بدعائک شقیا وکن لی رءوفا رحیما یا خیر
المسئولین ویا خیر المعطین اخرجہ الطبرانی فی المعجم اور سنن بیہقی مین مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشتر میری دعا اور باقی
پیغمبرونکی دعا عرفات مین یہہ ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اللھم اجعل فی قلبی نورا و
فی سمعی نورا وفی بصری نورا اللھم اشرح لی صدری ویسر لی امری واعوذ بک من وساوس الصدر وشتات الامر وفتنۃ القبر و
اللھم انی اعوذ بک من شر ما یلج فی اللیل وشر ما یلج فی النھار وشر ما تھب بہ الریاح ومن شر بوائق الدھر کذا فی سفر السعادۃ للفیروزآبادی
اور اختیار شرح مختار مین ہے کہ روز عرفہ کی فضیلت اور مقبول ہونے دعا مین کثرت سے احادیث ثابت ہین تو لائق یہہ ہے کہ دعا مین بہت کوشش کرے
اور جو دعا کہ یاد ہو کرے اور اگر حفظ پر قادر نہو تو کاغذ مین لکہکر پڑھے اور مستحب ہے کہ اس دن بعد نماز عصر کے سورہ فاتحہ اور اخلاص دس بار پڑہکر یہہ

ودعا کرے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر سبحان اللہ والحمد
للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا دافع البلیات یا مجیب الدعوات یا منزل البرکات یا فاطر الارضین
والسموات ضجت لک الاصوات بصنوف اللغات تسألک الحاجات وحاجتی ان ترحمنی فی دار البلی اذا نسینا اھل
الدنیا اسألک ان توفقنی لما افترضت علی وتعیننی علی طاعتک واداء حقک وقضاء المناسک التی اریتھا ابراھیم
خلیلک ودللت محمدا حبیبک اللھم لکل متضرع الیک اجابۃ ولکل مسکین لدیک رأفۃ وقد جئتک متضرعا الیک مسکینا
الیک فاقض حاجتی واغفر لی ذنبی ولا تجعلنی من تخیب وفدک وقد قلت وانک لا تخلف المیعاد ادعونی استجب لکم وقد عوذت متضرعا سائلا فاجب دعائی و
اغفر لی وللہ ولجمیع المؤمنین والمؤمنات برحمتک یا ارحم الراحمین الغرض اس دن اور اس مکان مقدس مین کریم مطلق کی رحمت اور مغفرت کا جوش
ہی صدق دل سی جو یہان مانگو سو پاو ہی قسمت والونکو یہ دولت نصیب ہوتی ہی الٰہی اس عاجز مسکین کو بھی اپنی در دولت پر کمال ذوق اور شوق سی حاضر کر اور
اپنے کرم سی حج مبرور عنایت فرما آمین وھو من مواضع الاجابۃ وھی بمکۃ خمسۃ عشر نظمھا صاحب النھر فقال دعاء البرایا یستجاب
بکعبۃ وملتزم والموقفین کذا الحجر وطواف وسعی مروتین ومزدلفۃ مقام ومیزاب جمارک تعتبر اور موقف عرفات ان مکانات سی ہی جہان
دعا قبول ہوتی ہی اور مواضع اجابت دعا کے مکہ معظمہ مین پندرہ ہین جنکو نہر الفائق کے مصنف نے دو بیتون مین نظم کیا ہی سو یون کہا ہی کہ دعا
خلق کی مقبول ہوتی ہے کعبہ مین یعنی بیت اللہ کے اندر اور ملتزم مین اور موقف عرفات مین اور موقف مزدلفہ مین اور حجر اسود کے پاس اور طواف
مین اور سعی کرنے مین اور صفا اور مروہ پر اور زمزم کے پاس اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب یعنی کعبہ کے پرنالے کے نیچے اور تینون جمار
کے پاس ھم صاحب نہر الفائق نے نظم مین یہہ نہین مذکور کیا کہ ان مواضع مین کون وقت دعا مقبول ہوتی ہے لیکن حاشیہ دلائل الاسرار مین
مناسک حسن نقاش سی ساعات مذکورہ کی یون تصریح ہی کہ بیت اللہ کے اندر عصر کیوقت دونون ستون کے آگے دعا مقبول ہوتی ہی اور ملتزم مین
آدھی رات کو اور موقف عرفات مین آفتاب غروب ہونے کیوقت اور موقف مزدلفہ مین آفتاب طلوع ہونے کیوقت اور طواف مین ہر وقت بلا قید دعا
مقبول ہے اور سعی مین اور صفا اور مروہ پر عصر کیوقت اور زمزم کے پاس آفتاب ڈوبنے کیوقت اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب رحمت کے نیچے
سحر کیوقت اور جمار کے پاس طلوع آفتاب کیوقت دعا مقبول ہی اور اجابت ان مکانات کی حسن بصری کے اس مکتوب سی ثابت ہی جو اہل مکہ کو لکھا
تھا کذا فی المنحۃ زاد فی اللباب عند رؤیۃ الکعبۃ وعند السدرۃ والرکن الیمانی وفی الحجر وفی منی فی نصف لیلۃ البدر اور ملا علی نے لباب کی
شرح مین چہ مواضع اجابت کے اور زیادہ بیان کئے ہین یعنی کعبہ نظر آنے کیوقت اور بیری کے درخت کے پاس اور رکن یمانی کے پاس اور حطیم مین اور منا مین اور
ذی الحجہ کی چودہوین رات کے نصف مین منا کے اندر طحطاوی نے کہا کہ مین نے کسی کتاب مین اس درخت کا محل نہین دیکھا کہ وہ کس مقام پر ہی واذا غربت
الشمس اتی علی طریق المازمین مزدلفۃ وحدھا من مازمی عرفۃ الی مازمی محسر اور جب عرفات مین آفتاب غروب ہو تو وہان سی مزدلفہ مین
آوی مازمین کی راہ سی اور مزدلفہ کی حد عرفات کی مازمین سی وادی محسر کی مازمین تک ہم مازمین بصیغہ تثنیہ تنگ راہ ہی مزدلفہ اور عرفات کے درمیان
مین اور دوسرا مازمین منا اور مکہ کے درمیان ہی کذا فی القاموس اور حاشیہ دلائل الاسرار مین احکام ماوردی سی منقول ہی کہ مازمین ایک پہاڑ ہے
عرفات اور مزدلفہ کے درمیان بالجملہ سنت یہہ ہی کہ منا سی عرفات کو ضب کی راہ سی جاوے اور عرفات سی مزدلفہ کو مازمین کی راہ سی آوے ویستحب ان
یاتیھا ماشیا وان یکبر ویھلل ویحمد ویلبی ساعۃ فساعۃ اور مستحب یہہ ہی کہ مزدلفہ مین پیدل آوے اور تکبیر اور تہلیل اور تحمید اور لبیک کہتا
رہے دمبدم اور اختیار شرح مختار مین ہی کہ اس راہ مین کثرت استغفار کے لائق ہی کہ حق تعالی نے فرمایا ثم افیضوا من حیث افاض الناس واستغفروا
اللہ ان اللہ غفور رحیم یعنی رجوع کرو جہان سی لوگ رجوع کرتے ہین اور مغفرت مانگو اللہ سی البتہ اللہ غفور اور رحیم ہی والمزدلفۃ کلھا موقف
الا وادی محسر وھو وادٍ بین منی ومزدلفۃ فلو وقف بہ او ببطن عرنۃ لم یجز علی المشھور اور مزدلفہ تمام ٹھہرنیکا مقام ہی سوا محسر کے اور محسر

ایک نالہ ہی منا اور مزدلفہ کے درمیان مین سو اگر کوئی محسر یا بطن عرنہ مین ٹہریگا تو جائز نہوگا بقول مشہور ہم صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین
مصرح ہے کہ عرفات مین بطن عرنہ سے اور مزدلفہ مین محسر سے منع فرمایا کہ وہان کوئی نہ ٹہرے محسر بضم میم وتشدید سین مکسورہ اُس وادی کا نام ہے جہان
اصحاب الفیل غارت ہوئے محسر کے معنی تہکا دینے والا اور عاجز کر دینے والا چونکہ اصحاب الفیل وہان عاجز ہوئے لہذا اوسکا نام محسر ہوا کذا فی القسطلانی و
نَزَلَ عِندَ جَبَلِ قُزَحَ بِضَمٍّ فَفَتحٍ لَایَنصَرِفُ لِلعَلَمِیَّۃِ وَالعَدلِ عَن قَازِحٍ بِمَعنٰی مُرتَفِعٍ اور مزدلفہ مین قزح کے پہاڑ پاس اُترے قزح بضم اول وفتح ثانی
لفظ غیر منصرف ہے بسبب علمیت اور عدل کے یعنی معدول ہے قازح سے جسکی معنی اونچا والاصح انہ المشعر الحرام وعلیہ میقداۃ قیل کانوا یوقدون النار علیہ فی الجاھلیۃ وقیل کان آدم
اور قول صحیح یہہ ہے کہ مشعر الحرام یہی جبل قزح ہے کذا فی الکشاف اور اُس پہاڑ پر آگ جلنے کا ایک مکان ہے بعضون نے کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی
بھٹی ہے ہم قرآن مجید مین فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام کے پاس حق تعالی کو یاد کرو لہذا شارح نے تصریح کردی کہ مشعر الحرام
سے مراد قزح کا پہاڑ ہے وَصَلَّی العِشَائَینِ بِاَذَانٍ وَاِقَامَۃٍ لِاَنَّ العِشَاءَ فِی وَقتِہَا فَلَم یَحتَجْ اِلَی الاِعلَامِ کَمَا لَا احتِیَاجَ ہُنَا لِلاِمَامِ اور
مغرب اور عشا کی وہان نماز پڑہے ایک اذان اور ایک اقامت سے اسواسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت پر ہے تو اعلام کی حاجت نہین چنانچہ
یہان جمع بین الصلوتین مین امام کی حاجت نہین ہم یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ یہان جمع بین الصلوتین مین کیون دوبارہ اقامت نہوئی جیسی عرفات
کی جمع بین الصلوتین مین ہوئی تہی شارح نے جواب دیا کہ یہان دوسری نماز یعنی عشا اپنی اصلی وقت پر ہے اور لوگ سب مجتمع ہین تو اعلام کی کچہ حاجت
نہین کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہان دوسری نماز اپنے وقت پر نہین لہذا اعلام کی حاجت ہے اور امام اعظم کے نزدیک اس
جمع بین الصلوتین مین امام اور جماعت مشروط نہین جیسے کہ عرفات مین مشروط ہے حالانکہ احادیث سے دونوں مین جماعت ثابت ہے اسواسطے کہ مغرب یہان
اپنے وقت سے متاخر ہے اور نماز کو پڑہنا وقت گذرنے کے بعد امر معقول ہے بخلاف عرفات کے کہ وہان عصر اپنے وقت سے متقدم ہے اور تقدیم نماز کی
اپنے وقت پر مخالف قیاس ہے ہر طرح سے لہذا اُسمین مورد کی جمیع شروط وارد ہ واجب الرعایت ہین کذا فی دلائل الاسرار عن ابن مالک اور دونو
نمازون کے بیچ مین سنت اور نفل نہ پڑہے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا کے پڑہے کذا فی المنسک المتوسط للملا رحمۃ اللہ
لَو صَلَّی المَغرِبَ اَوِ العِشَاءَ فِی الطَّرِیقِ اَو فِی عَرَفَۃَ اَعَادَ ہُ لِحَدِیثِ الصَّلٰوۃُ اَمَامَکَ اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ مین یا عرفات مین
پڑہے تو مزدلفہ مین دوسری بار پڑہے بدلیل اس حدیث کی کہ نماز تیرے آگے ہے ہم صحیحین مین اُسامہ بن زید سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
جب عرفات سے روانہ ہوئے تو راہ مین اُترے اور پیشاب کیا پہر ناتمام وضو کیا سو مین نے عرض کیا کہ نماز پڑہیئے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہے پہر حضرت
سوار ہوئے تو جب مزدلفہ مین آئے تو پورا وضو کیا پہر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑہی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مزدلفہ کے عرفات اور راہ
مین نماز جائز نہین تو واجب الاعادہ ہوگی فَخُوِّصَتَا بِالزَّمَانِ وَالمَکَانِ وَالوَقتِ فَالزَّمَانُ لَیلَۃُ النَّحرِ وَالمَکَانُ مُزدَلِفَۃُ وَالوَقتُ وَقتُ
العِشَاءِ حَتّٰی لَو صَلَّی بِمُزدَلِفَۃَ قَبلَ العِشَاءِ لَم یُصَلِّ المَغرِبَ حَتّٰی یَدخُلَ وَقتُ العِشَاءِ فَیُصَلِّی المَغرِبَ مَعَ العِشَاءِ تو بمقتضاے حدیث مذکور کے
نماز مغرب کی تاخیر کے واسطے زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین کر لیا سو زمانہ تو یوم النحر کی رات ہے اور مکان خاص مزدلفہ ہے اور وقت
مخصوص عشا کا وقت ہے یعنی مغرب کی نماز کو موخر کرنا مزدلفہ مین لیلۃ النحر عشا کیوقت مخصوص ہے یہانتک کہ اگر کوئی مزدلفہ مین پہنچے قبل عشا کی
تو مغرب کی نماز نہ پڑہے یہان تک کے عشا کا وقت آوے تو یہہ مسئلہ چیستان اور پہیلی کے لائق ہے چند وجہ سے یعنی یہان ایسے سوال متصور ہین جنکی جواب
مین فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کو ذکر کرتا ہے طحطاوی سے نقل کرکے **سوال** کون فرض نماز ہے جسمین اذان ہے نہ اقامت
جواب عشا کی نماز ہے مزدلفہ مین بشرطیکہ مغرب اور عشا مین فاصلہ نہو **سوال** کون نماز ہے جو بوقت پڑہی جاوے اور تنہا نہو بلکہ ادا ہو **جواب**
مزدلفہ کی مغرب ہے **سوال** کون نماز ہے جو اپنے وقت پہ پڑہی جاوے اور واجب الاعادہ ہو **جواب** مزدلفہ کی مغرب ہے اور اسیطرح عشا کی نماز
جبکہ راہ یا عرفات مین پڑہی جاوے **سوال** کون عشا ہے جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑہے اور صحیح ہو **جواب** مزدلفہ کی عشا ہے جبکہ

وقت پر پڑہی گئی پہر صبح صادق ہوگئی **سوال** کون نماز ہے جسکا پڑہنا ایک خاص مکان مین واجب ہے **جواب** مزدلفہ کی مغرب اور عشا ہے
ما لم یطلع الفجر فیعود الی الجواز وهذا اذا لم یخف طلوع الفجر فی الطریق فان خافه صلاها راہ کی نماز کا اعادہ اوسوقت تک ہو
جبتک صبح صادق نمود نہین ہوئی اور بعد صبح کے وہ نماز جائز ہو جاویگی خواہ مغرب ہو خواہ عشا اسواسطے کہ اعادہ واسطے جمع بین الصلوتین کے
تہا عشا کیوقت مین سواب باقی نرہا اور یہہ یعنی مغرب اور عشا کا راہ مین نہ پڑہنا اوسوقت تک ہے جبتک طلوع فجر کا خوف نہو راہ مین سواگر خوف
ہو طلوع کا تو دونون نماز کو راہ مین پڑہلے اسواسطے کہ اگر راہ مین نہ پڑہیگا تو قضا ہو جاوینگی کذا فی منح الغفار ولو صلی العشاء قبل المغرب
بمزدلفة صلی المغرب ثم اعاد العشاء فان لم یعد حتی ظهر الفجر عاد العشاء الی الجواز اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑہی قبل مغرب
کی نماز کے مزدلفہ مین تو پہر مغرب پڑہے اور عشا کا اعادہ کرے سو اگر عشا کا اعادہ نکیا یہانتک کہ فجر ظاہر ہوگئی تو وہ عشا اب جائز ہو جاویگی
چنانچہ امام اعظم کے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی پہر اوسکے بعد پانچ وقت کی نماز پڑہی حالانکہ ظہر متروک اوسکو یاد ہی تو پانچون نمازین جائز
نہین پہر اگر اوسنے چھٹی نماز پڑہی تو اب سب نمازین صحیح ہوگئین کذا فی المنح عن البحر عن الظهیرية ولا ینوی المغرب اداء ویترک سنتها اور مزدلفہ مین
عشا کیوقت ادای مغرب کی نیت کرے نہ قضا کی اور مغرب کی سنتون کو ترک کرے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الطحطاوی ویحییها فانها اشرف من
لیلة القدر کما افتی به صاحب النهر وغیره اور یوم النحر کی رات کو بیدار رہے اسواسطے کہ وہ رات لیلة القدر سے شریف تر ہے چنانچہ صاحب نہر وغیرہ
نے اسکا فتوی دیا ہے م نہر الفائق کا یہہ مضمون ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلة النحر لیلة الجمعه سے اشرف ہے یا نہین اور میرا میلان خاطر اسیطرف
تہا پہر مین نے جوہرہ مین دیکہا کہ لیلة النحر ساری سال کی راتون سے افضل ہے طحطاوی نے کہا کہ اسقدر کلام سے فتوی ثابت نہین ہوتا بالجملہ یہہ شب بسبب
مکانی اور زمانی کی جامع ہے تو مناسب ہے کہ نماز اور تلاوت قران اور تضرع مین بسر ہو اور فضیلت لیلة النحر کی فقط مزدلفہ مین منحصر نہین بلکہ اسکی فضیلت
اوس وجہ سے ہے کہ اسکی عبادت کا ثواب لیلة القدر سے زیادہ ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی وجزم شراح البخاری سیما القسطلانی بان عشر
ذی الحجة افضل من العشر الاخیر من رمضان اور یقین کیا ہے صحیح بخاری کے شارحون نے خصوصا قسطلانی نے اسپر کہ دس روز ذی الحجہ کے افضل
ہین رمضان کے عشرہ اخیرہ سے م صحیح بخاری وغیرہ مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا
نہین جنمین عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہو ان دنونکے سے یعنی عشرہ ذی الحجہ سے اور طبرانی مین یون ہے کہ ان دنون مین عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم تر
اور محبوب تر ہے سو ان دنون مین تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر کثرت سے کیا کرو کذا فی الترغیب والترهیب لابن حجر وصلی الفجر بغلس لاجل
الوقوف اور فجر کی نماز پڑہے اندہیرے مین یعنی بعد طلوع صبح صادق کے اول وقت نماز پڑہے واسطے وقوف مزدلفہ کے ثم وقف بمزدلفة ووقته
من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولو مارا کما فی عرفة لکن لو ترکه بعذر کزحمة لا شیء علیه پہر وقوف کرے مزدلفہ مین اور مزدلفہ کے ٹہرنیکا
وقت طلوع صبح صادق سے ہے طلوع آفتاب تک اگرچہ وہان گذران چلا جاوے مانند عرفات کی لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کہ ہجوم
کے سبب سے تو اوسپر کوئی چیز لازم نہین وکبر وهلل ولبی وصلی علی المصطفی صلی الله علیه وسلم ودعا اور وہان حالت وقوف مین
تکبیر اور تہلیل کرے اور لبیک کہے اور مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہتا رہے اور دعا کرے آسمان کیطرف ہاتہہ اوٹہا کر یہی سنت ہے
چنانچہ حدیث جابر مین مصرح ہے اور اختیار شرح مختار مین ہے کہ یون دعا کرے (اللهم انت خیر مطلوب وخیر مرغوب الیه الهی لکل وفد جائزة
وقری فاجعل جائزتی وقرای فی هذا المقام ان تتقبل توبتی وتتجاوز عن خطیئتی وتجمع علی الهدی امری وتجعل الیقین من الدنیا
همی اللهم ارحمنی واجرنی من النار واوسع علی من الرزق الحلال اللهم لا تجعله اخر العهد بهذا الموقف وارزقنیه ابدا ما احییتنی
برحمتك یا ارحم الراحمین) واذا اسفر جدا اتی منی مهللا مصلیا فاذا بلغ بطن محسر اسرع قدر رمیة حجر لانه موقف النصاری
اور جب خوب روز روشن ہو جاوے تو منا کیطرف چلے تہلیل کرتا درود پڑہتا اور اسفار کی یہہ حد ہے کہ جب طلوع شمس تک دو رکعت پڑہنے کی مقدار باقی

رہو کذا فی المنح عن المحیط والظہیریہ پہر جب محسر کے اندر پہنچے تو شتاب چلے بقدر پہینک مارنے پتہر کے اسواسطے کہ وہ موقف نصاری ہی ہی یعنے اصحاب الفیل کی ہلاکی کا مقام ہے غضب الہی وہان نازل ہوا تہا تو وہان سے بہاگنا چاہیئے اگر پیدل ہو تو خود شتابی کرے اور اگر سوار ہو تو مرکب کو تیز کرے یہی مسنون ہے طحطاوی نے کہا کہ مسافت وادی محسر کی ۵۴۵ ہاتہہ ہے تو بہہ جو شارح نے سرعت کی مقدار بیان کی سو تحدید نہین بلکہ تقریب ہو ودمی جمرۃ العقبۃ من بطن الوادی ویکرہ تنزیہا من فوق سبعًا خذفا بمعتمدین رؤس الاصابع جب منا مین آوے تو جمرۃ العقبہ کو نالی کے اندر سے سات کنکریان او نگلیون کے سرون سے مارے اور نالی کے اوپر سے مارنا مکروہ تنزیہی ہے کہ خلاف سنت ہے جمرہ مفرد ہو اور جمع اوسکی جمار ہو اور جمار چہوٹی چہوٹی پتہرون کو کہتے ہین اور منا مین جمار اون تین مکانون کا نام ہے جہان کنکریان اور پتہریان پہینکتے ہین ایک کو جمرہ اولے کہتے ہین جو مسجد الخیف کے پاس ہے اور دوسرا جمرہ وسطی اور تیسرا جمرۃ العقبہ آور خذف بخاے معجمہ و ذال منقوطہ ٹہیکری وغیرہ کے پہینکنے کو کہتے ہین خذف کی دونون اونگلیون سے کذا فی القاموس آور مغرب مین کہا خذف یہہ ہے کہ ابہام کے سرے کو سبابہ پر رکہکر مارے اور طحطاوی نے قول ثانی کی تصحیح کی ہے اسواسطے کہ اس طریق مین شیطان کی زیادہ تر اہانت ہے اور اسطرح پہینکنا اور مارنا سنت کا بیان ہے ورنہ جسطرح سے مارے گا جائز ہے کذا فی المنح صحیح ابن خزیمہ مین عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابراہیم خلیل اللہ مناسک کے ادا کرنے کو آئے تو شیطان سامنے آیا جمرۃ العقبہ کے پاس حضرت خلیل نے اوسکو سات کنکریان مارین یہانتک کہ زمین کے اندر دہس گیا پہر جمرہ ثانیہ کے پاس سامنے آیا حضرت نے اسکو سات کنکریان مارین یہانتک کہ وہ زمین مین گہس گیا پہر جمرہ ثالثہ کے پاس سامنے آیا پہر حضرت نے اوسکو سات کنکریان مارین یہانتک کہ زمین کے اندر دہس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر چلتے ہو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر ویکون بینہما خمسۃ اذرع اور مارنیوالے اور جمرہ مین پانچ ہاتہہ کا فاصلہ ہو کذا فی الہدایہ اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ اتنا فاصلہ ہونا واجب ہے کذا فی المنح ولو وقعت علی ظہر رجل او جمل ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جاز والا لا وثلثۃ اذرع بعید وما دونہ قریب جوہرہ اور اگر ایک شخص نے کنکری ماری کسی مرد یا اونٹ کی پیٹہہ پر گری تو اگر وہ خود گر پڑی جمرہ کے نزدیک تو جائز ہوا اور اگر پاس اوسکی قریب نہین گری تو جائز نہین یعنی اوسکو حساب مین نہ لاوے دوسری مارے اور جمرہ سے تین ہاتہہ پر گرنا بعید مین داخل ہے اور اس سے کمتر مین گرنا قریب مین داخل ہے کذا فی الجوہرۃ وکبر بکل منہا اور اللہ اکبر کہے ہر کنکری کے ساتہہ اور اختیار شرح مختار مین ہے کہ مارنے کیوقت یون کہے بسم اللہ واللہ اکبر رغما للشیطان وحزبہ فتح القدیر مین ہے کہ یہہ حسن بن زیاد کی روایت ہو وقطع التلبیۃ باولہا اور لبیک کہنا موقوف کرے پہلی کنکری کے ساتہہ اسواسطے کہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہانتک کہ جمرۃ العقبہ کی رمی کی آور قطع تلبیہ مین مفرد اور متمتع اور قارن سب برابر ہین فلو رمی باکثر منہا ای السبع جاز لا لو رمی باقل فالتقیید بالسبع لمنع النقصان لا الزیادۃ سو اگر سات کنکریون سے زیادہ مارے تو جائز ہے اور اگر سات سے کم مارے گا تو جائز نہین سات کی قید لگانا کمی کے منع کرنے کیواسطے ہے نہ زیادتی کے روکنے کو وجاز الرمی بکل ما کان من جنس الارض کالحجر والمدر والطین والمغرۃ وکل ما یجوز التیمم بہ ولو کفا من تراب فیقوم مقام حصاۃ واحدۃ اور جائز ہے مارنا ہر ایک اوس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہے جیسے پتہر اور ڈہیلا اور مٹی اور گیرو اور اسیطرح چونہ اور ہرتال اور نمک سنگ اور جس چیز سے کہ تیمم کرنا درست ہے اگرچہ مٹہی بہر خاک ہو کہ ایک کنکری کے قائم مقام ہو لا بخو خشب وعنبر ولؤلؤ کبار وجواہر لانہ اعزاز لا اہانۃ وقیل یجوز نہ جائز نہین مارنا عمرات کا لکڑی اور عنبر اور بڑی موتیون اور جواہرات سے اسواسطے کہ موتی اور جواہرات کے مارنے مین عزت دینا ہے نہ ذلیل کرنا اور حالانکہ مارنے سے بیان شیطان رجیم کی تذلیل مقصود ہے کذا فی مناسک الطرابلسی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ جواہرات سے مارنا جائز ہے مناسک فارسی مین ہے کہ یاقوت سے مارنا جائز ہے کذا فی المنح وذہب وفضۃ لانہ یسمی نثارا لا رمیا وبعر

لانّہ لیس من جنس الارض وما فی فروق الاشباہ من جوازہ بالبعر خلاف المذہب اور جائز نہین مارنا سونے اور چاندی سے اسواسطے
کہ سونے چاندی کے پھینکنے کو نثار کرنا کہتے ہین نہ مارنا اور مینگنی سے مارنا بھی جائز نہین ہے اسواسطے کہ وہ زمین کی جنس سے نہین اور اشباہ کے فروق
کے فن مین جو مینگنی کے مارنیکا جواز مذکور ہے سو مذہب کے مخالف کہ اگرچہ اوسمین اہانت ہے لیکن جنس ارض سے نہین ویکرہ اخذہا من عند الجمرۃ
لانّہا مردودۃ للحدیث من قبلت حجتہ رفعت جمرتہ اور مکروہ ہے کنکریان لینا جمرات کے پاس سے اسواسطے کہ جو کنکریان کہ وہان پڑی رہتی
ہین وہ مردود ہین مقبول نہین اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکا حج مقبول ہوتا ہے اوسکی کنکریان اوٹھائی جاتی ہین م یہہ جو بعضے کتب اور سنت
مین مذکور ہے کہ کنکریان مزدلفہ سے لاوے یا اس پہاڑ سے لاوے جو مزدلفہ اور منا کے درمیان ہے سو یہہ سنت نہین بلکہ جہان سے چاہے اوٹھالے مگر جمرات
کے پاس سے نہ لے اسواسطے کہ سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ مین نے ابن عباس سے سوال کیا کہ کیا سبب ہے اسکا کہ خلیل علیہ السلام کیوقت سے جمرات پر کنکریان
پھینکتے ہین سو جمرات ایسی بڑی پہاڑ کیون نہوگئی جو آسمان کے کنارے کو بند کر لیتے تو ابن عباس نے جواب مین کہا کہ مجکو معلوم نہین کہ جسکا حج
مقبول ہوتا ہے اوسکی کنکریان مرفوع ہو جاتی ہین اور جسکا حج مقبول نہین ہوتا اوسکی پڑی رہتی ہین راوی نے کہا جب مین ابن عباس سے سُنا تو مینے
کنکریون پر نشان بنایا اور جمرہ کو ہر طرف سے مارا پھر اونکو مین نے تلاش کیا تو اونکو نپایا کذا فی فتح القدیر ویکرہ ان یلتقط حجرا واحدا فیکسرہ سبعین
حجرا صغیرا او ان یرمی بمتنجسۃ بیقین اور یہہ مکروہ ہے کہ ایک پتھر کو اٹھاوے پھر اوسکو توڑ کر ستر چھوٹی پتھریان بناوے چنانچہ اکثر عوام کرتے
ہین اور جو کنکری بالیقین معلوم ہو کہ نجس ہے اوس سے مارنا بھی مکروہ ہے م کنکری کی مقدار مین اختلاف ہے اور مختار یہہ ہے کہ بقدر باقلا ہو اور
اگر اس سے بڑی یا چھوٹی سے مارے تو بھی جائز ہے اور سب جمرات کی کنکریون کا شمار ستر ہے سات جمرۃ العقبہ کی یوم النحر مین اور منا کے تین دنون
مین ہر دن تینون جمرات کو سات سات کنکریان مارتے ہین تو سب ملا کر ستر ہوئین اور بعضے علما نے کنکریون کا دہونا مستحب کہا ہے تاکہ بالیقین طہارت
معلوم ہو جاوے کذا فی الاختیار ووقتہ من الفجر الی الفجر ویسن من طلوع ذکاء لزوالہا ویباح لغروبہا ویکرہ للفجر اور جمرۃ العقبہ کی رمی
کا وقت دسوین تاریخ کی فجر سے ہے گیارہوین فجر تک اور مسنون وقت طلوع آفتاب سے تھوڑی پہر ڈھلنے تک اور مباح وقت ہے زوال سے غروب تک اور مکروہ وقت
ہے غروب سے فجر تک اور اسیطرح قبل طلوع آفتاب دسوین تاریخ بھی مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ثم بعد الرمی ذبح ان شاء لانہ مفرد پھر رمی کے بعد ذبح کرے
اگر چاہے اسواسطے کہ فقط حج کرنیوالا ہے اور مسافر پر قربانی کرنا واجب نہین اور قارن اور متمتع پر واجب ہے ثم قصر بان یاخذ من کل شعرۃ قدر الانملۃ وجوبا وتقصیر الکل مندوب
والربع واجب پھر سر کے بالون کو کترے اسطرح کہ سر کے بال انگلی کے پورے کی برابر لے تا بر وجوب کے اور کترنا سارے سر کے بالونکا مستحب ہے اور چوتھائی سر کے بالون کا کترنا واجب ہے ویجب اجراء الموسی علی اقرع
و ذی قروح ان امکن والا سقط اور واجب ہے استرا پھیرنا اوسکے سر پر جسکے سر پر بال نہ ہون اگر ممکن ہو اور اگر سر پر زخم ہون اور استرہ پھیر نسکے تو ساقط ہے ومتی تعذر احدہما
تعین الآخر فلو لبدہ بصمغ بحیث تعذر التقصیر تعین الحلق اور جب کہ کترانا یا منڈانا ان مین سے ایک متعذر ہو تو دوسرا متعین ہو جاتا ہے سو اگر بالون
کو گوند سے ایسا چپکایا کہ کترنا متعذر ہوا تو منڈانا مقرر ہو گیا یعنی کترانے اور منڈانے مین اسوقت تک اختیار ہے جبتک دونون
ممکن ہون اور جب ایک نہو سکیگا تو دوسری کا کرنا لازم اور متعین ہو جاویگا کذا فی النہر م یہہ عبارت بعضے نسخون مین نہین ہے وحلقہ اکمل
افضل اور منڈانا تمام سر کا افضل ہے اسواسطے کہ سنت ہے اور چوتھائی سر کا منڈانا واجب ہے اور کترانے سے منڈانا افضل ہے اسواسطے کہ صحیحین
مین ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی کہ الٰہی سر منڈوانے والون پر رحم کر اور ہر بار اصحاب عرض کرتے تھے کہ کترانے والون کیواسطے
بھی دعا کیجیے پھر چوتھی بار فرمایا کہ الٰہی کترانے والون پر رحم کر ولو ازالہ بنحو نورۃ جاز اور اگر بالونکو چونا لگا کر دور کرے یا اکھاڑ ڈالے تو
جائز ہے م سر منڈانے کیوقت یہہ دعا مستحب ہے الحمد للہ علی ما ہدانا وانعم علینا اللہم ہذہ ناصیتی بیدک فتقبل منی واغفر لی ذنوبی
اللہم اکتب لی بکل شعرۃ حسنۃ وامح بہا عنی سیئۃ وارفع لی بہا درجۃ اللہم اغفر لی وللمحلقین والمقصرین یا واسع المغفرۃ آمین
اور جب سر منڈانے سے فراغت ہو تو اللہ اکبر کہے اور یہہ دعا کرے الحمد للہ الذی قضی عنا نسکنا اللہم زدنا ایمانا ویقینا واغفر لنا ولوالدینا

والحیم المسلمین) اور مستحب ہے کہ بالونکو دفن کردے اور سر کا مونڈنا اپنی داہنی طرف سے شروع کرے یہی مسنون ہے کذا فی فتح القدیر وحل له
کل شیء الا النساء قیل والطیب والصید اور بعد کترانے یا مونڈانے کے وہ چیزیں کہ احرام باندھنے سے ممنوع ہوگئیں تھیں سو حلال ہوگئیں
مگر عورتیں ہنوز حلال نہیں اور قول ضعیف یہہ ہے کہ خوشبو اور شکار بھی ابھی حلال نہیں ہے عدم حلت خوشبو خانیہ میں مذکور ہے صاحب بحر نے
اوسکو ضعیف کہا ہے اور ابو اللیث فقیہ کے نزدیک شکار حلال نہیں صاحب نہر نے اوسکی تضعیف کی ہے امام اعظم کا مذہب مشہور یہی ہے کہ رمی محلل نہیں
بلکہ حلق محلل ہے طحاوی اور دارقطنی کی اس حدیث سے عن عائشہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رمیتم وحلقتم وذبحتم فقد حل لکم الا
النساء یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمنے رمی اور حلق اور ذبح کیا تو ہر چیز تمکو حلال ہوگئی سوا عورتوں کے اور امام شافعی
کے نزدیک رمی محلل ہے بدلیل حدیث ابوداؤد و ابن ماجہ کذا فی البرہان ثم طاف للزیارة یوما من ایام النحر الثلثة بیان لوقته الواجب
پھر طواف الزیارۃ کرے ایام نحر کے تین دنوں میں جس دن چاہے ایام نحر میں طواف کرنا یہہ طواف کے واجب وقت کا بیان ہے سبعة بیان للاکمل
والا فالرکن اربعة طواف کرے سات شوط یہہ طریق اکمل کا بیان ہے ورنہ طواف میں رکن تو چار ہی شوط ہیں ہم طواف الزیارۃ کو طواف یوم النحر
طواف الرکن اور طواف الافاضہ بھی کہتے ہیں بلا رمل ولا سعی ان کان سعی قبل هذا الطواف والا فعلهما لان تکرارهما لم یشرع طواف الزیارۃ
کرے بدون رمل اور بلا سعی کے اگر اس طواف سے پہلے سعی کر چکا ہو اور اگر نہ کر چکا ہو تو اب دونوں کو کرے اس واسطے کہ رمل اور سعی کو مکرر کرنا مشروع نہیں
وطواف الزیارة اول وقته بعد طلوع الفجر یوم النحر وهو فیه ای الطواف فی یوم النحر الاول افضل ویمتد وقته الی اخر العمر اور طواف
الزیارۃ کا شروع وقت بعد طلوع فجر کے ہے قربانی کے دن اور طواف کرنا قربانی کے پہلے دن میں افضل ہے اس واسطے کہ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن
عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کو طواف الافاضہ کیا پھر منا کو پلٹ گئے کذا فی البرہان اور طواف الزیارۃ کا وقت
ممتد ہے آخر عمر تک یعنی تمام عمر میں جب طواف کریگا فرض ادا ہوگا وحل له النساء بالحلق السابق حتی لو طاف قبل الحلق لم یحل له شیء فلو قلم
ظفره مثلا کان جنایة لانه لا یخرج من الاحرام الا بالحلق اور بعد طواف الزیارۃ کے اوسپر عورتیں حلال ہونگی بسبب حلق سابق کے نہ بسبب اس
طواف کے یہانتک کہ اگر طواف کرے قبل حلق کے تو کوئی چیز اوسپر حلال نہوگی اور اگر اپنا ناخن مثلاً کاٹیگا تو گناہ ثابت ہوگا اس واسطے کہ احرام سے
محرم نہیں نکلتا بدون حلق کے ہم درحقیقت محلل حلق ہی ہے نہ طواف لیکن حلق کا عمل حلت نسا میں ظاہر نہیں ہوتا مگر بعد طواف کے جیسے طلاق رجعی کا
عمل انقضای عدت کے بعد ظاہر ہوتا ہے کذا فی المنح فان اخره عنها ای ایام النحر ولیالیها منها کره تحریما ووجب دم لترک الواجب پھر اگر
طواف الزیارۃ کو ایام نحر سے تاخیر کریگا تو مکروہ تحریمی ہے اور ایام نحر کی راتیں بھی انہیں دنوں کے حکم میں داخل ہیں اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب ہوگا
بسبب ترک کرنے واجب کے وهذا عند الامکان فلو طهرت الحائض ان قدرت علی اربعة اشواط ولم تفعل لزم دم والا لا اور یہہ یعنی
تاخیر سے ذبح لازم ہونا اوسوقت ہے جبکہ طواف کرنا ممکن ہو بلا عذر شرعی سو اگر عورت حائضہ پاک ہوئی یوم ثالث میں قریب غروب آفتاب کے سو
اگر طواف الزیارۃ کے چار شوط پر قادر تھے اور اوسنے نکیا تو اوسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر چار شوط کا زمانہ باقی نہیں بعد طہارت کے یا مطلقاً ہی
نہوی تو اوسپر ذبح لازم نہیں بسبب عدم امکان کے ثم اتی منی فیبیت بها للرمی پھر طواف الزیارۃ کے بعد منا میں آوے اور وہیں رات کو رہے
رمی جمار کیواسطے یہی سنت ہے منا کے سوا اور کہیں رہنا ان دنوں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وبعد زوال ثانی النحر رمی الجمار الثلث
یبدأ استنانا بما یلی مسجد الخیف اور یوم النحر کے دوسرے دن یعنی گیارھویں تاریخ دوپہر ڈھلنے کے بعد تینوں جمار کی رمی کرے شروع اوس
جمرہ سے کرے جو مسجد الخیف کے پاس ہے یہی مسنون ہے اور اسکو جمرہ اولی کہتے ہیں خیف بفتح اول وسکون ثانی اونچے مکان کو کہتے ہیں چونکہ وہ مسجد اونچی
پر ہے لہذا اوسکو مسجد الخیف کہتے ہیں ثم بما یلیه الوسطی پھر اوس جمرہ کو رمی کرے جو جمرہ اولی کے قریب ہے جسکو جمرہ وسطی کہتے ہیں جمرۃ الاولی
اور جمرۃ الوسطی میں ۳۰۵ ہاتھ کا فرق ہے کذا فی الطحطاوی ثم بالعقبة سبعا سبعا مکبرا بکل حصاة پھر جمرۃ العقبہ کو رمی کرے تینوں جمار کی

بات سات کنکریان مارے اور ہر کنکری کے ساتھہ اللہ اکبر کہے جمرۃ العقبہ مین اور آن دونون کے درمیان مین ۳۰۰ ہاتھہ کا فاصلہ ہے اور جو
شخص بیمار یا بیہوش ہو اور رمی نکر سکے تو اوسکی طرف سے دوسرا آدمی رمی کرے کذا فی الطحطاوی اور رمی جمار مین یہہ ترتیب مسنون ہے واجب نہین کذا فی
النہر ووقف حامدا مہللا مکبرا مصلیا قدر قرأۃ البقرۃ بعد تمام کل رمی بعدہ رمی فلا یقف بعد الثالث ولا بعد رمی یوم النحر لانہ
لیس بعدہ رمی اور ٹھہرا رہے تحمید اور تہلیل اور تکبیر کہتے ہوئے اور درود پڑہتے ہوئے بقدر پڑہنے سورہ بقر کے اور قہستانی مین مضمرات سے مروی
ہے کہ بقدر ۲۰ آیت پڑہنے کے توقف کرے اور یہی زیادہ تر آسان ہے کذا فی الطحطاوی توقف کرنا اس رمی کے بعد چاہئے جسکے بعد دوسری
رمی ہو یعنی جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی کے بعد تو تیسرے جمرہ کے بعد یعنی جمرۃ العقبہ کے بعد ٹہرنا نچاہیئے تینون دنونمین اسواسطے کہ اوسکے
بعد رمی نہین اور نہ یوم النحر کے رمی کے بعد ٹہرنا چاہیئے اسلئے کہ اوسکے بعد بھی رمی نہین شارح نے توقف مین تمامی رمی کی قید لگائی یعنی
سات کنکریون کے مارنے کے بعد ٹھہرے نہ بدون اسکے ودعا لنفسہ وغیرہ رافعا کفیہ نحو السماء او القبلۃ اور دعا کرے اپنے واسطے
اور غیرون کیواسطے دونون ہتھیلیان آسمان کیطرف اوٹھاکر جیسا کہ بعد نماز کے معمول ہے یہہ قول ہے ابو یوسف کا یا دعا کیوقت کعبہ معظمہ
کیطرف ہتھیلیان کرے اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی النہر ثم رمی غدا کذلک ثم بعدہ کذلک ان مکث وھو احب پھر جمرات ثلثہ کی
رمی کرے اسیطرح بارہوین تاریخ کو پھر تیرہوین تاریخ کو بھی اسیطرح رمی کرے اگر وہان رہے اور تیرہوین تاریخ کا رہنا منا مین مستحب ہے
وان قدم الرمی فیہ ای فی الیوم الرابع علی الزوال جاز فان وقت الرمی فیہ من الفجر الی الغروب واما فی الثانی والثالث
فمن الزوال الی الطلوع وکذا اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرہوین تاریخ رمی کو دوپہر ڈہلنے سے مقدم کرے تو جائز ہے کراہت کے
ساتھہ امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ اوسدن رمی کا وقت فجر سے ہے غروب تک اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارہوین اور بارہوین
رمی کا وقت زوال آفتاب سے ہے آفتاب کے طلوع ہونے تک لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہے اور باقی مکروہ کذا فی الطحطاوی
وله النفر من منی قبل طلوع فجر الرابع لا بعدہ لدخول وقت الرمی اور جائز ہے کوچ کرنا منا سے قبل طلوع ہونے تیرہوین تاریخ کی فجر کے بعد طلوع
ہونے فجر کے اسواسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدون رمی کے کوچ کرنا جائز نہین وجاز الرمی کلہ راکبا ولکنہ فی الاولیین الاولی والوسطی
ماشیا افضل لانہ یقف لا فی الاخیرۃ ای العقبۃ لانہ ینصرف والراکب اقدر علیہ والحلق افضلیۃ المشی فی الظہیرۃ ورجحہ الکمال وغیرہ
اور کل رمی سوار ہوکر درست ہے لیکن جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی مین پیدل افضل ہے اسواسطے کہ دونون کے بعد ٹہرنا ہوتا ہے تو اگر وہان سوار ہوگا تو اور ٹھہرنے
والون کو تکلیف ہوگی نہ جمرہ اخیرہ مین یعنی جمرۃ العقبہ مین سوار ہوکر رمی کرنا افضل ہے اسواسطے کہ انسان اوسکے پاس نہین ٹھہرتا بلکہ اوسکی رمی کرنیکے بعد پہرتا
ہے اور سوار پہرنے پر زیادہ تر قادر ہے اور یہہ تفصیل ابو یوسف سے منقول ہے اور ظہیریہ مین افضلیت پیدل ہونے کی مطلقا بیان کی ہے یعنی تینون مقام
مین پیدل رمی کرنا افضل ہے اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قولکو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا تواضع اور خشوع سے قریب تر ہے علی الخصوص
اس زمانہ مین کہ اکثر مسلمان پیدل ہوتے ہین جمار ثلثہ کی رمی مین تو سوار ہونے مین اونکو تکلیف رسانی ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جو سوار ہوکر رمی
کی تھی تو تعلیم کیواسطے تھی تاکہ لوگ رمی کرنیکا طریقہ سیکھین اور اقتدا کرین چنانچہ حضرت کا طواف کرنا بہی سوار ہوکر کذا فی المنح ولو قدم ثقلہ ای متاعہ
وخدمہ الی مکۃ واقام بمنی او ذہب لعرفۃ کرہ ان لم یأمن لا ان امن کذا اکرہ للمصلی جعل نحو نعلہ خلفہ لشغل قلبہ اور اگر اپنے اسباب
اور خادمونکو مکہ کیطرف آگے روانہ کیا اور خود منا مین رہا یا مکہ مین اسباب چہوڑکر عرفات کو گیا تو مکروہ ہے اگر اطمینان نہو اسباب کی حفاظت پر اور اگر اسباب
محفوظ رکہا ہو کچھہ تردد نہو تو مناسب ہے کہ مین اسباب کا روانہ کرنا یا عرفات کو آنے کے مکہ مین چہوڑ آنا مکروہ نہین اور اسیطرح نماز پڑہنے والے کو اپنے اسباب کو پیچھے
رکہنا مکروہ ہے بسبب تعلق خاطر کے کذا فی المنح عن الجوہرۃ یعنی عبادت مین تسکین خاطر چاہیئے ایسا کام نکرے جسمین دل کو کہٹکا رہے کہ اسمین عبادت کا
لطف نہین رہتا واذا نفر الحاج الی مکۃ نزل استنانا ولو ساعۃ بالمحصب بضم ففتحتین الابطح ولیس المقبرۃ منہ اور جب حاجی منا سے

تو مکہ کو پھرے پہلے تو مسنون یہہ ہو کہ اول مُحصّب میں اُترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہان ٹھہرے محصب بضم اول وفتح ثالث وتشدید اوس مکان کا نام ہی جو کہ
اور منا کے درمیان میں ہو اوسمیں تہہریان کثرت سے ہیں اوسکو البطحا اور بطحا اور حصبا بھی کہتی ہیں اور مکہ کا قبرستان جسکا حجون نام ہی محصب میں داخل
نہیں ہم محصب میں اُترنا سنت ہو اونے رتبہ یہہ ہی کہ ساعت بہر ٹھہرے اور اعلی رتبہ یہہ ہی کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا وہین پڑہے اور ایک نیند
لیکر مکہ معظمہ میں آوے کذا فی الفتح والمنح صحیح بخاری میں انس سے روایت ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب عشا پڑھی اور محصب میں ایک
نیند لی پھر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا امام شافعی نے کہا کہ نزول محصب کا اتفاقی تہا سنت موکدہ نہیں اور امام اعظم کے نزدیک سنت موکدہ
ہو اسلیئے کہ نزول قصدی تہا نہ اتفاقی اسلیئے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ جب ہم منا میں تھے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہا
کہ کل ہم بنی کنانہ کے خیف میں اترینگے یعنی مُحصّب میں کذا فی البرہان ثم اذا اراد السفر طاف للصدر اے للوداع سبعة اشواط بلا رمل
وسعي وهو واجب الا على اهل مكة ومن في حكمهم فلا يجب بل يندب لكن ملك شعله پہر جب مکہ معظمہ سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع
یعنی پہرنے اور رخصت ہونیکا طواف کرے سات شوط بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہہ طواف الوداع واجب ہی مگر اہل مکہ پر اور جو اہل مکہ کی برابر
ہیں حکم میں یعنی مواقیت کے اندر والے لوگ ان پر طواف الوداع واجب نہیں بلکہ مستحب ہی چنانچہ اُس مسافر آفاقی پر مستحب ہی جو حج کے بعد وہان رہ گیا
ہم امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہی مثل طواف القدوم کی اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہے ابن عباس نے کہا کہ لوگون کو حکم ہوا کہ
آخر حال میں بیت اللہ کا طواف کریں اور مسلم میں یون ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نکرے بدون طواف کے کذا فی البرہان
ثم النية للطواف شرط فلو طاف هاربا او طالبا لم يجز پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ طواف کیواسطے نیت شرط ہی سو اگر کوئی شخص بدون نیت طواف کے
بیت اللہ کے گرد گہومے کسی شخص سے بہاگ کر یا کسیکے پکڑنے کو تو جائز نہوگا لکن يكفي اصلها فلو طاف بعد ارادة السفر ونوى التطوع
اجزأه عن الصدر كما لو طاف بنية التطوع في ايام النحر وقع عن الفرض لیکن طواف میں اصل نیت کفایت کرتی ہی یعنی طواف کی نیت ہو نہ تعیین
فرضیت اور وجوب ضرور نہیں سو اگر ایک شخص نے طواف کیا بعد ارادہ سفر کے اور نیت کی نفل طواف کی تو طواف الوداع ادا ہو جاویگا چنانچہ اگر طواف
کیا نفل کی نیت سے ایام نحر میں تو طواف فرض ادا ہو جاویگا یعنی طواف الزیارہ ثم بعد ركعتيه ... پہر طواف الوداع کے دو رکعت
نماز کے بعد زمزم کا پانی پیے دارقطنی نے حدیث موقوف روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیے حاصل ہو
اگر تو نے شفا کی نیت سے پیا تو اللہ تجھکو شفا دیگا اور اگر تو نے آسودگی کیواسطے پیا تو اللہ تجھکو آسودہ کریگا اور اگر قطع تشنگی کیواسطے پیا تو حق تعالے
تسکین دیگا اور یہہ زمزم جبرئیل علیہ السلام کا نکالا ہوا ہی اسمعیل علیہ السلام کے پینے کیواسطے کذا فی البرہان اور طریقہ زمزم کے پانی پینے کا بحر الرائق میں یون
ہے کہ زمزم کے پاس آوے اور خود پانی نکالے اور رو بقبلہ کہڑے ہو کر خوب پیٹ بہر کے تین بار میں پیئے اور ہر بار آنکہہ اوٹہا کر بیت اللہ کو دیکہنا چاہیے
اور منہ اور سر اور بدن کو اوسکا پانی چپڑے اور اگر ممکن ہو تو ایک ڈول اپنے اوپر ڈالے عمق زمزم کا ۶۹ ہاتھ ہی اور اوپر کا عرض چار ہاتھ ہی کذا
فی حاشیۃ الطحطاوی اور حاکم نے مستدرک میں روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس زمزم کا پانی پیکر یہہ دعا کرتے ثم اللهم اني اسألك علما نافعا ورزقا
واسعا وشفاء من كل داء كذا في فتح القدير وقبل العتبة تعظيما للكعبة ووضع صدره ووجهه على الملتزم وتشبث بالاستار ساعة
كالمستشفع بها اور بیت اللہ کے آستانہ فیض آشیانہ کو چومے کعبہ مقدسہ کی تعظیم کیواسطے اور اپنا سینہ اور منہ ملتزم پر رکہے اور بیت اللہ کے غلاف کو ایکساعت
پکڑے رہے بطور درخواست شفاعت کے کعبہ معظمہ سے اسواسطے کہ جو کسی انسان کیطرف ملتجی ہوتا ہی تو اوسکا کپڑا پکڑتا ہی ملتزم اُس مکان کا نام ہے جو حجر اسود اور
دروازہ بیت اللہ کے درمیان میں ہی چار ہاتھ کی اوسکی مسافت ہی جب ملتزم کو لپٹے تو داہنا ہاتھ آستانہ کعبہ پر رکہکر یہہ کہے اللهم اني اسألك بهابك وبسلالك
من فضلك ومغفرتك وميسر حرمتك مدا ایک ساعت لپٹا رہے روتا ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو لم ينلها نصع يديه على رأسه
مبسوطتين على الجدار وقائمتين والتصق بالجدار ... اور اگر غلاف کعبہ کو نپاوے تو دونون ہاتھ اپنے سر پر کہڑے کرکے

[illegible]

دیوار پر لگادی اور اپنے بدنکو دیوار کعبہ سے چمٹا دیا اور خوب کوشش کرکے دعا کری اور رو دیا اور رونے کیصورت بنادی ھم کافی مین ہے کہ اپنا رخسار
دیوار سے لگادے اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ تکبیر اور تہلیل اور تحمید کرے اور درود پڑہے اور دعا کرے اور محیط مین ہے کہ حجر اسود کا استلام کرے
اور اللہ اکبر کہے کذا فی العالمگیریۃ ویرجع القہقری ای الی خلفہ حتی یخرج من المسجد وبصرہ ملاحظ للبیت اور پہر الٹے پانون روتا ہوا حسرت
بیت اللہ پر افسوس کرتا بیت اللہ کو دیکھتا ہوا یہانتک کہ مسجد الحرام سے باہر نکلے ھم رخصت کیوقت یہہ دعا کرنا مستحب ہے اللھم ھذا بیتک الذی
جعلتہ مبارکا وھدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام ابراھیم ومن دخلہ کان آمنا الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان
ھدانا اللہ اللھم فکما ھدیتنا لذلک فتقبلہ منا ولا تجعلہ آخر العھد من بیتک الحرام وارزقنی العود الیہ حتی ترضی برحمتک یا ارحم الراحمین
کذا فی الاختیار شرح المختار ویسقط طواف القدوم عمن وقف بعرفۃ ساعۃ عرفیۃ وھو الیسیر من الزمن وھو المحمل عند الاطلاق فی الفقھاء
قبل دخول مکۃ ولا شیء علیہ بترکہ اور ساقط ہے طواف القدوم اس شخص سے جسنے عرفات مین وقوف کیا ایک ساعت قبل آنے مکہ کے اور کوئی چیز اسپر لازم
نہین طواف القدوم کے ترک کرنے سے ساعت سے مراد عرفی ساعت ہے یعنی اندک زمانہ اور یہی ساعت عرفی مراد ہوتی ہے فقہا کے کلام مین نہ ساعت نجومی
ومن وقف بعرفۃ ساعۃ من زوال یوم عرفۃ الی طلوع فجر یوم النحر او اجتاز مسرعا او نائما او مغمی علیہ وکذا او اھل عنہ رفیقہ
او غیر رفیقہ فتح بہ ای بالنسک ... او افاق واتی بافعال الحج جاز اور جو ٹھہرا عرفات مین ایکساعت یوم عرفہ کے دوپہر ڈہلنے
سے یوم نحر کے طلوع فجر تک یا وہان ہو کر نکل گیا جلد یا ٹھہرا سونے کی حالت مین یا بیہوشی کے حال مین اور اسیطرح اگر بیہوش کیطرف سے اوسکے رفیق یا
غیر رفیق نے کذا فی الفتح حج کا نام لیکر لبیک کو بلند کرکے کہا اسلئے کہ اوسکا احرام باندہ چکنے کے یعنی ایک شخص نے اپنا احرام باندہا پہر بدون لبیک کہنے کے دم
بیہوش ہوگیا یا سوگیا اور کسی شخص نے اوسکی طرف سے لبیک کہا حج کا نام لیکر پہر جب سونیوالا جاگا یا بیہوش ہوش مین آیا اور اوسنے حج کے افعال ادا کئے تو اوسکا
حج جائز ہوگیا اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا کہ اوسکی عاجزی فقط احرام مین تہی تو نیابت صحیح ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بدون اوسکے امر کے نیابت صحیح نہین کذا فے
الطحطاوی والنیابۃ انما ھی فی الاحرام لا الاعمال بعد الاحرام ... المناسک وان اتی ھو عنہ اکتفی بمباشرتہ اور اگر بیہوشی باقی رہی ایام حج کے
آنے تک تو اگر بعد احرام باندہنے کے بیہوشی ہوئی تو اوسکو لیجانا چاہیئے مکانات حج مین یعنی عرفات اور مزدلفہ اور منا اور مکہ مین اسواسطے کہ وہ نیت حج کی
کر چکا ہے تو تمام افعال حج کا وہی فاعل ٹھہریگا اور اگر احرام کے وقت بیہوش تہا اور اوسکے رفیقون نے اوسکی طرف سے احرام کی نیت کی تو رفیقون کی مباشرت
افعال حج کافی ہے بیہوش کا مناسک حج مین لیجانا ضرور نہین ولو ارادوا ان یجزی فلیحج ... عنہ وطاف ... المناسک وکلام الفتح یفید الجواز شارح
لکہتا ہے مین نے نہین دیکھا کسی کتاب فقہ مین حکم اس شخص کا جو قبل احرام باندہنے کے مجنون ہوگیا پہر رفیقون نے اوسکی طرف سے احرام باندہا اور اوسکو مناسک
حج مین لیگیا اور کلام فتح القدیر اسکو مفید ہے کہ اسطرحکا حج بہی جائز ہو اسواسطے کہ بیہوش اور مجنون قصد حج اور زوال عقل مین برابر ہین ھم شارح نے
سہو کیا لکہا کہ یہہ حج جائز ہے اسواسطے کہ فتح القدیر مین مسئلہ بیہوش کا مذکور ہے نہ مجنون کا او جھل انھا عرفۃ صح حجہ لان الشرط الکینونۃ لا النیۃ
یا ایک شخص عرفات مین ٹھہرا اور یہہ نجانا کہ عرفات یہی ہے تو حج اوسکا صحیح ہے اسواسطے کہ وقوف عرفات کی شرط ہے وہان کا ہونا نیت وقوف کی کرنا شرط نہین
سو وہان کا ہونا چلنے والے اور سونیوالے اور بیہوش اور جاہل پر صادق ہے ومن لم یقف فیھا فات حجہ لحدیث الحج عرفۃ اور جو شخص عرفات مین
نہ ٹھہرا کسیطرح اوسکا حج فوت ہوا اس حدیث کی دلیل سے کہ حج عرفات کے وقوف کا نام ہے ھم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحج عرفۃ فمن وقف بعرفۃ
ساعۃ من لیل او نہار فقد تم حجہ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج عرفات ہے جو شخص کہ عرفات مین ایکساعت ٹھہرا رات کو یا دن کو تو اوسکا
حج پورا ہوا اس حدیث کو ابو داؤد وغیرہ نے روایت بالمعنی کیا ہے اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہے کذا فی العینی شرح الکنز فطاف وسعی وتحلل ای بافعال
العمرۃ وقضی ولو حجہ نذرا او تطوعا من قابل ولا دم علیہ جسکا حج بعد احرام کے فوت ہوا وہ طواف اور سعی کرکے احرام توڑے یعنی عمرہ کے افعال
کرکے اور اپنے حج کو سال آئندہ مین قضا کرے اگرچہ نذر کا حج ہو یا نفل کا اور اس فوت ہونے سے اسپر دم کرنا واجب نہین والمرأۃ فیما مر کالرجل

لعموم الخطاب ما لم يقم دليل الخصوص اور عورت مرد کی مانند ہے احکام حج میں جو مذکور ہو چکے بسبب عموم خطاب کے یعنی عورت اور مرد کو تکلیف ہونے کے حکم شرع برابر ہے جبتک کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ حج اور صوم میں عورتین مردون کے شامل نہین لکنہا لاتکشف رأسہا وتکشف وجہہا لا ولو سدلت شیئا علیہ وجافتہ عنہ جاز بل لا یکتب لیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کہولے اسواسطے کہ عورت کا احرام اسکے چہرہ مین ہے نہ اسکے سر مین تو سر کو نہ کہولے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اوسکو جدا رکہے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ کشف وجہ سے مراد یہہ ہے کہ کوئی چیز چہرہ سے لگی نہ رہے ولہذا برقع ڈالنا مکروہ ہے کہ وہ چہرے کو لگا رہتا ہے منقول ہے کہ ایک چیز مانند قبہ لکڑیون سے بناتے ہین عورت اوسکو اپنے چہرہ پہ رکہتی ہے اور کپڑا اوسپر ڈال لیتی ہے تو چہرہ بھی نظر نہین آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہین لگتا کذا فی المنح سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ شتر سوار ہمارے سامنے گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنے چہرہ پر سر سے ڈال لیتے تھے پھر جب ہم سے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کہول دیتے تھے کذا فی البرہان ولا تلبی جہرا بل تسمع نفسہا دفعا للفتنۃ وما قیل انہ عورۃ ضعیف اور عورت پکار کے لبیک کہے دفع فساد کی وجہ سے بلکہ اسطرح کہے کہ آپ سنے اور یہہ جو بعضون نے کہا ہے کہ عورت کی آواز عورت ہے یعنی چہپانے کی چیز ہے سو قول ضعیف ہے ولا ترمل ولا تضطبع ولا تسعی بین المیلین ولا تحلق بل تقصر من ربع شعرہا کما مر اور عورت طواف مین رمل نہ کرے اور چادر سے داہنا ہاتھ باہر نہ نکالے جیسا مرد نکالتا ہے اور دونون میناروں کے درمیان جھپٹ کر نہ چلے اور سر نہ منڈاوے اسواسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہے جیسے مرد کو داڑھی منڈانا بلکہ چوتہائی سر کے بال پور کی برابر کترا دے چنانچہ اسکا ذکر مفصل ہو چکا وتلبس المخیط والخفین والحلی اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور پہنے بشرطیکہ کپڑا ورس اور زعفران سے رنگین نہو اور ریشمی کپڑا بھی عورت کو احرام مین پہننا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولا تقرب الحجر فی الزحام لمنعہا من مماسۃ الرجال اور حجر اسود کے قریب بخادی ہجوم کیوقت اسواسطے کہ عورت کو مردون سے بدن لگانا ممنوع ہے والخنثی المشکل کالمرأۃ فیما ذکر احتیاطا اور خنثی مشکل عورت کی مانند ہے جمیع امور مذکورہ مین بنابر احتیاط کے وحیضہا لا یمنع نسکا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا مانع نہین سوا طواف کے اسواسطے کہ طواف مسجد الحرام مین ہوتا ہے اور حائضہ کو مسجد مین جانا جائز نہین ولا شیء علیہا بتاخیرہ اذا لم تطہر الا بعد ایام النحر فلو طہرت فیہا بقدر اکثر الطواف لزم الدم بتاخیرہ لباب اور عورت پر کوئی چیز لازم نہین نہ صدقہ نہ ذبح کرنا طواف کی تاخیر سے جبکہ وہ حیض سے پاک نہوئی مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر مین بقدر اکثر طواف کے پاک ہوئی اور طواف کیا تو اب ذبح کرنا اوسپر لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے کذا فی لباب المناسک وہو بعد حصول رکنیہ یسقط طواف الصدر ومثلہ النفاس اور حیض دو رکن کے بعد یعنی وقوف عرفات اور طواف زیارۃ کے بعد طواف الوداع کو ساقط کر دیتا ہے اسواسطے کہ واجبات عذر سے ساقط ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کی مانند ہے جمیع احکام مذکورہ مین والبدن جمع بدنۃ من ابل او بقر اور بدنہ لغت اور شرع مین اونٹ کو بھی کہتے ہین اور گائی کو بھی کہتے ہین تو جسپر شرع مین بدنہ واجب ہوا اور وہ گائی ذبح کرے تو واجب ادا ہو جاویگا اور امام شافعی گائی کو بدنہ نہین کہتے والہدی منہما ومن الغنم کما سیجئ اور ہدی اونٹ اور گائی کی ہوتی ہے اور بھیڑ بکری کی بھی ہوتی ہے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہدی وہ جانور ہے جو مکہ معظمہ مین جاکر ذبح ہو

باب القران

یہہ باب ہے قران کے احکام مین قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب مذکور ہونگے ہو افضل لحدیث اتانی آت من ربی وانا بالعقیق فقال یا آل محمد اہلوا بحجۃ وعمرۃ معا ولانہ اشق امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہے تمتع اور افراد اور عمرہ سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک میرے رب کے پاس سے آیا اور مین عقیق مین تہا سو اوسنے کہا کہ اے آل محمد تم حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام باندہو اور اسواسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہے تمتع وغیرہ سے ہم لفظ وانا بالعقیق اور معا حدیث مین داخل نہیں طحاوی نے ام سلمہ سے یہ روایت کی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اہلوا یا آل محمد بعمرۃ فی حجۃ یعنی مین نے سنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اے آل محمد احرام باندہو عمرہ کا

حج مین ملا کر یعنی دونو کا ایک ساتھہ احرام کرو اور صحیح بخاری مین عمر فاروق سے یون روایت ہی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول وہو بالعقیق اتانی اللیلۃ آت من ربی فقال صل فی ہذا الوادی المبارک وقل عمرۃ فی حجۃ اور صحیحین مین انس سے روایت ہی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبی بالحج والعمرۃ یقول لبیک حجۃ وعمرۃ کذا فی البرہان عقیق ایک جگہہ کا نام ہی مدینہ کے پاس والصواب انہ علیہ الصلوۃ والسلام احرم بالحج ثم ادخل علیہ العمرۃ لبیان الجواز فصار قارنا اور قول فیصل یہہ ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اول احرام حج کا کیا پہر عمرہ کو حج مین داخل کرلیا واسطے بیان جواز کے تو آپ قران ہو گیا ہم کفار عرب عمرہ کرنے کو موسم حج مین بڑا گناہ جانتے تھے لہذا نبی علیہ السلام نے چاہا ہوتی کہ حج کے ساتھہ عمرہ بھی ملا دین تا انکا گمان باطل ہو جاوے مجد الدین فیروز آبادی نے اس مقام کو سفر السعادت مین خوب محقق بیان کیا ہی خلاصہ اسکا یہہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احرام مین اختلاف ہی بیشتر احادیث صحیحین مین کہ شمار مین ۳۰ سے زیادہ ہین یون مصرح ہی کہ احرام حج اور عمرے کا معًا تہا یعنی قران تھا اور اکثر احادیث مین یون ہی کہ فقط حج کا احرام تہا اور بعضی احادیث مین تمتع بھی ثابت ہی توان احادیث مختلفہ کا طریق توفیق یہہ ہے کہ اول فقط حج کا احرام باندہا تہا بعد اوسکے عمرے کو بھی اوسمین داخل کرلیا تو قران ہو گیا اور تمتع سے تمتع اصطلاحی مراد نہین بلکہ تمتع لغوی مراد ہی یعنی فائدہ لینا اسواسطے کہ قران کی انتفاع مین شک نہین کہ ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہو گئین حج بھی اور عمرہ بھی اور اصحاب رضی اللہ عنہم تین قسم تھے بعضے قارن تھے اور بعضون نے فقط احرام حج کا کیا تہا لیکن اونکے ساتھہ ہدی تھی تو یہہ دونون قسم کے لوگ اپنے احرام پر قائم رہے یوم النحر تک اور بعضون نے فقط حج کا احرام باندہا تہا لیکن اونکے ساتھہ ہدی نہ تھی اونکو حکم ہوا کہ حج کو عمرہ کر ڈالین یعنی عمرہ کرکے احرام اتار دین پہر مکہ سے حج کیواسطے دوسرا احرام باندہین فسخ کرنا حج کا عمرہ سے اسکو کہتے ہین ثم التمتع ثم الافراد پہر قران کے بعد تمتع افضل ہے پہر افراد حج بے عمرہ سے افضل ہے والقران لغۃ الجمع بین الشیئین وشرعا ان یہل ای یرفع صوتہ بالتلبیۃ بحجۃ وعمرۃ معًا حقیقۃ او حکمًا بان یحرم بالعمرۃ اولاً ثم بالحج قبل ان یطوف لہا اربعۃ اشواط او عکسہ بان یدخل احرام العمرۃ علی الحج قبل ان یطوف للقدوم وان اساء او بعدہ وان لزمہ دم اور قران لغت عرب مین دو چیز کے ملانے کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین قران یہہ ہی کہ محرم لبیک پکار کرکے بلفظ حج اور عمرہ ساتھی حقیقی معیت ہو اسطرح کہ دونون کے احرام کا زمانہ ایک ہی ہو یعنی یون کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ یا حکمی معیت ہو اسطرح کہ اول عمرے کا احرام کرے بعد اوسکے حج کا احرام کرے عمرے کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے یا اسکے بالعکس کرے اسطرح کہ عمرے کا احرام حج کے احرام پر داخل کرے طواف القدوم کرنے سے پہلے اگرچہ اوسنے برا کیا کہ حج کا احرام عمرہ پر مقدم کیا یا بعد طواف القدوم کے احرام عمرے کا حج پر داخل کیا اگرچہ اسصورت مین ذبح کرنا اوسپر لازم ہوگا بسبب مخالفت سنت کے اور اگر عمرہ کے چار شوط کے بعد حج کا احرام کریگا تو تمتع ہو جاویگا قران نہ باقی رہیگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی من المیقات اذ القارن لا یکون الا آفاقیًا او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا حج اور عمرے کا معًا احرام کرے میقات سے اسواسطے کہ قارن نہین ہوتا مگر آفاقی مکی یا قبل میقات کے حج کے مہینون مین دونون کا احرام باندہے یا حج کے مہینون سے پہلے احرام کرے اگرچہ احرام قبل اشہر حج کے مکروہ ہی ویقول اما بانہ وللراد بہ النیۃ او مستانف والمراد بیان السنۃ اذ النیۃ بقلبہ وتکفی کالصلوۃ بحجتہ بعد الصلوۃ اللہم انی ارید الحج والعمرۃ فیسرہما لی وتقبلہما منی اور قران کرنیوالا احرام کی نماز کے بعد یہہ دعا کرے اللہم سے آخر تک یعنی خدا وندا مین حج اور عمرے کا ارادہ کرتا ہون سو اونکو مجہپر آسان کر دے اور اونکو قبول کر میری طرف سے شارح کہتا ہی لفظ یقول کا ماتن کے کلام مین یا تو منصوب ہے یحل پر عطف ہوکر اسصورت مین تعریف قران کا تتمہ ہوگا اور قول سے نیت مراد ہوگی یا لفظ یقول کا مرفوع ہی اور جدا کلام ہی اور زبان سے قران کا اظہار کرنا اسسے مقصود بیان سنت ہی نہ فرض اسواسطے کہ نیت دل سے کرنا کافی ہی مانند نماز کی کذا فی المجتبی ویستحب تقدیم العمرۃ فی الذکر لتقدمہا فی الفعل اور مستحب ہی عمرے کا اول کہنا ذکر مین بسبب مقدم ہونے عمرے کے فعل مین یعنی قران مین اول عمرہ ادا کرتے ہین پہر حج تو اسطرح مناسب ہی کہ ذکر مین بھی عمرے کو حج پر مقدم کرین صاحب کنز اور صاحب مجمع نے بنظر استحباب عمرے کو حج پر مقدم ذکر کیا اور اکثر متون مین حج مقدم ہی وطاف للعمرۃ اولا حتی لو نواہ للحج لا یقع الا لہا اور قران کرنیوالا

پہلے عمرہ کا طواف کرے یہانتک کہ اگر حج کی نیت سے طواف کریگا تو وہ طواف فقط عمرہ کا ہوگا اور اوسکی نیت لغو ہو جاویگی لیکن اس نیت سے ذبح کرنا لازم نہوگا اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر مناسک کی ذبح کو واجب نہین کرتی كذا في المحيط وهي سبعة اشواط يرمل في الثلثة الاُوَل ويسعى بلا حلق عمرہ کا طواف سات شوط کرے اور پہلے تین شوطون مین رمل کرے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرے بدون سر منڈانے کے فلو حلق لم يحل من عمرته ولزمه دمان سو اگر قارن نے بعد عمرہ کے سر منڈایا تو اوسکا عمرہ کا احرام نہ ٹوٹیگا اسواسطے کہ قارن کے عمرہ کا احرام یوم النحر کو ٹوٹتا ہے اوسپر دو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو احرام مین بسبب حلق کے ایذا ہوئی كذا في النهر والمحيط ثم يحج كما مرّ فيطوف للقدوم ويسعى بعده ان شاء پہر حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی مذکور ہو چکی تو طواف القدوم کرے اور اوسکے بعد سعی کرے اگر چاہے اور چاہے تو طواف الافاضہ کے بعد سعی کرے اور یہی افضل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا فان اتى بطوافين متواليين ثم سعيين لهما جاز واساء ولا دم عليه سو عمرہ اور حج کیواسطے اگر دو طواف متصل کئے یعنی چودہ شوط بلا فاصلہ کئے پہر دو بار سعی کی یعنی ہر سعی مین سات شوط کئے تو جائز ہے اور اوسنے برا کیا کہ طواف القدوم کو عمرہ کی سعی پر مقدم کیا لیکن اوسپر اس تقدیم اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب نہین وذبح للقران وهو دم شكر فيأكل منه بعد رمي يوم النحر لوجوب الترتيب اور بعد رمی یوم النحر کے یعنی جمرة العقبہ کے رمی کے بعد بکری یا گائے کو ذبح کرے بسبب قران کرنے کے اور یہہ قربانی ادائے شکر کی ہے کہ ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہوئین تو قارن اس قربانی سے کہا دے ماتن نے قربانی کو بعد رمی کے ذکر کیا اسواسطے کہ ذبح کرنا قبل رمی کے جائز نہین بسبب وجوب ترتیب کے ہے قران مجید مین ارشاد ہوا فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام في الحج وسبعة اذا رجعتم تلك عشرة كاملة یعنی جو فائدہ لے عمرہ سے حج تک سو جو ہدی میسر آوے یعنی ذبح کرے اور جو نپاوے تو تین روزے حج مین اور سات جبکہ تم رجوع کرو یہہ پورے دس روزے ہین تمتع سے مراد تمتع عرفی ہے جو قران کو بھی شامل ہے تو قارن پر ذبح کرنا اور در صورت عدم قدرت دس روزے رکہنا اس آیت سے واجب ہوا وان عجز صام ثلثة ايام ولو متفرقة آخرها يوم عرفة لرجاء القدرة على الاصل اور اگر قربانی کرنے سے عاجز ہو بسبب محتاجی کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کرکے رکھے بعد احرام کے مگر تیسرا روزہ عرفہ کے دن رکہنا مستحب ہے بامید قادر ہونے کے اصل پر یعنی شاید عرفے کے دن قربانی خرید کرنیکا مقدور ہو جاوے وسبعة بعد تمام حجه فرضا او واجبا وهو مضي ايام التشريق ان شاء لكن ايام التشريق لا يجزيه لقوله تعالى وسبعة اذا رجعتم اي فرغتم من افعال الحج فعم من وطنه منى او اتخذها موطنا اور سات روزے بعد تمام ہونے حج کے رکھے خواہ فرض حج ہو خواہ واجب اور تمامی حج کی بعد گذرنے ایام تشریق کے ہے اور یہہ سات روزے جہان چاہے رکھے خواہ منا مین خواہ مکہ مین خواہ اپنے وطن مین لیکن ایام تشریق کا روزہ کفایت نہین کرتا اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا کہ صوم سات دن کا جبکہ تم رجوع کرو یعنے جبکہ تم افعال حج سے فراغت پاؤ تو فراغت پانا عام ہے اوسکو بھی شامل ہے جسکا منا وطن ہو یا جسنے منا کو بعد حج کے وطن ٹھہرایا یا جسکا کہین وطن مقرر نہین خلاصہ یہہ کہ رجوع اس آیت مین بمعنی فراغ ہے مجازا اسلائے سے کہ فراغ سبب ہے رجوع کرنیکا طرف وطن کی اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی معنی پر رکہا لہذا اونکے نزدیک مکہ مین سات روزے رکہنا جائز نہین كذا في النهر فان فاتت الثلثة تعين الدم سو اگر تین روزے فوت ہوئے یعنی ایام حج مین یوم النحر تک نرکہے تو اب ذبح کرنا لازم ہو گیا اسواسطے کہ روزے عوض قربانی کے قران مین مخصوص بوقت حج تھے سو وہ وقت جاتا رہا اب روزہ رکہنا کافی نہین در اصل قربانی تھی اب وہی متعین ہو گئی فلو لم يقدر تحلل وعليه دمان سو اگر بعد فوت ہونے صوم کے قربانی پر قادر نہو تو احرام اتارے اور اوسپر دو قربانیان واجب ہین ایک قران کی اور دوسری احرام اتارنے کی كذا في المحيط ولو قدر عليه في ايام النحر قبل الحلق بطل صومه اور اگر قارن قادر ہوا قربانی پر ایام نحر مین قبل حلق کے تو اوسکا صوم باطل ہوگا اسواسطے کہ تین دن کا صوم در صورت عدم قدرت تھا سو قدرت حاصل ہوئی تو قربانی اوسپر لازم ہوگی اور اگر بعد حلق کے قادر ہوا تو صوم صحیح ہے اب قربانی اوسپر واجب نہین كذا في المحيط عن البحر فان وقف القارن بعرفة قبل اكثر طواف العمرة بطلت عمرته سو اگر قارن نے عرفات مین وقوف کیا طواف عمرہ کے چار شوط کرنے سے پہلے تو عمرہ اوسکا باطل ہو گیا اسواسطے کہ اب ادا کرنا عمرہ کا متعذر ہے

کیونکہ افعال حج پر عمرے کے افعال کرنا خلاف مشروع ہوا اور وقوف عرفات کی قید سے معلوم ہوا کہ مجرد توجہ عرفات سے عمرہ باطل نہیں ہوتا قول صحیح مین کذا فی النہر فلو اتی باربعۃ اشواط ولو بقصد القدوم والتطوع لم تبطل ویتمہا یوم النحر والاصل ان المأتی بہ من جنس ما ہو متلبس بہ فی وقت یصلح لہ ینصرف للمتلبس بہ سو اگر قبل وقوف عرفات کے طواف کے چار شوط کئے اگرچہ طواف القدوم یا طواف نفل کے قصد سے کئے تو عمرہ قارن کا باطل نہوگا اور عمرے کو پورا کرلے یوم النحر مین یعنی باقی تین شوط اور سعی کرلے اور اصل اس مسئلہ کی یہہ ہو کہ جو چیز لائی جاوے ہم جنس اوسکی جس سے مکلف مختلط اور شاغل ہورہا ہے ایسے وقت مین کہ اوسکے لائق ہوسکے تو وہ چیز اوسی امر کیطرف پھر جاویگی جسکا وہ شاغل ہے م ہم جنس مشغولی کے فعل سے یہان چار شوط مراد ہین جو قبل وقوف عرفات کے حاصل ہوئی لہذا قارن کی عمرہ مین لسبب مجانست اور صلاحیت وقت کے شمار ہوگئی وقضیت لشروعہ فیہا اور جو عمرہ کہ باطل ہوگیا قضا کیا جاوے لسبب شروع کے اسواسطے کہ شروع لازم کردیتا ہے عبادت کو مانند نذر کی ووجب دم الرفض للعمرۃ اور واجب ہوگا ذبح کرنا لسبب چھوڑنے عمرے کے وسقط دم القران لانہ لم یوفق للنسکین اور قران کا ذبح ساقط ہوجاویگا اسواسطے کہ دو عبادتون کے جمع کرنے سے فائز نہین ہوا

باب التمتع

ہو تفعل من المتاع والمتعۃ یہہ باب ہے تمتع کے احکام مین تمتع باعتبار لغت یا متاع سے ہے یا متعہ سے اور وہ بمعنی نفع لینے کے ہے یا نفع پونہچانے کے وشرعا ان یفعل العمرۃ او اکثر اشواطہا فی اشہر الحج اور اصطلاح شرع مین تمتع یہہ ہے کہ عمرہ کیا جاوے یا عمرے کے اکثر شوط یعنی چار شوط کئے جاوین حج کے مہینون مین سو اگر قبل اشہر حج کے طواف کریگا تو تمتع نہ ثابت ہوگا فلو طاف الاقل فی رمضان مثلا ثم طاف الباقی فی شوال ثم حج من عامہ کان متمتعا فتح قال المصنف فلتغیر النسخ الی ہذا التعریف سو اگر عمرے کا اقل طواف کیا مثلا رمضان مین یعنی قبل اشہر حج کے پھر باقی اکثر طواف شوال مین کیا پھر اوسی سال حج کیا تو یہہ شخص متمتع ہوگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج مین ہوا مصنف نے کہا تو تعریف کتب فقہ کو اس تعریف کیطرف بدلنا چاہیے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین تصریح کی ہے کہ ہدایہ اور وقایہ اور درر اور مجمع سے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع مین احرام عمرے کا اشہر حج مین کرنا شروط ہے حالانکہ فتح القدیر مین مصرح ہے کہ اشہر حج کا احرام شرط نہین اور اختیار شرح مختار مین صریحا موجود ہے کہ اگر قبل اشہر حج کے احرام کیا اور عمرہ اشہر حج مین ادا کیا تو تمتع ثابت ہوا لہذا صاحب کنز نے اشہر حج کے احرام کی قید نہین لگائی تو اب یہہ منقح ہوا کہ تمتع اس سے عبارت ہے کہ عمرہ یا اکثر طواف اشہر حج مین واقع ہو خواہ قبل اشہر حج کے احرام کیا ہو یا عین اشہر حج مین لہذا ہمنے بھی تعریف اختیار کی دیکھو ف ویسعی کما مر اور سعی کرنا چنانچہ مذکور ہوچکا م طحطاوی نے کہا کہ اس عبارت کی کچھہ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عمرہ طواف اور سعی سے عبارت ہے پھر جب عمرہ تمتع کی تعریف مین مذکور ہوچکا تو اسکی کیا حاجت رہی ویحلق او یقصر ان شاء اور سر کے بال منڈاوے یا کتراوے اگر چاہے م منڈانا یا کترانا تمتع مین شرط نہین متمتع کو اختیار ہے چاہے محرم بنا رہے چاہے سر منڈاوے اور مصنف نے حلق کو اسواسطے ذکر کیا تا معلوم ہوجاوے کہ عمرہ تمام ہوگیا کذا فی النہر ویقطع التلبیۃ فی اول طوافہ للعمرۃ واقام بمکۃ حلالا اور لبیک کہنا قطع کرے عمرے کے اول طواف مین اور بدون احرام کے مکہ مین رہے م متمتع کو مکہ کا رہنا لازم نہین خواہ مکہ مین رہے خواہ داخل مواقیت خواہ خارج مواقیت ثم یحرم بالحج فی سفر واحد حقیقۃ او حکما بان یلم باہلہ المامًا غیر صحیح پھر حج کا احرام کرے ایک ہی سفر مین وحدت سفر کی حقیقی ہو یا حکمی وحدت حقیقی یہہ کہ عمرہ کرکے اصلا اپنے گھر کو نہ آوے اور وحدت حکمی یہہ ہے کہ اپنے اہل مین آوے المام غیر صحیح کر المام غیر صحیح اسکو کہتے ہین کہ مکہ کیطرف پھر جانیکا ارادہ لگا ہو یا ہدی لیجا کر یا قبل حلق کے وطن مین آیا ہو اسواسطے کہ جو ہدی لیجاتا ہے وہ احرام نہین اتار سکتا ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ سے پہلے اور جو بدون حلق کے آیا اوسکو حرم مین پھر جانا حلق کیواسطے واجب ہے امام اعظم اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک حرم مین جانا مستحب ہے اور المام صحیح یہہ ہے کہ حرم مین سر منڈا کر اپنے گھر کو آوے اور ہدی کو نہ لیگیا ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی یوم الترویۃ وقبلہ افضل ویحج کالمفرد لکنہ یرمل فی طواف الزیارۃ ویسعی بعدہ ان لم یکن قدمہما بعد الاحرام وذبح کالقارن حج کا احرام باندھے ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ مکہ سے اور مسجد الحرام سے احرام باندھنا اور آٹھوین تاریخ کے پہلے احرام باندھنا

افضل اور بہتر ہے اور حج کو ادا کرے مانند تنہا حج کرنیوالیکی لیکن متمتع طواف الزیارہ مین رمل کرے اور صفا مروہ کی سعی طواف الزیارۃ کے بعد کرے اگر احرام حج کے بعد پہلے سعی نکر چکا ہو اور ذبح کرے متمتع مثل قارن کی یعنی جیسے قارن پر ذبح واجب ہے ویسے ہی متمتع پر بھی واجب ہے ولم تنب الاضحیۃ عنہ اور قربانی اس ذبح کے قائم مقام نہین ہوسکتی اسواسطے کہ مسافر پر قربانی واجب نہین اور یہہ ذبح واجب ہے فان عجز عن دم صام کالقران پہر اگر متمتع عاجز ہو ذبح کرنے سے بسبب محتاجی کے تو قران کیطرح روزے رکہے یعنی تین روزے ایام حج مین اور سات بعد فراغت کے وجاز صوم الثلثۃ بعد احرامہا ای العمرۃ لکن فی اشہر الحج لا قبلہ ای الاحرام و تاخیرہ افضل رجاء وجود الھدی کما مر اور جائز ہے تین روزے رکہنا عمرے کے احرام کے بعد لیکن حج کے مہینون مین اور قبل احرام کے تین روزے رکہنا جائز نہین اور تاخیر کرنا صوم مین عرفہ کے دن تک افضل ہے ہدی کے پا جانے کی امید پر چنانچہ قران مین گذرا وان اراد المتمتع السوق للھدی وھو افضل احرم ثم ساق ھدیہ معہ اور اگر متمتع ارادہ ہدی کے ہانک لیجانے کا اور یہہ افضل ہے اس تمتع سے جسمین ہدی ساتھہ نہو اسواسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہے تو پہلے احرام باندہے یعنی احرام کی نیت سے لبیک کہے پہر ہدی کو ہانک لیجاوے اپنے ساتھہ اور بدون لبیک کہنے کے فقط ہدی کے ہانکنے سے بھی احرام جائز ہے لیکن افضل نہین وھو اولی من قودھا الا اذا کانت لا تنساق فیقودھا اور ہدی کا ہانک لیجانا بہتر ہے اوسکو کہینچ لیجانے سے مگر جبکہ ہانکنا مشکل ہو جانور کی تکلیف سے یا اوسکی وحشت سے تو کہینچ لیجاوے وقلد بدنتہ وھو اولی من التجلیل اور پٹا گلے مین ڈالے اپنے اونٹ یا گاے کے اور پٹا ڈالنا افضل ہے جہول ڈالنے سے اسواسطے کہ جہول کبہی آرایش کیواسطے بھی ہوتی ہے بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدی ہی کیواسطے مخصوص ہے تقلید یہہ کہ جانور کے گلے مین پٹا ڈالا ہو تی اوسمین باندہے یا لکڑا جوتی کا یا کہجور کی چہال تا معلوم ہو کہ یہہ جانور سواری کا نہین بلکہ حرم کو جاتا ہے ولم یشعر وھو شق سنامہا الایسر او الایمن لان کلا فعلہ ؑ فاما من احسنہ بان قطع الجلد فلا باس بہ اور اشعار نکرے اشعار یہہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کو بائین یا داہنی طرف سے چیرے اشعار اسواسطے مکروہ ہے کہ بہت شخص اسکو خوب نہین کر جانتا گوشت اور ہڈی تک صدمہ پہنچاتا ہے سو جو شخص کہ اشعار خوب کرے یعنے فقط کہال کو کاٹ دے نہ گوشت اور ہڈی کو تو کچہہ مضائقہ نہین بلکہ ایسا اشعار مستحب ہے کذا فی الطحطاوی م بحث احرام مین مفصل مذکور ہو چکا کہ امام اعظم کے نزدیک اپنے اہل زمانہ کا اشعار مکروہ تہا جو بہت زخم کر دیتے تہے اور یہہ نہین کہ مطلقا اشعار مکروہ ہے واعتمر ولا یتحلل منہا حتی یحرم باحرام الحج کما مر فیمن لم یسق اور عمرہ ادا کرے اور عمرہ کرنے سے احرام نہ اتارے اسواسطے کہ ہدی کا ہانکنا مانع ہے احرام اتارنے سے تک پہر آٹہوین تاریخ حج کا احرام کرے چنانچہ مذکور ہو چکا اوس متمتع کے بیان مین جسنے ہدی کو نہین ہانکا وحلق یوم النحر واذا حلق حل من احرامیہ حل الطاہر اور سر منڈاوے یوم النحر مین اور جبکہ اوسنے سر منڈایا تو حلال ہو گیا اپنے دونون احرام سے یعنی حج اور عمرے کے دونون احرام حلق سے بعد موقوف ہوئے بنا بر ظاہر کلام علما کے تو معلوم ہوا کہ عمرے کا احرام بعد وقوف عرفات باقی تہا سر منڈانے تک والمکی ومن فی حکمہ یفرد فقط اور مکہ کا رہنے والا اور جو اوسکے حکم مین ہے یعنی جو مواقیت کے اندر رہتا ہے وہ افراد حج کرے فقط یعنی قران اور تمتع نکرے اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا (ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام) یعنی وہ تمتع اوس شخص کیواسطے ہے جسکے اہل وعیال مسجد الحرام مین حاضر نہین فلو قرن او تمتع جاز واساء وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم لو معسرا اور مکی نے اگر قران یا تمتع کیا تو جائز ہے اور اوسنے برا کیا اور اوسپر بعوض اس قصور کے ذبح کرنا واجب ہے اور اوسکو روزے رکہنا کافی نہو گا اگر وہ محتاجی سے ذبح نکر سکے م ماتن نے اپنی شرح مین کہا کہ کتب فقہ مین جو یہہ مذکور ہے کہ مکی قران اور تمتع نکرے تو نفی سے مراد حلت کی نفی ہے نہ صحت کی نفی ومن اعتمر بلا سوق ھدی ثم عاد بعد عمرتہ الی بلدہ وساق فقد الم الماما صحیحا فیبطل تمتعہ وجس متمتع نے عمرہ کیا بدون ہدی ہانکنے کے پہر بعد عمرے کے پہر گیا اپنے شہر کو اور سر منڈایا تو اوسنے المام صحیح کیا تمتع اوسکا باطل ہو گیا ومع سوقہ تمتع کالقارن اور اگر متمتع ہدی لیگیا اور عمرہ کر کے اپنے گہر چلا آیا تو وہ تمتع کرے یعنی تمتع کرنے مین اوسکو اختیار ہے اور اگر بعد اس عمرے کے اوس سال حج نکرے تو اوسپر کچہہ مواخذہ نہین اسواسطے کہ حج شروع نہین کیا اور چونکہ ہدی کے سبب سے

الاحرام صحیح نہیں تو تمتع اوسکا باطل نہیں مانند قارن کی یعنی جیسے قارن کے عود سے قران باطل نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وان طاف لہا اقل
من اربعۃ قبل اشہر الحج واتمہا فیہا وحج فہو متمتع ولو طاف اربعۃ قبلہا لا اعتبارًا للاکثر اور اگر عمرہ کیواسطے چار شوط سے کم طواف
کیا حج کے مہینوں سے پہلے اور طواف کو باقی چار شوط سے پورا کر دیا حج کے مہینوں مین تو اوسکا تمتع صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج مین واقع ہوا اور اگر
چار شوط کا طواف کیا قبل اشہر حج کے اور تین شوط اشہر حج مین کئے تو تمتع صحیح نہین بنا بر اعتبار اکثر طواف کے کوفی ای آفاقی حل من عمرتہ فیہا ای
الاشہر وسکن بمکۃ ای داخل المواقیت او بصرۃ ای غیر بلدہ وحج من عامہ متمتع لبقاء سفرہ کوفی یعنے آفاقی نے اشہر حج مین عمرہ کرکے احرام تمام
اور مکہ مین رہا مراد یہہ کہ داخل مواقیت رہا یا بصرہ مین رہا بصرہ سے مراد یہہ کہ اپنے شہر کے سوا کہین رہا اور اوسی سال اوسنے حج کیا تو یہہ شخص متمتع ہے اسواسطے
کہ اوسکا سفر ہنوز باقی ہے ولو افسدہا ورجع من البصرۃ الی مکۃ وقضاہا وحج لا یکون متمتعًا لانہ کالمکی اور اگر اشہر حج مین عمرہ کو فاسد کر ڈالا
بسبب جماع کے یا پھر آیا بصرہ سے مکہ کیطرف اور قضا کیا عمرے کو اور حج کیا تو متمتع نہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ کوفی بسبب فساد عمرہ کی مانند مکی کی ہوگیا یعنی
اوسکو مکہ مین رہنا واجب ہوگیا عمرہ قضا کرنے کیواسطے پھر جب وہ اہل مکہ مین ملگیا تو متمتع نرہا اسواسطے کہ عمرہ اوسکا مکی ہوگا نہ آفاقی کذا فی الطحطاوی الا
اذا التحق باہلہ ثم رجع واتی بہما لانہ سفر اٰخر ولا یمنعہ کون العمرۃ قضاء عما افسدہ مگر جبکہ بعد فاسد کر ڈالنے عمرے کے اپنے گہر
چلا گیا پھر گہر سے مکہ مین احرام باندہ کر پلٹ آیا اور عمرہ اور حج کو عمل مین لایا تو البتہ متمتع ہوگا اسواسطے کہ جب اپنے وطن مین پونہچا تو سفر اول ہو چکا پھر جب دوبارہ
مکہ مین آیا تو یہہ دوسرا سفر ہوا تو اب عمرہ اسکا آفاقی ہوگا اور حج مکی اور یہہ امر تمتع کو مضر نہین کہ یہہ عمرہ قضا ہے اوس عمرہ کی جسکو فاسد کر چکا وای النسکین
افسدہ المتمتع اتمہ بلا دم للتمتع بل للفساد اور دو عبادتون مین سے جس عبادت کو متمتع فاسد کرے خواہ عمرے کو خواہ حج کو تو اوسکو تمام کرے اسواسطے کہ
احرام سے نکلنا بدون افعال مخصوصہ کے نہین ہوسکتا اور تمتع کا ذبح کرنا اوسپر واجب نہین اسواسطے کہ دونون عبادتون کے ادا کرنے سے سفر واحد مین وہ متنعم
نہین ہوا بلکہ فاسد کرنے سے ذبح کرنا اوسپر البتہ لازم ہوگا کذا فی منح الغفار

باب الجنایات

الجنایۃ ہنا ما تکون حرمتہ بسبب
الاحرام او الحرم یہہ باب ہے جنایات حج کا جنایات جمع ہے جنایت کی اور جنایت لغت مین عبارت ہے احداث امر بد سے اور اصطلاح شرع مین جنایت حرام
فعل کا نام ہے اور یہان یعنی کتاب الحج مین جنایت اوس فعل کو کہتے ہین جسکی حرمت ثابت ہو بسبب احرام باندہنے کے یا حرم مین داخل ہونے کے وقد یجب
بہا دمان او دم او صوم او صدقۃ فصلہا بقولہ اور جنایت سے کبہی دو خون واجب ہوتے ہین یا ایک خون یا صوم یا صدقہ سو انہین امور کی تفصیل
کیگئی اون سے اپنے آیندہ قول سے الواجب دم علی محرم بالغ فلا شیء علی الصبی خلافًا للشافعی ولو ناسیًا او جاہلًا او مکرہًا فیجب علی نائم غطی
راسہ خون واجب ہے محرم بالغ پر تو صغیر محرم پر واجب نہین بخلاف امام شافعی کے اگرچہ بالغ محرم بہولکر جنایت کرے یا جاہل ہو یا اوسکی بے اختیاری مین جنایت
ہوئی ہو تو خون واجب ہوگا اوس سونیوالے پر جسکا سر کسی انسان نے ڈہکدیا اور عدم اختیار مین گناہ ساقط ہے نہ جزا کذا فی المنح ان طیب عضوًا کاملًا ولو
فمًا باکل طیب کثیر او ما یبلغ عضوًا لو جمع یعنی ذبح کرنا واجب ہے اگر محرم نے خوشبودار چیز لگائی کسی پورے عضو مین جیسے سر اور پنڈلی اور ران مین اگرچہ
منہ خوشبودار ہوگیا ہو بہت خوشبودار چیز کہانے سے یا اندک اندک متفرق خوشبو لگائی اسقدر کہ اگر اسکو جمع کیجئے تو بقدر ایک عضو کے ہوجاوے او البدن کلہ
کما فی الحدادی ان اتحد المجلس والا فلکل طیب کفارۃ اور تمام بدن ایک عضو کی برابر ہے اگر مجلس متحد ہو اور نہین تو ہر خوشبو کا کفارہ جدا ہے یعنی اگر
ایک مجلس مین خوشبو لگائی تو ایک ہی کفارہ لازم ہے اور اگر چند مجالس مین خوشبو لگائی تو ہر بار خوشبو لگانیکا جدا کفارہ ہے کذا فی النہر ولو ذبح ولم
یزلہ لزمہ دم اٰخر للترک اور اگر خوشبو لگاکر جانور کو ذبح کیا اور خوشبو کو بدن سے نہ چہڑایا تو دوسرا جانور ذبح کرنا اوسپر لازم ہوا بسبب باقی رکہنے خوشبو کے
واما الثوب المطیب اکثرہ فیشترط للزوم الدم دوام لبسہ یومًا اور جو کپڑا کہ اکثر خوشبودار ہے تو خون کے واجب ہونے مین یہہ شرط ہے کہ دن بہر اوسکو
پہنے رہے او خضب راسہ بحناء رقیق اما الثلبۃ ففیہ دمان یا محرم نے اپنے سر یا داڑہی مین پتلی مہندی کا خضاب لگایا اور اگر گاڑہی مہندی سر پر
لگادیگا تو اوسمین دو خون واجب ہونگے ایک خوشبو لگانیکا اور دوسرا سر ڈہکنے کا بشرطیکہ ایکدن یا ایک رات مہندی لگی رہے یا تمام سر کو مہندی سے چہپالے

جنایات

کذا فی اللمطاوی من البحر بیہقی مین حدیث مرفوع ہے کہ الحناء طیب یعنی مہندی خوشبو ہے چونکہ مہندی کا خوشبودار ہونا خوب ظاہر نہ تھا لہذا
بعد ذکر مطلق خوشبو کے اوسکو بھی ذکر کر دیا کذا فی النہر او ادھن بزیت او حل بفتح المہملۃ الشیرج ولو کانا خالصین لانہما اصل الطیب
بخلاف بقیۃ الادہان یا روغن زیتون یا میٹھا تیل بدن مین ملا اگرچہ دونون خالص ہون خوشبو سے اسواسطے کہ دونون تیل اصل ہین خوشبو کی امام اعظم
کے نزدیک اس واسطے کہ خوشبودار پھول مثل گلاب اور بیلا اور چنبیلی کے اونمین ڈالیجاتے ہین تو دونون خوب خوشبودار ہو جاتے ہین بخلاف اور تیلون
کے کہ اونکے لگانے سے ذبح کرنا لازم نہین ہوتا اور حل بفتح حا حطی وتشدید لام میٹھا تیل ہے یعنی تلون کا تیل جسکو عرب شیرج اور دہن السمسم بھی کہتے
ہین اور صاحبین کے نزدیک روغن زیتون اور میٹھے تیل کے لگانے مین صدقہ واجب ہے نہ ذبح اور خوشبودار تیل مین بالاتفاق ذبح واجب ہے فلو اکلہ
او استعطہ او داوی بہ جراحۃ او شقوق رجلیہ او اقطر فی اذنیہ لا یجب دم ولا صدقۃ اتفاقا تو اگر محرم نے روغن زیتون یا میٹھے تیل کو کہایا یا
ناک مین ڈالا یا اوس سے زخم کی دوا کی یا دونون پانون کی بوائی مین لگایا یا اپنے دونون کانون مین ٹپکایا تو اوسپر نہ ذبح کرنا واجب ہے نہ صدقہ بخلاف
المسک والعنبر والغالیۃ والکافور ونحوہا مما ہو طیب بنفسہ فانہ یلزمہ الجزاء بالاستعمال ولو علی وجہ التداوی بخلاف مشک اور عنبر اور
غالیہ اور کافور اور اسیطرح کی چیزون کے جنمین ذاتی خوشبو ہے اسواسطے کہ انکے استعمال سے جزا لازم آتی ہے اگرچہ بطریق دوا انکو استعمال کرے لیکن محرم کو انکی
جزا مین اختیار ہے چاہے ذبح کرے چاہے روزہ رکھے چاہے کہانا کہلا دے کذا فی اللمطاوی ولو جعلہ فی طعام قد طبخ فلا شیء فیہ وان
لم یطبخ وکان مغلوبا کرہ اکلہ کشم طیب وتفاح اور اگر مشک وغیرہ کو کہانے مین ڈالکر پکایا تو محرم پر اسمین کوئی چیز لازم نہین خواہ کہانے مین
خوشبو باقی رہی یا نہ رہی اور اگر خوشبو کو نہ پکایا بلکہ کہانے مین اوپر سے ڈالا اور خوشبودار مغلوب ہے یعنی کہانے سے کمتر ہے تو اوسکا کہانا مکروہ ہے اگر خوشبو
معلوم ہوتی ہو جیسے خوشبو اور سیب کا سونگہنا مکروہ ہے جس خوشبودار چیز کا کہانا معمول ہے جیسے گرم مصالح مانند لونگ اور الایچی اور دارچینی کے جبکہ وہ
کہانے مین مخلوط ہو جاوے تو اوسکا کہانا جائز ہے کذا فی منح الغفار او لبس مخیطا لبسا معتادا فلو اتزر بہ او وضعہ علی کتفیہ لا شیء علیہ
یا محرم نے سیا کپڑا پہنا اسطرح جسطرح پہننے کی عادت ہے تو اگر مثلا قمیص یا قبا کو خلاف عادت بطور تہبند کے باندہا یا پاجامہ اپنے دونون مونڈہون پر
رکہا تو کوئی چیز اوسپر واجب نہین نہ ذبح نہ صدقہ او ستر رأسہ بمعتاد ولو حمل اجانۃ او عدل فلا شیء علیہ یا اپنا سر چہپایا معمولی لباس سے
جیسے ٹوپی یا پگڑی سے اور اگر سر چہپایا تغار یا گٹھری کے اوٹہانے سے تو کوئی جزا اوسپر واجب نہین یوما کاملا او لیلۃ کاملۃ وفی الاقل صدقۃ پورا
دن یا پوری رات سیا کپڑا پہنے رہا یا سر چہپائے رہا تو ذبح کرنا اوسپر واجب ہے اور اس سے کم مین یعنی دو تین پہر کے پہننے مین یا ساعت بہر مین صدقہ
واجب ہے نہ ذبح والزائد علی الیوم کالیوم وان نزعہ لیلا واعادہ نہارا ولو جمیع ما یلبس مرۃ ایکدن سے زیادہ پہننا دنکی برابر ہے یعنی جیسے ایک
دنکے لباس مین ذبح واجب ہے ویسی ہی اوس مین اگرچہ محرم رات مین لباس کو اتارتا ہو اور دنمین پہر اوسکو پہنتا ہو اگرچہ تمام پوشاک اوسنے پہنی ہو مثلا
ٹوپی اور قبا اور پاجامہ بہر صورت ایک ہی خون واجب ہے ما لم یعزم علی الترک لبسہ عند النزع فان عزم علیہ ای الترک ثم لبس تعدد الجزاء
کفّر للاول اولا ایکروز اور چندروز کا لباس اسوقت تک برابر ہے جبتک محرم نے لباس اوتارنے کیوقت ترک لباس کا ارادہ نہین کیا سو اگر اوسنے
کیوقت ترک لباس پر عزم کر چکا اور پہر اوسنے سیا کپڑا پہنا تو اب جزا متعدد ہوگی یعنی جتنے بار ترک کا ارادہ کریگا اوتنی بار ذبح کرنا اوسپر واجب ہوگا
خواہ اول قصور کا اوسنے کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو وکذا یتعدد الجزاء لو لبس یوما فاراق دما للبسہ ثم دام علی لبسہ یوما اخر فعلیہ الجزاء ایضا
لانہ معطل وکان للدوام حکم الابتداء اور اسیطرح متعدد ہوگی جزا اگر اوسنے سیا کپڑا ایکدن پہنا سو اوسنے پہننے کی جزا مین ذبح کیا پہر اوسکو ایکدن اور پہنے
رہا تو دوسری جزا بھی اوسپر واجب ہوگی اسواسطے کہ لباس محرم کو ممنوع ہے تو دوام لباس کو بعد ذبح کرنے کے حکم ابتدائی لباس کا ہوا یعنی جیسے ابتدائی
لباس مین جزا واجب ہوئی تھی ویسی ہی بعد ذبح کے دوام لباس سے دوسری جزا واجب ہوئی ودوام اللبس بعد ما احرم وہو لابسہ کانشائہ
بعدہ ولو کرہا او ناسیا اور قائم رکہنا اوس لباس کا جسکو احرام کیوقت پہنے ہوئے تھا ایسا ہے گویا اوسنے بعد احرام کے اوسکو پہنا تو اگر مثلا اوس قمیص

کو جو احرام کیوقت پہنے تھا بعد احرام کے بھی دن بھر پہنے رہیگا تو اوسپر ذبح کرنا واجب ہی اگرچہ پہنے والے پر کسی نے زبردستی کی ہو یا وہ سوتا ہو کذا فی
النہر الفائق ولو تعدد سبب اللبس تعدد الجزاء اور اگر لباس پہننے کا سبب متعدد ہو تو اوسکی جزا بھی متعدد ہوگی چنانچہ محرم کو تپ آئی اور اوسنے مثلا
قمیص پہنا پھر اوسکو صحت ہوگئی بعد اوسکے دوسری بیماری ہوئی یا دوسری قسم کی تپ آئی پھر اوسنے قمیص پہنا تو اوسپر دو کفارے کذا فی فتح القدیر لازم
ہونگے ولو اضطر الی قمیص فلبس قمیصین او الی قلنسوۃ فلبسہا مع عمامۃ لزمہ دم واثم اور اگر محرم کو ایک قمیص کی حاجت ہوئی سو اوسنے دو
قمیص پہنین یا ایک ٹوپی کی حاجت ہوئی سو اوسنے ٹوپی کو پگڑی کے ساتھہ پہنا تو اوسپر ایک خون واجب ہوگا اسواسطے کہ سبب ایک ہی کذا فی النہر اور گنہگار
ہوگا کہ حاجت سے زیادہ پہنا کذا فی الطحطاوی ولو تیقن زوال الضرورۃ فاستمر کفر اخری اور اگر محرم کو یقین ہوگیا کہ لباس کی حاجت نرہی پھر بھی پہنے رہا
ایکدن یا دو دن تو دوسرا کفارہ ہے اور اگر زوال حاجت مین شک ہو تو اوسپر ایک ہی کفارہ لازم ہی کذا فی النہر وتغطیۃ ربع الرأس او الوجہ کالکل
اور چوتھائی سر کا یا چہرہ کا ڈھکنا تمام سر اور چہرہ کی برابر ہے کفارہ مین ولا بأس بتغطیۃ اذنیہ وقفاہ ووضع یدہ علی انفہ بلا ثوب اور کچھ مضائقہ
نہین محرم کے دونون کان اور گدی کے ڈھکنے مین اور ناک پر بدون کپڑے کے ہاتھہ رکھنے مین او حلق ای ازال ربع رأسہ او ربع لحیتہ یا محرم اپنی چوتھائی
سر یا چوتھائی داڑھی کو مونڈے یعنی بالونکو دور کرے کسیطرح خواہ مونڈکر یا اکھاڑکر یا نورہ لگاکر او حلق محاجمہ یعنی واحتجم والا فصدقۃ کما فی البحر
عن الفتح یا محرم اپنی سر کے پیچھے اوس جگہہ کو مونڈے جہان پچھنے لگاتے ہین یا تن کی مراد یہہ ہی کہ وہان مونڈے اور پچھنے بھی لگاوے تب اوسپر ذبح کرنا لازم ہوگا
اور اگر دونون فعل جمع نکرے یعنی فقط مونڈے بدون پچھنون کے یا پچھنے لگادے بدون مونڈنے کی تو اوسپر صدقہ لازم ہوگا نہ ذبح یہہ تصریح بحر الرائق مین
منقول ہی فتح القدیر سے اسواسطے کہ اسقدر حلق چہارم سر سے قلیل ہی تو ذبح کرنے کو نہ واجب کریگا کذا فی الفتح او حلق احد ابطیہ او عانتہ او رقبتہ کلہا
او قص اظفار یدیہ او رجلیہ او الکل فی مجلس واحد فلو تعدد المجلس تعدد الدم الا ان یتحد المحل کحلق الابطین فی مجلسین او رأسہ فی اربع
یا محرم نے اپنی ایک بغل ساری مونڈی یا تمام موی زہار مونڈے یا سب گردن کے بال مونڈے یا اپنی دونون ہاتھون کے ناخن یا دونون پانون کے ناخن کاٹے
یا دونون ہاتھہ اور پانون کے ساتھہ ہی ناخن کاٹے ایک مجلس مین یعنی سب صورتون مین ایک ہی خون واجب ہوگا اور اگر مجلس متعدد ہوگی تو خون بھی متعدد
ہونگے یعنی ایک مجلس مین ایک ہاتھہ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس مین دوسرے ہاتھہ کے اور تیسری مجلس مین ایک پانون کے اور چوتھی مجلس مین دوسرے
پانون کے تو چار بکریان ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تعدد مجالس کے مگر جب محل متحد ہوگا تو تعدد مجالس سے تعدد خون کا نہوگا چنانچہ محرم نے اپنی ایک بغل کو
دو مجلس مین مونڈا یا اپنے سر کو چار مجلس مین مونڈا تو ایک ہی بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اسواسطے کہ محل جنایت متحد ہی اگرچہ مجالس متعدد ہوئی کذا فی
الطحطاوی او ید او رجل اذ الربع کالکل یا محرم نے ایک ہاتھہ کے ناخن یا ایک پانون کے ناخن کاٹے تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ
چوتھائی کل کی برابر ہے یعنی کل دو ہاتھہ اور دو پانو مین ذبح واجب تہا تو ایک ہاتھہ یا ایک پانون مین بھی ذبح واجب ہوگا اسواسطے کہ ایک ہاتھہ چوتھائی
ہے کل کی اور چوتھائی کل کی قائم مقام ہوتی ہے چنانچہ حلق سر مین معلوم ہو چکا کذا فی الدرر او طاف للقدوم لوجوبہ بالشروع او للصدر جنبا
او حائضا یا محرم نے طواف القدوم اور طواف الصدر کو جنابت یا حیض کیحالت مین کیا بسبب واجب ہوجانے طواف القدوم کے شروع کرنے سے یعنی ہرچند طواف
القدوم سنت ہی اور طواف الصدر واجب لیکن جب طواف القدوم کو شروع کیا تو اب اوسکا ادا کرنا واجب ہوگیا تو وجوب مین دونون طواف برابر ہوگئے
او للفرض محدثا یا فرض طواف یعنی طواف الزیارۃ کو بیوضو کیا تو ذبح کرنا بکری کا واجب ہی اور اگر کپڑے پر نجاست ہوگی درم سے زیادہ حالت طواف مین تو ذبح
یا صدقہ واجب نہین لیکن ادخال نجاست کا مسجد الحرام مین مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولو جنبا فبدنۃ ان لم یعدہ اور اگر جنابت مین طواف الزیارۃ کیا
تو اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہی بشرطیکہ طواف کو دوبارہ نہین کرلیا اور اگر طواف القدوم اور طواف الصدر اور طواف الزیارۃ کو بعد غسل اور وضو
کے اعادہ کیا تو اب کوئی چیز اوسپر واجب نہین نہ ذبح نہ صدقہ کذا فی الطحطاوی والاصح وجوبہا فی الجنابۃ وندبہا فی الحدث وان المعتبر الاول
والثانی جابر لہ ولا یجب اعادۃ السعی جبرا اور قول صحیح یہہ ہی کہ طواف کا اعادہ واجب ہے اگر جنابت مین کیا ہو اور مستحب ہی اعادہ اگر بیوضو

کیا ہو اور یہی قول اصح ہے کہ درصورت اعادہ معتبر پہلا ہی طواف ہے اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کا درگزر نیوالا ہے تو جب پہلا طواف معتبر ٹھہرا تو
صفا و مروہ کی سعی کا اعادہ کرنا طواف ثانی میں واجب نہیں کذا فی الجوہرۃ وفی الفتح لو طاف للعمرۃ جنبا او محدثا فعلیہ دم وکذا لو ترک من
طوافہا شوطا لانہ لا مدخل للصدقۃ فی العمرۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر جنابت یا وضو نہونے میں عمرے کا طواف کیا تو اوسپر خون واجب ہے اور
اسیطرح خون واجب ہے اگر عمرے کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اسواسطے کہ عمرہ کی جنایات میں صدقہ کو دخل نہیں او افاض من عرفۃ ولو ندّ بعیرہ
قبل الامام والغروب یا محرم چلا آیا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے اگرچہ وہاں سے آنا اوسکا اونٹ کی بھاگنے سے ہو یعنی
وجوب ذبح میں اختیاری آنا اور بے اختیاری دونوں برابر ہیں ویسقط الدم بالعود ولو بعدہ فی الاصح عنایۃ اور قول اصح میں ساقط ہوجاتا ہے خون
عرفات میں پھر جانے سے اگرچہ بعد غروب کے وہاں پھر گیا ہو کذا فی الغایۃ او ترک اقل من سبع الفرض بعدہ ولم یطف غیرہ حتی لو طاف للصدر
انتقل الی الفرض ما یکملہ ثم ان بقی اقل الصدر فصدقۃ والا فدم یا طواف فرض کے سات شوطوں میں سے کمتر کو ترک کیا یعنی طواف الزیارۃ سے تین
شوط یا اس سے کم ترک کئے یعنے اسقدر کے ترک کرنے سے اوسوقت ذبح واجب ہوگا جبکہ اسنے طواف الزیارۃ کے سوا اور کوئی طواف نکیا ہو یہان
تک کہ اگر اوسنے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارۃ کیطرف منتقل ہوجاوینگے جتنے میں کہ وہ پورا ہوجاوے خواہ ایک شوط یا دو یا
تین پھر بعد اس تکمیل کے اگر اوسکے ذمہ پر طواف الصدر کے اقل شوط باقی رہے تو صدقہ واجب ہے اور اکثر شوط رہے تو خون واجب ہے مثلا طواف الزیارۃ کے
تین شوط کم تھے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط تھے سو طواف الصدر کے تین شوط سے طواف الزیارۃ کی تکمیل ہوئی باقی رہے چار شوط کمی ہوئی تین شوط
کے اور تین اقل طواف ہیں تو اسمیں صدقہ واجب ہوگا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہوں تو چار شوط کی کمی پڑیگی بعد تکمیل کے اور چار شوط اکثر طواف
ہیں تو اسمیں ذبح کرنا واجب ہوگا وبترک اکثرہ بقی محرما ابدا فی حق النساء حتی یطوف فکلما جامع لزمہ دم اذا تعدد المجلس الا ان
یقصد الرفض فتح او طواف الزیارۃ کے اکثر کے ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم بنا رہیگا عورتوں کے حق میں یہانتک کہ طواف الزیارۃ کو ادا کرے تو
جتنے بار کہ وہ جماع کریگا اوتنی بار اوسپر ذبح کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ مجالس جماع کی متعدد ہوں مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج کا قصد کرے تو ایک ہی بار ذبح کرنا
اوسپر لازم ہوگا کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ چند مجالس اور یہ جو کہا کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم بنا رہیگا اسواسطے کہ اکثر بجای کل ہے تو گویا اوسنے
اصلا طواف نہیں کیا کذا فی الطحطاوی او ترک طواف الصدر او اربعۃ منہ ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکۃ یا محرم طواف الصدر کے سب شوط
یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا ثابت نہوگا مکہ سے باہر نکلنے کے اسواسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہیں عزم سفر پر موقوف ہے او ترک السعی
او اکثرہ او رکب فیہ بلا عذر یا سب شوط سعی کے یا اکثر کو بدون عذر کے ترک کرے یا سعی سوار ہوکر بلا عذر کرے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہوکر
سعی کرے بسبب عذر کے تو اوسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی او الوقوف بجمع یعنی مزدلفۃ او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او
اکثرہ ای اکثر رمی یوم النحر یا مزدلفہ کا ٹھہرنا ترک کرے یا جمرات ثلثہ کے کل رمی کو یا ایکدن کے رمی کو یا پہلی رمی یعنی جمرۃ العقبہ کے رمی کو یا ایکدن
کے اکثر رمی کو ترک کرے ھ کل رمی کا ترک کرنا یہ ہے کہ یوم النحر سے تیرہوین تک رمی نکرے کسیدن اور جبتک کہ یہ دن باقی ہین تو اعادہ رمی کا
ممکن ہے بترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا یہ ہے کہ یوم النحر میں جمرۃ العقبہ کو تین ہی کنکریان مارے تو چار
ترک ہوئیں یا ایام ثلثہ میں کسیدن گیارہ کنکریان مارنا ترک کرے اور سب ایام کے رمی اور ایکدن کی رمی ترک کرنے میں ایک ہی بار ذبح کرنا اسواسطے واجب
ہوا کہ متحد الجنس ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی او حلق فی حل بحج فی ایام النحر فلو بعدہا فدمان او عمرۃ لاختصاص الحلق بالحرم یا حج کے محرم
نے سر مونڈا حل میں ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہے سو اگر بعد ایام نحر کے مونڈا ویگا تو دو خون واجب ہونگے یا عمرے کے محرم نے حل میں سر
مونڈایا تو ایک خون واجب ہے بسبب مخصوص ہونے حلق کے حرم میں لا دم علی معتمر خرج ثم رجع من حل الی الحرم ثم قصر وکذا الحاج ان رجع
فی ایام النحر والا فدم للتاخیر خون واجب نہیں اوس عمرہ کرنیوالے پر جو حرم سے باہر نکلا پھر حل سے حرم کیطرف پلٹ آیا پھر اوسنے بال کترائے یا

مونڈائے اور ایسا ہی حاجی کا حکم ہے اگر ایام نحر کے اندر حرم میں پلٹ آوے اور اگر بعد ایام نحر کے حرم میں بال کترا دے یا مونڈا دے تو اوسپر دم کرنا واجب ہوگا بسبب تاخیر کے او قبّل عطف علی حلق یا محرم نے عورت کا بوسہ لیا تو ایک خون واجب ہے لفظ قبّل کا حلق کے لفظ پر عطف ہے او لمس بشہوۃ انزل او لا او امنٰی او استمنٰی بکفّہ او جامع بہیمۃ وانزل یا عورت کا بشہوت مساس کیا انزال ہو یا نہو خون اوسپر واجب ہے قول صحیح میں یا اپنا کف دست آلہ تناسل میں لگا کر منی نکالی یا جانور سے جماع کیا اور انزال بھی ہوا تو خون واجب ہوگا اور بدون انزال کے خون واجب نہیں کذا فی الطحاوی من البحر او اخّر الحاج الحلق او طواف الفرض عن ایام النحر لتوقتہما بہا یا حاجی نے سر مونڈانے اور طواف الزیارۃ میں ایام النحر سے تاخیر کی اسواسطے کہ حلق اور طواف الزیارہ ایام نحر میں متعین ہیں بنابر وجوب کے اور صاحبین کے نزدیک مناسک کی تاخیر میں خون واجب نہیں او قدّم نسکًا علی آخر فیجب فی یوم النحر اربعۃ اشیاء الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف یا مقدم کیا ایک عبادت کو دوسری عبادت پر سو یوم النحر میں چار عبادتیں علی الترتیب واجب ہیں اول جمرہ العقبہ کی رمی پھر ذبح کرنا قارن اور متمتع کے حق میں نہ تنہا حج کرنیوالیکو پھر ذبح کے بعد سر منڈانا پھر طواف الزیارہ کرنا ان مناسک کی تقدیم اور تاخیر سے امام اعظم کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک تقدیم تاخیر سے کچھہ واجب نہیں انکی دلیل یہہ ہے کہ بخاری اور مسلم میں حدیث صحیح ثابت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں منا کے اندر تھے اور لوگ مسائل دریافت کرتے تھے سو ایک مرد آیا اور اوسنے کہا کہ مجکو معلوم نہ تھا سو میں نے سر منڈایا ذبح کرنے سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ ذبح کر اور کچھہ حرج نہیں اور دوسرا شخص آیا اوسنے کہا یا رسول اللہ مجکو معلوم نہ تھا میں نے نحر کیا قبل رمی کے حضرت نے فرمایا کہ رمی کر اور کچھہ حرج نہیں سو حضرت سے کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر سے سوال نہوا مگر حضرت نے یہی فرمایا کہ کر یعنی اب اوسکو کرلے اور کچھہ حرج نہیں امام اعظم کیطرف سے یہہ جواب ہے کہ نفی حرج سے نفی گناہ اور نفی فساد حج البتہ متحقق ہے لیکن نفی جزا کی ثابت نہیں اور صاف ظاہر ہے کہ تقدیم اور تاخیر ممنوع تھی لہذا سائل نے اپنی نادانستگی کو عذر قرار دیا اور اگر ممنوع نہوتا تو سوال اور عذر بیعلمی کی کیا حاجت تھی اور حق یہہ ہے کہ یہہ حدیث ترتیب کی مسنون ہونی اور واجب ہونی دونوں کی محتمل ہے اور چونکہ ابتداء اسلام تھی لہذا حضرت نے بسبب جہل کے اونکو معذور رکھا اور جزا کا حکم نہ دیا تو مقام اضطراب میں بنابر احتیاط کے وجوب کا اعتبار کرنا واجب ہے علاوہ اسکے ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی کہ جو ایک نسک کو دوسرے نسک پر مقدم کرے اوسپر خون واجب ہے اور بعض نسخوں میں بجائے ابن مسعود کے ابن عباس مذکور ہیں ہرچند اسکی سند میں ابراہیم بن مہاجر داخل ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن طحاوی میں اس قول کو عبد اللہ بن عباس سے دوسری سند سے ذکر کیا ہے جس میں ابراہیم بن مہاجر مذکور نہیں تو استدلال پورا ہوگیا کذا فی فتح القدیر لکن لا شیء علی من طاف قبل الرمی والحلق نعم یکرہ لباب وقد تقدم کما لا شیء علی المفرد الا اذا حلق قبل الرمی لان ذبحہ لا یجب لیکن کچھہ واجب نہیں اوس شخص پر جو طواف کرے پہلے رمی اور سر منڈانے سے ہاں یہہ تقدیم مکروہ ہے کذا فی اللباب اور یہہ پیشتر گذر چکا جیسا کہ کچھہ صدقہ یا خون واجب نہیں تنہا حج کرنیوالے پر مگر اس صورت میں کہ سر منڈاوے پہلے رمی کے کیونکہ اوسپر ذبح کرنا واجب نہیں یعنی ذبح کی تقدیم و تاخیر سے بسبب عدم وجوب کے اوسکو کچھہ ضرر نہ کریگی کذا فی الطحطاوی اور ابتدائے باب سے یہانتک وہ مسائل مصنف نے مذکور کیے جنمیں ایک خون واجب ہے

یجب دمان علی قارن لحلق قبل ذبحہ دم للتاخیر ودم للقران علی المذہب کما حررہ المصنف قال وبہ اندفع ما توہمہ بعضہم من جعل الدمین للجنایۃ او واجب ہیں دو خون اوس قارن پر جسنے سر منڈایا قبل اپنے ذبح کرنیکے ایک خون جنایت کا بسبب تاخیر ذبح کے واجب ہے اور دوسرا قران کا بنابر مذہب درست کے چنانچہ اسکو منقح کرکے بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اور کہا ہے کہ اس تقریر سے دفع ہوگیا وہ وہم جو بعض علما کو پیش آیا یہہ تصور کرکے کہ یہہ دونوں خون جنایت کے ہیں ہم مصنف نے منح الغفار میں بیان کیا ہے کہ محمد بن الحسن نے جامع صغیر میں تصریح کی ہے کہ ایک خون قران کا ہے اور دوسرا تاخیر نسک کا تو اس تقریر سے صاحب ہدایہ کا اشتباہ دفع ہوگیا کہ دونوں خونوں کو جنایت کا سمجھا ہے وان طیّب جارحۃ قولہ الا ان تصدق اقل من عضو او ستر راسہ او لبس اقل من یوم اور اگر خوشبو لگائی عضو سے کمتر میں یعنی تمام عضو میں لگائی یا اپنے سر کو ڈہک لیا یا سیا کپڑا پہنا ایک دن سے کم تو صدقہ دیوے بقدر نصف صاع کے شارح کہتا ہے کہ ان کی عبارت میں ان طیب کا جواب اسکا اگلا قول ہے یعنی تصدق فی الخزانۃ فی الساعۃ نصف صاع وفیما دونہا قبضۃ وظاہرہ ان الساعۃ فلکیۃ خزانہ میں ہے کہ ایک ساعت کے لباس پہننے میں نصف صاع کا صدقہ ہے اور اس سے کم میں مٹھی بھر کا صدقہ ہے شارح کہتا ہے ظاہر کلام خزانہ کا یہہ دلالت کرتا ہے کہ ساعت سے مراد ساعت آسمانی ہے یعنی اڑہائی گہڑی جسکو بالفعل گھنٹا کہتے ہیں اسواسطے کہ ساعت لغوی اور عرفی کی کچھہ حد نہیں طحطاوی نے کہا کہ صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہے

تو بہتر یہہ تھا کہ شارح اسکو ذکر نکرتا او حلق شاربه او اقل من ربع راسه او لحيته او بعض رقبته یا محرم نے اپنی مونچھہ کو مونڈا یا اپنے سر
یا داڑھی کو چوتھائی سے کم مونڈا یا اپنی گردن کے تھوڑے بال مونڈے او قص اقل من خمسة اظافير او خمسة الى ستة عشر متفرقة من كل
عضو اربعة وقد استغرقت لكل ظفر نصف صاع الا ان يبلغ دما فينقص ما شاء یا پانچ ناخن سے کم کاٹے یا پانچ ناخن سے سولہ تک متفرق
ہر عضو سے چار چار کاٹے یعنی ایک ہاتھ سے چار اور دوسرے ہاتھ سے چار اور ایک پانون سے چار اور دوسرے پانون سے چار سب سولہ ناخن ہوئے
اور یہہ ثابت ہو چکا ہی کہ ہر ناخن کاٹنے کی جزا مین نصف صاع کا صدقہ ہی تو سولہ ناخن کا صدقہ آٹھہ صاع ہوئی جسکے تخمیناً کچھہ اوپر ۲۴ سیر گیہون
ہوتے ہین تو اتنا دینا چاہیئے مگر اس صورتمین جبکہ یہہ صدقہ ایک بکری کی قیمت کی برابر ہو جاوے تو جتنا چاہے کم کر ڈالے تاکہ اقل عضو کی
جزا عضو کامل کی جزا کی برابر نہو اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ عضو کامل کی جزا خون ہے یعنی بکری کا ذبح کرنا طحطاوی نے کہا کتب معتمد مین
مثل ہدایہ اور اوسکی شروح مین یہی مذکور ہی کہ ہر ناخن کی جزا نصف صاع ہی بخلاف وقایہ اور درر کے کہ انمین ایک ہی صدقہ پر اکتفا کی ہے

او طاف للقدوم او للصدر محدثا او ترك ثلثة من سبع الصدر ويجب لكل شوط منه ومن السعي نصف صاع او احدى الجمار الثلث
ويجب لكل حصاة صدقة الا ان يبلغ دما كما مر وافاد المحشي انه ينقص نصف صاع یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو طواف
کیا یا طواف الصدر کے سات شوط سے تین شوط کم کر ڈالے اور طواف کے ہر شوط اور سعی کے ہر شوط کے ترک کرنے سے نصف صاع کا صدقہ واجب ہی یا
جمرات ثلثہ سے کسی جمرہ کی رمی ترک کی اور ہر کنکری کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہی یعنی نصف صاع کا مگر یہہ کہ صدقہ بکری کی قیمت کی برابر ہو جاوے
تو کچھہ کم کر ڈالے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اور حدادی نے کم کرنے کی حد بیان کی ہی کہ نصف صاع کم کر ڈالے ھ طحطاوی نے کہا کہ حدادی کا قول ضعیف
ہے معتمد وہی ہی جو متون مین مذکور ہو یعنی جتنا چاہے کم کر ڈالے او حلق رأس محرم او حلال غيره او رقبته او قلم ظفره بخلاف الطيب
عضو غيره او البسه مخيطا فانه لا شيء عليه اجماعا ظهيرية یا محرم کسی غیر شخص کا سر مونڈے وہ شخص محرم ہو یا غیر محرم یا غیر کی گردن کے بال مونڈے
یا اوسکا ناخن کاٹے بخلاف اسکے کہ اگر غیر کے کسی عضو مین خوشبو لگا دے یا اوسکو سیا کپڑا پہنا دے تو اوسپر کچھہ لازم نہین بالاتفاق نہ خون نہ صدقہ
کذا فی الظهيرية تصدق بنصف صاع من بر كالفطرة تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے مانند صدقہ عید الفطر کے ھ یہہ جواب ہی ان طيب کا
یعنے اگر ایک عضو سے کمتر مین خوشبو لگا دے یا ایک دن سے کم سر کو ڈھکے یا سیا کپڑا پہنے یا مونچھہ یا ربع سر سے کم مونڈے یا ہر عضو سے چار ناخن کاٹے
یا طواف القدوم اور طواف الصدر کو بے وضو کرے یا تین شوط طواف الصدر کے کم کرے یا کسی جمرہ کی رمی ترک کرے یا غیر کا سر مونڈے تو نصف
صاع گیہون کا صدقہ دے طحطاوی نے کہا گیہون کی قید اتفاقی ہے مگر نصف صاع گیہون دے یا ایک صاع کہجور یا جو دے لہذا شارح نے
صدقہ فطر کی تمثیل دی و ان طيب او حلق او لبس بعذر خير ان شاء ذبح في الحرم او تصدق بثلثة اصوع على ستة مساكين او صام
ثلثة ايام ولو متفرقة اور اگر خوشبو لگائی یا بال مونڈے یا کترے یا سیا کپڑا پہنا کسی عذر سے تو اوسکو اختیار ہی اگر اوسکا جی چاہے تو حرم
مین ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہون چھہ محتاجونکو صدقہ دے جہان چاہے حرم مین یا غیر حرم مین یا تین روزے رکھے جہان چاہے اگرچہ روزے
متفرق ہون طحطاوی نے کہا عذر یہہ ہی کہ خوف ہلاکی کا ہو بسبب شدت سرما کے یا بیماری ہو یا بسبب قتال کے سلاح پہننا پڑے اور ظاہرا خوف سے
مراد یہہ ہی کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا نہ وہم لیکن اس شرط سے کہ موضع ضرورت سے زیادتی نکرے یعنی اگر فقط ٹوپی پہنے سے ضرورت دفع ہوتی ہو تو
پگڑی نہ باندہے اور اگر بے ضرورت باندہیگا تو حرام ہی لیکن ذبح کرنا اس زیادتی سے نہ لازم آویگا جیساکہ صاحب بحر الرائق نے گمان کیا ہے چنانچہ
شرنبلالی نے اسکی تصریح کر دی ہی ھ صحاح ستہ مین کعب بن عجرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مین اپنی
ہانڈی کے نیچے آگ جلاتا تہا اور جوئین میرے منہ پر جہڑ رہی تہین سو حضرت نے فرمایا کہ کیا تجکو تکلیف دیتی ہین تیرے سر کے کیڑے مین نے کہا ہان فرمایا
کہ مونڈ ڈال اور تین روزے رکھہ یا چھہ محتاجونکو کہانا دے ہر محتاج کو نصف صاع یا ذبح کر مجکو معلوم نہین کہ ان تین چیزون مین سے کون چیز

پہلے بتلائی پھر یہہ آیت اوتری فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَرِیْضًا اَوْ بِهٖ اَذًی مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ یعنی جو شخص تم مین سے بیمار ہو یا اوسکو تکلیف ہو اوسکے سر سے تو فدیہ ہے روزہ سے یا صدقہ یا ذبح کرنے سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور صحیحین کی ایک روایت یون ہے کہ حضرت نے کعب بن عجرہ سے فرمایا کہ تجکو بکری میسر ہے اونسے کہا نہین فرمایا تین روزے رکھہ یا چھہ مسکین کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع چونکہ صدقہ اور صوم قران مین مجمل تہا حضرت نے اوسکی تفصیل بیان فرمائی وَوَطْیُهٗ فِیْ اِحْدَی السَّبِیْلَیْنِ مِنْ اٰدَمِیٍّ وَلَوْ نَاسِیًا اَوْ مُکْرَهًا اَوْ نَائِمَةً اَوْ صَبِیًّا اَوْ مَجْنُوْنًا ذَکَرَہُ الْحَدَّادِیُّ لٰکِنْ لَا دَمَ وَلَا قَضَاءَ عَلَیْهِ قَبْلَ وُقُوْفِ فَرْضٍ یُفْسِدُ حَجَّهٗ اور محرم کا جماع کرنا انسان سے قبل وقوف عرفات کے اوسکے حج کو فاسد کرتا ہے خواہ قبل مین جماع کیا ہو خواہ دُبر مین محرم نے عمداً جماع کیا یا بہولکر اپنی خوشی کیا یا زبردستی جاگتی عورت سے صحبت کی یا سوتی سے محرم صغیر ہو یا جوان ہوشیار ہو یا دیوانہ صغیر اور مجنون کی حدادی نے تصریح کی ہے لیکن صغیر اور مجنون پر اس جماع سے دم ہے اور قضا حج لازم نہین طحطاوی نے کہا وطی انسان کی بہر صورت مفسد ہے حج کی انزال ہو یا نہو اور جانور کی وطی مطلقا مفسد نہین لہذا شارح نے آدمی کی قید لگائی اور یہہ جو فتح القدیر مین ہے کہ وطی صغیر کی مفسد حج نہین سو قول ضعیف ہے دلوالجیہ اور مناسک ابن ضیاکے مخالف ہے کذا فی النہر وَکَذَا لَوِ اسْتَدْخَلَتْ ذَکَرَ حِمَارٍ اَوْ ذَکَرًا مَقْطُوْعًا فَسَدَ حَجُّهَا اِجْمَاعًا اور اسیطرح اگر عورت نے ذکر حمار کو یا ذکر مقطوع کو اپنی شرمگاہ مین داخل کر لیا تو اوسکا حج فاسد ہو گیا بالاتفاق وَیَمْضِیْ وُجُوْبًا فِیْ فَاسِدِهٖ کَجَائِزِهٖ وَیَذْبَحُ وَیَقْضِیْ وَلَوْ نَفْلًا اور واجب ہے کہ اپنے فاسد حج کو کئے جاوے جیسے حج جائز کو کرتے ہین یعنی فاسد جانکر اوسکو بالکل ترک نکر دے بلکہ جسقدر مناسک باقی رہگئے ہون اونکو پورا کرے اور ذبح کرے اور اگلے سال اس حج کو قضا کرے اگرچہ یہہ حج فاسد فرض نہو بلکہ نفل ہو تو بہی قضا واجب ہے ہم اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد کے مراسیل مین مروی ہے کہ ایکمرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونون محرم تھے سو رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا مسئلہ پوچھا حضرت نے فرمایا کہ تم دونون اپنے حج کو قضا کرنا اور ہدی لانا اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اگرچہ یہہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام اعظم کے نزدیک حجت ہے علاوہ اسکو دارقطنی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ جماع سے حج باطل ہوتا ہے سائل نے پوچھا جب حج باطل ہوا تو بیٹھہ رہے کہا نہین بلکہ لوگونکے ساتھہ جاوے جو لوگ کرتے ہین سو وہ بھی کرے یعنی مناسک کو عمل مین لاوے اور سال آیندہ قضا کرے اور ہدی لاوے اور عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا فتوی اسکے موافق ہے بیہقی نے کہا کہ ان آثار کی اسناد صحیح ہین اور امام مالک کی موطا مین علی مرتضی اور عمر فاروق اور ابوہریرہ سے اسی قسم کا فتوی ثابت ہے کذا فی فتح القدیر وَلَوْ اَفْسَدَ الْقَضَاءَ هَلْ یَجِبُ قَضَاءٌ کَالْاَدَاءِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ یَظْهَرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْقَضَاءِ الْاِعَادَةُ اور اگر سال آیندہ مین قضا حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہے یا نہین شارح کہتا ہے مین نے یہہ مسئلہ کسی کتاب فقہ مین نہین دیکھا اور ظاہرا قضا سے مراد یہان اعادہ ہے حج کا یعنی لغوی معنی مراد ہین ہم یہہ تقریر صاحب نہر کی ہے جو مصر کے جامع ازہر مین کسی طالب علم کے سوال کے جواب مین مذکور ہوئی تہی کذا فی النہر وَلَا یَفْتَرِقَانِ وُجُوْبًا بَلْ نَدْبًا اِنْ خَافَ الْوِقَاعَ اور جب زوجین قضا حج کو دوسرے سال آوین تو اونپر جدا رہنا واجب نہین بلکہ مستحب ہے اگر وقوع جماع کا خوف ہو اسواسطے کہ شفقت قضا حج کی ترک جماع مین کافی ہے وَوَطْیُهٗ بَعْدَ وُقُوْفِهٖ لَمْ یُفْسِدْهُ وَیَجِبُ بَدَنَةٌ وَبَعْدَ الْحَلْقِ قَبْلَ الطَّوَافِ فَشَاةٌ لِخِفَّةِ الْجِنَایَةِ اور جماع محرم کا بعد وقوف عرفات کے حج کو فاسد نہین کرتا اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہو چکا کہ جو عرفات مین ٹھہرا اوسکا حج تمام ہوا یعنی فساد سے محفوظ رہا اور اس جماع سے ایک اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے چنانچہ ابن عباس سے بھی مروی ہے کذا فی منح الغفار اور بعد سر منڈانے طواف الزیارۃ کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہے اسواسطے کہ ہلکا قصور ہے کیونکہ بعد حلق کے سوای عورتون کے سب اشیا محرم کو حلال ہو جاتے ہین تمام متون فقہ مین یہی روایت ہے ابن ہمام نے کہا کہ اسمین بھی اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا لازم ہے اور بحر الرائق مین اسکو رد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وَوَطْیُهٗ فِیْ عُمْرَتِهٖ قَبْلَ طَوَافِهٖ اَرْبَعَةً مُفْسِدٌ لَهَا فَیَمْضِیْ وَیَذْبَحُ وَیَقْضِیْ وُجُوْبًا وَوَطْیُهٗ بَعْدَ اَرْبَعَةٍ ذَبَحَ وَلَمْ

تفسیر خلافاً للشافعی اور وطی محرم کا بیچ عمرہ مین قبل طواف کرنے چار شوط کے مفسد ہی عمریکی تو بعد فاسد ہونے کے عمرہ کے افعال کو کرتا جاوی
اور ایک بکری ذبح کری اور عمرہ کو قضا کری بنابر وجوب کے اور وطی کرنا محرم کا عمرہ مین بعد چار شوط کے مفسد عمریکا نہین لیکن اس قصور کی
جزا مین ایک بکری ذبح کری بخلاف امام شافعی کے کہ اونکی نزدیک چار شوط کے بعد وطی سے عمرہ فاسد ہوتا ہی اسواسطے کہ عمرہ اونکی نزدیک فرض
ہے کذا فی الطحطاوی فان قتل محرم صیدا اے حیوانا بریّا متوحّشا باصل خلقتہ اگر قتل کری محرم صید یعنی شکار کو تو اوسپر جزا واجب ہے
صید کہتے ہین خشکی کے جانور کو جو اپنی اصل پیدائش سے وحشی ہو ہم خشکی کا جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل خشکی مین ہو اگرچہ پانی مین رہا کرتا ہو اور
دریائی جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل پانی مین ہو اگرچہ وہ خشکی مین رہا کرتا ہو چنانچہ مچھلی اور مینڈک اور کیکڑا اور دریائی کتا اور کچھوا اور گھڑیال
اور مگر تو انکی قتل مین محرم پر جزا واجب نہین اور خشکی کے جانور مین دوسری قید یہہ ہی کہ اپنی اصل خلقت مین وحشی ہو وحشی سے یہہ مراد ہی کہ جو آدمی کو
پکڑا چاہی تو بھاگ جاوی خواہ پانون سے خواہ پرون سے تو بلاؤ ہرن صید مین داخل ہی اسواسطے کہ اصلی وحشی ہے اور وحشی اونٹ اور گائی صید
مین داخل نہین ہی اسواسطے کہ انکی اصل خلقت مین وحشت نہین اور صید جانور ماکول اور غیر ماکول دونونکو شامل ہی تو سبکا قتل محرم کو حرام ہی حل اور حرم
دونون مین سوای اُن جانورون کے جو مستثنے ہین اور مصنف اونکو بیان کریگا کذا فی الفتح والطحطاوی او دل علیہ قاتلہ مصدقا لہ غیر عالم والمتصل
القتل بالدلالۃ والاشارۃ والدال والمشیر باق علی احرامہ واخذہ قبل ان ینفلت عن مکانہ یا محرم نے صید پر اوسکی قاتل کو دلالت کی یعنی
قاتل کو شکار بتا دیا کہ فلانے مکانمین ہی دلالت کی پانچ شرطین ہین ایک یہہ کہ قاتل دلالت کرنیوالیکی تصدیق کری تصدیق کا یہہ مطلب نہین کہ محرم سے
یون کہی کہ تو اس دلالت مین سچا ہی بلکہ تصدیق سے یہہ مراد ہی کہ اوسکی تکذیب نکری تو اگر قاتل نے ایک محرم کی تکذیب کی اور دوسری محرم کی دلالت سے
کی تصدیق کرکے صید کو مارا تو اول محرم پر جزا واجب نہوگی اور دوسری شرط یہہ ہی کہ قاتل صید سے واقف نہوا اور اگر وہ جانتا ہو تو محرم کی دلالت
جزا لازم نہوگی تیسری شرط یہہ ہی کہ قتل کرنا صید کا دلالت اور اشارت کے متصل واقع ہو چوتھی شرط یہہ ہی کہ محرم دلالت کرنیوالا اور اشارہ کرنیوالا
اپنے احرام پر باقی رہی صید کے قتل ہونے تک تو اگر بتانے کیوقت احرام ہو اور قتل کیوقت احرام اُتار چکا ہو تو اوسپر جزا لازم نہوگی پانچوین شرط یہہ ہی
کہ قاتل نے صید کو لیا ہو قبل اسکی کہ وہ اپنی جگہہ سے بھاگے یعنی جہان محرم نے قاتل کو صید بتایا تہا وہین اوسنے اوسکو گرفتار کیا اور اگر صید وہان
سے اوٹھ گیا اور دوسری مکانمین گرفتار ہوا تو محرم پر جزا لازم نہوگی دلالت اور اشارہ مین یہہ فرق ہی کہ دلالت غیبت مین ہوتی ہی اور اشارہ سامنے
ہوتا ہو بدأ او عودا سہوا او عمدا مبتدئا او عائدا محرم کا قتل کرنا صید کو یا اوسکا بتانا اور اشارہ کرنا اول مرتبہ مین ہو یا دوسری تیسری مرتبہ مین اول
بار قتل یا دلالت واقع ہوئی ہو یا دوبارہ بھولکر ہو یا جانکر صید مباح ہو یعنی جنگلی یا کسیکا مملوک لیکن صید مملوک مین دو قیمتین محرم پر واجب ہونگی
ایک قیمت مالک کیواسطے اور دوسری قیمت احرام کی جزا مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فعلیہ جزاؤہ ولو سبعا غیر صائل مستانسا او حماما ولو
مسرولا بفتح الواو وما فی رجلیہ ریش کالسراویل یعنے اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلالت کری تو اوسپر اوسکی جزا واجب ہی اگر صید ایسا درندہ جانور
ہو جسنے حملہ نہین کیا یا صید مانوس اور مالوف ہو جیسی بلاؤ ہرن یا کبوتر ہو اگرچہ مسرول کبوتر ہو مسرول بضم میم و فتح سین و سکون را و فتح واو اوس کبوتر کو
کہتے ہین جسکی پانون مین پر ہون مانند پاجامہ کی امام مالک کے نزدیک مسرول کبوتر صید نہین اسواسطے کہ وہ مانوس ہی وحشی نہین تو اوسکا حکم بطخ کی
برابر ہی ہم کہتے ہین کہ وہ باعتبار اپنی اصل خلقت کے وحشی ہی لیکن وہ اپنی بہاری پن سے اُڑ نہین سکتا کذا فی المنح او ہو مضطر الی اکلہ
کما یلزمہ القصاص لو قتل انسانا واکل لحمہ یا محرم بسبب گرسنگی وغیرہ کے صید کے کہانے مین مجبور اور مضطر ہو تو بھی اوسپر جزا واجب ہی جیسا کہ
محرم پر قصاص لازم ہی اگر وہ کسی انسان کو قتل کری اور اوسکا گوشت کہاوی اضطرار مین یعنی اضطرار سے صید کی جزا اور انسان مقتول کا قصاص ساقط
نہین ولکن المیتۃ تقدم علی الصید والصید علی مال الغیر ولحم الانسان قیل والخنزیر اور حالت اضطرار مین مردہ جانور کہانا مقدم ہی صید پر اور صید
مقدم ہی مال غیر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضعیف مین صید مقدم ہی سؤر پر ہم تقدیم مردار کی صید پر اسمین اختلاف روایت ہی فتاوی

قاضی خان مین مردار کو تقدیم ہی صید پر اور مبسوط مین صید کو تقدیم ہی مردار پر واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ولو للمیت میتًا لم یحل للعالی
کالا یؤکل طعام مضطر آخر اھ اگر میت پیغمبر ہو تو کسی حالین حلال نہین جیسے ایک مضطر کو دوسرے مضطر کا طعام کہانا جائز نہین وفی البزازیۃ الصید
المذبوح اولی اتفاقا اور بزازیہ مین ہی کہ ذبح کیا ہوا شکار کا کہانا بہتر ہے مردار کہانے سے بالاتفاق اسواسطے کہ مردار مین حرمت ذاتی ہے اور
شکار مین عارضی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی والجزاء ھو ما قوّمہ عدلان وقیل الواحد ولو القاتل یکفی فی مقتلہ او فی اقرب مکان
منہ ان لم یکن فی مقتلہ قیمۃ فاو للتنویع لا للتخییر اور صید کی جزاء وہ قیمت ہی جسکو دو عادل مسلمان مقرر کردین جس مکان مین کہ صید مقتول ہوا
یا اوس مکان مین جو مقتل کے نزدیک تر ہو اگر اوسکی مقتل مین قیمت نہو بسبب جنگل ہونے کے تو کلمہ او کا مصنف کی عبارت مین تقسیم کیواسطے ہی نہ واسطے
اختیار دینے کے اور قول ضعیف مین ایک عادل کا قیمت مقرر کردینا کافی ہے اگرچہ قاتل ہی قیمت کو ٹھہراوے ہم ایک عادل کا قیمت ٹھہرانا اسواسطے
ضعیف ہی کہ ظاہر النص قرآنی کے مخالف ہی اور نص مین ظاہرا دو عادل کا ہونا واجب معلوم ہوتا ہی نہ مستحب کذا فی فتح القدیر امام اعظم اور ابو یوسف
کے نزدیک جزاء صید مین قیمت لازم ہی اور امام شافعی اور محمد کے نزدیک ہمشکل ہونا صید کا جزا مین ضرور ہی چنانچہ ہرن مین بکری اور خرگوش مین بکری
کا بچہ اور شتر مرغ مین اونٹ اور گورخر کے قتل مین گائے اونکے نزدیک لازم ہی حق تعالی نے فرمایا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتلہ منکم متعمدا
فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ہدیا بالغ الکعبۃ او کفارۃ طعام مساکین او عدل ذلک صیاما یعنی صید کو نہ مارو محرم ہوکر اور جو تم مین سے
قصدا مارے تو جزا ہے مثل اوسکی جسکو مارا جانورون مین سے وہ جزا جسکو دو عادل شخص تم مین سے حکم کرین نیاز پہنچا کعبہ کو یا کفارہ طعام مساکین کا یا برابر اسکے صیام
تو امام شافعی کے نزدیک مماثلت ظاہری لازم ہے اور امام اعظم کے نزدیک مماثلت معنوی واجب ہی یعنی باعتبار قیمت کے اسواسطے کہ مماثلت مطلقہ تو
وہ ہی جو صورۃ اور معنی دونون ہو چنانچہ مشترک النوع مین سو مماثلت مطلقہ تو یہان بالاتفاق مراد نہین لہذا مماثلت معنوی مراد ہوئی اسواسطے کہ
شرع مین مماثلت معنوی ہی متعین ہی چنانچہ حقوق العباد مین کذا فی الہدایۃ وشروحہا والجزاء فی سبع الحیوان لا یؤکل ولو خنزیرا او فیلا
لا یزاد علی قیمۃ شاۃ وان کان السبع اکبر منہا لان الفساد فی غیر المأکول لیس الا باراقۃ الدم فلا یجب فیہ الا دم وکذا لو قتل
معلما ضمنہ لحق اللہ تعالی غیر معلم ولمالکہ معلما اور درندہ جانور کا بدلا زیادہ نہ کیا جاوے بکری کی قیمت سے درندہ جانور سے یہان
جانور مراد ہی جو حلال نہین اگرچہ سوئر ہو یا ہاتھی یا بندر تو غیر ماکول اللحم اگرچہ بکری سے جسم مین بڑا ہو بکری سے اوسکی قیمت زیادہ نکی جاوے گی اسلئے کہ
غیر ماکول اللحم کے قتل مین سوای خون ریزی کے کوئی فساد نہین کیونکہ اوسکا گوشت لائق کہانے کے نہین تو اوسمین واجب نہین مگر خونریزی سو بکری
مین حاصل ہے اور اسیطرح اگر محرم نے معلم درندہ کو قتل کیا مثلا شکاری چیتہ مارا تو حق اللہ مین غیر معلم کی جزا دیوے اور اوسکے مالک کو معلم کی قیمت
دے اسواسطے کہ ضمان مالک کا باعتبار اوسکے انتفاع کے ہے اور حق شرع باعتبار اوسکی ذات کے ہے قطع نظر تعلیم سے کذا فی المنح ثم لہ ای للقاتل ان
یشتری بہ ھدیا ویذبحہ بمکۃ او طعاما ویتصدق این شاء علی کل مسکین ولو ذمیا نصف صاع من بر او صاعا من تمر او شعیر
کالفطرۃ پہر دریافت کیا چاہیے کہ جب مقتول صید کی دو عادل قیمت ٹھہرادیوین تو قاتل کو اختیار ہی کہ اوس قیمت سے ہدی مول لے اور اوسکو مکہ مین
جاکر ذبح کرے یا اوسقدر قیمت کا طعام مول لے اور جہان چاہے تصدق کرے ہر محتاج کو نصف صاع گیہون یا پورا صاع کہجور یا جو مانند صدقہ
عید الفطر کے اگرچہ محتاج ذمی ہو طحطاوی نے کہا کہ ذمی کو دینا متن کے مخالف ہی اسواسطے کہ صدقات واجبہ کا ذمی کو دینا جائز نہین چنانچہ
کتاب الزکوۃ مین مذکور ہوچکا لا یجزیہ اقل او اکثر منہ بل یکون تطوعا کفایت نہین کرتا اس سے کمتر دینا یا اکثر دینا بلکہ اکثر دینا نفل صدقہ ہوگا
نہ واجب او صام عن طعام کل مسکین یوما یا ہر ہر مسکین کے طعام کی عوض ایک ایک دن روزہ رکہے خلاصہ یہ ہی کہ قاتل کو تینو امر مین اختیار ہی کہ
صید کی قیمت سے گائے یا بکری خرید کرکے حرم مین لیجاکر ذبح کرے یا اوس قیمت سے مثلا گیہون مول لیوے اور ہر مسکین کو نصف نصف صاع دیوے یا بجاے
نصف صاع کے ایک روزہ رکہے یعنی اگر پانچ فقیرونکو نصف نصف صاع گیہون پہنچتے ہون تو پانچ بلا فصل روزے رکہے اور اگر دس کو پہنچتے ہون تو دس روزے رکہے

وان فضل عن طعام مسکین نوع کان الواجب ابتداء اقل منه تصدق به او صام یوما بدله اور ایک مسکین کے حصہ سے اگر اناج بڑھ یا سرے
سے نصف صاع سے تھوڑا ہی واجب ہوا ہو مثلاً کنجشک تلی کے قتل سے ربع صاع گیہون واجب ہوئے ہون تو وہ تنہا ہی مسکین کو دیوے یعنی نصف صاع
سے کمتر یا اوسکے عوض ایکدن روزہ رکھے ولا یجوز ان یفرق نصف صاع علی مساکین قال المصنف تبعا للبحر هکذا ذکروه هنا وقدم
فی الفطرة الجواز فینبغی کذلک هنا اور جائز نہین نصف صاع کو چند مساکین پر بانٹنا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین بحرالرائق کی پیروی
کرکے کہا کہ اسیطرح فقہانے یہان یعنی جزاے صید مین ذکر کیا ہی اور صدقہ فطر مین اسکا جواز مقدم ہو چکا ہے تو یہان بھی اسیطرح لائق ہی علی الخصوص
نص نہ ہونی یہان مطلق ہے تو اپنی اطلاق پر جاری رہیگی کذا فی النہر وتکفی الاباحة هنا کدفع القیمة اور یہان اباحت طعام کافی ہی جیسے
قیمت دینی کی یعنی اطعام کی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ مساکین کو طعام کا مالک کردیوے دوسری صورت یہہ ہی کہ کھانا پکاکر دونون وقت اونکو پیٹ
بھر کے کہلا دیوے جیسا وہ کہا دین یا نصف نصف صاع کی قیمت ہر مسکین کو دیوے ولا ان یدفع کل الطعام الی مسکین واحد هنا بخلاف
الفطرة لان العدد منصوص علیه اور جائز نہین دینا سب طعام کا ایک مسکین کو یہان بخلاف صدقہ فطر کے اسواسطے کہ جزاء صید مین تعداد مساکین
مصرح ہو قرآن مین بلفظ جمع کما لا یجوز دفعه ای الجزاء الی من لا تقبل شهادته له کاصله وان علا وفرعه وان سفل وزوجته وزوجها
وهذا هو الحکم فی کل صدقة واجبة کما مرّ فی المصرف جیسا کہ جائز نہین دینا اس جزا کا ان لوگونکو جنکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین جیسے
اصل محرم کی اگرچہ اونچی ہو اور شاخ محرم کی اگرچہ نیچی ہو یعنی اپنے اصول اور فروع کو قریب ہون یا بعید دینا جائز نہین اور زوج کو اپنی زوجہ کا
دینا اور زوجہ کو اپنے زوج کا دینا جائز نہین اور یہی حکم ہی جمیع صدقات واجبہ مین کہ اصول اور فروع اور زوجین کو دینا جائز نہین چنانچہ اسکی
تفصیل مصرف زکوۃ مین مذکور ہو چکی ووجب بجرحه ونتف شعره وقطع عضو ما نقص ان لم یقصد الاصلاح فان قصده کتخلیص حمامة
من سنور او شبکة فلا شیء علیه وان ماتت اور شکار کے زخمی کرنے اور بال اکھاڑنے اور عضو کاٹنے سے واجب ہوتی جزا بقدر نقصان کے
بشرطیکہ یہہ امور محرم سے بقصد اصلاح نہ واقع ہوئی ہون سوا اگر بقصد اصلاح ہوئی ہون چنانچہ کبوتر کے چھڑانے مین بلی سے یا جال سے کچھ پر اکھڑ گئے تو اسصورت مین
محرم پر کوئی چیز واجب نہین اگرچہ وہ اسحال مین مر بھی جاوے ہم جزا بقدر نقصان کا یہہ مطلب ہی کہ صحیح سالم جانور کی قیمت کیجاوے پھر ناقص کی قیمت ٹھہرائی
جاوے تو جسقدر دونو قیمتون مین تفاوت ہو اوتنا محرم پر واجب ہی مثلاً صحیح سالم جانور کی ۳۰ درم قیمت ہو اور بعد زخمی ہونے یا عضو کاٹنے کے ۲۰
درم قیمت ہو جاوے تو دس درم محرم پر واجب ہونگے اس دس درم سے خواہ ہدی مول لیکر حرم مین ذبح کرے یا اناج لیکر مساکین کو صدقہ دیوے یا
بقدر اوسکے روزہ رکھے ووجب بنتف ریشه وقطع قوائمه حتی خرج من حیز الامتناع اور شکار کے پر اکھاڑنے اور پاؤن کاٹنے سے کل قیمت اوسکی
واجب ہی اسواسطے کہ وہ نکل گیا حد امتناع سے یعنی اگر جانور کو کوئی پکڑنا چاہے تو پرندہ اپنی پرون کے سبب سے اڑ جاتا ہی اور چوپایا اپنے پاؤن سے بھاگ جاتا
ہے پھر جب پرندہ کے پر اکھاڑ ہی یا چوپایہ کے پاؤن کاٹ لے تو وہ اب آپکو بچا نہین سکتا تو گویا اوسکو جان سے مار ڈالا کل قیمت اوسکی واجب ہوتی
کذا فی النہر والطحطاوی وکسر بیضه غیر المذر اور اوسکے انڈے کے توڑنے سے کل قیمت انڈے کی واجب ہی بشرطیکہ گندہ نہو اور اگر انڈا گندہ ہوگا تو محرم
پر کچھ واجب نہین وخروج فرخ میت به ای بالکسر اور قیمت واجب ہی مردہ بچہ نکلنے سے بسبب توڑنے انڈے کے یعنی جو زندہ بچہ کی قیمت ہو وہ
واجب ہو اور اگر توڑنے سے پہلے معلوم ہو کہ انڈے مین بچہ مردہ ہی تو کچھ واجب نہین اور اگر معلوم نہو کہ توڑنے سے پہلا بچہ زندہ تھا یا مردہ تو پوری
قیمت واجب ہی کذا فی الدرر وذبح حلال صید الحرم اور صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت واجب ہی یعنی جو شخص کہ احرام نہین باندہے ہو وہ حرم
کی شکار کو ذبح کرے تو اوسپر واجب ہی کہ اوسکی قیمت کو تصدق کرے یا ہدی مول لیکر حرم مین ذبح کرے لیکن غیر محرم کو صدقہ کے عوض روزہ رکھنا
جائز نہین اور اگر غیر محرم خود صید کو ذبح نکرے ہو بلکہ دوسرا شخص اوسکی دلالت سے ذبح کرے تو اوسپر کچھ لازم نہین کذا فی الطحطاوی وحلبه لبنه
اور قیمت دودہ کی واجب ہی صید حرم کے دودہ دوہنے سے وقطع حشیشه وشجره حال کونه غیر مملوک یعنی النابت بنفسه سوی کان مملوکا

اولاحتی قالوا لو نبت فی ملکه ام غیلان فقطعها انسان فعلیه قیمة لمالکها ولغیره لحق الشرع بناء علی قولهما للغنیة بمن تملک ارض
الحرم اور قیمت واجب ہے حرم کی گہاس اور حرم کے درخت کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر مملوک ہو یعنی خودرو جم اٹھا ہو بدون بیج انسان کے خواہ کسیکا مملوک
ہو یا نہو یہانتک فقہانے تصریح کی ہے کہ اگر ببول کا درخت جسکو کیکر بھی کہتے ہین حرم مین کسی شخص کی مملوک زمین کے اندر جم اوٹھا اور کسی آدمی نے اوسکو
کاٹ ڈالے تو کاٹنے والے پر دو قیمتین واجب ہین ایک قیمت اوسکے مالک کیواسطے اور دوسری قیمت حق شرع کیواسطے اس مسئلہ کی بنا ہے صاحبین کے مذہب
قول پر کہ زمین حرم کی مملوک ہے اور امام اعظم کے نزدیک زمین حرم وقف ہے تو مملوک نہین ہوسکتی ولا منبت الیس من جنس ما ینبته الناس
فلو من جنسه فلا شیٔ علیه اور دوسری شرط وجوب قیمت کی یہ ہے کہ وہ جمانیکا درخت نہو یعنی اُس قسم کا درخت نہو جسکو لوگ باعتبار اپنی عادت
کے بوتے اور جماتے ہین تو اگر اسکی ہم جنس ہو یعنی ایسا خودرو درخت ہو جسکو لوگ بوتے اور جماتے ہون تو اوسکو کاٹنے سے اوس شخص پر شرعاً
مواخذہ نہین ہان اگر کسیکی مملوک زمین پر ہوگا تو مالک کو البتہ قیمت دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیة الطحطاوی ہم کتب فقہ علی الخصوص شرح ہدایہ مین
مصرح ہے کہ حرم کی گہاس اور حرم کا درخت دو قسم ہین ایک قسم تو وہ درخت ہے جسکو لوگون نے بویا اور دوسری قسم وہ ہے جو خودرو ہے جیسے اکثر
جنگلی درخت تو جو انسان کا بویا ہے اوسکی دو قسمین ہین یا ایسا درخت ہے جسکو لوگ بوتے ہین بطور عادت کے یا ایسا ہے جسکے بونے کی عادت نہین ان
دونون قسمون کے کاٹنے مین جزا واجب نہین اور جو خودرو درخت ہے اوسکی بھی دو قسم ہین یا اُس جنس سے ہے جسکو لوگ بوتے ہون تو اسکے کاٹنے مین بھی
جزا واجب نہین یا ایسا خودرو درخت ہے جسکو انسان نہین بوتا تو فقط اسی چوتھی قسم کی گہاس اور درخت کاٹنے مین جزا واجب ہے کذا فی البدایہ اور
اس امر مین اصل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ مین ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہڑے ہوکر حمد الہی کی
بعد اوسکے فرمایا کہ حق تعالی نے مکہ سے ہاتھی کو یعنی اصحاب الفیل کو ہلاک کیا اور اپنے رسول اور مومنین کو مکہ پر مسلط کیا اور میرے واسطے ساعت بہر مکہ
حلال ہوگیا پہر اوسکی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جاوے اسکا درخت اور نہ ستایا جاوے یہان کا شکار اور نہ کاٹی جاوے یہانکی گیلی گہاس
حلال نہین یہانکی گری چیز تو عباسؓ نے کہا مگر اذخر کے کاٹنے کی اجازت ہو ہماری قبرون اور گہرون کیواسطے تو حضرت نے فرمایا مگر اذخر یعنی اوسکا
کاٹنا حرام نہین ہرچند ظاہر حدیث مین سوای اذخر کے کوئی گہاس اور درخت مستثنے نہین لیکن فقہانے بدلیل اجماع کے اقسام ثلثہ مذکورہ کو مستثنی کیا ہے
اسواسطے کہ حضرت کیوقت سے ابتک وہان زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری ہے بلا انکار علاوہ اسکے ممنوع تو حرم کا درخت اور گہاس ہے تو حرم
کیطرف اوسی درخت اور گہاس کی نسبت کاملہ ہوگی جو خودرو ہے اور انسان کیطرف منسوب نہین اور جسکو انسان نے بویا خواہ اوسکے بونے کی عادت ہو یا نہو
وہ انسان کیطرف منسوب ہوگیا کذا فی الہدایة والاختیار شرح المختار کمقطوع وشجر لم ینبت بالشجرة ولذا حل قطع الشجر المثمر لان اثماره اقیم مقام
الانبات چنانچہ حرم کے مقطوع درخت اور پتون مین مواخذہ شرع کا نہین بشرطیکہ پتون کا توڑنا درخت کو ضرر کر ہو اور چونکہ اُس گہاس اور درخت کی
کاٹنے مین کچھ جزا نہین جو مجانس ہو انسان کے بونے کا لہذا حلال ہے کاٹنا اُس درخت کا جو پہلتا ہو اسواسطے کہ اوسکا پہلنا قائم مقام ہے اوسکے بونے
اور جمانے کے فیمته فی محل ذکر الا ما جف او انکسر لعدم النماء او ذهب بحفر کانون او ضرب فسطاط لعدم امکان الاحتراز عنه لانه
قطع واجب ہے قیمت اُس چیز کی جسکے پر اکہاڑ ہی گئی یا مقطوع یا مکسور یا مذبوح ہوئی جمیع مسائل مذکورہ مین چنانچہ تفصیل اوسکی ترجمہ مین مفصل مذکور ہوچکی
مگر جو گہاس یا درخت خشک ہوگیا یا ٹوٹ گیا تو اوسکو قطع کرنے مین قیمت واجب نہین بسبب عدم نمو کے اسواسطے کہ جب درخت مین نمو نرہا تو وہ
درخت نرہا حطب ہوگیا یا درخت ضائع ہوگیا بسبب بھٹی کہودنے کے یا خیمہ گاڑنے کے اسواسطے کہ ایسے امور سے بچنا ممکن نہین اور دوسری علت یہ ہے کہ
اسسے ضامن ہوتا بالتبع ہو نہ بالاصالت والعبرة للاصل لا لغصنه اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہے نہ شاخ کا لیکن اگر ایک درخت کی جڑ حرم مین ہے
اور شاخین اوسکی حل مین تو وہ درخت حرم کا ہے اوسکے کاٹنے سے قیمت دینا واجب ہوگا اور اگر جڑ اوسکی حل مین ہے اور شاخین حرم مین تو وہ حل کا
درخت ہے نہ حرم کا وبعضه ای الاصل کهو ترجیحا للحرمة اور تھوڑی سی جڑ کا ہونا حرم مین تمام جڑ کی برابر ہے بنا بر ترجیح حرمت کے والعبرة

لمکان الطیران کان علی غصن بحیث لو وقع الصید وقع فی الحرم فهو صید الحرم ۱۲ اور اعتبار اوڑنیوالیکے مکان کا ہی سو اگر پرندہ شاخ پر ہو اسطرح کہ اگر شکار گرے تو حرم کی زمین مین گرے تو وہ حرم کا شکار ہی اور اگر حرم مین نگرے تو وہ حرم کا شکار نہین ولو کان قوائم الصید القائم فی الحرم ورأسه فی الحل فالعبرة لقوائمه وبعضها ککلها لا لرأسه وهذا فی القائم فلو نائما فالعبرة لرأسه لسقوط اعتبار قوائمه فاجتمع المبیح والمحرم ۱۲ اور اگر کھڑی صید کے پانون حرم مین ہون اور اوسکا سر حل مین تو اعتبار اوسکے پانون کا ہی یعنی وہ شکار حرم کا گنا جاویگا اور بعضے پانون کا حرم مین ہونا سب پانون کی برابر ہی یعنی اگر ایک پانو بھی حرم کی زمین مین ہوگا تو وہ حرم کا شکار ہی نہین اعتبار ہی شکار کے سر کا یعنی اگر اوسکے پانون حل مین ہون اور سر حرم مین تو وہ شکار حل کا ہی نہ حرم کا اور یہ حکم کھڑے شکار کا ہی سو اگر صید سوتا ہو یعنی لیٹا ہو تو اوسکے سر کا اعتبار ہی اسواسطےکہ اُس حال مین اوسکے پانون کا اعتبار ساقط ہی تو یہان دو امر جمع ہوئی ایک اباحت کا اور دوسرا تحریم کا تو تحریم کا غلبہ ہوگا سو اگر صید لیٹا ہوا وہ اسکا سر حرم مین ہوا اور پانون حل مین تو وہ حرم کا صید ہی اور اگر سر اوسکا حل مین ہو تو وہ حل کا صید ہو والعبرة للحالة التی رماه من الحل بسهم فی الحرم یجب الجزاء استحسانا بدائع اور اعتبار پھینک مارنے کی حالت کا ہی یعنی اگر غیر محرم نے حل سے بندوق یا تیر مارا شکار کو تو اوسپر جزا نہین تو بنابر استحسان کے اوسپر جزا واجب ہی جزا ہی لیکن اگر حل سے مارا اور حرم مین تیر گذرا اور شکار کو لگا کذا فی البدائع م فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر رامی اور مرمی دونون حرم مین ہون یا ایک حرم مین ہو تو جزا واجب ہی اور اگر دونون حل مین ہون تو جزا واجب نہین بشرطیکہ تیر حرم مین ہوکر نہ نکلا ہوا اور یہی حکم ہی باز اور شکاری کتا چھوڑنے کا ولو شوی بیضا او جرادا او حلب لبن صید فضمنه المحرم اکله وجاز بیعه ویکره ویجعل ثمنه فی الفداء ان شاء لعدم الذکاة بخلاف ذبح المحرم او صید الحرم فانه میتة اور اگر محرم کا انڈا یا ٹڈی پکائی یا شکار کا دودھ دوہا اور اوسکی قیمت کا ضمان دیا تو اوسکا کھانا حرام نہین اور اوسکا بیچنا جائز ہی اور مکروہ ہی اور اگر چاہی تو اوسکو بیچکر اوسکی قیمت کو جزا مین دیدے اسلئے کہ انڈے اور ٹڈی کا کھانا اور بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ اونمین ذبح کا شرط نہین بخلاف ذبح محرم کے اور شکار حرم کے کہ وہ مردار ہی یعنی اگر محرم نے شکار ذبح کیا خواہ حل مین خواہ حرم مین یا غیر محرم نے حرم مین شکار ذبح کیا تو وہ مردار ہوگیا اسواسطےکہ ذبح کرنا فعل مشروع ہی سو محرم پر اور حرم کی صید پر حرام ہی تو اسکا کھانا اور بیچنا جائز نہین کذا فی المنح من السراجیة اور محرم کو صید کا زندہ بیچنا بھی جائز نہین اسواسطےکہ حق تعالی نے فرمایا محرمین کو تمپر حرام ہی صید خشکی کا تو شکار اوسکی حق مین ایسا ہوگیا جیسی شراب کذا فی فتح القدیر ولا یرعی حشیشه بدابة ولا یقطع الا الاذخر اور نہ چرائی جاوی گہاس حرم کی امام اعظم اور محمد کے نزدیک کذا فی البدایة اور نہ کاٹی جاوی اوسمین سے سوای اذخر کے ہم اذخر کا کاٹنا درست ہوگیا بالتماس عباس ؓ کے چنانچہ صحاح ستہ کی حدیث مین مذکور ہوچکا اذخر بکسر اول وثالث ایک خوشبودار گہاس ہی جسکو ہندی مین گندھ بیس اور گنہ بیل اور بعضے مکہ کی گہاس کہتے ہین فلا بأس باخذ کماة لانها کالجاف کچھ مضائقہ نہین حرم کی کُھنبی کے لینی مین اسواسطےکہ وہ خشک سی چیز ہے گہاس نہین ہی وتقتل قملة من بدنه او القائها او القاء ثوبه فی الشمس لتموت تصدق بما شاء کجرادة اور اپنی بدن کی جون مارنے سی یا اوسکو ڈالدینی سے یا اپنی کپڑے کو دہوپ مین ڈالنی سی تاکہ وہ مرجاوی صدقہ دی جتنا چاہی جیسی ٹڈی کے مارنے مین صدقہ دینا واجب ہی یعنی ٹکڑا روٹی یا کہجور یا مٹھی اناج ہم اپنے بدن کی جون کا مارنا اسواسطے منع ہوا کہ وہ بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے اور میل کا چھڑانا بدن سے محرم کو جائز نہین مانند بال کی ولہذا دوسرے شخص کے بدن کے جون مارنا یا زمین کی گری جون کو مارنا جائز ہے اور اگر کپڑا دہوپ مین ڈالے اور جون مارنے کی نیت نہو تو اوسپر جزا واجب نہین کذا فی المنح ابوداود اور ترمذی مین ابوہریرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹڈی کو کہاؤ کہ وہ دریا کا صید ہی تو بموجب اس حدیث کے ٹڈی کے قتل مین کچھ مضائقہ نہین لیکن امام مالک کے موطا مین عمر فاروق ؓ سے ثابت ہی کہ محرم کے ٹڈی مارنے مین فرمایا التمرة خیر من جرادة یعنی ایک کہجور بہتر ہوا اسواسطے کہ کہجور بہتر ہے ٹڈی سے اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے بھی اسطرح روایت کی ہی اور تمام اصحاب مذاہب حضرت عمر فاروق ؓ کے تابع ہین واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ویجب الجزاء فیها ای القملة بالدلالة کما فی الصید اور واجب ہی جزا جون مین بتانے سی بھی جیسا کہ صید مین بتانے سے بھی واجب ہی یعنی اگر محرم نے اپنے بدن کی جون کسیکو دکہائی یا اشارہ کیا اور دوسرے نے مار ڈالی تو محرم پر جزا واجب ہوگی ویجب فی الکثیر منه نصف

صاع والکثیر هو الزائد علی ثلثة والجراد کالقمل بحر اور کثرت سے جون مارنے مین نصف صاع کا صدقہ واجب ہی اور کثیر وہی جو تین سے زائد ہو
اور دو تین جون کی برابر ہی قلیل اور کثیر کی وجوب جزا مین کذا فی البحر اور فتاوی قاضیخان مین ہی کہ دس یا زیادہ کثیر ہین اور اس سے کم قلیل کذا فی
الطحطاوی ولا شیء بقتل غراب الا العقعق علی الظاهر ظهیریه وتعمیم البحر ردّه فی النهر اور کچھ جزا نہین نہ محرم پر نہ غیر محرم پر کوے کے
قتل کرنے مین سوای عقعق کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظهیریة اور بحر الرائق کی تعمیم کو رد کیا ہی نہر الفائق مین بحر الرائق مین کہا کہ تینون قسم کے کوے کا
مارنا درست ہی تو اسمین عقعق بھی آگیا کہ موذی ہی ہمیشہ جانور کے سبز کو چونچ سے کھودتا ہی نہر الفائق مین کہا کہ بدائع مین ابو یوسف سے مصرح روایت ہی کہ
حدیث مین اُس کوے کے قتل کرنیکا حکم ہے جو نجاست کھاتا ہی یا دانہ اور نجاست دونون کھاتا ہی اور یہی قسم موذی ہی اور معراج الدرایة مین ہی کہ عقعق جانور کو
اکثر نہین ستاتا ہی تو دوام ایذا رسانی کا دعوی منہدم ہوگیا اور ظہیریہ مین ہی کہ عقعق مین دو روایتین ہین ظاہر روایت یہہ ہی کہ وہ صید مین داخل ہی طحطاوی
نے کہا کہ عقعق ایک پرندہ ہی اُسکا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہی اوسکی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہی والحدأة بکسر ففتحتین وجوّز البرجندی ضمّ
فتح الحاء اور چیل کے قتل مین کچھ نہین شارح کہتا ہی حدأة بکسر حا و فتح دال و ہمزہ اور برجندی نے حا کا فتحہ بھی تجویز کیا ہی مگر حدأة بفتح
اول دو نوک کی تیر کو کہتے ہین اور ظاہر تو بکسر اول ہی کذا فی القاموس وذئب وحیة وعقرب وفارة بالهمزة وجوّز البرجندی التسهیل وکلب
عقور ای وحشی اما غیرہ فلیس بصید اصلا اور بھیڑیے اور سانپ اور بچھو اور چوہے اور کلب عقور یعنی وحشی کتے کے قتل مین کچھ جزا نہین اور وحشی
کتے کے سوا یعنی اہلی کتا ہرگز صید نہین شارح کہتا ہی کہ فارہ کا لفظ بہمزہ ساکنہ ہی اور برجندی نے اوسمین تسہیل بھی جائز رکھی ہی یعنی ہمزہ اور الف
کے بین بین مین پڑہنا اور وحشی کتا ہرچند صید ہی لیکن بسبب اوسکی ایذا رسانی کے جزا اوسکی قتل کے ساقط ہوگئی صاحب نہر الفائق نے اپنی کتاب مین
سقوط جزا کی علت اسیطرح بیان کی ہی اور بخاری اور مسلم مین ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ موذی جانور ہین کہ حل اور حرم مین مارے
جاتے ہین کوا اور چیل اور بچھوا اور چوہا اور کلب عقور اور مسلم کی دوسری روایت مین سانپ مذکور ہی بچھو کے عوض اور صحیح بخاری و مسلم کی روایت عبد اللہ بن عمر
یون ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے مارنے مین محرم پر کچھ گناہ نہین اور دار قطنی اور طحاوی کی حدیث مرفوع مین محرم کو بھیڑیے کے
قتل کی اجازت ہی اور سنن ابی داؤد کی حدیث مرفوع مین سبع عادی کے قتل کرنے کی محرم کو اجازت ہی یعنی وہ درندہ جو حملہ کرے کذا فی فتح القدیر وبعوض
وحمل لکن لا یحل قتل ما لا یوذیه ولذا قالوا لم یحل قتل الکلب الاهلی اذا لم یوذ والامر بقتل الکلاب منسوخ کما فی الفتح ای اذا لم یضر اور مچھر اور چیونٹی کے
قتل مین کچھ نہین خواہ بڑی قسم کا مچھر ہو یا چھوٹا اور چھوٹی چیونٹی ہو یا بڑی مارنا سب کا جائز ہے لیکن اگر ایذا نہ دے تو مارنا حلال نہین کذا فی النہر لہذا
فقہا نے کہا ہی کہ کلب اہلی یعنی پلاؤ کتا جبکہ موذی نہو تو اوسکا مارنا حلال نہین اور کتون کے قتل کرنیکا حکم جس حدیث مین ہی سو وہ منسوخ ہی کذا
فی الفتح یعنی اوسصورت مین ہی جبکہ کتے ضرر نکرتے ہون اسواسطے کہ ملتقط مین مصرح ہی کہ جب کتے ایک گانو مین زیادہ ہو جاوین اور وہان کے لوگون کو
ضرر پونہچاتے ہون تو وہان کے لوگ کتون کو قتل کروا ڈالین کذا فی النہر وبرغوث وقراد وسلحفاة بضم ففتح فسکون وفراش وذباب و
وزغ وزنبور وقنفذ وصرصر وصیاح لیل وابن عرس وام حبین وام اربعة واربعین وکذا جمیع هوام الارض لانها لیست بصیود
ولا متولدة من البدن اور پسو اور چیچڑی اور کچھوا اور پتنگا اور مکھی اور گرگٹ اور بھڑ اور سیہی اور جھینگر اور نیولا اور ام حبین اور
کنکھجورا اور ایسی جمیع حشرات الارض کے قتل کرنے مین محرم پر کوئی جزا لازم نہین اسواسطے کہ یہہ جانور اور کیڑے صید نہین ہین اور نہ انسان کے بدن سے
پیدا ہوتے ہین جنکے قتل سے جزا لازم آوے صرصر اور ام حبین دو چھوٹے جانور ہین کذا فی القاموس وسبع ای حیوان ما صائل لا یمکن دفعه
الا بالقتل فلو امکن بغیرہ فقتله لزمه الجزاء کما تلزمه قیمته لو مملوکة اور درندہ یعنی ایسے کسی جانور حملہ کرنیوالے کے قتل سے جزا لازم نہین
جسکا ہٹانا بدون قتل کے ممکن نہو تو اگر بدون قتل کے دفع کرنا ممکن ہو اور پہر بھی اوسکو قتل کریگا تو اوسپر جزا لازم ہوگی جیسے کہ قاتل پر قیمت
لازم ہوگی اگر حملہ کرنیوالا جانور کسیکا مملوک ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تشبیہ دینے سے معلوم ہوا کہ سبع مملوک مین دو قیمتین لازم ہونگی ایک

حق شرع کی قیمت سو بکری کی قیمت سے ... وہ نہوگی اور دوسری حق مالک کی قیمت جسقدر کہ ہو ولہ ذبح شاۃ ولو ابوھا ظبیا لان الام ھے
الاصل و بقر و بعیر و دجاج و بط اھلی اور جائز ہی محرم کو ذبح کرنا بہیڑ بکری کا اگرچہ اوسکا باپ ہرن ہو اسواسطے کہ بچہ میں ماں ہی اصل ہوتی ہے
اور جائز ہی ذبح کرنا گاے اور اونٹ اور مرغی اور بط اہلی کا اسواسطے کہ یہہ جانور اصل خلقت میں وحشی نہیں تو یہہ صید میں داخل نہیں کہ محرم کو ذبح
کرنا حرام ہو بط اہلی سے وہ بط مراد ہی جو گہروں میں اور حوضوں میں رہتی ہوں اسواسطے کہ وہ بنا بر اصل خلقت کے مالوف اور مانوس ہوتی ہی بخلاف
وحشی بطکے جو جنگل میں اوڑتے پہرتے ہیں کہ اوسکو ذبح کرنے میں محرم پر قیمت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی واکل ما صادہ حلال ولو لمحرم وذبحہ
فی الحل بلا دلالۃ محرم ولا امرہ بہ ولا اعانتہ فلو وجد احدھا حل للحلال لا للمحرم علی المختار اور جائز ہی محرم کو کہانا اوس شکار کا
جسکو غیر محرم نے شکار کیا ہو اور حل میں ذبح کیا ہو اگرچہ محرم ہی کیواسطے شکار کیا ہو تو بھی جائز ہی بشرطیکہ محرم نے شکار کو نہ بتایا ہو اور نہ اجازت دی
ہو شکار کرنیکی اور نہ اوسپر اعانت کی ہو سو اگر ان امور ثلثہ سے ایک امر بھی پایا جاویگا تو وہ شکار غیر محرم کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہوگا بنابر
قول مختار کے جسکو طحاوی نے روایت کیا ہی امام مالک اور شافعی کے نزدیک اگر غیر محرم شکار کریگا محرم کیواسطے تو اوسکا کہانا محرم کو حلال نہیں بدلیل ترمذی
اور ابو داؤد کی حدیث کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صید تمپر حلال ہی جبتک کہ تم نہ شکار کرو یا تمہارے واسطے شکار کیا جاوے اسکا
جواب یہہ ہی کہ اس حدیث کی یحیی بن معین نے تضعیف کی ہی اور اگر صحیح بھی ہو تو یہہ مطلب ہی کہ جب محرم کے امر سے شکار ہوا ہو تو حلال نہیں اور امام اعظم کی
دلیل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ میں ابو قتادہ سے مروی ہی کہ حضرت کے اصحاب بعضے محرم تھے اور بعضے غیر محرم سو میں نے ایک گورخر کو دیکہا اور اوسکو
شکار کیا اور اصحابنے اوسکو کہایا اور اسکا سوال حضرت سے کیا فرمایا کہ کسی نے تمسے امر کیا تہا شکار کا یا اوسکی طرف اشارہ کیا تہا اصحابنے کہا کہ نہیں
حضرت نے فرمایا تو کہاؤ باقی گوشت کو اور مسلم کی روایت یوں ہی کہ کیا تمنے اشارہ کیا تہا یا اعانت کی تھی اصحابنے کہا کہ نہیں فرمایا کہ کہاؤ
طحاوی نے کہا کہ ابو قتادہ نے فقط اپنے واسطے شکار نکیا تہا بلکہ محرم اصحاب کیواسطے بھی کیا تہا پہر بھی حضرت نے اسکو مباح فرمایا کذا فی العینی شرح الکنز
وتجب قیمتہ بذبح حلال صید الحرم ویتصدق ولا یجزیہ الصوم لانھا غرامۃ لا کفارۃ حتی لو کان الذابح محرما اجزاہ الصوم وقیدنا بالذبح
لانہ لا شئ فی الدلالۃ الا الاثم صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت اوسکی واجب ہے تو اوس قیمت کو تصدق کردے یا اوس سے ہدی مول لیکر
حرم میں ذبح کردے کذا فی الطحطاوی اور کفایت نہیں کرتا اوسکو روزہ رکہنا اسواسطے کہ یہہ جزا غیر محرم پر ڈانڈ ہے نہ کفارہ یہانتک کہ اگر ذبح کرنیوالا صید
حرم کا محرم ہوگا تو اوسکو روزہ رکہنا کافی ہوگا اور مصنفنے ذبح کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غیر محرم شکار حرم پر دلالت کریگا تو اوسپر کچہہ جزا واجب
نہیں سوای گناہ کے ومن دخل الحرم ولو حلالا او احرم ولو فی الحل وفی یدہ حقیقۃ یعنی الجارحۃ صید وجب ارسالہ ای اطلاقہ او
ارسالہ للحل ودیعۃ قہستانی علی وجہ غیر مضیع لہ لان تسییبہ الا انہ محرم بحر اور جو شخص کہ حرم میں داخل ہو اگرچہ احرام نہ باندہے ہو یا جسنے
کہ احرام باندہا اگرچہ حل کے اندر احرام باندہا ہو اور اوسکے حقیقی ہاتہہ میں صید ہو حقیقی ہاتہہ سے جسمی ہاتہہ مراد ہی جسکو جارحہ کہتے ہیں تو اوس شخص
پر واجب ہے صید کا چہوڑ دینا یعنی اوڑا دینا طائر کا یا حل میں اوسکو بہیجدینا کسیکے پاس بطور امانت کے کذا فی القہستانی حل میں جانور کو اسطرح روانہ کرے کہ وہ
ضائع نہو یعنی چوپائے کو مطلق العنان نکردے اسواسطے کہ چوپائے کا چہوڑ دینا بطور سانڈ کے حرام ہی کذا فی البحر حرم میں جانور کا چہوڑ دینا اسلئے
واجب ہوا کہ جب حرم میں داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہوگیا کذا فی النہر وفی کراھیۃ جامع الفتاوی شری عصافیر من الصیاد واعتقہا جاز
ان قال من اخذھا فھی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل لا لانہ تضییع للمال انتہی قلت وحینئذ فیتقید الاطارۃ بالاباحۃ فتنبہ
اور جامع الفتاوی کی کتاب الکراہیۃ میں مذکور ہی کہ ایک شخص نے شکاری سے چڑیاں مول لیں اور اونکو چہوڑ دیا تو جائز ہے اگر چہوڑتے وقت یہہ کہا ہو کہ جو انکو
پکڑلے وہ انکا مالک ہی اور اسکے چہوڑ دینے سے اسکی ملک سے وہ باہر نہیں ہوتیں خواہ کلام مذکور کہے یا نہ کہے کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ انکا چہوڑنا
جائز نہیں کہ مال کا ضائع کرنا ہی انتہی کلام الفتاوی شارح کہتا ہی جبکہ جامع الفتاوی سے اعتاق طیر کا مفصل حکم معلوم ہوا تو ظاہر ہے کہ اوڑا دینا اباحت کے

سفید کرنا چاہیے قبل اڑانے کے یعنی اڑانے سے پہلے یون کہنا چاہیے کہ جو اسکو پکڑ لے وہ اسکا مالک ہے کذا فی الملتقط وفی کراھیۃ مختارات
النوازل سیّب دابّۃ فاخذھا آخر واصلحھا فلا سبیل للمالک علیھا ان قال عند تسییبھا ھی لمن اخذھا وان قال
لاحاجۃ لی بھا فلہ اخذھا والقول بیمینہ انتہٰی اور مختارات النوازل کی کتاب الکراہیۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے
چوپایا چھوڑ دیا سو دوسرے شخص نے اوسکو پکڑ لیا اور اوسکو آراستہ کیا تو مالک اول کو اوسپر اختیار نہین بشرطیکہ چھوڑنے وقت اوسنے یہہ کہا کہ
اوسکا ہی جو اسکو لیوے اور اگر چھوڑنیکے وقت یون کہا ہو کہ مجکو اسکی کچھہ حاجت نہین تو مالک اول کو اوسکا لینا جائز ہی اور مالک ہی کا قول اسمین
قسم کیساتھہ معتبر ہوگا انتہی کلامہ لایجب ان کان الصید فی بیتہ لجریان العادۃ الفاشیۃ بذلک وھی من احدی الحجج چھوڑنا واجب
نہین اگر صید محرم کے گہر مین ہو بسبب جاری رہنے عادت ظاہرہ کے اسمین اور جریان عادت دلائل شرعیہ مین سے ایک دلیل ہے یعنی صحابہ کبار
احرام باندہتے تھے اور اونکے گہرون مین صید اور داجن موجود رہتے تھے اور اونسے منقول نہین کہ وہ چھوڑ دیتے ہون تو یہہ اجماع فعلی ہوا اور اجماع
حجت شرعی ہے داجن اوس جانور کو کہتے ہین کہ جو مکان سے مالوف ہو اصل اوسکی وحشی ہو یا مانوس چنانچہ ہرن اور کبوتر اور بکری کذا فی النہر
والمنح ہم جریان عادت قرون ثلثہ یعنے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی البتہ حجت ہے کہ اونکے حق مین خیر القرون وارد ہے اور یہہ مطلب نہین کہ
ہر قرن کی جریان عادت حجت شرعی ہے واللہ اعلم او قفصہ ولو القفص فی یدہ بدلیل اخذ المصحف بغلافہ للمحدث یا صید پنجری
مین ہو تو بھی اوسکا چھوڑ دینا واجب نہین اگرچہ پنجرا محرم کے ہاتھہ مین ہو بدلیل لینے مصحف کے ساتھہ غلاف کے محدث کو یعنی جیسے بے وضو کو مصحف کا
ہاتھہ مین لینا جائز نہین لیکن اگر جزدان مین ہو تو لینا اوسکا درست ہے اسیطرح محرم کو صید کا ہاتھہ مین لینا جائز نہین لیکن اگر وہ پنجرے مین ہو تو پنجرے
کا ہاتھہ مین لینا درست ہے اسواسطے کہ صید پنجرے مین ہے نہ ہاتھہ مین اور بعضون نے کہا کہ پنجرے مین لینا ہاتھہ مین لینے کی برابر ہے اس دلیل سے کہ جو
پنجرے کو غصب کرے وہ صید کا غاصب شمار ہوگا کذا فی النہر ولایخرج الصید عن ملکہ بھذا الارسال فلہ امساکہ فی الحل ولہ اخذہ من
انسان اخذہ منہ لانہ لم یرسلہ عن اختیار اور صید اس چھوڑ دینے سے محرم یا حلال کی ملک سے نہ نکل جائیگا تو اوسکو بعد فراغت احرام کے صید کا پکڑ رکھنا
حل مین جائز ہی اور اوسکو لینا صید کا اوس آدمی سے جائز ہے جسنے صید کو اوس سے لے لیا تھا اسواسطے کہ اوسکا چھوڑ دینا اختیار سے نہ تھا بلکہ مجبوری احرام
یا بضرورت دخول حرم تھا فلو کان جارحا کباز فقتل حمام الحرم فلاشئ علیہ بفعل ما وجب علیہ پھر اگر صید پھاڑنیوالا ہو چنانچہ باز سو وہ حرم کے
کبوتر کو مارے تو چھوڑ دینے والے پر کچھہ جزا لازم نہین اسواسطے کہ اوسنے وہ کیا جو اوسپر واجب تھا یعنی محرم پر صید کا چھوڑ دینا واجب تھا سو اوسنے چھوڑ دیا اب
اگر وہ کسی جانور کو مارے تو اسکا کیا قصور فلو باعہ رد البیع ان بقی والا فعلیہ الجزاء لان حرمۃ الحرم والاحرام تمنع بیع الصید سو اگر صید کو
بیچا تو بیع کو پھیرے اگر صید باقی ہو اسواسطے کہ بیع فاسد ہے اور اگر صید مرگیا ہو یا مشتری سے نکلنا ہو تو بائع پر جزا واجب ہے اسواسطے کہ حرمت حرم اور احرام
باندہنی کی صید کے بیچنے کی مانع ہے اور اگر بائع اور مشتری حرم میں ہون اور صید حل مین ہو تو شیخین کے نزدیک بیع جائز ہے کذا فی المنح ولو اخذ حلال صیدا
فاطلقہ محرم ضمن مرسلہ من یدہ الحکمیۃ اتفاقا ومن الحقیقیۃ عندہ خلافا لھما وقولھما استحسانا کما فی البرھان پھر اگر غیر محرم نے حرم کا صید پکڑا
پھر احرام باندھا تو ضمان دیگا اوسکا چھوڑ دینے والا اوسکی حکمی ہاتھہ سے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی اگر گہر مین سے یا پنجرے سے کوئی شخص اوس صید کو
چھوڑ دیگا تو اوسکو بالاتفاق ضمان دینا ہوگا اور اگر اوسکے حقیقی ہاتھہ سے کوئی چھوڑ دیگا تو امام اعظم کے نزدیک اوسپر ضمان لازم ہوگا بخلاف صاحبین
کے نزدیک اور صاحبین کا قول ثابت ہے بدلیل استحسان کے کما فی البرہان استحسان یہہ ہے کہ چھوڑنے والے نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا وما علی المحسنین
من سبیل جیسے خلاف شرع باجون کے توڑنے مین ضمان نہین صاحب بحر نے کہا کہ صاحبین کا قول لائق فتوی کے ہے چنانچہ آلات لہو کے توڑنے مین انہین کا
قول مفتی بہ ہے کذا فی المنح ولو اخذہ محرم لایضمن مرسلہ اتفاقا لان المحرم لایملکہ وحینئذ فلا یاخذہ ضمن آخذہ اور اگر محرم کا صید محرم نے پکڑا
تو اوسکو چھوڑ دینے والے پر ضمان لازم نہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ محرم اوسکا مالک ہی نہین ہوتا مانند خمر اور خنزیر کے اور اوسوقت مین یعنی جبکہ محرم

مالک ہی نہوا تو محرم نہ لیگا صید کو اوس شخص سی جسنے اُس سی لے لیا اگرچہ حل مین ہو کذا فی الطحاوی والصید لا یملکہ المحرم بسبب اختیاری کشراء
وہبۃ بل بسبب جبری والسبب الجبری فی احدی عشر مسئلۃ مبسوطۃ فی الاشباہ ولذا قال تبعًا للبحر عن المحیط کالارث وجعلہ فی
الاشباہ بالاتفاق لکن فی النہر عن السراج انہ لا یملک بالمیراث وھو الظاہر اور صید کا مالک نہین ہوتا محرم اختیاری سبب سے مانند بیع اور ہبہ اور صدقہ
اور وصیت کے بلکہ جبری یعنی غیر اختیاری سبب سے مالک ہوتا ہی اور جبری سبب کہ ملک حاصل ہوتی ہی گیارہ مسئلو نمین جو اشباہ مین شرح مذکور ہین سو اسیواسطے
باتباع بحر الرائق عن المحیط مصنف نے جبری سبب کی مثال دی کہ جیسے وراثت یعنی محرم صید کو بوراثت البتہ مالک ہوتا ہی اور اسکو اشباہ مین صاحب بحر نے
اتفاقی قول قرار دیا ہے لیکن نہر الفائق مین سراجیہ سی منقول ہی کہ محرم صید کو میراث سی بھی مالک نہین ہوتا اور یہی قول ظاہر ہی اسواسطے کہ محرم کے حق مین
صید محرم العین ہی مطلقا لقولہ تعالی (وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما) شارح نے اشارہ کیا کہ ماتن کا قول خلاف ظاہر ہی تو متن مین داخل کرنا
اسکا مناسب نہ تھا فان قتلہ محرم اخر بالغ مسلم ضمنا جزائین الاخذ بالاخذ والقاتل بالقتل پھر اگر محرم کی پکڑی صید کو دوسرے بالغ مسلم محرم نے
قتل کیا تو دونون محرم دو جزا کا ضامن ہین پکڑنیوالا محرم تو پکڑنیکی جزا دیوے اور قاتل قتل کرنیکی ہم محرم قاتل مین جیسے بالغ اور مسلم کی قید شارح نے لگائی ویسا ہی عاقل
کی بھی قید لگانا تھا تاکہ مجنون نکلجاتا جیسے کہ صغیر اور نصرانی دونون قید دنسے نکل گیا کذا فی حاشیۃ الطحاوی ورجع اخذہ علی قاتلہ لانہ قرر علیہ
ما کان بعرض السقوط اور پکڑنے والا محرم قاتل محرم سے پھیر لے جسقدر کہ اوسنے ضمان دیا اسواسطے کہ قاتل نے پکڑنیوالے پر اوسکو ثابت کر دیا جو معرض سقوط
مین تھا یعنی اگر قاتل اوسکو قتل نکرتا اور پکڑنیوالا صید کو چھوڑ دیتا تو جزا ساقط ہوجاتی اور جبکہ قاتل نے اوسکو قتل کر ڈالا تو اب جزا پکڑنیوالے پر متعین ہوگئی
وہذا ان کفّر بمال وان بصوم فلا یرجع علی ما اختارہ الکمال لانہ لم یغرم شیئًا اور یہ پھیر لینا قاتل سے اُس شرط پر ہی جبکہ پکڑنیوالے نے مال کا کفارہ دیا
ہو اور اگر اوسنے اوسکی جزا مین روزے رکھے ہون تو پھیر لینا نہین پہونچتا بنا بر اُس قول کے جسکو کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر نے پسند کیا ہی اسواسطے کہ
اوسنے کچھ ڈانڈ نہین دیا جسکو پھیر لے اور زیلعی نے بھی اسی قول پر یقین کیا ہی اور مبسوط مین بھی یہی قول مصرح ہی کذا فی المنح ولو کان القاتل بہیمۃ
لا یرجع علی ربہا ولو صبیا او نصرانیا فلا جزاء علیہ للہ تعالی ولکن یرجع الاخذ علیہ بالقیمۃ لانہ یلزمہ حقوق العباد دون حقوق اللہ تعالی
اور اگر صید محرم کا مار ڈالنے والا جانور ہو تو اوسکے مالک سے نہ پھیر لے اور اگر اوسکا قاتل لڑکا ہو یا نصرانی مرد نصرانی کسی کافر ہی تو اوسپر جزا واجب نہین
بنا بر حق اللہ کے ولیکن محرم صید کا پکڑنیوالا کافر سے اوسکی قیمت پھیر لے اسواسطے کہ کافر پر حقوق العباد لازم ہین نہ حقوق اللہ وکل ما علی المفرد بہ دم بسبب
جنایتہ علی احرامہ یعنی بفعل شیء من محظوراتہ لا مطلقا اذ لو ترک واجبا من واجبات الحج او قطع نبات الحرم لم یتعدد الجزاء لانہ
لیس جنایۃ علی الاحرام فعلی القارن ومثلہ متمتع ساق الھدی دمان اور جس قصور مین تنہا حج کرنیوالے پر ایک خون واجب ہوتا ہی بسبب اوسکے
احرام کے جنایت کی تو اوس فعل مین قارن پر دو خون واجب ہوتے ہین ایک حج کا خون اور دوسرا عمرہ کا خون اسواسطے کہ قارن دو احرام کا محرم ہے
اور جنایت احرام سے اس چیز کا کرنا مراد ہی جو احرام کے ممنوعات سے ہو نہ ہر طرح کی جنایت اسواسطے کہ اگر تنہا حج کرنیوالا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک
کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اوسپر ایک خون واجب ہوگا اور جبکہ قارن اُس واجب کو ترک کریگا تو اوسپر جزا متعدد نہوگی یعنی دو خون لازم نہ آوینگے اسلیے
کہ یہ جنایت احرام پر نہین اور قارن کی مانند تعدد جزا مین وہ متمتع ہی جو ہدی کو ہانک لیچلا اسواسطے کہ وہ بعد عمرہ کے احرام نہین اوتار سکتا بدون حلق
یوم النحر کے وکذا الحکم فی الصدقۃ فتثنی ایضا للجنایۃ علی احرامیہ اور ایسا ہی حکم ہی وجوب صدقہ مین تو صدقہ بھی دوہرا واجب ہوگا قارن
پر بسبب اوسکی تصور کرنے کے اپنے دو احرام پر الا بمجاوزۃ المیقات غیر محرم استثناء منقطع فعلیہ دم واحد لانہ حینئذ لیس بقارن
مگر آگے بڑھنے مین میقات سے بدون احرام کے تو اوسپر ایک خون لازم ہی اسواسطے کہ اسوقت مین وہ قارن نہین کیونکہ ہنوز اوسنے احرام نہین
باندھا تو یہ استثنا منقطع ہی کہ مستثنی منہ کلام مین داخل نہین ولو قتل محرمان صیدا تعدد الجزاء لتعدد الفعل اور اگر دو محرم نے ایک صید کو قتل
کیا تو جزا متعدد ہوگی بسبب تعدد فعل کے یعنی احرام دو ہین تو جزا بھی دو لازم ہونگی ولو حلالان لا لانہ صید الحرم لا المحرم لاتحاد المحل اور اگر دو غیر محرم

نے صید حرم کا قتل کیا تو جزا متعدد نہوگی یعنی ایک ہی جزا لازم ہوگی بسبب التحاد محل کے یعنی صید ایک ہی تو جزا بھی ایک ہی ہوگی وبطل بیع محرمٍ صیدًا
او شرائه او کذا کل تصرف ومنہ الوصیة والہبة وهو محرم والا فالبیع فاسد اور بیچنا محرم کا صید کو باطل ہے اور اسیطرح جمیع تصرفات
مانند ہبہ اور وصیت کے باطل ہیں اور محرم کو اسکا خریدکرنا بھی باطل ہے اگر اوسکو حالت احرام میں پکڑا ہو اور اگر احرام کیحالت میں نہ گرفتار کیا ہو تو
بیع فاسد ہے فلو قبض المشتری فعطب فی یدہ فعلیہ وعلی البائع الجزاء سو اگر قبضہ کیا مشتری نے صید پر پہر وہ اوسکے ہاتھ میں ہلاک ہو گیا
تو مشتری پر اور بائع پر جزا واجب ہے اگر دونوں محرم ہوں اور اگر ایک محرم ہوگا تو فقط محرم پر جزا لازم ہوگی کذا فی الفتح وفی القاموس یضمن قیمتہ
ایضا کما مر اور بیع فاسد میں مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا وجوب جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو گرفتار
کیا اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس وہ صید مر گیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہوگی اور بائع کو قیمت کا دینا بھی پڑیگا اسواسطے کہ بائع اوسکا
مالک تھا بخلاف بیع باطل کے کہ اوسمیں بائع مالک نہیں ہوتا لہذا اوسمیں مشتری پر ضمان قیمت کا نہیں یہہ حکم اونصورتوں میں ہی جبکہ مشتری محرم ہو اور
اگر محرم نہوگا تو اوسپر فقط قیمت دینی لازم ہوگی نہ جزا کذا فی الفتح والطحطاوی ولدت ظبیة بعد ما اخرجت من الحرم وماتا غرمہما ہرنی جبکہ
حرم سے نکالی گئی کے بعد اوس ماں اور اوسکا بچہ دونوں مر گئے تو نکالنے والا دونوں کا ضمان دیوے اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق ہو امن کا
شرعا لہذا اوسکا حرم میں پہونچا دینا واجب ہی تو یہہ صفت شرعی امن کی اوسکے بچہ میں بھی سرایت کر گئی تو دونوں کا ضمان برابر لازم ہو گیا فان
ادی جزاہا ای الام ثم ولدت لم یجزہ ای الولد لعدم سرایة الامن حینئذ وهل یجب ذبحها بعد الاداء الظاهر نعم اور اگر ہرنی کی جزا
اوسنے ادا کی پہر وہ جنی تو بچہ کی جزا نہ دیگا بسبب سرایت کرنے امن کے اسوقت یعنی جبکہ ماں کا بدلا ادا کیا تو وہی مستحق امن نہ رہی تو بچے میں کا ہیکو امن
سرایت کریگا اور بعد ادا کرنے ہرنی کے جزا کے کیا واجب ہی اوسکا پہونچا دینا حرم میں ظاہر اچہا یہہ ہی کہ ہاں واجب ہی کذا فی النہر آفاقی
مسلم بالغ یرید الحج ولو نفلا او العمرة فلو لم یرد واحدا منہما لا یجب علیہ دم بمجاوزة المیقات وان وجب حج او عمرة اذا اراد
دخول مکة او الحرم علی المذہب فی المتن بحرا وجاوز وقتہ لما مر ما فی النہر عن البدائع ان الاعتبار للارادة عند المجاوزة ثم احرم لزمہ
دم کما اذا لم یحرم افاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج یا عمرہ کا قصد کیا اور میقات سے آگے بڑھ گیا پہر اوسنے احرام باندھا تو اوسپر دم کرنا
لازم ہوا چنانچہ احرام نہ باندھنے میں لازم ہی اور اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہ کیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے میں دم کرنا واجب نہوگا اگرچہ حج یا
عمرہ واجب ہوگا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کریگا چنانچہ متن میں یہہ مسئلہ عنقریب مذکور ہوگا اور نہر الفائق میں جو بدائع سے منقول ہی اوسکا ظاہر
مطلب یہہ ہے کہ میقات سے بڑھنے کیوقت ارادہ کا اعتبار ہی یعنی بعد مجاوزت میقات کے ارادہ معتبر نہیں فان عاد الی میقات ما ثم
احرم او عاد الیہ حال کونہ محرما لم یشرع فی نسک صفة محرم کطواف ولو شوطا وانما قال ولبی لان الشرط عند الامام تجدید
التلبیة عند المیقات بعد العود الیہ خلافا لہما سقط دمہ پہر اگر پلٹ آیا کسی میقات کیطرف پہر اوسنے وہاں احرام باندھا یا ایسا محرم ہوکر میقات
کیطرف پلٹ آیا جسنے کوئی عبادت ہنوز نہیں شروع کی مثلا طواف کا ایک شوط بھی نہیں کیا اور میقات پر لبیک بولا تو ذبح کرنا اوسپر سے ساقط
ہو گیا ماتن نے لبیک کہنے کو اسواسطے کہا کہ امام اعظم کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات کے پاس بعد پہر آنے کے شرط ہی کہ بدون اسکے دم
کرنا ساقط نہیں ہوتا بخلاف صاحبین کہ اونکے نزدیک تجدید تلبیہ سقوط دم میں شرط نہیں میقات کیطرف پلٹ آنا کافی ہی والافضل عودہ الا
اذا خاف فوت الحج اور افضل ہی پلٹ آنا میقات کیطرف مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہونیکا تو نہ پہرے والا ای وان لم یلب او عاد بعد شروعہ
لا یسقط الدم اور اگر میقات کیطرف نہ پلٹ آیا یا پہر آیا بعد شروع کرنے طواف وغیرہ کے تو ذبح کرنا ساقط نہوگا کمکی یرید الحج ومتمتع فرغ من
عمرتہ وصار مکیا وخرجا من الحرم واحرما بالحج من الحل فان علیہما دما لمجاوزة میقات المکی بلا احرام وکذا لو احرما بعمرة من الحرم
ویا لعود کما مر یسقط الدم چنانچہ مکی حج کا ارادہ کرنیوالا اور متمتع جو اپنے عمرہ سے فارغ ہوا اور مکی ہو گیا اور دونوں مکہ سے ہپرے اور دونوں نے حج کا

احرام باندھا حل سے تو وہ نو تنبیہ ہونے در واجب ہے بسبب بلا احرام پڑھنے کے میقات اہل مکہ سے اسواسطے کہ اہل مکہ کا میقات حج کیواسطے حرم ہے نہ حل اور اسیطرح
اگر مکی اور متمتع نے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو دم کرنا اون پر واجب ہے اسواسطے کہ میقات عمرہ کا حل ہے اور میقات کیطرف پلٹ آنے سے جسطرح کہ مذکور ہو چکا
اور دم کرنا ساقط ہوجاتا ہے دخل کوفی ای آفاقی البستان ای مکانا من الحل داخل المیقات لحاجة قصدها ولو عند المجاوزة علی ما مر و
نیة مدة الاقامة لیست بشرط علی المذهب له دخول مکة غیر محرم کرمی داخل ہوا البستان میں یعنی آفاقی اندر میقات کے زمین حل میں سے
کسی مکان میں کسی حاجت کیواسطے بالقصد آیا اگرچہ مجاوزت میقات کی نزدیک ارادہ اوس حاجت کا کیا ہو چنانچہ یہہ مضمون نہر الفائق سے مذکور ہو گیا
تو اوس آفاقی کو جائز ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام باندھے اور مدت اقامت کی نیت شرط نہیں بنا بر مذہب صحیح کے یعنی پندرہ روز یا زیادہ مثلا
بستان میں مشروط نہیں احرام کے عدم جواز میں اور بستان بنی عامر ایک بستی ہے داخل میقات خارج حرم کے اور بالفعل اوسکا نام نخلہ محمود ہے
وہاں سے مکہ معظمہ چوبیس کوس ہے کذا فی الطحطاوی و وقته البستان ولا شیء علیه لانه التحق باهله کما مر اور میقات اس آفاقی کا جو بستان
میں کسی کام کو گیا بستان ہے یعنی حل میقات ہے حج اور عمرہ کا اوسکے مجاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہیں اسواسطے کہ آفاقی بستان میں جاکے
اہل بستان میں مل گیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہے ویسے ہی اسکو بھی جائز ہوا اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرہ کا حل ہے ویسے ہی آفاقی
کا بھی حل ہے چنانچہ اسکی تفصیل بیان مواقیت میں گذری وهذه حیلة لآفاقی یرید دخول مکة بلا احرام اور یہہ حیلہ ہے آفاقی کے حق میں جو مکہ میں بلا
جانا چاہے بدون احرام کے ویجب علی من دخل مکة بلا احرام لکل مرة حجة او عمرة اور جو کہ میں داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام
جانے میں اوسپر ایک حج یا ایک عمرہ واجب ہے اس مکان اقدس کی تعظیم کیواسطے فلو عاد فاحرم بنسك اجزأه عن آخر دخوله وتمامه فی الفتح
سو اگر مکہ میں بلا احرام جاکر پھر میقات کیطرف پلٹ آیا سو حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو اوسکو کافی ہوگا پچھلے بار کے دخول سے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر
میں ہے یعنی مثلا دو بار بلا احرام داخل ہوا تھا تو اس احرام سے دوسری بار داخل ہونے سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہوگا اسواسطے کہ اول بار
کا حج یا عمرہ اوسپر دین ہوگیا سو وہ بدون تعیین نیت کے ساقط نہوگا کذا فی الفتح وصح منه ای اجزأه عما لزمه بالدخول ولو احرم عما علیه من
حجة الاسلام او نذر او عمرة منذورة لکن یشترط فی عامه ذلك لتدارکه المتروك فی وقته لا بعده لصیرورته دینا بتحویل السنة اور صحیح
ہوگا اوس سے یعنی کفایت کر جاویگا اوس حج یا عمرہ سے جو اوسپر بلا احرام داخل ہونے سے لازم ہوگیا اگرچہ اوسنے احرام باندھا ہو اوس عبادت کیواسطے
جو اوسپر واجب تھی منجملہ حجة الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرہ نذر کے لیکن یہہ اوس صورت میں ہے جب اوسی سال حج یا عمرہ کرے اسواسطے کہ جو متروک
ہوگیا تھا اوسکو اپنے وقت میں تدارک کر لیا نہ کافی ہوگا بخلاف بلا احرام کے بعد اوس سال کے اسواسطے کہ متروک دین ہوگیا سال پلٹنے سے جاوز المیقات بلا احرام
فاحرم بعمرة ثم افسدها مضی وقضی و لا دم علیه لتدارکه الوقت بالجبرة بالاحرام منه فی القضاء ایک شخص بڑھ گیا میقات سے بلا احرام پھر اوسنے
عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرہ کو فاسد کر ڈالا جماع قبل طواف سے تو عمرہ کو پورا کرے اور اوسکو قضا کرے اور اوسپر قربانی نہیں میقات کے ترک احرام سے اسواسطے کہ
قضا کرنیمیں میقات سے احرام باندھنے میں اوسکا تدارک ہو جاویگا مکی دمر بی فی حکمه طاف لعمرته ولو شوطا ای اقل اشواطها فاحرم بالحج رفضه
وجوبا بالحلق لنهی المکی عن الجمع بینهما کما بیّنه اور اندر میقات کے رہنے والے نے عمرہ کا طواف ایک شوط کیا ایک شوط سے مراد یہہ کہ تین شوط یا اس سے
کم کیا پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر یا بال کتروا کے اسواسطے کہ اہل مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرہ کا ممنوع ہے وعلیه دم لاجل الرفض وحج وعمرة
لانه کفائت الحج حتی لو حج فی سنته سقطت العمرة ولو قضاها فقط قضاها اوسپر ذبح کرنا واجب ہے بسبب ترک کرنیکے اور حج اور عمرہ واجب ہے
اسواسطے کہ یہہ مذکور اسکی مانند ہے جسکا حج فوت ہوگیا اور فوایت الحج عمرہ کرکے احرام اوتارتا ہے اور دوسرے سال حج قضا کرتا ہے تا اینکہ اگر یہہ مذکور اوسی سال حج
کریگا بعد عمرہ کرنیکے تو دوسرا عمرہ اوسپر سے ساقط ہو جاویگا اور اگر عمرہ کو ترک کریگا نہ حج کو تو فقط عمرہ کی قضا کرے کذا فی المنح فلو اتمهما صح واساء
وذبح وهو دم جبر وفی الآفاقی دم شکر سو اگر یہہ مذکور نے حج یا عمرہ ترک نکیا بلکہ دونو کو ادا کیا تو یہہ صحیح ہے اسواسطے کہ جسکا التزام کیا تھا اسکو ادا کیا

لیکن بُرا کیا کہ ممنوع کام کیا اور ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا جبر نقصان کیواسطے ہے تو خود نکھاوے اور آفاقی کے حج اور عمرہ جمع کرنے میں ذبح کرنا واسطے
شکر کے ہے تو خود اوسکو کہانا جائز ہے کذا فی المنح ومن احرم بحج ثم احرم یوم النحر باخر فان کان قد حلق للاول لزمہ الآخر فی العام
القابل بلا دم لانتہاء الاول اور جسنے حج کا احرام باندھا اور حج کو ادا کیا پھر یوم النحر میں دوسرے حج کا احرام کیا تو اگر سر منڈا چکا ہو اول حج کیواسطے
تو دوسرا حج اوسپر لازم ہو گیا دوسرے سال میں بلا وجوب ذبح اسواسطے کہ پہلا حج تمام ہو چکا تو یہ شخص باعتبار ادا کرنے کے جامع بین الاحرامین
نہ ٹھہرا کہ ذبح کرنا اوسپر واجب ہوتا کذا فی المنح عن البحر وان لم یحلق للاول فعلیہ دم قصر او لم یقصر لجمعہ بین الاحرامین او لجنایتہ علی احرامہ
بالتقصیر او التاخیر اور اگر حج اول کے واسطے سر نہ منڈایا تو دوسرے سال اوسپر دوسرا حج لازم ہوگا ساتھہ ذبح کرنیکے بال کو کترائے
یا نہ کترائے ہو اتن سے بلفظ تقصیر اسواسطے تعبیر کیا تاکہ یہ مسئلہ عورت کو بھی شامل رہے ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ اوسنے جنایت کی بال کترانیسے
اپنے دوسرے حج کے احرام پر یا اسواسطے تاخیر کے واجب ہوا جب یوم النحر میں قبل حلق کے دوسرے حج کا احرام کیا تو ہر طرح سے اوسپر ذبح کرنا
لازم ہوگیا اسواسطے کہ وہ حال خالی نہیں کہ اول حج کے احرام اوتارنے کو اوسنے سر منڈایا یا نہیں منڈایا اگر منڈایا تو حج ثانی کے احرام پر جنایت
واقع ہوئی اسواسطے ذبح کرنا لازم ہوا اور اگر سر نہیں منڈایا تو اول حج کی عبادت میں یعنی یوم النحر کے سر منڈانے میں تاخیر واقع ہوئی تو بھی ذبح
کرنا لازم ہوگیا کذا فی المنح ومن اتی بعمرة الا الحلق فاحرم باخری ذبح والاصل ان الجمع بین احرامی عمرتین مکروہ تحریما
فیلزم الدم لا للجمع بین الحجتین فی ظاہر الروایۃ فلا یکرہ اور جسنے کہ عمرہ ادا کیا سوائے سر منڈانیکے پھر دوسرے عمرہ کا احرام کیا تو وہ ذبح کرے اصل یہ
ہے کہ دو عمروں کے دو احراموں کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے اسواسطے ذبح کرنا لازم ہے اور دو حج کے احراموں کو جمع کرنا ظاہر الروایت میں مکروہ
نہیں کذا فی البحر عن المحیط لہذا اوسمیں ذبح کرنا واجب نہیں اور غایۃ البیان میں جو دو حج کے احراموں کو حرام اور بدعت کہا ہے صاحب بحر الرائق
نے کہا وہ سہو ہے کذا فی المنح آفاقی احرم بحج ثم احرم بعمرة لزماہ وصار قارنا مسیئا کما مر ولو ابطلت عمرتہ بالوقوف قبل افعالہا
لانہا لم تشرع مرتبۃ علی الحج لا بالتوجہ الی عرفۃ آفاقی نے حج کا احرام کیا پھر عمرہ کا احرام کیا تو دونوں اوسپر لازم ہوئی اور یہ شخص قارن
بدکار ہو گیا چنانچہ گذرا اور عمرہ اسواسطے باطل ہوگا عمرہ اوسکا بسبب وقوف عرفات کے قبل افعال عمرہ کے اسواسطے عمرہ مشروع نہیں حج پر مرتب ہوکر باطل
ہوگا عمرہ عرفات کیطرف متوجہ ہونیسے سو اگر بدون وقوف کے عرفات کیطرف سے پھر آوے اور عمرہ اول ادا کرکے حج کرے تو ممکن ہے کذا فی الکمالین
فان طاف له طواف القدوم ثم احرم بہا فمضی علیہما ذبح وهو دم جبر وندب رفضہا لتاکدہ بطوافہ فان رفض قضی لصحۃ
الشروع فیہا واراق دما لرفضہا پھر اگر آفاقی نے حج کا طواف القدوم کیا پھر عمرہ کا احرام کیا پھر دونوں کو ادا کیا تو ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا
واسطے جبر نقصان کے ہے کہ حج کے افعال میں عمرہ داخل کر دیا اور مستحب ہے ترک کرنا عمرہ کا اسواسطے کہ طواف القدوم کرنیسے حج متاکد ہوگیا سو اگر
جسنے عمرہ ترک کیا تو اوسکی قضا کرے بعد حج کے بسبب صحیح ہونے شروع کے اور ذبح کرے بسبب ترک کرنے عمرہ کے حج فاہل بعمرۃ یوم النحر او فی ثلثۃ

ایام بعدہ لزمتہ بالشروع لکن مع کراہۃ التحریم ورفضت وجوبا تخلصا من الاثم وقضیت مع دم للرفض وان مضی علیہا صح وعلیہ
دم لارتکابہ الکراہۃ فصل کلام حاجی ایک شخص نے حج کیا پھر عمرہ کا احرام کیا یوم النحر میں یا اسکے بعد کے تین دنوں میں تو عمرہ کرنا اوسکو لازم ہوگیا بسبب
شروع کے لیکن کراہت تحریمی کے ساتھہ اسواسطے کہ افعال حج سے ہنوز فراغت نہیں ولہذا عمرہ کا ترک کرنا واجب ہے تاکہ اس گناہ سے نجات ہو اور عمرہ کی قضا
کیجاوے ساتھہ ذبح کرنیکے ذبح واجب ہے بسبب ترک کے اور اگر عمرہ کو ترک نکرے اور ادا کرے تو صحیح ہوگا اور اوسپر ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب مرتکب ہونے
کراہت کے تو یہ ذبح جبر نقصان کیواسطے ہے فائت الحج اذا احرم بہا او بہا رفضہا لان الجمع بین احرامی الحجتین او العمرتین غیر
مشروع فائت الحج کو چاہیئے کہ دوسرے حج یا عمرہ کا احرام کیا تو اوسپر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہے اسواسطے کہ دو حج کے احراموں کو اور دو عمرہ کے احراموں
کو جمع کرنا مشروع نہیں فائت الحج کے احرام تو ظاہر میں ایک احرام اوس حج کا جو فوت ہو گیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور عمرہ کے دو احرام یوں ہونگے کہ

ایک احرام تو یہ ہو جو بعد فوت حج کے کیا اور دوسرا احرام اسطرح کہ فائت الحج عمرہ کرکے احرام سے باہر آتا ہو چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوتا ہو ولما فاته الحج بفوت
احرامه فعليه ان يتحلل من احرام الحج بافعال العمرة ثم بعده يقضي ما احرم به لصحة الشروع ويذبح للتحليل قبل اوانه بالرفض اور جب کہ اسکا
حج فوت ہوا تو احرام اسکا باقی رہا تو اوسپر لازم ہے حج کا احرام اوٹھانا عمرہ کے افعال کرکے پہر بعد اسکے قضا کرے اوسکی جسکا احرام کیا اسواسطے کہ شروع
کرنا اوسکا صحیح تہا اور ذبح کرے اسواسطے کہ بسبب ترک کرنے احرام ثانیکے وہ حلال ہوگیا اوسکے وقت سے پہلے یعنی واجب تو یہ تہا کہ بعد افعال حج ثانی کے احرام
کے احرام ثانی سے باہر آتا لیکن بسبب عدم مشروعیت جمع بین الاحرامین کے احرام ثانی کا ترک واجب ہوگیا لہذا ذبح کرنا لازم ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیة الطحطاوی

باب الاحصار

باب الاحصار هو لغة المنع وشرعا منع عن ركني یہ باب ہو احصار کے احکام مین احصار لغت مین بمعنی منع اور حبس کے ہو اور
اصطلاح شرع مین احصار عبارت ہو منع رکن سے خواہ حج کا رکن ہو خواہ عمرہ کا اکثر کتب فقہ مین منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہو لیکن اسمین عمرہ داخل
نہین رہا حالانکہ عمرہ مین بہی احصار ہوتا ہو لہذا شارح نے احصار کی تعریف منع رکن سے کی تا عمرہ بہی داخل رہے اذا احصر بعدو او مرض او موت
محرم او هلاك نفقة حل له التحلل جب کہ محرم بند ہوجاوے بسبب دشمن یا بیماری کے یا محرم یا زوجہ کے مرجانیسے عورت محرمہ بند ہوجاوے یا خرچ کے ہلاک
ہوجانے سے تو حلال ہو اوسکو تحلل یعنی احرام کا اوتارنا عام دشمن عام ہو کافر آدمی ہو یا غیر اسکے اور وہ بیماری مانع ہو جو جانے اور سوار ہونے سے زیادہ ہوتی
ہو اور ہلاک نفقہ راہ مین اس شرط سے مانع ہو کہ پیدل چلنے کی قدرت نہو بعد شروع کے اور اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہین اگرچہ گہر سے پیدل جانا حج
کیواسطے لازم نہین جیسے حج نفل ابتداء لازم نہین لیکن بعد شروع کے لازم ہوا اور یہ قول محمد کا ہو کذا فی المحیط اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر بالفعل پیدل چلنے پر
قادر ہوا اور آیندہ خوف ہو عاجزی اور تہک جانیکا تو اوسپر حج لازم نہین کذا فی النہر فيبعث المفرد دما او قيمته فان لم يجد بقي محرما
حتى يجد او يتحلل بطواف وعن الثاني انه يقوم الدم بالطعام ويتصدق به فان لم يجد صام عن كل نصف صاع يوما جب مفرد
مذکورہ سے محصور حج کو نہ جاسکے تو اوسوقت مین تنہا حج کا کرنیوالا ایک خون یعنی ایک بکری یا بہیڑ حرم مین بہیجے یا اوسکی قیمت روانہ کرے تا کہ خرید کرکے حرم
مین ذبح کیجاوے سو اگر بکری نہ پاوے اوسکی قیمت نہ پاوے تو محرم رہے تا وقتیکہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کی کرکے احرام اوتارے اور ابو یوسف
سے منقول ہے کہ بکری کی قیمت اناج سے کیجاوے اور اوسکا صدقہ دیا جاوے ہر مسکین کو نصف صاع سو اگر اناج بہی نپاوے تو ہر ہر نصف صاع کی عوض
ایک ایک دن روزہ رکہے اور طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسف کی ضعیف ہے بہتر یہ تہا کہ شارح اسکو مذکور نکرتا والقارن دمين اور قارن دو بکریان
روانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے احرام کے بدلے اور دوسری عمرہ کے احرام کی عوض فلو بعث واحدا لم يتحلل عنه سو اگر قارن ایک بکری بہیجے
ایک احرام کیواسطے تو اوس احرام سے باہر نہوگا اسواسطے کہ مشروع یہ ہو کہ دونو احرامون سے یکبارگی خارج ہو تو ایک احرام کو قائم رکہنا اور
دوسرے کو اوتارنا خلاف مشروع ہو کذا فی الطحطاوی وعين يوم الذبح ليعلم متى يتحلل اور معین کرے ذبح کا دن کہ فلانی تاریخ ہدی کو ذبح کرے
تا معلوم ہو کہ کب احرام اوتارے اسواسطے کہ تحلل قبل ذبح کے جائز نہین ويذبحه في الحرم ولو قبل يوم النحر خلافا لهما اور ذبح کرے ہدی کو حرم
مین اگرچہ ذبح یوم النحر سے پہلے ہو بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک احصار حج مین قبل یوم النحر کے ذبح کرنا جائز نہین لیکن عمرہ کے احصار مین جائز ہو ولو
لم يفعل ورجع الى اهله بغير تحلل وصبر محرما حتى زال الخوف جاز فان ادرك الحج فيها ونعمت والا تحلل بالعمرة لان التحلل بالذبح
انما هو للضرورة حتى لا يمتد احرامه فيشق عليه زيلعي اور اگر محرم محصر نے ہدی کو نہ روانہ کیا اور اپنے گہر لیٹ آیا احرام باندہے
باندہے ہوئے وہین ٹہہرا رہا یہانتک کہ خوف زائل ہوگیا اور مانع رفع ہوا تو جائز ہو پہر بعد زوال خوف اور مانع کے اگر حج کو پایا تو کیا خوب بات ہو اور
اگر حج فوت ہوجاوے تو عمرہ کرکے احرام کو اوتارے اسواسطے کہ ذبح کرنیسے احرام کا اوتارنا بسبب ضرورت کے تہا تا کہ احرام کی مدت دراز نہوجاوے
کہ اوسپر مشکل پڑجاوے کذا فی الزیلعی ويذبح المحصر ولو بلا حلق وتقصير اور ہدی کے ذبح کرنیسے احرام سے خارج ہوجاتا ہو اگرچہ سر منڈایا ہو
اور بال نہ کترائے ہون لیکن حلق افضل ہے کذا فی النہر ولو لم يذبحه فعل كالحلال فظهر انه لم يذبح فعليه الجزاء ما جنى پہر اگر محرم محصر نے

ہدی کے ذبح ہوجانیکا گمان کیا سو ممنوعات احرام سے کوئی عمل کیا جیسے غیر محرم کرتا ہے پہر ظاہر ہوا کہ ہدی ذبح نہوئی تہی یا اصل مین ذبح ہوئی تہی مگر حرم
مین تو اوسپر اپنی جنایت کرنیکی سزا لازم ہوگی ویجب علیه ان حل من حجة وان نفلا حجة بالشروع وعمرة للتحلل ان لم يحج من عامه اور اگر
حج کا احرام اوتارا ہی اگرچہ نفل ہی حج ہو تو اوسپر حج واجب ہے بسبب شروع کرنیکے اور عمرہ واجب ہے بسبب تحلل کے بشرطیکہ اوسی سال حج نکیا ہو اور اگر
بعد زوال مانع کے اوسی سال حج اوا کیا تو فقط حج لازم ہوگا نہ عمرہ کذا فی الطحطاوی وعلى المعتمر عمرة اور عمرہ کا احرام باندہنے والا اگر روکا جاوے
تو اوسپر فقط ایک عمرہ واجب ہے وعلى القارن حجة وعمرتان احدهما للتحلل اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہین ایک عمرہ بسبب تحلل
کے اور دوسرا قران کا مع قضا مین اوسکو اختیار ہے چاہے قران کرے چاہے دونون کو علیحدہ علیحدہ قضا کرے کذا فی الطحطاوی فان بعث ثم زال
الاحصار وقدر على ادراك الهدي والحج معا توجه وجوبا پہر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اوسکے احصار زائل ہوگیا اور وہ قادر ہو ہدی
اور حج کے پانے پر ساتہہ ہی تو اوسپر واجب ہے کہ حج کرنیکو روانہ ہو اور اوس وقت مین ہرگز جائز نہین احرام سے خارج ہونا ہدی بہیجکر اسواسطے کہ ہدی
بہیجنا بدلا تہا حج کا اور حالانکہ اب خود اصل پر قادر ہوگیا تو عوض کا کچہہ اعتبار نرہا کذا فی المنح والا یقدر علیهما لا یلزمه التوجه وهي
رباعية اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر ساتہہ ہی قادر نہو تو اوسپر روانہ ہونا لازم نہین اور یہہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتون کا محتمل ہے پہلی صورت
یہہ ہو کہ ہدی اور حج دونونکو پاوے دوسری صورت یہہ ہے کہ دونونکو نہ پاوے تیسری صورت یہہ کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتہی صورت یہہ کہ فقط حج
کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت مین تو جانا لازم ہے اور باقی تین صورتون مین لازم نہین لیکن اگر تحلل کے واسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہے
کذا فی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا قبل یوم النحر کے جائز ہے تو ادراک ہر حج کا بدون ہدی کے ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک ادراک
حج کو ہدی لازم ہے اسواسطے کہ اونکے نزدیک قبل یوم النحر کے ذبح کرنا جائز نہین کذا فی شرح الوقاية ولا احصار بعد ما وقف بعرفة للامن من
الفوات اور احصار نہین بعد وقوف عرفات کے اسواسطے کہ بعد وقوف عرفات کے فوت ہوجانا حج کا متصور نہین تو امن حاصل ہوگیا پہر اگر بعد وقوف
عرفات کے احصار قائم رہا تو ترک واجبات سے یعنی وقوف مزدلفہ اور رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور اسیطرح تاخیر حلق اور طواف زیارت
سے ذبح لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والممنوع ولو بمكة من الركنين محصر على الاصح اور جو شخص کہ دو رکن یعنی وقوف عرفات اور طواف زیارت
سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ مین ہو وہ محصر ہے بقول اصح والقادر على احدهما لا اما على الوقوف فلتمام حجه به واما على الطواف فلتحلله به
کما مر اور جو کہ قادر ہو ایک رکن پر وہ محصر نہین جو وقوف عرفات پر قادر ہوا وہ اسواسطے محصر نہین کہ وقوف سے حج تمام ہوگیا اور جو طواف پر قادر
ہوا وہ اسواسطے محصر نہین کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے خارج ہوگیا چنانچہ مذکور ہوچکا کہ طواف اصل ہے تحلل مین اور ذبح کرنا ہدی کا اوسکا بدلہ ہے
اصل کے ہوتے بدلہ کی کچہہ حاجت نہین

باب الحج عن الغیر

یہہ باب ہے غیر شخص کیطرف سے حج کرنیکا یعنی بطور نیابت کے دوسرے
کیطرف سے حج کرنا الاصل ان كل من اتى بعبادة ما له جعل ثوابها لغيره وان نواها عند الفعل لنفسه لظاهر الادلة اصل یہہ ہے کہ جو
شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قرأة قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیاں تو اوسکو جائز ہے کہ اوسکا ثواب غیر شخص کیواسطے
کردے اگرچہ عبادت کرنیکے وقت اپنی ذات کیواسطے نیت کی ہو یہہ اصل ثابت ہے دلائل قرآن اور احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا ارتکاب تاویل قرآن
مجید مین ولد کو ارشاد ہوا کہ والدین کیواسطے یون دعا کرے رب ارحمهما كما ربياني صغيرا یعنی اے میرے رب میرے والدین پر رحم کر جیساکہ
اونہون نے مجکو لڑکپن مین پالا تو اگر انسان کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق مین بیفائدہ ہوتی حالانکہ یہہ غلط ہے اور حق تعالے
نے خبر دی ہے کہ فرشتے مؤمنین کے واسطے دعاء مغفرت کرتے ہین تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہے اور احادیث تو نیابت اور ثواب رسانی
مین کثرت سے ہین از انجملہ بخاری اور مسلم مین یہہ حدیث متفق علیہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈہون کو قربانی کیا ایک مینڈہا اپنی طرف سے
اور دوسرا اپنی امت کیطرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی مین نیابت صحیح ہے اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل

اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحق اور ابو یعلی اور بزاز اور دار قطنی نے چند صحابہ سے روایت کیا ہو تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک یہہ حدیث مشہور ہی اور دار قطنی نے روایت کی کہ ایکمرد نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ تھے جنسے مین اونکی زندگی مین نیکی کرتا تھا سو اب کیونکر مین اونکے ساتھہ نیکی کرون تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہہ ہو کہ نماز پڑہا کر اونکے واسطے اپنی نماز کے ساتھہ اور روزہ رکھا کر اونکے واسطے اپنے روزہ کے ساتھہ اور یہہ بھی اوسنے علی مرتضی سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑہے اور اوسکا ثواب مردون کو بخشے تو اوسکو ثواب دیا جاویگا بقدر اموات کے اور ابو حفص عسکری نے روایت کی کہ انہون نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم خیرات کرتے ہین اپنے مردونکی طرف سے اور حج کرتے ہین اونکی طرف سے اور دعا کرتے ہین واسطے اونکے کیا اونکو یہہ پہونچتا ہی فرمایا کہ ہان البتہ اونکو پہنچتا ہی اور وہ خوش ہوتے ہین اوس سے جیسے کوئی تم مین خوش ہوتا ہو طبق سے جب کوئی اوسکو تحفہ بہیجے اور حسن ابو داؤد مین مروی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردون پر یس پڑہا کرو تو ان احادیث کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہے کذا فی فتح القدیر واما قولہ تعالیٰ وَاَنْ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ای الا اذا وھبہ لہ کما حققہ الکمال او اللام بمعنے علی کما فی لھم اللعنة اور یہہ قول ہو حق تعالی کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہین مگر جو کہ اوسنے خود کیا تو مراد یہہ ہو کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچہہ حاصل نہین مگر جبکہ غیر بخشے اوسکو تو البتہ مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہو کمال الدین بن ہمام نے فتح القدیر مین یا لام اس آیت مین بمعنی علی کے ہو چنانچہ لہم اللعنة مین بمعنی علی ہو تو اس صورت مین یہہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہین سوای اپنے عمل کے تو نفی مضرت کی ہوئی نہ منفعت کی ہم معتزلہ کا یہہ مذہب ہو کہ عبادت کا ثواب سوای فاعل کے غیر کو نہین پہنچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مال اور بدن سے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک صدقات اور عبادات مالی اور حج مین وصول ثواب جائز ہی اور عبادت بدنی مانند صوم اور صلوة اور قراة قرآن وغیرہ مین وصول جائز نہین معتزلہ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہین اپنے مذہب پر کہ انسان کو غیر کا عمل مفید نہین اہل سنت نے اس استدلال کے کئی طرح سے جواب دئے ہین جواب اول یہہ ہو کہ یہہ آیت منسوخ ہی بقول ابن عباس اس آیت سے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ جواب ثانی یہہ ہو کہ یہہ آیت ابراہیم اور موسی علیہما السلام کے قوم کو مخصوص ہے جواب ثالث یہہ ہو کہ انسان سے مراد اس آیت مین کافر ہی تو مومن کے حق مین نفی نہین جواب رابع یہہ ہو کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہین لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہو جواب خامس یہہ ہو کہ لام بمعنی علی ہو کذا فی العینی شرح الکنز لیکن محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ ہر چند ظاہر آیت اسی پر دلالت کرتا ہو کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہین لیکن حکم دعای والدین اور استغفار ملائکہ مومنین کے حق مین اور حدیث قربانی کی امت کیطرف سے اسکے سوا اور احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہین تو بالقطع ہمکو ثابت ہوا کہ ظاہر آیت اپنی صرافت اور اطلاق پر باقی نہین بلکہ مقید ہی بقید عدم ہبہ عامل چنانچہ اسکی توضیح ترجمہ آیت مین مذکور ہو گئی اور تقیید آیت بہتر ہے نسخ آیت کے قائل ہونے سے اسواسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہی حالانکہ خبر مین نسخ جاری نہین اور ابطال معتزلہ کے ضمن مین مالک اور شافعی کے قول کی بھی نفی ہو گئی یعنی احادیث اور آثار سابقہ سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال ثواب ثابت ہو گیا واللہ سبحانہ ہو الموفق انتہے کلام المحقق ولقد افصح الزاھدی عن اعتزالہ ھنا واللہ الموفق اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال بیان کھول دیا اور توفیق خیر کی دینے والا اللہ تعالی ہے یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہو مجتبی کی کتاب الحج مین اموات کی ایصال ثواب کا منکر ہو گیا ہو اور اوسکو مذہب اہل حق اور اہل عدل کا ٹھہرایا ہو اور آیات اور احادیث ثواب رسانی کو تاویلات بعیدہ کرکے ظاہر سے پہیرا ہو کما سنی الطعن الہی بحمد والہ ہمکو صراط مستقیم پر ثابت رکھنا اور تعصب اور کج فہمی سے بچانا اور مرنیکے وقت اس عاجز مسکین کی دستگیری کرنا آمین العباد المالیة کزکوة وکفارة تقبل النیابة عن المکلف مطلقا عند القدرة والعجز ولو النائب ذمیا لان العبرة لنیة الموکل ولو عند دفع الوکیل عبادت مالی جیسے زکوة اور صدقہ فطر اور عشر اور نفقات اور کفارہ اعتاق اور اطعام اور کسوة نیابت کو قبول کرتی ہے مکلف کیطرف سے ہر طرح قدرت کے وقت بھی اور عاجز ہونیکے وقت بھی اگرچہ نائب کافر ذمی ہو اسواسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہو اگرچہ موکل نے

وکیل کے دینے کیوقت نیت کی ہو تو بھی صحیح ہے ہم عبادات مالی مین نیابت اسواسطے جائز ہو کہ عبادات مالیہ مین ازمالیش بالدار اور دفع حاجت محتاج مقصود
اصلی ہے سو نیہہ امر نائب کے فعل مین بہی حاصل ہے اور ہرچند عبادت بدون نیت کے صحیح نہین اور کافر ذمی اہل نیت کا نہین لیکن جب منیب کی نیت معتبر
ٹھہری نہ نائب کی تو مسلم اور ذمی نیابت مین دونو برابر ہوگئے اور رتیب کو اختیار ہے نائب کے دینے کیوقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگے اسوقت
نیت کرے یا درمیان مین ادای عبادت کی نیت کرلے کذا فی المنح والطحطاوی والنہر والبدنیۃ کصلوۃ وصوم لا تقبلہا مطلقًا اور عبادت بدنی
جیسے نماز اور روزہ اور اعتکاف اور قراۃ قرآن اور اذکار نیابت کو نہین قبول کرتے ہر طرح سے نہ قدرت مین نہ عجز مین اسواسطے کہ عبادات بدنیہ مین
غرض اصلی یہہ ہو کہ افعال مخصوصہ سے روح اور بدن پر محنت ومشقت پڑے تاکہ روح کو صفائی اور قرب الہی حاصل ہو تو یہہ امر حاصل نہین ہوسکتا نائب کے
فعل سے جب تک خود نکرے لہذا اسمین مطلقا نیابت جائز نہوئی نہ قدرت مین نہ عجز مین اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد
عن احد اخرجہ النسائی عن ابن عباس یعنی کوئی روزہ نرکھے کسیکی طرف سے اور نماز نہ پڑہے کوئی کسیکی طرف سے یعنی نیابت صوم اور صلوۃ سے فرض
ساقط نہین ہوتا غیر سے ہان نفل کا ثواب متوقع ہے چنانچہ اوس حدیث مین مصرح ہے کہ ولد اپنے والدین کیواسطے نماز پڑہے اور روزہ رکہے والمرکبۃ منہما
کحج الفرض تقبل النیابۃ عند العجز فقط اور جو عبادت کہ مال اور بدن سے مرکب ہو جیسے فرض حج سو نیابت کو قبول کرتی ہے عاجز ہونیکے وقت فقط
ہرچند کہ حج کی حقیقت مین مال کو دخل نہین اسواسطے کہ حج عبارت ہے وقوف اور طواف سے لیکن چونکہ یہہ امر غالبا بدون زاد اور راحلہ کے حاصل نہین ہوتا تو
گویا حج مال کا جز ہوگیا کذا فی الطحطاوی حج مین عجز کے وقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت مین نیابت جائز نہوئی بدن کی جہت سے کذا فی النہر
لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانہ فرض العمر حتی تلزم الاعادۃ بزوال العذر عاجزی مین نیابت حج کی جائز ہے بشرطیکہ موت تک عجز ہمیشہ
برابر رہے اور اگر عجز دائمی نہین تو نیابت صحیح نہین اسواسطے کہ حج تمام عمر مین ایک بار فرض ہے یہانتک کہ اعادہ لازم ہے زوال عذر سے یعنی ایک شخص حج
کرنے سے عاجز ہو سو اوس نے مال دیکر نائب سے اپنے واسطے حج کروایا پہر بعد اسکے عاجزی کا عذر جاتا رہا تو اوسپر واجب ہے کہ خود دوسرا حج کرے
اسواسطے کہ موت تک عجز دائم نرہا وبشرط نیۃ الحج عنہ ای عن الآمر فیقول احرمت عن فلان ولبیت عن فلان ولو نسی اسمہ
فنوی عن الآمر صح وتکفی نیۃ القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہے کہ نائب اپنے منیب آمر کیطرف سے حج کرے سو یون کہے احرام کیوقت کہ مین نے
احرام باندہا فلانے شخص کیطرف سے اور مین نے لبیک کہا فلانیکی طرف سے اور اگر منیب کا نام بہول جاوے اور امر کرنیوالیکی طرف سے نیت کرے تو صحیح ہے اور
دل کی نیت کافی ہے تو تصریح بلفظ ضرور نہین ہذا ای اشتراط دوام العجز الی الموت اذا کان العجز کالحبس والمرض یرجی زوالہ وان
لم یکن کذلک کالعمی والزمانۃ سقط الفرض بحج الغیر عنہ فلا اعادۃ مطلقًا سواء استمر بہ ذلک العذر ام لا یہہ یعنی شرط ہونا
دوام عجز کا موت تک اوسوقت تک ہے کہ عاجزی مانند قید اور بیماری کے زوال پذیر ہو اور اگر ایسی نہو یعنی ایسا عجز ہو کہ اوسکو زوال کی امید نہو
جیسے اندہا ہونا اور لولا ہونا تو اوسکی طرف سے غیر کے حج کرنے سے فرض ساقط ہوجاویگا تو اس حالت مین اعادہ حج کا مطلقا لازم نہین خواہ یہہ عذر
عدم بصارت وغیرہ کا ہمیشہ بنا رہے یا نرہے اسواسطے کہ عجز لازمی بجای موت ہے کذا فی النہر ہم کنز وغیرہ متون مین مرض زوال پذیر اور عدم زوال پذیر کا
کچہہ فرق مذکور نہین لیکن ماتن اور شارح نے اقتدای صاحب بحر یہہ تفصیل محیط اور فتاوی قاضی خان اور مبسوط سے نقل کی اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ
اعلم کذا فی المنح ولو احج وہو صحیح ثم عجز واستمر لم یجزہ لفقد شرطہ اور اگر ایک شخص نے حج کروایا اپنی طرف سے حالت صحت مین پہر وہ بعد
فراغت ہونے نائب کے حج سے عاجز ہوگیا اور ہمیشہ عاجز بنا رہا موت تک تو وہ حج سقوط فرض مین کافی نہوگا بسبب پائی جانے شرط کے یعنی نائب کی حج کرنیکی
وقت منیب عاجز نتہا تو حج نفل کا ثواب نائب کو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی وبشرط الامر بہ ای بالحج عنہ فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنہ الا اذا
حج او احج الوارث عن مورثہ لوجود الامر دلالۃ اور جائز ہے نیابت بشرطیکہ امر کرے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض حج کرنیکا تو جائز نہین
حج فرزند کا باپ کیواسطے بدون اجازت باپ کے مگر جب کہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کراوے اپنے مورث کیطرف سے تو البتہ جائز ہے بسبب پائے جانے

اور مورث کے بنا بر دلالت حال کے یعنی جب وارث مورث کے مال پر متصرف ہوا تو گویا مورث نے اوس سے کہا کہ میری طرف سے فرض ادا کر کذا فی الطحطاوی
ویقع عن الشرائط النفقة من مال الآمر کلها او اکثرها وحج المأمور بنفسه وتعیینه ان عینه فلو قال یحج عنی فلان لا غیره لم یجز حج
غیره ولو لم یقل لا غیره جاز اور شرائط نیابت حج سے باقی رہا نفقہ یعنی شرط ہے کہ کل نفقہ نائب کا منیب کے مال سے ہو یا اکثر نفقہ اوسکے مال سے ہو تو اگر نائب
منیب کا مال نہ لے اپنے مال سے حج کرے بطور احسان کے تو منیب کیطرف سے حج نہ ادا ہوگا کذا فی العالمگیریة عن البدائع اور حج کرنا مامور کا بذات خود اور اگر منیب کا
معین ہونا مشروط ہے اگر اوسکو متعین کردیا ہو سو اگر آمر نے یون کہا ہو کہ مثلاً زید میری طرف سے حج کرے نہ غیر اوسکا تو غیر زید کا حج کرنا جائز نہیں اور اگر
غیر کی نفی نکی ہو تو غیر زید کا حج کرنا جائز ہے واوصلها فی اللباب الی عشرین شرطا منها عدم اشتراط الاجرة فلو استاجر رجلا بان قال
استاجرتك علی ان تحج عنی بکذا لم یجز حجته وانما یقول امرتك ان تحج عنی بلا ذکر اجارة لباب المناسک مین شرائط نیابت کو بیس تک
پہنچایا ہے اونمین سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نیابت مین اجرت مشروط نہو تو اگر اجارہ ٹھہرایا ایکو سے اسطرح پر کہ اوس سے کہا کہ مین نے تجھسے ٹھیکا کیا اپنی طرف
سے حج کرنیکا اتنے مال کے عوض تو اوسکا حج جائز نہیں بلکہ یون کہے کہ مین نے تجکو امر کیا اپنی طرف سے حج کرنیکا بلا ذکر اجارہ ہم شارح کا کلام اسکو مقتضی ہی
کہ اجیر کو اجرت نہ ملی اور حج اجیر کا ہو نہ مستاجر کا اور خانیہ مین مصرح ہے کہ ظاہر الروایت مین حج مستاجر کے واسطے واقع ہوگا اور اجیر کو اجرت مثل ملیگی
تو عبارت خانیہ اسکو مقتضی ہے کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی ولو انفق من مال نفسه او خلط النفقة بماله وانفق کله او اکثره
جاز وبرئ من الضمان اور اگر مامور نے کچھ اپنے ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ منیب کے نفقہ مین وضع کر لینے کی گنجایش ہے یا مامور نے منیب کے نفقہ
مین اپنا مال ملا دیا اور سب الخرچ کر ڈالا یا اکثر یعنی بمقدار کل مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز ہوا اور مامور ضمانت سے بری ہوگیا کذا
فی الطحطاوی وشرط العجز المذکور للحج الفرض لا للنفل لاتساع بابه اور شرط عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کیواسطے ہے نہ نفل حج کیواسطے اسلیے
کہ نفل مین وسعت ہے تو قادر کو نائب سے حج نفل کروانا صحیح ہے ویقع الحج عن الفرض عن الآمر علی الظاهر من المذهب وقیل عن المأمور نفلا
وللآمر ثواب النفقة کحج النفل اور حج فرض آمر کیطرف سے واقع ہوتا ہے بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مامور کیطرف سے حج نفل واقع ہوتا ہے
اور آمر کو نفقہ دینے کا ثواب ہے جیسے نفل حج مین اور یہ قول امام محمد کا قول ہے لیکن اس اختلاف کا کچھ ثمرہ نہیں اسواسطے کہ سب متفق ہین اسبات پر کہ آمر
سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور مامور سے ساقط نہین ہوتا کذا فی المنح اور ظاہر مذہب کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ مین ابن عباس سے مروی ہے کہ حجة الوداع
مین ایک عورت خثعم کی قوم کی آئی اوسنے کہا یا رسول اللہ میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بڈھا ہے اوسکو طاقت نہین کہ اونٹ پر ثابت رہ سکے کیا مین
اوسکی طرف سے حج کرون حضرت نے فرمایا ہان اور بخاری اور مسلم مین ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اوسنے کہا کہ
میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی سو وہ مرگئی حضرت نے فرمایا کہ اگر اوسپر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا اوسنے کہا ہان مین ادا کرتا فرمایا تو خدا کا قرض ادا
کر وہ احق بالقضا ہے کذا فی التیسیر تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ آمر کیطرف سے حج واقع ہوتا ہے نہ مامور کیطرف سے لکنه تشترط لصحة النیابة
اهلیة المأمور لصحة الافعال ثم فرع علیه بقوله فجاز حج الصرورة بمهملة من لم یحج والمرأة ولو امة والعبد وغیره کالمراهق
وغیرهم اولی لعدم الخلاف لیکن صحت نیابت کی واسطے مشروط ہے اہلیت مامور کی یعنی اسلام اور عقل مامور مین لازم ہے تاکہ اوسکے افعال صحیح ہون
پھر ماتن نے اشتراط اہلیت پر اگلا قول متفرع کرکے کہا تو جائز ہے حج کرنا اوسکا جسنے خود حج نہین کیا اور عورت کا حج جائز ہے اگرچہ وہ لونڈی ہو اور
غلام ماذون وغیرہ کا جیسے صغیر قریب البلوغ کا حج کرنا جائز ہے اور ان اشخاص کے سوا اور شخص بہتر ہے نیابت کیواسطے تا خلاف شافعی سے خروج ہو
صرورہ صاد مہملہ مفتوحہ اوسکو کہتے ہین جسنے ہنوز حج نہین کیا کذا فی القاموس ہرچند نیابت عورت اور غلام اور جسنے حج کا ہی نہین کیا اور مراہق کی جائز ہے
بسبب اہلیت صحت افعال کے لیکن چونکہ کراہت سے خالی نہین اور امام شافعی کے بھی مخالف ہے تو اس واسطے اولیٰ ہے کہ ایسے کو نائب کرنا بہتر ہے مناسک طرابلسی مین ہے کہ
جب کوئی غیر کیطرف سے حج کرے تو افضل یہ ہے کہ وہ مرد عاقل بالغ ہو اور افعال حج اور طریقہ حج کا عالم ہو اور فرض حج اپنی طرف سے کر چکا ہو کذا فی المنح

ولو احرم ذمیّاً او مجنوناً لا یصح اور اگر ذمی یا مجنون کو اپنی طرف سے حج کرنیکو مامور کیا تو صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے واذا مرض المامور بالحج فی
الطریق لیس له دفع المال الی غیرہ لیحج ذلک الغیر عن المیت الا اذا اذن له بذلک بان قیل له وقت الدفع اصنع ما شئت فیجوز له
ذلک مرض اولا لانه صار وکیلا مطلقاً اور جبکہ حج کا مامور راہ میں بیمار ہوگیا تو اوسکو جائز نہیں غیر کو مال دینا تاکہ یہ شخص غیر میت کیطرف سے حج کرے
مگر اوس صورت میں جبکہ اوسکو غیر کے مال دینے اور حج کرنے کی اجازت دی گئی ہو بایطور کہ اوس سے کہا گیا ہو مال دینے کے وقت کہ جو تیرا جی چاہے تو اب اسکو
غیر سے حج کروانا جائز ہے خواہ وہ بیمار ہو یا نہ بیمار ہو اسواسطے کہ اس اجازت مطلقہ سے وہ وکیل مطلق ہوگیا خواہ آمر زندہ ہو یا میت کذا فی اللمعات ولو خرج
المکلّف الی الحج ومات فی الطریق واوصی بالحج عنه انما تجب الوصیة به اذا اخّره بعد وجوبه اما لو حج من عامه فلا ایک مرد عاقل بالغ نکلا
حج کیواسطے اور راہ میں مرگیا اور اوسنے اپنی طرف سے حج کرنیکی وصیت کی شارح کہتا ہے وصیت کرنا حج کا اوس وقت واجب ہے جب اوسنے بعد وجوب حج کے
اوسکے حج میں تاخیر کی ہو اور اگر اوسی سال حج کو چلا جس سال حج فرض ہوا تو اوسپر حج کی وصیت کرنا واجب نہیں فان فسّر المال او المکان فالامر علیه
ای علی ما فسّرہ والا فیحج عنه من بلدہ قیاساً لا استحساناً فلیحفظ پس میت نے وصیت میں مال یا مکان کی تفصیل کر دی ہو کہ اسقدر مال سے
یا فلان جگہ سے حج کیا جائے تو اوسیکے موجب ہوگا اور اگر مال یا مکان کو اوسنے متعین نکر دیا ہو تو اوسکی طرف سے حج کیا جاوے اوسکے شہر سے بنا بر قیاس کے نہ بنا بر
استحسان کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م دلیل ظاہر کو قیاس کہتے ہیں اور دلیل خفی کو استحسان کہتے ہیں اور جہان قیاس اور استحسان مجتمع ہو وہان استحسان
مقدم ہوتا ہے لیکن یہ مسئلہ اون مواضع سے ہے جہان قیاس مقدم ہے استحسان پر لہذا شارح نے آگاہ کر دیا کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی اللمعات اور قیاس
قول ہے امام کا اور استحسان قول ہے صاحبین کا وجہ قیاس کی یہہ ہے کہ جسقدر میت نے سفر کیا وہ باطل ہوگیا احکام دنیا کے حق میں اگرچہ آخرت کا ثواب
قائم ہے اسواسطے کہ مسلم کی حدیث میں ثابت ہے کہ جب ابن آدم مرگیا تو اوسکا عمل منقطع ہوگیا اور وصیت کا جاری کرنا بھی دنیا کے احکام سے ہے تو میت کے
وطن سے وصیت باقی رہیگی اور جبکہ حج نہ حاصل ہوا تو سفر میت کا کالعدم ہوگیا اور وجہ استحسان یہہ ہے کہ قرآن مجید میں ثابت ہے کہ جو اپنے گھر سے نکلے
اللہ اور رسول کیطرف ہجرت کرکے اور راہ میں مرے تو اوسکا ثواب عند اللہ ثابت ہے اور طبرانی اور ابو یعلی اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کیواسطے نکلا اور مرگیا تو اوسکو حج کرنیوالے کا ثواب قیامت تک لکھا جاویگا تو اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر
اوسکا موت سے باطل نہیں ہوا تو وصیت مکان سے جاری ہوگی نہ وطن سے کذا فی الہدایہ وفتح القدیر فلو احج عنه الوصی من غیرہ لم یصح پھر اگر میت
کیطرف سے وصی حج کروا دے اپنے سوا کسی غیر سے تو صحیح نہیں ان وفی ای بالحج من بلدہ ثلثه وان لم یف فمن حیث یبلغ استحساناً میت کے شہر
سے حج کیا جاوے اگر میت کا ثلث مال اوسکو کفایت کرے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے پہنچ سکے وہان سے حج کیا جاوے بدلیل استحسان مذکور ولوصی
المیت او وارثه ان یسترد المال من المأمور مالم یحرم اور میت کے وصی یا اوسکے وارث کو جائز ہے مال کا پھیر لینا مامور سے جبتک کہ اوسنے احرام
نہ باندھا ہو اور بعد احرام کے پھیر لینا کسیکو جائز نہیں ثم ان ردّہ لخیانة منه فنفقة الرجوع من ماله والا ففی مال المیت پھر اگر مال کو پھیر لیا مامور
کی خیانت کی جہت سے تو پھرنیکا خرچ مامور کے مال سے ہوگا اور اگر پھیر لینا خیانت کے سبب سے نہیں تو پھرنیکا خرچ میت کے مال میں ہوگا اوصی بحج فتطوع
عنه رجل لم یجزہ وان امرہ المیت لانه لم یحصل مقصودہ وهو ثواب الانفاق وصیت کی ایک شخص نے حج کرنیکی اپنی طرف سے سو ایک
مرد نے اوسکی طرف سے حج کیا بطور احسان کے اور اوسکا مال نہ لیا تو یہہ حج کفایت نکریگا یعنی میت کے ذمہ سے فرض ساقط نہوگا اگرچہ میت نے اوسکو حج کرنیکا
امر بھی کیا ہو اسواسطے کہ اوسکا مقصود نہ حاصل ہوا یعنی مال خرچنے کا ثواب نملا لکن لو حج عنه ابنه لیرجع فی الترکة جاز الا لو تنفل من ماله و
کذا لو احج لا لیرجع کالدین اذا قضاہ من مال نفسه لیکن اگر باپ نے حج کی وصیت کی اور اوسکے بیٹے نے اوسکی طرف سے حج کیا اپنا مال خرچ کرکے
اسی نیت سے کہ متروکہ سے پھیر لیگا تو جائز ہے بشرطیکہ باپ نے وصیت میں یون نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر وارث کسی سے
حج کروا دے اور جائز نہیں حج فرزند کا عدم رجوع کی نیت سے چنانچہ میت کے قرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو متروکہ سے رجوع کر لینا درست ہے لیکن

قرض ادا کرنا بلا نیت عدم رجوع بھی جائز ہی بخلاف حج کے اسواسطے کہ عاجز کیطرف سے حج کرنا بدون اوسکے امر کے جائز نہیں اور قرض ادا کرنا بلا امر بھی
جائز ہی کذا فی المنح عن التجنیس ومن حج عن کل من امریه وقع عنه وضمن لهما لانه خالفهما ولا یعید علی جعله عن احدهما لعدم
الاولویة اور جسنے حج کیا دو امر کرنیوالون کے واسطے یعنی ایک حج مین دو شخصون کو شریک کیا تو وہ حج مامور کیطرف سے نفل واقع ہوگا اور اگر اونکا
مال خرچ کیا ہو تو دونو کے مال کی ضمانت دیگا اسواسطے کہ اونکی مخالفت کی کہ ہر ایک کو بلا شرکت حج مقصود تہا اور مامور قادر نہین کہ حج کو ایک کیواسطے پہیر دے
بسبب عدم ترجیح کے وینبغی صحة التعیین لو اطلق الاحرام اور لائق یون ہی کہ تعیین صحیح ہو اگر احرام کو مطلق کیا ہو یعنی آمر کا ذکر کیا ہو احرام
کیوقت نہ بطور تعیین نہ بطور ابہام ولو ابهمه فان عین احدهما قبل الطواف والوقوف جاز اور اگر آمر کو مبہم ذکر کیا یعنی یون کہا کہ مین
لبیک کہتا ہون ایک آمر کیطرف سے پہر بعد اسکے اگر دو مین سے ایک کو معین کر لیگا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہی طرفین کے نزدیک کذا فی الطحطاوی
بخلاف مالو اهل بحج عن ابویه او غیرهما من الاجانب حال کونه متبرعا فان بعد ذلک جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما
او لهما وفی الحدیث من حج عن ابویه فقد قضی عنه حجته وکان له فضل عشر حجج وبعث من الابرار بخلاف سابق یہ مسئلہ ہی کہ اگر ایک
شخص نے حج کیا اپنے والدین کیطرف سے یا والدین کے سوا اور اجنبی شخصون کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت اور بدون اونکے مال کے حج کیا پہر
بعد اسکے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہی اسواسطے کہ یہہ شخص ثواب کا دینے والا ہی بلا عوض اور حج تو فقط فاعل کیطرف سے واقع ہوگا تو اسکو اختیار ہی چاہے
ایک کو ثواب دے چاہے دونو کو دے اور حدیث مین وارد ہی کہ جو حج کرے اپنے والدین کیطرف سے تو اوسنے اپنا حج ادا کیا اور ہوگی اوسکو اسسے زیادتی
دس حج کی اور یہہ شخص قیامت مین نیکون مین مبعوث ہوگا اور جابر سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے باپ اور ماں ہی
کیطرف سے حج کرے تو اوسنے اپنا حج ادا کیا اور اوسکو دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقم سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب مرد نے اپنے والدین کیطرف سے حج کیا تو قبول ہوگا اوسکی طرف سے اور اسکے والدین کیطرف سے اور ان دونو کی روحین خوش ہونگی اور خدا کے نزدیک
یہہ شخص نیکوکار لکہا جائیگا اور ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کیطرف سے حج کرے یا اونکا قرض
ادا کرے تو قیامت کے دن نیکون کے ساتھہ وہ شخص اوٹھایا جاویگا ان احادیث ثلثہ کو دارقطنی نے مذکور کیا ہی یہہ جو بات اور شارح نے مذکور کیا تو
نفل حج کا ذکر تہا اور اگر والدین مین سے کسی پر فرض حج ہو اوسکی دو صورتین ہین کہ حج کی وصیت اوسنے کی یا نہین اگر وصیت کی اور وارث نے اپنے مال سے
حج کیا مورث کیطرف سے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط نہوگا اور اگر اوسنے وصیت نہین کی حج کی اور وارث نے اپنی خوشی اوسکی طرف
سے حج کیا یا غیر سے کروایا تو امام اعظم نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو فرض ساقط ہو جاویگا کذا فی فتح القدیر ودم الاحصار لاخیر علی الامر فی ماله و
لو میتا قیل من الثلث وقیل من الکل لقران فانه لتقصیر منه ضمن وان بافة سماویة لا اور احصار کا خون آمر پر واجب ہی اوسکے مال مین
اسواسطے کہ آمر نے مامور کو اسمین پہانسا تو اوسی پر چہوڑنا بہی لازم ہی اگرچہ آمر میت ہو آمر سے مراد وہ ہی جسکی طرف سے حج کیا جاوے تو اسمین میت بہی داخل
ہے کذا فی المنح بعضون نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے دم کرنا چاہئے اور بعضون نے کہا کہ کل مال سے اور احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہین پہر اگر حج
فوت ہو گیا مامور کی تقصیر سے یعنی اپنے کسی کام مین ایسا مشغول ہو گیا کہ موسم حج کا گذر گیا تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا حبس
یا سواری کے مر جانے یا کرایہ دار کے بہاگ جانے سے حج فوت ہو گیا تو مامور پر ضمان لازم نہین کذا فی الطحطاوی ودم القران والتمتع والجنایات علی الحاج
الا اذا اذن له الامر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن اور قران اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنیوالے پر واجب ہی نہ آمر پر لیکن جب
آمر نے مامور کو قران اور تمتع کرنیکا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہین دیا تو قران کرنے سے مامور مخالف ہوا آمر
کا تو مامور ہی ضامن ہوگا وضمن النفقة ان جامع قبل وقوفه فیعید بمال نفسه وان بعده فلا لحصول المقصود اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا
اگر اوسنے جماع کیا قبل وقوف عرفات کے اسواسطے کہ حج فاسد ہو گیا تو دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے

دربیان فضیلت حج والدین

جاے کیا تو ضمان نہین بسبب حصول مقصود کے اسواسطے کہ حج تمام ہوگیا وان مات المأمور او سرق نفقته فی الطریق قبل وقوفه حج من منزل آمره
بثلث ما بقی من ماله فان لم یف فمن حیث یبلغ فان مات او سرق ثانیا حج من ثلث الباقی بعدها هکذا الی ان لا یبقی من ثلثه ما یبلغ الحج
فبطل الوصیة اور اگر مامور راہ مین مرگیا یا اوسکا نفقہ چوری گیا راہ مین قبل وقوف عرفات کے تو حج کیا جاوے آمر کے وطن سے اوسکی تہائی باقی مال سے یعنی باقی
متروکہ میت کے ثلث سے سو اگر ثلث باقی کفایت نکرے وطن سے تو جس مکان سے پہنچ سکے وہان سے حج کیا جاوے پھر اگر دوسری بار بھی مامور مرجاوے یا نفقہ چوری
جاوے تو اوسکی متروکہ میت کے باقی مال کے ثلث سے حج کیا جاوے اسیطرح تیسری بار اور چوتھی بار حج کروایا جاویگا یہانتک کہ متروکہ میت سے آنا نہ باقی رہے جسکے
ثلث سے حج ہوسکے پھر جب بقدر حج باقی نرہے تو وصیت حج کی باطل ہوجاویگی یہہ قول ہے امام اعظمؒ کا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک کل مال کے ثلث سے حج کیا جاوے
نہ باقی متروکہ سے اور محمدؒ کے نزدیک اگر اوس مال سے جو مامور کو دیا کچھ باقی ہے بقدر کفایت تو حج کیا جاوے اور نہین تو وصیت باطل ہے کذا فی فتح القدیر مسائلہ
قلت وظاهره انه لا رجوع فی ترکة المأمور فلیراجع شارح کہتا ہے ظاہر قول ماتن یعنی ثلث ما بقی سے حج کروانا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ترکہ مامور سے صرف
حج کا پھیر لینا نہ جائز ہو تو اوسکی تصریح کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیے محشی طحطاوی نے کہا مین نے مراجعت کی کتب فقہ کیطرف تو اوسکو دیکھا کہ ترکہ مامور سے
پھیر لینا جائز ہے م لیکن طحطاوی نے کسی کتاب کا نام مذکور نکیا واللہ اعلم لا من حیث مات خلافا لهما وقولهما استحسان یعنی اگر مامور راہ مین مرجاوے
تو پھر آمر کے وطن سے حج کیا جاوے نہ وہان سے جہان مامور مرگیا بخلاف صاحبین کے اور قول صاحبین کا استحسان ہے اور قول امام کا قیاس ہے لیکن یہان استحسان
بمقابلہ قیاس کے متروک ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا **فروع** مسائل لحقہ شارح کے تصیر مخالفا بالقران او التمتع کما مر لا بالتاخیر عن السنة الاولی
وان عینت لانه للاستعجال لا للتقیید مامور مخالف ہوگا آمر کے قران یا تمتع کرنے سے چنانچہ مذکور ہوچکا نہ مخالف ہوگا سال اول کے تاخیر کرنے سے اگرچہ
آمر نے سال اول کا حج مقرر کردیا ہو اسواسطے کہ یہہ تعیین جلدی کیواسطے ہے نہ تقیید کے واسطے اسواسطے کہ سب سال برابر ہین ادای فرض مین لیکن اول سال افضل
ہے کہ شاید نفقہ باقی نرہے کذا فی الطحطاوی والافضل ان یعود الیه اور افضل یہہ ہے کہ مامور بعد حج کے آمر کے وطن کیطرف پھر آوے اور مکہ مین اقامت نکرے
تاکہ لوٹنے جانیکے نفقات آمر کو ثواب ملے وعلیه رد ما فضل من النفقة وان شرط له فالشرط باطل الا ان یوکله بهبة الفضل من نفسه او یوصی
المیت به لمعین اور مامور پر واجب ہے کہ جو خرچ آنے جانے سے زیادہ بچے اوسکو پھیر دے وارث یا وصی کو اور اگر آمر نے فاضل مال کی اپنے واسطے شرط کرلی ہو تو یہہ
شرط باطل ہے مگر اسطرح فاضل مال کا پھیر دینا درست نہین کہ مامور کو اپنی طرف سے فاضل مال کے ہبہ کر دینے کا وکیل کردیا ہو یعنی یون کہا ہو کہ جو فاضل مال بچے اوسکی ملک مین لینے
کا تجکو وکیل کیا تو اوس مال پر اپنی ذات کیواسطے قبضہ کرلیجو کذا فی الفتح یا میت نے مال زائد کی وصیت کی ہو شخص معین کیواسطے اور شخص معین خواہ مامور ہو یا غیر اوسکا
کذا فی الطحطاوی یا وارث فاضل مال اپنی خوشی مامور کو دیں پھیر دینا اسواسطے لازم ہوا کہ نفقہ مامور کا مملوک نہین ہوگیا حج کروانے سے آنے جانے مین فقط ضرورتون
کے صرف کرنے مین اوسکو اختیار ہے بلکہ وہ مال میت کا مملوک ہے اسواسطے کہ اگر مامور مالک ہوتا تو بطور اجارہ مالک ہوتا حالانکہ طاعات پر اجارہ جائز نہین کذا
فی فتح القدیر ولہذا مامور کو اپنے ساتھ کسی کو کھلانا اور حمام کی اجرت دینا اور چراغ کا تیل مول لینا اور حجام کو اجرت دینا اور دوا خریدنا اس مال سے جائز
نہین الا باجازت میت یا وارث کذا فی النہر والفتح ولوارثه ان یسترد المال من المأمور مالم یحرم اور میت کے وارث کو جائز ہے کہ مال پھیر لے مامور
سے جبتک اوسنے احرام نہ باندھا ہو وکذا ان احرم وقد دفع الیه لیحج عنه بلا وصیة فاحرم ثم مات الآمر اور اسیطرح اگر احرام باندھا اور
حالانکہ اوسکو مال دیا تھا میت کیطرف سے حج کرنیکو بلا وصیت پھر اوسنے احرام باندھا پھر آمر مرگیا تو اوسکے وارث کو مال لینا بعد احرام کے بھی درست ہے وللوصی
ان یحج بنفسه الا ان یامره بالدفع او یکون وارثا ولم تجز البقیة اور وصی کو جائز ہے کہ خود میت کیطرف سے حج کرے مگر اس صورت مین اوسکو حج کرنا
جائز نہین کہ میت نے اوسکو حکم کیا ہو مال دینے کا یعنی یون کہا ہو کہ اسقدر مال دینا اوسکو جو میری طرف سے حج کرے کذا فی الفتح یا وصی وارث ہو اور باقی وارث
اوسکو حج کرنیکو جائز نرکہین تو بھی اوسکو بذات خود حج کرنا جائز نہین ولو قال منعت وکذبوه لم یصدق الا ان یکون امرا ظاهرا اور اگر مامور
نے کہا کہ مین حج کرنے سے روکا گیا فلانے عذر سے اور وارثون نے اوسکی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق نکیجاویگی اور اگر مال خرچ کیا ہوگا تو اوسکو دینا پڑیگا

لگر یہ کہ کوئی ظاہر امر اوسکے صدق کا شاہد ہو مثلاً راہ مین حاجیون کا قافلہ لٹ گیا یا مدت تک مینہ کی جھڑی لگ گئی تو البتہ اوسکی تصدیق ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو قال حججت وكذبوه صدق بيمينه الا اذا كان مديون الميت وقد امر بالانفاق اور اگر مامور نے کہا کہ مین حج کر چکا ہون میت کیطرف سے اور وارثون نے اوسکی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق کیجاویگی قسم کے ساتھ مگر اوسوقت تصدیق نہوگی جب کہ مامور قرضدار ہو میت کا اور اوسکو قرض مین سے راہ خرچ کرنیکا امر ہوا ہو ولا تقبل بينتهم انه كان يوم النحر بالبلد الا اذا برهنوا على اقراره انه لم يحج اور مقبول نہوگی وارثون کے گواہ اس بات پر کہ مامور یوم النحر کو اس شہر مین تھا کیونکہ نفی پر گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ مقصود اس قول سے وارثون کو یہ ہے کہ حج کی نفی ہوجاوے تو اگرچہ وہ قول ظاہر مین اثبات ہے لیکن درپردہ نفی ہے مگر جب وارث گواہ گذارین مامور کے اس اقرار پر کہ مین نے حج نہین کیا تو البتہ گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ لفظ کرنا ہم کا ان الفاظ کو اثبات ہے نہ نفی کذا فی الطحطاوی

باب الهدي

هو في اللغة والشرع ما يهدى الى الحرم من النعم ليتقرب به فيه یہ باب ہے ہدی کے احکام مین ہدی لغت اور شرع مین اوسکو کہتے ہین جو حرم محترم مین چوپایہ حلال جانور کا تحفہ گذرانا جاوے تاکہ اوسکو ذبح کرنے سے حرم مین حق تعالیٰ کا قرب اور رضامندی حاصل ہو وادناه شاة ہدی کا ادنی رتبہ بھیڑ بکری ہے وهو ابل ابن خمس سنين وبقر ابن سنتين وغنم ابن سنة اور ہدی کی اعلی قسم پانچ برس کا اونٹ ہے اور اوسط قسم دو برس کی گائے یا بیل ہے اور ادنی قسم ایک برس کی بھیڑ بکری رتبہ ہے ولا يجب تعريفه بل يندب في دم الشكر اور واجب نہین ہدی کو عرفات مین لیجانا یا پٹہ گردن مین ڈالکر یا کوہان کی کھال چیر کر مشہور کرنا بلکہ شکر کے خون مین اشتہار مستحب ہے یعنی قران اور تمتع اور نفل کے ہدی مین اشتہار بہتر ہے اور جنایات کے ہدی مین چھپانا مناسب ہے جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہے کذا فی المنح ولا يجوز في الهدايا الا ما جاز في الضحايا كما سيجيئ فيصح اشتراك ستة في بدنة شريت لقربة وان اختلف اجناسها اور جائز نہین ہدی مین مگر جو جانور کہ صحیح سالم جائز ہے قربانیون مین چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الاضحیہ مین آویگی تو صحیح ہے شریک کرلینا ایک شخص کا چھ شخصون کو ایک اونٹ اور گائے مین جو بہ نیت قربت کے خرید ہوئی ہو اگرچہ اجناس قربت کے مختلف ہون چنانچہ قران اور تمتع اور احصار اور جزاء صید وغیرہ لک لیکن قربت کا متحد الجنس ہونا مستحب ہے کذا فی المنح وتجوز الشاة في الحج في كل شيء الا في طواف الركن جنبا وحائضا ووطئ بعد الوقوف قبل الحلق کافی اور جائز ہے بھیڑ بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر شئی مین مگر طواف الزیارت کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت مین کرنے سے اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے وطی کرنے مین بھیڑ بکری کافی نہین بلکہ اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا یہان واجب ہے چنانچہ باب الجنایات مین مذکور ہوچکا ويجوز اكله بل يندب كالاضحية من هدي التطوع اذا بلغ الحرم والمتعة والقران فقط ولو اكل من غيرها ضمن ما اكل اور جائز ہے کھانا ہدی کا بلکہ قربانی کی مانند مستحب ہے کھانا نفل کے ہدی کا جب کہ وہ حرم تک پہنچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کھانا جائز ہے فقط اور سوای نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو اگر کھاویگا تو بقدر کھانیکے قیمت دینا لازم ہوگا ام اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم کے پہنچنے کے ذبح کیا تو اوسکا کھانا جائز نہین کہ وہ صدقہ ہے ہدی نہین تو اوسکا کھانا بھی جائز نہین کذا فی المنح وتعين يوم النحر اي وقته وهو الايام الثلثة لذبح المتعة والقران فقط فلو ذبح قبله بل بعده وعليه دم اور فقط تمتع اور قران کے ہدی کے ذبح کرنیکے واسطے یوم النحر متعین ہے لفظ یوم کا یہان بمعنی مطلق وقت ہے تو جمیع اوقات نحر کو شامل ہوگا اور وہ تین دن مین یعنی دسوین گیارہوین بارہوین تو تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنا قبل یوم النحر کے بالاجماع جائز نہین بلکہ بعد بارہوین کے البتہ کافی ہے لیکن ترک واجب ہوا کہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اوسپر دوسرا خون واجب ہے امام کے نزدیک صاحبین کے نزدیک اور سوای تمتع اور قران کے جنایات اور نذر اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر مین مخصوص نہین کذا فی الطحطاوی وتعين الحرم لا منى للكل ولا الفقير الحرمي لكنه افضل اور سب قسم کے ہدی کے ذبح کرنیکے واسطے حرم متعین ہے منا کی کچھ خصوصیت نہین بقول صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کیواسطے مخصوص نہین بنابر وجوب کے لیکن حرم کا محتاج افضل ہے غیر سے ويتصدق بجلاله وخطامه اي زمامه اور ہدی کی جھول اور نکیل کو خیرات کردے اسواسطے کہ صحاح ستہ مین علی مرتضی سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجکو حکم کیا اونٹون کے گوشت اور جھولون اور کھالون کے تصدق کرنیکا محتاجون

باب الہدی

ہے اور فرمایا کہ قصاب کی مزدوری کا اسمین ندیجاوے کذا فی الفتح ولو نُعطِ اَجرَ الجزار ای الذابح منه فان اعطاه ضمن اما لو تصدّق علیه جاز اور
قصاب کی مزدوری ہدی کے گوشت وغیرہ سے ندیجاوے سو اگر دیگا تو ضمان دینا لازم آویگا لیکن اگر بطور صدقہ دے نہ بطور اجرت تو جائز ہے ولا یرکبه مطلقا
بلا ضرورة اور نہ سوار ہووے ہدی پر بلا ضرورت ہم صحیحین مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ سوار ہولے ہدی پر
تو مراد اس حدیث سے یہہ ہے کہ اس شخص کو حاجت ہو گی سواری کی اسواسطے کہ صحیح مسلم مین جابر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو
ہدی پر دستور کے موافق جس وقت کہ تجکو حاجت ہو تو معلوم ہوا کہ بلا ضرورت چڑہنا جائز نہین کذا فی فتح القدیر فان اضطر الی الرکوب ضمن ما نقص برکوبه
وحمل متاعه وتصدّق به علی الفقراء شرنبلالیه فان اطعم منه غنیا ضمن قیمته مبسوط پہر اگر مضطر ہو سواری کیطرف تو ضمان دے جسقدر
نقصان ہوا ہو ہدی مین سوار ہونے اور اسباب لادنے سے اور ضمان نقصان کو فقیرون پر خیرات کرے کذا فی الشرنبلالیه سو اگر ضمان مین سے مالدار کو کہانا
دیگا تو جتنا مالدار کو دیا اوسکی قیمت کا ضمان دینا لازم ہوگا کذا فی المبسوط ولا یحلبه وینضح ضرعه بالماء البارد لو المذبح قریبا والا حلبه
وتصدّق به اور ہدی کا دودہ نہ دوہے اور اوسکے تہن کو ٹھنڈے پانیکا چھینٹا مارے تاکہ دودہ کا ٹپکنا بند ہوجاوے بشرطیکہ ذبح کرنیکا مکان قریب ہو اور اگر دور ہو تو
دودہ کو دوہے تاکہ جانور کو تہنون کے تناؤ سے تکلیف نہو اور اوس دودہ کو خیرات کردے ویقیم بدل هدی واجب عطب او تعیّب بما یمنع الاضحیة
وصنع بالمعیب ما شاء اور قائم کرے دوسری ہدی عوض اوس ہدے واجب کے جو ہلاک ہوگئی یا اوسمین ایسا عیب ہوگیا جو قربانی کا مانع ہے یعنی لنگڑی ہوگئی یا
اندہی اور جب بدلا دیا تو عیبدار کو جو چاہے سو کرے چاہے بیچ ڈالے چاہے ذبح کرکے کہا جاوے ولو کان العیب تطوعا نحره وصبغ قلادته بدمه وضرب به صفحة
سنامه لیعلم انه هدی للفقراء ولا یطعم منه غنیا لعدم بلوغه محله اور اگر نفل کے ہدی مین عیب ہوگیا ہو یا قریب الہلاک ہو تو اوسکو نحر کرے
اور اوسکا پٹہ اوسکے خون مین رنگین کرے اور اوسکو کوہان کی ایک جانب پر رکہدے اس فعل سے غرض یہہ ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہہ ہدی محتاجون کیواسطے ہے
اور اسمین سے غنی کو ندے کہانیکے واسطے اسلئے کہ وہ ہنوز حرم کو نہین پہنچی کہ مالدارون کو اوسکا کہانا جائز ہوتا صحیح مسلم اور مسند احمد مین قبیصہ سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم میرے ساتھہ ہدی کو بھیجا کرتے تھے اور فرماتے کہ اگر ہدی ہلاک ہونے لگے تو اوسکو نحر کرنا اور نعل کو اوسکے خون مین ڈبونا اور اوسکی
ایک جانب کو رکہدینا اور تو اوسمین سے نہ کہانا اور نہ کوئی تیرا ساتھی کہاوے کذا فی العینی شرح الکنز ویقلّد بدنة التطوع ومنه النذر والمتعة
والقران فقط لان الاشتهار بالعبادة الیق والستر بغیرها احق اور فقط نفل اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گاے کی گردن مین پٹا ڈالنا چاہیے
اور نفل مین نذر کے ہدی بہی داخل ہے اسواسطے کہ مشہور دینا عبادت کے ساتھہ لائق تر ہے اور غیر عبادات مین یعنی جنایات وغیرہ مین چھپانا سزاوار تر ہے شهدوا
بعد الوقوف بوقوفهم بعد وقته لا تقبل شهادتهم والوقوف صحیح استحسانا حتی الشهود للحرج الشدید گواہون نے گواہی دی بعد
وقوف عرفات کے اس امر کی کہ حاجیون کا وقوف بعد اوسکے وقت کے ہوا یعنی عرفہ کے دن نہوا بلکہ دسوین تاریخ واقع ہوا تو اونکی گواہی مقبول نہو گی اور وقوف
حاجیون کا صحیح ہے بنا بر استحسان کے یہان تک کہ گواہون کا وقوف بہی صحیح ہے بسبب حرج شدید کے یعنی اس قسم کا اشتباہ اکثر ہوجاتا ہے کہ اوس سے بچنا ممکن
نہین تو اگر جواز اور صحت کا حکم ندیا جاوے بعد اجتہاد اور کوشش کرنیکے تو سخت حرج پیش آویگا اور حالانکہ غنی مطلق نے دین مین سے حرج کو نفی کرڈالا ہے
قال اللہ تعالی (وما جعل علیکم فی الدین من حرج) اور اسیطرف اشارہ ہے اوس حدیث مین کہ حضرت نے فرمایا تمہارا صوم اوسی دن ہے جسمین تم روزہ
رکہتے ہو اور روزہ کہولنے کا وہی دن ہے جسمین تم روزہ کہولتے ہو اور عرفہ تمہارا وہی دن ہے جسدن تم عرفات مین ہوتے ہو اور قربانیکا دن وہ ہے جسدن
تم قربانی کرتے ہو یعنی وقوف عرفات کا وقت عند اللہ وہی دن ہے جسکو اہل اسلام اپنے اجتہاد اور راے سے عرفہ کا دن جانتے ہین اور اوسمین وقوف کرتے
ہین اور جب اس گواہی پر عدم صحت مترتب نہوئی تو اوسکی سماعت مین کچہہ فائدہ نہین تو حاکم کو لازم ہے کہ اوسکو نہ سنے اسواسطے کہ حاکم کی سماعت مشہور ہوجاویگی
تمام اہل موقف مین قیل وقال زیادہ ہوگا اور فتنہ برانگیختہ ہوگا اور قلوب مسلمین کے شک واقع ہونے سے کہ حج صحیح ہوا یا نہین ہوا نہایت مکدر ہونگے کہ اسقدر
محنت اور مشقت سے قطع منازل بعیدہ کرسکے اور خطیر اوٹہاکر وہان پہنچے ہین لہذا جب گواہ گواہی کیواسطے آوین تو حاکم اون سے کہے کہ تم ہٹ جاؤ ہم تمہاری

گواہی نہیں سُنتے لوگون کا حج پورا ہوگیا کذا فی فتح القدیر و قبلہ ای قبل وقتِہِ قُبِلَت اِن اَمکَنَ التدارُکُ لَیلاً مع الاکثرِ ولا لا اور قبل وقوف عرفات کے گواہی مقبول ہوگی یعنی اگر گواہون نے گواہی دی کہ یوم الترویہ یعنی آٹھوین تاریخ مین لوگون نے عرفات کا وقوف کیا تو حاکم اونکی گواہی قبول کرے بشرطیکہ تدارک وقوف عرفات کا ممکن ہو رات کو اکثر لوگون کے ساتھہ اور اگر تدارک نہوسکے تو گواہی مقبول نہیں ہے اگر آٹھوین تاریخ گواہون نے گواہی دی کہ یہہ دن عرفہ کا ہے تو غور کرنا چاہیے اگر امام کو سب لوگون کے ساتھہ یا اکثر لوگون کے ساتھہ وقوف عرفات ممکن ہو تو گواہی مقبول ہوگی قیاس مین بھی اور استحسان مین بھی اسواسطے کہ وقوف عرفات کی ہنوز قدرت حاصل ہے تو اگر اوسدن دوپہر ڈھلے وقوف نہوگا تو اونکا حج فوت ہوگا اور اگر رات کو امام کل یا اکثر لوگون کے ساتھہ وقوف کرسکے تو بھی گواہی مقبول ہوگی لیکن استحسان مین نہ قیاس مین اور اگر رات کو بھی اکثر لوگون کے ساتھہ وقوف نہوسکے تو گواہی مقبول نہوگی اور امام اونکو حکم کرے کہ دوسرے دن دوپہر ڈھلنے کے بعد وقوف کرین کذا فی المنح وغیرہ رمی فی الیوم الثانی او الثالث او الرابع الوسطیٰ و الثالثۃ ولم یرم الاولیٰ فعند القضاء اِن رمی الکل بالترتیب فحسن وان قضی الاولیٰ جاز لسُنیۃ الترتیب ایک شخص نے ذی الحجہ کی گیارھوین یا بارھوین یا تیرھوین تاریخ جمرۂ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی کی اور جمرۂ اولی کی رمی نکی تو قضا کیوقت اگر جمرات ثلثہ کی بہ ترتیب رمی کی تو خوب ہے اور اگر فقط جمرۂ اولی کی رمی کی قضا کی اور جمرۂ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی نکی تو جائز ہے اسواسطے کہ رمی جمرات کی ترتیب مسنون ہے نہ واجب اسواسطے کہ ہر جمرہ قربت مستقلہ ہے ایک دوسرے کا تابع نہیں کذا فی المنح نذر المکلف حجا ماشیا مشی من منزلہ وجوبا فی الاصح حتی یطوف الفرض لانتہاء الارکان نذر کی عاقل بالغ نے حج کی پیدل تو پیادہ پا چلے اپنے گھر سے بنابر وجوب کے قول اصح مین یہان تک کہ طواف الزیارۃ سے فراغت کرے اسواسطے کہ طواف الزیارۃ تک سب ارکان حج آخر ہوگئے ولو رکب فی کلہ او اکثرہ لزمہ دم وفی قلیلہ بحسابہ اور اگر پیدل حج کا نذر کرنیوالا تمام راہ یا اکثر راہ سوار ہوگا تو اوسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور کمتر راہ کی سواری مین موافق اوسکی تصدق لازم ہوگا یعنی اگر چہارم راہ سوار ہوا تو چہارم حصہ بکری کی قیمت کا تصدق کرے اور اگر نصف راہ سوار ہوا ہے تو نصف قیمت خیرات کرے ولو نذر المشی الی المسجد الحرام او مسجد المدینۃ او غیرہما لا شئ علیہ اور اگر نذر کی پیدل چلنے کی مسجد الحرام تک یا مسجد مدینہ تک یا سوا ان دو مساجد کیطرف پیدل جانیکی تو اوسپر کچھہ واجب نہیں اور یہی حکم ہے حرم اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور استانۂ کعبہ اور باب کعبہ اور میزاب رحمت اور مزدلفہ اور بیت المقدس اسواسطے کہ التزام نسک ان الفاظ اور مکانات سے معروف نہیں کذا فی الطحطاوی اشتریٰ محرمۃً ولو بالاذن لہ ان یحللہا بلا کراہۃ لعدم خلف وعدہ بقص شعرہا او قلم ظفرہا او بمس طیب ثم یجامع وہو اولیٰ من التحلیل بالجماع ایک شخص نے خرید کیا محرمہ لونڈی کو اگرچہ اوس نے بائع کے اذن سے احرام باندہا ہو تو مشتری کو جائز ہے لونڈیکو احرام سے خارج کرنا اوسکی بال کتر کر یا ناخن کاٹ کے یا خوشبو لگاکر پھر بعد اس تحلیل کے قربت کرے یہی اولی ہے جماع کر کے تحلیل کرنیسے بلحاظ تعظیم امر حج اور مشتری کو تحلیل لونڈی کی بلاکراہت جائز ہے کیونکہ مشتری کی طرف سے خلاف وعدگی نہیں اسواسطے کہ اوسنے بائع کے اذن سے احرام باندہا تھا نہ مشتری کے اذن سے وکذا لو نکح محرمۃ بنفل بخلاف الفرض ان لہا محرم والا فہی محصرۃ فلا تحل الا بالہدی اور اسیطرح اگر ایکمرد نے اوس حرہ سے نکاح کیا جو نفل حج کا احرام باندہی تھی تو زوج کو اوسکی تحلیل جائز ہے بخلاف فرض حج کے اگر عورت کے ساتھہ اوسکا کوئی محرم ہوا اور اوسنے نکاح کیا ہو تو زوج کو اوسکی تحلیل کا اختیار نہیں اور حج کے جانیسے اوسکو روک بھی نہیں سکتا درصورت اجتماع شرائط اور اگر منکوحہ کے ساتھہ اوسکا محرم نہو تو وہ محصرہ ہے یعنی شرعا وہ بند ہوگئی بدون محرم یا زوج کے حج کو نہیں جاسکتی اور زوج پر واجب نہیں کہ اوسکی ساتھہ سفر مین جاوے پھر جب وہ محصرہ ہوئی اور زوج اوسکی تحلیل چاہے تو وہ حلال نہوگی بدون ہدی بھیجنے کے اور بعد ہدی بھیجنے کے فورا تحلیل جائز ہے ذبح ہدی پر موقوف نہیں کذا فی الفتح والمنح ولو اذن لامرأتہ بنفل لیس لہ الرجوع فیہ لملکہا منافعہا وکذا المکاتبۃ بخلاف الامۃ الا اذا اذن لامتہ فلیس لزوجہا منعہا اور اگر اجازت دی زوج نے اپنی زوجہ کو نفل حج کی تو اوسکو اسمین پھرنا جائز نہیں اسواسطے کہ حرہ اپنے منافع کی مالک ہے اور اسیطرح لونڈی مکاتبہ کا حکم ہے بخلاف خالص لونڈی کے کہ بعد اذن دینے کے بھی مالک کو پھرجانا درست ہے اسواسطے کہ اوسکی منافع کا مالک

مملوکہ مین مگر جب کہ مالک نے لونڈی کو اذن دیا ہو حج کا تو لونڈی کے زوج کو اوسکا روکنا جائز نہین **فوع** مسائل لمتفرقہ شارح نے حج الغنی افضل من حج
الفقیر بالدار کا لحج افضل ہو محتاج کے حج سے اسواسطے کہ محتاج پر حج فرض نہین مگر بعد پہنچنے مکہ کے اور گھر سے وہان تک جانا اوسپر فرض نہین بلکہ نفل ہو اور بالدار
کو طریسے فرضیت شروع ہوئی حالانکہ فضیلت فرض کی افضل ہو فضیلت نفل سے اور اگر دونو کا نفل حج ہو تو افضلیت نہین کذا فی الطحطاوی حج الفرض اولیٰ
من طاعۃ الوالدین بخلاف النفل یعنی حج بہتر ہے ماں باپ کی فرمان برداری سے اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت جائز نہین خالق کی معصیت مین بخلاف نفل
حج کے اسواسطے کہ والدین کی طاعت افضل ہو نفل حج سے علی الخصوص کہ والدین اسکی خدمت کے محتاج ہون بناءُ الرباطِ افضل من حج النفل بنانا خانقاہ
اور مسافرخانہ کا افضل ہو نفل حج سے اسواسطے کہ اسکی منفعت عام ہو اہل اسلام کو اور حج کی منفعت فقط اوسیکو خاص ہے واختلف فی الصدقۃ ورجح فی البزازیۃ
افضلیۃ الحج لمشقتہ فی المال والبدن جمیعا قال وبہ افتیٰ ابوحنیفۃ حین حج وعرف المشقۃ اور خلاف ہو علما مین کہ خیرات افضل ہے
یا نفل حج اور فتاوی بزازیہ مین ترجیح دی ہو حج کے افضل ہونے کو اسواسطے کہ حج مین مال اور بدن دونو پر مشقت اور محنت ہو اور خیرات مین فقط مال کا صرف
ہے نہ بدن کا کہا بزازیہ کے مصنف نے اور اسیکا فتوی دیا امام ابوحنیفہ نے جب حج کیا اور اوسکی مشقت کو سمجھا تمام فتاوی بزازیہ مین پورا بیان یون ہے کہ امام اعظم
سے مروی ہو کہ صدقہ افضل ہو نفل حج سے لیکن جب امام نے حج کیا اور مشقت کو دریافت کیا تو اوسکا فتوی دیا کہ حج افضل ہے اور مراد امام کی یہہ ہو کہ نفل حج
کرے اور ہزار صرف کرے تو اگر اس ہزار سے محتاجون کو خیرات کریگا تو وہ افضل ہو اور یہہ مراد نہین کہ حج بدون خیرات کے افضل ہو فی سبیل اللہ ہزار
درم کے دینے سے اور چونکہ حج مین مال اور بدن دونون پر مشقت ہو لہذا حج افضل ہو خیرات سے قول مختار مین انتہی کلامہ لوقفۃ الجمعۃ مزیۃ سبعین
حجۃ ویغفر فیہا لکل فرد بلا واسطۃ جمعہ کے وقوف عرفات کو فضیلت ہو ستر حج سے اور مغفرت ہوتی ہو اسمین ہر شخص کی بلا واسطہ یعنی جب جمعہ کے دن عرفہ
ہو تو اوسکی یہہ فضیلت ہو اور اسیکو عرف عام مین حج اکبر کہتے ہین اور اگر عرفہ جمعہ کے دن نہو تو اوسمین مغفرت بلا واسطہ نہین بلکہ عوام مومنین کی مغفرت بواسطہ
صالحین کے ہوتی ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر ضاق وقت العشاء والوقوف یدع الصلوۃ ویذہب للعرفۃ للحج تنگ ہوا نماز عشاء اور وقوف
عرفات کا وقت تو نماز کو چھوڑ دے اور عرفات جاوے بلحاظ مشقت شدید یعنی دسوین رات ذی الحجہ کی اتنی کم باقی ہو کہ اگر عشا پڑہے تو وقوف عرفات فوت
ہوتا ہو اور اگر وقوف عرفات کرتا ہو تو عشا کا وقت جاتا ہو تو یہان وقوف عرفات مقدم ہو اسواسطے کہ اگر عشا پڑہیگا تو حج دوسرے سال پر موقوف رہیگا پھر واللہ
اعلم خرچ باقی رہے دوسرے سال تک یا زندگی پھر آنیکا اتفاق ہو یا نہو بخلاف نماز عشا کے کہ اوسکا قضا کرنا ہر وقت ممکن ہے ہل الحج یکفر الکبائر قیل نعم
کحربی اسلم کیا حج مٹاتا ہو کبیرہ گناہون کو بعضے علما نے کہا کہ ہان حج کبیرہ گناہون کو مٹاڈالتا ہو اگرچہ مظالم اور حقوق العباد ہون جیسے کافر
حربی کے گناہ اسلام سے مٹ جاتے ہین یعنی اگر کافر حربی نے کسیکو قتل کیا ہو یا کسی کا مال چھین کر دار الحرب مین چلا گیا ہو اور پھر وہ مسلمان ہو تو اوسے خون
اور مال کا مواخذہ نہین دلیل اس قول کی صحیح مسلم کی حدیث ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ اسلام گراتا ہو اگلے گناہون کو اور ہجرت گراتی
ہے اگلے گناہون کو اور حج گراتا ہو اگلے گناہون کو وقیل غیر المتعلقۃ بالآدمی کذمی اسلم اور بعضے علما نے کہا کہ حج مٹاتا ہو اون کبیرہ گناہون کو
جو آدمی سے متعلق نہین یعنی حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہین نہ حقوق العباد چنانچہ کافر ذمی کے مسلمان ہونے سے ترک صوم و صلوۃ کا مواخذہ نہین لیکن قتل اور
غصب کا مواخذہ ہو وقال عیاض اجمع اہل السنۃ ان الکبائر لایکفرہا الا التوبۃ اور قاضی عیاض مالکی نے کہا کہ اہل سنت اور جماعت کا اجماع
ہے اس بات پر کہ کبیرہ گناہون کو سوای توبہ کے کوئی عمل صالح نہین مٹاتا یعنی جو کبائر کہ منجملہ حقوق اللہ ہین مانند زنا اور شرب خمر کے بدون توبہ کے معاف
نہین ہوتے کذا فی الطحطاوی ولا قائل بسقوط الدین ولو حقا للہ تعالیٰ کدین صلوۃ وزکوۃ نعم اثم المطل وتاخیر الصلوۃ ونحوہا یسقط
وہذا معنی التکفیر علی القول بہ اور کوئی قائل نہین سقوط دین واجب الادا کا اگرچہ وہ حق اللہ ہو جیسے صلوۃ اور زکوۃ کا دین ہان یہہ البتہ ہو
کہ ادای دین مین دیر لگانیکا گناہ اور تاخیر صلوۃ اور اسیطرح تاخیر زکوۃ اور تاخیر حج کا گناہ ساقط ہو جاتا ہو حج کرنے سے اور یہی مطلب ہو حج کے مکفر
سیئات ہونیکا موجب اوس قول کے جو حج کو واجب علی الفور کہتے ہین ہم خلاصہ یہہ ہو کہ مسئلہ تکفیر سیئات کا ظنی ہو نہ قطعی اسواسطے کہ حج مین تکفیر کبائر کی منجملہ

حقوق اللہ سے بالیقین ثابت نہین ہے جیسا کہ حقوق العباد اور اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہو جائے تو بھی اسکا وہ مطلب نہین جو اکثر لوگ غلط سمجھتے
ہین کہ حج سے لوگون کا قرض و دام ساقط ہو جاتا ہے اور اسیطرح صلوۃ او رصوم اور زکوۃ کی قضا ساقط ہو جاتی ہے بلکہ یہہ مطلب ہے کہ ادائی حقوق کی تاخیر کا
گناہ ساقط ہو جاتا ہے بالجملہ حج مین جو احادیث تکفیر سئیات کی وارد ہین اونکے عموم اور اطلاق کا کوئی قائل نہین کذا فی المنح عن البحر و حدیث ابن ماجۃ
انہ علیہ الصلوۃ والسلام استجیب لہ حتی فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا
مقبول ہوئی یہانتک کہ خون ریزیون اور مظالم مین بھی پوری روایت ابن ماجہ کی عباس بن مرداس سلمی سے یون ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت
کی مغفرت کیواسطے عرفات مین دعا کی سوای مظالم کے اور گناہون کی مغفرت ہوئی اور ارشاد ہوا کہ مین مظلوم کیواسطے مواخذہ کرونگا حضرت نے عرض کیا کہ
ای رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخشدے سو اوسدن دعا قبول نہوئی پھر حضرت نے صبح کو مزدلفہ مین وہی دعا کی سو جو حضرت مانگتے تھے
اوسکی اجابت ہوئی علماء حدیث نے کہا کہ یہہ حدیث ضعیف ہے اسواسطے کہ عباس بن مرداس اسکا راوی منکر الحدیث ساقط الاحتجاج ہے ہرچند یہہ حدیث ضعیف
ہے لیکن اسکی شواہد احادیث صحیحہ بکثرت ہین از انجملہ چند احادیث مذکور ہوتی ہین حافظ منذری نے کہا عبد اللہ بن مبارک نے روایت کی سفیان ثوری سے اور
اونہون نے زبیر بن عدی سے اور اونہون نے انس بن مالک سے کہا انس نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرفات مین وقوف کیا اور قریب تھا کہ آفتاب
ڈوبے سو حضرت نے فرمایا کہ ای بلال لوگون کو خاموش کر سو بلال نے کہڑے ہو کر لوگون کو خاموش کیا پہر فرمایا ای لوگو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے
اور میرے رب کا مجکو سلام پہونچایا اور کہا کہ اللہ عزوجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور اونکی تبعات یعنی مظالم کا ضامن ہوا تو عمر بن خطاب کہڑے ہوئے
اور کہا یا رسول اللہ یہہ مغفرت ہم لوگون کو مخصوص ہے حضرت نے فرمایا تمہارے واسطے ہے اور جو لوگ کہ تمہارے بعد آوینگے قیامت تک اونکے واسطے
بھی تو عمر بن خطاب نے کہا کہ ہمارے رب کی خیر کثیر اور طیب ہے اور امام مالک کی موطا مین طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی دن
عرفہ سے زیادہ تر ذلیل اور خوار اور غضبناک شیطان نہین ہوتا اور اوسکا سبب کچھہ نہین مگر یہہ کہ دیکھتا ہے نزول رحمت کو اور ذنوب عظام کی مغفرت کو
کذا فی فتح القدیر اور صحیح بخاری مین حدیث مرفوع ہے کہ جسنے حج کیا سو عورتون کی طرف مخاطب نہوا اور گناہون سے بچا تو گناہون سے ایسا پاک ہو جاتا ہے
جیسے مان کے پیٹ سے پیدا ہوا شیخ الاسلام زکریا سے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث مین صغائر اور کبائر کی مغفرت مراد ہے یا فقط صغائر
کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر اور کبائر دونونکی مغفرت معلوم ہوتی ہے اور بعض احادیث مین اسکی تصریح بھی ہے لیکن حقوق العباد کے سوا اور صغائر پر
محمول کرنا اقرب بدلیل ہے اور شیخ شہاب الدین رملی شافعی سے اسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر اور کبائر حتی کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہے
اسواسطے کہ طبرانی اور بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ کے دن دوپہر
ڈہلے حق تعالی فرشتون سے فرماتا ہے کہ میرے بندے پریشان مو غبار آلودہ ہر طرف سے آئے ہین میری رحمت کے امیدوار ہو کر تو اگر انکے گناہ مانند
شمار ریگ کے یا مثل قطرات باران یا سمندر کے کف کی برابر ہون تو البتہ مین بخشونگا جاؤ میرے بندو مغفور ہو کر واللہ اعلم کذا فی منح الغفار اور ملا رحمت اللہ
کی منسک متوسط جسکا لباب المناسک نام ہے اوسمین مذکور ہے کہ حج لگلے صغیرہ گناہون کو جو منجملہ حقوق اللہ ہین بالاتفاق قطعا ہدم کردیتا ہے اور کبائر
متعلقہ حق اللہ اور مطلقا مظالم مین خلاف ہے طیبی قائل ہے کہ حج مظالم اور کبائر کو ہدم کرتا ہے لیکن قول معتمد یہہ ہے کہ مظالم اور کبائر تحت مشیت حاکم
علی الاطلاق مین تمام اہل سنت اور جماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ تورپشتی وغیرہ ائمہ کبار نے اسکو مصرح مذکور کیا ہے اور احادیث مغفرت حج مین اور
جمہور اہل سنت کے قول مین کچھہ منافات نہین اسواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدہ مغفرت پر محمول ہین درصورت مشیت حق یا اون لوگونکی مغفرت مظالم مراد ہے
جنکا حج مقبول ہے چنانچہ روایت مین ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اوسکے مظالم معاف ہو جاوینگے اسطرح کہ حق تعالی اہل حقوق کو ایسا کچھہ عطا کریگا
کہ وہ راضی ہو جاوینگے واللہ اعلم بندب دخول البیت اذا لم یشتمل علی ایذاء نفسہ او غیرہ مستحب ہے داخل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ اپنی
ذات کو یا غیر کو تکلیف نہو اور ہجوم مین تکلیف نہونا قلیل الوجود ہے اور اندر جانیوالیکو مستحب ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر نماز پڑھے اور عبد اللہ

بن عمر جب داخل ہوتے تھے تو دروازہ کعبہ کو پس پشت ڈالکر سیدھے چلے جاتے تھے یہان تک کہ سامنے کی دیوار سے تین ہاتھ کا فاصلہ رہتا تھا پھر وہان نماز پڑھتے تھے اور لائق ہے کہ جتنا ہو سکے ظاہر اور باطن سے وہان با ادب رہے اور نماز اوس دیوار پر پڑھے جدہر حضرت نے نماز پڑھی ہے اور حق تعالیٰ سے مغفرت مانگے اور حمد الٰہی بجا لاوے پھر چارون کونون کی طرف آوے اور تہلیل اور تسبیح اور تکبیر کہے اور جو چاہے سو دعا مانگے اور آنکھ کو چھت کیطرف نہ اٹھاوے کہ ادب کے خلاف ہے کذا فی النہر صحیحین مین عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ فتح مکہ مین حضرت بیت اللہ مین داخل ہوئے اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن ابی طلحہ نے اندر سے دروازہ بند کر لیا پھر دیر کے بعد کھولا عبد اللہ بن عمر نے کہا مین سب سے پہلے وہان پہنچا تو بلال کو دروازہ پر پایا مین نے پوچھا کہ حضرت نے کہان نماز پڑھی بلال نے کہا دو مقدم ستونون کے اندر اور دوسری روایت یون ہے کہ اوسوقت بیت اللہ مین چھ ستون تھے سو حضرت نے تین ستون کو پس پشت کیا اور ایک ستون بائین طرف اور دو ستونونکو داہنی طرف کر کے نماز پڑھی اور تاریخ مکہ مین مذکور ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے عبد اللہ بن عمر سے پوچھا کہ حضرت نے کہان نماز پڑھی تھی کہا کہ دیوار سے دو تین ہات ہٹ کر نماز پڑھنا چاہیے کذا فی شرح سفر السعادۃ وما یقوله العوام من العروة الوثقى والمسمار الذي في وسطها انه سرة الدنيا لا اصل له اور یہہ جو عوام وہان کے حلقہ کو عروۃ الوثقیٰ کہتے ہین اور اوس کیل کو جو اوسکے درمیان مین ہے ناف دنیا کہتے ہین سو بے اصل ہے ولا يجوز شراء الكسوة من بني شيبة بل من الامام او نائبه اور جائز نہین خرید کرنا کعبہ کا غلاف بنی شیبہ سے جنکے پاس کعبہ کی کنجی رہتی ہے بلکہ بادشاہ یا اوسکے نائب سے خرید کرنا جائز ہے م بالفعل یون واقع ہوا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ جب غلاف کعبہ نیا بدلا جاوے تو پرانا غلاف بنی شیبہ کو دیا جاوے اور بادشاہ کو اوسکا اختیار ہے اور ہمارے علما نے اسواسطے اوسکی بیع سے منع کیا تھا وہ بیت المال کا مال ہے اور بلاشبہہ بیت المال مین بادشاہ کا تصرف ہے پھر جب بادشاہ نے کسیکو دیدیا تو اوس سے خرید کرنا جائز ہے اور اسی قول کو امام نووی شافعی نے شرح مہذب مین پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ بادشاہ کو اختیار ہے کہ غلاف کو مصارف بیت المال مین صرف کرے خواہ بیع سے خواہ عطا سے اسواسطے کہ ازرقی نے روایت کیا ہے کہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر سال غلاف کو بدلتے تھے اور پرانا حاجیون کو تقسیم کر دیتے تھے اور اگر اوسمین تصرف نہ جائز ہو تو بعد مدت دراز تلف ہو جاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وله لبسها ولو جنبا او حائضا اور جو غلاف کو خرید کرے اوسکو پہننا جائز ہے جنابت اور حیض کیحالت مین بھی لا يقتل في الحرم الا اذا قتل فيه ولو قتل في البيت لا يقتل فيه خون کا بدلا نہ لیا جاوے حرم مین مگر اوسوقت بدلا لینا جائز ہے جب کسی نے حرم مین خون کیا ہو اور بیت اللہ کے اندر خون کیا تو اوسکا قصاص اندر نہوگا م اگر کسی نے باہر حرم کے خون کیا اور حرم مین جا چھپا تو اوسکا قصاص حرم مین نہوگا بلکہ خرید فروخت اوس سے موقوف کیجاوے اور کہانا اوسکو نہ دیا جاوے تاکہ وہ مضطر ہو کر حرم سے نکلے جب باہر نکلے تو قصاص لیا جاوے اور اگر جان سے نہ مارا بلکہ آنکھ پھوڑی یا ہاتھ کاٹا تو اوسکا بدلا حرم کے اندر لیا جاویگا یہی قول ہے امام اور صاحبین کا اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک حرم مین قصاص لینا ہر طرح درست ہے اور امام کے نزدیک سارق کا ہاتھ حرم مین نہ کاٹا جاوے بخلاف صاحبین کے اور اگر کافر حربی حرم مین داخل ہو تو اوس سے تعرض کرنا نچاہیے بلکہ اوسکا کہانا اور پانی بند کرنا چاہیے تاکہ نکل بہاگے کذا فی المنح عن مناسک الطرابلسی يكره الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال مکروہ ہے استنجا کرنا زمزم کے پانی سے اور غسل کرنا مکروہ نہین اور وضو کرنا بھی جائز ہے اور حرم کی کنکریان اور مٹی اور اسیطرح بیت اللہ کی مٹی بہ نیت تبرک حل مین لانا جائز ہے بشرطیکہ قدر قلیل ہو اور تخریب عمارت کا موجب نہو جیسے زمزم کا پانی باہر لیجانا جائز ہے اور زمین حرم مکہ کا بیچنا جائز نہین لیکن عمارت کا اور گھاس کا بیچنا جائز ہے کذا فی المنح لا حرم للمدينة عندنا مدینہ کیواسطے حرم نہین ہے ہمارے نزدیک یعنی جیسے حرم مکہ مین شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہے ویسا مدینہ مین حرام نہین اور اگر مدینہ کا حرم مکہ کی مانند ہوتا تو بدون احرام باندہے وہان کا جانا جائز نہوتا حالانکہ حضرت سے اور صحابہ سے احرام باندہنا دخول مدینہ کیواسطے ثابت نہین باقی تفصیل اس مسئلہ کی کتب مبسوطہ مین ہے واللہ اعلم ومكة افضل منها على الراجح الا ما ضم اعضاءه الشريفة صلى الله عليه وسلم فانه افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسي اور مکہ معظمہ افضل ہے مدینہ طیبہ سے بقول راجح مگر جس مقدار زمین پاک سید کائنات کے اعضاء شریفہ مقدسہ سے ملی ہوئی ہے قاضی عیاض نے اجماع نقل کیا ہے کہ موضع قبر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم افضل بقاع ارض ہے بلکہ مطلقا افضل ہے یہانتک کہ کعبہ اور عرش اور کرسی سے

سے بھی افضل ہی امام اعظم اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک کعبہ افضل ہی مدینہ سی اور امام مالک کے نزدیک مدینہ افضل ہی کذا فی الملتم و زیارۃُ قبرِ الشریف
مندوبۃٌ بل قیل واجبۃٌ لمن لَہٗ سَعَۃٌ اور زیارت کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہے بلکہ بعضے علما نے اسکو واجب کہا ہی جسکو مقدور اور طاقت ہو ان شاء اللہ
تعالی عنقریب طریق زیارت کا بتفصیل تمام خاتمہ حج مین مذکور کیا جاویگا واسطے انتفاع مسلمین مشتاقین کے ویَبدأ بالحج لو فرضاً ویُخیّر لو نفلاً مالم یَمُرّ بِہٖ
علیہ الصّلوۃ والسّلام فیبدأ بزیارتہٖ لا محالۃ ولینوِ معہ زیارۃ مسجدِہ الشریف فقد اَخبر اَنّ الصّلوۃ فیہ خیرٌ من اَلف صلوۃ
فی غیرہ الا المسجد الحرام وکذا بقیۃ القُرَب اور پہلے حج ادا کرے اگر فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اوسمین مختار ہی چاہی پہلے زیارت کرے یا حج لیکن
نفل حج مین اختیار اوسوقت تک ہی جب تک مدینہ مین ہو کر نہین نکلا اور اگر حج کیواسطے مدینہ مین ہو کر چلا تو زیارت کرنا ضرور ہی خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف
کی زیارت کے ساتھ چاہیے کہ حضرت کی مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہی کہ اوسکی ایک نماز ہزار
نماز سے افضل ہی اوسکی غیر مسجد مین سوای مسجد الحرام کے اور اسیطرح باقی عبادات مانند اعتکاف اور جاروب کشی کے کہ اوسکا ثواب سوای مسجد الحرام کے اور
مساجد سے زیادہ تر ہی مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان مین عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری
اس مسجد مین اور مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہی سوای مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام مین افضل ہی اوسکی سو نمازون سے یعنی مسجد مدینہ سے ابن ہمام نے
فتح القدیر مین لکھا کہ عبد ضعیف کے نزدیک بہتر یہہ ہی کہ سفر مدینہ مین فقط قبر شریف کی زیارت کیواسطے نیت کو خالص کرے مزید اجلال اور تعظیم سید العالمین اسیکو
مقتضی ہے اور تاکہ ظاہر حدیث دارقطنی کی موافق ہو جاوے کہ جسکو کوئی حاجت نہو سوای میری زیارت کی اوسکا مین شفیع ہونگا قیامت کے دن ویُکرہ
المجاورۃُ بالمدینۃِ وکذا بمکّۃَ لمن یثقُ بنفسِہٖ اور مکروہ نہین رہنا مدینہ کا اور اسیطرح مکہ کا اوس شخص کو جسکو اپنی نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین
شریفین کا مجاورہ مکہ معظمہ مین اختلاف ہی علما کا بعض شافعیہ نے مذکور کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہے مگر جب وقوع امر ممنوع کا ظن غالب ہو اور یہی مذہب ہے
صاحبین کا اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ انسان کی غالب عادت یہہ ہی کہ معیشت مین خلاف خواہش نفسانی سے تنگدل
اور افسردہ خاطر ہو جاتا ہی اور کثرت مشاہدات سی جیسے تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہین رہتی غالبا اور یہہ بھی ہی کہ انسان خطا سی محفوظ نہین اور
حرم مین تضاعف معاصی کا خوف ہی چنانچہ ابن مسعود سے مروی ہی اگر یہہ روایت صحیح ہو و الا اسمین تو شک نہین کہ وقوع معاصی حرم مین زیادہ تر قبیح
اور خوفناک تر ہی ولہذا عبد اللہ بن عباس نے طائف کا رہنا اختیار کیا تہا اور فرماتے تہے کہ اگر مین پچاس گناہ طائف مین کرون تو میرے نزدیک
محبوب تر مین مکہ مین ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعود سے روایت ہی کہ کسی شہر مین سوای مکہ کے ہمت پر قبل عمل کے مواخذہ نہین اسواسطے کہ حق تعالی نے
فرمایا وَمَن یُرِد فیہِ بِاِلحادٍ بِظُلمٍ نُذِقہُ مِن عَذابٍ اَلیم یعنی جو حرم مین کجروی ظلم کا ارادہ کریگا اوسکو عذاب دردناک چکھاوینگے اور
عمر فاروق سے روایت ہی کہ اگر مجہسے ایک گناہ مکہ مین ہو جاوے وہ غالب تر ہی اور شہر کے ستر گناہون سے ہان بعضے خالص بندے اللہ تعالی کے جو کشاکش مقتضاے
طبیعت انسانی سے پاک مین وہ اہل مین اوس سعادت عظمی کے کہ وہ تضاعف حسنات نصیب اہل مکہ ہی ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مکہ مین رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہو سکا تو اوسکو واسطے لاکہ رمضان لکھی جاوینگے اور
حق تعالی ہر دن مین ایک گردن آزاد کرنیکا اور ہر رات مین ایک گردن آزاد کرنیکا ثواب لکہیگا اور ہر دن فی سبیل اللہ گہوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور
ہر چند مدینہ مین تضاعف سیئات کا خوف نہین لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہی کہ وہ مخالف ہی احترام اور توقیر کے تو وہان کی مجاورت کراہت
سے خالی نہین مگر اہل صبر اور اہل ادب کیواسطے وہان کا رہنا اور وہان کا مرنا عمدہ وسیلہ ہی نجات کا صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہی کہ جو تکلیف اور
شدت مدینہ پر صبر کریگا میری امت مین سے ہوگا مین اوسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن یا شاہد ہونگا اور ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ کا مرنا وہ وہان مرے کہ مین مقرر شفاعت کرونگا وہان کے مرنیوالیکی کذا فی فتح القدیر اور منا سک
طرابلسی مین ہی کہ امام ابو حنیفہ اور جماعۃ محتاطین بخوف ملال اور قلت ادب اور حرقت قلب بسبب مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہین امید ہی کہ سعت

مجاورت

اوسکے نزدیک کچھ مضایقہ نہیں اور یہی افضل اور مستحب ہے اور اسی پر بالفعل لوگوں کا عمل ہو گیا ہے ۔ [illegible]

فصل اول

کیفیت حج مصطفوی میں مترجم نے چاہا کہ بقصد تبرک رسول کریم کے حج کا طریقہ بروایت صحیحہ بیان کرے ۔ موجب اطمینان و باعث مزید شوق مشتاقین کو ہو اور چونکہ کتب حدیث میں مثل حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے کوئی حدیث جامع اکثر مسائل کی ابتدائے سفر حج سے آخر تک نہیں لہذا اوسی کا ترجمہ کرنا اندک اختصار کے ساتھ مقدم جانا سنن ابی داؤد میں امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ امام محمد باقر نے جابر بن عبد اللہ سے کہا کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کرنیکا طریقہ بتلائیے تو جابر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو برس تک حج نہیں کیا پھر دسویں برس منادی کیا یعنی حج کرینگے تو بہت لوگ مدینہ میں آئے ہر شخص چاہتا تھا کہ حضرت کی پیروی کرے اور آپکے عمل کی مانند عمل کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے یعنی مدینہ سے اور ہم لوگ بھی آپکے ساتھ نکلے یہانتک کہ ذو الحلیفہ میں پہنچے تو وہاں اسماء بنت عمیس محمد بن ابی بکر کو جنی سو اسماء نے حضرت کے پاس کسیکو بھیجا کہ اب میں کیا کروں تو حضرت نے فرمایا کہ غسل کر اور کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ پھر حضرت نے مسجد میں احرام کی نماز پڑھی پھر قصوا پر سوار ہوئے جسکا قصوا نام تھا یہانتک کہ اونٹنی حضرت کو لیکر کھڑی ہو گئی بیدا میں جابر نے کہا کہ میں نے جو اپنے آگے منتہائے نظر تک دیکھا تو سوار اور پیدل تھے اور داہنی طرف بھی اسیقدر اور بائیں طرف بھی اسیقدر اور پیچھے بھی اسیقدر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے تھے اور اونپر قرآن اترتا تھا اور وہ اوسکے معنے کو جانتے تھے سو جو کچھ حضرت نے عمل کیا ہمنے بھی اوسی پر عمل کیا سو حضرت نے توحید کو پکارکے اسطرح فرمایا لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اور لوگوں نے بھی اسطرح لبیک کہا جیسے تم کہتے ہو حضرت نے انہیں لوگوں پر کچھ رد اور انکار نکیا اور حضرت نے لبیک کہنا لازم کر لیا جابر نے کہا کہ حج کے سوا ہمکو کچھ نیت نتھی ہم عمرہ کو نجانتے تھے یعنی اشہر حج میں عمرہ کرنا معروف نتھا یہانتک کہ ہم حضرت کے ساتھ بیت اللہ میں پہنچے تو حضرت نے رکن کا استلام کیا یعنی حجر اسود کو چوما پھر تین بار رمل کیا اور چار بار آہستہ چلے یعنی طواف میں پھر حضرت مقام ابراہیم عم پاس آئے سو یہ آیت پڑہی وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان یعنے مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑہی دو رکعت قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قرأت سے پھر حضرت بیت اللہ کیطرف پھر گئے اور حجر الاسود کا استلام کیا پھر دروازہ سے صفا کیطرف نکلے جب صفا سے قریب ہوئے تو پڑھا إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ہم بھی اوسی سے ابتدا کرتے ہیں جس سے اللہ نے ابتدا کی تو صفا سے ابتدا کی سو اوسپر چڑھ گئے یہانتک کہ بیت اللہ نظر آیا تو اللہ کی تکبیر اور توحید کی اور فرمایا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ پھر ما بین ان اذکار کے دعا کی اور اسطرح تین بار فرمایا پھر اوترے مروہ کی طرف تا اینکہ آپکے قدم نیچے آگئے تو بطن نالہ کے اندر رمل کیا یہانتک کہ جب چڑہ گئے تو آہستہ چلے یہانتک کہ مروہ پر پہنچے تو مروہ پر اوسکی مانند کیا جو صفا پر کیا تھا یہانتک کہ آخر طواف مروہ پر ہوا فرمایا کہ اگر مجکو آگے سے معلوم ہوتا جو پیچھے معلوم ہوا تو میں ہدی کو نہ ہانک لاتا اور اس عبادت کو میں عمرہ کر ڈالتا سو تم لوگوں میں سے جسکے ساتھ ہدی نہو وہ حلال ہو جاوے اور اوسکو عمرہ کر ڈالے تو تمام لوگ حلال ہو گئے اور بال کترائے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جنکے ساتھ ہدی تھی وہ محرم رہے پھر سراقہ بن جعشم کھڑے ہوئے سو کہا یا رسول اللہ عمرہ کرنا اشہر حج میں اسی سال کو مخصوص ہے یا ہمیشہ کو ہے تو دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو قینچی کیا پھر فرمایا کہ داخل ہو گیا عمرہ حج میں اسطرح اسکو دو بار فرمایا اور تین بار فرمایا کہ ہمیشہ کو ہمیشہ کے ہمیشہ کو جابر نے کہا اور علی مرتضی یمن سے آئے حضرت کے ہدی کے اونٹ لیکر تو پایا فاطمہ زہرا کو کہ احرام نہیں باندہی ہیں اور رنگین کپڑے پہنے ہیں اور سرمہ لگائی ہیں تو علی مرتضی ناخوش ہوئے اون پر اور کہا کسنے تمکو اسکا حکم دیا ہے تو فاطمہ زہرا نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہے تو جابر نے کہا کہ علی مرتضی عراق کے ملک میں کہتے تھے میں گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہ زہرا پر خفگی کروانے کو بسبب اوس امر کے جو انہوں نے کیا تھا اور حضرت کی اجازت کو دریافت کرنے گیا جو فاطمہ زہرا نے مذکور کی سو میں نے کہا کہ میں اونپر ناخوش ہوا تھا سو انہوں نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہے تو حضرت نے فرمایا سچ کہا

سہم کہا حضرت نے فرمایا تو نے کیا کہا تھا جب حج کی نیت کی تھی علی مرتضی نے یمن سے یون کہا تھا کہ الہی مین وہ نیت کرتا ہون جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کی
حضرت نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہے سو تو حلال نہو جیو جابر نے کہا کہ جو ہدی کہ علی مرتضی یمن سے لائے تھے اور جو حضرت کے ساتھ ہدی تھی سو سب ملا کر
سو اونٹ تھے پہر جب یوم الترویہ یعنی آٹھوین تاریخ منا کو چلے تو حج کا احرام کیا اور حضرت سوار ہوئے اور منا مین جا کر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح
کی نماز پڑہی پہر تہوڑا ٹہہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت کے حکم سے کمل کا خیمہ نمرہ مین کہڑا کیا گیا پہر حضرت روانہ ہوئے اور بیشک نہ تہا قریش کو کہ حضرت
وقوف کرینگے مزدلفہ مین مشعر الحرام کے نزدیک جیسے کفر مین قریش وہان وقوف کیا کرتے تہے سو حضرت وہان سے بڑہہ چلے گئے یہانتک کہ عرفات مین پہنچے
تو خیمہ کو ایستادہ پایا نمرہ مین سو اوسمین اوترے یہانتک کہ آفتاب ڈہلا پہر موجب حکم کے قصوا اونٹنی پر کجاوہ باندہا گیا سو حضرت سوار ہوئے یہانتک کہ
نالے کے اندر آئے پہر خطبہ پڑہا لوگون کے واسطے سو فرمایا کہ تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہین جیسے یہہ تمہارا دن اس تمہارے شہر مین اس تمہارے
مہینہ مین حرام ہے خبردار ہو کہ ہر چیز رسوم جاہلیت سے میرے پاؤن کے نیچے دبا لی گئی یعنی باطل ہو گئی اور جاہلیت کی خونریزیان دبائی گئین یعنی اونکا دعوی
کرنا اب جائز نہین اور پہلا خون جو مین دباتا ہون اپنے خاندان کے خونون سے ابن ربیعہ یا ربیعہ بن عبد المطلب کا خون ہے جو شیر خوار تہا بنی سعد مین جسکو
ہذیل کی قوم نے قتل کیا تہا اور جاہلیت کا بیاج دبا دیا گیا اور پہلا بیاج جسکو مین دباتا ہون اپنے خاندان سے عباس بن عبد المطلب کا بیاج ہے سو وہ سب کا سب
دبا ڈالا گیا پہر ڈرو اللہ سے عورتون کے مقدمہ مین تمنے اونکو لیا ہے اللہ کی امانت سے اور اونکی شرمگاہون کو حلال کر لیا ہے تمنے اللہ کے کلمہ یعنی حکم سے
اور تمہارا عورتون پر یہہ حق ہے کہ تمہارے بسترون کو نہ روندا نوین اوس شخص سے جسکو تم نہین پسند کرتے یعنی زنا کرین اور غیر کو اندر آنے دین سو
اگر ایسا کرین تو اونکو مارو ایسی مار جو سخت اور قرین اعضا نہو اور عورتون کا حق تم پر کہانا اور کپڑا ہے دستور کے موافق اور مین نے تم مین ایسی چیز چہوڑی
ہے کہ تم کبہی گمراہ نہوگے بعد اسکے اگر تم اوسکو مضبوط پکڑے رہوگے وہ چیز کتاب اللہ ہے اور تمسے سوال کیا جاویگا میری پیام رسانی کا سو تم کیا کہوگے
لوگون نے کہا ہم گواہی دیتے ہین کہ آپنے تبلیغ احکام کی اور پیام ادا کیا اور خیر خواہی کی پہر حضرت نے شہادت کی اونگلی آسمان کیطرف اوٹہائی اور
لوگون کی طرف جہکائی اور فرمایا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا پہر بلال نے بعد اس خطبہ کے اذان دی اور اقامت کہی سو حضرت نے ظہر کی
نماز پڑہی پہر دوسری بار اقامت کہی سو حضرت نے عصر کی نماز پڑہی اور دونون فرضون کے درمیان مین کچہہ نماز نہین پڑہی یعنی سنت اور نفل کچہہ
نہ پڑہے پہر حضرت قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے یہانتک کہ موقف مین یعنی ٹہہرنیکے مقام مین آئے سو اپنی اونٹنی قصوا کا پیٹ پتہرون کی طرف کو کیا اور جبل المشاۃ کو
اپنے سامنے کیا پہر حضرت قبلہ کیطرف متوجہ ہوئے اور برابر واقف رہے یہانتک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور تہوڑی زردی بہی جاتی رہی یہانتک کہ
گردہ آفتاب کا غائب ہو گیا اور اونٹنی پر اپنے پیچہے اسامہ کو بٹہلایا پہر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے اور اونٹنی کی نکیل کی
رسی حضرت تانے ہوئے تہے یہانتک کہ اوسکا سر کجاوے کو لگ جاتا تہا اور حضرت داہنے ہاتہہ سے اشارہ کرتے تہے اور فرماتے تہے کہ ای لوگو آہستہ چلو ای
لوگو آہستہ چلو تسکین سے چلو یعنی جلد بازی نیکو کاری نہین اور جب کوئی ٹیلا یا پہاڑی آتی تہی تو حضرت باگہہ کو تہوڑا ڈہیلا کر دیتے تہے تاکہ چڑہ جاوے
یہانتک کہ مزدلفہ مین پہنچے تو مغرب اور عشا کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت سے اور درمیان مین نوافل کو نہ پڑہا پہر استراحت فرمائی یہانتک
کہ فجر نمودار ہوئی پہر نماز فجر کی پڑہی جب فجر ظاہر ہو گئی اذان اور اقامت سے پہر حضرت قصوا پر سوار ہوئے یہانتک کہ مشعر الحرام مین آئے
اور اوسپر چڑہ گئے اور متوجہ بقبلہ ہوکے سو حق تعالی کی تحمید اور تکبیر اور توحید کہڑے فرماتے رہے یہان تک کہ خوب روز روشن ہو گیا پہر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباس کو پیچہے بٹہلایا یہان تک کہ محسر مین آئے تو اونٹنی کو
تہوڑا تیز چلایا پہر حضرت وہ درمیان والی راہ چلے جو جمرۃ الکبری یعنی جمرۃ العقبہ تک پہنچتی ہے یہان تک کہ حضرت جمرۃ العقبہ تک پہنچے جو درخت
کے پاس ہے سو اوسکو سات کنکریان مارین مانند سنگ ریزہ کے ہر کنکری کے ساتہہ اللہ اکبر کہتے تہے اور نالہ کے اندر سے رمی کی پہر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے پہرے اور نحر کرنیکے مقام مین آئے سو اپنے دست مبارک سے ترسٹہہ اونٹ نحر کئے اور علی مرتضی کو حکم کیا سو باقی

سو اونٹ کو نحر کیا اور اپنو ہدی مین اونکو شریک کیا پھر حکم کیا کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا جاوے سو دیگ مین گوشت ڈالا گیا اور حضرت نے اور علی مرتضی نے اوسمین سے گوشت کہایا اور اوسکا شوربا پیا پھر حضرت سوار ہوئی اور بیت اللہ مین آئے پھر مکہ مین ظہر کی نماز پڑہی پھر عبد المطلب کی اولاد پاس آئے زو زمزم پر پانی پلاتے تھے اور فرمایا پانی نکالو اے عبد المطلب کی اولاد سو اگر اسکا خیال نہوتا کہ لوگ تمہاری پانی پلانے پہ غلبہ اور ہجوم کرینگے تو مین بھی تمہارے ساتھ پانی کہینچتا پس عبد المطلب کی اولاد نے حضرت کو ایک ڈول پانی دیا تو حضرت نے اوسمین سے پیا انتہی صاحب فتح القدیر نے کہا کہ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح مین اور ابن ابی شیبہ اور نسائی اور عبد بن حمید اور بزار اور دارمی نے اپنی مسانید مین بھی روایت کیا ہو

فصل ثانی قبر شریف کے اداب زیارت مین

سنن ابی داؤد مین ابو ہریرہ سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہین جو سلام کرے مجکو مگر حق تعالی میری روح کو پھیرتا ہے تا اینکہ مین اوسکو سلام کا جواب دیتا ہون روح پھیرنے سے مراد یہہ ہو کہ بمجرد سلام کرنیکے حضرت اس عالم کیطرف متوجہ ہوتے ہین سلام کے جواب دینے کیواسطے اور ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑہیگا میری قبر کے پاس مین اوسکو سنتا ہون اور جو دور سے پڑہتا ہو وہ مجکو پہنچایا جاتا ہو یعنی فرشتے پہنچاتے ہین دار قطنی و ابو بکر بزار نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کریگا میری شفاعت اوسکے واسطے واجب ہوگئی یعنی بالضرور ثابت ہوگئی بخبر صادق کے وعدہ صادقہ سے اور دار قطنی نے امالی مین اور ابو بکر مُقری نے اپنی معجم مین اور طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط مین بسند معتمد عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کرنیکو آویگا اسطرح کہ اوسکا کچہہ مطلب اور حاجت نہو سوا میری زیارت کی تو مجپر یہہ لازم ہوگیا کہ مین اوسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن یہہ حکم حضرت کی زیارت عام ہو حیات مین ہو یا بعد ممات کے چنانچہ اگلی حدیث مین مصرح ہو دار قطنی اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو گویا اوسنے میری زیارت کی میری حیات مین اور دار قطنی اور ابن عدی نے روایت کی عبد اللہ بن عمر سے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری زیارت نکی تو اوسنے مجپر ستم کیا اور حافظ ابن عساکر نے یہہ مضمون انس بن مالک سے روایت کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوسکا کچہہ عذر نہین جسکو وسعت اور مقدور ہو میری امت سے اور میری زیارت نکرے کذا فی المنح و تاریخ المدینۃ للسید السمہودی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ویسا ہی جیسا علم میرا حیات مین ہو اور ابن عدی اور ابو یعلی نے بروایت ثقات روایت کیا انس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا زندہ ہین اپنی قبور مین نماز پڑہتے اور بیہقی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہو قاضی عیاض نے شفا مین لکہا ہو کہ زیارت قبر سید المرسلین اجماعی سنت مسلمین ہے اور تاج الدین سبکی نے زیارت پر اجماع نقل کیا ہو قولاً و فعلاً کذا فی تاریخ المدینۃ جب اندک فضائل زیارت قبر مقدس سید المرسلین کے معلوم ہوئے تو دریافت کرنا چاہیے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف کی افضل مستحبات اور اعظم وسائل نجات ہو بلکہ قریب ہو درجہ واجبات سے مقدور والیکو اسواسطے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بمزید شفقت ہماری بہتری کیواسطے کیسی کچہہ ترغیب دلائی اور کیا کچہہ مبالغہ اسمین فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ سے معلوم ہوچکا کذا فی شرح المختار و منسک الطرابلسی اور مذہب محبت مین زیارت محبوب رب العالمین کی فرض عین ہو علی الخصوص کہ معشوق عاشق نواز مزید کرم سے اپنے مشتاقون کو بلا دیوے اور سرافرازی کا مژدہ سنادے اور نہ حاضر ہونے پر عتاب فرماوے ولنعم ما قیل ؎ از دوست یک اشارت و زما بسر دویدن - بالجملہ جب بعد ادائے حج کے در دولت مصطفوی کا ارادہ کرے تو بعد نماز استخارہ کچہہ خیرات کرے پھر مزید شوق اور ادب سے مدینہ طیبہ کیطرف روانہ ہو اور راہ مین کثرت درود کی کرے اور فراغت کے اوقات کو درود سے مستغرق کرلے تاکہ قبل پہنچنے کے تحفہ درود کے پہنچنے سے حضرت کو اسکے حاضر ہونیکی اطلاع ہو رہے پھر جب مدینہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر پڑین تو کمال خشوع اور خضوع سے درود کی کثرت کرے اور یہہ دعا پڑہے اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَاجْعَلْهُ وِقَايَةً لِّيْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَهٗ اَوْلِيَاءَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ اور مستحب ہے کہ قبل داخل ہونیکے غسل کرے اور نہو سکے تو وضو پر کفایت کرے چنانچہ

دخول مکہ مین مذکور ہو چکا اور پاک صاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگاوے کہ یہہ اقرب ہی تعظیم سے اور نئے کپڑے پہننا افضل ہے اور یہہ جو بعضے لوگ مدینہ مشرفہ کو دیکھکر سواریون سے اوتر پڑتے ہین اور پیدل چلتے ہین تو اسکا کچھہ مضایقہ نہین ہے اسواسطے کہ قوم عبد القیس جب مدینہ مین داخل ہوئے تو حضرت کو دیکھکر اوتر پڑے تھے اور حضرت نے اسپر کچھہ انکار نہین فرمایا تھا اگرچہ اونکی سرداکی جو بعد غسل کرنے اور پوشاک بدلنے کے تسکین تمام خدمت مین حاضر ہوا تھا تعریف فرمائی کرمانی نے کہا کہ اگر باہر شہر کے غسل نہو سکا ہو تو اندر شہر کے غسل کرے اور اس سے پرہیز کرے جو بعضے جاہل سیا کپڑا نہین پہنتے ہین بمشابہت احرام پھر جب قبہ شریفہ نظر آوے تو اوسکی عظمت اور فضیلت کو دہیان کرے کہ یہہ وہ مکان پاک ہے جسکو حق تعالی نے اپنے حبیب مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے پسند فرمایا سو کمال شوق اور تعظیم سے درود پڑھے پھر جب مدینہ شریفہ مین داخل ہوتو یون کہے بسم اللہ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ اور لازم ہے کہ کمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر معظم کی عزت کو دہیان کرتے ہوئے درود پڑہتا داخل ہو اور یہہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس ذات پاک کے رہنے سے شرف وجلالت حاصل ہے یہہ وہ مقام ہے کہ حق تعالی نے اپنے نبی کریم کا ہجرت گاہ ٹھہرایا اور یہہ مکان مطہر مہبط وحی اور اصل احکام اور بیخ اسلام اور منبع ایمان اور چشمہ عرفان ہے فتح القدیر مین عائشہ صدیقہ سے منقول ہے کہ تمام بلاد تلوار سے فتح ہوئے مگر مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے اور چاہئے کہ اپنے دل کو ہیبت اور عظمت مصطفوی سے بھر لیوے اور وہان چلتے ہوئے یہہ تصور کرے کہ یہہ گذرگاہ جناب سرور عالم ہے شاید میرا قدم حضرت کے موضع قدم مبارک پر پڑجاوے و لہذا امام مالک مدینہ مین سوار نہوتے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو حیا آتی ہے کہ مین وہان سوار ہون جہان خود بدولت موجود ہون پھر جب مسجد شریف مین داخل ہو تو وہ کرے جو دخول مساجد مین کرتے ہین یعنی داہنا پانون پہلے رکھے اور یون کہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور روضہ شریفہ کا اول قصد کرے مسجد شریف مین روضہ اوس مکان کا نام ہے جو منبر اور قبر شریف کے درمیان مین ہے حدیث صحیح مین ثابت ہو کہ میری قبر اور منبر کے درمیان مین روضہ ہے ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے پھر دو رکعت تحیت المسجد اوس ستون کے آگے جسکے نیچے صندوق ہے پڑھے اسطرح کہ منبر کا عمود داہنے مونڈہے کے مقابل ہو اور جو مقوس لکڑی کہ قبلہ مسجد مین ہے وہ دونو آنکھون کے سامنے ہو کہ یہی مقام ہے حضرت کے کھڑے ہونے کا کذا فی فتح القدیر کرمانی اور صاحب اختیار نے کہا پھر بعد نماز کے سجدہ شکر کا کرے کہ یہہ دولت نصیب ہوئی اور اوسکی تمامی اور مقبولیت کی دعا کرے اور حق تعالی سے اوسکی مدد چاہے کہ حضور مصطفوی کی رعایت آداب مین کوئی ادب مجھسے فوت نہو پھر قبر شریف کیطرف کمال عجز اور انکسار سے آنکھین جھکائے متوجہ ہو اور وہان کی آرایش اور زینت کیطرف نظر نڈالے کہ ادب سے بعید ہے اور مسمار فضہ کے سامنے کھڑے ہو کر زیارت کرے اسواسطے کہ حجرہ شریفہ کے گرد شباک نحاسی یعنی تانبے کی جالیان بن گئین ہین مدت سے اور سابق مین موقف سلف جالیون کے اندر حجرہ شریفہ کے دیوار کے قریب تھا و لہذا مناسک قدیمہ مین مذکور ہے کہ دیوار سے چار ہاتھہ یا تین ہاتھہ ہٹ کر کھڑا ہو کذا فی تاریخ المدینۃ للسید السمہودی بالجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر زیارت کیواسطے کھڑا ہوا اور اکثر کتب فقہ مین مذکور ہے کہ زیارت کے وقت حضرت کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہو اور ابن ہمام محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ استقبال قبلہ فقیہ ابو اللیث کی روایت لائق اعتماد نہین اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ نے اپنی مسند مین ابن عمر سے روایت کی ہے کہ سنت یہہ ہے کہ حضرت کی قبر کیطرف قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کیطرف کرے اور حضرت کی قبر شریف کیطرف منہ کرے پھر کہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انتہی کلامہ اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ کا الحاصل زیارت کیوقت مودب بطور نماز کھڑا ہو کر صورت مقدسہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تصور کرے گویا حضرت لحد مبارک مین آرام فرماتے ہین اور میرے حاضر ہونیکو جانتے ہین اور میرا کلام سنتے ہین اسواسطے کہ حضرت کی حیات اور سماعت حدیث مین منصوص ہے پھر کمال حیا اور ادب سے یون عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ تین بار اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَلسَّلَامُ علیک

سلام تمپر اے نبی اور رحمت اللہ کی اور اوسکی برکتین سلام تمپر اے رسول پروردگار عالم کے سلام تمپر

يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ أَجْمَعِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا إِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ اَلسَّلَامُ

اے بہترین سب خلق کے سلام تمہپر اے سردار پیغمبروں کے اور ختم کرنیوالے نبیوں کے سلام تمہپر اے پیشوا پرہیزگاروں کے سلام

عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

تمہپر اے پیشوا منہ اور ہاتھ پاؤں چمکنے والوں کے سلام تمہپر اے بھیجے ہوئے واسطے رحمت عالم کے لوگوں کے سلام تمہپر اے سفارشی گناہگاروں کے سلام تمہپر

يَا حَبِيْبَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَيُّهَا الْهَادِي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اے حبیب اللہ کے سلام تمہپر اے پسند کئے ہوئے اللہ کے سلام تمہپر اے برگزیدہ اللہ کے سلام تمہپر اے راہ بتانیوالے سیدھی راہ کے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ وَصَفَهُ اللهُ بِقَوْلِهِ وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ وَبِقَوْلِهِ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

سلام تمہپر اے وہ کہ انکا وصف کیا اللہ نے اپنے اس قول سے کہ تم پیدا ہوئے ہو بڑے خلق پر اور اس قول سے کہ ایمان والوں پر شفقت کرنیوالے مہربان سلام تمہپر

يَا مَنْ سَبَّحَ الْحَصٰى فِيْ يَدَيْهِ وَحَنَّ الْجِذْعُ إِلَيْهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ أَمَرَنَا اللهُ بِطَاعَتِهٖ وَالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلَيْهِ اَلسَّلَامُ

اے وہ کہ تسبیح پڑھی کنکروں نے انکے ہاتھوں میں اور مشتاق ہو ستون چوبین انکی طرف سلام تمہپر اے وہ کہ ہمکو حکم کیا خدا نے انکی طاعت کا اور درود و سلام پڑھنے کا اور نیز سلام

عَلَيْكَ وَعَلٰى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى ذُرِّيَّتِكَ الطَّيِّبِيْنَ وَأَزْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَصْحَابِكَ

تمہپر اور تمام انبیا اور مرسلین پر اور آپ کی اولاد پاک پر اور آپ کی بیبیوں پاک مسلمانوں کی ماؤں پر اور آپکے سب ساتھیوں

أَجْمَعِيْنَ كَثِيْرًا دَائِمًا أَبَدًا كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى جَزَاكَ اللهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزٰى بِهٖ رَسُوْلًا عَنْ أُمَّتِهٖ أَشْهَدُ

بہت سا سلام ہمیشہ مدام کو جیسا کہ پسند کرے رب ہمارا اور خوش ہو آپکو خدا جزا دیوے ہماری طرف سے بڑھکر اس سے کہ جزا دی ہو کسی رسول کو انکی امت کیطرف سے میں گواہی دیتا ہوں

أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَخِيَرَتُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ أَشْهَدُ أَنَّكَ

کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اور کوئی اسکا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اسکے بندے ہیں اور رسول اور بہترین اسکی خلق کے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپنے

قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْأُمَّةَ وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ وَأَقَمْتَ الْحُجَّةَ وَأَوْضَحْتَ الْمَحَجَّةَ وَجَاهَدْتَ

رسالت کو پہنچایا اور امانت کو ادا کیا اور امت کی خیرخواہی کی اور پوشیدہ بات کو واضح کیا اور حجت کو قائم کیا اور راہ کو واضح کیا اور مجاہدہ کیا آپنے

فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَقَاتَلْتَ عَنْ دِيْنِ اللهِ حَتّٰى أَتَاكَ الْيَقِيْنُ فَصَلَّى اللهُ عَلٰى رُوْحِكَ وَجَسَدِكَ وَقَبْرِكَ

اللہ کے بارے میں حق اوسکے مجاہدہ کا اور آپ لڑے اللہ تعالے کے دین کیطرف سے یہانتک کہ آپ کو وفات آئی پس رحمت کرے اللہ آپ کی روح اور آپکے بدن اور آپکی قبر پر

أَفْضَلَ وَأَكْمَلَ وَأَزْكٰى وَأَنْمٰى صَلٰوةً دَائِمَةً إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ يَا رَسُوْلَ اللهِ نَحْنُ وَفْدُكَ وَزُوَّارُ قَبْرِكَ جِئْنَاكَ

افضل اور کامل تر اور زیادہ ستھری اور بہت بڑھیا ہمیشہ کو قیامت تک اے رسول اللہ کے ہم آپکے پاس آئے ہیں اور آپکی قبر کی زیارت کرنیوالے ہیں آئے ہیں

مِنْ بِلَادٍ شَاسِعَةٍ وَنَوَاحٍ بَعِيْدَةٍ قَاصِدِيْنَ قَضَاءَ حَقِّكَ وَالنَّظَرَ إِلٰى مَآثِرِكَ وَالتَّيَمُّنَ بِزِيَارَتِكَ وَالْاِسْتِشْفَاعَ

بہت مسافت کے شہروں اور دور کے ملکوں سے قصد کرکے آپکے حق پورا کرنیکو اور دیکھنے کو آپکے نشانات اور برکت لینے کو آپکی زیارت سے اور سفارش چاہنے کو

بِكَ إِلٰى رَبِّنَا فَإِنَّ الْخَطَايَا قَدْ قَصَمَتْ ظُهُوْرَنَا وَالْأَوْزَارَ قَدْ أَثْقَلَتْ كَوَاهِلَنَا وَأَنْتَ الشَّافِعُ الْمُشَفَّعُ الْمَوْعُوْدُ

آپکے وسیلے سے اپنے رب کے کہ خطاؤں نے ہماری کمریں توڑ دی ہیں اور گناہ ہمارے مونڈھوں پر بھاری پڑ گئے ہیں اور تم سفارش کرنیوالے شفاعت قبول کئے ہوئے ہو موعود ہو

بِالشَّفَاعَةِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالٰى وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَ

سفارش کرنے اور مقام محمود کا اور اللہ تعالے نے یوں فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ جب برا کیا تھا اپنا اور پھر آتے تیرے پاس اور بخشواتے اللہ سے اور

اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا وَقَدْ جِئْنَاكَ ظَالِمِيْنَ لِأَنْفُسِنَا مُسْتَغْفِرِيْنَ لِذُنُوْبِنَا فَاشْفَعْ لَنَا

بخشواتا انکو رسول تو پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان اور ہم آئے ہیں برا کرکے اپنی جانوں پر بخشواتے ہوئے اپنے گناہوں کو پس سفارش کیجئے ہماری

إلى ربك واسأله أن يميتنا على سنتك وأن يحشرنا في زمرتك وأن يوردنا حوضك وأن يسقينا بكأسك

اپنے رب کے پاس اور اوس سے سوال کیجئے کہ ہمکو آپکے طریق پر مارے اور یہ کہ آپکے گروہ میں ہمکو اوٹھادے اور یہ کہ ہمکو آپکے حوض پر پہنچا دے اور آپکے پیالہ سے پانی پلادے

غير خزايا ولا نادمين الشفاعة الشفاعة يا رسول الله ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا وهب لنا من

نہ ہم رسوا ہوں نہ شرمندہ سفارش کیجئے سفارش کیجئے اے رسول اللہ کے اے رب ہمارے مت ٹیڑھی کر دل ہمارے بعد اسکے کہ تونے ہمکو ہدایت کیا اور دے ہمکو

لدنك رحمة إنك أنت الوهاب ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في

اپنے پاس سے رحمت بیشک تو ہی ہے بڑا دینے والا اے رب ہمارے بخش دے ہمکو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ہوے ایمان میں اور مت کر

قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك رؤوف رحيم پھر سلام پہنچاوے اوسکا جسنے حضرت کو سلام کہدیا ہو اسطرح السلام

ہمارے دلوں میں کینہ ان لوگوں کا جو ایمان لائے اے رب ہمارے بیشک تو ہی شفقت کرنیوالا مہربان ہے سلام

عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع بك إلى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين پھر درود پڑھے

تمپر اے رسول اللہ کے فلان بیٹے فلان کی طرف سے وہ سفارش چاہتا ہے آپسے آپکے رب کی پاس تو آپ اوسکی سفارش فرمائیے اور سب مسلمانونکی

جتنا ہو سکے پھر داہنی طرف بقدر ایک ہاتھ کے بڑھ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے ہو اور یوں کہے السلام عليك يا خليفة

سلام تمپر اے نائب

رسول الله السلام عليك يا صاحب رسول الله في الغار السلام عليك يا رفيقه في الأسفار السلام عليك

رسول خدا کے سلام تمپر اے ساتھی رسول خدا کے اندر غار کے سلام تمپر اے اون کے رفیق سفروں میں سلام تمپر

يا أمينه على الأسرار جزاك الله أفضل ما جزى إماما عن أمة نبيه فلقد خلفته بأحسن خلف وسلكت

اے اون کے امین بھیدوں پر تمکو خدا تعالے جزا دے بڑھکر اوس سے کہ جزا دی ہو کسی پیشوا کو اپنے نبی کی امت سے کہ تم نے نیابت کی بہتر نائب ہو کر اور تم چلے

طريقه ومنهاجه خير مسلك فقاتلت أهل الردة والبدع ومهدت الإسلام ووصلت الأرحام ولم تزل

اون کے طریق اور رستے پر اچھا چلنا تم لڑے مرتدوں اور بدعت والوں سے اور تم نے درستی کی اسلام کی اور ملایا قرابتوں کو تم ہمیشہ رہے

قائما للحق ناصرا لأهله حتى أتاك اليقين فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته اللهم أمتنا على حبه ولا تخيب

قائم حق کے اور مددگار اہل حق کے یہاں تک کہ آئی آپ کو موت پس سلام آپ پر اور اللہ تعالی کی رحمت اور اوسکی برکتیں الہی ہمکو موت دے اونکی محبت پر اور بیکار مت کر

سعينا في زيارته برحمتك يا كريم پھر ایک ہاتھ بھر داہنی طرف کو بڑھے تو عمر فاروق کی قبر کے سامنے ہو تو یوں کہے السلام عليك يا أمير المؤمنين

ہماری کوشش اونکی زیارت میں اپنی رحمت سے اے کریم سلام تمپر اے سردار ایمان والوں کے

السلام عليك يا مظهر الإسلام يا مكسر الأصنام جزاك الله عنا أفضل الجزاء ورضي عمن استخلفك فلقد كفلت الأيتام ووصلت الأرحام

سلام تمپر اے ظاہر کرنیوالے اسلام کے اے توڑنیوالے بتوں کے تمکو جزا دے اللہ ہماری طرف سے بہتر جزا اور راضی ہو اوس سے جسنے تمکو اپنا نائب کیا کہ تم نے مدد کی یتیموں کی اور ملایا ناتوں کو

وقوي بك الإسلام وكنت للمسلمين إماما مرضيا وهاديا مهديا جمعت شملهم وأغنيت فقيرهم وجبرت كسرهم فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته

اور قوی ہوا تم سے اسلام اور تھے تم مسلمانوں کے پیشوا پسندیدہ اور راہ بتانیوالے راہ پائے جمع کیا تمنے اونکی تفرقہ کو اور غنی کیا اونکے محتاج کو اور جوڑا اونکی شکستگی کو پس سلام تمپر اور رحمت اللہ کی اور اوسکی برکتیں

پھر بقدر نصف ہاتھ کے پھر ہٹے اور شیخین کے بیچ میں کھڑا ہوکر کہے السلام عليكما يا ضجيعي رسول الله ورفيقيه ووزيريه ومشيريه والمعاونين له على القيام في الدين و

سلام تم دونوں پر اے دونوں ہم خواب رسول خدا کے اور اونکے رفیقو اور دونوں وزیرو اور دونوں مشورہ دینے والو اور مددگار دین میں قائم رہنے کے اور

القائمين بعده بمصالح المسلمين جزاكما الله أحسن جزاء جئناكما نتوسل بكما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليشفع لنا ويسأل ربنا أن يتقبل

اونکے بعد قائم رہنے والو مسلمانوں کی بہتری پر تمکو جزا دے اللہ بہتر جزا ہم آئے ہیں تم دونوں کے پاس وسیلہ پکڑتے ہیں تمکو طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وہ سفارش کریں ہماری اور سوال کریں ہمارے رب سے

سقیتنا و تحیینا علی ملتہ و تمیتنا علیہا و تحشرنا فی زمرتہ پھر اپنے واسطے اور والدین کے واسطے اور جسنے دعا کو کہا ہو اور جمیع مسلمین کے واسطے دعا کرے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطور اول کھڑا ہو اور یون کہے اللّٰھم انک قلت وقولک الحق ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد جئناک سامعین قولک طائعین امرک مستشفعین الیک بنبیک اللّٰھم ربنا اغفر لنا ولآبائنا ولامھاتنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین اور ان الفاظ زیارت مین اختیار ہے چاہے بڑہاوے اور چاہے گہٹاوے اور جس شخص کو اسقدر یاد نرہے تو اتنا کہنا کفایت ہو السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلی صاحبیک ابی بکر الصدیق وعمر الفاروق اور بقدر توفیق جو دعا یاد ہو سو کرے پھر ابو لبابہ کے ستون کے پاس اوسے جسمین اونھون نے اپ کو باندہا تہا یہانتک کہ اونکی توبہ قبول ہوئی تھی اور وہ ستون منبر اور قبر شریف کے درمیان مین ہے سو وہان دو رکعت نماز پڑہے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پھر روضہ مین آوے جہان بالفعل امام نماز پڑہتا ہے سو جتنا ہو سکے وہان نفل نماز پڑہے اور دعا کرے اور تسبیح اور تہلیل اور استغفار کرے پھر منبر کے پاس آوے اور بہ نیت برکت اوس جگہ پر ہاتھ رکہے جسکو رمانہ کہتے ہین جسپر حضرت خطبہ پڑہنے کے وقت دست مبارک رکہتے تھے پھر ستون حنانہ کے مقام کی زیارت کرے جو حضرت کے فراق مین رویا تہا اور قصہ اوسکا احادیث صحیحہ مین مشہور ہے اور اس امر کی کوشش کرے کہ ایک رات مسجد نبوی مین بیدار رہے اور منبر اور قبر شریف کے پاس اور اوسکے مابین مین قرأت قرآن مجید اور ذکر اللہ اور دعا مین بسر کرے کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعض الفاظ زیارت تاریخ مدینہ سے منقول ہین اور جبتک مدینہ طیبہ مین رہے مستعد رہے کہ جماعت کی نماز مسجد نبوی مین نہ فوت ہو کہ سواے مسجد الحرام کے اور مسجدون سے ہزار مرتبہ وہان کی نماز افضل ہے پھر حضرت کی زیارت کے بعد قبرستان مدینہ کی زیارت مستحب ہے جسکو بقیع الغرقد کہتے ہین حدیث مین ثابت ہوا ہے کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار بصورت قمر لیلۃ البدر اوٹھینگے اور جنت مین بلا حساب داخل ہونگے اور تاریخ مدینہ مین مذکور ہے کہ دس ہزار صحابی بقیع مین مدفون ہین پھر جب بقیع مین داخل ہو تو یہ دعا کرے السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون اللّٰھم اغفر لاھل بقیع الغرقد اللّٰھم اغفر لنا ولھم اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت کرے چنانچہ قبہ اہل بیت مین غربی قبر ہے حضرت عباس عم رسول اللہ کی اور شرقی قبر ہے سبط اکبر امام حسن اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی علیہم السلام اور امیر المؤمنین عثمان بن عفان کی زیارت کرے اور صفیہ عمہ رسول اللہ کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضی کی ماں کی قبر اور سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور قبہ ازواج مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہ قبور مشہور ہین اور بقیع مین فاطمہ زہرا علیہا السلام کی مسجد کی زیارت کرے جسکو بیت الاحزان کہتے ہین اور وہان نماز پڑہے اور ایک روایت یون ہے کہ اونکی قبر بہی وہین ہے اور مستحب ہے کہ پنجشنبہ کو شہداے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑہ کے جاوے تاکہ ظہر کی نماز مسجد شریف مین ملے فوت نہو اور ابتدا زیارت سید الشہدا حمزہ رضی اللہ عنہ سے کرے اور یون کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون اور آیۃ الکرسی اور سورۃ الاخلاص پڑہے کذا فی الاختیار شرح المختار اور خود جبل احد کی زیارت کرے کہ حدیث صحیح مین آیا ہے کہ احد پہاڑ ہے ہمکو چاہتا ہے اور ہم اوسکو چاہتے ہین اور ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیر کی قبر پر گذرے یعنی شہداے احد مین پھر وہان کھڑے ہوے اور فرمایا

کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تم ہمنشہ کے نزدیک زندہ ہو سو اسے لوگو تم زیارت کیا کرو اور اونکو سلام کیا کرو پس قسم ہے اوس ذات پاک کی جسکے قابو مین میری جان ہے کہ جو اونکو سلام کرے گا اوسکو جواب دین گے قیامت کے دن تک کذا فی فتح القدیر اور مستحب ہے کہ شنبہ کے روز مسجد قبا کو جاوے اسواسطے کہ صحیحین مین عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کرتے تھے ہر شنبہ کے دن سوار اور پیدل اور اوسمین دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور نسائی مین سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسجد قبا کو گیا پھر وہان دو رکعت نماز پڑھی تو اوسکو عمرہ کی برابر ثواب ملیگا اسیئے قبا اول مسجد ہے جو اسلام مین تعمیر ہوئی اور اول اوسمین حضرت نے پتھر رکھا ہے پھر صدیق اکبر نے پھر عمر فاروق نے اور مستحب ہے کہ قبل دخول مسجد قبا یہہ دعا کرے یَا صَرِیْخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ وَیَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ وَیَا مُفَرِّجَ الْکُرَبِ عَنِ الْمَکْرُوْبِیْنَ وَیَا مُجِیْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّیْنَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاکْشِفْ عَنِّیْ کَرْبِیْ وَحُزْنِیْ کَمَا کَشَفْتَ عَنْ رَسُوْلِکَ کَرْبَهٗ وَحُزْنَهٗ فِیْ هٰذَا الْمَقَامِ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا کَثِیْرَ الْمَعْرُوْفِ یَا دَائِمَ الْاِحْسَانِ پھر اوس کنوے پر آوے جسکو بیر اریس کہتے ہین جسمین حضرت نے لعاب دہن مبارک ڈالا اور دو سرا کنوان ہے مسجد کے قریب وہان وضو کرے اور اوسکا پانی پئے پھر مسجد الفتح مین آوے جو خندق کے اوپر ہے اور اوس دعا کو پڑھے جو ابھی مذکور ہوئی اسیطرح جمیع مشاہد متبرکہ اور مساجد معظمہ مین جاوے جو شمار مین تیس ہین جنکو اہل مدینہ جانتے ہین اور وہان سات کنوئین مشہور ہین تلاش کر کے وہان جاوے اور اونکا پانی پئے باتباع سنت اور بہ نیت شفا کے کذا فی مناسک الکرمانی وفتح القدیر اور جب رجوع وطن کا قصد کرے تو یہہ مستحب ہے کہ رخصت ہونے کو قبر شریف مصطفوی کے پاس آوے اور جو دعا کہ اول زیارت مین مذکور ہو چکی مین اون کو اعادہ کرے پھر یون کہے وَدَّعْنَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ غَیْرَ مُوَدِّعِیْنَ وَلَا سَامِحِیْنَ بِفِرَاقِکَ وَنَحْنُ نَسْاَلُکَ اَنْ تَسْاَلَ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ لَّا یَقْطَعَ اٰثَارَنَا مِنْ زِیَارَتِکَ وَاَنْ یُّبَارِکَ لَنَا فِیْمَا وَهَبَ لَنَا مِنَ الْوَلَدِ وَالْحَوْلِ مِنَ النِّعَمِ وَاَنْ یَّرْزُقَنَا الشُّکْرَ عَلٰی ذٰلِکَ بِمَنِّهٖ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِیَارَةِ قَبْرِ نَبِیِّکَ اَللّٰهُمَّ فَاِنْ تَوَفَّیْتَنِیْ قَبْلَ ذٰلِکَ فَاِنِّیْ اَشْهَدُ فِیْ مَمَاتِیْ مِثْلَ مَا شَهِدْتُّ عَلَیْهِ فِیْ حَیَاتِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پھر مسجد کے اندر روضہ شریفہ مین آوے اور دو رکعت نماز پڑھے اور دعا ئے عافیت کرے اور مسجد سے نکلنے کے وقت پہلے بایان پانون بڑھاوے اور مفارقت مسجد شریف اور قبر مبارک سے کمال غمناک اور متاسف ہو اور چند قطرات آنسو نکالے اسواسطے کہ فراق قبر سید المرسلین مین رونا علامت ہے قبول کی پھر یون کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ بِنَبِیِّکَ وَحُطَّ اَوْزَارِیْ بِزِیَارَتِهٖ وَاَصْحِبْنِیْ فِیْ سَفَرِیْ هٰذَا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَیَسِّرْ رُجُوْعِیْ اِلٰی اَهْلِیْ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ پھر ہمسایگان مصطفوی یعنی اہل مدینہ پر کچھہ خیرات کرے جو ہو سکے کہ اس خیرات کو مقبولیت اور سلامتی راہ مین اثر ہے پھر روانہ ہو سواگر مدینہ سے مکہ کیطرف آوے چنانچہ اہل ہند کو اتفاق ہوتا ہے تو ذی الحلیفہ سے احرام باندہے یا حج کا یا عمرہ کا اور حرمین کے درمیان مین مساجد متبرکہ ہیں اون مین اونکو تفحص اور تحقیق کر کے اونمین نماز پڑھے کذا فی مناسک الکرمانی پھر جب کہ اپنے وطن کے قریب پہنچے تو آگے سے اپنے لوگون کو اطلاع کرے اور دفعۃً کریم علی الغفلہ رات کو گھر مین نجاوے کہ حدیث مین ممنوع ہے پھر جب اپنے شہر مین پہونچے تو مسجد مین دو رکعت نماز پڑھے پھر جب گھر مین جاوے تو وہان بھی دو رکعت نماز پڑھے اور حمد اور شکر بجا لاوے کہ یہہ دولت نصیب ہوئی اور عافیت اور سلامت سے اپنے اہل وعیال کو ملا اور بعد حج کے لازم ہے کہ آخرت کو نہ بھولے اور معاصی سے پرہیز کرے اسواسطے کہ نکس اشد ہو مرض سے یعنے بعد شفا اور صحت کے پلٹا کہانا

بیماری بڑھے اور اپنے مولی کی عبادت پر سابق سے زیادہ تر مستعد ہو جاوے کہ حج مقبول کی یہی علامت ہے کہ آگے سے بہتر ہو جائے
کذا فی فتح القدیر والکیا الی حق تعالے ہمکو اور ہمارے اخوان مسلمین کو حج مبرور اور زیارت مقبول اپنے کرم سے عنایت کرے اور
ہماری دستگیری فرماوے آمین ثم آمین **فائدۂ جلیلہ** یعنے آداب زیارت کے واسطے اطلاع مسلمین کے خلاصۃ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے
مذکور ہوتے ہین منجملہ آداب زیارت کے یہہ ہے کہ قبر شریف کی دیوار کو ہاتھ سے نہ چھوئے نہ چومے نہ وہان طواف کرے کہ مکروہ ہے اسلیے
کہ طواف بیت اللہ کیلئے مخصوص ہوا اور پیٹ اور پیٹھ کو دیوار سے لگانا بھی مکروہ ہے بلکہ مقتضای ادب یہہ ہے کہ دور رہے جسقدر حضرت
کی حیات مین اگر حاضر ہوتا تو دور رہتا یہی حق ہے اور اسی پر علما کا اجماع ہے اور جو یہہ سمجھے کہ چھونے اور چومنے مین محبت اور برکت
زیادہ ہے تو یہہ اوسکی جہالت اور غفلت سے ہے اسواسطے کہ برکت اور محبت پسندیدہ اوسی مین ہے جو شرع شریف کے موافق اور قول
علما کے مطابق ہے احیاء العلوم مین مصرح ہے کہ قبور کا چھونا اور چومنا یہود اور نصاری کی عادت ہے انس بن مالک صحابی نے ایک
کو دیکھا کہ حضرت کی قبر شریف پر ہاتھ رکھے ہے تو اوسکو منع کیا اور کہا کہ یہہ امر حضرت کے زمانہ مین معروف نتھا اور ادب
سے یہہ ہے کہ قبر شریف کے پاس جھک کر سلام نکرے کہ بدعت ہے اور اس سے زیادہ برا یہہ ہے کہ زمین کو چومے جاہل لوگ جانتے
ہین کہ یہہ تعظیم کا کام ہے حالانکہ یہہ غلط ہے علامہ عزالدین بن جماعہ نے کہا کہ مجکو جاہلون سے تعجب نہین آتا بلکہ بعضے علما سے مجکو تعجب
آتا ہے جو اسکی خوبی کا فتوی دیتے ہین جان بوجھ کر اور آداب سے یہہ ہے کہ قبر مقدس کو پشت نہ دے نہ نماز مین نہ غیر نماز مین
اور نہ قبر کے سامنے نماز پڑھے ابن عبد السلام نے کہا کہ جب نماز کا ارادہ کرے تو حجرہ شریفہ کو پیٹھ دیکر نہ کھڑا ہو اور نہ نماز کے
آگے کرے اور لازم ہے کہ قبر شریف کے ادب سے آنکھ نیچے کئے رہے اور بیہودہ گفتگو نکرے اور چلاکر نہ بولے اسواسطے کہ حضرت
کا ادب بعد وفات کے اوسیطرح واجب ہے جیسا کہ حیات مین اسواسطے کہ حیات اور سماعت حضرت کی حدیث مین مصرح ہے اور
جب قبر شریف کی طرف ہو کر نکلے اگرچہ خارج مسجد کیطرف سے نکلے تو لائق ہے کہ کھڑا ہو جاوے اور سلام عرض کرے امام مالک
کا یہہ مذہب ہے کہ اہل مدینہ کو لازم نہین کہ جب مسجد مین آوین تو سلام کرین لیکن مسافرون کو لازم ہے اور باقی مذاہب ثلثہ مین
ہر شخص کو سلام کرنا لازم ہے ہر بار بطور استحباب کے اسواسطے کہ خیر کی کثرت بھی خیر ہے مجد الدین صاحب قاموس نے کہا کہ حجرہ
شریفہ کا دیکھنا عبادت ہے بقیاس رؤیت کعبہ کے اور مسجد سے باہر قبہ شریفہ کو نہایت تعظیم اور محبت سے دیکھتا رہے اور آداب
سے یہہ ہے کہ قیام مدینہ کی مدت مین درود کی کثرت کرے اور روزے رکھے اور مسجد شریف کی نماز جماعت پر حریص رہے اور اعتکاف
کرے اور ایک رات مسجد مین رہے اور قرآن ختم کرے اور مستحب ہے کہ بعد سلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر روز بقیع مین
جایا کرے امام نووی نے کہا علی الخصوص جمعہ کے دن اور آداب سے ہے کہ مدینہ کے رہنے والون سے محبت رکھے خصوصا علما
اور صالحین اور سادات اور مسجد کے خادمین سے علی حسب المراتب یہانتک کہ عوام اور وہان کے غلام جنہین کوئی فضیلت نہین
وہ بھی واجب الاحترام ہین بسبب ہمسائگی خیر الانام کے علیہ الصلوۃ والسلام اگرچہ وہان کے عوام تارک السنت اور مرتکب بدعت
ہون لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہمسائگی حضرت بلاشبہہ اون کو ثابت ہے بہرصورت ہمارے تعین واجب التعظیم ہین امید ہے کہ خاتمہ
اونکا بخیر ہو اور قرب ظاہری قرب باطنی مین تاثیر کرے فیا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم + الی القلب من اجل الحبیب
حبیب کذا فی تاریخ السید السمہودی جیسے اہل مدینہ واجب التعظیم ہین ویسے ہی اہل مکہ لازم التکریم ہین اسواسطے کہ
اہل مدینہ ہمسایہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور اہل مکہ ہمسایہ بیت اللہ ہین تو محبت اور تعظیم اہل حرمین شریفین انسان
ایمانی کی نور العینین ہے

خاتمة الطبع

احقر العباد محمد احسن صدیقی عرض کرتا ہے کہ نہ میری زبان کو قوت نہ قلم کو طاقت کہ شکر منعم حقیقی کا کہون یا لکھون جسنے محض اپنے کرم و فضل سے اس کتاب عالی جناب کو میری تصحیح اور تکمیل اور تحشیہ سے اتمام کو پہنچایا اور یہہ دن اس سے فراغت پانیکا شہر اللہ الحرام رجب المرجب ۱۲۹۳ ہجری مین دکہلایا مین نے حتے الوسع اسکی تصحیح مین بہت خونِ جگر کہایا ہے اگر اسپر بہی کہین غلطی ناظرین ملاحظہ فرماوین تو بمقتضای علو ہمتی اصلاح فرماکر اس عاجز کو دعای خیر سے یاد کرین ؎ بوس گر خطای رسی وطعنہ مزن کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نہ بود ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَحِبِّيهٖ وَتَابِعِيهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

اشتہار

اس کتاب کے حقوق بموجب قانون بستم ۱۸۶۷ء کے محفوظ کر لئے گئے ہین کوئی صاحب بدون اجازت تحریری احقر البریہ کے قصد طبع نفرمائین

التماس

جس جلد پر مہر طغرای احقر ناظرین نپائین اوسکو مسروق تصور کرکے قصدِ خرید نفرمائین ۔

تنبیہ

واسطے سندِ اثبات کے کہ یہہ کتاب مطبوع مطبع صدیقی ہے سطر عنوانِ لوح متضمن مادۂ تاریخ لکہی گئی ۔



فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد

الحمد للہ والمنۃ کہ شرح ثانی فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار یعنی

جلد دوسری غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو در المختار

جسکا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب جیسے مرحوم علمائے سابق نے اور حاشیہ مدقق والا کے ساتھ کیا تصحیح و تکمیل احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی

مطبع صدیقی واقع بریلی میں باہتمام مولوی محمد منیر مطبوع ہوا

بقلم حسن علی بریلوی عفی عنہ

فہرست جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المختار

مضمون

کتاب العتق

کتاب الایمان — ۳۲۰

کتاب الحدود — ۳۹۴

تمت

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وشفیع المذنبین سیدنا ومولنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

کتاب النکاح

لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد آدم علیہ السلام الی الآن ثم تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان یہہ کتاب ہے مسائل نکاح مین نہین کوئی ایسی عبادت ہم مسلمانون کے واسطے جو مشروع رہی ہو زمان آدم علیہ السلام سے ابتک پھر بہشت مین دائمی رہے بجز نکاح اور ایمان کے یعنی نکاح اور ایمان دائمی عبادتہین انمین نسخ کو گنجایش نہین نکاح کو بعد حج کے اسواسطے بیان کیا کہ دونون مین مال کی حاجت ہے ہو عند الفقہاء عقد یفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امراۃ لم یمنع من نکاحہا مانع شرعی فخرج الذکر والخنثی المشکل لجواز ذکورتہ والوثنیۃ والمحارم والجنیۃ وانسان الماء لاختلاف الجنس واجاز الحسن نکاح الجنیۃ بشہود قنیہ نکاح نزدیک فقہا کے عقد مخصوص کا نام ہے یعنی ایسی بندش ایجاب اور قبول کی جو مفید ہو ملک تمتع کی یعنی حلال ہو نفع لینا مرد کا اوس عورت سے کہ نہین روکتا اوسکے نکاح کو مانع شرعی جیسے ذی رحم محرم ہونا یا مشرک ہونا یا جنس ہونا تو عورت کی قید سے مرد اور خنثی مشکل جسکا مرد یا عورت ہونا ہنوز ثابت نہین نکل گیا کہ شاید وہ مرد ہو اور مانع شرعی کی قید سے مشرکہ بت پرست اور محارم عورتین نکل گئین اور جنی عورت اور دریائی انسان بھی نکل گیا کہ جنس کا اختلاف ہے اور جائز رکھا ہے حسن بصری رہ نے نکاح جنیہ کا گواہون سے کذا فی القنیہ قصدا لتخرج ما یفید الحل ضمنا کشراء امۃ للتسری یعنی بالقصد تمتع کا فائدہ بخشے اوسکا نام نکاح ہے نکل گیا اس قید سے جو مفید ہو حلت کا ضمنا جیسے خرید کرنا لونڈیکا حرم بنانیکے واسطے یعنی وطی کے لئے تو یہان اگرچہ بہ نیت وطی کے خرید ہوئی لیکن خرید سے مقصود اصلی ملکیت ہے اور قربت کرنا ضمنا ثابت ہے تو اس حلت ضمنی کا شرع مین نکاح نام نہین وعند اہل الاصول واللغۃ حقیقۃ فی الوطی مجاز فی العقد فحیث جاء فی الکتاب او السنۃ مجردا عن القرائن یراد الوطی کما فی ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم فتحرم مزنیۃ الاب علی الابن خلافا للشافعی وحتی تنکح زوجا غیرہ لاسناده الیہا والمقصود منہا العقد لا الوطی الا مجازا اور نکاح نزدیک علماء اصول اور لغت عربی کے حقیقت ہے یعنی جماع مین اور مجاز ہے عقد مین تو جہان آوے لفظ نکاح کا قرآن اور حدیث مین خالی قرائن سے تو وہان جماع مراد ہوگا یعنی اسواسطے کہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر جیسا کہ اس آیت شریف مین ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم یعنی نہ جماع کرو جنکو تمہارے باپون نے جماع کیا جماع عام ہے حلال ہو یا حرام تو جس سے باپ نے زنا کیا وہ بیٹے پر

حرام ٹھہری نکاح اُس سے اِس آیت کے کہ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجاً غَیْرَہٗ یعنی عورت مطلقہ ثلاثہ شوہر اول کو حلال نہین تاوقتیکہ وہ نکاح کرے شوہر سے جو غیر ہو اول شوہر کا اس آیت مین نکاح سے جماع مراد نہین بسبب نسبت کرنے نکاح کے طرف عورت کی یعنی اسناد نکاح کی عورتکی طرف یہ قرینہ ہے کہ یہان معنی حقیقی مراد نہین اسواسطے کہ جماع کرنا عورت سے متصور نہین کیونکہ عورت مفعول ہے نہ فاعل اور ممکن اُس سے عقد ہے نہ جماع کرنا اگر اعتبار مجاز کے کوئی شبہہ کرے کہ مطلقہ ثلثہ شوہر اول پر جب حلال ہے کہ شوہر ثانی اُس سے جماع کرے اور اس آیت سے فقط نکاح کافی معلوم ہوتا ہے سو اسطرح کہ شرط ہونا جماع کا حدیث عسیلہ سے ثابت ہے نہ اس آیت سے ویکون واجبا عند التوقان فان تیقن الزنا الا بہ فرض نہایۃ وھذا اذا ملک المھر والنفقۃ والا فلا اثم بترکہ بدایع اور ہوتا ہے نکاح واجب وقت غلبہ شہوۃ کے پس اگر یقین ہو جاوے زنا کا بدون نکاح کے تو نکاح فرض ہے کذا فی النہایہ اور یہہ وجوب اور فرضیت اوسوقت ہے کہ مالک ہو مہر دینے اور نفقہ رسانی پر اور اگر مہر اور نفقہ کا مقدور نہین تو اوسکے ترک سے گناہ نہین کذا فی البدائع ویکون سنۃ مؤکدۃ فی الاصح فیاثم بترکہ ویثاب ان نوی تحصینا وولدا حال الاعتدال ای القدرۃ علی وطی ومہر ونفقۃ ورجح فی النہر وجوبہ للمواظبۃ علیہ والانکار علی من رغب عنہ اور ہوتا ہے نکاح سنت مؤکدہ بنابر مذہب صحیح کے تو گنہگار ہوگا اوسکے ترک سے اور ثواب پاویگا اگر نیت کرے عفت کی یا اولاد کی نکاح سنت ہے حالت اعتدال مین یعنی جو قادر ہو جماع اور مہر اور نفقہ پر اور اگر قادر نہو یا زنا اور جور اور ترک فرائض اور سنن سے ڈرے تو وہ معتدل نہین سو اوسکا نکاح بھی سنت موکدہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اور ترجیح دی نہر الفائق مین نکاح اعتدال کے واجب ہونے کو بسبب ثابت ہونے مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ثابت ہونے انکار کے اوسپر جو نکاح سے اعراض کرے ف صحیحین مین وارد ہے حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح کرتا ہون عورتون سے سو جو میری سنت کی رغبت نرکھے وہ میرے طریق پر نہین لیکن یہہ حدیث وجوب پر دلیل نہین ہو سکتی جیساکہ صاحب نہر نے استدلال کیا ہے اسواسطے کہ انکار اس حدیث مین تارک نکاح پر نہین بلکہ بے رغبت پر ہے اور واجب وہ ہے جسکے تارک پر انکار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ومکروھا لخوف الجور فان تیقنہ حرم اور نکاح مکروہ ہے بسبب خوف ظلم مرد کے عورت پر اور اگر مرد ظلم کو یقینی جانے تو اوسوقت نکاح حرام ہے ف محشی مدنی نے کہا کہ شارح نے قسم سادس نکاح کو ترک کیا یعنی نکاح مباح کو نکاح مباح اوسوقت ہوتا ہے جب خوف عجز کا ہو ادای حقوق سے کذا فی المجتبی وندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ اور مستحب ہے نکاح کو ظاہر کرنا اور شہرت دینا اور نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا جامع ترمذی مین حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشہور کرو نکاح کو مسجد وغیرہ مین اور دف بجاؤ تو معلوم ہوا کہ اعلان شان نکاح ہے اور اخفا خاصہ زنا ہے وکونہ فی مسجد یوم الجمعۃ بعاقد رشید وشہود عدول والاستدانۃ لہ والنظر الیہا قبلہ اور مستحب ہے ہونا نکاح کا مسجد مین اسواسطے کہ حدیث مین حکم ہے اور نکاح از قسم عبادت ہے مستحب ہے جمعہ کے دن بواسطے عاقد ہوشیار اور متقی گواہون کے تاکہ کوئی شرط نکاح کی فوت نہو اور صحت نکاح بالاتفاق ہو اسواسطے کہ گواہونکی عدالت امام شافعی کے نزدیک شرط ہے اور مستحب ہے قرض لینا نکاح کے واسطے یعنی تو انگر بھی قرض لے اسواسطے کہ حق تعالے اوسکے ادا کا ضامن ہے کذا فی البحر اور مستحب ہے نظر کرلینا عورتکی طرف نکاح سے پہلے تاکہ الفت ہو اور اگر نہ دیکھ لیگا تو شاید افسوس کریگا سوای چہرہ اور دونون ہتھیلیون کے اور بدن نہ دیکھے اور دیکھنا بھی اوسوقت درست ہے جب طرف ثانی سے امید نکاح کر دینے کی ہو تو خاکروب وغیرہ کو عالم یا امیر کی بیٹی اس نیت سے دیکھنا درست نہین کہ ظاہر مین نکاح ہونا متصور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ونکاح دونہ سنا وحسبا وعزا ومالا اور مستحب ہے ہونا عورتکا کمتر شوہر سے عمر مین اور حسب مین اور عزت مین اور مال مین ف حسب فضائل آبا کی نام ہے کذا فی القاموس جیسے علما اور سلاطین اور حاتم اور رستم کی اولاد اور اگر عورت مالدار ہو گی تو شوہر اوسکی نظر مین ذلیل ہوگا وفوقہ خلقا وادبا وورعا وجمالا اور مستحب ہے ہونا عورت کا بڑیا وہ تر شوہر سے اخلاق مین اور ادب مین اور پرہیزگاری مین اور حسن مین ف بحر الرائق مین لکھا کہ مرد نکاح کرے اوس عورت سے جو نسب اور حسب اور دینداری مین مشہور ہو کہ صفات خاندانی اولاد مین اکثر منتقل ہوتے ہین اور خوبصورت کنی عورت سے نکاح نکرے اور کنواری اور کمخرچ کو اختیار کرے اور نہ نکاح کرے لنبی دبلی اور ٹھنگنی بدشکل سے اور بدخلق اور اولاد والی اور نہ بڑی عمر والی اور نہ لونڈی سے باوجود قدرت حرہ کے اور نہ حرہ سے بدون اجازت ولی کے اور نہ زانیہ سے اور عورت کو چاہئے کہ شوہر دیندار نیکبخت سخی

مقدور والیکو اختیار کرے اور فاسق سے نکاح نکرے اور کوئی اپنی جوان بیٹی کو نہایت بڈھے مرد کے نکاح مین نہ دے اور نہ بدشکل کو دے کذا فی حاشیۃ المدنی وھل یکرہ الزفاف المختار لا اذا لم یشتمل علی مفسدۃ دینیۃ اور کیا مکروہ ہے زفاف یعنی عورت کا پونچانا اوسکے خاوند کے پاس روایت مختار یہہ ہے کہ مکروہ نہین جب کوئی مفسدہ دینی نہو جیسے اختلاط مردونکا عورتون سے اور خوش طبعی سے کسیکو ذلیل کرنا یا برائی مارنا ھم فقط زفاف لائق اختلاف کے نہین کہ کوئی جائز کہے اور کوئی مکروہ تو مراد زفاف سے یہان عورتونکا اجتماع ہے اسواسطے کہ شب زفاف مین عورتونکا جمع ہونا عرف مین لازم ہے اور بعضون نے کہا کہ مراد زفاف با علان دف بجانے کے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو بعضی جگہ ہندوستان مین رواج ہے کہ شب زفاف مین دولہن کو دولہا پاس پردے مین بہیجا کر عورتین بہانکا کرتی ہین سو یہ بلاشبہ مکروہ بلکہ حرام ہے وینعقد ملتبسا بایجاب من احدھما وقبول من الآخر وضعا للمضی لان الماضی ادل علی التحقیق کزوجت نفسی او ابنتی او موکلتی منک ویقول الآخر تزوجت اور نکاح منعقد اور بندہتا ہے یعنی گنٹہتا ہے جب پہلے ایک کے ایجاب سے اور دوسرے کے قبول سے درانحالیکہ ایجاب اور قبول موضوع ہون فعل ماضی کے واسطے اسواسطے کہ فعل ماضی خوبتر دلالت کرتا ہے تحقق اور وقوع پر کیونکہ زمانہ حال کی کچھہ حقیقت نہین کہ وہ مرکب ہے ماضی اور استقبال سے اور زمانہ مستقبل وقت تکلم کے معدوم المضمون ہے اسواسطے ایجاب اور قبول کیواسطے صیغہ ماضی کا معین ہوا جیسے کوئی کہے نکاح کیا مین نے اپنی ذات کا یا اپنی بیٹی کا یا اپنی موکلہ کا جسکو اس کلام اول کو ایجاب کہتے ہین مرد کہے یا عورت اور دوسرا کہے مین نے قبول کیا اپنی ذات کے واسطے یا اپنے بیٹے کے واسطے یا اپنے موکل کے واسطے اس دوسرے کلام کو قبول کہتے ہین خواہ مرد کہے خواہ عورت زوجت نفسی عاقد اصیل کہے اور زوجت ابنتی ولی کہے اور زوجت موکلتی وکیل کہے وینعقد ایضا بما ای بلفظین وضع احدھما لہ ای للمضی والآخر للاستقبال او للحال فالاول الامر کزوجنی او زوجینی نفسک او کونی امرأتی اور بھی منعقد ہوتا ہے نکاح اون دو لفظون سے کہ اونمین ایک تو موضوع ہو ماضی کے واسطے اور دوسرا استقبال یا حال کے واسطے سو اول یعنی استقبال سے مراد امر کا صیغہ ہے جیسے کہ مرد کہے ولی سے یا عورت کے وکیل سے کہ میرا نکاح کر دے یا خود عورت سے کہے کہ میرا نکاح اپنی ذات سے کر دے یا یون کہے کہ تو میری جورو ہوجا فانہ لیس بایجاب بل توکیل ضمنی فاذا قال فی المجلس زوجت او قبلت او بالسمع والطاعۃ قام مقام الطرفین سو البتہ یہہ صیغہ امر کا خود ایجاب نہین بلکہ ضمنا دوسرے کو وکیل کرنا ہے اپنے نکاح کے واسطے یعنی جب زوجنی کہا تو درضمن امر کے گویا مطلب یہہ ہوا کہ تو میری طرف سے وکیل ہو کر میرا نکاح کر دے پہر جب دوسرے شخص نے کہا اوسی مجلس مین کہ مین نے نکاح کر دیا یا قبول کیا یا مان لیا بالسمع والطاعت (رضا و رغبت ۱۲) تو یہہ قبول قائم ہوگیا بجاے ایجاب اور قبول عاقدین کے تو نکاح صحیح ہوگیا وقیل ھو ایجاب ووجھہ فی البحر اور بعضون نے مثل قاضیخان اور صاحب خلاصہ کے کہا کہ یہہ صیغہ امر کا خود ایجاب ہے توکیل نہین اور ترجیح دی ہے اس قول ثانی کو بحر الرائق مین والثانی المضارع المبدو بھمزۃ او نون او تاء کتزوجینی نفسک اذا لم ینو الاستقبال اور دوسرا لفظ مضارع کا جو شروع بہمزہ ہو جیسے اتزوجک یا شروع بنون ہو جیسے نتزوجک یا شروع بتا ہو جیسے خود شارح نے مثال دی تو صیغہ مضارع سے اوسوقت نکاح منعقد ہوگا جب متکلم استقبال کے معنی کا ارادہ نکرے بلکہ معنی حال مراد رکھے اور اگر استقبال کا ارادہ کریگا تو وعدہ نکاح ہوگا نہ ایقاع نکاح وکذا انا متزوجک او جئتک خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح اور اسیطرح نکاح منعقد ہوتا ہے اسم فاعل بمعنی حال سے جیسے کہ کہے کہ مین اب تیرے ساتھہ نکاح کرنیوالا ہون یا یون کہے کہ مین آیا تیرے پاس منگنی کرنیوالا اسواسطے نکاح صحیح ہوگا کہ مول چکانا نکاح مین جاری اور مروج نہین بخلاف بیع کے کہ وہان فقط انا مشتری یا جئتک مشتریا ہے اور بعد اسکے بائع کے یون کہنے سے کہ بعتک بیع منعقد نہین ہوتی جب تک اوسکے بعد اشتریت نہ کہے اسواسطے کہ بیع مین مول چکانا اور قیمت ٹہرانا مروج ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او ھل اعطیتنیھا ان المجلس للنکاح وان للوعد فوعد اور منعقد ہوتا ہے نکاح اسیطرح بہی جب کہ مرد کہے عورت کے باپ سے کہ کیا تو نے وہ عورت مجھکو دی اور اوسکا باپ کہے اعطیت یعنی دی بشرطیکہ مجلس نکاح کی ہو تو دلالت

حال تام نہوئی استفہامی معنی کو یا مستقبل کو اور اگر مجلس وعدہ کرنیکی ہے تو اس کلام سے وعدہ نکاح کا ہوگا تو اس صورتمین نکاح منعقد نہوگا ولو
قال لہا یا عِرسِی فقالَت لبیکَ انعقدَ علی المذہب اور اگر مردنے کہا عورت سے کہ اے میری جورو سو اوسنے جواب دیا کہ لبیک نکاح منعقد
ہوگیا بنابر مذہب مختار کے اسواسطے کہ یا عرسی قائم مقام انا متزوجک کے ہے اور لبیک یعنی اجبتک اجابۃً بعد اجابۃ کے تو ایجاب یعنی حال ہوا اور قبول صیغہ
ماضی سے ہوا تو نکاح منعقد ہوگیا کذا فی حاشیۃ الکنز فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مہر جب کہ ایجاب اور قبول لفظی شرط ہوا تو نکاح منعقد نہوگا قبول فعلی سے
جیسے مہر پر قبضہ کرنا بدون لفظ قبلت کے ولا بتعاطی اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے تعاطی یہہ کہ مثلا باپ نے اپنی بیٹی کسی مرد کو دی اور اوسنے
مہر اوسکو حوالہ کیا شاہدون کے روبرو بدون تلفظ کے ولا بکتابۃ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشہود بما فی الکتاب اور نہین منعقد ہوتا
نکاح شخص حاضر کے لکھنے سے بلکہ غائب کے لکھنے سے نکاح منعقد ہوتا ہی بشرطیکہ شاہدونکو مضمون خط سے آگاہ کردیا ہو خواہ خط پڑھکر خواہ زبانی ما لم یکن
بلفظ الامر فیتولی الطرفین فیہ غائب کی تحریر پر اعلام شاہدونکا اوسوقت ضرور ہے جب خط مین صیغہ امر کا نہو یعنی لکھا ہو کہ مین نے تجھسے نکاح کیا
اور اگر امر کا صیغہ اسطرح ہو کہ زوجینی نفسک یعنی میرا نکاح اپنی ذات سے کردی تو اس صورت تو کیل مین عورت دونو طرف کی متولی اور متصرف
ہوگی لہذا فی فتح القدیر تو اس صورتمین عورتکا یون کہنا کہ زوجت نفسی منہ یعنی مین نے اپنا نکاح اوسکے ساتھہ کردیا قائم مقام ایجاب اور قبول کے
ہوگا اوسوقت مین خط کا مضمون شاہدون کو سُنانا ضرور نہین فقط لفظ قبول سُنانا کافی ہے بالاقرار علی المختار خلاصۃ کقولہ ہی امرأتی لان
الاقرار اظہار لما ہو ثابت ولیس بانشاء اور نہ منعقد ہوگا نکاح اقرار سے بنابر مذہب مختار کے کذا فی الخلاصۃ مثل قول مرد کے کہ یہہ میری جورو ہے
اسواسطے اقرار سے نکاح نہوگا کہ اقرار ثابت چیز کے اظہار کا نام ہے اقرار انشا نہین حالانکہ نکاح مین انشا چاہیئے وقیل ان کان بمحضر من الشہود
صح کما یصح بلفظ الجعل اور بعضون نے کہا کہ اگر اقرار نکاح کا شاہدون کے حضور مین ہوا تو نکاح صحیح ہوگا یعنی اس صورتمین اقرار کو انشا نکاح قرار دیا گویا
اب نکاح ہوا جیسے نکاح صحیح ہوتا ہے جعل کے لفظ سے ہم منح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر زوج نے اقرار کیا شاہدون کے روبرو نکاح کا اور
حالانکہ نکاح بدون گواہون کے ہوا تھا تو اسمین اختلاف ہے اصح یہہ ہے کہ اگر زوج اور زوجہ نے مہر کا نام لیا تو نکاح جدید منعقد ہوا اور اگر عورت
مرد نے بدون نکاح ہوئے نکاح کا اقرار کیا تو نکاح منعقد نہوگا مگر اوسوقت نکاح منعقد ہوگا جب شاہدون نے یون کہا کہ جعلتما ہذا نکاحا یعنی تم نے اس
اقرار کو نکاح بنایا پہر دونون نے قبول کیا تو یہان بلفظ جعل نکاح صحیح ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی وجعل الاقرار انشاء وہو الاصح ذخیرۃ اور اقرار انشا
کرڈالا گیا اور یہی اصح ہے کذا فی الذخیرۃ یعنی اقرار جملہ خبریہ ہے اور نکاح جملہ انشائیہ سے منعقد ہوتا ہے اسواسطے اوسکو انشا قرار دیا ولا ینعقد
بتزوجت نصفک فی الاصح احتیاطا خانیہ بل لا بد ان یضیفہ الی کلہا او ما یعبر بہ عن الکل ومنہ الظہر والبطن علی الاشبہ ذخیرۃ ورجحوا
فی الطلاق خلافہ فیحتاج للفرق اور نہین منعقد ہوتا نکاح اس کلام سے کہ کوئی کہے کہ مین نے تیرے نصف بدن سے نکاح کیا مذہب اصح مین بنابر احتیاط
کے کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ حلت اور حرمت ایک ذات مین جمع ہوئی تو احتیاطا حرمت کو غلبہ دیا بلکہ ضرور ہے صحت نکاح کی واسطے کہ نسبت کرے
نکاح کو عورت کے تمام بدنکی طرف یا اوس عضو کیطرف جو بجای کل بدن بولا جاتا ہے جیسے پشت اور شکم بنابر اشبہ مذہب کے کذا فی الذخیرۃ اور
ترجیح دی ہے فقہانے طلاق مین برخلاف اسکے یعنی یون کہا ہے کہ اگر کوئی مرد کہے کہ مین نے اپنی عورتکی پشت یا شکم کو طلاق دی تو بروایت
اصح طلاق نہین واقع ہوتی تو احتیاج پڑی اظہار فرق کی کہ کیا وجہ کہ اضافت پشت اور شکم سے نکاح تو صحیح ہوا اور طلاق نہ پڑی واذا وصل
الایجاب بالتسمیۃ للمہر کان من تمامہ ای الایجاب فلو قبل الآخر قبلہ لم یصح لتوقف اول الکلام علی آخرہ لو فیہ ما یغیرا ولہ اور جب
ملایا ایجاب کو تسمیہ مہر کے ساتھہ تو ہوگا مہر تمامی ایجاب سے سو اگر قبول کیا دوسرے نے تسمیہ مہر سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا واسطے موقوف ہونے
اول کلام کے اپنی آخر پر اگر آخر کلام مین وہ مضمون ہو جو مخالف ہو اول کلام کے مثلا عورت نے مرد سے کہا کہ مین نے نکاح کیا تیرے ساتھہ ہزار روپیہ
پر اور مرد نے قبول کرلیا مہر کے نام لینے سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرین وان طال کمخیرۃ اور

شرائط ایجاب اور قبول سے مجلس کا متحد ہونا ہے اگر دونون حاضر ہون اگرچہ مجلس دراز ہو تو اگر عورت نے ایجاب کیا اور مرد نے دوسری مجلس مین قبول کیا تو نکاح نہوگا کیونکہ مجلس ایک نرہی اور اگر کوئی غائب ہے اور اوسنے خط مین ایجاب لکھا تو اتحاد مجلس شرط نہین ایجاب اور قبول مین اتحاد مجلس ایسا شرط ہے جیسے عورت مخیرہ مین شرط ہے مخیرہ سے وہ عورت مراد ہے جسکے شوہر نے اوس سے کہا کہ تو اپنی ذات کو اختیار کر یعنی اگر تیرا جی چاہے تو طلاق لے تو یہہ اختیار مجلس تکلم تک مقید ہے مجلس بدلی اختیار گیا وَاَنْ لَا یُخَالِفَ الْاِیْجَابُ الْقَبُوْلَ کَقَبِلْتُ النِّکَاحَ لَا الْمَهْرَ اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہہ ہے کہ ایجاب قبول کے مخالف نہو جیسے کہ مرد نے کہا کہ مین نے نکاح کو قبول کیا نہ مہر کو مثلا مرد نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھہ ہزار درم پر نکاح کیا عورت نے جواب دیا کہ مین نے نکاح قبول کیا نہ مہر تو نکاح خالی ہوا مہر مسمی سے تو مہر مثل ہوگا حالانکہ مہر مثل اور مہر مسمی باہم مغایر ہین تو ایجاب مخالف ہوا قبول کے لہذا عقد صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی نَعَمْ یَصِحُّ الْحَطُّ ہان صحیح ہے مہر کا کم کرنا عورت کی طرف سے مثلا مرد نے کہا کہ مین نے ہزار درم مہر پر تجھسے نکاح کیا عورت نے کہا کہ مین نے پانچ سو درم مہر پر نکاح قبول کیا گویا یہہ مطلب ہوا کہ ہزار درم کا مہر قبول کیا اور اوسمین سے پانچ سو کم کردئے اسلئے اس صورت مین مرد کو کمی مہر قبول کرنا شرط نہین اسواسطے کہ یہہ اسقاط اور ابرا ہے کَزِیَادَةٍ قَبِلَتْهَا فِی الْمَجْلِسِ مہر کا کم کرنا ایسا صحیح ہے جیسے وہ زیادتی مہر کی صحیح ہے جسکو عورت نے اوسی مجلس مین قبول کرلیا مثلا عورت نے کہا کہ مین نے ہزار درم مہر پر نکاح کیا مرد نے کہا مین نے دو ہزار درم مہر کو قبول کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ عورت نے دو ہزار کو اوسی مجلس مین قبول کرلیا ہو وَاَنْ لَا یَکُوْنَ مُضَافًا وَلَا مُعَلَّقًا کَمَا سَیَجِیْءُ اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہہ ہے کہ نکاح مضاف نہو زمانہ مستقبل کیطرف جیسے کوئی کہے کہ مین نے تیرے ساتھہ نکاح کیا کل کے دن یا کہا مین قبول کرونگا کل اور شرط یہہ ہے کہ نکاح معلق شرط پر نہو جیسے کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھہ نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوگا چنانچہ اسکا ذکر آویگا وَلَا الْمَنْکُوْحَةُ مَجْهُوْلَةً اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہہ ہے کہ منکوحہ نامعلوم نہو جیسے ایک شخص کی دو بیٹیان ہین اور اوسنے ایک بیٹی کا نکاح بے نام لئے کردیا تو نکاح صحیح نہوگا بسبب جہالت کے وَلَا یُشْتَرَطُ الْعِلْمُ بِمَعْنَی الْاِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ فِیْمَا یَسْتَوِیْ فِیْهِ الْجِدُّ وَالْهَزْلُ اِذْ لَمْ یَحْتَجْ اِلَی النِّیَّةِ بِهٖ یُفْتٰی اور نہین شرط ہے دانست ایجاب اور قبول کے معنی کی اوس عقد مین جسمین قصد کرنا اور نکرنا یکسان ہے اسواسطے کہ اوس عقد مین نیت کی احتیاج نہین اسی پر فتوی ہے اسمین فقہا کو اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ عاقدین کو ایجاب اور قبول کے معنون کا علم ضرور ہے کذا فی الدرر اور بعضون نے کہا قضاءً ضرور نہین دیانۃً علم ضرور ہے کذا فی الخانیہ اور عمادیہ مین روایت ہے کہ کوئی عقد بدون علم معنی کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا سب صحیح ہین علم ہو یا نہو اور بعضون نے کہا جو عقد ایسا ہو کہ جسمین قصد کرنا اور نکرنا دونون برابر ہون جیسے طلاق اور نکاح اور عتاق تو اوسمین علم ضرور نہین اسواسطے کہ علم سے غرض قصد کرنا ہے اور حالانکہ اوسمین قصدا اور غیر قصد دونو برابر ہین مثلا اگر کوئی ہزل سے نکاح کرے یا طلاق دے تو صحیح ہوگا اگرچہ اوسکا قصد متعلق نہین اسی قول کو شارح نے پسند کیا اور ترجیح دی بخلاف بیع کے کہ بدون علم کے صحیح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی واللہ اعلم وَاِنَّمَا یَصِحُّ بِلَفْظِ تَزْوِیْجٍ وَنِکَاحٍ لِاَنَّهُمَا صَرِیْحٌ وَمَا عَدَاهُمَا کِنَایَةٌ وَهُوَ کُلُّ لَفْظٍ وُضِعَ لِتَمْلِیْکِ الْعَیْنِ کَامِلَةً فَلَا یَصِحُّ بِالشِّرْکَةِ اور البتہ نکاح صحیح ہے تزویج اور نکاح کے لفظ سے اسواسطے کہ دونو لفظ صریح ایسکے واسطے موضوع ہین اور جو لفظ ان دو کے سوا ہین سو کنایہ ہے یعنی غیر صریح ہے اور نکاح کا کنایہ وہ لفظ ہے جو موضوع ہو واسطے تملیک ذات کے بطور تملیک کامل کے تو نہ صحیح ہوگا نکاح شرکت کے لفظ سے اسواسطے کہ شرکت مین پوری تملیک نہین فِی الْحَالِ خَرَجَ الْوَصِیَّةُ غَیْرُ الْمُقَیَّدَةِ بِالْحَالِ یعنی تملیک ذات کی بالفعل ہو تو اس سے نکل گئی وصیت جسمین بالفعل کی قید نہین جیسے کسی نے کہا کہ مین نے وصیت کی اپنی لونڈی کی قربت کی ہزار درم کے بدلے اپنی موت کے بعد اور دوسرے شخص نے قبول کیا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ تملیک فی الحال نہوئی اور وصیت بالفعل مین نکاح صحیح ہوگا کَهِبَةٍ وَتَمْلِیْکٍ وَصَدَقَةٍ وَعَطِیَّةٍ تملیک بالفعل جیسے ہبہ اور تملیک اور صدقہ اور عطا مثلا اگر عورت کہے کہ مین نے اپنی ذات کو ہبہ کیا یا تجھکو مالک کیا یا صدقہ دیا یا دیدیا وغیرہ اور مرد نے قبول کیا تو نکاح صحیح ہوگا وَسَلَمٍ وَاسْتِیْجَارٍ اور نکاح صحیح ہے بلفظ بیع سلم اور استیجار کے سو اگر عورت کو اجرت قرار دیا تو نکاح صحیح ہے جیسے یون کہے کہ مین نے اپنا گھر ایک برس کو اجارہ دیا تیری بیٹی کے بدلے اور اگر یون کہے کہ مین نے

اجارہ دیا اپنی بیٹی کو ہزار درہم کے بدلے تو صحیح یہہ ہے کہ نکاح نہو گا کہ اسمین تملیک دائمی نہین بخلاف صورت اول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وَقَرْضٍ
وَصُلْحٍ وَصَرْفٍ وَکلما تُمْلَكُ بِهِ الرِّقَابُ بشرط نیۃ او قرینۃ وفھم الشھود المقصود اور نکاح صحیح ہوتا ہے بلفظ قرض اور صلح اور صرف کے اور
جو لفظ کہ گردنونکی ملکیت کا فائدہ بخشے بشرط نیت متکلم کے یا قرینہ مقام کے اور سمجھنے شہود کے مقصود کو یعنی بلفظ ہبہ وغیرہ کے نکاح جب منعقد
ہوتا ہے کہ نکاح کی نیت ہو یا قرینہ ہو اور گواہ بھی اس مطلب کو سمجھ گئے ہون ہبہ وغیرہ مین نیت کی حاجت اسواسطے ہوئی کہ یہہ الفاظ کنایہ ہین نکاح
کے صریحا نکاح کے واسطے موضوع نہین جو محتاج نیت کے نہون لَا یَصِحُّ بلفظ اِجَارَۃٍ وَاِبَرَاءٍ اور اِبرَاءٍ نہ صحیح ہوگا نکاح اجارہ کے لفظ سے اجارہ برابر ہے
ہو یا ہزار سجھہ ہو لفظ اجارہ سے نکاح صحیح نہوا اسواسطے کہ اوسمین تملیک دائمی نہین بلکہ تملیک منفعت کی موقت ہی اور نکاح مین دوام مشروط ہے
بخلاف لفظ استیجار کے چنانچہ سابق مذکور ہوچکا اور اجازت سی اسواسطے نکاح نہین منعقد ہوتا کہ لفظ اجازت کا تملیک عین کیواسطے موضوع نہین
وَاِعَارَۃٍ وَوَصِیَّۃٍ وَرَھْنٍ وَوَدِیْعَۃٍ وَنَحْوِھَا مِمَّا لَا یُفِیْدُ الْمِلْكَ لکن یَثْبُتُ بِہِ الشُّبْھَۃُ فَلَا یُحَدُّ وَلَھَا الْاَقَلُّ مِنَ الْمُسَمّٰی وَمَھْرِ الْمِثْلِ اور نہین صحیح
ہے نکاح بلفظ اعارہ اور وصیت اور رہن اور ودیعت اور مانند ان الفاظ کے جو ملک کے مفید نہین لیکن ایسی الفاظ سی شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی
تو حد نماری جاوی گی اوسکو جسنے ان الفاظ سے نکاح کیا اسواسطے کہ حد شبہہ پڑنے سے ٹل جاتی ہی اور اس صورتمین عورتکو مہر ملیگا جو کمتر ہو مہر
مسمی سے جسپر دونو راضی ہوگئے اور مہر مثل سے یعنی اگر مہر مسمّٰی کم ہی مہر مثل سے تو مسمّٰی ملیگا اور اگر مہر مثل کم ہی مسمّٰی سے تو مہر مثل ملیگا وَکَذَا
تَثْبُتُ بِکُلِّ لَفْظٍ لَا یَنْعَقِدُ بِہِ النِّکَاحُ فَلْیُحْفَظْ اور اسیطرح شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی ہر ایک اوس لفظ سے جس سی نکاح منعقد نہین ہوتا سو اسکو یاد
رکھنا چاہیئے ظاہرا یہہ مضمون مکرر ہوگیا وَبِاَلْفَاظٍ مُصَحَّفَۃٍ کَتَجَوَّزْتُ لِصُدُوْرِہٖ لَا عَنْ قَصْدٍ صَحِیْحٍ بَلْ عَنْ تَحْرِیْفٍ وَتَصْحِیْفٍ فَلَمْ یَکُنْ حَقِیْقَۃً وَ
لَا مَجَازًا لِعَدَمِ الْعِلَاقَۃِ بَلْ غَلَطًا فَلَا اعْتِبَارَ بِہٖ اصلًا تلویح اور نہین منعقد ہوتا نکاح اون الفاظ سی جنمین تصحیف واقع ہوئی جیسے تجوزت بجاے
تزوجت کے تصحیف لغت مین خطا فی الصیغہ کو کہتے ہین اور یہان مطلق خطا مراد ہی تصحیف ہو یا تحریف نقطون کی غلطی تصحیف ہے جیسے زوج
بمعنی جفت کو روح بمعنی جان کہنا اور تحریف صورتکی غلطی کو کہتے ہین جیسے سُلَیْم بروزن کریم کو سُلَیم بروزن حُسین بولنا تصحیف اور تحریف
سے اسواسطے نکاح منعقد نہین ہوتا کہ اوسکا صدور قصد صحیح سے نہین بلکہ تبدیل اور تغییر ہے تو نہ حقیقت ٹھہرا نہ مجاز اسواسطے کہ تحریف اور تصحیف
مین اصل لفظ سے کچھہ علاقہ نہین ہوتا اور حالانکہ مجازی معنی مین حقیقی معنی سے علاقہ ہونا لازم ہے بلکہ ایسی الفاظ محض غلط ہین تو اونکا کچھہ
اعتبار نہین کذا فی التلویح نَعَمْ لَوِ اتَّفَقَ قَوْمٌ عَلَی النُّطْقِ بِھٰذِہِ الْغَلَطِ وَصَدَرَتْ عَنْ قَصْدٍ کَانَ ذٰلِكَ وَضْعًا جَدِیْدًا فَیَصِحُّ بِہٖ اَفْتٰی اَبُو السُّعُوْدِ
ہان اگر اتفاق کرلیوے کوئی قوم ایسی غلط الفاظ کے بولنی پر اور صدور اونکا بالقصد ہو تو ہوگا یہہ اجماعی تکلم وضع جدید تو اوسوقت مین
غلط الفاظ سی نکاح منعقد ہوگا اسی پر فتوی دیا شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے وَاَمَّا الطَّلَاقُ فَیَقَعُ بِھَا قَضَاءً کَمَا فِیْ اَوَائِلِ الْاَشْبَاہِ اور طلاق تو
صحیح ہوگی ایسی غلط الفاظ سی قاضی کے روبرو نہ بنا بر دیانت کے چنانچہ کتاب اشباہ و نظائر کے اوائل مین اسکی تصریح ہی جیسے کوئی طلاق کو تلاق
یا طلاک کہے تو طلاق واقع ہوگی بخلاف نکاح کے وَلَا بِتَعَاطٍ احْتِرَامًا لِلْفُرُوْجِ اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سی واسطے تعظیم اور تکریم فروج کے
یعنی حلت فروج اور اجناس کی طرح ذلیل نہین کہ ایجاب اور قبول لفظی اوسمین شرط نہو تعاطی کے معنی سابق ہوچکی وَشَرْطُ سَمَاعِ کُلٍّ مِنَ الْعَاقِدَیْنِ
لَفْظَ الْاٰخَرِ لِیَتَحَقَّقَ رِضَاھُمَا اور صحت نکاح مین شرط ہی سننا ہر ایک عاقدین سے دوسرے کے لفظ کو واسطے ثبوت رضاء طرفین کے وَشَرْطُ حُضُوْرِ شَاھِدَیْنِ
اور شرط ہی صحت نکاح مین موجود ہونا دو شاہدونکا اسواسطے کہ جامع ترمذی مین حدیث ہی کہ زانی عورتین وہ ہین کہ اپنی نکاح بدون شاہدون کے
کرلیتی ہین اور محمد بن حسن نے مرفوعا روایت کیا کہ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِشُھُوْدٍ یعنی نکاح صحیح نہین بدون شاہدون کے اور جب دو شاہدون کے روبرو
نکاح ہوا تو ادنی رتبہ اعلان کا ثابت ہوا نکاح سر اور نکاح مخفی اوسکو نہ کہین گے اسواسطے کہ دو شاہدون سی زیادہ اعلان شرط نہین اور
اگر شاہدون سے کہا کہ تم اظہار نکرنا تو بھی نکاح فاسد نہین ہوتا اگرچہ ترک مستحب ہوا کہ شہرت کامل نہوئی اور ضرور ہے امتیاز منکوحہ کی شاہدون کے

نزدیک ماکے جہالت ہے پس اگر منکوحہ مجلس عقد مین حاضر ہو تو اشارہ اوسکی طرف کفایت کرتا ہی اور چہرہ کھولکر دیکھنا زیادہ تر احتیاط ہی پھر اگر جسم منکوحہ نظر نہ آوی اور وہ اندر مکان سے ایجاب اور قبول کرے سو اگر وہان وہ اکیلی ہو تو نکاح جائز ہی اور اگر اوسکی ساتھہ اور عورت بھی ہو تو درست نہین کہ جہالت مرتفع نہوئی اور اسیطرح اگر منکوحہ نے کسیکو اپنی نکاح کا وکیل کیا تو یہی تفصیل وہان بھی ضرور ہی اور اگر منکوحہ مجلس عقد سی غائب ہوا اور وکیل نکاح باندہی تو اگر شاہد عورتکا ارادہ جانتی ہون اور اوسکو پہچانتے ہون تو فقط اوسکا نام لینا کفایت کرتا ہی اور اگر عورتکو نہ پہچانتے ہون تو اوسکا نام اور اوسکے باپ دادا کا نام لینا ضرور ہے کذا فی البحر کہا سید احمد طحطاوی محشی نے کہ یہہ جو بعضی لوگون مین معمول ہے کہ شاہد دروازی یا پردیکی آڑ سے توکیل عورتکی زبانی سن لیتے ہین اور حالانکہ وہان عورتونکی کثرت ہوتی ہے تو جائز نہین اسواسطی کہ امتیاز منکوحہ کی نہین ہوتی تو ایسی مقام مین کوئی مخلص اور صورت جواز کی نہین سوای اسکے کہ اسکو نکاح فضولی قرار دیجئی کہ عورتکی اجازت قولی یا فعلی سے تمام ہو کذا فی حاشیة المدنی حُرَّیْنِ اَوْ حُرٍّ وَّحُرَّتَانِ گواہ دو حر ہون یا ایک مرد حر اور دو حرہ عورتین ہون تو غلامون اور فقط عورتونکی گواہی سے نکاح نہوگا مُکَلَّفَیْنِ دونو عاقل اور بالغ ہون تو لڑکون اور دیوانونکی گواہی سے نکاح نہوگا سَامِعَیْنِ مَعًا قَوْلَهُمَا عَلَی الْاَصَحِّ دونو ساتھہ ہی سامع ہون عاقدین کے قول کو بنا بر مذہب اصح کے سو اگر عاقدین نے ایجاب اور قبول ایک گواہ کو سُنایا پھر دوسری مجلس مین دوسرے گواہ کو سُنایا تو نکاح درست نہوگا اور اسیطرح حضور نائمین اور اصمین سی نکاح صحیح نہین فَاهِمَیْنِ اَنَّهٗ نِکَاحٌ عَلَی الْمَذْهَبِ بحر دونو گواہ سمجھتی ہون کہ کلام عاقدین کا نکاح ہے بنا بر مذہب مختار کے کذا فی البحر تو اگر ہندی گواہون کے روبرو عربی یا فارسی مین ایجاب اور قبول ہوا اور انکو کلام ہونے کا فہم نہو تو نکاح صحیح نہوگا اور اگر فہم ہوگیا گو الفاظ کے معنی نہ سمجھی تو نکاح صحیح ہوگا مُسْلِمَیْنِ فِیْ نِکَاحِ مُسْلِمَةٍ وَّلَوْ فَاسِقَیْنِ دونو گواہونکا مسلمان ہونا شرط ہی عورت مسلمان کے نکاح مین اگرچہ فاسق ہون اسواسطی کہ گواہی کافر کی مسلمان پر درست نہین اَوْ مَحْدُوْدَیْنِ فِیْ قَذْفٍ اَوْ اَعْمَیَیْنِ یا دونو گواہون پر تہمت زنا لگانے سی مار پڑی یا دونو اندہی ہون تو بھی گواہی درست ہے اَوِ ابْنَیِ الزَّوْجَیْنِ یا گواہ دو بیٹی زوج اور زوجہ کے ہون جیسے عورتکا بیٹا دوسرے شوہر سے ہوا اور مرد کا بیٹا دوسری عورت سی یا انہین زوج اور زوجہ سی دو بیٹی ہون سو یہہ دوسری صورت اوسوقت واقع ہوگی جب زوجین مین کسی وجہ سی نکاح ٹوٹ گیا ہو اور پھر دونو نکاح ثانی کا ارادہ کرین اَوِ ابْنَیْ اَحَدِهِمَا وَاِنْ لَّمْ یَثْبُتِ النِّکَاحُ بِهِمَا اَیْ بِالْاِبْنَیْنِ اِنِ ادَّعَی الْقَرِیْبُ یا زوجین مین فقط ایک ہی کے دو بیٹی گواہ ہون اگرچہ نکاح نہین ثابت ہوگا دونون بیٹونکی گواہی سے اگر بیٹون والا مدعی ہوگا یعنی فقط عورت کے دو بیٹی ہون یا فقط مرد کے دو بیٹی ہون تو انکی بھی گواہی سے نکاح صحیح ہوجائیگا لیکن اگر عورت کی دو بیٹونکی گواہی سے نکاح ہوا تھا اور مرد نکاح کا منکر ہوا اور عورت نکاح کی مدعی ہوئی تو اوسکے بیٹونکی گواہی سے قاضی کے روبرو اوسکا دعوی ثابت نہوگا اور اسیطرح اگر مرد مدعی ہوگا تو عورت کے بیٹونکی گواہی سے اوسکا دعوی ثابت ہوجائیگا اور اسیطرح اگر مرد کے بیٹونکی گواہی سے نکاح ہوا تھا تو مرد کا دعوی ثابت نہوگا اور عورتکا دعوی ثابت ہوجائیگا اسواسطی کہ فرع کی گواہی سے اصل کا نفع ثابت نہین ہوتا البتہ ضرر ثابت ہوتا ہی کَمَا صَحَّ نِکَاحُ مُسْلِمٍ ذِمِّیَّةً عِنْدَ ذِمِّیَّیْنِ وَلَوْ مُخَالِفَیْنِ لِدِیْنِهَا وَاِنْ لَّمْ یَثْبُتِ النِّکَاحُ بِهِمَا مَعَ اِنْکَارِهٖ جیسے کہ صحیح ہے نکاح مسلمان مرد کا ذمی عورت سے دو ذمیون کے نزدیک گو دونو ذمی عورت کے دین کے مخالف ہون یعنی اگر عورت نصرانیہ ہو تو گواہ یہودی ہون یا بالعکس اگرچہ ثابت نہوگا نکاح ذمیونکی گواہی سے مسلمان کے منکر ہونیکے وقت یعنی اگر مسلمان ذمیہ کے نکاح کا انکار کریگا اور عورت مدعی ہوگی تو ذمیونکی گواہی سے دعوی اوسکا ثابت نہوگا اسواسطی کہ کافر کی گواہی مسلمان کے ضرر پر درست نہین وَالْاَصْلُ عِنْدَنَا اَنَّ کُلَّ مَنْ مَلَکَ قَبُوْلَ النِّکَاحِ بِوِلَایَةِ نَفْسِهٖ انْعَقَدَ بِحَضْرَتِهٖ اور قاعدہ کلیہ ہم حنفیون کے نزدیک صحت شہادتین یہہ ہے کہ جو شخص مالک ہوسکتا ہی قبول نکاح کا اپنی ذاتکی ولایت سی اوسکے روبرو نکاح بھی منعقد ہوگا مثلاً فاسق اور ذمی کو قبول نکاح کا اختیار ہے تو اونکا گواہ ہونا بھی درست ہے بخلاف صبی اور عبد اور مجنون کے کہ انکو اپنی ذاتونکا اختیار نہین تو انکی گواہی بھی درست نہین اَمَرَ الْاَبُ رَجُلًا اَنْ یُّزَوِّجَ صَغِیْرَتَهٗ فَزَوَّجَهَا

عند رجل او امرأتین والحال ان الاب حاضر صح لانه یجعل عاقدًا حکمًا اور کیا باپ نے کسی مرد کو کہ نکاح کر دے اوسکی صغیرہ کا پھر نکاح کر دیا اوس
وکیل نے روبرو ایک مرد کے یا دو عورتوں کے اور حالانکہ باپ موجود ہی تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ باپ کو اس صورت مین عاقد قرار دیا جائیگا حکمًا یعنی جب
باپ موجود ہوا اوسی مجلس مین تو اوس مرد کی وکالت کی کچھ حاجت نرہی تو اس صورت مین باپ تو گویا خود عاقد ہوا اور وکیل اور دوسرا مرد یا دو عورتین
شاہد نکاح کی ہوگئین تو بلا تامل نکاح صحیح ہوگیا والا لا اور اگر باپ مجلس نکاح مین حاضر نہین اور وکیل نے ایک مرد یا دو عورتون کے روبرو نکاح باندھا تو
نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ وکیل تو عاقد ٹھہرا تو گواہ ہوا ایک مرد یا دو عورتین حالانکہ ایک مرد یا دو عورتون کی گواہی سے نکاح نہین ہوتا ولو زوج
ابنتہ البالغۃ العاقلۃ بحضرۃ شاہد واحد جاز ان کانت ابنتہ حاضرۃ لانہا تجعل عاقدۃ والا لا اور اگر نکاح کر دیا باپ نے اپنی جوان عاقل بیٹی کا
ایک شاہد کے سامنے تو نکاح جائز ہوگا اگر اوسکی بیٹی مجلس عقد مین موجود ہو اسواسطے کہ بیٹی عاقد قرار دیجائیگی اور باپ اور دوسرا مرد شاہد ہوجاوینگے
اور اگر اوسکی بیٹی مجلس عقد مین حاضر نہوگی تو نکاح درست نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین باپ عاقد ہی شاہد نہین تو ایک شاہد سے نکاح نہوگا والاصل
ان الآمر متی حضر جعل مباشرًا اور اصل قاعدہ مسائل امر مین یہہ ہے کہ امر کرنیوالا جب موجود ہوگا تو وہی مباشر اور عاقد قرار دیا جاویگا اور
شخص مامور سفیر محض ہوجائیگا پھر جب مامور عاقد نہ ٹھہرا تو شاہد ہوسکیگا ثم انما تقبل شہادۃ المأمور اذا لم یذکر انہ عقدہ لئلا یشہد علی
فعل نفسہ پھر شہادت مامور کی اوسی صورت مین مقبول ہوگی جب تک وہ اپنے کو عاقد نہ کہے تاکہ نہ لازم آوے گواہی دینا اپنی ذات کے فعل پر یعنی جب
مامور نے اپنے کو عاقد کہا تو اوسوقت مین اوسکی گواہی نہ درست ہوگی اسواسطے کہ خود اپنے فعل کی گواہی دینا جائز نہین ولو زوج المولی عبدہ
البالغ بحضرتہ وواحد لم یجز علی الظاہر اور اگر نکاح کر دیا مالک نے اپنے بالغ غلام کا اوسی غلام اور ایک شاہد کے سامنے تو نکاح نا جائز ہوگا
بنا بر قول ظاہر کے اسواسطے کہ بدون اجازت مالک کے غلام کو عاقد ہونیکی لیاقت نہین کہ مالک کو دوسرا شاہد قرار دیجیے ولو اذن لہ فعقد بحضرۃ
المولی ورجل صح والفرق لا یخفی اور اگر اجازت دی مالک نے اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی پھر غلام نے عقد کیا مالک اور ایک مرد کے حضور مین
تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ غلام مالک کے حکم سے اس صورت مین عاقد ہوا اور مالک اور دوسرا مرد شاہد ہوگئے تو نکاح صحیح ہوگیا اور فرق دونو
صورتون مین ظاہر ہے چنانچہ بیان فرق مفصل ہوچکا ولو قال رجل لآخر زوجتنی بنتک فقال الآخر زوجت او قال نعم مجیبًا لہ لم یکن نکاحًا
ما لم یقل الموجب بعدہ قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد اور اگر کہا ایک مرد نے دوسرے سے کہ تونے میرا نکاح کر دیا اپنی بیٹی سے
سو دوسرے نے کہا مین نے نکاح کر دیا یا جواب مین فقط ہان کہا تو یہہ نکاح نہوگا جب تک ایجاب کرنیوالا اوسکے بعد یون نہ کہے کہ مین نے قبول کیا
اسواسطے کہ لفظ زوجتنی کا استخبار اور استفہام ہے اور عقد نہین سابق مین ہوچکا کہ ہل اعطیتنیہا اور اعطیت سے مجلس نکاح مین نکاح صحیح ہوتا ہے
قبلت کہنے کی حاجت نہین تو یہان کیون نہ صحیح ہوا اور حالانکہ استفہام دونو صورتون مین ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ وہان مجلس نکاح کے دینے
سے استفہام باقی نرہا بخلاف یہان کے کذا فی حاشیۃ الہدایۃ بخلاف زوجنی فانہ توکیل بر خلاف اوسکے اگر مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو
اپنی بیٹی کا مجھسے نکاح کر دے اور اوسنے کہا کہ مین نے نکاح کر دیا تو بعد اوسکے قبلت کہنے کی حاجت نہین عقد کامل ہوگیا اسواسطے کہ لفظ زوجنی
کا توکیل ہے یعنی جب مرد نے بیٹی کے باپ سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے تو اوسنے اوسکو اپنے نکاح کا وکیل کر دیا تو اب زوجت
کہنا قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگیا اسواسطے کہ نکاح مین ایک شخص متولی طرفین کا ہوسکتا ہی بخلاف بیع کے چنانچہ سابق مذکور ہوچکا ہی
غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح للجہالۃ عورت کے نکاح کا وکیل چوک گیا عورت کے باپ کے نام مین بدون
حاضر ہونے عورت کے تو نکاح صحیح نہوگا بسبب عدم امتیاز کے یعنی زید کی بیٹی کو بھول کر خالد کی بیٹی کہہ گیا اور عورت وہان موجود نہین تو
نکاح نہوگا اور اگر عورت وہان موجود ہے تو وکیل کا یہہ کہنا ضرر نکاح مین نہین کرتا کہ اوسکے موجود ہونے اور اوسکی طرف اشارہ
کرنے سے امتیاز حاصل ہے وکذا لو غلط فی اسم ابنتہ الا اذا کانت حاضرۃ واشار الیہا فیصح اور اسیطرح اگر چوک گیا مرد اپنی بیٹی کے

نام مین نکاح کرنے کے وقت تو نکاح صحیح ہوگا لیکن جب بیٹی مجلس عقد مین حاضر ہو اور اوسکی طرف اشارہ کرے کہ اسکا مین نے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا نام
کی غلطی اس صورت مین مضر نہین اسواسطے کہ اشارہ تو تیر ہے نام سے ولو له بنتان واراد تزویج الکبریٰ فغلط فسمّاها باسم الصغریٰ صح للصغریٰ خانیہ
اور اگر ایکمرد کی دو بیٹیان ہون اور اوسنے بڑی بیٹی کے نکاح کردینے کا ارادہ کیا اور غلطی سے چھوٹی بیٹی کا نام لیگیا تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح ہوجائیگا
کذا فی الخانیہ بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہو اور اگر چھوٹی بیٹی کسیکی منکوحہ ہو یا زوج کی محرم ہو تو اس صورت مین نہ چھوٹی کا نکاح صحیح ہوگا نہ بڑی کا چھوٹی کا اسواسطے
نہ ہوگا کہ محل نکاح نہین اور بڑی کا اسواسطے نہین کہ اوسکا نام مذکور نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بعث مرید النکاح اقواما للخطبۃ فزوجها الاب
او الولی بحضرتهم صح فیجعل المتکلم فقط خاطبا والباقی شهودا به یفتی فتح اور اگر بیجا نکاح کا ارادہ کرنیوالے نے چند قوم کو منگنی کے واسطے سو
نکاح کردیا باپ نے یا اور ولی نے اونکی حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا تو فقط ایک بولنے والا خاطب قرار دیا جائیگا اور باقی لوگ شاہد ہوجاوینگے اسی روایت پر
فتوی ہے کذا فی فتح القدیر **فروع** مسائل لمحۃ شارح کے قال زوّجنی ابنتك علی ان امرها بیدك لم یکن له الامر لانه تفویض قبل النکاح
ایکمرد نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کردے اس شرط پر کہ اوسکی طلاق تیرے ہاتھ مین رہے تو اس صورت مین باپ کو طلاق کا اختیار نہوگا اور نکاح
صحیح ہوگا اسواسطے کہ اسمین طلاق کی تفویض ہے نکاح سے پہلے اور حالانکہ یہہ صحیح نہین وکّله بان یزوّجه فلانة بکذا فزاد الوکیل فی المهر لم ینفذ
وکیل کیا ایکمرد نے دوسرے کو کہ اوسکا نکاح فلانی عورت سے کردے آٹھ درم پر مثلا ہزار درم پر سو زیادہ کردیا مہر وکیل نے مثلا دو ہزار کا مہر مقرر کردیا تو یہہ
نکاح نافذ نہوگا موکل چاہے تو زیادتی مہر کی قبول کرے اور نکاح کو صحیح کردے اور چاہے نمانے تو نکاح باطل ہوجاوے ولو لم یعلم حتی دخل بها بقی الخیار بین اجازته
وفسخه ولها الاقل من المسمّی ومهر المثل لان الموقوف کالفاسد پھر اگر موکل کو زیادتی مہر کا علم نہوا یہانتک کہ عورت کی قربت کی تو بھی باقی رہیگا
اختیار زوج کو نکاح کے صحیح رکھنے میں اور باطل کردینے مین سو اگر صحیح رکھیگا تو مہر مسمی قبول کریگا اور اگر فسخ کریگا تو عورت کو کمتر مہر مسمی اور مہر مثل سے
ملیگا یعنی مہر مسمی زوج پر واجب ہوگا اگر مہر مسمی مہر مثل سے کم ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا اگر مہر مثل مسمی سے کم ہوگا اسواسطے کہ نکاح غیر نافذ جسکا نکاح
موقوف کہتے ہین نکاح فاسد کی برابر ہے تو نکاح فاسد کا حکم نکاح موقوف مین جاری ہوگا اور نکاح فاسد کا یہی حکم ہے کہ اوسمین کمتر مہر ملتا ہے تزوّج
بشهادة الله ورسوله لم یجز بل قیل یکفره نکاح کیا کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے تو نکاح درست نہوگا بلکہ بعضون نے یعنی ابو القاسم
صفار نے اوسکے کفر کا فتوی دیا ہے کفر اوسکا دو دلیلون سے منقول ہے اول یہہ کہ اوسنے حرام کو حلال جانا اسواسطے کہ اللہ اور اوسکے رسول نے نکاح
کی گواہی آدمیون پر مخصوص کی ہے اسکے سوا اور کی گواہی کا حکم نہین دیا اور دوسری دلیل یہہ ہے کہ جب اوسنے رسول کو گواہ قرار دیا تو رسول کو
علم غیب ثابت کیا اور حالانکہ علم غیب حق تعالی کو خاص ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی **فصل فی المحرمات** اس فصل مین بیان ہے محرمات
کا یعنی وہ عورتین جنکا نکاح مرد کو شرع مین درست نہین اسباب التحریم انواع اسباب تحریم کے چند قسم ہین یعنی نو ہین قرابة پہلا سبب حرمت کا
قرابت ہے یعنی نسبی سات عورتین حرام ہین ما بیٹی بہن عمہ خالہ بھتیجی بہانجی مصاهرة دوسری حرمت سسرالی رشتہ سے جیسے خوشدامن
اور مدخولہ کی لڑکیان اور بہو رضاع تیسری حرمت شیرخوارگی کی چنانچہ دایہ اور اوسکی لڑکیان جمع چوتھی حرمت اجتماع کرنے سے جیسے بہنون
کو یا عورت اور اوسکی عمہ یا خالہ کو نکاح مین جمع کرنا ملك پانچوین حرمت ملکیت کے سبب سے جیسے مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا
نکاح اپنے غلام سے شرك چھٹی حرمت مشرک ہونیسے جیسے مجوسیہ اور بت پرست سے نکاح کرنا ادخال امة علی حرة ساتوین حرمت بی بی پر لونڈی
لانا یعنی زوجہ حرہ کے ہوتے لونڈی سے نکاح کرنا فهی سبعة ذکرها المصنف بهذا الترتیب یہہ سات سبب حرمت کے مصنف نے اسی ترتیب سے ذکر کیے وبقیت التطلیق ثلثا وتعلق
حق الغیر بنکاح او عدة ذکرهما فی الرجعة باقی رہا تین بار کی طلاق دینا اور حرمت بسبب تعلق ہونے حق غیر کے نکاح سے یا عدت سے یعنی مطلقہ
ثلثہ بھی حرام ہے اور غیر کی منکوحہ اور معتدہ بھی حرام ہے ان دو سببون کو مصنف نے فصل رجعت مین مذکور کیا تو نو سبب حرمت کے ہوگئے
اور محشیون نے اکیس سبب حرمت کے شمار کیے ہین جیسے لعان اور خنثی مشکل اور جنیہ اور دریائی انسان مترجم نے خوف تطویل سے سبکا

فصل فی المحرمات

تمام کرنا ضرور تھا اسواسطے کہ اگر عاقل آدمی کتاب النکاح میں غور کرے تو جا بجا سبب معلوم ہوسکتی ہیں حُرِّمَ علی المتزوج ذکرًا کان او انثی نکاحُ اصلہ وَ فرعِہ علا او نزل حرام ہے نکاح کرنیوالے پر مرد ہو یا عورت نکاح کرنا اپنی جڑ کا اور شاخ کا اگرچہ جڑ نہایت اونچی ہو جیسے ما اور باپ اور دادا دادی پردادا پردادی سردادا سردادی اور نانا نانی پرنانا پرنانی سرنانا سرنانی اور شاخ بھی حرام ہے اگرچہ نہایت نیچی ہو جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پروتا پروتی اور ناتن نانی پرناتن پرناتی وعلی ہذا القیاس وَبنتِ اَخِیہٖ اور حرام ہے اپنی بھتیجی سگی بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلے کی وَاُخْتِہٖ اور حرام ہے اپنی بہن سگی ہو یا سوتیلی یا اخیافی وَبِنْتِہَا اور حرام ہے اپنی بھانجی سگی بہن کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی وَلَوْ مِنْ زِنًا اگرچہ یہ سب رشتے زنا سے ہوں تو بھی حرام ہیں یعنی اصل اور فرع اور بھتیجی اور بہن اور بھانجی ہر طرح سے حرام ہیں یہ رشتے نکاح سے ہوں یا زنا سے وَعَمَّتِہٖ اور اپنی پھوپی حرام ہے نکاح سے ہو یا زنا سے وَخَالَتِہٖ اور اپنی خالہ حرام ہے نکاح سے ہو یا زنا سے شارح اگر قید زنا کی محرمات نسبیہ کے آخر میں لگاتا تو نہایت مناسب ہوتا کہ سبکو حکم شامل ہوجاتا فَھٰذِہِ السَّبْعَۃُ مَذْکُوْرَۃٌ فِیْ اٰیَۃِ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ سو یہ ساتوں رشتے محرمات کے حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ کی آیت میں مذکور ہیں وَیَدْخُلُ عَمَّۃُ جَدِّہٖ وَجَدَّتِہٖ وَخَالَتُھُمَا الْاَشِقَّاءُ وَغَیْرُھُنَّ اور داخل ہے عمہ اور خالہ کی حرمت میں دادا اور دادی کی عمہ اور دادا دادی دونوں کی خالہ سوای اصل اور فرع کے باقی رشتے برابر ہیں حرمت میں سگی ہوں یا سوتیلی یا اخیافی چنانچہ اوسکا بیان ترجمہ میں مفصل ہوچکا وَاَمَّا عَمَّۃُ عَمَّۃِ اُمِّہٖ وَخَالَۃُ خَالَۃِ اَبِیْہِ فَحَلَالٌ اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ حلال ہے اسواسطے کہ مادری عمہ کا باپ دادی کا زوج ہے تو مادری عمہ کی عمہ دادی کے زوج کی بہن ہوئی اور چونکہ زوج الام کی بہن حرام نہیں تو زوج الجدہ کی بہن بطریق اولے نہ حرام ہوگی اور اگر عمہ سگی یا سوتیلی ہے تو عمہ کی عمہ حرام ہے اسواسطے کہ عمہ یہاں عبارت ہے باپ کی بہن سے تو عمہ کی عمہ دادا کی بہن ہوئی تو جیسے باپ کی بہن حرام ہے ویسی ہی دادا کی بہن حرام ہے اور سوتیلی خالہ کی خالہ اسواسطے حلال ہوئی کہ سوتیلی خالہ کی ما سگی نانی نہیں بلکہ نانا کی زوجہ ہے تو اوسکی بہن سالی ہوئی نانا کی اور نانا کی ایسی سالی نانی پر حرام نہیں اور اگر سگی خالہ یا مادری خالہ ہے تو اس صورتمیں خالہ کی خالہ حلال نہیں کذا فی حاشیۃ الکنز عن البحر عن المحیط طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یوں کہنا مناسب تھا واما عمۃ العمۃ لام تاکہ جار مجرور مضاف الیہ کا صفت ہوتا اور مدعا واضح ہوجاتا کبنتِ عَمِّہٖ وَعَمَّتِہٖ وَخَالِہٖ وَخَالَتِہٖ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ چنانچہ چچا اور عمہ کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی بھی حلال ہے بموجب اس قول حق تعالے کے کہ حلال کردیا گیا تمپر سوا اسکے اول حق تعالے نے محرمات کو ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ سوای ان محرمات کے سب عورتیں حلال ہیں اور چونکہ عمہ اور خالہ کی بیٹیاں اور مادری عمہ کے عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ محرمات مذکورہ میں داخل نہیں تو انکی حلت صاف ثابت ہوگئی وَحَرُمَ بِالْمُصَاھَرَۃِ بِنْتُ زَوْجَتِہِ الْمَوْطُوْءَۃِ اور حرام ہے بسبب سسرالی رشتے کے اپنی زوجہ مدخولہ کی بیٹی یعنی ربیبہ اور اگر عورت سے نکاح کیا اور بدون جماع اوسکو طلاق دی تو اوسکی بیٹی سے نکاح درست ہے وَ اُمُّ زَوْجَتِہٖ وَجَدَّاتُھَا مُطْلَقًا بِمُجَرَّدِ الْعَقْدِ الصَّحِیْحِ وَاِنْ لَّمْ تُوْطَاِ الزَّوْجَۃُ اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ما اور دادیاں نانیاں ہر طرح سے سگی ہوں یا سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہے بمجرد نکاح صحیح کے اگرچہ زوجہ سے جماع نکیا ہو نکاح صحیح کی اسواسطے قید دی کہ مجرد نکاح فاسد سے خوشدامن حرام نہیں ہوتی جبتک جماع یا مساس وغیرہ نہوا ہو لِمَا تَقَرَّرَ اَنَّ وَطْیَ الْاُمَّھَاتِ یُحَرِّمُ الْبَنَاتِ وَنِکَاحُ الْبَنَاتِ یُحَرِّمُ الْاُمَّھَاتِ حرمت ربیبہ کا مقید ہونا جماع زوجہ پر اور خوشدامن کی حرمت بلاقید اسواسطے ہے کہ ثابت ہوچکا ہے شرع میں کہ ماؤں کا جماع بیٹیوں کو حرام کردیتا ہے اور فقط بیٹیوں کا نکاح بدون جماع کے حرام کردیتا ہے ماؤں کو چنانچہ کلام مجید میں بھی دونو صورتیں صاف مصرح ہیں وَیَدْخُلُ بَنَاتُ الرَّبِیْبَۃِ وَالرَّبِیْبِ اور داخل ہے ربیبہ کی حرمت میں ربیبہ اور ربیب کی بیٹیوں کی حرمت وَفِی الْکَشَّافِ وَاللَّمْسُ وَنَحْوُہٗ کَالدُّخُوْلِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَقَرَّہُ الْمُصَنِّفُ اور تفسیر کشاف میں ہے کہ مساس وغیرہ شہوت سے قائممقام دخول کے ہے نزدیک ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے تو فقط مساس سے بھی حرمت ربیبہ کی امام اعظم کے نزدیک ثابت ہوگی اور اوسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں مسلم رکھا ہے وَزَوْجَۃُ اَصْلِہٖ اور حرام ہے اپنی اصل کی زوجہ یعنی جن عورتوں سے باپ دادا نے نکاح صحیح کیا وہ حرام ہیں جماع اونسے کیا ہو یا نکیا ہو وَفَرْعِہٖ مُطْلَقًا وَلَوْ بَعِیْدًا دَخَلَ بِھَا اَوْ لَا اور حرام ہے مطلقًا اپنی شاخ کی زوجہ یعنی اولاد کی اگرچہ شاخ بعید ہو جیسے پوتا اور ناتی اولاد نے اپنی زوجات سے صحبت کی ہو یا نکی ہو یعنی بیٹے اور پوتے کی زوجہ باپ اور دادے پر حرام ہے جماع یہاں بھی شرط نہیں فقط نکاح صحیح چاہیئے وَاَمَّا بِنْتُ زَوْجَۃِ

یعنی عمہ اور سوتیلی خالہ کی جو ... یعنی اخیافی بہن باپ کی ۱۲

ابیہ او ابنہ فحلال ہے اور اپنی اور اپنے باپ کی زوجہ کی بیٹی یعنی سوتیلی ماں کی لڑکی جو باپ کے نطفہ سے نہیں اور اپنے فرزند کی زوجہ کی بیٹی جو فرزند کے نطفہ سے نہیں ہے حلال ہے اسواسطے کہ دونو نہیں خون کا میل نہیں ویحرم الکل مما مر تحریمہ نسبا ومصاهرة رضاعا الا ما استثنی فی بابه اور حرام ہیں سب جنکی تحریم نسبا او مصاہرۃ مذکور ہو چکی شیر خوارگی سے مگر جنکی حلت رضاعت سے مستثنی ہے چنانچہ اوسکی تفصیل آگے آویگی رضاعی ماں رضاعی بہن اور رضاعی دادی نانی اور رضاعی بھتیجی بھانجی حرام ہیں خلاصہ یہہ کہ دایہ کی سب قرابت والی شیر خوار پر حرام ہیں اور شیر خوار کیطرف سے زوجین اور فروع دایہ وغیرہ پر حرام ہیں چنانچہ قاعدہ حرمت کا اس بیت میں موجود ہے **بیت** از جانب شیرده همه خویش شوند * واز جانب شیرخوار زوجان و فروع **فروع** نقع متفرقة چند فروع متعلق بمحرمات شارح مذکور کرتا ہے جنکی جواب دینے میں خطا کا احتمال ہے طلق امرأته تطليقتين ولها منه لبن فاعتدت فنكحت صغيرا فارضعته فحرمت عليه فنكحت اخر فدخل بها فابانها فهل تعود للاول بواحدة ام بثلث الجواب لا تعود اليه ابدا لصيرورتها حليلة ابنه رضاعا ایک مرد نے اپنی زوجہ کو دو بار طلاق دی اور زوجہ شیر دار ہے اس مرد کے نطفہ سے پھر عدت کے بعد اوسنے نکاح کیا کسی شیر خوار لڑکے سے سو اوسنے اوسکو دودھ پلایا تو حرام ہوگئی اوس پر پھر اوسنے اور مرد سے نکاح کیا تو اوسنے عورت سے جماع کیا پھر اوسنے اوسکو طلاق بائن دی سو یہہ عورت کیا پھر نکاح کر سکتی ہے پہلے شوہر سے ایک طلاق سے یا تین طلاقوں سے یعنی شوہر اول دو بار طلاق دیچکا تھا سو دوسرے نکاح میں شوہر اول کو ایک باقیماندہ طلاق کا اختیار ہوگا یا تینوں طلاق کا مالک ہوگا جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ یہہ عورت کبھی نہیں پھر سکتی شوہر اول کی طرف اسواسطے کہ وہ زوجہ ہوگئی مرد کے رضاعی بیٹے کی اور جو کبھی حلال نہیں ہو سکتی شری امة ابيه لا تحل له ان علم انه وطيها خرید کی اپنی باپ کی لونڈی تو ولد کو اوسکی وطی حلال نہیں اگر اوسکو معلوم ہو کہ باپ نے اوس سے وطی کی تزوج بكرا فوجدها ثيبا وقالت ابوك فضني ان صدقها بانت بلا مهر والا لا شمنی نکاح کیا ایک باکرہ عورت سے تو اوسکو باکرہ نپایا پھر اوسنے پوچھا کسنے تیرا ازالہ بکارت کیا اوسنے جواب دیا کہ تیرے باپنے میری بکارت کا ازالہ کیا سو اگر زوج نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکا نکاح ٹوٹ گیا بدون مہر کے یعنی مہر دینا شوہر پر واجب نہوا قصور عورت کا تھا کہ اوسنے اول کیوں نہ ظاہر کیا اور اگر شوہر نے عورت کی تصدیق نہ کی تو نکاح نہ ٹوٹا چاہیے اوسکو رکھے یا چھوڑدے وحرم ايضا بالصهرية اصل مزنيته اور بھی حرام ہے سسرالی رشتے سے عورت مزنیہ کی اصل یعنی جس عورت سے زنا کیا تو اوسکی ماں اور دادی اور نانی مرد پر حرام ہیں اراد بالزنا الوطئ الحرام مصنف نے زنا سے حرام جماع مراد رکھا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی منکوحہ اور جاریہ مشترکہ اور زوجہ حائضہ اور نفساء سے جماع سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے تو اعتبار جماع کا ٹھہرا حلال ہو یا حرام یہہ حرمت فقط زنا پر مخصوص نہوئی واصل ممسوسته بشهوة ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة اور حرام ہے اصل اوس عورت کی جسکو شہوت سے مساس کیا اگرچہ سر کے لٹکے ہوئے بالوں کو مساس کیا ہو اور اگرچہ ایسا باریک کپڑا درمیان میں حائل ہو کہ گرمی بدن کی وصول کا مانع نہو تو معلوم ہوا کہ لٹکے بالوں کا مساس حرمت کا سبب نہیں اور اسیطرح گاڑھے کپڑے کا حائل ہونا جو بدن کی گرمی معلوم ہونیکا مانع ہے ممسوسہ کی اصول کو حرام نہیں کرتا واصل ماسته وناظرة الى ذكره والمنظور الى فرجها المدور الداخل ولو نظره من زجاج او من ماء هي فيه اور حرام ہے اصل اوس عورت کی جسنے مرد کو شہوت سے چھو لیا یا مرد کے آلہ تناسل کو شہوت سے دیکھ لیا اور اوس عورت کی اصل حرام ہے جسکی گول شرمگاہ اندر والی کو مرد نے شہوت سے دیکھا گو شیشے سے دیکھا ہو یا اوس پانی سے دیکھا ہو جسکے اندر عورت داخل ہے سو اگر عورت کی شرمگاہ آئینہ میں دیکھی یا عورت حوض پر بیٹھی ہو اور اوسکی شرمگاہ پانی سے نظر پڑی یا ظاہری شرمگاہ دیکھی یا باطنی نہ دیکھی تو اوسکی اصول اور فروع کی حرمت ثابت نہیں ہوتی وفروعهن مطلقا اور فروع ان محرمات مذکورہ کے حرام ہیں مطلقا یعنی جیسے عورت مزنیہ اور ممسوسہ اور ماسہ اور ناظرہ اور منظورہ کی اصول حرام ہیں ویسی فروع بھی حرام ہیں اصول پدری اور مادری اگرچہ عالی ہوں اور فروع پسری اور دختری اگرچہ سافل ہوں والعبرة للشهوة عند المس والنظر لا بعدهما اور اعتبار شہوت کا مساس کرنے اور نظر کرنے کے وقت کا ہے بعد کا یعنی مساس اور نظر کے وقت اگر شہوت ہوگی تو حرمت مذکورہ ثابت ہوگی اور اگر بعد مساس کرنے اور بعد نظر پڑنیکے شہوت ہوئی تو اوسکا کچھ اعتبار نہیں وحدها فيهما تحرك آلته او زيادته به يفتى اور مقدار شہوت کی مساس اور نظر میں یہہ ہے کہ آلہ تناسل جنبش میں آوے یا نظر اور مساس کرنے سے جنبش سابق سے زیادہ ہوجاوے اگر سابق سے کچھ شہوت تھی اسی روایت پر فتوی ہے

کذا فی بحر الرائق و فی امرأة و نحی شیخ تحرک القلب و زیادته اور مقدار شہوت کی عورت اور بڈھے مرد مین یہہ ہے کہ دل مین جنبش اور خواہش ہو یا دلکی خواہش سابق سے زیادہ ہوجاے شیخ کی مانند مین عنین اور مریض اور مقطوع الذکر داخل ہوگئے و فی الجوهرة لا یشترط فی النظر للفرج تحرک الآلة بہ یفتی اور جوہرہ مین یہہ روایت ہے کہ عورتکی شرمگاہ کے نظر کرنے مین جنبش آلہ تناسل کی شرط نہین اسی پر فتوی ہے هذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مسّ او نظر فلا حرمة به یفتی ابن کمال وغیرہ یہہ حرمت مساس اور نظر کی اوسوقت تک ہے جب تک انزال نہین ہوا اور اگر انزال ہوگیا مساس او نظر کرنیکے ساتھ تو حرمت ثابت نہین اسی پر فتوی دیا ہے ابن کمال وغیرہ نے عدم انزال سبب حرمت کا اسواسطے ہوا کہ جب تک انزال نہین ہوا تو جماع کی خواہش ہے اسواسطے اوسکو قائممقام جماع کے کردیا بخلاف انزال کے کہ اوسوقت مطلق خواہش جماع کی نہین ہوتی پہر کیونکر جماع کے قائم مقام ہو کذا فی حاشیة الدرر نقلا عن الاشباہ و فی الخلاصة وطی اخت امرأته لا یحرم علیه امرأته اور خلاصہ مین یہہ ہے جماع اپنی زوجہ کی بہن کا اوسکی زوجہ کو اوسپر حرام نہین کردیتا یعنی مصاہرت کی حرمت سواے فروع اور اصول کے اورکہین ثابت نہین ہوتی چنانچہ زوجہ کی بہن کے جماع سے زوجہ حرام نہوگئی لیکن اگر وطی بالشبہہ ہوئی تو زوجہ کی بہن پر عدت بیٹھنا واجب ہے اور عدت تک زوجہ کے جماع سے پرہیز لازم ہے کذا فی حاشیة الدرر لا تحرم المنظور الی فرجها الداخل من مرآة او ماء لان المرئی مثاله بالانعکاس لا هو حرام نہین اصول اور فروع اوس عورت کی جسکی شرمگاہ نہانی پر نظر پڑی آینہ سے یا پانی سے اسواسطے کہ شرمگاہ کی مثال نظر پڑی انعکاس سے نہ خود شرمگاہ اور اسیطرح تصور اور خیال کرنے سے حرمت ثابت نہین ہوتی هذا اذا کانت حیة او مشتهاة و لو ماضیا اما غیرها یعنی المیتة و صغیرة لم تشته فلا تثبت الحرمة بها اصلا کذا فی الدر مطلقا یہہ حرمت مصاہرۃ کی زنا اور مساس اور نظر سے جب ہے کہ عورت زندہ لائق شہوت کے ہو اگرچہ زمانہ ماضی مین لائق شہوت کے تھی اور اب نہو جیسے بڈھی بدشکل اور اگر سواے اسکے ہو یعنی عورت مردہ ہو یا نو برس سے چہوٹی ہو تو اوسکے جماع اور مساس اور نظر شرمگاہ سے ہرگز حرمت ثابت نہین ہوتی چنانچہ عورت یا مرد کے اغلام سے مطلق حرمت مصاہرت نہین اگر کوئی سوال کرے کہ یہہ عجیب بات ہے کہ فقط مساس سے اصول اور فروع کی حرمت تو ثابت ہوا اور عورت کے اغلام سے نہو حالانکہ اسمین بھی مساس کامل موجود ہے اوسکا جواب بحر الرائق مین یون دیا ہے کہ واقع مین علت حرمت کی وہ جماع ہے جس سے لڑکا پیدا ہو اور مساس وغیرہ سے اسواسطے حرمت ثابت ہوئی کہ اس جماع کا سبب ہے اور اغلام مین اسکا مطلق احتمال نہین کذا فی حاشیة الدرر و کما لو افضاها لعدم تیقن کونه فی الفرج ما لم تحبل منه اور اسیطرح اگر مرد نے اوس عورت سے جماع کیا جسکے قبل اور دبر کا پردہ پھٹ کر ایک ہوگئی حرمت مصاہرت کی ثابت نہین ہوتی اسواسطے کہ تیقن نہین اسبات کا کہ جماع قبل مین واقع ہوا یعنی جب دونو مقام ملگئے تو کیونکر یقین کامل ہو کہ دخول فقط قبل مین ہوا دبر مین نہوا اس صورت مین حرمت اوسوقت ہوگی جب عورت اوس سے حاملہ ہوجاوے اسواسطے کہ حمل قبل سے ہوتا ہے نہ دبر سے بلا فرق بین زنا و نکاح یعنی میت اور صغیرہ کے جماع سے حرمت ثابت نہین اسمین زنا اور نکاح کا کچہہ فرق نہین فلو تزوج صغیرة لا تشتهی فدخل بها فطلقها و انقضت عدتها و تزوجت باخر جاز له ای للاول التزوج ببنتها لعدم الاشتهاء سو اگر نکاح کیا ایک مرد نے صغیرہ سے جو لائق شہوت کے نہین پہر اوس سے صحبت کی پہر اوسکو طلاق دی اور اوسکی عدت گذر گئی اور اوس عورت نے بعد مشتہاۃ ہونیکے نکاح کیا اور شخص سے تو جائز ہے پہلے شوہر کو کہ اوس عورتکی بیٹی سے نکاح کرلے اسواسطے کہ شوہر اول کے پاس لائق شہوت کے نتھی اور حرمت مصاہرت کے بدون اشتہا کے ثابت نہین ہوتی لیکن اس عورت کی ماں شوہر اول پر بلاشبہہ حرام ہے اسواسطے کہ نکاح بنات محرم ہے امہات کا و کذا تشترط الشهوة فی الذکر فلو جامع غیر مراهق زوجة ابیه لم تحرم فتح اور اسیطرح حرمت مصاہرت مین شرط ہے کہ شہوت ہو مرد مین بھی سو اگر جماع کیا باپ کی زوجہ سے لڑکے نے جو قریب البلوغ نہین تو باپ کی زوجہ باپ پر حرام نہوگی کذا فی فتح القدیر یعنی بسبب عدم شہوت کے بہو نہ ٹھہریگی کہ باپ پر حرام ہوجاوے و لا فرق فیما ذکر بین اللمس و النظر بشهوة بین عمد و نسیان و خطاء و اکراه اور مسائل مذکورہ مین کچہہ فرق نہین مساس اور شہوت کی نظر سے درمیان قصد کرنے اور بہول جانے اور چوکنے اور زبردستی کے یعنی ہر صورت سے مصاہرت کی حرمت ثابت ہوجاتی ہے اور نسیان اور خطا اور اکراہ یہان سب برابر ہین فلو ایقظ زوجته او ایقظته هی لجماعها فمست یده بنتا لها المشتهاة او یدها ابنه حرمت الام ابدا فتح سو اگر جگایا

اپنی زوجہ کو یا جگایا زوجہ نے شوہر کو قربت کے لئے پہر لگ گیا مرد کا ہاتھ زوجہ کی جوان بیٹی کو بیٹی اس مرد سے ہو یا غیر سے یا لگ گیا زوجہ کا ہاتھ شوہر کے بیٹے سے اوسی عورت سے بیٹا ہو یا اور سے تو ہمیشہ کو حرام باپ پر ہو جائیگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ جب شہوت سے مساس ہوا تو عمدا و خطا دونو برابر ہین قبّل اُمّ امرأتہ فی ای موضع کان علی الصحیح جوہرہ حرمت علیہ امرأتہ ما لم یظہر عدم الشہوۃ ولو علی الفم کما فہمہ فی الذخیرۃ بوسہ لیا اپنی زوجہ کی ماکا کسی جگہ کا بوسہ ہو بنا بر مذہب صحیح کی کذا فی الجوہرۃ حرام ہو جائیگی اوسپر زوجہ اوسکی جبتک شہوت نہونا ظاہر نہو گو بوسہ منہ پر لیا ہو چنانچہ ذخیرہ مین اوسکا مصنف یون ہی سمجھا ہے اور اگر خوشدامن کے بوسہ لینے کے وقت شہوت ظاہر نہوگی تو زوجہ حرام نہوگی اگرچہ منہ پر بوسہ لیا ہو محشیون نے لکھا ہی کہ یہہ حکم عموم تقبیل کا شارح نے جوہرہ سے نقل کیا اسمین پر چوک گیا اسواسطے کہ جوہرہ مین عموم مذکور نہین اگرچہ عموم اور معتبر کتابون مین مثل بحر الرائق وغیرہ کے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی المس لا تحرم ما لم تعلم الشہوۃ لان الاصل فی التقبیل الشہوۃ بخلاف اللمس اور خوشدامن کے مساس کرنے مین مرد پر زوجہ حرام نہین ہوتی جبتک نہ یقین کرے شہوت کا اور اگر شہوت کا یقین ہوگا تو خوشدامن کی مساس سے زوجہ حرام ہوگی تقبیل مین شہوت شرط نہوئی اور مساس مین ہوئی اسواسطے کہ اصل تقبیل مین شہوت ہے یعنی بوسہ لینا کم شہوت سے خالی ہوتا ہی بخلاف مساس کے کہ اکثر شہوت سے خالی ہوتا ہی والمعانقۃ کالتقبیل وکذا القرص والعض بشہوۃ ولو لاجنبیۃ وتکفی الشہوۃ من احدہما اور باہم گلے لگنا مثل بوسہ لینے کے ہے یعنی معانقہ مین بھی اصل شہوت ہی تو اس سے بھی حرمت ثابت ہوگی جبتک عدم شہوت ظاہر نہو اور اسیطرح ہی شہوت سے چٹکی لینا اور دانت سے کاٹنا اگرچہ اجنبی عورت سے ہو یعنی اگر اجنبی عورت کا بوسہ لیا یا اوسکو گلے لگایا یا اوسکے چٹکی لی یا دانت سے کاٹا تو اوسکی بیٹی مرد پر حرام ہوجاویگی اور اگر ان امور کے ساتھ شہوت مطلق نہوگی تو حرمت نہ ثابت ہوگی اور کفایت کرتی ہے شہوت ان امور مین دو مین سے ایک کی یعنی ان امور مین عورت مرد دونو کو شہوت ہونا ضرور نہین ایک کو بھی اگر شہوت ہوگی تو حرمت ثابت ہوجائیگی ومراہق ومجنون وسکران کبالغ بزازیہ اور ان امور مین قریب البلوغ اور دیوانہ اور مست بالغ کی برابر ہے کذا فی البزازیۃ و *
فی القنیۃ قبّل السکران بنتہ تحرم امہا اور قنیہ مین ہے کہ مست نے اپنی بیٹی کا بوسہ لیا تو ماں اوسکی اوسپر حرام ہوگئی وبحرمۃ المصاہرۃ لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لہا التزوج بآخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بہا لا یکون زنا اور حرمت مصاہرت سے نکاح ٹوٹ نہین جاتا یہانتک کہ عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہین بدون چھوڑ دینے کے یعنی بعد طلاق دینے اور عدت گذرنے کے نکاح ہوسکتا ہی اور قربت کرنا اس حرمت مین زنا نہوگا یعنی زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کریگا تو اوسپر حد زنا کی نہ واجب ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الذخیرۃ وفی الخانیۃ ان النظر بفرج ابنتہ بشہوۃ یوجب حرمۃ امرأتہ خانیہ مین ہے کہ نظر کرنا اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت سے اوسکی زوجہ کو اوسپر حرام کردیتا ہی وکذا لو فزعت فدخلت فراش ابیہا عریانۃ فانتشر لہا ابوہا تحرم علیہ امہا اور اسیطرح اگر بیٹی ڈری اور ننگی گھسگئی اپنے باپ کے بچھونے مین پھر باپ کو اوس سے شہوت ہوئی تو حرام ہوجائیگی باپ پر اوسکی بیٹی کی ماں بشرطیکہ باپ نے مساس کیا ہو اور اگر مساس نہین کیا تو فقط گھس جانے سے حرمت ثابت نہین ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی وبنت سنہا دون تسع لیست بمشتہاۃ بہ یفتی اور جو لڑکی کہ عمر اوسکی نو برس سے کم ہے وہ مشتہاۃ نہین یعنی لائق شہوت کے نہین اسی روایت پر فتوی ہے موٹی اور دبلی ہونیکا کچھ فرق نہین وان ادعت الشہوۃ فی تقبیلہ او تقبیلہا ابنہ وانکرہا الرجل فہو مصدق لاہی اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے بوسہ لینے مین یا اپنے بوسہ لینے مین شوہر کے بیٹے کا اور انکار کیا شہوت کا مرد نے تو یہان شوہر کی تصدیق کیجائیگی نہ عورت کی یعنی اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ شوہر نے میری ماکا یا بیٹی کا بوسہ شہوت سے لیا یا یون دعوی کیا کہ مین نے شوہر کی اصول یا فروع کا بوسہ شہوت سے لیا اور شوہر شہوت کا منکر ہے تو شوہر کے قول کی تصدیق ہوگی نہ زوجہ کے یعنی اس صورتمین حرمت مصاہرت نہ ثابت ہوگی الا ان یقوم الیہا منتشرا آلتہ فیعانقہا لقرینۃ کذبہ او یاخذ ثدیہا او یرکب معہا او یمسہا علی الفرج او یقبلہا علی الفم قالہ الحدادی مگر شوہر کی تصدیق اوسوقت نہوگی جب شوہر اوٹھے زوجہ کی بیٹی کی طرف آلہ تناسل کی ایستادگی مین پھر اوسکو گلے لگاوے تصدیق شوہر کی اسواسطے نہوگی کہ اوسکے جھوٹ کا قرینہ موجود ہے یا مرد عورتکی چھاتی پکڑلے یا اوسکے ساتھ سوار ہو یا اوسکی شرمگاہ کو مساس کرے یا اوسکی منہ کا بوسہ لے یہہ کہا حدادی نے جوہرہ مین

یعنی ان صورتون مین اگر مرد کہے کہ مجھکو شہوت نہتی تو اوسکے قول کی تصدیق نہوگی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجائیگی وفی الفتح یُقبل ای الحاق الخدّین بالفم اور فتح القدیر مین ہے کہ رای مین آتا ہے ملانا دونو رخسارون کا منہ کے ساتھہ یعنی قیاس مین یون آتا ہے کہ رخسارونکا بوسہ لینا اور لبون کا بوسہ لینا حکم مین برابر ہے وفی الخلاصة قیل له ما فعلت بام امرأتك فقال جامعتها تثبت الحرمة ولا یصدق انه کذب ولو هازلا اور خلاصہ مین ہی کہ اگر مرد سے کہا گیا کہ کیا تونے اپنی خوشدامن سے کیا سو اوسنے کہا کہ مین نے اوس سے جماع کیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجائیگی اور اوسکی کاذب ہونیکی تصدیق نہ کیجائیگی اگرچہ اوسنے ہنسی سے کہا ہو وتقبل الشهادة علی الاقرار باللمس والتقبیل عن شهوة اور قبول ہوگی گواہی شہوت سے چھونے اور بوسہ لینے کے اقرار پر یعنی مرد نے شاہدون کے روبرو اقرار کیا کہ مین نے زوجہ کی بیٹی کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا پہر جب زوجہ نے اوسکا دعوی کیا تو مرد منکر ہوگیا تو اس صورتمین اوسکے اقرار کی گواہی مسموع ہوگی اور زوجہ زوج پر حرام ہوجائیگی وکذا تقبل علی نفس اللمس والتقبیل والنظر الی ذکره او فرجها عن شهوة فی المختار تجنیس لان الشهوة مما یوقف علیها فی الجملة بانتشار او آثار اور اسیطرح سی مقبول ہے گواہی خود چھونے اور بوسہ لینے اور مرد کے آلہ تناسل یا عورت کی شرمگاہ شہوت سے دیکھنے پر بنا بر مذہب مختار کے کذا فی التجنیس سواسطے کہ شہوت اوس قسم کی چیز ہے جسپر فی الجملہ اطلاع ہوسکتی ہے آلہ تناسل کی استادگی سے یا اور آثار سی وحرم الجمع بین المحارم نکاحا ای عقدا صحیحا اور حرام ہی جمع کرنا محرم عورتونکا نکاح مین یعنی عقد صحیح مین جسیع بین المحارم جیسے دو بہنون کو نکاح مین جمع کرنا یا خالہ اور بہانجی یا پہوپھی اور بہتیجی سے نکاح کرنا محارم عام ہین نسبی ہون یا رضاعی شارح نے عقد صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ نکاح فاسد مین جمع حرام نہین جیسے ایک عورت سی نکاح فاسد کیا پہر اوسکی بہن سے نکاح صحیح کیا تو درست ہی اسواسطے کہ نکاح فاسد مین وطی کرنا حلال نہین کذا فی حاشیة المدنی وعدة ولو من طلاق بائن اور حرام ہی جمع کرنا محارم کا عدت مین اگرچہ طلاق بائن کی عدت ہو یعنی جب عورت کو طلاق رجعی یا بائن دی توجبتک عدت نہوچکے تو اوسکی بہن یا خالہ پہوپھی سے نکاح کرنا درست نہین وحرم الجمع وطئا بملك یمین اور حرام ہی جمع کرنا محارم کا وطی مین بواسطے ملک یمین کے یعنی جب لونڈی تصرف مین آئی تو اوسکی بہن یا خالہ پہوپہی کو ساتھہ تصرف مین نہ لائے بین امرأتین ایتهما فرضت ذکرا لم تحل له الاخری ابدا یعنی نکاح اور عدت اور وطی ملک یمین سی جمع کرنا اون دو عورتونمین حرام ہے کہ اون دو مین سے جسکو مرد فرض کیجیئے تو نہ حلال ہو اوسکو دوسری کبھی جیسے عورت اور اوسکی عمہ سو اگر عورت کو مرد فرض کیجئے تو عمہ کے ساتھ نکاح حلال نہوگا اور عمہ کو اگر مرد فرض کیجیئے تو بہتیجی سی نکاح درست نہوگا اور اسیطرح خالہ اور بہانجی کا حال ہی لحدیث مسلم لا تنکح المرأة علی عمتها وهو مشهور یصلح مخصصا للکتاب جمع کرنا دو عورتونکا بسبب حدیث صحیح مسلم کے حرام ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح نکیا جاوے عورت کا اوسکی عمہ پر اور حدیث صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہی صلاحیت رکھتی ہے کہ قرآن کی مخصص ہوجاوے یعنی ہرچند قرآن مجید مین سوا جمع بین الاختین کے بہتیجی اور عمہ کا جمع کرنا منع نہین بلکہ عموم احل لکم ما وراء ذلکم سے حلت معلوم ہوتی ہی لیکن عموم آیت کا حدیث مسلم سی مخصوص ہوگیا اسواسطے کہ اصول فقہ مین ثابت ہوچکا ہی کہ عموم آیت کا حدیث مشہور سے تخصیص قبول کرلیتا ہی تیسیر الوصول مین صحاح ستہ سے ابو ہریرہ کی روایت موجود ہی کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نکاح کیا جاوے عورتکا اوسکی عمہ پر اور عورت کا اوسکی خالہ پر جمع بین المحارم اسواسطے حرام ہوا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہے چنانچہ طبرانی مین اسی مضمون کی حدیث موجود ہے کذا فی حاشیة المدنی فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها وامرأة ابنها وامة ثم سیدتها لانه لو فرضت الامرأة او امرأة الابن او السیدة ذکرا لم یحرم بخلاف عکسه تو جائز ہی جمع کرنا عورت مین اور اوسکی شوہر کی بیٹی مین اور جائز ہے جمع عورتمین اور اوسکے بیٹے کی جورو مین اور جائز ہی جمع کرنا لونڈی مین پہر اوسکی مالک کی بی بی مین اسواسطے کہ اگر عورت کو اور بیٹے کی جورو کو اور بی بی کو مرد فرض کیجئے تو دوسری حرام نہین ہوتی اور اوسکے برخلاف مین حرمت ہی یعنی جمع کرنا اون دو عورتونکا حرام ہی جنکو مرد فرض کرنے سی دونو طرف سے حرمت ہو اور تینون صورتونمین ایک طرف سے حرمت ہی دوسری طرف سی نہین اسواسطے جمع کرنا جائز ہوا مثلا پہلی صورت مین اگر عورت کو مرد فرض کیجئے تو اوس عورت کے شوہر کی بیٹی اوسپر حرام نہین اور اگر شوہر کے بیٹے کو مرد فرض کیجئے تو البتہ اوسپر عورت حرام ہوگی اور

دوسری صورتمین اگر بیٹے کی جورو کو مرد فرض کیجئے تو عورت اوسپر حرام نہین اور اگر عورت کو مرد کو فرض کیجئے تو البتہ بہو حرام ہو گی اور تیسری صورتمین اگر بی بی کو مرد
قرار دیجئے تو لونڈی حرام نہین اور اگر لونڈی کو مرد ٹھہرائیے تو البتہ بی بی حرام ہو گی فَاِنْ تَزَوَّجَ بِنِكَاحٍ صَحِيحٍ اُخْتَ اَمَةٍ قَدْ وَطِيَهَا صَحَّ النِّكَاحُ لٰكِن
لَا يَطَأُ وَاحِدَةً مِنْهُمَا حَتّٰى يُحَرِّمَ حِلَّ اِسْتِمْتَاعِ اِحْدٰهُمَا عَلَيْهِ بِسَبَبٍ ما پہر اگر صحیح نکاح کیا لونڈی کی بہن سے جس لونڈی کو صحبت مین لاچکا ہی تو نکاح اوسکی
بہن کا صحیح ہو گا لیکن دونو مین سے کسیکو تصرف مین نہ لاوے جبتک ایک کی حلت جماع کو اپنے اوپر کسی سبب سے حرام نکرے اگر منکوحہ کو رکھنا منظور ہو تو لونڈی کی صحبت سے
پرہیز کرے اور اگر لونڈی کو رکھنا چاہے تو منکوحہ کو چھوڑ دے لاَنَّ لِلْعَقْدِ حُكْمَ الْوَطْيِ حَتّٰى لَوْ نَكَحَ مَشْرِقِيٌّ مَغْرِبِيَّةً ثَبَتَ نَسَبُ اَوْلَادِهَا مِنْهُ لِثُبُوْتِ
الْوَطْيِ حُكْمًا لونڈی یا اوسکی منکوحہ بہن کا حرام کرنا اوسواسطے ضرور ہوا کہ نکاح جماع کے حکم مین ہی یہانتک کہ اگر نکاح کیا مرد مشرقی نے عورت مغربیہ سے اسطرح
کہ اوسکے ولی نے مشرق مین نکاح کر دیا تو ثابت ہو گا اوس عورت کی اولاد کا نسب شرقی مرد سے واسطے ثابت ہونے جماع حکمی کے بسبب نکاح ہونے کے اسواسطے
کہ قطع مسافت بطریق کرامت یا بواسطہ اعمال علویہ کے ممکن ہے وَلَوْ لَمْ يَكُنْ وَطِيَ الْاَمَةَ لَهُ وَطْيُ الْمَنْكُوْحَةِ اور اگر لونڈی سے جماع نکیا ہو تو مرد کو جائز ہی
کہ اوسکی منکوحہ بہن سے جماع کرے اسواسطے کہ مملوک ہونا وطی کے حکم مین نہین وَدَوَاعِي الْوَطْيِ كَالْوَطْيِ اِبْنُ كَمَالٍ اور وطی کے اسباب وطی کے برابر ہین حرمت جمع
مین کذا قالہ ابن کمال یعنی اگر لونڈی سے مساس یا تقبیل بشہوت کیا پہر اوسکی بہن سے نکاح کیا تو کسیکی وطی بدون تحریم دوسری کے حلال نہوگی وَاِنْ تَزَوَّجَهُمَا
مَعًا اَيِ الْاُخْتَيْنِ اَوْ مَنْ بِمَعْنَاهُمَا اَوْ بِعَقْدَيْنِ وَنَسِيَ النِّكَاحَ الْاَوَّلَ فُرِّقَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمَا وَيَكُوْنُ طَلَاقًا اور اگر ایک مرد نے نکاح کیا دو محارم
ساتھ ایک ایجاب اور قبول سے یعنی دو بہنون سے نکاح کیا یا جو دو بہنونکی مانند ہون حرمت مین یا دونون سے نکاح کیا دو عقد مین یعنی ہر ایک سے ایجاب
اور قبول علیحدہ کیا اور پہلا نکاح بہول گیا تو جدائی کیجاویگی درمیان مرد اور دونو عورتون کے اور یہہ جدائی طلاق ہو ویگی نہ فسخ یعنی اسمین طلاق کے
احکام جاری ہونگے نہ فسخ کے وَلَهُمَا نِصْفُ الْمَهْرِ يَعْنِي فِي مَسْئَلَةِ النِّسْيَانِ اِذِ الْحُكْمُ فِي تَزَوُّجِهِمَا مَعًا الْبُطْلَانُ وَعَدَمُ وُجُوْبِ الْمَهْرِ
اِلَّا بِالْوَطْيِ كَمَا فِي عَامَّةِ الْكُتُبِ فَتَنَبَّهْ اور واجب ہو گا اون دونو بہنون کے واسطے آدہا مہر یعنی وجوب نصف مہر کا نسیان کے مسئلہ مین ہے جہان دو عقد
سے نکاح ہوا اسواسطے کہ دونو کے ساتھہ نکاح ہونمین بطلان نکاح اور نہ واجب ہونے مہر کا حکم ہے مگر وطی سے البتہ مہر واجب ہو گا چنانچہ یہہ مسئلہ تمام کتب فقہ
مین مصرح ہے سو اس مقام مین آگاہ رہنا ہو گا نما وَهٰذَا اِنْ كَانَ مَهْرَاهُمَا مُتَسَاوِيَيْنِ قَدْرًا وَجِنْسًا وَهُوَ مُسَمًّى فِي الْعَقْدِ وَكَانَتِ الْفُرْقَةُ
قَبْلَ الدُّخُوْلِ وَادَّعَتْ كُلٌّ مِنْهُمَا اَنَّهَا الْاُوْلٰى وَلَا بَيِّنَةَ لَهُمَا اور یہہ وجوب نصف مہر کا اوسوقت ہی کہ جب دونو کے مہر برابر ہون مقدار
مین اور ایک جنس ہو نمین اور مہر معین ہو گیا ہو عقد مین اور جدائی قبل دخول ہوئی ہو یا ہر ایک عورت دعوی کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے ہوا اور دونو کے
گواہ نہون فَاِنِ اخْتَلَفَ مَهْرَاهُمَا فَاِنْ عُلِمَا فَلِكُلٍّ رُبُعُ مَهْرِهَا وَاِلَّا فَلِكُلٍّ نِصْفُ اَقَلِّ الْمُسَمَّيَيْنِ سو اگر مختلف ہون دونو کے مہر اگر
دونو کے مہر معلوم ہون کہ فلانی کا اتنا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اوسکا چوتہائی مہر ملیگا اور اگر ہر ایک کا مہر بالخصوص معلوم نہو اگرچہ یہہ معلوم ہے
کہ ایک کا مثلا ہزار ہے اور دوسرے کا دو ہزار تو اس صورتمین ہر ایک عورت کو دونو مہر سے جو کمتر ہے اوسکا نصف نصف ملیگا مثلا ہزار اور دو ہزار سے
کم ہے تو ہر عورت پانسو پاویگی وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مُسَمًّى فَالْوَاجِبُ مُتْعَةٌ وَاحِدَةٌ لَهُمَا بَدَلَ نِصْفِ الْمَهْرِ اور اگر مہر معین نہو تو واجب ایک پوشاک ہی دونون
کے واسطے عوض نصف مہر کے وَاِنْ كَانَتِ الْفُرْقَةُ بَعْدَ الدُّخُوْلِ وَجَبَ لِكُلٍّ وَاحِدَةٍ مَهْرٌ كَامِلٌ لِتَقَرُّرِهِ بِالدُّخُوْلِ اور اگر جدائی دو نو بہنونکی بعد
دخول کے ہوئی تو واجب ہو گا ہر ایک کو مہر کامل بسبب ثابت ہونے مہر کے دخول سے وَمِنْهُ يُعْلَمُ حُكْمُ دُخُوْلِهِ بِوَاحِدَةٍ اور اس مقام سے ایک عورت
دخول کا حکم بہی معلوم ہو گیا یعنی اگر دونو عورتونکی جدائی ایک عورت کے مدخول ہونیکے بعد ہوئی تو مدخولہ کو مہر کامل ملیگا اور غیر مدخولہ چوتہائی مہر
پاویگی وَكَذَا الْحُكْمُ فِيْمَا يَجْمَعُهُمَا مِنَ الْمَحَارِمِ فِي نِكَاحٍ یعنی جیسا حکم جمع بین الاختین کا ہی ویساہی حکم جمع بین المحارم ہے نکاح مین اوسکی تفصیل سے
جسکا بیان ہو چکا وَحَرُمَ نِكَاحُ الْمَوْلٰى اَمَتَهُ اور حرام ہی نکاح کرنا مالک کا اپنی لونڈی سے اسواسطے کہ جماع کی ملکیت مالک کو نکاح سے قبل بہی ثابت
ہو اور بیان حرمت سے یہہ مراد نہین کہ نکاح کرنے سے مولی لائق عذاب کے ہو گا بلکہ مراد یہہ ہے کہ مولی پر نکاح کے احکام مثل مہر اور طلاق وغیرہ کے

لازم ہوتا ہوینگے والعبد سیدتہ لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ اور حرام ہے نکاح غلام کو اپنی بی بی سے اسواسطے کہ مملوک ہونا مخالف ہے مالک ہونیکے یعنی غلام کا نکاح بی بی سے اسواسطے حرام ہوا کہ غلام مملوک ہے اور مملوک کو مغلوب ہونا لازم ہے پھر غلام کا شوہر ہونا غالب ہونیکا مقتضی ہے سو ایک شخص غالب بھی اور مغلوب بھی ہو یہہ کیونکر ہوسکے نعم لو فعلہ المولی احتیاطا کان حسنا وفیہ انہ لا احتیاط فی عدم عدہا خامسۃ ونحوہ فتامل ہان اگر نکاح کرے مولی اپنی لونڈی سے احتیاط کی راہ سے تو خوب ہوگا اسواسطے کہ شاید حرہ یعنی آزاد ہو اسواسطے کہ دست بدست جانے سے ایسا اکثر ہوجاتا ہی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ اسمین یہہ ہے کہ اوس لونڈی کو پانچوین یا مثل اوسکے نہ شمار کرنیمین احتیاط نہین سو اسکو تامل کر لے یعنی اگر بالفرض اوسکی نکاح مین چار آزاد یا لونڈیان ہون تو نئی کو پانچوین نہ شمار کرنیمین احتیاط نہین یا یہہ کہ لونڈی سے حرہ پر نکاح کرے تو اس نکاح مین کچھہ احتیاط نہین پس اس عبارت سے بظاہر ایسا پایا جاتا ہی کہ مولے کے لئے احتیاط یہی ہے کہ اپنی لونڈی سے عقد نکاح نکرے اور فتاوی عالمگیری مین فتاوی سراجیہ سے روایت یون ہے کہ علمانے کہا ہے کہ اس زمانہ مین بہتر یہہ ہے کہ اپنی لونڈی سے نکاح کر لے تاکہ اگر حرہ ہو تو جماع اوسکا نکاح سے حلال ہوجاوے اور بزازیہ مین ہے کہ اگر لونڈی سے مولے اور جماع کا ارادہ کرے تو احتیاط یہہ ہی کہ اوس سے نکاح کر لے اسواسطے کہ اگر واقع مین وہ حرہ ہی تو نکاح سے حرمت وطی کی جاتی رہی اور اگر لونڈی ہی تو کچھہ نکاح سے ضرر نہین اس روایت سے معلوم ہوا کہ مولے پر اپنی لونڈی کا نکاح حرام نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وحرم نکاح الوثنیۃ بالاجماع اور حرام ہی نکاح عورت مشرکہ بت پرست کا بالاتفاق فتح القدیر مین ہے کہ آفتاب پرست اور ستارہ پرست اور صورت پرست اور معطلہ اور زندیق یعنی ملحد اور باطنیہ اور اباحیہ بت پرست مین داخل ہین اور شرح وجیز مین ہے کہ جو مذہب ایسا ہو کہ اوسکے اعتقاد پر تکفیر وارد ہو تو اوس مذہب والی عورت سے نکاح نہین جائز اسواسطے کہ مشرک کا نام اون سبکو شامل ہے اور بحر الرائق مین بھی اس قسم کا مضمون ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وحل نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہا اور صحیح ہی نکاح کتابی والی عورت سے اگرچہ مکروہ ہے کراہت تنزیہی فتح القدیر مین کہا کہ اہل کتاب کی عورتون سے نکاح درست ہی لیکن بہتر یہہ ہے کہ نکرے اور کتابیہ حربیہ سے بالاتفاق مکروہ ہے تاکہ مسلمان دار الحرب مین نہ رہ پڑے اور صحبت اہل کفر سے اولاد کے اعتقاد اور اخلاق نہ بگڑ جائین کذا فی حاشیۃ المدنی مؤمنۃ بنبی مرسل مقرۃ بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الہا کتابیہ سے مراد وہ عورت ہی جو نبی مرسل کا ایمان رکھتی ہو اور کتاب آسمانی کا اقرار کرتی ہو جیسے یہود اور نصارے اگرچہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہون گو کہ اس اعتقاد سے وہ مشرک ہوگئے لیکن شرع مین اہل کتاب کو مشرکون سے جدا کیا چنانچہ قرآن شریف مین فرمایا لم یکن الذین کفروا من اہل الکتب والمشرکین اسواسطے کہ عطف دلیل ہے مغایرت کی وکذا حل ذبیحتہم علی المذہب بحر یعنی جیسے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہے ویسے ہی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے بنا بر مذہب قوی کے کذا فی بحر الرائق وصرح فی النہر بجواز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لا نکفر احدا من اہل القبلۃ وان وقع لہم الزاما فی المباحث اور صاف کہدیا ہے نہر الفائق مین مناکحت معتزلہ کی جواز کو اسواسطے کہ ہم اہل سنت اہل قبلہ مین سے کسیکی تکفیر نہین کرتے اگرچہ واقع ہوگئی ہی تکفیر اونکی بطور الزام کے مباحث خلافیہ مین معتزلہ ایک فرقہ ہی اسلام کا قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہین اور قیامت مین دیدار الہی کے منکر ہین اور عباد کو خالق اپنے افعال کا جانتے ہین وغیر ذلک من القبائح فاضل خیر الدین رملی نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ رافضیونکی سب فرقی اور معتزلیون کے سب گروہ اہل کتاب مین داخل ہین تو نہ جائز ہوگا سنی عورت کا نکاح رافضی سے اسواسطے کہ عورت مسلمان ہی اور مرد کافر ہی حالانکہ مسلمہ کا نکاح کافر سے جائز نہین انتہے اور شیخ رحمتی نے کہا کہ بعضون نے معتزلہ سے نکاح کرنا مطلقا ناجائز کہا تو رافضی اونکی برابر ہونگے یا اون سے بھی بدتر فاضل رملی نے اونکو از قبیل اہل کتاب کے قرار دیا تو اونکی عورتون سے نکاح کرنا اہل سنت کو درست ہوگا اور سنیہ کا نکاح رافضی یا معتزلی سے نہ جائز ہوگا اور یہہ قول اعدل الاقوال ہے اسواسطے کہ رافضیون کے کفر مین شک نہین بسبب اونکی اعتقاد کفریات کے لیکن جب کتابیہ سے نکاح درست ہوا کہ اہل کتاب عیسی علیہ السلام کو معبود یا ابن اللہ کہین تو مقتضا اسکا یہہ ہی کہ رافضی عورت سے بھی نکاح درست ہو اور جو شبہات سے بچا وہ سنی اپنا دین بچا پایا انتہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا یصح نکاح عابدۃ کوکب لا کتاب لہا نہین صحیح ہے نکاح عورت ستارہ پرست کا جسکے

پاس آسمانی کتاب نہین ہے صابیہ ایک فرقہ ہے کفار کا اون کے اہل کتاب ہونے مین اشتباہ ہے صاحب ہدایہ نے کہا کہ صابیہ عورت سے نکاح درست ہے اگر اونکو کسی نبی کا ایمان ہو اور آسمانی کتاب ہو اور اگر وہ ستارہ پرست ہون اور کتاب نرکھتی ہون تو نکاح درست نہین اسواسطے کہ مشرکین ہین مصنف نے بھی اس قول مین صاحب ہدایہ کی پیروی کی ولا وطیہا بملک یمین اور نہین حلال وطی ستارہ پرست کی ملک یمین سے والمجوسیۃ اور نہین صحیح ہی نکاح آتش پرست عورت کا اور نہ اوسکی وطی حلال ہے ملک یمین سے اسی پر اجماع ہے چارون اماموں کا والوثنیۃ اور نہین صحیح نکاح عورت بت پرست کا یہان عورت بت پرست کی نکاح کی عدم صحت بیان ہوئی اور سابق مین عدم حلت مذکور ہوچکی تو تکرار نہوئی اسواسطے کہ عدم صحت کو عدم حلت لازم نہین وهذا ساقط من نسخ الشرح ثابت فی نسخ الملتقی وهو عطف علی عابدة کوکب اور یہہ یعنی مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون سے ساقط ہی اور متن کے نسخون مین آیا ہے اور وہ عابدة کوکب پر عطف ہی تو مطلب یہہ ہوا کہ عابدہ کوکب اور مجوسیہ اور وثنیہ کا نکاح درست نہین وقوله والمحرمة بحج او عمرة ولو محرم عطف علی کتابیة فتنبہ اور صحیح ہے نکاح اوس عورت کا جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندہا اگرچہ مرد بھی محرم ہو تو بھی صحیح ہے لفظ محرمہ کتابیہ پر عطف ہو تو صحت نکاح محرمہ ثابت ہوئی عابدة کوکب پر عطف نہین کہ عدم صحت کوئی سمجہے سو شارح کہتا ہے اے کتاب دیکھنے والے اس مقام مین خبردار رہنا کہین عطف محرمہ کا عابدہ کوکب پر نکرنا کہ مطلب اولٹا ہوجاوے والامة ولو کانت کتابیة ومع طول الحرة اور صحیح ہے نکاح کرنا لونڈی سے اگرچہ کتابیہ ہو یا بی بی کے ساتھ نکاح کرنیکا مقدور ہو نکاح حرہ کا مقدور ہو یعنی اوسکی مہر دینے کا مقدور ہو تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح ہے والاصل عندنا ان کل وطی یحل بملک یمین یحل بنکاح وما لا فلا اور قاعدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہہ ہی کہ جو وطی حلال ہو ملک یمین سے وہ نکاح سے بھی حلال ہے اور جو ملک یمین سے حلال نہین وہ نکاح سے بھی حلال نہین تو کتابیہ لونڈی کی وطی ملک یمین سے حلال ہی تو نکاح سے بھی حلال ہے اور لونڈی کی وطی ملک یمین سے باوجود قدرت نکاح حرہ کے جائز ہی تو نکاح سے بھی جائز ہی اور مجوسیہ اور بت پرست کی وطی ملک یمین سے درست نہین تو نکاح سے بھی درست نہین ولکن یکرہ تحریما فی الحرة وتنزیها فی الامة اگرچہ نکاح مکروہ ہی کراہت تحریمی محرمہ کے نکاح مین اور کراہت تنزیہی لونڈی کے نکاح مین شارح نے کراہت تحریمی نکاح محرمہ کی نہر الفائق کی پیروی سے بیان کی حالانکہ یہہ قول جمہور فقہا کے مخالف ہی اسواسطے کہ اونکے اقوال مین نکاح محرمہ کی حلت مصرح ہی اور حلت کراہت تحریمی کے مباین ہے اور صحاح ستہ مین ابن عباس کی روایت سے ثابت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام باندہے ہوئے حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور حالانکہ حضرت کے افعال مین کراہت تحریمی کا ہرگز احتمال نہین تو قول صاحب نہر الفائق کا اور اوسکے تابع کا لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیة المدنی مفصلا وحرة علی امة اور صحیح ہے نکاح حرہ کا لونڈی پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پہر حرہ سے نکاح کیا تو درست ہے لا عکسہ اور اوسکا عکس صحیح نہین یعنی اول حرہ سے نکاح کرکے پہر لونڈی سے نکاح کرے تو درست نہین اسواسطے کہ طبرانی نے روایت کی ہے کہ منع کیا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کا نکاح حرہ پر کذا فی حاشیة المدنی ولو لام ولد فی عدة حرة ولو من بائن اگرچہ نکاح ام ولد کا حرہ کی عدت مین ہو گو عدت طلاق بائن کی ہو تو بھی صحیح نہین وصح لو راجعها ای الامة علی حرة لبقاء الملک اور صحیح ہے اگر رجوع کیا لونڈی کی طرف حرہ پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پہر حرہ سے نکاح کیا پہر لونڈی کو طلاق رجعی دی پہر اوسکی طرف رجوع کیا باوجود حرہ کے تو درست ہے واسطے باقی رہنے ملکیت نکاح لونڈی کے اسواسطے کہ طلاق رجعی سے لونڈی نکاح سے باہر نہوگئی تو حرہ پر ادخال امة لازم آیا کہ نا درست ہوتا ولو تزوج اربعا من الاماء وخمسا من الحرائر فی عقد صح نکاح الاماء لبطلان الخمس اگر نکاح کیا چار لونڈیون سے اور پانچ حرہ سے ایک عقد مین تو صحیح ہوگا نکاح لونڈیون کا واسطے باطل ہونے نکاح پانچ حرہ کے یعنی جیسا حرہ پر لونڈی کا نکاح درست نہین ویسے ہی حرہ اور لونڈیکا ایک عقد مین نکاح صحیح نہین لیکن یہان اسواسطے درست ہوا کہ جب پانچ حرہ کا نکاح باطل ٹھہرا تو چار لونڈیو کا نکاح صحیح ہوگیا وحل نکاح اربع من الحرائر والاماء فقط للحر لا اکثر اور صحیح ہی نکاح فقط چار حرہ کا اور فقط چار لونڈیون کا مرد حر کے واسطے چار سے زیادہ جائز نہین وله التسری بما شاء من الاماء اور جائز ہی حر کو لونڈی رکہنا صحبت کیواسطے جتنی لونڈیان کہ چاہے یعنی لونڈیونکی مقدار مقرر نہین فلو له اربع من الحرائر والف

سریۃ واراد شراء اخرى فلامه رجل خیف علیه الکفر اسی اگر ایک شخص کے پاس چار بی بیان اور ہزار لونڈیان ہون اور وہ اور ایک لونڈی کی
خرید کا ارادہ کرے پھر اوسکو کوئی مرد ملامت کرے تو اوس مرد ملامت کرنیوالے پر کفر کا خوف ہی اسواسطیکہ قرآن مین لونڈیون کے تصرف پر کتنی ہی ہون ملامت
نہین تو اسکا ملامت کرنا ظاہرا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اسکو قرآن کا یقین نہین ولو اراد التسری فقالت امرأته اقتل نفسی لا یمتنع لانه مشروع
اور اگر ارادہ کیا ایک شخص نے لونڈی کے تصرف کا یا دوسرے نکاح کا پھر کہا اوسکی جورو نے کہ مین جان کو ہلاک کرتی ہون تو نہ باز رہے لونڈی کے تصرف سے
اسواسطیکہ شرع مین حلال ہے یعنی باز رہنا اوسپر واجب نہین لکن لو ترک لئلا یغمها یؤجر لحدیث من رق لامتی رق الله له بزازیہ لیکن اگر لونڈی
کا تصرف یا دوسرے نکاح کو اسواسطے ترک کرے کہ زوجہ کو رنج نہو تو ثواب پاویگا اس حدیث کی دلیل سے کہ جو میری امت پر نرمی اور شفقت کریگا تو حق تعالیٰ اوسپر
رحم کریگا کذا فی البزازیہ کہا محشی شیخ عابد محدث مدنی نے کہ اس حدیث کا ٹھکانا مجھکو معلوم نہین لیکن اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی اور ابو داؤد مین موجود
ہے حضرت نے فرمایا کہ رحم کرنے والون پر رحمن رحم کرتا ہے زمین والون پر رحم کرو تاکہ آسمان والا تمپر رحم کرے اور ابن عساکر اور دیلمی نے صدیق اکبر
سے حدیث قدسی مرفوع نقل کی کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ اگر تم میری رحمت کی امید رکھتے ہو تو میری خلق پر رحم کیا کرو ونصفها للعبد ولو مدبرا ویمتنع
علیه غیر ذلک فلا یحل له التسری لانه لا یملک الا الطلاق اور جتنی عورتون کا نکاح حر کو جائز ہی اوسکی نصف کا غلام کو صحیح ہے یعنی دو جورو
کا اور دو لونڈیونکا اگرچہ غلام مدبر ہوا اور منع ہی اوسپر اوسکے سوا تو حلال نہین اوسکو لونڈیونکا تصرف اسواسطیکہ غلام کو کسی چیز کی ملکیت نہین سوائے
طلاق دینے اپنی منکوحہ کے غلام مدبر اوسکو کہتے ہین جسسے مالک کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی وصح نکاح حبلى من زنا لا حبلى من غیره ای
الزنا لثبوت نسبه ولو من حربی او سیدها المقر به اور صحیح ہے نکاح حاملہ کا جسکا حمل زنا سے ہو زنا کے سوا اور حاملہ سے نکاح جائز نہین اسواسطیکہ
اوسکا نسب ثابت ہی اگرچہ حمل کافر حربی سے ہو یا لونڈی کے ایسے مالک سے ہو جو اوسکا اقرار کرتا ہی اور اگر اقرار نکرے تو نکاح حاملہ سے درست ہے اسواسطیکہ
نفی ولد کی جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسے ہی دلالت حال سے ثابت ہوتی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وان حرم وطیها ودواعیه حتى تضع متصل
بالمسئلة الاولى اگرچہ زانیہ حاملہ کی وطی اور بوسہ وغیرہ حرام ہی لڑکا ہونے تک شارح نے کہا کہ حرمت وطی پہلے مسئلہ سے متصل ہے یعنی زانیہ حاملہ کا نکاح
درست ہے وطی درست نہین اسکے سوا اور حاملہ کا نہ نکاح درست نہ وطی لئلا یسقی ماءه زرع غیره اذ الشعر ینبت منه زانیہ حاملہ کی وطی اسواسطے منع ہے
کہ سینچے اوسکا جماع کرنیوالا اپنا پانی بیگانی کھیتی مین اسواسطے کہ بال اوس سے جمتے ہین یعنی زیادہ جمتے ہین نہ یہ کہ اسی پر جمنا موقوف ہی کذا فی حاشیۃ المدنی
فروع لو نکحها الزانی حل له وطیها اتفاقا والولد له ولزمه النفقة یہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑھایا اگر زانیہ حاملہ سے زانی مرد نے نکاح کیا
تو اوسکو اوس سے وطی کرنا باتفاق حنفی اور شافعی کے حلال ہے اور بیٹا اوسیکا ہوگا اور اوسپر نفقہ دینا لازم آویگا اسواسطیکہ وطی اوسکو حلال ہے
بخلاف غیر زانی کے اور لڑکے کا نسب زانی سے اس شرط سے ثابت ہوگا جب نکاح کرنے سے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین پیدا ہوا اور اگرچہ مہینے سے کم مین پیدا ہوگا
تو ثابت النسب نہ ہوگا ولو زوج امته او ام ولده الحامل بعد علمه قبل اقراره به جاز وکان نفیا للولد نہر عن التوشیح اور اگر نکاح
کر دیا ایک مرد نے اپنی حاملہ لونڈی کا یا حاملہ ام ولد کا بعد دریافت کرنے حمل کے اور ولد کے اقرار کرنے سے پہلے تو جائز ہی اور یہہ حمل مین نکاح کردینا باوجود
اوسکے علم کے نفی ہے ولد کی اپنی نسب سے کذا فی النہر عن التوشیح وصح نکاح الموطوءة بملک یمین اور صحیح ہی نکاح اوس عورت کا جس سے صحبت
کیجاتی تھی ملک یمین سے یعنی اگر ایک شخص کی لونڈی تھی کہ اوسکے تصرف مین رہا کرتی تھی پھر اوسنے دوسرے شخص سے نکاح کر دیا تو درست ہی بشرطیکہ
حاملہ نہو اسواسطیکہ لونڈی قوی فراش مالک کی نہین یہانتک کہ اگر اوسکے لڑکا پیدا ہو تو بدون اقرار ہونے کے ثابت النسب نہوگا بخلاف زوجہ کے
ولا یستبرئها زوجها اور نہ استبرا کرے زوج اوسکا نہ وجوبا نہ استحسانا کذا فی الہدایہ اور امام محمدؒ کے نزدیک استبرا مستحب ہے اور اگر لونڈی خرید
کرے تو مشتری پر استبرا واجب ہے اگرچہ عورت یا لڑکے سے خریدی ہو استبرا یہہ ہے کہ بدون ایکبار حیض ہونے کے صحبت کرنا بل سیدها وجوبا على الصحیح ذخیرہ
بلکہ اوسکے مالک پر واجب ہی استبرا نکاح کر دینے سے پہلے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الذخیرہ او الموطوءة بزنا ای جاز نکاح الزانیة و... رآها تزنی

وَلَهُ وطيها بلا استبراء یا اوس عورت کی وطی زنا سے ہوئی ہو تو بھی اوسکا نکاح صحیح ہے یعنی زانیہ کا نکاح جائز ہے اگرچہ مرد نے عورت کو زنا کرتے دیکھا اور اوسکو جائز ہے وطی کرنا بدون استبرا کے بشرطیکہ حاملہ نہو چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا واما قوله تعالى الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ فمنسوخ بآية فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ اور یہہ جو قول ہے حق تعالے کا کہ عورت زانیہ سے نکاح نہین کرتا مگر زانی مرد تو اوسکا جواب یہہ ہے کہ قول مذکور فانکحوا ما طاب لکم کی آیت سے منسوخ ہو گیا یعنی نکاح کرو جو تمکو اچھا معلوم ہو عورتون سے اس آیت مین بلا قید زنا کے نکاح کا حکم ہوا اور نسخ کی دلیل یہہ ہے کہ ایک مرد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری عورت کسی ہاتھہ لگانے والے کا ہاتھہ نہین ٹالتی یعنی زانیہ ہے حضرت نے فرمایا کہ طلاق دے اوسکو اوس نے کہا کہ وہ خوبصورت ہے مین اوسکو چاہتا ہون حضرت نے فرمایا تو اپنا مطلب نکال اوس سے یعنی نہ طلاق دے اور اوسکو صحبت مین رکھہ کذا فی حاشیۃ الہدایۃ نقلا عن البحر اس مضمون کی حدیث ابو داود اور نسائی مین موجود ہے ابن عباس کی روایت سے کذا فی تیسیر الوصول وفی آخر حظر المجتبى لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة ولا تجب عليها تسريح الفاجر الا اذا خافا ان لا يقيما حدود الله فلا بأس ان يتفرقا فما في الوهبانية ضعيف كما بسطه المصنف اور مجتبے کے باب الحظر کے آخر مین ہے کہ واجب نہین مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا بدکاری زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو اور نہین واجب عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد بدکار سے مگر اوسوقت جب دونون ڈرین کہ اقامت احکام الہی کی نکر سکین گے تو کچھہ مضایقہ نہین دونکی جدائی مین سو جو روایت کہ وہبانیہ مین ہے کہ زانیہ کی وطی زوج پر حرام ہے بدون حیض ہو جانیکے تو وہ روایت ضعیف ہے چنانچہ اسکو خوب بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وصح نكاح المضمومة الى محرمة اور صحیح ہے نکاح حلال عورتکا جو ملائی گئی محرم عورت سے یعنی ایک عورت مرد پر حلال ہے اور دوسری حرام سو اون دونون سے ایک عقد مین نکاح کیا تو حلال عورتکا نکاح صحیح ہوگا اور محرم کا نکاح باطل ہو جائیگا والمسمى كله لها اور مہر معین سب حلال عورتکا ہوگا یعنی دونونکا مہر اوسیکو ملیگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون کے مہر مثل پر تقسیم ہوگا ولو دخل بالمحرمة فلها مهر المثل اور اگر صحبت کی محرم عورت سے تو اوسکو مہر مثل ملیگا کتنا ہی ہو وبطل نكاح متعة اور باطل ہے نکاح متعہ کا متعہ اسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے متعہ کیا دس دن یا مہینے تک اتنے مال پر اول متعہ خیبر اور فتح مکہ مین مباح تہا جب کہ مردون پر مجرد رہنا نہایت سخت تہا اور عورتون کی قلت تھی پہر بعد فتح مکہ کے قیامت تک حرام ہو گیا چنانچہ صحیح مسلم مین ربیع بن سبرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تین روز فتح مکہ مین متعہ مباح کیا پہر فرمایا کہ اے لوگو مین نے تمکو متعہ کرنیکی اجازت دی تھی عورتون سے اور بالتحقیق حق تعالے نے اوسکو حرام کر دیا قیامت کے دن تک ابن عباس اول حلت متعہ کے قائل تھے آخر کو وہ بھی حرمت کے قائل ہوئے چنانچہ جامع ترمذی مین مصرح ہے تو باجماع صحابہ اسکی حرمت ثابت ہوئی اور جو متعہ کو حلال جانے وہ کافر ہے چنانچہ مضمرات مین موجود ہے کذا فی حاشیۃ الدر والموقت اور باطل ہے نکاح موقت یعنی مدت مقرر کرنا نکاح مین اسکو نکاح موقت کہتے ہین نکاح موقت اور متعہ مین چند وجوہ سے فرق ہے متعہ مین لفظ متعہ کا بولنا ضرور ہے اور موقت مین لفظ تزویج اور نکاح لازم ہے اور متعہ مین تعیین مقدار مہر کی لازم ہے موقت مین نہین اور متعہ مین گواہ شرط نہین بخلاف موقت کے کذا فی حاشیۃ الدر وان جهلت المدة او طالت فى الاصح نکاح موقت باطل ہے اگرچہ مدت مجہول ہو یا طویل ہو بنا بر قول اصح کے وليس منه ما لو نكحها على ان يطلقها بعد شهر اور نکاح موقت سے یہہ نہین اگر نکاح کیا عورت سے اس شرط پر کہ اوسکو طلاق دیگا بعد ایک مہینے کے اسواسطے کہ طلاق قاطع ہے نکاح کی تو مدت کی شرط قاطع مین ہوئی نہ نکاح مین تو شرط باطل ہوگی اور نکاح صحیح ہوگا بخلاف نکاح موقت کے کہ اوسمین خود نکاح مشروط ہے او نوى مكثه معها مدة معينة یا نیت کی نکاح کرنیوالے نے زوجہ کے ساتھہ مدت معین تک رہنے کی یعنی یہہ بھی نکاح موقت مین داخل نہین ولا بأس بتزوج النهاريات عینی اور کچھہ مضایقہ نہین نہاریات کے نکاح مین کذا فی العینی نہاریات وہ عورتین جنکے پاس شوہر رات کو نہ رہے ويحل له وطء امرأة ادعت عليه عند قاض انه تزوجها بنكاح صحيح وهي اى والحال انها محل للانشاء اى لانشاء النكاح خالية عن الموانع وقضى القاضي بنكاحها ببينة اقامتها ولم يكن في نفس الامر تزوجها اور حلال ہے مرد کو وطی اوس عورتکی جسنے مرد پر دعوی کیا قاضی کے نزدیک یہہ کہ شوہر نے اوس سے صحیح نکاح کیا اور حالانکہ وہ عورت محل ہے واسطے نکاح

کی حلال ہے محرم نہیں خالی ہے موانع نکاح سے یعنی مثلاً غیر کی منکوحہ یا معتدہ نہیں اور حکم کردیا قاضی نے اوسکے ثبوت نکاح کا بسبب گواہی اون گواہون کے جنکو عورت
نے قائم کیا اور حالانکہ درحقیقت مرد نے اوس سے نہیں نکاح کیا تھا مدعیہ اور گواہ دونو جھوٹے ہیں سو قاضی کا حکم ظاہر مین نافذ ہوگا نفقہ وغیرہ مرد پر لازم آویگا اور
باطن مین بھی نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نافذ ہوگا یعنی بلاتردد وطی حلال ہوگی امام اعظم کی یہہ دلیل ہے کہ ایک مرد نے گواہون سے ایک عورت کا نکاح ثابت کیا علی رضی اللہ عنہ کے
روبرو حضرت نے اوسکی ثبوت نکاح کا حکم کیا عورت نے کہا کہ دعوی اسکا جھوٹا ہے چار و ناچار اگر یہی حکم منظور ہے تو میرا نکاح ہی کردیجئے حضرت علی نے
فرمایا کہ تیرے دونو شاہدون نے تیرا نکاح کردیا یعنی اب نکاح کی کچھ حاجت نہین اگر نکاح نہتھا تو بھی بشہادت شہود ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر
وکذا تحل لہ لو ادعی ہو نکاحہا خلافا لہما اور اسیطرح سے حلال ہے وطی مرد کو اگر خود اوسی نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا اور گواہ سنکر قاضی نے
حکم دیا لیکن اول صورت مین دعوی باطل سے عورت گنہگار ہوگی اور صورت ثانی مین مرد ہوگا اور یہہ قول حلت وطی کا خلاف ہے صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ
اونکے نزدیک بدون نکاح جدید کے وطی کرنا حلال نہین وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب بقولہما یفتی اور شرنبلالیہ مین بروایت مواہب صاحبین کے
قول پر فتوی ہے احتیاط اسی مین ہے کہ وطی نکرے لیکن حکم قاضی کا ظاہر مین بالاتفاق نافذ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قضی بطلاقہا بشہادۃ الزور
مع علمہا بذلک نفذ وحل لہا التزوج باخر بعد العدۃ اور اگر حکم کیا قاضی نے عورتکی طلاق کا شہادت زور سے باوجود دریافت ہونے عورت کے کہ شہادت
زور ہے قضا نافذ ہوگی اور حلال ہوگا عورت کو نکاح کرلینا دوسرے مرد سے عدت گذرنے کے بعد شہادت زور کا علم عورت کو یون متصور ہے کہ اوسنے
خود طلاق کا دعوی کیا اور کاذب گواہ پیش کئے تو وہ یقینا جانتی ہے کہ اوسکے شوہر نے طلاق نہیں دی وحل للشاہد تزوجہا وحرمت
علی الاول اور حلال ہے شاہد زور کو نکاح کرلینا اوس عورت کا اسواسطے کہ قضا نافذ ہوگئی ظاہرا اور باطن مین اور حرام ہوگئی عورت پہلی شوہر پر وعندہ
الثانی لا تحل لہما وعند محمد تحل للاول مالم یدخل الثانی وہو من فروع القضاء بشہادۃ الزور کما سیجیئ اور نزدیک ابو یوسف کے
دونون پر حلال نہین نہ اول شوہر پر نہ ثانی پر اور نزدیک محمد کے شوہر اول پر حلال ہے جبتک شوہر ثانی نے صحبت نکی اور اگر صحبت کی تو اول پر حرام ہوگی بسبب وجوب
عدت کے اور یہہ مسئلہ نکاح اور طلاق کا قضاء شہادت زور کی فروع سے ہے چنانچہ آگے کتاب القضا مین آویگا والنکاح لا یصح تعلیقہ بالشرط
اور نکاح کا معلق کرنا شرط پر صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق بالشرط اسقاطات خالصہ کو مخصوص ہے جو حلف واقع ہوتی ہین جیسے طلاق اور عتاق اور نکاح
اونمین سے نہین کتزوجتک ان رضی ابی لم ینعقد النکاح لتعلیقہ بالخطر کما فی العمادیۃ وغیرہا جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا
اگر میرا باپ راضی ہوگا اور دوسرے نے کہا مین نے قبول کیا تو نکاح نہ منعقد ہوگا بوجہ معلق ہونے نکاح کے خطر پر محتمل ہے کہ شرط واقع ہو یا نہو چنانچہ عدم
صحت نکاح معلق کی عمادیہ اور سوای اوسکے مین موجود ہے چنانچہ فتح القدیر اور خلاصہ اور ظہیریہ اور بزازیہ اور خانیہ اور تاتارخانیہ اور فتاوی ابو اللیث
اور جامع الفصولین اور قنیہ مین مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وما فی الدرر ففیہ نظر اور جو روایت درر مین ہے سو اوسمین بحث اور نظر ہے
یعنی مخالف ہے فقہا کے لائق اسناد کے نہین صاحب درر نے کہا کہ نکاح بالشرط جیسے کوئی کہے کہ اگر تو گھر مین جائیگی تو فلانے سے تیرا نکاح کردونگا اور فلانے
نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہہ تعلیق باطل ہے اور نکاح صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا اضافتہ الی المستقبل کتزوجتک غدا او بعد غد
لم یصح اور نہین صحیح ہے اضافت کرنا نکاح کا زمانہ آیندہ کیطرف جیسے یون کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا آج کے بعد کل یا پرسون تو نہ صحیح ہوگا
ولکن لا یبطل النکاح بالشرط الفاسد ولیکن نکاح نہین باطل ہوتا شرط فاسد سے جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر نہ دونگا
یا اپنا گھر مجکو عاریت دیدیا اپنا نفقہ مجسے نہ مانگیو یا میری خدمت کرنا وانما یبطل الشرط دونہ یعنی لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل الشرط
بخلاف ما لو علقہ بالشرط اور باطل تو شرط ہوتی ہے نہ نکاح یعنی اگر عقد شرط فاسد کے ساتھہ ہوا تو نکاح نہ باطل ہوگا شرط باطل ہوگی بخلاف اسکے
کہ اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا تو وہان شرط بھی باطل اور نکاح بھی باطل ہم اس مقام مین فرق بتانا معلق علی الشرط اور مشروط بشرط فاسد کا ضرور ہے
کہ نا واقفون کو حیرانی نہ ہے معلق علی الشرط سے یہہ مراد ہے کہ ایسی شرط پر نکاح تعلیق کرے کہ وہ محتمل الوجود ہو نہ متحقق الوجود جیسے کسیکی لڑکی خوشی یا

یعنی جیسا کہ پایا جانا ممکن ہو نہ ہو کو ہو بھی جاوے

دخول وار یا ہوا چلنا یا پانیکا برسنا یا کسی کے چینو مینکے پر نکاح کا معلق کرنا اسکو معلق علی الشرط کہتے ہین اور نکاح مشروط بشرط فاسد سے یہہ مراد ہے کہ نکاح کے ساتھ ایسی شرط کی جو لوازم نکاح کے مخالف ہے جیسے مہر اور نفقہ نہ دینا وعلی ہذا القیاس **لا ان یعلقه بشرط ماض کائن لا محالة** مگر نکاح معلق اوسوقت درست ہے جب اوسکی تعلیق کرے شرط ماضی موجود پر یعنی سابق سے شرط پائی گئی یا وقت ایجاب اور قبول کے حادث ہوئی چنانچہ کسی نے کہا کہ مین اپنی بیٹی کا نکاح تجھسی کر دیا بشرط آنے زید کے دوسرے نے قبول کیا اور حالت قبول مین فورا زید آگیا تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی حاشیة المدنی **فیکون تحقیقا فینعقد للحال کان خطب بنتا لابنه فقال ابوها زوجتها قبلك من فلان فکذبه فقال ان لم اکن زوجتها من فلان فقد زوجتها لابنك فقبل ثم علم کذبه انعقد لتعلقه بموجود** یعنی جب موجود شرط پر تعلیق ہوئی تو نکاح تحقیق ہو گیا معلق نرہا تو اوسی وقت منعقد ہو جائیگا جیسے ایک شخص نے اپنے فرزند کیواسطے کسیکی بیٹی سے منگنی کی تو اوسکے باپ نے کہا کہ مین تو تجھسے پہلے اوسکا نکاح کر چکا ہون فلانے شخص سے سو اوسنے اوسکی تکذیب کی پہر بیٹی کے باپ نے کہا کہ اگر مین نے فلانے شخص سے نہین نکاح کر دیا تو البتہ اوسکا نکاح تیری فرزند سے کیا سو اوسنے قبول کر لیا پہر اوسکا کذب معلوم ہو گیا خود اوسکے اقرار سے یا فلانے شخص کے اظہار سے تو یہہ نکاح منعقد ہو گیا واسطے معلق ہونے نکاح کے شرط موجود پر یعنی نکاح معلق اس سبب سے صحیح نہین کہ شرط کا وجود حاصل نہین اور جب شرط موجود ٹھہری تو نکاح معلق نرہا بلکہ محقق ہو گیا تو البتہ صحیح ہوگا **وکذا اذا وجد المعلق علیه فی المجلس کذا ذکره خواهر زاده وعممه المصنف بحثا** اور اسیطرح نکاح صحیح ہو جاویگا جبکہ معلق علیہ یعنی جسپر تعلیق نکاح کی ہوئی وہ ایجاب اور قبول کی مجلس مین پایا جاوے جیسا کہ اسکو خواہرزادہ نے مذکور کیا اور بعضی نسخون مین خواہر زادہ کے مقام پر خواہرزادہ مرقوم ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو عام رکہا ہے بحث کر کے مصنف نے عمادیہ سے نقل کی کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درم پر نکاح کیا اگر فلانا شخص آج راضی ہوا اور وہ شخص مجلس مین حاضر تہا سو وہ کہہ مین راضی ہوا تو نکاح صحیح ہوگا بطریق استحسان کے اور اگر حاضر نہوگا تو نہ جائز ہوگا اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر یون کہا کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہو اور اجازت دی پہر دوسرے نے قبول کیا تو صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق ہے اور نکاح تعلیق کا احتمال نہین رکہتا اور اگر باپ مجلس مین حاضر ہوگا اور قبول کرے تو نکاح جائز ہوگا تو معلوم ہوا کہ فقط وجود معلق علیہ کا مجلس مین کافی نہین جب تک وہ راضی نہوا اور اجازت ندی اور اگر مجلس کے بعد اجازت دیگا تو جائز نہوگا کذا فی حاشیة المدنی **لکن فی النهر قبیل کتاب الصرف فی مسئلة التعلیق برضی الاب الحق الاطلاق فلیتامل المفتی** لیکن نہر الفائق مین کتاب الصرف کے قبل مسئلہ تعلیق برضای والد کے یون کہا ہے کہ حق یہہ ہے کہ تعلیق علی الاطلاق صحیح نہین خواہ باپ مجلس مین حاضر ہو کر راضی ہو یا نہ راضی اور معلق علیہ خواہ باپ ہو یا اجنبی کسی طرح نکاح صحیح نہین اس اطلاق کو صاحب نہر نے خانیہ سے نقل کیا تو چاہیے کہ مفتی تامل کرے اس مسئلہ کے بیان مین اسواسطے کہ خانیہ نہایت معتمد کتاب ہے کہ قاضیخان اوسکی تصحیحات پر اعتماد کرتا ہے کذا فی حاشیة المدنی

باب الولی

یہہ باب ہے تعریف اور احکام ولی مین **هو لغة خلاف العدو ومعرفا العارف بالله تعالى وشرعا البالغ العاقل الوارث ولو فاسقا علی المذهب مالم یکن متهتکا** ولی لغت مین بمعنی دوست ہے خلاف دشمن اور عرف مین ولی عارف باللہ کو کہتے ہین اور شرع مین ولی اوسکو کہتے ہین جو بالغ اور عاقل اور وارث ہو اگرچہ فاسق ہو بنا بر مذہب صحیح کے بشرطیکہ پردہ در حرمت کہونیوالا نہو اس تعریف مین سلطان اور مالک عبد داخل نہین اسواسطے کہ وارث نہین تو مصنف اور شارح کو لازم تہا کہ انکو تعریف مین داخل کرتے **وخرج نحو صبی ووصی مطلقا علی المذهب** تو نکل گیا ولی کی تعریف سے لڑکا اور دیوانہ اور بیہوش اور وصی مطلقا بنا بر مذہب صحیح کے لڑکا بالغ کی قید سے نکلا اور دیوانہ اور بیہوش عاقل کی قید سے نکلا اور وارث کی قید سے نکلا وصی کو مطلقا ولایت نکاح کی نہین خواہ اوسکو نکاح کر دینی کی باپ نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور وارث کی قید سے کافر اور غلام بھی نکل گیا تو کافر اپنے بیٹی مسلمان کا اور غلام حرہ کا ولی نہین **والولایة تنفیذ القول علی الغیر** اور ولایت عبارت ہے جاری ہونے قول سے غیر پر یعنی دوسرے پر اوسکا قول نافذ ہو جاوے **فتثبت باربع قرابة وملك وولاء وامامة** سو ثابت ہے ولایت چار سبب سے اول قرابت سے جیسے نکاح بیٹی کا باپ کرے دوسرے ملک سے جیسے نکاح لونڈی یا غلام کا مالک کرے تیسرے ولایت آزاد کرنیکی جیسے نکاح آزاد کا سید کرے چوتھے امامت جیسے نکاح لاوارث کا

بادشاہ یا قاضی کرے شاء او ابی غیر راضی ہو یا ناراضی یعنی ولی کا قول ہر صورت غیر پر نافذ ہے وہ خوش ہو یا ناخوش وھی ھنا نوعان ولایۃ ندب علی
المکلفۃ ولو بکرا اور ولایت بیان نکاح میں دو قسم ہے ولایت مستحب عاقلہ بالغہ پر اگرچہ کواری ہو یعنی باپ وغیرہ کو بالغہ بیٹی پر جبر کرنا نہیں پہنچتا نکاح
میں لیکن مکلفہ کو مناسب ہے کہ اپنا نکاح ولی پر رکھے تاکہ خلاف نقصا سے بچے اور بیحیائی کیطرف منسوب نہو وولایۃ اجبار علی الصغیرۃ ولو ثیبا ومعتوھۃ
ومرقوقۃ اور دوسری قسم زبردستی کی ولایت ہے چھوٹی لڑکی پر اگرچہ کواری نہو اور ولایت جبری ہے بالغہ بیہوش پر اور لونڈی پر ولایت اجبار کے
یہہ معنی کہ ولی کے عقد کرنے سے انکا نکاح نافذ ہوتا ہے گو یہہ انکار کریں کا افادہ بقولہ وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر ومجنون و
رقیق لا مکلفۃ چنانچہ قسم ثانی ولایت کو یعنی اجبار کو مصنف نے اپنی اس قول سے بیان کیا کہ وہ یعنی ولی شرط ہے صغیر اور مجنون اور عبد کے نکاح کی صحت
میں نہ مکلفہ میں قید ذکورت کی اتفاقی ہے صغیرہ اور مجنونہ اور مرقوقہ کا بھی نکاح بدون ولی کے صحیح نہیں فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی
تو نافذ ہوگا نکاح حرہ بالغہ عاقلہ کا بدون رضامندی ولی کے کفو میں ہو یا غیر کفو میں اسواسطے کہ اوسپر ولایت استحبابی ہے جبری نہیں یہی مذہب ہے امام اعظم
اور ابو یوسف کا اور محمد نے بھی اسیطرف رجوع کیا اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک عورتون کو بدون اولیا کے نکاح کا اختیار نہیں اسواسطے کہ حدیث
شریف مین آیا ہے لا نکاح الا بولی اور ہمارا جواب یہہ ہے کہ اکثر آیات قرآنی مین عورتونکو اختیار نکاح کا ثابت ہوتا ہے کما قال تعالی لا جناح علیکم فیما
فعلن فی انفسھن اور حدیث لا نکاح الا بولی صحیح نہیں بلکہ مضطرب ہے بخاری اور یحیی بن معین نے کہا کہ اس باب مین یعنی اشتراط ولی مین کوئی صحیح حدیث
نہیں ثابت چنانچہ زیلعی نے اسکو نقل کیا اور اگر صحت کو حدیث کی مسلم کیجئے تو مراد کمال کی نفی ہے نہ جواز کی توفیقا بین الادلۃ اور اگر نفی جواز کی
مراد لیجئے تو بھی نکاح مکلفہ کا بطلان نہیں ثابت ہوتا اسواسطے کہ مکلفہ خود اپنی ذات کی ولی ہے چنانچہ جوان مرد اگر نکاح بدون ولی کے کرے تو جائز ہے خود
اپنی ولایت سے اور صحیح مسلم مین حدیث مرفوع موجود ہے کہ الایم احق بنفسھا من ولیھا کہ عورت بے شوہر اپنی ذات کی سزاوار تر ہے بنسبت اپنے ولی کے ایم
کہنے مین عورت بے شوہر کو جسمین باکرہ اور غیر باکرہ دونو شامل ہین تو معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولی کا جبر ثابت نہیں اوسکو خود ختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
والاصل ان کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو اپنے مال مین تصرف کرسکتا ہے وہ اپنی ذات مین بھی
تصرف کرسکتا ہے اور جسکو اپنے مال مین تصرف نہیں اوسکو اپنی ذات پر بھی تصرف نہیں سو عاقلہ بالغہ کو اپنے مال مین تصرف کا اختیار ہے تو اپنے نکاح
مین بھی اختیار ہے اور صغیرہ اور مجنونہ کو اپنے مال مین اختیار نہیں تو اپنے نکاح مین بھی اختیار نہیں ولہ ای للولی اذا کان عصبۃ ولو غیر محرم کابن
العم فی الاصح خانیہ وخرج ذوی الارحام والام والقاضی الاعتراض فی غیر الکفو اور جائز ہے ولی کو جب عصبہ بنفسہ ہو اگرچہ غیر محرم ہو جیسے
چچا کا بیٹا قول اصح مین کذا فی الخانیہ اعتراض کرنا غیر کفو مین اسطرح کہ قاضی پاس جاکر نکاح کو فسخ کروا ڈالے اور نکل گئی عصبہ کی قید سے ذوی الارحام
اور ماں اور قاضی یعنی انکو اعتراض کا حق نہیں ویتجدد بتجدد النکاح اور جدید ہوگا فسخ نکاح کا نکاح کے تجدد سے چنانچہ ولی نے عورت کا نکاح
کفو سے کر دیا پھر عورت نے اوسکو چھوڑ کر دوسرے غیر کفو سے نکاح کیا بدون مرضی ولی کے تو یہان بھی ولی کو تفریق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ نکاح اول
کی رضا سے لازم نہیں آتا کہ دوسرے نکاح سے بھی راضی ہو فیفسخہ القاضی ما لم یسکت حتی تلد منہ لئلا یضیع الولد تو نکاح کو فسخ کردے
قاضی بشرطیکہ سکوت نکیا ہو ولی نے یہان تک کہ عورت شوہر غیر کفو سے جنی اور اگر اوس سے لڑکا پیدا ہوا تو ولی کو حق اعتراض نرہا تاکہ لڑکا نہ ضائع
ہو معلوم ہوا کہ بدون قاضی کی جدائی کا اختیار ولی کو نہیں اور قبل تفریق قاضی کے نکاح کے احکام مثل ارث اور طلاق کے ثابت رہینگے سو اگر تفریق
بعد دخول کے ہوئی تو عورت کو مہر معین ملیگا اور اوسپر عدت لازم آویگی اور اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو مہر نہ ملیگا اسواسطے کہ جدائی شوہر کیطرف
سے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیہ وینبغی الحاق الحبل الظاہر بہ اور مناسب ہے حمل ظاہر کا ملحق کرنا ولادت کے حکم سے یعنی اگر ولی
ساکت رہا یہانتک کہ عورت حاملہ ہوگئی تو حق فسخ کا ساقط ہوگیا اور یہہ تجویز ہے صاحب در کی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا
وھو المختار للفتوی اور فتوی دیا گیا غیر کفو مین عدم جواز نکاح کا یعنی اگر عورت غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے نکاح کرلے تو اصلا جائز نہیں اور

بھی روایت پسندیدہ ہے فتوی دینی کیو اسطے اور یہی روایت کی ہے حسن بن زیاد نے امام اعظم رحمہ سے کہ اگر زوج کفو ہو تو نکاح بدون ولی کے نافذ ہوگا اور اگر غیر کفو ہے تو ہرگز نافذ نہوگا اور معراج مین خانیہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین مختار فتوی دینی کیو اسطے حسن کی روایت ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ حسن کی روایت کو اکثر مشائخ نے لیا ہے لفساد الزمان عدم جواز پر فتوی ہوا بسبب فساد زمانہ کے کہ نہ ہر مکلفہ باشرم وحیا ہے کہ عزت کا خیال رکھے نہ ہر قاضی عادل ہے نہ ہر ولی کو نالش کا سلیقہ ہو فلا تحل مطلقة ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفته ایاه فلیحفظ تو نہ شوہر اول کو حلال ہوگی مطلقہ ثلثہ جسنے نکاح کیا غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے بعد پہچان لینے ولی کے شوہر غیر کو سو اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ امر غیر کفو مین کثیر الوقوع ہے یعنی جب فتوی ہوا نکاح غیر کفو کے عدم جواز پر تو ایسی نکاح سے شوہر اول کو مطلقہ ثلثہ نہ حلال ہوگی اور اگر مطلقہ کا کوئی ولی نہین یا ولی راضی ہو گیا شوہر غیر کفو کو جان بوجھ کر تو مطلقہ شوہر اول پر حلال ہوگی بعد طلاق دینے شوہر ثانی کے اور نہر الفائق مین بزازیہ سے نقل کیا کہ برہان الائمہ نے ذکر کیا کہ فتوی ہے امام اعظم رحمہ کے قول پر ہے بسبب قوت دلیل کے یعنی اگر مکلفہ غیر کفو سے نکاح کرے بدون مرضی ولی کے تو جائز ہے باکرہ ہو یا ثیبہ کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا اس مسئلہ مین فتوے مختلف ہے سو اسکو بھی یاد رکھنا چاہیے وبناء علی الاول وھو ظاہر الروایة فرضی البعض من الاولیاء قبل العقد او بعده کالکل لثبوته لکل کملا اور بنا بر قول اول کے یعنی ظاہر الروایت کے راضی ہونا بعض اولیا کا قبل عقد کے یا بعد عقد کے سبکے راضی ہونیکی برابر ہے اسواسطے کہ حق ولایت کا ہر ایک کو پورا ثابت ہے یعنی جب ایک ولی راضی ہوا تو باقی ولیون کو حق اعتراض نرہا کولایة امان وقود وسنحققه فی الوقف مانند ولایت امان اور قصاص کے یعنی اگر ایک مسلمان نے حربی کو امان دی تو اور مسلمانونکو اوسکا تعرض نہین پہنچتا اور اسیطرح اگر ایک ولی نے قصاص معاف کیا تو باقی اولیا کو طلب قصاص کا حق نرہا اور کتاب الوقف مین اسکی ہم آگے تحقیق کرینگے لو استووا فی الدرجة والا فللاقرب منهم حق الفسخ ایک ولی کی رضا سبکی رضا کی برابر ہے اگر سب اولیا درجہ مین برابر ہون جیسے دو بھائی اور دو چچا اور اگر اولیا برابر نہون ایک زیادہ قریب ہو جیسے باپ اور دوسرا بعید جیسے مثلاً بھائی تو اولیا مین سے اقرب کو حق ہے فسخ کا یعنی اگر بھائی نے نکاح کر دیا تو باپ نکاح کو فسخ کر سکتا ہے وان لم یکن لها ولی فھو ای العقد صحیح نافذ مطلقا اتفاقا اور اگر عورت کا کوئی ولی نہین تو عقد صحیح اور نافذ ہے مطلقاً خواہ کفو سے نکاح کیا ہو خواہ غیر کفو سے بالاتفاق وقبضه ای ولی له حق الاعتراض المهر ونحوه مما یدل علی الرضا صریحا او دلالة ان کان عدم الکفاءة ثابتا عند القاضی قبل مخاصمته والا لا یکون رضا اور قبض کرنا اوس ولی کا جسکو حق اعتراض ہے مہر کو اور جو مہر کے مانند ہو اوس قسم سے جو رضامندی پر دلیل ہو جیسے تحفہ لینا رضامندی سے باعتبار دلالت حال کے اگر عدم کفاءت ثابت ہو قاضی کے نزدیک قبل مخاصمت ولی کے اور اگر عدم کفاءت قاضی کی نزدیک ثابت نہین نالش سے پہلے تو مہر وغیرہ کا قبض کرنا ولی کی رضا پر دلیل نہین کما لا یکون سکوته رضا ما لم تلد مجتبی جیسا چپ رہنا ولی کا رضامندی پر دلیل نہین جبتک عورت نہ جنے چنانچہ یہ مسئلہ سابق ہو چکا واما تصدیقه بانه کفو فلا یسقط حق الباقین مبسوط اور تصدیق کرنا ایک ولی کا کہ زوج کفو ہے ساقط نہین کرتا باقی اولیا کے حق کو کذا فی المبسوط ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ اور جبر کرنا نہین پہنچتا بالغہ باکرہ پر نکاح کا بوجہ قطع ہونے ولایت کے بالغ ہونیسے فان استاذنها هو ای الولی وهو السنة او وکیله او رسوله او زوجها ولیها واخبرها رسوله او فضولی عدل فسکتت عن رده مختارة پس اگر اجازت نکاح کی مانگی بالغہ سے ولی نے اور یہی سنت ہے یا ولی کے وکیل نے یا اوسکے پیغامی نے اجازت مانگی یا اوسکا نکاح کر دیا اوسکی ولی نے استیذان سے پہلے اور خبر کری بالغہ کو نکاح کی ولی کے پیغامی نے یا فضولی عادل نے فضولی وہ جو ولی کا وکیل اور رسول نہو پھر سکوت کیا بالغہ نے رد نکاح سے حالت اختیار مین تو اگر استیذان کے وقت عورت کو چھینک یا کھانسی آئی پھر بعد فراغت کے اوسنے کہا کہ مین راضی نہین نکاح رد ہوگا ایسا سکوت عذر بلا اختیاری لائق اعتبار کے نہین اور شارح نے سکوت مین قید عن الرد کی لگائی اسواسطے کہ اگر استیذان کے وقت یا نکاح کی خبر سننے کے بعد بالغہ نے کوئی اجنبی بات کی تو ایسا تکلم سکوت مین شمار کیا جائیگا اسواسطے کہ کلام اجنبی رد نکاح نہین تو اجازت مین داخل ہوگا او ضحکت غیر مستهزئة یا بالغہ ہنسی بدون تمسخر کے سو اگر تمسخر اور استہزا سے ہنسی تو یہ ضحک اذن نہوگا او تبسمت

او بکت بلا صوت فلو بصوت لم یکن اذنا ولا ردا حتی لو رضیت بعده انعقد معراج وغیرہ فما فی الوقایة والملتقی فیه نظر یا مسکرائی یا
بدون آواز کے اور اگر آواز سے روئی تو یہہ رونا نہ اذن ہوگا نہ رد نکاح کا ہوگا یہانتک کہ اگر راضی ہوگی بعد اس رونے کے تو نکاح منعقد ہوجائیگا کذا
فی المعراج وغیرہ سو جو روایت وقایہ اور ملتقی مین ہے اوسمین نظر اور اعتراض ہے یعنی صحیح نہین وقایة الروایة اور ملتقی الابحر مین یون ہے کہ بالغہ کا رونا
بے آواز اذن ہے اور آواز سے رد ہے شارح نے اس اعتراض مین صاحب بحر اور نہر اور منح کی پیروی کی ہے اور حالانکہ متون مقدم ہین شروح پر اور وقایہ
اور ملتقی کے شاہد ہین اور دو متن یعنی نقایہ اور اصلاح اور اونکی شروح سو کیونکر کہنا بجا ہے کہ اونکی روایت صحیح نہین بلکہ یون کہنا اولی ہے کہ اس مسئلہ
مین دو قول ہین کذا فی حاشیة الدنی فهو اذن ای توکیل فی الاولی ان اتحد الولی تو یہہ سکوت اور ضحک اور تبسم اور بکا اذن ہے نکاح کا یعنی اپنے
نکاح کا وکیل کرنا ہے ولی کو اول صورت مین یعنی استیذان مین اگر ولی ایک ہی ہے فلو تعدد المزوج لم یکن سکوتها اذنا سو اگر اولیا نکاح کردینے والے
کثیر ہون تو اوسکا سکوت اذن نہوگا مثلا عورت کے دو بہائی ہین ایک بہائی نے کہا کہ مین تیرا نکاح زید سے کرتا ہون اور دوسرے نے کہا کہ محمود سے کرتا ہون
اور دونو کے استیذان مین عورت چپ رہی تو یہہ سکوت اذن نہوگا واجازة فی الثانی ان بقی النکاح لا لو بطل بموته اور سکوت بالغہ کا یا ضحک وغیرہ
اجازت کہنا نکاح کا ہے دوسری صورت مین یعنی ولی نے قبل استیذان نکاح کردیا پہر بعد خبر ہونیکے اوسنے سکوت کیا تو یہہ سکوت اجازت ہے نکاح کی اگر ولی
ایک ہو اور اگر اولیا زیادہ ہون اور بالغہ ہر ایک کی تزویج سنکر سکوت کرے تو یہہ سکوت اجازت نہوگا بلکہ دونو نکاح موقوف رہین گے یہانتک کہ
ایک کی اجازت قولی یا فعلی ظاہر کرے کذا فی البدائع اور اگر دونو کو جائز کہا تو دونو نکاح باطل ہون گے کذا فی حاشیة الدنی سکوت اجازت ہوگا
اگر نکاح باقی ہے خبر معلوم ہونے تک اور اگر نکاح باطل ہوگیا بسبب موت شوہر کے یعنی شوہر کے مرنیکے بعد بالغہ کو خبر نکاح کی پہونچی تو اوسوقت مین اوسکا
سکوت اجازت نہوگا اسواسطے کہ نکاح خود باطل ہوگیا ولو قالت بعد موته زوجنی ابی بامری وانکرت الورثة فالقول لها فترث وتعتد
اور اگر بعد مرنے شوہر کے عورت نے کہا کہ میرا نکاح کردیا تہا میرے باپ نے میرے اذن سے اور شوہر کے وارث اسکے منکر ہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا
تو اپنے شوہر کی وارث ہوگی اور عدت بیٹھیگی ولو قالت بغیر امری لکنه بلغنی فرضیت فالقول لهم اور اگر عورت نے کہا کہ میرا نکاح میرے باپ نے
بدون میرے اذن کے کیا لیکن جب مجھکو خبر نکاح کی پہونچی تو مین راضی ہوگئی سو اس صورتمین شوہر کے وارثون کا قول معتمد ہوگا تو اوسکو نہ مہر ملیگا نہ میراث
لیکن اگر اوسکو صحبت نکاح کا علم ہے تو اوس پر عدت لازم آویگی کذا فی حاشیة الدنی وقولها غیرہ اولی منه رد قبل العقد لا بعده اور عورت کا
یون بولنا کہ غیر اوسکا بہتر اوس سے ہے یہہ رد ہے قبل عقد کے نہ بعد عقد کے یعنی ولی نے بالغہ سے اذن مانگا زید کے ساتھہ نکاح مین اور اوسنے کہا کہ زید سوا دوسرا شخص اوس سے بہتر ہے تو اگر
یہہ قول عقد سے پہلے ہے تو اجازت نہوئی انکار ہوا اور اگر بعد عقد کے کہا تو انکار نہوگا بلکہ اجازت ہے کذا فی الظهیریة اور بحر الرائق مین کہا کہ قبل عقد
اور بعد عقد دونو صورتمین یہہ قول انکار ہے کذا فی حاشیة الدنی ولو زوجها لنفسه فسکوتها رد بعد العقد لا قبله اور اگر نکاح کیا بالغہ کا
ولی نے اپنے ساتھہ تو سکوت کرنا اوسکا رد ہے بعد عقد کے نہ قبل عقد کے یعنی نکاح کیا ایک شخص نے اپنی چچا کی بیٹی کے ساتھہ بدون اوسکی اذن کے پہر جب بالغہ
کو خبر پہونچی تو وہ ساکت ہو رہی تو یہہ سکوت بعد العقد رضا نہوگا اسواسطے کہ ابن العم اس نکاح مین اصیل ہوا اپنی طرف سے اور فضولی ہوا عورت کی طرف سے
اور متولی عقد طرفین مین یہہ شرط ہے کہ فضولی نہو ایک طرف سے نہ دو طرف سے تو یہہ عقد امام اور محمد کے نزدیک قابل رد اور اجازت کے نہین یہانتک کہ اگر عورت
اجازت قولی بھی دے تو بھی صحیح نہین اور اگر استیذان قبل عقد کے ہوا تو سکوت کرنا اوسکا رضا ہوجائیگا اور عقد صحیح ہوگا بالاتفاق کذا فی الخانیة اسواسطے کہ
ابن العم اس صورتمین وکیل ہوا عورت کی طرف سے اور اصیل ہوا اپنی طرف سے تو اب اوسکو متولی عقد طرفین ہونا صحیح ہوگا کذا فی حاشیة الدنی ولو استاذنها
فی معین فردت ثم زوجها منه فسکتت صح فی الاصح اور اگر اذن مانگا ولی نے عورت سے ایک معین مرد سے اوسنے رد کیا تہا پہر بعد اسکے
نکاح کردیا اوسی شخص مذکور سے سو ساکت ہوگئی بعد خبر معلوم ہونیکے تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بخلاف ما لو بلغها فردت ثم قالت رضیت لم یجز
لبطلانه بالرد بخلاف اسکے کہ اگر عورت کو نکاح کی خبر پہونچی تو اوسنے انکار کیا پہر بولی کہ مین راضی ہون تو نکاح جائز نہوگا بسبب باطل ہوجانے نکاح کے اول

انکار ہے ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجاءۃ السماع اور اسیواسطے بہتر جانا ہی فقہانے تجدید نکاح کو زفاف کیوقت اسواسطیکہ غالب عادۃ کواری عورتونکی اظہار نفرت ہی ناگہان سماعت نکاح کیوقت یعنی احتمال ہے کہ اعلان نکاح کیوقت نکاح سے نفرت کی ہو اور نکاح باطل ہوگیا ہو بسبب عدم رضا کے پہر جب بعد اسکی نکاح جدید کرلیا تو یہہ اشتباہ جاتا رہا بحر الرائق مین کہا تجدید نکاح اسوقت مستحب ہے جب نکاح قبل استیذان کے ہوا ہو اور اگر بعد استیذان کے نکاح ہوا ہو تو اسکی کچہہ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معین فسکتت فوکل من یزوجہا ممن سماہ جاز ان عرف الزوج والمہر کما فی القنیۃ اور اگر اذن لیا ولی نے عورت سے ایک مرد معین مین سو اوسنے سکوت کیا پہر وکیل کیا ولی نے ایک شخص کو کہ عورتکا نکاح کردے اوس سے جسکا نام لیدیا تو یہہ توکیل اور عقد وکیل جائز ہے اگر زوج اور مہر کی معرفت ہوگئی ہو کذا فی القنیۃ صحت نکاح مین معرفت زوج کی ضرور ہے عورت بہی اوسکو جان گئی ہو اور وکیل بہی جان گیا ہو تاکہ دوسرے سے نہ عقد کردے اور مہر کی معرفت مین اختلاف ہی چنانچہ آگے تصریح کریگا کہ مہر پر صحت نکاح کی موقوف نہین واستشکلہ فی البحر بانہ لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز او انہا مستثناۃ اور مشکل جانا ہی مسئلہ سابق کو بحر الرائق مین اسطرح ہے کہ وکیل کو اختیار نہین کہ دوسرے کو وکیل کرے بدون اجازت موکل کے تو اس سے لازم آتا ہی عدم جواز نکاح کا یعنی بالغہ کے سکوت سے ولی اوسکا وکیل ٹہہرا پہر اوسکو وکیل کرنیکا اختیار نہین کہ ولی سکے وکیل کی تزویج جائز ہو یا یہہ کہئے کہ یہہ مسئلہ اوس قاعدہ سے مستثنی ہے یعنی ہر جنیہ وکیل کو توکیل کا اختیار نہین لیکن نکاح مین اختیار ہے اسواسطیکہ فقہانے تصریح کی ہی کہ نکاح کی وکالت حقیقی وکالت نہین بلکہ یہان سفیر محض اور معبر ہوتا ہی اور اسیواسطے حقوق عقد کے وکیل کیطرف رجوع نہین کرتے اور باب الوکالت مین آویگا کہ اگر موکل نے قیمت معین کردی ہو تو وکیل کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وکیل کردے اسیطرح یہان بہی شوہر اور مہر معروف اور معلوم ہین تو البتہ وکالت صحیح ہوگی تو اب کچہہ اشکال باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی ان علمت بالزوج انہ من ہو لتظہر الرغبۃ فیہ او عنہ ولو فی ضمن العام کجیرانی او بنی عمی لو یحصون سکوت بالغہ کا اذن ہوگا اگر وہ جان گئی ہو شوہر کو کہ وہ کون ہے تاکہ اوسمین شوق ظہور کرے یا نفرت اگرچہ علم شوہر کا ضمن عام ہو جیسے ولی نے کہا کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون اپنے ہمسایون سے یا اپنے چچا کے بیٹون مین سے ایک فرد کے ساتھہ بشرطیکہ وہ متناہی ہون تا ہر ایک کا حال عورت کو معلوم ہوسکے والا لا ما لم تفوض لہ الامر اور اگر متناہی نہون گے تو رضا نہ ثابت ہوگی جبتک ولی کو اپنا امر سپرد نکرے مثلا اگر یون کہے کہ جو تو کرے مین اوسمین راضی ہون یا یون کہے کہ میرا نکاح کردے جس سے تو چاہے تو البتہ رضا ثابت ہوگی لا العلم بالمہر وقیل یشترط وہو قول المتاخرین بحر عن الذخیرۃ واقرہ المصنف وما صححہ فی الدرر عن الکافی ردہ الکمال شرط نہین مہر کا علم یعنی استیذان مین مقدار مہر کا علم ضرور نہین اسواسطے کہ صحت نکاح مہر پر موقوف نہین کذا فی الہدایہ اور بعضون نے کہا کہ مہر کا ذکر کرنا شرط ہی اسواسطیکہ قلت اور کثرت مہر سے شوق مختلف ہوتا ہی اور یہی ہے قول متاخرین فقہا کا کذا فی البحر عن الذخیرۃ اور مصنف نے بہی اسی قول کو ثابت رکہا ہی شرح منح الغفار مین اور جسکی تصحیح کی ہے درر مین بروایت کافی کے اوسکو رد کیا ہی کمال الدین محقق نے درر مین کہا کہ اگر ولی باپ یا دادا ہی تو ذکر شوہر کا کافی ہے مہر کا ذکر ضرور نہین اور اگر باپ دادا اسکے سوا اور کوئی ولی ہی تو مہر کا تسمیہ ضرور ہی محقق نے اسکو یون رد کیا کہ اسطرح تفصیل کرنا قائل کی غفلت ہی اسواسطیکہ باپ دادا مین اور اونکے سوا اور اولیا مین تفرقہ کرنیکا محل تزویج صغیرہ ہی کہ وہان ولایت اجبار ثابت ہی اور یہان گفتگو بالغہ مین ہی اوسمین باپ اجنبی کی برابر ہے بدون اوسکی رضا کچہہ نہین کرسکتا وکذا اذا زوجہا الولی عندہا ای بحضرتہا فسکتت صح فی الاصح ان علمتہ کما مر اور اسیطرح جب نکاح کردیا بالغہ کا ولی نے اوسکے روبرو پہر وہ چپ ہو رہی تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بشرطیکہ شوہر کو اوسنے جانا ہو چنانچہ سابق مین مذکور ہوگیا فالسکوت کالنطق فی سبع وثلثین مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور سکوت نطق کی برابر ہی سینتیس مسئلہ مین جنکا ذکر اشباہ مین ہی کتاب الاشباہ والنظائر مین ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے بارہوین قاعدہ مین کہا کہ سینتیس مسئلہ مین سکوت مانند نطق کی ہی ۱ سکوت باکرہ کا وقت استیذان ولی کے قبل عقد ہو یا بعد ۲ سکوت کرنا اوسکا اپنی قبض مہر کیوقت ۳ سکوت باکرہ کا اپنے بالغ ہونے کیوقت اپنے خیار نفس مین جبکہ باپ دادا کے سوا اور ولی نے اوسکا نکاح کیا ہو ۴ عورت نے نکاح کرنیکی قسم کہائی ہو پہر اوسکے باپ نے اوسکا نکاح کردیا اور وہ چپ رہی تو حانث ہوگی اپنی قسم

ٹوٹ جائیگی ۵ سکوت متصدق علیہ یعنی فقیر کا برابر قبول کے ہے نہ موہوب لہ کا ۶ قبض موہوب لہ اور متصدق علیہ کیوقت سکوت کرنا مالک کا اذن مین افضل ہے
۷ سکوت وکیل کا قبول ہے اور رد کرنے سے وکالت رد ہو جاتی ہی ۸ سکوت مقرلہ کا قبول ہے ۹ مفوض الیہ یعنی جسکو کچھ سپرد کیجئے اوسکا چپ رہنا قبول ہے
اور رد ہوتا ہی رد کرنے سے ۱۰ موقوف علیہ کا سکوت جسپر کوئی چیز وقف کیجئے قبول ہے اور رد ہوتا ہی رد کرنے سے ۱۱ بیع التلجیہ مین بائع یا مشتری نے
کہا کہ مین اس بیع کو صحیح کرتا ہون اور دوسرا چپ رہا تو یہہ سکوت تصحیح بیع ہوگا ۱۲ غانمین مین تقسیم مال کی وقت مالک قدیم کا سکوت رضامندی ہے
۱۳ عبد کو بیع اور شرا کرتے دیکہکر مشتری بالخیار کا سکوت کرنا خیار کو ساقط کرتا ہے ۱۴ مشتری کا قبضہ مبیع پر دیکہکر اوس بائع کا سکوت کرنا جسکو حبس
مبیع مین اختیار تہا اجازت ہی قبضہ کرنیکی ۱۵ بیع معلوم ہونے کیوقت شفیع کا سکوت حق شفعہ کا مبطل ہے ۱۶ غلام کو غیر کا مال خرید فروخت کرتے دیکہکر مولے
کا سکوت اجازت ہی تجارت کی ۱۷ مولے نے قسم کہائی کہ غلام کو تجارت کا اذن نہ دونگا پہر سکوت کیا خرید فروخت کرتے دیکہکر تو حانث ہوگا ۱۸ غلام کا
سکوت اور انقیاد بیع و رہن کیوقت اقرار ہے غلامی کا ۱۹ ایک شخص نے قسم کہائی کہ فلانے شخص کو اپنے گہر نہ اترنے دونگا پہر اوسکو اپنی گہر مین اترتے
دیکہا اور سکوت کیا تو حانث ہوگا ۲۰ شوہر کا سکوت کرنا عورت کی ولادت کیوقت یا اسباب کتخدائی دینے کیوقت اقرار ہے ثبوت نسب کا پہر سکوت کے بعد نفی ولد کا
صحیح نہین ۲۱ مولی کا سکوت نزدیک ولادت ام ولد کے اقرار ہے ولد کا ۲۲ قبل بیع کے مبیع کا عیب سنکر سکوت کرنا رضا بالعیب ہے بشرطیکہ مخبر عادل ہو ۲۳
سکوت باکرہ کا تزویج ولی کے معلوم ہونیکے وقت رضا ہی نکاح کی ۲۴ زوجہ نے یا اور کسی قریب نے زمین بیچی اور اوسوقت شوہر نے سکوت کیا تو یہہ سکوت ہے
اقرار ہے اسکا کہ وہ زمین شوہر کی نہین اسی پر فتوی ہی مشائخ سمرقند کا بخلاف مشائخ بخارا کے اور اسیطرح زوجہ کا سکوت زوج کی بیع کیوقت اقرار
اپنی عدم ملک کا ہے ۲۵ ایک شخص نے دیکہا کہ اوسکا اسباب یا گہر کسی نے بیچا پہر مدت تک مشتری اوسپر تصرف کرتا رہا اور یہہ شخص چپ ہی تو اوسکا سکوت
اوسکے دعوی کا مسقط ہی ۲۶ شرکت عنان کے دو شریک مین ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس لونڈی کو خاص مین اپنے واسطے لیتا ہون اور دوسرا چپ رہا
تو یہہ دونو کی شراکت ہوگی ۲۷ وکیل نے موکل سے کہا کہ فلانی چیز کو مین خاص اپنے واسطے خرید کرتا ہون اور وہ ساکت رہا تو وہ چیز وکیل ہی کی ہوگی
۲۸ صبی عاقل کو خرید فروخت کرتے دیکہکر اوسکی ولی نے سکوت کیا تو یہہ اذن ہوا ۲۹ غیر کو مشک پہاڑتے دیکہا یہانتک کہ بہ گیا جو اوسمین تہا تو یہہ
سکوت رضا ہی ۳۰ قسم کہائی کہ مالک سے خدمت نلونگا پہر وہ بدون اوسکے امر اور نہی کے خدمت کرنے لگا اور یہہ ساکت ہی تو حانث ہوا قنیہ ۳۰
مسئلے جامع الفصولین وغیرہ مین تہے اور سات اگلے اشباہ کے مصنف نے زیادہ کئے ۳۱ ماں نے بیٹی کے جہیز مین کچہہ اسباب باپکا دیا اور باپ ساکت
ہے تو اسکو پہیر لینا نہین پہونچتا ۳۲ اسنے بیٹی کے جہیز مین وہ سامان دیا جسکا رواج ہی اور باپ ساکت تہا تو ماں اوسکی ضامن نہوگی ۳۳ زیور پہنی ہوئی لونڈی
بیچا بدون شرط کے پہر لونڈی مشتری کو مع زیور حوالہ کی اور وہ اوسکو لیگیا اور بائع ساکت رہا تو یہہ سکوت بمنزلہ تسلیم کے ہے زیور کا مالک مشتری
ہوگا ۳۴ اوستاد کے آگے شاگرد کا پڑہنا اور استاد کا چپ رہنا تو یہہ سکوت بمنزلہ نطق کے ہے قول اصح مین ۳۵ بے عذر مدعا علیہ کا ساکت رہنا
انکار ہی اور بعضون نے کہا کہ انکار نہین کذا فی قضاء الخلاصۃ ۳۶ سکوت راہن کا مرتہن کے قبضہ کرتے وقت مرہون پر ۳۷ قاضی نے وقت کا حال
مزکی سے پوچہا اور اوسنے سکوت کیا تو اوسکا سکوت تعدیل ہے شارح کی اور ۱۴ مسئلے حموی نے اشباہ کے حاشیہ مین زیادہ کئے تو سب اکاون مسئلے
ہوئے جنمین سکوت برابر نطق کے ہے خوف طوالت سے اونکا مذکور کرنا ضرور نتہا فَاِنِ اسْتَاْذَنَهَا غَيْرُ الْاَقْرَبِ کاجنبیٍّ او ولیٍّ بعیدٍ فلا عبرۃ
بسکوتہا سوا اگر اذن چاہا باکرہ بالغہ سے غیر ولی اقرب نے جیسے اجنبی یا ولی بعید نے اقرب ولی کے ہوتے تو اوسکے سکوت کا اوسوقت مین کچہہ اعتبار
نہین بل لا بُدَّ مِنَ القولِ کالثیّبِ البالغۃِ بلکہ اوسوقت مین بولنا ضرور ہے مثل ثیب بالغہ کے ثیب اوس عورت کو کہتی ہین جسکا ایکبار نکاح
ہوا اور صحبت بہی ہوئی پہر شوہر کی موت سے یا طلاق وغیرہ سے جدائی ہوئی لا فرقَ بینہما الا فی السکوت نہین فرق دونو مین مگر سکوت مین
یعنی باکرہ بالغہ اور ثیبہ بالغہ مین سوای سکوت اور کچہہ فرق نہین مثلا باپ نے اذن نکاح کا چاہا تو اوسوقت مین باکرہ بالغہ کا سکوت دلیل ہے رضا
کی اور ثیبہ کا سکوت کافی نہین بدون رضا ہی قولی کے لانّ رضاہما یکونُ بالدلالۃِ کما ذکرہ بقولہ او ما ہو فی معناہ من فعلٍ یدلُّ علے

الرضا كطلب مهرها ونفقتها وتمكينها من الوطي ودخوله بها برضاها ظهيرية سو معلوم ہو کہ دونوں کی رضا دلالت حال سے بھی معلوم ہوتی ہے چنانچہ مصنف نے
اپنے اس قول میں بیان کیا یعنی ضرور ہے رضا ہی قولی یا جو قول کی مانند ہے یعنی وہ فعل جو رضا پر دلالت کرے جیسے اپنا مہر مانگنا اور نفقہ مانگنا اور وطی کی
قدرت دینا اور اپنی خوشی سے شوہر سے خلوت کرنا کذا فی الظہیریۃ مراد دخول سے خلوت ہے نہ وطی سو سطیکہ وطی کا ذکر اول ہو چکا وقبول التهنئة والضحك
سرورا ونحو ذلك بخلاف خدمته او قبول هديته اور مبارکبادی کو قبول کرنا اور خوشی سے ہنسنا اور مانند ان افعال کے رضامندی پر دلیل ہیں
جیسے اپنا اسباب شوہر کے گھر اوٹھوا لیجانا بخلاف خدمت کرنے شوہر کے اور قبول کرنے اوسکی تحفہ کے کہ یہہ رضامندی کی دلیل نہیں ہے فان زالت بكارتها
بوثبة اي نطة او درور حيض او جراحة او تعنيس اي كبر فهي بكر حقيقة كذا في التبيين او بجب او عنة او طلاق او موت بعد خلوة قبل الوطي
عورت کی بکارت زائل ہوئی یعنی شرمگاہ کا پردہ پھٹ گیا اچھلنے کودنے سے یا حیض جاری ہونے سے یا وہاں زخم لگنے سے یا زیادہ عمر ہونے سے تو وہ عورت حقیقی
باکرہ ہے کہ مطلق مرد سے خبر نہیں یا مانند اوس عورت کی جبکی تفریق واقع ہوئی شوہر کے مقطوع الذکر یعنی ہونے سے یا اوسکا نامرد ہونے سے یا طلاق وغیرہ یا مرنے شوہر
سے بعد خلوت قبل وطی کے او زنت وهذه فقط بكر حكما ان لم تتكرر ولم تحد به یا بکارت زائل ہوئی ہو زنا سے اور یہی عورت فقط حکمی باکرہ ہے یعنی
بمنزلہ باکرہ کے ہے بشرطیکہ کہ زنا کی نوبت بار نہ ہوئی ہو اور زنا کی حد بھی اوسپر قائم ہوئی ہو خلاصہ یہہ ہے کہ باکرہ حقیقی اور حکمی کا سکوت وقت استیذان ولی کے
بجاے بولنے کے ہے بولنا اوسکا شرط نہیں ولا تكتفي بالسكوت لو وطئت بشبهة او بنكاح فاسد اور اگر چند بار زنا ہوا یا اوسپر زنا کی حد جاری کی گئی تو وہ باکرہ
نہیں ثیب ہے مانند اوس عورت کے جسکی صحبت شبہہ سے ہوئی یا نکاح فاسد سے قال الزوج للبكر البالغة بلغك النكاح فسكتت وقالت بل رددت
النكاح ولا بينة لهما على ذلك ولم يكن دخل بها طوعا في الاصح فالقول قولها بيمينها على المفتى به کہا زوج نے باکرہ بالغہ سے کہ تجھکو
خبر پہونچی نکاح کی تو ساکت رہی اور اوس نے کہا بلکہ میں نے نکاح کو رد کیا اور حالانکہ دونوں کے گواہ نہیں اپنے اس دعوی پر اور دخول بھی رضامندی
سے نہوا قول اصح میں تو لائق اعتبار کے عورت کا قول ہے اوسکی قسم کہانیکی ساتھ بنابر قول مفتی بہ کے یعنی اگر عورت قسم کہائیگی تو نکاح نہ ثابت
ہوگا وتقبل بينته على سكوتها لانه وجودي بضم الشفتين اور مقبول ہونگے زوج کے گواہ زوجہ کے سکوت پر اسواسطے کہ سکوت امر
وجودی ہے بسبب ملانے دونو لبون کے یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ سکوت عبارت ہے عدم کلام سے پہر زوج کے گواہ نفی پر کیونکر مقبول ہونگے شامی
جواب دیا کہ سکوت دو لبون کے ملانے سے ہوتا ہے تو وجودی ہوا نہ عدمی ولو برهنا فبينتها اولى الا ان يبرهن على رضاها او اجازتها اور اگر
دونو گواہ لائے تو عورت کے گواہ اولی ہیں لیکن اگر شوہر گواہ لایا ہو اوسکی رضامندی پر یا اوسکی اجازت پر تو شوہر کے گواہ اولی ہونگے كما لو زوجها
ابوها مثلا فزعم عدم بلوغها فقالت انا بالغة والنكاح لم يصح وهي مراهقة وقال الاب او الزوج بل هي صغيرة فان القول لها
ان ثبت ان سنها تسع چنانچہ اگر نکاح کردیا عورت کا مثلا اوسکے باپ نے نابالغہ جانکر سو عورت نے کہا کہ میں تو بالغہ ہوں اور نکاح صحیح نہیں اور حالانکہ
وہ قریب البلوغ ہے اور کہا باپ نے یا زوج نے بلکہ یہہ صغیرہ ہے تو اس صورت میں بھی معتبر قول عورت ہی کا قول ہوگا اگر یہہ ثابت ہو کہ عورتکی عمر نو
برس کی ہے وكذا لو ادعى المراهق بلوغه اور اسیطرح اگر دعوی کیا صبی قریب البلوغ نے اپنی بلوغ کا یعنی باپ نے اپنی بیٹی کی کوئی چیز بیچی
بیٹا بولا کہ میں بالغ ہوں بدون میری مرضی بیع صحیح نہیں اور باپ یا مشتری نے کہا بلکہ وہ نابالغ ہے تو قول بیٹے کا معتبر ہوگا ولو برهنا فبينة
البلوغ اولى اور اگر باپ بیٹے دونو نے گواہ گذرانے تو گواہ بلوغ کے اولی ہونگے على الاصح قول صغیرہ یا صغیر کا معتبر ہے بنا بر مذہب اصح
کے اور غیر اصح میں قول باپ کا معتبر ہے بخلاف قول الصغيرة رددت حين بلغت وكذبها الزوج فالقول له لانكاره زوال ملكه
بخلاف اس قول صغیرہ کے کہ میں نے نکاح رد کیا جب میں بالغ ہوئی اور زوج اوسکی تکذیب کرتا ہو تو یہاں معتبر قول زوج کا قول ہوگا اسواسطے کہ
زوج انکار زوال ملک کا منکر ہے اور صغیرہ مدعی ہے ظاہر میں اور حالانکہ لائق اعتبار کے منکر کا قول ہوتا ہے نہ مدعی کا ولو اختلفا بعد زمان
البلوغ ولو حالة البلوغ فالقول لها شرح وهبانية فليحفظ لائق اعتبار کے قول زوج کا ہے اگر صغیرہ اور زوج میں اختلاف ہوا بعد

زمانِ بلوغ کے اور اگر وقت بلوغ کے اختلاف ہوا تو قول صغیرہ کا معتبر ہوگا کذا فی شرح الوہبانیۃ سہو کو یاد رکھنا چاہیئے وللولی الانکاح ای انکاح الصغیر و
الصغیرۃ جبرًا ولو ثیّبًا کمعتوہ و مجنون شہرًا اور واسطے ولی کے جسکا بیان آگے آویگا اختیار ہے صغیر اور صغیرہ کے نکاح کر دینے کا زبردستی
اگرچہ صغیرہ ثیب ہو مانند احمق بدتدبیر اور مجنون کے جسکا جنون مہینہ بھر برابر رہتا ہو ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرہا وزیادۃ مہرہ
او زوّجہا بغیر کفؤ ان کان الولی المزوّج بنفسہ بغبن ابا او جدا وکذا المولٰی وابن المجنونۃ اور لازم ہوگا نکاح یعنی صغیر اور صغیرہ کو
فسخ کا اختیار نہیں ہوگا بعد بلوغ کے اگرچہ نکاح نقصان صریح سے ہوا ہو اسطرح کہ صغیرہ کا مہر کم کر دیا ہو اور صغیر کا زیادہ یا اگرچہ صغیرہ کا نکاح غیر کفو
سے کر دیا ہو اگر ولی جسنے نکاح بذاتِ خود صریح نقصان سے کیا ہو باپ ہو یا دادا اور اسیطرح مولی ہی جسنے صغیر اور صغیرہ غلام لونڈی کا نکاح کر کے
آزاد کیا اور اسیطرح مجنونہ کا بیٹا ولم یُعرف منہما سوء الاختیار مجانۃ وفسقا وان عُرف لا یصح النکاح اتفاقًا ایسے باپ یا دادا کا نکاح
کر دینا لازم ہے جنکی بدتدبیری از راہ بیباکی اور فسق کے معروف نہیں اور اگر اونکی بدتدبیری معروف ہے تو نکاح صحیح نہیں باتفاق امام و صاحبین کے وکذا
کذا لو کان سکران فزوّجہا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیۃ لظہور سوء اختیارہ فلا یعارضہ شفقتہ المظنونۃ
اور اسیطرح بالاتفاق نکاح صحیح نہیں اگر باپ یا دادا مست ہو پھر صغیرہ کا نکاح کر دے فاسق سے یا شریر سے یا محتاج سے جو مہر اور نفقہ دینے پر قادر نہیں
یا ذلیل کسب والے سے جیسے فاکروب اور موچی اور جلاہا نکاح صحیح نہوگا بسبب ظاہر ہو جانے اوسکی بدتدبیری کے سو ولی کی شفقت مظنون معارض نہوگی
اوسکی بدتدبیری کی یعنی ان صور تو نمین ولی کی موافقت کمل گئی گمان شفقت زائل ہو گیا وان کان المزوّج غیرہما ای غیر الاب وابیہ ولو الام
او القاضی او وکیل الاب لکن فی النہر بحثًا لو عیّن لوکیلہ القدر صحّ لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا اگر نکاح
کر دینے والا باپ دادے کے سوا ہو اگرچہ ماں ہو یا قاضی یا باپ کا وکیل لیکن نہر الفائق میں بحث کر کے کہا کہ اگر باپ نے اپنے وکیل سے مہر کی مقدار معین
کر دی تو نکاح صحیح ہوگا تزویج غیر اب اور جد سے نکاح صحیح نہیں غیر کفو سے یا صریح نقصان سے ہرگز وما فی صدر الشریعۃ صحّ ولہما فسخہ وہم
اور جو کہ کتاب صدر الشریعت میں ہے کہ غیر اب وجد کا غیر کفو یا نقصان صریح سے نکاح کر دینا صحیح ہے اور صغیر اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار
ہے سو یہہ قول خطا ہے ہرگز یہہ نکاح صحیح نہیں کذا فی فتح القدیر و غایۃ البیان وان کان من کفؤ وبمہر المثل صحّ ولکن لہما ای لصغیر وصغیرۃ
وملحق بہما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقۃ اور اگر تزویج غیر اب وجد کی کفو سے ہو اور ساتھ
مہر مثل کے تو نکاح صحیح ہے ولیکن اون دونو کو یعنی صغیر اور صغیرہ اور اونکی ملحق کو یعنی احمق اور مجنون کو اختیار ہے نکاح فسخ کر دینے کا اگرچہ بعد دخول
کے ہو فسخ کا اختیار ہے بالغ ہونیکے وقت یا بعد بالغ ہونیکے نکاح معلوم ہونیکے وقت یعنی اگر اول سے نکاح کا علم تھا تو بلوغ کیوقت اختیار ہے اور اگر نکاح اول
معلوم نتھا تو بعد بلوغ کے بھی معلوم ہونے تک اختیار ہے بسبب کم مہری ولی کے یعنی باپ دادا کی برابر اور اولیا کو مہربانی نہیں ہوتی تو اسواسطے صغیر
اور صغیرہ کو وقت بلوغ کے اختیار دیا جاہیں نکاح رکھیں چاہیں توڑ دیں ولم یغن عنہ خیار العتق اور اختیار آزادی کا اختیار بلوغ سے بے پرواہ
کرتا ہے مثلا صغیرہ لونڈیکا مالک نے نکاح کر دیا پھر اوسکو قبل بلوغ آزاد کیا تو بلوغ کیوقت اوسمین دو اختیار جمع ہوئے خیار بلوغ اور خیار عتق سو
ایسی صورتمین کون سے فسخ کا اختیار ہوگا خیار بلوغ سے یا خیار عتق سے شارح نے جواب دیا کہ ہوتی خیار عتق کے خیار بلوغ کی کچھ حاجت نہیں
بسبب قوی ہونے خیار عتق کے اسواسطے کہ خیار عتق بسبب سکوت اور قیام مجلس کے باطل نہیں ہوتا بخلاف خیار بلوغ کے اور حق یہہ ہے کہ اس صورتمین
خیار بلوغ مطلق نہیں اسواسطے کہ تزویج مولی کی برابر تزویج اب اور جد کے ہے اور حالانکہ وہان بلوغ کیوقت پر فسخ کا اختیار نہیں کذا فی حاشیۃ ابن عابدین
ولو بلغت وہو صغیر فرّق بینہما بحضرۃ ابیہ او وصیہ لشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المہر اور اگر بالغ ہوئی
زوجہ اور زوج صغیر ہے اور زوجہ نے نکاح توڑنا چاہا تو تفریق کروائی جاویگی دونو صغیر کے باپکے روبرو یا اوسکے وصی کے روبرو بشرط حکم
قاضی کے واسطے فسخ کے تو دونو باہم وارث ہونگے ایک دوسرے کے نکاح مین اور لازم ہوگا تمام مہر یعنی وقت بلوغ صغیرہ کے قاضی نے نکاح فسخ

کہا یہانتک کہ دونوین سے کوئی مرگیا تو بسبب نکاح باقی رہنے کے ایک دوسرکا وارث ہوگا اور تمام مہر لازم آویگا اسواسطیکہ موت بمنزلہ دخول کے ہے مہر پورا کرتی ہین ثمّ الفرقۃ اِن مِن قبلہا ففسخ لا ینقص عدد الطلاق پہر جدائی اگر عورت کے جانب سے ہو تو فسخ ہی نکاح کا کم نہین کرتا طلاق کے عدد کو یعنی اگر حرمت سے بعد فسخ کے بخوشی اوسکو نکاح کیا تو زوج پوری تین طلاق کا مالک ہوگا یہان وہ فرقت مراد ہی جو غیر سے خیار بلوغ کی کہ وہ تو محض فسخ ہے طلاق کا اوسمین احتمال نہین ولا یلحقہا طلاق الّا فی الردّۃ اور نہین لاحق ہوتی طلاق اوس عورت کو جو فسخ کی عدت مین ہے مگر مرتد ہو جانے مین طلاق لاحق ہوتی ہے یعنی ارتداد عورت کا اگرچہ فسخ ہی لیکن مرتدہ کی عدت مین طلاق پڑ سکتی ہے وان من قبلہ فطلاق اور اگر فرقت جانب زوج سے ہی تو طلاق ہے فرقت زوج سے مراد وہ فرقت ہی جو عورت کی طرف سے نہو سکے تو تقبیل اور اسلام اور ارتداد اور خیار بلوغ وغیرہ کی فرقت نکل گئی اسواسطیکہ اس قسم کی فرقت طلاق نہین بلکہ فسخ ہی کیونکہ عورت اور مرد دونو کی طرف سے فرقت ہوتی ہی فقط مرد ہی کو خاص نہین الّا بملک او بردّۃ او خیار عتق مرد کی طرف کی فرقت طلاق ہی لیکن ملک یا ارتداد یا خیار عتق مین طلاق نہین ملک کی صورت یہہ کہ اگر مرد نے لونڈی سے نکاح کیا پہر اوسکو مول لیا تو نکاح فسخ ہوگیا تو جدائی مرد کیطرف سے ہوئی اور طلاق نہوئی بلکہ فسخ ہوا اور ارتداد زوج بھی فسخ ہی طلاق نہین اور ذکر خیار عتق مین شارح سے سہو ہوا اسواسطے کہ غلام کو خیار عتق نہین ہوتا چنانچہ اسکی تصریح باب نکاح الرقیق مین آویگی ولیس لنا فرقۃ منہ ولا مہر علیہ الّا اذا اختار نفسہ بخیار عتق اور نہین ہے ہم حنفیون کے نزدیک کوئی جدائی زوج کیطرف سے جسمین زوج پر مہر نہو مگر جسکو اختیار کرے اپنی ذات کو خیار عتق سے شارح کو لازم تہا کہ بجای خیار عتق کے خیار بلوغ کہتا چنانچہ ابھی اسکا ذکر ہو چکا یعنی زوج کیطرف کی سب جدائیون مین زوج پر مہر دینا واجب ہی سوای خیار بلوغ کے کہ اوسمین مہر ساقط ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وشرط للکل القضاء الّا ثمانیۃ اور مشروط ہے سب جدائیون کیواسطی حکم قاضی کا مگر آٹھہ جدائیو نمین قاضی کا حکم شرط نہین ونظمہ فی النہر فقال اور نظم کیا ہی اسکو نہر الفائق مین سو یون کہا اوسکے مصنف نے سہ فُرَقُ النکاحِ اتتک جمعًا نافعًا ٭ فسخٌ طلاقٌ وھذا الذی یحکیہا جدائیان نکاح کی آئین تیرے پاس مجموع نافع ہوکر اور وہ دو جنس پر منحصر ہین فسخ یا طلاق اور یہہ نظم جو نفاست مین موتی کی مانند ہی انکو بیان کرتی ہے سہ تباین الدار مع نقصان مہر کذا ٭ فساد عقد وفقد الکفو منعیہا اول فرقت تباین دار دوسری فرقت کمی مہر کے ساتھہ نکاح کے اسیطرح تیسری فرقت فساد عقد اور چوتھی فرقت فقدان کفو کا عورت کو خبر موت کی سنانا ہی تباین دار مثلا عورت دار الحرب چھوڑکر دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر تو اپنی شوہر سے جدا ہوگئی اگر حاملہ نہو تو فی الفور اوسکا نکاح درست ہی دوسری فرقت نقصان مہر ہے یعنی عورت نے اپنا نکاح مہر مثل سے کم کر لیا تو ولی دونوین تفریق کروادیگا اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو کچھہ مہر نپاویگی اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو مہر مسمی پاویگی تیسری فرقت فساد عقد کی جیسے لونڈی سے نکاح حرہ پر چوتھی فرقت فقدان کفو کی یعنی جب عورت نے نکاح غیر کفو سے کر لیا تو اولیا کو فسخ کرادینے کا حق ہے تقبیل سبی واسلام المحارب ٭ ارضاع ضرتہا قد عدّ دافیہا پانچوین فرقت تقبیل کی چھٹی فرقت سبی کی ساتوین فرقت اسلام حربی کی آٹھوین فرقت سوت کے دودہ پلانیکی اسلام اور ارضاع بھی اونہین مین معدود ہین تقبیل کی فرقت یعنی بوسہ لینے سے نکاح ٹوٹنا مراد تقبیل سے جو عمل کہ حرمت مصاہرت کا باعث ہو مثلا عورت نے شوہر کے بیٹے کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر نے زوجہ کی بیٹی کا مساس کیا تو نکاح فسخ ہوگیا سبی کی فرقت یعنی عورت کا قید ہوکر دار الاسلام مین آنا ناظم سے یہان سہو ہوا اسواسطے کہ باب نکاح الکافر مین معلوم ہوگا کہ عورت تباین دارین سے جدا ہوتی ہی سبی سے جدا نہین ہوتی اور اگر سبی مع تباین دار مراد لیجئے تو فقط تباین دار فرقت مین کافی ہے سبی کی کچھہ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اسلام حربی کی فرقت یعنی شوہر حربی مسلمان ہوا اور عورت کے تین حیض ہو چکے یا تین مہینے گذر گئے تو یہہ جدائی فسخ ہے ارضاع کی فرقت یعنی جوان عورت نے اپنی صغیرہ سوت کو دودہ پلایا جسکی عمر دو برس سے کم تہی تو دونو کا نکاح فسخ ہوگیا سہ خیار عتق بلوغ حکم ردّۃ وکذا ٭ ملک لبعض وثلث الفسخ یحصیہا نوین

فرقت خیار عتق کی دسوین فرقت خیار بلوغ کی گیارہوین فرقت ارتداد کی بارہوین فرقت ملک بعض کی ان سب جدائیون کو فسخ کہتے ہین یعنی یہہ سب جدائیان
جو مذکور ہوئین فسخ ہین طلاق نہین خیار عتق کی فرقت فقط عورت کی طرف سے ہوتی ہے نہ مرد کیطرف سے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا بخلاف اگلی جدائیون
کے کہ وہ دونو طرف سے ہوتی ہین ملک بعض کی فرقت یعنی زوج زوجہ کا مالک ہوا یا زوجہ زوج کی مالک ہوئی کل ملکیت ہو یا بعض نکاح نہ رہیگا تمام
نے ملک بعض کو اسواسطے بیان کیا کہ جب مالک بعض سے فرقت ہوئی تو مالک کل سے بطریق اولی ہوگی ٥ اما الطلاق فجب وعنۃ وکذا +
ایلاء و لعان ذالک یتلوھا اور جو جدائیان کہ طلاق ہین وہ چار ہین مجبوب ہونا اور عنین ہونا اور ایلاء اور لعان یہہ حکم مین ما قبل کا تابع ہے
مجبوب ہونیکی جدائی یعنی عورت نے مرد کو مقطوع الذکر والخصیتین پایا اسیطرح عنین یعنی نامرد پانیکی جدائی اور ایلا کی فرقت یعنی مرد نے چار
مہینے صحبت نکرنیکی قسم کہائی اور چار مہینے بدون جماع گذر گئے لعان کی جدائی یعنی مرد نے عورت کو بدکاری کی نسبت کی بدون گواہون کے
پہر کاذب پر لعنت کرکے ان تینون جدائی ہوگئی یہہ اس قسم کی جدائیان مذکور ہوئین انمین سے بارہ جدائیان فسخ ہین اور چار جدائیان طلاق ہین ٥
قضاء القاضی [illegible] فیها حکم قاضی کا سب ان جدائیون مین شرط ہے سوائے خیار عتق اور ملک اور
اسلام کی اور انمین [illegible] و تباین مع فساد العقد یدل بینهما اور تقبیل اور سبی ساتھہ ایلاء کے ای
[illegible] امید کا [illegible] ساتھہ فساد عقد کے یہہ فساد عقد عورت کو اوسکے مرتبہ سے اوتارتا ہے یعنی کوئی فرقت بدون حکم قاضی کے تمام
نہین ہوتی زوجین کو قاضی کے پاس رجوع کرنا [illegible] جدائیون مین قاضی کے حکم کی کچہہ حاجت نہین ١ فرقت خیار عتق کی ٣ ملک
کی ٣ فرقت [illegible] ٤ فرقت تقبیل [illegible] ٥ فرقت سبی کی ٦ فرقت ایلاء کی ٧ فرقت تباین دارین کی ٨ فرقت فساد
عقد کی ٥ ویبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح اور باطل ہوتا ہے اختیار باکرہ کا بشرطیکہ مختار ہو سکوت مین معذور نہو
اور اصل نکاح کا علم رکہتی ہو تو اگر چھینک اور کھانسی آنے سے یا کسیکی منہ بند کر لینے سے بول نہ سکے تو یہہ سکوت عذری مبطل خیار کا نہین اور
علم نکاح کا اسواسطے شرط ہے کہ [illegible] نہین لیکن ثبوت اختیار کا علم شرط نہین ولو سالت عن قدر المھر قبل الخلوۃ
او عن الزوج [illegible] اور اگر باکرہ نے مقدار مہر کی پوچھی قبل خلوت کے یا زوج کا حال پوچھا یا سلام
لیا [illegible] کلام سے [illegible] کا اختیار باطل نہین ہوتا چنانچہ یہہ روایت نہر الفائق مین ہے بحث کے ساتھہ ولا یمتد الی اخر المجلس
[illegible] خیار بلوغ [illegible] نہین ہوتا آخر مجلس تک اسواسطے کہ خیار بلوغ کا مانند حق شفعہ کے ہے یعنی جس مجلس مین عورت کو بلوغ
ہوا [illegible] اظہار کرے اگر سکوت کریگی تو سماعت نہوگی جیسے حق شفعہ کا بعد علم بیع کے سکوت سے باطل ہوجاتا ہے ولو اجتمعت
[illegible] بخیار البلوغ لانہ دینی وتقول ھذا قائلۃ بلغت الان ضرورۃ احیاء الحقین اور اگر حق شفعہ خیار
بلوغ کے ساتھہ جمع ہوا تو کہے مین دو حق طلب کرتی ہون پہر بیان مین ابتدا خیار بلوغ سے کرے اسواسطے کہ یہہ دینی امر ہے اور گواہ کرے اپنی بلوغ پر
یون کہتی ہوئی کہ مین اب بالغ ہوئی ہے یہہ کہنا احیار حق کی ضرورت کے سبب سے ہے بحر الرائق مین کہا کہ جب سے خون حیض دیکہے طلب کرے پہر اگر رات کو
دیکہے تو زبان سے یون طلب کرے کہ مین نے نکاح فسخ کیا اور صبح کو گواہ کرے اور کہے کہ مین نے خون اب دیکہا اسواسطے کہ حیض ہر دم اندک اندک
جاری رہتا ہے صبح کو یہہ کہنا کہ مین نے اب دیکہا کذب نہین علاوہ اسکے بضرورت احیاء حق اسمین کذب بہی روا ہے چنانچہ امام محمد سے مروی ہے
کذا فی حاشیۃ الدرر وان جھلت بہ لتفرغھا للعلم بخلاف خیار المعتقۃ فانہ یمتد لشغلھا بالمولی یعنی سکوت سے خیار بلوغ
کا باطل ہوجاتا ہے اگرچہ حرہ باکرہ حق خیار سے جاہل ہو بسبب فارغ رہنے حرہ کے احکام شرعی کے دریافت کیواسطے بخلاف آزاد عورت کی خیار کے کہ
اوسکو امتداد ہے دریافت ہونے تک بسبب معروف رہنی لونڈی کے خدمت مولی مین یعنی دار الاسلام مین حرہ کا جہل عذر نہین اسواسطے کہ وہ
اپنی جان کی مالک تہی کیون نہ اوسنے احکام شرعیہ کو سیکہا اور لونڈی کا جہل عذر ہے اسواسطے کہ اوسکو مالک کی خدمت سے فراغت نتہی کہ احکام

شرعیہ کو سیکھتی وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالة علیه کقبلة ولمس ودفع مهر یا اور خیار صغیر
اور ثیب کا جبکہ وہ بالغ ہوں باطل نہیں ہوتا سکوت سے بدون صریح رضامندی کے یا جو فعل کہ رضامندی پر دلالت کرے جیسے بوسہ لینا اور مساس کرنا
اور مہر کا دینا یعنی لڑکا نابالغ تھا اور ثیب بھی صغیر تھی اونکا نکاح غیر اب وجد نے کر دیا تو اونکا خیار بمجرد بالغ ہونے کے باطل نہیں ہوتا ولا یبطل
بقیامهما عن المجلس لان وقته العمر فیبقی حتی یوجد الرضا اور خیار باطل نہیں ہوتا دونوں کے کھڑے ہونے سے مجلس میں سے اسواسطے کہ
اونکے خیار کا وقت تمام عمر ہے سو باقی رہیگا اختیار جبتک رضامندی پائی جاوے ولو ادعت التمکین کرها صدقت اور اگر شوہر نے بعد بالغ
ہونے ثیب کے جماع کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ وہ جماع پر زبردستی سے تھا تو عورت کی تصدیق کیجاویگی اسواسطے کہ ظاہر حال اوسکا مصدق ہے
ومفاده ان القول لمدعی الاکراه ولو فی حبس الوالی فلیحفظ اور حاصل کلام سابق کا یہ ہے کہ جو دعوی کرے زبردستی کا اوسکا قول لائق
اعتبار کے ہے اگرچہ مدعی حاکم کی قید میں ہو سو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے الولی فی النکاح لا المال العصبة بنفسه ولی نکاح میں نہ مال میں وہ ہے
جو عصبہ ہو بذات خود یہ تعریف ہے نکاح کے ولی کی مال کے ولی کی تعریف آگے آویگی عصبہ بنفسه کی قید سے عصبہ مع غیرہ نکل گیا جیسے بنت ابن کے ساتھ
عصبہ ہوتی ہے وهو من یتصل بالمیت حتی المعتقة بلا توسط انثی بیان لما قبله اور عصبہ بنفسه وہ ہے جو لگاؤ رکھے میت سے حتی کہ آزاد عورت
بدون واسطے عورت کے کہا شارح نے کہ بلا توسط انثی بیان ہے ماقبل کا یعنی عصبہ بنفسه کا مثلا باپ اور بیٹا اور مولی عصبہ بنفسه ہیں کہ باپ کا اتصال
میت سے اور بیٹے کا اتصال باپ سے اور مولی کا اتصال آزاد عورت سے بواسطہ عورت کے نہیں شارح کو مناسب تھا کہ تعریف عصبہ بنفسه میں میت کا لفظ
نہ کہتا اسواسطے کہ نکاح میں میت سے کیا علاقہ ہے بلکہ لائق تھا کہ یوں تعریف کرتا کہ عصبہ بنفسه وہ ہے جو غیر مکلف سے بلا واسطہ عورت کے اتصال رکھے کذا
فی حاشیة المدنی علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونة علی ابیها لانه یحجبه حجب نقصان ولایت نکاح کی اوپر ترتیب ارث
اور حجب کے ہے تو مقدم ہوگا مجنونہ کا بیٹا مجنونہ کے باپ پر اسواسطے کہ بیٹا حاجب ہوتا ہے باپ کا حجب نقصان کہ اگر بیٹا نہوتا تو باپ سب مال پاتا اور
بیٹے کے ہونے سے کل نپاویگا چھٹا حصہ پاویگا تو بیٹے کے سبب حجب نقصان ہوا اسواسطے ولایت بیٹے کی باپ پر مقدم ہوئی بشرط حریة وتکلیف و
اسلام فی حق مسلمة ترید التزوج وولد مسلم لعدم الولایة عصبہ بنفسه ولی ہے بشرطیکہ حر ہوے اور مکلف ہوے اور مسلمان ہونے کے
عورت مسلمان کے حق میں کہ ارادہ نکاح کا رکھتی ہے اور اسلام شرط ہے ولد مسلم کے حق میں اسواسطے کہ کافر کی ولایت مسلمان پر نہیں اور عبد اور صغیر کو
تو مطلق ولایت نہیں وکذا لا ولایة فی نکاح ولا مال لمسلم علی کافرة الا بالسبب العام بان یکون المسلم سید امة کافرة او سلطانا
او نائبه او شاهدا یعنی جیسے کافر کو مسلم پر ولایت نہیں ویسے ہی مسلم کو نکاح اور مال میں کافرہ پر ولایت نہیں مگر عام سبب سے البتہ ولایت ہے سبب
عام یہ کہ مسلم مالک ہو کافر لونڈی کا یا بادشاہ ہو یا اوسکا نائب ہو جیسے قاضی یا شاہد ہو وللکافر ولایة علی کافر مثله اتفاقا اور کافر کو ولایت
ہے اپنے سے کافر پر بالاتفاق اصل کفر میں مماثلت چاہیے گو ملت ہر ایک کی جدا ہو تو نصرانی کو یہودی کی بیٹی پر ولایت ہے فان لم یکن عصبة
فالولایة للام ثم لام الاب فی القنیة عکسه ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت
البنت وهکذا للجد الفاسد سو اگر عورت کا کوئی عصبہ نہو تو ولایت نکاح کی ماں کو ہے پھر دادی کو اور قنیہ میں اسکے برعکس ہے یعنی اول دادی
پھر ماں پھر دادی کے بعد ولایت ہے بیٹی کو مجنون اور مجنونہ کی پھر پوتی کو پھر نواسی کو پھر پڑپوتی کو پھر پرنواسی کو اسیطرح آخر فروع تک پھر ولایت نانا
کو ثم الاخت لاب وام ثم الاخت لاب ثم لولد الام الذکر والانثی سواء ثم لاولادهم پھر نانا کے بعد ولایت ہے سگی بہن کو پھر
سوتیلی بہن کو پھر ماں جائی اولاد کو اونمیں مرد عورت برابر ہیں پھر مادری اولاد کی اولاد کو ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات
ثم بنات الاعمام وبهذا الترتیب اولادهم شمنی پھر ولایت ہے بقیہ ذوی الارحام کو یعنی پھوپھیوں کو پھر ماموں کو پھر خالاؤں کو پھر چچا کے بیٹیوں
کو اور اسی ترتیب سے اونکی اولاد کو ولایت ہے یعنی پھوپھیوں کی اولاد کو پھر ماموں کی اولاد کو وعلی ہذا القیاس کذا فی الشمنی ثم لمولی الموالاة

پھر ولایت ہوئے مولے موالات کو مولے موالات اوسکو کہتے ہین کہ جسکے ہاتھہ پر کوئی کافر مسلمان ہوا مثلاً زید کے ہاتھہ پر خالد مسلمان ہوا اور وہ مجہول النسب
تھا اور وہ مر گیا اور اوسکی بیٹی صغیرہ ہے سو اوسکے نکاح کی ولایت زید کو ہوگی ثم للسلطان ثم للقاضی نُصَّ له علیه فی منشوره ثم لنوابه
ان فُوِّضَ له ذلك والا لا پھر ولایت بادشاہ کو پھر قاضی کو جسکی سند قضا مین تصریح کردی گئی ہے نکاح صغار کی ولایت پر پھر قاضی کے نائبون کو
اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم ہوا ہو بادشاہ کیطرف سے اور اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم نہو تو قاضی کے نائبون کو تزویج صغار کی درست نہین
ولیس للوصی من حیث هو وصی ان یزوّج الیتیم مطلقا وان اوصی الیه الاب بذلك علی المذهب اور جائز نہین وصی کو وصی
ہونیکی راہ سے یہہ کہ نکاح کرے یتیم کا کسیطرح اگرچہ اوسکو باپ نے نکاح کردینے کی وصیت کی ہو بنابر قوی مذہب کے نعم لو کان قریبا او حاکما
یملکه بالولایة کما لا یخفی ہان اگر وصی قرابت دار یا حاکم ہو تو مالک ہوگا تزویج کا بسبب ولایت کے نہ بسبب وصی ہونیکے چنانچہ یہہ مخفی نہین فروع
مسائل لمجرد شارح کے لیس للقاضی تزویج الصغیرة من نفسه ولا ممن لا تقبل شهادته له کما فی معین الحکام جائز نہین قاضی کو
تزویج صغیرہ کی اپنی ذات سے نہ اوس سے کہ جسکی گواہی اوسکے حقمین مقبول نہین جیسے باپ اور بیٹا کما فی معین الحکام واقرّه المصنف وبه علم انّ فعله
حکم وان تعرّی عن الدعوی اور ثابت رکھا ہی مسئلہ سابقہ کو مصنف نے اپنی شرح مین اور اوس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فعل بھی حکم ہے اگرچہ
خالی ہو دعوے سے صغیرة زوّجت نفسها ولا ولی ولا حاکم ثمّه توقف ونفذ باجازتها بعد بلوغها لان له مجیزا وهو السلطان
صغیرہ نے نکاح کیا اپنا اور وہان کوئی ولی اور حاکم یعنی قاضی وغیرہ نہین تو یہہ نکاح موقوف رہیگا اور نافذ ہوگا بسبب اجازت صغیرہ کے بعد بالغ ہونے
کے یہہ نکاح باطل نہین بلکہ موقوف ہی اسواسطے کہ اوسکا اجازت دینے والا موجود ہے اور وہ بادشاہ ہی یہہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ یہہ نکاح
موقوف نہین بلکہ باطل ہے اسواسطے کہ بعد عقد کے وقت اگر اوسکا کوئی مجیز نہو تو وہ عقد باطل ہے شارح نے جواب دیا کہ یہہ باطل نہین کہ اسکا
مجیز بادشاہ ہے ولو زوّجها ولیان مستویان قدّم السابق فان لم یدر او وقعا معا بطلا اور اگر اوسکا نکاح دو برابر کے ولیون نے
کردیا تو پہلا نکاح مقدم کیا جائیگا اور اگر نہ معلوم ہو کہ پہلا کون ہے اور پچھلا کون ہے یا دونون نکاح ساتھہ ہی ہوئے تو دونو باطل ہون گے دو برابر کے
ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا وللولی الابعد التزویج بغیبة الاقرب فلو زوّج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته اور جائز
ہے ولی ابعد کو نکاح کردینا ولی اقرب کے غائب ہونے مین سو اگر نکاح کردیا ابعد نے اقرب کے موجود ہوتے ہین تو نکاح موقوف رہیگا اوسکی اجازت پر
مثلاً سوتیلے بھائی نے نکاح کردیا سگے بھائی کے ہوتے تو نکاح موقوف رہیگا یا پھر سگا بھائی جائز رکھے چاہے باطل کرے ولو تحوّلت الولایة
الیه لم یجز الا باجازته بعد التحول قهستانی وظهیریة اور اگر پھر آئی ولایت ابعد کیطرف تو بھی نکاح نہ جائز ہوگا مگر ابعد کی اجازت سے بعد
پھر آنے ولایت کے کذا فی القهستانی والظهیریة یعنی ابعد نے اقرب کے ہوتے نکاح کردیا پھر اقرب مرگیا یا بالکل غائب ہوگیا تو اب ولایت ابعد پر
پھر آئی تو بھی نکاح جائز نہوگا بدون اوسوقت کی اجازت کے وهی مسافة القصر واختار فی الملتقی ما لم ینتظر الکفو الخاطب جوابه واعتمده
الباقانی ونقل ابن الکمال انّ الفتوی علیه تزویج ابعد کی جائز ہے جب اقرب غائب ہو بمقدار مسافت قصر کے یعنی تین شبانہ روز اور
ملتقی مین ہے کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیة المدنی اور اختیار کیا ملتقی مین کہ غیبت کی مقدار یہانتک ہی کہ کفو منگنی کرنے والا ولی
اقرب کے جواب کا منتظر نہ رہ سکے اور اسی پر باقانی نے اعتماد کیا اور نقل کیا ابن کمال نے کہ اسی روایت پر فتوی ہے بحر الرائق مین کہا کہ
تعریف غیبت مین تصحیح مختلف ہے تو اوس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے کہ جسپر اکثر مشائخ ہین یعنی ملتقی کی روایت پر کذا فی حاشیة المدنی
وثمرة الخلاف فیمن اختفی فی المدینة هل تکون غیبة منقطعة اور ثمرہ اختلاف بین القولین کا اوس ولی اقرب مین ظاہر ہوگا
جو چھپ رہا شہر مین اسطرح کہ معلوم نہین ہوسکتا آیا یہہ اختفا غیبت منقطعہ ہے یا نہین تو موجب روایت متن کے اس صورتمین ابعد
کی تزویج نہ جائز ہوگی اسواسطے کہ مسافت قصر کی نہین اور بموجب روایت ملتقی کی جائز ہے اگر کفو انتظار نکرسکے ولو زوّجها الاقرب

حيث هو جاز النكاح على القول الظاهر ظهيرية اگر نكاح كيا عورت كا ولى اقرب نے جهان كه وه ہے يعنى اپنے محل غيبت مين تو يهه نكاح جائز ہوگا بنا بر قول ظاہر كے كذا في الظهيرية اور نهر الفائق مين كہا كه يهه نكاح جائز نہين اسواسطے كه بسبب غيبت كے ولايت منقطع ہوگئي چنانچه محيط اور مبسوط مين ہے كذا في حاشية المدني ويثبت للابعد من اولياء النسب شرح الوهبانية لكن في القهستاني عن الغياثية لو لم يزوجها الاقرب زوجها القاضي عند فوت الكفو اور ثابت ہے ابعد كو اولياء نسبي سے تزويج اور قاضي نكل گيا كذا في شرح الوهبانية ليكن قهستاني مين غياث المفتيين سے نقل كيا كه اگر نه نكاح كرے ولي اقرب تو قاضي نكاح كرے جب خوف ہو كفو كے نكلنے كا التزويج بعضل الاقرب اي بامتناعه عن التزويج اجماعا خلاصه يعني ثابت ہے ابعد كو نكاح اقرب كے روكنے سے يعني اوسكے امتناع تزويج سے ابعد كو نكاح كر دينا ثابت ہے بالاجماع كذا في الخلاصة يعني جب اقرب نے بالكل نكاح كو روك ديا تو ولايت سے معزول ہوا تو اوسوقت مين ابعد قائم مقام اقرب كے ہوگا ولا يبطل تزويجه السابق بعود الاقرب لحصوله بولاية تامة اور نه باطل ہوگي غيبت اقرب مين تزويج ابعد كي جو سابق ہو چكي اقرب كے پھر آنے سے بسبب حاصل ہونے تزويج كے پوري ولايت سے ولي المجنونة والمجنون ولو عارضا في النكاح اما التصرف في المال فللاب اتفاقا ابنهما وان سفل دون ابيهما كما مر اور ولي مجنونه اور مجنون كا اگرچه جنون عارضي ہو نكاح مين بيٹا ہے امام اور ابو يوسف كے نزديك گو سافل ہو جيسے پوتا اور پر پوتا نه باپ مجنونه كا چنانچه اوپر مذكور ہو چكا اور مال كے تصرف مين تو باپ ولي ہے بالاتفاق شيخين اور محمد كے والاولى ان يأمر الاب به ليصح اتفاقا اور بہتر يهه ہے كه مجنونه كے نكاح مين باپ امر كرے بيٹے كو كه اوسكا نكاح كرے تاكه باتفاق امام اور صاحبين كے صحيح ہو ولو اقر ولي صغير او صغيرة او اقر وكيل رجل او امرأة او مولى العبد بالنكاح لم ينفذ لانه اقرار على الغير اور اگر اقرار كيا صغير يا صغيره كے ولي نے يا اقرار كيا مرد كے وكيل يا عورت كے وكيل نے يا غلام كے مياں نے نكاح كا تو اقرار نافذ نہوگا اسواسطے كه وه اقرار ہے غير شخص پر اور اقرار اپني ذات پر حجت ہوتا ہے نه غير پر فتح القدير مين كہا صغير اور صغيره جبكه بالغ ہو كر نكاح كے منكر ہون اوسوقت مين ولي كا اقرار نافذ نہين اور اگر ولي نے اونكي حالت صغر مين اقرار نكاح كا كيا اور دونون نے بعد بلوغ كے اوسكا انكار نكيا تو بالاتفاق صحيح ہے كذا في حاشية المدني بخلاف مولى الامة حيث ينفذ اجماعا لان منافع بضعها ملكه بخلاف لونڈي كے مالك كے اسواسطے كه اوسكا اقرار نافذ ہے اجماعا اس سبب سے كه منافع اوسكي قربت كے مولے كي ملك مين ہين يعني اگر كسو نے لونڈي كے نكاح كا دعوي كيا اور گواه اوسكے نہين اور اوس لونڈي كے مياں نے اوسكي تصديق كي تو اقرار مولى كا نافذ ہوگا الا ان يشهد الشهود على النكاح بان ينصب القاضي خصما عن الصغير حتى ينكر فيقام البينة عليه مگر اوسوقت اقرار ولي كا نافذ ہوگا جب گواہي دين گواه نكاح كي اسطرح كه قاضي قائم كرے ايك مدعى عليه صغير كيطرف سے تاكه وه نكاح كا انكار كرے پھر اوسپر گواه قائم ہون يہان سوال كا مقام تها كه اقامت بينه كي صغير منكر پر كيونكر صحيح ہوگي شارح نے جواب ديا كه صغير كے قائم مقام پر اقامت بينه ہو گي او يدرك الصغير او الصغيرة فيصدقه اي الولي المقر يا بالغ ہو صغير يا صغيره پھر اوسكي تصديق كرے يعني ولي مقر كي او يصدق الموكل او العبد عند ابي حنيفة وقالا يصدق في ذلك يا تصديق كرے موكل اپنے وكيل كے اقرار كي يا تصديق كرے غلام اپنے مياں كي اقرار كي نزديك ابي حنيفه كے اور صاحبين نے كہا كه بدون شہادت اور تصديق كے بھي ولي وغيره كے اقرار كي تصديق ہوگي وهذه المسئلة مخرجة من قولهم من ملك الانشاء ملك الاقرار به ولها نظائر اور يهه مسئله اقرار كا خارج ہے فقہاء كے اس قول سے كه جو مالك ہے انشا كا وه مالك ہے اوسكے اقرار كا يعني باوجوديكه ولي انشار نكاح كا مالك ہے ليكن اقرار نكاح كا مالك نہين تو اوس قاعده سے يهه مسئله مستثني ہوا اور اس مسئله مستثني كي اور بھي مثالين ہين جيسے قرض لينا وصي كا يتيم پر كه وصي اوسكے انشار كا مالك ہے اور اوسكے اقرار كا مالك نہين يعني اوسكا اقرار بدون شہادت كے نافذ نہين

فرع مسئله ملحقه شارح كا هل لولي المجنون والمعتوه تزويجه اكثر من واحدة لم اره ومنعه الشافعي وجوزه في الصبي للحاجة آيا درست ہے مجنون اور احمق بدتدبير كے ولي كو اوسكا نكاح كر دينا ايك عورت سے زياده شارح صاحب النهر كا پيرو ہو كر كہتا ہے كه يهه مسئله اپنے مذہب مين مين نے نہين ديكها اور

اسکو امام شافعیؒ نے منع کیا ہو اور اوسکو صبی کے حق مین جائز کہا ہے بسبب حاجت کے **باب الکفاءۃ** مین کافاہ اذا ساواہ والمراد ھنا
مساواۃ مخصوصۃ او کون المرأۃ ادنی یہہ باب ہر کفارت کا عرب بولتی مین کافاہ جب کسی چیز کے برابر ہوا ور کتاب النکاح مین کفارت سے مراد مخصوص
برابری ہی جسکا آگی مذکور ہوگا یا ہونا عورت کا کمتر مرد سے تو اگر عورت نے اپنا نکاح کیا اپنی سے افضل مرد سے تو یہان ولی کو حق تفریق نہین اسواسطیکہ اس
صورت مین ولی کو مقام ننگ نہین الکفاءۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزومہ او صحتہ برابری معتبر ہے شروع نکاح مین تو اگر نکاح کیوقت مرد عورت
کی برابر تھا پھر کمتر ہوگیا یعنی مثلاً فاسق ہوگیا تو نکاح فسخ نہین ہوتا کفارت معتبر ہے لزوم نکاح کیواسطے یعنی ہر چند نکاح بدون کفارت کے بھی صحیح ہے
لیکن ولی کا حق اعتراض باقی ہی پھر جب برابر سے نکاح ہوا تو لازم ہوگیا اور دوسری روایت پر کفارت کا اعتبار واسطے صحت نکاح کے ہو یعنی نکاح بدون
کفارت کے صحیح نہین ہوتا من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تأبی ان تکون فراشا للدنی کفارت کا اعتبار مرد کیجانب سے ہو اسواسطیکہ عورت
شریف انکار کرتی ہے کمتر کے فراش ہونے سے یعنی کمتر مرد کے نیچے رہنا قبول نہین کرتی لا تعتبر من جانبہا لان الزوج مستفرش فلا یغیظہ دناءۃ
الفراش برابری معتبر نہین عورت کی طرف سے اسواسطیکہ زوج طالب ہے فراش کا تو اوسکو رنج نہین آتا کمتری مفروش سے وھذا عند الکل فی الصحیح
کما فی الخانیۃ لکن فی الظھیریۃ وغیرھا عندہ وعندھما تعتبر فی جانبہا ایضا اور یہہ یعنی کفارت کا اعتبار مرد کیجانب سے نہ عورت کیجانب
سے امام اور صاحبین سب کے نزدیک ہے قول صحیح مین کما فی الخانیۃ لیکن ظھیریہ وغیرہا مین یعنی عورت کی کفارت کا اسقاط امام کے نزدیک ہے اور صاحبین کے
نزدیک کفارت معتبر ہے عورت کیجانب مین بھی ثم الکفاءۃ ھی حق الولی لا حقہا فلو نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ھو عبد لا خیار لھا بل للاولیاء
اور کفارت حق ہے ولی کا نہ حق عورت کا تو اگر نکاح کیا عورت نے ایک مرد سے اور اوسکا حال عورت کو معلوم نہ تھا سو ناگہان وہ غلام نکلا تو اختیار نہوگا عورت کو
بلکہ اوسکے اولیا کو حق فسخ ثابت ہے ولو زوجوھا برضاھا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لا خیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او
اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذلک ثم ظھر انہ غیر کفو کان لھم الخیار ولوالجیۃ فلیحفظ اور اگر اولیا نے عورت کا نکاح کر دیا
اوسکی رضامندی سے اور بخیال اولیا نے عدم کفارت کو پھر معلوم کیا کہ زوج کفو نہین تو کسیکو اختیار فسخ کا نہین نہ اولیا کو نہ عورت کو مگر اوسوقت کہ جب شرط
کر لی ہو اولیا نے کفارت کی اور خبر کر دی زوج نے اولیا کو کفو ہونیکی نکاح کیوقت سو اولیا نے اسی شرط پر اوسکا نکاح کر دیا پھر ظاہر ہوا کہ زوج غیر کفو ہے تو
اولیا کو اختیار ہوگا فسخ کا کذا فی الولوالجیۃ سو اسکو یاد رکھنا چاہئے وتعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح خلافا لمالک اور معتبر ہے کفارت واسطے لزوم
نکاح کے بخلاف امام مالک کے کہ اونکے نزدیک کفارت کا کچھ اعتبار نہین نسبا اول اعتبار برابری کا بہت نسب کے ہے اسواسطیکہ آدمی نسب کا بڑا فخر کرتے
ہین فقریش بعضھم اکفاء بعض سو قریش آپس مین ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر مین قریش اونکو کہتے ہین جو اولاد ہین نضر بن کنانہ کی اور نضر بن
کنانہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی بارہوین پشت مین ہین اور چارون خلفاء راشدین قریش مین قریش باعتبار نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہین تو ہاشمی
اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر مین اور اسیواسطے علی مرتضی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق سے نکاح کر دیا حالانکہ علی مرتضی ہاشمی ہین اور
عمر فاروق عدوی ہین وبقیۃ العرب بعضھم اکفاء بعض قریش کے سوا اور باقی عرب آپس مین ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہین تو عجم کے لوگ
عرب کے ہمسر نہین واستثنی فی الملتقی تبعا للھدایۃ بنی باھلۃ لخستھم والحق الاطلاق قالہ المصنف کالبحر والنھر والفتح ویعضدہ
اطلاق المصنف کالکنز والدرر اور ملتقی مین ہدایہ کی پیروی سے نکالا ہی بنو باہلہ کو اور عرب سے بسبب اونکی خست اور دناءت کے اور حق یہہ ہے کہ
اونکو عرب سے نکالنا صحیح نہین بلکہ مطلق عرب برابر مین یہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین مثل بحر الرائق اور نہر الفائق اور فتح القدیر کے اور
اسکی تائید کرتا ہے مصنف کا مطلق کہنا اس متن مین مثل کنز اور درر کے وھذا فی العرب واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما اور یہہ یعنی کفارت
نسب کا اعتبار فقط عرب مین ہے اسواسطیکہ عجمی لوگون نے اپنی نسب کو ضائع کر دیا تو عرب کے سوا عجم کے لوگون مین برابری معتبر ہے حر ہونے مین اور
مسلمان ہونے مین فمسلم بنفسہ او معتق غیر کفو لمن ابوھا مسلم او حر او معتق وامھا حرۃ الاصل سو جو مرد خود مسلمان ہو یا آزاد ہو وہ

برابر نہیں اوس عورت سے جسکا باپ مسلمان ہے یا حر ہے یا باپ اوسکا آزاد ہی اور دادا اوسکی حرہ اصلی ہے ومن ابوہ مسلم او حر غیر کفو لذات ابوین اور جس لڑکا
باپ مسلمان ہے یا حر ہے وہ برابر نہیں اوس عورت سے جسکا باپ اور دادا دونو مسلمان ہیں والابوان فیھما کالآباء لتمام النسب بالجد اور باپ
دادا کا حر اور مسلمان ہونا برابر ہے چند پشت کے اسلام اور حر ہونے کو یعنی دو پشت کی آزادی اور اسلام دس پشت کی آزادی اور اسلام کی برابر ہے بسبب تمام
ہوجانے نسب کے دادا پر وفی الفتح لا یبعد مکافاۃ مسلم بنفسہ لمعتق بنفسہ اور فتح القدیر میں ہے کہ بعید نہیں ہے برابری مسلمان بنفسہ کی آزاد بنفسہ
سے اسواسطے کہ مسلمان کے باپ دادا حر تھے مگر مسلمان نہیں اور آزاد کے باپ دادا مسلمان تھے مگر آزاد نہیں تو عیب دونو میں خالی نہیں واما معتق الوضیع
فلا یکافی معتقۃ الشریف اور جو مرد آزاد ہو کم ذات کا سو برابر نہیں اوس عورت کی جسکا آزاد کرنیوالا اشریف ہے واما مرتد اسلم فکمن لم یرتد
اور جو مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا سو برابر ہے اوس مسلمان کے جو مرتد نہیں ہوا واما الکفاءۃ بین الذمیین فلا تعتبر الا لفتنۃ اور کفاءت درمیان
دو ذمیوں کے سو معتبر نہیں مگر واسطے دفع فساد کے یعنی راجہ اور چمار دونو برابر ہیں لیکن اگر راجہ کی بیٹی نے چمار سے نکاح کیا تو قاضی جدائی کرا دیگا بخیال
عدم کفاءت کے بلکہ واسطے رفع فساد کے وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا للصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا
کان او لا علی الظاہر نہر اور معتبر ہے عرب اور عجم میں کفاءت دینداری کی یعنی پرہیزگاری کی تو مرد فاسق برابر نہیں عورت صالحہ کے یا فاسقہ کے
جو صالح کی بیٹی ہے فاسق خواہ معلن ہو خواہ غیر معلن بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شہر لو غیر محترف
والا فان یکتسب کل یوم کفایتہا لو تطیق الجماع اور معتبر ہے کفاءت مال میں اسطرح کہ قادر ہو زوج مہر معجل پر بطور رواج کے اور قادر ہو ایک مہینے
کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہو اور اگر پیشہ ور ہو تو کسب کر سکتا ہو ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر اوسوقت ضرور ہی اگر عورت کو جماع کی برداشت
ہو ورنہ فقط مہر معجل کی قدرت کافی ہے کما فی الذخیرۃ وحرفۃ فمثل حائک غیر کفو لمثل خیاط اور برابری معتبر ہے پیشہ میں سو مانند جولاہے کے
برابر نہیں مثل درزی کی بیٹی کے اسواسطے کہ جولاہا درزی سے ذلیل ہے ولا خیاط لبزاز وتاجر ولا ہما لعالم وقاض اور نہ درزی برابر ہے
بزاز اور سوداگر کے اور نہ وہ دونو ہمسر ہیں عالم اور قاضی کے واما اتباع الظلمۃ فاخس من الکل اور حکام ظالمین کے خدام تو سب پیشہ ورون سے
خسیس تر اور بدتر ہیں اگرچہ صاحب مروت اور مالدار ہوں اسواسطے کہ انکا مال ظلم اور ستم سے جمع ہوئے ہیں واما الوظائف فمن الحرف فصاحبہا
کفو للتاجر لو غیر دنیئۃ کبوابۃ اور وقف کے وظائف اور روزینے حرفون میں داخل ہیں جیسے امامت اور خطبہ خوانی سو وقف کا وظیفہ دار
ہمسر ہے تاجر کا اگر وظیفہ حقیر نہو جیسے دربانی اور فراشی وذو تدریس او نظر کفو لبنت الامیر بمصر بحر اور مدرس یا ناظر ہمسر ہے
امیر کی بیٹی کا مصر میں کذا فی البحر والکفاءۃ اعتبارہا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالہا بعدہ اور اعتبار کفاءت کا نزدیک شروع عقد کے
ہے سو ضرر نہیں کرتا زوال ہمسری کا بعد عقد کے فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ سو اگر زوج وقت نکاح کے عورت کا ہمسر تھا پھر مثلا فاسق ہو گیا
تو نکاح فسخ نہوگا واما لو کان دباغا فصار تاجرا فان بقی عارہا لم یکن کفوا والا لا نہر بحثا اور اگر شوہر پہلے دباغ تھا پھر تاجر ہو گیا
سو اگر دباغت کی عار باقی ہی تو ہمسر نہوگا اور اگر اوسکی عار باقی نہیں تو برابر ہوگا چنانچہ نہر الفائق میں ہے باعتبار بحث کے نہ بنا بر روایت مذہب
کے والعجمی لا یکون کفوا للعربیۃ ولو کان العجمی عالما او سلطانا وھو الاصح فتح عن الینابیع وادعی فی البحر انہ ظاہر الروایۃ واقرہ
المصنف مرد عجمی برابر نہیں عورت عربیہ کے اگرچہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ ہو اور یہی قول اصح ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے ینابیع سے اور دعوی کیا بحر الرائق
میں کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ولکن فی النہر ان فسر الحسیب بذی المنصب والجاہ فغیر کفو
للعلویۃ ینابیع وان بالعالم فکفو لان شرف العلم فوق شرف النسب والمال کما جزم بہ البزازی وارتضاہ الکمال وغیرہ
والوجہ فیہ ظاہر ولذا قیل ان عائشۃ افضل من فاطمۃ قہستانی لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر حسیب کی تفسیر صاحب منصب اور
جاہ کی کیجئے تو حسب والا ہمسر علویہ کا نہیں کذا فی الینابیع اور اگر تفسیر حسیب کی عالم کر کیجئے تو برابر ہے علویہ کے اسواسطے کہ بزرگی علم کی فوق ہے بزرگی

نسب و رمال ہے چنانچہ اسکا یقین کیا ہے بزازی نے اور پسند کیا ہے کمال وغیرہ نے اور وجہ اسکی ظاہر ہے بسبب اشرفیت علم کے اور اسیواسطے کہا گیا ہے کہ عائشہ صدیقہ
افضل ہین فاطمہ زہرا سے یعنی بسبب کثرت علم کے کذا فی القہستانی م برجندی مین تصریح ہے کہ عالم اور بادشاہ علویہ کا کفو نہین تو اس روایت سے
تفصیل نہر الفائق کی نفی ہوتی ہے اور قول اصح وہی ہے جو متن مین ہے بموجب تصریح سید احمد محشی کے کذا فی حاشیۃ المدنی والحنفی کفو لبنت الشافعی
اور حنفی مرد کفو ہے شافعی مذہب کی بیٹی کا ظاہرا یون کہنا تھا کہ شافعی ہمسر ہے حنفی کا اسواسطیکہ حنفی کے ہمسر ہونین شافعی سے علماء حنفی کو تأمل
نہین لیکن شارح نے برعکس کہا اسواسطے کہ بعضی حنفی متعصب شافعی مذہب پر طعن کرتے ہین حالانکہ امام شافعی رکن اعظم ہین ارکان اسلام سے اور
مجتہد برحق ہین رحمۃ اللہ علیہ تو اونکے مقلد بھی برحق ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ومتیٰ سُئِلْنَا عن مَذْهَبِه اَجَبْنَا بمذهبنا كما بسطه المصنف
معزیا بالجواهر الفتاوی اور جب ہمسے سوال ہو مذہب شافعی کا تو ہم جواب دین گے اپنے مذہب سے چنانچہ اسکو تفصیل بیان کیا ہے مصنف نے اپنی
شرح مین جواہر الفتاوی سے نقل کرکے جواہر الفتاوی مین یون ہے کہ باکرہ بالغہ شافعی مذہب نے حنفی سے نکاح کیا اور باپ اوسکا راضی نتہا
تو نکاح صحیح ہے اور اسیطرح اگر شافعی مذہب نے نکاح کرے پھر ہمسے اگر سوال ہو کہ یہہ نکاح مذہب شافعی مین صحیح ہے یا نہین تو ہم یہی جواب دین گے
کہ نکاح صحیح ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اسواسطیکہ ہمارا مذہب راجح ہے اور شافعی کا مذہب مرجوح اور اس مسئلہ کا باب الکفاءت سے کچھہ تعلق نہین کذا
فی حاشیۃ المدنی والقروی كفو للمدنی فلا عبرة بالبلد كما لا عبرة بالجمال خانيه ولا بالعقل ولا بعيوب يُفسَخ بها البيع خلافا
للشافعی اور گانون کا رہنے والا کفو ہے شہر کے رہنے والیکا تو کفارت مین شہر کا کچھہ اعتبار نہین جیسے خوبصورتی کا کچھہ اعتبار نہین کذا فی
الخانیہ اور نہ عقل کا کچھہ اعتبار ہے یعنی مجنون کفو ہے عاقل کا اور نہ اون عیبون کا اعتبار ہے جن سے بیع فسخ ہو جاتی ہے جیسے جذام اور برص
اور گندہ دہنی برخلاف مذہب شافعی کے لکن فی النهر عن المرغينانی فی المجنون ليس بكفو للعاقل لیکن نہر الفائق مین منقول ہے مرغینانی سے کہ مجنون
ہمسر عاقل کا نہین وكذا الصبی كفو بغنا ابيه او امه او جده نهر بالنسبة الی المهر يعنی المعجل كما مر لا بالنسبة الی النفقة لان
العادة ان الاٰباء يتحملون عن الابناء المهر لا النفقة ذخيرة اور اسیطرح لڑکا کفو ہے بسبب لداری اپنے باپ کے یا اپنی ماکے یا اپنے دادا
کے کذا فی النہر کفو ہے بہ نسبت مہر کے یعنی مہر معجل کے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا نہ بہ نسبت نفقہ کے اسواسطے کہ عادت یہہ ہے کہ باپ اوٹھالیتے
ہین اپنی بیٹون کا مہر نہ نفقہ کذا فی الذخیرۃ ولو نكحت باقل من مهرها فللولی العصبة الاعتراض حتى يتم مهر مثلها او يفرق القاضی
بينهما دفعا للعار اور اگر نکاح کیا عورت نے کمتر اپنے مہر مثل سے تو جائز ہے ولی عصبہ کو روک دینا یہانتک کہ مہر مثل اوسکا پورا ہو جاوے یا
جدائی کرے قاضی دونون ولی کو حق اعتراض واسطے دفع عار کے ہے ولو طلقها الزوج قبل تفريق الولی قبل الدخول فلها نصف
المسمی اور اگر طلاق دی اوسی عورت مذکورہ کو شوہر نے قبل تفریق ولی کے دخول سے پہلے تو اوسکو آدہا مہر معین ملیگا ولو فرق الولی
بينهما قبل الدخول فلا مهر لها وان بعده فلها المسمی اور اگر تفریق کردی ولی نے دونون قبل دخول کے تو اوسکا کچھہ مہر نہین اور اگر
بعد دخول کے تفریق ہوئی تو اوسکو پورا مہر معین ملیگا وكذا لو مات احدهما قبل التفريق فليس للولی المطالبة بالاتمام لانتهاء
النكاح بالموت جواهر الفتاوی اور اسیطرح مہر معین ملیگا اگر دونون سے کوئی مرگیا قبل تفریق کے تو ولی کو مہر مثل پورا کرلینے کا مطالبہ
نہین ہو اسطے آخر ہونے نکاح کے موت سے کذا فی جواہر الفتاوی امره بتزويج امرأة فزوجه امة نفذ وقالا لا يصح وهو استحسان ملتقی
تبعا للهدايه امر کیا ایک نے دوسرے کو کسی عورت سے نکاح کر دینے کا سو وکیل نے موکل کا نکاح کر دیا لونڈی سے تو نکاح نافذ ہوگا اور صاحبین نے کہا
کہ یہہ نکاح صحیح نہین یعنی نافذ نہین اور یہہ قول استحسان یعنی قیاس خفی ہے یہہ روایت ملتقی مین ہے ہدایہ کی پیروی سے وجہ استحسان کی یہہ ہے
کہ نکاح کرلینے پر ہر ایک کو قدرت ہے تو وکیل کرنے سے عمدہ غرض یہہ ہوتی ہے کہ نکاح ہمسر اور برابر سے ہو نہ کمتر سے وفی شرح الطحاوی
قولهما احسن للفتوى واختاره ابو الليث واقره المصنف اور شرح طحاوی مین ہے کہ قول صاحبین کا بہتر ہے فتوے کیواسطے اور پسند کیا اسکو

فقیہ ابو اللیث نے اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح مین واجمعوا انّه لو زوّجه بنته الصغیرة او مولیته لم یجز کما امرہ بمعینة او بحرة او امة فخالف او امرہ بتزویجها ولم یُعیّن فزوّجها غیر کفو لم یجز اتفاقاً اور اجماع کیا فقہا نے اسپر کہ اگر نکاح کر دیا وکیل نے موکل کا اپنی چھوٹی بیٹی سے یا اپنی محکوم عورت سے آزاد و لونڈی ہو اور سکی یا بھتیجی تو جائز نہو گا کذا فی حاشیة المدنی جیسے وہ نکاح جائز نہین کہ امر کیا ایک نے دوسرے کو کہ نکاح کر دے معین عورت سے یا حرہ سے یا لونڈی سے پھر وکیل نے موکل کی مخالفت کی یا عورت نے اپنی وکیل سے اپنی نکاح کر دینے کو کہا اور زوج کو معین کر دیا سو وکیل نے اوسکا نکاح غیر کفو سے کر دیا تو یہ نکاح بالاتفاق جائز نہو گا ولو زوّجه المامور بنکاح امرأة امرأتین فی عقد واحد لا ینفذ للمخالفة اور جسکو امر کیا تھا ایک عورت سے نکاح کر دینے کا اوسنے دو عورتون سے نکاح کر دیا ایک عقد مین تو یہ نکاح نافذ نہو گا بسبب مخالفت امر کے وله ان یجیزهما او احدهما ولو فی عقدین لزم الاول وتوقف الثانی اور جائز ہے موکل کو کہ دونو عورتون کا نکاح درست رکھے یا ایک عورت کا اور اگر دونو نکاح دو عقد مین ہوا ہو تو پہلا نکاح لازم ہو گا اور دوسرا موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر ولو امرہ بامرأتین فی عقد فزوّجه واحدة او اثنتین فی عقدین جاز الا اذا قال لا تزوّجنی الا امرأتین فی عقد او عقدین لم یجز للمخالفة اور اگر امر کیا ایک نے دوسرے کو دو عورتون کے نکاح کا ایک عقد مین سو نکاح کر دیا اوسکا وکیل نے ایک عورت سے یا دو عورتون سے دو عقد مین تو جائز ہے مگر جب کہ کہا موکل نے کہ میرا نکاح نکرنا مگر دو ہی عورتون سے ایک عقد مین سو وکیل نے دو عقد مین دو عورتون سے کیا یا یون کہا تھا کہ میرا نکاح نکرنا مگر دو ہی عورتون سے دو عقد مین سو وکیل نے دو عورتون سے ایک عقد مین کر دیا تو بہ مخالفت نہ جائز ہو گی ولا یتوقّف الایجاب علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح وبیع وغیرهما بل یبطل الایجاب ولا تلحقه الاجازة اتفاقاً اور نہین موقوف رہتا ایجاب اوسکے قبول کرنے پر جو مجلس سے غائب ہے حاضر نہین تمام عقود مین یعنی معاوضہ کے عقود مین از قسم نکاح اور بیع اور ان دونو کے سوا جیسے صلح اور اجارہ بلکہ ایجاب باطل ہو جاتا ہے اور نہین لاحق ہو سکتی اسکو اجازت بالاتفاق ویتولّی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول اور دو طرفون نکاح کا یعنی ایجاب اور قبول کا ایک شخص متولی ہوتا ہے فقط ایجاب سے جو قائم مقام ہے قبول کے چنانچہ زوجین صغیرین کے ولی نے کہا کہ مین نے دونو کا نکاح کر دیا تو یہ ایسا ایجاب ہے کہ قبول کے معنی اسمین موجود ہین اب اسکے بعد قبول جداگانہ کی کچھ حاجت نہین فی خمس صور بان کان ولیًّا او وکیلا من الجانبین او اصیلا من جانب ووکیلا من آخر او ولیًّا من آخر او ولیًّا من جانب ووکیلا من آخر کزوّجت بنتی من موکلی ایجاب اور قبول مین ایک شخص کا متولی ہونا پانچ صورتون مین سمجھے جیسے ایک شخص جانبین کا ولی ہو مثلاً زید یون کہے کہ مین نے اپنی پوتی کا نکاح اپنے پوتے سے کر دیا یا ایک شخص وکیل ہو دونو طرف سے تو یون کہے کہ مین نے اپنے موکل کا نکاح اپنی موکلہ سے کیا یا ایک طرف سے اصیل ہو اور دوسری طرف سے وکیل ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا یا اصیل ہو ایک طرف سے اور دوسری کا ولی ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنے چچا کی بیٹی صغیرہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا یا ولی ہو ایک طرف سے اور وکیل دوسری طرف سے جیسے یون کہنا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے موکل سے کیا لیس ذلک الواحد بفضولی ولو من جانب وان تکلّم بکلامین علی الراجح اذ قبوله غیر معتبر شرعاً لما تقرّر ان الایجاب لا یتوقّف علی قبول غائب بشرطیکہ یہ شخص واحد جو متولی ہے طرفین کا فضولی نہو گو ایک ہی طرف سے یعنی فضولی نہوا ہے نہ دو طرف سے نہ ایک طرف سے اگرچہ فضولی دو نو کلام بولے بنابر قول راجح کے یعنی اگر یون کہے کہ مین نے زید کا نکاح کر دیا ہے پھر یون کہے کہ مین نے کر دیا یہ کیطرف سے قبول کیا تو بھی درست نہین اسواسطے کہ قبول کرنا فضولی کا معتبر نہین شرعاً اسواسطے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایجاب موقوف نہین رہتا غائب کے قبول پر ونکاح عبد وامة بغیر اذن السید موقوف علی الاجازة کنکاح الفضولی اور نکاح کرنا غلام اور لونڈی کا بغیر اذن میان کے موقوف ہے میان کی اجازت پر جسطرح نکاح کر دینا فضولی کا موقوف ہے زوج یا زوجہ کی اجازت پر فضولی وہ جو غیر کی بسطور تصرف کرے بدون ولایت اور وکالت کے مثلاً زید محمود کا نکاح کسی عورت سے کرے حالانکہ نہ زید محمود کا ولی ہے

نہ وکیل تو یہہ نکاح موقوف ہے محمود کی اجازت پر اگر محمود نے اسکو جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوا اور نہین تو باطل ہو گیا سیجیئ فی البیوع توقف عقود الفضولی کلہا ان لہا مجیز حالۃ العقد والا بطل عنقریب آویگا کتاب البیوع مین موقوف ہونا تمام عقود فضولی کا اگر اون عقود کا اجازت دینے والا وقت عقد کے ہوگا اور اگر حالت عقد مین اونکا مجیز نہین تو عقود باطل ہین ولابن العمّ ان یزوّج بنت عمّہ الصغیرۃ اور جائز ہے چچا کے بیٹے کو نکاح کرنا اپنے چچا کی چھوٹی بیٹی کا اپنے ساتھہ فلو کبیرۃ فلا بد من الاستیذان حتی لو زوّجہا بلا استیذان فسکتت او افصحت بالرضاء لا یجوز عندہما وقال ابو یوسف یجوز وکذا المولی المعتق والحاکم والسلطان جوہرہ یعنی بخلاف الصغیرۃ کما مر فلیحرر سو اگر بنت عم کبیرہ ہو یعنی بالغہ تو ضرور ہے استیذان سے یہانتک کہ اگر ابن عم نے اوس سے نکاح کر لیا بدون استیذان کے سو وہ چپ رہی یا رضامندی کی تصریح کر دی تو بھی نکاح جائز نہین نزدیک امام اعظمؒ کے اور محمدؒ کے اور کہا ابو یوسفؒ نے کہ جائز ہو اور اسیطرح مولی آزاد کرنیوالیکو اور حاکم اور سلطان کو نکاح بالغہ مین استیذان ضرور ہے بدون استیذان کے عقد جائز نہین کذا فی الجوہرہ یعنی بخلاف صغیرہ کے اسواسطیکہ قاضی اور سلطان کو صغیرہ سے اپنا نکاح کرنا جائز نہین چنانچہ یہہ سابق مذکور ہو چکا تو یہان تحریر اور تنقیح چاہئے ایسا نہو کہ کوئی قاضی اور سلطان کو بسبب تشبیہ کے جواز نکاح صغیرہ مین مانند ابن عم کے سمجھے من نفسہ فیکون اصیلا من جانب ولیّا من آخر ابن عم کو جائز ہے نکاح صغیرہ کا اپنی ذات سے تو ہوگا ابن عم اصیل اپنی جانب سے اور ولی دوسری جانب سے اور اسیطرح مولی آزاد کنندہ صغیرہ کے نکاح مین اصیل ہوگا اپنی طرف سے اور ولی ہوگا صغیرہ کیطرف سے کما للوکیل الذی وکّلتہ ان یزوّجہا من نفسہ فان لہ ذلک فیکون اصیلا من جانب وکیلا من آخر جیسا کہ جائز ہے عورت کے وکیل کو کہ اوسکا نکاح کرے اپنی ذات سے سو اوسکو یہہ نکاح کر لینا درست ہے تو ہوگا اصیل اپنی جانب سے اور وکیل عورت کی طرف سے بخلاف ما لو وکّلتہ بتزویجہا من رجل فزوّجہا من نفسہ لانہا نصّبتہ مزوّجا لا متزوّجا برخلاف اوسکے یہہ ہے کہ اگر عورت نے اوسکو وکیل کیا اپنے نکاح کر دینے کا کسی مرد سے سو وکیل نے اوسکا نکاح اپنے ساتھہ کر لیا تو جائز نہین اسواسطیکہ عورت نے وکیل کو نکاح کر دینے والا قرار دیا نہ نکاح کر لینے والا او وکّلتہ ان یتصرّف فی امرہا وقالت لہ زوّج نفسی ممن شئت لم یصح تزویجہا من نفسہ کما فی الخانیۃ والاصل ان الوکیل معرّف بالخطاب فلا یدخل تحت النکرۃ یا وکیل کیا عورت نے اوسکو تصرف کرنے اوسکے امر مین یا کہا اوس سے کہ میرا نکاح کر دے جس سے کہ تو چاہے تو نہ صحیح ہوگا وکیل کو اوسکا نکاح کر لینا اپنی ذات سے کذا فی الخانیۃ اور عدم جواز کا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کرنے عورت کے معرفہ یعنی معین ہو گیا تو نہ داخل ہوگا معرفہ تحت نکرہ کے یعنی غیر معین کے خلاصہ یہہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کے معین ہو گیا اور عورت نے وکالت مین زوج کو معین نکیا اور قاعدہ یہہ ہے کہ معین غیر معین مین داخل نہین ہوتا ولو اجاز من لہ الاجازۃ نکاح الفضولی بعد موتہ صحّ لان الشرط قیام المعقود لہ واحد العاقدین فقط بخلاف اجازۃ بیعہ فانہ یشترط قیام اربعۃ اشیاء کما سیجیئ اور اگر اجازت دی جسکو اجازت دینے کا اختیار ہے یعنی زوج یا زوجہ نے جائز رکھا فضولی کے نکاح کو بعد اوسکے مرنیکے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطیکہ صحت نکاح مین اجازت کے وقت شرط ہے قیام معقود لہ کا یعنی جسکے واسطے نکاح منعقد ہوا اور احد العاقدین کا فقط ایک عاقد کی موت یعنی فضولی کی مضر صحت نہین اسواسطیکہ دوسرا عاقد موجود ہے بخلاف اجازت بیع فضولی کے کہ بعد موت فضولی کے جائز نہین اسواسطیکہ بیع فضولی کی صحت مین چار چیز کا قیام شرط ہے یعنی مبیع اور دونو عاقد اور قیمت کا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا کتاب البیوع مین **فروع** یہہ چند مسائل ہین شارح کے الحاقی الفضولی قبل الاجازۃ لا یملک نقض النکاح بخلاف البیع فضولی قبل اجازت مالک کے مالک نہین نکاح توڑنیکا بخلاف بیع کے کہ اوسکو توڑ سکتا ہے تیسرا مطلب ولزم عقد الوکیل موافقتہ فی المہر المسمّی شرط ہے واسطے لازم ہونے عقد وکیل کے موافقت رکھنا موکل کی مہر مسمی مین تو عدم موافقت مین نکاح لازم نہوگا بلکہ موکل کو اختیار ہوگا قبول کرے یا نکرے وحکم رسول کوکیل اور حکم پیامی کا مثل حکم وکیل کے ہے مثلاً مرد نے عورت کے پاس کسیکو بھیجا نکاح کا پیام لیکر اور عورت نے شہود کے روبرو قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ مہر مسمی مین مخالفت نکی ہو

باب المہر

وَمِنْ اَسْمَائِهِ الصَّدَاقُ وَالصَّدَقَةُ وَالنِّحْلَةُ وَالعَطِيَّةُ وَالعُقْرُ يعنى باب سے مہر کا صداق اور صدقہ اور نحلہ اور عطیہ اور عقر یہہ سب مہر کے نام ہین اور اجر اور علائق اور حبا اور فريضہ بهى مہر كو كہتے ہين كذا فى حاشية المدنى و فى استيلاد الجوهرة العُقْرُ فى الحرائر مهرُ المثل و فى الاماء عُشْرُ قيمة البكر و نصف عشر قيمة الثيب اور جوہرہ کے باب استیلاد مین ہے کہ بيبيون مين عقر مهر مثل ہے اور لونڈيون مين دسوان حصہ قيمت باكرہ كا اور بيسوان حصہ ثيب كا عقر ہے اَقَلُّهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ لِحَدِيثِ البيهقى و غيره لَا مَهْرَ اَقَلُّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ كمتر درجہ كا مہر دس درم ہين بدليل حديث بيہقى وغيرہ کے کہ نہين ہے مہر کمتر دس درم سے اور اگرچہ يہہ حديث ضعيف ہے ليكن بسبب كثرت طرق کے درجہ حسن تك بلند ہوگئى ہے تو لائق حجت کے ہوئى كذا فى النهر وَ رِوَايَةُ الاَقَلِّ تُحْمَلُ عَلَى المُعَجَّلِ اور روايت اقل دس درم كى محمول ہے مہر معجل پر مثلا بخارى اور مسلم مين سہل بن سعد رضى الله عنہ سے روايت ہے کہ آنحضرت صلے الله عليه وسلم نے ايك انصارى مرد سے مہر کو اسطرح فرمايا كہ تو كچھہ تلاش كر لا اگرچہ لوہيكى انگوٹھى ہوا ور سنن ابو داود مين جابر رضى الله عنہ سے مروى ہے کہ حضرت نے فرمايا كہ جسنے اپنى عورت کے مہر مين دو لپ بهر ستو يا كهجور كو ديا تو اوسنے وطى كو حلال كر ليا حالانكہ لوہيكى انگوٹھى اور اتنے ستو اور كهجور دس درم سے نہايت كم ہين تو ايسى روايات كا شارح نے جواب ديا كہ كمتر كى روايت مہر معجل پر محمول ہے اسواسطے کہ عرب كى عادت يہہ تهى کہ مہر مين كچھہ قبل دخول کے جلد ادا كرتے تهے اور يہہ مراد نہين کہ سواى انگوٹھى اور ستو کے اور كچھہ مہر نہ تها علاوہ اسكو حديث جابر كى متعہ كے مہر كى ہے تو قياس نكاح كا متعہ پر جائز نہين اور ايك شخص نہايت محتاج تها چند سورتين قرآن مجيد كى اوسكو ياد تهين آنحضرت صلے الله عليه وسلم نے اوسكا نكاح ايك عورت سے كر ديا اور فرمايا مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ القُرْآنِ کہ مين نے تجهكو عورت كا مالك كر ديا بسبب قرآن کے جو تيرے ساتهہ ہے اس سے يہہ نہين ثابت ہوتا كہ قرآن كو مہر ٹهرايا اور اسيطرح عورت كو قرآن كا سكهلانا شرط نہين كيا بلكہ مطلب يہہ ہے کہ حفظ قرآن كى بزرگى سے تيرا نكاح كر ديا اور اغلب يہہ ہے کہ مہر اوسكا حضرت نے خود ادا كيا ہوگا اسواسطے کہ محتاج مسلمين کے اخراجات كى حضرت خود كفيل ہوا كرتے تهے وَ فِضَّةٌ وَزْنُ سَبْعَةِ مَثَاقِيلَ كَمَا فِى الزَّكٰوةِ چاندى كے دس درم جو وزن مين سات مثقال كى برابر ہين چنانچہ بيان زكوة مين مذكور ہو چكا دس درم شرعى کے ساڑہے اكتيس ماشے ہوتے ہين جسكو ڈيڑہ ماشہ كم تين روپے ہوئے اگر گيارہ ماشہ كا روپيہ ہو مَضْرُوبَةً كَانَتْ اَوْ لَا وَلَوْ دَيْنًا اَوْ عَرَضًا قِيمَتُهُ عَشَرَةٌ وَقْتَ العَقْدِ اَمَّا ضَمَانُهَا بِطَلَاقٍ قَبْلَ وَطْئٍ فَيَوْمَ القَبْضِ درم سكہ دار ہون يا بے سكہ جيسى چاندى ڈلى يا پترا اگرچہ قرض ہو يعنى شوہر کے دس درم كسى پر قرض تهے اور اوسنے نكاح مين اونہين دس درمون كا مہر مقرر كيا تو جائز ہے يا كوئى جنس ايسى ہو جسكى قيمت دس درم ہون وقت نكاح کے تو اگر بعد نكاح کے اوسكى قيمت كم ہو جاوے تو كچھہ ضرر نہين ليكن جنس كى قيمت کے ضامن ہونے مين بسبب طلاق قبل وطى کے تو قبضہ كرنے کے دن كا اعتبار ہے مثلا عورت كا نكاح ايك كپڑے پر ہوا جسكى قيمت دس درم تهى پهر جسدن عورت نے كپڑے پر قبضہ كيا تو قيمت اوسكى بيس درم ہو گئى تهے سو طلاق دى اوسكو شوہر نے قبل دخول کے اور كپڑا ضائع ہو گيا تو عورت كو دس درم پهير دينا چاہيے اسواسطے کہ اگرچہ كپڑا اول دس درم كا تها ليكن جسدن عورت کے قبضہ مين آيا تو بيس كا تها كذا فى حاشية المدنى نقلا عن المحيط وَ تَجِبُ العَشَرَةُ اِنْ سَمَّاهَا اَوْ دُوْنَهَا وَ يَجِبُ الاَكْثَرُ مِنْهَا اِنْ سَمَّى الاَكْثَرَ اور واجب ہين دس درم اگر دس كا نام ليا يا دس سے كم كا نام ليا يعنى اگر پانچ درم كا مثلا مہر باندها تو بهى دس ہى درم دينا واجب ہوگا اور واجب ہونگے دس سے زيادہ اگر دس سے زيادہ كا نام ركها كتنے ہى كيون نہون زيادہ مہر كى كچھہ حد نہين دينا كذا عِنْدَ وَطْئٍ اَوْ خَلْوَةٍ صَحَّتْ مِنَ الزَّوْجِ اَوْ مَوْتِ اَحَدِهِمَا اور پورا مہر لازم اور محكم ہوتا ہے نزديك وطى کے يا خلوت کے جو صحيح ہو گئى زوج كيطرف سے يا نزديك مرجانے زوج يا زوجہ کے اَوْ تَزَوُّجٍ ثَانِيًا فِى العِدَّةِ يا نزديك دوبارہ نكاح كرنيکے عدت مين صورت اوسكى يہہ ہے کہ عورت كو طلاق بائن دى بعد دخول کے پهر اوس سے نكاح كيا عدت مين پهر طلاق دى قبل دخول کے تو واجب ہوگا دوسرا مہر پورا اور عدت جداگانہ واجب ہوگى مہر كامل قبل خلوت کے اسواسطے واجب ہوا کہ وجوب عدت كا خلوت پر كذا فى البحر اور بائن كى قيد اسواسطے لگائى کہ رجعى مين نكاح دوسرا نہين اور اول مہر کے سوا دوسرا مہر نہين ہوتا كذا فى حاشية الطحطاوى و المدنى اَوْ اِزَالَةِ بَكَارَتِهَا بِنَحْوِ حَجَرٍ بِخِلَافِ اِزَالَتِهَا بِدَفْعِهِ فَاِنَّهُ يَجِبُ النِّصْفُ بِطَلَاقٍ قَبْلَ وَطْئٍ يا مہر كامل ہوتا ہے بسبب ازالہ بكارت

عورت کا پتھر وغیرہ سے جیسے انگلی یا کنجی سے یا موم کی بتی سے بخلاف اسکے اگر دُھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہوگیا تو نصف مہر مسمی واجب ہوگا طلاق قبل وطی سے ولو دفعہا اجنبی فعلی الاجنبی ایضاً نصف مہر مثلہا ان طلقت قبل الدخول والا فکلہ نہر بحثاً اور اگر اجنبی کے دُھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہوگیا تو اجنبی پر بھی نصف مہر مثل واجب ہوگا اگر طلاق ہوئی عورت کو قبل دخول کے اور اگر بعد دخول کے طلاق ہوئی تو پورا مہر مثل واجب ہوگا چنانچہ یہہ روایت نہر الفائق میں ہے بنا بر بحث کے ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوۃ فلو کان نکحہا علی ما قیمتہ خمسۃ کان لہا نصفہ و درہمان ونصف اور واجب ہوتا ہے نصف مہر طلاق قبل وطی یا خلوت سے تو اگر نکاح کیا عورت سے ایسی چیز پر جسکی قیمت پانچ درم تھی پھر اوسکو طلاق دی قبل وطی یا خلوت کے تو وہ چیز آدھی عورت کو ملیگی اور اڑھائی درم اور ملینگے تو یہی چیز عورت کو اسواسطے ملیگی کہ نصف مہر ملتا ہے طلاق قبل وطی سے اور چونکہ مہر دس درم سے کم تھا تو دس کا پورا کرنا واجب ہوا اسواسطے اڑھائی درم اور عورت کو ملینگے تا کامل مہر کامل ہوجاوے وعاد النصف الی ملک الزوج بمجرد الطلاق اذا لم یکن مسلماً لہا وان کان مسلماً لہا لم یبطل ملکہا منہ بل توقف عودہ الی ملکہ علی القضاء او الرضاء اور پھر آویگا نصف مہر زوج کی ملکیت میں بمجرد طلاق دینے کے جب کہ زوج نے زوجہ کو مہر نہ تسلیم کیا ہو اور اگر مہر کو تسلیم کردیا ہو تو عورت کی ملکیت کل مہر سے قبل وطی کے باطل نہیں ہوتی بلکہ نصف مہر کی ملکیت کا عود کرنا زوج کیطرف موقوف ہے قاضی کے حکم پر یا عورت کی رضامندی پر فلہذا لا ینفذ عتقہ ای الزوج عبد المہر بعد طلاقہا قبلہ ای قبل القضاء ونحوہ لعدم ملکہ قبلہ تو اسی سبب سے نافذ نہیں زوج کا آزاد کرنا مہر کے غلام کو بعد طلاق دینے عورت کے قضا یا رضا سے پہلے بسبب نہ مالک ہونے زوج کے قبل قضا یا رضا کے یعنی جب ملکیت زوج کی قضا یا رضا پر موقوف ہوئی تو بدون اوسکے آزاد کرنا کیونکر ثابت ہوگا ونفذ تصرف المرأۃ قبلہ فی الکل لبقاء ملکہا اور نافذ ہوگا تصرف کرنا عورت کا قبل قضا یا رضا کے کل مہر میں بسبب باقی رہنے ملکیت عورت کے تو جس غلام پر عورت نے مہر کی وجہ سے قبضہ کیا بعد طلاق ہونیکے بھی اگر اوسکو آزاد کردے تو یہہ عتق نافذ ہوگا اسواسطے کہ اوسکی ملکیت کل مہر پر قبل قضا یا رضا کے ثابت ہے وعلیہا نصف قیمۃ الاصل یوم القبض لان زیادۃ المہر المنفصلۃ تتنصف قبل القبض لا بعدہ اور عورت پر واجب ہوگی نصف قیمت اصل کی جو قبضہ کرنیکے دن قیمت تھی فقط اصل قیمت اسواسطے واجب ہوئی کہ مہر کی جدی زیادتی تنصیف ہوتی ہے قبضہ کرنیسے پہلے نہ بعد قبضہ کرنیکے یعنی عورت کو مثلا لونڈی مہر میں ملی پھر اوسکی لڑکی پیدا ہوئی پھر عورت مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو جتنی لونڈی کی قیمت قبضہ کرنیکے دن تھی اوسکی نصف قیمت عورت زوج کو پھیردیگی مگر لونڈی کی اولاد کو بالکل اپنی ملک میں رکھیگی اسواسطے کہ اولاد زیادتی منفصل ہے اور زیادتی منفصل کی تنصیف قبضہ کرنیکے بعد نہیں ہوتی ووجب مہر المثل فی الشغار وہو ان یزوجہ بنتہ او اختہ علی ان یزوجہ الآخر بنتہ او اختہ مثلا معاوضۃ بالعقدین اور واجب ہے مہر مثل شغار میں شغار اوسکو کہتے ہیں کہ نکاح کردے ایکمرد اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے مرد سے اس شرط پر کہ وہ دوسرا مرد مثلا اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کردے اس سے تاکہ ایک عقد دوسرے عقد کا بدلا ہوجاوے تو دونو نکاح مہر سے خالی ہوئے وہو منہی عنہ لخلوہ عن المہر فاوجبنا فیہ مہر المثل فلم یبق شغاراً اور شغار ممنوع ہے حدیث سے بسبب خالی ہونے شغار کے مہر سے سو ہمنے اوسمیں مہر مثل واجب کیا سو شغار نہ باقی رہا یعنی شغار اسی سبب سے ممنوع ہوا کہ اوسمیں مہر نہیں تھا پھر جب مہر مثل اوسمیں واجب قرار دیا تو حقیقت میں شغار نہ باقی رہا صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا وفی خدمۃ زوج حر سنۃ للامہار لحرۃ او امۃ لان فیہ قلب الموضوع کذا قالوا اور واجب ہے مہر مثل زوج حر کیخدمت میں ایک برس تک یعنی ایک برس کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا ہو حرہ کا یا لونڈی کا اسواسطے کہ شوہر کے خادم ہونے میں قلب موضوع ہے یعنی اولٹا معاملہ ہے یعنی لازم یوں ہے کہ زوجہ زوج کیخدمت کرے پھر جب زوج کا خدمت کرنا ٹھہرا تو بالعکس ہوا اسواسطے نا درست ہوا اور مہر مثل اوسمیں واجب ہوا ایسا کہتے فقہا نے کہا ہے قاضی خان نے کہا کہ زوج سے خدمت لینا حرام ہے اسواسطے کہ ذلت کا سبب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ صحۃ تزوجہا علی ان یخدم سیدہا او ولیہا لقصۃ شعیب مع موسیٰ علیہما السلام اور مفاد تعلیل فقہا کا یہہ ہے کہ صحیح ہو نکاح لونڈی کا اس مہر پر کہ خدمت کرے

زوج اوسکو مالک کی یا حرہ کا نکاح اس شرط پر کہ زوج اوسکی ولی کیخدمت کرنے بدلیل قصہ شعیبؑ کے ساتھہ موسی علیہما السلام کے اسواسطی کہ شعیب علیہ السلام نے
اپنی بیٹی کا نکاح موسی علیہ السلام سے کیا اور آٹھہ برس یا دس برس اپنی بکریان چرانا مہر مقرر کرلیا اون سے کخدمتہ علی خدمۃ عبدہ او امتہ او عبد الغیر
برضاء مولاہ او حرٍ آخر برضاہ جیسے صحیح ہی نکاح اس مہر پر کہ شوہر کا غلام یا لونڈی خدمت کری زوجہ کی یا غیر کا غلام خدمت کری اپنی مالک کی رضامندی
سے یا کوئی اور حر اپنی خوشی خدمت کری لیکن جب حر کیخدمت مہر ہوگا تو زوج پر خدمت کی قیمت واجب ہوگی اسواسطیکہ خدمت حر مین مفاسد بہت ہین جیسے
خلوت ہونا اجنبی سے یا انکشاف بعض اعضا کا کذا فی فتح القدیر و فی تعلیم القرآن للنص بالابتغاء بالمال اوروجب ہی مہر مثل تعلیم قرآن مین بموجب
نص قرآنی کے کہ طلب نکاح کی مال سے چاہیے قرآن شریف مین فرمایا کہ اَنْ تَبْتَغُوا بِاَمْوَالِكُمْ یعنی نکاح طلب کرو اپنی مالون سے اور تعلیم قرآن
مال نہین اسواسطی تعلیم قرآن مین مہر مثل واجب کیا و باء اَزْوَجْتُكَ بِمَا مَعَكَ من القرآن للسببیۃ او للتعلیل لکن فی النہر ینبغی ان یصح
علی قول المتاخرین اور بی اَزْوَجْتُكَ بما معک من القرآن کی واسطی سببیت یا تعلیل کے ہی یہہ شارح نے دفع دخل کا کیا یعنی حدیث مین آیا ہی
کہ حضرت نے ایک صحابی سے فرمایا کہ ازوجتک بما معک من القرآن کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون بدلے قرآن کے جو تیری ساتھہ ہے تو معلوم ہوا کہ تعلیم
قرآن کی مہر ہوسکتا ہی شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہہ دلیل اوسوقت مین پوری ہوتی کہ اس حدیث مین بی کا حرف فقط عوض کے معنی مین مخصوص ہوتا
بلکہ سببیت اور تعلیل کے معنی اسمین ہوسکتی ہین یعنی بسبب قرآن یاد ہونیکے یا قرآن کی برکت سے تیرا نکاح کیا تو تعلیم قرآن کا مہر ہونا ثابت نہوا چنانچہ
اول باب مین اس حدیث کا بیان ہوچکا لیکن نہر الفائق مین کہا ہے سزاوار یہہ ہے کہ تعلیم قرآن متاخرین کے قول پر مہر ہوسکی بحر الرائق اور
نہر الفائق مین کہا ہے کہ متاخرین کا فتوے اس پر ہے کہ تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا درست ہی پہر جب اجرت لینا درست ہوا تو مہر ہونا بھی
درست ہوگا اسواسطیکہ جسکی اجرت لینا جائز ہی اوسکا مہر ہونا بھی جائز ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ قول مفتی بہ پر تعلیم قرآن کا مہر ہونا صحیح ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی ولہا خدمتہ لو کان الزوج عبدًا ماذونا فی ذلك اما الحر فخدمتہ لہا حرام لما فیہ من الاہانۃ والاذلال و
کذا استخدامہ نہر عن البدایع اور جائز ہی حرہ عورت کو خدمت لینا شوہر سے بشرطیکہ شوہر غلام ہو اور اوسکی مالک نے خدمت کرنیکی اجازت دی یعنی
اگر غلام باجازت اپنی مولے کی حرہ سی نکاح کرے اور ایک برس کیخدمت مثلا مہر ٹھہرا دی تو درست ہی اسواسطیکہ خدمت کرنیمین غلام کی ذلت نہین لیکن حر کو
خدمت کرنا زوجہ کی حرام ہے اسواسطیکہ اسمین ذلت اور اہانت ہی اور اسیطرح زوجہ کو شوہر سے خدمت لینا حرام ہے چنانچہ نہر الفائق مین ہے بدائع
سے وکذا یجب مہر المثل فیما اذا لم یسم مہرًا او نفی ان وطی الزوج او مات احدہما اذا لم یتراضیا علی شیٔ یصلح مہرًا والا فذلك
الشیٔ ہو الواجب اور اسیطرح واجب ہی مہر مثل اوس صورتمین جب کہ مہر کا نام نہ لیا گیا یعنی نکاح کیا اور مہر کے ذکر سے سکوت کیا یا نفی مہر کی کی
یعنی یون کہا کہ ہمنی نکاح کیا بدون مہر کے تو مہر مثل واجب ہوگا اگر وطی کی ہو زوج نے یا دونون سے ایک مرگیا یہہ اوسوقت ہی جب دونون
نہ راضی ہوگئی ہون کسی چیز پر جو مہر ہونیکی لیاقت رکہتی ہو اور اگر کسی چیز پر تراضی ہوگئی ہو تو وہی چیز واجب ہوگی مہر مثل کی کچہہ ضرورت نرہی
او سمّی خمرًا او خنزیرًا او ہذا الخل وہو خمر او ہذا العبد وہو حر لتعذر التسلیم یا نام لیا شراب یا سور کا مہر مین تو مہر مثل واجب ہوگا
اسواسطیکہ شراب اور سور مسلمان کے حق مین مال نہین یا اشارہ کیا ایک برتن کیطرف اور کہا کہ یہہ سرکہ مہر ہے حالانکہ وہ شراب ہی یا ایک شخص کیطرف اشارہ
کیا اور کہا کہ یہہ غلام مہر ہے حالانکہ وہ حر ہے تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطیکہ تسلیم کرنا حر کا متعذر ہے اور اسیطرح تسلیم خمر اور خنزیر بھی متعذر ہے
کہ مسلمان کے کام کے نہین او دابۃ او ثوبًا او دارًا ولو بیّن جنسہا لفحش الجہالۃ یا نام لیا مہر مین جانور کا یا کپڑیکا یا گھر کا اور نہ بیان
کیا اونکی جنس کو کہ کون جانور گہوڑا یا بیل اور کون کپڑا ململ یا گزی اور کیسا گھر کچا یا پکا تو ایسا مہر صحیح نہین بسبب کثرت جہالت کے کہ کچھہ
امتیاز نہین ہوسکتی لہذا ان صورتون مین مہر مثل واجب ہوگا ویجب متعۃ لمفوّضۃ ہی من زوّجت بلا مہر طلقت قبل الوطی اور واجب ہی
متعہ مفوضہ کیواسطی مفوضہ وہ عورت ہی جسکا نکاح ہوا بدون مہر کے جو مطلقہ ہوئی قبل وطی کے درہم درع وخمار وملحفۃ لا تزید علی نصفہ اے

نصفِ مھرِ المثل لو الزوج غنیًا و لا تنقص عن خمسۃِ دراھم لو فقیرًا اور مراد متعہ سے تین کپڑے ہیں ایک کرتی دوسری اوڑھنی تیسری چادر سر سے
قدم تک زیادہ نہوان تینون کپڑون کی قیمت نصف مہر مثل سے اگر زوج مالدار ہے اور کم نہو پانچ درم سے اگر زوج محتاج ہے و تعتبر المتعۃ بحالھما کالنفقۃ
بہ یفتی اور معتبر ہے متعہ بقدر حال زوجین کے مثل نفقہ کے اسیکا فتوی ہے بحر الرائق مین ہے کہ اگر دونو محتاج ہین تو واجب کرباس متوسط ہی اور اگر
دونو غنی ہین تو واجب ریشمی کپڑا متوسط ہے اور اگر ایک غنی ہے اور دوسرا محتاج تو تسر کا کپڑا متوسط واجب ہی کذا فی حاشیۃ المدنی و تستحب المتعۃ
لمن سواھا ای المفوضۃ الا من سمی لھا مھرا و طلقت قبل وطی فلا تستحب لھا بل للموطوءۃ سمی لھا مھر اولا فالمطلقات اربع
اور مستحب ہے متعہ دینا سواے مفوضہ کے مگر جسکا مہر معین ہوا اور وہ مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو اوسکے واسطے متعہ مستحب نہین بلکہ متعہ اوس عورت کو مستحب ہے
جسکی وطی ہوئی اوسکا مہر معین ہوا ہو یا نہوا ہو تو مطلقہ عورتین چار قسم ہین ایک وہ مطلقہ جسکی وطی نہوئی نہ مہر معین ہوا تو اوسکے واسطے متعہ واجب ہے
دوسری وہ مطلقہ جسکا مہر معین تھا اور وطی نہوئی تو اوسکو متعہ دینا مستحب نہین تیسرے وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر معین نہوا چوتھے وہ مطلقہ
جسکی وطی ہوئی اور مہر اوسکا معین تھا تو ان دونو کو متعہ دینا مستحب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والمحیط و ما فرض بتراضیھما او بفرض قاض
مھر المثل بعد العقد الخالی عن المھر او زید علی المسمی فانھا تلزمہ بشرط قبولھا فی المجلس او قبول ولی الصغیرۃ فی معرفۃ قدرھا
و بقاء الزوجیۃ علی الظاھر فھو اور جو مہر کہ مقرر ہوا زوجین کی تراضی سے یا بسبب مقرر اسنے قاضی کے مہر مثل کو بعد نکاح کے جو خالی تھا مہر سے
یا جو مہر کہ معین پر بڑھایا گیا زوج نے زیادہ کر دیا اوسکو اسنے سو یہ زیادہ کرنا زوج پر لازم ہوجاتا ہی بشرط قبول کرنے عورت کے مجلس مین
یا قبول کرنے ولی صغیرہ کے یہہ زیادتی لازم ہوگی درصورت معرفت مقدار زیادتی کے اور باقی رہنے زوجیت کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النھر تو
اگر زوج نے کہا کہ مین نے تیرا مہر زیادہ کر دیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زیادتی مجہول ہے اور اگر بعد طلاق باین کے کچھ مہر زیادہ کیا تو صحیح نہوگا اسواسطے
کہ زوجیت باقی نہین رہی و فی الکافی جدّد النکاح بزیادۃ الف لزمہ الالفان علی الظاھر نھر اور کافی مین یون ہے کہ زوج نے نکاح کی
تجدید کی ہزار درم زیادہ کرکے تو اوسپر دو ہزار لازم آوینگے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النھر دو ہزار اسواسطے لازم ہوئے کہ ایکہزار اول نکاح کے اور
ایکہزار دوسرے نکاح کے و فی الخانیۃ لو وھبتہ مھرھا ثم اقر بکذا من المھر و قبلت صح و حمل علی الزیادۃ و فی البزازیۃ الاشبہ انہ
لا یصح بلا قصد الزیادۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر زوجہ نے زوج کو مہر بخش دیا پھر اقرار کیا زوج نے اتنے مہر کا اور قبول کر لیا عورت نے تو صحیح
ہے اور یہہ محمول ہوگا مہر زیادہ کر دینے پر اور بزازیہ مین ہے اشبہ بحق یہہ ہی کہ یہہ اقرار صحیح نہین بدون قصد زیادتی کے لا ینصف لاختصاص
التنصیف بالمفروض فی العقد بالنص یعنی جو مہر کہ مفروض ہوا بعد عقد کی یا زیادہ ہوا مسمی پر اوسکی تنصیف نہوگی طلاق قبل وطی مین واسطے
مخصوص ہونے تنصیف کے عقد کے مفروض مسمی بموجب نص قرآن کے قرآن مین ارشاد ہوا فنصف ما فرضتم یعنی آدھا مہر مفروض دینا
لازم ہے اور عرف مین مفروض اوسی مہر کو کہتے ہین جو عقد کیوقت مقرر ہوا نہ اوسکو جو بعد عقد کے مفروض ہوا یا زیادہ ہوا و تجب
المتعۃ فی الاول و نصف الاول فی الثانی بلکہ واجب ہوگا متعہ اول صورتین یعنی مفروض بعد العقد مین اور واجب ہوگا نصف اصل مہر کا ثانی
صورتین یعنی زیادت علی المسمی مین و صح حطھا لکلہ او بعضہ عنہ قبل اولا و یرتد بالرد بحر اور صحیح ہے ساقط کر دینا عورت کا کل
مہر کو یا بعض کو شوہر سے قبول کیا ہو شوہر نے اوسکو یا نہ قبول کیا ہوا اور پھر تا ہی پھیرنے سے کذا فی البحر یعنی زوجہ اگر زوج سے اپنا مہر معاف کر دے
تو صحیح ہے خواہ زوج قبول کرے یا نکرے یہانتک کہ اگر بعد موت زوج کے یا طلاق باین کی بھی معاف کر دیگی تو معاف ہوجائیگا لیکن اگر زوج یون
کہے کہ مہر کا معاف کرنا مین نہین مانتا تو البتہ نہ معاف ہوگا اور شرط یہہ ہے کہ عورت اپنی مرض الموت مین نہ اسقاط کرے اور قنیہ مین ہے کہ زوج
نے زوجہ سے کہا کہ مین تیرے پاس نہین لیٹیگا جبتک تو مہر سے ابرا نکرے سو زوجہ نے ابرا کیا بعضون نے کہا کہ مہر معاف ہوگیا اسواسطے کہ حدیث
مین آیا ہے کہ آپسمین تحفہ دیا کرو تاکہ دوست ہوجاؤ تو جب محبت کیواسطے تحفہ دینے کا حکم ہوا تو محبت کے واسطے مہر معاف کرنا بھی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

من البحر والخلوۃ مبتدا الخبر قولہ لا الی کالوطی اور لفظ خلوت کا مبتدا ہے اور خبر اوسکی مصنف کا آئندہ قول کالوطی ہے بیان ہے احکام خلوت صحیحہ کے
شروع ہوئے خلوت صحیحہ برابر وطی کے ہے بشرطیکہ موانع سے اور مبتدا و خبر مین موانع کا بیان ہے بلا مانع حسّی کمرض لاحدھما یمنع الوطی
وطبعی کوجود ثالث عاقل ذکرہ ابن الکمال وجعلہ فی الاسرار من الحسیۃ وعلیہ فلیس للطبعی مثال مستقل خلوت بدون مانع حسی کے
مانند وطی کے ہو مانع حسی وہ جو جو اس سے معلوم ہو جیسے زوج یا زوجہ کا ایسا بیمار ہونا کہ مانع ہو وطی کا اور خلوت بدون مانع طبعی کے جیسے زوج اور زوجہ
مین تیسرے شخص عاقل کا موجود ہونا ایسا ذکر کیا ابن کمال نے اور وجود ثالث کو اسرار مین مانع حسی سے ٹھہرایا ہے تو اس تقدیر پر مانع طبعی کی کوئی مستقل
مثال نہین ہے وشرعی کاحرام لفرض او نفل اور مانع شرعی جیسے احرام فرض حج کا یا نفل حج کا ومن الحسی رتق بفتحتین التلاحم وقرن
بالسکون عظم وعفل بفتحتین غدۃ وصغر لو بزوج لا یطاق معہ الجماع اور مانع حسی سے رتق ہے رتق بفتحتین معنی تلاحم ہے یعنی شرمگاہ
کا ایسا بند ہونا کہ دخول ممکن نہو اور مانع حسی سے قرن ہے قرن بالسکون عظم ہے یعنی ایسی ہڈی شرمگاہ مین جو مانع ہو دخول کی اور بعضی قرن کو غدہ
غلیظہ کہتے ہین اور بعضے گوشت زائد کو کہتے ہین اور مانع حسی سے عفل ہے عفل بفتحتین غدہ ہے قاموس مین کہا کہ عفل ایک شی ہے کہ عورت کی شرمگاہ
سے نکلتی ہے جیسے فوطہ بڑھنے کی بیماری مرد کو ہوتی ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ عفل ایک شی مدور ہے کہ عورت کی شرمگاہ مین نکلتی ہے یعنی مثل غدود
کے اور مانع حسی سے لڑکپن ہے اگرچہ زوج ہی کم سن ہو ایسا لڑکپن کہ قدرت نہو اوس حال کے ساتھ جماع کرنیکی وبلا وجود ثالث معھما ولو نائما
او اعمی الا ان یکون الثالث صغیرا لا یعقل بان لا یعبر عما یکون بینھما او مجنونا او مغمی علیہ لکن فی البزازیۃ ان فی اللیل صحت
لا فی النھار وکذا الاعمی فی الاصح او جاریۃ احدھما فلا یمنع بہ یفتی متعلق بلو مانند وطی کے ہے بدون موجود ہونے تیسرے شخص کے زوجین کے
ساتھ اگرچہ شخص ثالث سوتا ہو یا اندھا مانع ہے خلوت کا مگر یہ کہ تیسرا شخص صغیر لا یعقل ایسا ہو کہ بیان نکر سکے جو دونون مین ہوتا ہے یا دیوانہ یا بیہوش
ہو تو خلوت زوجین کا مانع نہین لیکن بزازیہ مین ہے کہ اگر خلوت رات مین ہے اور دیوانہ یا بیہوش پاس ہو تو خلوت صحیح ہے اور دن مین خلوت صحیح نہین
اسواسطیکہ مجنون کو کبھی ادراک ہوتا ہے اور بیہوش کا ہی ہوش مین آتا ہے اور ایسا ہی حال اندھے کا ہے قول اصح مین یا شخص ثالث لونڈی ہو زوج کی
یا زوجہ کی تو لونڈیکا ہونا زوجین کے پاس خلوت کا مانع نہین یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المبتغی بحر الرائق مین کہا کہ جاریہ مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ
جاریہ مانع خلوت کی نہین زوجین کی ہو یا اور کیسکی اور بعضون نے کہا کہ زوجہ کی جاریہ مانع ہے خلوت کی بخلاف جاریہ زوج کے اور مختار یہ ہے کہ زوج
اور زوجہ دونو کی جاریہ مانع خلوت کی نہین کذا فی الخلاصۃ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المبتغی اور امام سرخسی نے مبسوط مین کہا دونو کی جاریہ
مانع ہے خلوت کی اور یہی ہے قول امام اور صاحبین کا اسواسطیکہ لونڈی کے روبرو جماع کرنا زوجہ سے بالطبع نہین ہو سکتا انتہے علی الخصوص زوجہ
کی جاریہ کی روبرو وطی کرنا کسیطرح حلال نہین اسواسطیکہ وہ اجنبی ہے زوج سے اور لائق یہ ہے کہ اس قول سے عدول نکیجئے کہ باعتبار درایت
اور روایت کے قوی ہے اور عجب ہے کہ امام اور صاحبین کی مخالف قول کو مفتی بہ قرار دیجئے اور متن مین داخل کیجئے حالانکہ کسیطرح لائق ترجیح
کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ رحمتی المحشی والکلب یمنع ان کان عقورا مطلقا او فی الفتح وعندی ان کلبہ لا یمنع مطلقا او
کان للزوجۃ والا یکن عقورا او کان لہ لا یمنع اور کتے کا ہونا زوجین کے پاس مانع ہے خلوت صحیحہ کا اگر کٹہا ہو تو مطلق مانع ہے زوج کا کتا ہو یا
زوجہ کا رات ہو یا دن اور فتح القدیر مین کہا کہ میرے نزدیک زوج کا کتا مطلقا مانع خلوت کا نہین کٹہا ہو یا نہو اسواسطے کہ اپنے مالک کو ہرگز نہین
کاٹتا تو وہ بیخوف وطی پر قادر ہوگا یا کتا زوجہ کا ہو تو اوسکا ہونا مانع ہے خلوت کا اسواسطیکہ زوجہ کا کتا اپنی بی بی کو مرد کے تلے دیکھکر غضب
مین آویگا اور حملہ کریگا اور اگر کتا کٹہا نہو یا کٹہا ہو اور زوج کا ہو تو مانع خلوت کا نہین اسواسطیکہ کلب عقور اپنے مالک کو نہین کاٹتا چنانچہ فتح القدیر
کی روایت مین مذکور ہو چکا وبقی منہ عدم صلاحیۃ المکان کمسجد وطریق وصحراء وسطح وبیت بابہ مفتوح وما اذا لو یعرفھا اور
باقی رہگیا مانع حسی سے عدم صلاحیت مکان کی یعنی مکان لائق وطی کے نہونا جیسے مسجد اور راہ اور بیابان اور چھت بدون پردہ کی اور کوٹھری

جسکا دروازہ کھلا ہے اسواسطے کہ یہہ مکانات آمد ورفت اور نظر غیر سے خالی نہین اور باقی رہی مانع شرعی کی وہ صورت جبکہ زوج زوجہ کو نہ پہچانے اسواسطے کہ
قدرت وطی کی بدون معرفت زوجہ کے شرعاً متصور نہین وصوم التطوع والمنذور والکفارات والقضاء غیر مانع لصحتہا فی الاصح اذ لا کفارۃ
بالافساد و مفادہ انہ لو اکل ناسیًا فامسک فخلی بہا ان تصح وکذا کل ما اسقط الکفارۃ نہر اور روزہ نفل کا اور نذر اور کفارات
اور قضا کا مانع نہین صحت خلوت کا قول اصح مین اسواسطے کہ ان روزون کے توڑنے مین کفارہ نہین اور مفاد اس تعلیل کا یہہ ہے کہ اگر صائم ہو لکر
کہا گیا پھر اوسنے باقی دن کا امساک کیا پھر عورت سے خلوت کی تو یہہ خلوت صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسمین کفارہ نہین چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الصوم مین ہو چکی
اور اسیطرح جو کفارہ کو ساقط کرے سو مانع صحت خلوت کا نہین کذا فی النہر بل المانع صوم رمضان اداءً وصلوۃ الفرض فقط بلکہ مانع خلوت صحیحہ کا
صوم ہے ادای رمضان کا اور نماز فرض فقط خواہ نماز ادا کی خواہ قضا کی آور باقی رہ گیا موانع شرعیہ سے وہ طلاق جو خلوت پر معلق ہو یعنی زوج نے
کہا عورت سے کہ اگر مین تیرے ساتھہ خلوت کرون تو تجھکو طلاق ہے پھر اوسنے خلوت کی تو طلاق واقع ہوئی تو زوج فقط نصف مہر دیگا اسواسطے کہ خلوت
کرتے ہی عورت مطلقہ ہوگئی تو وطی حرام ہوئی کذا فی الواقعات اور بزازیہ اور خلاصہ مین ہے کہ اس طلاق مین عدت واجب نہین کذا فی حاشیۃ الدر
کالوطئ فیما یجئ ولو کان الزوج مجبوبًا او عنینًا او خصیًا او خنثی ان ظہر حالہ والا فنکاحہ موقوف یعنی خلوت بدون موانع مذکورہ کے
برابر وطی کے ہے چند احکام مین جنکا ذکر آگے آتا ہے اگرچہ زوج مقطوع الذکر والخصیتین ہو یا نامرد ہو یا خصی ہو یا خنثی ہو بشرطیکہ خنثی کا حال قبل خلوت
کے کھل گیا ہو یعنی مرد ہونا اوسکا ثابت ہوگیا ہو تب اوسکی خلوت مانند وطی کے ہوگی اور اگر خنثی کا حال نہ ظاہر ہوا ہو کہ مرد ہے یا عورت تو اوسکا
نکاح موقوف رہیگا حال ظاہر ہونے تک تو ایسے خنثی کی خلوت مانند وطی کے نہین وما فی البحر والاشباہ لیس علی ظاہرہ کما بسطہ فی النہر
اور جو خنثی کا مسئلہ بحر الرائق اور اشباہ مین ہے وہ اپنے ظاہر پر محمول نہین چنانچہ اسکو خوب بیان کیا ہے نہر الفائق مین ہم اشباہ مین کہا ہے کہ اگر
خنثی کے باپ نے اوسکا نکاح عورت سے کیا پھر مرد نے اوس سے وطی کی تو جائز ہے اور اگر مرد وطی نکر سکا تو ہمکو اسکا علم نہین اور اگر خنثی کے باپ نے اوسکا
نکاح عورت سے کیا پھر خنثی نے عورت سے وطی کی تو جائز ہے اور نہین تو اوسکی مدت مقرر ہوگی عنین کی مانند انتہی عبارتہ اس عبارت سے یون ظاہر
ہوتا ہے کہ قبل ظاہر ہونے حال خنثی کے خلوت کرنا اوسکو جائز ہے اور نہر الفائق مین مبسوط سے نقل کیا کہ نکاح خنثی کا قبل ظاہر ہونے اوسکے حال کے
موقوف ہے پھر بعد بالغ ہونیکے اگر خنثی مرد نکلا اور نکاح عورت سے ہوا تھا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مرد سے نکاح ہوا تھا تو نکاح باطل ہے اس عبارت سے
صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ خنثی کو خلوت کرنا قبل ظاہر ہونے اوسکے حال کے صحیح نہین وفیہ عن شرح الوہبانیۃ قد یکون العنۃ لمرض او ضعف
خلقۃ او کبر سن اور نہر الفائق مین ہے شرح وہبانیہ سے اور گاہی ہوتی ہے نامردی بیماری سے یا ضعف پیدایش سے یا درازی عمر سے یہہ جواب
اوس سوال کا ہے جو نہر الفائق کی عبارت پر وارد ہوتا ہے نہر الفائق مین کہا کہ اگر خنثی بعد بالغ ہونیکے جماع پر قادر نہوا تو اوسکی مدت مقرر ہوگی
مانند عنین کے اس عبارت پر سوال لگتا ہے کہ نامردی تو درازی عمر مین ہوتی ہے بلوغ کیوقت تو جوش شہوت کا زمانہ ہے اسوقت مین نامردی کیونکر
متصور ہو شارح نے اسکا جواب شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ نامردی فقط پیری پر موقوف نہین بلکہ بیماری اور ضعف خلقت سے بھی ہوتی ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی فی ثبوت النسب ولو من المجبوب یعنی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ہے ثابت ہونے نسب مین اگرچہ خلوت زوج مقطوع الذکر
والخصیتین سے ہو مناسب یون تھا کہ ماتن ثبوت نسب کو احکام خلوت سے نہ شمار کرتا اسواسطے کہ نسب تو مجرد عقد سے ثابت ہوجاتا ہے خلوت پر موقوف نہین
وفی تاکد المہر المسمی ومہر المثل بلا تسمیۃ اور خلوت مانند وطی کے ہے مہر مسمی اور مہر بدون تسمیہ کے ثابت اور محکم ہوجانے مین یعنی جیسے
وطی سے مہر مسمی اور مہر مثل غیر مسمی مین زوج پر لازم ہوتا ہے ویسا ہی خلوت صحیحہ سے بھی دونو لازم ہوجاتے ہین والنفقۃ والسکنی اور خلوت
مانند وطی کے ہے نفقہ اور سکنی لازم ہونے مین یعنی نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ کرکے طلاق دے تو زوج پر نفقہ اور سکنی تا عدت لازم ہوگا و
العدۃ وحرمۃ نکاح اختہا واربع سواہا فی عدتہا اور خلوت مانند وطی کے ہے وجوب عدت مین اور منکوحہ کی بہن کا نکاح اور اوسکے سوای چار

عورتون کے نکاح حرام ہونہین اوسکی عدت کے اندر یعنی عورت سے نکاح کیا پہر خلوت صحیحہ کرکے اوسکو طلاق دی تو اوسکی عدت مین اوسکی بہن سے نکاح حرام ہے اور اسیطرح سوای اوس عورت کے اور چار عورتون سے نکاح کرنا اوسکی عدت مین حرام ہے وحرمة نکاح الامة اور خلوت مانند وطی ہے کے ہے لونڈی کے نکاح حرام ہونہین یعنی حرہ منکوحہ بعد خلوت کے مطلقہ ہوئی تو اوسکی عدت مین لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہے ومراعاة وقت الطلاق فی حقها اور خلوت مانند وطی کے ہی وقت طلاق کے رعایت کرنیمین عورت کے حق مین یعنی جیسے بعد وطی کے سنت ہے کہ طہر مین طلاق رجعی دے نہ حیض مین ویسے ہی بعد خلوت صحیحہ کے بھی وقت طلاق کی رعایت رکھے چنانچہ اسکی تصریح کتاب الطلاق مین آویگی وکذا فی وقوع طلاق بائن آخر علی المختار اور اسیطرح خلوت مانند وطی کے ہی دوسری طلاق بائن پڑنیمین بنا بر قول مختار کے یعنی خلوت کے بعد ایک طلاق دی پہر عدت کے اندر دوسری طلاق بائن دی تو دوسری طلاق واقع ہوگی قول مختار مین اور اگرچہ پہلی طلاق بلفظ صریح تھی لیکن وہ بھی در حکم بائن ہے علما کے نزدیک احتیاطا اور مزید تصریح اسکی حاشیہ طحطاوی اور مدنی مین ہے جسکو زیادہ شوق ہو وہان دیکھلے ولا یکون کالوطی فی حق بقیة الاحکام کالغسل نہین ہے خلوت برابر وطی کے بقیہ احکام کے حق مین جیسے غسل مین یعنی وطی سے زوجین پر غسل واجب ہوتا ہے اور خلوت صحیحہ سے نہین والاحصان اور نہین ہے خلوت صحیحہ مانند وطی کے ثبوت احصان مین یعنی وطی سے حکم احصان کا ثابت ہوتا ہے اور خلوت سے نہین محصن اگر زنا کرے تو سنگسار ہو بخلاف خلوت والیکی وحرمة البنات اور نہین ہے خلوت مانند وطی کے بیٹیونکی حرمت مین یعنی مرد نے جس عورت سے وطی کی تو اوسکی بیٹی مرد پر حرام ہے اور خلوت سے اوس عورت کی بیٹی حرام نہین وحلها للاول اور نہین خلوت مانند وطی کے عورت کے حلال ہونیمین پہلے زوج کیواسطے یعنی مطلقہ ثلثہ زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوتی ہے اور زوج ثانی کی خلوت سے اوسکو حلال نہین ہوتی والرجعة اور نہین خلوت مانند وطی کے رجعت مین یعنی وطی کے بعد طلاق دینے مین رجعت درست ہے اور خلوت کے بعد طلاق دینے سے رجعت درست نہین اسواسطیکہ بعد خلوت کے طلاق رجعی نہین رہتی بلکہ بائن ہوجاتی ہے چنانچہ ذخیرہ وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہے کذا فی حاشیة المدنی والمیراث اور نہین خلوت مانند وطی کے ورثہ میراث یعنی اگر بعد خلوت کے طلاق ہوئی اور عدت مین زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی مرد کی بخلاف وطی کے وتزوجها کالابکار علی المختار وغیر ذلک کما نظمه صاحب النهر فقال اور تزویج خلوت والی عورت کی مثل باکرہ عورتون کے ہو بنا بر قول مختار کے یعنی جب باکرہ کو بعد خلوت کے طلاق ملی تو اوسکا نکاح ثانی مانند باکرہ عورتون کے ہوگا اور سوای اسکی اور احکام مین جنمین خلوت وطی کی مانند نہین جیسے اجازت نکاح موقوف کی خلوت سے نہین ہوتی بخلاف وطی کے چنانچہ اسکو نہر الفائق کے مصنف نے نظم کیاہے کہا ہے ۔ وخلوة الزوج مثل الوطی فی صور ⁂ وغیرها وهذا العقد تفصیل اور خلوت کرنا زوج کا مانند وطی کے ہے چند صورتونمین اور مغائر ہی وطی کے چند صورتونمین اور اس نظم سے جو کہ موتیونکی لڑی ہی احکام خلوت کی تفصیل ہے ۔ تکمیل مهر واعداد کذا نسب ⁂ انفاق سکنی ومنع الاخت مقبول خلوت برابر ہے وطی کے تکمیل مہر مین اور وجوب عدت مین اور اسیطرح نسب مین اور نفقہ دینے مین اور سکنی مین اور بہن کے نکاح منع ہونیمین مقبول ہے یعنی قول علما کے نزدیک مردود نہین ۔ واربع وکذا قالوا الاماء ولقد ⁂ راعوا زمان فراق فیه ترحیل اور خلوت مانند وطی کے ہے چار عورتون کے نکاح حرام ہونیمین اوسکی عدت کے اندر اور اسیطرح علمانے لونڈیون کو کہا ہے اور مقرر رعایت کی ہے علمانے زمانہ فراق کی جسمین رخصت کرنا ہے یعنی طہر کو وقت طلاق دینا چاہئے جیسے وطی مین ۔ واوقعوا فیه تطلیقا اذا لحقا ⁂ وقیل لا والصواب الاول القیل اور واقع کی ہے علمانے طلاق کے اندر دوسری طلاق جبکہ وہ لاحق ہوا اول طلاق سے اور بعضون نے کہا کہ دوسری طلاق نہین واقع ہوتی اور درست پہلاہی قول ہے یعنی واقع ہوتی ہے ۔ اما المغایرة فالاحصان یا املی ⁂ ورجعة وکذا التوریث معقول لیکن وہ احکام جنمین خلوت مغائر ہے وطی کی اول اونمین سے احصان ہے اے میرے مقصود اور رجعت ہی اور اسیطرح وراثت معقول ہے ۔ سقوط وطی واحلال لها وکذا ⁂ تحریم بنت نکاح البکر مبذول اور ساقط ہونا وطی کا یعنی جب ایکبار زوجہ سے وطی کی تو اوسکا وطی کا مطالبہ ساقط ہوگیا اور اگر فقط خلوت کی تو زوجہ کو وطی کے مطالبہ کرنیکا

حق ہے اور احلال زوجہ کا یعنی زوج ثانی نے اگر عورت کو بعد خلوت کے طلاق دی تو زوج اول کو بعد عورت نہ حلال ہوگی بخلاف وطی کے اور اسیطرح حرام ہونا
بیٹی کا یعنی اگر عورت سے خلوت کی بدون مساس وغیرہ کے پھر طلاق دی تو اوس عورت کی بیٹی زوج پر حرام نہیں بخلاف وطی کے اور نکاح باکرہ مبذول سے
یعنی باکرہ کیطرح خلوت والی عورت کا نکاح ہو یعنی استیذان ولی مین اوسکا سکوت قائم مقام نطق کے ہے باکرہ کی مانند کذا الکفی والتکفیر ما فسدت
عبادۃ وکذا بالغسل تکمیل اسیطرح ایلا سے رجوع کرنا یعنی زوج نے قسم کہائی کہ زوجہ سے چار مہینے وطی نکرونگا پھر اگر قسم پوری کی تو طلاق
بائن ہوئی اور اگر مدت مذکور مین وطی کی تو اوسکو فئی کہتے ہین یعنی نکاح باقی رہنے کیطرف رجوع کی تو ایلا کرنے والیکا رجوع وطی کرنے سے ہوتا ہے
نہ خلوت سے اور اسیطرح کفارہ دینا صائم کو خلوت سے واجب نہین ہوتا اور نہ وطی سے کفارہ واجب ہے اور اسیطرح خلوت سے عبادت حج اور صوم اور اعتکاف
فاسد نہین ہوتے بخلاف وطی کے اور اسیطرح خلوت سے غسل واجب نہین ہوتا بخلاف وطی کے اور غسل تک تکمیل ہوئی اون مسائل کی جنمین خلوت مانند
وطی کے نہین ولو افترقا فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لہا لانکارہا سقوط نصف المہر ان انکرت
الوطی اور اگر جدائی ہوئی زوج اور زوجہ مین سو زوجہ نے کہا کہ مجھکو طلاق دے بعد دخول کے اور زوج نے کہا قبل دخول کے تو عورت کا قول معتبر ہوگا بسبب
منکر ہونے عورت کے سقوط نصف مہر کو اگرچہ عورت منکر ہو وطی کی تو بھی اوسیکا قول معتبر ہوگا اور پورا مہر پاویگی ولو لم تمکنہ فی الخلوۃ فان بکرا
صحت والا لا لان البکر انما توطأ کرہا کما بحثہ الطرطوسی واقرہ المصنف اور اگر نہ قادر ہونے دیا زوجہ نے زوج کو خلوت مین تو اگر
زوجہ باکرہ ہے تو خلوت صحیحہ ہوئی اور اگر باکرہ نہین تو خلوت صحیح نہوئی اسواسطے کہ باکرہ کی وطی نہین ہوتی مگر زبردستی سے چنانچہ بھی تفصیل کی
ہے طرطوسی نے اور ثابت رکہا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین ولو قال ان خلوت بک فانت طالق فخلا بہا طلقت بائنا
لوجود الشرط ووجب نصف المہر ولا عدۃ علیہا بزازیہ اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر مین تیرے ساتھ خلوت کرون تو تجھکو طلاق ہے
پھر خلوت کی زوجہ سے تو اوسکو طلاق بائن ہوگئی بسبب پائے جانے شرط کے اور واجب ہوگا نصف مہر اور عدت اس عورت پر واجب نہین کذا فی البزازیہ
پھر جب عدت نہوئی تو نفقہ اور سکنی اور لباس بھی نہوگا اسواسطیکہ یہہ چیزین فروع عدت سے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وتجب العدۃ فی الکل ای
کل انواع الخلوۃ ولو فاسدۃ احتیاطا اے استحسانا لتوہم الشغل اور واجب ہوتی ہے عدت کل مین یعنی کل اقسام خلوت مین اگرچہ
خلوت فاسدہ ہو خلوت سے عدت واجب ہے احتیاطا یعنی باعتبار استحسان کے بجہت توہم شغل کے یعنی اس توہم سے کہ رحم عورت کا نطفہ زوج سے
مشغول ہوگیا ہر چند سابق مین خلوت سے وجوب عدت کا حکم مذکور ہوچکا لیکن مصنف نے یہان علیحدہ کرکے پھر اسواسطے بیان کیا تاکہ معلوم ہوجاوے
کہ خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونو مین عدت واجب ہے چنانچہ شارح نے اسکی طرف اشارہ کردیا اور سابق فقط خلوت صحیحہ کے احکام مذکور ہوئے تھے
وقیل قائلہ القدوری واختارہ التمرتاشی وقاضیخان ان کان المانع شرعیا کصوم تجب العدۃ وان کان حقیقیا کصغر او
مرض مدنف لا تجب والمذہب الاول لانہ نص محمد قالہ المصنف اور کہا گیا ہے اس قول کا قائل قدوری ہے اور پسند کیا ہے اسکو
تمرتاشی اور قاضیخان نے کہ اگر خلوت صحیحہ کا مانع شرعی ہے جیسے روزہ تو عدت واجب ہے اور اگر مانع خلوت کا حقیقی ہے جیسے کم سن ہونا
یا مرض دائمی جسنے قوت کو بالکل توڑ دیا تو عدت واجب نہین اور مذہب مختار اول ہے قول ہے یعنی ہر صورت عدت واجب ہے خلوت صحیح ہو یا نہو اسکی
تصریح کردی ہے امام محمد نے جامع صغیر مین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنی شرح مین کہا ہے وفی المجتبی الموت ایضا کالوطی فی حق العدۃ
والمہر فقط حتی لو ماتت الام قبل دخولہ بہا حلت بنتہا اور مجتبی مین ہے کہ موت بھی مانند وطی کے ہے عدت کے حق مین اور مہر مین فقط
یہانتک کہ اگر ماں مرگئی قبل دخول کے تو اوسکی بیٹی حلال ہوگی اوسکے زوج پر قبضت الف المہر فوہبتہ لہ وطلقت قبل وطی رجع علیہا
بنصفہ لعدم تعین النقود فی العقود قبضہ کئے زوجہ نے ہزار درم مہر کے پھر وہی ہزار زوج کو ہبہ کئے اور طلاق ہوگئی زوجہ کو قبل
وطی کے تو زوج زوجہ سے نصف مہر یعنی پانسو پھیرلے اسواسطے کہ مہر فقط ہزار تہا تو طلاق قبل وطی سے آدہا زوج پر واجب ٹھہرا اور زوجہ نے پورا

مہر لیلیا تھا تو آدھا مہر زوجہ کو پھیر دینا چاہیئے اور زوجہ نے جو زوج کو ہبہ کیا اوسکا اعتبار نہین ہو اسطرح کہ جو مستحق الاسترداد تھا وہ بعینہ زوج کو نہین پہنچا
بلکہ غیر مستحق پہنچا بسبب نہ متعین ہونے نقود کے عقود مین مثلا ایک مرد نے عورت سے نکاح دس درم پر جو اوسکے پاس موجود تھے کیا پھر مرد کو اختیار ہے کہ ان
درموں کو اپنے پاس رکھے اور اون کی مانند اور درم زوجہ کو دے اور اسیطرح بیع وغیرہ عقود مین نقود کی تعیین معتبر نہین **وان لم تقبضه او**
قبضت نصفه فوهبت الكل فی الصورة الاولی او ما بقی وهو النصف فی الثانية او وهبت عرض المهر كثوب معين او فی الذمة
قبل القبض او بعده لا رجوع لحصول المقصود اور اگر زوجہ نے مہر پر قبضہ نکیا یا نصف پر قبضہ کیا پھر زوج کو سب مہر ہبہ کیا پہلی صورتمین یعنی عدم
قبض مین یا باقی مہر کو ہبہ کیا یعنی نصف مہر کو دوسری صورتمین یعنی نصف مہر کے قبضہ کرنیمین یا مہر نقد نتھا بلکہ جنس تھی اور زوجہ نے جنس مہر کی زوج کو
ہبہ کی جیسے کوئی معین کپڑا یا وہ کپڑا ہبہ کیا جو کسیکے ذمہ پر قرض تھا قبل قبضہ کرنے جنس مہر کے ہبہ ہوا ہو یا بعد قبضہ کرنے کے پھر طلاق ہوئی
عورت کو قبل وطی کے تو ان چارون صور تو نمین نصف مہر کا پھیر لینا زوجہ سے نہین پہنچتا بسبب حصول مقصود کے یعنی زوج کا حق بعینہ مل گیا یعنی
ہو کر **نكحها بالف على ان لا يخرجها من البلد او لا يتزوج عليها او نكحها على الف ان اقام بها وعلى الفين ان اخرجها فان**
وفى بما شرطه فى الصورة الاولى واقام بها فى الثانية فلها الالف لرضاها بها فههنا صورتان الاولى تسمية المهر مع ذكر
شرط ينفعها والثانية تسمية المهر على تقدير وغيره على تقدير والا يوف ولم يقم فمهر المثل لفقد رضاها بفوت النفع
نکاح کیا عورت سے بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ عورت کو شہر سے نہ نکال لیجائیگا یا اس شرط پر کہ اس عورت پر دوسرا نکاح نکریگا یا نکاح کیا
عورت سے ہزار درم کے مہر پر اگر رہا مرد عورت کے شہر مین اور دو ہزار درم کے مہر پر اگر عورت کو اوسکے شہر سے باہر لیگیا سو اگر زوج نے شرط کو
پورا کیا پہلی صورت مین یعنی شہر سے باہر نہ لیگیا یا دوسرا نکاح نکیا اور دوسری صورت مین عورت کے شہر مین مقیم رہا تو عورت کو ہزار درم کا مہر ملیگا
بسبب راضی ہوجانے عورت کی تسمیہ مہر پر تو یہان دو صورتین ہین ایک تو مہر کا معین ہونا ایسی شرط کے ساتھ جو عورت کو مفید ہے دوسری صورت
یہہ کہ تسمیہ مہر کا ایک تقدیر پر اور اوسکے سوا دوسری تقدیر پر یعنی اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور اگر شرط پوری نکی اول صورتمین اور
اقامت شہر کی نکی دوسری صورتمین تو مہر مثل واجب ہوگا بو اسطہ نہ راضی ہونے عورت کی مہر مسمی پر بسبب فوت ہونے منفعت کے **لكن لا يزاد المهر فی**
المسئلة الاخيرة على الفين ولا ينقص عن الف لاتفاقهما على ذلك لیکن مہر مثل زیادہ نکیا جائیگا دو ہزار سے مسئلہ اخیرہ مین یعنی جسمین
شرط ہوئی تھی کہ اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور کم نہوگا مہر مثل ہزار سے بسبب متفق ہونے زوجین کے اسپر یعنی عورت راضی ہوچکی تھی
دو ہزار پر حالت اخراج مین تو اوسکو دو ہزار سے زیادہ کیونکر ملین مثلا مہر مثل پانچہزار تھے تو دو ہی ہزار پاویگی نہ زیادہ اور اگر مہر مثل پانسو تھے
تو ہزار سے کم نہ دئے جاوینگے اسواسطے کہ مرد راضی ہوچکا تھا ہزار پر حالت اقامت مین تو حالت اخراج مین کیونکر ہزار سے کم ہوسکے **ولو طلقها**
قبل الدخول تنصف المسمى فی المسئلتين لسقوط الشرط وقالا الشرطان صحيحان اور اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے تو
آدھا مہر مسمی پایا جائیگا دونو مسئلون مین بسبب ساقط ہوجانے شرط کے طلاق قبل دخول سے اور صاحبین نے کہا کہ دونو شرطین صحیح ہین یعنی عورت ہزار
پاویگی اگر مرد شہر مین رہا اور دو ہزار پاویگی اگر اوسکو باہر لے گیا کذا فی حاشية الدنی **بخلاف ما اذا تزوجها على الف ان كانت قبيحة**
وعلى الفين ان كانت جميلة فانه يصح الشرطان اتفاقا فی الاصح لقلة الجهالة مسئلہ سابقہ برخلاف ہے اسکے کہ جب نکاح کیا عورت
سے ہزار پر اگر بدصورت ہو اور دو ہزار پر اگر خوبصورت ہو تو یہہ دونو شرطین صحیح ہین باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین بسبب قلت جہالت
کے اسواسطے کہ خوبصورتی اور بدصورتی ایسی چیز نہین کہ جسکی معرفت دشوار ہو اور اوسکے حصول اور عدم حصول مین تردد واقع ہو تو دونو
شرطین صحیح ہونگی بخلاف شرط اقامت اور اخراج کے کہ اوسکا وجود اور عدم دونو محتمل ہین تو ایسی شرط صحیح نہین **بخلاف ما لو ردد**
فی المهر بين القلة والكثرة للثيوبة والبكارة فانها ان ثيبا لزمه الاقل والا فمهر المثل لا يزاد على الاكثر ولا ينقص عن الاقل

فتح بخلاف اسکے کہ اگر تردید کی قلت اور کثرت مہر مین بسبب ثیب ہونے اور باکرہ ہونیکے یعنی یون کہا کہ اگر عورت ثیبہ ہے تو ہزار مہر اور اگر باکرہ ہو تو دو ہزار سو اگر عورت ثیب ہوگی تو مرد پر لازم ہوگا کمتر مہر مثلا ہزار اور اگر باکرہ ہوگی تو مہر مثل لازم ہوگا نہ زیادہ ہوگا اکثر مہر سے مثلا دو ہزار سے اور نہ کم ہوگا اکثر مہر سے مثلا ہزار سے کذا فی فتح القدیر ولو شرط البکارۃ فوجدھا ثیبا لزمہ الکل دہو الصحیح فی البزازیۃ اور اگر شرط کی بکارت کی پھر اوسکو ثیب پایا تو مرد پر لازم ہوگا کل مہر کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس عبارت کو بزازیہ مین اسواسطے کہ مہر مشروع ہے مجرد استمتاع کے واسطے نہ بکارت کیواسطے تو یہہ شرط فاسد ہوئی اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہین ہوتا بلکہ شرط باطل ہوجاتی ہے ولو تزوجہا علی ھذا العبد او ھذا الالف او الالفین او علی ھذا العبد او ھذا العبد او علی احد ھذین واحدھما اوکس حکم القاضی مہر المثل فان مثل الارفع او فوقہ فلہا الارفع ومثل الاوکس او دونہ فلہا الاوکس والا فمہر المثل اور اگر مہر مین نام لیا دو چیز مختلف القیمت کا خواہ متحد الجنس ہون خواہ مختلف جیسے نکاح کیا عورت سے اوس غلام پر یا اس ہزار درم پر یا دو ہزار درم پر یا نکاح کیا اس غلام پر یا اس غلام پر یا یون کہا کہ دو مین سے کسی پر اور ان دو چیز مین ایک کم قیمت ہو اور دوسری زائد تو حکم کریگا ان صورتون مین قاضی مہر مثل کو سو اگر مہر مثل اونچی قیمت والیکی برابر ہو یا زیادہ تو عورت کو اونچی قیمت والی چیز ملیگی اور اگر مہر مثل کم قیمتی چیز کی برابر ہو یا اوس سے بھی کمتر تو عورت کو کم قیمتی چیز ملیگی اور اگر مہر مثل بیش قیمتی سے کم ہو اور کم قیمتی سے زیادہ تو عورت کو مہر مثل ہی ملیگا وفی الطلاق قبل الدخول تحکم متعۃ المثل لانہا الاصل حتی لو کان نصف الاوکس اقل من المتعۃ وجبت المتعۃ فتح اور اسی مسئلہ مین طلاق ہونے قبل دخول کے حکم کیا جائیگا متعہ مثل کا اسواسطے کہ متعہ مثل کا اصل ہے فساد تسمیہ کیوقت جیسے مہر مثل اصل ہے قبل طلاق کے سو اگر متعہ مثل کا برابر ہے نصف بیش قیمتی چیز سے یا زائد ہے نصف بیش قیمتی سے تو عورت کو نصف بیش قیمتی ملے گا اور اگر متعہ مثل برابر ہے نصف کم قیمتی چیز سے تو اسکو اس صورتین نصف کم قیمتی ملیگا یہانتک کہ اگر نصف کم قیمتی کا کمتر ہوگا متعہ مثل سے تو واجب ہوگا متعہ مثل کا چنانچہ فتح القدیر مین ہے کذا فی حاشیۃ الدرر

مسئلہ ولو تزوجہا علی فرس او عبد او ثوب ھروی او فراش بیت او علی دمعلوم من نحو ابل فالواجب فی کل جنس لہ وسط الوسط او قیمتہ اور اگر نکاح کیا عورت سے گھوڑی کے مہر پر یا غلام پر یا مثلا ہرات کے کپڑے پر یا کوٹھری کے فرش پر یا عدد معلوم پر اونٹ وغیرہ سے تو واجب ہوگا متوسط ہر جنس تو سط والی مین یا قیمت اوسکی واجب ہوگی مرد کو اختیار ہے چاہے جنس متوسط دے اور چاہے اوسکی قیمت دے وکل مالم یجز السلم فیہ فالخیار للزوج والا فللمرأۃ اور جو چیز کہ جسمین بیع سلم جائز نہین جیسے جانور اور جواہر اور مجملی تو اوسمین اختیار زوج کا ہے خواہ جانور وغیرہ کو دے خواہ اوسکی قیمت کو اور جس چیز مین کہ بیع سلم جائز ہے جیسے کیل اور موزون تو اوسمین عورت کا اختیار ہے چاہے وہی چیز لے چاہے اوسکی قیمت سے وکذا الحکم وھو لزوم الوسط فی کل حیوان ذکر جنسہ ھو عند الفقہاء المقول علی کثیرین مختلفین فی الاحکام دون نوعہ ھو المقول علی کثیرین متفقین فیہا اور ایسا ہی حکم ہے یعنی لازم ہونا متوسط کا ہر حیوان کے مہر ہونے مین جس حیوان کی جنس مذکور ہوئی ہو نہ اوسکی نوع فقہا کے نزدیک جنس اوسکو کہتے ہین جو بہت افراد پر صادق آوے اور وہ افراد احکام مین مختلف ہون جیسے انسان کہ مرد اور عورت دونو پر صادق آتا ہے اور دونو کے حکم فقہ مین مختلف ہین مثلا مرد قضا اور خلافت اور اذان کی لیاقت رکھتا ہے نہ عورت اور گھوڑا بھی جنس ہے کہ فرس غازی اور فرس غیر غازی پر صادق آتا ہے فرس غازی کا غنیمت مین حصہ ہے نہ اور فرس کا اور نوع فقہا کے نزدیک اوسکو کہتے ہین جو کثیرین متفق الاحکام پر صادق آوے جیسے فرس عربی اور ترکی اور غلام حبشی اور ہندی اور مرد اور عورت بخلاف مجہول الجنس کثوب ودابۃ لانہ لا وسط لہ بخلاف مجہول الجنس کے جیسے کپڑا اور جانور یعنی اگر مجہول الجنس کا مہر ہوگا تو اوس جنس کا متوسط نہ مراد ہوگا اسواسطے کہ مجہول الجنس مین متوسط نہین مجہول الجنس وہ کہ جسکے احکام کثرت سے مختلف ہون جیسے کپڑا کہ لباس حرام اور حلال دونو پر شامل ہے جیسے حریر اور غیر حریر پھر اون دونو مین باعتبار قیمت کے بڑا اختلاف ہے اور اسیطرح جانور مین بڑا اختلاف ہے بعضے

حلال بعضے حرام بعضے سواری کے لائق ہین بعضے نہین تو اگر مجہول الجنس کا مہر نام لیا جاویگا تو تسمیہ فاسد ہے اسوقت مین مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ
المدنی ووسط العبید فی زماننا الحبشی اور غلامون مین متوسط ہمارے زمانہ مین حبشی غلام ہے ذخیرہ مین کہا کہ متوسط غلام ہمارے زمانہ مین
سندہی غلام ہے اور ادنی ترکی اور اعلی ہندی اور مصر مین صاحب بحر الرائق کے وقت مین حبشی متوسط اور اعلی رومی اور ادنے سیاہ غرضکہ
اعلی اور ادنے اور متوسط ہونا باعتبار رواج ہر ملک کے اور ہر زمانیکے مختلف ہے جو جس ملک مین ہو وہان کے رواج کا اعتبار ہے وان امھرھا
العبدین والحال ان احدھما حر فمھرھا العبد عند الامام ان ساوی اقلہ ای عشرۃ دراھم والا کمل لھا العشرۃ لان وجوب
المسمی وان قل یمنع مھر المثل اور اگر مہر مقرر کیا زوج نے زوجہ کا دو غلام کو اور حالانکہ ایک ان دونون کا حر ہے تو مہر عورت کا وہی ایک
غلام ہوگا نزدیک امام اعظم کے بشرطیکہ برابر ہو اوس غلام کی قیمت اقل مہر سے یعنی دس درم سے اور اگر اوس غلام کی قیمت دس درم سے کم ہو
تو پورا کر دیا جائیگا عورت کیواسطے دس درم کو مثلا اگر غلام سات درم کا تہا تو تین درم دیکر عشرہ پورا کر دیا جائیگا اسواسطے کہ وجوب مہر مسمی کا اگرچہ
کمتر ہو اقل مہر سے مانع ہے وجوب مہر مثل کا وعند الثانی لھا قیمۃ الحر لو عبدا ورجحہ الکمال کما لو استحق احدھما اور نزدیک ابو یوسف کے
عورت کو قیمت حر کی ملیگی اگر حر غلام ہوتا یعنی جب دو غلام کا مہر مقرر ہوا اور ایک اوسمین حر نکلا تو عورت اوس غلام کو لیگی اور حر کی قیمت لیگی
اسطرح کہ حر کے درصورت غلام ہونیکے جو قیمت ہوسکتی وہی قیمت زوج سے طلب کریگی اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال نے جیسا کہ دو غلام
مین سے اگر ایک غلام غیر کا ثابت ہو تو عورت غیر کے غلام کی قیمت پاویگی اسیطرح ایک کے حر ہونے مین بھی اوسکو قیمت ملیگی ویجب مھر المثل فی نکاح
فاسد وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشھود اور واجب ہوتا ہے مہر مثل نکاح فاسد مین نکاح فاسد وہ ہے جسمین کوئی شرط شرائط
صحت نکاح سے مفقود ہو جیسا کہ گواہ نہون یعنی بدون گواہون کے زوجین نے ایجاب اور قبول کر لیا یا ضدا اور رسول کو گواہ کیا تو نکاح
صحیح نہین فاسد ہے اور اسیطرح دو بہنون سے ساتھ نکاح کرنا یا ایک بہن کی عدت مین دوسری بہن سے نکاح کرنا یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا یا
پانچوین عورت سے چوتھے عورت کی عدت مین نکاح کرنا یا لونڈی سے نکاح کرنا حرہ پر یہ سب قسمین نکاح کی فاسد ہین اسواسطے کہ صحت کی شرطین
شرط نہین بالوطی فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطیھا مہر مثل واجب ہوتا ہے نکاح فاسد مین فرج مین جماع کرنے سے نہین واجب ہوتا مہر
بدون وطی کے مانند خلوت کے یعنی جیسا خلوت سے نکاح صحیح مین مہر واجب ہوتا ہے اوس طرح نکاح فاسد مین خلوت سے مہر واجب نہین ہوتا بسبب حرام ہونے
وطی عورت کی یعنی نکاح فاسد مین جماع عورت کا حرام ہے تو وجود مانع شرعی سے خلوت صحیحہ نہوئی اسواسطے خلوت قائم مقام وطی کے نہین ہوسکتی
بخلاف نکاح صحیح کے اور وطی مین شرط یہہ ہے کہ وطی فی القبل ہو تو وطی فی الدبر سے نکاح فاسد مین مہر نہین واجب ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
ولم یزد مھر المثل علی المسمی لرضاھا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مھر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولو لم یسم او جھل لزم
بالغا ما بلغ اور مہر مثل زیادہ نکیا جائیگا مہر مسمی پر بسبب راضی ہوجانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہوگا مہر مسمی سے توبھی مہر مثل ہی لازم
ہوگا نہ مہر مسمی بسبب فاسد ہوجانے تسمیہ مہر کے فساد عقد سے اور اگر نکاح فاسد مین مہر کا نام نہ لیا یا مہر مسمی ہوا لیکن اوسکی مقدار مجہول اور
نامعلوم ہوگئی تو مہر مثل ہی لازم آویگا کتنا ہی کیون نہو حم نکاح فاسد مین اگر مہر مثل کم ہوگا مسمی سے تو مہر مثل ہی واجب ہوگا اگرچہ دس درم سے
بھی کم ہو مثلا پانچ درم کا مہر مثل ہو توبھی زیادہ نہوگا بخلاف نکاح صحیح کے کہ جب اوسمین مہر مثل واجب ہوگا اور کم ہوگا دس درم سے تو دس درم
پورے کئے جاوینگے لیکن اگر نکاح فاسد محرم سے ہوا تو مہر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیون نہو اگرچہ مہر مسمی سے بھی زیادہ ہوجاوے کما فی حاشیۃ
المدنی والطحطاوی ویثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بھا او لا فی الاصح خروجا من المعصیۃ
فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینھما اور ثابت ہے ہر واحد کو زوجین سے فسخ کر دینا نکاح فاسد کا اگرچہ بدون حاضر ہونے
اپنے ساتھی کے ہو وطی کی ہو عورت سے یا نہ کی ہو قول اصح مین ہر واحد کو فسخ کا اختیار ہے گناہ سے نکلنے کیواسطے اسواسطے کہ عقد فاسد کا مرتکب ہونا

پھر اوسکو قائم رکھنا حرام ہے سو ملکیت فسخ کی منافی وجوب فسخ کی نہین یعنی اگر کوئی کہے کہ نکاح فاسد کا فسخ کرنا واجب ہی تو ہاتن کو لازم تہا بجاے
کل واحد علی کل واحد ہوتا شارح نے جواب دیا کہ ملکیت فسخ اور وجوب فسخ مین منافات نہین جو علی کل واحد ہاتن کو کہنا ضرور ہوتا شارح نے
کہا بلکہ واجب ہی قاضی پر جدائی کر دینا درمیان دونو کے یعنی اگر زوجین فسخ نکرین تو قاضی پر تفریق واجب ہی ویجب العدة بعد الوطی لا الخلوة
للطلاق لا للموت اور واجب ہے نکاح فاسد مین بعد وطی کے نہ بعد خلوت کے واجب ہی عدت طلاق کی نہ عدت موت کی یعنی نکاح فاسد مین بعد
وطی کے اگر زوج نے نکاح فسخ کیا یا وہ مر گیا تو صورت پر طلاق کی عدت واجب ہوگی یعنی تین حیض یا تین مہینے یا وضع حمل اور زوج کی موت سے
عدت موت کی نہ واجب ہوگی یعنی چار مہینے اور دس دن کی من وقت التفریق او متارکة الزوج وان لم تعلم المرأة بالمتارکة فی الاصح
عدت واجب ہی تفریق قاضی کے وقت سے یا زوج کے چھوڑ دینے سے اگرچہ عورت کو چھوڑ دینے کا علم نہو قول اصح مین ویثبت النسب احتیاطا بلا دعوة
وہ ثابت ہوگا نسب بنا بر احتیاط حفظ ولد کے بدون دعوی کے یعنی اگر زوج ثبوت نسب کا مدعی نہوگا تو بھی نسب ثابت ہوگا وتعتبر مدتہ وھی ستة
اشھر من الوطی اور معتبر ہوگی مدت نسب کی وطی سے مدت نسب کی چھ مہینے ہین فان کانت منہ الی الوضع اقل مدة الحمل یعنی ستة اشھر
فاکثر یثبت النسب والا بان ولدتہ لاقل من ستة اشھر لا یثبت ھذا قول محمد وبہ یفتی پھر اگر موقت وطی سے پیدائش تک کمتر
مدت حمل کی یعنی چھ مہینے ہون یا زیادہ تو ثابت ہوگا نسب اور اگر اقل مدت سے نہو اسطرح کہ جنی لڑکی کو کم چھ مہینے سے تو نسب نہ ثابت ہوگا یہہ قول ہے
محمد کا اور اسی پر فتوے ہی اسواسطے کہ نکاح فاسد بسبب حرام ہونیکے موجب وطی کا نہین بخلاف نکاح صحیح کے کہ اوسمین وقت عقد سے نسب ثابت ہوتا
ہے وقالا ابتداء المدة من وقت العقد کالصحیح ورجحہ فی النھر بانہ احوط وذکر من التصرفات الفاسدة احدی وعشرین
ونظم منہا العشرة التی فی الخلاصة فقال اور کہا امام اعظم اور ابو یوسف نے کہ ابتداء مدت ثبوت نسب کی عقد کے وقت سے ہے مانند
نکاح صحیح کے اور ترجیح دی ہے اس قول کو نہر الفائق مین اسطرح کہ اسی مین زیادہ تر احتیاط ہے اور صاحب نہر الفائق نے تصرفات فاسدہ اکیس
ذکر کئے ہین اور اونمین سے وہ دس نظم کئے ہین جو خلاصہ مین مذکور ہین سو نظم مین یون کہا ہے وفاسد من العقود عشر ۞ اجارة وحکم
ھذا الاجر ۞ وجوب ادنی المثل او مسمی ۞ او کلہ مع فقدان المسمی اور عقود فاسدہ دس ہین ایک اونمین سے اجارہ فاسدہ ہے
اور حکم اسکا یہ ہی وجوب اجرت کا اسطرح کہ اگر اجرت معین ہوگئی ہی تو کمتر اجر واجب ہوگا یعنی اگر اجر مثل کم ہوگا مسمی سے تو اجر مثل واجب ہوگا اور اگر
مسمی کم ہوگا تو مسمی واجب ہوگا یا پورا اجر مثل واجب ہوگا ساتھ فقدان مسمی کے یعنی اگر تسمیہ اجر کا نہوا یا اجر مجہول ہوا تو اجر مثل واجب ہوگا
کتنا ہی کیون نہو اجارہ فاسدہ وہ ہی جسمین شروط صحت اجارہ کی نہون ۔ والواجب الاکثر فی الکتابة ۞ من الذی سماہ او من
قیمة اور کتابت فاسدہ مین جو مسمی اور قیمت سے زائد ہی وہ واجب ہی ۔ وفی النکاح المثل ان یکن دخل ۞ وخارج البذر لمالک
اجل اور نکاح فاسد مین مہر مثل واجب ہی اگر وطی ہوئی ہو اور مزارعت فاسدہ مین جو چیز کہ پیدا ہوئی ہو کہیت مین وہ بیج کے مالک کی ہی پھر اگر بیج
زمین والیکا ہے تو عامل کو اجر مثل ہے اور اگر بیج عامل کا ہی تو زمین والیکو اجرت زمین کی ہی ۔ والصلح والرھن لکل نقضہ ۞ امانة
او کالصحیح حکمہ اور صلح فاسد اور رہن فاسد مین ہر ایک کو عاقدین مین سے اختیار ہی توڑ دینے کا اور بدل صلح کا مصالح کے ہاتھ مین امانت ہی
اور اسیطرح رہن مرتہن کے ہاتھ مین امانت ہی یا صلح فاسد کا مثل صلح صحیح کے حکم ہی اور رہن فاسد کا مثل رہن صحیح کے حکم ہے ۔ ثم الھبة مضمونة
یوم قبض ۞ ومنع بیعہ لعبد اقترض پھر ہبہ فاسد مین موہوب کا ضمان ہی موہوب لہ پر جسدن قبضہ کیا اور قرض فاسد مین جیسے جانور کے
قرض لینے مین مستقرض مالک ہوتا ہی تو بیع کرنا غلام کا صحیح ہے قرض لینیوالیکو اور اوسوقت مین اوسکی قیمت کا ضمان دیگا مقترض کو ۔ مضاربة
وحکمہا الامانة ۞ والمثل فی البیع والا القیمة ۞ اور مضاربت فاسدہ مین مال مضاربت کا امانت ہی مضارب کے ہاتھ مین اور بیع فاسد مین اگر
مثلی چیز ہے تو مثل مقبوض مالک کا ضمان مشتری پر اور اگر قیمت والی چیز ہے تو قیمت کا ضمان ہے اور آگے ان عقود کی خود تصریح آویگی اسواسطے

زیادہ تر تفسیر کرنا یہان ضرور نہوا ومهر الحرة مهر مثلها الشرعي مهر مثلها اللغوي اي مهر امرأة تماثلها اور حرہ کا مہر مثل شرعی وہ ہی جو اوسکو مثل
لغوی کا مہر ہے یعنی مہر مثل شرع مین اوسکو کہتے ہین جو دوسری عورت برابر والیکا مہر ہو من قوم ابيها لا امها ان لم تكن من قومه كبنت عمه
وہ عورت برابر والی اس عورت کی باپ کی قوم سے ہو نہ اوسکی ماکی قوم سے اگر اوسکی ما اوسکے باپ کی قوم سے نہو اور اگر ما بھی باپ کی قوم سے ہو جیسے
اوسکے چچا کی بیٹی تو ماکی قوم کا بھی اعتبار ہوگا اسواسطیکہ وہ دونو ایک ہی قوم ٹھہرے خلاصہ یہہ ہی کہ اعتبار باپ کی قوم کا ہی نہ ماکی قوم کا وفي الخلاصة
يعتبر باخواتها وعماتها فان لم تكن فبنت الشقيقة وبنت العم انتهى ومفاده اعتبار الترتيب فليحفظ اور خلاصہ مین ہی کہ مہر مثل
مین اول اعتبار ہوگا عورت کی بہنون کا اور پہوپہیونکا پہر اگر وہ نہون کی تو سگی بہانجی اور چچا کی بیٹی کا اعتبار ہوگا انتہی اور مفاد قول خلاصہ کا یہہ ہے
کہ باپ کی قوم مین بہی ترتیب کا اعتبار ہے اول زیادہ تر قریب کا اعتبار ہی پہر اور قرابت والی درجہ بدرجہ سو اسکو یاد رکہنا چاہیئے وتعتبر المماثلة في
الاوصاف وقت العقد سناً وجمالاً ومالاً وبلداً وعصراً وعقلاً وديناً وبكارةً وثيوبةً وعفةً وعلماً وادباً وكمال خلق وعدم ولد
اور معتبر ہی برابری اس عورت کی باپ کی قوم کی عورتون سے وقت عقد کے ان اوصاف مین عمر مین اور جمال مین اور مال مین اور ایک شہر کے رہنے مین
اور ہمعصر ہونے مین اور عقل مین اور تقوی مین اور باکرہ ہونے مین اور ثیبہ ہونے مین اور پاکدامنی مین اور علم و ادب مین اور کمال خلق مین اور نہ لڑکا
ہونے مین تو چہوٹی عورت بڑی عورت کی برابر نہین اور خوبصورت بدصورت کی برابر نہین اور مالدار مفلس کی برابر نہین اور ایک شہر کی رہنے والی
دوسرے شہر والیکی برابر نہین اور ایک زمانے والی دوسرے زمانے والیکی برابر نہین اور عاقلہ اور مجنونہ برابر نہین اور متقیہ اور فاسقہ برابر نہین اور باکرہ
غیر باکرہ برابر نہین اور عفیفہ اور غیر عفیفہ برابر نہین اور عالمہ اور جاہلہ برابر نہین اور ادب والی اور بے ادب برابر نہین اور خلیق اور بدخلق برابر نہین
اور لڑکے والی اور بے لڑکے والی برابر نہین ويعتبر حال الزوج ايضاً ذكره الكمال قال ومهر الامة بقدر الرغبة فيها اور معتبر ہی حال زوج کا
بھی مماثلت مین یعنی اس عورت کا زوج اور عورتون کے ازواج کی برابر ہو مال اور حسب مین ذکر کیا ہی اسکو کمال ابن الہمام نے فتح القدیر مین اور کہا ہی
لونڈیکا مہر مثل بقدر اوسکی خواہش کے ہی یعنی دیکہنا چاہیئے کہ اسکا خواہش کرنیوالا کہانتک مہر دیسکتا ہی وہی اوسکا مہر مثل ہے اور لونڈی مین اوسکے باپ
کی قوم کا کچھ اعتبار نہین بحر الرائق مین کہا کہ مہر مثل وہان واجب ہوتا ہی جہان نکاح صحیح ہوا اور مہر کا تسمیہ نہوا یا تسمیہ مجہول ہو یا اوس چیز کا تسمیہ ہو
جو شرعاً حلال نہین اور نکاح فاسد مین بعد وطی کے مہر مثل ہی اور وطی بالشبہہ مین جو مہر مثل لازم آتا ہی تو مراد اوس سے یہہ مہر مثل مذکور نہین ہی بلکہ
وہان مہر مثل سے مراد عقر ہی عقر اسکو کہتے ہین کہ اگر زنا حلال ہوتا تو اوس عورت کی کیا اجرت ہوتی اوسیقدر وطی بالشبہہ مین دینا لازم ہوگا کذا
في حاشية المدني ويشترط فيه اي في ثبوت مهر المثل لما ذكر اخبار رجلين او رجل وامرأتين ولفظ الشهادة اور شرط ہی ثبوت مہر مثل مین شہادت دینے کے اندر خبر
دینا دو عادل مردونکا یا ایک مرد اور دو عورتونکا اور شرط ہی لفظ شہادت کا یعنی فقط خبار بدون لفظ گواہی کے معتبر نہین فان لم يوجد شهود
عدول فالقول للزوج بيمينه وما في المحيط من ان للقاضي فرض المهر حمله في النهر على ما اذا رضيا بذلك سو اگر نپائی جاوین
گواہ عادل تو قول زوج کا قسم کے ساتھہ تقدیر مہر مثل مین معتبر ہوگا اور جو محیط مین ہی کہ گواہ نہونے مین قاضی کو چاہیئے مہر مثل کا ٹھہرانا سو
اسکو نہر الفائق مین اوس صورت پر محمول کیا ہی جبکہ زوجین فرض قاضی پر راضی ہو گئی ہون فان لم يوجد من قبيلة ابيها فمن الاجانب
اے فمن قبيلة تماثل قبيلة ابيها سو اگر نہ پائی جاوین سب اوصاف مذکورہ یا بعض عورت کی باپ کی برادری مین تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار
ہوگا یعنی اجنبی وہ قوم جو مساوی اور مماثل ہو اوسکے باپ کی قوم سے تو ادنی قوم یا نیچی قوم کا اعتبار نہوگا م شرح مجمع اور برجندی مین ہے
کہ اگر سب اوصاف مذکورہ باپ کی قوم مین نہون تو جسقدر موجود ہون وہی معتبر ہونگے اسواسطیکہ ان سب اوصاف کا دو عورتون مین جمع
ہونا متعذر ہی کذا في حاشية المدني فان لم يوجد فالقول له اي للزوج في ذلك بيمينه كما مر پہر اگر غیر قوم مین بہی مماثلت باپ کی قوم کی
نہ پائی جاوے تو معتبر قول زوج کا ہوگا مہر مثل کی تقدیر مین قسم کہانیکے ساتھہ چنانچہ عنقریب گذرا وصح ضمان الولي مهرها ولو المرأة صغيرة

ولو ضامنًا قال لانه سفير لكن بشرط صحته فلو في مرضِ موته وهو وارثه لم يصح والا صح من الثلث وقبول المرأة او غيرها في مجلس الضمان اور صحیح ہی ضامن ہونا ولی کا عورت کے مہر کو اگرچہ عورت صغیرہ ہوا اور اگرچہ ولی ہی عاقد ہو نکاح کا تو بھی اوسکا ضامن ہونا درست ہی اسواسطیکہ ولی عاقد تو محض سفیر اور معبر ہوتا ہی حقوق نکاح کے اوسپر لازم نہین آتے کہ ایک ہی شخص عاقد بھی ٹھہرے اور ضامن بھی ٹھہرے ولی ضامن زوج کا ولی ہویا زوجہ کا خواہ زوجین صغیر ہون یا جوان لیکن جواز ضمان بشرط صحت ولی کے ہی تو اگر ولی ضامن ہوگا اپنی مرض موت مین اور مکفول عنہ یا مکفول لہ وارث ہی ولیکا تو ولی کا ضامن ہونا صحیح نہین اور اگر مکفول عنہ یعنی جسکی طرف سے ضامن ہوا یا مکفول لہ یعنی جسکے واسطے ضامن ہوا وارث نہین ہے ولی کا تو ضمانت صحیح ہوگی ولی کے ثلث مال سے یعنی ولی کے ثلث متروکہ سے مہر ادا کیا جاویگا اور دوسری شرط صحت ضمان ولی کی قبول کرنا عورت کا ہی یا اوسکی غیر کا مجلس ضمان مین یعنی بشرطیکہ عورت بالغہ مجلس ضمان ہین ولیکی ضمانت قبول کرلے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اوسکا ولی قبول کرے تب اوسکی ضمانت صحیح ہوگی نہر الفائق مین ہی کہ اگر صغیرہ کا ولی ضامن ہوا تو اوسکا ضامن ہونا قائم مقام ہی عورت کے قبول کے کذا فی حاشیۃ الدر فی وتطالب ایّما شاءت من زوجها البالغ او الولیّ الضامن اور عورت مہر کو طلب کرے جس سے چاہی خواہ اپنی زوج بالغ سے یا ولی ضامن سے خواہ ولی ضامن زوجہ کا ولی ہو خواہ زوج کا اور اگر زوج بالغ نہین تو مطالبہ مہر کا فقط ولی ہی سے ہوگا نہ زوج سے فان ادّی رجع علی الزوج ان امر کما هو حکم الکفالة پھر اگر ولی ضامن نے مہر کو اپنی پاس سے ادا کیا تو زوج سے پھیرلے اگر امر کیا ہو زوج نے ضامن ہونے کا چنانچہ یہی حکم ہی ضمانت کا اور اگر بدون امر زوج کے ضامن ہوا تو پھیر لینا نہین پہنچتا ولا یطالب الاب بمهر ابنه الصغیر الفقیر اما الغنی فیطالب ابوه بالدفع من مال ابنه لا من مال نفسه اور مطالبہ نہوگا باپ سے اوسکی بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا یعنی اگر باپ مہر کا ضامن نہین تو اوسکے صغیر بیٹے محتاج کے مہر کا اوس سے مطالبہ نہوگا لیکن فرزند مالدار صغیر کے مہر کا باپ سے تقاضا ہوگا کہ اپنے بیٹے کے مال سے ادا کرے نہ اپنے مال سے اذا زوّجه امرأة الا اذا ضمنه علی المعتمد کما فی النفقة فانه لا یؤاخذ بها الا اذا ضمن ولا رجوع للاب الا اذا اشهد علی الرجوع عند الاداء ابن صغیر فقیر کے مہر کا باپ پر مطالبہ نہین جبکہ نکاح کردیا ہو اوسکا کسی عورت سے یعنی فقط نکاح کر دینے سے باپ کو مہر دینا لازم نہین ہوتا مگر جبکہ ضامن ہو مہر کا بنا بر قول معتمد کے چنانچہ نفقہ دینے مین مواخذہ باپ سے نہین ہوتا بدون ضمانت کے اور جبکہ باپ نے بیٹے صغیر کا مہر ادا کیا خواہ صغیر محتاج ہو یا غنی تو اوسکو پھیر لینا بیٹے سے نہین پہنچتا مگر جس صورت مین کہ باپ نے گواہ کر لیا ہو پھیر لینے پر مہر ادا کرتے وقت یا ضامن ہونیکے وقت تو البتہ پھیرلے سکتا ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لها منعه من الوطی ودواعیه شرح مجمع والسفر بها ولو بعد وطی او خلوة رضیتهما لان کلّ وطئة معقود علیها فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی جائز ہی عورت کو روکنا زوج کو وطی سے اور اوسکے دواعی سے یعنی تقبیل اور مساس سے کذا فی شرح المجمع اور روک دینا اپنی سفر لیجانے سے اگرچہ روکا ہو عورت نے اوس وطی یا خلوت کے بعد جو اوسکی رضامندی سے ہو چکی یعنی عورت کو مہر معجل کے لینے کیواسطے وطی اور سفر سے روکنا پہنچتا ہی اگرچہ اوسکی خوشی سے ایک بار وطی ہو چکی ہو یا خلوت ہو چکی ہو تو بھی اوسکو منع کرنیکا حق ثابت ہی اسواسطیکہ ہر وطی مہر پر معقود ہے یعنی ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہی تو تسلیم بعض کی موجب نہین تسلیم باقی کی لاخذ ما بیّن تعجیله من المهر کلًّا او بعضًا او اخذ قدر ما یعجّل لمثلها عرفًا به یفتی لان المعروف کالمشروط ان لم یؤجّل او یعجّل کلّه فکما شرطا لان الصریح یفوق الدلالة عورت کو جائز ہی روک دینا وطی کا واسطے لینے اوس مہر کے جسکا جلد دینا بیان ہو چکا ہی کل مہر ہو یا بعض یا واسطے لینے اوس مقدار مہر کے جو جلد دیا جاتا ہی اوس جیسی عورت کو عرف مین اسیکا فتوی ہے اسواسطیکہ مروج مثل مشروط کے ہی رواج کا اعتبار ہی اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل نہ مقرر ہوگئی ہو اور اگر کل مہر کی مدت مقرر ہو چکی ہو تو ویسا ہی کرنا چاہئی جیسا کہ دونو نے شرط کیا یعنی مہر مؤجل مین عورت کو منع کرنا وطی سے نہین پہنچتا اور معجل مین بسبب مشروط مروج پر اسواسطی مقدم ہوا کہ صریح فائق ہی دلالت پر معلوم ہوا کہ کل مہر کی بھی تاجیل درست ہی بخلاف صاحب منظومہ کے کہ اوس نے اپنی فتاوی مین عدم صحت مذکور کی ہی کذا فی حاشیۃ الدر فی الا اذا جهل الاجل جهالة فاحشة فیجب حالًّا غایة الا التاجیل لطلاق او موت فیصح للعرف بزازیه مہر مؤجل مین عورت کو حق منع وطی کا نہین مگر اوسوقت جبکہ مدت مجہول ہو جہالت فاحشہ کر جیسی مہر کی مدت مقرر ہوئی ہو زوج کی

للمشاطۃ تک یا آندہی چلنے تک یا پانی برسنے تک کہ ان چیزون کا ایک وقت مقرر نہین تو ایسی مدت مین مہر فی الحال واجب ہوگا کذا فی غایۃ البیان لیکن اگر مہر کی
مدت طلاق ہونے تک یا موت تک مقرر ہو تو صحیح ہی حالانکہ اسمین بھی جہالت فاحشہ ہی کہ ہرگز طلاق اور موت کا وقت معین نہین مگر صحیح ہی بسبب رواج کے
کذا فی البزازیہ زاہدی نے کہا کہ تاخیر مہر کی موت اور طلاق تک خوارزم مین عادت ماثورہ اور شریعت معروفہ ہوگئی ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ہم کہتے ہین
اکثر بلاد ہندوستان مین بھی ایسا ہی مروج ہی بلکہ اگر زوج مہر دینے کا ارادہ کرے تو عورت ہرگز نہین لیتی نادانی سے جانتی ہی کہ مہر لینے سے نکاح فسخ ہو جائیگا
وعن الثانی لہا منعہ ان اجّل کلّہ وبہ یفتی استحسانًا ولوالجیۃ اور ابو یوسف سے منقول ہی کہ عورت کو منع وطی کا حق ہی اگر کل مہر کی مدت
مقرر ہوگئی ہو اور اسیکا فتوی ہے بدلیل استحسان کے کذا فی الولوالجیہ دلیل استحسانی یہہ ہے کہ جب زوج نے سب مہر کی مدت مقرر کی تو گویا اپنے حق استمتاع کے ساقط
ہونے پر راضی ہوگیا اسواسطے کہ مہر بدلا ہی امتناع کا خلاصہ مین ہی کہ استاد ظہیر الدین کا فتوی عدم امتناع پر ہی اور صدر شہید کا فتوی جواز امتناع پر ہی بحر الرائق
مین کہا تو معلوم ہوا کہ اسمین فتوی مختلف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی النہر لو تزوجہا علی مائۃ علی حکم الحلول علی ان یعجّل اربعین لہا منعہ حتی
تقبضہ اور نہر الفائق مین ہی کہ اگر نکاح کیا عورت سے سو درم مہر کا بشرط انقضاء مدت معین کے اس شرط پر کہ چالیس درم جلد ادا کریگا تو عورت کو جائز ہو
منع کرنا وطی وغیرہ کا زوج سے یہانتک کہ باقی درمون کو بھی قبضہ کرلے ولہا النفقۃ بعد المنع اور ثابت ہی عورت کیواسطے نفقہ بعد منع کے بھی نزدیک امام
کے بشرطیکہ قبل مطالبہ کے خلوت یا دخول رضامندی سے ہوچکا ہو ولہا السفر والخروج من بیت زوجہا للحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ ما
لم تقبضہ ای المعجل اور جائز ہی عورت کو سفر کرنا اور شوہر کے گھر سے نکلنا حاجت کیواسطے تو بیحاجت نکلنا جائز نہین اور جائز ہی عورت کو زیارت کرنا اپنے
اقربا کی بدون اذن زوج کے جب تک کہ مہر معجل نپایا ہو فلا تخرج الا لحق لہا او علیہا او لزیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ ولکونہا
قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین اور جب مہر معجل پاچکی ہو تو گھر سے نہ نکلے مگر بسبب حق کے عورت کا حق کسی پر ہو یا
اسیکا حق عورت پر ہو یعنی اگر عورت کا قرض کسی پر ہو یا کسیکا قرض عورت پر ہو تو اوسکو نکلنا درست ہی زوج کی اجازت ہو یا نہو یا عورت نکلے واسطے زیارت
ماں باپ کے ہر ہفتہ مین ایکبار یا محارم کی ملاقات کیواسطے نکلے ہر سال اگرچہ زوج منع کرے کذا فی فتح القدیر یا عورت دائی جنائی ہو یا مردہ شو ہو تو بھی نکلنا درست
ہے لیکن دائی اور مردہ شو کو زوج منع کرسکتا ہی نہ نکلے انکے سوا مین یعنی سوای قرض اور زیارت والدین اور محارم کے اور لڑکا جنانے اور مردہ نہلانے
کے اور کسی کام کیواسطے نکلنا عورت کا جائز نہین اور اگر زوج سوای ان امور کے نکلنے کی اجازت دیگا تو زوج اور زوجہ دونو گنہگار ہونگے والمعتمد
جواز الحمام بلا تزیین اشباہ وسیجیء فی النفقۃ اور قول معتمد یہہ ہی کہ عورت کا حمام مین جانا درست ہی بدون آرایش اور عطر ملنے کے
کذا فی الاشباہ اور عنقریب مسائل خروج عورت کے باب النفقہ مین بھی آوینگے محقق ابن ہمام نے کہا کہ جہان عورت کا نکلنا درست ہی وہان
بھی شرط ہی کہ آرایش اور سنگار نکرے تاکہ ایسی صورت بگاڑکے نکلے کہ مردون کی نظر اوسپر نہ پڑے اور چند احادیث نسائی اور ترمذی اور حاکم مین باب
حمام وارد ہوئی ہین از انجملہ یہہ حدیث ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تمپر ملک عجم فتح ہوگا اور وہان تم چند بیوت پاؤگے اونکو
حمام کہتے ہین تو مرد اوسمین نہ جاوین بدون ازار کے اور عورتون کو اوسمین جانے دو سوای مریضہ اور نفاس والی کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویسافر
بہا بعد اداء کلّہ مؤجلا ومعجلا اذا کان مامونًا علیہا والا یؤد کلّہ او لم یکن مامونًا لا یسافر بہا وبہ یفتی کما فی شرح المجمع
واختارہ فی ملتقی الابحر ومجمع الفتاوی واعتمدہ المصنف وبہ افتی شیخنا الرملی اور سفر مین ساتھ لیجاوے عورت کو تین منزل
یا زیادہ بعد ادا کرنے کل مہر کے مہر موجل ہو یا معجل ہو جبکہ زوج پر اطمینان ہو عورت کیطرف سے یعنی سفر مین ایذا رسانی کا خوف نہو اور اگر کل مہر ادا
نکیا اور زوج لائق اطمینان کے نہو تو عورت کو سفر مین نہ لیجاوے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی شرح مجمع اور اسیکو پسند کیا ملتقی الابحر اور مجمع الفتاوی
مین اور مصنف نے اپنی شرح مین اسی پر اعتماد کیا ہی اور اسیکا فتوی دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے لکن فی النہر والذی علیہ العمل
فی دیارنا انہ لا یسافر بہا جبرًا علیہا وجزم بہ البزازی وغیرہ وفی المختار وعلیہ الفتوی وفی الفصول یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ

لیکن نہر الفائق مین ہے جسپر عمل ہو رہا ہے یعنی مصر مین وہ یہ ہے کہ عورت کو سفر مین نہ لیجاوے اوسپر زبردستی کرکے یعنی سفر عورت کی خوشی پر موقوف ہے اور اسی قول کی حقیقت پر یقین کیا ہے بزازی وغیرہ نے اور مختار مین ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور فصول مین ہے کہ فتوی دی مفتی جو اوسکی نزدیک مصلحت اور مناسب معلوم ہو یعنی اگر زوج امانت دار اور صالح ہو اور نکا نہین عورت کی سرکشی معلوم ہو تو سفر مین لیجانیکا فتوی دے ورنہ نہ لیجانیکا فتوی دے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وینقلھا فیما دون مدۃ ای السفر من المصر الی القریۃ وبالعکس ومن قریۃ بقریۃ لانہ لیس بغربۃ وقیدہ فی التاتارخانیۃ بقریۃ تمکنہ الرجوع قبل اللیل الی وطنہ والحلقہ فی الکافی فاطلاق علیہ الفتوی اور لیجاوے زوج زوجہ کو وہان جو مدت سفر سے کم ہو یعنی مین ل سے کم ہو خواہ شہر سے گانو کی طرف لیجاوے خواہ گانو سے شہر تین لاوے اور ایک گانو سے دوسرے گانو مین لیجاوے اسواسطے کہ اتنی دور جانا غربت نہین اور قید لگائی ہے فتاوی تاتارخانہ مین گانو کی یعنی ایسے گانو تک لیجانا جائز ہے کہ ممکن ہو پلٹ آنا زوج کو رات آنے سے پہلے اپنے وطن تک اور کافی مین اوسکو مطلق رکھا ہے یون کہکر کہ اسی پر فتوی ہے وان اختلفا فی المھر ففی اصلہ حلف منکر التسمیۃ فان نکل ثبت وان حلف یجب مھر المثل اور اگر جھگڑا کیا زوجین نے مہر مین سو اگر اختلاف اصل مہر مین کیا اسطرح کہ ایک نے کہا کہ مہر معین تھا اور دوسرے نے کہا نہین اور حالانکہ دونو گواہ لانے سے عاجز ہین تو قسم کھاوے منکر تسمیہ کا سو اگر منکر نے قسم سے انکار کیا تو دعوی تسمیہ کا ثابت ہوگا اور اگر منکر نے قسم کھائی تو واجب ہوگا مہر مثل لیکن اگر عورت مدعی ہے تو مہر مثل اوسکو دعوی سے زیادہ نہ دیا جاویگا مثلا عورت نے کہا تھا کہ مہر مسمی ہزار تھا اور مہر مثل دو ہزار ہے تو ایکہزار وہ پاویگی نہ دو ہزار اور اگر مرد مدعی تھا تو مہر مثل اوسکی دعوی سے کم نکیا جاویگا مثلا مہر مثل ایکہزار تھا اور مرد مدعی دو ہزار کا ہے تو دو ہی ہزار اس سے دلائے جاوینگے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع وفی المھر یحلف اجماعا اور مہر مین منکر پر قسم ہے باتفاق امام اور صاحبین کے لفظ اجماع سے ماتن نے رد کیا قول صدر الشریعت کا کہ اونسے کہا کہ منکر پر قسم ہے صاحبین کے نزدیک نہ امام کے نزدیک اسلیکہ امام کے نزدیک نکاح مین قسم نہین صاحب بحر الرائق وغیرہ نے جواب دیا کہ یہان اصل نکاح پر قسم نہین بلکہ مال پر قسم ہے تو بالاجماع منکر مہر پر قسم ثابت ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وان اختلفا فی قدرہ حال قیام النکاح فالقول لمن شھد لہ مھر المثل بیمینہ اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مقدار مہر مین قیام نکاح کیوقت تو قول اوسیکا معتبر ہے جسکی گواہی دی مہر مثل ساتھ قسم کے تو اگر مہر مثل زوج کے دعوی سے برابر ہو یا کم تو زوج کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتھہ اور اگر مہر مثل زوجہ کے دعوی سے برابر ہو یا زیادہ تو زوجہ کا قول مع الیمین معتبر ہوگا واَیّھما اقام بینتہ قبلت سواء شھد لہ مھر المثل اولھا اولا اور اختلاف مقدار مین زوجین مین سے جو اپنے شاہد قائم کریگا مقبول ہونگے خواہ مہر مثل زوج کی شہادت دے یا زوجہ کی یا دونو کا شاہد نہو یعنی گواہون کے ہوتے مہر مثل کی موافقت اور عدم موافقت کا کچھہ اعتبار نہین وان اقاما البینۃ فبینتھا مقدمۃ ان شھد لہ مھر المثل وبینتہ مقدمۃ ان شھد لھا مھر المثل لان البینات لاثبات خلاف الظاھر اور اگر دونو گواہ قائم کئے تو گواہ عورت کے مقدم ہونگے اگر مہر مثل مرد کے دعوی سے موافق ہوا اور گواہ مرد کے مقدم ہین اگر مہر مثل عورت کے دعوی سے مطابق ہو اسواسطے کہ گواہ مقرر ہوئے ہین واسطے ثابت کرنے خلاف ظاہر کے اور ظاہر کے خلاف اوسیکا دعوی ہے جو مہر مثل سے موافق نہو وان کان مھر المثل بینھما تحالفا اور اگر مہر مثل دونو کے مابین ہو تو دونو سے قسم لیجاوے مثلا عورت دو ہزار کے مہر کی مدعی ہوا اور مرد ایکہزار کا اور مہر مثل ہو پندرہ سو تو مہر مثل کسیکی موافق نہوا بلکہ دونو کے درمیان مین پڑا تو دونو پر قسم آویگی مرد اسطرح قسم کھاوے کہ واللہ مین نے دو ہزار مہر پر نکاح نہین کیا اور عورت اسطرح قسم کھاوے کہ واللہ مین نے ایکہزار پر نکاح نہین کیا فان حلفا او برھنا قضی بہ سو اگر دونو نے قسم کھائی یا دونو گواہ لائے تو حکم کریگا قاضی مہر مثل پر یعنی مہر مثل دلا دیگا اسواسطے کہ دونو کی قسم اور گواہ برابر ہین کسیکا دعوی ثابت نہین ہو سکتا وان برھن احدھما قبل برھانہ لانہ نور دعواہ اور اگر دونو مین سے کوئی ایک گواہ لایا تو مقبول ہونگے اوسکے گواہ اسواسطے کہ اوسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کردیا وفی الطلاق قبل الوطی حکم متعۃ المثل لو المسمی دینا وان عینا کمسئلۃ العبد والجاریۃ فلھا المتعۃ بلا تحکیم الا ان یرضی الزوج بنصف الجاریۃ اور طلاق قبل وطی مین فیصلہ مقرر ہوگا متعہ مثل پر یعنی اگر اختلاف ہوا زوجین مین بعد طلاق قبل وطی کے تو متعہ مثل جسکی دعوی سے مطابق ہوگا اوسیکی قول کا اعتبار

ہوگا قسم کیساتھہ بشرطیکہ مہر مسمّی وین ہو جیسے درم یا دینار اور اگر مہر مسمی عین ہو یعنی مثلی ہو قیمتی چیز ہو جیسے مسئلہ غلام اور لونڈی کا مثلاً زوج کہتا ہو کہ مہر غلام تہا اور زوجہ کہتی ہو کہ مہر لونڈی تھی تو زوجہ کو متعہ مثل ملیگا بدون تحکیم کے مگر اوس صورتمین متعہ مثل کی حاجت نہین اگر زوج راضی ہو جائے نصف جاریہ پر وایّٰ اقام بینۃ قُبلت اور دونوں مین سے جو گواہ لاویگا تو اوسکی گواہ مقبول ہونگی فان اقاما فبینتہا اولی ان شہد متعۃ المثل وبینتہ ان شہدت لہا سو اگر دونو گواہ لائے تو عورت کے گواہ اولی ہین اگر موافق ہو متعہ مثل کا مرد کے اور گواہ مرد کے اولی ہین اگر مطابق ہو متعہ عورت کے اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کو اثبات کرتے ہین وان کانت المتعۃ بینہما تحالفا وان حلفا وجب متعۃ المثل اور اگر متعہ مثل دونو کے ابین مین واقع ہو یعنی نصف دعوی زوج سے زیادہ ہو اور نصف دعوی زوجہ سے کم ہو تو دونو سے قسم لیجاویگی اور اگر دونو نے قسم کہائی تو متعہ مثل کا واجب ہوگا وموت احدہما کحیوتہما فی الحکم اصلا وقدرا العدم سقوطہ بموت احدہما اور دونو مین سے کسیکا مرنا اونکی زندہ ہونیکی برابر ہے حکم مین خواہ اختلاف اصل مہر مین ہو یا مقدار مین بسبب ساقط ہونے مہر مثل کے ایک کی موت سے وبعد موتہما ففی القدر القول لورثتہ اور اگر دونو کے مرجانیکی بعد اختلاف ہو وارثون مین تو مقدار مہر کی اختلاف مین زوج کے وارثون کا قول معتبر ہوگا ساتھہ قسم کے وفی الاختلاف فی اصلہ القول لمنکر التسمیۃ اور اصل مہر کے اختلاف مین منکر تسمیہ کا قول معتبر ہوگا یعنی زوج کے وارثون کا اسواسطے کہ اگر عورت کی وارث تسمیہ کے منکر ہون تو اونکا حق ساقط ہوا ہے لم یقض بشیء ما لم یبرہن علی التسمیۃ یعنی بعد موت زوجین کے اختلاف پڑا اصل تسمیہ مہر مین تو کچھہ حکم نکیا جاویگا جبتک کہ گواہ نہ قائم کئے جاوینگے تسمیہ یعنی بدون گواہون کے مہر مثل پر فیصلہ نہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ مرنا زوجہ کا دلالت کرتا ہے کہ اوسکی ہمسر عورتین بھی مرگئین تو قاضی کس عورت کے مہر کو مہر مثل ٹھہراویگا کذا فی الہدایۃ اس دلیل سے معلوم ہوا کہ مہر مثل کا اعتبار نکرنا اوس صورتمین ہے جب زوجین کی موت کا زمانہ بہت گذر گیا ہو اور زمانہ قریب ہوگا تو مہر مثل پر فیصلہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلا عن البحر وقالا یقضی بمہر المثل کحال الحیوۃ وبہ یفتی اور کہا صاحبین نے بعد موت زوجین کے بھی مہر مثل پر حکم ہوگا مانند حال زندگی کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی قاضیخان لیکن اگر زوج کے وارث گواہ لاوین ادای مہر پر یا زوجہ کے اقرار پر یا اوسکی وارثون کے اقرار پر کہ ہم مہر پا چکے تو اس صورتمین مہر مثل کے اعتبار کی کچھہ حاجت نہین وہذا کلہ اذا لم تسلم نفسہا اور یہہ سب اوس صورتمین ہے جب کہ زوجہ نے اپنی ذات بخوشی زوج کو نہ تسلیم کی ہو یعنی تحکیم مہر مثل اختلاف قدر مہر مین زوجین کی حیات مین یا ایک کی حیات مین یا دونو کی موت مین یا اختلاف اصل مہر مین در صورت عدم تسلیم ہے فان سلمت ووقع الاختلاف فی الحالین الحیوۃ وبعدہا لا یحکم بمہر المثل لانہا لا تسلم نفسہا الا بعد تعجیل شیء عادۃ پس اگر زوجہ نے اپنی ذات تسلیم کی زوج کو اور واقع ہوا اختلاف دو حال مین یعنی زندگی مین اور بعد اوسکی تو نہ فیصلہ ہوگا مہر مثل پر اسواسطے کہ عورت اپنی ذات تسلیم نہین کرتی مگر کچھہ مہر معجل لینے کے بعد بطور رواج کے اور تعجیل مہر کی دلیل ہے تسمیہ مہر کی اور تسمیہ کے ہوتے مہر مثل کا اعتبار نہین لیکن یہہ اوس صورتمین ہے جہان عادت ہو تعجیل مہر کی اور جہان کل کی تاخیر ہو کل ہو طلاق یا موت تک جیسے خوارزم مین تو وہان تسلیم اور عدم تسلیم دونو برابر ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن القاسمیۃ بل یقال لہا لا بد ان تقری بما تعجلت والا قضینا علیک بالمتعارف تعجیلہ ثم یعمل فی الباقی کما ذکرنا وہذا اذا ادعی الزوج ایصال شیء الیہا بل ملکہ عورت سے یا اوسکی وارثون سے کہا جائیگا کہ بالضرور تجکو مہر معجل پانیکا اقرار کرنا ہوگا ورنہین تو ہم تجپر حکم کرین گے تعجیل متعارف کا چنانچہ مصر مین دو ثلث مہر معجل دینے کا رواج ہے پہر بعد وضع متعارف کے عمل کیا جائیگا باقی مہر مین یعنی مثلاً ثلث مین جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور یہہ اوسوقت ہے جب زوج نے کچھہ عورت کو دینے کا دعوی کیا کذا فی البحر یعنی متعارف التعجیل پر فیصلہ اوسوقت ہوگا جب زوج کچھہ ادا کرنیکا مدعی ہو اور اگر زوج مدعی نہوگا تو متعارف پر فیصلہ نہوگا بلکہ سابق کی تفصیل پر عمل ہوگا اور قضا بالمتعارف بحر الرائق اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہے اور یہی قول ہے فقیہ ابو اللیث کا اور قاضیخان کے نزدیک یہہ قول مسلم نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جہتہ عند الدفع غیر جہۃ المہر کقولہ لشمع او حناء ثم قال انہ من المہر لم یقبل قنیہ لو قوعہ ہدیۃ فلا ینقلب

مهرًا اور اگر بھیجا زوج نے اپنی عورت کو کچھ نقد یا جنس اور نہ بیان کیا دینے کیوقت کسی وجہ کو جو مغائر موجبت مہر کی یعنی دینے کیوقت مہر یا غیر مہر کا کچھ ذکر
نکیا سو اگر غیر مہر کو ذکر کیا مثلاً یون کہا کہ اس نقد کو شمع مین صرف کرو یا مہندی مین پھر زوج نے کہا کہ وہ تو مہر مین تھی تو اوسکا قول مقبول نہوگا کذا فی
القنیہ اسواسطے کہ وہ چیز ہدیہ ہو چکی تو مہر نہو سکی گی اور اگر قبل عقد کے کچھ بھیجا تو اوسکا بعینہ پھیر لینا درست ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فقالت ھو ای
المبعوث ھدیۃ وقال ھو من المھر او من الکسوۃ او عاریۃ فالقول لہ بیمینہ والبینۃ لھا سو کہا عورت نے وہ بھیجی چیز ہدیہ ہے اور کہا زوج نے
کہ وہ مہر مین سے یا از قسم لباس ہے یا عاریت ہی تو قول زوج کا معتبر ہوگا ساتھہ قسم کے اور اگر دونو گواہ لائے تو عورت کی گواہ مقدم ہون گے فان حلف
والمبعوث قائم فلھا ان تردہ وترجع بباقی المھر ذکرہ ابن کمال پھر اگر قسم کہائی زوج نے اور بھیجی چیز موجود ہو تو عورت کو اختیار ہی کہ اوسکو پھیر دے
اور باقی مہر زوج سے لے چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ولو عوضتہ ثم ادعاہ عاریۃ فلھا ان تسترد العوض من جنسہ زیلعی اور اگر
زوج نے ہدیہ بھیجا عورت کیطرف اور عوض مین عورت نے بھیجا زوج کیطرف پھر عورت کا زفاف ہوا پھر مرد نے اوسکو جدا کیا پھر دعوی کیا کہ وہ چیز عاریت ہی تو جائز ہی عورت کو کہ عوض کی چیز پھیر لے
عوض کی جنس سے کذا فی الزیلعی لفظ من جنسہ کا زیلعی اور بحر الرائق مین نہین اور فتاوی عالمگیری مین یون ہے کان للمرأۃ ان تسترد منہ ما عوضتہ
علیہ کذا فی حاشیۃ الدر فی غیر المھیأ للاکل کثیاب وشاۃ حیۃ وسمن وعسل وما یبقی شھرًا اخی زادہ اختلاف زوجین مین زوج کا قول
معتبر ہوگا اوسمین جو کہانے کیواسطے مہیا نہین جیسے کپڑے اور زندہ بکری اور گھی اور شہد اور جو چیز کہ مہینہ بھر باقی رہے اور نہ سڑے کذا ذکرہ اخی زادہ
والقول لھا بیمینھا فی المھیأ لہ کخبز ولحم مشوی لان الظاھر یکذبہ ولذا قال الفقیہ المختار انہ یصدق فیما لا یجب علیہ کخف
وملاءۃ لا فیما یجب کخمار ودرع یعنی مالم یدع انہ کسوۃ لان الظاھر معہ اور قول زوجہ کا معتبر ہوگا قسم کے ساتھہ اوسمین جو کہانے
کے واسطے مہیا ہو جیسے روٹی اور بھونا گوشت عورت کا قول کہانیکی چیزون مین اسواسطے معتبر ہوا کہ ظاہر حال زوج کو جھٹلاتا ہی یعنی روٹی اور پختہ گوشت
کوئی مہر مین نہین دیتا اور اسیواسطے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قول مختار یہی ہی کہ زوج کی تصدیق اوسمین ہوگی جو زوج پر واجب نہین جیسے موزہ اور
چادر یا باریک کپڑا نہ اوسمین تصدیق ہوگی جو اوسپر واجب ہے جیسے اوڑھنی اور قمیص یعنی جبتک زوج نے اسکا دعوی نکیا ہو کہ اوڑھنی اور قمیص کو
پوشاک مین دیا ہی اور اگر پوشاک کا دعوی کیا زوج نے اور زوجہ نے کہا کہ پوشاک نہین بلکہ ہدیہ ہی تو اس صورت مین زوج ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ
ظاہر حال زوج کا مصدق ہے خطب بنت رجل وبعث الیھا اشیاء ولم یزوجھا ابوھا فما بعث للمھر یسترد عینہ قائمًا فقط وان
تغیر بالاستعمال او قیمتہ ھالکا لانہ معاوضۃ ولم تتم فجاز الاسترداد منگنی کی ایکمرد کی بیٹی سے اور بھیجا زوج نے عورت کیطرف چند
اشیا کو اور عورت کے باپنے عورت کا نکاح نکیا تو جو چیز مہر کیواسطے بھیجی ہوا اور وہ موجود بھی ہو تو فقط اوسیکو پھیر لے اور اوسکی قیمت کو اگر چہ متغیر
ہوگئی ہو استعمال سے یا قیمت اوسکی پھیر لے اگر نہ موجود ہو اسواسطے پھیر لے کہ یہہ تو بدلا تھا سو پورا نہوا تو پھیر لینا جائز ہوا وکذا یسترد ما بعث
ھدیۃ وھو قائم دون الھالک والمستھلک لان فیہ معنی الھبۃ اور اسیطرح اوسکو پھیر لے جو بطریق تحفہ کے بھیجا اور وہ موجود بھی ہو
نہ پھیر لے ہالک اور مستہلک کو ہالک وہ جو آپ بگڑ گیا جیسے میوہ سڑ گیا اور مستہلک وہ جو دوسری کے فعل سے معدوم ہوا جیسے شیرینی کسی نے کہا لی
ہالک اور مستہلک کا پھیر لینا اسواسطے جائز نہوا کہ تحفہ دینے مین معنی ہبہ کے موجود ہین اور موہوب جب ہالک اور مستہلک ہوا تو اوسکا پھیر لینا درست
نہین ولو ادعت انہ ای المبعوث من المھر وقال ھو ودیعۃ فان کان من جنس المھر فالقول لھا وان کان من خلافہ فالقول
بشھادۃ الظاھر اور اگر دعوی کیا عورت نے کہ بھیجی چیز مہر ہے اور کہا زوج نے کہ وہ امانت ہی تو اگر وہ چیز مہر کی جنس سے ہو جیسے مہر مسمی مین
روپیہ اور اشرفی تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ چیز مخالف ہی جنس مہر کے جیسے مہر تھا درم اور زوج نے فرش یا کپڑا بھیجا تو زوج کا قول معتبر ہوگا
اسواسطے کہ دونو صورتونمین ظاہر حال دونو کا گواہ ہے انفق رجل علی معتدۃ الغیر بشرط ان یتزوجھا بعد عدتھا ان تزوجتہ لا رجوع
مطلقا وان ابت فلہ الرجوع ان کان دفع لھا وان اکلت معہ فلا مطلقا بحر عن العمادیۃ خرچ کیا ایکمرد نے غیر کی معتدہ پر اس

شرط سے کہ نکاح کریگا اوس سے بعد عدت کے تو اگر عورت نے اوس مرد سے نکاح کر لیا تو خرچ کا پھیر لینا مطلقاً نہیں خواہ دونوں ساتھ کھاتے ہوں یا علیحدہ اور اگر عورت نے نکاح سے
انکار کیا تو مرد کو خرچ کا پھیر لینا پہنچتا ہے اگر عورت کو دیا ہو اور اگر عورت مرد کے ساتھ کھاتی ہو تو مطلقاً پھیر لینا نہیں خواہ نکاح کیا ہو یا نکیا ہو کذا فی البحر عن العمادیہ و فی
فیہ عن الملتقط جہز ابنتہ بجہاز وسلمہا ذلک لیس لہ الاسترداد منہا ولا لورثتہ بعدہ ان سلمہا ذلک فی صحتہ بل تختص بہ وبہ یفتی
اور بحر الرائق میں ملتقط سے منقول ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور اوسکے قبضہ میں کر دیا تو اوسکو پھیر لینا اوس سے نہیں پہنچتا اور نہ باپ کے وارثوں کو بعد مرنے باپ کے اگر
بیٹی کو جہیز تسلیم کیا ہو باپ نے اپنی صحت میں بلکہ اس جہیز کی ملکیت بیٹی کو مخصوص ہوگی اور اسی پر فتوی ہے اور جہیز تسلیم نہیں کیا تو پھیر لے سکتا ہے اسواسطے کہ تملیک
بدون تسلیم کے تمام نہیں ہوتی اور اسیطرح اگر مرض الموت میں باپ نے جہیز تسلیم کیا تو وہ وصیت ہوگی اور وصیت وارث کے حق میں درست نہیں وکذا لو اشتراہ
لہا فی صغرہا ولوالجیہ اور اسیطرح استرداد نہوگا اگر باپ نے جہیز کو مول لیا صغیرہ بیٹی کیواسطے کذا فی الولوالجیہ اس صورت میں تسلیم کی حاجت نہیں ہے اسواسطے کہ
باپ کا قبضہ قائم مقام صغیرہ کے قبضہ کے ہے والحیلۃ ان یشہد عند التسلیم الیہا انہ انما سلمہ عاریۃ اور حیلہ استرداد کا یہہ ہے کہ گواہ کرے باپ بیٹی کے
جہیز دینے کے وقت اسپر کہ جہیز کو بطور عاریت ہی دیا ہے والاحوط ان یشتریہ منہا ثم تبرئہ درر اور زیادہ تر احتیاط حیلہ استرداد میں
یہہ ہے کہ باپ جہیز کو بیٹی سے مول لے پھر بیٹی قیمت سے ابرا کرے کذا فی الدرر اخذ اہل المرأۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان یسترد لانہ رشوۃ
زوجہ کے لوگوں نے کچھ لیا تسلیم زوجہ کیوقت مثلاً بہائی نے بدون لئے رخصت نکیا تو زوج اوسکو پھیر لے سکتا ہے اسواسطے کہ یہہ رشوت ہے جہز ابنتہ ثم
ادعی ان ما دفع الیہا عاریۃ وقالت ہو تملیک او قال الزوج ذلک بعد موتہا لیرث منہ وقال الاب او ورثتہ بعدہ عاریۃ فالمعتمد
ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثلہ جہازا لا عاریۃ جہیز دیا اپنی بیٹی کو پھر دعوی کیا کہ اوسکو تو عاریت
ہی دیا ہے اور بیٹی نے کہا کہ وہ تملیک ہے یا زوج نے یہی کہا بعد مرنے زوجہ کے تاکہ جہیز کا وارث ہو اور باپ نے یا اوسکے وارثوں نے اوسکے مرنیکے بعد کہا کہ عاریت
ہے تو قول زوج اور بیٹی کا معتمد ہوگا جب رواج دائمی عموماً ایسا ہو کہ باپ اتنا مال جہیز میں دیا کرتا ہو نہ بطور عاریت کے واما ان کان مشترکا کمصر
والشام فالقول للاب کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا اور اگر رواج مشترک ہو یعنی بعضے جہیز دیتے ہوں اور بعضے عاریت تو قول باپ کا معتمد
ہوگا چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اوس سے جو اوس جیسی عورت کو ملا کرتا ہے یعنی رواج سے جہیز زیادہ تر دیا تو سوای رواج کی زیادتی میں باپ کا قول معتمد ہوگا
والام کالاب فی تجہیزہا وکذا ولی الصغیرۃ شرح وہبانیہ اور ماں مثل باپ کے ہے بیٹی کے جہیز میں اور اسیطرح صغیرہ کا ولی کذا فی شرح الوہبانیہ
یعنی اگر ماں نے جہیز تسلیم کر دیا تو استرداد نہیں کر سکتی اور دعوی عاریت میں ماں اور ولی صغیرہ کا وہی حکم ہے جو باپ کا حکم معلوم ہوا واستحسن فی النہر
تبعا لقاضیخان ان الاب ان کان من الاشراف لم یقبل قولہ انہ عاریۃ اور مستحسن جانا ہے نہر الفائق میں قاضی خان کی پیروی سے یہہ کہ اگر باپ
اشراف میں سے ہے تو اوسکا یہہ قول مقبول نہوگا کہ جہیز عاریت ہے ولو کفنت فی تجہیزہا لابنتہا اشیاء من امتعۃ الاب بحضرتہ وعلمہ وکان
ساکتا وزفت الی الزوج فلیس للاب ان یسترد ذلک من ابنتہ لجریان العرف بہ اور اگر ماں نے بیٹی کے جہیز میں کچھ چیزیں باپ کے
اسباب سے اوسکے حضور اور دانست میں اور وہ ساکت رہا اور بیٹی زوج کے گھر پہنچائی گئی تو باپ کو نہیں پہنچتا کہ اوس جہیز کو پھیر لے اپنی بیٹی سے بسبب
جاری ہونے رواج کے اسپر یعنی مروج یہی ہے کہ باپ جہیز کو ماں پر سپرد کرتا ہے وکذا لو انفقت الام فی جہازہا ما ہو معتاد والاب ساکت لا تضمن
الام وہما من المسائل السبع والثلاثین بل الثمان والاربعین علی ما فی زواہر الجواہر التی السکوت فیہا کالنطق اور اسیطرح اگر خرچ کیا
ماں نے بیٹی کے جہیز میں اوسقدر جسکی عادت ہے اور باپ ساکت ہو تو ماں پر ضمان نہیں اور یہہ دونوں مسئلے اون سینتیس ۳۷ بلکہ اڑتالیس مسئلوں میں سے ہیں جنمیں
سکوت برابر نطق کے ہے کذا فی زواہر الجواہر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو زفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد قنیہ
اگر پہنچائی گئی زوجہ زوج کیطرف بدون ایسے جہاز کے جو لائق ہو زوج کے تو زوج کو جائز ہے مطالبہ باپ کا نقد مال میں کذا فی القنیہ یہہ حکم اوس صورت میں
مخصوص ہے جہاں عادت ہو کہ ولی زوجہ کا زوج سے کچھ نقد لیتا ہو نکاح کے سامان کے واسطے پھر کچھ سامان زوج کا تیار کرتا ہو اور کچھ زوجہ کا تو ایسی

صورت مین اگر زوج کے لائق دینے کے باپ نے کچھ دیا تو زوج کو نقد مال پھیر لینا پہنچتا ہے اور اسیطرح عورت کو اپنے جہیز کا مطالبہ پہنچتا ہے کذا فی حاشیۃ الحموی قال
عن البحر زاد فی البحر عن المستصفی الا اذا سکت طویلا فلا خصومۃ له اور بحر الرائق مین یہہ مضمون زیادہ نقل کیا ہے مستثنی ہے کہ جب زوج چپ رہا مطالبہ سے
مدت تک تو اوسکو نزاع کرنا نہیں پہنچتا اسواسطے کہ زمان طویل تک ساکت رہنا دلیل ہے رضامندی کی لکن فی النہر عن البزازیۃ الصحیح انه لا یرجع
علی الاب بشیء لان المال فی النکاح غیر مقصود لیکن نہر الفائق مین بزازیہ سے منقول ہے کہ صحیح یہہ قول ہے کہ زوج باپ سے کچھ نہ پھیر لے اسواسطے کہ
مال نکاح مین مقصود نہیں کہا سید احمد طحطاوی نے کہ یہہ تصحیح مخالف ہے عرف کے اسواسطے کہ لوگون مین قلت جہیز اور کثرت مہر ننگ و عار ہے اور مال کا نکاح
مین مقصود ہونا بھی مسلے الاطلاق صحیح نہیں کہ حق تعالی نے طلب نکاح کی بعوض مال کے مباح کی نکح ذمی او مستامن ذمیۃ او حربی حربیۃ
ثمۃ بمیتۃ او بلا مهر بان سکتا عنه او نفیاه والحال ان ذا جائز عندهم فوطئت او طلقت قبله او مات عنها فلا مهر لها ولو
اسلما و ترافعا الینا لانا امرنا بترکهم وما یدینون نکاح کیا ذمی یا مستامن نے ذمیہ سے یا حربی نے نکاح کیا حربیہ سے دار الحرب مین مردار جانور کے
مہر پر یا بدون مہر کے نکاح کیا اسطرح کہ دونو بیان مہر سے ساکت رہے یا دونو نے مہر کی نفی کی اور حالانکہ یہہ اونکے نزدیک جائز ہے پھر وطی ہوئی ذمیہ یا
حربیہ کی یا طلاق قبل وطی کے ہوئی یا زوج زوجہ کو چھوڑ کر مرگیا تو عورت کا کچھ مہر نہوگا اور یہہ طلاق قبل وطی مین اگرچہ دونو مسلمان ہوگئے ہون اور
ہمسے معاملہ رجوع کیا ہو تو بھی مہر نہوگا اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور ہین ذمیون کے چھوڑنے پر اور اونکے دین کے چھوڑنے پر یعنی اونکے دین اور اعتقاد پر
اونکو چھوڑنا چاہئے احکام اسلام کے اونپر جاری کرنیکا حکم نہیں ہے اسیواسطے اونکو شراب پینے اور سور کھانے سے روکنا ہمکو نہیں پہنچتا وتثبت بقیۃ احکام
النکاح فی حقهم کالمسلمین من وجوب النفقۃ فی النکاح و وقوع الطلاق ونحوهما کعدۃ ونسب وخیار بلوغ وتوارث بنکاح
صحیح وحرمۃ مطلقۃ ثلثا ونکاح المحارم اور مہر کے سوا باقی احکام نکاح کے اونکے حق مین ثابت ہونگے مثل مسلمانون کے جیسے واجب ہونا نفقہ کا نکاح
مین اور واقع ہونا طلاق کا اور مثل ان احکام کے جیسے عدت اور نسب اور خیار بلوغ کا اور وارث ہونا نکاح صحیح سے اور حرام ہونا مطلقہ ثلثہ کا اور حرام
ہونا نکاح محارم کا لیکن یہہ احکام اوسوقت اونپر جاری ہونگے جب اونکو بھی ان احکام کا اعتقاد ہو اور ہماری طرف مرافعہ کرین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
وان نکحها بخمر او خنزیر عین ای مشار الیه ثم اسلما او اسلم احدهما قبل القبض فلها ذلک فتخلل الخمر وتسیب الخنزیر ولو طلقها قبل
الدخول فلها نصفه اور اگر نکاح کیا ذمی نے ذمیہ سے شراب معین پر یا معین سور پر یعنی جسکی طرف اشارہ ہوا اسطرح کہ اس سور پر نکاح کیا پھر دونو مسلمان
ہوگئے یا ایک اونمین سے مسلمان ہوا قبضہ کرنے سے پہلے تو عورت کو وہی ملیگا یعنی وہی شراب اور سور پاویگی تو مہر کہ سرکہ بنالے شراب کو اور چھوڑ دے سور کو اور
بہتر یہہ ہے کہ سور کو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر طلاق دی قبل دخول کے تو عورت کو آدہی شراب معین اور آدہا سور معین ملیگا ولها فی غیر عین
قیمۃ الخمر ومهر المثل فی الخنزیر اذ اخذ قیمۃ القیمی کاخذ عینه اور عورت کو غیر معین شراب اور غیر معین سور مین قیمت شراب کی ملیگی اور
مہر مثل سور مین ملیگا یعنی سور کی قیمت لینا درست نہیں اسواسطے کہ قیمت والی چیز کی قیمت لینا ویساہی ہے جیسے اوسی چیز کو بعینہ لینا تو اگر سور کی قیمت لی
تو گویا سور لیا **فروع** مسائل متفرقہ شایع کے الوطی فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او مهر الا فی مسئلتین صبی نکح بلا اذن وطاوعته
وبائع امۃ وطیها قبل تسلیم ویسقط من الثمن ما قابل البکارۃ والا فلا وطی دار الاسلام مین سوائے ملک یمین کے خالی نہیں حد یا مہر سے مگر دو مسئلون
مین نہ حد ہے نہ مہر ایک مسئلہ یہہ کہ لڑکے نابالغ نے نکاح کیا جوان عورت سے بدون اجازت اپنے ولی کے اور عورت نے نابالغ کی اطاعت کی وطی مین اس
صورت مین نہ حد ہے نہ مہر ہے دوسرا مسئلہ کہ لونڈی کے بیچنے والے نے لونڈی سے وطی کی قبل تسلیم مشتری کے تو بائع پر نہ حد ہے نہ مہر ہے اور کم ہوجائیگی اس ثمن
وہ قیمت جو مقابل تھی بکارت کے یعنی ازالہ بکارت عیب ہوا تو اوتنی قیمت ساقط ہوگی اور اگر لونڈی باکرہ نتھی تو کچھ قیمت نہ گھٹیگی قال فقضت جاریۃ
مع اخری فاذالت بکارتها لزمها مهر المثل ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کو ڈھکیلا سو اوسکی بکارت کو کھو یا لازم ہوگا ڈھکیلنے والی پر مہر مثل
اور اسیطرح صبی اور مرد اجنبی کے ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا اگر ہوگا تو اون پر بھی مہر مثل لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی لاب الصغیرۃ المطالبۃ

بالمهر وللزوج المطالبة بتسليمها ان تحملت الرجل صغیرہ کے باپ کو مطالبہ مہر کا زوج سے پہنچتا ہے اگرچہ زوج کو تمتع نہوا ہو اور زوج کو تسلیم صغیرہ کا مطالبہ پہنچتا ہے اگر صغیرہ مرد کی برداشت کر سکتی ہو قال البزازی ولا یعتبر السن کہا بزازی نے کہ عمر کا کچھ اعتبار نہوگا یعنی اگر زوج اور باپ مین اختلاف ہوا زوج کہتا ہے کہ صغیرہ لائق تحمل مرد کے ہے اور باپ کہتا ہے کہ مرد کے لائق نہیں تو یہان صغیرہ کی عمر کا اعتبار نہوگا بلکہ قاضی صغیرہ کو عورتون کو دکھلاوے اگر عورتین کہین کہ لائق مرد کے ہے تو زوج کو تسلیم کرے اور نہین تو نہین کذا فی حاشیۃ المدنی فلو سلمها فهربت لم یلزمه طلبها سو اگر باپ نے اپنی بیٹی زوج کو تسلیم کی پھر وہ بھاگ گئی تو زوج پر اوسکی طلب اور تلاش لازم نہین اسواسطے کہ حرہ کے گم ہونے پر ضمان نہین کہ طلب زوج پر لازم ہو بخلاف لونڈی کے کہ اگر کسیکے نکاح مین ہو اور بھاگ جاوے تو زوج پر تلاش لازم ہے اسواسطے کہ اسکی گم ہونے مین زوج پر ضمان لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی خدع امرأة واخذها حبس الی ان یأتی بها او یعلم موتها کسی نے فریب دیا عورت کو اور اوسکو نکال لیگیا تو وہ شخص قید کیا جاویگا یہانتک کہ اوسکو لے آوے یا عورت کا مرنا معلوم ہو المهر مهر السر وقیل العلانیة مہر وہی معتبر ہے جو پوشیدگی کا مہر ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ظاہر کا مہر معتبر ہے یعنی عورت سے نکاح کیا اور مخفی ایکہزار مثلا مہر مقرر کیا پھر دوسرے بار [illegible] لوگون مین دو ہزار کا مہر ٹھہرایا تو اس صورت مین مہر مخفی ہی کا اعتبار ہوگا نہ علانیہ کا المؤجل الی الطلاق یتعجل بالرجعی ولا یتأجل برجعتها جو مہر کہ موجل ہو طلاق تک وہ معجل ہو جاتا ہے طلاق رجعی سے اور نہین موجل ہوتا پھر عورت کیطرف مراجعت کرنے سے ولو وهبته المهر علی ان یتزوجها فابی فالمهر باق فی نكحها اولا اگر عورت نے مہر بخشا اس شرط پر کہ مرد اوس سے نکاح کر لے سو مرد نے ہبہ مہر کا نہ قبول کیا تو مہر باقی ہے نکاح عورت سے کیا یا نہ کیا توضیح اس مسئلہ کی بحر الرائق مین یون ہے کہ ایک شخص نے اپنی مطلقہ سے کہا کہ مین تجسے نکاح نکرونگا جبتک تو اپنا مہر معاف نکرے سو عورت نے بشرط نکاح مہر معاف کیا پھر مرد نے انکار کیا تو مہر باقی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی درصورت نکاح نکرنیکے تو مہر کا باقی رہنا ظاہر ہے اور نکاح کر نہین مہر اسواسطے باقی رہا کہ ہبہ بدون قبول کے تمام نہین ہوتا اور حالانکہ مرد ہبہ سے انکار کر چکا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو وهبته لاحد وكلته بقبضه صح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسیکو ہبہ کیا اور اوسکو مہر لینے پر وکیل کیا تو صحیح ہے اور ہبہ مہر کا بدون توکیل کے ناتمام ہے ولو احالت به انسانا ثم وهبته للزوج لم یصح وهذه حیلة من ترید ان تهب ولا تصح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسی آدمی کو حوالہ کیا یعنی زوج سے کہا کہ میرا مہر فلانے شخص کو دے اور زوج نے یہہ حوالہ قبول کیا پھر عورت نے وہی مہر زوج کو ہبہ کیا تو یہہ ہبہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ مہر کا دوسرا آدمی مالک ہو گیا اور یہہ حوالہ کرنیکا حیلہ اوس شخص کیواسطے ہے کہ جو چاہے کہ ہبہ کرے اور صحیح نہو

باب نکاح الرقیق

هو المملوك كلا او بعضا والقن المملوك كلا یہہ باب ہے نکاح رقیق کا رقیق اوس غلام کو کہتے ہین جو بالکل مملوک ہو یا تھوڑا یعنی نصف مملوک ہو یا ربع اور قن اوس غلام کو کہتے ہین جو بالکل مملوک ہو توقف نكاح قن وأمة ومكاتب ومدبر وام ولد علی اجازة المولی فان اجاز نفذ وان رد بطل موقوف ہے نکاح قن اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا مولی کی اجازت پر تو اگر مولی نے نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو گیا اور اگر رد کیا تو باطل ہو گیا مکاتب وہ غلام ہے جسکو مالک نے کہا کہ تو سو روپیہ مثلا کہین سے پیدا کر لاوے تو تو آزاد ہے اور مدبر وہ غلام ہے جس سے مالک نے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے اور ام ولد وہ لونڈی ہے جو مالک کے تصرف مین رہی اور اوس سے اوسکا بچہ پیدا ہوا فلا مهر ما لم يدخل فيطالب بمهر المثل بعد عتقه سو جب غلام وغیرہ کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا تو قبل اجازت مولی کے اس نکاح مین مہر نہین جبتک وطی نہوا اور جب وطی ہوئی تو مہر مثل طلب ہوگا بعد آزاد ہونے غلام کے اسواسطے کہ قبل آزادی کے غلام کسی چیز کا مالک نہین اور مولی پر اسواسطے مہر لازم نہوگا کہ اوسکی بدون اجازت نکاح ہوا ثم المراد بالمولی من له ولاية تزويج الأمة كالاب والجد والقاضي والوصي والمكاتب والمفاوض والمتولي پھر مولی سے مراد وہ شخص ہے جسکو اختیار ہو لونڈی کے نکاح کر دینے کا جیسے صغیر کی لونڈی کا باپ اور دادا اور قاضی اور وصی اور مکاتب اور شریک مفاوض اور متولی وقف تو باپ اپنی بیٹی صغیر کی لونڈیکا نکاح کر سکتا ہے اور اسیطرح دادا اور قاضی اور وصی لیکن انکو یہہ اختیار نہین کہ اپنی غلام سے اوسکا نکاح کر دین اور اسیطرح عبد مکاتب کو اپنی لونڈی کے نکاح کا اختیار ہے اور اسیطرح شریک مفاوض کو شرکت کی لونڈی کا نکاح کر دینا جائز ہے اور اسیطرح وقف اور بیت المال کی لونڈی کا نکاح وہان کے متولی کے اختیار ہے واما العبد فلا یملك تزویجها الا من یملك

اِعْتاقه اور غلام کی تزویج کا کوئی مالک نہین سوائے اوسکے جو مالک ہے اوسکو آزاد کرنیکا یعنی جو کل تصرفات کا مالک ہے وہی غلام کی تزویج کا مالک ہے تو باپ وغیرہ جو سابق مین مذکور ہو چکے وہ نکاح عبد کے مالک نہین کذا فی الدرر فان نکحوا بالاذن فالمهر والنفقة علیهم ای علی القن وغیرہ لوجود سبب الوجوب منه سو اگر نکاح کیا قن وغیرہ نے مولی کے اذن سے تو مہر اور نفقه اونپر لازم ہوگا یعنی قن اور مکاتب وغیرہ پر اسواسطے کہ سبب وجوب نفقه اور مہر کا یعنی نکاح قن وغیرہ کیطرف سے ہوا ولیسقطان بموتهم لفوات محل الاستیفاء اور ساقط ہوتا ہے مہر اور نفقه غلامون کی موت سے بسبب فوت ہونے محل استیفا کے یعنی نفقه اور مہر لینے کا مقام نرہا ویباع القن فیهما اور بیچا جاویگا قن نفقه اور مہر مین یعنی مالک قن کا اوسکو بیچکر نفقه اور مہر ادا کرے اور اگر مالک بیع سے انکار کرے تو قاضی بیع کرے لا یباع غیرہ کمدبر بل یسعی نہین بیچا جائیگا سوای قن کے جیسے مدبر اور مکاتب وغیرہ کی بیع نہوگی بلکہ محنت مزدوری کروائی جاویگی پہر جو مدبر کے نفقه سے زائد ہوگا وہ زوجہ کے مہر اور نفقه مین صرف ہوگا ولو مات مولاه لزمه جملة ان قدر نهر وقنیه اور اگر مدبر کا مولی مرگیا تو مدبر پر یکبارگی مہر لازم ہوگا اگر اوسکو مقدور ہو اور اگر مقدور نہو تو قدرت تک انتظار ہوگا کذا فی النهر والقنیه لکنه یباع فی النفقة مرارا ان تجددت لیکن قن بیچا جائیگا نفقه مین بار بار اگر متجدد ہوگا نفقه یعنی جب غلام پر زوجہ کا نفقه اتنا ہوگیا کہ دینے سے عاجز ہوا تو واسطے ادای نفقه کے بیچا جائیگا پہر جب دوسری بار نفقه سے عاجز ہوگا تو پہر بیچا جائیگا وعلی هذا القیاس وفی المهر مرة ویطالب بالباقی بعد عتقه الا اذا باعه منها خانیه اور بیچا جائیگا قن مہر مین ایکبار پہر اگر مہر کچہہ باقی رہیگا تو مطالبہ باقی مہر کا ہوگا بعد اوسکے آزاد ہونیکے مگر اوس صورت مین باقی مہر کا مطالبہ نہین جب مالک نے غلام کو اوسکی زوجہ کے ہاتھہ بیچا کذا فی الخانیه یعنی مالک نے اپنے غلام کا نکاح ایک عورت سے کیا ہزار درم کے مہر پر پہر غلام کو واسطے ادای مہر کے اوسی عورت کے ہاتھہ نوسو درم کو بیچا بمجرد مول لینے کے نکاح ٹوٹ گیا تو نوسو درم عورت مہر مین لیگی اور ایک سو درم جو باقی رہا تہا سو ساقط ہوگیا اگر غلام آزاد بھی ہو تو بھی مطالبہ نہین ولو زوج المولی امته من عبده لا یجب المهر فی الاصح ولوالجیه قال البزازی بل یسقط ومحل الخلاف اذا لم تکن الامة ماذونة مدیونة فان کانت یجب ایضا لانه یثبت لها ثم ینتقل للمولی نهر اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے تو نہ واجب ہوگا مہر قول اصح مین کذا فی الولوالجیه بزازی نے کہا بلکہ مہر واجب ہوگا پہر ساقط ہوجاویگا اور وجوب اور عدم وجوب کا اختلاف وہان ہے جب کہ لونڈی ماذون اور قرضدار نہو اور اگر مولی کی اجازت سے لونڈی قرضدار ہو تو اوس لونڈی کا شوہر غلام بھی بیچا جائیگا ادای مہر کے واسطے اسواسطے کہ مہر ثابت ہوتا ہے اول لونڈی کے لئے بعد اسکے اگر لونڈی قرضدار نہو تو پہرتا ہے مولی کیطرف کذا فی النهر اور یہان تو لونڈی قرضدار ہے تو اوسکے مہر سے اول اوسکا قرض ادا کیا جائیگا پہر اگر کچہہ قرض باقی رہیگا تو خود لونڈی مولی کی اجازت سے بیچی جائیگی کذا فی حاشیه المدنی فلو باعه سیده بعد ما زوجه امرأة فالمهر برقبته یدور معه این ما دار کدین الاستهلاک پہر اگر غلام کو اوسکے مالک نے بیچا بعد نکاح کرنے غلام کے ایک عورت سے تو مہر اوس عورت کا غلام کی گردن پر ہے پہریگا مہر جہان غلام پہریگا یعنی غلام اگرچہ دس بار بکے اور کسی مالک کے پاس رہے مہر عورت کا اوسپر بنا رہیگا جیسے استہلاک کا دین یعنی اگر غلام کسی شخص کا مال ضائع کرے تو اوسکے دین مین بیچا جائیگا اگرچہ ایک دو بار بک چکا ہو لکن للمرأة فسخ البیع لو المهر علیه لانه دین فکانت کالغرماء منح لیکن عورت کو اختیار ہے مالک کی بیع کو فسخ کر دینے کا اگر مہر غلام پر باقی ہو اسواسطے کہ مہر بھی دین ہے تو عورت مثل قرضخواہون کے ہوئی کذا فی منح الغفار یعنی اگر عبد ماذون پر قرض ہوا اور اوسکا مالک اوسکی بیع کرے تو قرضخواہون کو اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکہین اور اوسکی قیمت قرض مین لین اور چاہین بیع کو فسخ کرین اسیطرح مہر عورت کا بھی دین ہے تو اوسکو بھی فسخ بیع مین اور جائز رکہنے مین اختیار ہے وقوله لعبد طلقها رجعیة اجازة للنکاح الموقوف اور یون کہنا مالک کا اپنے غلام سے کہ عورت کو طلاق رجعی دے یہہ اجازت ہے نکاح موقوف کی اسواسطے کہ طلاق رجعی بدون نکاح صحیح کے نہین ہوتی لا طلقها او فارقها لانه یستعمل للمتارکة فتعین لو اجازه بعد ذلك لا ینفذ بخلاف الفضولی اور یون کہنا مالک کا کہ اوسکو طلاق دیدے یا اوسکو چہوڑ دے نکاح موقوف کی اجازت نہوگی اسواسطے کہ طلاق اور فراق کا لفظ چہوڑ دینے مین بھی مستعمل ہوتا ہے یعنی یہہ دونو لفظ اجازت اور رد دونون مین محتمل ہین اسواسطے عدم اجازت

پر محمول رکھا یہانتک کہ اگر مولی بعد سننے ان لفظون کے اگر غلام کے نکاح کو جائز رکھیگا تو بھی نکاح نافذ نہوگا بخلاف نکاح فضولی کے یعنی ایک فضولی نے کسی مرد کا عورت سے نکاح کر دیا پھر جب اوس مرد کو نکاح کی خبر پہنچی تو اوس نے کہا کہ اوسکو طلاق دی تو نکاح کی اجازت ہوگی اسواسطے کہ زوج کو اختیار ہے طلاق دینے کا تو طلاق کا حکم بھی دیسکتا ہے اور طلاق بدون ثبوت نکاح کے متصور نہین بخلاف مولی کے کہ اوسکو طلاق کا اختیار نہین وإذنه لعبده في النكاح ينتظم جائزه وفاسده فيباع العبد لمهر من نكحها فاسدا بعد اذنه فوطيها خلافا لهما اور اذن دینا مولی کا اپنے غلام کو نکاح مین شامل ہے نکاح جائز اور نکاح فاسد کو تو بیچا جائیگا غلام اوس عورت کے مہر مین جس سے نکاح فاسد کیا بعد اذن مولی کے پھر اوس سے وطی کی بخلاف مذہب صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اذن مولی کا نکاح فاسد کو شامل نہین تو نکاح فاسد مین بعد وطی کے غلام نہ بیچا جائیگا بلکہ بعد آزاد ہونیکے اوسپر مہر لازم آویگا کذا فی حاشیة المدنی ولو نوى المولى الصحيح فقط تقيد به كما لو نص عليه ولو نص على الفاسد صح وصح الصحيح ايضا نهر اور اگر مولی نے غلام کو نکاح کا اذن دیا اور فقط صحیح نکاح کی نیت کی تو یہہ اذن نکاح صحیح کو مخصوص ہوگا چنانچہ اگر مولی تصریح کر دے اذن مین نکاح صحیح پر تو فقط صحیح پر منعقد ہوگا نہ فاسد اور اگر تصریح کی مولی نے نکاح فاسد کے اذن پر تو نکاح فاسد کرنا درست ہوگا اور نکاح صحیح بھی درست ہوگا کذا فی النہر ولو نكحها ثانيا صحيحا او نكح أخرى بعدها صحيحا وقف على الإجازة لانتهاء الإذن بمرة وإن نوى مرارا اور اگر مطلق اذن دیا مولی نے سو غلام نے نکاح فاسد کیا ایک عورت سے پھر دوسری بار اوسی عورت سے نکاح صحیح کیا یا دوسری عورت سے نکاح صحیح کیا پہلی عورت کے بعد تو یہہ نکاح ثانی موقوف ہوگا مولی کی اجازت پر اسواسطے کہ مولی کا اذن ایکبار نکاح کرنے پر منتہی ہوچکا اگرچہ مولی نے چندبار نکاح کرنیکی نیت کی ہو تو بھی نکاح ثانی اجازت پر موقوف رہیگا ولو مرتين صح لانها كل نكاح العبد اور اگر مولی نے اپنے اذن مین دو بار دو عورتون سے نکاح کرنیکی نیت کی تو یہہ نیت دو بار کی صحیح ہوگی اور غلام کو دوسری عورت سے نکاح کرنا درست ہوگا اسواسطے کہ دو نکاح کرنا غلام کے نکاح کی تمامی ہے یعنی غلام کو دو نکاح سے زیادہ کرنا درست نہین وكذا التوكيل بالنكاح اور اسیطرح وکیل کرنا نکاح مین یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح کر دے تو وکیل کو ایک نکاح کے سوا دوسرا نکاح کرنیکا اختیار نہین بخلاف التوكيل به فانه لا يتناول الفاسد فلا ينتهي به يفتى یعنی اذن مولی کا نکاح صحیح اور فاسد دونو کو شامل ہے بخلاف توکیل بالنکاح کے کہ وہ نکاح فاسد کو شامل نہین تو وکالت نکاح فاسد پر منتہی نہوگی اسی قول کا فتوی ہے یعنی اگر نکاح کے وکیل نے فاسد نکاح کیا تو نافذ نہوگا اور نکاح فاسد کرنیسے اوسکی وکالت بھی منقطع نہوئی تو اگر اوسی عورت سے یا دوسری عورت سے دوسری بار نکاح صحیح وکیل کریگا تو نافذ ہوگا والوكيل بنكاح فاسد لا يملك الصحيح بخلاف البيع ابن ملك اور نکاح فاسد کا وکیل مالک نہین صحیح نکاح کرنیکا بخلاف بیع کے یعنی بیع فاسد کا وکیل بیع صحیح کا مالک ہے کذا ذکر ابن الملک فی شرح الملتقی وفي الاشباه في قاعدة الاصل في الكلام الحقيقة الإذن في النكاح والبيع والتوكيل بالبيع يتناول الفاسد وبالنكاح لا اور اشباہ کے اس قاعدہ مین کہ اصل ہر کلام مین معنی حقیقی ہین نہ مجازی یون کہا ہے کہ نکاح اور بیع کے اذن مین اور بیع کی وکالت مین فاسد بھی شامل ہے اور نکاح کی وکالت مین نکاح فاسد شامل نہین یعنی اگر مولی غلام کو نکاح اور بیع کا اذن دے تو یہہ اذن نکاح صحیح اور فاسد کو اور بیع صحیح اور بیع فاسد دونو کو شامل ہے اور اسیطرح بیع کی وکالت بیع صحیح اور فاسد دونو کو عام ہے لیکن نکاح کی وکالت نکاح فاسد کو شامل نہین واليمين على نكاح وصلوة وصوم وحج وبيع ان كانت على الماضي تناوله وإن على المستقبل لا اور قسم نکاح پر اور نماز پر اور صوم اور حج اور بیع پر اگر فعل ماضی پر ہو تو فاسد کو بھی شامل ہے اور اگر قسم فعل مستقبل پر ہے تو سوا صحیح کے فاسد کو شامل نہین یعنی اگر یون قسم کھائی کہ مین نے نکاح نہین کیا تو نکاح صحیح اور فاسد دونو کو شامل ہے اور اگر قسم کھائی کہ مین نکاح نکرونگا تو فقط صحیح کو شامل ہے نہ فاسد کو تو حانث نہوگا مگر صحیح نکاح سے اور اسیطرح اگر قسم کھائی کہ مین نے نماز نہین پڑھی اور حج نہین کیا یا بیع نہین کی تو نماز فاسد اور حج فاسد اور بیع فاسد سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ مین نماز پڑھونگا یا حج نکرونگا یا بیع نکرونگا تو حانث نہوگا مگر نماز صحیح اور حج صحیح اور بیع صحیح سے ولو زوج عبدا مأذونا مديونا صح وساوت المرأة غرماءه في مهر مثلها والزائد عليه طالبته بعد استيفاء الغرماء اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنے غلام ماذون قرضدار کا تو نکاح صحیح ہوگا اور برابر ہوجائیگی عورت غلام کے قرضخواہون سے اپنے مہر مثل مین

اور کمتر میں یعنی جیسے اور قرضخواہ غلام کی کمائی سے حصہ لیتے ہیں ویسا ہی عورت بھی حصہ پاویگی مہرمثل میں اور کمتر میں اور جو مہر کہ زائد ہے مہرمثل سے اور اقل سے
تو عورت غلام سے مطالبہ کریگی زائد کا قرضخواہوں کے قرض پانیکے بعد کذا فی الصحۃ مع دین المرض جیسے دین صحت کا ساتھ دین مرض کے یعنی ایک شخص پر
قرض ہے حالت صحت کا اور حالت مرض کا تو اول صحت کا دین دیا جائیگا پھر اگر کچھ مال باقی رہیگا تو دین مرض کا ادا ہوگا الا اذا باعہ منہا کما مر مگر جب کہ
مولی نے غلام کو عورت کے ہاتھ بیچا تو باقی مہر کا مطالبہ غلام پر نرہیگا چنانچہ یہہ مسئلہ سابق میں مذکور ہوا صورت اوسکی یہہ ہے کہ مولی نے غلام مدیون کا
نکاح ایک عورت سے ہزار درم کے مہر پر کیا اور غلام پر سابق سے ہزار درم قرض تھے پھر مولی نے غلام کو اوسی عورت کے ہاتھ قرضخواہوں کی اجازت سے
نوسو درم کو بیچا تو نوسو درم کو قرضخواہ اور عورت موافق اپنے حصوں کے بانٹ لینگے اور جسقدر عورت کا مہر باقی رہیگا وہ ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ الہدایۃ
ولو زوج بنتہ مکاتبہ ثم مات لا یفسد النکاح لانہا لم تملک المکاتب بموت ابیہا الا اذا عجز ورد فی الرق فحینئذ یفسد للتنافی
اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی بیٹی کا اپنے مکاتب غلام سے پھر مولی مرگیا تو نکاح فاسد نہیں ہوتا اسواسطے کہ بیٹی مالک نہیں ہوئی مکاتب کی اپنے باپ کے مرنے سے
مگر جب کہ عاجز ہوا ادا کرنے بدل کتابت سے اور پھر غلام بنایا گیا تو اسوقت میں نکاح فاسد ہوگا بسبب مخالف ہونے زوجیت اور ملکیت کے وزوج امتہ
او ام ولدہ لا یجب علیہ تبوئتہا وان شرطہا فی العقد اگر نکاح کر دیا مولی نے اپنی لونڈی کا یا ام ولد کا تو واجب نہیں مولی پر شب باشی کرانا لونڈی کا
زوج سے مگر اگرچہ مولی نے شب باشی نکاح میں شرط کر لی ہو … اور واجب نہیں اسواسطے کہ مولی کا حق زوج کے حق پر مقدم ہے اگر کوئی کہے کہ کیا
سبب ہے کہ شب باشی کی شرط مولی پر لازم نہیں ہوتی اور اگر زوج لونڈی کی آزادی اولاد کی شرط کرے تو آزادی ثابت ہو جاتی ہے اسکا جواب شارح نے اپنے
اس قول میں دیا ہے اما لو شرط الحریۃ اولادہا فیصح وعتق … ولدتہ فی ہذا النکاح لان قبول المولی الشرط والتزویج علی
اعتبارہ ہو معنی تعلیق الحریۃ بالولادۃ فیصح … ومفادہ انہ لو باعہا او مات عنہا قبل الوضع فلا حریۃ لیکن اگر شرط کر لیا
زوج نے آزاد ہونا لونڈی کی اولاد کا … تو یہہ شرط صحیح ہو گی اور آزاد ہونگے جتنے لونڈی اس نکاح میں جنیگی اسواسطے کہ قبول کرنا مولی
کا اس شرط کو … آزادی کی تعلیق ہے ولادت پر یعنی گویا مولی نے لونڈی سے یوں کہا کہ اگر تو اس نکاح
میں … تو … تعلیق صحیح ہو گی اور جب تعلیق صحیح ہوئی تو بالضرور حریت اولاد کی ثابت ہو گی اور مولی کو اسمین کچھ اختیار
… بخلاف شب باشی … تعلیق کے معنی نہیں ہو سکتے کذا فی فتح القدیر اور اس تعلیل سے یہہ نکلا کہ اگر مولی نے اوس لونڈی کو
… قبل ولادت کے تو اولاد کی آزادی نہ ثابت ہو گی اسواسطے کہ تعلیق نہیں صحیح ہوتی مگر اوسوقت کہ تعلیق کرنیوالا زندہ
ہو اور مالک ہو وجود شرط کے وقت ولو ادعی الزوج الشرط ولا بینۃ یحلف المولی نہر اور اگر دعوی کیا لونڈی کے زوج نے حریت اولاد
کی شرط کا اور اوسکے پاس گواہ نہیں تو قسم کہاویگا مولی کذا فی النہر لکن لا نفقۃ ولا سکنی لہا بان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا لیکن لونڈی کا
نفقہ اور سکنی زوج پر نہیں ہاں شب باشی کا یہہ طریق ہے کہ مولی اوسکو اوسکے شوہر کے حوالہ کر دے اور اوس سے خدمت نہ لیوے وتخدمہ
المولی ویطاءہا الزوج ان ظفر بہا فارغۃ عن خدمۃ المولی ویکفی فی تسلیمہا قولہ متی ظفرت بہا وطئتہا نہر اور لونڈی خدمت
کیا کرے مولی کی اور وطی کرے زوج اگر اوسکو پاوے مولی کی خدمت سے خالی اور کفایت کرتا ہے لونڈی کی تسلیم میں مولی کا یوں کہنا اوسکے زوج سے
کہ جب اوسکو خالی پایا کرے تو وطی کیا کر کذا فی النہر فان بواہا ثم رجع عنہا صح رجوعہ لبقاء حقہ وسقطت النفقۃ سو اگر مولی نے شب باشی
کی اجازت دی پھر اوس سے رجوع کی تو اوسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا بسبب باقی رہنے حق مولی کے اور ساقط ہوگا نفقہ زوج سے یعنی زمان آیندہ کا نفقہ
نہ طلب ہوگا اور گذشتہ کا نفقہ البتہ طلب ہوگا ولو خدمتہ ای السید بعد التبوئۃ بلا استخدامہ او استخدمہا نہارا واعادہا لیبیت
الزوج لیلا لا تسقط لبقاء التبوئۃ نہر اور اگر خدمت کی لونڈی نے مولی کی بعد اجازت شب باشی کے بدون خواہش ہونے کے یا مولی نے اوس سے
دن کی خدمت چاہی اور رات کو شوہر کے گھر اوسکو پھیر بھیجا تو نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے شب باشی کے ولہ ای للمولی التکفل بہا

ای بأمته وان ابی الزوج ظہیریة ۱۲ اور مولی کو اختیار ہے اپنی منکوحہ لونڈی کو سفر مین لیجانیکا اگرچہ اوسکا زوج نہ چاہے کذا فی الظہیریة وله اجبار قنه و
امته ولو ام ولد اور مولی کو اختیار ہے اپنے قن اور لونڈی کے نکاح مین جبر کرنیکا اگرچہ لونڈی ام ولد ہو اسواسطے کہ اوسکی ملکیت کامل ہے تو اوسکے نکاح
مین زبردستی کرنا جائز ہے اگرچہ وہ راضی نہون مگر مکروہ کر نکاح نہ کرنا چاہیے کذا فی حاشیة الطحطاوی ناقلا عن البحر ولا یلزمه الاستبراء بل یندب
فلو ولدت لاقل من نصف حول فهو من المولی والنکاح فاسد بحر من الاستیلاد وثبوت النسب اور لازم نہین مولی پر استبرا بلکہ
مستحب ہے یعنی جو لونڈی مولی کے تصرف مین ہو اور وہ اوسکا نکاح کر دے تو استبرا مولی پر ضرور نہین سو اگر لونڈی بعد نکاح کے چھ مہینہ سے کمتر مین جنے
وہ لڑکا مولی کا بیٹا ہوگا اور نکاح فاسد ہو جائیگا بشرطیکہ قنہ اور مدبرہ مین مولی نے دعوی نسب کا کیا ہو اور ام ولد مین نفی ولد کی نکی ہو چنانچہ یہہ مسئلہ
بحر الرائق کے باب الاستیلاد اور ثبوت النسب مین مذکور ہے علی النکاح وان لم یرضیا لا لمکاتبه ومکاتبته بل یتوقف علی اجازتهما ولو صغیرین
الحاقا بالبالغ مولی کو جبر کرنیکا اختیار ہے لونڈی غلام کے نکاح پر اگرچہ دونو راضی نہون نہ غلام مکاتب پر اور نہ لونڈی مکاتبہ پر بلکہ نکاح مکاتب اور مکاتبہ
کا اون دونو کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ دونو صغیر ہون بسبب ملا دینے صغیرین کے بالغ کے ساتھ یعنی بسبب کتابت کے مکاتب اور مکاتبہ خود مختار ہوگئے تو انکا
نکاح اونکی اجازت پر موقوف رہا یہانتک کہ اگر دونو صغیر بھی ہون گے تو بھی انکا نکاح اونکی اجازت پر ہی موقوف رہیگا یعنی بسبب کتابت کے صغیر بھی بالغ
کی برابر ہوگیا مولی کا اختیار نکاح کر دینے مین باقی نرہا فلو ادیا فعتقا عاد موقوفا علی اجازة المولی لا علی اجازتهما لعدم اهلیتهما ان
لم یکن عصبة غیره پھر اگر مکاتب اور مکاتبہ صغیرین نے نکاح ہونے کے بعد مال کتابت کا مولی کو ادا کیا تو آزاد ہوگئے نکاح پھر پلٹا مولی کی اجازت پر موقوف
ہو کر نہ صغیرین کی اجازت پر بسبب عدم اہلیت صغیرین کے اگر کوئی عصبہ صغیرین کا نہو سوای مولی کے تب مولی کی اجازت پر نکاح اونکا موقوف ہوگا اور
اگر صغیرین کا بعد آزاد ہونیکے بھائی یا چچا ہوگا تو اوسکی اجازت پر موقوف رہیگا نہ مولی کی اجازت پر خلاصہ یہہ کہ مولی نے مکاتب اور مکاتبہ صغیرین کا نکاح کیا
نکاح نافذ نہوا اسواسطے کہ مکاتب پر ولایت جبری نہین بلکہ صغیرین کی اجازت پر موقوف رہا بعد اسکے صغیرین نے بدل کتابت ادا کیا تو آزاد ہوگئے تو اب وہی نکاح
مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا اسواسطے کہ بسبب آزاد ہونے صغیرین کے مولی کی ولایت جدیدہ پیدا ہوئی اسواسطے کہ آزاد کرنیوالا عصبہ ہوتا ہی اور یہہ مسئلہ
عجیب ہے کہ لڑکا جبتک مملوک رہا تو مختار تھا اور بعد آزاد ہونیکے مجبور ہوگیا اور مولی کی ملکیت قبل آزادی کے مکاتب پر نتھی تب اوسپر اختیار نتھا اور بعد
آزاد ہونیکے بالکل ملکیت باقی نرہی اب اختیار حاصل ہوا ولو عجز توقف نکاح المکاتب علی رضی المولی ثانیا لعود موقوف النکاح علیه اور اگر عاجز
ہوئے مکاتب اور مکاتبہ ادای بدل کتابت سے تو موقوف رہیگا نکاح مکاتب کا مولی کی رضامندی پر دوبارہ بوجہ اسکے اوسپر تصرف اور زبردستی نکاح کے
مولی پر یعنی اول مکاتب کی رضا پر موقوف تہا جب مکاتب عاجز ہوا تو خالص غلام ہوگیا اوسکی اجازت اور عدم اجازت کا کچھ اعتبار نرہا اب دوسری بار مولی
کی اجازت چاہیے اور مولی کی بھی اول رضا کا اعتبار نہین اسواسطے کہ مہر اور نفقہ اوسوقت مین مکاتب پر تہا نہ مولی پر اور جب مکاتب عاجز ہوا تو اب اسکی
کمائی مولی کی ہوگئی اسواسطے دوسری بار مولی کی رضامندی ضرور ہوئی وبطل نکاح المکاتبة لانه طرأ حل بات علی موقوف فابطله والدلیل
یعمل العجائب وبحث الکمال هنا غیر صائب اور باطل ہوگیا نکاح مکاتبہ کا عاجز ہونے سے اسواسطے کہ لاحق ہوئی حلت قاطعہ موقوف پر سو اسکو مٹا دیا اور
دلیل سے امور عجیبہ ثابت ہوتے ہین اور اعتراض کمال الدین ابن الہمام کا یہان ٹھیک نہین یعنی جب مولی نے مکاتبہ کا نکاح بدون اوسکی رضا کے کر دیا تو وہ
نکاح موقوف تہا اوسکی اجازت پر پھر جب مکاتبہ ادای بدل کتابت سے عاجز ہوگئی تو رقیت سے عود کیا تو مولی پر بسبب عود ملکیت کے اوسکی وطی حلال ہوگی
اس حلت کاملہ نے نکاح موقوف غیر نافذ کو مٹا دیا الا انکاح باطل ہوگیا محقق ابن الہمام نے یہان اعتراض کیا ہی کہ بعد آزاد ہونے مکاتب صغیر کے اوسکو
نکاح کا اجازت پر موقوف ہونا معقول نہین اسواسطے کہ مولی کی ولایت بعد آزاد ہونیکے باقی نرہی خلاصہ جواب کا یہہ ہی کہ بعد آزاد ہونے صغیر کے ہونے
کو بسبب حکم ولا کے ولایت جدیدہ حاصل ہوئی اور جو ولایت کہ منتفی ہوئی وہ بحکم ملک تھی موقوف ہونا اوسکے نکاح کا مولی کی اجازت پر بطارز دو محول
ہوگیا دلیل کی بھی صفت ہے کہ ایسے مسائل عجیبہ اوس سے ثابت ہوجاتے ہین کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر ولو قتل المولی امته قبل الوطی لو

خطاءً فتح وهو مكلف فلو صبيا لم يسقط على الراجح ذكره المصنف سقط المهر لمنعه البدل كحرة ارتدت ولو صغيرة اور اگر قتل کیا مولی نے اپنی
لونڈی کو قبل وطی یا خلوت صحیحہ کے اگرچہ قتل خطا کا ہو کذا فی فتح القدیر اور حالانکہ مولی مکلف ہو یعنی عاقل بالغ ہے تو اگر مولی لڑکا ہوگا تو مہر ساقط نہوگا بنا بر قول
راجح کے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ذکر کیا تو مولی کے قتل سے ساقط ہوگا مہر لونڈی کا اوسکے زوج پر بسبب روکنے مولی کے عوض کو یعنی مہر عوض ہے
وطی کا یہہ مہر جب قبل وطی مولی نے لونڈی کو قتل کیا تو مہر کو کس وجہ سے پاویگا جیسے حرہ کا مہر ساقط ہو جاتا ہے اوسکے مرتد ہونے سے قبل وطی کے اگرچہ حرہ صغیرہ ہو
تو بھی ساقط ہوگا اسواسطے کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی نہ مرد کیطرف سے لا لو فعلت ذلك القتل امرأة ولو امة على الصحيح خانية بنفسها
او قتلها وارثها او ارتدت الامة او قبلت ابن زوجها كما رجحه فى النهر اذ لا تفويت من المولى نہ مہر ساقط ہوگا اگرچہ قتل عورت نے کیا
اگرچہ لونڈی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخانیہ عورت نے خود آپ کو قتل کیا یا اوسکے وارث نے اوسکو قتل کیا یا لونڈی مرتد ہوگئی یا اوسنے زوج کے فرزند کا بوسہ لیا
چنانچہ نہر الفائق میں اسی قول کو ترجیح دی ہے لونڈی کے قتل اور مرتد ہونے اور بوسہ لینے سے اسواسطے مہر نہ ساقط ہوگا کہ مولی کیطرف سے تفویت اور قصور
نہیں یعنی مہر کا مالک مولی ہے تو لونڈی کے قصور سے مہر کیونکر ساقط ہوگا اور اسیطرح اگر حرہ نے آپکو قتل کیا تو اوسکے مہر کے وارث مالک ہونگے اور اگر ایک
وارث نے حرہ کو قتل کیا تو اور وارث مالک ہونگے ان صورتوں میں مہر نہیں ساقط ہوتا او فعله بعده اى الوطى لتقرره به یا مولی مکلف نے لونڈی کا
قتل بعد وطی کے کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بسبب ثابت ہو جانے مہر کے وطی سے ولو فعل بعبده او مكاتبته او ماذونته المديونة لم يسقط اتفاقا
اور اگر مولے نے اپنے غلام کو قتل کیا یا اپنی مکاتبہ کو قتل کیا یا لونڈی ماذونہ قرضدار کو قتل کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مہر کا مالک ان صورتوں میں مولی نہیں جب
مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اوسکی زوجہ غلام کی قیمت سے اپنا مہر مولی سے لیگی والاذن فى العزل وهو الانزال خارج
الفرج لمولى الامة لا لها لان الولد حقه وهو يفيد التقييد بالبالغة وكذا الحرة نهر اور اذن دینا اذن عزل یعنی خارج شرمگاہ کے انزال
کو کہتے ہیں اور یہہ تعریف عزل کی بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے وہ یہہ کہ وطی کرے جب وقت انزال کا آوے تو علیحدہ ہو کر خارج شرمگاہ کے انزال کرے سو عزل
میں اجازت دینا مولی کے اختیار میں ہے نہ لونڈی کے اسواسطے کہ لونڈی کا لڑکا حق ہے مولی کا اور اس سے یہہ نکلتا ہے کہ لونڈی کو بالغہ کر مقید کرنا چاہیے
یعنی جب لڑکا مولی کا حق ٹھہرا تو اگر لونڈی بالغہ ہو تو اوسکا شوہر مولی سے عزل کی اجازت لے صغیرہ لونڈی میں اجازت مولی کی حاجت نہیں اسواسطے کہ
صغیرہ کے لڑکا نہیں ہوتا جو عزل سے مولی کا حق تلف ہو اور اسیطرح حرہ کو بھی بالغہ کر مقید کرنا چاہیے یعنی اگر حرہ بالغہ ہو تو اوسکا شوہر اوس سے عزل
کی اجازت لے اور صغیرہ سے اجازت کی حاجت نہیں کذا فی النہر ويعزل عن الحرة وكذا المكاتبة نهر بحثا باذنها اور عزل کرے حرہ سے حرہ کی اجازت
سے اور یہی حال ہے مکاتبہ کا چنانچہ نہر الفائق میں ہے باعتبار بحث کے لكن فى الخانية انه يباح فى زماننا لفساد الزمان قال الكمال فليعتبر عذرا
مسقطا لاذنها لیکن خانیہ میں ہے کہ عزل حرہ سے بدون اذن حرہ کے مباح ہے ہمارے زمانہ میں بسبب فساد زمانہ کے یعنی اس وقت میں اکثر لڑکے اطاعت
نہیں کرتے والدین کو رنج پہنچاتے ہیں تو کمال الدین محقق نے کہا کہ فساد زمانے کو اذن حرہ کا عذر مسقط اعتبار کرنا چاہیے وقالوا يباح اسقاط الولد
قبل اربعة اشهر ولو بلا اذن زوجها اور کہا ہے فقہانے کہ مباح ہے اسقاط ولد کا چار مہینے سے پہلے اگرچہ بے اجازت زوج کی ہو یعنی جان پڑنے
سے قبل پیٹ کا گرانا درست ہے ہر چند شارح نے اسقاط ولد مطلقا بیان کیا لیکن حق یہہ ہے کہ بدون ضرورت کے جائز نہیں جیسے لڑکا عورت کا دودہ پیتا ہو اور اوسکے
حمل رہ گیا اور زوج کو دایہ رکھنے کی طاقت نہیں تو بسبب خوف ہلاکی ولد کے اسقاط قبل نفخ روح کے جائز ہے خانیہ کے باب الکراہیت میں ہے کہ میں نہیں کہتا کہ
اسقاط مطلقا مباح ہے اسواسطے کہ محرم اگر شکاری پرند کا انڈا توڑے تو اوسپر تاوان ہے اسواسطے کہ انڈا اصل ہے پرند کی جب محرم ماخوذ ہوا تو بعذر
اسقاط میں کیونکر گناہ نہوگا کذا فی حاشية المدنى وعن امته بغير اذنها بلا كراهية فان ظهر بها حبل حل نفيه ان لم يعد قبل البول اور عزل
کرے اپنی لونڈی سے بدون اوسکی اجازت کی بلا کراہیت سو اگر لونڈی سے عزل کیا اور اوسکی حمل ظاہر ہوا تو مولی کو اوسکی نفی کرنا درست ہے
یعنی یوں کہنا کہ یہہ حمل میرے نطفہ سے نہیں ہے درست ہے بشرطیکہ دوبارہ وطی نکی ہو پیشاب کرنے سے پہلے یعنی اگر مولے نے اول جماع کیا اور عزل کیا پہر

بدون پیشاب کئے دوبارہ عزل کیا تو نفی کرنا درست نہوگا اسواسطے کہ احتمال ہے کہ بقیہ منی دوسرے عزل مین نکلی ہوا ور موجب حمل کی ہوئی ہوا ور دوسری شرط نفی کی یہہ ہو کہ لونڈی غیر محصنہ ہو یعنی گہر سے باہر آتی جاتی ہوا ور اگر محصنہ ہو تو نفی جائز نہین اسواسطے کہ عزل کیوقت شاید کچہہ منی اندر رہگئی ہو تیسری شرط نفی کی یہہ ہے کہ غیر محصنہ مین ظن غالب چاہئیے کہ یہہ حمل میرے نطفہ سے نہین ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وَخُيِّرَتْ اَمَةٌ وَلَوْ اُمَّ وَلَدٍ وَمُكَاتَبَةً وَلَوْ حُكْمًا كَمُعتقةِ بَعْضٍ عَتَقَتْ تَحْتَ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ وَلَوْ كَانَ النِّكَاحُ بِرِضَاهَا دَفْعًا لِزِيَادَةِ الْمِلْكِ عَلَيْهَا بِطَلْقَةٍ ثَالِثَةٍ نكاح باقی رکہنے یا رکہنے مین مختار ہے لونڈی اگرچہ ام ولد ہوا ور مکاتبہ مختار ہے اگرچہ حکمی مکاتبہ ہو جیسے وہ لونڈی کہ کل آزاد نہو مثلاً نصف آزاد ہو یا ربع کیہ اختیار اوسوقت ہے جب آزاد ہو جاوے خواہ حر کے نیچے ہو خواہ عبد کے اگرچہ نکاح اوسکی رضا سے ہوا ہو تو بھی اوسکو اختیار ہے تاکہ دفع ہو زیادتی ملک کی اوسپر بسبب طلقہ ثالثہ کے یعنی جب لونڈی تہی زوج کے دو بار طلاق دینے سے چہوٹ سکتی تہی اور حرہ بدون تین طلاق کے نہین چہوٹتی تو حرہ پر بہ نسبت لونڈی کے ایک طلاق کی ملک زیادہ ہوتی ہے تو اسواسطے شارع نے اوسکو اختیار دیا کہ اپنے اوپر سے طلقہ ثالثہ کی ملک چاہے دفع کرے اور چاہے جائز رکہے فَاِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَلَا مَهْرَ لَهَا اَوْ زَوْجَهَا فَالْمَهْرُ لِسَيِّدِهَا سو اگر لونڈی آزاد نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی نکاح توڑا تو اوسکا کچہ مہر نہین اگر وطی نہوئی ہو اسواسطے کہ جدائی اوسیکی طرف سے ہوئی اور اگر وطی ہوئی ہو تو مہر مولی کو ملیگا اور اگر اوسنے زوج کو اختیار کیا یعنی نکاح قائم رکہا تو مہر اوسکے مولی کا ہے وطی ہوئی ہو یا نہوئی ہو مولی مہر کا اسواسطے مالک ہوگا کہ مہر ثابت ہوا تہا عقد سے اور اوسوقت مولی ہی کی ملک تہی وَلَوْ صَغِيرَةً تَاَخَّرَ لِبُلُوغِهَا وَلَيْسَ لَهَا خِيَارُ بُلُوغٍ فِي الْاَصَحِّ اور اگر لونڈی صغیرہ ہو تو اوسکی آزادی کا اختیار اوسکو بالغ ہونے تک متاخر رہیگا اسواسطے کہ صغیر کے افعال کا بسبب عقل نہونیکے کچہہ اعتبار نہین اور نہین ہے اختیار لونڈی کو بلوغ کا قول اصح مین اسواسطے کہ خیار عتق کا مغنی ہے خیار بلوغ سے چنانچہ باب الولا مین مذکور ہوگا اَوْ كَانَتْ لِاُمِّهِ عِنْدَ النِّكَاحِ حُرَّةً ثُمَّ صَارَتْ اَمَةً بِاَنْ ارْتَدَّا وَلَحِقَا بِدَارِ الْحَرْبِ ثُمَّ سُبِيَا مَعًا فَاُعْتِقَتْ خُيِّرَتْ عِنْدَ الثَّانِي خِلَافًا لِلثَّالِثِ مَبْسُوطٌ یا خیار عتق کا اوسوقت بہی ثابت ہوگا جب لونڈی نکاح کیوقت حرہ تہی پہر لونڈی ہوگئی اسطرحکہ زوج اور زوجہ مرتد ہوگئی اور دونو دار الحرب مین جا رہے پہر وہان سے دونو قید ہو آئے دار الاسلام مین پہر عورت آزاد ہوئی تو اوسکو نکاح رکہنے نہ رکہنے کا اختیار ہوگا نزدیک ابو یوسف کے نہ نزدیک محمد کے کذا فی المبسوط وَالْجَهْلُ بِهٰذَا الْخِيَارِ خِيَارِ الْعِتْقِ عُذْرٌ فَلَوْ لَمْ تَعْلَمْ بِهِ حَتّٰى ارْتَدَّا اَوْ لَحِقَا فَعَلِمَتْ فَفَسَخَتْ صَحَّ اِلَّا اِذَا قُضِيَ بِاللِّحَاقِ وَلَيْسَ هٰذَا بِحُكْمٍ بَلْ فَتْوٰى كَافِي اور بیعلمی اس خیار عتق کی عذر ہے بخلاف خیار بلوغ کے اسواسطے کہ لونڈی کو بسبب مشغولی خدمت مولی کے تحصیل مسائل دینی کی فرصت نہین بخلاف حرہ کے سو اگر لونڈی کو خیار عتق کا علم نہوا اسطرح کہ لونڈی منکوحہ تہی پہر مولی نے اوسکو آزاد کیا اور اوسکو خیار عتق کا مسئلہ نہ معلوم ہوا یہانتک کہ وہ اور اوسکا شوہر دونو مرتد ہوگئی اور دار الحرب مین جا رہے پہر دار الاسلام مین گرفتار ہو آئے یا مسلمان ہو کر خود آئی پہر عورت نے خیار عتق کا مسئلہ جانا خواہ دار الاسلام مین خواہ دار الحرب مین سو نکاح فسخ کیا تو یہہ فسخ کرنا باوجود اتنی مدت گذرنیکے بسبب عذر جہل کے صحیح ہوگا مگر جبکہ قاضی نے اوسکے حق مین لحوق بکفار کا حکم دیا تو عورت کا فسخ کرنا صحیح نہوگا اسواسطے کہ بعد حکم لحوق کے اگر پہر آویگی تو لونڈی ہو جاویگی اور فسخ کو صحیح کہنا حکم نہین ہے بلکہ فتوی ہے یہہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہہ ہو کہ تمنے دار الحرب کے ملنے والون مین بہی حکم دیا کہ فسخ نکاح کا صحیح ہے اور حالانکہ دار الحرب سے احکام مسلمین منقطع ہین شارح نے جواب دیا کہ یہہ حکم نہین بلکہ فتوی ہے یعنی حادثہ کے سوال کا جواب ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى الْقَضَاءِ وَلَا يَبْطُلُ بِسُكُوتٍ وَلَا يَثْبُتُ لِغُلَامٍ وَيَقْتَصِرُ عَلٰى مَجْلِسٍ كَخِيَارِ مُخَيَّرَةٍ بِخِلَافِ خِيَارِ الْبُلُوغِ فِي الْكُلِّ خانیہ اور نہین موقوف ہو خیار عتق کا قاضی کے حکم پر اور نہین باطل ہوتا سکوت سے اور ثابت نہین خیار عتق غلام صغیر کو یعنی جب غلام صغیر آزاد ہو تو اوسکو خیار عتق حاصل نہین اور منحصر ہے یہہ خیار مجلس علم پر تو اگر مجلس سے عورت اوٹھ گئی خیار باطل ہوگیا جیسے خیار مخیرہ کا مجلس علم پر منحصر ہے مخیرہ وہ عورت جسکے زوج نے اوس سے کہا کہ تجہکو مین نے طلاق کا اختیار دیا تو اگر وہ مجلس سے اوٹھ گئی تو اختیار اوسکا باطل ہوگیا بخلاف خیار بلوغ کے کہ وہ پانچون حکم

مین مخالف ہے خیار عتق کے کذا فی الکافیہ یعنی خیار بلوغ قضا پر موقوف ہے اور سکوت سے باطل ہوتا ہے اور غلام کو بھی ثابت ہے اور آخر مجلس تک ممتد نہین ہوتا
اور اُٹھنے چل عذر نہین چنانچہ باب الولی مین مفصل مذکور ہو چکا نکح عبد بلا اذن فعتق او باعه فاجاز المشتری نفذ لزوال المانع نکاح کیا غلام
نے بدون اجازت مولی کے پھر آزاد ہوا یا بیچ ڈالا مولی نے اوسکو سو مشتری نے اوسکا نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو گیا بسبب زوال مانع کے یعنی اول
غلام کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف تھا جب آزاد ہوا تو حق مولی کا جاتا رہا اب اوسکی اجازت کی کچھ حاجت نہین وکذا الحکم فی الامة ولا خیار لها
لکون النفوذ بعد العتق فلم یتحقق زیادة الملك اور ایسا ہی حکم ہے لونڈی کا یعنی اوسکا بھی نکاح بلا اذن بعد آزادی کے نافذ ہوتا ہے اور
یہان نکاح فسخ کرنے مین لونڈی کا اختیار نہین بسبب نافذ ہونے نکاح کے بعد آزادی کے تو زیادتی ملک طلقة ثالثة کی نہ ثابت ہوئی وکذا لو قالت انا
زوجها فضولی ثم اعتقها فضولی و اجازهما المولی اور اسیطرح لونڈی کو اختیار فسخ کا نہین اگر اجازت نکاح کی اور آزادی ساتھہ ہی ہو یعنی اسطرح
کہ نکاح کر دیا لونڈی کا ایک فضولی نے اور آزاد کیا اوسکو دوسرے فضولی نے اور جائز رکھا ان دونو کو یعنی نکاح اور عتق کو مولی نے وکذا مدبرة
عتقت بموته اور اسیطرح اختیار فسخ کا اوس مدبرہ کو نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر آزاد ہوئی مولی کی موت سے وکذا ام الولد ان دخل بها
الزوج والا لم ینفذ لان عدتها من المولی تمنع نفاذ النکاح اور اسیطرح اوس ام ولد کو اختیار فسخ کا نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر
آزاد ہوئی مولی کے آزاد کرنے سے یا اوسکی موت سے نکاح ام ولد کا اوسوقت نافذ ہوگا اگر اوسکے زوج نے وطی کی ہوگی اور اگر زوج نے قبل آزادی کے
وطی نکی تو اوسکا نکاح نافذ نہوگا اسواسطے کہ عدت ام ولد کی مولی کی موت سے مانع ہے نفاذ نکاح کی اور جب قبل عتق کے زوج وطی کر چکا تو مولی کی عدت
معدوم ہو گئی بموجب روایت ابن سماعہ کے محمد سے اور ظاہر الروایت مین زوج کی وطی سے بھی مولی کی عدت نہین جاتی تو نکاح صحیح نہوگا کذا فی حاشیة
الطحطاوی فان وطی ان یجز الامة قبله ای العتق فالمهر المسمی له ای المولی او بعده فلها لمقابلته بمنفعة ملکها سو اگر وطی کی زوج نے
لونڈی سے قبل آزاد ہونیکے تو مہر مسمی مولی کا ہے اور اگر وطی کی بعد آزادی کے تو مہر عورت کا ہے واسطے مقابل ہونے مہر کے اوسکی ملک کی منفعت سے یعنی جب لونڈی
آزاد ہوئی تو اپنی ذات کے تصرف کی مالک ہوئی اور مہر بدلا ہے وطی کا تو بعد آزادی کے مہر کی مالک عورت ہی ہوگی ومن وطی امة ابنه فولدت فلو
لم تلد لزم عقرها وارتکب محرما ولا یحد قاذفه فادعاه الاب وهو حر مسلم عاقل ثبت نسبه بشرط بقاء ملك ابنه من وقت الوطی
الی الدعوة اور جسنے وطی کی اپنی بیٹے کی لونڈی سے پھر وہ حاملہ ہوئی اور لڑکا جنی تو اگر نہ جنے گی تو لازم ہوگا باپ پر مہر مثل اور اوسنے حرام کام کیا اور
جسنے اوسکو زانی کہا اوسپر حد قذف کی نہ ماری جائیگی پھر باپ نے اوس لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور حالانکہ باپ حر اور مسلمان اور عاقل ہے تو اوسکا
نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ بیٹے کی ملک لونڈی پر باقی رہی ہو وطی کے وقت سے دعوی کرنے تک وبیعه الامة لاخیه مثلا لا یضر نهر بحثا اور مثلا بیچ ڈالنا
لونڈی کا اپنی بھائی سے ضرر نہین کرتا چنانچہ نہر الفائق مین ہے بحث کے ساتھہ یعنی جب باپ نے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی اور وہ لونڈی دوسرے بیٹے
کی ملک مین جاتی رہی خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے اور دونون بیٹون ہی کی بقای ملک مین کچھ ضرر نہین اسواسطے کہ باپ کی دونو بیٹے برابر ہین ولایت مین فصارت ام ولد له
لاستناد الملك لوقت العلوق تو بیٹے کی لونڈی ام ولد ہو گئی باپ کی بسبب ثابت ہونے ملک کے حمل رہنے سے اسواسطے کہ باپ کو حق ہے بیٹے کے مال سے حاجت
کیوقت کیونکہ حدیث مین آیا ہے انت ومالك لابیك یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا مملوک ہے اور نطفہ آدمی کا جز ہے تو اوسکی حفاظت ضروری ہے اس ضرورت
سے بیٹے کے مال کا باپ یہان مالک ٹھہرا اور لونڈی اوسکی ام ولد ہو گئی وعلیه قیمتها ولو فقیرا لقصور حاجته ببقاء نسله عن بقاء نفسه
ولذا یحل له عند الحاجة الطعام لا الوطی ویجبر علی نفقة ابیه لا علی دفع جاریة لتسریه اور باپ پر واجب ہے قیمت لونڈی کے حمل رہنے
کے دن سے اگرچہ باپ فقیر ہو بسبب کم ہونے حاجت بقاء نسل کے بہ نسبت بقاء نفس کے اور اسیواسطے حلال ہے باپ کو حاجت کیوقت طعام بیٹے کا نہ وطی اوسکی
لونڈی کی اور جبر کیا جائیگا بیٹے پر باپ کے نفقہ کا اور جبر نہوگا لونڈی دینے پر تاکہ باپ اوسکو حرم بنا دے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ تم نے فقیر باپ پر
کیون قیمت واجب کی حالانکہ باپ اپنی حفظ منی اور بقاء نسل مین مضطر ہے اور باپ اگر اضطرار مین بیٹے کا طعام کہاوے تو اوسپر ضمان نہین شارح نے جواب دیا

کہ ملہ امر مین ابقاء نفس ہے اور حفظ منی مین بقاء نسل ہے اور بقاء نفس اعظم ہو بقاء نسل سے تو دونو برابر ہوئے اسواسطے حفظ منی مین قیمت واجب ہوئی نہ وطی مرتبہ
لا عُقْرُھَا وَقِیْمَۃُ وَلَدِھَا مَا لَمْ تَکُنْ مُشْتَرَکَۃً فَیَجِبُ حِصَّۃُ الشَّرِیْکِ باپ پر قیمت لونڈی کی واجب ہوگی نہ اوسکا مہر مثل اور نہ قیمت اوسکے لڑکے کی بشرطیکہ
لونڈی مشترک نہو اور اگر لونڈی بیٹے اور اجنبی مین مشترک ہو تو بقدر حصہ شریک کے مہر مثل واجب ہوگا وَھٰذَا اِذَا ادَّعَاہُ وَحْدَہٗ فَلَوْ مَعَ الْاِبْنِ فَاِنْ
شَرِیْکَیْنِ قُدِّمَ الْاَبُ وَاِلَّا فَالْاِبْنُ اور یہہ حکم مسائل سابقہ کا اسوقت ہی جب فقط باپ ہی نے دعوی نسب کا کیا پہر اگر شریک ہوا باپ بیٹے کے ساتھ دعوی
مین یعنی باپ نے کہا یہہ میرا بیٹا ہی اور بیٹے نے کہا میرا بیٹا ہی تو اگر باپ اور بیٹا دونو شریک ہون لونڈی کی ملکیت مین تو باپ کا دعوی مقدم ہوگا دو جہت سے کہ
اپنے حصہ مین ملک حقیقی ہی اور بیٹے کے حصہ مین ملک حکمی اور اگر دونو شریک نہون تو اوسکی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ لونڈی فقط بیٹے کی ملک ہو تو بیٹے کا دعوی
مقدم ہے دوسری یہہ کہ باپ کی خالص ملک ہو تو دعوی بیٹے کا غیر مسموع ہی اور ظاہر کلام شارح سے یہی نکلتا ہی کہ دوسری صورتمین بھی دعوی بیٹے کا مقدم ہے
اور حالانکہ یہہ ظاہر الفساد ہی کذا فی الطحطاوی وَلَوِ ادَّعٰی وَلَدَ اُمِّ وَلَدِہِ الْمَنْفِیِّ اَوْ مُدَبَّرَتِہٖ اَوْ مُکَاتَبَتِہٖ شُرِطَ تَصْدِیْقُ الْاِبْنِ اور اگر دعوی کیا باپ نے
اپنے بیٹے کی ام ولد کی ولد منفی کا یا اوسکی مدبرہ کے ولد کا یا اوسکی مکاتبہ کی ولد کا تو ثبوت نسب کے واسطے مشروط ہی تصدیق بیٹے کی پہر جب بیٹا باپ کے دعوی کی تصدیق
کریگا تو نسب ثابت ہوگا اس احتمال سے کہ باپ نے نکاح کر لیا ہو صحیح یا فاسد یا وطی اشتباہ سے ہوگئی ہو اور اگر بیٹے نے اپنی ام ولد کی ولد کی نفی نکی تو الحاق اوس ولد
کا باپ سے صحیح نہوگا اسواسطے کہ نسب قابل انتقال کے نہین وَحَلَّ صَحِیْحٌ کَابٍ بَعْدَ زَوَالِ وَلَایَتِہٖ بِمَوْتٍ وَکُفْرٍ وَجُنُوْنٍ وَرِقٍّ فِیْہِ اَیْ فِی الْحُکْمِ الْمَذْکُوْرِ
اور دادا مانند باپ کے ہے بعد زائل ہونے ولایت باپ کے بسبب موت کے یا کفر کے یا جنون کے یا غلام ہونے کے حکم مذکور مین یعنی اگر دادا اپنے پوتے کی لونڈی کے ولد کا دعوی
کرے تو صحیح ہی بشرطیکہ ولایت باپ کی اسباب مذکورہ سے زائل ہوگئی ہو لَا یَکُوْنُ کَالْاَبِ قَبْلَہٗ اَیْ قَبْلَ الزَّوَالِ الْمَذْکُوْرِ نہوگا دادا مثل باپ کے قبل اوسکے
یعنی قبل زوال ولایت مذکور کے دادا مثل اجنبی کے ہی وَیُشْتَرَطُ ثُبُوْتُ وَلَایَتِہٖ مِنْ حِیْنِ الْوَطْئِ اِلَی الدَّعْوَۃِ اور صحت دعوی مین شرط ہی ثبوت ولایت
دادا کی وقت وطی سے دعوت تک سو اگر وطی کی دادا نے باپ کی ولایت مین پہر مثلا باپ مرگیا اور لونڈی جنی دادا کی ولایت مین تو دعوی صحیح نہوگا
وَلَوْ تَزَوَّجَھَا وَلَوْ فَاسِدًا اَبُوْہُ وَلَوْ بِلَا وَلَایَۃٍ فَوَلَدَتْ لَمْ تَصِرْ اُمَّ وَلَدِہٖ لِتَلَقِّیْ وَلَدِہٖ مِنْ نِکَاحٍ اور اگر نکاح کیا باپ نے بیٹے کی لونڈی سے اگرچہ نکاح فاسد ہو
اسواسطے کہ نکاح فاسد مثل صحیح کے ہی ثبوت نسب مین اور گو کہ باپ نے نکاح بولایت کیا اس صورتمین کہ بیٹا صغیر یا مجنون تہا پہر لونڈی جنی تو نہو گی ام ولد باپ کی بواسطے
پیدا ہونے ولد کے نکاح سے اور ام ولد بدون ملک یمین کے نہین ہوتی وَیَجِبُ الْمَھْرُ لَا الْقِیْمَۃُ وَوَلَدُھَا حُرٌّ بِمِلْکِ اَخِیْہِ لَہٗ اور واجب ہوگا باپ پر مہر مسمی یا مہر مثل
نہ قیمت لونڈی کی اور بیٹا لونڈیکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ اوسکا بہائی اوسکا مالک ہوا تو بسبب قرابت کے آزاد ہوگیا وَمِنَ الْحِیَلِ اَنْ یُمَلِّکَ اَمَتَہٗ لِطِفْلِہٖ ثُمَّ یَتَزَوَّجَھَا
اور جو چاہی کہ لونڈی سے وطی کری اور وہ لڑکا پیدا ہو نیسی ام ولد نہو تو اوسکا حیلہ یہی ہے کہ اپنی لونڈی کو اپنے لڑکے کی ملک مین کردی خواہ بیع سے
خواہ ہبہ سے پہر اوس لونڈی سے نکاح کرلے تو جب یہہ لونڈی جنے گی تو ام ولد باپ کی نہوگی اور لڑکا حر ہوگا وَلَوْ وَطِئَ جَارِیَۃَ امْرَاَتِہٖ اَوْ وَالِدِہٖ اَوْ جَدِّہٖ
فَوَلَدَتْ وَادَّعَاہُ لَا یَثْبُتُ النَّسَبُ اِلَّا بِتَصْدِیْقِ الْمَوْلٰی فَلَوْ کَذَّبَہٗ ثُمَّ مَلَکَ الْجَارِیَۃَ وَقْتًا مَّا ثَبَتَ النَّسَبُ وَسَیَجِیْئُ فِی الْاِسْتِیْلَادِ اور اگر وطی کی
اپنی جورو کی لونڈی سے یا اپنے باپ کی لونڈی یا دادا کی لونڈی سے پہر وہ جنی اور وطی کرنیوالے نے دعوی نسب کا کیا تو نسب ثابت ہوگا مگر لونڈی کے
مالک کی تصدیق سے یعنی جورو اور باپ اور دادا یون کہے کہ یہہ لونڈی مدعی پر حلال تھی اور یہہ لڑکا اوسیکا ہی تو نسب ثابت ہوگا اور اگر مالک نے اوسکی تکذیب
کی پہر مدعی لونڈیکا مالک ہوگیا عمر بہر مین کسی وقت اور کسی وجہ سے تو ثابت ہوگا نسب اور لڑکا حر ہوگا اور یہہ مسئلہ باب الاستیلاد مین آویگا حُرَّۃٌ مَتْنٌ وَجَدٌّ
بِرَقِیْقٍ قَالَتْ لِمَوْلٰی زَوْجِھَا الْحُرِّ الْمُکَلَّفِ اَعْتِقْہُ عَنِّیْ بِاَلْفٍ اَوْ زَادَتْ وَرَطْلٍ مِنْ خَمْرٍ اِذِ الْفَاسِدُ ھُنَا کَالصَّحِیْحِ فَفَعَلَ فَسَدَ النِّکَاحُ لِتَقْدِیْمِ
الْمِلْکِ اقْتِضَاءً کَاَنَّہٗ قَالَ بِعْنِیْہِ مِنْکَ بِاَلْفٍ ثُمَّ کُنْ وَکِیْلِیْ بِالْاِعْتَاقِ فَاَعْتِقْہُ عَنِّیْ حرہ غلام کی منکوحہ نے اپنی زوج کے مولی سے جو حر اور مکلف ہو کہا کہ آزاد کر دے اوسکو
میری طرف سے بعوض ہزار درم کے یا زیادہ کیا ہزار پر یعنی یون کہا کہ بدلے ہزار درم اور ایک رطل شراب کے اوسکو آزاد کر اسواسطے کہ فاسد بھی یہان یعنی
احتمال سقوط قبض مین مانند صحیح کے ہے پہر مولی نے ایسا ہی کیا یعنی اوسکو آزاد کر دیا تو فاسد ہوگا نکاح بسبب مقدم ہونے ملک زوجہ کے بطریق اقتضاء کلام

کے گویا مولی نے کہا کہ میں نے اپنے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا اوسکو مین نے تیری طرف سے آزاد کیا یعنی آزادی بدون ملکیت کے نہیں ہوتی پہر جب اوسکی طرف سے
آزاد کیا تو اول حرہ مالک ٹہہری جب مالک ہوئی تو نکاح فاسد ہوگیا لکن لو قال کذالک وقع العتق عن المامور لعدم القبول کما فی الحواشی السعدیۃ
ومفادہ انہ لو قال قبلت وقع عن الآمر لیکن اگر مولی نے صریح کہا کہ مین نے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا تیری طرف سے اوسکو آزاد کیا تو عتق مامور کیطرف سے یعنی مولے
کیطرف سے واقع ہوگا بسبب پائے نجانے قبول کے آمر کیطرف سے چنانچہ حواشی سعدیہ مین ہے یعنی اس صورت مین فقط مامور کیطرف سے ایجاب بیع کا ہوا اور قبول آمرکا نہوا
تو بیع منعقد نہوئی تو آزادی غلام کی مامور کیجانب سے ہوگی نہ آمر سے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اگرچہ وہان بھی قبول آمر کا ثابت نہین لیکن بیع وہان ضمنا
منعقد ہوئی تھی نہ صریحا اور بیع ضمنی مین قبول کی حاجت نہین بخلاف صریح بیع کے تو حواشی سعدیہ کی تعلیل سے یہہ نکلا کہ اگر مامور کے ایجاب کے بعد
آمر کہے کہ مین نے قبول کیا تو عتق آمر کیطرف سے ہوگا والولاء لہا ولزمہا الالف ویسقط المہر اور ولا حرہ منکوحہ کیواسطے ہے اور اوسپر ہزار درم
لازم ہون گے اور مہر اوسکا ساقط ہوگا یعنی جب آزادی غلام کی حرہ کیطرف سے ہوئی تو ولا حرہ کا ہوگا اسواسطے کہ ولا حق ہے آزاد کرنیوالی کا ولا اسکو
کہتے ہین کہ بعد مرنے غلام آزاد کے اگر اوسکا کوئی وارث نہو تو آزاد کرنیوالا اوسکے مال کا مالک ہوگا ویقع العتق عن کفارتہا ان نوتہ عنہا اور
واقع ہوگا عتق عورت کے کفارہ سے اگر عورت نے عتق سے کفارہ کی نیت کی ہو ولو لم تقل بالف لا یفسد لعدم الملک والولاء لہ لانہ المعتق
اور اگر حرہ نے یون نہ کہا کہ ہزار درم کے بدلے آزاد کر لیکہ فقط آزاد کرنیکو کہا بدون ذکر مال کے تو نکاح نہ فاسد ہوگا بسبب نپائے مالک ہونے حرہ کے اور اس
صورت مین حق ولا مولی کا ہوگا اسواسطے کہ وہی آزاد کرنیوالا ہے

باب نکاح الکافر

یشتمل المشرک والکتابی
یہہ باب ہے کافر کے نکاح کا اور کافر شامل ہے مشرک اور کتابی کو وہہنا ثلثۃ اصول الاول ان کل نکاح صحیح بین المسلمین فہو صحیح بین
اہل الکفر خلافا لمالک ویردہ قولہ تعالی وامرأتہ حمالۃ الحطب وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ولدت من نکاح لا من
سفاح اور بیان یعنی نکاح کفار مین تین قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہہ ہے کہ جو نکاح صحیح ہے مسلمانون مین سو صحیح ہے کافرون مین برخلاف امام مالک کے
کہ اونکے نزدیک کافرون کا نکاح صحیح نہین اور رد کرتا ہے اس قول کو قول اللہ تعالی کا وامرأتہ حمالۃ الحطب حق تعالے نے ابولہب کی جورو فرمایا
تو یہہ اضافت عرف اور لغت مین صحت نکاح پر ناطق ہے اور اوسکو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رد کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح سے پیدا ہوا
نہ زنا سے تو معلوم ہوا کہ قبل اسلام کے بہی نکاح صحیح تہا والثانی ان کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرطہ کعدم شہود یجوز فی حقہم
اذا اعتقدوہ عند الامام ویقرون علیہ بعد الاسلام اور دوسرا قاعدہ یہہ ہے جو نکاح کہ حرام ہے مسلمانون مین بسبب فوت ہونے شرط نکاح کے
جیسے گواہون کا نہونا یا عدت مین نکاح کرنا وہ نکاح جائز ہے کفار کے حق مین جب کہ وہ اوسکی صحت کے معتقد ہون نزدیک امام اعظم کے اور ثابت رکھے جاوینگے
اوسی نکاح پر بعد مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد مسلمان ہونے کفار کے اونکے نکاحون کو دوبارہ نکیا اور استفسار نفرمایا کہ تمنے
اپنا نکاح کیونکر کیا تہا تو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ اونکے حق مین ویسا نکاح صحیح تہا گو ہمارے حق مین صحیح نہین والثالث ان کل نکاح حرم لحرمۃ
المحل کمحارم یقع جائزا وقال مشائخ العراق لا بل فاسدا والاول اصح وعلیہ فیجب النفقۃ ویحد قاذفہ اور تیسرا قاعدہ یہہ ہے
کہ جو نکاح حرام ہے بسبب حرمت محل کے جیسے محارم سے نکاح کرنا تو ہمارے مشائخ کے نزدیک جائز ہوگا اور مشائخ عراق نے کہا کہ جائز نہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور
پہلا قول اصح ہے تو اسی قول پر نفقہ عورت کا واجب ہوگا اور بعد مسلمان ہونے اوس نکاح والیکے اگر اوسکو کوئی زانی کہیگا تو اوس پر حد ماری جاویگی
واجمعوا انہم لا یتوارثون لان الارث ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقا فیقتصر علیہ ابن ملک
اور اتفاق کیا ہے فقہا نے کہ کفار باہم وارث نہین ہوتے بسبب نکاح محارم کے لیکن نسب کی جہت سے البتہ وارث ہونگے مثلا ایک کافر نے اپنی بہن سے
نکاح کیا اور مرگیا تو عورت بسبب نکاح کے وارث نہوگی لیکن بہن ہونیکی راہ سے وارث بہائی کی ہوگی اسواسطے کہ وراثت زوجین ثابت ہوئی نص سے
برخلاف قیاس کے اوس نکاح مین جو علی الاطلاق صحیح ہے تو اوسی پر منحصر ہوگی اسواسطے کہ جو برخلاف قیاس ہے وہ عام نہین ہوتا کا ذکرہ ابن ملک وراثت

باب نکاح الکافر

[illegible]

زوجین کے بخلاف قیاس اسواسطے ہوئی کہ دونو اجنبی ہین اسلم المتزوجان بلا شہود او فی عدۃ کافر معتقدین ذلک اقرا علیہ لانا امرنا بترکھم
وما یعتقدون اسلام لائے زوج اور زوجہ مجوسی نے نکاح بدون سامنے گواہون کے یا کافر کی عدت مین کیا اور حالانکہ دونو حالت کفر مین اسکے معتقد تھے یعنی
نکاح بلاشہود اور نکاح عدت کو درست جانتے تھے تو اوسی پر ثابت رکھے جاوینگے اسواسطے کہ ہم مامور ہین اونکو ترک پر اور اونکی معتقدات کے ترک پر دونو
مسلمان ہوئے ہون یا ایک دونو مے قاضی کے پاس نالش کی ہو یا ایک نے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو کانا المتزوجان اللذان اسلما محرمین او اسلم
احد المحرمین او ترافعا الینا وھما علی الکفر فرق القاضی او الذی حکماہ بینھما لعدم المحلیۃ وبمرافعۃ احدھما لا یفرق لبقاء حق الاخر
بخلاف اسلامہ لان الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ اور اگر دونو نکاح کرنیوالے جو مسلمان ہوئے محرم ہون یا دونو محرمون مین سے ایک مسلمان ہوا یا دونو
نے ہمسے نالش کی اور حالانکہ وہ کافر ہین تو جدائی کرا دی دونو کے درمیان مین قاضی یا جسکو اونھون نے حکم قرار دیا بسبب عدم محلیت نکاح کے اور دو کافرون
مین سے ایک کافر کی نالش سے تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حق دوسرے کا باقی رہا بخلاف ایک کے مسلمان ہونیکے اسواسطے کہ اسلام بلند ہی پست نہین ہو سکتا
الا اذا طلقھا ثلثا وطلبت التفریق فانہ یفرق بینھما اجماعا کما لو خالعھا ثم اقام معھا من غیر عقد او تزوج کتابیۃ فی عدۃ مسلم
وتزوجھا قبل زوج آخر وقد طلقھا ثلثا فانہ فی ھذہ الثلثۃ یفرق من غیر مرافعۃ بحر عن المحیط خلافا للزیلعی والحاوی من شرط
المرافعۃ مگر جب طلاق دی مرد نے عورت کو تین بار اور عورت نے جدائی چاہی تو یہان فقط ایک کی نالش سے جدائی کرا دی جاویگی دونو مین بالاتفاق
اسواسطے کہ تین طلاق نکاح کی قاطع ہین سب دینون مین تو دوسرے کا حق باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے کہ مرد نے عورت سے خلع کیا پھر اوسکے ساتھ قائم
رہا بدون عقد کے یا کافر نے نکاح کیا کتابیہ سے مسلمان کی عدت مین یا عورت سے نکاح کیا قبل دوسرے زوج کے اور حالانکہ اوسکو طلاق دیچکا تھا تین بار سو ان
تینون صورتون مین تفریق کیجاویگی بدون نالش کے کذا فی البحر عن المحیط بخلاف زیلعی اور حاوی کہ اونمین جدائی کیواسطے نالش شرط ہے واذا اسلم
احد الزوجین المجوسیین او امرأۃ الکتابی عرض الاسلام علی الاخر فان اسلم فبہا والا بان ابی او سکت فرق بینھما ولو کان
الزوج صبیا ممیزا اتفاقا علی الاصح والصبیۃ کالصبی فیما ذکر لان کل من صح منہ الاسلام اذا اتی بہ صح منہ الاباء
اذا عرض علیہ اور جب اسلام لائے دونو مجوسی زوج اور زوجہ مین سے ایک شخص یا مسلمان ہوئی جورو کتابی کی تو عرض کیا جاویگا اسلام دوسرے پر یعنی اوس سے
کہا جاویگا کہ تو بھی مسلمان ہو جا سو اگر وہ بھی مسلمان ہو گیا تو خوب ہوا کہ نکاح باقی رہا اور اگر اوسنے اسلام نہ قبول کیا اسطرح کہ انکار کر گیا یا ساکت رہا تو دونو
مین جدائی کرا دی جاویگی اگرچہ زوج لڑکا باتمیز ہو تو بھی اوسکے انکار سے تفریق ہوگی بالاتفاق بنابر قول اصح کے اور اس تمیز کی حد یہہ ہے کہ جب اوسکو
ادیان کا تعقل ہو (دینون کا سمجھنا) اور بعضون نے سات برس مقرر کئے ہین اور صبیہ مانند صبی کے ہے حکم مذکور مین یعنی اگر زوج کتابی مسلمان ہوا اور اوسکی زوجہ صبیہ ہے
باتمیز تو اوس سے بھی مسلمان ہونے کو کہا جاویگا سو اگر وہ مسلمان ہوئی تو نکاح باقی رہیگا اور اگر نہ مسلمان ہوئی تو تفریق واقع ہوگی اور اصل علت
اسکی یہہ ہے کہ جسکا مسلمان ہونا صحیح ہے اسلام لانیکے وقت اوسکا انکار بھی صحیح ہے اسلام سے عرض اسلام کے وقت تو فہمیدہ صبی اور صبیہ کا اسلام لانا
صحیح ہے تو انکا انکار بھی صحیح ہوگا وینتظر عقل ای تمییز غیر الممیز ولو کان مجنونا لا ینتظر لعدم نہایتہ بل یعرض الاسلام علی ابویہ
فایھما اسلم تبعہ فیبقی النکاح فان لم یکن لہ اب نصب القاضی عنہ وصیا فیقضی علیہ بالفرقۃ باقانی عن البھنسی عن روضۃ
العلماء للزاھدی اور صبی غیر ممیز کی عقل یعنی تمیز کا انتظار کیا جاویگا اور اگر زوج مجنون ہے تو انتظار نہوگا اسواسطے کہ جنون کی کچھ نہایت نہین
بلکہ اسلام عرض ہوگا مجنون کے ماباپ پر جو دونین سے اسلام قبول کریگا مجنون بھی اسلام مین اوسکا تابع ہوگا تو نکاح باقی رہیگا پھر اگر اوسکا باپ یا
ماں نہو تو قائم کرے قاضی مجنون کیطرف سے ایک وصی کو پھر اوسپر حکم ہوگا تفریق کا چنانچہ اس مسئلہ کو باقانی نے بہنسی سے اور اوسنے زاہدی کے
روضۃ العلماء سے نقل کیا ولو اسلم الزوج وھی مجوسیۃ فتھودت او تنصرت بقی نکاحھا کما لو کانت فی الابتداء کذلک لانھا
کتابیۃ مآلا اور اگر مسلمان ہوا زوج اور عورت مجوسیہ تھی پھر یہودیہ ہوگئی یا نصرانیہ تو اوسکا نکاح باقی رہیگا جیسے کہ اگر عورت پہلے سے یہودیہ یا

نصرانیہ ہو تو نکاح نہ ٹوٹیگا مجوسیہ کے یہودیہ یا نصرانیہ ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہا کہ وہ اہل کتاب ہوئی باعتبار انجام کار کے اور مسلم اور کتابیہ مین نکاح درست ہے والتفریق بینہما طلاق ینقص العدد لو أبی لا لو أبت لان الطلاق لا یکون من النساء اور تفریق کرنا دونون مین طلاق بائن ہے کہ کم کرتا ہے عدد طلاق کو یعنی اگر بعد تفریق کے اوس عورت سے نکاح کریگا تو زوج تین طلاق کا مالک نرہیگا بلکہ دو ہی کا مالک ہوگا اور اگر زوجہ لونڈی ہے تو ایک طلاق کا مالک رہیگا تفریق اوسوقت طلاق ہے اگر زوج اسلام سے انکار کرے اور اگر عورت انکار کرے تو تفریق طلاق نہین اسواسطے کہ طلاق عورتون کیجانب سے نہین ہوتی و اباء الممیز و احد ابوی المجنون طلاق فی الاصح وھو من اغرب المسائل حیث یقع الطلاق من صغیر و مجنون زیلعی وفیہ نظر اذ الطلاق من القاضی وھو علیہما لا منہما فلیسا باہل للایقاع بل للوقوع اور انکار صبی ممیز کا اور مجنون کی ما یا باپ کا طلاق ہے قول اصح مین اور یہہ مسئلہ نہایت عجیب و غریب ہے اسواسطے کہ طلاق واقع ہوئی صغیر اور مجنون کیطرف سے کذا فی الزیلعی شارح نے کہا کہ زیلعی کے کلام مین خلل ہے اسواسطے کہ طلاق واقع ہوتی ہے قاضی کیطرف سے اور طلاق صغیر اور مجنون پر زبردستی ڈالی جاتی ہے نہ کہ اونکے اختیار سے تو وہ دونو طلاق دینے کے اہل نہین بلکہ طلاق پڑنیکے اہل ہین پھر جب طلاق اونکی طرف سے نہوئی تو ہمین تعجب کیا باقی رہا کما لو ورث قریبہ فانہ یعتق علیہ ولو قال ان جننت فانت طالق فجن لم یقع بخلاف ما اذا قال ان دخلت الدار فدخلہا مجنونا وقع جیسا کہ اگر صغیر یا مجنون وارث ہوا اپنے قرابت دار کا تو آزاد ہو جائیگا تو یہہ آزادی شارع کیطرف سے واقع ہوئی نہ صغیر اور مجنون کیطرف سے اور اسیطرح اگر مکلف نے اپنی زوجہ سے یون کہا کہ اگر مین مجنون ہو جاؤن تو تجھکو طلاق ہے پھر وہ مجنون ہوگیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق بعد وجود شرط کے واقع ہوتی ہے اور یہان شرط تھی جنون پھر جب جنون پایا گیا تو وہ شخص مکلف باقی نرہا بخلاف اسکے کہ اگر اوسنے کہا کہ مین اگر گھر مین داخل ہون تو تجھکو طلاق ہے پھر گھر مین مجنون ہو کر داخل ہوا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ معلق ہے دخول پر سو دخول پایا گیا تو یہہ وقوع ہوا طلاق کا نہ ایقاع اور پہلی صورتمین ایقاع تہا نہ وقوع اسواسطے واقع نہوا خلاصہ یہہ کہ مجنون اور صغیر سے ایقاع طلاق صحیح نہین وقوع طلاق البتہ صحیح ہے اور زیلعی نے ایقاع اور وقوع مین فرق نکیا اسواسطے تعجب اور غرابت کا قائل ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم احدہما ای احد المجوسیین او امرأۃ الکتابی ثمہ ای فی دار الحرب و ملحق بہا کالبحر الملح لم تبن حتی تحیض ثلثا او تمضی ثلثۃ اشہر قبل اسلام الاخر اقامۃ لشرط الفرقۃ مقام السبب ولیست بعدۃ لدخول غیر المدخول بہا اور اگر اسلام لائی دو مجوسی مرد اور عورت سے ایک یا کتابی کی عورت مسلمان ہوگئی وہان یعنی دار الحرب مین اور جو کہ دار الحرب سے ملحق ہے جیسے دریاے شور تو عورت نکاح سے جدا نہوگی یہانتک کہ تین بار اوسکو حیض آوے یا تین مہینے گذر جاوین دوسرے کے مسلمان ہونیکے پہلے واسطے قائم کرنے شرط فرقت کے یعنی گذر جانا عدت کا بجاے سبب فرقت کے یعنی انکار اسلام کا یعنی جب زوجہ اور زوج دونو دار الاسلام مین نہوئی ایک اونمین سے دار الحرب مین ہے تو ایک کے مسلمان ہونے سے دوسرے پر عرض اسلام نہین ہوسکتا کہ وہان مسلمانون کی حکومت نہین اسواسطے اتنی مدت جدائی کی قائم مقام عرض اسلام کے مقرر ہوئی اور یہہ مدت عدت نہین اسواسطے کہ عورت غیر مدخولہ بھی اسمین داخل ہے اور غیر مدخولہ پر عدت نہین ولو اسلم زوج الکتابیۃ ولو مآلا کما مر فہی لہ اور اگر مسلمان ہوگیا کتابیہ عورت کا شوہر تو وہ عورت اوسیکی ہوگی یعنی جدائی دونو مین نہوگی اسواسطے کہ مسلم اور کتابیہ کا نکاح درست ہے اگرچہ عورت پہلے سے کتابیہ نہو بلکہ پہلے مجوسیہ یا مشرکہ ہو آخر کار یہودیہ یا نصرانیہ ہوگئی ہو چنانچہ سابق مین اسکا ذکر ہو چکا والمرأۃ تبین بتباین الدارین حقیقۃ وحکما اور عورت جدا ہو جاتی ہے اپنے زوج سے بسبب تباین دارین کے باعتبار تباین حقیقی اور حکمی کے تباین حقیقی یہہ کہ دونو شخصون مین دوری واقع ہو جیسے مثلا زوج دار الاسلام مین ہو اور زوجہ دار الحرب مین اور تباین حکمی یہہ کہ مثلا دار الحرب کا رہنے والا دار الاسلام مین پہر جانیکا قصد سے نہ آوے بلکہ بطریق سکونت اور توطن کے وارد ہو تو اگر کافر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا تو اوسکی زوجہ نچھوٹ جاویگی اسواسطے کہ وہ حکما اپنے ملک مین ہے مگر جب کہ ذمی ہو کر رہیگا تو دونو مین جدائی ہو جاویگی لا بالسبی نہین چھوٹتی عورت اپنے زوج سے بسبب قید ہو جانیکے یعنی علت فرقت کی تباین دارین ہے امام اعظم کے نزدیک نہ مقید ہونا اور امام شافعی کے نزدیک بالعکس ہے فلو خرج احدہما الینا مسلما او ذمیا او اسلم وصار ذمیا فی دارنا او اخرج مسبیا

والاضلاع ارتا بانت بتباین الدارین اذ اهل الحرب کالموتی ولا نکاح بین حی ومیت سو اگر ایک حربی زوج یا زوجہ دار الاسلام مین نکل آیا مسلمان ہوکر یا ذمی ہوکر یا وہ مسلمان ہوگیا یا دار الاسلام مین ذمی ہوگیا یا نکالا گیا دار الحرب سے مقید کرکے اور دار الاسلام مین داخل کیا گیا تو عورت چھوٹ گئی اپنے شوہر سے بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ کافر حربی مُردون کی مانند ہین اور حالانکہ زندہ اور مردہ مین نکاح نہین اور یہی سبب ہے کہ جب مرتد حربیون مین ملا اوسپر احکام میت کے جاری ہوتے ہین وان سُبیا او خرجا الینا معًا ذمیین او مسلمین او ثم اسلما او صارا ذمیین لا تبین لعدم التباین حتے لو کانت المسبیة منکوحة مسلم او ذمی لم تبن اور اگر زوج اور زوجہ دونو ساتھ ہی مقید ہوئے یا دونو نکل آئے ہماری طرف ساتھ ہی ذمی ہوکر یا مسلمان ہوکر یا دونو نکلے مسلمانون سے امان لیکر پھر اسلام لائے یا امان لیکر نکلے پھر دونو ذمی ہوگئے تو ان صورتون مین زوجہ زوج سے جدا نہوگی بسبب نہونے تباین دارین کے یہانتک کہ اگر عورت مقید منکوحہ مسلم کی یا ذمی کی تو جدا نہوگی اپنے شوہر سے اسواسطے کہ دونو دار الاسلام مین ہوگئے اختلاف دارین نہین جو موجب ہو فرقت زوجین کا ولو نکحها ثمة ثم خرج قبلها بانت وان خرجت قبله لا وما فی الفتح عن المحیط تحریف نهر اور اگر نکاح کیا مسلم نے کتابیہ سے وہان یعنی دار الحرب مین پھر نکلا وہان سے قبل عورت کے تو وہ جدا ہوگئی بسبب اختلاف دارین کے اور اگر نکلی عورت قبل مرد کے تو جدائی نہوئی اسواسطے کہ اگرچہ اختلاف حقیقی ہوا لیکن اختلاف حکمی نہین ہوا کیونکہ مسلم دار الاسلام کا مقیم ہے نہ دار الحرب کا اور جو روایت کہ فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مسلم عورت کو نکال لایا دار الاسلام مین اور پہلے نکاح اوس سے کرچکا تہا دار الحرب مین تو وہ جدا ہوگئی صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مین نے محیط رضوی کو دیکھا تو اوسمین یہہ مضمون تہا کہ مسلم نے حربیہ کتابیہ سے دار الحرب مین نکاح کیا پھر نکلا وہان سے اکیلا بدون عورت کے تو عورت جدا ہوگئی اور اگر عورت مرد سے پہلے نکلی تو جدا نہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ فتح القدیر کی نقل روایت محیط مین تحریف اور تبدیل واقع ہوئی کذا فی حاشیة الدنی ومن هاجرت الینا مسلمة او ذمیة حائلا بانت بلا عدة فیحل تزوجها اما الحامل فحتے تضع علی الاظهر لا للعدة بل لشغل الرحم بحق الغیر اور جس عورت نے ہجرت کی ہماری طرف یعنی دار الحرب سے دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر دران حالیکہ وہ حاملہ نہین تو وہ جدا ہوگئی اپنے زوج سے بدون عدت کے پھر جب امام کے نزدیک اوسپر عدت واجب نہوئی تو فورًا اوس سے نکاح کرلینا درست ہوا لیکن اگر مہاجرہ حاملہ ہو تو اوس سے نکاح کرنا تب درست ہوگا جب وہ جنے بنا بر قول اظہر کے حمل تک نکاح کرنا بسبب عدت کے نہین بلکہ بسبب مشغول ہونے رحم کے حق غیر سے وارتداد احدهما ای الزوجین فسخ فلا ینقص عددا عاجل بلا قضاء اور مرتد ہونا ایک کا زوجین مین بالفعل فسخ ہے نکاح کا تو حکم قاضی کی حاجت نہین ارتداد طلاق نہین بلکہ فسخ ہے تو عدد طلاق نہ کم ہوگا سو اگر مرد چند بار مرتد ہوگیا اور ہر بار مسلمان ہوا اور ہر بار تازہ نکاح کرلیا امام کے نزدیک عورت حلال ہوگی دوسرے زوج کی وطی کی حاجت نہین کذا فی الطحطاوی ناقلا عن الخانیة فللموطوءة ولو حکما کل مہرها لتأکده به سو جس عورت کی وطی ہوگئی اگرچہ وطی حکمی ہو جیسے خلوت صحیحہ تو عورت کا کل مہر واجب ہوگا بسبب مستحکم ہوجانے مہر کے وطی سے خواہ مرد مرتد ہوا ہو خواہ عورت کذا فی الطحطاوی ولغیرها النصف لو سمی والمتعة لو ارتد وعلیه نفقة العدة اور جس عورت کی وطی نہین ہوئی تو اوسکو نصف مہر ملیگا اگر مہر معین ہوا اور اگر معین نہین تو متعہ یعنی پوشاک پاویگی اور اگر مرد مرتد ہوا تو نصف مہر اور متعہ عورت کو ملیگا اور مرد پر نفقہ عدت کا واجب ہوگا اور اگر عورت مدخولہ نہین تو عدت واجب ہے نہ نفقہ کذا فی حاشیة الدنی ولا شیء من المهر والنفقة سوی السکنی به یفتی لو ارتدت لمجیء الفرقة منها قبل تأکده اور اگر عورت مرتد ہوئی تو کچھہ مہر اور نفقہ مرد پر نہین سوا مکان سکونت کے اسی پر فتوی ہے مہر اور نفقہ اسواسطے نہوا کہ جدائی عورت کیطرف سے ہوئی قبل محکم ہونے مہر کے اسواسطے کہ مہر محکم ہوتا ہے دخول یا موت سے یہان پایا نہین گیا سکنی مرد پر اوسوقت واجب ہوگا جب بادشاہ حکم کرے زوج کو کہ عورت کو اپنے پاس قید مین رکھہ اور اگر بادشاہ خود قید کرے تو زوج پر سکنی واجب نہین کذا فی حاشیة الدنی ولو ماتت فی العدة ورثها زوجها المسلم استحسانا اور اگر عورت مرتدہ مرگئی عدت مین تو وارث ہوگا اوسکا زوج مسلم بدلیل استحسان وصحح تعزیرها خمسة وسبعین اور تصریح کی فقہا نے عورت مرتدہ کو تعزیر دینے کی پچہتر کوڑے ہے اور یہہ مذہب ہے ابو یوسف کا اور امام اور محمد کے نزدیک

نہایت تعزیر دیا جاوے کے مناسب ہو اور دونون مین اوسی مین کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ یہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی وتجبر علی
الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لها بمهر یسیر کدینار وعلیه الفتوی ولوالجیه اور زبردستی کیجاوے عورت مرتدہ کے اسلام پر اور تجدید نکاح پر جبر کی کیواسطے
تھوڑے سے مہر جیسے ایک دینار پر یعنی تعالی مہر پر اوسی روایت پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ تو ہر قاضی پر ضرور ہے کہ تجدید نکاح کی کرے عورت خوش ہو یا ناخوش
اور اگر زوج اوسکو نکاح سے راضی نہو یا ساکت رہے تو اوسپر جبر نہین اور مردستی کان اوسکا کردے جبر اسلام اور تجدید نکاح پر اوس صورت مین ہے جب عورت
ابطال نکاح کیواسطے ارتداد اختیار کرے چنانچہ فتاوی عالمگیری مین اسکی تصریح ہے کہ اگر عورت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرے تو زوج کو رنج دینے کیواسطے اور
مہر لینے کیواسطے جب نکاح جدید کے تو اوسکو زبردستی مسلمان کرنا چاہیئے اور ہر قاضی اوسکا نکاح جدید کرے تھوڑے سے مہر پر کذا فی حاشیۃ المدنی
وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتها زجرا وتیسیرا لاسیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر قال فی النهر والافتاء بهذا اولی من الافتاء بما
فی النوادر اور فتوی دیا مشائخ بلخ نے جدائی نہ پڑنیکا عورت کے مرتد ہونے سے عورت کی جھڑکی کیواسطے تاکہ شوہر پر اوسکا حیلہ نہ چلے اور خلق پر آسانی کیواسطے
جہان قاضی ... بالخصوص وہ عورت کہ موجبات کفر کرے پھر منکر ہو جاوے نہر الفائق مین کہا کہ اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے نوادر کی روایت
کے فتوی دینے سے قال المصنف ومن تصفح احوال نساء زماننا وما یقع منهن من موجبات الردۃ مکررا فی کل یوم لم یتوقف فی
الافتاء بروایۃ النوادر اقول وقد بسطت فی القنیۃ والمجتبی والفتح والبحر وحاصلها انها بالردۃ تسترق وتکون فیئا للمسلمین
عند ابی حنیفۃ ویشتریها الزوج من الامام او یصرفها الیه لو مصرفا ولو استولی علیها الزوج بعد الردۃ ملکها وله بیعها ما
لم تکن ولدت منه فتکون کام الولد لیکن مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا کہ جو کوئی تفحص اور تلاش کرے ہمارے زمانہ کی عورتون کے احوال کو اور جو
اون سے موجبات ارتداد واقع ہوتے ہین مکرر ہر روز مین تو توقف اور تردد نکرے نوادر کی روایت پر فتوی دینے سے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ نوادر کی
روایت مبسوط اور شرح ہے قنیہ اور مجتبی اور فتح القدیر اور بحر الرائق مین اور خلاصہ اس روایت کا یہہ ہے کہ عورت بسبب مرتد ہونیکے لونڈی بنائی جاتی
ہے اور مسلمانون کے واسطے غنیمت ہو جاتی ہے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور مول لیوے زوج اوسکو امام سے اگر وہ مصرف غنیمت کا نہو یا زوج اوسکو اپنے مصرف
مین لاوے اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا اور اگر زوج اوسپر مسلط ہو بعد ارتداد کے مالک ہوگا اوسکا اور اوسکو اوسکا بیچنا درست ہے جب تک عورت جنی نہو
زوج سے اور اگر زوج کا لڑکا عورت جنے تو وہ ام لڑکی مثل ہو جاویگی ونقل المصنف فی کتاب الغصب ان عمر رضی اللہ عنہ مر علی نائحۃ فضربها
بالدرۃ حتی سقط خمارها فقیل له یا امیر المؤمنین قد سقط خمارها فقال انها لا حرمۃ لها ومن هنا قال الفقیه ابو بکر البلخی حین مر
بنساء علی شط نهر کاشفات الرؤس والذراع فقیل له کیف تمر فقال لا حرمۃ لهن انما الشک فی ایمانهن کانهن حربیات اور نقل
کیا مصنف نے کتاب الغصب مین کہ البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نوحہ کرنیوالی ایک عورت پر سے گذرے پس اوسکو درہ سے مارا یہانتک کہ اوسکو سر کا کپڑا اگر پڑا تو
لوگون نے اون سے کہا کہ یا امیر المؤمنین اوسکے سر کا کپڑا اگر پڑا اور حالانکہ عورت کا سر کھولنا جائز نہین تو فرمایا فاروق اعظم نے کہ مقرر اس عورت کی کچھ حرمت
اور عزت نہین اسواسطے کہ خدا کی نافرمانی پر سرگرم ہے اور کاہے نوحہ گری مرتد بھی کردیتی ہے اور اس جگہہ سے فقیہ ابو بکر بلخی نے کہا جب کہ وہ گذرے عورتون پر
جو نہر کے کنارے پر سر اور ہاتھہ کھولے تھین تو اون سے لوگون نے کہا کہ آپ کیونکر انکو برہنہ دیکھکر انکے پاس ہو کر نکلے تو فقیہ موصوف نے کہا کہ انکی کچھہ عزت اور
حرمت نہین انکے تو ایمان مین شک ہے گویا کہ وہ حربی عورتین ہین اور حربی عورتین لونڈیان ہین تو اونکے سر اور ہاتھہ واجب الستر نہین ہم کہتے ہیں
نقل مصنف کی استدلال نہین بلکہ روایت سابقہ کی استیناس ہے اسواسطے کہ غالب حال نوحہ گری کا یہہ ہے کہ باعث ارتداد کا ہو جاتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

ویبقی النکاح ان ارتدا معا بان لم یعلم السبق فیجعل کالغرقی ثم اسلما کذلک استحسانا اور باقی رہیگا نکاح اگر زوج اور زوجہ ساتھہ ہی
مرتد ہو جاوین پھر اسیطرح ساتھہ ہی مسلمان ہون ساتھہ مرتد ہون جیسے شلاً دونو یکبارگی بت کو سجدہ کرین یا معاذ اللہ قرآن مجید کو اہانت سے پھینک دین
یا اسطرح کہ دونون میں سے کسیکے ارتداد کی سبقت نہ معلوم ہو تو غرقی کی مانند قرار دیئے جاوینگے یعنی جو شخص غرق ہو گئے یا جل گئے اور معلوم نہین کہ کون

پہلے ڈوبا یا کون پہلے جلا تو دونو ساتھہی غریق اور حریق قرار دیے جاوینگے کوئی اونمین ایک دوسرکا وارث نہوگا اور یہہ نکاح باقی رہنا بدلیل استحسان کے ہے نہ بطور
قیاس کے اسواسطے کہ جب ایکا ارتداد منافی ہوا نکاح کا تو دونو کا ارتداد بطریق اولی منافی ہوگا ﴿فَاِن اَسلَمَ احدُهما قبلَ الاٰخر ولا مهرَ قبلَ الدخول
لو المتاخرُ هی ولو هو فنصفه او متعة﴾ اور فاسد ہوگا نکاح اگر مسلمان ہوا ایک قبل دوسرے کے اور مہر نہوگا قبل دخول کے اگر عورت پیچھے مرد سے مسلمان
ہوئی اور اگر مرد عورت سے پیچھے مسلمان ہوا تو نصف مہر واجب ہوگا اگر مہر معین تہا اور اگر مہر معین نہین تو متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد دخول کے ارتداد
اور اسلام ہوا تو مہر مسمی یا مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیة المدنی ﴿والولد یتبع خیر الابوین دیناً ان اتحدت الدار ولو حکماً بان کان الصغیر
فی دارنا والاب ثمه بخلاف العکس﴾ اور لڑکا تابع ہے الدین مین سے بہتر دین والیکا یعنی اگر باپ مسلمان ہے تو لڑکا باپ کا تابع ہوگا دین مین
اور اگر ماں مسلمان ہے تو ماں کا تابع ہوگا بشرطیکہ ملک متحد ہو اگرچہ حکمی اتحاد ہو اسطرح پر کہ لڑکا ہمارے ملک مین ہو اور ماں اوسکی ذمیہ ہو اور باپ وہان یعنی دار الحرب
مین اسلام لایا ہو تو اگرچہ یہان حقیقت مین اختلاف دارین ہے لیکن باپ بسبب اسلام کے دار الاسلام مین حکماً داخل ہے بخلاف بالعکس کے یعنی لڑکا دار الحرب
مین ہو اور باپ دار الاسلام مین مسلمان ہوا ہو تو اس صورتمین لڑکا اسلام مین باپ کا تابع نہوگا بسبب اختلاف دارین کے حقیقةً وحکماً ﴿والمجوسی و
مثله کوثنی وسائر اهل الشرك شرٌ من الکتابی والنصرانی شرٌ من الیهودی فی الدارین لانه لا ذبیحة له بل یخنق [illegible] وفی
الاٰخرة اشد عذاباً﴾ اور مجوسی اور اوسکی مانند بت پرست اور باقی اہل شرک جنکا دین آسمانی نہین وہ بدتر ہین کتابی سے اسواسطے کہ اہل کتاب کا اعتقاد
دین کے آسمانی ہے اسیواسطے اونکا ذبیحہ حلال ہے بخلاف مجوس کے تو اگر مجوسی اور کتابی سے لڑکا پیدا ہوگا تو کتابی شمار ہوگا اور نصرانی بدتر ہے یہودی
سے دارین مین اسواسطے کہ نصرانی کا ذبیحہ نہین بطور عادت کے بلکہ نصرانی جانور کا گلا گھونٹ ڈالتا ہے [illegible] حلال [illegible]
[illegible] ہوگا یہہ برائیان دنیاوی ہوئی اور آخرت مین سخت تر عذاب ہوگا نصرانی پر بہ نسبت یہود کے [illegible]
[illegible] ہے لیکن اگر نصرانی اور یہودی کا لڑکا ہوگا تو یہودی ہوگا کذا فی حاشیة المدنی [illegible]
خیر من الیهودیة والمجوسیة کفر لاثباته الخیر لما قبح بالقطعی لکن ورد فی السنة ان المجوسی [illegible] المعتزلة لاثباتهم
المجوسیة خالقین فقط وهؤلاء خالقا لا عدد له بزازیه ونهر اور جامع فصولین مین ہے [illegible] دین
[illegible] تو کافر ہوجائیگا بسبب ثابت کرنے بہتری کے اوسکو جو دلیل قطعی سے قبیح ہے [illegible]
لیکن حدیث مین وارد ہے کہ مجوسی خوشحال ہے معتزلہ سے اسواسطے کہ مجوسی فقط دو خالق ثابت کرتے ہین اور معتزلہ [illegible]
البزازیة والنهر مسند امام اعظم وغیرہ مین بروایت صحیح ثابت ہے قال رسول الله صلی الله علیه وسلم القدریة مجوس هذه الامة یعنی [illegible]
کے قدریہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو منکر ہے قدر کا اور معتزلہ قائل ہین کہ خدا تعالی شر کا نہین [illegible] اور مجوسی [illegible]
ہین دو خالق کے ایک نور جسکو یزدان کہتے ہین اور دوسرا ظلمت جسکو اہرمن بولتے ہین ﴿ولو تمجس ابو صغیرة نصرانیة [illegible] بانت بلا مهر
ولو کانت قد ماتت الام نصرانیة مثلا وکذا عکسه لم تبن لتناهی التبعیة بموت احدهما ذمیا او مسلما او مرتدا فلم تبطل بکفر
الاٰخر﴾ اور اگر مجوسی ہوگیا صغیرہ نصرانیہ کا باپ جو مسلمان کے نیچے ہے تو جدا ہو جاویگی نصرانیہ بدون مہر کے اسواسطے کہ صغیرہ نصرانیہ تابع ہوگی دین مین باپ
کی پہر جب وہ مجوسی ٹھہری تو نکاح ٹوٹ گیا اور اگر صغیرہ کی ماں نصرانیہ مثلا یا یہودیہ مر چکی ہو اور باپ اوسکا مجوسی ہو جاوے اور صورت بالعکس یعنی
باپ صغیرہ کا نصرانی مر چکا ہو اور ماں اوسکی مجوسیہ ہو جاوے تو صغیرہ جدا نہوگی مسلم سے بسبب متناہی ہونے تابعداری کے ایک کی موت پر ذمی ہو کر یا
مسلمان ہو کر یا مرتد ہو کر تو تابعداری باطل نہوگی دوسرے کے کفر سے یعنی جب صغیرہ کی ماں یا باپ ذمی یا مسلمان یا مرتد ہو کر مرا تو تبعیت دین کی
ختم ہوگئی اب دوسرے کے کافر ہونے سے نکاح نہ ٹوٹ جاویگا ماں یا باپ کے مرتد ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہیگا کہ مرتد بجبر مسلمان کیا جاتا ہے اور اوسکے
مرتد ہونے سے لڑکا مرتد نہین ہوتا ﴿وفی المحیط لو ارتد المرتدان مالم یلحقا﴾ اور محیط مین ہے کہ اگر ماں باپ صغیرہ کے دونو مرتد ہوگئے تو صغیرہ جدا

ہوگی اپنے زوج مسلم سے جبتک وہ نو دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر نہ ملین آ زنداد و الدین سے جدائی اسواسطی ہوئی کہ ہنوز احکام اسلام کے وہ تو پہ قائم ہین کیونکہ اونپر جبر کرنا مسلمان ہونیکو واسطے ثابت ہی اور اونکا کسب ورثہ مسلمین کا ہے اور جب دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر جا ملے تو اونکا حربی ہونا ثابت ہوگیا اور حکومت مسلمین سے بالکل باہر ہوگئی اور اگر صغیرہ دار الاسلام مین رہی تو بھی نکاح قائم رہیگا اسواسطی کہ اوسکا اسلام حکمی موجود ہی **ولو بلغت عاقلۃ مسلمۃ ثم جنت فارتد الوالدان مطلقاً** اور اگر صغیرہ منکوحہ مسلم کی تابع ہوئی عاقل مسلمان ہوکر پھر مجنون ہوگئی پھر اوسکے ماں باپ مرتد ہوگئے تو اپنے زوج سے جدا نہوگی کسی طرح خواہ والدین دار الحرب مین جا ملے ہون خواہ نہ ملے ہون اسواسطی کہ عورت خود اصلی مسلمان ہوچکی اب تبعیت والدین کی باقی نرہی **مسلم تحتہ نصرانیۃ فتمجست او تنصرت بانت** ایک مسلمان کے نیچے نصرانیہ ہے پھر زوجہ مجوسی ہوگئی یا نصرانی ہوگئی تو نکاح ٹوٹ جائیگا عورت جدا ہوگی نزدیک ابو یوسف کے اسواسطی کہ سبب فرقت کا یعنی ارتداد فقط زوج کیطرف سے ہوا اور عورت تو کافرہ تھی اصلیہ کذا فی حاشیۃ المدنی **ولا یصح ان ینکح مرتد او مرتدۃ احدا من الناس مطلقاً** اور نہین صحیح ہے کہ نکاح کرے مرد مرتد اور عورت مرتدہ سے کوئی آدمی مطلقاً یعنی نہ مرتد نہ مسلم نہ کافر اسواسطی کہ مرتد مستحق ہے قتل کا اور چند روزہ مہلت بضرورت تامل کی ہے کہ شاید سمجھکر مسلمان ہوجاوے اور مرتدہ واجب الحبس ہے واسطی تامل کے تو فوائد نکاح کے دونون مین کسیکو حاصل نہین **اسلم الکافر وتحتہ خمس نسوۃ فصاعدا او اختان او ام وبنتہا بطل نکاحھن ان تزوجھن بعقد واحد فان رتب فالاخر باطل** مسلمان ہوا ایک کافر اور اوسکے نیچے پانچ عورتین ہین یا زیادہ یا اوسکے نیچے دو بہنین ہین یا ماں اور اوسکی بیٹی ہے تو نکاح اون عورتون کا باطل ہے اگر اوننسے نکاح ایک عقد مین کیا اور اگر نکاح بہ ترتیب کیا یعنی اول پہلی سے پھر دوسری سے علی ہذا القیاس پانچوین تک یا ایک عقد مین تین سے نکاح اور دو سے دوسرے عقد مین دوسے کیا یا اول ایک بہن سے نکاح کیا پھر دوسری سے وعلی ہذا القیاس ماں اور بیٹی مین بھی نکاح مرتب ہوا تو پہلا نکاح باطل ہوگا یعنی پانچوین عورت کا یا دوسری بہن کا یا ماں کا یا بیٹی کا **وخیرہ محمد والشافعی بحدیث فیروز** اور اختیار دیا ہے اوسکو محمد اور شافعی نے حدیث فیروز کی دلیل سے یعنی محمد اور شافعی نے مختار کیا ہے اسلام لانیوالیکو چار عورتون کے رکھنے مین کوئی ہون اور دو بہنون مین بھی اختیار ہے کہ جسکو چاہے رکھے اور ماں اور بیٹی کے نکاح مین فقط بیٹی کو اختیار کرے یا دونو کو چھوڑ دے ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان مین ضحاک ابن فیروز عن ابیہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی سے اور حالانکہ وہ مسلمان ہوا تھا اور اوسکے نیچے دو بہنین تھین کہ ان دو مین سے جسکو تیرا جی چاہے اختیار کر اور دوسری کو طلاق دے اور ترمذی مین مروی ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوا اور اوسکے پاس دس عورتین تھین جاہلیت مین وہ بھی مسلمان ہوئین تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اوس سے فرمایا کہ ان عورتون مین سے چار کو اختیار کرلے کذا فی حاشیۃ المدنی **قلنا کان تخییرہ فی التزوج بعد الفرقۃ** محمد اور شافعی کے جواب مین ہم کہین گے کہ حضرت کا اختیار دینا نکاح کرنیمین ہے بعد فرقت کے یعنی نکاح سابق باطل ہوگیا پھر نکاح جدید مین فیروز اور غیلان کو مختار کیا کہ جس سے چاہین کرلین **بلغت المسلمۃ المنکوحۃ ولم تصف الاسلام بانت ولا مھر قبل الدخول وینبغی ان یذکر اللہ تعالی بجمیع صفاتہ عندھا وتقر بذلک کما فی الکافی** بالغ ہوئی مسلمہ منکوحہ اور بیان نکرسکی ارکان اسلام کو بسبب جہل کے تو جدا ہوگی شوہر سے اور اوسکو مہر ملیگا قبل دخول کے اور لائق ہے زوج کو کہ ذکر کرے حق تعالی کو اوسکی جمیع صفات سے عورت کے پاس اور اوس سے اوسکا اقرار کراوے کذا فی الکافی یعنی اوس سے یون کہلاوے کہ آیا مذ ایسا ہے تو اگر وہ کہے کہ ہان ایسا ہی ہے تو وہ مسلمان ہے نکاح قائم رہا اور اگر اسلام کو بوجھتی ہوا اور بیان نکرسکتی ہو تو بھی نکاح موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الکافی

باب القسم

بفتح القاف القسمۃ وبالکسر النصیب یہ باب ہے ازواج کے برابر رکھنے کا قسم بفتح قاف اور سکون سین بمعنی قسمت کے اور قسم بکسر قاف بمعنی نصیب اور حصے کے ہے اور یہان مراد تسویہ منکوحات ہے **یجب وظاہر الآیۃ انہ فرض ان یعدل ای ان لا یجور فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ لا فی المجامعۃ کالمحبۃ** واجب ہے اور ظاہر آیت کا یہہ ہے کہ فرض ہے عدل کرنا یعنی جور اور ظلم نکرنا قسم مین اسطرح کہ برابر رکھنا چاہیے منکوحات کو شب باشی مین اور لباس اور کھانے اور مصاحبت مین نہ جماع کرنیمین مثل محبت کے

باب القسم

یعنی جماع مین برابری ضرور نہین ہے اسواسطے کہ جماع نشاط خاطر پر موقوف ہے اور اسیطرح محبت مین بھی برابر کرنا ضرور نہین ہے اسواسطے کہ محبت آدمی کے اختیار مین نہین بل تستحب ویسقط حقہا بمرۃ ویجب دیانۃ احیانًا جماع واجب نہین بلکہ مستحب ہے اور ساقط ہوتا ہے حق عورت کا ایکبار جماع کرنے سے باعتبار حکم قضا کے اور واجب ہے جماع باعتبار دیانت کے گاہ گاہ ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاہا اور نہ پہونچے چہوڑنا جماع کا ایلا کی مدت تک یعنی حرہ کے حق مین چار مہینے اور لونڈی کے حق مین دو مہینے تک ترک کی نوبت نہ پہونچے مگر عورت کی خوشی سے ویؤمر المتعبد بصحبتہا احیانًا اور امر کیا جاوے عابد کو عورت کی صحبت کا گاہ گاہ اور اسیطرح جو شخص مشغول ہو لونڈیون کیساتھ تصرف کا اوسکو بھی ہو نسبت ازواج کا قاضی حکم کریگا گاہی گاہی یعنی اسمین مدت مقرر نہین وقدرہ الطحاوی بیوم ولیلۃ من کل اربع للحرۃ وسبع للامۃ اور ٹھہرائی ہے مدت صحبت کی طحاوی نے ہر چار دن مین ایک رات اور دن حرہ کیواسطے اور ہر ہفتہ مین ایک رات اور دن منکوحہ لونڈی کیواسطے ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا والرای فی تعیین المقدار للقاضی بما یظن طاقتہا نہر بحثًا اور اگر ضرر ہو عورت کو کثرت جماع زوج سے تو جائز نہین زیادتی اوسکی قدر طاقت پر اور تجویز مقدار جماع کی قاضی پر ہے جسقدر عورت کی طاقت کو گمان کرے کذا فی النہر از رو بحث کے شرح ملتقی مین کہا ہے کہ مقرر کرنا مقدار جماع کا مین نے اپنے علما کی کتب مین نہین دیکھا البتہ کتب مالکیہ مین ہے کہ چار بار دن اور چار بار رات کو چاہئے اور بعضی روایت مین دو بار دن اور دو بار رات اور زیلعی مین کہا کہ میرے نزدیک قاضی کی تجویز تعیین مقدار مین پسندیدہ ہے اور حالانکہ جو مسئلہ ہمارے مذہب مین مصرح نہو تو امام مالک کیطرف رجوع کرنا چاہئے چنانچہ حموی نے حاشیہ اشباہ مین اسکو مصرح کیا ہے تو صاحب نہر الفائق کی تجویز اور بحث کوئی وجہ معقول نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بلا فرق بین فحل وخصی وعنین ومجبوب ومریض وصحیح وصبی دخل بامرأتہ وبالغ لم یدخل بحر بحثًا واقرہ المصنف قسم زوج پر واجب ہے بدون فرق کے درمیان فحل اور خصی کے اور نامرد اور مقطوع الذکر کے اور بلا فرق درمیان بیمار اور تندرست اور صبی کے جو وطی کرچکا ہے اپنی عورت کی اور بلا فرق بالغ کے جسنے وطی نہین کی چنانچہ یہہ مسئلہ بحر الرائق مین ہے بحث کرکے اور ثابت رکھا ہے اوسکو مصنف نے اپنے شرح مین فحل وہ جسکا آلہ تناسل صحیح اور جماع پر قادر ہو اور خصی وہ جسکے خصیے نکالڈالے گئے ہون یعنی خصی اور عنین اور مجبوب ہے ہرچند جماع متصور نہین تو بھی انکو شب باشی اپنی منکوحات کے ساتھہ واجب ہے مانند فحل کے واسطے صحبت اور موانست کے نہ واسطے جماع کے ومریضۃ وصحیحۃ وحائض وذات نفاس ومجنونۃ لا یخاف ورتقاء وقرناء وصغیرۃ یمکن وطیہا ومحرمۃ ومظاہرۃ ومولی منہا ومقابلاتہن وکذا مطلقۃ رجعیۃ ان قصد رجعتہا والا لا بحر اور قسم واجب ہے بلا فرق درمیان عورت بیمار اور تندرست کے اور حائض اور نفاس والیکی اور اوس مجنونہ کی جس سے خوف ضرر رسانی کا نہین اور بدون فرق رتقا اور قرنا کے رتقا وہ عورت جسکی شرمگاہ بند ہو لائق دخول کے نہو اور قرنا وہ عورت جسکی شرمگاہ مین ہڈی زائد مانع ہو جماع کی اور بدون فرق اوس صغیرہ کے جس سے وطی کرنا ممکن ہو اور بلا فرق محرمہ کے جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندہا اور بدون فرق مظاہرہ یعنی جسکو محارم کیساتھہ تشبیہ دی اور بدون فرق اوس عورت کے جس سے ایلا کیا یعنی چار مہینہ تک جماع نکرنیکی قسم کہائی اور بلا فرق اونکی مقابلات یعنی غیر محرمہ اور جس سے ظہار اور ایلا نہین کیا اور اسیطرح سے مطلقہ رجعیہ اگر اوسکی ساتھہ قصد رجوع کرنیکا ہو اور اگر قصد رجوع کا نہو تو اوسکی ساتھہ قسم نہین کذا فی البحر خلاصہ یہہ کہ منکوحات مذکورہ کے ساتھہ شب باشی وغیرہ واجب ہے واسطے دفع وحشت کے نہ جماع کے ولو اقام عند واحدۃ شہرًا فی غیر سفر ثم خاصمتہ الاخری فی ذلک یؤمر بالعدل بینہما فی المستقبل وہدر ما مضی وان اثم بہ لان القسمۃ تکون بعد الطلب اور اگر اقامت کی زوج نے ایک زوجہ کے پاس ایک مہینہ بدون سفر کے پھر جھگڑا کیا زوج سے دوسری زوجہ نے اسمین تو زوج کو دونوکے برابر رکھنے کا حکم ہوگا زمانہ آیندہ مین اور جو زمانہ ماضی مین ہوچکا اوسکا عوض نہین اگرچہ زوج اوسکے سبب سے گنہگار رہا اسواسطے کہ قسمت بعد طلب کے ہوتی ہے اور طلب نہین ہوئی مگر زمانہ مستقبل مین وان عاد الی الجور بعد نہی القاضی عزر بغیر حبس جوہرۃ لتفویتہ الحق وہذا اذا لم یقل انما فعلت ذلک لان خیار الدور لی فحینئذ یقضی القاضی بقدرہ نہر بحثًا اور اگر پھر ظلم کیا زوج نے بعد منع کرنے

قاضی کے یعنی ایک منکوحہ کے پاس زیادہ رہا تو اوسکو تعزیر دیجاویگی بدون قید کے کذا فی الجوہرہ تعزیر ہوگی بسبب فوت کردینے زوج کے حق کو یعنی حق زوجہ فوت کردیا
اور ممنوع شرعی کا مرتکب ہوا اور یہہ تعزیر اوسوقت ہوگی جب کہ زوج نے نکما ہو کہ مین ایک کے پاس زیادہ اسواسطے ٹھہرا کہ اختیار دورہ کا مجھکو ہے یعنی دوسری
زوجہ کی باری مین اوسیقدر اوسکی پاس بھی رہونگا تو اوسوقت مین قاضی حکم کرے اوسیقدر کا یعنی جتنا ایک کے پاس رہا دوسری کے پاس بھی اوتنا ہی رہے
کذا فی النہر ع والبکر والثیب والجدیدۃ والقدیمۃ والمسلمۃ والکتابیۃ سواء لاطلاق الآیۃ اور باکرہ اور ثیبہ اور جدیدہ اور قدیمہ اور مسلمہ
اور کتابیہ سب برابر مین بسبب مطلق ہونے آیت قرآنی کے عدل منکوحات مین اور مسند امام احمد مین حدیث مرفوع ہے کہ جسکی دو عورتین ہون اور وہ
ایک کی طرف مائل ہو تو وہ قیامت مین آویگا اور اوسکا آدھا بدن ٹیڑھا ہوگا یہہ حدیث بھی مطلق ہے باکرہ اور ثیبہ اور قدیمہ اور جدیدہ وغیرہ کا اسمین کچھہ
فرق نہین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک باکرہ سے نکاح کرے تو سات دن اوسکے پاس رہے اور اگر ثیبہ سے نکاح کرے تو تین دن اوسکے پاس رہے چنانچہ حدیث مین
آیا ہے کہ باکرہ کے سات دن اور ثیبہ کے تین دن ہین اور حدیث مذکور کا یہہ مطلب ہے کہ ابتدای نوبت جدیدہ سے چاہیئے نہ زیادتی نوبت کی یعنی اگر سات دن باکرہ کے
پاس رہے تو اور ازواج کے پاس بھی سات دن رہے اور اگر تین دن ثیبہ کے پاس رہے تو اسیقدر اور منکوحات کے پاس بھی رہنا چاہیئے کذا فی حاشیۃ المدنی
وللامۃ والمکاتبۃ وام الولد والمدبرۃ والمبعضۃ نصف ما للحرۃ ای من البیتوتۃ والسکنی معہا اما النفقۃ فبحالہما اور قسم لونڈی
اور مکاتبہ اور ام ولد اور مدبرہ اور مبعضہ کے واسطے بقدر نصف حرہ کے ہے یعنی شب باشی اور اوسکے ساتھہ رہنے مین لیکن نفقہ پس معتبر ہے بقدر حال زوجین کے
تو نکو اور الفاظ مین خلاصہ یہہ ہے کہ اگر لونڈی اور مکاتبہ منکوحہ ہو تو اوسکی باری حرہ سے آدھی ہے مثلاً ایک مرد کے پاس ایک حرہ اور ایک لونڈی
منکوحہ ہو تو دو شب حرہ کے پاس رہے اور ایک شب لونڈی کے پاس مبعضہ وہ عورت جو کل آزاد نہو نصف آزاد ہو یا ربع ولا قسم فی السفر دفعا للحرج
فلہ السفر بمن شاء منہن والقرعۃ احب تطییبا لقلوبہن اور سفر مین باری نہین واسطے دفع حرج کے تو مرد کو اختیار ہے جسکو چاہے اونمین سے سفر
مین لیجاوے اور قرعہ کر لینا مستحب ہے ازواج کا دل خوش کرنیکے واسطے اور قرعہ کا یہہ طریق ہے کہ ایک پرچہ کاغذ مین سفر کا لفظ لکھا اور دوسرے کاغذ مین
حضر کا لفظ لکھا پھر اونکی یا مٹی مین اندر کرکے گولی بنائی پھر کسی لڑکے کو دی کہ ہر عورت کے حوالہ کرے جسکے پاس سفر کی گولی جاوے اوسکو ساتھہ لے
کذا فی الطحطاوی والمدنی عن القستلانی ولو تمکنت قسمتہا بالکسر ای نوبتہا لضرتہا صح ولہا الرجوع فی ذلک فی المستقبل لانہ ما وجب
فما سقط اور اگر ایک زوجہ اپنی باری چھوڑے اپنی سوت کیواسطے تو یہہ درست ہے اور اوسکو رجوع کرنا یعنی باری دیکر پھر لینا بھی اسمین جائز ہے زمانہ آیندہ
مین اسواسطے کہ زمان مستقبل مین حق عورت کا واجب نہین تو اوسکو ساقط کرنے سے ساقط بھی نہوگا ولو جعلتہ لمعینۃ ہل لہ جعلہ لغیرہا ذکر الشافعی
لا و فی البحر عن النعم و نازعہ فی النہر اور اگر ایک عورت نے اپنی باری مخصوص ایک سوت کو دی تو آیا زوج کو جائز ہے کہ اوسکو سوا دوسری کے
واسطے مقرر کرے شافعی نے ذکر کیا کہ دوسریکو باری دینا جائز نہین اور بحر الرائق مین بعد گفتگو کے کہا کہ ہان زوج کو اختیار ہے اور نزاع کیا ہے اوس سے نہر الفائق
مین ہم بحر الرائق مین کہا کہ شاید مشائخ حنفیہ نے اس تفصیل شافعیہ کو اسواسطے ذکر نہین کیا کہ یہہ ہبہ اسقاط ہے زوج سے تو اوسمین زوج کا اختیار ہوگا
خواہ زوج کو ہبہ کرے خواہ سوت کو نہر الفائق مین کہا کہ سوت کو دینے سے زوج کا حق ہو جاوے یہہ مسلم نہین اسواسطے کہ باری عورت کا حق ہے جاہے لے جاے
ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ باری عورت کا حق ہے قبل اسقاط کے اور بعد اسقاط کے زوج کا اختیار ہے نزدیک مشائخ کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویقیم عند
کل واحدۃ منہما یوما و لیلۃ لکن انما تلزمہ التسویۃ فی اللیل حتی لو جاء للاولی بعد الغروب و للثانیۃ بعد العشاء فقد ترک القسم
اور ٹھہرے ہر ایک کے پاس دو عورتون سے ایکدن اور ایک رات اور جو دو کا حال وہی چار کا حال لیکن برابری تو زوج کو رات مین لازم ہے یہانتک کہ اگر
آیا زوج پہلی عورت کے پاس بعد غروب کے اور دوسری کے پاس بعد عشاء کے تو البتہ اوسنے چھوڑا عدل کو خلاصہ یہہ کہ عورتون کے پاس رات کو رہنے مین برابری
کمی بیشی اور دنکو اختیار ہے یہانتک کہ اگر ایک کے پاس دن بھر رہا اور دوسری کے پاس ایک لحظہ ٹھہرا تو جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن فتح القدیر
ولا یجامعہا فی غیر نوبتہا وکذا لا یدخل علیہا باللیل الا لعیادتہا ولو اشتد ففی الجوہرۃ لا بأس ان یقیم عندہا حتی تشفی او تموت

انتھی یعنی اذا لم یکن عندھا من یؤنسھا اور جماع نکرے عورت سے اوسکی باری کے سوا مین اگرچہ دن ہو اوراسیطرح سوا باری کے رات کو اوسکے پاس نجاوے مگر اوسکی عیادت کیواسطے اور اگر زوجہ کی بیماری سخت ہو تو جوہرہ مین ہے کہ کچھ مضایقہ نہین کہ ٹھہرا رہے اوسکے پاس یہانتک کہ اوسکو آرام ہو یا مرجاوے فقط یعنی اسقدر بیمار عورت کے پاس ٹھہرنا اوس صورت مین ہے جب کہ اوسکے پاس کوئی مونس اور غمخوار نہو ولو مرض ھو فی بیتہ دعی کلا فی نوبتھا لانہ لو کان صحیحا واراد ذلک ینبغی ان یقبل منہ نھر اور اگر بیمار ہو زوج اپنے گھر مین تو بلاوے ہر عورت کو اوسکی باری مین اسواسطے کہ اگر تندرست ہوا اور یہی ارادہ کرے یعنی بلانیکا تو لائق ہے کہ اوسکا امر قبول کیا جاوے کذا فی النھر وان شاء ثلثا ای ثلثۃ ایام ولیالیھا اور اگر چاہے تین دن اور تین راتین ہر ایک کے پاس ہے ولا یقیم عند احدھما اکثر الا باذن الاخری خلاصہ وزاد فی الخانیۃ والرأی فی البداءۃ فی القسم الیہ وکذا فی مقدار الدور ھدایہ وتبیین اور نہ ٹھہرے دونون مین سے ایک کے پاس زیادہ مگر دوسری کی اجازت سے کذا فی الخلاصۃ اور زیادہ کیا ہے خانیہ مین اور تجویز شروع باری مین زوج کیطرف ہے یعنی مثلا اگر سفر سے آوے تو جسکے پاس چاہے رہے اوراسیطرح مقدار دور کی زوج کے اختیار مین ہے چاہے ہر ایک کے پاس سات سات دن رہے چاہے کم وبیش کذا فی الھدایہ والتبیین وقیدہ فی الفتح بحثا بمدۃ الایلاء او جمعۃ وعممہ فی البحر فنظر فیہ فی النھر قال المصنف وظاھر بحثھما انھما لم یطلعا علی ما فی الخلاصۃ من التقیید بثلثۃ ایام کما عولنا علیہ فی المختصر واللہ اعلم اور مقید کیا ہے فتح القدیر مین مدت دور کو از روی بحث کے ساتھہ مدت ایلا کے بلکہ ساتھہ مدت ایک ہفتہ کے اور عام رکھا ہے مدت دور کو بحر الرائق مین سو اعتراض کیا ہے عموم پر [illegible] صاحب نہر الفائق نے کہا مصنف نے منح الغفار مین اور ظاہر بحث صاحب فتح القدیر اور بحر الرائق کی دلالت کرتی ہے کہ دونو مطلع نہین ہوئے اوس روایت پر جو خلاصہ مین ہے یعنی تین دن کی تقیید سے جیسا کہ ہمنے اوسی خلاصہ کی روایت پر اعتماد کیا ہے مختصر مین یعنی تنویر الابصار مین واللہ اعلم فتح القدیر مین کہا کہ اطلاق دور کا معتبر نہین اسواسطے کہ اگر ایک ایک برس کا دورہ زوج مقرر کرے تو کچھہ اطلاق خیال مین نہین آتا بلکہ مدت ایلا تک یعنی چار مہینے تک مطلق کہنا کچھ لائق نہین اور جب کہ باری تانیس اور دفع وحشت کیلئے واجب ہے تو قریب مدت اعتبار کرنا چاہیے اور میرے گمان مین یہہ ہے کہ ایک ہفتہ سے زیادہ کو دورہ مقرر کرنا ضرر رسانی ہے مگر یہہ کہ دونو اسپر راضی ہوجاوین فقط تو معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین لفظ او بمعنی بل ہے اسیواسطے مترجم نے ویسا ہی ترجمہ کیا اور بحر الرائق مین کہا کہ مدت دور کی مطلق ہے اسواسطے کہ جب دورہ برابر ہوا تو کچھہ ضرر رسانی نہین کیونکہ عورت اپنی باری کے آنے پر مطمئن ہے [illegible] اور نہر الفائق مین کہا کہ اطلاق دور مین نفی مضرت کی مسلم نہین فقط یعنی مثلا اگر مدت دور کی دو برس کی ہو اور زوجہ قبل آنے باری [illegible] دوسری عورت کے مرگیا تو صریح مضرت ہے اور مصنف جو خلاصہ کی عبارت سے تین دن کی تقیید سمجھا سو بھی لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ خلاصہ کی عبارت [illegible] تمثیل کی نہ تحدید کی اور شارح قہستانی نے خانیہ اور سراجیہ سے نقل کیا کہ زوج کو اختیار ہے کہ ہر ایک عورت کے پاس سات سات دن رہے اور اگر چاہے تو [illegible] مقدم ہین فقط دو دن پر کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو کان عملہ لیلا کالحارس ذکر الشافعیۃ انہ یقسم نھارا اوھو حسن اگر کام زوج کا رات کو ہو جیسے چوکیدار اور اوسکی دو یا تین عورتین ہون تو شافعیون نے ذکر کیا ہے کہ وہ دن کو باری مقرر کرے شارح کہتا ہے یہہ کلام شافعیون کا خوب ہے وحقہ علیھا ان تطیعہ فی کل مباح یأمرھا بہ اور حق زوج کا زوجہ پر یہہ ہے کہ اوسکی اطاعت کرے ہر ایک امر مباح مین جسکا عورت سے حکم کرے ظاہر یہہ ہے کہ امر مباح زوج کے امر سے عورت پر واجب ہوتا ہے جیسے حکم سلطان کا رعیت پر اور زوج کو جائز ہے کہ ترک آرایش پر اور ترک نماز اور طہارت سے اور وطی کی عدم اجابت سے عورت کو مارے کذا فی فتح القدیر اور اگر مرد کے پاس عورت ہو کہ نماز نہ پڑھتی ہو تو اوسکو طلاق دینا جائز ہے اگرچہ ادا مہر پر قادر نہو اور اگر عورت کا باپ لنگڑا ہو اور اوسکا کوئی خبرگیر نہو اور زوج اوسکے پاس جانے سے منع کرتا ہو تو اس صورت مین عورت کو نافرمانی زوج کی جائز ہے اور خدمت باپ کی ضرور ہے باپ خواہ مسلمان ہو خواہ کافر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن العالمگیریۃ ولہ منعھا من الغزل اور جائز ہے مرد کو عورت کا منع کرنا سوت کاتنے سے اسواسطے کہ نفقہ اوسکا زوج پر واجب ہے ومن اکل ما یتاذی من رائحتہ اور مرد کو جائز ہے کہ عورت کو منع کرے اوس چیز کے کھانے سے جسکی بو سے اوسکو تکلیف ہوتی ہو جیسے کچا پیاز اور لہسن اور مولی اور حقہ کشی اسواسطے کہ بوسہ لینا حق ہے زوج کا اور بدبو سے نفرت آتی ہے اور سید اسعد مدنی کی

اپنے فتاوی مین مصرح کیا ہے کہ زوج کو اگر کروہ معلوم ہو تو حقہ پینے سے عورت کو منع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی بل و من الحناء والنقش ان تاذی من رائحتہ
نھی و تمامہ فیما علقناہ علی الملتقی بلکہ زوج کو اختیار ہے کہ مہندی لگانے اور نقش کاری سے منع کرے عورت کو اگر اوسکی بو سے اوسکو تکلیف ہوتی ہو کذا
فی النہر الفائق اور اس مقام کی پوری تقریر ملتقی کے حاشیہ مین مینے بیان کی ہے ھ بدائع مین ہے کہ احکام نکاح سے ایک معاشرت بالمعروف ہے بموجب آیت
قرآنی کے یعنی احسان اور کرم کرنا عورت سے باعتبار قول اور فعل اور خلق کے اور معاشرت بالمعروف کے بعضون نے یہہ معنی کہے کہ مرد عورت سے ایسا سلوک
کرے جو اپنی ذات کیواسطے پسند رکھتا ہے اور یہہ حسن سلوک دونو طرف سے مستحب ہے اور احکام نکاح سے یہہ ہے کہ اگر عورت نافرمانی زوج کی کرے تو اول
اوسکو نصیحت کرے اگر نصیحت نمانے تو کلام کرنا اور پاس لیٹنا اور جماع کرنا ترک کرے اگر اس سے بھی نہ باز آوے تو پھر مارنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور
مکروہ ہے مرد کو اپنی عورت سے وطی کرنا صبی عاقل اور اندھے اور اوسکی سوت کے نزدیک اور اسیطرح اپنی لونڈی اور اوسکی لونڈی کے روبرو کذا
فی حاشیۃ الطحاوی

باب الرضاع

یہہ باب ہے رضاع کا یعنی اسمین احکام شیر خوارگی کے مذکور ہین ھو لغۃ بفتح و
کسر مص الثدی و شرعا مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا و میتۃ او آیسۃ و الحق بالمص الوجور والسعوط رضاع بفتح و کسر لغت
مین چوسنا ہے چھاتی کا اور شرع مین چوسنا ہے عورت کی چھاتی سے اگرچہ عورت کواری ہو یا مردہ یا بڑھی اور چوسنے سے ملحق ہے حلق مین ڈالنا اور ناک
سے سڑکنا یہہ اشارہ ہے صاحب بحر الرائق کی رد پر اوسنے کہا کہ کبھی مص ہوتا ہے اور پیٹ مین نہین جاتا اور گاہے رضاع ثابت ہوتا ہے بدون مص کے
جیسے کہ وجور اور سعوط مین شارح نے جواب دیا کہ وجور اور سعوط ملحق ہے مص سے اور چونکہ بسبب غالب پیٹ مین جانیکا مص ہوتا ہے اسواسطے اسیکو
ذکر کیا نہر الفائق مین کہا کہ مص مستلزم ہے وصول کا اسواسطے کہ صاحب قاموس نے مص کو شرب رقیق کر تعبیر کیا ہے فی وقت مخصوص ھو حولان
و نصف عندہ و حولان فقط عندھما و ھو الاصح فتح و بہ یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العون مص ہو وقت مخصوص مین وہ
وقت اڑھائی برس ہین امام کے نزدیک اور فقط دو برس ہین صاحبین کے نزدیک اور یہی مذہب صاحبین کا اصح ہے کذا فی فتح القدیر اور اسی پر فتوی ہے
کما فی تصحیح القدوری ناقلا عن الدرایہ و فی نسخۃ عن العیون اور لفظ حولین کا ملین سے جو کلام مجید مین واقع ہے ثابت ہوتا ہے کہ رضاع بعد تمامی حولین کے
نہین اور طحاوی نے اسی روایت کو پسند کیا ہے لکن فی الجوھرۃ انہ فی الحولین و نصف ولو بعد الفطام محرم و علیہ الفتوی لیکن جوہرہ
مین ہے کہ البتہ رضاع اڑھائی برس کے اندر اگرچہ بعد چھوڑانیکے ہو حرمت ثابت کرتا ہے اور اسی روایت پر فتوی ہے کما فی الوالوالجیہ اور یہی ظاہر الروایت ہے
کما فی الخانیہ اور فتح القدیر مین واقعات ناطفی سے منقول ہے کہ فتوی ہے ظاہر الروایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا کہ مدت رضاع مین فتوی مختلف ہے
تو اس صورت مین ظاہر الروایت مرجح ہوگی و استدل لو القول الامام بقولہ تعالی و حملہ و فصالہ ثلثون شھرا ای مدۃ کل منھما ثلثون
اور استدلال کیا ہے علما نے واسطے قول امام کے حق تعالی کے اس قول پاک سے کہ حمل لڑکے کا اور دودھ سے چھوٹنا اوسکا تیس مہینے مین ہے یعنی مدت ہر ایک کی دونو
مین سے تیس مہینے ہین یعنی حمل بھی تیس مہینے اور فصال سے تیس مہینے اسواسطے کہ حق تعالے نے دو چیزین ذکر کین اور دونو کی مدت مقرر فرمائی تو وہ پوری
مدت دونو مین سے ہر ایک کیواسطے ہوگی جیسے کوئی مدت مقرر کرے دو قرض کیواسطے یون کہکر کہ زید کے مجھپر ایکہزار درم اور پانچ من جو ہین مہینہ بھر کے وعدہ
سے تو مہینہ بھر درم کی بھی مدت ہوئی اور پورا مہینہ جو کی بھی مدت ہوگی اب یہان سوال ہوتا ہے کہ اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ مدت حمل اڑھائی برس ہو اور حالانکہ
امام کے نزدیک حمل کی مدت دو برس سے زیادہ نہین تو اوسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا غیر ان النقص فی الاول قام بقول عایشۃ لا یبقی
الولد اکثر من سنتین و مثلہ لا یعرف الا سماعا مگر یہہ کہ کمی چہ مہینے کی اول امر مین یعنی حمل مین ثابت ہوئی عایشہ صدیقہ کے قول سے فرمایا کہ
نہین باقی رہتا ہے لڑکا پیٹ مین زیادہ دو برس سے اور مثل اس مضمون کا معلوم نہین ہوسکتا مگر شارع کی سماع سے یعنی تعیین مدت مین اجتہاد مجتہد کو دخل نہین
تو یقینا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا تو اسوقت مین قول صحابی کا قائم مقام حدیث مرفوع کے ہوگیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے
اسکو شرح نخبۃ الفکر مین مشرح بیان کیا ہے اور قول حضرت صدیقہ کا سنن دارقطنی اور بیہقی مین جمیلہ بنت سعد کی روایت سے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی

پھر یہان دوسرا سوال وارد ہوا کہ امام نے تخصیص آیت کی حدیث سے کیونکر تجویز کی حالانکہ آیت قطعی ہے اور حدیث ظنی اور تخصیص قطعی کی ظنی سے جائز نہین اسکا جواب
شارح نے اگلے قول سے دیا والایۃ مؤولۃ لتوزیعهم الاجل علی الاقل والاکثر فلم تکن دلالتها قطعیۃ اور آیت موصوفہ ماول ہے یعنی اپنے ظاہری
معنی پر محمول نہین بسبب تقسیم کرنے علما کے مدت کو اقل مدت حمل پر اور فصال اکثر مدت پر یعنی صاحبین اور شافعی وغیرہ نے تیس مہینے کو یون تقسیم کیا کہ چھ
مہینے حمل کے مراد رکھے اور دو برس فصال کے پھر جب تیس مہینے کی مدت حمل اور فصال پر اسطرح تقسیم ہوئی تو دلالت آیت کی قطعی نرہی ظنی ہوگئی اور حدیث
بھی ظنی ہے تو تخصیص ظنی کی ظنی سے درست ہوگئی علی ان الواجب علی المقلد العمل بقول المجتہد وان لم یظہر دلیلہ کما افادہ فی رسم
المفتی علاوہ استدلال سے یہ بھی ہے کہ مقلد پر واجب ہے عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اوسکی دلیل ظاہر نہو چنانچہ قاضی خان نے اسکو بیان کیا ہے اپنے
فتاوی مین رسم مفتی کے مقام مین یعنی اگر کوئی بسبب دقت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہین اسواسطے کہ جسکو اجتہاد کا پایہ نہین اوسپر
تقلید مجتہد کے قول کی واجب ہے گو اوسکی دلیل کو نجانے تو حنفی مذہب کے مثلا امام کا قول کافی ہے دلیل کا سمجھنا اوسپر ضرور نہین لکن فی آخر
الحاوی فان خالفاہ قیل یخیر المفتی والاصح ان العبرۃ لقوۃ الدلیل لیکن حاوی قدسی کے آخر مین یون ہے کہ اگر مخالفت کی صاحبین نے
امام کی کسی مسئلہ مین تو بعضون نے کہا ہے کہ مختار ہے مفتی دونو قول مین جس قول پر چاہے فتوی دے اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول کو مقدم رکھے
اور اصح یہ ہے کہ اختلاف امام اور صاحبین مین قوت دلیل کا اعتبار ہے یعنی اگر امام کی دلیل قوی ہے تو امام کے قول پر فتوی دے اور اگر صاحبین
کی دلیل قوی ہے تو انکے قول پر مفتی فتوی دے لیکن قوت دلیل کو کون سمجھ سکتا ہے سوا اہل اجتہاد کے اور صاحب بحر الرائق اور نہر الفائق
کہ گونہ پایہ اجتہاد کا رکھتے ہین مصرح کرچکے ہین کہ مدت رضاع مین دلیل صاحبین کی قوی ہے کما قال تعالی والوالدات یرضعن اولادهن حولین
کاملین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ثم الخلاف فی مدۃ التحریم اما لزوم اجر الرضاع للمطلقۃ فمقدر بحولین بالاجماع پھر معلوم کیا چاہیے
کہ اختلاف امام اور صاحبین کا تحریم مین ہے یعنی امام کے نزدیک اڑہائی برس کے اندر دودہ پینے سے حرمت رضعہ وغیرہ کی ثابت ہوتی ہے اور صاحبین کے
نزدیک فقط دو برس کے اندر لیکن لازم ہونا دودہ پلانیکی اجرت کا مطلقہ کے واسطے سو دوہی برس کر مقدر ہے باجماع امام اور صاحبین کے یعنی اگر زوج زوجہ
کو طلاق دے اور وہ لڑکے کو دودہ پلائی جائے بعد طلاق کے تو فقط دوہی برس تک بالاتفاق اجرت پاویگی نہ دو برس سے زیادہ مین ویثبت التحریم
فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء بالطعام علی ظاهر المذهب وعلیه الفتوی فتح وغیرہ قاله المصنف تبعا للبحر فما فی الزیلعی
خلاف المعتمد لان الفتوی متی اختلف رجح ظاهر الروایۃ اور ثابت ہوتی ہے تحریم مدت رضاع مین فقط یعنی بعد مدت شیرخوارگی کے تحریم
نہین مدت کے اندر تحریم ثابت ہے اگرچہ رضاعت ہو بعد دودہ چھوڑانیکی اور بسبب استغنای طعام کے ہو بنا بر ظاہر مذہب کے یعنی اگر مدت کے اندر مثلا چھ مہینے کے بعد
لڑکا روٹی دال کہانے لگا ہو اور دودہ چھوڑ چکا ہو تو بھی اگر دو برس کے اندر دودہ پھر پیے گا تو حرمت ثابت ہوگی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ
فتح القدیر وغیرہ مین مصرح ہے کہا مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے سو جو روایت کہ زیلعی مین ہے سو مخالف ہے معتمد کے زیلعی نے کہا کہ حسن نے امام سے روایت کی کہ
اگر لڑکے کو دودہ کے سوا کہانیکی عادت ہوگئی قبل گذرنے مدت رضاع کے تو تحریم نہین ثابت ہوتی اور اسی پر فتوی ہے مصنف نے کہا کہ یہ قول لائق اعتماد کے
نہین اسواسطے کہ جب فتوی مختلف ہوا تو ظاہر الروایت کو ترجیح ہوئی اور ظاہر الروایت یہی ہے کہ مدت کے اندر مطلقا تحریم ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولم یبح
الارضاع بعد مدته لانه جزء آدمي والانتفاع به لغير ضرورة حرام علی الصحیح شرح الوهبانیۃ اور مباح نہین دودہ پلانا بعد مدت رضاع کے
یعنی دو برس کے بعد اسواسطے کہ دودہ جزو ہے آدمی کا اور نفع لینا جزو آدمی سے بغیر ضرورت شرعی کے حرام ہے بنا بر قول صحیح کے کذا فی شرح الوهبانیہ یعنی بعد دو
برس کے لڑکا کہانے پینے لگتا ہے اب ماں کے دودہ کی ضرورت نرہی یہان شبہہ ہوتا تھا کہ جب انتفاع آدمی کے دودہ سے بضرورت جائز ہوا تو بطور علاج کے استعمال
جائز ہونا چاہیے سو اس وہم کو شارح نے اپنے اگلے قول سے دفع کیا وفی البحر لا یجوز التداوي بالمحرم فی ظاهر المذهب اصله بول المأکول کما مر
اور بحر الرائق مین ہے کہ جائز نہین دوا کرنا حرام چیز سے ظاہر مذہب مین اور اصل تداوی بالمحرم کی ماخوذ ہے تداوی بول ماکول اللحم سے چنانچہ کتاب الطهارۃ

مین قبل فصل بجے اسکا منکر ہوچکا شارع نے وہان کہاکہ تداوی بالمحرم مین اختلاف ہے ظاہر مذہب مین تو منع ہی اور بعضون نے کہا جائز ہی جب شفا اوسمین معلوم ہو اور
کوئی دوسری دوا اوسکی سوا نہو اور اسی روایت پر فتوی ہی جیسے شراب جائز ہی باپ کو وَلِلاَبِ اِجبَارُ اَمَتِہ علی فِطَامِ وَلَدِہا مِنہُ قَبلَ الحَولَینِ اِن
لم یَضُرَّہ ای الولد الفطام کما لہ ایضاً اجبارہا ای امتہ علی الارضاع اور باپ کو جائز ہی اپنی لونڈی سے زبردستی کرنا اوسکو لڑکے کو دودھ چھوڑانے پر
جو لڑکا مولی کے نطفہ سے ہے دودھ چھوڑانی پر جبر جائز ہی قبل دو برس کے اگر لڑکیکو دودھ چھوڑانا مضرت نکرے جسطرح باپ کو جبر کرنا اپنی لونڈی پر دودھ پلانے پر
بھی جائز ہی یعنی لونڈی مال ہے مولی کا تو اوسکو دودھ پلانے اور چھوڑانے پر اختیار ہو لڑکا مولی کے نطفہ سے ہو یا غیر کے نطفہ سے ہان اگر غیر نے حریت اولاد کی شرط
کرلی ہو تو مولی کو جبر کرنا جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولیس لہ ذلک یعنی الاجبار بنوعیہ مع زوجتہ الحرۃ ولو قبلہما لان حق التربیۃ
لہا جوہرہ اور باپ کو یہہ جائز نہین یعنی دونو قسم کا جبر اپنی زوجہ حرہ کے ساتھہ اگرچہ قبل مدت دو برس کے ہو اسواسطے کہ حق پرورش کا زوجہ کیواسطے ہی تو دودھ
پلانے اور چھوڑانے مین حرہ کا اختیار ہے کذا فی الجوہرہ یعنی دودھ چھوڑانے اور دودھ پلانے مین اگرچہ قبل مدت کے ہو زوج کو جبر کرنا جائز نہین ہان بعد مدت کے
دودھ چھوڑانے پر اوسکو جبر کرنا درست ہی ویثبت بہ ولو بین الحربیین بزازیہ وان قل ان علم وصولہ لجوفہ من فمہ او انفہ لاغیر فلو
التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لا لم یحرم لان فی المانع شکاً ولوالجیۃ اور ثابت ہوتا ہی یعنی دائی کا ماہونا دودھ پینے
اگرچہ یہہ فعل دو حربی کافرون مین ہو کذا فی البزازیہ اگرچہ دودھ نہایت قلیل ہو بشرطیکہ معلوم ہو دودھ کا پیٹ مین پہنچنا لڑکے کے منہ سے یا اوسکی ناک سے
نہ اور طریق سے یعنی کان مین ٹپکانے سے یا حقنہ وغیرہ سے سو اگر لڑکی نے سر پستان کو منہ مین لیا اور معلوم نہوا کہ دودھ حلق مین داخل ہوا یا نہین تو حرمت
نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ حلت کے مانع مین شک ہی یعنی حلت اصل ہے اور بالیقین ثابت ہی اور مانع حلت مین یعنی دودھ کے اندر جانے مین شک ہی تو شک سے
یقین نہین زائل ہوتا کذا فی الولوالجیہ ولو ارضعہا اکثر اہل قریۃ ثم لم یُدر فاراد احدہم تزوجہا ان لم یظہر علامۃ ولم یشہد بذلک جاز
خانیہ اور اگر دودھ پلایا ایک عورت کو اکثر اہل قریہ نے پھر معلوم نرہا کہ کون کون عورت نے اوسکو دودھ پلایا ہے پھر ارادہ کیا اہل قریہ مین سے کسی نے اوس عورت سے
نکاح کا تو اگر علامت ظاہر نہو اور کوئی تعیین مرضعہ کا گواہ نہو تو نکاح کرنا جائز ہی کذا فی الخانیہ طحطاوی نے کہا کہ اس علامت کو کسی نے تفسیر نہین کیا اور ممکن ہی
کہ علامت کو یون بیان کیجئے کہ مثلا ایک عورت دودھ والی وہان بہت آتی جاتی ہو جہان صبیہ رہتی تھی یا اوسی گھر مین وہ رہتی ہو تو یہہ نشان قوی ہے
دودھ پلانے پر اور فتوی ایسی مسائل مین یہہ ہی کہ مواقع اشتباہ مین نکاح نکرے اور ولوالجیہ مین ہی کہ عورتون پر واجب ہے کہ ہر لڑکی کو دودھ نہ پلادین بلاضرورت
اور اگر پلادین تو یاد رکھین بلکہ لکھہ رکھین یعنی تا نادانستگی مین حرام نہ واقع ہو اور خانیہ مین ہے کہ عورت کو اجنبی لڑکے کا دودھ پلانا بدون اجازت شوہر کے
مکروہ ہی مگر جب ہلاک ہونیکا خوف ہو تو مضایقہ نہین اور محیط مین ہی کہ مرد کو مناسب نہین کہ اپنی لڑکیکو احمق عورت کا دودھ پلاوے اسواسطے کہ حدیث مین منع
ہی کہ دودھ کا اثر ہوتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اُمومیۃ المرضعۃ للرضیع ویثبت اُبوۃ زوج مرضعۃ اذا کان لبنہا منہ لہ والا لا کما سیجیٔ ثابت
ہوتا ہی ماہونا دائی کا شیرخوار کیواسطے اور ثابت ہوتا ہی باپ ہونا دائی کے زوج کا جب کہ دودھ دائی کا اوسی زوج سے ہو اور اگر دودھ دائی کا پہلی زوج
سے ہو تو زوج ثانی کا باپ ہونا ثابت نہوگا بلکہ شیرخوار ربیب رضاعی ہوگا زوج ثانی کا چنانچہ اسکی تصریح آگے آویگی فیحرم منہ ای بسببہ ما یحرم
من النسب رواہ الشیخان واستثنی بعضہم احدی وعشرین صورۃ وجمعہا فی قولہ پس حرام ہوتا ہی اوس سے بسبب رضاعت کی جو حرام ہے نسب
یہہ حدیث بالمعنی ہے روایت کیا ہی اسکو بخاری اور مسلم نے مرفوع ابوہریرہ سے اور ابن عباس کی روایت سے ان الفاظ سے کہ یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب
اور عموم اس حدیث سے بعض علمانے اکیس ۲۱ صورتین مستثنی کی ہین اور اونکو اپنی آیندہ قول مین نظم کیا ہی ع یفارق النسب الارضاع فی صور
کأم نافلۃ او جدۃ الولد + جدا ہی دودھ پلانا نسب سے چند صورتون مین چنانچہ پوتیکی ماں یا لڑکیکی نانی یعنی پوتیکی رضاعی ماں دادا کو حلال ہے مثلاً زید کا
بیٹا محمود ہے اور محمود کا بیٹا خالد ہی سو خالد کو ایک اجنبی عورت کریمہ نے دودھ پلایا تو زید کو کریمہ سے نکاح کرنا حلال ہے بخلاف نسب کے کہ پوتی کی ماں
نسبی دادا کو حلال نہین اسواسطے کہ خالد کی ماں زوجہ ہی محمود کی تو بہو ہوئی زید کی اور اگر محمود کا بیٹا رضاعی ہو اسطرح کہ محمود کی زوجہ نے بکر کو دودھ پلایا ہو تو

زید کو بکر کی نسبی ما سے نکاح درست ہے اور اسیطرح بکر کو زوجہ محمود کے سوای اگر حلیمہ نے دودہ پلایا ہو تو حلیمہ بھی زید کو حلال ہے اور لڑکی کی نانی حلال ہی اسطرح کہ زید کی بیٹی عبیدہ
کو حمیدہ نے دودہ پلایا تو حمیدہ کی لڑکی نانی ہوئی عبد اللہ کی سو زید کو حلال ہے بخلاف نسب کے کہ عبد اللہ کی نانی نسبی خوشدامن ہے زید کی تو اوسپر حرام ہے اور اسیطرح زید کا
بیٹا ہی رضاعی خالد اوسکا نام تو خالد کی نانی نسبی ہو یا رضاعی زید کو حلال ہے ۵ وَاُمُّ اُختٍ وَاُختُ ابنٍ وَاُمُّ اخٍ ٭ وَاُمُّ خالٍ وَعَمّۃُ ابنٍ اعتَمِدِ ٭
اور حلال ہے باعتبار رضاعت کے بہن کی ما اور بیٹے کی بہن اور بھائی کی ما اور ماموں کی ما اور بیٹے کی پھوپھی سو بہن کی ما اوسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی صورت
یہہ کہ ما رضاعی ہو اور بہن نسبی مثلاً زید کی سگی بہن کو حافظہ نے دودہ پلایا تو زید کو حافظہ سے نکاح درست ہی دوسری صورت یہہ کہ بہن رضاعی ہو اور
اوسکی ما نسبی جیسے زید کی رضاعی بہن رشیدہ ہے تو زید پر رشیدہ کی ما نسبی حلال ہے اور تیسری صورت یہہ ہی کہ ما بھی رضاعی ہو اور بہن بھی رضاعی چنانچہ مثال
سابق مین رشیدہ کی رضاعی ما زید پر حلال ہے اور بیٹے کی بہن کی بھی تین صورتین ہین پہلی یہہ کہ بہن رضاعی اور بیٹا نسبی چنانچہ زید کا بیٹا ہی خالد اور اوسکی
رضاعی بہن ہی فریدہ یعنی خالد اور فریدہ نے ایک اجنبی عورت کا دودہ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے دوسری یہہ کہ بیٹا فقط رضاعی ہو جیسے زید کا بیٹا ناصر ہے
رضاعی اور ناصر کی بہن نسبی زینب ہے تو زید پر زینب حلال ہے تیسری یہہ کہ بیٹا بھی رضاعی اور اوسکی بہن بھی رضاعی جیسے کہ مثال سابق مین ناصر کی بہن رضاعی
زید پر حلال ہے اور بھائی کی ما اوسکی بھی تین صورتین ہین چنانچہ اوسکی تفصیل بہن کی ما مین مذکور ہو چکی اور ماموں کی ما اوسکی بھی تین صورتین ہین پہلی
صورت یہہ کہ زید کے ماموں نسبی کو دودہ پلایا اجنبیہ نے تو زید کو ماموں کی دائی حلال ہے دوسری یہہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی نسبی ما زید کو حلال ہے
تیسری یہہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی رضاعی ما زید پر حلال ہے اور اگر ماموں اور اوسکی ما دونو نسبی ہوں تو حلال نہین اسواسطے کہ ماموں کی ما یا سگی نانی ہی یا نانا کی
منکوحہ اور بیٹے کی پھوپھی اسکی بھی تین صورتین ہین پہلی یہہ کہ زید کا بیٹا نسبی ہے حسن اوسنے دودہ پیا اجنبی عورت کا جو زوجہ ہی خالد کی اور خالد کی بہن ہی غلیمہ
تو غلیمہ رضاعی پھوپھی ہوئی حسن کی سو غلیمہ زید پر حلال ہے دوسری یہہ کہ زید کا بیٹا رضاعی ہی قاسم سو قاسم کی نسبی عمہ زید پر حلال ہی تیسری یہہ کہ قاسم نے
زید کی زوجہ کے سوای کریمہ کا دودہ پیا تو کریمہ کے خاوند کی بہن زید پر حلال ہی اور اگر بیٹا اور اوسکی عمہ دونو نسبی ہوں تو زید پر اوسکی عمہ نہ حلال ہو گی اسواسطے کہ وہ بہن ہے زید
کی ہے یہانتک اکیس صورتین جو نظم مین مندرج نہین مفصلاً بیان ہوئین لیکن اسواسطے کہ ناظم نے سات صورتین نظم کی ہین اور ہر ایک صورت مین تین تین صورتین
محتمل ہین تو سب اکیس ہوئین الا ام اخیہ و اختہ یعنی جو نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے مگر بھائی اور بہن کی ما اور اوسکے سوا اور معطوفات آئندہ
رضاعت سے حلال ہین نہ نسب سے چنانچہ حلت کا بیان مفصل ہو چکا اس مقام مین قاضی بیضاوی کا اعتراض ہے کہ یہہ جو فقہا نے حدیث یَحرُمُ مِنَ الرَّضاعۃِ مَا
یَحرُمُ مِنَ النَّسَبِ سے ام اخیہ وغیرہ کو استثنا کیا ہی سو صحیح نہین اسواسطے کہ ان صورتوں کی حرمت باعتبار مصاہرت کے ہی نہ باعتبار نسب کے پھر جب مستثنی مستثنی منہ
مین داخل نہوا تو استثنا کیونکر صحیح ہوگا اوسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا اِستِثناءٌ مُنقَطِعٌ لِاَنَّ حُرمۃَ مَن ذُکِرَ بِالمُصَاهَرَۃِ لَا بِالنَّسَبِ
فَلَم یَکُنِ الحَدِیثُ مُتَنَاوِلًا لَہَا استِثنَاءُ الفُقَہَاءِ فَلَا تَخصِیصَ بِالعَقلِ کَمَا قِیلَ یہہ استثنا منقطع ہی اسواسطے کہ حرمت مذکورات کی مصاہرت کے
سبب سے ہی نہ نسب کے سبب سے تو حدیث مذکور شامل نہوئی اون صورتون کو جنکو فقہا نے استثنا کیا ہی تو عموم حدیث کی تخصیص عقل سے نہوئی جیسا کہ بعضون نے کہا
یعنی یہہ استثنا متصل نہین جو مستثنی کا داخل ہونا مستثنی منہ مین ضرور ہو بلکہ یہہ استثنا منقطع ہی اور استثنای منقطع مین مستثنی مستثنی منہ مین داخل نہین ہوتا
چنانچہ اس قول مین کہ جَاءَ القَومُ اِلَّا حِمَارًا یہانتک قاضی بیضاوی کے اعتراض کا جواب ہو چکا پھر شارح نے اسی تقریر مین دوسرا اعتراض دفع کیا صاحب الغایۃ
نے کہا کہ حدیث مذکور عام ہے تو فقہا نے حدیث کو دلیل عقلی سے تخصیص کیا کہ چند صورتوں کو عموم حدیث سے نکالا شارح نے جواب دیا کہ جن صورتوں کو فقہا نے
استثنا کیا ہی اونکو حدیث مذکور شامل ہی نہین تو تخصیص بالعقل کہنا غلط ہی فتح القدیر مین ہے کہ محققین کے نزدیک استثنا فقہا کا تخصیص عقلی نہین اسواسطے کہ
قرآن مجید مین محرمات نسبیہ کی یون تعبیر ہوئی ہی کہ حُرِّمَت عَلَیکُم اُمَّہَاتُکُم وَبَنَاتُکُم وَاَخَوَاتُکُم وَعَمَّاتُکُم وَخَالَاتُکُم وَبَنَاتُ الاَخِ
وَبَنَاتُ الاُختِ سو ان الفاظ کی مسمیات جو رضاعت مین متحقق ہین وہ بھی بلا شبہہ حرام ہین یعنی ما اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالا اور بھتیجی اور بھانجی
جیسے نسب سے حرام ہین ویسی ہی یہہ ساتون رشتے رضاعت سے بھی حرام ہین اور جنکو فقہا نے استثنا کیا ہی وہ ان سات رشتون مین داخل نہین تو تخصیص

کیونکہ یہی ہے کذا فی حاشیۃ الدنی فان حرمۃ ام اختہ واخیہ نسبا لکونہا امہ او موطوءۃ ابیہ وھذا المعنی مفقود فی الرضاع سو حرام ہونا بہن اور بھائی کی ماں کا باعتبار نسب کے اس واسطے ہو کہ بہن بھائی کی ماں خود اپنی ماں ہے یا اپنے باپ کی مدخولہ ہے اور یہہ امر مفقود ہے رضاعت مین یعنی زید کے بھائی کی رضاعی ماں زید کی ماں نہیں اور نہ اوسکے باپ کی مدخولہ ہے چنانچہ اسکا مفصل بیان نظم کی شرح مین مذکور ہو چکا پھر جو علت تھی حرمت کی نسب مین وہ جب رضاعت مین پائی گئی تو حدیث مذکور مستثنی صورتوں کو ہرگز شامل نہوئی تو دعوی تخصیص عقلی کا غلط ہو گیا وقس علیہ اخت ابنہ وبنتہ وجدۃ ابنہ و بنتہ وام عمتہ وعمتہ وام خالہ وخالتہ اور قیاس کرے بھائی بہن کی ماں پر بیٹا بیٹی کی بہن کو اور باقی معطوفات کو یعنی ان رشتوں مین جو حرمت کا سبب نسب مین ہے وہ امر رضاعت مین مفقود ہو بیٹا بیٹی کی بہن اور بیٹا بیٹی کی نانی اور چچا اور پھوپی کی ماں اور ماموں اور خالہ کی ماں باعتبار رضاعت کے حلال مین چنانچہ اسکا بیان شرح نظم مین مثالوں کے ساتھ ہو گیا دوبارہ بیان ضرور نہیں لیکن چچا اور عمہ کی ماں کی حلت وہاں مذکور نہیں سو اب بیان کیا جاتا کرنا چاہئے کہ مثلا زید کا چچا اور عمہ مین نسبی اونکو ایک اجنبی عورت نے جسکا جمیلہ نام ہے دودہ پلایا سو زید پر جمیلہ حلال ہے اور اسیطرح اگر زید کا چچا رضاعی ہو یعنی زید کے باپ نے اور اوسنے حمیدہ کا دودہ پیا ہو پہر رضاعی چچا نے فریدہ کا دودہ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے اور باعتبار نسب کے چچا یا عمہ کی ماں حلال نہیں اس واسطے کہ چچا کی نسبی ماں یا سگی دادی ہو یا دادا کی مدخولہ اور یہہ دونو حرام ہین وکذا عمۃ ولدہ و بنت عمتہ وبنت اخت ولدہ وام اولاد اولادہ فہؤلاء من الرضاع حلال للرجل اور اسیطرح اپنی ولد کی عمہ اور ولد کی عمہ کی بیٹی اور اپنی لڑکی کی بہن کی بیٹی اور اپنے پوتوں کی ماں سو یہہ سب رشتے اس الغ سے یہانتک رضاعت سے حلال ہین مرد کو چنانچہ انکا بیان نظم کے ترجمہ مین گذرا لیکن دو کا بیان یہان ضرور ہے ایک یہہ کہ ولد کی عمہ کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اس واسطے کہ بہن کی بیٹی بھانجی ہوئی دوسری یہہ کہ ولد کی بہن کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اس واسطے کہ یا نواسی ہے یا بیبی کی بیٹی سو دونو حرام ہین وکذا اخو ابن المرأۃ لہا فہذہ عشر صور اور اسیطرح عورت کی بیٹے کا بھائی عورت کو حلال ہے یہہ صورت کر ہوگئی ماتن کے قول ام اخیہ سے یعنی مثلا جب زید کے بھائی کی ماں زید پر حلال ہوئی تو زید کے بھائی کی ماں پر زید بھی حلال ہوا سو زید اوس عورت کی بیٹے کا بھائی ٹھہرا اشارہ کرتا ہے کہ دس صورتین ہوئین پہلی صورت بھائی بہن کی ماں دوسری بیٹا بیٹی کی بہن تیسری بیٹا بیٹی کی دادی چوتھے چچا اور عمہ کی ماں پانچوین ماموں اور خالہ کی ماں چھٹے ولد کی عمہ ساتوین ولد کی عمہ کی بیٹی آٹھوین ولد کی بہن کی بیٹی نوین پوتے کی ماں دسوین عورت کی بیٹے کا بھائی لیکن دسوین صورت مکرر ہے اس واسطے کہ متقابلات سے ہی تو حقیقت مین نو صورتین ہوئین تصل باعتبار الذکورۃ والانوثۃ الی عشرین یعنی یہہ دس صورتین باعتبار مرد ہونے اور عورت ہونے مضاف الیہ کے بیس صورتون تک پہنچتی ہین سو اگر مضاف الیہ کو سب صورتون مین مرد فرض کیجئے تو یوں ہوگا بھائی کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بیٹے کی دادی اور چچا کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی عمہ اور بیٹے کی عمہ کی بیٹی اور بیٹے کی بہن کی بیٹی اور پوتے کی ماں اور اگر مضاف الیہ کو عورت فرض کیجئے تو یوں ہوگا بہن کی ماں اور بیٹی کی بہن اور بیٹی کی دادی اور عمہ کی ماں اور خالہ کی ماں اور بیٹی کی عمہ اور بیٹی کی عمہ کی بیٹی اور بیٹی کی بہن کی بیٹی اور پوتی کی ماں وباعتبار ما یحل لہ او لہا الی اربعین مثلا یجوز تزوجہ بام اخیہ وتزوجہا بابی اخیہا اور اس اعتبار سے کہ یہہ بیس صورتین مرد کو حلال ہین یا عورت کو حلال ہین تو چالیس صورتون تک نوبت پہنچی گی مثلا جب مرد کیواسطے حلت ہو تو اول صورتین یون کہا جائیگا کہ مرد کو اپنے بھائی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اور جب عورت کیواسطے حلت ہو گی تو اوسی صورتین یون بولین کہ عورت کو اپنے بھائی کے باپ سے نکاح کرنا درست ہے م تو متن اور شرح مین مثالین ہین سو مرد کی حلت کی ہین اور عورت کی حلت مین یون بولین گے کہ بھائی کا باپ اور بیٹے کا بھائی اور بیٹے کا دادا اور چچا کا باپ اور ماموں کا باپ بیٹے کا ماموں اور بیٹے کے ماموں کا بیٹا اور بیٹے کی بہن کا بیٹا اور پوتے کا باپ عورت کو حلال ہے دو مثالون مین خلاف قیاس تعبیر واقع ہوئی اس واسطے کہ بیٹے کا چچا اور بیٹے کی عمہ کا بیٹا نسب سے بھی حرام نہیں اور یہان انکا بیان ہے جو رضاعت سے حلال ہو نہ نسب سے اور بعضے نسخون مین تزوجہا بابی اخیہا کے مقام پر تزوجہا بابن اخیہا واقع ہے سو غلط ہے کذا فی حاشیۃ الدنی وکل منہا یجوز ان یتعلق الجار والمجرور اعنی من الرضاع تعلقا معنویا بالمضاف کام کان تکون لہ اخت نسبیۃ لہا

أمٌّ رضاعيةٌ أو بالمضاف إليه كأن يكون له أخٌ نسبيٌّ له أمٌّ رضاعيةٌ أو بهما كأن يجتمع مع آخر على ثدي أجنبيةٍ ولأخيه رضاعًا
أمٌّ أخرى رضاعيةٌ فهي مائةٌ وعشرون وهذا من خواصّ كتابنا اور ہر ایک صورت کو ان چالیس صورتوں سے جانئے کہ جار اور مجرور یعنی من الرضاع باعتبار تعلق معنوی کے متعلق ہو مضاف سے
یعنی من الرضاع مقدر ہے بعد استثنا کی اس قرینہ سے کہ مستثنیٰ منہ میں ہے پس تو تقدیر کلام یون ہے کہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الا ام اخته من الرضاع سو یہہ جار مجرور مضاف
سے متعلق ہو جیسے ام اخته مین ام کا لفظ اسطرح کہ مثلا زید کی نسبی بہن کی رضاعی ماں ہو یا من الرضاع متعلق ہو مضاف الیہ یعنی اخ کے لفظ سے اسطرح کہ اوسکے
بہائی نسبی کی رضاعی ماں ہو اسکی مثال ہوئی شارح سے خطا ہو گئی یون کہنا ٹہیک تہا له اخ رضاعی له ام نسبیة یعنی رضاعی بہائی کی نسبی ماں یا من الرضاع مضاف
اور مضاف الیہ دونو سے متعلق ہو اسطرح کہ ایک شخص دوسری کے ساتھہ اجنبی عورت کی چہاتی پر مجتمع ہو یعنی مثلا زید خالد کے ساتھہ اجنبی عورت کا جسکا زینب نام ہے
دودہ پیوے اور اوسکے رضاعی بہائی کی زینب کے سوا اور رضاعی ماں ہو چنانچہ کلثوم ہو کلثوم زید پر حلال ہے تو اس صورت مین بہائی بہی رضاعی ہے اور اوسکی ماں بہی رضاعی
ہے یعنی خالد اور کلثوم تو یہہ ایک سو بیس صورتین ہوئین اسطرح پر کہ چالیس صورتین ہے ہر ایک صورت مین تین صورتین نکلین باعتبار تعلق جار اور مجرور کے اور چالیس کو
تین مین ضرب دینے سے ایک سو بیس ہوتی ہین شارح کہتا ہے کہ ایسا بیان ہماری کتاب کے خواص مین سے ہے یعنی ایک سو بیس صورتین مسائل رضاعیہ مین کالن فقط
در المختار کا خاصہ ہے دوسری کتاب فقہ مین اتنا بیان نہین سید احمد طحطاوی نے کہا کہ ابن وہبان نے شرح منظومہ مین مسائل استثنا ہر رضاعت کے کچھہ اوپر سترہ پہنچائے
بحر الرائق مین کہا کہ یہہ اپنی کتاب کا خاصہ ہے صاحب بحر الرائق نے مسائل مذکورہ کو اکاسی تک پہنچایا اور صاحب نہر الفائق نے ایک سو تک پہنچایا اور کہا کہ یہہ میری کتاب کے خصائص سے ہے سو شارح
نے چاہا کہ ایک سو بیس تک پہنچاوے سو اوسکا ارادہ پورا ہوا اسواسطے کہ نہر الفائق مین نو صورتون پر بنا تہی شارح نے دسوین صورت زیادہ کی سو کل ہو گئی جنکا
اسکا بیان سابق مین گذرا تو اس حساب سے ایک سو بیس سے بارہ صورتین نکل گئین تو وہی نہر الفائق والی ایک سو آٹھہ صورتین باقی رہ گئین اور شیخ عابد سندھی نے
سو سولہ تک نوبت پہنچائی ہے اور کہا ہے کہ یہہ ہماری شرح کے خصائص سے ہے مترجم نے خوف طوالت کتاب سے اونکا ذکر نکیا والله اعلم الضابطة تحل الخ
کا مطلب اس مقام مین حل ہو گیا وتحل اخت اخیه رضاعا یصح اتصاله بالمضاف کأن یکون له اخ نسبی له اخت رضاعیة وبالمضاف الیه
کأن یکون لاخیه رضاعا اخت نسبا وبهما وهو ظاهر اور حلال ہے اپنے بہائی کی بہن باعتبار رضاعت کے صحیح ہے اتصال رضاعت کا مضاف سے بایں طرح کہ کسی کو
نسبی بہائی کی رضاعی بہن ہو اور صحیح ہے کہ مضاف الیہ سے متصل ہو جسطرح کہ اوسکے رضاعی بہائی کی نسبی بہن ہو اور یہہ بہی صحیح ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونو سے
متصل ہو اور یہہ ظاہر ہے یعنی رضاعی بہائی کی رضاعی بہن ہو لیکن رضاعی بہائی کی بیٹی حرام ہے مثل نسب کے کذا فی حاشیة المدنی عن الخلاصة وکذا نسبا
بان یکون لاخیه لابیه اخت لامه فهو متصل بهما لا باحدهما للزوم التکرار کما لا یخفی اور اسیطرح حلال ہے اپنے بہائی کی بہن باعتبار نسب کے
اسطرح کہ سوتیلے بہائی کی مادری بہن ہو یعنی زید اور خالد ایک باپ مین مشترک ہوں اور ماں دونو کی مختلف اور خالد اور کریمہ فقط ایک ماں مین مشترک اور باپ مین مختلف
تو زید کو کریمہ حلال ہے تو لفظ نسب کا مضاف اور مضاف الیہ دونو سے متصل ہے نہ ایک سے بسبب لازم آنے تکرار کے چنانچہ یہہ چہپا نہین اسواسطے کہ اگر فقط مضاف
سے نسب متصل ہو تو مضاف الیہ رضاعی ہوگا اور اگر مضاف الیہ سے متصل ہو تو مضاف نسبی ہوگا اور یہہ دونو صورتین مسائل سابقہ مین داخل ہین ولا حل بین
رضیعی امرأة لکونهما اخوین وان اختلف الزمن والاب اور حلت نہین ایک عورت کے دو شیرخوارون مین اسواسطے کہ وہ دونو بہائی ہین اگرچہ
مختلف ہو زمانہ شیرخوارگی کا اور مختلف ہو دونو کا باپ رضاعی ولا حل بین الرضیعة وولد مرضعتها ای التی ارضعتها وولد ولدها لانه ولد
الاخ اور حلت نہین درمیان عورت شیرخوار کے اور اوسکی دائی کے بیٹے کے اسواسطے کہ دونو بہن بہائی ہین اگرچہ دائی کے بیٹے نے اپنی ماں کا مطلق دودہ نہ پیا ہو اور
اسیطرح حلت نہین شیرخوار عورت مین اور اوسکی دائی کے پوتے مین اسواسطے کہ دائی کا پوتا بہتیجا ہے اوسکا ولبن بکر بنت تسع سنین فاکثر محرم ولا لا
جوهرة اور دودہ کواری نو برس کی عمر والی کا اور زیادہ عمر والی کا حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے اور اگر نو برس سے عمر کم ہے تو اوسکے دودہ سے حرمت نہین کذا
فی الجوہرة کواری عورت سے مراد یہہ کہ جسکی وطی نہوئی ہو نہ نکاح سے نہ زنا سے وکذا یحرم لبن میتة ولو محلوبا فیصیر ناکحها محرما للمیتة فییممها ویدفنها
اور اسیطرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے مردہ عورت کا دودہ اگرچہ برتن مین دوہا ہو تو ناکح رضیعہ میت کا محرم ہو گیا میت کا تو میت کو بلا حائل تیمم کرا دے اور

اوسکو دفن کرسکتا ہے یعنی ایک صغیرہ نے دودہ عورت کا دودہ پیا پہر اوس صغیرہ سے ایک مرد نے نکاح کیا تو صغیرہ کا زوج محرم ہوا میت کا یعنی داماد ہوا اسواسطے اگر وہان عورتین نہون تو زوج صغیرہ کا میت کو غسل کے بدلے تیمم کراوے اور کپڑا حائل کرنیکی حاجت نہین اور دفن بھی کردے اسواسطے کہ عورت کا دفن کرنا محرم کو بہتر ہے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی کہ کیا وجہ ہی کہ میت کے دودہ پینے سے حرمت رضاعت کی ثابت ہوئی اور میت کے جماع سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہین اوسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا بخلاف وطیہا وفرق بوجود التغذی لا اللذۃ بخلاف وطی میت کے کہ اوس سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہین ہوتی اور وطی اور رضاعت مین فرق ثابت کیا ہی بسبب وجود غذا ہونیکے نہ حاصل ہونے لذت کے یعنی مقصود اصلی رضاعت سے غذا ہی سو میت کے دودہ سے بھی حاصل ہے اور مقصود وطی سے لذت کاملہ ہی سو میت کے جماع مین حاصل نہین اسواسطے دودہ سے حرمت ہوئی نہ جماع سے لیکن بیان فرق مین لذت کا ذکر کرنا خوب نہین اسواسطے کہ اگر فقط لذت ثبوت مصاہرت کی علت ہو تو انزال الشہوت اور وطی فی الدبر سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہو اور حالانکہ ایسا نہین تو شارح کو یون کہنا بہتر تہا کہ حرمت مصاہرت کا سبب طلب لڑکے ہی اور جماع میت مین یہہ امر حاصل نہین کذا فی حاشیۃ الدر فی ومخلوط بماء او دواء او لبن اخری او لبن شاۃ اذا غلب لبن المرأۃ وکذا اذا استویا اجماعا لعدم الاولویۃ جوہرۃ اور اسیطرح حرمت رضاعت کی ثابت آتی ہی جو دودہ کہ مخلوط ہو پانی سے یا دوا سے یا دوسری عورت کے دودہ سے یا بکری کے دودہ سے بشرطیکہ عورت کا دودہ پانی وغیرہ سے غالب ہو اور اسیطرح جب عورتونکا دودہ برابر مخلوط ہو تو دونو عورتون کی تحریم بالاتفاق ثابت ہوگی بسبب عدم ترجیح کے وعلق محمد الحرمۃ بالمرأتین مطلقا قیل وہو الاصح اور معلق کیا ہی محمد نے حرمت کو دونو عورتون سے مطلقا یعنی دونو عورتون کے مخلوط دودہ سے دونو عورتونکی حرمت ہرطرح سے ثابت ہی خواہ دونو دودہ برابر ہون خواہ کم و بیش بعضون نے کہا ہی کہ یہی قول اصح ہی لا بحرام المخلوط بطعام مطلقا وان حساہ حسوا وکذا لو جبنہ لان اسم الرضاع لا یقع علیہ اور حرمت ثابت نہین کرتا وہ دودہ جو مخلوط ہی طعام سے کیطرح اگرچہ اوس مخلوط دودہ کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو اور اسیطرح اگر دودہ کو پنیر بنایا ہو تو بھی حرمت ثابت نہین اسواسطے کہ نام رضاعت کا اوسپر نہین واقع ہوتا یعنی پنیر کہانے کو دودہ پینا نہین بولتے کذا فی بحر الرائق ولا الاحتقان والاقطار فی اذن واحلیل وجائفۃ وآمۃ اور حرمت ثابت نہین کرتا دودہ سے حقنہ لینا اور کان مین اور سوراخ ذکر اور پیٹ کے زخم اور سر کے زخم مین دودہ کا ٹپکانا ولا لبن رجل ومشکل الا اذا قال النساء انہ لا یکون علی غزارتہ الا للمرأۃ والا لا جوہرۃ اور حرمت ثابت نہین کرتا مرد اور خنثی مشکل کا دودہ مگر جب کہ عورتین خنثی مشکل کے دودہ کو کہین کہ اس کثرت کا دودہ بجز عورت کے نہین ہوتا تو البتہ اوس سے حرمت ثابت ہوگی احتیاطا اور اگر عورتین اوسکے دودہ کو یون نہ کہین تو حرمت نہ ثابت ہوگی کذا فی الجوہرہ مرد کے اگر دودہ نکلے تو وہ حقیقت مین دودہ نہین اسواسطے کہ حقیقت مین دودہ اوسکا ہوتا ہی جس سے ولادت متصور ہو ولا لبن شاۃ وغیرہا لعدم الکرامۃ اور حرمت رضاعت کی ثابت نہین کرتا بکری کا دودہ اور اوسکی سوا اور حیوانات کا دودہ بسبب عدم بزرگی کے یعنی حرمت رضاعت کی بطریق کرامت اور فضیلت کے باشتباہ جزئیت کے ہے اور آدمی اور بہائم مین جزئیت نہین ولو ارضعت الکبیرۃ ولو مبانۃ ضرتہا الصغیرۃ وکذا لو اوجرہ رجل فی فیہا حرمتا ابدا ان دخل بالام او اللبن منہ والا جاز تزوج الصغیرۃ ثانیا اور اگر دودہ پلایا زوجہ کبیرہ نے اگرچہ مطلقہ بائنہ ہو اپنی صغیرہ سوت کو اور اسیطرح اگر اوسکے دودہ کو کسی مرد نے زوجہ صغیرہ کے حلق مین ڈالدیا ہو تو کبیرہ اور صغیرہ دونو اپنی زوج پر ہمیشہ حرام ہوجاوینگی اسواسطے کہ ماں اور بیٹی رضاعی کا اجتماع ہوا بشرطیکہ وطی کی ہو زوج نے ماں کی یعنی زوجہ کبیرہ کی یا دودہ کبیرہ کا زوج سے ہو اور اگر زوجہ کبیرہ کی وطی نکی ہو اور دودہ زوج سے نہو تو جائز ہی زوج کا نکاح کرنا صغیرہ سے دوسری بار اسواسطے کہ پہلا نکاح بسبب جمع ہونے ماں اور بیٹی کے ٹوٹ گیا اور دوسرا نکاح صحیح ہوا کہ زوجہ کبیرہ مدخولہ نہتی تو صغیرہ ربیبہ ہوئی اور ربیبہ سے نکاح درست ہی جب اوسکی ماں مدخولہ نہو اور کبیرہ سے مطلقا نکاح جائز نہین اسواسطے کہ بیٹی کا فقط نکاح ماں کو حرام کردیتا ہی دخول ہو یا نہو اور اگر کبیرہ غیر مدخولہ نے بعد طلاق کے صغیرہ کو دودہ پلایا تو صغیرہ کا نکاح فسخ نہوگا اسواسطے کہ پلانیکے وقت کبیرہ سوت صغیرہ کی نرہی اسواسطے کہ غیر مدخولہ کی عدت نہین کذا فی حاشیۃ الدر ولا مہر للکبیرۃ ان لم توطأ لمجئ الفرقۃ منہا وللصغیرۃ نصفہ لعدم الدخول اور کچھ مہر نہین زوجہ کبیرہ کا بشرطیکہ مدخولہ نہو بسبب آنے جدائی کے اوسکی طرف سے اور زوجہ صغیرہ کو نصف مہر ملیگا بسبب عدم دخول کے اور اگر کبیرہ مدخولہ ہوگی تو کل مہر پاویگی لیکن عدت کا نفقہ اوسکو نملیگا ویرجع الزوج بہ علی الکبیرۃ وکذا علی المؤجر ان تعمدا الفساد بان تکون عاقلۃ طائعۃ مستیقظۃ عالمۃ بالنکاح وبافساد الرضاع ولم تقصد دفع جوع او ہلاک اور رجوع کریگا زوج مہر کو کبیرہ پر اور اسیطرح اوس مرد پر جسنے اوسکا دودہ صغیرہ کے حلق مین ڈالا یعنی نصف مہر جو صغیرہ کو دیا اوسکو کبیرہ سے بہرلے بشرطیکہ کبیرہ نے دودہ

پلانے سے فساد نکاح کا قصد کیا ہو اسطرح پر کہ کبیرہ دودھ پلانے کیوقت عاقل ہو اور اپنی خوشی دودھ پلایا ہو جاگتی ہو صغیرہ کے نکاح کو اور رضاعت سے فساد نکاح کو جانتی ہو اور دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کا مقصود نہو تب اوسکو نصف مہر دینا ہوگا والا لا لان التسبب یشترط فیہ التعدی اور اگر کبیرہ نے دودھ پلانے سے فساد نکاح کا قصد نکیا اسطرح کہ وہ اوسوقت مجنونہ تھی یا سوتی تھی یا اوسپر کسی نے جبر کیا یا وہ نکاح صغیرہ کو اور فساد رضاعت کو نجانتی تھی یا اوسکو دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کی مقصود تھی تو ان صورتون مین زوج نصف مہر کو کبیرہ سے نہ لے سکیگا اسواسطے کہ ضمان دینے مین تعدی اور زیادتی شرط ہی اور ان صورتون مین کبیرہ کی تعدی نہین والقول لها ان لم یظهر منها تعمد الفساد مع یمینها اور قول کبیرہ کا قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا اگر اوسکی طرف سے فساد کا قصد ظاہر ہو کذا فی معراج الدرایۃ طلق ذات لبن فاعتدت وتزوجت بآخر فحملت وارضعت فحکمه من الاول لانه منه بیقین فلا یزول بالشک ویکون ربیبا للثانی حتی تلد فیکون اللبن من الثانی طلاق دیا زوج نے دودھ والی زوجہ کو پھر وہ عدت مین رہی اور بعد عدت کے اوسنے دوسرے زوج سے نکاح کیا سو اوسکو حمل رہ گیا اور اوسنے کسی صغیرہ کو دودھ پلایا تو حکم اس دودھ کا زوج اول کیطرف ہوگا اسواسطے کہ یہہ دودھ زوج اول کا ہی بالیقین تو یہہ یقین زائل نہوگا شک سے تو صغیر زوج اول کا بیٹا ہوگا اور زوج ثانی کا ربیب ہوگا تو زوج ثانی کے بیٹی کا نکاح اس صغیر سے جائز ہوگا زوج اول کا حکم ثابت رہیگا یہانتک کہ وہ عورت جنے پھر جب جنے گی تو اب زوج ثانی سے دودھ ثابت ہوگا والوطء بالشبهة کالحلال قیل وکذا الزنا والاوجه لا فتح اور شبہہ کی وطی حلال وطی کی برابر ہے حرمت کی رضاعت کے ثبوت مین اور بعضون نے کہا اور اسیطرح زنا سے بھی حرمت ثابت ہوتی ہے اور قول معقول یہہ ہی کہ زنا کے دودھ سے حرمت نہین کذا فی فتح القدیر مثلا ایک عورت کی وطی ہوئی شبہہ سے سو وہ حاملہ ہوئی اور جنی اور پھر اوسنے نکاح کیا پھر اوسکو دودھ پلایا صغیر کو تو یہہ صغیر بیٹا اوس مرد کا ہوگا جسنے شبہہ سے وطی کی نہ اوسکے زوج کا اور اسیطرح زنا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قال لزوجته هذه رضیعتی ثم رجع عن قوله صدق لان الرضاع مما یخفی فلا یمنع التناقض فیه ایکمرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہہ میری رضاعی بہن ہے پھر اپنے قول سے پلٹا یعنی منکر ہوا کہ مین نے غلطی سے کہا تھا تو اوسکو صادق جانینگے اور زوجہ کی تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شیر خوارگی اس قسم کی چیز ہے کہ مخفی رہسکتی ہی تو اسمین تناقض قول کا ممنوع نہین ولو ثبت علیه بان قال بعده هو حق کما قلت ونحوه کهذا فسر الثبات فی الهدایۃ وغیرها فرق بینهما اور اگر ثابت رہا زوج اول اقرار پر اسطرح پر کہ اوسکے بعد بھی کہے گیا کہ قول اول حق ہی جیساکہ مین نے کہا اور مانند اس کلام کے یہی تفسیر ثبات کی ہدایہ وغیرہ مین ہی تو اس صورت ثبات مین تفریق کردائی جائیگی زوج اور زوجہ مین خانیہ مین ہی کہ قاضی تفریق کردیگا کذا فی حاشیۃ المدنی وان اقرت المرأۃ بذلک ثم اکذبت نفسها وقالت اخطأت وتزوجها جاز کما لو تزوجها قبل ان تکذب نفسها وان اصرت علیه لان الحرمۃ لیست الیها قالوا وبه یفتی فی جمیع الوجوه بزازیه اور اگر اقرار کیا عورت نے اسکا یعنی یون کہا کہ مرد میرا رضاعی باپ ہے یا بھائی اور مرد اوسکا منکر ہے پھر عورت نے آپکو جھٹلایا اور کہا کہ مین نے خطا کی تھی دعوی رضاعت مین اور اس مرد نے اوس عورت سے نکاح کیا تو درست ہی چنانچہ مرد کو جائز ہی کہ عورت سے نکاح کرے قبل اسکے کہ عورت اپنی خطا کی قائل ہو اگر یہہ عورت دعوی رضاعت پر مصر رہی تو بھی نکاح درست ہی اسواسطے کہ شرع مین حرمت کا اختیار عورت کو نہین دیا علما نے کہا کہ اسی فتوی ہے جمیع اقسام مین کذا فی البزازیہ یعنی مرد کو نکاح کرنا اور اوسکے پاس رہنا حلال ہے خواہ عورت نے مرد کو باپ رضاعی کہا ہو خواہ بھائی یا یون کہا ہو کہ مین نے اوس سے خلع کیا ہی یا اوسنے مجھکو طلاق بائن دی ہی سو اوسکو مرد کے پاس رہنا کیا ہی اور مرد کو باوجود ایسے اقراروں کے نکاح اسواسطے جائز ہوا کہ عورت کا مستعد ہونا نکاح پر دلیل ہے کہ وہ دعوی رضاعت مین جھوٹی ہی یہہ فتوی ہے لیکن ایسے مقام مین تقوی یہہ ہے کہ نکاح نکرے اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہی کہ جو شبہات سے بچا اوسکا دین سلامت رہا کذا فی حاشیۃ المدنی ومفاده انها لو اقرت بثلاث من رجل حل لها تزوجه اور مفاد تعلیل سابق کا یہہ ہی کہ اگر عورت اقرار کرے تین طلاق کا ایکمرد سے تو حلال ہے اوس عورت کو اوس مرد سے کہ نکاح کرلے اسواسطے کہ طلاق عورت کے حق مین مخفی رہسکتی ہی تو اوسکو رجوع کرنا اس اقرار سے درست ہے کذا فی النہر عن الصغری لیکن یہہ حکم ظاہر کا ہی اور اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو باعتبار دیانت کے عورت کو نکاح اوس مرد کا حلال نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن الحلبی او اقرا بذلک جمیعا ثم اکذبا انفسهما وقالا اخطأنا ثم تزوجها جاز یا اقرار کیا اس رضاعت کا عورت مرد دونو نے پھر دونو نے آپکو جھٹلایا اور کہا کہ ہمنے خطا کی اقرار رضاعت مین پھر مرد نے اوس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہی اور اگر قیام نکاح کی حالت مین یون کہا تو دونون مین تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ

الطحطاوی وکذا الاقرار بالنسب لیس بلازمہ الا ما ثبت علیہ فلو قال ہذہ اختی او امی ولیس نسبہا معروفا ثم قال وہمت صدق وان ثبت علیہ
فرق بینہما اوسیطرح اقرار نسب کا مرد کو لازم نہیں مگر جس اقرار پر کہ ثابت اور قائم رہے سو اگر ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری بہن ہے یا ماں ہے اور عورت کا نسب مشہور نہیں
پھر اوس نے کہا کہ میں نے اقرار نسب میں خطا کی تو اوسکی تصدیق کیجاویگی یعنی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ غلط اور اشتباہ نسب میں رضاعت سے زیادہ متصور ہے اور اگر مرد ثابت
رہا اقرار نسب پر تو دونوں میں تفریق کرادیجاویگی لیکن اگر عورت کا نسب مشہور ہوگا تو مرد کے اقرار کرنے اور ثابت رہنے سے تفریق نہ واقع ہوگی اور اسیطرح اگر عورت کا بہن
ہونا یا ماں ہونا اوس مرد کی عمر کے لائق نہوگا تو بھی تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والدر وفی الدر والرضاع حجتہ حجۃ المال وہی شہادۃ عدلین او عدل و
عدلتین لکن لا یقع الفرقۃ الا بتفریق القاضی لتضمنہا حق العبد اور رضاعت کی حجت کا ثبوت وہی جو حجت ہے ثبوت مال کی اور ثبوت مال کی حجت گواہی دو
عادل مرد کی یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی لیکن اگر دو عادل مرد گواہی رضاعت کی دینگے تو زوجین میں فرقت نہ واقع ہوگی بدون قاضی کی تفریق کے اسواسطے
کہ شہادت متضمن ہے حق العبد کو یعنی اگر نکاح قائم ہے تو ابطال حق عبد ہوتا ہے اور اگر نکاح نہیں تو ابطال حلت نکاح ہوتا ہے تو فقط گواہی سے ثبوت رضاعت کا نہوگا بدون
حکم قاضی کے وہل یتوقف ثبوتہ علی دعوی المرأۃ الظاہر لا لتضمنہا حرمۃ الفرج وہو من حقوقہ تعالی اور کیا موقوف ہے ثبوت رضاع کا عورت کے
دعوی پر ظاہر یہی ہے کہ عورت کے دعوی پر ثبوت اوسکا موقوف نہیں ہے بسبب متضمن ہونے رضاعت کے شرمگاہ کی حرمت کو اور وہ حق تعالی کے حقوق سے ہے اور ثبوت حق اللہ دعوی کا
موقوف نہیں کما فی الشہادۃ بطلاقہا فیما ثبوت رضاع دعوی پر موقوف نہیں ہے کہ عورت کی طلاق کی گواہی میں دعوی مدعی کا ضرور نہیں اسواسطے کہ حق اللہ دعوی کا
موقوف نہیں ولو شہدا بعد موتہا عدلا بحل الرضاع بینہما او طلاقہا ثلثا وہو یجحد ثم ماتا او غابا قبل الشہادۃ عند القاضی لا یسعہا المقام
معہ ولا قتلہ بہ یفتی ولا التزوج باخر وقیل لہا التزوج دیانۃ شرح وہبانیۃ اور اگر گواہی دی نزدیک عورت کے دو عادل گواہوں نے دونوں کی
رضاعت پر یعنی یوں گواہی دی کہ وہ عورت اور اوسکا زوج مثلا رضاعی بھائی بہن ہیں یا گواہی دی دو عادلوں نے عورت کی تین طلاق پر اور زوج اوسکا انکار کرتا ہے
پھر دونوں شاہد مرگئے یا وہاں سے غائب ہوگئے قاضی کے پاس گواہی دینے سے پہلے نہیں جائز ہے عورت کو مرد کے ساتھ قیام کرنا اسواسطے کہ حرمت رضاعت کی ثابت ہوگئی فقط حکم
قاضی کا باقی رہگیا اور نہ عورت کو جائز ہے زوج کا قتل کرنا اور اسی پر فتوی ہے یعنی قول ہے بعضوں نے کہا کہ اگر عورت کو قدرت نہو زوج کے روکنے کی تو اوسکو زہر سے مار ڈالے تاکہ حرام
سے بچے لیکن اس روایت پر فتوی نہیں اسواسطے کہ حکم قاضی کا رضاعت کی گواہی سے متصل نہیں ہوا کہ ثبوت مکمل ہوتا اور یہی عورت کو جائز نہیں کہ تین طلاق کی گواہی سنکر
دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کرلینا باعتبار دیانت کے جائز ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ شیخ عابد محشی مدنی نے شرح وہبانیہ کی عبارت
نقل کی اس مضمون کی کہ اگر دو گواہ زوج اور زوجہ کی رضاعت کی گواہی دیں تو عورت کو مرد کے پاس سے بھاگ جانا حلال ہے اور دوسرے زوج سے نکاح کرلینا دیانۃ درست ہے اور بعضوں
نے کہا کہ عورت کو یہ بھی جائز نہیں تو تضعیف شارح کی مخالف ہے اصل کے **فروع** مسائل لکھے شارح نے قضی القاضی بالتفریق برضاع بشہادۃ امرأۃ لم ینفذ
حکم کیا قاضی نے تفریق زوجین کا رضاعت کے سبب گواہی دینے ایک عورت کے تو یہ حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ شہادت کامل نہیں مص رجل ثدی زوجتہ لم تحرم جو کوئی
ایک مرد نے اپنی زوجہ کی چھاتی تو زوجہ حرام نہوگی اسواسطے کہ جوان کی رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تزوج صغیرتین فارضعتہما امرأۃ ولبنہما من
رجل لم تضمنا وان تعمدتا الفساد لیفرق بینہ بالاختیۃ نکاح کیا دو صغیرہ سے پھر دودھ پلایا ہر ایک صغیرہ کو عورت نے یعنی ایک عورت نے ایک صغیرہ کو پلایا اور دوسری
عورت نے دوسری صغیرہ کو پلایا اور دودھ دونو عورتوں کا ایک مرد سے ہے یعنی دونو کا زوج ایک ہے تو دونو عورتیں نصف نصف مہر کی ضامن نہونگی اگرچہ دونو نے عمدا فساد کیا ہو
اسواسطے کہ فساد نکاح کا بسبب بہن ہوجانے دونو صغیرہ کے ہوگیا یعنی جب دونو عورتوں کا دودھ ایک مرد کے نطفہ سے ہو تو وہ مرد رضاعی باپ ہوا دونو صغیرہ کا اور دونو صغیرہ
آپس میں ایک دوسری کی بہن ہوگئیں نکاح ٹوٹ گیا بسبب جمع بین الاختین کے اور زوج کو نصف نصف مہر دونو کو دینا پڑا لیکن زوج اس مہر کو دودھ پلانے والیوں سے نہیں
لے سکتا اسواسطے کہ ہر واحد کے فعل سے حرمت نہیں ہوئی جو اون پر ضمان آوے بلکہ حرمت تو بسبب بہن ہوجانے دونو کے عارض ہوگئی قبل الابن زوجۃ ابیہ وقال تعمدت الفساد
غرم المہر ولو وطیہا وقال ذلک لا للزوم الحد فلم یلزم المہر بوسہ لیا بیٹے نے باپ کی زوجہ کا اور کہا کہ میں نے عمدا فساد نکاح باپ کا کیا تو بیٹا مہر کا ضامن ہوگا
بسبب تعدی کے اور اگر بیٹے نے باپ کی زوجہ کی وطی کی اور یہی کہا یعنی فساد نکاح کیواسطے عمدا میں نے وطی کی تو مہر کا ضامن نہوگا اسواسطے کہ بیٹے پر حد زنا کی لازم آئی تو

مہر نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ عدا اور مہر دینا جمع نہین ہوتا واللہ اعلم **کتاب الطلاق** ہو لغۃ رفع القید لکن جعلوہ فی المرأۃ طلاقا وفی
غیرہا اطلاقا فلذا کان انت مطلقۃ بالسکون کنایۃ یہہ کتاب ہے جسمین مسائل طلاق کے مذکور ہین طلاق لغت عرب مین بمعنی رفع قید ہے یعنی بند کہولنا لیکن فقہا نے
عورت کی رفع قید نکاح مین طلاق بولنا قرار دیا ہے اور عورت کے سوا اور چیز کی رفع قید مین اطلاق مستعمل ہے تو اسیواسطے انت مطلقۃ بسکون طا کنایہ ہے طلاق مین اسواسطے کہ
مطلقہ اطلاق سے مشتق ہے اور اطلاق بمعنی طلاق کے مستعمل نہین وشرعا رفع قید النکاح فی الحال بالبائن او المآل بالرجعی بلفظ مخصوص ہو ما اشتمل علی
الطلاق فخرج الفسوخ کخیار عتق وبلوغ وردۃ فانہ فسخ لا طلاق اور طلاق شرع مین رفع قید نکاح کو کہتے ہین خواہ رفع قید فی الحال ہو جیسے کہ طلاق بائن سے
یا آخرکار رفع قید ہو جیسے کہ طلاق رجعی سے بعد گذرنے عدت کے اسواسطے کہ زوج کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہے اور اگر زوج عدت مین مرجاے تو زوجہ مطلقہ اوسکی وارث ہوگی رفع
قید نکاح ہو بواسطے لفظ مخصوص کے لفظ مخصوص سے مراد وہ ہے جو شامل ہے طلاق پر طلاق صریح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن تو لفظ مخصوص کی قید سے فسوخ نکاح نکل گئے جیسے خیار عتق
لونڈیکا اور خیار بلوغ صغیر اور صغیرہ کا اور فسخ بسبب ارتداد کے تو تفریق ان صورتون مین فسخ ہے نہ طلاق چنانچہ شارح نے باب الولی مین اقسام فسخ اور طلاق کے
اشعار مفصل بیان کئے ہین اور مراد قید نکاح سے وہ احکام ہین جو نکاح صحیح مین ثابت ہین چنانچہ حلت وطی اور حلت نظر اور ملک تمتع اور ملک حبس وغیر ذلک وبہذا علم ان
عبارۃ الکنز والملتقی منقوضۃ طردا وعکسا بحر اور اس لفظ مخصوص کی قید سے معلوم ہوگیا کہ مقرر عبارت کنز اور ملتقی الابحر کی تعریف طلاق مین منقوض ہے
باعتبار جمع اور منع کے کذا فی البحر الرائق کنز اور ملتقی مین یہہ عبارت ہے کہ الطلاق رفع القید الثابت شرعا بالنکاح یعنی طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے جو شرعا ثابت ہے
تو یہہ تعریف افراد محدود کو یعنی طلاق کو جامع نہین کیونکہ رجعی کو شامل نہین اسواسطے کہ اوسمین رفع قید بالفعل نہین بلکہ بعد عدت کے ہے اور غیر محدود کی مانع نہین اسواسطے کہ
تفریق ارتدادی اور خیار بلوغ اور خیار عتق وغیرہ پر بھی یہہ تعریف صادق آتی ہے اور حالانکہ یہہ جدائیان فسخ ہین طلاق نہین سو اسواسطے مصنف نے لفظ مآل کا زیادہ کیا
تاکہ طلاق رجعی داخل رہے اور لفظ مخصوص کو بھی زیادہ کیا تاکہ یہہ فسوخ حد طلاق سے نکل جاوین وایقاعہ مباح عند العامۃ لاطلاق الآیات اکمل اور طلاق
دینا مباح ہے نزدیک جمہور فقہا کے بسبب مطلق ہونے آیات طلاق کے کما ذکرہ اکمل یعنی آیات قرآنی مین طلاق کی اجازت ہے بلا قید تو یہہ دلیل ہے اباحت کی نہ کراہت
کی لیکن ابغض المباحات ہے چنانچہ ابوداود وحاکم نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق اسواسطے کہ
وصال زوجین کا قاطع ہے اور قلت تناسل کا باعث ہے یعنی فی نفسہ حلال ہے مگر ان وجوہ سے مبغوض ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا طلاق دینا بھی ثابت ہے اگر مکروہ ہوتا تو حضرت
سے نہ واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل قائلہ الکمال الاصح حظرہ ای منعہ الا لحاجۃ کریبۃ وکبر والمذہب الاول کما فی البحر اور بعضون نے کہا یعنی کمال الدین
ابن الہمام نے کہ قول اصح یہہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر وقت حاجت کے ممنوع نہین حاجت جیسے اشتباہ حرام کاری زوجہ کا یا بڑہاپا عورت کا اور قوی مذہب پہلا ہے یعنی اباحت
قوی ہے بسبب اطلاق آیات کے اور فعل نبوی کے کذا فی البحر الرائق لیکن یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ فقہا نے طلاق کو مباح قرار دیا ہے اور بعض مسائل کی تعلیل مین کہا ہے کہ
طلاق اصل مین منع ہے حاجت کیواسطے جائز ہے تو اباحت اور منع مین صریح تناقض ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا وقولہم الاصل فیہ الحظر معناہ ان الشارع
ترک ہذا الاصل فاباحہ بل یستحب لو مؤذیۃ او تارکۃ صلوۃ غایۃ اور فقہا کا یہہ قول کہ اصل طلاق مین منع ہے اسکی یہہ مراد ہے کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا
اور اسکو مباح کر دیا تو حقیقت مین اباحت اور منع کے دونو قولون مین تناقض باقی نہ رہا جب شرع مین اصل متروک ہوئی تو اباحت بالاتر ثابت ہوگئی بلکہ طلاق مستحب ہے
اگر زوجہ قول اور فعل سے ایذا رسانی کرے یا تارک الصلوۃ ہو کذا فی الغایۃ ومفادہ ان لا اثم بمعاشرۃ من لا تصلی اور مفاد تعلیل استحباب کا یہہ ہے کہ گناہ
نہین بے نماز عورت کے ساتھہ رہنے مین اسواسطے کہ اگر گناہ ہوتا تو طلاق واجب ہوتی نہ مستحب ویجب لو فات الامساک بالمعروف اور طلاق واجب ہے اگر فوت ہو
دستور کے موافق رکھنا چنانچہ اگر زوج خصی ہو یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو یا اشکال ہو یعنی عورت کو ہاتھہ لگانے سے منزل ہو جاے بغیر وطی کے واسطے استادگی نہو تو ان
صورتون مین طلاق واجب ہے اسواسطے کہ اسمین عورت کی حق تلفی ہے ویحرم لو بدعیا اور طلاق حرام ہے اگر بدعی ہو بدعت کی طلاق یہہ کہ حیض مین طلاق دے یا طہر
مین وطی کے بعد طلاق دے یا تین طلاق ایک لفظ سے دے یا تین طلاق ایک آن مین دے چنانچہ نسائی مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر معلوم ہوئی
کہ ایک شخص نے تین طلاق یکبارگی دی تو غضب مین کہڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کہیل ہوتا ہے اور مین تم مین موجود ہون یعنی یکبارگی قرآن مجید مین اجازت نہین اور ابن عمر کی حدیث

مین ثابت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ اگر مین طلاق دیتا تو کیسا فرمایا کہ تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور تیری عورت تجھسے جدا ہو گئی کذا فی حاشیۃ السندی
ومن محاسنہ التخلص بہ من المکارہ اور طلاق کی خوبیوں سے یہہ ہو کہ بسبب طلاق کے کروہات سے نجات ہوتی ہو یعنی مرد طلاق سے عورت کی بدخلقی سے بچتا ہو اور اگر مقدور نہو
تو نان نفقہ کی فکر سے نجات پاتا ہو اور اگر دو عورتین ہین تو ایک کی طلاق سے فرضیت باری کی کشاکش سے خلاصی پاتی ہو اور ایک دو طلاق پر جدائی نہ مقرر ہوئی تا اگر طلاق سے
ندامت ہو تو تدارک کر سکے اور تین عدد اسواسطے تعین ہوئی کہ اقل جمع ہو وبہ یعلم ان طلاق الدور نحو ان طلقتک فانت طالق قبلہ ثلثا واقع اجماعا
کما حررہ المصنف مُغیرا لجواہر الفتاوی حتی لو حکم بصحۃ الدور حاکم لا ینفذ اصلا اور اسی سے یعنی خلاصی مکروہات سے معلوم ہوا کہ طلاق دور کی بالاجماع
واقع ہو تی ہے چنانچہ اوسکو مصنف نے تحریر کیا ہو جواہر الفتاوی کی طرف نسبت کر کے یہانتک کہ اگر کوئی صحت دور کا حاکم کرے یعنی بسبب طلاق دور کے عدم طلاق کا حکم دے تو
اوسکا حکم ہرگز نہ جاری ہوگا اسواسطے کہ مخالف ہی اجماع کے طلاق دور یہہ ہو جیسے کوئی اپنی عورت سے کہے کہ مین تمکو طلاق دون تو طلاق دینے سے پہلے تجھپر تین طلاق ہین اسکو
طلاق دور اسواسطے کہا کہ اسمین امر دائر ہو درمیان دو منافی کے اسواسطے کہ لازم آتا ہو کہ جب طلاق دے تو تین طلاق اوس سے پہلے واقع ہو جاوین اور جب تین طلاق پہلے
ہو گئین تو لازم آتا ہو کہ یہہ طلاق نہ واقع ہوا اور اس مقام مین دور سے وہ مراد نہین جو علم کلام مین مصطلح ہو خلاصہ یہہ کہ طلاق دور واقع ہوتی ہو بسبب لغو ہونے قبلیت
کے اسواسطے کہ خلاصی مکروہات محاسن طلاق سے ہی سو اگر طلاق نہ واقع ہو تو یہہ حکمت فوت ہوتی ہی پہر جب قبلیت لغو ہوئی تو گویا اوس نے یون کہا کہ ان طلقتک فانت
طالق ثلثا یعنی اگر تمکو طلاق دون تو تجھپر تین طلاق ہین پہر جب وہ طلاق دیگا تو ایک طلاق پڑیگی پہر اوسکے بعد تین طلاق پڑین گی تین مین سے ایک لغو ہو گی
کہ اوسکی گنجایش نہین تو تین طلاق پڑ جاوینگی ایک پہلی اور دو پچہلی ابن شریح شافعی قائل ہو کہ طلاق دور واقع نہین ہوتی بعض صالحین نے خواب مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے پوچھا کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے یا نہین فرمایا کہ جو طلاق دور کے عدم وقوع کا قائل ہوا اوس نے میری امت کو گمراہ کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والسندی
واقسامہ ثلثۃ حسن واحسن وبدعی یأثم بہ اور اقسام طلاق کے تین ہین ایک حسن یعنی خوب دوسرا احسن یعنی خوبتر تیسرا بدعی یعنی بدعت والا جسکے فعل سے آدمی
گنہگار ہوتا ہو بدعت سے مراد یہان بدعت محرمہ ہو والفاظہ صریح وملحق بہ وکنایۃ اور الفاظ طلاق کے بہی تین ہین ایک صریح دوسرا ملحق تیسرا کنایہ طلاق صریح وہ
جو طلاق کے سوا دوسرے معنی مین مستعمل نہوا اور نیت کا محتاج نہو جیسے لفظ طلاق اور طالق اور تطلیق اور مطلقہ کہ ان الفاظ سے طلاق پڑ جاتی ہو بنیت طلاق کی کرے یا نکرے لیکن وقوع
طلاق مین عورت کا خطاب شرط ہو تو اگر عورت نے مرد سے طلاق چاہی ہو اور اوسنے کہا کہ طالق طالق طالق یا یون کہا کہ طلاق طلاق طلاق تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ
خطاب عورت کی طرف نہین چنانچہ حموی نے شرح کنز مین اسکی تصریح کر دی ہی پہر طلاق صریح کاہی رجعی ہوتی ہو جیسے ایکبار یا دوبار طلاق دینا اور کاہی بائن ہوتی ہو جیسے تین
طلاق دینا اور ملحق بہ جیسے لفظ حرام اور تحریم کہ اسمین بھی نیت کی حاجت نہین اور کنایہ وہ جو طلاق اور غیر طلاق دونو کا محتمل ہوا اوسمین بدون نیت کے طلاق
نہین پڑتی کذا فی حاشیۃ الرحمتی ومحلہ المنکوحۃ اور محل طلاق کا منکوحہ ہو یعنی جسپر طلاق واقع ہوتی ہو سو منکوحہ عورت ہو تو لونڈی محل طلاق کا نہین مولی کے حق
مین واھلہ زوج عاقل بالغ مستیقظ اور اہل طلاق کا زوج ہو جو عاقل اور بالغ اور جاگتا ہو تو مولی اور اجنبی زوج کی قید سے نکل گیا اور مجنون اور صبی
اور سوتا آدمی بھی نکل گیا یعنی انکی طلاق نہین واقع ہوتی ورکنہ لفظ مخصوص خال عن الاستثناء اور رکن طلاق کا لفظ مخصوص ہے جو خالی ہو استثنا سے
تو لفظ مخصوص سے فسوخ نکل گئے اور معلوم ہوا کہ اگر انشاء اللہ کی قید طلاق مین متصل کرے تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ لفظ مخصوص استثنا سے خالی نہین
طلقۃ رجعیۃ فقط فی طہر لا وطی فیہ وترکہا حتی تمضی عدتہا احسن بالنسبۃ الی البعض الاخر فقط ایکبار طلاق رجعی دینا اوس طہر مین جسمین وطی
نہین ہوئی اور چہوڑنا اوسکا یعنی دوسری نہ دینا یہانتک کہ اوسکی عدت گذر جاوے یہہ طلاق احسن ہو بہ نسبت اور دوسری طلاق کے یعنی حسن اور بدعی سے احسن ہے
نہ یہہ کہ فی نفسہ احسن ہو تو اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہوا جو بعضون نے کہا کہ طلاق احسن یا حسن کہنا کیونکر درست ہو گا حالانکہ وہ ابغض الحلال ہے وطلقۃ
لغیر موطوءۃ ولو فی حیض ولموطوءۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ اطہار لا وطی فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ فیمن تحیض وثلثۃ اشہر
فی حق غیرہا حسن وسنی فعلم ان الاول سنی بالاولی اور ایک طلاق دینا غیر مدخولہ کو اگرچہ طلاق حیض مین واقع ہوا اور زوجہ مدخولہ کو جدا جدا تین طلاق
دینا تین طہر مین جنمین وطی نہوئی ہوا اور نہ اوس حیض مین وطی ہوئی ہو جو تین طہر سے پہلے تہا اور نہ اوسمین طلاق ہوئی ہو یہہ حیض ہونیوالی عورت کے حق مین ہے اور تفریق تین

طلاق کی تین مہینے مین اوس عورت کے حق مین جسکو حیض نہین آتا یعنی بڑی عمر والی اور صغیرہ اور حاملہ تو ان شرطون سے طلاق دینا طلاق حسن ہے اور سنی ہے
یعنی مسنون ہی سو جب کہ طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن بطریق اولی مسنون ہوگی کہ اوسمین فقط ایک ہی طلاق ہی خالی طہر مین عدت کمے اور مسنون کے یہہ معنی
کہ لائق عتاب کے نہین اور یہہ مراد نہین کہ اوسمین کچھہ ثواب ہی اسواسطے کہ طلاق فی نفسہ عبادت نہین کہ ثواب کی توقع ہو وَحَلَّ طلاقُهُنَّ اَی الآیسةِ والصغیرةِ
والحاملِ عقیبَ وطیٍ لانّ الکراهةَ فیمن تحیضُ لتوهُّمِ الحَبَلِ وهو مفقودٌ هٰهنا اور حلال ہے طلاق دینا اونکا یعنی آیسہ اور صغیرہ اور حاملہ کا بعد وطی کے بھی اسواسطے
کہ کراہت طلاق کی حیض والی عورتون مین بسبب احتمال حمل کے ہی اور احتمال حمل کا یہان یعنی ان عورتون مین مفقود ہے آیسہ وہ عورت ہی جسکا حیض بسبب زیادتی عمر کے
بند ہوگیا ہو سو پچپن برس والی عورت آیسہ ہے قول اظہر مین اور جسکی عمر نو برس سے کم ہو وہ صغیرہ ہی بنا بر قول مختار کے والبدعیُّ ثلثٌ متفرقةٌ او ثنتانِ بمرةٍ او مرتین
فی طهرٍ واحدٍ لا رجعةَ فیه او واحدةٌ فی طهرٍ وُطِئَتْ فیه او واحدةٌ فی حیضِ موطوءةٍ اور طلاق بدعی یہہ کہ تین طلاق دینا جدا جدا یا دو طلاق کیبارگی یعنی
ایک لفظ سے یا طلاق دو لفظ سے ایک طہر مین جسمین رجعت نہین یا ایک طلاق دینا اوس طہر مین جسمین وطی ہوچکی ہی یا ایک طلاق دینا مدخولہ کے حیض مین یہہ سب
صورتین طلاق بدعی کی ہین سو جب تین طلاق متفرق بدعی ہوئین تو کیبارگی تین طلاق دینا بطریق اولی بدعی ہوگا اور اگر طہر مین طلاق بدعی دیکر رجعت کریگا تو طلاق
بدعی باقی رہیگی ظاہریہ اور شیعہ کے نزدیک تین طلاق کیبارگی دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے نہ تین اور ہمارے نزدیک تینون واقع ہوجاتی ہین اگرچہ تین
طلاق دینا کیبارگی گناہ ہی ہماری دلیل حدیث عجلانی کی ہے جو صحیح بخاری اور مسلم مین مروی ہے اوسمین یہہ مضمون ہی کہ عجلانی نے تین طلاق بدون اجازت
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دی اور حضرت نے اوسپر انکار نفرمایا تو اس حدیث سے تینون کا وقوع ثابت ہوا کذا فی حاشیة المدنی لو قال البدعیُّ ما خالفهما کان اوجز
وافید شارح کہتا ہی کہ اگر مصنف صاحب متن بدعی کی تعریف مین یون کہتا کہ طلاق بدعی وہ ہے جو مخالف ہو طلاق احسن اور حسن کے تو کلام مختصر ہوتا اور زیادہ مفید
ہوتا اسواسطے کہ طلاق بدعی آٹھہ قسم ہے اوّل قسم تین طلاق متفرق ایک طہر مین دینا دوسری قسم تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر مین دینا تیسری دو طلاق ایک لفظ سے
دینا چوتھی دو طلاق دو لفظ سے اوس طہر مین دینا جسمین رجعت نہین پانچوین حیض مین طلاق دینا چھٹے اوس طہر مین طلاق دینا جسمین وطی ہوچکی ساتوین اوس طہر
مین طلاق دینا جسمین وطی نہین ہوئی لیکن طہر کے قبل حیض مین وطی ہوچکی آٹھوین نفاس مین طلاق دینا سو ساتوین اور آٹھوین قسم مصنف کی تعریف مین داخل
نہین اگر یون کہتا کہ بدعی مخالف ہی احسن اور حسن کے تو یہہ دو قسمین بھی داخل ہوجاتین کذا فی حاشیة المدنی وتجب رجعتُها علی الاصحِّ فیه ای فی الحیض
دفعاً للمعصیةِ فاذا طهرتْ طلّقها ان شاءَ او امسکها قیّد بالطلاقِ لانّ التخییرَ والاختیارَ والخُلعَ فی الحیض لا یکرهُ مجتبیٰ اور واجب ہے
رجعت کرنا زوجہ کیطرف بنا بر قول اصح کے حیض مین یعنی حیض مین اگر طلاق دی ہو تو رجعت کرلے واسطے گناہ دور ہونیکے پھر جب عورت طاہر ہو حیض سے تو چاہے
اوسکو طہر مین طلاق دے یا چاہے اوسکو رکھے شارح کہتا ہی کہ مصنف نے قید طلاق کی اسواسطے لگائی کہ تخییر اور خلع اور اختیار حیض مین مکروہ نہین کذا فی المجتبیٰ
تخییر یہہ کہ زوج اپنی زوجہ کو نکاح باقی رکھنے اور طلاق مین مختار کرے اور اختیار یہہ کہ نابالغ کا باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا پھر جب وہ بالغ ہوا تو اوسکو
اپنی ذات کا اختیار ہی چاہے نکاح کو باطل کر دے اگرچہ اوسوقت زوجہ حیض مین ہو خلاصہ یہہ کہ طلاق دینا حیض مین مکروہ ہی اور تخییر زوج اور اختیار صبی اور اسیطرح
خلع حیض مین مکروہ نہین والنفاسُ کالحیضِ جوهرة اور نفاس مانند حیض کے ہی کذا فی الجوہرہ یعنی طلاق نفاس مین مکروہ اور تخییر اور اختیار صبی اور خلع
نفاس مین مکروہ نہین قال لموطوءتہ وهی حالَ کونها ممن تحیضُ انتِ طالقٌ ثلثاً او ثنتین للسنةِ وقع عند کلِّ طهرٍ طلقةٌ وتقعُ اولُها
فی طهرٍ لا وطیَ فیه کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے درانحالیکہ وہ حیض آنے والیون مین سے کہ تجھکو تین طلاق ہین یا دو مین مخصوص لسنت تو واقع ہوگی ہر طہر کے نزدیک ایک
طلاق خواہ قائل نے نیت کی ہو یا نکی ہو اور پہلی طلاق اون تینون سے یا دو سے اوس طہر مین واقع ہوگی جسمین وطی نہین ہوئی فلو غیرَ موطوءةٍ او لا تحیضُ
تقعُ واحدةٌ للحالِ ثم کلما نکحها او مضی شهرٌ تقعُ سو اگر وہ عورت جسکو تین طلاق مسنون ہوئی مدخولہ نہو یا حیض اوسکو نہ آتا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی
فی الحال پھر غیر مدخولہ سے جب زوج نکاح کریگا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پھر جب تیسرا نکاح کریگا تو تیسری طلاق واقع ہوگی یا جس عورت کو حیض نہین آتا جب ایک مہینہ
گذریگا تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیة المدنی وان نوی ان تقعَ الثلثُ الساعةَ او ان تقعَ عند راسِ کلِّ شهرٍ واحدةٌ صحت نیتُه لانه محتمل

کلامیہ اور اگر نیت کی تینون طلاق واقع ہونیکی دوسری ساعت مین بانیت کی ایک طلاق واقع ہونیکی ہر مہینے کے سر پر تو نیت اوسکی صحیح ہوگی اسواسطے کہ اوسکی کلام مین اسکا بھی احتمال ہے اسواسطے کہ لفظ للسنۃ کا لام جیسے اختصاص کا محتمل ہے ویسے ہی تعلیل کا بھی احتمال رکھتا ہو تو اس صورت مین للسنۃ کے یہہ معنی ہونگے کہ وہ طلاق جسکا حکم سنت سے ثابت ہے یا واقع ہونا اوسکا مذہب اہلسنت کا ہے **ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو تقدیرا بدائع لیدخل السکران** اور واقع ہوتی ہے طلاق ہر زوج بالغ عاقل کی اگرچہ تقدیرا عاقل ہو کذا فی البدایع تقدیرا کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مست عاقل مین داخل ہے یعنی عقل اوسکی نشہ سے کوئی تابع ہے اسواسطے کہ شارع نے مست کو نوع طلاق مین قائم مقام عاقل کے قرار دیا ہے **ولو عبدا او مکرھا فان طلاقہ صحیح لا اقرارہ بالطلاق** اگرچہ زوج غلام ہو یا مکرہ ہو یعنی زبردستی کسینے اوس سے طلاق دلوائی ہو اسواسطے کہ طلاق دینا مکرہ کا صحیح ہے اور اقرار طلاق مکرہ کا صحیح نہین یعنی زبردستی سے کوئی طلاق کا اقرار کرا دے تو اس اقرار سے طلاق نہین واقع ہوتی **وقد نظم فی النھر ما یصح مع الاکراہ فقال طلاق وایلاء ظھار ورجعۃ نکاح مع استیلاد عفو عن العمد** اور البتہ نظم کیا ہے نہرالفائق مین اون عقود کو جو اکراہ اور زبردستی کے ساتھہ صحیح ہو جاتے مین سو کہا کہ طلاق دینے اور ظہار اور ایلا اور رجعت اور نکاح ہمساتھہ ہستیلاد کے اور عفو کرنا ہے قصاص کو **رضاع وایمان وفیئ ونذرہ قبول لایداع کذا الصلح عن عمد** رضاع ہے اور خدا کی قسمین کہانا اور ایلا کرکے رجوع کرنا اور نذر کرنا اور ودیعت قبول کرنا ایسطرح قصاص سے کہ مال پر صلح کرنا **طلاق علی جعل یمین بہ اتت کذا العتق والاسلام تدبیر للعقد** اور طلاق عوض مال کے خواہ زوجہ کیطرف سے یا غیر کی طرف سے اور قسم طلاق کی یعنی زبردستی سے کسی نے یون قسم کہائی کہ اگر فلانا کام کرے تو اوسکی عورت پر طلاق ہے سو اگر وہ کام کریگا تو طلاق واقع ہوگی اوسیطرح بجبر آزاد کرنا اور مسلمان ہونا اور غلام یا لونڈی کا مدبر کرنا **وایجاب احسان وعتق فھذہ تصح مع الاکراہ عشرین فی العدد** اور واجب کرنا صدقہ کا اور واجب کرنا عتق کا یعنی زبردستی یون کہلا دے کہ مین نے اپنے اوپر خدا کیواسطے ایکدرم یا ایک غلام کی آزادی واجب کی تو یہہ عقود مذکورہ صحیح ہین اکراہ کے ساتھہ بیس ہین شمار مین **او ھازلا لا یقصد حقیقۃ کلامہ او سفیھا خفیف العقل** یا اگرچہ زوج ہازل ہو یعنی خوش طبعی اور ہنسی سے طلاق دی ہو ہازل وہ ہے جسکو اپنی کلام کی حقیقت مقصود نہو یا زوج سفیہ خفیف العقل کم فہم ہو **او سکران ولو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرا بہ یفتی تصحیح القدوری** یا مست ہو اگرچہ نشا نبیذ تمر کا ہو یا بہنگ کا ہو یا افیون کا یا خراسانی اجواین کا ان چیزون کے نشے سے طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے زجرا و توبیخ کے تاکہ لوگ باز رہین اسی پر فتوی ہے کذا فی تصحیح القدوری زجرا و توبیخ کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر خراسانی اجواین اور افیون کو بطریق دوا کے استعمال کرے تو اوس پر زجر نہین اسواسطے کہ معصیت نہین تو اس صورت مین طلاق بہی نہ واقع ہوگی نہرالفائق مین کہا کہ خراسانی اجواین کی اباحت اور حرمت مین اختلاف ہے اور حق یہہ ہے کہ اگر بطریق دوا کے استعمال ہو تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ معصیت نہین اور اگر بطریق لہو اور سرور کے ہو تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی مست کی طلاق اسواسطے واقع ہے کہ شارع نے مست کو اوسکی حالت مستی مین امر اور نہی سے خطاب کیا چنانچہ فرمایا **یا ایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری** تو معلوم ہوا کہ اوسکو بجای قائم العقل کے احکام شرعیہ مین ثابت کرنیکو واسطے قرار دیا اور وقوع طلاق مین حد سکر کی یہہ ہے کہ عورت کو مرد سے اور آسمان کو زمین سے فرق نکرے یہی مذہب ہے امام کا اور یہی قول یہان معتمد ہے اور سکر پر حد واجب ہونیمین صاحبین کا قول مختار ہے وہ یہہ ہے کہ جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو اور طہارت توٹنے مین حد سکر یہہ ہے کہ جسکی چال مین لغزش ہو پھر النہر میں کہا کہ ورق القنب یعنی بہنگ کے نشہ سے باتفاق علما شافعیہ اور حنفیہ کے طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ اوسکی حرام ہونے پر بالاتفاق فتوی ہے اور اوسکی بالع پر تعزیر ہے اور جو اوسکو حلال کہے وہ زندیق اور ملحد ہے کذا فی المبتغی اور جوہرہ مین حرمت افیون اور خراسانی اجواین کی مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی واختلف التصحیح فیمن سکر مکرھا او مضطرا اور مختلف ہے صحیح کہنا علما کا اوس شخص کے حق مین جو مست ہوگیا زبردستی نشا پلانے سے یا اضطرار سے پہر اوسنے طلاق دی نہرالفائق مین کہا اصح یہہ ہے کہ اوسکی طلاق واقع نہین ہوتی چنانچہ تحفہ اور شرح جامع اور خانیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی **نعم لو زال عقلہ بالصداع او بمباح لم یقع** ہان اگر زائل ہو عقل نشا پینے والیکی بسبب درد سر کے یا مباح چیز کے استعمال سے جیسے کوئی افیون کہائے بطریق دوا کے تو طلاق واقع نہین ہوتی اسواسطے کہ زوال عقل درد سر سے ہوا نہ نشے سے **وفی القھستانی معزیا للزاھدی انہ لو لم یمیز ما یقوم بہ الخطاب کان تصرفہ باطلا انتھی** اور قہستانی مین

زاہدی سے منقول ہے کہ اگر مست کی ایسی عقل زائل ہو کہ تمیز نکرے احکام شرعیہ کو تو اوسکا تصرف باطل ہوگا فقط یعنی نہایت بدمست کی طلاق نہ واقع ہوگی بحر الرائق مین کہا کہ یہہ قول ضعیف ہے واستثنی فی الاشباہ من تصرفات السکران سبع مسائل منہا الوکیل بالطلاق صاحیا اور مستثنی کیا ہے اشباہ مین مست کے تصرفات سے سات مسائل کو یعنی مست اور ہوشیار کا ایک حکم ہے لیکن سات مسائل مین مست ہوشیار کی برابر نہین ازانجملہ طلاق کا وکیل ہوشیاری مین یعنی مثلا زید نے حالت ہوشیاری مین خالد کو وکیل کیا طلاق کا سو خالد نے مست ہوکر طلاق دی تو یہہ طلاق نہ واقع ہوگی لکن قیدہ البزازی بکونہ علی مال والا وقع مطلقا لیکن مقید کیا ہے بزازی نے طلاق وکیل کو مال کے بدلے یعنی اگر وکیل نے عوض مال کے طلاق دی تو طلاق صحیح نہوگی اور اگر طلاق عوض مال کے نہین تو واقع ہوگی ہرطرح سے خواہ موکل نے ہوشیاری مین وکیل کیا ہو خواہ مستی مین اور وکیل نے ہوشیاری مین طلاق دی ہو یا مستی مین ولم یوقع الشافعی طلاق السکران واختارہ الطحاوی والکرخی در فی التاتارخانیہ عن التفریق والفتوی علیہ اور امام شافعی نے مست کی طلاق کو واقع نہین کہا اور پسند کیا ہے اس قول کو طحاوی اور کرخی نے اور تاتارخانیہ مین تفریق سے یہہ ہے کہ اس روایت پر فتوی ہے ہم یہہ روایت مخالف ہے متون کے اور کتب معتمدہ مین ہرگز اسپر اعتماد نہین فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ طلاق مست کی واقع ہوا اور یہی مذہب ہے ہمارے اصحاب کا کذا فی حاشیۃ المدنی او اخرس ولو طاریا ان دام للموت بہ یفتی یا گونگا ہو یعنی گونگی کی طلاق اشارہ سے واقع ہوتی ہے اگرچہ پیدایشی گونگا نہو لیکن بشرطیکہ موت تک گونگا رہے اسی پر فتوی ہے وعلیہ فتصرفاتہ موقوفۃ واستحسن الکمال اشتراط کتابتہ اور اس شرط پر گونگی کے تصرفات موقوف رہین گے موت تک یعنی اگر موت تک گونگا رہا تو اشارہ کی طلاق وغیرہ تصرفات صحیح ہونگے اور اگر زبان کہل گئی بولنے لگا تو اوس سے دریافت کیا جائیگا اور پسند کیا ہے کمال الدین بن ہمام نے اوسکی کتابت کا شرط ہونا یعنی اگر گونگا لکہہ جانتا ہو تو اوسکی طلاق اشارہ سے نہ واقع ہوگی لکھنے سے واقع ہوگی باشارتہ المعہودۃ فانہا تکون کعبارۃ الناطق استحسانا گونگی کی طلاق واقع ہوگی اوسکے اشارہ معلومہ سے اسواسطے کہ اوسکا اشارہ ناطق کے بیان کی برابر ہے باعتبار استحسان کے وجہ استحسان کی یہہ کہ اگر اوسکا اشارہ مثل عبارت ناطق کے نہو تو موجب حرج کا ہو او مخطیا بان اراد التکلم فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلا او ساہیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط یا زوج نے خطا سے طلاق دی اسطرح پر کہ ارادہ کسی بات کہنے کا کیا سو اوسکی زبان پر طلاق جاری ہو گئی یا طلاق کا لفظ بولا حالانکہ اوسکے معنی سے آگاہ نتہا یا زوج بولا کم عقلی ہو یا بہولکر طلاق بولا ہو سہو کی صورت یہہ کہ اوسنے قسم کہائی کہ لفظ طلاق نہ بولونگا پہر طلاق بول گیا ہو لکر یا طلاق کو الفاظ محرفہ سے بولا چنانچہ بجای قاف کے کاف یا عین یا غین بولا تو ان صور تو نمین طلاق واقع ہوگی فقط باعتبار قضا کے یعنی باعتبار حکم ظاہر کے نہ باعتبار دیانت کے بخلاف الہازل واللاعب فانہ یقع قضاء ودیانۃ لان الشارع جعل ہزلہ بہ جدا فتح بخلاف ہنسی کرنیوالے اور کہیلنے والے کہ اوسکی طلاق ظاہرا اور باطنا دونو مین واقع ہوجاتی ہے اسواسطے کہ شارع نے اوسکی ہزل کو جد قرار دیا ہے یعنی طلاق دینے والے کی ہنسی اور خوش طبعی کو بجاے واقعی کلام کے ٹھہرایا ہے کذا فی فتح القدیر او مریضا او کافرا لوجود التکلیف یا زوج بیمار یا کافر ہو بسبب وجود تکلیف کے یعنی کافر بھی احکام شرعی کا مخاطب ہے لیکن قاضی حکم تفریق کا کافر کے حق مین اوسوقت کریگا جب دونون نے اوسکو پاس نالش کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی واما طلاق الفضولی والاجازۃ قولا وفعلا فکالنکاح بزازیۃ اور طلاق دینا فضولی کا اور جائز رکہنا زوج کا باعتبار قول اور فعل کے مانند نکاح کے ہے کذا فی البزازیہ یعنی جیسے نکاح فضولی کا زوج کی اجازت پر موقوف ہے اوسیطرح طلاق فضولی کی بھی اوسکی اجازت پر موقوف ہے اجازت خواہ قولی ہو چنانچہ زوج فضولی سے کہے کہ خدا تجھکو راحت دے جیسی تونے مجھکو اوس عورت سے راحت دی یا یون کہے کہ تونے مجھپر بڑا احسان کیا کہ اوس سے چہڑایا خواہ اجازت فعلی ہو چنانچہ اوسکا باقی مہر حوالہ کرے یا اوسکی سوا چار عورتون سے نکاح کرے وبناء علی اعتبار الزوج المذکور لا یقع طلاق المولی علی امرأۃ عبدہ لحدیث ابن ماجۃ الطلاق لمن اخذ بالساق الا اذا شرط فی العقد فقال زوجتہا منک علی ان امرہا بیدی اطلقہا کلما شئت فقال العبد قبلت وکذا اذا قال العبد اذا تزوجتہا فامرہا بیدک ابدا کان کذلک خانیہ اور بنا بر اعتبار زوج کے جو سابق مین مذکور ہو چکا یعنی ہر زوج عاقل بالغ کی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ وہ غلام ہو تو اس اعتبار سے نہ واقع ہوگی طلاق مولی کی اپنی غلام کی جورو پر بدلیل حدیث ابن ماجہ کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق کا اختیار اوسکو ہے جسنے عورت کی پنڈلی کو پکڑا یعنی زوج کے سواے دوسرے کو طلاق کا اختیار

نہیں مگر جب کہ مولی نے شرط کر لیا ہو حالت عقد میں سو یوں کہا ہو غلام سے کہ میں اوسکا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہوں اس شرط پر کہ عورت کا امر میرے ہاتھ میں ہے کہ جسکو طلاق دون جب چاہوں یہ غلام کہے کہ میں نے قبول کیا اور اسیطرح جب غلام نے کہا کہ جب میں اوس سے نکاح کروں تو اوسکا امر تیرے ہاتھ میں ہوگا ہمیشہ تو اوس شرط سے ایسا ہی ہوگا یعنی مولی کو طلاق کا اختیار ہوگا کذا فی الخانیہ والمجنون الا اذا علق عاقلا ثم جن فوجد الشرط او کان عنینا او مجبوبا او اسلمت وھو کافر وابی ابوہ الاسلام وقع الطلاق اشباہ اور نہیں واقع ہوتی طلاق مجنون کی مگر جب کہ معلق کیا طلاق کو کسی شرط پر حالت ہوشیاری میں پھر دیوانہ ہو گیا پھر پائی گئی شرط یا مجنون نامرد ہو یا مقطوع الذکر ہو یا زوجہ مجنون کی مسلمان ہو گئی اور وہ کافر ہے اور اوسکے باپ نے اسلام نہ قبول کیا تو ان صورتوں میں مجنون کی طلاق واقع ہوگی کذا فی الاشباہ ان صورتوں میں وقوع طلاق ہے نہ ایقاع اور مجنون سے ایقاع طلاق ممتنع ہے نہ وقوع کذا فی حاشیۃ المدنی والصبی ولو مراھقا او اجازہ بعد البلوغ اما لو قال اوقعتہ وقع لانہ ابتداء ایقاع وجوزہ الامام احمد اور نہیں واقع ہوتی طلاق صبی کی اگرچہ لڑکا قریب البلوغ ہو یا لڑکپن میں طلاق دی اور اوسکو بعد بلوغ کے جائز رکھے تو بھی طلاق نہ ہوگی لیکن اگر یوں کہیگا کہ میں نے طلاق کو واقع کر دیا تو واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ اس کلام میں ابتدای ایقاع ہے یعنی اب بلوغ میں واقع کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اوسمیں طلاق بالفعل نہیں واقع ہوگی بلکہ طلاق سابق کو بحال رکھا اور سابق میں اوسکو اہلیت طلاق کی نہتی اور امام احمد بن حنبل نے طلاق صبی جائز رکھی ہے والمعتوہ من العتہ وھو اختلال فی العقل اور نہیں واقع ہوتی طلاق پریشان عقل کی لفظ معتوہ کا مشتق ہے عتہ سے بمعنی اختلال عقل بحر الرائق میں کہا کہ بہترین اقوال معتوہ اور مجنون کے فرق میں یہ ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم پریشان کلام فاسد التدبیر ہو لیکن نہ مارے نہ گالی دے بخلاف مجنون کے والمبرسم من البرسام بالکسر علۃ کالجنون اور نہیں واقع ہوتی طلاق مبرسم کی لفظ مبرسم کا مشتق ہے برسام سے جو بروزن قرطاس ہے برسام بیماری ہے مانند جنون کے اور بعض کتب طبیہ میں ہے کہ برسام وہ گرم ورم ہے جو جگر اور انتڑیوں کے درمیان والے پردے میں عارض ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اس بیماری سے بیہوشی لاحق ہوتی ہے اسواسطے طلاق واقع نہیں ہوتی والمغمی علیہ ھو لغۃ المغشی اور نہیں طلاق واقع ہوتی جسکو غش آوے مغمی لغت میں بمعنی مغشی کے ہے اور یہی معنی فقہ میں بھی مراد ہیں منح الغفار میں کہا کہ اغما یہ کہ دماغ بلغم غلیظ بارد سے بھر جاوے اور قہستانی میں کہا کہ مغشی عبارت ہے تعطل قوی محرکہ اور حساسہ سے بسبب ضعف قلب کے تو غشی نیند کی برابر ہے بے اختیاری میں کذا فی حاشیۃ المدنی والمدھوش فتح وفی القاموس دھش کتحیر ودھش بنباء المعقول فھو مدھوش وادھشہ اللہ اور نہیں واقع ہوتی طلاق مدہوش کی مدہوش وہ ہے جسکی عقل جاتی رہی کذا فی فتح القدیر اور قاموس میں کہا کہ دہش بمعنی تحیر کے ہے اور دہش مجہول کا صیغہ ہے اور اسم مفعول مدہوش ہے اور عرب بولتے ہیں ادہشہ اللہ یعنی بیہوش یا متحیر کرے اوسکو اللہ خلاصہ یہ کہ یہ لفظ لازم بھی ہے اور متعدی بھی ہے اور باب افعال سے بھی مستعمل ہے ہم شارح کے استاد خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ میں کہا کہ تاتارخانیہ اور فتح القدیر میں صریح ہے کہ طلاق مدہوش کی نہیں واقع ہوتی اور اجماع ہے فقہا کا کہ طلاق غیر عاقل کی نہیں پڑتی سوای مست کے کہ مست کی طلاق بنا بر زجر اور توبیخ کے واقع ہو جاتی ہے تو غیر عاقل میں مجنون اور معتوہ اور مبرسم اور مغمی علیہ اور مدہوش سب داخل ہیں اور مدہوش یہاں بمعنی ذاہب العقل کے ہے اور جسنے مدہوش کو یہاں بمعنی متحیر کے تفسیر کیا سو غلط ہے اسواسطے کہ تحیر اور تردد کو ذہاب عقل لازم نہیں اور مدہوش قاموس میں بمعنی متحیر اور ذاہب العقل کے مذکور ہے انتہے خلاصہ کذا فی حاشیۃ المدنی والنائم لانتفاء الارادۃ ولذا لا یتصف بصدق ولا کذب ولا خبر ولا انشاء اور نہیں واقع ہوتی طلاق سونے والیکی بسبب نہونے ارادہ اور اختیار کے اور اسیواسطے سونیوالیکو صادق اور کاذب نہیں بولتے اور اوسکے کلام کو خبر اور انشا نہیں کہتے اسواسطے کہ اوسکا کلام بالقصد نہیں چنانچہ کتب اصول میں یہ مصرح ہے فلو قال اجزتہ او اوقعتہ لا یقع لانہ اعاد الضمیر الی غیر معتبر جوھرہ اور اگر سونیوالے سے اوسکی جاگنے کے بعد کسی نے کہا کہ تو نے سوتے ہوئے طلاق دی ہے سو اوس نے کہا کہ میں نے اوسکو جائز رکھا یا واقع کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اوس نے ضمیر کو اوسکی طرف پھیرا جو غیر معتبر ہے لائق اعتبار کے نہیں یعنی طلاق نوم کذا فی الجوہرہ اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے کہ صبی اگر بعد بلوغ کے کہے کہ اوقعتہ یعنی اوسکو میں نے واقع کر دیا تو طلاق پڑ جاتی ہے اور اگر یہی لفظ نائم بعد جاگنے کے کہے تو نہیں پڑتی دونوں میں کیا فرق ہے شارح نے اوسکا جواب دیا کہ کلام صبی کا لغت اور نحو میں معتبر ہے لیکن شارع نے بسبب قصور عقل کے اوسکو لغو کر دیا بخلاف نائم کے کہ اوسکا کلام کسی کے نزدیک معتبر نہیں اسواسطے کہ اوسکا قصد نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اوقعت ذلک

الطلاقَ او جعلتُه طلاقاً وقع بحر اور اگر نائم سے تہا بعد بیداری کے کہ مین نے اس طلاق کو واقع کردیا مین نے اوسکو طلاق ٹھہرادی تو واقع ہوگی کذا فی البحر
تو اوسوقت مین مطلب یہہ ہوگا کہ جس جنس کی طلاق حالت نوم مین صادر ہوئی تھی اوسی جنس کی طلاق بیداری مین مین نے واقع کردی توبہہ طلاق بدون نیت کی
نوم کے سوا تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی واذا ملك احدھما الاخر كلّه او بعضه بطل النکاح اور جب کہ مالک ہوا زوج اور زوجہ مین سے ایک دوسرے کا
کل کا مالک ہوا یا بعض کا تو نکاح باطل ہوگیا اسواسطے کہ مالکیت منافی ہے زوجیت کے ولو قال حرّۃ حین ملکتہ فطلقہا فی العدۃ او خرجت الحربیۃ الینا
مسلمۃً ثم خرج زوجہا کذلك مسلماً فطلقہا فی العدۃ الغاہ الثانی فی المسئلتین واوقعہ الثالث فیہما اور اگر زوج نے کہا کہ عورت اپنی زوجہ
مملوکہ کو آزاد کردیا جب کہ اوسکی مالک ہوئی پہر زوجہ نے عورت کو طلاق دی عدت مین یا عورت حربیہ نکل آئی ہماری طرف یعنی دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر پہر اوسکا
زوج نکلا اسیطرح مسلمان ہوکر پہر اوس نے اوسکو طلاق دی عدت مین تو اس طلاق کو ابو یوسف نے لغو کہا ہی دونو صورتون مین اور واقع کہا ہی اسکو محمد نے دونون
اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ مالک ہوتی اور دار الاسلام مین آنے سے جدائی دونون مین ہوگئی پہر جب جدائی ہوئی تو طلاق کا اختیار باقی نرہا
کذا فی حاشیۃ المدنی واعتبارُ عددہٖ بالنساء وعند الشافعی بالرجال اور اعتبار عدد طلاق کا عورتون پر ہے اور نزدیک امام شافعی کے مردون پر ہے فطلاق
حرۃ ثلث وطلاق امۃ ثنتان مطلقاً تو طلاق حرہ کی تین بار ہی اور طلاق لونڈی کی دو بار ہے ہرطرح سی یعنی حرہ کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اوسکو تین بار
طلاق ہوگی اور لونڈی کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اوسکو دو بار طلاق ہوگی اسواسطے کہ اعتبار عدد طلاق کا عورتون پر ہی نہ مردون پر ولم یقع الطلاق بلفظ العتق
بنیۃ او دلالۃ حالہ لا عکسہ لان ازالۃ الملك اقوی من ازالۃ القید اور واقع ہوتی ہے طلاق عتق کے لفظ سے نیت طلاق یا دلالت حال کے نہ بالعکس
یعنی عتق طلاق کے لفظ سے نہین واقع ہوتا اسواسطے کہ ازالہ ملک کا قوی تر ہے ازالہ قید سے یعنی عتق عبارت ہے ازالہ ملک سے اور طلاق عبارت ہے ازالہ قید نکاح سے
تو عتق سے طلاق مراد ہوسکتی ہے اسواسطے کہ عتق قوی تر ہے طلاق سے اور طلاق سے عتق مراد نہین ہوسکتا اسواسطے کہ طلاق ضعیف ہے عتق سے تو ضعیف مین قوی نہین سکتا
مثلاً زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو آزاد کیا تو اگر نیت طلاق کی زوج نے کی یا قرینہ طلاق کا پایا گیا جیسے زوجہ نے طلاق کی خواہش کی تھی تو طلاق واقع ہوگی
فروع مسائل ملحقہ شارح کے کتب الطلاق ان مستبیناً علی نحو لوحٍ وقع ان نوی وقیل مطلقاً لکھا طلاق کو یعنی زوج نے زوجہ کو یہہ لکھکر دیا کہ
تجھکو طلاق ہے اگر صاف ظاہر ہو جیسے تختہ پر یا دیوار پر یا زمین پر تو طلاق واقع ہوگی اگر نیت طلاق کی زوج نے کی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہرطرح طلاق واقع ہوتی
ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو ولو علی نحو الماء فلا مطلقاً اور اگر طلاق لکھی اوس چیز پر جسپر نقش ثابت نہین رہتا جیسے پانی پر یا ہوا پر تو اسیطرح طلاق نہ واقع ہوگی
نیت طلاق کی کرے یا نکرے ولو کتب علی وجہ الرسالۃ والخطاب کان کتب یا فلانۃ اذا اتاك کتابی ھذا فانت طالق طُلّقت بوصول الکتاب
جوہرہ اور اگر طلاق لکھی زوج نے بطریق خط بھیجنے اور خطاب کرنیکے چنانچہ یون لکھا کہ اے فلانی جب تیرے پاس میرا یہہ خط پہنچے تو تجھکو طلاق ہے تو عورت مطلقہ ہوجاویگی
بمجرد خط پہنچنے کے کذا فی الجوہرہ وفی البحر کتب لامرأتہ کل امرأۃ لی غیرك وغیر فلانۃ طالق ثم محی اسم الاخیرۃ وبعثہ لم تطلق وھذا حیلۃ عجیبۃ
وسیجیء انّہ لو استثنی بالکتابۃ اور بحر الرائق مین ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو یہہ لکھا جسکا نام مثلاً کریمہ نام ہے کہ جو عورت کہ میری ہو سوا تیرے اور سوا
فلانی کے یعنی مثلاً سوا زینب کے سو مطلقہ ہے پہر پچھلی عورت کا نام مثلاً الا یعنی زینب کا تو زینب کو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب کو بھی کریمہ کے مانند لکھنے کے وقت
مستثنی کرلیا تہا گو بعد اسکے مٹا ڈالا مثلاً زید کی زوجہ کریمہ تھی پہر وہ دوسرے شہر مین گیا اور وہان زینب سے نکاح کیا یہہ خبر سنکر کریمہ کو رنج ہوا تب زید نے اسطرح
سے کریمہ کو لکھا تاکہ اوسکا دل خوش ہوجاوے اور زینب کو طلاق بھی نہ پڑے شارح کہتا ہی یہہ حیلہ عجیب ہے کہ لکھنا بعد مٹانیکے بھی مفید ہوا اور باب التعلیق مین عنقریب
آویگا جسکو مستثنی کرلے کتابت سے

باب الصریح یہہ باب ہے طلاق صریح کا صریحہ مالم یستعمل الا فیہ ولو بالفارسیۃ
کطلقتك وانت طالق ومطلقۃ بالتشدید قید بخطابہا لانہ لو قال ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت
لم یقع لترکہ الاضافۃ الیہا طلاق صریح وہ ہی جو مستعمل نہوگر اوسیمین اگرچہ فارسی زبان مین ہو فارسی سے مراد غیر عربی ہی یعنی طلاق صریح عربی مین منحصر نہین بلکہ ہر
بولی مین جو لفظ ایسا ہو کہ سوا طلاق کے اور معنی مین مستعمل نہوتا ہو وہ صریح ہے چنانچہ عربی مین طلقتك بتشدید لام طلاق صریح ہی یعنی مین نے تجھکو طلاق دی اور

انتِ طالقٌ اور مطلّقہ یعنی تو طلاق والی ہے لفظ مطلّقہ کا بتشدید لام صریح ہے اور بتخفیف لام صریح نہیں کنایہ ہے شارح کہتا ہے مصنف نے طلاق صریح کی مثالوں کو عورت کے خطاب سے مقید کیا پہلی مثال میں کاف ضمیر ہے اور دوسری اور تیسری مثال میں انتِ ہے اسواسطے کہ اگر بے خطاب یوں بولیگا کہ اگر تو نکلی تو طلاق واقع ہوگی یا یوں کہا کہ نہ نکلنا بدون میرے حکم کے سو مقرر میں نے قسم کھائی ہے طلاق کی پھر بعد اس کلام کے عورت نکلی تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ترک کرنے اضافت کے عورت کی طرف یعنی دونوں صورتوں میں طلاق کو عورت کی طرف مضاف نہیں کیا تو اول صورت میں یہ احتمال ہے کہ اس عورت کی طلاق واقع ہو یا اسکے غیر کی اور دوسری صورت میں احتمال ہے کہ اس عورت کی طلاق کی قسم کھائی یا اسکے غیر کی ھ خطاب میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ عورت مقصود بالخطاب ہو تب طلاق واقع ہوگی اور اگر مقصود بالخطاب عورت نہ ہو چنانچہ مسائل طلاق کو مرد نے عورت کے سامنے مکرر کہا بطریق تعلیم اور مثال کے تو طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضا میں نہ دیانت میں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویقعُ الطلاقُ بھا ای بھذہ الالفاظ وما بمعناھا من الصریح اور واقع ہوتی ہے ایک طلاق رجعی ان الفاظ مذکورہ سے اور جو کہ ان الفاظ کے معنی رکھتا ہو از قسم صریح چنانچہ یوں کہا کہ انا شئتُ طلاقکِ یعنی میں نے تیری طلاق چاہی ونحو قضیتُ طلاقکِ یعنی میں نے ادا کی تیری طلاق سے واوقعتُ علیکِ طلاقًا یعنی میں نے تجھ پر تیری طلاق ڈالی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ ویدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلاک وتلاک او طلاق او طلاق باش بلا فرق بین عالم وجاہل وان قال تعمدتُہ تخویفًا لم یُصدَّق قضاءً الّا اذا اشھد علیہ قبلہ بہ یُفتٰی اور طلاق صریح میں داخل ہیں الفاظ محرفہ چنانچہ طلاغ عین مہملہ یا معجمہ سے یا تلاغ یعنی تے عوض طوے کے یا طلاک یعنی کاف عوض قاف کے یا تلاک یعنی تے عوض طوے کے اور کاف عوض قاف کے چنانچہ ہند کے عوام تلاک ہی بولتے ہیں اور تلّاک بتشدید لام بھی جہال میں مستعمل ہے یا طلاق یعنی طلاق کو بطریق تہجی کے کہا یا طلاق باش اس لفظ کو طحطاوی نے طلاق عظیم کی تفسیر کیا اسواسطے کہ صریح عظیم ہے کنایہ سے سید احمد مدنی نے لکھا کہ یہ لفظ فارسی ہے یعنی طلاق ہو شارح کہتا ہے ان الفاظ محرفہ کے بولنے میں کچھ فرق نہیں ہے درمیان عالم اور جاہل کے یعنی عالم اور جاہل جو ان الفاظ کو عورت کی طرف خطاب کریگا طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے اسواسطے کہ یہ الفاظ صریح ہیں نیت کے محتاج نہیں اور اگر زوج نے کہا کہ میں نے بالقصد طلاق کو محرف کیا عورت کے ڈرانے کو اسواسطے تو ظاہر میں اوسکی تصدیق نکیجاویگی یعنی قاضی اس عذر کو نہ سنیگا اگر وہ سچا ہے تو عنداللہ طلاق نہ واقع ہوگی مگر ظاہرا اوسوقت زوج کی تصدیق ہوگی جب کہ اوس نے تخویف پر گواہ کر لیا ہو قبل اس کلمہ کے اسی قول پر فتویٰ ہے ولو قیل لہ طلقتَ امرأتک فقال نعم او بلیٰ بالہجاء طلقت بحر اور اگر زوج سے کہا گیا کہ تو نے طلاق دی اپنی عورت کو سو اوس نے کہا نعم یا بلیٰ بتہجی کر کے یعنی انکے حروف کو علیحدہ علیحدہ کہا یعنی ن ع م یا بلی کے حروف کو جدا جدا کہا یعنی ب ل ی تو طلاق بدون نیت کے عورت کو ہوگی کذا فی بحر الرائق یا یہہ مطلب ہے کہ ان میں سے طلاق دی تہجی کر کے یعنی ط ا ل ا ق لیکن اس صورت میں تکرار لازم آتی ہے اسواسطے کہ طلاق تہجی کی سابق میں ہوچکی واحدۃً رجعیۃً وان نوی خلافھا من البائن او اکثر خلافًا للشافعی او لم ینو شیئًا یعنی صریح الفاظ کے بولنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ اوس نے ایک رجعی کے خلاف کا ارادہ کیا از قسم بائن یا ایک سے زیادہ کا بخلاف مذہب امام شافعی کے یا طلاق صریح بولکر کچھ ارادہ نکیا تو بھی ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح محتاج نیت کی نہیں ھ طلاق رجعی وہ کہ جس میں تجدید نکاح کی حاجت نہیں اور عورت کی رضامندی رجوع میں ضرور نہیں اور اوسکی عدت میں ترک زینت نہیں اور ایک گھر میں زوج اور زوجہ کا عدت میں رہنا جائز ہے بخلاف طلاق بائن کے اسیواسطے علما نے کہا ہے کہ طلاق رجعی ملک نکاح قطع نہیں کرتی اور طلاق بائن قطع کرتی ہے ولو نوی بہ الطلاق عن وثاقٍ دُیِّنَ ان لم یقرنہ بعددٍ ولو مکرھًا صُدِّق قضاءً ایضًا کما لو صرّح بالوثاق او القید اور اگر نیت کی زوج نے طلاق صریح سے قید سے چھوڑنے کی تو اوسکی دیانت پر عمل کیا جائیگا یعنی تصدیق اوسکی ہوگی طلاق نہ واقع ہوگی اگر اوس نے طلاق کو عدد کے ساتھ نہ مذکور کیا یعنی یوں نکہا کہ تجھکو تین طلاق اسواسطے کہ ذکر عدد کا قرینہ ہے طلاق کا نہ چھوڑنے قید کا اور اگر بسبب زبردستی کے زوج طلاق بولا ہے اور اوس نے قید سے چھوٹنے کا ارادہ بیان کیا تو اوسکی تصدیق ہوگی باعتبار حکم قضا کے بھی چنانچہ اگر طلاق صریح کیوقت وثاق یا قید کا لفظ مصرح کریگا تو ظاہر میں بھی اوسکی تصدیق ہوگی طلاق نہ واقع ہوگی وکذا لو نوی طلاقھا من زوجھا الاول علی الصحیح خانیہ اور اسیطرح ظاہر اور باطن میں تصدیق ہوگی اگر زوج نے صریح سے عورت کی طلاق اوسکے اول زوج سے ارادہ کیا بنا بر قول صحیح کے اور قول غیر صحیح میں تصدیق فقط دیانت میں ہوگی نہ قضا میں کذا فی الخانیہ ولو نوی عن العمل لم یُصدَّق اصلًا ولو صرّح بہ دُیِّنَ فقط اور اگر نیت کی زوج نے طلقتُکِ کہہ کر طلاق عن العمل کی یعنی کام کرانے سے میں نے تجھکو چھوڑا تو مطلقًا اوسکی تصدیق نہ کیجاویگی نہ دیانت میں نہ قضا میں اسواسطے کہ یہہ ایسی نیت ہے کہ اوسکو لفظ محتمل نہیں اور اگر لفظ عن العمل کو کہہ کر کہا یعنی یوں بولا کہ طلقتُکِ عن العمل تو اوسکی تصدیق فقط دیانت میں ہوگی نہ قضا

یین ھم بحر الرائق مین ہے کہ جب ثابت ہوا کہ طلاق صریح محتاج نیت کی نہین تو معلوم ہوا کہ اوسکے معنی کا علم شرط نہین ہو گر جاہل کو کسی نے لفظ طلاق سکھایا اور وہ عورت کی
طرف خطاب کرکے بولا تو قضا مین طلاق واقع ہوگی نہ دیانت مین اور مشائخ اوز جند نے کہا کہ مطلقا طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضا مین نہ دیانت مین اور یہ قریب ہے الا کہ اوس کی
ضائع ہونے سے محفوظ رہین چنانچہ بزازیہ مین اسکی تصریح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی انت الطلاق وطلاق او انت طالق الطلاق او انت طالق طلاقا واحدۃ رجعیۃ ان لم
ینو شیئا او نوی یعنی بالمصدر لانہ لو نوی بطالق واحدۃ وبالطلاق اخری وقعتا رجعیتین لو مدخولا بھا کقولہ انت طالق انت طالق ولغی
واحدۃ او ثنتین لانہ صریح مصدر لا یحتمل العدد اور انت الطلاق یا انت طلاق مین یعنی جس ترکیب مین مصدر خبر واقع ہو خواہ مصدر معرفہ ہو خواہ نکرہ یا انت
طالق الطلاق مین یا انت طالق طلاقا مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر متکلم نے ایک دو کی کچھ نیت نکی ہو یا ایک دو طلاق کی فقط مصدر سے نیت کی تو بھی ایک رجعی طلاق
واقع ہوگی مصدر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر انت طالق طلاقا مین لفظ طالق سے ایک طلاق کی نیت کریگا اور لفظ طلاق سے دوسری طلاق کا ارادہ کریگا تو دو طلاق رجعی واقع
ہونگی اگر عورت مدخولہ ہوگی اور اگر مدخولہ نہوگی تو ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدی ہو جاویگی دوسری طلاق کا محل ہی باقی نرہا انت طالق طلاقا سے دو طلاق ایسی
واقع ہونگی جیسے دو طلاق رجعی اس قول سے واقع ہوتی ہین یعنی انت طالق انت طالق سے کذا فی الزیلعی فقط مصدر سے ایک یا دو طلاق کی نیت کرنے سے ایک ہی طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح مصدر احتمال شمار کا نہین رکھتا یعنی مصدر صیغہ ہی واحد کا اوسمین کثرت کی گنجائش نہین فان نوی ثلثا فثلث لانہ فرد حکمی ولذا کان الثنتان
فی الامۃ وکذا فی حرۃ تقدمھا واحدۃ جوہرۃ لکن جزم فی البحر انہ سھو بمنزلۃ الثلث فی الحرۃ سو اگر اقوال سابقہ مین مصدر سے تین طلاق کا ارادہ کریگا تو
تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ تین فرد حکمی ہین یعنی تین کل ہے طلاق کا اوس سے زیادہ طلاق نہین تو طلاق کی فرد کامل ہوئی اور اسیواسطے دو طلاق لونڈی کے حق مین
بمنزلہ تین طلاق کے ہین حرہ کے حق مین یعنی لونڈی کے حق مین دو طلاق کل طلاق ہے جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اگر لونڈی سے کہا کہ انت طلاق اور مصدر
سے دو طلاق کی نیت کی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ دو طلاق اوسکے حق مین فرد حکمی ہے اور اسیطرح اوس حرہ کے حق مین جسکو ایک طلاق سابق مین ہو چکی دو طلاق
فرد حکمی ہے کذا فی الجوہرہ لیکن بحر الرائق مین نقل کیا ہے کہ روایت جوہرہ کی سہو ہے یعنی دو طلاق حرہ کے حق مین مصدر سے نہ واقع ہونگی ومن الالفاظ المستعملۃ
الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلا نیۃ للعرف ولو لم یکن لہ امرأۃ یکون یمینا فیکفر بالحنث تصحیح القدوری
اور الفاظ مستعملہ عوام سے یہہ اقوال مین کہ طلاق مجھکو لازم ہوا اگر مین ایسا کرون اور حرام مجھکو لازم ہوا اگر مین نے ایسا کیا اور مجھپر طلاق لازم ہو اگر ایسا کرون اور مجھپر
حرام لازم ہے اگر مین ایسا کام کرون تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے بسبب عرف کے یعنی عرف مین طلاق کی قسم کھانا رائج ہوگیا ہو تو اون کا جاری
ہونا اوسکا واجب ہوا اور اگر ان اقوال کے بولنے والے کی زوجہ نہوگی تو یہہ الفاظ قسم ہو جاوینگے تو کفارہ دینا ہوگا قسم توڑنے سے کذا فی تصحیح القدوری وکذا علی
الطلاق من ذراعی بحر اور اسیطرح طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مجھپر طلاق لازم ہے میرے ہاتھ سے کذا فی البحر الرائق ھم صاحب بحر نے کہا کہ بزازیہ مین مصرح
ہے کہ انت طالق من ہذا العمل سے قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے نہ دیانۃً تو یہہ دلالت کرتا ہے کہ علی طلاق من ذراعی بطریق اولی طلاق واقع ہو قضاءً مقدسی نے کہا کہ یہ
قیاس صحیح نہین ہے اسواسطے کہ مقیس علیہ مین عورت مخاطب ہے اور وہ محل ہے طلاق کی بخلاف مقیس کے حلبی نے کہا کہ کلام مقدسی کا مدلل ہوا اور مدنی نے کہا کہ یہہ تحقیق لائق ہے
قبول کرنیکی ولو قال طلاقک علی لم یقع ولو زاد لازم او واجب او ثابت او فرض ھل یقع قال البزازی المختار لا وقال الخاصی المختار نعم اور اگر یون
کہا کہ تیری طلاق مجھپر ہے تو نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہہ احتمال بھی اسمین ہے کہ تیری طلاق مجھپر حرام ہے اور اگر اس قول پر لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کو بڑھایا یعنی یون کہا
کہ تیری طلاق مجھپر لازم ہے یا واجب ہے یا ثابت ہے یا فرض ہے تو طلاق واجب ہوگی یا نہین بزازی نے کہا کہ قول مختار یہہ ہے کہ نہ واقع ہوگی اور خاصی نے کہا اپنے فتاوی
مین کہ قول مختار یہہ ہی کہ ہان واقع ہوگی اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ واجب مین واقع ہوگی نہ اور الفاظ مین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال طلقک اللہ ھل یفتقر
للنیۃ قال الکمال الحق نعم اور اگر یون کہا کہ خدا تجھکو طلاق دے کیا اس کلام مین نیت طلاق کی حاجت ہے یا نہین کمال الدین بن ہمام نے کہا کہ حق یہہ ہے کہ ہان نیت
کی حاجت ہے یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ یہہ کلام بطریق بددعا کے ہو ولو قال لھا کونی طالقا او اطلقی او یا مطلقۃ بالتشدید
وقع اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طلاق والی ہو جا یا یون کہا کہ اے مطلقہ بتشدید لام تو طلاق واقع ہوگی وکذا یا طال بکسر اللام وضمھا لانہ ترخیم وفی

طَالِ بالکسرِ والا توقفَ علی النیۃ کالو تھجّٰی بہ او بالعتقِ اور اسیطرح واقع ہوتی ہے طلاق بدون نیت کے اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا طالِ لام کو زیر کرکے یا پیش
دیکر اسواسطے کہ طال ترخیم ہے یا طالق کی یا زوجہ سے کہا انتِ طالِ زیر دیکر یعنی تو طالق ہے تو بھی طلاق بلا نیت واقع ہوگی اور اگر انت طال مین لام کو زبر دیکر یا پیش دیکر
کہا تو طلاق موقوف ہوگی نیت پر یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ طلاق نیت پر موقوف ہے اگر اوسکے حروف جدا جدا بولے جیسے انتِ ط ا ل ق یا لفظ عتق کو
علٰحدہ علٰحدہ کاٹ کر بولے جیسے انتِ ح ر یعنی تو حرہ ہے تو ان دونو صورتون مین بدون نیت کے طلاق نہوگی م شارح نے بیان تہجی طلاق کو کنایات مین داخل کیا اور سابق
مین اوسکو صریح مین شمار کرچکا ہے اسواسطے کہ تہجی طلاق مین روایت مختلف ہے خانیہ مین مصرح ہے کہ تہجی طلاق کی صریح مین داخل ہے نیت کی حاجت نہین اور بدائع مین مذکور
ہے کہ تہجی طلاق کی کنایات مین داخل ہے تو طلاق نیت پر موقوف ہوگی شارح نے اول بطور خانیہ کے بیان کیا اور یہان بطور بدائع کے کذا فی الطحطاوی والمدنی وفی
النھر عن التصحیح الصحیحُ عدمُ الوقوع بوھبتُك طلاقَكِ ونحوہ اور نہر الفائق مین تصحیح قدوری سے منقول ہے کہ طلاق واقع نہونا صحیح قول ہے اس کلام سے
کہ مین نے تمکو تیری طلاق بخشی اور مانند اس کلام کے چنانچہ اَوْدَعْتُكِ طلاقَكِ یعنی تیری طلاق تیرے پاس ودیعت رکھی اور تیرے پاس تیری طلاق گرو رکھی یعنی بنا بر قول
صحیح کے لفظ ہبہ اور ودیعت اور رہن سے طلاق نہین واقع ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی واذا اضافَ الطلاقَ الیہا کانتِ طالقٌ او الی ما یُعبّر بہ عنہا
کالرقبۃِ والعنقِ والروحِ والبدنِ والجسدِ لان الاطرافَ داخلۃٌ فی الجسدِ دون البدنِ والفرجِ والوجہِ والرأسِ وکذا الاستِ دون البضعِ
والدُّبُرِ والدمِ علی المختار خلاصہ او اضافہ الی جزءٍ شائعٍ منہا کنصفِہا او ثلثِہا وقع لعدم تجزیہ اور جب طلاق منسوب کی عورت کی طرف چنانچہ یون کہا
تو طالق ہے یا نسبت کی طلاق کی طرف اوس عضو کی جس سے کل عورت کی تعبیر ہوتی ہے جیسے رقبہ اور عنق یعنی گردن اور روح اور بدن اور جسد اور فرج اور چہرہ اور سر اور
اسیطرح است یعنی چوتڑ یعنی یون کہا کہ تیری گردن یا روح کو طلاق ہے مصنف نے بدن اور جسد دونو کو اسواسطے ذکر کیا کہ ہاتھہ پاؤن سر جسد مین داخل ہین نہ بدن مین
نہ لفظ بضع اور دُبر اور خون بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصہ یعنی اگرچہ لفظ بضع کا مرادف ہے فرج کے اور دُبر مرادف ہے است کا لیکن چونکہ ان الفاظ سے کل آدمی کی
تعبیر نہین ہوتی واقع نہوتی یا نسبت کیا طلاق کو عورت کے جزء شائع کی طرف جیسے نصف عورت یا ثلث عورت کی طرف تو ان تینو صورتون مین طلاق واقع ہوگی نصف اور ثلث کی نسبت
سے اسواسطے طلاق ہوگی کہ طلاق مین تقسیم نہین کہ اوسمین نصف یا ثلث یا عشر کی گنجایش ہو خلاصہ یہہ کہ جب کل کی طرف طلاق کی نسبت ہوئی یا جزء معین کی طرف نسبت کی
جو کہ بجای کل کے مستعمل ہوتا ہے یا جزء غیر معین چنانچہ نصف یا ثلث کی طرف نسبت ہوئی تو ان صورتون مین طلاق واقع ہوجاویگی ولو قال نصفُكِ الاعلیٰ طالقٌ
واحدۃً ونصفُكِ الاسفلُ ثنتین وقعتْ ثلاثٌ فافتٰی بعضُہم بطلقۃٍ وبعضُہم بثلاثٍ عملاً بالاضافتین خلاصہ اور اگر کہا زوج نے زوجہ
سے کہ تیرا اوپر کا آدھا جسم کو ایک طلاق ہے اور نیچے کے آدھے جسم کو دو طلاق ہین یہہ صورت واقع ہوئی تھی بخارا مین اور متقدمین سے اسمین کچھہ روایت نتھی تو بعضے
فقہا نے ایک طلاق کا فتوی دیا اسواسطے کہ نصفِ اعلیٰ مین سر داخل ہے اور سر بجای کل کے واقع ہوتا ہے تو کل پر ایک طلاق واقع ہوگئی اور نصف اسفل مین اگرچہ فرج
داخل ہے اور وہ بھی بجای کل کے واقع ہوتی ہے لیکن جب اسفل اعلیٰ مین مندرج ہوچکا تو اوسکا کچھہ اثر باقی نرہا تو نصف اسفل کی طلاق لغو ہوگئی اور بعضے فقہا نے
تین طلاق کا فتوی دیا دونو نسبتون پر عمل کرکے کذا فی الخلاصہ واذا قال الرقبۃُ منكِ او الوجہُ او وضع یدَہ علی الرأسِ او العنقِ او الوجہِ وقال ھذا
العضوُ طالقٌ لم یقع فی الاصح لانہ لم یجعلہ عبارۃً عن الکل بل عن البعضِ حتی لو لم یضع یدَہ بل قال ھذا الرأس طالقٌ واشار الی راسِہا وقع
فی الاصح ولو نوی تخصیصَ العضوِ ینبغی ان یُدَیَّنَ فتح اور جب کہا کہ تیرے جسم سے گردن یا چہرہ کو طلاق ہے یا رکہا اپنا ہاتھہ سر پر یا گردن پر یا چہرہ پر اور کہا کہ اس
عضو کو طلاق ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اوسنے گردن اور منہ اور سر کو بجای کل جسم کے مراد نہ رکہا بلکہ بسبب من تبعیضیہ اور ہاتھہ رکہنے کے اور اشارہ کرنیکے
بعض کا ارادہ کیا یہانتک کہ اگر ہاتھہ نرکہتا بلکہ یون کہتا کہ اس سر کو طلاق ہے اور اشارہ کرتا عورت کے سر کی طرف تو طلاق واقع ہوجاتی قول اصح مین اور اگر امثلہ سابقہ
یعنی رأسُكِ طالقٌ ورقبتُكِ طالقٌ مین تخصیص عضو کی متکلم نے مراد رکھی تو لائق ہے کہ باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق کیجاوے نہ باعتبار قضا کے کذا فی فتح القدیر لیکن
یہہ اوس صورت مین ہے کہ سر اور گردن وغیرہ سے تعبیر کل جسم کی عرف مین مشہور اور رائج ہو اور اگر رواج اوسکا نہو تو باعتبار دیانت اور قضا کے بہی اوسکی تصدیق
ہوگی چنانچہ بحر الرائق سے یہہ مطلب مفہوم ہوتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی کما لا یقعُ لو اضافہ الی الیدِ الا بنیۃِ المجازِ والرجلِ والدُّبُرِ والشعرِ والانفِ والساقِ

والفخذ والظهر والبطن واللسان والاذن والفم والصدر والذقن والسن والريق والعرق وكذا الثدي والدم جوهرة لانه لا يعبر به عن الجملة فلو عبر قوم به عنها وقع چنانچہ طلاق واقع نہین ہوتی اگر نسبت کی طلاق کی ہاتھ کیطرف گرچہ نیت مجاز کے اور نہین واقع ہوتی اگر طلاق کی نسبت کی طرف پانون کے اور دبر کے اور بال کے اور ناک کے اور پنڈلی کے اور ران کے اور پیٹھ کے اور پیٹ کے اور زبان کے اور کان کے اور منھ کے اور سینہ کے اور ٹھڈی کے اور دانت کے اور رال کے اور پسینہ کی اور اسیطرح چھاتی اور خون کذا فی الجوہرہ ان اعضا کی طرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ ان اعضا سے کل جسم کی تعبیر نہین ہوتی اور اگر کسی قوم کے عرف مین ان اعضا سے بھی کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہوگی وكذا كل ما كان من اسباب الحرمة لا الحل اتفاقا اور اسیطرح جو اسباب کہ حرمت کے ہین نہ حلت کے اونکا یہی حکم ہے بالاتفاق جو طلاق کا حکم ہے حرمت کے اسباب جیسے ایلا اور ظہار اور عتق اور حلت کے اسباب جیسے نکاح یعنی اگر ایلا اور ظہار کل عورت سے کی یا اوس عضو سے کی جو بجای کل مستعمل ہوتا ہی چنانچہ سر اور گردن اور چہرہ اور فرج یا نصف اور ثلث سے کی تو ایلا و ظہار واقع ہوگی اور ہاتھ پانون کی طرف نسبت کرنے سے نہ واقع ہوگی بخلاف نکاح کے کہ گردن اور سر اور فرج اور نصف کی طرف نسبت کرنے سے صحیح ہو گا بنا بر احتیاط کے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر وجزء الطلقة ولو من الف جزء تطليقة لعدم التجزي اور حصہ ایک طلاق کا اگرچہ ہزار ہزار حصہ سے ہو ایک طلاق دینی ہی برابر ہے بسبب عدم قسمت پذیری کے یعنی طلاق لائق قسمت کے نہین تو اوسکا جز اگرچہ نہایت قلیل ہو بجای کل کے ہی مثلا اگر کوئی کہے کہ مین نے تو ایک طلاق کا ہزاروان یا لاکھوان حصہ واقع کیا تو پوری ایک طلاق واقع ہوگی ولو زادت الاجزاء وقع اخرى وهكذا اور اگر زیادہ ہون اجزا ایک طلاق سے تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح اگر اجزا دو طلاق سے زیادہ ہون تو تین طلاق واقع ہونگی چنانچہ اگر یون کہا انت طالق نصف طلقة وثلثيها یعنی تجھکو آدھی طلاق ہی اور دو تہائیان اوسکی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ ایک طلاق سے چھٹا حصہ زیادہ ہو گیا ما لم يقل نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة فيقع الثلث حکم سابق اوسوقت تک ہی جبتک یون نہین کہا کہ نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة اور اگر یون ہی کہا تو تین طلاقین واقع ہونگی یعنی ہر چند نصف اور ثلث اور سدس سے ایک طلاق پوری ہوئی زیادتی اجزا کی نہوئی لیکن لفظ طلقة کا نکرہ ہی تین بار مکرر ہوا اور قاعدہ عرب کا یہ ہی کہ نکرہ کا جب اعادہ ہوا تو وہ غیر ہوتا ہی اول کا تو بسبب مغایرت کی تین طلاقین ٹھہر گئین بخلاف معرفہ کے کہ اگر وہ مکرر آویگا تو عین ہوگا اول معرفہ کا ولو بلا واو فواحدة اور اگر مثال مذکور کو بدون واو عاطفہ کے بولا مثلا یون کہا کہ انت طالق نصف طلقة ثلث طلقة سدس طلقة تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر واحد بدل واقع ہوگا اپنے ماقبل سے اور مبدل منہ ساقط ہوتا ہی نیت مین کذا فی حاشیة الطحطاوی ولو قال طلقة ونصفها فثنتان على المختار جوهرة اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہی اور نصف اوسکا تو دو طلاقین ہونگی بنابر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ وكذا لو كان مكان السدس ربعا فثنتان على المختار وقيل واحدة قهستاني اور اسیطرح اگر مثال سابق مین بجای سدس کے ربع ہو تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے اور قول ضعیف مین ایک طلاق ہے کذا فی القہستانی سید احمد طحطاوی نے لکہا کہ قہستانی سے اس مقام مین دو خطائین واقع ہوئین ایک نقل مین دوسری حکم مین نقل مین یہ خطا ہوئی کہ اس عبارت کو اوس نے محیط سرخسی سے نقل کیا حالانکہ یہ عبارت محیط مین نہین چنانچہ فتاوی ہندی یعنی عالمگیری مین محیط کی عبارت منقول ہے اور حکم مین یہ خطا ہوئی کہ جب انت طالق نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة مین بسبب تکرار نکرہ کے تین طلاق واقع ہوئین تو انت طالق نصف طلقة وثلث طلقة وربع طلقة مین بطریق اولی تین واقع ہونگی اسواسطے کہ ربع زائد ہی سدس سے کذا فی حاشیة المدنی وسيجيء ان استثناء بعض التطليق لغو بخلاف ايقاعه عند قريب باب التعليق مین آویگا کہ استثنا کرنا بعض تطلیق کا لغو ہے بخلاف ایقاع طلاق کے یعنی اگر یون کہا کہ انت طالق ثلثا الا نصف طلقة تو امام محمد کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ طلاق قسمت پذیر نہین بخلاف ایقاع کے کہ اوس مین بعض طلاق لغو نہین ہوتی یعنی اگر یون کہیگا کہ تجھکو ایک طلاق اور آدھی طلاق ہے تو دو واقع ہونگی ويقع بقوله من واحدة الى ثنتين او ما بين واحدة الى ثنتين واحدة اور ایک طلاق واقع ہوتی ہی اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہی ایک سے دو تک یا یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے مابین ایک کے دو تک وبقوله من واحدة او ما بين واحدة الى ثلث ثنتان لا صل فيما اصله الحظر دخول الغاية الاولى فقط عند الامام وفيما مرجعه الاباحة كخذ من مالي من مائة الى الف الغايتين اتفاقا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے تین تک یا مابین ایک کے تین تک واقع ہونگی دو طلاق شارح کہتا ہی قاعدہ کلیہ ان

مسائل کا جنین میں اصل منع ہے یعنی بضرورت مباح نہیں یہ ہے کہ اونمین فقط پہلی حد داخل ہوتی ہے نزدیک امام اعظم رحمہ اللہ کے نہ دوسری حد اور چونکہ طلاق میں اصل منع ہے اسوسطے اوسمین دوسری حد یعنی دو اور تین کا اعتبار نہوا فقط پہلی حد یعنی ایک معتبر ہوئی اور جو مسائل جنکا مرجع اور داصل اباحت ہے چنانچہ یہ مثال کہ مجھے میرے مال سے سو سے ہزار تک نوا سمین دونو حدین یعنی سو اور ہزار داخل ہونگے باتفاق امام اور صاحبین کے ویقع بثلثة انصاف طلقتین ثلثة وقیل ثنتان اور واقع ہونگے۔ طلاق کے تین نصف دو طلاق میں سے تین طلاق اور قول ضعیف یہ ہے کہ دو طلاق واقع ہونگی وبثلثة انصاف طلقة او نصفی طلقتین طلقتان وقیل یقع ثلث والاول اصح اور واقع ہونگے ایک طلاق کے تین ادہون ... طلاق سے دو یا تین ادہون سے دو طلاق اور قول ضعیف ہے تین طلاق اور پہلا قول اصح ہے یعنی دو طلاق اور بواحدة فی ثنتین واحدة ان لم ینو او نوی الضرب لان تکثیر الاجزاء لا الافراد اور اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق بیچ دو طلاق مین ایک طلاق واقع ہوگی اگر ضرب عدد کی نیت نکی یا نیت کی ایک کی ضرب کی دو مین یعنی خواہ ضرب کی نیت کی یا نکی ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ضرب اجزا کو بڑہاتی ہے نہ افراد عدد کو فتح القدیر میں اس قول کو مسلم نہیں کہا کذا فی حاشیة الدر وان نوی واحدة وثنتین فثلث لو مدخولا بہا اور اگر نیت کی ایک اور دو کی یعنی واحدة فی ثنتین مین لفظ فی کو معنی واو عاطفہ کے استعمال کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اگر زوجہ مدخولہ ہو گی وفی غیر المدخولة واحدة لھا واحدة وثنتین لانہ لم یبق للثنتین محل اور زوجہ غیر مدخولہ میں ایک واقع ہوگی چنانچہ اس قول مین کہ جب غیر مدخولہ سے کہا کہ تجھکو ایک اور دو طلاق ہین تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدا ہو گئی تو طلاق کا محل ہی باقی نرہا وان نوی مع الثنتین فثلث مطلقا اور اگر نیت کی ساتھہ ایک طلاق کے دو طلاق کی یعنی واحدة فی ثنتین مین لفظ فی کو معنی مع کے مستعمل کیا تو اس صورت مین تین طلاق واقع ہونگی مطلقا خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ اسواسطے کہ معیت اجماع کی مقتضی ہے ویقع بثنتین فی ثنتین ولو بنیة الضرب ثنتان لما مر ولو نوی معنی الواو او مع فکما مر اور واقع ہونگی دو طلاق اس قول سے کہ تجھکو دو طلاق ہین دو طلاق کے اندر اگرچہ ضرب عدد کی نیت کی ہو اسواسطے کہ عنقریب گذرا کہ ضرب سے اجزا بڑہا کرتے ہین نہ افراد اور اگر لفظ فی کو معنی واو یا مع کی نیت کی سوا وسکا حکم ویسا ہی جیسا کہ گذر گیا یعنی اگر ملتقط ثنتین فی ثنتین مین فی کو معنی واو عاطفہ کے مستعمل کیا تو زوجہ مدخولہ کو تین طلاق ہونگی اور غیر مدخولہ کو ایک طلاق ہوگی اور اگر فی کو معنی مع کے مستعمل کیا تو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونو کو تین طلاق واقع ہونگی وبقولہ من ھنا الی الشام واحدة رجعیة ما لم یصفھا بطول او کبر فبائنة اور واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے یہان سے شام تک ایک طلاق رجعی لیکن جبتک طلاق کو طول اور بزرگی کے موصوف نہین کیا اور اگر طول اور بزرگی کے متصف کریگا تو طلاق بائن واقع ہوگی وانت طالق بمکة او فی مکة او فی الدار او الظل او الشمس او ثوب کذا تنجیز یقع للحال کقولہ انت طالق مریضة او مصلیة او انت مریضة وانت تصلین اور یہہ قول کہ انت طالق بمکة او فی مکة یعنی تجھکو طلاق ہے مکہ مین یا گہر مین یا سایہ مین یا دہوپ مین یا ایسے کپڑے مین تنجیز ہے طلاق کی یعنی اس قول سے بالفعل طلاق پڑ جاتی ہے دخول مکہ اور گہر یا سایہ اور دہوپ پر موقوف نہین چنانچہ اس قول سے بہی بالفعل طلاق پڑ جاتی ہے کہ تجھکو طلاق ہے حالت بیماری اور نماز خوانی مین خواہ بیمار ہو یا نہو نماز پڑہے یا نہ پڑہے اسواسطے کہ طلاق کو مرض اور نماز اور اسیطرح سایہ اور دہوپ کیساتھہ خصوصیت نہین ویصدق فی الکل دیانة لا قضاء اور تصدیق کیجاویگی زوج کی ان مثالون مین باعتبار دیانت کے نہ باعتبار قضا کے لو قال عنیت اذا دخلت الدار او اذا لبست او اذا مرضت ونحو ذلک فیتعلق بہ کقولہ الی سنة او الی رأس الشھر او الی الشتاء اگر کہا زوج نے کہ مین نے انت طالق فی الدار مین انت طالق اذا دخلت الدار کا ارادہ کیا یا وانت طالق فی ثوب مین انت طالق اذا لبست کا وانت طالق مریضة مین انت طالق اذا مرضت کا ارادہ کیا اور اسیطرح بعضے اقوال مین تو طلاق معلق ہوگی اوسی شرط سے یعنی بدون دخول دار اور پہننے اور مرض وغیرہ کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ یہہ قول کہ تجھکو طلاق ہے ایک سال تک یا مہینے کے شروع تک یا موسم سرما تک یعنی بدون سال گذرجانے اور مہینے کے اور جاڑے کے آنیکی طلاق نہ واقع ہوگی واذا دخلت مکة تعلیق اور یون کہنا کہ تجھکو طلاق ہے جب کہ تو مکہ مین داخل ہوگی یہہ تعلیق ہے حقیقت مین یعنی بدون دخول مکہ کے طلاق نہ واقع ہوگی وکذا فی دخولک الدار وکذا فی لبسک ثوب کذا او فی صلوتک ونحو ذلک لان الظرف یشبہ الشرط اور اسیطرح سے یہہ قول تعلیق ہے کہ تجھکو طلاق ہے تیرے گہر داخل ہونے مین اور اسیطرح تجھکو طلاق ہے تیرے ایسا کپڑا پہننے مین یا تجھکو طلاق ہے تیری نماز مین اور مانند ان اقوال کے تعلیق

میں داخل ہیں اسواسطے کہ ظرف مشابہ ہی شرط کے باعتبار موجبیت کے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہیں ہوتا جیسے مشروط بدون شرط کے نہیں ہوتا ولو قال لدخولک الدار او لحیضتک تنجیز اور اگر یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے بسبب داخل ہونے تیرے کے تیرے گھر مین یا بسبب تیرے حیض کے تو یہہ قول تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہو گی دخول دار اور حیض پر موقوف نہیں ولو بالباء تعلیق اور اگر بجای لام کے بای موحدہ بولا یعنی یون کہا کہ انت طالق بدخولک الدار او بحیضک تو یہہ قول تعلیق ہی یعنی دخول دار اور حیض پر طلاق موقوف ہو گی وفی حیضتک وھی حائض فحتی تحیض اخری اور اگر اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیض مین اور حالانکہ اوسکو حیض موجود ہی تو طلاق نہ واقع ہو گی یہانتک کہ اوسکو دوسری بار حیض آوی وفی حیضتک فحتی تحیض وتطہر اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تیری حیضہ مین یعنی ایکبار حیض آنے مین تو وہ مطلقہ نہو گی یہانتک کہ اوسکو دوسری بار حیض آوے اور پاک بھی ہو جاوے اسواسطے کہ حیضہ حیض کامل کو کہتے ہین اور کمال حیض بدون طہر کے نہین خلاصہ یہہ کہ اگر حیض بدون تے کے بولا تو تعلیق طلاق حیض ثانی پر ہو گی اور اگر تے کو اوسمین ملایا تو تعلیق طلاق کی طہر بعد حیض ثانی کے ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی ثلثۃ ایام تنجیز وفی مجیء ثلثۃ ایام تعلیق بمجیء اسوء الثالث سوی یوم حلفہ لان الشروط تعتبر فی المستقبل اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہی تین دن مین فی الحال طلاق ہو گی اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تین دنکے آنیمین تعلیق ہے طلاق کی تیسرے دن کے آنی پر سوای اوس دن کے جسدن یہہ کلام کیا اسواسطے کہ شروط کا اعتبار زمانہ مستقبل مین ہوتا ہی نہ ماضی مین اور آنا دنکا ابتدای یوم سے ہوتا ہی حالانکہ یوم تکلم کچھہ دن گذر چکا تھا تو یوم تکلم کا آنا ثابت نہوا اسواسطے اوسدن کو شمار سے نکالا والا ویوم القیمۃ لغو اور یون کہنا کہ تجھکو طلاق ہے قیامت کے دن لغو ہی یعنی اس کلام سے طلاق نہیں واقع ہوتی اسواسطے کہ قیامت کا دن محل وقوع احکام شرعیہ نہیں وقبلہ تنجیز اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہی روز قیامت سے پہلے فی الحال طلاق واقع ہو گی وفی طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار ان رفع حسنۃ تنجیز وان نصبہا تعلیق اور اس قول میں کہ انت طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار اگر رفع دیا لفظ حسنۃ کو تو فی الحال طلاق ہو گی اور اگر نصب دیا اوسکو تو تعلیق ہو گی اسواسطے کہ لفظ حسنۃ حالت رفع مین صفت ہو گی عورت کی تو فاصل ہو گئی درمیان طلاق اور تعلیق کے تو فی دخولک الدار جدا کلام ہو گیا تعلیق نرہا تو تنجیز ہو گا اور جب حسنۃ کو نصب دیا تو صفت ہوئی طلاق کی تو فاصل نہوئی تو دخول دار پر تعلیق ہو گی طلاق کی وسال الکسائی محمدا عمن قال لامرأتہ شعر فان ترفقی یا ھند فالرفق ایمن ؛ وان تخرقی یا ھند فالخرق اشأم ؛ فانت طلاق والطلاق عزیمۃ ؛ ثلث ومن یخرق اعق واظلم ؛ کم یقع فقال ان رفع ثلثا فواحدۃ وان نصبہا فثلث وتمامہ فی المغنی وفیما علقناہ علی الملتقی اور سوال کیا کسائی نحوی اور قاری نے امام محمدؒ سے کہ جس شخص نے اپنی عورت سے یہہ شعر کہا کہ اگر نرمی کریگی تو ای ہند تو نرمی کرنا مبارک ہی اور اگر سختی اور بدمزاجی کریگی ای ہند تو سختی نامبارک ہے سو تو مطلقہ ہی اور طلاق تو عزیمت کی چیز ہے یعنی لہو ولعب نہین تین بار اور جو سختی اور بدمزاجی کرتا ہی وہ نافرمان تر اور ظالم تر ہے کسائی نے پوچھا کہ اس کلام سے کے بار طلاق واقع ہوتی ہے تو امام محمدؒ نے جواب دیا کہ اگر اوس نے لفظ ثلث کو رفع دیا تو ایک طلاق ہو گی اور اگر اوسکو نصب دیا تو تین بار طلاق ہو گی مشارح نے کہا اور پوری تقریر اسکی مغنی اللبیب اور ہماری شرح مین ہی جو ملتقی پر ہے م جب لفظ ثلث مرفوع ہو گا تو ایکبار طلاق ہو گی گویا یون کہا کہ انت طالق پھر خبر دی کہ پوری طلاق تین بار ہے اور جب ثلثا منصوب ہو گا تو تین بار طلاق ہو گی تو تقدیر کلام کی انت طالق ثلثا ہو گی اور والطلاق عزیمۃ جملہ معترضہ ہو گا کتاب مغنی اللبیب کے باب اول مین مذکور ہے کہ ہارون رشید نے یہہ سوال امام ابو یوسف سے کیا اونکو جواب آیا کسائی سے دریافت کر کے جواب دیا بحر الرائق مین کہا کہ یہہ حکایت غلط ہی اسواسطے کہ ابو یوسف مجتہد تھے اور شرط اجتہاد کی ایک یہہ بھی ہے کہ معرفت کاملہ عربیت کی ہو اور یہہ نقل اہل درایت کے مخالف ہے چنانچہ مبسوط مین مذکور ہے کہ یہہ سوال کسائی نے امام محمدؒ سے کیا اور تاریخ خطیب بغدادی مین بھی یون ہی مذکور ہی چنانچہ جلال الدین سیوطی نے حاشیہ مغنی اللبیب مین اسکی تصریح کر دی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وبقولہ انت طالق غدا او فی غد یقع عند طلوع الصبح اور اس قول سے کہ تو طالق ہی کل یا کل مین تو واقع ہو گی طلاق طلوع صبح کے وقت وصح فی الثانی نیۃ العصر ای اخر النہار قضاء وصح فیہما دیانۃ ومثلہ انت طالق شعبان او فی شعبان اور صحیح ہے قول ثانی مین یعنی انت طالق فی غد مین نیت عصر کی یعنی آخر دن کی باعتبار قضا کے اور تصدیق کیجاوے گی متکلم کی دونو قولون مین باعتبار دیانت کے اور مانند اوسکے ہے یہہ قول کہ تو طالق ہے شعبان کو یا شعبان مین تو اگر اس متکلم نے کچھہ نیت

گی تو آخر جب بعد غروب آفتاب کے طلاق واقع ہوگی اور اگر آخر شعبان کی نیت کی تو قضاءً قول ثانی مین صحیح ہوگی اور دیانۃً دونون مین تصدیق ہوگی وفی انتِ
طالقٌ الیومَ غداً وغداً الیومَ اعتُبِرَ اللفظُ الاوّلُ اور اس قول مین کہ تو طالق ہے آج کل یا تو طالق ہے کل آج پہلا لفظ معتبر ہوگا اور دوسرا لفظ لغو ہوگا
تو اول ذال مین آج طلاق ہوگی اور ثانی قول مین کل ہوگی ولو عطف بالواو یقع فی الاول واحدۃٌ وفی الثانی ثنتانِ اور اگر مثال سابق مین عطف
واو کے کیا یعنی یون کہا کہ انتِ طالقٌ الیومَ وغداً یا انتِ طالقٌ غداً والیومَ تو قول اول مین ایک طلاق ہوگی یعنی الیوم وغداً مین اور قول ثانی مین دو
طلاق ہوگی یعنی غداً والیومَ مین کقولہٖ انتِ طالقٌ باللیلِ والنہارِ او اولَ النہارِ وآخرَہ وعکسُہ او الیومِ ورأسَ الشہرِ چنانچہ اس قول
مین کہ انتِ طالقٌ باللیلِ والنہارِ اگر یہہ قول دن کو کہا تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر یون کہا انتِ طالقٌ بالنہارِ واللیلِ تو ایکبار واقع ہوگی اور
اگر رات کو یہہ قول کہا تو حکم بالعکس ہوگا یا یون کہا کہ انتِ طالقٌ اولَ النہارِ وآخرَہ سو اگر یہہ قول اول روز کہا تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور اگر اول
یون کہا کہ انتِ طالقٌ آخرَ النہارِ واولَہ تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر آخر روز مین یون کہا کہ انتِ طالق اول النہار وآخرہ تو دو بار طلاق واقع ہوگی اگر آخر روز یون کہا کہ انت
طالقٌ آخرَ النہارِ واولَہ تو ایکبار طلاق ہوگی اور اسیطرح عکس اسکا یعنی عکس باللیل والنہار کا بالنہار واللیل اور عکس اول النہار وآخرہ کا آخر النہار واولہ چنانچہ اسکا حکم بھی متصل مذکور ہوچکا یا یون متکلم نے
کہ انت طالق الیوم ورأس الشہر تو اگر یہ کلام دن مین کہا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر شروع مہینہ مین کہا تو دو بار طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل انّہ
متٰی اضافَ الطلاقَ لوقتینِ کائنٍ ومستقبلٍ بحرفِ عطفٍ فانْ بدأ بالکائنِ اتّحدَ او بالمستقبلِ تعدّدَ اور قاعدہ کلیہ امثلہ سابقہ مین یہہ ہے
کہ جب مضاف کیا طلاق کو دو وقت کیطرف کہ ایک اونمین ماضی ہے اور دوسرا مستقبل اور دونو وقتون کے درمیان مین حرف عطف کا ڈالا سو اگر ابتدا
ماضی سے کی تو دونو وقت متحد ہونگے اس صورتمین ایک ہی طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق الیوم وغدا مین اور اگر ابتدا مستقبل سے کی تو متعدد اور کثیر
ہونگی یعنی دو بار طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق غداً والیوم مین وفی انتِ طالقٌ الیومَ واذا جاءَ غدٌ وانتِ طالقٌ لا بل غداً طُلّقتْ واحدۃً
للحالِ واُخرٰی فی الغدِ اور اس قول مین کہ تو طالق ہے آج اور جب کہ کل آویگا یا یون کہا کہ تو طالق ہے نہین بلکہ کل طالق ہے تو اسکو ایکبار طلاق
ہوگی فی الحال اور دوسری بار کل مثال ثانی مین متکلم نے بلفظ لا و بل نفی کلام سابق کی ارادہ کی سو ابطال منجز کا ممکن نہین انتِ طالقٌ واحدۃً اولا او
مع موتی او مع موتکِ لغوٌ اما الاول فلحرفِ الشکِ واما الثانی فلانہا منافیۃٌ للحالۃِ منافیۃٌ للایقاعِ ولا وقوع تو طالق ہے ایکبار کہ
طلاق نہین یا یون کہنا تو طالق ہے میری موت کے ساتھہ یا اپنی موت کے ساتھہ تو کہیہ دونو قول لغو مین یعنی ایسے کلام سے طلاق نہین ہوتی پہلا قول تو اسواسطے
لغو ہوا کہ حرف شک کا اوسمین واقع ہے اور قول ثانی اسواسطے لغو ہوا کہ اوسمین طلاق مضاف ہی اوس حالت کی طرف جو منافی ہی ایقاع طلاق کے یا وقوع
طلاق کے یعنی موت زوجہ کی منافی ہے ایقاع طلاق کی کہ اوس حالت مین اوسکو اہلیت طلاق دینے کی نہین اور موت زوجہ کی منافی ہے وقوع طلاق کی کہ اُس
حالتمین محل طلاق باقی نہین کذا انتِ طالقٌ قبلَ انْ اتزوّجکِ او امسِ وقد نکحہا الیومَ اور اسیطرح لغو ہے یہہ قول کہ تو طالق ہے قبل اسکے کہ
مین تیرے ساتھہ نکاح کرون یا یون کہے کہ تو طالق ہے کل یعنی جو دن کہ ہوچکا اور حالانکہ نکاح کیا اوس عورت سے آج یہہ دونو قول اسواسطے لغو ہوئی کہ طلاق
کو اوس وقت کی طرف مضاف کیا جب کہ اوسکو ملکیت طلاق کی نتھی اسواسطے کہ بعد نکاح کے زوج طلاق کا مالک ہوتا ہے نہ قبل نکاح کے ولو نکحہا قبلَ امسِ
وقعَ لانّ الانشاءَ فی الماضی انشاءٌ فی الحالِ اور اگر نکاح کیا تھا عورت سے کل سے پہلے یعنی پرسون نکاح کیا تھا اور پھر یون کہا کہ انتِ طالقٌ
امسِ تو وقت تکلم کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ماضی کا ایقاع زمانہ موجود کا ایقاع ہے ولو قال امسِ والیومَ تعدّدَ وعکسُہ اتّحدَ وقیل بعکسِہ
اور اگر کہا کہ انتِ طالقٌ امسِ والیومَ تو دو بار طلاق ہوگی یا بالعکس اسکے کہا یعنی یون کہا کہ انت طالق الیوم والامس تو ایکبار ہوگی اور بعض علما نے اسکی بالعکس
کہا یعنی اول صورتمین ایکبار اور دوسری صورتمین دو بار ہوگی اور یہی قول اخیر موافق ہے قاعدہ سابقہ کے یعنی اگر ماضی مقدم ہی استقبال پر تو اتحاد ہوگا
او استقبال مقدم ہی ماضی پر تو تعدد ہوگا اور یہی حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الحلبی او انتِ طالقٌ قبلَ انْ اُخلقَ او قبلَ انْ تُخلقی او طلقتکِ
وانا صبیٌّ او نائمٌ او مجنونٌ وکان معہوداً کان لغواً یا یون کہا کہ تو طالق ہی قبل میرے پیدا ہونے کے یا قبل تیری پیدایش کے یا یون کہا کہ مین نے تجھکو

طلاق دی جب کہ مین لڑکا تہا یا جب کہ مین سوتا تہا یا جب کہ مین دیوانہ تہا اور حالانکہ اوسکا جنون معلوم تہا تو یہہ قول لغو ہوگا اسواسطے کہ حالات مذکورہ منافی ہین
ایقاع طلاق کے بخلاف قولہ انت حرٌ قبل ان اشتریک او انت حرٌ امس وقد اشتراہ الیوم فانہ یعتق کما یعتق لو اقر بعبد ثم اشتراہ
لاقرارہ بحریتہ برخلاف حکم سابق کے ہے یہہ قول کہ تو آزاد ہے قبل اسکے کہ مین تجہکو خرید کرون یا یون کہا کہ تو آزاد تہا کل اور حالانکہ اوسکو خرید کیا آج
تو وہ آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ آزادی ایقاع اور وقوع کی محتاج نہین احتمال ہے کہ اوسکو اور شخص نے آزاد کیا ہو یا کہ وہ اصلی آزاد ہو بخلاف طلاق کے
چنانچہ اسطرح بہی آزاد ہوجاویگا اگر اقرار کیا ایک شخص نے کسیکے غلام کے حق مین کہ یہہ آزاد ہے پہر اوسکو خرید کیا ان تینون صورتون مین آزادی ثابت ہوگی
بسبب اقرار کرنے قائل کے اوسکی آزادی کا انتِ طالقٌ قبل موتی بشہرین او الکز ملت قبل مضی شہرین لم تطلق لانتفاء الشرط
وان مات بعدہ طلقت مستندا لاول المدۃ لا عند الموت وفائدتہ انہ لا میراث لہا لان العدۃ قد تنقضی بشہرین بثلث حیض
تو طالق ہے میری موت سے دو مہینے پہلے یا کہ اس مدت سے زیادہ اور مرگیا زوج قبل گذرنے دو مہینے کے تو عورت مطلقہ نہوگی بسبب نپائی جانے شرط کے اور اگر
زوج مرگیا بعد دو مہینے کے تو مطلقہ ہوگی نزدیک امام کے فی الحال باستنا و اول مدت کے یعنی دو مہینے سے مطلقہ ہوگی نہ موت کے نزدیک سے اور فائدہ طلاق
مستند کا یہہ ہے کہ عورتکو میراث زوج کی نہ ملیگی اسواسطے کہ عدت کا ہی منقضی ہوجاتی ہے دو مہینے مین تین حیض ہوکر م مصنف اور شارح نے اس مقام مین
قول ضعیف کو پسند کیا ہی اتباع صاحب درر کے اور قول صحیح یہہ ہی کہ عدت وقت موت سے ہوگی اور عورت وارث ہوگی نزدیک امام کے اسواسطے کہ حق میراث مین
استنا د ظاہر نہین ہوتا کیونکہ اوسمین ابطال ہے عورت کے حق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور تحریر مین تصریح ہی کہ وجوب عدت نزدیک امام کے موت سے ہے
اور علامہ سمرقندی نے لکہا کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انتِ طالقٌ کل یوم او کل جمعۃ او رأس کل شہر ولا نیۃ لہ تقع
واحدۃ فان نواہ کل یوم او قال فی کل یوم او مع او عند او کلما مضی یوم یقع ثلث فی ایام ثلث والاصل انہ متی ترک کلمۃ الظرف
اتحد والا تعدد کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے ہر دن یا ہر جمعہ یا ہر مہینہ کے شروع پر اور زوج کے ان اقوال مین کچہہ نیت نہین تو ایکبار طلاق واقع
ہوگی اور اگر اوسنے نیت کی ہر روز ایک طلاق کی یا اوس نے یون کہا کہ تو طالق ہے ہر ایک دن مین یا یون کہا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھہ یا کہا کہ تو طالق ہے
نزدیک ہر دن کے یا یون کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ دن ہو چکے تو ان صورتون مین تین بار طلاق واقع ہوگی تین دن مین اور قاعدہ کلیہ مین طلاق یا ایک طلاق
کے واقع ہونیکا ان مثالون مین یہہ ہے کہ جب کلمہ ظرف کا متروک ہوگا کلام مین تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور جب کلمہ ظرف کا مذکور ہوگا تو تین بار طلاق
واقع ہوگی کلمہ ظرف کا ان اقوال مین لفظ فی اور مع اور عند ہے وفی الخلاصۃ انتِ طالقٌ مع کل یوم تطلیقۃ وقع ثلث للحال اور خلاصہ مین ہے
کہ اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھہ ایک طلاق کر تو واقع ہونگی تین طلاق فی الحال م روایت خلاصہ کی مخالف ہی شارح کے قول کے
اسواسطے کہ شارح نے کہا کہ مع کل یوم مین یا تین طلاق تین دن مین واقع ہون گی اور خلاصہ مین فی الحال واقع کہا اور دونو کلامون مین سوا مفعول
مطلق کے کوئی فارق ظاہر نہین ہوتا اور شیخ رحمتی محشی نے لکہا کہ خلاصہ مین یون عبارت ہی کہ انتِ طالقٌ مع کل تطلیقۃ یعنی اوسمین لفظ یوم کا نہین
تو یہہ مطلب ہوا کہ تو طالق ہے ہر طلاق کے ساتھہ تو اس صورت مین تین بار طلاق فی الحال واقع ہونگی اور شاید کہ نسخہ صاحب بحر الرائق مین تحریف
واقع ہوگئی اور مصنف کو اور شارح کو نسخہ محرفہ کی پیروی ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی قال الطولکما عمرا طالق الان لا تطلق حتی تموت احدہما فتطلق الاخری
لوجود شرطہ حینئذٍ کہا زوج نے اپنی دو زوجہ سے کہ تم دو مین بڑی عمر والیکو طلاق ہے اسوقت تو کسیکو طلاق نہوگی یہانتک کہ ایک اونمین سے
مرجاوے پہر جب ایک مرگئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی بسبب پائی جانے شرط زوج کے اوسوقت یعنی جب ایک مرگئی تو دوسری عورت کی زیادتی عمر کی
ثابت ہوئی م شیخ رحمتی نے لکہا کہ طول عمر دونون دو نو عورتون کے مرجانیکی ثابت نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جو عورت کہ اول مرگئی جائز ہی کہ چالیس عمر کی
ہو اور جو زندہ رہی شاید اوسکی عمر تیس ہی برس کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور نسخہ مطبوعہ مین بعد حینئذٍ کے لفظ مستندا کا بہی مرقوم ہی قال انتِ طالقٌ
قبل قدوم زید بشہر فقدم بعد شہر وقع الطلاق مقتصرا کہا زوج نے کہ تو طالق ہے زید کے آنے سے پہلا بقدر ایک مہینہ کے پہر زید آیا بعد مہینے

سکے تو طلاق واقع ہو گی فی الحال بطور اقتصار کے هم مصنف نے طلاق قبل موت مین استناد کو ذکر کیا اور طلاق قبل قدوم مین اقتصار کو مذکور کیا تو اسواسطے
شارح نے استناد اور اقتصار کو اگلے قول مین مصرح کیا اعلم ان طرق ثبوت الاحکام اربعة الانقلاب والاقتصار والاستناد والتبیین معلوم
کہ ثبوت احکام شرعیہ کے چار طریقے ہین ایک انقلاب دوسرا اقتصار تیسرا استناد چوتہا تبیین فالانقلاب صیرورة ما لیس بعلة علة کالتعلیق
سو انقلاب یہہ ہے کہ جو چیز علت نہین ہے واقع مین سو علت ہو جاوے چنانچہ تعلیق مثلا یون کہا کہ اگر تو گہر مین داخل ہو گی تو تجہکو طلاق ہے سو دخول دار واقع
مین طلاق کی علت نہین وقت تکلم کے لیکن بسبب تعلیق زوج کے علت ہو گیا طلاق کی یعنی بعد تعلیق کے جب دخول دار پایا جاویگا تو طلاق واقع ہو گی
اور مراد تعلیق سے معلق علیہ ہے یعنی دخول دار والاقتصار ثبوت الحکم فی الحال اور اقتصار عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال چنانچہ انشاء عقود مثل
بیع اور نکاح کے یا فسوخ مثل طلاق اور خلع کے تو بمجرد ایجاب اور قبول کے بیع اور نکاح ثابت ہو جاتا ہے والاستناد ثبوته فی الحال مستندا الی
ما قبله بشرط بقاء المحل کل المدة کلزوم الزکوة حین الحلول مستندا لوجود النصاب اور استناد عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال اپنے ما قبل
کی طرف مستند ہو کر بشرط باقی رہنے محل حکم کے تمام مدت مین جیسے لازم ہونا زکوة کا سال تمام ہونیکے وقت باعتبار وجود نصاب کے یعنی بعد سال کے زکوة
بالفعل واجب ہوتی ہے باعتبار ما قبل کے یعنی حولان حول کے بشرط باقی رہنے مال کے اول سے آخر تک گو نصاب درمیان سال کے کم ہو جاوے والتبیین ان یظهر
فی الحال تقدم الحکم کقوله ان کان زید فی الدار فانت طالق وتبین فی الغد وجوده فیها تطلق من حین القول فتعتد منه
اور تبیین یہہ ہے کہ ظاہر ہو فی الحال حکم کا مقدم ہونا یعنی اب ظاہر ہوا کہ وقت تکلم سے حکم مقدم تہا چنانچہ زوج کا یہہ قول کہ اگر زید گہر مین ہو گا تو تجہکو طلاق
ہے اور کل ظاہر ہوا وجود زید کا گہر مین یعنی دوسری دن ثابت ہوا کہ وقت تعلیق کے زید گہر مین موجود تہا تو عورت مطلقہ ہو گی وقت تکلم سے تو اوسی وقت
سے اوسکی عدت ہو گی خلاصہ یہہ ہے کہ ثبوت حکم تین حال سے خالی نہین یعنی زمانہ مستقبل مین ہے یا زمانہ حال مین یا زمانہ ماضی مین تو اگر زمانہ استقبال مین ہے
بطور تعلیق کے تو اوسکو انقلاب کہتے ہین اور اگر زمانہ حال مین ہے بلا استناد سابق اوسکو اقتصار بولتے ہین اور اگر زمانہ حال مین ہے ما قبل سے مستند
ہو کر اوسکو استناد کہتے ہین اور اگر بہ نسبت ظہور کے زمانہ ماضی مین ہے اوسکو تبیین بولتے ہین انت طالق ما لم اطلقك او متی لم اطلقك او
متی ما لم اطلقك وسکت طلقت للحال بسکوته اگر زوج نے کہا کہ تو طالق ہے ما دامیکہ مین تجہکو طلاق نہ دون یا جب تک کہ مین تجہکو طلاق نہ دون
یا تا وقتیکہ تجہکو طلاق نہ دون اور یہہ کلام کرکے زوج ساکت ہو گیا تو عورت فی الحال مطلقہ ہو گی بسبب اوسکے سکوت کے اسواسطے کہ کلمہ متی کا ظرف زمان ہے
اوسیطرح کلمہ ما کا مصدر ہے قائم مقام ظرف کے اگرچہ بمعنی شرط کے مستعمل ہے لیکن فقہا کا اتفاق ہے کہ وہ بیان معنی وقت کے ہے خلاصہ یہہ کہ ان
مثالون مین طلاق کی اضافت ہوئی اوس زمانہ کیطرف جو طلاق منکوحہ سے خالی ہے پہر جب اوسنے سکوت کیا تو وہ زمانہ پایا گیا لہذا وہ مطلقہ ہو گی کذا فی
حاشیة المدنی عن البحر وفی ان لم اطلقك لا تطلق بالسکوت بل یمتد النکاح حتی یموت احدهما قبله ای تطلیقه فتطلق قبیل الموت
لتحقق الشرط ویکون فارا اور اس قول مین کہ تو طالق ہے اگر مین تجہکو طلاق نہ دون عورت مطلقہ نہو گی بسبب سکوت زوج کے بلکہ نکاح قائم رہیگا یہانتک
کہ کوئی اون دونو مین سے قبل طلاق دینے زوج کے مرجائے پہر جب ایک کوئی مریگا تو عورت مطلقہ ہو گی قبل موت کے قریب تر بسبب پائے جانے شرط کی یعنی
عدم طلاق کے پہر اگر زوج اول مریگا تو فار ہو گا سو اگر عورت مدخولہ ہو گی تو وارث ہو گی زوج کی فار کا بیان آگے آویگا واذا وإذا ما بلا نیة مثل ان عنده
ومثل متی عندهما وقد مر حکمهما اور کلمہ اذا ما کا اور اذا کا بدون نیت کے مانند کلمہ ان کے ہے نزدیک امام کے اور مثل کلمہ متی کے ہے نزدیک
صاحبین کے اور دونو کا یعنی ان اور متی کا حکم عنقریب مذکور ہو چکا یعنی جب اذا ما اور اذا بمعنی ان کے ہو گا تو طلاق نہ واقع ہو گی تا وقتیکہ کوئی زوجین
مین سے مر جاوے اور جب بمعنی متی کے ہونگے تو فی الحال بسبب سکوت زوج کے طلاق واقع ہو گی ولو نوی الوقت او الشرط اعتبرت نیته اتفاقا
ما لم تقم قرینة الفور فعلى الفور اور اگر نیت کی زوج نے کلمہ اذا سے وقت کی یا شرط کی تو اوسکی نیت معتبر ہو گی باتفاق امام اور صاحبین کے جبتک کہ
قرینہ فی الفور کا قائم نہو اور اگر فی الفور کا قرینہ قائم ہو گا تو فی الفور طلاق واقع ہو گی نیت شرط کی معتبر نہو گی قرینہ فی الفور کا یہہ کہ عورت نے کہا کہ مجہکو

طلاق ہو سے زوج نے کہا کہ انتِ طالقٌ اِذَا لَم اُطلِّقکِ تو فی الفور طلاق واقع ہو گی (ف) قوله انتِ طالقٌ مالم اُطلِّقکِ انتِ طالقٌ معًا موصل بقوله
مالم اطلقکِ طلقت بالمنجزة لا الاخیرة فقط استحسانًا اور اس قول مین کہ انتِ طالقٌ مالم اطلقکِ انتِ طالقٌ یعنی زوج نے انت طالق کو اپنے
قول مالم اطلقک سے ملا کر کہا تو عورت مطلقہ ہو گی فقط پہلے قول منجز سے باعتبار استحسان کے یعنی اخیر قول انتِ طالق سے کہ وہ منجز ہے معلق نہین طلاق واقع
ہو گی اور اگر انتِ طالق کو مالم اطلقک سے جدا ذکر کیا وصل نکیا تو منجز اور معلق دونو واقع ہو نگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والدر عن البحر **فرع** مسئلہ مختصہ
شامیہ کا قال ان لم اُطلقکِ الیوم ثلثًا فانتِ طالقٌ فحیلتُہ ان یُطلقہا علی الفٍ ولا تقبل المرأۃ فاذا مضی الیوم لا تطلق بہ یفتی خانیہ
ای مثلا کما فی نسخۃ ۱۲
لان التطلیق المقید یدخل تحت المطلق کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر مین آج تجھکو تین طلاق نہ دون تو تجھکو طلاق ہے تو حیلہ نہ طلاق واقع ہونیکا یہ
ہے کہ اوسکو طلاق دے بعوض ہزار کے یعنی یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق دی بشرط ہزار اشرفی کے اور عورت ہزار اشرفی دینا نہ قبول کرے پھر اگر وہ دن
گذر جاویگا تو عورت مطلقہ نہو گی اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ والخلاصہ والمحیط اسواسطے کہ تعلیق مقید داخل ہے تعلیق مطلق کے تحت مین یعنی ہر چند تعلیق طلاق
مطلق پر تھی بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جو طلاق کہ زوج نے دی وہ مقید ہے یعنی بعوض مال کے ہی لیکن چونکہ مقید مطلق مین داخل ہے اسواسطے طلاق نہ واقع
ہوئی انتِ طالقٌ یومَ اتزوّجُکِ فنکحہا لیلًا حنِث بخلاف الامر بالید ای امرکِ بیدکِ یوم یقدم زیدٌ فقدِم لیلًا لم تتخیّر ولو نہارًا
بقی للغروب کہا مرد نے عورت سے کہ تو طالق ہو گی جس دن کہ مین تجھسے نکاح کرون پھر نکاح کیا اوس سے رات مین تو حانث ہو گا یعنی طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ
یوم اس قول مین بمعنی مطلق وقت کے ہی جو رات اور دن دونو کو شامل ہے بخلاف امر بالید کے یعنی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی یعنی تجھکو
طلاق کا اختیار ہے جس دن کہ زید آوے پھر زید آیا رات کو تو عورت کو اختیار طلاق کا نہو گا اور اگر دن مین زید آویگا تو عورت کو اختیار طلاق کا باقی رہیگا
اوسی دن کے غروب تک والاصلُ انّ الیومَ متی قُرِنَ بفعلٍ یَستوعِبُ المدۃَ یُرادُ بہ النہارُ کالامر بالید فانّہ یصحُّ جعلہ بیدِہا یومًا
او شہرًا ومتی قُرِنَ بفعلٍ لا یستوعبہا یُراد بہ مطلقُ الوقتِ کایقاعِ الطلاقِ فانّہ لو قال طلّقتُکِ شہرًا کان ذکرُ المدۃِ لغوًا
وتطلُقُ للحالِ اور قاعدہ کلیہ جو فارق ہو طلاق اور امر بالید مین یہ ہی کہ یوم جب مقرون ہی ایسے فعل سے کہ پورا ہے لے تمام مدت کو تو وہان یوم سے مراد
نہار ہوگا چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہے کہ اوسکو عورت کے اختیار مین دینا ایک دن یا ایک مہینہ درست ہی اور اسیطرح ہی سیر اور رکوب اور صوم کہ کل مدت یوم مین
ممتد ہوسکتا ہی اور جب کہ یوم مقرون ہو اوس فعل سے کہ کل مدت مین ممتد نہوسکے تو وہان یوم سے مراد مطلق وقت ہو گا جو شامل ہی لیل اور نہار کو چنانچہ
ایقاع طلاق اور تزوج اور کلام اور دخول اور خروج اور اعتاق سو اگر کہیگا کہ مین نے تجھکو طلاق دی مہینہ بھر تو ذکر مدت کا لغو ہو گا اور فی الحال
طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ ایقاع طلاق لائق امتداد کے نہین انا منکِ طالقٌ او بریٌ لیس بشیءٍ ولو نوی بہ الطلاق اور اگر کہا اپنی عورت سے
کہ مین تجھسے طالق ہون یا کہ مین تجھسے بری ہون تو یہہ قول کچھ نہین اگرچہ اس قول سے طلاق کی نیت کری تو بھی طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ محل طلاق
عورت ہے نہ مرد سو جب کہ اضافت طلاق کی مرد کیطرف ہوئی تو بیہودہ ہوئی تو لغو ہوئی وتبین فی البائن والحرام ای انا منکِ بائنٌ او انا علیکِ
حرامٌ ان نوی لان الابانۃ لازالۃ الوصلۃ والتحریم لازالۃ الحِلّ وہما مشترکان فتصح الاضافۃ الیہ حتی لو لم یقل منکِ او
علیکِ لم یقع اور جدا ہو جاویگی عورت لفظ بائن اور حرام مین یعنی اگر عورت سے کہا کہ مین تجھسے بائن ہون یعنی جدا ہون یا کہ مین تجھپر حرام ہون تو مطلقہ ہو گی
اگر طلاق کی نیت کرے اسواسطے کہ لفظ ابانت یعنی جدائی کا موضوع ہی واسطے زائل کرنے اتصال نکاح کے اور لفظ تحریم کا موضوع ہی واسطے زائل کرنے حلت کے
اور وہ دونو یعنی ازالہ اتصال نکاح اور ازالہ حلت مشترک ہین درمیان زوج اور زوجہ کے تو صحیح ہو گی اضافت ابانت اور تحریم کی طرف زوج کے یہان تک کہ
اگر نہ کہیگا لفظ منک اور علیک کا تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ اسمین عورت کی طرف خطاب نہین تو احتمال ہی کہ دوسری زوجہ کی جدائی اور حرمت مراد ہو بخلاف
انتِ بائنٌ او حرامٌ حیث یقع اذا نوی وان لم یقل منّی بخلاف اس قول کے کہ انتِ بائنٌ او حرامٌ یعنی تو جدا ہی یا کہ تو حرام ہی اسواسطے کہ اس کلام سے
طلاق واقع ہو گی جب کہ زوج نیت طلاق کی کرے اگرچہ لفظ منّی کا نکہی یعنی اگرچہ یون نہ کہے کہ تو جدا ہی مجھسے تو بھی طلاق واقع ہو گی شارح نے اس کلام سے

خزانة الاکمل کی عبارت کو رد کیا اوسمین یہ ہے کہ انت بائن سے جدائی نہین ہوتی تا وقتیکہ انت بائن منی نہ کہے نعم لو جعل امرھا بیدھا شرط قولھا بائن منی
ہان اگر عورت کو طلاق کا اختیار دے تو عورت کا یون کہنا مشروط ہے کہ بائن منی یعنی تو مجھسے جدا ہو یعنی وقوع طلاق مین منی کا لفظ عورت کو کہنا ضرور ہے م
بحر الرائق مین خلاصہ ان مسائل کا یون مذکور ہے کہ اگر اضافت حرمت اور بینونت کی عورت کی طرف کی یعنی یون کہا کہ تو حرام یا بائن ہے تو طلاق واقع ہوگی
زوج کی طرف اضافت کی حاجت نہین یعنی یون کہنا کہ تو حرام ہے مجہپر ضرور نہین اور اگر حرمت کی اضافت اپنی طرف کی یعنی یون کہا کہ مین حرام یا بائن ہون
تو طلاق نہ واقع ہوگی بدون اضافت عورت کے یعنی یون کہے کہ مین حرام ہون تجہپر یا تو بائن ہے مجھسے اور اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا تو حرمت اور بینونت
کی اضافت زوج اور زوجہ دونو کی طرف ضرور ہے کذا فی حاشیة المدنی ویقع بابرائک عن الزوجیة بلا نیة اور طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مین نے
تجھکو بری کیا زوجہ ہونے سے بدون نیت کے جدائی ہوگی اسواسطے کہ یہہ قول صریح ابطال نکاح مین اور صریح محتاج نیت کا نہین انت طالق ثنتین مع عتق
مولاک ایاک فاعتق سیدھا طلقت بثنتین وله الرجعة لوجود التطلیق بعد الاعتاق لانه شرط کہا زوج نے اپنی زوجہ سے جو لونڈی
ہے کسیکی کہ تو طلاق ہے دوبار ساتھہ آزاد کرنے مولی کے تجھکو یعنی تیری آزادی کے ساتھہ تجھکو دوبار طلاق ہے پہر اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کیا تو دو طلاق سے
مطلقہ ہوگی اور اوسکے زوج کو رجعت کا اختیار ہوگا بسبب وجود تطلیق کے بعد آزاد کرنیکے یعنی اول آزادی ہوئی بعد اوسکے طلاق واقع ہوئی اسواسطے کہ آزادی
شرط تھی طلاق کی اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر تو آزادی مقدم ہوئی طلاق پر یعنی عورت پہلے حرہ ہوچکی پہر طلاق واقع ہوئی اور حرہ سے رجعت کرنا
دو طلاق کے بعد درست ہے اگر کوئی کہے کہ لفظ مع مقارنت کا مقتضی ہے جب مقارنت ہوئی تو تقدیم اور تاخیر کی کہان گنجایش رہی اوسکا جواب یہہ ہے کہ لفظ
مع گاہے بمعنی تاخیر بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ ان مع العسر یسرا مین یعنی سختی کے بعد آسانی ہے اور یہہ مطلب نہین کہ سختی اور آسانی آن واحد مین متقارن ہین ونقل
ابن الکمال ان کلمة مع اذا تخللت بین جنسین مختلفین تحل محل الشرط اور نقل کیا ہے ابن کمال نے ایضاح مین طحاوی سے کہ کلمہ مع کا جب اونکے بیچ
درمیان دو جنسون مختلف کے تو قائم مقام ہوتا ہے شرط کے تو طلاق اور عتاق دو جنسین ہین مختلف انہین کلمہ مع کا داخل ہوا اسواسطے بجاے شرط ہوگیا تو گویا تقدیر
کلام یون ہوئی کہ ان اعتقک مولاک فانت طالق ثنتین یعنی اگر تیرا مولی تجھے آزاد کردے تو تجھکو دوبار طلاق ہے ولو علق بالبناء للمجهول عتقها و
طلاقها بمجیء الغد فجاء الغد لا رجعة له لتعلیقهما بشرط واحد اور اگر معلق ہو آزادی لونڈی کی اور طلاق اوسکی کل کے آنے پر یعنی اوسکے
مولی نے کہا ہو کہ جب کل کا دن آوے تو تو آزاد ہے اور اوسکے زوج نے کہا کہ جب کل آوے تو تجھکو طلاق ہے پہر آیا کل کا دن تو زوج کو رجعت کا اختیار نہوگا واسطے
معلق ہونے عتق اور طلاق کے ایک شرط پر یعنی زمانہ عتق اور طلاق کا ایک ہی ہوا کیونکہ شرط دونو کی ایک ہی تھی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان عتق طلاق پر مقدم
تہا باعتبار مرتبہ کے اور لونڈی کے حق مین دو طلاق ایسی ہے جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اوسکے زوج کو رجعت کا اختیار نہ باقی رہا وعدتها فی المسئلتین
ثلث حیض احتیاطا اور عدت اوس عورت کی دونو مسئلون مین یعنی اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین تین حیض ہین بنابر احتیاط کے ولو کان الزوج
مریضا لا ترث منه لوقوعه وهی امة فلا ترث مبسوط اور مسئلہ ثانیہ مین اگر زوج مریض ہوگا تو عورت اوسکی وارث نہوگی اسواسطے کہ طلاق اوسوقت
واقع ہوئی جبکہ وہ لونڈی تھی تو وارث نہوگی کذا فی المبسوط بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہ وارث ہوگی انت طالق هكذا مشیرا بالاصابع المنشورة
وقع بعددها کہا عورت سے کہ تو طلاق ہے اسطرح منتشر انگلیون سے اشارہ کرکے تو واقع ہوگی طلاق مشار الیہ کی شمار پر یعنی اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ایک
طلاق اور دو انگلیون سے اشارہ کیا تو دو طلاق اور اگر تین انگلیون سے اشارہ کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ ہکذا مین ہا واسطے تنبیہ کے ہے اور کاف
واسطے تشبیہ کے اور ذا واسطے اشارہ کے ہے بخلاف مثل هذا فانه ان نوی ثلثا وقعن والا فواحدة لان الکاف للتشبیه فی الذات
ومثل للتشبیه فی الصفات ولذا قال ابو حنیفة ایمانی کایمان جبریل لا مثل ایمان جبریل بخلاف اسکے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طلاق
ہے مثل اسکی اور تین انگلیون سے اشارہ کیا تو اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر نیت تعدد کی نکی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے
کہ مسئلہ سابقہ مین کاف ہکذا کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الذات کے تو گویا اوس نے یون کہا کہ تجھکو ایسی طلاق ہے جسکی ذات ان انگلیونکی ذات کی مانند ہے

تو بس صورتمین انگلیون کا عدد معتبر ہوگا اور اس مسئلہ مین یعنی مثل ہذا مین کلمہ مثل کا موضوع ہی واسطے تشبیہ فی الصفات کے تو اوس نے گویا یون کہا کہ تجھکو طلاق ثابت ہے مانند ثبوت ان انگلیون کے اور طلاق ثابت سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اور جب کہ کاف او مثل مین تفرقہ ثابت ہوا تو بنا براسی تفرقہ کے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اِیْمَانِیْ کَاِیْمَانِ جِبْرَئِیْلَ لَا مِثْلَ اِیْمَانِ جِبْرَئِیْلَ یعنی میرا ایمان اور جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ذات مین یکسان ہے نہ مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہی صفات مین کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ ایمان عبارت ہے تصدیق جازم سے اور ایمان امام کے نزدیک زیادہ اور کم نہین ہوتا تو ایمان امام کا اور ایمان ملائکہ کا اور ایمان ہر مومن کا ذات مین متحد ہوا اور یون امام نے نہین کہا کہ میرا ایمان مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہی اسواسطے کہ صفات مختلف مین کیونکہ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین مین بڑا فرق ہے جو ترقی انوار اور ثمرات تقرب وغیرہ ملائکہ کو حاصل ہی وہ اور مومنین کو کہان کذا فی حاشیۃ المدنی وَتُعْتَبَرُ الْمَنْشُوْرَۃُ لَا الْمَضْمُوْمَۃُ اِلَّا دِیَانَۃً کَکَفٍّ اور شارہ کرنیمین معتبر منتشر انگلیان مین بنا بر عرف کے نہ مضموم اور متصل مگر باعتبار دیانت کے یعنی اگر دو مضموم انگلیون سے اشارہ کر کے نیت کریگا تو اوسکی دیانت مین تصدیق ہوگی نہ قضا مین مانند حکم کف کے یعنی اگر نیت کریگا ہتھیلی سے اشارہ کرنے بدون انگلیون کے تو فقط دیانت مین اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضا مین بنا بر عدم عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والمعتمد فی الاشارۃ فی الکف نشر کل الاصابع اور معتمد کف کے اشارہ مین کہولنا انگلیون کا ہی یعنی اشارہ کف مین باعتبار دیانت کے تصدیق نہوگی جب تک سب انگلیون کو علیحدہ علیحدہ نکہولیگا اور جب کہ بعض کو کہولیگا اور بعض کو متصل رکہیگا تو معتبر منتشر انگلیان ہونگی اسواسطے کہ نشر کرنا انگلیون کا قرینہ ہی عدد کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وَنَقَلَ الْقُهُسْتَانِیُّ اَنَّهٗ یُصَدَّقُ قَضَاءً بِنِیَّةِ الْاِشَارَةِ بِالْکَفِّ وَهِیَ وَاحِدَۃٌ اور قہستانی نے نقل کیا ہی کہ قضا مین اوسکی تصدیق ہوگی اشارہ کف کی نیت سے یعنی جب اصابع منشور ہون اور کف سے اشارہ کر کے نیت کرے تو قائل کی تصدیق ہوگی قضا مین اور اسطرح اشارہ کف سے ایکبار طلاق ہوگی وَلَوْ لَمْ یَقُلْ هٰکَذَا یَقَعُ وَاحِدَۃٌ لِفَقْدِ التَّشْبِیْهِ اور اگر کہا کہ تو طالق ہے اور اشارہ انگلیون سے کیا اور نکہا بکذا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بسبب فقدان تشبیہ کے وَلَوْ قَالَ اَنْتِ هٰکَذَا مُشِیْرًا وَلَمْ یَقُلْ طَالِقٌ لَمْ اَرَهٗ اور اگر عورت سے کہا کہ تو ایسی ہی انگلیون سے اشارہ کر کے اور یون نہ کہا کہ تو طالق ہے شارح کہتا ہی کہ مین نے اس مسئلہ کا حکم کسی کتاب مین نہین دیکہا ہے حلبی نے کہا کہ اس صورتمین طلاق نہ واقع ہونا ظاہر ہے اسواسطے کہ یہہ لفظ نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین اور اشارہ بیان ہوتا ہی ملفوظ کا سو یہان موجود نہین اور خیرالدین رملی نے بھی لکہا کہ ایسا قول لغو ہی اگرچہ قائل نیت طلاق کی کرے اسواسطے کہ لفظ مشعر طلاق کا نہین اور نیت کو بدون لفظ کے طلاق مین تاثیر نہین اور حموی نے بھی عدم وقوع طلاق کی بعض علما کے قول سے تصریح کی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وَلَوْ اَشَارَ بِظُهُوْرِهَا فَالْمَضْمُوْمَۃُ لِلْعُرْفِ اور اگر اشارہ کیا انگلیون کی پیٹھ سے یعنی پیٹھ انگلیون کی مخاطب کی طرف کی اور پیٹ اونکا مشیر کی طرف تو معتبر بند انگلیان ہونگی بسبب عرف محاسبین کے یا رواج بین الناس کے وَلَوْ کَانَ رُءُوْسُهَا نَحْوَ الْمُخَاطَبِ فَاِنْ نَشَرَ عَنْ ضَمٍّ فَالْعِبْرَۃُ لِلنَّشْرِ وَاِنْ ضَمَّهَا عَنْ نَشْرٍ فَالضَّمُّ ابن کمال اور اگر ہون سر انگلیون کی مخاطب کیطرف سو اگر افتراق کیا انگلیون کا بعد اتصال کے تو اعتبار ہی افتراق کا اور اگر اتصال کیا انگلیون کا بعد افتراق کے تو اعتبار ہی اتصال کا چنانچہ ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہے جب کہ فراغت ہوئی بیان طلاق رجعی سے تو اوسکے بعد طلاق بائن کا بیان شروع ہوا وَیَقَعُ بِقَوْلِهٖ اَنْتِ طَالِقٌ بَائِنٌ اَوِ الْبَتَّۃَ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ یَقَعُ رَجْعِیًّا لَوْ مَوْطُوْءَۃً اور واقع ہوتی ہی طلاق بائن زوج کے اس قول سے کہ تو طالق بائن ہی یا یون کہا کہ تو طالق ہے البتہ کلمہ بتہ کا مصدر ہے بمعنی قطع اور جزم کے اور منصوب ہے بنا بر مصدریت کے تو ترجمہ لفظی یون ہوگا کہ تو طالق ہی قطعا اور یقینا اور امام شافعی نے کہا کہ لفظ بائن اور البتہ سے اور اسیطرح اور الفاظ آیندہ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہی اگر عورت مدخولہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اَوْ اَفْحَشَ الطَّلَاقِ اَوْ طَلَاقَ الشَّیْطَانِ اَوِ الْبِدْعَۃِ اَوْ اَشَرَّ الطَّلَاقِ اَوْ کَالْجَبَلِ اَوْ کَاَلْفٍ اَوْ مِلْأَ الْبَیْتِ یا یون کہا کہ تو طالق ہی افحش طلاق کر یا تجھکو طلاق شیطان ہی یا طلاق بدعت ہی یا تجھکو بدتر طلاق ہی یا تجھکو مانند پہاڑ کے طلاق ہے یا تو طالق ہی مانند ہزار کے یا تجھکو گہر بہر کی طلاق ہی اَوْ تَطْلِیْقَۃً شَدِیْدَۃً اَوْ عَرِیْضَۃً اَوْ طَوِیْلَۃً یا یون کہا کہ تجھکو سخت طلاق ہی یا چوڑی طلاق ہے یا لمبی طلاق ہے اَوْ اَسْوَءَهٗ اَوْ اَشَدَّهٗ اَوْ اَخْبَثَهٗ اَوْ اَخْشَنَهٗ اَوْ اَکْبَرَهٗ اَوْ اَعْرَضَهٗ اَوْ اَطْوَلَهٗ اَوْ اَغْلَظَهٗ اَوْ اَعْظَمَهٗ وَاحِدَۃً بَائِنَۃً فِی

الكل لانه وصف الطلاق بما يحتمله ان لم ينو ثلثا فى الحرة وثنتين فى الامة فيصح لما مر یون کہا کہ تجھکو اسو رطلاق ہے یعنی بری طلاق ہے
یا اشد طلاق ہے یا اخبث طلاق ہے یا اخشن طلاق ہے اخشن بمعنی اشد ہے یا اکبر طلاق ہے یا اعرض طلاق ہے یا اطول طلاق ہے یا اغلظ طلاق ہے یا اعظم طلاق
ہے تو ایک ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہے ان سب الفاظ مذکورہ مین اسواسطے کہ قائل نے طلاق کو موصوف کیا ایسی صفت کے جسکو طلاق محتمل ہے یعنی صفت
بینونت کی ان سب الفاظ مین مندرج ہے مثلا طلاق بدعت اسواسطے طلاق بائن ٹھہری کہ طلاق رجعی سنی ہے تو بدعی بائن ہوگی بسبب تقابل اور ضدیت کی اور
طلاق شدید اسواسطے بائن ہوئی کہ طلاق رجعی شدید نہین چنانچہ تفصیل اسکی مطولات مین مصرح ہے ایک طلاق بائن ان الفاظ مین اسوقت ہے کہ اگر قائل نے
نیت تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نکی ہو اور اگر قائل نے تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نیت کی تو صحیح ہوگی
اسواسطے کہ باب اول مین مذکور ہو چکا کہ مصدر محتمل ہے فرد اعتباری کو تو تین طلاق کی نیت حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین صحیح ہوگی م صیغہ
افعل کا ان الفاظ مین بمعنی تفضیل کے نہین بلکہ اصل وصف مراد ہے یعنی افحش بمعنی فاحش اور اشد بمعنی شدید کے ہے نہ بمعنی شدید تر اور فاحش تر کذا
فی حاشیۃ المدنی کما لو نوى بطالق واحدة وبنحو بائن اخرى فيقع ثنتان بائنتان چنانچہ اس قول مین کہ انت طالق بائن صحیح ہے اگر نیت کرے لفظ
طالق سے ایک طلاق کی اور بائن اور اوسکی مانند سے دوسری طلاق کی تو دو طلاق بائن واقع ہونگی بائن کی مانند لفظ بتہ اور جمیع کنایات جو متصل طالق کے
واقع ہون کذا فی حاشیۃ المدنی ولو عطف فقال وبائن او ثم بائن ولم ينو شيئا فرجعية ولو بالفاء فبائنة ذخيرة اور اگر عطف کیا سو یون
کہا کہ انت طالق وبائن یا یون کہا کہ انت طالق ثم بائن اور لفظ بائن سے کچھہ نیت نکی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر بحرف فا عطف کیا یعنی یون کہا
کہ انت طالق فبائن اور کچھہ نیت نکی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی کذا فی الذخیرة كما يقع البائن لو قال انت طالق طلقة تملكين بها نفسك
لانها لا تملك نفسها الا بالبائن چنانچہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر یون کہے کہ تو مطلقہ ہے ایسی طلاق کر کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اوس طلاق کے
اپنی ذات کی اس قول سے طلاق بائن اسواسطے ثابت ہوئی کہ عورت اپنی ذات کی مالک نہین ہوتی مگر طلاق بائن سے اسواسطے کہ طلاق رجعی مین زوجیت طرفین
سے ثابت ہے یہانتک کہ اوسکی باری واجب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال انت طالق على ان لا رجعة لى عليك له الرجعة وقيل لا جوهرة
وصحح فى الملتقى الثانى اور اگر کہا کہ تو طالق ہے اس شرط پر کہ مجھکو رجعت نہین تجھپر تو اوسکو رجعت کرنا جائز ہے یعنی شرط عدم رجعت کی لغو ہے اور بعضون نے کہا کہ
اس قول سے زوج مالک رجعت کا نہین اسواسطے کہ طلاق بائن پڑ گئی اور اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین واقع ہونگی کذا فی الجوہرہ اور ترجیح دی ہے
بحر الرائق مین قول ثانی کو اسطرح کہ ظاہر ہدایہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قول ثانی قوی ہے کیونکہ ہدایہ مین کہا ہے کہ جب طلاق کو کسیطرح کی شدت اور زیادت کر موصوف
کیا تو طلاق بائن ہوتی ہے اور عنایہ اور فتح القدیر مین مصرح ہے کہ شرط عدم رجعت سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے تو مذہب صحیح قول ثانی ہی ٹھہرا کذا فی حاشیۃ الکنز
وخطأ من افتى بالرجعى فى التعاليق وقول الموثقين تكون طالقا طلقة تملك بها نفسها الخ اور بحر الرائق مین خطا کار کہا ہے اونکو
جنہون نے فتوی طلاق رجعی کا دیا تعلیقات مین اور اس قول موثقین مین جو وثیقہ نکاح مین بعد ذکر عقد اور شروط کے لکھتے ہین کہ جب اس عورت پر دوسرا
نکاح کریگا یا اوسکو شہر سے باہر لیجاویگا تو یہہ عورت طالق ہوگی ایسی طلاق کر کہ مالک ہو جاویگی بسبب اوس طلاق کے اپنی جان کی الی آخر عبارة البحر
موثقین تشدید ثا مثلثہ کسرہ وہ لوگ ہین جو عادل ہین دار القضا کے موثقین اسواسطے اونکو کہتے ہین کہ وہ شاہدون کی توثیق کرتے ہین یا یہہ وجہ ہے کہ
اونکی لکھے شرعی کاغذ لوگون نہین غتبر ہوتے ہین کذا فی الطحطاوی خلاصہ بحر الرائق کا یہہ ہے کہ تعلیق مذکور موثقین کی طلاق بائن ہے رجعی نہین لكن فى
البزازية وغيرها لو قال للمدخولة ان طلقتك واحدة فهى بائنة او ثلث ثم طلقها يقع رجعيا لان الوصف لا يسبق الموصوف
لیکن بزازیہ وغیرہ مین یون ہے کہ اگر کہا زوجہ مدخولہ سے کہ اگر مین تجھکو ایک طلاق دون تو وہ ایک طلاق بائن ہے یا تہیم بار طلاق ہے پہر زوج نے اوسکو
طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنی اگر ہم اس قول کو طلاق بائن یا رجعی کہین تو لازم آوے سبقت صفت
کی موصوف پر اسواسطے کہ اصل طلاق تو معلق ہے ہنوز واقع نہین ہوئی پہر قبل وقوع اوسکو بائن قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا شارح نے اس قول سے استدلال

کیا تعلیلہ متا بحر پر وجہ استدراک کی یہہ ہے کہ جب لغو ہوا یہہ قول کہ فہی بائن او ثلث باوجود صراحت بینونت کے او ثابت ہوا کہ تعلیق ساتھہ بائن کے بھی رجعی ہے
تو یہہ قول کہ انت طالق علی ان لا رجعۃ لے علیک اگر رجعی ہو تو کیا بعید ہے بلکہ اسکا رجعی ہونا بطریق اولی ہے اسواسطے کہ اسمین صراحت بینونت کی نہین لیکن
تصریح صاحب ہدایہ کی اس استدراک کے مخالف ہے کہ جب طلاق موصوف شدت اور زیادت کر ہوئی تو طلاق بائن واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
ولذا لو قال ان دخلت الدار فکذا ثم قبل دخولہا الدار قال جعلتہ بائنا او ثلثا لا یصح لعدم وقوع الطلاق علیہا انتھی اور
اسیطرح اگر کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے پہر قبل داخل ہونے عورت کے گھر مین زوج نے کہا کہ مین نے اوس طلاق کو بائن یا تین طلاق قرار دی
تو یہہ صحیح نہوگا بسبب نہ واقع ہونے طلاق کے عورت پر یعنی ہنوز طلاق معلق واقع نہین ہہر اوسکو بائن وغیرہ قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا انتہے قول البزازیۃ
طحطاوی نے کہا کہ تقدم صفت کا موصوف پر اس مسئلہ مین البتہ ثابت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کے ومفادہ وقوع الطلاق الرجعی فی متی تزوجتک
علیک فانت طالق طلقۃ تملکین بہا نفسک اذ غایتہ مساواتہ لانت بائن و الوصف لا یسبق الموصوف کذا حررہ المصنف
ھنا و فی الکنایات تعلیل بزازی سے ثابت ہوتا ہے وقوع طلاق رجعی اس قول مین کہ جب مین تیری او پر دوسرا نکاح کرون تو تو طالق ہے ایسی طلاق کی
کہ مالک ہوجاوے تو بسبب اوسکے اپنی ذات کی اسواسطے کہ نہایت مضمون اس قول کا یہہ ہے کہ یہہ برابر ہے انت بائن کے اور حالانکہ انت بائن سے بھی طلاق
رجعی واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ صفت سبقت نہین کرتی موصوف پر اسیطرح منقح کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین یہان اور کنایات طلاق مین بخلاف انت طالق
اکثرہ ای الطلاق بالتاء المثناۃ من فوق فانہ یقع بہ الثلث ولا یدین فی ارادۃ الواحدۃ بخلاف الفاظ بائنہ سابقہ کے یہہ قول
کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کے لفظ اکثر کا تا مثناۃ فوقانیہ سے ہے اس قول مین سو تین طلاق اس قول سے واقع ہونگی اور قائل کی تصدیق دیانت مین نہوگی
ایک طلاق کی نیت مین ھم عوام عرب بالفعل بجای اکثر بثاء مثلثہ کے اکثر بتاء مثناۃ فوقانیہ بولتے ہین تحریف کر کے مصنف نے تصریح کر دی کہ محرف اور
غیر محرف مین طلاق واقع ہونے مین یکسان ہے اسواسطے کہ طلاق کا مدار عرف پر ہے اور سابق مین تصریح ہو چکی ہے کہ الفاظ محرفہ سے بھی طلاق واقع ہوتی
ہے کما لو قال اکثر الطلاق او انت طالق مرارا او الوفا او لا قلیل ولا کثیر فثلث علی المختار کما فی الجوہرۃ چنانچہ ارادہ ایک طلاق
کی دیانت مین تصدیق نہوگی اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کے اکثر یہان بثاء مثلثہ ہے یا یون کہے کہ تو طالق ہے چند بار یا ہزارون بار یا یون کہے
کہ تو طالق ہے نہ قلیل نہ کثیر تو ان اقوال مین تین بار طلاق واقع ہوگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ ھم لفظ مرار مین تین بار طلاق ہوگی اسواسطے کہ
جمع ہے اور اقل جمع تین ہین اور لفظ الوف مین بھی تین بار طلاق ہوگی اور زیادتی لغو ہوگی اسواسطے کہ منتہای طلاق تین ہین آور لا قلیل مین اور لا کثیر
مین تین طلاق اسواسطے ہونگی کہ جب قائل نے کہا کہ لا قلیل تو معلوم ہوا کہ طلاق کثیر کا ارادہ کیا اور کثیر تین ہین بعد اوسکے کہا اوس نے کہ لا کثیر تو اسمین
کلام سابق کی نفی ہوئی تو مقبول نہوگی اور بعضون نے کہا کہ لا قلیل اور لا کثیر مین دو بار طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لا قلیل سے ایک طلاق کی نفی ہوگی
اسواسطے کہ اقل طلاق ایک ہے اور لا کثیر سے تین طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے کہ اکثر طلاق تین ہین تو دو طلاق ثابت ہوئین اور طحطاوی نے اسی قول کو پسند
کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اقل الطلاق فواحدۃ اور اگر کہا کہ تجھکو کمتر طلاق ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اقل طلاق ایک ہے
اور ظاہر اس کلام کا یہہ ہے کہ طلاق رجعی ہو اسواسطے کہ رجعی اقل ہے بائن سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال عامۃ الطلاق او اجلہ او لونین منہ
او اکثر الثلث او کبیر الطلاق فثنتان اور اگر کہا کہ تو مطلقہ ہے عامہ طلاق کے یا تجھکو اجل طلاق ہے یا تجھکو دو رنگ کی طلاق ہے یعنی دو قسم کی
یا تجھکو طلاق ہے اکثر الثلث یا تجھکو کبیر الطلاق ہے تو ان اقوال مین دو بار طلاق واقع ہوگی ھم عامہ طلاق مین دو بار طلاق اسواسطے ہوئی کہ عامہ معنی
غالب کے کثیر الاستعمال ہے اور غالب طلاق دو ہین اور اجل طلاق مین محشیون نے کہا کہ لفظ اجل یہان تحریف کاتبین سے ہے اسواسطے کہ بحر الرائق
مین جل الطلاق ہے بضم جیم وتشدید لام اور جل بمعنی معظم ہے اور اکثر ثلث مین دو اسواسطے مراد ہین کہ کلمہ اکثر کا مضاف ہے افراد کیطرف اور اکثر افراد
کے دو ہین کما مر فی عامۃ الطلاق بخلاف اکثر الطلاق کے کہ وہان تین مراد ہین اسواسطے کہ اکثر مضاف ہے طرف جنس کے اور کبیر الطلاق مین دو اسواسطے

ہوئی کہ طلاق واحد صغیر الطلاق ہے اور تین طلاق اکبر الطلاق ہیں تو دو طلاق کبیر الطلاق ہوئیں کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لا کثیر ولا قلیل علی الاشبہ مضمرات اور اسطرح دو طلاق واقع ہیں اس قول سے کہ تو طالق ہے نہ کثیرہ قلیل بنا بر قول اشبہ کے کذا فی المضمرات اسواسطے کہ جب نفی کثیر کی کی تو قلیل ثابت ہوا پھر جب قلیل کی نفی کی تو متوسط بین القلیل والکثیر مراد ہوگا اور متوسط دو ہیں بخلاف الاقلیل ولا کثیر کے چنانچہ عنقریب گذرا و فی القنیۃ طلقتک اخر الثلث تطلیقات فثلث وطالق اخر ثلث تطلیقات فواحدۃ والفرق دقیق حسن اور قنیہ میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ طلقتک آخر الثلث تطلیقات تو تین طلاق ہونگی اور اگر یون کہا کہ انت طالق آخر ثلث تطلیقات یعنی تو طالق ہے تین طلاق کی پچھلی طلاق کر تو ایک طلاق واقع ہوگی اور فرق دونوں صورتوں میں خوب باریک ہے ہم پہلی صورت میں یعنی اخر الثلث میں لفظ آخر مضاف ہے معرف باللام کی طرف اور الف لام ہے اوسپر عہد کا تو ثلث کا معہود ہونا بدون وقوع کے متصور نہیں تو تین طلاق ہونگی بخلاف صورت ثانی یعنی آخر ثلث کے کہ اوسمیں آخر مضاف ہے نکرہ کیطرف اوسمیں کوئی علامت عہدی نہیں اور قائل نے پچھلی تین واقع کین ہیں اور پچھلی صادق نہیں مگر ایک پر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے یقع بانت طالق کل التطلیقۃ واحدۃ وکل تطلیقۃ ثلث اس قول سے کہ انت طالق کل التطلیقۃ ایک طلاق واقع ہوگی اور اس قول سے کہ انت طالق کل تطلیقۃ تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ کل کا جب مضاف ہو معرفہ کیطرف تو عموم اجزا کا مقتضی ہوتا ہے اور جب مضاف ہو نکرہ کیطرف عموم افراد کا فائدہ دیتا ہے اسیواسطے کل الرمان ماکول غلط ہے اسواسطے کہ کل اجزا انار کے ماکول نہیں اور کل رمان صحیح ہے اسواسطے کہ جمیع افراد انار کے ماکول ہیں تو کل التطلیقۃ میں جمیع اجزا ایک طلاق کے مراد ہوئی اور کل تطلیقۃ میں جمیع افراد طلاق کے ثابت ہوئے اور افراد طلاق کے تین سے زیادہ نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وعدد التراب واحد اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے بعدد خاک کے ایک طلاق واقع ہوگی تراب سے مراد وہ چیز ہے جو قلیل اور کثیر دونو پر صادق آوے چنانچہ خاک اور پانی اور شہد کہ ایک قطرہ کو بھی پانی بولتے ہیں اور تمام دریا کو بھی پانی بولتے ہیں اسکو اسم جنس افرادی کہتے ہیں تو جب کہ طلاق مضاف ہوگی عدد جنس افرادی کیطرف تو ادنی جنس مراد ہوگی تو ایک طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ تشبیہ مقتضی ہے کچھ زیادتی کی یعنی بینونت کی کذا فی حاشیۃ المدنی وعدد الرمل ثلث اور واقع ہوتی ہیں تین طلاق یون کہنے سے کہ تجھکو طلاق ہے بقدر عدد رمل یعنی ریگ کے مراد رمل سے وہ چیز جو قلیل اور کثیر پر نہ صادق آوے اور جسکا واحد ممتاز ہوتا ہو مدت چنانچہ تمر اور عنب اور انجیر اور ایک تمر کو تمرۃ بولتے ہیں اور دو تمر کو تمرتین اور تین تمر یا زیادہ کو تمر بولتے ہیں اسکو اسم جنس جمعی کہتے ہیں وعدد شعر ابلیس او عدد شعر بطن کفی واحدۃ اور یون کہنے سے کہ تجھکو طلاق ہے بعدد شیطان کے بالون کے یا میری ہتھیلی کی پیٹھ کے بالون کی شمار کی برابر تو دونو صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی شعر ابلیس سے مراد وہ چیز جسکی نفی اور اثبات کچھ نہ معلوم ہو اسواسطے کہ ابلیس کے بال معلوم نہیں اور اوسپر اطلاع ممکن نہیں تو یہہ شرط لغو ہوگی تو فقط یہی باقی رہا کہ انت طالق تو ایک واقع ہوگی اور اسیطرح باطن کف میں بھی بال نہیں تو یہہ شرط بھی لغو ہوگی وعدد شعر ظہر کفی او ساقی او ما فلق او فرجک او عدد ما فی ہذا الحوض من السمک وقع بعددہ ان وجد والا لا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے بشمار ہتھیلی کے پیٹھ کے بالون کے یا بشمار میری پنڈلی کے بالون کے یا میری پنڈلی کے بالون کے یا بشمار تیری شرمگاہ کے بالون کے یا بشمار اس حوض کی مچھلیون کے تو طلاق واقع ہوگی بشمار بالون یا مچھلیون کے اگر بال اور مچھلیان پائی جاوین اور اگر وہان کوئی بال اور مچھلی نہ پائی جاویگی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق معلق تھی شرط پر سو شرط نہ پائی گئی لست لک بزوج او لست لی بامراۃ او قالت لہ لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواہ خلافا لہما یون کہنا کہ میں تیرا شوہر نہیں یا تو میری زوجہ نہیں یا زوجہ نے زوج سے کہا کہ تو میرا زوج نہیں سو زوج نے کہا کہ تو سچی ہے تو یہہ قول طلاق ہے اگر مرد اس قول سے طلاق کی نیت کریگا برخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک باوجود نیت کے بھی یہہ قول طلاق نہیں ولو اکدہ بالقسم او سئل لک امراۃ فقال لا لا تطلق اتفاقا وان نوی لان الیمین والسؤال قرینتا ارادۃ النفی فیہما اور اگر قول سابق کو قسم سے موکد کیا یعنی یون کہا کہ واللہ تو میری زوجہ نہیں یا زوج سے کسی نے پوچھا کہ کیا تیری جورو ہے سو اوس نے کہا کہ نہیں تو عورت طالقہ نہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی بھی کی ہو اسواسطے کہ قسم کہانا پہلی صورت میں اور سوال کرنا دوسری صورت

یمین و قرینہ مین ارادہ کرنے نفی طلاق کے دونو مسئلون مین یعنی پہلی صورت جملہ خبریہ ہے محتمل ہے صدق اور کذب کو اور قسم موضوع ہو واسطے تقویت ایک جانب کے
تو قسم سے خبریت قوی ہوگئی اور طلاق واقع نہین ہوتی مگر جملہ انشائیہ سے اور سوال کا جواب بھی جملہ خبریہ ہوتا ہے وفی الخلاصۃ قیل لہ الست طلقتہا
تطلق ببلی لا بنعم اور خلاصہ مین ہے کہ پوچھا گیا ایک مرد سے کہ الست طلقتہا یعنی تونے اپنی عورت کو طلاق کیا نہین دی تو طلاق واقع ہوگی لفظ بلی سے نعم
سے یعنی اگر اوس نے جواب مین ہان کہا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نعم کہا تو نہوگی اسواسطے کہ کلمہ بلی کا موضوع ہی واسطے منفی کے اثبات کے تو مثال مذکور کا یہہ
مطلب ہوا کہ مین نے طلاق دی اور کلمہ نعم کا موضوع ہو واسطے اثبات ماقبل کے منفی ہو یا مثبت استفہام ہو یا خبر تو مثال مذکور کا یہہ مطلب کہ طلاق نہین دی
وفی الفتح ینبغی عدم الفرق للعرف اور فتح القدیر مین ہے کہ بلی اور نعم مین فرق کرنا نچاہئیے بسبب عرف اہل زمانہ کے یعنی ہرچند اصل لغت عرب مین بلی
اور نعم مین فرق ثابت ہی لیکن طلاق مین دونین فرق کرنا لائق نہین اسواسطے کہ عرف مین دونو برابر ہین تو دونو لفظون سے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ
مدار طلاق کا عرف پر ہے نہ اصل لغت پر وفی البزازیۃ قالت لہ انا امرأتک فقال انت طالق کان اقرارا بالنکاح وتطلق لاقتضاء الطلاق
النکاح وضعا اور بزازیہ مین ہے کہ کہا عورت نے مرد سے کہ مین تیری جورو ہون سو مرد نے کہا کہ تو طالق ہی تو یہہ مرد کا کلام اقرار ہی نکاح کا اور عورت پر طلاق واقع ہوگی اس کلام سے
نکاح اسواسطے ثابت ہوا کہ طلاق مقتضی ہے نکاح کا باعتبار شرع اور لغت کے علم انہ حلف ولم یدر بطلاق او بغیرہ لغا کما لو شک اطلق ام لا مرد کو معلوم
کہ قسم کہائی ہی اور یہہ یاد نہین کہ طلاق کی قسم کہائی یا غیر طلاق کی تو ایسی قسم لغو ہی یعنی طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اگر مرد کو شک پڑے کہ طلاق دی ہی یا نہین تو طلاق نہ واقع ہوگی
اسواسطے کہ نکاح بالیقین ثابت ہی اور قاطع نکاح کا مشکوک ہی حالانکہ شک سے یقین نہین ٹلتا ولو شک اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل اور
اگر شک پڑی کہ آیا ایک طلاق دی ہی یا زیادہ تو کمتر کو قائم رکھی یعنی اگر ایک اور دو مین شک ہو تو ایک کو قائم رکھی اور اگر دو مین اور تین مین شک ہی تو دو
کو قائم رکھی وفی الجوہرۃ طلق المنکوحۃ فاسدا ثلثا لہ تزوجہا بلا محلل ولم یحک خلافا اور جوہرہ مین ہی کہ ایک مرد نے اوس عورت کو طلاق
دی جس سے نکاح فاسد کیا تہا تو جائز ہی اوس مرد کو کہ اوسی عورت سے بدون محلل کے نکاح کرلے اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا نہین نقل
کیا اور نکاح فاسد یہہ کہ مثلا عورت سے اوسکی بہن کی عدت کے اندر نکاح کرے یا نکاح بدون گواہون کے کرے طلاق نکاح فاسد مین محلل کی اسواسطے حاجت
نہوئی کہ طلاق لاحق نہین ہوتی مگر نکاح صحیح مین یا عدت مین یا فسخ ارتداد کی مین یا انکار اسلام مین تو نکاح فاسد انمین داخل نہین

باب طلاق غیر المدخول بہا

اس باب مین مسائل ہین عورت غیر مدخولہ کی طلاق کے قال لزوجتہ غیر المدخول بہا انت طالق یا زانیۃ ثلثا
فلا حد ولا لعان لوقوع الثلث علیہا وہی زوجتہ ثم بانت بعدہ کہا زوج نے اپنی زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہی ای زانیہ تین بار تو زوج پر
نہ حد ہی قذف کی اور نہ لعان واسطے پڑجانے تین طلاق کے حالت زوجیت مین پہر وہ عورت بائن ہوگئی بعد تین طلاق کے یعنی حد قذف اسواسطے ساقط
ہوئی کہ زوجہ کا قذف موجب حد کا نہین اور جب کہ مرد نے اوسکو زانیہ کہا تہا تو وہ اوسکی زوجہ تھی پہر جب اوس نے تین طلاق کہی تو بائن ہوگئی زوجیت
قطع ہوگئی اور لعان نہین ہوتا مگر زوجہ سے وکذا انت طالق ثلثا یا زانیۃ ان شاء اللہ تعلق الاستثناء بالوصف بزازیہ اور چنانچہ
واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور عدد کے مثال سابق مین فاصل نہین اسیطرح واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور استثنا کے اس مثال مین فاصل
نہین کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے تین بار ای زانیہ اگر خدا نے چاہا تو استثنا متعلق ہوا یعنی مشیت خدا وصف سے یعنی طلاق سے کذا
فی البزازیۃ تو طلاق اس صورت مین نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ فاصل کا کچہہ اعتبار نہین اور اس صورت مین یا زانیہ کہنا موجب ہی لعان کا بسبب بقاء زوجیت
کے تو تشبیہ اس مثال کی مثال سابق سے محض بنا بر عدم فصل کے ہی نہ باعتبار نفی حد اور لعان کے وقعن لما تقرر انہ متی ذکر العدد کان الوقوع بہ
یعنی اگر غیر مدخولہ سی کہا کہ انت طالق ثلثا تو اوسپر تین طلاق واقع ہون گی اسواسطے کہ یہہ قاعدہ ثابت ہوچکا ہی کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہوگا تو وقوع
ہونا طلاق کا بقدر عدد کے ہوگا اور امام محمد نے تصریح کی ہی کہ غیر مدخولہ پر تین طلاق واقع ہونا ہمکو حدیث مرفوع اور آثار علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس
رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوچکا ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی یہہ رد ہی حسن بصری اور عطا کی مذہب کا کہ اونکے نزدیک غیر مدخولہ پر تین طلاق نہین واقع ہوتی

لفظ انت طالق ثلث سے طلاق بائن ہو گئی لفظ ثلثا کا بسبب باقی رہنے محل کے لغو ہو گیا اوسکی زوج کو جائز ہے کہ اوس عورت سے بدون محلل کے نکاح کرلے اور یہ آیہ
شریفہ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ عورت مدخولہ کے حق مین نازل ہوئی ہے غیر مدخولہ مین زوج ثانی سے نکاح کرلینا شرط
نہین اوسکا جواب شارح نے آیندہ قول سے دیا وَمَا قِيلَ أَنَّهُ لَا يَقَعُ لِنُزُولِ الْآيَةِ فِي الْمَوْطُوءَةِ بَاطِلٌ مَحْضٌ مَنْشَاءُهُ الْغَفْلَةُ عَمَّا تَقَرَّرَ أَنَّ الْعِبْرَةَ
لِعُمُومِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوصِ السَّبَبِ اور یہ جو بعضون نے کہا ہے کہ انت طالق ثلثا سے تین طلاق نہین واقع ہوتی اور غیر مدخولہ مین محلل شرط نہین بسبب نازل
ہونے آیت کے حق مدخولہ مین سو محض قول باطل ہے قابل تاویل کے نہین منشا اس قول باطل کا غفلت ہے اوس قاعدہ سے جو مقرر ہو چکا ہے کہ استدلال آیت اور حدیث
مین بہت بار ہے عموم لفظ نص کا نہ خصوص سبب کا یعنی ہرچند آیت موصوفہ مدخولہ کے حق مین نازل ہوئی لیکن لفظ آیت کا عام ہے مدخولہ اور غیر مدخولہ دونو کو
شامل ہے وَحَمَلَهُ فِي غُرَرِ الْأَذْكَارِ عَلَى كَوْنِهَا مُتَفَرِّقَةً فَلَا يَقَعُ إِلَّا الْأُولَى فَقَطْ اور محمول کیا ہے حسن بصری کے قول کو غرر الاذکار مین متفرق تین طلاق
ہونے پر یعنی اگر جدا جدا تین بار طلاق کہیگا تو نہ واقع ہوگی اس صورتمین مگر پہلی طلاق فقط اور اگر بالاجتماع یکبارگی تین طلاق کہیگا تو تینو واقع ہونگی سو اگرچہ
قول واقع مین صحیح ہے تو حسن بصری اور جمہور مین کچھہ خلاف نہین لیکن ظاہر کتب کے مخالف ہے واللہ اعلم وَإِنْ فَرَّقَ بِوَصْفٍ أَوْ خَبَرٍ أَوْ جُمَلٍ بِعَطْفٍ
أَوْ غَيْرِهِ بَانَتْ بِالْأُولَى لَا إِلَى عِدَّةٍ اور اگر تین طلاق کو جدا جدا کہا بذکر وصف یعنی یون کہا کہ انت طالق واحدة و واحدة و واحدة یا بذکر خبر تفریق کی
چنانچہ یون کہا کہ انت طالق وطالق وطالق یا بذکر جملہ اقوال تفریق کی خواہ بعطف چنانچہ یون کہا کہ انت طالق وانت طالق وانت طالق یا بدون عطف
کے چنانچہ یون کہا کہ انت طالق انت طالق انت طالق تو ان تینون صورتون مین پہلی لفظ سے طلاق بائن غیر مدخولہ پر پڑجائیگی بدون عدت کے اسواسطے کہ طلاق
غیر مدخولہ مین عدت نہین چنانچہ کلام مجید مین مصرح ہے وَلِذَا لَمْ تَقَعِ الثَّانِيَةُ بِخِلَافِ الْمَوْطُوءَةِ حَيْثُ يَقَعُ الْكُلُّ اور چونکہ غیر مدخولہ پر اول لفظ سے طلاق بائن
بلا عدت پڑجاتی ہے اسواسطے اوسپر طلاق ثانی نہین پڑتی تو ثالث بطریق اولی نہ واقع ہوگی بخلاف مدخولہ کے کہ اوسپر دوسری اور تیسری طلاق سب واقع
ہو جاتی ہین کل ثلثہ سابقین وَعَمَّ التَّفْرِيقُ قَوْلَهُ وَكَذَا أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا مُتَفَرِّقَاتٍ أَوْ ثِنْتَيْنِ مَعَ طَلَاقِي إِيَّاكِ فَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً وَقَعَ وَاحِدَةٌ اور
شامل ہے تفریق طلاق مصنف کی اس قول کو اوراسیطرح ہے یون کہنا کہ تو طالق ہے تین بار جدا جدا یا یون کہنا کہ تو طالق ہے دو بار ساتھ طلاق دینی میری کے تجھکو
پہر طلاق دی عورت کو ایکبار تو واقع ہوگی دونو صورتون مین ایک طلاق اسواسطے کہ لفظ مع کا مثال ثانی مین بمعنی شرط کے ہے اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر
اور شرط ایک طلاق تھی جب ایک طلاق واقع ہوگئی تو مشروط کے واسطے یعنی دو طلاق کیواسطے محل نہ باقی رہا اور طحطاوی نے کہا کہ مع یہان بمعنی بعد کے ہے چنانچہ
[illegible] ہین ہے تو غیر مدخولہ مین بعد ایک طلاق پڑنیکے دو طلاق کا محل نہ باقی رہا بسبب نہونے عدت کے كَمَا لَوْ قَالَ نِصْفًا وَوَاحِدَةً عَلَى الصَّحِيحِ جَوْهَرَةٌ
چنانچہ اگر کہا کہ تو طالق ہے آدہی طلاق اور ایک طلاق تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بنابر قول صحیح کے کما فی الجوہرۃ اسواسطے کہ نصفا و واحدة بولنا مستعمل نہین بلکہ واحدة
ونصفا بولنا مستعمل ہے پہر جب مخالف استعمال ہوا تو کلام واحد نہ ٹھہرا متفرق ہوا وَلَوْ قَالَ وَاحِدَةً وَنِصْفًا فَثِنْتَانِ اتِّفَاقًا لِأَنَّهُ جُمْلَةٌ وَاحِدَةٌ اور اگر
کہا کہ تجھپر ایک طلاق ہے اور آدہی تو دو طلاقین واقع ہونگی بالاتفاق اسواسطے کہ یہہ ایک جملہ ہے موافق استعمال کے وَلَوْ قَالَ وَاحِدَةً وَعِشْرِينَ أَوْ ثَلَاثِينَ فَثَلَاثٌ
لِمَا مَرَّ اور اگر کہا انت طالق واحدة وعشرین یا یون کہا کہ واحدة وثلثین تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی یہہ ایک جملہ ہے طلاق متفرق نہین
وَالطَّلَاقُ يَقَعُ بِعَدَدٍ قُرِنَ بِهِ لَا بِهِ نَفْسِهِ عِنْدَ ذِكْرِ الْعَدَدِ اور طلاق واقع ہوتی ہے عدد سے جو طلاق کے متصل ہے نہ کہ خود لفظ طلاق سے نزدیک ذکر
عدد کے یہان مراد عدد سے وہ ہے جو واحد کو بھی شامل ہو وَعِنْدَ عَدَمِهِ الْوُقُوعُ بِالصِّيغَةِ اور نزدیک عدم ذکر عدد کے وقوع طلاق ہوگا صیغہ طلاق سے
خلاصہ یہہ ہے کہ جب طلاق کے ساتھہ عدد مذکور ہو چنانچہ انت طالق واحدة او ثنتین او ثلثا تو وقوع طلاق متعلق ہوگا عدد سے نہ صیغہ طلاق سے اور اگر عدد مذکور
نہین چنانچہ انت طالق تو یہان وقوع طلاق فقط صیغہ طلاق سے متعلق ہوگا فَلَوْ مَاتَتْ يَعْنِي الْمَوْطُوءَةَ وَغَيْرَهَا بَعْدَ الْإِيقَاعِ قَبْلَ تَمَامِ الْعَدَدِ لَغَا لِمَا تَقَرَّرَ
تو اگر زوجہ مرگئی خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ بعد ایقاع طلاق کے قبل تمام ہونے عدد کے تو طلاق لغو ہوگی یعنی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ابھی ثابت ہوچکا کہ
وقوع طلاق عدد سے ہوتا ہے نہ صیغہ طلاق سے اور جبکہ زوج نے عدد ذکر کیا تب زوجہ بسبب موت کے محل طلاق نہ باقی رہی پہر جب طلاق نہ واقع ہوئی تو مہر پورا لینا ثابت

رہا اور زوج اپنی زوجہ کا وارث ہوگا شارح نے لفظ تمام کا زیادہ کرکے اشارہ کیا کہ اگر اثناء تلفظ عدد کے بھی عورت مری گی تو طلاق نہ واقع ہوگی ولو ماتت الزوجۃ او اخذ احد فمہ قبل ذکر العدد یقع واحدۃ عملا بالصیغۃ لان الوقوع بلفظہ لا بقصدہ اور اگر مرگیا زوج یا کسی نے اوسکا منہ بند کیا قبل ذکر عدد کے تو ایک طلاق واقع ہوگی بنا بر عمل صیغہ طلاق کے اسواسطے کہ جب عدد مذکور نہو سکا تو انت طالق باقی رہ گیا اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ درصورت عدم ذکر عدد تعلق طلاق کا صیغہ سے ہوتا ہے اور یہہ نہین کہ عدد منوی سے وقوع طلاق کو متعلق کیجیے اسواسطے کہ وقوع طلاق کا لفظ عدد سے ہوتا ہے نہ اوسکی قصد کرنیسے بدون تلفظ کے ولو قال لغیر الموطوءۃ انت طالق واحدۃ و واحدۃ بالعطف او قبل واحدۃ او بعدھا واحدۃ یقع واحدۃ بائنۃ و لا تلحقھا الثانیۃ لعدم العدۃ اور اگر کہا زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے ایکبار اور ایکبار یعنی بواو عاطفہ بولا یا یون کہا کہ تو طالق ہے ایکبار قبل ایکبار کے یا یون کہا کہ تجھکو ایک طلاق ایسی ہے جسکے بعد ایک اور طلاق ہے تو ان تینون صورتون مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری طلاق اوسکو نہ لاحق ہوگی بسبب نہونے عدت غیر مدخولہ کے وفی انت طالق واحدۃ بعد واحدۃ او قبلھا واحدۃ او مع واحدۃ او معھا واحدۃ ثنتان لان الاصل انہ متی وقع بالاول لغا الثانی او بالثانی اقترنا لان الایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال اور اس کلام مین کہ تو طالق ہے ایکبار بعد ایکبار کے یا یون کہا کہ تو طالق ہے ایکبار جسکے قبل ایک طلاق ہے یا تو طالق ہے ایکبار ساتھ ایک طلاق کے یا تجھکو ایک طلاق ہے جسکے ساتھ ایک اور طلاق ہے دو بار طلاق واقع ہوگی ان مثالون مین اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جب طلاق واقع ہوئی اول لفظ سے تو دوسرا لفظ لغو ہوگا چنانچہ انت طالق واحدۃ واحدۃ او قبل واحدۃ او بعدھا واحدۃ مین یا طلاق واقع ہوئی ثانی لفظ سے چنانچہ دو طلاق پڑینگی مثالون مین تو اول اور ثانی دونو متصل ہوجاوینگی اسواسطے کہ ایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال ہے یعنی زمان ماضی مین طلاق واقع کرنا متصور نہین تو فی الحال واقع ہوگی تو گویا دو طلاق دفعۃ واقع ہوئین یہہ تعلیل جاری ہے قبلیت اور بعدیت مین اور معیت مین تو صاف اقتران علت ہے ویقع بانت طالق واحدۃ و واحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقھما بالشرط دفعۃ اور دو واقع ہوتی ہین اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق اور ایک طلاق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوئی دو طلاقین بسبب تعلق ہونے دو طلاقون کے شرط سے یکبارگی اور معلق نزدیک وجود شرط کے مثل منجز کے ہے ویقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اور واقع ہوگی ایک طلاق اگر شرط مقدم ہو مشروط پر یعنی اگر یون ہو کہ ان دخلت الدار فانت طالق واحدۃ و واحدۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور ثانی لغو ہوگی اسواسطے کہ معلق نزدیک وجود شرط کے مانند منجز کے ہے ویقع فی الموطوءۃ ثنتان فی کلھا لوجود العدۃ اور واقع ہوگی زوجہ مدخولہ کے حق مین دو طلاقین سب اگلی مثالون مین بسبب موجود ہونے عدت کے یعنی ایک طلاق حالت بقاء نکاح مین ہوگی اور دوسری عدت مین بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اوسکی طلاق مین عدت نہین تو طلاق ثانی کے وقوع کیواسطے محل باقی نہین ومن مسائل قبل وبعد ما قیل شعر وما یقول الفقیہ ایدہ اللہ ولا زال عندہ الاحسان ۔ فی فتی علق الطلاق بشھر ۔ قبل ما بعد قبلہ رمضان ۔ ویشتمل علی ثمانیۃ اوجہ اور مسائل قبل اور بعد سے وہ نظم ہے جو بعضون نے منظوم کی ہے کہ کیا کہتا ہے فقیہ اللہ تعالی اوسکی مدد کرے اور ہمیشہ اوس فقیہ مجیب کے نزدیک احسان اور کرم بنا رہے اوس جوان کے مقدمہ مین کہ اوس نے طلاق معلق کی اوس مہینہ پر جسکے مابعد قبل کے قبل رمضان ہے جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ وہ مہینہ شوال کا ہے اور مصرع اخیر آٹھہ طرح پر پڑھا گیا ہے یعنی وجہ یہہ کہ قبل ما قبل قبلہ رمضان دوسری وجہ یہہ کہ قبل ما بعد قبلہ رمضان تیسری یہہ کہ قبل ما قبل بعدہ رمضان چوتھی یہہ کہ بعد ما قبل قبلہ رمضان پانچوین یہہ کہ بعد ما بعد بعدہ رمضان چھٹی یہہ کہ بعد ما قبل بعدہ رمضان ساتوین یہہ کہ بعد ما بعد قبلہ رمضان آٹھوین یہہ کہ قبل ما بعد بعدہ رمضان فیقع بتمحض قبل فی ذی الحجۃ تو طلاق واقع ہوگی صرف قبل کے تین لفظون سے ذی الحجہ کے مہینہ مین چنانچہ پہلی وجہ مین ہے اسواسطے کہ پہلی ذی الحجہ کی ذیقعدہ ہے اور اوسکی قبل شوال ہے اور اوسکی قبل رمضان ہے تو رمضان قبل قبل القبل ٹھہرا وبمحض بعد فی جمادی الاخری اور واقع ہوگی طلاق صرف بعد کے تین لفظون سے جمادی الاخری مین چنانچہ پانچوین وجہ مین ہے اسواسطے کہ بعد جمادی الاخری کے رجب ہے اور بعد رجب کے شعبان ہے اور بعد شعبان کے رمضان ہے تو رمضان بعد البعد ٹھہرا ویقبل اولا او وسطا او اخرا فی شوال و ببعد کذلک فی شعبان لالغاء الطرفین فیبقی قبلہ او بعدہ رمضان اور دونم

ہوگی طلاق لفظ قبل سے خواہ اول ہو یا درمیان یا آخر شوال مین اور لفظ بعد سے اسیطرح یعنی بعد اول پڑے یا درمیان یا آخر طلاق واقع ہوگی شعبان مین وسطی لغو ہوجاینگے وطرفون متقابل ہے یعنی قبل اور بعد ہے سو اگر دو قبل ہون گے اور ایک بعد تو لغو ہوجاویگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے قبل رمضان ہے یعنی شوال اور اگر دو بعد ہونگے اور ایک قبل تو لغو ہوجائیگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے بعد رمضان ہے یعنی شعبان اسیطرح شرح کی ہے محشیون نے یعنی حلبی اور شیخ رحمتی اور طحطاوی نے اور اسیواسطے اونہون نے کہا ہے کہ شارح کی عبارت منقلب ہوگئی ہے شوال کے مقام پر شعبان چاہیے اسواسطے کہ قبلیت بمقابلہ بعدیت کے ساقط ہوگئی تو باقی رہا بعدہ رمضان اور رمضان بعد ہے شعبان کے اور جہان شارح نے شعبان کہا وہان شوال چاہیے موجب تقریر گذشتہ کے شارح نے اس مقام مین اتباع کیا ہے صاحب بحر الرائق کا اور صاحب نہر الفائق نے اوسکی خلاف تحقیق کی ہے یہہ مختصر لائق اوس سب بیان کے نہین اور قاعدہ سہل اختلاط قبل اور بعد کے جواب و رعایت کرنیکا یہہ ہے کہ جہان دو قبل ہون بعد کے ساتھہ کسیطرح وہان شوال جواب ہے اور جہان دو بعد ہون قبل کے ساتھہ کسی طرح وہان شعبان جواب ہے چنانچہ بعض علما نے اس قاعدہ کو سوال منظوم مذکور کے جواب مین یون نظم کیا ہے **شعر** محض قبل حجة محض بعد ✽ فالجماد الاخیر ذا اعلام مع قبلین کیف ما کان بعد ✽ فہو شوال عکسہ شعبان ✽ ہکذا فی حاشیۃ المدنی

ولو قال امرأتی طالق وله امرأتان او ثلث تطلق واحدة منهن وله خیار التعیین اتفاقا اور اگر کہا زوج نے کہ میری عورت کو طلاق ہے اور اوسکی دو عورتین ہین یا تین تو مطلقہ ہوگی ایک عورت اونمین سے اور زوج کو باتفاق فقہا اختیار ہے کہ جسکو چاہے اوسکو مطلقہ ٹھہراوے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ شارح نے اس مسئلہ مین اتفاق نقل کیا ہے اور علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہے کہ خیار تعیین یہی صحیح ہے اور صحیح کہنا مشعر ہے اسپر کہ علما کا خلاف ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا وأما تصحیح الزیلعی فانما هو فی غیر الصحیح کامرأتی حرام کما حرره المصنف وسیجیء فی الایلاء اور تصحیح زیلعی کی تو لفظ طلاق غیر صریح مین ہے چنانچہ یون کہنا کہ میری عورت حرام ہے اور نقل اتفاق کی طلاق صریح مین ہے چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہے اور عنقریب باب الایلا مین آویگا قال لنسائه الاربع بینکن تطلیقة طلقت کل واحدة تطلیقة کہا اپنی چار عورتون سے کہ تمہارے درمیان مین ایک طلاق ہے تو ہر ایک عورت پر ایک طلاق پڑجائیگی اسواسطے کہ حصہ ہر ایک کا چوتھائی طلاق ہوا اور چونکہ طلاق تقسیم پذیر نہین اسواسطے ہر ایک کو ایک طلاق ہوگی وکذا لو قال بینکن تطلیقتان او ثلث او اربع الا ان ینوی قسمة کل واحدة بینهن فتطلق کل واحدة ثلثا اور اسیطرح چار عورتون مین ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی اگر کہا ان سے کہ درمیان تمہارے دو طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ آدہا ہوا یا تین طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ پون ہوا یا چار طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ پورا ایک ہوا لیکن اگر ہر طلاق کی قسمت درمیان عورتون کی مراد رکھی یعنی تین طلاق یا چار طلاق مین ہر ایک فرد طلاق سے ہر ایک عورت کو حصہ دیا تو ہر عورت پر اس نیت سے تین طلاق واقع ہونگی اور جو تھی طلاق لغو ہوجائیگی اور اگر چار عورتون سے کہا کہ تمکو دو طلاق ہین اور قسمت ہر فرد طلاق کا ارادہ کیا تو ہر ایک کو دو طلاق ہونگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الطحطاوی ولو قال بینکن خمس تطلیقات یقع علی کل واحدة طلاقان هکذا الی ثمان تطلیقات اور اگر کہا چار عورتون سے کہ تمہارے درمیان پانچ طلاق ہین تو واقع ہونگی ہر ایک عورت پر دو طلاق اسواسطے کہ چار طلاق چار دن پر منقسم ہوئی اور پانچوین طلاق سے چوتھائی ہر ایک کو پہنچا اور بعض کو کل قرار دیا تو ہر ایک کو دو ہوئی اسیطرح ہر ایک کو دو ملینگی آٹھہ طلاق تک فان زاد علیها طلقت کل واحدة ثلثا سو اگر زیادہ ہونگی طلاق آٹھہ سے تو ہر ایک کو تین تین طلاق ہونگی گیارہ تک بعض کو کل کرینگے اور بارہ مین تین تین پوری ہونگی اور بارہ سے زیادہ مین زائد لغو ہوجاوینگی ومثله قوله اشرکتکن فی تطلیقة خانیہ اور مثل بینکن تطلیقة کے ہے اشرکتکن فی تطلیقة یعنی تمکو شریک کیا مین نے ایک طلاق مین کذا فی الخانیہ وفیها قال لامرأتین لم یدخل بواحدة منهما امرأتی طالق امرأتی طالق ثم قال اردت واحدة منهما لا یصدق ولو مدخولتین فله ایقاع الطلاق علی احدهما لصحة تفریق الطلاق علی المدخولة لا علی غیرها اور خانیہ مین ہے کہا زوج نے اپنی دو عورتون سے جو مدخولہ نہین ہین کہ میری عورت طالق ہے میری عورت طالق ہے پہر زوج نے کہا کہ مین نے اس طلاق مکرر سے اون دو مین سے ایک عورت کے طلاق کا ارادہ کیا نہ دونون عورتون کا تو اوسکی تصدیق نہوگی اور اگر وہ دونو عورتین مدخولہ ہین تو زوج کو اونمین سے ایک پر طلاق واقع کرنا جائز ہے بسبب صحت تفریق طلاق کے مدخولہ پر نہ غیر مدخولہ پر یعنی مدخولہ کی تو عدت ہوتی ہے

تو دوسری طلاق واقع ہونیکی اوسمین گنجائش ہے بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اوسکی عدت نہین تو دوسری طلاق کا وہان محل نہین اسواسطے زوج کی تصدیق نہوگی قاضی
کے نزدیک قال امرأتی طالق ولو یسم وله امرأة معروفة طلقت امرأته استحسانا کہا زوج نے کہ میری عورت طالق ہے اور عورت کا نام نہ لیا اور
اوسکی ایک عورت مشہور ہے تو اوسکی وہی عورت مطلقہ ہوگی باعتبار استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ بدون نام یا خطاب کے طلاق نہو کیونکہ جب زوج کی
دوسری عورت کا نہوا اور ایک ہی اوسکی عورت مشہور ہو تو قیاس مقتضی ہے اوسکی طلاق کا فان قال لی امرأة اخری وایاها عنیت لا یقبل قوله الا
ببینة ولو کان له امرأتان کلتاهما معروفة له صرفه الی ایتهما شاء خانیه ولم یحک خلافا سو جب کہ زوج کی سوا ایک عورت کے مشہور نہین
اور اوسنے کہا کہ میری عورت کو طلاق ہے پھر اگر زوج کہیگا کہ میری ایک عورت اور ہے اوسی غیر مشہور عورت کی طلاق کا ارادہ مینے کیا تو اوسکا یہ قول
نہ مقبول ہوگا بدون گواہون کے اور اگر زوج کی دو عورتین ہین اور دونو مشہور ہین تو اوسکو اختیار ہے طلاق کو جسکی طرف چاہے پہیرے کذا فی الخانیہ اور
خانیہ کے مصنف نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا نہین منقول کیا **فروع** مسائل لمحۃ شایع کے کرر لفظ الطلاق وقع الکل فان نوی التاکید دین
مکرر کہا لفظ طلاق کو یعنی یون کہا کہ انت طالق انت طالق تو ہر ایک طلاق علیحدہ علیحدہ واقع ہوگی پہر اگر کہیگا کہ مین نے طلاق ثانی سے طلاق اول کی
تاکید کی نیت کی تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے کذا فی العالمگیری کان اسمها طالق او حرة فنادا ها ان نوی الطلاق او
العتاق وقعا والا لا تها نام زوجہ کا طالق اور لونڈی کا حرہ پہر اوسنے زوجہ کو طالق کہکر اور لونڈی کو حرہ کہکر پکارا اگر نیت طلاق یا عتاق کی کی تو
طلاق یا عتاق واقع ہونگی اور اگر نیت نہین کی نہ عتاق واقع ہوگا نہ طلاق قال لامرأته هذه الکلبة طالق طلقت او لعبده هذا الحمار حر عتق
کہا اپنی زوجہ سے کہ یہہ کتیہ مطلقہ ہے تو وہ مطلقہ ہوجائیگی یا کہا اپنے غلام سے کہ یہہ گدہا آزاد ہے تو وہ آزاد ہوجائیگا اسواسطے کہ پہلی صورت مین گالی کا ارادہ
اور طلاق کا اور دوسری صورتین گالی کا قصد کیا اور آزادی کا قال انت طالق او انت حر وعنی به الاخبار کذبا وقع قضاء الا اذا اشهد
علی ذلک کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے یا کہا غلام سے کہ تو حر ہے اور ارادہ ہر واحد سے جہوٹ خبر دینے کا کیا تو طلاق اور عتاق باعتبار حکم قاضی کے واقع ہونگی
مگر جب کہ گواہ کر رکہے جہوٹ خبر دینے پر تو باعتبار دیانت کے بہی اوسکی تصدیق ہوگی اور باعتبار قضا کے بہی وکذا المظلوم اذا اشهد عند استحلاف الظالم
بالطلاق الثلث انه یحلف کاذبا صدق قضاء و دیانة شرح وهبانیه اور اسیطرح مظلوم جب کہ گواہ کر رکہے نزدیک قسم لینے ظالم کے تین طلاق
کی اس بات پر کہ مظلوم جہوٹی قسم کہائیگا تو اس وقت مظلوم کی قضا اور دیانت دونو مین تصدیق ہوگی کذا فی شرح الوہبانیہ اور اگر گواہ نہ کر رکہیگا جہوٹی
قسم کہانے پر تو قضا مین اوسکی تصدیق نہوگی اوسکی زوجہ پر طلاق کا حکم ہوجائیگا علما مین اختلاف ہے کہ قسم مین قسم کہانیوالیکی نیت کا اعتبار ہے یا قسم لینیوالے
کی فتوی اس پر ہے کہ اگر قسم کہانیوالا مظلوم ہے تو اوسیکی نیت کا اعتبار ہے اور نہین تو قسم لینیوالیکی نیت معتبر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاشباہ
وفی النهر قال فلانة طالق واسمها کذلک وقال عنیت غیرها دین ولو غیره صدق قضاء اور نہر الفائق مین ہے کہ کہا فلانی یعنی زینب
طالق ہے اور واقع مین اوس عورت کا نام بہی زینب تہا اور کہا زوج نے کہ مینے اپنی زوجہ کے سوا اور عورت جسکا نام بہی زینب ہے ارادہ کیا تو اوسکی
دیانت مین تصدیق ہوگی نہ قضا مین اور اگر اوسکی زوجہ کا نام غیر زینب ہے تو قضا مین بہی اوسکی تصدیق ہوگی وعلی هذا لو حلف لدائنه بطلاق
امرأته فلانة واسمها غیره لم تطلق اور اسیطرح پر اگر قسم کہائی اپنے قرضخواہ سے اپنی زوجہ زینب کی طلاق کی اگر فلان دن قرض نہ ادا کرے اور
حالانکہ اوسکی زوجہ کا نام زینب نہین بلکہ حلیمہ ہے مثلا تو اوسکی زوجہ پر طلاق نہ واقع ہوگی وقد کثر فی زماننا قول الرجل انت طالق علی الاربعة
مذاهب قال المصنف ینبغی الجزم بوقوعه قضاء و دیانة اور البتہ بکثرت مستعمل ہے ہمارے زمانہ مین مرد کا یون کہنا کہ تو طالق ہے چارون
مذہب پر یعنی باتفاق مذاہب اربعہ تجہکو طلاق ہے کہا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہ لائق ہے یقین کرنا وقوع اس طلاق کا قضا مین بہی اور دیانت مین
بہی اور فتاوی رملی مین ہے کہ یہہ طلاق رجعی ہے نہ بائن اسواسطے کہ مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ انت طالق سے طلاق رجعی ہوتی ہے نہ بائن کذا فی حاشیۃ المدنی
ولو قال انت طالق فی قول الفقهاء او فلان القاضی او المفتی دین اور اگر کہا کہ تو طالق ہے فقہا کے قول مین یا فلانے قاضی کے قول مین یا

فلانے مفتی کے قول مین تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی یعنی طلاق نہ واقع ہوگی بدون نیت کے لیکن قضا مین تصدیق نہ ہوگی قال نِسَآءُ الدُّنیا اَوْ نِسَآءُ العَالَمِ طَوالِقُ لم تُطلَّقُ امرأتُہ بخلافِ نِسَاءِ المحلّۃِ او الدارِ او البَیْتِ کہا مرد نے کہ دنیا کی عورتین یا جہان کی عورتین مطلقہ ہین تو اوسکی عورت کو نہ طلاق ہوگی اسواسطے کہ یہہ طلاق صریح نہین کذا فی حاشیۃ الدر فی ناقلا عن البحر لیکن اگر نیت کریگا تو مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف محلہ یا گہر یا کوٹھری کی عورتون کے یعنی اگر یون کہا کہ محلہ کی عورتین یا گہر کی عورتین یا کوٹھری کی عورتین مطلقہ ہین اور اونمین اوسکی زوجہ بھی داخل ہے تو اوسکی زوجہ پر طلاق واقع ہوگی وفی نِسَاءِ القریۃِ والبلدۃِ خلافُ الثانی اور گانو اور شہر کی عورتون مین خلاف ہے ابو یوسف کا یعنی اگر یون کہا کہ گانو کی عورتین یا شہر کی عورتین مطلقہ ہین تو ابو یوسف کے نزدیک اوسکی زوجہ پر طلاق نہ ہوگی وکذا العِتقُ اور مثل طلاق کے ہے حال عتق کا یعنی اگر کہا کہ دنیا کے غلام یا جہان کے غلام آزاد ہین تو اوسکا غلام نہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ محلہ کے غلام یا گہر کے غلام یا کوٹھری کے غلام آزاد ہین تو اوسکا غلام آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ گانو کے غلام یا شہر کے غلام آزاد ہین تو اوسکا غلام ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمدؒ کے نزدیک آزاد ہوگا قالت لزوجہا طلِّقنی قال فعلتُ طلقت کہا عورت نے اپنی زوج سے کہ مجھکو طلاق دی زوج نے کہا مین نے کیا تو عورت مطلقہ ہوگی فان قالت زِدنی فقال فعلتُ طلقت اُخری پہر اگر زوجہ نے کہا کہ میری طلاق کو زیادہ کر سو زوج نے کہا کہ مین نے کیا تو دوسری طلاق اوسپر واقع ہوگی ولو قالت طلِّقنی طلِّقنی طلِّقنی فقال طلقتُ فواحدۃٌ اِن لم یَنْوِ الثلٰثَ ولو عطفت بالواو فثلٰثٌ اور کہا زوجہ نے کہ مجھکو طلاق دی مجھکو طلاق دی مجھکو طلاق دی سو کہا زوج نے کہ مین نے طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے نیت تین طلاق کی نہین کی اور اگر زوجہ نے عطف واو سے کیا یعنی یون کہا کہ طلقنی وطلقنی وطلقنی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ واو موضوع ہے واسطے جمع کے ولو قالت طلَّقتُ نفسی فأجاز طلقت اعتبارًا بالانشاءِ کذا اَبَنْتُ نفسی اذا نوی ولو ثلٰثًا بخلافِ الاولِ اور اگر کہا زوجہ نے کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق دی پہر زوج نے اوسکو جائز رکہا تو اوسپر طلاق پڑگئی باعتبار انشاء طلاق کے یعنی اجازت طلاق قائم مقام انشاء طلاق کے ہوگئی گویا زوج نے خود کہا کہ طلقت ویسا ہی ابنت نفسی یعنی زوجہ نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کو جدا کیا اور زوج نے اجازت دی تو اوسپر طلاق پڑجائیگی بشرطیکہ زوج نے نیت طلاق کی کی ہو اگرچہ تین طلاق کی بھی نیت کی ہو اسواسطے کہ ابانت طلاق کنایہ ہے اور کنایہ بدون نیت کے معتبر نہین بخلاف صورت اول کے یعنی طلقت محتاج نیت کا نہین اور تین طلاق کی نیت کرنا بہین صحیح نہین وفی اخترتُ لا یقعُ لانہ لم یوضَعْ الّا جوابًا اور لفظ اخترتُ مین طلاق نہین واقع ہوتی یعنی اگر زوجہ نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اور زوج نے کہا کہ مین نے اجازت دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اخترتُ کا موضوع نہین مگر واسطے جواب کے یعنی اگر زوج کہے کہ مثلاً اِختاری نفسکِ زوجہ اوسکے جواب مین کہے کہ اخترتُ اور لفظ جواب کا بجاے انشاء طلاق کے نہین ہوسکتا وفی البزازیۃ قال بین اَصحابہ مَن کانت امرأتُہ علیہ حرامًا فلیفعل ھٰذَا الامر ففعلہ واحدٌ منہم فھو اقرارٌ منہ بحرمتہا وقیل لا انتھٰی اور بزازیہ مین ہے کہا ایک مرد نے اپنے ساتہیون سے کہ جس شخص کی زوجہ اوسپر حرام ہو وہ یہہ کام کرے یعنی پانی پیے یا اپنے مقام سے اوٹہہ کہڑا ہو پہر ایک شخص نے یہی کام کیا تو یہہ کام اوسکی جانب سے اقرار ہے اوسکی زوجہ کی حرمت کا اور بعضون نے کہا کہ یہہ فعل اقرار حرمت کا نہین اسواسطے کہ طلاق قولی چیز ہے نہ فعلی انتہی قول البزازیۃ وسُئِلَ ابو اللیث عمّن قال لجماعۃ کلُّ مَن لہ امرأۃٌ مطلَّقۃٌ فلیُصفِّقْ بیدہ فصفّقوا فقال طلقن وقیل لیس ھو باقرارٍ اور سوال ہوا ابو اللیث فقیہ سے اوس شخص کے کلام کا کہ اوسنے ایک جماعت سے کہا کہ جسکی عورت مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھ سے تالی بجاوے پہر سب جماعت نے تالی بجائی تو جواب دیا ابو اللیث نے کہ سبکی عورتین مطلقہ ہوگئین اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہہ فعل اقرار طلاق کا نہین روایت بزازیہ مین فاعل ایک ہے اور اوسمین جماعت شمار ہے نے مزید تاکید کا یہان ارادہ کیا جماعۃٌ یتحدّثون فی مجلسٍ فقال رجلٌ منہم من تکلَّم بعد ھٰذا فامرأتُہ طالقٌ ثم تکلَّم الحالفُ طلقت امرأتُہ لان کلمۃَ مَن للتعمیمِ والحالفُ لا یُخرِجُ نفسَہ عن الیمینِ فیحنثُ چند لوگ مین کہ باتین کرتے ہین ایک مجلس مین سو ایک مرد نے اونمین سے کہا کہ جو بولیگا بعد اسکے تو اوسکی جورو کو طلاق ہے پہر بولا قسم والا تو اوسکی جورو پر طلاق پڑجائیگی اسواسطے کہ کلمہ مَن کا جسکا ترجمہ جو ہے عام ہے متکلم اور غیر متکلم

باب الکنایات

دو نوکو شامل ہے اور حالانکہ قسم والا نہین نکالتا اپنی ذات کو قسم سے تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی لیکن اگر جماعت سے متکلم کے سوا کوئی اور بولا تو اوسکا حکم بیان مذکور نہین ظاہرا اوسکی کلام سے طلاق نہوگی اسواسطے کہ تعلیق اور قسم متکلم کے غیر پر جاری نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الکنایات

یہہ باب ہے کنایات طلاق مین جب بیان احکام طلاق صریح سے کہ حقیقت مین وہی اصل ہے فراغت ہوئی تو وقت بیان احکام کنایات کا آیا **کنایتہ عند الفقہاء مالم یوضع لہ ای للطلاق واحتملہ وغیرہ** کنایہ طلاق فقہا کے نزدیک اس مقام مین وہ لفظ ہے جو طلاق کیواسطے موضوع نہو اور احتمال رکھے طلاق کا اور غیر طلاق کا مثلا لفظ بتہ کا واضع نے طلاق کیواسطے موضوع نہین کیا لیکن طلاق اور غیر طلاق کا محتمل ہے اسواسطے کہ بتہ بمعنی قطع کے ہے تو اگر پیوند نکاح کا کاٹنا مراد لیجئے تو بمعنی طلاق ہے اور اگر قطع الفت اور قطع آدمیت کو ارادہ کیجئے تو طلاق کا محتمل نہین مصنف نے کنایہ کی تعریف بصیغہ عام کی تو معلوم ہوا کہ کنایات منحصر نہین شرح ملتقی مین کہا ہے کہ الفاظ کنایات پچپن سے زیادہ ہین کذا فی حاشیۃ المدنی **فالکنایات لا تطلق بھا قضاء الا بنیۃ او دلالۃ الحال وھی حالۃ مذاکرۃ الطلاق او الغضب** سو کنایات سے طلاق نہین واقع ہوتی باعتبار قضا کے مگر نیت طلاق سے یا دلالت حال سے دلالت حال یہہ کہ اوسوقت گفتگو ہو طلاق کی یا رنج یا غصہ ہو م شارح نے قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ وقوع طلاق باعتبار دیانت کے محض نیت پر موقوف ہے اوسمین دلالت حال کا کچھ اعتبار نہین اور کنایات سے وقوع طلاق مین نیت یا دلالت حال اسواسطے شرط ہوئی کہ الفاظ کنایہ کے طلاق اور غیر طلاق دونوکے محتمل ہین تو احتیاج پڑی طرف مرجح کے کہ وہ غیر طلاق کے احتمال کو قطع کردے اور یہان ایسا مرجح سواے نیت یا دلالت حال کے کوئی نہین مذاکرہ طلاق اسطرح پر کہ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مجھکو طلاق دے اور زوج نے کہا اعتدی تو حالت مذاکرہ دلالت کرتی ہے کہ اس لفظ سے زوج نے طلاق کا ارادہ کیا **فالحالات ثلث رضا وغضب ومذاکرۃ والکنایات ثلث ما یحتمل الرد او یصلح للسب او لا** سو حالات تین مین ایک رضامندی کی حالت دوسری رنج وخفگی کی حالت تیسری مذاکرہ طلاق کی حالت اور الفاظ کنایات کے بھی تین احتمال سے خالی نہین بعضے اونمین محتمل ہین رد کو یعنی عورت کے سوال طلاق کا رد اونمین سے نکلتا ہے اور جواب طلاق کے بھی محتمل ہین یا بعضے اونمین صلاحیت سب اور دشنام کی رکھتے ہین اور محتمل ہین جواب طلاق کے بھی یا بعضے وہ ہین کہ نہ رد سوال کے محتمل ہین نہ لیاقت سب اور دشنام کی رکھتے ہین لیکن جواب طلاق کا البتہ احتمال رکھتے ہین **فنحو اخرجی واذھبی وقومی تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی من الغربۃ او العزوبۃ یحتمل ردا** سو مانند اخرجی اور اذھبی اور قومی کے تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی احتمال رکھتے ہین یہہ الفاظ رد سوال طلاق کا اور جواب کے بھی محتمل ہین اور سب وشتم کی صلاحیت نہین رکھتے سو اخرجی بمعنی نکل یعنی اس مکان سے نکل تاکہ تیری شر سے نجات ہو تو یہہ رد ہوا طلاق کے سوال کا یا یہہ مطلب کہ نکل میرے گھر سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہہ جواب ہے طلاق کے سوال کا اور اذھبی بمعنی جا یعنی اپنے کام کو جا یہہ رد ہے سوال کا یا یہہ مطلب کہ اپنے ماباپ کے گھر جا اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا اور قومی بمعنی اوٹھہ یعنی اپنے ضروری کام کیواسطے اوٹھہ یہہ رد ہے سوال کا یا اوٹھہ میرے پاس سے اسواسطے کہ تجھکو طلاق ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا اور تقنعی یا مشتق قناع سے ہے یا قناعت سے قناع بمعنی خمار ہے یعنی اپنا منہ کپڑے سے چھپا لے حیا کیا ایسا کام نکر یا قناعت سے یعنی اس کلام سے قناعت کر باز رہ یہہ رد ہے سوال کا یا استتار اور باز رہنی کلام کا اسواسطے امر کیا کہ طلاق واقع ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا اور تخمری یعنی اپنے سر پر خمار ڈال خمار وہ کپڑا جس سے سر چھپاتے ہین اس لفظ مین بھی مانند تقنعی کے دو احتمال ظاہر ہین اور استتری بمعنی چھپ اور پردہ کر استتار کا حکم اسواسطے کیا کہ شرعا محمود ہے تو رد ہوا سوال کا یا اسواسطے کہ مجھکو تیرا دیکھنا جائز نہ رہا بسبب طلاق کے یہ جواب ہے سوال کا اور انتقلی اور انطلقی بمعنی چل جا مانند اذھبی کے دو احتمال ہین اور اغربی بغین معجمہ اور رای مہملہ مشتق ہے غربت سے یعنی دور ہو یا اعزبی بعین مہملہ وزاے معجمہ مشتق ہے عزوبت سے بمعنی بعد اور دوری کے تو مطلب یہہ کہ دور ہو ایسا کلام نکر یہہ رد ہے سوال کا یا دور ہو میرے پاس نہ بیٹھہ اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا **ونحو خلیۃ بریۃ حرام بائن ومرادفھا کبتۃ بتلۃ یصلح سبا** اور مانند الفاظ خلیہ بریہ حرام بائن اور ہم معنی ان الفاظ کے مثل بتہ اور بتلہ کے صلاحیت رکھتے ہین سب اور دشنام کی مراد سب سے وہ کلام ہے جس سے آبروریزی اور بیحرمتی نکلے مخاطب کی ان الفاظ مین رد سوال کا احتمال نہین لیکن جواب سوال طلاق کا احتمال البتہ موجود ہے خلیہ یعنی تو خالی ہے حسن یا خوبیون سے یہہ دشنام ہے یا خالی

نکاح سے یہہ جواب ہے سوال کا اور بریہ یعنی تو خوبیون سے بری ہی یا نکاح سے بری اور حرام یعنی منع یا ممنوع لفظ حرام کا مصدر ہے بمعنی صفت کے یا خود صفت ہے اور آگے ذکر ہوگا کہ ہمارے زمانہ مین بلفظ حرام طلاق بائن واقع ہوگی بدون نیت کے بسبب عرف اہل زمانہ کے اور بائن یعنی منفصل ہے یعنی تو خوبیون سے منفصل اور منقطع ہے یہہ دشنام ہی یا نکاح سے منفصل ہے یہہ جواب ہے سوال کا اور بتہ مشتق ہی بت بمعنی قطع کے اور بتلہ مشتق ہے تبل سے بمعنی انقطاع مثل الفاظ سابقہ کے ان دونون لفظون مین بھی احتمال سب اور جواب کا ظاہر اور باہر ہے

ونحو اعتدی واستبرئی رحمک انت واحدة انت حرة اختاری امرک بیدک سرحتک فارقتک لا یحتمل الرد والسب

اور مانند ان الفاظ کے نہین احتمال رکھتے ہین رد سوال کا اور سب اور دشنام کا اعتدی یعنی شمار کر اپنے حیضون کو اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہہ احتمال ہے سوال کے جواب کا یا میرے کام کو خدا کی نعمت اپنے اوپر شمار کر استبرئی یعنی اپنے رحم کی صفائی حاصل کر لڑکے سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی تو یہہ جواب ہے سوال کا یا یہہ مطلب ہے کہ تو اپنے رحم کو صاف کر لے تاکہ مین تجھکو طلاق دون تو یہہ وعدہ ہی طلاق کا ایسی کلام سے طلاق نہین ہوتی انت واحدة یعنی تو طالق ہے بطلاق واحد یہہ جواب ہے سوال کا یا یہہ مطلب ہے کہ تو میرے نزدیک اپنی برادری مین ایک ہی ہے خوبیون مین یا ایسی خوبیون مین بے مثل ہے تو یہہ مدح ہی یا مذمت انت حرة تو آزاد ہی حقیقة مملوکیت سے یا آزاد ہی مملوکیت نکاح سے اختاری یعنی اپنی ذات اختیار کر لے امرک بیدک یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی یہہ دونو الفاظ کنایہ ہین تفویض طلاق سے تو عورت مطلقہ نہوگی جبتک کہ وہ اپنی ذات کو طلاق نہ دے اور کنایات طلاق مین ان دونو لفظون کو اسواسطے داخل کیا کہ طلاق اور غیر طلاق کا بھی انمین احتمال موجود ہی چنانچہ اختاری مین یہہ احتمال ہی کہ اختاری نفسک بالفراق او فی عمل یعنی اختیار کر اپنی ذات کو بسبب فراق کے یا پسند کر لے اپنی ذات کو کسی کام کی مشغولی مین اور امرک بیدک مین یہہ احتمال ہی کہ امرک بیدک فی الطلاق او فی تصرف آخر یعنی تیرے ہاتھ مین ہی طلاق یا کوئی اور کام اور نہر الفائق مین حواشی سعدیہ سے منقول ہی کہ ان دونو لفظون کا ذکر کرنا کنایات طلاق مین مناسب نہین اسواسطے کہ اسکی جہت سے بعضے مفتی خطاء عظیم مین واقع ہو گئے یہہ گمان کر کے کہ ان لفظون سے طلاق واقع ہوجاتی ہی بدون ایقاع زوجہ کے اور شارحین نے بھی اسکا ذکر کر دیا ہی کہ اختاری کنایات تفویض طلاق سے ہی نہ ایقاع طلاق سے کذا فی حاشیة المدنی والطلاق سرحتک مشتق ہی سراح بالفتح سے بمعنی ارسال کے یعنی مین نے تجھکو کسی کام کیواسطے بھیجا یا اسواسطے بھیجا کہ تو مطلقہ ہی اور اسیطرح فارقتک یعنی کسی کام کیواسطے مین نے تجھکو چھوڑ دیا یا طلاق دی اسواسطے چھوڑ دیا ہم ان الفاظ مین احتمال رد سوال اور دشنام کا نہین بلکہ یہہ مخصوص باتین جواب کیواسطے چنانچہ صاحب بحر الرائق اور قہستانی نے اسکی تصریح کی ہی اور بعضے محشیون نے کہا ہی کہ انت واحدة مین احتمال دشنام کا موجود ہی یعنی تو بدکامون مین یکتا ہی چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہی اور اعتدی مین بھی احتمال دشنام ہی یعنی شمار کر اون قبائح کو جو تجھسے صادر ہوئے کذا فی حاشیة المدنی

ففی حالة الرضا ای غیر الغضب والمذاکرة تتوقف الاقسام الثلثة تاثیرا علی النیة للاحتمال

تو حالت رضامندی مین یعنی سوای حالت خفگی اور مذاکرہ طلاق مین تینون قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہی بسبب احتمال کے یعنی اس حالت مین احتمال ہے کہ زوج نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور قرینہ کوئی موجود نہین تو بدون نیت کے ایقاع طلاق کی کوئی وجہ نہین اگر کوئی کہے کہ جو الفاظ کہ جواب کیواسطے مخصوص ہین تو لائق یون ہے کہ رضامندی مین اون سے طلاق بدون نیت کے بھی واقع ہوجاوے اوسکا جواب یہہ ہی کہ یہہ مطلب نہین کہ وہ الفاظ فقط جواب طلاق کیواسطے موضوع ہین بلکہ وہ الفاظ مطلق کلام کے جواب ہین اور اگر عورت نے طلاق کا سوال کیا اور زوج نے جواب کا لفظ کہا تو یہہ حالت مذاکرہ طلاق کی ہوگئی اس حالت مین وقوع طلاق نیت پر موقوف نہ رہیگا کذا فی حاشیة المدنی

والقول لہ بیمینہ فی عدم النیة ویکفی تحلیفہا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینہما مجتبی

اور قول زوج کا قسم کے ساتھہ معتبر ہے عدم نیت مین اور کفایت کرتا ہی قسم لینا عورت کا زوج سے اوسکے گھر مین سو اگر زوج نے قسم کہانے سے انکار کیا تو عورت نالش کرے اوسکی حاکم سے سو اگر زوج وہان بھی قسم نکہاوے تو قاضی دونو مین جدائی کر دیوے کذا فی المجتبی لیکن قسم کہانا غیر مجلس قاضی مین باعث تفریق کا نہین

وفی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والا لا

اور خفگی کی حالت مین دونو قسمین پہلی نیت پر موقوف رہین گی یعنی جو قسم صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہے اور جو کہ لیاقت شتم اور جواب کی رکھتی ہی اگر دو پہلی قسمون سے نیت طلاق کی کی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نیت نہ کی تو نہ واقع ہوگی لیکن جو الفاظ جواب کیواسطے متعین نہین حالت غضب مین اونمین سے بلا توقف نیت کے طلاق واقع ہوجاویگی

اسواسطے کہ غضب قرینہ مرجحہ ہے طلاق کا وفی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول فقط اور مذاکرہ طلاق کی حالت میں فقط اول قسم نیت پر موقوف ہوگی یعنی جو صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہو ویقع بالاخیرین وان لم ینو لان مع الدلالۃ لا یصدق قضاء فی نفی النیۃ لانھا اقوی لکونھا ظاہرۃ والنیۃ باطنۃ ولذا تقبل بینتھا علی الدلالۃ لا علی النیۃ الا ان یقام علی اقرارہ بھا عمادیۃ اور واقع ہوتی ہے طلاق دو اخیر قسموں سے یعنی جو صلاحیت دشنام کی رکھے اور جو دشنام اور رد کا محتمل نہو اون سے طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ شوہر نے نیت طلاق کی نکی ہو اسواسطے کہ باوجود دلالت تعیین کے یعنی حالت مذاکرہ طلاق اور حالت غضب کی مرد کی تصدیق نکیجائیگی باعتبار قضا کے نفی نیت میں اسواسطے کہ دلالت قوی تر ہے نیت سے اس سبب سے کہ دلالت امر ظاہر ہے ہر شخص کو اوسپر اطلاع ممکن ہے اور نیت امر باطن ہے کہ سوای زوج کے کوئی نہیں جان سکتا اور قاضی کو حکم ہے ظاہر پر عمل کرنیکا اور چونکہ دلالت امر ظاہر ہے اور نیت امر باطن اسیواسطے مقبول ہونگے گواہ عورت کے دلالت کے اثبات پر نہ نیت پر مگر یہ کہ گواہ قائم کیے جاویں نیت کرنے زوج کے اقرار پر یعنی اگر زوج نے اپنی نیت کا کہیں اقرار کیا ہو اور پھر منکر ہوگیا ہو تو اوسکے اقرار کے گواہ البتہ مقبول ہونگے کذا فی العمادیہ ثم فی کل موضع تشترط النیۃ فلو السؤال بھل یقع بقول نعم ان نویت ولو بکم یقع یقول واحدۃ ولا یتعرض لاشتراط النیۃ بزازیۃ فلیحفظ ہر جس مقام میں وقوع طلاق کنایات میں نیت مشروط ہے یعنی اقسام ثلثہ حالت رضا میں اور قسمین اولین حالت غضب میں اور قسم اول حالت مذاکرہ میں تامل کرے فتوی دینے والا سوال سائل میں سو اگر سوال یوں ہو یعنی سائل کہے کہ میں نے یوں کہا ہے آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے تو مفتی جواب دے کہ ہاں طلاق واقع ہوتی ہے اگر تو نے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر سائل نے کہا کہ میں نے یوں کہا ہے اس لفظ سے چندبار طلاق واقع ہوئی تو مفتی کہے کہ ایکبار اور تعرض نکرے بیان نیت مشروط ہونیکا کذا فی البزازیۃ اسکو یاد رکھنا چاہیے سوال ثانی میں نیت مشروط ہونیکا ذکر اسواسطے نہ چاہیے کہ سائل کا یوں سوال کرنا کہ چندبار طلاق واقع ہوئی یہہ صاف دلیل ہے نیت طلاق کی اب نیت کا ذکر کرنا گویا حیلہ سکھلانا ہے انکار نیت کا ویقع رجعیۃ بقولہ اعتدی واستبرئی رحمک وانت واحدۃ وان نوی اکثر ولا عبرۃ باعراب واحدۃ فی الاصح اور ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اعتدی اور استبرئی رحمک اور انت واحدۃ کے قول سے اگرچہ زوج نے ایک سے زیادہ کی نیت کی ہو اور کچھ اعتبار نہیں لفظ واحدۃ کے اعراب کا قول اصح میں اور بعضوں نے کہا کہ انت واحدۃ میں اگر لفظ واحدۃ کو قائل نے منصوب کہا تو طلاق بلانیت واقع ہوگی اسواسطے کہ واحدۃ اس ترکیب میں صفت ہے مصدر موصوف محذوف کی اصل میں یوں تھا کہ انت طالق تطلیقۃ واحدۃ اور اگر واحدۃ کو مرفوع کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اسواسطے کہ واحدۃ اس صورتمیں صفت ہوگئی عورت کی نہ طلاق کی اور اگر واحدۃ کو ساکن پڑھا تو دونوں احتمال ہیں لیکن اصح یہہ ہے کہ اعراب واحدۃ کا کچھ اعتبار نہیں ہر صورت سے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ عوام اعراب کا تفرقہ نہیں جانتے ہیں اور خواص بھی اسکا التزام نہیں رکھتے یہاں عرف پر مدار ہے نہ نحو اور لغت پر ویقع بما فیھا ای باقی الفاظ الکنایات المذکورۃ فلا یرد وقوع الرجعی ببعض الکنایات ایضا نحو انا بری من طلاقک وخلیت سبیل طلاقک وانت مطلقۃ بالتخفیف وانت اطلق من امراۃ فلان وھی مطلقۃ وانت ط ا ل ق وغیر ذلک مما صرحوا بہ اور طلاق بائن واقع ہوتی ہے باقی الفاظ کنایات سے یعنی باقی وہ الفاظ کنایات کے جو یہاں مذکور ہوچکے تو اعتراض نہ وارد ہوگا واقع ہونے طلاق رجعی کا بعضے کنایات سے بھی مثل انا بری من طلاقک یعنی منزہ اور دور ہوں تیری طلاق سے وخلیت سبیل طلاقک یعنی تیری طلاق کی راہ میں نے چھوڑ دی سو طلاق نے راہ پائی اور پھر واقع ہوئی وانت مطلقۃ بالتخفیف یعنی تو مطلق العنان ہے وانت اطلق من امراۃ فلان اور تو مطلق العنان زیادہ تر ہے مثلا زید کی عورت سے اور حالانکہ زید کی عورت پر طلاق واقع ہوچکی ہے وانت ط ا ل ق یعنی تو طالق ہے اور طالق کو بطور تہجی کہا اور سوای اون مثالوں کے جنکی فقہا نے تصریح کی ہے مصنف نے کہا کہ سوای امثلہ ثلثہ کے باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے حالانکہ چند کنایات ایسی ہیں کہ اون سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے تو حصر کرنا مصنف کا صحیح نہوا شارح نے جواب اس سوال مقدر کا یوں دیا کہ مصنف کو حصر اضافی مراد ہے یعنی جو الفاظ کنایات کے اس کتاب میں مذکور ہوچکے ہیں اونمیں سوای تین کے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے تو اگر بعضے کنایات غیر مذکورہ سے طلاق رجعی واقع ہو تو منافی اس حصر کی نہیں خلافا لما اختارہ فان نیۃ الثلث لا تصح فیھا ولا یتعبو لا بامرک بیدک والم الطلاق المراۃ نفسھا

کنایات یعنی باقی الفاظ کنایت مین تین طلاق کی نیت کرنا صحیح ہے سوای لفظ اختاری کے اسواسطے کہ تین طلاق کی نیت کرنا لفظ اختاری مین بھی صحیح نہین چنانچہ امر بیدے اور استبرئی رحمک اور انت واحدۃ مین صحیح نہین چنانچہ باب تفویض طلاق مین اسکی تصریح آویگی اور اس لفظ سے طلاق واقع نہین ہوتی ہو نہ امر کیبیک میں جبتک کہ عورت اپنی ذات کو طلاق نہ دی چنانچہ اسکا بیان بھی باب تفویض طلاق مین آویگا البائن اِن نواھا او الثنتین فلما تقرّر من ان الطلاق مصدرٌ لا یحتمل العدد لفظ بائن فاعل ہے یقع یا بقینا کا یعنی باقی الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہو اگر ایک طلاق کی نیت کی یا دو کی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ لفظ طلاق مصدر ہے محتمل نہین ہو عدد کا تو طلاق سے دو کا ارادہ کرنا صحیح نہوگا دو کی نیت کرنیسے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی لیکن یہہ علت کل الفاظ کنایات مین ظاہر نہین ہوتی اسواسطے کہ سرّحتک وفارقتک وخلیّۃ وبریّۃ مین مصدر نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وثلٰث اِن نواہ للوحدۃ الجنسیۃ ولذا صحّ فی الامۃ نیۃ الثنتین اور الفاظ باقیہ کنایات سے تین طلاقین واقع ہونگی اگر زوج تین طلاق کی نیت کریگا بسبب وحدت جنسی کے اور اسیواسطے ان الفاظ کی لونڈی کے حق مین دو طلاق کی بھی نیت کرنا صحیح ہو خلاصہ یہہ کہ مصدر موضوع ہو وحدت کیواسطے خواہ وحدت حقیقی ہو چنانچہ ایک مین یا وحدت جنسی ہو چنانچہ تین مین تو تین فرد حکمی ہوئی سواسطے کہ تین حرہ کے حق مین کل طلاق ہین اور اسیطرح دو لونڈی کے حق مین فرد حکمی ہین اسواسطے کہ کل طلاق ہین قال اعتدّی ثلثًا ونوی بالاوّل طلاقًا وبالباقی حیضًا صدّق قضاءً لنیتہ حقیقۃ کلامہ زوج نے زوجہ سے اعتدی کا لفظ تین بار کہا اور نیت کی اول لفظ سے طلاق کی اور باقی دوسرے اور تیسرے لفظ سے حیض کی تو اوسکی تصدیق کیجاویگی قضا مین بسبب نیت کرنے حقیقت کلام اپنے کے اسواسطے کہ اعتدوا کے حقیقی معنی حیض ہے اور طلاق مجاز ہی تو حیض والی عورت مین جب زوج نے حیض کا ارادہ کیا بعد لفظ اعتدی کے تو معنی حقیقی کا ارادہ کیا تو بلاشبہ اوسکی قضا مین تصدیق ہوگی اور جب قضا مین تصدیق ہوئی تو دیانت مین بھی ہوگی وان لم ینو بہ ای بالباقی شیئًا فثلث لدلالۃ الحال بنیۃ الاوّل اور اگر نیت کی باقی سے کچھہ طلاق کی نعیض کی تو تین طلاق واقع ہونگی بواسطے دلالت حال کے بسبب نیت کرنے طلاق کے لفظ اول سے یعنی جب اوسنے اول لفظ اعتدی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو بسبب اس قرینہ کے باقی دونو لفظون سے بھی طلاق کا تعین ہوگیا تو اس صورت مین نفی نیت زوج کی تصدیق نہوگی قضا مین لیکن دیانت مین طلاق نہ واقع ہوگی مگر اول لفظ سے کذا فی حاشیۃ المدنی حتّی لو نوی بالثانی فقط فثنتان او بالثالث فواحدۃ دلالت حال بیان تک معتبر ہے کہ اگر زوج نے فقط لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کریگا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک طلاق لفظ ثانی سے اور دوسری طلاق لفظ ثالث سے اسواسطے کہ جب اوسنے لفظ ثانی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو لفظ ثالث سے بھی بقرینہ حالیہ طلاق ثابت ہوگی اور اگر فقط لفظ ثالث سے طلاق کی نیت کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے کہ اول دو لفظون مین حالت مذاکرہ طلاق کی نہ پائی گئی ولو لم ینو بالکلّ لم یقع اور اگر زوج نے کل الفاظ ثلثہ سے نیت طلاق کی نکی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال مین کوئی قرینہ نہین نیت کا اور اگر اون الفاظ سے حیض کی نیت کریگا تو ایک طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی واقسامہا اربعۃ وعشرون ذکرھا الکمال اور مسئلہ اعتدی کہ جب تین بار کہ رہو چوبیس قسمین ہین فتح القدیر مین کمال الدین نے اونکو ذکر کیا ہو اونمین سے چھہ قسمون مین ایک طلاق واقع ہوتی ہو اور گیارہ مین دو طلاق واقع ہوتی ہین اور چھہ مین تین طلاقین ہوتی ہین اور ایک قسم مین مطلق طلاق نہین ہوتی پہلی صورت یہہ کہ الفاظ ثلثہ سے حیض کی نیت کی اسمین ایک طلاق ہوگی دوسری صورت یہہ کہ فقط تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی تیسرے یہہ کہ تیسرے لفظ سے فقط حیض کی نیت کی چوتھی یہہ کہ دوسرے لفظ سے طلاق اور تیسرے لفظ سے حیض کی نیت کی پانچوین کہ ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی چھٹی یہہ کہ اول سے طلاق اور ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی ان چھہ صورتون مین ایک طلاق واقع ہوگی ساتوین یہہ کہ فقط دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی آٹھوین یہہ کہ اول سے طلاق اور ثانی سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھہ نیت نکی نوین یہہ کہ اول دو لفظون سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھہ نکی دسوین یہہ کہ اول اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھہ نیت نکی گیارہوین یہہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے حیض کی بارہوین یہہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے حیض کی تیرہوین یہہ کہ اول اور ثانی سے حیض اور ثالث سے طلاق کی نیت کی چودہوین یہہ کہ اول اور ثالث سے حیض اور ثانی سے طلاق کی نیت کی پندرہوین یہہ کہ ثانی سے حیض کی نیت کی باقی سے کچھہ نیت نکی سولہوین یہہ کہ

اول سے طلاق اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نکی ١٨ سترہوین یہہ کہ ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور اول سے کچھ نیت نکی ان گیارہ صورتونمین یعنی ساتوین سے سترہوین تک دو طلاقین واقع ہونگی ١٩ انیسوین یہہ کہ فقط اول سے حیض کی نیت کی ٢٠ بیسوین یہہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نکی ٢١ اکیسوین یہہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نکی ٢٢ بائیسوین یہہ کہ اول سے حیض کی اور ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی ٢٣ تیئیسوین یہہ کہ سب الفاظ ثلثہ سے طلاق کی نیت کی ٢٤ چوبیسوین یہہ کہ اول سے طلاق کی نیت کی اور ثانی اور ثالث سے کچھ نیت نکی ان چھہ صورتونمین یعنی انیسوین سے بائیسوین تک تین طلاقین واقع ہونگی ٢٥ پچیسوین صورت یہہ ہے کہ الفاظ ثلثہ سے کچھ نیت نکی تو کچھہ نہ واقع ہوگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کے دریافت کرنیکا یہہ ہے کہ جب ایک لفظ سے طلاق کی نیت کی تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی سو ابعد اوس لفظ کے نفی نیت کی تصدیق نہوگی ہان اگر مابعد مین حیض کے نیت کریگا تو صحیح ہوگی اور اگر کسی لفظ سے طلاق کی نیت نکریگا تو صحیح ہوگا اور اسیطرح قبل منوی کی عدم نیت صحیح ہے مثلاً لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کی تو ثانی مین نفی نیت مقبول نہوگی اسواسطے کہ بعد منوی کے واقع ہے اور اول لفظ مین عدم نیت طلاق کی البتہ مقبول ہے اسواسطے کہ قبل منوی کے واقع ہے اور اگر کسی لفظ سے حیض کی نیت کی اور اوسکے قبل طلاق کی نیت نہین تو اوس حیض کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور اگر اوسکے قبل طلاق کی نیت ہوچکی ہے تو حیض کی نیت سے طلاق نہ واقع ہوگی اگر اس قاعدہ کو خوب غور کرلے تو مسائل مذکورہ کا حکم نکالنا آسان ہوجاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر وَیُزَادُ لَونَوٰی بِالکُلِّ وَاحِدَۃً فَوَاحِدَۃٌ دِیَانَۃً وَثَلٰثٌ قَضَاءً اور چوبیس قسمون مذکورہ پر ایک یہہ قسم اور زیادہ کی گئی ہے کہ اگر کل الفاظ ثلثہ سے ایک طلاق کا ارادہ کرے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی دیانت مین بنظر احتمال تاکید کے اور تین طلاق ہونگی قضا مین اسواسطے کہ تاکید خلاف ظاہر ہے وَلَو قَالَ اَنتِ طَالِقٌ اِعتَدِّیْ اِعتَدِّیْ وَعَطَفَہٗ بِوَاوٍ اَو فَاءٍ فَاِن نَوٰی وَاحِدَۃً فَوَاحِدَۃٌ اَو ثِنتَینِ وَقَعَتَا وَاِذَا لَم یَنوِ فَفِی الوَاوِ ثِنتَانِ وَفِی الفَاءِ قِیلَ وَاحِدَۃٌ وَقِیلَ ثِنتَانِ اور اگر کہا زوج نے تجھے اَنتِ طَالِقٌ اِعتَدِّیْ بدون عطف کے یا لفظ اعتدی کو عطف کیا واو سے یا فا سے یعنی یون کہا کہ انت طالق واعتدی یا یون کہا کہ انت طالق فاعتدی سو اگر ان تینون صورتون مین ایک طلاق کا ارادہ کیا تو ایک ہی طلاق ہوگی یا دو طلاق کا قصد کیا تو دو واقع ہونگی اور اگر کچھہ نیت نکی تو انتِ طالق واعتدی مین دو طلاق واقع ہونگی اور فاعتدی مین بعضون کے نزدیک ایک طلاق اور بعضون کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی طَلَّقَہَا وَاحِدَۃً بَعدَ الدُّخُولِ فَجَعَلَہَا ثَلٰثًا صَحَّ کَمَا لَو طَلَّقَہَا رَجعِیًّا فَجَعَلَہٗ قَبلَ الرَّجعَۃِ بَائِنًا اَو ثَلٰثًا ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اوس ایک طلاق کو تین طلاق کرڈالا تو یہہ ایک کا تین کرڈالنا امام کے نزدیک صحیح ہے چنانچہ یہہ بھی صحیح ہے کہ اگر عورت کو ایک طلاق رجعی دی پھر اوسکو قبل رجعت کے بائن کرڈالا یا ایک رجعی کو تین کرڈالا وَکَذَا لَو قَالَ فِی العِدَّۃِ اَلزَمتُ امرَأَتِیْ ثَلٰثَ تَطلِیقَاتٍ بِتِلکَ التَّطلِیقَۃِ اَو اَلزَمتُہَا تَطلِیقَتَینِ بِتِلکَ التَّطلِیقَۃِ فَہُوَ کَمَا قَالَ اور اسیطرح اگر کہا زوج نے عدت مین کہ لازم کردی اپنی عورت کو تین طلاق اوسی ایک طلاق سے جسکی سبب عدت مین تھی یا یون کہا کہ مین نے اوسکو دو طلاق لازم کرڈالی اوسی ایک طلاق سے تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوسنے کہا یعنی وہ عورت اوسپر حرام ہوگئی اور کبھی اوسکو حلال نہوگی مگر بعد طلاق زوج ثانی کے وَلَو قَالَ اِن طَلَّقتُکِ فَہِیَ بَائِنٌ اَو ثَلٰثٌ ثُمَّ طَلَّقَہَا یَقَعُ رَجعِیًّا لِاَنَّ الوَصفَ لَا یَسبِقُ المَوصُوفَ کَمَا تَقَدَّمَ ذِکرُہٗ اور اگر کہا کہ اگر تجھکو طلاق دون تو وہ طلاق بائن ہوگی یا تین پھر اوسکو طلاق دی تو رجعی واقع ہوگی نہ بائن اور نہ تین اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنی بائن یا تین ہونا صفت ہے طلاق کی تو طلاق پر کیونکر مقدم ہوگی چنانچہ یہہ امر سابق مذکور ہوچکا اوسکو یاد کر اَلصَّرِیحُ یَلحَقُ الصَّرِیحَ وَیَلحَقُ البَائِنَ بِشَرطِ العِدَّۃِ طلاق صریح لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو اور لاحق ہوتی ہے طلاق بائن کو بشرط عدت کے یعنی اول کہا انتِ طالق پھر کہا انتِ طالق یا طلاق عوض مال کے دی تو یہہ دوسری طلاق بھی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح لاحق ہوتی ہے صریح کو یا اول یون کہا کہ انت بائن پھر کہا انتِ طالق تو یہہ دوسری طلاق واقع ہوگی اور بائن ہوجائیگی اسواسطے کہ طلاق سابق کا بائن ہونا مانع ہوا رجعی ہونے سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وَالبَائِنُ یَلحَقُ الصَّرِیحَ اور طلاق بائن لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو بشرط عدت کے مثلاً اول یون کہا کہ انتِ طالق پھر کہا انتِ بائن تو طلاق ثانی بھی واقع ہوگی اَلصَّرِیحُ مَا لَا یَحتَاجُ اِلَی النِّیَّۃِ بَائِنًا کَانَ الوَاقِعُ بِہٖ اَو رَجعِیًّا فَیَدخُلُ فِیہِ الطَّلَاقُ الثَّلٰثُ فَیَلحَقُہُمَا طلاق صریح وہ ہے جو محتاج نہو نیت

خواہ صریح سے طلاق بائن واقع ہو یا رجعی کذا فی فتح القدیر سو طلاق صریح مین داخل ہی تین بار طلاق دینا تو یہہ طلاق ثلث صریح اور بائن دونو کو لاحق ہوگی
ھ بعضون نے کہا کہ طلاق صریح وہ ہی جس سے رجعی واقع ہو شارح نے اس قول کو رد کیا تعمیم صریح کی ثابت کر کے اور فی الواقع طلاق ثلث یا طلاق بعوض
مال کے اگر بائن ہوتی ہین چنانچہ بعضون کا گمان ہے تو طلاق بائن کو نہ لاحق ہوئی حالانکہ دونو اوسکو لاحق ہوتی ہین کذا فی حاشیۃ الدرر وکذا الطلاق
علی مال فیلحق الرجعی ویجب المال والبائن ولا یلزم المال کما فی الخلاصۃ اور یسطرح طلاق عوض مال کے صریح مین داخل ہی تو لاحق ہوگی طلاق
رجعی کو اور مال دینا عورت کو واجب ہوگا اور بائن کو لاحق ہوگی اور مال دینا اوسمین لازم نہ آویگا کذا فی الخلاصۃ ھ رجعی کے بعد مال دینا اسواسطے واجب
ہوا کہ رجعی مین شوہر کو اختیار ہی کہ رجوع کرے اور عورت کو نچھوڑے تو عورت نے اپنی جان چھڑانیکا بدلا دیا اور بائن مین زوج کا عورت پر مدون اوسکی
رضامندی کے کچھہ اختیار باقی نرہا تو عوض دینی کی کچھہ حاجت باقی نرہی فالمعتبر فیہ اللفظ لا المعنی علی المشھور تو معتبر طلاق کی صریح اور بائن
ہونیمین لفظ ہی نہ معنی بنا بر قول مشہور کے یعنی اگر لفظ محتاج نیت کا نہین تو وہ صریح ہی خواہ طلاق اوس سے بائن پڑی یا رجعی تو صریح مین طلاق ثلث اور طلاق
عوض مال کے داخل ہوئی اور جو کہ بلفظ حرام ہو وہ بائن مین داخل ہے اسواسطے کہ عدم احتیاج نیت کی اوسمین طاری ہو گئی ہی بسبب شیوع استعمال عرفی کے
لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقۃ فلا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی
جعلہ انشاء نہین لاحق ہوتی طلاق بائن اول طلاق بائن کو جبکہ ممکن ہو دوسری بائن کو اول بائن سے خبر دینا چنانچہ اول کہا انت بائن دوسری بار
کہا انت بائن یا دوسری بار یون کہا کہ ابنتک بتطلیقۃ یعنی مین نے تجھکو ایک طلاق بائن کر جدا کیا تو یہہ دوسری بائن نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہہ اخبار ہے
اول سے تو کچھہ ضرورت نہین اسکی انشاء طلاق ٹھہرانے مین یعنی بائن ثانی سے دوسری طلاق بائن پیدا کرنا کچھہ ضرور نہین اسواسطے کہ اسکا خبر دینا
اول سے ممکن ہی یعنی اول کلام سے طلاق واقع کی اور کلام ثانی سے وقوع طلاق سابق کی خبر دی ھ یہہ جو کہا کہ بائن بائن سے ملحق نہین ہوتی
مراد یہہ ہی کہ جو بائن بلفظ کنایات ہی وہ ملحق نہین ہوتی اور اگر بائن بلفظ کنایہ نہین تو وہ واقع ہوتی ہی چنانچہ اگر اول یون کہا کہ انت طالق افحش
الطلاق پھر دوسری بار کہا انت طالق افحش الطلاق تو یہہ طلاق ثانی بھی واقع ہوگی اور یہہ جو شارح نے کہا اخبار کی مثال انت بائن بائن کر ذکر کے
خوب نہین بلکہ یون کہنا مناسب تہا کہ انت بائن انت بائن اسواسطے کہ بیان مراد اخبار سے خبر نحوی نہین بلکہ جملہ خبریہ مراد ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
بخلاف ابنتک باخری او انت طالق بائن او قال نویت البینونۃ الکبری لتعذر حملہ علی الاخبار فیجعل انشاء بخلاف سابق
کے یہہ ہی کہ اول طلاق بائن دی پھر کہا کہ مین نے تجھکو دوسری طلاق کر بائن کیا یا اول طلاق بائن دی پھر کہا انت طالق بائن یا اول کہا انت بائن پھر
کہا انت بائن اور کہا کہ مین نے ثانی بائن سے بینونت کبری یعنی بہت بڑی جدائی کی نیت کی تو ان تینون صور تو نمین دوسری طلاق بھی واقع ہوگی
بسبب تعذر محمول کرنے اس کلام کے اخبار پر تو یہہ کلام ثانی انشاء طلاق قرار دیا جاویگا ھ صورت اول مین لفظ اخری کا مانع ہی حمل اخبار سے اور صورت
ثانی مین لفظ طالق کا صریح ہی اور حمل اخبار کا نہین ہوتا مگر کنایہ مین اور لفظ بائن کا لغو ہی اور صورت ثالث مین بینونت کبری یعنی طلاق ثلث کا ارادہ
کیا پھر جبکہ تینون صور تو نمین بسبب وجوہ مذکورہ کے حمل علی الاخبار نہو سکا تو خواہ مخواہ دوسری طلاق بائن بھی واقع ہوئی ولذا وقع المعلق
کما قال اذا کان البائن معلقا بشرط او مضافا قبل ایجاد المنجز البائن کقولہ ان دخلت الدار فانت بائن ناویا الطلاق
ثم ابانھا ثم دخلت بانت باخری لانہ لا یصلح اخبارا اور اسیواسطے یعنی بسبب تعذر حمل اخبار کے واقع ہوتی ہی طلاق معلق چنانچہ
مصنف نے کہا کہ بائن ملحق نہین ہوتی بائن سے مگر جبکہ بائن معلق شرط پر ہو یا کہ بائن مضاف ہو قبل واقع کرنے منجز بائن کے یعنی اول تعلیق یا اضافت
ہو بعد اسکی منجز بائن یعنی طلاق بائن بلا شرط واقع ہوگی مانند قول زوج کے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو بائن ہوگی تو کہا طلاق کی نیت سے پھر اس کہنے
کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر عورت گھر مین داخل ہوئی تو اوسپر دوسری طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ طلاق معلق کو صلاحیت نہین خبر واقع
ہونیکی اسواسطے کہ تعلیق قبل ہو چکی تھی اور خبر نہین ہوتی مگر بعد مخبر عنہ کے ومثلہ المضاف کانت بائن غدا ثم ابانھا ثم دخلت بالغد تقع اخری

اور مانند معلق کے ہو مضاف چنانچہ اول زوجہ سے کہا کہ تجھکو طلاق بائن ہے کل پھر اوسکو آج ہی طلاق بائن دی پھر جب دوسرا دن آویگا تو دوسری طلاق بائن واقع ہوگی بسبب اضافت سابقہ کے اسواسطے کہ مضاف بھی بسبب اضافت سابقہ کے خبر نہیں ہوسکتا و فی البحر عن الوهبانیة انتِ بائنٌ کنایةٌ مُعلّقاً کان او منجزاً فیفتقر الی النیة اور بحر الرائق میں ہے وہبانیہ سے کہ انتِ بائن یہ کنایہ ہے طلاق سے خواہ معلق ہو خواہ منجز تو لفظ بائن کا محتاج ہے نیت کی طرف اس قول سے شارح نے استدلال کیا کہ لفظ بائن میں نیت کرنا ضرور ہے بدون نیت کے طلاق نہوگی و لو قال ان دخلتِ الدار فانتِ بائنٌ ثم قال ان کلمتِ زیداً فانتِ بائنٌ ثم دخلت الدار بانت ثم کلمت یقع اخری ذخیرہ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو بائن ہے پھر کہا اگر تو زید سے بولیگی تو تو بائن ہے پھر زوجہ گھر میں داخل ہوئی تو ایک طلاق بائن اوسپر پڑی پھر وہ زید سے بولی تو دوسری طلاق بائن اوسپر واقع ہوگی کذا فی الذخیرہ یہہ مثال ہے دو معلق بائن کی و فی البزازیة ان فعلتُ کذا فحلال الله علی حرام ثم قال کذلک لامرٍ اخر ففعل احدهما بانت ثم کذا لو فعل الثانی علی الاشبه فلیحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلاً اگر شراب پیوں تو اللہ کا حلال مجھپر حرام ہے پھر اسیطرح دوسرے امر کو اسطرح کہا یعنی مثلاً اگر میں ترک صلوٰۃ کروں تو حلال خدا کا مجھپر حرام ہے سو زوج نے کوئی اون دونوں میں سے کیا تو اوسکی عورت پر ایک طلاق بائن پڑی اور اسیطرح اگر دوسرا امر کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی بنا بر قول اشبہ کے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے قیّد بالقبلیة لانه لو اَبانها اولاً ثم اضاف البائن او علّقه لم یصح کتنجیزه بدائع مصنف نے مقید کیا معلق کو قبلیت کر اسواسطے کہ اگر عورت کو طلاق بائن دیگا پھر مضاف کریگا بائن یا معلق کو تو صحیح نہوگا مثل تنجیز بائن کے کذا فی البدائع یعنی جیسے بائن بلا تعلیق بعد بائن کے صحیح نہیں ویسی ہی تعلیق اور اضافت بعد بائن کے درست نہیں و یستثنی ما فی البزازیة قال کل امرأة له طالق لم یقع علی المختلعة اور اوس قاعدہ سے کہ طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے وہ روایت جو بزازیہ میں ہے مستثنی ہے کہ کہا مرد نے کہ جو عورت کہ اوسکی ہے وہ طلاق ہے تو یہہ طلاق نہ واقع ہوگی مختلعہ پر یعنی وہ عورت جسپر طلاق بدلے مال کے واقع ہوئی اسواسطے کہ صریح بائن کو اوسوقت لاحق ہوتی ہے جب کہ عورت کیطرف خطاب ہو طلاق کا یا اشارہ ہو اوسکی طرف اور یہان نہ خطاب ہے نہ اشارہ کذا فی حاشیة المدنی و لو قال ان فعلتُ کذا فامرأتُه کذا لم یقع علی معتدة البائن اور اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو اسکی عورت ایسی یعنی طلاق ہے تو نہ واقع ہوگی معتدہ بائن پر اسواسطے کہ بائن نکاح سے جاتا رہا ہے تو وہ اوسکی عورت نرہی علاوہ اسکے خطاب اور اشارہ یہان بھی نہیں وضبطها الکل ما قیل ۵ کل اجز لا بائناً مع مثله • الا اذا علّقته من قبله • الا بکل امراته وقد خلع • والحق الصریح بعد لم یقع • اور جمع کریں ان نظم میں بعض علمانے تمام لحوق کی صورتیں مع المستثنی اور عدم لحوق کی صورتیں مع المستثنی یعنی طلاق صریح اور بائن کی ہر صورت کو لحوق کو جائز رکھ نہ جائز جان بائن کے لحوق کو ساتھ بائن کے مگر جب کہ تو نے تعلیق کی ہو بائن کی قبل بائن کے یعنی اس صورت میں بائن لاحق ہوگی بائن سے اور صریح بعد بائن کے لاحق ہوتی ہے مگر اس صورت میں کل امرأة لی طالق کہا اور حالانکہ اول خلع کیا اور طلاق صریح کو بعد خلع کے لاحق کیا تو یہہ طلاق صریح بعد بائن کے نہ واقع ہوگی اور بعض نسخون میں مصرع اول یون ہے لحوقاً اجز لا بائناً مع مثله - یعنی ہر لحوق کو جائز جان نہ بائن بعد بائن کے کل فرقة هی فسخٌ من کل وجه کالاسلام والردة مع اللحاق و خیار بلوغ وعتق لا یقع الطلاق فی عدتها مطلقاً جو جدائی کہ وہ فسخ نکاح ہو ہرطرح سے جیسے مسلمان ہونا زوجین میں سے کسیکا یا مرتد ہونا عورت کا اور دار الحرب میں جا کر ملنا اور خیار بلوغ کا عورت یا مرد کو یا خیار عتق عورت کا تو نہ واقع ہوگی طلاق اوسکی عدت میں مطلقاً نہ طلاق صریح نہ بائن نہ منجز نہ معلق خواہ عدت حیض سے ہو خواہ مہینوں سے کذا فی حاشیة المدنی وکل فرقة هی طلاق یقع الطلاق فی عدتها علی ما بینّا اور جو جدائی کہ وہ طلاق ہے تو واقع ہوگی طلاق اوسکی عدت میں اوسطرح پر واقع ہوگی جیسا کہ ہمنے بیان کیا یعنی الصریح یلحق الصریح الی آخره فروع مسئلہ ملحقہ شارح کے انما یلحق الطلاق لمعتدة الطلاق اما المعتدة للوطی بشبهة فلا یلحقها خلاصہ طلاق تو اوس عورت کو لاحق ہوتی ہے جو طلاق کی عدت میں ہو اور جو عورت کہ بسبب وطی اشتباہی کے عدت میں ہو اوسکو طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی الخلاصہ ھھ اسیطرح نکاح فاسد اور لونڈی جب کہ آزاد ہوجاوے تو اوسکی عدت میں بھی طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی حاشیة الطحطاوی و فی القنیة زوّج امرأته من غیره لم یکن طلاقاً ثم ان نوی طلقت

اور قنیہ میں ہے کہ زوجہ نے نکاح کر دیا اپنی زوجہ کا غیر سے تو یہ تزویج طلاق نہیں اسواسطے کہ تزویج نہ طلاق صریح میں داخل ہے نہ کنایہ میں پھر صاحب قنیہ نے بعض مشائخ کی طرف اشارہ کر کے رقم کیا کہ اگر زوج اس تزویج سے طلاق کی نیت کریگا تو عورت مطلقہ ہوگی اور ظاہر اعدم طلاق معتمد ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اِذْهَبِي وَتَزَوَّجِي يقع واحدة بلا نية کہا زوج نے زوجہ سے کہ جا اور نکاح کر لے تو اس قول سے ایک طلاق بدون نیت کے واقع ہوگی کذا فی البزازیہ اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر میں یون ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اِذْهَبِي فَتَزَوَّجِي اور طلاق کی نیت نکی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مطلب یہہ ہے کہ تو نکاح کر لے اگر تجھکو نکاح ممکن اور حلال ہو تو ان دونو روایتوں میں اختلاف ثابت ہوا اور دونو قولون میں واو اور فے کا فرق نکالنا نہایت بعید ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اِذْهَبِي اِلىٰ جَهَنَّمَ يقع اِنْ نوى خلاصہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جہنم کو جا تو اس قول سے طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے طلاق کی نیت کی کذا فی الخلاصہ تو مراد اس قول سے گالی اور طلاق ہے وَكَذَا اِذْهَبِي عَنِّي اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ جا میرے پاس سے وَاَفْلِحِي اور اسیطرح اَفْلِحِي سے بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ اَفْلِحِي بمعنی اِذْهَبِي کے ہے یعنی جا رخصت کیوقت عرب بولتے ہین اَفْلِحِي بِخَيْرٍ اور یہہ بھی محتمل ہے کہ اَفْلِحِي بمعنی اِظْفَرِي ہو یعنی مراد کو پہونچ جو امر اد ہو یعنی اپنا مطلب حاصل کر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق وَفَسَخْتُ النِّكَاحَ اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ مین نے نکاح کو فسخ کر دیا وقوع طلاق میں اس قول سے شاید نیت اسواسطے شرط ہوئی کہ نکاح کی نسبت زوجہ کی طرف نہیں یعنی یون نہین کہا کہ مین نے تیرا نکاح فسخ کر دیا اور اگر عورت کی طرف نسبت کرے تو نیت کی حاجت نہو لیکن مشکل یہہ ہے کہ اس قول کو الفاظ طلاق صریح میں شمار نہین کیا تو یہہ مقتضی ہے احتیاج نیت کا بہر صورت یہہ مسئلہ تحریر اور تنقیح طلب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی وَاَنْتِ عَلَيَّ كَالْمَيْتَةِ اَوْ كَلَحْمِ الْخِنْزِيرِ اَوْ حَرَامٌ كَالْمَاءِ لِاَنَّهٗ تَشْبِيهٌ بِالسُّرْعَةِ اور اسیطرح بشرط نیت طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تو میرے نزدیک مانند مردار کے ہے یا مثل سور کے گوشت کے ہے یا تو مجھپر حرام ہے مثل پانی کے اسواسطے کہ یہہ تشبیہ ہے جلدی اور شتابی میں گویا یون کہا کہ تو مجھپر حرام ہے نہایت جلد جیسے پانی جلد پی جاتی ہے وَلَا يَقَعُ بِاَرْبَعَةِ طُرُقٍ عَلَيْكِ مَفْتُوحَةٌ وَاِنْ نَوىٰ مَالَمْ يَقُلْ خُذِي اَيَّ طَرِيقٍ شِئْتِ اور نہین واقع ہوتی طلاق اس قول سے کہ چارون رستے تجھپر کھلے ہین اگرچہ نیت طلاق کی بھی کرے جبتک یون نکہے کہ تو جس راہ کو کہ تو چاہے **فائدہ** چند الفاظ کنایات طلاق کا ذکر کرنا یہان مناسب معلوم ہوا اسطرح مزید افادہ طالبین کے ازانجملہ اَنْتِ سَائِبَةٌ یعنی تو سائبہ ہے یعنی تو بلا قید ہے جیسے سانڈ وَحَبْلُكِ عَلىٰ غَارِبِكِ یعنی تیری رسی تیری گردن پر یہہ استعارہ ہے تخلیہ سے عرب کا دستور ہے کہ جب اونٹنی کو چھوڑ دیتے ہین تو اوسکی گردن پر رسی ڈالدیتے ہین وَالْحَقِي بِاَهْلِكِ یعنی لوگون سے جا مل وَوَهَبْتُكِ لِاَهْلِكِ اَوْ لِاَبِيكِ اَوْ لِاُمِّكِ یعنی مین تجھکو تیرے لوگون کو دیا یا تجھکو تیرے باپ کو یا تیری ماکو دیا وَعَفَوْتُ عَنْكِ لِاَهْلِكِ یعنی مین نے تجھکو معاف کیا تیرے لوگون کے سبب سے وَرَدَدْتُكِ اِلَيْهِمْ یعنی مین نے تجھکو تیرے لوگون کو پھیر دیا اور ان صورتون مین اونکا قبول کرنا شرط نہین اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھکو تیرے بھائی کو دیا یا تیری بہن یا تیری عمہ یا تیرے چچا کو یا تیری خالہ کو دیا تو ان الفاظ سے طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو وَاَعْتَقْتُكِ یعنی مین نے تجھکو آزاد کیا وَكُونِي حُرَّةً یعنی تو آزاد ہو جا وَاظْفَرِي بِمُرَادِكِ یعنی تو اپنے مطلب کو حاصل کر وَخَالَعْتُكِ مین نے تجھسے خلع کی وَتَنَحِّي یعنی ہٹ وَلَسْتِ لِي بِامْرَاَةٍ یعنی تو میری جورو نہین وَلَسْتُ لَكِ بِزَوْجٍ یعنی مین تیرا زوج نہین وَلَا نِكَاحَ بَيْنِي وَبَيْنَكِ یعنی میرے اور تیرے درمیان نکاح نہین وَصِرْتِ غَيْرَ امْرَاَتِي یعنی تو میری جورو نرہی وَقَالَتْ لَسْتَ لِي بِزَوْجٍ فَقَالَ صَدَقْتِ یعنی زوجہ نے کہا کہ تو میرا شوہر نہین سو شوہر نے کہا کہ تو نے سچ کہا وَابْتَغِي الْاَزْوَاجَ یعنی اور شوہر تلاش کر اُبْعُدِي عَنِّي یعنی مجھسے دور ہو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بشرط نیت کے یا دلالت حال کے اور اگر زوج نے کہا لَا اُرِيدُكِ لَا اُحِبُّكِ لَا اَشْتَهِيكِ یعنی مین تجھکو نہین چاہتا مین تجھسے محبت نہین رکھتا مجھکو تیری خواہش نہین تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہین ہوتی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الملتقی والہندیہ

باب تفویض الطلاق

یہہ باب ہے تفویض طلاق کا لَمَّا ذَكَرَ مَا يُوقِعُهُ بِنَفْسِهِ بِنَوْعَيْهِ ذَكَرَ مَا يُوقِعُهُ غَيْرُهُ بِاِذْنِهِ شارح کہتا ہے جب کہ مصنف ذکر کر چکا اوس طلاق کو جسکو زوج خود واقع کرتا ہے دونو قسمون کے ساتھہ یعنی صریح اور کنایہ تو اب ذکر کیا اوس طلاق کو جسکو غیر زوج بحکم زوج واقع کرتا ہے وَاَنْوَاعُهُ ثَلٰثَةٌ

باب تفویض الطلاق

تفویض وتوکیل ورسالۃ اور ایقاع غیر کی تین قسمیں ہیں ایک تفویض یعنی غیر کو طلاق کا مالک کردینا دوسری توکیل یعنی دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا تیسری قسم رسالت یعنی غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا فرق تفویض اور توکیل میں یہہ ہے کہ جسکو تفویض ہو وہ اپنی ذات کیواسطے عمل کرتا ہے اور توکیل میں وکیل مامور ہوتا ہے غیر کیواسطے عمل کرتا ہے اور رسالت تو محض تحمل اور سفارت سے عبارت ہے والفاظ التفویض ثلثۃ تخییر وامر بید ومشیۃ اور الفاظ تفویض کے تین ہیں ایک تخییر دوسرا امر بالید تیسرا مشیت قال لہا اختاری او امرک بیدک ینوی تفویض الطلاق لانہما کنایۃ فلا یعملان بلا نیۃ او طلقی نفسک فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مشافہۃ او اخبارا اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اختیار کرلے یا یوں کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے نیت کی ان دونو لفظوں میں طلاق سپرد کرنیکی اسواسطے کہ یہہ دونو لفظ کنایہ طلاق ہیں تو طلاق واقع ہونے میں بدون نیت کے عمل نکرینگے یا زوج نے یوں کہا کہ طلاق دیدے اپنی ذات کو تو ان تینوں صورتوں میں زوجہ کو اختیار ہے کہ اپنی ذات کو طلاق دے لیوے علم تفویض کی مجلس میں یعنی جس جگہ عورت کو تفویض طلاق کا حال معلوم ہوا وہیں تک اوسکو اختیار حاصل ہے خواہ بالمشافہہ زوج سے اسکا علم ہوا ہو خواہ وکیل یا رسول سے خبر پہنچی ہو یا زوج کا خط آیا ہو وان طال یوما او اکثر مالم توقتہ ویمضی الوقت قبل علمہا مجلس علم تک عورت کو اختیار حاصل ہے اگرچہ مجلس دراز ہو گئی ہو ایک دن تک یا زیادہ مجلس طویل میں وہانتک اختیار ہے جبتک زوج نے تفویض کا وقت نہیں ٹھہرایا اور حال یہہ ہے کہ وقت معین گذر گیا قبل علم زوجہ کے یعنی مثلا زوج نے کہا تھا کہ زوجہ کو جمعہ تک اختیار ہے پھر زوجہ کو خبر ہوئی بعد غروب آفتاب جمعہ کے تو تفویض باطل ہو گئی مالم تقم لتبدل مجلسہا حقیقۃ او حکما بان تعمل ما یقطعہ مما یدل علی الاعراض لانہ تملیک فیتوقف علی قبولہا فی المجلس لا توکیل فلم یصح رجوعہ زوجہ کو اختیار باقی ہے جبتک مجلس علم سے نہ اوٹھے اسواسطے کہ اوٹھنے میں اوسکی مجلس کا تبدل ہے حقیقت میں یا تبدل مجلس حکما ہو اسطرح پر کہ وہ کام کریگی جو قاطع ہے اختیار کا اوس قسم سے جو دلالت کرے بے التفاتی اور روگردانی پر اسواسطے کہ تفویض تملیک ہے تو موقوف رہیگی عورت کی قبول پر مجلس میں تفویض توکیل نہیں بلکہ تملیک ہے تو زوج کو تفویض سے رجوع کرنا صحیح نہیں حتی لو خیرہا ثم حلف ان لا یطلقہا فطلقت لم یحنث فی الاصح تفویض تملیک ہے یہانتک کہ اگر زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا پھر قسم کہائی کہ میں اوسکو طلاق نہ دونگا پھر عورت نے خود طلاق دے لی تو زوج حانث نہوگا قول اصح میں اسواسطے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ زوج اور اگر تفویض تملیک نہوتی بلکہ توکیل ہوتی تو عورت کی طلاق سے زوج حانث ہوتا اسواسطے کہ وکیل کا فعل بعینہ موکل کا فعل ہوتا ہے اور اگر زوج بعد حلف کے زوجہ کو مختار کریگا تو بالاتفاق حانث ہوگا شارح کو مناسب تہا کہ حتی لو خیرہا کے مقام پر ولو خیرہا کہتا اسواسطے کہ یہہ مسئلہ بہی متفرع ہے تملیک تفویض پر کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق بعدہ ای المجلس الا اذا زاد علی قولہ طلقی نفسک واخواتہ متی شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت فلا یتقید بالمجلس نہ طلاق دیگی عورت بعد مجلس علم کے مگر اوسوقت کہ زیادہ کرے اپنے قول طلقی نفسک اور اسکے امثال پر لفظ متی شئت کا یا متی ما شئت کا یا لفظ اذا شئت کا یا اذا ما شئت کا تو اوسکے زیادہ کرنے سے اختیار عورت کا مجلس علم تک مقید نہوگا بلکہ ہروقت اوسکو اختیار باقی رہیگا اسواسطے کہ قول زوج کا یوں ترجمہ ہے کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے لے جب تو چاہے یا جسوقت تو ارادہ کرے ولا یصح رجوعہ لما مر اور نہیں صحیح ہے رجوع کرنا زوج کا اوس سبب سے جو مذکور ہو چکا یعنی تفویض تملیک ہے نہ توکیل جو پلٹ جانا درست ہوتا واما فی طلقی ضرتک او قولہ لاجنبی طلق امرأتی فیصح رجوعہ عنہ ولم یتقید بالمجلس لانہ توکیل محض اور اس قول میں کہ طلقی ضرتک یعنی طلاق دے اپنی سوت کو یا اس قول میں جو اجنبی سے کہا کہ تو طلاق دے میری عورت کو صحیح ہے رجوع کرنا اس قول سے اور یہہ تخییر مقید اوسی مجلس کے نہیں اسلئے کہ یہہ قول محض توکیل ہے مطلق تملیک نہیں اسواسطے کہ مامور اسمیں عمل غیر کیواسطے کرتا ہے نہ اپنے واسطے بخلاف مسئلہ سابقہ کے پھر جب توکیل ہوئی تو رجوع کرنا درست ہے اور توکیل میں مجلس کی قید نہیں وفی طلقی نفسک وضرتک کان تملیکا فی حقہا توکیلا فی حق ضرتہا جوہرہ اور اس قول میں کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور اپنی سوت کو تو یہہ قول تملیک ہے مخاطبہ کے حق میں اور توکیل ہے اوسکی سوت کے حق میں کذا فی الجوہرۃ تو زوج کو طلاق دلانے مخاطبہ سے رجوع کرنا درست نہیں اور اوسکی سوت کے طلاق دلانے میں رجوع درست ہے اور مخاطبہ کی تخییر مقید بمجلس ہے بخلاف اوسکی سوت

کے اِلّا اِذا علّقه بالمشیئة فیصیر تملیکًا لا توکیلًا توکیل مین رجوع کرنا درست ہی مگر جب کہ زوج نے طلاق کو مشیت وکیل سے معلق کیا تو اوس وقت مین توکیل تملیک ہو جاوے گی توکیل نہ باقی رہیگی یعنی اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اپنی سوت کو طلاق دے تو اب رجوع کرنا زوج کو اس قول سے جائز نہین کیونکہ یہہ توکیل نہ رہی بلکہ تملیک ہو گئی اسواسطے کہ وکیل سے فعل مطلوب ہوتا ہی وکیل کا دل چاہے یا نہ چاہے اور جب اوسکی خواہش اور رائے پر رکھا تو اوسکو مالک کر دیا اسواسطے کہ اپنی خواہش کے موافق تصرف کرنا یہہ صفت ہی مالک کی نہ وکیل کی اس قول سے رد کیا مذہب زفر کو کذا فی حاشیة الدر

والفرقُ بینهما فی خمسةِ احکامٍ ففی التملیکِ لا یرجعُ ولا یعزلُ ولا یبطلُ بجنونِ الزوجِ ویتقیّدُ بمجلسٍ لا بعقلٍ فیصحُّ تفویضُ المجنونِ وصبیٍّ لا یعقلُ بخلافِ التوکیلِ بحر اور فرق درمیان توکیل اور تملیک کے پانچ حکمون مین ہی سو تملیک مین نہین رجوع کرسکتا زوج اور نہین معزول کرسکتا مملک لہ کو اور باطل نہین ہوتی تملیک زوج کے دیوانہ ہونے سے اور مقید ہوتی ہی تملیک مجلس سے اور نہین مقید ہوتی مملک لہ کی عقل سے تو صحیح ہی تفویض طلاق کی دیوانہ کو اور صبی بےعقل کو بشرطیکہ وہ دونو کلام کرسکتے ہون بخلاف توکیل کے کہ اوسمین رجوع کرنا اور وکیل کو معزول کرنا درست ہی اور موکل کے جنون سے وکالت باطل ہوتی ہی اور وکالت مقید بمجلس نہین اور وکیل کے عاقل ہونے پر مقید ہی کذا فی بحر الرائق م

عزل کے ذکر کرنیکی کچھ حاجت نہتی ذکر عدم رجوع کافی ہی یعنی جب تملیک سے رجوع کرنا جائز نہوا تو معزول کرنا بھی جائز نہوگا کذا فی حاشیة الطحطاوی والمدنی فلو جُنَّ بعدَ التفویضِ لم یقع فهنا یُتسامحُ ابتداءً لا ایقاعاً عکسَ القاعدةِ فلیحفظ ہان اگر مفوض الیہ یعنی جسکو طلاق کی تفویض ہوئی مجنون ہو گیا بعد تفویض کے پھر اوسنے حالت جنون مین طلاق دی تو یہہ طلاق نہ واقع ہوگی تو اس مسئلہ مین مسامحہ اور تساہل ہوا ابتدا مین نہ بقا مین بالعکس قاعدہ فقہیہ کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ یُتسامحُ فی البقاءِ لا یُتسامحُ فی الابتداءِ یعنی مسامحہ کیا جاتا ہی بقاء امر مین ایسا جو کہ نہین مسامحہ ہوتا ابتداء امر مین اور اس مسئلہ مین بالعکس اس قاعدہ کے ہوا یعنی ابتدا مین مسامحہ ہوا نہ بقا مین یعنی مجنون کو تفویض طلاق درست ہی اور اوسکا ایقاع بھی درست اور اگر مفوض الیہ وقت تفویض کے عاقل ہوا اور پھر مجنون ہو جاوے تو اوسکی طلاق درست نہین اوسبب اسکا یہ ہے کہ جب مجنون کو زوج نے تفویض طلاق کی کی تو اوسکی ایقاع طلاق پر باوجود اوسکی بےعقلی کے راضی ہوا تو گویا طلاق کو جنون زوجہ پر معلق کیا بخلاف اسکے اگر عاقل کو تفویض کی پھر وہ دیوانہ ہو گیا تو سیان تفویض تھی اوسکی عقل کے اعتماد پر حالانکہ عقل بعد جنون کے باقی نہین

وجلوسُ القائمةِ واتکاءُ القاعدةِ وقعودُ المتکئةِ ودعاءُ الابِ اوغیرہٖ للمشورةِ بفتحٍ فضمٍّ المشاورة ودعاءُ الشهودِ للاشهادِ علی اختیارِها الطلاقَ اذا لم یکن عندها من یدعوهم سواءٌ تحوّلت عن مکانِها اولا فی الاصحِّ خلاصه اور قاطع مجلس کا نہین بیٹھنا کھڑی عورت کا اور تکیہ لگانا بیٹھی کا اور اوٹھنا تکیہ لگا نیوالی کا اور بلانا باپ کا یا غیر اوسکو کسی اور کا باہم صلاح کرنیکے واسطے اور بلانا گواہون کا گواہ کرنیکے واسطے اپنی طلاق کے اختیار کرنے پر جب کہ عورت کے نزدیک کوئی اونکا بلا دینے والا نہو خواہ اس بلانے مین عورت اپنے مکان سے ٹل گئی ہو یا نٹلی ہو دونو برابر ہین قول اصح مین کذا فی الخلاصہ معلوم ہوا کہ اگر باپ وغیرہ کو صلاح کرنیکو نہ بلایا یا ہو مگر دوسرا بلا دینے والا ہو کہ عورت خود گواہون کے بلانے کو گئی تو مجلس بدل گئی اوسکو اختیار نہ باقی رہا کذا فی حاشیة الطحطاوی شارح نے کہا کہ مشورہ بفتح میم وضم شین معجمہ بمعنی مشاورت ہی یعنی باہم صلاح کرنا اور مصباح مین تصریح ہی کہ مشورہ مین دو لغت مین لغت اول کون شین کا اور فتح واو کا لغت ثانی ضمہ شین کا اور سکون واو کا اور موزون مین ہی کہ مشورہ مفعلہ کے وزن پر ہی نہ مفعولہ کے کذا فی حاشیة المدنی وایقافُ دابّةٍ هی راکبتُها لا یقطعُ المجلسَ اور ٹھہرانا اوس سواری کا جسپر عورت سوار ہی مجلس اختیار کو قطع نہین کرتا ونوا قامها اوحلها معها مکرهة بطلَ لتمکنها من الاختیار اور اگر زوج نے بعد تخییر کے عورت کو مجلس سے اوٹھایا یا زبردستی اوس سے صحبت کی تو باطل ہو گیا اختیار عورت کا واسطے قادر ہونے عورت کے اختیار سے یعنی حالت اقامت اور حالت جماع مین عورت یون کہنے پر قادر تھی کہ اخترتُ نفسی پھر جب کہ اوسنے نکہا تو اختیار باطل ہو گیا والفُلکُ لها کالبیتِ وسیرُ دابّتها کسیرها حتی لا یتبدّلُ المجلسُ بجری الفُلکِ ویتبدّلُ بسیرِ الدابّةِ لاضافتِه الیها اور کشتی عورت کے حق مین مانند کوٹھری کے ہی اور چلنا اوسکی

سواری کا مانند چلنی عورت کے ہی یہانتک کہ نہین بدلتی مجلس کشتی کے بہنی سی اور بدلتی ہی سواری کے چلنی سی و اسطی منسوب ہونی چال کے عورت کی طرف اسواسطی کہ سواری کے چلانے پر جانور اہتا ہی بخلاف کشتی کے الا ان یجیب مع سکوتہ او یکونا فی محمل یقودہما الجمال فانہ کالسفینۃ سواری کے چلانے سی اور عورت کے خود چلنی سے مجلس بدل جاتی ہی مگر اوسوقت مجلس نہین بدلتی جب عورت بول اوٹہی جواب مین زوج کے چپ رہنی کے ساتھہی یعنی فوراً اوسکی جانور کے یا اپنے قدم اوٹہانی سی جواب دیا اور اگر پہلی قدم اوٹہا پہر جواب دیا تو طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلاً عن الہندیہ یا کہ زوج اور زوجہ دونو ایک عماری مین ہون اور اونٹ کو اونٹ والا ہانکتا ہو اوسوقت مین مثل کشتی کے ہی یعنی اوسکی چلنی سے مجلس نہین بدلتی وفی اختاری نفسک لا تصح نیۃ الثلث لعدم تنوع الاختیار بخلاف انت بائن او امرک بیدک اور اختاری نفسک یعنی اپنی ذات کو اختیار کرلے اسمین صحیح نہین عورت کو تین طلاق کی نیت کرنا بسبب عدم تنوع اختیار کے یعنی اختیار ایسا امر نہین جو چند قسم ہو بخلاف انت بائن کے یا امرک بیدک کے اسواسطی کہ بینونت چند قسم ہوسکتی ہی یعنی بینونت صغری اور بینونت کبری تو اگر انت بائن مین تین طلاق کی نیت کریگی تو صحیح ہی بسبب تنوع کے اور اسیطرح امر بالید بھی چند قسم ہی زوج کو اختیار کرے یا طلاق کو پہر طلاق رجعی کو اختیار کرے یا بائن کو پہر بینونت صغری کا ارادہ کرے یا کبری کا بخلاف اختاری نفسک کے کہ اوسمین تنوع اور تعدد کو گنجایش نہین اسواسطی کہ اختیار عورت کا مفید ہی استخلاص نفس کو اور استخلاص کو بینونت اقتضاءً ثابت ہی اور جو چیز اقتضاءً ثابت ہوتی ہی اوسکو عموم نہین ہوتا تو بقدر ضرورت تصحیح کلام کے اوسکی تقدیر ہوگی اور قدر ضرورت یہان ادنی رتبہ ہی بینونت کا یعنی بینونت صغری اسواسطی کہ بینونت صغری سے بھی استخلاص نفس کا ملک زوج سے ہوتا ہی تو بینونت کبری یعنی تین طلاق کی نیت کرنا صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی بل تبانُ بواحدۃ ان قالت اخترتُ نفسی او انا اختار نفسی استحساناً خلافاً لقولہ طلّقی نفسک فقالت انا طالق او انا اطلق نفسی لم یقع لانہ وعد جوہرۃ مالم یتعارف او تنوی الانشاء اختاری نفسک سے ہو جائن ہوگی عورت ایک طلاق کہ اگر یون کہیگی کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا یا یون کہے کہ مین اختیار کرتی ہون اختیار نفسی سے طلاق واقع ہوگی بدلیل استحسان کے برخلاف قیاس کے بخلاف اس قول کے کہ طلقی نفسک [illegible] مین طلقۃ ہون یا یون کہا کہ مین اپنی ذات کو طلاق دیتی ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطی کہ وعدہ ہی ایقاع طلاق کا یہ قول وعدہ ایقاع طلاق نہین انشا فی الجوہرہ عدم وقوع طلاق جبتک ہی کہ وقوع طلاق اس لفظ سے متعارف نہو یا عورت نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اور اگر اوس زمانہ مین صیغہ مضارع سے یا جملہ اسمیہ سے طلاق واقع کرنا مروج اور مشہور ہو یا عورت نے ایسی ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو البتہ طلاق واقع ہوگی ہم قیاس چاہتا ہی کہ انا اختار نفسی سے طلاق نہ واقع ہو اسواسطی کہ یہ بھی وعدہ ہی خود انشاء طلاق نہین انشا ہوتا ہی ماضی سے نہ مضارع سے لیکن [illegible] طلاق واقع ہوتی ہے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ صحیح مسلم مین حدیث مروی ہی کہ جب آیت تخییر کی نازل ہوئی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہہ حال کہا تو صدیقہ نے کہا کہ انی ارید اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ یعنی مین اللہ اور اوسکی رسول اور آخرۃ کے گہر کو چاہتی ہون اور مسلم کی دوسری روایت مین یون ہے کہ بل اختار اللہ ورسولہ یعنی بلکہ اللہ اور اوسکی رسول کو اختیار کرتی ہون اور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو صیغہ مضارع سے معتبر کیا و ذکر النفس او الاختیارۃ فی احد کلامیہما شرط صحۃ الوقوع بالاجماع اور ذکر کرنا نفس کا یا لفظ اختیارۃ کا زوجین مین سے ایک کے کلام مین شرط ہی واسطی صحت وقوع طلاق کے باجماع صحابہ یعنی وقوع طلاق کا بلفظ اختیارۃ باجماع صحابہ کرام معلوم ہوا ہی ہم ذکر نفس اور اختیارۃ کا بالخصوص ضرور نہین بلکہ جو لفظ کہ قائم مقام نفس اور اختیارۃ کے ہی وہ بھی انہین دونو لفظون کی برابر ہی [illegible] شرط ذکرہما متصلاً فان کان منفصلاً فان فی المجلس صح لا ان تمامہ تملک فیہ بالانشاء اور شرط ہی ذکر نفس کا یا اختیارہ کا متصل کلام مین پہر اگر منفصل ہی سو اگر اوسی مجلس مین اوسکا ذکر ہوگیا تو صحیح ہی اسواسطی کہ عورت مجلس مین انشاء طلاق کی مالک ہی تو ذکر نفس اور اختیارہ کی بھی مالک ہی و [illegible] علی اختیار النفس فیصح وان خلا الکلام من ذکر النفس [illegible] والباقی [illegible] الاکمل یقبل فالحق ضعف [illegible] اور اگر ذکر نفس کا عورت نے مجلس مین کیا تو ایقاع طلاق صحیح نہین تفویض باطل ہوگی [illegible]

اتفاق کیا ہے یعنی زوج نے زوجہ کی تصدیق کی کہ اوسنے اپنا نفس اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ دونوں کا کلام ذکر نفس سے خالی ہو کذا فی الدر والفوائد التاجیہ
اور ثابت کہا ہے اسکو بعض نے اور انقانی نے اسکو رد کیا ہے اور اسکو کمال الدین محقق نے اورنقل کیا ہے اس قول کو اکمل الدین نے عنایہ مین بصیغہ تمریض یعنی قیل
کے لفظ سے تو ضعیف ہوا اس قول کا ثبات اور ان ذکر نفس کے اتصادق زوجین کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی البحر الرائق فلو قال لہا اختاری اختیارۃ
او طلقۃ او اختاری وقالت اخترت فانہ ذکر الاختیارۃ لذکر النفس اذ التاء فیہ للوحدۃ ولذا ذکر التطلیقۃ پھر اگر کہا زوج نے اختاری
اختیارۃ یا یون کہا کہ اختاری طلقۃ یا یون کہا کہ اختاری ایک تو طلاق واقع ہوگی اگر زوجہ نے کہا اخترت اسواسطے کہ ذکر لفظ اختیارہ کا مانند ذکر نفس
کے ہے کیونکہ طلاق مین اسواسطے کہ لفظ اختیارۃ مین تے واسطے وحدت کے ہے اور اختیار وحدت نسائی ہے اسی ذکر اختیار ذکر التطلیقۃ کا وقوع طلاق
مین مثل ذکر نفس کے ہے بلکہ اوس سے بھی صریح تر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وتکرار لفظ اختاری وقولہا اخترت ابی او امی او اہلی او الازواج
یقوم مقام ذکر النفس اور تکرار لفظ اختاری کا اور یون کہنا عورت کا کہ مین نے اپنے باپ یا اپنی ماں کو یا اپنے اہل کو یا اور شوہرون کو اختیار کیا قائم مقام
ہے ذکر نفس کے لیکن اختیار کرنا قوم کا یا اور کسی قرابت والے کا موجب طلاق کا نہیں لیکن اگر عورت کے ماں باپ نہون اور اوسکا بھائی ہو اور وہ کہے کہ مین نے
بھائی کو اختیار کیا تو اس صورت مین بھی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والشرط ذکرہا فی کلام احدہما کما مثلنا
والمتعین اختیارہا بکلام الزوج کما ظن اور شرط ہے ذکر کرنا اوسکا یعنی نفس یا قائم مقام نفس کا ایک کے کلام مین دونون مین سے خواہ زوجہ کے
چنانچہ ہمنے مثال مین مذکور کیا تو نہین مخصوص ہے اوسکا ذکر زوج کے کلام مین چنانچہ بعضون کا گمان ہے ولو قالت اخترت نفسی وزوجی او نفسی
لا بل زوجی وقع اور اگر کہا عورت نے کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو اور اپنے زوج کو یا یون کہا کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو نہین بلکہ اپنے زوج کو
اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب اول اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگئی پھر زوج کو اختیار کیا تو یہ رجوع ہوا طلاق سے حالانکہ بعد
وقوع طلاق کے اوس سے رجوع کرنا درست نہین وما فی الاختیار من عدم الوقوع سہو اور جو کتاب اختیار مین مسئلہ ثانیہ مین عدم وقوع طلاق
ذکور ہے سو غلط ہے نعم لو عکست لم یقع اعتبارا للمقدم وبطل امرہا لو عطفتہ باو او ارشاہا المختارۃ فاخترت او قالت الحقت
نفسی باہلی ہان اگر عورت اوس کلام کو بالعکس کہے یعنی یون کہے کہ مین نے اختیار کیا اپنے زوج کو اور اپنے نفس کو یا یون کہے کہ مین نے اختیار کیا
اپنے زوج کو نہین بلکہ اپنے نفس کو تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب اعتبار مقدم کے یعنی جسکو اول ذکر کیا اوسکا اعتبار ہے اور موخر کا کچھ اعتبار نہین اور
باطل ہوگیا اختیار اوسکا چنانچہ باطل ہے اعتبار عورت کا اگر عطف کیا بحرف او یعنی یون کہا کہ اخترت نفسی او زوجی یعنی اختیار کیا مین نے اپنی ذات کو
یا اپنے زوج کو اسواسطے کہ بسبب تذبذب اور تردد کے اختیار اوسکا باطل ہوگیا طلاق نہ واقع ہوئی یا زوج نے عورت کو رشوت دی تاکہ زوج ہی کو اختیار
کرے سو اوسنے زوج ہی کو اختیار کیا تو عورت کا اختیار باطل ہوا طلاق نہ واقع ہوئی اور زوج کو مال دینا واجب نہین اسواسطے کہ رشوت دینا حرام ہے
بلکہ اگر دی ہو تو پھیر سکتا ہے یا زوج نے کہا اختاری اور عورت نے کہا الحقت نفسی باہلی یعنی مین نے اپنی ذات کو اپنے لوگون مین ملایا تو طلاق واقع
نہوگی اسواسطے کہ اختیار کا جواب ان الفاظ سے معروف اور مشہور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ولو کررہا ای لفظۃ اختاری ثلثا بعطف
او غیرہ فقالت اخترت او اخترت اختیارۃ او اخترت الاولی او الوسطی او الاخیرۃ یقع ثلثا بلا نیۃ من الزوج لدلالۃ
التکرار ثلثا اور اگر تکرار کیا زوج نے لفظ اختاری کو تین بار خواہ بعطف چنانچہ اختاری واختاری واختاری کہا یا تکرار بدون عطف کے کی
چنانچہ اختاری اختاری اختاری کہا سو عورت نے جواب مین فقط اخترت کہا یعنی مین نے اختیار کیا یا یون کہا کہ اخترت اختیارۃ یا یون کہا کہ مین نے
پہلی یا درمیان والی یا پچھلی اختیار کی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدون نیت زوج کے واسطے دلالت کرنے تین بار کے تکرار کو اوپر طلاق کے اور صاحب کنز
اور ہدایہ اور صدر الشہید اور عتابی نے اسی قول کو پسند کیا ہے اسواسطے کہ جامع صغیر مین امام محمد نے اسمین نیت مشروط نہین کی اور زیادات اور
جامع کبیر مین اور قاضیخان وغیرہا مین نیت مشروط ہے اور صاحب فتح القدیر نے بھی شرط نیت کو پسند کیا ہے بحر الرائق مین کہا کہ باعتبار روایت

اور روایت کیے یہی قول معتمد ہی کہ نیت مشروط ہی نہ ذکر نفس کذا فی حاشیۃ المدنی وقالا لا یقع فی اخترت الاولی الی آخرہ واحدۃ بائنۃ واختارہ الطحاوی
بحر وذکرہ المقدسی فی الحاوی القدسی وبہ ناخذ انتہی فقد افاد ان قولہما ھو المفتی بہ لان قولہم وبہ ناخذ من الالفاظ
المعلم بہا علی الافتاء کذا بخط الشرف الغزی محشی الاشباہ اور صاحبین نے کہا کہ اخترت الاولی میں اور اخترت الوسطی اور اخترت الاخرۃ
میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور طحاوی نے اسکو پسند کیا ہی کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہی اسکو مقدسی نے اور حاوی قدسی میں ہی کہ اسی روایت کو
ہم لیتے ہیں تو حاوی قدسی کے کلام سے البتہ اسکا فائدہ بخشتا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہی اسواسطے کہ فقہا کا یون کہنا کہ بہ ناخذ یعنی ہم اسکو لیتے
ہیں ان الفاظ سے ہی جنسے علامت فتوی پایا جاتا ہی اقتدا پر ایسا ہی مرقوم ہی شرف غزی محشی اشباہ کے دستخط سے ولو قالت فی جواب التخییر المذکور طلقت نفسی
او اخترت نفسی بتطلیقۃ او اخترت الطلقۃ الاولی بانت بواحدۃ فی الاصح لتفویضہ بالبائن فلا تملک غیرہ اور اگر عورت نے
کہا تخییر مذکور کے جواب میں کہ طلاق دی میں نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا میں نے اپنی ذات کو ایک طلاق کر یا میں نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک
طلاق کر بائن ہوگی مذہب اصح میں اسواسطے کہ زوج نے طلاق بائن تفویض کی ہی تو عورت مالک نہیں غیر بائن کی یعنی رجعی کو اختیار نہیں کر سکتی امرک
بیدک فی تطلیقۃ واختاری تطلیقۃ فاختارت نفسہا طلقت رجعیۃ لتفویضہ الیہا بالصریح والمفید للبینونۃ اذا قرن
بالصریح صار رجعیا کعکسہ زوج نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہی ایک طلاق میں اور اختیار کر ایک طلاق کو سو عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا
تو اوسکو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ زوج نے اوسکو صریح طلاق تفویض کی اور صریح طلاق سے رجعی طلاق واقع ہوتی ہی نہ بائن اور جو لفظ
کہ بینونت کا فائدہ دیتا ہی جب صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہوجایگا چنانچہ بالعکس ہی یعنی جب صریح متصل بائن کے ہوگا تو صریح بائن ہوجاتا ہی
چنانچہ انت طالق بائن میں طلاق بائن ہی واقع ہوگی یہہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنی لفظ امر بالید اور لفظ اختیار کا بینونت کا مفید ہی پھر طلاق رجعی کیونکر
کیا اور شارح نے جواب دیا کہ جب بائن کے بعد صریح متصل ہوتا ہی تو رجعی ہوجاتا ہی اور صریح کے بعد بائن جب متصل ہوگا تو بھی رجعی ہوگا قید بقولہ
ومثلہا الباء بخلاف لتطلقی نفسک او حتی تطلقی فبائنۃ تقیید کیا مصنف نے مثال مذکور کو بحرف فی اور مثل فی کے ب بھی ہی مقید کیا
بسببہ مخالفت لتطلقی نفسک یا حتی طلقی کے کہ اسمین ایک طلاق بائن ہوتی ہی یعنی امرک بیدک فی تطلیقۃ میں رجعی طلاق ہوتی ہی بسبب اتصال صریح کے بائن
کے ساتھ اسواسطے کہ فی اور ب یہان واسطے ظرفیت کے ہی اور ظرف اور مظروف کا اتصال صریح ہی بخلاف امرک بیدک لتطلقی نفسک کے یعنی تیرا امر تیرے
ہاتھ میں ہی تاکہ تو اپنی ذات کو طلاق دے یا یوں کہا کہ امرک بیدک حتی تطلقی یعنی تیرا امر تیری ہاتھ میں ہی طلاق دے یہانتک کہ اسمین لفظ طلاق کا منفصل
ہی اسواسطے کہ علت اور غایت شی کی تو شی سے جدا ہوتی ہی جب صریح بائن سے متصل نہوئی تو بائن ہی واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی تنا لو جعل
امرہا بیدہا لو لم تصل نفقتی الیک فطلقی نفسک متی شئت فلم تصل فطلقت کان بائنا لان لفظۃ الطلاق لم تکن فی نفس
الکلام اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا اسطرح کہ تیرا امر تیری ہاتھ میں ہی اگر میری طرف سے تجھکو خرچ نہ پہنچے تو طلاق دے لینا اپنی ذات کو جب چاہنا پھر
زوج کی طرف سے خرچ نہ پہنچا سو عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو یہہ طلاق بائن ہوگی اسواسطے کہ لفظ طلاق کا لفظ امر کی ذات سے متصل نتہا پھر جب اتصال صریح
کا بائن سے نہوا تو بائن طلاق واقع ہوگی ف نفس الامر سے یہان واقع مراد نہیں بلکہ لفظ امرک بیدک مراد ہی فتامل ف و ع مسائل المجتبی
قال لہ جعلت خیرا امرأتی فلا خیار لہا ما لم یخیرہا زوج نے کسی مرد سے کہا طلاق کا اختیار دے میری زوجہ کو سو عورت طلاق کو اختیار نہیں کر سکتی جب
تک وہ مرد عورت کو اختیار نہ دے اسواسطے کہ زوج نے ایک امر کا امر کیا تو جبتک وہ مرد اوسکو نکریگا زوج کا مامور نہ حاصل ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن
بخلاف اخبرہا بالخیار لاقرارہ بہ بخلاف اس قول کے کہ اگر زوج نے کسی مرد سے کہا کہ خبر کر دے عورت کو اختیار کی سو عورت نے قبل خبر پہنچنے
کے طلاق لی تو طلاق واقع ہوگی بسبب اقرار کرنے زوج کے اختیار کو یعنی اس قول میں اختیار مقدم ہی خبر پر تو گویا زوج نے خود ثبوت اختیار کا اقرار کیا قال
انت طالق ان شئت واخترت فقالت شئت واخترت وقع ثنتان زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طلاق ہی اگر تو چاہی اور اختیار کرے طلاق کو

مثلاً زوج نے کہا کہ تین لینے چاہا اور اختیار کیا تو وہ طلاق واقع ہوگی ایک مشیت سے اور دوسری اختیار سے قال اختاری الیوم وغداً اتحد کہا زوج نے کہ اختیار کر آج اور کل تو یہ ایک ہی اختیار ہوا تو اگر عورت آج کے اختیار کو رد کریگی تو کل کا بھی اختیار باطل ہوگا ولو قال اختاری الیوم واختاری غداً تعدد اور اگر کہا کہ اختیار کر آج اور اختیار کر کل تو یہ تعدد ہوا یعنی دو اختیار ہوئے بسبب اعادہ لفظ اختیار کے جو اسلئے عطف کے اور عطف مقتضی ہے مغایرت کا تو آج کے اختیار رد کرنے سے کل کا اختیار نہ باطل ہوگا قال اختاری الیوم او امرک بیدک ہذا الشہر خیرت فی بقیتہما کہا کہ اختیار کر آج یا یون کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اس مہینہ میں تو مختار ہوگی عورت بقیہ دن میں اور بقیہ مہینے میں یعنی اگر زوج نے پہر دن چڑھے اختیار دیا تو تین پہر تک اختیار عورت کو حاصل ہے اور اگر مثلاً دسویں تاریخ اختیار دیا تو بیس یا انیس دن تک اختیار ہے وان بوما او شہراً فمن ساعۃ تکلم الی مثلہا من الغد والی تمام ثلثین یوماً اور اگر زوج نے کہا اختیاری ہوگا یعنی اختیار کر ایک دن یا یون کہا کہ اختیار کر ایک مہینہ یعنی یوم اور شہر کو نکرہ کہا تو بولنے کے وقت سے دوسرے دن کے اسی وقت تک پہلی صورت میں اور بولنے کے وقت سے پوری تیس تک دوسری صورت میں عورت مختار ہے طلاق کی ولو جعلہ لہا راس الشہر خیرت فی اللیلۃ الاولیٰ ویومہا اور اگر زوج نے عورت کا اختیار مہینہ کے سرے پر قرار دیا تو عورت مختار ہوگی اوس مہینہ کی پہلی رات اور اوسکے دن میں ولا یبطل الموقت بالاعراض بل بمضی الوقت علمت او لا اور باطل نہیں ہوتا معین وقت مجلس میں عورت کے اعراض اور رد گردانی سے بلکہ اختیار باطل ہوتا ہے وقت معین کے گذرنے سے عورت کو تخییر کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو بخلاف التخییر غیر معین کے کہ وہ اعراض سے باطل ہوتا ہے

باب الامر بالید

یہہ باب ہے امر بالید کا امر یہان بمعنی حال کے ہے اور ید بمعنی تصرف کے یعنی یہہ باب ہے طلاق عورت کے حال کے بیان کا جس طلاق کو اوسکے زوج نے اوسکی تصرف میں کر دیا تخییر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تخییر باجماع صحابہ ثابت ہے بخلاف امر بالید کے اگرچہ اوسمین اختلاف نہیں لیکن صحابہ کا اجماع نہیں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ہو کالاختیار الا فی نیۃ الثلث لا غیر امر بالید مانند اختیار کے ہے نیت کی طرف محتاج ہونے میں اور مجلس تک مقید ہونے میں اور نفس کے ذکر کرنے میں یا جو نفس کے قائم مقام ہو مگر تین طلاق کی نیت کرنے میں اختیار کی مانند نہیں نہ اسکے غیر میں یعنی فقط اتنا فرق ہے کہ اختیار میں تین طلاق کی نیت صحیح نہیں اور امر بالید میں صحیح ہے فی امور میں دونو برابر ہیں اذا قال لہا ولو صغیرۃ لانہ کالتعلیق بزازیہ امرک بیدک او بشمالک او فمک او لسانک ینوی ثلثاً تفویضہا فقالت فی مجلسہا اخترت نفسی بواحدۃ او قبلت نفسی او اخترت امری او انت علیّ حرام او منی بائن او انا منک بائن او طالق وقعن جب کہ کہا زوج نے زوجہ سے اگرچہ عورت صغیرہ ہو اسواسطے کہ امر بالید مثل تعلیق کے ہے کذا فی البزازیہ اسطرح کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں یا تیرے بائین ہاتھ میں ہے یا تیرے منہ میں یا تیری زبان میں ہے تفویض تین طلاق سے تین کی نیت کرکے کہا سو زوجہ نے اپنی مجلس میں کہا کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار واحدہ کر اختیار کیا یا قبول کیا مین نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا امر اپنا یا عورت نے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے یا کہ تو مجھسے بائن ہے یا کہ مین تجھسے بائن ہون یا طالق ہون تو سب صورتون میں تین طلاق واقع ہونگی ہم صغیرہ کی تخییر صحیح ہے مثل تعلیق کے یعنی اگر یون کہا کہ ان اخترت نفسک فانت کذا پہر جب صغیرہ اختیار کریگی تو شرط پائی جاویگی تو طلاق واقع ہوگی اسیطرح صغیرہ کی ایقاع سے بھی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جانور کے فعل سے بھی تعلیق صحیح ہے اسیطرح صغیرہ کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ابوہا قبلتہا خلاصہ وینبغی ان یقید بالصغیرۃ اور اسیطرح تین طلاق واقع ہونگی اگر تفویض مذکور میں عورت کے باپ نے کہا کہ مین نے قبول کیا اوسکو یعنی تین طلاق کو کذا فی الخلاصہ اور لائق یون ہے کہ اس مسئلہ کو مقید بصغیرہ کیجئے یعنی صغیرہ کے باپ کا قبول بھی موجب ہے طلاق کا ہم شارح نے قید صغیرہ کی مصنف نہر الفائق کی تقلید سے لگائی حالانکہ اسکی کچھ حاجت نہتی اسواسطے کہ عبارت خلاصہ عام ہے بلا قید یون ہے لفظہ ولو جعل امرہا بید ابیہا فقال ابوہا قبلت طلقتہا یعنی اسواسطے کہ امر جب باپ کے ہاتھ میں ہوا اور پہرا وس نے قبول کیا تو طلاق واقع ہو جاویگی خواہ عورت صغیرہ ہو خواہ کبیرہ اسواسطے کہ یہہ مانند تعلیق کے ہے بلکہ اجنبی شخص کو اختیار دینا بھی صحیح ہے اگرچہ عورت کبیرہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی المحشی وامرک بید اللہ وبیدک او امری بیدک علی المختار خلاصہ کامرک بیدک وذکر اسم اللہ تعالیٰ للتبرک وان لم ینو ثلثاً فواحدۃ امرک بیدک کی مانند ہے یہہ قول یعنی مین نے تجھکو تیری طلاق عاریت دی اور امر تیرا اللہ کا اور تیرے ہاتھ میں ہے یعنی

اختیار میں اوتیری ہاتھہ میں ہے اور امر بیدی تو ہو یعنی میں تمہارے نفس مختار کرتی کذا فی الخلاصہ یعنی اقوال مذکورہ مانند امرک بیدک کے تین ہی طلاق واقع ہونگے بشرطیکہ
نیت کے اور اس قول میں کہ امرک بید اللہ وبیدک ذکر اسم اللہ تعالیٰ کا محض برکت کیواسطے ہوا اور اگر ان اقوال میں تین طلاق کی نیت نکریگا تو ایک ہی طلاق واقع
ہوگی ولو طلقت ثلثا فقال نویت واحدۃ ولا دلالۃ حلف وتقبل بینتہا علی الدلالۃ لانہ کالصریح اور اگر امر بیدہ وغیرہ میں عورت نے اپنی ذات
کو تین طلاق کرکے مطلقہ کیا پھر زوج نے کہا کہ مینے تخییر میں ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی اور حالانکہ دلالت حال واسوقت موجود نہیں تو قسم لیجاویگی زوج سے کہ تین
طلاق کی نیت نکرنے پر اور اگر عورت گواہ لاویگی تو مقبول ہوں گے اوسکے گواہ دلالت حال پر یا اوسکے اقرار پر چنانچہ یہہ مضمون اول باب الکنایات میں گذر
ہوچکا واتحاد المجلس وعلمہا وذکر النفس وما یقوم مقامہا شرط فلو جعل امرہا بیدہا ولم تعلم بذلک وطلقت نفسہا لم تطلق لعدم
شرطہ بہ خانیہ اور متحد ہونا مجلس تخییر اور اختیار کا اور دریافت کرنا عورت کا تخییر زوج کو اور مذکور ہونا نفس یا اوسکی قائم مقام کا شرط ہے سو اگر زوج نے
بلفظ امر بالید عورت کو اختیار دیا اور اوسکو اوسکا علم نہوا اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہ پڑیگی بسبب پایہ جانی شرط وقوع طلاق
کے یعنی علم کے کذا فی الخانیہ وکل لفظ یصلح للایقاع منہ یصلح للجواب منہا وما لا یصلح للایقاع منہ فلا یصلح للجواب منہا فلو قالت انا
طالق او طلقت نفسی وقع بخلاف نحو طلقتک لان المرأۃ توصف بالطلاق دون الرجل اختیار اور جو لفظ کہ لیاقت رکھتا ہے ایقاع طلاق
کی جانب زوج سے وہی لیاقت رکھتا ہے جواب کی جانب زوجہ سے اور جو ایقاع کی لیاقت نہیں رکھتا جانب زوج سے وہ عورت کیطرف سے جواب کی لیاقت نہیں رکھتا تو اگر عورت نے کہا کہ میں طلاق
ہوں یا یوں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق دی تو واقع ہوگی اسواسطے کہ دونو لفظ ایقاع طلاق کے لائق ہیں جانب زوج سے بخلاف ایسے قول کے کہ عورت مرد سے کہے
کہ میں نے تجھکو طلاق دی ہرچند یہہ لفظ ایقاع زوج کے لائق ہے لیکن عورت کے جواب کے لائق نہیں اسواسطے کہ عورت موصوف ہوتی ہے وقوع طلاق کے نہ مرد کذا فی الاختیار
یعنی عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے نہ مرد پر الا لفظ الاختیار خاصۃ فانہ لیس من الفاظ الطلاق ویصلح جوابا منہا بدائع مگر لفظ اختیار کا خاص کر
اسواسطے کہ لفظ اختیار الطلاق واقع کرنیکی الفاظ سے نہیں اور حالانکہ جواب کے لائق ہے عورت کی طرف سے کذا فی البدائع لکن یرد علیہ صحتہ بقبولہا وقولہا
ابیہا کا مرفتدبر لیکن اعتراض وارد ہوتا ہے مصنف کے حصر کرنے پر جواب صحیح ہونیکا عورت کے قبول کرنے اور اوسکے باپ کے قبول کرنے سے چنانچہ اسی باب میں عنقریب گذر
ہوچکا سو اسکو غور کر یعنی مصنف نے دعوی کیا کہ سوا لفظ اختیار کے جو لفظ صالح ہے ایقاع کا وہی صالح ہے جواب کا اور حالانکہ قبول کرنا زوجہ اور اوسکے باپ کا جواب کا
صالح ہے اور ایقاع کا صالح نہیں اور جواب مصنف کیطرف سے یوں ہوسکتا ہے کہ قبول کا جواب ہونا بتقدیر طلاق کے ہے یعنی گویا عورت یوں کہتی ہے کہ میں نے طلاق
قبول کی اور طلاق کا لفظ ایقاع اور جواب دونو کے لائق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی قولہا فی جوابہ طلقت نفسی واحدۃ او اخترت نفسی
بتطلیقۃ بانت بواحدۃ لما مر ان المعتبر تفویض الزوج لا ایقاعہا اور یوں عورت کے کہنے میں مرد کے جواب امر بالید میں کہ مینے اپنی ذات کو مطلقہ کیا
ایک طلاق کر یا یوں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو پسند کیا ایک طلاق کر تو عورت بائن ہوگی ایک طلاق کر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ معتبر بائن یا رجعی ہونے میں تفویض زوج
کی ہے نہ ایقاع عورت کا یعنی ہرچند عورت کے جواب میں لفظ طلاق ہے اور لفظ طلاق سے رجعی واقع ہوتی ہے نہ بائن لیکن چونکہ زوج نے بلفظ امر بالید بائن کی تفویض
کی تو اوسیکی تفویض کا اعتبار ہوگا نہ عورت کے جواب کا اور جب کہ مرد نے تین طلاق کا اختیار عورت کو دیا تو ایک طلاق کا بھی اوسکو اختیار ہوگا ولا یدخل اللیل
فی قولہ امرک بیدک الیوم وبعد غد لانہما تملیکان اور نہ داخل ہوگی رات مرد کے اس قول میں کہ تیرا امر تیری ہاتھہ میں ہے آج اور کل کے بعد یعنی
پرسوں رات اسواسطے داخل نہیں کہ اس قول میں دو تملیکیں ہیں جدا جدا فان ردت الامر فی یومہا بطل الامر فی ذلک الیوم فکان امرہا بیدہا بعد غد
ولو طلقت لیلا لم یصح ولا تطلق الا مرۃ سو اگر مثال مذکور میں رد کیا عورت نے اختیار آج کا تو باطل ہوگا اختیار اوسی دن کا تو اوسکا اختیار باقی رہیگا پرسوں
اور اگر عورت طلاق دیگی رات کو تو صحیح نہوگی اسواسطے کہ رات اس تخییر میں داخل نہیں اور طلاق نہ دیگی عورت مگر ایک بار یعنی ہرچند دو تملیکیں ہیں یہاں جدا جدا
لیکن ایک طلاق کے سوا دو طلاق نہیں دے سکیگی کذا فی حاشیۃ الحلبی ویدخل اللیل فی امرک بیدک الیوم وغدا وان ردتہ فی یومہا لم یبق فی الغد
لانہ تفویض واحد اور داخل ہے رات اس قول میں کہ تیرا امر تیری ہاتھہ میں ہے آج اور کل اور اگر عورت رد کریگی تفویض کو آج تو باقی نہ رہیگا اختیار کل کے دن

اسواسطے کہ یہ ایک ہی تفویض تھی ولو قال امرک بیدک الیوم وامرک بیدک غداً فھما امران ولو ردّ کرّ خلافاً ولا یدخل اللیل کما لا یخفی اور اگر زوج
کہتا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے آج اور امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے کل تو یہ دو امر ہیں اسواسطے کہ دو کلام مستقل ہیں اور تاقضیان میں اس مسئلہ میں اختلاف فقہا کا مذکور
نہیں کیا اور اس مسئلہ میں رات داخل نہیں چنانچہ یہ مخفی نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہے شارح کیطرف سے دفع تناقض وغیرہ پر ظاھر ما مرّ انہ
یرتد بردّھا لکن فی العمادیۃ انہ یرتد قبل قبولہ لا بعدہ کالابراء ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ اختیار عورت کا پھر جاتا ہے اوسکی رد کر دینے سے اور
عمادیہ میں ثابت ہے کہ امر بالید لازم ہے عورت کے رد کر دینے سے رد نہیں ہوتا تو دونو قول میں تناقض ثابت ہوا لیکن عمادیہ میں توفیق اس تناقض کی یوں مذکور ہے
کہ امر بالید میں اختیار عورت کا پھر جاتا ہے قبل قبول کرنے امر کے نہ بعد قبول کرنیکے یعنی اگر عورت نے ہنوز تخییر کو قبول نہیں کیا تو رد کر سکتی ہے اور بعد قبول کر چکنے کے
رد نہیں کر سکتی مانند ابراء کے یعنی قرض سے ابراء کرنا ہر چند قرضدار کے قبول کرنے پر موقوف نہیں لیکن اوسکی رد کر دینے سے رد ہو جاتا ہے اور مراد قبول سے یہاں
مباشرت مفوض الیہ کی ہے قبول لفظی ضرور نہیں تو اگر عورت نے بعد تفویض کے اپنی ذات کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو چکی اب یہ طلاق نہیں رد ہو سکتی اور یہ
دفع تناقض کا نہایت خوب اور ظاہر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وانہ فی المتحد لا یبقی فی الغد لکن فی الولوالجیۃ امرک بیدک الی رأس الشھر فقالت اخترت
زوجی بطل خیارھا فی الیوم ولھا ان تختار نفسھا فی الغد عند الامام وفی جامع الدرایۃ انہ متی ذکر الوقت اعتبر تعلیقاً والا فتملیکاً
اور ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ تخییر متحد میں یعنی امرک بیدک الیوم وغداً میں اگر عورت اول دن انکار کریگی تو دوسرے دن میں بھی اختیار عورت کا باقی نہ رہیگا
اور ولوالجیہ میں یوں ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اس مہینہ کے سر تک پھر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے زوج کو اختیار کیا تو باطل ہوگا اختیار اسکا
اوس دن جس دن اوسنے یہ کہا اور جائز ہے عورت کو کہ اپنے نفس کو اختیار کرے بعد اوس دن کے نزدیک امام کے بخلاف ابی یوسف کے تو باوجود تخییر متحد ہونیکے ایک دن کے
رد کر دینے سے دوسرے دن کا اختیار باقی رہا تو یہ قول اول قول کا متناقض ہوا اور یہ قول امام کی درایہ میں مذکور ہے کہ جب تفویض کے ساتھ وقت مذکور ہوگا تو اسکو
تعلیق معتبر کرینگے اور اگر وقت مذکور نہیں تو اوسکو تملیک قرار دینگے حلبی نے کہا کہ بیان دونو متناقضین میں وقت مذکور ہے تو شارح کی تقریر سے تناقض نہ دفع
ہوا اور بعض نے کہا کہ شارح کو بیان اثبات تناقض منظور ہے نہ دفع تناقض کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو طلقھا بائناً ھل یبطل امرھا ان کان التفویض منجزاً نعم
وان کان معلقاً کان دخلت الدار او موقتاً لا عمادیہ باقی رہا بیان اس مسئلہ کا کہ اگر زوج نے اول تفویض کی پھر اوسکو طلاق بائن دی تو آیا باطل ہوا اختیار عورت
کا جواب اسکا یہ ہے کہ اگر تفویض منجز تھی یعنی معلق شرط پر نہتی تو ہاں اوسکا اختیار باطل ہوا اسواسطے کہ اگر باطل نہو تو لازم آویگا لاحق ہونا بائن کا بائن کو حالانکہ
یہ جائز نہیں اور اگر تفویض معلق ہے اسطرح کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے یا تفویض موقت ہے اسطرح کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے کل تو اختیار عورت کا باطل نہوگا اسواسطے کہ بائن
معلق اور بائن موقت کا لاحق ہونا جائز ہے چنانچہ سابق میں گذرا کذا فی العمادیہ لکن فی البحر عن القنیۃ ظاھر الروایۃ ان المعلق کالمنجز لیکن بحر الرائق میں قنیہ
سے منقول ہے کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ تفویض معلق مانند تفویض منجز کے ہے یعنی دونو صورتوں میں اختیار باقی نہیں رہتا تو جواب عمادیہ کی تفصیل معتبر نہیں اسواسطے کہ
ظاہر روایت مقدم ہے **فروع** مسائل لکھے شارح نے نکحھا علی ان امرھا بیدھا صح نکاح کیا مرد نے عورت سے اس شرط پر کہ عورت طلاق کی مختار ہے تو یہ صحیح
ہے بحر الرائق میں خلاصہ اور بزازیہ سے اسمیں تفصیل مذکور ہے یعنی اگر یہ شرط زوج کیطرف سے ہے تو عورت کو اختیار نہیں اور اگر عورت کی طرف سے ہے تو اختیار ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادّعت جعل امرھا بیدھا لم تسمع الا اذا طلقت نفسھا بحکم الامر ثم ادعتہ فتسمع اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کی مختار کر دینے کا
عورت کو تو اس دعوی کی سماعت نہوگی مگر جب کہ طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو موجب امر زوج کے پھر تفویض کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور گواہ طلب ہونگے
قالت طلقت فی المجلس بلا تبدل وانکر فالقول لھا کہا عورت نے کہ میں نے طلاق دی اپنی ذات کو مجلس میں بلا تبدل مجلس کے اور زوج نے اوسکا انکار کیا
تو عورت ہی کا قول معتمد ہوگا جعل امرھا بیدھا ان ضربھا بغیر جنایۃ فضربھا ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا
اگر اوسکو بلا قصور مارے پھر اوسکو مارا پھر دونو مختلف ہوئے زوج کہتا ہے کہ میں نے قصور پر مارا اور وہ کہتی ہے کہ نہیں بلا قصور مارا تو مرد ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ
وہ منکر ہے وتقبل بینتھا علی الشرط المنفی کما سیجیء اور مقبول ہوتی ہیں گواہ عورت کے شرط منفی پر چنانچہ باب التعلیق میں اسکا ذکر آویگا یعنی اگر عورت گواہ لاوے

کہ زوج نے اوسکو بلاقصور مارا تو لائق یہہ ہی کہ مقبول ہون ہرچند نفی پر گواہ مقبول نہین لیکن شرط منفی پر مقبول ہین طلب اولیاؤھا طلاقھا فقال الزوج لابیھا ماتريد مني افعل ماتريد فخرج فطلقها ابوها لم تطلق ان لم يرد الزوج التفويض والقول له فيه خلاصہ عورت کے والیون نے عورت کی طلاق طلب کی سو زوج نے اوسکے باپ سے کہا کہ تو مجھسے کیا چاہتا ہی کر جو تیرا جی چاہی اور یہہ کہکر زوج باہر نکلا پہر عورت کے باپ نے اوسکو طلاق دی تو عورت کو طلاق نہوگی اگر زوج نے اس قول سے تفویض طلاق کا ارادہ نکیا اور زوج ہی کا قول اسمین معتبر ہوگا کذا فی الخلاصہ لا یدخل نکاح الفضولی ما لم یقل ان دخلت امرأة في نكاحي تو داخل ہوگا نکاح فضولی کا جبتک زوج یون نہ کہی کہ اگر داخل ہو عورت میرے نکاح مین یعنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ اگر مین تجہپر دوسری عورت سے نکاح کرون تو اوسکی طلاق تیرے اختیار مین ہی پہر ایک عورت داخل ہوئی اوسکے نکاح مین فضولی کے نکاح کر دینے سے اور زوج نے فضولی کے نکاح کو جائز رکہا تو زوجہ اولی اوسکی طلاق کی مالک نہوگی اسواسطے کہ زوج نے اوس عورت سے خود نکاح نہین کیا بلکہ دوسرے شخص نے اوسکا نکاح کر دیا اور اوسنے اوسکو جائز رکہا اوسیطرح اگر وکیل نے نکاح کر دیا کذا فی حاشیۃ المدنی جعل امرھا بین رجلین فطلقھا احدھما لم یقع زوج نے طلاق عورت کی دو شخص کو تفویض کی پہر اونمین سے ایک شخص نے طلاق عورت کو دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک کو فقط اختیار نہ ملا تہا

فصل فی المشیۃ

یہہ فصل ہی مشیت مین یعنی وہ مسائل جنمین طلاق عورت کی خواہش پہ زوج نے رکہی لیکن اول مصنف نے مسئلہ طلقی نفسک کا مقدم کیا مسائل مشیت پر قال لھا طلقی نفسک ولم ینو او نوی واحدۃ او ثنتین فی الحرۃ فطلقت وقعت رجعیۃ وان طلقت ثلثا ونواہ وقعن وقید بخطابھا لانہ لو قال طلقی ای نسائی شئت لم تدخل تحت عموم خطابہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دی اپنی ذات کو اور کچہہ نیت نکی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو طلاق کی نیت کی حرہ مین پہر زوجہ نے اپنی ذات کو طلاق دی خواہ ایکبار خواہ دوبار خواہ تین بار اور یہہ تینون صورتین عدم نیت کے ساتہہ ہون یا ایک طلاق کی نیت کے ساتہہ ہو یا دو طلاق کی نیت کے ساتہہ ہو تو ان سب صورتون مین ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نے تین بار طلاق دی اور حالانکہ مرد نے نیت بہی تین کی کی تہی تو اس صورت مین تین طلاق واقع ہونگی مصنف نے طلقی نفسک کو عورت کے خطاب سے مقید کیا اسواسطے کہ اگر یون کہتا کہ تو طلاق دی میری عورتون مین سے جس عورت کو کہ تو چاہی تو مخاطبہ اس عموم خطاب مین نہ داخل ہوتی یعنی بسبب قرینہ مقام کے مخاطبہ اس صورت مین خود اپنی ذات کو طلاق نہ دی سکتی وبقولھا فی جوابہ ابنت طلقت رجعیۃ ان اجازہ لانہ کنایۃ اور زوج کے جواب مین یعنی طلقی نفسک کے جواب مین عورت کا یون کہنا کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق بائن دی ایک طلاق رجعی اوسپر واقع ہوگی اگر زوج نے اوسکو جائز رکہا اسواسطے کہ ابنت نفسی کنایہ ہی اور کنایہ محتاج ہوتا ہی نیت کا ھ زوج نے طلاق رجعی کو مفوض کیا اور زوجہ نے طلاق بائن دی تو اصل طلاق مین دونو کلام موافق ہوئے وصف بینونت زوجہ نے زیادہ کیا تہا سو لغو ہوگیا اور یہہ جو شارح نے اجازت زوج کی شرط لگائی اور بسبب کنایہ ہونیکے احتیاج نیت کیطرف اشارہ کیا سو اسکی کچہہ حاجت نتہی اسواسطے کہ طلاق کا حکم کرنا صاف دلیل ہی کہ زوج نے طلاق کی نیت کی تو اب کیا حاجت رہی اجازت اور نیت کی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی لا باخترت نفسی وان اجازہ لان الاختیار لیس بصریح ولا کنایۃ اور نہ واقع ہوگی طلاق عورت کے اس قول سے کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ زوج اسکو جائز رکہی اسواسطے کہ لفظ اختیار نہ طلاق صریح مین داخل ہی نہ کنایہ مین اور لفظ اختیار سے ایقاع طلاق نہین ہوتا تو جواب بہی نہوگا چنانچہ سابق مذکور ہوچکا ولا یملک الزوج الرجوع عنہ ای عن التفویض بانواعہ الثلثۃ لما فیہ من معنی التعلیق اور مالک نہین زوج تینون قسم کی تفویض سے رجوع کرنیکا خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو خواہ بلفظ امر بالید ہو خواہ یون ہو کہ طلقی نفسک رجوع کا اختیار اسواسطے نہین کہ تفویض مین تعلیق کے معنی پائے جاتے ہین اور تعلیق مین رجوع کا اختیار نہین تو تفویض مین بہی نہین وتقید بالمجلس لانہ تملیک الا اذا زاد متی شئت ونحوہ مما یفید عموم الوقت فتطلق مطلقا اور امر تطلیق کا مقید ہی مجلس علم سے اسواسطے کہ تملیک ہی مگر جب کہ زوج نے متی شئت اور مانند اسکی جو عموم وقت کا مفید ہو زیادہ کیا ہو تو عورت مطلقہ ہوگی مطلقا یعنی ہر وقت طلاق دیسکیگی یعنی جب زوج نے کہا کہ طلقی نفسک متی شئت او اذا شئت تو مجلس اور غیر مجلس ہر وقت عورت کو اختیار ہی ولو قال لرجل ذلک او قال لھا طلقی ضرتک لم یتقید بالمجلس لانہ توکیل فلہ الرجوع الا اذا زاد وکلما عزلتک فانت وکیل اور اگر کہا زوج نے کسی مرد سے اس کلام کو یعنی اپنی زوجہ کی تطلیق کو یا کہا زوجہ سے کہ طلاق دی اپنی سوت کو تو یہہ

مقید بمجلس ہوگا اور اوسکو مجلس اور بعد مجلس کے طلاق دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ یہہ کلام خالص توکیل ہے تملیک کا اسمین لگاؤ نہین ہے پھر جب توکیل ہوئی تو زوج کو رجوع کرنا بھی درست ہے اسواسطے کہ وکالت عقد جائز ہے نہ لازم مگر جس وقت کہ زوج نے امر تعلیق کے ساتھ اتنا مضمون زیادہ کیا کہ ہر وقت کہ مین تجھکو معزول کرون سو تو میرا وکیل ہے تو اب زوج وکیل کو معزول نہین کر سکتا ہے بحرالرائق مین اس وکالت عامہ کے عزل کی تدبیر یون بتلائی کہ یون کہے کہ مین نے تجھکو جمیع وکالات سے معزول کیا کذا فی حاشیۃ المدنی قلت اذا ذکر ان شئت فیتقید بہ ولا یرجع لصیرورتہ تملیکا تو وکیل مقید بمجلس نہین ہوتی مگر جب تک کہ توکیل مین زوج نے ان شئت کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ اپنی طلاق تو میری زوجہ کو اگر تیرا جی چاہے تو اسوقت مین مقید بمجلس ہوگا اور زوج رجوع نکر سکیگا بسبب ہو جانے توکیل کے تملیک یعنی جب وکیل کی خواہش پر تفویض رہی تو وکالت باقی رہی اسواسطے کہ وکالت مین خواہش یا عدم خواہش وکیل کو دخل نہین وفی الخانیۃ طلقہا ان شاءت لم یصر وکیلا ما لم تشأ فاذا شاءت فی مجلس علمہا طلقہا فی مجلسہ لا غیر والوکلاء عنہ غافلون اور خانیہ مین ہے کہ اگر مرد نے زوج سے کہا کہ طلاق دیدو زوجہ کو اگر وہ چاہے تو وہ مرد وکیل نہوگا جبتک عورت طلاق کی خواہش کریگی پھر جب عورت طلاق کی خواہش کریگی اپنی مجلس علم مین تو وکیل اسکو طلاق دیگا اپنی مجلس مین نہ غیر اوس مجلس مین اسواسطے کہ مشیت عورت کی منحصر ہے مجلس پر تو اسیطرح وکالت اوسکی مشیت کی بھی مجلس پر منحصر ہوگی اور وکیل اس مسئلہ سے غافل ہین یعنی وکلا طلاق نہین جانتے کہ ایقاع طلاق مشیت کی مجلس تک مقید ہے تو یہ مسئلہ مستثنی ہے اوس قاعدہ سے کہ وکالت مجلس کی مقید نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلا عن النہر قال لہا طلقی نفسک ثلثا او ثنتین فطلقت واحدۃ وقعت لانہ بعض ما فوضہ وکذا الوکیل ما لم یقل بالف کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین بار یا دو بار پھر زوجہ نے اپنی ذات کو ایکبار طلاق دی تو یہہ ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک طلاق بعض ہے تفویض زوج کی یعنی جب کل کا اختیار ہوا تو بعض کا بھی ہوگا اور اسیطرح وکیل کا حکم ہے جبتک زوج یون نہ کہے کہ عوض ہزار کے یعنی وکیل کو تین طلاق کا اختیار دیا اور وکیل نے ایک طلاق واقع کی تو واقع ہوگی اور اگر زوج نے یون کہا کہ زوجہ کو تین طلاق دے عوض ہزار درم کے مثلا تو اس صورت مین اگر وکیل ایک طلاق واقع کریگا تو نہ واقع ہوگی لا یقع شیئ فی عکسہ وقالا واحدۃ نہ واقع ہوگی کوئی طلاق اسکے عکس مین یعنی اگر یون کہا کہ ایک طلاق دے اپنی ذات کو سو عورت نے یکبارگی تین طلاق دیلین تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی طلقی نفسک ثلثا ان شئت فطلقت واحدۃ وکذا عکسہ لا یقع فیہما لاشتراط الموافقۃ لفظا لما تعلیق فی الخانیۃ امرہا بعشر فطلقت ثلثا او بواحدۃ فطلقت نصفا لم یقع کہا مرد نے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین طلاق اگر تو چاہے سو طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق اور اسیطرح بالعکس یعنی طلاق دے اپنی ذات کو ایک طلاق کر سو عورت نے تین طلاق واقع کین تو ان دونو صورتون مین طلاق نہ واقع ہوگی بواسطے شرط ہونے موافقت لفظی کے اسواسطے کہ خانیہ کے باب التعلیق مین ہے کہ امر کیا زوج نے زوجہ کو دس طلاق کا اسطرح سے کہ اپنی ذات کو دس طلاق دے اگر تو چاہے پھر عورت نے تین طلاق واقع کین یا امر کیا تھا ایک طلاق کا سو اوسنے نصف طلاق واقع کی تو دونو صورتون مین طلاق نہ واقع ہوگی بسبب مخالفت لفظی کے اس مسئلہ مین بدون موافقت لفظی کے موافقت معنوی کافی نہین بخلاف مسئلہ سابقہ کے جسمین مشیت پر تعلیق نہین امرہا ببائن او رجعی فعکست فی الجواب وقع ما امر الزوج بہ ویلغو وصفہا والاصل ان المخالفۃ فی الوصف لا تبطل بخلاف الاصل وہذا اذا لم یکن معلقا بمشیتہا فان علقہ بمشیتہا فعکست لم یقع شیئ لانہا ما اتت بمشیئۃ ما فوض الیہا خانیہ بحر امر کیا مرد نے عورت کو طلاق بائن کا یا رجعی کا سو عورت نے جواب مین بالعکس کہا یعنی پہلی صورت مین طلاق رجعی اور دوسری صورت مین طلاق بائن واقع کی تو وہی طلاق واقع ہوگی جسکا زوج نے امر کیا اسواسطے کہ اصل طلاق حاصل ہے ساتھہ زیادتی وصف کے یعنی رجعی ہونا یا بائن ہونا سو اصل قائم رہیگی اور وصف لغو ہو جائیگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہہ ہے کہ مخالفت جواب کی تفویض سے اگر وصف مین ہے تو یہہ مخالفت جواب کو باطل نہین کرتی بلکہ وصف باطل ہوتا ہے چنانچہ بائن اور رجعی کی مخالفت بخلاف مخالفت اصل کے کہ اوسمین جواب ہی باطل ہو جاتا ہے چنانچہ امام کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض مین تین طلاق واقع کرنا اور یہہ وصف کا لغو ہونا اور موجب تفویض زوج کے واقع ہونا اوسوقت ہے جب کہ طلاق معلق نہو اگر شوہر نے طلاق کو معلق کیا اوسکی مشیت پر مرد نے طلاق کو معلق کیا اور عورت نے جواب بالعکس کہا تو کچھہ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ عورت بجا نہ لائی اوس امر کو جو اوسکی مشیت پر مفوض ہوا تھا کذا فی البحر ناقلا عن الخانیۃ قال لہا انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال

شئت ینوی الطلاق او قالت شئت ان کذا المعدوم ای لم یوجد بعد کان شاء ابی او ان جاء اللیل و هی فی النهار بطل الامر لفقد الشرط بما
عرصہ کے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے عورت نے کہا مرد سے کہ مین نے چاہا اگر تو نے چاہا سو مرد نے کہا کہ مین نے چاہا اور اس قول سے طلاق کی نیت کی یا عورت نے جواب مین یون کہا کہ مین نے
چاہا اگر ایسا امر ہو یعنی امر معدوم پر تعلیق کی مراد امر معدوم سے وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو لیکن ہنوز موجود نہین مثلا یون کہا عورت نے کہ مین نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا یا
یون کہا کہ مین نے چاہا اگر رات آوے اور حالانکہ عورت وقت تکلم کے دن مین ہے تو ان دونون صورتون مین باطل ہوگا امر یعنی طلاق جو متعلق تھی عورت کی مشیت پر وہ باطل ہو گئی
بسبب پائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط زوج کی مطلق مشیت تھی بلا قید اور عورت نے اپنی مشیت کو معلق اور مقید کر دیا تو حقیقت مین شرط نہ پائی گئی وان قالت شئت
ان کذا لامر قد مضی اراد بالماضی المحقق وجوده کان کان ابی فی الدار و هو فیها او ان کان هذا لیلا و هی فیه مثلا طلقت لانه تنجیز و اگر
تفویض مذکور کے جواب مین عورت نے کہا کہ مین نے چاہا اگر ایسا ہو یعنی معلق کیا امر ماضی پر مراد ماضی سے وہ امر ہے جو ثابت الوجود ہو چنانچہ عورت نے کہا کہ مین نے چاہا اگر میرا باپ
گھر مین ہو اور حالانکہ اوسکا باپ گھر مین موجود ہے یا یون کہا کہ مین نے چاہا اگر یہ وقت رات ہے اور حالانکہ عورت اوسوقت رات ہی مین تھی مثلا تو عورت مطلقہ ہوگی
اوسیوقت اسواسطے کہ تعلیق امر ثابت الوجود پر حقیقت تعلیق نہین بلکہ تنجیز ہے قال لها انت طالق متی شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت
فردت الامر لا یرتد و لا یتقید بالمجلس و لا تطلق نفسها الا واحدة لانها تعم الازمان لا الافعال فتملك التطليق في كل زمان لا تطليقا بعد
تطلیق کہا عورت سے کہ تو طالق ہے جب کہ تو چاہے یعنی بعموم زمانی خواہ بلفظ متی شئت کے کہا یا متی ما شئت یا اذا شئت یا اذا ما شئت کے لفظ سے بیان کیا پھر عورت نے رد کیا امر کو یعنی کہا کہ مین طلاق
نہین چاہتی تو اس رد کرنے سے عورت کا اختیار رد نہوگا اور مقید نہوگا یہ اختیار مشیت کا مجلس علم پر اور نہ طلاق دیسکیگی عورت مگر ایک طلاق اسواسطے کہ یہ الفاظ
سب زمانون کو شامل ہین نہ افعال کو تو عورت مالک رہیگی طلاق کی ہر زمانہ مین اور مالک نہوگی دوسری تطلیق کی بعد تطلیق اول کے بسبب عموم افعال کے ولها ان تفرق
الثلث فی کلما شئت و لا تجمع و لا تثنی لانها للعموم لا للافراد اور عورت کو اختیار ہے طلاق کو علحدہ علحدہ لینا کلما شئت مین یعنی مرد نے کہا کہ تو طالق ہے
ہر بار کہ تو چاہے سو عورت نے ایک مجلس مین کہا کہ مین نے اپنی ذات کی طلاق چاہی پھر دوسری مجلس مین یون ہی کہا پھر تیسری مجلس مین یون ہی کہا تو درست ہے و لیکن
تین طلاق کو ایک مجلس مین جمع نکر سکیگی اور نہ دو طلاق کو اسواسطے کہ کلما کا لفظ موضوع ہے واسطے عموم افراد کے تو اوسمین جمع اور تثنیہ کا ارادہ صحیح نہین ولو طلقت
بعد زوج اخر لا یقع ان کانت طلقت نفسها ثلثا متفرقة و الا فلها تفریقها بعد زوج اخر و هی مسئلة الهدم الاتیة اور اگر طلاق واقع کی
عورت نے بعد دوسرے زوج کے تو طلاق نہ واقع ہوگی اگر اپنی ذات کو تین متفرق طلاق دے چکی ہوگی یعنی اگر زید نے مثلا حمیدہ سے کہا کہ انت طالق کلما شئت سو اوسنے
تین طلاق متفرق اپنی نفس پر واقع کین اور اوسنے خالد سے نکاح کیا پھر خالد نے اوسکو طلاق دی پھر حمیدہ نے زید سے نکاح کیا اور اپنی ذات پر طلاق واقع کی تو یہ طلاق
ثانی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تعلیق کلما شئت کی اول ملک تک تھی تو اس ملک ثانی مستجدت کو شامل نہوگی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلق طلاق نہ واقع کی تھی یا
تین طلاق ایک مجلس مین کر چکی تھی یا فقط ایک ہی طلاق یا دو طلاق ایک مجلس مین واقع کر چکی تھی تو حمیدہ کو تین متفرق طلاق واقع کرنیکا اختیار ہے بعد دوسرے
زوج کے اور اسکا مسئلہ انہدام کا ہے جو باب التعلیق اور باب الرجعة مین آویگا انت طالق حیث شئت او این شئت لا تطلق الا اذا شاءت فی
المجلس و ان قامت من مجلسها قبل مشیتها لا مشیة لها لا تعمها للمکان و لا تعلق للطلاق به فجعلا مجازا عن ان لانها ام الباب
کہا زوج نے انت طالق حیث شئت یعنی تو طالق ہے جہان تو چاہے یا یون کہا کہ انت طالق این شئت یعنی تو طالق ہے جس جگہ تو چاہے تو عورت طلاق نہ دیسکیگی مگر
جب کہ چاہیگی مجلس علم مین اور اگر اوٹھ کھڑی ہوگی اپنی مجلس سے قبل مشیت کے تو اب اوسکی خواہش کا کچھ اعتبار نہوگا اسواسطے کہ حیث اور این موضوع
ہین واسطے مکان کے اور حالانکہ طلاق کو کچھ تعلق نہین مکان سے تو مکان کا وجود اور عدم بہ نسبت طلاق کے برابر ہے تو اسواسطے حیث اور این باعتبار مجاز کے
بمعنی ان شرطیہ کے قرار دیے گئے اسواسطے کہ ان شرطیہ اصل ہے باب تعلیق مین علاقہ مجاز کا یہ ہے کہ ظرف اور شرط مین مناسبت ہے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے
نہین ہوتا جیسے کہ مشروط بدون شرط کے نہین ہوتا کذا فی حاشیة المدنی و الطحطاوی و فی کیف شئت یقع فی الحال رجعیة اور انت طالق کیف شئت
مین یعنی تو طالق ہے جسطرح کہ تو چاہے ایک طلاق رجعی فی الحال واقع ہوگی یعنی قبل مشیت عورت کے طلاق رجعی ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک یہ حکم

مشیت کے طلاق ہوگی دلیل امام کی یہہ ہے کہ زوج نے طلاق کو خود واقع کیا اور وصف طلاق مین یعنی رجعی یا بائن واقع کرنے مین عورت کو مختار کیا کذا فی حاشیة الطحطاوی فان شاءت بائنة او ثلثا وقع ماشاءت مع نیته والا فرجعیة لو موطوءة والا بائنة وتبطل الامر وقول الزیلعی والعینی قبل الدخول سہو بعده فتنبه سو اگر کیف شئت مین عورت نے طلاق بائن کو چاہا یا تین طلاق سو واقع ہوگا جو کہ وہ چاہیگی اسواسطے کہ وہ مختار تھی وصف اور عدد مین مشیت عورت کی موافق ہی ساتھہ نیت زوج کے اور اگر نیت زوج کے مخالف ہی مشیت زوجہ کے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یعنی اس صورتمین دونون کی نیت لغو ہوگی اصل وقوع صریح طلاق رہیگا اگر عورت مدخولہ ہی اور اگر مدخولہ نہین تو عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی اور باطل ہوگا امر مشیت کا اور قول زیلعی اور عینی کا کہ قبل دخول کے طلاق رجعی واقع ہوتی ہی سو سہو ہی قلم کا شیک یون ہی کہ بعد دخول کے رجعی ہی کذا فی حاشیة المدنی وفی کم شئت او ماشئت لها ان تطلق ماشاءت فی مجلسها ولو بکلمة یدا عنها للضرورة اور اس قول مین کہ انت طالق کم شئت یا ماشئت یعنی تو طالق ہی جتنا کہ تو چاہی یا جو بار کہ تو چاہی تو عورت مختار ہی طلاق دینی مین تین طلاق تک جیسا کہ وہ چاہی اوسی مجلس مین اپنی ذات کو خواہ ایک طلاق دی خواہ دو یا تین اور عورت کا تین طلاق واقع کرنا طلاق بدعی مین نہ شمار ہوگا بسبب ضرورت کے یعنی عورت مضطر ہی تین طلاق کیطرف اپنی خلاصی کے واسطے اسواسطے کہ اوسکو بعد مجلس کے اختیار نہ باقی رہیگا بخلاف زوج کے کہ اوسکو تین طلاق بدعت ہی وان ردت او قامت بما یفید الاعراض ارتد لانه تملیك فی الحال فجوابه کذلك اور اگر عورت نے رد کیا امر کو یعنی یون کہا کہ مین طلاق نہین چاہتی یا لاکی اوس فعل کو جو مفید ہی اعراض کا تو امر رد ہوجائیگا پھر عورت کو اختیار نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہہ تملیک ہی فی الحال تو اسکا جواب بھی اوسی فی الحال چاہیے قال لها طلقی نفسك من ثلث ماشئت تطلق مادون الثلث ومثله اختاری من الثلث ماشئت لان من تبعیضیة وقالا بیانیة فتطلق الثلث والاول اظهر کہا عورت سے کہ طلاق دی اپنی ذات کو تین سی جسقدر کہ تو چاہی تو عورت طلاق دی کمتر تین سے یعنی دو یا ایک طلاق مین وہ مختار ہی اور مانند اوسی قول کے یہہ قول ہی کہ اختیار کر اپنی ذات کیواسطے تین سی جسقدر کہ تو چاہی اسواسطے کہ کلمہ من کا طلقی من ثلث مین تبعیضیہ ہے اور کہا صاحبین نے کہ من بیانیہ ہی تو اس صورتمین عورت تین طلاق بھی دیسکیگی اور پہلا قول ظاہر تر ہی اسواسطے کہ من اپنی حقیقی معنی مین مستعمل ہے فوء ٦ مسائل متفرقات ہے قال انت طالق ان شئت وان لم تشائی طلقت للحال کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہی اگر تو چاہی اور اگر تو نچاہی تو فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ خواہش یا عدم خواہش سے خالی ہونا ممکن نہین تو ایک شرط بلاشبہ ثابت ہے ولو قال ان کنت تحبین الطلاق فانت طالق وان کنت تبغضینه فانت طالق لم تطلق لانه یجوز ان لا تحب ولا تبغض ولا یجوز ان تشاء ولا تشاء اور کہا مرد نے کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھتی ہو تو تو طالق ہی اور اگر اوسکو مبغوض اور مکروہ جانتی ہو تو تو طالق ہی تو اس صورتمین عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ یہہ جائز ہی کہ عورت طلاق کو نہ محبوب رکھتی ہو نہ مبغوض بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان مشیت اور عدم مشیت عورت سی خالی ہونا جائز نہین ولو قال لهما انتما کما تحبان الطلاق او اشد کما تبغضانه طالق فقالت کل انا اشد حبا له لم تقع لدعوی کل ان صاحبتها اقل حبا منها فلم یتم الشرط اور اگر کہا مرد نے اپنی دو عورتون سے کہ تم دونون مین جو زیادہ تر محبت رکھتی ہو طلاق سے اوسکو طلاق ہی یا یون کہا کہ تم دونون مین جو زیادہ تر بغض رکھتی ہو طلاق سے اوسکو طلاق ہی سو کہا ہر عورت نے کہ مین زیادہ تر محبت رکھتی ہون طلاق سے تو کسی عورت پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر ایک عورت کا دعوی یہہ ہی کہ اوسکی سوت کو کمتر حب ہی بہ نسبت مدعیہ کے تو نہ تمام ہوئی شرط زوج کی یعنی کثرت حب کسیکی نہ ثابت ہوئی بسبب عدم تصادق آپس کے ثم التعلیق بالمشیة او الارادة او الرضاء او الهوی او المحبة یکون تملیکا فیه معنی التعلیق فیتقید بالمجلس کامرك بیدك بخلاف التعلیق بغیرها پھر یہہ معلوم کرنا چاہیے کہ طلاق کو معلق کرنا عورت کی مشیت پر یا ارادہ پر یا رضا پر یا ہوی یعنی خواہش پر یا محبت پر یہہ تملیک ہی جسمین تعلیق کے معنی ہین پھر جب یہہ تعلیق تملیک ٹھہری تو مقید بمجلس ہوگی مانند امرك بیدك کے بخلاف اوس تعلیق کے جو بغیر ان الفاظ مذکورہ کی ہو جیسے دخول دار کی تعلیق کہ وہ تملیک نہین بلکہ خالص تعلیق ہی تو مقید بمجلس نہین واللہ اعلم بالصواب

باب التعلیق

یہہ باب ہی مسائل تعلیق طلاق مین جب طلاق منجز سے مصنف نے فراغت پائی تو طلاق معلق کا بیان شروع کیا اسواسطے کہ ... کہ یہہ طلاق ... هو من علقه تعلیقا جعله معلقا واصطلاحا ربط حصول مضمون جملة بحصول مضمون جملة اخری تعلیق باعتبار لغت کے ماخوذ ہی علقه تعلیقا سی جب کلام کو اوسوقت بولتے ہین جب کسی چیز کو کوئی

باب التعلیق

معلق کرے یعنی لٹکا دے اور اصطلاح فقہ مین تعلیق عبارت ہے مربوط کرنے حصول مضمون ایک کلام کے ساتھ حصول مضمون دوسرے کلام کو یعنی مضمون جزا کو مضمون شرط
سے گانٹھنا اور لٹکانا اوسکو تعلیق کہتے ہین چنانچہ انت طالق ان دخلت الدار تعلیق ہے اسواسطے کہ طلاق مخاطبہ کی دخول دار سے مربوط ہے یعنی طلاق کا حصول دخول
دار کے حصول پر موقوف ہے ویسمی یمیناً مجازاً اور تعلیق کو یمین بھی مجازاً کہتے ہین وشرط صحته کون الشرط معدوماً علی خطر الوجود فالمعلق
کان کانت السماء فوقنا تنجیز وبالمستحیل کان دخل الجمل فی سم الخیاط لغو اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا معدوم جائز الوجود یعنی وقت تکلم کے
شرط موجود نہین لیکن موجود ہونا اوسکا محال نہین تو اثبات الوجود جیسے ان کانت السماء فوقنا یعنی تنجیز ہے تعلیق نہین یعنی اگر کوئی یون کہے کہ تو طالق ہے اگر
آسمان ہمارے اوپر ہو تو اوسیوقت طلاق واقع ہوگی اور امر محال چنانچہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے مین داخل ہو تو ایسی تعلیق لغو ہے یعنی اگر طلاق کو امر محال پر معلق کرے
تو طلاق نہ واقع ہوگی وکونه متصلاً الا لعذر اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا متصل مشروط کے تو اگر انت طالق کہا پھر بعد سکوت کے شرط بیان کی تو صحیح
نہوگی مگر بسبب عذر کے البتہ صحیح ہوگی عذر جیسے کہ ہکلا ہو مشکل سے بات پوری کرتا ہو وان لا یقصد به المجازاة فلو قالت یا سفلة فقال ان کنت کما
قلت فانت کذا تنجیز کان کذلک اولا اور شرط صحت تعلیق کی یہہ ہے کہ مرد تعلیق سے عورت کی کلام کے بدلا دینے کا نہ قصد کرے سو اگر عورت نے مرد سے کہا یا سفلہ
یعنی او بیغیرت پھر مرد نے کہا کہ اگر مین ایسا ہی ہون جیساکہ تو نے کہا تو تو ایسی ہے یعنی طالق ہے تو یہہ تعلیق نہین تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی مرد سفلہ
یا نہو وذکر المشروط فنحو انت طالق ان لغو به یفتی اور شرط صحت تعلیق کی یہہ ہے کہ مشروط مذکور ہو شارح نے لفظ مشروط سے فعل شرط کا ارادہ کیا تو
ایسا کہنا کہ انت طالق ان یعنی حرف شرط کا بدون فعل شرط کے بولنا لغو ہے اس صورت مین طلاق نہ واقع ہوگی اسی پر فتوی ہے ووجود رابط حیث تأخر الجزاء
کما یأتی اور شرط صحت تعلیق کی وجود رابط کا ہے جہان جزا موخر ہو شرط سے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا رابط سے مراد وہ حرف جو ربط دے شرط اور جزا کو چنانچہ فا اور
اذا مفاجاة کا وشرط الملک حقیقة کقوله لقنه ان فعلت کذا فانت حر او حکماً کقوله لمنکوحته او معتدته ان ذهبت فانت
طالق اور شرط لزوم تعلیق کی ملک ہے خواہ ملک حقیقی ہو چنانچہ یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ اگر تو ایسا کام کریگا تو تو آزاد ہے یا ملک حکمی ہو اگرچہ ملک کی
حقیقة نہو بلکہ حکماً ہو مانند قول زوج کے اپنی منکوحہ یا عدت والی سے اگر تو جاویگی تو تو طالق ہے ملک حقیقی کی مثال غلام ہے اسواسطےکہ مولی غلام کی گردن کا مالک ہے اور
منکوحہ ملک حکمی کی مثال ہے اسواسطےکہ زوج منکوحہ کی گردن کا مالک نہین لیکن بسبب نکاح کے انتفاع قربت کا مالک ہے اور معتدہ ملک حکمی حکماً کی مثال ہے تو ملک حکمی
کی دو صورتین ہین اگر نکاح بلا مانع قائم ہے تو ملک حکمی ہے حقیقة اور اگر طلاق کے بعد عورت عدت مین ہے تو یہہ ملک حکمی ہے حکماً بسبب باقی رہنے اثر نکاح کے اسواسطےکہ
معتدہ محل ہے طلاق کی کذا فی حاشیة المدنی او الاضافة الیه ای الملک الحقیقی عاماً او خاصاً کان ملکت عبداً او ان ملکتک لمعین
فکذا او الحکمی کذلک کان نکحت امرأة او ان نکحتک فانت طالق وکذا کل امرأة یا اضافت اور نسبت ہو ملک حقیقی کی طرف عام ہو یا خاص چنانچہ
یون کہنا کہ اگر مین مالک ہونگا کسی غلام کا تو وہ آزاد ہے یا اگر مین مالک ہونگا تیرا یعنی کہا معین شخص سے تو تو آزاد ہے اول مثال ہے ملک حقیقی عام کی اضافت کی
اور ثانی مثال ہے ملک حقیقی خاص کی اضافت کی یا اضافت ہو ملک حکمی کیطرف اسیطرح یعنی حکمی عام ہو یا خاص حکمی عام کی مثال چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین کسی عورت سے نکاح
کرون تو وہ مطلقہ ہے یا یون کہنا اجنبی عورت سے کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہے یہہ مثال ہے حکمی خاص کی اضافت کی اور اسیطرح کل امرأة کہنا فهی طالق الخ شامل ہے
حکمی عام کی اضافت کی ویکفی معنی الشرط الا فی المعینة باسم او نسب او اشارة اور اضافت ملک کی صحت کیواسطے کافی ہے معنی شرط کے خواہ حرف
شرط مذکور ہو یا نہو مگر جو عورت کہ معین ہو کسی نام یا نسب یا اشارہ کر دینے سے تو ان معنی شرط کے کافی نہین بلکہ معینہ کی تعلیق طلاق مین شرط صریح ضرور ہے هم شارح نے
باسم او نسبها اور بحر الرائق اور نهر الفائق اور شارح کی شرح الملتقی مین تعبیر ہوا ہے یعنی باسم ونسب او تعبیر ہوا اور نہایت خوب ہے صورت تعیین اسم اور نسب کی یون ہے
کہ زینب بیٹی زید بن خالد ہاشمی کی جس سے مین نکاح کرونگا مطلقہ ہے پھر زینب سے نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطےکہ زینب معین ہو چکی اسم و نسب سے اسکی
تعلیق طلاق مین معنی شرط کے کافی نہین بلکہ شرط صریح چاہیئے کذا فی حاشیة المدنی و الطحطاوی فلو قال المرأة التی اتزوجها طالق تطلق بتزوجها سو اگر
مرد کہیگا کہ جس عورت سے مین نکاح کرون وہ طالق ہے تو وہ عورت مطلقہ ہوگی بمجرد اسکی نکاح کے اسواسطےکہ یہہ عورت باسم و نسب و اشارہ معین نہین تو اوسکی

صحبت تو یعنی یہی جسمی شرط کے کافی مین ولو قال ہذہ لا التعریفہا بالاشارۃ فلغا الوصف اور اگر یون کہیگا کہ ہذہ المرأۃ التی اتزوجہا طالق یعنی یہہ عورت
جس سے مین نکاح کرونگا طالق ہی تو اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگر بعد اس اضافت کے اوس سے نکاح کریگا اسواسطے کہ وہ معین ہوچکی بسبب اشارہ کرنیکے تو لغو ہوگیا وصف یعنی
اتزوجہا کہنا بیفایدہ ہوگیا اسواسطے کہ وصف معتبر ہوتا ہی غیر معروف مین اور معروف مین وصف کی کیا حاجت ہی لیکن عورت معینہ کی تعلیق اضافت مین شرط ہی
تو ان اجایشہ اسطرح کہ اگر اس عورت سے نکاح کرونگا تو یہہ طالق ہی تب تعلیق صحیح ہوگی فلغا تو لہ ہکہ بیتہ ان زرت زید فانت طالق فنکحہا فزارت
تو لغو ہوا یون کہنا مرد کا اجنبی عورت سے کہ اگر تو زیارت یعنی ملاقات کریگی زید سے تو تو طالق ہی پھر بعد اس قول کے اوس عورت سے نکاح کیا پھر عورت نے زید کی ملاقات
کی تو یہہ تعلیق اسواسطے لغو ہوئی کہ تعلیق کے وقت نہ ملک تھی مرد کی عورت پر اور نہ اضافت طرف ملک کی وکذا کل امرأۃ اجتمع معہا فی فراش فہی طالق
فتزوجہا لم تطلق ومثلہ کل جاریۃ اطأہا حرۃ فاشتری جاریۃ فوطیہا لم تعتق لعدم الملک والاضافۃ الیہ اور اسیطرح لغو ہی یہہ قول کہ جس
عورت کے ساتھ مین جمع ہون فرش پر تو وہ طالق ہے پھر نکاح کیا تو یہہ منکوحہ نہ طالق ہوگی اسواسطے کہ اجتماع فی الفراش لازم نہیں کہ فقط نکاح ہی سے ہو تو اجتماع فی
الفراش نہ ملک ہی نہ اضافت ملک کی اور مانند اوسکی یہہ قول ہے کہ جس لونڈی سے مین صحبت کرون وہ آزاد ہے پھر مول لیا اوسنے ایک لونڈی کو پھر اوس سے صحبت
کی تو وہ آزاد نہوگی بسبب عدم ملک اور بسبب عدم اضافت الی الملک کے وافاد فی البحر ان زیارۃ المرأۃ فی عرفنا لا تکون الا بطعام معہا یطبخ عند المزور
فلیحفظ اور فائدہ بیان کیا ہی بحر الرائق مین یہہ کہ عورت کی زیارت ہمارے عرف مین یعنی مصر کے عرف مین نہیں ہوتی مگر جب کہ عورت کے ساتھہ کھانا ہو اور اوس
کھانے کو جسکی زیارت کو گئی ہی اوسکی پاس پکاوی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو موجب اس عرف کے اگر عورت دعوت مین گئی یا خرید فروخت کو گئی تو اوسکو زیارت
نکہین گے طحطاوی نے لکہا کہ اب مصر مین یہہ عرف باقی نہیں الکالغا ایقاعہ الطلاق مقارنا للنبوت ملکیۃ کانت طالق مع نکاحک ویصح مع تزوجی
ایاک لتمام الکلام بفاعلہ ومفعولہ جیسا کہ لغو ہی واقع کرنا زوج کا طلاق کو اپنی ملک ثابت ہونیکے متصل یعنی بمجرد ثبوت نکاح ایقاع طلاق لغو ہی جیسا کہ یہہ
یون کہنا کہ تو طالق ہی اپنے نکاح کے ساتھہ اور انفعاع طلاق یون صحیح ہی کہ تو طالق ہے ساتھہ نکاح کرنے میرے کے تجھکو بسبب تام ہوجانے کلام کے اپنے فاعل اور مفعول سے
ہم بحر الرائق مین دونو صورتون مین اسطرح فرق بیان کیا ہی کہ مع تزوجی ایاک مین جب لفظ تزوج کا اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر کلام کامل ہوا تو تزوج معنی ملک
مجاز قرار دیا گیا اور مع معنی بعد کے محمول ہوا واسطے تصحیح کلام کے اور مع نکاحک مین فقط مفعول ہی فاعل مذکور نہیں تو کلام ناقص ہوا اسواسطے مع معنی بعد کے محمول ہوا
لیکن اس تعلیل مین مناقشہ ہی کہ اگرچہ مع نکاحک مین فاعل مذکور نہیں لیکن مقدر ہی اسطرح کہ مع نکاحی ایاک اور حذف فاعل کا یہان قیاسی ہی اور جب کہ فاعل
مقدر ہوا تو قائم مقام ملفوظ کے ہی تو اب دونو صورتون مین کچھہ فرق ثابت ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی اور زوالہ کمع موتی او موتک بالغو ہوا ایقاع
طلاق زوال ملک زوج کے متصل چنانچہ یون کہنا کہ تو طالق ہی میری موت کے ساتھہ یا یون کہنا کہ تو طالق ہی اپنی موت کے ساتھہ یہہ کلام لغو ہوا اسواسطے کہ حالت موت منافی ایقاع اور وقوع طلاق
کی ہی یہہ طلاق صریح کے باب مین مفصل مذکور ہوچکا فائدۃ فی المجتبی عن محمد فی المضافۃ لا یقع وبہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وہو قول الشافعی
وللحنفی تقلیدہ بفسخ قاض شافعی بل محکم بل افتاء عدل وبفتوتین فی حادثتین وہذا یعلم ولا یفتی بہ بزازیہ فائدہ ہی مناسب مقام کے مجتبی مین
امام محمد سے روایت ہی کہ یمین مضاف مین طلاق نہیں واقع ہوتی یعنی تعلیق باضافت ملک اسطرح کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون یا جس عورت سے کہ نکاح کرون وہ
مطلقہ ہی تو بقول امام محمد نکاح کرنیکے بعد طلاق نہ واقع ہوگی اور اسی روایت پر فتوی دیا ہی علماء خوارزم نے انتہی عبارۃ المجتبی اور یہی قول ہی امام شافعی کا
اور حنفی مذہب کو جائز ہی تقلید مذہب شافعی کی کذا فی شامی یعنی شافعی کے فسخ کردینے مین اگر حنفی مذہب نے تعلیق مضاف کی ہو تو اوسکو جائز ہی کہ مقدمہ قاضی شافعی کے نزدیک
رجوع کرے تاکہ قاضی اس تعلیق کو فسخ کرے پھر وطی اوس عورت کی بلا تجدید حلال ہوگی کذا فی البحر الرائق بلکہ حنفی کو فسخ اس تعلیق مین تقلید محکم یعنی حکم
اور پنچ کی بھی جائز ہی لیکن تقلید قاضی شافعی کی بالاتفاق جائز ہی اور تقلید محکم شافعی مین خلاف ہی بلکہ حنفی کو فتوی دینا عادل شافعی کا کافی ہی اور دو
مفتیون کے دو فتوی پر عمل کرنا دو مقدمون مین جائز ہی یعنی ایک شخص کو ایک مفتی نے بطلان تعلیق مضاف کا فتوی دیا اور اوسنے اوس فتوی پر عمل کیا ایک
عورت کے حق مین پھر دوسرے مفتی نے حرمت کا فتوی دیا تو وہ شخص دوسرے فتوی پر عمل کرے دوسری عورت کے حق مین نہ پہلی عورت مین اور اس مسئلہ کو دریافت کیا چاہیے

فتوی اس پر دینا نچاہیئے کذا فی البزازیہ شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا فائدہ دریافت کرنیکا یہہ ہے کہ وقت ضرورت کے اپنی ذات پر عمل کرے حلوانی نے کہا اسکا علم دکہنے فتوی دینے سے تاکہ جاہل لوگ ہمارے مذہب پر راہ نپاوین اور بحر الرائق مین بزازیہ سے منقول ہے کہ ہمارے زمانہ مین فسخ یمین سے نکاح فضولی بہتر ہے اسطرح کہ کسی عالم پاس جائے اور اپنی یمین کا ذکر کرکے اپنی احتیاج طرف نکاح فضولی کے بیان کرے سو عالم اوسکا نکاح عورت سے کردے اور یہہ شخص اجازت فعلی سے نکاح کو صحیح کردے تو اس تدبیر سے نکاح بھی ہوگیا اور حانث بھی نہوا کذا فی حاشیۃ الدر فی ویُبطل تنجیزُ الثلٰث للحرۃ والثنتین للامۃ تعلیقہ للثلٰث وما دونہا اور باطل کرتا ہے فی الحال تین طلاق واقع کرنا حرہ کے حق مین اور دو طلاق لونڈی کے حق مین تین طلاق کی تعلیق کو اور تین سے کمتر کو یعنی زوج نے اول تین طلاق یا کمتر کی تعلیق کی پھر اسکے بعد تین طلاق کو بلا تعلیق کے فی الحال واقع کردیا تو اگلی تعلیق کا کچھہ اعتبار نرہا اگر اس مطلقہ سے بعد زوج ثانی کے نکاح کریگا اور بعد اسکے شرط تعلیق پائی جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی لا المضافۃ الی الملک کما مرّ تنجیز تین طلاق کی مُبطل ہے تعلیق کی مگر اُس تعلیق کو جو ملک کی طرف مضاف ہے مبطل نہین چنانچہ سابق مین مذکور ہوچکا مراد تعلیق مضاف سے وہ تعلیق ہے جو بلفظ کلما ہو چنانچہ کلما تزوجتک فانتِ طالق یعنی جو بار کہ مین تجہسے نکاح کرون تو تو طالق ہے تو تنجیز تین طلاق کی اس تعلیق مضاف کی مبطل نہین ہوسکتی کذا فی حاشیۃ الدر فی طحطاوی نے کہا یہہ جو شارح نے کہا کہ یہہ مسئلہ گذر چکا سو درست نہین اسواسطے کہ سابق مین یہہ مسئلہ مذکور نہین ہوا لا تنجیزُ ما دونہا مبطل تعلیق ثلث کی نہین مین طلاق سے کمتر کی تنجیز اعلم انّ التعلیق یَبطل بزوال الحلّ لا بزوال الملک دریافت کر کہ تعلیق طلاق کی باطل ہوتی ہے زوال حلت سے نہ زوال ملکیت سے اور حلت زائل ہوتی ہے بینونت کبری سے یعنی تین طلاق حرہ مین اور دو طلاق سے لونڈی مین پھر جب تین طلاق کے بعد جدائی کامل ہوگئی اور حلت باطل ہوچکی تو اب وقوع طلاق کا محل باقی نرہا تو تعلیق بھی باطل ہوگئی اور جو حلت کہ بعد زوج ثانی کے پیدا ہوگی وہ بالفعل معدوم ہے اور معدوم لائق اعتبار کے نہین فلو علّق الثلٰث او ما دونہا بدخول الدار ثم نجز الثلٰث ثم نکحہا بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولہا شیء تو اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر کی تعلیق دخول دار پر کی پھر فی الحال تین طلاق کو واقع کردیا پھر نکاح کیا اوسی عورت سے بعد تحلیل زوج ثانی کے تو باطل ہوگی تعلیق مذکور تو نہ واقع ہوگا کچھہ عورت کے دخول دار سے اسواسطے کہ اثر تعلیق کا اب کچھہ باقی نرہا تعلیق کے وقت کی حلت بالکل مٹ گئی اور حلت حادثہ سے اوس تعلیق کو کچھہ علاقہ نہین ولو کان نجز ما دونہا لم یبطل فیقع المعلق کلّہ اور اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر کی تعلیق کی پھر فی الحال دو طلاق یا ایک طلاق کو واقع کردیا تو تعلیق نہ باطل ہوگی تو بالکل معلق واقع ہوگا تعلیق اسواسطے نہ باطل ہوئی کہ حلت زوج کی ایک یا دو طلاق سے نہ زائل ہوئی زوج کو جائز تہا بعد ایک دو طلاق کے بدون زوج ثانی کے مطلقہ کی رضامندی سے نکاح کرلینا اس صورتمین تو فقط ملکیت زوج کی بسبب بینونت صغری کے زائل ہوئی تہی اور ثابت ہوچکا ہے کہ زوال ملک سے تعلیق باطل نہین ہوتی پھر جبتک حلت باقی ہے تو تعلیق بھی باقی ہے پھر جب عورت زوج مطلِّق مُعلِّق کے پاس عود کریگی اور شرط پائی جائیگی تو جسقدر طلاق کی تعلیق ہوئی تہی سب واقع ہوگی خواہ ایک طلاق ہو خواہ دو خواہ تین واوقع محمد بقیتہ الاول وھی مسئلۃ الھدم الاٰتیۃ اور واقع کرتے ہین امام محمد بقیہ اول کو یعنی جب تنجیز تین طلاق سے کم کی ہوئی تو جسقدر ملک اول مین عدد طلاق کے باقی رہگئے تہے بعد وجود شرط کے واقع ہونگے مثلا زوج نے تین طلاق کی تعلیق کی دخول دار پر پھر ایک طلاق کی تنجیز کی یعنی فی الحال واقع کردی اور بعد زوج ثانی کے پھر زوج اول کے نکاح مین عورت آئی اور شرط تعلیق کی پائی گئی تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر ملک اول مین دو طلاق کی تنجیز ہوئی تہی تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اتنا ہی بقیہ تہا ملک اول کا اور یہہ مسئلہ ہدم کا ہے جو باب الرجعۃ مین آویگا حاصل یہہ ہے کہ تنجیز ما دون ثلث مین باتفاق شیخین اور محمد تعلیق باطل نہین ہوتی لیکن اختلاف ہے وقوع معلق مین شیخین کے نزدیک کل معلق واقع ہوتا ہے اور محمد کے نزدیک جسقدر تین طلاق سے باقی رہا ہے اوتنا واقع ہوتا ہے وثمرتہ فیمن علّق واحدۃ ثم نجز ثنتین ثم نکحہا بعد زوج آخر فدخلت لہ رجعتہا خلافا لمحمد اور ثمرہ اختلاف شیخین اور محمد کا ظاہر ہوتا ہے اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے ایک طلاق کی تعلیق کی دخول دار پر پھر بعد تعلیق کے اوس نے دو طلاق کو فی الحال واقع کردیا پھر اوس عورت سے نکاح کیا بعد دوسرے زوج کے پھر عورت دار مین داخل ہوئی تو شیخین کے نزدیک زوج اول کو رجعت کرنا عورت سے درست ہے اسواسطے کہ زوج ثانی نے طلاق منجز کو منہدم کردیا گویا اوسکا وجود ہی نتہا تو زوج اول کو بملک جدید پھر تین طلاق کا اختیار حاصل ہوا پھر جب ایک

طلاق مغلظ واقع ہوئی تو دو طلاق کا اختیار باقی رہا اسواسطے اوسکو رجعت کا اختیار ہی بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک زوج اول رجعت نہیں کرسکتا اسواسطے کہ دو طلاق
پہلے واقع ہو چکی تھی اور ایک طلاق معلق اب واقع ہوئی تینون طلاق پوری ہو چکی رجعت کی گنجایش کہان رہی کذا یبطل باللحاق مرتداً بدار الحرب خلافاً لهما
اور یسطرح باطل ہوتی ہی تعلیق طلاق کی بسبب ملحق ہونے زوج کے دار الحرب مین مرتد ہوکر بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اس لحوق سے تعلیق باطل نہین ہوتی ق
بفوت محل البر کان کلمت فلاناً او دخلت هذه الدار فمات او جعلت بستاناً کما بسطناه فیما علقناه علی الملتقی وسیجیء مسئلة الکوز
بفروعها اور یسطرح باطل ہوتی ہی تعلیق بسبب فوت ہونے محل بر کے یعنی قسم پوراکرنیکا مقام نہ باقی رہنے سے چنانچہ زوج نے زوجہ سی کہا کہ اگر تو فلانے شخص سے کلام کریگی
یا داخل ہوگی اس گہر مین تو طالق ہی پہر وہ شخص مرگیا اور وہ گہر باغ بنایا گیا تو یہہ تعلیق باطل ہوگئی یعنی اگر عورت اوس باغ مین جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ
اس مسئلہ کو ہمنے شرح ملتقی مین خوب واضح بیان کیا ہی اور عنقریب مسئلہ کوزہ کا مع الفروع کتاب الایمان کے باب الاکل والشرب مین آویگا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا
قال لزوجته الامة ان دخلت الدار فانت طالق ثلثاً فعتقت فدخلت له رجعتها قنیه کہا زوج نے اپنی زوجہ لونڈی سے کہ اگر تو گہر مین داخل ہوگی
تو تو طالق ہی تین بار پہر وہ لونڈی آزاد ہوئی پہر گہر مین داخل ہوئی تو زوج کو اس سے رجعت کرنا درست ہی کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق کے لونڈی تھی دو
طلاق سے زیادہ اوسپر اختیار نہ تہا تو گویا دو ہی طلاق کی تعلیق ہوئی نہ تین کی پہر جب شرط پائی گئی تو وہ حرہ تھی تو زوج کو تین طلاق کا اختیار ہوا تو جب دو طلاق
معلق واقع ہوئی تو ایک طلاق کی ملکیت زوج کو باقی رہی اسواسطے رجعت کرسکتا ہی والفاظ الشرط هی علامات وجود الجزاء ان المکسورة ولو فتحها
وقع للحال مالم ینو التعلیق فیدین اور الفاظ شرط کے یعنی نشانیان وجود جزا کی یعنی یہہ الفاظ بالذات وجود جزا پر دلالت کرتے ہین نزدیک وجود شرط کے
ایک اونمین سے ان مکسورہ ہی اور اگر زوج نے اوسکو فتح دیا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی جبتک کہ زوج تعلیق کی نیت نکرے اور اگر تعلیق کی نیت کریگا باعتبار دیانت
اوسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے وکذا لو حذف الفاء من الجواب فی نحو طلبیة واسمیة وبجامد وبما وقد وبلن وبالتنفیس کما لخصناه
فی شرح الملتقی اور یسطرح فی الحال طلاق واقع ہوگی اگر ف کو جواب سے حذف کرے جملہ طلبیہ مین اور جملہ اسمیہ مین اور جملہ فعلیہ جامدہ مین اور اوس جملہ مین جو
متصل ہو ما اور لن اور قد اور تنفیس سے شارح کہتا ہی چنانچہ ہمنے اس مقام کو ملخص کیا ہی شرح ملتقی مین ہم جملہ طلبیہ عبارت ہی امر اور نہی اور تمنی اور تحضیض اور
دعاسے اور جملہ اسمیہ کی مثال چنانچہ ان تعذبهم فانهم عبادک اور جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال چنانچہ ان تبدوا الصدقات فنعما ہی اور ما کی مثال فان تولیتم فما سألتکم
من اجر اور قد کی مثال چنانچہ ان یسرق فقد سرق اخ له اور لن کی مثال چنانچہ وما یفعلوا من خیر فلن یکفروه اور تنفیس کی مثال چنانچہ ان خفتم عیلة فسوف یغنیکم
الله من فضله اور ان امور کی مثال مناسب تعلیق طلاق کی یون ہی ان دخلت فطلقی او فانت طالق او فعسی ان تطلقی او فما انت لی بزوجة بہ نیت طلاق او
فقد طلقتک او فلن تکونی بمعنی بہ نیت طلاق او فسوف اطلقک خلاصہ یہہ ہی کہ ان مواقع مین ف کا لانا واجب ہی پہر جب زوج اسمین ف واقع پر ف نہ لایا تو اوس نے
شرط کی شرط نہ اوا کی پہر حسب شرط نہ ثابت ہوئی تو تعلیق نہوئی جب تعلیق نہ رہی تو بالضرور طلاق فی الحال واقع ہوگی ہان اگر زوج تعلیق کی نیت کریگا تو دیانۃً مقبول
ہوگی نہ قضاء کما مر والله اعلم واذا واذا ما وکل ولم تسمع کلما الا منصوبة ولو مبتدأ لاضافتها للمبنی اور الفاظ شرط سے اذا ہی اور اذا ما
اور کل اور مسموع نہین ہوا لفظ کلما کا مگر منصوب اگرچہ وہ مبتدا ہو بموجب مذہب ابن عصفور نحوی کے بسبب اضافت ہونے کلما کیطرف مبنی کی مراد منصوب سے
مفتوح ہی بدلیل اضافت الی المبنی ومتی ومتی ما ونحو ذلک کلو کانت طالق لو دخلت الدار تعلق بدخولها اور الفاظ شرط سے متی ہی اور متی ما
ہی اور مانند ان الفاظ کے جیسا لو چنانچہ انت طالق لو دخلت الدار یعنی تو طالق ہی اگر داخل ہوگی گہر مین تو طلاق معلق ہوگی عورت کے دخول پر ومن نحو من
دخل منکن الدار فهی طالق فلو دخلت واحدة مراراً طلقت بکل مرة لان الدخول اضیف الی جماعة فازداد عموماً کذا فی الغایة
وهی غریبة وجعله فی البحر احد القولین اور مانند الفاظ مذکورہ کے لفظ من ہی چنانچہ قول زوج کا اپنی ازواج سے کہ جو تم مین سے داخل ہوگی گہر وہ طالق
ہے تو اگر ایک عورت اونمین سے داخل ہوگی گہر مین چند بار تو اوسپر بعدد ہر بار داخل ہونیکے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دخول مضاف ہوا جماعت کیطرف تو اوسکا
عموم زیادہ ہوگیا یعنی تعمیم فعل کی بار بار مراد ہوئی کذا فی الغایہ اور یہہ مسئلہ غریب ہی وجہ غرابت کی یہہ ہی کہ تکرار فعل کی فقط کلما مین مشہور ہے نہ اوسکے غیر مین

امعہ بحر الرائق مین روایت نہایہ کو بعد القولین ٹھہرایا ہی اور کہا ہی کہ غیر کلما کے کوئی موجب تکرار فعل نہین کذا فی حاشیۃ الہدایہ وفیہا کلہا تنحل ای تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلث لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء اور ان الفاظ شرط مین سب مین باطل ہوجاتی ہی یمین بسبب باطل ہوجانے تعلیق کے جبکہ ایکبار شرط پائی جاوے مگر کلما کے لفظ مین ایکبار شرط پائی جانے سے یمین باطل نہین ہوتی اسواسطے کلما مین بعد تین بار کے یمین باطل ہوتی ہی بواسطہ اقتضاء کلما کے عموم افعال کو جیسے کہ مقتضی ہی لفظ کل کا عموم اسما کو تو اگر زوج نے کہا کلما دخلت الدار فانت طالق پھر عورت داخل ہوئی گھر مین تین بار تو وہ تین طلاق کر بائن ہوگی پھر اگر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح مین آویگی اور چوتھی بار گھر مین داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا بسبب بطلان تعلیق کے اور اگر کہا کل امراۃ اتزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت سے کہ مین نکاح کرون تو وہ طالق ہی تو ہر عورت مطلقہ ہوگی بعد نکاح کے پھر اگر دوسری بار اوسی عورت سے نکاح کریگا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ کل عموم اسما کو مقتضی ہی نہ عموم افعال کو فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر کما

اذا دخلت کلما علی التزوج نحو کلما تزوجتک فانت کذا لدخولہا علی سبب الملک وہو غیر متناہ تو نہ واقع ہوگی طلاق کلما دخلت الدار فانت طالق کے کہنے اور عورت کے تین بار داخل ہونیکی بعد اگر زوج اول اوس سے نکاح کریگا بعد زوج ثانی کے مگر جبکہ داخل ہو کلما تزوج کے لفظ پر چنانچہ کلما تزوجتک فانت کذا یعنی جبکہ مین تجھسے تزوج کرون تو تو طالق ہی تو اس صورت مین بعد نکاح کرنے تین بار کے بھی تعلیق نہ باطل ہوگی بسبب داخل ہونے کلما کے ملک کے سبب پر یعنی تزوج پر اور سبب ملک کا متناہی نہین تو طلاق واقع ہوگی ہر بار نکاح کرنے سے اگرچہ ستر بار نکاح کرے ستر زوج کے بعد اسواسطے کہ جب شرط پائی جاوے گی یعنی تزوج تو بالضرور اوسکو جزا لاحق ہوگی یعنی طلاق ومن لطیف مسائلہا لو قال لموطوتہ کلما طلقتک فانت طالق فطلقہا واحدۃ تقع ثنتان اور مسائل کلما سے لطیف مسئلہ یہ ہی کہ اگر کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے کہ جب کہ مین تجھکو طلاق دون تو تو طالق ہی پھر اوسکو ایک بار طلاق دی تو دو بار طلاق واقع ہوگی ایک طلاق بسبب تنجیز کے اور دوسری طلاق بسبب تعلیق کے بواسطہ وجود شرط کے وفی کلما وقع علیک طلاقی یقع ثلث لتکرر الوقوع لکنہ لا یزید علی الثلث اور اس قول مین کہ کلما وقع علیک طلاقی فانت طالق یعنی جب تنجیز طلاق واقع ہو تو تو طالق ہی پھر اوسکو ایک طلاق دی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب مکرر ہونے وقوع طلاق کے اسواسطے کہ جب ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی تو دوسری طلاق واقع ہوئی اور ثانی کے وقوع سے پھر شرط پائی گئی تو تیسری طلاق واقع ہوئی وعلی ہذا القیاس الی غیر النہایہ لیکن وقوع طلاق کا تین سے زیادہ نہوگا اسواسطے کہ تنجیز تین کی مبطل ہی تعلیق کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اوسمین تکرار وقوع کی نہین تو دو ہی بار واقع ہوگی نہ تین بار واللہ اعلم وزوال الملک من نکاح او یمین لا یبطل الیمین فلو ابانہا او باعہ ثم نکحہا او شتراہ فوجد الشرط طلقت وعتق لبقاء التعلیق ببقاء محلہ اور بعد تعلیق کے زوال ملک کا ملک نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا نہین باطل کرتا تعلیق کو تو اگر منکوحہ کو ایک طلاق بائن دی اور اوسکی عدت گذر گئی یا غلام کو بیچا بعد تعلیق عتق کے پھر نکاح کیا مطلقہ بائنہ سے گو بعد زوج ثانی کے یا اوس غلام کو مول لیا پھر تعلیق کی شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا بجہت بقای تعلیق کے بسبب باقی رہنے محل تعلیق کے مراد محل تعلیق سے عورت اور غلام ہی اور یہہ جو کہا کہ زوال ملک مبطل تعلیق کا نہین ہی اوس صورت مین ہی جب کہ زوال کمتر تین طلاق سے ہوا ہو اور اگر زوال ملک کا تین طلاق سے ہوا ہو تو بلاشبہ مبطل ہی تعلیق کا اسواسطے کہ تنجیز تین طلاق کی مبطل ہے تعلیق کی کما مر وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکنہ ان وجد فی الملک طلقت وعتق والا لا اور باطل ہوجاتی ہی تعلیق بعد پائے جانے شرط کے ہر طرح سے یعنی وجود شرط کا ملک مین ہوا ہو یا غیر ملک مین دونو طرح تعلیق باقی نہین رہتی لیکن اگر ملک مین شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا اور اگر شرط ملک مین نہ پائی گئی اسطرح کہ عورت داخل ہوئی گھر مین مثلا بعد ابانت اور انقضای عدت کے قبل تزوج کے تو عورت مطلقہ نہوگی اسیطرح غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ جزا شرط کو لاحق نہین ہوئی غیر ملک مین چنانچہ اسی پر شارح نے مسئلہ آیندہ کو متفرع کیا فحیلۃ من علق الثلث بدخول الدار ان یطلقہا واحدۃ وبعد العدۃ تدخلہا فتنحل الیمین فینکحہا تو حیلہ اوس شخص کے واسطے جسنے معلق کیا تین طلاق کو دخول دار پر یہہ ہی کہ عورت کو ایک طلاق دی پھر چپکا ہو رہے یہان تک کہ اوسکی عدت گذر جاوے اور بعد عدت کے عورت گھر مین داخل ہو تو ٹوٹ جاویگی تعلیق اسواسطے کہ بعد وجود شرط کے تعلیق باطل ہوجاتی ہی پھر اوس عورت سے نکاح کرلے تو اگر عورت پھر اوس گھر مین داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا یہہ اوس صورت مین ہی جب کہ تعلیق بکلمہ کلما نہو

مسئلہ مذکورہ کا حکم معلوم ہو گیا کہ داخل ہونے میں تعلیق باطل ہو گی تو وہاں بعد عدت گذرنے کے قبل اعادۂ نکاح کے عورت کو تین بار گھر میں داخل ہونا چاہئے تب تعلیق باطل ہو گی کما مر کذا فی حاشیۃ الحموی
فان اختلفا فی وجود الشرط ای ثبوتہ لیعم العدمی فالقول لہ مع الیمین لانکارہ الطلاق پھر اگر اختلاف کریں زوجہ اور زوج وجود شرط میں یعنی ثبوت شرط میں شارح نے وجود کو ثبوت کہا اسواسطے تاکہ شرط عدمی کو بھی شامل ہو چنانچہ ان لم تدخل الدار الیوم فانت طالق تو حالت اختلاف میں قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہو گا بسبب انکار زوج کے طلاق کو اور معتبر قول منکر کا ہوتا ہے ومفادہ انہ لو علق طلاقہا بعدم وصول نفقتہا ایاما فادعی الوصول وانکرت ان القول لہ وبہ جزم فی القنیۃ اور مفاد تعلیل مذکور کا یہ ہے کہ اگر معلق کیا زوج نے طلاق کو چند روزہ خرچ عورت کے نہ پہنچنے پر یعنی یوں کہا کہ اگر تجھکو تیرا نفقہ مثلا سہ شنبہ جب تک نہ پہنچے تو تو طالق ہے پھر دعوی کیا زوج نے وصول کا اور انکار کیا اوس کا عورت نے تو قول زوج کا معتبر ہو گا اور اسی روایت پر یقین کیا ہے قنیہ میں بنظر ظاہر عورت منکر معلوم ہوتی ہے لیکن در پردہ مدعی ہے طلاق کی اور نفس الامر میں ثبوت شرط کا اور طلاق کا زوج منکر ہے تو اوسیکا قول معتبر ہو گا لکن صحح فی الخلاصۃ والبزازیۃ ان القول لہا واقرہ فی البحر والنہر وہو یقتضی تخصیص المتون لکن قال المصنف جزم شیخنا فی فتواہ بما یقتضیہ المتون والشروح لانہا الموضوعۃ لنقل المذاہب کما لا یخفی لیکن تصحیح کی ہے خلاصہ اور بزازیہ میں اسکی کہ مسئلہ سابقہ میں عورت ہی کا قول معتبر ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے بحر الرائق اور نہر الفائق میں اور یہہ مقتضی ہے متون کی تخصیص کا اسواسطے کہ متون میں مطلقا قول زوج ہی معتبر ہے اختلاف کے نزدیک خواہ وصول نفقہ میں اختلاف ہو یا اوسکے غیر میں لیکن مصنف نے منح الغفار میں کہا ہے کہ ہمارے استاد یعنی بحر الرائق کے مصنف نے یقین کیا ہے اپنے فتوی میں موافق متون اور شروح کے اسواسطے کہ متون اور شروح ہی موضوع ہیں نقل مذہب میں تو بلا شبہہ روایت متون اور شروح کی مقدم ہو گی خلاصہ اور بزازیہ کی روایت پر اسواسطے کہ وہ دونو فتاوی ہیں وہ اصل ہیں چنانچہ یہہ اہل فقہ کے نزدیک مخفی نہیں الا اذا برہنت فان البینۃ تقبل علی الشرط وان کان نفیا کان لم تجئ صہرتی اللیلۃ فامرأتی کذا فشہدا انہا لم تجئہ قبلت وطلقت مگر جبکہ عورت گواہ لاوے اپنے دعوی پر تو گواہ مقبول ہونگے شرط پر اگرچہ شرط نفی کی ہو چنانچہ یوں کہا زوج کا کہ اگر آج کی رات میری خوشدامن یا میری سالی نہ آویگی تو میری عورت طالق ہے پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ خوشدامن یا سالی زوج کے پاس نہیں آئی تو یہہ گواہی مقبول ہو گی اور عورت مطلقہ ہو گی کذا فی منح الغفار ہر چند کہ نفی پر گواہی مسموع نہیں لیکن یہاں اسواسطے مسموع ہے کہ یہہ ظاہر میں نفی ہے لیکن حقیقت میں اثبات ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی التبیین ان لم اجامعک فی حیضک فانت طالق للسنۃ ثم قال جامعتک ان حائضا فالقول لہ لانہ یملک الانشاء والا لا انتہی قلت فالمسئلۃ السابقۃ والآتیۃ لیستا علی اطلاقہما اور تبیین میں یوں روایت ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر میں تجھسے جماع نکروں تیرے حیض کے اندر تو تو طالق ہے موافق سنت کے پھر زوج نے کہا کہ میں نے تجھسے جماع حیض میں کیا اگر دعوے جماع کے وقت عورت کو حیض موجود ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ مالک ہے انشاء جماع کا یعنی حیض میں جماع کرنا اوسکو ممکن ہے گو شرعا جائز نہیں اور اگر وقت دعوی جماع کے عورت طاہر ہے حائض نہیں تو قول زوج کی تصدیق نہو گی اسواسطے کہ واقع اوسکے قول کے مخالف ہے اور طلاق سنی کا وقت موجود ہے یعنی طہر شارح کہتا ہے کہ مسئلہ سابقہ یعنی ان اختلفا فی وجود الشرط فالقول لہ اور مسئلہ آیندہ یعنی ان حضت فانت طالق یہہ دونو مسئلے اپنے اطلاق پر نہیں یعنی مقید ہیں مطلق نہیں اسواسطے کہ تقیید مسئلہ سابقہ کی تبیین کی روایت سے ثابت ہوئی یعنی وقت طہارت حیض کے زوج کا قول معتبر نہیں اور تقیید مسئلہ آیندہ کی خود اوس میں مصرح ہے وما لا یعلم وجودہ الا منہا صدقت فی حق نفسہا خاصۃ استحسانا بلا یمین بحر بحثا اور جو شرط ایسا ہے کہ جسکا وجود نہ معلوم ہو سکے بجز عورت کے چنانچہ حیض اور محبت بغض تو وہاں عورت کے قول کی تصدیق ہو گی فقط اوسیکی ذات کے حق میں نہ غیر کے حق میں اسواسطے کہ اپنے واسطے وہ امین ہے اور اپنے سوا کے واسطے متہم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی تصدیق قول عورت کی باعتبار استحسان کے ہے بدون قسم کے کذا فی النہر الفائق بحثا وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ یہہ شرط بدون عورت کے معلوم نہیں ہو سکتی ہو اور اوسپر حکم شرعی مترتب نہو اتو عورت پر اوسکی خبر دینا واجب ہوا تاکہ حرام میں نہ واقع ہو ومراہق کبالغۃ واحتلام کحیض فی الاصح اور عورت قریب البلوغ بالغہ کی برابر ہے اور احتلام مانند حیض کے ہے قول اصح میں تو اگر حیض پر تعلیق طلاق کی ہوئی اور کہا قریب البلوغ نے کہ مجھکو حیض آیا تو اوسکی تصدیق ہو گی

مانند بالغہ کے اور اسیطرح غلام قریب البلوغ کی آزادی احتلام پر معلق ہوئی اور غلام نے کہا کہ مجھکو احتلام ہوا تو اوسکے قول کی تصدیق ہو گی مثل حیض کے کقولہ

ان حضت فانت طالق وفلانۃ او ان کنت تحبین عذاب اللہ فانت کذا او عبدہ حر فلو قالت حضت والحیض قائم فان انقطع لم یقبل قولہا زیلعی وحدادی واحبت طلقت ہی فقط ان کذبہا الزوج فان صدقہا او علم وجود الحیض طلقتا جمیعا حدادی چنانچہ یون کہا زوج کا کہ اگر تو حائض ہوئی تو تو طالق ہے اور فلانی عورت طالق ہے یا یون کہا کہ اگر تو عذاب خدا کو دوست رکھتی ہو تو تو طالق ہے یا غلام اوسکا آزاد ہے تو اگر عورت نے کہا کہ مین حائض ہوئی اور حالانکہ حیض اوسوقت قائم ہے اور اگر حیض منقطع ہو گیا تو اوسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ زیلعی اور حدادی نے اسکو مصرح کیا ہے یا عورت نے یون کہا مسئلہ ثانیہ کے جواب مین کہ مین عذاب خدا کو دوست رکھتی ہون تو فقط وہی عورت مخیرہ مطلقہ ہوگی نہ اوسکی سوت اگر زوج نے اوسکی تکذیب کی اور اگر زوج نے اوسکی تصدیق کی یا زوج کو اوسکے حیض کا ہونا معلوم ہو گیا تو دونون عورتین مطلقہ ہونگی یعنی خبر دینی والی اور اوسکی سوت کذا صرح الحدادی وفی ان حضت لا یقع برؤیۃ الدم لاحتمال الاستحاضۃ فان استمر ثلثا وقع من حین رأت فکان بدعیا اور اس قول مین کہ اگر تو حائض ہوئی تو تو طالق ہے طلاق نہ واقع ہوگی بمجرد نظر آنے خون کے بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ استحاضہ کا ہو پھر اگر خون برابر جاری رہا تین دن تو طلاق واقع ہوگی اوسوقت سے جبسے کہ عورت نے خون کو دیکھا اور یہ طلاق بدعی ہوئی اسواسطے کہ حیض میں واقع ہوئی فلو غیر مدخولۃ فتزوجت باخر فی ثلثۃ ایام صح فلو ماتت فیہا فارثہا للزوج الاول دون الثانی وتصدق فی حیضہا دون غیرہا پھر اگر عورت غیر مدخولہ ہو سو وہ نکاح کرے دوسرے زوج سے تین دنمین تو یہ نکاح صحیح ہوگا پھر اگر غیر مدخولہ بعد نکاح زوج ثانی کے مرگئی تین دن کے اندر تو وراثت اوس عورت کی زوج اول کو ہوگی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ یہ خون حیض تھا یا نہین کیونکہ حیض تین رات سے کم نہین ہوتا اور اگر تین دن برابر خون جاری رہا تو زوج ثانی اوسکا وارث ہوگا اور تصدیق ہوگی عورت کے قول کی اوسیکی حق مین نہ اوسکی سوت کے حق مین کما مر وفی ان حضت حیضۃ او نصفہا او ثلثہا او سدسہا لعدم تجزیہا لا یقع حتی تطہر منہا لان الحیضۃ اسم للکامل اور زوج کے اس قول مین کہ اگر تو حائض ہوئی ایک حیض یا نصف حیض یا ثلث حیض یا سدس حیض کر یعنی کل اور بعض حیض کہنا یکسان ہے بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے تو ایک یا بعض حیض کی تعلیق سے طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ پاک ہوجاوے عورت اوس سے اسواسطے کہ ایک حیض نام ہے پورے حیض کا اور پورا ہونا بدون پاکی کے متصور نہین ثم انما یقبل قولہا مالم ترحیضۃ اخری جوہرۃ پھر یہ ہے کہ قول عورتکا حیض ہونے مین وہان تک مقبول ہے کہ دوسرے دوسری بار حیض نہین دیکہا کذا فی الجوہرہ یعنی حالت حیض مین یا بعد پاک ہونے حیض کا اظہار کیا تب تک مقبول ہوگا اور اگر حیض ثانی مین اظہار کیا تو مقبول نہوگا وفی ان صمت یوما فانت طالق تطلق حین غربت الشمس من یوم صومہا بخلاف ان صمت فانہ یصدق بساعۃ اور اس قول مین کہ اگر تو روزہ رکھیگی ایک دن تو تو طالق ہے تو طلاق واقع ہوگی وقت غروب آفتاب کے جسدن روزہ رکھے بخلاف اس قول کے کہ ان صمت یعنی اگر تو صائم ہوگی تو تو طالق ہے تو غروب آفتاب کی ضرورت نہین ہے اسواسطے کہ صوم لغوی ایک ساعت پر بھی صادق آتا ہے قال لہا ان ولدت غلاما فانت طالق واحدۃ وان ولدت جاریۃ فانت طالق ثنتین فولدتہما ولم یدر الاول تلزمہ واحدۃ قضاء وثنتان تنزہا ای احتیاطا لاحتمال تقدم الجاریۃ کہا زوجہ سے کہ اگر تو لڑکا جنی تو تجھکو ایکبار طلاق ہے اور لڑکی جنی تو دوبار طلاق ہے سو عورت لڑکا اور لڑکی ایک کو بعد دوسرے کے جنی اور معلوم نہین کہ اول کون جنی لڑکا یا لڑکی تو لازم ہوگی اوسکو ایک طلاق باعتبار قضا کے اور دو طلاق باعتبار احتیاط کے بسبب احتمال تقدم جاریہ کے یعنی شاید اول لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو ومضت العدۃ بالثانی فلذا لم یقع بہ شیء لانہ حال الطلاق المقارن لانقضاء العدۃ لا یقع اور آخر ہوگی عدۃ اس طلاق کی ولد ثانی سے اور اسی سبب سے ولد ثانی کے تولد سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ جو طلاق کہ متصل ہو انقضاء عدت کے اوس سے کچھ نہین واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی فان علم الاول فلا کلام وان اختلفا فالقول للزوج لانہ منکر وان تحقق ولادتہما معا وقع الثلث وتعتد بالاقراء پھر اگر معلوم ہو پہلا ولد تو اوسمین کچھ کلام کی حاجت نہین یعنی اگر عورت اول لڑکا جنی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکی پیدا ہونیسے آخر ہوگی پھر دوسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر اول لڑکی جنی تو دوبار طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکا ہونیسے منقضی ہوگی پھر تیسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر زوجین مین اختلاف ہوا سو عورت نے دعویٰ کیا کہ اول لڑکی پیدا ہوئی اور زوج نے کہا کہ نہین اول لڑکا ہوا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے لزوم طلاق ثانی کا اور اگر ثابت ہوئی دونون کی ولادت ساتھ ہی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور عدت اس صورت مین حیضون سے

ہوگی اسواسطے کہ عدت بسبب ولادت کے منقضی نہین ہوئی اسواسطے کہ ولادت ولدین متناثر طور واقع ہوگئی طلاق کی وان ولدت غلاماً وجاریتین ولم یدر الاول یقع ثنتان قضاءً وثلث تنزّھاً اور اگر جنی عورت ایک لڑکا اور دو لڑکیاں اور پہلا ولد معلوم نہین تو دو بار طلاق باعتبار قضا کی واقع ہوگی اور تین بار بنا بر احتیاط کے اسواسطے کہ اگر لڑکا اول یا درمیان مین ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی ایک اوسکے سبب سے اور دو پہلی لڑکی کے سبب سے اور اگر لڑکا آخر ہوگا تو دو طلاق پہلی لڑکی کے سبب سے ہوگی یہانتک دوسری کچھہ نہ واقع ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلاً عن النہر وان ولدت غلامین وجاریۃ فواحدۃ قضاءً وثلث تنزّھاً اور اگر عورت دو غلام اور ایک جاریہ جنی اور پہلا معلوم نہین تو بنا بر قضا کے ایک طلاق واقع ہوگی اور بنا بر احتیاط کے تین اسواسطے کہ اگر دو غلام پہلے ہین تو ایک طلاق ایک غلام کے سبب سے واقع ہوگی دوسری غلام کے سبب سے کچھہ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ تعلیق باطل ہوئی بسبب اول غلام کے اور ولادت جاریہ سے کچھہ نہوگا اسواسطے کہ انقضاء عدت اوسکی ولادت سے متعلق ہے اور اگر جاریہ اول ہو یا وسط تو تین طلاق واقع ہونگی ایک طلاق بسبب اول غلام کے اور دو بسبب جاریہ کے تو یہہ مسئلہ محتمل ہے ایک کو اور تین کو تو قضا مین اقل لازم ہوگا اور بنا بر احتیاط کے اکثر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وھذا بخلاف مالو قال ان کان حملک غلاماً فانتِ طالق واحدۃ وان کان جاریۃ فثنتین فولدت غلاماً وجاریۃ لم تطلق لان الحمل اسم للکل فما لم یکن الکل غلاماً او جاریۃ لم تطلق اور یہہ مسئلہ ولادت کا مخالف ہے مسئلہ حمل سے اسطرح کہ اگر کہا زوج نے کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہین پہر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھہ جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حمل نام ہے کل کا اسواسطے کہ اسم جنس مضاف ہے تو کل کو شامل ہوگا تو جبتک کل حمل لڑکا یا لڑکی نہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب نہ پائی جانے شرط کے وکذا لو قال ان کان ما فی بطنکِ غلاماً والمسئلۃ بحالہا لعموم ما اور اسطرح طلاق نہ واقع ہوگی اگر زوج نے کہا کہ جو تیرے پیٹ مین ہے اگر وہ لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے تو پہر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھہ جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب عموم لفظ ما کے تو مطلب یہہ ہوا کہ جب جمیع ما فی البطن لڑکا ہو تب شرط پائی جاویگی حالانکہ ایسا نہین بخلاف ان کان فی بطنکِ والمسئلۃ بحالہا فانہ یقع الثلث لعدم اللفظ العام بخلاف سابق کے یہہ مسئلہ ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیری پیٹ مین لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہین پہر عورت لڑکا اور لڑکی ساتھہ جنی تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اس قول مین کوئی عام لفظ نہین کہ جمیع ما فی البطن مراد ہو بلکہ لفظ فی البطن کا لڑکا اور لڑکی دونون پر صادق آتا ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارع کے لو علق طلاقہا بحبلہا لم تطلق حتی تلد لاکثر من سنتین من وقت الیمین اگر معلق کیا طلاق کو عورت کے حمل پر تو طلاق اوسپر نہ واقع ہوگی یہانتک کہ جنے دو برس سے زیادہ وقت تعلیق سے یعنی بعد تعلیق کے جبتک دو برس سے زیادہ ولادت نہوگی طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر قبل دو برس کے یا پوری دو برس مین جنے تو طلاق نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید حمل تعلیق سے پہلے ہوا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی قال ان ولدتِ ولداً فانتِ طالق او حرۃ فولدت ولداً میتاً طلقت وعتقت کہا کہ اگر تو لڑکا جنے گی تو تو طالق ہے یا آزاد ہے پہر عورت مردہ لڑکا جنی تو تو وہ مطلقہ ہوگی اور لونڈی آزاد ہوگی اسواسطے کہ مردہ کو بھی لڑکا کہتے ہین قال لام ولدہا ان ولدتِ فانتِ حرۃ تنقضی بہ العدۃ جوھرۃ کہا مولی نے اپنی ام ولد سے کہ اگر تو جنی گی تو تو آزاد ہے پہر وہ مردہ لڑکا جنی تو اوسکی تولد سے ام ولد کی عدت منقضی ہوجاٸگی کذا فی الجوھرۃ ھم جلبی اور طحطاوی محشیون نے کہا کہ اس مسئلہ مین سہو واقع ہوا ہے اسواسطے کہ عدت نہین ہوتی مگر بعد آزاد ہونیکے اور آزادی ثابت نہین ہوتی مگر بعد ولادت کے تو کیونکر ولادت سے عدت منقضی ہوگی شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ قیاس تو یہی ہے لیکن عدت سے مقصود تو یہہ ہے کہ رحم کی صفائی معلوم ہو اور ولادت سے صفائی ثابت ہوگئی لہذا ولادت ہی پر کتفا کی واللہ اعلم ہذا فی حاشیۃ المدنی حلق العتاق والطلاق ولو الثلث بشیئین حقیقۃ بتکرر الشرط او لا کان جاء زید وبکر فانت کذا یقع المعلق ان وجد الشرط الثانی فی الملک والا لا لاشتراط الملک حالۃ الحنث والمسئلۃ رباعیۃ تعلیق کی عتاق اور طلاق کی گو تین طلاق ہون دو چیز پر فی الحقیقت دو پر تعلیق ہو بسبب مکرر لانے شرط کے اسطرح کہ اگر آویگا زید اور اگر آویگا بکر تو تو طالق ہے یا تعلیق دو چیز پر بدون تکرار شرط کے ہو اسطرح کہ اگر آویگا زید اور بکر تو تو طالق ہے یا آزاد ہے تو عتاق اور طلاق معلق واقع ہوگی اگر شرط ثانی ملک یمین مین پائی جاوے اور اگر شرط ثانی ملک مین نہ پائی جاویگی تو معلق نہ واقع ہوگی بسبب شرط ہونے ملک کے وقت حنث کے یعنی تعلیق ٹوٹنے کے وقت ملک ضرور ہے پہر جب شرط ثانی ملک مین نہ حاصل ہوئی تو معلق نہ واقع ہوگی اور شرط اول کا ملک مین حاصل ہونا

کافی نہین اوریہہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتونکا محتمل ہے ایک صورت یہہ کہ دونو چیزین ملک مین پائی جاوین اسمین طلاق واقع ہوگی دوسری صورت یہہ کہ دونو چیزین ملک مین نہ پائی جاوین اسمین طلاق نہوگی تیسری صورت یہہ کہ اول چیز ملک مین پائی گئی نہ دوسری تو اسمین طلاق نہوگی چوتھی یہہ کہ دوسری چیز ملک مین پائی گئی نہ پہلے اسمین طلاق واقع ہوگی **علی الثلث او العتق لامته بالوطی حنث بالتقاء الختانین ولم یجب علیه العقر فی المسئلتین ما للبث بعد الایلاج لان اللبث لیس بوطی** معلق کیا تین طلاق کو یا اپنی لونڈی کی آزادی کو جماع پر تو حانث ہوگا بمجرد ملنے دونو شرمگاہ کے یعنی بمجرد دخول کے طلاق اور آزادی ثابت ہوگی اور نہ واجب ہوگا مرد پر عقر دونو صورتونمین بسبب توقف اور ٹہرنگی کے بعد ادخال کے اسواسطے کہ ٹہرنا اور ٹہرنگی جماع نہین بلکہ جماع عبارت ہے ادخال سے سو ادخال بعد طلقات ثلثہ اور عتق کے نہین پایا گیا م عقر عبارت ہے مہرمثل سے حرہ مین اور لونڈی مین دسوان حصہ قیمت کا اگر وہ باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہو تو بیسوان حصہ **ولذا لم یصر به مراجعا فی الطلاق الرجعی** اور چونکہ لفظ ٹہرنا بدون ادخال کے جماع نہین لہذا بسبب ٹہرنیکے طلاق رجعی مین زوج مراجع نہوگا یعنی زوج نے دخول کیا پہر عورت کو طلاق رجعی دی اور ٹہر گیا بدون حرکت کے تو بمجرد اس ٹہرنیکی رجعت ثابت نہوگی نزدیک محمد کے اسواسطے کہ اس فعل کو جماع نہین کہتے اور ابو یوسف کے نزدیک فقط اسی فعل سے رجعت ثابت ہے اسواسطے کہ بعد طلاق رجعی کے ٹہرنا مساس سے خالی نہین اور مساس مثبت ہے رجعت کا بحر الرائق مین کہا کہ مذہب ابو یوسف کا بجہت دلیل کے لائق ترجیح کے ہے کذا فی حاشیة المدنی **الا اذا اخرج ثم اولج ثانیا حقیقة او حکما بان حرک نفسه فیصیر مراجعا بالحرکة الثانیة ویجب العقر لا الحد لاتحاد المجلس** مگر جبکہ زوج نے نکالا پہر داخل کیا دوبارہ خواہ ادخال ثانی حقیقة ہو اسطرح کہ آلہ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے جدا کیا پہر داخل کیا یا ادخال حکما ہو اسطرح کہ بلا انفصال حرکت دی بدون اخراج اور ادخال کے تو دونو طرح زوج مراجع ہوگا بسبب دوسری حرکت کے طلاق رجعی مین اور مرد پر عقر واجب ہوگا تین طلاق یا عتق کی تعلیق مین اور حد نہ واجب ہوگی بسبب متحد ہونے مجلس عتق اور وطی کے م اس قول سے شارح نے معراج الدرایة کے اعتراض کو دفع کیا اوسمین یون مذکور ہے کہ تعلیق عتق مین جب کہ آلہ تناسل کو خارج کیا پہر داخل کیا تو چاہئے کہ مرد پر حد زنا واجب آوے اسواسطے کہ یہہ وطی بعد آزاد ہونے لونڈی کے نہ ملک مین واقع ہوئی نہ شبہہ حلت مین بخلاف مسئلہ تعلیق طلاق کے کہ وہان شبہہ حلت کا موجود ہے یعنی عدت شارح نے جواب دیا کہ بسبب اتحاد مجلس کے یہہ فعل ابتدائی نہین ہر وجہ سے کہ حد لازم آوے کذا فی حاشیة المدنی **لا تطلق الجدیدة فی قوله للقدیمة ان نکحتها ای فلانة علیک فهی طالق اذا نکح فلانة علیها فی عدة البائن لان الشرط مشارکتها فی القسم ولم توجد** نہ مطلقہ ہوگی منکوحہ جدیدہ منکوحہ قدیمہ کو اسطرح کہنے سے زوج کے کہ اگر مین فلانی سے نکاح کرون تیرے اوپر تو وہ طالق ہے جب کہ نکاح کیا زوج نے فلانی سے قدیمہ پر اوسکی طلاق بائن کی عدت مین یعنی اول قدیمہ کو طلاق بائن دی پہر اوسکی عدت مین جدیدہ سے نکاح کیا تو جدیدہ پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شرط طلاق جدیدہ کی مشارکت تہی جدیدہ کی قدیمہ کے ساتھ باری مین حالانکہ مشارکت مذکورہ بعد طلاق بائن کے موجود نہین م عدم لزوم قسم کی تعلیل خوب نہین اسواسطے کہ اگر جدیدہ سے سفر مین زوج نکاح کریگا تو بہی طلاق واقع ہوگی حالانکہ سفر مین باری نہین تو عدم بقاء نکاح قدیمہ بہتر تعلیل ہے عدم طلاق کی کذا فی حاشیة المدنی **ولو نکح فی عدة الرجعی او لم یقل علیک طلقت الجدیدة ذکره مسکین وقیده فی النهر بحثا بما اذا اراد رجعتها والا فلا قسمة لها کما مر** اور اگر نکاح کیا جدیدہ سے قدیمہ کی عدت رجعی مین یا زوج نے یون نہ کہا کہ اگر تیرے اوپر نکاح کرون بلکہ یون کہا کہ اگر فلانی سے نکاح کرون تو وہ طالق ہے تو دونو صورتونمین منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی مذکور کیا اسکو مسکین نے اور نہر الفائق مین بحث کرکے طلاق مذکور کو مقید کیا ہے قصد رجعت سے یعنی زوج جب قدیمہ سے رجعت کا ارادہ رکہتا ہو تب جدیدہ پر طلاق واقع ہوگی اور اگر ارادہ رجعت کا نہین تو مطلقہ رجعی کی باری نہین چنانچہ باب القسم مین اسکا بیان ہو چکا پہر جب اوسکی باری نہوئی تو جدیدہ مطلقہ بہی نہوگی بسبب عدم شرط کے م عنقریب گذرا کہ سفر مین باری نہین حالانکہ وہان بہی نکاح جائز نہین تو بحث صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیة المدنی **قال لها انت طالق ان شاء الله متصلا الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساک فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد او طلاق او نداء کانت طالق یا زانیة او یا طالق ان شاء الله صح الاستثناء خانیه** کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے انشاء الله ملا کر یعنی کہ انشاء الله کو متصل کہا

بسبب دم لینے کے یا کھانسی کے یا ڈکار سے یا چھینک سے یا ہکلاپن سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے یا بسبب لفظ فاصل کے جو مفید ہو تاکید طلاق یا تکمیل طلاق کو فاصل تاکیدی کی مثال چنانچہ انتِ طالقٌ طالقٌ انشاء اللہ اور فاصل تکمیلی کی مثال چنانچہ انتِ طالقٌ واحدةً او ثلثًا او بائنًا انشاء اللہ یا بسبب فاصل کی جو مفید حد کا یا طلاق کا یا انکا چنانچہ مفید حد کی مثال انتِ طالقٌ یا زانیہ انشاء اللہ اور مفید طلاق کی مثال انتِ طالقٌ یا طالقُ انشاء اللہ اور ندا کی مثال انتِ طالقٌ یا کلثوم انشاء اللہ سو ان سب صورتوں میں استثنا صحیح ہو کذا فی الخانیہ یعنی استقدر انفصال مانع انفصال استثنا کا نہیں بخلاف الفاصل اللغو کانتِ طالقٌ رجعیًّا انشاء اللہ وقع وبائنًا لا یقع بخلاف فاصل لغو کے چنانچہ یون کہنا کہ انتِ طالقٌ رجعیًّا انشاء اللہ تو اسمین طلاق واقع ہو گی لفظ رجعیًّا کا فاصل لغو ہی اسواسطے کہ لفظ طلاق خود موضوع ہی واسطے طلاق رجعی کے تو رجعیًّا کہنا محض بیفائدہ ہوا تو مانع ہو گا صحت استثنا کو اور اگر یون کہیگا کہ انتِ طالقٌ بائنًا انشاء اللہ تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ یہ فاصل لغو نہیں کہ مانع ہو صحت استثنا کا بلکہ یہ فاصل تکمیلی ہی چنانچہ عنقریب گذرا ولو قال رجعیًّا او بائنًا یقع بنیة البائن لا الرجعی قنیہ وقواہ فی النہر اور اگر زوج نے کہا انتِ طالقٌ رجعیًّا او بائنًا انشاء اللہ تو طلاق واقع ہو گی بائن کی نیت سے نہ رجعی کی نیت سے کذا فی القنیہ اور تقویت دی اس روایت قنیہ کو نہر الفائق مین ھ بحر الرائق مین قنیہ کی روایت کی تضعیف ہے اور نہر الفائق مین اوسکی تقویت ہو اور در المختار کے محشیون نے یعنی شیخ رحمتی اور حلبی نے بحر الرائق کی تصویب کی ہی بسبب صراحت دلیل کے یعنی جب ذکر رجعی سبب ہے طلاق کا تو نیت رجعی کی بھی سبب طلاق کی ہو گی اور جب کہ ذکر بائن سے طلاق نہین ہوتی تو اوسکی نیت سے بھی طلاق نہ واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی مسموعًا بحیث لو قرّب شخص اذنہ الی فیہ یسمع نعم استثناء الاصم صحیح خانیہ استثنا متصل مسموع ہو اسطرح کہ اگر نزدیک کرے کوئی شخص اپنا کان متکلم کے منہ کیطرف تو سنُ لے تو صحیح ہوا استثنا کرنا بہرے آدمی کا کذا فی الخانیہ یعنی جبکہ سماع کی یہہ حد ہوئی کہ دوسرا آدمی کان لگا کے سن سکے تو بہرے آدمی کا استثنا کرنا بھی صحیح ہو گا کہ ہرچند وہ خود نہین سنتا لیکن دوسرا سن سکتا ہی تو یہہ قول جو مشہور تھا کہ مسموع قول وہ ہی جسکو آپ سنے اوس سے بہرا مستثنیٰ ہی کذا فی حاشیۃ المدنی لا یقع للشک نہ واقع ہو گی طلاق بیچ انشاء اللہ کہنے میں بسبب شک کے اسواسطے کہ زوج نے طلاق کو معلق کیا خدا کی مشیت پر اور خدا کی مشیت معلوم نہین تو ہمکو شک پڑا مشیت اور عدم مشیت مین اور نکاح ثابت تھا بالیقین تو طلاق نہ ثابت ہو گی بسبب شک کے وان ماتت قبل قولہ ان شاء اللہ طلاق نہ واقع ہو گی اگرچہ زوجہ مرگئی ہو انشاء اللہ کہنے سے پہلے یعنی زوج نے اسقدر کہا تھا کہ انتِ طالقٌ ہنوز انشاء اللہ کہنے کی نوبت نہ آئی کہ زوجہ مخاطبہ مرگئی تو بھی طلاق نہ واقع ہو گی عدم طلاق کا ثمرہ یہہ ہی کہ زوجہ کے مرنے کے بعد زوج وارث ہو گا اور اگر طلاق پڑتی تو زوج اوسکا وارث نہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وان مات یقع اور اگر زوج مرگیا قبل لفظ انشاء اللہ کے تو طلاق واقع ہو گی بسبب عدم استثنا کے ھ استثنای زوج کا ارادہ اسطرح معلوم ہو سکتا ہی کہ زوج نے قبل لفظ طلاق کے کسی شخص سے قصد استثنا کو ذکر کیا ہو ولا یشترط فیہ القصد اور شرط نہین صحت استثنا مین قصد استثنا کا کرنا تو اگر زوج نے تین طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اوسکی زبان سے انتِ طالقٌ انشاء اللہ نکل گیا تو استثنا صحیح ہو گا طلاق نہ واقع ہو گی ولا التلفظ بہما اور شرط نہین بولنا طلاق اور استثنا کا فلو تلفظ بالطلاق وکتب الاستثناء موصولًا او عکس او ازال الاستثناء بعد الکتابۃ لم یقع عمادیہ تو اگر بولا طلاق کو اور لکھا استثنا متصل بولنے کے یا اسکے بالعکس کیا یعنی طلاق کو لکھا اور استثنا کو فورا بولا یا طلاق اور استثنا دونوں کو لکھا پھر استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو ان تینون صورتون مین طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ تلفظ مشروط نہین کذا فی العمادیہ ولا العلم بمعناہ حتی لو اتی بالمشیۃ من غیر قصد جاہلًا لم یقع خلافًا للشافعی اور شرط نہین جاننا معنی استثنا کا یہانتک کہ اگر زوج انشاء اللہ کو اپنی کلام مین بلا قصد نادانستہ بولا تو بھی طلاق نہ واقع ہو گی بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک صحت استثنا مین قصد اور بولنے کے معنی کا علم مشروط ہی وافتی الشیخ الرملی الشافعی فیمن حلف علی شیء بالطلاق فاستثنی لہ الغیر طالبًا معتقدًا بعدم الوقوع انتہی قلت ولو انہ لا احد من علمائنا واللہ اعلم اور فتوی دیا ہی شیخ رملی شافعی نے اوس شخص کے حق مین جسنے قسم کھائی کسی چیز پر طلاق کی پھر انشاء اللہ کہا قسم کھانیوالے کی واسطے کوئی غیر شخص نے در انحالیکہ قسم کھانیوالا صحت استثنای غیر کا گمان رکھتا ہو فتوی دیا عدم وقوع طلاق کا انتہی کلامہ یعنی حضرت کا اور مالکیہ کے نزدیک صحیح ہی لہذا عدم وقوع کا فتوی دیا شارح کہتا ہو کہ ہمنے اپنے علماء حنفیہ میں کسیکو نہین دیکھا جسنے اس مسئلہ مین نص کیا ہو اور مسئلہ مرقومہ سے یہ نکلا کہ ظاہر کلام علماء حنفیہ کا یہہ ہے کہ اتحاد متکلم شرط ہی تو غیر کا استثنا کرنا صحیح نہوگا واللہ اعلم

ولو شهدا بها وهو لا یذکرها ان کان بحال لا یدری ما یجری علی لسانه لغضب جاز له الاعتماد علیهما والا لا بحر اور اگر گواہی دی دو گواہون
نے مشیت کی یعنی انشاء اللہ کہنے کی اور زوج کو یاد نہیں اوسکا کہنا سو اگر زوج وقت تکلم کے اس حال پر تہا کہ نہیں جانتا تہا کہ کیا نکلتا تہا اوسکی زبان سے بسبب
غضب کے تو زوج کو اعتماد کرنا شاہدون کے قول پر جائز ہے اور اگر اوسکو ایسی حالت بیخبری کی نتہی تو اوسکو اونکے قول پر اعتماد کرنا نچاہیے کذا فی بحر الرائق ویقبل قوله
ان ادعاہ وانکرته فی ظاہر المروی عن صاحب المذہب وقیل لا یقبل الا ببینة وعلیه الاعتماد والفتوی احتیاطا لغلبة الفساد
خانیه اور مقبول ہوگا قول زوج کا اگر وہ مدعی ہو استثنا کا اور منکر ہو اوسکی عورت ظاہر الروایت مین جو مروی ہے صاحب مذہب سے اور قول غیر ظاہر یہہ ہے کہ زوج کا
قول مقبول نہیں بدون گواہون کے اور اسی قول پر اعتماد اور فتوی ہے بنابر احتیاط کے بسبب غلبہ فساد زمانہ کے کذا فی الخانیه یعنی اہل زمانہ مین بسبب شیوع
فسق کے حلال حرام کی امتیاز نہیں تو بدون گواہون کے قول زوج پر اعتماد نچاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہہ اگلی زمانہ کا حال تہا ہم اپنی زمانہ کا کیا حال بیان کرین
کہ جاہل کیطرف بعضے علما طمع دنیا سے سائل کو یہہ حیلہ سکہلا دیتے ہین تاکہ طلاق نہ واقع ہو بسبب دعوی استثنا کے استغفر اللہ من شرور انفسنا وقیل ان عرف
بالصلاح فالقول له اور بعضے علما نے یعنی کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین کہا کہ اگر زوج معروف بصلاح وتقوی ہو تو اوسیکا قول معتبر ہے
ہم خیر الدین رملی نے منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ جب دو قول کی ترجیح مین اختلاف پڑے تو ظاہر الروایت کیطرف رجوع کرنا واجب ہے کذا فی حاشیة المدنی
وحکم من لم یوقف علی مشیته فیما ذکر کالانس والجن والملائکة والجدار والحمار کذلك اور حکم اوس شخص کا جسکی مشیت نہین معلوم
ہو سکتی امر مذکور مین یعنی تعلیق بالمشیت مین جیسا کہ آدمی اور جن اور فرشتے اور دیوار اور گدہا ایسا ہی ہے جیسا مشیت خدا کا حکم ہے یعنی اگر زوج زوجہ
سے کہے کہ تو مطلقہ ہے اگر سب آدمی یا جن یا فرشتے چاہین یا دیوار یا گدہا چاہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ سب آدمیون کی خواہش معلوم نہین ہو سکتی
اسیطرح جن اور فرشتے کی مشیت معلوم نہین ہو سکتی اور دیوار اور گدہے مین تو مطلق مشیت نہین دیوار سے مراد جمیع جمادات اور گدہے سے مراد جمیع
حیوانات ولو شرك کان شاء اللہ وشاء زید لم تقع اصلا اور اگر ملایا مشیت خدا کو ساتھ مشیت اوس شخص کے جسکی مشیت معلوم ہو سکتی ہے مثلا یون
کہا کہ تو مطلقہ ہے اگر چاہا خدا نے اور چاہا زید نے تو طلاق اصلا نہ واقع ہوگی اگرچہ زید چاہا ہو ومثل ان الا وان لم واذا وما ومالم اور مانند ان شرطیہ کے
ہے لفظ الا وان لم اور اذا اور ما اور مالم کا یعنی اگر زوج نے کہا انت طالق الا ان یشاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق ان لم یشاء اللہ یا یون کہا کہ انت
طالق اذا شاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق ما شاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق مالم یشاء اللہ تو ان صورتون مین طلاق نہ واقع ہوگی جیسے کہ انشاء اللہ کہنے
سے نہین واقع ہوتی ومن الاستثناء انت طالق لولا ابوك ولولا حسنك ولولا انی احبك فلا یقع خانیه اور استثنا مین سے یہہ قول
ہے کہ انت طالق لولا ابوك یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا باپ نہوا اور انت طالق لولا حسنك یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا حسن نہوا اور انت طالق لولا انی احبك یعنی تو مطلقہ
ہے اگر مین تیرا محب نہوتا سو اس قول سے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیه یہہ قول استثنا مین اسواسطے داخل ہوا کہ کلمہ لولا کا امتناع جزا پر دلالت کرتا ہے یعنی
طلاق پر بسبب وجود شرط کے ومنه سبحان اللہ ذکرہ ابن الہمام فی فتواہ اور استثنا مین سے ہے سبحان اللہ بیان کیا ہے اسکو کمال الدین بن الہمام
نے اپنی فتوی مین یعنی اگر یون کہے کہ انت طالق سبحان اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے انشاء اللہ سے نہین ہوتی ہم سبحان اللہ معنی استثنا ہونے کی
حلبی محشی نے وجہ بعید بیان کی ہے کہ قتال وغیرہ محشیون کو پسند نہین اور فتح القدیر سے سبحان اللہ کا بمنزلہ استثنا کے ہونا ثابت نہین ہوتا بلکہ خلاف اسکے
متبادر ہوتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیة المدنی قال انت طالق ثلثا وثلثا ان شاء اللہ او انت حر وحر ان شاء اللہ طلقت ثلثا وعتق العبد
عند الامام لان اللفظ الثانی لغو ولا وجه لکونه تاکیدا للفصل بالواو بخلاف قوله حر حر او حر وعتیق لانه توکید او
عطف تفسیر فیصح الاستثناء کہا زوج نے کہ تو طالق ہے تین بار اور تین بار اگر چاہا اللہ نے یا مولا نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے اور حر ہے اگر چاہا
اللہ نے تو زوجہ مطلقہ ہوگی تین طلاق کر اور غلام آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے اسواسطے کہ لفظ ثانی یعنی ثلثا اور حر لغو ہے لفظ اول سے کچھہ زیادہ فائدہ اسمین
نہین اور لفظ ثانی تاکید بھی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ جدائی ہو گئی لفظ اول کو لفظ ثانی سے بسبب واو کے اور تاکید مین جدائی نہین ہوتی تو استثنا صحیح ہوا

نہو الخلاف اس قول کے کہ انتِ حُرٌّ وحُرٌّ انشاء اللہ یا انتِ حُرٌّ وعتیقٌ انشاء اللہ ہو اسلئے کہ قول اول کیبہ ہو اور قول ثانی عطف تفسیری ہو تو استثنا صحیح ہوگا تو
غلام آزاد ہوگا وکذا یقعُ الطلاقُ بقولہ انشاء اللہ انتِ طالقٌ فانہ تطلیقٌ عندہما تعلیقٌ عند ابی یوسف لاتصال المُبطِل بالایجاب فلا یقع
کما لو اخّر وصحّحہ البزازی وفی الخانیۃ علی قول ابی یوسف الفتویٰ وقیل الخلاف بالعکس وعلی کلٍّ فالمفتیٰ بہ عدمُ الوقوع اذا قدّم المشیئۃ
ولو بالفاء یا انشاء ... واقع ہوتی ہے طلاق اس قول سے کہ انشاء اللہ انت طالق اسواسطے کہ یہہ قول تطلیق ہے امام اور محمد کے نزدیک اور تعلیق ہے نزدیک
ابی یوسف کے واسطے متصل ہونے مبطل کے ساتھہ ایجاب کے مبطل سے مراد استثنا ہو اور ایجاب سے مراد انتِ طالق ہو سو جب کہ ایجاب باطل ہوا تو طلاق واقع ہوگی
چنانچہ طلاق نہین واقع ہوتی اگر استثنا موخر ہو اسطرح کہ انت طالق انشاء اللہ اور تصحیح کی ہو بزازی نے ابی یوسف کی قول کی اور خانیہ میں ہو کہ ابو یوسف
ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور بعضون نے کہا کہ خلاف بالعکس ہے یعنی انشاء اللہ انت طالق ابو یوسف کے نزدیک تطلیق ہے اور امام اور محمد کے نزدیک تعلیق اور
ہر تقدیر مفتیٰ بہ عدم وقوع طلاق ہے جب کہ مقدم کرے زوج مشیئت کو یعنی انشاء اللہ کو اور حرف جزا مین نہ لاوے ہم شارح نے قید ... کی کہ ... اس
مقام مین خلاف مفتیٰ بہ ہے واِن بِعَالَو یقعُ اتفاقاً کما فی البحر والشرنبلالیۃ والقہستانی وغیرہا اور اگر زوج قول مذکورین فی لاویگا یعنی یون
کہے کہ انشاء اللہ فانت طالق ہو تو باتفاق امام اور صاحبین کے طلاق واقع ہوگی چنانچہ بحر الرائق اور شرنبلالیہ اور قہستانی وغیرہ مین مصرح ہے
وثمرتہ فیمن حلف لایحلف بالطلاق وقالہ حنث علی التعلیق لا الابطال اور ثمرہ اس خلاف کا اوس شخص کے حق مین ظاہر ہوتا ہو جسنے
قسم کہائی کہ مین طلاق کی قسم کہاونگا اور وہ قول بولا یعنی انشاء اللہ انت طالق اوسکی زبان سے نکلا تو اوسکی قسم ٹوٹیگی تعلیق کہنے پر نہ ابطال پر
ہم ... مستقل ہے ... شرط پر متفرع نہین چنانچہ نہر الفائق مین قاضی خان سے منقول ہے کہ طلاق مقرون باستثنا صحیح نہین ہو یعنی تعلیق ہے
ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تعلیق نہین بلکہ ابطال ہو یعنی اصل کلام بسبب استثنا کے باطل ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی وبانتِ طالقٌ بمشیئۃ
اللہ او بارادتہ او بمحبتہ او برضاہ لاتطلق لان الباء للالصاق فکان کالصاق الجزاء بالشرط اور اس قول سے کہ تو طالق ہے ساتھہ
مشیئت خدا کے یا ساتھہ ارادہ خدا کے یا ساتھہ محبت خدا کے یا ساتھہ رضا الٰہی کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیئت اور ارادہ اور محبت اور رضا
کی بے بمعنی الصاق اور اتصال کے ہے تو یہہ اتصال مثل اتصال جزا کے ہوا ساتھہ شرط کے تو جیسا کہ شرط اور جزا سے یعنی انت طالق انشاء اللہ سے
طلاق نہین واقع ہوتی ویسیہی اس قول سے بہی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیئت الٰہی اور ارادہ اور محبت اور رضا امور غیبیہ سے ہین بشر کو اطلاع
اون پر ممکن نہین تو بسبب شک کے طلاق کیونکر واقع ہو وان اضافہ ای المذکور من المشیئۃ وغیرہا الی العبد کان ذلک تملیکاً فیقتصر
علی المجلس کالامر اور اگر نسبت کیا مذکور سابق کو یعنی مشیئت وغیرہا کو بندہ خدا کیطرف تو یہہ تملیک طلاق ہوگی تو منحصر ہوگی مجلس علم پر چنانچہ فصل مشیئت
مین اسکا بیان ہوچکا یعنی اگر یون کہا کہ تو طالق ہو بمشیئت زید یا بارادہ زید یا بمحبت زید یا برضاء زید تو زید کو اختیار طلاق دینے کا مجلس تک ہے
نہ بعد مجلس کے وان قال بامرہ او بحکمہ او بقضائہ او باذنہ او بعلمہ او بقدرتہ یقعُ فی الحال اُضیفَ الیہ تعالیٰ او الی العبد اذ یراد بمثلہ
التنجیز عرفاً کقولہ انتِ طالقٌ بحکم القاضی اور اگر زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہو بامر خدا یا بحکم خدا یا بقضاء خدا یا باذن خدا یا بعلم خدا یا بقدرت خدا
تو فی الحال طلاق واقع ہوگی خواہ امور مذکورہ خدا کیطرف منسوب ہون خواہ بندہ کیطرف اسواسطے کہ ایسے قول سے عرف مین تنجیز مراد ہوتی ہے نہ تعلیق
تو گویا مطلب یہہ ہوا کہ تو مطلقہ ہوئی اسواسطے کہ خدا نے طلاق دینے کا امر کیا اور حکم دیا اور اضافت الی العبد کی مثال چنانچہ زوج کا یون کہنا کہ تو طالق ہے
بحکم قاضی یا بامر قاضی یا بعلم قاضی وان قال ذلک باللام یقعُ فی الوجوہ کلّہا لانہا للتعلیل اور اگر الفاظ عشرہ کو یعنی مشیئت وغیرہ اور امر وغیرہ
کو لام کے ساتھہ کہا یعنی یون کہا کہ انتِ طالقٌ لمشیئۃ اللہ اور لامرہ تو سب صورتون مین طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لام موضوع ہے واسطے تعلیل کے اور علت کا ہونا طلاق کیواسطے نفس الامر مین ضرور نہین
وان کان ذلک بحرف فی ان اضافہ الی اللہ تعالیٰ لایقعُ فی الوجوہ کلّہا لان فی بمعنی الشرط الا فی العلم فانہ یقعُ فی الحال وکذا القدرۃ ان نوی بہا ضدّ العجز لوجودہا
فعلم ... کالعلم اور اگر امور عشرہ قول مذکور مین متصل ہون لفظ فی سے تو اللہ تعالیٰ کیطرف نسبت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی سب صورتون مین اسواسطے کہ فی بمعنی شرط ہے تو انتِ طالقٌ فی مشیئۃ اللہ بجای انت

طالق انشاء الله کے ہے مگر بلفظ علم مین فی الحال طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح قدرت مین اگر نیت کی زوج نے قدرت سے ضد عاجزی کی طلاق واقع ہوگی بسبب موجود ہونے قدرت
حق تعالے کے یقینا مانند علم الہی کے یعنی اگر یون کہا کہ انت طالق فی علم الله یا یون کہا کہ انت طالق فی قدرة الله تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ علم الہی اور
قدرت الہی قطعی الوجود ہین اور اس بنا پر علیم سے کہ وقت نفی علم اور قدرت کی متصور نہین تو گویا یہہ تعلیق ہی امر موجود پر تو فی الحال واقع ہوگی اور اگر زوج نے قدرت
سے تقدیر کی نیت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حکیم مطلق کا ہر شی کو مقدر کرنا ہے اور کاہی نہین تو اس صورت مین تعلیق بالمجہول ہوگی کذا فی حاشیة الہدنی

وان اضاف الی العبد كان تمليكا فی الاربع الاول وما بمعناها كالهوى والرؤية تعليقا فی غيرها وهی ستة اور اگر نسبت کی بندہ کیطرف بحرف
فی تو تملیک ہوگی پہلے چار امور مین یعنی مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا مین اور جو لفظ کہ انکے ہم معنی ہو جیسا کہ ہوی بمعنی محبت اور خواہش اور روئیت
بمعنی رویت قلبی اور یہہ اضافت تعلیق ہوگی ان چار کے غیر مین اور وہ چھہ ہین یعنی امر اور حکم اور قضا اور اذن اور علم اور قدرت تو اگر زوج نے
یون کہا کہ انت طالق فی مشیئة زید تو یہہ تملیک ہے زید کو مجلس تک تطلیق کا اختیار ہے اور اگر یون کہا کہ انت طالق فی امر زید تو یہہ تعلیق ہے ثم العشرة
اما ان تضاف لله او للعبد والعشرون اما ان تكون بباء او لام او فی فهی ستون یہہ الفاظ عشرہ یا مضاف ہون خدا کیطرف یا عبد
کیطرف تو بیس ہوئے اور بیسون تین حال سے خالی نہین یا ساتھہ بے کے مستعمل ہون یا لام کے یا فی سے چنانچہ انت طالق بعلم الله او لعلم الله او فی علم الله او بعلم زید
او لعلم زید او فی علم زید تو یہہ ساٹھہ صورتین ہوئین اسواسطے کہ بیس کو تین مین ضرب کرنیسے ساٹھہ ہوتے ہین و فی البزازیة كتب الطلاق واستثنى
بالكتابة صح اور بزازیہ مین ہے کہ لکھا زوج نے طلاق کو اور استثنا کیا ساتھہ لکھنے کے تو صحیح ہے ھم اس عبارت سے دو صورتین مفہوم ہوئین ایک یہہ کہ
طلاق اور استثنا کو ساتھہ ہی لکھے دوسرے یہہ کہ دونوکو ساتھہ لکھے پھر اگر ساٹھہ کو دو مین ضرب کیجئے تو ایکسو بیس ہوتے ہین شارح نے اس سے بھی زیادہ ترقی
کا ارادہ کیا لہذا کہا وعلى ما مر عن العمادية فهی مائة وثمانون اور بنا بر اس قول کے جو عمادیہ سے اس باب مین عنقریب مذکور ہو چکا تو ایکسو
اسی ہوتے ہین ھم عمادیہ مین تین احتمال مذکور ہین ایک یہہ کہ طلاق کو بولا اور استثنا کو فورا لکھا دوسری یہہ کہ طلاق کو لکھا اور استثنا کو فورا بولا تیسری یہہ کہ استثنا کو بعد
لکھنے کے مٹا ڈالا تو اگر ساٹھہ کو تین مین ضرب کیجئے تو ایک سو اسی ہوتی ہین حلبی محشی نے کہا بلکہ یہان تین سو بیس صورتین ہین اسواسطے کہ الفاظ عشرہ یا مضاف ہون خدا
کیطرف یا بندہ کیطرف تو بیس ہوئے اور ہر ایک خالی نہین کہ مستعمل ہوان شرطیہ سے یا بے سے یا لام یا فی سے تو اسی ہوئے بیس کو چار مین ضرب کرنیسے اور ہر ایک صورت
چار حال سے خالی نہین ایک یہہ کہ طلاق اور استثنا دونو ملفوظ ہون دوسری یہہ کہ دونو مکتوب ہون تیسری یہہ کہ طلاق ملفوظ ہو اور استثنا مکتوب چوتھی یہہ کہ طلاق مکتوب
ہو اور استثنا ملفوظ تو یہہ تین سو بیس ہوئے اسی کو چار مین ضرب کرنیسے اور شیخ رحمتی محشی نے انہتر ہزار ایکسو بیس بلکہ چوراسی ہزار چار سو صورتین ثابت کین ہین وفوق كل
ذی علم عليم جسکو درایت تفصیل کا شوق ہو وہ حاشیہ شیخ عابد سندہی مدنی کو ملاحظہ کرے مترجم نے خوف طوالت سے ذکر کرنا تفصیل کا ضرور نجانا و فی كيف شاء الله
تطلق رجعية اور اس قول مین کہ انت طالق کیف شاء الله یعنی تو طالق ہے جس کیفیت سے کہ خدا چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ خلاصہ مین مذکور ہے کہ کیفیت باطل ہوگئی
بسبب تعلیق بالمشیت کے تو باقی رہ گیا انت طالق تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیة المدنی انت طالق ثلثا الا واحدة يقع ثنتان اس قول سے کہ تو طالق
ہے تین بار مگر ایکبار نہین دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا اقل کا اکثر سے بلا خلاف جائز ہے یہان سے بحث استثنای تحصیلی کی شروع ہوئی بعد از فراغت استثنای تعطیلی
بحر الرائق مین کہا کہ استثنا دو قسم ہے ایک استثنای عرفی دوسرا استثنای وضعی استثنای عرفی مذکور ہو چکا یعنی تعلیق بالمشیت اور استثنای وضعی اب مذکور ہوتا ہے استثنای وضعی
وہ ہے جو ما بعد الا یا اخوات الا کے مذکور ہو اور ما بعد الا کا حکم مین مخالف ہے ما قبل الا سے ما قبل الا کو مستثنی منه کہتے ہین اور ما بعد الا کو مستثنی بولتے ہین وفی الا ثنتين يقع واحدة
اور اس قول مین کہ انت طالق ثلثا الا اثنتين یعنی تجھکو تین طلاق ہین مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگی وفی الا ثلثا يقع ثلث لان استثناء الكل باطل ان كان بلفظ الصدر او
مساويه اور اس قول مین کہ انت طالق ثلثا الا ثلثا یعنی تجھکو تین طلاق ہین مگر تین تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا کرنا کل کا کل سے باطل
ہے اگر بلفظ صدر کلام یعنی مستثنی منه کے ہو یا معنی مین برابر اوسکے ہو استثنا بلفظ صدر کے مثال متن مین مذکور ہو چکی یعنے ثلث سے
ثلث مستثنی ہو اور مساوی کی یہہ مثال ہے کہ انت طالق ثلثا الا واحدة وواحدة وواحدة وان بغيرهما كنسائی طوالق الا هؤلاء او الا زينب وعمرة وهند وعبيدی احرار

الا هؤلاء او الا هؤلاء نساء لما وغانما وراشد وهو الكل صح كما سيجئ في الاقرار اور اگر استثنا كل كا بغير لفظ صدر اور بغير مساوي هو چنانچه نسائي طوالق
الا هؤلا ء يعني ميري عورتين مطلقه هين مگر يه يا يون كها كه نسائي طوالق الا زينب وعمرة وهند يعني ميري عورتين مطلقه هين مگر زينب اور عمره اور هند اور جنانچه
عبيدي احرار الا هؤلاء يعني ميرے غلام آزاد هين مگر يه يا يون كها كه ميرے غلام آزاد هين مگر سالم اور غانم اور راشد اور حالانكه اوسكي عورتين اور غلام اوتني
هي هين جتنے كه اوسنے ذكر كيے تو يه استثنا صحيح هے اگرچه استثنا كل هے اسواسطے كه لفظ نسا عام هے اگرچه واقع مين اوسكي كل عورتين اوتني هي هين اور لفظ
عبيد بهي عام هے اگرچه نفس الامر مين اوسكي غلام اوتنے هي هين چنانچه كتاب الاقرار مين آويگا ويعتبر في المستثني كونه كلا او بعضها من جملة الكلام لا
من جملة الكلام الذي يحكم بصحته وهو الثلث اور مستثني مين معتبر هے هونا اوسكا كل يا بعض مستثني منه كا منجمله مطلق كلام كے نه منجمله اوس كلام كے
جسكي صحت پر حكم هوتا هے اور وه تين هين يعني اگر مستثني منه زياده هو تين طلاق سے تو اوسي اكثر سے استثنا هوگا نه فقط تين سے فرنت طالق عشرا الا تسعا
يقع واحدة تو اس قول مين كه تو طالق هے دس بار مگر نو بار ايك طلاق واقع هوگي اسواسطے كه جب نو كو دس سے گرايا تو ايك باقي رها اور اگر استثنا تو منجمله كلام
صحيح سے اعتبار كرتے يعني تين طلاق سے تو استثنا كرنے تو استثنا باطل هوتا اسواسطے كه اكثر تين سے نهين گر سكتا ولا ثمانية يقع ثنتان اور اس قول مين
كه انت طالق عشرا الا ثمانية يعني تو طالق هے دس بار مگر آٹھ بار دو طلاق واقع هونگي اسواسطے كه اگر دس سے آٹھ ساقط كيجيے تو دو باقي رهتي هين ولا سبعا يقع
ثلاث اور اس قول مين كه انت طالق عشرا الا سبعا يعني تو طالق هے دس بار مگر سات بار تين طلاق واقع هونگي ومتى تعدد الاستثناء بلا واو كان كل اسقاطا
مما يليه اور جب كه چند استثنا هون بدون واو كے تو هوگا هر مستثني كا اسقاط اپنے متصل سے اور يهي صحيح مذهب نحويون كا هے اور اگر چند مستثني بحرف واو
هون تو هر ايك مستثني كا اسقاط صدر سے هوگا چنانچه انت طالق عشرا الا خمسا والا ثلثا والا واحدة مين ايك طلاق واقع هوگي اسواسطے كه خمس وثلث اور واحد كا
مجموعه نو هين جب نو كو دس سے گرايا تو ايك باقي رها كذا في حاشية الهندي فيقع ثنتان بانت طالق عشرا الا تسعا الا ثمانية الا سبعة جب مستثني متعدد
بلا واو كا ضابطه معلوم هوا تو دو طلاق واقع هونگي اس قول سے كه تو طالق هے دس بار مگر نو مگر آٹھ مگر سات سمجهو اسكو دريافت كے دو قاعدے هين پهلا قاعده يه كه اول
مستثني كو مستثني منه سے ساقط كيا جو باقي رها اوسكو ثاني مستثني پر بڑهايا اور ثالث مستثني كو ثاني سے ساقط كيا وعلى هذا القياس آخر تك پهر جو باقي رها وهي مستثني مراد
هے سو مثال مذكور مين اول مستثني تسعه هے اوسكو عشره سے ساقط كيا ايك باقي رها اوسكو ثاني مستثني يعني ثمانيه پر زياده كيا تو تسعه هوا پهر اوس سے ثالث يعني سبعه
كو ساقط كيا دو باقي ره گئي لهذا شارح نے كها كه مثال مذكور مين دو طلاق واقع هونگي اور دوسرا قاعده يه كه مستثني اخير كو اوسكے قريب سے ساقط كيا جو باقي رها
اوسكو اوسكے قريب سے گرايا اسيطرح گرائے گئے مستثني منه تك سو مثال مذكور مين اخير مستثني سبعه هے اوسكو ثمانيه سے ساقط كيا ايك رها ايك كو تسعه سے ساقط كيا آٹھ
آٹھ كو عشره سے ساقط كيا دو باقي رهے اسيواسطے شارح نے كها كه مثال مذكور مين دو طلاق واقع هونگي كذا في حاشية المدني ويلزمه خمسة بله علي عشرة
الا تسعا الا ثمانيا الا سبعا الا ستا الا خمسا الا اربعا الا ثلثا الا اثنين الا واحدا اور لازم هونگي مقر كو پانچ درم اس قول سے كه مثلا زيد نے كها
له خالد كے هميں دس درم هين مگر نو مگر آٹھ مگر سات مگر چه مگر پانچ مگر چار مگر تين مگر دو مگر ايك وجه اسكي بموجب قاعده اولى كے يه هے كه مستثني اول
يعني نو كو دس سے ساقط كيا ايك باقي رها اوسكو آٹھ پر بڑهايا نو هوئے اوس سے سات كو ساقط كيا دو باقي رهے اونكو چه پر بڑهايا آٹھ هوئے اوس سے پانچ كو گرايا
تين باقي رهے اونكو چار پر بڑهايا سات هوئے اوس سے تين كو گرايا چار باقي رهے اونكو دو پر بڑهايا چه هوئے اوس سے ايك كو ساقط كيا پانچ باقي ره گئے اور بموجب
قاعده ثانيه كے ايك كو ساقط كيا دو سے ايك باقي رها اوسكو تين سے گرايا دو باقي رهے اونكو چار سے ساقط كيا دو باقي رهے اونكو پانچ سے گرايا تين باقي رهے اونكو
چه سے گرايا تين باقي رهے اونكو سات سے ساقط كيا چار باقي رهے اونكو آٹھ سے گرايا چار باقي رهے اونكو نو سے ساقط كيا پانچ باقي رهے اونكو دس سے گرايا پانچ
باقي رهگئے لهذا شارح نے كها كه مثال مذكور مين پانچ درم لازم آتے هين باقي رها تيسرا قاعده اسكي دريافت كرنيكا سو اوسكو شارح نے اپنے اگلے قول مين بيان كيا و
تقريبه ان تاخذ العدد الاول بيمينك والثاني بيسارك والثالث بيمينك والرابع بيسارك وهكذا ثم تسقط ما بيسارك
مما بيمينك فما بقي فهو الواقع اور تقريب اسكي دريافت كي يه هے كه لے عدد اول كو اپنے داهنے ہاتهه مين اور عدد ثاني كو بائين ہاتهه مين اور عدد

ثم لث کو اپنے داہنے مین اور عدد رابع کو اپنے بائین مین اور اسیطرح لیتا جا ایک داہنے مین اور ایک بائین مین آخر تک پھر ساقط کر بائین ہاتھہ کے اعداد کو داہنے ہاتھہ کے اعداد
سے پھر جسقدر بعد اسقاط کے باقی رہے وہی واقع ہے تو مثال مذکور مین مستثنی اول کو یعنی نو کو داہنے ہاتھہ مین لیا اور ثانی کو یعنی آٹھہ کو بائین مین لیا پھر ثالث یعنی سات
کو داہنے مین لیا اور رابع کو یعنی چھہ کو بائین مین لیا پھر خامس یعنی پانچ کو داہنے مین اور سادس یعنی چار کو بائین مین لیا پھر سابع یعنی تین کو داہنے مین اور ثامن یعنی
دو کو بائین مین لیا باقی رہا ایک اوسکو داہنے مین لیا تو داہنے مین نو اور سات اور پانچ اور تین اور ایک مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ ہوا پچیس اور بائین مین آٹھہ اور چھہ اور چار
اور دو مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ ہوا بیس پھر بائین ہاتھہ کے اعداد کو یعنی بیس کو داہنے کے اعداد سے یعنی پچیس سے ساقط کیا تو پانچ باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال
مذکور کے اقرار سے پانچ درم لازم آتے ہین اخراج بعض التطلیقة لغو بخلاف ایقاعه ایک طلاق کے بعض کو نکالنا بطریق استثنا لغو ہے بخلاف اوسکی ایقاع کے یعنی مثلاً
نصف طلاق کا واقع کرنا لغو نہین بلکہ نصف سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی چنانچہ اول باب مین مذکور ہو چکا لیکن نصف یا ثلث کا استثنا کرنا صحیح نہین فلو قال انت
طالق ثلثا الا نصف تطلیقة وقع الثلث فی المختار وعن الثانی ثنتان فتح تو اگر زوج نے کہا کہ تجھکو تین طلاق ہین مگر آدھی طلاق تو قول مختار مین تین طلاق واقع
ہونگی اسواسطے کہ بعض طلاق کا استثنا لغو ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دو ہی طلاق واقع ہونگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اونکے نزدیک استثنا بعض کا صحیح ہے مانند ایقاع
وفی السراجیة انت طالق الا واحدة یقع ثنتان انتهی فکانه استثنی من ثلث مقدر اور سراجیہ مین ہے کہ اس قول مین کہ تو طالق ہے مگر ایک
دو طلاق واقع ہونگی انتہی کلامہ تو گویا استثنا کیا تین سے جو مقدر ہین سالت المرأة الطلاق فقال انت طالق خمسین طلقة فقالت المرأة ثلث
تکفینی فقال ثلث لك والبواقی لصواحباتك وله ثلث نسوة غیرها تطلق المخاطبة لا غیرها اصلا هو المختار لصیرورة البواقی لغوا فلم یقع
بصرفه لصواحبها شیء اوسکی عورت نے طلاق مانگی سو زوج نے کہا کہ تو طالق ہے پچاس طلاق کر تو عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق کافی ہین سو زوج نے کہا تین طلاق تجھکو اور
باقی تیری ساتھہ والی سوتون کو اسواسطے اور حالانکہ اوسکے تین عورتین ہین سوا مخاطبہ کے تو مخاطبہ ہی مطلقہ ہوگی نہ اوسکے سوا کوئی یہی قول مختار ہے بسبب
ہو جانے باقی طلقات کے لغو یعنی پچاس مین سے سنتالیس باطل ہو گئی تو اوسکی سوتون پر لغو طلاق کے صرف کرنیسے کچھہ نہ واقع ہوگا **فروع** مسائل متفرقہ شمار رہنے کے
فی ایمان الفتح ما لفظه وقد عرف فی الطلاق انه لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق
وقع الثلث واقره المصنف ثمه فتح القدیر کے باب الایمان مین یہ مسئلہ باین لفظ مذکور ہے جیسا کہ شارح نے ذکر کیا یعنی باب الطلاق مین معلوم ہو چکا ہے کہ اگر زوج نے
کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے تو تین طلاق واقع ہونگی دخول سے اگرچہ دخول
ایک ہی بار ہو کذا فی حاشیة المدنی اور مصنف نے منح الغفار مین اسکو ثابت رکھا ہے باب الایمان مین ان سکنت هذه البلدة فامرأته طالق وخرج فورا فخلع
امرأته ثم سکنها قبل العدة لم تطلق بخلاف فانت طالق فلیحفظ کہا اگر مین رہون اس شہر مین تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے یعنی میری زوجہ پھر فوراً شہر سے
نکل گیا پھر اپنی زوجہ سے خلع کیا بعد اسکے اوسی شہر مین آرہا قبل گذرنے عدت مختلعہ کے تو بسبب اس رہنے کے وہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ شرط پائی جانیکے وقت
وہ عورت اوسکی زوجہ نہین کذا فی البحر بخلاف اس مسئلہ کے یعنی یہ کہ اگر کہا اپنی زوجہ کو اگر مین اس شہر مین رہون تو تو مطلقہ ہے پھر فوراً نکل گیا پھر اوس سے خلع کیا
پھر اوس شہر مین آرہا تو مخاطبہ مطلقہ ہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اسواسطے کہ اس صورت مین تعلیق سکنی پر بقید زوجیت نہین بخلاف پہلی صورت کے کذا فی حاشیة الحموی
ان تزوجتك وان تزوجتك فانت کذا لم یقع حتی یتزوجها مرتین بخلاف ما لو اخر الجزاء فلیحفظ اگر مین تجھسے نکاح کرون اور اگر مین تجھسے
نکاح کرون تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو مخاطبہ پر طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اوس سے دو بار نکاح کرے بخلاف اسکے وہ صورت ہے کہ اگر جزا کو موخر نہ لاوے سو اسکو یاد
رکھنا چاہیے یعنی اگر جزا کو شرط پر مقدم کریگا یا درمیان مین لاویگا دو نو شرطون کے تو ایک ہی بار نکاح کرنیسے مخاطبہ مطلقہ ہوگی تقدیم جزا کی مثال انت طالق ان
تزوجتك ان تزوجتك توسیط جزا کی مثال ان تزوجتك فانت طالق وان تزوجتك کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن النهر والبزازیة ان غبت عنك اربعة اشهر فامرك بیدك
ثم طلقها فاعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعة اشهر فلها ان تطلق نفسها ولو اختلعت لا لانه تنجیز والاول تعلیق زوج نے
کہا کہ اگر مین تجھسے غائب رہون چار مہینے تو امر تیرا تیرے ہاتھہ مین ہے پھر اوسکو طلاق دی یعنی کمتر تین سے پھر عورت نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر مطلقہ ہوگئی اور

بعد عدت کے زوج اول اسکے نکاح مین پہر آئی بعد اسکو مرد غائب ہوا چار مہینے تو عورت کو اپنی ذات کو طلاق دینے کا اختیار ہی اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ زوال ملک مبطل تعلیق نہین اور اگر عورت نے خلع کیا یعنی زوج نے زوجہ کو طلاق مفوض کی بدون تعلیق کے پہر عورت نے خلع کیا تو اختیار طلاق کا عورت کو نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہہ تنجیز ہے نہ تعلیق یعنی تفویض منجز ادام النکاح قائم ہی پہر جب نکاح نرہا تو تفویض بھی نرہیگی اور مثال اول تعلیق ہے تو زوال نکاح سے باطل نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی دعاھا للوقاع فابت فقال متی یکون فقالت غدًا فقال ان لم تفعلی ھذا المراد غدًا فانت کذا ثم نسیاہ حتی مضی الغد لا یقع ایلا یا زوج نے زوجہ کو واسطے جماع کے موزونیہ بلایا اوسنے انکار کیا تو زوج نے کہا یہہ امر کب ہوگا سو عورت نے کہا کہ کل تو مرد نے کہا کہ اگر اس مطلب کو کل نکریگی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہی پہر زوج اور زوجہ دونوں اوسی بہول گئے یہانتک کہ کل کا دن گذر گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ بقائی تعلیق موقت بوقت ہین امکان ہی یمین شرط ہی یہان بسبب نسیان کے اوسکا وقت باقی نرہا اس وجہ سی تعلیق باطل ہوگئی حلف لا یأتیہا فاستلقت فجاءت فی امعت ان مستیقظا حنث قسم کہائی کہ عورت سی صحبت نکریگا پہر چت لیٹا سو عورت آئی اور اوسنے صحبت کی تو اگر مرد حالت جماع مین جاگتا ہوگا تو حانث ہوگا ان لم اشبعک من الجماع فعلی انزالھا مردنے عورت سی کہا کہ اگر مین تجہکو آسودہ نکردون جماع سی تو تجہکو طلاق ہی تو یہہ آسودگی عورت کے انزال پر موقوف ہی اسواسطے آسودگی سے مراد کسر شہوت ہی بسبب جماع کے سو بدون انزال کے نہین ہوتی ان لم اجامعھا العشرۃ فکذا فعلی المبالغۃ لا العدد مردنے کہا کہ اگر مین زوجہ سی ہزار بار جماع نکردون تو وہ مطلقہ ہی تو یہہ محمول مبالغہ اور کثرت جماع پر ہی نہ اسعدد خاص پر خانیہ مین کہا کہ ستر بار کثیر مین داخل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ان وطئتک فعلی جماع الفرج وان نوی الدوس بالقدم حنث بہ ایضًا مردنے عورت سی کہا کہ اگر مین تیری وطی کردون تو تو طالق ہے تو یہہ وطی جماع شرمگاہ پر محمول ہے اسواسطے کہ متبادر وطی سے جماع ہی ہی اور اگر زوج وطی سی قدم سی روندنا اور کچلنا مراد لیگا تو اس معنی سی بہی حانث ہوگا چنانچہ جماع سی لہ امرأۃ جنب وحائض ونفساء فقال اخبثکن طالق طلقت النفساء ایک مرد ہی کہ عورت اوسکی جنب ہی جماع سے یا احتلام سی اور دوسری حائض ہے اور تیسری نفاس والی ہے سو اوس مرد نے کہا کہ تم عورتون مین سے گندہ تر اور پلید تر عورت مطلقہ ہی تو نفاس والی عورت پر طلاق واقع ہوگی وفی لافحشکن فعلی الحائض اور اگر مرد نے کہا ان عورتون سے کہ تم مین سی افحش کو طلاق ہے تو حائض پر طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ذکر کیمین حیض افحش اور معیوب تر ہی نفاس سے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لی الیک حاجۃ فقال امرأتہ طالق ان لم اقضہا فقال ھی ان تطلق امرأتک فلہ ان لا یصدقہ مثلا زید نے کہا خالد کو میری کچہہ حاجت تیری طرف ہے تو خالد نے کہا کہ اوسکی زوجہ مطلقہ ہی اگر مین قضائی حاجت نکرون سو زید نے کہا کہ وہ حاجت تو یہی ہی کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دی تو خالد کو جائز ہی کہ زید کی تصدیق نکرے اسواسطے کہ احتمال دروغگوئی زید کا ممکن ہے شاید کہ اوسکی حاجت کچہہ اور ہو جب اوسنے دیکہا کہ یہہ قسم کہا بیٹہا تو زوج یا زوجہ کی ضرر رسانی کیواسطے یون اظہار کیا اوسکی جبکہ زوج اور زوجہ مین وجود شرط کا اختلاف ہو تو زوج ہی کا قول معتبر ہی تو منکر ہی ساتہ بطریق اولی معتبر ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال لاصحابہ ان لم اذھب بکم اللیلۃ الی منزلی فامرأتہ کذا فذھب بھم بعض الطریق فاخذھم العسس فحبسہم لا یحنث کہا ایک شخص نے اپنی ساتہیون سے کہ اگر مین نہ لیجاؤن تمکو آج کی رات اپنی گہر کیطرف تو اوسکی عورت مطلقہ ہی سو اونکو لیچلا تہوڑی راہ تو پکڑا اوسکو کوتوال نے اور قید کر رکہا سبکو اوسکی گہر تک نہ پہونچ سکی تو وہ شخص حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تعلیق لیجانے پر تہی نہ گہر مین داخل کرنیکی سو لیجانا متحقق ہو چکا ان خرجت من الدار الا باذنی فخرجت لحریقھا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سی کہ اگر تو گہر سے نکلی گی بدون حکم میرے تو تو طالق ہی پہر عورت نکلی بسبب آگ لگنی گہر کے تو زوج حانث نہوگا اور یہی حال ہے خوف انہدام اور خوف غرق اور خوف ڈانکی کا اسواسطے کہ بناء یمین عرف پر ہے اور ایسی امور عرف مین یمین سی مستثنی ہوتے ہین حلف لا یرجع ثم رجع لشیء نسیہ لا یحنث قسم کہائی شوہر اگہر سے نکلتے کہ پلٹونگا پہر پلٹا کسی بہولی چیز کے لینے کے واسطے تو حانث نہوگا ان لم تجئ بفلان او ان لم ترد ثوبی لسلعۃ فانت طالق فجاء فلان من جانب آخر بنفسہ او اخذ الثوب قبل دفعہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سی کہ اگر تو فلان شخص کو نہ لاویگی تو تو طالق ہے یا یون کہا کہ اگر تو میرا کپڑا اسی دم نہ پہیر دیگی تو تو طالق ہے پہر فلانا شخص خود آگیا دوسری طرف سے یا زوج نے فورا اپنا کپڑا لیلیا عورت کے دینے سے پہلے تو حانث نہوگا کذا ان لم ادفع الیک الدینار الذی علی الی رأس الشہر فکذا فابرأتہ قبل الشہر بطل الیمین اسیطرح حانث نہوگا اس قول مین کہ زوج نے زوجہ سی کہا کہ اگر مین تجہکو ندون وہ اشرفی جو مجہہ پر قرض ہے فلانے مہینے کے شروع تک تو تو طالق ہے پہر زوجہ نے وہ اشرفی زوج کو معاف کردی اوس مہینے کے آنے سے پہلے تو یمین

باطل ہو گئی طلاق نہ واقع ہو گی حلف لیخرجن ساکن ہذہ الدار الیوم والساکن ظالم فان لم یمکنہ اخراجہ فالیمین علی التلفظ باللسان قسم کھائی کہ مقرر نکالیگا اس گھر کے رہنے والے کو آج کے دن اور رہنے والا اوسکے گھر کا مرد ظالم ہے سو اگر گھر والے کو اوسکا نکالنا ممکن نہو تو یہ یمین یعنی اوس قسم لفظ زبان کے بولنے پر ہے یعنی زبان سے یون کہے کہ مین نے تمکو اپنے گھر سے نکالا تو حانث نہوگا بقی ما یکتب فی التعالیق متی نقلہا او تزوج علیہا او ابرأتہ من کذا او من باقی صداقہا فلو دفع لہا الکل ہل تبطل الظاہر لا للتصریح بصحۃ براءۃ الاسقاط والرجوع بما دفعہ باقی رہا کلام اوس یمین جو تعالیق مین لکھا جاتا ہے کہ جب زوج زوجہ کو شہر سے باہر لیجائیگا یا اوسپر دوسرا نکاح کریگا یا کہ زوجہ زوج کو فلانے قرض سے ابرا کریگا یا باقی مہر سے ابرا کرے تو زوجہ مطلقہ ہے سو اگر زوج زوجہ کو کل قرض یا سب باقی مہر سے دیا تو تعلیق براءۃ کی باطل ہو گی یا نہین جواب ظاہر یہہ ہے کہ زوجہ کے دینے سے تعلیق نہ باطل ہو گی اسواسطے کہ فقہا نے مصرح کیا ہے کہ بعد وصول دین کے بھی براءۃ اسقاط صحیح ہے اور جو دیا ہے اوسکا پھیر لینا درست ہے تعالیق سے مراد وہ وثائق ہین جو عقد نکاح کیوقت شروط لکھی جاتی ہین براءۃ اسقاط یہہ کہ دائن مدیون کو اپنا دین معاف کردے اپنا حق اوسکی گردن سے ساقط کرے سو براءۃ اسقاط قبل وصول دین کے بھی ہوتی ہے اور بعد وصول کے بھی لیکن مدیون بعد براءۃ اسقاط کے جو دیا تہا اوس سے پھیر سکتا ہے اسواسطے کہ وہ براءۃ سے فارغ الذمہ ہو گیا پھر جب براءۃ بعد وصول کے بھی صحیح ہوئی تو تعلیق براءۃ کی کیونکر باطل ہو گی تو بعد براءۃ کے طلاق واقع ہو گی حلف باللہ انہ لم یدخل ہذہ الدار الیوم ثم قال عبدہ حر ان لم یکن دخل الیوم لا کفارۃ ولا یعتق عبدہ اما الصدق او لانہا غموس ولا مدخل للقضاء فی الیمین باللہ ایک شخص نے قسم کھائی اللہ کی کہ وہ داخل نہین ہوا اوس گھر مین آج پھر بولا کہ اوسکا غلام آزاد ہے اگر آج اس گھر مین نہ داخل ہوا ہو تو اوسپر کفارہ قسم کا نہ لازم آویگا اور اوسکا غلام بھی نہ آزاد ہو گا کفارہ نہ لازم آویگا یا بسبب صدق اوس شخص کے یعنی عدم دخول کے یا اس سبب سے کہ وہ قسم غموس ہے اور غموس مین گناہ ہے کفارہ نہین اور قاضی کے حکم کو کچھ دخل نہین خدا کی قسم مین خلاصہ یہہ ہے کہ یہہ دونو قسمین متناقض ہین اگر ایک مین صادق ہو گا تو بالضرور دوسری مین کاذب ہو گا اور آزادی غلام کی ثابت نہوگی کیونکہ پہلی قسم مین صادق نہوا و پہلی قسم یمین باللہ ہے اور اوسمین قاضی کے حکم کو دخل نہین پھر ہم دونون قاضی کے اوسکا صادق یا کاذب ہونا کیونکر ثابت ہو اسلئے اس مسئلہ مین نہ کفارہ ہے نہ عتق حتی لو کانت یمینہ الاولی بعتق او طلاق حنث فی الیمین الثانیۃ لدخولہما فی القضاء یہانتک کہ اگر اوسکی پہلی قسم عتق یا طلاق کی ہو گی تو وہ شخص دونو قسمون مین حانث ہو گا بسبب داخل ہونے دونو یمین کے قاضی کے حکم مین باقی بیان اسکا باب عتق البعض مین انشاء اللہ آویگا اخذت من مالہ درہما فاشترت بہ لحما وخلطہ اللحام بدراہمہ وقال زوجہا ان لم تردیہ الیوم فانت کذا فحیلتہا ان تاخذ کیس اللحام وتسلمہ للزوج ولو ضاع عن اللحام فما لم یعلم انہ اذیب او سقط فی البحر لا یحنث لیا زوجہ نے زوج کے مال سے ایکدرم پھر اوس سے گوشت مول لیا اور قصاب نے اوس درم کو اپنے درمون مین ملا ڈالا اور اوسکے زوج نے کہا کہ اگر اوسی درم کو آج نہ پھیر لاویگی تو تو طالق ہے تو تدبیر اوسکی یہہ ہے کہ عورت قصاب کی تہیلی جسمین وہ درم داخل ہے لادے اور زوج کو دیوے اور اگر وہ درم قصاب سے ضائع ہوا تو جبتک یہہ معلوم نہو کہ وہی درم پگہلا ڈالا گیا یا دریا مین گر گیا تو زوج حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکا پھر ملنا ممکن ہے بخلاف اذابت اور سقوط فی البحر کے حلف ان لم اکن الیوم فی العالم او فی ہذہ الدنیا فکذا فحبس فی بیت حتی مضی الیوم قسم کھائی کہ اگر ہو نہین آج جہان مین یا اس دنیا مین تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے تو وہ شخص محبوس کیا گیا اور اگرچہ کسی گھر ہی مین قید رہا یہانتک کہ وہ دن گذر جاوے تو جبکہ وہ قید ہو گا حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ حق تعالی نے قرآن مجید مین محبوس پر نفی من الارض کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ فرمایا او ینفوا من الارض تو گویا وہ حبس سے دنیا مین موجود نہ رہا اس مسئلہ مین عرف کا اعتبار نہین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو بجای ان لم اکن کے ان اکن کہنا واجب تہا اسواسطے کہ تعلیق وجود حالف پر ہے نہ عدم پر مترجم نے اسیواسطے ترجمہ مضارع مثبت کا کیا نہ منفی کا ولو حلف ان لم یخرب بیت فلان غدا فقید او منع حتی مضی الغد حنث ہو المختار اور اگر قسم کھائی کہ اگر مین نہ ویران کرون فلانے کے گھر کو کل تو ایسا ہو پھر اوسکے پاؤن مین بیڑیان ڈالی گئین اور روکا گیا ویران کرنے سے تو وہ حانث ہو گا یہی قول مختار ہے فتوی کیواسطے کذا ان لم اخرج من ہذہ المنزل فکذا فقید وان لم اذہب بک الی منزلی فاخذہا فہربت منہ وان لم تحضری اللیلۃ منزلی فکذا فمنعہا ابوہا حنث فی المختار اسیطرح حانث ہو گا جسنے یون کہا کہ اگر مین نہ نکلون اس گھر سے تو ایسا ہو پھر اوسکی بیڑیان ڈالی گئین یا یون کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر مین تمکو اپنے گھر نہ لیجاؤن تو ایسا ہو پھر اوس عورت کو پکڑا اور وہ اوس سے چھوٹ بھاگی یا یون کہا عورت سے کہ اگر تو حاضر نہوگی آجکی رات

میں گھر میں تو ایسا ہوگا پھر اوسکے باپ نے اوسکو نکلنے دیا تو اب سب صورتوں میں مرد حانث ہوگا قول مختار میں اسواسطے کہ مقید ہونا اور منع کرنا اکراہ ہے یعنی زبردستی سے اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ہوتی ہے نہ عدم فعل میں اور ان مسائل میں تعلیق عدم فعل پر ہوئی ہے تو اسمیں اکراہ کی تاثیر نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما اشکل علی غلق الباب و قید لا یحنث فی المختار بخلاف اس مسئلہ کے کہ کہا میں نہ سکونت کرونگا اس گھر میں پھر دروازہ بند کر لیا گیا یا اوس شخص کے پاؤں میں بیڑیان ڈالی گئیں تو حانث نہوگا قول مختار میں اسواسطے کہ شرط حنث کی فعل ہے یعنی سکونت کرنا اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ثابت ہے قلت قال ابن الشحنۃ والاصل انہ متی عجز عن شرط الحنث حنث فی العدمی لا الوجودی میں شارح کہتا ہوں کہ ابن شحنہ نے کہا کہ قاعدہ کلیہ حنث اور عدم حنث کا یہ ہے کہ جب قسم کھانیوالا عاجز ہوا شرط حنث سے تو حانث ہوگا امر عدمی میں نہ امر وجودی میں یعنی جب قسم ٹوٹنا مترتب ہو عدم شی پر نہ وجود پر جیسا کہ عدم عفو اور عدم ذہاب مسائل سابقہ میں تو عاجز ہونیسے حانث ہوگا اور اگر قسم ٹوٹنا امر وجودی پر مرتب ہے جیسا کہ دخول ان دخلت میں اور سکونت لا اسکن میں تو بسبب عاجز ہونیکے حانث نہوگا قال فی النھر ومفادہ الحنث فیمن حلف لیؤدین الیوم دینہ فعجز لفقرہ وفقد من یقرضہ خلافا لما بحثہ فی البحر فتدبر کما فی النہر الفائق میں اور مستفاد ہوتا ہے اس اصل سے حانث ہونا اوس شخص کے حق میں جسنے قسم کھائی کہ مقرر ادا کریگا آجکے دن اپنے دین کو پھر وہ عاجز ہوگیا بسبب اپنی محتاجی کے اور مفقود ہونے اوس شخص کے جو اوسکو قرض دے بخلاف اوس بحث کے جو بحر الرائق میں ہے سو غور اور تأمل کر اس مقام میں ثم قائل اس کلام کا بسبب عجز کے اسواسطے حانث ہوا کہ شرط حنث کی امر عدمی ہے یعنی عدم ادا اور بحر الرائق میں کہا کہ قنیہ میں ثابت ہے کہ جب محلوف علیہ سے عاجز ہوا اور یمین موقت ہو تو یمین باطل ہو جاتی ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ مثال مذکور میں جب ادای دین سے عاجز ہو تو یمین باطل ہو یعنی جب یمین باطل ہوئی تو حانث بھی نہوگا انتہی کلامہ حالانکہ قول قنیہ کا مطلق نہیں بلکہ اوس صورت پر محمول ہے جبکہ شرط حنث کی وجودی ہو اور بیان عدمی ہے صاحب نہر نے کہا کہ یہہ مقام لائق تمام کے ہے تو بیان خبردار رہنا لہذا شارح نے تدبر اور تأمل کرنیکو فرمایا

باب طلاق المریض

یہہ باب ہے طلاق مریض کے احکام میں جبکہ مصنف نے طلاق تندرست سے اور تمام طلاق سے یعنی تنجیز اور تعلیق اور صریح اور کنایہ سے فرصت پائی تو اب طلاق مریض کی شروع کی عنون بہ لاصالتہ مصنف نے شروع اس باب کے طلاق مریض کی تعبیر کیا بسبب اوسکی اصالت کے یعنی مقصود بالذات اسمیں احکام مریض ہی کے ہیں اور احکام مقتول وغیرہ کے بالتبع ہیں ویقال لہ الفار لفرارہ من ارثہا فیرد علیہ قصدہ الی تمام عدتہا وقد یکون الفرار منہا کما سیجیء اور طلاق دینے والے مریض کو فار بھی کہتے ہیں یعنی بھاگنے والا بسبب اوسکے بھاگنے کے عورت کی وراثت سے یعنی مرض الموت میں اسواسطے عورت کو طلاق دیتا ہے تاکہ وہ اوسکے مال کی وارث نہو تو مرد رد ہوگا اوسپر ارادہ اوسکا تمامی عدت تک یعنی اوسکے فرار کا کچھ اثر نہوگا عورت عدت تک اوسکی وارث ہوگی اور کبھی فرار عورت کی طرف سے ہوتا ہے چنانچہ اسی باب میں اوسکا ذکر بھی آویگا من غالب حالہ الہلاک بمرض او غیرہ بان اضناہ مرض عجز بہ عن اقامۃ مصالحہ خارج البیت ہو الاصح کعجز الفقیہ عن الاتیان الی المسجد وعجز السوقی عن الاتیان الی دکانہ وفی حقہا ان تعجز عن مصالحہا داخلہ کما فی البزازیۃ جو شخص کہ غالب حال اوسکا ہلاکی ہو مرض سے یا غیر مرض سے اسطرح کہ توڑ دیا اور لاغر کر ڈالا اوسکو بیماری نے اتنا کہ عاجز ہوگیا اوسکے سبب سے اپنے مصالح کی اقامت سے گھر کے باہر یعنی بیماری سے باہر کے کاروبار ضروری نہیں کرسکتا یہی قول تعریف مریض میں اصح ہے جیسا کہ عاجز ہوجانا فقیہ مدرس کا مسجد کے جانے سے اور عاجز ہونا سوداگر کا اپنی دوکان کے جانے سے اور عورت کے حق میں حد مرض کی یہہ ہے کہ وہ عاجز ہوجائے گھر کے اندر کے کاروبار سے یعنی پکانے اور گھر جھاڑنے سے کذا فی البزازیۃ ومفادہ انہا لو قدرت علی نحو الطبخ دون صعود السطح لم تکن مریضۃ قال فی النھر وھو الظاہر اور مستفاد ہوتا ہے تعریف مذکور سے کہ اگر عورت قادر ہو پکانے وغیرہ پر نہ چھت کے چڑھنے پر تو وہ مریض نہوگی نہر الفائق میں کہا کہ یہی قول ظاہر ہے قلت وفی آخر وصایا المجتبی المرض المعتبر المضنی المبیح لصلوتہ قاعدا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح ثم رمز شیخ حد التطاول بسنۃ انتھی میں کہتا ہوں کہ مجتبی کی کتاب الوصایا کے آخر میں یوں ہے کہ بیماری خطرناک جو معتبر ہے فار ہونیمیں سو وہ ہے جس سے مباح ہوجاوے نماز پڑھنا بیٹھکر اور جسکو بیماری نے بٹھلا دیا اور جسکو فالج کی بیماری ہوئی یعنی آدھا دھڑ رہ گیا ہو اور جسکو سل کی بیماری ہے جبکہ وہ بیماری پرانی ہوجاوے اور اوسکو بستر پر نہ ڈالے تو یہہ تینوں بیمار مانند تندرست اور صحیح کے ہیں پھر رمز کی شیخ نے کہ حد تطاول مرض کی ایک سال ہے انتہی کلام المجتبی فتاوی عالمگیری میں حد تطاول کی شیخ ترتاشی سے منقول ہے اور وقعات میں شمس الدین سرخسی سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ المفلوج والمسلول والمقعد ما دام یزداد کالمریض اور قنیہ میں ہے کہ مفلوج اور مسلول اور مقعد جبتک

باب طلاق المریض

یہہ بیماریان بڑہتی جاتی ہون مانند مریض کے ہین فتاوی عالمگیری مین ہے کہ جبتک ان بیماریون مین مرض کی ترقی ہو تو مریض کی مانند ہین اور جب ترقی موقوف ہوگئی تو مانند صحیح کے
ہین او بارز رجلاً اقوی منہ او قدم لیقتل من قصاص او رجم او بقی علی لوح من السفینۃ او افترسہ سبع وبقی فی فیہ فار بالطلاق خبر من یا مقابلکی
کا اسطرح پر ہوکہ جنگ کرے اپنے سے زیادہ زور آور مرد سے یا پیش کیا گیا ہو قتل کرنیکے واسطے خون کے بدلے یا سنگسار ہونیکو یا باقی رہگیا ہو ایک تختہ پر کشتی کے تختون سے
یا پکڑا ہو اسکو درندہ جانور نے اور اوسکے منہ مین پہر رہا ہو تو ایسا شخص فار بالطلاق ہے اسکو طلاق دینا جائز نہین اسواسطے کہ عورت کا حق اسکے مال مین متعلق ہوچکا تہا یہہ سنے
کہ فار بالطلاق خبر ہے مَن کا اور غالب حالہ الہلاک کی یعنی جسپر ظن غالب ہلاک کی کا ہو خواہ بیماری سے خواہ قوی ترکی جنگ سے خواہ تقدیم قتل وغیرہ سے وہ فار ہے ولا یصح تبرعہ
الا من الثلث اور صحیح نہین تبرع اوسکا یعنی اگر تہائی مال سے تبرع سے مراد عقود غیر لازمہ جیسے وقف یا نکاح کرنا زیادہ مہر مثل سے فلو ابانہا وھی من اھل المیراث علم
باھلیتہا ام لا کان اسلمت او عتقت ولم یعلم سو اگر فار نے عورت کو طلاق بائن دی اور عورت اہل تہی میراث کی یعنی حرہ مسلمہ تہی زوجہ اوسکی المیت کو جانتا ہو یانہ جانتا
ہو چنانچہ اسکی زوجہ کتابیہ مسلمان ہوگئی یا اوسکی زوجہ لونڈی آزاد ہوگئی اور زوج کو اوسکا اسلام یا آزاد ہونا معلوم نہوا طائعاً بلا رضاھا فلو اکرہ او رضیت لم
ترث طلاق بائن دی اپنی خوشی بدون رضامندی زوجہ کے تو اگر طلاق مین زبردستی ہوئی زوجہ کی زوج پر یا کہ عورت راضی ہوگئی اپنی طلاق سے تو وارث نہوگی
اسواسطے کہ عورت نے اپنا حق آپ قطع کیا اور یہہ مراد نہین کہ غیر زوجہ کا اکراہ مبطل ہو وراثت کا اسواسطے کہ اس صورت مین عورت کا کچھ قصور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی لہذا
مترجم نے ترجمہ مین اکراہ زوجہ کی قید زیادہ کی ولو اکرہت علی رضاھا او جامعہا ابنہ مکرھۃ ورثت اور اگر عورت پر جبر ہوا اوسکے راضی ہونے پر یعنی عورت
سے بزبردستی طلاق کا سوال کروایا یا زوج کے بیٹے نے زبردستی عورت سے صحبت کی تو عورت وارث ہوگی اسواسطے کہ جبر مین رضامندی نہین وھو کذالک بذالک الحال
ومات فیہ فلو صح ثم مات فی عدتہا لم ترث اور حال یہہ کہ زوج طلاق وغیرہ والا ویسا ہی بیمار یا ویسی حال سے بتا ہوا اور اوسی مرض مین مرگیا تو اگر زوج بعد طلاق کے
تندرست ہوگیا پہر زوجہ کی عدت مین مرگیا تو زوجہ نہ وارث ہوگی اوسکی بذالک السبب موتہ او بغیرہ کان قتل المریض او بموت بجہۃ اخری فی العدۃ المدخولۃ
ورثت ھی منہ لا ھو منہا لرضاہ باسقاط حقہ اسی مرض ہی کے سبب سے موت ہو زوج کی یا اسکے سوا جیسے کہ مریض قتل کرڈالا جاے یا کسی اور جہت سے مرجاے عدت مین
عدت کی قید مدخولہ کیواسطے ہے تو عورت مطلقہ وارث ہوگی زوج کی اور اگر عورت مرجاے تو زوج اوسکا وارث نہوگا بسبب راضی ہونے زوج کے اپنے اسقاط حق سے ھم متن
مین لفظ ورثت کا جزا ہے شرط کی یعنی فلو ابانہا کی تو متن کا خلاصہ مطلب یہہ ہوا کہ اگر طلاق بائن دیگا اپنی خوشی اور اوسکی بیماری مین عدت کے اندر مرجائیگا تو عورت مطلقہ
اوسکی وارث ہوگی موت اوسکی اوسی بیماری سے ہو یا کسی اور وجہ سے اور مدخولہ کی قید سے خلوت والی عورت نکل گئی اسواسطے کہ ہرچند اوسپر عدت واجب ہے لیکن وہ وارث
نہین ہوتی وعند احمد ترث بعد العدۃ مالم تتزوج باخر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک زوجہ فار کی وارث ہوگی بعد عدت کے بہی جبتک دوسرے زوج سے نکاح
نکرے اور یہی مذہب ہے اسحق اور ابن ابی لیلی کا اور امام مالک کے نزدیک اگرچہ دس ازواج سے نکاح کرلے تو بہی وارث ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا ترث طالبۃ رجعیۃ او
طلاق فقط فطلقت بائنا او ثلثا لان الرجعی لا یزیل النکاح حتی حل وطیہا ویتوارثان فی العدۃ مطلقا اور اسیطرح وارث ہوگی رجعی طلاق یا فقط طلاق
کی مانگنے والی جو مطلقہ ہوگئی ایک طلاق بائن کریا تین طلاق کر اسواسطے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہین کرتی یہانتک کہ وطی اوسکی حلال ہے اور زوجین ایک دوسرے کے وارث
ہونگے عدت کے اندر ہر طرح سے یعنی خواہ صحت مین طلاق رجعی دی ہو خواہ بیماری مین اور اگر عدت منقضی ہوگئی تو نکاح زائل ہوگا وتکفی اھلیتہا للارث وقت
الموت بخلاف البائن اور کفایت کرتی ہے اہلیت عورت کی وراثت کیواسطے زوج کی موت کے وقت بخلاف بائن کے کہ اوسمین طلاق اور موت دونو وقتون مین اہلیت وراثت
کی شرط ہے وکذا ترث مبانۃ قبلت او طاوعت ابن زوجہا بعد محرمیۃ بہ بینونتہا اور اسیطرح وارث ہوگی مطلقہ بائنہ جسنے بوسہ لیا اپنے زوج کے بیٹے کا یا خوشی
و رضا سے ہم صحبت ہوئی ہو اسواسطے کہ حرمت کا سبب طلاق بائن دینی زوج کے یعنی اول جدائی زوج کیطرف سے ہوئی نہ زوجہ کیطرف سے سو تقبیل یا وطی زوجہ کی مبطل وراثت کی
نہوگی ومن لاعنہا فی مرضہ او آلی منہا مریضا کذالک ای ترث لما مر اور جسنے لعان کیا اپنی عورت سے اپنی بیماری مین یا ایلا کیا اوس سے حالت بیماری
مین اوسکا بہی ایسا ہی حکم ہے یعنی عورت وارث ہوگی زوج کی چنانچہ اسکی وجہ مذکور ہوچکی یعنی فرقت مرد کیطرف سے ہوئی نہ عورت کیطرف سے وان آلی فی صحتہ وبانت
بہ ای بالایلاء فی مرضہ او ابانہا فی مرضہ فصح فمات او ابانہا فارتدت فاسلمت فمات لا ترثہ لانہ لا بد ان یکون المرض الذی طلقہا

فیہ مرض الموت فاذا صح تبین انہ لم یکن مرض الموت اور اگر ایلا کیا زوج نے اپنی صحت مین اور جدا ہو گئی عورت بسبب انقضاء مدت ایلا کے اوسکو مرض مین تو وارث
نہوگی یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری مین پھر وہ تندرست ہوا پھر مرگیا یا عورت کو طلاق بائن دی بیماری مین پھر عورت مرتد ہو گئی پھر اسلام لائی پھر زوج مرگیا
تو عورت وارث نہوگی زوج کی دو صورت مین اسواسطے وارث نہوگی کہ وراثت ثابت ہونیکو ضرور ہے کہ جس مرض مین زوج نے اوسکو طلاق دی ہے وہ مرض الموت
ہو پھر جب بعد مرض کے وہ تندرست ہوگیا تو ثابت ہوگیا کہ وہ مرض جسمین طلاق واقع ہوئی مرض الموت نہ تھا ولا بد فی البائن ان تستمر اہلیتہا للارث من وقت
الطلاق الی وقت الموت حتی لو کانت کتابیۃ وقت الطلاق ثم اسلمت او اعتقت لم ترث اور دوسری صورت ارتداد اسواسطے وارث نہوگی کہ ضرور
ہے طلاق بائن مین وقت موت کے وراثت کی اہلیت برابر ثابت رہے طلاق کے وقت سے موت کیوقت تک یہانتک کہ اگر عورت کتابیہ یا مملوکہ ہو طلاق کیوقت پھر اسلام لائی
یا آزاد کیگئی تو وارث نہوگی اسواسطے کہ اسلام و آزادی طلاق کے وقت سے موت تک برابر ثابت نہیں تو دونون مین اہلیت وراثت کی بالاستمرار ثابت نہیں
اسواسطے کہ کفر اور مملوکیت مانع ہے وراثت کی کما لا ترث لو طلقہا رجعیا ولو طلقہا فطاوعت او قبلت ابنہ لمجیء الفرقۃ منہا چنانچہ عورت وارث نہیں
ہوتی اگر زوج نے اوسکو طلاق رجعی دی یا بائن دی پھر عورت نے زوج کے بیٹے کو اپنے اوپر بخوشی قادر کیا یا اوسکا بوسہ لیا اسواسطے وارث نہوگی کہ فرقت اوسیکی طرف سے آئی
او ابانہا بامرہا قید بہ لانہا لو ابانت نفسہا فاجاز ورثت عملا بالاجازۃ قنیہ یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اوسکے کہنے سے تو وارث نہوگی مصنف نے
اور عورت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر عورت نے خود اپنی ذات کو طلاق بائن دی پھر زوج نے اوسکو جائز رکھا اپنی مرض مین تو عورت وارث ہوگی زوج کی اجازت پر عمل کرنیسے
کذا فی القنیہ یعنی اس صورت مین زوال نکاح مرد کی اجازت سے ہوا نہ عورت کی طلاق سے او اختلعت منہ او اختارت نفسہا ولو ببلوغ وعتق وجب وعنۃ لم
ترث لرضاہا یا خلع کیا عورت نے زوج سے یا اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ خیار نفس بسبب بلوغ عورت کے اور آزادی کے اور زوج کے مقطوع الذکر ہونیکا او نامرد ہونیکا
وارث نہوگی اپنی رضامندی کے سبب سے یعنی ان سب صورتون مین عورت نے جدائی بخوشی چاہی لہذا وارث نہوگی ولو کان الزوج محصورا او فی صف
القتال ومثلہ حال فشو الطاعون اشباہ او قائما بمصالحہ خارج البیت مشتکیا من الم او محموما او محبوسا بقصاص او رجم لا ترث
لغلبۃ السلامۃ اور اگر زوج مقید ہو بسبب حبس کے یا صف قتال مین ہو اور یہی حال ہے کثرت وبا کا کذا فی الاشباہ یا یہ کہ زوج گھر کے باہر اپنے کاروبار ضروری کرتا ہو
بحالت درد وغیرہ کے یا یہ کہ زوج کو تپ بھی ہو یا یہ کہ محبوس ہو بعلت قصاص یا رجم کے تو عورت وارث نہوگی اگر ان حالات مین مطلقہ ہوئی اور زوج عدت ہی مین مرگیا بسبب
غلبہ سلامتی کے ان حالات مین والحامل لا تکون فارۃ الا باتیانہا بالمخاض وہو الطلق لانہا حینئذ کالمریضۃ وعند مالک اذا تم لہا ستۃ اشہر
اور حاملہ فارّہ نہیں ہوتی مگر جوقت اوسکو لاحق ہو درد زہ کے اسواسطے کہ وہ اوسوقت مین مانند مریضہ کے ہے یعنی گھر کا کام نہیں کرسکتی اور امام مالک کے نزدیک جبکہ اوسکو
چھہ مہینے پورے ہوجاوین تب فارّہ ہوتی ہے مخاض یعنی طلق یعنی درد زہ واذا علق المریض طلاقہا البائن بفعل اجنبی ای غیر الزوجین ولو ولدہا
منہ او بمجیء الوقت والحال ان التعلیق والشرط فی مرضہ او علق طلاقہا بفعل نفسہ وہما فی المرض او الشرط فقط فیہ او علق بفعلہا
ولا بد لہا منہ طبعا او شرعا کاکل وکلام ابویہ وہما فی المرض او الشرط فیہ فقط ورثت لفرارہ جبکہ معلق کیا مریض نے عورت کی طلاق بائن
کو اجنبی کے فعل پر مراد اجنبی سے وہ شخص ہے جو زوج اور زوجہ کے سوا ہو اگرچہ وہ شخص غیر اوس عورت کا بیٹا ہو زوج سے یا معلق کیا طلاق بائن کو وقت کے آنے پر
مثلا ابتداء محرم پر اور حالانکہ تعلیق اور شرط یعنی اجنبی اور محرم کا آنا اوسکی بیماری مین ہوئی یا معلق کیا اوسکی طلاق کو اپنی ذات کے فعل پر اور حالانکہ تعلیق
اور فعل ذات مرض مین ہوئی یا فقط شرط ہی مرض مین ہوئی یا معلق کیا طلاق کو عورت کے فعل پر اور حالانکہ اوس فعل سے عورت کو چارہ نہیں یعنی ضروری ہے
خواہ باعتبار طبیعت بشری کے خواہ باعتبار شریعت کے چنانچہ کھانا اور ماں باپ سے بات کرنا اور حالانکہ دونون تعلیق اور شرط مرض مین ہوئی یا فقط شرط مرض مین ہوئی تو ان سب
صورتون مین عورت وارث ہوگی بسبب فرار زوج کے ومنہ ما فی البدائع ان لم اطلقک او ان لم اتزوج علیک فانت طالق ثلثا فلم یفعل حتی مات
ورثتہ ولو ماتت ہی لم یرثہا اور از قسم فرار ہے وہ صورت جو بدائع مین ہے کہ اگر مین تجھکو طلاق ندون یا تیرے اوپر دوسرا نکاح نکرون تو تجھکو طلاق ہے تین بار
پھر زوج نے ایسا نکیا یعنی تطلیق یا تزوج نکیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو عورت اوسکی وارث ہوگی اور اگر اس صورت مین عورت مرگئی تو زوج اوسکا وارث نہوگا اسواسطے کہ

بسبب ترک طلاق اور زوج کے اپنے استقاط حق پر راضی ہوا ۔ وفی غیرھا لا ترث وھو ما اذا کانا فی الصحۃ او التعلیق فقط او بفعلہا او لہا منہ بُدٌّ اور
اون صورتون کے غیر مین وارث نہوگی اور وہ غیر وہ ہے جبکہ تعلیق اور شرط دونو صحت مین ہون خواہ تعلیق اجنبی کے فعل پر ہو خواہ وقت کے آنے پر خواہ زوج یا زوجہ
کے فعل پر یا فقط تعلیق صحت مین ہو یا تعلیق ہو عورت کے فعل پر اور جالا کہ وہ فعل اوسکو لا بد نہین خواہ تعلیق اور شرط دونو مرض مین ہون خواہ تعلیق صحت مین ہو
اور شرط مرض مین وحاصلہا ستۃ عشر لان التعلیق اما بمجیء وقت او بفعل اجنبی او بفعلہ او بفعلہا او کل وجہ علی اربعۃ لان التعلیق والشرط
اما فی الصحۃ او المرض او احدھما او قد علم حکمہا خلاصہ اسکا یہہ ہے کہ سولہ صورتین ہین اسواسطے کہ تعلیق طلاق کی یا وقت کے آنے پر ہے یا اجنبی کے فعل پر یا زوج کے
فعل پر یا عورت کے فعل پر تو یہہ چار صورتین ہوئین اور ہر وجہ چار وجہ پر ہے اسواسطے کہ تعلیق اور شرط یا صحت دونون مین یا دونون مرض مین یا ایک صحت مین اور دوسرا مرض مین
یعنی تعلیق صحت مین اور شرط مرض مین یا شرط صحت مین اور تعلیق مرض مین تو چہار چار سولہ صورتین ہوئین [illegible]
صورت کا کہ چہ صورتونمین عورت وارث ہو اور دس صورت مین نہین ہم تفصیل وجوہ مذکورہ کے احکام بیان کرتے ہین [illegible] کے فعل پر
تعلیق اور فعل اجنبی مرض مین ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۲ صورت یہہ کہ تعلیق اور فعل مذکور صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۳ صورت یہہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل
لیکن تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی ۴ یہہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض مین [illegible] تو بھی وارث نہوگی ۵
یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط دونو مرض مین ہوئی تو وارث ہوگی ۶ یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر [illegible] صحت مین ہوئی تو وارث
نہوگی ۷ ساتوین یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق صحت مین ہوئی اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی ۸ یہہ کہ [illegible] وقت کے آنے پر لیکن تعلیق [illegible] مرض
مین اور شرط صحت مین تو بھی وارث نہوگی ۹ یہہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونو مرض مین ہوئی تو وارث ہوگی ۱۰ [illegible]
اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۱۱ یہہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث ہوگی ۱۲ یہہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر
مگر تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو وارث نہوگی ۱۳ یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر [illegible] اور تعلیق اور شرط دونو مرض مین [illegible] وارث ہوگی ۱۴
یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۱۵ یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو وارث
نہوگی ۱۶ یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی کذا فی شرح [illegible]

فانت طالق ثلثا ثم مرض فشاء الزوج والاجنبی الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبی لم ترث [illegible]
[illegible] بیمار ہوگا اور فلان شخص چاہیگا تو تو طلاق ہے تین بار پھر بیمار ہوا زوج پھر چاہا زوج اور اجنبی نے طلاق کو ساتھ ہی یا کرا اول زوج نے [illegible]
پھر زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی وان شاء الاجنبی اولا ثم الزوج ورثت کذا فی الخانیۃ والفرق لا یخفی اذ بمشیۃ [illegible]
الطلاق معلقا علی فعلہ فقط اور اگر چاہا طلاق کو اجنبی نے پہلے پھر زوج نے چاہا تو عورت وارث ہوگی کذا فی الخانیہ اور فرق دونو صورتون [illegible]
اسواسطے کہ اجنبی کے اول خواہش کرنے سے طلاق معلق ہوگئی فقط زوج ہی کے فعل پر یعنی تمامی علت طلاق کی زوج ہی کے فعل پر [illegible]
مشیت زوج کی جزو علت کی نہ تمامی علت کی ۔ تصادقا ای المریض مرض الموت والزوجۃ علی ثلاث فی الصحۃ وعلی مضی العدۃ ثم اقر او اوصی لہا
او عیّن او اوصی لہا بشیء فلہا الاقل منہ ای مما اقر او اوصی ومن المیراث للتہمۃ مرض الموت والے بیمار نے اور زوجہ نے اتفاق کیا
صحت کی تین طلاق پر اور انقضاء عدت پر پھر زوج نے اقرار کیا عورت کے دین کا یا سوا دین کے کسی جنس کا یا زوج نے وصیت کی عورت کیواسطے کسی چیز کی
تو عورت کو اقرار یا وصیت اور میراث سے جو کمتر ہوگا وہ ملیگا یعنی اگر اقرار یا وصیت کا مال کمتر ہے میراث سے تو اقرار یا وصیت والا مال عورت پائیگی اور اگر میراث
عورت کی کمتر ہے اقرار یا وصیت کے مال سے تو میراث ہی پاویگی کمتر مال ملیگا بسبب اس تہمت کے کہ شاید عورت طلاق کو اسواسطے اظہار کرتی ہو تاکہ اقرار یا وصیت اسکے
واسطے صحیح ہو تاکہ میراث سے زیادہ پاوے اور اقرار یا وصیت وارث کے حق مین صحیح نہین اور احتمال ہے کہ زوجہ کی محبت سے زوج اسکے موافق ہوگیا ہو اور قدر میراث
مین کچھ تہمت نہین لہذا کمتر مال عورت کے واسطے مقرر ہوگیا وتعتد من وقت اقرارہ بہ یفتی اور عورت کی عدت شروع ہوگی وقت اقرار زوج سے اسی پر فتویٰ ہے

ولو مات بعد مضيّ عدّتها فلها جميع ما أقرّ أو أوصى كذا في العتابية ۔ اور اگر مرگیا زوج بعد انقضاے عدت کے وقت اقرار سے تو عورت سب اُس مال کو جس کا زوج نے اقرار کیا
یا وصیت کی لے لیگی کذا فی العتابیہ اسواسطے کہ بعد عدت کے وہ وارث نہیں اجنبی ہوگئی تو اقرار یا وصیت اوسکے حق میں صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لم تكن هي مرتدة معتدة
صحّ إقراره ووصيته ولو كذّبته لم يصح إقراره كذا في شرح مجمع اور اگر تصادق اور اتفاق زوجین نہ ہو کے مرض الموت میں نہوا تو صحیح ہوگا اقرار اسکا اور وصیت
اوسکی اور اگر زوجہ نے صحت میں دعویٰ طلاق اور انقضاے عدت کا کیا اور عورت نے اوسکی تکذیب کی تو نہ صحیح ہوگا اقرار اسکا کذا فی شرح المجمع اور اسیطرح وصیت بھی
صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الفصولين ادّعت عليه مريضا أنه أبانها فجحد وحلّفه القاضي فحلف ثم صدّقته وماتت ترثه لو صدّقته قبل الفصولین
موته لا لو بعده۔ اور فصولین میں ہے کہ دعوی کیا عورت نے زوج پر اسکی بیماری کی حالت میں کہ اوسنے عورت کو طلاق بائن دی سو زوج نے اسکا انکار کیا اور قسم لی اُس سے
قاضی نے سو اُسنے قسم کھائی طلاق نہ دینے پر پھر عورت نے عدم تطلیق میں زوج کی تصدیق کی اور زوج مرگیا تو عورت وارث ہوگی زوج کی اگر اوسنے تصدیق زوج کی کی اُسکے
مرنے سے پہلے اور اگر اوسکی موت کے بعد تصدیق کی تو وارث نہوگی كمن طلقت ثلثا بأمرها في مرضه ثم أوصى لها أو أقرّ فلها الأقل مسئلہ تصادق کا حکم
مانند اُس عورت کے ہے جو مطلقہ ہوئی تین طلاق کہ اپنے امر سے زوج کی بیماری میں بعد اسکے زوج نے اسکو وصیت کی یا اقرار دین کیا تو عورت کمتر مال پائیگی یعنی اگر وصیت
کمتر ہے میراث سے تو وصیت کا مال پاویگی اور اگر میراث کمتر ہے وصیت سے تو میراث پاویگی قال صحيح لامرأتيه إحداكما طالق ثم بيّن الطلاق في مرضه الذي مات
فيه في إحداهما صار فارًّا بالبيان فترث منه كما في مفاده أنه لو حلف صحيحا وحنث مريضا فبيّنه في إحداهما صار فارًّا ولم أره نصًّا کہا
ایک تندرست نے اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم میں سے طالق ہے پھر طلاق کی تصریح اور تعیین کر دی ایک عورت میں اپنے مرض کے اندر جسمیں مرگیا تو ہو گیا زوج فار بسبب بیان
کے تو عورت اوسکی وارث ہوگی کذا فی الکافی اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قسم کھائی یعنی تعلیق کی زوج نے صحت میں اور حانث ہوا یعنی شرط واقع ہوئی مرض میں
پھر تعلیق مبہم کا بیان کر دیا ایک عورت میں تو زوج فار ہوگا اور اس مسئلہ کو کتب فقہ میں میں نے نہیں دیکھا کذا فی النہر الفائق ولا يشترط علمه أي الزوج
بأهليتها أي المرأة للميراث فلو طلقها بائنا في مرضه وقد كان سيدها أعتقها قبله أو كانت كتابية فأسلمت ولم يعلم به كان فارًّا فترث
ظهيرية۔ اور شرط نہیں علم زوج کا ساتھ اہلیت عورت کے واسطے میراث کے سو اگر زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری میں اور حالانکہ عورت کے مالک نے
اوسکو آزاد کیا تھا قبل طلاق کے یا کہ عورت کتابیہ تھی سو مسلمان ہوگئی اور زوج کو اوسکی آزادی یا اسلام کا علم نہوا تو بھی زوج فار ہوگا تو عورت اوسکی وارث ہوگی
کذا فی ظهيرية بخلاف ما لو قال لأمته أنت حرة غدا وقال الزوج أنت طالق ثلثا بعد غد إن علم بكلام المولى كان فارًّا وإلا يعلم لا ترث
بخلاف سابق کے یہ صورت ہے کہ مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو آزاد ہے کل اور اوس لونڈی کے زوج نے کہا کہ تجھکو تین بار طلاق ہے پرسون اگر زوج کو کلام مولی کا
علم ہو تو فار ہوگا یعنی زوجہ وارث ہوگی اور اگر اسکو کلام مولی کا علم نہوا تو عورت وارث نہوگی کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق طلاق کے اوسکو علم نہ تھا تو ابطال
حق کا قصد اسکی طرف سے ثابت نہوا اگرچہ عورت اہل میراث کی ہوچکی تھی قبل نزول طلاق کے ولو علّقه بعتقها وبمرضه أو وكّله به وهو صحيح فأوقعه حال
مرضه فادر أعلى عزله كان فارًّا اور اگر زوج نے معلق کیا طلاق کو عورت کے آزاد ہونے پر یا اپنی بیماری پر یا وکیل کیا زوج نے کسی شخص کو اپنی زوجہ کی تطلیق پر
اپنی حالت صحت میں سو وکیل نے طلاق کو زوج کی بیماری میں واقع کیا حالانکہ زوج قادر تھا وکیل کے معزول کرنے پر تو زوج فار ہوگا تینوں صورتوں میں عورت
وارث ہوگی ولو باشرت المرأة سبب الفرقة وهي والحال أنها مريضة وماتت قبل انقضاء عدتها ورثها الزوج كما إذا وقعت الفرقة
بينهما باختيارها نفسها في خيار البلوغ والعتق أو بتقبيلها أو مطاوعتها ابن زوجها وهي مريضة لأنها من قبلها ولذا لم يكن طلاقا
اور اگر عورت خود مرتکب ہوئی فرقت کے سبب کی اور حالانکہ وہ بیمار تھی اور مرگئی قبل اپنی انقضاے عدت کے تو زوج اوسکا وارث ہوگا جیسا کہ جسوقت فرقت واقع
ہوئی دونو میں بسبب اختیار کرنے عورت کے اپنی ذات کو خیار بلوغ میں اور خیار عتق میں یا کہ جدائی ہوئی بسبب بوسہ لینے عورت کے ابن زوج کا یا اوسکی مطاوعت سے
اپنی بیماری کی حالت میں زوج یا وجہ جدائی کے اسواسطے وارث ہوگا کہ ان مسائل میں فرقت عورت ہی کیطرف سے ہوئی اور اسیواسطے یہ جدائی طلاق نہیں
کیونکہ عورت طلاق کی مالک نہیں بلکہ یہ جدائی فسخ ہے بخلاف وقوع الفرقة بينهما بالجب والعنة واللعان فإنه لا يرثها على ما في الخانية والفتح

عن الجامع وجزم به فی الکافی قال فی البحر فکان هو المذهب لانها طلاق فکانت مضافة الیه وقیل قائله الزیلعی هو کالاول فیرثها بخلاف
واقع ہونے فرقت کے دونون مین بسبب مقطوع الذکر ہونیکے اور نامردی اور لعان کے کہ ان صورتون مین زوج وارث نہوگا زوجہ کا بنابر روایت خانیہ اور فتح القدیر کے جامع سے
اور عدم وراثت پر یقین کیا ہے کافی مین بحر الرائق مین کہا تو یہی مذہب ٹھہرا اسواسطے کہ یہہ فرقت طلاق ہے تو زوج ہی کیطرف منسوب ہوگی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ یہہ فرقت
بھی مثل پہلی فرقت کے ہے تو زوج اس فرقت مین بھی وارث ہوگا مانند قول اول کے اور اس قول ضعیف کا قائل زیلعی ہے ولو ارتدت ثم ماتت او لحقت
بدار الحرب فان کانت الردة فی المرض ورثها زوجها استحسانا اور اگر عورت مرتد ہوگئی اور دار الحرب مین جا ملی تو اگر ارتداد اوسکا مرض مین ہوا تہا
تو زوج اوسکا وارث ہوگا باعث بر دلیل استحسان کے اور قیاس مقتضی ہے عدم وراثت کو اسواسطے کہ مسلم اور کافر مین وراثت نہین والا بان ارتدت فی الصحة لا یرثها
بخلاف ردته فانها فی معنی مرض موته فترثه مطلقا ولو ارتدا معا فان اسلمت هی ورثته والا لا خانیه اور اگر عورت بیماری مین مرتد نہیں
ہوئی اسطرح کہ صحت مین مرتد ہوئی تو زوج اوسکا وارث نہوگا بخلاف ارتداد زوجہ کے اسواسطے کہ زوج کا ارتداد بجای اوسکے مرض الموت کے ہے اسواسطے کہ مرد اگر
ارتداد سے توبہ نکرے تو قتل ہوتا ہے تو عورت مرتد کی وارث ہوگی ہر طرح سے خواہ وہ بیماری مین مرتد ہوا خواہ صحت مین اور اگر زوج اور زوجہ دونوں ساتھ ہی مرتد ہوے
پھر اگر عورت مسلمان ہوئی تو وارث ہوگی اور اگر زوج مسلمان ہوگا تو وارث نہوگا کذا فی الخانیہ قال اخر امراة اتزوجها طالق ثلثا فنکح امراة ثم اخری
ثم مات الزوج طلقت الاخری عند التزوج ولا یصیر فارا خلافا لهما لان الموت معرف واتصافه بالاخریة من وقت الشرط فیثبت
مستندا کمعنا ایک مرد نے کہا کہ پہلی عورت جس سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہے تین بار سوا اوسنے نکاح کیا ایک عورت سے پھر دوسری عورت سے نکاح کیا پھر زوج مرگیا تو مطلقہ
ہوگی دوسری عورت نکاح کے ساتھ ہی اور زوج فار نہوگا تو وہ عورت وارث نہوگی بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ موت معرف ہے یعنی زوج کی موت سے یہہ معلوم ہوا
کہ پچھلی عورت منکوحہ یہی دوسری عورت ہے اور متصف ہونا زوج ثانی کا بوصف آخریت شرط کے وقت سے ہے یعنی تزوج کے وقت سے تو طلاق ثابت ہوگی وقت
تزوج سے مستند ہوکر خلاصہ یہہ کہ امام کے نزدیک طلاق واقع ہوئی تزوج ثانی کیوقت اور اوسوقت زوج بیمار نتہا لہذا دوسری عورت وارث نہوگی اور صاحبین کے نزدیک
طلاق واقع ہوگی موت کے نزدیک لہذا وارث ہوگی **فروع** مسائل متممہ شارح کے ابانها فی مرضه ثم قال لها اذا تزوجتک فانت طالق ثلثا فتزوجها
فی العدة ومات فی مرضه لم ترث لانها فی عدة مستقبلة وقد حصل التزوج بفعلها فلم یکن فرارا خلافا لمحمد خانیه زوج نے طلاق بائن دی زوجہ
کو اپنی مرض موت مین پھر کہا اوس سے کہ جب مین تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہے تین طلاق پھر اوس سے نکاح کیا عدت مین اور مرگیا اپنی مرض مین تو وہ وارث
نہوگی اسواسطے کہ وہ عدت مستقبلہ مین ہوگئی اور البتہ تزوج ثانی عورت کے فعل سے ہوا تو یہہ فرار نہوا بخلاف محمد کے کذا فی الخانیہ یعنی طلاق بائن کے پہلے عدت
بسبب نکاح ثانی کے باطل ہوگئی اب عورت پر بسبب نکاح ثانی اور وقوع طلاق ثانی کے دوسری جدی عدت واجب ہوئی پھر جب پہلی عدت باطل ہوئی تو وراثت
کیونکر ثابت ہوگی اسواسطے کہ وراثت فار کی عدت تک منحصر ہے اور یہہ ممکن نہیں کہ عدت ثانیہ مین وہ وارث ہوسکے اسواسطے کہ ابطال عدت کا عورت ہی کی رضامندی سے ہوا
تو زوج پر فرار ثابت نہوگا کذبها الورثة بعد موته فی الطلاق فی مرضه فالقول لها کقولها طلقنی وهو نائم وقالوا فی الیقظة ولوالجیه
جھٹلایا عورت کو وارثون نے بعد موت زوج کے اوسکی بیماری کی طلاق دینیمین یعنی زوجہ کے وارثون نے کہا کہ زوج نے اپنی مرض مین اوسکو طلاق نہین
دی عورت کا دعوی غلط ہے تو اس صورتمین عورت ہی کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اسکا قول اس دعوی مین معتبر ہے کہ زوج نے مجھکو طلاق دی حالانکہ وہ سوتا تہا اور
وارثون نے کہا کہ جاگتے مین طلاق دی کذا فی الولوالجیہ طلقها فی المرض ومات بعد العدة فالمشکل من متاع البیت لوارث الزوج لصیرورتها
اجنبیة بخلافه فی العدة جامع الفصولین طلاق دی زوج نے زوجہ کو مرض مین اور مرگیا بعد عدت کے تو مشکل اسباب گھر کا زوج کے وارث کا ہوگا بسبب
بیگانہ ہوجانے عورت مطلقہ کے بعد انقضای عدت کے بخلاف اسکے کہ اگر زوج عدت مین مرگیا تو عورت وارث ہوگی اور مشکل اسباب اوسکی قبضہ مین ہوگا تو عورت
ہی کا قول اسوقت معتبر ہوگا کذا فی جامع الفصولین مشکل اسباب سے وہ اسباب مراد ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے مناسب حال ہو چنانچہ نقد اور توشک اور لحاف
خلاصہ یہہ کہ جب بعد عدت کے زوج مرگیا تو عورت وارث نہوگی تو جو اسباب کہ مرد کے مناسب حال ہوگا مانند کتب اور اسلحہ کے اسمین زوج کے وارثون کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ عورت کے

مناسب حال ہوگا اور جسمین عورت کا قول معتبر ہوگا اور جو سبب کہ دونوں کے مناسب حال ہے اوسکو شارح نے مشکل کہا ہے سو زوج کے وارثوں کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی +

باب الرجعة بالفتح وتکسر یتعدی ولا یتعدی یہ باب ہے رجعت کا رجعت کی را کو فتح ہے اور اسکو کسرہ بھی ثابت ہے اور لفظ رجعت کا متعدی بنفسہ ہوتا ہے اور کاہے بنفسہ متعدی نہیں ہوتا بلکہ بواسطے حرف الی کے متعدی ہوتا ہے رجعت کو بعد طلاق کے اسواسطے ذکر کیا کہ رجعت مشروع ہے واسطے رفع طلاق کے اور رافع نہیں ہوتا اگر بعد وقوع کے **هي استدامة الملك القائم بلا عوض مادامت في العدة اي عدة الدخول حقيقة اذ لا رجعة في عدة الخلوة** ابن الکمال اصطلاح فقہا مین رجعت عبارت ہے طلب دوام ملکیت استمتاع سے جو قائم ہے نکاح سے بدون عوض کے جبتک کہ مطلقہ عدت مین ہے اور مراد عدت سے عدت دخول کی ہے فی الحقیقت یعنی وطی کی عدت اسواسطے کہ خلوت کی عدت مین رجعت نہیں کذا ذکرہ ابن الکمال م رجعت کو استدامت ملک قائم کہا اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا فامسکوھن بمعروف یعنی رکھو مطلقات کو دستور کے موافق اور امساک عبارت ہے استدامت ملک قائم سے نہ اعادہ زائل سے اور بلا عوض کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ رجعت مین مال دینے کی حاجت نہیں اسواسطے کہ تصرف ہے اپنی ملک قائم مین لکہ اگر رجعت مین کچھ مال مشروط ہوگا تو زوج پر اوسکا دینا واجب نہوگا کذا فی المعراج اور ثبوت رجعت مین بقاء عدت کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد انقضاء عدت کے رجعت نہیں بسبب باقی رہنے زوجیت کے بعد عدت کے کذا فی حاشیۃ المدنی **وفي البزازية ادعى الوطي بعد الدخول وانكرت فله الرجعة لا في عكسه** اور بزازیہ مین ہے کہ زوج نے دعوی کیا وطی کا بعد دخول کے اور عورت نے وطی کا انکار کیا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے نہ اسکے بالعکس مین یعنی اگر عورت وطی کی مدعی ہو اور زوج منکر ہو تو زوج کو رجعت کا اختیار نہیں اسواسطے کہ انکار وطی سے حق رجعت کا ساقط ہوگیا **وتصح مع اكراه وهزل ولعب وخطاء** اور صحیح ہے رجعت ساتھ جبر اور ٹھٹھے کے اور کھیل اور چوکنے کے م ہزل نقیض جد کی اور قاموس مین ہے کہ لعب ضد ہے جد کی تو ہزل اور لعب مرادف ٹھہرے اور خطا کی صورت یہہ کہ زوج اور کچھہ کلام کیا چاہتا تھا اور اوسکے منہ سے نکل گیا کہ مین نے اپنی زوجہ سے رجعت کی تو یہی رجعت صحیح ہوگی **بنحو** متعلق باسندامت **راجعتك ورددتك ومسكتك بلا نية لانه صريح** استدامت ملک ثابت ہوتی ہے مانند لفظ راجعتک کے یعنی مین نے تجھسے رجعت کی اور لفظ رددتک سے یعنی مین نے تجھکو پھیرا اور لفظ مسکتک سے یعنی مین نے تجھکو رکھا ان الفاظ ثلثہ سے رجعت قولی صحیح ہے بدون نیت کے بھی اسواسطے کہ یہ الفاظ ثلثہ صریح ہے رجعت مین بلا خلاف اور صریح مین حاجت نیت کی نہین اور کنایات رجعت سے یہہ قول ہے کہ انت عندی کما کنت کہ تو میرے نزدیک ویسی ہے جیسی کہ تھی وانت امرأتی یعنی تو میری عورت ہے تو ان الفاظ سے بدون نیت کے رجعت صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحموی **وبالفعل مع الكراهة بكل ما يوجب حرمة المصاهرة كمس ولو منها اختلاسا او نائما او مكرها او مجنونا او معتوها ان صدقها هو او ورثته بعد موته جوهرة** اور صحیح ہے رجعت فعل سے ساتھ کراہت کے رجعت فعلی ہر اوس فعل سے صحیح ہے جو موجب ہے حرمت مصاہرت کا مانند مساس یا تقبیل کے اگرچہ مساس عورت ہی کیطرف سے بطور دیٹیا مارنیکے یا کہ زوج سوتا ہو یا کہ اوسپر زبردستی ہوئی ہو یا کہ دیوانہ یا کہ بیہوش ہو بشرطیکہ بعد خواب یا اکراہ کے یا ہوشیار ہونیکے زوج عورت کی تصدیق کرے یعنی یون کہے کہ عورت نے مجھکو بشہوت مساس کیا یا وارث زوج کے بعد موت زوج کے عورت کی تصدیق کرین کذا فی الجوہرہ تو اس فعل سے ان حالات مین رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ رضامندی رجعت مین مشروط نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **وتصح رجعة المجنون بالفعل بزازية** اور رجعت دیوانہ کی ساتھ فعل کے ہے کذا فی البزازیہ یعنی جس زوج نے حالت صحت عقل مین زوجہ کو طلاق دی پھر دیوانہ ہوگیا تو اسکی رجعت فعلی صحیح ہے اسواسطے کہ اقوال مجنون کے لغو مین لائق اعتبار کے نہین **وتصح بتزوجها في العدة به يفتى جوهرة** اور صحیح ہے رجعت عورت کے نکاح سے عدت مین اسی پر فتوی ہے کذا فی الجوہرہ صحت رجعت بلفظ تزوج یہہ مذہب ہے امام محمد کا خلافا للشیخین **ووطئها ولو في الدبر على المعتمد لانه لا يخلو عن مس بشهوة** اور صحیح ہے رجعت مطلقہ کی وطی سے اگرچہ وطی مقعد مین ہو بنابر قول معتمد کے اسواسطے کہ وطی مقعد کی شہوت کی مساس سے خالی نہین **ان لم يطلق بائنا فان ابانها فلا رجعة** صحیح ہے اگر زوج نے طلاق بائن نہین دی اور اگر عورت کو طلاق بائن دی تو پھر رجعت نہین ہوسکتی مگر عورت کی رضامندی سے اور نکاح جدید سے **ولو قال ابطلت رجعتي او لا رجعة لي فله الرجعة بلا عوض** اگر طلاق بائن نہین دی تو رجعت صحیح ہے اگرچہ عورت انکار کرے یا کہ زوج یون کہے کہ مین نے اپنی رجعت کو باطل کردیا یا یون کہے کہ رجعت میری واسطے نہین تو بھی زوج کو رجعت کا اختیار ہے بدون عوض کے اسواسطے کہ رجعت باطل کرنا یا اوسکی نفی کرنا خلاف مشروع ہے لہذا صحیح نہوگا **ولو سمى هل يجعل زيادة في المهر قولان** اور اگر زوج نے کچھ مال معین کیا رجعت مین یعنی یون کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کی بدلے ہزار درم کے تو آیا یہہ مال مسمی مہر

کی زیادتی مین قرار دیا جائیگا یا نہین جواب اس سوال کا یہہ ہی کہ بیان دو قولون ہین ایک تو لین درست ہی اور دوسرے قول مین نہین ویتعجل المؤجل بالرجعی ولا یتأجل
برجعتہا خلاصہ اور مہر موجل معجل ہوجاتا ہی بسبب طلاق رجعی کے اور موجل نہین ہوتا بسبب رجعت کرنے عورت کے کذا فی الخلاصہ صورت اوسکی یہہ ہی کہ نکاح کیا عورت
سے مہر موجل پر یعنی مدت والی مہر پر اور مہر کی مدت ٹھہرائی طلاق یا موت جو اونمین قریب تر ہو پہر عورت کو طلاق رجعی دی تو اقرب مدت پائی گئی یعنی طلاق تو مدت
مہر کی ساقط ہوگئی تو مہر معجل ہوگیا بسبب طلاق کے یعنی شتابی بلا مدت اوسکا مہر کا لازم ہوا پہر جب بعد طلاق کے رجعت کی تو مہر موجل نہوگا یعنی مہر کی مدت پہر عود نکریگی
اسواسطے کہ مدت ساقط ہوچکی بسبب طلاق کے اور جو ساقط ہوتا ہی وہ پہر عود نہین کرتا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الصیرفیۃ لا یکون المؤجل حالا حتی تنقضی العدۃ
اور صیرفیہ مین یون ہے کہ مہر مدت والا فی الحال واجب الادا نہین ہوتا بسبب طلاق رجعی کے جبتک اوسکی عدت نہ منقضی ہوجاوی م ظاہر عبارت صیرفیہ کی مخالف ہی
خلاصہ کے اور شاید کہ توفیق دونو قولون مین یون ہی کہ خلاصہ کی عبارت اوس صورت پر محمول ہے جبکہ مدت مہر کی طلاق ہو اور صیرفیہ کی عبارت اوس صورت پر
محمول ہی جبکہ مدت مہر کی فراق زوجین ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وندب اعلامہا بہا لئلا تنکح غیرہ بعد العدۃ فان نکحت فرق بینہما وان
دخل شمنی اور مستحب ہی خبر دینا عورت کو رجعت کی یعنی زوج عورت کو رجعت کرنیکی اطلاع کردے تاکہ وہ نکاح نکری بعد عدت کے زوج کے سوا کسی شخص سے سو
اگر زوج نے رجعت کی خبر نکی اور عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر دیا تو جدائی کروائی جاویگی دونون مین یعنی عورت اور زوج ثانی مین اگرچہ اوسنے وطی بہی کی ہو کذا
ذکرہ الشمنی م جدائی اسواسطے ہوگی کہ وہ منکوحہ ہی زوج اول کی تو نکاح ثانی فاسد ہوا پہر اگر زوج ثانی نے وطی کی تو اوسکو مہر مثل دینا لازم آویگا اور عورت بعد عدت کے
زوج اول پاس رجوع کریگی بلا اعادہ نکاح کذا فی حاشیۃ المدنی وندب الاشہاد ولو بعد الرجعۃ بالفعل اور مستحب ہے گواہ کرنا دو عادل شاہدون کا
اگرچہ بعد رجعت فعلی کے ہو وندب عدم دخولہ بلا اذنہا علیہا لتتأہب ان قصد رجعتہا لکراہتہا بالفعل کما مر اور مستحب ہے نہ داخل ہونا زوج کا
عورت کے پاس بدون اوسکی اجازت کے تاکہ وہ پردہ کا سامان کرلے اگرچہ زوج اوسکی رجعت کا قصد رکہتا ہی بسبب مکروہ ہونے رجعت فعلی کے چنانچہ مذکور ہوچکا م ہدایہ مین کہا کہ
جب رجعت کا قصد ہو تو اعلان اور اذن مانگنا مستحب نہین شارح نے اسکو رد کیا کہ بدون اجازت جانے مین احتمال ہے کہ عورت برہنہ ہو اور مرد اوسکی شرمگاہ کو نظر شہوت
دیکہے اور رجعت فعلی ہوجاوے حالانکہ رجعت فعلی مکروہ ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ادعاہا بعد العدۃ فیہا بان قال کنت راجعتک فی عدتک فصدقتہ صح
بالمصادقۃ والا لا یصح زوج نے دعوی کیا رجعت کا بعد عدت کی عدت کے اندر رجعت کرنیکا یعنی اسطرح کہا کہ مین نے تجہسے رجعت کی تیری عدت مین سو عورت
نے اوسکی تصدیق کی تو دعوی رجعت کا صحیح ہوگا باہم کی تصدیق کے سبب سے اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق نکی تو دعوی رجعت کا صحیح نہوگا وکذا لو اقام بینۃ
بعد العدۃ انہ قال فی عدتہا قد راجعتہا او انہ قال قد جامعتہا وتقدم قبولہا علی نفس اللمس والتقبیل فلیحفظ اور اسیطرح رجعت ثابت ہوگی
اگر قائم کئے زوج نے گواہ بعد عدت کے کہ زوج نے کہا تہا عورت کی عدت مین کہ مین نے اوس سے رجعت کی یا کہ زوج نے کہا تہا کہ مین نے اوس سے جماع کیا تہا اور فصل
محرمات مین مقدم ہوچکا ہی کہ گواہ مقبول ہین نفس لمس اور تقبیل پر تو اسکو یاد رکہنا چاہئے یعنی اگر لمس اور تقبیل گواہی سے ثابت ہون گے عدت مین تو بہی رجعت ثابت
ہوگی کان رجعۃ لان الثابت بالبینۃ کالثابت بالمعاینۃ وہذا من اعجب المسائل حیث لا یثبت اقرارہ باقرارہ بل بالبینۃ یعنی اگر گواہی
سے رجعت قولی یا جماع ثابت ہوگا تو رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز گواہی سے ثابت ہی اوسکی برابر ہی جو کہ مشاہدہ سے ثابت ہی اور یہہ عجیب مسئلہ ہی اس سبب سے کہ
مرد کا اقرار ثابت نہین ہوتا اوسکے اقرار کرنیسے بلکہ اوسکا اقرار ثابت ہوتا ہی گواہی سے م بحر الرائق مین اور نہر الفائق مین یہہ اعجوبگی امام سرخسی کیطرف منسوب ہے
اور حلبی محشی نے کہا کہ یہہ مسئلہ کچہہ تعجب کا مقام نہین اسواسطے کہ زوج کا بعد عدت کے یون اقرار کرنا کہ مین نے عدت مین رجعت کا اقرار کیا تہا یہہ مجرد دعوی ہی تو بدون گواہون
کے کیونکر ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو قال فیہا کنت راجعتک امس فانہا تصح وان کذبتہ لملکہ الانشاء فی الحال چنانچہ اگر زوج نے عدت مین
کہا کہ مین نے تجہسے رجعت کل کی تہی تو رجعت صحیح ہوگی اگرچہ عورت اوسکی تکذیب کری بسبب مالک ہونے زوج کے انشاء فی الحال کا اور جو انشا کا مالک ہی وہ اخبار کا
بہی مالک ہے بخلاف قولہ لہا راجعتک یرید الانشاء فقالت مجیبۃ لہ قد مضت عدتی فانہا لا تصح عند الامام لمقارنتہا لانقضاء العدۃ
حتی لو سکتت ثم اجابت صحت اتفاقا بخلاف اس قول کے کہ زوج نے عورت سے کہا کہ مین نے تجہسے رجعت کی یعنی اب رجعت کرتا ہون اس قول سے انشاء رجعت کا

ارادہ کیا نہ خبار سو عورت نے بلا توقف جواب مین کہا کہ میری عدت منقضی ہو گئی تو یہ رجعت صحیح نہو گی نزدیک امام کے بسبب متصل ہونے رجعت کے انقضاء عدت سے یہانتک کہ اگر عورت سکوت کر گئی رجعت سنکر پھر جواب دیگی انقضاء عدت کا تو رجعت صحیح ہو گی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی رجعت بعد عدت کے صحیح نہین تو جب بلا سکوت عورت نے انقضاء عدت کی خبر دی تو اقرب احوال بعد عدت کی قول زوج ٹھہرا تو رجعت انقضاء عدت سے مقارن اور متصل ہوئی لہذا رجعت ثابت نہو گی بخلاف جواب بعد از سکوت کے کہ وہان اقرب احوال بعد عدت کے سکوت ہو گا تو اس صورتمین رجعت عدت کے اندر واقع ہو گی لہذا صحیح ہو گی اور امام کے نزدیک انقضاء عدت کی خبر اوسوقت مقبول ہو گی جب متحمل ہو انقضا کی یعنی بعد طلاق کے دو مہینے گذر گئے ہون اور اگر دو مہینہ سے قبل انقضاء عدت کے عورت نے خبر دی تو مقبول نہو گی اور رجعت ثابت ہو جاویگی کذا فی حاشیۃ الشمنی کالو نکلت عن الیمین عن مضی العدۃ چنانچہ رجعت صحیح ہو اگر قسم دی گئی عورت سے انقضاء عدت پر سو اوسنے انقضاء عدت کی قسم سے انکار کیا قال زوج الامۃ بعدھا ای العدۃ راجعتہا فیہا فصدقہ السید وکذبتہ الامۃ ولا بینۃ او قالت مضت عدتی وانکر الزوج والمولی فالقول لہا عند الامام لانہا امینۃ کما لونڈی کے زوج نے بعد عدت کے کہا کہ مین نے اوس سے رجعت کی عدت کے اندر سو اوسکی تصدیق کی مالک نے اور تکذیب اسکی کی لونڈی نے اور گواہ زوج کے نہین یا لونڈی منکوحہ نے کہا کہ میری عدت منقضی ہو گئی اور زوج اور مالک نے انکار کیا تو لونڈی ہی قول معتبر ہو گا نزدیک امام کے اسواسطے کہ لونڈی بیان عدت مین امین ہے فلو کذبہ المولی وصدقتہ الامۃ فالقول لہ ای للمولی علی الصحیح لظہور ملکہ فی البضع فلا تملک ابطالہ پھر اگر تکذیب کی زوج کی عدت کی رجعت مین لونڈی کے مالک نے اور تصدیق کی زوج کی لونڈی نے تو مالک ہی کا قول معتبر ہو گا بنابر قول صحیح کے بسبب ظاہر ہونے ملکیت مالک کے لونڈی کی وطی مین سو ممکن نہین لونڈی کو ابطال اوسکا یعنی جب لونڈی کے زوج نے اوسکو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو مولی کی ملکیت حلت وطی مین ظاہر ہو گی اب تصدیق رجعت زوج سے اس ملکیت کو لونڈی باطل نہین کر سکتی قالت انقضت عدتی ثم قالت لم تنقض کان لہ الرجعۃ لاخبارھا بکذبہا فی حق علیہا شمنی کہا عورت نے کہ میری عدت منقضی ہو گئی پھر اوسنے کہا کہ عدت نہین منقضی ہوئی تو زوج کو رجعت کرنا صحیح ہو گا بسبب خبر دینے عورت کے اپنے کذب پر اوس حق مین جو اوسپر واجب تہا کذا ذکرہ الشمنی ثم انما تعتبر المدۃ لو بالحیض لا بالسقط ولہ تحلیفہا انہ مستبین الخلق ولو بالولادۃ لم تقبل الا ببینۃ ولو حرۃ فتح پھر اعتبار مدت کا اوسی صورتمین ہے اگر انقضاء عدت حیض سے ہو یعنی اگر عورت نے انقضاء عدت کا بسبب حیض کے دعوی کیا بعد طلاق کے دو مہینے مین تو مسموع ہو گا اور اگر اس مدت سے کمتر مین دعوی کیا تو مقبول نہو گا اور مدت معتبر نہین اسقاط حمل مین اسواسطے کہ ممکن ہے کہ بعد طلاق کے بلا توقف اسقاط حمل ہو اور عدت منقضی ہو جاوے اور در صورت دعوی اسقاط زوج کو جائز ہے کہ قسم لے عورت سے اس امر کی کہ اسقاط حمل سے جو بچہ گرا اسکے بعض اعضا مخلوق ہو چکے تہے اسواسطے کہ گوشت کے لوتھڑا گرنے سے عدت نہین منقضی ہوتی تا وقتیکہ کچھ صورت نہ بنی ہو اور اگر عورت مدعی انقضاء عدت کی ہو بسبب ولادت کے تو اوسکا قول مقبول نہو گا بدون گواہی کے اگرچہ عورت حرہ ہو کذا فی فتح القدیر وتنقطع الرجعۃ اذا طہرت من الحیض الاخیر بعم الامۃ لعشرۃ ایام مطلقا وان لم تغتسل اور منقطع ہوتی ہے رجعت جبکہ عورت طاہر ہو حیض اخیر سے بسبب گذر جانے دس روز کے ہر طرح سے خواہ خون بند ہو گیا ہو یا کہ جاری ہو اگرچہ عورت نے غسل نہ کیا ہو اور طہارت حیض اخیر سے لونڈی کو بھی شامل ہے او یمضی وقت صلوۃ یا اگرچہ وقت ایک نماز کا نگذر گیا ہو تو بھی بعد دس روز کے مدت منقضی ہو گی ولاقل لا تنقطع حتی تغتسل ولو بسؤر حمار مع وجود الماء المطلق لکن لا تصلی ولا تتزوج احتیاطا اور اگر طاہر ہوئی حیض اخیر سے دس دن سے کمتر مین تو مدت منقطع نہو گی یہانتک کہ عورت غسل کرے اگرچہ غسل گدہے کے جہوٹے پانی سے ہو باوجود مطلق پانی کے یعنی مشکوک پانی کے غسل سے بھی طہارت ثابت ہو گی انقضاء عدت کے حق مین لیکن اس غسل سے نماز نہ پڑھے اور نکاح بھی نکرے بنابر احتیاط کے او یمضی جمیع وقت صلوۃ قصیرۃ دینا فی ذمتہا یا کہ گذر جاوے تمام وقت نماز کا تو نماز دین ہو جاوے عورت کے ذمہ مین مثلا اشراق کے وقت اقل مدت حیض مین عورت طاہر ہوئی اور غسل نکیا تو عصر کیوقت اوسکی مدت منقضی ہو گی ولو عاودھا ولم یجاوز العشرۃ فلہ الرجعۃ اور اگر عورت کے حیض نے پھر عود کیا اور حالانکہ دس روز سے تجاوز نکیا تہا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اسواسطے کہ بسبب عود حیض کے معلوم ہوا کہ ہنوز عدت منقضی نہین ہوئی او حتی تتیمم عند عدم الماء وتصلی ولو نفلا الصلوۃ تامۃ فی الاصح یا یہانتک کہ عورت تیمم کرے پانی نہونیکے وقت اور نماز پڑھے پوری نماز اگرچہ نفل کی نماز ہو قول اصح مین یعنی اقل حیض مین عورت طاہر ہوئی اور

العدة

پانی غسل کا موجود نہین سو اوسنے تیمم کرکے نماز پڑہی تب عدت منقضی ہوگی وفی الکتابیة بمجرد الانقطاع ملتقی لعدم خطابہا قلت و مفادہ ان المجنونة
والمعتوهة كذلك اور مطلقہ کتابیہ مین بمجرد حیض منقطع ہونیکے عدت منقضی ہوتی ہے کذا فی الملتقی بسبب اسکے نہ مخاطب ہونیکے یعنی احکام شرعی کی وہ مخاطب
نہین شارح کہتا ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیوانی عورت اور بیہوش بھی اسیطرح ہے یعنی اوسکی عدت بھی بمجرد انقطاع حیض کے منقضی ہوگی اسواسطے کہ وہ
بھی بسبب زوال عقل کے احکام شرعی کی مکلف نہین ولو اغتسلت ونسیت اقل من عضو تنقطع لتسارع الجفاف فلو تیقنت عدم الوصول او
ترکته عمدا لا تنقطع اور اگر غسل کیا عورت نے بعد اقل حیض کے اور بہول گئی کسی عضو کے ٹکڑے کو پانی پہونچانا چنانچہ ایک اونگلی کو تو عدت منقطع ہوگی بواسطے
احتمال جلد خشک ہوجانیکے تو اگر عورت کو پانی نہ پہنچنے کا اوس ٹکڑے مین یقین ہو یا اوسنے اسکو عمدا ترک کیا ہو تو عدت منقطع نہوگی ولو نسیت عضوا لا تنقطع
اور اگر غسل مین پوری عضو کا پانی پہنچانا بہول گئی مانند ہاتھ یا پاؤن کے تو عدت نہ منقطع ہوگی وکل واحد من المضمضة والاستنشاق کالاقل لا انہما
عضو واحد علی الصحیح اور ہر واحد مضمضہ اور استنشاق سے مانند بعض کے ہے اسواسطے کہ وہ دونو ملکر ایک عضو مین بنا بر قول صحیح کے تو اگر کلی کرنا بہولیگی غسل
مین تو عدت منقطع ہوگی طلق حاملا منکرا وطیہا فراجعہا قبل الوضع فجاءت بولد لاقل من ستة اشہر من وقت الطلاق او لستة اشہر
فصاعدا من وقت النکاح صحت رجعته السابقة طلاق دی حاملہ کو اوسکی وطی سے منکر ہوکر پہر عورت سے رجعت کی قبل وضع حمل کے پہر حاملہ لڑکا جنی چہہ
مہینے سے کمتر مین طلاق دینیکے وقت سے یا پورے چہہ مہینے یا اس سے زیادہ مدت مین جنی نکاح کیوقت سے تو زوج کی اگلی رجعت صحیح ہوگی ھم جبکہ بعد طلاق کے چہہ مہینے سے
کمتر مدت مین حاملہ جنی تو زوج کے انکار وطی کو شرع نے باطل کیا اور یہہ لڑکا زوج ہی کا ٹھہرا تو رجعت سابقہ کی صحت بھی ظاہر ہوگئی اسواسطے کہ حین عدت مین واقع
ہوئی اور اگر بعد نکاح کے چہہ مہینے سے کمتر مین جنی گی تو شرعا تکذیب زوج کی انکار وطی مین ثابت نہوگی اسواسطے کہ انعقاد ولد کا قبل نکاح کے ہوا تو رجعت بہی صحیح
نہوگی کذا فی حاشیة المدنی بیان در المختار کے نسخون مین اختلاف ہے بعض نسخون مین یون ہے فجاءت بولد لاقل من ستة اشہر فصاعدا من وقت
النکاح ظاہر یہہ نسخہ صحیح نہین اسواسطے کہ وقت نکاح سے کمتر چہہ مہینے مین ولادت ہونیسے شرعا تکذیب زوج کی ثابت نہوگی لہذا مترجم نے نسخہ محشی مدنی کا اختیار
کیا وتوقف ظهور صحتها علی الوضع لا ینافی صحتها قبله فلا مسامحة فی کلام الوقایة اور موقوف ہونا ظہور صحت رجعت کا وضع حمل پر صحیح ہونے رجعت
کے قبل وضع حمل کے مخالف نہین تو کچہہ تساہل نہین وقایة الروایت کے کلام مین نہین ھم یہہ شارح نے جواب دیا اوس اعتراض کا جو صدر الشریعت نے شرح وقایہ مین
اعتراض کیا متن پر وقایہ کا مضمون یہہ ہے کہ حاملہ کو طلاق دی اوسکی وطی سے منکر ہوکر تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے خلاصہ عبارت شرح وقایہ کی اعتراض کا
یہہ ہے کہ وقت طلاق سے چہہ مہینے کم مین ولادت کے حمل ثابت نہین ہوسکتا پہر جب عورت جنی تو عدت منقضی ہوگئی پہر رجعت کیونکر صحیح ہوگی اور حلت رجعت
قبل وضع حمل کے مراد نہین ہوسکتی اسواسطے کہ زوج منکر ہے وطی کا اور بعد ولادت مذکورہ کے شرع اوسکی تکذیب نہین کرتی فقط شارح نے وقایہ کیطرف
سے جواب دیا کہ صحت رجعت کا ظاہر ہونا البتہ ولادت پر موقوف ہے تو اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ اصل صحت قبل ولادت کے نہ ثابت ہو خلاصہ یہہ کہ وضع حمل پر
ظہور صحت موقوف ہے نہ اصل صحت اور کلام وقایہ کا اصل صحت پر مبنی ہے نہ ظہور صحت پر تو اب اوس کلام مین کچہہ تساہل اور مسامحہ باقی نرہا کما صحت لو طلق مرة
وولدت قبل الطلاق فلو ولدت بعده فلا رجعة لمضی العدة منکرا وطیہا لان الشرع کذبه بجعل الولد للفراش فبطل زعمه حیث
لم یتعلق باقراره حق الغیر چنانچہ رجعت صحیح ہے اگر طلاق دی منکر وطی ہوکر اوس عورت کو جو جنی قبل طلاق کے اور اگر بعد طلاق کے جنی تو رجعت صحیح نہین
اسواسطے کہ بسبب ولادت کی عدت منقضی ہوگئی اور ولادت قبل طلاق مین باوجود انکار وطی کے رجعت اسواسطے صحیح ہوئی کہ شرع نے انکار زوج کی تکذیب کی
بسبب ٹھہرانے ولد کے واسطے فراش کے یعنی با قیام نکاح منکوحہ کا لڑکا زوج ہی کیطرف منسوب ہوگا شرعا تو زوج کا عدم وطی کا زعم باطل ہوگیا اسوجہ سے کہ اسکی
اقرار پر غیر کا حق متعلق نہین ولو خلا بہا ثم انکره ای الوطی ثم طلقہا لا یملک الرجعة لان الشرع لم یکذبه اور اگر عورت سے خلوت کی پہر وطی کا
منکر ہوا پہر اوسکو طلاق دی تو رجعت کا مالک نہوگا اسواسطے کہ شرع نے اوسکی تکذیب نہین کی ولو اقرته وانکرته فله الرجعة اور اگر زوج نے بعد خلوت کے
وطی کا اقرار کیا اور عورت نے اوسکا انکار کیا تو زوج کو رجعت جائز ہے اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد ہے زوج کا ولو لم یخل بہا فلا رجعة له لان الظاہر شاهد لها ولو

اور اگر زوج نے وطی کا دعوی کیا اور عورت اوسکی منکر ہے اور حالانکہ زوج نے عورت سے خلوت نہین کی تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد عورت کا ہے
کذا فی الزواجیہ فان طلقها فراجعها والمسئلة بحالها فجاءت بولد لاقل من حولين من حين الطلاق صحت رجعته السابقة لصيرورته مكذبا
کا مسئلہ یہ ہے اگر طلاق دی عورت کو اور اوس سے رجعت کی اور یہ مسئلہ بھی بحال سابق کے ہے یعنی بعد خلوت کے وطی کا انکار کرکے طلاق دی پھر رجعت کی پھر عورت لڑکا جنی دو
برس سے کمتر مین وقت طلاق سے تو صحیح ہوگی زوج کی رجعت سابقہ بواسطے ہوجانے زوج کے دروغگو شرعًا چنانچہ عنقریب گذرا یعنی بسبب ولادت کے انکار وطی مین زوج
کی تکذیب ہوئی تو رجعت سابقہ عدت کے اندر واقع ہوئی لہذا صحیح ہوگی ولو قال ان ولدت فانت طالق فولدت فطلقت فاعتدت ثم ولدت آخر
ببطنین یعنی بعد ستة اشهر ولو لاکثر من عشر سنین مالم تقر بانقضاء العدة لان امتداد الطهر لاغاية له الا الاياس فهو اى الولد
الثانی رجعة اذ يجعل العلوق بوطي حادث فی العدة بخلاف مالو كان ببطن واحد اور اگر زوج نے کہا زوجہ سے کہ اگر تو جنی گی تو تو طالق ہے پھر وہ
بچی سو وہ مطلقہ ہوگئی پھر وہ معتدہ ہوئی بعد اوسکے وہ دوسرا لڑکا جنی دوسرے پیٹ سے یعنی ولادت ولد اول سے بعد چھ مہینے کے ولد ثانی جنی اگرچہ ولد ثانی کو دس برس
سے زیادہ مین جنی ہے تک کہ عورت انقضای عدت کا اقرار نکری ہو اسواسطے کہ درازی طہر کی کچھ حد نہین سوای بڑہاپے کے تو یہ ولد ثانی رجعت ہوگا اسواسطے کہ علوق ولد
ثانی کا وطی جدید سے قرار دیا جائیگا عدت مین بخلاف اوس صورت کے جبکہ ولد ثانی ایک ہی پیٹ سے ہو یعنی دونو کی ولادت مین چھ مہینے سے کم مدت ہو مثلا ولد اول کے
بعد چار یا پانچ مہینے کے ولد ثانی پیدا ہو تو رجعت نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ علوق اوسکا وطی حادث سے ثابت نہین وفی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة
ببطون یقع الثلث والولد الثانی رجعة فی الطلاق الاول كما مر وتطلق به ثانيا كالولد الثالث فانه رجعة فی الثانی وتطلق به ثلثا عملا
بکلما وتعتد للطلاق الثالث بالحيض لانها من ذوات الاقراء مالم تدخل فی سن الاياس فبالاشهر اور اس قول مین کہ جب تو جنی گی تو تو طالق
ہو پھر وہ جنی تین لڑکے تین پیٹ سے تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور ولد ثانی رجعت ہوگا طلاق اول مین چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی علوق اوسکا عدت مین وطی جدید
سے ہوا اور ولد ثانی سے دوسری بار عورت مطلقہ ہوگی مانند ولد ثالث کے اسواسطے کہ ولد ثالث رجعت ہے طلاق ثانی مین اور مطلقہ ہوگی عورت تین طلاق کر ولد ثالث
کے سبب کلما کے معنی پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ کلما مقتضی ہے عموم افعال کا اور طلاق ثالث کیواسطے عورت کی عدت ہوگی حیض سے اسواسطے کہ مطلقہ وقت طلاق سے حیض آنیوالی
عورتون مین داخل ہے جبتک کہ وہ نا امیدی کے سن مین نہ داخل ہو پھر جب بڑہاپے مین داخل ہوگی تو اوسکی عدت مہینون سے ہوگی ولو كان ببطنين يقع ثنتان بالاولين لا بالثالث لانقضاء
العدة به فتح اور اگر تین لڑکے دو حمل سے جنی تو پہلے دو لڑکون سے دو بار طلاق واقع ہوگی نہ تیسرے لڑکے سے واسطے منقضی ہونے عدت کے اوسکی ولادت سے خواہ اول حمل
سے دو پیدا ہوئے ہون خواہ دوسرے حمل سے کذا فی فتح القدیر والمطلقة الرجعية تتزين ويحرم ذلك فى البائن والوفاة لزوجها الحاضر لا الغائب لفقد العلة
اذا كانت الرجعة مرجوة والا فلا تفعل ذكره مسكين اور مطلقہ رجعیہ سنگار کرے اور حرام ہے سنگار کرنا طلاق بائن مین اور زوج کی وفات مین مطلقہ رجعیہ
اپنے زوج موجود کیواسطے سنگار کرے نہ زوج غائب کیواسطے بسبب فقدان علت کے یعنی سنگار فقط بامید رجعت ہے سو غائب مین حاصل نہین سنگار اسوقت مستحب ہے
جبکہ رجعت کی امید ہو اور اگر رجعت کی امید نہو تو سنگار نکرے چنانچہ مسکین نے اسکو مذکور کیا ہے ولا يخرجها من بيتها ولو لما دون سفر للنهى المطلق
مالم يشهد على رجعتها فتبطل العدة وهذا اذا صرح بعدم رجعتها فلو لم يصرح كان السفر رجعة دلالة فتح واقره المصنف اور
زوج مطلقہ رجعیہ کو اوسکے گھر سے نہ نکال لیجاے اگرچہ اخراج مدت سفر سے کم ہو بسبب نہی مطلق کے یعنی قرآن مجید مین مطلقہ کا مطلقا اخراج ممنوع ہے بقدر مدت سفر ہو یا کم
مطلقہ کو گھر سے نہ نکالے جبتک گواہ نکرلے اوسکی رجعت پر پھر جب رجعت پر گواہ کریگا تو عدت طلاق کی باطل ہوگی تو نکالنا جائز ہوگا اور یہ یعنی اخراج بلا شہادت
کا رجعت نہونا اوسوقت ہے جبکہ زوج نے وقت اخراج کے عدم رجعت کی تصریح کی ہو اور اگر عدم رجعت کی تصریح نکی ہو تو سفر مین مطلقہ کا لیجانا بھی رجعت ہے باعتبار
دلالت حال کے چنانچہ یہ قید فتح القدیر مین بدلیل مصرح ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین اسکو مسلم رکھا ہے والطلاق الرجعی لا يحرم الوطی خلافا للشافعی فلو
وطی لا عقر عليه لانه مباح اور طلاق رجعی حرام نہین کرتی وطی کو بخلاف مذہب شافعی کے سو اگر مطلقہ رجعی کی وطی کریگا تو زوج پر مہر مثل دینا لازم نہ آویگا
اسواسطے کہ وطی کرنا مباح ہے یعنی حرام نہین اگرچہ مکروہ ہے اسواسطے کہ رجعت فعلی مکروہ ہے لكن تكره الخلوة بها ان لم يكن من قصده المراجعة

والا لایکرہ لیکن مطلقہ رجعی سے خلوت کرنا مکروہ ہے کراہت تنزیہی بشرطیکہ زوج کو رجعت کا قصد نہوا اور اگر رجعت کا قصد ہو تو خلوت کرنا مکروہ نہیں ویثبت القسم لها ان کان من قصدہ المراجعۃ والا لا قسم لها کذا فی البحر عن البدائع قال وصرحوا بان له ضرب امرأته علی ترک الزینۃ وهو شامل للمطلقۃ رجعیا اور مطلقہ رجعی کیواسطے باری ثابت ہے اگر زوج کو قصد رجعت کا ہو اور اگر قصد رجعت کا نہیں تو اوسکی باری بھی نہیں کذا فی البحر عن البدائع صاحب بحرالرائق نے کہا کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ زوج کو مارنا عورت کا ترک زینت پر جائز ہے اور یہہ جواز ضرب مطلقہ رجعی کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ طلاق رجعی میں زوجیت تا عدت منقطع نہیں وینکح مبانتہ بما دون الثلث فی العدۃ وبعدها بالاجماع اور نکاح کرے زوج مطلقہ بائنہ سے تین طلاق سے کمتر میں یعنی اگر ایک طلاق بائن ہوئی یا دو طلاق تو عدت کے اندر بدلیل اجماع نکاح جائز ہے اور بعد عدت کے بھی جائز ہے م لفظ بالاجماع متعلق ہے فی العدۃ کا تو بہتر یون تہا کہ بلا فصل اوسکے قریب ہوتا اور یہہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہہ ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجله یعنی نکاح کا قصد نکرو تا وقتیکہ عدت نہ تمام ہو اور یہہ خطاب شامل ہے زوج اور غیر زوج دونو کو پہر زوج کو عدت مین نکاح کرنیکی کیا وجہ ہے خلاصہ جواب یہہ ہے کہ زوج اس عموم سے بدلیل اجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الدر المنتقی ومنع غیرہ فیها لاشتباہ النسب اور غیر زوج ممنوع ہوا عدت مین نکاح کرنیسے بسبب اشتباہ نسب کے یعنی اگر غیر زوج کو عدت مطلقہ مین نکاح جائز ہوتا اور بعد اوسکے لڑکا پیدا ہوتا تو معلوم نہوتا کہ زوج اول کا یہہ نطفہ ہے یا ثانی کا م یہہ تعلیل صغیرہ اور آئسہ اور عدت وفات قبل دخول اور معتدہ صبی سے منقوض ہے تو یون کہنا بہتر ہے کہ نص قرآنی سے عدت مین نکاح کرنا عموما منع ہے اور زوج اوس سے بالاجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النهر لا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ کما ستحققه بها بالثلث لو حرۃ وبالثنتین لو امۃ ولو قبل الدخول نکاح کرے زوج مطلقہ ثلثہ سے بشرطیکہ نکاح صحیح نافذ کے بعد تین بار طلاق واقع ہو چنانچہ قید صحت اور نفاذ کی اس باب مین بعد ایک صفحہ کے ہم ثابت کرینگے اگر منکوحہ حرہ ہے تو بعد تین طلاق کے نکاح نہیں اور اگر لونڈی ہے تو بعد دو طلاق کے نکاح نہیں اگرچہ قبل دخول مطلقہ ہوئی ہو تو بہی نکاح حلال نہیں وما فی المشکلات باطل او مأول کما مر اور جو قول مشکلات مین ہے یعنی مطلقہ ثلثہ کا قبل دخول کے نکاح بلا تحلیل جائز ہے سو باطل ہے یا مأول ہے باطل اس وجہ سے ہے کہ نص اور اجماع کے مخالف ہے اور تاویل اسکی یون ہو سکتی ہے کہ متفرق تین طلاق پر محمول ہے تو اس صورت مین اول طلاق سے بلا عدت جدا ہوگئی اور دوسری اور تیسری طلاق لغو ہوگئی بسبب فقدان محل کے چنانچہ اسکا بیان باب الطلاق قبل الدخول مین مشرح ہوچکا حتی یطأها غیرہ ولو الغیر مراهقا یجامع مثله وقدرہ شمس الاسلام بعشر سنین او خصیا او مجنونا او ذمیا لذمیۃ مطلقہ ثلثہ کا نکاح زوج اول کو جائز نہیں یہانتک کہ جماع کرے اوس سے غیر اوسکا اگرچہ غیر یعنی زوج ثانی مراہق یعنی قریب البلوغ لڑکا ہو کہ ویسا لڑکا جماع کر سکتا ہو اور شمس الاسلام نے مراہق کا اندازہ دس برس کا مقرر کیا ہے یا کہ زوج ثانی خصی ہو یا کہ دیوانہ ہو یا ذمی ہو مطلقہ ذمیہ کیواسطے خصی کا محلل ہونا اسواسطے صحیح ہوا کہ اگرچہ اوسکو فوطے نہیں لیکن آلہ تناسل ہے اور مجنون کی تحلیل اسطرح ہوسکتی ہے کہ اوسکا ولی اسکا نکاح کردے مگر طلاق اوسکی بدون ہوش آنیکے صحیح نہوگی اور ذمی کے محلل ہونیکی یہہ صورت ہے کہ کتابیہ ذمیہ مسلم کی منکوحہ تہی سو مطلقہ ثلثہ ہوئی تو اگر بعد عدت کے ذمی اوس سے نکاح کریگا اور بعد دخول کے طلاق دیگا تو زوج اول پر نکاح اوسکا حلال ہوگا بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلو نکح عبد بلا اذن سیدہ و وطیها قبل الاجازۃ لا یحلها حتی یطأها بعدہ زوج ثانی مطلقہ ثلثہ کی وطی نافذ نکاح سے کرے تب زوج اول پر حلال ہوگی نکاح نافذ کی قید سے نکاح فاسد اور نکاح موقوف نکل گیا تو اگر مطلقہ سے غلام نے نکاح بدون اذن مولی کے کیا اور وطی کی اوس سے قبل اجازت مولی کے تو وطی اوس غلام کی عورت کو زوج اول پر حلال نکریگی جبتک دوبارہ اوس عورت سے وطی نکرے بعد اجازت مولی کے اسواسطے کہ نکاح غلام کا مولی کی اجازت پر موقوف ہے بدون اجازت کے نافذ نہیں ومن لطیف الحیل ان تتزوج بمملوك مراهق بشاهدین فاذا اولج یملکه لها فیبطل النکاح ثم تبعثه لبلد آخر فلا یظهر امرها اور زوج اول پر حلال ہونیکی نہایت خوب تدبیر یہہ ہے کہ مطلقہ ثلثہ کا نکاح کردے قریب البلوغ غلام سے روبرو دو شاہد کے پہر جب وہ دخول کر چکے تو غلام کا مالک عورت کو غلام کا مالک کردے تو نکاح باطل ہوگا پہر عورت غلام کو کسی دوسرے شہر مین بہیجدے کہ وہان بیچڈالا جاوے تو اس تدبیر سے عورت کا حال کسی پر نکھلے اور یہہ حیلہ مبنی ہے ظاہر مذہب پر کہ کفاءت نکاح مین شرط نہیں لہذا شارح نے آیندہ قول مین اسکا استدراک کیا لکن علی روایۃ الحسن المفتی بها انه لا یحلها لعدم الکفاءۃ ان

ھا ولیؐ ولا یحلّہا اتفاقاً کما مرّ لیکن حسن بن زیاد کی روایت پر جسپر فتویٰ ہو چکا ہے البتہ غلام عورت کو زوج اول پر حلال کریگا بسبب عدم کفاءت کے اگر عورت کا ولی موجود ہوگا
اور اگر ولی نہوگا تو اوسکو حلال کریگا باتفاق حنفیہ کے چنانچہ ہدایہ میں باب الاکفاء والاولیاء میں گذر گیا تمضی عدتہ اور مطلقہ ثلثہ زوج اول پر اوسوقت حلال ہوگی
جبکہ زوج ثانی نکاح صحیح نافذ وطی کرے اور زوج ثانی کی عدت بھی گذر جائے خواہ عدت طلاق کی ہو خواہ عدت فسخ نکاح کی خواہ موت کی کذا فی حاشیۃ الہدایہ لا بملک یمین لاشتراط
الزوج بالنص فلا یحلّہا وطی المولیٰ اور حلال نہین کرتی مطلقہ کو وطی مالک یمین سے بسبب شرط ہونے زوج کے نص سے تو لونڈی کو حلال نکریگی وطی مولیٰ کی یعنی زوج نے اپنی منکوحہ
لونڈی کو دو بار طلاق دی تو زوج پر بحرمت غلیظہ حرام ہوگئی پھر اوس لونڈی کے مالک نے اوس سے وطی کی بملک یمین بعد عدت کے تو وہ لونڈی زوج پر حلال
نہوگی اسواسطے کہ نص قرآنی مین حلت موقوف ہے زوج کی وطی پر نہ مالک کی وطی پر ولا ملک امۃ بعد طلقتین اور نہ مالک ہوا لونڈی کا بعد دو طلاق کے
یعنی جسنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو دو بار طلاق دی پھر اوس لونڈی کو مول لیا تو اس مشتری کو وطی اوسکی بملک یمین حلال نہین اسواسطے کہ حلت
مطلقہ کی غایت ہنوز موجود نہین یعنی زوج ثانی کی وطی قال تعالیٰ حتی تنکح زوجاً غیرہ ھم مسئلہ ملک امۃ کا لا یحلہا وطی المولی پر معطوف نہین
اسواسطے کہ وہ غیر کی ملک پر متفرع ہے بخلاف اوسکے تو شارح نے بمناسبت مقام اوسکو بطور استیناف کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ الہدایہ او حرّۃ بعد ثلث و ردّۃ
وسبی یا ملک حرہ کی بعد تین طلاق کے اور مرتد ہونے اور گرفتار ہونے کے بعد یعنی ایک مرد نے اپنی زوجہ حرہ کو تین بار طلاق دی پھر وہ مرتد ہوگئی اور دار الحرب
مین گرفتار ہوئی پھر اوسکے مالک نے اوس سے وطی کی تو زوج اول پر یہ عورت حلال نہوگی اسواسطے کہ زوج ثانی کی وطی غایت حرمت کی ہے نہ مالک یمین کی وطی ونظیرہ
من فرق بینہما بظہار او لعان ثم ارتدت وسبیت ثم ملکہا لم تحل لہ ابداً اور مانند مسئلہ حرہ مرتدہ کے وہ ہے کہ بسبب ظہار یا لعان کے زوج اور
زوجہ مین تفریق واقع ہوئی یعنی وطی ممنوع ہوئی پھر زوجہ مرتد ہوگئی اور دار الحرب سے دار الاسلام مین گرفتار ہوئی پھر زوج اوسکا مالک ہوگیا تو یہ عورت زوج پر
کبھی حلال نہوگی یعنی ظہار مین بدون کفارہ کے اور لعان مین بدون ابطال لعان کے حلال نہوگی تو شارح کے کلام مین یعنی حرمت موبدہ کے ذکر مین مسامحت
ہے اسواسطے کہ ظہار اور لعان مین قیود و ثمرہ مذکور ہین کذا فی حاشیۃ الہدایہ وشرط الیقین بوقوع الوطی فی المحل المتیقن بہ فلو کانت صغیرۃ لا یوطأ مثلہا لم تحل للاول اور شرط
تحلیل کی یہ ہے کہ مکان مخصوص مین وطی واقع ہونیکا یقین ہو یعنی محل مشتہی ہو تو اگر عورت مطلقہ ایسی صغیرہ ہو کہ ویسی لڑکی لائق جماع کے نہو تو زوج اول پر
حلال نہوگی اگرچہ زوج ثانی وطی کر چکا ہو اسواسطے کہ نہایت صغیرہ محل شہوت نہین اور اوسکی وطی شرعاً معتبر نہین تو وجود کالعدم ہوا وطی متیقن نہ پائی گئی کذا
فی حاشیۃ الہدایہ والا حلّت وان افضاہا بزازیہ اور اگر ویسی صغیرہ وطی کے لائق ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوگی اگرچہ زوج ثانی صغیرہ
کو مفضاۃ کر ڈالے کذا فی البزازیہ مفضاۃ اوس عورت کو کہتے ہین جسکے قبل اور دبر کے درمیان کا پردہ پھٹ کر ایک ہو جاوین فلو مفضاۃ لا تحل الا اذا
حبلت لیُعلم ان الوطی کان فی قُبلہا جب وطی متیقن شرط تحلیل کی ہوئی تو اگر مطلقہ ثلثہ مفضاۃ ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال نہوگی
مگر جبکہ وہ حاملہ ہو جاوے تاکہ بالیقین معلوم ہو جاوے کہ وطی اوسکی قبل ہی مین ہوئی نہ دبر مین اور بدون حمل ہونیکے قبل کی وطی کا یقین نہین ہو سکتا اسواسطے کہ
دونو مکان ملکر ایک ہوگئے ہین بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان قبل کی وطی مین شبہہ نہین اسواسطے کہ صغیرہ پہلے مفضاۃ نتھی بلکہ قبل کی وطی سے اوسکی یہہ
حالت ہوگئی تو دونو صورتو مین فرق ظاہر ہوگیا کالو تزوج بمجبوب فانہا لا تحل حتی تحبل لوجود الدخول حکماً حتی یثبت النسب فتح
فالاقتصار علی الوطی قصور الا ان یعمم بالحقیقی والحکمی چنانچہ اگر مطلقہ ثلثہ نے نکاح کیا زوج ثانی مقطوع الذکر سے تو یہ عورت زوج اول
پر حلال نہوگی تاوقتیکہ حاملہ نہو اور جب حاملہ ہوگی تو اول کو حلال ہوگی بسبب وجود دخول حکمی کے یعنی ہر چند یہان دخول حقیقی متصور نہین اسواسطے کہ زوج
ثانی کا آلہ تناسل مطلق باقی نہین لیکن حکمی دخول ہے یعنی شرع مین یہ حمل زوج ہی کیطرف منسوب ہوگا بسبب قیام نکاح کے یہانتک کہ بسبب اسی دخول
حکمی کے اوس ولد کا نسب زوج ہی سے ثابت ہوگا کذا فی فتح القدیر یہ جب دخول حکمی ہی علت ہوا تحلیل کی تو اقتصار کرنا مصنف کا شرط تحلیل کے ذکر مین
فقط وطی پر قصور ہے عبارت کا مگر یہ کہ وطی کو عام کیجیے وطی حقیقی اور وطی حکمی سے تو البتہ قصور باقی نرہیگا مقطوع الذکر بھی وطی حکمی مین داخل رہیگا والایلاج
فی محل البکارۃ یحلّہا والموت عنہا لا کما فی القنیۃ واستشکلہ المصنف اور اوسمحل بکارت مین حلال کر دیتا ہے عورت کو زوج اول کیواسطے

اور مرجانا زوج ثانی کا عورت کو زندہ چھوڑ کر حلال نہین کرتا بدون وطی کے کذا فی القنیہ اور مشکل جانا ہی اس احلال کو مصنف نے اپنی شرح مین اور وجہ اشکال صاحب بحرالرائق کا ہی تقریر اشکال کی یہہ ہی کہ قنیہ مین کہا کہ مجرد ادخال محل بکارت مین سبب ہے حلت کا حالانکہ باوجود باقی رہنی پردہ بکارت کی دخول حشفہ کا متصور نہین اور تحلیل مین وہ ادخال معتبر ہے جو موجب ہو غسل کا اور غسل بدون دخول حشفہ کے واجب نہین وفی النہر وکانہ ضعیف لما فی التبیین یشترط ان یکون الایلاج موجبًا للغسل وھو التقاء الختانین بلا حائل یمنع الحرارة اور نہر الفائق مین کہا ہی شاید قول قنیہ کا ضعیف ہی اسواسطی کہ تبیین مین یون ثابت ہی کہ تحلیل مین شرط یہہ ہی کہ وہ ادخال ہو جو موجب ہی غسل کا اور موجب غسل کا ملنا دونون شرمگاہون کا ہی بدون حائل ہونی اوس چیز کے جو مانع ہو حرارت کی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ادخال فی محل البکارة سی مراد یہہ ہی کہ بعد ازالہ بکارت کی ادخال ہو اسواسطی کہ دو چیز کا حلول کرنا محل واحد مین محال ہی تو اشکال مصنف کا اور تضعیف صاحب نہر الفائق کی مندفع ہو گئی کذا فی حاشیة المدنی وکونه عن قوة نفسه فلا یحلّها من لا یقدر علیه الا بمساعدة الید الا اذا انتعش وعمل ولو فی حیض ونفاس واحرام وان کان حرامًا وان لم ینزل لان الشرط الذوق لا الشبع اور شرط تحلیل ہی ہونا ادخال کا اپنی قوت ذات سی تو عورت کو زوج پر حلال نکریگا وہ شخص جو قادر نہین ادخال پر بدون مددگاری ہاتہہ کے مگر اسوقت حلت ثابت ہوگی جبکہ بعد ادخال بمساعدت ید کے اوسکو استادگی حاصل ہو اور عمل کرے یعنی بلا مساعدت داخل کری اگرچہ ادخال حیض اور نفاس اور احرام مین ہو اگرچہ وطی ان حالتون مین حرام ہی لیکن تحلیل صحیح ہوگی اگرچہ اس وطی سی انزال نہو اسواسطی کہ تحلیل مین لذت پانا شرط ہی نہ کہ سیری جماع سے قلت وفی المجتبی الصواب انه لا بد من دخول الحشفة مطلقًا لکن فی شرح المشارق لابن ملك لو وطیها وهی نائمة لا یحلها للاول لعدم ذوق العسیلة وینبغی ان یکون الوطی فی حالة الاغماء کذلك شارح کہتا ہی مین کہتا ہون کہ مجتبی مین ہی کہ حق یون ہی کہ ثابت ہوتی ہی حلت عورت کی دخول حشفہ سی مطلقا خواہ بمساعدت ہاتہہ کے ہو خواہ بلا مساعدت لیکن ابن ملک کی شرح مشارق مین یون ہی کہ اگر سوتی عورت سی وطی کریگا تو عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب عدم ذوق عسیلہ کی ذوق عسیلہ کنایہ ہی لذت جماع سی یعنی حدیث صحیح مین مرد اور عورت دونو کیواسطی جماع کی لذت پانی تحلیل کی شرط فرمائی ہی حالانکہ سوتی عورت کو لذت حاصل نہین اور سزاوار یون ہی کہ بیہوشی کیحالت کی وطی بھی اسیطرح ہو یعنی مانند وطی نائمہ کے ہو شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ استدراک شارح کا لائق اعتماد کے نہین اسواسطی کہ شرح مشارق فقہ مین ایسی کتاب معتمد نہین کہ اوسکی روایت نقل مذہب مین معتبر ہو اور اطلاق متون اور شروح کا اوسکو رد کرتا ہی اور ذوق عسیلہ نائمہ کو موجود ہی حکما کیا تو نہین جانتا کہ جب نائمہ طراوت کو پاوی تو اوسپر غسل واجب ہے حالانکہ خروج منی بدون لذت کی موجب غسل کا نہین تو نائمہ کو حکم غسل کا نہین مگر بسبب وجود لذت حکمی کے اسواسطی کہ اکثر یہہ ہی کہ لذت حاصل ہوتی ہی مگر بسبب ثقل نوم کے یاد نہین رہتی کذا فی حاشیة المدنی وکرہ التزوج للثانی تحریما لحدیث لعن الله المحلل والمحلل له بشرط التحلیل کتزوجتك علی ان احللك وان حلت للاول لصحة النکاح وبطلان الشرط فلا یجبر علی الطلاق کما حققه الکمال خلافًا لما زعمه البزازی اور مکروہ تحریمی ہی زوج ثانی کو نکاح کرنا تحلیل کی شرط سی بموجب حدیث عبد الله بن مسعود کے جو جامع ترمذی مین بروایت صحیح مروی ہی کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا کہ لعنت کری الله تحلیل کرنیوالی پر اور اوسپر جسکی واسطی تحلیل ہوئی یعنی زوج ثانی اور زوج اول دونو پر لعنت ہی شرط تحلیل کا طریقہ یون ہے جیسے کہ زوج ثانی عورت سی کہی کہ مین نے تجھسی نکاح کیا اس شرط پر کہ مین تجھکو طلاق دونگا اگرچہ نکاح بشرط تحلیل سے عورت حلال ہوگی زوج اول کو بسبب صحیح ہو جانی اس نکاح مشروط کے اور باطل ہو جانے شرط تحلیل کے تو زوج ثانی پر جبر نہین ہوسکتا طلاق دینی پر چنانچہ اسیکو تحقیق کیا ہی کمال الدین محقق نے بخلاف زعم بزازی کے بزازی نے کہا کہ نکاح بشرط تحلیل مین نکاح بھی جائز ہی اور شرط بھی جائز ہی یہانتک کہ اگر زوج ثانی طلاق دینی سے انکار کریگا تو قاضی بجبر اوس سی طلاق دلائیگا اور فتح القدیر مین محقق نے اوسکو رد کیا کہ یہہ قول ظاہر الروایت مین ثابت نہین اور قواعد مذہب کے مخالف ہی اسواسطی کہ یہہ شرط ایسی ہی جسکو عقد مقتضی نہین تو اصل نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہو جائیگی کذا فی حاشیة المدنی ومن لطیف الحیل قوله ان تزوجتك وجامعتك او امسکتك فوق ثلث مثلا فانت بائن اور تحلیل کیواسطی لطیف حیلہ زوج کا یون کہنا ہے کہ اگر مین تجھسی نکاح کرون اور جماع کرون تو تو بائن ہے یا اگر مین تجھکو تین رات سی مثلا زیادہ رکھون تو تو بائن ہے تو اگر بعد جماع کے تین راتکے

زیادہ زوج ثانی عورت کو رکھیگا تو عورت مطلقہ ہوکر بعد عدت کے زوج اول پر حلال ہو جاویگی و لو خافت ان لا یطلقہا تقول زوجتک نفسی علی ان امری بیدی
بیدی زیلعی و تمامہ فی العمادیۃ اور اگر عورت اس سے ڈری کہ زوج ثانی اوسکو طلاق نہ دیگا تو اوسکو اسطرح حیلہ ہے کہ عورت ایجاب کے وقت یون کہے کہ مین نے
اپنی ذات کا نکاح تجھسے کیا اس شرط پر کہ امر میرا میرے ہاتھہ مین رہے یعنی طلاق کا مجھکو اختیار ہو کذا فی الزیلعی اور پوری تقریر اسکی فصول عمادیہ مین ہے م
فصول عمادیہ مین یون ہے کہ جب عورت امساک محلل سے ڈرے تو یون کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح تجھسے کیا اس شرط پر کہ میرا امر میرے ہاتھہ مین رہے اور زوج نے
کہا کہ مین نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو طلاق کا اختیار حاصل رہیگا اور اگر زوج نے ابتدا کی اور کہا کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا امر
تیرے ہاتھہ مین رہے سو عورت نے اس ایجاب کو قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور طلاق کا اوسکو اختیار نہوگا وجہ فرق کی یہہ ہے کہ جب زوج نے عورت کو طلاق
تفویض کی تو اوسکی نکاح مین نتہی اور تفویض بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین حالانکہ دونو امر اوسوقت موجود نہین بخلاف پہلی صورت
کے کہ جب زوج نے قبول کیا تو عورت کے منکوحہ ہونیکی مقارن تفویض پائی گئی لہذا صحیح ہوئی اما اذا اضمر ذلک لا یکرہ و کان الرجل ماجورا لقصد
الاصلاح و تاویل اللعن اذا شرط الاجر ذکرہ البزازی اور اگر قصد تحلیل کو زوج ثانی نے دلمین رکھا یعنی زبان سے کہا تو اوس مرد کو ثواب ملیگا بسبب قصد
اصلاح کے کہ بعد ازالہ حرمت کے دو بچہڑے مسلمانون کو ملا دیا اور تاویل لعن محلل کی یہہ ہے جبکہ کچھہ اجرت تحلیل پر لی کذا ذکرہ البزازی ثم هذا کلہ فرع
صحۃ النکاح الاول حتی لو کان بلا ولی او بعبارۃ المرأۃ او بلفظ هبۃ او بحضرۃ الفاسقین ثم طلقہا ثلثا و اراد حلہا بلا زوج یرفعہ لحاکم
شافعی فیقضی بہ ببطلان النکاح ای فی القائم والآن لا فی المنقضی بزازیہ پہر یہہ سب کچھہ جو مذکور ہوا تو اول نکاح کی صحت پر متفرع ہے یعنی اگر
زوج اول کا نکاح صحیح تہا تو بعد تین طلاق کے تحلیل کی اسطرح حاجت ہے سو اگر اول نکاح بدون ولی کے تہا بلکہ خود عورت کی عبارت سے ہوا تہا یا بلفظ ہبہ تہا یا
دو فاسق گواہون کے روبرو ہوا تہا پہر زوج نے اوسکو تین بار طلاق دی اور عورت کا حلال ہونا بدون زوج ثانی کے چاہا تو اس امر کو قاضی شافعی المذہب کے پاس
رجوع کرے تاکہ قاضی حلت کا اور بطلان نکاح کا حکم کرے یعنی حکم بطلان کا اوس نکاح مین کرے جو قائم اور اب موجود ہے نہ نکاح گذشتہ مین کذا فی البزازیہ م شارح کی
یہہ تعبیر ٹہیک نہین اسواسطے کہ یہہ تعبیر اوسکو مقتضی ہے کہ نکاح بلا ولی اور بلفظ ہبہ اور بحضور شاہدین فاسقین حنفی مذہب مین صحیح نہین بلکہ فاسد ہے حالانکہ یہہ غلط ہے
تو عبارت مین قصور ہے یون کہنا تہا کہ جب نکاح فاسد ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی سو اگر ہمارے نزدیک صحیح ہوا اور ہمارے غیر کے نزدیک فاسد ہو چنانچہ مسائل مذکورہ
مین تو شافعی کے پاس مرافعہ کرے تو ظاہر دیے کہا ایسے مسائل لائق اظہار کے نہین کہ ہمین مفاسد کا دروازہ کہلتا ہے علاوہ اوسکے تین طلاق کا وجود گاہے متحقق نہوسکیگا اسواسطے
کہ جب شافعی نے بطلان نکاح اول کا حکم درصورت شہادت فاسقین کے کیا تو عقد ثانی کس مذہب پر ہوگا اگر شافعی مذہب پر ہو تو نہایت متعسر ہے اسواسطے کہ عدالت
مشروطہ نزدیک شافعی کے نادر الوجود ہے علی الخصوص ہمارے زمانہ مین اور اگر عقد ثانی بموجب مذہب حنفی کے ہو تو ہمان آش در کاسہ کذا فی حاشیۃ المدنی و فیہا
قال الزوج الثانی کان النکاح فاسدا او لم ادخل بہا وکذبتہ فالقول لہا و لو قال الزوج الاول ذلک فالقول لہ اور بزازیہ مین ہے کہ زوج
ثانی نے کہا کہ نکاح ثانی فاسد تہا یا یون کہا کہ نکاح صحیح تہا لیکن مین نے اس عورت سے جماع نہین کیا یعنی بعد طلاق کے زوج ثانی نے یہہ اظہار کیا تاکہ عورت زوج اول
کو حلال نہو اور عورت نے زوج ثانی کی تکذیب کی تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر زوج اول نے یہہ کہا یعنی فساد نکاح ثانی یا عدم دخول زوج ثانی کا دعوی کیا
تو زوج اول ہی کا قول معتبر ہوگا والزوج الثانی یہدم بالدخول فلو لم یدخل لم یہدم اتفاقا قنیہ ما دون الثلث ایضا کما یہدم الثلث اجماعا
لانہ اذا ہدم الثلث فما دونہا اولی خلافا لمحمد اور زوج ثانی بعد دخول کے تین طلاق سے کمتر کو گراتا ہے چنانچہ تین طلاق کو بالاجماع گراتا ہے اسواسطے کہ
جب تین طلاق کو اوسنے گرایا تو کمتر کو بطریق اولی گراویگا بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک ایک یا دو طلاق کو نہین گراتا پہر اگر زوج ثانی نے وطی نہین کی تو
بالاتفاق نگراویگا کذا فی القنیہ فمن طلقت دونہا و عادت الیہ بعد آخر عادت بثلث لو حرۃ و بثنتین لو امۃ و عند محمد و باقی الائمۃ
بما بقی وهو الحق فتح و اقرہ المصنف وغیرہ سو جو عورت کہ تین طلاق سے کم مطلقہ ہوئی یعنی ایک طلاق ہوئی یا دو طلاق دیئے اور زوج کے نکاح مین
پہر آئی بعد دوسرے زوج کے تو زوج اول کو پہر تین طلاق دینے کا اوس عورت پر اختیار ہوگا اگر وہ حرہ ہے اور اگر لونڈی ہے تو دو طلاق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ

زوج ثانی نے پہلے ایک یا دو طلاق کو گرا دیا یعنی نیست و نابود کر ڈالا اور نزدیک محمدؒ اور باقی ائمہ کے باقی طلاق کا زوج اول کو اختیار ہوگا یعنی اگر پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب دو طلاق کا اختیار ہوگا اور اگر اول دو طلاق واقع کی تھی تو اب ایک طلاق کا اختیار ہوگا اور یہی قول امام محمدؒ کا حق ہے کذا فی فتح القدیر اور اسیکو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور مصنف کے سوا اور علما نے چنانچہ صاحب بحر اور صاحب نہر نے ثم شیخ رحمتی محشی نے لکھا کہ قول امام کا علی الاطلاق ماخوذ ہے اور ابو یوسف کا ساتھ ہونا زیادہ تر موجب ترجیح کا اور اسیواسطے متون میں بھی ثابت ہوا اور ترجیح کمال الدین بن ہمام کے مخالف متون کے معتبر نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی

ولو اخبرت مطلقۃ الثلث بمضی عدتہ وعدۃ الزوج الثانی بعد دخولہ والمدۃ تحتملہ لہ ای للاول ان یصدقہا ان غلب علی ظنہ صدقہا اور اگر خبر دی مطلقہ ثلثہ نے زوج اول کی عدت اور زوج ثانی کی عدت گذر جانیکے بعد دخول زوج ثانی کے اور مدت گنجایش رکھتی ہو انقضاء عدت کی تو زوج اول کو جائز ہے کہ اوسکی تصدیق کرے یعنی نکاح کر لے اگر اوسکو ظن غالب ہو عورت کی راستی کا ذاقل مدۃ عدۃ عندہ بحیض شہران وللامۃ اربعون یوما مالم تدع السقط کما مر اور کمتر مدت حیض والی کی عدت کی نزدیک امام کے حرہ کیواسطے دو مہینے ہیں اور لونڈی کیواسطے چالیس دن ہیں جبتک کہ عورت اسقاط ولد کا دعوی نکرے چنانچہ گذرا اسواسطے کہ اسقاط سے فوراً عدت منقضی ہو جاتی ہے ولو تزوجت بعد مدۃ تحتملہ ثم قالت لم تنقض عدتی او ما تزوجت باخر لم تصدق لان اقدامہا علے التزوج دلیل الحل وعن السرخسی لا یحل تزوجہا حتی یستفسرہا اور اگر نکاح کیا مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے بعد اوس مدت کے کہ انقضاء عدت کی محمل تھی پھر عورت نے کہا کہ میری عدت ہنوز نہیں منقضی ہوئی یا کہ مین نے زوج ثانی سے نکاح نہین کیا تو عورت کی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ عورت کی پیش قدمی نکاح کرنے پر دلیل ہے حلت کی یعنی زوج اول پر حلال ہونے عورت کی دلیل ہے اور سرخسی سے روایت ہے کہ زوج اول کو اوسکا نکاح کرنا حلال نہین جبتک کہ عورت سے حلت کو دریافت نکرلے وفی البزازیۃ قالت طلقنی ثلثا ثم ارادت تزویج نفسہا منہ لیس لہا ذلک اصرت علیہ او اکذبت نفسہا اور بزازیہ مین ہے کہ عورت نے کہا کہ زوج نے مجھکو تین بار طلاق دی پھر عورت نے اپنی نکاح کرنیکا ارادہ کیا اوسی زوج سے تو عورت کو پھیر نکاح کرنا جائز نہین خواہ عورت طلاق کیے قول پر ثابت رہی ہو یا کہ اوسنے اپنی ذات کو جھوٹھلایا ہو پھیر اوس صورتمین ہے جب کہ عورت مدعی تھی طلاق کی اور زوج اوسکا منکر تہا اور اگر زوج نے بھی طلاق کا اقرار کیا تہا تو بالاتفاق عورت کو نکاح کرنا اوس سے درست نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی سمعت من زوجہا انہ طلقہا ولا تقدر علی منعہ من نفسہا الا بقتلہ لہا قتلہ بدواء خوف القصاص ولا تقتل نفسہا وقال الاوزجندی ترفع الامر الی القاضی فان حلف ولا بینۃ فالاثم علیہ وان قتلہ فلا شیء علیہا والبائن کالثلث بزازیہ عورت نے اپنی زوج سے سنا کہ اوسنے اوسکو طلاق دی یعنی تین بار طلاق دی اور عورت اپنی ذات کو مرد سے بچا نہین سکتی بدون اوسکو مار ڈالنے کے تو عورت کو اوسکا قتل کرنا دوا سے جائز ہے قصاص کے ڈر سے یعنی زہر سے مارے کہ قصاص اوسپر لازم آوے اور نہ مار ڈالے عورت اپنی ذات کو اور اوزجندی نے کہا کہ اپنی نالش کرے قاضی کے پاس سو اگر زوج قاضی کے روبرو طلاق نہ دینے کی قسم کہا جاوے اور عورت کے گواہ نہون تو اب گناہ اوسکا مرد پر ہوگا اگر عورت کو اپنی جان کا خوف ہو اور اس صورتمین اگر عورت اوسکو قتل کر ڈالے تو اوسپر کچھ گناہ نہین اور طلاق بائن انقطاع نکاح مین مانند تین طلاق کے ہے کذا فی البزازیہ وفیہا شہدا انہ طلقہا ثلثا لہا التزوج باخر للتحلیل لو خائبا انتہی قلت یعنی دیانۃ والصحیح عدم الجواز قنیہ اور بزازیہ مین ہے کہ دو گواہون نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کو تین بار طلاق دی تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز ہے تحلیل کیواسطے اگر زوج اول غائب ہو یعنی اگر عورت کو خوف ہو کہ زوج طلاق کا انکار کریگا تو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کرلے اور بعد وطی کے اوس سے طلاق لے تاکہ زوج اول پر حلال ہو رہے پھر جب زوج اول آوے تو اوس سے بعد عدت زوج ثانی کے تجدید نکاح کی درخواست کرے کذا فی حاشیۃ المدنی والعالمگیریہ شارح کہتا ہے کہ مین کہتا ہون کہ مراد بزازیہ کی یہ ہے کہ عورت کو دیانۃ نکاح جائز ہے یعنی قضاءً جائز نہین اسواسطے کہ قضاء علی الغائب صحیح نہین اور مذہب صحیح یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز نہین یعنی دیانۃ بھی درست نہین جیسے کہ قضاء درست نہین کذا فی القنیہ وفیہا لو لم تقدر ہی ان تتخلص عنہا ولو خاب سحرتہ وردتہ الیہا لا یحل لہ قتلہا ویبعد عنہا جہدہ اور قنیہ مین ہے کہ اگر زوج بعد تین بار طلاق دینے کے قادر نہو کہ آپ کو چھوڑا اسکی عورت سے اور اگر غائب ہو جاوے اوس سے تو عورت اوسپر جادو کرے اور پھیر لاوے اپنی طرف تو مرد کو اوسکا قتل کرنا حلال نہین اور دور رہے اوس سے اپنی مقدور بھر وقیل لا تقتلہ قاتلہ الا بسبب ای دوبہ یفتی کما فی التاتارخانیۃ وشرح الوہبانیۃ

عن الملتقط اولًا اثم علیہ کما مرّ اور دوسرا قول طلقہ ثلثہ مین جو مرد کو نہین روک سکتی یہہ ہے کہ مرد کو قتل کرے قائل اس قول کا اسبیجابی ہے اور اسی قول پر یعنی عدم قتل پر فتوی ہے چنانچہ تاتارخانیہ اور شرح وہبانیہ مین ملتقط سے یہہ فتوی موجود ہے یعنی اس صورت مین گناہ وطی وغیرہ کا مرد پر ہوگا عورت مجبور ہے چنانچہ تصریح اسکی قول اوزجندی مین مذکور ہو چکی قال بعدہٗ ای بعد طلاقہٖ ثلثًا کان قبلہا طلقت واحدۃً وانقضت عدتہا وصدقتہ المرأۃ فی ذلک لا یصدقان علی المذہب المفتی بہ کالولم تصدقہ ھی وقیل یصدقان کہا زوج نے تین بار طلاق دینے کے بعد کہ اس تین طلاق سے پہلی مین نے عورت کو ایک طلاق دی تھی اور عدت اوسکی منقضی ہوگئی تھی زوج کی غرض اس کلام سے یہہ ہے کہ مجھکو اوس عورت سے نکاح کرلینا درست ہوا اسواسطے کہ تین طلاق بعد عدت کی واقع ہوئی تو لغو ہوگئی اور عورت نے مرد کی تصدیق کی اس قول مین مرد اور عورت کی تصدیق نہو گی بنا بر مذہب مفتی بہ کے چنانچہ اوس صورت مین جبکہ عورت مرد کی تصدیق نکرے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ زوج اور زوجہ کے کلام کی تصدیق کرنا چاہئے ولو طلقہا ثنتین قبل الدخول ثم قال کنت طلقتہا قبلہما واحدۃً اخذ بالثلث اور اگر عورت کو دو بار طلاق دی قبل دخول کے پھر بولا کہ مین اوسکو دو طلاق سے پہلی ایک طلاق دیچکا ہون غرض اس کلام سے یہہ کہ دو طلاق باطل ہوجاوین اسواسطے کہ غیر مدخولہ پہلی ایک ہی طلاق سے بائن ہوچکی بلا عدت تو زوج اس کلام سے ماخوذ ہوگا تین طلاق کا اسواسطے کہ اقدام زوج کا دو طلاق پر دلالت کرتا ہے ثبوت نکاح پر واللہ سبحانہٗ اعلم بالصواب

باب الایلاء

بیّنہٗ اِثر الایلاء لمناسبۃ البینونۃ مآلًا مناسبت ایلا کی طلاق رجعی سے باعتبار جدائی انجام کار کے ہے یعنی جیسے طلاق رجعی مین عورت بعد عدت کے مرد سے جدا ہوجاتی ہے ویسے ہی ایلا مین بعد چار مہینے کے جدا ہوتی ہے بعد اسکو باب متصل مذکور ہوا ھو لغۃً الیمین وشرعًا الحلف علی ترک قربانہا مدتہٗ ولو ذمیًا ایلا لغت مین بمعنی قسم کے ہے اور شرع مین ایلا وہ قسم ہے جو زوج نے زوجہ کی ترک قربت پر چار مہینے تک قسم کہائی ہوا اگرچہ زوج ذمی ہو چنانچہ ایلا ذمی کا بیان متن مین آگے مذکور ہوگا والمولی ھو الذی لا یمکنہ قربان امرأتہٖ الا بشیء مشق یلزمہ الا لمانع کفر اور مُولی بضم میم وکسر لام اوسکو کہتے ہین جسکو ممکن نہین اپنی عورت سے وطی کرنا بدون مشقت والی چیز کے کہ لازم ہوتی ہے اوسپر یعنی بدون کفارہ کے قربت نہین کرسکتا مگر بانع کفر سے مولی پر کفارہ لازم نہین آتا یعنی کافر اگر ایلا کریگا تو اوسکو قربت اپنی زوجہ کی ممکن ہے بدون لزوم کفارہ کے وزکنہ الحلف اور رکن ایلا کا قسم ہے خواہ قسم اللہ تعالی کے نام پاک سے ہو یا تعلیق ہو یا التزام نذر کے یا طلاق یا عتاق کے وشرطہ محلیۃ المرأۃ بکونہا منکوحۃ وقت تنجیز الایلاء اور شرط ایلا کی یہہ ہے کہ عورت محل ہو ایلا کی بسبب منکوحہ ہونے عورت کے وقت تنجیز ایلا کے یعنی اگرچہ وقت تعلیق کے منکوحہ نہو لیکن ایلا واقع ہونیکی وقت منکوحہ ہونا کفایت کرتا ہے ومنہ ان تزوجتک فواللہ لا اقربک اور ایلا مذکور سے یہہ مثال ہے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرونگا تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا ہرچند عورت اس قول مین وقت ایلا کے منکوحہ نہین لیکن بعد نکاح کے ایلا ثابت ہوگا اسواسطے کہ تعلیق بعد وجود شرط کے مانند تنجیز کے ہے تو گویا اوسنے بعد نکاح کے ایلا کیا ولو اذا وانت طالق ثم تزوجہا لزمہ کفارۃ بالقربان ووقع بائن بترکہ اور اگر مثال مذکور مین وانتِ طالق زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ ان تزوجتک فواللہ لا اقربک وانت طالق یعنی اگر مین تجھسے نکاح کرون تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا اور تو مطلقہ ہوگی تو لازم آویگا اس قائل کو کفارہ بسبب وطی کے اور طلاق بائن واقع ہوگی وطی چھوڑنے سے اس مثال مین کفارہ لازم آویگا وطی سے اسواسطے کہ ایلا ہے اور طلاق واقع ہوگی ترک وطی سے چنانچہ وطی سے لیکن مشکل یہہ ہے کہ اسمین تعلیق ہے طلاق کی نکاح پر تو بمجرد نکاح کے طلاق واقع ہوگئی کفارہ وطی کیونکر لازم آویگا تو مراد یہہ ہے کہ اول بار عورت سے نکاح کیا اور وہ مطلقہ ہوگئی بسبب تعلیق طلاق کے بعد اسکی دوسری بار اوس سے نکاح کیا تو اگر بعد نکاح ثانی کے چار مہینے گذر گئے بدون وطی کے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر چار مہینے کے اندر وطی کی تو کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی واھلیۃ الزوج للطلاق وعندہما للکفارۃ اور شرط ایلا کی ہے اہل ہونا زوج کا واسطے طلاق کے یعنی جسکو طلاق کی لیاقت ہے اوسکو ایلا کی بھی لیاقت ہے اور صاحبین کے نزدیک کفارہ کی اہلیت شرط ہے ایلا کی فصحّ ایلاء الذمی بغیر ما ھو قربۃ تو صحیح ہے ایلا کرنا ذمی کا امام کے نزدیک بجز عبادات کے یعنی چونکہ ذمی اہل ہے طلاق کا تو اوسکا ایلا بھی صحیح ہے لیکن اگر ذمی عبادات کی قسم کہاویگا تو صحیح نہین اور صاحبین کے نزدیک ذمی کا ایلا صحیح نہین اسواسطے کہ وہ کفارہ کا اہل نہین معلوم کرنا چاہئے کہ ذمی کا ایلا تین طرح پر ہے ایک یہہ کہ بالاتفاق صحیح ہے یعنی بغیر عبادت کے قسم کہانا چنانچہ عتاق کی دوسری عبادات کی قسم کہانا چنانچہ حج یا صوم کی یہہ بالاتفاق باطل ہے تیسری مین اختلاف ہے یعنی

بنام خدا قسم کہا نہیں کذا فی حاشیۃ الہدایۃ اگر کوئی کہے کہ جب ذمی پر کفارہ لازم نہوا تو امام کے نزدیک اوسکے ایلا کا کیا فائدہ ہوا شارح نے اگلے قول مین اسکا جواب دیا وفائدتہ
وقوع الطلاق اور ایلاء ذمی کا فائدہ وقوع طلاق ہے یعنی اگر بعد ایلا کے چار مہینے تک قربت نکریگا تو طلاق واقع ہو گی ومن شرائطہ عدم النقص عن المدۃ
اور ایلا کی شرائط سے ہے مدت معینہ سے کم نہونا تو اگر کوئی قسم کہاوے کہ مین ایک مہینہ قربت نکرونگا تو ایلا نہ ثابت ہوگا وحکمہ وقوع طلقۃ بائنۃ ان بر فلم یطأ اور حکم
ایلا کا یہہ ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہو گی اگر اوسنے قسم پوری کی یعنی چار مہینے تک وطی نکی والکفارۃ والجزاء المعلق ان حنث بالقربان اور کفارہ اور جزای
معلق لازم آویگی اگر اوسنے قسم توڑی بسبب وطی کے م والجزاء کا واو بمعنی او ہے یعنی اگر قسم بدون تعلیق کے ہے تو کفارہ لازم ہے اور اگر تعلیق کی قسم ہے تو جزا لازم
ہے اور کا ہے کفارہ اور جزا ساتھہی لازم آتا ہے جب کہ حلف باللہ اور تعلیق معاً ہو جیسا کہ اس مثال مین کہ واللہ کہ قربت نکرونگا اور اگر قربت کرون تو مجہپر حج ہے والمدۃ
للحرۃ اربعۃ اشہر وللامۃ شہران ولاحد لاکثرہا فلا ایلاء بحلفہ علی اقل الاقلین اور کمتر مدت ایلا کی حرہ کیواسطے چار مہینے ہین اور لونڈی کیوا
سطے دو مہینے ہین اور اکثر مدت کی کچہہ حد نہین تو دونو کمتر مدتون سے کمتر کی قسم کہانے مین ایلا نہین تو اگر حرہ مین دو یا تین مہینے کی قسم کہائی یا لونڈی مین ایک مہینے کی قسم
کہائی تو ایلا نہ ثابت ہوگا وسببہ کالسبب فی الرجعی اور سبب ایلا کا مانند اوس سبب کے ہے جو طلاق رجعی مین ہے یعنی جیسا کہ اختلاف مزاج اور ناموافقت طلاق رجعی
کا سبب ہوتا ہے ویسے ہی ایلا کا سبب پڑتا ہے والفاظہ صریح وکنایۃ اور الفاظ ایلا کے دو قسم ہین صریح اور کنایہ صریح وہ جو فقط جماع ہی کے معنی مین ہو اور کنایہ
وہ جو جماع اور غیر جماع دونو مین مستعمل ہو صریح محتاج نیت کا نہین بخلاف کنایہ کے کذا فی حاشیۃ الہدایۃ فمن الصریح لو قال واللہ لا ینعقد الیمین
لا اقربک لغیر حائض ذکرہ سعدی لعدم اضافۃ المنع الی الیمین او نحو ذلک صریح کی یہہ مثال ہے کہ اگر زوجہ غیر حائضہ سے کہا [illegible]
کرونگا اور یہہ الفاظ قسم کے مین منعقد ہوتی ہے وہ بھی مانند واللہ کے ہے یعنی بعظمۃ اللہ وجلالہ وکبریائہ سے ایلا صحیح ہے اور بعلم اللہ اور غضبہ [illegible]
[illegible] منعقد ہوتی ہے [illegible] علامہ سعدی [illegible] ایلا نہین عدم حیض کی قید لگائی اسلئے [illegible] قربت کی طرف [illegible] حالت حیض [illegible]
وطی سے بسبب منع شرعی کے ہے نہ کہ بسبب قسم کے اور واللہ لا اقربک لا اجامعک لا اطأک لا اغتسل منک من جنابۃ او ربعۃ اشہر فی الحرۃ الی اثنین
لتعیین المدۃ یا یون کہا کہ واللہ مین تجہسے قربت نکرونگا تجہسے جماع نکرونگا تجہسے وطی نکرونگا غسل جنابت نکرونگا تیرے سبب سے چار مہینے اگرچہ خطاب حائضہ سے
ہو بسبب تعین کردینے مدت کے یعنی تعیین چار مہینہ کی بجہہ قرینہ ہے کہ منع وطی کا بسبب قسم کے ہے نہ کہ بسبب حیض کے اسواسطے کہ چار مہینے تک برا حیض نہین ہوتا بخلاف مسئلہ
سابقہ کے کہ وہان قسم مین مدت مذکور نہین وان قربتک فعلی حج او نحوہ مما یشق بخلاف فعلی صلوۃ رکعتین فلیس بمول لعدم مشقتہا اور اگر قربت
کرون تیری تو مجہپر حج واجب ہے یا مانند اسکے اوس قسم سے جسکا فعل انسان پر شاق اور سخت ہے جیسا کہ ایک مہینہ روزہ رکہنا یا طلاق یا عتاق بخلاف اس قول کے
کہ اگر مین قربت کرون تو مجہپر دو رکعت واجب ہین تو اسکا قائل مولی نہین یعنی ایلا کرنیوالا نہین بسبب شاق نہونے دو رکعت نماز کے بخلاف فعلی مائۃ رکعۃ
وقیاسہ ان یکون مولیا بمائۃ ختمۃ او اتباع مائۃ جنازۃ ولم ارہ بخلاف اس قول کے کہ اگر مین تیری قربت کرون تو مجہپر سو رکعتین لازم ہین اسواسطے
کہ اسقدر نماز اکثر لوگون پر شاق ہے اور قیاس مشقت کا اسکو مقتضی ہے کہ سو بار ختم قرآن مجید اور سو جنازہ کے اتباع سے مولی ہو شارح کہتا ہے کہ اسکو مین نے کتب
مین نہین دیکہا یعنی اگر کوئی کہے کہ اگر مین تجہسے قربت کرون تو سو بار قرآن ختم کرنا مجہپر لازم ہو یا سو جنازہ کی ہمراہی اور دفن کرنیکی شرکت مجہپر واجب ہوئی تو
ایلا ثابت ہوا اسواسطے کہ اسمین غایت مشقت ہے او فانت طالق او عبدہ حر یا یون کہا کہ اگر مین تجہسے قربت کرون تو تو مطلقہ ہے یا غلام اوسکا آزاد ہے م
یہانتک مثالین ایلاء صریح کی تہین ومن الکنایۃ لا امسک لا اتیک لا اغشاک لا اقرب فراشک لا ادخل علیک اور قسم کنایہ مین یہہ مثالین کہ
مین تجہکو نچہوونگا تیرے پاس نہ آؤنگا تیرے بچہونے کے نزدیک جاؤنگا نہ داخل ہونگا تیرے اوپر یعنی تیرے پاس نہ آؤنگا م لا اغشاک بمعنی لا آتیک کے ہے
یعنی تیرے پاس نہ آؤنگا اسواسطے کہ غشیان بالکسر بمعنی آیان ہے کذا فی المغرب اور صراح مین کہا کہ غشیان بالکسر بمجامعت فرو گرفتن و بیہوش شدن ومن
المؤبد نحو حتی تخرج الدابۃ او الدجال او تطلع الشمس من مغربہا اور از قسم ایلاء دائمی کے ہے یون کہنا کہ واللہ مین تجہسے قربت نکرونگا یہانتک
کہ دابۃ الارض نکلے یا دجال خروج کرے یا کہ آفتاب اپنے غروبگاہ سے طلوع کرے فان قربہا فی المدۃ ولو مجنونا حنث وحینئذ ففی الحلف باللہ وجبت الکفارۃ

وَعَدَمِ وُجُوبِ الْجَزَاءِ وَسَقَطَ الْاِيْلَاءُ لِانْتِهَاءِ الْيَمِينِ سو بعد وطی کی زوجہ مدت کے اندر اگرچہ زوج پر فوت نہ ہوتا ہوگا یہ جز فوت کہ جاتا ہوگا تو اللہ کی قسم کھانا ہوا اور اسواسطے کہ حنث کا اطلاق یعنی تعلیق
یمین میں خواہ ابد ہوگی خواہ موقت خواہ مطلق خواہ سوا اسکے اور ساقط ہوگا ایلا بسبب آخر ہونے یمین کے یعنی جب بعد وطی کے کفارہ یا جزا لازم ہوگی تو حکم ایلا کا باجماع
علما باقی رہا یعنی بعد چار مہینے گذرنے کے اب طلاق نہ واقع ہوگی وَاِلَّا بِاَنْ لَمْ يَقْرَبْهَا بَانَتْ بِوَاحِدَةٍ بِمُضِيِّهَا اور اگر مدت میں زوجہ سے وطی نکی تو عورت پر ایک طلاق بائن واقع
ہوگی بسبب منقضی ہونے مدت کے [illegible] اور اگر زوج نے وطی کا کیا بعد گذرنے مدت کی تو اوسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہ
سَقَطَ الْحَلْفُ لَوْ كَانَ مُؤَقَّتًا وَلَوْ مُؤَبَّدًا بَقِيَ اِذْ تَمْضِي الثَّانِيَةُ تَبِينُ بِثَانِيَةٍ وَسَقَطَ الْاِيْلَاءُ اور ساقط ہوگی قسم بعد جدائی کے اگر موقت اور معین ہوگی اگر ابد
تا قیامت [illegible] مدت کے ہو اسواسطے کہ دوسری مدت کے گذرنے سے عورت پر دوسری طلاق بائن واقع ہوگی یعنی اگر زوج نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے آٹھ مہینے صحبت نکرونگا
[illegible] نے صحبت نکی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی پھر مرد نے اوس سے نکاح کیا اور باقی چار مہینے تک صحبت نکی تو دوسری طلاق واقع ہوگی اسکے بعد اب
قسم باقی [illegible] پھر اوس عورت سے نکاح کریگا اور بعد اسکے چار مہینے تک صحبت نکریگا تو اب طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ساقط ہونے قسم کے لَوْ كَانَ
[illegible] قسم ساقط نہوگی بائن ہونے سے اگر قسم دائمی اور ابدی ہوگی اور عورت طاہر ہوگی یعنی بشرطیکہ حائض تہو عورت قسم کھانے کے وقت
[illegible] فَلَوْ نَكَحَهَا ثَانِيًا وَثَالِثًا وَمَضَتِ الْمُدَّتَانِ بِلَا فَيْءٍ اي قربان بَانَتْ بِاُخْرَيَيْنِ اور متفرع کیا مصنف نے عدم سقوط قسم دائمی
اس قول کو [illegible] عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور طلاق بائن اوسپر پڑی اور اوس سے دوسری اور تیسری بار نکاح کیا اور دو مدتیں بدون قربت کے گذر گئیں تو عورت
پر دو طلاق بائن اور پڑینگی یعنی زوج نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے صحبت نکرونگا اور چار مہینے تک صحبت نکی تو ایک طلاق بائن پڑی پھر دوسری بار نکاح کیا اور چار مہینے
بعد اسکے گذر گئے [illegible] دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی پھر تیسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون وطی کے منقضی ہوگئے تو تیسری بار طلاق بائن پڑیگی اسواسطے
کہ قسم دائمی تھی نہ موقت وَالْمُدَّةُ مِنْ وَقْتِ التَّزَوُّجِ اور مدت کا اعتبار ہے نکاح کے وقت سے یعنی اگر دائمی قسم کھائی اور بعد چار مہینے کے عورت بائن ہوگئی اور مرد نے
اوس سے نکاح نکیا اور بعد بائن ہونے کے چار مہینے گذر گئے تو اب دوسری بار طلاق نہوگی اسواسطے کہ وہ منکوحہ نہیں اور بدون نکاح کے مدت کا اعتبار نہیں فَلَوْ
نَكَحَهَا بَعْدَ زَوْجٍ اٰخَرَ لَمْ تَطْلُقْ لِانْتِهَاءِ هٰذَا الْمِلْكِ سو اگر ایلا کرنیوالے نے اس عورت سے نکاح کیا دوسرے زوج کے بعد تو اب اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب آخر ہونے
اس ملک کے یعنی زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور تین بار طلاق بائن عورت پر واقع ہوئی بسبب نکاح ثانی اور ثالث کے اور عدم قربت کے پھر عورت نے زوج
ثانی سے نکاح کیا اور بعد وطی کے مطلقہ ہوئی اور عدت کے بعد زوج اول نے اوس سے نکاح کیا اور چار مہینے تک قربت نکی تو اب اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب حلف
دائمی کے اسواسطے کہ بعد وقوع تین طلاق کے زوج کی ملکیت بالکل معدوم ہوگئی پھر جب ملکیت باقی نرہی تو طلاق کیونکر واقع ہو بِخِلَافِ مَا لَوْ اَبَانَتْ بِالْاِيْلَاءِ
دُوْنَ ثَلٰثٍ اَوْ اَبَانَهَا بِتَنْجِيزِ الطَّلَاقِ ثُمَّ عَادَ بِثَلٰثٍ يَقَعُ بِالْاِيْلَاءِ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ كَمَا مَرَّ فِي مَسْئَلَةِ الْهَدْمِ بخلاف اسکے کہ اگر عورت جدا ہوگئی بسبب ایلا کے
کمتر تین طلاق سے یا کہ زوج نے عورت کو قبل چار مہینے کے طلاق بائن دی پھر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح میں آئی اور شیخین کے نزدیک زوج اول کو تین
طلاق کی ملکیت حاصل ہوئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب قسم دائمی کے بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک بقدر باقی طلاق واقع ہوگی چنانچہ اسکی تصریح
باب الرجعت کی اندر مسئلہ ہدم میں ہوچکی یعنی اگر بعد ایلا دائمی کے تین بار طلاق نہوئی اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا اور
چار مہینے تک قربت نکی تو اوسپر ایک طلاق بائن پڑی پھر اوس عورت سے دوسرا نکاح کیا اور قربت نکی تو دوم بار طلاق بائن ہوئی پھر عورت نے دوسرے زوج سے
نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی تو زوج اول پھر تین طلاق کا مالک ہوا نزدیک امام اعظم ابو یوسف کے اسواسطے کہ زوج ثانی
نے طلاق سابق کو منہدم کردیا تو اگر زوج اول چار مہینے تک قربت نکریگا تو ایک طلاق بائن پڑیگی پھر اگر نکاح کرکے قربت نکریگا تو دوسری بار طلاق واقع ہوگی پھر اگر نکاح کرکے قربت نکریگا تو تیسری بار طلاق واقع
ہوگی اور امام محمد کے نزدیک بعد زوج ثانی کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دو بار طلاق پہلے ہوچکی ہے اور اسیطرح تنجیز طلاق کا حال ہے یعنی اگر کہا
کہ واللہ میں قربت نکرونگا اور قبل چار مہینے گذرنے کے ایکبار یا دو بار طلاق بائن فی الحال واقع کی اور اوسنے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر زوج اول کے
نکاح میں آئی تو مانند سابق کے تین بار اوسپر طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمد کے نزدیک ایک بار وَاِنْ وَطِئَهَا بَعْدَ زَوْجٍ اٰخَرَ كَفَّرَ لِبَقَاءِ الْيَمِينِ الْحِنْثُ

اور اگر قسم دوہی کھائی ہو نسلے نہ عورت سے وطی کی بعد دو شہر زوج کے تو کفارہ دیگا بسبب باقی رہنے یمین کے کفارہ لازم ہوگا بسبب قسم توڑنیکے یعنی ہر چند بعد تین طلاق بائن
پڑجانیکے اب جو تمہی طلاق نہ پڑیگی لیکن یمین جو عدم قربت کی ہنوز باقی ہے تو وطی سے کفارہ لازم ہوگا واللہ لا اقربك شهرين وشهرين بعد هذا الشهرين ايلاء لتحقق
المدة اور یون کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد اگلے دو مہینون کے تو ایلا ہے بسبب متحقق ہونے مدت ایلا کے اسواسطے کہ واو عاطفہ موضوع ہے واسطے
جمع کے تو چار مہینے ثابت ہوئے ولو مكث يوماً اراد به مطلق الزمان اذ الساعة كذلك بحر اور اگر زوج نے کہا کہ واللہ میں دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا پھر اوسنے
ایکدن توقف کیا شارح کہتا ہے مصنف نے لفظ یوم سے مطلق زمانہ مراد رکھا اسواسطے کہ ایک ساعت کا توقف بھی مانند یوم کے ہے حکم میں کذا فی البحر الرائق ثم قال
والله لا اقربك شهرين لم يكن مولياً قال بعد الشهرين الاولين او لا لنقص المدة پھر بعد توقف ایکدن یا ایک ساعت کے کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا
دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے یا بعد الشهرين الاولين کے لفظ کو نہ بیان کیا یعنی ایسقدر بولا کہ واللہ میں دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا تو دونو صورتونمین مولی نہوگا یعنی ایلا
نہ ثابت ہوگا بسبب کم ہونے مدت کے یعنی جب اوسنے کہا کہ واللہ میں تجھسے دو مہینے صحبت نکرونگا تو دو مہینے اس یمین سے ثابت ہوئے پھر اوسنے ایکدن توقف کر کے
دوسری قسم کھائی اسطرح کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے تو دونو یمین کے چار مہینے ہوئے ایکدن توقف کا درمیان سے ساقط ہوگیا
تو ایکدن کم چار مہینے باقی رہے اور حالانکہ مدت ایلا کی پوری چار مہینے ہیں لہذا ایلا نہ ثابت ہوا اور جبکہ زوج نے بعد الشهرين الاولين کو یمین ثانی میں نہ ذکر کیا
تو دونو یمین متداخل ہوگئی مثلاً یمین اول غرہ محرم سے شروع ہوئی آخر صفر میں تمام ہوئی اور یمین ثانی دوسری تاریخ محرم سے شروع ہوئی غرہ ربیع الاول
کو تمام ہوئی مدت ایلا کی اسمین کبھی نہ پائی گئی لكن ان قاله اتحدت الكفارة والا تعددت لیکن اگر بعد الشهرين الاولين کہیگا تو وطی سے ایک ہی
کفارہ لازم آویگا اور اگر نہ کہیگا تو دو کفارہ لازم آوینگے پہلی صورتمین اگر پہلے دو مہینون میں وطی کریگا تو ایک کفارہ لازم ہوگا اور اگر پچھلے دو مہینون
میں وطی کریگا تو بھی ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مدت ہر یمین کی جدی جدی ہے متداخل نہیں اور دوسری صورتمین اگر دو مہینے کے اندر وطی کریگا تو دوہرا
کفارہ لازم آویگا ایک کفارہ یمین اول سے اور دوسرا کفارہ یمین ثانی سے اسواسطے کہ دونو یمین کی مدت متداخل ہے جدی جدی نہیں او قال والله لا اقربك
سنة الا يوماً لم يكن مولياً للحال بل ان قربها وبقي من سنة اربعة اشهر فاكثر صار مولياً ولا یا زوج نے زوجہ سے یون کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت
نکرونگا ایک سال مگر ایکدن تو فی الحال مولی نہوگا بلکہ اگر قربت کری عورت سے اوسوقت جبکہ باقی رہگئے ہون ایک سال سے چار مہینے یا زیادہ اوسوقت مولی ہوگا
اور اگر سال میں سے چار مہینے باقی نہیں ہیں مثلاً تین مہینے باقی رہے تھے کہ اوسنے قربت کی تو مولی نہوگا ولو حذف سنة لم يكن مولياً حتى يقربها فيصير
مولياً اور اگر مثال مذکور سے سال کا لفظ گرا دیا یعنی یون کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا مگر ایکدن تو مولی نہوگا بدون قربت کے پھر جب عورت سے قربت
کریگا تو مولی ہوگا بعد غروب ہونے آفتاب کے وطی کے دن اور یہی قید مثال سابق میں بھی ہے کذا فی حاشیة المدنی ولو زاد الا يوماً اقربك فيه لم يكن مولياً
ابداً الا انه استثنى كل يوم يقربها فيه فلم يتصور منعه ابداً اور اگر اوسنے مثال مذکور میں الا یوماً اقربك فيه کو زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ واللہ میں تجھسے
قربت نکرونگا ایک سال مگر وہ دن جسمین تجھسے قربت کرونگا تو کبھی مولی نہوگا خواہ قربت کرے یا نکرے اسواسطے کہ اوسنے ہر ایک اوس دن کو مستثنی کر لیا
جسمین عورت سے قربت کرے تو اوسکا ممنوع ہونا وطی سے کبھی متصور نہیں تمام سال او قال وهو بالبصرة والله لا ادخل مكة وهي بها لا يكون مولياً لانه يمكنه
ان يخرجها منها فيطأها یا کہ زوج بصرہ میں ہے اور اوسنے یون کہا کہ واللہ میں مکہ میں نجاؤنگا اور حالانکہ زوجہ مکہ میں ہے تو اس قول سے مولی نہوگا اسواسطے
کہ ممکن ہے کہ عورت کو مکہ سے نکالے پھر اوس سے وطی کرے ولو المدن المطلقة رجعياً صح لبقاء الزوجية ويبطل بمضي المدة اگر ایلا کیا رجعیہ مطلقہ سے تو یہ صحیح ہے ن العدة
بسبب باقی رہنے زوجیت کے اور باطل ہوگا ایلا بعد طلاق بائن پڑنیکے بسبب گذر جانے مدت ایلا کے یعنی چار مہینے گذر گئے اور ہنوز عدت رجعی کی باقی ہے بسبب امتداد
طہر کے اور اگر مدت عدت کی قبل مدت ایلا کے گذر گئی تو بھی ایلا باطل ہوگا بسبب باقی نرہنے محل کے کذا فی حاشیة المدنی ناقلاً عن النهر الصحيح بعض نسخون میں
بمضي العدة ہے بجای بمضي المدة کے چونکہ نسخہ محشی مدنی کا دوسری عبارت کو شامل تھا لہذا اوسیکو مترجم نے اختیار کیا ولو المدن مبانة او اجنبية نكحها
بعده اي بعد الايلاء ولم يضفه الى الملك كما مر لا يصح لفوت محله ولو وطيها كفر لبقاء اليمين اور اگر ایلا کیا مطلقہ بائنہ سے یا اجنبیہ سے جسے بعد

ایلا کرنیکے نکاح کرا اور ایلا باضافت الی الملک کیا یعنی نکاح پر تعلیق نکی چنانچہ اسکا ذکر ہو چکا تو ایلا صحیح نہوگا بسبب فوت ہونے محل ایلا کے یعنی نکاح کے اور اگر بعد ایلا کے
بائنہ یا اجنبیہ سے وطی کریگا تو کفارہ لازم آویگا بسبب باقی رہنے یمین کے یعنی ہرچند ایلا نہوا لیکن یمین عدم قربت کی ثابت ہے ولو آلی فابانہا ان مضت عدتہا وھی
فی العدۃ بانت باخرٰی والا لا خانیہ اور اگر زوج نے ایلا کیا پھر زوجہ کو طلاق بائن دی اگر مدت ایلا کی گذر گئی اور حالانکہ عورت ہنوز عدت مین ہے تو دوسری
طلاق بائن پڑ گئی اور اگر عدت پہلے منقضی ہو گئی تو دوسری طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیہ عجز عجزا حقیقیا لا حکمیا کاحرام لکونہ باختیارہ عن وطیہا لمرض
باحدہما او صغرہا او رتقہا او جبۃ او عنۃ او مسافۃ لا یقدر علی قطعہا فی مدۃ الایلاء او لحبسہ اذا لم یقدر علی وطیہا فی السجن کما فی البحر عن الغایۃ
وقولہ لا بحق لا رادۃ لغیرہ فلیراجع عاجز ہوا ایلا کرنیوالا وطی سے حقیقی عاجزی کرنہ حکمی کہ چنانچہ بسبب احرام باندھنے کے یا اعتکاف کے اسواسطے کہ یہہ عاجزی اختیاری
ہے نہ اضطراری عاجز ہوا وطی سے بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغیرہ ہونے عورت کے یا بسبب تنگی شرمگاہ عورت کے یا بسبب مقطوع الذکر یا نامرد ہونے
مرد کے یا بسبب حائل ہونے اتنی مسافت کے کہ اوسکو قطع نہین کرسکتا اور پہونچ نہیں سکتا زوجہ تک ایلا کی مدت مین یا بسبب محبوس ہونے زوج کے ناحق بشرطیکہ قادر نہو
عورت کی وطی پر قیدخانہ مین کما فی البحر الرائق عن الغایۃ شارح کہتا ہے کہ بعض نے ناحق کی قید مصنف کے سوا اور کسی فقیہ کے کلام مین نہین دیکھی تو اسکو روایت
اکثر کتب فقہ کیطرف رجوع کرنا چاہئے حلبی محشی نے کہا کہ مین نے اس روایت کی تلاش کی سو فتاوی عالمگیری مین اسکو پایا منقول غایۃ السروجی سے کہ محبوس ابھی
مین رجوع کرنا زبانی معتبر نہین اور بعض ناحق ... معتبر ہے اور مین نے بھی اس روایت کو فتاوی مذکور مین دیکھا تو اب مصنف کا قول تحقیق ہو گیا او کذا حبسہا
ونشوزہا ففیئہ نحو قولہ بلسانہ فئت الیہا او راجعتہا او ابطلت الایلاء او رجعت عما قلت و نحوہ لانہ اذاہا بالمنع فیرضیہا بالوعد
اور جسوقت عاجز ہوا وطی سے بسبب محبوس ہونے زوجہ ... تو رجوع کرنا زوج کا اوسکی زبانی قول سے کفایت کرتا ہے چنانچہ یون کہنا کہ
مین نے رجوع کیا زوجہ کیطرف یا یون کہا کہ مین ... یا یون کہا کہ مین نے ایلا کو باطل کردیا یا یون کہا کہ جو مین نے کہا تہا اوس سے پھرا اور
مانند ان اقوال کے یعنی بعد ایلا کے بسبب عذرات مذکورہ کے وطی نکرسکا تو زبانی قول سے ایلا موقوف کرے اسواسطے کہ زوج نے زوجہ کو اذیت اور تکلیف دی
تہی بسبب منع وطی کے تو اوسکو اب راضی کرے وعدہ کرکے فان قدر علی الجماع فی المدۃ ففیئہ الوطی فی الفرج لانہ الاصل فان وطی فی غیرہ کدبرہ لا یکون
فیئا پہر بعد رجوع قولی کے اگر زوج قادر ہوا جماع پر مدت ایلا مین تو اوسکا رجوع کرنا معتبر ہوگا وطی فی الفرج سے اسواسطے کہ وہی اصل ہے سو اگر غیر فرج مین وطی
کریگا جیسے کہ مقعد مین تو رجوع کرنا معتبر نہوگا ویستفاد اشتراط دوام العجز من وقت الایلاء الی مضی مدتہ وبہ صرح فی الملتقی وفی الحاوی
آلی وھو صحیح ثم مرض لم تکن فیئتہ الا الجماع اور مستفاد ہوتا ہے قول مصنف سے یعنی فان قدر علی الجماع سے مشروط ہونا دوام عاجزی کا رجوع لسانی
مین ایلا کے وقت سے اوسکی مدت کے گذرنے تک اور اسی شرط کو مصرح کردیا ہے ملتقی الابحر مین اور حاوی مین یون ہے کہ زوج نے حالت صحت مین ایلا کیا پہر بیمار
ہو گیا تو اوسکا رجوع کرنا ثابت نہوگا بدون جماع کے شارح نے اس روایت سے ملتقی کے کلام کی تائید کی وبقی شرط ثالث ذکرہ فی البدائع وھو قیام النکاح
وقت الفئ باللسان فلو ابانہا ثم فاء بلسانہ بقی الایلاء اور باقی رہی تیسری شرط رجوع قولی کی شرط اول عجز ہے اور شرط ثانی دوام عجز اور شرط ثالث
کو بدائع مین مذکور کیا وہ قیام ہے نکاح کا وقت رجوع کرنے زبانی کے یعنی رجوع کیوقت عورت منکوحہ ہونا بائنہ تو اگر زوج نے بعد ایلا کی عورت کو طلاق بائن
دی پہر زبانی رجوع کیا تو رجوع کرنا ثابت نہوگا اور ایلا باقی رہیگا قال لامرأتہ انت علی حرام ونحو ذلک کانت معی فی الحرام ایلاء ان نوی التحریم
او لم ینو شیئا وظہار ان نواہ وھدر ان نوی الکذب وذا دیانۃ واما قضاء فایلاء قہستانی وتطلیقۃ بائنۃ ان نوی الطلاق وثلث
ان نواھا ویفتی بانہ طلاق بائن وان لم ینوہ لغلبۃ العرف ولذا لا یحلف بہ الا الرجال کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ تو مجھپر حرام ہے اور مانند اس
کلام کے کچھہ اور بولا جسمین حرام کا لفظ ہو چنانچہ یون کہا کہ تو میرے ساتھہ ہے حرام کے اندر تو یہہ قول ایلا ہے اگر اوس نے تحریم کا ارادہ کیا اسواسطے کہ تحریم
حلال کی یمین ہے یا زوج نے اس کلام سے کچھہ ارادہ نکیا نہ ظہار کا نہ طلاق کا نہ ایلا کا نہ کذب کا تو بھی ایلا ہے اور یہہ کلام ظہار ہوگا اگر اوس نے ظہار کا ارادہ
کیا اور یہہ کلام باطل اور لغو ہوگا اگر اوس نے کذب کا ارادہ کیا اور اسکا باطل ہونا باعتبار دیانت کے ہے اور باعتبار حکم قاضی کے تو ایلا ہی ثابت ہوگا

كذا في القهستاني اور یہہ کلام ایک بائن طلاق ہوگا اگر اوس نے طلاق کی نیت کی اور تین بار طلاق واقع ہوگی اگر اوس نے تین طلاق کی نیت کی اور فتوی اسپر ہے کہ یہہ کلام یعنی انت علی حرام طلاق بائن ہی ہو اگرچہ زوج نے طلاق بائن کی نیت نکی ہو بسبب غلبہ استعمال کے یعنی بالفعل یہہ قول طلاق ہی مین اکثر مستعمل ہے ولہذا اس قول سے سوای مردون کے کوئی قسم نہین کہاتا ولو لم يكن له امرأة او حلفت به المرأة كان يمينا كما لو ماتت او بانت لا الى عدة ثم وجد الشرط لم تطلق امرأته المتزوجة بعد لصيرورتها يمينا فلا تنقلب طلاقا اور اگر مرد کے کوئی زوجہ نہو اور اوسنے کہا کہ علی الحرام یعنی حرام مجھپر لازم ہوا یا کہ عورت نے بلفظ حرام قسم کی یعنی زوج سے خطاب کرکے بولی کہ تو مجھپر حرام ہے تو یہہ قول یمین ہوگا نہ طلاق چنانچہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہو اگر مین غلام کو مارون پہر زوجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی بدون عدت کے بسبب طلاق قبل دخول کے پہر شرط پائی گئی یعنی مثلا غلام کو مارا تو مطلقہ نہوگی اوسکی وہ عورت جس سے بعد موت زوجہ اولی کے نکاح کیا اسی قول پر فتوی ہو کہ زوجہ ثانیہ پر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ہو جانے تعلیق کے یمین یعنی جب زوجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی تو تعلیق طلاق کی بسبب نہونے محل کے یمین ہوگئی پہر جب تعلیق یمین ہوگئی تو یمین منقلب ہو کر طلاق نہین ہوسکتی ومثله انت معي في الحرام والحرام يلزمني وحرمتك علي وانت محرمة او حرام علي او لم يقل علي وانا عليك حرام او محرم او حرمت نفسي عليك او انت علي حرام كالخمر او الخنزير بزازيه اور انت علی حرام کی مانند مین یہہ اقوال کہ تو ساتھہ میرے سے حرام مین اور حرام مجھکو لازم ہوا اور مین نے تجھکو اپنے اوپر حرام کیا اور تو مجھپر محرمہ ہو یا حرام ہو یا کہ اس مثال مین مجھپر کا لفظ نہو یعنی فقط اسیقدر کہا کہ تو حرام ہے یا محرم ہے اور مین تجھپر حرام ہون یا محرم ہون یا کہ مین نے اپنی ذات کو تجھپر حرام کیا یا کہ تو مجھپر حرام ہو مانند گدہے یا سور کے كذا في البزازية یعنی ان مثالون سے طلاق بائن واقع ہوگی بقول مفتی بہ اور اگر قائل کی زوجہ نہوگی تو یہہ اقوال یمین ہوجاوینگے تو حانث ہونیسے کفارہ لازم آویگا ولو كان له اربع نسوة والمسئلة بحالها وقع على كل واحدة منهن طلقة بائنة وقيل تطلق واحدة منهن واليه البيان كما مر في الصريح وهو الاظهر والاشبه ذكره الزيلعي والبزازي وغيرهما وقال الكمال الاشبه عندي الاول وبه جزم صاحب البحر في فتاواه وصححه في جواهر الفتاوى واقره المصنف في شرحه اور اگر زوج کی چار عورتین ہون اور یہہ مسئلہ بحال خود بطور سابق کے ہو ذکر تحریم مین یعنی چار عورتون کے زوج نے کہا کہ امرأتی علی حرام یعنی میری عورت مجھپر حرام ہو تو ہر عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور بعضون نے کہا کہ ان چار عورتون مین سے ایک ہی عورت پر طلاق واقع ہوگی اور زوج کا اختیار ہے بیان تعیین مین چنانچہ اسکا ذکر طلاق صریح مین ہوچکا اور یہی قول ظاہر تر اور اشبہ بالحق ہے چنانچہ زیلعی اور بزازی اور اونکے سوا اور فقہا نے مثل صاحب خلاصہ اور ذخیرہ اور بعضے ہی نے اسکو ذکر کیا ہو اور کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ میرے نزدیک اشبہ بحق قول اول ہے یعنی ہر عورت پر طلاق واقع ہونا اور اسیکا یقین کیا ہو صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوی مین اور جواہر الفتاوی مین بھی اسیکی تصحیح کی ہو اور مصنف نے بھی اسی قول کو اپنی شرح مین قائم رکھا ہو نہر الفائق مین کلام محقق کا فتح القدیر سے یون منقول ہو کہ میرے نزدیک اشبہ بحق وہ ہو جو فتاوی مین ہو اور اظہر یہ ہے کہ یون کہنا کہ حلال خدا یا حلال مسلمین کا مجھپر حرام ہے یہہ ہر زوجہ کو شامل ہے تو ہر ایک زوجہ پر طلاق بائن واقع ہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ محقق کی مراد اور اوسکے تابعین کا کلام حلال الله او حلال المسلمین مین ہے نہ کہ انت علی حرام مین اس واسطے کہ خطاب صریح منافی ہی عموم کا اور نہ امرأتی علی حرام مین ہو اور ظاہر نظر مین بھی معلوم ہوتا ہو کہ یہہ گفتگو انت علی حرام مین ہو لہذا شارح نے اسکو قولین سے استدراک کیا لكن في النهر يجب ان يكون معنى قول الزيلعي والمسئلة بحالها يعني التحريم لا بقيد انت على حرام مخاطبا لواحدة كما في المتن بل يجب فيه ان لا يقع الا على المخاطبة انتهى قلت يعني بخلاف حلال الله او حلال المسلمين فانه يعم وبه يحصل التوفيق فليحفظ لیکن نہر الفائق مین ہے کہ واجب ہو کہ ہون معنی اس قول زیلعی کے کہ یہہ مسئلہ بطور سابق کے ہو یعنی فقط تحریم مین مثل مسئلہ [illegible] کہ بقید خطاب زوجہ واحدہ کے چنانچہ متن مین ہو یعنی کنز مین بلکہ یہہ واجب ہو انت علی حرام مین کہ طلاق نہ واقع ہو کسی پر بجز زوجہ مخاطبہ کے انتہی کلام النہر شارح کہتا ہو کہ مین کہتا ہون یعنی بخلاف حلال الله یا حلال المسلمین کے کہ یہہ عام ہو چارون عورتون کو شامل ہو اور اسی سے حاصل ہوگئی توفیق یعنی [illegible] صاحب نہر الفائق اور توضیح شارح ہی کلام فقہا مین اتفاق حاصل ہوگیا سو اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہیے یعنی جو کہتا ہو کہ سب عورتون پر طلاق واقع ہوگی سو اوس قول سے کہتا ہو کہ حلال الله یا حلال المسلمین اور جو کہتا ہو کہ فقط زوجہ مخاطبہ ہی پر واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہو کہ انت علی حرام اور شارح کا یہہ مطلب نہین کہ نہر الفائق کی تفسیر [illegible]

سکے دو نوں قولوں میں اتفاق ہوگیا اسواسطے کہ اُن دونوں قولوں کا اختلاف امرأتی علی حرام پر مبنی ہے سو جو فقہا کہ عموم کے قائل ہیں سو امرأتی کی اضافت کو اضافت جنسی کہتے ہیں اور جو خصوص کے قائل ہیں وہ اضافت عہدی کہتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ الفاظ تین طرح پر ہیں قسم اول حلال اللہ یا حلال المسلمین سو یہ عام ہے اور یہی مراد ہے اصحاب فتاوی کی اور کمال الدین محقق اور مصنف کی اپنی شرح میں قسم ثانی انتِ علیَّ حرام سو یہ خاص ہے مخاطبہ کو قسم ثالث امرأتی علیَّ حرام اسمیں اختلاف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل متعلقہ شمارہ سکے انتِ علیَّ حرامٌ الفَ مرۃٍ یقعُ واحدۃٌ زن نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے ہزار بار تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ حرمت شئی واحد ہے اسمیں تعدد کی گنجایش نہیں بخلاف طلاق کے واللہ اعلم طلّقہا واحدۃً ثم قال لھا انتِ حرامٌ ناویًا ثنتینِ وقع واحدۃٌ عورت کو ایک طلاق دی پھر کہا اوسکو کہ تو حرام ہے دو طلاق کی نیت کرکے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی کرّرہ مرتینِ ونوی بالاول طلاقًا وبالثانی یمینًا صحّ انتِ حرامٌ کو دو بار کہا اور اول سے طلاق کی نیت کی اور دوسری سے یمین کی تو صحیح ہے قال ثلث مرات حلال اللہ علیہ حرامٌ ان فعل کذا او وجد الشرط وقع الثلث کہا تین بار کہ حلال خدا کا حرام ہو اُسپر اگر ایسا کرے اور شرط پائی گئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی قال لھما انتما علیّ حرامٌ ونوی فی احدٰھما الثلث وفی الاخرٰی واحدۃً فکما نوی بہ یُفتٰی وتمامہ فی البزازیۃ کہا دو عورتوں سے کہ تم دونو مجھپر حرام ہو اور ایک عورت میں تین طلاق کا ارادہ کیا اور دوسری میں ایک طلاق کا تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اوسنے ارادہ کیا اسی پر فتوی ہے اور پورا بیان اسکا بزازیہ میں ہے قال انتما علیّ حرام حنثَ بوطئ کلٍّ ولو قال واللّٰہ لا اَقربکما لم یحنث الا بوطیھما والفرق لا یخفی کہا کہ تم دونو مجھپر حرام ہو تو حانث ہوگا ہر عورت کی وطی سے اور اگر اون کہا کہ واللہ تم دونوسے میں قربت نکرونگا تو حانث نہوگا مگر دونو کی وطی سے یعنی ایک عورت کی وطی سے قسم نہ ٹوٹیگی اور وجہ فرق دونو مسئلوں کی مخفی نہیں اسواسطے کہ پہلی صورتمیں ہر عورت کو مستقل بحرمت کیا تو ہر عورت کو حرمت مستقلہ ثابت ہوئی اور دوسری صورت میں دونو کی وطی سے اپنی ذات اور دونگا تو ایک کی وطی سے حانث نہوگا اور دوسری وجہ فرق کی یہ ہے کہ پہلی صورتمیں ایلا معنوی ہے باعتبار معنی تحریم کے ہر ایک میں جدی جدی موجود ہے بخلاف صورت ثانیہ کے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفی الجوہرۃ کرّر واللّٰہ لا اقربکِ ثلثًا فی مجلسٍ ان نوی التکرار اتحد ولیّہ فانّہ ایلاءٌ واحدٌ والیمینُ ثلثٌ وان تعدّد المجلس تعدّد الایلاءُ والیمینُ واللّٰہ اعلم اور جوہرہ میں ہے کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا اسکو تین بار ایک مجلس میں بار کہا اگر تکرار کی یعنی تاکید کی نیت کی تو ایک ہی ایلا اور ایک ہی یمین ہوگی اور اگر تاکید کی نیت نکی تو ایک ایلا ہو یعنی اگر چار مہینے بدون وطی کے منقضی ہوجائنگے تو ایک طلاق ہوگی اور تین یمین ہونگی یعنی اگر وطی کریگا تو تین کفارے دینے لازم ہونگے اور اگر مجالس متعدد ہونگی یعنی ہر مجلس میں ایکبار واللہ لا اقربک کہیگا تو تین ایلا اور تین یمین ہونگی اگر چار مہینے تک قربت نکریگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور اگر قربت کریگا تو تین کفارے لازم آوینگے واللہ اعلم

باب الخلع ھو لغۃً الازالۃ یہ باب ہے احکام خلع میں اور خلع لغت میں بمعنی ازالہ ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے زائل کرنا اور جدا کرنا اور نکالنا جیسے کپڑے کو بدن سے اور موزہ کو پاؤں سے نکالنا واستعمل فی ازالۃ الزوجیۃ بالضمّ وفی غیرہا بالفتح اور خلع مستعمل ہے ازالہ زوجیت میں بضم اول اور ازالہ زوجیت کے غیر میں بفتح اول مستعمل ہے وشرعًا کما فی البحر ازالۃ ملک النکاح خرج الخلع فی النکاح الفاسد وبعد البینونۃ والردّۃ فانّہ لغوٌ کما فی الفصول اور خلع باعتبار اصطلاح شرع کے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے عبارت ازالہ ملک نکاح سے ملک نکاح کی قید سے نکاح فاسد میں خلع کرنا اور طلاق بائن اور مرتد ہونیکے بعد خلع کرنا خلع شرعی کی تعریف سے نکل گیا اسواسطے کہ وہ لغو ہے بسبب عدم ملکیت نکاح کے کذا فی الفصول المتوقّفۃ علی قبولھا خرج بہ ما لو قال خلعتُکِ ناویًا الطلاق فانّہ یقعُ بائنٌ غیرُ مسقطٍ للحقوق لعدمِ توقّفہ علیہ یعنی ازالہ ملک نکاح کا خلع ہے جو موقوف ہے عورت کی قبول کرنے پر تو اس قید سے نکل گئی وہ صورت کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھکو خلع کیا طلاق کی نیت سے تو اون کہا تو طلاق بائن واقع ہوگی بلا اسقاط حقوق زوجیت تو یہ قول خلع نہوگا بسبب نہ موقوف ہونے اس طلاق کے عورت کے قبول پر اور جو ازالہ ملک نکاح عورت کے قبول پر موقوف نہیں وہ خلع نہیں بخلاف خالعتُکِ بلفظ المفاعلۃ او اختلعی بالامر لم یُسمّ شیئًا فقبلت فانّہ خلعٌ مسقطٌ حتی لو کانت قبضت البدل ردّتہ خانیہ بخلاف خالعتک یعنی زوج نے بلفظ باب مفاعلت خلع کیا یا عورت سے بصیغہ امر اختلعی کہا یعنی خلع قبول کر اور اوسکی عوض میں کچھ مال مقرر نکیا سو عورت نے خلع قبول کیا تو یہ قول خلع ہے مسقط حقوق زوجیت کا یہانتک کہ اگر منکوحہ مہر قبض کرچکی ہوگی تو اوسکو مہر کا پھیر دینا لازم

ہوگا کذا فی الخانیہ بلفظ الخلع خرج الطلاق علی مال فانہ غیر مسقط فتح یعنی ازالہ ملک بلفظ خلع ہو تو اس قید سے طلاق بعوض مال کے تعریف خلع سے نکل گیا اسواسطے کہ طلاق مذکور حقوق زوجیت کو ساقط نہیں کرتا کذا فی فتح القدیر وزاد قولہ او فی معناہ لیدخل لفظ المبارأۃ فانہ مسقط کما یجیء ولفظ البیع والشراء فانہ کذلک کما صححہ فی الصغری خلافا للخانیۃ یعنی خلع عبارت ہے اوس ازالہ ملک سے جو بلفظ خلع ہو یا اوس لفظ سے ہو جو بمعنی خلع ہو مصنف نے اس قول کو اسواسطے زیادہ کیا تاکہ مبارات کا لفظ خلع مین داخل ہو جاوے اسواسطے کہ وہ بھی حقوق زوجیت کا مسقط ہے چنانچہ عنقریب آویگا اور تاکہ خلع بلفظ بیع اور شرا داخل رہے خلع مین اسواسطے کہ وہ بھی اسیطرح مسقط ہے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے فتاوی صغری مین برخلاف خانیہ کے اب تعریف خلع کی پوری ہوگئی اپنی افراد کی جامع اور غیر کی مانع وافاد التعریف صحۃ خلع المطلقۃ رجعیا اور فائدہ دیا تعریف مذکور نے مطلقہ رجعی کی صحت خلع کا اسواسطے کہ خلع عبارت ہے ازالہ ملک نکاح سے اور بقای عدت تک طلاق رجعی مین ملک ثابت ہے لہذا رجعت بدون تجدید نکاح کے درست ہے ولا بأس بہ عند الحاجۃ للشقاق بعدم الوفاق اور کچھہ مضائقہ نہین خلع کرنیمین وقت ضرورت کی جب آپسمین پھوٹ پڑیں نا اتفاقی سے اور مرد کو مال لینا عورت سے چھوڑنیکے بدلے جائز ہے بشرطیکہ نا اتفاقی مرد کیطرف سے نہو چنانچہ صحیح بخاری مین بروایت عبد اللہ بن عباس ثابت ہے کہ ایک عورت نے ایک باغ اپنی مہر مین پایا تھا اپنی زوج سے راضی نتھی سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ پھیر کر خلع کرلے اور بلا ضرورت عورت کو خلع کی خواہش کرنا حرام ہے جامع ترمذی مین بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جو عورت کہ بلا ضرورت زوج سے طلاق کی خواہش کریگی تو اوسپر بہشت کی خوشبو حرام ہے لیکن جب بطرح موافقت نہوسکے تو بموجب نص قرآنی اسکے جدائی بعوض مال اسکے جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بما یصلح للمھر بغیر عکس کلی لصحۃ الخلع بدون العشرۃ وبما فی یدھا وبطن غنمھا وجوز العینی انعکاسھا خلع جائز ہے عوض اس مال کے جو صلاحیت مہر کی رکھتا ہو بدون عکس کلی کے یعنی جو صلاحیت خلع کی رکھتا ہو وہ صلاحیت مہر کی بھی رکھے یہ کلیہ صحیح نہین بسبب صحت خلع کے کمتر دس درم سے اور بعوض اس مال کے جو عورت کے قبضے مین ہے اور بعوض اوس بچہ کے جو بکری کے پیٹ مین ہے اور حالانکہ دس درم سے کم مین اور عورت کے مقبوضی سے بسبب مجہول ہونے مال کے اور پیٹ کے بچہ سے مہر صحیح نہین اور علامہ عینی نے اس کا انعکاس جائز رکھا ہے تمم کلام العینی من انعکاسہ اراد انعکاس منطقی ہے اسواسطے کہ منطق مین موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہوتا ہے سو یہان صحیح ہے عکس لغوی کیطرح صحیح نہین ہوسکتا وشرطہ کالطلاق امہ شرط خلع کی مانند شرط طلاق کے ہے یعنی منکوحہ ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہین وصفتہ ماذکر بقولہ وھو یمین فی جانبہ لانہ تعلیق الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ عنہ قبل قبولھا ولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس ای مجلسہ ویقتصر قبولھا علی مجلس علمھا اور خلع یمین ہے مرد کی جانب مین اسواسطے کہ وہ تعلیق ہے طلاق کی مال کی قبول پر تو صحیح نہین پلٹنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرنے عورت کے اور صحیح نہین زوج کو شرط کرنا اپنی اختیار کا اور منحصر نہین زوج کی مجلس پر یعنی اگر زوج مجلس بدلیگا تو خلع باطل نہوگا اور موقوف ہے قبول کرنا عورت کا اپنی علم کی مجلس پر یعنی جب عورت کو خلع کی خبر ہو اور وہ مجلس مین نہ قبول کرے اٹھہ کھڑی ہو خلع باطل ہوگا وفی جانبھا معاوضۃ بمال فصح رجوعھا قبل قبولہ وصح شرط الخیار لھا ولو اکثر من ثلثۃ ایام بحر ویقتصر علی المجلس کالبیع اور عورت کی جانب مین خلع بدلائی ہے عوض مال دینے کے تو صحیح ہے عورت کا رجوع کرنا قبل قبول کرنے زوج کے اور صحیح ہے عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنی اختیار کو شرط کرلے کذا فی البحر الرائق اور موقوف ہے صحت خلع کی عورت کی مجلس پر مانند بیع کے فائدۃ یشترط فی قبولھا علمھا بمعناہ لانہ معاوضۃ بخلاف طلاق وعتاق وتدبیر لانہ اسقاط والاسقاط یصح مع الجھل فائدہ مشروط ہے عورت کی صحت قبول مین دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلاً ہند کی عورت سے خلع بعوض مال عربی زبان مین کرادے تو قول صحیح مین صحیح نہوگا اسواسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہے اور بدلائی بدون دریافت کے نہین ہوتی بخلاف طلاق اور عتاق اور تدبیر کی کہ اوسمین علم ہونا ضرور نہین اسواسطے کہ ہر واحد عبارت ہے اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھہ صحیح ہو جاتا ہے یعنی فقط قضاءً صحیح ہوتا ہے نہ دیانۃً کذا فی حاشیۃ المدنی وطرف العبد فی العتاق علی مال کطرفھا فی الطلاق اور جانب غلام کی آزادی بشرط مال مین مانند جانب عورت کی ہے طلاق مین یعنی اگر غلام کہے مولی سے کہ عوض اسقدر مال کے مجھکو آزاد کیجیو تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول مولی کے درست ہے اور اگر مولی کہے کہ مین نے بعوض اتنے مال کے

بکواز لیا تو ملی اس کلام سے پلٹ نہیں سکتا اور شرط خیار اور اقتصار علی المجلس کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے والخلع یکون بلفظ البیع والشراء والطلاق والمبارأۃ کبعت نفسک او طلاقک او طلقتک علی کذا او بارأتک ای فارقتک وقبلت المرأۃ اور خلع ہوتا ہی بلفظ بیع اور شرا اور طلاق اور مبارأت کے چنانچہ یون زوج کا کہنا کہ مین نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا یا یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق بعوض اتنے مال کے دی یا یون کہا کہ مبارأۃ کی مین نے تجھسے یعنی تجھکو جدا کیا اور عورت نے قبول کر لیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت ہوگیا اسیطرح شرا کی بھی مثال کہ عورت نے کہا کہ مینے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھسے مول لی بعوض اتنے مال کے کذا فی منح الغفار وحکمہ ان الواقع بہ ولو بلا مال ولو بالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرتہ فیما لو بطل البدل کما سیجیئ اور حکم خلع یہ ہو کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہو سو طلاق بائن ہے اگرچہ خلع بدون مال کے ہوا ہو اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا اوس صورتین ظاہر ہوتا ہے جب کہ بدل خلع کا مال باطل واقع ہو مانند شراب یا سود کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہو یعنی جب کہ بدل خلع مین مال باطل مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ خلع ہوا ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہو تو طلاق رجعی واقع ہوگی والخلع ہو من الکنایات فیعتبر فیہ ما یعتبر فیہا من قرائن الطلاق لکن لو قضی بکونہ فسخا نفذ لانہ مجتہد فیہ وقیل لا اور خلع کنایات مین داخل ہو تو خلع مین اعتبار کیا جاوے گا اس امر کا جسکا کنایات مین اعتبار ہوتا ہو یعنی قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اسکے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا در المنتقی مین ہو کہ مال مقرر کرنا خلع مین یہ بھی قرینہ ہو طلاق کا کذا فی حاشیۃ المدنی اور باوجود یکہ خلع کنایات مین داخل ہو اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہو نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا شافعی موجب اپنے مذہب کے خلع کے فسخ ہونیکا حکم کر دے تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ اس امر مین اجتہاد کی گنجایش ہے اور قول مجتہد فیہ مین حکم قاضی نافذ ہے اگرچہ قاضی شافعی ہو اور بعض نے کہا ہے کہ قاضی حنفی یا مالکی یا حنبلی اور قول ضعیف یہ ہو کہ قاضی کا حکم اسمین نافذ نہین خلعہا ثم قال لم انو بہ الطلاق فان ذکر بدلا لم یصدق قضاء فی الصورۃ بل لانہ دیانۃ اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ مین نے اس سے طلاق کی نیت نہین کی تو اگر زوج بدل خلع مین کچھہ مال ذکر کر چکا ہے تو قضاء اوسکی تصدیق نہوگی چاہے دونون الفاظ بیع اور شرا اور خلع اور مبارات مین اسواسطے کہ ذکر عوض کا قرینہ ہی طلاق کا مگر باعتبار دیانت کے البتہ تصدیق ہوگی لیکن اس صورتمین بھی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہین اسواسطے کہ عورت مانند قاضی کے ہو ظاہر پر عمل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی والا صدق ای اذا وقع بلفظ الخلع والمبارأۃ لانہما کنایتان ولا قرینۃ بخلاف لفظ بیع وطلاق اور اگر مال مذکور نہین ہوا تو زوج کی تصدیق ہوگی اوس خلع مین جو کہ بلفظ خلع اور بلفظ مبارات واقع ہوا ہو اسواسطے کہ یہ دو لفظ کنایہ مین طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود نہین بخلاف لفظ بیع اور طلاق کے کہ اونمین زوج کی تصدیق نہوگی بدون ذکر مال کے بھی اسواسطے کہ یہ دو لفظ طلاق صریح ہین قرینہ اور نیت کی کچھہ اونمین حاجت نہین لفظ بیع اسواسطے طلاق صریح ٹھہرا کہ بیع عبارت ہو زوال ملک عین سے اور زوال ملک عین کو زوال ملک منافع لازم ہو وفیہ اشارۃ الی اشتراط النیۃ وہو ظاہر الروایۃ الا ان المشائخ قالوا لا یشترط النیۃ لانہ بحکم غلبۃ الاستعمال صار کالصریح کما فی القہستانی عن متفرقات طلاق المحیط اور اسمین یعنی خلع اور مبارات کی کنایہ ہونیمین اشارہ ہی نیت کی شرط ہونیکی طرف یعنی بلفظ خلع بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اور یہی ظاہر الروایت ہو مگر مشائخ نے کہا ہو کہ نیت شرط نہین اسواسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہوگیا ہو چنانچہ قہستانی مین یہہ مذکور ہے متفرقات طلاق محیط سے طحطاوی نے کہا کہ مشائخ سابقین کے زمانہ مین شاید ایسا ہی ہوگا کہ خلع بجای طلاق صریح مستعمل ہوتا ہوگا وکرہ تحریما اخذ شیئ ویلحق بہ الابراء عما لہا علیہ ان نشز وان نشزت اور اگر نا موافقت اور زیادتی زوج کیطرف سے ہو تو اوسکو خلع کی عوض کچھ لینا عورت سے مکروہ تحریمی ہے اور اس سے ملحق ہے ابرا دین یعنی اگر عورت کا دین ہو مرد پر مہر ہو یا غیر مہر اور مرد عوض خلع کے اوسکی معافی چاہے تو یہہ بھی مکروہ تحریمی ہے طحطاوی نے محشی نے کہا کہ حق یون ہو کہ اس حال مین مال لینا حرام قطعی ہو لیکن اگر لیگا تو مالک ہوگا بملک خبیث کذا فی حاشیۃ المدنی وان نشزت لا ولو منہ نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاہا علی الاوجہ فتح اور اگر نافرمانی اور نا موافقت عورت کیطرف سے ہو تو عورت سے عوض خلع کے مال لینا کروہ نہین اگرچہ بعد نافرمانی زوجہ کے زوج کیطرف سے بھی نا موافقت ہوگئی ہو تو بھی مال لینا درست ہو اگرچہ خلع مین لینا دینے سے

زیادہ ہو یعنی اگر مثلاً دس درم مہر مین عورت کے دئے تھے اور بیس درم خلع کی عوض لئے تو بھی جائز ہے بنا بر اوس قول کے جسکی وجہ خوب تر ہے کذا فی فتح القدیر و
صحح الشمنی کراہیۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لاباس بہ یفید انہا تنزیہیۃ وبہ یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہیت کو صحیح کہا
ہے اور تعبیر ملتقی الابحر کی بلفظ لاباس بہ کے اسکا فائدہ دیتی ہے کہ کراہت تنزیہی ہے تو اس تقریر سے حاصل ہوگیا اتفاق دونو قولون کا سو جو فقیہ کہ دینے سے زیادہ
لینے کو کہتا ہے سو کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہے اور جو نفی کراہت کی کرتا ہے وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہے نہ تنزیہی کی تو اختلاف جاتا رہا اکرہہا الزوج
علیہ تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال وسقوطہ زبردستی کی عورت پر زوج نے خلع قبول کرنے پر تو بدون مال کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ
رضامندی شرط ہے لازم ہونے مال مین اور ساقط ہونے مال مین یعنی خواہ عورت نے مال دینا اپنے اوپر جبر سے لازم کرلیا ہو یا اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبر مین نہ مال دینا
لازم ہوگا اور نہ مہر ساقط ہوگا ولو ہلک بدل الخلع فی یدہا قبل الدفع او استحق فعلیہا قیمتہ لو البدل قیمیا ومثلہ لو مثلیا لان الخلع لایقبل الفسخ
اور اگر ہلاک ہوگیا بدل خلع کا عورت کے ہاتھ مین یا اوسکا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر بدل قیمت والی چیز تھا جیسے غلام یا کپڑا تو عورت پر اوسکی قیمت
دینا لازم ہوگا اور اگر بدل مثلی تھا جیسے کیلی یا وزنی چیز تھا تو عورت کو اوسکی مانند دینا لازم آویگا اسواسطے کہ خلع فسخ ہونیکو قبول نہین کرتا بخلاف بیع کے
جب کہ بائع کے پاس ہلاک ہوجاوے اسواسطے کہ بیع فسخ ہوسکتی ہے خلعہا او طلقہا بخمر او خنزیر او میتۃ او نحو ذلک مما لیس بمال وقع طلاق بائن فی
الخلع رجعی فی غیرہ وقوعاً مجاناً فیہما لبطلان البدل وہو الثمرۃ کما مر خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اوسکو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند اسکے اور
قسم سے کہ وہ مسلمان کے حق مین مال نہین تو طلاق بائن واقع ہوگی خلع کے لفظ مین اور طلاق رجعی ہوگی خلع کے سوا اور الفاظ مین اور دونو صورتون مین طلاق
کا واقع ہونا مفت ہوگا بسبب باطل ہونے بدل اسکے اور یہی وہ ثمرہ ہے جسکی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا ولو سمت خلا فاذا ہو خمر رجع بالمہر ان
سلم والا لاشئ لہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین حلال مال کا نام لیا تھا جیسے یون کہا کہ مجھسے خلع کر عوض اس سرکہ کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ نہ تھا تو زوج
مہر کو پھیر لے اگر ادا کیا ہوا اور اگر ہنوز دیا نہین تو ساقط ہوا بشرطیکہ زوج کو شراب ہونیکا علم نہ تھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہین بلکہ شراب ہے تو مفت
طلاق واقع ہوگی مہر عورت کا قائم رہیگا اسواسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہین اس صورت مین کما لو خالعہا علی ما فی یدہا ای من الحریۃ ولا شئ فی یدہا [illegible]
چنانچہ مفت طلاق واقع ہوتی ہے اس صورت مین کہ عورت نے اپنے مرد سے کہا کہ مجھسے خلع کر میری ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اوسکے ہاتھ مین کچھ نہین مفت طلاق
ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھ سے مراد اس مثال مین ظاہری ہاتھ ہے نہ معنوی یعنی قبض اور تصرف کذا [illegible] اور اسیطرح اس مثال کے بالعکس بھی
مفت طلاق ہوگی یعنی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے خلع کیا اپنی ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اوسمین کچھ نہین لکن لو کان فی یدہ جوہر کہا
فقبلت فہی لہ علمت او لا لاضرارہا نفسہا بقبولہا لیکن اگر زوج کے ہاتھ مین عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع قبول کریگی تو وہ
جواہر مرد کا مملوک ہوجاویگا عورت کو ہاتھ مین جواہر کے ہونیکا علم ہو یا نہو بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اوسکے قبول کرلینے سے وان زادت من
مال او دراہم ردت علیہ فی الاول مہرہا ان قبضتہ والا لاشئ علیہا جوہرہ او ثلثۃ دراہم فی الثانیۃ اور اگر عورت نے مثال مذکور مین
مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والے مال پر یا میرے ہاتھ والے دراہم پر اور حالانکہ اوسکے ہاتھ مین کچھ نہین تو پہلی
صورت مین یعنی درصورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیرے اگر مہر کو مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھ دینا لازم نہین یعنی اگر مہر مرد پر ہوگا
تو ساقط ہوگا عورت کو کچھ نہ دینا پڑیگا یا کہ عورت تین درم مرد کو پھیرے دوسری صورت مین یعنی درصورت ذکر دراہم کے ہاتھ سے مراد ان دونو
صورتون مین ظاہری ہاتھ نہین بلکہ مقبوضہ مراد ہے ولو فی یدہا اقل کملہا اور اگر مثال مذکور مین عورت کے ہاتھ مین تین درم سے کم ہو یعنی ایک درم
یا دو تو تین کو پورا کر دے تاکہ اقل جمع پایا جاوے ولو سمت دراہم فبان دنانیر [illegible] اور اگر عورت نے عوض خلع مین دراہم کا نام لیا پھر ظاہر
ہوا کہ عورت کے ہاتھ مین درم نہین بلکہ دینارین ہین شارح کہتا ہے کہ ہمنے اسکا حکم کتب فقہ مین نہین دیکھا صاحب نہر نے کہا کہ اس صورت مین دراہم
واجب ہوجاوینگے نہ دنانیر لیکن اسکو کہین مصرح نہین دیکھا کذا فی حاشیۃ المدنی والبیت والصندوق والبطن للجاریۃ اذا الولد لاقل المدۃ والبطن للغنم

ونثر الشيء كالبر قد ذكر البيد مثال كما في البحر اور كوٹھری اور صندوق اور لونڈی کا پیٹ بشرطیکہ چھ مہینے سے کمتر میں جنی ہو اور بھیڑ بکری کا پیٹ اور درخت کے پھل حکم میں
مانند ما تھہ کے ہین تو ذکر ما تھ کا اسئلہ سابقہ مین بطور مثال کے ہو کذا فی البحر الرائق یعنی اگر عورت نے کہا کہ میری کوٹھری والی یا صندوق والی چیز یا میری لونڈی کے
پیٹ کے بچہ یا میرے درخت کی پھلون پر مجھسے خلع کر اور حالانکہ اوسکی کوٹھری اور صندوق مین اور لونڈی اور بکری کے پیٹ مین اور درخت پر کچھ نہین تو طلاق مفت
ہوگی عورت پر کچھ دینا لازم نہوگا لیکن اگر لونڈی چھ مہینے سے کم مدت مین جنی گی تو مرد اوسکی بچہ کا مالک ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی گی تو مرد اوسکا
مالک نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال وقیدہ فی الخلاصۃ وغیرها بعدم العلم فقال لو علم انه لا متاع فی البیت او انه لا مهر لها علیه فی خلعها بمهرها
لا یلزمها شیء لانها لم تطمعه فلم یصر مغرورا او لو ظن ان علیه المهر ثم تذکر عدمه ردت المهر اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ مسائل مذکورہ مین مفت
طلاق واقع ہونیکو خلاصہ وغیرہا مین مقید کیا ہے بقید عدم علم کے سو یون کہا ہے کہ اگر زوج نے جانا کہ کچھ اسباب کوٹھری یا صندوق مین نہین یا خلع بعوض مہر
مین زوج یہہ جانتا تھا کہ عورت کا اوسپر کچھہ مہر نہین تو عورت کو کچھہ دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ اس صورت مین عورت نے مرد کو کچھہ لالچ نہین دکھلایا تو زوج کو
عورت نے کچھ فریب نہین دیا اور اگر مرد کو اپنے اوپر مہر واجب ہونیکا گمان تھا پھر اوسکو یاد آگیا کہ مجھپر مہر باقی نہین رہا تو عورت کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا اسواسطے
کہ مرد کو دہوکا ہوا اور محشی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ بعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا تاکہ آیندہ قول سے مناسبت ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی
خالعت علی عبد ابق لها علی براءتها من ضمانه لم تبرأ وعلیها تسلیمه ان قدرت والا فقیمته لانه لا یبطل بالشرط الفاسد کالنکاح
عورت نے خلع کیا اپنے بہاگے غلام پر بشرط بری الذمہ ہونیکے اوسکی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ نہوگی اس شرط سے اور عورت پر تسلیم غلام کی واجب ہوگی
اگر قادر ہوا وسپر اور اگر غلام نہ ملسکے تو قیمت غلام کی لازم ہوگی اسواسطے کہ خلع باطل نہین ہوتا شرط فاسد سے چنانچہ نکاح نہین باطل ہوتا قالت طلقنی ثلثا
بالف او علی الف فطلقها واحدۃ وقع فی الاولی بائنۃ بثلثه ای بثلث الالف ان طلقها فی مجلسها والا فمجانا وفی عورت نے کہا کہ مجکو تین طلاق
دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر مرد نے اوسکو ایک طلاق دی تو پہلی صورت مین یعنی بالف مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کی تہائی کی عوض بشرطیکہ
عورت کی مجلس نہ بدلی ہو اور اگر دوسری مجلس مین طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہوگی کذا فی فتح القدیر وفی الخانیۃ لو کان طلقها ثنتین فله کل الالف
اور خانیہ مین ہے کہ اگر زوج عورت کو دو طلاق اول دیچکا تہا تو اوسکو پورے ہزار ملینگے یعنی اگر بعد دو طلاق دینے کے عورت نے کہا کہ مجکو تین طلاق دے عوض
ہزار کے اور زوج نے ایک طلاق دی تو عورت کو ہزار کا دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو اور ایک ملکر تین ہوگئی عورت کا مطلب تہا پوری جدائی سو حاصل ہوگیا
وفی الثانیۃ رجعیۃ مجانا لان علی للشرط وقالا کالباء اور دوسری صورت مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مفت یعنی جب عورت نے کہا کہ طلقنی علی
الف تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی اسواسطے کہ حرف علی کا واسطے شرط کے ہے اور مشروط منقسم نہین ہوتا اجزاء شرط پر اور رجعی طلاق اسواسطے ہوئی کہ مال
سے خالی ہے اور صاحبین نے کہا کہ حرف علی کا مانند با کے ہے تو جیسے پہلی صورت مین ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی تھی ویسے ہی دوسری صورت مین
ایک طلاق بائن واقع ہوگی قال لها طلقی نفسک ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسها واحدۃ لم یقع شیء لانه لم یرض بالبینونۃ الا بکل الالف
بخلاف ما مر لرضاها بها بالف فببعضها اولی مرد نے عورت سے کہا کہ تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا ہزار پر سو عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق
دی تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ مرد راضی نہوا جدائی سے مگر پورے ہزار کے بدلے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو مطلب مرد کا نہوا لہذا ایک طلاق
بھی واقع نہوگی بخلاف مسئلہ گذشتہ کے بسبب راضی ہونے عورت کی جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم مین بطریق اولی راضی ہوگی وقوله انت طالق بالف
او علی الف فقبلته فی مجلسها لزم ان لم تکن مکرهۃ کما مر ولا سفیهۃ ولا مریضۃ کما یجیء الالف لانه تعویض او تعلیق اور مرد کا عورت
سے یون کہنا کہ تو مطلقہ ہے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر عورت نے اوسیکو قبول کرلیا اپنی مجلس مین تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا بشرطیکہ اوسپر سختی
نکی ہو چنانچہ اسکا ذکر سابق ہوچکا اور عورت احمق اور بیمار نہو چنانچہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اسواسطے لازم ہوگا کہ یہہ قول یا بدلا ہے یا تعلیق
ہے یعنی بالف کہنے مین بدلا ہے اور علی الف مین تعلیق ہے وفی البحر عن التاتارخانیۃ قال لامرأته اعطیک الفا لو بالف درهم واحد اخری بما تہ

دینار فقبلتا طلقتا بغیر شیٔ اور بحر الرائق مین تاتارخانیہ سے منقول ہے کہا اپنی دو عورتوں سے تم میں سے ایک مطلقہ ہے بعوض ہزار درم کے اور دوسری
بعوض سو درم کے سو قبول کرلیا اوسکو دونوں نے تو دونوں پر طلاق واقع ہوگی مفت بسبب مجہول ہونے مال کے اسواسطے کہ ہر عورت یہہ کہہ سکتی ہے کہ مجھپر لازم
نہین دینا مگر سو درم ہ۔ انت طالق وعلیک الف او انت حر وعلیک الف طلقت وعتق مجانا وان لم یقبلا لان قولہ وعلیک الف جملۃ تامۃ
وقالا ان قبلا صح ولزم المال عملا بان الواو للحال وفی الحاوی وبقولہما یفتی ۔ زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے اور تجھپر ہزار درم دینا لازم
ہے یا مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اور تجھپر ہزار درم دینا لازم ہے تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا مفت اگرچہ دونون نے ہزار
درم دینا قبول بھی نکرلیا ہو اسواسطے کہ زوج یا مالک کا یون کہنا وعلیک الف یہہ پورا جملہ ہے یعنی ماقبل سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اعراب مین خواہ واو
عطف کا ہو خواہ استیناف کا اور صاحبین نے کہا کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار درم کو قبول کرلیا ہو تو طلاق یا اعتاق صحیح ہوگا اور مال کا دینا لازم
ہوگا باعتبار اس عمل کے کیونکہ یہہ واو حالیہ ہے تو وعلیک الف پورا جملہ نہ ٹھہرا بلکہ انت طالق وعلیک الف ایک جملہ ہوگیا تو مطلب یہہ ہوا کہ تو
طالق ہے در حالت وجوب ہزار درم اور حاوی قدسی مین کہا ہے کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے ۔ قال طلقتک علی الف فلم تقبلی فقالت قبلت
فالقول لہ بیمینہ بخلاف بعتک طلاقک امس علی الف فلم تقبلی وقالت قبلت فالقول لہا وکذا لو قال لعبدہ کذلک کقولہ لغیرہ
بعت منک ہذا العبد بالف امس فلم تقبل وقال المشتری قبلت فان القول للمشتری والفرق ان الطلاق بمال یمین من جانبہ وہی تدعی
حنثہ وہو ینکر اما البیع فاقرارہ بہ اقرار بالقبول فانکارہ رجوع فلا یسمع فلو برہنا احتمل ببینتہا تاتارخانیہ زوج نے زوجہ سے کہا
کہ مین نے تجھکو طلاق دی تھی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم دینا قبول نکیا سو عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھہ قسم کے
بخلاف اس قول کے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تیری طلاق کل بیچی تھی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم کو نہ قبول کیا تہا اور عورت نے کہا کہ مین نے
قبول کیا تہا تو اس صورت مین عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسیطرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اوسکا بھی یہی حکم ہے یعنی اگر مالک نے غلام سے
کہا کہ مین نے تجھکو ہزار درم پر آزاد کیا تہا سو تو نے دینا نہ قبول کیا تہا اور غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تہا تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھہ قسم کے اور
اگر یون کہا کہ مین نے تیری ذات کو ہزار درم پر بیچا تہا سو تو نے نہ قبول کیا تہا اور غلام بولا کہ مین نے قبول کیا تہا تو غلام کا قول معتبر ہوگا چنانچہ مالک کا
یون کہنا غیر عبد سے کہ مین نے بیچا تہا تیرے ہاتھہ اس غلام کو بعوض ہزار درم کے کل سو تو نے نہ قبول کیا تہا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تہا تو
مشتری ہی کا قول لائق اعتماد کے ہوگا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہہ ہے کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہے جانب زوج سے
اور تعلیق طلاق کو قبول زوجہ لازم نہین اسواسطے کہ تعلیق بدون قبول کے بھی صحیح ہے اور زوجہ مدعی ہے زوج کے حانث ہونیکی یعنی تعلیق ٹوٹنے کی اور
زوج اوسکا انکار کرتا ہے اور قول معتبر نہین مگر منکر کا لہذا در صورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا اور بیع کا تو یہہ حال ہے کہ بیع کا اقرار وہی اقرار
ہے قبول کا اسواسطے کہ بیع عبارت ہے ایجاب اور قبول سے تو جب بیع کا اقرار کیا تو وہی قبول کا بھی اقرار ہوگیا تو بیع کا اقرار کرکے قبول کا انکار کرنا
پہرنا اور باطل ہے بیع سے تو مسموع نہوگا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کی گواہ لاوین تو عورت ہی کے گواہ لیے جاوینگے اسواسطے کہ عورت مثبت ہے اور زوج
نافی تو گواہ اثبات کے اولی ہین نفی سے کذا فی التاتارخانیہ ولو ادعی الخلع علی مال وہی تنکر یقع الطلاق باقرارہ والدعوی فی المال بحالہا
فیکون القول لہا لانہا تنکر وعکسہ لا کیف ماکان بزازیۃ اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہے تو طلاق واقع ہوجاویگی
بسبب اقرار مرد کے اور دعوی مال کا بحال خود ہے سو اگر زوج گواہ لاویگا تو مال عورت پر لازم ہوگا اور اگر گواہ نہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا
اسواسطے کہ وہ منکر ہے اور اوسکے بالعکس مین طلاق نہ واقع ہوگی یعنی اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے
کہ عورت طلاق واقع کرنیکی مالک نہین کسیطرح کا دعوی ہو طلاق نہوگا کذا فی البزازیہ یعنی دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جب خلع نہ
ثابت ہوا تو عورت کو مال کا دینا بھی نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مال تہا عوض خلع کے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے انکر الخلع او ادعی شرطا او

استثناءً اوان ما قبضه من دینه او اختلفا فی الطوع والکرہ فالقول له زوج نے خلع سے انکار کیا یا خلع مین دعوی شرط کا کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے خلع کیا تھا بشرط رضامندی اپنے باپ کے یا دعوی استثنا کا کیا یعنی خلع کے ساتھ مین نے انشاء اللہ کہا تھا یا یہہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اوسکی قرض مین سے تہا یعنی بزعم قرضدار تھی زوجہ کی سو زوجہ نے کہا کہ مجھکو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونوں مین اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی مین زوجہ کہتی ہو کہ مجھسے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوج کہتا ہو کہ اوسنے اپنی خوشی سے قبول کیا تو ان سب صورتوں مین اگر گواہ نہوں گے تو زوج ہی کا قول لائق اعتبار کے ہوگا ولو قالت کان بغیر بدل فالقول لها اور اگر عورت یون کہیگی کہ خلع بلا عوض تہا اور زوج کہتا ہو کہ خلع بعوض تہا تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا ادعت المهر ونفقة العدة وانه طلقها وادعی الخلع ولا بینة فالقول لها فی المهر وله فی النفقة دعوی کیا عورت نے مہر اور نفقہ عدت کا اور یہہ دعوی کیا کہ مرد نے مجھکو طلاق دی ہے اور مرد نے دعوی کیا کہ خلع عوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہے اور گواہ کسیکے نہین تو عورت کا قول مہر مین معتبر ہوگا اور مرد کا قول نفقہ عدت مین مقبول ہوگا مہر مین عورت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ زوجین مین بقای مہر اصلی امر ہے اور لائق اعتبار کے قول اوسیکا ہے جو متمسک ہو اصل کا اور نفقہ عدت مین زوج کا قول اسواسطے معتمد ہوا کہ عورت نفقہ عدت کی استحقاق کی مدعی ہے بسبب طلاق کے اور زوج اوسکا منکر ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ یہہ تعلیل مشکل ہے اسواسطے کہ زوج اور زوجہ استحقاق نفقہ عدت مین متفق ہین اسواسطے کہ طلاق اور خلع دونو سے نفقہ ثابت ہوتا ہے تو کیونکر ساقط ہوگا کذا فی حاشیة المدنی خلع امرأتیه علی عبد قسمت قیمته علی مسمیهما خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتوں سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام کی دونو عورتوں کے معین مہرون پر مثلاً قیمت غلام کی ہے تیس درم اور ایک عورت کا مہر دو سو درم کا ہے اور دوسری کا ہے سو درم کا تو دو سو درم والی پر بیس درم لازم ہون گے اور سو درم والی پر دس درم واجب ہونگی طحطاوی نے کہا یہہ قسمت اوس صورت مین ہے کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو یا دونو عورتوں کا ہو اور دونو کی مہر برابر نہون اور اگر غلام عورتوں کا مملوک ہو بالمناصفہ اور دونو کے مہر بھی برابر ہون تو قیمت کی تقسیم کی کچھ حاجت نہین وہی غلام بدلا خلع کا ہوگا کذا فی حاشیة المدنی خلعتك علی عبدی وقف علی قبولها ولم یجب شیء کہا مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہونا خلع کا عورت کی قبول کرنے پر موقوف رہیگا اسواسطے کہ خلع بعوض معین جہیز کے ہے تو بدون عورت کی قبول کے کیونکر درست ہوگا ولیکن عورت کو کچھ دینا لازم نہوگا کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ زوج کو اپنے مال سے عوض خلع کا اقرار دینا صحیح ہے ویسقط الخلع والنکاح صحیح ولو بلفظ بیع وشراء کما اعتمدہ الاعتمادی وغیرہ والمبارأۃ ای الابراء من الجانبین کل حق ثابت وقتهما لکل منهما علی الآخر مما یتعلق بالنکاح حتی لو ابانها ثم نکحها ثانیا بمهر آخر فاختلعت منه علی مهرها برئ عن الثانی لا الاول ومثله المتعة بزازیه اور ساقط کرتا ہے خلع نکاح صحیح مین اگرچہ خلع بلفظ بیع وشرا کے ہو جیسا کہ اسی پر اعتماد کیا ہے عمادی وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہے مبارات یعنی ابرا جانبین سے اسطرح کہ عورت کہے کہ مجھکو بری کر اتنے مال پر اور مرد کہے کہ مین نے تجھکو بری کر دیا خلع اور مبارات ساقط کرتے ہین ہر ایک حق کو جو کہ بوقت خلع اور مبارات کے ثابت ہے ہر ایک کا حق دوسرے پر اوس قسم کا حق جو متعلق ہے اس نکاح سے جسکے بعد خلع ہوا ہے یہانتک کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی پہر اوس سے دوسری بار نکاح کیا دوسرے مہر پر پہر اگر بہر عورت نے خلع کی خواہش کی زوج سے اپنی مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور مانند مہر کے متعہ ہے کذا فی البزازیہ یہہ جو کہا کہ خلع حق ثابت کو ساقط کرتا ہے یعنی مہر اور نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو اور یہہ شاکر تو ثابت کی قید سے نفقہ عدت اور سکنی نکل گیا کہ یہہ خلع سے بدون شرط کرنیکے ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ یہہ حق خلع کے وقت ثابت نتھا بلکہ بعد ثابت ہوا اور یہہ جو کہا کہ وہ حق ثابت ہوتا ہے جو متعلق ہے نکاح سے تو وہ حق نکل گیا جو بجہت نکاح کے متعلق نہین چنانچہ ایک کا دین ہو دوسرے پر بسبب قرض کے یا بسبب قیمت مبیع کے تو ایسا حق خلع سے ساقط ہوگا اور یہہ جو کہا کہ متعہ مہر کے مثل ہے اوسکی صورت یہہ ہے کہ عورت سے بدون تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل دخول خلع کیا تو متعہ یعنی ایک جوڑا کپڑے کا دینا ساقط ہوگا ہرچند قیاس اسکو مقتضی ہے کہ متعہ ساقط نہو خلع سے مانند نفقہ عدت کے اسواسطے کہ یہہ حق وقت خلع کے ثابت نتہا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن چونکہ متعہ عوض ہے مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہے ویسی ہی یہہ بھی ساقط ہو گیا کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن ابی السعود وفیها اختلعت علی ان لا دعوی لکل علی صاحبه ثم ادعی ان له کذا من القطن صح لاختصاص البراءة بحقوق النکاح اور بزازیہ مین ہے کہ عورت نے خلع کیا اس

شرط پر کہ کچھ دعوی نہین کریگا اپنے ساتھی پر پھر مرد سنے دعوی کیا کہ اوسکی یعنی میری اتنی روئی ہی عورت کے ذمہ پر تو یہ دعوی صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے برات کے
ساتھ حقوق نکاح کے یعنی خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہوجاتے ہین نہ اور حقوق الا نفقة العدّة وسکناها فلا یسقطان الا اذا نصّ علیها فتسقط النفقة
لا السکنی لانها حق الشرع الا اذا ابرأته عن مؤنة السکنی فیصح فتح وهو مستغنی عنه بما ذکرنا اذ النفقة والسکنی لم یجبا وقتها بل بعدها شیئا فشیئا متعلق
بنکاح ساقط ہوتے ہین مگر نفقہ عدت کا اور سکنی عورت کا سو یہ نہین ساقط ہوتے مگر جبکہ تصریح ہوگئی ہو نفقہ عدت کی نفی پر تو نفقہ عدت کا ساقط ہوگا نہ سکنی اسواسطے کہ سکنی حق شرع ہے حق تعالی
نے فرمایا کہ لا تخرجوهن من بیوتهن یعنی نہ نکالو مطلقات کو اونکے رہنے کے مکان سے یعنی تا انقضاء عدت مگر جب کہ عورت مرد کو بری الذمہ کردے بار برداری ور
سکنی کے خرچ سے اسطرح کہ مثلا دونو کرایہ کے مکان مین رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم کرلیا یا یون بولی کہ مین دوسرا گھر کرایہ کو لونگی یا کہ اپنی
مملوک گھر مین رہتی ہو تو اسطرح صحیح ہے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنی کسیطرح ساقط نہین ہوتا لیکن کرایہ سکنی کا البتہ ابراسے ساقط ہوتا ہے شارح کہتا ہے کہ نفقہ
عدت اور سکنی کے استثنا کرنیکی کچھ حاجت نہین بموجب ہمارے بیان کے یعنی قولہ ثابت وقتها بعد قول المصنف کل حق کی اسواسطے کہ نفقہ اور سکنی واجب ہی نہین
وقت خلع اور مبارات کی بلکہ بعد اونکے واجب ہوئے ہین یعنی اگر مصنف ثابت وقتها کی قید لگاتا جیسے شارح نے لگائی ہے تو استثنا کرنیکی کچھ حاجت نہین ہوتی
لیکن چونکہ مصنف نے اوس قید کو مذکور نہین کیا تو البتہ استثنا کرنیکی حاجت ہوگی اور بعض حواشی مین یون ہے کہ قید ثابت کی مصنف کے قول یسقط سے مفہوم
ہوتی ہے اسواسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہے نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا نفقة العدة استثناء منقطع ہوگا کذا فی حاشیة المدنی وقیل الطلاق علی
مال مسقط للمهر کالخلع والمعتمد لا ذکره البزازی اور قول نامعتمد یہ ہے کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہے مانند خلع کے اور قول معتمد یہ ہے کہ ساقط
نہین کرتا کذا ذکره البزازی ولا یبرأ ابرأتك الله ذکره البهنسی اور زوج بری نہین ہوتا عورت کے اس قول سے کہ خدا تجھکو بری کرے چنانچہ بہنسی نے
اسکو ذکر کیا ہے اور اوسکا شاگرد علامہ باقانی اور خیر الدین رملی بھی اسکے قائل ہین لیکن قاری ہدایہ نے اسکے خلاف فتوی دیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول سے
طلاق واقع ہوگی اور ابرا صحیح ہوگا اور گازرونی اوسکا تابع ہوگیا ہے اپنے فتاوی مین اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانے مین یہہ رائج ہے کہ مرد عورت
سے برات چاہتا ہے سو عورت کہتی ہے کہ اللہ تجھکو بری کرے اور مین نے لکھدیا ہے کہ یہ برات صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن الاسقاطے
شرط البرأة من نفقة الولد ان وقتا وقتا کسنة صح ولزم والا لا بحر وفیه عن المبتغی وغیره لو کان الولد رضیعا صح وان لم یؤقتا وتنصرف
حولین بخلاف الفطیم شرط کیا زوج نے خلع مین اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کی خرچ سے تو اگر دونو کوئی برات کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو
یہہ شرط صحیح ہے اور عورت پر نفقہ لڑکے کا لازم ہوگیا اور اگر مدت نفقہ کی مقرر نکی تو شرط بھی صحیح نہوگی اور عورت پر نفقہ بھی نہ لازم ہوگا کذا فی البحر الرائق
اور اوسمین مبتغی وغیرہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکا شیر خوار ہوگا تو شرط برات کی صحیح ہوگی اگرچہ دونو نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اوسکو دودھ پلاوے دو
برس اسواسطے کہ شیر خوار مین قرینہ دلالت کرتا ہے کہ تا مدت رضاعت نفقہ مراد ہے بخلاف اوس لڑکے کی جو دودھ چھوڑ چکا ہے کہ اگر اوسکی پرورش مین مدت
مقرر نہین ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم نہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب قبول کرلینے عورت کے کذا فی حاشیة الطحطاوی ولو تزوجها او هربت او ماتت او مات
الولد رجع ببقیة نفقة الولد والعدة اور اگر خلع کیا عورت سے بشرط برات نفقہ عدت اور نفقہ ولد کے اور پھر اوس عورت سے نکاح کیا یا کہ عورت نفقہ رسانی
ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکور کے مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو زوج پھیر دیگا بقیہ نفقہ ولد اور نفقہ عدت کو درصورت نکاح یعنی تجدید مذکورہ کی زوج پر نفقہ
عورت کا لازم ہوگیا اور یہان آکر لڑکے کو بھی اوسکے باپ کے مال سے کھلاویگی لہذا زوج کو جسقدر عدت بعد نکاح کے باقی رہی ہوگی اوتنی مدت کا نفقہ عورت کا
اور نفقہ ولد کا پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ وہ عوض تہا خلع کا اور درصورت ہرب بھی بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا اسواسطے کہ عورت نے شرط کو پورا نکیا ہرب سے یا یہہ
مراد ہے کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگی کذا فی النهر الفائق یا یہہ مراد ہے کہ عورت ناشزہ ہوجاوے یعنی نافرمانی کرے تاکہ نفقہ عدت کا ساقط ہوجاوے کذا فی
البحر الرائق اور درصورت مرجانے عورت کے اوسکی ترکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج پھیرلے کذا فی حاشیة المدنی الا اذا اشترطت برائتها ورصورت مرنے عورت
یا مرنے ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا اگر اوسنے نہ لیا ہوگا جب کہ عورت نے اپنی برات شرط کرلی ہو یعنی خلع کے وقت عورت نے یہہ شرط کرلی ہو کہ مین مرگئی یا کہ لڑکا

وگیا تو مرد بری الذمہ ہوا اپنی نفقہ سے ولہا ان تمسک ابنتہ بکسوۃ الصبی الا اذا اختلعت علیہا ایضا ولو طلبہا فیصح کالطعام اور جس صورت مین کہ خلع بعوض نفقہ ولد ہوا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ پوشاک ولد کی اوسکے باپ سے طلب کرے مگر اوس صورت مین مطالبہ نہوگا جب کہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا ہو اگرچہ لڑکا شیرخوار نہو تو بھی خلع کرنا بعوض اوسکے لباس کے صحیح ہو جیسا کہ اجارہ دائی کا طعام اور پوشاک پر صحیح ہے ہر چند یہ اجارہ مجہول ہو لیکن منازعت کا باعث نہیں اسواسطے کہ والدین بسبب کثرت شفقت ولد کے دائی کے کھانے اور لباس وغیرہ مین تنگی نہیں کرتی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعتہ علی نفقۃ ولدہ شہر مثلا وھی معسرۃ فطالبتہ بالنفقۃ یجبر علیہا وعلیہا لہا اعتماد فتح اور اگر عورت نے خلع کیا مرد سے اوسکی ولد کی ایک مہینے کے خرچ پر اور عورت محتاج ہو اوسنے مرد سے ولد کا خرچ مانگا تو مرد سے یہ خرچ دلایا جاویگا اور یہی قول معتبر ہے کذا فی فتح القدیر یعنی چونکہ عورت مفلس ہے تو ولد کے باپ سے حاکم اوسکا خرچ ضروری دلاویگا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ قرض بنا رہیگا جب اوسکو مقدور ہوگا تو مرد لیگا وفیہ لو اختلعت علی ان تمسکہ الی البلوغ صح فی الانثی لا الغلام ولو تزوجت فللزوج اخذ الولد وان اتفقا علی ترکہ لانہ حق الولد وینظر الی مثل امساکہ لتلک المدۃ فیرجع بہ علیہا اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس رکھیگی اوسکے بالغ ہونے تک تو یہ خلع صحیح ہوگا لڑکی کی تخصیص نہ پسر کی تخصیص اسواسطے کہ لڑکا عورت کی صحبت مین تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہو جاویگا مردون کے آداب سے ناواقف رہیگا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کر کے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو زوج اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا ضرور ہے اگرچہ زوج اول اور عورت متفق ہوں عورت کو پاس لڑکا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لینا ضرور ہے اسواسطے کہ یہ حق ہے ولد کا اور تامل کیا جاویگا اس مدت کی گذرنے کی خرچ مین یعنی مثلا ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے کہ باپ نے جو مہینہ بھر ولد کو کھلایا تو کتنا اوسپر خرچ ہوا تو اوسیقدر مال عورت سے زوج اول پھیر لے خلع لاب صغیرۃ بمالہا او مہرہا طلقت فی الاصح کما لو قبلت ھی وھی ممیزۃ ولم یلزم المال لانہ تبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا اوسکے مال یا اوسکے مہر کے عوض تو اوسپر طلاق واقع ہوگی قول اصح مین چنانچہ طلاق واقع ہوتی ہے اوس صورت مین کہ اگر صغیرہ تمیزدار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آویگا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اسواسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع ہے یعنی فعل غیر ضروری ہے تو معتبر نہوگا وکذا الکبیرۃ الا اذا قبلت فیلزمہا المال اور اسیطرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال دینا لازم نہ آویگا مگر جب کہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کر لیا ہو تو اوسکو مال کا دینا ہوگا ولا یصح من الام ما لم تلتزم البدل اور صحیح نہیں خلع صغیرہ کا ماں کی طرف سے جب تک کہ ماں اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کرے بسبب عدم ولایت کے ولا علی صغیر اصلا اور صحیح نہیں خلع کرنا ولد صغیر پر کسیطرح یعنی نہ باپ خلع کر سکتا ہے نہ ماں خواہ اپنے مال سے خواہ صغیر کے مال سے اسواسطے کہ صغیر طلاق کا مالک نہیں تو ماں یا باپ اوسکی نائب بھی نہیں ہو سکتی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو خالعت المرأۃ بذلک ای بمالہا او بمہرہا وھی غیر رشیدۃ فانہا تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق یقع رجعیا فیہما شرح الوہبانیۃ چنانچہ اگر خلع کیا عورت نے بعوض اپنے مال کے یا بعوض اپنے مہر کے اور حالانکہ عورت ہوشیار نہیں یعنی امور دنیاوی مین نادان ہے تو وہ مطلقہ ہوگی اور اوسکو مال کا دینا لازم نہوگا یہانتک کہ اگر خلع بلفظ طلاق ہوگا تو دونو صورتون مین یعنی در صورت صغیرہ اور نادان ہونے کے طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح خالی از عوض ہے کذا فی شرح الوہبانیہ

فان خالعہا الاب علی مال ضامنا لہ ای ملتزما لا کفیلا لعدم وجوب المال علیہا صح والمال علیہ کالخلع من الاجنبی فالاب اولی بلا سقوط مہرہا لانہ لم یدخل تحت ولایۃ الاب پھر اگر صغیرہ یا نادان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہو کر یعنی مال دینا اپنی ذات پر لازم کر کے خلع کیا نہ صغیرہ کیطرف سے کفیل ہو کر بسبب نہ واجب ہونے مال کے صغیرہ پر تو اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہے اور مال کا دینا باپ پر واجب ہوگا مانند خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنی جب اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہے بدون سقوط مہر صغیرہ کے اسواسطے کہ مہر باپ کی ولایت مین داخل نہیں ومن حیل سقوطہ ان یجعلا بدل الخلع علی اجنبی بقدر المہر ثم یحیل بہ الزوج من لہ ولایۃ قبض ذلک منہ بزازیہ اور حیلہ سقوط مہر کا یہ ہے کہ زوج اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہراوین بقدر مہر کے تو اجنبی یون کہے کہ بدل خلع کا دینا مجھپر لازم ہوا پھر زوج بدل خلع کا حوالہ کریگا اوسکو جسکو زوج سے مہر لینے کی ولایت ہے یعنی باپ کو کذا فی البزازیہ یعنی زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو فلانی اجنبی سے اپنی صغیرہ کا مہر لے تو اس تدبیر سے صغیرہ کا مہر زوج سے

ساقط ہوگا وان شرطہ ای الزوج الضمان علیہا ای الصغیرۃ فان قبلت وھی من اھلہ بان کانت تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب طلقت بلا شیء
لعدم اھلیۃ الغرامۃ وان لم تقبل او لم تعقل لم تطلق وان قبل الاب ففی الاصح زیلعی اور اگر زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط کی سو اگر صغیرہ نے
خلع قبول کیا اور حالانکہ اوسکو لیاقت تھی قبول کرنیکی اسطرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہے کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہے اور خلع سے مال جاتا ہے تو اوسپر طلاق واقع
ہوگی مفت اسواسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہیں اور اگر صغیرہ نے خلع بشرط ضمان نہ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اوسکو اتنا فہم نہیں کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہے اور
خلع سے نقصان ہوتا ہے تو اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ اوسکے باپ نے قبول کر لیا ہو اوسکی طرف سے قول اصح میں کذا فی شرح الزیلعی ولو بلغت واجازت
جاز فتح اور اگر صغیرہ بالغہ ہوئی اور اوسنے قبول سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر در المنتقی میں کہا کہ اگر صغیرہ نے
بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہوگا اور طحطاوی نے کہا کہ یہہ بھی احتمال ہے کہ صغیرہ بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے کذا فی حاشیۃ الدر
قال الزوج خلعتک فقبلت المرأۃ ولم یذکر مالا طلقت لوجود الایجاب والقبول وبرئ عن المھر المؤجل لو کان علیہ والا یکن علیہ
من المؤجل شیء ردت علیہ ما ساق الیھا من المھر المعجل لما مرّ انہ معاوضۃ فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ مین نے تجسے خلع کیا سو قبول
کر لیا عورت نے اور دونو نے کچھہ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے ایجاب اور قبول کے اور زوج بری الذمہ ہوگا مہر موجل سے اگر مہر موجل مہنوز
اوسپر ہوگا اور اگر مہر موجل سے کچھہ باقی رہا ہوگا تو عورت پہیر دیگی اوسکو جسقدر کہ مہر معجل زوج اوسکو دیچکا ہے اسواسطے کہ یہہ مذکور ہوچکا ہے کہ خلع معاوضہ ہے
عورت کیطرف سے تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہوگا خلع المریضۃ یعتبر من الثلث لانہ تبرع فلہ الاقل من ارثہ وبدل الخلع ان خرج من الثلث
والا فالاقل من ارثہ والثلث ان ماتت فی العدۃ ولو بعدھا او قبل الدخول فلہ البدل ان خرج من الثلث وتمامہ فی الفصولین اور خلع
بیمار عورت کا معتبر ہے اوسکی تہائی مال سے اسواسطے کہ بیماری میں خلع کرنا تبرع ہے اور تبرع صحیح نہیں مگر تہائی مال سے تو وراثت اور بدل خلع میں سے جو کمتر ہوگا
سو زوج اوسکو پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث میں سے جو کمتر
ہوگا سو زوج کو ملیگا یعنی اگر زوج کی ارث کم ہو ثلث سے تو ارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہو ارث سے تو ثلث پاویگا یہہ اوس صورت میں ہے جب کہ عورت عدت میں
مرگئی ہو اور اگر عورت بعد عدت کے مرگئی یا خلع قبل الدخول کے بعد مرگئی تو زوج بدل خلع کا پاویگا اگر بدل کمتر ہو ثلث سے اور اگر بدل ثلث سے کم نہو تو ثلث
ہی پاویگا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے اختلعت المکاتبۃ لزمھا المال بعد العتق ولو باذن المولی لحجرھا عن التبرع خلع کیا مکاتبہ
نے تو لازم ہوگا اوسپر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اوسنے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنی مہنوز مال دیکر اوسنے
اپنی گلوخلاصی نہیں کی لہذا اوسکو عقود زائدہ غیر ضروریہ جائز نہیں ولو امۃ وام الولد ان باذن المولی لزمھما المال للحال فتباع الامۃ وتسعی ولامۃ
ام الولد والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور ام ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہے تو اون دونو پر فی الحال مال لازم ہوگا
تو لونڈی بدل خلع کیواسطے بیچ لیجائیگی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کر کے مال ادا کرینگی اور اگر لونڈی اور ام ولد نے بدون اجازت مالک کے
خلع کیا ہے تو بعد آزاد ہونیکے مال دینا اونپر لازم آویگا خلع الامۃ مولاھا علی رقبتھا ان زوجھا حرّا صح الخلع مجانا وان زوجھا مکاتبا
او عبدا او مدبرا صح وصارت امۃ للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اوسکے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنی خود لونڈی کو بدل خلع کا قرار
دیا تو اگر زوج لونڈی کا آزاد ہے تو خلع صحیح ہوگا مفت اور اگر اوسکا زوج مکاتب ہو یا غلام ہو یا مدبر ہو تو خلع صحیح ہے اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک
ہوجاویگی اسواسطے کہ زوج خود مملوک ہے تو نکاح قائم رہیگا باطل نہوگا اسواسطے کہ زوج زوجہ کا مالک نہ ٹھہرا کہ نکاح باطل ہوتا اور بعدم ملکیت غلام اور مدبر کی ظاہر
ہے مگر مکاتب مالک ہوگا زوجہ کا لیکن اوسکی ملکیت تام نہیں تو نکاح فسخ نہوگا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اوسکی ام ولد ہوجاویگی اگر اولاد ہوگی
اور اگر اولاد نہوگی نکاح فسخ ہوکر اوسکی لونڈی بن جاویگی تو یہہ جو متن میں کہا ہے کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہوجاویگی یہہ اوس صورت میں ہے جب کہ
وہ آزاد نہیں ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی اما الحر فلو ملکھا لبطل النکاح فیبطل الخلع لکن رجح فی تصحیح الطالۃ اختیاراور زوج آزاد کا تو یہی حال ہے کہ

اگر وہ لونڈی کا مالک ہو تو نکاح باطل ہو جاتا ہے پس جب نکاح باطل ہوا تو خلع بھی باطل ہوگا اور جب خلع باطل ہوگا تو لونڈی کا نہ مالک ہوگا تو خلع کی تصحیح میں ابطال خلع کا ہو گیا کذا فی الاحسن یا اور حال انکہ یہہ باطل ہے لہذا زوجہ آزاد کی ملکیت باطل ٹھہری تا کہ یہہ قباحت لازم نہ آوے کذا فی حاشیۃ المدنی **ف ۶** مسائل لمحۃ شارح کے قال خالعتک علی الفٍ قالہ ثلثاً فقبلت طلقت بثلثۃ آلاف لتعلیقہ بقبولہا کہا زوج نے کہ میں نے تجھسے خلع کیا ہزار پر اسکو تین بار کہا سو عورت نے قبول کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بعوض تین ہزار کے بسبب تعلیق ہونے طلاق کے عورت کی قبول پر یعنی جب زوج نے کہا کہ میں نے تجھسے خلع کیا ہزار پر تو مطلب یہہ ہوا کہ اگر تو قبول کرے تو تو مطلقہ ہے ہزار روپیہ پر جب اسکو تین بار کہا اور اخیر میں عورت نے قبول کیا تو تین طلاق کی شرط تعلیق کی پائی گئی یعنی قبول کرنا عورت کا لہذا تین بار طلاق عوض تین ہزار کے واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی فی المنتقی انتِ طالقٌ اربعاً بالفٍ فقبلت طلقت ثلثاً بالفٍ وان قبلت الثلث لم تطلق لتعلیقہ بقبولہا بازاء الاربع در المنتقی میں ہے کہ زوج نے کہا کہ تو طالق ہے چار بار عوض ہزار کے سو عورت نے قبول کیا تو اوسپر تین بار طلاق واقع ہوگی عوض ہزار کے اور چوتھی طلاق بسبب عدم محل کے لغو ہو جاویگی اور اگر عورت نے تین طلاق کو قبول کیا چار طلاق میں سے تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی بسبب تعلیق کرنے زوج کے طلاق کو عورت کے قبول پر مقابلہ چار طلاق کے تو گویا زوج نے یوں کہا کہ اگر تو چار طلاق کو عوض ہزار کے قبول کرے تو تو مطلقہ ہے تو جبتک چار طلاق کو عورت نہ قبول کریگی شرط نہ پائی جاویگی انتِ طالقٌ علی دخولک الدار توقف علی القبول وعلی ان تدخلی الدار توقف علی الدخول قلت فیطلب الفرق فان ان والفعل بمعنی المصدر فتدبّر زوج نے کہا کہ تو طالق ہے بشرط دخول دار کے تو موقوف ہوگی طلاق عورت کی قبول پر یعنی بعد قبول کے طلاق واقع ہوگی اگرچہ دخول دار نہوا ہو اور اگر یوں کہا کہ انت طالق علی ان تدخلی الدار یعنی تو طالق ہے اس شرط پر کہ تو داخل ہو گھر میں تو طلاق موقوف ہوگی دخول پر شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ان دونو صورتوں میں وجہ فرق کی تلاش کرنا چاہیے اسواسطے کہ ان اور اوسکے بعد کا فعل بمعنی مصدر کے ہے تو پہلی مسئلہ میں بھی مصدر ہے یعنی دخول اور دوسری مسئلہ میں بھی معنوی مصدر ہے پھر کیا وجہ کہ پہلی صورت میں تو قبول پر طلاق موقوف ہے اور دوسری صورت میں دخول پر موقوف تو اسکی جواب میں غور اور تامل کرو ہم مصدر صریح اور مصدر باوّل میں البتہ فرق ثابت ہے چنانچہ شیخ رحمتی محشی نے شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ مصدر صریح کا حمل کرنا شخص انسانی پر صحیح نہیں تو یوں کہنا درست نہیں کہ انتِ اما دخولک الدار و اما عدمہ تو حاجت پڑی تقدیر مضاف کی یعنی انتِ طالقٌ علی التزامک دخول الدار تو مطلب یہہ ہوا کہ تو طالق ہے بشرط التزام اور قبول کرنے تیرے دخول دار کو لہذا مصدر صریح میں قبول پر طلاق موقوف ہوگی نہ دخول پر اور مصدر باوّل کا حمل کرنا جسم انسانی پر صحیح ہے چنانچہ یوں کہنا درست ہے کہ انتِ اما ان تدخلی و اما ان لا تدخلی اسواسطے کہ فعل میں ضمیر موجود ہے کچھہ ضرورت تقدیر مضاف کی نہیں تو انتِ طالقٌ علی ان تدخلی الدار میں حمل صحیح ہے بدون تقدیر مضاف کے تو طلاق دخول پر موقوف ہوگی نہ قبول پر اسواسطے کہ دخول حقیقۃ مدلول ہے اس لفظ کا اور التزام دخول مجازی ہے اور ہوتے حقیقت کے مجاز کیطرف عدول کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی قال خالعتک واحدۃً بالفٍ وقالت انما سألتک الثلث فلک ثلثہا فالقول لہا زوج نے کہا کہ میں نے تجھسے خلع کیا ایک طلاق کر بعوض ہزار کے اور عورت نے کہا کہ میں نے تجھسے تین طلاق کا سوال کیا تھا تو تجھکو ہزار کی تہائی چاہیے تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی مع الیمین خلعہا علی ان صداقہا لولدہا او لاجنبی او علی ان تمسک الولد عندہ صح الخلع وبطل الشرط خلع کیا عورت سے اس شرط پر کہ عورت کی مہر کا عورت کا بیٹا مالک ہے یا کوئی بیگانہ شخص مالک ہوگا یا اس شرط پر خلع کیا کہ عورت لڑکے کو اوسکے باپ کے پاس رکھے تو خلع صحیح ہے اور یہہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ خلع اسکو مقتضی ہے کہ زوجین میں ایک کا حق دوسرے پر نہ باقی رہے منجملہ حقوق نکاح کے تو مہر کی بیٹی کو یا اجنبی کو مہر کا مالک قرار دینا یہہ شرط فاسد ہے مخالف خلع کے لہذا خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی تو مہر زوج کا ہوگا نہ ولد اور اجنبی کا اور پرورش ولد کا حق عورت پر شرعاً ثابت ہے تو ساقط کرنیسے ساقط نہوگا قالت اختلعت منک فقال طلقتک بائنٌ وقیل رجعیٌ عورت نے کہا کہ میں خلع چاہتی ہوں تجھسے سو مرد نے کہا کہ میں نے تجھکو طلاق دی تو یہہ طلاق بائن ہے اسواسطے کہ تطلیق اختلاع کے جواب میں واقع ہوئی اور اختلاع مفید ہے جدائی کا اور اسی پر فتوی دیا ہے امام ظہیر الدین نے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ یہہ طلاق رجعی ہے اسواسطے کہ اعتبار مرد کی ایقاع کا ہے نہ عورت کی ایقاع کا اور مرد نے بلفظ صریح طلاق دی ہے تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہہ قول ہے قاضی ابو علی نسفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی و لا دوایۃ لو قالت ابرأتک من المہر بشرط الطلاق الرجعی فطلقہا رجعیاً لکن فی الزیادات انتِ طالقٌ الیوم رجعیاً وغداً اخری رجعیاً بالفٍ فالبدل لہما وہما بائنتان لکن تقع غداً بغیر شیٔ ان لم یعقد ملکہا

اور قنیہ مین کہا کہ کوئی روایت نہین اس صورت مین کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اوسکو رجعی طلاق دی یعنی بس صورت مین بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات مین یون ہے کہ مرد نے کہا کہ تجھکو آج ایک طلاق رجعی ہے اور کل دوسری رجعی طلاق ہے عوض ہزار درم کے تو ہزار درم بدلا دونو طلاق کا ہوگا اور دونو طلاق بائن ہونگی لیکن آج ایک طلاق بعوض پانسو کے واقع ہوگی اور کل دوسری طلاق بعوض مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی ثابت ہوئی ہو یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نکیا تو عورت پر مال دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ مطلقہ بائنہ کا التزام مال صحیح نہین بسبب نہ باقی رہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا معوض کیونکر ہو ہان اگر بعد طلاق کے دوسری بار نکاح کر لیا ہو تو دوسرے دن دوسری طلاق بعوض نصف مال باقی کے البتہ واقع ہوگی ہم زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہے تو وہ جو قنیہ مین کہا کہ مسئلہ مذکورہ مین روایت نہین سو اوسکی روایت بخوبی ثابت ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ قال لصغیرۃ ان غبت عنک اربعۃ اشھر فامرک بیدک بعد ان تبرئنی من المھر فوجد الشرط فابرأتہ وطلقت نفسھا لا یسقط المھر ویقع الرجعی اور فتاوی ظہیریہ مین ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر مین غائب ہون تجھسے چار مہینے تو تجھکو طلاق کا اختیار ہے بعد اس امر کے کہ تو مجھکو بری الذمہ کردے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنی چار مہینے زوج غائب رہا سو صغیرہ نے اوسکو مہر سے بری کردیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اوسکا ساقط نہوگا اور یہہ طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہین پھر جب مہر نہ ساقط ہوا تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی وفی البزازی اختلعت بمھرھا علی ان یعطیھا عشرین درھما وکذا منا من الارز صح ولا یشترط مکان الایفاء لان الخلع اوسع من البیع اور بزازی مین ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اوسکو بیس درم دے یا اتنے من چاول دے تو یہہ خلع صحیح ہے اور شرط نہین مکان معین کرنا واسطے درم اور چاول دینے کے اسواسطے کہ خلع وسیع تر ہے بیع سلم سے یعنی جیسے بیع سلم مین مکان جنس لینے دینے کا شرط ہے ویسا خلع مین شرط نہین قلت ومفادہ صحۃ ایجاب بدل الخلع علیہ فلیحفظ شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ روایت بزازی سے یہہ مستفاد ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے یعنی جب بیس درم زوج پر لازم آئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہوگیا لیکن یہہ اوس صورت مین ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اوسکا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہہ بدل خلع نہوگا بلکہ استثنا ہوگا بدل خلع سے بالجملہ زوج پر بدل خلع کا واجب ہونا مختلف فیہ ہے فقہا مین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ اختلعت بشرط الصک او بشرط ان یرد الیھا اقمشتھا فقبل لم یخرج ویشترط کتبۃ الصک ورد الاقمشۃ فی المجلس اور قنیہ مین ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرار نامہ کے یعنی لکھنا اقرار نامہ کا زوج کے ذمہ ہے یا اس شرط پر خلع کی درخواست کی کہ زوج عورت کی اجناس اور اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اوسکو قبول کر لیا تو بمجرد قبول کرنیکے عورت مرد پر حرام نہو جاوے گی بلکہ حرام ہونے مین لکھدینا زوج کا اقرار نامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اوسی مجلس مین مشروط ہے طحطاوی نے کہا چونکہ خلع مسقط ہے حقوق کا تو عورت کا مہر اوس صورت مین ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الظہار

باب الظہار یہہ باب ہے ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ دونو غالبا عورتکی نافرمانی سے ہوتی ہین اور خلع کو اسواسطے مقدم کیا کہ اوسکی حرمت زائد ہے بسبب منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار مین نکاح باقی رہتا ہے ھو لغۃ مصدر ظاھر من امرأتہ اذا قال لھا انت علی کظھر امی ظہار لغت مین مصدر ہے ظاہر کا عرب ظاہر من امرأتہ اوسوقت بولتے ہین جب کہ مرد نے اپنی عورت سے یون کہا کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ یہہ استعارہ ہے واسطے حرمت کے یعنی تو حرام ہے ظہار کے معنی لغت مین ہرچند اور بھی ثابت ہین لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسیکو مخصوص ذکر کیا وشرعا تشبیہ المسلم فلا ظھار للذمی عندنا اور اصطلاح شرع مین ظہار عبارت ہے تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کیواسطے ظہار نہین ہمارے نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اسواسطے کہ ثمرہ ظہار کا کفارہ ہے اور کفارہ مین معنی عبادت کے ہین اور حالانکہ عبادت لائق نہین مگر مسلمان کے واسطے اور تشبیہ کی قید سے یون کہنا مرد کا عورت سے کہ تو میری ماں ہے ظہار سے نکل گیا اسواسطے کہ بموجب تصریح قہستانی کے یہہ قول باطل ہے اگرچہ اس کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی زوجتہ ولو کتابیۃ او صغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجہ کو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ ہو اسواسطے کہ قرآن مجید مین ثبوت ظہار مین من نسائھم کا لفظ ارشاد ہوا ہے اور عرف مین نساء رجل اوسکی زوجات کو بولتے ہین تو کتابیہ اور صغیرہ اور

مجنونہ لیکن غیر مدخولہ سے ظہار صحیح ہوگا بخلاف اپنی لونڈی اور مدبرہ اور ام ولد اور مکاتبہ اور اجنبیہ کے لیکن اجنبیہ سے بہ نیت اضافت الی سبب الملک التظہار صحیح ہوگا کذا فی ا
فتاوی عالمگیری میں سراج سے منقول ہے کہ غیر کی لونڈی اور مکاتبہ سے جب کہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہے او تشبیہ بما یعبر بہ عنہا من اعضائہا او تشبیہ بجزء
شائع منہا بمحرم علیہ تابیدا لا یمکن زوالہ یعنی ظہار عبارت ہے تشبیہ اوس عضو سے جس سے منکوحہ عورت کی تعبیر کیجاتی ہے چنانچہ سر اور گردن یا ظہار عبارت
ہے عورت کے جزء شائع کی تشبیہ سے ساتھ اوس شخص کے جو مرد پر ہمیشہ حرام ہے ایسے وصف کر کہ ممکن نہیں زوال اوسکا چنانچہ وصف مادری اور خواہری کہ کبھی زوال
پذیر نہیں خواہ حرمت باعتبار نسب اور صہریت کے ہو خواہ باعتبار رضاعت کے جزء شائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع خلاصہ یہہ ہے کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ زوجہ
کی تشبیہ دینا یا اوسکے عضو کی تشبیہ دینا جو بجاے کل واقع ہوتا ہے یا جزء شائع کی تشبیہ دینا اسکو ظہار کہتے ہیں چنانچہ یون کہنا کہ تو میری نزدیک ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ
یا تیری گردن ایسی جیسی میری ماں کی پیٹھ یا تیرا نصف بدن ایسا جیسے میری ماں کی پیٹھ فخرج تشبیہہا باخت امرأتہ او بمطلقۃ ثلثا وکذا بمجوسیۃ لجواز اسلام
تو وصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا ہر چند سالی اور مطلقہ ثلثہ مرد
پر حرام ہے لیکن وصف حرمت کا ایسا نہیں کہ زائل نہو سکے بلکہ اگر زوجہ مرجاے یا بعد طلاق کی اوسکی عدت گذر جاے تو اوسکی بہن سے نکاح جائز ہے اور مطلقہ ثلثہ
سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہے اور اسیطرح مجوسیہ کے ساتھ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہیں بسبب احتمال اوسکے اسلام کے یعنی ہر چند مجوسیہ مسلم پر حرام ہے لیکن اگر وہ
مسلمان ہو جاے تو مرد پر حلال ہوگی تو اوسکی بھی حرمت دائمی نٹھہری وقولہ بمحرم صفۃ لشخص المتناول للذکر والانثی فلو شبہہا بفرج ابیہ او
قریبہ کان مظاہرا قالہ المصنف تبعا للبحر اور مصنف کا قول بمحرم صفت ہے شخص مقدر کی جو شامل ہے مرد اور عورت کو تو مطلب یہہ ہوا کہ ظہار عبارت ہے تشبیہ
زوجہ سے ساتھ شخص محرم کے تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا کسی اور اپنے قریب کی شرمگاہ سے تو زوج مظاہر ہوگا یعنی ظہار کا حکم
اوسپر لازم آویگا اسواسطے کہ شخص بہ عام ہے نساء سے ہو یا رجال سے اور ماں باپ دونو کی شرمگاہ حرمت میں برابر ہیں مصنف نے ایسا ہی ذکر کیا ہے اپنی شرح منح الغفار
میں بحر الرائق کی پیروی کر کے اور بحر الرائق میں اس عموم کو محیط سے نقل کیا ہے کذا فی منح الغفار وردہ فی النہر بما فی البدائع من شرائط الظہار کون
المظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبہہا بظہر ابیہ او ابنہ لم یصح لانہ انما عرف بالشرع والشرع ورد فی النساء اور بحر الرائق کے قول کو
نہر الفائق میں رد کیا ہے بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی شرائط سے ایک یہہ شرط ہے کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نساء سے ہو یہانتک کہ اگر زوج زوجہ کی تشبیہ دیگا اپنے باپ کی پیٹھ
سے یا اپنے بیٹے کی پیٹھ سے تو ظہار صحیح نہیں اسواسطے کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہے اور شرع کا حکم عورتون میں وارد ہوا ہے مردون میں نہیں نعم یرد ما فی الخانیۃ
انت علی کالدم والخنزیر والخمر والغیبۃ والنمیمۃ والزنا والربا والرشوۃ وقتل المسلم ان نوی طلاقا فطلاق او ظہارا فکما نوی علی الصحیح لان التشبیہ
مستقول براعۃ النیۃ وارد ہوتا ہے خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا تو مجھپر ایسی ہے جیسے کہ خون اور سور اور شراب اور غیبت اور چغلخوری اور زنا اور ربا اور
رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر زوج نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے بنا بر قول صحیح کے تم ہوا خانیہ کے قول سے ثابت ہوا
کہ غیر نساء کی تشبیہ میں بھی ظہار ہوتا ہے تو یہہ قول بدائع کے مخالف ہوا لیکن بدائع کیطرف سے تین جواب ہو سکتے ہیں جواب اول یہہ کہ غرض صاحب بدائع کی یہہ
ہے کہ تشبیہ رجال سے ظہار صحیح نہیں اور یہہ مطلب نہیں کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہیں [illegible]
ظہار صحیح کا ذکر ہے اور خانیہ میں کنایات ظہار مذکور ہیں تو کچھ مخالفت نہوئی جواب ثالث یہہ کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک روایت کو صاحب بدائع نے اختیار
کیا اور دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول اوسکا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فتاوے قاضیخان میں مذکور
ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہے اسمین روایات مختلف ہیں اور صحیح قول یہہ ہے کہ اگر کچھ نیت نکریگا تو ایلا ہے اور اگر طلاق
کی نیت کریگا تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کریگا تو ظہار صحیح نہیں معلوم ہوا کہ روایت قاضیخان کی مخالف ہے خانیہ کے اور موافق ہے بدائع کے واللہ اعلم
کانت علی کامی فان التشبیہ بالام تشبیہ بظہرہا وزیادۃ ذکرہ القہستانی معزیا للمحیط چنانچہ صحیح ہے نیت ظہار کی اس قول میں کہ تو میرے
نزدیک ایسی ہے جیسے کہ میری ماں اسواسطے کہ ماں کے ساتھ تشبیہ دینے میں اوسکی پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہوئی ساتھ زیادتی کے یعنی جب ماں کے ساتھ تشبیہ ہوئی تو

لم بوا

اوسکی پیٹھ اور باقی اعضا کی بھی تشبیہ ہوگئی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے محیط کیطرف منسوب کرکے وصح اضافتہ الی الملک او سببہ کان نکحتک فکذا حتی لو
قال ان تزوجتک فانت علی کظہر امی مائۃ مرۃ فعلیہ لکل مرۃ کفارۃ تاتارخانیہ اور صحیح ہے اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک کے اضافت الی الملک سے
مراد یہہ کہ منکوحہ ہونیکی حالت مین ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملک سے مراد یہہ کہ قبل از نکاح بتعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو ایسا یہانتک کہ اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون
تو تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ سو بار تو ہر بار کیواسطے ایک کفارہ لازم آویگا کذا فی التاتارخانیہ وظہارہا منہ لغو ولا حرمۃ ولا کفارۃ بہ یفتی جوہرہ ورجح ابن الشحنۃ ثبوت
کفارۃ یمین اور ظہار کرنا عورت کا مرد سے لغو ہے یعنی اگر عورت اپنے مرد سے یون کہے کہ تو مجھپر ایسا ہے جیسے میرے باپ کی پیٹھ یا یون کہے کہ مین تجھپر ایسی ہون جیسے تیری ماں کی پیٹھ تو اس
قول سے نہ حرمت ہوگی اور نہ کفارہ ظہار کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوی ہے اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہے کفارہ یمین کے وجوب ہونیکی یعنی اگر عورت ظہار کریگی تو اوسپر کفارہ
یمین کا لازم آویگا نہ کفارہ ظہار کا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے اور یہی روایت ہے ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ الدر المختار و اذا ای الظہار کانت علی کظہر امی
او امی وکذا لو حذف علی کما فی النہر او راسک کظہر امی ونحوہ کالرقبۃ مما یعبر بہ عن الکل او نصفک ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امی
او کبطنہا او کفخذہا او کفرجہا او کظہر اختی او عمتی او فرج امی او فرج بنتی کذا فی نسخ الشرح ولا یخفی ما فیہ من التکرار والذی فی نسخ المتن
او فرج ابی بالباء او قریبی وقد علمت ردہ اور یہہ یعنی ظہار کی مثالین چنانچہ یون کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہے جیسے کہ میری ماں کی پیٹھ یا تیری
ماں کی پیٹھ اور اسیطرح اگر لفظ علی کا محذوف ہو جاوے کذا فی النہر الفائق یا یون کہنا کہ تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہے اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنی
ایسا عضو جو تمام بدن کے مقام پر بولا جاتا ہے چنانچہ عنق یا یون کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے از قسم جزء شائع یعنی تیرا ثلث یا ربع میری ماں کی پیٹھ کی
مانند ہے یا مانند اوسکی پیٹ کے ہے یا مانند اوسکی ران کے ہے یا مانند اوسکی شرمگاہ کے ہے یا میری بہن کی پیٹھ کی مانند ہے یا میری عمہ کی پیٹھ کی مانند ہے یا میری ماں
یا بیٹی کی شرمگاہ کی مانند ہے شارح نے کہا اسیطرح لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخون مین واقع ہے اور اسمین جو تکرار ہے سو مخفی نہین اور جو متن کے نسخون
مین ہے سو بجای فرج امی کے فرج ابی او قریبی ہے اور تجھکو اوسکا مردود ہونا معلوم ہو چکا ہے نہر الفائق کے کلام سے بنقل روایت بدائع کے یعنی ظہار تشبیہ رجال سے
صحیح نہین خلاصہ یہہ کہ جب منکوحہ کو تشبیہ دی محرمات ابدیہ کی اون اعضا سے جنکا دیکھنا اوسکو جائز نہین تو ظہار صحیح ہے تو اگر یا نہ یا یا فون یا پہلو کے ساتھ تشبیہ
دیگا تو ظہار کا حکم ثابت ہوگا اسواسطے کہ ان اعضا کا دیکھنا محرم کو درست ہے بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ران کے یصیر بہ مظاہرا بلا نیۃ لانہ صریح
فیحرم وطیہا علیہ ودواعیہ للمنع عن التماس الشامل للکل وکذا یحرم علیہا تمکینہ ولا یحرم النظر وعن محمد لو قدم من سفر لہ تقبیلہا
للشفقۃ زوج ان الفاظ مذکورہ سے مظاہر ہو جاتا ہے بدون نیت کے اسواسطے کہ یہہ صریح ظہار ہے اور صریح محتاج نیت کا نہین پھر جب زوج مظاہر ہوا تو حرام ہے وطی
منکوحہ کی زوج پر اور دواعی وطی کے حرام ہین چنانچہ مساس اور بوسہ بسبب ممنوع ہونے مظاہر کے تماس سے یعنی چھونے اور ہاتھ لگانے سے قال اللہ تعالی من قبل
ان یتماسا اور یہہ شامل ہے وطی اور اوسکی دواعی کو سب کو اور محمد سے ایک روایت یہہ ہے کہ اگر مظاہر سفر سے آوے تو جائز ہے اوسکو بوسہ لینا عورت کا باعتبار شفقت اور مہربانی کے
نہ باعتبار شہوت کے بحر الرائق مین کہا کہ قصہ سفر کی اس روایت مین تحریف ہے اسواسطے کہ تقبیل بلا شہوت سفر اور حضر دونون مین درست ہے کذا فی حاشیۃ الدر المختار حتی یکفر وان عاد
الیہ بملک یمین او بعد زوج آخر لبقاء حکم الظہار وکذا اللعان مظاہر پر وطی اور اوسکی دواعی حرام ہین یہانتک کہ کفارہ دیوے یعنی بدون کفارہ کے وطی وغیرہ
حلال نہین اگر یہہ عورت دوبارہ آوے مرد کے پاس بسبب ملک یمین یا بعد زوج ثانی کے بواسطے باقی رہنے حکم ظہار کے اور یہی حکم ہے لعان کا ملک یمین کی یہہ صورت ہے کہ
لونڈی سے نکاح کیا پھر اوس سے ظہار کیا پھر اوسکو مول لیا یا زوجہ حرہ سے ظہار کیا پھر وہ مرتد ہوگئی اور دار الحرب مین جا ملی پھر وہان سے گرفتار ہو آئی اور زوج اوسکا مالک
ہوا اور زوج ثانی کی یہہ صورت ہے کہ زوج نے ایک حرہ سے نکاح کیا اور اوس سے ظہار کیا پھر اوسکو تین بار طلاق دی اور اوس نے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد طلاق و عدت
کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی تو ان صورتون مین ظہار کا حکم باقی رہیگا اسواسطے کہ ظہار کی حرمت کی کچھہ حد مقرر نہین بدون کفارہ دینے کے وطی اوس عورت کی حلال نہ
فان وطی قبلہ تاب واستغفر وکفر للظہار فقط وقیل علیہ اخری یہہ اگر وطی کی کفارہ دینے سے پہلے تو وہ گنہگار ہوا توبہ اور استغفار کرے اور فقط ایک کفارہ
ظہار کا دیوے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اوسپر دوسرا کفارہ [illegible] امام ترمذی اور امام مالک کی موطا مین ایک ہی کفارہ ثابت ہے کذا فی حاشیۃ الدر المختار

لو وطئها ثانيا فيها قبل الكفارة اور دوبارہ ہوا اگر کوئی وطی کیساتھ اگر عورت سے وطی کر چکا قبل کفارہ دینے کے اسواسطے کہ حرمت ہنوز قائم ہے وعوده المذکور
في الآية عزمه عزما موكدا فلو عزم ثم بدا له ان لا يطأها لا كفارة عليه على استباحة وطيها اي يرجعون عما قالوا فيريدون الوطي قال الفراء العود والرجوع
واللام بمعنى عن اور عود کرنا زوج کا جو آیت قرآنی میں مذکور ہے یعنی ثم يعودون لما قالوا اس سے مراد اوس سے عزم مصمم اور قصد موکد ہے عورت کی وطی کی
استباحت پر سو اگر زوج نے ارادہ وطی کا کیا پھر اوسکا قصد وطی سے ہٹ گیا تو اوسپر کفارہ نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ عزم موکد نرہا تو آیت کا یہ مطلب ہوا کہ پھر پلٹیں اپنے قول
سے یعنی حرمت منکوحہ سے باز آویں سو ارادہ وطی کا کریں فراء نحوی نے کہا کہ عود بمعنی رجوع ہے اور لام لما قالوا میں بمعنی عن ہے حاصل کلام یہ ہے کہ سبب کفارہ
واجب ہونیکا ظہار اور قصد وطی ہے اور کفارہ عود پر اسواسطے مقدم ہوا کہ کفارہ حرمت ثابتہ کا رافع ہے جیسے طہارت قبل ارادہ نماز کے رافع ہے حدث کی وللمرأة
ان تطالبه بالوطي لتعلق حقها به اور جائز ہے عورت کو کہ زوج مظاہر سے مطالبہ وطی کا کرے کفارہ دلاکر بسبب متعلق ہونے عورت کے حق کے ساتھ وطی کے وعليها
ان تمنعه من الاستمتاع حتى يكفر وعلى القاضي الزامه به اي بالتكفير دفعا للضرر عنها بالحبس او الضرب الى ان يكفر او يطلق اور واجب ہے
عورت پر کہ روکے زوج کو وطی اور دواعی وطی سے کفارہ دینے تک اور قاضی پر واجب ہے لازم پکڑنا زوج کا بجہت کفارہ دینے کے تاکہ عورت سے ضرر دور ہو قاضی
پر زوج کا قید کرنا یا مارنا لازم ہے یہانتک کہ کفارہ ادا کرے یا عورت کو طلاق دے فان قال كفرت صدق ما لم يعرف بالكذب سو اگر زوج کہے کہ میں
کفارہ ظہار کا دے چکا ہوں تو اوسکی تصدیق کرنا چاہیے جبتک کہ وہ مشہور بدروغگوئی نہو اور اگر وہ کذاب ہوگا تو بدون گواہوں کے تصدیق کرنا نچاہیے
ولو وقته بوقت سقط بمضيه اور اگر زوج نے ظہار کو کسی وقت پر معین اور مقرر کر دیا تو ظہار ساقط ہے اوس وقت کے گذر جانے سے مثلا ایک مہینے کیلئے ظہار کیا تو
مہینے کے اندر اگر وطی کا ارادہ کریگا تو کفارہ لازم ہوگا اور بعد مہینے کے کفارہ ساقط ہے وتعليقه بمشية الله تعالى يبطله بخلاف مشية فلان اور تعلیق
کرنا ظہار کا حق تعالی کی مشیت پر ظہار کو باطل کرتا ہے مثلا یوں کہنا کہ انت علي كظهر امي ان شاء الله ظہار کو باطل کرتا ہے جیسے کہ طلاق کو باطل کرتا ہے بخلاف مشیت
فلانے شخص کے یعنی اگر ظہار مشیت زید یا عمر کریگا تو اوسکی مشیت سے ظہار صحیح ہے وان نوى بانت علي مثل امي او كامي وكذا لو حذف علي خانية برا
او طلاقا او ظهارا صحت نيته ووقع ما نواه لانه كناية اور اگر اس قول سے کہ تو میرے نزدیک میری ماں کی مانند ہے یا بجای مثل امی کے کامی بولا اور
اسیطرح ہے اگر علی کا لفظ محذوف کر دیا یعنی یوں کہا کہ انت مثل امی تو اگر زوج نے اس قول سے تعظیم زوجہ کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہے
نیت اوسکی اور جو نیت کریگا وہی واقع ہوگا اسواسطے کہ یہ قول کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہے نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کریگا تو ظہار اور طلاق کچھہ واقع ہوگی اور
طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار وان لم ينو شيئا او حذف الكاف لغا وتعين الادنى اي البر يعني الكرامة اور اگر اوس
قول یعنی انت علی مثل امی سے کچھہ نیت نکریگا یا کاف کو یا مثل کو حذف کریگا یعنی یوں کہیگا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کمتر یعنی تعظیم اور تکریم
مراد ہوگی ظہار یا طلاق نہ واقع ہوگی کمتر مفہوم اسواسطے مراد ہوا کہ حتی الامکان کلام مہمل نہ ٹھہرے ويكره قوله انت امي ويا ابنتي ويا اختي ونحوه اور
مکروہ ہے زوج کا یوں کہنا اپنی زوجہ سے کہ تو میری ماں ہے اور یوں کہنا کہ او میری بیٹی اور او میری بہن اور مانند اسکی جیسے خالہ اور عمہ کہنا ہر چند اس قول سے
ظہار ثابت نہیں اسواسطے کہ تشبیہ سے خالی ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اسواسطے کہ قریب بہ تشبیہ ہے اور سنن ابی داود میں بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جورو کو بہن کہنا ممنوع
اور مکروہ ہے کذا في حاشية المدني وبانت علي حرام كامي صح ما نواه من ظهار او طلاق وتمنع ارادة الكرامة لزيادة لفظ التحريم وان لم ينو ثبت
الادنى وهو الظهار في الاصح اور اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے میری ماں کی مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کریگا تو صحیح ہے اور جائز نہیں اس قول سے تعظیم کا
ارادہ کرنا بسبب زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اوسمیں تحریم کا لفظ نہیں اور اگر کچھہ نیت نکریگا تو ادنی ثابت ہوگا یعنی ظہار
قول اصح میں وبانت علي كظهر امي يثبت الظهار لا غير لانه صريح اور اس قول سے کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھہ تو ظہار ہی ثابت ہے نہ طلاق
نہ تعظیم اسواسطے کہ یہ لفظ صریح ہے ظہار میں تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر متکلم طلاق یا ایلا کا ارادہ کریگا تو لغو ہوگا ولا ظهار صحيح من
امته اور ظہار صحیح نہیں اپنی لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مکاتبہ سے اسواسطے کہ لفظ نساء کا جو آیت ظہار میں واقع ہے وہ لونڈی کو شامل نہیں اسواسطے کہ عرف

مین نساء رجل اوسکی زوجات کو کہتی مین نہ تو بیوی اور حرم کو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق ولا ممن نکحہا بلا امرہا ثم اجازت لعدم الزوجیۃ اور ظہار صحیح نہین اوس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اوسکے امر کے پھر اوس سے ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز رکھا بسبب عدم زوجیت کے یعنی وقت ظہار کے وہ زوجہ نہتی اسواسطے کہ اوسکو نکاح کی خبر بھی نہتی فضولی نے اوسکا نکاح کردیا تہا انتن علی کظہر امی ظہار منہن اجماعا وکفر لکل وقال مالک و احمد یکفیہ کفارۃ واحدۃ کالایلاء مرد نے کہا اپنی عورتون سے کہ تم مجہپر ایسی ہو جیسی میری ماکی پیٹہہ تو یہہ ظہار ہی سب عورتون سے باتفاق فقہا کے اور کفارہ دے مرد ہر عورت کیواسطے اور کہا امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے کہ ایک کفارہ سب عورتونکی حلت کیواسطے کافی ہی مانند کفارہ ایلا کے یعنی اگر مرد نے قسم کہائی کہ مین اپنی عورتون سے صحبت نکرونگا پھر اوسنے ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتین حلال ہوجاوینگی ظاہر من امرأتہ مرارا فی مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار والتاکید فان بمجلس صدق قضاء والا لا علی المعتمد وکذا لو علقہ بنکاحہا کما عن التاتارخانیۃ ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس یا چند مجالس مین تو واجب ہی اوسپر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پھر اگر مرد نے ارادہ تکرار اور تاکید کیا سو اگر چند بار ظہار کو ایک مجلس مین کہا تو باعتبار قضا کے اوسکی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس مین چند بار ظہار کرچکا ہی تو قضاء اوسکی تصدیق نہوگی لیکن دیانۃ البتہ تصدیق ہوگی بنا بر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہی اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ اسکی تصریح فتاوی تاتارخانیہ سے اسی باب مین کی ہو علم مصنف نے تصدیق تاکید مین اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بھی اوسکی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اوسکی اور شارح کی روایت کی مخالفت ہے یعنی صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق مین یون ہے کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس مین یا چند مجلس مین تو اوسپر عوض ہر ظہار کے کفارہ لازم آویگا مگر جب تاکید کی نیت کریگا یعنی تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا کما ذکرہ الاسبیجابی وغیرہ اور بعضی کتابون مین ایک مجلس اور چند مجالس مین فرق کیا ہی اور معتمد اول ہی قول ہی انتہے مضمونہ اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین تفصیل ایک مجلس اور مجالس کی اسبیجابی کیطرف منسوب کی ہی اور حالانکہ اسبیجابی کا قول بموجب روایت صاحب بحر کے مطلق ہی بلا تفصیل اور فتاوی عالمگیری مین بھی قول صاحب بحر کا اسیطرح منقول ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل لمذ شارح کے انت علی کظہر امی کل یوم اتحد ولو انی بفی تعدد ولہ قربانہا لیلا اگر زوجہ نے کہا تو مجہپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماکی پیٹہہ ہر دن تو یہہ تو ایک ہی ظہار ہی تو اوسپر رات اور دن وطی حرام ہے بدون کفارہ کے اور اگر مثال مذکور مین فی کا لفظ لایا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی فی کل یوم یعنی تو مجہپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماکی پیٹہہ ہر دن مین تو ہر روز جدا گانہ ظہار ثابت ہوگا پھر جب دن گذر جاویگا تو اوس دن کا ظہار باطل ہوگا پھر جب دوسرے دن آفتاب نکلیگا تو دوسرا ظہار شروع ہوگا ولیکن مرد کو صحبت کرنا عورت سے رات مین جائز ہوگا اسواسطے کہ فی ظرفیت کیواسطے موضوع ہی اور ظرف مین معنی شرط کے ہوتی ہین تو دنکو ظہار ہوگا نہ رات کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم فکلما جاء یوم صار مظاہرا ظہارا آخر مع بقاء الاول اور اگر یون کہا کہ تو مجہپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماکی پیٹہہ ہی آجکے دن اور جب دن آوے تو اس صورت مین جب کوئی دن آویگا تو مرد مظاہر ہوجاویگا دوسرے ظہار کر یعنی ہر روز جدا جدا ظہار ثابت ہوگا باوجود باقی رہنے ظہار اول کے نحو طحاوی نے کہا کہ یہہ روایت شارح کی مخالف ہی بحر الرائق کے جسمین یون ہے کہ اگر اسطرح کہیگا انت علی کظہر امی الیوم کلما جاء یوم تو مظاہر ہوگا آجکے دن عورت سے اور جب دن گذر جاویگا تو یہہ ظہار باطل ہوگا اور رات مین زوجہ کو قربت کا اختیار ہی پھر جب کل کا دن آویگا تو دوسرا بار مظاہر ہوگا اسیطرح ہمیشہ تجدید ظہار ہوتا رہیگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہہ جو شارح نے ظہار اول کی بقا کو ذکر کیا سو وہ اوس صورت مین ہی جبکہ انت علی کظہر امی کلما جاء یوم تو ظہار روز اول کا منتہی نہوگا باقی رہیگا اور جب دن آویگا تو مرد مظاہر ہوگا دوسری ظہار کر بغیر کفارہ کی ظہار اول کا کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن شرح تلخیص الجامع الکبیر ومتی علق بشرط متکرر تکرر اور جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کریگا تو ظہار بھی متکرر ہوگا مثلا یون کہا جبکہ تو گہر مین داخل ہوگی تو تو میری نزدیک میری ماکی پیٹہہ کی مانند ہوگی تو جتنی بار عورت گہر مین داخل ہو اوتنی بار ظہار ثابت ہوگا تو کفارہ لازم آویگا ہر بار داخل ہونیکے شمار پر ولو قال کظہر امی رمضان کلہ ورجب کلہ اتحد استحسانا وصح تکفیرہ فی رجب لا فی شعبان کمن ظاہر واستثنی یوم الجمعۃ مثلا ان کفر فی یوم الاستثناء لم یجز ولا جاز کما فی تاتارخانیۃ اور اگر یون کہا کہ تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسی میری ما

... رمضان ... جب ... تو یہہ ایک ہی ظہار ہو ... ماہ رمضان کے اور سیواسطے صحیح ہے کفارہ دینا اس ظہار کا جب نہ شعبان مین اوسکفارہ رجب سے ظہار رمضان ساقط بھی ہوگا بسبب تجدید نیے ظہار کے
... نے ... ہو ... در جمعہ کا دن استثنی کر لیا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی الا یوم الجمعۃ تو اگر کفارہ دیگا روز استثنا مین یعنی جمعہ مین تو جائز ہوگا اور
اگر روز استثنا کے سوا کسی اور دن کفارہ دیگا تو جائز ہوگا کذا فی الفتاوی التاتارخانیہ فتاوی عالمگیری مین ہی کہ ظہار مین یہہ شرط ہی کہ زوج اہل ہو کفارہ
دینے کا ... اور ... اور مجنون صحیح نہین

باب الکفارۃ

یہہ باب ہی کفارہ ظہار کا اختلف فی سببہا والجمھور علی انہ الظہار
والعود ... اختلاف علما ہی کفارہ کے سبب مین جمہور علما کا یہہ مذہب ہی کہ کفارہ کا سبب ظہار اور عود ہی یعنی عزم وطی اور بعضی علمانے کہا کہ سبب کفارہ کا ظہار ہی اور
... شرط ہی اور بعضون نے اسکی بالعکس کہا ہی ھی لغۃ من کفر اللہ الذنب محاہ کفارہ لغت مین ماخوذ ہی اس قول سے کہ کفر اللہ الذنب یہہ اوسوقت بولا
... جب باری تعالے گناہ مٹا ڈالے کفارہ کو کفارہ اسواسطے کہا کہ گناہ کو مٹا ڈالتا ہی اور حکم کفارہ کا یہہ ہی کہ واجب ساقط ہوجاتا ہی گردن سے اور حصول ثواب
... سبب ہو ... جانے خطا کے اور کفارہ فی الفور واجب نہین بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ امر اسکا مطلق ہی تو اگر تاخیر ہوگی اول وقت قدرت سی تو گناہ
نہوگا اور تاخیر کے بعد دیگا ادا ہوگا نہ قضا اور اگر بدون ادا ہی کفارہ مر جاویگا تو گنہگار مریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرعا تحریر رقبۃ قبل الوطی ای
اعتاقہا بنیۃ الکفارۃ فلو ورث اباہ ناویا الکفارۃ لم یجز اور کفارہ اصطلاح شرع مین عبارت ہی تحریر رقبہ سے قبل وطی کے اور مراد تحریر رقبہ سے
اعتاق رقبہ ہی یعنی گردن آزاد کرنا بہ نیت کفارہ تو اگر اپنے باپ کو وراثت مین پاکر ادای کفارہ کی نیت کریگا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ جب باپ مملوک اپنی بیٹے کا ہوگا
خود بخود بلا نیت مالک کے آزاد ہوجاویگا تو یہہ اعتاق نہین بلکہ عتق ہی اور تحریر رقبہ عبارت ہے اعتاق سے نہ عتق سے ولو صغیرا او رضیعا او کافرا او مباح
الدم اعتاق غلام صحیح ہے اگرچہ غلام صغیر شیرخوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہوگیا ہو اسطرح کہ قاضی نے قصاص مین اوسکے قتل کا حکم دیا پھر اوسکے مالک
نے کفارہ ظہار مین اوسکو آزاد کیا پھر مقتول کے وارثون نے خون معاف کر دیا تو اوسکے جواز اعتاق مین اختلاف ہی فتح القدیر اور نہایہ مین کہا ہی کہ یہہ جائز
نہین اور شرح مبسوط مین کرخی سے منقول ہی کہ یہہ اعتاق جائز ہی واللہ اعلم کذا فی العالمگیریۃ او رھونا یا غلام مرہون ہو یعنی مالک نے اپنے غلام کو گرو رکھا ہو
تو اوسکا آزاد کرنا کفارہ ظہار مین درست ہی لیکن جسقدر مال پر رہن ہوگا اوتنا مالک پر دینا لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع او مدیونا
او آبقا علمت حیوتہ او مرتدۃ یا غلام قرضدار ہو یا کہ غلام بھاگ گیا ہو جسکی زندگی معلوم ہی یا لونڈی مرتدہ ہو وفی المرتد وخرج خلی سبیلہ خلاف
اور غلام مرتد اور غلام حربی مین جسکو مالک نے مطلق العنان کر دیا اختلاف ہی فقہا کا فتح القدیر مین ہی کہ غلام حربی کا دار الحرب مین آزاد کرنا جائز نہین اور
تاتارخانیہ مین کہا کہ اگر اوسکو دار الحرب مین مطلق العنان کر دیا تو بعضون کے نزدیک جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی او اصم ان صیح بہ یسمع والا لا
یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنیسے سنتا ہو تو اوسکی آزاد کرنیسے کفارہ ادا ہوگا اور اگر شور کرنیسے مطلق نہ سنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہوگا او خصیا او مجبوبا
او رتقاء او قرناء یا غلام خصی یا مقطوع الذکر ہو یا لونڈی ہو جسکی شرمگاہ مین ایسا گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کا تو ایسی لونڈی کا بھی اعتاق
کفارہ ظہار مین جائز ہی او مقطوع الاذنین یا غلام کے دونو کان کٹے ہون او ذاہب الحاجبین وشعر اللحیۃ والراس یا غلام کی دونو ابرو کے
بال اور داڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہون او مقطوع الانف او الشفتین ان قدر علی الاکل والا لا یا غلام نکٹا ہو یا اوسکے دونو لب کٹے ہون بشرطیکہ
کھانا کھا سکتا ہو اور اگر کھا نسکتا ہو تو جائز نہین او اعور او اعمش او مقطوع احدی یدیہ واحدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چیپڑا یا اسکا
ایک ہاتھہ یا ایک پانون کٹا ہو دوسری طرف سی یعنی داہنا ہاتھہ تو بایان پانون یا بایان ہاتھہ تو داہنا پانون اور اگر ایک ہی طرف سے ہاتھہ اور پانون
کٹا ہوگا تو اوسکا اعتاق کفارہ مین جائز نہین چنانچہ اوسکا ذکر آگے آویگا او مکاتبا لم یود شیئا واعتقہ ولا لا ان ادی شیئا یا غلام مکاتب ہو جسنے
بدل کتابت کا ہنوز کچھہ ادا نہین کیا اور مکاتب کو اوسکے مالک ہی نے آزاد کیا ہو نہ مالک کے وارث نے یعنی اگر مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تھا اور وہ بدون
ادا کیے مر گیا پھر اوسکے وارث نے مکاتب کو مورث کیطرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کر دیا تو جائز نہین رد کذا اذا اعتق عنہا شہرا او قریبہ بنیتہا الا کما کرہ کا لتہ
بصنعۃ بلا ولاد الا ... اور اسیطرح ادا ہوتا ہی کفارہ اپنی قرابت دار کی مول لینے سے بہ نیت کفارہ مثلا مظاہر کا بھائی کسی کا غلام تھا اور اوسنے بہ نیت

اور اسی کفارہ ظہار اوسکو مول لیا تو کفارہ ادا ہوگا اسواسطے کہ مول لینا اوسکا اختیاری فعل ہے بخلاف ارث کے کہ وہ فعل اختیاری نہین یعنی اگر کوئی اپنی
قرابت والیکو ارث مین پاوے اور نیت ادای کفارہ کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہین تو بعبہ اعتاق نہوگا بلکہ عتق ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عتق
مین گذرگیا واعتاق نصف عبدہٖ ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کما یجیئ اور آزاد کرنا اپنے نصف غلام کو پھر نصف باقی کو کفایت کرتا ہے کفارہ
کیجانب سے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اوسکا ذکر آویگا لا یجزئ فائت جنس المنفعۃ لانہ ہالک حکما کفایت نہین کرتا آزاد کرنا اوس
غلام کا جسکی جنس منفعت فوت ہوگئی ہو یعنی منفعت سمع اور بصر کی اور پکڑنے اور ہاتھ سے تھامنے اور پانون سے چلنے کی اور عقل کی فوت ہوگئی ہو تو اوسکی آزاد
کرنے سے کفارہ نہ ادا ہوگا اسواسطے کہ وہ درحکم میت ہے اور مراد فوت منفعت سے یہہ ہے کہ بالکل منفعت فوت ہو تو نقصان منفعت کا ادای کفارہ مین ضرر نکریگا
کالاعمی والمجنون الذی لا یعقل فمن یفیق یجوز فی حال افاقتہ ومریض لا یرجی برؤہ وساقط الاسنان غلام مفقود المنفعت جیسے اندہا اور ایسا
دیوانہ جو کچھہ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کہ کبھی ہوش مین آجاتا ہو تو اوسکا آزاد کرنا جائز ہے ہوشیاری کی حالتمین اور ایسا بیمار جسکی صحت کی امید نہ ہو اور
جسکی دانت گر پڑے ہون اسواسطے کہ یہ پایا جانے پر قادر نہین والمقطوع یداہ او ابہاماہ او ثلث اصابع من کل ید او رجلاہ او ید ورجل من جانب
اور جائز نہین وہ غلام جسکی دونو ہاتھ یا دونو ہاتھ کے انگوٹھے یا تین انگلیان ہر ہاتھ کی کٹی ہون یا دونو پانون یا ایک ہاتھ اور ایک پانون ایکطرف کے کٹے ہون
اسواسطے کہ ان صورتون مین تھامنے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہے ومعتوہ مغلوب کافی اور جس غلام پر کہ بیخبری اور بیہوشی غالب ہے کذا فی الکافی و
لا یجزئ مدبر وام ولد ومکاتب ادی بعض بدلہ ولم یعجز نفسہ فان عجز فحررہ جاز وہی حیلۃ الجواز بعد ادائہ شیئا اور کفایت نہین کرتا
آزاد کرنا مدبر کا اور ام ولد کا اور اوس مکاتب کا جسنے اپنی کتابت کا کچھہ بدلا ادا کیا ہے اور وہ عاجز نہین ہوگیا ادای باقی سے سو اگر عاجز ہوگیا پھر اوسکی
مالک نے اوسکو آزاد کر دیا بہ نیت کفارہ تو جائز ہے اور یہی عاجزی حیلہ ہے اعتاق مکاتب کا بعد کچھہ ادا کرنیکے یعنی جس مکاتب نے کچھہ مال ادا کیا ہو اوسکا مالک
بہ نیت کفارہ اوسکو آزاد کیا چاہے تو اوسکی یہی تدبیر ہے کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے واعتاق نصف عبد مشترک ثم باقیہ بعد ضمانہ لتمکن
النقصان اور کفایت نہین کرتا آزاد کرنا نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد ضامن ہونے اوسکی قیمت کے اسواسطے جم جانے نقصان کے نصف اخیر مین
یعنی ایک غلام کے دو مالک تھے نصفا نصف سو ایک مالک نے بہ نیت کفارہ اپنا آدہا حصہ آزاد کر دیا تو نصف اخیر کی مملوکیت مین نقصان پڑگیا یعنی دوسرا مالک
اب اوسکو بیچ نہین سکتا لہذا اگر آزاد کرنیوالا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہوکر باقی کو آزاد بھی کریگا تو بھی کفارہ نہ ادا ہوگا ہان اگر اول اپنا حصہ آزاد کرتا
اور نصف باقی کا ضامن ہوکر کل عبد کو آزاد کرتا تو صحیح ہوتا ونصف عبدہ عن تکفیرہ ثم باقیہ بعد وطی من ظاہر منہا لان الاعتاق قبل التماس اور کفایت
نہین کرتا اپنی نصف غلام کو آزاد کرنا بہ نیت کفارہ پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اوس عورت کے جس سے ظہار کر چکا اسواسطے کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے
ہے اور قبل وطی کے نصف آزاد کیا نہ کل لہذا صحیح نہین فان لم یجد المظاہر ما یعتق وان احتاج لخدمتہ او لقضاء دینہ لانہ واجد حقیقۃ بدائع فیما
فی الجوہرۃ لہ عبد للخدمۃ لم یجز الصوم الا ان یکون زمنا انتہی یعنی العبد لیوافق کلامہم ویحتمل رجوعہ للمولی لکنہ یحتاج الی النقل سو اگر ظہار
کرنیوالا نپاوے اوسکو جسکو آزاد کرے اگرچہ محتاج ہو غلام کا اپنی خدمت کیواسطے یا اوسکو بیچ کر اپنی قرض ادا کرنیکے واسطے اسواسطے کہ وہ قادر ہے غلام پر فی الحقیقت
کذا فی البدائع تو جو کلام کہ جوہرہ مین یون ہے کہ مظاہر کا ایک غلام ہے خدمت کیواسطے اوسکو ادای کفارہ ظہار مین روزہ رکھنا درست نہین بلکہ اوسی غلام کو آزاد
کرے مگر اسوقت غلام کا آزاد نکرنا اور روزہ رکھنا درست ہے جب کہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نسکے انتہی کلام الجوہرہ یعنی غلام لنگڑا ہو تو اوسکا آزاد کرنا درست
نہوگا اور روزہ رکھنا جائز ہوگا شارح نے کہا ضمیر یکون کی عبد کیطرف پھیر کر یہہ مطلب جوہرہ کا اسواسطے مذکور کیا تاکہ کلام اسکا اور فقہا کے کلام سے موافق ہوجاوے
اور یہہ بھی احتمال ہے کہ ضمیر یکون کی مولی کیطرف پھرے تو مطلب یہہ ہوگا کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے اور روزہ رکھے لیکن اس صورتمین نقل روایت کی احتیاج
ہوگی یعنی تاوقتیکہ کتب معتمدہ سے نقل صریح اس بابمین ثابت نہوگی احتمال اخیر نامقبول ہے چونکہ عبارت جوہرہ کی بظاہر مخالف تھی بدائع کے لہذا شارح نے اوسکی
توجیہہ معقول کردی تا اختلاف مندفع ہوجاوے ولا یعتبر مسکنہ اور گھر اوسکا معتبر نہین یعنی اگر مظاہر کا ایک گھر ہو جسمین وہ رہتا ہو تو اوسے اوسکا بیچنا اوسکو

قیمت سے اور کفارہ ظہار کیواسطے غلام کا خرید کرنا ضرور نہیں ہے اسواسطے کہ مکان ضروریات میں داخل ہے تو اوسپر صوم لازم ہوگا ولو لہ مال وعلیہ دین مثلہ اِنْ اَدّٰی الدین
اجزأہ الصوم والا فلا لان اور اگر مظاہر کے پاس مال ہو بعدا اوسپر اوتنا ہی قرض ہو تو اگر اول قرض کو ادا کر دے تو اوسکو صوم کفایت کرتا ہے اسواسطے کہ وہ اعتاق پر
اب قادر نہیں اور اگر قرض کو ہنوز ادا نہیں کیا تو اوسمین دو قول ہیں ایک قول یہہ ہے کہ روزہ رکھنا کافی ہے اور دوسرا قول یہہ کہ کافی نہیں ولو لہ مال غائب انتظرہ
اور اگر اوسکا مال غائب ہو یعنی مثلا سفر میں ہے تو اوسکے حصول کا منتظر ہے جب آوے تو غلام خریدکے آزاد کرے ولو علیہ کفارتان وفی ملکہ رقبۃ فصام
عن احدٰیہما ثم اعتق عن الاخری لم یجز وبعکسہ جاز اور اگر مرد پر دو کفارے ہوں یعنی دو عورتوں سے ظہار کیا ہو اور اوسکی ملک میں ایک ہی غلام ہو
سو اوسنے ایک کفارے سے روزے رکھے اور دوسرے کفارہ میں غلام آزاد کیا تو صوم کا کفارہ جائز نہوگا اسواسطے کہ باوجود قدرت اعتاق کے صوم جائز نہیں لیکن
کفارہ اعتاق بلاشک صحیح ہوا اور بالعکس اوسکے جائز ہے یعنی اگر اول آزاد کرے اور دوسرے کفارے میں روزے رکھے تو درست ہے اسواسطے کہ عدم قدرت میں صوم
کافی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی صام شہرین ولو ثمانیۃ وخمسین یوما بالہلال والا فستین یوما اگر مظاہر اعتاق پر قادر نہو تو دو مہینے روزے رکھے اگرچہ
دونو مہینے کے اٹھاون دن ہوں چاند کے حساب سے یعنی اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھا اور وہ مہینہ اور دوسرا مہینہ انتیس کا ہو تو اٹھاون روزے کفایت کرتے
ہیں اور اگر پہلی تاریخ سے صوم شروع نہیں کیا تو دو مہینے کے ساٹھ روزے رکھنا چاہیے ولو قدر علی التحریر فی آخر الاخیر لزمہ العتق اور اگر قادر ہو گیا غلام
آزاد کرنے پر پچھلے مہینے کے آخر دنوں میں تو لازم ہوگا اوسپر آزاد کرنا یعنی ساٹھویں دن مثلا ظہر یا عصر کے وقت مظاہر کو مال ملگیا تو کفارہ صوم کا نہ ادا ہوا اسواسطے
کہ استمرار عجز اول سے آخر تک شرط ہے صوم کی سو یہاں پایا نہ گیا تو یہہ صوم اوسکا نفل ہو گیا اوسپر واجب ہے کہ غلام خرید کر آزاد کرے واتم یومہ ندبا ولا قضاء
لو افطر وان صح کرۃ الا اور اوس دن کے صوم کو پورا کرے استحباب کی راہ سے نہ وجوب کی راہ سے اور اگر اس صوم کو توڑ ڈالے تو اوسپر قضا واجب نہیں اگرچہ یہہ
صوم نفل ہو گیا یعنی [illegible] افطارہ صوم نفل سے قضا واجب ہے لیکن اس صورت میں باوجود نفل ہونیکے قضا واجب نہیں اسواسطے کہ شروع صوم بقصد نفل نتھا لہذا نہ
اوسکی قضا واجب ہے نہ اتمام لیکن یہہ اوس صورت میں ہے جب کہ بمجرد قدرت اعتاق کے فی الفور صوم کو قطع کر دیا اور اگر بعد قدرت اعتاق کے ساعت دو ساعت
صوم ثابت رکھا تو یہہ قائم مقام شروع فی النفل کے ہو گیا اب اوسپر اتمام واجب ہوگا اور اگر اب افطار کریگا تو قضا واجب ہوگی چنانچہ کتاب الصوم
میں مذکور ہو چکا کذا فی حاشیۃ المدنی متتابعین قبل المسیس لیس فیہما رمضان وایام نُہی عن صومہا دو مہینے پے در پے لگاتار روزے
رکھے وطی وغیرہ سے پہلے ایسے دو مہینے کا صوم ہو جنمیں رمضان اور وہ پانچ دن جنکا صوم ممنوع ہے نہ واقع ہوں اسواسطے کہ اگر رمضان درمیان میں
آجاویگا تو رمضان کا صوم متقدم ہوگا اور اگر رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھیگا تو بھی رمضان ہی صحیح ہوگا نہ کفارہ تو صوم کفارہ میں تتابع
نرہا انقطاع ہو گیا لیکن اگر مظاہر مسافر ہوگا اور روزہ بہ نیت کفارہ رکھیگا تو البتہ صحیح ہوگا اور جسطرح درمیان میں آنا رمضان کا مانع ہے تتابع کا
اوسیطرح ایام منہیہ کا درمیان میں پڑنا مانع ہے تتابع کا وکذا کل صوم شرط فیہ التتابع اور اسیطرح جس صوم میں لگاتار روزہ رکھنا شرط ہے رمضان
اور ایام خمسہ کا درمیان میں آنا مانع ہے تتابع کا چنانچہ کفارہ قتل میں اور کفارہ افطار میں اور کفارہ یمین میں اور نذر معین جسمین تتابع مشروط کر لیا ہو
کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الفتح فان افطر بعذر کسفر ونفاس بخلاف حیض الا اذا ایست سو اگر افطار کرے بسبب عذر کے چنانچہ بسبب
سفر یا نفاس کے بخلاف حیض کے اسواسطے کہ حیض کا آنا مانع تتابع کا نہیں کفارہ قتل اور کفارہ افطار میں اسوجہ سے کہ عورت ایسے دو مہینے نہیں پا سکتی جو
حیض سے خالی ہوں مگر جبکہ عورت کا بسبب پیری کے حیض منقطع ہو گیا ہو اور اوسنے مثلا کفارہ افطار کا صوم شروع کیا ہو تو اگر اب حیض آویگا تو مانع
ہوگا تتابع کا تو اوسکو پھر سرے سے روزہ رکھنا پڑیگا تم کفارہ ظہار میں حیض اور نفاس کا ذکر بیجا ہے خود نہیں اسواسطے کہ یہہ کفارہ سوا ہے مرد کے عورت پر
واجب نہیں ہوتا لیکن شارح نے بمناسبت تتابع کے اسکو بھی ذکر کر دیا او لغیرہ او وطئہا ای المظاہر منہا اما لو وطئ غیرہا وطیا غیر مفطر لم یضر
اتفاقا کالوطی فی کفارۃ القتل یا افطار صوم کا بلا عذر کرے یا اوسی عورت سے جس سے ظہار کر چکا ہے وطی کرے لیکن اگر اوس عورت کے سوا اور زوجہ سے
ایسی وطی کرے جو روزہ نہ توڑے یعنی رات میں یا دن کو سہو سے وطی کرے تو ایسی وطی صوم کے کفارہ کو مضر نہیں باتفاق طرفین اور [illegible] ہمیشہ کیونکہ وطی

کرنا کفارہ قتل مین مفطر نہین فیہما ای الشہرین مطلقاً لیلاً او نہاراً عامداً او ناسیاً کما فی المختار وغیرہ وتقیید ابن مالک اللیل بالعمد غلط بحر لکن فی
القہستانی ما یخالفہ فتنبہ اگر وطی کری ظہار والی عورت سی کسیطرح رات کو یا دن کو بالقصد یا بھول کر چنانچہ یہہ اطلاق مصرح ہی مختار وغیرہ مین اور قید لگانا
ابن ملک کا وطی شب مین ساتھہ عمد کے غلط ہی یعنی یہہ جو ابن ملک نے کہا ہی کہ اگر رات کو عمداً وطی کرے تو مفطر کفارہ ہی اور سہواً مفطر نہین سو یہہ قول غلط ہی بلکہ
عمداً اور سہواً مطلقاً مفطر ہے اور جن کتابون مین وطی لیل مین عمد کی قید ہی سو اتفاقی قید ہی نہ احترازی کما فی شرح المجمع اور غایۃ البیان اور عنایہ مین تصریح ہی
کہ یہہ قید اتفاقی ہی کذا فی البحر الرائق لیکن شرح قہستانی مین وہ قول ہی جو مخالف ہی بحر الرائق کے تو خبردار رہنا قہستانی نے یون کہا ہی کہ اگر مظاہر
منہا سی شب کو عمداً وطی کری تو استیناف صوم کری چنانچہ نظم اور مبسوط اور ہدایہ اور کافی اور قدوری اور مضمرات اور تحفہ مین اور سوا انکی اور کتابون مین
یون ہی ہی اور فقط اسبیجابی کے قول پر جو شرح طحاوی مین یون کہا گیا ہی کہ وطی لیل مین عمد اور نسیان برابر ہی لائق نہین کہ عمد کو ہدایہ وغیرہ کے کلام مین
قید اتفاقی پر محمول کیجیئے چنانچہ صاحب کفایہ اور اوسکے تابعین نے کیا ہی حالانکہ صاحب نہایہ نے اسکی طرف التفات نہین کیا انتہی کلام القہستانی
شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قہستانی غلط گوئی مین ابن ملک کے موافق ہو گیا اور جن کتب کی عبارتین قید اتفاقی پر محمول ہین اون سے استدلال کرتا ہی
اور حالانکہ کتب معتمدہ مین مصرح ہی کہ عمد اور نسیان دونو برابر ہین چنانچہ مختار اور اختیار اور غایۃ البیان اور عنایہ اور اطلاق صاحب کنز اسپر شاہد ہین
کذا فی حاشیۃ المدنی استأنف الصوم لا الاطعام ان وطیہا فی خلالہ لاطلاق النص فی الاطعام وتقییدہ فی تحریر وصیام یعنی اگر کفارہ
ظہار مین بعد زنا یا بلا عذر روزہ افطار کری یا ظہار والی عورت سی وطی کرے دو مہینے کے اندر تو استیناف کری صوم کا نہ اطعام کا یعنی پھر سرے سے روزہ رکھنا
شروع کرے لیکن اطعام کا استیناف لازم نہین اگر درمیان اطعام کے اوسی عورت سی وطی کری بسبب مطلق ہونی نص قرآنی کے اطعام مین اور مقید ہونے کے
اعتاق اور صیام مین یعنی حق تعالی نے کفارہ اطعام مین قبل مساس کے قید نہین لگائی اور وطی مفسد اطعام نہین اور اعتاق اور صیام مین قید لگائی کہ قبل
مساس ہو لہذا وطی مفسد صیام ہی تو استیناف لازم ہوا والعبد ولو مکاتباً او مستسعی وکذا الحر المحجور علیہ بالسفہ علی المعتمد اور غلام اگرچہ
مکاتب ہو یا ایسا غلام جسکے مالک نے مثلاً نصف آزاد کر دیا ہو اور باقی کی خلاصی کیواسطی اوس سے محنت مزدوری کروانا ہو اور اسیطرح وہ حر جسکی تصرف
مالی کو اوسکی حماقت کے سبب سے حاکم نے روک دیا ہو بنا بر قول معتمد کے یعنی موجب قول صاحبین کے لا یجزیہ الا الصوم المذکور غلام وغیرہ کو کفایت
نہین کرتا مگر صوم مذکور یعنی دو مہینے پے در پے روزہ رکھنا کفارہ ظہار مین واجب ہی غلام اور مکاتب اور حر محجور علیہ کو اور اوس غلام کو جو پورا آزاد
نہین اور بسبب عدم قدرت کے ان پر اعتاق اور اطعام نہین ھم اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی قاعدہ یہہ ہی کہ غلام پر نعمت اور عقوبت آدھی ہوتی ہی اور کفارہ
بھی عقوبت ہی تو لازم یون تھا کہ کفارہ عبد کا نصف ہوتا کفارہ حر سے یعنی ایک مہینہ کا صوم غلام کو کفایت کرتا اس سوال مقدر کا جواب شارح نے آیندہ
قول مین دیا ولم یتنصف لما فیہا من معنی العبادۃ اور کفارہ غلام کا آدھا نہوا اسواسطی کہ کفارہ مین معنی عبادت موجود ہی یعنی ہرچند کفارہ مین مضمون
عقوبت اور مضمون عبادت دونو ہین لیکن عبادت اسمین غالب ہے اور حالانکہ عبادت مین تنصیف نہین چنانچہ صوم اور صلوۃ مین اسیطرح کفارۃ مین ولیس
للسید منعہ منہ اور مالک کو اختیار نہین غلام کو صوم سے منع کرنیکا اسواسطی کہ یہہ منجملہ حقوق نکاح کے ہی سو جب مالک نے غلام کو نکاح کی اجازت
دی تو اوسکی سب حقوق کو اپنی اوپر گویا لازم کر لیا تو اب کیونکر صوم کفارہ سی روک سکیگا ولو صلیبا عتق سیدہ عنہ او اطعم ولو مأمورہ لعدم اہلیۃ
التملیک الا اذا احصر فیطعم عنہ المولی قیل ندباً وقیل وجوباً کفارہ ظہار مین اعتاق اور اطعام غلام کا کفایت نہین کرتا اگرچہ اوسکا مالک اوسکی طرف
سے آزاد کرے یا اطعام کری اگرچہ یہہ اعتاق اور اطعام بامر غلام ہو بسبب عدم قابلیت تملیک کے یعنی اعتاق اور اطعام بدون ملک کے نہین ہو سکتا اور غلام کسی
چیز کا مالک نہین ہوتا اگرچہ مالک اوسکو تملیک کری مگر احصار مین غلام مالک ہوتا ہی یعنی اگر غلام باجازت مولی حج کا احرام کری اور کسی عذر شرعی سی حج کو نجا سکے
تو مولی اوسکی طرف سی اطعام کری یعنی قربانی کا جانور اوسکی طرف سی حرم مین بھیجے کہ وہان ذبح کرکے تصدق ہو بعضی علما نے کہا کہ قربانی کا بھیجنا مولی پر مستحب ہی
اور بعضون نے کہا کہ واجب ہی ھم اطلاق اطعام کا ارسال قربانی پر غیر مشہور ہی شارح نے ہمین مصاحبت ظاہر اور منح کی پیروی کی ہی فان عجز عن الصوم لمرض لا یرجی برؤہ

برؤہ او کبر الطعام ای ملک ستین مسکینا ولو حکما ولا یجزئ غیر المراھق بدایع سو اگر عاجز ہو مظاہر صوم سے بسبب ایسی بیماری کے کہ توقع نہین
اوسکی صحت کی یا بسبب پیری کے تو طعام دیوے یعنی طعام کا مالک کر دے ساٹھہ مسکین کو اگرچہ تملیک ساٹھہ مسکین کی حکما ہو اسطرح پر کہ ایک محتاج کو ساٹھہ
دن دیا کرے تو گویا ساٹھہ محتاج کو دیا اور کفایت نہین کرتا اطعام غیر مراہق کا کذا فی البدائع یعنی اطعام اوس صغیر کا جو قریب البلوغ نہین کافی نہین
کالفطرۃ قدرا ومصرفا او قیمۃ ذلک من غیر المنصوص اذ العطف للمغایرۃ ہر مسکین کو دے مانند صدقہ فطر کے مقدار مین اور مصرف مین کما مر فی الزکوۃ
یعنی اگر گیہون سے دے تو نصف صاع دے اور اگر جو اور کہجور سے دے تو پورا صاع دے یا اوسکی قیمت دے غیر منصوص سے یعنی اگر گیہون اور کہجور اور جو کے سوا اور
کوئی اناج دے تو قیمت کا اعتبار ہے تو اگر ربع صاع چانول کا مساوی ہو نصف صاع گیہون کے تو جائز ہے یا دو صاع باجرا برابر ہو ایک صاع جو کے یا نصف صاع گیہون
کے تو درست ہے اسواسطے کہ عطف کرنا مصنف کا قیمت کو فطرہ پر مقتضی ہے مغائرت کا تو اگر ربع صاع گیہون کا برابر ہو نصف صاع کہجور کے تو جائز نہوگا اسواسطے
کہ اعتبار قیمت کا غیر منصوص مین ہے اور گیہون اور کہجور تو دونو منصوص ہین انمین اعتبار قیمت کا صحیح نہین وان اراد الاباحۃ غداھم وعشاھم او غداھم
واعطاھم قیمۃ العشاء او عکسہ او اطعمھم غدائین او عشائین او عشاء وسحورا او اشبعھم جاز بشرط ادام فی خبز شعیر وذرۃ لا بر
اور اگر کفارہ دینے والا محتاجون کو تملیک طعام نکرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو اونکو دن چڑہتے اور دن ڈہلتے دو وقت کہلا دے یا دن چڑہتے اونکو
کہلادے اور دن ڈہلتے وقت کی کہانیکی قیمت دیدے یا اسکے بالعکس کرے یعنی اول وقت کی کہانیکی قیمت دے اور آخر وقت کہلا دے یا اونکو دو روز دن چڑہتے کہلادے
یا دو روز دن ڈہلتے کہلا دے یا دن ڈہلتے اور سحر کے وقت کہلا دے اور پیٹ اونکا بہر دے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر ساٹھہ محتاجون کو دو وقت آسودہ کر کے کہلا دے
تو جائز ہے بشرطیکہ سالن ہو جو اور جوار کی روٹی کے ساتھہ نہ گیہونکی روٹی کے ساتھہ یعنی گیہونکی روٹی کے ساتھہ سالن کی حاجت نہین کہ اسمین بدون
سالن بھی آسودگی ہوتی ہے بخلاف جو اور جوار کے کہ اونمین بدون سالن کے پیٹ نہین بہرتا ہم تملیک طعام اور اباحت طعام مین یہہ فرق ہے کہ تملیک طعام
مین محتاج مالک ہوتا ہے طعام کا جو چاہے سو کرے اور اباحت طعام مین محتاج مالک نہین طعام کا کچہہ اوسمین تصرف نہین کر سکتا فقط کہانیکا اوسکو اختیار ہے اور
اباحت طعام مین مقدار اطعام کی کچہہ مقرر نہین نصف صاع مین آسودہ ہو جاوے خواہ کمتر مین بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہین کما جاز لو اطعم
واحدا ستین یوما لتجدد الحاجۃ چنانچہ یہہ بہی جائز ہے کہ اگر طعام دے ایک محتاج کو ساٹھہ دن یہہ جائز ہے بسبب تجدد حاجت کے یعنی ہر دن آدمی کہانیکا حاجتمند
ہے تو گویا ساٹھہ محتاج کو طعام دیا چنانچہ یہہ عنقریب مذکور ہو چکا ولو اباحہ کل الطعام فی یوم واحد اجزاہ عن یومہ ذلک فقط اتفاقا اور اگر
ایک محتاج کو ساٹھہ محتاج کا سب کہانا مباح کر دیگا ایک دن مین تو فقط اوسی ایک ہی دن کو کفایت کریگا بالاتفاق یعنی مظاہر پر انسٹہہ [59] محتاج کا طعام دینا اور
واجب رہا وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح ذکرہ الزیلعی لفقد التعدد حقیقۃ وحکما اور اسیطرح جب ایک محتاج
کو مالک طعام کا کرے چند بار ایک دن مین بنا بر قول اصح کے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے یعنی ایکدن مین ایک شخص کو ساٹھہ بار دینا کفایت نہین کرتا بسبب نہونے تعدد حقیقی
اور حکمی کے نہ ساٹھہ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہوتا نہ ساٹھہ دن ایک محتاج کو دیا کہ تعدد حکمی ہوتا امر غیرہ ان یطعم عنہ عن ظہارہ ففعل الغیر ذلک
صح وھل یرجع ان قال علی ان ترجع علیّ یرجع وان سکت ففی الدین یرجع اتفاقا وفی الکفارۃ والزکوۃ لا یرجع علی المذھب امر کیا مظاہر نے کسی غیر آدمی
سے کہ مظاہر کیطرف سے کفارہ ظہار کا طعام دیوے سو غیر آدمی نے بموجب اوسکے امر کے ایسا ہی کیا تو یہہ صحیح ہے یعنی کفارہ مظاہر کا ادا ہو گیا اور یہہ غیر آدمی
بقدر طعام کے مظاہر سے لے سکتا ہے یا نہین جواب یہہ ہے کہ اگر مظاہر نے دلانیکے وقت یون کہا تہا کہ مجہسے لے لیجیو تو لیوے اور اگر مظاہر چپ ہو رہا تہا تو
دین مین یعنی اداے قرض مین بالاتفاق پہیر لیوے اور کفارہ اور زکوۃ مین نلے بنا بر ظاہر مذہب کے کما صحت الاباحۃ بشرط التشبیع فی طعام الکفارات
سوی القتل وفی الفدیۃ لصوم وجنایۃ حج چنانچہ صحیح ہے مباح کرنا طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفارون کے طعام مین سواے کفارہ قتل کی اسواسطے
کہ کفارہ قتل مین طعام کا حکم نہین اور اباحت صحیح ہے فدیہ صوم اور فدیہ جنایت حج مین ہم فدیہ صوم شیخ فانی پر ہے عوض صوم کے بقدر نصف صاع کے حالت تملیک
مین اور بقدر سیری کے حالت اباحت مین اور جنایت بعد احرام کے سر منڈایا یا کوئی اور ممنوع کام کیا تو اس قصور کے عوض جانور ذبح کرے یا نصف صاع

محتاج کو دیدیا اوسکو پیٹ بھر کھلادیا تین روز ہو رکھے وجاز الجمع بین اباحۃ وتملیک اور جائز ہی جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب
گذرا کہ ساٹھہ محتاج کو ایک وقت کھلادی اور دوسرے وقت کی کھانیکی قیمت دیدی یا تیس محتاجون کو بطور اباحت کے کھلادیا اور تیس کو نصف نصف صاع گیہون
تملیک کرے دون الصدقات والعشر یعنی صدقات اور عشر مین یعنی زکوۃ اور صدقۂ فطر اور عشر مین اباحت صحیح نہین بلکہ تملیک اونمین ضرور ہی والضابط
ان ما شرع بلفظ الطعام وطعام جاز فیہ الاباحۃ وما شرع بلفظ ایتاء واداء شرط فیہ التملیک اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت اور عدم اباحت
کا یہہ ہی کہ جو بلفظ اطعام اور طعام مشروع ہی تو اوسمین اباحت جائز ہی اور جو کہ بلفظ ایتا اور ادا مشروع ہی تو اوسمین تملیک مشروط ہی تو کفارہ ظہار اور کفارہ
یمین مین اور کفارہ فطار اور کفارہ صید مین قرآن مجید مین طعام اور طعام کا لفظ ارشاد ہوا ہی اور اطعام عبارت ہی تمکین سے یعنی طعام پر محتاج کو قادر کردینا
خواہ باباحت ہو خواہ تملیک اور زکوۃ وغیرہ صدقات مین لفظ ایتا اور ادا وارد ہی اور ایتا اور ادا بمعنی دینے کے ہی لہذا اونمین تملیک شرط ہی اباحت کافی
نہین حرر عبدین عن ظہارین من امرأۃ او امرأتین ولم یعین واحدا للواحد صح عنہما ومثلہ فی الصحۃ الصیام اربعۃ اشہر والاطعام
مائۃ وعشرین فقیرا لاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلامون کو دو ظہار سے خواہ دونو ظہار ایک عورت سے کئے ہون یا دو عورتون سے اور مظاہر نے
معین اور مقرر نکیا کسی ایک غلام کو کسی ایک ظہار کیواسطے یعنی یون تعیین نہ کی کہ یہہ غلام اول ظہار کے واسطے ہی اور دوسرا غلام ثانی ظہار کے لئے ہی تو یہہ اعتاق دونو
ظہار کیطرف سی صحیح ہی اور اسی کی مثل ہی صحت مین روزہ رکھنا چار مہینے کا دو ظہار سے اور اطعام ایک سو بیس فقیر کا دو ظہار سی بسبب اتحاد جنس کے یعنی دونو
ظہار چونکہ متحد الجنس ہین لہذا نیت تعیین کی کچھ حاجت نہین بدون نیت تعیین بھی صحت حاصل ہی بخلاف اختلافہ الا ان ینوی بکل کلا
فیصح بخلاف اختلاف جنس کے چنانچہ کسی شخص پر کفارۂ ظہار اور کفارہ یمین اور کفارۂ قتل ہوا اور وہ تین غلام کو بلانیت تعیین آزاد کرے تو صحیح نہوگا جب تک
کہ ہر غلام کو ہر کفارہ کے واسطے نہ مقرر کریگا اسواسطے کہ یہہ کفارات مختلف الجنس ہین یہہ اعتاق صحیح نہین مگر اسطرح پر کہ ہر غلام کے اعتاق کے ساتھہ ایک کفارہ
کی نیت کرے تو صحیح ہے ہر چند اسمین بسبب نام لینے ظہار یا یمین کے رفع جہالت اور دفع ابہام نہین لیکن اتنی جہالت مضر اعتاق نہین کذا فی المحیط اور طحطاوی نے
کہا کہ یہہ متبادر ہوتا ہی کلام شارح سی کہ ہر غلام سے ہر کفارہ کی نیت کرے سو مراد نہین بلکہ وہی مراد ہی جو ہمنے کہہ ہو چکی اسواسطے کہ منح الغفار مین یون مصرح ہے
کہ اگر آزاد کریگا ہر غلام کو ایک کفارہ کی نیت کرکے بلاتعیین ظہار یا یمین کے تو جائز ہوگا بالاجماع کذا فی حاشیۃ المدنی وان حرر عنہما رقبۃ واحدۃ او
صام عنہما شہرین صح عن واحد بعینہ ولہ وطی التی کفر عنہا دون الاخری اور اگر دو غلام کو ایک ظہار سے آزاد کیا یا دو ظہار سے دو مہینے روزہ
رکھا تو یہہ اعتاق اور صوم صحیح ہوگا اوس ایک ظہار سے جسکو مظاہر مقرر کرلے یعنی مظاہر کو اختیار ہی کہ اس اعتاق یا صوم کو اول ظہار یا ثانی کا کفارہ قرار دے
اور مظاہر کو وطی اوس عورت کی درست ہی جسکی ظہار کا کفارہ دیا نہ دوسری عورت کی وعن ظہار وقتل لا یصح لما مر وان حرر کافرۃ فتصح عن الظہار
استحسانا لعدم صلاحیتہا للقتل اور اگر ایک غلام آزاد کیا کفارۂ ظہار اور کفارۂ قتل سے تو یہہ اعتاق صحیح نہین کسی کفارہ سے جبتک کہ کافر غلام
کو نہ آزاد کرے اور جب کافر غلام کو آزاد کریگا تو یہہ اعتاق صحیح ہوگا کفارۂ ظہار سے بدلیل استحسان کے بسبب عدم صلاحیت رقبہ کافرہ کیواسطے کفارۂ قتل کے یعنی کفارۂ
قتل مین غلام مسلم کا آزاد کرنا شرط ہی تو اعتاق کافر کا ظہار ہی کیواسطے خاص ہوجاویگا اسواسطے کہ ظہار مین اعتاق مسلم اور کافر دونو کا درست ہی ہم کفارہ ظہار اور
کفارۂ قتل مین اعتاق عبد مسلم بلاتعیین نیت اسواسطے صحیح نہین کہ یہہ دونو کفارہ مختلف الجنس ہین تعیین نیت ضرور ہے چنانچہ اسکا بیان سابق مین مذکور ہوچکا
اطعم ستین مسکینا کل واحد صاعا من بر عن ظہارین لم یصح الا عن واحد کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن لم یصح ای عنہما خلافا
لمحمد ووجہہ الکمال طعام دیا ساٹھہ محتاج کو ہر ایک کو ایک صاع گیہون یکبارگی دو ظہار کیطرف سی خواہ ایک عورت سی دو ظہار کئے ہون یا دو عورتون سے چنانچہ
سابق مین مذکور ہوچکا تو یہہ صحیح ہوگا ایک ظہار کیطرف سی اسیطرح لفظ صح کا ہی مصنف کی شرح کی نسخون مین اور اون متن کے نسخون مین جو شرح سے علحدہ ہین
لم یصح کا لفظ ہی تو اوسکا مطلب یہہ ہی کہ ہر محتاج کو ایک صاع گیہون کا دینا دو ظہار کی طرف سی صحیح نہین بلکہ ایک ظہار سے درست ہی برخلاف امام محمد کے کہ انکے
نزدیک دونو ظہار کیطرف سی صحیح ہی اور اسی قول کی تصحیح دی ہی کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین ہم ترجمہ مین گیہون کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ اختلاف تنہیں

او محمد کا ایک صاع گیہون اور دو صاع جو اور کھجور مین سے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر اور شارح نے ایکبار کی قید اسواسطے زیادہ کی کہ اگر ایک صاع گیہون
دوبار کرکے محتاج کو دیگا تو بالاتفاق دونو ظہار کیطرف سے جائز ہوگا کذا فی منح الغفار ناقلاً عن الکافی لیکن دوبار دو دنمین دے اسواسطے کہ ایکدنمین چند بار دینا
ایک محتاج کو کفایت نہین کرتا چنانچہ مذکور ہوچکا وعن فطر وظہار صح عنہما اتفاقاً والاصل ان نیۃ التعیین فی الجنس المتحد سببہ لغو وفی المختلف
سببہ مفید اور اگر ساٹھہ محتاج کو ہر محتاج کو ایک صاع گیہون دیا ایکبارگی کفارہ فطار اور کفارہ ظہار کی نیت سے تو صحیح ہوگا دونو کفارون سے باتفاق شیخین اور محمد کے
اصل یہہ ہے کہ جس جنس کا کہ سبب متحد ہے اسمین تعیین کی نیت لغو ہے اور جس جنس کا کہ سبب مختلف ہے اسمین تعیین کی نیت مفید ہے لغو نہین خلاصہ یہہ ہے کہ اتحاد جنس عبارت ہے اتحاد سبب سے اور اختلاف
جنس عبارت ہے اختلاف سبب سے تو دو کفارے ظہار کے متحد الجنس ہین اسواسطے کہ اونکا سبب ایک ہی ہے یعنی ظہار تو دو کفارہ ظہار مین جب تعیین نیت لغو ہوئی
تو مطلق نیت باقی رہی لہذا مظاہر کو اختیار ہے کہ جس ظہار کیواسطے چاہے مقرر کرلے اور دو کفارہ ظہار اور فطار کے مختلف الجنس ہین اسواسطے کہ ہر ایک کا سبب
مختلف ہے تو اسمین تعیین نیت لغو نہین بلکہ مفید اور معتبر ہے لہذا دونو صحیح ہین **فروع** مسائل لحقہا الشارح کے المعتبر فی الیسار والاعسار وقت التکفیر معتبر
اور افلاس مین کفارہ دینے کا وقت معتبر ہے یعنی وقت وجوب کفارہ معتبر نہین بلکہ اگر کفارہ دینے کے وقت مقدور ہے تو روزہ رکھنا جائز نہین اگرچہ وقت
وجوب کفارہ وہ مفلس تھا اور اگر کفارہ دینے کے وقت مفلس ہے تو روزہ رکھنا درست ہے اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے اوسکو غنا ہو ولو اطعم مائۃ و
عشرین فی یوم لم یجز الا عن نصف الاطعام فیعید علی ستین منہم غداءً او عشاءً ولو فی یوم آخر للزوم العدد مع المقدار کہانا کہلایا ایک سو بیس
محتاج کو ایک دنمین ایک وقت تو کفایت نکریگا مگر نصف اطعام سے تو دوبارہ کہانا کہلاوے اونمین سے ساٹھہ محتاج کو صبح یا شام کہلاوے
اگرچہ دوسرے دن کہلاوے تو بھی درست ہے اعادہ طعام ضرور ہے بسبب لازم ہونے شمار کے ساتھہ مقدار کے یعنی اباحت طعام مین ساٹھہ محتاجون کا شمار
اور دو وقت کہلانیکی مقدار لازم ہے تو ساٹھہ محتاجون کا شمار ایک سو بیس کے ضمن مین تو البتہ پایا گیا لیکن مقدار طعام یعنی دو وقت کہلانا نہ حاصل ہوا لہذا
ساٹھہ محتاج کو ایک بار اور کہلانا لازم ہوا ولم یجز اطعام فطیم ولا شبعان اور کفارہ ظہار مین جائز نہین کہانا کہلانا اوس لڑکے کا جو دودہ چھوڑ چکا ہے
اور شکم سیر کا اور یہہ مضمون مکرر ہوگیا اسواسطے کہ اسی باب مین بدائع سے مذکور ہوچکا کہ اطعام غیر مراہق جائز نہین تو جسمین دودہ چھوڑنیوالا لڑکا بھی داخل
تھا اور یہہ بھی مذکور ہوچکا ہے کہ محتاجون کا پیٹ بہر دینا مشروط ہے حالانکہ شکم سیر مین یہہ حاصل نہین تو اوسکا کہلانا بھی جائز نہین

باب اللعان

باب اللعان یہہ باب ہے لعان کا ہو لغۃ مصدر لاعن کقاتل من اللعن وہو الطرد والابعاد سمی بہ لا بالغضب للعنہ نفسہ قبلہا والسبق
من اسباب الترجیح لعان باعتبار لغت کے مصدر ہے لاعن کا جو قاتل کے ہموزن ہے یعنی لعان باب مفاعلت کا مصدر ہے لعن سے مشتق ہے اور لعن عبارت ہے
ہانکنے اور پہٹکارنے اور دور ڈالنے سے یعنی رحمت الٰہی یا مراتب صالحین سے دور کرنا اور لعان مسمی بہ لعان ہوا نہ بغضب حالانکہ لعنت اور غضب دونو لعان
مین مذکور ہوتے ہین بسبب لعنت کرنے مرد کے اپنی ذات کو قبل عورت کے اور سبقت ترجیح کے اسباب سے ہے حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق مین اترا
حق تعالے فرماتا ہے سورہ نور مین کہ جو لوگ کہ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگادین اور کوئی گواہ انکے سوا انکی ذات کے نہ ہون تو عیب لگانیوالا اللہ کے نام کی
چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہے اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کی لعنت اوسپر اگر وہ جہوٹھا ہو اور عورت سے مار یون ٹلتی ہے کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی
گواہی دے کہ مقرر اوسکا زوج جہوٹھا ہے اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کا غضب اوسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو وشرعاً شہادات اربعۃ کشہود
الزنا مؤکدات بالایمان اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہے چار گواہیون سے مانند شہود زنا کی ایسی گواہیان جو مؤکد اور مستحکم ہون قسمون سے
اسواسطے کہ لفظ اشہد کا مشاہدہ یقینی اور قسم پر محتوی ہے چنانچہ اسکو فقہا نے کتاب الشہادۃ مین مذکور کیا ہے اور در المنتقی مین کہا کہ کوئی ایسی گواہی نہین
جو جانب مدعی سے متعدد ہو مگر لعان اور قسامت مین کذا فی حاشیۃ المدنی مقرونۃ شہادتہ باللعن وشہادتہا بالغضب لانہن یکثرن اللعن
فکان الغضب اردع لہن اور پانچوین گواہی مرد کی مقرون بہ لعنت ہوا اور عورت کی پانچوین گواہی مقرون بغضب ہے عورت کو لفظ غضب کا اسواسطے
مخصوص ہوا کہ عورتین اپنی گفتگو مین اپنے اوپر اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہین اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی عادت ہوئی اوس سے وحشت اور خوف کم ہوجاتا ہے

تو غضب کا لفظ اونکو واسطے زیاده تر زجر اور خوف کا باعث ہوگا فاقیمت شهاداته مقام حد القذف فی حقه وشهاداتها مقام حد الزنا فی حقها ای اذا تلاعنا سقط عنه حد القذف وعنها حد الزنا لان الاستشهاد بالله مهلك كالحد بل اشد مرد کی گواہیان قائم مقام ہین حد قذف کے اوسکے حق مین اور عورت کی گواہیان قائم مقام ہین حد زناکی اوسکے حق مین یعنی جبکہ دونونے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی یعنی تہمت زنا لگانے کی ساقط ہوگئی اور عورت سے زنا کی حد ساقط ہوئی اسواسطے کہ جھوٹ مین خدا کو گواہ کرنا مہلک ہی مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہی اسواسطے کہ صحیح حدیث مین ثابت ہی کہ جھوٹھی قسم ملک کو اجاڑتی ہی بلکہ حد سے بھی زیاده سخت تر ہی اسواسطے کہ حد سے فقط دنیا مین تکلیف ہی اور جھوٹھی قسم سے دنیا اور آخرت دونون مین تکلیف ہی وشرطه قیام الزوجیة وکون النکاح صحیحا لا فاسدا اور شرط لعان کی قیام زوجیت ہی اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقہ ثلثه اور مطلقه بائنه اور منکوحه بنکاح فاسد کا قذف لعان کا موجب نہین بسبب عدم زوجیت اور عدم صحت نکاح کے وسببه قذف الرجل زوجته قذفا یوجب الحد فی الاجنبیة خصت بذلك لانها هی المقذوفة فتلزم لها شروط الاحصان اور سبب لعان کا تہمت لگانا ہی مرد کا اپنی زوجہ کو ایسی تہمت کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی تہمت لگا دی تو مرد پر حد واجب ہو یعنی عورت آزاد مسلمان پاک دامن ہو حرام کاری سے اور مرد کے دعوے پر گواہ نہون اور عورت منکر ہو تہمت سے عورت مخصوص بشرائط مذکوره اسواسطے ہوئی کہ تہمت اوسی پر لگی ہے تو شروط احصان کی اوسکے واسطے پوری چاہیین ورکنه شهادات مؤکدات بالیمین واللعن اور لعان کا رکن گواہیان ہین جو مؤکد بقسم ولعن ہون وحکمه حرمة الوطء والاستمتاع بعد التلاعن ولو قبل التفریق بینهما لحدیث المتلاعنان لا یجتمعان ابدا اور لعان کا حکم حرمت وطی اور استمتاع ہی باہم لعنت کرنیکے بعد اگرچہ قبل تفریق زوجین کے ہو یعنی بعد تلاعن کے وطی اور مساس حرام ہے اگرچہ حاکم نے ہنوز حکم جدائی کا نہ دیا ہو اور حکم لعان سے وجوب تفریق ہے اور واقع ہونا طلاق بائن کا بعد تفریق کے اور وجوب نفقہ اور سکنی کا تا عدت دارقطنی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ المتلاعنان اذا تفرقا لا یجتمعان یعنی زوجہ اور زوج لعان کرنیوالے جب جدا ہون تو مجتمع نہون حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد مین کچھ مضایقہ نہین یعنی ہرچند قوی نہین لیکن لائق عمل کے ہی اور حضرت عمر اور علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے عبد الرزاق نے روایت کی کہ یہی سنت جاری ہو کہ لعان کرنیوالے کبھی مجتمع نہون یعنی جبتک لعان کی حقیقت پر اصرار کرین تو بالاتفاق اونمین اتفاق کا ہونا نہین ہو سکتا اور اگر بعد لعان کے اپنی تکذیب کرین تو بعد طلاق بائن واقع ہونیکے امام اعظم اور محمد کے نزدیک باہم نکاح درست ہی اور ابی یوسف اور امام شافعی کے نزدیک حرمت دائمی ہے کذا فی حاشیة الہدایة واہله من هو اهل الشهادة علی المسلم اور اہل لعان کا وہ ہی جو مسلمان پر گواہی دینے کا اہل ہی یعنی حر مسلم بالغ عاقل تو غلام اور کافر اور لڑکا اور دیوانہ لائق لعان کے نہین فمن قذف بصریح الزنا فی دار الاسلام زوجته الحیة بنکاح صحیح ولو فی عدة الرجعی العفیفة عن فعل الزنا وتهمته بان لم توطأ حراما ولو مرة بشبهة ولا بنکاح فاسد ولا لها ولد بلا اب ہو جسنے عیب لگایا صریح زنا کا دار الاسلام مین اپنی زندہ زوجہ کو جو کہ منکوحہ ہو بنکاح صحیح اگرچہ طلاق رجعی کی عدت مین عیب لگایا ہو اپنی زوجہ کو جو پاک دامن ہو فعل زنا سے اور تہمت زنا سے عفت زنا سے یعنی کسی کہ اوس سے کسی نے حرام وطی نہ کی ہو ایکبار بھی بسبب شبہہ حلت کی اور نہ نکاح فاسد سے اور تہمت زنا سے یہ کہ عورت کا بیٹا بے باپ کا نہ ہو قید دو کہ صریح ہو معلوم ہوا کہ کنایات زنا سے اور قذف فی دار الحرب سے اور قذف مردہ عورت سے اور قذف غیر عفیفہ اور متہمہ سے لعان ساقط ہی وصلحا لاداء الشهادة علی المسلم فخرج نحو قن وصغیر ودخل الاعمی والفاسق لانهما من اهل الاداء اور زوج اور زوجہ صلاحیت رکھتے ہون ادائے مسلم کی شہادت پر تو اس قید سے غلام اور صغیر نکل گیا اور داخل ہوگیا اس قید مین اندھا اور مسلمان فاسق اسواسطے کہ وہ دونو اہل ہین اداء شہادت کے اونفی نسب الولد منه او من غیرہ یا جسنے نسب ولد کی اپنے سے نفی کی ہو اور اپنے غیر سے یعنی یون کہا ہو کہ یہ لڑکا زنا کا ہی میرا نہین اور نہ اسکے زوج سابق کا وطالبته او طالبه الولد المنفی به ای بموجب القذف وهو الحد عند القاضی ولو بعد العفو والتقادم فان تقادم الزمان لا یبطل الحق فی قذف وقصاص وحقوق عباد جوهره اور مطالبہ کیا ہو زوجہ نے زوج کا یا مطالبہ کیا ہو اوس سے ولد منفی النسب نے اوسکا جو قذف سے واجب

ہو جاتا ہے یعنی عورت یا مرد نے قاضی کے پاس حد قذف کا مطالبہ کیا ہو اگرچہ یہ مطالبہ بعد عفو اور گذرنے مدت مدید کے ہو اس واسطے کہ حد قذف حق اللہ ہے تو عورت کے
عفو سے عفو نہیں ہوتا اور مدت کا گذر جانا بھی مبطل مطالبہ نہیں اس واسطے کہ زیادہ مدت گذر جانا حق کو باطل نہیں کرتا قذف و حد قصاص اور حقوق عباد میں
کذا فی الجوہرۃ ہم لعان میں مطالبہ اس واسطے مشروط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نکریگی تو لعان ساقط ہے اس واسطے کہ لعان حق ہے عورت کا تاکہ اپنی ذات سے دفع
عار کرے ولا فضل لها الستر والحاكم ان يامرها به اور بہتر ہے عورت کو پردہ پوشی اور حاکم کو چاہیے کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے یعنی عورت کو
پردہ پوشی مناسب ہے تاکہ بدکاری مشہور نہو لاعن خبر لمن اى ان اقر بقذفه او ثبت قذفه بالبينة فلو انكر ولا بينة لهما لم يستحلف وسقط
اللعان لفظ لاعن کا خبر ہے من قذف کی یعنی جو اپنی زوجہ کو بشرائط مذکورہ عیب لگاوے وہ لعان کرے اگر اپنی قذف کا مقر ہو یا اسکا قذف گواہی سے
ثابت ہو گیا ہو پھر اگر مرد بعد قذف کے منکر ہو گیا ہو اور عورت کے پاس گواہ نہوں تو مرد سے قسم نہ لیجاویگی اور لعان ساقط ہوگا چنانچہ کتاب الدعوی
میں آویگا فان ابى حبس حتى يلاعن او يكذب نفسه فيحد للقذف سو اگر زوج لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ لعان کرے یا اپنی
ذات کو جھٹلاوے پھر جب اپنی دروغگوئی کو ظاہر کرے تو اسکو حد قذف کی ماری جاوے یعنی اسی کوڑے فان لاعن لاعنت بعده لانه المدعى
فلو بدأ بلعانها اعادت فلو فرق قبل الاعادة صح لحصول المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اوسکے بعد لعان کرے اس واسطے کہ زوج مدعی ہے
تو اوسکو تقدیم چاہیے پھر اگر قاضی پہلی عورت سے لعان کرا دے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترتیب مشروع متحقق ہو سو اگر
قاضی تفریق کر دے دونوں میں قبل اعادہ عورت کے تو صحیح ہے بسبب حصول مقصود کے یعنی ملاعن مقصود تھا سو حاصل ہو چکا کذا فی الاختیار وان ابت
حبست حتى تلاعن او تصدقه فيندرئ به اللعان اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کیجاوے یہانتک کہ لعان کرے یا
زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق کریگی تو اس تصدیق کے سبب سے زوجہ سے لعان کرنا دفع ہوگا ولا تحد وان صدقته اربعا لانه ليس باقرار قصدا اور عورت
پر حد زنا نہ ماری جاویگی اگرچہ مرد کی چار بار تصدیق کرے اس واسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہیں قصدا بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد سے یہ ہے کہ اسکو
لعان نہ کرنا پڑے ولا ينتفي النسب لانه حق الولد فلا يصدقان في ابطاله اور جبکہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب
ولد کی نفی نہوگی اس واسطے کہ نسب حق ہے لڑکے کا تو زوجین کی تصدیق نہوگی اوسکے ابطال حق میں تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہریگا ولو امتنعا حبسا وحمله
في البحر على ما اذا لم تعف المرأة اور اگر بعد نالش کے زوجین نے لعان سے انکار کیا تو دونوں قید کیے جاوینگے اور محمول کیا ہے حبس زوجین کو بحر الرائق
میں اوس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کر دیا ہو تو بعد معافی کے دونوں محبوس نہونگے لیکن عورت کو حق مطالبہ ثابت رہیگا چنانچہ مذکور ہو چکا
واستشكل في النهر حبسها بعد امتناعه لعدم وجوبه عليها حينئذ اور مشکل جانا ہے نہر الفائق میں حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب
نہ وجوب ہونے لعان کے عورت پر اسوقت میں یعنی جب زوج لعان سے باز رہا تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہیں تو اسوقت میں اسکی حبس کی کیا وجہ خلاصہ اشکال نہر الفائق کا یہہ ہے کہ
جو بحر الرائق وغیرہ میں مذکور ہے کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہونگے اسمیں حبس زوجہ کی کیا وجہ اس واسطے کہ بدون لعان زوج کے زوجہ پر لعان واجب نہیں شیخ محشی رحمہ اللہ نے اس اشکال کا
یوں جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہہ مراد نہیں کہ دونوں نے آن واحد میں امتناع کیا تا دونوں کا حبس ساتھ ہی لازم آوے اور اشکال مذکور وارد ہو بلکہ مراد یہہ ہے کہ
ہر واحد عند الطلب لعان نکریگا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج سے بعد قذف کے ہے اور زوجہ سے بعد لعان زوج کے واذا لم يصلح الزوج
شاهدا لرقه او كفره وكان اهلا للقذف اى لم يكن عاقلا بالغا ناطقا فحد لان الاصل ان اللعان اذا سقط لمعنى من جهته فلو القذف صحيحا حد
والا فلا حد ولا لعان اور جب کہ زوج لیاقت نرکھتا ہو شاہد ہونیکی بسبب مملوکیت اور کفر کے اور ہو اہل قذف کا یعنی بالغ اور عاقل اور بولتا ہو تو اسپر
قذف کی حد ماری جاوے اور اصل اسکی یہہ ہے کہ جب لعان ساقط ہو مرد کیطرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہے یعنی شرط قذف کی جامع ہے تو مرد
پر حد ماری جاویگی اور اگر قذف کی شرط حاصل نہیں چنانچہ زوج صغیر ہے یا دیوانہ ہے یا گونگا ہے تو نہ حد ہے نہ لعان وان صلح شاهدا والحال انها
ممن لم تصلح وهي لا يحد قاذفها فلا حد عليه كما لو قذفها اجنبي ولا لعان لانه خلفه لكنه يعزر حسما لهذا الباب وهذا تصريح بما فهم اور

اور

اگر زوج لیاقت شاہد ہونیکی رکھتا ہو اور حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہین یعنی صغیرہ ہو یا دیوانی ہے یا عیب لگانیکی مار کھائی ہو اور ایسی زوجہ نہین جسکو عیب
لگانیسے قاذف پر حد ماری جاوے یعنی عفیفہ نہین نہ اینہ ہو تو ایسی عورت کے عیب لگانیسے زوج پر حد نہین چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگا دیگا تو اوسپر بھی حد نہین اور زوج
پر چنانچہ حد نہین ویسی ہی لعان بھی نہین اسواسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہے پس جب حد نہین تو اسکا قائم مقام بھی نہین لیکن زوج کو تعزیر دیجاویگی واسطے سد
باب کے یعنی تعزیر اسواسطے ہے تاکہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہوجاوے شارح کہتا ہے یہہ قول مصنف کا یعنی عدم حد اور لعان تصریح ہے اوسکی جو اوسکے
قول سابق سے مفہوم ہوچکا تہا یعنی من قذف زوجتہ العفیفۃ الخ ویعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفہا وہی امۃ او کافرۃ ثم اسلمت او اعتقت
فلا حد ولا لعان زیلعی اور معتبر ہے محصنہ ہونا زوجہ کا نزدیک قذف کے تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پہر کافرہ مسلمان
ہوگئی اور لونڈی آزاد ہوئی تو زوج پر نہ حد ہے نہ لعان کذا ذکرہ الزیلعی اسواسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے نہ حد ہے نہ لعان اور بعد مسلمان اور آزاد
ہونیکے زوج سے قذف صادر نہین ہوا کہ حد ہو یا لعان ویسقط اللعان بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود بتزوجہا بعدہ لان الساقط
لا یعود اور لعان ساقط ہوتا ہے بعد وجوب لعان کے بسبب طلاق بائن کے یعنی بعد قذف کے جب لعان مرد پر واجب ہوا پہر اوسنے زوجہ کو طلاق بائن دی
تو لعان کا حکم ساقط ہوگیا پہر لعان عود نکریگا اوسکے نکاح کر لینے سے بعد طلاق کے اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہوگئی وہ نہین پہرتی یعنی بعد قذف کے جب
طلاق بائن دی تو لعان ساقط ہوگیا اسواسطے کہ زوجیت منقطع ہوگئی پہر بعد طلاق بائن کے اگر اوس سے نکاح کریگا تو بھی حکم لعان نہ عود کریگا وکذا یسقط
بزناہا ووطیہا بشبہۃ وبردتہا ولا یعود لو اسلمت بعدہ اور اسیطرح ساقط ہوتا ہے لعان عورت کے زنا سے اور اوسکی وطی بشبہہ سے اور اوسکے
مرتد ہونیسے اور عود نہین کرتا لعان اگر عورت مسلمان ہوجاوے بعد اسکے ویسقط بموت شاہد القذف وغیبتہ اور ساقط ہوتا ہے لعان شاہد قذف
کی موت سے اور اوسکے غائب ہونیسے یعنی اگر بعد گواہی دینے کے شاہد مر جاوین یا غائب ہوجاوین تو لعان ساقط ہے لا یسقط لو عمی الشاہد او فسق او ارتد
اور ساقط نہین ہوتا لعان اگر اندہا ہوجاوے شاہد یا فاسق یا مرتد ہوجاوے ولو قال لزوجتہ زنیت وانت صبیۃ او مجنونۃ وہو ای الجنون معہود
فلا لعان لاسنادہ لغیر محلہ اور اگر زوج نے کہا اپنی زوجہ سے کہ تو نے زنا کیا جب کہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حالانکہ جنون اوسکا معلوم ہے تو لعان
نہین واسطے منسوب ہونے زنا کو بغیر اپنے محل کے یعنی لڑکپن اور جنون ایسی حالت نہین جو قابل ہو قباحت زنا کا بخلاف زنیت وانت ذمیۃ او امۃ
منذ اربعین سنۃ وعمرہا اقل حیث یلاعنان لاقتصارہ فتح بخلاف اس قول کے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو ذمیہ یا لونڈی
تھی یا کہ تو نے زنا کیا چالیس برس کی ابتدا سے اور حالانکہ عمر زوجہ کی چالیس برس سے کم ہے مثلا بیس یا تیس برس کی ہے اسواسطے کہ اب زوجین لعان کرینگے
واسطے کہ اقتصار کیا زوج نے قذف کو وقت پر کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ زنا قبل ولادت عورت کے متصور نہین نہ حقیقۃ نہ مجازا تو چالیس برس کا ذکر لغو ہوگیا
تو فقط لفظ زنیت کا باقی رہ گیا اور یہہ موجب ہے لعان کا کذا فی حاشیۃ المدنی وصفتہ ما نطق النص الشرعی بہ من کتاب وسنۃ اور صفت لعان کی وہ
ہے جسکو قرآن اور حدیث ناطق ہے طریقہ لعان کا یہہ ہے کہ قاضی زوجین کو باہم روبرو کھڑا کرے اور اول زوج سے کہے کہ تو لعان کر تو زوج چار بارین
کہے کہ مین اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہون کہ مین سچا ہون اوسکی طرف زنا کی نسبت کرنیمین اور پانچوین بار یون کہے کہ خدا کی لعنت اوسپر اگر وہ جھوٹھا ہو
اوسکی طرف زنا کی نسبت مین اور ہر بار عورت کی طرف اشارہ کرتا جاوے پہر عورت چار بار یون کہے کہ مین اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہون کہ وہ جھوٹھا ہے
میری طرف زنا کی نسبت کرنیمین اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کا غضب اوسپر یعنی عورت پر اگر وہ سچا ہو عورت کی طرف زنا کی نسبت کرنیمین بعد اسکے دریافت
کرنا چاہئے کہ لعنت دو قسم ہے ایک یہہ کہ رحمت الہی سے دور ڈالنا ایسی لعنت کافرونکو مخصوص ہے مسلمان کے حق مین ہرگز جائز نہین دوسری قسم یہہ کہ
درجات ابرار اور مراتب صالحین سے دور ڈالنا سو یہی دوسری قسم مراد ہے کتاب اللعان مین کذا فی حاشیۃ المدنی فان تلاعنا ولو اکثرہ بانت بتفریق
الحاکم فیتوارثان قبل تفریقہ الذی وقع اللعان عندہ ویفرق وان لم یرضیا بالفرقۃ شمنی پہر اگر لعان کیا دونو نے اگرچہ چار بار نہین بلکہ اکثر بار
یعنی تین بار لعان کیا تو عورت بائن ہوگی یعنی نکاح ٹوٹ جاویگا بسبب جدا کر دینے حاکم کے یعنی فقط لعان سے بدون تفریق حاکم کے جدائی نہوگی لہذا دونو

ہے روایت ہے ان مسمیے تہا تفریق اوس حاکم کے جسکے سامنے لعان واقع ہوا ہی اور حاکم جدائی کرداوے اگرچہ دونو جدائی سے راضی نہوں اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہوا ہو کہ لعان کرنیوالونمین ملاپ نہین کذا ذکرہ الشمنی ولو زالت اھلیۃ اللعان فان بما یرجی زوالہ کجنون فرق والا لا اور اگر بعد لعان قبل تفریق اہلیت لعان کی زائل ہوگئی تو اگر زوال اہلیت کا ایسی چیز سے ہوا ہو کہ اوسکا دور ہونا متوقع ہے چنانچہ جنون تو حاکم دونو کو جدا کردیگا اور اگر مزیل اہلیت نامتوقع الزوال ہے چنانچہ زوجین نے اپنی تکذیب کی یا دونو مین سے کسینے دوسری عورت کو عیب لگایا اور اوسپر قذف کی حد واقع ہوئی یا زوجہ سے کسینے حرام وطی کی یا زوجین مین سے کوئی گونگا ہوگیا تو ان صورتونمین حاکم زوجین مین تفریق نکرے بسبب باقی رہنے اہلیت لعان کے کذا فی البحر الرائق ولو تلاعنا فغاب احدھما وکل بالتفریق فرق تاتارخانیہ ومفادہ انہ اذا لم یوکل ینتظر اور اگر دونونے لعان کیا پھر ایک اونمین سے غائب ہوگیا قبل تفریق کے اور کسیکو بیا وکیل کر گیا تفریق کے واسطے تو حاکم حکم تفریق کا کردے کذا فی التاتارخانیہ اور اس قید سے مستفاد ہوا کہ اگر غائب کسیکو وکیل نہ کر جاوے تو ودسطے حکم تفریق کے حاکم انتظار کرے غائب کے آنیکا اسواسطے کہ قضاء علی الغائب درست نہین اور یہ تقریر صاحب نہر الفائق کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فلو لم یفرق الحاکم حتی عزل او مات استقبلہ الحاکم الثانی خلافا لمحمد اختیار پھر اگر بعد لعان کے حاکم نے تفریق نکی یہانتک کہ حاکم معزول ہوگیا یا مرگیا تو دوسرا حاکم اپنے روبرو دوسری بار لعان کراوے اور تفریق کرے یعنی حاکم ثانی کو لعان اول پر تفریق کرنا جایز نہین بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک اعادہ لعان شرط نہین ہے بدون اعادہ بھی تفریق جایز ہو کذا فی الاختیار ولو اخطأ الحاکم ففرق بینھما بعد وجود الاکثر من کل منھما صح ولو بعد الاقل ای مرۃ او مرتین لا اور اگر چوک گیا حاکم سو اوسنے تفریق کردی دونو مین بعد وجود اکثر لعان کے ہر ایک سے یعنی تین تین لعان کے بعد حاکم نے تفریق کردی تو صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر بجائے کل ہے اور اگر حاکم چوک گیا اور بعد کمتر لعان کے یعنی ایکبار یا دوبار کے بعد تفریق اوسنے کردی تو یہہ تفریق صحیح نہین ہے اسواسطے کہ قلیل کالعدم ہے ولو فرق بعد لعانہ قبل لعانہا نفذ لانہ مجتھد فیہ تاتارخانیہ وقیدہ فی البحر بغیر القاضی الحنفی اما ھو فلا ینفذ اور اگر تفریق کردی حاکم نے بعد لعان زوج کے قبل لعان زوجہ کے تو یہہ تفریق نافذ ہوگی کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ اس مقام مین اختلاف مجتہدین ہے یعنی ہمارے امام اعظم کے مذہب مین تفریق قبل لعان زوجہ کے جایز نہین لیکن امام شافعی کے نزدیک جایز ہو کذا فی النہر الفائق اور بحر الرائق کے اندر اسمین قید لگائی ہے غیر قاضی حنفی کی یعنی اگر حنفی مذہب کے سوا قاضی شافعی مذہب قبل لعان زوجہ کے تفریق کا حکم کریگا تو یہہ تفریق نافذ ہوگی خواہ زوجین حنفی ہون یا شافعی اور اگر حنفی مذہب قاضی ایسی تفریق کریگا تو نافذ نہوگی اسواسطے کہ منافذ قاضی کا حکم اپنے امام کے مخالف نافذ نہین وحرم وطیھا بعد اللعان قبل التفریق یا امرہ ولہا نفقۃ العدۃ اور حرام ہو وطی زوجہ کی بعد لعان قبل تفریق حاکم کے بموجب اوس حدیث کے جو مذکور ہوگئی یعنی متلاعنین مین اجتماع نہین اور نفقہ عورت کی عدت کا مرد پر لازم ہے بسبب وجوب عدت کے وان قذف الزوج بولد نفی الحاکم نسبہ عن ابیہ والحقہ بامہ بشرط صحۃ النکاح وکون العلوق فی حال یجری فیہ اللعان حتی لو علق وھی امۃ او کتابیۃ فعتقت او اسلمت لا ینتفی لعدم التلاعن اور اگر عیب لگایا زوج نے اپنی زوجہ کو زنا کا اور ولد کی نفی کرکے تو حاکم ولد کے نسب کو اوسکے باپ سے نفی کرے اور اوسکی ماں سے اوسکو ملادے بشرط صحت نکاح کے اور ہونے علوق ولد کے اوس حال مین جسمین لعان جاری ہو سکتا ہے یہانتک کہ اگر نطفہ ولد کا ٹھہرا جبکہ زوجہ لونڈی یا کتابیہ تھی پھر وہ آزاد ہوئی یا مسلمان ہوگئی تو اس صورت مین ولد کی نفی نہوگی بسبب عدم ملاعن کے ہم صحت نکاح اور حریت اور اسلام لعان کی شرطین ہین تو نفی ولد کی تو نکاح فاسد مین نفی ولد سے لعان نہوگا اور نسب کی بھی نفی نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النھر والبحر واما شروط النفی فستۃ مبسوطۃ مذکورۃ فی البدائع وسیجی اور نفی ولد کی شرطین تو چھہ ہین بتفصیل مذکور ہین بدائع مین اور کچھہ شرطین نفی ولد کی اسی باب مین عنقریب آوینگی ہم شروط مذکورہ کا ذکر بالاجمال یہہ ہے پہلی شرط تفریق حاکم دوسری قرب ولادت تیسری عدم اقرار نسب صراحۃ یا دلالۃ چوتھی حیات ولد چنانچہ مسئلہ سابقہ مین اوسکی تصریح ہوچکی پانچوین یہہ کہ بعد تفریق کے اوسی حمل سے دوسرا لڑکا نہ جنی ہو چھٹے یہہ کہ ثبوت نسب کا کسی وجہ سے شرعا نہ حکم ہوگیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فان اکذب نفسہ ولو دلالۃ بان مات الولد المنفی عن مال فادعی نسبہ حد للقذف پھر اگر زوج نے اپنی تکذیب کی بعد لعان کے اگرچہ صراحۃ تکذیب نکی دلالۃ کی اسطرح کہ جس ولد کی نفی کرچکا تھا سو اوسکا حق ترکہ

مرگیا سو اوسکے نسب کا اوسنے دعویٰ کیا تو اوسکو حد قذف کی ماریجاویگی ولہٗ بعدَ ما اکذبَ نفسہٗ ان ینکحَہا حُدَّ اولا اور جائز ہے زوج ملاعن کو بعد اپنی
تکذیب کے یہہ کہ نکاح کرلے اوس عورت سے حد قذف کی اوسکو ماری گئی ہو یا نہ ماری گئی ہو اسواسطے کہ بعد تکذیب کے لعان باقی نہین تو جو حرمت کہ بسبب لعان کے
طاری ہوئی تھی سو زائل ہوگئی وکذا ان قذف غیرہا فحُدّ او صدّقتہٗ او زنت وان لم تُحدّ لزوال العفۃ والحاصل ان لہ تزوّجہا اذا اخرجا او
احدہما عن اہلیۃ اللعان اور اسیطرح نکاح کرلینا جائز ہے اگر زوج نے عیب لگایا اپنی زوجہ کے سوا کسی عورت کو پھر اوسپر حد قذف کی ماری گئی یا عورت نے
قذف زوج کی تصدیق کی یا زنا کیا اگرچہ اوسپر حد زنا نہوئی ہو نکاح جائز ہوگا بسبب زوال عفت کے خلاصہ یہہ ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ سے نکاح کرلینا بعد لعان
کے جائز ہے جبکہ دونو یا ایک اہلیت لعان سے نکل جاوے ولا لعان لو کانا اخرسین او احدہما وکذا لو طرأ ذلک الخرس بعدہ ای اللعان قبل التفریق
فلا تفریق ولا حدّ لدرئہ بالشبہۃ مع فقد الرکن وہو لفظ اشہد ولذا لا تلاعن بالکتابۃ اور لعان نہین اگر زوجین گونگے ہون یا ایک اونمین
سے کوئی گونگا ہو اگرچہ یہہ گنگی پیدائشی نہو بلکہ لعان کے بعد طاری ہوگئی ہو قبل تفریق حاکم کے تو اب نہ تفریق ہوگی نہ حد اسواسطے کہ حد ٹل جانے کے بسبب شبہہ کے
ساتھ گم ہونے رکن لعان کے یعنی اشہد کا لفظ رکن ہے لعان کا سو یہہ گونگی سے متصور نہین اور چونکہ بلفظ اشہد کا ضرور ہے لہذا باہم لعان کرنا لکھنے سے
جائز نہین م جب زوج گونگا ہوگا تو اوسکو حد قذف نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ اوسکی قذف مین شبہہ ہے کما لا لعان بنفی الحمل لعدم تیقنہ عند القذف
چنانچہ لعان نہین حمل کی نفی سے بسبب نہ متیقن ہونے حمل کے نزدیک قذف کے اسواسطے کہ شاید حمل نہو بیماری سے پیٹ پھولا ہو ولو تیقّنہ بولادتہا لاقل
المدۃ یصیر کانہ قال ان کنت حاملا فولدک لیس منی والقذف لا یصح تعلیقہ بالشرط اور اگر حمل کا یقین ہوگیا بسبب ولادت کمتر مدت کے یعنی وقت
قذف سے کمتر چھ مہینے مین جنی تو بھی امام اعظم کے نزدیک لعان ثابت نہین غایۃ الامر یہہ ہے کہ نفی حمل اس صورت مین تعلیق ہوگئی گویا زوج نے یون کہا
کہ اگر تو حاملہ ہوگی تو تیرا لڑکا مجھسے نہین حالانکہ قذف کی تعلیق شرط پر صحیح نہین اور صاحبین کے نزدیک بعد وضع حمل کے لعان جاری ہوگا وتلاعنا بقولہ
زنیتِ وہذا الحمل منہ للقذف الصریح اور دونو لعان کرین زوج کے یون کہنے سے کہ تو نے زنا کیا اور یہہ حمل زنا کا ہے لعان کرین بسبب صریح قذف
کے یعنی اس مسئلہ مین صریحا زنا کی نسبت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کہ اوسمین حمل کی نفی ہے نہ زنا کی نسبت ولم ینف الحاکم الحمل لعدم الحکم علیہ قبل ولادتہ
اور حاملہ کے لعان مین حاکم نفی حمل کی نکرے بسبب عدم حکم حمل پر قبل اوسکی ولادت کے یعنی بدون ولادت کے ثبوت حمل متصور نہین کہ شاید بیماری سے پیٹ پھولا ہو پس جب
ثبوت حمل مین تردد ہوا تو حاکم کیونکر نفی کرے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ سنن ابی داؤد مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی حاملہ
زوجہ سے لعان کیا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دونون مین تفریق کردی اور حکم کردیا کہ عورت کے بیٹے کو ہلال بن امیہ کا بیٹا کوئی نکہے پھر جب حضرت
نے نفی حمل کی کردی پھر کیا وجہ کہ حاکم نکرے اسکا جواب شارح نے اپنے آئندہ قول مین دیا ونفیہ علیہ الصلوۃ والسلام ولد ہلال لعلمہ بالوحی اور
نفی کرنا رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا ہلال کے ولد کا بسبب علم وحی کے تہا یعنی حضرت کو وحی سے معلوم ہوگیا تہا کہ عورت کے پیٹ مین لڑکا ہے تب نفی کی اب بعد
ختم نبوت کے وحی سے علم ہونا متصور نہین نفی الولد الحی عند التہنئۃ ومدتہا سبعۃ ایام عادۃ وعند ابتیاع آلۃ الولادۃ صحّ وبعدہ لا لاقرارہ
دلالۃ ولو غائبا فحالۃ علمہ کحالۃ ولادتہ اگر مرد نے زندہ ولد کی نفی نسب کی مبارکبادی دینے کے وقت اور مدت مبارکبادی دینے کے سات دن ہین باعتبار
عادت خلق کے اور نزدیک خرید کرنے سامان ولادت کی نفی کی تو یہہ نفی صحیح ہے اور بعد اسکی نفی کرنا صحیح نہین بسبب اوسکی اقرار
کرلینے نسب کے باعتبار دلالت حال کے یعنی سات دن تک نفی نکرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ نسب ولد کا مقر ہے تو اب نفی کرنا اوسکا مسموع نہوگا اور اگر مرد غائب ہو
اور لڑکا اوسکی غیبت مین پیدا ہو تو اوسکو علم اوسکی حالت مانند حالت ولادت کے ہے یعنی جیسے عورت کے جننے سے سات دن تک نفی صحیح ہے ویسیہی غائب کو بعد
دریافت کے سات دن تک نفی صحیح ہے نزدیک امام کے اور صاحبین کے نزدیک بقدر مدت نفاس یعنی چالیس دن تک نفی صحیح ہے کذا فی الہدایہ ولاعن فیہما
فیما اذا صحّ او لا لوجود القذف فعند تحقق اللعان بنفی الولد ولم ینتف النسب وفی قولہ فیما مر ونفی نسبہ لیس علی الاطلاق اور لعان کرے
دونو نفی کی صورتون مین یعنی جسمین کہ نفی صحیح ہے یا نہین صحیح بسبب پائی جانے قذف کے دونو صورتون مین تو حالت عدم صحت نفی مین لعان تو بسبب نفی ولد کے

ثابت اور نسب ولد کا منتفی ہو تو مصنف کا قول جو سابق گذر گیا کہ قذف ولد سے حاکم اوسکا نسب نفی کر دیگا سو اپنے اطلاق پر نہین بلکہ وہ مقید ہے بقید صحت
نفی کے یعنی جب نفی ولد کی باجتماع شرائط نفی کے صحیح موجب قذف ولد سے حاکم نفی نسب کی کرے نہ مطلقاً نفی اول التوأمین واقر بالثانی حُدّ اِنْ
لم یرجع لتکذیبہ نفسہ مرد نے نفی کی اول توأم کی اور اقرار نسب کا کیا دوسرے توأم کا تو اوسکو حد قذف ماریجاوے بسبب تکذیب کرنے اپنی ذات
کے ھم توأمان اون دو لڑکون کو کہتے ہین جنکی ولادت مین چھ مہینے سے کم مدت گذری ہو تو جب اول کی نفی کی اور ثانی کا اقرار کیا تو اوسکی تکذیب نفس
لازم آئی اسواسطے کہ وہ دونو ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوے ہین اسلیے کہ اقل مدت پورے حمل کی چھ مہینے کی ہے تو ایک کا اقرار اور ثانیکی نفی متصور نہین شارح نے
حد مین عدم رجوع کی قید لگائی یعنے اگر اپنے قول سے نہ پھر جائیگا تو حد ماریجائیگی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ قید شارح کی ہمی تبع ہے اسواسطے کہ ولد ثانیکے
اقرار سے اوسکو تکذیب نفس لازم ہوگئی اسواسطے کہ دونو ایک نطفہ سے ہین تو وہ قاذف ہو چکا اب رجوع کرنا اُسکا اس قول سے مسقط حد نہین اور اسیواسطے
بحر الرائق اور نہر الفائق اور دُر اور منح الغفار اور شرح ملتقی مین اس قید کو ذکر نہین کیا شاید کہ یہ لفظ کاتب کی غلطات سے ہے انتہی کلامہ کذا فی حاشیۃ الدر
وان عکس لاعن ان لم یرجع لقذفہا بنفیہ اور اگر سابق کے بالعکس کیا یعنے اول توأم کے نسب کا اقرار کیا اور ثانی کی نفی کی تو لعان کرے
بشرطیکہ اپنے قول سے یعنی نفی ثانی سے نہ پھرے لعان لازم ہوگا بسبب قذف عورت کے ثانیکی نفی سے یعنی جب اول کا اقرار کیا تو عورت کی عفت کا قائل
ہوا پھر جب ثانیکی نفی کی تو قذف عفیفہ لازم آیا لہذا لعان واجب ہوگا والنسب ثابت فیہما لانہما من ماء واحد اور نسب دونو لڑکون کا
دونو صورتون مین ثابت ہوا اسواسطے کہ دونو ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوے ایک کا اقرار اور دوسرے کی نفی ممکن نہین ولو جاءت بثلثۃ فی بطن واحد
فنفی الثانی واقر بالاول والثالث لاعن وھم بنوہ اور اگر عورت تین لڑکے جنی ایک پیٹ سو مرد نے ولد ثانیکی نفی کی اور اول اور ثالث ولد
کے نسب کا اقرار کیا تو لعان کرے بسبب قذف عورت کی نفی ولد سے اور وہ تینون لڑکے بیٹے مرد کے بحر الرائق مین نوادر سے بروایت فتح القدیر لعان
ہی کو ثابت کیا ہو اور نہر الفائق مین جو کہا ہے کہ اسمین حد ہی سو لائق اعتماد کے نہین کہ قول مذہب کے مخالف ہو کذا فی حاشیۃ الدر ولو نفی الاول والثالث
واقر بالثانی یحد وھم بنوہ کہ لو مات احدھم شمنی اور اگر ولد اول وثالث کی نفی کی اور ولد ثانیکے نسب کا اقرار کیا تو اوسپر حد ماریجاوے بسبب
تکذیب اپنے نفس کے اور وہ لڑکے اوسکے بیٹے ہین مانند مرجانے ایک لڑکے کے کذا ذکرہ الشمنی یعنی اگر بعد نفی قبل لعان کے کوئی لڑکا مرجاوے تو اُسکا
نسب نفی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ نفی مین حیات شرط ہے پھر جب ایک کا نسب ثابت ہوا تو باقی کا بھی ثابت ہوگا مات ولد اللعان ولہ ولد فادعاہ
الملاعن ان ولد اللعان ذکرا ثبت نسبہ اجماعا وان انثی لا لاستغنائہ بنسب ابیہ خلافا لہما ابن ملک مرگیا ولد لعان کا
اور اوسکا ایک ولد ہو لڑکی ہو یا لڑکا پھر ملاعن نے بعد نفی کے بامید ارث مال ولد لعان کی نسب کا دعوی کیا تو اگر ولد لعان کا مرد تھا تو اُسکا نسب ملاعن سے
ثابت ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ ہر چند میت نسب سے مستغنی ہی لیکن اُسکا لڑکا البتہ محتاج ہی نسب کا تو دعوی ملاعن کا صحیح ہوگا واسطے
اثبات نسب ولد میت کو اور اگر ولد لعان عورت تھی تو اُسکا نسب ملاعن سے نہ ثابت ہوگا واسطے مستغنی ہونے ولد البنت کے بسبب اپنے باپ کے نسب کے یعنی جو بیٹا ماں
اوسکی ثابت النسب نہین لیکن اُسکا باپ تو ثابت النسب ہے تو اُسکی ماں کے واسطے اثبات نسب کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ اعتبار نسب کا باپ ہی ہے نہ ماں سے بخلاف
مذہب صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک اس صورت مین بھی ملاعن سے نسب ثابت ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک فروع مسائل لمحۃ شارح کے الا واما بولدالذی
لیس منہ حرام کالسکوت لاستلحاق نسب من لیس منہ بحر اقرار کرنا اُس لڑکے کے نسب کا جو اوسکے نطفہ سے نہین حرام ہے مانند
سکوت کے یعنی جب معلوم ہو کہ یہ لڑکا میرے نطفہ سے نہین تو اوسکو اپنا بیٹا کہنا یا یہانتک سکوت کرنا کہ لوگ اوسکو اُسکا بیٹا کہنے لگین تو یہہ اقرار
اور سکوت حرام ہے واسطے ملانے نسب اُس شخص کے جو اُسکے نطفہ سے نہین کذا فی البحر الرائق یعنے نسب کا خلط ملط جائز نہین تو جو اپنے نطفہ سے نہو
اوسکی صاف نفی کر دے تاکہ خلط نسب نہو جاوے ھم سنن ابی داؤد مین ابو ہریرہؓ سے حدیث مروی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
عورت ایک قوم مین اوسکو ملا دیگی جو اُس قوم سے نہین یعنی ولد الزنا کو اپنے زوج کا بیٹا ظاہر کریگی اوسکو خدا بہشت مین نہ داخل کریگا اور جو مرد کہ اپنے بیٹے

کو نفی کریگا خدا اوسکو اوبین رآخرین مین فضیحت کریگا ودفیه متی سقط اللعان بوجه ما او ثبت النسب بالاقرار او بطریق الحکم لم ینتف نسبه ابدًا اور بحرالرائق مین ہے کہ جب لعان ساقط ہو کسی وجہ سے یا ثابت ہوچکا ہو نسب ایکبار کے اقرار سے یا نسب ثابت ہوچکا بطریق حکم قاضی کے تو ان مسائل مین اوسکا نسب کبھی نفی نہین ہوسکتا فلو نفاه ولم یلاعن حتی قذفها اجنبی بالولد فحد فقد ثبت نسب الولد ولا ینتفی بعد ذلك سو اگر زوج نے ولد زوجہ کی نفی کی اور ہنوز لعان نہین کیا یہانتک کہ اجنبی شخص نے زوجہ کو لڑکے کا عیب لگایا یعنی یون کہا کہ یہہ لڑکا اوسکے زوج کا نہین سو اجنبی پر بسبب اس قذف کے حد ماری گئی تو البتہ نسب ولد کا عورت کے زوج سے ثابت ہوگیا شرعًا تو اب بعد حکم قاضی کے اجنبی کی حد پر اوس لڑکے کا نسب نفی نہین ہوسکتا اسواسطےکہ حکم حد سے الحاق نسب ضمنًا ثابت ہوگیام یہہ مسئلہ قول سابق پر متفرع ہے نفی نسب التوأمين ثم مات احدهما عن توأمه وامه واخوين لام فالارث ثلاثا فرضا وردا للام السدس وللاخوين الثلث والباقی یرد علیهم وبه علم ان نفيهما يخرج عن كونه عصبة اور بحرالرائق مین شرح تلخیص سے منقول ہے کہ نفی کی ایک مرد نے دو توام کی پھر ایک اونمین سے مرگیا اپنے توام بھائی اور ماں اور اخیافی بھائی کو چھوڑکر تو ان تین وارثونکا ارث تین ثلث سے ہوگا باعتبار فرض اور رد دونو کے اسطرح کہ ماں کا چھٹا حصہ اور دونو بھائیون کا تہائی باقی رہا نصف سو انہین تینونکو پھیر دیا جاویگا برابر تو ہر ایک کو تہائی تہائی بعد فرض اور رد کے ملا اور اس مسئلہ کی توضیح سے معلوم ہوا کہ دونو توام کی نفی نے زندہ توام کو عصبہ میت کا ہونے دیا ہرچند دونو توام ایک نطفہ سے پیدا ہین لیکن بسبب قطع نسب کے زندہ توام میت توام کا عصبہ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اگر عصبہ ہوتا تو دو تہائی پاتا کذا فی حاشیۃ المدنی ثم الملاعن البحر قال وقد صرحوا ببقاء نسبه بعد القطع فی کل الاحکام لقیام فراشها الا فی حکمین الارث والنفقة فقط حتی لا تصح دعوة غیر النافی وان صدقه الولد انتهى کہا صاحب بحرالرائق نے اور البتہ تصریح کردی ہے فقہانے ولد لعان کے بقاءِ نسب کی بعد قطع نسب کے جمیع احکام مین یعنے ولد منفی مین جمیع احکام ولدیت کے ثابت ہین بسبب قائم ہونے فراش عورت کے یعنی زوجیت کے مگر دو حکم مین اوسکی ولدیت ثابت نہین ایک وراثت مین اور ایک وجوب نفقہ مین فقط یعنی نہ مرد ولد کی وراثت پاسکتا ہے نہ ولد مرد کی اور ولد کا نفقہ مرد پر واجب نہین بلکہ اوسکی ماں پر واجب ہے وراثت اور نفقہ کے سوا باقی سب احکام ولدیت کے ثابت ہین یہانتک کہ نفی کرنیوالے کے سوا کسیکو اوس ولد کے نسب کا دعوی کرنا صحیح نہین چنانچہ ثابت النسب مین صحیح نہین اگرچہ ولد اوس غیر کے دعوی کی تصدیق بھی کرے تو بھی اوسکا دعوی صحیح نہین انتہے کلامہ م فتاوی عالمگیری مین وغیرہ سے منقول ہے کہ ولد ملاعنہ بعضے احکام مین ثابت النسب ہے چنانچہ اسکی گواہی ملاعن کیواسطے مقبول نہین اور نہ ملاعن کی گواہی اسکے واسطے اور زکوۃ دینا ولد کا ملاعن کو جائز نہین اور نہ ملاعن کو زکوۃ دینا ولد کا جائز ہے اور ولد کے فروع ملاعن کے فروع پر حرام ہین اور کسی اجنبی انسان کا دعوی نسب ولد مین صحیح نہین باوجود تصدیق ولد کے اور بعضے احکام مین ولد ملاعنہ مثل اجنبی کے ہے یعنی ارث اور نفقہ مین قلت قال البهنسی الا ان یکون ممن یولد مثله لمثله او ادعاه بعد موت الملاعن فلیحفظ شارح کتاب بہنسی نے کہا کہ دعوی نسب ولد لعان کا غیر نافی کو صحیح نہین مگر اس صورتین صحیح ہے کہ شخص غیر اتنی عمر والا ہو کہ ویسی عمر والیکا ویسا ولد پیدا ہوسکتا ہو یا کہ غیر نے دعوی ولد کا بعد موت ملاعن کے کیا ہو سو اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہیئے م طحطاوی نے کہا کہ بہنسی نے اس قول کو کسی ایسی فقیہ کیطرف نسبت نہین کیا کہ جو لائق اعتماد ہو یعنی یہہ استثنا اطلاق کتب معتمدہ کے مخالف ہے تو بدون سند کے لائق اعتماد کے نہین

باب العنین وغیره

یہہ باب ہے عنین یعنے نامرد وغیرہ کے احکام مین غیر عنین مین خصی اور مسحور اور خنثی مشکل اور مجبوب اور شیخ کبیر اور شکاز داخل ہین شکاز بروزن عماز اوسکو کہتے ہین جو عورت کے کھینچنے سے منزل ہوجاوے پھر آلہ تناسل کو استادگی نہو کہ جماع کرسکے کذا فی حاشیۃ المدنی هو لغة من لا یقدر علی الجماع فعیل بمعنی مفعول وجمعه عنن وہ یعنی عنین بروزن سکین لغت مین اوسکو کہتے ہین جو مطلق جماع کرنے پر قادر نہو عنین بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے یعنی محبوس ممنوع جماع سے اور جمع اوسکی عنن ہے وشرعا من لا یقدر علی جماع فرج زوجته یعنی لمانع منه ككبر سن او سحر اذ الرتقاء لا خیار لها للمانع منها خانية اور اصطلاح شرع مین عنین اوسکو کہتے ہین جو اپنی زوجہ کے جماع فرج پر قادر نہو تو جو شخص کہ وطی فرج پر قادر نہو اور وطی دبر پر قادر ہو وہ بھی عنین ہے

نفيه

باب العنین وغیره

یعنی مدت مقررہ تک بسبب قصور مرد کے ہو جیسا کہ زیادہ بڑا یا جادہ اسو اسطے کہ جس عورت کی شرمگاہ بسبب زیادتی گوشت کے بند ہو اوسکو اختیار تفریق کا نہین
اسو اسطے کہ اس صورت مین نقصان عورت کی طرف سے ہے نہ مرد کیطرف سے کذا فی الخانیہ اذا وجدت المرأۃ زوجہا مجبوبًا او مقطوع الذکر
فقط او صغیرًا جدًّا کالزر ولو قصیرًا لا یمکنہ ادخالہ داخل الفرج فلیس لہا الفرقۃ بحر وفیہ نظر عجب کہ پاوے عورت اپنے زوج کو
مجبوب یعنی مقطوع الذکر والخصیتین یا فقط مقطوع الذکر پاوے یا زوجکے آلۂ تناسل کو نہایت صغیر پاوے جیسی قمیص کی گھنڈی اور اگر آلۂ تناسل ایسا
چھوٹا ہو کہ اسکو اندرونی فرج مین نہ داخل کر سکے تو عورت کو جدائی کا اختیار نہین کذا فی البحر الرائق اور اسمین بحث اور گفتگو ہے یعنی جب بسبب
کوتاہی کے ادخال پر قادر نہوا تو وہ شخص مقطوع الذکر کی برابر ہے پھر کیا وجہ کہ عورت کو فرقت کا اختیار نہو کذا فی شرح الوہبانیہ اور اصل اس اعتراض
کی صاحب بحر الرائق سے ہے بعد نقل عدم خیار کے محیط سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ المجبوب کالعنین الا فی مسئلتین التأجیل ومجئ الولد
اور بحر الرائق مین ہے کہ مجبوب مثل عنین کے ہے مگر دو مسئلون مین ایک تاجیل مین یعنی عنین کی فرقت مین مدت ہے اور مجبوب مین مدت نہین اور دوسرا لڑکا ہونیمین
یعنی مجبوب کی زوجہ سے اگر لڑکا پیدا ہو دو برس تک بعد تفریق کے تو اوسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا اور تفریق باطل نہو گی اور عنین مین تفریق باطل
ہو جاویگی ھ بحر الرائق مین یہہ بھی مذکور ہے کہ تفریق مجبوب مین بلوغ شرط نہین بخلاف عنین کے اور تفریق مجبوب مین صحت مجبوب شرط نہین بخلاف
عنین کے کذا فی حاشیۃ المدنی فرق الحاکم بطلبہا لو حرۃ بالغۃ غیر رتقاء وقرناء او غیر عالمۃ بحالہ قبل النکاح وغیر راضیۃ بہ بعدہ
اور اگر زوج مجبوب ہو تو جدائی کرا دیوے حاکم عورت کی درخواست سے اگر عورت حرہ بالغہ ہو بشرطیکہ اوسکی شرمگاہ مین گوشت زائد اور ہڈی مانع جماع
نہو اور قبل نکاح کے زوج کا حال بھی نہ جانتی ہو یا بعد نکاح کے اوس حال پر راضی نہو گئی ہو اور اگر عورت مجبوب کی لونڈی ہو تو فرقت کا اختیار اوسکو
نہین بلکہ اوسکے مالک کو ہے اور اگر صغیرہ ہے تو تا بلوغ تفریق نہو گی کہ شاید وہ راضی ہو جاوے اور اگر اوسکی شرمگاہ مین گوشت زائد یا ہڈی ہو
تو نقصان عورت کی طرف سے ہے تو اوسکا طلب فرقت مین حق نہین اور اگر جانکر راضی ہوئی تو بھی اوسکو طلب فرقت مین اختیار نہین بینہما
فی الحال ولو المجبوب صغیرًا لعدم فائدۃ التأخیر مجبوب اور اوسکی زوجہ مین حاکم بعد درخواست عورت کے فورًا جدائی کرا دیوے اگرچہ مجبوب
نابالغ صغیر ہو بسبب نہونے فائدہ تاخیر کے فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ او صار عنینًا بعدہ ای الوصول لا یفرق لحصول حقہا
بالوطی مرۃ سو اگر ایکبار عورت سے جماع کرنیکے بعد اوسکے آلات تناسل کاٹ گئے یا کہ زوج عنین ہو گیا عورت سے ایکبار جماع کرنیکے بعد تو دونو صورت
مین تفریق نکیجاویگی بسبب حاصل ہوجانے عورت کے حق کے ایکبار جماع کرنیسے اور ایکبار سے زیادہ جماع کرنیکا استحقاق دیانۃً ثابت ہے نہ قضاءً کذا فی
البحر الرائق ناقلا عن جامع قاضی خان اور اگر باوجود قدرت جماع کے شرارت سے ترک کریگا تو گنہگار ہوگا اور لونڈی کی ترک وطی مین کچھ گناہ نہین
کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر جاءت امرأۃ المجبوب بولد ولو تعلم بجبہ فادعاہ ثبت نسبہ ثم علمت فلہا الفرقۃ تتارخانیہ
اور اگر عورت مجبوب کی ایک لڑکا لائی یعنی جنی اور عورت کو زوج کا مقطوع الذکر ہونا معلوم نہین سو مجبوب نے اوس لڑکے کا دعوی کیا ثابت ہو جاویگا
نسب اوسکا بعد اسکے عورت کو مقطوع الذکر ہونا زوج کا معلوم ہوا تو اوسکو جدائی مین اختیار ہے کذا فی التاتارخانیہ ولو ولدت بعد
التفریق الی سنتین ثبت نسبہ لا نزالہ بالسحق والتفریق باق بحالہ لبقاء جبہ اور اگر عورت مجبوب کی بعد تفریق کے دو برس
تک لڑکا جنی تو اوسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا بسبب احتمال انزال ہونے مجبوب کے رگڑنیسے اور باوجود ثبوت نسب کے تفریق بحال خود باقی ہے بسبب بقای
مجبوبیت کے ولو کان عنینًا بطل التفریق لزوال عنتہ بثبوت نسبہ کما یبطل التفریق بالبینۃ علی اقرارہا بالوصول قبل التفریق
لا بعدہ للتہمۃ فسقط نظر الزیلعی اور اگر زوج عنین ہوگا اور قاضی نے تفریق کر دی ہو بعلت نامردی کے پھر عورت اوسکی لڑکا جنی دو برس
کے اندر تو تفریق باطل ہو گئی بواسطے زوال اوسکی نامردی کے بسبب ثابت ہونے اوسکے نسب کے چنانچہ باطل ہوتی ہے تفریق گواہون سے یعنی گواہون نے
گواہی دی کہ عورت جماع زوج کا اقرار کر چکی تھی قبل تفریق کے تو تفریق باطل ہو گی اور گواہی دی کہ بعد تفریق کے عورت نے جماع کا اقرار کیا تو تفریق

نہ باطل ہوگی بسبب تہمت کے تو اعتراض زیلعی کا ساقط ہوگیا **م** زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ طلاق واقع ہوگی حاکم کی تفریق سے اور یہہ طلاق بائن ہی پر یہہ تفریق
کیونکر باطل ہوگی چنانچہ عورت کا اقرار جماع بعد تفریق کے مبطل تفریق نہین **جواب** اس اعتراض کا یہہ ہی کہ ثبوت نسب مجبوب سے باحتمال انزال ہی اور تفریق باعتبار
قطع آلات تناسل تھی سو موجود ہے بخلاف ثبوت نسب کے عنین سے اسواسطے کہ ثبوت نسب سے زوال نامردی ظاہر ہوتا ہی اور تفریق تھی باعتبار نامردی کے جب
نامردی زائل ہوئی تو تفریق بھی باطل ہوگئی بخلاف اقرار بعد تفریق کے کہ اسمین عورت پر تہمت ہی ابطال قضا کی یعنی احتمال ہے کہ عورت جھوٹا اقرار اسلیے
کرتی ہو کہ قاضی کا حکم باطل ہو جاوے لہذا اوسکا اقرار لائق سماعت کی نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر **او وجدته عنینا ہو من لا یصل**
الی النساء لمرض او کبر او سحر ویسمی المعقود وھبانیہ اور اگر عورت نے اپنے زوج کو عنین پایا عنین وہ ہی جو وطی نساء پر قادر نہو بسبب بیماری کے
یا بڑہاپے کے یا جادو کے یعنی مرد پر ایسا جادو کیا ہو کہ جماع نکرسکے اور مسحور کو معقود بھی کہتے ہین کذا فی الوہبانیہ اور بالفعل عرب مین اوسکو
مربوط بولتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی **او خصیا لا ینتشر ذکرہ فان انتشر لم تخیر بحر وحلیۃ فھو من عطف الخاص علی العام لخفائہ و**
لکان باو لان الفقھاء یتسامحون فی ذلک نھر یا عورت نے اپنے زوج کو خصی پایا جسکے آلہ تناسل مین استادگی نہین خصی اوسکو کہتے ہین جسکے
آلہ تناسل ہوا اور فوطے نہون خواہ ملڈالے ہون خواہ قطع کرلیے ہون سو اگر ایسا خصی ہو کہ اوسکے آلہ تناسل کو استادگی ہوتی ہو تو اوسکی عورت کو اختیار
فرقت کا نہین کذا فی البحر الرائق تو بر تقدیر عدم استادگی آلہ تناسل کے خصی کا عطف عنین پر از قسم عطف خاص کے ہی عام پر اور ہرچند خاص عام کے
حکم مین داخل ہوتا ہی لیکن بالتخصیص اوسکو ذکر کیا بسبب اسکے مخفی ہونیکے یعنی شاید کسیکو اختصاص حکم کا ساتھہ عنین کے گمان ہو اور ہرچند عطف
خاص کا عام پر بواو عاطفہ مخصوص ہی اور یہان عطف خصی کا عنین پر بلفظ او ہی لیکن فقہا ایسے امور مین تساہل کرتے ہین اسواسطے کہ اصل مقصود انکا
افادہ احکام ہے کذا فی النہر الفائق **م** نہر الفائق مین یہہ جواب ہی اعتراض صاحب بحر کا کہ خصی کا عطف کرنا عنین پر کیا ضرور تہا اسواسطے کہ خصی کو
عنین شامل تہا اور اگر عطف خاص کا عام پر ہی تو بواو عاطفہ لازم تہا نہ بلفظ او **اجل سنۃ لاشتمالہ علی الفصول الاربعۃ** یعنی اگر عورت اپنے
زوج کو عنین یا خصی پاوے تو زوج کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاوے اسواسطے مشتمل ہونے سال کے چار فصلون پر تو اگر نامردی پیدایشی نہو گی بیماری کی
سے ہوگی تو سال بہر مین بسبب تبدل فصول مختلفہ کے دفع ہوجاویگی اور عنین کیواسطے مدت ایک سال کی حضرت عمر اور علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہم سے مروی ہی کذا فی الہدایہ **ولا عبرۃ بتاجیل غیر قاضی البلدۃ** اور سوا ای قاضی شہر کے اور کسیکا مدت ٹھہرانا معتبر نہین **م** تاجیل
عورت کی اور غیر قاضی کی صحیح نہین کذا فی فتاوی قاضیخان **قمریۃ بالاھلۃ علی المذھب وھی ثلثمائۃ واربع وخمسون یوما وبعض یوم** مدت عنین
کی قمری سال سے بنا بر ظاہر روایت مذہب کے ہے اور قمری سال وہ ہی جسکے بارہ مہینونکا شمار ہلال نکلنے سے ہوتا ہی اور اوسکی تین سو چون دن پورے
ہوتے ہین کچھہ تہوڑا دن اور بھی جسکی نو ساعت اور اڑتالیس دقیقے ہوتے ہین کذا فی القہستانی اور بعضے فقہانے کسر کو ذکر نہین کیا کذا فی العالمگیریۃ
ناقلا عن الکافی اور واقعات ولوالجیہ مین سال قمری کی تصحیح کی ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہی کذا فی الہدایہ اور یہی قول معتمد ہی اسواسطے کہ صاحب مذہب سے
یہی ثابت ہی کذا فی منح الغفار **وقیل شمسیۃ بالایام وھی ازید باحدی عشر یوما قیل وبہ یفتی** اور قول ضعیف یہہ ہی کہ مدت عنین مین
سال شمسی معتبر ہے جسکا شمار ایام سے ہی نہ چاند دیکھنے سے اور وہ سال قمری سے گیارہ دن زیادہ ہی بعضون نے کہا یعنی صاحب خلاصہ نے
کہ اسی پر فتوی ہے اور یہی روایت حسن کی ہی امام سے اور شمس الائمہ سرخسی اور صاحب تحفہ اور صاحب غایۃ البیان اور قاضی خان اور ظہیر الدین نے
سال شمسی کو مختار کیا ہی بنا بر احتیاط کے اور کمال الدین محقق نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہہ سب اقوال محدث ہین اسواسطے کہ امیر المومنین عمر
نے قاضی شریح کو لکھہ بہیجا کہ عنین کیواسطے ایک سال مقرر کرے اور خود حضرت عمر نے عنین کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کی بلا قید شمسی کے اور
چونکہ عرب سوا ای سال قمری کے سال شمسی کو ہرگز نجانتے تھے تو جہان مطلق سال مذکور ہوگا وہان قمری ہی مراد ہوگا تا وقتیکہ تصریح اسکے خلاف پر نثابت
ہو اور سابق مین مذکور ہو چکا کہ سال قمری ظاہر الروایت ہی تو وہی معتمد ہوگا اور اوسکا خلاف لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو اجل**

فی اثناء الشھر فبالایام اجماعاً اور اگر مدت عنین کی درمیان مہینے کے مقرر کیجاوے تو سال کا اعتبار ایام کے شمار سے ہوگا باجماع سب علما کے یعنی خواہ سال قمری یا شمسی کا اوس صورت مین ہو جب کہ اجیل شروع چاند سے ہو اور اگر مثلاً دسوین یا پندرہوین تاریخ سے مدت مقرر کیجاوے تو باتفاق حساب سال کا دنون سے ہوگا نہ مہینون سے یعنی تین سو ساٹھہ دن کا سال لیا جاویگا اسکو سال عددی کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ورمضان وایام حیضھا منھا وکذا حجہ وغیبتہ لا مدۃ حجھا وغیبتھا ومرضہ ومرضھا مطلقاً وبہ یفتی ولوالجیۃ اور رمضان اور عورت کے ایام حیض سال ہی مین داخل ہین اور اسیطرح مرد کے ایام حج اور برابر اوسکے سفر کرنیکے ایام بھی سال مین داخل ہین نہ عورت کے حج کی مدت اور نہ اوسکی سفر کی مدت اور نہ مرد اور عورت کی بیماری کی مدت مطلقاً خواہ پورا مہینہ ہو یا کم اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی جتنی مدت بیماری زوجین کی ہوگی اوتنی مدت سال سے زیادہ کیجاویگی اور اسیطرح عورت کے حج اور سفر کی مدت سال پر بڑہائی جاویگی بخلاف رمضان اور ایام حیض اور ایام حج اور سفر مرد کے ویؤجل من وقت الخصومۃ مالم یکن صبیاً او مریضاً او محرماً فبعد بلوغہ وصحتہ واحرامہ اور مدت سال کی خصومت اور نالش کے وقت سے مقرر کیجاوے جبتک کہ زوج لڑکا اور بیمار اور محرم نہو اور اگر لڑکا ہو تو بعد بلوغ کے اور اگر بیمار ہوگا تو بعد صحت کے اور اگر محرم ہوگا تو بعد تمامی احرام کے حساب سال کا شروع ہوگا ولو مظاھراً لا یقدر علی العتق اجل سنۃ وشھرین اور اگر زوج ظہار کر چکا ہو اور وہ اسلیے کفارہ ظہار کے غلام آزاد کرنے پر قادر نہو تو اوسکی مدت ایک برس اور دو مہینے مقرر کئے جاوینگے دو مہینے اسواسطے زیادہ ہوئے تاکہ اون مین روزہ رکھکر کفارہ ادا کرے کیونکہ صحبت قبل کفارہ کے نہین فان وطی مرۃ فیھا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقھا بطلبھا یتعلق بالجمیع فیعم امرأۃ المجبوب۔ کما مر۔ سو اگر عنین یا خصی نے ایکبار وطی کی سال کے اندر تو خوب ہوا کہ قضاءً عورت کا حق ادا ہوگیا اور اگر سال کی مدت مین ایکبار بہی وطی نکر سکا تو عورت کو طلاق بائن ہوگی قاضی کے جدا کر دینے سے اگر زوج اوسکی طلاق دینی سے انکار کرے تفریق واقع ہوگی عورتکی دوسری درخواست سے اور پہلی درخواست سے مدت ایک سال کی مقرر ہوئی تھی اور طلب عورت کے جمیع مسائل گذشتہ سے متعلق ہے تو مجبوب کی عورت کو بھی شامل ہے چنانچہ تفریق مجبوب مین قید طلب کی شارح مذکور کر چکا ہے اور صورت نہ طلاق دینے زوج کے قاضی اسواسطے تفریق کر دیگا کہ جب زوج عاجز ہوا امساک بالمعروف سے تو اوسپر تسریح بالاحسان واجب ہے پھر جب اوسنے نہ چھوڑا تو وہ ظالم ہوا لہذا قاضی اوسکا نائب ہوجاویگا دفع ظلم کیواسطے ولو مجنونۃ بطلب ولیھا او من نصبہ القاضی اور اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی تفریق کرے اوسکے ولی کی طلب سے یا اوس شخص کی طلب سے جسکو قاضی نے مجنونہ کیطرف سے مدعی قرار دیا ہو ولو امۃ فالخیار لمولاھا لا الی الولد اور اگر زوجہ عنین کی لونڈی ہو تو اختیار تفریق کا اوسکے مالک کو ہے نہ لونڈی کو اسواسطے کہ اولاد لونڈی کی اوسکے مالک کی ملک ہے وھو ای ھذا الخیار علی التراخی لا الفور فلو وجدتہ عنیناً او مجبوباً ولم تخاصم زماناً طویلاً لم یبطل حقھا وکذا لو خاصمتہ ثم ترکتہ مدۃ فلھا المطالبۃ ولو ضاجعتہ تلک الایام خانیہ اور وہ یعنی یہ اختیار فرقت کا یا طلب تفریق کی درنگی کے ساتھ ثابت ہے نہ فی الفور سو اگر عورت نے زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اوس سے جھگڑا نکیا تو اس درنگی سے اس عورت کا حق باطل نہین ہوتا اور اسیطرح اگر جھگڑا کرکے مدت تک چپ ہو رہی تو بھی اوسکو مطالبہ کا اختیار ہے اگرچہ ان دنون مین زوج کے پاس لیٹا بھی کرتی ہو اور بدون جماع کے مساس وغیرہ سے دونو متلذذ بھی ہوجاتے ہون کذا فی الخانیہ والبحر کما لو رفعتہ الی القاضی فاجلہ سنۃ ومضت السنۃ ولم تخاصم زماناً زیلعی چنانچہ اگر عورت نے عنین زوج کی نالش کی قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک سال کی مدت مقرر کر دی اور وہ سال بھی گذر گیا اور مدت تک اوسنے مطالبہ نکیا تو بھی عورت کا اختیار باقی ہے کذا ذکرہ الزیلعی ولو ادعی الوطی وانکرتہ فان قالت امرأۃ ثقۃ والثنتان احوط ھی بکر بان تبول علی جدار او یدخل فی فرجھا مح بیضۃ خیرت فی مجلسھا اور اگر دعوی کیا زوج نے وطی کا اور اوسکا انکار کیا عورت نے تو اگر ایک متقی عورت نے کہا اور دو متقی عورتونکا کہنا قریب تر باحتیاط ہے کہ یہہ عورت باکرہ ہے اور باکرہ کی یہہ علامت ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہے اور اگر اوسکی ران پر پڑے تو وہ باکرہ نہین یا اوسکی شرمگاہ مین زردی انڈے کی ڈالی اگر داخل ہوجاوے تو باکرہ نہین اور اگر داخل نہو تو باکرہ ہے پھر صورت جب باکرہ ہونا ثابت ہو

ف۱ بسبب حق زن جو بہی علم کی ادا نہیں کرتا بعوض اوسکے بالاحسان یعنی بار کے یا بعوض اوسکے مہر دیکر علیحدہ ساختہ

تو عورت کو اختیار دیا جاوے اوسی مجلس مین وصال اور جدائی کا سو اگر راضی ہوگئی زوج سے یا کہڑی ہوگئی قبل طلب تفریق کے تو اختیار باطل ہوگیا ھ یہہ مسئلہ مخالف ہی مسئلہ سابق کے کہ وہان تا مدت دراز اختیار باقی ہی اور یہان مجلس تک منحصر ہے اوسکا جواب یہہ ہی کہ مسئلہ سابق بنا بر ظاہر الروایت کے ہے کما فی البحر عن البدائع اور یہہ مسئلہ بنا بر قول مفتی بہ کے ہی کما فی المحیط والواقعات کذا فی حاشیۃ المدنی وان قالت ھی ثیب او کانت ثیبا صدق بحلفہ فان نکل فی الابتداء اجّل وفی الانتہاء خیرت اور اگر ستنی عورت نے کہا کہ یہہ عورت ثیبہ ہی باکرہ نہین یا کہ وہ قبل نکاح اس زوج کے ثیبہ تہی تو زوج کے قول کی تصدیق کیجاویگی ساتہہ قسم کے سو اگر زوج نے قسم سے انکار کیا ابتدا مین یعنی قبل تاجیل کے تو سال بہر کی مدت مقرر کیجاویگی اور اگر انتہا مین انکار کیا یعنی بعد تاجیل کے تو عورت کو مجلس تک اختیار دیا جاویگا چاہی زوج کے پاس رہی چاہی جدا ہوجاوے کما یصدق لو وجدت ثیبا وزعمت زوال عذرتہا بسبب آخر غیر وطیہ کاصبعہ مثلا لانہ ظاہر الاصل عدم اسباب اخر مع چنانچہ زوج کی اس صورتمین بہی تصدیق ہوگی اگر عورت ثیبہ پائی جاوے اور وہ گمان کرے اپنی زوال بکارت کا دوسرے سبب سے سوای وطی زوج کے یعنی مثلا یون ظاہر کرے کہ زوال بکارت کا زوج نے اپنی اونگلی سے کردیا اس صورتمین قول زوج کی اسواسطے تصدیق ہوگی کہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کہ زوال بکارت کا جماع ہی سے ہوا ہی نہ اونگلی سے اور اصل اور اسباب کا عدم ہی سوای جماع کے اور قول اوسیکا معتبر ہے جو متمسک بالاصل ہو اور ظاہر حال اوسکا شاہد ہو کذا فی المعراج وان اختارتہ ولو دلالۃ بطل حقہا کما لو وجد منہا دلیل اعراض بان قامت من مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار شیئا بہ یفتی واقعات لامکانہ مع القیام فان اختارت طلق او فرق القاضی اور اگر عورت نے زوج کو اختیار کرلیا اگرچہ یہہ اختیار باعتبار دلالت حال کے ہو اسطرح کہ مہر اور نفقہ مانگی تو باطل ہوجاویگا حق اوسکا چنانچہ اوسطرح بہی اوسکا حق باطل ہوجاتا ہی اگر اوس سے اعراض کی دلیل پائی جاوے یعنی طلب فرقت سے بی التفاتی کرے اسطرحپر کہ کہڑی ہوجاوے اپنی مجلس سے یا اوسکو مددگار قاضی کی کہڑا کرین یا قاضی خود کہڑا ہوجاوے قبل اختیار کرنے فرقت کے اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الواقعات عورت اور قاضی کے کہڑے ہونیسے اسواسطے اوسکا حق باطل ہوگیا کہ کہڑے ہونیکے ساتہہ بھی اوسکو خیار فرقت کا ممکن تہا پہر باوجود اسکے سکوت کرنا دلیل ہے رضا کی سو اگر عورت جدائی کو اختیار کرے تو زوج طلاق دیوے اور اگر وہ طلاق سے انکار کرے تو قاضی تفریق کردے تزوج الاولی او امرأۃ اخری عالمۃ بحالہ لا خیار لہا علی المذہب المفتی بہ بحر عن المحیط خلافا لتصحیح الخانیۃ نکاح کیا عنین نے پہلی زوجہ سے جو بعد تاجیل اور تفریق قاضی کے جدا ہوگئی تہی یا نکاح دوسری عورت سے جو عنین کا حال جانتی ہی کہ اوسکی زوجہ مین بسبب نامردی کے جدائی ہوچکی ہی تو بعد نکاح کے عورت کو جدائی کا اختیار نہین نہ زوجۂ اولی کو نہ دوسری عورت کو بنا بر مذہب مفتی بہ کے اسواسطے کہ وہ اپنا حق دانستہ باطل کرچکی کذا فی البحر الرائق عن المحیط اور یہہ قول مفتی بہ مخالف ہی تصحیح خانیہ کے ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن اور زوجین مین سے کسیکو اختیار جدائی کا نہین دوسرے کے عیب سے اگرچہ نہایت برا عیب ہو چنانچہ جنون اور جذام اور برص اور رتق اور قرن اول تین بیماریان تو مرد اور عورت دونو کو شامل ہین اور پچہلی دو بیماریان عورت کے مکان مخصوص کو مخصوص ہین کہ بسبب زیادتی گوشت اور ہڈی کے مانع ہین جماع سے لیکن قہستانی مین ہی کہ محمد کے نزدیک اگر زوج کو جنون یا جذام یا برص ہو تو عورت کو اختیار ہی فرقت کا اور اسیطرح ہر عیب زوج سے کہ عورت بدون مضرت کے اوسکے پاس نہ ٹہہر سکے عورت کو اختیار ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وخالف الائمۃ الثلثۃ فی الخمسۃ لو بالزوج ولو قضی بالرد صح فتح اور اختلاف کیا ہی باقی تینون اماموں نے یعنی مالک اور شافعی اور احمد نے امراض خمسہ مذکورہ مین اگرچہ بیماریان زوج مین ہون اور اگر قاضی مالکی یا شافعی یا حنبلی بسبب ان بیماریون کے نکاح کو رد کردے تو صحیح ہوگا اوسکا حکم کذا فی فتح القدیر ھ شارح کے اس قول مین چند خلل ہین اول یہہ کہ ظاہر کلام شارح اسکو مقتضی ہی کہ ائمہ ثلثہ کے نزدیک زوج کی بیماریون سے عورت کو تو اختیار فرقت کا ہی نہ زوج کو حالانکہ حق یہہ ہی کہ اونکے نزدیک جنون اور جذام اور برص مین دونو کو اختیار ہی اور پچہلی دو بیماریون مین فقط زوج کو اختیار ہی دوسرا خلل یہہ کہ اس قول سے لازم آتا ہی کہ رتق اور قرن کی بیماری زوج کو ہوتی ہی حالانکہ یہہ خلاف واقع ہی تیسرا خلل یہہ ہی کہ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ فتح القدیر مین یہہ

اس روایت کو تلاش کیا تو نہ پایا شاید کہ یہ تحریف ہو کاتبون کی بلکہ صواب یہ ہو کہ یہ مسئلہ بحر الرائق کا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو تراضیا العنین وزوجتہ علی النکاح ثانیا بعد التفریق صح اور اگر زن و شوہر یعنی عنین اور اوسکی عورت راضی ہو گئی دوسری بار نکاح کرنے پر بعد تفریق کے تو صحیح ہے یعنی تفریق عنین کی مثل لعان کی تفریق کے نہین جو دائمی حرمت ہو جاوے ولہ شق رتق امتہ وکذا زوجتہ وھل تجبر الطاھر تفعل لان التسلیم الواجب علیھا لا یمکن بدونہ ظہر اور مالک کو جائز ہو اپنی لونڈی کا رتق چیرنا یعنی بستگی مکان مخصوص کا چیرنا واسطے قربت کے درست ہے اور ایسا ہی زوج کو اپنی زوجہ کی بستگی چیرنا جائز ہی اور اگر زوجہ نہ مانی تو اسمین کیا زبردستی کرنا درست ہی ظاہرا یہہ معلوم ہوتا ہو کہ درست ہی کیونکہ تسلیم اسواسطے کہ تسلیم نفس کہ عورت پر واجب ہو وہ بدون اسکے ممکن نہین کذا فی النہر الفائق قلت وافادہ البہنسی انہا لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی او قادر علی المھر والنفقۃ فبان بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ھو لقیط او ابن زنا کان لھا الخیار فلیحفظ شارح کہتا ہو کہ بہنسی نے بیان کیا ہو کہ اگر عورت نے نکاح کیا مرد سے اس شرط پر کہ زوج حر ہو یا سنی مذہب ہے یا قادر ہی مہر اور نفقہ پر پھر ظاہر ہوا کہ زوج اوسکے برخلاف ہے یعنی غلام ہی یا رافضی یا خارجی ہی یا محتاج کہ اوسکو مہر اور نفقہ کا مقدور نہین یا اس شرط پر نکاح کیا کہ زوج فلان بن فلان ہو اور نا گہان وہ لقیط یا ولد الزنا نکلا تو عورت کو ان مسائل مین اختیار ہے فرقت کا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے لقیط وہ لڑکا جو کہین پڑا ہوا اور والدین اوسکے نہ معلوم ہون م عورت کو ان مسائل مین اختیار فسخ ہوا بسبب فقدان کفاءت کے اول مین رقیت کے سبب سے اور ثانی مین کفاءت دینی نہین اور ثالث مین کفاءت مالی نہین اور رابع مین کفاءت نسبی نہین

باب العدۃ

یہہ باب ہی احکام عدت کے بیانمین ھی لغۃ بالکسر الاحصاء وبالضم الاستعداد للامر لغت مین عدہ بکسر اول وتشدید ثانی بمعنی شمار اور گنتی کے ہے اور بضم اول اور تشدید ثانی کسی کام پر مستعد ہونے اور تیار ہونے کو کہتے ہین اور اصل مال اور ہتھیار کو بھی کہتے ہین جو حوادث زمانہ کیواسطے مہیا کر رکھو وشرعا تربص یلزم المرأۃ او الرجل عند وجود سببہ اور عدت بالکسر شرع مین اوس توقف اور انتظار کو کہتے ہین جو عورت کو یا مرد کو لازم آتا ہو نزدیک پائی جانے سبب انتظار کے اور مرد کے اسباب انتظار سے وہ مواضع مراد ہین کہ جو موانع ہین وطی کے اور ہر چند انتظار مرد پر اطلاق عدت کا شرعا جائز ہی لیکن اصطلاح فقہا مین عدت مخصوص ہی عورت کے انتظار کو نہ مرد کے کذا فی فتح القدیر ومواضع تربصہ عشرون مذکورۃ فی الخزانۃ وحاصلھا یرجع الی من امتنع نکاحہا علیہ لمانع لزم زوالہ کنکاح اختہا واربع سواھا اور مواضع انتظار مرد کے بیس ہین خزانۃ الفقہ مین مذکور ہین اور حاصل ان بیس موضع کا رجوع کرنا ہی اس قاعدہ کلیہ کیطرف کہ جس عورت کا نکاح یا وطی مرد پر ممتنع ہو بسبب کسی مانع شرعی کے تو لازم ہی انتظار کرنا مرد کو اوس مانع کے زوال تک جیسی نکاح کرنا سالی سے زوجہ کی زندگی یا عدت مین یا چار عورتون سے نکاح کرنا سوای اپنی زوجہ کے م فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ مین بیس مواضع کو یون ضبط کیا ہی کہ اپنی زوجہ کی بہن اور اوسکی عمہ اور خالہ اور اوسکی بھانجی اور بھتیجی سے نکاح کرنا اور چار زوجہ کے ہوتے پانچوین عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی کا نکاح بی بی پر اور عورت سے بعد نکاح فاسد کے وطی کرکے پھر اوسکی بہن سے نکاح کرنا یا عورت سے بشبہہ نکاح وطی کرکے پھر اوسکی بہن سے نکاح کرنا یا چار عورت سے بنکاح فاسد یا بشبہہ نکاح وطی کرکے پانچوین سے نکاح کرنا بدون گذرنے عدت کے جائز نہین اسواسطے کہ نکاح فاسد اور شبہہ نکاح مین بعد وطی کے عدت واجب ہوتی ہی اور عدت والی عورت سے شخص اجنبی کو نکاح کرنا اور مطلقہ ثلثہ سے نکاح کرنا اور خریدی لونڈی سے قبل استبراء کے وطی کرنا اور حاملہ زانیہ سے نکاح کرکے قبل ولادت کے وطی کرنا اور اوس حربیہ سے جو دار الحرب مین مسلمان ہو کر دار الاسلام مین حاملہ آئی نکاح کرنا قبل ولادت کے اور اوس لونڈی سے جو دار الحرب سے گرفتار ہو کر آئی وطی کرنا درست نہین بدون ایکبار حیض ہو جانیکے یا ایک مہینہ گذرنیکے اگر صغیرہ یا کبیرہ ہو اور اپنی مکاتبہ سے مالک کو نکاح کرنا بدون آزادی کے یا عاجزی ہونیکے بدل کتابت سے اور عورت بت پرست اور مرتدہ اور مجوسیہ سے بدون مسلمان ہوئے نکاح کرنا ایسی بیس صورتون مین نکاح یا وطی جائز نہین بدون گذرنے مدت اور رفع موانع کے کذا فی منح الغفار اور اکیسوین صورت ایک یہ ہے کہ غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہین واصطلاحا تربص یلزم المرأۃ او ولی الصغیرۃ عند زوال النکاح فلا عدۃ لزنا او شبھتہ کنکاح

فاسدٍ وَمِن فُرقَةٍ لغیرِ زوجِہا وینبغی زیادۃ او شبہۃٍ لیشتمل عدّۃَ اُمِّ الولدِ اور اصطلاح فقہا مین عدت عبارت ہو اوس انتظار سے جو عورت
کو لازم ہے یا صغیرہ کے ولی کو لازم ہے نزدیک زائل ہونے نکاح کے تو عدت نہین لازم ہے واسطے زنا کی اسواسطے کہ عدت نہین ہوتی مگر زوال نکاح سے یا زوال
مشبہ نکاح سے جیسے کہ نکاح فاسد یا جیسے وہ عورت جسکو عورتین شب زفاف مین زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس چوک کر پہنچا دین اور کہین کہ یہہ تیری
زوجہ ہو اور وہ مرد وطی کرے تو اوسپر عدت واجب ہو شارح کہتا ہے کہ تعریف عدت مین لائق یہہ ہو کہ مشابہ نکاح کا لفظ بھی زیادہ کیا جاوے تاکہ یہہ
تعریف ام ولد کی عدت کو بھی شامل ہو جاوے کہ ام ولد کو مولی آزاد کرے یا اوسکو چھوڑ کر مولی مرجاوے اسواسطے کہ ام ولد کو بھی انتظار لازم ہو مانند
زوجہ کے بسبب ہمبستری مولی کے کذا فی البحر الرائق ہم شبہ بکسر اول وسکون ثانی اور بفتح اول وثانی بھی صحیح ہو بمعنی مشابہ شارح نے ولی صغیرہ
کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ صغیرہ پر بعد موت زوج کے انتظار واجب نہین اسواسطے کہ وہ ہنوز مکلف نہین تو اسوقت مین صغیرہ کے ولی پر انتظار کرانا لازم
ہوگا تعریف عدت پر اعتراض وارد ہوتا ہو کہ یہہ تعریف طلاق رجعی کی عدت کو شامل نہین اسواسطے کہ طلاق رجعی مین نکاح نہین زائل ہوتا اسیواسطے بلا تجدید
نکاح عدت مین رجعت کرنا صحیح ہے لہذا اور کتب فقہ سے بدائع اور ابن کمال کی تعریف عدت کی نہایت خوب ہو کہ عدت نام ہو اوس مدت کا جو کہ واسطے
انقضاء بقیہ آثار نکاح اور فراش کے مقرر ہوئی ہو تو اوسمین سب افراد عدت کی داخل ہوگئی یہانتک کہ بقید فراش عدت ام ولد کی بھی داخل ہوگئی
اور صغیرہ کا اعتراض رفع ہوگیا اسواسطے کہ اس تعریف مین کوئی لزوم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **حکایت عجیبہ** قبل مشہور ہے امام اعظمؒ کے ایک
مقام پر طعام ولیمہ ہوا دو بھائیون کا جنکا نکاح ہوا تہا دو بہنون سے عورتون نے چوک کر اوسکی زوجہ اوسکے پاس کردی اور اوسکی اوسکے پاس
آخر شب صبح یہہ حال کھلا اور فقہا مشہور سے فتوی دریافت کیا گیا سب علمانے فتوی دیا کہ ہر عورت پر عدت لازم ہو بعد عدت کی ہر عورت اپنے
زوج پاس جاوے اور ہر ایک بھائی پر بسبب وطی بالشبہ کے مہر مثل دینا واجب ہے امام اعظمؒ نے کہا کہ سب حضرات نے سخت حکم فرمایا میرے نزدیک اس سے
آسان تر حکم ہوسکتا ہو علمانے فرمایا کہ وہ کیا ہو بیان کرو امام اعظمؒ نے دونو بھائیون کو بلایا اور پوچھا کہ تم دونو کو یہہ پسند ہو کہ ہر ایک کے پاس وہی رات
والی عورت بنی رہے دونو نے کہا کہ ہم بدل اسی امر پر راضی ہین امام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دیدے اور اپنی ہمبستر عورت سے نکاح کرلے
تو اسمین عدت لازم نہوگی اسواسطے کہ طلاق قبل دخول مین عدت نہین سب علمانے اسکو نہایت پسند کیا اور امام کی ذکاوت کی تعریف کی کہ ہر ایک کی
ہمبستر ہر ایک کے پاس بنی رہی اور عدت کی حاجت نہوئی وسببُ وجوبِہا عقدُ النکاحِ المتأکدِ بالتسلیمِ وما جرى مجراہُ من موتٍ او خلوۃٍ
صحیحۃٍ فلا عدّۃَ بخلوۃِ الرتقاءِ اور عدت واجب ہونیکا سبب عقد نکاح ہو جو متاکد ہو تسلیم وطی یا قائم مقام وطی ہو تاکد علی عقات ہو موت سے یا خلوت صحیحہ
سے تو عدت لازم نہین رتقا کی خلوت سے اسواسطے کہ رتقا کی خلوت صحیح نہین بسبب مانع حسی کے رتقا وہ عورت جو بسبب تنگی شرمگاہ کے لائق جماع کے نہو
وشرطُہا الفرقۃُ اور شرط عدت کی جدائی ہو ورکنہا حرماتٌ ثابتۃٌ بہا کحرمۃِ تزوّجٍ وخروجٍ وصحۃِ الطلاقِ فیہا ای فی العدۃ اور عدت
کے رکن وہ حرمتین ہین جو بسبب عدت کے ثابت ہین جیسے غیر زوج سے نکاح کی حرمت اور زوج کے گہر سے نکلنے کی حرمت اور طلاق واقع ہونیکی صحت عدت کے اندر
شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ رکن کہتے ہین حقیقت شی کو تو مصنف اور شارح کو مناسب تہا کہ انتظار کو رکن عدت کا کہتے اور حرمات مذکورہ عدت سے پیدا ہوتے
ہین تو حرمات کو حکم عدت کا کہنا مناسب تہا اسواسطے کہ حکم اوسکو کہتے ہین جو شی پر مبتنی ہو اور یہہ بھی ہو کہ صحت طلاق اور حرمت اخت زوجہ بھی حکم مین داخل
ہے تو بعض کو رکن کہنا اور بعض کو حکم قرار دینا تحکم اور محض بے دلیل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اللہ صاحب درر غرر نے ایسا ہی کیا ہو یعنی جنکو یہان رکن
کہا ہو اوسکو حکم عدت مین مذکور کیا ہو وحکمہا حرمۃ نکاحِ اختہا اور عورتکی بہن سے نکاح حرام ہونا حکم ہو عدت کا وانواعُہا حیضٌ واشہرٌ ووضعُ
حملٍ کما افادہ بقولہ اور اقسام عدت کی حیض اور مہینے اور وضع حمل ہین چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین مذکور کیا وہی فی حقِ حرّۃٍ ولو
کتابیۃً تحت مسلمٍ تحیضُ لطلاقٍ ولو رجعیًا او فسخٍ بجمیعِ اسبابِہ ومنہ الفرقۃُ بتقبیلِ ابنِ الزوجِ نہر اور عدت حرہ کے حق مین اگرچہ حرہ
کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے عدت اوس حرہ کی جسکو حیض آتا ہو خواہ عدت بسبب طلاق کے ہو اگرچہ رجعی طلاق ہو یا بسبب فسخ نکاح کے ہو جمیع اسباب فسخ چنانچہ

کتاب النکاح مین اسباب فسخ کے تفصیل مذکور ہوچکی اور منجملہ فسخ وہ جدائی ہے جو عورت کو حاصل ہوتی ہے اپنے زوج کے فرزند کے بوسہ لینے سے کذا فی النہر منح الغفار مین مصنف نے کہا کہ فسخ کو مطلق کہنا تاکہ جمیع اسباب فسخ کو شامل ہے خیار بلوغ اور خیار عتق اور ملک احد الزوجین اور ارتداد احد الزوجین اور عدم کفارت کو بعد الدخول حقیقة او حکما اسقطه فی الشرح وجزم بان قوله الآتی ان وطئت اجمع للجمیع بعد دخول کے دخول حقیقی مراد ہے کہ وطی یا دخول حکمی چنانچہ خلوت مصنف نے بہی شرح منح الغفار مین حقیقة او حکما کو ساقط کر دیا ہے اور یہہ یقین کیا ہے کہ اوسکا آیندہ قول یعنی ان وطئت سب کو شامل ہے یعنی عدت بالحیض اور عدت بالاشہر کو تو بیان حقیقة او حکما کہنا کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ وطی حقیقی اور حکمی دونو کو شامل ہے ثلث حیض کوامل لعدم تجزی الحیضة حرہ مذکورہ کی عدت پوری تین حیض ہین بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی بموجب نص قرانی جب عدت کی تین حیض کامل ٹہرے تو اگر عورت کو حیض کے اندر طلاق ہوئی تو لازم تہا کہ اوسکی تکمیل بعض حیض رابع کیجاوے لیکن چونکہ اصول مین ثابت ہوچکا ہے کہ حیض تجزی اور انقسام کے لائق نہین لہذا کل حیض رابع تک عدت ممتد ہوگی اور حیض اول بسبب نقصان کے کالعدم ہے فالاولی للتعرف براءة الرحم والثانیة لحرمة النکاح والثالثة لفضیلة الحریة جب معلوم ہوا کہ عدت تین حیض ہین تو اب اوسکی مشروع ہونیکی حکمت دریافت کرنا چاہیئے تو پہلا حیض واسطے دریافت ہونے صفائی رحم کی ہے اسواسطے کہ اگر حمل ہوتا تو حیض نہ آتا اور دوسرا حیض واسطے تعظیم نکاح کے یعنی تاکہ زوجہ زوال نعمت نکاح کا تاسف کرے کہ عفت اوسکو حاصل تہی اور کہانے کپڑے کا کچہہ اوسکو فکر نتہا اور تیسرا حیض واسطے فضیلت آزادی کے اسواسطے کہ لونڈی کی عدت دو حیض ہین تو واسطے امتیاز اور عزت حرہ کے تیسرا حیض زیادہ ہوا کذا فی البحر الرائق اور یہہ بہی احتمال ہے کہ واسطے احتیاط کے تین حیض کو مقرر فرمایا کہ شاید حیض اول استحاضہ ہو اسواسطے کہ استحاضہ مین حمل بہی ہوتا ہے اور تین بار حیض کا آنا قاطع ہو احتمال کا کذا اجلة ام ولد مات مولاها او اعتقها لان لها فراشا کالحرة ما لم تکن حاملا او آئسة او محرمة حنفیه اور اسیطرح عدت اوس ام ولد کی بہی تین کامل حیض ہین جسکا مالک مرگیا یا اوسکو اوسنے آزاد کر دیا اسواسطے کہ ام ولد کو بہی ہم بستری ثابت ہے مانند حرہ کے یہہ عدت ام ولد کی اوسوقت تک ہے جب تک وہ حاملہ اور آئسہ اور مالک پر حرام نہو اور اگر حاملہ ہوگی تو تا وضع حمل اوسکی عدت ہے اور اگر آئسہ ہوگی تو تین مہینے اوسکی عدت ہے اور اگر مالک پر حرام ہوگئی ہو کسی سبب سے تو کچہہ عدت نہین اور مالک پر حرام ہونیکی یہہ صورت ہے کہ غیر کے نکاح یا عدت مین ہو یا مولی کے فرزند کی بشہوت تقبیل کی ہو کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن الخانیة ولو مات مولاها وزوجها ولم یدر الاول تعتد باربعة اشهر وعشر او بابعد الاجلین بحر اور اگر مولی ام ولد کا اور زوج اوسکا مرگیا اور معلوم نہین کہ کون پہلے مرا تو وہ عدت چار مہینے دس دن کرے یا کہ جو دو مدتون مین بعیدتر ہے اوسکو عدت ٹہراوے کذا فی البحر الرائق ثم اگر معلوم ہو کہ مولی پہلے مرگیا تو ام ولد پر عدت نہین اور اگر زوج کی موت اول ثابت ہو تو اوسکے دو مہینے پانچ دن عدت ہین اور اگر مولی زوج کی عدت مین مرگیا تو کچہہ عدت نہین اور اگر مولی بعد عدت زوج کے مرگیا تو تین حیض کامل اوسکی عدت ہے اور اگر موتے اور زوج کی موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہو تو اوسکی تفصیل بحر الرائق مین یون ہے کہ اگر اسقدر معلوم ہو کہ دونو کی موت مین دو مہینے اور پانچ دن کی مدت سے کمتر ہے تو اس صورتمین ام ولد کی عدت چار مہینے اور دس دنکی ہے احتیاطاً بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور اگر معلوم ہو کہ دونو کی موت مین دو مہینے اور پانچ دنکی مدت یا زیادہ گذر گئی ہے تو اوسکی عدت چار مہینے اور دس دن ہین باعتبار استکمال تین حیض کے اور اگر دونون کی موت کے درمیان کی مدت معلوم نہو اور نہ یہہ معلوم ہو کہ کون پہلے مرگیا تو امام کے نزدیک چار مہینے دس دنکی عدت ہے بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور صاحبین کے نزدیک ابعد الاجلین عدت ہے یعنی چار مہینے اور دس دن باستکمال حیض اور ابعد الاجلین کی تفسیر اور توضیح بعد تین ورق کے آویگی کذا فی حاشیة المدنی ولا ترث من زوجها لعدم تحقق حریتها یوم موته اور ام ولد وارث نہوگی اپنے زوج کی سب صورتون مین بسبب نہ ثابت ہونے آزادی ام ولد کے اپنے زوج کی موت کے دن ولا عدة علی امة ومدبرة وان کان یطأها لعدم فراشیتهما جوہرہ اور عدت نہین لونڈی پر اور مدبرہ پر جس سے مولی وطی کرتا تہا بسبب نہ ثابت ہونے فراش کے کذا فی الجوہرة ولہذا لونڈی اور مدبرہ کے ولد کا نسب مولی سے ثابت نہوگا بدون اقرار مولی کے بخلاف ام ولد کے کہ اوسکا فراش مثل حرہ کے ثابت ہے یہانتک کہ اوسکی ولد کا نسب مولی سے

سے ثابت ہو بدون اقرار کے بھی وَكَذَا الموطوءة بشبهةٍ كمن زُفَّت لغير بعلها او بنكاحٍ فاسدٍ كموقتٍ في الموت و الفرقة تتعلق بالحيض ثلث معًا اسیطرح تین حیض کامل کی عدت ہے اوس عورت کی جسکی وطی بالشبہہ ہو گئی چنانچہ عورت شب زفاف مین اپنے زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس بھیجا ہی گئی یا اندہیری رات مین زوج نے اپنی زوجہ جانکے کسی اجنبی عورت سے وطی کی یا وطی بنکاح فاسد ہوئی چنانچہ نکاح موقت کہ اور متعہ ہے اور نکاح بلا شہود سو عدت مذکور لازم ہے مرد کی موت مین بھی اور جدائی مین بھی شارح کہتا ہے موت اور جدائی دونو صورت سے متعلق ہے یعنی وطی بالشبہہ سے موت اور جدائی مین تین حیض کی عدت ہے اور وطی بنکاح فاسد سے بھی موت اور فرقت مین تین ہی حیض کی عدت ہے ان صورتون مین مرد کی موت سے عدت وفات اسواسطے واجب نہوئی کہ عدت وفات واسطے اظہار غمناکی کے ہے زوج کے فوت سے جسکا مرنے دم تک ساتھہ رہا بخلاف ان صورتون کے کہ اسمین اصل زوجیت ثابت نہین كذا في حاشية المدني والعدة في حق من لم تحض حرة او امّ ولدٍ لصغرٍ بأن لم تبلغ تسعًا او كبرٍ بان بلغت سنّ الاياس اور عدت اوس عورت کے حق مین جسکو حیض نہین آیا بی بی ہو یا ام ولد بسبب کم عمری کے کہ ہنوز وہ نو برس کو نہین پہونچی یا بسبب زیادتی عمر کے کہ نا امیدی کی عمر کو پہونچ گئی یعنی پچاس یا پچپن برس کی ہوئی او بلغت بالسن وخرج بقوله ولم تحض الشابّة الممتدّ الطهر بان حاضت ثم امتدّ طهرها فتعتدّ بالحيض الى ان تبلغ حدّ الاياس جوهرة وغيرها یا بالغ ہو گئی عورت بسبب عمر کے یعنی پندرہ برس کی ہوئی اور ہنوز اوسکو حیض نہین آیا اور حیض نہ آنیکی قید سے اس مسئلہ سے خارج ہو گئی جوان عورت لنبی طہر والی جسکو حیض ایکبار آیا پھر اوسکا طہر ممتد اور دراز ہو گیا تو اوسکی عدت باعتبار تین مہینے کے نہین بلکہ اسکی عدت باعتبار حیض کے ہو گی یہانتک کہ نا امیدی کی حد کو پہونچی یعنی پچاس یا پچپن برس اگر حیض نہ آویگا تو اوسکی طلاق یا فسخ کی عدت آخر ہو گی اور جب پچاس یا پچپن برس کی ہو گی تب تین مہینے کی اوسکی عدت ہو گی كذا في الجوهرة وغيرها وما في شرح الوهبانية من انقضائها بتسعة اشهرٍ غريبٌ مخالفٌ لجميع الروايات فلا يفتى به اور جو روایت کہ شرح وہبانیہ مین ہے کہ لنبی طہر والی کی عدت نو مہینے مین منقضی ہو جاتی ہے سو نادر روایت ہے مخالف ہے جمیع روایات معتبرہ کے سو کوئی مفتی حنفی مذہب اوسکا فتوی نہ دے گا یہہ کوئی ظاہر عبارت شارح سے سمجھے کہ اوسکی عدت نو مہینے کی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب جوان عورت کو چھہ مہینے تک حیض نہ آوے تب وہ تین مہینے کی عدت کرے تو اسطرح چھہ اور تین ملاکر نو مہینے ہوئے شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ اگر جوان عورت کو چھہ مہینے تک حیض نہ آیا اور بعد اسکے اوس نے تین مہینے کی عدت کی اور قاضی نے اسپر حکم دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور یہہ یاد رکھنے کے لائق ہے اسواسطے کہ کثیر الوقوع ہے اور بعضون نے کہا اس روایت پر فتوی ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک کا انتہی اور شرح زاہدی مین کہا کہ بعضے ہمارے اصحاب اور اوستاد امام مالک کے قول پر فتوی دیتے ہین اس مسئلہ مین بنا بر ضرورت اور مجبوری کے اور جامع الفصولین اور شرح منظومہ مین بھی انقضای عدت نو مہینے مین مذکور ہے لیکن بحر الرائق مین یون ہے کہ روایت نو مہینے کی روایت معتمدہ کے مخالف ہے تو لائق فتوی کے نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس روایت پر فتوی دینے کی کچھہ ضرورت نہین بلکہ قاضی مالکی کیطرف مرافعہ کرنا کفایت کرتا ہے کہ وہ بموجب اپنے مذہب کے فیصل کر دیگا طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق کا قول غیر مسلم ہے اسواسطے کہ بقول حموی اکثر ملکون مین حنفی مذہب ہے مثلاً بخارا اور ہندوستان مین اور وہان قاضی مالکی نہین پھر کسکے پاس مرافعہ کرے اور فتوی دینا بقول مالک یہہ عین تقلید ہے اور اسکو جواز مین کسیکو نزاع اور گفتگو نہین بشرط عدم تلفیق كيف وفي نكاح الخلاصة لو قيل لحنفي ما مذهب الامام الشافعي في كذا وجب ان يقول قال ابو حنيفة كذا نعم لو قضى مالكي بذلك نفذ كما في البحر و النهر اور کیونکر فتوی نہ دیا جاوے امام مالک کے قول پر اور حالانکہ خلاصہ کی کتاب النکاح مین یون مذکور ہے کہ اگر حنفی مذہب سے کوئی مسئلہ پوچھے کہ امام شافعی کا مذہب اسی امر مین کیا ہے تو حنفی مذہب پر واجب ہے کہ یون کہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس امر مین یون کہا ہے ہان اگر قاضی مالکی مذہب نو مہینے کی عدت کا حکم کر دے تو اوسکا حکم نافذ ہو گا یعنی حنفی مذہب اوسکو توڑ نہین سکتا اسواسطے کہ امر مجتہد فیہ بسبب حکم قاضی کے محکم ہو جاتا ہے كذا في البحر الرائق والنهر الفائق حکم حنفی مذہب باوجود سوال مذہب شافعی کے بموجب امام اعظم کے مذہب کے جواب اسواسطے دے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ تکلم بصواب کرے نہ بخطا اور حنفی کے اعتقاد مین غیر کا قول خطا محتمل الصواب ہے لیکن محل اس اعتقاد کا مجتہد ہے نہ مقلد یعنی مجتہد اپنے قول کو صواب محتمل الخطا جانتا ہے اور غیر کے قول کو

خطا محتمل الصواب اعتقاد کرتا ہو اور مقلد پر غیر مذہب کو خطا اعتقاد کرنا واجب نہین بلکہ فقہا نے تصریح کر دی ہو کہ تقلید مفضول کی جائز ہو باوجود فاضل کے حالانکہ
مفضول کی خطا زیادہ تر ہو فاضل سے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اپنے بعض رسائل مین اسکو بیان کیا ہو اور سید احمد حموی نے کہا ہو کہ صاحب نہر الفائق
نے یہ خلاصہ کے قول سے اپنی بحث کی تقویت کی ہے وہ مسلم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال لممتدۃ طہر آبتسعۃ
اشہر * وفاءٌ عدۃٌ ان مالکی یقرر * ومن بعد لاوجہ للنقض ہکذا * یقال بلا نقل علیہ ینظر * شارح کہتا ہو اور البتہ نظم کیا ہو اسکو
ہمارے اوستاد خیر الدین رملی حنفی نے یون فرمایا ہو کہ واسطے اوس عورت کے جسکا طہر ممتد ہو نو مہینے پوری عدت ہو اگر مالکی قاضی اسکا حکم کرکے ثابت
کرے ہوا اور بعد حکم قاضی مالکی کے کوئی وجہ نہین اس حکم توڑنیکی یعنی قاضی حنفی اس حکم کو نہین اوٹھا سکتا ایسا ہی قول کہنا چاہیے بلا نقل جسپر کوئی
اعتراض وارد نہین ہو تا ہم وفاءٌ عدۃٌ اصل مین وفاء عدۃ ہے لیکن بضرورت نظم ہمزہ کو محذوف کر دیا اور بعضے نسخو نمین یقدر بجای یقرر کے ہے طحطاوی
نے کہا کہ جو اعتراض اس قول پر وارد ہوتا ہو سو مذکور ہو چکا یعنی اکثر ملکو نمین مالکی قاضی میسر نہین تو وہان نہایت مشقت اور تنگی ہوگی واما ممتدۃ
الحیض فالمفتی بہ کما فی حیض الفتح تقدیر طہرہا بشہرین فستۃ اشہر للاطہار وثلث حیض بشہر احتیاطاً اور جب عورت کا حیض دراز
ہو جاوے یعنی ہمیشہ خون جاری رہے اور وہ اپنے حیض کی عادت بہول جاوے تو قول مفتی بہ فتح القدیر کے باب الحیض مین مذکور ہے یہہ ہو کہ اوسکے طہر کا
اندازہ دو مہینے مین تو اس حساب سے کل عدت اوسکی سات مہینے ہین چہ مہینے تین طہر کے اور ایک مہینہ تین حیض کا بنابر احتیاط کے ہم اور یہہ قول حاکم کا
ہے اور غیر مفتی بہ مرغینانی کا قول ہے کہ اوسکے نزدیک اس عورت کی عدت تین مہینے ہین اور اگر عورت کا خون ہمیشہ جاری ہوا اور اوسکو اپنے حیض
کی مدت یاد ہو تو بموجب اپنی عادت کے حساب کرلے کذا فی البحر الرائق اور اگر شارح بجای ممتدۃ الحیض کے مستحاضۃ کا لفظ کہتا تو خوب تہا اسواسطے کہ
حیض دس دن سے زیادہ نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ثلثۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ والا فبالایام بحر وغیرہ یعنی صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ غیر
حائضہ کے حق مین تین مہینے کی عدت ہو اگر طلاق پہلی تاریخ واقع ہوئی تو حساب ہر مہینہ کا ہلال سے ہوگا اور اگر درمیان مہینے کے طلاق واقع ہوئی
تو حساب ہر مہینہ کا دنون سے ہوگا یعنی ہر مہینہ تیس دن کا کذا فی البحر الرائق وغیرہ ان وطئت فی الکل ولو حکماً کالخلوۃ ولو فاسدۃ کما مر عدت
واجب ہوگی اگر عورت سے وطی ہوئی ہو جمیع مسائل مذکورہ مین اگرچہ وطی حقیقی نہین بلکہ حکمی وطی ہو چنانچہ خلوت اگرچہ خلوت فاسدہ ہو چنانچہ اسکا بیان باب المہر
مین ہو چکا شارح نے خلوت کو مطلق کہا یعنی خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونو سے عدت لازم ہوتی ہو اور یہی قول صحیح ہے اور ابتدائی باب العدت مین فقط خلوت
صحیحہ کو سبب عدت کا کہا موافق قدوری کے قول کے ہو غیر صحیح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو رضیعاً تجب العدۃ لا المہر قنیہ اور اگر زوج شیرخوار ہو اور بعد
خلوت کے فراق ہو تو عدت بالاتفاق واجب ہوگی اور امام محمد کے نزدیک مہر نہ واجب ہوگا کذا فی القنیہ صورت فراق شیرخوار کی یہہ ہو کہ شیرخوار کے باپنے
اوسکا نکاح فاسد کر دیا اور بعد خلوت کے بحکم قاضی تفریق ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی والعدۃ للموت اربعۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ کما مر
وعشر من الایام بشرط بقاء النکاح صحیحاً الی الموت اور عدت زوج کی موت کی چار مہینے ہین بحساب ہلال کے اگر موت پہلی تاریخ ہوئی ہو چنانچہ بیان
اسکا ہو چکا اور دس دن یعنی چار مہینے دس دن عدت موت ہو بشرطیکہ باقی رہنے نکاح کے صحیح موت تک اسواسطے کہ نکاح فاسد مین مرد کی موت سے عدت وفات کی
نہین اور اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خرید کیا پہر بدل کتابت ادا کرنے سے مر گیا تو اوسکی زوجہ پر عدت وفات نہین اسواسطے کہ موت کے وقت نکاح باقی نہین بسبب ادا
ہونے مکاتب کے ادای بدل کتابت ہے پہر جب وہ قبل موت کے آزاد ہوا تو اپنی زوجہ کا مالک ہوا اور حالانکہ ملک احد الزوجین سے نکاح باقی نہین رہتا مطلقاً
وطئت اولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبداً فلم یخرج عنہا الا الحامل عدت وفات مطلقاً واجب ہو عورت کی وطی ہوئی ہو یا نہوئی ہو اگرچہ
زوجہ صغیرہ یا کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے اگرچہ مسلم غلام ہو تو زوج کی موت مین کسی زوجہ کی عدت چار مہینے اور دس دن سے خالی نہین سوای حاملہ کے کہ
اوسکی عدت وضع حمل ہے قلت وعموم کلامہ ممتدۃ الطہر کالمرضع وهي واقعۃ الفتوی ولو ادہا فلا آن فراجعہ شارح کہتا ہو کہ کلام مصنف کا بیان
عدت وفات مین ممتدۃ الطہر کو بہی شامل ہو ممتدۃ الطہر کی مثال جیسے دودہ پلانیوالی عورت کہ اوسکو اکثر حیض نہین آتا ہو تا مدت تک اور اس مسئلہ کا فتوی طلب ہوا

اور مین نے اسکو کسی کتاب فقہ مین مصرح نہین دیکھا سوا اسئے دیکھنے والے در المجتبٰے کے اب اس مسئلہ کو تلاش کیجو کتب فقہ مین ہم علماؤ نے کہا جب فقہا تصریح کر چکے کہ عدت وفات سے کوئی خارج نہین سوا ئے حاملہ کے تو اوس قاعدہ کلیہ مین ممتدۃ الطہر بھی داخل ہے تو اب مراجعت اور تلاش کتب کی کیا حاجت ہے وفی حق اَمَةٍ تحیض لطلاقٍ او فسخٍ حیضتانِ لعدم التجزّی اور جس لونڈی کو حیض ہوتا ہے تو واسطے طلاق یا فسخ نکاح کے اوسکے حق مین دو حیض کی عدت ہے بواسطے عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی قاعدہ شرع کا یہہ ہے کہ عدت لونڈی کی حرہ کی عدت سے آدھی ہوتی ہے یعنی ڈیڑھ حیض لیکن چونکہ حیض مین نصف اور ثلث متصور نہین لہذا نصف کو پورا کر دیا وفی امة لم تحض لطلاق او فسخ او مات عنها زوجها نصف ما للحرة لقبول التنصیف اور اوس لونڈی کے حق مین جسکو حیض نہین آتا بسبب خوردی یا بزرگی کے بعد بلوغ کے بھی واسطے طلاق یا فسخ کے یا اوسکا زوج اسکو زندہ چھوڑکر مرگیا حرہ کی آدھی عدت ہے بسبب لیاقت تضعیف کے یعنے حرہ کی عدت ایسی صورت مین آدھی ہوسکتی تھی لہذا لونڈی کی عدت یہان آدھی مقرر ہوئی تو صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ لاحیض کی عدت طلاق یا فسخ مین ڈیڑھ مہینہ ہے اور عدت وفات دو مہینے پانچ دن ہے وفی حق الحامل مطلقاً ولو امة او کتابیة او من زنا بان تزوّج حبلی من زنا فدخل بها ثم مات او طلّقها تعتدّ بالوضع جواهر الفتاوی وضع جمیع حملها لان الحمل اسم لجمیع ما فی البطن اور حاملہ کے حق مین مطلقاً اگرچہ حاملہ لونڈی ہو یا کتابیہ ہو یا حاملہ زنا سے ہو اسطرح پر کہ مثلاً زید نے نکاح کیا اوس عورت سے جسکو زنا کا حمل تھا پھر وطی کی اوس سے اگرچہ وطی تا وضع حمل حرام تھی پھر زید مرگیا یا اوسکو طلاق دی تو اوسکی بھی عدت بوضع حمل ہوگی کذا فی جواہر الفتاوی ہے وضع جمیع حمل عدت ہے حاملہ کی اسواسطے کہ حمل نام ہے جمیع ما فی البطن کا تو اگر مثلاً آج ایک لڑکا جنی اور بعد ہ مہینے کے دوسرا لڑکا جنی تو اوسکی عدت پچھلے لڑکے سے منقضی ہوگی نہ اول ولد سے وفی البحر خروج اکثر الولد کالکل فی کل الاحکام الا فی حلها للازواج احتیاطاً اور بحر الرائق مین ہے کہ نکلنا اکثر بدن ولد کا مانند نکلنے کل بدن کے ہے سب احکام مین مگر عورت کے حلال ہونے مین واسطے ازواج کے اکثر بجاے کل نہین بنابر احتیاط کے یعنی اگر حاملہ کے پیٹ سے اکثر بدن ولد کا نکل آیا اور اقل اندر رہا تو عدت تمام ہوئی زوج اول پر حرام ہوگئی لیکن زوج ثانی کو ہنوز حلال نہین بنابر اسی احتیاط کے کہ جمیع حمل کا وضع نہین ہوا ولا عبرة بخروج الراس ولو معه الاقل والاقتصاص بقطعه اور کچھہ اعتبار نہین سر نکلنے کا اگرچہ قدرے کم بچے کے ساتھہ سر نکلا ہو تو اوسقدر نکلنے سے عدت آخر نہوگی اور قصاص بھی نہوگا اوسکے قطع کرنے مین بلکہ پورا خون بہا بھی واجب نہوگا بلکہ بیسوان حصہ خون بہا کا لازم ہوگا کذا فی حاشیة المدنی اور اگر حمل گر گیا تو اگر کچھہ اعضا جدا جدا معلوم ہوتے ہون تو عدت آخر ہوئی اور اگر خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا گرا تو عدت منقضی نہین ہوئی کذا فی العالمگیریة ناقلا عن البدائع ولا یثبت نسبه من المبانة لو لاقل من سنتین ثم باقیه لاکثر اور ثابت نہین ہوتا نسب ولد کا سر نکلنے سے عورت بائنہ کے پیٹ سے اگر کمتر دو برس سے سر نکلا پھر اوسکا باقی بدن بعد دو برس کے نکلا ولو کان زوجها المیت صغیراً غیر مراهق وولدت لاقل من نصف حول من موته فی الاصح لعموم آیة واولات الاحمال عدت حاملہ کی وضع حمل ہے اگرچہ زوج اوسکا جو مرگیا ہے صغیر ہو نہ قریب البلوغ اور جنی ہو صغیر کی زوجہ کمتر چھہ مہینے سے ابتداے موت زوج سے بنابر قول اصح کے ہرچند صغیر سے حمل متصور نہین لیکن انقضاے عدت بدون وضع حمل کے نہین بسبب عموم آیت قرآنی کے حق تعالے نے فرمایا کہ حمل والیونکی عدت وضع حمل ہے اسمین خصوصیت بالغ کی نہین فرمائی تو صغیر اور کبیر کی موت یکسان ہوگئی اور یہہ قول امام اور محمد کا ہے بخلاف ابی یوسف کہ اونکے نزدیک موت کی عدت لازم ہے نہ حمل کی وفیمن حبلت بعد موت الصبی بان ولدت لنصف حول فاکثر عدة الموت اجماعاً لعدم الحمل حین الموت اور اوس عورت کے حق مین جو حاملہ ہوگئی بعد موت صغیر کے اسطرح کہ جنی چھہ مہینے یا زیادہ مین موت کے بعد سے تو اوسکو موت کی عدت لازم ہے بالاجماع بسبب نہ ثابت ہونے حمل کے صغیر کی موت کے وقت بلکہ بعد موت صغیر کے حمل حادث ہوا بخلاف پہلی صورت کے ولا نسب فی حالیه اذ لا ماء للصبی اور نسب ولد کا صغیر سے ثابت نہین دونو صورتون مین اسواسطے کہ صغیر مین منی نہین پھر جب منی نہین تو ولد کہان نعم ینبغی ثبوته من المراهق احتیاطاً فتح ان لائق ہے ثبوت نسب ولد کا زوج قریب البلوغ سے بنابر احتیاط کے کذا فی فتح القدیر قریب البلوغ دس برس کے لڑکے

کو کہتے ہین چنانچہ مذکور ہوچکا ولو مات فی بطنہا ینبغی بقاء عدتہا الی ان ینزل او تبلغ حد الایاس فغر اور اگر لڑکا حاملہ کے پیٹ مین مرگیا تو اوسکی بقاء عدت اوسکے گرنے تک سزاوار ہے یا عورت ناامیدی تک پہنچی کذا فی النہر الفائق ہم یہہ مسئلہ امام اور صاحبین سے منقول نہین یہہ تجویز ہو صاحب نہر کی شیخ رحمتی نے کہا کہ جب عورت ناامیدی کی عمر کو پہنچی تو تین مہینے کی عدت ہوگی لیکن یہہ مخالف ہے عموم آیت قرآنی کے کہ حمل والیونکی عدت وضع حمل ہے اور شاید صاحب نہر الفائق نے مدۃ ایاس سے دو برس پوری کا ارادہ کیا ہو نہ سن ایاس کا اسواسطے کہ فقہا کا یہہ قول کہ لڑکا دو برس سے زیادہ پیٹ مین نہین ٹھہرا رہتا اور مردہ و زندہ دونکو شامل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی حق امرأۃ الفار من الطلاق البائن ان مات وہو فی العدۃ

ابعد الاجلین من عدۃ الوفاۃ وعدۃ الطلاق احتیاطا بان تتربص اربعۃ اشہر وعشرا من وقت الموت فیہا ثلث حیض من وقت الطلاق شمنی وفیہ قصور لانہا لو لم ترفیہا حیضا تعتد بعدہا بثلث حیض حتی لو امتد طہرہا تبقی عدتہا حتی تبلغ الایاس فتح

اور زوجہ فار کے حق مین طلاق بائن کی عدت اگر مرد مرگیا ہو عورت کی عدت مین [illegible] الاجلین ہے یعنی عدت وفات اور عدت طلاق مین جو لمبی ہے وہ عدت کرنا لازم ہے بنابر احتیاط کے اسطرح کہ چار مہینے اور دس دن [illegible] وقت موت سے اسی چار مہینے دس دن مین تین حیض بھی گذر جاوین شروع طلاق سے کذا ذکرہ الشمنی اور اسی بیان مین [illegible] یعنی ابعد الاجلین کی تفسیر جو شمنی نے کی پوری نہین کہ سب صورتون کو شامل نہین [illegible] اسواسطے کہ اگر عورت نے چار مہینے دس دن مین حیض نہ دیکھا [illegible] چار مہینے دس دن [illegible] تین حیض کی عدت کرنی [illegible] اگر عورت کا طہر دراز ہوجاوے حیض نہ آوے تو اوسکی عدت باقی رہیگی [illegible] تین مہینے کی عدت ہوگی

تفسیر ابعد الاجلین کی آسان طریق پر [illegible] تین حیض بھی گذر جاوین تو عدت منقضی ہوگئی اور اگر چار مہینے دس دن ہوچکین اور تین حیض نہ ہوچکین [illegible] اور اگر تین حیض قبل چار مہینے دس دن کے ہوچکین تو بعد ان تمام مہینے چار مہینے دس دن کے عدت منقضی ہوگی [illegible] ابعد الاجلین [illegible] ایک نادر صورت جسکا بیان ابھی تھا دوسری صورت یہہ کہ زوج کی دو عورتین تہین [illegible] ایک کو طلاق دی بشرطیکہ وطی کرچکا ہو اور دو حیض [illegible] ہون پہر زوج مرگیا اور یاد نہ ہا کہ دونون مین سے مطلقہ کون ہے [illegible] ابعد الاجلین تیسری صورت یہہ کہ دو عورتون مین سے ایک کو بلا تعیین تین بار طلاق دی اپنی صحت مین پہر مرگیا [illegible] ابعد الاجلین ہے چوتھی صورت یہہ کہ دو عورتون مین سے ایک کو طلاق دی بلا تعیین صحت مین پہر اپنے مرض الموت مین بیان کردیا کہ فلانی کو طلاق دی تہی اور قبل انقضا ہو عدت طلاق مرگیا تو مطلقہ پر ابعد الاجلین کی عدت واجب ہوگی کذا فی فتاوی قاضیخان اور [illegible] صورت ابعد الاجلین کی وہ ہے جسکو شارح اسی باب مین مذکور کرچکا یعنی جس ام ولد کا مولی اور زوج دونو مرجاوین اور معلوم نہو کہ کون پہلے مرگیا وقیدنا بالبائن لان المطلقۃ الرجعی بالموت تجماعا اور فار کی زوجہ کی ابعد الاجلین عدت ہونے مین مصنف نے طلاق بائن کی قید لگائی اسواسطے کہ اوسکی مطلقہ رجعی کی عدت وہ ہے جو موت کی عدت ہے بالاتفاق یعنی چار مہینے دس دن کی عدت ہے خواہ اوسمین تین حیض ہون یا نہون والعدۃ فیہما تنتقل فی عدۃ رجعی لا عدۃ البائن ولا الموت ان تکن کعدۃ حرۃ اور عدت اوس لونڈی کے حق مین جو آزاد ہوگئی طلاق رجعی کی عدت مین نہ طلاق بائن کی عدت مین اور نہ موت کی عدت مین یہہ ہے کہ پوری کرے عدت کو مانند حرہ کے عدت کی یعنی لونڈی کے زوج نے اوسکو طلاق رجعی دی تو اوسکی عدت تہی دو حیض یا ڈیڑہ مہینا لیکن ہنوز اوسکی عدت منقضی نہوئی تہی کہ اوسکو مولی نے اوسکو آزاد کردیا تو اب اوسپر حرہ کی عدت پوری لازم ہوگی یعنی تین حیض کی عدت اور اگر صغیرہ یا آئسہ ہو تو تین مہینے کی عدت ولو اعتقت فی احدہما ای البائن او الموت فکعدۃ امۃ لبقاء النکاح فی الرجعی دون الاخیرین اور اگر لونڈی آزاد ہوئی طلاق بائن یا زوج کی موت مین تو اوسکی عدت مانند لونڈی کی عدت کے ہے بسبب باقی رہنے نکاح کے طلاق رجعی مین نہ بائن اور موت مین یعنی چونکہ رجعی مین نکاح قائم ہے لہذا مطلقہ رجعی کی عدت مانند حرہ کے ہے بخلاف بائن اور موت کے وقد تنتقل العدۃ ستًا کامۃٍ صغیرۃٍ منکوحۃٍ طلقت رجعیًا فتعتد بشہر

فارسی حاشیہ: [illegible]

ونصف فحاضت تصير حيضتين فاعتقت تصير ثلثا فامتد طهرها الى الاياس تصير بالاشهر فعادت دمها تصير بالحيض فمات زوجها
تصير اربعة اشهر وعشرا اور کاہی بدلتی ہے عدت چھ طرح پر چنانچہ لونڈی صغیرہ منکوحہ کو طلاق رجعی ہوئی تو اوسکی عدت ہوئی ڈیڑھ مہینہ پہر اوسکو
قبل گذرنے ڈیڑھ مہینے کے حیض آیا تو اب دو حیض کی عدت ہوگئی پہر قبل انقضاء عدت کے وہ آزاد ہوگئی تو اوسکی عدت تین حیض کی ہوگئی پہر قبل
تین حیض کے طہر اوسکا دراز ہوگیا یعنی پچاس برس کی عمر تک حیض نہ آیا تو اب اوسکی عدت تین مہینو کی ہوگئی پہر قبل گذرنے تین مہینے کے حیض جاری ہوا
تو تین حیض کی عدت ہوگئی پہر قبل انقضاء تین حیض کے زوج اوسکا مرگیا تو اب چار مہینے دس دنکی عدت ہوگی تو یہہ پانچ بار انتقال ہوا اور شارح چھ
کے انتقال کا قائل ہے تو شاید کہ اوسنے پہلی صورت کو بھی انتقال قرار دیا ہے واللہ اعلم آئسة اعتدت بالاشهر ثم عاد دمها على جاري
عادتها او حبلت من زوج آخر بطلت عدتها وفسد نكاحها واستانفت بالحيض لان شرط الخلفية تحقق الاياس عن الاصل
وذلك بالعجز الدائم الى الموت وهو ظاهر الرواية كما في الغاية واختاره في الهداية فتعين المصير اليه قاله في البحر بعد حكاية
ستة اقوال مصححة واقره المصنف آئسہ نے مہینو کی عدت کی پہر عود کیا اوسکے حیض نے بکثرت جاری ہوکر موافق عادت قدیمی کے یا کہ اوسکو
حیض نہ آیا لیکن بعد تین مہینے کے عدت کی اوسنے نکاح کیا اور دوسرے زوج سے وہ حاملہ ہوگئی تو اس حیض کے آنے یا حاملہ ہونیسے مہینو کی عدت باطل
ہوگئی اور نکاح ثانی فاسد ہوگیا اسواسطے کہ عین عدت مین ہوا تو اب وہ عورت سرے سے عدت کو بحساب حیض شروع کرے اسواسطے کہ عدت بالاشہر خلف
تھی عدت بالحیض کی اور شرط خلف ہونیکی یہہ ہے کہ اصل سے ناامیدی متحقق ہو اور تحقق ناامیدی بسبب ناامیدی دائمی کے ہوتا ہے موت تک اور اس
صورت مین بسبب حیض آنے یا حاملہ ہونیکی ناامیدی نرہی اسواسطے کہ آئسہ وہ ہے جسکو نہ حیض ہو نہ حمل اور یہی بطلان اور استیناف عدت ظاہر الروایت
ہے کذا فی الغایہ اور اسیکو پسند کیا ہے ہدایہ مین تو اسی روایت پر رجوع اعتماد مقرر ہوگیا ایسا کچھہ کہا ہے بحر الرائق مین بعد نقل کرنے چھہ قول کے جنکی
تصحیح ہوچکی ہے اس مسئلہ مین اور اسی ظاہر الروایت کو ثابت رکھا ہے مصنف نے متن اور شرح مین هم آئسہ کے حیض جاری ہونے کی مراد مین چند قول مین
لیکن ترجمہ مین کثرت سیلان ہی کو مذکور کیا اسواسطے کہ بحر الرائق مین مذکور ہے کہ معراج الدرایہ مین اسی قول پر فتوی ہے لكن اختار البهنسي
ما اختاره الشهيد انها ان رأته قبل تمام الاشهر استانفت لا بعدها قلت وهو ما اختاره صدر الشريعة وملا خسرو والباقاني واقره
المصنف في باب الحيض وعليه فالنكاح جائز وتعتد في المستقبل بالحيض كما صحح في الخلاصة وغيرها وفي الجوهرة والمجتبى انه الصحيح المختار
وعليه الفتوى وفي تصحيح القدوري وهذا التصحيح اولى من تصحيح الهداية وفي النهر انه اعدل الاقوال وتمامه فيما علقته على الملتقى
لیکن اختیار کیا ہے بہنسی نے جسکو شہید نے اختیار کیا ہے وہ یہہ ہے کہ اگر آئسہ نے قبل تمام ہونے تین مہینے کے حیض کو دیکھا تو عدت مہینو کی باطل ہوئی سرے
سے حیض کی عدت شروع کرے اور بعد تمام ہونے تین مہینے کے حیض دیکھا تو عدت پوری ہوگئی اب استیناف عدت کا نکرے شارح کہتا ہے اسیکو صدر الشریعہ
نے شرح وقایہ مین اور ملا خسرو اور باقانی نے پسند کیا ہے اور اسی قول کو مصنف نے باب الحیض مین ثابت رکھا ہے اور بموجب اس قول مختار کے بعد
تین مہینے کے نکاح زوج ثانی کا جائز ہے نہ فاسد اور زمانہ مستقبل مین اگر زوج ثانی طلاق دے تو عورت بحساب حیض عدت کرے چنانچہ اسیکی تصحیح کی ہے
خلاصہ وغیرہا مین اور جوہرہ اور مجتبے مین کہا ہے کہ یہی قول صحیح اور مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور تصحیح قدوری مین یون ہے کہ تصحیح اس قول کی
بہتر ہے تصحیح ہدایہ سے اور نہر الفائق مین کہا ہے کہ یہی قول سب روایات مین معتدل تر ہے اور پوری تقریر اسکی شارح کی اوس شرح مین ہے جو ملتقی الابحر
پر لکہی ہے والصغيرة لو حاضت بعد تمام الاشهر لا تستانف الا اذا حاضت في اثنائها فتستانف بالحيض كما تستانف العدة
بالشهور من حاضت حيضة او ثنتين ثم ايست تحرزا عن الجمع بين الاصل والبدل اور صغیرہ کو اگر حیض آوے بعد تمام ہونے تین
مہینے کے تو استیناف عدت کا حیض سے نکرے مگر جبکہ اوسکو درمیان عدت کے حیض آوے یعنی تین مہینے کے اندر آوے تو حیض سے عدت شروع
کرے چنانچہ استیناف عدت کا حیضون سے وہ عورت کرتی ہے جسکو ایکبار یا دوبار حیض آیا پہر وہ آئسہ ہوگئی یعنی پچپن برس کی پہنچ گئی ان صورتون

مین پہلی عدت چھوڑ کر دوسری عدت کا حکم اسواسطے ہوتا کہ جمع ہوجانے اصل اور بدل سے بچا ہو رہے اسواسطے کہ بدل درصورت تعذر اصل ہوتا ہے تو کچھہ عدت
اصل ہو اور کچھہ بدل یہہ جائز نہین وللایاس ستة للرومیة وغیرها خمس وخمسون عند الجمهور وعلیه الفتوی وقیل الفتوی علی تفسیره
بھی اور ایاس یعنی ناامیدی کی عمر خواہ عورت روم کی رہنے والی ہو خواہ اور کسی ملک کی پچپن برس ہے نزدیک اکثر فقہا کے اور اسی قول پر فتوی ہے
اور قول ضعیف یہہ ہے کہ پچاس برس پر فتوی ہے کذا فی النہر الفائق امام محمد سے روایت ہے کہ روم کی عورت مین حد ایاس پچپن برس اور اوسکے سوا مین
ساٹھہ یا ستر برس لیکن اس روایت پر فتوی نہین کذا فی البحر الرائق وفی البحر عن الجامع صغیرة بلغت ثلثین سنة ولم تحض حکم بایاسها
اور بحر الرائق مین جامع سے منقول ہے کہ صغیرہ تیس برس کو پہونچی اور اوسکو حیض نہ آیا تو اوسپر ایاس کا حکم کیا جاویگا وعدة المنکوحة نکاحًا
فاسدًا فلا عدة فی باطله وکذا موقوف قبل الاجازة اختیار لکن الصواب ثبوت العدة والنسب بحر اور عدت منکوحہ بنکاح
فاسد کی تعیین ہے نز نکاح فاسد کی قید سے نکاح باطل نکل گیا کہ اوسمین عدت نہین نکاح باطل یہہ کہ غیر کی عورت سے دانستہ نکاح کرے اور اسیطرح نکاح
موقوف مین قبل اجازت کے عدت نہین کذا فی الاختیار نکاح موقوف جیسے نکاح فضولی کا یا نکاح غلام یا لونڈی کا بلا اذن مولی لیکن حق یہہ ہے
کہ نکاح موقوف مین عدت اور نسب ولد کا ثابت ہے کذا فی البحر الرائق والموطوءة بشبهة ومنه تزوج امرأة الغیر غیر عالم بحالها کما سیجیء
وللموطوءة بشبهة ان تقیم مع زوجها الاول وتخرج باذنه فی العدة لقیام النکاح بینهما انما حرم الوطی حتی تلزمه نفقتها
وکسوتها بحر یعنی اذا لم تکن عالمة راضیة کما سیجیء اور عدت اوس عورت کی جسکی وطی بشبہ ہوئی اور منجملہ وطی بشبہ غیر کی عورت سے نکاح
کر لینا ہے نادانستہ چنانچہ آخر باب مین آویگا اور اگر مرد نے دانستہ غیر کی عورت سے نکاح کیا تو وہ شبہہ نہین صریح زنا ہے اوسمین عدت نہین اور جسکی
وطی بشبہ ہوگئی اوسکو اپنے اول زوج کے پاس رہنا جائز ہے اور نکلنا گھر سے اوسکی اجازت سے عدت مین لازم ہے بسبب قائم رہنے نکاح کے دونون
مین اور زوج اول کو حرام تو فقط وطی ہے عدت تک قیام نکاح کا یہانتک ثابت ہے کہ زوج اول کو عورت کا نفقہ اور لباس دینا لازم ہے کذا فی البحر الرائق
شارح کہتا ہے نفقہ زوج اول پر اوسوقت لازم ہوگا جبکہ عورت واقف اور راضی نہو یعنے دونو قیدین یا ایک قید ضرور ہے وجوب نفقہ مین چنانچہ اگر
عورت واقف ہو کہ یہہ شخص میرا زوج نہین لیکن بجبر اوسکو مرد کے پاس شب زفاف مین کردیا ہو اور مرد سے کہا ہو کہ یہہ تیری زوجہ ہے اور وقت وطی کے
ہرچند عورت نے کہا ہو کہ مین غیر کی زوجہ ہون لیکن اوسنے اعتبار نکیا ہو اور تلوار سے دھمکایا ہو تو اس صورت مین کسی پر حد نہین مرد پر بسبب شبہہ کے
اور عورت پر بسبب جبر کے اور عدت بعد وطی کے اوسپر واجب ہوگی اور نفقہ زوج اول پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عورت کا کچھہ قصور نہین کذا فی حاشیة المدنی
وام الولد للخلاف علی مدبرة ومعتقة غیر الآئسة والحامل فان عدتهما بالاشهر والوضع اور عدت ام ولد کی تو اس قید سے مدبرہ اور معتقہ
پر عدت نہین درانحالیکہ ام ولد آئسہ اور حاملہ نہو اسواسطے کہ عدت آئسہ کی مہینون سے ہے اور عدت حاملہ کی بوضع حمل ہے الحیض للموت أی
موت الواطی وغیرہ کفرقة او متارکة لان عدة هؤلاء لتعرف براءة الرحم وهو بالحیض ولم یکتف بحیضة احتیاطا یعنی عدت منکوحہ
بنکاح فاسد اور موطوءہ بشبہ اور ام ولد کی بشرط عدم ایاس اور حمل کے فقط تین حیض ہین وطی کرنیوالی کی موت مین بھی حیض کی عدت ہے نہ مہینونکی
اور غیر موت مین بھی تین حیض ہی کی عدت ہے غیر موت کی عدت جیسے نکاح فاسد مین فرقت ہوئی ہو بحکم قاضی یا اظہار ترک وطی کے عزم کا ایسی عورتونکی
عدت بالحیض ہوئی نہ بالاشہر اسواسطے کہ عدت انکی محض واسطے دریافت کرنے صفائی رحم کے ہے اور یہہ دریافت نہین ہو سکتا مگر حیض سے اور ہرچند
ایک حیض سے بھی صفائی معلوم ہوجاتی ہے لیکن ایک حیض پر کفایت نکی بلکہ بنابر احتیاط کے تین حیض مقرر ہوئے ولا اعتداد بحیض طلقت فیه
اجماعًا اور اوس حیض کا جسمین طلاق واقع ہوئی عورت پر شمار نہین عدت مین بالاجماع اسواسطے کہ قرآن سے حرہ کی عدت مین تین حیض اور حدیث سے
لونڈی کی عدت مین دو حیض ثابت ہین تو پورے حیض معتبر ہونگے نہ ناقص لهذا الطلاق والاحیض ساقط الاعتبار ہے یعنی اوسکے سوا تین اور حیض حرہ مین
اور دو حیض لونڈی مین لازم ہونگے واذا وطئت المعتدة بشبهة ولو من المطلق وجبت عدة اخری لتجدد السبب وتداخلتا والمرئی من الحیض

منهما وعليها ان تتم العدة الثانية ان تمت الاولى اور جب وطی ہو گئی عدت والی عورت کی شبہہ سے اگرچہ طلاق دینے والی زوج ہی نے وطی کی تو واجب ہو گی معتدہ پر دوسری عدت بسبب وطی کے اور بسبب وطی کے ہونے کے اور دونو عدتین متداخل ہو جاوین گی یعنی ملجاوین گی اور جو حیض کہ بعد وجوب عدت ثانیہ کے دکھائی دیگا وہ دونو عدتوں میں شمار ہوگا اور واجب ہوگا معتدہ پر پورا کرنا دوسری عدت کا اگر تمام ہو گئی پہلی عدت چنانچہ اگر عورت کو طلاق بائن ہوئی اور اوسکو ایکبار حیض آیا اور اوسنے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور بعد وطی کے تفریق ہوئی پھر عورت کو اور دوبار حیض آیا تو یہہ تینون حیض دونو عدتوں میں محسوب ہونگے تو زوج اول کی عدت تو پوری ہو گئی پہلا حیض اور یہہ دو حیض ملکر اور زوج ثانی کی عدت میں فقط دو ہی حیض ہوئے ہیں تو جب ایک حیض اور ہوگا تب ثانی کی عدت تمام ہوگی خلاصہ یہہ ہے کہ یہان چار حیض ہین پہلا حیض تو پہلی عدت کو مخصوص ہے اور پچھلا حیض دوسری عدت کو مخصوص ہے اور درمیان کے دو حیض دونو عدتوں میں مشترک اور متداخل ہین اور معتدہ سے مراد طلاق بائن کی معتدہ ہے تاکہ زوج مطلق کی وطی داخل رہے وطی بالشبہہ مین اور اگر طلاق رجعی کی عدت مین معتدہ سے زوج وطی کریگا تو رجعت ثابت ہو جاویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الحکم لو کانتا بالاشہر او بہما لو معتدۃ وفاۃ اور اسیطرح متداخل ہونگی دو عدتین اگر ہر ایک عدت مہینوں کی ہو چنانچہ آئسہ کی عدت مین وطی بالشبہہ ہو گئی تو اگر پہلی عدت آخر ہو گی قبل دوسری کے تو دوسری عدت کا بھی پورا کرنا مہینوں سے واجب ہوگا یا ایک عدت مہینوں کی ہو اور دوسری حیض کی اگر معتدہ وفات ہو یعنے ایک عورت وفات زوج سے چار مہینے دس دن کی عدت مین تھی کہ اوسکی وطی بالشبہہ ہو گئی تو دوسری عدت حیض کی ہو گی تو اگر چار مہینے دس دن مین تین حیض بھی ہو گئے تو دونو عدتین منقضی ہو گئین بسبب تداخل کے اور اگر اس مدت مین حیض جاری نہوا تو بعد اس مدت کے تین حیض کی عدت ثانیہ کی واجب ہو گی کذا فی البحر الرائق فلو حذف قولہ والمرئی منہما لعمہما وعم الحامل لو حبلت فعدتہا الوضع لا معتدۃ الوفاۃ فلا تتغیر بالحمل کما مر وصححہ فی البدائع سے جب معلوم ہوا کہ تداخل دو عدتوں کا جیسا حیض کی عدتوں میں ہوتا ہے ویسا ہی مہینوں کی عدتوں میں بھی ہوتا ہے تو اگر مصنف اپنے قول والمرئی منہما کو محذوف کرتا یعنی رویت حیض نہ مذکور کرتا تو دونو قسم کی عدتوں کو شامل ہوتا اور اوس معتدہ کو بھی شامل ہوتا جو عدت مین حاملہ ہو گئی تو اوسکی عدت وضع حمل ہے یعنی اس عورت کو دو عدتین لازم ہین ایک حیض کی دوسری وضع کی لیکن دونو عدتین وضع حمل سے منقضی ہو جاوینگی اسواسطے کہ حاملہ کو حیض نہین آتا کذا فی الکافی ہر حاملہ کی عدت وضع حمل ہے مگر معتدہ وفات کی عدت مہینوں کے حساب سے ہے سوا وسکو تغیر نہین ہوتا حمل سے چنانچہ گذر گیا اسکا بیان زوجہ صغیر میں جب کہ بعد موت صغیر کے وہ حاملہ ہو جاوے اور اسی روایت کی تصحیح کی ہے بدائع مین ومبدأ العدۃ بعد الطلاق وبعد الموت علی الفور اور عدت کا شروع بعد طلاق اور بعد موت کے ہوتا ہے فی الفور بلا توقف وتنقضی العدۃ وان جہلت المرأۃ بہما ای بالطلاق والموت لانہا اجل فلا یشترط العلم بمضیہ سواء اعترف بالطلاق او انکر اور آخر ہو جاتی ہے عدت اگرچہ عورت کو خبر نہو طلاق اور موت کی یعنے زوج نے طلاق دی اور تین حیض ہو گئے یا زوج مر گیا اور چار مہینے دس دن گذر گئے عدت آخر ہو گئی عورت کو طلاق اور موت کی خبر نہوئی ہو اسواسطے کہ عدت نام ہے مدت معین کا سو گذر گئی تو اوسکے گذر جانیکا علم مشروط نہین خواہ زوج طلاق کا مقر ہو یا منکر فلو طلق امرأتہ ثم انکر واقیمت علیہ بینۃ وقضی القاضی بالفرقۃ کان ادعت علیہ فی شوال وقضی بہ فی المحرم فالعدۃ من وقت الطلاق لا القضاء بزازیہ سو اگر زوج نے طلاق دی اپنی عورت کو پھر منکر ہو گیا اور گواہوں نے اوسکو جھوٹا کیا اور قاضی نے حکم جدائی کا دیا مثلاً عورت نے دعوی کیا کہ زوج نے اوسکو شوال مین طلاق دی تھی اور حکم جدائی کا ہوا محرم مین تو عدت کی ابتدا طلاق کے وقت سے ہو گی یعنی شوال سے نہ قاضی کے حکم دینے سے یعنی محرم سے کذا فی البزازیہ وفی الطلاق المبہم من وقت البیان اور طلاق مبہم مین ابتدائی عدت بیان کے وقت سے ہو گی نہ طلاق سے ولو شہدا بطلاقہا ثم بعد ایام عدلا فقضی بالفرقۃ فالعدۃ من وقت الطلاق لا القضاء اور اگر دو شاہدون نے گواہی دی عورت کی طلاق کی پھر بعد چند روز کے عدالت شاہدونکی ثابت ہوئی پھر قاضی نے حکم جدائی کا دیا تو ابتدائے عدت وقت طلاق سے ہو گی نہ قضا سے بخلاف ما لو اقر بطلاقہا منذ زمان ماض فان الفتوی انہا من وقت الاقرار مطلقا نفیا لتہمۃ المواضعۃ بخلاف اس صورت

سکے کہ اگر زوج نے اقرار کیا عورت کی طلاق کا شروع زمانِ ماضی سے مثلاً رجب مین کہا کہ مین نے محرم مین طلاق دی تھی تو فتویٰ اسپر ہے کہ ابتداے عدت اقرار کے وقت
سے ہوگی مطلقاً خواہ عورت اُسکی تصدیق کرے یا تکذیب یا کہے کہ مجھکو معلوم نہین یہہ فتویٰ ہوا تاکہ موافقت زوجین کی تہمت دور ہوجاوے یعنی احتمال ہے
کہ خلاف واقع اظہار انقضاے عدت مین زوج اور زوجہ موافق ہوگئے ہون کسی غرض سے مثلاً زوج کی یہہ غرض ہو کہ پانچوین عورت سے نکاح کرلے اور عورت
کی یہہ غرض ہو کہ زوج ثانی سے نکاح کرلے تو اس تہمت کے مندفع ہونیکے واسطے فتویٰ یہہ ہوا کہ اقرار طلاق سے عدت شروع ہو نہ زمان ماضی سے لکن ان کذبتہ
فی الاسنادِ او قالت لا ادری وجبتِ العِدّۃُ من وقتِ الاقرار ولہا النفقۃ والسکنٰی وان صدقتہ فکذلک غیرانہ ان وطیہا لزمہ
مہر ثانٍ اختیار ولا نفقۃ ولا سکنٰی ولا کِسوۃ لہا لقبول قولہا علی نفسہا خانیہ لیکن اگر عورت نے تکذیب زوج کی اسناد مین کی یعنی زوج نے
جو طلاق کو زمان ماضی کیطرف منسوب کیا تھا اوسکی تکذیب کی یا کہ عورت نے کہا کہ مین نہین جانتی تو عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے اور عورت کا نفقہ اور
سکنٰے مرد پر لازم ہوگا اور اگر عورت نے زوج کے طلاق دینے زمان ماضی کی تصدیق کی تو بھی اسیطرح عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے سواے اسبات کے
کہ اگر زوج نے وطی کی ہوگی بعد اوس وقت کے جسمین ایقاع طلاق کا اظہار کرتا ہے تو دوسرا مہر اوسپر لازم ہوگا بشرطیکہ طلاق بائن ہو کذا فی الاختیار
اور عورت کا نفقہ لازم نہوگا اور نہ سکنے اور نہ لباس بسبب مقبول ہونے عورت کے قول کے اوسکی ذات کی مضرت پر کذا فی الخانیہ یعنی عورت خود قائل
ہوچکی کہ میری عدت گذر گئی تو اوسکا حق ساقط ہوگیا وفیہا ابانہا ثم اقام معہا زماناً ان مقراً بطلاقہا تنقضی عدتہا لا ان منکراً اور خانیہ
مین ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی پھر اوسکے پاس رہا کیا مدت تک اگر مقر ہے اوسکی طلاق کا تو عدت اوسکی منقضی ہوگی اور اگر منکر ہے
طلاق کا تو عدت نہ آخر ہوگی وفی اول طلاق جواہر الفتاوٰی ابانہا واقام معہا فان اشتہر طلاقہا فیما بین الناس تنقضی والا لا و
کذا لو خالعہا ان بین الناس واشہد علی ذلک تنقضی والا لا ہو الصحیح وکذا لو کتم طلاقہا لم تنقض زجراً لہ وحینئذ
فمبدأہا من وقت الثبوت والظہور اور جواہر الفتاوٰی کی اول کتاب الطلاق مین یون ہے کہ زوج نے طلاق بائن دی عورت کو پھر اوسکے
ساتھہ رہا کیا سو اگر اوسکا طلاق دینا لوگون مین مشہور ہوگیا تو عدت اوسکی منقضی ہوگئی اور اگر طلاق مشہور نہین تو انقضاے عدت نہین اور
اسیطرح اگر خلع کیا عورت سے سو اگر خلع مشہور ہوگیا لوگون مین اور گواہ کیا لوگون کو اسپر تو عدت منقضی ہوگی اور نہین تو نہین یہی قول صحیح ہے
اور اسیطرح اگر مرد نے عورت کی طلاق مخفی رکھی تو عدت منقضی نہوگی مرد کی جھڑکی کیواسطے انتہی کلام جواہر الفتاوٰی شارح کہتا ہے کہ اسوقت یعنی عدم
شہرت طلاق مین ابتداے عدت وقت ثبوت اور ظہور طلاق سے ہوگی ومبدأہا فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینہما
ثم لو وطیہا حُدّ جوہرہ وغیرہا وقیدہ فی البحر بحثاً بکونہ بعد العدۃ لعدم الحد بوطی المعتدۃ اور ابتداے عدت نکاح فاسد مین بعد تفریق
کردینے قاضی کے دونو مین پھر اگر مرد وطی اوس عورت سے کریگا تو اوسکو حد ماری جاوے گی کذا فی الجوہرہ وغیرہا اور بحر الرائق مین دلیل بیان کرکے مخصوص
کیا ہے وطی کو ساتھہ ہونے وطی کے بعد عدت کے یعنی حد اوس صورت مین لازم آویگی جب وطی بعد عدت کے ہوئی ہو اسواسطے کہ معتدہ کی وطی مین حد نہین او
المتارکۃ ای اظہار العزم من الزوج علی ترک وطیہا بان یقول بلسانہ ترکتک ونحوہ یا ابتداے عدت نکاح فاسد مین بعد متارکت کے
ہو یعنی قصد کرنا زوج کا عورت کی ترک وطی پر اسطرح کہ اپنی زبان سے کہے عورت سے کہ مین نے تجھکو چھوڑا یا اسیطرح کچھہ اور کہے ومنہ الطلاق وانکار
النکاح لو بحضرتہا والا لا لا بمجرد العزم لو مدخولۃ والا فیکفی تفرق الابدان اور از قسم متارکت ہے طلاق دینا یا نکاح فاسد سے انکار کرنا اگر
عورت کے سامنے طلاق اور انکار ہوا ہو اور اگر عورت کے پیچھے طلاق اور انکار کریگا تو متارکت صحیح نہوگی اگر منکوحہ بنکاح فاسد مدخولہ ہے تو اب فقط عزم ترک سے متارکت جائز ہوگی اور اگر مدخولہ نہین ہے تو فقط تفرق
ابدان کافی ہے یعنی عورت کو اسطرح چھوڑ کر چلا جاوے کہ پھر اوسکے پاس نہ آوے ثم الخلوۃ فی النکاح الفاسد لا توجب العدۃ اور خلوت کرنا نکاح فاسد مین خواہ خلوت صحیحہ ہو
خواہ فاسدہ موجب عدت کی نہین والطلاق فیہ لا ینقص عدد الطلاق لانہ فسخ جوہرہ ولا تعتد فی بیت الزوج بزازیہ اور
نکاح فاسد مین طلاق دینا عدد طلاق کو کم نہین کرتا یعنی اگر دوسری بار اوس عورت سے نکاح صحیح کریگا تو پوری تین طلاق کا مالک ہوگا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی

طلاق فسخ ہے نہ طلاق واقعی کذا فی الجوہرہ اور نکاح فاسد مین عورت زوج کے گھر مین عدت کو نہ آخر کرے اسواسطے کہ واقع مین وہ زوج ہی نہین کذا فی البزازیۃ

قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا والا تحتمل المدۃ لا لان الامین انما یصدق فیما لا یخالف الظاہر کہا معتدہ نے کہ میری عدت ہوچکی اور مدت گنجایش رکھتی ہے انقضای عدت کو اور زوج عورت کی تکذیب کرتا ہے تو مقبول ہوگا قول عورت کا ساتھہ قسم کہانے عورت کے اور اگر مدت مین انقضای عدت کا احتمال نہین تو قول عورت کا مقبول نہین اسواسطے کہ ہرچند عورت اس بات مین امین ہے اور امین کا قول البتہ مقبول ہوتا ہے لیکن امین کے قول کی اوسوقت تصدیق ہوتی ہے جب ظاہر حال اوسکے بیان کے مخالف نہو اور جب مدت مین گنجایش انقضای عدت کی نہوی تو ظاہر حال اوسکا مخالف ہوا لہذا اوسکا قول مقبول نہوگا ثم لو بالشہور فالمعتدۃ بالمذکور ولو بالحیض فاقلہا للحرۃ ستون یوما وللامۃ اربعون پھر اگر عدت عورت کی مہینون کی ہو جیسے صغیرہ اور آئسہ کی تو تقدیر اوسکی مذکور ہوچکی یعنے طلاق اور فسخ مین تین مہینے اور موت مین چار مہینے دس دن اور اگر لونڈی ہو تو آدہی اوسکے اور اگر عدت حیضون کی ہو تو کمتر مدت انقضای عدت کی حرہ کے حق مین ساٹھہ ۶۰ دن ہین اور لونڈی کے حق مین چالیس ۴۰ دن ساٹھہ دن اس حساب سے ہوئے کہ گویا اول طہر مین طلاق واقع ہوئی قبل وطی کے اسواسطے کہ معتبر طلاق سنی ہے نہ بدعی تو تین طہر کے پینتالیس دن ہوئے اور تین حیض کے باعتبار اوسط مرتبہ اوسکے پندرہ دن تو سب ساٹھہ دن ہوئے اور اسیطرح لونڈی کے دو طہر کے تیس ۳۰ دن اور دو حیض کے دس دن مجموع چالیس دن ہوئے یہہ مذہب امام اعظم کا ہے بروایت امام محمد کے اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت حرہ کی انتالیس ۳۹ دن ہین اس حساب سے کہ گویا اوسکو آخر طہر مین طلاق ہوئی تو دو طہر کے تیس ۳۰ دن ہوئے اور تین حیض کے نو دن بحساب اقل حیض کے اور لونڈی کی اقل مدت اکیس دن ایک طہر کے پندرہ دن اور دو حیض کے چہ دن مجموعہ اکیس دن ہوئے تو بموجب امام اعظم کے مذہب کے اگر حرہ دعوی کرے ساٹھہ دن کے بعد کہ میری عدت آخر ہوگئی تو اوسکا قول مع الیمین مقبول ہوگا اور اس مدت سے کم مین مقبول نہوگا

مالم تدع السقط کما مر فی الرجعۃ ومالم یکن طلاقہا معلقا بولادتہا فیضم لذلک خمسۃ وعشرین للنفاس کما مر فی الحیض اس اقل مدت کا اعتبار اوسوقت تک ہے جبتک عورت نے سقوط ولد کا اپنے پیٹ سے دعوی نہین کیا چنانچہ اسکی تصریح باب الرجعۃ مین مذکور ہوچکی اور جبتک کہ طلاق عورت کی اوسکی ولادت پر نہ معلق ہو اور اگر طلاق ولادت پر معلق ہوگی تو اقل عدت کے ساتھہ پچیس دن نفاس کے ملائے جاوینگے چنانچہ اسکا بیان باب الحیض مین ہوچکا خلاصہ یہہ کہ اگر عورت اسقاط حمل کا دعوی کریگی بشرطیکہ ولد کے کچہہ اعضا بن گئے ہون تو فورا بمجرد اسقاط کے عدت آخر ہوجاویگی اور اگر زوج نے یون تعلیق کی کہ اگر تو جنیگی تو تو مطلقہ ہے تو اس صورت مین کمتر مدت انقضای عدت حرہ کے پچاسی ۸۵ دن ہین ساٹھہ دن حیض کی عدت کے اور پچیس دن نفاس کے ہرچند نفاس کی اقل مدت معین نہین لیکن عدت کی تعیین مین پچیس ہی دن مقرر ہوچکے ہین

نکح نکاحا صحیحا معتدتہ ولو من فاسد فطلقہا قبل الوطی ولو حکما وجب علیہ مہر تام وعلیہا عدۃ مبتدأۃ لانہا مقبوضۃ فی یدہ بالوطی الاول لبقاء اثرہ وہو العدۃ مرد نے نکاح صحیح کیا اپنی معتدہ سے اگرچہ عدت اوسکی نکاح فاسد ہی کے سبب سے ہو اور طلاق دی اوسکو قبل وطی کے اگرچہ وطی حکمی ہو یعنے بعد خلوت کے تو واجب ہوگا مرد پر پورا مہر اور لازم ہوگی عورت پر دوسری عدت سر نو سے اسواسطے کہ عورت مرد کے قبضہ اور قابو مین ہے بسبب اول وطی کے بواسطہ بقای اثر وطی کے وہ اثر وطی عبارت ہے عدت سے تو جب اوسنے دوسرا نکاح کیا تو قبض اول بجای قبض ثانی ہوگیا چنانچہ اگر چیز مغصوب غاصب کے قبضہ مین ہو اور وہ اوسکے مالک سے اوسکو خرید کرے تو بمجرد خرید کے وہ قابض ٹھہریگا تجدید قبض کی کچہہ حاجت نہین وہذہ احدی المسائل العشرۃ المبنیۃ علی ان الدخول فی النکاح الاول دخول فی الثانی اور یہہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل عشرہ کا جنکی بنا اس قاعدہ پر ہے کہ نکاح اول کی وطی قائم مقام ہے نکاح ثانیہ کے وطی کے تفصیل ان مسائل عشرہ کی یون ہے کہ پہلا مسئلہ تو مذکور ہوچکا ۲ نکاح فاسد کیا اور بعد دخول کے تفریق ہوئی پھر اوسی عدت مین نکاح صحیح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی تو مہر کامل اور عدت مستقلہ واجب ہوگی شارح اس مسئلہ ثانیہ کو بلفظ ولو من فاسد مذکور کر چکا ہے ۳ نکاح کیا اور بعد دخول کے صحت مین طلاق بائن دی پھر عدت کے اندر نکاح ثانی کیا پھر حالت مرض الموت مین قبل دخول طلاق بائن دی ۴ عورت نے غیر کفو سے نکاح کیا اور قاضی نے ولی کی نالش سے تفریق کردی دونون پھر عدت کے اندر اوس مرد نے نکاح ثانی پھر جدید کیا اور قاضی نے پھر تفریق کردی اور مرد نے قبل دخول کے طلاق

دی ۵ صغیرہ سے نکاح کیا اور بعد دخول کے طلاق بائن دی پہر عدت مین نکاح کیا پہر وہ بالغ ہوئی پہر وہ ناراض ہوئی نکاح سے قبل دخول کے ۶ ایک عورت سے
نکاح کیا پہر بعد دخول کے اوسکو طلاق دی پہر وہ مرتدہ ہوگئی پہر مسلمان ہوئی پہر عدت مین زوج نے اوس سے نکاح کیا اور قبل دخول طلاق دی ۷
بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پہر عدت مین نکاح کیا پہر وہ مرتدہ ہوگئی پہر مسلمان ہوئی پہر اوس سے عدت مین نکاح کیا پہر قبل دخول طلاق دی ۸ بعد
نکاح اور دخول کے طلاق دی پہر عدت مین نکاح کیا پہر وہ مرتدہ ہوگئی قبل دخول کے ۹ لونڈی سے نکاح کیا اور بعد دخول کے وہ آزاد ہوئی ہوا سنے
اپنی ذات کو اختیار کرکے نکاح فسخ کیا پہر عدت مین اوس سے دوسرا نکاح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی ۱۰ لونڈی کو بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی
پہر عدت مین نکاح کیا پہر وہ آزاد ہوگئی اور اوسنے فسخ نکاح کردیا قبل دخول کے سوا ان مسائل عشرہ مین دخول نکاح اول بجاے دخول نکاح ثانی کے ہے امام
اعظم اور ابی یوسف کے نزدیک پورا مہرا اور عدت مستقلہ واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک نصف مہر اور تکمیل عدت سابقہ واجب ہوتی عدت مستقلہ کذا فی
حاشیۃ المدنی ناقلا من البحر و قول زفر لا عدۃ علیہا ابطلہ المصنف بما یطول و جزم بان القاضی المقلد اذا خالف مشہور مذہبہ لا ینفذ
حکمہ فی الاصح کما لو ارتشی الا ان ینص السلطان علی العمل بغیر المشہور فیسوغ فیصیر حنفیا زفریا وھذا التحقیق بل الواقعۃ خلافہ
فلیحفظ اور زفر کا یہ قول کہ جس معتدہ مدخولہ کا نکاح ہوا اور قبل دخول مطلقہ ہوئی اوسپر عدت واجب نہین ہو اس قول کو مصنف نے باطل کیا ہے
بکلام طویل اور یقین کیا ہے اسپر کہ اگر قاضی مقلد نے اپنی مشہور مذہب کی مخالفت کی تو اوسکا حکم جاری نہوگا قول اصح مین چنانچہ اگر رشوت لیکے حکم
کریگا جاری نہوگا مگر یہہ کہ سلطان تصریح کردے سند قضا مین غیر مشہور پر عمل کرنیکی تو حکم جاری ہوجاویگا تو اسوقت مین وہ حنفی زفری ہوگا اور ایسا
حکم سلطان کا ہنوز واقع نہین ہوا بلکہ حکم سلطان روم کا اسکے مخالف واقع ہے یعنی قول راجح پر عمل کرنیکا حکم ہے روم اور شام اور [illegible]
تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ذمیۃ غیر حامل طلقہا ذمی او مات عنہا لم تعتد عند ابی حنیفۃ اذا اعتقدوا ذلک لانا امرنا بترکہم وما
یعتقدون ذمیہ غیر حاملہ کو طلاق ذمی نے یا ذمیہ کو زندہ چہوڑ کر ذمی مرگیا تو اوسپر عدت نہین نزدیک امام اعظم کے جب کہ کفار ذمی عدم عدت کے
معتقد ہون اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور بعدم تعرض ہین اونسے اور اون کے اعتقادیات سے اور اسواسطے کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہین و لو کانت
الذمیۃ حاملا تعتد بوضعہ اتفاقا و قیدہ الولوالجی بما اذا اعتقدوھا اور اگر ذمیہ حاملہ ہو تو وہ عدت کرے بوضع حمل باتفاق امام اور صاحبین
کے اسواسطے کہ اوسکے پیٹ مین لڑکا ثابت النسب ہے کذا فی الہدایہ اور ولوالجی نے وجوب عدت حاملہ ومیکو مقید کیا ساتھہ اس قید کے کہ جب کفار ذمی وجوب
عدت حاملہ کے معتقد ہون اور یہہ قول ضعیف ہے اور پہلا اصح ہے کذا فی منح الغفار والذمیۃ لو طلقہا مسلم او مات عنہا فتعتد اتفاقا و مطلقا
لان المسلم یعتقدہ اور ذمیہ کتابیہ کو اگر مسلمان طلاق دیوے یا اوسکو زندہ چہوڑ کر مرجاوے تو وہ عدت کرے بالاتفاق مطلقا خواہ حاملہ ہو یا نہو اسواسطے
کہ مسلمان عدت کا معتقد ہے وکذا لا تعتد مسبیۃ او مہاجرۃ افترقت بتباین الدارین لان العدۃ حیث وجبت وجبت حقا للعباد
والحربی ملحق بالجماد لا الحامل فلا یصح تزوجہا لا لانہا معتدۃ بل لان فی بطنہا ولدا ثابت النسب اسیطرح شرعیہ
وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الاسلام مین گرفتار ہوکر اپنے زوج سے جدا ہوگئی بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ عدت جہان کہین واجب ہوئی ہے
تو واسطے محفوظ رکہنے حق عباد کے واجب ہوئی ہے اور کافر حربی ملحق ہے ساتھ بہائم اور جماد کے سواے حاملہ حربیہ کے کہ اوس سے نکاح کرلینا صحیح نہین
یہہ عدم صحت اسوجہ سے نہین کہ وہ معتدہ ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اوسکے پیٹ مین لڑکا ثابت النسب ہے کحربیۃ خرجت الینا مسلمۃ او ذمیۃ
او مستامنۃ ثم اسلمت او صارت ذمیۃ لما مر انہ ملحق بالجماد لا الحامل لما مر چنانچہ وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الحرب چہوڑ کر
ہماری طرف نکل آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر یا امان لیکر پہر مسلمان ہوگئی یا ذمیہ ہوگئی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ حربی جانور اور پتہر مین داخل ہے
سواے حاملہ کے بدلیل گذشتہ یعنی ہرچند اوسپر عدت نہین لیکن بخیال ولد ثابت النسب اوس سے نکاح کرنا صحیح نہین وکذا لا عدۃ لو تزوج
امرأۃ الغیر و وطیہا عالما بذلک و فی نسخ المتن و دخل بہا و لا بد منہ و بہ یفتی و لہذا یجد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا والمزنی

[illegible]

لا تحرم علی زوجھا وفی شرح الوھبانیۃ لو زنت المرأۃ لا یقربھا زوجھا حتی تحیض لاحتمال علوقھا من الزنا فلا یسقی ماءہ زرع غیرہ
فلیحفظ لغرابتہ اور سپلیج عدت نہین اگر نکاح کرے کوئی مرد غیر کی منکوحہ سے اور وطی کرے اوس سے غیر کی منکوحہ جان کر اور متن کے نسخون مین دخل بہا
داخل ہے اور مصنف کی شرح سے ساقط ہے اور حالانکہ قید دخول کی ضرور ہے اسواسطے کہ اگر مرد ثانی نکاح کرکے دخول نکریگا تو عدت کا احتمال ہی نہین اور
اسی قول پر یعنے عدم عدت منکوحہ غیر پر فتویٰ ہے اور چونکہ منکوحہ غیر پر عدت نہین بسبب نکاح ثانی کے اسیواسطے مرد پر حد زنا ہوگی ونگی ساقط ونسبت
عورت کے اسواسطے کہ غیر کی منکوحہ سے حرام جانکر وطی کرنا یہی زنا ہے اور زنا موجب عدت کا نہین اور جس عورت نے زنا کیا وہ اپنے زوج پر حرام نہین
اسواسطے کہ زانی کے نطفہ کی کچھ شرع مین عزت نہین اور شرح وہبانیہ مین یون ہے کہ اگر عورت نے زنا کیا تو اوسکا زوج اوس سے قربت نکرے یہانتک
کہ اوسکو ایکبار حیض آجاوے بسبب احتمال نطفہ رہجانے زنا کے تو نہ سینچے زوج کا پانی غیر کی کھیتی کو سو اس روایت کو یاد رکھنا چاہیئے بسبب غرابت
کے نہ بسبب اعتماد کے اسواسطے کہ روایت معتمد مفتی بہ مین کچھ عدت نہین اور فصل محرمات مین شارح تصریح کر چکا ہے کہ روایت وہبانیہ کی ضعیف ہے طحطاوی نے کہا
کہ اگر روایت وہبانیہ کو استحباب پر محمول کیجیئے نہ وجوب پر تو کچھ غرابت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما اذا لم یعلم حیث تحرم علی الاول الی ان
تنقضی العدۃ ولا نفقۃ لعدتھا علی الاول لانھا صارت ناشزۃ خانیہ قلت ولو عالمۃ راضیۃ کما مر فتدبر بخلاف اسکے جبکہ زوج ثانی کو معلوم
نہو کہ یہہ عورت غیر کی منکوحہ ہے اور وہ نادانستہ نکاح اور وطی کرے تو اسوقت مین عورت حرام ہوگی زوج اول پر یہانتک کہ عدت نکاح ثانی کی منقضی ہوجاوے
اسواسطے کہ یہہ زنا نہین شبہہ نکاح ہے اور زوج پر اسکی عدت کا نفقہ واجب نہین اسواسطے کہ وہ نافرمان ہوگئی کذا فی الخانیہ شارح کہتا ہے کہ عورت نافرمان
اسوقت ہوگی جب کہ وہ دانستہ اپنی خوشی نکاح کرے اور اگر نادانستہ یا جبر سے نکاح ہوا ہوگا تو وہ نافرمان نہین اور نفقہ عدت کا زوج اول پر لازم
ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل اسی باب مین مذکور ہو چکی سو اوسکو غور اور تامل کر فروع مسائل ملحقہ شارح کے ادخلت منیہ فی فرجھا ھل تعتد فی البحر بحثا نعم
لاحتیاجھا لتعرف براءۃ الرحم وفی النھر بحثا ان ظھر حملھا نعم والا لا عورت نے ڈالی منی مرد کی اپنی شرمگاہ مین کیا اوسپر عدت لازم ہے
بحر الرائق مین بنا بر بحث کے جواب اس سوال کا دیا کہ ہان عدت لازم ہے واسطے دریافت ہوجانے صفائی رحم کے اور نہر الفائق مین بدلیل اس سوال کے جواب
مین تفصیل کی کہ اگر منی ڈالنے سے حمل عورت کا ظاہر ہوا تو عدت وضع حمل تک لازم ہے اور اگر حمل ظاہر نہین تو عدت بھی لازم نہین م دونو جوابکا ثمرہ
اختلاف یہہ ہے کہ اگر قبل دریافت کرنے صفائی رحم کے نکاح کیا اور بعد اسکے معلوم ہوا کہ رحم خالی تھا تو بطور صاحب نہر نکاح صحیح ہوا اور بطور جواب صاحب
بحر کے نکاح صحیح نہین تتیسم رحمتی محشی نے کہا کہ جواب صاحب بحر کا قوی ہے اسواسطے کہ فقہانے تصریح کردی ہے کہ منی ڈال لینے سے کبھی لڑکا پیدا ہونا
ہے تو بخوف اضاعت ولد اور اشتباہ نسب کے ہر صورت عدت لازم ہے اور بحث صاحب نہر کی اپنے بھائی یعنے صاحب بحر سے بلا وجہ ہے کذا فی حاشیۃ
المدنی وفی القنیۃ ولدت ثم طلقھا ومضی سبعۃ اشھر فنکحت آخر لم یصح اذا لم تحض فیھا ثلث حیض وان لم تکن حاضت قبل الولادۃ
لان من لا تحیض لا تحبل اور قنیہ مین ہے کہ ایک عورت جنی پھر زوج نے اوسکو طلاق دی اور سات مہینے گذر گئے سو عورت نے دوسرے زوج سے نکاح
کیا تو نکاح صحیح نہین جبتک کہ اوس مدت مین تین حیض اوسکو نہ آوین اگرچہ قبل ولادت کے اوسکو حیض نہ آیا ہو اسواسطے کہ جسکو حیض نہین آتا وہ
حاملہ نہین ہوتی تو اوسکی عدت حیضونکی ہوگی نہ مہینونکی وفیھا طلقھا ثلثا ویقول کنت طلقتھا واحدۃ ومضت عدتھا فلو مضیھا معلوما
عند الناس لم یقع والا تقع اور قنیہ مین ہے طلاق دی زوج نے عورت کو تین بار اور بعد تین طلاق کے کہتا ہے کہ مین اوسکو ایک طلاق دیچکا تھا
اور اوسکی عدت بھی گذر گئی یعنے تین طلاق سے پہلے ایک طلاق دی اور عدت گذر گئی زوج کی غرض اس کلام سے یہہ ہے کہ تین طلاق نہ واقع ہون بسبب
عدم بقاء ملک کے تاکہ بلا توسط زوج ثانی بنکاح جدید عورت اوسکو حلال ہوجاوے تو اگر طلاق اول کی عدت کا گذرنا لوگون کو معلوم ہو تو تین طلاق نہ واقع
ہونگی اور اگر لوگون کو انقضاء عدت نہ معلوم ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور بلا توسط زوج ثانی عورت اوسکو حلال نہوگی ولو حکم علیہ بوقوع الثلث
بالبینۃ بعد انکارہ فلو برھن انہ طلقھا قبل ذلک بمدۃ طلقۃ لم تقبل بحر اور اگر قاضی کا حکم ہو چکا ہو زوج پر تین طلاق واقع ہونیکا بسبب

شہادت کے بعد انکار زوج کی پھر اگر زوج گواہوں سے ثابت کرے کہ وہ عورت کو ایک طلاق مدت سے قبل ان تین طلاق کے دیچکا ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی
کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ ابطال حکم قاضی گواہوں سے نہیں ہوسکتا وفیہ عن البلوی ھرۃ اخبرھا ثقۃ ان زوجہا الغائب مات او طلقہا
ثلثا او اتاھا منہ کتاب علی ید ثقۃ بالطلاق ان اکبر رایھا انہ حق فلا بأس ان تعتد و تتزوج اور بحر الرائق میں جوہرہ سے منقول
ہے کہ عورت کو خبر دی ثقہ نے کہ اوسکے غائب زوج نے اوسکو طلاق دی تین بار یا وہ مرگیا یا عورت کے پاس زوج کیطرف سے خط آیا طلاق کا معتمد
شخص کے ہاتھ سو اگر عورت کو ظن غالب ہو کہ خبر اور خط حق ہے تو کچھ مضایقہ نہیں کہ عدت کرے اور بعد عدت کے نکاح کرلے وکذا لو قالت امرأۃ
لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی کان لا بأس ان ینکحھا اور اسیطرح اگر کسی عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میرے زوج نے مجکو طلاق
دی ہے اور اوسکی عدت منقضی ہوگئی تو کچھ مضایقہ نہیں کہ مرد اوس سے نکاح کرلے ھ لا بأس کی قید سے معلوم ہوا کہ نکاح نکرنا اوسسے تا
تحقیق کامل وفیہ عن الحاکم لو شککت فی وقت موتہ تعتد من وقت تستیقن بہ احتیاطا اور بحر الرائق میں کافی حاکم سے منقول ہے
کہ اگر عورت کو شک پڑے زوج کی موت کے وقت میں تو عدت کرے اوسوقت سے کہ جسمیں یقین ہوجاوے موت کا بنا بر احتیاط کے وفیہ عن المحیط
کذبتہ فی مدۃ تحتملہ لم تسقط نفقتھا وجاز لہ نکاح اختھا عملا بخبرھما بقدر الامکان ولو ولدت لاکثر من نصف
حول ثبت نسبہ ولم یفسد نکاح اختھا فی الاصح فترثہ لو مات دون المعتدۃ اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے مرد نے دعوی کیا
کہ عورت اپنی انقضاء عدت کی خبر دیچکی ہے اور عورت اوسکی تکذیب کرتی ہو اوس مدت میں جو انقضاء عدت کی محتمل ہے تو نفقہ عورت کی عدت کا مرد
سے ساقط نہوگا اور جائز ہوگا مرد کو نکاح کرلینا اوسکی بہن سے بنا بر عمل کرنے دونوں کی خبروں پر حتی الامکان عدم سقوط نفقہ میں عورت کی خبر پر عمل
کیا اور اوسکی بہن کے جواز نکاح میں مرد کی خبر پر عمل کیا اور اگر عورت مطلقہ جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت میں تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور
نہ فاسد ہوگا نکاح عورت کی بہن کا قول اصح میں تو اوسکی بہن ہی وارث ہوگی مرد کی اگر وہ مرگیا نہ عورت معتدہ **فصل فی الحداد** یہ فصل
ہے حداد میں یعنی سوگ میں حداء من باب اُحِدّ و مدّ و فرّ و ورد و مع الجیم لفظ حداد کا آیا ہے تین باب سے افعال اور نصر اور ضرب سے اور جیم بھی مروی
ہے بجای حاء مہملہ بمعنی قطع یعنی قطع زینت اور اصمعی منکر ہے الا باب افعال کا کذا فی الصحاح وھو لغۃ کما فی القاموس ترک الزینۃ للعدۃ
اور حداد لغت میں جیسا کہ قاموس میں ہے عبارت ہی ترک زینت سے بسبب عدت کے خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی عورت کافرہ ہو یا صغیرہ تو معنی لغوی
عام ہے معنی شرعی سے وشرعا ترک الزینۃ ونحوھا لمعتدۃ بائن او موت اور اصطلاح شرع میں حداد عبارت ہو ترک زینت اور خوشبو وغیرہ
سے واسطے معتدہ طلاق بائن اور موت کے تجد بضم الحاء وکسرھا کما مر مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ بنکاح صحیح ودخل بھا بدلیل
قولہ اذا کانت معتدۃ بتۃ او موت وان امرھا المطلق او المیت بترکہ لانہ حق الشرع اظھارا للتاسف علی فوات نعمۃ النکاح متن
سوگ کرے عورت عاقلہ بالغہ مسلمہ اگرچہ زوجہ لونڈی منکوحہ ہو بنکاح صحیح اور زوج اوسکی وطی کرچکا ہو سوگ اوسوقت واجب ہے جبکہ زوجہ قطع نکاح اور
موت زوج سے عدت میں ہو تبہ یعنی قطع نکاح عبارت ہے تین طلاق سے یا طلاق بائن سے یا خلع سے یا عنین وغیرہ کی فرقت سے قطع نکاح اور موت سے
سوگ واجب ہے اگرچہ زوج طلاق دینے والا یا میت سوگ نکرنے کی وصیت کرگیا ہو اسواسطے کہ ترک زینت حق ہے شرع کا واسطے ظاہر کرنے افسوس کے
نعمت نکاح فوت ہوجانے پر تو اس مسئلہ کی قیود سے معلوم ہوا کہ صغیرہ اور مجنونہ اور کافرہ اور منکوحہ بنکاح فاسد اور مطلقہ رجعی پر سوگ کرنا لازم نہیں شارح
کہتا ہے کہ نکاح میں دخول کی قید لگائی ہے اس قول مصنف سے کہ معتدہ بت پر ترک زینت واجب ہے کیونکہ مبتوتہ پر عدت واجب نہیں مگر بعد دخول کے
ھم حلبی نے کہا کہ قید دخول کی مبتوتہ کیواسطے تو صحیح ہے لیکن معتدہ موت کیواسطے مضر ہے اسواسطے کہ معتدہ موت پر بہر صورت ترک زینت واجب ہے
مدخولہ ہو یا نہو تو اس قید کا ساقط کرنا ہی لازم تھا بترک الزینۃ بحلی او حریر او امتشاط بضیق الاسنان والطیب وان لم یکن لہا
کسب الا فیہ والدھن ولو بلا طیب کزیت خالص والکحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر ومصبوغ بمغرۃ او ورس الا بعذر

راجعٌ للجمیع اذ الضرورات تبیح المحظورات سوگ کرے عورت ترک زینت سو خواہ آرایش زیور کی ہو یا ریشمی کپڑے کی یا باریک دانتو نکی کنگھی
کرنے سو تو کشادہ دانتو نکی کنگھی منع نہین اسواسطے کہ وہ سنگھار کی چیز نہین دافع تکلیف ہو کذا فی البحر اور سوگ کرے خوشبو کے ترک سو اگرچہ عورت کا
کوئی اور پیشہ نہو سوا خوشبو سازی کے اور تیل سر مین ڈالنا یا بدن مین ملنا ترک کرے اگرچہ تیل بے خوشبو کا ہو جیسے خالص زیتون کا تیل یا میٹھا تیل یا
گھی کذا فی البحر اور سرمہ اور مہندی ترک کرے اور کسم اور زعفران اور گیرو اور ورس کا رنگین کپڑا نہ پہنے ورس گھاس ہے زرد رنگ خوشبو دار یمن
مین ہوتی ہے اوس سے کپڑے رنگتے ہین ان سب چیزون کا استعمال جائز نہین مگر عذر سے اسواسطے کہ ضروریات مباح کر دیتی ہین ممنوعات کو تو ریشمی کپڑا
پہننا واسطے دفع خارش اور جوون کے جائز ہو اور سرمہ لگانا آنکھون کی بیماری مین درست ہو لیکن بہتر یہہ ہو کہ شب کو لگا دے اور صبح کو دھو ڈالے اور اگر
اور کوئی کپڑا میسر نہو تو کسم اور زعفران کا رنگین کپڑا پہننا جائز ہے ولا بأس بأسود وازرق ومعصفر خلق لا رائحة له اور کچھ مضایقہ
نہین سیاہ اور کرنجی کپڑے مین اور کسم کے رنگین پرانے کپڑے مین جسمین کسم کی خوشبو باقی نہین لا حداد علی سبعة کافرة وصغیرة ومجنونة و
معتدة عتق کموته عن ام ولد ومعتدة نکاح فاسد او وطی بشبهة او طلاق رجعی سوگ نہین سات عورتون پر کافرہ اور صغیرہ
اور مجنونہ اور آزاد ہونیکی عدت والی پر چنانچہ مولی کی موت ام ولد کو چھوڑ کر اور نکاح فاسد اور وطی بالشبہ اور طلاق رجعی کی عدت والیون پر ھ کافرہ
اور صغیرہ اور مجنونہ پر اسواسطے سوگ واجب نہین کہ وہ مکلف نہین اور ام ولد قید مملوکیت سے چھوٹی تو اوسکو تاسف کا کیا مقام ہو اور نکاح فاسد اور
وطی بالشبہ سے نعمت نکاح کی فوت نہین ہوئی کہ افسوس کی جگہ ہو بلکہ گناہ سے خلاصی ملی اور مطلقہ رجعی مین سوگ کا کیا ذکر ہو بلکہ اوسکو آرایش اور سنگار
کرنا چاہیے تاکہ اوسکا زوج مائل ہو کر رجعت کرے ویباح الحداد علی قرابة ثلثة ایام فقط وللزوج منعها لان الزینة حقه وینبغی حل
الزیادة علی الثلثة اذا رضی الزوج او لم تکن مزوجة نہر اور مباح ہو ترک زینت کرنا قرابت والونکی موت مین فقط تین دن تک اور زوج کو
درست ہو کہ اپنی زوجہ کو تین دن کے اندر بھی منع کرے سوگ کرنیسے اسواسطے کہ آرایش حق ہو مرد کا کذا فی فتح القدیر اور لایق یون ہو کہ حلال ہو زیادتی
ترک زینت تین دن سے بھی زیادہ جب کہ زوج عورت کا راضی ہو یا وہ منکوحہ نہو کذا فی النہر الفائق ھ صحیحین مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہو کہ
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہین اوس عورت مسلمان کو جو حق تعالی اور قیامت کو حق جانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسیکے
غم مین سوگ کرے مگر اپنے زوج پر چار مہینے اور دس دن فتح القدیر مین استفادہ ہے کہ بموجب اس حدیث کے تین دن سے زیادہ ترک زینت حرام ہو غیر
ازواج کی موت مین اور یہہ جو شارح نے فتح القدیر کیطرف نسبت کیا کہ تین دن مین بھی منع کر دینا زوج کو درست ہو سو یہہ وہم پڑ گیا ہو اوسکو یہہ فتح القدیر
کی عبارت نہین بلکہ صاحب نہر الفائق کی یہہ عبارت ہو اور یہہ جو صاحب نہر نے بشرط رضامندی زوج یا عدم تزوج تین دن سے زیادہ سوگ کرنا قرابت والون
کے واسطے تجویز کیا سو مخالف ہو اطلاق حدیث مذکور کی اور مخالف ہے روایت فقہ کے امام محمد نے نوادر مین کہا کہ حلال نہین عورت کو سوگ کرنا بجز
باپ یا بیٹے یا بھائی یا ماکی مرت مین یعنے تین دن سے زیادہ سوگ مخصوص ہے زوج کیواسطے کذا فی حاشیة المدنی وفی التاتارخانیة ولا تعذر فی
لبس السواد وهی آثمة الا الزوجة فی حق زوجها فتعذر الی ثلثة ایام قال فی البحر وظاهره منعها من السواد تأسفا علی موت
زوجها فوق الثلث اور فتاوی تاتارخانیہ مین ہو کہ عورت معذور نہین سیاہ کپڑے پہننے مین بتقریب ماتم اور وہ اس سیاہ پوشش سے گنہگار
ہے مگر زوجہ اپنے زوج کے حق مین سو تین دن تک معذور ہو بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر کلام تاتارخانیہ اسپر دلالت کرتا ہو کہ عورت کو سیاہ پوشی ممنوع ہو
اپنے زوج کی موت کی تاسف پر تین دن سے زیادہ ھ شارح نہر تصریح کر چکا ہو کہ سیاہ پوشش مین کچھ مضایقہ نہین اور تاتارخانیہ سے معلوم
ہوا کہ جائز نہین تو مطلب یہ ہے کہ اگر قبل موت زوج کے سیاہ کپڑا رنگا ہو تو درست ہو اور اگر بعد موت کے بتقریب ماتم رنگین کیا تو جائز نہین چنانچہ
یہہ تفصیل تاتارخانیہ کی عبارت سے مفہوم ہوتی ہے وفی النہر لو بلغت فی العدة لزمها الحداد فیما بقی اور نہر الفائق مین ہے کہ اگر زوجہ صغیرہ
بالغ ہو گئی عدت کے اندر تو اوسپر سوگ کرنا لازم ہوگا باقی عدت مین والمعتدة ای معتدة کانت عینی فیعم معتدة عتق ونکاح فاسد

واما الخالیۃ فتخطب اذا لم یخطبھا غیرہ وترضی بہ فلو سکتت فقولان تحرم خطبتھا بالکسر والضم اور عدت والی سے پیام نکاح کا دینا حرام ہے کوئی عدت والی ہو کذا فی العینی تو معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد کو بھی یہ صورت شامل ہے اور جو عورت کہ عدت سے خالی ہو تو اوس سے پیام دینا درست ہو اوسوقت جبکہ دوسرے نے اوسکو پیام نہ دیا ہو اور وہ راضی نہ ہو گئی ہو اور اگر بعد پیام کے عورت نے سکوت کیا ہو نہ اقبال کیا ہو نہ انکار تو اوسمین دو قول ہین ایک قول یہ ہے کہ پیام دینا جائز ہے اور دوسرا قول یہ کہ جائز نہین ہم اصل ان روایات کی وہ حدیث متفق علیہ ہے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ لایخطب احدکم علی خطبۃ اخیہ یعنی کوئی تم مین سے پیام نکاح کا نہ دے اپنے بھائی کی منگنی پر لفظ خطبہ بکسر اول بمعنی پیام نکاح اور بعضی اہل لغت بضم اول بھی قائل ہین وصح التعریض کارید التزوج لو معتدۃ الوفاۃ لا المطلقۃ اجماعا لافضائہ الی عداوۃ المطلق ومفادہ جوازہ لمعتدۃ عتق ونکاح فاسد ووطی بشبھۃ نھر اور صحیح ہے تعریض اگر معتدہ وفات ہو یعنی گول گول پیام نکاح کا دینا درست ہے نہ کھول کر چنانچہ یون کہنا کہ مین نکاح کا ارادہ رکھتا ہون یا کہ مجھکو آرزو ہے کہ حق تعالے مجھکو نیکبخت عورت میسر کرے اور صحیح نہین تعریض مطلقہ سے بالاجماع اسواسطے کہ تعریض مطلقہ سے طلاق دینے والے کی عداوت کی نوبت پہنچتی ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے جواز تعریض کا واسطے معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد اور معتدہ وطی بالشبہہ کے اسواسطے کہ ان صور تو مین کوئی طلاق دینے والا نہین جسکی عداوت کا خوف ہو لکن فی القھستانی عن المضمرات ان بناء التعریض علی الخروج لیکن قہستانی مین مضمرات سے یون منقول ہے کہ بنا تعریض عورت کے نکلنے پر ہے اسواسطے کہ گھر کے اندر جا کر تعریض کرنا درست نہین اور سوائے معتدہ وفات کے کسی معتدہ کا گھر سے نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نفقہ سب عدت والیون کا مرد پر فرض ہے سوائے معتدہ وفات کے پھر جب نکلنا اور عدت والیون کو جائز نہوا تو تعریض کرنا کیونکر ہوگا ولا تخرج معتدۃ رجعی وبائن بای فرقۃ کانت علی ما فی الظھیریۃ ولو مختلعۃ علی نفقۃ عدتھا فی الاصح اختیار او علی السکنی فیلزمھا ان تکتری بیت الزوج معراج لو حرۃ او امۃ مبوأۃ ولو من فاسد اور نہ نکلے معتدہ رجعیہ اور بائنہ کسی طرح سے جدائی ہو گئی ہو کذا فی الظہیریۃ اگرچہ عورت نے اپنی عدت کے عوض خلع کیا ہو تو بھی نہ نکلے قول اصح مین کذا فی الاختیار یا عوض سکنے کے خلع کیا ہو تو لازم ہوگا عورت پر اس صورت مین زوج کے گھر کو کرایہ لینا تا عدت کذا فی المعراج یعنی عدم خروج لازم ہے اگر معتدہ حرہ ہو یا ایسی لونڈی ہو جسکو زوج نے ایک مکان رہنے کیواسطے مقرر کر دیا ہو اگرچہ عدت نکاح فاسد کی ہو تو بھی اپنے گھر سے نہ نکلے ہم اگر لونڈی کیواسطے زوج نے مکان کو نہ معین کر دیا ہو تو اوسکو عدت مین نکلنا درست ہے خواہ وہ خالص لونڈی ہو یا مدبرہ ہو خواہ ام ولد خواہ مکاتبہ اسواسطے کہ خدمت مولی کی اوسپر واجب ہے کذا فی البحر الرائق

مکلفۃ من بیتھا اصلا لا لیلا ولا نھارا ولا الی صحن دار فیھا منازل لغیرہ ولو باذنہ لانہ حق اللہ تعالی بخلاف نحو امۃ لتقدم حق العبد یعنی نہ نکلے معتدہ مکلفہ اپنے گھر سے جسمین قبل عدت کے رہتی تھی اصلا نہ نکلے رات کو نہ دن کو اور نہ گھر کے اوس صحن مین نکلے جسمین غیر زوج کے مکانات ہون اگرچہ زوج کی اجازت نکلنے مین ہو تو بھی نہ نکلے اسواسطے کہ گھر سے نہ نکلنا حق ہے اللہ تعالی کا تو زوج اوسکو باطل نہین کر سکتا قرآن مجید مین ارشاد فرمایا لاتخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن یعنی عدت والیونکو اونکے گھر ون سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلین بخلاف لونڈی کے کہ اوسکو عدت مین نکلنا جائز ہے بسبب مقدم ہونے حق عبد کے یعنی مولی کی خدمت کے ومعتدۃ موت تخرج فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلھا لان نفقتھا علیھا فتحتاج للخروج حتی لو کان عندھا کفایتھا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لھا الخروج فتح اور موت زوج کی عدت والی نکلے دنمین اور رات مین اور اکثر شب اپنے گھر مین شب باشی کرے اسواسطے کہ نفقہ اوسکا اوسی سے ذمہ اوسی پر تو ضرورت ہوئی اوسکو نکلنے کی واسطے تحصیل معاش کے یہانتک کہ اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال ہو تو وہ بھی مطلقہ کی مانند ہو جاویگی پھر اوسکو بھی باہر نکلنا جائز نہوگا کذا فی فتح القدیر ہم مراد جدیدین سے رات اور دن ہے اسواسطے کہ ہر دن نیا دن ہے اور ہر رات نئی رات ہے وتجوز فی القنیۃ خروجھا لاصلاح ما لا بد لھا منہ کزراعۃ ولا وکیل لھا اھ جائز رکھا قنیہ مین نکلنا معتدہ کا اپنی ضرورت کے کام کو

مدستی کیواسطے جیسے کہیتی کی خبرگیری کے واسطے اوس حالت مین جب کہ کوئی اوسکا کارندہ نہو طلقتْ او ماتَ وھی زائرۃٌ فی غیرِ مسکنِہا عادتْ الیہ
فوراً لوجوبہٖ علیہا مطلقہ ہوئی یا کہ زوج مرگیا اور حالانکہ وہ اپنے رشتہ دارون کے ملنے کو گئی تہی اور کسی مکان مین اپنے گہر کے سوا تو طلاق یا موت
سنکر فوراً اپنے گہر مین پلٹ آوے اسواسطے کہ عورت پر پلٹ آنا واجب ہے وتعتدّانِ ای معتدّۃُ طلاقٍ وموتٍ فی بیتٍ وَجَبتْ فیہ ولا
تخرجانِ منہ اور معتدہ طلاق اور معتدۂ موت عدت پوری کرین اوس مکان مین جسمین عدت واجب ہوئی ہے اور نہ نکالی جاوین اوس سے
الا ان تُخرجَ او ینہدمَ المنزلُ او تخافَ انہدامَہ او تلفَ مالِہا او لا تجدُ کراءَ البیتِ ونحوَ ذلک من الضروراتِ فتخرجُ لِاَقربِ
موضعٍ الیہ وفی الطلاقِ الی حیثُ شاءَ الزوجُ معتدہ کو نکلنا جائز نہین مگر اوسوقت جبکہ کوئی بزور نکالے خواہ زوج یا صاحب مکان یا ورثہ
یا گہر منہدم ہوجاوے یا ڈر ہو گہر کے گر پڑنیسے یا اپنے مال کے تلف ہونیسے ڈر ہو یا گہر کے کرایہ دینے کا عورت کو مقدور نہو اسی قسم کی ضرورتو نمین نکلے
اور رہے اوس مکان مین جو مکان عدت سے قریب تر ہو یعنی حتی الامکان دور نہ جارہے یہہ حکم تہا معتدۂ وفات کا اور طلاق کی عدت مین اگر اس
قسم کی ضرورتین پیش آوین تو وہان رہے جہان کہ زوج چاہے ولو لم یکفِہا نصیبُہا من الدارِ اشترتْ من الاجانبِ مجتبیٰ وظاہرُہٗ
وجوبُ الشراءِ لو قادرۃً او الکراءِ بحرٌ واقرّہ اخوہ والمصنّفُ قلتُ لکن الذی رأیتُہ بنسختی المجتبیٰ استترتْ بالسین من الاستتار فلیحرّر
اور اگر معتدۂ وفات کو کفایت نکرے اوسکا حصہ جو زوج کے گہر سے بطور وراثت کے اوسکو ملا تو خرید کرے بیگانون سے کذا فی المجتبے اور ظاہر کلام
مجتبے کا دلالت کرتا ہے مول لینے کے وجوب پر اگر اوسکو مقدور ہو یا کرایہ دینے کے وجوب پر کذا فی البحر الرائق اور اوسکو صاحب بحر کے بہائی یعنے
صاحب نہر نے اور مصنف نے اپنی شرح مین مسلم رکہا ہے شارح کہتا ہے لیکن جو کہ مین نے مجتبے کے دو نسخون مین دیکہا ہے بجای اشترت کے سو استترت ہے
جسکا مصدر استتار ہے تو اسکو تحقیق اور تنقیح کرنا چاہئے تو اس تقدیر مین مطلب مجتبے کا یہہ ہوا کہ اگر حصہ عورت کا رہنے کو کفایت نکرے تو عورت بیگانے
لوگون سے پردہ کرے حلبی اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جن نسخون مین شارح نے استترت دیکہا سو غلط نسخے تہے اسواسطے کہ صورت تو یہہ مفروض
ہے کہ حصہ عورت کا اتنا تنگ ہے کہ رہنے کو کفایت نہین کرتا پہر جب مکان بقدر کفایت نہوا تو پردہ کر لینے سے کیا کام نکلیگا علاوہ اسکے پوری عبارت
مجتبی کی یون ہے کہ اشترتْ من الاجانبِ والاولادِ الکبارِ یعنی عورت خرید کرے بیگانون اور زوج کی اولاد کبار سے تو درصورت استتار کے مطلب
یہہ ہوگا کہ زوج کی اولاد کبار سے بہی پردہ کرے حالانکہ زوج کی اولاد سے پردہ نہین اسواسطے کہ وہ عورت کے محرم ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولا بدّ من سُترۃٍ بینہما فی البائنِ
لئلا یختلیَ بالاجنبیۃِ ومفادُہ انّ الحائلَ یمنعُ الخلوۃَ المحرّمۃَ اور طلاق بائن مین ضرور ہے پردہ مرد اور عورت کے درمیان تاکہ مرد کو اجنبی
عورت سے خلوت نہو طلاق بائن سے عورت اجنبی ہوگئی تو پردہ کرنا ضرور ہوا اور اس کلام سے معلوم ہوا کہ حائل مانع ہے خلوت محرمہ کا یعنی اگر کوئی چیز درمیان
مین حائل ہو دیوار یا ٹاٹ کا پردہ یا کپڑا کا پردہ تو حرام خلوت ثابت نہین ہوتی وان ضاقَ المنزلُ علیہما او کانَ الزوجُ فاسقاً فخروجُہ اولیٰ
لان مکثَہا واجبٌ لا مکثُہ ومفادُہ وجوبُ الحکمِ بہ ذکرہ الکمالُ اور اگر تنگی کرے مکان مرد وعورت پر یعنی پردہ کرنے سے لائق گذران کے
نرہے یا کہ زوج فاسق ہو جسکو حرام حلال کی کچہہ تمیز نہین تو نکل جانا مرد کا اوس مکان سے بہتر ہے اسواسطے کہ رہنا عورت کا اوس مکان مین تا عدت واجب ہے
مرد کا رہنا اوس مکان مین کچہہ واجب نہین اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ واجب ہے حکم کرنا زوج کے خروج پر کذا فی فتح القدیر م ہرچند فقہانے
زوج فاسق کے خروج کو اولی کہا ہے اور اولی سے وجوب نہین ثابت ہوتا ہے لیکن اولویت کی تعلیل مین وجوب مکث عورت کو ذکر کیا ہے تو اس قرینہ سے
اولی بمعنی ارجح ہے تو حکم خروج کا واجب ہوگا اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم متعارض ہوتے ہین تو ترجیح محرم کو ہوتی ہے کذا فی فتح القدیر وحسنَ اَن
یجعلَ القاضی بینہما امرأۃً ثقۃً ترزقُ من بیتِ المالِ بحرٌ عن تلخیصِ الجامعِ قادرۃً علی الحیلولۃِ بینہما اور مستحب یہہ ہے کہ قاضی مرد اور
عورت کے درمیان ایک ثقہ معتمد عورت کو مقرر کردے جسکی روزی بیت المال سے دیجاوے کذا فی البحر عن تلخیص الجامع وہ عورت ایسی ہو کہ قادر ہو مرد وعورت
مین حائل ہونے پر یعنی ہوشیار قوت والی ہو کہ مرد کو ڈانٹے اور اگر نہ مانے تو شور کرکے لوگون کو بلا سکے وفی المجتبی الافضلُ الحیلولۃُ بسترٍ و

بسترۃ

لو فاسقا فبامرأة قال لهما ان یسکنا بعد الثلث فی بیت واحد اذا لم یلتقیا التقاء الازواج ولم یکن فیہ خوف فتنة انتہی
اور مجتبی مین یون ہے کہ بہتر یہ ہے کہ آڑ کر دی جاوے پردہ سے اور اگر زوج فاسق ہو تو ایک عورت معتبر رکھی جاوے کہ وہ حائل رہے دونو مین
کہا مجتبی کے مصنف نے کہ جائز ہے مرد اور عورت کو رہنا ایک گھر مین بعد عدت کے بشرطیکہ دونو زوج اور زوجہ کیطرح نہ ملتے ہون مثلا عورت سر
اور ہاتھون کو برہنہ نکرتی ہو مرد کے سامنے اور بشرطیکہ دونو کے یکجا رہنے مین کچھ فساد کا خوف نہوا نتہی کلامہ وسئل شیخ الاسلام عن
زوجین افترقا ولکل منہما ستون سنة وبینہما اولاد تتعذر علیہما مفارقتہم فیسکنان فی بیتہم ولا یجتمعان فی فراش
ولا یلتقیان التقاء الازواج ہل لہم ذلک قال نعم واقرہ المصنف اور کسی نے سوال کیا شیخ الاسلام سے زوجین کے باب مین جنہین طلاق
وغیرہ سے جدائی ہو گئی اور عدت گذر گئی اور ہر ایک کی ساٹھ ساٹھ برس کی عمر ہے اور دونو کے اولاد ہے کہ اونکا چھوڑنا دونو پر سخت مشکل ہے
سو وہ دونو اولاد والے گھر مین رہتے ہین اور ایک فرش پر جمع نہین ہوتے اور آپسمین جورو خاوند کیطرح نہین ملتے کیا اسطرح کا رہنا انکو
درست ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ ہان درست ہے اور مصنف نے بھی اس روایت کو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہے ابانہا او مات عنہا فی سفر
ولو فی مصر ولیس بینہا وبین مصرہا مدة سفر رجعت ولو بین مصرہا مدتہ وبین مقصدہا اقل تلاق بائن دی عورت کو یا
اوسکو چھوڑ کر سفر مین مرد مر گیا اگرچہ راہ مین نہین بلکہ کسی شہر مین طلاق یا موت واقع ہوئی ہوا اور ہنوز درمیان اس جگہ کے اور درمیان عورت
کے شہر کے سفر کی مدت یعنی تین دن کی راہ نہو تو عورت لوٹ آوے اپنے شہر مین اور اپنے گھر مین عدت منقضی کرے اور اگر عورت کے شہر مین
اور اوس جگہ مین تین دن کی راہ ہوا ور جہان کو جاتی تھی اوسکی مسافت وہان سے تین منزل سے کم ہے تو وہین چلی جاوے وان کانت
تلک ای مدة السفر من کل جانب منہا ولا یعتبر ما فی میمنة ومیسرة فان کان فی مفازة خیرت بین رجوع ومضی معہا
ولی او لا فی الصورتین اور اگر اوس جگہ سے دونو طرف مدت سفر کی ہو یعنی وہان سے وطن بھی تین منزل ہو یا زیادہ اور مکان مقصود
بھی تین منزل ہے یا زیادہ تو اگر مکان طلاق یا موت کا جنگل ہو تو عورت کو اختیار ہے وطن کے پھر آنے مین اور مکان مقصود کیطرف چلی جانے مین
اور دونو صورتون مین اگر کوئی شہر قریب ہو تو اوسکا کچھ اعتبار نہین عورت کے ساتھ کوئی اوسکا محرم ہو یا نہو دونو صورتون مین یعنی جب وطن
تک مدت سفر نہو تو عورت پر رجوع وطن واجب ہے اوسکے ساتھ محرم ہو یا نہو اور جب دونو طرف مدت سفر کی ہو تو عورت کو پھرنے اور چلی جانے
مین اختیار ہے خواہ محرم ساتھ ہو یا نہو والعود احمد لتعتد فی منزل الزوج اور جبکہ دونو طرف مدت سفر کی ہو تو ہرچند عورت مختار ہے
لیکن وطن مین پھر آنا مستحب ہے تاکہ عدت کو زوج کے گھر مین منقضی کرے ولکن ان مرت بما یصلح للاقامة کما فی البحر وغیرہ وزاد فی
النہر وبینہ وبین مقصدہا سفر او کانت فی مصر او قریة تصلح للاقامة تعتد ثمة ان لم تجد محرما اتفاقا وکذا ان وجدت
عند الامام ثم تخرج بمحرم ان کان ولیکن اگر عورت کا جانے یا پھرنے مین ایسے مقام پر گذار ہوا جو رہنے کے لائق ہے یعنی شہر ہو یا گانو جیسا
کہ فی البحر وغیرہ اور نہر الفائق مین اتنی قید اور زیادہ کی کہ اوس محل اقامت مین جہان گذار ہوا اور عورت کے مکان مقصود مین سفر
کی مدت ہو یا کہ عورت طلاق اور موت کے وقت کسی شہر یا گانو مین ہو جو لائق رہنے کے ہے تو وہین عدت کرے اگر محرم کو نپاوے باتفاق
امام اور صاحبین کے اور اسیطرح وہین عدت کرنا چاہئے اگر محرم کو بھی پاوے نزدیک امام کے پھر بعد عدت کے وہان سے نکلے اور اپنے وطن
کو آوے اگر محرم ساتھ ہو اور اگر محرم نہو تو اوسکو تین منزل یا زیادہ سفر کرنا حرام ہے یہانتک کہ اوسکا محرم آوے یا کہ عورت وہان کسی سے نکاح
کر لے اور نہر الفائق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر درمیان اوسکے شہر سے اور مکان مقصود سے سفر کی مدت سے کم مسافت ہوگی تو عدت وہین کرنا واجب نہین
بلکہ اگر عورت چاہے تو مکان مقصود کو چلی جاوے کذا فی حاشیة الطحطاوی وتنتقل المعتدة المطلقة بالبادیة فی محفة او
خیمة مع زوجہا ان تضررت بالمکث فی المکان الذی طلقہا بہ فلہ ان یتحول بہا والا لا اور نقل مکان کرتی رہے وہ عدت والی جو

طلاق واقع ہوئی جنگل مین کذا فی فتح القدیر یعنی جب زوج مرد صحرائی اور بادیہ نشین ہو اونکا دستور ہے کہ ایک جگہ نہین ٹھہرتے جہان جہان چارہ
اور پانی اونکے جانورون کو ملتا ہو وہان ٹھہرتے ہین پھر جب چارہ ہوچکا تو پھر کوچ کرتے ہین تو اگر کسی بادیہ نشین نے طلاق دی تو عورت اونہین
چارہ پانی تلاش کرنیوالون کے ساتھہ نقل مکان کرتی رہے ڈولی مین یا خیمہ مین اپنے زوج کے ساتھہ اگر عورت کو غیر لوگون کے پاس رہنے سے اُس
مکان مین جسمین زوج نے اوسکو طلاق دی کچھہ ضرر ہو جان یا مال کا تو اس صورت مین زوج کو جائز ہے کہ اوسکو ساتھہ لیکر چلتا پھرتا رہے ڈولی
یا خیمہ مین اور اگر عورت کو طلاق کے مکان مین کچھہ مضرت نہو تو وہین عدت کو آخر کرے زوج کے ساتھہ نہ پھرے ولیس للزوج المسافرۃ
بالمعتدۃ ولو عن رجعی بحر اور جائز نہین زوج کو سفر مین لیجانا عدت والیکا اگرچہ عدت رجعی کی ہو کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ بعد عدت
کے عورت اجنبی ہوجاویگی اور اجنبی عورت کو غیر محرم یا غیر زوج کے ساتھہ سفر کرنا جائز نہین ومطلقۃ الرجعیۃ کالبائن فیما مر غیر انہا تمنع
عن مفارقۃ زوجہا فی مدۃ السفر لقیام الزوجیۃ بخلاف المبانۃ اور مطلقہ رجعیہ بائن کی مانند ہے احکام سابقہ مذکورہ مین یعنے اگر
سفر مین طلاق رجعی ہوئی تو اگر وطن تین منزل سے کم ہو تو ضرور پلٹ آوے اور اگر مکان مقصود کمتر ہو تو اودھر چلی جاوے وغیر ذلک مطلقہ بائنہ اور
رجعیہ مین فقط اتنا فرق ہے کہ اگر جنگل مین طلاق رجعی ہوئی ہو اور وطن تک اور مکان مقصود تک سفر کی مدت ہو تو مطلقہ رجعیہ کو ممنوع ہے اپنے
زوج کی مفارقت سفر کی مدت مین بسبب قائم رہنے زوجیت کے بخلاف مطلقہ بائنہ کے کہ اوسپر مفارقت لازم ہے **فروع** مسائل لاحقہ شارح کے طلب ثواب الٰہی
ان یسکنہا بجوارہ لا یجیبہ وانما تعتد فی مسکن المفارقۃ ظہیریہ زوج نے درخواست کی قاضی سے کہ معتدہ کو اپنے پڑوس رکھے تو
قاضی اوسکو نہ قبول کرے وہین عدت کرے عورت جہان مفارقت ہوئی قبلت ابن زوجہا فلہا السکنی لا النفقۃ تتارخانیہ زوجہ نے
ابن زوج کا بوسہ بشہوت لیا تو جدا ہوگئی اور عدت لازم آئی تو زوج پر عورت کیواسطے سکونت کا مکان دینا لازم ہوگا نہ نفقہ دینا کذا فی التاتارخانیہ
لا تمنع معتدۃ نکاح فاسد من الخروج مجتبے قلت مر عن البزازیۃ خلافہ لکن فی البدایع لہ منعہا لتحصین مائہ ککتابیۃ
ومجنونۃ وام ولد اعتقہا فلیحفظ روک نہین معتدہ نکاح فاسد کو باہر نکلنے سے کذا فی المجتبے شارح کہتا ہے کہ روایت بزازیہ کی اسکے مخالف گذری
لیکن بدایع مین ہے کہ مرد کو جائز ہے منع کرنا معتدہ نکاح فاسد کا اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے جیسے معتدہ کتابیہ اور مجنونہ اور ام ولد کا جسکو مولے
نے آزاد کر دیا ہو روکنا جائز ہے واسطے حفاظت نطفہ کے تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہئے م شارح نے کلام بدایع سے مجتبے اور ظہیریہ کا تخالف شاید
یعنی مجتبے کی نفی منع خروج اسپر محمول ہے کہ روکنا حق اللہ مین نہین اور روایت ظہیریہ کی اسپر محمول ہے کہ روکنا باعتبار وجوب شرعی کے نہین بلکہ اپنے نطفہ کی
حفاظت کیواسطے ہے اور یہہ جو شارح نے کہا کہ روایت بزازیہ اسکی مخالف ہے سو یہہ سہو کاتب ہے اسواسطے کہ روایت منع خروج ظہیریہ سے سابق مذکور ہوچکی نہ بزازیہ

فصل فی ثبوت النسب یہہ فصل ہے ثبوت نسب کے بیان مین یعنی ولد کا نسب زوج سے کس امر مین ثابت ہوتا ہے اور کس مین نہین اکثر مدۃ الحمل
سنتان لخبر عایشۃ رضی اللہ عنہا کما فی الرضاع وعند الائمۃ الثلثۃ اربع سنین زیادہ تر مدت حمل کی دو برس ہین بدلیل خبر عایشہ رضی اللہ
عنہا کے جو باب الرضاع مین مذکور ہوچکی اور تینون امامون کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہین م سنن دارقطنی
اور بیہقی مین بطریق ابن مبارک عایشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حمل زیادہ نہین ٹھہرتا دو برس سے بقدر گردش ظل مغزل یعنے جتنی دیر سایہ
چرخی کا گھومنے کے وقت ٹھہرتا ہے اسقدر بھی دو برس سے زیادہ حمل نہین ٹھہرتا یہہ کنایہ ہے کمال عسرت سے اور ہرچند یہہ اثر ہے حدیث مرفوع نہین لیکن
چونکہ تعیین مدت حمل حیطہ اجتہاد نہین تو بالضرور یہہ مسموع ہوگا شارع سے اور بیہقی نے ولید بن مسلم سے روایت کی کہ مین نے حدیث عایشہ صدیقہ
کو امام مالک کے روبرو ذکر کیا اونہون نے کہا سبحان اللہ یہہ کیہو محمد بن عجلان کی زوجہ تین بار بارہ برس مین جنی ہر لڑکا چار برس مین لیکن یہہ استدلال
تمام نہین اسواسطے کہ حکایت معارض روایت کی نہین ہوسکتی اور انقطاع حیض اور پیٹ کا پھولنا دلیل نہین ہوسکتا اسواسطے کہ امتداد طہر سا لہا سال
ہوتا ہے اور بیماری سے پیٹ بھی پھول جاتا ہے یہانتک کہ مواد اور ریاح سے حرکت بھی حمل کی طرح معلوم ہوتی ہے اور حالانکہ حمل نہین ہوتا کما فی فتح القدیر

وَاَقَلُّهَا سِتَّةُ اَشْهُرٍ اجماعًا اور یہہ کمتر مدت حمل کی چھ مہینے ہین باجماع ائمہ اربعہ اسمین کسیکو خلاف نہین حق تعالے نے فرمایا کہ وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا یعنی حمل ولد کا اور فصال اوسکا تیس مہینے ہین یعنی حمل اور فصال کو یکجا فرمایا بلا تفصیل مدت پھر دوسری آیت مین ارشاد ہوا کہ فصال کی مدت دو برس ہین تو معلوم ہوگیا کہ باقی چھ مہینے حمل کی مدت ہین اور یہہ جو علمارنے آیت مذکورہ سے باب الرضاع مین امام اعظم کے مذہب کیواسطے استدلال کیا ہے کہ تیس مہینے رضاع کی مدت اور تیس مہینے اکثر حمل کی مدت اس آیت سے ثابت ہوتی ہے لیکن حدیث عائشہ صدیقہ سے ثابت ہوا کہ دو برس سے زیادہ حمل کی مدت نہین ہوتی سو یہہ استدلال صحیح نہین اسواسطے کہ لفظ ثلثون سے اطلاق واحد مین رضاعت کیواسطے تیس مہینے مراد لینا اور حمل کیواسطے چوبیس مہینے ارادہ کرنا یہہ جمع بین الحقیقت والمجاز ہے حالانکہ یہہ صحیح نہین علاوہ اسکے تحقیق یہہ ہے کہ عدد مین گنجایش مجازیت کی نہین کذا فی فتح القدیر

فَیَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِ مُعْتَدَّةِ الرَّجْعِیِّ وَلَوْ بِالْاَشْهُرِ لِاِیَاسِهَا بَدَائِعُ وَفَاسِدُ النِّكَاحِ فِیْ ذٰلِكَ كَصَحِیْحِهٖ قُهُسْتَانِیٌّ وَاِنْ وَلَدَتْ لِاَكْثَرَ مِنْ سَنَتَیْنِ وَلَوْ لِعِشْرِیْنَ سَنَةً فَاَكْثَرَ لِاحْتِمَالِ امْتِدَادِ طُهْرِهَا وَعُلُوْقِهَا فِی الْعِدَّةِ تو ثابت ہوگا نسب معتدہ رجعی کے ولد کا اگرچہ عدت اوسکی مہینون کے حساب سے ہو بسبب ایاس کے کذا فی البدایع اور نکاح فاسد فقط ثبوت نسب مین برابر نکاح صحیح کے ہے کذا فی القہستانی اگرچہ معتدہ رجعی بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مین جنی ہو گو کہ بعد بیس برس یا زیادہ کے جنے تو بھی نسب ثابت ہوجاویگا بسبب احتمال دراز ہونے اوسکے طہر کے اور باحتمال اوسکے حاملہ ہونیکے عدت مین یعنی احتمال ہے کہ مثلاً بعد طلاق کے اٹھارہ برس تک اوسکو طہر رہا حیض نہ آیا تو عدت ہنوز قائم ہے پھر عدت مین زوج نے وطی کی اور حمل رہگیا اور دو برس مین لڑکا پیدا ہوا تو یہہ لڑکا ثابت النسب ہے یعنی زوج ہی کا ٹھہریگا مَالَمْ تُقِرَّ بِمُضِیِّ الْعِدَّةِ وَالْمُدَّةُ تَحْتَمِلُهٗ زیادہ دو سال کی ولادت سے ولد ثابت النسب اوس صورت مین ہوگا جب کہ عورت اقرار نکرچکی ہو انقضاے عدت کا اور حالانکہ مدت بھی انقضاے عدت کی محتمل تھی تو اگر طلاق سے بعد آٹھ مہینے کے جنی اور پہلے انقضاے عدت کا طلاق سے ساٹھہ دن کے بعد اقرار کرچکی تھی تو ولد ثابت النسب نہوگا اسواسطے کہ اقل مدت عدت کی امام کے نزدیک ساٹھہ دن ہین اور اقل مدت حمل چھ مہینے ہین تو آٹھ مہینے انقضاے عدت اور حدوث حمل اور تولد کے محتمل ہین اور اگر انقضاے عدت کا اوسنے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ مدت انقضاے عدت کی محتمل نہین تو شرعا عورت کی تکذیب ہوگی اسواسطے کہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین لڑکا پیدا نہین ہوسکتا تو معلوم ہوا کہ عین عدت مین حمل رہا تھا تمام ہوا یہ اور کنز اور باقی متون معتمدہ مین بھی روایت مصرح ہے کہ اقرار کے وقت سے اگر چھ مہینے سے کمتر مین عورت جنے گی تو ولد ثابت النسب ہے اور یہہ جو شرح وقایہ مین بجاے اقرار طلاق کا لفظ ہے سو اغلاط کاتب سے ہے کذا فی الدرر وَكَانَتِ الْوِلَادَةُ رَجْعَةً لَوْ فِی الْاَكْثَرِ مِنْهُمَا اَوْ لِتَمَامِهِمَا لِعُلُوْقِهَا فِی الْعِدَّةِ لَا فِی الْاَقَلِّ لِلشَّكِّ وَاِنْ ثَبَتَ نَسَبُهٗ اور ہوگی ولادت رجعت اگر مطلقہ رجعی دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین جنی بسبب حاملہ ہونے کے عدت مین اور دو سال سے کمتر مدت مین جنی تو ولادت سے رجعت نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے اگرچہ ولد کا نسب دو سال سے کمتر مین بھی ثابت ہوگا کہ ثبوت رجعت مطلقہ عدت کی وطی پر موقوف ہے تو جب دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین ولادت ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعد طلاق کے عدت مین حمل رہا تھا اور اگر دو سال سے کم یعنی نو مہینے یا بارہ مہینے مین مثلاً ولادت ہوئی تو احتمال ہے کہ حمل قبل طلاق کے ہو اور محتمل ہے کہ بعد طلاق کے ہو تو بسبب اس شک کے رجعت ثابت نہین ہوسکتی لیکن نسب ہر صورت ثابت ہے كَمَا یَثْبُتُ بِلَا دَعْوَةٍ اِحْتِیَاطًا فِیْ مَبْتُوْتَةٍ جَاءَتْ بِهٖ لِاَقَلَّ مِنْهُمَا مِنْ وَقْتِ الطَّلَاقِ لِجَوَازِ وُجُوْدِهٖ وَقْتَهٗ چنانچہ ثابت ہوتا ہے نسب بدون دعوی زوج کے مبتوتہ مین یعنی مختلعہ اور مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلثہ مین جو لڑکا جنی دو سال سے کمتر مین طلاق کیوقت سے ثبوت نسب ہوگا بسبب جواز وجود حمل کے بوقت طلاق یعنی جب مبتوتہ دو سال سے کمتر مین جنی تو یہہ احتمال ہوسکتا ہے کہ طلاق کیوقت حمل موجود تھا خلاصہ یہہ کہ ثبوت نسب مین شارع کو اہتمام زیادہ ہے تاکہ لڑکا ضائع نہو لہذا اوسکے ثبوت مین احتمال بھی کافی ہے یقین ہونا کچھ ضرور نہین بخلاف ثبوت رجعت کے کہ اوسمین احتمال کافی نہین یقین چاہیے وَلَوْ لَمْ تُقِرَّ بِمُضِیِّهَا كَمَا مَرَّ یعنی ولد مبتوتہ کا نسب کمتر دو سال سے پیدا ہونیمین اوسوقت ثابت ہوگا جب کہ عورت انقضاے عدت کا اقرار کرچکی ہو بشرط احتمال عدت چنانچہ یہہ مضمون متقریب مذکور ہوچکا اور اگر بعد اقرار انقضاے عدت دو سال سے کمتر اور چھ مہینے سے اکثر مین جنے گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر بعد اقرار کے

چھ مہینے سے کمتر میں جنی گی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ عورت کی شرعاً تکذیب ہوگی لیکن یہہ حکم معتبرہ مدخولہ پر مخصوص ہے اور اگر مدخولہ نہو گی اور وقت فرقت سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو نسب ثابت ہوگا کذا فی البرجندی شیخ الاسلام مفتی ابو سعید نے تصریح کی کہ اگر غیر مدخولہ وقت نکاح سے پوری چھ مہینے میں جنی تو نسب ولد کا ثابت ہوگا کذا فی حاشیة المدنی وان لتمامها لا يثبت النسب وقيل يثبت لتصور العلوق في حالة الطلاق وذكر في الجوهرة انه الصواب۔ اور اگر مبتوتہ لڑکا جنی پوری دو برس میں تو نسب ثابت نہوگا یہہ روایت ہے قدوری کی اسواسطے کہ اگر نسب ثابت ہو تو لازم آوے کہ حمل قبل طلاق کے تہا اور حمل قبل طلاق سے لازم آتا ہے کہ دو برس سے زیادہ مدت میں ولادت ہوئی حالانکہ یہہ ممنوع ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ پوری دو سال سے نسب ثابت ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے حالت طلاق میں تو قبل زوال زوجیت حمل ثابت ہوا اور یہی مذہب ہے قاضیخان کا اور مصنف جوہرہ نے یہہ اعتقاد کیا ہے کہ یہی قول ٹھیک ہے اور قدوری کی روایت میں سہو ہے بحر الرائق میں کہا کہ حق یہہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور عدم ثبوت نسب میں متون متفق ہیں چنانچہ کلام صاحب کنز اور وافی اور صدر الشریعہ اور صاحب مجمع البحرین اس پر دلالت کرتا ہے اور یہہ علما روایت مذہب سے زیادہ تر واقف ہیں کذا فی حاشیة المدنی الا بدعوة لانه التزمه وهي شبهة عقد ايضا یعنی پوری دو سال کی ولادت سے ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر زوج کے دعوی سے البتہ ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ زوج نے نسب کو اپنی اوپر خود لازم کر لیا اور یہان شبہہ عقد کا بہی ہے ہم یہہ شارح نے جواب دیا زیلعی کے اعتراض کا کہ وطی مبتوتہ کی عدت میں فقط شبہة الفعل ہے اس سے نسب نہیں ثابت ہوتا تو دعوی زوج سے کیونکر نسب ثابت ہوگا بحر الرائق میں جواب دیا کہ یہان فقط شبہة الفعل ہی نہیں کہ اعتراض لگے بلکہ اسکے ساتھ شبہة العقد بہی ہے تو اب دعوی مثبت نسب کا ہوگا اور تفسیر شبہة الفعل اور شبہة العقد کی کتاب الحدود میں معلوم ہوگی کذا فی حاشیة المدنی وفي الا اذا ولدت توأمين احدهما لاقل من سنتين والاخر لاكثر یعنی پوری دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جب کہ مبتوتہ دو لڑکون کو ایک حمل سے جنی اسطرح کہ بعد طلاق کے ایک لڑکے کو دو برس سے کمتر میں جنی اور دوسرے لڑکے کو دو برس سے زیادہ میں جنی مثلاً پہلا لڑکا بائیس مہینے میں جنی اور دوسرا ستائیس مہینے میں جنی اسواسطے کہ پہلا لڑکا تو بلا شرط دعوی ثابت النسب ہے، تو دوسرا بہی بلا دعوی ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ دونو ایک ہی نطفہ سے ہین ولا اذا ملكها فيثبت ان ولدته لاقل من ستة اشهر من وقت الشراء ولو لاكثر من سنتين من وقت الطلاق یعنی پوری دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جبکہ مبتوتہ کا مالک ہو جاوے اسطرح کہ مثلاً لونڈی تہی اسکو منکوحہ تھی پہر اسکو طلاق دی پہر اسکو خرید کیا تو اسکا ولد ثابت النسب ہوگا بلا دعوی اگر وہ خرید کیوقت سے چھ مہینے سے کمتر میں جنی اگرچہ طلاق کے وقت سے دو برس سے زیادہ میں جنی ہو کذا فی العالمگیریة عن التبیین وکالطلاق سائر اسباب الفرقة بدایع اور مانند طلاق بائن کے ہیں سب باقی اسباب جدائی کے کذا فی البدائع یعنی خیار بلوغ اور خیار عتق اور عدم کفاءت اور ارتداد تو یہہ سب اسباب فرقت کی احکام سابقہ مفصلہ میں مانند طلاق بائن کے ہیں لكن في القهستاني عن شرح الطحاوي ان الدعوة مشروطة في الولادة لاكثر منهما یعنی قہستانی میں شرح طحاوی سے یہہ منقول ہے کہ ثبوت نسب میں دعوت زوج کی مشروط ہے دو سال سے زیادہ کی ولادت میں یعنی پوری دو سال میں ثبوت نسب بلا دعوت ہوگا یہہ شارح نے استدراک کیا متن کا ہم ظاہر ایسہ ہی روایت ہے جو مختار ہے صاحب جوہرہ کی اور مصنف نے روایت قدوری کو اختیار کیا بموافقت متون وان لم تصدقه المرأة في رواية وهو الاوجه فتح یعنی پوری دو سال کی ولادت مبتوتہ میں دعوی زوج سے نسب ثابت ہوگا اگرچہ عورت زوج کی تصدیق نکرے بموجب ایک روایت کے اور یہی روایت قوی اقرب بدلیل ہے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق میں ہے کہ دعوی زوج میں یہان دو روایتیں ہیں ایک روایت یہہ ہے کہ دعوی میں تصدیق عورت کی مشروط ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ شرط نہیں اور اسی روایت کو ترجیح دی ہے صاحب فتح القدیر نے ويثبت نسب ولد المطلقة ولو رجعيا المراهقة المدخول بها وكذا غير المدخول بها ان ولدت لاقل من اقل المدة ثابت ہے نسب مراہقہ مطلقہ کی ولد کا اگرچہ طلاق رجعی ہو مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ بشرطیکہ مراہقہ جنی ہو کمتر سے کمتر مدت میں ہم کمتر مدت چھ مہینے ہیں اور اوس سے کمتر مثلاً ساڑہے پانچ مہینے یا پانچ مہینے خلاصہ یہہ کہ اگر مراہقہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو اوسکا ولد ثابت النسب ہے مراہقہ اوس لڑکی کو کہتے ہیں جو وطی کے لائق ہو پر نشانیان بلوغ کی ہنوز ظاہر نہیں نو برس کی ہو یا زیادہ اور جو لڑکی نو برس سے کم ہو تو اوسکی ولادت متصور نہیں اسواسطے

کہ اوسمین نطفہ نہین کذا فی العینی و فی غیر المقرۃ بانقضاء عدتھا وکذا المقرۃ اِن ولدت لذالک من وقت الاقرار اذا لم یتزوج حبلا اقلہ ای الحمل اکتبا
جس مراہقہ نے کہ اپنی انقضاء عدت کا اقرار نہین کیا اوسکا ولد ثابت النسب ہے اور اسیطرح اوس مقرہ کا ولد ثابت النسب ہے جو چہ مہینے سے کمتر مین جنی اقرار کے
وقت سے یہ اوسوقت مین ہے جب کہ مراہقہ نے اپنے حاملہ ہونیکا دعوی نہین کیا اور اگر حمل کا دعوی کیا تو وہ بالغہ کی مانند ہے لاقل من تسعۃ اشھر
من طلاقھا لکون العلوق فی النکاح او العدۃ والا لا لکونہ بعدھا لان لصغرھا یجعل سکوتھا کاقرار بمضی حل لھا مراہقہ غیر مقرہ کا ولد نطلقھا
ولد ثابت النسب ہے جبکہ جنے بعد طلاق کے نو مہینے سے کمتر مدت مین بوجہ حمل رہنے کے نکاح مین یا عدت مین اور اگر نو مہینے سے کمتر مین نہ جنی بلکہ پورے نو مہینے
یا زیادہ مین جنی تو ثبوت نسب نہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے بعد عدت کے اسواسطے کہ بسبب کم عمری مراہقہ کو اوسکا سکوت بجای اقرار انقضاء عدت قرار دیا جائیگا
ھھ یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ جب مراہقہ مدخولہ نو مہینے یا زیادہ مین جنی تو احتمال ہے کہ اوسکو نکاح مین یا عدت مین حمل رہا ہو پھر کیا وجہ عدم ثبوت نسب
کی اور مسئلہ مذکورہ مین ہے عدم اقرار کا ہان اگر اقرار انقضاء عدت کا کرتی اور اوسکے بعد پورے چہ مہینے یا زیادہ مین لڑکا ہوتا تو البتہ نسب ثابت نہوتا خلاصہ
جواب کا یہہ ہے چونکہ انقضاء عدت مراہقہ کا بسبب کم عمری کے مخصوص ایک ہی طور پر تہا یعنی فقط مہینون پر حیض پر تو بعد طلاق کے تین مہینے کا گذر جانا اور بسبب
کم عمری کے اوسکا سکوت کرنا یہہ قائم مقام اقرار کے ہے تو جب کہ بعد تین مہینے کے پورے چہ مہینے یا زیادہ مین جنی تو معلوم ہوا کہ حمل بعد عدت کے پیدا ہوا لہذا
نسب نہ ثابت ہوگا فلو ادعت حبلا فھی کالکبیرۃ فی بعض الاحکام لاعترافھا بالبلوغ سو اگر دعوی کیا مراہقہ نے حمل کا تو وہ اب برابر بالغہ کے
ہوگی بعضے احکام مین بسبب اقرار بلوغ کے ھھ بحر الرائق مین کہا کہ اگر مراہقہ نے دعوی حمل کا کیا طلاق بائن مین پھر کمتر دو برس سے جنی اور طلاق رجعی مین ستائیس
مہینے سے کمتر مین جنی تو اوسکا ولد ثابت النسب ہوگا کذا فی غایۃ البیان قرا مراہقہ اس حکم مین تو کبیرہ کی برابر ہوئی لیکن اور احکام مین برابر نہین مثلا
طلاق رجعی مین اگر مراہقہ مذکورہ ستائیس مہینے پورے مین یا زیادہ مین جنے گی تو نسب ثابت نہوگا بخلاف کبیرہ کے کہ اوسکے ولد کا نسب ایاس تک ثابت
ہوگا بسبب ہونے احتمال وطی کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منھما من وقتہ ای الموت اذا کانت کبیرۃ ولو
غیر مدخول بھا اور ثابت ہوتا ہے نسب معتدہ موت کا اگر ابتدای موت سے کمتر دو سال سے جنے بشرطیکہ کبیرہ ہو اگرچہ وہ مدخولہ نہو اسواسطے کہ فراش عقد
ثابت ہوتا ہے نہ دخول اور اجتماع زوجین سے چنانچہ اسکا ذکر آویگا اما الصغیرۃ فان ولدت لاقل من عشرۃ اشھر و عشر ایام ثبت والا لا اور معتدہ
موت کی اگر صغیرہ ہو اور دس مہینے اور دس دن سے کمتر مین جنے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ اس سے ثابت ہوا کہ حمل موجود تہا قبل انقضاء عدت
کے کیونکہ چار مہینے دس دن عدت کی ہوئی اور باقی اقل مدت حمل ہے اور اگر پورے دس مہینے اور دس دن یا زیادہ مین جنی تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ
حمل بعد عدت کے حادث ہوا ولو اقرت بمضیھا بعد اربعۃ اشھر و عشر فولدت لستۃ اشھر لم یثبت اور اگر اقرار کیا کبیرہ یا مراہقہ نے
انقضاء عدت کا بعد چار مہینے دس دن کے موت سے پھر جنی پورے چہ مہینے مین تو نسب ثابت نہوگا واما الآئسۃ فکالحائض لان عدۃ الموت بالاشھر لکل
الا الحامل زیلعی اور عدت موت مین آئسہ برابر حائضہ کے ہے اسواسطے کہ عدت موت کے مہینون کے حساب سے ہے ہر معتدہ کیواسطے سوای حاملہ کے کذا ذکرہ الزیلعی
ولام ولدت لاکثر منھما من وقتہ لا یثبت بدایع ولو لھما فکذا لا اکثر بحر بحثا اور اگر معتدہ موت کی جنی دو برس سے زیادہ مدت مین ابتدای
موت سے تو نسب ثابت نہوگا کذا فی البدائع اور اگر پورے دو سال مین جنی تو اوسکا حکم مثل اکثر دو سال کے ہے کذا فی البحر بحثا بحث یہہ ہے کہ معتدہ موت کو معتدہ
مبتوتہ کے ساتھ ملحق کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا المقرۃ بمضیھا لو لاقل من اقل مدتہ من وقت الاقرار و لاقل من اکثرھا من وقت البت
للتیقن بکذبھا اور اسیطرح ثابت ہوتا ہے نسب اوس عورت کے ولد کا جسنے اقرار کیا اپنی عدت کے گذر جانیکا اگر وہ جنی چہ مہینے سے کمتر مدت مین اقرار
کیوقت سے اور اگر جنی دو برس سے کمتر مدت مین وقت فراق سے یعنی طلاق بائن یا موت سے نسب ثابت ہوگا بسبب یقین ہوجانی دروغگوئی عورت کے یعنی
جب وقت اقرار سے چار یا پانچ مہینے مین بچے تو معلوم ہوا کہ اوسوقت اوسکے رحم مین نطفہ تہا اور اوسکا اقرار انقضاء عدت کا محض غلط تہا اسواسطے کہ چہ مہینے
سے کمتر مدت مین تولد ہونا ممکن نہین خلاصہ یہہ کہ ولد مقرہ کے ثبوت نسب مین دو شرطین ہین ایک یہہ کہ چہ مہینے سے کمتر مدت مین جنی وقت اقرار سے دوسری شرط یہہ

وقت فراق سے دو سال سے کمتر مین جنی تو اگر دو سال سے زیادہ مدت مین جنی گی تو ولد ثابت النسب ہوگا اگرچہ وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو پھر اگر
بعد فراق کے بائیس مہینے کے بعد اوس نے اقرار انقضاء عدت کا کیا پھر وقت اقرار سے تین مہینے کے بعد لڑکا پیدا ہوا تو یہ ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے
خبر ثانی نہ پائی گئی اگرچہ شرط اول موجود ہو کذا فی منح الغفار والا لا یثبت لاحتمال حدوثه بعد الاقرار اور اگر وقت اقرار سے پورے چھ مہینے یا
زیادہ مین او وقت فراق سے دو برس سے زیادہ مین مقر جنی تو نسب نہ ثابت ہوگا بواسطہ احتمال حدوث حمل کے بعد اقرار کے یا بواسطہ انقضاء اکثر مدت حمل کے
وقت فراق سے ویثبت نسب ولد المعتدة بموت او طلاق ان جحدت ولادتها بحجة تامة واكتفيا بالقابلة قيل وبرجل اور ثابت ہوتا ہے
نسب ولد معتدہ موت یا طلاق کا اگر عورت کی ولادت کا انکار ہو گیا ہو جیسے زوج نے طلاق مین اور زوج کے وارثون نے موت مین انکار کیا ہو کہ معتدہ نہین
جنی اور معتدہ جنی ہو ولادت کی تو ثبوت نسب پوری دلیل سے ہوگا یعنی دو مردون کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا امام
کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب مین کافی ہو اور ایک روایت یون ہے کہ صاحبین کے نزدیک ایک مرد کی گواہی
بھی کافی ہے او حبل ظاهر وهل تكفي الشهادة بكونه ظاهرا في البحر بحثا نعم یا حمل ظاہر ہے نسب ثابت ہوگا حمل ظاہر سے یہ مراد کہ چھ مہینے سے کمتر مدت
مین ولادت ہو کذا فی الجوہرہ اور مفتی ابو سعود نے کہا کہ حمل ظاہر سے یہ مراد کہ نشانیان حمل کی اسقدر ظاہر ہون کہ حمل رہنے کا ظن غالب حاصل ہو اور
کیا کفایت کرتی ہے گواہی کہ قبل وضع کے حمل ظاہر تہا بحر الرائق مین بدلیل کہا ہے کہ ہان شہادت ظہور حمل کی مثبت ہوگی نسب کی اسواسطے کہ بعد ولادت
اور انکار زوج کے حمل موجود نہین تو واسطے اثبات کے ضرور شہادت کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیة المدنی او اقرار الزوج به ای بالحبل
یا اقرار زوج ہے کہ یہ حمل میرا ہے نسب ثابت ہوگا ولو انكر تعيينه تكفي شهادة القابلة اجماعا كما تكفي في معتدة رجعي ولدت لاكثر من سنتين
لا لاقل اور اگر تعیین ولد مین انکار ہو یعنی زوج یا ورثہ کہتے ہون کہ یہ لڑکا معتدہ کا نہین تو اس صورت مین دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب مین کافی
ہے باجماع امام اور صاحبین کے چنانچہ کافی ہے گواہی دائی جنائی کی معتدہ رجعی مین جو دو برس سے زیادہ مدت مین جنی نہ دو برس سے کم مین یعنی اگر معتدہ
رجعی دو برس سے کم مین جنی گی تو ثبوت مین در حالت انکار زوج دائی کی گواہی نہ کفایت کریگی بلکہ حجت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتون کی گواہی لازم
ہوگی او تصديق بعض الورثة فيثبت في حق المقرين یا تصدیق کرنے بعضے وارثون سے نسب ثابت ہوگا یعنی زوج نے ولادت معتدہ کا انکار کیا اور
مرگیا اوسکے بعد بعضے وارثون نے تصدیق ولادت کی کی تو نسب ثابت ہوگا فقط اقرار کرنیوالے وارثون کے حق مین نہ سب وارثون کے حق مین یعنی مثلا
مقرین ولد کو اپنے حصون سے ورثت دینگے نہ ورثہ منکرین وانما يثبت النسب في حق غيرهم حتى الناس كافة ان تم نصاب الشهادة بهم بان
شهد مع المقر رجل آخر وكذا لو صدق المقر بقية الورثة وهو من اهل التصديق فيثبت النسب ولا ينفع الرجوع اور ثابت ہوجاویگا نسب
غیر مقرین کے حق مین یہانتک کہ سب لوگون کے حق مین اگر پوری ہو جاوے نصاب شہادت کی اونہین سے اسطرح پر کہ گواہی دے وارث مقر کے ساتھ دوسرا مرد
اور اسیطرح اگر تصدیق کرین وارث مقر کے باقی ورثہ اور وہ اہل بھی ہون تصدیق کے یعنی عاقل بالغ ہون تو اسوقت مین ثابت ہوگا نسب ولد معتدہ کا
اور نفع نکریگا بعد تصدیق کے منکر ہوجانا یعنی حصہ ولد کا دینا پڑیگا ولا يتم نصابها بما لا يشارك المكذبين اور اگر نصاب شہادت کی نہ پوری ہو یعنی
دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین تصدیق نکرین وارثون مین سے بلکہ ایک مرد اور ایک عورت تصدیق کرین تو ولد معتدہ کا شریک مکذبین کا نہوگا بلکہ فقط ورثہ
مقرین سے حصہ لیگا وهل يشترط لفظ الشهادة ومجلس الحكم الاصح لا نظرا لشبهة الاقرار وشرطوا العدد نظرا لشبهة الشهادة اور
وارثون کی تصدیق مین کیا لفظ شہادت کا اور مجلس حکم قاضی بھی شرط ہے قول اصح یہہ ہے کہ شرط نہین برعایت شبہہ اقرار اور شرط کیا ہو فقہا نے شمار مقرین کا
بمناسبت شبہہ شہادت خلاصہ یہہ ہے کہ تصدیق ورثہ کے دو امر کی مشابہ ہے ایک اقرار اور دوسری شہادت اور چونکہ اقرار میں لفظ شہادت و مجلس
حکم شرط نہین تو اسواسطے تصدیق مین بھی شرط نہین اور چونکہ شہادت مین عدد لازم ہے تو تصدیق مین بھی عدد لازم کیا ونقل المصنف عن الزيلعي
ما يفيد اشتراط العدالة ثم قال فعلى قول مشايخنا ينبغي ان لا تشترط العدالة فيما لا ينبغي قلت وفيه نظر كيف تشترط العدالة في المقر

الا ان يقال يحمل الهداية فتأمل وليراجع اور نقل كيا ہو مصنف نے اپنی شرح مین زيلعی کا ايسا کلام جو مفيد ہو اشتراط عدالت کا يعنی ورثہ مقرين کی عدالت
ضرور ہے پھر مصنف نے کہا کہ ہمارے اوستاد يعنی صاحب بحر الرائق کا يون کہنا کہ مناسب نہين مشروط ہونا عدالت کا يہ مناسب نہين اسواسطے کہ روايت زيلعی
کی مخالف ہے شارح کہتا ہو کہ اشتراط عدالت مين بحث ہو اور کيونکہ مشروط ہوگی عدالت اقرار کرنيوالے مين يعنی مقر کا اقرار ہر صورت اوسپر حجت ہو خواہ عادل
ہو خواہ فاسق مگر يون جواب ہو سکتا ہو کہ عدالت مشروط ہو غير پر حجت ہو جانيکے واسطے نہ کہ اپنی ذات کيواسطے سو اس مطلب کو غور کرا ور اس مسئلہ کی کتب
معتمدہ مين تلاش کرنا چاہيے ہم حلبی محشی نے کہا يہی جواب ٹھيک ہو جو شارح نے ديا کہ عدالت مقر اپنی ذات کيواسطے مشروط نہين غير کيواسطے البتہ مشروط
ہے ليکن شارح نے بنا بر ديانت اور احتياط کے باليقين حکم نہين ديا اب مراجعت کتب کی کچھ حاجت نہين اور شارح کی تقرير سے معلوم ہوا کہ اگر سب ورثہ
تصديق کرين تو کچھ عدالت کی حاجت نہين ولو ولدت فاختلفا فی المدة فقالت المرأة نكحتني منذ نصف حول وادعى الاقل فالقول لها
بلا يمين وقالا تحلف وبه يفتى كما سيجيء في الدعوى اور اگر معتدہ جنی پھر دونون مين اختلاف ہوا سو عورت نے کہا کہ تو نے مجھسے نکاح کيا ہو چھ مہينے
سے اور مرد نے کمتر مدت کا دعوی کيا يعنی چار يا پانچ مہينے کا تو قول عورت کا بدون قسم کے معتبر ہوگا نزديک امام اعظم کے اور صاحبين نے کہا کہ
عورت سے قسم ليجاويگی اور صاحبين ہی کے قول پر فتوی ہو چنانچہ کتاب الدعوی مين آويگا ذکر آويگا دهو لدے الولد ابنه بشهادة الظاهر لها بانه ولد
مين نكاح حملا لها على الصلاح اور وہ لڑکا جو معتدہ جنی اوسی مرد کا بيٹا ہو اسواسطے کہ ظاہر حال عورت ہی کا شاہد ہو بسبب ولادت کے نکاح سے عورت کو
نيک سيرت گمان کرکے قال ان نكحتها فهي طالق فنكحها فولدت لنصف حول منذ نكحها لزمه نسبه احتياطا لتصوير الوطء حالة العقد ولو
ولدته لاقل منه لم يثبت وكذا الاكثر ولو بيوم لكن بحث فيه في الفتح واقره في البحر کہا مرد نے کہ اگر نکاح کرونگا مين اوس عورت سے تو اوسکو طلاق
ہے پھر نکاح کيا اوس سے سو وہ پورے چھ مہينے مين ابتدائے نکاح سے جنی تو لازم ہوگا مرد پر نسب ولد کا بنا بر احتياط کے بسبب متصور ہونے وطی کے حالت عقد
نکاح مين يعنی بين ايجاب اور قبول کی حالت مين وطی ہوئی اور ختتام نکاح اور انزال ساتھی ہوا تو اس تقرير سے وطی بعد طلاق کے نہ لازم آئی اور اگر
عورت چھ مہينو سے کمتر مين جنيگی اگرچہ ايک ہی دن کم ہو تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ يہ نطفہ قبل نکاح کا ٹھہر گيا اور اسيطرح ولد ثابت النسب نہ ہوگا اگر چھ مہينو سے
زيادہ مين عورت جنيگی اگرچہ ايک ہی دن زيادہ ہو گيا ہو ليکن فتح القدير مين عدم ثبوت نسب مين بحث کی ہو اور اوسکو بحر الرائق مين مسلم رکھا ہو
فتح القدير مين کہا کہ مدت حمل دو برس تک ہو تو چھ مہينے سے زيادہ مين نفی نسب کی کرنا مخالف ہو احتياط کے اور يہ احتمال کرنا کہ بعد طلاق کے حمل ولادت ہوا ہے
نہايت بعيد ہے اسواسطے کہ عادت اکثری ولادت کی نو مہينے ہين طحطاوی نے کہا کہ بحث اگرچہ مسلم ہو ليکن نقل مذہب کی معارض نہين ہو سکتی ولها مهر مثلها
لجعله واطئا حكما ولا يكون به محصنا نهايه اور لازم ہوگا مرد پر عورت کا مہر اسواسطے کہ مرد کی وطی حکمی ثابت ہو گئی بسبب ثبوت نسب کے اور اس
وطی حکمی سے مرد محصن نہوگا کذا فی النہايہ اسواسطے کہ محصن وہ مرد ہو جو نکاح صحيح کے بعد وطی کر چکا ہو اور نکاح مرکب ہے ايجاب اور قبول سے اور اس مسئلہ
مفروضہ مين وطی واقع ہو قبل قبول کے تو وطی بعد النکاح اسپر صادق نہين علق طلاقها بولادتها لم تطلق بشهادة امرأة بل بحجة تامة خلافا
لهما کما مر تعليق کيا مرد نے طلاق عورت کو اوسکی ولادت پر تو طلاق نہ واقع ہوگی ايک عورت کی گواہی سے بلکہ پوری حجت سے طلاق ہوگی بخلاف
صاحبين کے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اقر المعلق مع ذلك بالحبل او كان ظاهرا طلقت بالولادة بلا شهادة لاقراره بذلك واما النسب
ولوازمه كامومية الولد فلا يثبت بدون شهادة القابلة اتفاقا بحر اور اگر ايک عورت کی گواہی کے ساتھ تعليق کرنيوالے زوج نے
عورت کے حمل کا اقرار کيا يا کہ حمل خود ظاہر ہو تو عورت مطلقہ ہوگی ولادت سے بدون شہادت کے بسبب اقرار کر چکنے مرد کے ليکن ثبوت نسب اور لوازم
اوسکے جيسے اوس عورت کا ام ولد ہونا اوس لڑکے کيواسطے سو وہ ثابت نہوگا بدون دائی جنائی کے شہادت کے باتفاق امام اور صاحبين کے کذا فی البحر قال
لامته ان كان في بطنك ولد او كان بها حبل فهو مني فشهدت امرأة طاهرة بغير القابلة بالولادة فهي ام ولده ان جاءت به
لاقل من نصف حول من وقت مقالته وان لاكثر منه لا لاحتمال علوقه بعد مقالته قيد بالتعليق لانه لو قال هذه حامل مني ثبت النسب الى

مسئلتین کحتی ینفیہ غایہ کہا مولے نے اپنی لونڈی سے کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہو اور حالانکہ حمل اوسوقت موجود تھا تو وہ میرا لڑکا ہی پھر ایک عورت نے گواہی دی ولادت کی وہ عورت دائی جنائی ہو یا کوئی اور عورت ہو تو وہ لونڈی اوسکی ام ولد ہی باتفاق اگر وہ جنی کمتر چھ مہینے سے مقالہ مولی کیوقت سے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو ام ولد نہو گی بواسطے احتمال حمل رہنے کے بعد مقالہ مولی کے مصنف نے اس مسئلہ کو تعلیق کر مقید کیا اسواسطے کہ اگر مولے نے بلا تعلیق یون کہا کہ یہہ لونڈی حاملہ ہی مجھسے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا دو برس تک یہانتک کہ اوسکی نفی کری مولی کذا فی غایۃ البیان قال لغلام ہو ابنی ومات المقر فقالت امہ المعروفۃ بحریۃ الاصل وبالاسلام وبانہا ام الغلام انا امرأتہ وهو ابنہ یرثانہ استحسانا کہا اگر مرد نے ایک لڑکے کو کہ یہہ میرا بیٹا ہی اور مرگیا مقر سو کہا اوسکی ماں نے جسکی حریت اصلی اور اسلام اور لڑکے کی ماں ہونا مشہور ہے کہ میں عورت ہوں مقر کی اور لڑکا اوسکا بیٹا ہی تو یہہ دونو وارث ہونگے اوس مرد مقر کے بدلیل استحسان بشرطیکہ مقر کی اتنی عمر ہو کہ ویسا لڑکا اوس سے پیدا ہو سکتا ہو اور لڑکا معروف النسب نہو اور مقر کی تکذیب بھی نکرے کذا فی حاشیۃ المدنی فان جہلت حریتہا او کونہا امہ لم ترث وقولہ فقال وارثہ انت ام ولد ابی قید اتفاقی اذ الحکم کذلک لو لم یقل شیئا او کان صغیرا کما فی البحر او کنت نصرانیۃ وقت موتہ ولم یعلم اسلامہا وقتہ او قال وارثہ کانت زوجۃ لہ وهی امۃ لا ترث فی الصور المذکورۃ وهل لہا مہر المثل قیل نعم پھر اگر عورت کا حرہ ہونا اور ولد کی ماں ہونا معروف اور مشہور نہو تو عورت وارث مقر کی نہو گی تو عدم وراثت میں مصنف کا یہہ قید لگانا کہ جب وارث مقر کا کہے کہ تو میرے باپ کی ام ولد ہی یہہ قید اتفاقی ہی نہ احترازی اسواسطے کہ اسیطرح عدم وراثت کا یہی حکم ہے اگر وارث کچھ نہ کہیگا یا صغیر ہوگا کذا فی البحر یا مقر کے وارث نے عورت سے کہا کہ تو نصرانیہ تھی وقت مرنے مقر کے یا وقت مرگ مقر عورت کا اسلام نہ معلوم ہو یا وارث نے یون کہا کہ وارث کی زوجہ اور تھی اور یہہ عورت لونڈی ہی تو ان مسائل مذکورہ میں وارث نہوگی فقط لڑکا وارث ہوگا اور کیا اس عورت کو مہر مثل ملیگا بعضون نے کہا کہ ہان مہر ملیگا ام تمرتاشی اور صاحب فتح القدیر وجوب مہر کے قائل ہین اور اتقانی نے اوسکو رد کیا ہی کذا فی النہر الفائق زوج امتہ من عبدہ فجاءت بولد فادعاہ المولی لم یثبت نسبہ للزوم فسخ النکاح وهو لا یقبل الفسخ مالک نے نکاح کر دیا اپنی لونڈیکا اپنے غلام سے پھر لونڈی لڑکا جنی سو اوسکا دعوی کیا مالک نے یعنی کہا کہ میرا بیٹا ہی تو اوسکا نسب مالک سے ثابت نہوگا بسبب لازم ہونے فسخ نکاح کے یعنی اگر نسب ولد کا مالک سے ثابت ہو تو لازم آتا ہی کہ نکاح غلام فسخ ہو جاوے اور حالانکہ نکاح فسخ نہین ہوتا بعد تمام ہونیکے مترجم ترجمہ مین تمام ہونیکی قید لگائی تا کہ فسخ بعد کفارت اور فسخ خیار بلوغ اور خیار عتق کا اعتراض نہ لگے اسواسطے کہ وہ فسخ قبل از تمام ہی اگر کوئی کہے کہ ارتداد سے بھی نکاح فسخ ہوتا ہی اوسکا جواب یہہ ہی کہ یہہ فسخ نہین بلکہ انفساخ ہی یعنی نکاح خود ٹوٹ گیا بدون توڑنے کسی کے اور فسخ عبارت ہی توڑنے سے وعتق الولد وتصیر الامۃ ام ولد لہ لاقرارہ ببنوتہ وامومیتہا اور لڑکا آزاد ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی بواسطے اقرار کرنے مولی کے ولد کے بیٹے ہونیکا اور لونڈی کے ماں ہونیکا ولدت امتہ الموطوءۃ لہ ولدا توقف ثبوت نسبہ علی دعوتہ لضعف فراشہا مالک کی لونڈی مدخولہ جنی ایک لڑکا تو موقوف ہوگا ثبوت نسب ولد کا مالک کے دعوی پر یعنی بدون دعوی مولی کے وہ ولد ثابت النسب نہوگا بسبب ضعیف ہونے فراش لونڈی کے بخلاف ام ولد کے کہ اوسکا ولد بدون دعوی مولی کے بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی کر دینے سے نفی ہو جاویگا اسواسطے کہ ام ولد کا فراش لونڈی سے قوی ہی اور منکوحہ سے ضعیف کامۃ مشترکۃ بین اثنین استولداہا واما عبارۃ الدرر استولداہا ثم جاءت بولد لا یثبت النسب بدونہا لحرمۃ وطیہا کام ولد کاتبہا مولیہا چنانچہ لونڈی مشترک دو شخصون مین کہ اونمین سے ایک شخص طلب ولد کی یعنی اوسکی وطی سے اولاد کی خواہش کی اور کتاب درر کی یہہ عبارت ہی کہ دونو نے خواہش اولاد کی پھر وہ مشترک لونڈی ایک لڑکا جنی تو نسب ثابت نہوگا بدون دعوی کے بسبب حرام ہونے وطی لونڈی مشترک کے جیسے اوس ام ولد کی وطی حرام ہے جسکے مولی نے اوسکو مکاتبہ کیا تو اوسکا ولد بھی ثابت النسب نہوگا بدون دعوی مولی کے وسیجیء فی الاستیلاد ان الفراش علی اربع مراتب اور عنقریب باب الاستیلاد مین آویگا کہ فراش عورت کا چار مرتب پر ہی ایک مرتبہ ضعیف وہ فراش لونڈیکا کہ اوسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب نہین دوسرا متوسط یعنی فراش ام ولد کا

کہ اوسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنیسے نفی ہوجاتا ہو تیسرا اقوی یعنی فراش منکوحہ اور معتدہ رجعی کا کہ اوسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب اور اوسکی نفی نہین ہوسکتی بدون لعان کے ہو تہا اقوی یعنی فراش معتدہ بائن کہ اوسکا ولد ثابت النسب ہے بلا دعوی اور اوسکے ولد کی نفی نہین ہوسکتی کیونکہ اسواسطے کہ نفی موقوف ہے لعان پر اور لعان کی شرط ہے قیام زوجیت سو وہ بائنہ مین قائم نہین اور اسیطرح منکوحہ فاسدہ اور لونڈی منکوحہ کہ ولد کی نفی نہین ہوسکتی بسبب عدم ہونے شروط لعان کے یعنی نکاح صحیح اور حریت وقد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینھما سنۃ فاتت بولد لستۃ اشھر منذ تزوجھا لتصورہ کرامۃ واستخداما فتح اور البتہ کفایت کی ہے فقہانے قیام فراش بلا دخول پر ثبوت نسب مین قیام فراش عبارت ہے ملت وطی سے بسبب عقد کے ہو اگرچہ دخول حقیقی اور حکمی کچھ بھی نہو مانند نکاح مرد مغربی کے عورت مشرقیہ سے یعنی مرد منتہای مغرب اور عورت منتہای مشرق مین اتنے فاصلہ سے رہتے ہون کہ دونون کے درمیان سال بہر کی راہ ہو سو منکوحہ مشرقیہ پورے چہ مہینے مین جنی ابتدائے نکاح سے تو بچہ ولد ثابت النسب ہے بسبب متصور ہونے وطی کے باعتبار کرامت یا استخدام جن کے کذا فی فتح القدیر یعنی ممکن ہے کہ بعد نکاح کے از راہ کرامت یا بعوض جن کے زوج مشرق سے مغرب مین ساعت واحد مین آوے اور وطی کرے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ بعد نکاح کے چہ مہینے اور ایک ساعت مین آوے فرزند پیدا ہوے تاکہ اوس ساعت مین زوج کا زوجہ کے پاس پہونچنا متخیل اور متصور ہو لکن فی النھر الاقتصار علی الثانی اولی لان طی المسافۃ لیس من الکرامۃ قلت لکن فی عقائد التفتازانی جزم بالاول تبعا لمفتی الثقلین النسفی بل سئل عما یحکی ان الکعبۃ کانت تزور واحدا من الاولیاء ھل یجوز القول بہ فقال خرق العادۃ علی سبیل الکرامۃ لاھل الولایۃ جائز عند اھل السنۃ و لا لبس بالمعجزۃ لانھا اثر دعوی الرسالۃ وبادعائھا یکفر فورا فلا کرامۃ و تمامہ فی شرح الوھبانیۃ من السیر عند قولہ و من لولی قال طی مسافۃ ٭ یجوز جھول ثم بعض یکفر ٭ واثباتھا فی کل ما کان خارقا ٭ عن النسفی النجم یروی وینصر ٭ اھ یعنی بہذا القول بنص محمد انا نؤمن بکرامات الاولیاء لیکن نہر الفائق مین ہے کہ تصور وطی مغربی مین دوسری وجہ یعنی استخدام جن پر اختصار کرنا بہتر ہے اسواسطے کہ مسافت بعیدہ کا طی کرنا زمانہ قلیل مین کرامات مین داخل نہین شارح کہتا ہے لیکن شرح عقائد نسفی مین ملا سعد الدین تفتازانی نے وجہ اول کا یقین کیا ہے یعنی طی مسافت کو کرامت مین داخل کیا ہے باتباع مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کے بلکہ امام ممدوح سے سوال ہوا کہ یہہ جو حکایت ہے کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کو جاتا تہا یہہ کہنا جائز ہے یا نہین سو مفتی ثقلین نے جواب مین کہا کہ خرق عادت بطریق کرامت کے اہل ولایت کیواسطے جائز ہے اہل سنت کے نزدیک اور کچہ التباس نہین کرامت مین ساتھہ معجزے کے یعنی یہہ کوئی نہ سمجہے کہ کرامت اور معجزہ دونو خارق عادت ہین تو کیا فرق ہے کرامت اور معجزہ مین اسواسطے کہ معجزہ نہین ہوتا مگر بعد دعوی پیغمبری کے اور ادعای رسالت سے فورا کافر ہوتا ہے ولی پہر کرامت کہان بلکہ وہ استدراج ہے اور پوری تقریر اسکی شرح وہبانیہ مین کتاب السیر سے اس قول منظوم کے پاس ہے کہ جو ولی کے واسطے طی مسافت کو جائز کہے وہ جاہل ہے پہر بعض علما اوسکو کافر کہتے ہین اور اثبات کرامت کا ہر امر خارق عادت مین خواہ طی مسافت ہو یا غیر اسکے نجم الدین عمر نسفی سے منقول اور منصور ہے یعنی اس قول کی نصرت اور تائید امام محمد کی اس قول سے ہے کہ ہم تصدیق کرتے ہین کرامات اولیا کی ھم اگر خرق عادت مدعی رسالت کے ہاتہہ پر ہو وہ معجزہ ہے اور اگر مومن متقی کے ہاتھہ پر ہو وہ کرامت ہے اور اگر کافر یا فاسق کے ہاتھہ پر ہو وہ استدراج اور مکر ہے تو اس تقریر سے ایک قسم کا دوسری قسم سے اشتباہ نہین شرح وہبانیہ مین ہے کہ طی مسافت بعیدہ کو زمانہ قلیل مین ولی کیواسطے بعضے علما جائز نہین رکہتے اور اوسکے مجوز کو جاہل کہتے ہین اور بعضے کافر اور اسیطرح ظہور معجزات کبار کا مانند احیاء میت اور عصا کو سانپ کر ڈالنا اور انشقاق قمر اور جوش کرنا پانی بہنا انگلیون سے اور طعام قلیل مین جماعت کثیر کو آسودہ کردینا بطریق کرامت کے ناجائز جانتے ہین اور حق یہہ ہے کہ طی مسافت کرامت مین داخل ہے اور اوسکا معتقد جاہل یا کافر نہین امام الحرمین نے کہا کہ قول پسندیدہ ہمارے نزدیک یہہ ہے کہ خوارق عادات بطریق کرامت کے جائز ہین سوای اوس امر کے جو بدلیل قطعی ممنوع الوقوع ہو جیسے قرآن کی برابر دوسرا کلام ظاہر کرنا اور قول بانصاف امام نسفی کا کلام ہے جو مذکور ہو چکا انتہے

کذا فی ملتقیۃ المدنی غاب عن امرأتہ فتزوجت باخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذھب الذی رجع الیہ

الامام وعليه الفتوى كما في الخانية والجوهرة والكافي وغيرها وفي حاشية شرح المنار لابن الحنبلي وعليه الفتوى ان احتمله الحال لكن في اخر دعوى المجمع حكى اربعة اقوال ثم افتى بما اعتمده المصنف وعلله ابن ملك بانه المستفرش حقيقة والولد للفراش الحقيقي وان كان فاسدا وتمامه فيه فراجعه غائب ہوا مرد اپنی عورت سے پھر اوسکو موت زوج کی یا طلاق کی خبر پہونچی سو اوسنے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا یا عورت نے بدون خبر سننے دعویٰ موت یا طلاق کا کرکے بعد عدت کے نکاح کیا اور زوج ثانی سے اولاد ہوئی پھر زوج اول آیا تو یہہ لڑکے زوج ثانیکے ہونگے بنا بر مذہب مفتی بہ کے جسکی طرف امام اعظمؒ نے آخر کار رجوع کیا کذا فی التجنیس عن القدوری اور اسی پر فتویٰ ہے کما فی الخانیہ والجوہرہ والکافی وغیرہا اور قول اول غیر مفتی بہ امام کا یہہ ہے کہ یہہ اولاد زوج اول کی ہوگی بسبب بقاء نکاح کے اور شرح منار کے حاشیہ مین جو ابن حنبلی کا تصنیف ہے یون ہے کہ زوج ثانی کی اولاد ہونے پر فتویٰ ہے لیکن بشرطیکہ ظاہر حال اوسکا محتمل ہو اسطرح کہ بعد نکاح ثانی کے پورے چھہ مہینے مین لڑکا پیدا ہوا ہو اور اگر اس سے کم مدت مین ہوگا تو زوج اول ہی کا نسب ثابت ہوگا لیکن مجمع البحرین کی آخر کتاب الدعوی مین اس مسئلہ مین چار قول نقل کئے ہین پھر فتویٰ اوسی پر دیا ہے جسکو مصنف نے معتمد جانا ہے یعنی زوج ثانی کی اولاد ہونے پر اور دلیل مفتی بہ ہونیکی ابن ملک نے شرح مجمع البحرین مین یون بیان کی ہے کہ حقیقت مین زوج ثانی ہی مستفرش ہے یعنی مالک فراش ہے عورت اوسیکے تحت تصرف مین ہے تو نسب ولد کا فراش حقیقی کیواسطے ثابت ہوگا اگرچہ نکاح فاسد ہے اور پوری تقریر اسکی شرح مجمع البحرین مین ہے سو اوسکی طرف رجوع کرو م طحطاوی نے کہا زوج ثانیکے ثبوت نسب مین یہہ شرط ضروری ہے کہ نکاح ثانی سے پورے چھہ مہینے یا زیادہ مین ولادت ہو چنانچہ حاشیہ منار سے اوسکی تصریح ہوچکی اور یہہ اختلاف اور مفتی بہ ہونا فقط اولاد کے نسب مین ہے نہ عورت مین اسواسطے کہ جب زوج اول آویگا تو عورت اوسیکو ولائی جاویگی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی حاشیۃ المدنی

فروع مسائل ملحقہ شارح کے نكح امة فطلقها فشراها فولدت لاقل من نصف حول مذ شراها لزمه نکاح کیا ایک مرد نے غیر کی لونڈی سے پھر اوسکو طلاق دی پھر اوسکو مول لیا پھر وہ جنی چھہ مہینے سے کمتر مدت مین ابتدای خرید سے تو نسب ولد کا مرد کو لازم ہوگا خواہ مرد اقرار کرے نسب کا یا انکار کرے اسواسطے کہ وہ ولد منکوحہ ہے یا ولد معتدہ نہ ولد مملوکہ اسواسطے کہ خرید کیوقت سے اقل مدت حمل نہین گذری اور ذکر طلاق کا اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بدون طلاق کے بھی اوسکو خرید کریگا تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح ذکر خرید کا بھی اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بطریق ہبہ یا وراثت لونڈیکا مالک ہوگا تو بھی یہی حکم ہے ولا الا المطلقة قبل الدخول والمبانة بثنتين فمذ طلقها اور اگر وہ لونڈی بعد خرید پورے چھہ مہینے یا زیادہ مین جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت نہوگا بدون اقرار مرد کے اسواسطے کہ وہ اس صورت مین ولد مملوکہ ہے نہ ولد منکوحہ یا معتدہ اسواسطے کہ بعد خرید کے اقل مدت حمل پائی گئی لیکن اگر لونڈی منکوحہ کو طلاق قبل دخول ہوئی ہے یا بعد دخول کے دوبار طلاق بائن ہوگئی ہے تو وہان اعتبار ولادت کا ابتداء طلاق سے ہوگا نہ ابتدای خرید سے تو اگر مطلقہ قبل دخول طلاق سے چھہ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو اوسکا ولد ثابت النسب ہے بلا اشتراط اقرار لكن في الثانية يثبت لسنتين فاقل لیکن دوسری صورت مین یعنی جسکو دوبار طلاق بائن ہوئی تو اوسکے ولد کا نسب ثابت ہوگا پورے دو برس تک یا اس سے کم مدت مین یعنے اس صورت مین بعد طلاق کے چھہ مہینے سے کمتر مدت کا اعتبار نہین بلکہ اگر وہ پورے دو برس یا اس سے کم مدت مین جنی گی بعد طلاق کے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی حرام ہو جاتی ہے بحرمت غلیظہ تو بعد خرید کے اوسکی وطی نہین ہوسکتی لہذا اوسکے حمل کو بعد [illegible] اقبل طلاق کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفي الرجعي لاكثر مطلقا بعد ان يكون لاقل من نصف حول منذ شراها في [illegible] اور طلاق رجعی ولد ثابت النسب ہوتا ہے اگر بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مدت مین پیدا ہو کتنی ہی مدت زیادہ ہو پانچ برس یا دس برس [illegible] ابتدای خرید سے چھہ مہینے سے کمتر مدت ہو [illegible] تو صورتین پہلی صورت سے وہ مطلقہ مراد ہے جسکو بعد دخول کے ایک طلاق بائن ہوئی اور دوسری صورت سے مطلقہ رجعی مراد ہے خلاصہ ان مسائل مذکورہ کا یہہ ہے کہ جب غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو طلاق دی پھر اوسکو خرید کیا تو دو حال سے خالی نہین یا طلاق قبل دخول کے ہے یا بعد دخول کے اور بعد دخول کے طلاق دو حال سے خالی نہین کہ یا طلاق رجعی ہے یا بائن اور طلاق بائن دو حال سے خالی نہین یا بینونت صغری ہے یعنی ایک طلاق بائن یا بینونت کبری یعنی دو طلاق بائن بخلاف حرہ کے کہ اوسمین تین طلاق سے بینونت کبری ہوتی ہے نہ دو سے تو اگر طلاق قبل دخول کے دی تو اگر ولادت اوس

طلاق مین چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور نکاح سے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین تو نسب ثابت ہو اور اگر نکاح سے چھ مہینے سے کم مدت ہو ولادت مین تو نسب ثابت نہین اور اگر ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق مین دو برس سے کم مدت ہو تو نسب ثابت ہو اور اگر ولادت اور خرید مین پوری چھ مہینے یا زیادہ کی مدت ہو تو مرد پر اوسکا نسب لازم نہین بلکہ ولادت اور طلاق مین پورے دو برس یا کم کی مدت ہو تو نسب ثابت ہوگا اور اگر طلاق رجعی دی تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق سے دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت کیون نہو ہر صورت نسب ثابت ہو کذا فی حاشیۃ الہدایہ وکذا لو اعتقہا بعد الشراء اور اسیطرح اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو آزاد کر دیا بعد خرید کے فوراً تو نسب ثابت ہوگا اگر چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی خرید کیوقت سے اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب ثابت نہوگا مگر باقرار زوج کذا فی العالمگیریۃ ناقلاً من الکافی فلو باعہا فولدت لاکثر من الاقل منذ باعہا فادعاہ ہل یفتقر لتصدیق المشتری قولان اور اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو خرید کیا پھر اوسکو بیچ ڈالا پھر جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت مین ابتدای بیع سے پھر زوج بائع نے ولد کا دعوی کیا تو اس صورت مین تصدیق مشتری کی حاجت ہے یا نہین بیان دو قول ہین ابو یوسف کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت ہے بدون تصدیق مشتری کے ثبوت نسب نہین اگرچہ بائع دعوی کرے اسواسطے کہ بسبب خرید کے نکاح باطل ہو گیا اور محمد کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت نہین کذا فی العالمگیریۃ مات عن ام ولدہ او اعتقہا فولدت لدون سنتین لزمہ ولاکثر لا الا ان یدعیہ مولی مرگیا اپنی ام ولد کو چھوڑ کر یا اوسکو آزاد کر دیا پھر وہ جنی دو سال سے کم مین بعد موت یا آزادی کے تو نسب لڑکا مولی کو لازم ہوگا اور اگر دو سال سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب اوسکا مولی کو نہ لازم ہوگا مگر یہ کہ مولی بعد عتق کے دعوی ولد کا کرے تو نسب ثابت ہوگا ولو تزوجت فی العدۃ فولدت لستتین من عتقہا او موتہ ولنصف حول فاکثر منذ تزوجت وادعیاہ معاً کان للمولی اتفاقاً لکونہا معتدۃ بخلاف ما لو تزوجت ام الولد بلا اذنہ فانہ للزوج اتفاقاً اور اگر ام ولد نے نکاح کیا عدت موت یا عتق مین پھر جنی پوری دو برس مین آزاد کرنے مولی یا اوسکی مرنیسے اور پوری چھ مہینے یا زیادہ مین ابتدای نکاح سے اور مولی اور زوج نے دعوی کیا ولد کا ساتھ مولی کہتا ہے یہ میرا لڑکا ہے اور زوج ام ولد کا کہتا ہے کہ میرا ہے تو یہ ولد مولی ہی کا ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ ام ولد مولی کی معتدہ ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اگر ام ولد نے نکاح کر لیا بدون اذن مولی کے پھر وہ پوری چھ مہینے یا زیادہ مین جنی ابتدای نکاح سے پھر ولد مین مولی اور زوج نے دعوی کیا تو ولد زوج ہی کا ہوگا بالاتفاق نہ مولی کا م شارح کے قول مین موت کا ذکر بے معنی ہے اسواسطے کہ بعد موت مولی کے دعوی کرنا مولی کا غیر متصور ہے ولو تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من سنتین منذ بانت ولاقل من الاقل منذ تزوجت فالولد للاول لفساد نکاح الاخر اور اگر نکاح کر لیا معتدہ بائن نے پھر وہ جنی دو سال سے کم مدت مین ابتدای طلاق بائن سے اور چھ مہینے سے کمتر مین ابتدای نکاح ثانی سے تو یہ ولد زوج اول کا ہوگا بسبب فاسد ہونے نکاح ثانی کے اسواسطے کہ عدت مین ہوا ولو لاکثر منہما منذ بانت ولنصف حول منذ تزوجت فالولد للثانی اور اگر معتدہ بائن نے نکاح کیا اور جنی دو برس سے زیادہ مدت مین ابتدای طلاق بائن سے اور پوری چھ مہینے مین ابتدای نکاح ثانی سے تو یہ بیٹا زوج ثانی کا ہوگا اسواسطے کہ زوج اول کی طرف نسبت ولد کی متعذر ہو گئی کیونکہ دو برس سے زیادہ حمل نہین ٹھہرتا اور زوج ثانی کیطرف نسبت بلا معارض ثابت ہے ولو لاقل من نصفہ لم یلزم الاول ولا الثانی والنکاح صحیح اور اگر معتدہ مذکورہ ابتدای طلاق بائن سے دو سال سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب اس لڑکا نہ زوج اول کو لازم ہوگا اور نہ زوج ثانی کو اور نکاح ثانی صحیح ہوگا زوج اول کو اسواسطے نسب لازم ہوا کہ نسبت اوسکی زوج اول کیطرف بسبب زیادہ ہو جانے اکثر مدت حمل سے متعذر ہے اور زوج ثانی کی طرف بھی نسبت متعذر ہو گئی اسواسطے کہ کمتر مدت حمل سے بھی کم ہے اور نکاح ثانی اسواسطے صحیح ہوا کہ بعد طلاق بائن کے دو سال سے زیادہ مدت مین ولادت ہونا یہ دلیل ہے کہ زوج اول کا نطفہ معتدہ کے پیٹ مین نہ تھا تو حاملہ ثابت النسب سے نکاح کرنا نہ لازم آیا کذا فی حاشیۃ الہدایہ ولو لاقل منہما ولنصفہ فبعد الحجۃ انہ للاول لکن نقل ہنا عن البدائع انہ للثانی معللاً بان اقدامہا علی التزوج دلیل انقضاء عدتہا حتی لو علم بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدہا للاول ان امکن اثباتہ منہ بان تلد لاقل من سنتین منذ طلق او مات

اور اگر نکاح کیا معتدہ بائن نے پھر جنی کمتر دو سال سے ابتداء طلاق بائن سے اور پورے چھ مہینے مین نکاح ثانی سے تو بحر الرائق کے باب العدت مین بحث کرکے کہا ہے کہ یہہ ولد زوج اول کا ہو اسواسطے کہ نکاح ثانی فاسد ہے بخلاف اول کے لہذا ولد زوج اول ہی کو ملحق ہوگا لیکن صاحب بحر الرائق نے وہین نقل کیا ہو بدائع سے کہ یہہ ولد زوج ثانی کا ہوگا اس دلیل سے کہ پیش قدمی کرنا عورت کا نکاح پر دلیل ہے اوسکے انقضاء عدت پر اور بعد عدت کے زوج اول سے ملحق نہین ہوسکتا اور یہی یعنی روایت بدائع کی قوی ہے تو بحث صاحب بحر الرائق باعتماد کے نہین اور الحاق ولد کا زوج ثانی کیواسطے اوس صورت مین ہے جب کہ اوسکو بقاء عدت اول کا علم نہو یہانتک کہ اگر زوج ثانی نکاح کیوقت بقاء عدت کو جانتا ہو تو نکاح فاسد ہوگا اور ولد معتدہ کا زوج اول کا ہوگا اگر ممکن ہو ثبات اوسکا زوج اول سے اسطرح پر کہ جنی معتدہ دو سال سے کمتر مین ابتداء طلاق سے یا زوج اول کی موت سے اور اگر طلاق سے دو سال سے زیادہ مدت مین اور نکاح سے پورے چھ مہینے مین جنی تو ولد زوج ثانی کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع ولو نکح امرأۃ فجاءت بسقط مستبین الخلق فان لاربعۃ اشھر فنسبہ للثانی وان لاربعۃ الا یوما فنسبہ للاول وفسد النکاح الکل من البحر اور اگر نکاح کیا مرد نے عورت معتدہ سے پھر اوسکے پیٹ سے بچہ ناتمام جسکے بعض اعضا ظاہر ہوچلے تھے گرا تو اگر بعد نکاح ثانی کے پوری چار مہینے مین گرا تو نسب اوسکا زوج ثانی سے ثابت ہوگا اور اگر ایک دن کم چار مہینے مین گرا تو نسب اوسکا زوج اول سے ہوگا اور نکاح فاسد ہوگا یہہ مسائل بحر الرائق سے منقول ہین پوری چار مہینے مین زوج ثانی کا نسب اسواسطے ہوا کہ خلقت اعضا ظاہر نہین ہوتی مگر ایک سو بیس دنمین تو چالیس دن نطفہ پیٹ مین رہتا ہے اور چالیس دن خون بستہ ہوتا ہے اور چالیس دن گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے کذا فی البحر اور نکاح ثانی صورت ثانیہ مین اسواسطے فاسد ہوا کہ نکاح عدت مین واقع ہوا قلت وفی مجموع الفتاوی نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لا یثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل شارح کہتا ہے کہ مجموع الفتاوی مین ہے کہ نکاح کیا کافر نے مسلمان عورت کا پھر جنی اوس سے تو ولد کا نسب کافر سے نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ زنا سے نسب ثابت نہین ہوتا اور عورت پر عدت بھی واجب نہین اسواسطے کہ یہہ نکاح باطل ہے بخلاف نکاح فاسد کے اسواسطے کہ اوسکی وطی بشبہہ ہے لہذا اوسمین نسب ثابت ہوتا ہے م اگر ایک مرد نے زنا کیا ایک عورت سے پھر وہ حاملہ ہوئی پھر اوس سے نکاح کیا پھر وہ جنی تو اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو نسب ثابت ہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ ثابت ہوگا بشرطیکہ یون نکہا ہو کہ یہہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یون کہیگا کہ یہہ میرا بیٹا زنا سے ہے تو نسب ثابت نہوگا اور لڑکا اوسکا وارث نہوگا کذا فی الینابیع مرد مسلمان نے نکاح کیا اپنی محارم سے پھر اولاد ہوئی تو وہ اولاد امام کے نزدیک مرد سے ثابت النسب ہوگی الولد صاحبین کے نزدیک ثابت النسب نہین اسواسطے کہ نکاح محارم کا فاسد ہے امام کے نزدیک اور باطل ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی الظہیریہ نسب شہادہ کرنیسے بھی ثابت ہوتا ہے باوجود قدرت تکلم کے کذا فی النہایہ کذا فی العالمگیریہ

باب الحضانۃ بفتح الحاء وکسرھا تربیۃ الولد

یہہ باب ہے حضانت مین حضانت بفتح وکسر حا عبارت ہے تربیت ولد سے یعنی لڑکی کی پرورش کے احکام اس باب مین مذکور ہین مراد اور قاموس مین حضانت کو بکسر اول کہا ہے اور شارح نے باتباع مصباح اور بحر اور نہر کے فتح اول کو بھی مذکور کیا ہے اور حاضنہ وہ عورت ہے جو لڑکے کو پرورش کرے اور گود مین رکھے اور خیر الدین رملی نے کہا کہ شروط حضانت کی یہہ ہین کہ حاضنہ حرہ بالغہ امینہ ہو قادر ہو پرورش پر اور زوج اجنبی کے نکاح مین نہو اور اگر پرورش کرنیوالا مرد ہو تو اوسمین بھی یہی شرطین ہین سوای شرط اخیر کے کذا فی حاشیۃ المدنی تثبت للام النسبیۃ ولو کتابیۃ او مجوسیۃ او بعد الفرقۃ الا ان تکون مرتدۃ فحتی تسلم لانھا تحبس ثابت ہے حق پرورش کا نسبی ماکو اگرچہ کتابیہ یا مجوسیہ ہو اگرچہ بعد جدائی زوج کے ہو مگر یہہ کہ ماں لڑکی کی مرتد ہوگئی ہو تو اوسکو حق پرورش نہین یہانتک کہ وہ اسلام قبول کرے اسواسطے ارتداد مین حق پرورش نہین کہ مرتدہ تا زمان ارتداد محبوس رہیگی پھر حبس مین پرورش کیونکر ہو مجوسیہ ہونیکی یہہ صورت کہ ولد کے ماں باپ دونو مجوسی تھے پھر باپ مسلمان ہوگیا اور عورت مجوسی بنی رہی تو بھی حق پرورش اوسیکا ہوگا اسواسطے کہ عورت کو محبت ولد کی پیدایشی امر ہے کافرہ ہو یا مسلمہ او فاجرۃ فجورا یضیع الولد بہ کزناء وغناء وسرقۃ ونیاحۃ کما فی البحر والنھر بحثا قال المصنف والذی یظھر العمل باطلاق کما ھو مذھب الشافعی ان الفاسقۃ بترک الصلوۃ لا حضانۃ لھا وفی القنیۃ الام احق بالولد ولو سیئۃ السیرۃ معروفۃ بالفجور مالم یعقل ذلک یا ولد کی ماں فاسقہ ہو ایسا فسق اور گناہ کرتی ہو جس سے لڑکا ضائع ہوجاوے مانند زنا اور گانا اور چوری اور نوحہ گری کے چنانچہ یہہ تفصیل بحر الرائق

اور نہر الفائق مین ہے بحث کے ساتھہ اسواسطی کہ جب عورت حرام کار ہوئی یا گانے یا نوحہ گری کا پیشہ لیا یا چوری کرنیکی اوسکو خو پڑی تو گہر مین نہ ٹھہریگی تو لڑکا تباہ ہوگا مصنف نے اپنی ضعیف کہا کہ جو امر کہ شمنی یا طلاق فقہا سے ظاہر ہوتا ہو چنانچہ وہی مذہب شافعی بھی ہے وہ یہہ ہو کہ جو عورت کہ فاسقہ ہو بسبب ترک نماز کے تو اوسکو حق پرورش نہین اور قنیہ مین ہے کہ ماں سزاوار تر ہے پرورش ولد مین اگرچہ وہ بدطریق مشہور بفسق ہو جبتک کہ لڑکی کو بدکاری کا شعور ہو انتہی کلام المصنف م اکثر کتب فقہ مین وارد ہو کہ فاجرہ ماں کو حق پرورش نہین صاحب بحر نے کہا کہ فاجرہ سے مراد زانیہ ہے جو پرورش ولد سے غافل ہو جاوے نہ مطلق فسق کہ شامل ہو ترک صلوٰۃ کو اسواسطی کہ جب کتابیہ احق بالولد ہوئی تو مسلمہ فاسقہ اولی ہوگی مصنف نے کلام صاحب بحر کا پسند نہ کیا اور مطلق فسق کو قائم رکہا اور کتابیہ اور فاسقہ مین فرق کیا کہ کتابیہ لیے اپنے اعتقاد پر ہے بخلاف مسلمہ فاسقہ کے شیخ رحمتی اور طحطاوی محشیون نے لکہا کہ جب مدار حکم کا ولد کے ضائع ہونے پر ہوا تو بحث مصنف کی بیجا ہے اور بحث صاحب بحر کی قوی ہے اور تفرقہ کتابیہ اور فاسقہ کا حضانت مین کچہ مفید نہین مفتی ابوسعود نے کہا کہ مطلق فجور مسقط حضانت کا نہین تا وقتیکہ خوف ولد کے ضائع ہونیکا نہو میں زادہ نے کہا کہ لحاظ اس قید کا ضرور ہے کذا فی حاشیۃ الدر م او غیر مامونۃ ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعًا یا والدہ کی امین غیر مامونہ ہو یعنی اوسپر اطمینان نہو مجتبے مین تفسیر غیر مامونہ کی اسطرح پر کی ہے کہ ہر وقت گہر سے نکلا کرتی ہو اور لڑکے کو تباہ حالت چہوڑ جاتی ہو خواہ بلا ضرورت نکلتی ہو خواہ بضرورت مانند کشتکاری کے یا کہ وہ دائی جنائی ہو یا مردہ شو او تکون امۃ او ام ولد او مدبرۃ او مکاتبۃ ولدت ذلک الولد قبل الکتابۃ لاشتغالہن بخدمۃ المولی لکن ان کان الولد رقیقا کان لہن حق بہ لانہ للمولی مجتبے یا والدہ کی لونڈی ہو یا ام ولد یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو جو کہ اس لڑکے کو قبل کتابت کے جنی ان سب کی پرورش ساقط ہو بسبب مشغول رہنے ان عورتون کے خدمت مولی مین تو اونکو پرورش ولد کی فرصت کہان لیکن اگر ولد انکا مملوک ہو کا مولی کا تو یہی عورتین اوس ولد کی پرورش کیواسطے لائق تر ہین اسواسطی کہ وہ ولد مولی کا ہو تو اوسکی پرورش کرنا گویا مولی کی خدمت ہو کذا فی المجتبے م تعلیل مذکور مکاتبہ پر صادق نہین آتی اسواسطی کہ مکاتبہ پر مولی کی خدمت واجب نہین تو نفی حضانت کی یون علت بیان کرنا بہتر ہے کہ حضانت ایک نوع کی ولایت ہو اور ان عورتون کو اپنی ذات پر ولایت نہین تو غیر پر بطریق اولی ولایت نہوگی او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر یا والدہ کی ماں نے نکاح کر لیا ہو صغیر کے غیر محرم کے ساتھہ اسواسطی کہ مرد اجنبی ولد کی پرورش سے راضی نہوگا اور اگر اوسکی ماں نے اوسکے محرم کے ساتھہ نکاح کیا ہو مثلا ولد کے چچا کے ساتھہ نکاح کیا ہو تو حق حضانت کا ساقط نہین اور مراد محرم سے محرم نسبی ہے نہ رضاعی او ابت ان تربیہ مجانا والحال ان الاب معسر والعمۃ تقبل ذلک ای تربیتہ مجانا ولا تمنعہ عن الام قیل للام اما ان تمسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ علی المذہب وہل یرجع العم والعمۃ علی الاب اذا ایسر قیل نعم مجتبی والعمۃ لیست بقید فیما یظہر یا ماں انکار کرے ولد کے مفت پالنے سے اور حالانکہ باپ کو مقدور تنخواہ کا نہین اور عمہ ولد کی اس پرورش کو مفت قبول کرتی ہو اور ماں کو بچے کے پاس آنے جانے سے روکتی بہی نہین تو اس صورت مین اوسکی ماں سے کہا جاوے کہ یا لڑکی کو مفت اپنے پاس رکہے یا کہ اوسکی عمہ کو دے کہ وہ رکہے یہی حکم ہو بنا بر مذہب صحیح کے اور جسقدر مال چچا یا عمہ کا پرورش مین صرف ہوا ہو اوسکو باپ سے پہیر لینا جب کہ باپ کو مقدور ہو درست ہو یا نہین بعض علما نے جواب دیا کہ ان پہیر لینا پہونچتا ہو کذا فی المجتبے اور ظاہرا ذکر عمہ کا اس مسئلہ مین کچہ قید نہین بلکہ جب کہ ماں مفت پرورش سے انکار کرے اور باپ کو مقدور نہو اور کوئی اجنبی عورت مفت پرورش کا اقبال کرے تو بہی یہی حکم ہے کہ اجنبی پالے کذا ذکر شرنبلالی فی کشف النتائج علی حاشیۃ الدرر تو توقف شارح کا عمہ کے اتفاقی قید ہونے مین اس روایت سے زائل ہوگیا کذا فی حاشیۃ الدر و فی المنیۃ تزوجت ام صغیر توفی ابوہ وارادت تربیتہ بلا نفقۃ مقدار سنۃ واراد وصیہ تربیتہ بہا دفعہ الیہا لا الیہ ابقاء لمالہ اور منیہ مین ہے کہ نکاح کر لیا صغیر کی ماں نے جس صغیر کا باپ مر گیا اور صغیر کی ماں نے بدون صرف سفری کے اوسکی پرورش کا ارادہ کیا اور صغیر کے وصی نے چاہا کہ نفقہ دیکر کسی اور اجنبی عورت سے پرورش کراوے تو لڑکا ماں ہی کو دلایا جاویگا نہ وصی کو تاکہ مال صغیر کا باقی رہے و فی الحاوی تزوجت باجنبی وطلبت تربیتہ بنفقۃ والتزم ابن عمہ مجانا ولا حاضنۃ لہ فلہ ذلک اور حاوی مین ہے کہ نکاح کیا صغیر کی ماں نے اجنبی سے اور پرورش ولد کی درخواست کی بعوض نفقہ کے اور صغیر کے ابن عم نے اپنے اوپر لازم

کرلی ہوگی صفت اور حالانکہ صغیر کی کوئی اور عورت حاضنہ نہیں تو ابن عم کو اسکا اختیار ہو ولا تجبر من لها الحضانة عليها الا اذا تعينت لها بان
لم یاخذ ثدی غیرها او لم یکن للاب ولا للصغیر مال به یفتی خانیه وسیجیٔ فی النفقة اور جس عورت کو حق حضانت شرعاً ثابت ہو اوس پر جبر کرنا
پرورش کیواسطے نہیں پہونچتا کہ شاید اوس سے نہوسکتی ہو مگر جبکہ حاضنہ متعین ہوجاوے اسطرح پر کہ صغیر کسیکی چھاتی نہ لیتا ہو سوا ہے اوس عورت کے یا کہ باپ اور صغیر مالدار
نہوں تاکہ خادمہ نوکر رکھی جاوے تو اس صورتمین بالاتفاق حاضنہ پر جبر کیا جاویگا پرورش کیواسطے اور اسی پر فتوی ہے یعنی عدم جبر پر الا در صورت تعیین کذا فی الخانیہ
اور عنقریب اسکا ذکر باب النفقہ مین آویگا م ہدایہ اور تبیین اور درر اور الجوہرہ اور واقعات اور خلاصہ مین اسی روایت پر فتوی ہے کہ حاضنہ پر جبر نہیں اور ظہیریہ
مین ہے کہ اگر صغیر کا کوئی محرم نہو تو پرورش کیواسطے ماں پر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر ضائع نہوجاوے کذا فی حاشیة المدنی واذا اسقطت الام حقها صارت کمیتة
او متزوجة فینتقل للجدة بحر اور جب کہ ماں نے اپنا حق پرورش کا ساقط کردیا تو مانند میت اور متزوجہ کے ہوگئی تو اس صورتمین حق حضانت کا نانی کیطرف
منتقل ہوگا کذا فی البحر ولا تقدر الحاضنة علی ابطال حق الصغیر فیها حتی لو اختلعت علی ان تترک ولدها عند الزوج صح الخلع وبطل
الشرط لانه حق الولد فلیس لها ان تبطله بالشرط وان لم یوجد غیرها اجبرت بلا خلاف فتح وهذا ایضا لو وجد وامتنع من القبول
بحر وحینئذ فلا اجرة لها جوهرة اور قدرت نہیں حاضنہ کو حق صغیر کے باطل کرنے پر وہ حق صغیر کا جو حاضنہ کی ذات مین ثابت ہے یہانتک کہ اگر خلع کیا عورت
نے اس شرط پر کہ صغیر کو چھوڑ جاویگی زوج کے پاس تو خلع صحیح ہوگا اور شرط عدم پرورش کی باطل ہوجاویگی اسواسطے کہ پرورش حق ہے صغیر کا تو عورت کو اختیار نہیں
کہ اوسکو باطل کرسکے شرط کرکے اور اگر ماں کے سوا کوئی حاضنہ نپائی جاوے تو ماں پر جبر کیا جاویگا بلا خلاف کذا فی فتح القدیر اور یہ یعنی غیر ام کا نپایا جانا شامل ہے اسصورت کو
کہ غیر ام موجود ہو اور پرورش کا قبول نکرے کذا فی البحر اور اسوقت مین یعنے سوا ماں کے کوئی حاضنہ نہو یا ہو مگر قبول نکرے تو ماں کچھ اجرت پرورش کی نپاویگی اسواسطے
کہ واجب ہے کرنے پر کچھ اجر نہیں کذا فی الجوہرہ م معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین ایک قول یہ ہے کہ ماں پر جبر نہیں پرورش مین چنانچہ قبل اسکے تفصیل اوسکی
مذکور ہوچکی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ماں مجبور ہے پرورش صغیر مین اور یہی منقول ہے فقہاء ثلثہ سے یعنی فقیہ ابو اللیث اور ہندوانی اور خواہرزادہ سے اور فتح القدیر
مین کافی حاکم سے خلع مشروط کا مسئلہ نقل کرکے فقہاء ثلثہ کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ کافی جامع ہے کلام محمد کی تو معلوم ہوا کہ یہی ثبوت جبر ظاہر الروایت ہے طحطاوی
نے کہا کہ کیونکہ ماں پر جبر ثابت ہوگا یعنے درصورت عدم تعیین اور حالانکہ اقوال مشائخ کے عدم جبر کے مفتی بہ ہونے پر مطابق ہوگئے ہین اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر روایت
سے عدول کیکے مفتی بہ پر عمل ہوتا ہو لہذا اور تعجب ہے مصنف اور شارح سے کہ اس مقام مین جمع بین المتناقضین سے راضی ہوگئے اور لازم یون تھا کہ ایک قول کو
پسند کرتے اور دوسرے پر جاہتے تو اشارہ کردیتے کذا فی حاشیة المدنی وتستحق الحاضنة اجرة الحضانة اذا لم تکن منکوحة ولا معتدة لابیه
وهی غیر اجرة ارضاعه ونفقته کما فی البحر عن السراجیة خلافا لما نقل المصنف عن جواهر الفتاوی اور مستحق ہوتی ہے حاضنہ اجرت حضانت
کی جبکہ وہ منکوحہ اور معتدہ اوسکے باپ کی نہو بشرطیکہ صغیر منکوحہ یا معتدہ کے پیٹ سے ہو اور اگر منکوحہ یا معتدہ کی سوت کا بیٹا ہوگا تو بھی وہ اجرت کی مستحق
ہوگی کذا فی الزیلعی اور یہ اجرت پرورش کی دودھ پلانے اور نفقہ ولد کے سوا ہے کذا فی البحر عن السراجیہ تو باپ پر تین چیزین واجب ہوئین اجرت حضانت
اور اجرت رضاعت اور نفقہ ولد کذا فی الشرنبلالیہ اور مغائر ہونا اجرت حضانت کا رضاعت سے مخالف ہے اوس قول کے جو مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی
سے نقل کیا م منح الغفار مین جواہر الفتاوی مین یون منقول ہے کہ قاضی خان سے سوال ہوا کہ مبتوتہ کو اجرت حضانت کی پہونچتی ہے بعد ایام شیرخوارگی کے
جواب دیا کہ نہین تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرت حضانت اور رضاعت مغائر نہین شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ شاید جواہر الفتاوی کی عبارت مین تحریف یا سقوط
ہے اسواسطے کہ حضانت اور رضاعت دو متغائر چیزین ہین رضاعت کی مدت دو سال اور حضانت کی سات برس یا نو برس پھر ایک کے سقوط سے دوسری کیونکر ساقط
ہو وفی شرح النقایة للباقانی عن البحر المحیط سئل ابو حفص عمن لها امساک الولد ولیس لها مسکن مع الولد فقال علی الاب سکناهما
جمیعا وقال نجم الائمة المختار ان علیه السکنی فی الحضانة وکذا ان احتاج الصغیر الی الخادم یلزم الاب به اور باقانی کی شرح نقایہ مین
بحر محیط سے منقول ہے کہ ابو حفص سے کسی نے سوال کیا اوس عورت کا مسئلہ کہ جسکو صغیر کے رکھنے کا حق پہنچتا ہے اور اوس عورت کا کوئی مکان نہین جہان صغیر کو

له یعنی جبکہ وہ خود حاضنہ متعین ہو تو اوس پر جبر کیا جاوے گا ۱۲ منہ

ساتھ لیکر رہے تو جواب مین کہا باپ پر دونو کیواسطے مکان دینا واجب ہے اور نجم الائمہ نے کہا کہ قول مختار یہہ ہو کہ باپ پر مکان دینا ایام پرورش مین واجب ہے، اور
اسیطرح اگر صغیر خادم کا محتاج ہو تو باپ پر خادم کا دینا لازم کیا جاویگا و فی کتب الشافعیة مؤنة الحضانة فی مال المحضون لو له مال والا فعلی
من تلزمه نفقته قال شیخنا و قواعدنا لا تقتضیه فیفتی به ثم حرر ان الحضانة کالرضاع اور کتب شافعیہ مین ہو کہ خرچ پرورش کا صغیر کے مال سے
ہو اگر اوسکو مال وراثت سے ملا ہو ورنہ اگر صغیر کا مال نہو تو حضانت کا صرفہ اوسپر واجب ہو جسپر صغیر کا نفقہ لازم ہو شارح کہتا ہو ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے
کہا کہ ہم حنفیون کے قواعد بھی اسکو مقتضی ہین تو اسی پر فتوی دینا چاہیے پھر خیر الدین رملی نے تحریر اور تنقیح کی ہو کہ حضانت مانند رضاعت کے ہو یعنی بنا بر قول
صحیح کے جیسے رضاعت بقدر ارث کے وارثون پر واجب ہے ویسے ہی حضانت بھی بقدر ارث واجب ہو خلاصہ یہہ ہو کہ اسمین تصریح روایت کی نہین ہے لیکن ظاہر
فقہ اسکو مقتضی ہے کہ جب صغیر کا باپ نہو اور مال بھی نہو تو حضانت کی اجرت وارثون پر واجب ہو بقدر ارث کے مانند رضاعت کے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا
من فتاوی خیر الدین الرملی ثم ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل او اسقطت حقها او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم
اهلیة القربی پھر بعد ماکے اسطرح کہ ماں مرگئی یا وہ فاجرہ وغیر امونہ ہو یا اوسنے حضانت قبول نکی یا اوسنے اپنے حق کو ساقط کر دیا یا اجنبی سے نکاح کر لیا تو نانی
کو حق حضانت ثابت ہو اگرچہ بچند واسطہ نانی بعید ہو مثلا نانی کی ماں یا نانی کی نانی لیکن نانی بعیدہ کو حضانت ثابت ہوگی نزدیک عدم اہلیت نانی قریبہ کے
یعنی اگر نانی غیر کی مثلا منکوحہ ہوگی تو اوس صورت مین حق پرورش صغیر کا نانی کو پہنچیگا ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور پھر بعد نانی کے حق پرورش
صغیر کی دادی کو ثابت ہو اگرچہ دادی بچند واسطہ بعید ہو بشرط مذکور یعنی دادی بعیدہ کو در صورت عدم اہلیت قریبہ کے حق پہنچیگا واما ام ابی الام
فتؤخر عن ام الاب بل عن الخالة ایضا بحر اور نانا کی ماں دادی سے مؤخر کیجاویگی بلکہ خالہ سے بھی کذا فی البحر الرائق ثم الاخت لاب و ام ثم لام لان
هذا الحق لقرابة الام پھر دادی کے بعد سگی بہن ہو پھر مادری بہن مقدم ہو سوتیلی بہن سے اسواسطے کہ یہہ حق پرورش صغیر کا مخصوص ہے ماکی قرابت والیون کو
ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب پھر مادری بہن کے بعد سوتیلی بہن کو حق ہو پرورش کا پھر سگی بہن کی بیٹی کو پھر مادری
بہن کی بیٹی کو پھر سوتیلی بہن کی بیٹی کو ہم سوتیلی بہن کی بیٹی خالہ پر مقدم نہین بنا بر قول صحیح کے کذا فی فتاوی قاضیخان و بحر الرائق یہہ روایت غیر صحیح ہو جو
شارح نے یہان ذکر کی چنانچہ قول آیندہ مین خود شارح خالہ کی تقدیم کو سوتیلی بہن کی بیٹی پر بیان کریگا ثم الخالات کذلک ای لابوین ثم لام ثم لاب
ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ پھر مادری بہن کی بیٹی کے بعد خالات کے مرتبے ہین اسیطرح یعنی پہلے سگی خالہ پرورش کیواسطے مقدم ہے پھر مادری خالہ
پھر سوتیلی خالہ پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر صغیر کے بھائی کی بیٹیان ثم العمات کذلک پھر بھتیجیون کے بعد پھوپیان اوسیطرح ہین یعنی پہلے سگی پھوپی پھر
مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی ثم خالة الام کذلک پھر پھوپیون کے بعد ماکی خالہ اوسیطرح پر یعنی پہلے ماکی سگی خالہ پھر مادری خالہ اوس کے بعد
سوتیلی خالہ ثم خالة الاب کذلک پھر ماکی خالہ کے بعد باپ کی خالہ اوسیطرح پر یعنی اول سگی خالہ باپ کی پھر مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ ثم عمات
الامهات والاباء بهذا الترتیب پھر باپ کی خالہ کے بعد ماکی پھوپیان پھر باپ کی پھوپیان اسی ترتیب گذشتہ سے یعنی ماکی سگی پھوپھی مقدم ہے پھر مادری
پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی پھر اسکے بعد باپ کی سگی پھوپھی پھر مادری پھوپی پھر سوتیلی پھوپھی کذا یفهم من فتح القدیر م اس ترتیب مذکور کی وجہ یہہ ہو کہ ولایت
پرورش کی اصل مستفاد ہو ماکی جانب سے لہذا ارباب حضانت قرابت ماکے مقدم ہو باپ کی قرابت پر کذا فی الاختیار سنن ابو داؤد مین عبد اللہ بن عمرو
سے روایت ہو کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہہ میرا بیٹا ہو میرا پیٹ اسکا ظرف تھا اور میری چھاتی اسکو دودھ کی مشک تھی اور
میری گود اسکا گہوارہ اور جھولا تھا اور اسکے باپ نے مجھکو طلاق دی ہو اور چاہتا ہو کہ اس لڑکے کو مجھسے چھین لے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ اسکو رکھنے مین تو احق ہو جبتک کہ تو دوسرا نکاح نکرے آور اختیار شرح مختار مین سعید بن مسیب سے مروی ہو کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ ام عاصم
کو طلاق دی اور لڑکے کو لینا چاہا تو دونو مین جھگڑا مقدمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رجوع ہوا صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر اسکی رال لڑکے
کیواسطے بہتر ہے تیری شہد سے پھر لڑکا عورت کو دیدیا پرورش کیواسطے آور ماحصل اس روایت کی امام مالک کی مؤطا اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ہے

کذا فی فتح القدیر اور سنن ابوداؤد مین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ زید بن حارثہ حضرت حمزہ کی دختر کو مکہ سے لائے یعنے مدینہ مین تو جعفر طیار نے کہا کہ مین اسکو پالونگا مین احق ہون یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اسکی خالہ میرے پاس ہے علی مرتضے نے کہا کہ مین احق ہون کہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور رسول اللہ کی بیٹی میرے پاس ہے وہ اسکی احق ہے پہر زید نے کہا کہ مین اسکا احق ہون کہ مین اسکو مکہ سے لے آیا ہون پہر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبیہ تو جعفر کے پاس اپنی خالہ کو سونپ دیجائیگی اسواسطے کہ خالہ ما کی برابر ہے ثم العصبات بترتیب الارث فیقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقیق ثم لاب ثم بنوہ کذلک ثم العم ثم بنوہ پہر بعد نساء مذکورات کے عصبات رجال بترتیب وراثت حضانت مین احق ہین تو باپ صغیر کا مقدم ہے پہر دادا پہر سگا بہائی پہر سوتیلا بہائی پہر بہتیجے اوسیطرح یعنی سگے بہائی کا بیٹا سوتیلے بہائی کے بیٹے پر مقدم ہے پہر چچا پہر اوسکے بیٹے اوسی ترتیب یعنی سگا مقدم ہے سوتیلے پر واذا اجتمعوا فالاورع ثم الاسن ثم اختیار سوی فاسق ومعتوہ وابن عم لمشتہاۃ وہو غیر مامون اور اگر مستحق حضانت چند شخص یکدرجہ جمع ہون جیسے سگے بہائی یا سگے چچا تو اونمین جو پرہیزگار زیادہ ہو وہ مقدم ہے اور اگر پرہیزگاری مین دونو برابر ہون تو پہر زیادہ عمر والا مقدم ہے کذا فی الاختیار شرح المختار سوای عصبہ فاسق اور بیہوش کے یعنے عصبہ فاسق اور بدحواس لائق حضانت کے نہین اور اسیطرح چچا کا بیٹا جسپر اطمینان نہو دختر صغیرہ لائق شہوت کی حضانت کیواسطے سزاوار نہین ثم اذا لم یکن عصبۃ فلذوی الارحام فیقدم الاخ لام ثم لابنہ ثم للعم لام ثم للخال لابوین ثم لام برہان وعینی بحر پہر جب کوئی عصبہ صغیر کا نہو تو ذوی الارحام پرورش کیواسطے احق ہونگے تو مادری بہائی کو صغیر دیا جاویگا پہر اوسکے بیٹے کو پہر مادری چچا کو پہر سگے ماموں کو پہر مادری ماموں کو کذا فی البحر ناقلا عن البرہان والعینی فان تساووا فاصلحہم ثم اورعہم ثم اکبرہم ولا حق لولد عم وعمۃ وخال وخالۃ لعدم المحرمیۃ پہر اگر چند ذوی الارحام درجہ مین برابر ہون چنانچہ تین بہائی مادری تو اونمین سے جو زیادہ تر کارساز ہو صغیر کا وہ مقدم ہو پہر جو زیادہ متقی ہو پہر جو عمر مین زیادہ تر ہو اور چچا اور پہوپہی اور ماموں اور خالہ کے بیٹون کو حق پرورش نہین بسبب نامحرم ہونیکے والحاضنۃ الذمیۃ ولو مجوسیۃ کمسلمۃ مالم یعقل دینا ینبغی تقدیرہ بسبع سنین لصحۃ اسلامہ حینئذ نہر او الی ان یخاف ان یألف الکفر فینزع منہا وان لم یعقل دینا بحر اور حاضنہ ذمیہ اگرچہ مجوسیہ ہو برابر مسلمہ کے ہے جبتک کہ لڑکا دین کو نہ سمجہتا ہو نہر الفائق مین کہا مناسب یون ہے کہ دین سمجہنے کی عمر سات برس کی مقرر کیجائے بسبب صحیح ہونے اسلام ولد کے اسوقت مین یا یہانتک کہ ڈر معلوم ہونے لگے الفت کفر کا یعنی کافرہ ما کی صحبت سے جب ایسا خوف ہوئی کفر کا کہ ہو اگرچہ صغیر نہین کوئی بوجہتا ہو تو اوسکے پاس سے لے لینا چاہیے کذا فی البحر والحاضنۃ یسقط حقہا بنکاح غیر محرمہ ای الصغیر وکذا بسکناہا عند المبغض لہ لما فی القنیۃ لو تزوجت الام باخر فامسکتہ ام الام فی بیت الراب فللاب اخذہ اور حاضنہ کا حق ساقط ہوجاتا ہے صغیر کے غیر محرم سے نکاح کرلینے سے اور اسیطرح حق ساقط ہوتا ہے حاضنہ کے رہنے سے اوس شخص کے پاس جو صغیر سے بغض اور کراہت رکھتا ہے اسواسطے کہ قنیہ مین ہے کہ اگر ما نے نکاح کیا اجنبی سے پہر صغیر کو اوسکی نانی نے رکھا اوسی اجنبی کے گہر مین تو باپ کو صغیر کا لے لینا نانی سے پہونچتا ہے اسواسطے کہ شخص اجنبی اپنی زوجہ کی پہلی شوہر کی اولاد سے غالبا خوش نہین ہوتا وفی البحر قد ترددت فیما لو امسکتہا الخالۃ ونحوہا فی بیت اجنبی عانیۃ والظاہر السقوط قیاسا علی ما مر لکن فی النہر والظاہر عدمہ للفرق البین بین زوج الام والاجنبی اور بحر الرائق مین ہے مین متردد ہون اس حکم مین کہ اگر صغیر کو خالہ یا مانند اسکی کسی اور حاضنہ اجنبی کے گہر مین رکہے حالانکہ خالہ مجرد ہے بلا زوج ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حق حضانت ساقط ہے بقیاس اوسکے کہ مذکور ہو چکا یعنے جیسے نانی کا حق پرورش ساقط ہوگیا دوسرے داماد کے گہر کے رہنے سے ویسا ہی خالہ کا حق بہی ساقط ہو اجنبی کے گہر مین رہنے سے لیکن نہر الفائق مین ہے کہ مسئلہ مذکورہ مین ظاہر حکم عدم سقوط حضانت ہے اسواسطے کہ زوج ام اور اجنبی کے درمیان مین فرق صریح ہے اسواسطے کہ اجنبی کو صغیر سے ملال اکثر نہین ہوتا بخلاف زوج ام کے قال والبحر فقط کابن العم کالاجنبی صاحب نہر نے کہا فقط قرابت جسمین محرمیت نہین جیسا چچا کا بیٹا وہ اجنبی کی برابر ہے یعنی اگر صغیر کی ما صغیر کے ابن عم سے نکاح کریگی تو حق حضانت ساقط ہوجاویگا اور اسیطرح شیر خوردگی کے رشتہ جیسے چچا رضاعی یا ماموں رضاعی بلکہ رضاعی باپ اجنبی کے برابر ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وتعود الحضانۃ بالفرقۃ البائنۃ لزوال المانع اور پہر آتا ہے حق حضانت کا بسبب فرقت بائنہ کے زوج اجنبی

سے بسبب دور ہونے مانع کے یعنی حق حضانت بسبب نکاح اجنبی کے ساقط ہوا تھا پھر جب پوری جدائی ہوگئی تو حق حضانت بسبب زوال مانع عود کر آویگا تو بائن کی قید
سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی ہے عود حق نہوگا والقول لہا فی نفی الزوج اور قول عورت ہی کا معتبر ہوگا نفی زوج مین یعنی زوج نے مطلقہ سے کہا کہ تونے
دوسرا نکاح کر لیا ہے تیرا حق حضانت ساقط ہوگیا اور عورت اسکی منکر ہے اور زوج کے دعوی کے گواہ موجود نہین تو اسوقت مین عورت ہی کا قول مقبول ہوگا اور
حق حضانت ساقط نہوگا وکذا فی تطلیقہا المبہمۃ لا ان عینتہ اور اسیطرح قول عورت کا مقبول ہوگا زوج ثانی کے طلاق دینے مین اگر اوسنے زوج ثانی
کو مبہم بیان کیا نہ مقبول ہوگا قول عورت کا اگر اوسکو معین ذکر کیا یعنی اگر عورت نے دعوی کیا کہ مین نے کسی شخص سے نکاح کیا تھا سو اوسنے مجھے طلاق
دی تو اس صورت مین اوسکا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ثابت ہوگا اور اگر اوسنے کہا کہ مین نے زید سے نکاح کیا تھا سو اوسنے مجھکو طلاق دی تو اس
صورت مین دعوی طلاق کا مسموع نہوگا بدون گواہون کے یا اقرار زید کے اسواسطے کہ یہان صاحب حق ایک شخص متعین ہے والحاضنۃ اما او غیرہا
احق بہ بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ الغالب اور حاضنہ ماں ہو یا کوئی اور عورت مستحق پرورش کی احق ہے لڑکا
رکھنے مین یہانتک کہ اوسکو حاجت نرہے عورتون کے پاس رہنے کی اور اس استغنا کی مدت سات برس کی مقرر ہوئی ہے اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ تقدیر
سات برس کے حصول استغنا مین غالب ہے ھ یہہ تقدیر خصاف کی ہے اور قدوری نے کہا کہ جب لڑکا اپنے ہاتھ سے کھانے پینے لگے اور بول و براز سے آپ
طہارت کرلے بدون اعانت کے تو مستغنی ہوا عورتون سے اور واقع مین دونو قولون مین کچھہ تفاوت نہین اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ سات برس کا لڑکا
خود کھاتا پیتا ہے اور استنجا کر لیتا ہے ولو اختلفا فی سنہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دفع الیہ ولو جبرا والا لا اور اگر اختلاف
کرین ماں اور باپ لڑکے کی عمر مین باپ کہتا ہو کہ سات برس کا ہے اور ماں کہتی ہو کہ چھہ برس کا ہے تو قاضی کسی سے قسم نلے بلکہ لڑکے کا حال دریافت کرے پس اگر اوسکا
خود کھاتا پیتا اپنے کپڑے پہنتا اپنا استنجا کر لیتا ہو تو لڑکا باپ کو دلایا جاوے اگرچہ باپ پر جبر ہو یعنی اگر باپ نہ قبول کرے تو حاکم زبردستی دیوے اسواسطے کہ
بعد مدت پرورش کے باپ پر تعلیم اور تادیب اور نماز سکھانا واجب ہے اور اگر لڑکا کھانے پینے اور لباس اور استنجا کرنے مین غیر کا محتاج ہو آپ نکر سکتا ہو تو باپ
کو نہ دلایا جاویگا ماں یا خالہ کے پاس رہیگا والام والجدۃ لام او لاب احق بہا بالصغیرۃ حتی تحیض ای تبلغ فی ظاہر الروایۃ اور ماں اور نانی
یا دادی صغیرہ کے رکھنے مین سزاوار تر ہین یہانتک کہ اوسکو حیض آنے لگے حیض سے مراد یہہ ہے کہ بالغ ہوجاوے خواہ بلوغ حیض سے ہو خواہ احتلام سے خواہ
عمر سے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اسواسطے کہ لڑکی بعد مدت حضانت کے عورتون کے آداب دریافت کرنیکی محتاج ہے جیسے سینا کاتنا کھانا پکانا اور ایسی
کی تعلیم مین عورت زیادہ تر قادر ہے مرد سے اور جب کہ صغیرہ بالغ ہوئی تو عفت اور حفاظت کی محتاج ہے سو اسپر باپ زیادہ تر قوی اور قادر ہے بہ نسبت ماں
یا نانی کے کذا فی البحر الرائق ولو اختلفا فی حیضہا فالقول للام بحر بحثا واقول ینبغی ان یحکم سنہا ویعمل بالغالب اور اگر اختلاف کرین
ماں اور باپ صغیرہ کے حیض آنے مین ماں کہتی ہو کہ ہنوز اوسکو حیض نہین آیا اور باپ کہتا ہو کہ ہوتا ہے تو ماں کا قول معتبر ہوگا کذا فی البحر الرائق بنا بر بحث کے نہ بنا بر
روایت کے بحث یہہ ہے کہ عورت منکر ہے اور قول نہین ہوتا مگر منکر کا شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ اختلاف والدین مین لائق ہے کہ صغیرہ کی عمر پر حکم کیا جاوے اور عمل کیا جاوے
غالب حال پر یعنی اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہنچی ہو کہ جسمین حیض آتا ہے تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہنوز حیض کی عمر کو نہ پہنچی تو ماں کا قول لائق اعتبار کے ہے
یہہ قول صاحب نہر الفائق کا ہے شیخ رحمتی محشی نے لکھا کہ اس مسئلہ مین بحث اور تجویز علماء کی کچھہ حاجت نہین بلکہ روایت مصرح پر عمل کرنا مناسب ہے
کہ جب اختلاف پڑے ماں باپ مین تو صغیرہ سے دریافت کرنا چاہیے اگر وہ بلوغ کا اقرار کرین تو اونکی تصدیق کرنا چاہیے کہ وہ امین ہین
اس امر مین ماں باپ کو اسکی کیا اطلاع ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعند مالک حتی یحتلم الغلام وتتزوج الصغیرۃ ویدخل بہا الزوج
اور امام مالک کے نزدیک ماں اور نانی احق ہین اپنے پاس رکھنے مین یہانتک کہ صغیر کو احتلام ہو اور صغیرہ کا نکاح ہو اور زوج اوسکی وطی کرنے لگے
کذا فی العینی وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وبنت احدی عشر مشتہاۃ اتفاقا زیلعی اور ماں اور نانی یا دادی کے
سوا اور حاضنہ جیسے خالہ یا عمہ احق ہے صغیرہ کی پرورش مین یہانتک کہ وہ مشتہاۃ یعنی لائق شہوت اور رغبت کے ہو اور نو برس کی عمر حد ٹھہرائی گئی ہے

مشتہاۃ کی یہہ تقدیر ہے فقیہ ابو اللیث کی اور یہی پر فتوی ہے اور گیارہ برس کی لڑکی مشتہاۃ ہے باتفاق علما کذا فی الزیلعی ھ ما یا نانی کے پاس تو بلوغ تک رکھنے کا حکم ہوا اور اونکے سوا خالہ یا عمہ کے پاس نو برس تک حکم ہوا نہ بلوغ تک اسواسطے کہ تعلیم آداب نسا کی جیسے سینے پکانیکے بدون خدمت یعنی کی نہیں ہو سکتی اور ما یا نانی یا دادی کے سوا خالہ یا عمہ اونکی طرح خدمت نہیں لی سکتی وعن محمد انّ الحکم فی الامّ والجدّۃ کذلک وبہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی اور امام محمد سے ایک روایت خلاف ظاہر الروایت یہہ ہے کہ ما اور نانی مین بھی یہی حکم ہے یعنی ما اور نانی کے پاس بھی صغیرہ نو برس سے زیادہ نرہے اور اسی روایت پر فتوی ہے بسبب کثرت فساد زمانہ کے کذا فی الزیلعی اور نقایہ اور وقایہ اور خلاصہ اور غیاث المفتی اور بحر الرائق مین بھی اسی روایت پر فتوی مصرح ہے نقایہ مین کہا کہ ایک روایت ابی یوسف سے بھی ثابت ہے موافق محمد کے کذا فی حاشیۃ المدنی ھ صغیرہ کو بعد نو برس کے اسکے پاس نرکھنا ظاہرا اوس صورت مین ہے جب کہ باپ نے اوسکو طلاق دی ہو اور وہ کہین عدت رہتی ہو اور اگر مطلقہ نہو اور صغیرہ کے باپ کے پاس رہتی ہو تو اوس سے جدا کرنیکی کوئی وجہ ظاہر نہین ہوتی واللہ اعلم وافاد انہ لا تسقط الحضانۃ بتزوّجہا ما دامت لا تصلح للرجال الا فی روایۃ عن الثانی اذا کان یستأنس بہا کما فی القنیۃ اور مصنف کے اس قول سے کہ حضانت صغیرہ کی تا حد مشتہاۃ ہے یہہ فائدہ معلوم ہوا کہ حق حضانت کا ساقط نہین صغیرہ کے نکاح سے جبتک صغیرہ مرد کے پاس لائق رہنے کے نہو مگر ایک روایت مین ابو یوسف سے یون ہے کہ جب صغیرہ لائق موانست زوج ہو اور زوج اوسکے رکھنے سے راضی ہو تو حق حضانت ساقط ہے اگرچہ صغیرہ مشتہاۃ نہو کذا فی القنیہ موانست سے یہہ مراد ہے کہ زوج کا تنہائی مین صغیرہ سے جی لگتا ہو طحطاوی محشی نے لکھا کہ یہہ روایت ابی یوسف کی ضعیف ہے کہ مذہب معتمد کے مخالف ہے یعنی نو برس تک کسیطرح حق حضانت ساقط نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ امرأۃ قالت ہذا ابنک من بنتی وقد ماتت امّہ فاعطنی نفقتہ فقال صدقتِ لکن امّہ لم تمت وہی فی منزلی واراد اخذ الصبی یُمنع حتی یعلم القاضی امّہ وتحضر فتأخذہ لانہ اقرّ بانہا جدّتہ وحاضنتہ ثم ادّعی احقیّۃ غیرہا وذا محتمل فان احضر الاب امرأۃ وقال ہذہ ابنتک وہذا ابنی منہا وقالت الجدّۃ لا ما ہذہ ابنتی وقد ماتت ابنتی امّ ہذا فالقول للرجل والمرأۃ التی معہ ویدفع الصبی الیہما لان الفراش لہما فیکون الولد لہما اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک عورتنے ایک مرد سے کہا کہ یہہ تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے اور میری بیٹی مرگئی ہے تو مجکو اس لڑکے کا خرچ دے اسواسطے کہ بعد ما کے نانی پرورش کی مالک ہے سو مرد نے کہا کہ تو سچی ہے یہہ میرا بیٹا ہے لیکن ما اسکی نہین مرگئی اور وہ میرے گھر مین ہے اور ارادہ کیا اوس لڑکا لینے کا تو منع کیا جاویگا یہانتک کہ قاضی اوسکی ما کو جانے اور لڑکے کی ما قاضی کے پاس حاضر ہو پھر لڑکے کو لیجاوے اسواسطے مرد کو لڑکا نہ دیا جاویگا کہ مرد نے اوس عورت کی نانی اور حاضنہ ہونیکا اقرار کیا پھر دعوی کیا حقیقت غیر کا یعنے نانی اور ما دونو کو حق پرورش ثابت ہے لیکن موتے ما کی نانی سے ما احق ہے پرورش مین اور یہہ دعوی احق ہونیکا محتمل ہے صدق اور کذب کا سو اگر باپ نے حاضر کیا ایک عورت کو اور پہلی عورت یعنی نانی سے کہا کہ یہہ تیری بیٹی ہے اور یہہ میرا بیٹا ہے اسکے پیٹ سے اور نانی نے کہا یہہ میری بیٹی نہین اور میری بیٹی اس لڑکے کی ما تو مرگئی ہے تو اس صورتمین قول مرد کا اور اوس عورت کا جو اوس مرد کے ساتھہ ہے معتبر ہوگا اور لڑکا انہین دونو کو دلایا جاویگا اس واسطے کہ فراش دونو کا ثابت ہے تو ظاہرا یہہ لڑکا انہین دونو کا ہے کذا فی الفتح ولو کان بینہما ولد فادعی الزوج انہ ابنہ لا منہا بل من غیرہا وعکست فقالت ہو ابنی لا منہ یحکم بکونہ ابنا لہما لما قلنا چنانچہ زوج اور زوجہ کے پاس ایک لڑکا ہے پھر دعوی کیا زوج نے کہ یہہ لڑکا میرا بیٹا ہے نہ اس زوجہ سے بلکہ اور عورت سے اور ایسکے بالعکس دعوی کیا عورت نے سو اوسنے یون کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے نہ اس سے اور دونو مین سے کسیکے پاس نہین تو حکم کیا جاویگا کہ یہہ لڑکا دونو کا بیٹا ہے اوسی دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنی بسبب ثبوت فراش یعنی حلت زوجین کے ظاہر حال یہی ہے کہ وہ دونو کا بیٹا ہے وکذا لو قالت الجدّۃ ہذا ابنک من بنتی المیتۃ فقال بل من غیرہا فالقول لہ ویأخذ الصبی منہا وکذا لو احضر امرأۃ وقال ابنی من ہذہ لا من بنتک وکذبتہ الجدّۃ وصدقتہ المرأۃ فالاب اولی بہ لانہ لما قال ہذا ابنی من ہذہ المرأۃ فقد انکر کونہا جدّتہ فیکون منکرا لحق حضانتہا وہی اقرّت لہ بالحق انتہی ملخصا اور اسیطرح اگر کہا نانی نے ایک مرد سے کہ یہہ لڑکا

تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے جو مر گئی سو مرد نے کہا کہ یہہ میرا بیٹا تیری بیٹی سے نہین بلکہ اور عورت سے ہے تو قول مرد ہی کا معتبر ہوگا اور لیگا صغیر کو اوس عورت سے
اور اسیطرح اگر مرد نے حاضر کیا ایک عورت کو اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے نہ تیری بیٹی سے اور تکذیب کی نانی نے مرد کی اور اوس عورت نے مرد کی تصدیق
کی تو باپ ہی سزاوارتر ہے صغیر کا اسواسطے کہ جب مرد نے کہا کہ یہہ لڑکا میرا بیٹا ہو اس عورت سے نہ تیری بیٹی سے تو اوسنے نانی ہونیکا انکار کیا تو اوسکے حق حضانت
کا بھی منکر ہوا اور وہ عورت جو آپ کو نانی بتاتی ہے مرد کے حق کا اقرار کرچکی اوسکا بیٹا ٹھہر آخر ہوگیا یہان تک قول ظہیریہ کا خلاصہ ہو کر لا خیار للولد عندنا
مطلقا ذکرا او انثی خلافا للشافعی قلت وھذا قبل البلوغ اما بعدہ فیخیر بین ابویہ وان اراد الانفراد له ذلك مؤید زادہ معزیا
للمنیۃ اور نہین ہے اختیار صغیر کو ہمارے نزدیک مطلقا لڑکا ہو یا لڑکی بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک بعد ایام حضانت کے صغیر کو اختیار ہو جاتا ہے ماں
کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس رہے شارح کہتا ہے کہ یہہ عدم اختیار صغیر کا ہمارے نزدیک قبل بلوغ کے ہے اور بعد بالغ ہونیکے تو اوسکو اختیار ہے ماں باپ کے پاس
رہنے مین اور اگر بعد بلوغ کے تنہا رہنے کا ارادہ کرے تو بھی اوسکو جائز ہے چنانچہ اسکو مؤید زادہ نے ذکر کیا ہے منیہ کیطرف منسوب کرکے تنہا رہنا
مشروط ہے اوسکے رشید ہونے پر اور اگر اوسکی تنہائی مین خوف ہو فساد کا تو باپ ہی کے پاس رہے کذا فی الولوالجیہ م امام شافعی کی دلیل ترمذی
کی حدیث ہے کہ ایک عورت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا زوج میری بیٹی کو لئے جاتا ہے حالانکہ بیٹا کنوئین سے پانی بھر لا
ہے میرے واسطے اور میری خدمت کرتا ہے تو حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ یہہ تیرا باپ ہے اور یہہ تیری ماں ہے تو ہاتھ پکڑ لے جسکا تو چاہے تو اوسنے ماں کا ہاتھ
پکڑ لیا سو وہی اوسکو لیگئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار ہے حنفیہ یہہ جواب دیتے ہین کہ قرینہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہہ لڑکا بالغ ہوگیا تھا
اسواسطے کہ کنوئین سے پانی بھر لانا دلیل ہے بلوغ کی اور نابالغ کو ہمارے نزدیک اسواسطے اختیار نہین کہ لڑکا ناقص الفہم ہے وہین کا رہنا اختیار کریگا جہان
کھیلنے اور پھرنے سے کوئی مانع نہوگا اور البتہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ صحابہ کرام لڑکون کو اختیار نہین دیتے تھے کذا فی الہدایہ وحاشیۃ المدنی
وافادہ بقوله بلغت الجاریۃ مبلغ النساء ان بکرا ضمھا الاب الی نفسه الا اذا دخلت فی السن واجتمع لھا رای فتسکن
حیث احبت حیث لا خوف علیھا اور حکم بلوغ کو مصنف نے اپنے اس قول مین بیان کیا کہ جب لڑکی عورتونکی حد یعنی بالغ ہوئی تو اگر وہ کنواری
ہے تو اوسکو باپ اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ اوسکو فاسق مردون کے مکر و فریب کی خبر نہین مگر جبکہ کنواری کی زیادہ عمر ہو جاوے اور عقل کامل ہو چکے
تو رہے جہان اوسکا جی چاہے اسواسطے کہ اسپر اب خوف باقی نہین رہا م دخول فی السن سے مراد یہہ ہے کہ مسنہ اور بڈہی ہو جاوے کذا فی حاشیۃ الہدایۃ
ناقلا عن الوجیز وکفایۃ المتحفظ وان ثیبا لا یضمھا الا اذا لم تکن مامونۃ علی نفسھا فللاب والجد ولایۃ الضم لا لغیرھما کما فی الابتداء
بحر عن الظہیریۃ اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنی ایکبار اوسکا نکاح ہوچکا ہو تو باپ کو ولایت اوسکو پاس رکھنے کی نہین مگر جبکہ ثیبہ کی ذات پر اطمینان نہو یعنی
خوف ہو فساد کا تو باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت اور قدرت ہے نہ اور اولیا کو جیسا کہ باپ دادا کو ابتدا مین پاس رکھنے کی ولایت تھی ویسے
ہی خوف فساد مین بھی ولایت ہے کذا فی البحر الرائق ناقلا عن الظہیریۃ والغلام اذا عقل واستغنی برایه لیس للاب ضمه الی نفسه الا اذا
لم یکن مامونا علی نفسه فله ضمه لدفع فتنۃ او عار وتادیبه اذا وقع منه شیء ولا نفقۃ علیه الا ان یتبرع بحر اور لڑکا جب
عاقل ہوا اور ایسا ہوشیار ہو جاوے کہ دوسرے کا محتاج نہ ہے سکھانیکا تو باپ کو اوسپر ولایت نہین اپنے پاس رکھنے کی مگر جبکہ اوسپر اطمینان اور اعتماد نہو یعنی
امرد خوبصورت ہو یا فاسق ہو تو اسوقت مین باپ کو اختیار ہے اوسکو اپنے پاس رکھنے کا واسطے دفع فتنہ اور دفع عار و ننگ کے اور باپ کو ولد بالغ
کی تادیب کا اختیار ہے اگر اوس سے کوئی فعل بد واقع ہوا اور باپ پر اوسکا نفقہ واجب نہین اگر بالغ کسب سے عاجز نہو مگر بطریق احسان کے کذا فی
حاشیۃ بحر الرائق وحاشیۃ المدنی والجد بمنزلۃ الاب فیما ذکر اور دادا باپ کی برابر ہے اسمین جو مذکور ہوچکا وان لم یکن لھا اب ولا جد
ولکن لھا اخ او عم فله ضمھا ان لم یکن مفسدا وان کان مفسدا لا یمکن من ذلک وکذا الحکم فی کل عصبۃ ذی رحم محرم منھا اور اگر بالغہ
کا باپ اور دادا نہو اور اوسکا بھائی یا چچا ہو تو اوسکو اختیار ہے بالغہ کے پاس رکھنے کا بشرطیکہ بھائی یا چچا مفسد نہو مراد مفسد سے فاسق ہے نہ مفسد ال

بالغہ اسواسطے کہ جب فساد مال کا خوف ہو تو کسی امین کے پاس امانت رکہنا کفایت کرتا ہے اور اگر بہائی یا چچا فاسق ہو تو اوسکو بالغہ کے پاس کا اختیار نہوگا اور
اسیطرح حکم ہے ہر عصبہ مین جو بالغہ کا قرابت دار محرم ہے یعنی صالح کو پاس رکہنے کا اختیار ہے اور فاسق کو نہین کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یکن لہا
اب ولا جد ولا غیرہما من العصبات او کان لہا عصبۃ مفسد فالنظر فیہا الی الحاکم فان کانت مامونۃ خلاہا تنفرد بالسکنی
والا وضعہا عند امرأۃ امینۃ قادرۃ علی الحفظ بلا فرق فی ذلک بین بکر وثیب لانہ جعل ناظرا للمسلمین ذکرہ العینی وغیرہ
پہر اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہو اور نہ اونکے سوا کوئی اور عصبہ ہو یا عصبہ فاسق ہو تو اوسمین حاکم کو فکر کرنا چاہئے سو اگر بالغہ پر خوف فساد کا نہو تو حاکم
اوسکو چہوڑ دے جہان چاہے تنہا رہے اور اگر خوف فساد ہو تو حاکم اوسکو کسی امانت دار عورت کے پاس رکہے جو قادر ہو اوسکی حفاظت پر کچہ فرق
نہین اسمین باکرہ اور ثیبہ مین حاکم کو اسواسطے اختیار ہوا کہ وہ اسیواسطے مقرر ہوا ہے کہ مسلمانون کو دیکہتا رہے تاکہ مفاسد سے بچادے ذکرہ العینی فی شرح
الکنز وغیرہ کالزیلعی واذا بلغ الذکور حد الکسب یدفعہم الاب الی عمل لیکتسبوا او یؤجرہم وینفق علیہم من اجرتہم بخلاف
الاناث ولو کان الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک مؤید زادہ معزیا للخلاصۃ اور جب کہ بیٹے لڑکے کسب کی
حد کو یعنی کسب وکار کے لائق ہون قبل بلوغ کے کذا فی الطحطاوی تو باپ انکو کام کیواسطے سپرد کرے تاکہ وہ کسب سے مال پیدا کرین یا اون سے نوکری اور
مزدوری کرا وے اور اونکی اجرت سے اونپر خرچ کرے بخلاف لڑکیون کے کہ انکا خرچ باپ پر واجب ہے نکاح کر دینے تک اگرچہ وہ قادر ہون نوکری اور
مزدوری پر اور اگر باپ فضول خرچ ہو کہ جو لڑکے پیدا کرتے ہون اوسکو بیہودہ خرچ کر ڈالتا ہو تو کسب لڑکے کا امین کے پاس سپرد کیا جاوے جیسا کہ تمام
املاک صغیر کے امین کے پاس سپرد رہین گے اگر باپ فضول خرچ ہوگا چنانچہ اسکی تصریح کی ہے مؤید زادہ نے خلاصہ کیطرف منسوب کرکے لیس للمطلقۃ
بائنا بعد عدتہا الخروج بالولد من بلدۃ الی اخری بینہما تفاوت فلو لم یکن بینہما تفاوت بحیث ان یمکنہ ان یبصر ولدہ
ثم یرجع فی نہارہ لم تمنع مطلقا لانہ کالانتقال من محلۃ الی اخری شمنی جائز نہین مطلقہ بائنہ کو بعد عدت کے لیجانا لڑکے کا ایک
شہر سے دوسرے شہر کو جنکے درمیان مین زیادہ تفاوت ہو پہر اگر دونو شہرون مین زیادہ تفاوت نہو اسطرح پر کہ ممکن ہو باپ کو اپنے لڑکے کا دیکہنا پہر
اوسیدن اپنے شہر مین پہر آنا تو لیجانے سے عورت کو روکا نہ جاویگا مطلقا خواہ دوسرا شہر عورت کا وطن ہو یا نہو اسواسطے کہ جب دونو شہرون مین اتنی مسافت
قریب ہوئی کہ ایک دن مین جانا اور آنا متصور ہے تو اوس شہر مین جانا ایسا ہی ہے جیسے شہر کے ایک محلہ سے دوسرے محلہ کیطرف نقل مکان کیا کذا فی الشمنی
الا اذا انتقلت من القریۃ الی المصر وفی عکسہ لا لضرر الولد بتخلقہ باخلاق اہل السواد الا اذا کان ما انتقلت الیہ وطنہا
وقد نکحہا ثم ای عقد علیہا فی وطنہا ولو قریۃ فی الاصح الا دار الحرب الا ان یکونا مستأمنین درصورت تفاوت دو شہرون کے
مطلقہ کو لیجانا ولد کا جائز نہین مگر اوس صورت مین جائز ہے کہ مطلقہ گانون سے شہر کیطرف جاوے اسواسطے کہ شہر مین صغیر کو شعور اور سلیقہ
حاصل ہوگا اور بالعکس اسکے یعنی شہر سے گانون مین لیجانا درست نہین بسبب ضرر صغیر کے اسواسطے کہ گنوارون کی صحبت سے صغیر کی خو بری ہو جاویگی
مگر اوس صورت مین شہر سے دوسری بستی مین بہی لیجانا درست ہے جبکہ وہ بستی جسمین مطلقہ گئی ہو وطن ہے اوسکا اور حالانکہ وہین زوج نے
اوسکا عقد نکاح کیا تہا اگرچہ وہ بستی گانون ہو بنا بر قول اصح کے مگر یہہ کہ وطن مطلقہ کا دار الحرب ہو تو وہان صغیر کا لیجانا درست نہین مگر یہہ کہ
زوج اور زوجہ دونو کافر مستأمن ہون تو مطلقہ کو صغیر کا لیجانا دار الحرب مین بہی جائز ہے وہذا الحکم فی الام المطلقۃ فقط اما غیرہا
کجدۃ وام ولد اعتقت فلا تقدر علی نقلہ لعدم العقد بینہما الا باذنہ کما یمنع الاب من اخراجہ من بلد امہ بلا رضاہا
ما بقیت حضانتہا اور یہہ حکم یعنی صغیر کا دوسری بستی مین لیجانا فقط مطلقہ ماں کے حق مین ہے اور ماں کے سوا جیسے نانی اور دادی اور ام ولد جو آزاد
ہوئی ہو سو قادر نہین صغیر کے لیجانے پر اسواسطے کہ دونو مین عقد نکاح نہین مگر باپ کی اجازت سے لیجانا درست ہے چنانچہ باپ بہی منع کیا جاویگا اخراج
صغیر سے اوسکے شہر سے بدون ماں کے رضامندی کے جبتک صغیر ماں کی پرورش مین ہو فلو اخذ المطلق ولدہ منہا لتزوجہا جاز لہ ان یسافر

الّا ان یعود حق امہ کما فی السراجیۃ وقیّدہ المصنف فی شرحہ بما اذا لم یکن لہ من ینتقل الحق الیہ بعدھا وھو ظاہر۔ سو اگر طلاق دیتو دلے زوج نے اپنی ماکو یا مطلقہ سے بسبب نکاح کر لینے مطلقہ کے تو جائز ہو باپ کو سفر مین ساتھہ لیجانا صغیر کا یہان تک کہ عود کرا وے حق اوسکی ماکا یعنی جب صغیر کی ماکو زوج ثانی طلاق دے تو اب سفر مین صغیر کا رکہنا جائز نہین بلکہ ماکے پاس پہنچانا چاہئے کہ مانع حضانت کا زائل ہوگیا حق حضانت نے عود کیا کذا فی السراجیۃ اور مصنف نے اپنی شرح مین جواز سفر کو مقید کیا ہو اوس شرط سے کہ جب بعد ماکے حق حضانت نے کسیطرف انتقال نکیا ہو اور یہہ تقیید ظاہر ہے مقام تردد اسمین نہین یعنے ماکے نکاح کر لینے کے بعد اگر نانی صغیر کی نہو گی تو البتہ باپ کو سفر مین لیجانا صغیر کا درست ہوگا اور اگر نانی موجود ہوگی تو سفر مین لیجانا نہ جائز ہوگا اسواسطے کہ بعد ماکے حق پرورش کا نانی کو ثابت ہے ہم شرنبلالیہ مین برہان سے وہ روایت منقول ہے جو سراجیہ کے مخالف ہے کہ باپ کو صغیر کا لیجانا محل اقامت سے قبل استغنا ہو صغیر کے جائز نہین اگرچہ ماکے حضانت نرہی ہو بسبب احتمال عود حضانت کے زائل ہوجانے مانع سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الحاوی لہ اخراجہ الی مکان یمکنہا ان تبصر ولدھا کل یوم کما فی جانبہا فلیحفظ اور حاوی مین ہے کہ بعد نکاح کر لینے ماکے باپ کو صغیر کا لیجانا اپنے شہر کے اوس مکان تک درست ہو کہ ممکن ہو ماکو دیکہ آنا اپنے ولد کا ہر روز چنانچہ ایک شہر کے دوسرے کنارے مین لیجانا بہی اسی شرط کر مشروط ہے یعنی ہر روز دیکہ آنا ممکن ہو تو اسکو یاد رکہنا چاہئے قلت وفی السراجیۃ اذا سقطت حضانۃ الام واخذہ الاب لا یجبر علی ان یرسلہ لھا بل ھی اذا ارادت ان تراہ لا تمنع من ذلک وافتی شیخنا الرملی بان یسافر بہ بعد تمام حضانتہا وبان غیر الاب من العصبات کالاب وعزاہ للخلاصۃ والتاتارخانیۃ شارح کہتا ہو اور سراجیہ مین ہو کہ جب ساقط ہوئی حضانت ماکی اور لیلیا صغیر کو باپ نے تو زبردستی نہین باپ پر کہ بہیجا کرے صغیر کو ماکے پاس بلکہ ماجب صغیر کے دیکہنی کا ارادہ کرے تو روک نکیجا دیگی اور فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکا کہ بعد تمام ہوئے ایام حضانت کے باپ صغیر کو سفر مین لیجاوے اور اسکا فتوی بہی دیا ہو کہ صغیر کے عصبات برابر باپ کے ہین صغیر کو اپنے پاس رکہنے مین مگر صغیر کو عصبہ غیر محرم جیسے چچا کا بیٹا نہین رکہہ سکتا کذا فی الخلاصۃ والتاتارخانیۃ قس ع مسئلۃ لحقہ شارح کا نکح بالولد ثم طلقہا فطالبتہ بردہ ان اخرجہ باذنہا لا یلزمہ ردہ وان بغیر اذنہا لزمہ کما لو خرج بہ مع امہ ثم ردھا ثم طلقہا فعلیہ ردہ بحر عن الظہیریۃ اور منتقی سے منقول ہے کہ مرد نے عورت سے نکاح کیا بصرہ مین پہر وہ لڑکا جنی پہر صغیر کو مرد کوفہ مین لیگیا پہر عورت کو طلاق دی پہر مطالبہ کیا عورت نے صغیر کے پہیر دینے کا تو اگر مرد صغیر کو عورت کی اجازت سے کوفہ مین لیگیا ہو تو اوسکو بصرہ مین عورت کے پاس بہیجا دینا لازم نہین بلکہ عورت سے کہا جاویگا کہ اگر تو چاہے تو وہان جا کے لے آ اور اگر بے اجازت اوسکی لیگیا تہا تو صغیر کو بہیجا دینا ماکے پاس لازم ہوگا باپ پر چنانچہ اگر صغیر کو ساتہہ اوسکی ماکے لیگیا تہا پہر ماکو کوفہ سے بصرہ روانہ کردیا پہر اوسکو طلاق دی تو مرد پر لازم ہو بہیجا دینا صغیر کا ماکے پاس کذا فی حاشیۃ المدنی

باب النفقۃ

النفقۃ ھی لغۃ ما ینفقہ الانسان علی عیالہ یہہ باب ہے نفقہ کے احکام مین نفقہ لغت عرب مین اسکو کہتے ہین جسکو خرچ کرے آدمی اپنے اہل و عیال پر وشرعًا ھی الطعام والکسوۃ والسکنی اور شرع مین نفقہ عبارت ہے طعام اور لباس اور مکان سکونت سے یہہ معنی شرعی محمد سے منقول ہین کذا فی منح الغفار اور یہہ تفسیر نفقہ کی باعتبار استعمال غالب کے ہو اور تفسیر عام نفقہ کی فتح القدیر مین یون ہے کہ اصطلاح شرعی مین نفقہ شی کا عبارت ہے اوس خرچ معین کرنے سے جس سے وہ شی باقی رہے تو اسمین بہائم مملوکہ کا بہی نفقہ شامل ہوگیا وعرفا ھی الطعام اور عرف مین نفقہ فقط طعام ہے کو کہتے ہین لہذا اکثر کتب فقہ مین نفقہ پر کسوت اور سکنی کو عطف کرتے ہین اسواسطے کہ عطف مقتضی ہے مغایرت کا وجوب نفقہ کا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے حق تعالی نے ایک آیت مین یون ارشاد کیا کہ رزق اور کسوت زوجات کی ازواج پر ہے دستور کے موافق اور دوسری آیت مین فرمایا کہ رکہو عورتون کو جہان تم رہتے ہو اور تیسری آیت مین ارشاد ہوا چاہئے کہ مقدور والا اپنے مقدور سے خرچ کرے اور جسپر روزی تنگ ہو تو جسقدر خدا نے اوسکو دیا ہے اوسمین سے خرچ کرے حق تعالی کسی جان پر مقدور سے زیادہ حکم نہین فرماتا اور صحیح مسلم مین مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین خطبہ کے اندر یہہ مضمون بہی فرمایا کہ زوجات کا تمپر رزق واجب ہے موافق دستور کے اور اسی وجوب نفقات پر اجماع امت منعقد ہوگیا ہے کذا فی فتح القدیر ونفقۃ

باب النفقۃ

النفقة تجب على الغير باسباب ثلثة زوجية وقرابة وملك بدأ بالاول لمناسبة ما مر ولانها اصل الولد اور نفقہ غیر کا واجب ہوتا ہی غیر
شخص پر تین سبب سے ایک زوجہ ہونیسے اور دوسرا قرابت سے اور تیسرا مالک ہونیسے جیسے لونڈی غلام کا نفقہ یا ابو یوسف کے نزدیک بہائم مملوکہ کا نفقہ مصنف نے
پہلے زوجہ کا نفقہ بیان کیا بواسطہ مناسبت ماقبل کے یعنی کتاب النکاح سے یہان تک فقط زوجہ کے احکام بالاصالت مذکور ہوتے چلے آئے ہین لہذا باب النفقہ
مین بھی پہلے اوسیکا ذکر کرنا مناسب ہوا یا اسواسطے نفقہ زوجہ کی تقدیم کی کہ زوجہ اصل ہے ولد کی اور ولد شاخ ہو زوجہ کی تو نفقہ ولد سے نفقہ زوجہ کا
مقدم ٹھہرا فتجب للزوجة بنكاح صحيح فلو بان فساده او بطلانه رجع بما اخذته من النفقة بحر تو واجب ہو نفقہ زوجہ کا صحیح نکاح سے
سو اگر فساد نکاح کا ظاہر ہوا اسطرح پر کہ وہ معتدہ نکلی غیر کی یا بطلان نکاح ظاہر ہوا اسطرح پر کہ منکوحہ رضاعی بہن نکلی تو پھیر لے مرد اوس نفقہ کو جو
عورت نے لیا ہو کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ وہ شرعا زوجہ نہین تو اوسکا نفقہ بھی واجب نہین لیکن نکاح فاسد مین عدت واجب ہو اور نکاح باطل
مین عدت نہین اسواسطے کہ وہ زنا ہو اور زانیہ پر عدت نہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین نفقہ پھیر لینا مذکور نہین مگر نکاح باطل مین اور شبلی نے البتہ نکاح
فاسد مین نفقہ پھیر لینا مذکور کیا ہو بشرطیکہ بحکم قاضی نفقہ مقدر ہوا ہو اور اگر بے حکم قاضی زوج نے آپ نفقہ دیا ہو تو رجوع نہین اور یہی عالمگیری مین بھی
مذکور ہو کذا فی حاشیۃ المدنی علی زوجها لانها جزاء الاحتباس نفقہ زوجہ کا واجب ہے زوج پر اسواسطے کہ نفقہ بدلا ہی احتباس کا یعنی زوجہ زوج
کے گھر مین مقید ہوئی تلاش معاش کو نہین جا سکتی لہذا زوج پر اوسکی خبرگیری ضروریات کی واجب ہوئی یہہ دلیل عقلی ہو وجوب نفقہ کی اور دلیل نقلی
وہ ہو جو قرآن اور حدیث اور اجماع سے ترجمہ مین مذکور ہو چکی وكل محبوس لمنفعة غيره تلزمه نفقته كمفت وقاض وعامل ووصي زيلعي
ومقاتلة قاموا بدفع العدو ومضارب سافر بمال مضاربة بحر اور جو شخص کہ محبوس ہو غیر کی منفعت کی واسطے تو غیر پر اوس محبوس کا نفقہ لازم
ہوگا جیسے کہ مفتی اور قاضی اور زکوۃ کی تحصیل کا عامل تو نفقہ اونکا بقدر کفایت انکی اور انکے اہل و عیال کے مسلمین کے بیت المال سے واجب ہے اسواسطے کہ مفتی اور
قاضی اور عامل صدقات مسلمین کی کارسازی مین معروف اور محبوس ہوئے اپنی تلاش معاش نہین کر سکتے اور اسیطرح نفقہ وصی کا میت کے مال مین آتا
ہے اوس مدت تک کہ صغیر کی مہمات مین معروف رہی کذا فی الزیلعی اور اسیطرح رزق مجاہدین کا بیت المال مین واجب ہو کہ دفع اعدا دین پر وہ قائم
اور مستعد مین اور جیسے مضارب ہے کہ مضاربت کیواسطے سفر کیا تو مال مضاربت مین اوسکی روزی واجب ہے ولا يرد الرهن المحبوس لمنفعتهما اور
اعتراض نہ وارد ہوگا مرہون کا بسبب محبوس ہونے مرہون کے راہن اور مرتہن دونو کی منفعت کیواسطے یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب یہہ قاعدہ ہوا
کہ جب کوئی غیر کی منفعت کیواسطے محبوس ہو تو غیر پر اوسکی روزی واجب ہو تو لازم یہہ ہو کہ اگر غلام یا گھوڑا مرہون ہو تو مرتہن پر اسکی روزی واجب
ہو حالانکہ راہن پر واجب ہو نہ مرتہن پر شارح نے اسکا جواب دیا کہ مرہون کی منفعت فقط مرتہن ہی کو نہین جو اعتراض لگے بلکہ راہن اور مرتہن دونو کو
فائدہ ہو راہن کو یہہ فائدہ ہو کہ بسبب رہن کے قرض ملا اور مرتہن کو بسبب رہن کے اپنے مال ملنے پر تسکین کا فائدہ حاصل ہو تو جب دونو کی منفعت
ہوئی تو ساقط الاعتبار ہوئی لہذا مالک پر بجہت ملکیت کے نفقہ اوسکا واجب ہوگا نہ مرتہن پر ولو صغیرا جدا فی ماله لا علی ابیه الا اذا کان ضمنها
کما مر فی المهر اگرچہ زوج نہایت صغیر ہو نفقہ زوجہ کا واجب ہوگا اوسکے مال مین نہ صغیر کے باپ پر مگر اوس صورت مین باپ پر واجب ہوگا جب کہ وہ
ضامن ہوا ہو نفقہ کا چنانچہ باب المہر مین اسکا ذکر ہو چکا لا یقدر علی الوطی لان المانع من قبله اگرچہ صغیر وطی پر قادر نہین نفقہ زوجہ کا واجب ہے
اسواسطے کہ مانع وطی کا زوج کیطرف سے ہو نہ زوجہ کیطرف سے ہان اگر زوجہ بھی صغیرہ لائق وطی کے نہوگی تو نفقہ واجب نہوگا چنانچہ شارح قول آئندہ
مین مذکور کریگا او فقیرا اگرچہ زوج فقیر محتاج ہو تو بھی نفقہ واجب ہوگا ولو کانت مسلمة او کافرة او کبیرة او صغیرة تطیق الوطی او تشتهی للوطی
فیما دون الفرج حتی لو لم تکن کذلك وکان المانع منها فلا نفقة کما لو کانا صغیرین نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہی برابر ہو کہ زوجہ مسلمہ
یا کافرہ کتابیہ خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ جو وطی کے لائق ہو یا ایسی صغیرہ کہ جماع کے سوا تقبیل اور مساس کے لائق ہو یہانتک کہ اگر تقبیل اور مساس کے
بھی لائق نہوگی تو مانع استمتاع کا زوجہ کی طرف سے ثابت ہوگا تو اوس صورت مین نفقہ اوسکا زوج پر نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم جیساکہ اسطرح بھی نفقہ

واجب نہین جبکہ زوج اور زوجہ دونو نہایت صغیر ہون ہرچند صغیرین مین دونو طرف سے مانع موجود ہو لیکن مانع صغیر کا لمعدوم ہے اور مانع صغیرہ کا قائم ہو
تو باوجود قیام مانع کے جانب صغیرہ سے مستحق نفقہ کی نہوگی کذا فی منح الغفار ناقلا عن النہایہ مصنف کو مناسب تھا کہ بجای ولو کانت مسئلہ کے سوا و کانت کہتا
کما لا یخفی علی الماہرین لہذا مترجم نے ترجمہ کو کا لکیا لفقیرۃ او غنیۃ موطوءۃ او لا کان کان الزوج صغیرا او کانت رتقاء او قرناء خواہ زوجہ
محتاج ہو یا مالدار مدخولہ ہو یا نہو اسیطرح ہر کہ زوج صغیر ہو یا زوجہ کی شرمگاہ بند ہو گوشت زائد یا ہڈی سے ہم اگر کوئی کہے کہ جب زوجہ بسبب یا دتی ہڈی یا
گوشت زائد کے لائق جماع کے نہوئی تو مانع عورت ہی کیطرف سے ہوا تو قیاس چاہتا ہو کہ اوسکا نفقہ زوج پر واجب ہو اوسکا جواب یہ ہے کہ مانع زوجہ کیطرف
سے ثابت نہین کہ زوج ایسی صورت مین تقبیل اور مساس وغیرہ سے منتفع ہو سکتا ہو اور نفقہ واجب ہوتا ہی احتباس یا منفعت سے مطلقا نہ بالخصوص بالاحتباس یا دو علی
او معتوہۃ او کبیرۃ لا توطأ وکذا صغیرۃ تصلح للخدمۃ او للاستیناس ان امسکہا فی بیتہ عند الثانی واختارہ فی التحفۃ
خواہ زوجہ بیہوش ہو یا ایسی کبیرہ کہ وطی کے لائق نہو اور اسیطرح اوس زوجہ صغیرہ کا نفقہ واجب ہے جو لائق خدمت گذاری اور موانست کی ہو اگر زوج
اوسکو اپنے گھر مین رکھے نزدیک ابو یوسف کے اور اسی قول کو پسند کیا ہی صاحب تحفہ اور ایضاح نے کذا فی البحر الرائق ولو منعت نفسہا
للمہر دخل بہا او لا ولو کلہ موجلا عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی البحر والنہر وارتضاہ محشی الاشباہ لا لمستمع فتستحق
النفقۃ نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ اوسنے اپنی ذات کو روکا ہو یعنی وطی پر قادر نہونے دیتی ہو واسطے مہر معجل لینے کے باتفاق ائمہ ثلثہ خواہ مدخولہ
ہو چکی ہو یا نہین اگرچہ تمام مہر موجل ہو تو بھی منع نفس سے نفقہ ساقط نہین ہوتا نزدیک ابی یوسف کے اسواسطے کہ جب زوج نے مہر کو موجل کر دیا کچھ تھوڑا
مہر بھی زوجہ کو بالفعل نہ دیا تو اپنے حق استمتاع کے سقوط سے راضی ہوا اور اسی قول ابو یوسف پر فتوی ہی جیسا کہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ہو اور
اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہی اسلئے کہ مہر ہے کیونکہ اسطور کنا زوجہ کا حق واجبی ہو تو باوجود روکنے کے بھی نفقہ کی مستحق ہوگی بقدر حالہما بہ یفتی
ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ ولو موسرا وہی فقیرۃ لا یلزمہ ان یطعمہا مما یاکل بل یندب نفقہ واجب ہو موافق حال
زوجین کے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الہدایہ تو اگر زوج اور زوجہ دونو مقدور والے ہین تو نفقہ فراخی کے ساتھہ واجب ہی اور اگر دونو مفلس ہین تو تنگی نفقہ کی
لازم ہی اور اگر زوج کم مقدور ہو اور زوجہ مقدور والی ہی تو زوج مخاطب ہے بقدر مقدور کے دینے کا اور باقی نفقہ زوج پر دین ہوگا بوقت قدرت اوسکو ادا
کرے اور اگر زوج مقدور والا ہو اور زوجہ محتاج ہی تو لازم نہین زوج پر کہ کہلاوے اوس کو جس سے آپ کہاتا ہو بلکہ اپنا سا کہانا کہلانا مستحب ہے خلاصہ
یہ ہو کہ جب زوج اور زوجہ کا حال یکسان نہو ایک صاحب مقدور ہو اور دوسرا مفلس تو وہان متوسط نفقہ واجب ہو یعنی مالدار عورتون سے کم اور محتاجون
سے زیادہ کذا فی الدر اور یہ قول مفتی بہ یعنی وجوب نفقہ برعایت حال زوجین خصاف کا قول ہے اور کرخی نے کہا کہ وجوب نفقہ مین زوج کا حال معتبر ہے نہ زوجہ
کا اور یہی ظاہر الروایت ہی اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا ظاہر الروایت کی دلیل نص قرآنی ہی کہ مقدور والا اپنی مقدور کے موافق خرچ کرے اور جسپر رزق تنگ
ہو وہ اوسکے موافق دے ہم اینمین قول مفتی بہ کیواسطے اوس حدیث سے استدلال کیا ہی جو صحیح بخاری مین عائشہ صدیقہ سے مروی ہی کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا
یا رسول اللہ ابو سفیان مرد بخیل ہے مجکو اوسقدر نہین دیتا جو مجکو اور میرے ولد کو کفایت کرے لیکن اگر اوسکی نادانستگی مین لیلون تو مجکو کفایت کرسکتا
ہے حضرت نے فرمایا کہ لیلیا کر جو تجکو اور تیرے ولد کو کفایت کرے موافق دستور کے یعنی متوسط نہ زیادہ نہ کم تو اس حدیث مین حضرت نے عورت کی حال کو بھی
معتبر رکھا اور رعایت حال زوجین نص قرآنی کے بھی موافق ہو کہ زوج محتاج بقدر اپنی طاقت کے دے اور باقی نفقہ جو زیادہ ہو اوسکے مقدور دے وہ اوسپر دین
رہیگا جب مقدور ہو گا تب ادا کریگا ولو ہی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گہر مین ہو
بشرطیکہ زوج نے مطالبہ نقل مکان کا نکیا ہو اور سسرال مین استمتاع پر قادر ہوتا ہو اور اسی پر فتوی ہو کذا فی البحر الرائق اور اگر زوج بلاتا ہو زوجہ
اپنے گہر مین اور وہ نہ آئی ہو یا سسرال مین دونو مین خلوت نہوتی ہو تو نفقہ واجب نہوگا بسبب عدم تسلیم کے وکذا اذا طلبہا ولم تمتنع او امتنعت للمہر
او مرضت فی بیت الزوج فان لہا النفقۃ استحسانا لقیام الاحتباس وکذا لو مرضت ثم الیہ نقلت او فی منزلہا بقیت لنفسہا

ما امتنعت وعليه الفتوى كما حرّره في الفتح اور اسیطرح نفقہ واجب ہی اگر زوج نے زوجہ کو بلایا ہو اور اوسنے آنیسے انکار کیا ہو یا انکار کیا ہو واسطے مہر معجل لینے کیو اسطے یا بیمار ہوگئی ہو زوج کے گھر مین اگرچہ بسبب بیماری کے لائق وطی کے نہ رہی ہو تو بھی وہ مستحق ہے نفقہ کی بدلیل استحسان کے کیونکہ قائم ہونی احتباس کے اور حاصل ہونے استیناس اور دواعی جماع اور حفظ بیت کے اور اسیطرح واجب ہی نفقہ اگر بیمار ہوئی اپنے گھر مین پھر زوج کے گھر مین آئی یا اپنے گھر مین بیمار رہی اور زوج کو اپنے پاس کے آنیسے مانع نہوئی اور یہی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر مین اسکو تحریر کیا ہی وفي الخانية مرضت عند الزوج فانتقلت لدار ابيها ان لم يمكن نقلها بمحفة ونحوها فلها النفقة والا لا كما لا يلزمه مداواتها اور خانیہ مین ہی کہ بیمار ہوئی زوجہ زوج کے پاس پھر آئی اپنے باپ کے گھر مین پھر زوج نے اپنے گھر بُلایا تو اگر ایسی بیمار ہو کہ ممکن نہو اوسکا لانا ڈولی وغیرہ کی سواری مین تو وہ نفقہ کی مستحق ہے اور اگر ڈولی مین آسکتی ہو اور نہ آوی تو اوسکا نفقہ لازم نہین چنانچہ زوج پر زوجہ مریضہ کی دوا علاج کرنا واجب نہین اور نہ اجرت طبیب اور فصد کی واجب ہی کذا في العالمگيرية

نفقة لا لاحد عشر مرتدة ومقبلة ابنه ومعتدة موت ومنكوحة فاسد وعدته وامة لم تبوّأ وصغيرة لم توطأ والخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود ولو بعد سفره خلافا للشافعي زوج پر نفقہ واجب نہین گیارہ عورتونکا زوجہ مرتدہ کا اور اوس عورت کا جسنے زوج کے ولد کا بوسہ لیا ہو اور یہی حکم ہی جمیع اصول اور فروع زوج کی تقبیل کا اور منکوحہ نکاح فاسد کا اور منکوحہ عدت فاسد کا اور اوس لونڈی منکوحہ کا جسکے مولی نے اوسکے واسطے علیحدہ مکان رہنیکو نہین دیا اور زوجہ صغیرہ کا جو لائق وطی اور خدمت اور موانست کے نہین اور نفقہ واجب نہین اوس زوجہ کا جو نکل گئی زوج کے گھر سے ناحق یا بلا عذر شرعی اور ایسی عورت کو شرع مین ناشزہ کہتی ہین یہانتک کہ زوج کے گھر مین پھر آوے تو ناشزہ نرہیگی اگرچہ بعد مسافرت کرجانے زوج کے گھر مین آئی ہو بخلاف مذہب شافعی کے کہ اونکے نزدیک اگر زوج کے روبرو گھر سے نکل گئی اور زوج نے سفر کیا پھر بعد اسکے زوجہ اپنے زوج کے گھر مین آئی تو نفقہ اوسکا واجب نہوگا تا وقتیکہ زوج گھر مین نہ آوے کذا في حاشية الرملي عن حاشية البحر للرملي نشوز لغت مین عبارت ہی نا موافقت اور نا فرمانی زوجہ سے اور مصطلاح فقہ مین عبارت ہی خروج ناحق اور منع نفس سے اور یہہ تفسیر خصاف سے منقول ہے کذا في البحر والقول لها في عدم النشوز بيمينها وتسقط به المفروضة لا المستدانة في الاصح كالموت اور قول زوجہ کا معتبر ہے عدم خروج مین ساتھہ قسم کے یعنی اگر زوج نے دعوی کیا زوجہ کے نشوز کا اور گواہ نہین ہین اور زوجہ منکر ہی نشوز کی اور اسپر قسم کہاتی ہی تو زوجہ ہی کا قول معتبر ہوگا زوج پر نفقہ دینا لازم آویگا اور ساقط ہوتا ہی بسبب نشوز کے نفقہ مفروضہ نہ مستدانہ قول اصح مین مانند موت کے یعنی اگر زوجہ کا نفقہ کچھ ٹھہر گیا ہو اور چند ماہ اوسپر گذر گئے اور اوسنے نہ پایا اور پھر وہ گھر سے نکل گئی تو وہ نفقہ ساقط ہوگیا اور اگر بموجب اجازت زوج یا بحکم قاضی اوسنے نفقہ قرض لیا ہو اور پھر نکل گئی تو یہہ ساقط نہوگا زوج کو دینا پڑیگا اور یہی حال ہی موت کا خواہ زوج مرگیا ہو یا زوجہ مفروضہ ساقط ہوگا نہ مستدانہ کذا في حاشية المدني ناقلا عن الذخيرة قيد بالخروج لانها لو مانعته من الوطى لم تكن ناشزة اور مقید کیا مصنف نے ناشزہ کو ساتھہ خروج کے اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو گھر مین وطی سے ممانعت کرے تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال قدرت زوجہ پر دلالت کرتا ہی چنانچہ باکرہ کی وطی نہین ہوتی مگر زبردستی سے کذا في الزيلعي وشمل الخروج الحكمي بان كان المنزل لها فمنعته من الدخول عليها فهي كالخارجة ما لم تكن سألته النقلة اور خروج ناشزہ کا خروج حکمی کو بھی شامل ہے چنانچہ مکان عورت ہی کا ہو اور وہ زوج کو اپنے پاس نہ آنے دے تو یہہ عورت بمنزلہ خارجہ کے ہی اسکا نفقہ زوج پر لازم نہوگا جبتک کہ زوجہ نے زوج سے نقل مکان کا نہ سوال کیا ہو یعنی اگر زوجہ اپنے گھر مین رہتی ہو اور زوج سے کہو کہ مجکو دوسرے مکان مین لیچل مین یہان نہ رہونگی اور زوج نے اسمین توقف کیا ہو اور زوجہ نے اس حالت مین اپنے پاس آنیسے روکا ہو تو نفقہ اوسکا ساقط نہوگا ولو كان فيه شبهة كبيت السلطان فامتنعت منه فهي ناشزة لعدم اعتبار الشبهة في زماننا بخلاف ما لو خرجت من بيت الغصب او ابت الذهاب اليه او السفر معه او مع اجنبي بعثه لينقلها فلها النفقة اور اگر اوس گھر مین جسمین زوج نقل مکان کا ارادہ کرتا ہی شبہہ ہو معلوم نہین کہ حلال مال سے بنا ہی یا حرام سے جیسے مکان بادشاہی سو عورت نے وہان جانے سے انکار کیا تو وہ عورت ناشزہ ہی بسبب معتبر نہونے شبہات کے ہمارے زمانہ مین یعنی پچھلا زمانہ بسبب کثرت بے دیانتی کے اس لائق نہین کہ شبہات سے آدمی بچے حرام خالص سے بچنا البتہ ضرور ہی علاوہ اسکے اجتناب شبہات

له والبينة لها ولو انكرت انفاقه فالقول لها بيمينها ذخيرة۔ اور اگر دونون مین خلاف پڑا مدت مین مثلاً عورت کہتی ہو کہ قاضی نے دو مہینے سے نفقہ
معین کر دیا ہے اور مرد کہتا ہو کہ ایک مہینے سے تو قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اور گواہ عورت کے مقبول ہون گے اور اگر عورت نفقہ دینے کا انکار کرتی ہو تو عورت ہی کا قول
معتمد ہوگا ساتھ اوسکی قسم کہانے کے کذا فی الذخیرة وبموت احدهما وطلاقها ولو رجعيا كما في الظهيرية والخانية واعتمد في البحر بحثا عدم سقوطها
بالطلاق لكن اعتمد المصنف في جواهر الفتاوى والفتوى على عدم سقوطها بالرجعي كيلا يتخذ الناس ذلك حيلة واستحسنه محشي الاشباه
وبالاول افتى شيخنا لكن صحح الشرنبلالي في شرحه للوهبانية ما بحثه في البحر من عدم السقوط ولو بائنا قال وهو الاصح ورد ما ذكره ابن
الشحنة فتامل عند الفتوى سقط المفروض لانه صلة۔ اور ساقط ہوتا ہے نفقہ مفروضہ زوج یا زوجہ کی موت سے یا عورت کی طلاق سے اگرچہ طلاق رجعی ہو کما فی الظہیریۃ
والخانیۃ اسواسطے کہ نفقہ از قسم عطا ہے اور عطا موت اور طلاق سے ساقط ہے چنانچہ ہبہ قبل القبض موت سے ساقط ہوتا ہے اور بحر الرائق مین بذکر چند دلائل عدم سقوط
نفقہ پر اعتماد کیا ہے طلاق مین رجعی ہو یا بائن لیکن مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی کے اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ طلاق رجعی مین عدم سقوط نفقہ پر فتوی ہے تا کہ
لوگ اسکو حیلہ نہ ٹھہرالین اسقاط نفقات مفروضہ کا یعنی جب بہت نفقہ جمع ہو تو عورت کو طلاق رجعی دیکر رجعت کر لین تا کہ اگلا نفقہ دینا نہ پڑے کہ اسمین عورتون کا
بڑا نقصان ہے، اور اسی عدم سقوط کو طلاق رجعی مین اشباہ کے محشی یعنی حموی نے پسند کیا ہے شارح کہتا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول پر فتوی دیا ہے
یعنے مطلق طلاق کے سقوط نفقہ پر لیکن شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین اوس قول کی تصحیح کی ہے جسکی بحث بحر الرائق مین کی ہے یعنی عدم سقوط نفقہ کی اگرچہ طلاق بائن ہو اور
کہا ہے کہ عدم سقوط یہی اصح ہے اور رد کیا ہے اسکو جسکو ابن شحنہ نے ذکر کیا ہے واسطے اثبات سقوط کے شارح کہتا ہے سو تامل اور غور کیجو اوے مفتی اس مسئلہ مین فتوی دینے کے
وقت یعنے اگر بعد نفقہ مفروض ہونے کے زوج نے طلاق دی ہو تو قاضی اور مفتی کو غور کرنا چاہیے سو اگر معلوم ہو کہ نفقہ نہ دینے کے واسطے اوسنے طلاق دی ہے تو عدم
سقوط پر حکم کرے یا فتوی دے اور اگر زوجہ کی بد مزاجی سے طلاق دی ہے تو سقوط نفقہ کا حکم یا فتوی دے متقدمین نے بر تامل کبھی کو رکی ہے اور طلاق کو بھی اسپر ذکر کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا استدانت بامر قاض فلا
تسقط بموت او طلاق في الصحيح لما مر انها كاستدانته بنفسه وعبارة ابن الكمال الا اذا استدانت بعد فرض قاض ولو بلا امره فليحرر
مگر جبکہ بعد مفروض ہونے نفقہ کے عورت نے قرض لیا ہو نفقہ قاضی کی اجازت سے تو اب نہ ساقط ہوگا موت یا طلاق سے قول صحیح مین کذا فی المحیط اسواسطے کہ
مذکور ہو چکا ہے کہ بحکم قاضی قرض لینا عورت کا مانند قرض لینے زوج کے ہے بذات خود تو جیسے زوج کا قرض لازم الادا ہے ویسی عورت کا کذا فی البحر اور عبارت ابن
کمال کی یون ہے کہ موت اور طلاق سے نفقہ مفروضہ ساقط ہوتا ہے مگر جب کہ عورت نے نفقہ قرض لیا بعد فرض قاضی کے تو ساقط نہین ہوتا اگرچہ بدون حکم قاضی کے
قرض لیا ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح کتب فقہ سے کرنا چاہیے م حلبی نے کہا کہ قول ابن کمال کا متون اور شروح کے مخالف ہے تو لائق اعتماد کے نہین کذا فی حاشیۃ
المدنی ولا ترد النفقة والكسوة المعجلة بموت او طلاق عجلها الزوج او ابوه ولو قائمة به يفتى اور نہ پہیر دیا جاویگا نفقہ اور لباس جو پیشگی
دیا گیا نہ موت سے پہیر سکتا ہے نہ طلاق سے زوج نے پیشگی دیا ہو یا اوسکے باپ نے اگرچہ نفقہ اور لباس بعد موت اور طلاق کے موجود و موصوف رہ نہ ایا ہو تو بہی
مسترد نہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی منح الغفار نا قلا عن الخانیہ والفتح ويباع القن ويسعى مدبر ومكاتب لم يعجز۔ المأذون بالنكاح وبدونه يطالب
بعد عتقه في نفقة زوجته المفروضة اذا اجتمع عليه ما يعجز عن ادائه ولم يفده ذخيرة ولو بنت المولى اپنی زوجہ کی نفقہ مفروضہ
مین بیچا جاویگا خالص غلام جسکو اذن دیا مولے نے نکاح کا اور بدون اذن مولی کے اگر غلام نے نکاح کیا تو اوس سے مطالبہ نفقہ کا بعد اوسکی آزادی کے ہوگا
اور مدبر اور مکاتب جو عاجز نہین ہوا بدل کتابت سے محنت مزدوری کریگا واسطے نفقہ زوجہ کے اور خالص غلام اوس نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا جب کہ اوسپر اسقدر
نفقہ مجتمع ہو جاوے کہ وہ اوسکے ادا کرنیسے عاجز ہو اور اسکا مالک اوسکی عوض نفقہ نہ دے کذا فی الذخیرۃ اگرچہ غلام کی زوجہ مالک کی بیٹی ہو تو بہی اوسکو واسطے بیچا جاویگا
لا امته ولا نفقة لولده ولو زوجته حرة بل نفقته على امه ولو مكاتبة لتبعيته للام اور نہ واجب ہوگا نفقہ غلام پر اوس زوجہ کا جو لونڈی
ہے غلام کے مولی کی اور نہ واجب ہوگا غلام پر نفقہ اوسکی ولد کا اگرچہ زوجہ اوسکی حرہ ہو بلکہ نفقہ غلام کے ولد کا ولد کی ماں پر واجب ہوگا اگرچہ ماں اوسکی مکاتبہ
ہو اسواسطے کہ ولد تابع ہے اپنی ماں کا حر اور مکاتب ہونے مین یعنی اگر ماں حرہ ہے تو لڑکا بہی حر ہے پہر جب وہ حر ہوا تو غلام پر اوسکا نفقہ کیونکر ہوا اور ماں اوسکی مکاتبہ ہے

تو لڑکا بھی مکاتب ہوا اور اگر لڑکے کی لونڈی ہو یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ اوسکا مولی پر ہے اسواسطے کہ لڑکا مملوک ہے مولی کا ولو مکاتبین سعی لانہ ونفقتہ علی
ابیہ ھ م اور اگر زوج اور زوجہ دونو مکاتب ہون تو کوشش کریگا لڑکا اپنی ماکیواسطے یعنی اوسکی کسب کی مالک ہوگی اسواسطے کہ لڑکا ماکا تابع ہے اور نفقہ ولد کا
اوسکے باپ پر ہے کذا فی الجوہرہ م عبارت جوہرہ کا یہہ مضمون ہے کہ اگر مولی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کردیا پھر دونو کو مکاتب کیا پھر دونو کے ولد پیدا ہوا
تو ولد اپنی ماکی کتابت مین داخل ہوگا اور کسب ولد کا ماکا ہوگا اور نفقہ ولد کا اوسکی مکاتبہ ماپر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا انتہے مضمون الجوہرہ
تو اس سے معلوم ہوا کہ یہہ جو شرح مین ہے کہ نفقہ ولد کا اوسکے باپ پر ہے سو غلط ہے اسواسطے کہ مخالف ہے جوہرہ کے اور بحر الرائق کے بھی مخالف ہے کذا فی حاشیۃ الکنز
اور فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مولی نے مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونو کا نکاح کردیا پھر وہ لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماپر ہوگا نہ باپ پر تو بالیقین
معلوم ہوگیا کہ عبارت شرح کی بیان غلط ہوگئی ہے مرۃ بعد اخرے ای لو اجتمع علیہ نفقۃ اخرے بعد ما اشتراہ من علم بہ اولم یعلم ثم علم
فرضی بیعہ ثانیا وکذا المشتری الثالث وهلم جرا لانہ دین حادث قالہ الکمال وابن الکمال فما فی الدرر تبعا للصدر سہو غلام خالص اپنی زوجہ
کے نفقہ مین بار بار بیچا جاویگا یعنی اگر غلام پر دوسرا نفقہ مجتمع ہوا بعد خرید کرنے اوس شخص کے جو غلام کا حال جانتا تہا یا اوسکو معلوم نہ تہا پھر خرید کرنیکے بعد اوسنے جانا اور راضی ہوگیا
یعنی یہہ نقصان جانکر رد بیع نکیا تو دوسری بار غلام بیچا جاویگا نفقہ ثانیہ کیواسطے اور اسیطرح اگر مشتری ثالث خرید کریگا یہہ حال جانکر بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے
نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا وعلی ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچوین بار اسواسطے کہ نفقہ دین حادث ہے یعنی روز بروز پیدا ہوتا جاتا ہے تو جتنی بار اتنا نفقہ جمع ہوگا کہ غلام
اوسکے دینے سے عاجز ہوگا تو اوتنی بار اوس نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا بخلاف اور دیون کے کہ وہ روز بروز پیدا نہیں ہوتے جاتے لہذا مہر وغیرہ دیون مین ایکبار
غلام بیچا جاویگا نہ بار بار اسیطرح مذکور کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین اور ابن کمال نے ایضاح مین اور اصلاح مین سو جو کہ درر غرر مین باتباع صدر الشریعۃ
مذکور ہے سو سہو اور غلط ہے م شرح وقایہ مین صدر الشریعۃ کے کلام کا حاصل یہہ ہے کہ غلام نے باجازت مولی ایک عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے اوسکا نفقہ غلام
پر مقرر کردیا سو اوسپر ہزار درم جمع ہوگئے اور پانسو درم پر غلام بیچا گیا اور یہی اوسکی قیمت تھی اور مشتری جانتا تہا کہ اوسپر دین نفقہ کا ہنوز موجود ہے تو دوسری
بار بیچا جاویگا بخلاف اسکے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین ہوگا اور کسی سبب سے اور وہ پانسو کو بیچا جاویگا تو دوسری بار نہ بیچا جاویگا انتہے اور یہی عبارت بعینہ
درر غرر مین ہے تو ظاہر کلام صدر الشریعۃ سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ بیع ثانی غلام کیواسطے اوسکے باقی پانسو درم کے ہوگی آخر کلام کے قرینہ سے اور حالانکہ یہہ صحیح
نہین اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ دین نفقہ مین جو غلام بار بار بیچا جاتا ہے سو اوسکی علت یہہ ہے کہ نفقہ تہوڑا تہوڑا حادث ہوتا جاتا ہے مشتری کے پاس اور حالانکہ
پانسو باقی درم مشتری کے پاس حادث نہین ہوئے تو اونکے واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاویگا بلکہ اوسکو اوکیواسطے تا زمان عتق انتظار کیا جاویگا کذا فی منح
الغفار وحاشیۃ الدر نی وتسقط بموتہ وقتلہ فی الاصح اور ساقط ہوتا ہے نفقہ غلام کی موت اور مقتول ہونے سے قول اصح مین ویباع فی دین غیرها مرۃ لعدم
التجدد اور غلام بیچا جاویگا نفقہ زوجہ کے دین کے سوا اور دین مین ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنی نفقہ کے سوا اور دین روز بروز پیدا نہیں ہوتا جاتا ہے بلکہ یکبارگی ہوتا
ہے تو اوسکیواسطے ایک ہی بار بیع بھی ہوگی وسیجی فی الماذون ان للغرماء استسعاءہ ومفادہ ان لہا استسعاءہ ولو لنفقۃ کل یوم بحر
اور آویگا احکام عبد ماذون مین کہ صاحبان دین کو کسب کروانا غلام سے اور اوسکی اجرت لینا درست ہے اپنے دین مین تو اس سے مستفاد ہوا کہ زوجہ کو بھی اوس سے
محنت مزدوری اپنے نفقہ کیواسطے کروانا جائز ہے اگرچہ ہر دن کے نفقہ کیواسطے ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ زوجہ بھی صاحب دین ہے قال وھل یباع فی کفنھا ینبغی علی
قول الثانی المفتی بہ نعم کما یباع فی کسوتہا کہا صاحب بحر نے کہ غلام زوجہ کے کفن کیواسطے بیچا جاویگا بنا بر قول ابو یوسف کے جو مفتی بہ ہے یا نہین جواب یہ
ہے کہ اون کفن کیواسطے بیچا جاویگا چنانچہ عورت کی پوشاک کیواسطے بکتا ہے م یہہ جواب روایۃ مذہب نہین بلکہ ابی یوسف کے اس قول سے کہ کفن برابر پوشاک کے ہے صاحب
بحر نے استخراج کیا ہے اور صاحب نہر اور حموی نے بھی اسکو پسند کیا کذا فی حاشیۃ الدر نی ونفقۃ الامۃ المنکوحۃ ولو مدبرۃ وام ولد اما المکاتبۃ فکالحرۃ
انما تجب علی الزوج ولو عبدا بالتبوئۃ بان یدفعها الیہ ولا یستخدمہا اور نفقہ منکوحہ لونڈی کا اگرچہ مدبرہ اور ام ولد ہو نہین واجب ہوتا ہے زوج
پر اگرچہ وہ غلام ہو مگر علیحدہ مکان دینے سے اسطرح پر کہ لونڈی اوسکو سپرد کردیا مالک اور اوس سے خدمت نلے اور اگر مالک لونڈی کو اپنے کاربار مین رکھیگا تو زوج پر نفقہ

اسیطرح اور باقی سامان گھر کا جیسے چٹائیاں اور چارپائیاں اور نمدہ اور فرش جیسے دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورت کو بدن کی صفائی ہو اور میل چھوٹے جیسے کنگھی اور اشنان جو مدینہ میں گھاس ہے بال صاف ہو جاتے ہیں اوس سے یا گلی یا صابون بطور عادت ہر ملک اور وہ چیز زوج پر واجب ہے جو عورت کی بغل گندگی کو دور کرے اور دوا اور دوجہ کہ پاؤں کی جوتیاں واجب ہیں اور یہہ بیان اسکا جوہرہ اور بحر الرائق میں ہے اور حاشیہ مدنی میں باقی مضمون جوہرہ کا یوں منقول ہے کہ لذت اور زینت کی چیز جیسے خضاب اور سرمہ سو زوج پر واجب نہیں اوسکا اختیار ہے چاہے دے چاہے نہ دے جب دے تو عورت استعمال کرے اور خوشبو بھی زوج پر واجب نہیں مگر اسقدر کہ بساہند کو دور کرے نہ زیادہ اس سے اور علاج بیماری کی اجرت طبیب اور فصد اور پچھنے کی زوج پر واجب نہیں اور اتنا پانی دینا واجب ہے جس سے عورت اپنے کپڑے دھولے اور اپنے بدن کا میل چھوڑا دے نہا کر اور بحر الرائق کا باقی مضمون یہہ ہے کہ زوج پر واجب ہیں لکڑیاں جلانیکی اور صابون اور تیل چراغ کیواسطے اور پانی غسل اور وضو کا زوج پر واجب ہے کذا فی الظہیریۃ والواقعات اور یہہ جو خلاصہ میں ہے کہ وضو کا پانی زوج پر فرض نہیں سو ضعیف روایت ہے وفیہ اجرۃ القابلۃ علی من استأجرہا من زوجۃ او زوج ولو جاءت بلا استیجار قیل علیہ وقیل علیہا اور بحر الرائق میں ہے کہ اجرت دائی جنائی کی اوسپر ہے جسنے اوسکو بلایا مزدوری ٹھہرا کر خواہ زوجہ نے یا زوج نے اور اگر دائی خود بلا درخواست آئی تو وہ دونوں پر اوسکی مزدوری محتمل ہے وتفرض لہا الکسوۃ فی کل نصف حول مرۃ لتجدد الحاجۃ حرا وبردا اور فرض ہے عورت کو پوشاک دینا ہر نصف سال میں ایک بار یعنی سال میں دو جوڑے کپڑے زوج پر فرض ہیں بسبب تجدد حاجت کے باعتبار گرمی اور سردی یعنی گرمی کی پوشاک جاڑے میں کام نہیں آسکتی اور نہ جاڑے کی گرمی میں کام آتی ہے لہذا سال بھر میں دو بار پوشاک کی حاجت ہوئی ہم اور اگر قبل مدت کے کپڑے عورت کے پھٹ گئے تو اگر اوسنے موافق عادت کے احتیاط سے پہنے اور پھر پھٹ گئے تو زوج پر اور پوشاک دینا واجب ہوگا اور اگر خلاف عادت بے احتیاطی سے پہنے رہی تو زوج پر نئی پوشاک دینا واجب نہیں کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الجوہرۃ وللزوج الانفاق علیہا بنفسہ ولو بعد فرض القاضی خلاصہ الا ان یظہر للقاضی عدم انفاقہ فیفرض ای یقدر لہا لطلبہا مع حضرتہ ویأمرہ لیعطیہا ان شکت مطلہ ولم یکن صاحب مائدۃ لان لہا ان تاکل من طعامہ وتتخذ ثوبا من کرباسہ بلا اذنہ فان لم یعط حبسہ ولا تسقط عنہ النفقۃ خلاصہ وغیرہا اور زوج کو جائز ہے نفقہ دینا عورت کو بذات خود یعنی اوسکی ضروریات کا خرید کر دینا تاکہ عورت کو باہر نکلنے کی حاجت نہ پڑے اگرچہ خرید کر دینا بعد معین کر دینے قاضی کے ہو کذا فی الخلاصہ مگر یہہ کہ قاضی کو ظاہر ہو نہ نفقہ دینا زوج کا تو اگر قبل اسکے قاضی نے نفقہ نہ معین کر دیا ہو تو اب عورت کا نفقہ ٹھہرا دے مگر دو شرط سے ایک شرط یہہ کہ عورت کی درخواست سے معین کرے نہ بلا درخواست دوسری شرط یہہ کہ بوقت حاضر ہونے زوج کے معین کرے اسواسطے کہ غائب پر حکم جائز نہیں اور بعد معین کر دینے نفقہ کے اگر نہ دینا معلوم ہو تو قاضی حکم کرے تاکہ زوج عورت کو نفقہ دیوے اگر شکایت کرے عورت اوسکے ٹالنے اور دیر لگانے کی بشرطیکہ زوج سخی اور صاحب دستارخوان نہو اور اگر زوج سخی اور صاحب دستارخوان ہو کہ بہت لوگ اوسکی کشادہ دلی کے سبب سے اوسکے دستارخوان پر کھاتے ہیں تو قاضی کو نفقہ دینے کا اوسپر حکم کرنا بیجا ہے اسواسطے کہ عورت کو بھی اختیار ہے کہ اوسکے کھانے میں کھالے اور اوسکے کپڑے میں سے کپڑا لیلیا کرے بے اوسکی اجازت کے اسواسطے کہ جو شخص بسبب اپنی جود اور سخاوت کے غیروں کو بلا وجوب کھلاتا اور پہناتا ہو وہ عورت کی نفقہ واجب میں کیونکر کمی کریگا پھر اگر بعد نفقہ دینے قاضی کے اور بعد حکم انفاق کے زوج سرکشی سے نہ دے تو قاضی اوسکو قید کرے اور اس قید ہونے سے بھی ایام حبس کا نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا کذا فی الخلاصۃ وغیرہا وقولہ فی کل شہر ای کل مدۃ تناسبہ کیوم للمحترف وسنۃ للدہقان اور مصنف کا یہہ قول کہ قاضی ہر مہینہ کا نفقہ معین کر دے مراد اوسکی یہہ ہے کہ ہر شخص کیواسطے وہ مدت ٹھہرا دے جو مناسب اوس شخص کے ہو چنانچہ پیشہ ور کیواسطے ایک دن کی مدت ٹھہرا دے اور زمیندار اور کاشتکار کیواسطے سال بھر کی مدت ٹھہرا دے اسواسطے کہ پیشہ ور جیسے لوہار اور بڑھئی اور مزدور ہر روز محنت کر کے کماتے ہیں سو کھاتے ہیں تو قاضی ایسے لوگوں پر حکم کرے کہ نفقہ ہر روز دیا کریں اسواسطے کہ ان پیشہ وروں سے ایک مہینہ کا خرچ یکبارگی نہیں ہو سکتا بخلاف زمیندار کھیتی والے کے کہ وہ سال بھر کا خرچ دے سکتا ہے اور اگر زوج نوکر ہو یا ایسا نوکر ہو جسکو بعد مہینے کے تنخواہ ملتی ہو اوسپر مہینے بھر کا خرچ معین کرے کذا فی فتح القدیر وغیرہ تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کل شہر کا لفظ قید اتفاقی ہے نہ احترازی ولہا الدفع کل یوم کما لہا الطلب کل یوم عند المساء ای الیوم

الآتي اور زوج کو اختیار ہو ہر روز کا نفقہ دینے کا جیسے عورت کو اختیار ہی ہر روز طلب کرنیکا شام کیوقت وہ اگلے دنکا نفقہ تاکہ بفراغت پیسے اور پکاوے خلاصہ یہ ہے کہ مہینے
اور سال کی مدت نفقہ کیواسطے لازم نہیں کہ اوسکا ترک جائز نہو بلکہ بنا بر تخفیف زوجین کے ہے اور اگر وہ راضی ہون کہ ہر روز دیا لیا کرین تو بھی جائز ہی ولھا اخذ
کفیل بنفقۃ شھر فاکثر خوفا من غیبتہ عند الثانی وبہ یفتی رفقا بھا ثم سائر الدیون علیہ وبہ یفتی بعضھم جواھر الفتاوی من کفالۃ الباب
الاول اور زوجہ کو جائز ہی مہینہ بھر کے نفقہ یا زیادہ کا ضامن لینا بخوف غائب ہوجانے زوج کے یعنی اگر زوجہ ڈرے کہ زوج کہین چلا جاویگا اور وہ زوج مہینہ یا سال
کے نفقہ کا ضامن مانگے تو ابی یوسف کے نزدیک یہ جائز ہے اور اسی پر فتوی ہو کہ بجبر اس سے ضامن لیا جاوے کذا فی فتح القدیر اور عورت کی نفقہ پر باقی دیون کو قیاس کرکے جس مدیون کے
غائب ہونیکا خوف ہو تو اوس سے ضامن لیا جاوے اور اسی پر بعض فقہا نے فتوی دیا ہی چنانچہ جواہر الفتاوی کی کتاب الکفالت کے پہلے باب مین یہ مذکور ہی فتح القدیر
مین ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اگر عورت تمام عمر کے نفقہ کا یا ہر مہینہ کا یا بقاء نکاح کا ضامن طلب کرے تو صحیح ہے ولو کفل لہ کل شھر کذا ابدا وقع علی الابد و
کذا الو لم یقل ابدا عند الثانی وبہ یفتی بحر اور اگر کوئی کفیل ہوا زوج کا یعنی ہر مہینے مین اسقدر نقد یا اناج ہمیشہ دیا کریگا زوجہ کو تو یہ ضمانت دائمی ہوگی
باتفاق ائمہ ثلثہ کے اور اسیطرح دائمی ضمانت ثابت ہوگی نزدیک ابی یوسف کو اگر ہمیشہ کا لفظ نکہا یعنی فقط اسیقدر کہا کہ مین ہر مہینے مین اتنا دیا کرونگا زوج کیطرف
سے تو یہ بھی دائمی ضمانت ہی اور اسی پر فتوی ہو کذا فی البحر الرائق وفیہ علیھا دین لزوجھا بنفقتھا فتقاصا الا برضاہ لسقوطھا بالموت بخلاف
سائر الدیون اور بحر الرائق مین ہی عورت نے طلب کیا قاضی سے کہ نفقہ معین کردے اور زوج کا دین تہا عورت پر تو نفقہ اور دین زوج کا باہم ملکر مجرا نہونگے
بدون رضامندی زوج کے یعنی اگر زوج کہیگا کہ نفقہ کو مہر کے دین مین سے حساب کرلو تو البتہ برابر ہوجاوینگے اور بدون رضامندی زوج کے نفقہ اوسکی
دین مین نہ مجرا ہوگا اسواسطے کہ نفقہ دین ضعیف ہے کہ موت سے ساقط ہوجاتا ہی بخلاف اور باقی دیون کے کہ وہ موت سے ساقط نہیں ہوتے تو وہ باہم حساب مین مجرا
ہوجاتے مین خواہ دونو شخص باہم مجرا دین یا نہ دین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفیہ اجرت دارھا من زوجھا وھما یسکنان فیہ لا اجر
علیہ اور بحر الرائق مین ہو کہ زوجہ نے کرایہ دیا اپنا گھر زوج کو اور وہ دونو اوسمین رہتے مین تو کرایہ مرد پر نہ دینا ہوگا م لیکن شارح نے اجارہ فاسدہ کے ذرع
مین حاشیۃ اشباہ سے نقل کیا ہو کہ فتوی اس روایت کی مخالف ہی یعنی زوج پر کرایہ اس صورتمین واجب ہے چنانچہ وہان معلوم ہوگا ولو دخل بھا فی منزل لھا کانت
فیہ باجر فطولبت بہ بعد سنۃ فقالت لہ اخبرتک بان المنزل بالکراء علیک الاجر فھو علیھا لانھا العاقدۃ بزازیہ اور اگر زوج نے
وطی کی زوجہ کی اوس گھر مین جسمین وہ کرایہ رہتی تھی پھر عورت سے کرایہ کا مطالبہ ہوا بعد سال کے سو اوسنے زوج سے کہا کہ مین تجکو خبر دیچکی ہون کہ یہ مکان کرایہ کا ہو اور
کرایہ تیری ذمہ پر ہے تو زوج پر کرایہ لازم نہوگا زوجہ ہی پر لازم ہوگا اسواسطے کہ کرایہ ٹھہرانے والی وہی ہی نہ زوج کذا فی البزازیہ ومفھومہ انھا لو سکنت بغیر
اجارۃ فی وقف او مال یتیم او معد للاستغلال فالاجرۃ علیہ فلیحفظ اور مفہوم تعلیل عاقدہ ہونیکا یہ ہو کہ بدون اجارہ کے مکان وقف
یا مکان مال یتیم مین یا اوس مکان مین جو غلہ رکہنے کیواسطے تیار رہا زوجہ رہی تو اوسکا کرایہ زوج پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ تو زوجہ نے نہیں کیا اور سکنی زوجہ کا
زوج پر لازم ہی لہذا زوج کو اجرت دینا لازم ہوگا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ویقدرھا بقدر الغلاء والرخص ولا تقدر بدراھم ودنانیر کما فی الاختیار
وعزاہ المصنف لشرح المجمع للمصنف اور قاضی ٹھہراوے نفقہ زوجہ کا بقدر گرانی اور ارزانی غلہ کے اور نہ اندازہ کرے[۵] نفقہ کا دراہم اور دنانیر سے
کذا فی الاختیار شرح المختار اور مصنف نے اپنی شرح مین اس عدم تقدیر کو اتن کی شرح مجمع کیطرف منسوب کیا ہی لکن فی البحر عن المحیط ثم المجتبی ان
شاء القاضی فرضھا اصنافا او قومھا بالدراھم ثم یقدر بالدراھم لیکن بحر الرائق مین محیط پھر مجتبی سے منقول ہے کہ اگر قاضی چاہے نفقہ
نفقہ کو قسم قسم مقرر کرے مثلا گیہون اتنے اور گوشت اتنا اور گہی اتنا اور دال اتنی خواہ ہر روز کی تقدیر کرے خواہ مہینے خواہ سال کی علی حسب المرتب یا قسم
ماکولات کی قیمت ٹھہراوے دراہم سے پھر مجموعہ کا اندازہ دراہم سے کرے اور زوج کو حکم کرے کہ ہر مہینے یا ہر سال اتنے روپیہ زوجہ کو دیا کرے وفیہ لو قترت
علی نفسھا فلہ ان یرفعھا للقاضی لتاکل مما فرض لھا خوفا علیھا من الھزال فانہ یضرہ کما لہ ان یرفعھا للقاضی للبس الثوب
لان الزینۃ حقہ اور بحر الرائق مین ہو جب کہ قاضی نے زوجہ کا نفقہ معین کردیا پھر اگر زوجہ اپنی ذات پر تنگی کرے اور جمع کرنیکی طمع سے کم کہاوے تو زوج

[۵] صواب یہ ہو کہ ترجمہ یون ہونا اور نہ اندازہ کیا جاوے بعینہ ... مجہول ۱۲

جائز ہے کہ اوسکی نالش قاضی کے پاس کرے تاکہ وہ اچھی طرح کھایا کرے اوسمین سے جو اوسکے لئے مقرر ہوگیا ہے مبادا کہ نہایت ضعیف اور دبلی ہوجاوے اسواسطے کہ لاغری زوجہ کی منع کیواسطے مضر ہے کہ اوسکی رغبت اور شہوت کے نہین رہتی چنانچہ جائز ہے زوج کو کہ اوسکی نالش قاضی کے پاس پوشاک کیواسطے کرے کہ کیون پوشاک نہین پہنتی اور میلی کچیلی رہتی ہے اسواسطے کہ سنگار کرنا زوج کا حق ہے ہم جیسے عورت کو زینت کرنا مرد کیواسطے لازم ہے ویسے ہی مرد کو زینت شرعی کرنا عورت کیواسطے لازم ہے یعنی حجامت بنوانا اور موچھ کا کترانا اور موی زہار کا مونڈنا اور غسل کرنا موافق مقدور کے پوشاک پہننا ضرور ہے اسواسطے کہ جب عورت یا مرد بےسلیقگی سے ترک زینت کا کریگا تو دوسرے کیو خواہ مخواہ نفرت آویگی تو غیرونکی طرف نظر جا لگیگی پھر وہ فساد ہوگا کہ خدا پناہ مین رکھے چنانچہ بنی اسرائیل مین مردونکی زینت ترک کرنیسے انواع مفاسد درپیش ہوئے بلکہ عورت کے حقوق سے یہہ بھی ہے کہ مرد سرعت انزال سے اپکو بچاوے اور اسکا خیال رکھے اسواسطے کہ عورت کو اکثر بعد دیر کے انزال ہوتا ہے عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ مجکو سرمہ لگانا زوجہ کا پسند آتا ہے جیساکہ اپنا سرمہ لگانا پسند آتا ہے اور یہہ مطالب اس آیت قرآنی سے مفہوم ہوتے ہین جو حق تعالے نے فرمایا کہ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ کہ عورتونکا حق مردون پر ویسا ہی ہے جیسا مردونکا حق عورتون مین ہے بطریق مشروع کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویزاد فی الشتاء جبة وسراویل اور زیادہ کیا جاوے موسم سرما مین جبہ اور پاجامہ ہم یہہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتون کے حق مین ہے جو فقط قمیص مین گذران کرتی ہین جیسے عرب کی گنوار عورتین جنکو بدوی کہتے ہین اور جنکو مدام پاجامہ کی عادت ہے چنانچہ شرفا ہند ہین تو اونکو سرما اور گرما مین پاجامہ دینا لازم ہے اور ظہیریہ مین منقول ہے کہ امام محمد نے پوشاک عورت کی سال بھر کی یون بیان کی ہے کہ دو درع اور دو خمار اور ایک ملحفہ درع کرتہ گلے سے قدم تک اور خمار وہ جو سر پر اوڑھا جاوے اور ملحفہ کی تفسیر مختلف ہے بعضے کہتے ہین وہ بڑی چادر ہے جس سے تمام بدن لپیٹ کر عورت باہر نکلتی ہے اور بعضون کے نزدیک شب خوابی کا کپڑا اور خصاف نے بجاے درع کے قمیص کو مذکور کیا ہے درع اور قمیص حقیقت مین ایک ہی چیز کا نام ہے فرق اتنا ہے کہ درع وہ ہے جسکا چاک سینہ کیطرف ہو اور قمیص وہ جسکا (مونڈھون) کیطرف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور فتاوی عالمگیری مین ینابیع سے منقول ہے کہ لباس عورت کا مرد پر واجب ہے موافق دستور کے جیساکہ عورت کیواسطے مناسب ہو باعتبار عادت گرمی اور جاڑے کے لیکن عادت ہر ملک کے مختلف ہے تو ہر ملک مین ویسا ہی کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ ویسا لباس ہو جس سے بدن چھپا رہے نہ وہ لباس شیطانی جو لکھنؤ وغیرہ مین بالفعل رائج ہے کہ سر اور پیٹ بالکل کھلا رہتا ہے حق تعالے اونکو حیا نصیب کرے وما یدفع به اذی حر وبرد اور وہ لباس زیادہ کرنا چاہئے سرما اور گرما مین جس سے گرمی اور جاڑا دور ہو ولحافا وفراشا وحدها لانها ربما تعتزل عنه ایام حیضها ومرضها اور زیادہ دیا جاوے جاڑے مین لحاف اور بچھونا عورت کو علیحدہ یعنی سوا اوس لحاف اور توشک کے جسمین زوج اور زوجہ پاس ملکر لیٹتے ہین علیحدہ اسواسطے چاہئے کہ گاہ عورت جدا رہتی ہے زوج سے حیض کے ایام مین یا بیماری کے دنونمین صحیح حدیث مین وارد ہے کہ ایک اوڑھنا بچھونا زوج کا اور ایک دوسرا زوجہ کا اور تیسرا مہمان کیواسطے اور چوتھا شیطان کا یعنی فضول ہے ان المطلبۃ لباس کے ان اقسام مذکورہ کو قاضی مقرر کردے اگر عورت درخواست کرے قاضی سے اسواسطے کہ یہہ حق ہے زوجہ کا بدون اوسکی نالش اور خواہش کے حاکم پر ٹھہرا دینا لازم نہین ویختلف ذلك یسارا واعسارا وحالا وبلدا اختیار اور مختلف ہوتی ہے یہہ خوراک اور پوشاک باعتبار مقدور اور افلاس کے اور بنا بر رسم و ملک کے کذا فی الاختیار تو مقدور والے پر اوسکے موافق خوراک اور پوشاک زوجہ کی واجب ہے اور مفلس پر اوسکے موافق اور گرمی مین گرمی کے موافق اور سردی مین اوسکے موافق جیسی جس ملک کی عادت اور رواج ہو بشرطیکہ مخالف شرع شریف کے نہو ولیس علیه خفها بل خف امتها یجب اور واجب نہین مرد پر موزہ دینا عورت کا بلکہ اوسکی لونڈی کا موزہ واجب ہے اسواسطے کہ لونڈی باہر نکلتی ہے نہ زوجہ کذا فی المجتبی اگر مرد با مقدور ہو اور ملک کی رسم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البحر قد یستفید من هذا انه لو کان لها امتعة من فرش ونحوها لا یسقط عن الزوج ذلك بل یجب علیه قد رأینا من یأمرها بفرش امتعتها له وللاضیافه جبرا علیها وذلك حرام کمنع کسوتها انتهی اور بحر الرائق مین ہے کہ مستفاد ہوا اس سے یعنی وجوب لباس اور اوس سے ثابت ہوا کہ اگر عورت کے سامان اور اسباب ہو از قسم فرش اور ظروف کے تو بھی زوج سے اسکا دینا ساقط نہوگا بلکہ واجب ہوگا اور ہم نے اور مقرر دیکھا ہے ان لوگونکو عورت کے فرش اور ظروف پر حکومت کرتے ہین اپنے واسطے اور اپنے مہمانون کیواسطے عورت پر ظلم کرکے اور حالانکہ یہہ زبردستی ہے گی نا مال پر حرام

سے جیسے اوسکی پوشاک نہ دینا حرام ہے انتہی کلامہ لکن قدمنا فی المہر عنہ عن المبتغی لو زفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد
الا اذا سکت انتہی وعلیہ فلو زفت الیہ لا یحرم علیہ الانتفاع بہ وفی عرفنا یلتزمون کثرۃ المہر لکثرۃ الجہاز وقلتہ لقلتہ ولا شک
ان المعروف کالمشروط فینبغی العمل بما مر کذا فی النہر شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں باب المہر میں بحر الرائق سے بروایت مبتغی کہ اگر زوجہ بیاہی جاوے
زوج کے پاس بدون اوس قدر جہیز کے جو اوسکو مناسب حال ہے تو زوج کو مطالبہ کرنا نقد مال کا زوجہ کے باپ سے پہنچتا ہے مگر اوس صورت میں مطالبہ نہیں جب زوج
چند مدت چپ ہو رہے تو اس تقدیر پر یعنی جب زوج کو نقد کا مطالبہ جائز ہوا تو اگر جہیز میں زوجہ کے ساتھ فروش اور ظروف آئے تو زوج پر اون سے منتفع ہونا اور
استعمال کرنا حرام نہوگا اسواسطے کہ ہمارے عرف اور رواج میں یعنی مصر میں کثرت مہر التزام کرتے ہیں واسطے زیادتی جہیز کے اور قلت مہر کا التزام کرتے ہیں واسطے
قلت جہیز کے اور بلا شک جو چیز کہ مروج اور معروف ہے وہ مشروط کی برابر ہے تو لائق ہے عمل کرنیکے جو مذکور ہو چکا یعنی عورت کے جہیز کا استعمال مرد پر حرام نہیں کذا
فی النہر الفائق م صاحب نہر کے کلام پر محشیوں نے بہت گفتگو کی ہے اور ذکر کرنا اوسکا بتفصیل طوالت کلام کا موجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ جہان بالیقین اسکا رواج ہو کہ
مہر مقرری سے زیادہ جہیز دینے کیواسطے کچھ دیتے ہوں مثلاً مہر وہان کا سو درم ہوا اور زوج نے دوسو درم دئیے سو مہر کے اور سو جہیز کے اور زوجہ کے باپ نے موافق سو
درم کے جہیز دیا تو البتہ زوج کو استعمال کرنا اسباب جہیز کا بدون رضامندی زوجہ کے بھی جائز ہے اور اگر باپ اوسکا جہیز نہ دے یا سو درم سے کم دے تو البتہ اس صورت
میں زوج کو نقد مال کا باپ سے مطالبہ پہنچتا ہے اور اگر اسطرح کا معمول اور رواج نہو تو جہیز کے اسباب کو اپنے صرف میں لانا زوج کو جائز نہیں بدون خوشی زوجہ کے
اسواسطے کہ مالک جہیز کی زوجہ ہے نہ زوج ہاں زوجہ کو البتہ اپنے باپ سے مطالبہ مہر کا اختیار ہے اگر وہ مہر لیچکا ہو زوج سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ عن قضاء
البحر هل تقدیر القاضی للنفقۃ حکم منہ قلت نعم لان طلب التقدیر بشرطہ دعوی فلا تسقط بمضی المدۃ انتہی اور نہر الفائق اور بحر الرائق کی
کتاب القضا سے منقول ہے کہ قاضی کا نفقہ مقرر کر دینا قاضی کے حکم میں داخل ہے یا نہیں میں کہتا ہوں کہ ہاں تقدیر قاضی کی حکم ہے اسواسطے کہ طلب کرنا تقدیر
نفقہ کا اوسکی شرط کے موافق یعنے زوج کے حضور میں یہ دعوی ہے اور بعد دعوی کی مقرر کر دینا قاضی کا اسیکا نام حکم ہے پھر جب یہ حکم ہوا تو نفقہ ساقط نہوگا
مدت گذرنے سے یعنی اگر چند مدت زوج نہ دیگا تو زوج کے ذمہ سے ساقط نہوگا بلکہ اوسکو ایام گذشتہ کا نفقہ دینا لازم ہوگا ولو فرضت لہا کل یوم او کل شہر
هل یکون قضاء ما دام النکاح قلت نعم الا لمانع ولذا قالوا الابراء قبل الفرض باطل وبعدہ یصح مما مضی ومن شہر مستقبل
اور جب کہ بتقدیر قاضی نفقہ معین ہو گیا عورت کیواسطے ہر دن کا یا ہر مہینے کا تو یہ حکم قضا بقای نکاح تک ہوگا یا ایک دن یا ایک مہینہ تک میں کہتا ہوں کہ ہان یہ
حکم تا بقای نکاح زوجین میں جاری چلا جاویگا مگر بسبب مانع کے البتہ موقوف ہو جاویگا چنانچہ نشوز سے نفقہ ساقط ہو جاویگا باوجود قائم رہنے نکاح کے
اور چونکہ تقدیر قاضی سے نفقہ دین ہو جاتا ہے لہذا فقہا نے کہا ہے کہ ابرا کرنا نفقہ سے قبل معین کر دینے قاضی کے یا قبل تراضی طرفین کے باطل ہے اسواسطے کہ ابرا نہیں
ہوتا مگر دین میں اور دین ہونا نفقہ کا بدون حکم قاضی یا بدون تراضی طرفین کے نہیں ہوتا اور قاضی کے معین کرنے یا تراضی طرفین کے بعد ابرا کرنا نفقہ زمان
ماضی اور ماہ مستقبل سے صحیح ہے اسواسطے کہ ابرا بعد الوجوب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والنہر حتی لو شرط فی العقد ان النفقۃ تکون من
غیر تقدیر والکسوۃ کسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلہا بعد ذلک طلب التقدیر فیہما یہان تک کہ اگر زوج نے نکاح میں یہ شرط کی کہ
نفقہ بقدر کفایت ہے بلا تقدیر یعنی نہایت قلیل بقدر ضرورت اور اسیطرح لباس میں شرط کی کہ ایک ہی لباس گرمی اور جاڑے میں تو یہ شرط لازم نہوگی تو عورت
کو اختیار ہے کہ بعد اس شرط کے بھی نفقہ اور لباس میں قاضی سے درخواست تقدیر کی کرے اسواسطے کہ یہ شرط حکم قاضی نہیں اور اوس امر میں شرط کی ہے
کہ ہنوز وجوب نہیں ہوا اور یہ بحث ہے صاحب بحر کی روایت صریح نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو حکم بموجب العقد مالکی یری ذلک فللحنفی تقدیرہا
لعدم الدعوی والحادثۃ اور اگر بموجب عقد مشروط کے حکم کیا قاضی مالکی نے جو ایسی شرط کو صحیح جانتا ہے تو قاضی حنفی کو تقدیر نفقہ کی جائز ہے بسبب
نہ پائے جانے دعوی اور حادثہ کے م صاحب بحر الرائق نے لکھا کہ میں نے یہ مسئلہ صریح نہیں دیکھا لیکن فصول عمادی اور بزازیہ کی کتاب القضا میں یوں منقول
ہے کہ حکم قاضی کا اختلاف مذہب کو نہیں مٹاتا مگر اس شرط سے کہ قاضی نے حکم کیا ہو بعد دعوی صحیح کے حادثہ میں اور مدعا علیہ میں تو یہ مقتضی ہے کہ بعد حکم قاضی

مالکی کے بھی حنفی کو تقدیر جائز ہے اسواسطے کہ یہ مسئلہ اوس صورت مین مفروض ہے کہ قاضی مالکی کے روبرو عقد اور شرط واقع ہوئی اور قاضی نے اوسکی صحت کا حکم کیا تو بیان خصومت اور دعوی پہلے نہین واقع ہوا کہ قاضی مالکی کا حکم نافذ ہو کر رافع اختلاف کا ہوتا كذا في حاشية المدني بقي لو حكم الحنفي بفرضها دراهم هل للشافعي بعده ان يحكم بالتموين قال الشيخ قاسم في موجبات الاحكام لا دليل عليه فلو حكم الشافعي بالتموين فليس للحنفي الحكم بخلافه فليحفظ نعم لو اتفقا بعد الفرض على ان تاكل معه تموينا بطل الفرض السابق لرضاها بذلك باقی رہا یہ امر کہ اگر حکم کیا قاضی حنفی نے تقدیر نفقہ کا دراہم سے یعنی طعام کی نقدی مقرر کر دی تو شافعی قاضی کو بعد اسکے تموین کا حکم کرنا یعنی قلیل بقدر ضرورت کی نفقہ کا حکم کرنا جائز ہے یا نہین کہا شیخ قاسم نے موجبات الاحکام مین کہ جائز نہین اور بنا بر اس عدم جواز کے اگر پہلے حکم کر چکا قاضی شافعی تموین کا تو قاضی حنفی کو حکم کرنا اوسکے مخالف جائز نہین اسواسطے کہ جب حکم اول جامع شروط رافع اختلاف کا ہو چکا تو اب حکم ثانی اوسکو توڑ نہین سکتا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہان اگر زوج اور زوجہ دونو بعد تقدیر نفقہ کے راضی ہوگئے کہ زوجہ زوج کے ساتھ بقدر ضرورت کی کھا دے تو باطل ہو جاویگی تقدیر سابق یعنی جو قاضی نے نفقہ مقرر کر دیا تھا سو اوسکا حکم موقوف ہو جاویگا اسواسطے کہ زوجہ اسی پر راضی ہوگئی وہ مثل مشہور بیان صادق آئی کہ جو رخصم راضی تو کیا کریگا قاضی لیکن اگر بعد اسکے پھر ناراض ہوگئی زوج کے ساتھ کھانے سے تو نفقہ مفروضہ پھر عود کریگا اسواسطے کہ حکم قاضی کا مادام النکاح جاری ہے كذا في حاشية المدني وفي السراجية قدر كسوتها دراهم ورضيت وقضى هل لها ان ترجع وتطلب كسوة قماشا اجاب نعم اور سراجیہ مین ہے کہ عورت کی پوشاک مین درم مقرر ہو گئے اور وہ راضی ہوگئی اور موافق اوسکے قاضی کا حکم بھی ہو گیا تو اب عورت کو اوس سے پھرنا اور پوشاک مین کپڑا طلب کرنا درست ہے یا نہین جواب دیا کہ ہان درست ہے وقالوا ما بقي من النفقة لها فيقضى باخرى بخلاف اسراف وسرقة وهلاك ونفقة محرم وكسوة الا اذا تخرقت بالاستعمال المعتاد او استعملت معها اخرى فيفرض اخرى اور فقہا نے کہا ہے کہ جتنا بچ رہیگا نفقہ مفروضہ سے وہ عورت کا ملک ہے تو اوسکو اور نفقہ قاضی دلاویگا یعنی مثلا قاضی نے دس درم ماہ رمضان کا نفقہ مقرر کر دیا یا زوج نے اپنی خوشی سے دس درم مہینہ مقرر کر دیا اور عورت نے پانچ درم مین رمضان کو بسر کر دیا پانچ درم بچ رہے تو اوسکی مالک عورت ہے ماہ شوال مین یہ درم باقی ماندہ مجرا نہونگے بلکہ ماہ شوال مین اور دس درم کا قاضی حکم کریگا بخلاف فضول خرچی اور چوری اور ہلاکی اور نفقہ محرم اور لباس زوجہ کی یعنی اگر عورت نے فضول خرچ کیا کہ مثلا مہینے بھر کے خرچ کو دس دن مین اوٹھا ڈالا یا نفقہ چوری ہو گیا یا گم ہو گیا تو زوج پر اور نفقہ دینا لازم نہوگا اور اگر اقرباء محرم کا نفقہ بچ رہیگا تو مدت آئندہ مین مجرا ہوگا دوسرا نفقہ دینا لازم نہوگا اور اسیطرح اگر قاضی نے سال بھر کی پوشاک زوجہ کو دلا دی اور چار یا پانچ مہینے مین سب کپڑے پھٹ گئے تو قاضی زوج سے دوسری پوشاک نہ دلاویگا مگر جبکہ پوشاک پھٹ گئی ہو استعمال معتاد سے موافق عادت اور رواج کے باحتیاط استعمال ہوئی اور باوجود اسکے پارہ پارہ ہو گئی تو اس صورت مین دوسری پوشاک دلائیجاویگی یا عورت نے اوس پوشاک کے ساتھ اپنی دوسری پوشاک بھی استعمال کی اور دونو پوشاکین سال کے اندر ساتھ ہی پارہ ہو گئین تو اوسکے واسطے دوسری پوشاک مقرر کیجاویگی اسواسطے کہ ان دونو صورتون مین تجویز قاضی کی غلط ظاہر ہوگئی کہ اتنی پوشاک اوتنی مدت مین عورت کیواسطے کافی نتھی تو اب دوسری پوشاک لازم ہوئی كذا في حاشية المدني ويجب لخادمها المملوك لها على الظاهر ملكا تاما ولا شغل له غير خدمتها بالفعل فلو لم يكن في ملكها او لم يخدمها لا نفقة له لان نفقة الخادم بازاء الخدمة اور نفقہ واجب ہے ظاہر الروایت مین زوجہ کے خادم مملوک کا جسپر پوری ملکیت ہو اور کچھ کام نہو خادم کو سوای اوسکی خدمت کی تو اگر خادم مملوک نہو زوجہ کا یا مملوک ہو مگر بالفعل خدمت نکرتا ہو تو وہ نفقہ نپاویگا اسواسطے کہ نفقہ خادم کا بمقابلہ خدمت ہے پھر جب خدمت نہین تو نفقہ بھی نہین اور اگر زوجہ کا خادم مکاتب ہو تو بھی اوسکا نفقہ نہین اسواسطے کہ مکاتب پر پوری ملکیت نہین ولو جاءها بخادم لم يقبل منه الا برضاها فلا يملك اخراج خادمها بل ما زاد عليه بحر لو حرة لا امة لعدم ملكها اور اگر زوج خادم کو لایا زوجہ کیواسطے تو زوج کا خادم نامقبول ہے بدون رضامندی زوجہ کے تو زوج مالک نہوگا زوجہ کے خادم کے نکالنے پر بلکہ جو خادم کہ ایک سے زیادہ ہو اوسکی نکالدینے پر زوج کو اختیار ہوگا كذا في البحر بحکایۃ روایۃ زوجہ کے خادم کا نفقہ واجب ہوگا اگر زوجہ حرہ ہوگی نہ لونڈی كذا في البحر بسبب عدم ملکیت لونڈی کے موسرا لا معسرا في الاصح والقول له في الاعسار ولو برهنا فبينتها اولى خانیہ زوجہ کے خادم

کا نفقہ اوس وقت واجب ہوگا جب زوج مقدور والا ہو نہ مفلس قول اصح مین اور قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اظہار تنگی اور افلاس مین اور اگر دونو گواہ گذرانین زوجہ نے گواہون سے مقدور زوج کا ثابت کرتی ہو اور زوج گواہون سے افلاس ثابت کرتا ہو تو عورت کے گواہ زیادہ تر لائق اعتبار کے ہونگے کذا فی الخانیہ ولو کان اولاد لا یکفیہ خادم واحد فرض علیہ لخادمین او اکثر اتفاقا فتح اور اگر زوج کے چند لڑکے ہون جنکو ایک خادم کفایت نکرتا ہو تو زوج پر دو خادم یا زیادہ کا نفقہ بقدر حاجت مقرر کیا جاویگا بالاتفاق کذا فی فتح القدیر وعن الثانی غنیۃ زفت الیہ بخدم کثیر استحقت نفقۃ الجمیع ذکرہ المصنف ثم قال وفی البحر عن الغایۃ وبہ ناخذ قال وفی السراجیۃ ویفرض علیہ نفقۃ خادمھا وان کانت من الاشراف فرض نفقۃ خادمین وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ عورت مالدار بیاہی گئی زوج کے پاس بہت خادمون کے ساتھہ تو سب خادمون کی نفقہ کی عورت مستحق ہوگی چنانچہ اس روایت کو ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین پھر مصنف نے کہا اور بحر الرائق مین غایۃ البیان سے منقول ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہین کہا صاحب بحر نے اور سراجیہ مین ہے کہ زوج پر نفقہ ایک خادم کا فرض ہے اور اگر عورت منجملہ اشراف ہے تو دو خادم کا نفقہ فرض ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے خلاصہ یہہ ہے کہ ظاہر الروایۃ مین نفقہ ایک خادم کا مذکور ہے لیکن فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے اور اگر عورت کے پاس خادم مملوک نہو تو زوج پر لازم نہین کہ اوسکے واسطے خادم نوکر رکہدے بلکہ بازار سے سودا خرید کر لا دینا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن السراجیۃ ولا یفرق بینھما لعجزہ عنھا بانواعھا الثلثۃ ولا بعدم ایفائہ لو غائبا حقھا ولو موسرا اور نہ جدائی کیجاویگی دونون مین بسبب عاجز ہونے زوج کے تینون قسم کے نفقہ سے یعنی طعام اور لباس اور سکنی سے اور نہ جدائی ہوگی اگر زوج غائب ہو اوسکو عدم ایفاء حق زوجہ سے اگرچہ زوج مالدار ہو یعنی اگر زوج سفر مین ہو اور زوجہ کو خرچ نہ بھیجتا ہو باوجود مقدور کے تو بھی قاضی دونون مین تفریق نہین کر سکتا وجوزہ الشافعی باعسار الزوج وبتضررھا بغیبتہ ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضی بہ نفذ اذا لم یرتش الآمر والمامور اور جائز رکہی ہے امام شافعی نے تفریق زوجین کی زوج کے افلاس سے اور بسبب ضرر پہنچنے عورت کے زوج کے غائب ہونے سے اور اگر حکم کرے قاضی حنفی تفریق زوجین کا بسبب افلاس یا غائب ہونے زوج کے تو اوسکا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ اپنے خلاف مذہب حکم کرنا جاری نہین ہوتا ہان اگر حکم کرے قاضی حنفی شافعی مذہب کو پہر شافعی تفریق کا حکم کر دے تو نافذ ہوگا بشرطیکہ رشوت نہ لی ہو آمر اور مامور نے کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ رشوت کا حکم نافذ نہین ہوتا اور دوسری شرط نفاذ حکم کی یہہ ہے کہ قاضی حنفی کو اجازت ہو حاکم کیطرف سے تفویض حکم کی یعنی اختیار ہو کہ جسکو چاہے حکم کرنا سپرد کرے تب مامور کا حکم نافذ ہوگا لیکن یہہ نفاذ حکم بھی بقول صحیح زوج حاضر کے افلاس پر ہوگا نہ زوج غائب کے افلاس پر اگرچہ زوجہ نے گواہ گذرانے ہون افلاس زوج غائب پر اسواسطے کہ افلاس اور مقدور سریع الزوال ہے اور سریع الحصول امر ہے شاید کہ بعد شہادت شاہدون کے سفر مین زوج مالدار ہوگیا ہو تو غائب کے افلاس پر حکم کرنا نافذ نہین ہو سکتا اگرچہ قاضی شافعی المذہب نے حکم کر دیا ہو اسواسطے کہ قضا علی الغائب شافعی کے نزدیک ہان جائز ہے جہان شہود ثابت ہو گیا ہو سو یہان ثابت نہین ہو سکتا کہ شاید وقت قضا زوج غائب مالدار ہو گیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والذخیرۃ وبعد الفرض یامرھا القاضی بالاستدانۃ لتحیل علیہ وان ابی الزوج اما بدون الامر فیرجع علیھا وھو علیہ ان صرحت بانھا علیہ او نوت ولو انکر نیتھا فالقول لہ مجتبی اور بعد فرض کرنے نفقہ کے زوج مفلس یا غائب پر حکم کرے قاضی عورت کو قرض لینے کا تاکہ حوالہ کرے ادائی قرض کا زوج پر یعنی جس سے قرض لے عورت اوس سے کہے کہ مین تجہسے بحکم قاضی قرض لیتی ہون تو اپنا قرض میرے زوج سے بہر لیجو اگرچہ زوج عورت کے قرض لینے سے راضی نہو اور قاضی کے بدون حکم اگر عورت قرض لیگی تو قرض دینے والا اپنا قرض عورت سے لیگا اور عورت زوج سے بہر لیگی بشرطیکہ عورت نے قرض لیتے وقت تصریح کر دی ہو کہ مین زوج پر قرض لیتی ہون یا اپنے دل مین اسکی نیت کر لی ہو اور اگر زوج عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی یون کہے کہ غلط ہے تو نے قرض لیتے میری نیت نہین کی تو زوج ہی کا قول معتمد ہوگا کذا فی المجتبی وتجب الادانۃ علی من تجب علیہ نفقتھا ونفقۃ الصغار لولا الزوج کاخ وعم ویحبس الاخ ونحوہ اذا امتنع لان ھذا من المعروف زیلعی باعتبار وسیتضح اور واجب ہے قرض دینا اوس شخص پر جسپر عورت اور اوسکے چھوٹے لڑکون کا نفقہ واجب ہوتا اگر زوج نہوتا جیسے بہائی عورت کا یا چچا اور قید کیا جاویگا بہائی اور جو اسکی مانند ہو جب کہ وہ قرض دینے سے انکار کرے اسواسطے کہ یہہ معروف اور مروج ہے کذا فی الزیلعی والاختیار اور عنقریب یہہ واضح ہوگا فرع مین

زیلعی نے کہا کہ اختیار شرح مختار مین ہے کہ اگر عورت اور اوسکا زوج مفلس ہین اور اوسکا بیٹا دوسرے زوج سے مالدار ہو یا بہائی مالدار ہو تو نفقہ عورت کا زوج پر واجب ہے اور حکم کیا جاویگا عورت کے بہائی یا بیٹے پر کہ نفقہ دے عورت کو اور جب اوسکے زوج کو مقدور ہو تو اوس سے اپنا قرض بہر لے جتنا کہ عورت کو دیا ہے اور اگر بہائی یا بیٹا خرچ دینے سے انکار کرے تو مقید ہوگا اسواسطے کہ ایسے حال مین بطور قرض دینا رائج اور مشہور ہے تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ قرض دینا عورت کے نفقہ کا اسوقت جب کہ عورت اور اوسکا زوج مفلس ہون واجب ہے اوس شخص پر جسپر نفقہ عورت کا واجب ہوتا اگر زوج عورت کا نہوتا اور اسیطرح اگر زوج مفلس کی اولاد صغیر ہو اور اوسکو اونکی خرچ کی طاقت نہو تو واجب ہوگا نفقہ اولاد صغار کا اوسپر جسپر صغار کا نفقہ واجب ہوتا اگر اونکا باپ نہوتا جیسے ما اور بہائی اور چچا پہر جب صغار کا باپ مقدور والا ہو تو جسقدر اونکو کہلایا پہنایا ہو اوس سے بہر لے کذا فی حاشیة المدنی قضی بنفقة الاعسار ثم ایسر فخاصمته تمم نفقة یساره فی المستقبل قاضی نے حکم کیا واجب ہونے نفقہ افلاس کا بسبب مفلس ہونے زوجین کے پہر بعد مدت کے مالدار ہوگیا اور عورت مفلس بنی رہی پہر جہگڑا کیا عورت نے زوج سے نفقہ مین تو پورا کردیگا قاضی نفقہ کو موافق مقدور زوج کے آیندہ کیواسطے نہ واسطے زمان گذشتہ کیواسطے نفقہ یسار زوج سے مراد یہان نفقہ متوسط ہے اسواسطے کہ جب زوج مالدار ہو اور زوجہ مفلس یا بالعکس تو بموجب قول مفتی بہ کے متوسط نفقہ واجب ہے اور اگر مصنف یون کہتا کہ بعد مقدور ہونے زوج کے نفقہ متوسط واجب ہے جیسا کہ قول آیندہ مین ہے تو واضح ہوتا کذا فی حاشیة الحلبی او بالعکس تجب الوسط کا حکم ہے یا اسکی بالعکس ہے یعنی زوج اور زوجہ دونو مالدار تہی سو قاضی نے نفقہ یسار کا حکم کردیا تہا پہر زوج مفلس ہوگیا تو اب متوسط نفقہ واجب ہوگا یعنی مالدار عورت سے کم اور مفلس عورت سے زیادہ تو زوج مفلس بقدر وسعت کے دیگا اور باقی اوسپر قرض رہیگا مقدور ہونے تک چنانچہ شروع باب مین اسکا بیان گذر گیا صالحت زوجها علی نفقة کل شهر علی دراهم ثم قالت لا تکفینی زیدت مصالحہ کیا عورت نے اپنے زوج سے بعوض نفقہ ہر مہینے کے چند درم پر پہر عورت نے کہا مجھکو اسقدر درم کفایت نہین کرتے ہین تو زیادہ دلائے جاوینگے ہم ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتا ہے کہ مجرد دعوے کے بدون ملاحظہ کرنے قاضی کے غلہ کے نرخ مین زیادتی ہوگی حالانکہ ایسا نہین بلکہ قاضی نظر کرے سو اگر دراہم متعین ہون تو اوسکے دعوے کو نہ سنیگا ورنہ بقدر کفایت زیادہ کردیگا چنانچہ خانیہ مین ہے کہ اگر زوجہ نے مصالحہ کیا زوج سے اوسقدر پر کہ اوسکو کفایت نہین کرتا تو عورت کو اس صلح سے پہرنا اور بقدر کفایت کو طلب کرنا جائز ہے اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ جب قاضی عورت کا نفقہ معین کردے پہر غلہ گران ہوگیا یا سستا ہوگیا تو قاضی اوسکو بدلڈالے کذا فی حاشیة المدنی ولو قال الزوج لا اطیق ذلک فهو لازم فلا التفات لمقالته بکل حال اور اگر عورت نے مصالحہ کیا نفقہ کا دراہم پر پہر زوج نے کہا کہ مجھکو اسقدر درم دینے کی طاقت نہین تو یہ صلح لازم ہے کچھ التفات نکیا جاویگا اوسکے قول پر کسی حال مین اپنا مقدور ظاہر کرے یا نکرے اسواسطے کہ مصالحہ پر راضی ہونا دلیل ہے اوسکے قادر ہونے پر الا اذا تغیر سعر الطعام وعلم القاضی ان ما دون ذلک المصالح علیه یکفیها فحینئذ یفرض کفایتها نقله المصنف عن الخانیة وفی البحر عن الذخیرة الا ان یتعرف القاضی عن حاله بالسؤال من الناس فیوجب بقدر طاقته مگر جب بدلجاوے نرخ غلہ کا اور جانے قاضی کہ جسقدر پر صلح ہوگئی ہے اوس سے کم تر نفقہ عورت کو کفایت کرتا ہے تو اسوقت مین قاضی بقدر کفایت عورت کے مقرر کردے نقل کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین خانیہ سے اور بحر الرائق مین ذخیرہ سے منقول ہے کہ مصالحہ زوج پر لازم ہے مگر یہ کہ معلوم کرلے قاضی زوج کی بہبودی لوگون سے پوچہہ کر تب ٹہہرا دے نفقہ کو بقدر اوسکی طاقت کے وفی الظهیریة صالحها عن نفقة کل شهر علی مائة درهم والزوج محتاج لم یلزمه الا نفقة مثلها اور ظہیریہ مین ہے کہ صلح کی زوج نے زوجہ سے ہر مہینہ کے نفقہ مین سو درم پر اور حالانکہ زوج محتاج ہے تو لازم نہوگا زوج کو مگر نفقہ مثل کا یعنی عورت کے مناسب حال نفقہ لازم ہوگا مصالحہ کا کچہہ اعتبار نہوگا والنفقة لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحهما علی قدر معین اصنافا او دراهم فقبل ذلک لا یلزم شیء اور نفقہ زوجہ کا دین نہین ہوتا زوج پر مگر بحکم قاضی یا برضای طرفین یعنی دونو کے مصالحہ کرلینے سے قدر معین پر خواہ درمون پر صلح ہوگئی ہو خواہ طعام کی قسمون پر مثلا گیہون اتنے اور دال اتنی اور گوشت اتنا تو قبل قضا یا رضا کے زوج پر کچھ لازم نہوگا یعنی چند مدت بدون نفقہ گذر گئے اور پہر قاضی نے نفقہ معین کردیا یا دونو قدر معین پر راضی ہوگئے تو مدت گذشتہ کا نفقہ دینا لازم نہوگا وبعده ترجع بما انفقت ولو من مال نفسها بلا امر قاض اور بعد قضا یا رضا کے جسقدر عورت خرچ کریگی اوسکو زوج سے پہر لیگی اگرچہ اپنا ہی مال خرچ کیا ہو بدون قاضی کے حکم کے ولو اختلفا فی المدة فالقول

له والبيّنة لها ولو انكرت الانفاق فالقول لها بيمينها ذخيره اور اگر دونوں مین خلاف پڑا مدت مین مثلاً عورت کہتی ہو کہ قاضی نے دو مہینے سے نفقہ
معین کر دیا ہے اور مرد کہتا ہو کہ ایک مہینے سے تو قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اور گواہ عورت کے مقبول ہونگے اور اگر عورت نفقہ دینے کا انکار کرتی ہو تو عورت ہی کا قول
معتمد ہوگا ساتھ اوسکو قسم کہانے کے کذا فی الذخیرة وبموت احدهما او طلاقها ولو رجعيا كما في الظهيرية والخانية واعتمد في البحر بحثا عدم سقوطها
بالطلاق لكن اعتمد المصنف في جواهر الفتاوى والفتوى عدم سقوطها بالرجعي كيلا يتخذ الناس ذلك حيلة واستحسنه محشي الاشباه
وبالاول افتى شيخنا لكن صحح الشرنبلالي في شرحه للوهبانية ما بحثه في البحر من عدم السقوط ولو بائنا قال وهو الاصح ورد ما ذكره ابن
الشحنة فتأمل عند الفتوى سقط المفروض لانه صلة اور ساقط ہوتا ہے نفقہ مفروضہ زوج یا زوجہ کی موت سے یا عورت کی طلاق سے اگرچہ طلاق رجعی ہو کما فی الظہیریہ
والخانیہ اسواسطے کہ نفقہ از قسم عطا ہے اور عطا موت اور طلاق سے ساقط ہے چنانچہ ہبہ قبل القبض موت سے ساقط ہوتا ہے اور بحر الرائق مین بذکر چند دلائل عدم سقوط
نفقہ پر اعتماد کیا ہے طلاق مین رجعی ہو یا بائن لیکن مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی کے اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ طلاق رجعی مین عدم سقوط نفقہ پر فتوی ہے تاکہ
لوگ اسکو حیلہ نہ ٹھہرالین اسقاط نفقات مفروضہ کا یعنی جب بہت نفقہ جمع ہو تو عورت کو طلاق رجعی دیکر رجعت کر لین تاکہ اگلا نفقہ دینا نہ پڑے کہ اسمین عورتون کا
بڑا نقصان ہے، اور اسی عدم سقوط کو طلاق رجعی مین اشباہ کے محشی یعنی حموی نے پسند کیا ہے شارح کہتا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول پر فتوی دیا ہے
یعنی مطلق طلاق کے سقوط نفقہ پر لیکن شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین اوس قول کی تصحیح کی ہے جسکی بحث بحر الرائق مین کی ہے یعنی عدم سقوط نفقہ کی اگرچہ طلاق بائن ہو اور
کہا ہے کہ عدم سقوط یہی اصح ہے اور رد کیا ہے اسکو جسکو ابن شحنہ نے ذکر کیا ہے واسطے اثبات سقوط کے شارح کہتا ہے سو تأمل اور غور کیجو اے مفتی اس مسئلہ مین فتوی دینے کے
وقت یعنی اگر بعد نفقہ مفروض ہونیکے زوج نے طلاق دی ہو تو قاضی اور مفتی کو غور کرنا چاہیے سو اگر معلوم ہو کہ نفقہ نہ دینے کیواسطے اوسنے طلاق دی ہے تو عدم
سقوط پر حکم کرے یا فتوی ہو اور اگر زوجہ کی بدمزاجی سے طلاق دی ہے تو سقوط نفقہ کا حکم یا فتوی ہو اور مقدسی نے یہ غور و تامل کہین مذکور کی ہے اور طحطاوی نے بھی اسپر ذکر کیا ہے کذا فی حاشیہ المدنی الا اذا استدانت بامر قاض فلا
تسقط بموت او طلاق في الصحيح لما مر انها كاستدانته بنفسه وعبارة ابن الكمال الا اذا استدانت بعد فرض قاض ولو بلا امر قاض بحر
مگر جبکہ بعد مفروض ہونے نفقہ کے عورت نے قرض لیا ہو نفقہ قاضی کی اجازت سے تو اب نہ ساقط ہوگا موت یا طلاق سے قول صحیح مین کذا فی المحیط اسواسطے کہ
مذکور ہو چکا ہے کہ بحکم قاضی قرض لینا عورت کا مانند قرض لینے زوج کے ہے بذات خود تو جیسے زوج کا قرض لازم الادا ہے ویسے عورت کا کذا فی البحر اور عبارت ابن
کمال کی یون ہے کہ موت اور طلاق سے نفقہ مفروضہ ساقط ہوتا ہے مگر جب کہ عورت نے نفقہ قرض لیا بعد فرض قاضی کے تو ساقط نہین ہوتا اگرچہ بدون حکم قاضی کے
قرض لیا ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح کتب فقہ سے کرنا چاہیے م حلبی نے کہا کہ قول ابن کمال کا متون اور شروح کے مخالف ہے تو لائق اعتماد کے نہین کذا فی حاشیۃ
المدنی ولا ترد النفقة والكسوة المعجلة بموت او طلاق عجلها الزوج او ابوه ولو قائمة به يفتى اور نہ پہیر دیا جاویگا نفقہ اور لباس جو پیشگی
دیا گیا ہو موت سے پہیر سکتا ہے نہ طلاق سے زوج نے پیشگی دیا ہو یا اوسکے باپ نے اگرچہ نفقہ اور لباس بعد موت اور طلاق کے موجود و مصرف مین نہ آیا ہو تو بہی
مسترد نہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی منح الغفار ناقلا عن الخانية والفتح ويباع القن ويسعى مدبر ومكاتب لم يعجز الماذون بالنكاح وبدونه يطالب
بعد عتقه في نفقة زوجته المفروضة اذا اجتمع عليه ما يعجز عن ادائه ولم يفده ذخيره ولو بنت المولى اپنی زوجہ کی نفقہ مفروضہ
مین بیچا جاویگا خالص غلام جسکو اذن دیا مولے نے نکاح کا اور بدون اذن مولی کے اگر غلام نے نکاح کیا تو اوس سے مطالبہ نفقہ کا بعد اوسکی آزادی کے ہوگا
اور مدبر اور مکاتب جو عاجز نہین ہوا بدل کتابت سے محنت مزدوری کریگا واسطے نفقہ زوجہ کے اور خالص غلام اوس نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا جب کہ اوسپر اسقدر
نفقہ مجتمع ہو جاوے کہ وہ اوسکے ادا کرنیسے عاجز ہو اور اوسکا مالک اوسکی عوض نفقہ نہ دے کذا فی الذخیرة اگرچہ غلام کی زوجہ مالک کی بیٹی ہو تو بہی اوسکو واسطے بیچا جاویگا
لا امته ولا نفقة لولدها ولو زوجته حرة بل نفقته على امه ولو مكاتبة لتبعيته للام اور نہ واجب ہوگا نفقہ غلام پر اوس زوجہ کا جو لونڈی
ہے غلام کے مولی کی اور نہ واجب ہوگا غلام پر نفقہ اوسکے لڑکا اگرچہ زوجہ اوسکی حرہ ہو بلکہ نفقہ غلام کے لڑکا لڑکی ماں پر واجب ہوگا اگرچہ ماں اوسکی مکاتبہ
ہو اسواسطے کہ ولد تابع ہے اپنی ماں کا حر اور مکاتب ہونے مین یعنی اگر ماں حرہ ہے تو لڑکا بہی حر ہے پہر جب وہ حر ہوا تو غلام پر اوسکا نفقہ کیونکر ہوا اور ماں اوسکی مکاتبہ ہے

تو لڑکا بھی مکاتب ہے اور اگر ماں لڑکے کی لونڈی ہو یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ اوسکا مولی پر ہے اسواسطے کہ لڑکا مملوک ہے مولی کا ولو مکاتبین ستولانہ ونفقتہ علی
ابیہ جوہرہ اور اگر زوج اور زوجہ دونو مکاتب ہون تو کوشش کریگا لڑکا اپنی ماں کیواسطے یعنی اوسکی کسب کی مالکہ ہو گی اسواسطے کہ لڑکا ماں کا تابع ہے اور نفقہ لڑکا
اوسکے باپ پر ہے کذا فی الجوہرہ م عبارت جوہرہ کا یہہ مضمون ہے کہ اگر مولی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دیا پھر دونو کو مکاتب کیا پھر دونو کے ولد پیدا ہوا
تو ولد اپنی ماں کی کتابت مین داخل ہوگا اور کسب ولد کا ماں کا ہوگا اور نفقہ ولد کا اوسکی مکاتبہ ماں پر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا انتہی مضمون الجوہرہ
تو اس سے معلوم ہوا کہ یہہ جو شرح مین ہے کہ نفقہ ولد کا اوسکے باپ پر ہے سو غلط ہے اسواسطے کہ مخالف ہے جوہرہ کے اور بحر الرائق کے بھی مخالف ہے کذا فی حاشیۃ الکنز
اور فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ اگر کسی نے مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونو کا نکاح کر دیا پھر وہ لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماں پر ہوگا نہ باپ پر تو بالیقین
معلوم ہو گیا کہ عبارت شرح کی بیان غلط ہو گئی ہے مرّۃ بعد اخری ای لو اجتمع علیہ نفقۃ اخری بعد ما اشتراہ من علم بہ او لم یعلم ثم علم
فرضی بیعہ ثانیا وکذا المشتری الثالث وھلم جرا لانہ دین حادث قالہ الکمال وابن الکمال فما فی الدرر تبعا للصدر سھو غلام خالص اپنی زوجہ
کے نفقہ مین بار بار بیچا جاویگا یعنی اگر غلام پر دوسرا نفقہ مجتمع ہوا بعد خرید کرنے اوس شخص کے جو غلام کا حال جانتا تھا یا اوسکو معلوم نہ تھا پھر خرید کرنے کے بعد اوسنے جانا اور راضی ہو گیا
یعنی یہہ نقصان جانکر رد بیع نکیا تو دوسری بار غلام بیچا جاویگا نفقہ ثانیہ کیواسطے اور اسیطرح اگر مشتری ثالث خرید کریگا یہہ حال جانکر بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے
نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا وعلی ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچوین بار اسواسطے کہ نفقہ دین حادث ہے یعنی روز بروز پیدا ہوتا جاتا ہے تو جتنی بار اتنا نفقہ جمع ہوگا کہ غلام
اوسکے دینے سے عاجز ہوگا تو اوتنی بار اداء نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا بخلاف اور دیون کے کہ وہ روز بروز پیدا نہیں ہوتے جاتے لہذا مہر وغیرہ دیون مین ایکبار
غلام بیچا جاویگا نہ بار بار اسیطرح مذکور کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین اور ابن کمال نے ایضاح مین اور اصلاح مین سو جو کہ درر غرر مین باتباع صدر الشریعۃ
مذکور ہے سو سہو اور غلط ہے م شرح وقایہ مین صدر الشریعۃ کے کلام کا حاصل یہہ ہے کہ غلام نے باجازت مولی ایک عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے اوسکا نفقہ غلام
پر مقرر کر دیا سو اوسپر ہزار درم جمع ہو گئے اور پانسو درم پر غلام بیچا گیا اور یہی اوسکی قیمت تھی اور مشتری جانتا تھا کہ اوسپر دین نفقہ کا ہنوز موجود ہے تو دوسری
بار بیچا جاویگا بخلاف اسکے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین ہوگا اور کسی سبب سے اور وہ پانسو کو بیچا جاویگا تو دوسری بار نہ بیچا جاویگا انتہی اور یہی عبارت بعینہ
درر غرر مین ہے تو ظاہر کلام صدر الشریعۃ سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ بیع ثانی غلام کیواسطے ادا کرنے باقی پانسو درم کے ہوگی آخر کلام کے قرینہ سے اور حالانکہ یہہ صحیح
نہیں اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ دین نفقہ مین جو غلام بار بار بیچا جاتا ہے سو اوسکی علت یہہ ہے کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا حادث ہوتا جاتا ہے مشتری کے پاس اور حالانکہ
پانسو باقی درم مشتری کے پاس حادث نہیں ہوئے تو اونکو واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاویگا بلکہ اوسکو اداکیواسطے تا زمان عتق انتظار کیا جاویگا کذا فی منح
الغفار وحاشیۃ الدر نے وتسقط بموتہ وقتلہ فی الاصح اور ساقط ہوتا ہے نفقہ غلام کی موت اور مقتول ہونے سے قول اصح مین ویباع فی دین غیرھا مرۃ لعدم
التجدد اور غلام بیچا جاویگا نفقہ زوجہ کے دین کے سوا اور دین مین ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنی نفقہ کے سوا اور دین روز بروز پیدا نہیں ہوتا جاتا ہے بلکہ یکبارگی ہوتا
ہے تو اوسکے واسطے ایک ہی بار بیع بھی ہوگی وسیجیٔ فی الماذون ان للغرماء استسعاءہ ومفادہ ان لھا استسعاءہ ولو لنفقۃ کل یوم بحر
اور ماذون کے احکام عبد ماذون مین کہ صاحبان دین کو کسب کروانا غلام سے اور اوسکی اجرت لینا درست ہے اپنے دین مین تو اس سے مستفاد ہوا کہ زوجہ کو بھی اوس سے
محنت مزدوری اپنے نفقہ کیواسطے کروانا جائز ہے اگرچہ ہر دن کے نفقہ کیواسطے ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ زوجہ بھی صاحب دین ہے قال وھل یباع فی کفنھا ینبغی علی
قول الثانی المفتی بہ نعم کما یباع فی کسوتھا کہا صاحب بحر نے کہ غلام زوجہ کے کفن کیواسطے بیچا جاویگا بنا بر قول ابو یوسف کے جو مفتی بہ ہے یا نہیں جواب یہ
ہے کہ ہان کفن کیواسطے بیچا جاویگا چنانچہ عورت کی پوشاک کیواسطے کہتا ہے م یہہ جواب روایت مذہب نہیں بلکہ ابی یوسف کے اس قول سے کہ کفن برابر پوشاک کے ہے صاحب
بحر نے استخراج کیا ہے اور صاحب نہر اور حموی نے بھی اسکو پسند کیا کذا فی حاشیۃ الدر ونفقۃ الامۃ المنکوحۃ ولو مدبرۃ وام ولد اما المکاتبۃ فکالحرۃ
انما تجب علی الزوج ولو عبدا بالتبوئۃ بان یدفعھا الیہ ولا یستخدمھا اور نفقہ منکوحہ لونڈی کا اگرچہ مدبرہ اور ام ولد ہو نہیں واجب ہوتا ہے زوج
پر اگرچہ وہ غلام ہو مگر علیحدہ مکان دینے سے اسطرح پر کہ لونڈی اوسکو سپرد کر دیوے مالک اور اوس سے خدمت نہ لے اور اگر مالک لونڈی کو اپنے کاروبار مین رکھیگا تو زوج پر نفقہ

نہ واجب ہوگا اور مکاتبہ تو برابر حرہ کے ہے یعنی اوسکے نفقہ کا وجوب جدا مکان ہونے پر موقوف نہین اور اگر مولی دن بھر لونڈی سے خدمت لے اور رات کو زوج کے پاس بھیجدے تو نفقہ زوج پر لازم رہیگا اور اگر رات کو لونڈی مولی کی خدمت مین رہے تو رات کا نفقہ مولی پر اور دن کا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی فلو استخدمها المولی وامة بعدما بوّأها بعد الطلاق لاجل انقضاء العدة لا قبله ای لو لم یکن بوّأها قبل الطلاق سقطت بخلاف حرة نشزت فطلقت فعادت سو اگر لونڈی سے کام لیا مولی نے یا مولی کے لوگون نے یا علیحدہ مکان دیا اوسکو بعد طلاق کے واسطے انقضاء عدت کے نہ قبل اسکے یعنے قبل طلاق کے مولی نے جدا مکان اسکو نہ دیا تھا تو ساقط ہوگا نفقہ زوج سے بلکہ واجب ہی نہوگا نہ مکان دینے سے بخلاف حرہ کے جو زوج کے گھر سے نکل گئی پھر وہ مطلقہ ہوئی پھر زوج کے گھر مین پلٹ آئی واسطے عدت کی تو اوسکا نفقہ واجب ہوگا زوج پر وفی البحر بحثا فرض النفقة قبل التبوئة باطل ونفقات الزوجات المختلفة مختلفة بحالهما اور بحر الرائق مین بنا بر بحث کے ہے کہ لونڈی منکوحہ کا نفقہ ٹھہرانا قبل تبوئہ یعنی زوج کے باطل ہے اور زوجات مختلفہ کے نفقات بھی مختلف ہین مناسب حال زوجین کے بنا بر قول مفتی بہ کے یعنے اگر مثلا زوج غنی کی دو زوجہ ہین ایک غنیہ اور دوسری فقیرہ تو زوجۂ غنیہ کا نفقہ بکشایش ہوگا موافق مقدور زوجین کے اور زوجۂ فقیرہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور اگر زوج فقیر ہے تو غنیہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور فقیرہ کا مناسب افلاس کے وکذا تجب لها السکنی فی بیت خال عن اهله سوی طفله الذی لا یفهم الجماع وأمته وأم ولده واهلها ولو ولدها من غیره بقدر حالهما کطعام وکسوة اور جسطرح طعام اور لباس زوجہ کا زوج پر واجب ہے اسیطرح سکنی بھی واجب یعنے زوجہ کے رہنے کو ایک ایسی کوٹھری دینا واجب ہے جو خالی ہو زوج کے لوگون سے یعنی اوسمین زوج کی ماں بہن یا بھائی نرہتا ہو سوا زوج کے طفل کے جو جماع کو نہین جانتا اور زوج کی لونڈی اور ام ولد کے سوا اسواسطے کہ انکا رہنا کچھ حرج کا موجب نہین اسواسطے کہ نافہم طفل سے شرم نہین آتی اور لونڈی اور ام ولد کا ہٹا دینا صحبت کے وقت اختیاری کام ہے اور جاہئے مکان زوجہ کا زوج کے لوگون سے خالی جاہئے ویسیہی زوجہ کے لوگون سے بھی خالی جاہئے اگرچہ زوجہ کا ولد ہو دوسرے زوج سے مکان دینا زوجہ کا زوج پر واجب ہے بقدر حال زوجین کے مانند طعام اور لباس کے اسواسطے کہ مکان مالدار کا برابر نہین محتاج کے مکان سے وبیت منفرد من دار له غلق زاد فی الاختیار والعینی ومرافق ومفاده لزوم کنیف ومطبخ وینبغی الافتاء به بحر کفاها لحصول المقصود هدایه اور کفایت کرتی ہو زوجہ کو گھر مین سے ایک کوٹھری قفل والی اور اختیار شرح مختار اور عینی شرح کنز مین کوٹھری مقفل پر مرافق کو زیادہ کیا ہے یعنی کوٹھری کے ساتھ ضرورت کے مکان بھی جدی لازم ہین تو مستفاد ہوا اس سے لازم ہونا پاخانہ اور باورچی خانہ کا اور اسی پر فتوی دینا لائق ہو اکذا فی البحر الرائق ہدایہ مین ہے کہ کوٹھری مقفل عورت کو کافی ہے واسطے حصول مقصود کے یعنے اسباب محفوظ رہیگا اور معاشرت بلا دخل اغیار حاصل ہے خلاصہ یہہ ہے کہ ہدایہ مین فقط کوٹھری مقفل کو کافی کہا ہے مرافق کو مذکور نہین کیا اور صاحب بحر نے بروایت اختیار اور عینی کے مرافق کا ہونا مفتی بہ جانا ہے اور شرنبلالی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ کوٹھری کامل المرافق لازم ہے شیخ رحمتی نے کہا کہ پاخانہ زوجہ کا علیحدہ لازم ہے اسواسطے کہ پاخانہ مشترک اگرچہ اجنبی مرد اوسمین نہ جاتے ہون خالی مضرت سے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی هم جب ثابت ہوا کہ عورت کو علیحدہ مکان قفل کنجی والا مرد پر دینا واجب ہے تو یہہ جو ہندوستان مین علی الخصوص قصبات مین رواج ہے کہ زوجہ کیواسطے علیحدہ مکان دینے کا اہتمام نہین کرتے خصوصا جسکے گھر مین فقط ایک دالان یا ایک چھپر ہے اوسمین سب گھر کے لوگ رہتے ہین اور دالان یا چھپر مین ایک کپڑے کا پردہ زوج اور زوجہ کیواسطے کر دیتے ہین یہہ مخالف ہے شرع شریف کے اور اسمین صریحا زوجہ کی حق تلفی ہے اور صاف بیحیائی ہے کہ بسبب اتحاد مکانی کے زوجین کی حرکات سے خبردار نہونا متصور نہین تو اسکو ہلکا سمجھنا جاہئے علیحدہ مکان مقید کا اہتمام بالضرور لازم ہے وفی البحر عن الخانیة یشترط ان لا یکون فی الدار احد من احماء الزوج یؤذیها اور بحر الرائق مین خانیہ سے منقول ہے کہ شرط سکنی یہہ ہے کہ گھر مین کوئی زوج کے اقربا سے جو زوجہ کو ایذا اور تکلیف دیتا ہو ہم لغت عرب مین احما اونکو کہتے ہین جو زوجہ کے رشتہ دار ہون جانب زوج سے جیسے عورت کا سسرا جیٹھہ یا دیور لیکن بزازیہ مین تصریح ہے کہ جب ایک گھر مین مکانات متعدد ہون اور زوجہ کو ایک کوٹھری مقفل علیحدہ مل گئی ہو تو سسرا اور دیور کا گھر مین رہنا درست ہے زوجہ کو مطالبہ کرنا علیحدہ مکان کا نہین پہنچتا کذا فی منح الغفار ونقل المصنف عن الملتقط کفایة مع الاحماء لا مع الضرائر فلکل من زوجتیه مطالبته ببیت من دار علی حدة اور نقل کیا ہے مصنف نے ملتقط سے کفایت کرنا گھر کا ساتھ سسرا و دیور کے نہ ساتھ سوتون کے تعدد زوجہ مین سے ہر ایک کو ایک ایک کوٹھری کا علیحدہ علیحدہ گھر سے مطالبہ کرنا زوج سے پہنچتا ہے اسواسطے کہ جسقدر عورت کو سوت کے پاس رہنے سے تکلیف

ہوتی ہے اوتنی بشر یا عیدہ سے نہیں ہوتی م اہل الحضر مین ہندوستان کی عورتین کو سوت سے نہایت رنج مین ہوتی مین بسبب قلت رواج کے تو ہندوستان مین دو یا تین یا چار سوتون کو ایک گھر مین رکھنا اگرچہ ہر ایک کا مکان علیحدہ علیحدہ ہو گویا اپنی زندگی تلخ کرنا ہے ولا یلزمہ اتیانہا بمونسۃ ویؤمر الزوج بان یسکنہا بین جیران صالحین بحیث لا تستوحش سراجیہ اور واجب نہیں زوج پر زوجہ کے پاس ایسی عورت رکہنا جو اوسکا دل لگایا کرے اور زوج پر دار القضا سے حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو رکہے نیکبخت ہمسایہ مین ایسی جگہ جہان وہ نہ گہبرائے اور اوسکو وحشت نہو کذا فی السراجیہ بیان سراجیہ سے مراد فتاوی سراج الدین قاری ہدایہ ہے فتاوی کہ سراجیہ کر مشہور ہے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ پڑوسیون کے ایسے گھر قریب ہون کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے تو اونکو پکار سکے یا تنہائی کے وقت ہمسائی عورتون سے کلام کر سکے تو ایسے مکانات بلند کے پاس رہنا جہان پکارنے سے اواز نہ جاسکے کافی نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ ان البیت بلا جیران لیس مسکنا شرعیا انتہی اور سراجیہ کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جسکے گرد و پیش پڑوسی لوگ نہون وہ مکان مسکن شرعی نہین ہے اسلیے کہ اوسمین عورت کو امن نہین کذا فی البحر الرائق وفی النہر ظاہرہ وجوبہا لو البیت خالیا عن الجیران لا سیما اذا خشیت علی عقلہا من سعتہ قلت لکن نظر فیہ الشرنبلالی بما مر ان ما لا جیران لہ غیر مسکن شرعی فتنبہ اور نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر کلام سراجیہ وجوب مونسہ پر دلالت کرتا ہے یعنی زوج پر واجب ہے کہ ایک عورت بات چیت کرنیوالی زوجہ کے پاس مقرر کردے اگر مکان خالی ہو پڑوسیون سے خصوصا جبکہ زوجہ ڈر ہو اپنی زوال عقل پر بسبب کشادگی مکان کے شارح کہتا ہے لیکن اسمین اعتراض کیا ہے شرنبلالی نے اوس قول سے جو مذکور ہو چکا یعنے جس مکان کے پڑوسی نہون اوسکو شرع مین مکان ہی نہین کہتے تو خبردار ہو جاؤ یعنے مکان کی کشادگی اور تنگی کا کچھ اعتبار نہین بلکہ پڑوسیونکا اعتبار ہے تو جہان پڑوسی نیکبخت نہون تو وہان سے نقل مکان لازم ہے اور دوسری عورت کا مقرر کرنا مونسہ کیواسطے لازم نہین ولا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی کل جمعۃ ان لم یقدرا علی اتیانہا علی ما اختارہ فی الاختیار ولو ابوہا زمنا مثلا واحتاجہا فعلیہا تعاہدہ ولو کافرا وان ابی الزوج فتح اور نہ منع کرے زوج زوجہ کو ماباپ کے پاس جانے سے ہر جمعہ مین یعنی ہفتہ مین ایکبار بشرطیکہ والدین اوسکے پاس نہ اسکتے ہون یہہ حکم بنابر اوس روایت کے ہے جسکو اختیار مین مختار کیا ہے اور اگر زوجہ کا باپ لنگڑا ہو یا کوئی اور بیماری اوسکو ہو اور وہ اوسکی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر اوسکی خبرگیری اور خدمت واجب ہے اگرچہ باپ کافر ہو اور اگرچہ زوج اوسکی خدمت سے منع کرتا ہو کذا فی فتح القدیر اور اگر باپ کا کوئی خادم ہو تو اوسپر خبرگیری واجب نہین اور عورت اسقدر عصیان زوج سے ناشزہ نہوگی کہ اوسکا نفقہ زوج پر واجب نہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یمنعہما من الدخول علیہا فی کل جمعۃ وفی غیرہما من المحارم فی کل سنۃ لہا الخروج ولہم الدخول زیلعی اور زوج منع نہ کرے زوجہ کے والدین کو اوسکے پاس آنیسے ہر ہفتہ مین ایکبار اور ماباپ کے سوا اور محارم کو جیسے چچا ماموں بھائی عمہ خالہ بہن کو ہر سال مین ایکبار آنیسے منع نکرے تو عورت کو اونکے پاس جانا اور اونکو عورت کے پاس آنا جائز ہے کذا فی الزیلعی ویمنعہم من الکینونۃ وفی نسخۃ من البیتوتۃ لکن عبارۃ ملا مسکین من القرار عندہا بہ یفتی خانیہ اور زوج منع کرے ماباپ اور محارم کو زوجہ کے پاس رہنے ٹھہرنے سے اسواسطے کہ ٹھہرنے سے گاہے زوج کو ضرر پہنچتا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ اور متن کے ایک نسخہ مین بیتوتت ہے بجای کینونت یعنی محارم کو شب باشی سے منع کرے اور عبارت ملا مسکین یہہ ہے کہ محارم کو عورت کے پاس قرار سے یعنے ٹھہرنے سے منع کرے تو قرار کے لفظ سے کینونت کا نسخہ راجح ہو گیا م فتاوی عالمگیری مین قاضیخان اور نہایۃ سرخسی سے منقول ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ زوجہ کو والدین کے پاس جانے سے اور اوسکو اونکے پاس آنے سے ہر جمعہ مین ایکبار منع کرنا جائز نہین اور محارم کے پاس آنا جانا سال بہر مین ایک بار مفتی بہ ہے ہان یہہ البتہ زوج کو اختیار ہے کہ اونکو زوجہ کے پاس ٹھہرنے نہ دے اور ہدایہ اور اختیار شرح مختار مین مصرح ہے کہ محارم کو ہر وقت اختیار ہے کہ عورت سے باتین کرین اور اوسکو دیکہین بشرطیکہ گھر مین نہ داخل ہون زوج کو اسکا منع کرنا نہین پہنچتا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہے اور صحیح حدیث مین ثابت ہوا ہے کہ قاطع رحم بہشت مین نہ داخل ہوگا بحر الرائق مین ہے کہ بموجب قول صحیح مفتی بہ کے عورت کو نکلنا والدین کے ملنے کو جمعہ مین ایک بار اور محارم کے ملنے کو اسواسطے سال مین ایکبار با اجازت و بلا اجازت جائز ہے اور اس سے زیادہ والدین اور محارم کیواسطے نکلنا بدون اجازت کے جائز نہین اور خلاصہ مین ہے کہ زوج کو جائز ہے کہ زوجہ کو سات جگہ نکلنے کی اجازت دے ماباپ کے ملنے کو اور اونکی بیمار پرسی کو اور اونکی ماتم پرسی کو یا اون دونون مین سے فقط ایک کے

لئے کہ ایک کی بیمار پرسی کو یا ایک کی ماتم پرسی کو اور ساتوین محارم کے ملنے کو کذا فی منح الغفار ویمنعہا من زیارۃ الاجانب وعیادتہم والولیمۃ وان
اذن کانا عاصیین کما مر فی باب المہر اور منع کرے زوج عورت کو اجنبی لوگون کے ملنے سے اور انکی بیمار پرسی کے جانے سے اور ولیمہ نکاح کے جانیسے اجنبی لوگون
سے مراد وہ لوگ ہین جو عورت کے محرم نہین جیسے چچا یا ماموں کا بیٹا اور اگر زوج اجازت دیگا زوجہ کو نامحرمون کے ملنے کی تو زوج اور زوجہ دونو گنہگار ہونگے چنانچہ
اسکا بیان باب المہر مین مذکور ہو چکا ہم محفل شادی کے طعام کو ولیمہ کہتے ہین ولیمہ مین عورت کا جانا جائز نہین اگرچہ اوسکے باپ ہی کا نکاح ہو اسواسطے کہ ولیمہ مجمع سے
خالی نہین اور اوسمین انواع فساد محتمل ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البحر لہ منعہا من الغزل وکل عمل ولو تبرعا لاجنبی ولو قابلۃ او مغسلۃ
لتقدم حقہ علی فرض الکفایۃ اور بحرالرائق مین ہے کہ زوج کو جائز ہے منع کرنا زوجہ کا چرخہ کاتنے سے اور ہر کام سے خواہ وہ کام اپنے واسطے زوجہ کرتی ہو یا اجنبی
کیواسطے بطریق احسان کرتی ہو اگرچہ زوجہ دائی جنائی یا مردہ شو ہو بلا اجازت زوج کے یہ کام نہین کر سکتی بسبب مقدم ہونے حق زوج کے فرض کفایہ پر یعنی لڑکا جنانا
اور مردہ کو غسل دینا فرض عین نہین بلکہ فرض کفایہ ہے عورت پر لہذا زوج کا حق اوس پر مقدم ہوگا بخلاف حج مفروض کے کہ اوسمین زوج منع نہین کر سکتا اگر
اوسکے ساتھ کوئی اوسکا محرم ہو اسواسطے کہ فرض عین پر حق زوج کا مقدم نہین ہو سکتا ہم خلاصہ مین روایت ہے کہ دائی جنائی اور مردہ شو اور اپنے قرض کی
تالش کو عورت کا نکلنا جائز ہے زوج اجازت دے یا نہ دے تو یہ محمول ہے قبل مہر معجل کے مقبوض ہونے پر کذا فی النہر یعنے جب تک مہر معجل کو زوج نے نہین دیا تب تک زوجہ
بے اجازت نکل سکتی ہے یا اسپر محمول ہے کہ اوس جگہ سوا اوس عورت کے کوئی دائی جنائی یا مردہ شو نہین تو اسوقت مین اوسکو نکلنا ضرور ہوگا اگرچہ زوج منع کرتا ہو
اسواسطے کہ اب جنانا یا مردہ کو غسل دینا فرض کفایہ نرہا بلکہ فرض عین ہوگیا اور قرض کیواسطے نکلنا اگر عورت پردہ دار نہین تو بلا اجازت جائز ہے اور اگر پردہ دار ہے
تو اوسکو بلا اجازت نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نالش کیواسطے اوسکی طرف سے وکیل کفایت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ومن مجلس العلم الا لنازلۃ امتنع زوجہا
من سؤالہا اور جائز ہے زوج کو منع کرنا عورت کا علم کی مجلس سے یعنی وعظ اور درس مین نجانے دینا درست ہے مگر زوجہ کو اوس مسئلہ ضروری کے دریافت کرنیکے واسطے بلا اجازت
زوج کے نکلنا درست ہے جس مسئلہ کو زوج اوسکا کسی عالم سے سوال کرکے دریافت نہین کر دیتا اور اگر زوج کسی عالم سے دریافت کرکے اوسکو بتا دیگا تو پھر عورت کو نکلنا
جائز نہوگا اور اگر عورت کو مسئلہ دریافت کرنیکی نہایت ضرورت ہو اور پھر چاہتی ہو کہ مجلس علم مین جاوے کہ مسائل وضو اور صلوۃ کو سیکھون تو اگر زوج مسئلہ واقف
ہو تو اوسکو بتا دیوے اور وہان جانیسے روکے اور اگر جاہل ہو تو بہتر یہہ ہے کہ گاہ گاہ مجلس علم مین جانے دے لیکن اگر منع کریگا تو بھی درست ہے اسلئے کہ کسی مسئلہ خاص کے دریافت کرنیکی اوسکو ضرورت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن البحر ومن الحمام الا النفساء وان جاز بلا تزین وکشف عورۃ احد قال الباقانی وعلیہ الفتوی فلا خلاف فی منعہن للعلم بکشف
بعضہن وکذا فی الشرنبلالیۃ معزیا للکمال اور جائز ہے زوج کو منع کرنا زوجہ کا حمام کے جانے سے مگر نفاس والی اور بیمار عورت کو کذا فی فتح القدیر اگرچہ حمام مین
جانا عورتونکا بدون آرایش اور بدون اس امر کے کہ کسیکے سامنے بدن کھل جاوے جائز ہے باقانی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے پھر جب عدم آرایش اور عدم کشف عورت شرط
ہوئی خروج کی تو اس زمانہ مین کچھ اختلاف باقی نرہا عورتون کے منع کرنے مین دخول حمام سے اسواسطے کہ بالیقین معلوم ہے کہ بعضی عورتین بلکہ اکثر مکشوف العورۃ
ہوجاتی ہین اور اسیطرح شرنبلالیہ مین ہے بنقل کلام کمال الدین کے شیخ رحمتی نے کہا اور اسیطرح عورتون کے نکلنے مین فی الحقیقت اختلاف نہین اسواسطے کہ انکی
عادت ہے کہ بدون آرایش اور زینت کے نہین نکلتی ہین اور حالانکہ ایسا نکلنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ہم فتح القدیر مین کمال الدین نے کہا ہے قول فقیہ سے یہ ہے
کہ دخول حمام عورت کو ممنوع ہے اور قاضی خان نے کہا کہ مشروع ہے بشرط عدم کشف عورۃ تو فی الحقیقت اب کچھ اختلاف دونو قولون مین نرہا اور منع کرنا عورتونکا
متفق علیہ ہوگیا اسواسطے کہ اکثر نساء مکشوف العورۃ ہوجاتی ہین حمام مین اور عیب احادیث مؤمنین فقیہ کے قول کی یعنے منع دخول حمام کی لیکن نفاس والی عورت
اور مریضہ کا استثنا ابوداؤد اور ابن ماجہ کی حدیث مین ثابت ہے انتہی کلامہ وتفرض النفقۃ بانواعہا لزوجۃ الغائب مدۃ سفر صیغۃ واستحسنہ
فی البحر ولو کمفقود کذا اور مقرر کیا جاویگا تینون قسم کا نفقہ زوج غائب کی زوجہ کیواسطے جسکی غیبت بقدر مدت سفر ہو یعنی جو تین منزل وطن سے دور ہو کذا فی القنیہ
اور ایسا ہی بحرالرائق مین پسند کیا ہے اگرچہ زوج غائب بمنزلہ مفقود الخبر ہوگیا ہو ہم زوجہ غائب کے نفقہ کیواسطے مدت سفر شرط نہین کذا فی العالمگیریہ عن القنیہ
من قاضیخان والمحیط وطفلہ ومثلہ کبیر زمن او انثی مطلقا اور مقرر کیا جاویگا نفقہ طفل غائب کے واسطے اور مانند طفل کے بالغ بیٹا ہے جو لنگڑا ہو اور بیٹیان صغیرہ

بیٹون یا کبیرہ رابو نکی فقط فلا تفرض لمملوکہ واخیہ ولا یقضی عنہ دینہ لانہ قضاء علی الغائب اور مقرر کیا جاوے نفقہ غائب کے والدین کے واسطے نقد او سکے
غلام اور بھائی کیواسطے نہ مقرر ہوگا اور نہ غائب کیطرف سے اسکا دین ادا کیا جاوے اسواسطے کہ اوسکی طرف سے دین ادا کروانا یہہ غائب پر حکم کرنا ہے اور قضا علی الغائب جائز
نہین فی مالہ من جنس حقہم کتبرٍ وطعامٍ اما خلافہ فیفتقر للبیع ولا یباع مال الغائب اتفاقاً غائب کے اوس مال مین نفقہ ٹھہرایا جاوے جو زوجہ اور
طفل اور والدین کے حقوق کی جنس سے ہو جیسے سونا چاندی اور اناج یا کپڑا ہو اون کے لباس کے مناسب رہا مال کہ اونکے حقوق کے مخالف ہو جیسے اسباب اور زمین
تو اوسمین بیچنے کی حاجت ہوگی تاکہ نفقہ اونکا حاصل ہو اور حالانکہ مال غائب کا بیچنا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین عند من وعلی من یقر بہ عطف علی
الامانۃ وعلی الدین ویبدأ بالاول غالباً اور اس مال سے نفقہ مقرر ہوگا جو ان لوگون کے پاس یا اوس شخص پر ہو جو امانت یا دین کا اقرار کرتا ہو اور ماتن نے
کلام مین لفظ عند کا واسطے امانت کے اور لفظ علی کا واسطے دین کے مستعمل ہوا ہے اسواسطے کہ امانت کا مال قبضہ امین کے پاس رہتا ہے اور مدیون کے پاس وہ دین بعینہ نہین ہوتا
بلکہ دین عبارت ہے امر معنوی سے کہ اوسکے ذمہ پر لازم ہوتا ہے پھر جب ثابت ہو کہ غائب کا مال ایک شخص کے پاس امانت ہے اور دوسرے شخص پر دین ہے تو نفقہ زوجہ
وغیرہا کا پہلے امانت کے مال سے لیا جاوے اسواسطے کہ امانت مین ہلاکی متصور ہے بلا ضمان بخلاف دین کے اور چونکہ قاضی ناظر اور خیرخواہ ہے غائب کا تو اوسپر لازم ہے
کہ پہلے امانت کو صرف کراوے بعد اسکے دین کو اور شیخ رحمتی نے کہا کہ اگر مال غائب کا زوجہ کے پاس ہو گھر مین تو بہتر یہہ ہے کہ قاضی اول اوسیکو صرف کراوے
پھر امانت کو پھر دین کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو انفقا بلا فرض ضمنا بلا رجوع اور اگر غائب کے امانت دار یا مدیون نے زوجہ یا طفل اور والدین کو نفقہ
دیا بلا فرض کرنے قاضی کے تو دونو ضامن ہونگے مال کے بلا رجوع کے یعنی زوجہ وغیرہ سے نفقہ کو نہ پھیر سکینگے ویقبل قول المودع فی الدفع للنفقۃ لا
المدیون الا ببینۃ او اقرارہا بحر وسیجیء یعنی بعد حکم قاضی کے اگر امانت دار کہے کہ مین نے نفقہ زوجہ کو دیا اور عورت منکر ہو تو امانت دار کا قول مقبول
ہوگا اور مدیون کا قول اسمین مقبول نہوگا بدون گواہون کے یا بدون زوجہ کے اقرار کے کذا فی البحر اور اسکا ذکر آویگا وبالزوجیۃ وبقرابۃ الولاد اور زوجیت
اور قرابت ولادت کا اقرار کرے امانت دار یا مدیون یعنی فرض نفقہ کی دو شرطین ہین ایک یہہ ہے کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرین دوسری
شرط یہہ کہ اقرار کرین اسکا کہ ہان یہہ عورت غائب کی زوجہ ہے یا یہہ طفل غائب کا بیٹا ہے یا یہہ دو شخص غائب کے والدین ہین وکذا الحکم لو ثبت اذا علم قاضی
بکل ذلک ای بالمال والزوجیۃ والنسب اور اسیطرح فرض کرنے نفقہ کا حکم ثابت ہے جبکہ قاضی کو اسکا علم ہو یعنی غائب کے مال کا اور زوجیت اور نسب کا ولو علم
باحدہما احتیج للاقرار بالآخر ولا یمین ولا بینۃ ہنا لعدم الخصم اور اگر قاضی دو چیزون مین سے ایک چیز کو جانتا ہو تو دوسرے امر کیواسطے اقرار
کی حاجت ہوگی یعنی اگر مال کو جانتا ہو اور زوجیت اور نسب کو نجانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی جسکے پاس مال ہو وہ اقرار زوجیت اور نسب کا کرے اور اگر زوجیت اور نسب کو
جانتا ہو تو اوسکی حاجت ہوگی کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرے اور قسم اور گواہون کا بیان کام نہین دوسرے امر کے اثبات کیواسطے بسبب نہونے خصم
یعنی غائب یا اوسکا وکیل نہین جو قسم یا گواہ سے کام نکلے وکفلہا ای اخذ منہا کفیلاً بما اخذتہ وجوباً فی الاصح اور ضامن لے قاضی زوجہ سے اوس مال کا
جسکو زوجہ نے نفقہ مین لیا بنا بر وجوب ضمانت کے قول اصح مین ہم قاضی کو ضامن لینا ضرور ہے اوس مال پر وجوب ہے سرخسی کے قول سے اور مستحب ہے خصاف کے قول سے اور
صدر شہید نے وجوب کی تصحیح کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وحلفہا معہ ای مع الکفیل احتیاطاً وکذا کل آخذ نفقۃ فلو ذکر الضمیر کابن الکمال لکان
اولی اور قاضی قسم لے زوجہ سے ساتھ ضامن کے یعنی دونو سے قسم لے بنا بر احتیاط کے اور زوجہ کیطرح ہر شخص نفقہ لینے والے سے قسم لے یعنی والدین سے اور لڑکون
والدے اور جوان بیٹیون سے سوای صغیر کے تو اگر ماتن ضمیر مذکر لاتا بجای مؤنث کے یعنی بجای کفلہا وحلفہا کے کفلہ وحلفہ لاتا چنانچہ ابن کمال نے ذکر ضمیر کو
مذکور کیا ہے ایضاح الاصلاح مین تو بہتر ہوتا ہر آخذ یعنی ہر لینے والے کو شامل ہوتا اور ماتن کے کلام مین فقط زوجہ پر کفالت اور قسم مقصور ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
ان الغائب لم یعطہا النفقۃ ولا کانت ناشزۃ ولا مطلقۃ مضت عدتہا زوجہ اور کفیل سے قاضی یہہ قسم لے کہ نہ دیا غائب نے اوسکو نفقہ نہین ہے یا
اور نہ زوجہ ناشزہ تھی اور نہ وہ ایسی مطلقہ ہے جسکی عدت منقضی ہو چکی ہو معلوم ہوا کہ لفظ ترتیب کو مقتضی نہین ہے کہ تحلیف کو بعد فرض اور تکفیل کے سمجھے بلکہ ترتیب
جانتی یون ہے کہ قاضی پہلے قسم لے پھر نفقہ دیوے اور ضامن لے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن ایضاح الاصلاح فان حضر الزوج وبرہن انہ اوفاہا

النفقة فطولبت هي او كفيلها يرجع ما اخذت وكذا لو لم يبرهن ونكلت یہ اگر بعد اسکے زوج غائب حاضر ہوا اور اوسنے گواہ گذرانے کہ وہ زوجہ کو نفقہ دیچکا ہو تو زوجہ یا اوسکے ضامن سے مطالبہ ہوگا اوسکے پھیر دینے کا جو وہ لیچکی ہے بابت نفقہ کے اور اسیطرح اگر زوج گواہ نہ لاسکا اور زوجہ نے قسم سے انکار کیا تو بھی زوجہ یا کفیل سے مطالبہ ہوگا پھیر دینے کا ولو حلفت طولبت فقط اور اگر زوج گواہ نہ لاسکے گا اور زوجہ قسم کھا دیگی کہ مجکو زوج نے نفقہ نہیں دیا تو فقط زوجہ سے مطالبہ ہوگا م یہہ عبارت صحیح نہیں ہمین کاتبون کی تحریف ہو کہ کتب معتمدہ کے مخالف ہو اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہو کہ اگر زوج کے پاس نفقہ دینیکے گواہ نہون اور عورت قسم کھاوے کہ مین نے نفقہ نہیں پایا تو عورت اور کفیل دونو بلا ذمہ ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی اور عالمگیری مین بدائع سے منقول ہے کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ زوج مجکو نفقہ پہلے دیگیا تھا تو زوج مطالبہ کرسکےگا زوجہ سے نہ کفیل سے تو معلوم ہوتا ہو کہ اصل عبارت شارح کی یون ہوگی کہ لو اقرت طولبت فقط کاتبون نے تحریف کرکے بجای اقرت کے حلفت لکھدیا اور دلیل واضح کاتبون کی تحریف پر یہہ ہو کہ محشي مدنی نے شرح ملتقی الابحر شارح کی تصنیف سے یہہ عبارت بدائع کے موافق کی ہو فاذا رجع و برہن انہ خلفہا مالا او مكنها فنكلت رجع على الكفيل او الزوجة وان اقرت بأخذها اى النفقة يرجع عليها فقط كما فى القهستانى من شرح الطحاوى انتهى ولا تفرض على غائب فلو الزوجة بينة على النكاح او النسب یہ مقرر کیا جاویگا نفقہ زوج غائب پر زوجہ کے گواہ گذرانے سے نکاح پر یا گواہ لانے قریبہ کے مثلا نسب پر یعنی اگر عورت گواہ لاوے قاضی کے پاس کہ مین منکوحہ ہون غائب کی یا قرابت والا گواہ لاوے کہ مین غائب کا باپ ہون اور غائب کا مدیون یا امین اسکا اقرار نکرین تو قاضی نفقہ نہ دلاویگا

ولا تفرض ايضا ان لم يخلف مالا فاقامت بينة ليفرض عليه ويأمرها بالاستدانة ولا يقضى به لانه قضاء على الغائب اور اس صورت مین بھی نفقہ نہ مقرر کیا جاویگا اگر زوج غائب مال نہ چھوڑ گیا ہو سو عورت نے گواہ گذرانے تا کہ قاضی زوج غائب پر نفقہ مقرر کردے اور عورت کو اجازت دے قرض لینے کی تو اسمین قاضی نفقہ نہ مقرر کرے اور نہ ثبوت نکاح پر حکم دے اسواسطے کہ یہہ قضا علی الغائب ہو اور حالانکہ یہہ صحیح نہیں وقال زفر يقضى بها اى بالنفقة لا به اى بالنكاح وعمل القضاة اليوم على هذا للحاجة فيفتى به وهذا من الست التى يفتى بها بقول زفر اور زفر نے کہا کہ جب عورت نے نکاح کے گواہ گذرانے تو نفقہ کا حکم دیا جاوے نہ نکاح کا اور قاضیو نکا عمل بالفعل اسی زفر کے قول پر ہے بسبب حاجت کے تو یہی قول مفتی بہ ہے اور یہہ مسئلہ ایک ہے اون چھ مسائل سے جنمین زفر کے قول پر فتوی ہے کذا فی البحر والنہر والقاضیخان والعالمگیریہ من العینی شرح الکنز اور حموی نے پندرہ مسائل مفتی بہا قول زفر کے ثابت کیے ہین نظم مین کہ تحصیل اونکی موجب تطویل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعليه فلو غاب وله زوجة وصغار تقبل بينتها على النكاح ان لم يكن عالما به ثم يفرض لهم ويأمرها بالانفاق او بالاستدانة لترجع بحر اور بنابر قول مفتی بہ زفر کے اگر زوج غائب ہوا اور اوسکی ایک زوجہ اور چھوٹے لڑکے ہین تو مقبول ہونگے گواہ اوسکے نکاح پر واسطے نفقہ شوہر اپنے کے نکاح پر حکم کرنیکے واسطے اگر قاضی کو علم نہو نکاح کا پھر قاضی لڑکون کیواسطے نفقہ مقرر کرے اور حکم کرے عورت پر نفقہ دینے کا اگر اوسکے پاس مال ہو یا عورت کو قرض لینے کا حکم کرے تا کہ بعد حاضر ہونے زوج کے اوس سے بھرلے کذا فی البحر الرائق

وتجب لمطلقة الرجعى والبائن والفرقة بلا معصية كخيار عتق وبلوغ والتفريق بعدم الكفاءة النفقة والسكنى والكسوة ان طالت المدة اور مطلقہ رجعی اور بائن کیواسطے اور اوس جدا شدہ عورت کے واسطے جو بلا قصور ہو جیسے خیار عتق اور خیار بلوغ سے یا عدم کفاءت کی تفریق سے واجب ہو نفقہ اور سکنی اور پوشاک لیکن پوشاک اوس صورت مین واجب ہوگی جب مدت عدت کی دراز ہوجاوے م یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ کلبی وغیرہ نے طلاق اور فرقت کی عدت مین پوشاک کا ذکر نہیں کیا اور ذخیرہ اور خانیہ اور مجتبے مین لباس کو بھی ساتھ نفقہ اور سکنے کے مذکور کیا ہے کیا وجہ ہو شارح نے جواب دیا کہ عدت اکثر جلد منقضی ہوجاتی ہو تو پوشاک کی حاجت نہیں ہوتی لہذا اوسکو مذکور نہیں کیا اور اگر بسبب امتداد طہر کے عدت دراز ہوگی تو ضرور پوشاک کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولا تسقط النفقة المفروضة بمضى العدة على المختار بزازية اور ساقط نہیں ہوتا نفقہ مفروضہ عدت کے گذرجانے سے بنابر قول مختار کے کذا فی البزازیہ م معتدہ نے جب کہ نفقہ لیا یا زوج نے اوسکو دیا اور عدت گذرگئی تو حلوانی نے کہا کہ قول مختار یہہ ہے کہ ساقط نہوگا کذا فی منح الغفار من البزازیہ ولو ادعت امتداد الطهر فلها النفقة ما لم يحكم بانقضائها الى ما لم تدع الحبل فلها النفقة الى سنتين مذ طلقها اور اگر عورت نے دعوی کیا امتداد طہر کا تو اوسکو واسطے نفقہ لازم ہوگا جبتک کہ قاضی نے انقضاء عدت کا نہ حکم کیا ہو اسطرح ہے کہ زوج نے گواہ گذرانے ہون کہ عورت انقضاء عدت کا اقرار کرچکی ہے پھر جب قاضی انقضاء عدت کا حکم

ف یعنی اگر زوجہ اور کفیل [illegible] جب شوہر واپس آوے اور گواہ گذرانے کہ میں اسکے لیے مال چھوڑ گیا تھا یا عورت سے قسم طلب کرے اور وہ انکار کرے یا قسم کھانے سے [illegible] شوہر کفیل پر رجوع کرے یا زوجہ پر اور اگر عورت نفقہ کے لینے کا اقرار کرے تو صرف اوسی پر رجوع کرسکے ہے

دیگا تو بعد اسکے دعوی مبتدا وطی کا مسموع نہوگا اور نفقہ عورت کو نہ ملیگا تاوقتیکہ حمل کی مدعی نہوئی ہو اور اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا تو اوسکو نفقہ دیا جاویگا دو سال تک
ابتداء طلاق سے ھم یہہ ترکیب اوسکو مقتضی ہے کہ جب عورت دعوی حمل کا بعد حکم انقضاء عدت کے کریگی تو وہ مستحق ہوگی نفقہ کی حالانکہ یہہ صحیح نہیں اسواسطے کہ ثبوت النسب کے
باب مین مذکور ہوچکا کہ اگر عورت انقضاء عدت کا اقرار کریگی مدت محتمل مین پہر لڑکا جنیگی تو ولد ثابت النسب نہوگا پہر جب نسب ہی ثابت نہوگا تو نفقہ کیونکر واجب ہوگا تو
اگر شارح وادعت حاملہ لاتا یعنے یون کہتا وما لم تدع الحبل تو یہہ قباحت نہ لازم آتی اسواسطے کہ ادعاء حمل کا مسئلہ جدا ٹھہرتا ماقبل سے متعلق نرہتا کذا فی تحفۃ الاخیار
حاشیۃ الحلبی فلو مضتا ولم یتبین ان لا حبل فلا رجوع علیہا وان شرطہ لانہ شرط باطل بحر سو اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا اور بعد طلاق کے دو برس تک
نفقہ جاری رہا پہر ظاہر ہوا کہ حمل نتہا تو عورت سے نفقہ پہیر لینا نہیں پہنچتا اگرچہ زوج نے اسکو شرط بہی کر لیا ہو یعنے کہا ہو کہ اگر حمل کا دعوی جہوٹ نکلا تو مین نفقہ پہیر لونگا
اسواسطے کہ یہہ شرط باطل ہے کذا فی البحر الرائق . لو صالحہا علی نفقۃ العدۃ ان بالاشہر صح وان بالحیض لا للجہالۃ اور اگر زوج نے صلح کر لی معتدہ سے
عدت کے نفقہ کی یعنے چند درم مقرر کر لئے تو اگر عدت اوسکی مہینون کے حساب سے ہوگی بسبب صغر یا ایاس کے تو یہہ صلح صحیح ہوگی اور اگر عدت اوسکی حیض سے ہوگی
تو یہہ صلح صحیح نہیں بسبب جہالت مدت کے اسواسطے کہ بسبب احتمال درازی طہر کے اوسکی مدت معین نہیں ہوسکتی لا تجب النفقۃ بانواعہا لمعتدۃ موت
مطلقا ولو حاملا واجب نہیں تینون قسم کا نفقہ معتدہ موت کیواسطے مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو اسواسطے کہ ٹھہرنا معتدہ موت کا زوج کے گہر مین باعتبار حق زوج
نہیں بلکہ باعتبار حق شرع کے ہے اور عدت موت مین معرفت صفائی رحم ملحوظ نہیں لہذا اوسکی عدت حیض سے نہیں اور نفقہ جو واجب ہوتا ہے تو اوسکی ملک زوج
کی ملک مین واجب ہوتا ہے اور بعد موت زوج کے اوسکی ملک باقی نہیں اور وارثون پر واجب کرنا ممکن نہیں کذا فی منح الغفار لیکن حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے
کہ معتدہ وفات اگرچہ حاملہ ہو تو اوسکا نفقہ واجب ہے اور قہستانی مین بہی مضمرات سے قول ضعیف اسمین منقول ہے تو معلوم ہوا کہ اسمین خلاف ہے کذا فی حاشیۃ الحموی
الا اذا کانت ام ولد وہی حامل من مولاہا فلہا النفقۃ من کل المال جوہرۃ معتدہ وفات کیواسطے نفقہ واجب نہیں مگر جبکہ ام ولد حاملہ ہو اپنے مولی سے
تو اوسکے واسطے نفقہ واجب ہے کل مال میت سے کذا فی الجوہرۃ بشرطیکہ مولی نے حمل کا اعتراف کیا ہو اسواسطے کہ بدون اقرار مولی کے ولد ثابت النسب نہوگا وتجب السکنی
فقط لمعتدۃ فرقۃ بمعصیتہا الا اذا خرجت من بیتہ فلا سکنی لہا فی ہذہ الفرقۃ قہستانی وکفایہ کردۃ وتقبیل ابنہ لا غیرہا من طعام و
کسوۃ والفرق ان السکنی حق اللہ تعالی فلا تسقط بحال والنفقۃ حقہا فتسقط بالفرقۃ بمعصیتہا اور واجب ہے فقط سکنے اوس عدت والی کے
واسطے جسکی معصیت سے جدائی ہوئی مگر جبکہ زوج کے گہر سے نکل گئی تو اوسکے واسطے سکنے بہی نہوگا اس جدائی مین کذا فی القہستانی والکفایہ معصیت کی فرقت کی مثال
جیسے عورت کا مرتد ہوجانا یا زوج کے ولد کا بوسہ بشہوت لینا سوا ہے سکنے کے طعام اور لباس واجب ہوگا فرقت معصیت مین اور وجہ فرق کی یہہ ہے کہ سکنی حق ہے
اللہ تعالی کا سو وہ کسی حال مین ساقط نہیں ہوتا اور طعام اور لباس حق ہے عورت کا سو وہ عورت کی فرقت معصیت سے ساقط ہوگیا ہم خلاصہ یہہ ہے کہ جب جدائی
زوج کیطرف سے ہوگی تو معتدہ کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر جدائی عورت کیطرف ہو اگر بلا معصیت ہو چنانچہ خیار عتق اور خیار بلوغ اور عدم کفاءت مین تو نفقہ
واجب ہے اور اگر جدائی بمعصیت ہو چنانچہ ارتداد اور تقبیل زوج کے اصول یا فروع کی تو اسمین نفقہ ساقط ہے تو لعان اور خلع اور ایلا اور ارتداد زوج مین اور
اسیطرح خوشدامن کی وطی مین نفقہ عورت کا واجب ہے اسواسطے کہ جدائی زوج کیطرف سے ہے نہ زوجہ کیطرف سے کذا فی العالمگیریہ وتسقط النفقۃ بردتہا بعد
البتۃ ای ان خرجت من بیتہ والا فواجبۃ قہستانی اور نفقہ ساقط ہوتا ہے عورت کے مرتد ہونیسے بعد طلاق باین کے اگر وہ زوج کے گہر سے نکل گئی
اور اگر گہر مین موجود ہو تو نفقہ واجب ہے کذا فی القہستانی یعنی اگر زوج نے طلاق باین دی پہر وہ عدت مین مرتد ہوگئی تو اوسکا نفقہ ساقط ہوگیا فقط ارتداد
کے سبب سے نہیں بلکہ وہ حاکم کے پاس مقید رہیگی توبہ کرنے تک تو سقوط نفقہ کی علت حبس ہے نہ ارتداد اور اگر وہ محبوس نہوگی زوج کے گہر مین رہیگی تو نفقہ واجب
ہوگا بخلاف اوس ارتداد کے جو قبل طلاق ہے کہ اوسمین مطلقا نفقہ ساقط ہے لا بتمکین ابنہ لعدم حبسہا بخلاف المرتدۃ حتی لو لم تحبس فلہا
النفقۃ نہ ساقط ہوگا نفقہ تمکین ابن زوج سے یعنی اگر زوج نے طلاق باین دی اور زوجہ نے زوج کے ولد کو اپنے اوپر قادر کر دیا یعنی وطی سے راضی ہوگئی تو اوسکا
نفقہ نہ ساقط ہوگا بسبب محبوس ہونیکے زوجہ یعنی حاکم کے پاس ہوسکا مقید ہونا لازم نہیں جو اوسکا نفقہ ساقط ہو جاوے بخلاف مرتدہ کے کہ اوسکا نفقہ بسبب حبس حاکم کے

ساقط ہو یہانتک کہ اگر مرتدہ محبوس ہوئی یا حاکم نے اوسکو زوج ہی کے پاس محبوس کیا تو اوسکے واسطے نفقہ واجب ہوگا الا اذا لحقت بدار الحرب ثم جاءت تائبۃ
لسقوط العدۃ باللحاق لانہ کالموت بحر وھو یشیر الی انہ قد حکم بلحاقھا والا فتعود نفقتھا بعودھا فلیحفظ مگر جبکہ عورت مرتد ہو کر دار الحرب مین
چلی گئی پھر وہان سے آئی اور توبہ کرکے مسلمان ہوگئی تو اس صورت مین نفقہ اور سکنہ واجب ہوگا بسبب ساقط ہونے عدت کے لحوق دار الحرب سے اسواسطے کہ لحوق بدار الحرب
کا برابر موت کے ہے کذا فی البحر اور یہہ تعلیل لحوق کی اسکی مشیر ہے کہ سقوط نفقہ مین حکم ہوگیا لحوق دار الحرب کا اسواسطے کہ جبتک قاضی مرتد کیواسطے لحوق دار الحرب کا حکم نہ دے
تو لحوق مرتد کا موت حکمی مین نہ داخل ہوگا اور اگر بدون حکم لحوق کے مرتدہ دار الحرب سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر آویگی تو اوسکا نفقہ عود کریگا مرتدہ کے عود کے
ساتھہ سو اوسکو یاد رکھنا چاہئے تو اس تقریر سے تناقض روایت جامع اور ذخیرہ کا مندفع ہوگیا جامع مین روایت یہہ ہے کہ نفقہ عود نہین کرتا بعد لحوق دار الحرب اور
عود کے تو وہان مراد یہہ ہے کہ بعد حکم لحوق کے عود نہین کرتا اور ذخیرہ کی روایت یہہ ہے کہ عود کرتا ہے تو اوسکا مطلب یہہ ہے کہ قبل از حکم لحوق نفقہ عود کرتا ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی وتجب النفقۃ بانواعھا علی الحر لطفلہ یعم الانثی والجمع اور واجب ہے نفقہ تینون قسم کا حر پر اوسکے طفل کا شامل ہے مؤنث اور جمع کو یعنی بیٹا اور
بیٹی چند ہون یا ایک سبکا وجوب نفقہ ثابت ہوا اور حر کی قید سے غلام نکل گیا کہ اوسپر ولد صغیر کا نفقہ واجب نہین ہے طفل عبارت ہے صغیر سے جب سے کہ اپنی ماں کے پیٹ سے
پیدا ہوتا بلوغ اور طفل صبی اور صبیہ دونو کو شامل ہے کذا فی المغرب اور کبھی طفل واحد اور جمع بھی ہوتا ہے مثل جنب کے کذا فی منح الغفار الفقیر الحر فان نفقۃ المملوک
علی مالکہ والغنی فی مالہ الحاضر فلو غائبا فعلی الاب ثم یرجع ان اشھد لا ان نوی الا دیانۃ باپ پر طفل فقیر آزاد کا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ طفل
مملوک کا نفقہ اوسکے مالک پر ہے اور طفل مالدار کا نفقہ اوسکے موجود مال مین ہے جو اوسکو بطریق ارث کہین سے ملا اور اگر طفل کا مال غائب ہو وہان حاضر نہو تو اوسکے باپ پر
نفقہ ہے پھر اوسکا باپ اوسکے مال سے اپنا نفقہ دیا ہوا بھر لے اگر نفقہ دینے کے وقت اوسنے رجوع پر گواہ کرلئے ہون نہ رجوع کرسکیگا اگر اوسنے نیت اسکی کی ہوگی مگر باعتبار
دیانت کے البتہ رجوع کرسکتا ہے نہ باعتبار قضا کے ولو کانا فقیرین فالاب یکتسب او یتکفف وینفق علیھم ولو لم یتیسر انفق علیھم القریب ورجع
علی الاب اذا ایسر ذخیرہ اور اگر باپ اور اوسکا ولد صغیر دونو محتاج ہون تو باپ کمائی کریگا اور اگر کسب کی اوسکو طاقت نہو تو سوال کریگا اور اولاد صغیر کو کھلاوے
اور اگر کسب میسر نہ آوے یا کفایت نکرے تو قرابت والا چچا ہو یا ماموں اونکو نفقہ دے اور جب باپ کو مقدور ہو تو اوس سے بھر لے کذا فی الذخیرہ ولو خاصمتہ
الام فی نفقتھم فرضھا القاضی وامرہ بدفعھا للام ما لم تثبت خیانتھا فیدفع لھا صباحا ومساء او یامر من ینفق علیھم اور اگر اولاد صغار کی ماں
نے باپ سے جھگڑا کیا اونکے نفقہ مین تو قاضی اونکا نفقہ مقرر کردے اور باپ کو حکم کرے کہ اونکا نفقہ ماں کو دیوے جبتک کہ ماں کی خیانت ثابت نہو اور اگر خیانت اوسکی
ثابت ہو تو یکبارگی نفقہ ندے بلکہ ہر روز صبح یا شام ماں کو دیا کرے یا قاضی کسی شخص سے کہدے کہ وہ اونپر خرچ کیا کرے ہم صباحا ومساء کا واو بمعنی او ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی وصح صلحھا عن نفقتھم ولو بزیادۃ یسیرۃ تدخل تحت التقدیر وان لم تدخل طرحت ولو علی ما لا یکفیھم زیدت بحر اور صحیح ہے صلح
کرلینا ماں کا باپ سے اولاد صغار کے نفقہ پر اگرچہ ایسی تھوڑی زیادتی پر صلح ہوگئی ہو جو تحت تقدیر داخل ہوسکتی ہے مثلا دس درم پر صلح ہوئی ہو اور حالانکہ اونکو
آٹھہ یا نو درم کافی ہین لیکن جب اندازہ کرنیوالے لوگ آئے تو کوئی اونمین سے دس درم اندازہ کرتا ہو اور کوئی کم تو ایسی قلیل زیادتی صلح کی منافی نہین
اور اگر ایسی زیادتی ہو کہ تحت تقدیر مقدرین سکے نہ داخل ہو یعنی مثلا سب اندازہ کرنیوالے آٹھہ ہی درم پر متفق ہون تو ایسی زیادتی گھٹائی جاویگی اور اگر صغار کی
ماں نے اوس مقدار پر صلح کرلی کہ اونکو کافی نہین ہوتی تو صلح سے زیادہ نفقہ دیا جاویگا بقدر کفایت کے کذا فی البحر ولو ضاعت رجعت بنفقتھم دون
حصتھا اور اگر اولاد کا نفقہ ضائع ہوا ماں کے پاس سے تو اونکا نفقہ دوبارہ لے نہ اپنا حصہ وفی المنیۃ اب معسر وام موسرۃ تؤمر الام بالانفاق ویکون دینا
علی الاب وھی اولی من الجد الموسر وفیھا لا نفقۃ علی الحر لاولادہ من الامۃ ولا علی العبد لاولادہ ولو من حرۃ وعلی الکافر نفقۃ ولدہ
المسلم کا سیجی بحر اور منیہ مین ہے کہ باپ مفلس ہے اور ماں مالدار تو ماں پر حکم کیا جاوے دار القضا سے نفقہ دینے کا اور یہہ نفقہ دین ہوگا باپ پر یعنی جب اوسکو مقدور ہو
تو وصول کرے اور ماں مالدار مقدم ہے دادا مالدار سے یعنی اگر ماں اور دادا دونو مقدور والے ہون تو صغار کا نفقہ ماں ہی پر ہوگا بسبب قرب جزئیت اور مزید شفقت
کے اور اسی کتاب مین ہے کہ مرد آزاد پر نفقہ واجب نہین اوسکی اولاد کا جو لونڈی منکوحہ سے ہو اور نہ غلام پر نفقہ واجب ہے اوسکی اولاد کا اگرچہ حرہ کے

پیٹ سے ہوں بلکہ اونکی ماں پر نفقہ لازم ہے اور کافر باپ پر اوسکے مسلمان ولد کا نفقہ لازم ہے چنانچہ اسکا ذکر آویگا کذا فی البحر ہم یہہ بعد اعادہ ذکر نفقہ ولد مسلم کا صاحب بحر کا ہو اپنی کتاب میں نہ شارح کا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا تجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا او زمن ومن یلحقہ العار بالتکسب وطالب علم لا یتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی والعینی اور اسیطرح سے واجب ہے نفقہ ولد بالغ کا جو عاجز ہے کمائی سے چنانچہ پانون سے لولا ہو یا جیسے بیٹی کا نفقہ مطلقا واجب ہے صغیرہ ہو یا کبیرہ تا عدم نکاح اور اسی طرح اوس ولد کا نفقہ باپ پر واجب ہے جسکو عار و ننگ لاحق ہوتا ہو پیشہ وری سے مانند انبیاء کرام کے اور اوس طالب علم کا نفقہ باپ پر واجب ہے جسکو تحصیل علم سے فراغت نہوتی ہو پیشہ وری کی واسطے کذا فی الزیلعی والعینی ہم یہہ کوئی نہ سمجھے کہ اشراف اور اولاد کرام کو پیشہ کرنا عار ہے اسواسطے کہ صحابہ اور اہل بیت کسب کرتے تھے بلکہ مراد یہہ ہے کہ اونکی عمدگی خاندان کے سبب سے لوگ شرماتے ہوں اور اونکو نوکر نہ رکھتے ہوں مزدوری نہ لگاتے ہوں چنانچہ حلوانی نے کہا ہے کہ اگر ولد انبیاء کرام سے ہو اور لوگ اوسکو مزدوری میں نہ لگاتے ہوں تو وہ عاجز ہے اوسکے باپ پر نفقہ اسکا واجب ہو کذا فی العالمگیریہ ناقلا من الوجیز وہکذا فی منح الغفار ناقلا عن الخلاصۃ وافتی ابو حامد بعدمہا لطلبۃ زماننا کما بسطہ فی القنیۃ وکذا قیدہ فی الخلاصۃ بذی رشد اور فتوی دیا ہے ابو حامد نے عدم وجوب نفقہ کا ہمارے زمانہ کے طالب علموں کے واسطے بسبب فسق اور عدم تدین کے چنانچہ اوسکو خوب واضح بیان کیا ہے قنیہ میں اور اسیواسطے وجوب نفقہ کو مقید کیا ہے خلاصہ میں رفیع الہمۃ کے ساتھ یعنی جس طالب علم کی ہمت عالی ہو طلب علم میں آخرت مطلوب ہو نہ منصب دنیاوی ایسا اور اوسکا نفقہ باپ پر واجب ہے ہم فتاوی عالمگیری میں وجیز سے منقول ہے کہ جب طالب علم عاجز ہوں بسبب اشتغال علم کے کسب کرنے سے تو اونکا نفقہ اونکے باپوں پر واجب ہے بشرطیکہ علوم شرعیہ میں مشغول ہوں نہ خلافیات رکیکہ اور ہذیان فلاسفہ میں اور اونمین آثار رشد اور تقوی کے معلوم ہوتے ہوں اور اگر ایسے نہوں تو اونکا نفقہ بھی واجب نہیں ولا یشارکہ ای الاب ولو فقیرا احد فی ذلک کنفقۃ ابویہ وعرسہ بہ یفتی ما لم یکن معسرا فیلحق بالمیت فتجب علی غیرہ فلا رجوع علیہ علی الصحیح من المذہب الا لام موسرۃ بحر نہیں مشارک ہو کوئی باپ کا اس امر میں اگرچہ باپ محتاج ہو یعنی طفل اور بالغ عاجز اور بیٹیوں کے نفقات میں باپ کا کوئی شریک نہیں اوسی پر واجب ہے نہ اوسکے غیر پر چنانچہ محتاج والدین کا نفقہ فرزند پر ہے نہ اوسکے چچا یا دادا پر اور زوجہ کا نفقہ زوج پر ہے نہ غیر پر اور اسی پر فتوی ہے یعنی طفل وغیرہ کا نفقہ تمام و کمال باپ پر ہوتا ہے تاوقتیکہ نہایت تنگدست نہو اور جب کہ تنگ دست ہوگا تو وہ میت میں داخل ہے تو اس صورت میں باپ کے سوا اوس قرابت والے پر واجب ہوگا جس پر نفقہ طفل کا واجب ہوتا در صورت نہ ہونے باپ کے تو ایسے قریب پر نفقہ واجب ہے بدون اسکے کہ باپ سے پھیرلے بنا بر صحیح مذہب کے مگر ماں مالدار اولاد پر نفقہ کرے پھر جب باپ کو مقدور ہو تو اوس سے پھیرلے کذا فی البحر الرائق قال وعلیہ فلا بد من اصلاح المتون نبہ علیہ صاحب بحر نے کہا بنا بر مذہب صحیح مذکور کے متون فقہ کو اصلاح دینا لازم ہے کذا فی الجوہرہ یعنے جب مذہب صحیح یہہ ٹھہرا کہ جب باپ نہایت تنگ دست ہو تو قرابت والے پر طفل کا نفقہ واجب ہے اور حالانکہ متون فقہ میں اسپر اتفاق ہے کہ ہوتے باپ کے نفقہ طفل وغیرہ میں کوئی شریک نہیں تو بموجب مذہب صحیح کے متون اور شروح کو درست کرنا ضرور ہے اور خیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اصحاب متون نے قدوری کی مدت سے اختیار کیا ہے کہ باپ کے ہوتے اوسکی اولاد کے نفقہ میں کوئی شریک نہیں خواہ باپ مالدار ہو خواہ تنگدست اور تنگ دستی میں اوسکی اولاد کا نفقہ قرابت والے پر لازم ہے جب باپ کو مقدور ہو تو اوس سے پھیرلے متون اور شروح میں اسی روایت پر اتفاق ہے اور یہی معتمد اور مفتی بہ ہے اور صاحب بحر الرائق نے جسکو مذہب صحیح گمان کیا ہے وہ لائق التفات کے نہیں اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے متون ہی مخصوص ہیں شیخ رحمتی نے کہا کہ تعجب ہے صاحب نہر الفائق سے کہ اس مقام میں چپ رہا باوجود خلل کے حالانکہ بحث اور اعتراض کرنا صاحب بحر پر اوسکی عادت ہے اور زیادہ تر تعجب آتا ہے کہ شارح نے بھی کلام صاحب بحر کو مسلم رکھا حالانکہ اوسکے اوستاد خیر الدین رملی نے اوسکے خلل پر آگاہ کر دیا ہے اور دوسرا خلل مرتکب شارح کی عبارت میں یہہ ہو کہ بعد نقل کلام صاحب بحر کے جوہرہ کا ذکر نسخہ در المختار میں موجود ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ صاحب جوہرہ نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی حالانکہ یہہ غلط ہے اسواسطے کہ صاحب جوہرہ کا زمانہ بہت مقدم ہے صاحب بحر سے طحطاوی محشی نے کہا کہ اگر اوسکا یہہ مطلب خلاف متبادر کہا جاوے کہ صاحب بحر نے جوہرہ سے یہہ روایت کی ہو سو بھی نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ بحر میں یہہ روایت جوہرہ سے منقول نہیں محشی مدنی نے کہا کہ میں نے ایک نسخہ در المختار

لکھا دیکھا جسکو شیشم ترجمہ ہند محشی کیا تھا اوسمین یون عبارت تھی وفی الجوہرۃ فروع یعنی فروع مذکورہ شارح کے جوہرہ سے منقول ہین اور یہی بلاشبہ ٹھیک ہے اور باقی نسخ سب غلط ہین **فروع** مسائل لمحقہ شارح کے قولہ ولو لم یقدر الا علی نفقۃ احد ابویہ فالام احق اگر بیٹا مالدار نہو مگر ایک کے نفقہ پر یعنی قلت مقدور سے ماں باپ دونون کو نفقہ نہ دیسکتا ہو ایک کو دیسکتا ہو تو ماں زیادہ تر حقدار ہے اسواسطے کہ تکلیفات جسمی ولد کی جہت سے ماں پر زیادہ تر گذرتی ہین تو خدمت گذاری مین ماں مقدم ہوئی اور باپ تعظیم اور توقیر مین باپ مقدم ہے اور روایت ضعیف یہہ ہے کہ باپ مقدم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الجوہرۃ ولو لہ اب وطفل فالطفل احق وقیل یقسمہا فیہما اور اگر ایک شخص کا باپ اور طفل ہو اور وہ ایک ہی کو دیسکتا ہو تو طفل زیادہ تر حقدار ہے اسواسطے کہ مطلق کسب پر قادر نہین اور بھوک پر اوسکو صبر نہین اور قول ضعیف یہہ ہے کہ نفقہ کو دونون مین تقسیم کرے وعلیہ نفقۃ زوجۃ ابیہ وام ولدہ بل وعلیہ تزویجہ او تسریہ اور فرزند پر اپنے باپ کی زوجہ کا اور اوسکی ام ولد کا نفقہ واجب ہے بلکہ فرزند پر باپ کا نکاح کر دینا یا تسریت کیواسطے لونڈی لے دینا واجب ہے بشرطیکہ باپ کو عورت کی حاجت ہو اور فرزند مقدور والا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الجوہرۃ ولو لہ زوجات فعلیہ نفقۃ واحدۃ یدفعہا للاب یتوزعہا علیہن اور اگر باپ کے چند زوجات ہون تو فرزند پر ایک ہی زوجہ کا نفقہ دینا واجب ہے ایک کا نفقہ باپ کو دیوے تاکہ اونپر وہ تقسیم کردے بقدر اونکی استحقاق کے وفی المختار والملتقی ونفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان کان صغیرا فقیرا او زمنا اور مختار اور ملتقی مین ہے کہ زوجہ پسر کا نفقہ اوسکے باپ پر ہے اگر بیٹا صغیر محتاج ہو یا لولا ہو واقعات المفتین لعبد القادر افندی وکذا یجبر الاب علی نفقۃ امرأۃ ابنہ الغائب وولدہا اور عبد القادر افندی کے واقعات المفتین میں ہے اور باپ پر زبردستی دلایا جاویگا ولد غائب کی زوجہ کا نفقہ اور اوسکی اولاد کا نفقہ قدری افندی کا نام عبد القادر بن یوسف ہے چنانچہ کتاب واقعات المفتین کے خطبہ مین مذکور ہے اور یہہ بزرگ بلاد روم کے مفتیون کے رئیس تھے کذا فی حاشیۃ المدنی افندی ترکی زبان مین مولوی اور فاضل کو کہتے ہین ویجبر الام علی نفقۃ الولد لترجع بہا علی الاب اور اسیطرح ماں پر زبردستی دلایا جاویگا ولد کا نفقہ تاکہ باپ سے نفقہ پھیر لے جبکہ وہ سفر سے آوے وکذا الاخ علی نفقۃ الام لترجع علی زوجہا اور اسیطرح ولد سے زبردستی ماں کا نفقہ دلایا جاویگا تاکہ وہ اپنی ماں کے زوج سے پھیر لے جب وہ سفر سے آوے خواہ وہ ولد کا باپ ہو یا نہو وکذا الاخ علی نفقۃ اولاد اخیہ لیرجع بہا علی الاب وکذا الابعد اذا غاب الاقرب اور اسیطرح بھائی پر دوسرے بھائی کی اولاد کا نفقہ جبرا دلایا جاویگا تاکہ پھیر لے جب باپ سفر سے آوے اور اسیطرح ابعد پر نفقہ اقرب کی اولاد کا دلایا جاویگا جبکہ اقرب غائب ہو تو جسقدر خرچ کیا ہو اوسکو اقرب سے پھیر لے انتہی کلام الواقعات وفی الفصولین من الرابع والثلاثین اجنبی انفق علی بعض الورثۃ فقال انفقت بامر الوصی واقر بہ الوصی ولا یعلم ذلک الا بقول الوصی بعد ما انفق یقبل قول الوصی لو المنفق علیہ صغیرا انتہی اور فصولین کی چوتیسوین فصل مین ہے کہ ایک مرد اجنبی نے میت کے بعض وارثون کو نفقہ دیا پھر اجنبی نے کہا کہ مین نے وارثون کو نفقہ وصی کے کہنے سے دیا اور اوسکا وصی نے بھی اقرار کیا اور اوس نفقہ دینے کا حال معلوم نہین ہوتا بعد اسکے کہ خرچ کر چکنے کے مگر وصی ہی کے قول سے تو اس صورت مین قول وصی کا مقبول ہوگا بشرطیکہ جس وارث کو کہ نفقہ دیا ہے صغیر ہو اور اگر وارث بالغ ہوگا تو نفقہ اجنبی کا احسان ہوگا نہ دین جسکا ادا کرنا شرعا لازم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ قال انفق علی عیالی واولادی ففعل قیل یرجع بلا شرطہ وقیل لا ولو قضی دینہ بامرہ یرجع بلا شرطہ وکذا کل ما کان مطالبا من جہۃ العباد کجنایۃ ومؤن مالیۃ وکذا فداء الاسیر ومن اخذہ السلطان لیصادرہ لو قال لرجل خلصنی فدفع المأمور مالا فخلصہ قیل یرجع وقیل لا فی الصحیح یہ نفقہ اور فصولین مین ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجکو نفقہ دو یا میری عیال اور اولاد کو نفقہ دو پھر اوسنے نفقہ دیا تو ایک قول یہہ ہے کہ اوس سے پھیر لے بلا شرط رجوع اور دوسرا قول یہہ ہے کہ بدون شرط کے پھیر نہین سکتا اور اگر ایک نے دوسرے کا دین ادا کر دیا اوسکے کہنے سے تو پھیر لے اگرچہ پھیر لینے کی شرط نکی ہو اسیطرح سے بلا شرط پھیر سکتا ہے جمیع مصارف جنمین امر کرنیوالے پر مطالبہ ہو جانب عباد سے چنانچہ جنایت مین اور مصارف مالیہ مین مانند عشر اور خراج کے جنایت یعنی قصور کی صورت یہہ ہے کہ مثلا زید نے کسی شخص کی اونگلی کاٹ ڈالی اور زید پر خون بہا لازم آیا اور زید نے کہا خالد سے کہ تو میری طرف سے خون بہا دے اور اوسنے دیا تو اگرچہ شرط پھیر لینے کی نکی ہو لیکن خالد زید سے اوسقدر مال اپنا پھیر لیگا اور اسیطرح اگر زید کے امر سے خالد نے عشر یا خراج ادا کیا تو اوسکو بھی پھیر لیگا بلا شرط پھر صاحب فصولین نے ذکر کیا کہ محبوس نے اور اوس نے جسکو بادشاہ نے بظلم مال لینے کیواسطے گرفتار کیا اگر کہا ایک مرد سے کہ مجھکو چھڑا لے

سو مرد امرنے اپنا مال دیا سو اوسکو قید سے یا بادشاہ کی گرفتاری سے چھوڑا یا تو بعضون نے کہا کہ وہ شخص اپنا مال آمر سے پھیرلے اور بعضون نے کہا نہ پھیرلے بنا بر قول صحیح کے اور اسی پر فتوی ہے یعنی نہ پھیرلیوے پر ولیس علی امۃ ارضاعہ قضاءً بل دیانۃً اور واجب نہین صغیر کی ماپر دودہ پلانا اوسکا بنا بر قضا کے بلکہ واجب ہے باعتبار دیانت کے ہم بالسبب وفور شفقت کے اپنے ولد کی رضاعت سے پہلوتہی نہین کرتی اور اگر وہ انکار کرے کہ مجکو دودہ پلانے سے تکلیف ہوتی ہو تو قاضی اوسپر جبر نہین کرسکتا اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا لا تضار والدۃ بولدہا یعنی والدہ کو اوسکے ولد کی جہت سے ضرر رسانی نچاہیے تو دودہ کیواسطے جبر کرنا یقینا ضرر رسانی ہے لیکن باعتبار دیانت کے البتہ اوسپر واجب ہے اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا کہ (الوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین) یعنی مائین دودہ پلاتی ہین اپنی اولاد کو دو برس پورے تو دودہ پلانا ایسا ہو جیسے اور گہر کے کام ہین چنانچہ کہانا پکانا یا جھاڑو دینا کہ باعتبار دیانت کے واجب ہین نہ باعتبار قضا یعنی اگر وہ انکار کرے کہ مجسے نہین ہوسکتا تو اوسپر کوئی زبردستی نہین کرسکتا کہ شاید عاجزی سے اقبال نکرتی ہو الا اذا تعینت فیجب کما مر فی الحضانۃ مگر جب ماہی متعین ہوجاوے دودہ پلانیکے واسطے اسطرح پر کہ بچہ کسی عورت کا دودہ نہ پیتا ہو سوا اپنی ماکے یا کوئی دائی دودہ پلائی نملتی ہو یا ملتی ہو مگر بدون اجرت کے نہ پلاتی ہو اور حالانکہ باپ اور بچہ دونو محتاج بے مال ہون تو ایسی صورتون مین ماپر دودہ پلانا قضا بھی واجب ہوگا یعنی قاضی اوسپر زبردستی کریگا تاکہ بچہ ہلاک ہونیسے محفوظ رہے چنانچہ یہ مسئلہ باب الحضانت مین مذکور ہوچکا وکذا الظئر تجبر علی ابقاء الاجارۃ بزازیہ اور اسیطرح دائی پر جبر کیا جاویگا نوکری کے باقی رکہنے پر کذا فی البزازیہ یعنی مثلا دائی کو ایک مہینے کیواسطے نوکر رکہا اور بعد مہینے کے اوسنے نوکری سے انکار کیا اور حالانکہ دوسری دائی نہین ملتی یا لڑکا اوسسے نہایت ہلگیا ہو تو نوکری باقی رکہنے مین اوسپر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر تلف نہو ویستأجر الاب من ترضعہ عندہا لان الحضانۃ لہا والنفقۃ علیہ اور دودہ پلانیوالی کو باپ نوکر کرکے صغیر کی ماکے پاس رکہے اسواسطے کہ حق پرورش ماکیواسطے ہو اور نفقہ دائی اور صغیر اور اوسکی ماکا باپ پر واجب ہو اور اگر صغیر کی ما نہو تو جسکو حق حضانت پہنچتا ہو اوسکے پاس صغیر رہے ولا یلزم الظئر المکث عند الام ما لم یشترط فی العقد اور لازم نہین دائی کا قیام کرنا ماکے پاس جبتک اوسکی شرط نہوئی ہو عقد اجارہ مین اسواسطے کہ دائی کو اختیار ہو کہ ماکی رضامندی سے صغیر کو اپنے گہر لیجاوے یا گہر مین نہ داخل ہو ڈیوڑہی مین دودہ پلاجایا کرے اور اگر نوکری کیوقت دائی سے شرط کرلی ہو ماکے پاس رہنے کی تو اس صورتمین اوسکو رہنا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر لا یستأجر الام امہ لو منکوحۃ لو من مال الصغیر خلافا للذخیرۃ والمجتبی نوکر نرکہے باپ صغیر کی ماکو اگر وہ منکوحہ ہو اگرچہ اوسکو صغیر کے مالسے نوکری دے نہ اپنے مالسے بخلاف ذخیرہ اور مجتبے کے کہ اونمین مال صغیر سے نوکر رکہنا منکوحہ ماکا جائز کہا ہے اور حموی نے برجندی سے نقل کیا ہو کہ فتوی اسی روایت پر ہو کہ مال صغیر سے ماکو نوکر رکہنا دودہ پلانیکے واسطے جائز ہو طحطاوی نے کہا تو اب ذخیرہ اور مجتبے کا قول مفتی بہ ٹہرا کذا فی حاشیۃ المدنی او معتدۃ رجعی اگر صغیر کی ما منکوحہ یا معتدہ رجعی ہو تو اوسکو نوکر نرکہے وجاز فی البائن فی الاصح جوہرہ کاستیجار منکوحۃ لولدہ من غیرہا اور صغیر کی ماکو طلاق باین مین نوکر رکہنا جائز ہو قول اصح مین یعنی اگر صغیر کے باپنے اوسکو طلاق باین دی ہو اور وہ عدت مین ہو تو اوسکا نوکر رکہنا دودہ پلانیکو واسطے صحیح ہے کذا فی الجوہرہ جیسے نوکر رکہنا منکوحہ کا اوس ولد کے دودہ پلانیکے واسطے جائز ہو جو اوس منکوحہ کے پیٹ سے نہین چنانچہ زید کا لڑکا ہو حلیمہ سے اور اوسکی دوسری زوجہ کریمہ ہو تو کریمہ کو نوکر رکہنا حلیمہ کے لڑکیکے واسطے درست ہو اسواسطے کہ کریمہ کو اوسکا دودہ پلانا واجب نہین جو نوکری نہ درست ہو وہی احق بارضاع ولدہا بعد العدۃ اذا لم تطلب زیادۃ علی ما تأخذ الاجنبیۃ ولو دون المثل بل الاجنبیۃ المتبرعۃ احق منہا زیلعی ای فی الارضاع اور ما سزاوار تر ہو اپنے ولد کے دودہ پلانیکی نوکری مین بعد گذرجانے عدت کے بشرطیکہ زیادہ نہ مانگتی ہو اوس اجرت سے جسکو اجنبی عورت پاتی ہو اگرچہ وہ اجرت مثل سے کم پاتی ہو اور ما اجرت مثل مانگتی ہو بلکہ اجنبیہ مفت دودہ پلانیوالی زیادہ ترسزاوار ہو دودہ پلانیمین اوس ماسے جو بدون اجرت کے نہین پلاتی کذا فی شرح الزیلعی اما اجرۃ الحضانۃ فللام کما مر اور پرورش کی اجرت تو ماہی پاویگی چنانچہ باب الحضانۃ مین مذکور ہوچکا یعنے اگر باپنے صغیر کے دودہ پلانیکے واسطے کسی عورت کو نوکر رکہا تو مطلقہ ماکا حق پرورش ہنوز باقی ہو ساقط نہین اوسکی اجرت وہی پاویگی وللرضیع النفقۃ والکسوۃ اور باپ پر لازم ہو شیرخوار کیواسطے نفقہ اور پوشاک دینا اسواسطے کہ فقط دودہ صغیر کو کفایت نہین کرتا بلکہ چٹانیکے واسطے اور چیز کی بھی حاجت ہوتی ہو جیسے کہیر یا کہچڑی مثلا تو قاضی اسکو بھی مقرر کردے سوا اجرت رضاعت اور اجرت حضانت کے

کذا فی حاشیۃ الدر و لالام اجر الارضاع بلا عقد اجارۃ اور مطلقہ ماں کو واسطے اجرت دودھ پلانیکی ثابت ہے بدون عقد اجارہ کے یعنی جب دو سال کی مدت کے اندر
صغیر کو دودھ پلاوےگی تو باپ پر اجرت دینا لازم ہوگا اگرچہ باپ نے اوسکو نوکر نہ کیا ہو تو یہہ مسئلہ مستثنیٰ ہے اوس قاعدہ فقہیہ سے کہ اجرت لازم نہیں ہوتی بدون عقد کے
وحکم الصلح کالاستیجار اور حکم صلح کا مانند حکم استیجار کے ہے یعنی صلح نوکری کی برابر ہے احکام مذکورہ مین تو اگر ماں نے باپ سے مصالحہ کر لیا ہو کہ اتنے درم ہر مہینے
مین لیا کرونگی اور دودھ پلاؤنگی تو اگر ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہے تو صلح جائز نہیں جیسے نوکری جائز نہیں اور اگر تین طلاق یا بائن کی عدت مین صلح کی تو بموجب
روایت جوہرہ کے جائز ہے اور اگر بعد عدت کے صلح کی تو بالاتفاق جائز ہے جیسے نوکری جائز ہے کذا فی حاشیۃ الحمدی و فی کل موضع جاز الاستیجار و وجبت النفقۃ
لا تسقط بموت الزوج بل تکون اسوۃ للغرماء لانہا اجرۃ لا نفقۃ اور جس جگہ زوجہ یعنی صغیر کی ماں کو نوکری کرنا جائز ہے اور نفقہ اوسکو واسطے
واجب ہے تو اوسکے دودھ پلانیکی اجرت ساقط نہیں ہوتی زوج کے مرنے سے یعنی صغیر کے باپ کے مرنے سے بلکہ ماں صغیر کی برابر ہوگی سب قرض والون کے یعنی جیسے اور
قرض والون کو میت کے مال سے حصہ ملیگا ویسے ہی صغیر کی ماں کو بھی ملیگا اسواسطے کہ یہہ اجرت ہے نہ نفقہ جو زوج کی موت سے ساقط ہو جاوے وتجب علی موسر و
لو صغیرا یسار الفطرۃ علی الارجح اور نفقہ اصول کا واجب ہے ایسے ولد مقدور والے پر جسپر صدقہ فطر واجب ہے بنابر قول ارجح کے یعنی جو مالک ہو ایسے نصاب کا
کہ فاضل ہے حوائج اصلیہ سے اگرچہ نامی نہو اور یہہ قول ابو یوسف کا ہے اور یہی مختار ہے صاحب ہدایہ کا اور اسی پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ وجوب نفقہ اصول
مین نصاب زکوۃ کا مالک ہونا مشروط ہے اجناس مین کہا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی حاشیۃ الدر و رجح الزیلعی و الکمال انفاق فاضل کسبہ اور ترجیح دی
زیلعی اور کمال الدین نے فتح القدیر مین نفقہ دینے اصول کو ولد کے فاضل کسب سے ہم نہر الفائق مین فتح القدیر سے منقول ہے کہ اگر بیٹا ہمیشہ درم روز و ہان
امام محمد کا قول معتبر ہے یعنی جو اوسکی اور اوسکی عیال کے خرچ سے باقی بچے وہ اصول پر خرچ کرے مثلا بیٹا ہر روز چھہ پیسے کماتا ہو اور چار پیسے مین اوسکی عیال کا
خرچ ہو جاتا ہو اور دو پیسے بچتے ہون تو اوسپر واجب ہے کہ دو پیسے اپنے والدین کو دے صاحب نہر نے کہا کہ اسی قول پر عمل کرنا واجب ہے اور یہی لائق فتوے
کے ہے کذا فی حاشیۃ الدر و فی الخلاصۃ المختار ان الکسوب یدخل ابویہ فی نفقتہ اور خلاصہ مین ہے کہ قول مختار یہہ ہے کہ بیٹا کمانے والا اپنے
ماں باپ کو اپنے خرچ مین داخل اور شریک کر لے خواہ اوسکی کمائی اوسکے خرچ سے فاضل ہو یا نہو فتح القدیر مین ہے کہ حق تعالے نے والدین کافرین کے حق مین فرمایا ہے
صاحبہما فی الدنیا معروفا یعنی والدین کے ساتھ دنیا مین بسر کر تو خود کھانا اور والدین کو بھوکا ننگا چھوڑنا احسان اور نیکی کے خلاف ہے و فی الملتقی
للفقیر ان یسرق من مال ابنہ الموسر ما یکفیہ ان ابی و لا قاضی ثمہ و لا اثم اور ملتقی مین ہے کہ محتاج باپ کو جائز ہے اپنے مقدور والے بیٹے کے
مال سے چرا لینا بقدر کفایت کے جس صورت مین کہ بیٹا نہ دیتا ہو اور وہان قاضی نہو اور اس چوری مین اوسپر کچھ گناہ نہیں اور اگر وہان قاضی ہو تو چوری کرنا درست
نہیں قاضی سے نالش کرے وہ نفقہ دلا دیگا کذا فی حاشیۃ الحمدی عن البحر النفقۃ لاصولہ و لو ابا امہ ذخیرۃ الفقراء و لو قادرین علی الکسب مقدور والے
ولد پر اپنے اصول محتاجین کا نفقہ واجب ہے اگرچہ اصل نانا ہو کذا فی الذخیرہ اور اگرچہ اصول محتاجین کسب پر قادر ہون ہم اصول سے مراد ماں باپ اور دادا دادی
اور نانا نانی لیکن پوتے پر دادا کا نفقہ اوسوقت فرض ہوگا جب باپ مر گیا ہو یا محتاج ہو اور نانا کا بھی نفقہ اوس صورت مین نواسے پر واجب ہوگا جب ماں نہو یا محتاج ہو
اور اصول کے وجوب نفقہ مین عدم قدرت کسب کی شرط نہیں بلکہ والدین اگر کسب پر قادر بھی ہون تو بھی ولد مالدار پر اونکا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ احسان اور نیکوکاری
سے بعید ہے کہ باوجود مقدور کے اونکو کسب کی مشقت مین ڈالنا و القول لمنکر الیسار و البینۃ لمدعیہ اور قول معتبر ہے مقدور کے منکر کا اور گواہ مقبول مین
مقدور کے مدعی کے یعنی اگر باپ دعوی کرتا ہو کہ بیٹا مقدور والا ہے اور بیٹا منکر ہو مقدور کا تو بیٹے کا قول معتمد ہوگا اور اگر بیٹا دعوی کرتا ہو کہ باپ مقدور والا ہے مجھپر
اسکا نفقہ واجب نہیں اور باپ اپنی مقدور کا منکر ہو تو باپ ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر کسی ایک نے اپنے دعوے کے گواہ گذرانے ہون یعنی مدعی نے یا منکر نے تو اونسے ثابت کریگا اور
منکر بھی تو جو مدعی ہوگا مقدور کا اوسکے گواہ مقبول ہونگے نہ منکر کے بالتسویۃ بین الابن و البنت و قیل کالارث و بہ قال الشافعی نفقہ اصول کا
اولاد پر برابر واجب ہے بیٹے اور بیٹی مین کچھ فرق نہیں تو اگر محتاج باپ کے بیٹی اور بیٹا ہو تو آدھا نفقہ اوسپر واجب ہے اور آدھا اوسپر یہی قول حق ہے اور اسی پر
فتوی ہے کذا فی فتح القدیر و الخلاصہ اسواسطے کہ علت وجوب نفقہ ولادت ہے سو دونون برابر ہین اور قول ضعیف یہہ ہے کہ بطور ارث واجب ہے تو بیٹا دو حصہ دے

اور بیٹی ایک حصہ اور بھی قول ہے امام شافعی کا شمس الائمہ نے کہا کہ نفقہ اصول کا اولاد پر برابر ہے اگر مقدور میں کم تفاوت ہو اور اگر ایک نہایت زیادہ مقدور والا ہو اور دوسرا کم مقدور ہو تو قدر نفقہ میں بھی تفاوت لازم ہو کذا فی العالمگیریہ عن الذخیرہ والمعتبر فیہ القرب والجزئیۃ فلو لہ بنت وابن ابن او بنت بنت واخ النفقۃ علی البنت او بنتہا لانہ لا یعتبر الارث الا اذا استویا کجد وابن ابن فکارثہما الا لمرجح کوالد وولد فعلی ولدہ لترجحہ بانت ومالک لابیک اور نفقہ ولادت کے وجوب میں معتبر ہے قرب اور جزئیت تو اگر دو شخصوں میں جزئیت پائی جاوے اور ایک زیادہ قریب ہو دوسرے سے تو قرب ہی پر نفقہ واجب ہوگا نہ باعتبار ارث اور اسکے بعد پر سو اگر ایک شخص کے بیٹی ہو اور پوتا یا ناتی ہو اور بھائی تو نفقہ اوسکا پہلی صورت میں بیٹی پر واجب ہوگا نہ پوتی پر اور دوسری صورت میں ناتی پر واجب ہوگا نہ بھائی پر اسواسطے کہ یہان ارث معتبر نہین ہان مگر ارث وہان معتبر ہے جب قرب میں دونو برابر ہون جیسے دادا اور پوتا یعنی ایک محتاج کا دادا اور پوتا ہو تو اوسکا نفقہ دونو پر بقدر اونکی ارث کے ہوگا یعنی سدس دادا پر اور باقی پوتے پر اسلیے کہ دونو سے قرابت ایک واسطہ برابر ہے تو یہان ترجیح نہوگی مگر بجہت ارث کے اور در صورت تساوی قرابت کی ارث معتبر ہے مگر کسی مرجح کی جہت سے تساوی قرابت اور ارث بھی ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے جیسے ایک محتاج کا باپ اور بیٹا مالدار ہون تو اوسکا نفقہ ولد پر ہوگا نہ باپ پر حالانکہ قرابت دونوکی بلا واسطہ برابر ہے اور اگر ارث کا یہان اعتبار ہوتا تو سدس نفقہ باپ پر ہوتا اور باقی ولد پر با این ہمہ رجحان وجوب کا ولد ہی پر ہوا بمقتضای اس حدیث شریف کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ ہی کا ہے تو ولد کے مال کو باپ کا مال قرار دینا یہی وجہ ترجیح وجوب انفاق کی ہوئی اور یہ نہین فرمایا کہ باپ کا مال بیٹے کا ہے م بھائی اور باپ اور دادا کا ذکر کرنا شارح کا ان مثالونمین اور آیندہ مثالون مین بھی بیجا ہو گیا اسواسطے کہ گفتگو یہان ہے وجوب نفقہ اصول کی فروع پر کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الخانیۃ لہ ام واب فکارثہما اور خانیہ میں ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور دادا تو اوسکا نفقہ بقدر اونکی ارث کے ہے جیسا کہ اوپر ترجمہ میں اوسکی مثال گذری اسواسطے کہ ماکو ترجیح ہے بسبب قرب کے اور دادا کو ترجیح ہے بسبب قوت نسب کے لہذا ارث کا اعتبار ٹھہرا وفی القنیۃ لہ ام واب ابیہ فعلی الام اور قنیہ میں ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور نانا تو اوسکا نفقہ ماں پر ہوگا اسواسطے کہ نانا دادا سے کمتر ہے لہذا ماکو ترجیح ہوئی بخلاف پہلی صورت کے ولو لہ عم واب امہ فعلی اب الام اور اگر محتاج کا چچا ہے اور نانا تو اوسکا نفقہ نانا پر ہے بسبب ترجیح جزئیت کے اور ارث کا یہان اعتبار نہین اگرچہ وارث چچا ہے نہ نانا واستشکل فی البحر بقولہم لہ ام وعم فکارثہما اور بحر الرائق میں فقہا کے اس قول کو مشکل جانا ہے کہ ایک محتاج کے ماں ہے اور چچا تو اسکا نفقہ دونو پر بقدر ارث اونکے ہے یعنی ایک ثلث ماں پر اور دو ثلث چچا پر وجہ اشکال کی یہہ ہے کہ وجوب نفقہ میں ماں مقدم تھی بسبب جزئیت کے پھر ارث کی اعتبار کرنیکی کیا وجہ فقال ولو لہ ام وعم واب ام ہل یلزم الام فقط ام کالارث احتمال کہا صاحب بحر نے کہ اگر ایک شخص کے ماں ہو اور چچا اور نانا تو آیا نفقہ فقط ماں ہی کو لازم ہوگا یا بقدر ارث کے ہوگا یہان دونو کا احتمال ہے م شیخ محمد محشی نے کہا کہ اصل اشکال صاحب قنیہ کا ہے صاحب بحر نے اسکی پیروی کی ہے اور حقیقت الحال یہہ ہے کہ یہان دو روایتین ہین ایک قوی اور دوسری ضعیف قوی یہہ ہے کہ ترجیح قرب اور جزئیت کو ہے اور ضعیف یہہ ہے کہ ارث معتبر ہے صاحب قنیہ نے دونو روایتون کو مذکور کیا اور ایک کو دوسری سے مناقض جانکر اشکال پیدا کیا حالانکہ ضعیف روایت ہرگز قوی کے معارضہ کے لائق نہین تو مسئلہ سابقہ میں یعنی جسکو صاحب بحر نے مشکل جانا ہے اور اس مسئلہ میں جسمین صاحب بحر کو احتمال اور تردد ہے موجب روایت قوی کے یہہ حکم ہے کہ ماں پر نفقہ واجب ہے نہ چچا پر واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا وتجب ایضا لکل ذی رحم محرم صغیر او انثی مطلقا ولو کانت الانثی بالغۃ صحیحۃ اور بھی واجب ہے نفقہ ہر قرابت والے محرم کا صغیر ہو یا انثی مطلقا اگرچہ انثی تندرست بالغہ ہو م وجوب نفقہ کا مقتضی قرابت ہے ساتھ محرمیت کے تو چچا کے بیٹے کا نفقہ واجب نہین اسواسطے کہ وہ اگرچہ قریب ہے لیکن محرم نہین اور رضاعی بھائی بہن کا نفقہ واجب نہین اگرچہ وہ محرم ہین لیکن قرابت نسبی نہین محرم سے مراد وہ ہے کہ جسکے ساتھ نکاح نہ جائز ہو بجہت قرابت کے اور صغیر کی قید سے بالغ نکل گیا اور محرم عورتون میں خالہ عمہ بہن بھانجی بھتیجی داخل ہین انکا نفقہ واجب ہے صغیر ہون یا بالغہ تندرست ہون یا بیمار بشرطیکہ محتاج ہون اور غیر منکوحہ اسواسطے کہ منکوحات کا نفقہ اونکے ازواج پر فرض ہے او کان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب بنحو زمانۃ کعمی وعتہ وفلج یا اوس قریب محرم کا نفقہ واجب ہے جو مرد بالغ ہو لیکن کسب سے عاجز ہے بسبب مرض دائمی بیماری کے جیسے لولا ہونا اور اندھا ہونا اور غافل بافہم ہونا اور فالج ہونا زاد فی الملتقی والمختار او لا یحسن الکسب لخرقہ

اور لکونہ مِن ذَوِی البیوتِ او طالبَ علمٍ زیادہ کیا ہی ملتقی اور مختار مین یا بالغ ہو لیکن پیشہ نکر سکتا ہو بسبب وجاہت کے یا عمدہ خاندان ہو یا طالب علم ہو تو انکا
نفقہ بھی واجب ہی اور شرط وجوب نفقہ عمدہ خاندان اور طالب علم کے نفقہ ولد کبیر مین عنقریب مذکور ہو چکی فقیرٍ ای خالٍ من المجموع بحیث تحل لہ الصدقۃ ولو
لہ منزل وخادم علی الصواب بدایع لفظ فقیر حال ہی جمیع محارم مذکورین سے یعنی صغیر اور انثی اور مرد عاجز جب کہ ایسی محتاج ہون کہ اونکو صدقہ لینا
حلال ہو تب اونکا نفقہ واجب ہے اگرچہ اونکی ملک مین مکان ہو رہنے کا اور خادم ہو خدمت کیواسطے بنابر قول درست کے کذا فی البدایع اسواسطے کہ رہنے کا مکان اور خدمت
کا خادم حاجت اصلی سے فاضل نہین تو اوسکا وجود بجای عدم ہی بقدر الارث لقولہ تعالی وعلی الوارث مثل ذلک ولذا یجبر علیہ محارم نسبیہ نفقہ
واجب ہے بقدر ارث کے بدلیل قول حق تعالی کے کہ وارث پر بھی مثل اسکے یعنی جنکا نفقہ مورث پر واجب ہی تو مورث کے بعد وارثون پر ویسا ہی نفقہ واجب ہی تو اس آیۃ
شریفہ مین حکم مرتب ہوا وارثیت کے وصف پر تو معلوم ہوا کہ وجوب نفقہ کی علت ارث ہی تو موافق ارث کے نفقہ واجب ہوگا سو اگر یہ فقیر غنی ہوتا اور مرجاتا
مال چھوڑکر تو اوسکا قریب کتنی وراثت پاتا سو اگر اوسکے کل مال کا وارث ہوتا تو اوس فقیر کا کل نفقہ اوس قریب پر واجب ہوگا اور اگر بعض کا وارث ہوتا تو بقدر حصہ
اوسپر نفقہ بھی واجب ہوگا اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ الغرم بالغنم یعنی تاوان بعوض فائدہ کے ہی لہذا جبر کیا جاویگا قریب پر نفقہ رسانی مین یعنی اگر
قریب نفقہ اپنے قریب محرم کو نہ دیگا تو قاضی زبردستی اوس سے دلاویگا بسبب ترک وجوب کے کذا فی المنح وحاشیۃ الدر لکن توزع علی اعتبار الارث بقولہ فنفقۃ
من ای فقیرٍ لہ اخوات متفرقات موسرات علیہن اخماسًا بحسب مسئلۃ تعریہ کی اعتبار ارث پر اپنے اس قول سے کہ نفقہ اوس فقیر کا جسکی چند قسم کی
مالدار بہنین مین بحساب پانچین حصون کے انپر واجب ہی یعنی اگر اوسکی تین بہنین مین ایک سگی اور دوسری سوتیلی اور تیسری مادری تو تین خمس نفقہ سگی بہن پر ہے
اور ایک خمس سوتیلی پر اور ایک خمس مادری بہن پر اسواسطے کہ ان بہنون کے ارث بھی اسی حساب سے ہے یعنی اگر انکا بھائی مرتا تو اوسکی نصف مال کی سگی بہن وارث
ہوتی اور ششم حصہ کی سوتیلی بہن وارث ہوتی بنابر تکمیل ثلثین کے اور مادری بہن بھی ششم حصہ کی وارث ہوتی تو اصل مسئلہ چھ سہام سے ہی لیکن چونکہ ایک سہم زیادہ
ہوتا تھا لہذا اوسکو پانچ حصون کیطرف پھیرا ولو اخوۃ متفرقین فسدس نفقتہ علی الاخ لام والباقی علی الشقیق کارثہ اور اگر اوس فقیر کے چند قسم کے
بھائی مالدار ہون تو اوسکی نفقہ کا ششم حصہ مادری بھائی پر واجب ہی اور باقی سگے بھائی پر مانند ارث اس فقیر کے یعنی اگر فقیر بھائی مالدار ہوتا اور مرجاتا تو اوسکا
مادری بھائی ششم حصہ اوسکی مال سے پاتا اور باقی مال کو سگا بھائی بسبب عصبہ ہونیکے لیتا اور سوتیلا بھائی محجوب ہوتا لہذا سوتیلے بھائی پر نفقہ بھی واجب نہین اور سگے
اور مادری بھائی پر بقدر اونکی ارث کے نفقہ واجب ہوا وکذا لو کان معہن او معہم ابن معسر لانہ یجعل کالمیت لیصیروا ورثۃ اور اسیطرح حکم
بحال رہیگا اگر متفرق بہنون کے ساتھہ یا متفرق بھائیون کے ساتھہ فقیر کا مفلس بیٹا ہو اسواسطے کہ وہ بسبب افلاس کے میت کی مانند قرار دیا جاویگا تاکہ بہنین یا
بھائی اوسکی وارث ٹھہرین اور بموجب ارث کے انپر نفقہ اوسکا واجب ہو اور اگر اوسکو زندہ قرار دیجے تو بھائی اور بہنین اوسکی ہوتے وارث نہونگے پھر نفقہ اوس فقیر کا
کسپر واجب ہو ولو کان مکانہ بنت فنفقۃ الاب علی الاشقاء فقط لارثہم معہا اور اگر بجای ولد کے بیٹی ہو فقیر کی تو اوسکی باپ کا نفقہ سگے بھائی یا سگی
بہنون پر ہوگا فقط نہ کسی اور بھائی بہن پر اسواسطے کہ سگی بھائی بہن وارث ہوتے ہین میت کی بیٹی کے ساتھہ اسواسطے کہ مادری بہن بیٹی کے سبب سے محجوب ہے اور سوتیلی بہن
سگی بہن کی جہت سے محجوب ہے اسواسطے کہ سگی بہن بیٹی کے ساتھہ ملکر عصبہ ہوجاتی ہی تو وراثت بیٹی اور سگی بہن مین نصفا نصف ہے لیکن چونکہ بیٹی بسبب افلاس کے
کالمیت ہی لہذا تمام نفقہ سگی بہن پر واجب ہوگا اور اگر فقیر کی بیٹی اور بھائی متفرق ہون تو مادری بھائی بیٹی کی جہت سے محجوب ہے اور سوتیلا بھائی سگے بھائی کے سبب سے
ساقط ہی لہذا تمام نفقہ سگے بھائی پر واجب ہوگا وعند التعدد یعتبر المعسرون احیاء فیما یلزم الموسرین ثم یلزمہم الکل کذی ام واخوات متفرقات
والام والشقیقۃ موسرتان فالنفقۃ علیہما اثلاثا اور جب چند اشخاص مالدار اور مفلس ہون تو مفلسون کو زندہ اعتبار کیا جاوے ہی مالدارون کے لزوم مین یعنی
مفلسون کا زندہ اعتبار کرنیکا یہ فائدہ ہوگا کہ ظاہر ہوجاوے کہ ہر مالدار پر کسقدر نفقہ لازم ہی اسکے بعد وراثت قدر لازم کے نفقہ اوسکا فقط مالدارون ہی پر لازم ہوگا
تمام وکمال چنانچہ ایک فقیر عاجز کی ماں اور متفرق بہنین ہین اور حال انکا یہ کہ ماں اور سگی بہن کو مقدور ہی اور سوتیلی اور مادری بہن دونو مفلس ہین تو نفقہ اوسکا ماں اور سگی
بہن پر لازم ہوگا چار حصہ ہوکر چہارم ماں پر اور تین ربع سگی بہن پر تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ ایک مرد ماں اور تین متفرق بہنین چھوڑکر مرگیا تو وراثت اوسکی یون ہے کہ

ماں کا چھٹا حصہ اور سگی بہن کا آدھا اور سوتیلی بہن کا ششم حصہ اور مادری بہن کا بھی ششم حصہ تو تقسیم اسکی چھ سہم سے ایک سہم ماں کا اور تین سہم سگی بہن کے اور
ایک ایک سہم سوتیلی اور مادری بہن کا لیکن چونکہ سوتیلی اور مادری بہنین مفلس تہین انکو بعد دریافت کے اپنے سہم وارثوں کے میت قرار دیا تو انکے دو سہم ساقط ہوگئے باقی
رہے چار سہم پس ایسا حکم ہوا کہ ماں پر ربع نفقہ واجب ہو اور سگی بہن پر تین ربع سو یہہ مطلب ہے شارح کے اس قول کا کہ بعد دریافت کرنے مقدار سہم کے کل نفقہ ماں اور ان
پر لازم ہوگا والمعتبر فیہ ای فی الرحم المحرم اھلیۃ الارث لا حقیقتہ اذ لا یتحقق الا بعد الموت اور معتبر قرابت محرم مین ارث کی لیاقت ہے یعنی
ایسا ہو وارث ہوتا ہو محروم محض نہو نہ کہ حقیقت ارث معتبر ہے اسواسطے کہ حقیقۃً ارث ثابت نہین ہوتی مگر بعد موت کے فنفقۃ من لہ خال وابن عم علی الخال لانہ محرم
سو نفقہ اوس شخص کا جسکا ایک ماموں ہو اور چچا کا بیٹا ماموں پر ہے اسواسطے کہ وہ محرم ہے بخلاف چچا کے بیٹے کے کہ ہر چند وارث بالفعل فقیر کا وہی ہے نہ ماموں
لیکن مدار وجوب نفقہ کا محرم ہونے پر ہے نہ محض وراثت پر ولو استویا فی المحرمیۃ کعم وخال یرجح الوارث للحال والو یکن معسرا فیجعل کالمیت اور اگر
دو شخص محرمیت مین برابر ہون جیسے چچا اور ماموں تو ترجیح دیجاویگی وارث فی الحال کو یعنی چچا کو تاوقتیکہ وارث فی الحال مفلس نہو اور اگر وارث فی الحال مفلس
ہوگا تو وہ میت کے شمار مین ہوگا تو اب نفقہ ماموں پر واجب ہوگا نہ مفلس چچا پر وفی القنیۃ یجبر المحرم الکسوب اذا غاب الاقرب اور قنیہ مین ہے کہ محرم ابعد
پر جبر کیا جاتا ہے نفقہ دینے مین جب کہ محرم اقرب حاضر نہو صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک فقیر کا سگا بھائی ہے اور دوسرا سوتیلا اور سگا بھائی کہین چلا گیا تو حاکم سوتیلے بھائی
سے زبردستی نفقہ دلاویگا پھر جب سگا بھائی آوے تو جسقدر دیا ہے اوتنا اوس سے بدلے کذا فی حاشیۃ المدنی عن القنیۃ وفی السراج معسر لہ زوجۃ ولہا
اخ موسر یجبر اخوھا علی نفقتہا ویرجع بہ علی الزوج اذا ایسر انتہی اور سراج مین ہے کہ ایک مفلس کے زوجہ ہے اور اوس زوجہ کا ایک بھائی ہے
مالدار ہو جبر اوس سے اوسکی بہن کا نفقہ دلایا جاوے اور جب اوسکا زوج مقدور والا ہو تو اوس سے پہیر لے انتہی کلامہ وفیہ النفقۃ انما ھی علی من رحمہ
کاملۃ ولذا قال القہستانی اقول فیہ تصور ابن العم فیہ نظر لانہ لیس بمحرم والکلام فی ذی الرحم المحرم فافہم اور سراج مین یہہ بھی ہے کہ وجوب نفقہ کا
تو اوسی پر ہے جسکی قرابت کامل ہے یعنی قرابت با محرمیت اور اسیواسطے قہستانی نے کہا کہ فقہا کے اس قول مین کہ نفقہ ماموں پر ہے نہ چچا کے بیٹے پر یہہ
اعتراض ہے اسواسطے کہ چچا کا بیٹا محرم نہین اور بیان گفتگو ہے قریب محرم کی ترجیح مین سو اسکو سمجھ لے یعنی جب چچا کا بیٹا محرم نہوا تو اوسکو ماموں کے ساتھہ ذکر
کرنا مناسب نہین ولا نفقۃ تجب مع الاختلاف دینا الا للزوجۃ والاصول والفروع علوا وسفلوا اور نفقہ واجب نہین ساتھہ اختلاف
دین کے مگر زوجہ اور اصول اور فروع کا البتہ باوجود اختلاف دینی کے بھی واجب ہے عالی ہون اصول چنانچہ باپ دادا پردادا یا سافل ہون فروع چنانچہ بیٹا
پوتا پرپوتا یعنی کافر کا نفقہ مسلم پر واجب نہین اور نہ مسلم کا کافر پر اسواسطے کہ مدار وجوب نفقہ کا بموجب نص قرآنی کے وراثت پر ہے اور حالانکہ مسلم اور کافر مین
وراثت نہین بخلاف زوجہ اور اصول اور فروع کے کہ زوجہ مین وجوب نفقہ کی علت احتباس ہے اور اصول اور فروع مین وجوب نفقہ کی علت جزئیت ہے اور حالانکہ
احتباس اور جزئیت مین بسبب اختلاف دین کے اختلاف نہین ہوتا قہستانی وغیرہ نے کہا کہ جب اختلاف دین عدم وجوب نفقہ کی علت ٹھہری تو محرم سنی کا نفقہ
شیعی مالدار پر اور شیعی کا سنی مالدار پر نہ لازم ہوگا بشرطیکہ تفضیلیہ شیعہ ہو اور اگر بعضی شیعہ ہو یعنی اصحاب کبار علی الخصوص شیخین پر تبرا کرتا ہو تو وہ مرتد ہے
اگر اوسکا تبرا ثابت ہے تو حاکم اسکو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی الذمیین لا الحربیین ولو مستأمنین ان اصول اور فروع کا نفقہ واجب ہے جو کافر ذمی ہین
نہ حربی اگرچہ حربی مستامن ہوں اور اصول اور فروع حربیون کا نفقہ اسواسطے واجب نہین کہ اونکے ساتھہ احسان کرنا اہل اسلام کو جائز نہین لانقطاع
[illegible] اختلاف دین مین نفقہ واجب نہین بسبب انقطاع ارث کے ہے یہہ تعلیل ہے نفقہ اختلاف دینی کی تو اسکا بیان فاصلہ کرکے تا دین مناسب تہا یعنی یون
کہنا تہا کہ لا نفقۃ مع الاختلاف دینا لانقطاع الارث کذا فی حاشیۃ الحلبی والمدنی ویبیع الاب لانہ لہ ولایۃ التصرف لا الام ولا بقیۃ اقاربہ ولا
القاضی اجماعا عرض ابنہ الکبیر الغائب لا الحاضر یعنی باپ اپنے بالغ غائب ولد کا مال منقول نہ ولد حاضر کا اور ماں اور باقی اقارب اور قاضی اسکا
مال نہین بیچ سکتے باجماع امام اور صاحبین کے باپ کو بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ اوسکو ولایت ہے تصرف کی نہ غیر کو لا عقارہ فلیبیع عقار صغیر ومجنون اتفاقا
نہ بیچے اوسکی عقار کو یعنی مال غیر منقول کو جیسے زمین اور باغ سو جب فقط عقار بالغ کا بیچنا نہ جائز ہوا تو معلوم ہوا کہ صغیر اور مجنون کے عقار کو بیچے باتفاق للنفقۃ

ولزوجتہ ولاطفالہ کما فی النہر بحثاً بقدر حاجتہ لا فوقہا ولد غائب کے مال منقول کو باپ بیچے اپنے نفقہ کیواسطے اور ولد غائب کی زوجہ اور اوسکی اطفال کے
نفقہ کیواسطے کذا فی البحر بحثاً اپنی بقدر حاجت بیچے نہ حاجت سے زیادہ وھم شیخ رحمتی نے کہا کہ یہہ بھی احتمال ہے کہ مرجع ضمیر کا باپ ہو نہ یون لفظ نہیں بیچے باپ اپنے نفقہ
اور اپنی زوجہ اور اپنی اطفال کے نفقہ کیواسطے اوسکے مال منقول کو بیچ لے اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا ہے کہ محتاج باپ کی زوجہ اور اوسکی اطفال کا نفقہ بالعار
ولد پر واجب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا فی دین لہ علیہ سواہا لمخالفۃ دین النفقۃ لسائر الدیون اور نہ بیچے باپ اپنے ولد غائب کے مال کو اپنے دین میں جو
اوسپر ہے سوا نفقہ کے بسبب مخالف ہونے دین نفقہ کے باقی دیون سے یعنی اور دین میں بیچنا درست نہیں اسواسطے کہ یہہ قضا علی الغائب ہے بخلاف دین نفقہ کے
کہ وہ واجب ہو چکا ہے قبل قضا کے سو قاضی کا اب حکم دینا اسطرح بیع کے اعانت ہے وجوب سابق کی نہ قضا علی الغائب کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر ضمن قضاء
لا دیانۃ مودع الابن کمدیونہ لو انفق الودیعۃ علی ابویہ وزوجتہ واطفالہ بغیر امر المالک او قاض ان کان والا فلا ضمان استحساناً
تاوان دیگا قضاءً نہ دیانۃً امانت دار ولد کا چنانچہ اوسکا مدیون تاوان دیگا اگر ودیعت کو خرچ کریگا ولد غائب کے ماں باپ اور زوجہ اور اطفال پر بدون حکم
مالک یا قاضی کے اگر قاضی وہان ہو اور اگر قاضی وہان نہو گا اور امانت دار غائب کی عیال پر امانت کو صرف کریگا تو اوسپر تاوان نہیں بدلیل استحسان کے
وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ اوسنے اہل استحقاق کو دیا تو وہ مصلح ٹھہرا نہ مفسد کما لا رجوع چنانچہ امانت دار کو پھیر لینا جائز نہیں ابتدا تاوان دینے کے اسواسطے
کہ بعد تاوان دینے کے امانت دار مالک ہوا نفقہ مدفوعہ کا تو اب وہ محسن ٹھہرا اپنا مال مملوک دیکر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وکما لو انحصر ارثہ فی
المدفوع الیہ لانہ وصل الیہ عین حقہ اور اسیطرح پھیر لینا جائز نہیں امانت دار کو اگر منحصر ہو وراثت غائب کی اوسی شخص میں جسکو اوسنے نفقہ
دیا اسواسطے کہ اوسکو بعینہ اوسکا حق پہنچ گیا مثلاً زید نے کچھ امانت رکھی خالد کے پاس پھر زید سفر کو گیا اور مر گیا اور خالد نے وہ امانت زید کے ولد پر صرف کی
اور حالانکہ سوا اوس ولد کے زید کا کوئی وارث نہیں تو اب خالد اوس امانت کو ولد سے نہیں پھیر سکتا ولا ابوان لو انفقا ما عندہما للغائب من مالہ
علی انفسہما وہو من جنسہ ای جنس النفقۃ لا یضمنان لوجوب نفقۃ الولاد والزوجیۃ قبل القضاء حتی لو ظفر بجنس حقہ فلہ
اخذہ ولذا فرضت فی مال الغائب بخلاف بقیۃ الاقارب اور ماں باپ اگر خرچ کرین غائب ولد کے اوس مال کو جو اونکے پاس ہے اپنے اوپر اور حالانکہ
وہ مال از قسم نفقہ ہے یعنی اناج اور کپڑا ہے تو وہ تاوان نہ دینگے بسبب واجب ہونے نفقہ اصول اور فروع اور نفقہ زوجہ کے قبل حکم کرنے قاضی کے یہانتک
کہ اگر باپ یا ولد صغیر یا زوجہ غائب کا مال کہیں پا جاوے اور وہ مال از جنس نفقہ بھی ہو تو اوسکو لینا اوسکا جائز ہے بلا حکم قاضی اور بدون رضامندی غائب کے
ولہذا مال غائب میں اونکا نفقہ مفروض ہے بخلاف باقی اقارب محارم کے کہ اونکو غائب کے مال سے لینا جائز نہیں بدون حکم قاضی یا بلا رضامندی غائب کے
ولو قال الابن انفقتہ وانت موسر وکذبہ الاب حکم الحال یوم الخصومۃ فلو برہنا فبینۃ الابن خلاصہ اور اگر ولد غائب سفر سے آیا بعد نفقہ
لینے باپ کے اور اوسنے باپ سے کہا کہ تو نے نفقہ لیا اور حالانکہ تو مقدور والا تھا اور باپ نے اوسکی تکذیب کی تو باپ کی حال حکم کریگا خصومت کے دن یعنی اگر زمانہ
خصومت کے دن اوسکا باپ مقدور والا ہوگا تو قول ولد کا مقبول ہوگا اور اگر اوسدن وہ محتاج ہوگا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونو اپنے دعوی کے
گواہ گذرانین تو ولد کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الخلاصہ اسواسطے کہ گواہ اثبات کے مقدم ہین نہ نفی کے قضی بنفقۃ غیر الزوجۃ زاد الزیلعی
والصغیر ومضت مدۃ شہر فاکثر سقطت لحصول الاستغناء فیما مضی دار القضا سے حکم ہو گیا نفقہ کا سوا زوجہ کے اور اقارب کے نفقہ کا اور گذر گئی
ایک مہینہ یا زیادہ مدت بلا نفقہ تو گذشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہو گیا بسبب حاصل ہونے استغنا کے زمان گذشتہ میں یعنی اقارب کا نفقہ واجب ہے واسطے دفع حاجت
کے سو جب مدت گذر گئی تو حاجت بھی نہ رہی اور زیلعی نے زوجہ کے ساتھ صغیر بھی زیادہ کیا ہے وھم زیلعی نے حاوی سے نقل کیا کہ نفقہ صغیر کا دین ہوتا ہے
قاضی کے حکم سے نہ غیر صغیر کا اسلئے اور صاحب بحر اور نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہہ غفلت ہے ان علما کی کہ مقید کو مطلق بیان
کرتے ہین اسواسطے کہ ذخیرہ میں حاوی سے العرہ ثابت ہے کہ قضاے قاضی سے نفقہ ولد صغیر کا اوس شرط سے دین ہوتا ہے جب قاضی صغیر کی ماں کو نفقہ کیواسطے
قرض لینے کا حکم کرے اور بدون اس شرط کے محض حکم قاضی سے نفقہ صغیر کا ہرگز دین نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصاً واما ما دون الشہر فنفقۃ

الزوجة والصغير فتصير دينا بالقضاء اور مہینے سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا نفقہ دین ہو جاتا ہو قاضی کے حکم سے ہم مہینو کی مدت کی قید
ٹھہری اور اس سے کم مدت قصیر ہوئی اسواسطے کہ قاضی ہر مہینے مین نفقہ کا حکم دیتا ہی تو باعتبار عادت نفقات کے طول اور قصر مذکور ہوا باقی گفتگو نفقۂ صغیر کی قول آتی مین
مین مذکور ہو چکی اور وہی حق ہے واللہ اعلم الا ان یستدین غیر الزوجة بامر قاض فلو لم یستدن بالفعل فلا رجوع نفقۂ اقارب کا مدت گذرنے
سے ساقط ہی مگر یہہ کہ زوجہ کے سوا کوئی محرم قرض لے بحکم قاضی تو دین ہو جاویگا سو اگر بعد حکم قاضی کے محرم نے قرض بالفعل نہ لیا مثلا غیر کے صدقات سے
اپنی گذران کی تو اوسکو رجوع کرنیکا اختیار نہو گا بسبب عدم حاجت اور حصول کفایت کے بل فی الذخیرة لو اکل اطفاله من مسألة الناس فلا رجوع
لامهم بلکہ ذخیرہ مین ہی کہ اگر غائب کی اطفال نے لوگون سے سوال کرکے کہایا بعد حکم استدانت کی تو اونکی ماکو پھیر لینا نفقہ کا اونکے باپ سے جائز نہین اسواسطے
کہ حاجت رفع ہو گئی ولو اعطوا شیئا واستدانت شیئا او انفقته من مالها رجعت بما ازادت خانیه اور اگر اطفال کو کچھہ نفقہ بطریق
سوال ملا اور کچھہ نفقہ اونکی ما نے قرض لیا بحکم قاضی یا اپنے مال سے اونپر خرچ کیا تو اونکے باپ سے پھیر لے جسقدر زیادہ ہو نفقہ سوال سے کذا فی الخانیه
عزاه فی البحر للمبسوط لکن نظر فیه فی النهر بانه لا اثر لانفاقه مما استدانه حتی لو استدان وانفق من غیره وفی مما استدانه لم
یسقط ایضا انتهی نفقۂ محارم کا اوسوقت دین ہوتا ہی جب قاضی قرض لینے کا حکم کرے اور محرم اوسی مال مقروض سے صرف کرے بحر الرائق مین اس شرط
انفاق کو مبسوط کیطرف نسبت کیا ہی لیکن نهر الفائق مین اس شرط مین گفتگو کی ہی کہ مال مقروض سے صرف کرنیکا کچھہ اثر نہین یہانتک کہ اگر محرم قرض لے اور
غیر قرض سے صرف کرے اور اوسکو قرض سے ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط نہو گا انتہی کلامه ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ غیر قرض دو حال سے خالی نہین کہ وہ محرم کا
مال ہے یا کسی اجنبی کا اگر اوسیکا مملوک ہی تو نفقہ ساقط ہوا بسبب دفع حاجت کے اور اگر غیر کا مال ہی تو اسی کا نام قرض ہی تو قرض سے صرف کرنا اوسپر
صادق آیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض صاحب نهر کا محض بیجا ہی کذا فی حاشیة المدنی فلو مات الاب او من علیه النفقة بعدها ای الاستدانة المذکورة
فهی ای النفقة دین ثابت فی ترکته فی الصحیح بحر ثم نقل عن البزازیة تصحیح ما یخالفه ونقل المصنف عن الخلاصة قائلا ولو لم ترجع
حتی مات لم تأخذها من ترکته هو الصحیح انتهی ملخصا فلیتأمل سو اگر باپ مرجاوے یا وہ شخص مرے جسپر نفقہ دینا واجب ہی بعد استدانت مذکورہ کے
تو وہ نفقہ دین ثابت ہو گا میت کے مال مین بقول صحیح کذا فی البحر عن الذخیرة پھر صاحب بحر نے اسکی مخالف بزازیہ سے تصحیح نقل کی یعنی نفقۂ مذکورہ مال میت سے نہ
لیا جاویگا بقول صحیح اور مصنف نے منح الغفار مین خلاصہ سے نقل کیا یون بیان کرکے کہ اگر ما نے صغیر کا نفقہ بحکم قاضی قرض لیا اور اوسکو اوسکے باپ سے نہ پھیر لیا
یہانتک کہ اوسکا باپ مرگیا تو باپ کے مال متروک سے نہ لے سکیگی یہی قول صحیح ہی انتہی قول المصنف ملخصا تو اس مقام مین تامل کرنا چاہیے ہم حلبی نے کہا کہ
یہہ امر تامل کرنیکا مفتی کیواسطے ہے یعنی جب دو قولون مین تصحیح مختلف ہوئی تو مفتی غور اور تامل کرے جسمین آسانی خلق پر ہو اوس قول کو اختیار کرے چنانچہ
شارح نے خطبۂ کتاب مین اس قاعدہ کیطرف اشارہ کیا ہی وفی البدائع الممتنع من نفقة القریب یضرب ولا یحبس لفواتها بمضی الزمن فیستدرک
بالضرب وفیه قیده فی البحر بحثا بما فوق الشهر لعدم سقوط ما دونه کما مر اور بدائع مین ہی کہ جو شخص اپنے قریب محرم کو نفقہ نہ دے تو اوسپر مار پڑیگی
اور قید نہو گا بسبب ساقط ہو جانے نفقہ کے مدت گذر جانے سے تو اسکا تدارک مار سے ہی اور بحر الرائق مین بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت کے عدم حبس کو مقید کیا ہی بقید
ما فوق الشهر اسواسطے کہ مہینے سے کمتر مدت کا نفقہ ساقط نہین ہوتا چنانچہ اسکا بیان عنقریب ہو چکا ہم عدم حبس سے یہہ مراد نہین کہ حبس اوسکا مطلقا جائز
نہین بلکہ مراد یہہ ہی کہ مجرد حبس بلا ضرب کافی نہین اسواسطے کہ فصل حبس مین اشباہ سے منقول ہو گا کہ محبوس کا مارنا جائز ہی اگر وہ اپنے قریب کے نفقہ دینا
کذا فی حاشیة المدنی ولا یصح للام بالاستدانة لترجع علیه بعد بلوغه اور قاضی کا حکم صغیر کیواسطے قرض لینے کا صحیح نہین تاکہ ما قرض لیکر اوسکو
کھلاوے اور بعد بالغ ہونے صغیر کے اوس سے پھیر لے یعنی قاضی کو استدانت کا حکم دینا جائز نہین مگر دو صورت مین ایک یہہ کہ صغیر کا مال ہو مگر اوس وقت موجود
نہو دوسری صورت یہہ ہی کہ جسپر صغیر کا نفقہ واجب ہو وہ زندہ ہو کذا فی منح الغفار وتجب النفقة بانواعها لمملوکه منفعة وان لم یملك رقبته
کموصی بخدمته اور واجب ہی تینون قسم کا نفقہ اپنے مملوک کا اگرچہ اوسکی ذات کا مالک نہو فقط منفعت کا مالک ہو چنانچہ کسی نے اپنے غلام کو دوسرے کی خدمت کیلیے

دیا ہو تو خدمت لینے والے پر اوسکا کہانا کپڑا واجب ہے ﻫ لونڈی غلام کا کہانا اور کپڑا بقدر حاجت بطور غالب عادت اوس شہر کے واجب ہے یعنی اوس شہر کے اکثر
خلق جیسا کچھہ کہاتے اور پہنتے ہون ویسا ہی نفقہ دینا مالک پر واجب ہے اور تھوڑا کپڑا بقدر ستر عورت کے دینا اور اسی پر کفایت کرنا جائز نہین اور اگر مالک عمدہ کہانا کہاتا
ہو اور نفیس پوشاک پہنتا ہو تو اوسپر واجب نہین کہ غلام کو بھی ویسا ہی کہلاوے اور پہناوے لیکن یہہ مستحب ہے اور اگر مالک بخیل یا زاہد یا ریاضت کے لیے اپنے طعام اور
لباس مین بہ نسبت رواج شہر کے تنگی کرتا ہو تو غلام کے لیے غالب عادت شہر کی رعایت رکہنا چاہیے بنا بر قول اصح کے اور اگر مالک کے چند غلام ہون تو اونکو کہانے کپڑے
مین برابر رکہنا مستحب ہے اور اگر غلام یا لونڈی کہانا پکا کر لاوے تو انسانیت اور ایمان کے مناسب یہہ ہو کہ اوسکو ساتھہ کہلاوے پہر اگر وہ بنا بر ادب کے نہ بیٹھے اور ساتھہ کہانے
تو مالک کو لائق ہو کہ اوس طعام سے اوسکو بھی کچھہ کہانے کو دیوے اور پاس بٹھلانا غلام کا افضل ہے کہ دلیل ہے تواضع اور مکارم اخلاق کی کذا فی السراج الوہاج
اور جو لونڈی کہ مالک کے تصرف مین ہو تو اوسکی امتیاز چاہیے کہانے اور کپڑے مین بنا بر عرف کے کذا فی العالمگیریۃ عن غایۃ السروجی اور صحیحین مین ابوذر غفاری
سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام تمہارے بہائی ہین یعنے بنی آدم مین حق تعالی نے اونکو تمہارا زیردست کیا ہے سو جسکے پاس
اوسکا بہائی زیردست ہو تو اوسکو کہلاوے جسمین سے آپ کہاتا ہو اور پہناوے جسمین سے آپ پہنتا ہو اور نہ لیوے تکلیف کا کام لوجوا وپر شاق اور سخت ہو اور اگر سخت
کام ہو تو آپ بھی اونکے مددگار ہو یعنی کام مین شریک ہو اس حدیث کا یہہ مطلب نہین کہ غلام کا کہلانا اور پہنانا اپنی برابر واجب ہے بلکہ مستحب ہے اسواسطے کہ طحاوی
نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لِلمَملُوکِ طَعامُہ وکِسوَتُہ یعنی غلام کا کہانا کپڑا واجب ہے اسمین یہہ نہین فرمایا کہ مالک پر
اپنا سا طعام اور لباس لازم ہے بلکہ حدیث صحیحین کا یہہ مطلب ہے کہ اپنے اکول اور ملبوس کی جنس سے اونکو بھی دو مثلاً اگر مالک سوت کا کپڑا پہنتا ہو تو غلام کو بھی سوتی
پہناوے اگرچہ خود ململ اور تنزیب پہنے اور غلام کو گاڑہا یا گزی پہناوے اور صحابہ کبار سے ہرگز منقول نہین کہ غلامون کو اپنا سا پہناتے ہوان مگر بعض اصحاب اسکو بنظر
استحباب برابر رکہتے تہے کذا فی فتح القدیر وحاشیۃ المدنی و فی القنیۃ نفقۃ المبیع علی البائع مادام فی یدہ ہو الصحیح واستشکلہ فی البحر بانہ لا ملک
للبائع رقبۃ ولا منفعۃ فینبغی ان تلزم المشتری اور قنیہ مین ہے کہ نفقہ غلام یا حیوان مبیع کا بائع پر ہے جبتک کہ وہ اوسکے ہاتھہ مین ہو اور یہی
قول صحیح ہے اور مشکل جانا ہے اس قول کو بحر الرائق مین اس دلیل سے کہ مبیع پر بائع کی کچھہ ملکیت نہین نہ باعتبار ذات کے نہ باعتبار منفعت کے تو لائق یہہ ہے
کہ مشتری پر نفقہ لازم ہو نہ بائع پر بعض علما نے اس اشکال کا یون جواب دیا ہے کہ جب تک مبیع بائع کے پاس ہے تو اوسکے ضمان مین ہے تو اوسپر نفقہ بھی واجب ہے
جیسے مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے حالانکہ غاصب اوسکا مالک نہین نہ ذات کا نہ منفعت کا کذا فی حاشیۃ المدنی فان امتنع فہی فی کسبہ ان قدر
بان کان صحیحا ولو غیر عارف بصناعۃ فیؤجر نفسہ کمعین البناء بحر پہر اگر مولی غلام کو نفقہ نہ دے تو اوسکا نفقہ اوسکی کمائی مین ہے اگر وہ
قادر ہو اسطرح پر کہ تندرست ہو اگرچہ کوئی صنعت اور پیشہ نجانتا ہو تو مزدوری کرے جیسے معمار کا مددگار یعنی معمار کو اینٹ گارہ دینا پر تندرست ہو سکتا ہے عاقل
ہو یا احمق والا لکونہ زمنا او جاریۃ لا یؤجر مثلہا امرہ القاضی ببیعہ وقالا یبیعہ القاضی وبہ یفتی اور اگر غلام مزدوری نکر سکتا ہو
چنانچہ لولا ہو یا ایسی لونڈی ہو کہ مزدوری نکر سکتی ہو یعنی خوبصورت ہو کہ اوسکی مزدوری مین فساد کا احتمال ہو تو قاضی اوسکے مالک پر جبر حکم کرے اوسکو
بیچڈالے اور صاحبین نے کہا کہ قاضی خود اوسکو بیچڈالے مالک سے کہنے کی کچھہ حاجت نہین اور اسی پر فتوی ہے ان محلا لہ والا کمدبر وام ولد الزم
بالانفاق لا غیر غلام مذکور کو بیچے اگر وہ محل ہو بیع کا یعنی اگر اوسکا بیچنا جائز ہو اور اگر اوسکا بیچنا نجائز ہو جیسے مدبر اور ام ولد تو اوسکے مالک پر اوسکا
نفقہ قاضی لازم کردے بحکومت اسکے سوا اور کچھہ نکرے عبد لا ینفق علیہ مولاہ اکل واخذ من مال مولاہ قدر کفایتہ بلا رضاہ ان عاجزا
عن الکسب او لم یاذن لہ فیہ ایک غلام ہے کہ اوسکا مالک اوسکو نفقہ نہین دیتا سو اوس نے کہایا لیا اپنے مولی کے مال سے اپنی بقدر حاجت کے بدون
اوسکی رضامندی کے تو اگر غلام عاجز ہو کمائی سے یا قادر ہو کسب پر لیکن اوسکا مالک کسب کی اجازت ندیتا ہو تو اوسکو کہانا اور لینا جائز ہے ولا لا کما
لو قتر علیہ مولاہ لا یاکل منہ بل یکتسب ان قدر مجتبی اور اگر غلام کسب پر قادر ہو اور مالک کسب سے روکتا نہو تو بدون رضامندی مولا کے
غلام کو اوسکا مال کہانا اور لینا جائز نہین چنانچہ اگر غلام پر تنگی کرتا ہو مولی یعنی بقدر حاجت کہانا کپڑا نہ دیتا ہو تو اوسکا مال بدون اوسکی رضامندی کے

سے کھلاوے کیونکہ کافی کرے اگر اوسکو طاقت ہو کذا فی المحیط وفیہ تنازعا فی عبدٍ او دابۃٍ فی ایدیہما یجبران علی نفقتہ اور مجتبی مین ہے کہ دو شخصون نے جھگڑا
کیا غلام یا جانور مین جو اُن دونو کے قبضہ مین ہے تو دونو پر جبر کیا جاویگا اوسکے نفقہ مین یعنی دونو سے زبردستی اوسکا قوت دلایا جاویگا تا وقتیکہ ایک کا دعوی ثابت ہو نفقۃ
العبد المغصوب علی الغاصب الی ان یردہ الی مالکہ غلام مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے یہانتک کہ اوسکو مالک کے پاس اوسکو پہنچا دے فان طلب الغاصب
من القاضی الامر بالنفقۃ او البیع لا یجیبہ لانہ مضمون علیہ ولکن ان خاف القاضی علی العبد الضیاع باعہ القاضی لا الغاصب
وامسک القاضی ثمنہ لمالکہ سو اگر طلب کرے غاصب قاضی سے اجازت نفقہ کی یعنی قرض لیکر نفقہ دیا جاوے اور غلام کی قیمت مین قرض مجرا ہو یا بیع کی اجازت
مانگے تو قاضی اسکو نہ قبول کرے اسواسطے کہ غاصب پر تاوان بہر صورت ثابت ہے خواہ غلام زندہ رہے یا مر جاوے لیکن اگر قاضی ڈرے غلام کی ہلاکی پر بسبب فاقہ کشی کے تو اسکو
قاضی بیچ ڈالے نہ غاصب اور اوسکی قیمت کو قاضی اوسکے مالک کے واسطے رکھ چھوڑے جب آوے تب اوسکو دے طلب المودع او الآخذ الآبق او احد شریکی
عبد غاب احدہما من القاضی الامر بالنفقۃ علی عبد الودیعۃ ونحوہا لا یجیبہ لئلا تاکلہ النفقۃ بل یؤجرہ وینفق منہ او یبیعہ ویحفظ
ثمنہ لمولاہ دفعا للضرر طلب کیا امانت دھرنے یا بھاگے غلام کے پکڑنیوالے نے یا غلام کے ایک مالک نے دوسرے مالک کی غیبت مین طلب کیا قاضی سے قرض لینے کا حکم
امانت کے غلام کے نفقہ کیواسطے اور مانند اسکی یعنی غلام گریختہ یا مشترک کے نفقہ کیواسطے تو قاضی اسکو نہ قبول کرے یعنی اجازت قرض کی ان غلامون کے نفقات کے
واسطے نہ دے تاکہ نفقہ نہ اوسکو کھا جاوے یعنی کثرت قرض سے غلام کی قیمت نہ اوسمین مجرا ہو جاوے بلکہ قاضی اوس غلام کو اجارہ دے اور اوسکی مزدوری سے اوسکو کھلاوے یا
اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت کو اوسکے مولی کیواسطے رکھ چھوڑے تاکہ مولی کا ضرر نہو م اجارہ غلام گریختہ کا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی نہ روایۃ مذہب کی تو شارح پر
اسکا آگاہ کرنا ضرور تھا کذا فی حاشیۃ الدر فی والنفقۃ علی الآجر والراہن والمستعیر واما کسوتہ فعلی المعیر وتسقط بعتقہ ولو زمنا ولزم بیت المال
مسلامحہ اور نفقہ غلام کا اجارہ دینے والے پر ہے نہ مستاجر پر اور گرو کرنیوالے پر ہے نہ مرتہن پر اور عاریت مانگنے والے پر ہے نہ عاریت دینے والے پر اور لباس تو عاریت دینے والے
پر واجب ہے اور ساقط ہوتا ہے نفقہ غلام کا اوسکو آزاد کر دینے سے اگرچہ غلام لولا ہوا اور ایسے عاجز کا نفقہ مسلمین کے بیت المال میں لازم ہے کذا فی الخلاصہ اور اسیطرح شیخ کبیر
اور مریض بیمار کا نفقہ بیت المال میں ہے اگر اوسکو اپنا مال نہو اور کوئی قرابت دار نہو کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات دابۃ مشترکۃ بین اثنین امتنع احدہما عن
الانفاق اجبرہ القاضی لئلا یتضرر شریکہ جوہرہ جانور چارپایہ مشترک ہو دو مالکون مین ایک مالک اوسپر کچھ صرف نہین کرتا تو قاضی اوسپر زبردستی کرے
اور اوس سے بھی صرف کرادے تاکہ اوسکے شریک پر ضرر نہ پہنچے کذا فی الجوہرہ وفیہا ویؤمر اما بالبیع واما بالانفاق علی بہائمہ دیانۃ لا قضاء علی ظاہر
المذہب للنہی عن تعذیب الحیوان واضاعۃ المال اور جوہرہ مین ہے کہ جانورون کے مالک سے کہلا دیا کہ یا انکو بیچ ڈالے یا اپنے چارپایون کو چارہ دے فی
ما بینہ وبین اللہ دیانۃ کہا جاوے یعنی اگر کوئی فتوی پوچھے تو فتوی دے بطریق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بمقتضائے یعنی حکومت جبر نکرے یہ بنا بر ظاہر مذہب کے ہدایہ مین
کہا کہ عدم جبر اصح ہے انفاق کا امر اسواسطے کرے کہ حدیث مین نہی وارد ہے جاندار کی تکلیف رسانی سے اور مال کے ضائع کرنے سے اور حیوان کے نفقہ نہ دینے مین دونو
ممنوع کام مجتمع ہین تعذیب بھی اور اضاعت بھی وعن الثانی یجبر ورجحہ الطحاوی والکمال وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ جانور
کے مالک پر جبر کیا جاوے انفاق پر اور اسی قول کو ترجیح دی ہے طحاوی اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہ اگرچہ یہان کوئی مدعی نہین لیکن مالک کے ترک واجب مین تامل
نہین تو قاضی ترک واجب ہی پر جبر کرے اور یہی قول ہے تینون امامون کا یعنی مالک اور شافعی اور احمد کا اور یہی حق ہے کذا فی فتح القدیر ولا یجبر فی غیر
الحیوان وان کان فیہ تضییع المال ما لم یکن لہ شریک کما مر اور نہ جبر کیا جاوے سوائے جاندار کے اور مال پر صرف کرنیکا چنانچہ گھر اور زمین اور باغ کی مرمت مین اگرچہ
مکروہ ہے مال کا ضائع کرنا جبتک کہ اوسکا دوسرا شریک نہو بعد اگر اوسکا دوسرا شریک ہوگا تو بنظر ضرر شریک کے غیر حیوان مین بھی جبر ہوگا چنانچہ مضرت شریک کا
مسئلہ ذکر ہو چکا قلت وفی الجوہرۃ ان کان العبد مشترکا فامتنع احدہما انفق الثانی ورجع علیہ ونقل المصنف تبعا للبحر عن الخلاصۃ
انفق الشریک علی العبد فی غیبۃ شریکہ بلا امر الشریک او القاضی فہو متطوع وکذا النخل والزرع والودیعۃ واللقطۃ والدار المشترکۃ
اذا استرمت شرح ملتقی کما ہوا اور جوہرہ مین ہے کہ اگر غلام مشترک ہو دو شخصون مین اور ایک شریک اوسکو نفقہ نہ دیتا ہو تو دوسرا شریک اوسکو نفقہ دے اور اپنے شریک

سے بقدر اوسکا حصہ کے پہیر لے برابر ہو کہ اوسکو قاضی نے صرف کرنیکا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور مصنف نے منح الغفار مین آباج بحر الرائق کے خلاصہ سے نقل کیا ہو کہ ایک شریک نے عبد مشترک پر صرف کیا دوسرے شریک کی غیبت مین بلا اجازت شریک اور بدون حکم قاضی کے تو اوسنے احسان کیا یعنی شریک غائب بقدر اسکا حصہ کے پہیر نہین لیسکتا اور یہی حکم ہی نخلستان اور کہیت اور ودیعت اور لُقطہ اور مشترک گہر کا جب کہ وہ مرمت طلب ہو تو ان چیزون مین صرف کرنیوالا بدون حکم قاضی کے اپنے مصارف کو اونکے مالک یا شریک سے پہیر نہین سکتا ہم چلپی نے کہا کہ جوہرہ اور خلاصہ کی روایت مین یہہ فرق ہی کہ جوہرہ کی روایت مین شریک وہان حاضر ہی اور غلام مشترک پر صرف نہین کرتا اوسکے بسبب شرارت اور سرکشی کے لہذا اوس سے پہیر لینا صرف کا درست ہی بخلاف خلاصہ کی روایت کے کہ وہان شریک حاضر نہین غائب ہی لہذا اوسکی سرکشی ثابت نہین تو پہیر لینا بھی لازم نہین تو معلوم ہوا کہ دونون روایتون مین تناقض نہین واللہ اعلم جوہرہ مین ہی کہ اگر جانور کو چارہ کم ملتا ہو تو اوسکا دودہ نہایت نچوڑ کر دوہنا مکروہ ہے اور اگر دودہ کی کثرت ہو تو دوہنا بھی مکروہ ہی کہ تکلیف کا سبب ہے اور اگر جانور کا بچہ ہو تو اوسکے پینے سے زیادہ بچے تو اوسکو دوہے جب تک کہ بچہ چارہ کہانا شروع کرے اور مستحب ہے کہ دوہنے والا ناخن بہت بڑہنے نہ دے تاکہ جانور کو تکلیف نہو اور اگر سواری اور لادنیکا جانور ہو تو طاقت سے زیادہ اوسپر بوجہ نہ لادے اور زیادہ منزل نکرے کذا فی العالمگیریہ

كتاب العتق

یہہ کتاب ہے آزادی کے احکام مین کتاب الطلاق کے بعد کتاب العتق کو اسواسطے مذکور کیا کہ دونو مشترک ہین رفع قید مین یعنی طلاق عبارت ہی رفع قید نکاح سے اور عتق عبارت ہی رفع قید ملوکیت سے اہل تاریخ نے ذکر کیا ہی کہ سید الابرار رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ترسٹہہ غلام آزاد کئے اور حجۃ الوداع مین ترسٹہہ اونٹ دست مبارک سے نحر کئے اور ترسٹہہ ہی برس اس عالم مین رہے اور صدیق اکبر بہی اتنا ہی جئے اور اتنے ہی غلام آزاد کئے اور عبد الرحمن بن عوف نے تئیس ہزار غلام آزاد کئے کذا فی حاشیۃ المدنی سمّیت الاسقاطات باسماء اختصارًا فاسقاط الحق عن القصاص عفوٌ وعما فی الذمۃ ابراءٌ وعن البضع طلاقٌ وعن الرق عتقٌ حقوق کے اسقاط شرع مین جدے جدے ممتاز اور جدا جدا نام کئے گئے ہین بنابر اختصار کے تاکہ بولنے مین زیادتی کلمات کی حاجت نہ پڑے تو حق قصاص کے اسقاط کا نام عفو ہی اور اسقاط دین کا نام ابرا ہی اور اسقاط حق وطی کا نام طلاق ہی اور اسقاط ملک رقبہ کا نام عتق ہی مناسب یون تہا کہ شارح یون کہتا کہ عن الرق اعتاقٌ اسواسطے کہ عتق لازم ہے اور اعتاق متعدی تو عتق سقوط حق ملک ہی اور اعتاق اسقاط حق ہے وعنون بہ لا بالاعتاق لیعم نحو استیلادٍ وملکِ قریبٍ اور مصنف نے اس کتاب کا عنوان بلفظ عتق کیا نہ بلفظ اعتاق یعنی کتاب العتق کہا نہ کتاب الاعتاق تاکہ لفظ عتق کا مانند احکام استیلاد اور ملک قریب کو بھی شامل رہے اسواسطے کہ استیلاد اور ملک قریب عتق ہی نہ اعتاق کیونکہ اعتاق عبارت ہی ایقاع عتق سے اور استیلاد اور ملک قریب مین وقوع عتق ہی نہ ایقاع عتق اور یہہ تقریر شارح کی مخالف ہی قول سابق کے کہ وہان اسقاط ملک مولی کو عتق بولا ہی اور اسقاط مولی کا فعل ہی اور اوسیکا نام اعتاق ہی اور کنز اور ملتقی الابحر مین کتاب الاعتاق کر تعبیر کیا ہی نظر بغالب احکام ہو لغۃً الخروج عن المملوکیۃ مین باب ضرب مصدرہ عِتقٌ وعَتاقٌ عتق لغت عرب مین مملوکیت سے نکلنے کو کہتے ہین کذا فی المغرب عِتق بالکسر اور عَتاق بالفتح اور اسیطرح عتاقہ باب ضرب یضرب کے مصادر مین ہم ہرچند لغت عرب مین عتق بمعنی کرم اور جمال اور سبقت اور قدم اور قوت کے بھی آیا ہی لیکن چونکہ معنی لغوی اور شرعی مین مناسبت ضرور ہی لہذا شارح نے یہان فقط حریت یعنی خروج عن المملوکیت کو اختیار کیا کہ معنی شرعی سے اسکو نہایت مناسبت ہی بلکہ درحقیقت اتحاد ہی بخلاف اور معانی کے کہ اونمین ایسی مناسبت صریح نہین اور جب کہ غلام آزاد ہوا تو اوسکو عتیق اور معتوق اور عتق کہتے ہین وشرعًا عبارۃ عن اسقاط المولی حقّہ عن مملوکہ بوجہ مخصوص یصیر المملوک بہ ای بالاسقاط من الاحرار اور اصطلاح شرع مین عتق عبارت ہی اسقاط حق مالکیت سے یعنی مولی اپنے حق کو اپنے مملوک سے ایسی مخصوص وجہ سے ساقط کر دے کہ اوسکا مملوک اوس اسقاط کے سبب سے احرار مین داخل ہو یعنی آزاد ہو جاوے اور غلام نہ باقی رہے تو تدبیر قبل موت مولی کے اور کتابت قبل ادائے بدل کتابت کے عتق کی تعریف سے نکل گئی ہو کی کے حقوق جیسے بیع کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اور مملوکہ کی وطی اور غیر سے نکاح کر دینا اور خدمت لینا عتق سے یہہ سب ساقط ہو جاتے ہین اور وجہ مخصوص سے مراد صریحًا لفظ عتق کا کہنا یا کنایۃ بہ نیت عتق مملوک کو اپنا قریب بتانا یا حریت کا اقرار کرنا یعنی اگر غیر کے غلام کو کوئی آزاد کہے پہر اوسکا مالک ہو تو وہ آزاد ہو گا چنانچہ مزید تصریح ان وجوہ کی مسائل سے معلوم ہوگی ورکنہ اللفظ الدال علیہ او ما یقوم مقامہ کملک قریبٍ ودخول حربیّ اشتری مسلمًا دار الحرب اور رکن عتق کا

وہ لفظ صریح آزادی پر دلالت کرے یا وہ فعل جو قائم مقام ہو اوسکے جیسے قریب کا مالک ہونا اور داخل ہونا حربی کا دارالاسلام مین یا ان ہو غلام مسلمان کو خرید
کرکے دارالحرب مین لیجانا تو بمجرد داخل ہونے دارالحرب کے غلام مسلمان آزاد ہوجاویگا بدون آزاد کرنیکے نزدیک امام کے اور اسیطرح اگر حربی غلام مسلمان ہوکر
دارالاسلام مین آویگا تو آزاد ہوجاویگا اور اگر حربی غلام دارالحرب مین مسلمان ہوگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ السنی عن المنح وصفتہ
ولیجب لکفارۃ ومباح بلانیۃ لانہ لیس بعبادۃ حتی صح من الکافر ومندوب لوجہ اللہ تعالی للحدیث عتق الاعضاء اور وصف عتق کا یہہ ہے
کہ وہ واجب ہے اور مباح اور مستحب اور مکروہ اور حرام عتق واجب تو وہ ہے جو کفارہ قتل اور ظہار اور فطار اور قسم مین آزاد کرے اور عتق مباح وہ جو بلانیت ہو عتق
مین نیت شرط نہین اسواسطے کہ وہ عبادت نہین یہانتک کہ کافر کا آزاد کرنا بھی صحیح ہے اور حالانکہ کافر لائق عبادت کے نہین ہان اگر مسلمان واسطے رضای حق تعالے
کے آزاد کریگا تو اوسوقت عتق البتہ عبادت ہوجاویگا اور عتق مستحب وہ ہے جو حق تعالی کی خوشنودی کیواسطے ہو بموجب اوس حدیث کے جسمین عتق اعضا کا ذکر ہے
ہم صحاح ستہ مین ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کو آزاد کریگا تو حق تعالے اوسکے ہر عضو کے عوض مین آزاد کرنیوالے کا ہر
عضو دوزخ سے آزاد کریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وھل یحصل ذلک بتدبیرہ وشراء قریبہ الظاھر نعم اور کیا یہ ثواب یعنی عتق اعضا مدبر کرنے مین اور اپنے
قریب کے مول لینے مین حاصل ہوگا یا نہین ظاہر جواب یہہ ہے کہ ہان اونمین بھی ایسا ہی ثواب متوقع ہے اسواسطے کہ مدبر کرنا بھی عبادت ہے اعتاق سے اگرچہ بعد موت مالک
کے ہو اور شرا قریب مین دوہرا ثواب ہے ایک اعتاق کا اور دوسرا صلہ رحمی کا ومکروہ لفلان اور عتق مکروہ وہ ہے جو کسی آدمی کی خاطر سے ہو مکروہ اسواسطے
ہوا کہ ایسا عمدہ کام بیفائدہ ہوگیا اور بحرالرائق مین بروایت محیط اسکو مباح مین شمار کیا ہے تو ظاہرا کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی
وحرام للکفر للشیطان اور عتق حرام وہ ہے جو شیطان کیواسطے ہو بلکہ یہہ تو کفر ہے یعنی اگر عتق سے تعظیم شیطان مقصود نہو تو حرام ہے اور اگر تعظیم منظور
ہو تو صاف کفر ہے بہرصورت شیطانی کام ہے اور اسیطرح بت کیواسطے آزاد کرنا اور اگر ظن غالب ہو کہ غلام دارالحرب مین چلا جاویگا یا مرتد ہوجائیگا یا چوری
یا قطاع الطریقی کریگا تو اوسکا بھی آزاد کرنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح من حر مکلف ولو سکران او مکرھا او مخطئا او مریضا او لا یعلم
بانہ مملوکہ کقول الغاصب للمالک او البائع للمشتری اعتق عبدک ھذا واشار الی المبیع عتق صحیح ہے آزاد کرنا حر مکلف سے یعنی عاقل بالغ سے
اگرچہ وہ مست ہو یا زبردستی کسی نے آزاد کروایا ہو اوس سے یا کہ مولی چوک گیا ہو اسطرح پر کہ مثلا اوسکے غلام کا نام صالح تھا سو اوسنے چاہا کہ یون پکارے کہ یا
سالم سو اوسکے منہ سے نکل گیا یا حر یعنی او آزاد دیا اگرچہ مولی بیمار ہو بمرض الموت یا وہ نجانتا ہو کہ یہہ میرا غلام ہے چنانچہ غاصب نے مالک سے یا بائع نے مشتری
سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر دے اور اشارہ کیا مبیع کیطرف مشتری نے او مغصوب کیطرف غاصب نے تو وہ آزاد ہوجاویگا یعنی غاصب نے غلام مغصوب
کیطرف اشارہ کرکے مالک سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر سو مالک نے نادانستہ اوسکو آزاد کر دیا تو غلام مالک کا آزاد ہوجاویگا اور اسیطرح اگر مشتری نے غلام مبیع
کیطرف اشارہ کرکے بائع سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر اور حالانکہ مشتری کو یہہ معلوم نہین کہ یہہ میرا غلام ہے سو بائع نے اوسکو آزاد کر دیا تو وہ غلام آزاد
ہوگا مشتری کیجانب سے اور مشتری اوسکا قابض ٹھہریگا اور قیمت دینا اوسکو لازم ہوگا کذا فی المنح عن الکشف الکبیر ھم مستی اور اکراہ اور خطا اور نادانستگی بائع
عتق کی نہین اسواسطے کہ احادیث سے ثابت ہوچکا ہے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ قصد اور دانستگی اسمین ضرور نہین چنانچہ اسکی تصریح کتاب النکاح
اور کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکی لا من صبی و مدھوش و معتوہ و مبرسم و مغمی علیہ و مجنون ونائم کما لا یصح طلاقھم صحیح نہین آزاد کرنا صغیر
کا اور شخص متحیر کا اور مختلط الکلام فاسد التدبیر کا اور جسکی عقل بجا نہی ہو برسام کے مرض سے اور بیہوش کا اور مجنون کا اور سوئے ہوئے کا جیسے کہ انکی طلاق صحیح نہین و
الوجہ لمقالتہ ما ذکر ولو قال ولد الحربی فی دار الحرب وقد علم ذلک فالقول لہ اور اگر مالک نے عتق کو منسوب کیا حالات مذکورہ کیطرف یعنی یون کہا کہ
مین نے غلام کو بچہ پن یا جنون یا بیہوشی مین آزاد کیا تہا یا یون کہا کہ جب مینے آزاد کیا تہا تو مین حربی تہا دارالحرب مین اور یہہ حال لوگون کو معلوم ہے
تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب عدم اہلیت عتق کے فی ملکہ ولو رقبۃ کمکاتب وخرج عتق الحمل اذا ولدت لستۃ اشہر
لاکثر ولو باقل صح صحیح ہے عتق حر مکلف کا اپنی ملک مین اگرچہ ذات کی ملکیت ہو نہ تصرف کی جیسے مکاتب او قید الملیت نکل گیا عتق حمل جب کہ لونڈی پورے

چھ مہینے یا زیادہ میں جنی اور اگرچہ چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو عتق صحیح ہے یعنی اگر مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ میں نے تیرے حمل کو آزاد کیا تو اگر بعد اس قول کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو لڑکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت قول مولی کے بالیقین لڑکا پیٹ میں موجود تھا تو مملوک بھی تھا اسواسطے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں اور اگر پوری چھ مہینے یا زیادہ میں پیدا ہوگا تو قول مولی کے وقت حمل کا ہونا مشکوک ہے یا نہو تو شک سے ملکیت نہ ثابت ہوگی تو آزاد بھی نہوگا اسواسطے کہ بدون ملک کے عتق صحیح نہیں ولو باضافتہ الیہ کان ملکتک وان سببہ کان اشتریتک فانت حر یعنی مالک کا صحیح ہے اگرچہ باضافت الی الملک ہو چنانچہ زید نے عمرو کے غلام سے کہا کہ اگر میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے پھر اوسکو خرید کیا تو وہ آزاد ہو جائیگا یا سبب ملک کیطرف اضافت کی چنانچہ یوں کہا عمرو کے غلام سے کہ اگر میں تجھکو خرید کروں تو تو آزاد ہے تو بعد خریدنے کے وہ آزاد ہوگا خلاصہ یہہ کہ عتق صحیح نہیں مگر ملک سے یا تعلیق بملک سے یا تعلیق بسبب ملک سے بخلاف ان مات مورثی فانت حر لا یصح لان الموت لیس سببا للملک بخلاف اس قول کے کہ وارث نے مورث کے غلام سے کہا کہ اگر میرا مورث مر جائیگا تو تو آزاد ہے تو یہہ عتق صحیح نہیں اسواسطے کہ موت مورث ملک کا سبب نہیں اسواسطے کہ جائز ہے کہ موت مورث کی وارث کو قتل کرنیسے ہو اور حالانکہ قتل مورث سے وارث کو وراثت نہیں پہنچتی یا احتمال ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث مرتد ہو جاوے یا کہ وہ غلام مورث کی قبل از موت اوسکی ملک سے نکل جاوے ہان اگر یون کہے کہ اگر میں تجکو ارث میں پاؤں تو تو آزاد ہے تو عتق صحیح ہوگا اسواسطے کہ تملک کا سبب ہے ومن لطائف التعلیق قولہ لامتہ ان مات ابی فانت حرۃ فباعھا ابیہ ثم نکحھا فقال ان مات ابی فانت طالق ثنتین فمات الاب لم تطلق ولم تعتق ظہیریہ وکانہ لان الملک ثبت مقارنا لھما بالموت فتأمل اور تعلیق کے عمدہ مسائل سے مسئلہ یہہ قول ہے اپنی لونڈی سے کہ اگر میرا باپ مرے تو تو آزاد ہے پھر اوس لونڈی کو اپنے باپ کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر اوس سے نکاح کیا پھر یون تعلیق کی کہ اگر میرا باپ مرے تو تجکو دو بار طلاق ہے پھر اوسکا باپ مر گیا تو وہ لونڈی نہ مطلقہ ہوگی نہ آزاد کذا فی الظہیریہ اور شاید کہ طلاق اور عتق اسواسطے واقع نہونگے کہ ولد کی ملک ثابت ہوئی متقارن اور متصل طلاق اور عتاق کے باپ کی موت کے سبب سے یعنی باپکے مرتے ہی ملک اور طلاق اور عتاق معا پائے اسواسطے کہ وارث نہیں ہوتا مگر بعد موت مورث کے اور طلاق اور عتاق بسبب تعلیق بالموت کے وارد ہوئے تو جب تینون دفعۃ پائے گئے تو ملک کا مقدم ہونا طلاق اور عتاق کی شرطون پر نہ ثابت ہوا تو بمجرد مالک ہونیکے نکاح لونڈی کا فسخ ہو گیا تو طلاق کیواسطے محل وقوع نہ باقی رہا اسواسطے کہ محل طلاق منکوحہ ہے نہ مملوکہ اور عتق نہیں ہوتا مگر بعد تقدم ملک کے حالانکہ یہان ملک اور عتق میں تقدم نہیں بلکہ اقتران ہے اور چونکہ یہہ تعلیل دقیق اور مشکل تھی لہذا شارح نے کہا کہ اسمین تأمل اور غور کر بصریحہ بلا نیۃ یعنی عتق صحیح ہے صریح عتق سے بدون نیت کے الفاظ عتق دو قسم ہیں صریح اور کنایہ صریح وہ ہے جو لغت اور شرع میں مستعمل ہوتا ہو مگر عتق میں تو لفظ صریح کے بولنے سے بدون نیت کے بھی عتق واقع ہوتا ہے اسواسطے کہ نیت اوسوقت مشروط ہے جب مراد متکلم میں اشتباہ ہو اور صریح میں تو اشتباہ نہیں لہذا نیت کی بھی حاجت نہیں کذا فی منح الغفار سواء وصفہ بہ کانت حرۃ برابر ہے کہ عتق صریح کو بصیغہ وصف لاوے یا بصیغہ خبر وصف سے وہ لفظ مراد ہے جو ذات اور مصدر پر دلالت کرے چنانچہ یون کہے کہ تو حر ہے لفظ حر کا وصف ہے اسواسطے کہ حر اوس ذات کو کہتے ہیں جسمین حریت پائی جاوے او عتیق یا یون کہے غلام سے کہ تو عتق ہے یعنی عتق ہے ہرچند لفظ عتق کا مصدر ہے اوسمین ذات کے معنی نہیں لیکن بمصدر بمعنی وصف مستعمل ہے چنانچہ زید عدل میں عدل بمعنی عادل مشہور ہے او عتیق او معتق او محرر یا یون کہے غلام سے کہ تو عتیق یا معتق یا محرر ہے یعنی آزاد ہے ولو ذکر الخبر فقط کان کنایۃ اور اگر ان الفاظ مذکورہ کو فقط خبر بنالے بدون ذکر مبتدا کے تو کنایہ ہونگی یعنی انت مرنکہے بلکہ یون کہے کہ حر یا عتیق یا معتق یا محرر تو اوسوقت میں عتق صریح نہونگی بلکہ کنایہ ہون گے یعنی بدون نیت کے عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ خانیہ میں ہے کہ اگر کسی نے کہا حر پھر کسی نے اوس سے پوچھا کہ تو نے کسکو حر کہا سو اوس نے جواب دیا کہ اپنے غلام کو کہا تو اب اوسکا غلام آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار او اخبر نحو حررتک او اعتقتک او اعتقک اللہ ولا صح ظہیریہ یا عتق صریح کو بصیغہ خبر لادے اگرچہ جملہ خبریہ بیان فی الحقیقت بمعنی انشا ہے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجکو محرر کیا یا معتق کیا یا میں نے تجکو آزاد کیا یا اعتقک اللہ قول اصح میں عتق صریح ہے نیت کا محتاج نہیں کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ یہہ لفظ عرف میں مستعمل نہیں مگر انشاء عتق میں جیسے مدیون سے آبرا ک اللہ کہنا ابراء کے واسطے مستعمل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او ہذا مولای او یا مولای نحو یا مولائے او یا مولاتی یا غلام کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ یہہ میرا مولی ہے یا غلام کو یا

پکارا کہ یا مولای یا لونڈی کو یون پکارا کہ یا مولاتی ہم مولیٰ کا لفظ مشترک ہی معانی کثیرہ مین چنانچہ ابن اثیر نے سبیس معانی سے زیادہ شمار کئے ہین از انجملہ ناصر اور ابن عم
اور مالک اور غلام آزاد لیکن جب غلام کو مولی کہا تو کوئی معنی مناسب نہین ہوتے سوای آزاد کے لہذا اس لفظ سے بلانیت عتق ثابت ہوگا بنا بر قول اصح کے کذا فی المنح
من الولوالجیہ بخلاف انا عبدک فی الاصح بخلاف اس قول کے کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون اس قول سے عتق نہین ہوتا قول اصح مین اسواسطے کہ
یہہ کلمہ تلطف اور مہربانی کا ہی نہ عتق کا او یا حر او یا عتیق ولو قال اردت الکذب او حر یا من العمل دین یا غلام کو یون پکارا کہ یا حر یا عتیق اور اگر مالک
نے کہا کہ مین نے اس قول سے کذب کا ارادہ کیا یا کام لینے سے آزاد کرنا مقصود تہا نہ عتق تو دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی بسبب احتمال کے نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر لفظ کے مخالف
ہے الا اذا سماہ بہ واشہد وقت تسمیتہ خانیہ فلا یعتق مالم یرد الانشاء وکذا فی الطلاق حر اور عتیق سے عتق ثابت ہوگا مگر جب کہ مالک نے اپنے
غلام کا حر یا عتیق نام رکھے اور نام رکھنے کے وقت لوگون کو اسکا شاہد بھی کر دے کذا فی الخانیہ تو اب حر یا عتیق کہنے سے غلام آزاد نہوگا جبتک کہ ایجاد عتق کا
ارادہ نکریگا اور اسیطرح طلاق کا بھی حکم ہے یعنی اگر زوجہ کا طالق یا مطلقہ نام ہو اور لوگ اسکو جانتے ہون تو طالق یا مطلقہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہوگی جبتک کہ طلاق
کا ارادہ نکریگا ثم بعد تسمیتہ بالحر اذا ناداہ بمرادفہ بالعجمیۃ کیا آزاد او عکس بان سماہ بآزاد وناداہ بالعربیۃ یا حر عتق لعدم العلمیۃ
پہر غلام کو مسمی بحر کرنیکے بعد جب اوسکو زبان عجمی مین لفظ مترادف سے پکاریگا چنانچہ یا آزاد یا اسکے بالعکس کر یعنی اوسکا آزاد نام رکھے اور زبان عربی مین اوسکو
بلفظ عربی پکارے چنانچہ یا حر تو وہ غلام آزاد ہوجاویگا بسبب عدم علمیت کے اسواسطے کہ پہلی صورت مین اوسکا حر نام ہے نہ آزاد اور دوسری صورت مین اوسکا آزاد نام
ہے نہ حر ولکن اذا اضاف الحر والعتیق ونحوہما مما یعبر بہ عن البدن کما مر فی الطلاق اسیطرح غلام آزاد ہوگا یون کہنے سے کہ تیرا سر آزاد ہے یا
تیرا چہرہ آزاد ہے اور ماسوا ان اعضاکے جنسے کل بدن کی تعبیر ہوتی ہی چنانچہ ذکر ان اعضا کا کتاب الطلاق مین گذر گیا او اضافہ الی جزء شائع کثلثہ عتق ذلک
القدر لتجزیہ عند الامام کما سیجیء اور اگر عتق کو جز شائع کیطرف مضاف کیا مثلاً یون کہا کہ ثلث آزاد ہے یا نصف آزاد ہے تو اوسیقدر آزاد ہوگا جتنا
مولی نے ذکر کیا یعنی اگر ثلث کہا تو ثلث آزاد ہوگا اور اگر نصف کہا تو نصف آزاد ہوگا نہ کل بدن بسبب تقسیم پذیری عتق کے نزدیک امام اعظم کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا
ومن الصریح قولہ لعبدہ انت حر ولامتہ انت حرۃ خانیہ اور عتق صریح کی قسم سے یون کہنا ہی مولی کا اپنے غلام سے کہ تو حر ہے یا اپنی لونڈی سے کہ
تو حرۃ ہے اسواسطے کہ فقہا کے نزدیک ایسے مقامون مین اعراب اور تذکیر و تانیث کا اعتبار نہین ومنہ وہبتک وبعتک نفسک فیعتق مطلقاً ولو زاد
بکذا توقف علی القبول فتح اور عتق صریح سے ہی یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ مین نے تیری ذات تجھکو بخشی اور مین نے تیری ذات تیرے ہاتھ بیع کی تو اس قول سے
غلام آزاد ہوجاویگا ہر طرح سے اس ہبہ اور بیع کو قبول کرے یا نکرے اگرچہ اوسنے عتق کی نیت نکی ہو اور اگر مولی نے یون زیادہ کرکے کہا کہ مینے تیری ذات تجھکو بخشی
دس درم کے عوض یا بیع کی پانچ درم کے عوض مثلاً تو غلام کا آزاد ہونا اوسکے قبول کرنے پر موقوف ہوگا کذا فی فتح القدیر ہبہ اور بیع نفس کو فتح القدیر مین
نحو بصریح کہا ہے نہ صریح اور عالمگیری مین حاوی قدسی سے بھی یہی قول منقول ہے اور شارح نے اسکو صریح مین داخل کیا ہے اور محشی مدنی نے بحر الرائق سے
نقل کیا ہے کہ مختار صاحب فتح القدیر کا یہہ ہے کہ یہہ صریح ہے لیکن مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو یہہ عبارت تھی ویلحق بالصریح قولہ لعبدہ وہبتک نفسک وبعتک
نفسک الی آخرہ واللہ اعلم ومنہ المصدر نحو العتاق علیک وعتقک علی فیعتق بلا نیۃ ولو زاد واجب لم یعتق لجواز وجوبہ لکفارۃ
ظہیریہ اور عتق صریح سے مصدر چنانچہ یون کہنا کہ عتاق تجھپر لازم ہے یا تیرا عتق مجھپر ثابت ہے اور اگر واجب کا لفظ زیادہ کریگا یعنی یون کہے کہ تیرا عتق مجھپر واجب ہے تو غلام نہ آزاد
ہوگا اسی احتمال سے کہ شاید مولی پر آزاد کرنا کفارہ کیواسطے واجب ہو کذا فی الظہیریہ پہر جب احتمال کی گنجایش ہوئی تو صریح نہ باقی رہا وفی البدایع قیل لہ
اعتقت عبدک فاومی براسہ ان نعم لم یعتق امداد الفتاح مین ہی مولی سے کسی نے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا سو اوسنے سر سے اشارہ کیا کہ ہان
اسطرح سے غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ اوسنے عتق کا لفظ نہین کہا باوجود قدرت کی بخلاف گونگے کے کہ اوسکا اشارہ کافی ہی عتق مین ولو زاد من ہذا العمل
عتق قضاءً اور اگر اسکے بعد من ہذا العمل زیادہ کریگا یعنی اگر یون کہیگا تو آزاد ہے اس کام سے تو غلام آزاد ہوگا قضاءً نہ دیانۃً ہم یہہ عبارت شارح کی
مسئلہ ایا اور اس سے متعلق نہین کما ہو المتبادر بلکہ اصل کلام کیطرف راجع ہی کذا فی حاشیۃ الحلبی والمدنی ناقلا عن البحر ولو قال یا سالم فاجابہ غانم فقال

[illegible]

انت حرٌ ولا نیۃ له عتق المجیب لو قال عنیت سالمًا عتق قضاءً اور اگر ایک مولی کے دو غلام ہون سالم اور غانم سو مولی نے کہا کہ اے سالم تو جواب دیا غانم نے
سو مولی نے کہا کہ تو آزاد ہے اور حالانکہ مولی کو قصد آزاد کرنیکا نہ تھا تو جواب دینے والا غلام یعنی غانم آزاد ہو جاویگا بسبب خطاب کے اور صریح محتاج نیت کا نہین اور اگر
مولے نے کہا کہ انت حر سو مین نے سالم کی آزادیکا ارادہ کیا تھا نہ غانم کا تو قضاءً دونو آزاد ہو جاوینگے لیکن دیانۃً وہی آزاد ہوگا جسکے عتق کا مولی نے ارادہ
کیا وفی الجوهرة قال لمن لا یحسن العربیة قل لعبدک انت حرٌ فقال له عتق قضاءً اور جوہرہ مین ہے کہا ایک شخص نے اوس سے جو عربی زبان خوب نہین جانتا
کہ تو اپنے غلام سے یون کہہ کہ انت حر سو اوسنے اپنے غلام سے یون ہی کہا تو قضاءً اوسکا غلام آزاد ہوگا بسبب صریح خطاب کے لیکن دیانۃً نہ آزاد ہوگا بسبب عدم قصد
کے ولو قال رأسک رأس حرٍ بالاضافة لا یعتق اور اگر مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ تیرا سر مانند سر حر ہے اگر رأس حر کو ترکیب اضافت کہا تو آزاد نہوگا
اسواسطے کہ یہہ تشبیہ ہے اور تشبیہ کا ہے عام ہوتی ہے اور کاہے خاص تو عتق مین شک واقع ہوا لہذا بدون نیت کے آزاد نہوگا وبالتنوین عتق لانه وصف
لا تشبیه اور اگر رأسک رأس حرٌ مین لفظ رأس کو تنوین سے کہا تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ اوس صورت مین حر صفت ہے رأس کی نہ تشبیہ تو گویا یہہ مطلب ہوا
کہ تو حر ہے وبکنایته ان نوی للاحتمال کلا ملک لی علیک او لا سبیل او لا رق وخرجت من ملکی وخلیت سبیلک اور صحیح ہے عتق کنایات
عتق سے اگر کنایات سے عتق کی نیت کریگا اسواسطے کہ کنایات مین عتق اور غیر عتق دونو کا احتمال ہے چنانچہ مولی نے غلام سے کہا کہ میری ملک تجھپر نہین یا میری کوئی
سبیل نہین تجھپر یا میری ملکیت تجھپر نہین اور تو میری ملکیت سے نکل گیا اور تجھکو مین نے چھوڑا ہم یہہ اقوال کنایات ہین کہ انمین عتق اور غیر عتق دونو محتمل ہین
اسواسطے کہ نفی ان اشیاء مذکورہ کی محتمل ہے کہ بسبب بیع یا کتابت کے ہو یا بسبب عتق کے ہو پھر جب ان اقوال سے مولی عتق کی نیت کریگا تو احتمال مندفع ہوکر
تعیین مقصود ہوگا کذا فی الدر وکقوله لامته قد اطلقتک وانت اعتق او لزوجته انت اطلق من فلانة وهی مطلقة تعتق وتطلق ان نوی
کتحییتهما اور چنانچہ مولی کا یہہ قول اپنی لونڈی سے کہ مین نے تجھکو مطلق العنان کیا اور تو زیادہ تر آزاد ہے فلانی سے اور حالانکہ فلانی آزاد ہو چکی ہے یا اپنی زوجہ سے
زوج نے کہا کہ تو زیادہ تر مطلقہ ہے فلانی عورت سے اور حالانکہ وہ عورت مطلقہ ہے تو پہلی مثال مین لونڈی آزاد ہوگی اور دوسری مثال مین زوجہ اوسکی مطلقہ ہو
بشرطیکہ متکلم نیت عتاق اور طلاق کی کریگا جیسے عتاق اور طلاق کی تہجی مین نیت شرط ہے چنانچہ غلام سے یون کہے کہ انت ح ر یا زوجہ سے یون کہے کہ انت ط
ال ق نہر الفائق مین محیط سے ابو یوسف کا قول نقل کیا ہے کہ عتاق اور تطلیق کو اگر کوئی تہجی کرے اور عتق اور طلاق کی نیت کرے تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الدر
وفی الخلاصة قال لعبده انت غیر مملوک لا یعتق بل یثبت له احکام الاحرار حتی یقر بانه مملوکه ویصدقه فیملکه وکذا لیس هذا
بعبدی لا یعتق وقاس علیه فی البحر لا ملک لی علیک لکن نازعه فی النهر اور خلاصہ مین ہے کہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ تو مملوک نہین تو وہ آزاد نہوگا
بلکہ ثابت ہونگی اوس غلام کو آزادون کے احکام یعنی اب مولی اوسکی مملوکیت کا دعوی نکر سکیگا بسبب تناقض کے اور اوس سے خدمت نہ لے سکیگا اور اگر وہ مرجاوے
تو مولی بطریق ولا اوسکی وراثت نہ پاویگا بحر الرائق مین کہا کہ اگرچہ وہ معتق نہین لیکن بظاہر حر ہے تو احرار کے احکام اوسپر جاری رہینگے یہانتک کہ اوسکی
عبدیت کا کوئی مدعی ہو اور اپنے دعوی کو ثابت کرے تو اوسکا مالک ہوگا یا خود غلام اپنے مولی کے قول مذکور کی بعد اقرار کرے کہ مین مملوک ہون اوسکا اور مولے
بھی اوسکی تصدیق کرے کہ ہان سچ کہتا ہے تب اوسکا مالک ہوگا اور اسیطرح غلام کو عتق ثابت ہوگا لیکن حکم احرار کے ہونگی اگر مولی نے کہا کہ یہہ میرا غلام نہین اور
بحر الرائق مین خلاصہ کے قول پر لا ملک لی علیک کو قیاس کیا ہے بسبب اشتراک نفی ملک کے یعنی اگر کوئی غلام سے کہیگا کہ میری ملک تجھپر نہین تو وہ آزاد نہوگا لیکن
احکام احرار اوسپر ثابت رہینگے تاوقتیکہ غلام خود مملوکیت کا اقرار کرے اور مولی بھی اوسکی تصدیق کرے تب اوسکا مالک ہوگا لیکن نہر الفائق مین صاحب
بحر الرائق سے اس قیاس مین نزاع کیا ہے یعنی یون لکھا ہے کہ میرے نزدیک یہہ قیاس صحیح نہین اسواسطے کہ لا ملک لی علیک مین متکلم کی نفی ملکیت البتہ ثابت ہے
غیر کی ملکیت کی نفی نہین بخلاف مسئلہ خلاصہ کے یعنی انت غیر مملوک مین مطلقا نفی ہے طحطاوی محشی نے کہا کہ اتنا فرق کچھ مضر قیاس نہین جب کوئی دوسرا مالک
اوس غلام کا نہو تو مولی کی ملک نفی کرنے سے نفی علی الاطلاق ثابت ہوگی تو دونو قول برابر ہوگئے علی الخصوص قول ثانی خلاصہ کا یعنی لیس هذا بعبدی ولا ملک لی
علیک بلا تکلف یکسان ہین تو معلوم ہوا کہ قیاس صاحب بحر کا حق ہے کذا فی حاشیۃ الدر وینبغی ایضا بهذا ابنی وبنتی للاصغر سنا من المالک لا الاکبر

وکذا ھذا ابی او جدی او ھذہ امی وان لم یصلح الذلک او لم ینو العتق لانھا صرائح لا کنایۃ ولذا جاء بالباء وأخرھا لتفصیلھا اور صحیح ہو عتق
مملوک یوں کہنے سے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور لونڈی کو یوں کہنے سے کہ یہ میری بیٹی ہے خواہ مملوک عمر میں چھوٹا ہو مالک سے یا بڑا اور اسیطرح سے یوں کہنا غلام کو یہ میرا باپ ہے
یا دادا یا لونڈی سے یوں کہنا کہ یہ میری ماں ہے اگرچہ لونڈی اور غلام بسبب عدم مناسبت کے بیٹا یا باپ ہونیکی یا بیٹی اور ماں ہونیکی صلاحیت اور لیاقت نرکھتے ہوں یا
مالک نے اس قول سے عتق کا قصد نکیا ہو تبھی آزاد ہو جاوینگے اسواسطے کہ یہ الفاظ صریح عتق میں نہ کنایہ کہ نیت کے محتاج ہوں ولہذا ماتن ان الفاظ پر بای جارہ لایا ہے
تاکہ کنایات پر ان الفاظ کا عطف نہ ثابت ہو اور ان الفاظ کو صریح سے موخر لایا واسطے تفصیل احکام کے یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی جب یہ الفاظ صریح ٹھہرے تو کیا
وجہ ہے کہ انکو صریح کے ساتھہ نہ مذکور کیا شارح نے جواب دیا کہ انکے احکام میں تفصیل زیادہ تھی لہذا انکو موخر لانا مناسب ہوا ہم مملوک کو بیٹا کہنے سے عتق ثابت ہوتا ہے
بطریق مجاز کے اسواسطے کہ فرزندی کو حریت لازم ہے اور ملزوم بولنا اور لازم کا ارادہ کرنا مجاز ہے اور اسیطرح باپ یا دادا یا ماں کہنے میں عتق بطریق مجاز ہے فان
صلح او جہل نسبہم فی مولدہم ولیس للقائل اب معروف ثبت النسب ایضا مالم یقل ابنی من الزنا فیعتق فقط پہر اگر مملوک باعتبار عمر کے صلاحیت
رکھتے ہوں مولی کا باپ یا بیٹا ہونیکی اور غلاموں کا نسب بھی اونکے وطن میں مجہول ہو اور جس مولی نے غلام کو اپنا باپ کہا ہے اوسکا باپ معلوم اور مشہور نہیں کہ کون ہے
تو عتق کے ساتھہ نسب بھی ثابت ہوگا جبتک یوں نکہا ہو مولی نے کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یوں کہیگا کہ یہ غلام میرا بیٹا ہے زنا سے تو نسب اوسکا ثابت نہوگا بلکہ
فقط عتق غلام کا ثابت ہوگا ہم تفصیل اس مسئلہ کی یوں ہے کہ زید کی عمر چالیس برس کی ہے اور اوسکا غلام بیس برس کا ہے مجہول النسب پہر زید نے غلام کو کہا کہ یہ
میرا بیٹا ہے تو غلام آزاد بھی ہوگا اور زید کا بیٹا بھی ٹھہریگا اور اگر غلام کا نسب معلوم ہوگا تو فقط عتق ثابت ہوگا نہ نسب اور اگر زید بیس برس کا ہو اور غلام
چالیس برس کا تو اسوقت میں بیٹا کہنے سے نسب ثابت نہوگا بسبب عدم صلاحیت کے فقط عتق ہی ثابت ہوگا نزدیک امام کے کذا فی العالمگیریۃ عن قاضیخان اور اسیطرح ہی تفصیل
ہے غلام کو باپ کہنے میں یا لونڈی کو ماں کہنے میں لیکن ثبوت نسب میں اشتراط تصدیق مملوک مختلف فیہ ہے چنانچہ شارح اسکی طرف اشارہ کرتا ہے وھل یشترط تصدیقہ
فیما سوی دعوۃ البنوۃ قولان اور کیا شرط ہے ثبوت نسب میں تصدیق غلام کی سوا دعوی فرزندی کے اسمیں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تصدیق غلام
کی شرط نہیں اسواسطے کہ اقرار مالک کا اپنے مملوک پر صحیح ہے بلا تصدیق مملوک اور دوسرا قول یہ ہے کہ دعوی فرزندی کے سوا میں تصدیق مملوک کی شرط ہے اسواسطے کہ
اسمیں تحمیل ہے نسب کی غیر پر بخلاف فرزندی کے اوسمیں غیر کا تحمیل نسب ہے اپنی ذات پر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولا تصیر امہ ام ولدہ اور نہیں ہوجاتی ماں غلام کی
ام ولد یعنی جس غلام کو مولی نے اپنا بیٹا کہا تو اوسکی ماں مولی کی ام ولد نہوگی ولو قال لعبدہ ھذہ بنتی او لامتہ ھذا ابنی افتقر للنیۃ اور اگر کہا اپنے
غلام کو یہ میری بیٹی ہے اور اپنی لونڈی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو عتق میں احتیاج ہوگی نیت کی یعنی بدون نیت کے آزادی نہوگی اسواسطے کہ اشارہ موافق مشار الیہ کے
نہیں ہے تذکیر اور تانیث میں کذا فی الہدایہ وفتح القدیر وفی ھذا خالی او عمی عتق ولا فی یا اخی مالم ینو من النسب اور مولی کے یوں کہنے میں کہ یہ میرا ماموں یا چچا ہے
غلام آزاد ہوگا اور یوں کہنے میں کہ یہ میرا بھائی ہے آزاد نہوگا جبتک اخوت نسبی کی نیت نکرے اسواسطے کہ اخوت مشترک ہوتی ہے نسبی اور دینی میں قال اللہ تعالی
(انما المومنون اخوۃ) اور مشترک بدون نیت کے متعین نہیں ہو سکتا بخلاف عم اور خال کے لا یعتق بیا ابنی ویا اخی ویا اختی ویا ابی غلام آزاد نہیں ہوتا
یوں کہنے سے کہ اے میرے بیٹے اور اے میرے بھائی اور اے میری بہن اور اے میرے باپ اسواسطے کہ ندا کرنیسے متوجہ کرنا منادی کا مقصود ہوتا ہے بلا قصد معنی کے
بخلاف یا حر کے اسواسطے کہ یا حر عتق میں صریح ہے اوسمیں معنی قصد کرنیکی حاجت نہیں کذا فی منح الغفار ولا سلطان لی علیک اور غلام سے یوں کہنے میں بھی عتق نہیں
کہ میری قدرت نہیں تجہپر اسواسطے کہ باوجود بقای ملک کے بھی عدم قدرت اور عدم تصرف عبد میں متصور ہے چنانچہ غلام مکاتب میں ولا بالفاظ الطلاق صریحہ
وکنایتہ بخلاف عکسہ کما مر اور عتق واقع نہیں ہوتا طلاق کے الفاظ سے نہ صریح طلاق سے نہ کنایہ طلاق سے اور طلاق واقع ہوتی ہے بلفظ عتق چنانچہ اسکی
تصریح باب الطلاق میں مذکور ہو چکی تو اگر مولی اپنی لونڈی سے کہے کہ تجکو طلاق ہے یا تو مجہپر حرام ہے تو آزاد نہوگی وان نوی قیل للاخیرۃ لتوقفہ فی البداءۃ
علی النیۃ کما نقلہ ابن الکمال وکذا نوی السلطان کما رجحہ الکمال واقرہ فی البحر الفاظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے اسواسطے
کہ نیت وہاں مفید ہوتی ہے جہاں لفظ میں مراد کا احتمال ہو بخلاف لفظ طلاق کے کہ اوسمیں معنی عتق کی صلاحیت نہیں شارح کہتا ہے باوجود نیت کے عتق نہونا عبارت

اخیرہ کی قید سے نہ منادی کی اذن یعنی سلطان کی لیسبب مر توقف ہوئے تو عتق منادی مذکور کے نیت پر چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہو کہ یا ابنی مین اگر عتق کی نیت کریگا
تو غلام آزاد ہوگا اور اسیطرح لا سلطان لی علیک مین عتق کی نیت کریگا تو آزاد ہوگا چنانچہ اسی قول کی ترجیح وہی ہو کمال نے فتح القدیر مین اور مسلم کہا ہو اسکو
بحر الرائق مین م فتح القدیر مین کہا ہو کہ بعضی مشائخ کا یہ قول ہے کہ لا سلطان لی علیک مین نیت سے عتق ثابت ہوگا اور یہی مذہب ہے امام مالک اور شافعی اور ہوگا
اور اپنے قول کی دلیل مقتضی ہے وکذا انت مثل الحر تعتق بالنیۃ ذکرہ ابن الکمال وغیرہ اور اسیطرح یہ قول کہ تو حر کی مانند ہے غلام آزاد ہوگا عتق کی
نیت سے چنانچہ اسکو ابن کمال وغیرہ نے مذکور کیا ہو اسواسطے کہ اس قول مین مماثلت اور تشبیہ ہے اور تشبیہ کاہے عام ہوتی ہو اور کاہے خاص لہذا بدون نیت عتق آزاد
نہوگا تو معلوم ہوا کہ یہہ لفظ کنایات عتق سے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی الا فی قولہ اطلقتک ولو لعبدہ فیہ امرک بیدک او اختاری فانہ
یعتق مع النیۃ فہو من کنایات العتق ایضا ولا یدع بدایۃ ویتوقف علی القبول فی المجلس لفظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا مگر مولی کے اس قول مین
کہ مین نے تجھکو مطلق العنان کیا اگرچہ یہہ قول لونڈی سے نہین بلکہ اپنے غلام سے کہا ہو کذا فی فتح القدیر اور مولی کے اس قول مین اپنی لونڈی سے کہ تیرا امر تیرے
ہاتھ مین ہے یا تو اختیار کرلے یعنی عتق کو تو ان تینوں قولوں مین مملوک آزاد ہوگا ساتھ نیت عتق کے تو اطلاق اور امر بالید اور اختیار کنایات عتق سے بھی ہین
چنانچہ یہی الفاظ کنایات طلاق بھی ہین اور اسمین کچھہ غرابت اور تعجب نہین کہ ایک لفظ دو چیزون کے کنایہ ہونیکی صلاحیت رکھے علی الخصوص کہ دونو متقارب
المعنے بھی ہون کذا فی البدائع اور چونکہ امر بالید اور اختیار تفویض اعتاق کی کنایات سے ہے نہ ایقاع عتاق کی کنایات سے ہے لہذا شارح نے کہا کہ امرک بیدک
اور اختاری مین عتق موقوف ہوگا قبول فی المجلس پر یعنی اگر لونڈی نے اوس مجلس مین عتق کو قبول کرلیا تو آزاد ہوگی اور بعد مجلس کے آزاد نہوگی بخلاف
اطلقتک کے کہ اوسمین قبول کی کچھہ حاجت نہین اسواسطے کہ وہ تفویض نہین بلکہ ایقاع ہے وکذا اختری العتق او امر عتقک بیدک وان لم ینو
للنیۃ لانہ تملیک کالطلاق اور اسیطرح قبول فی المجلس پر عتق موقوف ہے مولی کے اس قول مین کہ آزادی اختیار کریا امر آزادی کا تیرے ہاتھ
مین ہے اگرچہ اس قول مین نیت مولی کی حاجت نہین کہ صریح ہے نہ کنایہ لیکن قبول مملوک پر عتق موقوف ہے اسواسطے کہ یہہ تملیک عتق ہے مانند طلاق کے اور تملیک
بدون قبول کے تمام نہین ولا یعتق بقولہ انت علی حرام وان نوی لکن یکفر لو وطیہا اور عتق ثابت نہین اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے اگرچہ مولی عتق کی
نیت بھی کرے لیکن اگر بعد اس کلام کے لونڈی سے وطی کرے تو کفارہ دے یمین کا اسواسطے کہ تحریم حلال قسم ہے وتصح ایضا بقولہ عبدی او حماری او حبلا
حر یعنی عتق صحیح ہے اس قول سے بھی کہ میرا غلام یا میرا گدہا آزاد ہے یا میری دیوار آزاد ہے چونکہ گدہا اور دیوار لائق حریت کے نہین لہذا حریت غلام ہی کیواسطے
مخصوص ہے کما لو جمع بین امرأتہ وبہیمۃ او حجر وقال احدکما طالق او طلقت امرأتہ چنانچہ اگر زوج نے اپنی عورت اور جانور یا پتہر کو ملایا اور کہا دو
مین ایک کو طلاق ہے یعنی زوجہ یا جانور کو تو اوسکی زوجہ ہی مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جانور اور پتہر مین صلاحیت طلاق کی نہین لا لو جمع بین امرأتہ وامتہ
الحیۃ والمیتۃ جوہرہ نہ طلاق واقع ہوگی اگر ملا دیگا اپنی زوجہ اور اپنی لونڈی مردہ اور زندہ کو کذا فی الجوہرہ م بہتر یون تہا کہ شارح موافق جوہرہ
کے یون کہتا لا لو جمع بین امتیہ الحیۃ والمیتۃ یعنی مولی کی ایک لونڈی زندہ ہو اور دوسری مردہ سو اوس نے یون کہا کہ ان دونون مین سے ایک آزاد ہے
تو زندہ آزاد نہوگی اسواسطے کہ مردہ پر بھی اطلاق آزادی صحیح ہے اور جوہرہ مین مسئلہ طلاق کا مذکور نہین شارح نے زیادہ کیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وتصح
ایضا بملک ذی رحم محرم ای قریب حرم نکاحہ ابدا اور بھی صحیح ہے عتق قریب محرم کی ملک سے یعنی وہ قرابت والا جس سے نکاح کرنا دائمی حرام
ہے تو اگر ایک شخص نے اپنی ماموں یا چچا کو خرید کیا تو مجرد خرید کے آزاد ہو جاویگا خریدکر نیوالا آزاد کرے یا نکرے اسواسطے کہ چچا بہتیجے یا ماموں بہانجے مین محرمیت
ثابت ہے یعنی اگر ان دونو مرد مین کوئی عورت ہوتا تو اپسمین گا ہے نکاح کرنا حلال نہوتا اور اگر بنی اعمام اور بنی اخوال کو خرید کریگا تو آزاد نہوتے اسواسطے
کہ اگرچہ یہہ قرابت دار ہین لیکن محرم نہین اور اگر رضاعی بہائی کو خرید کریگا تو بھی آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ اگرچہ محرم ہے لیکن قریب نہین نسائی نے
عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مالک ہو قرابت والے محرم کا وہ اوسپر آزاد ہوگا چنانچہ نسائی نے اس حدیث کی حمزہ
راوی کے سبب سے تضعیف کی ہو لیکن عبد الحق نے اسکو صحیح حدیث کہا ہو اور ابن قطان اور ابن معین نے حمزہ کی توثیق کی اور شاہد اس حدیث کا سنن اربعہ مین

م [illegible]

[illegible]

موجود ہے تو یہہ حدیث محجت ہے شافعیہ پر کذا فی فتح القدیر یعنی امام شافعی کے نزدیک اصول فروع کی ملک سے البتہ عتق ہوتا ہے جمیع محارم کی ملک سے ولو شقصاً فیعتق
بقدرہ عندہ او حملاً کشراءِ زوجۃ ابیہ الحامل منہ اگرچہ قریب محرم کا کل مالک نہو بلکہ بعض مملوک ہو جیسے ثلث یا نصف تو اوسیقدر آزاد ہوگا نزدیک
امام اعظم کے یا حمل کا مالک ہو جیسے خرید کرنا اپنے باپ کی زوجہ کو حاملہ ہو اوسکے باپ سے یعنی ایک شخص کے اپنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئی پہر اوسکے بیٹے
اوس حاملہ کو خرید کیا تو یہہ لونڈی مملوکہ ہوگی لیکن قبل ولادت اوسکا بیچنا جائز نہوگا اور جب جنیگی تو ولد اوسکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ مالک کا بہائی ہے وَلَوْ
المَالِکُ صَبِیًّا اَوْ مَجْنُوْنًا اَوْ کَافِرًا فِیْ دَارِنَا حَتّٰی لَوْ اَعْتَقَ المُسْلِمُ اَوِ الحَرْبِیُّ عَبْدَہٗ فِیْ دَارِ الحَرْبِ لَا یُعْتَقُ بِعِتْقِہٖ بَلْ بِالتَّخْلِیَۃِ فَلَا وَلَاءَ خِلَافًا
لِلثَّانِیْ محرم قریب کا عتق مالک ہونے سے صحیح ہے اگرچہ مالک صغیر ہو یا دیوانہ یا کافر جو دار الاسلام میں ہو اور اگر کافر حربی دار الحرب میں اپنے قریب محرم کا مالک ہو تو محرم
اسکے آزاد نہوگا اسواسطے کہ احکام مسلمین کے وہان جاری نہیں یہانتک کہ اگر مسلمان یا حربی دار الحرب میں اپنے غلام کو آزاد کریگا تو اوسکا آزاد کرنا نہیں آزاد
ہوگا بلکہ تخلیہ سے یعنی بعد اعتاق باللفظ کے رفع تصرفات مالکانہ سے عتق ثابت ہوگا تو امام اعظم اور محمد کے نزدیک مالک کے واسطے حق ولا ثابت نہیں اسواسطے کہ اثبات
اعتاق سے نہیں بلکہ مخلی بالطبع کر دینے سے ہے بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک ولا مولی کو ثابت ہے کیونکہ اونکے نزدیک اعتاق باللفظ دار الحرب میں صحیح ہے کذا
فی حاشیۃ المدنی من الزیلعی و لو عبدہٗ مُسْلِمًا اَوْ ذِمِّیًّا عَتَقَ بِالاتِّفَاقِ لِعَدَمِ مَحَلِّیَّتِہٖ لِلاسْتِرْقَاقِ زیلعی اور اگر مولی کا غلام دار الحرب میں مسلمان ہو
یا ذمی تو فقط لفظ اعتاق سے بلا شرط تخلیہ آزاد ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مسلم اور ذمی محل ملکیت نہیں کذا فی الزیلعی وَصَحَّ اَیْضًا تحریر لوجہ
اللّٰہِ وَالشَّیْطَانِ وَالصَّنَمِ وَاِنْ اَثِمَ اور خدا کی رضامندی کیواسطے آزاد کرنا اور شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنیسے بھی عتق صحیح ہے اگرچہ شیطان اور بت کیواسطے
آزاد کرنیسے وہ گنہگار ہوگا صنم اوس بت کو کہتے ہیں جو بصورت انسان ہو خواہ چاندی خواہ سونے خواہ لکڑی سے اور پتہر سے ہو اوسکو وثن کہتے ہیں کذا فی
غایۃ البیان وَکُفْرٌ بِہٖ اَیْ بِالاِعْتَاقِ لِلصَّنَمِ المُسْلِمُ عِنْدَ قَصْدِ التَّعْظِیْمِ لِاَنَّ تَعْظِیْمَ الصَّنَمِ کُفْرٌ عِبَارَۃُ الجَوْہَرَۃِ وَلَوْ قَالَ لِلشَّیْطَانِ اَوْ لِلصَّنَمِ
کَفَرَ اور بت کیواسطے آزاد کرنیسے مسلمان کافر ہو جاویگا نزدیک قصد کرنے تعظیم کے اسواسطے کہ تعظیم صنم کی کفر ہے اور جوہرہ میں یہہ عبارت ہے کہ اگر یون کہیگا کہ
مین نے غلام کو شیطان یا صنم کیواسطے آزاد کیا تو کافر ہو جاویگا وَصَحَّ اَیْضًا بِکُرْہٍ اَیْ اِکْرَاہٍ وَلَوْ غَیْرَ مُلْجِئٍ اور زبردستی آزاد کرانے سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے
اگرچہ جبر اور زیادتی دوسرے شخص نے اتنی نہ کی ہو جسمین جان یا عضو تلف ہونیکا خوف ہو ہر چند اکراہ میں رضای مالک نہیں لیکن عتق رضا پر موقوف نہیں
اسواسطے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اور حالانکہ ہزل میں رضا نہیں کذا فی فتح القدیر لیکن زبردستی کرنیوالے پر قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ
المدنی عن الحموی وَسُکْرٍ بِسَبَبِ مَحْظُوْرٍ سَیَجِیْءُ اَنَّ کُلَّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ فَلَا یَخْرُجُ اِلَّا شُرْبُ المُضْطَرِّ فَاِنَّہٗ کَالْاِغْمَاءِ اور صحیح ہے عتق اوس مستی اور نشہ میں
جو حاصل ہوئی ہو بسبب استعمال کرنے حرام چیز کے مصنف کا مطلب یہہ ہے کہ اشیاء مباحہ کی مستی سے عتق نہوگا جیسے مضطر کا شرب خمر اور مثلث کا استعمال بقصد قوت
اور نقیع زبیب بلا طبخ کا اور ادویہ اور اغذیہ جو انگور سے نہون کذا فی المنح شارح کہتا ہے باب الاشربہ میں امام محمد کا قول مفتی بہ مذکور ہوگا جو مسکر ہے حرام ہے اور مسکر کا
قلیل اور کثیر سب حرام ہے تو اشیاء مذکورہ میں سے کوئی چیز مسکر محرم سے خارج نہیں یعنی سب پر مسکر محرم صادق ہے سوا شرب مضطر کے یعنی جسکے حلق میں
لقمہ اٹک گیا ہو نہیں اُترتا اور پانی وہان نہیں تو اوسوقت لقمہ اُتارنیکے واسطے شراب پی لینا حرام نہیں تو اگر اوسکو بعد نشہ ہوگا تو مانند بیہوشی کے اوس مستی
میں عتق صحیح نہوگا محشی مدنی نے کہا کہ ادویہ اور اشیاء مباحہ کے سکر کا بھی یہی حال ہے جیسے کہ شہد سے بعضی صفراوی مزاجون کو نشہ ہو جاتا ہے تو اوس مستی سے
بھی عتق صحیح نہوگا وَصَحَّ اَیْضًا مَعَ ہَزْلٍ ہُوَ عَدَمُ قَصْدِ حَقِیْقَۃً وَلَا مَجَازًا اور عتق صحیح ہے ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ بھی ہزل عبارت ہے عدم قصد حقیقت
اور مجاز سے یعنی جس کلام کے معنی حقیقی اور مجازی متکلم کو کچہہ مقصود نہون وہ ہزل ہے چنانچہ خوش طبعی میں حقیقت اور مجاز کلام کا اکثر مراد نہیں ہوتا وَاِنْ
عَلَّقَ العِتْقَ بِشَرْطٍ کَدُخُوْلِ دَارٍ صَحَّ وَعَتَقَ اِذَا دَخَلَ اور اگر معلق کیا مولی نے عتق کو کسی شرط پر جیسے دخول دار پر تو یہہ تعلیق صحیح ہے اور غلام آزاد ہوگا
جب گہر میں داخل ہوگا اور مولی کو اختیار ہے کہ قبل دخول دار اوسکو بیچ ڈالے اور بعد بیع کے اگر غلام گہر میں داخل ہوا پہر اوسکو مالک اول نے خرید کیا اور
دوسری بار گہر میں غلام داخل ہوا تو اب آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وَالتَّعْلِیْقُ بِاَمْرٍ کَائِنٍ تَنْجِیْزٌ فَلَوْ قَالَ لِعَبْدٍ وَہُوَ فِیْ مِلْکِہٖ اِنْ مَلَکْتُکَ فَاَنْتَ حُرٌّ

عتق الحال بخلاف قوله لمكاتبه ان انت عبدي فانت حر لا يعتق لنقصان الاضافة ظهيريه۔ اور معلق کرنا عتق کا ایسے امر پر جو حاصل اور موجود ہو
تنجیز ہے نہ تعلیق یعنے فی الحال عتق واقع ہوگا تو اگر مولی نے اپنے اوس غلام سے کہا جو اوسکی ملکیت مین ہو کہ اگر مین تیرا مالک ہون تو تو آزاد ہے تو وہ غلام فی
الحال آزاد ہوجاویگا بخلاف یون کہنے مولی کے اپنے مکاتب سے کہ اگر تو میرا غلام ہے تو تو آزاد ہے تو مکاتب نہ آزاد ہوگا بسبب ناقص ہونے اضافت عبدیت کے کذا فی الظہیریہ
پورا غلام وہ ہے جو بدون مرضی مولی کے کوئی تصرف نکر سکے اور غلام مکاتب اپنے تصرفات مین مختار رہے تو پورا غلام نہوا تو شرط عتق نپائی گئی لہذا آزاد نہوگا وفيما
تصبح حراً تعليق اہ ظہیریہ یعنی ہے کہ یون کہنا مولی کا غلام سے کہ تو صبح کریگا آزاد ہوکر تعلیق ہے عتاق کی صبح کے وقت پر گویا یون کہا کہ جب تو صبح کے وقت مین
داخل ہوگا تو آزاد ہوگا وتستقوم حراً وتقعد حراً تنجيز اور یون کہنا غلام سے کہ تو کھڑا ہوتا ہے آزاد ہوکر اور بیٹھتا ہے آزاد ہوکر یہہ فی الحال اعتاق ہے اسواسطے
کہ مقصود اس کلام کا یہہ ہے کہ تو ہر حال مین آزاد ہے قال ان سقيت حماري فذهب به للماء ولم يشرب عتق لان المراد حضور الماء عليه کہا مولی نے
اپنے غلام سے کہ اگر تو میرے گدہے کو پانی پلادے تو تو آزاد ہے سو غلام اوسکو پانی پلانے کو لیگیا اور اوسنے پانی نہ پیا تو غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ مراد اس کلام
کی یہہ ہے کہ گدہے کے سامنے پانی ہوجاوے تاکہ اگر وہ پیاسا ہو تو پی لے اور یہہ مراد نہیں کہ پیاس مٹانا یا پانی پلانا اوسکو لازم ہے قال عبدي الذي هو قديم الصحبة
حر عتق من صحبه سنة هو المختار مولی نے کہا جو میرا غلام قديم الصحبت ہے وہ آزاد ہے تو وہ غلام آزاد ہوگا جو اوسکے ساتھ ایک سال رہا اور یہی قول مختار ہے
ولو قال انت عتيق ونوى في الملك دين اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو عتیق ہے اور لفظ عتیق سے یہہ نیت کی کہ قدیمی مملوک ہے تو دیانۃً البتہ اوسکی
تصدیق ہوگی اسواسطے کہ عتیق لغت مین بمعنی قدیم بھی ہے لیکن قاضی نہ تصدیق کریگا اسواسطے کہ صریح عتق ہے محتاج نیت کا نہیں ولو زاد في السن لا يعتق اور
اگر یون زیادہ کرکے کہا کہ انت عتيق في السن یعنے تو عمر مین بڑا ہے تو آزاد نہوگا غلام نہ قضاءً نہ دیانۃً اسواسطے کہ بقرینہ حکم عتق سے کچھ علاقہ نرہا وعتق بما
انت الا حر اور آزاد ہوگا اس قول سے کہ تو نہیں مگر حر ہے اسواسطے کہ استثنا نفی سے کرنا اثبات علی وجہ التاکید ہے چنانچہ کلمہ توحید مین لا بما انت الا مثل الحر
وان نوى اس قول سے کہ تو نہیں مگر مثل حر کے آزاد نہوگا اگرچہ عتق کی نیت بھی کرے کذا فی المحيط ولا بكل مالي حر اور یون کہنے سے آزاد نہوگا کہ میرا سب مال حر ہے
اسواسطے کہ حر سے مراد یہان صاف اور خالص ہے تو مطلب یہہ ہوا کہ میرا تمام مال صاف اور خالص ہے غیر کی شرکت سے کذا فی حاشیۃ الکنز من البحر ولا بكل عبد لي
في الارض او كل عبيد الدنيا او اهل بلخ حر عند الثاني وبه يفتى اور متکلم کا غلام اس قول سے آزاد نہیں تاکہ زمین مین سب غلام آزاد ہین یا دنیا کے تمام غلام آزاد ہین یا بلخ کے رہنے والے
آزاد ہین اور حالانکہ متکلم کا غلام بھی بلخ مین داخل ہے ابو یوسف کے نزدیک اقوال ثلثہ سے عتق ثابت نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریہ من قاضیخان
بخلاف اهل هذه السكة او الدار بحر بخلاف اس قول کے کہ اس کوچہ کے رہنے والے آزاد ہین یا اس گھر کے رہنے والے آزاد ہین کذا فی البحر الرائق ظاہر
کلام شارح کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ان دونو قولون مین ابو یوسف کے نزدیک عتق ثابت ہے بحر الرائق مین حالانکہ یہ خلاف واقع کے ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین بروایت
ظہیریہ فقط مسئلہ عبید دار کا یون مذکور ہے کہ اوسمین باتفاق عتق ثابت ہے اور مسئلہ سکہ اوسمین مذکور نہیں لیکن صاحب بحر نے اشباہ مین کہا کہ اگر یون کہیگا
کہ سب غلام اس سکہ کے آزاد ہین اور حالانکہ اوسکا غلام بھی اہل سکہ مین داخل ہے تو ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ
الدر المختار و عالمگیری مین فتاوی قاضیخان سے یہی منقول ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اہل سکہ مین عتق نہیں اور اہل دار مین بالاتفاق عتق ہے تو معلوم
ہوا کہ یہان یا تحریف کاتب ہے یا سہو شارح واللہ اعلم حرر حاملا اعتقا اصالة وقصدا اذا ولدته بعد عتقها لاقل من نصف حول مولی نے آزاد کیا
حاملہ لونڈی کو اپنی تو لونڈی اور اوسکا ولد دونو بالاصالت اور بالقصد آزاد ہونگے جب کہ بعد عتق اپنے کے اوسکو کمتر چھہ مہینے سے جنی گی ماکا بالاصالت
آزاد ہونا تو صریح ہے اور بچہ اس راہ سے بالقصد اور بالاصالت آزاد ہوا کہ وہ جز تھا اوس وقت اپنی ماکا اور اعتاق کل بعینہ اعتاق جز ہے اسواسطے کہ جب اقل مدت
حمل مین جنی بعد اعتاق کے تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ ولد قبل اعتاق کے اوسکی پیٹ مین موجود تھا ولو لاكثر عتق تبعاً وثمرته انجرار ولائه اور اگر بعد
عتق کے پورے چھہ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی تو اوسکا ولد بالاصالت نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت اعتاق متیقن نہین بلکہ تبعاً آزاد ہوگا یعنی ماکے آزاد
ہونے سے وہ بھی آزاد ہوگا اگر کوئی کہے کہ جب ولد دونو صورتون مین آزاد ہوا تو بالاصالۃ اور بالتبع کے فرق نکالنے سے کیا فائدہ اور کون ثمرہ ہے شارح نے

اسکا جواب دیا کہ نہیں واسطے فرق کا ولاء ولد کے حق میں آخر تک یعنی اگر ولد بالاصالۃ آزاد ہوا تو ولد کا حق ولا یعنی ورثت اوسکے مال کی اوسکی ماں کے مالکوں کو ملیگی اور اوسکے باپ کے مالکون کیطرف انتقال نکریگی اور اگر ولد بالتبع آزاد ہوا تو اوسکے مال کی ورثت اوسکے باپ کے مالکون کیطرف انتقال کر جاویگی اور انتقال ولا کی یہہ صورت ہی کہ زید کے غلام نے باجازت زید کے خالد کی آزاد لونڈی سے نکاح کیا اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا تو یہہ لڑکا اپنی ماں کی تبعیت سے آزاد ہوگا اور ولد کی ورثت اوسکی ماں کے مالکون کو جنہوں نے اوسکو آزاد کیا تھا پہنچیگی پھر جب زید نے اس غلام کو آزاد کر دیا تو یہہ غلام اپنے آزاد ہونے سے اپنے ولد کی ولا کو اپنی طرف کھینچ کر اپنے مولی کو پہنچا دیگا پھر اگر اپنے مولی کی زندگی مین غلام آزاد مر گیا اور اوسکے بعد اوسکا ولد مر گیا تو ولد کے مال کا اوسکا مولی یعنے زید وارث ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی و حسن الحلبی علی شرح الوقایہ ولو حررہ ولو بلفظ علقۃ و مضغۃ او ان حملت بولد فھو حر عتق فقط ولم یجز بیع الام وجاز ھبتھا اور اگر مولی نے اپنی لونڈی کے حمل کو آزاد کیا اگرچہ حمل کو بلفظ علقہ اور مضغہ آزاد کیا یعنی یون کہا کہ خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا تیرے پیٹ مین ہی سو آزاد ہی یا یون کہا کہ اگر تیرے پیٹ مین بچہ ہو تو وہ آزاد ہی تو یون کہنے مین فقط بچہ آزاد ہوگا نہ اوسکی ماں اور بیع ماں کی جائز نہیں جبتک کہ وہ حاملہ رہیگی اور ہبہ اوسکا جائز ہی اسواسطے کہ بیع میں استثنا کر لینا حمل کا جائز نہین اور ہبہ مین جائز ہی لہذا بیع صحیح نہوئی اور ہبہ صحیح ہو لیکن اگر لونڈی کو بیع کریگا تو بطلان ثابت نہوگا تا وقتیکہ اقل مدت حمل مین نہ جنے گی کذا فی حاشیۃ المدنی من البحر ولو دبرہ لم تجز ھبتھا فی الاصح لانہ کمشاع اور اگر مولی لونڈی کے حمل کو مدبر کریگا یعنی یون کہے کہ میری موت کے بعد یہہ حمل آزاد ہی تو اوس حاملہ لونڈی کا ہبہ کرنا قول اصح مین صحیح نہین اسواسطے کہ وہ ہبہ مشاع کی مانند ہی اسواسطے کہ مدبر کرنے مین ملک مولی کی حمل سے زائل نہین ہوئی پھر جب بعد مدبر کرنیکے لونڈی کسیکو دی تو موہوب متصل ہوا غیر موہوب سے تو اسمین ہبہ مشاع کی معنی پائے گئے اور حالانکہ ہبہ مشاع قسمت پذیر چیز مین درست نہین ویبطل شرط المال علیہ وکذا علی امہ لکن یشترط قبولھا للعتق اور باطل ہی شرط کرنا مال کا حمل کی آزادی پر اسواسطے کہ پیٹ کا بچہ الزام مال کے قابل نہیں اور اسیطرح اوسکی ماں پر مال کا شرط کرنا بچہ کی آزادی کیواسطے باطل ہے لیکن اگر مولی حمل کو بشرط مال آزاد کرے تو اوسکی ماں کا قبول کر لینا مشروط ہی واسطے عتق حمل کے اگرچہ اوسکو مال کا دینا لازم نہوگا وفی الظہیریۃ قال ما فی بطنک حر متی ادیت الی الفا تعلیق اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر مولی نے لونڈی سے کہا کہ جو تیرے پیٹ مین ہے سو کہ تو ادا کرے جب کہ تو مجکو ہزار درم دیوے تو یہہ قول تعلیق ہی عتق کی یعنی اگر اقل مدت حمل مین وہ جنی اور ولد نے بعد ہوشیاری کے کسیطرح سے ہزار درم ادا کئے تو اوسوقت آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وفیہا اوصی بہ ومات فاعتقہ الورثۃ جاز وضمنوہ یوم الولادۃ اور ظہیریہ مین ہی کہ مولی نے لونڈی کے حمل کی مثلا زید کے واسطے وصیت کی اور مولی مر گیا پھر وارثون نے حمل کو آزاد کر دیا تو قیمت حمل کی وارث ضامن ہونگے بروز ولادت یعنی جسقدر قیمت بعد ولادت کے اوسکی ٹھہرے سو زید کو وارث مولی کے دین فضلاء نے کہا اعتاق حمل سے مراد یہہ ہی کہ اوسکی ماں کو آزاد کیا تو بالتبع وہ بھی آزاد ہو گیا اور یہہ ظاہر امطلب نہین ہو سکتا کہ حمل کو وارثون نے بالاصالۃ آزاد کیا اسواسطے کہ وہ بسبب وصیت کے وارثون کا مملوک نہ تھا ولو قال اکبر ولد فی بطنک حر فولدت ولدین فاولھما خروجا اکبر اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تیرے پیٹ کا بڑا بچہ آزاد ہی پھر وہ دو لڑکے جنی تو جو اول نکلیگا وہ بڑا ہی سو وہی آزاد ہوگا کذا فی المحیط والولد مادام جنینا یتبع الام ولو بھیمۃ فیکون لصاحب الانثی ویکمل ویضحی بہ لو امہ کذلک اور بچہ جبتک کہ ماں کے پیٹ مین ہی تو حکم مین اپنی ماں کا تابع ہی بالاجماع نہ باپ کا اسواسطے کہ باپ کا نطفہ ماں کے نطفہ مین مستہلک ہی تو ماں ہی کی جانب غالب ٹھہری اور اسواسطے کہ بالخصوص باپ کا نطفہ متیقن نہین اور ماں کی نطفہ مین کچھ تردد نہین بالیقین ثابت ہے ولہذا ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا نسب فقط ماں کو ثابت ہی ماں اوسکی وارث اور وہ ماں کا وارث ہی کذا فی البحر بالجملہ بچہ ماں کا تابع ہی اگرچہ ماں جانور ہو تو بچہ ماں والے مالک کا ہوگا یعنی حاملہ جانور بعد بیع اور ہبہ کے اگر جنے تو اوسکا مشتری اور موہوب لہ مالک ہوگا اور اسیطرح اگر زید کا گھوڑا خالد کی گھوڑی پر جست کرے اور وہ بچہ جنے تو اوسکا مالک خالد ہی نہ زید اور بچہ ماکول اللحم ہے اگر اوسکی ماں ماکول اللحم ہے اور بچہ بھی قربانی کیا جاوے اگر اوسکی ماں قربانی کے لائق ہو بحر الرائق مین ہی کہ اگر وحشی جانور اور اہلی سے بچہ پیدا ہوا یا غیر ماکول اللحم اور ماکول اللحم سے بچہ ہو تو اوسکا کھانا درست ہی اگر ماں اوسکی ماکول اللحم ہوا اور قربانی بھی درست ہی اگر ماں قربانی کے لائق ہو مثلا اگر گورخر اور گائے سے بچہ پیدا ہوا یا بیل گاو اور گائے سے بچہ پیدا ہو تو قربانی اوسکی جائز ہی اور یہی قول معتمد ہی اور جو لوگ کہ اعتبار مشابہت کے قائل ہوئے ہیں سو قول ضعیف ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملک وتوابعہ والرق الا ولد المغرور یعنی بچہ تابع ہی ماں کا ملک مین یعنی سب اسباب ملک کے ساتھ مثلا خرید

ہبہ اور ارث تو اگر حاملہ کے بیع یا ہبہ یا ارث سے تو اوسکا حمل بھی مملوک ہوگا اور رق مین بچہ تابع ہوا ماکا مگر ولد مغرور تابع اپنی ماکا رق مین نہین مغرور وہ مرد جسنے فریبا
اسطرح پر کہ ایک عورت سے بشرط اوسکی حریت کے نکاح کیا پر وہ لونڈی نکلی تو اوسکا ولد حر ہوگا بعد قیمت دیکے اور جس مرد نے لونڈی کے مالک سے اپنی اولاد کی حریت شرط
کرلی تو اوسکی اولاد بھی تابع ماکی نہوگی شارح کو اس مسئلہ کا استثنا کرنا مناسب تھا م رق عبارت ہے اوس ذلت اور خواری سے جو شارع نے کافرون پر بعوض سرکشی اور
نافرمانی کے ٹھہرائی یعنی جب کفار نے مالک حقیقی کی بندگی سے سرکشی اور تمرد کیا تو اوس مالک علی الاطلاق نے اپنے غلامون کا اونکو غلام بنادیا تو سبب رق کا اونکا
کفر ہے یا اون کے اصول کا کفر خلاصہ یہہ ہے کہ رق اوس عجز حکمی کا نام ہے کہ جس سے انسان ولایت اور شہادت اور قضا اور مالکیت مال کے لائق نہ ہو اور جو کہ یہ
بظاہر ملک اور رق مترادف معلوم ہوتے ہین اور حالانکہ اونمین مغایرت ہے لہذا شارح نے واسطے اثبات مغایرت کے قول آیندہ مین اوسکی تصریح فرمائی وجود
الرِّقِّ بِلَا مِلْكٍ كَالْكُفَّارِ فِي دَارِ الْحَرْبِ فَإِنَّ كُلَّهُمْ أَرِقَّاءُ غَيْرُ مَمْلُوكِينَ لِأَحَدٍ فَأَوَّلُ مَا يُؤْخَذُ الْأَسِيرُ يُوصَفُ بِالرِّقِّ لَا الْمَمْلُوكِيَّةِ حَتَّى يُحْرَزَ بِدَارِنَا
فَإِذَا أُخِذَتْ وَمَعَهَا وَلَدُهَا يَتْبَعُهَا فِي الرِّقِّ قہستانی اور صورت رق کی بلا ملک جیسے کافر دار الحرب مین کہ وہ سب رقیق ہین پر کسیکے مملوک نہین تو اسیر
حربی اول گرفتاری مین موصوف بوصف رقیت ہے نہ بوصف مملوکیت یہانتک کہ دار الاسلام مین پہنچکر قابو مین آجاوے تب مملوکیت اوسپر صادق آویگی تو کافرہ
اسیر جب گرفتار ہوئی اپنی ولد کے ساتھ تو ولد اوسکا تابع ہوگا رقیت مین کذا فی القہستانی م تفرقہ رق اور ملک کا جو شارح نے بیان کیا سو صحیح ہے لیکن مثال صحیح
نہین اسواسطے کہ اس صورت مین ولد تابع اپنی ماکا نہین رقیت مین بلکہ وصف رقیت اوسکو بالاصالۃ ثابت ہے بلکہ مثال صحیح یہہ ہے کہ کافرہ حاملہ گرفتار ہوئی تو
حمل تابع ہوگا اوسکا رقیت مین اسواسطے کہ یہان گفتگو ہے اتباع جنین مین کذا فی حاشیۃ الحلبی بہر صورت ملک اور رق مین فرق ظاہر ہوگیا اور معلوم ہوا کہ کسی شے
کے تصرف پر قادر ہونا اسکا نام ملک ہے خواہ مملوک جماد ہو یا حیوان یا انسان اور رق نہین ہوتا مگر انسان مین اور بیع سے مالک کی ملک زائل ہوجاتی ہے نہ رق اور
عتق سے ملک زائل ہوتی ہے قصدًا اسواسطے کہ وہ حق مالک ہے اور رق زائل ہوتا ہے ضمنًا اسواسطے کہ فراغت ہوگئی حقوق العباد سے اور زیادہ تر ملک اور رق کا فرق
قن اور ام ولد اور مکاتب مین ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قن مین ملک اور رق دونو کامل ہین اور ام ولد مین ملک کامل ہے اور رق ناقص لہذا کفارہ مین اوسکا اعتاق
صحیح نہین اور مکاتب مین رق کامل ہے یہانتک کہ کفارہ مین اوسکا اعتاق صحیح ہے اور ملک اوسمین ناقص ہے اسواسطے کہ مکاتب مولی کے تصرف مین نہین اور
اگر مولی کہے کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے تو مکاتب نہ آزاد ہوگا بسبب نقصان ملک کے ہکذا فی الدرر عن الزیلعی دل الْحُرِّيَّةِ وَالْعِتْقِ وَفُرُوعِهِ كَكِتَابَةٍ وَتَدْبِيرٍ
مُطْلَقٍ وَاسْتِيلَادٍ إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ الزَّوْجُ حُرِّيَّةَ الْوَلَدِ كَمَا مَرَّ اور جنین تابع ہے ماکا حریت اصلیہ مین اور عتق مین اور عتق کی فروع مین جیسے کتابت اور تدبیر مطلق
اور استیلاد مین تاوقتیکہ لونڈی کے زوج کی حریت کی مولی سے نہ شرط کرلی ہو چنانچہ کتاب النکاح کے باب نکاح رقیق مین اسکا حکم مذکور ہوچکا م حریت اصلیہ کی
مثال یہہ ہے کہ غلام نے حرہ سے نکاح کیا سو وہ حاملہ ہوئی اوس سے تو اوسکا بچہ بھی ماکا تابع ہوکر حر اصلی ہوگا اور حریت غیر اصلی کا ذکر ہوچکا حاملہ کے عتق مین
اور کتابت کی یہہ مثال ہے کہ مولی نے حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اور بعد کتابت کے اقل مدت حمل مین بچہ پیدا ہوا تو بعد ادای بدل کتابت کے ماا ور بچہ ساتھی آزاد
ہونگی اور تدبیر مطلق یہہ کہ مولی نے حاملہ لونڈی سے کہا کہ تو میری موت کی بعد آزاد ہے تو دونو ساتھی آزاد ہونگی اور اگر مولی تدبیر مقید اسطرح پر کریگا کہ اگر مین اس
بیماری مین مرگیا تو تو آزاد ہے تو اسمین ولد تابع ماکا نہوگا اور استیلاد کی مثال یہہ ہے کہ مولی نے اپنی ام ولد کا نکاح کردیا سو وہ حاملہ ہوئی تو بعد موت مولے
کے دونو آزاد ہونگی وَفِي رَهْنٍ اور رہن مین تابع ہے ماکا یعنی اگر حاملہ کو رہن رکھا اور بچہ پیدا ہوا تو بھی مرہون ہوگا یہانتک کہ راہن اوسکو مرتہن سے نہین
لے سکتا وَدَيْنٍ اور دین مین تابع ہے ماکا یعنی حاملہ لونڈی کو مولی نے تجارت کرنیکی اجازت دی پھر وہ مقروض ہوگئی تو بچہ بھی دین مین اوسکا تابع ہوگا
یعنی قرض دینو والے ولد کو بیع لین گے وَحَقِّ أُضْحِيَّةٍ اور حق اضحیہ مین ماکا تابع ہوگا اسطرح پر کہ مثلًا قربانیکے واسطے گاے یا بکری گابھن خرید کی اور اوسکے بچہ پیدا
ہوا تو ماکے ساتھہ بچہ بھی ذبح کیا جاویگا یا پیٹ سے زندہ نکلیگا تو ذبح ہوگا وَاسْتِرْدَادِ بَيْعٍ اور استرداد بیع مین ماکا تابع ہوگا یعنی لونڈی یا گاے یا بکری کی
بیع فاسد ہوئی پھر مشتری کے پاس حاملہ ہوئی تو استرداد بیع مین ولد تابع ہوگا ماکا وَسَرَايَةِ مِلْكٍ اور سرایت ملک مین تابع ہے ماکا یعنی مالک قدیم کا حق ملکیت
اوس تک پہنچ جاتا ہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک لونڈی چند بار دست بدست بکی بعد اسکے بسبب عیب قدیمی کے مالک اول پر مسترد ہوئی اور حالانکہ وہ حاملہ تھی

تو اوسکا حمل بھی مالک اوس کا مملوک ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن الاشباہ فھی اثنا عشر تو یہہ بارہ مواضع ہین جنمین حمل تابع اپنی ماکا ہوتا ہو یعنی ملک
رق حریت عتق کتابت تدبیر مطلق استیلاد رہن قربانی حق اضحیہ استرداد بیع سریان ملک ولا یتبعھا فی کفالۃ اور جنین تابع نہین ہوتا اپنی ماکا کفالت
مین یعنی اگر حرہ حاملہ نے یا لونڈی نے باجازت مولی مال ضامنی یا جان ضامنی کی اور ضمانت مدت تک بنی رہی یہانتک کہ لڑکا پیدا ہوا اور بالغ ہوا تو یہہ ولد
ضمانت مین ماکا تابع نہین وفی اجارۃ اور اجارہ مین ماکا تابع نہین یعنی دس برس حاملہ کو اجارہ لیا پھر وہ جنی تو یہہ لڑکا اجارہ مین داخل نہین تو ماکی طرح
خدمت کرنا اسکو لازم نہوگا وجنایۃ اور جنایت مین تابع ماکا نہوگا یعنی اگر حاملہ نے کوئی جنایت کی تو ولی جنایت کو ماکے ساتھہ ولد نہ دیا جاویگا اور اگر ماک فدیہ
دیگا تو فقط ماکا فدیہ دیگا کذا فی الجامع الصغیر اور حاکم شہید نے مختصر مین کہا کہ جنایت ماکی طرف سے ولد تک سرایت کریگی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وحد
وقود اور حد اور قصاص مین تابع ماکا نہوگا تو حاملہ پر حد نہ ماری جاویگی مگر بعد ولادت کے اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر بعد وضع حمل کے وذکوۃ سائمۃ اور
زکوۃ کے جانوروں مین بچہ تابع ماکا نہین ورجوع فی ھبۃ اور ہبہ پھیر لینے مین بچہ تابع ماکا نہین یعنی اگر لونڈی کسیکو بخشی اور وہان حاملہ ہوئی اور واہب نے
اوسکے پھیر لینے کا ارادہ کیا تو حمل مین رجوع کرنا جائز نہین کذا فی السراج اور زیلعی نے رجوع حمل کو جائز رکھا ہو چنانچہ اسکا ذکر کتاب الھبہ مین آویگا وتصلح
بخدمتھا اور اوسکی خدمت کی وصیت مین یعنی مولی نے اپنی حاملہ لونڈی کی خدمت کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو اوسکا بچہ وصیت مین تابع ماکا نہین وفی
لا یتذکی بذکوۃ امہ اور حلال نہین ہوتا ماکے ذبح کرنیسے پورا بن گیا ہو یا ناقص یعنی گابھن گای یا بکری کو ذبح کیا اور اوسکے پیٹ سے زندہ بچہ
نکلا تو اوسکی ماکا ذبح کرنا کفایت نہین کرتا اوسکو بھی ذبح کرنا چاہیئے اور یہہ جو حدیث مین آیا ہو کہ ذکوۃ الجنین ذکوۃ امہ سو بنا بر تشبیہ کے ہے یعنی ذبح کرنا جنین
کا مانند ذبح کرنے اوسکی ماکے ہو بدلیل روایت نصب کے تو اگر بچہ مردہ نکلا تو نکھانا چاہیے نزدیک امام اعظم اور زفر اور حسن بن زیاد کے اور صاحبین کے
نزدیک اگر بچہ پورا اوبھا ہو تو اوسکا کھانا حلال ہے بسبب ذبح ہونے اوسکی ماکے فھی تسع کما بسطہ فی بیوع الاشباہ تو یہہ نو مواضع ہین جنمین جنین تابع
ماکا نہین چنانچہ ابن نجیم نے اسکو صراحۃً بیان کیا ہو اشباہ کے باب البیوع مین وزاد فی البحر ولا فی نسب حتی لو نکح ھاشمی امۃ فولدھا ھاشمی کابیہ رقیق
کامہ اور ابن نجیم نے بحرالرائق مین مسائل مذکورہ پر یہہ مسئلہ اور زیادہ کیا ہو کہ ولد تابع نہین اپنی ماکا نسب مین تا اینکہ اگر نکاح کیا سید نے لونڈی سے تو اوسکا
بیٹا ہاشمی سید ہوگا مانند اپنے باپکے اور غلام مملوک ہوگا مانند اپنی ماکے اسواسطے کہ زوج ہاشمی راضی ہو گیا اپنے ولد کی رقیت سے جبھی تو اوسنے لونڈی کے نکاح
پر اقدام کیا اور نسب مین ولد اپنے باپکا اسواسطے تابع ہوا کہ نسب واسطے تعریف اور شناخت کے ہو تو مردکیجانب اسمین غالب ہوئی اسواسطے کہ مردونکا حال مشہور
ہوتا ہو نہ عورتونکا کذا فی منح الغفار حموی نے کہا کہ یہہ نص صریح ہو کہ اگر باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو بیٹا سید نہوگا اگرچہ اوسکو فی الجملہ شرافت نسبی ثابت
ہے اور شیخ ابراہیم دمشقی نے مفتی حنفیہ نے لکھا ہو کہ جسکا باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو اوسکا ولد سید شریف ہی اسواسطے کہ سیادت اور شرافت اس نسب مطہر اور
مشرف کی ابتدا اسی ماکیطرف سے آئی ہی یعنی سیدۃ النساء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اور سغناقی نے کہا کہ مینے حمید الدین ضریر سے یہہ مسئلہ
پوچھا اونھونے کہا مینے اپنے اوستاد شمس الدین کردری سے سنا کہ وہ سید ہونے کے قائل تھے اس دلیل سے کہ حق تعالے نے قرآن مجید مین عیسی علیہ السلام کو
نوح اور ابراہیم علیہما السلام کی ذریت مین فرمایا ماکی جہت سے اور فتاوی وجیز مین ہو کہ جب ماں سیدہ ہو تو قول مختار یہہ ہو کہ ولد سید ہے اور جامع الفتاوی مین ہے
کہ جسکا باپ سید نہو ماں ہو تو اوسکے سید ہونے مین اختلاف ہی شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ مفتی بہ قول یہہ ہو کہ وہ سید ہے اور بعضے علما نے کہا کہ جسکی ماں سید نہو
اوسکو شرافت نسبی حاصل ہے تو یہہ قول اختلاف بین القولین کی توفیق کیواسطے صالح ہو تو جسنے کہا کہ وہ سید نہین تو مطلب اوسکا یہہ ہے کہ جسکی فقط ماں سیدہ ہو
اوسکی شرافت اوسکی برابر نہین جسکا باپ سید ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی للمصنف ولا یتبعھا بعد الولادۃ الا فی مسئلتین اذا استحقت الام ببینۃ
واذا بیعت البھیمۃ ومعھا ولدھا وقتہ اور بچہ اپنی ماکا تابع نہین ہوتا بعد ولادت کے مگر دو مسئلونمین ایک تو یہہ کہ جب ماں غیر کی مستحق ہوئی بملک ظاہری بسبب گواہون
کے اور دوسری یہہ کہ جب جانور بیچا گیا اور اوسکا بچہ ہو بیع کے وقت تو وہ بھی بیع مین تابع اپنی ماکا ہو جاویگا بشرطیکہ بائع اور مشتری نے سکوت کیا ہو اور اگر
عدم دخول بیع کی تصریح ہوگئی ہو تو تابع نہوگا کما فی الدرر المنتقی اور قنیہ مین ہو کہ شیرخوار بچہ گای اور بکری اور اونٹنی اور گھوڑی کا بیع مین تابع ہو ماکا نہ وہ

بچہ کہ وہ وہ نہیں بیتا کذا فی حاشیۃ الدنی وولد الامۃ من زوجہا ملک لسیدہا تبعا لہا اور ولد لونڈی کا اوسکے زوج کے نطفہ سے ملک ہو اوسکی ملی کا
ماکا تابع ہوکر وولد ہا من مولاہا حر اور لونڈی کا ولد اپنے مولیٰ کے نطفہ سے آزاد ہے اسواسطے کہ وہ ابتداء علوق سے آزاد ہے اسواسطے کہ ابراہیم ابن النبی صلے اللہ
علیہ وسلم تھے مگر حر اور یہ نہیں کہ اول مملوک ہوکر ولد مولیٰ کا آزاد ہو جاتا ہے جیسا کہ متبادر ہوتا ہے ہدایہ وغیرہ سے کذا فی منح الغفار وقد یکون حرا من رقیقین
بلا تحریر کان نکح عبد امۃ ابیہ فولدہ حر لانہ ولد ولد المولی ظہیریہ اور کاہے دو رقیق کا ولد حر ہوتا ہے بدون آزاد کرنیکے چنانچہ نکاح غلام نے
اپنے باپ کی لونڈی سے کیا تو اوسکا ولد آزاد ہوگا کہ وہ مالک کا پوتا ہے کذا فی الظہیریہ وعلیہ فولدہا من سیدہا او من ابنہ او ابیہ حر اور بنا بر
قول ظہیریہ کے ولد لونڈی کا اپنے مالک سے یا مالک کے بیٹے سے یا مالک کے باپ سے آزاد ہے اسواسطے کہ وہ تو قول قریب محرم کی ملک میں یکسان ہین فرع مسئلہ
ملحقہ شارح کا حملت امۃ کافر لکافر من کافر فاسلم فہل یؤمر مالکہا الکافر ببیعہا لاسلامہ تبعا قال فی الاشباہ لم اراہ قلت والظاہر انہ
لا یجبر لانہ قبل الوضع موہوم وبہ لا یسقط حق المالک کافر لونڈی ایک کافر کی حاملہ ہوئی دوسرے کافر سے پھر وہ مسلمان ہوگیا یعنی زوج تو
لونڈی کے مالک کافر پر لونڈی کی بیع کا بسبب اسلام جنین کے باپ کا تابع ہوکر حکم کیا جاویگا اس وجہ سے کہ حمل دین میں خیر الابوین کا تابع ہوتا ہو یا نہ حکم
کیا جاویگا اشباہ میں کہا کہ مین نے اسکا حکم کلام فقہا میں مصرح نہیں دیکھا شارح باتباع صاحب نہر کہتا ہو ظاہر اجواب اس سوال کا یہہ ہو کہ مالک پر بیع
میں جبر نہوگا اسواسطے کہ حمل قبل ولادت کے امر موہوم ہے احتمال ہو کہ حمل ہو یا بیماری ہو اور بسبب اس امر موہوم کے مالک کا حق نہ ساقط ہوگا ولہذا خانیہ میں کہا ہے
کہ اگر مالک نے اپنی لونڈی کے حمل کی کسیکے واسطے وصیت کی تو اگر وصیت کے دن اوسکے پیٹ میں بچہ ہو اسطرح پر کہ اقل مدت حمل میں جنی اوسدن سے تو وصیت
صحیح ہو اور اگر پورے چھ یا زیادہ میں جنی تو وصیت باطل ہے کذا فی حاشیۃ الدنی عن النہر

باب عتق البعض

یہہ باب ہے عتق البعض کے
احکام میں جب پورا اعتاق مذکور ہو چکا تب ادہورا اعتاق شروع ہوا اسواسطے کہ ادہورا قلیل الوقوع ہے اور تو اب میں کمتر ہو پورے سے اعتق بعض عبدہ
ولو مبہما صح ولزمہ بیانہ آزاد کیا مولیٰ نے اپنے غلام کا کچھ حصہ اگرچہ غیر معین ہو تو بھی صحیح ہے اور لازم ہوگا مالک پر بیان کر دینا بعض مبہم کا امام
اعظم کے نزدیک اگر غلام پورا نہ آزاد کرے بلکہ بعض آزاد کرے تو صحیح ہے خواہ بعض معین کو آزاد کرے جیسا کہ نصف یا ثلث یا بعض غیر معین کو آزاد کرے
مثلا یون کہے کہ مین نے بعض غلام کا یا جز غلام کا آزاد کیا لیکن درصورت ابہام قاضی اوس سے بیان کراویگا کہ بعض یا جز وسے کیا مراد ہے نصف یا ثلث اور اگر مالک نے یون
کہے کہ مین نے اپنے غلام کا ایک سہم آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک چھٹا حصہ آزاد ہوگا کذا فی المنح وسعی فیما بقی وان شاء حررہ اور سعی کرے غلام باقی میں
اور اگر مولیٰ چاہے تو باقی کو بھی آزاد کردے یعنی اگر مثلا سو درم قیمت تھی غلام کی اور مولیٰ نے آدہا آزاد کیا باقی رہی پچاس درم تو محنت مزدوری کرکے غلام مقدار
مولیٰ کو بچا دے تو پورا آزاد ہو جاوے لیکن اوسکا باقی حصہ فقط سعی ہی پر منحصر نہیں بلکہ اگر مالک باقی کو بھی آزاد کردیگا تو سعی کی کچھ حاجت نہوگی وہو ای معتق البعض
کمکاتب حتی یودی الا فی ثلث بلا رد الی الرق لو عجز ولو جمع بینہ وبین قن فی البیع بطل فیہما ولو قتل ولم یترک وفاء فلا قود بخلاف
المکاتب اور وہ یعنی معتق البعض مکاتب کی مانند ہے یہانتک کہ باقی کو ادا کرے سعی کرکے مگر تین امر میں مکاتب کی مانند نہیں ایک یہہ کہ اگر عاجز ہو سعایت سے تو رق
کی طرف نہیں پھیرا جاتا بخلاف مکاتب کے کہ وہ بدل کتابت کے عجز سے رقیت کیطرف عود کرتا ہے امر ثانی یہہ ہے کہ اگر جمع کیا جاوے درمیان معتق البعض اور خالص غلام کے
بیع میں یعنی دونوں کو ساتھ ہی بیچے تو دونوں میں بیع باطل ہوگی نہ معتق البعض کی صحیح ہوگی اور نہ خالص غلام کی اور اگر مکاتب اور
خالص غلام کی ساتھ ہی بیع ہوگی تو مکاتب کی بیع باطل اور خالص کی صحیح ہوگی اور امر ثالث یہہ ہے کہ اگر معتق البعض قتل کیا جاوے اور نہ چھوڑا ہو اتنا مال جس سے قدر باقی
ادا ہو تو اوسکے قاتل پر قصاص واجب نہیں اسواسطے کہ اسمین اختلاف ہے کہ وہ آزاد مرا یا غلام تو شبہ پڑا کہ اوسکے خون کا دعویدار کون ہے اگر وہ غلام تہا تو
مولیٰ مدعی ہے اور اگر آزاد تہا تو اوسکے وارث مدعی ہین بخلاف مکاتب کے کہ بدون ادائے بدل کتابت کے جب مقتول ہوگا تو رقیت اوسکی ثابت تھی تو بلا شبہہ اوسکے
خون کا مدعی فقط مولیٰ ہوگا نہ وارث تو مکاتب کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر معتق البعض کا کوئی وارث نہوگا سوا مولیٰ کے تو ظاہر اقتضاء تعلیل کا یہہ ہے
کہ اس صورت میں اوسکے قاتل کا بھی قصاص لیا جاوے کذا فی حاشیۃ الدنی عن الشیخ المحشی وقالا من اعتق بعضہ عتق کلہ والصحیح قول الامام قہستانی

باب عتق البعض

عن المضمرات اور صاحبین اور امام شافعی نے کہا کہ جو بعض غلام کو آزاد کریگا تو کل آزاد ہو جاویگا تو سعایت اوسپر لازم نہو گی اور صحیح امام اعظم کا قول ہے کذا فی القہستانی عن المضمرات م صحیحین مین موافق مذہب امام کے عبد اللہ بن عمرو سے حدیث مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنا حصہ اپنے غلام مین سے آزاد کرے اور اوسکو پاس مال ہو بقدر قیمت غلام کے تو اوسکی معتدل قیمت ٹھہرائی جاوے تو اور شریکون کے حصے ادا کرے اور غلام اوسکی طرف سے آزاد ہو گا اور اگر اوسکو مقدور نہو تو غلام سے اوسیقدر آزاد ہو گا جتنا اوسنے آزاد کیا اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ اعتاق بعض صحیح ہے والخلاف مبنی علی ان الاعتاق یوجب زوال الملك عنده وهو متجز وعندهما زوال الرق وهو غير متجز اور امام اور صاحبین کے خلاف کی بنا اسپر ہے کہ امام کے نزدیک آزاد کرنا موجب ہے زوال ملک کا اور چونکہ ملک باتفاق قسمت پذیر ہے تو اعتاق بھی قسمت پذیر ہے اور صاحبین کے نزدیک اعتاق موجب ہے زوال رق کا اور حالانکہ رق قسمت پذیر نہین تو عتق بھی قسمت پذیر نہین م معلوم ہوا کہ اختلاف مذہبین اعتاق کی تفسیر پر مبنی ہے خلاصہ دلیل امام کے مذہب کی یہہ ہے کہ اعتاق ازالہ رق سے عبارت نہین جیسا کہ صاحبین کہتے ہین بلکہ اعتاق عبارت ہے ازالہ ملک سے اسواسطے کہ انسان کا اختیار نہین مگر اپنے ازالہ ملک مین اور ملک بالاتفاق متجزی ہے تو اسیطرح اوسکا ازالہ بھی متجزی ہے تو اعتاق بعض کا بعض علت کا مثبت ہے تو تحقق معلول یعنی عتق کا نہوگا بدون تحقق علت کل کے یعنی ازالہ کل ملک کے کذا فی منح الغفار وعلی هذا الخلاف التدبير والاستيلاد ولا خلاف في عدم تجزي العتق والرق اور اسیطرح اختلاف مدبر اور استیلاد مین مختلف فیہ ہے کہ امام کے نزدیک مدبر اور استیلاد متجزی ہے اور صاحبین کے نزدیک تو اگر نصف غلام کو مدبر کریگا تو بعد موت مولیٰ کے نصف باقی کے واسطے غلام سعی کریگا اور صاحبین کے نزدیک بلا سعایت وہ آزاد ہے اور اگر مشترک لونڈی کا استیلاد کریگا تو نصف مین استیلاد متحقق ہوگا اور نصف باقی کو ضمان سے مالک ہوگا اور امام اور صاحبین مین اختلاف نہین عتق اور رق کی قسمت پذیری مین اسواسطے کہ عتق عبارت ہے اوس قوت حکمیہ سے جسکے سبب سے آدمی لائق قضا اور شہادت اور تصرفات مالیہ کے ہوا اور یہہ قوت حاصل نہین ہو سکتی تا وقتیکہ اسکی ضد نہ زائل ہو یعنی رق اور رق عبارت ہے اوس ضعف حکمی سے جسکی سبب سے انسان اہل قضا اور شہادت اور تصرفات مالیہ کے نہ ہو تو معلوم ہوا کہ ایک انسان مین عتق اور رق جمع نہین ہو سکتے کہ آدہا آزاد اور آدہا رقیق اور جیسا عتق اور رق کے عدم تجزی پر امام اور صاحبین کا اتفاق ہے ویسیہی ملک کے متجزی ہونے پر بھی اتفاق ہے تو اختلاف نہین مگر اعتاق کی قسمت پذیری مین ومن الغريب ما في البدائع من تجزيهما عند الامام لان الامام لو ظهر على جماعة من الكفرة وضرب الرق على انصافهم ومن على الانصاف جاز ويكون حكمه بقاء كالمعتق اور غریب روایت وہ ہے جو بدائع مین ہے کہ امام کے نزدیک عتق اور رق قسمت پذیر ہین اسواسطے کہ امام المسلمین جب غالب ہو کافرون کے کسی گروہ پر اور اونمین سے ہر شخص کے نصف نصف پر رقیت قائم رکھے اور نصف نصف پر احسان کرے یعنی آزاد کر دیوے تو یہہ جائز ہے اور ہوگا حکم ہر شخص کا بعد اس فعل کے مانند معتق البعض کے چاہے امام اونکو آزاد کر دے اور چاہے باقی کیواسطے سعی کراوے م اس روایت سے صاحب بدائع نے استدلال کیا کہ عتق اور رق امام کے نزدیک قسمت پذیر ہے حالانکہ احسان امام کا عتق نہین بلکہ اعتاق ہے خلاصہ یہہ ہے کہ قول بدائع کا غریب ہے لائق اعتماد کے نہین کہ روایات معتمدہ کے مخالف ہے لہذا فتح القدیر مین اوسکو مستبعد کہا ہے ولو اعتق نصيبه فلشريكه ست خيارات بل سبع اما ان يحرر نصيبه منجزا او مضافا والمدة كمدة الاستسعاء فتح او ما اگر ایک غلام کے دو مالک ہون اور ایک شخص نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو دوسرے شریک کو چھ بلکہ سات امر مین اختیار ہے یا اپنا حصہ فی الحال آزاد کر دے یا آزادی کی کچھ مدت مقرر کر دے مانند مدت سعی کرانیکے کذا فی فتح القدیر یعنی اعتاق کو مدت طویل کیطرف اضافت نکرے نہین تو وہ تدبیر کے مساوی ہو جاویگی بلکہ یون کہے کہ برس یا دو برس مین تو آزاد ہوگا نہایت یہہ ہے کہ جتنی مدت مین وہ محنت مزدوری کر کے اپنی نصف قیمت ادا کر سکے اوتنی مدت کیطرف اوسکی عتق کو مضاف کرے او يصالح او يكاتبه لا على الاكثر من نصف قيمته لو من النقدين ولو عجز استسعى فان امتنع آجره جبرا یا شریک صلح کرلے مال پر یا مکاتب کرے غلام کو بشرطیکہ اوسکی نصف قیمت سے بدل کتابت زیادہ نہو اگر بدل کتابت چاندی سونیکی قسم سے ہو اور غیر نقدین مین زیادتی بھی جائز ہے اور اگر غلام عاجز ہوا ادائے بدل کتابت سے تو اوسسے سعایت کراوے اگر وہ سعایت نکرے تو زبردستی اوسسے مزدوری کراوے او يدبره وتلزمه السعاية للحال فلو مات المولى فلا سعاية ان خرج من الثلث یا شریک غلام کو مدبر کرے اور مدبر کرنیسے فی الحال اوسکو سعایت لازم ہوگی اور نصف قیمت ادا کر کے آزاد ہو جاویگا سو اگر مولیٰ یعنی شریک مر گیا تو غلام پر سعایت لازم نہین اگر غلام ثلث مال سے نکلے یعنی ثلث مال سے آزاد ہو سکے او يستسعي العبد كما مر یا شریک سعایت

کرا دے غلام سے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا م سعایت بالکسر عبارت ہے اوس عمل سے جس کو معتق البعض ادا کرے اپنی ذات کیطرف سے تاکہ باقی آزاد ہو جاوے کذا فی
القاموس في الولاء لهما لانهما المعتقان اور وراثت آزاد غلام کی مسائل مذکورہ میں دونوں شریکوں کے واسطے ہوگی پس اگر شریک نے ضمان لیا یا اوسنے اپنا حصہ آزاد کیا
یا مال پر صلح کر لی یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا اوس سے سعایت کی درخواست کی ہر صورت اس آزاد غلام کی میں دونوں شریک وارث ہونگے اسواسطے کہ اوسکو آزاد کرنیوالے
بھی یہی دونوں ٹھہرے او يضمن المعتق لو موسرا وقد اعتق بلا اذنه فلو به استسعاه على المذهب یا غیر مذکور کو اختیار ہے کہ آزاد کرنیوالے سے
اپنے حصہ کا ضمان لے اگر معتق مالدار ہو بشرطیکہ بے اذن شریک کے اوس نے آزاد کیا ہو اور اگر اوس نے اجازت لیکر آزاد کیا ہو تو شریک ضمان نہ لے سکیگا غلام سے
سعایت کراویگا بنا بر ظاہر الروایت کے م درصورت اجازت ضمان کی نفی مراد ہے نہ اعتاق اور صلح اور کتابت اور تدبیر کی اسواسطے کہ یہ امور بھی برابر سعایت کے ہیں کذا
في حاشية الهندي عن البحر ويرجع بما ضمن على العبد والولاء كله له لصدور العتق كله من جهته حيث ملكه بالضمان اور آزاد کرنیوالا
پھیر لے غلام سے اوتنا مال جتنا اوس نے ضمان دیا یعنی اوسقدر مال کے واسطے سعایت کرا لے اور تمام وراثت غلام کی آزاد کرنیوالے کو ملیگی بسبب اوسکے کل عتق
اوسکی جہت سے ہوا اسواسطے کہ غلام کا پورا مالک ہو گیا ضمان دیکر وهل يجوز الجمع بين السعاية والضمان ان تعدد الشركاء نعم والا لا اور کیا جائز ہے
جمع کرنا سعایت اور ضمان میں یا جائز نہیں جواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے اگر چند شریک ہوں یعنی اگر مثلاً ایک غلام کے تین مالک ہوں اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا
تو دونوں شریکوں کو اختیار ہے کہ ایک ضمان لے اور دوسرا سعایت کرا دے اور اگر ایک ہی شریک ہو تو ضمان اور سعایت کا جمع کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیة الهندي
عن البدائع والمبسوط ومتى اختار امرا تعين الا السعاية فله الاعتاق اور جب کہ شریک نے اختیار کیا ایک امر کو خیارات سبعہ سے تو وہی امر معین ہو گیا اور تعین
ہو جاتا ہے یعنے اوسکو بدل کر دوسرا اختیار نہیں کر سکتا سوا سعایت کے اسواسطے کہ اگر شریک معتق البعض کی سعایت کو اختیار کریگا تو اوسکو آزاد کر دینے کا
اختیار ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر آزاد ہونا اور تدبیر اور صلح سعایت کو شامل ہے واللہ اعلم ولو باعه او وهبه نصيبه لم يجز لانه كمكاتب اور اگر شریک نے اپنا
حصہ آزاد کرنیوالے کے ہاتھ بیچ ڈالا یا اوسکو ہبہ کر دیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ معتق البعض مکاتب کی مانند محل تملیک نہیں ای زاد وتبارة بكونه مالكا قدر قيمة
نصيبه يوم الاعتاق سوى ملبوسه وقوت يومه والا فمعسر اور آزاد کرنیوالے کا مالدار ہونا ثابت ہوتا ہے بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہونے سے اعتاق
کے دن سوا لباس اور اوس دن کی خوراک کے یعنے اگر معتق بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہو تو ضمان دینے میں اوسکا مالدار ہونا ثابت ہے قول اصح میں کذا فی المجتبی ولو
اختلفا في قيمته ان قائما قوم للحال والا فالقول للمعتق لانكاره الزيادة وكذا لو اختلفا في يساره واعساره اور اگر معتق اور شریک نے اختلاف
کیا غلام کی قیمت میں اعتاق کے دن تو اگر غلام موجود ہو تو فی الحال اوسکی قیمت ٹھہرائی جاوے اور اگر مر گیا ہو تو معتق کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے
زیادتی قیمت کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا اور اسیطرح اگر دونوں میں اختلاف پڑے معتق کی مالداری اور مفلسی میں تو بھی معتق کا قول معتبر ہوگا ولو شهد
اى اخبر لعدم قبولها وان تعددوا والجزء منقسما بل ايهم كل من الشريكين بعتق الآخر حظه فانكر كل سعى لهما اور اگر گواہی دی ہر شریک نے
دوسرے شریک کے آزاد کرنیکی اور ہر ایک منکر ہو اپنے حصہ کے آزاد کرنیکا تو غلام سعایت کرے دونوں کے حصہ ادا کرنیکے واسطے شارح کہتا ہے شہادت بیان
بمعنی خبر دینے کے ہے اسواسطے نہ مقبول ہونے شہادت کے اگرچہ چند شریک ہوں اور دو ان میں سے دو شریک تیسرے کے اعتاق کی گواہی دیں تو بھی گواہی نہ مقبول ہوگی اسواسطے
کہ وہ اپنے واسطے منفعت کو کھینچتے ہیں یعنی چاہتے ہیں کہ اگر تیسرے پر اعتاق ثابت ہو تو ہم اپنے حصوں کا ضمان اوس سے لیں کذا فی البدائع مالم يحلفهما القاضي
فيعتق ويستسعى في حظهما اور دونوں شریکوں کیواسطے غلام سعایت کرے تا وقتیکہ قاضی نے دونوں سے قسم نہ لی ہو اور اگر قاضی نے دونوں سے قسم لی تو اوس وقت
میں غلام کو اختیار ہوگا خواہ اپنی رقیت اختیار کرے خواہ دونوں کے حصوں میں سعایت کرے م درصورت تحلیف قاضی رقیت کا اثبات خلاف تحقیق کے ہے اسواسطے کہ
فتح القدیر میں مصرح ہے کہ اگر قاضی کے پاس جانے سے پہلے باہم دونوں شریکوں نے اعتاق کو دوسرے کی طرف نسبت کیا تو اسکا حکم کچھ نہیں سوا سعایت کے اور اگر قاضی کے
پاس مقدمہ رجوع کیا اور قاضی نے دونوں سے اعتاق کا حال دریافت کیا اور دونوں نے انکار کیا اور قاضی نے دونوں کو قسم دلائی اور ہر ایک نے قسم کھائی کہ میں نے آزاد نہیں کیا تو
غلام پر رقیت نہ ثابت کیجاویگی اسواسطے کہ ہر شریک کا یہی گمان ہے کہ اوسکو شریک نے جھوٹی قسم کھائی حقیقت اوس نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو ہر ایک کا یہی اعتقاد ہوا کہ غلام استحقاق

صرف یہی ہے اسواسطے کہ متن البعض ہے پس جب اوسکا استرقاق صحیح ہوا تو ہر شریک کو سعایت کا اختیار ہوگا وکذا فی حاشیۃ المدنی من البحر ولو حلف کل واحد منہما صار معترفاً فلا استسعاء
اور اگر قاضی کے روبرو ایک شریک نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں آزاد کیا اور دوسرے شریک نے قسم سے انکار کیا تو وہ معترف ہوا اپنے اعتاق کا تو اوسکو اوسکے واسطے سعایت کا حق نہ رہا تو قسم
کھانیوالا سعایت کرائیگا ولو مات قبل ان یسعیٰ فلبیت المال بحر اور اگر غلام مرگیا قبل اس بات کے کہ دونو مالک ایک شخص کے اعتاق پر متفق ہوں تو غلام کی ولایت بیت المال
کی ہوگی نہ مالکوں کی اسواسطے کہ ہنوز کسیکا اعتاق ثابت نہیں کذا فی البحر م بعد مذہب ہے صاحبین کا نہ امام کا تو لازم تھا کہ اسکا ذکر صاحبین کے آیندہ قول میں ہوتا اور امام
کے مذہب میں اسکو ذکر کرنے سے خلط مذہبین ہوگیا مطلقاً ولو موسرین او مختلفین والولاء لہما سعایت کریگا غلام امام اعظم کے نزدیک ہر طرح اگرچہ دونوں
شریک مالدار ہوں یا مفلس یا ایک مالدار ہو اور دوسرا مفلس اسلئے کہ دونو کا حق ہے وقالا یسعیٰ للمعسرین لا للموسرین ولو مختلفاً یساراً سعیٰ للموسر
لا لصاحبہ وھو المعسر والولاء موقوف فی الکل حتی یتفقا درر کذا فی البحر والملتقی وعامۃ الکتب قلت وفی المتن خلط لا یخفی فتنبہ ثم رأیت
شیخنا الرملی نبّہ علی ذلک وکذا المص اور صاحبین نے فرمایا کہ غلام مذکور مفلس شریکوں کیواسطے سعایت کرے نہ مالداروں کیواسطے اور اگر دونو مقدور میں مختلف ہوں
یعنی ایک شریک مالدار ہو اور دوسرا مفلس تو سعایت کرے مالدار کیواسطے نہ مفلس کیواسطے اسواسطے کہ مفلس بسبب مالداری اپنے شریک کے ضمان کا طالب تھا نہ سعایت کا اور ولا
یعنی میراث غلام کی صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں موقوف رہیگی اسواسطے کہ ہر شخص اعتاق کو دوسرے پر ڈالتا ہے یہانتک کہ دونو شریک متفق ہوں ایک شخص کے
اعتاق پر تب مستحق ولایت ہوگا اور اگر قبل اتفاق شریکوں کے غلام مرگیا تو اوسکا مال بیت المال میں داخل ہوگا امام اور صاحبین کا مذہب اسیطرح مصرح ہے بحر الرائق
اور ملتقی الابحر اور شرح وقایہ اور ہدایہ اور باقی کتب فقہ میں بلکہ شارح کہتا ہے کہ متن میں خلط مذہبین ہوگیا ہے کہ مخفی نہیں سو اے ملاحظہ کرنیوالے ہوشیار رہیو پھر میں نے
اپنے استاد خیر الدین رملی کو دیکھا کہ اونہوں نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ میں اس خلط مذہبین سے اسیطرح سے آگاہ کردیا ہے م فی الحقیقت ماتن سے غلط دو
مذہبوں کا ہوگیا کہ مذہب امام میں بلا تنبیہ مذہب صاحبین کو مذکور کردیا یعنی تخالف یسار میں مالدار کے واسطے سعایت ہونا مفلس کیواسطے نہ اسلئے کہ امام کے نزدیک مطلقاً
سعایت لازم ہے اور ولا غلام کی شریکوں کو ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل از اتفاق موقوف ہے لیکن طرفہ ماجرا ہے کہ اگر ماتن سے ایک خطا ہوئی تو شارح رحمۃ اللہ علیہ
سے اسی مقام میں دو خطائیں ہوئیں اول خطا یہ کہ درصورت تحلیف قاضی کے استرقاق کو ذکر کیا حالانکہ فتح القدیر میں مذکور ہو چکا کہ اسمیں ہرگز استرقاق نہیں اور ثانی خطا یہ کہ
خلط مذہبین کا اعتراض ماتن پر کیا پھر اوسمیں آپ بھی مبتلا ہوئے یعنی بیت المال کا مسئلہ مذہب صاحبین کا اوسکو امام کے مذہب کے ساتھ کہاں میل کرکے بلا تنبیہ
مذکور کردیا انسان ہر چند اپنے فن میں کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں ولہذا ماخوذ اور معاتب نہیں ف مسئلہ ملحقہ شارح کا قال احد الشریکین
للآخر بعت منک نصیبی وان لم اکن بعتہ منک فھو حر وقال الآخر اشتریتہ وان کنت اشتریتہ منک فھو حر فالقول للمنکر الشراء
بیمینہ فان حلف ولا بینۃ للبائع عتق بلا سعایۃ لمدعی البیع بل للآخر فی حظہ بکل حال ایک غلام کے دو مالک میں سے ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا
کہ میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ بیچ ڈالا تھا قبل اسکے کہ تو اپنا حصہ آزاد کرے اور اگر میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ نہ بیچا ہو تو وہ آزاد ہے اور دوسرے شریک نے کہا کہ میں نے
تیرا حصہ نہیں خریدا اور اگر میں نے اوسکو تجھسے خرید کیا ہو تو وہ آزاد ہے تو اس صورتمیں جو شریک کہ منکر ہے خرید کا اوسیکا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے پھر اگر
اوسنے قسم کھائی عدم خرید کی اور حالانکہ بائع کے گواہ نہیں تو غلام آزاد ہوجاویگا بلا سعایت کے یعنی بائع کیواسطے اوسپر سعایت کرنا لازم نہوگا مفت آزاد ہوجاویگا
اسواسطے کہ اوسنے عتق کو عدم بیع پر معلق کیا تھا سو عدم بیع بسبب قسم کھانے مدعا علیہ کے ثابت ہوگئی بلکہ دوسرے شریک کے واسطے بقدر اوسکے حصہ کے سعایت
کریگا ہر حال میں خواہ بائع مالدار ہو خواہ مفلس وکذا لو حلفا لو البائع معسراً ولو موسراً یسعیٰ لا لاحد فی الاصح اور اسیطرح صاحبین کے نزدیک سعایت
فقط منکر شرا کی واسطے ثابت ہے اگر بائع مفلس ہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک مفلس پر ضمان نہیں اور اگر بائع مالدار ہو تو غلام کسیکے واسطے سعایت نکریگا قول اصح میں
اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک دوسرے کی توانگری کی حالت میں سعایت نہیں اور تضمین بھی نہیں اسواسطے کہ دوسرا منکر ہے ولو علق احدھما عتقہ بفعل غداً
مثلا کان دخل فلان الدار غداً فانت حر وعکس الشریک الآخر فقال ان لم یدخل فمضی الغد وجہل شرطہ ادخل ام لا عتق نصفہ وتحنث
احدھما بیقین وسعیٰ فی نصفہ لہما مطلقاً والولاء لہما اور اگر ایک شریک نے معلق کیا غلام کا عتق روز آیندہ کے کسی کام پر مثلا یوں کہا کہ اگر داخل

ہو گا زید گھر میں کل تو تو آزاد ہے اور اسکی بالعکس دوسرے شریک نے یوں کہا کہ اگر زید گھر میں داخل نہ ہو گا تو تو آزاد ہے سو کل کا دن گذر گیا اور شرط عتق کی نہ معلوم ہوئی کہ
زید گھر میں داخل ہوا یا نہیں تو غلام مشترک نصف آزاد ہو گا بسبب حانث ہونے ایک شریک کے بالیقین اور سعایت کریگا غلام اپنے نصف باقی میں دونوں شریکوں کیلئے واسطے اسکے
کہ ہر شریک یہہ کہتا ہے کہ نصف باقی میرا حصہ ہے اور دوسرے شریک کا حصہ ساقط ہو گیا اور ترجیح کسیکو نہیں لہذا نصف باقی کی سعایت دونوں شریکوں میں نصفا نصف
ہوگی مطلقا خواہ دونوں مالدار ہوں یا مفلس یا مختلف اور میراث غلام کی دونوں کے واسطے ہے ولا عتق والمسئلة بحالها والحلف على عبدين كل بواحد منهما
لا حدهما لانتفاء فحش الجهالة اور اگر بطور سابق کے تعلیق کی دو مالکوں نے ایسے دو غلاموں میں جو ہر غلام ہر مالک کا جدا مملوک ہے تو کوئی غلام نہ آزاد ہو گا بسبب
زیادتی جہالت کے یعنی مثلا زید نے کہا کہ میرا سعید غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر میں داخل ہوا اور محمود نے کہا کہ میرا مبارک غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر میں نہ داخل ہو پھر
وہ دن گذر گیا اور معلوم نہوا کہ خالد گھر میں داخل ہوا یا نہیں تو کوئی غلام نہ آزاد ہو گا نہ سعید نہ مبارک اسواسطے کہ اس مسئلہ میں بہ نسبت مسئلہ سابق کے دونی جہالت
ہوگئی غلام میں بھی اور حانث میں بھی یعنی معلوم نہیں کہ کون غلام آزاد ہوا سعید یا مبارک اور حانث بھی معلوم نہیں کہ کون ہوا زید یا محمود بخلاف مسئلہ سابقہ
کہ وہاں ایک ہی جہالت ہے یعنی حانث میں جہالت ہے معلوم نہیں کہ کون شریک حانث ہوا اور غلام میں جہالت نہیں اسواسطے کہ دونوں کا ایک ہی غلام ہے حتی
لو جمعهما المالك كان لمشتراهما من علم بحلفهما اعتق عليه احدهما وأمر بالبيان قنية یعنی اگر دونوں غلاموں کا ایک ہی شخص مالک ہو جاوے اسطرح
کہ دونوں غلاموں کو وہ شخص خرید کر لے جو دونوں مالکوں کی قسم یعنی تعلیق کو جانتا تھا تو اوسکے پاس ایک غلام آزاد ہو جاویگا اور مشتری پر بیان کا حکم کیا جاویگا یعنی
دونوں میں سے ایک غلام کو عتق کیواسطے معین کرلے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہہ کہ مسئلہ سابقہ میں بسبب تعدد مملوک اور مالک کے جہالت زائد تھی اور اب بسبب اتحاد
مالک کی جہالت کم ہو گئی اور رہی قید تعلیق عتق کی مشتری کی جانب سے نہیں تھی لیکن چونکہ مشتری دونوں مالکوں کی تعلیق کو جانتا تھا لہذا اپنے زعم پر ماخوذ ہوا و
الحالف بأن قال عبده حر إن لم يكن فلان دخل هذه الدار اليوم ثم قال امرأته طالق إن كان دخل اليوم عتق وطلقت لأنه بكل يمين يزعم
الحنث في الأخرى بخلاف ما لو كانت الأولى بالله إذ الغموس لا تدخل تحت حكم الحاكم ليكذب به والأخرى یا قسم کھانیوالا ہو ایک اسطرح پر کہ
مثلا زید نے کہا کہ اوسکا غلام آزاد ہے اگر اس گھر میں آج خالد نہ داخل ہوا ہو پھر زید نے کہا کہ اوسکی زوجہ مطلقہ ہے اگر اس گھر میں آج خالد داخل ہوا ہو تو زید کا غلام
آزاد ہو گا اور اوسکی زوجہ مطلقہ ہو گی اسواسطے کہ ہر قسم میں دوسری قسم ٹوٹنے کا گمان کرچکا یعنی پہلے یمین میں شرط طلاق کے موجود ہونیکا مقر ہوا اور دوسری یمین
میں شرط عتق کے موجود ہونیکا اقرار کیا بخلاف اسکی وہ صورت ہے اگر پہلی یمین بنام خدا ہوتی یعنی اگر یوں کہے کہ واللہ میں اس گھر میں داخل نہیں ہوا پھر یوں کہا
اگر میں اس گھر میں داخل ہوں تو میرا غلام آزاد ہے تو اسمیں نہ کفارہ لازم ہے نہ عتق ثابت ہے اسواسطے کہ اگر عدم دخول میں صادق ہے تو کفارہ نہیں اور اگر عمداً کذب
بولا ہو تو یہہ یمین غموس ہے اور یمین غموس سے دوسری یمین کی تکذیب نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ غموس حاکم کے حکم کی تحت میں داخل نہیں ہوتی تاکہ اوسکو سبب سے
دوسری یمین کی تکذیب کرسکے ملحوظ رکھنے تھا کہ یمین اولی کا غموس ہونا اتفاقی قید ہے اگر دوسری یمین بھی غموس ہوگی تو بھی یہی حکم ہے چنانچہ اس مسئلہ کا ذکر
کتاب الطلاق میں ہو چکا کذا فی حاشیۃ الدر ومن ملك قريبه بسبب مع رجل آخر عتق حظه بلا ضمان علم الشريك بقرابته أو لا على الظاهر لأن
الحكم يدار على السبب اور جو شخص کہ مالک ہو دوسرے شخص کے ساتھ اپنے قریب محرم کا کسی سبب سے خواہ سبب ملکیت خرید ہو یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت یا بدل مہر یا میراث تو
آزاد ہو گا حصہ قرابت والیکا بدون ضمان کے شریک کو اوسکی قرابت معلوم ہو یا نہو بنا بر ظاہر الروایت کی اسواسطے کہ حکم کا مدار سبب پر ہے یعنی ضمان کا سبب تعدی ہے
سو یہاں موجود نہیں اسواسطے کہ اعتاق قریب محرم کا امر اختیاری نہیں ولشريكه أن يعتق أو يستسعي اور اوسکے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ آزاد کرے یا
اوس سے سعایت کراوے أما لو ملك مستولدته بالنكاح مع آخر فيضمن حظ شريكه لكونه ضمان تملك اور اگر اپنی مستولدہ منکوحہ کا مالک ہوگا دوسرے
شخص کے ساتھ یعنی غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا پھر اوسکو خرید کیا دوسرے شخص کے ساتھ شریک ہو کر تو اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہو گا اسواسطے
کہ یہہ ضمان ہر مالک ہونیکا وإن اشترى نصفه أجنبي ثم القريب باقيه فله أن يضمن المشتري موسرا أو يستسعي العبد هذا كا ساقطة
من كلام الشرح اور اگر خرید کیا نصف غلام کو اجنبی نے پھر باقی کو غلام کی قرابت والے نے مول لیا تو اجنبی کو اختیار ہو جاویگا مشتری قریب سے ضمان لے اگر وہ متمول

ہو۔ جا ہے غلام سے سعایت کراوے یہ مسئلہ متن کے نسخہ میں نہیں منقول ہے اور شرح مصنف کے نسخوں میں ہے بالظاہر و ان اشتری نصف قریبہ ممن یملکہ کلہ لا یضمن لبائعہ مطلقا لمشارکتہ فی العلۃ اور اگر خرید کیا اپنے قریب وارث کے نصف کو اوس شخص سے جو اوسکا پورا مالک ہے تو قریب بائع کو ضمان نہ دیگا مطلقا خواہ مالدار ہو خواہ مفلس بسبب شریک کر لینے بائع کے علت میں یعنی ملک مشتری میں دخول مبیع کی علت ایجاب اور قبول ہے سواوس میں بائع نے مشتری کو اپنا شریک کر لیا وقید بملکہ لانہ لو اشتراہ ممن احد الشریکین لزمہ الضمان اجماعا للشریک الذی لم یبع لو المشتری موسرا اور عدم ضمان مشتری میں مصنف نے بائع میں پوری ملک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اپنے قریب کو ایک شریک سے خرید کریگا تو اوسپر ضمان دینا لازم ہوگا باتفاق امام اور صاحبین اوسکے دوسرے شریک کیواسطے جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا اسواسطے کہ شریک ثانی نے مشتری کو بیع میں اپنا شریک نہیں کر لیا ضمان مشتری پر اوسوقت لازم ہوگا جبکہ وہ مالدار ہو اور اگر مشتری مفلس ہو تو شریک غلام سے سعایت کراویگا کذا فی العالمگیریۃ عبد بین ثلثۃ دبرہ واحد و بعدہ اعتقہ آخر وہما موسران ضمن الساکت الذی لم یدبر و لم یحرر مدبرہ ان شاء ثلث قیمتہ قنا و رجع بہا علی المعتق لا معتقہ لان التدبیر ضمان معاوضۃ و ہو الاصل ایک غلام ہے جسکو تین مالک میں اون میں ایک مالک نے اوس غلام کو مدبر کیا اور بعد اوسکو دوسرے مالک نے اوسکو آزاد کر دیا اور وہ دونو مالک مالدار ہیں تو تیسرا ساکت مالک جسنے نہ مدبر کیا نہ آزاد کیا اگر چاہے تو مدبر کرنیوالے سے خالص غلام کی تہائی قیمت کا ضمان لے اور مدبر کرنیوالا اوسقدر غلام سے بدلے ضمان لے تیسرا مالک آزاد کرنیوالے سے اسواسطے کہ مدبر کرنا ضمان معاوضہ کا اور ضمان معاوضہ کا یہی اصل ہے ضمان میں خلاصہ یہہ ہے کہ شریک اول کے مدبر کرنے سے دونو شریکون کے حصون میں نقصان واقع ہوگیا تو ہر ایک کو اپنے حصہ میں تدبیر اور کتابت اور ضمان اور سعایت عبد کا اختیار تھا جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو فقط تیسرے شریک کا حصہ باقی رہا تو اب تیسرے شریک کیواسطے دو طرف ضمان متوجہ ہوا ایک ضمان تدبیر اور دوسرا ضمان اعتاق لیکن چونکہ ضمان تدبیر ضمان معاوضہ ہے یعنی مالک ہو نیکا ضمان ہے اور ضمان اعتاق ضمان اتلاف ہے اسواسطے کہ غلام مدبر کا اجارہ اور رہن اور استخدام درست ہے اور اعتاق میں یہہ امور جائز نہیں لہذا شریک ثالث کو مدبر کرنیوالے سے ضمان لینا متعین ہوگیا نہ آزاد کرنیوالے سے کذا فی حاشیۃ الدنی و ضمن المدبر المعتق ثلثہ مدبرا لا ما ضمنہ المدبر من ثلثہ قنا لنقصہ بالتدبیر اور ضمان لے مدبر کرنیوالا غلام کے آزاد کرنیوالے سے تہائی قیمت مدبر کی نہ ضمان لے مدبر کرنیوالا اوسقدر جسقدر آپ ضامن ہوا ہے یعنی خالص غلام کی تہائی بسبب ناقص ہوجانے غلام کے اسکو مدبر کرنے سے و سیجئی ان قیمۃ المدبر ثلثا قیمتہ قنا اور باب التدبیر میں آویگا کہ غلام خالص کی قیمت سے مدبر غلام کی قیمت تہائی کم ہوتی ہے اسواسطے کہ منافع مملوک کی تین قسمیں ہیں ایک وطی کرنا دوسرے خدمت لینا اور تیسرے بیع کرنا اور مدبر کر دینے سے بیع کا فائدہ فوت ہوجاتا ہے لہذا مدبر کی قیمت ثلث کم ہوگئی مثلا اگر غلام خالص کی قیمت ستائیس درم ہون تو شریک ثالث مدبر کرنیوالے سے نو درم ضمان لیگا اور مدبر کرنیوالا آزاد کرنیوالے سے چھ درم ضمان لیگا اسواسطے کہ مدبر کی قیمت تہائی کم ہوکر اٹھارہ درم ہوگئے اور اٹھارہ کا ثلث چھ ہے والولاء بین المعتق والمدبر اثلاثا ثلثاہ للمدبر و ما بقی للمعتق لعتقہ ہکذا علی ملکہما اور میراث غلام مذکور کی آزاد کرنیوالے اور مدبر کرنیوالے میں تین تہائی ہوگی دو تہائیاں مدبر کرنیوالے کی اور ایک تہائی آزاد کرنیوالے کی ہو اسواسطے آزاد ہونے غلام کے اسیطرح اون دونو کی ملک پر آزاد کرنیوالا ایک تہائی کا مالک تھا تو میراث بھی اوسنے ایک تہائی پائی اور مدبر کرنیوالا دو تہائی کا مالک تھا ایک تہائی کا تو خود مالک تھا اور دوسری تہائی کا ضمان دیکر مالک ہوا لہذا دو تہائی میراث کی پاویگا ولو قال ہی ام ولد لشریکی و انکر شریکہ و لا بینۃ تخدمہ یوما و تتوقف بلا خدمۃ یوما عملا باقرارہ اور اگر لونڈی ہو کے ایک مالک نے کہا کہ یہہ لونڈی میرے شریک کی ام ولد ہے اور اوسکے شریک نے انکار کیا کہ یہہ میری ام ولد نہیں اور گواہ اس کے نہیں تو یہہ لونڈی شریک منکر کی ایک دن خدمت کریگی اور ایکدن کسیکی خدمت نکریگی اوسکے اقرار پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ جب اوسکی ام ولد ہونیکا قائل ہوا تو اپنے اوسپر حق کا ساقط ہوا لہذا اپنے اقرار پر ماخوذ ہوا اور شریک منکر کا یہہ گمان ہے کہ لونڈی ویسی ہی ہے جیسی کہ پہلے تھی تو نصف لونڈی میں اوسکا حق موجود ہے و نفقتہا فی کسبہا والا فعلی المنکر اور نفقہ لونڈی کا اوسکی محنت مزدوری میں ہے اور اگر کسب نکر سکے تو شریک منکر پر اوسکا پورا نفقہ ہے کذا فی المختلف باب محمد اور دوسرا قول یہہ ہے کہ نصف نفقہ منکر پر ہے اسواسطے کہ وہ نصف کا مالک ہے فتح القدیر میں کہا کہ یہی قول الیق بقول امام ہے کذا فی حاشیۃ الدنی و اما جنایتہا فتوقف اور جنایت لونڈی کی موقوف رہیگی تاوقتیکہ ایک شریک دوسرے کی تصدیق کرے ہم لونڈی کی نصف میراث اور اوسکا نصف کسب منکر کا ہوگا اور اگر منکر مرجاوے تو

امام اعظم کے نزدیک وہ آزاد ہوگی اور بقدر حصہ شریک کے اوسکو وارثون کیواسطے سعایت کریگی کذا فی العالمگیریہ ولاقیمۃ لام الولد اور کچہ قیمت نہین ام ولد کی امام کے نزدیک اسواسطے کہ ابن ماجہ اور دارقطنی اور حاکم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ ابراہیم کی ما یعنی ماریہ قبطیہ کا ذکر ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو حضرت نے فرمایا کہ اوسکو اوسکے لڑکے نے آزاد کردیا تو یہہ حدیث مقتضی ہے حریت اور زوال قیمت کی لیکن حریت مین دوسری حدیث سے معارضہ ثابت ہوا ابن ماجہ اور حاکم نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس لونڈی کے اولاد پیدا ہوا مالک سے وہ بعد موت مالک کے آزاد ہے تو زوال تقوم بلا معارض باقی رہا کذا فی حاشیۃ الہدی الا لضرورۃ اسلام ام ولد النصرانی وقوماھا بثلث قیمتھا قنۃ ام ولد کی کچہ قیمت نہین مگر ام ولد نصرانی کی اسلام کی بضرورت یعنی اگر نصرانی کی ام ولد اسلام قبول کرے تو البتہ اس ضرورت سے بقدر اپنی قیمت کے اوسپر سعایت لازم ہوگی اسواسطے کہ مسلمان ہوکر کافر کی مملوک نہین رہ سکتی اور مالک کی ملک صحیح باطل بھی نہین ہوسکتی لہذا مانند مکاتبہ کے اوسکی قیمت پر سعایت لازم آویگی اور صاحبین نے ام ولد کی قیمت بقدر ثلث قیمت لونڈی کے ٹھہرائی ہے فلا یضمن غنیٌ اعتقہا مشترکۃ بان ولدت فادعیاہ وصارت ام ولد لہما فاعتقہا احدہما لم یضمن وکذا لو ولدت فادعاہ احدہما یثبت نسبہ ولا ضمان ولا سعایۃ خلافا لہما پہر جب ام ولد کی کچہ قیمت نہوئی تو ضمان نہ دیگا وہ مالدار جسنے مشترک ام ولد کو آزاد کردیا اسطرح پر کہ مشترک لونڈی ایک ولد جنی ہو دونو مالکون نے اوسکو نسب کا دعوی کیا اور وہ دونو کی ام ولد ہوگئی پہر ایک مالک نے اوسکو آزاد کردیا تو دوسرے مالک کو آزاد کرنیوالا ضمان نہ دیگا اور اسیطرح مشترک لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا اور ایک مالک نے اوسکا دعوی کیا تو اوسکا نسب ثابت ہوگا اور مدعی نسب پر ضمان دینا لازم نہوگا اور نہ لونڈی پر یا اوسکے ولد پر سعایت لازم ہوگی اسلئے کہ امام کے نزدیک ام ولد کی قیمت ہی نہین جو ضمان اور سعایت اوسپر متفرع ہو بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اگر مدعی نسب مالدار ہے تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر مفلس ہے تو ولد پر سعایت لازم ہوگی وانما تضمن بالجنایۃ اجماعا فلو قرّبہا الی السبع فافترسہا ضمن لانہ ضمان جنایۃ لا ضمان غصب ولذا یضمن الصبی الحر تسبیبا زیلعی اور البتہ ام ولد کا ضمان دیا جاویگا بسبب جنایت کے باتفاق امام اور صاحبین کے تو اگر ایک مالک نے ام ولد کو مثلا شیر کے پاس کردیا اور شیر نے اوسکو پہاڑ ڈالا تو یہہ شخص ضمان دیگا دوسرے مالک کو اسلئے کہ یہہ جنایت کا ضمان ہے نہ غصب کا ضمان اور ضمان جنایت تقوم پر موقوف نہین بخلاف ضمان غصب کے اور اسیواسطے صغیر حر کا ضمان دیا جاتا ہے مانند اسکے کذا فی الزیلعی یعنی اگر صغیر حر کو کوئی تلف کرے اور ڈالدے تو اوسپر ضمان جنایت لازم آویگا اور حالانکہ حر لائق قیمت کے نہین ولو قال لعبدین عندہ من ثلثۃ اعبد لہ احدکما حر فخرج واحد ودخل اخر فاعاد قولہ احدکما حر فمادام حیا یؤمر بالبیان ایک شخص کے تین غلام ہین سعید اور مرجان اور فیروز سو اوسنے اگر مثلا سعید اور مرجان دو حاضر غلامون سے کہا کہ تم مین ایک آزاد ہے پہر ایک غلام مثلا سعید باہر گیا اور تیسرا غلام آیا یعنی فیروز تب مالک نے وہی پہلا قول دوبارہ کہا کہ ایک تم مین آزاد ہے سو تا وقتیکہ مالک زندہ ہے تو اوسپر بیان کرنیکا حکم کیا جاویگا یعنی اگر غلام قاضی سے نالش کرینگے تو قاضی بجبر مالک پر حکم کریگا کہ بیان کردے کہ قول اول اور ثانی مین کس کس غلام کو تونے آزاد کیا ہے جس جس کو مالک بیان کریگا وہی آزاد ہوگا وان مات بلا بیان عتق ممن ثبت ثلثۃ ارباعہ نصفہ بالاول ونصف نصفہ بالثانی اور اگر مالک بلا بیان مرگیا تو جو غلام کہ دونو قول مین ٹھہرا رہا یعنی مرجان سے تین ربع یعنی پون آزاد ہوگا نصف تو ایجاب اول سے آزاد ہوگا اور نصف النصف یعنی چوتھائی ایجاب ثانی سے آزاد ہوگا مع تفصیل اس اجمال کی یون ہے کہ جب مالک نے سعید اور مرجان سے کہا کہ تم دو مین ایک آزاد ہے اور تعیین کسیکی مالک کے قول سے ثابت نہوئی تو ایجاب اول سعید اور مرجان مین دائر ہوا لہذا نصفا نصف ہوگیا آدہا سعید آزاد ہوا اور آدہا مرجان پہر جب سعید باہر گیا اور فیروز داخل ہوا پہر مالک نے وہی کہا کہ ایک تم مین آزاد ہے تو یہہ ایجاب ثانی بھی داخل اور ثابت ہین یعنی مرجان اور فیروز مین دائر ہوا تو یہہ بھی دونو مین نصفا نصف ہوگیا نصف مرجان کو اور نصف فیروز کو سو جو نصف کہ مرجان کو پہونچا وہ بالکل مرجان مین شائع ہوا اور پہیل گیا اور چونکہ نصف مرجان کا ایجاب اول سے آزاد ہوچکا تہا اور نصف فارغ غیر آزاد تہا تو جسقدر نصف آزاد کو پہونچا وہ تو لغو اور بیفائدہ ہوگیا اور جتنا فارغ کو پہونچا وہ باقی رہا یعنی چوتھائی اسواسطے کہ نصف کو جو حصہ پہونچا تو ربع ہوتا ہے تو اس تفصیل سے صاف معلوم ہوگیا کہ مرجان سے تین ربع آزاد ہوگئے دو ربع ایجاب اول سے اور ایک ربع ایجاب ثانی سے کذا فی الدر وعامۃ الکتب وعتق من کل من خیرہم نصفہ اور سوا مرجان کے ہر ایک غلام خارج اور داخل سے نصف نصف آزاد ہوا ایجاب اول سے سعید نصف آزاد ہوا اور

ایجاب ثانی سے فیروز نصف آزاد ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اور محمد کے نزدیک غلام داخل سے یعنی فیروز سے فقط چہارم آزاد ہوا اسواسطے کہ ایجاب ثانی سے حیثیت غلام
یعنی مرجان چہارم آزاد ہوا ویسے فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ صاحبین کے نزدیک عتق تو قسمت پذیر نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں صاحبین تجزے
عتق کے قائل ہیں نہ اسکی سوا اور مسائل میں اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں بیان کیا لثبوته بطریق التوزیع والضرورة فلا یتعدی یعنی ثبوت تجزی عتق کا
اس مسئلہ میں بطور تقسیم اور ضرورت کے ہو گیا ہے تو سوا اس محل ضرورت کے اور مسائل میں متعدی اور متجاوز نہوگا یعنی ایک غلام کا عتق بسبب ضرورت عدم تعیین کے دو میں
منقسم ہو گیا تو سوا اسی محل کے اور محل میں متجاوز نہیں ہو سکتا کذا فی حاشیۃ الدرر شرح الکارم عن المختصر وان صدر ذلک المذکور منه فی مرضه وضاق
الثلث عنهم ولم یجز الورثة وقیمتهم سواء قسم الثلث بینهم کما مر بان جعل کل عبد سبعة اسهم کسهام العتق لاحتیاجنا الی مخرج له نصف
وربع واقله اربعة فتعول لسبعة هی ثلث المال اور اگر یہی دونو قول مذکور صادر ہوں مالک سے اوسکی بیماری میں اور بلا بیان وہ مرگیا اور ثلث مال سے غلام آزاد
نہو سکیں اسلئے کہ سوا ان تین غلاموں کے کچھ اور ترکہ میت کا نہیں اور وارث میت کے اسقدر آزاد ہونیکو جائز نہیں رکھتے اور حالانکہ قیمت تینوں غلاموں کی برابر ہو تو اس
صورت مخصوص میں بحساب سابق مذکور کے ثلث مال ان تینوں غلاموں میں منقسم کیا جاویگا اسطرح پر کہ ہر غلام کے سات سہم قرار دیئے جاویں مانند سہام عتق کے
چنانچہ اسکی تفصیل مذکور ہو چکی کہ تین سہم مرجان کے اور دو سہم سعید کے اور دو سہم فیروز کے آزاد ہوئی تھی۔ تین ربع ایک کے اور نصف نصف دو کے ہر غلام کے سات سہم اسواسطے
مقرر ہوئے کہ اس تقسیم میں ہمکو احتیاج ہوئی اوس مخرج کی جسمیں نصف اور ربع ہو اور اسکا اقل مخرج چار ہیں اسواسطے کہ نصف چار کا دو ہیں اور ربع ایک اور چونکہ چار
میں گنجایش سات سہم کی نہیں لہذا چار کو زیادہ کرکے سات قرار دیا اور یہی سات سہم ثلث مال سے میت کا اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہے لہذا ثلث میں
جاری ہوا اگر کوئی کہے کہ اہل فرائض نے تصریح کر دی ہے کہ چار کی زیادتی سات تک نہیں ہوتی اوسکا جواب یہہ ہے کہ چونکہ فرائض میں اجتماع دو نصف اور ربع کا نہیں ہوتا
لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل نہوئے تو اس سے یہہ لازم نہیں آتا ہے کہ فرائض کے سوا اور کہیں بھی جائز نہیں اسیطرح مصرح کیا ہے شراح کلام اہل فرائض
نے کذا فی الدر وعتق ممن ثبت ثلثة من سبعة وسعی فی اربعة وعتق من کل غیره سهمان وسعی فی خمسة فبلغ سهام السعایة اربعة
عشر وسهام الوصایا سبعة لنفاذها من الثلث اور اوس غلام سے جو ثابت رہا دونو ایجاب میں یعنی مرجان کے تین سہم آزاد ہوئے سات سہم میں سے اور سعایت
کرے چار سہم میں اور ثابت کے سوا ہر ایک غلام سے دو سہام آزاد ہوئے یعنی سعید کے دو سہم آزاد ہوئے تو باقی پانچ سہم میں وہ سعایت کرے اور فیروز کے بھی دو سہم
آزاد ہوئے تو وہ بھی باقی پانچ سہم میں کوشش کرے تو سعایت کے سہام تینوں غلاموں میں چودہ ہوئے اور وصیت یعنی عتق کے سہام سات ہوئے بسبب جاری ہونے
وصیت کے کل مال کی تہائی سے تو کل مال میت کا اکیس سہام ہوئے اونمیں سے ثلث آزاد ہوئے یعنی سات باقی رہے دو ثلث یعنی چودہ وان طلق نسوته الثلث کذلک
ومهرهن سواء اور اسیطرح طلاق دی ایک زوج نے اپنی تین عورتوں کو اسیطرح یعنی ایک شخص کے تین عورتیں ہیں سو ایکدن اوسکی پاس دو عورتیں حاضر تھیں اوسنے
کہا کہ تم دو میں سے ایک مطلقہ ہے پھر ایک اونمیں سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اوسنے دوبارہ کہا کہ تم دو میں سے ایک مطلقہ ہے اور حالانکہ مہر انکے تینوں کے برابر ہیں مہر
کا برابر ہونا کچھ ضرور نہیں شارح نے یہہ قید باتباع صاحب درر کے زیادہ کی اسواسطے کہ حکم مسئلہ کا درصورت تفاوت مہر کے بھی یکساں ہے بلا تفاوت کذا فی حاشیة
الدر فی من المفتی ای سرو قبل وطی لیفید البینونة طلاق دی قبل وطی کی اسواسطے قید قبل وطی کی لگائی تا کہ ایجاب اول مفید ہو جدائی کا اسلیئے کہ زوجہ غیر
مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جاتی ہے تو جس عورت کو ایجاب اول پہنچا وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نرہی تو اس امر میں طلاق عتق کی مانند ہو گئی کذا فی شرح النقایة
والسید هم اس مسئلہ مفروضہ میں تین طرح کے احکام ہیں ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہہ سب احکام اوس صورت میں مبنی ہیں جب کہ
زوج بعد طلاق مبہم دیکر بلا بیان مرگیا اور اگر زوج بیان کر دیگا کہ طلاق سے فلانی عورت مراد تھی تو وہ عورت بائنہ ہو جاویگی بلا عدت اور نصف مہر اپنا لیگی اور
دوسری عورت کہ بوقت خطاب تھی وہ نکاح میں ثابت رہیگی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مرجاویگا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاویگی اور عدت
وفات اوسپر لازم ہوگی کما لا یخفی سقط ربع مهر من خرجت وثلثة اثمان من ثبتت وثمن من دخلت لان بالایجاب الاول سقط نصف
مهر الواحدة منصفا بین الخارجة والثابتة فسقط ربع کل ثم بالایجاب الثانی سقط الربع منصفا بین الثابتة والداخلة تو ساقط ہوگا

زوجہ خارجہ کا چہارم مہر اور زوجہ ثابتہ کے مہر سے نصف ہشتم حصہ ساقط ہو گئے اور زوجہ داخلہ کا ہشتم حصہ مہر کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط ہو کر خارجہ اور ثابتہ میں نصفا نصف ہو گیا تو ہر زوجہ کا چوتھائی مہر ساقط ہو گیا پھر ایجاب ثانی سے چہارم مہر ساقط ہو کر ثابتہ اور داخلہ میں آدھوں آدھ ہو گیا پھر ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر اسواسطے ساقط ہوا کہ زوج نے طلاق نہیں دی مگر ایک عورت کو اور طلاق قبل دخول میں نصف مہر ساقط ہوتا ہے اور چونکہ طلاق ایک عورت پر مخصوص نہیں لہذا سقوط نصف مہر کا دو ترمین برابر منقسم ہو گیا تو خارجہ کا بھی چہارم ساقط ہوا اور ثابتہ کا بھی چہارم ساقط ہوا بعد اسکے ایجاب ثانی میں بھی تردد واقع ہوا کہ ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی یا ثابتہ تو اگر واقع میں ثابتہ مطلقہ ہوئی تو ایجاب ثانی کا حکم ثابتہ پر باطل ہے اسواسطے کہ طلاق مانند عتاق کے متجزی نہیں ہوتی کہ کچھ ثابتہ مطلقہ اور کچھ خارجہ اور اگر ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی تو اس تقدیر میں ایجاب ثانی دائر ہوگا ثابتہ اور داخلہ میں برابر تو بسبب اس تردد کے ایجاب ثانی میں ربع مہر ساقط ہوا اور ربع دو تو میں نصفا نصف ہو گیا ثابتہ کا بھی آٹھواں حصہ مہر کا ساقط ہوا اور داخلہ کا بھی بعضے علما نے کہا کہ یہہ محمد کا قول ہے اور بعضوں نے کہا شیخین کا قول بھی ہے لیکن امام محمد کا فقط قول ہے تو ظاہر ہے اور اگر شیخین کا بھی قول ہے تو عتق اور طلاق میں فرق مذکور کے بیان کرنیکی البتہ حاجت ہے کذا فی الہدایہ وشرح الوقایہ وحواشیہا ملخصا واما المیراث فلہن من ربع وثمن فللداخلۃ نصفہ لانہ لا یزاحمہا الا الثابتۃ والنصف الاٰخر بین الخارجۃ والثابتۃ نصفان لعدم المرجح اور زوجات ثلثہ کی میراث خواہ ربع ہو خواہ ثمن داخلہ کو تو نصف میراث ہے اگر زوج کے اولاد نہیں تو نصف ربع ہے اور اگر اولاد ہے تو نصف ثمن ہے اسواسطے کہ داخلہ کے ساتھ کوئی زوجہ شریک نہیں مگر ثابتہ اور نصف ثانی خارجہ اور ثابتہ میں نصفا نصف ہے اسلئے کہ کوئی مرجح نہیں ایک کا دوسرے پر تو زوجیت کی میراث نصف داخلہ کی اور ربع خارجہ کی اور ربع ثابتہ کی وعلی کل منہن عدۃ الوفات احتیاطا لا الطلاق لعدم الدخول اور ہر زوجہ پر انمیں زوجات ثلثہ سے عدت وفات کی لازم ہوگی بنا بر احتیاط کے نہ عدت طلاق کی بسبب عدم وطی کے عدت وفات میں احتیاط ہے بسبب احتمال منکوحہ ہونیکے کذا فی الکافی والوطی والموت بیان فی طلاق بائن مبہم کقولہ لامرأتیہ احدٰکما بائن فوطی احدٰہما او ماتت کان بیانا للاخری قیل وکذا التقبیل فی الطلاق اور وطی اور موت زوجہ بیان ہے طلاق بائن مبہم میں چنانچہ یوں کہنا زوج کا اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم میں سے بائن ہے پھر زوج نے ایک زوجہ کی وطی کی تو ظاہر ہو گیا کہ زوج کے نزدیک طلاق مبہم سے زوجہ ثانیہ مراد تھی اگر موطوءہ مطلقہ ہوتی تو اس سے وطی نکرتا یا بعد طلاق مبہم کے ایک زوجہ مر گئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی اسلئے کہ مردہ محل طلاق نہیں بعض علما نے کہا اور اسیطرح تقبیل کا بھی حکم ہے یہہ کرخی کا قول زیادات کے مخالف ہے یعنی اگر بعد طلاق بائن مبہم کے ایک زوجہ کا بوسہ لیگا تو معلوم ہوگا کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ تھی اور طلاق بیان نہیں ہوتی یعنی اگر دو عورتوں سے کہا ایک تم میں بائن ہے پھر ایک زوجہ کو معین کر کے طلاق دی تو یہہ طلاق ثانی مبہم کا بیان نہوگی یعنی دوسری زوجہ مطلقہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد عدت میں دوسری طلاق بھی واقع ہو سکتی ہے تو جائز ہے کہ جسکو اول طلاق بائن ہوئی تھی اوسیکو دوسری طلاق بھی ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وہل التہدید بالطلاق کالطلاق والعرض علی البیع کالبیع لم اره شارح کہتا ہے طلاق کی دھمکی طلاق کی مانند اور بیع کیواسطے پیش کرنا بیع کی مانند ہے بیان میں یا نہیں میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا اور جب طلاق بیان نہوئی تو بھلا دھمکی طلاق کیونکر بیان ہوگی اور عرض علی البیع کو شارح نے مانند بیع کے کسی کتاب میں نہیں دیکھا الحمد للہ کہ مترجم نے اختیار شرح مختار میں مصرح دیکھا کہ عرض بھی مانند بیع کے بیان ہے عتق مبہم کا چنانچہ اسکی بلفظ عبارت یہہ ہے ولو قال لعبدیہ احدکما حر ثم ساوم باحدہما او عرضہ علی البیع عتق الاٰخر لانہ بالعرض قصد وصول الثمن وانہ ینافی الحریۃ اور ملتقی الابحر میں یوں ہے والبیع بیان فی العتق المبہم وکذا العرض علی البیع باوجود یکہ شارح ملتقی پر شرح لکھ چکا ہے در مختار سے پہلے پھر بھی یہہ مسئلہ یاد نہ رہا انسان کتنا ہی بڑا کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں معاذ اللہ یہہ شارح علامہ پر طعن نہیں ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک غرض اس بیان سے عجز بشریت کا بیان ہے کبیع ولو فاسدا او موقوفا ولو بقبل العبد نفسہ وتحریر ولو معلقا وتدبیر ولو مقیدا واستیلاد وکذا کل تصرف لا یصح الا فی الملک ککتابۃ واجارۃ وابصاء وتزویج ورہن وہبۃ وصدقۃ ولو غیر مسلمتین ابن الکمال لان المساومۃ بیان فہذہ اولی بلا قبض بدایہ چنانچہ بیع کرنا ایک غلام کا عتق مبہم کا

۵۱ اور اگر الخ یعنی دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے اور دونوں میں سے ایک کو بیچ ڈالا یا بیع کیواسطے پیش کیا تو دوسرا آزاد ہوگا اسلئے کہ بیع پیش کرنے سے ارادہ ثمن کا ہے اور یہہ منافی حریت کے ہے ۱۲

۵۲ اور بیع بیان ہے عتق مبہم میں اور اسیطرح بیع کیواسطے پیش کرنا ۱۲

بیان ہے اگرچہ بیع فاسد ہی اور مرجانا ایک غلام کا اگرچہ غلام نے اپنی ذات کو آپ قتل کیا ہو اور آزاد کرنا ایک غلام کا اگرچہ اعتاق معلق ہوا ور مدبر کرنا ایک غلام کا اگرچہ تدبیر مقید ہو چنانچہ تدبیر مطلق اور مقید کا بیان باب التدبیر مین آویگا اور استیلاد یعنی دعوی ولد کا کرنا اور اسیطرح عتق مبہم کا بیان ہے وہ تصرف جو صحیح نہین ہوتا مگر ملک مین جیسے مکاتب کرنا یا اجارہ یا وصیت کرنا یا مملوک کا نکاح کر دینا یا گرو رکھنا اور اسیطرح ہبہ کرنا اور خیرات مین دینا اگرچہ ہبہ اور خیرات بلا قبض ہو یہہ قول ہے ابن کمال کا اسواسطے کہ فقط قیمت ٹھہرانا بلا التسلیم جب کہ بیان ہوتا ہے عتق مبہم کا تو ہبہ اور صدقہ بلا قبض اولی ہے بیان ہونے مین کذا فی المبدائع اسواسطے کہ ہبہ اور صدقہ بلا قبض مین ایجاب اور قبول ہوتا ہے بخلاف قیمت ٹھہرانیکے فی حق عتق مبہم کقوله احدکما حر ففعل ما ذکر تعین الاخر امور مذکورہ عتق مبہم کے حق مین بیان ہین چنانچہ مالک نے اپنے دو غلامون سے یا دو لونڈیون سے کہا کہ ایک تم مین آزاد ہے تو یہہ عتق مبہم ہے معلوم نہین کہ کسکی آزادی مراد ہے پہر امور مذکورہ مین سے کوئی امر کیا یعنی دو غلامون مین ایک کو بیع کر ڈالا یا ایک غلام مرگیا یا ایک کو آزاد کیا معین کرکے یا مدبر کیا یا ایک لونڈی کے ولد کو اپنا بیٹا کہا یا ایک غلام کو مکاتب کیا یا اجارہ مین دیا یا ایک غلام کے استخدام کی کسی کے واسطے وصیت کی یا ایکا نکاح کر دیا یا گرو رکھا یا ایک غلام کسی کو ہبہ کر دیا یا خیرات مین دیا تو ان افعال سے دوسرے غلام کا عتق متعین اور مصرح ہوگیا ابہام رفع ہوا اسواسطے کہ تصرف مالکانہ قرینہ ہے کہ عتق اوسکا مالک کو مقصود نہ تہا بلکہ دوسرے غلام کی آزادی مراد تھی ولو قیل له ایهما نویت فقال لم اعنِ هذا عتق الاخر فان قال لم اعن هذا عتق الاول ایضا وکذا الطلاق بخلاف الاقرار اختیار اور اگر مالک نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ ایک تم مین سے آزاد ہے اور کسی نے مالک سے پوچہا کہ کس غلام کے آزاد کرنیکا تونے ارادہ کیا سو مالک نے کہا ایک کی طرف اشارہ کرکے کہ اسکو مین نے نہین آزاد کیا تو دوسرا آزاد ہوگا اسواسطے کہ ایک کی نفی کرنیسے دوسرا متعین ہوگیا پہر بعد اسکے دوسرے غلام کیطرف جسکا عتق متعین ہوگیا اشارہ کرکے کہا کہ اسکی آزادی کا بہی نے ارادہ نہین کیا تو اول غلام بہی آزاد ہوجاویگا یعنی دونو غلام آزاد ہوجاوینگے نفی اول سے دوسرا غلام آزاد ہوا اور نفی ثانی سے پہلا غلام آزاد ہوا اور یہی حکم ہے طلاق مبہم مین یعنی زوج نے اپنی دو عورتون سے کہا کہ ایک تم مین مطلقہ ہے پہر کسی نے پوچہا کہ کسکو تونے ارادہ کیا سو زوج نے کہا کہ اسکو مین نے ارادہ نہین کیا تو دوسری عورت مطلقہ ہوگی پہر اگر دوسری عورت کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ اسکو بہی مین نے ارادہ نہین کیا تو دونو مطلقہ ہونگی بخلاف اقرار مبہم کے کہ اوسمین ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین نہین ہوتی چنانچہ اگر یون کہا کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کے ہزار درم مجہپر ہین سو اگر کسی نے پوچہا کہ کون مراد ہے اور مقر نے ایک کی نفی کی تو دوسرے شخص کے واسطے کچہہ واجب نہوگا وجہ فرق کی یہہ ہے کہ طلاق اور عتاق مین ایک شخص پر تعیین واجب ہے تو جب ایک کی نفی کی تو دوسرا متعین ہوگا بنا بر ضرورت اقامت واجب کے بخلاف اقرار کے کہ اوسکی تعیین مقر پر واجب نہین اسواسطے کہ اقرار مجہول سے مقر پر کچہہ لازم نہین آتا کہ جبرا اوسپر جائز ہو تو اقرار مین ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین بہی نہوگی کذا فی الاختیار شرح المختار ولو جنی احدهما تعین الجانی وعلیه الدیة دفعا للضرر ولوالجیه اور اگر ایک غلام نے جنایت کی یعنی کسیکو مار ڈالا تو مارنیوالا غلام متعین ہوجاویگا واسطے عتق کے اور اوسی پر خون بہا دینا لازم ہوگا واسطے دفع ضرر مولی کے کذا فی الولوالجیہ یعنی غلام قاتل کی آزادی اسواسطے متعین ہوگئی تاکہ مولی کا ضرر نہو قاتل ہی پر خون بہا دینا لازم ہوگا اور اگر غلام غیر قاتل کو آزاد قرار دیجیو تو قاتل کیطرف سے خون بہا دینا مولی پر لازم ہوگا لا یکون الوطی مود واعیه بیانا فیه وقالا هو بیان حبلت اولا وعلیه الفتوی لعدم حله الا فی الملک نہوگی وطی اور اوسکو دواعی بیان عتق مبہم مین یعنی اگر ایک لونڈی سے مولی نے وطی کی تو دوسری لونڈی کا عتق ثابت نہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ وطی بیان ہے عتق مبہم مین لونڈی اس وطی سے حاملہ ہوئی یا نہوا اور یہی قول پر فتوی ہے کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ وطی حلال نہین مگر ملک مین اور ظاہر حال مسلم کا دلالت کرتا ہے کہ وہ مرتکب حرام کا نہوا

وکذا الموت لا یکون بیانا فی الاخبار اتفاقا فلو قال لغلامین احدکما ابنی او قال لجاریتین احدکما ام ولدی فمات احدهما لا یتعین الباقی للعتق ولا للاستیلاد لان الاخبار یصح فی الحی والمیت بخلاف الانشاء اور اسیطرح موت بہی بیان نہین ہوتی خبر دینے مین باتفاق امام اور صاحبین کے سو اگر مولی نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ تم مین سے ایک میرا بیٹا ہے یا دو لونڈیون سے کہا کہ تم مین سے ایک میری ام ولد ہے پہر ایک غلام یا ایک لونڈی مرگئی تو باقی غلام عتق کیواسطے اور باقی لونڈی استیلاد کیواسطے متعین نہونگے اسلئے کہ خبر دینا زندہ اور مردہ دونو مین صحیح ہوسکتا ہے لہذا موت بیان نہین ہے اخبار مین بخلاف انشاء کے کہ وہ مردہ مین صحیح نہین لہذا انشاء مین موت بیان ہوتی ہے قال لامته ان کان اول ولد تلدینه ذکرا فانت

حرۃ فولدت ذکرا وانثی ولم یدر الاول رق الذکر بکل حال وعتق نصف الانثی لعتقہا بتقدم الذکر ورقہا بعکسہ فیعتق نصفہما وتسعیان فی نصف قیمتہما کہا مالک نے اپنی حاملہ لونڈی سے کہ اگر تو پہلا بچہ مذکر جنے گی تو تو آزاد ہے پھر وہ مذکر اور مونث ساتھ جنی اور معلوم نہیں کہ پہلے مذکر جنی یا مونث تو ولد مذکر تو ہر حال میں غلام ہی رہیگا خواہ مذکر کا اول تولد ہوا ہو خواہ مونث کا اسواسطے کہ اگر اول مذکر ہوا تو وہ مملوک ہوگا اسلئے کہ وقت تولد کے ماں اوسکی مملوکہ تھی اور وہ آزاد نہوگی مگر بعد وضع حمل کے باعتبار شرط کے اور اگر اول مونث کا تولد ہوا تو نہ ماں اوسکی آزاد ہوگی نہ مولود بسبب پائے جانے شرط کے اور جس صورت میں اولیت کسیکی معلوم نہو تو ماں اور اوسکی بیٹی نصف نصف آزاد ہونگی بسبب آزاد ہونے دونو کے درصورت تقدم مذکر کے اور مملوک ہونے دونو کے درصورت تقدم مونث کے تو درصورت عدم ثبوت تقدم کے دونو نصف نصف آزاد ہونگی اور دونو سعایت کرینگی اپنی نصف نصف قیمت میں

شہدا بعتق احد مملوکیہ ولو امتیہ طلقت عند ابی حنیفۃ لکونہا علی عتق مبہم دو گواہوں نے دو غلاموں میں سے ایک کے آزاد کرنیکی گواہی دی تو نزدیک امام اعظم کے یہہ گواہی لغو ہے اگرچہ دونو گواہوں نے دو لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کے بھی اعتاق کی گواہی دی ہو اسواسطے کہ یہہ گواہی عتق مبہم پر ہے اور عتق مجہول کی گواہی لائق سماعت کے نہیں الا ان تکون شہادتہما فی وصیۃ ومنہا التدبیر فی الصحۃ والعتق فی المرض او طلاق مبہم فیقبل اجماعا اعتاق مبہم کی گواہی کسی صورت میں مقبول نہیں مگر اسطرح مقبول ہے کہ دونو کی گواہی وصیت میں ہو اور وصیت میں داخل ہے صحت میں مدبر کرنا اور مرض الموت میں آزاد کرنا یا گواہی طلاق مبہم میں ہو تو باجماع امام اور صاحبین کے مقبول ہوگی ہم جب کہ تدبیر فی الصحۃ وصیت میں داخل ہوئی تو تدبیر فی المرض بطریق اولی وصیت میں داخل ہوگی بحر الرائق اور نہر الفائق میں گواہی وصیت کی یوں مثال دی ہے کہ دو گواہ گواہی دیں کہ مالک نے اپنے مرض الموت میں دو غلاموں سے ایک غلام کو آزاد کیا طحطاوی محشی نے کہا تو اس مثال میں وصیت او عتق فی المرض میں کچھہ فرق نہیں معلوم ہوتا اور ممکن ہے کہ وصیت سے یہہ مراد ہو کہ اپنے غلام کے اعتاق کے وارثوں کو وصیت کر جاوے اور مرض الموت کے اعتاق سے یہہ مراد کہ خود آزاد کرکے مرے ولا اصل ان الطلاق المبہم یحرم الفرج اجماعا فلا یشترط لہ الدعوی بخلاف العتق المبہم فلا یحرم عندہ لکن لم یجز ان یفتی بہ فلیحفظ اور طلاق مبہم اور عتق مبہم میں اصل فارق یہہ ہے کہ طلاق مبہم حرام کردیتی ہے شرمگاہ کو باجماع امام اور صاحبین کے تو طلاق مبہم کی گواہی کیواسطے دعوے مشروط نہیں اسواسطے کہ یہہ حق اللہ ہے نہ حق العباد اور حق اللہ میں بلاشرط دعوی گواہی مقبول ہے بخلاف عتق مبہم کے کہ وہ محرم شرمگاہ کا نہیں نزدیک امام کے لیکن اسمقام میں امام کے قول پر فتوی دینا جائز نہیں کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ مزید احتیاط تحریم میں ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے کا تقبل لو شہدا بعد موتہ انہ ای المولی قال فی صحتہ لعبدیہ احدکما حر علی الاصح لشیوع العتق فیہما بالموت فصار کل خصما متعینا وصححہ ابن الکمال وغیرہ چنانچہ مقبول ہے گواہی اگر دو شاہدوں نے گواہی دی بعد موت مولی کے کہ اوس نے اپنی صحت میں کہا تہا اپنے دو غلاموں سے کہ ایک تم میں سے آزاد ہے گواہی مقبول ہوگی بنابر قول اصح کے بسبب شائع ہوجانے عتق کے دونو غلاموں میں مولی کی موت سے یعنی جب تک مولی زندہ تہا تو شہادت مذکورہ مقبول نہتی اس سبب سے کہ دعوی صحیح نہتا اسواسطے کہ مدعی مجہول تہا معلوم نہتا کہ دونو میں سے کون آزاد ہے اور جب مولی مرگیا تو دونو غلاموں پر عتق پہیل گیا تو ہر غلام مدعی متعین ہوگیا اور تصحیح کی ہے اس قول کی ابن کمال وغیرہ نے یعنی فخر الاسلام اور صاحب کافی نے اور شارحین نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی

فروع مسائل ملحقہ شارح کے شہدا بعتقہ سالما ولا یعرفونہ عتق گواہی دی دو گواہوں نے کہ مولی نے اپنے سالم غلام کو آزاد کیا اور گواہ سالم کو پہچانتے نہیں ہیں تو سالم آزاد ہوگا بشرطیکہ مولی کے غلاموں میں سے سالم ایک ہی غلام ہو ولو العبدان کل اسمہ سالم وجحدہ فلا عتق کشہادتہما بعتقہ لمعینۃ سماہا فنسیا اسمہا وبطلاق احدی زوجتیہ وسماہا فنسیاہا لم تقبل للجہالۃ پھر اگر مولی کے دو غلاموں کا نام سالم ہو اور مولی اعتاق کا منکر ہو تو گواہوں کی اس گواہی سے کہ مولی نے سالم کو آزاد کیا عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ دو گواہوں کی ایسی گواہی کہ مولی نے معین لونڈی کا نام لیکر آزاد کیا اور گواہوں کو اوسکا نام یاد نرہا یا دو عورتوں میں سے ایک عورت کی طلاق کی گواہی دی جسکا زوج نے نام لیا تہا اور گواہ اوسکو بہول گئے تو ایسی گواہی نہ مقبول ہوگی بسبب جہالت کے کذا فی فتح القدیر

باب الحلف بالعتق

تنبیہ اب ہے عتق کی قسم کہانیکے بیان میں حلف بفتح حا و سکون لام مصدر ہے بمعنی قسم کہانیکے اور حِلف بمعنی عہد اور پیمان کے ہے کذا فی الصراح اور حلف سے مراد یہان تعلیق ہے عتق کی
اور مسئلہ تعلیق بالولادۃ کا عتق البعض مین اسواسطے مذکور ہوا کہ درصورت عدم علم شرط کے بعض عتق ہوتا ہے نہ کل کذا فی المنح قال ان دخلت الدار فکل مملوک
لی یومئذ حر عتق من له حین دخوله ولو لیلاً سواء ملکه بعد حلفه او قبله لان المعتبر یوم اذ دخلت فاعتبر ملکه وقت دخوله کہا
قائل نے کسی مخاطب سے کہ اگر تو گہر مین داخل ہوگا تو جو میرا مملوک ہوگا اوسدن سو آزاد ہے تو آزاد ہوجاویگا جو لونڈی یا غلام کہ متکلم کا مملوک ہوگا مخاطب کے داخل
ہونیکے وقت اگرچہ مخاطب رات کو گہر مین داخل ہوا ہو خواہ متکلم مملوک کا بعد تعلیق کے مالک ہوا ہو یا قبل تعلیق کے اسواسطے کہ معنی یومئذ کے یہان یہہ ہین کہ
جس روز کہ تو گہر مین داخل ہوگا تو وقت دخول مخاطب کے ملک متکلم کی معتبر ہوئی تو گویا یون متکلم نے کہا کہ وقت دخول کے جس غلام اور لونڈی کا مین مالک ہونگا
وہ آزاد ہے ہم مملوک لونڈی اور غلام دونو کو شامل ہے چنانچہ لفظ آدمی کا کذا فی الذخیرہ اور یوم اس مثال مین بمعنی مطلق وقت کے ہے لہذا دخول لیل سے بھی عتق
ثابت ہوگا ولذا لو لم یقل یومئذ عتق من له وقت حلفه فقط کقوله کل عبد لی او املکه حر بعد غد او بعد شهر اعتبر وقت حلفه لان
لی او املکه للحال فلا یتناول الاستقبال حتی لو لم تملك شیئا یوم حلفه لغا یمینه اور چونکہ مثال سابق مین یوم دخول سے ملک معتبر ہوئی لہذا اگر
مولی یومئذ کا لفظ نکہتا تو وہی فقط غلام آزاد ہوتا جو تعلیق کے وقت اوسکا مملوک تہا چنانچہ یہہ قول مولی کا کہ جو غلام کہ میرا ہے وہ پرسون آزاد ہے یا جس غلام
کا کہ مین مالک ہون وہ پرسون یا بعد مہینے کے آزاد ہے تو اس مثال مین معتبر ہوگی ملکیت مولی کی اوسکے قسم کہانیکے وقت اسواسطے کہ لفظ لی اور املک موضوع ہے زمانہ
حال کیواسطے اسلئے کہ لی متعلق ہے ثابت کا اور ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول مین مذہب مختار یہہ ہے کہ وہ حال کیواسطے ہے اور صیغہ افعل کا اگرچہ حال
اور استقبال دونو مین مستعمل ہوتا ہے لیکن عند الاطلاق عرفاً اور شرعاً اور لغۃً زمانہ حال ہی مراد ہوتا ہے تو قول مذکور شامل نہوگا استقبال کو یہانتک کہ اگر متکلم مالک
نہوگا کسی غلام کا تعلیق کے دن تو اوسکی تعلیق لغو ہوجاویگی اور جس غلام کو کہ بعد تعلیق کے مالک ہوگا وہ ہرگز آزاد نہوگا و دبر بکل عبد لی او املکه
حر بعد موتی من کان له مملوك یوم قال هذا القول اور اس قول سے کہ جو میرا غلام ہے یا جس غلام کا مین مالک ہون وہ بعد میری موت کے آزاد ہے
تو مدبر ہوجاویگا جو غلام کہ اوسکا مملوک ہوگا اوسدن جسدن یہہ قول اوسنے کہا ہے اسواسطے کہ اسم فاعل اور مضارع زمانہ حال کیواسطے ہے لا مدبراً مطلقاً بل مقیداً
من ملکه بعده ولکن ان مات عتق من الثلث لتعلیقه بالموت فیصیر وصیۃ اور جس غلام کا کہ مولی مالک ہوگا بعد تعلیق مذکور کے وہ غلام مدبر مطلق
نہوگا بلکہ مدبر مقید ہوگا ولیکن اگر مولی بعد اس تعلیق کے مرجاویگا تو دونو غلام یعنی جو مملوک تہا قبل تعلیق کے اور جو مملوک ہوا بعد تعلیق کے آزاد ہوجاوینگے
طرفین کے نزدیک ثلث مال سے بسبب تعلیق کرنے مولی کے موت پر تو یہہ تعلیق وصیت ہوگئی اور وصیت نہین واقع ہوتی مگر بعد موت کے خلاصہ یہہ ہے کہ جو غلام
مملوک تہا قبل تعلیق کے وہ تو بسبب صیغہ حال کے آزاد ہوگیا اور جو غلام کہ بعد تعلیق کے مملوک ہوا وہ باعتبار صیغہ کے آزاد نہین ہوا کہ جمع بین الحال و الاستقبال
لازم آوے بلکہ ایجاب عتق ہوا بطریق وصیت کے لہذا ثلث مال سے معتبر ہوا اور وصیت حال اور استقبال دونو کو شامل ہے ولہذا اگر کوئی ثلث مال کی وصیت
کریگا اور حالانکہ وہ مفلس ہوا اور بعد وصیت کے وہ مالک ہوا اور مرجاوے تو وصیت اوسمین جاری ہوگی کذا فی الدرر وحاشیۃ الدنی المملوك لا یتناول
الحمل لانه تبع لامه لفظ مملوک کا شامل نہین حمل کو اسواسطے کہ جنین تابع ہے اپنی ماں کا یعنی مملوک ہے بتبعیت اور وہ ہے جو بالقصد مملوک ہو اور جنین بالتبع مملوک
ہے نہ بالقصد فلا یعتق حمل جاریۃ من قال کل مملوك لی ذکر فهو حر ولو لم یقل ذکر لدخل الحامل فیعتق الحمل تبعاً تو نہ آزاد ہوگا حمل
اوس مولی کی لونڈی کا جسنے یون کہا کہ جو میرا مذکر مملوک ہے وہ آزاد ہے اسواسطے کہ لفظ مملوک کا حمل کو شامل نہین اور اگر مولی لفظ مذکر کو نہ کہتا یعنی فقط
اسیقدر کہتا کہ جو میرا مملوک ہے وہ آزاد ہے تو حاملہ لونڈی بھی عتق مین داخل ہوجاتی تو جنین بھی تابع اپنی ماں کا ہوکر آزاد ہوجاتا شارح کے کلام سے ثابت
ہوا کہ لفظ مملوک کا لونڈیون کو بھی شامل ہے چنانچہ اسکا بیان ذخیرہ سے منقول ہوچکا وکذا لفظ المملوك والعبد لا یتناول المکاتب والمشترك
ویتناول المدبر والمرهون والماذون علی الصواب اور اسیطرح لفظ مملوک کا شامل نہین مکاتب اور عبد مشترک کو اور شامل ہے غلام مدبر اور مرہون
اور ماذون فی التجارۃ کو بنا بر قول درست کے شارح نے قول درست کے کہنے سے مجتبے کی عبارت کو رد کیا اوسمین کہا ہے کہ لفظ

مدبرا ور مرہون اور ماذون کو لفظ مملوک کا شامل نہین ولو نوی الذکور اولم ینو الملوک دق اور اگر مولی نے کہا کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے اور مملوک سے
نیت فقط غلامونکی کی نہ لونڈیون کی یا غلام مدبر کی نیت نکی تو دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر استعمال کے مخالف ہے اور دیانۃً اسوجہ تصدیق
ہوگی کہ تخصیص عام کا اوسنے ارادہ کیا اور تخصیص عام کو لفظ محتمل ہے وفی مالیک کلہم احرار لم یدین لرفع احتمال الاختصاص بالتاکید اور
اس قول مین کہ میرے سب مملوک بالکل آزاد ہین اگر فقط ذکور کی نیت کریگا تو دیانۃً بھی اوسکی تصدیق نہوگی یہ اسطرح دور ہوجائیگا احتمال اختصاص کے بسبب تاکید کے
یعنی جب عام کی تاکید ہوگئی تو اب تخصیص عام کا احتمال نہ باقی رہا لہذا دیانۃً بھی تصدیق نہوگی سب غلام اور لونڈیان اوسکی آزاد ہوجاوینگی **فروع** مسائل
ملحقہ شارح کے حلف لا یعتق عبدہ فکاتب او اشتری قریبا او اشتری العبد نفسہ حنث قسم کھائی مولی نے کہ اپنے غلام کو نہ آزاد کریگا پھر اوسنے
اپنے غلام کو مکاتب کیا یا اوسنے قریب محرم کو خرید کیا یا غلام نے خود اپنی ذات کو مولی سے مول لیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اسواسطے کہ کتابت بعد حصول بدل کتابت
کے عتق ہوا اور خرید کرنا قریب محرم کا سبب ہے عتق کا اور غلام کو خود غلام سے بیع کرنا اعتاق ہے ان بعتک فانت حر فباعہ فاسدا عتق وصحیحا لا
اگر مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تجھکو مین بیچون تو تو آزاد ہے پھر اوسکو بیچا بیع فاسد کر تو وہ آزاد ہوگا اور اگر بیچا بیع صحیح کر تو آزاد نہوگا اسلئے کہ بیع فاسد
کے بعد ملک بائع کی ضائع نہین ہوتی بدون تسلیم کے تو شرط عتق کی ہوتے ملکیت مین پائی گئی لہذا وہ آزاد ہوجاویگا اور بیع صحیح مین بائع کی ملک باقی
نہین رہتی تو شرط عتق کی اوسوقت پائی گئی جب کہ مولی کی ملک باقی نرہی لہذا وہ آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن المبسوط ان دخلت دار
فلان فانت حر فشہد فلان واٰخر انہ دخل عتق مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلا زید کے گہر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے
شخص نے گواہی دی کہ غلام زید کے گہر مین داخل ہوا تو غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ دخول فعل غلام کا ہے نہ شاہد جانا کا کہ وہ گواہی مین متہم ہو وفی ان
کلمتہ لا لانہا علی فعل نفسہ اور اس قول مین کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلا زید سے کلام کریگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے
گواہی دی کہ غلام نے زید سے کلام کیا تو غلام نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ گواہی زید نے اپنی ذات کے فعل پر دی لہذا مقبول نہوگی باقی رہی گواہی ایک آدمی
کی اوسکا شرع مین اعتبار نہین ولو شہد ابنا فلان انہ کلم اباہما جازت ان جحد اور اگر مثلا زید کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ غلام نے کلام کیا
اونکے باپ سے تو گواہی اونکی درست ہوگی اگر باپ اونکا منکر ہو کلام کرنیکا اسلئے کہ بیٹونکی گواہی برخلاف باپ کے درست ہے محل تہمت نہین وکذا ان ادعاہ عند
محمد وابطلہا الثانی اور اسیطرح باپ اگر مدعی بھی ہو کلام کا تو بھی بیٹون کو گواہی جائز ہے نزدیک محمدؒ کے اسواسطے کہ اس دعوی مین باپکو کچھ منفعت نہین اور
ابو یوسفؒ نے بیٹونکی گواہی کو درصورت دعوی باپکے باطل کہا **باب العتق علی جعل** بضم وبفتح المال یعنی یہ باب ہے عتق کا بشرط مال کی
جعل بضم جیم بمعنی مال ہے اور فتح جیم کا لغت قلیل ہے جعل اوس مال کو کہتے ہین جو انسان کو کسی فعل کیواسطے مقرر کیا جاوے اور جعالۃ بالکسر اور جعیلہ بھی اوسکی
مانند ہے کذا فی الصحاح اعتق عبدہ علی مال صحیح معلوم الجنس والقدر فقبل العبد کل المال فی المجلس یعم مجلس علمہ لو غائبا عتق و
ان لم یؤدہ لانہ معلق علی القبول لا الاداء حتی لو رد او اعرض بطل آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کو صحیح مال پر جسکی جنس اور قدر معلوم ہے سو قبول کیا
غلام نے سب مال کو مجلس مین مجلس عام ہے مجلس خطاب کو اگر غلام حاضر ہو اور اوسکی علم کی مجلس کو اگر وہ غائب ہو تو غلام بمجرد قبول کے آزاد ہوجاویگا اگرچہ
اوسنے مال ہنوز ادا نہین کیا اسواسطے کہ عتق قبول پر معلق ہے نہ ادا پر یہانتک کہ اگر غلام اس کلام کو رد کرے یا اس سے اعراض کرے یعنی بلا قبول اٹھ کہڑا
ہو مجلس سے تو عتق باطل ہوجاویگا بسبب پائے جانے قبول کے اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہے مال کا بغیر مال کے اسواسطے کہ غلام اپنی ذات کا مالک نہین اور معاوضہ قبول
عوض کا ضرور ہے جیسے بیع مین کذا فی الدرر مال صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ بعوض خمر یا خنزیر کے عتق صحیح نہین مسلم کے حق مین اور لفظ مال شامل ہے
نقد اور اسباب اور حیوان اور مکیل اور موزون کو بشرطیکہ معلوم الجنس ہو اور جہالت وصف کی مضر نہین اسواسطے کہ کمتر جہالت ہے کذا فی الدرر وشرح
الی المکارم واما لو علقہ باداۂ کان اذیت فانت حر صار ماذونا لہ دلالۃ اور اگر معلق کیا عتق کو مال کے ادا کرنے پر چنانچہ یون کہا کہ اگر تو اسقدر
مال ادا کریگا تو تو آزاد ہے تو غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا باعتبار دلالت حال کے اسواسطے کہ مولی نے غلام کو ادا کرنیکی رغبت دلائی اور مال بدون کسب کے

باب العتق علی جعل

تجارت کے حاصل نہین ہوا تو گویا اوسنے تجارت کی اجازت دی کذا فی الزیلعی وھل یصیر ماذونا فی التجارۃ تردد فیہ فی البحر اور بعد اس قول کے غلام کو رد کرنا تجارت سے جائز ہے یا نہین اسکے جواب مین بحر الرائق مین تردد کیا ہے اسکے حکم مین صریح روایت پائی نہ تو ہمذہب سے استخراج کیا اور محشیون نے بھی اسمین قول فیصل نہین مذکور کیا واللہ اعلم

لا مکاتبا لانہ صریح فی تعلیق العتق بالاداء وھی تخالف المکاتب فی عشرین مسئلۃ ذکر منہا تسعۃ ادای مال کی تعلیق سے غلام ماذون ہوگا نہ مکاتب ہوگا اسواسطے کہ قول مذکور مین ادای مال پر تعلیق عتق کی صریح ہے بخلاف کتابت کے کہ اسمین تصریح عتق کی نہین ہوتی بلکہ کتابت مین مولی یون کہتا ہے کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا ہزار درم پر مثلا اور وہ یعنی جس غلام کا عتق ادای مال پر معلق ہوا وہ مخالف ہے مکاتب سے بیس مسئلون مین انہین سے نو مسئلون کو ماتن نے ذکر کیا اور باقی مسائل کو شارح نے ماتن کی عبارت کے ساتھ ملا خلا بمناسبت کلام بڑھا دیا مترجم شمار مسائل کیواسطے ہر مسئلہ پر ہندسہ عدد کا واسطے استحضار کے رقم کریگا فقال فلا یتوقف عتقہ علی قبولہ سے ماتن نے کہا ۱ موقوف نہین عتق غلام مذکور کا اوسکے قبول پر یعنی اگر بلا قبول مال کو ادا کریگا تو آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اوسکا قبول کرنا مشروط ہے ولا یبطل بردہ ۲ اور باطل نہوگا عتق غلام کے رد کرنیسے بخلاف مکاتب کے وللمولی بیعہ قبل وجود شرطہ وھو الاداء ۳ اور مولی کو جائز ہے بیع کرنا اوس غلام کا قبل وجود عتق کے شرط کی اور وہ شرط کیا ہے ادای مال ہے بخلاف مکاتب کے کہ بدون عجز ادای بدل کتابت کے اوسکا بیع کرنا مولی کو جائز نہین ولو باعہ ثم اشتراہ ھل یجب قبول ما یأتی بہ خلاف ۴ اور اگر مولی اوسکو بیچے پہر اوسکو خرید کرے کیا واجب ہے قبول کرنا اوس مال کا جسکو غلام لاوے اسمین اختلاف ہے ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا واجب ہے اور محمد کے نزدیک واجب نہین لیکن اگر مولی مال مذکور قبض کریگا تو بالاتفاق آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اوسکے مال کے وجوب قبول مین اختلاف نہین کذا فی منح الغفار وعتق بالتخلیۃ بحیث لو مد یدہ للمال اخذہ ۵ اور آزاد ہوگا غلام مذکور مال کو آگے رکھدینے سے اسطرح پر کہ اگر مولی ہاتھ اپنا بڑہا دے تو مال کو اوٹھالے ثم مکاتب بھی تخلیہ مال سے آزاد ہوجاتا ہے کذا فی الزیلعی تو دونو مین کچھ فرق نہوا تو اوسکا ذکر بیان بے موقع ہوا کذا فی حاشیۃ الدر فلو ادی عنہ غیرہ تبرعا او امر غیرہ بالاداء فادی لا یعتق لان الشرط اداءہ ولم یوجد کما لا یعتق لو قید بدراھم فادی دنانیر او بکیس ابیض فدفع فی کیس اسود او بھذا الشھر فدفع فی غیرہ ۶ اور اگر مال ادا کیا غلام کیطرف سے کسی غیر شخص نے بطریق احسان کے ۷ یا غلام نے غیر شخص کو ادای مال کا امر کیا سو اوسنے ادا کر دیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی خود غلام کا ادا کرنا تہا سو پایا نگیا ۸ چنانچہ غلام آزاد نہوگا اگر مولی نے ادای مال مین دراہم کی قید لگائی پہر غلام نے دینار ادا کئے ۹ یا مولی نے مثلا ہزار درم دینیکی سفید تہیلی مین قید لگائی سو غلام نے ہزار درم سیاہ تہیلی مین دئے ۱۰ یا مولی نے اس مہینے مین ادا کرنیکی شرط کی تہی سو غلام نے دوسرے مہینے مین مال ادا کیا سو ان چارون مسائل مین غلام آزاد نہوگا بسبب پائے جانے شروط مذکورہ کے بخلاف مکاتب کے کہ وہ چارون صورتون مین آزاد ہوگا بسبب حاصل ہونے مقصود بدل کتابت کے او حط عنہ البعض بطلبہ وادی الباقی ۱۱ یا مولی نے مال معین سے کچھہ کم کر دیا غلام کی درخواست سے اور باقی مال کو اوسنے ادا کیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی کل مال تہا نہ بعض بخلاف کتابت کے کہ مکاتب باقی دینے سے آزاد ہوگا وکذا لو ابرأہ ۱۲ اور اسیطرح غلام آزاد نہوگا اگر مولی مال کو معاف کر دیگا بخلاف مکاتب کے کہ وہ معاف کرنیسے آزاد ہوتا ہے ثم اس مسئلہ کا ذکر بھی بیان بے موقع ہے اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا مگر دین مین اور یہان غلام مذکور پر دین کہان ہے جو ابرا کی گنجایش ہو کذا فی منح الغفار او مات المولی وادّاہ الی الورثۃ لعدم الشرط بل العبد باکسابہ للورثۃ ۱۳ یا مولی مرگیا اور غلام نے مال معین وارثونکو ادا کیا تو آزاد نہوگا بسبب پائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط یہ تہی کہ مولی کو دیوے بلکہ غلام اور غلام کا کمایا ہوا مال وارثون کا مملوک ہے تو غلام بیچا جاویگا بخلاف مکاتب کے کما لو مات العبد قبل الاداء فترکتہ لمولاہ ۱۴ چنانچہ اگر غلام مر جاوے قبل ادا کرنے مال معین کے تو متروکہ اوسکا مولی کا ہوگا اور اوس مال سے غلام میت کے آزاد ہونیکے واسطے ادا کیا جاویگا بخلاف مکاتب کے بل لہ اخذ ما ظفر بہ او ما فضل عندہ من کسبہ ۱۵ بلکہ مولی کو جائز ہے کہ قبل ادا کرنے مال کے جو مال کہ غلام کا پاوے لیلیوے بخلاف مکاتب کے ۱۶ یا کمائی غلام کی جو زیادہ ہو مال معین سے اوسکے پاس اوسکا لینا بھی جائز ہے بخلاف مکاتب کے ولو ادی من کسبہ قبل التعلیق عتق ورجع السید علیہ بمثلہ ۱۷ اور اگر مال معین کو غلام نے ادا کیا اوس کمائی سے جو قبل تعلیق عتق کے تھی وہ آزاد ہو جاویگا اور اوتنا مال غلام سے مولی پہیر لیگا بخلاف

اگر مکاتب کی کہ قبول کتابت سکے آزاد ہوگا اسواسطے کہ وہ مال مولی کی ملک ہے وتعلّق اداؤہ بالمجلس ان علّق اداءہ بان واذا ۱۸ اور معلق ہوگا
ادا کرنا مال کا مجلس ایجاب یا مجلس علم پر جیسا اگر مولی نے تعلیق بلفظ ان شرطیہ کی ہو اسواسطے کہ یہہ تخییر ہے تو مجلس ہی پر موقوف ہوگی اور اگر تعلیق بلفظ اذا اور
متی کی ہو تو ادا مال مجلس پر مخصوص نہوگا بخلاف مکاتب کے ولا یتبعہ اولادہ بخلاف المکاتب فی الکل ۱۹ اور تابع اوسکی نہوگی اولاد اوسکی عتق
مین یعنی اگر لونڈی کا عتق ادا مال پر معلق ہو پہر وہ اولاد جنی پہر مال کو ادا کیا تو اوسکی اولاد نہ آزاد ہوگی اسواسطے کہ وقت ولادت کے لونڈی پر
کتابت کا حکم نہین کہ اولاد بھی اوسکے ساتھہ ہوجاوے بخلاف مکاتب کے جمیع مسائل سابقہ مین چنانچہ مترجم نے ہر مسئلہ مین اوسکی تصریح کردی وھو ای المال
دین صحیح یصح التکفیل بہ بخلاف بدل الکتابۃ فانہ لا یصح الکفالۃ بہ وھذہ الموفیۃ عشرون ۲۰ اور وہ یعنی مال مذکور دین
صحیح ہے تو کفالت اوسکی جائز ہوگی بخلاف بدل کتابت کے کہ اوسکی کفالت صحیح نہین اسواسطے کہ بدل کتابت عجز سے ساقط ہوجاتا ہے اور یہہ مسئلہ پورا کرنیوالے
بیس مسائل کا شارح کو مناسب تہا کہ بجای عشرون کے عشرین کہتا اسواسطے کہ مفعول ہے موفیۃ کا ہم یہہ جواب دیتے ہین نے مال معلق کو دین صحیح کہا سو صحیح نہین اسواسطے
کہ قبل حکم قاضی کے یہہ مال دین نہین ہے کہ مولی نے اس مال کو اپنے غلام پر واجب نہین کیا بلکہ بطریق تعلیق ذکر کیا اور بعد ادا کے بھی دین نہین تو اس مسئلہ کا
یہان ذکر کرنا ہی غلط ہے بلکہ اس مسئلہ کا محل ذکر اول باب تہا جہان اعتاق علی المال مذکور ہوا چنانچہ صاحب بحر اور صاحب درر وغرر نے وہین ذکر کیا ہے اسلئے
کہ اعتاق علی المال مین بمجرد قبول کے غلام آزاد ہوجاتا ہے اور آزاد پر دین کا ہونا صحیح ہے تو کفالت بھی اوسکی جائز ہے بخلاف بدل کتابت کے کہ وہ دین صحیح نہین
اسواسطے کہ مکاتب ہنوز آزاد نہین کذا فی حاشیۃ الشیخ عن الحلبی ویزاد ما فی الذخیرۃ لو علّقہ بالف فاستقرضہا ودفع لمولاہ عتق ورجع الغرماء
علی المولی لان غرماء المأذون احق بمالہ حتی تقضی دیونہم اور مسائل مذکورہ پر دو مسئلے اور زیادہ کئے جاتے ہین جو ذخیرہ مین مذکور ہین کہ اگر عتق
غلام کا معلق کیا مولی نے ہزار پر پہر غلام نے ہزار قرض لئے اور اپنے مولی کو دئے تو غلام آزاد ہوجاویگا اور قرض دینے والا مولی سے ہزار پہیر لیگا اسواسطے کہ
قرض دینے والے غلام ماذون کے غلام کے مال مین احق ہین تاوقتیکہ اونکے دیون تمام ہون ولو استقرض الفین فدفع احدہما واکل الاخری
فللغریم مطالبۃ المولی بہما لمنعہ بعتقہ من بیعہ بدینہ اور اگر غلام مذکور نے دو ہزار قرض لئے سو ایکہزار مولی کو دئے اور ایکہزار خود کہا گیا تو قرض
دینے والیکو مولی سے دونو ہزار کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے کہ مولی نے بسبب اعتاق غلام کے دین کی بیع سے روک دیا یعنی اگر غلام آزاد نہوا ہوتا تو قرض دینے والا
اپنے دین کیواسطے غلام کو بیچ لیتا اور اب غلام آزاد ہے تو وہ بیع نہین سکتا اور چونکہ سبب عتق کا مولی ہے لہذا وہ اپنے دین کا مطالبہ مولی سے کریگا ولو قال
انت حر بعد موتی بالف ان قبل بعدہ ای موتہ واعتقہ مع ذلك وارث او وصی او قاضٍ عند امتناع الوارث ھو الاصح لان
المیت لیس باھل للاعتاق عتق بالالف والولاء للمیت اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد بعوض ہزار درم کے اگر غلام نے
ہزار درم کو قبول کر لیا بعد موت مولی کے اور ساتھہ اس شرط کے مولی کے وارث یا وصی یا قاضی نے امتناع وارث کے وقت غلام کو آزاد کر دیا تو غلام آزاد
ہوجاویگا ہزار درم پر اور یہی قول اصح ہے مولی کا آزاد کرنا کافی نہین اسواسطے کہ مردہ آزاد کرنیکے لائق نہین اور وارث غلام کی میت کیواسطے ہے تو عصبات
مذکر مولی کے وارث ہونگے عورتونکو وراثت نملیگی اور اگر میت کا وارث نہ ہاتہ وارثونکو ملتی تو عورت مرد سب وارث ہوتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و
البحر اور قبول غلام کا بعد موت مولی کے اسواسطے مشروط ہوا کہ ایجاب عتق کا مابعد موت کیطرف مضاف ہوا تو اگر مولی کی حیات مین قبول معتبر ہوتا تو قبول
مقدم ہوتا ایجاب پر اور حالانکہ یہہ صحیح نہین اور یہہ بہی مشروط ہے کہ بعد موت مولی کے فی الفور غلام قبول کرے تب آزاد ہوگا کذا فی فتح القدیر والّا یوجد
کلا الامرین لا یعتق بذلك اور اگر دونو امر نپائے جاوین یعنی بعد موت مولی کے غلام ہزار درم کو مثلا فورا نہ قبول کرے یا وارث وغیرہ نہ آزاد کرین
اوسکو تو فقط اس مولی کے قول سے غلام آزاد نہوگا ولو حررہ علی خدمتہ حولا مثلا کاعتقتك علی ان تخدمنی سنۃ فقبل عتق فی الحال
اور اگر آزاد کیا غلام کو اوسکی ایک سال کی خدمت پر مثلا چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجکو آزاد کیا اس پر کہ تو سال بہر میری خدمت کرے سو غلام نے اسکو قبول
کیا تو فی الحال آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ علی الشیٔ قبول مجلس پر مشروط ہے وفی ان خدمتنی سنۃ فانت حر لا یعتق الا بالشرط فلو خدمہ اقل

منها او عوّضه عنها او قال ان خدمتني و اولادي فمات بعض اولاده لا یعتق لان ان للتعلیق و علی للمعاوضة اور مولی کے اس قولمین
کہ اگر تو میری خدمت سال بھر کریسے تو تو آزاد ہے تو غلام آزاد ہوگا بدون پائے جانے شرط کے یعنی خدمت یکسالہ سو اگر غلام مولی کی خدمت سال بھر سے کم کریگا یا بعوض
خدمت کے مولی کو مال دیگا یا مولی نے غلام سے یون شرط کی کہ اگر تو میری اور میری اولاد کی خدمت کرے تو تو آزاد ہے پھر اوسکی اولاد سے کوئی مرگیا تو ان تینون صورتون مین تو
آزاد نہوگا اسواسطے کہ ان شرطیہ تعلیق کے واسطے موضوع ہے اور علی معاوضہ کے واسطے او تعلیق مین بدون وجود شرط معلق علیہ کے معلق نہین ہوتا اور معاوضہ یعنی
مبادلہ مین فقط قبول کرنا کفایت کرتا ہے چنانچہ جمیع عقود معاوضات کا یہی حکم ہے وخدمه الخدمة المعروفة بین الناس مدته ایاما کانت اوجب خدمت
پر عتق ٹھہرے تو غلام مولی کی وہ خدمت کرے جو لوگون مین معروف اور مروج ہے بقدر مدت مقرری کے جتنی مدت ہو فان جهلت او مات هو و لو حکما
کعتقه او مولاه قبلها پھر اگر مدت خدمت کی مجہول ہے یا غلام قبل خدمت کے مرجاوے اگرچہ موت حکمی ہو چنانچہ مرتدا ہوجانا یا مولی مرجاوے ہم اندے کو بجاے
قیمت کے قرار دینا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی لیکن شارح نے بطور روایت کے ذکر کیا کذا فی حاشیة المدنی و لو خدمه بعضها فبحسابه
اور اگر غلام مولی کی تھوڑی مدت خدمت کرکے مرگیا تو اوسکے موافق حساب کیا جاویگا مثلا چار برس کی خدمت پر عتق ٹھہرا تھا سو غلام ایک سال خدمت کر
مرگیا تو شیخین کے نزدیک چہارم وضع کرکے پون قیمت غلام کی اوسپر لازم آویگی اور محمد کے نزدیک تین سال کی خدمت کی قیمت اوسپر لازم ہوگی کذا فی البحر
من شرح الطحاوی تجب قیمته فتؤخذ منه للورثة او من ترکته للمولی وعند محمد تجب قیمة خدمته وبه ناخذ حاوی اگر قبل خدمت
کے غلام یا مولی مرگیا تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت غلام کی واجب ہوگی سو اگر مولی مرگیا ہے تو غلام سے اوسکی قیمت وارثون کے واسطے لیجاویگی اور
یا غلام مرگیا ہے تو اوسکے متروکہ سے مولی کے واسطے قیمت مذکورہ لیجاویگی اور محمد کے نزدیک غلام کی قیمت واجب نہین بلکہ اوسکی خدمت کی قیمت واجب ہے اور یہی روایت
ماخوذ اور معتمد ہے کذا فی الحاوی القدسی وهل نفقته و عیاله لو فقراء علی مولاه فی المدة کالموصی له بالخدمة او یکتسب للانفاق حتی یستغنی
فیخدم کالمعسر بحث فی البحر الثانی والمصنف الاول اور کیا نفقہ غلام کی عیال کا اگر وہ محتاج ہون خدمت کی مدت مین اوسکے مولی پر ہے جیسے اوس
غلام کا نفقہ مولی پر ہے جسکو مولی نے خدمت مین دیا کسی غیر شخص کی یا غلام اول کسب کرے عیال کی نفقہ رسانی کے واسطے یہانتک کہ کسب کی حاجت نرہے پھر خدمت
کرے مولی کی مدت معین تک جیسے مفلس غلام کا عتق مال پر ٹھہرے تو مقدور رہنے تک اوسکو مہلت ملتی ہے بحر الرائق مین امر ثانی کو تجویز کیا ہے یعنی کسب کو خدمت
پر مقدم کیا ہے بقیاس غلام مفلس کے اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین امر اول کو تجویز کیا ہے یعنی مولی پر اوسکا اور اوسکی عیال کا نفقہ واجب ہے بقیاس
وصیت خدمت کی ہم محشی حلبی نے کہا کہ ظاہرا قیاس صاحب بحر کا صحیح ہے لہذا صاحب نہر نے بھی اوسکو مسلم رکھا ہے اور قیاس مصنف کا وصیت کی خدمت پر
قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ وصیت کی خدمت غلام بلا عوض کرتا ہے لہذا اوسکا نفقہ مولی پر واجب ہے اور یہان مولی کی خدمت بعوض اپنی گلوخلاصی
کے کرتا ہے تو مانند مستاجر کے ہے او کبیع عبد منه بعین کبعتك نفسك بهذا العین فهلکت او استحقت یجب قیمته وعند محمد
قیمتها چنانچہ غلام کو بیچنا خود غلام سے بعوض کسی چیز معین کے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تیری ذات کو تیرے ہاتھہ بیچا بعوض اس گھوڑی
کے مثلا سو قبول کر لیا غلام نے پھر وہ گھوڑی یا لونڈی ہلاک ہوگئی یا کسی اور شخص کی مملوک نکلی تو غلام کی قیمت غلام پر واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک
گھوڑی یا لونڈی کی قیمت واجب ہوگی ولو قال رجل لمولی امة اعتق امتك بالف علی ان تزوجنیها ان فعل العتق وابت النکاح عتقت
مجانا ولا شیء له علی آمره لصحة اشتراط البدل علی الغیر فی الطلاق لا فی العتاق اور اگر کہا ایکمرد نے لونڈی کے مالک سے کہ آزاد کردے
اپنی لونڈی کو بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھہ اوسکا نکاح کردے سو اگر مولی نے اوسکو آزاد کردیا اور عورت نے نکاح سے انکار کیا تو وہ
مفت آزاد ہوجاویگی اور آزاد کرنیوالے پر کچھہ دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ شخص غیر پر عوض کا شرط کرنا طلاق یعنی خلع مین صحیح ہے نہ عتاق مین ہم
اگر عورت اوس مرد سے نکاح کریگی تو ہزار درم اوسکی قیمت اور اوسکے مہر مثل پر تقسیم ہونگے تو جسقدر قیمت کے درم ہونگے وہ ساقط ہوجاوینگے اور جسقدر مہر
مثل کے مقابلہ مین پڑینگے وہ مرد پر لازم ہونگے کذا فی فتح القدیر تو انکار نکاح کی قید بیفائدہ ہے لونڈی نکاح کرے یا نکاح سے انکار کرے ہر صورت مین مفت

آزاد ہوگی آزاد کرنیوالے پر کچھ لازم نہوگا ولو زاد لفظ عنّی تُقسّم الالف علی قیمتہا ومہرہا ای مہر مثلہا لتضمّنہا الشراء اقتضاءً ولذا یجب حصّۃ ما سُلّم ای القیمۃ وتسقط حصّۃ المہر اور آزاد کرنیوالے نے اگر قول مذکور مین لفظ عنی کا زیادہ کیا یعنی یون کہا مولی سے کہ اپنی لونڈی کو آزاد کردی میری طرف سے عوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میری ساتھ اوسکا نکاح بھی کردی سو مولی نے لونڈی کو آزاد کردیا اور اوس نے نکاح سے انکار کیا تو ہزار درم تقسیم ہون گے لونڈی کی قیمت اور اوسکی مہر مثل پر بسبب متضمن ہونے اس کلام کے خریداری کو بنا بر اقتضاء کلام کے گویا اوس نے یون کہا کہ لونڈی کو میری ہاتھ بیع کر اور اوسکو میری طرف سے آزاد کر لیکن چونکہ قائل نے رقبہ کے ساتھ اوسکے نکاح کو بھی ملایا اور ہزار درم کو بعوض مجموع کے مقابل کیا لہذا ہزار درم مجموع پر منقسم ہوگئے اور اسیواسطے قائل پر حصہ قیمت کا جسکی تسلیم ہوئی واجب ہوا اور حصہ مہر کا ساقط ہوگیا بسبب عدم تسلیم کے فلو نکحت القائل فحصّۃ مہر مثلہا من الالف مہرہا فیکون کما فی وجہیہ ذکر عنّی او ترکہ سو اگر آزاد لونڈی نے مرد قائل سے نکاح کیا تو ہزار درم سے اوسکی مہر مثل کا حصہ جسقدر ہوگا وہی اوسکا مہر ہوگا تو اوسیقدر عورت کا مہر ہوگا دونو صورتون مین لفظ عنی کے ملانی مین اور اوسکی ترک کرنے مین اگر قیمت لونڈی کی اور اوسکا مہر مثل دونو برابر ہین اسطرح پر کہ سو درم کی اوسکی قیمت ہے اور اسیقدر کا اوسکا مہر مثل ہے تو ہزار درم دونو پر منقسم ہون گے پانسو درم قیمت کا حصہ ہوگا اور پانسو مہر مثل کا تو مسئلہ سابقہ مین یعنی جب کہ قائل نے لفظ عنی کا نہین ملایا تو قیمت کا حصہ ساقط ہوگا اور مہر کا حصہ یعنی پانسو درم قائل پر واجب ہون گے اور جب کہ قائل نے لفظ عنی کا زیادہ کیا تو اوسپر پانسو درم قیمت کے بابت مولی کے واجب ہون گے اور پانسو درم مہر کے لازم آوین گے اور اگر قیمت اور مہر مثل مین تفاوت ہوگا اسطرح پر کہ قیمت کے دو سو ہون اور مہر کے ایک سو تو ہزار درم کے دو ثلث قیمت پر اور ایک ثلث مہر پر منقسم ہوگا تو مسئلہ سابقہ مین حصہ قیمت کا تو ساقط ہوگا اور حصہ مہر کا اوسپر لازم ہوگا اور مسئلہ لاحقہ مین دو ثلث مولی کے واجب ہون گے اور ایک ثلث عورت کے مہر کا وما اصاب قیمتہا فی الاولیٰ ھدرٌ وفی الثانیۃ لمولاھا باعتبار تضمّن الشراء وعدمہ اور ہزار درم سے جسقدر لونڈی کی قیمت کو پہنچا وہ مسئلہ اولی مین رایگان گیا اسواسطے کہ وہ مفت آزاد ہوگئی اور جسقدر اوسکی قیمت کو مسئلہ ثانیہ مین پہنچا وہ اوسکی مولی کا ہے باعتبار متضمن ہونے خریداری کے اور عدم تضمن کے کما تفصیلہ اعتق المولیٰ امتہ علی ان تزوّجہ نفسہا فزوّجتہ فلہا مہر مثلہا وجوّز الثانی اقتداءً بفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام فی صفیّۃ قلنا کان علیہ الصلوۃ والسلام مخصوصاً بالنکاح بلا مہر آزاد کیا مولی نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر کہ اپنا نکاح مولی سے کرے سو اوسنے اپنی ذات کا نکاح مولی سے کیا تو اوسکا مہر مثل مولی پر لازم آویگا امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک اسواسطے کہ عتق مال نہین اور مہر بدون مال کے نہین ہوتا اور جائز رکھا ہے اس معاوضہ کو ابو یوسفؒ نے باقتداء فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ام المومنین حضرت صفیہ مین صحیحین مین بروایت انسؓ کے حدیث ثابت ہے کہ حضرت صفیہ بنت حُیَیّ کو خیبر کے قیدیون مین سے حضرت نے اپنے واسطے اختیار کیا اور اونکو آزاد کیا اور اون سے نکاح کیا اور عتق کو اونکا مہر قرار دیا شارح کہتا ہے ہم طرفین کی طرف سے ابو یوسف کو جواب دیتے ہین کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی مخصوص تھے ساتھ نکاح بلا مہر کے یعنی نکاح حضرت صفیہ کا بھی بلا مہر تھا نہ بعوض عتق کے اور امور مخصوصہ مین قصد اجازت نہین فان ابت فعلیہا السعایۃ فی قیمتہا اتفاقاً اور اگر بعد اعتاق کے بشرط مذکور کے آزاد لونڈی نکاح سے انکار کرے تو اوسپر اپنی قیمت کے ادا کرنے مین سعایت واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے وکذا لو اعتقت المرأۃ عبداً علی ان ینکحہا فان فعل فلہا مہرہا وان ابیٰ فعلیہ قیمتہ اور اسیطرح اگر بی بی اپنے غلام کو آزاد کرے اس شرط پر کہ بی بی سے وہ نکاح کرے تو اگر غلام نے بی بی سے بعد آزاد ہونیکے نکاح کر لیگا تو بی بی کا مہر اوسپر لازم ہوگا اور اگر نکاح سے انکار کریگا تو اوسپر قیمت اپنی ادا کرنا واجب ہوگا ولو کانت المعتقۃ علی ذلک امّ ولدہ فقبلت عتقت فان ابت نکاحہ فلا شیء علیہا خانیہ لعدم تقوّم امّ الولد اور اگر ام ولد آزاد ہو بشرط نکاح کے پھر اوسنے یہہ شرط قبول کی تو آزاد ہوجاویگی پھر اگر ام ولد نے مولی کے نکاح سے بعد آزاد ہونیکے انکار کیا تو اوسپر کچھہ واجب نہوگا کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ ام ولد لائق قیمت کرنیکے نہین جو بقدر قیمت اوسپر سعایت لازم آوے فرع مسائل لمتہ شارح کے قال عتقی

حيثما او انت حر فاعتق عبداً جيداً لا يعتق وفي ادّى الى ابق لانه ادخل في ملكه فيكون راضياً بالزيادة واما العتق آخر ايجاد لا تبك بيه
مالك المولى یعنی مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے آزاد کر غلام کو اور نے آزاد کیا تو یہ غلام ماذون فی التجارۃ ہوا اور متوسط غلام کا آزاد کرنا اوس پر لازم ہوا
سوا اس غلام مخاطب نے عمدہ غلام ادا کیا تو بھی آزاد ہو گا اور اسیطرح ناقص غلام کے آزاد کرنے سے بھی آزاد نہو گا کذا فی البحر یہ اور مولی کے اس قول
سے کہ تو ایک غلام دے اور تو آزاد ہے سو اوسنے عمدہ غلام ادا کیا تو غلام مخاطب آزاد ہو گا اسواسطے کہ عمدہ غلام کو اوسنے مولی کی ملک مین داخل کر دیا
تو مولی راضی ہوگا زیادتی کیہ ہے اور عمدہ غلام کا آزاد کرنا تو اوسکو ملک مولی سے نکالنا ہے اسواسطے کہ غلام مخاطب کسب مملوک ہے مولی کا تو ان میں ہے اخراج
سون کیونکر راضی ہوگا

باب التدبیر

یہ باب ہے تدبیر کے احکام مین یعنی غلام کے مدبر کرنیکے احکام مین زندگی مین اعتاق کے
بعد اعتاق بعد الموت کو شروع کیا اور استیلاد پر تدبیر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تدبیر غلام اور لونڈی دونو کو شامل ہے بخلاف استیلاد کے کہ وہ فقط لونڈی پر منحصر ہے
ھو لغۃً الاعتاق عن دبرٍ وھو ما بعد الموت وہ یعنی تدبیر لغت مین عبارت ہے اعتاق عن دبر سے یعنی بعد موت کے آزاد کرنا تدبیر کی اصل دبر ہے اور دبر
بضم اول و سکون ثانی وبضمتین مند ہے قبل کی قبل آگا اور دبر پیچھا اور لہذا مدبر اوس غلام کو کہتے ہیں جو پیچھے مرنے مولی کے آزاد ہوا اور چونکہ یہہ معنی لغوی
معنی شرعی سے زیادہ تر مناسب ہے اسیواسطے اکثر فقہا اسکو بیان کرتے ہیں اور معنی ثانی تدبیر کے لغت مین کذا فی الصحاح یعنی انجام کار کو سوچنا اور یہی
معروف ہوا اور بعضے فقہا نے اسکو پسند کیا ہے مانند اتقانی اور صاحب در رکے اور وجہ مناسبت معنی شرعی سے یون بیان کی ہے کہ جب مولی نے اپنے انجام کار
کا سوچ کیا تو اپنے غلام کو آزاد کیا تاکہ بعد موت کے تقرب خدا حاصل ہو **وشرعاً تعلیق العتق بمطلق موتہٖ ولو معنیً کان مت الی مائۃ سنۃٍ** اور
شرع مین تدبیر عبارت ہے تعلیق عتق سے ساتھہ مطلق موت مولی کے اگرچہ اطلاق معنوی ہو نہ لفظی چنانچہ یون کہا کہ اگر مین سو برس تک مر دن تو تو آزاد ہے
ھم تدبیر دو قسم ہے ایک تدبیر مطلق اور دوسری تدبیر مقید اور یہہ تعریف تدبیر مطلق کی ہے نہ مطلق تدبیر کی کہ دونو قسم کو شامل ہو خلاصہ یہہ ہے کہ جب مولی
اپنی موت پر بلا قید تعلیق عتق کی اسکو تدبیر مطلق کہتے ہیں اور اگر مولی کی عمر اسّی برس کی تھی اور اوسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر مین سو برس تک مر جاؤن
تو تو آزاد ہے ہر چند ظاہر مین یہہ کلام مقید ہے لیکن باعتبار معنی کے مطلق ہے اسواسطے غالب حال یہہ ہے کہ اسّی برس کا آدمی سو برس اور کا ہیکو زندہ رہیگا
تو فی الحقیقت تقیید مین اطلاق ہے بخلاف نکاح کے کہ اوسمین توقیت اگرچہ مدت دراز کی ہو صحیح نہین اسواسطے کہ نکاح موقت ممنوع ہے تو تابید معنوی بلحاظ ظاہر بھی
کے وہان معتبر نہین اور تدبیر مین چونکہ کوئی مانع شرعی نہین لہذا تابید معنوی صحیح ہے اسواسطے کہ اعتبار معنی کا اصل ہے درصورت عدم مانع کذا فی حاشیۃ الکبیر
من الشرنبلالیہ وخرج بقید الاطلاق التدبیر المقید کما سیجیٔ وبموتہٖ تعلیقہ بموت غیرہٖ فانہ لیس بتدبیر اصلاً بل تعلیق بشرط
اور نکل گئی اطلاق کی قید سے تدبیر مقید چنانچہ اسکا ذکر آخر باب مین آویگا اور مولی کی موت کی قید سے تعلیق عتق بموت غیر نکل گئی یعنی یون مولی کا کہنا کہ
تو بعد موت زید کے آزاد ہے تو یہہ قول اصلا تدبیر نہین نہ یہہ تدبیر مطلق ہے نہ مقید بلکہ یہہ تعلیق ہے شرط پر گویا یون کہا کہ اگر زید مرے تو تو آزاد ہے تو
یہہ غلام بمجرد مرنے زید کے مولی کی زندگی مین مفت آزاد ہو جاویگا بسبب وجود شرط کے کذا فی المنح عن البحر **کاذا او متی او ان مت او**
ھلکت او حدث لی حادث فانت حر او عتیق او معتق او انت حر عن دبر منی او انت مدبر او دبرتک زاد لعد موتی
اولا چنانچہ یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ جب مین مر دن یا جسدم کہ مر دن یا اگر مین مر دن یا جب مجہہ پر حادثہ ہو یعنی موت آوے تو تو حر ہے یا عتیق یا معتق ہے
یا تو آزاد ہے میرے پیچھے یا تو مدبر ہے یا مین نے تجکو مدبر کیا ان الفاظ کے کہنے کے بعد لفظ بعد موتی کا زیادہ کرے یا نکرے اسواسطے کہ معنی موت
کے مدبر اور تدبیر مین داخل ہین تو ذکر کرنا بعد موتی کا اور نہ ذکر کرنا دونو برابر ہے **ھم** عرب کے عرف مین حدث اور حادث اور اسیطرح وفات اور ہلاک موت مین
مستعمل ہین اسواسطے کہ اوسمین معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا فقط کذا فی البحر تو عرف ہندوستان مین انتقال کرنا اور دار المنزل کو پہنچنا اسیطرح ہوگا **وانت**
حر یوم اموت ارید بہٖ مطلق الوقت لقرانہٖ بما لا یمتد فان نوی النھار صح وکان مقیداً یا مولی نے یون کہا کہ تو حر ہے جسدن کہ مین مر دن یوم
سے مراد اس مثال مین مطلق وقت ہے بسبب متصل ہونے یوم کے اوس چیز سے جسکو امتداد اور قیام نہین ہے یعنی موت سے اور قاعدہ یہہ ہے کہ جب لیل یا یوم مر

غیر ممتد سے قرین ہوگا تو مطلق وقت مراد ہوگا جو رات اور دن دونون کو شامل ہے تو اگر بعد اس قول کے مولی رات کو مریگا تو بھی غلام آزاد ہوگا پھر اگر مولی بلفظ یوم نہار کا یعنی فقط دن کا ارادہ کریگا نہ رات کا تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ معنی حقیقی کا ارادہ کیا اور اس صورتمین یہہ تدبیر مطلق نرہیگی بلکہ تدبیر مقید ہوجاویگی اسواسطے کہ یہہ ضرور نہین کہ موت اوسکی دن ہی کو ہو وَاِن مِتُّ اِلیٰ مِائَةِ سَنَةٍ مثلاً وَغَلَبَ موتُه قبلَها فهو المختار لانّه كالكائن لا محالة یا مولی نے یون کہا کہ اگر مین سو برس تک مثلاً مر جاؤن تو تو آزاد ہے اور ظن غالب اوسکی موت کا قبل سو برس کے ہو تو یہہ مقید بھی مطلق کے ہے قول مختار مین اسواسطے کہ مثلاً اسّی برس کی عمر والیکی موت قبل سو برس کے مانند ثابت کے ہے بلا شک باعتبار غالب عادت کے اور یہہ مختار وہ قول ہے جو نہایہ اور جامع الفقہ مین ہے کہ مثال مذکور تدبیر مقید ہے نہ مطلق باعتبار لفظ کے اور باقی تفصیل اور تحقیق کی تعریف تدبیر مطلق مین ہو چکی وَاَفَادَ بالكافِ عدمَ الحصرِ حتّى لو اَوصىٰ لعبدِه بسهمٍ من مالِه عَتَقَ بموتِه ولو بجزءٍ لا والفرقُ لا يخفى وذكرناه في شرح الملتقى اور مصنف نے کاف تشبیہ سے عدم حصر کا اشارہ کیا یعنی امثلہ مذکورہ مین تدبیر مطلق منحصر نہین تا اینکہ اگر مولی اپنے غلام کیواسطے اپنے مال مین سے ایک سہم کی وصیت کرنا تو وہ آزاد ہو جاویگا اوسکی موت کے بعد اور ایک جزء کی اگر وصیت کریگا تو آزاد نہوگا اور فرق سہم اور جزء مین [illegible] شرح لمنتقی الابحر مین فرق کو بیان کیا ہے م اختیار شرح مختار دونون مین فرق یون بیان کیا ہے کہ سہم عبارت ہے سدس مال سے اور جزء عبارت ہے شی مبہم غیر معین سے تو جب مولی نے اپنی کل مال سے غلام کیواسطے سدس کی وصیت کی تو سدس رقبہ غلام کا بھی وصیت مین داخل ہوا اسواسطے کہ غلام بھی مولی کا مال ہے تو غلام اپنی ذات سے سدس کا مالک ہوا لہذا آزاد ہوگا اور چونکہ جزء مبہم ہے تو اوسکی تعیین وارثون کے اختیار مین ہے لہذا رقبہ غلام کا بلا تردد جزء مین داخل نہین ہو سکتا تو آزاد بھی نہوگا اور محشی مدنی نے بھی اسیطرح کا فرق ملتقی سے مذکور کیا ہے اور [illegible] ثابت کیا جانا چاہئے کہ الفاظ مدبر کرنیکے چار طرح پر ہین اول صریح جیسے تدبیر مصرح ہو اور ثانی بلفظ تعلیق موت اور ثالث اون الفاظ سے مدبر کرنا جنسے تعلیق بعد الموت مفہوم ہو جیسے یون کہنا کہ میری موت کے بعد کسیکا اختیار تجھپر نہین اور رابع بلفظ وصیت مثلاً مال یا سہم یا یون کہنا کہ مین نے وصیت کی تیرے واسطے تیری ذات کی یا تیری گردن کی اسواسطے کہ ایسی وصیت عبارت ہے ازالہ ملک سے کیونکہ غلام مین مالکیت کی صفت بدون اعتاق کے نہین ہوتی دَبَّرَ عبدَه ثمّ ذهب عقلُه فالتدبيرُ على حالِه لما مرّ انّه تعليقٌ وهو لا يبطُلُ بالجنونِ ولا رجوعٍ مدبر کیا اپنے غلام کو پھر مولی کی عقل زائل ہوگئی تو تدبیر قائم اپنے حال پر اسواسطے کہ تعریف مین گذر گیا کہ تدبیر تعلیق ہے اور تعلیق باطل نہین ہوتی جنون اور رجوع کرنیسے بخلافِ الوصيّةِ برقبتِه لانسانٍ ثمّ جُنّ ثمّ مات بطلت بخلاف وصیت کے یعنی مولی نے غلام کے رقبہ کی کسی انسان کیواسطے وصیت کی پھر مولی مجنون ہو گیا بعد اسکے مرگیا تو یہہ وصیت باطل ہوجاویگی ولا يقبلُ التدبيرُ الرجوعَ عنه ويصحّ مع الاكراهِ بخلافِهما فالتدبيرُ كوصيّةٍ الّا في هذه الثلثِ اشباه ويُزادُ مُدبَّرُ السفيهِ ومُدبَّرٌ قتلَ سيّدَه اور تدبیر قبول نہین کرتی رجوع کو یعنی تدبیر کرکے اوس سے پھرجانا جائز نہین اور تدبیر جبر اور زبردستی سے بھی صحیح ہے بخلاف وصیت کے کہ اوس سے پھرجانا درست ہے اور وصیت زبردستی سے صحیح نہین تو تدبیر مانند وصیت کے ہے سوا ان تین امور مذکورہ کے یعنی جنون اور رجوع اور اکراہ کے کذا فی الاشباہ والنظائر اور اشباہ کے تین امر پر دو امر اور زیادہ کیے گئے ہین ایک سفیہ کا مدبر دوسرا وہ مدبر جسنے اپنے مالک کو قتل کر ڈالا یعنی مرد احمق کی وصیت امر خیر مین تلث مال مین نافذ ہے اور تدبیر اوسکی اگرچہ نافذ ہے لیکن اوسکے مدبر پر کل قیمت مین سعایت لازم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی اور مدبر اگر مولی کو قتل کریگا تو آزاد ہوگا اور کل قیمت مین سعایت کرے اور موصی لہ اگر وصیت کرنیوالیکو قتل کریگا تو وصیت باطل ہوگی فلا يُباعُ المدبَّرُ المطلقُ خلافاً للشافعي سو مدبر مطلق کی بیع جائز نہین بخلاف مذہب امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے اسواسطے کہ صحیحین مین جابر سے حدیث ثابت ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام مدبر کیا تھا اوسکو پاس کچھہ مال نتھا سوا اس غلام کے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکو آٹھہ سو درم کو بیچا اور اوس سے فرمایا کہ اپنا قرض اسی قیمت سے ادا کر اور امام مالک کی موطا مین ثابت ہے کہ عائشہ صدیقہ نے اپنے غلام مدبر کو بیچا اور امام اعظم کی وہ حدیث دلیل ہے جو دارقطنی

مدبر کرنا چار طرح کا الفاظ سے

نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ مدبر نہ بیچا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور وہ آزاد ہے ثلث مال سے دارقطنی نے رفع اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور موقوف ہونیکی تصحیح کی ہے بعد چونکہ رقبہ مدبر کی ہنوز زائل نہیں تو ممنوعیت اوسکی بیع کی مخالف قیاس کے ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہہ قول ابن عمر کا بنا بر قیاس اجتہاد کے نہیں تو بالضرور محمول ہے سماع شارع پر تو اب حدیث جابر کا معارض ہوا اور حدیث جابر کے چند جواب ہیں اول یہہ کہ ابتدای اسلام میں بیع حر کی جائز تھی پھر منسوخ ہوئی تو مدبر کی بیع بطریق اولے جائز ہوگی جواب ثانی یہہ ہے کہ امام محمد اثر رضی اللہ عنہ سے دارقطنی نے روایت کی کہ مجکو جابر سے اس حدیث کا مشاہدہ ہوا کہ غلام مدبر کی خدمت بیع ہوئی تھی یعنی اجارہ اوسکا ہوا تھا نہ رقبہ تیسرا جواب یہہ ہے کہ حدیث جابر کی حدیث فعلی نہیں جو عام ہو بلکہ واقعہ ہے حال کا اور واقعہ حال کو عموم نہیں بخلاف حدیث ابن عمر کے کہ وہ حدیث قولی ہے تو حدیث جابر کی حدیث ابن عمر سے معارض نہیں ہوسکتی چوتھا جواب یہہ ہے کہ حدیث جابر کی مدبر مقید پر محمول ہے نہ مدبر مطلق پر جمعا بین الاحادیث اور اسیطرح موطا کی حدیث کے جوابوں کو قیاس کرنا چاہیے کذا فی فتح القدیر ملخصا **فلو قضی بصحۃ بیعہ نفذ** پھر اگر قاضی شافعی المذہب بیع مدبر کی صحت کا حکم کریگا تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ حکم قاضی رافع ہے اختلاف مذہب کا **وھل یبطل التدبیر قیل نعم** اور کیا قاضی کا حکم تدبیر کو باطل کر دیتا ہے بعضے علما نے کہا ہے کہ ہاں قضای قاضی مبطل تدبیر ہے ھم شارح نے بطلان تدبیر کو بقول ضعیف مذکور کیا حالانکہ قضای قاضی سے تدبیر کا باطل ہونا قول ضعیف نہیں بلکہ منصوص ہے اہل مذہب کا اسواسطے کہ ظہیریہ میں مصرح ہے کہ اگر مولے نے مدبر کو بیچا اور قاضی شافعی نے جواز بیع کا حکم کیا تو تدبیر فسخ ہوگئی تا اینکہ اگر یہہ غلام پھر مولی کی ملک میں کسی دن کسی وجہ سے آویگا پھر بعد اسکے مولی مر گیا تو غلام نہ آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار **نعم لو قضی ببطلان بیعہ صار کالحر** اگر مولی حنفی نے غلام مدبر کو بیچا اور قاضی حنفی نے بطلان بیع کا بعد نالش غلام کے حکم دیا تو یہہ غلام آزاد کی مانند ہو جاویگا یعنی بالاتفاق اوسکی بیع وغیرہ اب نہ جائز ہوگی اور یہہ مطلب نہیں کہ اوسپر ہر طرح سے احکام حر کے جاری ہونگے **ولا یوھب ولا یرھن کالوقف فشرط واقف الکتب الرھن باطل لان الوقف فی ید مستعیرہ امانۃ فلا یتاتی الایفاء والاستیفاء بالرھن بہ بحر** اور نہ ہبہ کرنا غلام مدبر کا جائز ہوگا نہ اوسکا رہن رکھنا جیسے وقف کا رہن جائز نہیں تو کتابوں کے وقف کرنیوالے کو رہن کا شرط کرنا باطل ہے یعنی وقف کرنیوالا یون شرط کرے کہ مکان یا مسجد سے وقف کی کتابیں باہر کوئی نہ لیجاوے بدون کسی چیز کے گرو رکھہ جانیکے تو یہہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ وقف کا مال عاریت لینے والیکے ہاتھہ میں بطور امانت کے ہے اور امانت میں بدون تعدی کے ضمان نہیں تو کسی چیز کے گرو رکھنے سے دین کا ایفا اور استیفا نہیں ہوسکتا کذا فی البحر الرائق صاحب بحر نے اشباہ میں کہا کہ رہن شرعی کا شرط کرنا تو وقف میں جائز نہیں اور رہن لغوی البتہ جائز ہو یعنے مستعیر کتب سے کوئی چیز رکھہ لینا یاد رکھنے کے واسطے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولا یخرج من الملک الا بالاعتاق والکتابۃ لتعجیل الحریۃ وسیتضح فی بابہ** اور نہ نکالا جاوے مدبر ملک سے مگر آزاد کر دینے اور مکاتب کر دینے سے تاکہ آزادی اوسکو جلد حاصل ہو جاوے اور باب المکاتب میں کتابت مدبر کے مسائل واضح ہونگے یعنی جب مولے نے غلام کو مدبر کیا تو اب سوای اعتاق اور کتابت کے کوئی تصرف سے اوسکو اپنی ملک سے نہیں نکال سکتا یہانتک کہ کسیکے واسطے وصیت نہیں کر سکتا اور بدل صلح میں نہیں دیسکتا مانند حر کے **والحیلۃ لمرید التدبیر علی وجہ یملک بیعہ ان یدبرہ مقیدا کان مت وانت فی ملکی او ان بقیت بعد موتی فانت حر** اور حیلہ اوس شخص کے واسطے جو تدبیر کا ارادہ کرے اسطرح پر کہ اوسکو بیچ سکے یہہ ہے کہ اوسکو مدبر مطلق نکرے بلکہ مدبر مقید کرے اسطرح پر کہ اگر میں مرون اور تو میری ملکیت میں ہو تو تو آزاد ہے یا یون کہے کہ اگر تو میری موت کے بعد باقی رہے تو تو آزاد ہے **ویستخدم المدبر ویستاجر وینکح والامۃ توطأ وتنکح جبرا** اور مدبر سے خدمت لینا اور مزدوری کرانا اور اوسکا نکاح زبردستی کر دینا جائز ہے اور مدبر لونڈی سے وطی کرنا اور دوسرے مرد سے اوسکا نکاح بجبر کر دینا درست ہے **والمولی احق بکسبہ وارشہ ومھر المدبرۃ لبقاء ملکہ فی الجملۃ** اور مولی مدبر کے کسب کا اور اوسکے خون بہا کا اور مدبرہ کے مہر کا احق ہے بسبب بقای ملک مولی کے فی الجملہ ھم اور اگر مدبر کسیکا خون کریگا تو مولی پر اوسکا خون بہا دینا لازم ہوگا اور بعض نسخون میں بجای ارش کے ارث کا لفظ ہے سو غلط ہے اسواسطے کہ مدبر آزاد نہیں مگر بعد موت مولی کے اور مولی کی حیات میں جو اوسکے پاس ہے

وہ مولی کی ملک ہوپہر مولے کا وارث ہونا بمعنی ہے و بموتہ ولو حکما کلحاقہ مرتدا اعتق فی آخر جزء من حیوۃ المولی من ثلثہ ای من ثلث
مالہ یوم موتہ الا اذا قال فی صحتہ انت حر او مدبر و مات مجھلا فیعتق نصفہ من الکل و نصفہ من الثلث حاوی اور مولی کی موت سو اگرچہ حکمی
ہی موت ہو چنانچہ معاذ اللہ مولی مرتد ہوکر دار الحرب مین ملحاوے آزاد ہوگا مدبر حیات مولی کے جز اخیر مین اوسکے ثلث مال سے یعنی اوس مال کی تہائی سے
جو مال کہ اوسکی موت کے دن موجود ہے مگر جبکہ مولی نے اپنی صحت مین کہا کہ تو حر یا مدبر ہو اور پہر وہ بدون بیان کرنے حریت اور تدبیر کے مرگیا تو آزاد ہوگا غلام
کا نصف اوسکو کل مال سے بنظر اعتاق کے اور نصف اوسکا مولی کے ثلث مال سے آزاد ہوگا بنظر تدبیر کے کذا فی حاوی القدسی وسعی بحسابہ ان لم یخرج
من الثلث اور وہ غلام جسکی حریت اور تدبیر مبہم تھی سعایت کرے کل مال او ثلث مال کے حساب سے تو اگر غلام کا خمس ثلث مال سے نکلے تو ثلث سکے چار خمس مین
سعایت کریگا اور اگر اوسکا ربع نکلے تو تین ربع مین سعایت کرے وعلی ہذا القیاس یہ اوس صورت مین ہو جبکہ ثلث مال سے نہ نکل سکے اور اگر ثلث مال مین گنجایش
ہو تو سعایت کی کچہ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ الدنی و فی ثلثیہ لان عتقہ من الثلث اور صحیح مدبر اپنی دو ثلث مین سعایت کریگا اسواسطے کہ عتق مدبر کا
ثلث مال سے ہوتا ہو ان لم یترک غیرہ وله وارث لم یجزہ ای التدبیر فان لم یکن له وارث او کان و اجازہ عتق کلہ لانہ وصیۃ
مدبر اپنی دو ثلث مین سعایت کریگا اگر مولی نے سوای اوس غلام کے اور کچہ مال نہ چھوڑا ہو اور مولی کا ایسا وارث ہو جو تدبیر کو جائز نہین رکھتا یعنی آزاد ہوگا کل
غلام کا تدبیر سے مفت جائز نہین رکھتا تو اگر مولی کا کوئی وارث نہو یا وارث ہو اور اعتاق کل غلام کو جائز رکھے تو کل غلام آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ
تدبیر درحقیقت وصیت ہو اور وصیت بدون اجازت وارث کے ثلث سے زیادہ جاری نہین ہوتی ولذا لو قتل سیدہ سعی فی قیمتہ کمدبر السفیہ
ولو قتلتہ ام الولد لا شئ علیھا کما بسطہ فی الجوھرۃ اور چونکہ تدبیر وصیت ہو لہذا اگر مدبر اپنے سید کو قتل کرے تو ثلث مال سے بہی نہ آزاد ہوگا
بلکہ اپنی کل قیمت مین سعایت کریگا جیسے مرد سفیہ کا مدبر کل قیمت مین سعایت کرتا ہو اور اگر ایسے مالک کو ام ولد نے قتل کیا تو وہ آزاد ہوجاویگی مالک کی موت
سے اور اوسپر کچہ سعایت لازم نہوگی چنانچہ یہ مسئلہ جوہرہ مین مشرح ہم مدبر قتل سید سے اسواسطے آزاد نہوا کہ اعتاق درحقیقت وصیت تہی اور وصیت
قاتل کیواسطے صحیح نہین رہتی بخلاف ام ولد کے آزادی کے کہ وہ وصیت نہین لہذا سعایت اوسپر واجب نہین وسعی فی کلہ ای فی کل قیمتہ لو
مجتبی وھو حینئذ کمکاتب و قالا حر مدیون لو المولی مدیونا بمحیط اور اگر مولی پر دین اسقدر ہو کہ سب متروکہ کو محیط ہو تو غلام اپنی سب قیمت
مین سعایت کریگا یعنی اس صورت مین ثلث بہی نہ آزاد ہوگا اور کل قیمت سے غلام مدبر کی قیمت مراد ہے نہ غلام خالص کی کذا فی المجتبی اور غلام مدبر زمانہ
سعایت مین نزدیک امام اعظم کے مانند مکاتب کے ہے تو اوسکی شہادت مقبول نہین اور نکاح اوسکا نافذ نہین اور صاحبین نے کہا کہ وہ حر مدیون
ہے تو اوسکی گواہی مقبول ہے اور اوسکا نکاح بہی نافذ ہے ولو دبر احد الشریکین فللآخر خیارات العتق فان ضمن شریکہ فمات سعی
فی نصفہ مختار اور اگر غلام کے دو مالکون مین سے ایک شریک نے غلام کو مدبر کیا تو دوسرے شریک کو عتق مین سات یا چہ طرح کے اختیار حاصل ہین چنانچہ
اسکی تفصیل باب عتق البعض مین ہو چکی سو اگر شریک ساکت کو مدبر کرنیوالے شریک نے ضمانت دی اور بلا رجوع علی العبد مدبر کرنیوالا مرگیا تو یہ غلام
اپنی نصف قیمت مین سعایت کرے اوسکے وارثون کیواسطے کذا فی المختار و ولد المدبرۃ تدبیرا مطلقا مدبر اور جو لونڈی مدبرہ بتدبیر مطلق ہے
تو اوسکا لڑکا بہی مدبر ہے یعنی ماں کے ساتھہ وہ بہی مولی کے مرنیکے بعد آزاد ہوگا واما المقیدۃ فلا یتبعھا اور وہ مدبرہ جسکی تدبیر مقید ہو لڑکا مدبر ہونے
مین اپنی ماں کا تابع نہوگا یعنی ماں کے ساتہہ وہ آزاد نہوگا وذکر فی البیع الفاسد ان ولد المدبر کابیہ فتامل اور ذکر کیا ہو ماتن نے بیع فاسد
کے باب مین کہ غلام مدبر کا لڑکا اپنے باپ کی مانند ہو سو اسکو تامل اور غور کرو وجہ تامل کی یہ ہے کہ یہ قول صحیح نہین کذا فی البحر اسواسطے کہ لڑکا اپنی
ماں کا تابع ہوتا ہو نہ باپ کا اور ہدایہ کے بعضے نسخون مین بہی واقع ہوا کہ مدبر کا ولد مدبر ہو حلبی نے کہا کہ ماتن اور صاحب ہدایہ کیطرف سے یہ جواب ممکن
ہوسکتا ہے کہ لفظ مدبر کا مرد اور عورت دونوکو شامل ہے اور مراد مدبر سے عورت ہو نہ مرد کذا فی حاشیۃ الدنی واما تدبیر الحمل فکعتقہ
اور مدبر کرنا حمل کا صحیح ہو جیسے حمل کا آزاد کرنا صحیح ہے لیکن جنین اوسوقت مدبر ہوگا جب مدبر کرنیکے وقت سے اقل مدت حمل مین تولد ہو ولو ولدت

وذکر المصنف

المدبرۃ من سیدھا فھی ام ولدہ وبطل التدبیر لانہ من الثلث والاستیلاد من الکل فکان اقوی۔ اور اگر لونڈی مدبر اپنے مالک سے لڑکا جنی تو وہ ام ولد ہوگی اور اوسکی تدبیر باطل ہوگئی اسواسطے کہ تدبیر مین عتق ثلث مال سے ہوتا ہے اور استیلاد مین عتق کل مال سے ہوتا ہے تو استیلاد قوی ہوا اندرین سے اور قوی ضعیف کو توڑتا ہے۔ وبیعہ وھبتہ ورھنہ المدبر المقید کان قال ان مت من سفری او مرضی ھذا او الی عشرین سنۃ مثلا مما یغلب غالبا۔ اور مدبر مقید بیچا جاوے اور ہبہ کیا جاوے اور گرو رکھا جاوے۔ تدبیر مقید کی مثال چنانچہ مولی نے غلام سے یون کہا کہ اگر مین اس سفر سے یا اپنی اس بیماری سے مرجاؤن تو تو آزاد ہے یا بیس برس تک مثلا وہ دن ایسی مدت مذکور کرے جسمین غالبا موت واقع ہو۔ اسکا خلاصہ یہہ ہے کہ مدبر مقید وہ ہے جسکا عتق فقط موت پر نہو بلکہ موت مین کچھہ قید اور صفت زیادہ لگائی جاوے مثلا اس سفر کی موت یا اس مرض کی موت یا دس برس یا بیس برس تک کی موت تو مدبر مقید مین تصرفات مالکانہ مثل بیع وغیرہ کے اسواسطے جائز ہوئے کہ مولی کی موت ان مدتون مین محتمل ہے یقینی نہین بخلاف مطلق موت کے کہ وہ بالیقین ہونیوالی ہے او ان مت وغسلت او کفنت۔ یا یہہ کہ مولی نے یون کہا کہ اگر مین مرون اور غسل دیا جاؤن یا یون کہا کہ اگر مین مرون اور کفنایا جاؤن تو تو آزاد ہے او ان مت او قتلت خلافا لزفر ورجحہ الکمال۔ یا مولی نے غلام سے کہا کہ اگر مین مرون یا مقتول ہون تو تو آزاد ہے تو یہہ غلام ابو یوسف کے نزدیک مدبر مطلق نہین اسواسطے کہ ایک امر خاص پر تعلیق نہین اور موت اور قتل مترادف اور مساوی نہین اسواسطے کہ قتل کو موت البتہ لازم ہے اور موت کو قتل لازم نہین تو یہہ مدبر مقید ہے بخلاف زفر کے کہ اونکے نزدیک یہہ غلام مدبر مطلق ہوا اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین اس تقدیر سے کہ فی الحقیقت یہہ تعلیق ہے مطلق موت پر اسواسطے کہ دو حال سے خالی ہونا ممکن نہین کہ قتل سے موت ہوگی یا بلا قتل بہر صورت موت حاصل ہے کذا فی منح الغفار۔ او انت حر بعد موتی وموت فلان او ان مات فلان قبلہ فیصیر مطلقا۔ یا مولی نے یون کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اور فلانے شخص مثلا زید کی موت کے بعد تو یہہ غلام مدبر مقید ہے جبتک کہ زید اوس سے پہلے نہ مرے اور اگر زید مولی سے پہلے مرگیا تو یہہ غلام مدبر مطلق ہوجاویگا اسواسطے کہ اب تعلیق عتق کی فقط مولی کی موت پر منحصر ہوگئی او انت حر بعد موت فلان کما فی الدرر والکنز وردہ فی البحر بما فی المبسوط وغیرہ من انہ لیس تدبیرا بل تعلیق حتی لو مات فلان والمولی حی عتق من کل المال ولو مات المولی اولا بطل التعلیق۔ یا مولی نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے مثلا زید کی موت کے بعد یہہ مثال ہے مدبر مقید کی چنانچہ درر اور کنز مین مذکور ہے اور رد کیا ہے اس قول کو بحر الرائق مین مبسوط وغیرہ کی روایت سے اسطرح پر کہ یہہ قول تدبیر ہی نہین نہ مطلق نہ مقید بلکہ یہہ تعلیق ہے عتق کی مانند اور تعلیقات کے جیسے دخول دار کی تعلیق تا اینکہ اگر زید مثلا مرے اور مولی زندہ رہے تو غلام کل مال سے آزاد ہوگا اور مدبر ہوتا تو مولی کی موت کے بعد آزاد ہوتا اور ثلث مال سے آزاد ہوتا نہ کل مال سے اور اگر مولی پہلے زید سے مرگیا تو تعلیق باطل ہوگی اور غلام وارثون کا مملوک ہوگا ویعتق المقید ان وجد الشرط بان مات من سفرہ او مرضہ ذلک کعتق المدبر من الثلث لوجود الاضافۃ الی الموت۔ اور مدبر مقید آزاد ہوگا اگر شرط عتق کی پائی جاویگی اسطرح پر کہ مولی اپنے اوسی سفر یا اوسی مرض مین مرگیا مانند آزاد ہونے مدبر مطلق کے ثلث مال سے مدبر مقید آزاد ہوگا بسبب موجود ہونے اضافت الی الموت کے تو بعد موت کے مدبر مطلق اور مدبر مقید کا حکم برابر ہوگیا قال ان مت من مرضی ھذا فھو حر فقتل لا یعتق بخلاف ما لو قال فی مرضی وفرق بین من وفی۔ مولی نے کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری سے مرگیا تو وہ آزاد ہے سو مولی کو قتل کرڈالا کسی نے تو آزاد نہوگا بخلاف اسکو اگر یون کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری مین مرگیا تو آزاد ہوگا سو تفرقہ کیا گیا ہے درمیان من اور فی کے مجتبی مین اوسکے مصنف نے من مرضی اور فی مرضی مین یون فرق بیان کیا ہے کہ من مفید ہے تعلیل اور سببیت کا تو مطلب یہہ ہوا کہ اگر مین اس بیماری کے سبب سے مرون تو قتل دوسرا سبب ہوا سوای بیماری کے تو شرط عتق کی نہ پائی گئی اور لفظ فی کا مفید ہے ظرفیت کا یعنی موت مرض مین واقع ہو خواہ بیماری سے ہو یا کسی اور سبب سے۔ ولو لہ حمی فتحول صداعا او بعکسہ قال محمد ھو حر واحد مجتبی۔ اور اگر مولی نے کہا کہ اگر مین اس بیماری سے مرون تو غلام آزاد ہے اور مولی کو تپ کی بیماری تھی سو بدل کر درد سر کی بیماری ہوگئی یا درد سر تھا سو تپ ہوگئی تو محمد نے کہا کہ تپ اور درد سر ایک ہی بیماری ہے کذا فی المجتبی ہرچند تپ اور دردسر جدا جدا دو مرض ہین لیکن چونکہ اکثر دونو باہم متلازم ہین لہذا اونکو ایک ہی شمار کیا۔ وقیمۃ المدبر المطلق ثلثا قیمتہ قنا بہ یفتی۔ اور قیمت مدبر مطلق کی دو ثلث اوسکی قیمت کی ہے اگر وہ خالص غلام ہوتا

فتوی ہے یعنی اگر مدبر مطلق خالص غلام ہوتا تو اوسکے مثلاً تیس درم قیمت ہوتے تو اب مدبر ہونے سے بیس درم قیمت ہوگی والمدبر المقید یقوم قناً درر
عن الخانیۃ اور مدبر مقید کی قیمت خالص غلام کی سی قیمت ٹھہرائی جاویگی کذا فی الدرر عن الخانیۃ فائدہ قیمت ٹھہرانیکا یہہ ہے کہ اوسکے موافق سعایت کرے وفیہا
عنہا صحیح قال لعبدہ انت حر قبل موتی بشہر فمات بعد شہر عتق من کل مالہ زاد فی المجتبی ولو لا بیعہ فی الاصح اور درر مین خانیہ سے منقول
ہے کہ مرد صحیح نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے ایک مہینہ پہلے میری موت سے پھر وہ مرگیا بعد ایک مہینہ کے تو آزاد ہوگا اوسکو کل مال سے اسواسطے کہ
امام اعظم کے نزدیک اوسکا عتق اول مہینے سے متعلق ہوا جبکہ مولی تندرست تھا کذا فی الدرر اور مجتبی مین اتنا قول اور زیادہ کیا ہے کہ اوسکے مولی کو
اوسکا بیچنا جائز ہے قول اصح مین **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا قال مریض اعتقوا غلامی بعد موتی انشاء اللہ صح الایصاء وفی ھو حر بعد
موتی ان شاء اللہ لم یصح لان الاول امر والاستثناء فیہ باطل والثانی ایجاب فصح الاستثناء کہا ایک بیمار نے کہ آزاد کیجیو میرے
غلام کو میری موت کی بعد انشاء اللہ تو یہہ وصیت صحیح ہے اور ثلث مال سے آزاد کرنا لازم ہوگا اور اس قول مین کہ وہ آزاد ہے میری موت کے بعد انشاء اللہ
تو یہہ وصیت صحیح نہوگی اسواسطے کہ قول اول بصیغہ امر ہے اور استثنا امر مین باطل ہے اور قول ثانی ایجاب ہے تو استثنا اوسمین صحیح ہے

باب الاستیلاد

ہو لغۃ طلب الولد من زوجۃ او امۃ وخصہ الفقہاء بالثانی یہہ باب ہے استیلاد کے احکام مین استیلاد لغت
عرب مین عبارت ہے خواہش اولاد سے خواہ زوجہ سے ہو خواہ لونڈی سے اور فقہا نے اوسکو مخصوص کرلیا ہے ثانی سے یعنی اصطلاح فقہ مین لونڈی سے
اولاد لینے کو استیلاد کہتے مین اذا ولدت ولو سقطا الامۃ ولو مدبرۃ من سیدہا ولو باستدخال منیہ فرجہا جب کہ جنی لونڈی
اپنے مالک سے اگرچہ بچہ ناتمام پیدا ہوا اور گو کہ لونڈی مدبرہ ہو اور اگرچہ لونڈی نے مالک کا نطفہ اپنی شرمگاہ مین ڈال لیا ہو اسطرح پر کہ مالک نے محل مخصوص
مین جماع نکیا ہو لیکن بعد انزال کے فوراً گرم گرم اوسکا نطفہ لونڈی نے داخل کرلیا ہو اور وہ حاملہ ہوگئی ہو اور لڑکا پیدا ہوا ہو تو یہہ لڑکا مالک کا ہوگا اور
لونڈی ام ولد ہو جاویگی کذا فی المنح عن المحیط باقرارہ وینبغی ان یشہد لئلا یسترق ولدہ بعد موتہ لونڈی جنی مالک کے اقرار ولد سے اور یون
لائق ہے مالک کو کہ لوگون کو گواہ کردے کہ یہہ لونڈی میرا لڑکا جنی ہے تاکہ وارث اوسکے ولد کو بعد موت مالک کے غلام نبا دین ولو حاملا کقولہ
حملہا او ما فی بطنہا منی کما مر فی ثبوت النسب وہذا قضاء واما دیانۃ فیثبت بلا دعوۃ کاستیلاد معتوہ ومجنون وہبانیہ
اگرچہ اقرار مالک کا لونڈی کے حاملہ ہونیکے وقت ہو نہ ولادت کے وقت چنانچہ یون کہنا مولی کا کہ حمل اوس لونڈی کا مجھسے ہے یا جو اوسکے پیٹ مین ہے سو مجھسے
ہے اور یہہ یعنی ثبوت نسب ولد کا موقوف ہونا مولی کے اقرار پر بنابر حکم قاضی کے ہے اور دیانت مین یعنی فیما بینہ وبین اللہ تو نسب بدون دعوی کے بھی ثابت ہوگا
تو مالک کو نفی ولد کی کرنا جائز نہین اگر لونڈی سے جماع کرتا ہو بشرطیکہ وہ کوچہ گرد نہو کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے استیلاد مرد بیہوش اور مجنون کا بلا دعوی
ثابت ہوتا ہے کذا فی الوہبانیہ یعنے اگر مرد بیہوش یا مجنون کی لونڈی اوسکے تصرف مین ہوگی اور جنیگی تو وہ لڑکا مولے کا ہوگا بلا اقرار اسواسطے
کہ مجنون وغیرہ مین اہلیت دعوۃ کی نہین او ولدت من زوج ولو فاسدا کوطی بشبہۃ فولدت فاشتراہا الزوج ای ملکہا کلا
او بعضہا فہی ام ولدہ من حین الملک یا جنی لونڈی اپنے زوج سے جسکے ساتھہ اوسکو مولی نے نکاح کردیا تھا اگرچہ نکاح فاسد ہوا ہو مانند وطی بالشبہہ
کے پھر وہ لونڈی جنی پھر اوسکو اوسکے زوج مذکور نے خرید کیا یعنی اوسکا مالک ہوا خواہ بیع سے یا ہبہ سے کل کا مالک ہوا یا البعض کا تو یہہ لونڈی
جو مولی کے اقرار سے جنی یا جسکو اوسکا زوج مالک ہوا ام ولد ہوگئی مالک ہونیکے وقت سے یعنی ابتداء علوق سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو
ملک ولدہا من غیرہ فلہ بیعہ جب ام ولد ہونا لونڈیکا ابتداء ملک سے ہوا تو اگر زوج مشتری اوس لونڈی کے ولد کا جو غیر کے نطفے
سے ہو مالک ہوگا تو اوسکو ولد کے بیع لینے کا اختیار ہے وکذا لو استولدہا بملک ثم استحقت او لحقت ثم ملکہا فان عتق
ام الولد یتکرر بتکرار الملک کالمحارم بخلاف المدبرۃ اور اسیطرح اگر لونڈی کو ام ولد بنایا بسبب ملک کے پھر وہ لونڈی غیر کی مملوکہ
ثابت ہوئی یا مرتدہ ہوکر دار الحرب مین جا ملی پھر یہہ شخص اوسکا مالک ہوا تو عتق ام ولد کا دوبارہ ثابت ہوگا بسبب دوبارہ مالک ہونیکے جیسے محارم

باب الاستیلاد

لہ یعنی انشاء اللہ کہنا اوس وصیت مین صحیح ہوگا اور امر کی صحت کا اثر یہہ ہوگا کہ جس ایجاب پر واقع ہو اوسکو باطل کردیتا ہے لہذا وصیت صحیح نہوگی ۱۲

محارم کا ذکر ہوتا ہے تکرار ملک سے بخلاف مدبرہ کے کہ اگر مولی نے اوسکو آزاد کر دیا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب مین گئی اور گرفتار ہو کر مملوک ہوئی مولی کی تو
اب مدبرہ نہوگی ہم یہہ جو شارح نے کہا کہ عتق ام ولد کا ذکر ہوتا ہے تکرار ملک سے مراد عتق سے عتق مجازی ہو یعنی ام ولد ہونا اوسکا پھر ثابت ہوگا اور
عتق حقیقی مراد نہین اسواسطے کہ ام ولد بعد مرنے مولی کے آزاد ہوتی ہے طحطاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو جدا لگاتہ ذکر کرتا اسلیے
کہ ارتباط اسکا ما قبل سے مناسب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والمستولدۃ کالمدبرۃ وقد مر اور ام ولد کا حکم مدبرہ کی مانند ہو چنانچہ اوسکا بیان ہوچکا
یعنی اوسکی بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہین الا فی ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق الاشباہ والبیع الفاسد من البحر ام ولد مثل مدبرہ کے
ہے مگر تیرہ مسئلون مین فرق ہو جنکا ذکر اشباہ فروق کی بحث مین اور بحر الرائق باب بیع فاسد مین مصرح ہو اونمین سے ماتن اور شارح نے چار صورتون کو مذکور کیا
منہا انہا تعتق بموتہ من کل مالہ والمدبرۃ من ثلثہ من غیر سعایۃ والمدبرۃ تسعی اون تیرہ مسئلون مین سے ایک یہہ ہے کہ ام ولد مولے
کی موت سے اوسکے تمام مال سے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہے اور ام ولد بدون سعایت کے آزاد ہوتی ہو اور مدبرہ سعایت کرکے آزاد
ہوتی ہے ہم ام ولد بعد موت مولی کے کل مال سے آزاد ہو جاتی ہے اوسکی بیع جائز نہین اور سعایت اوسپر لازم نہین اگرچہ مولی قرضدار مرا ہو اور
یہی مذہب ہے جمہور صحابہ و تابعین اور فقہا معتبرین کا مگر بشر مریسی اور داؤد ظاہری جمہور کے مخالف اسمین قائل ہین سو لائق اعتماد کے نہین کذا
فی فتح القدیر ولو قضی بجواز بیعہا لم ینفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے تو اوسکا حکم جاری نہوگا نزدیک محمدؒ کے اور اسی
قول پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الخانیۃ والظہیریۃ بل یتوقف علی قضاء قاض اخر امضاء وابطالا ذخیرۃ وینفذ فی المدبرۃ کام
بلکہ بیع کا حکم موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے حکم پر جائز رکھنے مین اور باطل کرنے مین یعنی مجتہدین معتبرین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے حکم سے رفع
اختلاف ہو جاتا اور چونکہ یہہ حکم جمہور صحابہ اور فقہا کے مخالف ہو لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہین ہو سکتا بلکہ دوسرے قاضی کی قضا پر موقوف
ہے تو اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے حکم کو جاری کر دیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہوگی کیونکہ تو ڑ نیسے نہ ٹوٹیگی اور اگر قاضی حنفی قاضی
اول کا حکم باطل کر دیا تو اب بالاتفاق اوسکی بیع باطل ہو جاویگی کذا فی الذخیرہ اور مدبرہ کی جواز بیع مین ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہوگا دوسرے قاضی کے
حکم پر موقوف نرہیگا اسواسطے کہ مدبرہ کے جواز بیع مین مجتہدین معتبرین باہم مختلف ہین چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہین وان ولدت بعدہ
ولدا ثبت نسبہ بلا دعوۃ اذا لم تحرم علیہ بنحو نکاح او کتابۃ او وطئ ابنہ او المولی امہا فحینئذ لو ولدت لاکثر من ستۃ
اشہر لا یثبت الا بدعوۃ الا فی المزوجۃ فلا یثبت بل یعتق علیہ اور اگر ام ولد ایک ولد کے بعد دوسرا ولد جنی تو اوسکا نسب بدون
دعوی مولے کے ثابت ہو جاویگا بشرطیکہ ام ولد بعد ولد اول کے مولی پر حرام نہو گئی ہو کسی وجہ سے جیسے دوسرے کے ساتھ نکاح کر دینے سے یا مکاتبہ
کر دینے سے یا ابن مولی کی وطی سے یا بسبب وطی کرنے مولی کے ام ولد کی ماں کو تو اسوقت مین اگر ام ولد محرمہ چھہ مہینے یا چھہ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی
تو اوسکو ولد کا نسب مولی سے ثابت نہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ نسب ثابت ہوگا مگر ام ولد منکوحہ کے ولد کا نسب دعوی سے بھی نہ ثابت ہوگا اسلیے
کہ اوسکا ولد زوج سے ثابت النسب ہے بلکہ مولی کے دعوی کرنے سے ولد اوسکا مولی پر آزاد ہو جاویگا بسبب مولے کے اقرار کے ولو لاقل من ستۃ
اشہر ثبت بلا دعوۃ وفسد النکاح لتبین الاستبراء لہا قبلہ وقدمناہ فی نکاح الرقیق وثبوت النسب اور اگر ام ولد ولد ثانی کو
بعد عارض ہونے حرمت کے چھہ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو اوسکے ولد کا نسب مولی سے بدون دعوی کے ثابت ہوگا اور درصورت نکاح کر دینے کے اوسکا
نکاح فاسد ہو جاویگا اسواسطے مستحب ہوا ہے استبرا کے لونڈی کے حق مین قبل نکاح کے یعنی مولی پر مستحب ہے کہ جب ام ولد کا نکاح کر دینے کا ارادہ کرے تو قبل
تزویج کے ایک حیض سے استبرا کر کے نکاح کر دے کذا فی البحر شارح کہتا ہو اور ہمنے استبرا کے استحباب کو غلام کے نکاح اور ثبوت نسب مین اول
بیان کر دیا ہے لکنہ ینتفی بنفیہ من غیر توقف علی لعان لان الفراش اربعۃ ضعیف للامۃ ومتوسط لام الولد وقوی
للمنکوحۃ فلا ینتفی الا باللعان واقوی للمعتدۃ فلا ینتفی اصلا لعدم اللعان ہر چند ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب اقرار سے

موقوف نہین لیکن اوسکا نسب مولی کی نفی کرنیسے نفی ہوجاتا ہے بلا توقف کے لعان پر یعنی بدون لعان کے بمجرد نفی کرنیکے نفی ہوجاتا ہے اسواسطے کہ فراش چار قسم پر ہے ایک فراش ضعیف لونڈیکا کہ بدون اقرار مولی کے اوسکا ولد ثابت النسب نہین ہوتا دوسرا فراش متوسط نہ ضعیف نہ قوی ام ولد کا اور اوسکا حکم معلوم ہوا کہ اوسکا ولد بدون اقرار مولی کے بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنیسے نفی ہوجاتا ہے تیسرا فراش قوی منکوحہ کا کہ اوسکے ولد کا نسب اقرار پر موقوف نہین اور اوسکا نسب نفی نہین ہوسکتا بدون لعان کے اور چوتہا فراش قوی تر معتدہ کا کہ اوسکے ولد کا نسب کسیطرح نفی نہین ہوسکتا بسبب نہونے لعان کے اور لعان اسواسطے نہین ہوسکتا کہ زوجیت قائم نہین الا اذا قضی بہ قاض غیر حنفی یری ذلک فیلزم بالقضاء ام ولد کے ولد کا نسب نفی نہین ہوتا ہے مولی کی نفی سے مگر جب حنفی مذہب کے سوا اور کسی مذہب کا قاضی جسکے مذہب مین نفی کرنے سے نفی نہین ہوتا وہ حکم کرے عدم نفی کا تو حنفی مذہب پر لازم ہوجاویگا ثبوت نسب کا بسبب قضا کے او تطاول الزمان وھو ساکت کما مر فی اللعان لانہ دلیل الرضاء بخلاف ما اذا انتفی بنفیہ فیھما ای الصورتین یا مدت دراز گذر گئی اور مولی ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اسکا ذکر باب اللعان مین گذر گیا اسواسطے کہ سکوت مدت دراز تک دلیل ہے رضامندی کی تو اب اوسکی نفی کرنیسے ان دونو صورتونمین اوسکا نسب نفی نہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمی یعنی الکافر او مدبرتہ مستامن عرض علیہ الاسلام جب مسلمان ہوگئی ام ولد ذمی کی یعنی کافر کی تا کہ ذمی اور مستامن دونو کو حکم شامل ہے یا مدبرہ ذمی یا مستامن کی مسلمان ہوئی کذا ذکرہ مسکین تو کافر پر اسلام عرض کیا جاویگا اسواسطے کہ مسلمہ کا کافر کے تحت مین رہنا جائز نہین فان اسلم فھی لہ تو اگر ذمی یا مستامن نے اسلام قبول کیا تو ام ولد یا مدبرہ جیسی تھی ویسی ہی اوسکی بنی رہی والا سعت نظرا للجانبین لان خصومۃ الذمی والدابۃ یوم القیمۃ اشد من خصومۃ المسلم اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد اوسکے واسطے سعایت کرے بلحاظ دونو جانبون کے ام ولد کی جانب مین سعایت سے یہہ رعایت ہوئی کہ وہ ذلت سے بچی آزاد ہوگئی اور ذمی کی جانب مین سعایت سے یہہ رعایت ہوئی کہ مال ملنے سے اوسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع مین اسواسطے باطل نہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی قیامت کے دن سخت تر ہے مسلم کی خصومت سے اسواسطے کہ اگر مسلم دوسرے مسلم پر ظلم کریگا تو قیامت مین امید ہے کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کی حسنات مظلوم کو عوض مین ملین یا مظلوم کا وبال ظالم مسلم پر ڈالا جاوے بخلاف ذمی مظلوم کے کہ اوس سے توقع عفو کی نہین اور حسنات مسلم ظالم کی ذمی کو نہین مل سکتی اسواسطے کہ وہ لائق ثواب کے نہین اور کافر کا وبال مسلم ظالم پر پڑنا ہمین تامل ہے پہر جب ذمی کی حق تلفی کا معاوضہ نہوسکا تو رہائی سخت مشکل ہے اور اسیطرح جانور بے زبان پر ظلم کرنا سخت اندیشہ ناک ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اللھم انا نعوذ بک من مظالم عبادک اجمعین فی ثلث قیمتھا قنۃ وعتقت بعد ادائھا ای القیمۃ التی قدرھا القاضی ام ولد سعایت کرے اپنی ثلث قیمت مین خالص لونڈی ہونیکی حالت کی قیمت یعنی اگر ام ولد نہوتی خالص لونڈی ہوتی تو مثلا اوسکی قیمت تیس درہم ہوتے تو دس درہم کا کما دینا اوسپر لازم ہے اور آزاد ہوجاویگی بعد ادا کرنے اوس قیمت کے جسکو قاضی نے مقرر کر دیا ہے ثلث قیمت کی سعایت نھایۃ البیان مین مذکور ہے کذا فی منح الغفار وھی مکاتبۃ فی حال سعایتھا الا فی صورتین بلا رد الی الرق لو عجزت اذ لو ردت لاعیدت اور وہ یعنی ذمی کی ام ولد مانند مکاتبہ کے ہے سعایت کی حالت مین مگر دو صورتون مین مکاتبہ کی برابر نہین پہلی صورت یہہ کہ اگر وہ عاجز ہوا ادای قیمت سے تو رقیت کیطرف نہ پہیرے جاویگی بخلاف مکاتبہ کے اسواسطے کہ اگر ام ولد رقیت کی طرف پہیری جاویگی تو کافر کی ملکیت پہر اوسپر ثابت ہوگی تو مسلمہ کو ذلت لازم آویگی اور حالانکہ شرعا یہہ جائز نہین ولو مات قبل سعایتھا ولھا ولد مولود لہ فی سعایتھا سعی فیما علیھا والا عتقت مجانا لانھا ام ولد دوسری صورت یہہ کہ اگر مولی مرگیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ اوسکا ایک لڑکا ہے جسکو سعایت کی حالت مین جنی تو وہ لڑکا اپنی ماکی قیمت مین سعایت کرے اور اگر لڑکا نہو تو وہ مفت آزاد ہوگی اسواسطے کہ وہ ام ولد ہے اور ام ولد بعد موت مولی کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہے اور سعایت ولد کی قیمت مین درصورت ام ولد کی موت مین ہے نہ اوسکی مولی کی موت مین تو شارح کو مناسب تہا کہ مصنف کے کلام سے ایسا کلام کو بیان نہ ملاتا بعد حکم موت مولی کے ام ولد کی موت کا حکم جدا بیان کرتا چنانچہ درالمنتقی کی یون عبارت ہے و لو مات عتقت بلا سعایۃ و لو ماتت ھی وتھا ولد ولد فی سعایتھا سعی فیما علیھا یعنی اگر ام ولد کا

مہلے مرگیا تو وہ بلا سعایت مفت آزاد ہوگئی اور اگر ام ولد قبل سعایت کے مرگئی اور اوسکا ایک لڑکا تہا جسکو سعایت کی حالت مین جنی تو وہ اپنی ماکی قیمت مین سعایت کریگا بخلاف مکاتبہ کے کہ اگر اوسکا مولی مرگیا تو وہ مفت نہ آزاد ہوگی بلکہ اوسکے وارثون کیواسطے سعایت کریگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الحکم المدبر فیسعیٰ فی ثلثی قیمتہ اور اسیطرح ہے حکم مدبر کا یعنی اگر ذمی اور مستامن کا مدبر مسلمان ہوجاوے اور اوسکا مولے مسلمان ہونے سے انکار کرے تو مدبر اپنی دو ثلث قیمت مین سعایت کرے یعنی جو خالص غلام کی قیمت ہو اوسکی دو ثلث مین سعایت کرے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم قنّ الذمی عرض الاسلام علیہ فان اسلم فبہا والا امر ببیعہ تخلصا من ید الکافر ذکرہ مسکین اور اگر ذمی کا خالص غلام مسلمان ہوگیا تو ذمی پر اسلام عرض کیا جاویگا سو اگر وہ بھی مسلمان ہوا تو خوب بات ہے وہ اوسکا غلام بنا رہیگا جیسا کہ سابق مین تہا اور اگر اوسنے اسلام سے انکار کیا تو غلام کے بیچ ڈالنے کا حکم کیا جاویگا تاکہ مسلمان کافر کے ہاتہہ سے نجات پاوے کذا ذکرہ مسکین فی شرح الکنز فان ادعی ولد امۃ مشترکۃ ولو مع ابنہ ثبت نسبہ منہ ولو کافرا او مریضا او مکاتبا لکنہ ان عجز فلہ بیعہا وہی ام ولدہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا مشترک لونڈی کے ولد کا اگرچہ شراکت اپنے بیٹے کے ساتھ ہو تو ثابت ہوگا نسب ولد کا اوس مدعی سے اگرچہ مدعی کافر ہو یا مریض بمرض الموت ہو یا مکاتب ہو لیکن مکاتب اگر ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو تو اوسکو بیچنا لونڈی کا جائز ہے اور وہ لونڈی مشترک ام ولد ہو مدعی کی وضمن یوم العلوق نصف قیمتہا ونصف عقرہا ولو معسرا لا قیمۃ ولدہا لانہ علق حر الاصل اور ضامن ہو مدعی نطفہ رہنے کے دن اپنے شریک کو لونڈی کی نصف قیمت کا اور اوسکے نصف مہر مثل کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہہ ضمان ہے تملک کا نہ ضمان عتق کا اور نہ ضامن ہوگا ولد کی قیمت کا اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے کیونکہ وقت علوق سے ثابت النسب ہے اور اوسیوقت سے ضمان لازم ہوا تو حدوث ولد کا ملک مدعی مین ہوا نہ شریک کی ملک مین اور اگر مدعی باپ ہے اپنے شریک کا تو ضمان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ باپ کا حق ہے بیٹے کے مال مین فان ادعیاہ معا او جہل السابق وقد استویا وقت الدعوۃ لا العلوق فی الاوصاف فہو ابنہما اور اگر مشترک لونڈی کے ولد کا دونو شریکون نے زمانہ واحد مین ساتھ دعوی کیا یا ایک نے اول دعوی کیا اور دوسرے نے بعد چند ساعت یا چند روز کے دعوی کیا لیکن بالفعل معلوم نہین کہ کسنے پہلے دعوی کیا تہا اور حالانکہ دونو اسلام وغیرہ اوصاف آیندہ مین برابر ہین دعوی کرنیکے وقت نہ نطفہ رہنے کیوقت تو وہ لڑکا دونو کا بیٹا ہے ہم یہہ مطلب نہین کہ وہ لڑکا دونو کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے اسواسطے کہ یہہ متصور نہین بلکہ جب دونو مالکون نے برابر دعوی کیا اور دونو جمیع اوصاف مرجحہ مین متساوی ہین تو ترجیح ایک کی دوسرے پر نہین ہوسکتی لہذا ولد کو دونو کا بیٹا قرار دیا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت مین قیافہ شناس کا قول معتبر ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ قیافہ شناسی حجت شرعی نہین کہ بناء قیافہ شناسی کی فقط اٹکل پر ہے اور اگر قیافہ حجت ہوتا تو لعان مین اوسیکی طرف رجوع کیجاتی اور نفی ولد کی حمل سے کاہیکو ہوتی لہذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسکا اعتبار نکیا اور قاضی شریح کو لکہہ بہیجا کہ دونو شریکون نے تلبیس کی لہذا اوسکے مناسب حکم بہی دیا گیا اور اگر صاف بیان کرتے تو حکم بہی صاف ہوتا اور یہہ حکم بحضور صحابہ بلا نکیر ہوا تو لائق حجت کے ہوا اور یہی مذہب ہے علی مرتضی اور ابن عباس اور زید بن ثابت کا رضی اللہ عنہم کذا فی منح الغفار فلو لم یستویا قدم من العلوق فی ملکہ ولو بنکاح پہر اگر دونو شریک برابر ہون زمانہ مالکیت مین یعنی ایک زمانہ سابق مین مالک ہوا ہو لونڈیکا اور دوسرا بعد اوسکے تو وہ شریک مقدم ہوگا جسکی ملک مین نطفہ رہا اگرچہ تقدم ملک کا بسبب نکاح کے ہو فتح القدیر مین ہے کہ جب لونڈی حاملہ ہوئی ایک کی ملک مین پہر مالک نے نصف لونڈی دوسرے کے ہاتہہ بیچی پہر وہ پوری چہ مہینے مین بعد اس بیع کے جنی یا دونو شریکون نے ولد کے نسب کا دعوی کیا تو مالک اول مقدم ہے اسواسطے کہ نطفہ اوسیکی ملک مین رہا محشی مدنی نے کہا کہ مناسب یون کہنا تہا کہ بعد بیع کے چہ مہینے سے کمتر مین جنی تاکہ مالک اول کی خالص ملک مین علوق ثابت ہو اور اگر پورے چہ مہینے مین جنیگی تو دونو کی ملک مین علوق کا احتمال ہوگا لا یخفی اور اگر ایک شخص نے لونڈی سے نکاح کیا پہر اوسنے اور دوسرے شخص نے لونڈی کو مول لیا پہر وہ چہ مہینے سے کمتر مدت مین جنی بعد خریدنے کے پہر دونونے اوسکے ولد کا دعوی کیا تو یہہ لونڈی نکاح کرنیوالیکی ام ولد ہوگی کذا فی فتح القدیر واب مسلم وسر ذمی وکتابی اولی ابن وذمی ومجوسی

وهُوَ يَأْتِي دجھی ہی اور باپ مسلم اور آزاد اور ذمی اور کتابی مقدم ہو بیٹے پر اور ذمی اور غلام اور مرتد اور مجوسی پر ہم یہہ لف و نشر مرتب ہے یعنی اگر باپ اور بیٹا ایک لونڈی مین شریک ہون اور لونڈی کے ولد کا دونو ساتھی دعوی کرین تو باپ کا دعوی مقدم اور اولی ہے بیٹے پر اور اسیطرح مسلم مقدم ہے ذمی پر اور آزاد مقدم ہے غلام پر اور ذمی مقدم ہے مرتد پر اور کتابی مقدم ہے مجوسی پر شارح نے تقدم ذمی کا مرتد پر بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرح حموی ابی السعید سے نقل کیا لیکن یہہ مخالف ہے زیلعی اور فتح القدیر کے زیلعی کی یہہ عبارت ہے المرتد اولی من الذمی اور فتح القدیر کی یہہ عبارت ہے لو کانت الجاریۃ بین ذمی ومرتد فالولد للمرتد لانہ اقرب الی الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ تقدم ذمی کا مرتد پر سبقت قلم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ثم لا یثبت نسب ولدہا من بلا دعوۃ لحرمۃ الوطی کما مر یعنی ثابت ہوگا دوسری ولد کا نسب بدون دعوی کے جمیع صور تو نہین جو مذکور ہو چکین بسبب حرام ہونے وطی ام ولد مشترک کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا کہ ولد ثانی ام ولد کا بلا دعوت اوسوقت مین ثابت النسب ہوتا ہے جب کہ ام ولد مولی پر حرام نہو گئی ہو بخلاف صور مذکورہ کے وهِيَ امُّ ولدٍ لهما ان حبلت في ملكهما اور یہہ لونڈی مشترک جسکے ولد کا دونو مستاوی شریکون نے ساتھی دعوی کیا دونو کی ام ولد ہے بشرطیکہ وہ دونو کی ملک مین حاملہ ہوئی ہو اسطرح پر کہ دونو کی خریدکے بعد پورے چھہ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی ہو خرید کے دن سے لا لو اشتراها حبلى لانها دعوة عتق فولاؤه لهما وبادّعاء احدهما يضمن نصف قيمة الولد لا العقر اور اسطرح ام ولد نہوگی اگر لونڈی کو دونو مالکون نے حاملہ خرید کیا اور وہ خرید کے دن سے اقل مدت حمل سے کمتر مدت مین جنی پھر دونو نے دعوی کیا ولد کے نسب کا تو وہ لونڈی ام ولد نہوگی اس دعوی سے اسواسطے کہ فی الحقیقت یہہ دعوی عتق کا ہے نہ استیلاد کا اسلئے کہ شرط استیلاد کی یہہ ہے کہ علوق ولد کا ملک مین ہو سو یہان قبل ملک کے علوق حاصل تھا پھر جب یہہ دعوی عتق ولد کا ہوا تو ولد کی ولا دونو شریکون کیواسطے ہوگی اور اگر ایک شریک ولد کا دعوی کریگا تو ولد کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور لونڈی کا نصف مہر دینا اپنے شریک کو لازم نہ آویگا اسواسطے کہ دعوی استیلاد کا نہین وعلى كل نصف عقرها وتقاصّا اور درصورتیکہ دونون شریکون کی وہ لونڈی ام ولد ہوئی تو ہر شریک پر نصف مہر لونڈی کا لازم ہوگا ہر حصہ دوسرے شریک کے اس شریک پر اوس شریک کو نصف مہر دینا چاہئے اور اوسپر اسکو اور دونو باہم اپنے حق کو مجرا کر لین نہ کوئی دے نہ کوئی لے اگر کوئی کہے کہ جب دونو حساب مین برابر ہو گئے تو ایجاب مہر کا کیا فائدہ ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ اگر ایک شریک اپنا حق معاف کردے تو دوسرے کا حق باقی رہیگا اور اگر ایک کا حصہ درم پر ٹھہرا اور دوسرے کا دینار پر تو اسکو درم دینا اور دینار لینا جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر الا اذا كان نصيب احدهما اكثر فيأخذ منه الزيادة لان المهر يتقدر بالملك دونو شریکون کو نصف نصف مہر کا مجرا کر لینا درست ہے مگر جب کہ ایک شریک کا حصہ ملک کا زیادہ ہو دوسرے کی ملک سے تو دوسرے شریک سے بقدر زیادتی ملک کے مہر لے مثلا ایک شریک دو حصہ کا مالک ہو اور دوسرا ایک حصہ کا تو ثلث مہر ایک حصہ والیکو دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ حق مہر کا بقدر ملک کے ہوتا ہے بخلاف البنوة والارث والولاء فان ذلك لهما سوية وان كان احدهما اكثر نصيبا من الآخر لعدم تجزي النسب فيكون سوية لعدم الاولوية ويتبعه الارث والولاء بخلاف فرزندی اور ارث اور ولا کے اسواسطے کہ یہہ امور دونو شریکون کیواسطے برابر ہین اگرچہ ایک شریک کا حصہ زیادہ ہو دوسرے شریک سے بسبب عدم قسمت پذیری نسب کے تو نسب دونوین برابر ہوگا بسبب عدم اولویت کے یعنی دونو برابر ہین کسیکو تقدم اور رجحان نہین اور ارث اور ولا نسب کے تابع ہین جب نسب مین تجزی نہوئی تو ارث اور ولا مین بھی تجزی نہوگی وورث الابن من كل ارث ابن كامل اور وراثت پاویگا بیٹا ہر ایک شریک مدعی سے پوری بیٹے کی ارث اسواسطے کہ ہر واحد مقر ہے اوسکی فرزندیکا اور مقر کا اقرار اوسپر حجت ہے وورثا منه ارث اب واحد اگر ولد مرگیا تو دونو شریک اوسکے وارث ہونگے ایک باپ کے ارث مین اسواسطے کہ فی الواقع مستحق ارث پدری کا تو ایک ہی شخص ہے لیکن چونکہ کسیکے یہان ترجیح نہین لہذا ایک باپ کا حصہ دونوین تقسیم ہوگا وكذا الحكم عند الامام لو كثروا ولو نساء وتمامه في البحر اور جیسا دو شریکون کا حکم ہے اوسیطرح اگر زیادہ ہون دو سے تو اونکا بھی ایسا ہی حکم ہے اگرچہ دعوے کرنیوالیان ولد کی عورتین ہون اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے ہم پورا بیان بحر الرائق مین اسطرح ہے کہ اگر دو شریکون سے زیادہ مدعی ہون

ولد کے تو امام اعظم کے نزدیک مدعیون سے اوسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ وہ کثیر ہون اور ابو یوسف نے کہا کہ دو مدعیون سے زیادہ مین نسب ثابت ہوگا اور محمد کے
نزدیک تین سے زیادہ مین نسب نہ ثابت ہوگا اور فتح القدیر مین ہو کہ اگر ایک ولد مین دو عورتون نے تنازع کیا تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونو کا ہوگا
نہ صاحبین کے نزدیک بلکہ ایک عورت سے ملحق ہوگا اور اگر ایک ولد مین دو مردون اور دو عورتون نے تنازع کیا ہر مرد یہہ کہتا ہو کہ یہہ لڑکا میرا ہی اس عورت
سے اور عورت اوسکی تصدیق کرتی ہے تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونو مردون اور دونو عورتونکا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط دو مردونکا
ہوگا نہ عورتونکا کذا فی منح الغفار وفیہ لو مات احدہما او اعتقہا عتقت بلا سعی قلت فالعتق انما یتجزی فی القنۃ لا فی ام الولد بل العتق
بعضہا یعتق کلہا اتفاقا فاجتنبہ فانہ مہم فلیحفظ اور بحر الرائق مین ہے کہ اگر ایک شریک مرگیا یا ایک نے ام ولد کو آزاد کردیا اپنی زندگی مین تو وہ مفت بلا سعایۃ
آزاد ہو جاویگی شارح کہتا ہو تو امام اعظم کے نزدیک عتق متجزی نہین ہوتا مگر خالص لونڈی مین نہ ام ولد مین بلکہ بعض ام ولد کے آزاد ہونے سے کل آزاد ہو جاتی
ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے کہ تجزی عتق کا امام کے نزدیک فقط خالص لونڈی مین منحصر ہے اور ام ولد کے عدم
تجزی مین اتفاق ہے جاریۃ بین رجلین ولدت فادعاہ احدہما واعتقہ الاخر وخرج الکلامان منہما معا فالدعوۃ اولی لاستنادہا
للعلوق خانیہ ایک لونڈی مشترک ہے دو مردون مین سو وہ جنی تو ایک شریک نے اوسکو ولد کا دعوی کیا اور دوسرے شریک نے ولد کو آزاد کردیا اور
یہہ دونو کلام دونو سے ساتھہی برابر نکلے تو کلام دعوی نسب کا اولی اور مقدم ہے بدین سبب کہ مستند ہونے دعوت کے بوقت علوق ولد کے کذا فی الخانیہ یعنی دعوی
نسب کا وقت علوق سے متعلق ہوگا بخلاف اعتاق کے کہ وہ بالفعل سے متعلق ہے تو گویا آزاد کرنیوالے نے غیر کے ولد کو آزاد کیا اور یہہ صحیح نہین کذا فی المنح
ادعی ولد امۃ مکاتبہ وصدقہ المکاتب لزمہ النسب بتصادقہما کدعوۃ ولد جاریۃ الاجنبی اما ولد مکاتبتہ فلا یشترط تصدیقہا
کما سیجیء دعوی کیا مولے نے اپنی مکاتب کی لونڈی کے ولد کا اور تصدیق کی مکاتب نے اوسکی تو مولی کو نسب ولد کا لازم ہوگا دونو کے تصادق سے چنانچہ
نسب ثابت ہوتا ہی جاریہ اجنبی کے ولد کے دعوی سے اور اجنبی کی تصدیق سے اور مولی اپنی مکاتبہ لونڈی کے ولد کا دعوی کریگا تو ثبوت نسب مین مکاتبہ
کی تصدیق مشروط نہین چنانچہ کتاب المکاتب مین مذکور ہوگا ولزم المدعی العقر وقیمۃ الولد یوم ولد اور لازم ہوگا مولی مدعی پر مہر لونڈیکا اور
قیمت ولد کی پیدایش کے دن کی وسقط الحد عنہ للشبہۃ اور ساقط ہوگی حد مولے کے سبب شبہہ ملت کے ولم تصر ام ولدہ لعدم
ملکہ اور لونڈی مکاتب کی مولی کی ام ولد نہوگی اسواسطے کہ اوسکی ملک نہین وان کذبہ المکاتب لم یثبت النسب لحجرہ علی نفسہ بالعقد
اور اگر مکاتب نے مولی کی تکذیب کی دعوی ولد مین تو نسب ولد کا ثابت نہوگا اسواسطے کہ مولی نے اپنی ذات کو باز رکہا تصرف سے بسبب عقد کتابت کے یعنی جب
غلام کو مکاتب کیا تو اب مکاتب کے کسب پر مولی کا تصرف کرنا جائز نرہا تو بدون تصدیق مکاتب کے دعوی مولی کا مسموع نہین ولدت منہ جاریۃ
غیرہ وقال احلہا لی مولاہا والولد ولدی فصدقہ المولی فی الاحلال وکذبہ فی النسب لم یثبت نسبہ غیر کی لونڈی ایک شخص کے نطفہ سے
جنی اور اوسنے دعوی کیا کہ لونڈی کے مولے نے اوسکو مجہپر حلال کردیا اور اوسکا ولد میرا ولد ہو اور تصدیق کی مدعی کی مولی نے احلال مین
اور تکذیب کی اوسکی نسب مین تو نسب ثابت ہوگا مم احلال سے مراد احلال بالتزویج ہے نہ احلال بالملک اسواسطے کہ لونڈی کے مالک ہونیکا حکم
بعد اسکے مذکور ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فان صدقہ فیہما جمیعا یثبت والا لا اقال وقول الزیلعی ولو صدقہ فی الولد یثبت ای مع
تصدیقہ فی الاحلال فلا مخالفۃ کما لا یخفی سو اگر مولی نے تصدیق کی مدعی کی سب دونو امرون مین یعنی احلال اور نسب مین تو نسب ولد
کا ثابت ہوگا اور اگر دونو امر کی یا ایک امر کی تصدیق نکی تو نسب ثابت نہوگا کذا فی الخانیہ والدرر اور یہہ قول زیلعی کا کہ اگر مولی مدعی کی ولد مین تصدیق
کرے تو نسب ثابت ہوتا ہو یعنی تصدیق ولد کے ساتھہ تصدیق احلال کی مثبت ہو نسب کی نہ فقط تصدیق ولد کی تو کچہہ مخالفت نہین زیلعی اور غیر زیلعی کے
کلام مین چنانچہ امر مخفی نہین اسواسطے کہ مسئلہ مفروض ہو تصدیق فی الاحلال مین کذا فی المنح ولو ملکہا او ملکہ بعد تکذیبہ ای المولی لو
مکاتبہ یوما من الدہر یثبت النسب وتصیر ام ولدہ اذا ملکہا لبقاء اقرارہ اور اگر مدعی مالک ہوا لونڈیکا یا مالک ہوا اوسکی ولد کا کسی دن بعد

تکذیب مولی کی اگرچہ مالک لونڈیکا مدعی کا مکاتب ہو تو نسب ثابت ہوگا در صورت ملک ولد کے اور لونڈی اوسکی ام ولد ہوگی جب کہ اوسکا مالک ہوگا واسطے باقی
رہنے اقرار مدعی کے ولو استولد جاریۃ احد ابویہ او جدہ او امرأتہ وقال ظننت حلہا لی فلا حد للشبہۃ ولا نسب الا ان یصدقہ
فیہما اور اگر کسی شخص نے استیلاد کیا اپنے باپ یا ماں کی لونڈی سے یا اپنے دادا یا اپنی زوجہ کی لونڈی سے اور کہا اوس نے کہ میں نے اوس لونڈی کی حلت
اپنے واسطے گمان کی تھی تو اوسپر حد لازم نہ آویگی بسبب شبہہ حلت کے اور نسب ولد کا ثابت نہوگا شارح نے کہا مگر اوسوقت نسب ثابت ہوگا جب کہ جاریہ
کا مولی دونو امر میں اوسکی تصدیق کرے ھم فیہما کے مرجع میں محشی در المختار کے مختلف ہیں شیخ عابد سندی مدنی نے کہا کہ مرجع فیہما کا دو صورتیں ہیں
یعنی جاریہ اصول اور جاریہ زوجہ اور شیخ رحمتی وغیرہ نے کہا کہ مرجع اوسکا ظن حلت اور تصدیق ولد ہے لیکن بہر صورت سب محشی اسپر متفق ہیں کہ شارح
کی عبارت یعنی الا ان یصدقہ فیہما بے محل زیادتی ہے اسواسطے کہ ظن حلت کی تصدیق سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور اس عبارت کو مصنف نے منح الغفار میں
مذکور نہیں کیا اور نہ بحر اور نہر اور زیلعی اور درر میں جسکو شک ہو وہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی وان ملکہ یوما عتق علیہ اور
اگر مستولد مالک ولد کا ہوگا کوئی دن تو اوسپر آزاد ہو جاویگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے وان ملک امہ لا تصیر ام ولدہ لعدم ثبوت نسبہ
کذا ذکرہ المصنف تبعا للزیلعی لکنہ نقل ہنا وفی نکاح الرقیق عن الدرر والخانیۃ انہ لو ملکہا بعد تکذیبہ یوما ثبت النسب
لبقاء الاقرار فتنبہ اور اگر مستولد ولد کی ماں کا مالک ہوگا تو وہ اوسکی ام ولد نہوگی بسبب ثابت نہونے ولد کے نسب کے ایسا ہی مذکور کیا ہے مصنف نے اپنی شرح
میں باتباع زیلعی لیکن مصنف نے یہاں اور باب نکاح الرقیق میں درر اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر نسب ولد کا مدعی اوسکی ماں کا کسی دن مالک ہو بعد تکذیب مولی کے تو نسب ولد کا
ثابت ہوگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے سو اسکو غور کرو ھم شارح نے اس لفظ سے کلام مصنف کے متناقض ہونیکا اشارہ کیا کہ ثبوت نسب اور عدم ثبوت میں صریح تناقض ہے
شیخ عابد محشی مدنی نے کہا کہ ظاہرا کلام مصنف میں تناقض نہیں ہے اسلیے کہ یہاں دو مسئلے مذکور ہیں ایک یہ کہ مستولد نے جاریہ غیر کے ولد میں کہا کہ مولی نے اپنی جاریہ مجھپر حلال کر دی
تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ جاریہ اصول میں ظن حلت کا دعوی کیا تو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں درر اور خانیہ سے ثبوت نسب کا بعد ملک کے پہلے مسئلہ میں مذکور کیا
یعنی مسئلہ ادعاء احلال میں نہ دوسرے مسئلہ میں یعنی ادعاء ظن حلت میں اور عدم ثبوت نسب کا دوسرے مسئلہ میں مذکور کیا ہے تو تناقض نہ ثابت ہوا ھم منح الغفار میں فی الواقع
ایسا ہی مذکور ہے جیسا کہ محشی نے کہا واللہ اعلم نعم فی الخانیۃ زنی بامۃ فولدت فملکہا لم تصر ام ولدہ وان ملک الولد عتق ہاں خانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے
زنا کیا لونڈی سے پھر وہ جنی پھر زانی اوسکا مالک ہوا تو وہ لونڈی اوسکی ام ولد نہوگی اور اگر ولد کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہو جاویگا ھم اس روایت سے زیلعی کے کلام کی
تائید ثابت ہوئی وفی الاشباہ لو ملک اختہ لامہ من الزنا عتقت ولو اختہ لابیہ لا اور اشباہ میں ہے کہ اگر کوئی اپنی مادری بہن کا وارث ہو جو زنا
سے پیدا ہوئی تو وہ آزاد ہو جاویگی اسواسطے کہ مالک اور مملوک ایک پیٹ سے پیدا ہیں اور اگر مالک ہو اپنی سوتیلی بہن کا جو زنا سے ہو تو وہ لونڈی رہیگی آزاد نہوگی اسلیے کہ بھائی کا
رشتہ بہن سے بواسطہ باپ کے ہے اور حالانکہ نسب ولد کا زانی سے شرعا منقطع ہے تو اوسکا بہن ہونا نہ ثابت ہوا لہذا آزاد نہوگی اور چونکہ زنا سے نسب ماں کا منقطع نہیں تو اوسکا بہن ہونا ثابت ہے
اسواسطے ملک سے عتق ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی فروع مسائل لم یذکرہا الشارح اراد وطی امتہ ولا تصیر ام ولدہ یملکہا لطفلہ ثم یتزوجہا
ارادہ کیا ایک شخص نے اپنی لونڈی کی وطی کا اور چاہا کہ وہ ام ولد نہو اور لا ولد ہے تو اپنے طفل صغیر کو اسکا مالک کر دے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو اسکی اولاد آزاد ہوگی اور وہ لونڈی
بنی رہیگی طفل صغیر کے مالک کرنیکا یہ فائدہ ہے تاکہ اسکو نکاح کرلینے کا اختیار باقی رہے اقر بامومیتہا فی مرضہ ان ثمہ ولد او حبل عتقت من الکل والا فمن الثلث وما فی یدہا للمولی
الا اذا اوصی لہا بہ نعم فی المجتبی یستحسن محمد ان یترک لہا ملحفۃ وقمیص ومقنعۃ ولا شئ للمدبرۃ اقرار کیا مولی نے اپنی بیماری میں لونڈی کے ام ولد
ہونیکا اگر اوسوقت لونڈیکا ولد ہو یا اوسکا حمل ظاہر ہو تو وہ کل مال سے آزاد ہوگی بعد موت کے اور اگر ولد اور حمل نہو تو تہائی مال سے آزاد ہوگی اور جو اوسکے پاس مال
ہوگا وہ مولے کا ہوگا یعنے وارث اوسکے مالک ہونگے مگر اوسوقت وارث نہونگے جب کہ مولے نے اوس مال کی ام ولد کیواسطے
وصیت کر دی ہو ہاں مجتبے میں یوں ہے کہ محمد نے مستحسن کہا ہے اسکو کہ اوس مال سے ام ولد کے واسطے چادر اور کرتی اور مقنع چھوڑ دیا
جاوے اور مدبرہ لونڈی کے واسطے کپڑے دینے کو مستحسن نہیں کہا واللہ اعلم استغفر اللہ العلی العظیم المولی الکریم

کتاب الایمان

کتاب الایمان یہہ کتاب ہے ایمان کے احکام مین ایمان بالفتح جمع ہے یمین کی مناسبتہ عدم تاثیر الہزل و الاکراہ وقدم الاعتاق لمشارکتہ للطلاق فی الاسقاط والسرایۃ مناسبت کتاب الایمان کی کتاب الاعتاق سے عدم تاثیر ہے ہزل اور اکراہ کی یعنی جیسے ہزل اور اکراہ اعتاق کا مبطل نہین ویسے ہی یمین کا مبطل نہین لہذا دونوبابون کا متصل ہونا مناسب ہوا اور مصنف نے اعتاق کو یمین پر مقدم کیا واسطے مشارک ہونے اعتاق کے ساتھہ طلاق کے اسقاط اور سرایت مین یعنی جیسے طلاق عبارت ہے اسقاط نکاح سے ویسے ہی اعتاق عبارت ہے اسقاط مملوکیت سے اور جیسے نصف یا ربع طلاق مطلقہ کے کل بدن مین ساری ہوتی ہے یعنی پہیل جاتی ہے ویسے ہی نصف یا ربع اعتاق مملوک کے کل بدن مین پہیل جاتا ہے بقول صاحبین بسبب عدم تجزی کے اور بقول امام چونکہ اعتاق متجزی ہے تو طلاق اور اعتاق سرایت مین مشترک نہین کذا فی الطحطاوی تو جب طلاق اور اعتاق مشترک ہوئے اپنے تمام معنی مین یعنی اسقاط مین اور اپنے لازم شرعی مین یعنی سرایت مین لہذا طلاق کے بعد اعتاق کا ذکر کرنا مناسب تر ہوا کذا فی النہر الفائق الیمین لغۃ القوۃ یمین لغت عرب مین بمعنی قوت کے ہے ہرچند لفظ یمین کا قوت اور ہاتھہ اور قسم مین مشترک ہے لیکن شارح نے فقط قوت کے معنی اسواسطے ذکر کئے کہ قوت مناسب تر ہے یعنی شرعی یمین سے مغرب مین مذکور ہے کہ حلف کو یمین اسواسطے کہا کہ قسم کھانیوالا اسی حلف کے سبب سے قوت حاصل کرتا ہے فعل یا ترک پر یا حلف کو یمین اس وجہ سے کہا کہ عرب ہاتھہ پکڑ کر قسم کہاتے تھے وشرعاً عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترک فدخل التعلیق فانہ یمین شرعاً الا فی خمس مذکورۃ فی الاشباہ فلو حلف لایحلف حنث بطلاق وعتاق اور اصطلاح شرع مین یمین عبارت ہے اوس عقد سے جس سے قوی ہوجاوے ارادہ حالف یعنی قسم کھانیوالیکا کسی فعل کے کرنے پر یا چھوڑنے پر اس تعریف مین تعلیق داخل ہوگئی اسواسطے کہ تعلیق بھی یمین ہے شرع مین اسواسطے کہ تعلیق سے بھی فعل یا ترک کا عزم قوی ہوجاتا ہے مگر پانچ چیزون مین تعلیق یمین نہین جنکی تفصیل اشباہ مین مذکور ہے پھر جب تعلیق یمین مین داخل ہوئی تو اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ قسم نکھاویگا تو طلاق اور عتاق کی تعلیق کرنیسے حانث ہوگا مصنف نے تعریف یمین کی باتباع صاحب تبیین کنز اور صاحب کفایہ کے کی اور شرح نقایہ مین یون تعریف کی ہے کہ یمین عبارت ہے تقویت خبر سے بذکر نام خدا یا بتعلیق خلاصہ اشباہ یہہ ہے قسم کھائی کہ قسم نکھاویگا تو تعلیق سے حانث ہوگا مگر چند مسائل مین افعال قلوب کی تعلیق سے یا ہیئۃ انکی تعلیق سے اوس عورت مین جسکی عدت مہینون سے ہے یا تطلیق پر معلق کرنیسے یا یون کہنے سے اپنے غلام سے کہ اگر تو آنا ادا کریگا تو تو آزاد ہے اور اگر ندیگا تو غلام ہے یا یون کہے زوجہ سے کہ اگر تجکو ایکبار یا بیش بار حیض آیا تو ایسا ہوگا یا طلوع آفتاب پر معلق کرنا درنیت کرنا چاہیے کہ قسم دو طرح پر ہے ایک قسم خدا کے نام کی یا اوسکی صفات کی اور دوسری قسم غیر نام خدا کی سو دوسری قسم دو طرح پر ہے ایک یہہ کہ آبا و اجداد اور انبیا اور ملائکہ اور صوم اور صلوۃ اور کعبہ اور زمزم کی قسم کھاوے سو ایسی قسم کھانا شرعاً جائز نہین اور دوسری طرح یہہ کہ بطور شرط و جزا کے حلف ہو سو اوسکی بھی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ عبادات پر حلف کرے اسطرح پر کہ اگر مین فلانا کام کرون تو مجہپر صوم یا صلوۃ یا حج یا عمرہ یا قربانی یا آزاد کرنا غلام کا یا خیرات کرنا لازم ہو دوسری صورت بغیر عبادات کے حلف کرنا چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین فلانا کام کرون تو زوجہ کو طلاق ہے یا غلام میرا آزاد ہے کذا فی العالمگیریہ عن البدائع وشرطہا الاسلام والتکلیف وامکان البر اور صحت یمین کی شرط ہے اسلام اور مکلف ہونا اور امکان بر یعنی قسم کا پورا کرسکنا تو کافر اور مجنون اور صبی کی قسم صحیح نہین اور اسطرح مستحیل حقیقی کی قسم طرفین کے نزدیک صحیح نہین خلافاً لابی یوسف اور شرائط صحت یمین سے یہہ ہے کہ شرط اور جزا مین کوئی لفظ حائل نہو اور اگر حائل ہوگا تو تعلیق نرہیگی بلکہ تنجیز ہوجاویگی کذا فی العالمگیریۃ اور علت غائی قسم کی دو چیزین ہین ایک یہہ کہ ناسامع حالف کو سچا جانے دوسری یہہ کہ حالف یا غیر مخص فعل یا ترک پر مستعد ہوجاوے کذا فی منح الغفار وحکمہا البر او الکفارۃ اور حکم یمین کا بر ہے یا کفارہ ہے تفصیل احکام یمین آگے مذکور ہوگی کہ قسم کا پورا کرنا کہان واجب ہے اور کہان مستحب اور کہان مباح اور توڑنا قسم کا کہان واجب ہے اور کہان مباح ورکنہا اللفظ المستعمل فیہا اور رکن یمین کا وہ لفظ ہے جو قسم مین مستعمل ہے وہل یکرہ الحلف بغیر اللہ تعالی قیل نعم للنہی وعامتہم لا وبہ افتوا لاسیما فی زماننا وحملوا النہی علی الحلف بغیر اللہ لا علی وجہ الوثیقۃ کقولہم بابیک ولعمرک ونحو ذلک عینی اور کیا مکروہ ہے غیر خدا کی قسم کہانا جیسے طلاق اور عتاق کی قسم بعض علما نے کہا کہ ہان غیر خدا کی قسم مکروہ ہے بسبب برابر ہونے نہی کے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہین اور عدم کراہت کا فتوی دیا ہے علما نے علی الخصوص ہمارے زمانہ مین اور حمل کیا ہے نہی کو اوس حلف بغیر اللہ پر جو علی وجہ الوثوق نہین بلکہ

بطور عادت عرب کے اپنے مخاطبات اور محاورات مین جاری تھی چنانچہ یون کہنا عرب کا کہ تیرے باپ کی قسم اور تیری حیات کی قسم اور مانند اسکے کذا ذکرہ العینی یعنی ممنوع وہ قسم بغیر اللہ ہے جو بلا قصد عرب اپنی گفتگو مین کہاتے تھے تو اگر حلف بغیر اللہ مین قصد متعلق ہو بطور وثوق کے تو قسم کا پورا کرنا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فتح القدیر مین ہے کہ حلف بغیر اللہ مانند طلاق اور عتاق کے حلف کے بعضون کے نزدیک مکروہ ہے بسبب اس حدیث صحیح کے کہ جو قسم کہاوے سو خدا کی قسم کہاوے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہین اور محمل حدیث مذکور کا یہہ ہے کہ حلف بحرف قسم کے ہو سوای تعلیق کے وهو ای الیمین باللہ لعدم تصور الغموس و اللغو فی غیرہ فیقع بہما الطلاق ونحوہ عینی فلیحفظ اور وہ یعنی یمین باللہ غموس ہوتی ہے غموس مین یمین باللہ کی قید اسواسطے لگائی کہ غموس اور لغو کا حکم یمین باللہ کے سوا مین متصور نہین اسواسطے کہ تعلیق طلاق اور عتاق اور نذر کی امر موجود ماضی پر نہین ہوتی اسیلئے اسمین یمین باللہ تو متحقق نہین تو غموس اور لغو سے طلاق وغیرہ واقع ہوگی کذا ذکرہ العینی تو اسکو یاد رکہنا چاہئے کہ غموس اور لغو فقط یمین باللہ مین منحصر ہے نہ تعلیق مین ولا یرد نحو ہو یہودی لانہ کنایۃ عن الیمین باللہ وان لم یعقل وجہ الکنایۃ بدائع اور اعتراض نہ وارد ہوگا مانند اس قول کے کہ وہ یہودی ہے اسواسطے کہ یہہ کنایہ ہے یمین باللہ سے اگرچہ قائل اسکا وجہ کنایہ کی نہ سمجھے کذا فی البدائع یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ تمنے غموس اور لغو کو یمین باللہ مین منحصر کیا حالانکہ یون کہنا اوس فعل کو جسکو کر چکا ہے کہ اگر مینے ایسا کیا ہو تو وہ یہودی ہے یا نصرانی تو یہہ غموس ہے باوجودیکہ یمین باللہ نہین اوسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ قول بھی واقع مین یمین باللہ ہے بطریق کنایہ وجہ کنایہ کی یہہ ہے کہ بظاہر مقصود حالف کا اس قول سے باز رہنا ہے شرط سے اور وہ مستلزم ہے یہودیت کی نفرت کو اور وہ مستلزم ہے نفرت من الکفر باللہ کو اور وہ مستلزم ہے تعظیم حق تعالے کو تو گویا اوسنے یون کہا کہ بخدای عظیم مین نے ایسا نہین کیا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی غموس تغمسہ فی الاثم ثم فی النار وهی کبیرۃ مطلقا لکن اثم الکبائر متفاوت نہر اللہ کی جہوٹی قسم کو غموس اسواسطے کہا کہ وہ دنیا مین گناہ کے اندر ڈبوتی ہے پہر آخرت مین دوزخ کے اندر اور جہوٹی قسم کبیرہ گناہ ہے ہر طرح سے خواہ جہوٹی قسم کہا کر مسلمان کا مال ناحق لے یا نہ لیکن گناہ کبیرہ گناہون کا متفاوت ہے کذا فی النہر ودلیل الاطلاق کبیرہ ہونے غموس کی صحیح بخاری کی حدیث شریف ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبائر اشراک باللہ اور عقوق والدین اور قتل نفس اور یمین غموس ہے کذا فی النہر اور صحیح ابن حبان مین ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جہوٹی قسم کہاوے تاکہ مرد مسلمان کا مال کاٹ لے تو حق تعالی بہشت کو اوسپر حرام کریگا اور دوزخ مین اوسکو ڈالیگا کذا فی فتح القدیر ان حلف علی کاذب عمدا ولو غیر فعل او ترک کواللہ انہ حجر الآن یمین باللہ غموس ہے اگر قسم کہائی جہوٹ پر قصدا اگرچہ وہ چیز فعل یا ترک فعل نہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ وہ پتہر ہے بالفعل م شرح وقایہ مین واللہ انہ حجر مین کان یا یکون کا لفظ مقدر کیا ہے تاکہ غموس یا منعقدہ مین داخل ہو شارح نے لفظ الآن کا زیادہ کرکے اس تاویل کو رد کیا اسواسطے کہ غموس مین فعل ماضی ہونا شرط تقییدی نہین چنانچہ اسکی تصریح عنقریب آتی ہے فی ماض کواللہ ما فعلت کذا عالما بفعلہ او حال کواللہ ما لہ علی الف عالما بخلافہ وواللہ انہ بکر عالما انہ غیرہ یمین غموس زمان ماضی مین ہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ مین نے ایسا نہین کیا اوس فعل کو جان کر یا زمان حال مین ہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ اوسکا مجہپر ہزار درم نہین یہہ جان کر قسم کہائی کہ ہزار درم ہین اور واللہ وہ بکر ہے یہہ جان کر قسم کہائی کہ وہ بکر نہین بلکہ زید ہے مثلا وتقییدہما بالفعل والماضی اتفاقی م واکثری اور قید لگانا فقہا کا تعریف غموس مین فعل اور ماضی کی اتفاقی ہے یا اکثری نہ قید احترازی چنانچہ شروح ہدایہ وغیرہا مین مصرح ہے کہ ذکر فعل اور ماضی کا شرط نہین لہذا مصنف نے دو اخیر مثالون مین اسکی طرف اشارہ کیا کذا فی منح الغفار ویاثم بہا فیلزمہ التوبۃ اور گنہگار ہوتا ہے مسلمان یمین غموس سے تو اوسپر توبہ لازم ہے نہ کفارہ اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد بن حنبل کا وثانیہا لغو لا مواخذۃ فیہا الا فی ثلث طلاق وعتاق ونذر اشباہ فیقع الطلاق علی غالب الظن اذا تبین خلافہ وقد اشتہر عن الشافعیۃ خلافہ اور دوسری قسم یمین کی لغو ہے اور اوسمین مواخذہ نہین مگر تین چیز طلاق اور عتاق اور نذر مین کذا فی الاشباہ تو طلاق واقع ہوگی گمان غالب پر جب ظاہر ہو جاوے مخالفت ظن غالب کی اور شافعیون سے اسکا خلاف مشہور ہے ان حلف کاذبا یظنہ صادقا فی ماض او حال فالفارق بین الغموس واللغو تعمد الکذب یمین لغو ہے اگر جہوٹی قسم کہائی اپنے گمان مین سچ جان کر زمان ماضی کی قسم کہائی ہو یا حال کی تو فرق درمیان غموس اور لغو کے فقط تعمد کذب کا ہے اگر عمدا کذب پر قسم کہائی تو غموس ہے اور نہین تو لغو ہے

یواسعل

م صاحب کنز نے جو تعریف لغو مین فعل ماضی کی قید لگائی ہو سو اتفاقی ہے چنانچہ بدائع مین مصرح ہو کہ لغو ماضی اور حال دونو مین ہوتا ہو کذا فی المنح وآماً فی المستقبل فالمنعقدۃ اور جو قسم کہ زمان مستقبل مین ہوتی ہو وہ یمین منعقدہ ہے م حلبی نے کہا کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہو کہ نہین ہوتی ہو مستقبل مین مگر منعقدہ حالانکہ غموس مستقبل مین غموس بھی ہوتی ہے چنانچہ ہم ذکر آویگا تو شارح کو یون کہنا لازم تھا اما المنعقدۃ ففی المستقبل وخصّہ الشافعیؒ بما یجری علی اللسان بلا قصد مثل لا واللہ وبلی واللہ ولو لآت اور امام شافعی نے لغو کو مخصوص کیا ہو اوس قسم پر جو لوگون کی زبان پر بلا قصد جاری ہوتی ہے چنانچہ یون کہنا لا واللہ وبلی واللہ اگرچہ زمان مستقبل کی قسم کہا وے بلا قصد تو بھی لغو ہو تو مرجع خلاف حنفی اور شافعی کا اوس قسم مین ظاہر ہوتا ہو جو زمان مستقبل مین بلا قصد کہائی جاوے سو حنفی کے نزدیک وہ لغو نہین بلکہ منعقدہ ہو اور اوسمین کفارہ لازم ہو اور شافعی کے نزدیک وہ لغو ہو اسلئے اوسمین کفارہ نہین کذا فی المنح فلذا قال ذرجی عفوہ اور تواضعاً وتادّباً اور چونکہ لغو کی تفسیر شافعی اور حنفی مین مختلف فیہ ہے لہذا مصنف نے کہا کہ یمین لغو مین امید ہو عفو کی یا بنا بر انکسار کے اور ادب کے عفو بصیغہ جزم نہین بولا م شارح نے یہہ دفع دخل مقدر کیا یعنی عدم مواخذہ لغو کا قرآن مین منصوص ہے سو مصنف نے عفو کو بطور تعلیق رجا کیون بیان کیا وکا للغو حلفہ علی ماضٍ صادقاً کواللہ انی لقائمٌ الآن فی حال قیامہ اور لغو کے حکم کی مانند ہو ماضی کی سچی قسم کہانا چنانچہ یون کہنا کہ واللہ مین ابھی قائم ہون یہہ قسم کہائی اپنے قیام کے وقت وثالثہا منعقدۃ وھی حلفہ علی مستقبل آتٍ یمکنہ فنحو واللہ لا اموت ولا تطلع الشمس من الغموس اور تیسری قسم یمین کی منعقدہ ہے کہ وہ قسم کہاوے امر مستقبل آئندہ پر جو حالف کو ممکن ہو تو مانند اس یمین کے کہ واللہ مین نہ مرون گا اور واللہ آفتاب نہ نکلے گا یہہ غموس مین داخل ہے کہ خارج از امکان بشر ہو وھذا القسم فیہ الکفارۃ لآیۃ واحفظوا ایمانکم ولا یتصور حفظ الا فی المستقبل فقط اور اسی قسم مین یعنی منعقدہ مین کفارہ ہو بدلیل آیہ قرآنی کے کہ محافظت کرو اپنی قسمون کو اور متصور نہین محافظت مگر مستقبل مین فقط اسواسطے کہ ماضی موجود نہین اور حال کو قیام نہین وعند الشافعیؒ یکفّر فی الغموس ایضاً اور امام شافعی کے نزدیک یمین غموس مین بھی کفارہ ویراتِ حنث یمین منعقدہ مین کفارہ ہو اگر قسم کو توڑے وھی ای الکفارۃ ترفع الاثم وان لم توجد منہ التوبۃ عنہا معہا ای مع الکفارۃ سراجیہ اور وہ یعنی کفارہ اوٹھا دیتا ہو گناہ حنث کو اگرچہ حانث کو کفارہ کے ساتھہ توبہ نہائی جاوے کذا فی السراجیہ ولو الحالف مکرہاً او مخطئاً او ذاہلاً او ساہیاً اگرچہ قسم کہانیوالے پر یمین یا حنث مین جبر کیا گیا ہو یا خطا کار یا غافل یا اوسکو سہو ہوگیا ہو خطا کی صورت یہہ ہے کہ کہا چاہتا تھا کہ مجکو پانی پلا سو منہ سے نکل گیا کہ واللہ مین پانی نہ پیون گا اور ذہول کی صورت یہہ ہو کہ کسی نے کہا کہ تو ہمارے پاس نہین آتا سو اوسکے منہ سے بلا قصد نکل گیا کہ واللہ مین آؤن گا کذا فی المنح اکثر علما کے نزدیک سہو اور نسیان متحد ہین اسواسطے کہ لغت مین دونو سے عبارتہین بلا فرق اگرچہ دونو کے درمیان یون تفرقہ کیا ہو کہ اگر صورت مدرکہ سے زائل ہو اور حافظہ مین باقی رہے تو سہو ہے اور اگر مدرکہ اور حافظہ دونو سے زائل ہو تو نسیان ہو تو سہو مین کسب جدید کی حاجت نہین بخلاف نسیان کے او ناسیاً بان حلف ان لا یحلف ثم نسی فحلف فیکفّر مرتین مرۃً للحنث واخری اذا فعل المحلوف علیہ عینی لحدیث ثلث ہزلہن جدّ منہا الیمین یا بہول گیا ہو اسطرح پر کہ اوسنے قسم کہائی کہ قسم نکہاویگا پہر یہہ قسم کہانا بہول گیا پہر اوسنے قسم کہائی کہ مثلاً زید سے نہ بولیگا تو یہہ شخص دوبارہ کفارہ دے ایک کفارہ قسم توڑنے کا یعنی قسم کہانیکا اور دوسرا کفارہ زید سے بولنے کا کذا ذکرہ العینی خطا اور نسیان مین یمین اور کفارہ اسواسطے لازم ہوا کہ بروایت حاکم حدیث مرفوع وارد ہو کہ تین کام ہین جنکے سنجیدہ مین ہزل اور جد برابر ہے طلاق اور عتاق اور یمین مین م ماتن نے اپنی شرح مین باتباع زیلعی ناسی کی تفسیر مخطی کی ہے اسواسطے کہ نسیان حقیقی یمین مین متصور نہین لیکن شارح نے بقول عینی نسیان کو اپنے حقیقی معنی پر رکہا اور مثال سے ثابت کیا اور شمنی بھی عینی کا ہمیین متبع ہے کذا فی النہر فی الیمین او فی الحنث فیحنث بفعل المحلوف علیہ مکرہاً خلافاً للشافعیؒ اگر حالف مکرہ یا ناسی ہو یمین یا حنث مین تو حانث ہوگا محلوف علیہ کے کرنیسے پاکرہ مثلاً قسم کہائی کہ مین زید کے گہر نہ داخل ہونگا اور کوئی اوسکو جبر سے گہر مین لیگیا تو حانث ہوگا کفارہ لازم آویگا بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک جبر سے حانث نہین ہوتا وکذا یحنث لو فعلہ وھو مغمیٰ علیہ او مجنون فیکفّر بالحنث کیف کان

اور اسیطرح حانث ہوگا اگر مملوک علیہ کو حالت بیہوشی یا جنون مین کرے تو کفارہ دے حنث کسی حالت مین کیون نہو والقسم باللہ تعالیٰ ولو برفع الہاء
او نصبہا او حذفہا کما یستعملہ الاتراک وکذا واسم اللہ کحلف النصاریٰ وکذا بسم اللہ عند محمد ورجحہ فی البحر بخلاف بلہ بکسر
اللام الا اذا کسروا الہاء وقصد الیمین اور قسم ثابت اور صحیح ہوتی ہے اللہ کے لفظ سے اگرچہ حرف اخیر کو پیش یا زبر دیا ہو یا اوسکو حذف کردیا ہو جیسا
حذف ترکون مین مستعمل ہے اور اسیطرح ہے واسم اللہ یعنی قسم ہے اسکی نام کی چنانچہ نام عربکے نصاریٰ کی عادت ہے اور اسیطرح بسم اللہ امام محمد کے نزدیک
یعنی قسم ہے اللہ کی نام کی اور اسیکو ترجیح دی بحر الرائق مین بخلاف بلہ بکسر اللام کے کہ وہ یمین نہین مگر جب ہے کہ زیر دیا ہو اور یمین کا قصد کرے تو البتہ
یمین ثابت ہوگی م بلہ بتشدید وکسر لام جلالہ وحذف الف یعنی باللہ اصل مین تہا لام کو کسرہ دیا اور الف کو حذف کیا بلہ ہوگیا چنانچہ اکثر لوگون مین
مستعمل ہے اور فتح لام کا حکم شارح نے مذکور نکیا کذا فی الطحطاوی اور فارسی اور اردو زبان مین باللہ بفتح لام وحذف الف بھی مستعمل ہے او باسم
آخر من اسمائہ ولو مشترکا تعورف الحلف بہ اولا علی المذہب یا یمین ثابت ہو سوای اللہ کے کسی اور نام سے منجملہ اسماء الٰہی کے اگرچہ
وہ اسم مشترک ہو اللہ اور غیر اللہ مین اوس نام سے قسم کہانا مروج ہو یا نہو ہر صورت قسم صحیح ہوگی بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول غیر صحیح یہ ہے کہ حق تعالیٰ
کے اسم خاص سے یمین ہوتی ہے جیسے اللہ اور رحمن سے اور اسم مشترک سے یمین نہین چنانچہ حلیم اور علیم سے کذا فی المنح والعالمگیریہ عن الکافی کالرحمٰن
والرحیم والحلیم والعلیم ومالک یوم الدین والطالب الغالب اسماء الٰہی کی مثال چنانچہ رحمن یا اللہ رحیم اللہ علیم اور حلیم اور مالک یوم الدین
اور طالب غالب م طالب غالب سے قسم کہانا اہل بغداد سے متعارف ہے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولحق معرفا لا منکرا کما سیجیئ او اللہ چنانچہ
حق بشرطیکہ معرف باللام ہو نہ منکر چنانچہ اسکا ذکر آویگا م اگر یون کہے بحق اللہ لا افعل تو یہہ یمین ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور کہے وحق اللہ
لا افعل تو یہ امام اعظم اور محمد کے نزدیک یمین نہین کذا فی الخلاصۃ وفی المجتبیٰ لو نوی بغیر اللہ غیر الیمین دین اور مجتبیٰ مین ہے اگر سوای لفظ اللہ کے
یعنی رحیم اور علیم اور حق سے غیر یمین کی نیت کرے تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق کیجاویگی نہ بنا بر قضا کے او بصفۃ یحلف بہا عرفا من
صفاتہ تعالیٰ صفۃ ذات لا یوصف بضدہا کعزۃ اللہ وجلالہ وکبریائہ وملکوتہ وجبروتہ وعظمتہ وقدرتہ او صفۃ
فعل یوصف بہا وبضدہا کالغضب والرضا فان الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین وما لا فلا یا یمین ثابت
ہوتی ہے منجملہ صفات الٰہی کے اوس صفت کی قسم کہانے سے جس صفت سے قسم کہائی جاتی ہو عرف مین خواہ وہ صفت ذات کی ہو صفت ذات سے مراد یہ
ہے کہ اوسکی ضد سے حق تعالیٰ نہ موصوف ہوتا ہو جیسے اللہ کی عزت اور جلال اوسکا اور کبریا اوسکی اور ملکوت اوسکا اور جبروت اوسکا اور عظمت
اور قدرت اوسکی یا صفت فعل کی ہو صفت فعل سے مراد یہہ ہے کہ حق تعالیٰ اوس صفت اور اوسکی ضد سے دونو سے موصوف ہوتا ہو چنانچہ
غضب اور رضا صفات یمین اعتبار عرف کا اسواسطے ہے کہ قسمونکی بنا عرف پر ہے تو جس صفت سے قسم کہانا مروج ہوگا تو وہ یمین ہوگی اور جس صفت
سے قسم رائج نہین وہ یمین نہین م صفت عبارت ہے اوس اسم با معنی سے جو ذات کو متضمن نہو اور ذات پر محمول نہو بلا اشتقاق چنانچہ عزت اور عظمت
اور منع اور عطا اسواسطے کہ حق تعالیٰ کو عزیز کہتے ہین نہ عزت اور قدیر کہتے ہین نہ قدرت سو صفت دو قسم سے صفت ذات اور صفت فعل صفات
ذاتیہ عبارت ہین اون صفات سے کہ جنکی اضداد سے حق تعالیٰ موصوف نہو چنانچہ عزت اور قدرت کہ موصوف ہو نہ ذلت اور عجز کہ اور صفات
فعلیہ عبارت ہین اون صفات سے جن سے حق تعالیٰ موصوف ہو اور اون کے اضداد سے بھی چنانچہ رضا اور غضب اور رحمت اور سخط اور
منع اور عطا اسواسطے کہ حق تعالیٰ مانع بھی ہے اور معطی بھی لا یقسم بغیر اللہ تعالیٰ کالنبی والقرآن والکعبۃ قال الکمال ولا یخفی
ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینا واما الحلف بکلام اللہ فیدور مع العرف وقال العینی وعندی ان المصحف
یمین لا سیما فی زماننا وعند الثلثۃ المصحف والقرآن وکلام اللہ یمین زاد احمد والنبی ایضا نہ قسم کہائی جاوے غیر اللہ
تعالیٰ کی جیسے نبی اور قرآن اور کعبہ کی اسواسطے کہ حدیث صحیح متفق علیہ مین وارد ہے کہ جب قسم کہاوے تو اللہ کی قسم کہاوے یا سکوت کرے کذا فی الدر

نے فتح القدیر میں اور یہہ معنی نہیں کہ قسم قرآن کی اب مشہور ہو گئی ہے تو یمین ہو گی اور قسم کھانا کلام اللہ کا سو اوسکا مدار عرف پر ہے یعنی اگر رواج ہو قسم کھانے کا تو یمین ہو اور نہیں تو نہیں آور عینی نے کہا اور میرے نزدیک مصحف یمین ہے خصوصاً ہمارے زمانہ میں جسمیں جھوٹی قسمیں بہت رائج ہیں کذا فی النہر اور تینوں اماموں کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے مصحف اور قرآن اور کلام اللہ یمین ہے احمد بن حنبل نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ نبی بھی یمین ہے ولو تبرأ من احدھا فیمین اجماعا الا من المصحف الا ان یتبرأ مما فیہ بل لو تبرأ من دفتر فیہ بسملۃ کان یمینا اور اگر برات کرے اون میں سے کسی ایک سے یعنی مصحف اور قرآن اور کلام اللہ اور نبی سے تو بالاجماع یمین ہے مگر برات مصحف سے بالاجماع یمین نہیں بلکہ جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین ہے اوسکے نزدیک برات بھی یمین ہے اور جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین نہیں اوسکے نزدیک برات بھی یمین نہیں اسواسطے کہ مصحف عبارت ہو اوراق اور نقوش سے نہ حقیقی کلام اللہ سے کذا فی حاشیۃ الحلبی مگر اوسوقت برات مصحف کی یمین ہے جب اوس چیز سے برات کرے جو مصحف اوسکے اندر مرقوم ہے بلکہ اگر برات کریگا اوس فرد ورکتاب سے جسمیں بسم اللہ مکتوب ہو تو یمین ہو گی ہم برات اسطرح پر ہوتی ہے کہ اگر ایسا کرے تو وہ شخص بری ہے یعنی بیزار ہے قرآن یا کلام اللہ یا نبی سے ولو تبرأ من کل آیۃ فیہ او من الکتب الاربعۃ فیمین واحدۃ ولو کرر البراءۃ فایمان بعددھا اور اگر برات کرے ہر آیت سے جو قرآن میں ہے یا برات کرے آسمانی چاروں کتابوں سے تو یہہ ایک ہی یمین ہے اور اگر برات مکرر کریگا تو بشمار برات کے چند یمین ہونگی یعنی اگر یون کہے کہ وہ شخص بری ہو توریت سے اور بری ہے انجیل سے اور بری ہے زبور سے اور بری ہے قرآن سے تو چار یمین ہونگی اور جس چیز سے بیزاری کرنا کفر ہے جیسے قبلہ اور صوم اور صلوۃ تو اوسکی برات یمین ہے کذا فی العالمگیریۃ من الخلاصۃ وبرئ من اللہ وبرئ من رسولہ یمینان اور یون کہنا کہ اگر فلانا کام کرے تو وہ شخص بری ہے اللہ سے اور بری ہے رسول اوسکے سے تو یہہ دو یمین ہیں یعنی اگر قسم توڑیگا تو دو بار کفارہ لازم ہوگا ولو زاد واللہ ورسولہ بریئان منہ فاربع اور اگر قول سابق پر یہہ قول اور زیادہ کریگا کہ اللہ اور اوسکا رسول بری ہیں اوس سے تو چار یمین ہونگی اور حنث سے چار بار کفارہ لازم ہوگا وبرئ من اللہ الف مرۃ یمین واحدۃ اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہے اللہ سے ہزار بار ایک ہی یمین ہے وبرئ من الاسلام او صوم رمضان او الصلوۃ او من المؤمنین او اعبد الصلیب یمین لانہ کفر اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہو اسلام سے یا صوم رمضان سے یا نماز سے یا مؤمنین سے یا میں ایسا کرون تو صلیبیا بت کو پوجون تو یمین ہے اسواسطے کہ برات اسلام وغیرہ سے اور عبادت غیر اللہ کی کفر ہے وتعلیق الکفر بالشرط یمین اور معلق کرنا کفر کا شرط سے یمین ہے یعنی یون کہنا کہ اگر ایسا کرے تو وہ کافر ہے والصحیح انہ ان اعتقد الکفر بہ یکفر والا لا یکفر اور صحیح یہ ہے کہ اگر اعتقاد رکھتا ہو کہ شرط کے کرنے سے کافر ہو جاوے گا تو کافر ہوگا اور اگر یہہ اعتقاد نہیں تو وہ شخص کافر نہیں یعنی اگر کہا کہ اگر زید سے بولے تو وہ مجوسی یا یہودی یا نصرانی ہے تو اگر بولیگا تو کفارہ لازم آویگا اور کفر میں اس شخص کے اختلاف ہے قول مختار یہہ ہے کہ اگر بعد تعلیق کے تکلم زید کو کفر جانتا ہوگا تو کلام سے کافر ہوگا اسواسطے کہ وہ کفر سے خود راضی ہوگیا اور کفارہ اسکا یہہ ہے کہ یون کہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اگر یہہ جانتا ہو کہ اس شرط سے کافر نہیں ہوتا تو کافر نہوگا کذا فی العالمگیریۃ من الذخیرۃ وفی البحر عن الخلاصۃ والتجرید وتعدد الکفارۃ لتعدد الیمین والمجلس والمجالس سواء ولو قال عنیت بالثانی الاول ففی حلفہ باللہ لا یقبل وفی حجۃ او عمرۃ یقبل اور بحر الرائق میں خلاصہ اور تجرید سے یون منقول ہے کہ تعدد کفارہ کا بسبب تعدد یمین کے ہے اور ایک مجلس اور چند مجالس سب برابر ہیں اور اگر حالف نے کہا کہ مینے یمین ثانی سے یمین اول کو مراد رکھا یعنی واسطے تاکید کے ذکر کیا تو اگر اللہ کی قسم ہو تو اوسکا یہہ قول مقبول نہوگا اور حج اور عمرہ کی قسم میں اوسکا قول مقبول ہوگا وفیہ معزیا للاصل ھو یھودی ھو نصرانی یمینان وکذا واللہ واللہ او واللہ والرحمن فی الاصح الا ان یقول واحد والرحمن یمینان وبلا عطف واحدۃ اور بحر الرائق میں ہے اصل سے منقول کر کے یہہ قول کہ وہ یہودی ہے وہ نصرانی ہے یہہ دو یمین ہیں اور اسیطرح واللہ واللہ یا واللہ والرحمن بقول اصح دو یمین ہیں اور اتفاق کیا ہو فقہا نے کہ واللہ اور والرحمن دو یمین ہیں

یمین سے زیادتی [illegible]

اور یون مطلق کہے یعنی واللہ الرحمن ایک یمین ہے دفیہ متغیر اً للفتح قال الرازی اخاف علی من قال بحیوتی وحیوتک وحیوٰۃ راسک انه یکفر وان اعتقد وجوب البر فیه یکفر ولولا ان العامة یقولونه ولا یعلمونه لقلت انه شرک وعن ابن مسعود رضی اللہ عنه لان احلف باللہ کاذبا احب الی من ان احلف بغیرہ صادقا اور بحر الرائق مین فتح القدیر سے منقول ہے کہ امام رازی نے کہ مین ڈرتا ہون اوس شخص کے کافر ہو جیسے جو یون کہتا ہے قسم ہے مجکو اپنی زندگی کی اور قسم ہے تیری زندگی کی اور قسم ہے تیرے سر کی زندگی کی اگرچہ یہہ قسم کہا کر وجوب بر کو جب جانے یعنی اس قسم کا پورا کرنا اور نہ توڑنا ضرور سمجھے تو وہ کافر ہوجاویگا اور اگر عوام خلق اسکو نہ کہتی ہوتی نادانستگی سے تو مین کہتا یہہ صاف شرک ہے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر مین جہوٹی قسم کہاؤن اللہ کی میرے نزدیک پسندیدہ تر ہے اس سے کہ غیر خدا کی سچی قسم کہاؤن یعنی اللہ کی فقط جہوٹی قسم مین گناہ ہے اور غیر خدا کی قسم مین اگرچہ سچی ہو خوف ہے کفر کا

ولا یقسم بصفة لم یتعارف الحلف بها من صفاته تعالی کرحمته وعلمه ورضائه وغضبه وسخطه وعذابه ولعنته وشریعته ودینه وحدود ہ وصفته وسبحان اللہ ونحو ذلک لعدم العرف اور قسم نکہائی جاوے صفات الہی سے اوس صفت کی جسکی قسم کہانے کا رواج نہین جیسے خدا کی رحمت اور علم اوسکا اور رضا اوسکی اور غضب اور قہر اور عذاب اوسکا اور لعنت اوسکی اور شریعت اور دین اور حدود اور صفت اوسکی اور سبحان اللہ اور مانند اوسکے یعنی لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کذا فی العالمگیریہ عن السراج ان الفاظ سے قسم جائز نہین بسبب عدم رواج کے ؂ عرش اور سموات اور ارض اور شمس اور قمر اور حق رسول اور حق ایمان اور حق قرآن اور حق صوم اور صلوٰۃ اور اسیطرح نفس صلوٰۃ اور صوم اور حج کی قسم سے یمین نہین ہوتی کذا فی العالمگیریۃ والقسم ایضا بقوله لعمر اللہ ای بقاوہ وایم اللہ ای یمین اللہ وعهد اللہ و وجه اللہ وسلطان اللہ ان نوی قدرته ومیثاقه وذمته اور قسم ثابت ہوتی ہے حالف کی اس قول سے لعمر اللہ یعنی قسم ہے بقا اور دوام اللہ کی اور ایم اللہ یعنی قسم خدا کی اور عہد اللہ اور وجہ اللہ یعنی ذات خدا اور سلطان اللہ سے یمین ہوتی ہے اگر لفظ سلطان سے قدرت خدا کی نیت کرے اور میثاق اور ذمہ الہی سے قسم ہوتی ہے ؂ عمر اللہ بفتح عین یمین ہے اور بضم عین اگرچہ بمعنی بقا ہے لیکن قسم مین مستعمل نہین کذا فی النہر الفائق والقسم ایضا بقوله اقسم او احلف او اعزم او اشهد بلفظ المضارع وکذا الماضی بالاولی کاقسمت وحلفت وعزمت والیت وشهدت وان لم یقل باللہ اذا علقه بشرط اور قسم ہوتی ہے اس قول سے بھی یعنی اقسم اور احلف اور اعزم اور اشہد بلفظ مضارع اور اسیطرح بلفظ ماضی بطریق اولی جیسے قسمت اور حلفت اور عزمت اور آلیت اور شہدت سو اگرچہ لفظ اللہ کا نہ بولے یعنی اگرچہ یون نہ کہے کہ اقسم باللہ اور اشہد باللہ تو بھی یمین ہے بشرطیکہ معلق کرے ان الفاظ کو شرط پر یعنی یون کہے کہ اقسم لا فعلن کذا یعنی قسم کہاتا ہون کہ مقرر ایسا کرونگا اور اگر بلا شرط یون کہیگا کہ قسم کہاتا ہون یا مجکو قسم ہے تو یمین نہوگی اور یہہ جو نہایہ اور ہدایہ مین ہے کہ بلا تعلیق شرط کفارہ لازم ہے سو غلط ہے کذا فی فتح القدیر وعلی نذر فان نوی بلفظ النذر قربة لزمته والا لزمته الکفارة وسیتضح اور اس قول مین کہ علی نذر یعنی مجہپر نذر ہے تو اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ کیا یعنی صوم یا صلوٰۃ یا حج کا تو وہ عبادت کرنا اوسپر لازم ہوگا اور اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ نکیا تو یہہ قول یمین ہے کفارہ لازم آویگا بلا حنث بھی اور یہہ مسئلہ آگے واضح ہوگا ؂ جب یون کہیگا کہ علی نذر لا فعلن کذا تو یہہ یمین ہے اور اگر محلوف علیہ کو نہ ذکر کریگا تو قسم نہ ثابت ہوگی کذا فی النہر وعلی یمین او عهد وان لم یضفه الی اللہ اذا علقه بشرط مجتبی اور یمین ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ مجہپر یمین اور عہد لازم ہے کہ مین فلانا کام کرونگا اگرچہ اوسکو خدا کی طرف نسبت نکرے یعنی اگرچہ یون نکہے کہ مجہپر خدا کا عہد لازم ہے تو بھی یمین ہے بشرطیکہ تعلیق بالشرط کرے کذا فی المجتبی والقسم ایضا بقوله ان فعل کذا فهو یهودی او نصرانی او فاشهدوا علی بالنصرانیة او شریک للکفار او کافر فیکفر بحنثه لو فی المستقبل اما الماضی عالما بخلافه فغموس واختلف فی کفرہ والاصح ان الحالف لم یکفر سواء علقه بماض او آت ان کان عندہ فی اعتقادہ

ف اقسم اور عزم کے معنی مین قسم کہاتا ہون اور عزم سکے قصد پختہ کرتا ہون اور اشہد سکے معنی گواہی دیتا ہون

انه یمین وان کان جاهلا وعنده انه یکفر فی الحلف بالغموس او بمباشرة الشرط فی المستقبل یکفر فیهما لرضاه بالکفر بخلاف
الکافر فلا یصیر مسلما بالتعلیق لانه ترك کما بسطه المصنف فی فتاواه اور قسم ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ اگر ایسا کام کرے تو وہ یہودی
یا نصرانی ہے یا ایسا کرے تو تم اوسکے نصرانی ہونیکی گواہی دو یا وہ شخص شریک ہے کافرون کا یا وہ شخص کافر ہے تو اس قول سے اوس پر کفارہ ہوگا
قسم توڑنے سے اگر زمان مستقبل کی قسم ہو اور زمان ماضی کی قسم خلاف شرط جانکر تو یہہ یمین غموس ہے اور اوسکے کفر مین اختلاف ہے اور صحیح تر
قول یہہ ہے کہ قسم کھانیوالا اس قسم مین کافر نہین ہوا خواہ اوسنے تعلیق ماضی کی کی ہو خواہ استقبال کی بشرطیکہ اوسکے نزدیک یعنی اوسکے اعتقاد
مین یہہ قول یمین ہو نہ کفر اسواسطے کہ اوسنے اس قول سے قسم کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اگر ایسی قسم کھانیوالا جاہل ہے اور اوسکے اعتقاد مین یہہ ہے
کہ غموس قسم کھانے سے اور شرط کرنے سے مستقبل مین کافر ہوجاتا ہے تو ماضی اور مستقبل دونون مین کافر ہوجاویگا بسبب رضامندی کفر کے اسلئے
کہ رضا بالکفر کفر ہے بخلاف کافر کے کہ وہ ایسی قسم سے مسلمان نہین ہوتا یعنی اگر یون کہے کہ اگر وہ زید سے بولے تو وہ مسلمان ہے تو
زید کے بولنے سے وہ مسلمان نہوگا حاصل مسلمان تعلیق کفر سے کافر ہوتا ہے اسواسطے کہ کفر عبارت ہے ترک ایمان سے تو اوسکی تعلیق شرط سے
صحیح ہوگی کذا فی حاشیة الحلبی چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف نے مشرح بیان کیا ہے اپنے فتاوی مین وکذا فی النهر ومنح الغفار وهل یکفر بقوله الله
یعلم او یعلم الله انه فعل کذا ولم یفعل کذا کاذبا قال الزاهدی الاکثر نعم وقال شمس الائمة لا لانه قصد ترویج الکذب دون
الکفر وکذا لو وطئ المصحف قائلا ذلك لانه لترویج کذبه لا لاهانة المصحف مجتبی اور کیا کافر ہوتا ہے اس قول سے کہ الله جانتا
ہے یا یون کہا کہ جانتا ہے الله کہ اوسنے ایسا کیا مثلا صبح کی نماز پڑھی اور حالانکہ اوسنے یہہ نہین کیا یعنی نماز نہین پڑھی اوسنے جھوٹی قسم کھائی
زاہدی نے کہا اکثر علما نے کہا کہ ہان وہ اس قول سے کافر ہوگیا اور شمس الائمہ نے کہا کہ اصح یہہ ہے کہ وہ کافر نہین ہوا اسواسطے کہ اوسنے قسم سے ترویج
اور تصدیق کذب کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اسیطرح اگر اوسنے مصحف کو روندا ایسا قول کہتے ہوئے تو کافر نہوگا اسواسطے کہ یہہ فعل اوسکا ترویج کذب کیواسطے
ہے نہ واسطے اہانت مصحف کے کذا فی المجتبی م اگرچہ یہہ کفر نہو لیکن سخت گناہ ہے اس سے توبہ کرنا واجب ہے کذا فی حاشیة الحلبی وفیه اشهد
الله لا افعل یستغفر الله ولا کفارة وکذا اشهدك واشهد ملائکتك لعدم العرف اور مجتبی مین ہے کہ اس قول مین کہ گواہ کرتا ہون
الله کو کہ ایسا نکرونگا استغفار اور توبہ کرنا چاہئے اور کفارہ اسمین نہین اور اسیطرح یون کہنا کہ یا الله مین گواہ کرتا ہون تجکو اور تیرے فرشتونکو
کہ ایسا نکرونگا یہہ بھی یمین نہین بسبب عدم عرف کے وفی الذخیرة ان فعلت کذا فلا اله فی السماء یکون یمینا ولا یکفر اور ذخیرہ مین ہے کہ
یہہ قول یعنی اگر مین ایسا کرون تو آسمان مین معبود نہین یمین ہوگا اور اسکا قائل کافر نہوگا وفی انا بریء من الشفاعة لیس بیمین لان
منکرها مبتدع لا کافر اور اس قول مین کہ مین بری ہون شفاعت سے یمین نہین اسواسطے کہ منکر شفاعت کا مبتدع ہے نہ کافر اور یمین
تعلیق کفر سے ہوتی ہے نہ بدعت سے وکذا فصلوتی وصیامی لهذا الکافر واما فصومی للیهود فیمین ان اراد به القربة لا ان اراد
به الثواب اور اسیطرح یہہ قول یمین نہین کہ اگر مین ایسا کرون تو میری نماز اور روزہ اس کافر کے واسطے ہے اور اگر یون کہیگا کہ اگر مین ایسا کرون
تو میرا روزہ یہودیون کیواسطے ہے تو یمین ہوگی اگر صوم سے عبادت مراد رکھیگا اسواسطے کہ عبادت سے غیر خدا کا تقرب چاہنا کفر ہے تو تعلیق کفر
کی ہوگی اور اگر صوم سے ثواب صوم کا ارادہ کریگا تو یمین نہوگی م ظاہرا احتمال اول اور ثانی مین کچھ فرق نہین تو واجب ہے کہ دونو کا ایک ہی حکم ہو
کذا فی حاشیة الحلبی وقوله مبتدأ خبره قوله الاتی لا وحقا الا اذا اراد به اسم الله تعالی وحق الله واختار فی الاختیار انه
یمین للعرف ولو بالباء فیمین اتفاقا بحرمته وبحرمة شهد الله وبحرمة لا اله الا الله وبحق رسول الله او الایمان او
الصلوة وعذابه وثوابه ورضاه ولعنة الله وامانته نکر فی الخانیة امانة الله یمین وفی النهر ان نوی العبادات فلیس
بیمین وان فعله فعلیه غضبه او سخطه او لعنته او هو زان او سارق او شارب خمر او اکل ربوا لا یکون قسما لعدم

اور یون کہنا وحقا اور حق اللہ اور بحرمۃ اللہ اور بحرمۃ شہد اللہ اور بحرمۃ لا الہ الا اللہ اور بحق رسول اللہ یا بحق الایمان یا بحق الصلوۃ اور یون
کہنا کہ قسم ہے اوسکے عذاب کی اور اوسکے ثواب کی اور اوسکی رضامندی اور لعنت کی اور اوسکی امانت کی اور اگر فلانا کام کرے تو اوسپر غضب اللہ کا
اور قہر اوسکا اور لعنت اوسکی یا کہ وہ شخص زانی ہے یا سارق یا شراب کا پینے والا یا بیاج کا کہانیوالا ان اقوال سے قسم نہین ہوتی بسبب عدم رواج
کے شارح کہتا ہے تو لہ مبتدا ہے اور خبر اوسکی لا ہے وحقا یمین نہین مگر جب اوس لفظ سے اسم اللہ تعالیٰ کا مراد رکہے تو البتہ یمین ہوگی ہر چند کہ ماتن
اوسکو آگے ذکر کریگا لیکن شارح نے اشارہ کیا کہ اوسکا ذکر کرنا یہین مناسب تہا واسطے اختصار کے اور باعتبار شرح مختارین وحق اللہ کے یمین ہونیکو
پسند کیا ہے بسبب رواج کے اور اگر بجا ہمزہ واو کے بدلا وے یعنی یون کہے کہ بحق اللہ مین ایسا کرونگا تو یہ بالاتفاق یمین ہے کذا فی البحر الرائق
ولیکن خانیہ مین ہے کہ لفظ امانۃ کا یمین ہے اسواسطے کہ امانت صفت ہے اللہ کی اسواسطے کہ اسماء الہیہ مین مہیمن بہی ہے لیکن صفات الہی مین
اعتبار رواج کا واجب ہے چنانچہ اسکی تفصیل ہو چکی کذا فی حاشیۃ الحلبی اور نہر الفائق مین ہے کہ اگر امانت سے عبادات کا قصد کریگا تو یمین نہوگی
جیسے صوم اور صلوۃ سے نہین ہوتی فلو تعورف هل یکون یمینا ظاهر کلامهم نعم وظاهر کلام الکمال لا وتمامه فی النهر سو اگر اقوال
مذکورہ سے قسم کہانا مروج ہو جاوے تو آیا یہہ اقوال یمین ہونگے یا نہین ظاہر کلام فقہا کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان اور ظاہر کلام کمال الدین
ابن الہمام کا یہہ ہے کہ رواج سے بہی یمین نہونگے اور پوری تقریر اسکی نہر الفائق مین ہے وفی البحر ما یباح للضرورة لا یکفر مستحله
کذا فی [illegible] اور بحر الرائق مین ہے کہ جو چیز حرام مباح ہو جاتی ہو بسبب ضرورت کے تو اوسکا حلال کہنے والا کافر نہین ہوتا جیسے خون اور سؤر
تو اگر یون کہے کہ اگر وہ ایسا کرے تو وہ خون کہاوے یا سؤر تو یمین نہوگی اسواسطے کہ تعلیق کفر کی شرط سے یمین ہے اور استحلال خون اور سؤر
ایسا نہین جیسا کہ یہہ کہ جو چیز کہ دائمی حرام ہے اسطرح کہ اوسکی حرمت کسی حال مین ساقط نہین ہوتی چنانچہ کفر اور زنا اسکو تو اوسکا استحلال
بطریق تعلیق بالشرط کے یمین ہے اور جو چیز ایسی حرام ہے کہ گاہی اوسکی حرمت بسبب ضرورت کے ساقط ہو جاتی ہے جیسے مردار اور شراب
اور سؤر وغیرہ تو اوسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین نہین کذا فی الطحطاوی الا اذا اراد الحالف بقوله حقا اسم الله فیمین علی
المذهب کما صححه فی الخانیة مگر جب کہ ارادہ کریگا قسم کہانیوالا اپنے قول حقا سے اسم اللہ کا تو اب یہہ لفظ یمین ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے چنانچہ
اس قول کی تصحیح کی ہے خانیہ مین ومن حروفه الواو والباء والتاء ولام القسم وحرف التنبیه وهمزة الاستفهام وقطع
الف الوصل والمیم المکسورة والمضمومة کقوله لله والله بالله ها الله م الله اور منجملہ حروف قسم کے واو ہی اور بے اور تے چنانچہ واللہ و
باللہ وتاللہ اور لام قسم کا مفتوح چنانچہ للہ اور حرف تنبیہ یعنی ہا چنانچہ ہا اللہ اور ہمزہ استفہام کا ممدودہ اور قطع الف وصل کا چنانچہ
آللہ اور میم مکسورہ چنانچہ م اللہ اور میم مضمومہ چنانچہ مُ اللہ معانی ان سب حروف کے یہہ کہ قسم کہاتا ہون اللہ کی ہم ہمزہ قسم کے بعد الف
ہوتا ہے اور نام مقدس مجرور اور ہمزہ قسم کو ہمزہ استفہام مجازا کہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وقد تضمر حروفه ایجازا فیختص اسم الله بالحرکات
الثلث وغیره بغیر الجر والتزم رفع ایمن الله ولعمر الله کقوله الله بنصبه بنزع الخافض وجره الکوفیون مسکنا لا فعلن کذا افاد ان
اضمار حرف التاکید فی المقسم علیه لا یجوز اور گاہی حروف قسم کے پوشیدہ لائے جاتے ہین واسطے اختصار کے تو اسم مقدس اللہ کا مخصوص
بحرکات ثلثہ ہوتا ہے حالت اضمار مین اور سوا اوس نام پاک کے مخصوص ہوتا ہے بغیر جر کے یعنی اوسمین رفع اور نصب آتا ہے نہ جر اور لازم ہو گیا ہے
رفع ایمن اللہ اور لعمر اللہ کا یعنی نون اور رے کا اضمار کی مثال اللہ لا فعلن کذا یعنی قسم اللہ کی ایسا کرونگا البتہ نام مقدس کا نصب جائز
ہوا بسبب نزع خافض کے اور کوفیون نے اوسکو جر دیا ہے کذا ذکرہ مسکین شارح نے بیان رفع سے سکوت کیا کہ اوسکا جواز ظاہر ہے محتاج
وجہ کا نہین اسواسطے کہ اللہ حالت رفعی مین مبتدا ہوا اور خبر محذوف یعنی اللہ قسمی کذا فی النہر ماتن نے لا فعلن کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ اضمار
حروف تاکید کا جائز نہین مقسم علیہ سے یعنی جسپر قسم کہائی جاوے ثم صرح بقوله الحلف بالعربیة فی الاثبات لا یکون الا بحرف التاکید

وهو اللام والنون كقوله واللّٰه لأفعلنّ كذا ووالله لقد فعلتُ كذا مقرونًا بكلمة التوكيد وفي النفي يكون بحرف النفي حتى لو قال والله افعل كذا اليوم كانت يمينه على النفي وتكون لا مضمرة كانه قال لا افعل كذا لامتناع حذف حرف التاكيد في الاثبات لا لاضمار العرب في الكلام الكلمة لا بعض الكلمة من البحر عن المحيط يہ عدم جواز حرف تاکید کو ان نے اپنے اس قول مین کہا کہ کہدیا کہ قسم عربی زبان مین اثبات مین نہین ہوتی بدون حرف تاکید کے اور حرف تاکید لام اور نون ہے مضارع مثبت مین چنانچہ واللہ لافعلن کذا اور ماضی مین حرف تاکید لقد ہے چنانچہ واللہ لقد فعلت کذا مقرون بکلمۂ تاکید اور نفی مین حرف نفی ہوتا ہے چنانچہ واللہ لا افعل کذا و واللہ ما فعلت کذا یہانتک کہ اگر اثبات مین بلا حرف تاکید یون کہیگا کہ واللہ افعل کذا الیوم تو اوسکی یہ قسم نفی پر ہوگی اور کلمہ لا وہان مضمر ہوگا گویا یون کہا کہ واللہ لا افعل کذا اثبات کو نفی اسواسطے ٹھہرایا کہ حرف تاکید محذوف کرنا اثبات مین ممتنع ہے اسواسطے کہ عرب کلام مین پورا کلمہ حذف کرتے ہین نہ بعض کلمہ تو لفظ لا پورا کلمہ ہے بخلاف لام اور نون کے کذا فی البحر عن المحیط بنابر اس تحقیق کے اگر کوئی یون قسم کہا وے کہ واللہ اضرب الیوم زیدًا تو عدم ضرب سے حانث نہوگا اسواسطے کہ یہ قسم ظاہر مین مثبت ہو اور واقع مین منفی کما لا یخفی وكفارته هذه اضافة للشرط لان السبب عندنا الحنث اور کفارہ قسم شارح نے کہا اضافت کفارہ کی طرف قسم کی من قبیل اضافت شی کے ہے اپنی شرط کیطرف نہ اضافت شی کی طرف سبب کے اسواسطے کہ سبب کفارہ کا ہمارے نزدیک حنث ہو کذا فی النہر تحریر رقبة او اطعام عشرة مساكين كما مرّ في الظهار کفارہ قسم کا آزاد کرنا ہے گردن کا یا دس محتاجون کو کھانا دینا چنانچہ اعتاق اور اطعام کی تفصیل باب الظہار مین مذکور ہو چکی یعنی اعتاق مین رقبہ مسلم ہو یا کافر مذکر ہو یا مونث صغیر ہو یا کبیر جائز ہے اور مفقود المنفعت اور مدبر اور ام ولد اور وہ مکاتب جو بعض بدل کتابت ادا کر چکا ہے جائز نہین اور اطعام مین تملیک اور اباحت دونو کافی ہین تو تملیک مین نصف صاع گیہون اور ایک صاع کھجور یا جو ہر محتاج کو دیوے اور اباحت مین دن اور رات دونو وقت پیٹ بھر کے کھلاوے سو اگر گیہون کی روٹی کھلا وے تو دال اور گوشت کی حاجت نہین والا سالن ضرور ہے بموجب تفصیل کفارہ ظہار کے اور مصرف کفارہ وہی ہو جو مصرف ہو زکوۃ کا تو اپنے اصول اور فروع اور غنی اور سید کو دینا جائز نہین او كسوتهم بما يصلح للاوساط وينتفع به فوق ثلثة اشهر ويستر عامة البدن فلم يجز السراويل الا باعتبار قيمة الاطعام یا کفارہ قسم کا دس محتاجون کو لباس دینا ہے ایسی پوشاک جو متوسط لوگون کے مناسب حال ہو یعنی اغنیا کی پوشاک سے کم اور محتاجین کی پوشاک سے زیادہ ہو اور تین مہینے سے زیادہ اوسکو استعمال کر سکے اور ایسا کپڑا ہو جس سے اکثر بدن ڈہک جاوے تو فقط پایجامہ دینا جائز نہین اوسیطرح پگڑی مگر باعتبار قیمت اطعام کے پایجامہ دینا جائز ہے یعنی اگر قیمت اوسکی بقدر نصف صاع گیہون کے ہو تو اوسکا دینا کفایت کریگا بنابر اطعام کے نہ بنابر لباس کے بلکہ باعتبار اطعام کے اسواسطے کہ حق تعالے نے قرآن مجید مین ادای کفارہ مین حالف کو اعتاق یا لباس یا اطعام مین اختیار دیا ہے ان تینون چیزون مین سے جسکو چاہے اختیار کرے ولو ادى الكل جملة او مرتبا ولم ينو الا بعد تمامها للزوم النية لصحة التكفير وقع عنها واحد هو اعلاها قيمة اور اگر سب کو ادا کیا کفارہ مین یعنی اعتاق اور کسوۃ اور اطعام کیبارگی ادا کیا یا بترتیب دیا اور نیت کفارہ کی نکی مگر بعد اوسکی تمامی کے تو واقع ہوگا کفارہ کیطرف سے تینون مین سے وہ ایک جو قیمت مین سب سے اعلی ہے اعتبار نیت کا ہر السبب لزوم نیت کے واسطے صحت کفارہ اور اگر نیت کے یعنی کفارہ بدون نیت کے صحیح نہین کذا فی النہر عن الفتح ولو ترك الكل عوقب بواحد هو ادناها قيمة لسقوط الفرض بالادنى اور اگر کفارہ مین سب تینون چیزون کو ترک کیا تو عذاب کیا جاویگا اوس چیز سے جو قیمت مین سب سے ادنی ہو بسبب ساقط ہونے فرض کے ادنی سے فان عجز عنها كلها وقت الاداء عندنا حتى لو وهب ماله وسلمه ثم صام ثم رجع بهبة اجزاه الصوم مجتبى قلت وهذا يستثنى من قولهم الرجوع في الهبة فسخ من الاصل سو اگر عاجز ہو کفارہ سے سب تینون چیزون سے کفارہ ادا کرنیکے وقت ہم حنفیون کے نزدیک یہانتک کہ سب اپنا مال کسیکو ہبہ کیا اور تسلیم کر دیا پہر اوسنے روزہ رکھا پہر اوسنے اپنی ہبہ کو پہیر لیا تو اوسکو روزہ

کفایت کریگا اسواسطے کہ وقت ادای کفارہ وہ عاجز تہا اعتاق یا کسوت یا اطعام سے کذا فی المجتبی شارح کہتا ہو اور یہہ مسئلہ مستثنی ہے نقصا کے اس قول سے کہ ہبہ کا پہیر لینا قسم ہے اصل ہبہ سے اسواسطے کہ اگر مستثنی نہوتا تو صوم کفایت نکرتا صیام ثلثۃ ایام ولاء ویبطل بالحیض بخلاف کفارۃ الفطر وجوز الشافعی التفریق واعتبار العجز عند الحنث مسکین یعنی اگر اعتاق یا کسوت یا اطعام سے وقت ادای کفارہ عاجز ہو تو تین روزے پے درپے رکہے منفصل اور باطل ہوگا صوم تین دن کے اندر حیض آنے سے بخلاف کفارہ افطار رمضان کے کہ وہ حیض سے باطل نہین ہوتا اور جائز رکہا ہو امام شافعی نے تفریق صوم کو اور اعتبار کیا ہے عاجزی کو حنث کیوقت نہ ادا کیوقت کذا ذکرہ مسکین مم کفارہ یمین کی تفصیل مین اصل نص قرآنی سے فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اہلیکم او کسوتہم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام ہے جسمین قرآن مجید مین اتصال صیام کی قید نہین لیکن ابن مسعود کی قرأت یون ہے کہ ثلثۃ ایام متتابعات اور یہ قرأت اونکی مانند اونکی روایت کے ہو اور چونکہ قرأت مشہور سے لہذا زیادت علی الکتاب اوس سے جائز ہوئی کذا فی منح الغفار والشرط استمرار العجز الی الفراغ من الصوم فلو صام المعسر یومین ثم قبل فراغہ ولو بساعۃ ایسر ولو بموت مورثہ موسرا لا یجوز لہ الصوم ویستانف بالمال خانیہ اور شرط کافی ہونے صوم کی برابر چلا جانا عاجزی کا ہے فراغت صوم تک تو اگر حانث محتاج نے دو روزے رکہے پہر یوم ثالث کے صوم سے فراغت ہونیسے پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت دن باقی ہے وہ مقدور والا ہوگیا اگرچہ مقدور حاصل ہوا ہو اپنے تونگر مورث کے مرنے سے تو یہہ صوم جائز نہوگا اور سر نو سے مال کا کفارہ دیوے یعنی اعتاق یا کسوۃ یا اطعام کا کذا فی الخانیہ ولو صام ناسیا للمال لم یجز علی الصحیح مجتبے اور اگر روزہ رکہا اپنی مال کو بہول کر یعنی اسکا مملوک مال تہا سو اوسنے آپکو محتاج جانکر صیام کا کفارہ ادا کیا اور پہر مال یاد آیا تو یہہ صوم جائز نہو گا صحیح قول پر کذا فی المجتبے مم خانیہ میں ہے کہ اگر اوسکے پاس مال ہو اور اوسپر قرض ہو تو اگر اوسنے اس مال سے قرض ادا کیا تو بالاتفاق کفارہ صوم کا ادا کرے اور اگر قبل ادا قرض کے روزہ رکہا تو بعضون کے نزدیک جائز ہے اور بعضون کے نزدیک جائز نہین کذا فی النہر ولو نسی کیف حلف باللہ او بطلاق او بصوم لا شیء علیہ الا ان یتذکر خانیہ اور اگر حالف بہول گیا کہ کیونکر قسم کہائی تہی اللہ کی قسم تہی یا طلاق یا صوم کی تو اسپر کوئی چیز لازم نہین کفارہ نہ طلاق مگر جبکہ اسکو یاد آجاوے کہ فلان چیز کی قسم تہی تو وہی لازم ہوگی کذا فی الخانیہ ولم یجز التکفیر ولو بالمال خلافا للشافعی قبل حنث لان الکفارۃ لستر الجنایۃ ولا جنایۃ ولا یسترد من الفقیر لوقوعہ صدقۃ اور جائز نہین کفارہ دینا قبل حنث کے اگرچہ کفارہ مال کا ہو بخلاف امام شافعی ہے کہ اونکے نزدیک کفارہ مال کا قبل حنث کے صحیح ہے ہمارے نزدیک کفارہ قبل حنث کے اسواسطے صحیح نہوا کہ کفارہ موضوع ہے واسطے چہپانے گناہ کے اور قسم توڑنے سے پہلے کوئی گناہ نہین جسکو کفارہ چہپاوے تو دوسرا کفارہ بعد حنث کے ادا کرنا لازم ہوگا اور جو طعام اور کسوۃ قبل حنث کے دیا ہو اوسکو فقیر سے نہ پہیر لے اسواسطے کہ وہ صدقہ نافلہ ہو چکا مم اگر کوئی سوال کرے کہ سنن ابوداؤد مین عبد الرحمن بن سمرہ سے روایت ہے فکفر عن یمینک ثم ایت الذی ہو خیر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول کفارہ دے پہر قسم توڑے اسواسطے کہ لفظ ثم کا واسطے تعقیب کے ہے اوسکا جواب یہہ کہ عبد الرحمن بن سمرہ سے صحیحین مین یون روایت ہو قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرہا خیرا منہا فکفر عن یمینک وایت الذی ہو خیر اس روایت مین واو ہے نہ ثم اور واو واسطے مطلق جمع کے موضوع ہے نہ واسطے تعقیب کے اور چونکہ روایت صحیحین معروف اور صحت مین مقدم ہے تو روایت ابوداؤد کی اون کے مقابل مین شاذ ہو تو لائق تاویل کے ہو یعنی ثم بمعنی واو کے ہے اور صحیح مسلم مین عدی بن حاتم سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من حلف علی یمین فرأی غیرہا خیرا منہا فلیات الذی ہو خیر ولیکفر عن یمینہ اور ایسیکی شاہد امام احمد کی روایت ہو عبد اللہ بن عمرو سے کذا فی فتح القدیر ومصرفہا مصرف الزکوۃ فما لا فلا قیل الا للذمی خلافا للثانی وبقولہ یفتی کما فی الحاوی اور مصرف کفارہ یمین کا وہ مصرف ہو جو زکوۃ کا مصرف ہو اور جو زکوۃ کا مصرف نہین وہ کفارہ کا بہی مصرف نہین چنانچہ اوسکا ذکر ترجمہ مین قبل اسکے ہو چکا بعضون نے کہا ہے کہ ذمی کو کفارہ دینا جائز ہو نہ زکوۃ بخلاف

ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک ذمی کو بھی کفارہ دینا جائز نہین اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ باب الزکوۃ مین گذر گیا تو بقول مفتی بہ کلیہ قائم رہا کہ مصرف کفارہ بعینہ مصرف زکوۃ ہے ولا کفارۃ بیمین کافر وان حنث مسلما لایۃ انھم لا ایمان لھم واما ان نکثوا ایمانھم فیعنی الصوری کتحلیف الحاکم اور کفارہ واجب نہین کافر کی قسم سے اگرچہ وہ مسلمان ہو کر حانث ہو بدلیل اس آیت قرآنی کے کہ انھم لا ایمان لھم یعنی کافرون کیواسطے قسمین نہین ہین لہذا اول کتاب الیمین مین مذکور ہو چکا کہ شرائط صحت یمین سے اسلام ہے اسواسطے کہ یمین عبادت ہے اور کافر اہل عبادت کا نہین اور یہہ جو دوسری آیت مین وارد ہے وان نکثوا ایمانھم کہ اگر وے اپنی قسمین توڑین تو مراد اوس سے یمین ظاہری ہے جسکو کفار اپنی صدق کیواسطے ظاہر کرتے ہین نہ حقیقی جیسے قسم لینا حاکم کا کافر سے اس توقع سے کہ وہ قسم سے انکار کرے تو حق ثابت ہو جاوے اور اگرچہ کافر کے حق مین یمین شرعی ثابت نہین لیکن چونکہ وہ اپنی اعتقاد مین نام الہی کی تعظیم کرتا ہے تو جھوٹی قسم سے انکار کریگا تو مقصود حاصل ہوگا یعنی ظہور حق اسواسطے کافر سے یمین ظاہری لینا چاہیے کذا فی النہر والمنح وھو ای الکفر یبطلھا اذا عرض بعدھا فلو حلف مسلما ثم ارتد والعیاذ باللہ ثم اسلم ثم حنث فلا کفارۃ اصلا لما تقرر ان الاوصاف الراجعۃ الی المحل یستوی فیھا الابتداء والبقاء کالمحرمیۃ فی النکاح اور وہ یعنی کفر باطل کرتا ہے یمین کو جب عارض ہو بعد قسم کہانیکے تو اگر قسم کہائی حالت اسلام مین پھر معاذ اللہ کافر ہو گیا بعد اسکے مسلمان ہوا پھر قسم توڑی تو اوسپر ہرگز کفارہ نہین اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول مین کہ جو اوصاف کہ رجوع کرتے ہین محل کیطرف اونمین ابتدا اور بقادو نو برابر ہین جیسے وصف محرمیت کا نکاح مین ہم یہان اوصاف سے مراد کفر اور اسلام ہے اور محل سے مراد قسم کہانیوالا شخص ہے اور مراد بقا سے عروض ہے چنانچہ نکاح مین محرمیت کا وصف خواہ ابتدا سے ہو خواہ پیچہے سے عارض ہو دونو برابر ہین تو زانی پر بنت مزنیہ حرام ہے جیسے اوسکی زوجہ حرام ہو جاتی ہے زوجہ کی ماں سے زنا کرنے سے وکذا الوندر الکافر بما ھو قربۃ لا یلزمہ شیء اور اسیطرح نذر یمین کے اگر نذر ماننے کافر اوس چیز کی جو از قسم عبادت ہے چنانچہ صوم یا صدقہ تو اوسپر کچہہ لازم نہین امام اعظم کے نزدیک نہ قبل اسلام کے نہ بعد اور یہی مذہب ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک کفارہ مالی لازم ہے صوم اور صدقہ اور یہہ جو صحیحین مین عمر فاروق سے مروی ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین نے جاہلیت مین ایک رات مسجد الحرام کے اعتکاف کی نذر مانی تھی سو حضرت نے فرمایا کہ اپنی نذر کو ادا کر تو مراد یہہ ہے کہ حالت اسلام مین عبادت جداگانہ کر قطع نظر جاہلیت کے نذر سے اسواسطے کہ آنحضرت صلعم کذا فی فتح القدیر ومن حلف على معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ او قتل فلان وانما قال الیوم لان وجوب الحنث لا یتاتی الا فی الیمین الموقتۃ اما المطلقۃ فحنثہ فی اخر حیاتہ فیوصی بالکفارۃ بموت الحالف ویکفر عن یمینہ بھلاک المحلوف علیہ غایۃ وجب الحنث والتکفیر لانہ اھون الامرین اور جو شخص قسم کہاوے گناہ پر چنانچہ اپنے والدین سے نہ بولنے کی یا آجکے دن فلانے شخص کے قتل کرنیکی تو اس صورت مین قسم توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے اسواسطے کہ قسم توڑ کر کفارہ دینا آسان تر ہے ترک کلام والدین اور قتل ناحق سے اسیکی طرف شیخ سعدی نے اشارہ کیا کہ آزردن دل دوستان جہل ست وکفارۃ یمین سہل اور ماتن نے قتل مین آجکے دن کی قید اسواسطے لگائی کہ وجوب حنث حاصل نہین ہو سکتا مگر موقت قسم مین اور مطلق قسم مین تو حنث حالف کی آخر حیات مین ہوتا ہے اسواسطے کہ تا حیات حالف مثلا نفی قتل کی نہین ہو سکتی تو وصیت کیجاوے کفارہ دینیکی بعد موت حالف کے یعنی حالف وصیت کر جاوے کفارہ دینیکی اور حالف اپنی حیات مین کفارہ نہین دیسکتا اسواسطے کہ کفارہ قبل حنث کے صحیح نہین اور کفارہ ادا کرے حالف اپنی قسم کا محلوف علیہ کی موت سے یعنی جسکے قتل کی قسم کہائی کذا فی غایۃ البیان خلاصہ یہہ ہے کہ یمین مطلق مین حنث بدون موت حالف یا محلوف علیہ کے نہین ہو سکتا بشرطیکہ محلوف علیہ مثبت ہو اور اگر منفی ہو چنانچہ عدم کلام والدین تو حنث فی الحال متصور ہے کلام کرنے سے تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ الیوم مثال ثانی کی قید ہے نہ مثال اول کی کذا فی حاشیۃ الحلبی وحاصلہ ان المحلوف علیہ اما فعل او ترک وکل منھما اما معصیۃ وھی مسئلۃ المتن او واجب کحلفہ لیصلین الظہر الیوم فبرہ فرض او ھو اولی من غیرہ او غیرہ اولی منہ کحلفہ على ترک وطی زوجتہ شہرا ونحوہ وحنثہ اولی او مستویان کحلفہ لا یا کل

هذا الخبز مثلاً او برّه اولی وٰایةٌ وَاحفظوا ایمانکم تفید وجوبه فتح وهی عشرةٌ اور قسم توڑنیکے اقسام کا خلاصہ بطریق کلیہ یہہ ہے کہ محلوف علیہ
یعنی جسپر قسم کھائی وہ دو حال سے خالی نہین کہ فعل ہے یا ترک فعل اور ہر ایک یا معصیت ہے اور یہی مسئلہ متن مین مذکور ہو چکا تو معصیت کی قسم مین حنث
واجب ہے یا فعل اور ترک واجب ہے چنانچہ یون قسم کھانا کہ واللہ مین آج کے دن ظہر کی نماز پڑھونگا یہہ مثال ہے فعل کی اور ترک کی مثال یون ہے کہ
واللہ مین شراب نہ پیونگا سو واجب کی قسم مین بر واجب ہے یعنی قسم کو پورا کرنا ہر چند نماز ظہر اور عدم شرب خمر قسم سے پہلے بھی واجب تھا لیکن قسم سے
زیادہ تر وجوب ہو گیا یا محلوف علیہ اولی ہے اپنے غیر سے چنانچہ واللہ مین صدقہ دونگا فقیرون کو یا اپنے گھر والون کو نہ مارونگا تو اس حلف
کو قائم رکھنا اولی اور افضل ہے اور ممکن ہے کہ مثل مباح کے اسکی بھی بر کو واجب کہئی بلکہ اسکا وجوب مباحات کے وجوب سے بالا ولی ہے یا
محلوف علیہ کا غیر اولی ہے محلوف علیہ سے چنانچہ قسم کھانا حالف کا اپنی زوجہ کی ترک قربت پر ایک مہینے تک اور مثل اسکے چنانچہ واللہ مین آج کبھی
پیاز کھاؤنگا تو اس قسم کا توڑنا اولی اور افضل ہے یا محلوف علیہ اور غیر اسکا دونو برابر ہون چنانچہ اسکی قسم کھانا کہ روٹی نکھاونگا مثلاً
یا واللہ مین روٹی یا کسی سیر کو آج جاونگا اور ایسی قسم کا قائم رکھنا اولی ہے اور یہہ آیت قرآنی کہ وَاحفظوا ایمانکم کہ محافظت کرو اپنی قسمون کی
مباحات مین بھی وجوب بر کی مقتضی ہے کذا فی فتح القدیر اور یہہ دس صورتین ہین جو مذکور ہوئیکین ومن حرّم ای علی نفسه لانه لو قال ان
اکلت من هذا الطعام فهو علیّ حرام فاکله لا کفارة خلاصه واستشکله المصنف جو شخص اپنی ذات پر حرام کر دے ملک اپنی
تحریم منجز کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسطرح تحریم معلق کریگا کہ اگر مین اس طعام کو کھاؤن تو وہ مجھپر حرام ہے پھر بعد اسکے اوس طعام کو
کھایا تو اوسپر کفارہ نہین کذا فی الخلاصہ اور مشکل سمجھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وجہ اشکال کی یون بیان کی ہے کہ معلق
بالشرط نزدیک وقوع شرط کے منجز کے ہے یعنی پھر کیا وجہ کہ حنث مین کفارہ نہین جواب اس اشکال کا یہہ ہے کہ تحریم منجز او معلق مین فرق
ہے اسواسطے کہ منجز مین طعام موجود کی تحریم ہے اور معلق مین تحریم ثابت نہین کیونکہ بعد اکل کے طعام موجود نہین کذا فی حاشیة الحلبی شیئاً
ولو حراماً او ملک غیره کقوله الخمر او مال فلان علیّ حرام فیمین مالم یرد الاخبار خانیه جو شخص اپنی ذات پر کسی چیز کو حرام کرے
اگر چہ وہ چیز حرام ہو یا غیر کی مملوک ہو چنانچہ یون کہنا کہ شراب مجھپر حرام ہے یا مثلاً زید کا مال مجھپر حرام ہے تو یہہ قول یمین ہے تا وقتیکہ اس قول سے
خبر دینے کا ارادہ نکرے کذا فی الخانیہ اور اگر خبر کا ارادہ کرے گا نہ انشاء تحریم کا تو یمین نہوگا تو اسوقت شراب پینے سے فقط گناہ
ہوگا کفارہ لازم نہ آویگا بخلاف انشاء تحریم کے کہ اوسمین گناہ کے سوا کفارہ یمین کا لازم آویگا فلو فعله باکل او نفقة ولو تصدّق
او وهب لم یحنث بحکم العرف زیلعی پھر بعد تحریم کے اوس چیز کو کیا یعنی اگر طعام ہے تو اوسکے کھانے سے یا دینار اور درم ہے تو
اوسکے خرچ کرنے سے قسم کو توڑا تو کفارہ دے اور اگر بعد تحریم کے اوس شی کو خیرات کر دیا یا کسیکو بخش دیا تو حانث نہوگا بحکم عرف کذا ذکره
الزیلعی کفّر لیمینه لما تقرر ان تحریم الحلال یمین جو اپنی ذات پر کسی شی کو حرام کرکے پھر اوسکو کرے تو کفارہ دے اپنی قسم کا
اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول مین کہ حرام کر دینا حلال چیز کو یمین ہے یعنی قسم کی ایک یہہ بھی صورت ہے کہ حلال کو حرام کر ڈالے وَ
منه قولها لزوجها انت علیّ حرام او حرّمتک علی نفسی فلو طاوعته فی الجماع او اکرهها کفّرت مجتبی اور من قبیل قسم کے یہہ
قول ہے عورت کا اپنے زوج سے کہ تو مجھپر حرام ہے اور حرام کیا تجکو مین نے اپنی ذات پر تو بعد اس قول کے اگر اپنی خوشی جماع پر زوج کو قادر
ہونے دیگی یا زوج اوس سے زبردستی جماع کریگا تو وہ حانث ہوگی کفارہ دیوے کذا فی المجتبی وفیه قال لقوم کلامکم علیّ حرام او کلام
الفقراء او اهل بغداد او اکل هذا الرغیف علیّ حرام حنث بالبعض اور مجتبی مین ہے کہ کہا ایک شخص نے کہ کلام تمہارا مجھپر حرام
ہے یا کلام اہل بغداد کا مجھپر حرام ہے یا کھانا اس روٹی کا مجھپر حرام ہے تو حانث ہوگا بعض کے کلام اور کچھ روٹی کھانے سے وفی قوله
لا اکلمکم او لا اکله لم یحنث الا بالکل زاد فی الاشباه الا اذا لم یمکن اکله فی مجلس واحد او حلف لا یاکل [illegible]

احدهما او لا یکلم اخوة فلان وله اخ واحد وتمامه فیها قلت وبه عرف جواب حادثة حلف بالطلاق ان اولاد زوجته لا یطلعون من بیته فطلع واحد منهم او یحنث اور اس قول مین کہ واللہ مین تمسے کلام نکرونگا یا روٹی نکہاؤنگا تو حانث نہوگا مگر سب کے کلام سے اور سب روٹی کے کہانیسے زیادہ بیان کیا ہے اشباہ مین مگر اوسوقت بعض روٹی کہانے سے حانث ہوگا جب تمام روٹی کا کہانا مجلس واحد مین متصور نہو یا قسم کہائی کہ کلام نکریگا فلانے اور فلانے سے اور نیت کی دو مین سے ایک کی یا یون قسم کہائی کہ مثلا زید کے بہائیون سے نہ بولیگا اور زید کا ایک ہی بہائی ہے تو اوسوقت مین ایک ہی شخص کے بولنے سے حانث ہوگا اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ اسی سے معلوم ہوگیا اس واقعہ کا جواب کہ ایک شخص نے طلاق زوجہ کی قسم کہائی اگر اوسکے زوجہ کی اولاد اوسکے گہر کو جہانکین سو زوجہ کی اولاد سے ایک ولد زوجہ کے گہر کو جہانکا تو زوج حانث نہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اولاد جمع ہے بدون الف اور لام کے اور اقل مرتبہ جمع کا تین ہین کذا فی حاشیة الحلبی عن البحر کل حل او حلال الله او حلال المسلمین علی حرام زاد الکمال او الحرام یلزمنی ونحوه فهو علی الطعام والشراب ولکن الفتوی فی زماننا علی انه تبین امرأته بتطلیقة ولو له اکثر بن جمیعا بلا نیة وان نوی ثلثا فثلث وان قال لم انو طلاقا لم یصدق قضاء لغلبة الاستعمال ولذا لا یحلف به الا الرجال ظهیریة کہا ایک شخص نے کہ یہ سب حلال مجہپر حرام ہے یا یون کہا کہ حلال اللہ کا یا حلال مسلمین کا مجہپر حرام ہے کمال الدین نے اتنا اور بہی زیادہ کیا ہے کہ یا حرام مجکو لازم ہوگیا اور مانند اس قول کے تو ظاہر مذہب مین تحریم حلال کے کہانے یا پینے پر محمول ہے تو بعد اس قول کے حانث نہوگا مگر اکل اور شرب سے لیکن ہمارے زمانہ مین فتوی اسپر ہے کہ قائل کی عورت بائن ہوجاویگی ایک طلاق کر اور اگر اوسکی زوجات ایک سے زیادہ ہون تو سب ایک ایک طلاق سے بائن ہوجاوینگی بلا نیت اور اگر اس کلام سے تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر وہ کہیگا کہ تحریم حلال سے مین نے طلاق کی نیت نہین کی تو دیانة اوسکی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہوگی بسبب غالب ہونے استعمال تحریم حلال کی طلاق مین ولهذا اس لفظ سے قسم نہین کہاتے عرف مین مگر مرد نہ عورتین کذا فی المنح عن الظهیریة وان لم تکن له امرأة وقت الیمین سواء نکح بعده او لا فیمین فیکفر باکله او شربه لو یمینه علی آت ولو بالله علی ماض فغموس او لغو ولو کانت له امرأة وقتها فبانت بلا عدة فاکل فلا کفارة لا نصرافها للطلاق وقد مر فی الایلاء اور اگر اوسکی عورت نہو یمین کے وقت خواہ اوسنے بعد یمین کے نکاح کیا ہو یا نکیا ہو تو اوسوقت مین تحریم حلال کی طلاق نہوگی بلکہ یمین ہوگی تو کفارہ دیوے اپنے اکل و شرب سے اگر یمین اوسکی استقبال پر ہو اور اگر یمین اللہ جلشانہ کے نام پاک سے ہو ماضی پر اسطرح کہ اگر واللہ مین نے ایسا کیا ہو تو حلال اللہ کا مجہپر حرام ہے تو یہہ یمین غموس ہے اگر جہوٹی قسم ہو یا یمین لغو ہے اگر اوسکو صدق کا ظن ہو اور اگر اوسکو ایک عورت ہے یمین کے وقت پہر وہ بائن ہوگئی بدون عدت کے یعنی غیر مدخولہ تہی سو بعد یمین کے وہ مطلقہ ہوئی پہر اوس نے کہانا کہایا تو اس اکل اور شرب سے اوسپر کفارہ نہ لازم ہوگا بسبب پہر جانے یمین کے طلاق کیطرف بسبب عورت ہونیکے سوا ب اکل اور شرب کیواسطے یمین ہوسکتی اور مسئلہ تحریم حلال کا باب الایلا مین مذکور ہوچکا **فائدہ** ضروریہ بعد مسائل یمین کے اب مصنف مسائل نذر کو مذکور کریگا وجہ مناسبت یمین اور نذر کی یہہ ہے کہ نفس وجوب مین دونو مشترک ہین اسواسطے کہ نذر عبارت ہے ایجاب مباح سے کذا فی المنح یعنی عبادات غیرہ اپنے کو اپنے اوپر واجب کر لینا نسائی نے عمران بن حصین سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نذر دو قسم ہے سو جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی طاعت اور عبادت مین ہو تو وہ اللہ کیواسطے ہے اور اوسمین نذر کا ادا کرنا لازم ہے اور جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی معصیت اور گناہ مین ہو وہ نذر شیطان کیواسطے ہے اور اوسکا ادا کرنا یعنی منت کا اتارنا لازم نہین اور اوسمین کفارہ دیوے جو یمین کا کفارہ ہے اور علامہ شیخ قاسم نے شرح درر البحار مین صریح بیان کیا ہے کہ یہہ جو اکثر عوام الناس نذر مانتے ہین اسطرح کہ بعضے اولیاء اللہ کی قبر پر جاتے ہین یون کہتے ہوئے کہ یا حضرت فلانے ہمارا غائب آدمی اگر دلوے مین پہر آوے یا بیمار ہمارا اچہا ہوجاوے یا مراد ہماری بر آوے تو آپ کیواسطے اتنا سونا یا

آتی چاندی یا اسقدر کھانا یا چراغان کیواسطے آتا تیل یا موم نذر کرینگے تو یہہ نذر اور منت باتفاق فقہا و باجماع علما باطل ہے بچند دلیل اول یہہ کہ نذر مخلوق کیواسطے جائز نہین یعنی نذر مخصوص بخداے علیم و قادر ہے اور دوسری دلیل بطلان کی یہہ ہے کہ جنکی نذر مانی وہ میت ہین اور میت کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اور تیسری دلیل یہہ ہے کہ ایسی نذر کرنیوالون کے گمان مین یہہ ہے کہ سواے خدا کے میت بھی قادر ہے عالم مین کچھ اوسکا تصرف بھی جاری ہے اور یہہ عتقاد کفر ہے ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ مین نے تیری نذر مانی کہ اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دی مثلاً تو مین فلانی درگاہ کے فقیرون کو کھانا کھلاؤنگا یا دراہم دونگا ایسی چیزون کا ذکر کرے جسمین محتاجون کو فائدہ ہو اور ذکر ولی کا فقط اسواسطے ہے کہ وہ محل مصرف ہو نذر کا یعنی نذر خالص اللہ ہی کیواسطے ہو تو اسطرح البتہ نذر جائز ہے جب یہہ معلوم ہوا تو یہہ جو دراہم اور موم اور تیل اور مانند اسکے اولیا کی قبرون پر لیجاتے ہین اولیا سے قربت اور نزدیکی حاصل کرنیکو سو یہہ باجماع مسلمین حرام ہے جبتک کہ وہان کے زندہ محتاجون پر صرف کرنا مقصود نہو یہہ قول وحید ہے اسمین فقہا کا اختلاف نہین انتہے ملخصاً اور البتہ اس بلا مین لوگ مبتلا ہین خصوصاً شیخ احمد بدوی کے مولد مین کذا فی النہر الفائق فی کتاب الصوم م جب یہہ روایت اجماعی فقہاء دین کی دریافت ہوئی تو مثل آفتاب کے روشن ہوگیا کہ یہہ جو اکثر نذر اور نیاز اولیاء اللہ کی قبور پر یا حسنین رضی اللہ عنہما کے ضرائح مجعولہ پر جنکو عوام تعزیہ کہتے ہین ہندوستان مین علی العموم رائج ہے سو سراسر باطل اور گمراہی ہے حق تعالے بادشاہ اسلام کو قائم کرے کہ ان گمراہیون کو مٹادے اور علماء دین کو توفیق دے کہ خوف عوام سے اوسکے بطلان کے بیان مین چشم پوشی نکرین اور تاویلات واہیہ کرکے اسکا جواز عوام کو لکھا دین آمین ومن نذر نذراً مطلقاً او معلقاً بشرط وکان من جنسہ واجب ای فرض کما سیصرح بہ تبعاً للبحر والدرر وھو عبادۃ مقصودۃ خرج الوضوء وتکفین المیت ووجد الشرط المعلق بہ لزم الناذر لحدیث من نذر وسمی فعلیہ الوفاء بما سمی اور جسنے نذر مانی خواہ نذر مطلق ہو یا معلق ہو کسی شرط پر اور ہمجنس نذر کے کوئی واجب ہو مراد واجب سے یہان فرض ہے چنانچہ اسکو مصنف خود تصریح کریگا باتباع صاحب بحر اور درر کے اور وہ واجب عبادت مقصود بھی ہو تو عبادت مقصود کی تقیید سے وضو اور تکفین میت کی نکل گئی اسواسطے کہ وضو اگرچہ عبادت ہے لیکن عبادت مقصودہ نہین بلکہ شرط ہے واسطے صحت صلوۃ کے اور شرط معلق علیہ پائی جاوے تو وہ نذر لازم الاداء ہوگی نذر کرنیوالے پر اس حدیث کی دلیل سے کہ جو نذر کرے اور معین کردے تو اوسپر ادا کرنا معین چیز کا لازم ہے م یہہ حدیث غریب ہے لیکن لزوم منذور کا قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اس خاص حدیث پر موقوف نہین حق تعالے نے فرمایا ولیوفوا نذورھم یعنی چاہئے کہ اپنی نذرون کو پورا کرین اور ایفاء نذر مین بہت احادیث ہین منجملہ انکے ایک یہہ حدیث مرفوع ہے صحیح بخاری کی عائشہ صدیقہ کی روایت سے کہ جو نذر مانے خدا کی اطاعت کرنیکی تو چاہئے کہ اطاعت کرے اور جو نذر کرے خدا کی معصیت کرنیکی تو وہ معصیت نکرے اور اجماع کے ذکر کی کچھ حاجت نہین کذا فی فتح القدیر نذر مطلق یہہ ہے کہ شرط پر معلق نہو چنانچہ یون کہنا کہ خدا کے واسطے مجھپر ایک مہینہ کا صوم یا حج ہے یا صدقہ یا دو رکعت نماز اور نذر معلق یہہ کہ کسی شرط پر تعلیق ہو نذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میرا بیمار صحت پاوے یا مینہ برسے یا لڑکا پیدا ہو تو صوم یا صدقہ یا حج مجھپر لازم ہے کصوم وصلوۃ وصدقۃ ووقف واعتکاف واعتاق رقبۃ وحج ولو ماشیا فانھا عبادات مقصودۃ ومن جنسہا واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی للحج علی القادر من اھل مکۃ والقعدۃ الاخیرۃ فی الصلوۃ وھی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی المسلمین فتح چنانچہ صوم اور صلوۃ اور صدقہ اور وقف اور اعتکاف اور آزاد کرنا گردن کا اور حج اگرچہ پیادہ نذر مانا ہو تو بھی نذر صحیح ہے اسواسطے کہ امور مذکورہ عبادات مقصودہ ہین اور اوسکی ہمجنس واجب بھی ہے اسواسطے کہ وجوب عتق کا کفارہ ظہار اور یمین مین ہے اور پیدل چلنا حج کیواسطے اہل مکہ پر واجب ہے بشرط القدرۃ اور قعدہ اخیرہ نماز مین واجب ہے اور قعدہ عبارت ہے لگا ٹھہرنے سے مانند اعتکاف کے اور وقف کرنا مسجد کا مسلمانون کے واسطے واجب ہے بادشاہ پر بیت المال سے اور اگر بیت المال نہو تو مسلمانون پر وقف مسجد کا واجب ہے کذا فی فتح القدیر م شارح نے وجوب صوم اور صلوۃ اور صدقہ کا نہ بیان کیا اسلئے کہ وجوب صوم رمضان اور نماز پنجگانہ اور زکوۃ کا ظاہر تھا لہذا غیر ظاہر کے بیان وجوب پر اکتفا کی ولم یلزم الناذر ما لیس من جنسہ فرض کعیادۃ

مریض وتشییع جنازۃ ودخول مسجد ولو مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او الاقصیٰ لانہ لیس من جنسہا فرض مقصود و
ھذا ھو الضابط کافی الدر در اور اوسکا لازم نہیں نذر کر لینے پر اوس قسم کی نذر کا جسکی ہمجنس شرع مین کوئی فرض نہین چنانچہ عیادت بیمار کی اور
جنازہ کے ساتھہ چلنا اور مسجد کا داخل ہونا اگرچہ مسجد رسول اللہ کی ہو صلی اللہ علیہ وسلم یا مسجد اقصیٰ ہو یعنی اگر کوئی نذر مانے عیادت مریض یا تشییع
جنازہ یا دخول مسجد کی تو اوسکا اوسکا نذر پر لازم نہوگا اگرچہ یہہ امور عبادت مین لیکن مجانس انکی کوئی فرض مقصود بالذات نہین اور یہی قاعدہ کلیہ
ہے لزوم اور عدم لزوم نذر مین کذا فی الدر رھ اگر کوئی کہے کہ حج مین طواف الزیارۃ فرض ہوا وہ بدون داخل ہونے مسجد الحرام کے نہین ہوتا اسکا
جواب یہہ ہے کہ طواف فرض ہے نہ دخول تو دخول مقصود بالذات عبادت نہ ٹھہرا بلکہ واسطے ادائے طواف کے چنانچہ وضو واسطے نماز کے اور اسیطرح پل اور خانقاہ
اور سرا اور راہگیر سبیل رکھنی کی نذر اگر مانیگا تو لازم نہوگی اسواسطے کہ انکی جنس کا کوئی فرض شرع مین نہیں کذا فی المنح وفی البحر شرائطہ خمس
فزاد ان لا یکون معصیۃ لذاتہ فصح نذر صوم یوم النحر لانہ لغیرہ وان لا یکون واجبا علیہ قبل النذر فلو نذر حجۃ الاسلام
لم یلزمہ شیء غیرہا وان لا یکون مالا من الذی ملکہ او ملکا لغیرہ فلو نذر التصدق بالالف ولا یملک الا مائۃ لزمہ
المائۃ فقط خلاصہ انتہی اور بحر الرائق میں ہے کہ شرائط لازم ہونے نذر کی پانچ مین سو مصنف نے دو شرطون پر تیسری شرط یہہ زیادہ کی ہے
کہ وہ معصیت بالذات نہو تو صحیح ہے نذر یوم النحر کے صوم کی اسواسطے کہ صوم عید قربانی کا معصیت بالذات نہین بلکہ معصیت بالغیر ہو یعنی اسواسطے ممنوع
ہے صوم عید اضحی کا کہ ضیافت ربانی کا دن ہے اور اگر معصیت بالذات کی نذر کریگا تو صحیح نہوگی اور کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الظہیریۃ اور
چوتھی شرط نذر کی یہہ ہے کہ وہ چیز اوسپر واجب نہو قبل نذر کے تو اگر فرض حج کی نذر کریگا تو اوسپر کچھہ لازم نہوگا سوا فرض حج کے اور پانچوین شرط
نذر کی یہہ ہے کہ وہ چیز زیادہ نہو اوس مال سے جسقدر کا وہ مالک ہو یا وہ چیز غیر کی مملوک نہو سو اگر نذر مانی ہزار درم کی خیرات کی اور حالانکہ وہ مالک نہین
مگر سو درم کا تو اوسپر فقط سو درم لازم ہون گے نہ زیادہ کذا فی الخلاصہ انتہی کلام البحر خلاصہ یہہ ہے کہ نذر کی شرطین پانچ ہین کہ بدون اونکے نذر صحیح نہین
شرط اول یہہ ہے کہ اوسکی جنس کا فرض ہو یعنی منذور کے فرائض شرعیہ مین اصل ثابت ہو دوسری یہہ کہ عبادت مقصودہ ہو تیسری یہہ کہ وہ بالذات معصیت
نہو چوتھے یہہ کہ منذور اوسپر واجب نہو قبل نذر کے پانچوین یہہ کہ منظور نذر کی ملک سے زیادہ نہو اور غیر کا مملوک نہو تلت ویزاد ما فی زواہر الجواہر
وان لا یکون مستحیل الکون فلو نذر صوم امس او اعتکافہ لم یصح نذرہ وفی القنیۃ نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح ما
لم ینو ابناء السبیل شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور بحر الرائق کی شرائط خمسہ نذر پر وہ شرط اور زیادہ کی گئی ہے جو زواہر الجواہر مین ہے وہ یہہ ہے
کہ منذور مستحیل الوجود نہو تو اگر کل یعنی یوم گذشتہ کا صوم یا اعتکاف کی نذر کی تو یہہ نذر صحیح نہین کہ ممکن الوجود نہین اور قنیہ مین ہے کہ نذر کی اغنیا
پر خیرات کرنیکی تو صحیح نہین جبتک اغنیا مسافرین کی نیت نکرے اسواسطے کہ غنی پر صدقہ کرنا نذر کا جائز نہین مصرف نذر کا فقرا اور مساکین ہین نہ اغنیاء ھم
یہہ جو ہندوستان مین رواج ہے کہ نذر اللہ کا کھانا یا شیرینی سبکو کھلاتے ہین غنی کو بھی اور محتاج کو بھی سو خلاف شرع ہے غنی کے کہانیسے نذر ادا نہین ہوتی
تو اوسکا اعادہ لازم ہے اور جیسے نذر کا دینا غنی کو جائز نہین ویسے ہی سید کو بھی جائز نہین نہ زکوٰۃ کے غنی سے مراد یہان وہ ہے جو صاحب نصاب
ہو یعنی جسکو ساڑھے باون روپیہ کا مقدور ہو خواہ اسقدر نقد ہو یا جنس چنانچہ باغ یا زمین یا رہنے کے سوا دوسری حویلی اتنی مالیت کی ہو کذا فی کتب الفقہ
ولو نذر التسبیحات دبر الصلوۃ لم یلزمہ اگر نذر کی تسبیحات کی بعد نماز کے تو یہہ نذر لازم نہین اسواسطے کہ سبحان اللہ کہنا فرض نہین ولو نذر ان
یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل یوم کذا لزمہ وقیل لا اور اگر نذر مانی ہنا درود یعنی سو یا ہزار بار ہر روز پڑھا کرونگا تو یہہ نذر اوسکو
لازم الادا ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ لازم نہین ھم لزوم نذر کی یہہ وجہ ہے کہ اگرچہ نماز مین درود پڑھنا فرض نہین لیکن تمام عمر مین ایکبار درود
پڑھنا فرض ہے چنانچہ کتاب الصلوۃ مین مذکور ہو چکا تو درود کی نذر کرنا صحیح ہوگا کہ اوسکو ہمجنس کی فرضیت ثابت ہے اور قول ثانی کی شاید وجہ
یہہ ہے کہ فرضیت درود کی قطعی نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی ثم ان المعلق فیہ تفصیل فان علقہ بشرط یریدہ کان قدم غائبی او

شئ ھو مقصود یوفی بہ وبیخیر ان وجد الشرط وان علقہ بما لم یردہ کان ذبیت بفلانہ مثلا فحنث وفی بنذرہ او کفر لیمینہ علی المذھب لانہ نذر بظاھرہ یمین بمعناہ فیخیر ضرورۃ۔ بعد اسکو رفیت کرنا چاہیئے کہ نذر معلق کے حکم میں تفصیل ہے سو اگر نذر کو معلق کیا ایسی شرط پر جسکی اوسکو خواہش ہے جیسا یہ یون کہا کہ اگر میرا غائب شخص آوے یا میرا مریض چنگا ہو تو مجھپر صدقہ واجب ہے تو نذر کو پورا کرے بنا بر وجوب کے اگر شرط پائی جاوے یعنی اگر غائب آوے یا بیمار چنگا ہو تو صدقہ دینا واجب ہے نہ کفارہ یمین کا اور اگر نذر کو معلق کیا اوس شرط پر جسکی اوسکو خواہش نہیں جیسا کہ یون کہا کہ اگر مین فلانی عورت سے زنا کرون مثلا تو مجھپر صدقہ لازم ہے پھر وہ حانث ہوا یعنی اوس عورت سے زنا کیا تو چاہے اپنی نذر کو پورا کرے یعنی صدقہ دیوے یا کفارہ دے اپنی اس قسم کا بنا بر مذہب صحیح مفتی بہ کے ایفاء نذر اور کفارہ دینے کا اسواسطے اختیار ہوا کہ یہہ قول ظاہر مین نذر ہے اور باطن مین یمین تو بالضرورۃ ایفاء نذر یا کفارہ دینے مین اوسکو اختیار ہوگا ف اور وجہ یمین ہونے اس قول کی یہہ ہے کہ جب اوسنے منذور کو مثلا صدقہ کو اوس شرط پر معلق کیا جسکی اسکو خواہش نہیں مثلا زنا پر تو معلوم ہوا کہ منذور اوسکو مطلوب نہیں اسواسطے کہ اوسکو مانع قرار دیا اس شرط کے فعل سے مانند دخول دار اور کلام زید کے اور یہی حقیقت ہے یمین کی یعنی منع نفس لیکن چونکہ بظاہر یہہ قول نذر ہے لہذا اوسکو اختیار حاصل ہوا ایفاء نذر اور کفارہ دینے مین بموجب دونو وجہ کے بخلاف اوس شرط کی تعلیق کے جسکی اوسکو خواہش نہیں کہ بعد وجود شرط کے وہ معلق بمعنی منجز کے ہے لہذا نذر معلق مذکور نذر منجز کے حکم مین منذ ہو گی یعنی وجوب ایفاء نذر مین کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر اور ظاہر مذہب یہہ ہے کہ نذر مطلق اور نذر معلق مین مطلقا ایفاء نذر واجب ہے نہ کفارہ اور مجموع النوازل مین منقول ہے کہ امام اعظم نے ظاہر مذہب سے نذر معلق مین تفصیل مذکور کیطرف رجوع کیا اور یہی قول سرخسی اور شہید کا مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور وجہ اس تفصیل کی حدیث صحیح مسلم کی ہے کہ کفارہ نذر کا وہی کفارہ ہے یمین کا کذا فی النہر الفائق نذر مکلف بعتق رقبۃ فی ملکہ وفی بہ ای یفی بہ تدیّنا بالتراخی ولا یدخل تحت الحکم فلا یجبرہ القاضی نذر کی مکلف نے گردن آزاد کرنیکی اپنی ملک مین یعنی یون کہا کہ خدا کیواسطے مجھکو آزاد کرنا اس غلام کا لازم ہوا اور حالانکہ وہ غلام اوسکا مملوک ہے تو اس نذر کو پورا کرے اور اگر پورا نکریگا تو گنہگار ہوگا ترک اعتاق سے اور یہہ امر حکومت کے نیچے داخل نہیں تو اوسپر قاضی جبر کرے اعتاق کیواسطے نذر ان یذبح ولدہ فعلیہ شاۃ لقصۃ الخلیل علیہ الصلوۃ والسلام والغاہ الثانی والشافعی کنذرہ بقتلہ نذر مانی ایک شخص نے کہ اپنے ولد کو ذبح کریگا تو اوسپر بھیڑ یا بکری لازم ہے بدلیل قصہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ ذبح فرزند پر مستعد ہوئے تھے بموجب رویت منامی کے سو حق تعالی نے اونکا بدلا ذبیحہ قرار دیا چونکہ شرائع انبیاء سابقین بشرط عدم نسخ واجب العمل ہین لہذا امام اعظم اور محمد نے ذبح فرزند کی نذر مین بھیڑ یا بکری تجویز کی اور ابو یوسف اور شافعی نے اس نذر کو لغو کہا ہے اسواسطے کہ معصیت کی نذر ہے کذا فی المنح جیسے اپنے فرزند کے قتل کی نذر جائز نہیں بالاتفاق اسواسطے کہ معصیت ہے اور قصہ خلیل علیہ السلام مین ذبح وارد ہے نہ قتل کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولغا لو کان بذبح نفسہ او عبدہ وأوجب محمد الشاۃ ولو بذبح ابیہ او جدہ او أمہ لغا اجماعا لانہم لیسوا کسبہ اور لغو ہے اگر اپنے ذبح کرنیکی نذر کی ہو یا اپنے غلام کی اور محمد نے ذبح نفس اور ذبح غلام مین بکری واجب کی ہے اور اگر اپنے باپ یا دادا یا ماں کے ذبح کی نذر مانی تو بالاجماع لغو ہے اسواسطے کہ انسان کے اصول اوسکے کسب نہین بخلاف ولد کے کہ وہ کسب ہے انسان کا چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کذا فی البحر ولو قال ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ او علی شاۃ اذبحھا فبرأ لا یلزمہ شئ لان الذبح لیس من جنسہ فرض بل واجب کالاضحیۃ فلا یصح اور اگر یون کہا کہ اگر مین چنگا ہو گیا اپنے اس مرض سے تو مین بکری ذبح کرونگا یا مجھپر بکری لازم ہے کہ اوسکو ذبح کرونگا پھر وہ چنگا ہو گیا تو اوسپر کچھ لازم نہیں اسواسطے کہ جنس ذبح کوئی فرض نہیں بلکہ ذبح واجب ہے چنانچہ قربانی تو یہہ نذر صحیح نہیں اسواسطے کہ مذکور ہو چکا شرائط صحت نذر سے یہہ ہے کہ اوسکی جنس فرض ہو وصححہ الثانی ازا زاد وأتصدق بلحمھا فیلزمہ لان التصدق قد یجب من جنسھا وعن وھی الزکوۃ فتح وبحر وفی متن الدرر تناقض منہ اور صحیح کہا ثانی نے اگر زیادہ کہے کہ اسکو گوشت کو خیرات کرونگا تو اب یہہ نذر لازم ہو جاویگی اسواسطے کہ بجنس تصدق فرض ہو یعنی زکوۃ از قسم صدقات ہے کذا فی الفتح والبحر تو معلوم ہوا کہ درر کے متن مین تناقض ہے کذا فی المنح ھھنا منح الغفار مین کہا کہ ملا خسرو نے درر غرر مین کہا کہ اگر ایک شخص بولا کہ اگر مین چنگا ہو گیا اپنے مرض سے تو بکری ذبح کرونگا

ف اس میں جو اصطلاح
نذر نہیں مرتے میں کرتا ہی
ہنا کو دیتا ہے لیکن
مطلب یہ ہی کہ قسم
ظاہر میں کی ہو تو یہ
کہ انکو شرط منذور
کا موجب ہو جیسے دخول
دار کو منع نفس
ابن کاظم سے
کہ نفس علام
رفع نفس
اور ضعیف

تو اوسپر کچھ لازم نہین مگر جب یون کہے لِلّٰہِ عَلَیَّ اَنْ اَذْبَحَ یعنی خدا کے واسطے ذبح کرنا بکری کا مجھپر لازم ہے اسواسطے کہ لزوم نہین ہوتا مگر نذر سے اور صیغہ نذر کا قول ثانی مین
ہے نہ اول مین انتہی کلامہ حالانکہ شرط نذر دوسری صورت مین بھی حاصل نہین یعنی ہمجنس کوئی فرض نہین چنانچہ خود صاحب قدوری نے اسکو مصرح بیان کیا ہے تو اوسکی کلام
مین تناقض ہوا انتہی مضمون المنح طحطاوی نے کہا درر کی عبارت مین فی الواقع تناقض نہین اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین قاضیخان سے منقول ہے رجل قال ان
برئت من مرضی ہذا ذبحت شاۃ فبرأ لا یلزمہ شیء الا ان یقول ان برئت فللّٰہ علی ان اذبح شاۃ انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کی نذر بتصریح صیغہ نذر لازم ہے
اگرچہ ہمجنس نذر یعنی اضحیہ اسکے واجب ہے نہ فرض تو ثابت ہوا کہ وجوب سے مراد وجوب حقیقی ہے جو مصطلح ہے فقہا کا اور یہہ جو صاحب درر نے کہا ہے کہ جب منذور کے اصل فرض
مین ہو گی تب نذر لازم ہو گی سو فرض سے مراد یہان وہ ہے جو واجب کو بھی شامل ہو انتہی قول الطحطاوی ملخصا خلاصہ یہہ ہے کہ شرط لزوم نذر یہہ ہے کہ اوسکی ہمجنس واجب
ہو اور فرض ہونے مین بطریق اولی نذر لازم ہو گی تو فرضیت کو شرط لزوم قرار دینا گمان ہے مصنف اور شارح کا ولو قال للّٰہ علی ان اذبح جزورا واتصدق
بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز کذا فی مجموع النوازل ووجہہ لا یخفی اور اگر کہا کہ خدا کیواسطے مجھپر لازم ہے ذبح کرنا اونٹ کا اور تصدق کرنا
اوسکی گوشت کا پھر اوسنے اونٹ کی عوض سات بکریان ذبح کین تو جائز ہے کذا فی مجموع النوازل اور وجہ اسکی مخفی نہین یعنی قربانی اور ہدی مین ایک اونٹ مثل سات
بکریونکی برابر ہے وفی القنیۃ ان ذہبت ہذہ العلۃ فعلی کذا فذہبت ثم عادت لا یلزمہ شیء اور قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے یون کہا کہ اگر میری
یہہ بیماری جاتی رہی تو مجھپر فلانی چیز لازم ہے سو وہ بیماری جاتی رہی بعد اسکے پھر آئی تو اوسپر اوس نذر لازم نہین اسواسطے کہ مقصود زوال علت تھا اسطرح پر کہ
عود نکرے سو حاصل نہوا نذر لفقراء مکۃ جاز الصرف الی فقراء غیرہا لما تقرر فی کتاب الصوم ان النذر غیر المعلق لا یختص بشیء نذر مانی فقرای
مکہ معظمہ کے واسطے تو جائز ہے صرف کرنا فقرا غیر مکہ کیطرف اسواسطے کہ کتاب الصوم مین ثابت ہو چکا ہے کہ نذر غیر معلق کسی چیز سے مخصوص نہین یعنی خصوصیت فقیر اور
درہم اور مکان اور زمان کی اوسمین نہین اسواسطے کہ مقصود دفع حاجت فقیر ہے تو خصوصیت مکان کو اسمین دخل نہین کذا فی المنح نذر ان یتصدق
بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ نذر کی یہہ کہ دس درم کی روٹیان تصدق کریگا سو اوسنے روٹیون کے
سوا اور کہانا تصدق کیا مثلا گوشت اور چاول تو جائز ہے اگر قیمت مین دونو برابر ہون جیسے روٹیونکی قیمت کا خیرات دینا جائز ہے اسواسطے کہ مقصود اصلی
رفع حاجت فقیر ہے طعام کی کچھ خصوصیت نہین اور قیمت دینا زیادہ تر نافع ہے فقیر کو کذا فی المنح نذر صوم شہر معین لزمہ متتابعا لکن ان افطر
فیہ یوما قضاہ وحدہ وان قال متتابعا بلا لزوم استقبال لانہ معین نذر کی معین مہینے کے صوم کی تو اوسپر پے درپے روزہ رکھنا لازم
ہو گا لیکن اگر اوس مہینے مین ایک دن روزہ نرکھیگا تو فقط اوسی دنکی قضا کرلے اگرچہ اوسنے برابر روزہ رکھنے کو کہا ہو تو بھی ایک ہی دنکی قضا کرے
بدون لزوم استقبال کے یعنی ایک دن کے ترک صوم سے اوسپر سرنوسے روزہ رکھنا لازم نہین اسواسطے کہ وہ مہینہ معین ہے استقبال اوسمین مقصود نہین ولو نذر
صوم الابد فاکل لعذر فدی اور اگر نذر کی ہمیشہ کے صوم کی پھر اوسنے عذر سے کہایا تو فدیہ دے اور قید عذر کی اتفاقی ہے اگر بلا عذر کہاویگا تو بھی فدیہ
لازم ہو گا کذا فی الطحطاوی نذر ان یتصدق بالف من مالہ وہو یملک دونہا لزمہ ما یملک منہا فقط ہو المختار لانہ فیما لم یملک لم توجد
النذر فی الملک ولا مضافا الی سببہ فلم یصح نذر کی ہزار تصدق کرنیکی اپنے مال سے اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہے مثلا چار سو کا تو اوسپر فقط
اوسی قدر کی نذر لازم ہو گی جسقدر کا کہ وہ مالک ہے یعنی چار سو کا مثلا یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ غیر مملوک مین نذر نہ پائی گئی ملک مین اور نہ مضاف اسکے
سبب الملک مین تو صحیح نہو گی کما لو قال مالی فی المساکین صدقۃ ولا مال لہ لم یصح اتفاقا جیسے اگر یون کہا کہ میرا مال فقیرون مین صدقہ ہے اور حالانکہ
اوسکا کچھ مال نہین تو یہہ نذر صحیح نہین بالاتفاق بسبب عدم ملک اور عدم اضافت کی طحطاوی نے کہا کہ عدم مال کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر مال
بھی ہو گا تو بھی اوسپر کوئی چیز لازم نہین اسواسطے کہ قول مذکور مین نذر کا صیغہ نہین نذر التصدق بہذہ المائۃ یوم کذا علی زید فتصدق
بمائۃ اخری قبلہ ای قبل ذلک الیوم علی فقیر اخر جاز لما تقرر فیما مر نذر کی ان سو درمونکی خیرات کی فلانے دن زید پر سو اوسنے اور سو درم
کو اوسدن سے پہلے دوسرے فقیر کو خیرات دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا سابق مین کہ نذر غیر معلق مین کسی چیز کی خصوصیت نہین نہ فقیر کی نہ درم کی نہ وقت

کی قال علیّ نذرٌ ولم یزد علیہ ولا نیّۃ لہ فعلیہ کفارۃ یمینٍ کہا کہ مجھپر نذر واجب ہے اور اوسپر کوئی لفظ زیادہ نہ بولا اور صوم یا صدقہ کی کچھ نیت بھی نکی تو اوسپر کفارہ یمین کا لازم ہے ولو نوی صیامًا بلا عدد لزمہ ثلٰثۃ ایام اور اگر قول مذکور میں صوم کی نیت بلا عدد معین کے کی تو اوسپر تین دن کا روزہ لازم ہے اسواسطے کہ ایجاب عبد کا حق تعالی کے ایجاب پر معتبر ہی اور صوم واجب کا رتبہ تین دن کا روزہ ہی کفارہ یمین میں ولو صدقۃً فاطعام عشرۃ مساکین کالفطرۃ اور اگر قول مذکور میں صدقہ کی نیت کی بلا تعیین تو دس فقیرون کا کھانا دینا لازم ہی نصف صدقہ فطر کے اسواسطے کہ کفارہ یمین میں اسیقدر اطعام واجب ہے کذا فی الطحطاوی ولو نذر ثلٰثین حجۃً لزمہ بقدر عمرہ اور اگر نذر کی تیس ٣٠ حج کی تو اوسپر بقدر اوسکی عمر کے حج کرنا لازم ہی تو اگر قبل تیس ٣٠ برس کے وہ مرگیا تو باقی کی وصیت اوسپر لازم نہین وصل بحلفہ ان شاء اللہ بطل یمینہ ملایا اپنی قسم سے انشاء اللہ کو یعنی یون کہا کہ واللہ مین زید سے نہ بولونگا انشاء اللہ تو اوسکی قسم باطل ہوگئی یعنی زید کے تکلم سے حانث نہوگا چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الطلاق کے باب التعلیق مین مذکور ہوچکی اور اگر انشاء اللہ کو بعد قسم کے منفصل کہا تو یہہ استثنا مبطل یمین وغیرہ کا نہین اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب ہی کہ استثنا ہی منفصل بھی مبطل ہے ﴿م﴾ مناسب مقام یہہ حکایت لطیف ہی کہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی منصور دوانقی خلیفہ عباسی کے پاس اپنی کتاب المغازی کو پڑہتے تھے اور امام اعظم بھی وہان موجود تھے سو محمد بن اسحق نے خلیفہ سے کہا کہ یہہ شیخ یعنی امام اعظم خلیفہ کے جد کی مخالفت کرتا ہی استثنا ہی منفصل مین خلیفہ نے امام سے کہا کہ تمہارا ایہہ رتبہ ہوا کہ ہمارے جد کی مخالفت کرنی ہو امام نے کہا یہہ شخص یعنی محمد بن اسحاق خلیفہ کی سلطنت مٹایا چاہتا ہی اسواسطے کہ جب استثنا منفصل جائز ہوا تو آپکے عہد خلافت کو سلام ہی کہ لوگ تمسے خلافت کی بیعت کرینگے اور اطاعت کی قسم کہاوینگے پہر باہر نکل کر انشاء اللہ کہینگے اور آپکی مخالفت کرینگے حانث نہونگے تو خلیفہ نے کہا کیا خوب تمنے کہا اور محمد بن اسحق کو ناخوش ہوکر اپنے پاس سے اوٹھا دیا اور امام اعظم سے کہا کہ تم اس راز کو مخفی رکھنا کذا فی منح الغفار وکذا یبطل بہ ای بالاستثناء المتصل کلّما تعلّق بالقول عبادۃً او معاملۃً لو بصیغۃ الاخبار اور اسیطرح استثنا متصل سے باطل ہوجاتا ہی جو امر کہ قول سے متعلق ہی خواہ عبادت ہو جیسے نذر اور اعتاق یا معاملہ ہو جیسے طلاق اور اقرار بشرطیکہ بصیغہ اخبار ہو یعنی جملہ خبریہ ہو اگرچہ شرعًا انشاء کیواسطے موضوع ہو چنانچہ صیغ عقود کے ولو بالامر والنّہی کاعتقوا عبدی بعد موتی ان شاء اللہ تعالی لم یصحّ وبع عبدی ھذا ان شاء اللہ لم یصحّ الاستثناء اور اگر استثنا ہی متصل بصیغہ امر یا نہی ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرے غلام کو آزاد کردیجیو میری موت کے بعد انشاء اللہ تعالی تو صحیح نہین اور میرے اس غلام کو بیچڈال انشاء اللہ تعالی تو یہہ استثنا صحیح نہین ﴿م﴾ تو مثال اول مین اعتاق کی وصیت صحیح ہوگی اور مثال ثانی مین مخاطب بیع کا وکیل ہوگا اور نہی کی مثال یہہ ہی کہ فلانے شخص سے نہ بیچیو انشاء اللہ بخلاف المتعلّق بالقلب کالنّیۃ کما مرّ فی الصّوم واللہ تعالی اعلم بخلاف اوس امر کے جو دل سے متعلق ہے چنانچہ نیت کہ اوسمین انشاء اللہ کہنا مبطل نہین چنانچہ کتاب الصوم مین مذکور ہوچکا واللہ اعلم یعنی بوقت تلفظ نیت صوم انشاء اللہ کہنا مبطل نہین اسواسطے کہ نیت امور قلبیہ سے ہے نہ لسانیہ سے

باب الیمین فی الدخول والخروج والسّکنی والاتیان

باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی والاتیان

والرّکوب وغیر ذلک یہہ باب ہی دخول اور خروج اور سکونت اور آنے اور سوار ہونے اور انکے سوا اور افعال کی قسم کہانیکے احکام مین ﴿م﴾ مصنف نے اون افعال کا ذکر شروع کیا جنپر لوگ قسم کہاتے ہین اور چونکہ ضبط افعال کا بسبب کثرت کے متصور نہین لہذا اوسقدر پر اکتفا کی جسکو فقہا نے کتب مین ذکر کیا ہی اور مذکور کتب مین دو قسم کے فعل ہین ایک افعال ظاہریہ دوسری امور شرعیہ اور افعال مذکورہ مین دخول وغیرہ سو اسواسطے ابتدا کی کہ جسم کیواسطے مکان مین رہنا کھانے پینے سے زیادہ تر لازم ہی والاصل انّ الایمان مبنیّۃٌ عند الشافعی علی الحقیقۃ اللّغویۃ وعند مالک علی الاستعمال القرآنی وعند احمد علی النیۃ وعندنا علی العرف مالم ینو مایحتملہ اللفظ فلا حنث فی لا یھدم بیتًا ببیت العنکبوت الّا بالنیۃ فتح اصل یہہ ہی کہ قسمین مبنی ہین امام شافعی کے نزدیک حقیقت لغوی پر اور امام مالک کے نزدیک استعمال قرآنی پر اور نزدیک امام احمد کے نیت پر اور ہمارے نزدیک عرف پر قسم کی بناء ہے جبتک کہ قسم کہانیوالے نے وہ نیت نکی ہو جسکو لفظ محتمل ہو تو ہمارے نزدیک اس قول مین کہ واللہ کوئی گھر نگراونگا حنث نہین مکڑی کے گھر گرانے سے اسواسطے کہ مکڑی کے جالے کو عرف مین گھر نہین بولتے ہین مگر نیت سے البتہ حانث ہوگا کذا فی الفتح یعنی اگر قسم کہانیوالا گھر سے مکڑی کا گھر ارادہ کریگا

تو البتہ اوسکو گرانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ بیت عنکبوت کو بھی لغت مین بیت بولتے ہین ھ جنکے نزدیک یمین مین لغت کا اعتبار ہے اگر یون قسم کھاوے گا
کہ گھر نگراویگا تو بیت عنکبوت کے گرانے سے حانث ہوگا اور جنکے نزدیک یمین مین استعمال قرآن معتبر ہے اگر گوشت نکھانیکی قسم کھاویگا تو مچھلی کھانے سے حانث
ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت فرمایا ہے اور امام اعظم کے نزدیک عرف معتبر ہے اسواسطے کہ مدار کلام کا عرفی بولی پر ہے جو باہم مستعمل ہے نہ لغت
اور قرآن پر اور جو الفاظ کہ اہل لغت اور اہل عرف مین مشترک ہین وہان لغت البتہ معتبر ہوگی بنا بر عرف کے فتح القدیر مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے سفیان
ثوری سے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی قسم کھاوے کہ گوشت نکھاونگا سو مچھلی کے کھانے سے حانث ہوگا یا نہین سفیان نے جواب دیا کہ ہان حانث ہوگا اسواسطے کہ
قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت فرمایا قال تعالے لتاکلوا منہ لحما طریا پھر سائل مذکور امام اعظم کے پاس آیا اور سفیان کا جواب بیان کیا امام نے کہا کہ
پھر جا اونکے پاس اور سوال کر کہ اگر ایک شخص فرش پر نہ بیٹھنے کی قسم کھاوے پھر وہ زمین پر بیٹھے حانث ہوگا یا نہین سفیان نے کہا کہ حانث نہوگا امام نے
سائل کو سکھایا کہ کیون حانث نہوگا حالانکہ حق تعالے نے زمین کو فرش کہا ہے قال تعالی واللہ جعل لکم الارض بساطا سفیان نے ہمین تأمل
کیا اور کہا شاید مچھلی کا مسئلہ بھی تو ہی نے پوچھا تھا سائل نے کہا ہان سفیان نے فرمایا کہ نہ مچھلی کھانے سے حانث ہوگا نہ زمین پر بیٹھنے سے تو سفیان
نے بھی عرف کی طرف رجوع کیا نہ استعمال قرآنی پر الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض قسمین مبنی ہین الفاظ پر نہ اغراض پر ھ غرض سے
مراد یہان نیت ہے یعنی نیت بدون لفظ کے معتبر نہین بلکہ لفظ اپنے عرفی معنی کے ساتھ البتہ معتبر ہے تو اگر کوئی کہے کہ پانی مجھکو پلا اور طلاق کی نیت کرے
تو طلاق نہ واقع ہوگی اور یہہ قاعدہ غیر ہے اوس قاعدہ کا جو مذکور ہوچکا کہ قسم کی بنا عرف پر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو اغتاظ علی غیرہ وحلف
ان لا یشتری لہ شیأ بفلس فاشتری لہ بدرھم او اکثر شیأ لم یحنث کمن حلف لا یخرج من الباب او لا یضربہ اسواطا او
لیغدینہ الیوم بالف فخرج من السطح وضرب بعصا وغداہ برغیف اشتراہ بالف اشباہ لم یحنث لان العبرۃ لعموم اللفظ جب
یہہ قاعدہ ٹھہرا کہ مدار یمین کا لفظ پر ہے نہ غرض پر تو اگر متکلم ناخوش ہوا غیر شخص پر اور قسم کھائی کہ اوسکو ایک پیسہ کی چیز خرید دیگا پھر اوس نے اوسکو
ایک درم یا زیادہ کی چیز مول لے دی تو حانث نہوگا مانند اوسکے جسنے قسم کھائی کہ دروازہ سے نکلیگا یا اوسکو کوڑے نہ مار یگا یا اوسکو اول روز
ہزار درم کھلاویگا پھر قسم کھانیوالا چھت کیطرف سے نکلا اور لاٹھی سے مارا اور اول روز ایک روٹی کھلائی جسکو ہزار درم سے مول لیا تھا کذا فی
الاشباہ تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ عموم غرض کا ھ اگرچہ متکلم کی غرض پہلی صورت مین رہنا ہے گھر کا اور دوسری صورت مین نہ
مارنا غلام کا اور تیسری صورت مین کثیر القیمت کھلانا ہے لیکن چونکہ یمین مین لفظ معتبر ہے نہ غرض لہذا حانث نہوگا طحطاوی نے کہا لیغدینہ بالغین معجمہ و
دال مہملہ ہے اور بعضے نسخہ مین بذال معجمہ ہے غذا سے اور بعضے نسخے مین بجاے بعصا کے بعضہا ہے مگر نسخہ بعصا اظہر اور موافق ہے تلخیص جامع اور بحر الرائق
کے الا فی مسائل حلف لا یشتریہ بعشرۃ یحنث باحد عشر بخلاف البیع اشباہ یمین مین اعتبار لفظ کا ہے نہ غرض کا مگر چند مسائل مین غرض
معتبر ہے نہ لفظ چنانچہ قسم کھائی کہ اوسکو دس درم سے نخریدیگا تو گیارہ درم سے خرید کرنے مین حانث ہوگا اسواسطے کہ غرض متکلم کی یہہ ہے کہ دس درم اور
زیادہ سے نخریدے بخلاف بیع کے کذا فی الاشباہ یعنی اگر قسم کھائی کہ دس درم سے نہ بیع کریگا پھر اوسنے گیارہ درم سے بیچا تو حانث نہوگا اسلئے
کہ غرض بائع کی یہہ ہے کہ زیادہ دس درم سے بیع کریگا سو حاصل ہوئی کذا فی الطحطاوی لا یحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ للنصاری
والکنیسۃ للیہود والدھلیز والظلۃ التی علی الباب اذا لم یصلحا للبیتوتۃ لمن فی حلفہ لا یدخل بیتا لانہا لم تعد للبیتوتۃ
نہ حانث ہوگا اس قسم مین کہ بیت مین نہ داخل ہوگا کعبہ معظمہ اور مسجد اور نصاری کی عبادت خانہ اور یہود کی عبادت خانہ اور ڈیوڑھی اور اوس چھپر کے داخل ہونے
سے جو دروازہ پر ہو جبکہ ڈیوڑھی اور چھت شب باشی کے لائق نہو کذا فی البحر اسواسطے نہ حانث ہوگا کہ مکانات مذکورہ شب باشی کیواسطے موضوع
نہین اور بیت اوسکو کہتے ہین جو شب باشی کیواسطے موضوع ہو ھ اور اگر ڈیوڑھی وسیع ہو جسمین شب باشی ہو سکتی ہو یا چھپا گھر کے اندر لائق
رہنے کے ہو تو اوسکو داخل ہونے سے البتہ حانث ہوگا صحاح جوہری مین ہے کہ دہلیز بکسر دال وہ مکان ہے جو دروازہ اور گھر کے درمیان ہو جسکو اہل شہر

ڈیوڑھی کہتے ہیں اور اہل قصبات بروٹھا بولتے ہیں اور ظلہ اور سایاط چھتے کو کہتے ہیں جسکی دھنیوں کا ایک سرا دروازہ کی دیوار پر ہو اور دوسری طرف پڑوسی
کی دیوار پر کذا فی المنح ولہذا یحنث فی الصُّفَّۃ والایوان علی المذھب لانہ یُبات فیہ صیفًا وان لم یکن مُسَقَّفًا فتح اور چونکہ بیت کے مفہوم
میں شب باشی معتبر ہے تو صُفّہ اور ایوان کے داخل ہونے میں حانث ہوگا بنا بر صحیح مذہب کے اسواسطے کہ اوسکے اندر موسم گرما میں رہتے ہیں اگرچہ اوسپر چھت نہو
کذا فی فتح القدیر م ظاہر کلام شارح کا صحیح نہیں اسواسطے کہ فتح القدیر میں صُفّہ کے مفہوم میں چھت ہونا مصرح ہے خواہ صفہ کی چار دیواریں ہوں مانند اہل کوفہ یا تین
دیواریں ہوں اور ایک طرف کشادہ ہو چنانچہ صاحب ہدایہ نے تصریح کی ہے ہان البتہ یہ ہے کہ بیت کے مفہوم میں چھت شرط نہیں تو صفہ اور بیت میں عام خاص کی نسبت ہے
اور شارح شاید کہ صفہ اور بیت کو متساوی سمجھتا ہو واللہ اعلم طحطاوی نے کہا صفہ اور ایوان ایک ہی چیز ہے تو عطف ایوان کا عطف تفسیری ہے ہندوستان کے
قصبات میں صُفّہ کو صوفہ کہتے ہیں وفی لایدخل دارًا لم یحنث بدخولھا خَرِبَۃً لابناءَ فیھا اصلًا اور یوں قسم کہا نہیں کہ کسی گھر میں نہ داخل ہوگا حانث نہوگا
ویران گھر کے داخل ہونے سے جسمیں کچھ عمارت باقی نہیں اور اگر کچھ دیواریں منہدم ہو گئیں اور کچھ باقی ہیں تو لائق یوں ہے کہ حانث ہو کذا فی الفتح وفی ھٰذہٖ
الدار یحنث وان صارت صحراءَ او بُنِیَت دارًا اُخری بعد الانھدام لان الدار اسمٌ للعرصۃ والبناءُ وصفٌ والصفۃ انما تُعتبر فی
المنکّر لا فی المعیّن اور یوں قسم کہا نہیں کہ اس گھر میں نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول سے اگرچہ وہ گھر جنگل ہو گیا ہو یا اوسکے انہدام کے بعد دوسرا
گھر وہاں بنایا گیا ہو اسواسطے کہ گھر نام ہے ساحت کا (میدان) اور عمارت وصف ہے اوسکا اور وصف کا اعتبار غیر معین میں ہوتا ہے نہ معین میں م چونکہ مثال اول میں
لفظ دار نکرہ ہے یعنی غیر معین لہذا عمارت اوسمیں معتبر ہوئی تو ویران گھر کے داخل ہونے سے حانث نہوگا معین حاضر میں وصف اسواسطے معتبر نہوا کہ اوسکی
ذات بسبب اشارہ کے تعریف وصف سے زیادہ تر معروف ہوگئی اور مثال ثانی میں چونکہ لفظ دار معرفہ ہے یعنی معین لہذا اوسمیں عمارت کا اعتبار نہوا تو ویران گھر کے
داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اور اصطلاح فقہ میں وصف اور صفت اوسکو کہتے ہیں جو ایک چیز دوسری چیز میں قائم ہو اور اوسکے قیام سے دوسری چیز
کا حسن اور کمال زیادہ ہو جاوے اور اوسکے نہونے سے نقصان ظاہر ہو خواہ وہ چیز قائم جوہر ہو یا عرض کذا فی المنح الا اذا کانت شرطًا او داعیۃ للیمین
کالحلف علی ھذا الرطب فیتقیّد بالوصف صفت کا اعتبار معین چیز میں نہیں ہوتا مگر اوسوقت جب کہ صفت شرط ہو قسم کی یا باعث ہو قسم کی چنانچہ یوں
قسم کہا کہ اس تر کھجور کو نکھاویگا تو اسوقت معین میں بھی قید صفت کی معتبر ہوگی یعنی خشک کھجور کہانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ قسم کی باعث کھجور
کی تری ہے نہ خشکی اور صفت کے شرط ہونیکی یہ مثال کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر اس گھر میں داخل ہوگی جو فلانے کے گھر سے متصل ہے تو طلاق ہے تو ہمسایگی
صفت ہے کہ بطور شرط مذکور ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان جُعِلَت بعد الانھدام بستانًا او مسجدًا او حمامًا او بیتًا او غَلَبَ علیہ الماءُ فصارت
نھرًا لا یحنث وان بُنِیَت دارًا بعد ذلک اور اگر قسم کہائی کہ اس گھر میں نہ داخل ہوگا پھر وہ گھر بعد منہدم ہونیکے باغ یا مسجد یا حمام یا بیت بنایا گیا یا گھر پر
پانی غالب ہوا سو گھر نہر ہو گیا تو وہاں کے داخل ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر کا نام باقی نرہا دوسرا نام ہو گیا یعنی باغ یا مسجد اگرچہ بعد منہدم ہونے
کے دوسرا گھر بنایا جاوے تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ انہدام سے اول نام جاتا رہا جسکے عدم دخول کی قسم کہائی تھی کذا فی المنح کھذا البیت وکذا بیتًا
بالاولی فھُدِمَ او بُنِیَ بیتًا آخر ولو بنقض الاول لزوال اسم البیت چنانچہ حانث نہیں ہوتا یوں قسم کہانے سے کہ اس بیت میں نہ داخل ہوگا پھر وہ
گر گیا یا دوسرا بیت بنایا گیا اگرچہ اول کو توڑ کر بنایا ہو تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ نام معین بیت کا انہدام یا توڑنے سے باقی نرہا بلکہ دوسرا نام پیدا ہوا
اور اسیطرح غیر معین بیت کی قسم سے بطریق اولی حانث نہوگا م طحطاوی نے کہا کہ تشبیہ غیر معین کی بیت معین سے فقط پہلی صورت میں ہے یعنی انہدام میں وجہ
اولویت کی یہ ہے کہ جب معین میں صفت یعنی عمارت بیت معتبر نہوئی تو غیر معین میں اعتبار عمارت کا بطریق اولی نہوگا ولو ھُدِمَ السقفُ دون الحیطان
فدخلہ حنث فی المعیّن لانہ کالصفۃ لا فی المنکّر لان الصفۃ تعتبر فیہ کما مرّ وجزم بہ فی البحر للبدائع لکن نظر فیہ فی النھر بانہ لا
فرق حیث صلح للبیتوتۃ اور اگر بیت کی چھت گر گئی نہ دیواریں پھر اوسمیں داخل ہوا تو معین بیت کی قسم میں حانث ہوگا اسواسطے کہ چھت معین بیت میں
بمنزلہ صفت کے ہے اور صفت کا اعتبار معین میں نہیں ہوتا اور حانث نہوگا بیت غیر معین کی قسم میں اسواسطے کہ غیر معین میں صفت معتبر نہیں چنانچہ پہلے اسکی تفصیل

سابق مین مذکور ہو چکی اور بحر الرائق مین مبین اور غیر مبین کے فرق کو بدائع کیطرف نسبت کیا ہو لیکن اوسمین نہر الفائق مین اعتراض کیا ہو کہ بیت مبین اور غیر مبین مین کچھہ فرق نہین جب کہ وہ شے باشی کے لائق ہو قَیَّد بِھٰذِہِ الدَّارِ لِاَنَّہٗ لَو اَشَارَ وَلَم یُسَمِّہٖ بِاَنْ قَالَ ھٰذِہٖ حَنِثَ بِدُخُولِھَا عَلٰی اَیِّ صِفَۃٍ کَانَتْ کَھٰذَا الْمَسْجِدِ فَخَرِبَ لِبَقَائِہٖ مَسْجِدًا اِلیٰ یَومِ الْقِیٰمَۃِ بِہٖ یُفْتٰی شارح کہتا ہو مصنف نے لا یدخل ہذہ الدار کو باسم اشارہ اور تسمیہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر فقط اشارہ دیوار کیطرف اور نام نہ لے یعنی یون کہے کہ اسمین نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول دار سے جس صفت پر کہ وہ ہو یعنی اگرچہ باغ یا حمام یا مسجد بن گئی ہو تو بھی حانث ہوگا چنانچہ ہذا المسجد بن یعنی قسم کھائی کہ اس مسجد مین نہ داخل ہوگا پھر وہ ویران ہوگئی اور وہ داخل ہوا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ مسجد کا حکم قیامت تک باقی رہتا ہو اگرچہ وہ ویران یا باغ ہو جاوے اور یہہ قول ہو ابو یوسف کا اسی پر فتویٰ ہے وَلَو زِیْدَ فِیْہِ حِصَّۃٌ فَدَخَلَھَا لَم یَحْنَثْ مَا لَم یَقُل مَسْجِدَ بَنِی فُلَانٍ فَیَحْنَثُ کَذٰلِکَ الدَّارُ لِاَنَّہٗ عَقَدَ یَمِیْنَہٗ عَلَی الْاِضَافَۃِ وَذٰلِکَ مَوجُودٌ فِی الزِّیَادَۃِ بَدَائِعُ بَحر اور اگر مسجد مین کسیکی زمین کا حصہ زیادہ کر دیا گیا تو اوسکے دخول سے حانث نہوگا جبتک یون نکہے کہ فلانی قوم کی مسجد مین نہ داخل ہوگا پھر جب کہ اسطرح کہیگا کہ تو اوسکے دخول سے حانث ہوگا اور یہی حکم ہے دار کا درصورت زیادت حصہ اسواسطے کہ حالف نے اپنی یمین کو منعقد کیا ہو اضافت پر یعنی فلانی قوم کی مسجد پر اور یہہ موجود ہو اوس دیا رقی مین جو مسجد مین داخل ہوگئی کذا فی البحر من البدائع وَلَو حَلَفَ لَا یَجْلِسُ اِلٰی ھٰذِہِ الْاُسْطُوَانَۃِ اَو اِلٰی ھٰذَا الْحَائِطِ فَھُدِمَا ثُمَّ بُنِیَا وَلَو بِنَقْضِھِمَا اَو لَا یَرْکَبُ ھٰذِہِ السَّفِیْنَۃَ فَنُقِضَتْ ثُمَّ اُعِیْدَتْ بِخَشَبِھَا لَم یَحْنَثْ اور اگر قسم کھائی کہ اس ستون یا اس دیوار کیطرف نہ بیٹھوگا پھر دونو منہدم ہو گئے بعد اسکو بنا ہوگئے اگرچہ اونکو توڑکر اوسی اینٹ اور مٹی سے بنایا ہو یا یون قسم کھائی کہ اس ناؤ پر سوار نہوگا پھر وہ توڑی گئی بعد اسکے اوسیکی لکڑیون سے دوبارہ بنائی گئی تو ستون یا دیوار کے پاس بیٹھنے یا ناؤ کے سوار ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ پہلا نام زائل ہوگیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی کَمَا لَو حَلَفَ لَا یَکْتُبُ بِھٰذَا الْقَلَمِ فَکَسَرَہٗ ثُمَّ بَرَاہُ فَکَتَبَ بِہٖ لِاَنَّ غَیْرَ الْمَبْرِیِّ لَا یُسَمّٰی قَلَمًا بَل اُنْبُوبًا فَاِذَا کَسَرَہٗ فَقَدْ زَالَ الْاِسْمُ وَمَتٰی زَالَ بَطَلَتِ الْیَمِیْنُ چنانچہ اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھیگا پھر اوسکو توڑ ڈالا بعد اسکے پھر قلم تراشا اور اوس سے لکھا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ غیر تراشی کا نام قلم نہین ہوتا بلکہ اوسکو جبھی کہتے مین پھر جب قلم کو توڑا تو قلم کا نام زائل ہوگیا اور جب نام زائل ہوا تو قسم باطل ہوگئی ہم طحطاوی نے کہا کہ بالفعل عرف بدل گیا کہ اوسکو ٹوٹا قلم کہتے ہین تو نام زائل نہوا تو تراش کر لکھنے کے بعد بھی حانث ہوگا وَالْوَاقِفُ عَلَی السَّطْحِ دَاخِلٌ عِنْدَ الْمُتَقَدِّمِیْنَ خِلَافًا لِلْمُتَاَخِّرِیْنَ اور جو شخص گھر کی چھت پر کھڑا ہو وہ گھر کے اندر داخل ہو فقہاء متقدمین کے نزدیک بخلاف متاخرین کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین نہ داخل ہوگا پھر دوسرے گھر کی چھت سے اس گھر کی چھت پر آیا تو متقدمین کے نزدیک حانث ہوگا نہ متاخرین کے نزدیک وَوَفَّقَ الْکَمَالُ بِحَمْلِ الْحِنْثِ عَلٰی سَطْحٍ لَہٗ سَاتِرٌ وَعَدَمِہٖ عَلٰی مُقَابِلِہٖ اور کمال الدین نے فتح القدیر مین جمع بین القولین کیا ہو حنث کو اوس چھت پر محمول کرکے جسکے گرد پردہ ہو دیوار وغیرہ کا اور عدم حنث عدم پردہ پر محمول کیا ہے یعنی اگر چھت کے گرد احاطہ ہو تو اوسپر قائم ہونیسے حانث ہوگا بموجب قول متقدمین کے اور اگر اوسپر پردہ نہین تو حانث نہوگا بموجب قول متاخرین کے اسواسطے کہ دار عبارت ہو اوس سے جسکے گرد دائرہ محیط ہو اور یہہ امر نیچا اور اوپر دونو درجون مین حاصل ہے اور اگر چھت پر احاطہ نہین تو یہہ بات حاصل نہین کذا فی الفتح وَقَالَ ابْنُ الْکَمَالِ اِنَّ الْحَالِفَ مِن بِلَادِ الْعَجَمِ لَا یَحْنَثُ قَالَ مِسْکِیْنٌ وَعَلَیْہِ الْفَتْوٰی اور ابن کمال نے کہا کہ بلاد عجم کا قسم کھانیوالا چھت پر قائم ہونے سے حانث نہین ہوتا اسواسطے کہ بلاد عجم کے عرف مین اوسکو داخل دار نہین کہتے علامہ مسکین نے کہا اور اسی قول پر فتویٰ ہو ہم حلبی نے کہا جب مدار قسم کا عرف پر ہوا تو علیہ الفتویٰ کہنا بامعنی ہو مگر اس فتویٰ کو بلاد عجم پر محمول کیجیئو وَفِی الْبَحْرِ اَفَادَ اَنَّہٗ لَوِ ارْتَقٰی شَجَرَۃً اَو حَائِطًا حَنِثَ وَعَلٰی قَولِ الْمُتَاَخِّرِیْنَ لَا وَالظَّاھِرُ قَولُ الْمُتَاَخِّرِیْنَ فِی الْکُلِّ لِاَنَّہٗ لَا یُسَمّٰی دَاخِلًا عُرْفًا کَمَا لَو حَفَرَ سِرْدَابًا اَو قَنَاۃً لَا یَنْتَفِعُ بِھَا اَھْلُ الدَّارِ اور بحر الرائق مین ہو کہ مصنف کنز نے وقوف علی السطح کو داخل قرار دیکر اشارہ کیا کہ اگر گھر والا درخت یا دیوار پر باہر سے کوئی چڑھ جاوے تو حانث ہوگا اور بقول متاخرین حانث نہوگا اور ظاہر تو متاخرین کا قول ہو سب صورتون مین اسلیے کہ داخل علی السطح اور درخت اور دیوار کے چڑھنے والے کو عرف مین داخل دار نہین کہتے چنانچہ اگر گھر کے نیچے باہر سے تہ خانہ کھودے یا بطور سرنگ ایسی نہر جاری کرکے

کہ گھر والے اوسکے پانی سے اندر کی جانب سے منتفع ہوتے ہون تو اوس تہ خانہ اور نہر مسقف کو گھسنے والے کو داخل دار نہین کہتے قال وعمّ اطلاقہ المسجد فلو فوقہ
مسکن قد دخلہ لم یحنث لانہ لیس بمسجد بدائع صاحب البحر الرائق نے کہا کہ وقف علی السطح کو مطلق کہنا شامل ہو مسجد کو بھی تو اگر مسجد پر رہنے کا مکان
ہو سو اوسمین جا رہے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ وہ مکان مسجد نہین کذا فی البدائع ولو قید الدخول بالباب حنث بالحادث ولو نقبا الا اذا عینہ
بالاشارۃ بدائع اور اگر قسم کھانیوالے نے دخول دار مین باب کی قید لگائی یعنی یون کہا کہ اس گھر مین دروازہ سے نہ داخل ہوگا تو نئے دروازہ کے داخل ہونے
سے بھی حانث ہوگا اگرچہ بطور نقب ہو مگر اوسوقت حانث نہوگا جب کہ دروازہ کو اشارہ سے معین کردیا ہو کذا فی البدائع م نقب سے مراد وہ ہے جو دروازہ
بنانیکو دیوار توڑی گئی ہو کذا فی الطحطاوی والواقف بقدمیہ فی طاق الباب ای عتبتہ التی بحیث لو اغلق الباب کان خارجا لا یحنث وان
کان بعکسہ بحیث لو اغلق کان داخلا حنث فی حلفہ لا یدخل اور جو شخص اپنے دونو قدم سے دروازہ کے ایسے آستانہ پر کھڑا ہوا کہ اگر دروازہ
بند کیا جاوے تو آستانہ باہر ہو جاوے تو حانث نہوگا اور اگر اوسکے بالعکس ہو اسطرح کہ اگر دروازہ بند ہو تو آستانہ گھر کے اندر ہو جاوے تو وہ حانث ہوگا اس
قسم مین کہ گھر مین نہ داخل ہوگا م طاق باب او عتبہ اور اسکفۃ الباب آستانہ ہے جسکو اہل ہند دہلیز اور چوکھٹ بولتے ہین ولو کان المحلوف علیہ الخروج
انعکس الحکم اور اگر خروج دار پر قسم کھائی ہو تو حکم بالعکس ہوگا یعنی یون قسم کھائی کہ والله مین اس گھر سے باہر نہ جاؤنگا تو آستانہ داخلہ پر کھڑے ہونے
سے حانث نہوگا اور آستانہ خارجہ پر کھڑے ہونے سے حانث ہوگا لکن فی المحیط حلف لا یخرج فرقی شجرۃ فصار بحال لو سقط سقط فی الطریق
لم یحنث لان الشجرۃ کبناء الدار لیکن محیط مین ہے قسم کھائی کہ اس گھر سے باہر نہ جاویگا پھر وہ گھر کے درخت پر چڑھ گیا سو اس حال پر ہو گیا کہ اگر شاخ
سے گرے تو گھر کے باہر راہ مین گرے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر کا درخت مانند عمارت دار کے ہے م شارح نے استدراک کیا حکم سابق کا یعنی بموجب روایت محیط
کے آستانہ خارجہ کا کھڑا ہونے والا بھی خارج نہین مگر یہ کہ عرف کو فارق کہے کذا فی الطحطاوی وهذا الحکم المذکور اذا کان الحالف واقفا بقدمیہ
فی طاق الباب فلو وقف باحدی رجلیہ علی العتبۃ وادخل الاخری فان استوی الجانبان او کان الجانب الخارج اسفل لم یحنث
وان کان الجانب الداخل اسفل حنث زیلعی وقیل لا یحنث مطلقا هو الصحیح لان الانفصال التام لا یکون الا بالقدمین
اور یہ حکم مذکور یعنی آستانہ خارجہ اور داخلہ کا فرق اوسوقت تک ہے جبتک کہ قسم کھانیوالا اپنے دونو قدم سے دروازہ کے آستانہ پر کھڑا ہو سو اگر ایک
قدم سے آستانہ پر کھڑا ہوا اور دوسرا قدم اندر گھر کے داخل کر دے سو اگر دونو طرفین خارجی اور داخلی برابر ہون یا خارجی طرف پست ہو داخلی سے تو حانث
نہوگا عدم دخول کی قسم مین اسواسطے کہ تمام بدن کا بوجھ پست جانب کیطرف ہوتا ہے اور اگر داخلی طرف نیچی ہو خارجی طرف سے تو حانث ہوگا کذا فی شرح الزیلعی
اور دوسرا قول یہ ہے کہ کسیطرح حانث نہوگا خواہ داخلی طرف پست ہو یا خارجی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ پوری جدائی بدون دونون
قدم کے نہین ہوتی اور ایک قدم کے رکھنے مین اگرچہ پست جانب کیطرف بدن کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے لیکن دوسرے قدم کی طرف بھی لگا رہتا ہے ودوام
الرکوب واللبس والسکنی کالانشاء فیحنث بمکثہ ساعۃ اور دوام رکوب اور لبس اور سکونت مانند انشاء کے ہے تو ایک ساعت کے
توقف سے بھی حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر سوار نہوگا اور حالانکہ اوسپر سوار ہے یا قسم کھائی کہ اس قمیص کو نہ پہنیگا حالانکہ وہ اوسکو
پہنے ہے یا قسم کھائی کہ اس حویلی مین نہ سکونت کریگا حالانکہ اوسمین ساکن ہے تو اگر بعد اس قسم کے ایک ساعت بھی سوار رہیگا یا قمیص نہ اوتاریگا
یا گھر سے باہر نکل نجاویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دوام اور ثبات ان افعال کا بجائے انشاء افعال ہے گویا اب سوار ہوا یا اب قمیص پہنا یا اب
سکونت کی لا دوام الدخول والخروج والتزوج والتطہیر لان الضابط ان ما یمتد فلدوامہ حکم الابتداء والا فلا اور دوام دخول
اور خروج اور تزوج اور تطہیر انشاء کی مانند نہین اسواسطے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ جو فعل لائق امتداد اور دیرپائی کے ہو مانند رکوب اور لبس اور
سکونت کے تو اوسکے دوام کو ابتداء فعل کا حکم ہے اور جو فعل دیرپائی کے لائق نہین مانند دخول وغیرہ کے اوسکے دوام کو ابتدا کا حکم نہین تو اگر
قسم کھائی کہ اس گھر مین داخل نہوگا حالانکہ اوسمین داخل ہے یا اوس سے نکلیگا حالانکہ وہ خارج ہو یا اوس عورت سے نکاح نکریگا حالانکہ وہ اوسکی

منکوحہ ہو یا رضاع کا حالانکہ وہ اوسکی دختر ہے تو باوجود دوام ان فعلون کے حانث نہوگا اور دوام سے مراد یہ ہے کہ ایک ساعت بعد قسم کے ویسی حالت باقی رہے کذا فی المنح ومثل لو الیمین حال الدوام اما قبله فلا فلو قال کلما رکبت فانت طالق او فعلیّ درهم نزل دکب و دام لزمته طلقة ودرهم ولو کان راکبا لزمه فی کل ساعة یمکنه النزول طلقة ودرهم اور یہ یعنی دوام کو حکم ابتدا کا ہونا اوس شرط پر ہے کہ حالت دوام مین قسم ہوا ور اگر فعل سے پہلے قسم ہوگی تو دوام فعل کو حکم ابتدا کا نہین تو اگر اوس نے کہا کہ جب مین سوار ہون تو تو طالق ہے یا مجہپر ایک درم واجب ہے تو لعد اوسکے سوار ہوا اور سوار بنا رہا تو اوسپر ایک طلاق اور ایک ہی درم لازم ہوگا اور اگر قسم سے پہلے سوار ہوگا تو اوسپر ایک ساعت مین جسمین سواری سے اوترنا ممکن ہو ایک ایک طلاق اور درم لازم ہوگا کذا فی المنح عن المجتبی قلت وفی عرفنا لا یحنث الا بابتداء الفعل فی الفصول کلها ان لم ینو الدوام واليه مال استاذنا مجتبی صاحب مجتبی نے کہا مین کہتا ہون کہ ہماری عرف مین حانث نہین ہوتا اگر ابتدا فعل سے سب افعال مذکورہ مین اگرچہ نیت نکریگا اور اسیکی طرف ہمارے اوستاذ نے میلان کیا ہے یعنی خواہ فعل ممتد ہو جیسے رکوب یا غیر ممتد ہو جیسے دخول خواہ قسم درحالت تلبس فعل ہو یا نہو بہر صورت دوام فعل کو ابتدا فعل کا حکم نہین تو عرفا حانث نہوگا مگر ابتدا فعل سے اور ایک روایت ابو یوسف کی اسیکی موید ہے کذا فی المنح

حلف لا یسکن هذه الدار او البیت او المحلة یعنی الحارة فخرج وبقی متاعه واهله حتی لو بقی وتد حنث قسم کہائی کہ اس گہر یا اس بیت یا اس گونے محلہ مین سکونت نکریگا سو خود حالف وہان سے نکل گیا اور اوسکا اسباب خواہ اوسکی زوجہ اور اولاد باقی رہی یہانتک کہ اوسکے اسباب مین سے ایک میخ بہی اگر باقی رہ جاویگی تو حانث ہوگا اسواسطے کہ سکونت عرفی عبارت ہے بقاء متاع اور اہل سے چنانچہ اہل بازار تمام دن بازار مین رہتے ہین لیکن وہین کے کہلاتے ہین جہان اونکے اہل وعیال اور اسباب رہتا ہے ہم واللہ کا دار یعنی اوس ہی لہذا انہین اسیطرح کیا اسواسطے کہ بقاء متاع اور بقاء اہل ملک مستقل ہے حنث کی کذا فی المنح واعتبر محمد نقل ما یقوم به السکنیٰ وهو ارفق وعلیه الفتوی قاله العینی ولو انتقل الی السکة او مسجد قالوا حنث قاله الکمال وأقره فی النهر اور اعتبار کیا ہے محمد نے نقل اسباب خانگی مین اوسقدر کو جس سے سکونت حاصل ہو اور یہہ قول آسان تر ہے اور اسی پر فتوی ہے بقول شیخ الاسلام عینی یعنی سب اسباب کا اوٹھا لیجانا بقول محمد ترک سکونت کیواسطے لازم نہین بلکہ اگر بقدر ضرورت سکنی نقل متاع کریگا تو حانث نہوگا اگرچہ کسی گلی یا مسجد مین نقل مکان کیا ہو بنا بر قول اوسکے یہہ کہا ہے کمال الدین نے اور ثابت رکہا ہے اسکو نہر الفائق مین ہم نہر الفائق مین کہا کہ یہ یمین کیواسطے نقل متاع اور اہل کافی ہے خواہ یہہ نقل کسی حویلی کیطرف ہوا ہو خواہ کسی گلی یا مسجد کیطرف اور اطلاق عدم حنث اوسکی بقول صاحب فتح القدیر خلافا للهدایہ انتہی ملخصا وهذا الیمین بالعربیة ولو بالفارسیة یبر بخروجه بنفسه اور یہہ یعنی بقاء متاع یا اہل سے حانث ہونا اوس شرط پر ہے کہ جب یمین حالف کی عربی زبان مین ہوا ور اگر فارسی زبان مین قسم ہو تو حالف اپنی قسم مین سچا ہوگا اپنی ذات کے نکلنے سے بنا بر عرف فارس کے اگرچہ متاع اور اہل باقی رہے کالو کان سکناه تبعا چنانچہ اگر سکونت حالف کی بالتبع ہو نہ بالاصالت چنانچہ بڑا بیٹا باپ کے ساتھ رہتا ہو یا زوجہ زوج کے ساتھ رہتی ہو تو خروج بنفسہ سے حنث نہین وکما لو ابت المرأة النقلة وغلبته او لم یمکنه الخروج لوبدخول لیل او غلق باب او اشتغل بطلب دار اخری او دابة وان بقی ایاما او کان له متعة کثیرة فاشتغل بنقلها بنفسه وان امکنه ان یستکری دابة لم یحنث اور چنانچہ عورت نے نقل مکان سے انکار کیا اور زوج پر غالب آئی یا حالف کو گہر سے نکلنا ممکن نہوا اگرچہ رات ہو جانے سے یا دروازہ بند ہو جانے سے یا حالف دوسرے گہر یا سواری کی تلاش مین مشغول رہا اگرچہ اس تلاش مین اوسی گہر مین چند روز موجود رہا یا حالف کا اسباب بہت تہا اور اوسکے اوٹہا لیجانے مین بذات خود مشغول رہا اگرچہ اوسکو کرایہ دینا جانور کا اسباب لادنے کیواسطے ممکن تہا ان سب صورتون مین حانث نہوگا ولو نوی التحول ببدنه دین وعند الشافعی یکفی خروجه بنیة الانتقال اور اگر عدم سکونت کی قسم مین حالف نے فقط اپنے بدن کا اوٹھ جانا مراد لیا تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی نہ بنا بر قضا کے اور امام شافعی کے نزدیک نکلنا حالف کا انتقال کی نیت سے عدم حنث مین کافی ہے بخلاف المصر والبلد والقریة فانه یبر بنفسه فقط بخلاف شہر اور بلد اور گانون کے یعنی اگر قسم کہائی کہ اس شہر یا گانون مین نہ رہیگا

تو حانث نہوگا فقط بذات خود نکلنے سے اگرچہ متاع اور اہل اوسی شہر میں ہون بنا بر عرف کے نہر الفائق میں کہا کہ ہمارے شہر کے عرف میں متاع اور اہل کے رکھنے سے انسان ساکن گنا جاتا ہے تو خروج بنفسہ سے حانث ہوگا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا حلف لا یساکن فلانا فساکنه فی عرصة دار او هذا فی حجرة وهذا فی حجرة حنث الا ان تکون دارا کبیرة ولو تقاسماها بحائط بینهما ان عین الدار فی یمینه حنث وان نکرها لا ولو دخلها فلان غصبا ان اقام معه حنث علم او لا وان انتقل فورا لا کما لو نزل ضیفا وکذا لو سافر الحالف وسکن فلان مع اهله به یفتی لانه لم یساکنه حقیقة قسم کہائی کہ شلا زید کے ساتھ سکونت نکریگا پہر اوسکو گہر کے میدان میں رکہا یا حالف ایک کوٹہری میں رہا اور زید دوسری کوٹہری میں تو حانث ہوگا مگر اوسوقت میں حانث نہوگا جب گہر بہت بڑا ہو اور اگر گہر کو حالف اور زید نے تقسیم کر لیا درمیان میں دیوار قائم کرکے تو اگر گہر کو قسم میں معین کر لیا ہو یعنی یون کہا ہو کہ اس گہر میں زید کے ساتھ سکونت نکریگا تو با وجود تقسیم کے حانث ہوگا اور اگر گہر کو معین نہین کیا قسم مین تو تقسیم مذکور سے حانث نہوگا اور اگر گہر مین زید داخل ہوگیا بطور غصب کے تو اگر حالف نے غاصب کے ساتھ اقامت کی تو حانث ہوگا خواہ حالف کو اوسکے رہنے کا علم ہوا ہو یا نہو اور اگر حالف بمجرد دخول زید کے نکل گیا تو حانث نہوگا چنانچہ اس صورت میں حانث نہین ہوتا اگر مثلا زید حالف کے گہر مین بطور مہمان کے اوترے اور اسیطرح اگر حالف سفر مین جاوے اور زید اوسکے گہر مین اوسکی عیال کے ساتھ رہے اسواسطے کہ حالف نے اوسکو فی الحقیقت ساکن نہین کیا ہم تاوقتیکہ مہمان پندرہ روز اقامت نکریگا حالف کے ساتھ ساکن نگنا جاویگا اور اسکو بہی یاد رکھنا چاہیے کہ سکونت بدون اہل اور متاع کے متحقق نہین ہوتی کذا فی حاشیة الطحطاوی عن البحر ولو قید المساکنة بشهر حنث بساعة لعدم امتدادها بخلاف الاقامة بحر اور اگر حالف مساکنت کو ایک مہینہ کر ساتھ مقید کریگا یعنی یون کہیگا کہ مین زید کے ساتھ ایک مہینہ سکونت نکرونگا تو ایک ساعت کی سکونت سے بہی حانث ہوگا اسواسطے کہ مساکنت بین ممتد او نہین بخلاف اقامت کے کذا فی البحر عدم امتداد اوسکی غیر مسلم ہے چنانچہ مصنف مذکور کر چکا ہے کہ دوام رکوب اور سکنے درحکم ابتدا ہے اور کنز مین بہی آیا ہے موافق ہے تو حق یہ ہے کہ بدون مساکنت ایک مہینے کے حانث نہوگا کذا فی حاشیة الحلبی وفی خزانة الفتاوی حلف لا یضربها فضربها من غیر قصد لا یحنث اور خزانة الفتاوی مین ہے قسم کہائی کہ عورت کو نہ ماریگا پہر اوسکو بلا قصد مارا تو حانث نہوگا وحنث فی لا یخرج من المسجد ان حمل واخرج مختارا بامره وبدونه بان حمل مکرها لا یحنث ولو راضیا بالخروج فی الاصح اور حانث ہوگا اس قول مین کہ مسجد سے نہ خارج ہوگا اگر اوٹہایا گیا اور بخوشی نکالا گیا اپنے امر سے اور اگر بدون امر نکالا گیا اسطرح کہ زبردستی اوٹہایا گیا تو حانث ہوگا قول اصح مین اگرچہ بعد جبر کے خروج سے راضی ہوگیا ہو ومثله لا ید خل اقسم اثبانا واحکاما اور یہی حکم خروج کے دخول ہر اقسام اور احکام مین ہے اگر قسم کہائی کہ مسجد مین نہ داخل ہوگا تو اگر اپنے امر سے داخل کیا گیا تو حانث ہوگا اور اگر زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہوگا اور خروج مین شارح نے مسجد کی قید اسواسطے لگائی کہ خروج دار بذات خود بدون متاع اور اہل کے معتبر نہین چنانچہ پہلے مذکور ہوچکا واذا لم یحنث بدخوله بلا امره ولو بزلق او عثر او هبوب ریح او جمح دابة علی الصحیح ظہیریہ لا تنحل یمینه لعدم فعله علی المذهب الصحیح فتح وغیره وفی البحر عن الظهیریة به یفتی لکنه خالف فی فتاواه فافتی بانحلالها اخذا بقول ابی شجاع لانه ارفق لکنک علمت المعتمد اور جب کہ حانث نہوا دخول بلا امر سے اگرچہ پہسلنے یا ٹہوکر کہانے یا ہوا کے چلنے یا جانور کی سرکشی سے بنا بر قول صحیح داخل ہوگیا ہو کذا فی الظہیریہ تو حالف کی یمین نہ باطل ہوگی بسبب اوسکے عدم فعل کے بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی فتح القدیر وغیرہ اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ عدم بطلان یمین پر فتوی ہے تو بعد اوسکے اگر داخل ہوگا تو حانث ہوگا لیکن صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوی مین اسکے مخالف کہا ہے سو بطلان یمین کا فتوی دیا ہے بدلیل قول ابو شجاع کے اسواسطے کہ بطلان یمین لوگون کے حق مین آسان تر ہے تاکہ حانث نہون لیکن تجکو قول معتمد یعنے عدم بطلان یمین فتح القدیر وغیرہ سے معلوم ہوچکا ہے تو فتوی صاحب بحر کا لائق اعتماد کے نہین ولا یحنث فی قوله لا یخرج الا الی جنازة ان خرج الیها قاصدا عند انفصاله من باب داره مشی معها

امرأة لما في البدائع ان خرجت الا الى مسجد فانت طالق فخرجت تريد المسجد ثم بدا لها فذهبت لغير المسجد لم تطلق اور حانث نہوگا
اس قول مین کہ نہ نکلوگا گہر سے مگر جنازہ کیطرف اگر خارج ہوا جنازہ کیواسطے اوسکی طرف ارادہ کرکے اپنے گہر کے دروازہ سے جدا ہونیکے وقت خواہ
جنازہ کے ساتھہ چلا یا نہ چلا اسواسطے کہ بدائع مین مصرح ہے کہ ایکمرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مسجد کے سوا تو نکلی تو تو طالق ہے سو وہ مسجد کا ارادہ
کرکے نکلی پہر بعد خروج کے اوسکے ولین آیا سو غیر مسجد کیطرف چلی گئی تو مطلقہ نہوگی م اسواسطے کہ شرط طلاق خروج غیر مسجد تہا سو پایا نگیا یعنے دروازہ
سے جدا ہونیکے وقت اوسکو غیر مسجد مقصود تہا اگرچہ بعد خروج کے کہین اور چلی گئی ثم اتى امرا اخر لان الشرط في الخروج والذهاب
والرواح والعيادة والزيارة النية عند الانفصال لا الوصول الا في الاتيان یعنی قسم کہائی کہ سواے جنازہ کے نہ نکلیگا سو بقصد جنازہ
دروازہ سے جدا ہوا پہر دوسری کام کو چلا گیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ خروج اور ذہاب اور رواح اور عیادت اور زیارت مین نیت شرط ہے دروازہ
سے جدا ہونیکے وقت اور پہنچنا مقصود کیطرف شرط نہین مگر اتیان کے لفظ مین البتہ وصول بمقصود مشروط ہے انفصال کیوقت نیت ہو یا نہو محطاوی نے
کہا کہ ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر عیادت اور زیارت کی نیت سے نکلے تو حانث نہوگا مریض کے گہر تک پہنچے یا نہ پہنچے حالانکہ بحر الرائق
سے یون مستفاد ہوتا ہے کہ اوسکے گہر کے دروازہ تک جانا اور اجازت دخول کی مانگنا عدم حنث مین ضرور ہے فلو حلف لا يخرج او لا يذهب
او لا يروح بحج فجا الى مكة فخرج يريدها ثم رجع عنها قصد غيرها ام لا فهل حنث اذا جاوز عمران مصره على قصدها ان
بينه وبينها مدة سفر والا حنث بمجرد انفصاله فتح بحثا سو اگر قسم کہائی کہ نہ خارج ہوگا یا نہ جاویگا طرف مکہ کے پہر نکلا اوسکی قصد پہر اوسکی
طرف سے لیٹ آیا مکہ کے سوا کسی طرف کا قصد کیا یا نکلیا کذا فی النہر تو حانث ہوگا جب کہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکلیگا مکہ کے قصد پر بشرطیکہ
اوس شہر اور مکہ مین مدت سفر کی ہو یعنی تین منزل یا زیادہ اور اگر دونو مین اتنا فاصلہ نہو گا تو بمجرد جدا ہونے شہر سے حانث ہوگا بالاتجاوز عمران
کذا فی فتح القدیر بحثا اور رواح کو مانند خروج اور ذہاب کے کہنا تجویز صاحب بحر کی م صاحب بحر الرائق نے کہا کہ لفظ رواح مین مین نے
اپنے علما کی تصریح نہین دیکہی حالانکہ اہل مصر اسکو بہت بولتے ہین لیکن ازہری لغوی نے کہا کہ لغت عرب مین رواح بمعنی ذہاب ہے خواہ اول شب مین
ذہاب ہو یا آخر شب مین تو اس تقدیر پر ... ہوگا فتح القدیر مین ہے کہ خروج اس مثال مین مبنی سفر کے ہے اسواسطے کہ مکہ کیطرف
جانا بلاشبہہ سفر ہے لہذا تجاوز عمران شہر حنث کی شرط ہوئی وفيه حلف ليخرجن مع فلان العالم الى مكة فخرج معه حتى جاوز البيوت
ثم رد فتح القدیر مین ہے قسم کہائی کہ البتہ نکلیگا فلانے عالم کے ساتھہ طرف مکہ کے پہر اوسکی ساتھہ نکلا یہانتک کہ گہرون سے باہر ہوگیا تو اپنی قسم
کو قائم رکہا حانث نہوا اگرچہ مکہ تک جاوے اور یہہ آوے و لا يخرج من بغداد فخرج مع جنازة والمقابر خارج بغداد حنث اور اس
قسم مین کہ بغداد سے نہ نکلیگا سو جنازہ کے ساتھہ نکلا اور حالانکہ قبرستان بغداد سے خارج ہے تو حانث ہوگا و في لا ياتيها لا يحنث الا بالوصول
كما مر والعرف لا يحقق اور یون قسم کہانے مین کہ مکہ مین نہ آویگا اور نہ داخل ہوگا حانث نہوگا بدون وصول کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ اتیان
مین وصول مشروط ہے اور فرق خروج اور اتیان کا مخفی نہین م بحر الرائق مین ہے کہ خروج اور اتیان مین یہہ فرق ہے کہ خروج بقصد مکہ پایا گیا
شہر کے نکلنے سے اور یہی شرط تہی حنث کی اسواسطے کہ اندر سے باہر کیطرف منفصل ہونا یہی حقیقت ہے خروج کی اور اتیان عبارت ہے وصول سے نہ مجرد
انفصال سے کذا فی حاشیة الحلبی کما لا یحنث لو حلف ان لا تاتی امرأته عرس فلان فذهبت قبل العرس وكانت ثمة حتى مضى
العرس لانها ما اتت العرس بل العرس اتاها ذخیرہ چنانچہ زوج حانث نہین ہوتا اگر یون قسم کہاوے کہ اوسکی زوجہ مثلاً زید کی شادی
مین نہ آوے گی سو اوسکی زوجہ قبل شادی کے زید کے گہر گئی اور وہین رہی یہانتک کہ شادی ہوگئی اسواسطے حانث نہوگا کہ عورت شادی مین نہ آئی
بلکہ شادی اوسکے پاس آئی یعنی اوسکی مدت اقامت مین شادی ہوگئی کذا فی الذخیرہ حلف ليأتينه فهو ان ياتي منزله او حانوته
لقيه ام لا قسم کہائی کہ اوسکے پاس جاویگا تو یہہ اتیان اوسکے گہر یا دوکان جانے سے عبارت ہے خواہ اوس سے ملاقات ہو یا نہو یعنی اگر اوسکے

گہر یا دوکان مین گیا تو حانث نہوگا ملاقات یمین شرط نہین یا نہو ولو لو یأتہ حتی مات احدھما حنث فی اٰخر حیٰوتہ وکذا کل یمین مطلقۃ اما المؤقتۃ فیعتبر اٰخرھا فان مات قبل مضیہ فلا حنث وقولہ حنث یفید انہ لو ارتد ولحق لا یحنث لبطلان یمینہ باللہ بمجرد الردۃ کما عرف فتدبر اور اگر حالف محلوف علیہ کے پاس نہ آیا یہانتک کہ دونون مین سے کوئی مرگیا تو حالف حانث ہوگا اپنی اخیر حیوٰۃ مین اسیطرح ہر مطلق قسم مین جسکا وقت معین نہین کیا آخر حیوٰۃ مین حانث ہوگا اور موقت قسم مین تو آخر وقت اوسکا معتبر ہی چنانچہ یون کہا کہ مثلاً تیسری تاریخ محرم کی زید کے پاس جاویگا تو تیسری تاریخ کے اخیر دن مین حانث ہوگا پہر اگر مرگیا قبل گذرنے وقت معین کے مثلاً تیسری تاریخ سے پہلے مرگیا تو حانث نہوگا اور مصنف کا یون کہنا کہ اخیر حیات مین حانث ہوگا اسکا مفید ہوا کہ اگر حالت یمین مطلق مین مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جا ملا تو حانث نہوگا بسبب باطل ہونے یمین باللہ کے بمجرد ارتداد کے چنانچہ کتاب الیمین کے اول مین مذکور ہو چکا کہ یمین باللہ مین اسلام شرط ہی سو اسکو غور کر وجہ غور کی یہہ ہے کہ مصنف کے کلام مین موت سے حقیقی موت مراد ہی نہ حکمی اسواسطے کہ ارتداد حکمی موت ہی اور شارح نے یمین باللہ کی قید سے اشارہ کیا کہ اگر طلاق کی یمین ہوگی تو ارتداد سے باطل نہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حلف لیأتینہ غدًا ان استطاع فھی استطاعۃ الصحۃ لانہ المتعارف فیقع علی رفع الموانع کمرض او سلطان وکذا جنون او نسیان بحر بحثا قسم کہائی کہ کل زید کے پاس جاویگا بشرط استطاعت تو یہہ استطاعت صحت پر محمول ہے اسواسطے کہ یہی متعارف ہی نہ موت حقیقی پہر جب استطاعت سے صحت مراد ہوئی تو رفع موانع پر واقع ہوگی چنانچہ بیماری یا منع کرنا بادشاہ کا اوسیطرح جنون اور نسیان بہی موانع مین داخل ہین تجویز صاحب بحر الرائق یعنی جب استطاعت صحت رفع موانع سے عبارت ہوئی تو اگر حالف قسم کو بہول گیا یا وہ مجنون ہوگیا تو نتیجہ یہہ ہے کہ حانث نہو اسواسطے کہ نسیان اور جنون بہی موانع فعل مین داخل ہین کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ استطاعت صحت عبارت ہی سلامت جوارح اور صحت اسباب سے اور امام محمد نے اسکو عدم مرض اور منع سلطان کر مفسر کیا ہی وان نوی بہا المقدرۃ الحقیقیۃ المقارنۃ للفعل صدق دیانۃ لا قضاء علی الاوجہ فتح لانہ خلاف الظاھر وقد اظھر الزاھدی اعتزالہ ھنا فی المجتبٰی کما اظھرہ فی القنیۃ فی موضعین من الفاظ التکفیر اور اگر حالف مثال سابق مین استطاعت سے قدرت حقیقی جو فعل سے متصل ہوتی ہی مراد لیگا تو دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً بنا بر اوجہ قول کے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ استطاعت سے قدرت حقیقی مراد لینا خلاف ہی ظاہر عرف کے لہذا اوسکی تصدیق قضاءً نہوگی اسواسطے کہ قاضی خلاف ظاہر کو نہین مانتا اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہان کتاب مجتبیٰ مین ظاہر کیا ہی جیسے قنیہ مین اسکو دو مقام مین منجملہ الفاظ تکفیر کے ظاہر کیا ہی ہم اہل سنت کے نزدیک افعال عباد بالکل حق تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہوتے ہین اور اوسیکی مخلوق ہین اور معتزلہ کا یہہ مذہب ہے کہ عبد موجد ہی اپنے فعل کا اپنے اختیار سے شمنی نے کہا قدرت وہ صفت ہی جسکو حق تعالیٰ جیوان مین پیدا کرتا ہی اکتساب فعل کے قصد کے نزدیک بعد سلامت آلات و اسباب اور قدرت نہین ہوتی مگر متصل فعل کے فتح القدیر مین ہی کہ قدرت عبد مین فعل سے سابق نہین ہوتی بلکہ فعل کے ساتھہ پیدا ہوتی ہی اور فعل مین اسکو کچہہ تاثیر نہین اسواسطے کہ افعال عباد مخلوق ہین خدا کی اور زاہدی نے اپنا اعتزال یون ظاہر کیا ہی کہ حقیقت استطاعت کو مقارن فعل کہنا باطل ہے اسواسطے کہ یہہ اشعریہ اور اہل سنت کے مذہب پر مبنی ہی اسواسطے کہ اگر ایسا ہی ہو تو فرعون اور ہامان اور باقی کفار جو کفر مین مری ہین وہ قادر نتہے ایمان پر اور اونکو ایمان کا مکلف کرنا تکلیف ما لا یطاق تہا اور انبیا علیہم السلام کا آنا اور کتب آسمانی کا نازل کرنا اور اوامر اور نواہی اور وعدہ اور وعید اونکی حق مین بیفائدہ ہوا انتہے کلامہ حالانکہ یہہ قول اوسکا غلط ہی اسواسطے کہ تکلیف شرعی قدرت حقیقی پر موقوف نہین تا اوسکا اعتراض وارد ہو بلکہ قدرت ظاہری اوسکو واسطے کافی ہے یعنی سلامت اعضا اور صحت اسباب چنانچہ اسکی تفصیل علم کلام اور کتب اصول مین مذکور ہی کذا فی المنح و دلائل الاسرار و الطحطاوی لا تخرجی بغیر اذنی او الا باذنی او بامری او بعلمی او برضای شرط للبر لکل خروج اذن الا لغرق او حرق او فرقۃ ولو نوی الاذن مرۃ دین وتنحل یمینہ بخروجہ مرۃ بلا اذنی کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ نہ نکلیو گہر سے بغیر میری اذن سے یا مگر میری اذن سے یا مگر میرے حکم یا علم یا میری رضامندی سے تو اس قسم کے قائم رہنے کے واسطے ہر بار نکلنے مین زوج کا اذن شرط ہی مگر ڈوبنے یا جل جانیکے خوف سے یا جدائی کے سبب سے نکلنے مین اذن شرط نہین اور اگر اس کلام سے زوج ایک ہی

کی اجازت مراد رکھیگا تو دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اور یمین باطل ہوگی عورت کے ایکبار بلا اذن نکلنے سے یعنی جب ایکبار بلا اجازت نکلی تو زوج حانث ہوا پھر دوسری بار بلا اذن نکلنے سے حانث نہوگا کذا فی النہر ولو قال کلما خرجت فقد اذنت لک سقط اذنہ ولو نہاہا بعد ذلک صح عند محمد وعلیہ الفتویٰ ولوالجیہ اور بعد یمین مذکور کے زوج نے کہا کہ جو بار کہ تو نکلے سو البتہ مین نے تجکو اجازت دی تو اس کلام سے ہر بار کا اذن لینا ساقط ہوجاتا ہے اور اگر بعد اس اذن عام کے اوسکو منع کریگا نکلنے سے تو صحیح ہے امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الولوالجیہ وفی الصیرفیہ حلف بالطلاق لا ینقل اہلہ لبلد کذا فرفع الامر للحاکم فبعث رجلا باذنہ فنقل اہلہ لا یحنث اور صیرفیہ مین ہے کہ قسم کہائی طلاق کی کہ اپنے اہل کو فلانے شہر مین نہ لیجاؤنگا پہر نالش ہوئی حاکم کے پاس سو حاکم نے ایکمرد کو باذن زوج بہیجا سو وہ اوسکے اہل کو اوسی شہر مین لے آیا تو زوج حانث نہوگا اسلئے کہ حاکم پاس نالش کرنے سے حاکم مامور نہین ہوجاتا کہ مامور کا فعل آمر کیطرف منسوب ہو کذا فی المنح بخلاف قولہ الا ان او حتی آذن لک لانہ للغایۃ بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیو گہر سے مگر یہہ کہ مین تجکو اذن دون یا نہ نکلیو تا اینکہ مین تجکو اذن دون اسواسطے کہ یہہ قول غایت کیواسطے ہے ثم لا تخرجی الا باذنی مین ہر بار کو اجازت مشروط ہو اسواسطے کہ استثناء مفرغ ہو اور مستثنی خروج مقرون باذن ہو بخلاف لا تخرجی حتی آذن لک کے کہ اسمین اذن غایت ہو خروج کی تو ایکبار کا اذن کافی ہو ہر خروج مین اذن لازم نہین حتی کا غایت کیواسطے موضوع ہونا تو صریح ہو اور الا ان بمعنی حتی ہو مجازاً کذا فی المطلب من البحر ولو نوی التعدد صدق اور اگر زوج الا ان اور حتی مین تعدد اذن کی نیت کریگا تو اوسکی تصدیق ہوگی قضاءً اسواسطے کہ اسکا کلام محتمل ہے تعدد کا اور اسمین خود اوسکی ذات پر تشدید ہو کذا فی المنح حلف لا یدخل دار فلان یراد بہ نسبۃ السکنی الیہ عرفا ولو تبعا او باعارۃ قسم کہائی کہ داخل نہوگا فلانے کے گہر مین مثلا زید کے گہر مین تو مراد اس سے سکونت کی نسبت ہو طرف زید کے بنابر عرف کے اگرچہ سکونت اوسکی بالتبع ہو نہ بالاصالت یا بطریق عاریت ہو یعنی دار زید سے عرف مین وہ گہر مراد ہو جسمین زید رہتا ہو خواہ وہ مملوک ہو یا عاریت یا کرایہ ہو سکونت اوسکی بالاصالت ہو یا کسیکے ساتہہ رہتا ہو جیسے سکونت بیٹی کی ماکے ساتہہ یا سکونت زوجہ کی زوج کے ساتہہ بالتبع ہو نہ بالاصالت بہر صورت جس گہر مین زید ساکن ہوگا اوس گہر مین داخل ہونے سے حالف حانث ہوگا اور اگر ایک گہر زید کا مملوک ہو اور اوسمین وہ نہین رہتا ہو تو اوسکے داخل ہونے سے حانث نہوگا باعتبار عموم المجاز ومعناہ کون محل الحقیقۃ فردا من افراد المجاز یعنی دار فلان سے دار سکونہ مراد ہو باعتبار عموم مجاز کے اور عموم مجاز کا یہہ مطلب ہے کہ محل حقیقت یعنی کلمہ حقیقی ایک فرد ہوجاوے افراد مجاز سے یعنی مجازی معنی ایسے عام ہون کہ حقیقی معنی اوسمین داخل ہوجاوین چنانچہ یہان دار مسکونہ مین دار مملوکہ داخل ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہان جمع بین الحقیقت والمجاز نہ کوئی سمجہے اسواسطے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہین بلکہ عموم مجاز مراد ہو اوحلف لا یضع قدمہ فی دار فلان حنث بدخولہا مطلقا ولو حافیا او راکبا لما تقرر ان الحقیقۃ متی کانت متعذرۃ او مہجورۃ صیر الی المجاز حتی لو اضطجع ووضع قدمیہ لم یحنث یا یون قسم کہائی کہ اپنا قدم نہ رکہیگا فلانے کے گہر مین تو حانث ہوگا اوسمین داخل ہونے سے ہر طرح سے اگرچہ برہنہ پا یا سوار داخل ہوا اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہوچکا ہو کہ جب حقیقت متعذر یا متروک ہوتی ہو تو مجاز ٹہہرایا جاتا ہو یہان تک کہ اگر گہر کے باہر لیٹے اور اپنے دونو قدم گہر کے اندر رکہدے حانث نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین اگرچہ وضع قدمین ثابت ہے لیکن اسکو دخول نہین کہتے ہم خلاصہ یہہ ہو جب وضع قدمین سے مراد دخول اور ہوا بسبب متروک ہونے حقیقی معنی کے تو سوار اور ننگے پاؤن مین ہرچند وضع قدم نہین لیکن حانث ہوگا اور لیٹنے کی صورت مین ہرچند وضع قدم ہو لیکن حانث نہین اور حقیقی معنی کا متعذر ہونا اگلے باب مین معلوم ہوگا وشرط للحنث فی قولہ ان خرجت مثلا فانت طالق او ان ضربت عبدک فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعلہ فورا لان قصدہ المنع عن ذلک الفعل عرفا ومدار الایمان علیہ وہذہ تسمی یمین الفور تفرد ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ باظہارہا ولم یخالفہ احد اور اس قول مین کہ اگر تو مثلا نکلی تو تو طالق ہے یا تو نے اگر اپنے غلام کو مارا تو میرا غلام آزاد ہو یہہ کہنا خروج اور ضرب کے ارادہ کرنیوالے کو تو اس فعل کا فوراً کرنا شرط ہو حنث کی اسواسطے کہ مقصد متکلم کا روکنا ہو اسوقت کے فعل سے جسکے کرنے پر وہ مستعد ہوا ہو باعتبار عرف کے اور مدار قسمون کا عرف پر ہو اور اس قسم کو یمین فور کہتے ہین

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یمین فور کے اظہار مین متفرد ہوئے اور کسی مجتہد نے اونکی خلاف نہین کیا اس مسئلہ مین جب زوجہ نے شلاً گھر سے نکلنے کا قصد کیا اور زوج نے کہا کہ اگر تو نکلی تو تجھکو طلاق ہے تو اگر زوجہ فوراً نکلی بلا توقف تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہو جاویگی اور اگر زوجہ فوراً نہ نکلی بلکہ اس گھڑی بہر بعد نکلی تو حنث نہ ثابت ہوگا یمین فور کا حکم اول حضرت امام اعظم نے بیان کیا اور آگے علما مین دو قسم کی جانتے تھے ایک یمین مطلق اور دوسری یمین مقید اور یمین فور تیسری قسم نکلی کہ ظاہر مین مطلق ہے اور حقیقت مین مقید امام نے اسکا حکم حدیث جابر رض سے نکالا اونسے کسی نے مدد مانگی تھی اونہون نے عدم نصرت کی قسم کہائی پہر بعد اسکی نصرت کی اور حانث نہوئے کذا فی تبیین الکنز اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے کہ امام اعظم سے کسی عالم نے یمین فور کے نام رکہنے اور اوسکے حکم نکالنے مین سبقت نہین کی اور نہ اونکے بعد کسی مجتہد نے اونکی مخالفت کی تو سب علما اس مسئلہ مین عیال ہین ابوحنیفہ کی بلکہ درحقیقت کل فقہ مین علما عیال ہین امام اعظم کی کذا فی المنح چنانچہ امام شافعی نے از راہ انصاف فرمایا کہ الناس عیال لابی حنیفۃ فی الفقہ وکذا لو حلف ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیہ معہ ذلک والطعام المدعو الیہ اور اسیطرح اس قسم مین کہ اگر مین اول روز کا کھانا کھاؤن تو ایسا یہ کہا بلانیوالے کے اس قول کے بعد کہ آ میرے ساتھہ اول روز کا کھانا کھا شرط ہے واسطے حنث کے طالب کے ساتھہ وہی طعام کھانا جسکے واسطے بلایا اسواسطے کہ جواب اعادہ سوال کا متضمن ہوتا ہے تو اوسی طعام مخصوص پر حنث منحصر ہوا اگر مطابقت واقع ہو سوال اور جواب مین وان ضم الیوم او معک فعبدی حر حنث بمطلق التغدی لزیادۃ علی الجواب فیجعل مبتدیا اور اگر جواب مین لفظ الیوم یا معک ملایا یعنی یون کہا کہ اگر مین اول روز کا کھانا آج کہاؤن یا تیرے ساتھہ کہاؤن تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا مطلق تغدی سے خواہ طالب کے گہر مین کھاوے خواہ اوسکے ساتھہ دوسرے وقت کھاوے ہر صورت حانث ہوگا جواب پر زیادہ بڑہانے سے تو وہ سر نو سے متکلم قرار دیا گیا نہ مجیب ظہرکمادے نے کہا کہ ماتن کو لازم تہا بجاے معی کے عندی کہتا جیسے صاحب کنز نے کہا ہے اسواسطے کہ جب لفظ معی کا سوال مین ہوا تو مجیب کے کلام مین لفظ معک سے زیادتی نہ لازم آئی وفی طلاق الاشباہ ان للتراخی الا بقرینۃ الفور ومنہ طلب جماعہا فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فدخلت بعد سکون شہوتہ حنث اور اشباہ کے کتاب الطلاق مین ہے کہ ان شرطیہ درنگی کے واسطے ہے مگر بقرینہ فور البتہ فور کے واسطے ہوتا ہے اور از قبیل فور کے یہ مثال ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے جماع کی خواہش کی سو اوس نے انکار کیا تو زوج نے کہا کہ اگر تو داخل نہوگی میرے ساتھہ کوٹھری مین تو تجھکو طلاق ہے پہر بعد سکون شہوت زوجہ داخل ہوئی نہ فوراً تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوگی وفی البحر عن المحیط طول التشاجر لا یقطع الفور وکذا لو خافت فوت الصلوۃ فصلت او اشتغلت بالوضوء لصلوۃ المکتوبۃ او اشتغلت بالصلوۃ المکتوبۃ لانہ عذر شرعا وکذا عرفا اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے دیر تک جھگڑا ہونا زوجین مین قاطع فور کا نہین اور اسیطرح اگر زوجہ فوت نماز سے ڈری سو نماز پڑہنے لگی یا مشغول ہوئی فرض نماز کے وضو مین یا فرض نماز مین مشغول ہوئی سو اتنا توقف قاطع سرعت کا نہین شرعاً اور اسیطرح عرفاً یعنی اگر زوجہ انکار جماع زوج نے کہا کہ اندر نہ آویگی میرے ساتھہ تو تجھکو طلاق ہے سو عورت دیر تک جھگڑا کرتی رہی یا نماز یا وضو مین مشغول رہی اور پہر اندر داخل ہوئی تو زوج حانث نہوگا انتہی توقف هندی سے فرکب العبد المأذون والمکاتب لیس لمولاہ فی حق الیمین الا بشرطین اذا لم یکن علیہ دین مستغرق وقد نواہ فحینئذ یحنث سواری عبد ماذون فی التجارۃ اور مکاتب کی اوسکے مالک کا نہین یمین کے حق مین مگر دو شرط سے جب کہ اوسکا قرض مستغرق نہو اور حالف نے اوس سواری کی نیت کی ہو تو اوسوقت مین حانث ہوگا یعنی اگر قسم کہائی کہ مثلاً زید کی سواری پر سوار نہوگا پہر زید کے عبد ماذون یا مکاتب کی سواری پر سوار ہوا تو حانث نہوگا اور بشرط عدم استغراق دین اور نیت کے حانث ہوگا اور اگر دین مستغرق ہے تو حانث نہوگا اگرچہ اوس سواری کی نیت کرچکا ہو اسواسطے کہ عبد مدیون مستغرق کے کسب مین مولی کی ملکیت نہین امام کے نزدیک کذا فی المنح حلف لا یرکب فالیمین علی ما یرکبہ الناس عرفا من فرس وبغل وحمار فلو رکب ظہر انسان او بعیرا او بقرۃ او فیلا لا یحنث استحسانا الا بالنیۃ ظہیریہ قلت وینبغی حنثہ بالبعیر فی مصر والشام وبالفیل فی الهند للتعارف

قال المصنف قسم کہائی کہ سوار نہوگا تو یہہ قسم اوسپر محمول ہے جسپر لوگ باعتبار رواج کے سوار ہوتے ہین گہوڑا اور خچرا ور گدہا ہے سو نو اگر انسان کی پیٹہ پر سوار ہوگا یا اونٹ یا بیل یا ہاتہی پر سوار ہوگا تو حانث نہوگا بنا بر استحسان کے مگر اونٹ وغیرہ کی نیت ہو البتہ حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ شارح کہتا ہو اورلائق ہو کہ اونٹ کی سواری مثل سواری خچر کے شام مین اور ہاتہی کی گھوڑے کے ہندوستان مین بسبب رواج کے ایسا کہا ہو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین ہم گدہے پر سوار ہوئے سے عرب مین حانث ہوگا لیکن ہند مین حانث نہوگا اسواسطے کہ رواج نہین لیکن وہ ہی ہندوستان کے البتہ حانث ہون گے کہ وہ گدہے اور بیل پر سوار ہوا کرتے ہین اور چونکہ گہوڑے اور ہاتہی اور پالکی اور ڈولی اور گاڑی اور رتہہ پر ہند مین سوار ہونا رائج ہو تو عدم سواری کی قسم ہو اگر ان سواریون پر سوار ہوگا تو حانث ہوگا واللہ اعلم ولو حمل علی الدابۃ مکرہا فلا حنث کحلفہ لا یرکب فرسا فرکب برذونا او بعکسہ لان الفرس اسم للعربی والبرذون اسم للعجمی والخیل یعمہا ہذا لو بیمینہ بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ حنث بکل حال اور اگر قسم کہائی عدم سواری کی پہر زبردستی لادا گیا جانور پر حنث نہین جیسے اس قسم مین حنث نہین کہ سوار نہوگا فرس پر پہر برذون پر سوار ہوا یا قسم کہائی کہ برذون پر سوار نہوگا پہر فرس پر سوار ہوا اسواسطے کہ لغت عرب مین فرس عربی گہوڑے کا نام ہو اور برذون عجمی گہوڑے کا نام ہو اور خیل کا لفظ دونو کو عام ہو یہہ عدم حنث اوس صورت مین ہو جب کہ قسم عربی زبان مین ہو اور اگر قسم فارسی زبان مین ہو مطلب یہ کہ بر اسپ سوار نخواہم شد تو ہر حال مین حانث ہوگا خواہ عربی گہوڑے پر سوار ہو خواہ عجمی پر اسواسطے کہ اسپ دونو کو شامل ہو ہم فارسی کی مانند ہندی مین بہی تفرقہ گہوڑے کے لفظ مین نہین ولو حلف لا یرکب او لا یرکب مرکبا حنث بکل مرکب سفینۃ او محملا او دابۃ سوی الآدمی وینبغی ما لو حلف لا یرکب حیوانا او دابۃ اور اگر قسم کہائی کہ سوار نہوگا یا مرکب پر سوار نہوگا تو ہر مرکب کے سوار ہونے سے حانث ہوگا ناؤ ہو یا عماری یا جانور سوا آدمی کے اور اگلی باب مین قریب آویگا کہ اگر قسم کہائی کہ حیوان یا دابہ پر سوار نہوگا تو انسان اور کافر پر سوار ہونے سے حانث نہوگا ✦ ✦

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

یہہ باب ہو اکل اور شرب اور لبس اور کلام کی قسم مین ہو الاکل ایصال ما یحتمل المضغ بفیہ الی الجوف نخبزٍ وفاکہۃٍ مضغ اولا ای وان ابتلعہ من غیر مضغ پہر دریافت کرنا چاہیے کہ اکل یعنی کہانا عبارت ہو پیٹ مین پہچانے سے اوسکو جو چبانیکے لائق ہو اوسطرح اپنے منہ کے جیسا کہ پہچانا روٹی اور میوہ کا خواہ چبا وی یا نہ چباوے یعنی اگر بدون چبائے نگل جاوے والشرب ایصال ما لا یحتمل المضغ من المائعات الی الجوف کماء وعسل اور شرب یعنی پینا عبارت ہو پیٹ مین پہچانے سے اوسکو جو لائق چبانیکے نہین از قسم پتلی چیزون کے جیسے پانی اور شہد یعنی رقیق سائل کا پیٹ مین پہچانا جو اسطرح منہ کے یہہ حقیقت ہو شرب کی تو ناک سے پانی کہینچ کر پیٹ مین لیجانا یا پچکاری سے دوا پیٹ مین پہچانا شرب نہین ففی حلفہ لا یاکل بیضۃ حنث ببلعہا جب حقیقت اکل کی معلوم ہوئی تو اس قسم مین کہ انڈا نکہائیگا اوسکے نگل جانے سے حانث ہوگا ہم انڈے کی مانند بادام اور پستہ ہو طحطاوی نے کہا کہ انڈے سے مراد پختہ انڈا ہو اسواسطے کہ کچا انڈا لائق چبانیکے نہین وفی لا یاکل عنبا مثلا لا یحنث بمصہ لان المص نوع ثالث ولو عصرہ واکل قشرہ حنث بدائع اور اس قسم مین کہ انگور نکہائیگا اوسکے عرق چوسنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چوسنا تیسری قسم ہو سوا اکل اور شرب کے اور اگر انگور کا عرق نچوڑ ڈالا اور اوسکے چہلکے کو کہایا تو حانث ہوگا کذا فی البدائع اسواسطے کہ چہلکا چبانے کے لائق ہو لکن فی تہذیب القلانسی حلف لا یاکل سکرا لا یحنث بمصہ وفی المحرفنا یحنث اور قلانسی کی تہذیب مین ہو قسم کہائی کہ شکر نکہائیگا تو اوسکے چوسنے سے یعنی لب اور اوس لعاب نگلنے سے حانث نہوگا اور ہماری عرف مین یعنی مصر کے رواج مین حانث ہوگا ہم اصل استدراک یہہ ہو کہ بعض عرف مین چوسنے کو بہی کہانا کہتے ہین تو موجب اس عرف کے انگور چوسنے سے بہی مثال سابق مین حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی واما الذوق فعمل الفم لمجرد معرفۃ الطعم وصل الی الجوف ام لا وکل اکل وشرب ذوق ولا عکس اور ذوق یعنی چکہنا تو عبارت ہو منہ کے فعل سے فقط مزا دریافت کرنیکے واسطے خواہ پیٹ مین وہ چیز جاوے یا نجاوے اور ہر اکل اور شرب ذوق ہو اور اوسکا بالعکس نہین یعنی ہر ذوق اکل اور شرب نہین تو اکل اور شرب مین اور ذوق مین عموم خصوص مطلق کی نسبت ہو ولو عضض

للصّلوٰۃ لا یحنث اور اگر نماز کیواسطے کلی کی تو حانث نہوگا یعنی اگر قسم کہائی کہ پانی نہ چکہیگا تو کلی کرنیسے حانث نہوگا اسواسطے کہ اسطرح کلی کرنے سے
چکہنا مراد نہیں ہوتا چنانچہ منقول ہے امام محمد سے کذا فی الطحطاوی ولو عنی بالذوق الاکل لم یصدق الا بالدلیل اور اگر حالف نے چکہنے سے کہانیکا ارادہ کیا
تو اوسکی تصدیق نہوگی مگر دلیل سے یعنی دلالت حال سے چنانچہ زید سے خالد نے کہا کہ آ میرے پاس کہانا کہا خالد نے کہا کہ مین تیرے پاس نکہانا چکہون گا نہ پانی
تو یہان بقرینہ سوال ذوق بمعنی اکل وشرب کے ہے کذا فی المنح حلف لا یاکل من ہذہ النخلۃ او الکرمۃ تقید حنثہ باکلہ من ثمرہا بالمثلثۃ
ای مایخرج منہا بلا تغییر بصنعۃ جدیدۃ فیحنث بالعصیر لا بالدبس المطبوخ ولا بوصل غصن منہا بشجرۃ اخری قسم کہائی کہ
اس کہجور کے درخت یا انگور کے درخت کو نکہاویگا تو متعین ہے حنث اوسکی اون درختون کے ثمر کے کہانیسے ثمر بثاء مثلثہ سے وہ چیز مراد ہے جو درخت سے بلا تغییر
صنعت جدیدہ نکلے تو عصیر یعنے عصارہ کے کہانے سے حانث ہوگا نہ دبس مطبوخ کے کہانیسے اور نہ حانث ہوگا اوس درخت کی شاخ پیوند کرنے سے دوسرے
درخت مین ہم جب حالف نے مضاف کیا یمین کو درخت کیطرف حالانکہ درخت ماکول چیز نہیں تو یمین لغو ہوتی تھی لہذا اوسکی تصحیح کلام عاقل کے اوسکو
ظاہر سے پھیرا یعنی درخت سے پہل کا ارادہ کیا بطریق مجاز کے یعنی سبب سے مسبب کا ارادہ کیا سبب درخت ہے اور مسبب پہل قطع نظر عدم تغییر عصیر اور عصارہ وہ پانی جو پہلون کے دبانے سے نکلے دبس بالکسر اوس شیرہ کو
کہتے ہین جو خود بخود پختہ کہجور اور انگور سے ٹپکے چونکہ اوسمین فعل انسان کو دخل نہین لہذا اوسکے کہانیسے حانث ہوگا جیسے کچی کچی گدر کہجور کے کہانے
سے حانث ہوتا ہے اور دبس مطبوخ شیرہ ہے پختہ کہجور اور انگور کا جو جوش دیا جاوے لہذا اوسکے کہانے سے حانث نہوگا جیسے نبیذ تمر پختہ اور سکر
انگوری سے حانث نہین ہوتا اور اسیطرح اگر انگور کی شاخ دوسرے درخت مین پیوند کی اور اس شاخ کے پہل کو کہایا تو حانث نہوگا بسبب تصرف انسانی کے
وان لم یکن للشجرۃ ثمر تنصرف یمینہ الی ثمنہا فیحنث اذا اشتری بہ ماکولا واکلہ اور اگر اوس درخت محلوف علیہ کے پہل نہو تو یمین اوسکی
اوس درخت کی قیمت کیطرف پہر جاویگی تو حانث ہوگا جب درخت کی قیمت سے کوئی کہانیکی چیز لیگا اور اوسکو کہا دیگا ولو اکل من عین النخلۃ لا
یحنث وان نواہ لان الحقیقۃ مہجورۃ ولوالجیہ اور اگر بعینہ کہجور کے درخت کو کہا دیگا کوٹ پیسکر تو حانث نہوگا اگرچہ خود درخت کہانیکی
نیت کی ہو قسم کے وقت اسواسطے کہ حقیقت متروک ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی حقیقی معنی درخت کے یہان متروک الاستعمال ہین ہم شارح کو لازم تہا کہ
بجائے مہجورۃ کے متعذرۃ بولتا چنانچہ ایضاح الاصلاح مین ہے صاحب کشف نے کہا کہ متعذرۃ وہ ہے جو بلا مشقت نہ حاصل ہو جیسے کہجور کے درخت کا کہانا
اور مہجورہ وہ ہے جسکا حصول آسان ہو لیکن لوگون نے اوسکو چہوڑ دیا ہو جیسے وضع قدم کے معنی حقیقی متروک ہوکر مطلق دخول مین مستعمل ہے کذا
فی الطحطاوی وفی المحیط لو نوی اکل عینہا لم یحنث باکل ما یخرج منہا لانہ نوی حقیقۃ کلامہ قال المصنف تبعا لشیخہ وینبغی ان لا
یصدق قضاءً لتعین المجاز زاد فی النہر فان قلت ورق الکرم مما یؤکل عرفا فینبغی صرف الیمین لعینہ قلت اہل العرف
انما یاکلونہ مطبوخا اور محیط مین ہے کہ اگر حالف بعینہ کہجور کے درخت کے کہانیکی نیت کریگا تو اوسکے پہل وغیرہ کے کہانیسے حانث نہوگا اسواسطے کہ
اوسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا تو مجاز مین کیونکر حانث ہوگا مصنف نے اپنی شرح مین باتباع اپنے استاذ یعنی صاحب بحر الرائق کے کہا کہ
لائق یون ہے کہ باوجود نیت حقیقت کے قضاءً اوسکی تصدیق نہو بسبب متعین ہوجانے معنی مجازی کے تو غیر مجاز خلاف ظاہر ہوا اور خلاف ظاہر مین
قاضی تصدیق نہین کرتا کذا فی المنح اور صاحب نہر الفائق نے واسطے تقویت اس قول کے اتنا زیادہ کہا ہے یعنی اگر تو کہے کہ انگور کے پتون کو عرف
مین کہاتے ہین تو لائق ہے یمین کا پہیرنا بعینہ انگور کے درخت کی طرف تو مین جواب کہونگا کہ اہل عرف پتون کو تو پکا کر کہاتے ہین یعنی اگر کچا کہانا
رواج ہوتا تو سوال صحیح ہوتا وفی الشاۃ یحنث باللحم خاصۃ لا باللبن لانہا ماکولۃ فتنعقد الیمین علیہا اور بہیڑ بکری کی قسم مین فقط گوشت
کہانے سے حانث ہوگا نہ دودہ کہانیسے اسواسطے کہ بہیڑ بکری خود کہانیکی چیز ہے تو یمین بعینہا اوسی پر منعقد ہوگی نہ اوسکے جز پر جو اوس سے نکلتا ہے یعنی دودہ
اور دہی اور مسکہ ولا یحنث فی حلفہ لا یاکل من ہذا البسر او الرطب او اللبن باکل رطبہ وتمرہ وشیرازہ لان ہذہ صفات
داعیۃ الی الیمین فتقید بہ اور اس قسم مین کہ نکہاویگا اس گدر کہجور کو یا اس پختہ تر کہجور کو یا اس دودہ کو حانث نہوگا پہلی صورت مین تر کہجور کہانے

ہے اور دوسری صورتین خشک کہجور کہائی ہے اور تیسری صورت مین جیکا وہی کہانا ہے اسواسطے کہ یہہ صفات یعنی بسر اور رطوبت اور لبنیت باعث ہوتی مین قسم کہانیکی اختلاف اوسکا ہو تو وہی صفت مخصوصہ پر قسم مقید ہوگی تو غیر صفت مین کیونکر حانث ہوگا ہم شیراز عبارت ہو ز آب سے یعنی دودہ کو جوش دیکے اوسکا پانی نکالا جاوے کذا فی فتح المعین والمنح طحطاوی نے علامہ باکیر سے نقل کیا کہ شیراز بالکسر مین ترشی کا ہونا بھی شرط ہو لہذا مترجم نے شیراز کا ترجمہ دہی کیا ہے اور لا یکلم ہذا الصبی او ہذا الشاب فکلمہ بعد ما شاخ او لا یاکل ہذا الحمل بفتحتین ولد الشاة فاکلہ بعد ما صار کبشا فانہ یحنث لانہا غیر داعیۃ بخلاف اس قول کے کہ قسم کہائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے کلام نکریگا پہر اوس سے کلام کیا اوسکو بڈہا ہو جانیکے بعد یا قسم کہائی کہ اس بہیڑ کے بچے کو نکہاویگا پہر اوسکو کہایا جب کہ وہ جوان مینڈہا ہو گیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہہ صفات باعث یمین کے نہین ہوئے ہم اسواسطے کہ بجران مسلم شرعا ممنوع ہو تو مانع ہو عدم تکلم کا خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر اور اسیطرح بہیڑ کے بچہ کا نکہانا باعث یمین نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صغیر کا گوشت جوان سے زیادہ تر مرغوب ہوتا ہو حمل بفتحتین اول و دوم بچہ بہیڑ اور دنبہ کا والاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زال الیمین وما لا تصلح داعیۃ اعتبر فی المنکر دون المعرف اور قاعدہ کلیہ مسائل سابقہ کے حکم کا یہہ ہو کہ محلوف علیہ جب کہ ایسی صفت کے ساتھہ موجود ہو کہ داعی ہو طرف یمین کے تو یمین اوس صفت کے ساتھہ مقید ہو معرفہ اور نکرہ دونو مین تو جب وہ صفت زائل ہوگی تو یمین بھی زائل ہو جاویگی اور جب کہ محلوف علیہ ایسی صفت کے ساتھہ ہو جسکو داعیت نہین داعی ہونیکی تو اعتبار صفت کا نکرہ مین ہوگا چنانچہ لا اکلم صبیا فکلم شابا مین نہ معرفہ مین چنانچہ امثلہ سابقہ مین یعنی لا یکلم ہذا الصبی وفی المجتبی حلف لا یکلم ہذا المجنون فبرا او ہذا الکافر فاسلم لا یحنث لانہا صفۃ داعیۃ اور مجتبی مین ہو قسم کہائی کہ اس مجنون سے نہ بولیگا پہر اوسکا جنون جاتا رہا اور حالف اوس سے بولا یا قسم کہائی کہ اس کافر سے نہ بولیگا پہر وہ مسلمان ہو گیا اور حالف اوس سے بولا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ جنون اور کفر ایسی صفت ہو کہ عدم تکلم کی باعث ہو تو اوسکو زوال سے یمین بھی زائل ہوگی وفی لا یکلم رجلا فکلم صبیا حنث وقیل لا کما لا یکلم صبیا او کلم بالغا لانہ بعد البلوغ یدعی شابا وفتی الی الثلثین وکہلا الی خمسین فشیخ اور اس قسم مین کہ مرد سے بات نکریگا پہر حالف لڑکے سے بولا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ رجل صبی کو بہی شامل ہو باعتبار لغت کے کذا فی الطحطاوی اور دوسرا قول یہہ ہو کہ حانث نہوگا اور یہی قول حق ہو اسواسطے کہ عرف مین رجل صبی کو شامل نہین کذا فی الحلبی چنانچہ اس مثال مین حانث نہین قسم کہائی کہ صغیر سے نہ بولیگا پہر اوس سے بعد بالغ ہونیکے بولا اسواسطے کہ صغیر کو بعد بلوغ کے شاب اور فتی کہتے ہین یعنی تیس برس تک پہر تیس برس کے بعد پچاس برس تک اوسکو کہل یعنی ادہیڑ بولتے ہین پہر پچاس برس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہتے ہین یعنی بڈہا او لا یاکل ہذا العنب فصار زبیبا ہذا وما بعدہ معطوف علی قولہ من ہذا البسر مما لا یحنث بہ یا قسم کہائی کہ اس تر انگور کو نہ کہاویگا پہر وہ انگور خشک ہو گیا تو اوسکے کہانیسے حانث نہوگا شارح کہتا ہو کہ یہہ مثال اور اسکو بعد کی مثالین مصنف کے قول من ہذا البسر پر معطوف ہین جس سے حالف حانث نہین ہوتا او لا یاکل ہذا اللبن فصار جبنا او لا یاکل من ہذہ البیضۃ فاکل فرخہا کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن فرخا یا قسم کہائی کہ اس دودہ کو نکہاویگا پہر وہ پنیر ہو گیا یا اس انڈے کو نکہاویگا پہر اوسکے بچے کہائے شارح کہتا ہو مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون مین اسیطرح فرخہا کا لفظ ہو اور متن کے نسخون مین جو شرح سے معرا ہین اونمین فرخا کا لفظ ہو او لا یذوق من ہذا الخمر فصار خلا او من زہر ہذہ الشجرۃ فاکل بعد ما صار لوزا او مشمشا لم یحنث یا اس شراب کو نہ چکہیگا پہر شراب سرکہ ہوگئی یا قسم کہائی کہ اس درخت کی پہول کو نکہاویگا پہر جب وہ پہول بادام یا زرد آلو ہو گیا تو اوسکو کہایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ محلوف علیہ کی حقیقت بدل گئی بخلاف فی حلفہ لا یاکل تمرا فاکل حیسا فانہ یحنث لانہ تمر مفتت ولا یضرہ الیہ شیء من السمن او غیرہ بحروفیہ الاصل فیما اذا حلف لا یاکل معینا فاکل بعضہ ان کل شیء یاکلہ الرجل فی مجلس او یشربہ فی شربۃ فالحلف علی کلہ والا فعلی بعضہ بخلاف اس قسم کے کہ کہجور کو نکہاویگا سو اوسنے حیس کو کہایا یعنی کہجور کا ملیدہ تو اس کہانے

حانث ہوگا اسواسطے کہ خبیص عبارت ہی کھجور کے چورسے اگرچہ اوسکے ساتھہ کھی وغیرہ ملایا گیا کذا فی البحر اور اسی مین ہی کہ جب قسم کھائی کہ خبیص معین کو نکھائیگا
سوا وسین سے کچھہ تھوڑا کھایا تو ایسی قسم مین قاعدہ کلیہ یہہ ہی جو چیز ایسی ہو جسکو آدمی ایک مجلس مین سب کھا جاتا ہو یا ایکبار اوسکو پیجاتا ہو تو انعقاد
حلف کا اوسکے کل پر ہوگا یعنی اوسکے سب کھا جانے سے حانث ہوگا اور اگر آدمی ایکبار مین نکھا سکتا ہو یا نپی سکتا ہو تو انعقاد یمین کا اوسکے تھوڑے سے
کھانے مین ہوگا وکذا لا یحنث لو حلف لا یاکل بسرا فاکل رطبا او لا یاکل عنبا فاکل زبیبا بخلاف الجوز واللوز فان الاسم باقیا و ل
الیبس لہ ایضا اسیطرح حانث نہوگا اگر قسم کھائی کہ گدر کھجور نکھاویگا پھر اوسنے پکی تر کھجور کھائی یا انگور کو نکھاویگا پھر اوسنے خشک انگور کھایا بخلاف
جوز اور بادام کی قسم کی اسواسطے کہ ہندی جوز اور بادام کا نام تر اور خشک کو بھی شامل ہو ولو حلف لا یاکل رطبا او بسرا او لا یاکل رطبا ولا بسرا
حنث باکل المذنب بکسر النون المشددۃ لان کلہ المحلوف علیہ وزیادۃ اور اگر قسم کھائی کہ پکی تر کھجور یا گدر کھجور نکھاویگا یا قسم کھائی
کہ نہ پکی تر کھجور کھاویگا نہ گدر کو تو مذنب کے کہانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ اوسنے محلوف کو کھایا ساتھہ زیادتی کے م مذنب بکسر نون مشدد اوس
کھجور کو کہتے مین جو نیچے کی طرف سے پختہ ہو چلی ہو اور رطب مذنب وہ ہی جو اکثر پختہ ہو اور اقل گدر اور بسر مذنب اوسکے بالعکس ہے کذا فی المنح عن
المغرب ولا حنث لشراء کباسۃ بکسر الکاف ای عرجون ویقال عنقود بسر فیہا رطب فی حلفہ لا یشتری رطبا لان الشراء یقع علی
الجملۃ والمغلوب تابع بخلاف حلفہ علی الاکل لوقوعہ شیئا فشیئا اور حانث نہوگا گدر کھجور کے گود کے مول لینے سے جسمین کچھہ پکی کھجور بھی ہو اسطرح
قسم کھانیمین کہ پکی کھجور کو خرید نکریگا اسواسطے کہ مول لینا ایکبارگی واقع ہوتا ہے اور مغلوب تابع ہوتا ہے غالب کے بخلاف کھانیکی قسم کے یعنی اگر قسم کھائی
کہ پکی کھجور نکھاویگا پھر اوسنے گدر کے ساتھہ تھوڑی پکی کھجور بھی کھائی تو حانث ہوگا یہان مغلوب تابع غالب کا نہین بسبب واقع ہونے اکل کے اندک اندک
نہ یکبارگی مانند خریدی کے م کباسہ بکسر کاف عرجون ہے اور عنقود بھی اوسکو کہتے مین یعنی خوشہ خرما اور انگور ہندی مین اوسکو گود کہتے ہین یعنی جسمین
مین مجتمع ہوکر پہل پہلتے مین ولا حنث فی حلفہ لا یاکل لحما باکل مرقۃ او سمک الا اذا نواہما ولا فی لا یرکب دابۃ فرکب کافرا او لا یجلس
علی وتد فجلس علی جبل مع تسمیتہا فی القرآن لحما ودابۃ واوتادا للعرف اور حنث نہین اس قسم مین کہ گوشت نکھاویگا شوربا اور مچھلی کے
کہانے سے مگر جبکہ حالف شوربا اور مچھلی کی نیت کریگا گوشت کے لفظ مین تو البتہ حانث ہوگا اور اوسمین بھی حنث نہین کہ دابہ یعنی چلنے والے جاندار
پر سوار نہوگا پھر وہ کافر پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ میخ پر نہ بیٹھیگا پھر پہاڑ پر بیٹھا باوجودیکہ قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت اور کافر کو دابہ اور پہاڑون کو
میخین فرمایا ہی حانث نہوگا بسبب عرف کے یعنی مدار مسائل کا عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر وما فی التبیین فی حنثہ فی لا یرکب حیوانا برکوب الانسان
رد کما فی النہر بان العرف العملی مخصص عندنا کالعرف القولی اور جو قول حانث ہونیکا تبیین مین ہے اس قسم مین کہ جاندار پر نہ سوار ہوگا
انسان کے سوار ہونے سے اوسکو نہر الفائق مین رد کیا ہی اسطرح کہ عرف عملی ہمارے نزدیک مخصص ہے مانند عرف قولی کے م تبیین زیلعی کی شرح
کنز مین ہی کہ اگر قسم کہائی کہ حیوان پر سوار نہوگا تو انسان پر سوار ہونے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ لفظ حیوان کا انسان کو شامل ہے اور عرف عملی
یعنی انسان پر سوار ہونیکی عادت نہین ہے یہہ مخصص انسان کا نہین ہوسکتا فتح القدیر مین کہا کہ عدم تخصیص عرف عملی کا قول صحیح نہین اسواسطے کہ اصول
مین ثابت ہے کہ حقیقت متروک ہوتی ہی عادت کی دلالت سے اور عادت بعینہ عبارت ہے عرف عملی سے اور تحریر مین ہے کہ عرف عملی مخصص ہی حنفیہ کے نزدیک
خلافا للشافعیۃ اور عرف قولی کا مخصص ہونا بالاتفاق ہے کذا فی النہر ولحم الانسان والکبد والکرش والریۃ والقلب والطحال والخنزیر
لحم ہذا فی عرف اہل الکوفۃ اما فی عرفنا فلا کما فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا ومنہ علم ان العجمی یعتبر عرفہ قطعا اور انسان کا
گوشت اور کلیجی اور اوجھڑی اور پھیپڑا اور دل اور تلی اور خوک کا گوشت گوشت مین داخل ہے لیکن یہہ عرف کوفیون کا ہی اور ہمارے عرف مین کلیجی اور
اوجھڑی وغیرہ کو گوشت نہین کہتے کذا فی البحر عن الخلاصہ وغیرہا اور یہین سے معلوم ہوگیا کہ انسان عجمی اپنے عرف کو بالیقین اعتبار کرے یعنے
حلف مین مرد عجمی کو اپنے عرف کا اعتبار لازم ہی عرب کا عرف اوسکو حجت نہین لہذا فتح القدیر مین صریح ہی کہ مفتی پر واجب ہے کہ بموجب عادت اہل

شہر کے فتوی دیوی جسمین قسم حالف کی واقع ہوئی ہو و فی الخانیۃ الرأس والأکارع لحم فی یمین الاکل لا فی یمین الشراء اور خانیہ مین ہی کہ سر اور پائے گوشت ہین اکل کی یمین مین نہ مول لینے کی یمین مین یعنی اگر قسم کہائی کہ گوشت نکہاویگا تو کلہ پائے کہانیسے حانث ہوگا اور اگر قسم کہائی کہ گوشت کو نخریدیگا تو انکو مول لینے سے حانث نہوگا و فی لا یأکل من ہذا الحمار یقع علی کرائہ و فی ہذا الکلب لا یقع علی صیدہ اور اس قسم مین کہ اس گدہے سے نکہاویگا تو قسم اوسکی کرایہ پر واقع ہوگی یعنی اوسکا کرایہ کہانیسے حانث ہوگا بنابر عرف کے اور اگر قسم کہائی کہ اس کتے سے نکہاویگا تو قسم اوسکی صید پر نہ واقع ہوگی بلکہ کتے کے گوشت پر واقع ہوگی کذا فی الفتح ولا یعم البقر الجاموس اور شامل نہین گائی بہینس کو یعنی اگر قسم کہائی کہ گائی یا بیل کا گوشت نکہاویگا تو بہینس کا گوشت کہانے سے حانث نہوگا کہ وہ دوسری قسم ہو ولا یحنث بأکل النیء ہو الاصح اور حانث نہوگا کچا گوشت کہانے سے یہی قول اصح ہو یعنی اگر قسم کہائی کہ گوشت نکہاویگا تو کچا گوشت کہانیسے حانث نہوگا اسواسطے کہ کچا کہانیکی عادت نہین اور نہر الفائق مین مذکور ہو قسم کہائی کہ گوشت نکہاویگا تو اونٹ اور بہیڑ بکری اور گائی چڑیون کے گوشت کہانیسے حانث ہوگا پختہ گوشت ہو یا بہنا یا خشک ولا یحنث بشحم الظہر وہو اللحم السمین فی حلفہ لا یأکل شحما خلافا لہما بل بشحم البطن والامعاء اتفاقا لا بہما فی العظم اتفاقا فتح اور اس قسم مین کہ چربی نکہاویگا پیٹہ کی چربی کہانے سے حانث نہوگا امام کے نزدیک کہ وہ چکنا گوشت ہو بخلاف صاحبین کے انکے نزدیک اوسکے کہانیسے حانث ہوگا لیکن پیٹ اور آنتونکی چربی کہانیسے باتفاق امام اور صاحبین حانث ہوگا اور ہڈی کے اندر کا گودہ کہانیسے بالاتفاق حانث نہوگا اسواسطے کہ گودہ چربی نہین کذا فی فتح القدیر فقاوی عالمگیری مین ہے شحم ظہر سے وہ مراد ہے جسکے ساتھ گوشت مخلوط ہو اور اگر چربی کو گوشت سے علحدہ کیا تو اوسمین امام سے روایت نہین اور ممکن ہو کہ امام کے نزدیک اوسکے کہانے سے حانث نہو اور اگر قسم فارسی زبان مین ہو تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اسم پیہ شحم ظہر کو شامل نہین والیمین علی شراء الشحم وبیعہ کہی علی اکلہ حکما وخلافا زیلعی اور یمین چربی کے مول لینے اور بیچنے پر اوسکے کہانیکی یمین کی مانند ہو حکم مین اور خلاف صاحبین مین کذا فی شرح الزیلعی یعنی اگر قسم کہائی کہ چربی کو خرید نکریگا تو اس چربی کے خریدنے سے حانث ہوگا جسکے کہانے سے حانث ہوتا ہو یعنی پیٹ اور انتڑیون کی چربی کی خرید سے بالاتفاق حانث ہوگا اور پیٹہ کی چربی سے امام کے نزدیک حانث ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک ولا یحنث بالألیۃ فی حلفہ لا یأکل او لا یشتری شحما او لحما لانہا نوع ثالث اور اس قسم مین کہ چربی یا گوشت نکہاویگا یا خرید نکریگا دنبہ کی چکی کہانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چکی چربی اور گوشت کے سوا تیسری قسم ہو ولا یحنث بخبز او دقیق او سویق فی حلفہ لا یأکل ہذا البر الا بالقضم من عینہا او مقلیۃ کالبلیلۃ فی عرفنا اما لو قضمہا نیۃ فلا حنث الا بالنیۃ فتح اور اس قسم مین کہ اس گیہون کو نکہاویگا اوسکی روٹی اور آٹا اور ستو کہانیسے حانث نہوگا مگر بعینہ گیہون کے چابنے سے حانث ہوگا اگر گیہون بہونے ہون جیسے ابالے گیہون چابنے سے حانث ہوتا ہو ہمارے عرف مین اور کچے گیہون چابے تو حنث نہین مگر کچی کی نیت سے کذا فی فتح القدیر وفی النہر عن الکشف المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہ احدہا ان یقول ہذہ الحنطۃ ویشیر بصبرۃ وہی مسئلۃ المختصر الثانیۃ ان یقول ہذہ بلا ذکر حنطۃ فیحنث باکلہا کیف کان ولو نیۃ او خبزا الثالثۃ ان یقول حنطۃ فیحنث باکلہا ولو نیۃ لا بطعم الخبز اور نہر الفائق مین کشف سے منقول ہو کہ مسئلہ اکل حنطہ کا تین وجہ پر ہو ایک وجہ یہہ کہ کہے کہ اس گیہون کو نکہاویگا اور اشارہ کرے گیہون کے ڈہیر کیطرف اور یہی مسئلہ متن مین مذکور ہو دوسری وجہ یہہ کہ اسکو نکہاویگا بدون ذکر کرنے گیہون کے تو اوسکو کہانیسے حانث ہوگا جسطرح سے کہاوے اگرچہ کچے گیہون کہاوے یا اوسکی روٹی کہاوے تیسری وجہ یہہ کہ کہے گیہون نکہاویگا بلا اسم اشارہ تو اوسکی کہانے سے حانث ہوگا اگرچہ کچے کہاوے لیکن روٹی وغیرہ کے کہانے سے حانث نہوگا ولو زرعہ لم یحنث بالخارج اور اگر محلوف علیہا گیہون کو بو دیا تو اوسکے کہیت سے جو گیہون پیدا ہون گے اونکے کہانے سے حانث نہوگا وفی ہذا الدقیق حنث بما یتخذ منہ کالخبز ونحوہ کعصیدۃ وحلواء لا بسفہ فی الاصح کما مر فی اکل عین النخلۃ اور اس قسم مین یعنی قسم کہائی کہ اس آٹے کو نکہاویگا تو حانث ہوگا اون چیزون کے کہانے سے جو آٹے سے تیار ہوتی ہین چنانچہ روٹی وغیرہ جیسے عصیدہ یعنی لپٹا اور کاچی اور حلوا نہ خود آٹا پہانکنے سے حانث ہوگا قول اصح مین چنانچہ اسکی وجہ بعینہ کہجور کے درخت

میں مذکور ہوچکی یعنی کچی روٹی کہانا عرف میں متروک ہو مجازی معنی متعین ہوگئے والخبز ما اعتادہ اہل بلد الحالف فالشامی والبر والیمنی
بالذرۃ والطبرستانی بخبز الارز وبعض اہل القریٰ بالشعیر فلو دخل بلد البر واستمر لا یاکل الا الشعیر لم یحنث الا بالشعیر لان
العرف الخاص معتبر فتح اور روٹی کی یمین میں وہ روٹی مراد ہوگی جس روٹی کے کھانیکی اوس شہر والوں کو عادت ہو جیسے قسم کھانیوالا رہنیوالا
شام کا رہنیوالا گیہون کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا اور یمن کا رہنیوالا جوار کی روٹی کھانیسے حانث ہوگا اور طبرستان کا رہنیوالا چاولوں کی
روٹی کھانیسے حانث ہوگا اور بعضا گانوں کا رہنیوالا جو کی روٹی کھانیسے حانث ہوگا تو اگر جو کی روٹی کھانیوالا گیہون کے شہر میں گیا اور ہمیشہ اوسکی
یہی عادت رہی وہان بھی کہ سوا جو کے گیہون کی روٹی نکھائی تو حانث نہوگا مگر جو کی روٹی سے اگرچہ اہل شہر کی عادت گیہون کی ہو اسواسطے کہ اوس شخص کا
عرف خاص ہی معتبر ہے درباب یمین اوسکے حق میں کذا فی فتح القدیر حلف لا یاکل من خبز فلانۃ انصرف الی الخابزۃ التی تضربہ فی التنور لا
لمن عجنتہ وہیأتہ للضرب ظہیریہ قسم کھائی کہ فلانی عورت کی روٹی نکھاویگا تو یہ قسم اوس روٹی پکانیوالی کیطرف پہرگی جو تنور میں روٹی
لگاتی ہے نہ اوس عورت کیطرف جسنے اوس روٹی کا آٹا گوندہا اور تنور میں لگانیکے واسطے تیار کردیا کذا فی الظہیریہ ومنہ الرقاق لا القطائف و
الثرید او بعد ما دقہ او فتہ لانہ لا یسمے خبزا اور روٹی میں داخل ہیں رقاق نہ قطائف اور ثرید یا روٹی کو بعد کوٹ ڈالنے یا چور کر ڈالنے
کے کھایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکو روٹی نہیں کہتے بلکہ اوسکا نام قطیرا اور ثرید اور ملیدہ ہے م رقاق جمع ہے رقیق یعنی پتلی روٹی جسکو چپاتی
بولتے ہیں اور قطائف جمع ہے قطیفہ کی اور قطیفہ ایک قسم کی روٹی کا نام ہے اور ثرید اوسکو کہتے ہیں کہ روٹی توڑ کر شوربے میں تر کیجاوے وحنث فی
لا یاکل طعاما من طعام فلان باکل خلہ او زیتہ او ملحہ ولو بطعام نفسہ لا لو اخذ من نبیذہ او مائہ فاکل بہ خبزا اس
قسم میں کہ کوئی کھانا نکھاویگا فلانیکے طعام سے حانث ہوگا اوسکے سرکہ اور اوسکے روغن زیتون اور اوسکے نمک کے کھانیسے اگرچہ اوسکو نمک وغیرہ
کو اپنی روٹی کے ساتھہ کھا دیوے اور اگر اوسکا نبیذ یا پانی لیا اور اوس سے روٹی کھائی تو حانث نہوگا م ہرچند طعام لغت میں ہر مطعوم کو کہتے ہیں لیکن
نہر الفائق میں کہا کہ ہمارے عرف میں نمک اور سرکہ اور روغن زیتون کو طعام نہیں بولتے حموی نے کہا تو عرف میں بدون پختہ کھانیکے حانث نہوگا کذا
فی الطحطاوی نبیذ عبارت ہے خیساندہ تمر اور انگور وغیرہ سے وفی لا یاکل سمنا فاکل سویقا ولا نیۃ لہ ان یحنث لو عصر سال السمن حنث
والا لا جوہرہ اور اس قسم میں کہ گھی نکھاویگا پھر اوسنے گھی ملا ستو کھایا اور اوسکو قسم مذکور میں مخلوط گھی کھانیکی نیت نتھی تو اگر ستو ایسے ہوں
کہ اگر اونکو نچوڑیے تو گھی بہہ نکلے تو حانث ہوگا اور اگر گھی سائل نہو تو حانث نہوگا کذا فی الجوہرہ م اور اگر اوسنے مخلوط گھی کی بھی نیت کی ہو تو ہر صورت
سے حانث ہوگا گھی سائل ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی وفی البدائع لا یاکل طعاما فاضطر لمیتۃ فاکل لم یحنث اور بدائع میں ہے قسم کھائی کہ کھانا
نکھاویگا پھر وہ مردار کیطرف مضطر ہوا اور اوس نے اوسکو کھایا حانث نہوگا اسواسطے کہ مردار طعام نہیں والشواء والطبیخ یقعان علی اللحم المشوی
والمطبوخ بالماء اور شوا اور طبیخ واقع ہوتے ہیں بہونے گوشت اور پانیکے ساتھہ پکائے گوشت پر م ہرچند شوا بالکسر اول لغت میں ہر بہونی چیز کو
کہتے ہیں خواہ گوشت ہو یا گاجر اور اسیطرح طبیخ وہ جو پانیکے ساتھہ پکایا جاوے لیکن عرف قدیم میں شوا اور طبیخ فقط گوشت کو مخصوص تہا تو اگر قسم
کھائی کہ شوا یا طبیخ نکھاویگا تو بہونے چاول اور آبالی دال یا چاول کھانے سے حانث نہوگا ہذا فی عرفہم اما فی عرفنا فاسم الطبیخ یقع
علی کل مطبوخ بالماء ولو بودک او زیت او سمن کما نقلہ المصنف عن المجتبی یعنی طبیخ کا مخصوص ہونا گوشت کے ساتھہ اونکے
عرف قدیم میں تہا اور ہمارے عرف میں تو طبیخ ہر چیز کو کہتے ہیں جو پانی کے ساتھہ پکایا جاوے اگرچہ چربی یا روغن زیتون یا گھی کی ساتھہ بطرح
ہو چنانچہ اس عرف کو مصنف نے اپنی شرح مجتبے سے نقل کیا ہے م لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ اسم طبیخ کا ساکت طبوخ کو
شامل نہیں تو اوسکے کھانے سے حانث نہوگا وفی النہر الطعام یعم ما یوکل علی وجہ التطعم کخبز وفاکہۃ لکن فی عرفنا لا اور نہر الفائق
میں ہے کہ طعام عام ہے ہر چیز کو جو بطریق لذت اور مزہ لینے کی کھائی جاوے جیسے پنیر اور میوہ اور نمک اور سرکہ لیکن ہمارے عرف میں ان اشیاء کو طعام

طعام کو غدو کہتے ہیں یعنی طلوع آفتاب سے ڈیڑھ پہر دن چڑھنے تک پہر اوسکے بعد غدا کا وقت داخل ہوتا ہے تو مصر میں تو کھانا نہ ہو گا .... جاہئے شارح کہتا ہے اور اسیطرح اہل شام نظیر او عشاء کا وقت عدا کا کہتے ہیں ہم اکثر اہل ہند بعد طلوع کے طعام کو ناشتہ بولتے ہیں اور پہر دن چڑہے سے دوپہر تک کے طعام کو دن کا کھانا کہتے ہیں تو اس میں عدا اکثر پہر دن چڑھنے کے بعد ہوتا ہے ثم لا بد ان یکون مما یتغدی به

۱۹ اهل بلده عادة پہر تغدی کی چیز یہہ ضرور ہو کہ ویسی کھانا ہو جسکو عادت کے اہل شہر مثلا اپنی عادت سے کہاتے ہوں وغداء کل بلدة ما تعاد فه اهلها حتى لو شبع بشرب اللبن يحنث البدوي لا الحضري زيلعی اور ہر شہر میں اول روز کے کہانے سے وہ کہانا مراد ہے جو وہاں کے لوگوں میں رائج ہو بیان تک کہ اگر حالف دودہ پیکر آسودہ ہوا تو صحرائی آدمی حانث ہوگا نہ شہری کذا فی شرح الزیلعی ہم اسواسطے کہ عرب کے صحرائی آدمیوں کی غذا اکثر دودہ ہے اور وہاں کے شہریوں میں یہہ عادت نہیں اور اسیطرح ہندی آدمی اگر کہجور سے پیٹ بہر لیگا تو حانث نہوگا بسبب عدم عرف کے والتعشی منه ای الزوال وفی البحر عن الاسبیجابی وفی عرفنا وقت العشاء بعد صلوة العصر قلت وهو فی عرف مصر والشام الی نصف اللیل اور تعشی یعنی آخر روز کا کہانا آفتاب ڈہلنے سے ہے آدہی رات تک اور بحر الرائق میں اسبیجابی سے منقول ہے کہ ہمارے عرف میں عشا کا وقت بعد نماز عصر ہے شارح کہتا ہے اور یہی مصر اور شام میں عادت ہے ہم اور اہل ہند میں عشا اکثر مغرب کے بعد سے پہر رات گذرنے تک معمول ہے والتسحر هو الاکل بعد نصف اللیل الی طلوع الفجر اور سحر گہی اور سحری وہ کہانا ہے آدہی رات کے بعد سے طلوع آفتاب تک قال ان اکلت او قال ان شربت او لبست او نکحت ونحو ذلك فعبدی حر ونوی معینا ای خبزا او لبنا او قطنا مثلا لم یصدق اصلا فیحنث بای شیء اکل او شرب وقیل یدین کما لو نوی کل الاطعمة او کل میاه العالم حتی لا یحنث اصلا لنیة محتمل کلامه کہا ایک شخص نے اگر میں کہاؤں یا یوں بولا کہ اگر میں پیوں یا پہنوں یا نکاح کروں اور ایسا اس قول کے جسمین فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہو تو میرا غلام آزاد ہے اور نیت کی قائل نے معین چیز کی یعنی روٹی کے اکل میں اور دودہ کے شرب میں اور روئی کے لبس میں مثلا تو اوسکی ہرگز تصدیق نہوگی نہ دیانۃ نہ قضاء تو حانث ہوگا ہر چیز کے کہانے اور پینے سے اسواسطے کہ نیت کرنا بدون ملفوظ کے صحیح نہیں اور بعضوں نے کہا کہ دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی چنانچہ قول مذکور میں اگر سب کہانوں اور ساری عالم کے پانیوں کی نیت کریگا تاکہ اصلا حانث نہو تو صحیح ہے بسبب نیت کرنے اپنے کلام کے محتمل کو یعنی فعل میں عموم تو ثابت تہا اوسکو اوسنے ارادہ کیا لہذا نیت عموم کی صحیح ہوئی بخلاف تعیین کی نیت کے ولو ضم ای ان اکلت طعاما او شربت شرابا او لبست ثوبا دین اذا قال عنیت شیئا دون شیء لانه ذکر اللفظ العام القابل للتخصیص لانه نکرة فی سیاق الشرط فتعم کالنکرة فی النفی اور اگر فعل مذکور میں مفعول ملایا یعنی یوں کہا کہ اگر میں طعام کو کہاؤں یا پینے کی چیز پیوں یا کپڑا پہنوں تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی جب قائل یوں کہے کہ میں نے مثلا طعام سے روٹی کا ارادہ کیا نہ گوشت کا اسواسطے کہ اوسنے لفظ عام کو ذکر کیا جو قابل ہے تخصیص کے اسواسطے کہ نکرہ واقع ہوا ہے سیاق شرط میں تو عام ہوگا جیسے نکرہ سیاق نفی میں عام ہوتا ہے ہم شرط مثبت میں حلف نفی پر ہوتی ہے تو حالف کا یوں کہنا کہ ان لبست ثوبا گویا راجع ہے لا البس ثوبا کیطرف لیکن یہہ تاویل خلاف ظاہر ہے لہذا قاضی اوسکو قبول نکریگا کذا فی فتح القدیر والاصل ان النیة انما تصح فی الملفوظ الا فی ثلث فیدین فی فعل الخروج والمساکنة وتخصیص الجنس کحبشیة او عربیة لا الصفة ککوفیة او بصریة فتح اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہہ ہے کہ نیت صحیح نہیں ہوتی مگر ملفوظ میں مگر تین صورتیں ہیں بدون ملفوظ بہی نیت صحیح ہے تو دیانۃ تصدیق ہوگی خروج اور مساکنت کے فعل میں اور تخصیص جنس میں جیسے حبشی یا عربی عورت نہ صفت میں جیسے کوفی یا بصری عورت کذا فی الفتح ہم یعنی اگر قائل نے کہا کہ اگر میں نکلوں یا زید کو اپنے پاس رکہوں تو غلام آزاد ہے پہر اوسنے خروج سے سفر کی نیت اور مساکنت سے ایک کوٹہری میں رہنے کی نیت کی تو صحیح ہے اسواسطے کہ خروج چند قسم ہوتا ہے سفر کے واسطے اور غیر سفر کے واسطے اور مساکنت بہی کئی طرح

بعضوں نے کہا جب ... پیوں ... کہا ... میں ... دن ... ۱۲

خوب تامل کیجئے تو سر جہکا لیا امام نے پہر فرمایا وہ شخص دو بار حانث ہوا تو محمدؒ نے کہا خوب کہا آپ نے تو امام نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ وولفظ (ثم ثم)
کونسا لفظ میری واسطے درو کا تیرے اوسکا حسنا کہنا یا احسنت کہنا امام سوال محمدؒ کا دو امر کو محتمل تہا کہ ثلث مرات لا اکلمک سے متعلق ہے یا ثلث مرات
اگر لا اکلمک سے متعلق ہی تو یہہ مطلب ہے کہ تجہسے تین بار کلام نکرونگا اول امام یہی سمجہے لہذا فرمایا کہ پہر کیا ہوا یعنی حالف نے کئی بار اوسی قسم کے بعد
کلام کیا اور اگر ثلث مرات کو قال سے متعلق کیجئے تو مطلب یہہ ہو کہ حالف نے تین بار یہہ کہا کہ تجہسے کلام نکرونگا سوال سے محمدؒ کو یہی مقصود تہا لہذا جواب
مین کہا کہ تامل کرکے جواب دیجئے پوچہنے کی کچہہ حاجت نہین پہر امام نے مقصود سوال کا دریافت کیا اور فرمایا کہ لا اکلمک کو تین بار کہنے سے دو بار حانث
ہوگا اسواسطے کہ ایکبار کہنے سے یمین منعقد ہوئی اور دوسری بار کہنے سے ایکبار حنث ثابت ہوا اور تیسری بار بولنے سے دو بار حنث ہوا اور نظر
حسنا کہنا اسواسطے مکروہ معلوم ہوا کہ عدم تامل مجیب پر دلالت کرتا ہے اور احسنت کہنا اسواسطے برا معلوم ہوا کہ علم سائل پر دلالت کرتا ہے یعنی سائل
کو مسئلہ معلوم تہا لیکن امتحان کے واسطے سوال کیا اور چونکہ حالت طفلی مین یہہ گفتگو ہوئی تو اسمین محمد بن حسن کی بے ادبی اور شوخ چشمی ثابت
نہین ہوئی او حلف لا یکلمہ الا باذنہ فاذن لہ ولم یعلم بالاذن فکلمہ حنث لاشتقاق الاذن من الاذان فیشترط العلم
یا قسم کہائی کہ اوس سے کلام نکریگا مگر اوسکے اذن سے سو اوس شخص نے اذن دیا اور حالف کو اوسکا اذن دینا معلوم نہوا پہر اوس سے کلام کیا تو حانث
ہوگا بسبب اشتقاق اذن کے اذان سے اور اذان بمعنی اعلام ہے تو اذن مین علم مشروط ہوا م اشتقاق سے اشتقاق کبیر مراد ہے کذا فی النہر اسواسطے کہ
اشتقاق صغیر مین نہ مجرد مزید سے مشتق نہین ہوتا بلکہ مزید مجرد سے مشتق ہوتا ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا یا اذن توسع فی الاذن سے ماخوذ ہے
بہرصورت تحقق اذن کا بدون سماع کے نہین ہوتا بخلاف لا یکلمہ الا برضاہ فرضی ولم یعلم لان الرضا من اعمال القلب فیتم بہ بخلاف
اس قسم کے کہ نہ کلام کریگا مگر اوسکی رضامندی سے سو وہ راضی ہوگیا اوسکے کلام سے اور حالف کو اوسکی رضا کا علم نہوا پہر اوسنے کلام کیا تو
حانث نہوگا اسواسطے کہ رضامندی دل کا عمل ہے تو اوسکا تحقق فقط دل ہی سے تمام ہوگا علم حالف اسمین مشروط نہین الکلام والتحدیث
لا یکون الا باللسان فلا یحنث باشارۃ وکتابۃ کما فی النتف کلام اور تحدیث ثابت نہین ہوتا بدون زبان کے تو حانث نہوگا اشارہ کرنے
اور لکہنے سے کذا فی النتف یعنی اگر قسم کہائی کہ فلانے سے کلام نکریگا پہر اوسکو خط لکہا یا اوسکی طرف پیام بہیجا یا اوسکی طرف آنکہ یا ہاتہہ سے
اشارہ کیا تو حانث نہوگا کذا فی المتحد و فی الخانیۃ لا اقول لہ کذا وکتب الیہ حنث ففرق بین القول والکلام لکن نقل المصنف بعد
مسئلۃ شم الریحان عن الجامع انہ کالکلام خلافا لابن سماعۃ اور خانیہ مین ہے قسم کہائی کہ اوس سے نکہونگا ایسا پہر اوسکی طرف
لکہہ بہیجا تو حانث ہوگا تو تفریق ہوئی قول اور کلام مین کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام لیکن مصنف نے آگے بعد مسئلہ شم ریحان کے جامع سے
نقل کیا ہے کہ قول مانند کلام کے ہے یعنی کتابت سے قول بہی ثابت نہین ہوتا بخلاف ابن سماعہ کے م تو معلوم ہوا کہ کلام اور قول مین نہین قول مین
جامع کا یہہ قول ہے کہ کلام اور قول کتابت سے ثابت نہین ہوتے اور قاضی خان کے نزدیک تفریق ہے کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام اور
ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین کہا کہ کلام اور قول دونو کتابت سے ثابت ہوتے ہین کذا فی الطحطاوی والاخبار والاقرار والبشارۃ تکون بالکتابۃ
لا بالاشارۃ والایماء اور خبر دینا اور اقرار کرنا اور خوشخبری دینا لکہنے سے ثابت ہوتے ہین نہ اشارہ اور ایما سے م طحطاوی نے کہا کہ مصنف
کو مناسب تہا کہ ایضا کا لفظ بعد کتابت کے زیادہ کرتا تاکہ معلوم ہوتا کہ اخبار اور اقرار اور بشارت کتابت سے بہی ہوتا ہے اور کلام سے بہی ک
والاظہار والانشاء والاعلام یکون بالکتابۃ وبالاشارۃ ایضا اور اظہار اور انشا اور اعلام کتابت سے ہوتا ہے اور اشارہ کرنیسے
بہی م طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح مین افشا بنون ہے اور بحر الرائق مین افشا ہے فلو قال لم انو الاشارۃ دین اور اگر حالف نے کہا کہ مین نے اشارہ
کی نیت نہین کی تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً یعنی اگر عدم اظہار وغیرہ کی قسم کہائی اور اشارہ کردیا اور عدم اشارہ کی نیت ظاہر کی تو فیما
بینہ وبین اللہ اوسکی تصدیق ہوگی نہ قاضی کے نزدیک وفی لا یدعوہ او لا یبشرہ یحنث بالکتابۃ اور اس قسم مین کہ اوسکو نہ بلاویگا یا اوسکو بشارت

نہ دیگا تو کتابت سے حانث ہوگا ان اخبرتنی او اعلمتنی ان فلانا قدم ونحوہ یحنث بالصدق والکذب کہا کہ اگر تو مجکو خبر کریگا یا اعلام کریگا کہ فلانا شخص آیا یا مانند اسکے تو میرا غلام آزاد ہی تو حانث ہوگا صدق اور کذب سے یعنی اعلام اور اخبار فی طلب کا صدق ہو یا کذب بہر صورت غلام آزاد ہوگا ولو قال بقدومہ ونحوہ فعلی الصدق خاصۃ لافادتہا الصاق الخبر بنفس القدوم کما حققناہ فی بحث الباء من الاصول اور اگر یون کہا کہ اگر تو مجکو بقدوم فلانی یا مانند اسکے خبر کریگا تو یہہ اخبار صدق پر مخصوص ہوگا اسواسطے کہ باء جارہ الصاق خبر بنفس قدوم کا فائدہ دیتی ہے چنانچہ اصول کی کتاب مین شتنے اسکو محقق کیا ہے باء جارہ کی بحث مین یعنی باء جارہ الصاق کیواسطے موضوع ہے تو جب وہ قدوم کے لفظ پر آئی تو یہہ مطلب ہوا کہ خبر قدوم سے ملائی جاوے اور یہہ ملانا بدون تحقق قدوم کے نہین ہو سکتا لہذا اخبار بالکذب اسمین مراد نہین ہوتا طحطاوی نے کہا کہ ان اخبرتنی ان فلانا قدم مین باء جارہ مقدر ہے اسواسطے کہ حذف جار کا ان کا ساتھہ مطرد ہے تو چاہیئے کہ وہان بھی اخبار بالکذب سے حانث نہو وکذا ان کتبت بقدوم فلان کما سیجیء فی الباب الاٰتی اور اسیطرح فقط صدق پر حنث مخصوص ہے اس مثال مین کہ اگر تو کتابت بقدوم فلانی کریگا چنانچہ اگلے باب مین آویگا وسأل الرشید محمدا عمن حلف لا یکتب الی فلان فاومأ بالکتابۃ ہل یحنث فقال نعم یا امیر المؤمنین ان کان مثلک اور سوال کیا ہارون رشید نے امام محمد سے کہ جسنے قسم کہائی کہ فلانے شخص کو نہ لکہیگا پہر اوسنے دوسرے سے اشارہ کیا لکہنے کا کیا حانث ہوگا تو امام محمد نے کہا ہان یا امیر المؤمنین حانث ہوگا اگر حالف تمسا شخص ہو ھم اسواسطے کہ بادشاہ خود نہین لکہتا بلکہ غیر کو حکم کرتا ہی کتابت کا اور عادت سلاطین اور امرا کی ہیہی ہے کہ اشارہ اور ایما سے حکم کرتے ہین لا یکلمہ شہرا فمن حین حلفہ قسم کہائی کہ فلانے سے ایک مہینہ نہ کلام کریگا تو ابتدا مہینہ حلف کیوقت سے ہوگی تیس دن تک ولو عرفہ فبالی باقیہ اور اگر حالف نے مہینہ کو معرف ذکر کیا یعنی یون کہا لا اکلمہ الشہر تو اوس مہینہ کی باقی تاریخون پر حنث ہوگی مثلا بیسوین تاریخ قسم کہائی تو باقی چہ روز باقی مین اگر کلام کریگا تو حانث ہوگا بخلاف لا اعتکفن ولا صومن شہرا فان التعیین الیہ بخلاف اس مثال کے کہ ... اعتکاف کرونگا ... روزہ رکہونگا تو حالف کو تعیین کا اختیار ہے ... سے مہینہ بہر اعتکاف کرے اور چاہے باقی تاریخون مین اعتکاف کرے ھم اور یہی حکم ہے سال اور دن کا اور بدایہ مین ہے کہ اگر مثلا پہر دن رہے قسم کہائی کہ ایکدن کلام نکریگا تو قسم ثابت ہوگی باقی دن اور پوری اگلی رات اور دوسرے دن کے پہر دن تک اور یہی حکم ہے رات کا کذا فی النہر والفرق ان ذکر الوقت فیما یتناول الابد لاخراج ما وراءہ وفیما لا یتناولہ للمد الیہ زیلعی اور فرق کلام اور اعتکاف مین یہہ ہے کہ ذکر وقت کا اوس فعل مین جو شامل ہے دوام کو واسطے اخراج ماسوا وقت کے ہوتا ہے اور جس فعل مین شمول دوام کا نہین تو اوسمین ذکر وقت کا واسطے دراز کرنے فعل کے ہے اوس وقت تک کذا فی الزیلعی مثلا اگر عدم کلام کی یمین مین مہینہ مذکور نہوتا تو عدم تکلم تمام عمر کو شامل رہتا تو مہینہ کے ذکر کرنے سے باقی مدت عمر کی نکل گئی اور اعتکاف اور صوم کی یمین مین اگر مہینہ مذکور نہوتا تو تمام عمر کو اعتکاف اور صوم شامل نہوتا تو ذکر کرنا مہینہ کا واسطے تقدیر اعتکاف اور صوم کے ہے حلف لا یتکلم فقرأ القراٰن او سبح فی الصلوۃ لا یحنث اتفاقا قسم کہائی کہ کلام نکریگا پہر اوسنے قرآن پڑہا نماز مین یا سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلی نماز مین کہا تو بالاتفاق حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکو عرف اور شرع مین متکلم نہین کہتے کذا فی المنح وان فعل ذلک خارجہا حنث علی الظاہر کما رجحہ فی البحر ورجح فی الفتح عدمہ مطلقا للعرف وعلیہ الدرر والملتقی بل فی البحر عن التہذیب انہ لا یحنث بقراءۃ الکتب فی عرفنا انتہی وقواہ فی الشرنبلالیۃ فائلا ولا علیک من الترجیح التصحیح لہ مع مخالفۃ العرف ویقاس علیہ القاء درس لکن یعکر علیہ ما فی الفتح واما الشعر فیحنث بہ لانہ کلام منظوم انتہی فغیر المنظوم اولی فتأمل اور اگر قرات قرآن اور تسبیح خارج نماز کی تو حانث ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ اسکو ترجیح دی ہے بحر الرائق مین اور فتح القدیر مین ترجیح دی ہے عدم حنث کو بسبب عرف کے مطلقا خواہ قرات اور تسبیح نماز مین ہو خواہ خارج نماز خواہ یمین عربی مین ہو خواہ فارسی مین اور عدم حنث پر درر اور ملتقی الابحر کا قول ہے بلکہ خود بحر الرائق مین تہذیب قلانسی سے منقول ہے کہ حانث نہین ہوتا کتابون کے پڑہنے سے ہمارے عرف مین انتہی کلامہ اور قوی کیا ہے فتح القدیر کے قول کو

تو نہ بالیہ ہین اسطرح کہنکو کہ تجہپر اکثر تصحیح حنث کا تردد کرنا لازم نہیں با وجود مخالفت عرف کے اور مذہب کے قول پر قیاس کیا گیا ہے ہر درس کا القا یعنی شاگرد
کا پڑہانا بہی کلام مین داخل نہیں نہ پڑہنے کے تابع عرف کے یہہ قیاس ہے صاحب کا لیکن قیاس مذکور پر وارد ہوتا ہے جو فتح القدیر مین ہے یعنی شعر پڑہنے
سے تو حانث ہوگا اسواسطے کہ شعر کلام منظوم ہے انتہی کلام الفتح تو غیر منظوم سے بطریق اولی حانث ہوگا سو تامل کر ہم تامل کی وجہ یہہ ہے کہ جب بعلت کلام
منظوم ہونیکے شعر خوانی سے حانث ہوا تو کلام غیر منظوم سے چنانچہ درس ہے بطریق اولے حانث ہوگا تو معلوم ہوا کہ قیاس درس کا قرات کتب پر غیر مسلم
ہے کذا فی الطحطاوی حلف لا یقرأ القرآن الیوم یحنث بالقرأۃ فی الصلوۃ وخارجہا قسم کہائی کہ آجکے دن قرآن نہ پڑہیگا تو حانث ہوگا
قرآن پڑہنے سے نماز مین یا غیر نماز مین ولو قرأ البسملۃ فان نوی ما فی النمل حنث والا لا لانہم لا یریدون بہ القرآن اور اگر بسم اللہ
الرحمن الرحیم کو پڑہا تو اگر اس قرات سے سورہ نمل کی آیت کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر یہہ نیت نکی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ بسم اللہ کہنے سے لوگ
قرات قرآن کا ارادہ نہیں کرتے ہین بلکہ بطور تبرک پڑہتے ہین ولو حلف لا یقرأ سورۃ کذا او کتاب فلان لا یحنث بالنظر فیہ وفہمہ بہ
یفتی واقعات اور اگر قسم کہائی کہ فلانی سورت یا فلانے کا خط نہ پڑہیگا تو اوسمین نظر کرنے اور اوسکا مطلب سمجہنے سے حانث نہوگا یہی قول مفتی بہ
ہے کذا فی الواقعات اسواسطے کہ نظر اور فہم قرات نہیں حلفہ لا یکلم فلانا الیوم فعلی الجدیدین لقرانہ الیوم بفعل لا یمتد فعمہ قسم کہائی
کہ کلام نکریگا فلانے شخص سے آجکے دن تو یہہ حلف رات اور دن دونوں پر شامل ہوگا بسبب متصل کرنے حالف کے یوم کو اوس فعل سے جسکو امتداد نہیں
تو لیل اور نہار دونو کو شامل ہوگا ہم کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکا کہ جب یوم مقارن ہوگا فعل غیر ممتد سے تو مطلق وقت مراد ہوگا اور چونکہ کلام
فعل غیر ممتد ہے لہذا لیل و نہار دونو کو شامل ہوگا لیل اور نہار کو جدیدین بواسطہ اونکی تجدد کے کہا طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی یہہ مثال صحیح نہیں
اسواسطے کہ لا یکلم فلانا الیوم کا یہہ حکم ہے کہ یمین باقی دن تک ہے رات کو شامل نہیں اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ اگر حالف نے مثلا پہر دن چڑہے
کہا لا اکلمک الیوم تو یمین باقی دن تک رہیگی جب آفتاب غروب ہوگا تو یمین ساقط ہو جاویگی اور جو مثال اسکی کنز وغیرہ متون مین ہے سو یون ہے
یوم اکلم فلانا فعلی الجدیدین فان نوی النہار صدق لانہ الحقیقۃ سو اگر حالف نے یوم سے نہار کی نیت کی یعنی یوم سے فقط نہار مراد لیگا تو
اوسکی تصدیق ہوگی دیانۃ بہی اور قضاء بہی اسواسطے کہ نہار حقیقت ہے یوم کی تو درصورتیکہ حقیقت مجاز مراد نہوگا تو اس صورت مین یوم لیل
اور نہار کو نہ شامل ہوگا ولو قال لیلۃ اکلم فلانا فہو مکلم علی اللیل خاصۃ لعدم استعمالہ مفردا فی مطلق الوقت اور اگر یون کہا کہ جس
رات کہ مین کلام کرون فلانے سے تو ایسا ہو تو یہہ یمین رات پر مخصوص ہوگی بسبب مستعمل ہونے لیل کے بلفظ مفرد مطلق وقت مین ہم یہہ شارح نے دفع دخل
کیا کہ بعض اشعار عرب مین لیالی بمعنی مطلق وقت کے مستعمل ہے خلاصہ جواب یہہ ہے کہ بلفظ جمع لیل البتہ مطلق وقت مین مستعمل ہے نہ بلفظ مفرد قال ان
کلمتہ ای عمرا الا ان یقدم زید او حتی او الا ان یاذن او حتی یاذن فاذا کلمہ قبل قدومہ او قبل اذنہ حنث ولو
بعدہما لا یحنث لجعلہ القدوم والاذن غایۃ لعدم الکلام کہا اگر مین عمرو سے کلام کرون مگر یہہ کہ زید آوے یا یہانتک کہ زید آوے یا یونکہا کہ اگر مین اوس
سے کلام کرون تا اینکہ زید اذن دیوے یا یون بولا کہ اگر مین اوس سے کلام کرون تا اجازت دیوے زید کے تو ایسا ہو پہر اوس سے بات کی قبل قدوم
زید کے یا قبل اذن دینے زید کے تو حانث ہوگا اور اگر بعد قدوم اور اذن زید کے عمرو سے بولا تو حانث نہوگا بسبب قرار دینے حالف کے قدوم اور اذن
کو غایت عدم کلام کی ہم یمین باقی رہتی ہے قبل غایت کے اور منتہی ہوتی ہے بعد غایت کے تو بعد انتہا یمین حانث نہوگا سو حتی کا غایت کیواسطے موضوع
ہونا تو صریح ہے مگر الا بمعنی غایت باعتبار مجاز کے ہے اسواسطے کہ اصل الا مین استثنا ہے لیکن شرط اور غایت کیواسطے مجازا استعمل ہوتا ہے جبکہ استثنا
متعذر ہو ہم اسواسطے کہ استثنا اور شرط اور غایت مین یہہ مناسبت ہے کہ ہر ایک کا قبل کا حکم مخالف ہوتا ہے مابعد کے کذا فی المنح وان مات زید قبلہما
سقط الحلف اور اگر زید مرگیا قبل قدوم اور اذن کے تو یمین ساقط ہوگئی اسواسطے کہ بر یمین کا محل ہونا باقی نرہا قیدبہا خیر الرملی لانہ لو قال
امرأتہ طالق الا ان یقدم زید لم تکن للغایۃ بل للشرط لان الطلاق مما لا یحتمل التأقیت فلا تطلق بقدومہ بل بموتہ مصنف نے مثال کیس

کو مقید بنا غیر جزا کیا اسواسطے کہ اگر مثال مذکور میں جزا کو مقدم کریں سو یوں کہے کہ اوسکی عورت مطلقہ ہے اگر یہہ کہ زید آوے تو اس صورت میں لا واسطے
غایت کے نہیں بلکہ شرط کے واسطے ہے اسواسطے کہ طلاق ایسی چیز نہیں جو تعیین وقت کی محتمل ہو تو عورت مطلقہ نہو گی زید کے قدوم سے بلکہ زید کی موت سے
ہو لا بمعنی غایت وہان ہوتا ہی جو توقیت کا محتمل ہو اور طلاق اوسکا محتمل نہیں لہذا یہان بمعنی شرط ہے تو گویا اوسنے یون کہا کہ ان لم یقدم زید
فانت طالق یعنی اگر زید نہ آویگا تو تو طالق ہے تو اب طلاق قدوم زید سے نہ واقع ہو گی بلکہ اوسکی موت سے ہو گی اسواسطے کہ قبل موت زید کے عدم قدوم
کا تحقق نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ یمین مطلق ہے کما لو قال لغیرہ واللہ لا اکلمک حتی یاذن لی فلان او قال لغریمہ واللہ لا افارقک حتی
تقضینی حقی او حلف لیوفینہ الیوم فمات فلان قبل الاذن او بری من الدین فالیمین ساقطۃ والاصل ان الحالف اذا
جعل لیمینہ غایۃ وفاتت الغایۃ بطل الیمین بہا خلافا للثانی چنانچہ حالف نے غیر سے کہا کہ واللہ میں تجھسے نہ بولونگا یہانتک کہ مثلاً
زید مجھکو اذن دیوے یا حالف نے اپنے قرضدار سے کہا کہ واللہ میں تجھکو نہ چھوڑونگا یہانتک کہ تو میرا حق ادا کرے یا قرضدار نے قسم کہائی کہ البتہ اوسکا
قرض آج ادا کریگا پہر زید مرگیا قبل اذن دینے کے یا بری الذمہ ہو گیا قرضدار قرض معاف ہوجانے سے تو قسم ساقط ہوجاویگی اور اصل سقوط کی یہ
ہے کہ قسم کہانیوالے نے جب اپنی قسم کی ایک غایت مقرر کی اور وہ غایت فوت ہوگئی تو اوسکے فوت ہونے سے قسم باطل ہوجاویگی امام اعظم اور
محمد کے نزدیک بسبب عدم امکان بر کے بخلاف ابی یوسف کے کلمۃ مازال ومادام وماکان غایۃ ینتہی الیمین بہا فلو حلف لا یفعل کذا مادام
ببخاری فخرج منہا ثم رجع ففعل لا یحنث لانتہاء الیمین کلمہ مازال اور مادام اور ماکان کا غایت کیواسطے ہی تو یمین اوسیکے ساتھہ آخر ہوجاویگی
تو اگر قسم کہائی کہ ایسا نکریگا مادامیکہ بخارا میں رہیگا پہر قسم کے بعد بخارا سے نکلا پہر وہین پلٹ گیا پہر وہ فعل کیا جسکے نکرنیکی قسم کہائی تہی
تو حانث نہوگا بسبب منتہی ہونے یمین کے خروج سے وکذا لا یاکل ہذا الطعام مادام فی ملک فلان فباع فلان بعضہ لا یحنث باکل باقیہ
لانتہاء الیمین ببیع البعض اور اسیطرح قسم کہائی کہ اس طعام کو نکہاویگا جبتک کہ فلانیکی ملک مین رہیگا سو فلانے نے اوس طعام مین سے کچہہ بیچا تو باقی
طعام کے کہانیسے حانث نہوگا بسبب منتہی ہونے قسم کے بعض کی بیع سے وکذا لا افارقک حتی تعطینی حقی الیوم او حتی اقدمک الی السلطان
الیوم لا یحنث بمضی الیوم بل بمفارقتہ بعدہ ولو قدم الیوم لا یحنث ولو فارقہ بعدہ بحر اور اسیطرح قسم کہائی کہ تجھکو نچھوڑونگا یہانتک
کہ تو میرا حق دے آجکے دن یا یون کہا کہ تجھکو نچھوڑونگا یہانتک کہ تجکو حاکم کے پاس لیچلون آجکے دن تو حانث نہوگا دن کے گذرنے سے بلکہ بعد
مدت کے قرضدار کے چھوڑ دینے سے حانث ہوگا اور اگر حالف نے یوم کو مقدم کیا یعنی یون کہا کہ لا افارقک الیوم حتی تعطینی حقی پہر وہ دن گذرگیا
اور اوسنے اوسکو نہ چھوڑا اور قرضدار نے قرض نہ ادا کیا تو حانث نہوگا اگرچہ حالف نے اوسکو بعد گذرنے دن کے چھوڑ دیا ہو کذا فی البحر اسواسطے
کہ حالف نے فراق کیواسطے اوسیدن کو وقت ٹہرایا تہا کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا لو حلف ان یجرہ الی باب القاضی ویحلفہ فاعترف الخصم
او ظہر شہود سقط الیمین لتقییدہ من جہۃ المعنی بحال النکرۃ کما سیجئ فی باب الیمین فی الضرب اور اسیطرح اگر قسم کہائی کہ مدعا علیہ
کو قاضی کے دروازہ کہینچ لیجاویگا اور قسم دلاویگا پہر اقرار کیا اوس نے مال کا یا مدعی کے شاہد ظاہر ہوگئے تو یمین ساقط ہوجاویگی بسبب مقید ہونے یمین کے باعتبار
معنی کے اوس حال سے جب کہ وہ منکر تہا چنانچہ اسکا ذکر آویگا یمین فی الضرب کے باب مین وفی حلفہ لا یکلم عبدہ ای عبد فلان او عرسہ او صدیقہ
او لا یدخل دارہ او لا یلبس ثوبہ او لا یاکل طعامہ او لا یرکب دابتہ ان زال ما اضافتہ ببیع او طلاق او عداوۃ وکلمہ لم یحنث
فی العبد ونحوہ مما یملک کالدار اشار الیہ بہذا او لا علی المذہب لان العبد ساقط الاعتبار عند الاحرار فکان کالثوب والدار
اور اس قسم مین کہ فلانے کے مثلا زید کے غلام سے کلام نکریگا یا اوسکی زوجہ یا اوسکے دوست سے یا اوسکے گہر مین نہ داخل ہوگا یا اوسکا کپڑا نہ پہنیگا یا اوسکا کہانا
نہ کہاویگا یا اوسکی جانور پر سوار نہوگا اگر زید کی نسبت زائل ہوگئی بیع کرنے سے غلام اور دار اور ثوب اور طعام اور جانور مین یا طلاق دینے سے زوجہ
مین یا دشمنی ہونے سے دوست مین اور کلام کیا اوس سے تو حانث نہوگا غلام مین اور اوسکے مانند مین جو قابل ملک ہو چنانچہ گہر خواہ قسم کیوقت اوسکی طرف

اشارہ کیا ہو یا کیا ہو بنا بر قول مذہب کے یعنی خواہ یون کہا کہ واللہ مین زید کے اس غلام سے نہ بولونگا یا یون کہا کہ زید کے غلام سے نہ بولونگا بہر صورت
اوسکے بولنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ غلام ساقط الاعتبار رہتا ہے احرار کے نزدیک تو وہ مانند ثوب اور دار کے ہو گیا ہم غلام اس لائق نہین ہوتا
کہ شخص حر اوسکے عدم کلام کی قسم کھا وے تو یہ قسم نہوگی مگر اوسکے مالک کے سبب سے پھر جب اوسکا دوسرا مالک ہو گیا یمین سے تو عدم تکلم کا عذر جاتا رہا
لہذا حانث نہوگا اور یہی حکم ہے ترک دار اور ثوب اور طعام کا وفی غیرہ ای فی تکلم غیر العبد من العرس والصدیق لان الدار لا تھا لا تکلم
فتکون الدار مسکوتا عنہا للعلم بانہا کالعبد بالطریق الاولی فتنبہ اور اوسکے غیر مین یعنی غیر عبد کے کلام کرنے مین مراد غیر عبد سے زوجہ
اور دوست ہے نہ دار اسواسطے کہ دار لائق کلام کرنیکے نہین تو دار کا حکم مسکوت ہوا اسواسطے کہ دار کا مانند عبد کے ہونا بالطریق اولی معلوم ہے سو خبردار
ہو جا ہم ماتن نے مثال مین اول عبد اور زوجہ اور دوست اور دار کو جمع کیا پھر تفصیل مین اول عبد کا حکم بیان کیا پھر عبد کا حکم ذکر کیا حالانکہ غیر عبد
مین دار بھی داخل ہے لیکن حکم دار کا اس مین داخل نہین لہذا شارح نے کلام ماتن کی توجیہ کی یعنی غیر عبد سے فقط زوجہ اور دوست مراد ہے اس دلیل سے کہ دار
لائق کلام نہین تو اوسکا حکم مذکور نہین اگر کوئی کہے کہ جب دار کا حکم مذکور نہین کیا تو اوسکو ذکر کرنے سے کیا فائدہ شارح نے جواب دیا کہ دار کا حکم مانند حکم عبد کے
بالطریق اولی معلوم ہے تو اوسکے حکم کو علیحدہ ذکر کرنیکی کچھ حاجت نتھی وجہ اولویت کی یہ ہے کہ زوال اضافت سے کلام عبد سے حنث نہوا حالانکہ عبد مین
عقل ہے کہ ہجرت ذاتی اوسمین ممکن ہے تو دخول دار سے بعد زوال اضافت کے بالطریق اولی حنث نہوگا اسواسطے کہ دار مین تعقل نہین کہ اوسکی جہول
سے ہجرت ذاتی متصور ہو پھر شارح نے بعد اس توجیہ کے آخر کو ذکر دیا کہ یہ ماتن کی غیر ما ستبہ ان اشار بہذا او جدد حنث لان الحکم
لذاتہ والا بتنہ ولم یعین لا یحنث وحنث بالمتجدد بان اشتری عبدا او تزوج بعد الیمین اور غیر عبد مین یعنی زید کی زوجہ اور دوست
کے کلام سے اگر اشارہ کیا بلفظ ہذا یا اوسکو معین کر دیا نام لیکر تو حانث ہوگا بعد زوال اضافت کے اسواسطے کہ حر بالذات بھی چھوڑا جاتا ہے اور اگر
اشارہ نہین کیا اور نام اوسکا لیا یعنی یون کہا کہ زید کی زوجہ یا دوست سے کلام نکریگا تو بعد زوال اضافت کے حانث نہوگا اور حانث ہوگا عبد جدید اور
زوجہ جدیدہ کے کلام سے تجدد کی صورت یہ ہے کہ زید نے غلام مول لیا یا نکاح کیا بعد یمین کے لا یکلم صاحب ہذا الطیلسان مثلا فکلمہ بعد بیعہ حنث
لان الاضافۃ للتعریف والدا لو کلم المشتری لم یحنث قسم کھائی کہ میں اس طیلسان والے سے کلام نکرونگا پھر اوس سے کلام کیا طیلسان بیچنے کے بعد
تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ اضافت اور نسبت شناخت کیواسطے ہے کچھ قید نہین اوسی واسطے اگر طیلسان مول لینے والے سے کلام کریگا تو حانث نہوگا ہم
طیلسان معرب ہے تیلسان کا وہ اہل عجم کا لباس ہے سیاہ اور مدور اوسکا تانا بانا صوف کا ہوتا ہے کذا فی المنح الزمان والحین ومنکرھما ستۃ
اشہر من حین حلفہ لانہ الوسط لفظ زمان اور حین کا معرف باللام ہو خواہ نکرہ بلا لام مراد اوس سے چھ مہینے ہین ابتدا حلف سے اسواسطے کہ چھ
مہینے متوسط استعمال ہے زمان اور حین کا ہم حین گاہی زمان قلیل مین مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی (فسبحان اللہ حین تمسون) مراد یہان
ساعت مسا ہے اور گاہی حین چالیس برس کے واسطے مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی (ھل اتی علی الانسان حین من الدھر) انسان سے مراد
آدم علیہ السلام ہین اور حین سے چالیس سال مراد ہین اور گاہی حین چھ مہینہ مین مستعمل ہوتا ہے کما قال تعالی (توتی اکلھا کل حین) ابن عباس نے کہا
کہ حین سے یہان چھ مہینے مراد ہین اور چونکہ چھ مہینے متوسط زمانہ ہے استعمال حین کا لہذا عدم تکلم زمانی اور حینی کے حلف مین اسیقدر مراد ہوگا اسلئے
کہ ساعت بھر عدم تکلم قسم کھانے پر موقوف نہین بلا قسم بھی متصور ہے اور چالیس برس کی مدت دراز ہے بیشتر اتنا عدم تکلم مقصود نہین لہذا متوسط
رتبہ متعین ہو گیا اور لفظ زمان کا استعمال مین حین کی برابر ہے بیانیک منذ حین ومنذ زمان ایک ہی معنی مین مستعمل ہے کذا فی المنح والطحطاوی لعا ای
بالنیۃ ما نوی فیہما علی الصحیح بدائع اور نیت کے ساتھ جو نیت حین اور زمان مین کریگا وہی مراد ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البدائع
یعنی چھ مہینہ کی تقدیر حین اور زمان مین اوسوقت ہے جب حالف نے قلیل یا کثیر مدت کی نیت نکی ہو اور در صورت نیت اوسکی نیت ہی کی تقدیر مراد ہوگی ق
غرۃ الشہر و رأس الشہر اول لیلۃ منہ و یومہا اور غرہ شہر اور راس شہر سے مہینہ کی پہلی رات اور اوسیکا دن مراد ہے والدہ الی

مادون النصف والآخر اذا مضى خمسة عشر يوما فلو حلف ان يصوم اول يوم من آخر الشهر وآخر يوم من اول الشهر صام الخامس عشر والسادس عشر۔ اول شہر نصف مہینہ سے کم تک ہے اور آخر شہر اسوقت سے ہے جب پندرہ روز گذر جاوین تو اگر قسم کھائی کہ آخر شہر کے اول روز مین اور اول شہر کے آخر دن روزہ رکھیگا تو پندرہوین اور سولھوین تاریخ روزہ رکھے اسواسطے کہ سولھوین آخر شہر کا پہلا روز ہے اور پندرہوین اول شہر کا پچھلا دن ہے فقہا نے کہا کہ ماتن کو مناسب تہا یون کہنا کہ اول شہر نصف شہر تک ہے جیسا کہ قہستانی نے کہا ہے اسواسطے کہ پندرہوین تاریخ کو فقہا نے اول شہر کا آخر دن کہا ہے والصيف من حين القاء الحشو الى لبسه ضد الشتاء بدائع اور گرمی کا موسم اسوقت سے ہے جب روئی بہرا کپڑا اوتار ڈالا جاوے یہانتک کہ پہر اسکو پہننے کی نوبت آوے اور سردی کا موسم اسکی بالعکس ہے کذا فی البدائع ؎ فتاوی عالمگیری مین واقعات سے منقول ہے کہ صیف اور شتا کی معرفت مین علما کا کلام مختلف ہے اور قول مختار یہ ہے کہ اگر قسم کھانیوالا اوس شہر مین رہتا ہو جہان کے لوگون مین گرمی اور سردی کا حساب مقرر ہو جس سے وہ صیف اور شتا کو پہچانتے ہون تو اوسکی قسم مین وہی حساب مقرری مراد ہوگا اور اگر وہان حساب معلوم نہو تو شتا وہ ہے جسمین روئی دار یا پوستین وغیرہ کی حاجت ہو اور گرمی اسکے بالعکس ہے اور ربیع کا موسم آخر شتا سے ہے اول صیف تک اور خریف آخر صیف سے ہے اول شتا تک و ان حلف لا يكلمه الدهر و لا بد هو العمر اى مدة حيوة الحالف عند عدم النية اور اس قسم مین کہ کلام نکریگا اوس سے دہر اور ابد مین تو دہر اور ابد سے عمر مراد ہو یعنی حالف کی زندگی کی مدت عدم نیت کے وقت یعنی درصورتیکہ اوسکی نیت ہی معتبر ہوگی قلیل زمانہ ہو یا کثیر اور دہر سے مدت حیات مراد ہوا اوسوقت ہے جبکہ لفظ دہر کا معرف باللام ہو و دهر منكر لم يدر و قالا هو كالحين و غير خاف انه اذا لم يرد عن الامام شئ في مسئلة وجب الافتاء بقولهما اھ اور دہر منکر کو امام اعظم نے نہ جانا کہ اوسکی حد کیا ہے اور صاحبین نے کہا کہ وہ مانند حین کے ہے یعنی چھ مہینہ پر محمول ہے اور یہ امر پوشیدہ نہین کہ جب امام سے کچھ روایت وارد نہین کسی مسئلہ مین تو اوسمین فتوی دینا صاحبین کے قول پر واجب ہے کذا فی النہر الفائق ؎ امام اعظم نے دہر منکر مین یعنی جس پر الف لام تعریف کا نہو فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ دہر کیا ہے اسواسطے کہ استعمال دہر کا انحصار ثلثہ پر یعنی مدید اور قصیر اور وسیط پر ثابت نہین ہوا مانند لفظ حین کے تو نہ معلوم ہوا امام کو کیا اوسکی تقدیر کیجیے اور اقل زمان اگرچہ متیقن تہا لیکن اوسکی عدم تکلم پر حلف کرنا مستبعد ہے اسواسطے کہ لحظہ دو لحظہ کا عدم تکلم بلا یمین بہی متصور ہے لہذا اوسمین توقف کرنا لازم ہوا اور یہ توقف صریح دلیل ہے امام کی فقاہت اور تدین پر کہ بلا حجت شرعی اپنی عقل کو دین مین دخل نہ دیا اور اوسمین اپنی عدم علمی کا صاف اقرار کردیا کذا فی فتح القدیر طحطاوی کے حاشیہ مین ہے کہ شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب مذہب مین اصلا نص نہو نہ امام سے نہ صاحبین سے تو امام مالک کے قول پر عمل کرنا چاہیے چنانچہ حموی نے حاشیہ اشباہ مین مصرح کہا ہے اور امام مالک کے مذہب کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ مین امام مالک سے تصریح نہو تو امام شافعی کیطرف رجوع کرے تو جب حنفی مذہب اپنے مذہب مین اور امام مالک کے مذہب مین نص نپاوے تو امام شافعی کے مذہب کیطرف رجوع کرے رضی اللہ عنہم اجمعین و فی السراج توقف الامام في اربعة عشر مسئلة و نقل لا ادرى عن الائمة الاربعة بل عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم و عن جبرئیل علیہ السلام ایضا اور سراج مین ہے کہ توقف کیا ہے امام اعظم نے چودہ مسئلون مین اور لفظ لا ادری کا یعنی مین نہین جانتا چارون اماموں سے منقول ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل علیہ السلام سے بہی لا ادری منقول ہے ؎ کرمانی مین مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بہترین مکانات کون ہے فرمایا کہ مین نہین جانتا جبریل سے دریافت کرونگا جبریل نے فرمایا کہ مین نہین جانتا ہون اپنے رب سے دریافت کرونگا پہر حق جل شانہ نے فرمایا کہ خیر البقاع مساجد ہین اور مساجد کے بہتر لوگ وہ ہین جو اول مسجد مین داخل ہوتے ہین اور آخر کو نکلتے ہین اور مساجد کے آنیوالون مین برے لوگ وہ ہین جو مسجد مین سب سے پیچھے آتے ہین اور جلد نکل جاتے ہین اور حقائق مین مذکور ہے کہ اسمین تنبیہ ہے عالم اور مفتی کیواسطے کہ جو امر معلوم نہو اوسمین توقف کرے اور اپنی لا علمی ظاہر کرنیسے ننگ و عار نکرے اسواسطے کہ درصورت عدم علم جرات کرکے مسئلہ بتانا افترا علی اللہ ہے تحریم حلال یا تحلیل حرام سے اور منجملہ چودہ مسائل مذکورہ کے تو مسئلے ابن ابی شریف نے نظم مین یون بیان کیے ہین نظم

حل الامام ابا حنيفة دينه ٭ ان قال لا ادرى لتسعة اسئله ٭ اطفال اهل الشرك اين محلهم ٭ وهل الملائكة الكرام مفضله ٭ ام انبياء الله ثم اللحم من ٭ جلالة انى يطيب الاكل له ٭ والدهر مع وقت الختان وكلبهم ٭ وصف المعلم اى وقت حصله

والحکم فی الخنثی اذا بال من فرجیہ معًا شدید الحمار استشکلہ ۞ واجاز نقش الجدار المسجد من وقفہ ام لم یجز ان یفعلہ کذا فی الظہیریۃ ولا ایام وایام
کثیرۃ والشھور والسنون والجمع والازمنۃ والاحایین والدھور عشرۃ من کل صنف لانہ اکثر ما یذکر بلفظ الجمع اور ایام اور
ایام کثیرہ اور شہور اور سنون اور جمع اور ازمنہ اور احایین اور دہور کے الفاظ میں بشرطیکہ معرف باللام ہوں یہ مراد ہے کہ دس ہیں اسواسطے کہ لفظ عشرہ
اون الفاظ میں اکثر ہے جو بلفظ جمع مذکور ہوتے ہیں م یعنی ایام کے لفظ میں دس روز مراد ہونگے اور شہور میں دس مہینہ اور سنون میں دس برس
اور جمع میں دس جمعہ اور ازمنہ میں دس زمانہ اور احایین میں دس حین اور دہور میں دس دہر مراد ہونگے امام کے نزدیک اسواسطے کہ جمع معرف باللام
اقصی استعمال لفظ جمع کیطرف منصرف ہے سو وہ عشرہ ہے اسواسطے کہ لغت عرب میں بولتے ہیں ثلثۃ رجال و اربعۃ رجال الی عشرۃ رجال پہر جب تجاوز ہوتا ہے
عشرہ سے تو جمع کا صیغہ مستعمل نہیں ہوتا بلکہ مفرد بولا جاتا ہے چنانچہ احد عشر رجلا کذا فی المنح اور شرح میں جو لفظ جمع بعد سنون کے ہے سو جمعہ کے معنی
جمع ہے تو اگر قسم کہائی کہ لا اکلمہ الجمع تو یمین دس دن جمعہ پر منعقد ہوگی تو اگر یوم الجمعہ کے سوا اور ایام میں بولیگا تو حانث نہوگا اور یہہ مراد نہیں کہ دس
اسبوع پر یمین منعقد ہے ہاں اگر لفظ جمع سے حالف اسبوع کا قصد کریگا تو دس اسبوع تک ترک کلام لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ففی لا یکلمہ الازمنۃ
خمس سنین تو اس قسم میں کہ لا یکلمہ الازمنۃ پانچ برس مراد ہونگے اسواسطے کہ سابق میں مذکور ہو چکا کہ لفظ زمان اور حین چہ مہینہ کیطرف منصرف
ہے تو جب چہ مہینہ کو دس بار لیا تو ساٹھ مہینہ ہوئے جسکے پانچ برس ہوتے ہیں م ومنکرھا ثلثۃ لانہ اقل الجمع مالم توصف بالکثرۃ کما مر اور الفاظ
مذکورہ جب کہ نکرہ ہوں بدون الف لام کے تو ہر نوع سے تین مراد ہونگے اسواسطے کہ تین اقل جمع ہے جب تک نکرہ موصوف بالکثرۃ نہو چنانچہ مذکور ہو چکا
م تن کے قول میں لفظ ایام کثیرہ نکرہ موصوف بالکثرۃ ہے تو اسمیں جمع منکر تین پر محمول نہیں بلکہ دس پر محمول ہے اور اسیطرح سنون کثیرہ اور شہور کثیرہ
تین پر محمول نہونگے حلف لا یکلم عبید فلان او لا یرکب دوابہ او لا یلبس ثیابہ ففعل بثلثۃ منہا حنث وان کان لہ
لفلان اکثر من ثلثۃ من کل صنف قسم کہائی کہ فلانے کے غلاموں سے کلام نکریگا یا اوسکی چارپایوں پر سوار نہوگا
یا اوسکے کپڑے نہ پہنیگا پہر اونہیں سے تین کو عمل میں لایا یعنی اوسکے تین غلاموں سے بات کی یا اوسکے تین جانوروں پر سوار ہوا یا اوسکے تین کپڑے پہنے
تو حانث ہوگا اگرچہ فلانے شخص کی ملک میں ہر نوع تین تین سے زیادہ ہوں م حانث اسواسطے ہوگا کہ اقل جمع تین ہیں اور شارح نے جیسا کا لفظ
اسواسطے زیادہ کیا تا معلوم ہو جاوے کہ بیان منکر اور مضاف میں کچھ فرق نہیں والا بان کلم اقل من ثلثۃ لا یحنث وتصح نیۃ الکل اور اگر
ویسا نکیا اسطرح کہ دو یا ایک غلام سے کلام کیا تو حانث نہوگا اور صحیح ہے نیت کل کی یعنی غلاموں کی یا تمام جانوروں کی یا سب کپڑوں کی نیت
کریگا تو دیانۃ اور قضاء صحیح ہے ولو کانت یمینہ علی زوجاتہ او اصدقائہ او اخوانہ لا یحنث مالم یکلم الکل مما سمی لان المنع لمعنی
فی ھؤلاء فتعلقت الیمین باعیانھم اور اگر یمین حالف کی فلانیکی زوجات یا اوسکے دوستوں یا اوسکے بہائیوں پر ہو تو حانث نہوگا جب تک کل سے کلام
نکریگا جسقدر کہ اوسنے نام لیا یمین میں اسواسطے کہ روکنا کلام کا ان لوگوں میں کسی معنی کے سبب سے ہے تو یمین متعلق اونہیں کی ذاتوں سے ہوگی
م بخلاف عبید اور دواب اور ثیاب کے کہ وہاں یمین متعلق ہے اون ذاتوں سے جو فلانیکی طرف منسوب ہیں اور چونکہ نسبت بلفظ جمع ہے اور اقل جمع تین
ہے لہذا تین کے عمل میں لانے سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر خلاصہ یہہ ہے کہ غلام اور دواب فلانیکے لائق نفرت کی نہیں لہذا وہاں نسبت ملحوظ ہے اور زوجات
فلانی وغیرہ بسبب تعقل اور حرمت کے لائق نفرت ہیں لہذا وہاں نسبت کا اعتبار نہیں گویا یوں کہا لا اکلم ھؤلاء ولو لم یکن لہ الا اخ واحد فان کان یعلمہ
حنث والا لا کما فی الواقعات والحق فی النھر الاصدقاء والزوجات قلت وھی من المسائل الاربع التی یکون فیھا الجمع للواحد کما
فی الاشباہ اور اگر قسم کہائی کہ فلانے کے بہائیوں سے کلام نکریگا تو اگر اوسکا سوا ایک کے دوسرا بہائی نہو اور اگر حالف اوسکو جانتا ہوگا تو حانث ہوگا اسلئے
کہ اوسنے جان کر واحد کو بصیغہ جمع تعبیر کیا اور اگر ایک بہائی کا ہونا نجانتا ہوگا تو حانث نہوگا کذا فی الواقعات اسواسطے کہ اوسنے جمع سے واحد کا ارادہ نہیں کیا
اور نہر الفائق میں زوجات اور اصدقا کو بہائیوں کے ساتھ ملحق کیا ہے تفصیل مذکور میں شارح کہتا ہے یہہ مسئلہ اون چار مسائل سے ہے جنہیں صیغہ جمع کا واحد کیواسطے

مستعمل ہوتا ہو کذا فی الاشباہ جسم احتساب کی کتاب الیمین مین ایک مسئلہ نہانیون کا ہی جو مذکور ہو چکا اور دوسرا مسئلہ وقف اولاد کا ہو یعنی ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ اوسکا ایک ہی ولد ہو اور تیسرا مسئلہ یہہ ہو کہ اپنے اقارب پر وقف کیا جو فلانے شہر مین رہتے ہین اور وہان اوسین کوئی باقی نرہا سوا ایک شخص کے اور چوتہا مسئلہ یہہ ہو کہ قسم کہائی کہ اس اناج کی تین روٹیان نکہاونگا اور اس اناج مین ایک ہی روٹی ہوئی تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی

و اسما الاطعمۃ والثیاب والنساء فیقع علی الواحد اجماعا لانصراف المعرف للعہد ان امکن والا فالجنس لو نوی الکل صح اور لفظ اطعمہ اور ثیاب اور نسا کا ذکر بصورت معرف باللام ہو تو ایک پر واقع ہوتا ہی اسلیے کہ منصرف بسوے معہود ہو باللام کے واسطے خصوص معہود کے اگر ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو جنس کیطرف منصرف ہوگا اور اگر کل اطعمہ وغیرہ کی نیت کرے تو یہ نیت صحیح ہے یعنی اگر قسم کہائی کہ لا یاکل الاطعمۃ تو جنس طعام کی حالف کے شہر مین عادت ہوگی اگر اوسکو کہاوے کا کہانا ہوگا کہانیسے حانث ہوگا اور اگر طعام معہود کی عادت نہو تو جنس طعام مراد ہوگی اور تحقق جنس کا ایک فرد مین بہی ہوتا ہی اور اگر اطعمہ وغیرہ کو بدون الف لام کے بولا یعنی یون کہا کہ لا آکل اطعمۃ تو بدون تین طعام کے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی الطلاق والعتاق

یہ باب ہی طلاق اور عتاق کی یمین مین الاصل فیہ ان الولد المیت ولد فی حق غیرہ لا فی حق نفسہ وان الاول اسم لفرد سابق والاخیر لفرد لاحق والوسط لفرد بین العدد بین المتساویین اس باب کے بعض مسائل مین قاعدہ یہہ ہی کہ میت لڑکا اپنے غیر کے حق مین ولد ہوا اور اپنی ذات کے حق مین ولد نہین اور البتہ اول فرد سابق کا نام ہی اور اخیر فرد لاحق کا نام ہی اور وسط اوس فرد کا نام ہی جو برابر دو عدد کے درمیان مین واقع ہو مردہ لڑکا غیر کے حق مین ولد ہے یعنی اوسکو پیدا ہونے سے عدت منقضی ہوتی ہی حاملہ کی اور اوسکی تولد کے بعد کا خون نفاس ہوتا ہے اور اوسکی ام ولد ہو جاتی ہی اور اوسکی تولد سے طلاق معلق بالولادۃ واقع ہو جاتی ہی لیکن ولد میت اپنے حق مین ولد نہین یعنی اوسکا نام نہین کہا جاتا اور اوسکو غسل نہین دیا جاتا اور اوسپر نماز جنازہ نہین پڑہی جاتی اور وہ وارث نہین ہوتا اور وصیت اوسکے حق مین نافذ نہین ہوتی اور آزاد نہین ہوتا اور اول کے مفہوم مین عدم تقدیم غیر ضرور ہی لیکن وجود فرد متاخر لازم نہین اور اخیر کے مفہوم مین وجود فرد سابق لازم ہی تو اگر شارح اول کی تعریف یون کرتا کہ اول وہ ہی جسپر اوسکا غیر مقدم نہو تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی

وان المتصف احدہما لا یتصف بالآخر للتنافی ولا کذلک الفعل لعدمہ لان الفعل الثانی غیر الاول فلو قال آخر امرأۃ اتزوجہا فالتی اتزوجہا طالق فطلقت المتزوجۃ مرتین لانہ جعل الآخر وصفا للفعل وہو العقد وعقدہا ہو الآخر اور قاعدہ یہہ ہی کہ جو ذات کہ موصوف ہوگی ساتہ ایک کے امور ثلثہ سے تو دوسری کے ساتہ موصوف نہوگی یعنی جو ذات کہ موصوف باولیت ہو وہ موصوف باخریت نہین ہو سکتی بسبب مخالفت کے اور نہین ہی ایسا فعل یعنی فعل البتہ موصوف باولیت و آخریت ہوتا ہی بسبب عدم تخالف اور تنافی کے اسواسطے کہ فعل ثانی جو موصوف بالآخریت ہی وہ غیر ہی فعل اول کے جو موصوف باولیت ہے تو اگر بولا کہ آخر نکاح جو مین کرون تو جس سے پہلا نکاح کرون وہ مطلقہ ہی تو وہ عورت مطلقہ ہوگی جس سے دوبار نکاح کیا اسواسطے کہ اوسنے آخر کے لفظ کو فعل کا وصف ٹھہرایا اور وہ فعل عقد نکاح ہی اور عقد عورت کا وہی آخر ہی ہم ایک عورت سے دوبار نکاح کرنیکی یہہ صورت ہی کہ عورت سے اول نکاح کیا پہر اسکو طلاق دی پہر اوس سے دوسری بار نکاح کیا تو پہلا نکاح موصوف باولیت ہوا اور دوسرا موصوف باخریت ہوا اور اگر یون کہے کہ پچہلی منکوحہ مطلقہ ہی بعد اسکے ایک عورت سے نکاح کرے پہر دوسری سے نکاح کرے پہر پہلی کو طلاق دے پہر اوس سے نکاح کرے پہر زوج مر جاوے تو وہی عورت مطلقہ ہوگی جس سے ایکبار نکاح کیا اسلیے کہ جس سے اعادہ نکاح کا کیا وہ پہلی ہو چکی اب وہ پچہلی نہین ہو سکتی بسبب تنافی کے کذا فی الطحطاوی

اول عبد اشتریہ حر فاشتری عبدا عتق لما مر ان الاول اسم لفرد سابق وقد وجد کہا ایک شخص نے کہ اول غلام جسکو خرید کرون وہ آزاد ہی پہر اوسنے ایک غلام مول لیا تو وہ آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ اول اوس فرد کا نام ہی جو سابق ہوا اور وہ امر حاصل ہوا ہم قہستانی نے کہا کہ وجود سابق مین بیان تامل ہی اور شاید وجہ تامل کی یہہ ہے کہ سابق لاحق کا مقتضی ہی اور لاحق یہان موجود نہین تو اگر شارح یون کہتا کہ اول وہ فرد ہی جسپر کوئی مقدم نہو تو خوب ہوتا چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا

ولو اشتری عبدین معا ثم آخر فلا عتق اصلا لعدم الفردیۃ اور اگر دو غلامون کو ساتہی مول لیا تو کوئی غلام آزاد نہوگا بسبب عدم فردیت کے یعنی تہلیث عتق ایک غلام کی خرید پر تہی سو دو غلام کی خرید مین متحقق نہین اور تیسرا غلام اول نہین فان زاد کلمۃ وحدہ او اسود او بالدنانیر عتق

الثالث عملاً بالوصف پھر اگر قول مذکور مین وحدہ یا اسود یا بالدنانیر کا لفظ زیادہ کیا تو تیسرا غلام آزاد ہوگا وصف پر عمل کرنے سے م یعنی اگر یون کہا کہ
اول عبد اشتریہ وحدہ یعنی پہلا غلام جسکو تنہا مین خرید کرون وہ آزاد ہے تو تیسرا آزاد ہے اسواسطے کہ وہ پہلا عبد ہے جو تنہا خریدا ہے یا یون کہا کہ اول عبد اشتریہ
اسود یعنی پہلا غلام جسکو سیاہ خرید کرون یا یون کہا کہ اول عبد اشتریہ بالدنانیر یعنی پہلا غلام جسکو دیناروں سے خرید کرون تو اگر تیسرا غلام سیاہ رنگ ہوگا
یا دو غلام درم سے خریدے ہوئے ہون گے اور تیسرا دیناروں سے تو وہ آزاد ہوجاویگا ولو قال اول عبد اشتریہ واحداً فاشتری عبدین ثم اشتری
واحداً لا یعتق الثالث واشار الی الفرق بقولہ للاحتمال ای لان قولہ واحداً یحتمل ان یکون حالاً من العبد او المولی فلا یعتق
بالشک وجوز فی البحر جرہ صفۃ للعبد فھو کوحدہ وجوز فی النھر الرفع خبر المبتدا محذوف فھو کواحد اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکو مین
خرید کرون درحالت وحدۃ وہ آزاد ہے پہر اوسنے دو غلام خرید کئے پہر ایک غلام خریدا کیا تو تیسرا غلام آزاد نہوگا بسبب احتمال کے اور مصنف نے احتمال کے
لفظ سے اول مثال اور اس مثال کے فرق کیطرف اشارہ کیا یعنی واحدا کا لفظ اس مثال مین محتمل ہے کہ غلام سے حال واقع ہوا مولی سے اسواسطے کہ حال
فاعل اور مفعول دونون سے واقع ہو سکتا ہے تو آزاد نہوگا بسبب شک کے بخلاف اول عبد اشتریہ وحدہ کے کہ وہان لفظ وحدہ کا حال نہین پڑسکتا ہے
بسبب ضمیر غائب کے اور بحر الرائق مین واحدا کے لفظ مین جر تجویز کیا ہے باعتبار صفت ہونے عبد کے تو واحدا بجاے وحدہ ہوگیا یعنی عبد ہی کا وصف ہوگا تو تیسرا
غلام آزاد ہوجاویگا اور نہر الفائق مین رفع واحد کا تجویز کیا ہے مبتدا محذوف کی خبر ہوکر یعنی ہو واحد تو اس تقدیر مین مانند اول عبد یدخل اشتریہ کے
ہوا ولو قال اول عبد یملکہ فھو حر فملک عبدا ونصف عبد عتق الکامل لان النصف لیس بعبد والمکیلات والموزونات کالمراۃ
اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکا مین مالک ہون سو وہ آزاد ہے پہر وہ مالک ہوا ایک غلام اور نصف غلام کا تو پورا غلام آزاد ہوگا اور یہی حکم ہے کپڑون
کا بخلاف کیلی اور وزنی چیزون کے بسبب مزاحمت کے کذا فی شرح الزیلعی م نصف غلام پورا غلام نہین تو غلام کامل کے کرنے مین شریک نہوگا تو عتق کا یا ہے
فرحت اور اولیت کے نام کو نقصان نہ پہنچا بخلاف کیلی اور موزونی اشیا کے اگر یون کہا کہ اول سیر جسکا مین مالک ہون وہ صدقہ ہے پہر وہ نصف سیر کا مالک ہوا
تو اوسپر کچھ لازم نہوگا اسواسطے کہ کیلی اور موزون مین نصف کل مین شریک اور مزاحم ہوجاتا ہے اسواسطے کہ ملانے سے ایک چیز ہوجاتا ہے جب آدھ سیر کو
جب آدھ سیر سے ملائے تو پورا سیر ہوجاتا ہے اور کپڑا اور عبید مین یہہ اشتراک اور مزاحمت حاصل نہین کذا فی المنح قال آخر عبد املکہ فھو حر فملک
عبداً فمات الحالف لم یعتق اذ الآخر من سبقہ غیرہ لا بشرط ان یکون له مثله من قبل الخلاف القبل کہا پچھلا غلام جسکا مین مالک
ہون سو وہ آزاد ہے پہر وہ ایک غلام کا مالک ہوا پہر حالف مرگیا تو وہ غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ آخر کیواسطے اول کا ہونا ضرور ہے سو یہان موجود نہین
بخلاف بالعکس کے یعنی اول کے واسطے آخر کا ہونا ضرور نہین جیسے بعد کیواسطے قبل کا ہونا ضرور ہے بخلاف قبل کے کہ اوسکو واسطے بعد کا ہونا ضرور نہین
فلو اشتری الحالف المذکور عبداً ثم عبداً ثم مات الحالف عتق الثانی مستنداً الی وقت الشراء فیعتبر من کل المال لو الشراء
فی الصحۃ والا ففی الثلث سو اگر حالف مذکور نے ایک غلام خرید کیا پہر دوسرا غلام مول لیا پہر حالف مرگیا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا خریدکیوقت سے مستند
ہوکر تو اعتبار اوسکو عتق کا کل مال سے ہوگا اگر خریدا اوسنے حالف کی صحت مین ہوئی ہوگی اور نہین تو ثلث مال سے آزاد ہوگا م وجہ استناد کی یہہ ہے
کہ حالف کی موت سے غلام ثانی کا آخر ہونا ثابت ہوا اسواسطے کہ حیات مین تیسرے غلام خریدنیکا احتمال ہے اور فی الحقیقت متصف ہونا غلام ثانی کا
بوصف آخریت خریدکیوقت سے ثابت ہے لہذا اوسکا عتق بھی وقت شرا سے ہوگا وعلیہ فلا یصیر فاراً لو علق الباین بالآخر خلافاً لھما اور
بنا بر قول استناد کے زوج فار نہوگا اگر اوسنے طلاق باین زوجہ کی پچھلے نکاح پر تعلیق کی ہو بخلاف صاحبین کے م یعنی اگر زوج نے کہا کہ جس عورت
سے آخر نکاح مین کرون سو مطلقہ ہے تو امام کے نزدیک نکاح کیوقت سے طلاق واقع ہوگی لہذا وہ فار نہوگا تو اگر اوس سے صحبت کی ہوگی تو نصف مہر بسبب
اشتباہ دخول کے اور نصف بسبب طلاق قبل دخول کے لازم آویگا اور عدت اوسکی حیض سے ہوگی بدون سوگ کے اور وہ وارث نہوگی اور صاحبین کے
نزدیک طلاق اوسکی موت کے نزدیک واقع ہوگی اور طلاق اور وفات کی عدتون میں جو ابعد ہوگی وہ اوسپر واجب ہوگی کذا فی المنح واما الوسط
زیادہ وزن والے

انه یملو الثانی و ثالث الثلثة وسط ولکن ثالث الخمسة وهکذا اور ذو وسط کا بیان تو بدائع میں یوں ہے کہ متوسط متحقق نہیں ہوتا مگر طاق عدد
میں تو تین کا دوسرا متوسط ہے اور پانچ کا تیسرا اور سات کا چوتھا متوسط ہے وعلیٰ ہذا القیاس هم جفت میں متوسط نہیں ہوتا تو جب ایک غلام خرید کیا پھر
دوسرا پھر تیسرا تو دوسرا متوسط ہے پھر جب چوتھا خرید کیا تو دوسرا متوسط نہ رہا پھر جب پانچواں خرید کیا تو تیسرا غلام متوسط ہو گیا پھر جب چھٹا خریدا تو وہ
بھی متوسط نہ رہا وعلیٰ ہذا القیاس تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تین یا پانچ میں متوسط ہونا ثابت نہیں ہو سکتا بدون مولیٰ کی موت کے تو اگر مولیٰ نے کہا کہ وسط غلام جسکو
میں خریدوں آزاد ہے تو بعد موت مولیٰ کے تین میں دوسرا اور پانچ میں تیسرا آزاد ہوگا امام کے نزدیک وقت خرید سے آزادی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک موت سے بعد
اگر چار غلام ہوں تو کوئی آزاد نہ ہوگا کذا فی المحیط وعن محمد ان ولدت فانت کذا حنث بالمیت ولو سقطا مستبین الخلق والا لا اگر تو
جنی تو تو ایسی ہے تو آزاد ہے تو مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اگرچہ ناتمام ہو جسکے اعضا ظاہر ہوگئے پیدا ہوا اور اگر لڑکے کے اعضا ظاہر نہ ہوں یعنی گوشت کا لوتھڑا ہو تو
حانث نہ ہوگا بخلاف فولدت فهو حر فولدت میتا ثم اخر حیا عتق الحی وحده لانحلال الیمین الی الرق بالموت بخلاف الولد او الولادة بخلاف اس قول کے کہ
اگر تو جنی تو لڑکا آزاد ہے پھر مردہ لڑکا جنی بعد اسکے زندہ لڑکا جنی تو فقط زندہ آزاد ہوگا نہ مردہ بسبب باطل ہو جانے مملوکیت کے مر جانے سے بخلاف ولد اور ولادت کے
یعنی اگر کہا کہ تو لڑکا جنی یا یوں کہا کہ اگر تو جنی تو تو آزاد ہے تو لونڈی آزاد ہو جائیگی مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اسواسطے کہ تحقق ولد اور ولادت کا میت سے بھی
ہے والبشارة عرفا اسم لخبر سار صادق لیس للمبشر به علم ولغة اعم ومنه فبشرهم بعذاب الیم بشارت یعنی خوشخبری عرف میں اوس
خبر کا نام ہے جو مسرور کر دے اور خوش کر دے تو اس قید سے رنج دینے والی خبر نکل گئی سو وہ بشارت نہیں عرف میں لیکن لغت میں اوسکو بھی بشارت کہتے ہیں اور بنا بر لغت
کے یہ قول حق تعالیٰ کا کہ بشارت دے کافروں کو عذاب دردناک کی اور یمین میں عرف کا اعتبار ہے نہ لغت کا صادق خرج الکذب فلا یعتبر وہ خبر راست
ہو تو اس قید سے کذب نکل گیا تو وہ معتبر نہیں یعنی جھوٹی خبر بشارت نہیں لیس للمبشر به علم فیکون من الاول دون الباقین ایسی خبر ہو کہ جسکو بشارت
دی گئی وہ اوسکو نہ جانتا ہو تو بشارت اول مخبر کی خبر دینے سے ہوگی نہ باقی مخبروں سے یعنی اگر چند لوگوں نے خوشخبری سنائی تو جسنے اول خبر دی اوسکی
خبر کو بشارت کہیں گے نہ اوسکے سوا اور لوگوں کی اسواسطے کہ وہ آگاہ ہو چکا اول خبر سے فلو قال کل عبد بشرنی فهو حر فبشره ثلثة متفرقون
عتق الاول فقط لما قلنا تو اگر مولیٰ نے کہا کہ جو غلام مجھکو ایسی بشارت دیوے وہ آزاد ہے پھر تین غلاموں نے جدا جدا بشارت دی تو فقط پہلا غلام بشارت دینے
آزاد ہوگا اوس وجہ سے جسکو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں وتکون بکتابة ورسالة ما لم ینو المشافهة فیکون کالحدیث اور بشارت لکھ بھیجنے اور کہلا بھیجنے
سے بھی ہوتی ہے جبتک مولیٰ نے خطاب بالمشافہہ کی نیت نہ کی ہو اور اگر مشافہہ کی نیت کریگا تو بشارت مانند حدیث کے مقید بمشافہہ ہوگی ولو ارسل بعض
عبیده عبدا آخر ان ذکر الرسالة عتق المرسل والا الرسول اور اگر مولیٰ کے بعض غلام نے دوسرے غلام کو بھیجا بشارت دینے کو تو اگر اوس
رسالت کو ذکر کیا تو بھیجنے والا آزاد ہوگا اور نہیں تو پیام بھیجا ہوا آزاد ہوگا یعنی اگر پیام بھیجا ہوا اسلئے غلام نے یوں کہا کہ فلانے غلام نے مجھسے پیام
کہلا بھیجا ہے تو پیام کا بھیجنے والا آزاد ہوگا اور اگر اوسنے پیام کو نہ ذکر کیا تو خود پیام بھیجا ہوا آزاد ہوگا وان بشروه معا عتقوا لتحققها من
الکل بدلیل فبشروه بغلام علیم اور اگر مولیٰ کے سب غلاموں نے ساتھ ہی بشارت بھیجی بلا تقدم و تاخر تو سب آزاد ہو جاوینگے بسبب ثابت ہونے بشارت
کے ہر غلام سے بدلیل اس آیت قرآنی کے تو خوشخبری سنائی فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو فرزند صاحب علم کی یعنی اس آیت میں جمیع ملائکہ مخبرین کیطرف
بشارت منسوب ہوئی ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے آیت مذکورہ میں فبشروه کہا تبعا للزیلعی اور کمال الدین بن الهمام اور صاحب بحر الرائق کے حالانکہ قرآن مجید میں وبشروه ہے
والبشارة لا فرق فیها بین ذکر الباء وعدمها بخلاف الخبر فانه یختص بالصدق مع الباء کما مر فی الباب قبله اور بشارت کے لفظ میں کچھ فرق نہیں درمیان
ذکر کرنے باء جارہ کے اور اوسکو عدم ذکر میں یعنی خواہ بشارت کے ساتھ باء جارہ مذکور ہو یا نہو ہر صورت بشارت مخصوص بصدق ہے بخلاف لفظ خبر کے کہ وہ باء جارہ
کے ساتھ مخصوص بصدق ہے چنانچہ اس باب سے پہلے مذکور ہو چکا والکتابة کالخبر فیما ذکر اور لفظ کتابت کا مانند خبر ہے امر مذکور میں یعنی باء جارہ کے ساتھ مخصوص
بصدق ہے اور بدون اسکے صدق اور کذب دونو کو شامل ہے اسواسطے کہ کتابت عبارت ہے جمع حروف سے مطلقا والاعلام لابد فیه من الصدق ولو

بلا باء كالبشارة لان الاعلام اثبات العلم والكذب لا يفيده بلا اثم اور اعلام لفظ مین صدق خبر ضرور ہے اگرچہ بدون بار ہو بخلاف لفظ بشارت کے
اسواسطے کہ اعلام عبارت ہے اثبات علم سے اور کذب ثبات علم کا مفید نہین کذا فی البدائع فاغل النية اذا قارنت علة العتق الاختيارية كالشراء مثلاً
بخلاف الارث لانه جبري قاعدہ یہ ہے کہ جب نیت متقارن اور متصل ہو اختیاری علت عتق سے چنانچہ خریدنا مثلاً بخلاف وراثت کے کہ وہ جبری علت ہے عتق
کی نہ اختیاری والحاصل ان نية المعتق كامل صح التكفير والا بان لم تقارن العلة او قارنتها والرق غير كامل كام الولد لا يصح التكفير ثم
فرّع عليها بقوله اور حاصل یہ ہے کہ مملوکیت معتق کی کامل ہو تو کفارہ دینا اوس عتق سے صحیح ہے اور اگر ایسا نہو اسطرح کہ نیت علت عتق کی مقارن نہو یا مقارن
ہو علت کی در حالیکہ مملوکیت غیر کامل ہے چنانچہ ام ولد مین تو کفارہ دینا صحیح نہین ہو بعد تمہید قاعدہ مذکورہ کے مصنف نے اگلے قول کو اوسپر متفرع کیا فصح
شراء ابيه للكفارة لا الميراث یعنی تو خریدنا باپ کا واسطے کفارہ ادا کرنے کے خواہ کفارہ یمین ہو یا اور کفارات صحیح ہے بسبب مقارنت نیت کے یعنی چونکہ خرید
علت ہے عتق کی تو جب نیت عتق کی مقارن ہوئی تو بموجب قاعدہ مذکورہ کے بلاشبہ تکفیر صحیح ہوگی لا شراء من حلف بعتقه لعدمها یعنی خریدنا
اوس غلام کا جسکی آزادی کی قسم کہا ہے بسبب عدم مقارنت کے هم چنانچہ اگر کہا کہ اگر مین فلانے کو خرید کرون تو وہ آزاد ہے پھر اوسکو واسطے کفارہ کی نیت سے
خرید کیا تو یہ تکفیر صحیح نہین اسواسطے کہ شرط صحت اتصال نیت کا ہے ساتھ علت عتق کے اور علت عتق اس مثال مین یمین ہوا اور خرید علت نہین بلکہ شرط عتق ہے تو اتصال
نیت کے ساتھ نہوا بلکہ شرط کے ساتھ ہوا کذا فی المنح ولا الشراء مستولدة بيمين تعلق عتقها عن كفارته بشراءها لنقصان رقها اور صحیح
نہین کفارہ کیواسطے خریدنا ایسی لونڈی کا جسکی آزادی کو معلق کیا ہے کفارہ سے بسبب نقصان مملوکیت کے یعنی ایک شخص نے غیر کی لونڈی سے
نکاح کیا پھر کہا اگر مین تجکو خرید کرون تو تو آزاد ہے میری قسم کے کفارہ کیطرف سے پھر اوسکو خرید کیا تو بمجرد خرید کے وہ آزاد ہو جاویگی بسبب پائیجانے شرط کے لیکن
کفارہ ادا نہوگا اسواسطے کہ حریت اوسکی بسبب استیلاد کے مستحق ہو چکی تو کامل آزاد نہ ہوئی اور آزاد ہونا خرید کیطرف منسوب ہوا اسوجہ سے کہ مملوکیت اوسمین ناقص
ہے حالانکہ قاعدہ مین مذکور ہو چکا کہ بدون ملک کامل کے تکفیر صحیح نہین کذا فی المنح بخلاف ما اذا قال لقنة ان اشتريتك فانت حرة عن كفارة يمينى
فاشتراها حيث تجزيه عنها للمقارنة كما في الوصية قنا ونيته عند القبول بخلاف الارث لما قر زيلعي بخلاف اوسکے یہ ہو کہ کہا ایک خالص
لونڈی سے کہ اگر مین تجکو خرید کرون تو تو آزاد ہے میری قسم کے کفارہ کیطرف سے پھر اوسکو خرید کیا اسواسطے کہ یہ خرید کفارہ کیواسطے کافی ہے بسبب مقارنت نیت کے ساتھ
خرید کے جیسے تکفیر صحیح ہے ہبہ قبول کرنے اور وصیت مین قبول کرنیکے وقت نیت کرنے کے بخلاف ارث کے کہ اوسمین قران نیت کا کافی نہین چنانچہ مذکور ہو چکا کذا
فی شرح الزیلعی هم شرح زیلعی مین مذکور ہے کہ اگر اسکے قریب نے اسکو غلام ہبہ کیا یا اوسکو واسطے غلام کی وصیت کی سو اوس نے قبول کرنیکے وقت کفارہ کی نیت
کی تو صحیح ہے بخلاف ارث کے کہ وہ اختیاری امر نہین کذا فی الطحطاوی وعتق بقوله ان تسريت امة فهي حرة من تسراها وهي في ملكه حينئذ
اي حين حلفه لمصادفتها الملك اور اس قول سے کہ اگر مین حرم بناؤن کسی لونڈی کو تو وہ آزاد ہے اوس لونڈی کا عتق ثابت ہوگا جسکو مولی نے حرم بنایا
اور حالانکہ وہ اوسکی ملک مین تہی اوسوقت یعنی اوسکی تعلیق کے وقت بسبب متحقق ہونے تعلیق کے ملک مین لا تعتق من اشتراها فتسراها آزاد نہوگی
وہ لونڈی جسکو تعلیق مذکور کے بعد خرید کیا پھر اوسکو حرم بنایا اسواسطے کہ تعلیق بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہین ويثبت التسري بالتحصين و
الوطء وشرط الثاني عدم العزل فتح اور ثابت ہوتا ہے حرم بنانا تحصین اور وطی سے اور ابو یوسف نے تحصین اور وطی کے ساتھ عدم عزل بھی شرط کیا ہے
کذا فی فتح القدیر عزل یہ ہے کہ انزال کیوقت عورت سے جدا ہو جاوے هم تسری عبارت ہے اتخاذ سریہ سے اور سریہ بضم سین وتشدید راء مہملہ ویاء تحتیہ بمعنی حرم ہے
یعنی جو لونڈی کہ مولی کے تصرف مین آوے سریہ یا سر سے ہے اسواسطے کہ لونڈی حرم ہونے سے خوش ہوتی ہے اور مولی بھی اوس سے خوش ہوتا ہے یا سر بمعنی جماع اور اخفا
سے ہے اسواسطے کہ اکثر حرم کو زوجہ سے مخفی رکہتے ہین اور تحصین عبارت اس سے ہے کہ اوسکو علیحدہ مکان دے اور باہر نکلنے سے منع کرے کذا فی الطحطاوی ولو قال
ان تسريت امة فانت طالق او عبدي حر تسرّى بمن في ملكه او من اشتراها بعد التعليق طلقت وعتق وافاد الفرق بقوله لوجود
الشرط بلا مانع لصحة تعليق طلاق المنكوحة باي شرط كان فليحفظ اور اگر زوجہ یا مولی نے کہا کہ اگر مین کسی لونڈی کو حرم بناؤن تو تو مطلقہ ہے

یا میرا غلام آزاد ہو پھر اوسنے حرم بنایا اوس لونڈی کو جو اوسکی ملک مین تھی یا اوس لونڈی کو جسکو خرید کیا بعد اس تعلیق کے تو زوجہ اوسکی مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہو جاویگا اور فرق بیان کیا مصنف نے اس مثال مین اور مثال سابق مین اپنے قول لوجود الشرط سے یعنی طلاق واقع ہوئی بسبب پائے جانے شرط الطلاق تا نع بسبب صحیح ہونے طلاق منکوحہ کے ہر شرط سے اس فرق کو یاد رکھنا چاہیے ھم ایک عالم ہمعصر صاحب بحر الرائق سے خطا ہو گئی کہ اوسنے تعلیق طلاق بالتسری کو تعلیق حریت بالتسری پر قیاس کیا یعنی جیسے ان تسریت امة فھی حرة کہنے سے وہ لونڈی آزاد نہین ہوتی جو بعد اس تعلیق کے خرید ہوئی اور حرم بنی اسیطرح ان تسریت امة فانت طالق کہنے سے منکوحہ مطلقہ نہوگی اگر بعد تعلیق کے لونڈی خرید ہو کر حرم بنائی گئی حالانکہ یہہ قیاس غلط ہے اسواسطے کہ تعلیق حریت کی بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہین لہذا وہ لونڈی آزاد نہین ہوئی بخلاف طلاق منکوحہ کے کہ اوسکی تعلیق ہر شرط سے صحیح ہے شارح نے لحاظ وجہ فرق کا اسواسطے اثر کیا یا دوسرا عالم نہ غلطی کرے کل مملوک لی حر تو عتق عبیدہ و مدبروہ و امہات اولادہ فی نیة الذکور لا الاناث و امہات اولادہ لملکہ و یدا و رقبة ہر مملوک میرا آزاد ہے تو اس قول سے اوسکے غلام اور مدبر اور اوسکی لونڈیان ام ولد آزاد ہو جاوینگی بسبب انکے مملوک ہونیکے تصرف کی راہ اور ذات کی راہ سے اور دیانة اوسکی تصدیق کیجاویگی ذکور کی نیت مین نہ اناث کی نیت مین ھم یعنی اگر مولی کہے کہ مینے اس قول سے غلامونکی آزادی کی نیت کی لونڈیونکی تو دیانة اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاء اسواسطے کہ تخصیص عام کی دیانة صحیح ہے نہ قضاء اور اگر کہے کہ مینے اس قول سے لونڈیون کا عتق مراد لیا نہ غلامون کا تو بالکل تصدیق نہوگی اسواسطے کہ ہر چند مملوک کا لفظ ذکور کے واسطے ہے نہ اناث کے اسواسطے کہ انثی کو مملوکہ کہتے ہین لیکن جب ذکور اور اناث مختلط ہون تو لفظ مذکر کا استعمال ہوتا ہے بطریق تغلیب کے تو اس صورت مین اناث کی نیت لغو ہوگی کذا فی الطحطاوی لا مکاتبه الا بالنیة و معتق البعض کالمکاتب لعدم الملک یدا نہ آزاد ہوگا قول مذکور سے مکاتب اور مکاتبہ مگر نیت کرنے سے اور جو غلام کہ کچھ آزاد ہو چکا ہے وہ مکاتب کی مانند ہے بسبب عدم ملک کے مکاتب پر از راہ تصرف و فی الفتح ینبغی فی کل عبد تعلق بہ حق الغیر ان لا یعتق المکاتب الا بالنیة اہ نھر القدیر مین ہے اسمین کہ ہر قوی میرا آزاد ہے لائق یہہ ہے کہ مکاتب آزاد ہو نہ ام ولد مگر نیت سے اسواسطے کہ ام ولد مین رقیت کمتر ہے مکاتب سے ھذہ طالق او ھذہ و ھذہ طلقت الاخیرة و خیر فی الاولیین و کذا العتق و الاقرار لانہ ادخل الشک بین الاولیین و عطف الثالث علی الواقع منھما فکانہ قال احدکما طالق و ھذہ کہا زوج نے اپنی تین عورتون سے اشارہ کرکے کہ یہہ مطلقہ ہے یا یہہ اور یہہ تو پچھلی عورت مطلقہ ہوگی اور اوسکو مختار رہیگا پہلی دو عورتون مین جسکو چاہے ان مین سے ایک کو طلاق دیوے اور یہی حکم ہے عتق اور اقرار کا اسواسطے کہ لفظ او جسکا ہندی مین ترجمہ یا ہے دو اول مذکورین مین ایک امر واسطے ہوا اوسکو دخل کیا ہے پہلی دو عورتون کے درمیان مین اور عطف کیا تیسری عورت کو اوس مطلقہ پر جسپر اون دونون مین سے طلاق واقع ہوئی ہے تو قول مذکور اس قول کی مانند ہو گیا کہ تم دونو عورتون مین ایک مطلقہ ہے اور یہہ مطلقہ ہے اور عتق کی مثال اسی کہ مولی نے اپنے تین غلامون سے کہا کہ یہہ غلام آزاد ہے یا یہہ اور یہہ تو تیسرا غلام آزاد ہوگا اور پہلے دو غلامون مین تعیین عتق کا مولی کو اختیار ہوگا بدلیل مذکور اور اقرار کی مثال یہہ ہے کہ زید کے مجھپر ہزار درم ہین یا خالد کے اور محمود کے تو پانسو درم محمود کے ثابت ہونگے اس اقرار سے اور باقی پانسو مین مقر کو بیان کا اختیار ہے چاہے زید کیواسطے اقرار کرے چاہے خالد کے واسطے کذا فی الفتح ولا یقال عطف ھذہ الثالثة علی ھذہ الثانیة یلزم الاخبار عن المثنی بالمفرد اور یہ صحیح نہین اس تیسری عورت کا عطف کرنا اوس دوسری عورت پر بسبب لازم آنے خبر دینے مفرد کے مثنی سے ھم یہہ جواب ہے فتح القدیر کے اعتراض کا خلاصہ اعتراض کا یہہ ہے کہ ہذہ ثالثہ کا عطف اگر احتمل ہو کہ ہذہ ثانیہ پر ہو تو اس صورت مین تیسری پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اب تردید واقع ہوئی فقط اولی کے درمیان مین اور ثانیہ اور ثالثہ کے درمیان مین ساتھی تو زوجہ پر بیان طلاق لازم ہوگا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ عطف ثالثہ کا ثانیہ پر نہین ہو سکتا اسواسطے کہ خبر اول مفرد ہے یعنی ہذہ طالق تو خبر ثانی بھی مفرد ہوگی تو تقدیر کلام یون ہوگی کہ ہذہ طالق او ہاتان طالق حالانکہ تثنیہ کی خبر مفرد نہین واقع ہوتی اور خبر کو تثنیہ مقدر کرنا یعنی یون کہنا او ہاتان طالقان سو جائز نہین اسواسطے کہ معطوف علیہ مین تثنیہ مذکور نہین اور قاعدہ یہہ ہے کہ معطوف مین وہی مقدر رہتا ہے جو معطوف علیہ مین مذکور ہے کذا فی الطحطاوی و ھذا اذا لم یذکر للثانی و الثالث خبرا فان ذکر بان قال ھذہ طالق او ھذہ و ھذہ طالقتان او قال ھذا حر او ھذا و ھذا حران فانہ لا یعتق احد و لا تطلق بل یخیر ان اختار الایجاب

الاول عتق الاول وحدہ وطلقت الاولی وحدہا وان اختار الایجاب الثانی عتق الاخیران وطلقت الاخیرتان اور یہہ حکم جو مذکور ہو چکا اوسوقت
ہے جب ثانی اور ثالث کی خبر کو نہ ذکر کیا سو اگر اوسکو ذکر کیا اسطرح کہ زوج نے کہا کہ یہہ عورت مطلقہ ہو یا یہہ اور یہہ دونو مطلقہ ہین یا مولےنے کہا کہ یہہ غلام آزاد
ہے یا یہہ اور یہہ دونو آزاد ہین تو اس صورت مین نہ کوئی آزاد ہوگا نہ کسی عورت پر طلاق واقع ہوگی بلکہ قائل کو اختیار دیا جاویگا اگر وہ ایجاب اول کو اختیار
کریگا تو اول غلام تنہا آزاد ہوگا اور پہلی عورت تنہا مطلقہ ہوگی اور اگر اوسنے ایجاب ثانی کو اختیار کیا تو پہلے دونو غلام آزاد ہونگے اور پہلی دونو عورتین
مطلقہ ہونگی حلف لا یساکن فلانا فسافر الحالف فسکن فلان مع اہل الحالف حنث عندہ لا عند الثانی وبہ یفتی قسم کہائی کہ نہ سکونت
کریگا فلانشکے ساتھہ پہر سفر کیا حالف نے سو فلانا شخص حالف کی عیال کے ساتھہ ساکن ہوا تو وہ حانث ہوگا امام کے نزدیک ابی یوسف کے نزدیک اور قول ثانی مفتی بہ ہے
ہم اس مسئلہ کا محل باب دخول اور خروج اور سکنے ہے چنانچہ شارح اس مسئلہ کو بلاتفاوت وہان بھی مذکور کر چکا ہے قال لعبدہ ان لم تأت اللیلۃ حتی اضرب
فاتی فلم یضربہ حنث عند الثانی لا عند الثالث وبہ یفتی کہا اپنے غلام سے کہ اگر آجکی رات تو نہ آیا تا کہ مین تجکو مار دون تو تو آزاد ہے پس وہ غلام پہر
آیا سو مولےنے اوسکو نہ مارا تو حانث ہوگا ابی یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک اور یہی قول مفتی بہ ہے اختلف فی الحاق الشرط بالیمین المعقود لغیرہ
السکوت فصححہ الثانی وابطلہ الثالث وبہ یفتی فلا حنث فی ان کان کذا فکذا وسکت ثم قال وکذا ثم ظہر انہ کان کذا خانیہ
اختلاف صاحبین ہے شرط کے ملانے مین یمین معقود کے ساتھہ بعد سکوت کے تو اس شرط ملانے کو صحیح کہا ہے امام ابو یوسف نے اور اوسکو باطل کہا ہے محمد نے اور یہی
محمد کا قول مفتی بہ ہے تو حنث نہوگا اسطرح کہنے مین کہ اگر ایسا ہو تو ایسا اور چپ ہو گیا پہر بولا اور نہ ایسا پہر ظاہر ہوا کہ ایسا ہی تہا کذا فی الخانیہ ہم شارح
کی عبارت مین نہایت اجمال اور دقت ہے کہ ہر شخص اسکو سمجھہ نہین سکتا اور خانیہ کی عبارت صاف ہے تو اوسکا ذکر کرنا واجب ہوا خلاصہ عبارت خانیہ کا یہہ ہے
کہ ایکمردنے اپنے پڑوسی سے کہا کہ میری عورت تیری پاس رات کو رہی تو اوسکے پڑوسی نے کہا کہ اگر تیری عورت میرے پاس رات کو رہی ہو تو میری عورت کو طلاق
ہے اور یہہ کہکر چپ ہو رہا ایکساعت پہر اسکے بعد کہا ولا غیرہا یعنی تیری زوجہ کے سوا بہی کوئی عورت میرے پاس نہین رہی پہر ظاہر ہوا کہ حالف کے پاس
دوسری عورت تہی تو نصیر بن یحیی نے کہا کہ حالف کی عورت مطلقہ ہو گئی اور محمد بن سلمہ نے کہا کہ مطلقہ نہوئی اور ان دونو عالمون کا جواب مختلف ہوا
بسبب اختلاف صاحبین کے شرط کے ملانے مین ساتھہ یمین معقود کے بعد سکوت کے ابو یوسف نے کہا کہ یہہ الحاق شرط صحیح ہے اسی قول کو نصیر بن یحیی نے لیا اور
محمد نے کہا کہ الحاق شرط کا یمین سے بعد سکوت کے صحیح نہین اور اس قول کو محمد بن سلمہ نے لیا اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ سکوت مانع ہے تعلیق جزا کو ساتہہ
شرط کے تو دوسری شرط کے الحاق کو بہی سکوت مانع ہوگا یہہ اختلاف صاحبین کا اوسوقت ہے جب شرط سے منفعت ہو حالف کی اور اگر شرط کے الحاق مین
اوسکا فائدہ ہوتا ہو تو بالاتفاق الحاق جائز نہین انتہی کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوٰۃ وغیرہا

یہہ باب ہے بیع اور شرا اور صوم اور صلوٰۃ وغیرہا کی یمین کے احکام مین الاصل فیہ ان کل فعل تتعلق حقوقہ بالمباشر کبیع
واجارۃ لا حنث بفعل مأمورہ وکل ما تتعلق حقوقہ بالآمر کنکاح وصدقۃ وما لا حقوق لہ کاعارۃ وابراء یحنث بفعل وکیلہ ایضا لانہ
سفیر ومعبر قاعدہ اسباب مین یہہ ہے کہ جو فعل ایسا ہے کہ حقوق مباشر اور عاقد کے ساتہہ متعلق ہوتے ہون چنانچہ بیع اور اجارہ تو آمر پر حنث نہین ہوتا اوسکا مامور
کے کرنے سے مامور سے مراد وکیل اور رسول ہے اور جو فعل ایسا ہو جسکے حقوق آمر سے متعلق ہوتے ہون جیسے نکاح اور صدقہ اور وہ فعل جسکے حقوق نہوتے ہون جیسے
عاریت دینا اور ابرا کرنا تو اسمین آمر حانث ہوگا اپنے وکیل کے فعل سے بہی جیسے اپنے کرنے سے حانث ہوتا ہے اسواسطے کہ وکیل ایسے فعل مین محض سفیر اور معبر ہوتا ہے
ہم عقود تین قسم پر ہین ایک قسم وہ ہے جنکے حقوق عاقد اور مباشر سے متعلق ہوتے ہین بشرط اہلیت جیسے بیع اور شرا اور اجارہ اور قسمت اور ما اسکے دوسری
قسم وہ ہین جنکے حقوق عاقد سے متعلق نہین ہوتے بلکہ جسکے واسطے عقد ہوا ہے اوس سے متعلق ہوتے ہین چنانچہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور کتابت اور خلع اور
صدقہ اور تیسری قسم وہ عقود ہین جنمین کچہہ حقوق نہین چنانچہ اعارہ اور ابراء اور قضا کذا فی المنح عن الخانیہ یحنث بالمباشرۃ بنفسہ وبالآمر اذا
کان ممن یباشر بنفسہ فی البیع ومنہ الہبۃ بعوض ظہیریہ حانث ہوگا خود اپنے کرنے سے نہ امر کرنے سے جب کہ حالف اوس قسم کے لوگون مین ہو جو بذات خود

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوٰۃ وغیرہا

کرنے ہوں بیع میں اور بیع میں ہبہ بالعوض بھی داخل ہے کذا فی الظہیریہ م قسم کھائی کہ بیع نکریگا تو اگر حالف خرید فروخت کرنیوالوں میں ہوگا تو بذات خود یا ہبہ
بالعوض کرنیسے حانث ہوگا اور اگر اوسکی طرف سے وکیل نے بیع کی تو حانث نہوگا اسیطرح مقرر آئندہ میں سمجھنا چاہیے والشراء ومنه السلم والاقالة قيل و
التعاطی شرح وہبانیہ اور بشرط مذکور خود خرید کرنیمیں حانث ہوگا اور خرید میں سلم اور اقالہ بھی داخل ہے اور بعضوں کے نزدیک تعاطی بھی کذا فی شرح
الوہبانیہ م ظہیریہ میں عدم شرا کے حلف میں اوس اقالہ سے حنث ذکر کیا ہے جو بقیمت سابق اقالہ ہوا ہو تو اطلاق شارح کا غیر مناسب تھا بلکہ اسکا حذف کرنا
اولی ہے والاجارة والاستيجار فلو حلف لا يوجر له مستغلات فبرتها امرأته واعطته الاجرة لا يحنث كثر كونها في ايدي الناس وكاخذ
البصرة شهر قد سكنوا فيه بخلاف شهر لم يسكنوا فيه ذخيرة اور بذات خود اجارہ دینے اور اجارہ لینے میں حانث ہوگا تو اگر قسم کھائی کہ اجارہ ندیگا اور
اوسکے مکانات میں جنکو اوسکی زوجہ نے اجارہ دیا اور اوسکی اجرت زوجہ نے اوسکو دی تو حانث نہوگا چنانچہ اون مکانات کو اکثر رہنے والوں کے ہاتھ میں چھوڑنے سے
حانث نہیں ہوگا اور جیسے اوس مہینے کے کرایہ لینے سے جسمیں لوگ سکونت کر چکے ہیں حانث نہیں ہوتا بخلاف اوس مہینہ کی اجرت لینے کے جسمیں ابھی سکونت نہیں کی
کذا فی الذخیرہ اسواسطے کہ آئندہ مہینہ کا کرایہ لینا درحقیقت خود اجارہ دینا ہے لہذا حانث ہوگا والصلح عن مال وقيده بقوله مع الاقرار لانه مع الانكار
سفير وكذا بذات خود صلح کرنے میں مال سے ساتھہ اقرار کے حانث ہوگا اور مصنف نے اقرار کی قید اسواسطے لگائی کہ ساتھہ انکار کے وکیل سفیر محض ہوتا ہے م قسم کھائی کہ
مال سے صلح نکریگا تو اگر مدعاعلیہ اقرار کرتا ہے مدعی کے دعوی کا تو حالف خود صلح کرنے سے حانث ہوگا اور وکیل کے صلح کرنے سے حانث نہوگا اور اگر مدعاعلیہ
دعوی کا منکر ہو تو اس صورت میں وکیل سفیر محض ہے تو خود صلح کرنیسے اور وکیل کی صلح سے دونوں طرح حانث ہوگا یہ حکم اوسوقت ہے جب صلح مدعاعلیہ کیطرف سے
ہو اور اگر صلح مدعی کیطرف سے ہو تو مطلقا حانث نہوگا نہ اپنی صلح سے نہ وکیل کی صلح سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقسمة والخصومة وضرب الولد اي
الكبير لان الصغير يملك ضربه فيملك التفويض فيحنث بوكيله كالقاضي اور قسمت کرنے اور خصومت کرنے اور ولد کبیر کے مارنے میں حانث ہوگا ولد
کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد صغیر کے مارنیکا باپ مالک ہے تو تفویض ضرب کا بھی مالک ہے تو وکیل کے مارنے سے بھی حانث ہوگا مانند قاضی کے یعنی جسکا مارنا اوسکو
حلال ہے تو اوسکو مارنیکا دوسرے کو امر کرنا بھی صحیح ہے تو وکیل کے مارنے سے حانث ہوگا اور مانند قاضی کے سلطان اور محتسب اور معلم ہے کذا فی الطحطاوی
عن القهستاني وان كان الحالف ذا سلطان كقاض وشريف لا يباشر هذه الاشياء بنفسه حنث بالمباشرة وبالامر ايضا لتقييد
اليمين بالعرف وبمقصود الحالف اور اگر حالف صاحب حکومت ہو مانند قاضی اور شریف کے کہ ان اشیاء مذکورہ کو بذات خود نکرتے ہوں تو حانث ہوگا
خود کرنے سے اور اوسکو امر کرنیسے بھی بسبب مقید ہونے یمین کے ساتھہ عرف کے اور ساتھہ مقصود حالف کے یعنی اگر حالف اشیاء مذکورہ میں یہہ قصد کرے کہ خود
کریگا یا امر کریگا تو صحیح ہے وان كان يباشر مرة ويفوض اخرى اعتبر الاغلب وقيل يعتبر السلعة فلو مما يشتريها بنفسه لشرفها لا يحنث
بوكيله والا حنث اور اگر حالف ایسا ہو کہ اشیاء مذکورہ کو کبھی خود کرتا ہو اور کبھی دوسرے کو تفویض کرتا ہو تو غلبہ معتبر ہوگا یعنی اگر مباشرت اغلب ہوگی تو
اپنے فعل سے حانث ہوگا اور اگر تفویض اغلب ہوگی تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ قماش اور جنس معتبر ہے تو اگر وہ جنس ایسی ہو کہ خود اوسکو خرید
کرتا ہو بسبب اوسکی عمدگی اور خوبی کے تو ایسی میں وکیل کے فعل سے حانث نہوگا اور اگر رذیل چیز ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا ويحنث بفعله وفعل
مأموره لم يقل وكيله لان من هذا النوع الاستقراض والتوكيل به غير جائز اور حانث ہوگا اپنے فعل اور اپنے مامور کے فعل سے مصنف نے
مامور کہا وکیل نہ کہا اسواسطے کہ اس نوع میں استقراض بھی داخل ہے اور استقراض میں توکیل کرنا جائز نہیں م توکیل استقراض میں اسواسطے جائز نہیں کہ اگر
وکیل یوں کہے کہ مجکو قرض دیدو تو مبلغ کا مالک وکیل ہوگا نہ موکل اور اگر استقراض کی نسبت موکل کیطرف کرے اسطرح کہ فلانا شخص تجہسے قرض مانگتا
ہے تو یہہ رسالت اور امر ہے توکیل نہیں اور رسالت استقراض میں جائز ہے جسکو مامور کا لفظ شامل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزيلعي في النكاح لا الانكاح
حانث ہوگا اپنے فعل اور مامور کے فعل سے نکاح میں نہ نکاح کروا دینے میں یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نکرونگا تو اگر بذات خود عقد کیا یا کسیکو وکیل کیا سوا اوسنے
اوسکا عقد کیا دونوں صورت میں حانث ہوگا اور اگر فضولی نے اوسکا نکاح کر دیا بعد یمین کے تو اجازت قولی سے حانث ہوگا بقول مختار اور اجازت فعلی سے حانث

ہوگا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی النہر اور اگر قسم کھائی کہ غیر کا نکاح نہ کر دیگا تو اسمین اپنے فعل سے حانث ہوگا نہ وکیل کے فعل سے والطلاق والعتاق الواقعین
بکلام وُجِدَ بعدَ الیمینِ لا قبلہ کتعلیق بلاشرط او زعلی اور حانث ہوگا مطلقاً اوس طلاق اور عتاق مین جو واقع ہوئی ہون بسبب اوس کلام کے
جو بعد یمین کے پایا گیا ہو نہ قبل یمین کے جیسے دخول دار کے تعلیق کی کذا فی شرح الزیلعی م طلاق اور عتاق مین قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ طلاق فعلی
سے حانث نہین ہوتا طلاق فعلی کی یہہ صورت ہے کہ فضولی نے طلاق دی اور زوج نے اوسکو بااجازت فعلی جائز رکھا اور تعلیق کی یہہ صورت ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا
کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے یا مولی نے کہا غلام سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر بعد اس تعلیق کے قسم کھائی کہ طلاق نہ دیگا یا آزاد نہ کریگا بعد
اسکے دخول دار سے طلاق یا عتاق پایا گیا تو حانث نہوگا نہ زوج نہ مولی والخلع والکتابۃ والصلح عن دم عمد او انکار کامر اور حانث ہوگا مطلقاً خلع اور
کتابت اور قتل عمد کے صلح کرنے سے یا انکار مال کے صلح کرنے سے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی صلح من المال مین والھبۃ ولو فاسدۃ او بعوض اور حانث ہوگا
مطلقاً ہبہ کرنے مین اگرچہ ہبہ فاسد ہو یا ہبہ بالعوض ہو م یہہ قول شارح کا منافی ہے قول سابق کے یعنی اس باب کے اول مین شارح نے بروایت ظہیریہ ہبہ بالعوض کو در
حکم بیع کہا ہے اور حکم بیع کا یہہ ہے کہ اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے نہ مامور کے فعل سے اور یہان موافق روایت شرنبلالی کے ہبہ بالعوض کو ان عقود مین داخل کیا
جنہین اپنے فعل سے بھی حانث ہوتا ہے اور مامور کے فعل سے بھی کذا فی الطحطاوی والصدقۃ والقرض والاستقراض وان لم یقبل اور حانث ہوگا مطلقاً
صدقہ اور قرض دینے اور قرض لینے مین اگرچہ ہبہ اور صدقہ اور قرض اور استقراض مین قبول نہوا ہو م نہر الفائق مین کہا کہ لم یقبل ہبہ اور مابعد سے کیطرف
راجع ہے وضرب العبد قیل والزوجۃ اور حانث ہوگا مطلقاً غلام کے مارنے مین اور بعضون کے نزدیک زوجہ کے مارنے مین بھی م نہر الفائق مین کہا کہ ضرب
زوجہ بعضون کے نزدیک ضرب عبد کی مانند ہے اور بعضون کے نزدیک ضرب ولد کی مانند ہے والبناء والخیاطۃ وان لم یحسن ذلک خانیہ اور حانث ہوگا
مطلقاً مکان کی تعمیر مین اور کپڑا سینے مین اگرچہ اسکو خوب نکر جانتا ہو کذا فی الخانیہ والذبح والایداع والاستیداع اور ذبح کرنے مین اور کسیکے پاس ودیعت
رکھنے مین اور کسیکی ودیعت قبول کرنے مین وکذا الاعارۃ والاستعارۃ ان اخرج الوکیل الکلام مخرج الرسالۃ والا فلا حنث اشباہ وخانیہ اور
اسیطرح عاریت دینے اور عاریت مانگنے مین بشرطیکہ وکیل نے اعارہ اور استعارہ مین بطور پیام کے کلام کیا ہو اور نہین تو حنث نہ ثابت ہوگا وکیل کے فعل سے کذا فی
الاشباہ والخانیہ م حلبی محشی نے کہا کہ کلام شارح کا باتمام صاحب نہر اسکو مقتضی ہے کہ یہہ حکم یعنی وکیل کا کلام بطور پیام ہونا اعارہ اور استعارہ مین مخصوص ہے حالانکہ نکاح
اور مابعد نکاح مین وکیل محض سفیر ہے تو موکل کیطرف اضافت کرنا کلام کا سب عقود مذکورہ مین ضرور ہے چنانچہ کتاب الوکالۃ مین اسکی تصریح آویگی اور اغلب کہ
تاتارخانیہ کی عبارت عام ہوگی سب مسائل مین ناقل کو خصوصیت کا وہم ہوگیا ہے تو اوسکی طرف مراجعت کرنا چاہیے وقضاء الدین وقبضہ والکسوۃ ولبس منہا
التکفین الا اذا اراد الستر دون التملیک سراجیہ اور حانث ہوگا مطلقاً قرض ادا کرنے اور قرض کے قبضہ کرنے اور لباس پہنانے اور کفن دینا کسوہ مین
داخل نہین مگر یہہ کہ لباس دینے سے بدن کا چھپانا مراد رکھے نہ تملیک تو البتہ کفن دینے و لانے سے بھی حانث ہوگا کذا فی السراجیہ م قسم کھائی کہ اوسکو لباس نہ دیگا تو اپنے
دینے اور وکیل کے دینے سے حانث ہوگا لیکن اگر محلوف علیہ کو کفن دیگا تو حانث نہوگا مگر بہ نیت مذکورہ اسواسطے کہ لباس دینا عبارت ہے تملیک لباس سے اور میت لائق تملیک
کے نہین والحمل اور حانث ہوگا مطلقاً بوجھ لادنے مین یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر بوجھ نہ لادیگا تو اپنے لادنے اور وکیل کے لادنے سے حانث ہوگا اور مراد حمل سے حمل
بلا اجارہ ہے اسواسطے کہ اجارہ کی صورت مین وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا چنانچہ قبل اسکے مذکور ہوچکا ہے وذکر منہا فی البحر نیفا وابعین امر الاول مین
ان اشیاء مذکورہ سے جنمین اپنے فعل اور مامور کے فعل سے حانث ہوتا ہے چالیس اور چند عقود کو مذکور کیا ہے م نہر الفائق مین ان امور سے چوالیس امر کو مذکور
کیا ہے چھبیس تو یہی امور ہین جنکو ماتن نے ذکر کیا باقی مذکور ہوتے ہین ہدم قطع قتل شرکت ضرب زوجہ ضرب ولد صغیر تسلیم شفعہ اذن نفقہ وقف قربانی حبس
تعزیر نصب حاکم حج وصیت حوالہ کفالہ قضا شہادت اقرار تولیت وفی النہر عن شارح الوہبانیۃ نظم والذی ما لا حنث فیہ بفعل الوکیل
لانہ لا قل مشیرا الی حنثہ فیما بقی فقال ۵ بفعل وکیل لیس یحنث حالف + ببیع شراء صلح مال خصومۃ ٭ اجارۃ استیجار الصرف لا بنہ
لذا قسمۃ والحنث فی غیرھا اثبت اور نہر الفائق مین شارح وہبانیہ سے منقول ہے کہ یہہ بیت والدی نے منظوم کیا ہے اون مسائل کو جنمین وکیل کے فعل سے حنث نہین ہوتا

اسو ہسطو کہ رد کرمین اسطرف اشارہ کردیا فظہر ہے کہ انکو سوا باقی مسائل مین حنث ثابت ہو وکیل کے فعل سے ہر یون کہا ہو کہ وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا حالف بیع
شرا صلح ال خصومت اجارہ استیجارہ ضرب ولد قسمت مین اوران مسائل کے غیر مین حنث ثابت ہو ولام دخل مبتدأ خبرہ اقتضی لالاتی علی فعل ادادبکہ خبرہا
علیہ ثوبا منہ ابن کمال یجری فیہ النیابۃ للغیر کبیعٍ وشراءٍ واجارۃٍ وخیاطۃٍ وصیاغۃٍ وبناءٍ اقتضی ای اللام امرہ ای توکیلہ لاختصاصہ
بہ ای بالمحلوف علیہ اذ اللام للاختصاص ولا یتحقق الا بامرہ المفید للتوکیل اور جو لام کہ داخل ہوا وس فعل پر جسمین غیر کیو اسطو نیابت جاری ہے
جیسا کہ بیع اور شرا اور اجارہ اور درزی گری اور زرگری اور معماری تو لام مذکور مقتضی ہوگا اوسکے امر کو یعنی اوسکے وکیل کرنیکو تاکہ مخصوص کردے فعل
کو ساتھ اوسکے تاکہ لام اس فعل کے اختصاص کا ساتھ محلوف علیہ کے فائدہ بخشے اسو اسطو کہ لام موضوع ہے واسطے اختصاص کے اور یہ اختصاص بدون اوسکے امر کے
ہو توکیل کا مفید ہے متحقق نہین ہوتا شارح نے کہا کہ مصنف کی عبارت مین لام کا لفظ مبتدا ہے اور خبر اوسکی لفظ اقتضی ہے اور دخول لام علی الفعل سے مراد یہ ہے
کہ لام قریب ہو فعل سے کذا مرہ ابن کمال فی ایضاح الاصلاح یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ دخول سے متعلق ہونا لام کا ساتھ فعل کے مراد ہے یا خود فعل پر لام کا داخل
ہونا مراد ہو بلکہ قرب بلا فاصلہ مراد ہو جیسا کہ بعت لک بخلاف بعت ثوبا لک کے ھم عینی نے کہا لام سے مراد لام اختصاص ہے نہ لام تعریف اور ظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ
محلوف علیہ کے امر مین یہ شرط ہے کہ اوس نے خاص اپنی ذات کیواسطے امر کیا ہو غیر کو اور مطلق امر اوسکا مراد نہین کذا فی الطحطاوی فلو حنث فی ان بعت الک
ثوبا ان باعہ بلا امرہ لانتفاء التوکیل سواء ملکہ ای المخاطب الثوب او لا بخلاف ما لو قال ثوبا لک فانہ یقتضی کونہ ملکا لہ
کا سیجئ تو اس یمین ان بعت لک ثوبا مین یعنی یون کہنے مین کہ اگر بیع کرون تیرے واسطے کپڑا تو ایسا ہو حانث نہوگا اگر اوسکو بدون امر مخاطب کے بیچا بسبب
نہ پائے جانے توکیل کے خواہ مخاطب اوس کپڑے کا مالک ہو یا نہو بخلاف اسکے اگر یون کہا ان بعت ثوبا لک یعنی جب کہ لام فعل سے نزدیک نہو تو یہ ترکیب کپڑے کے ملوک
ہونیکو واسطے مخاطب کے مقتضی ہے چنانچہ اسکے بعد بلا فاصلہ آتا ہے بیان اوسکا ھم ان بعت لک ثوبا مین لام اوس فعل کے قریب واقع ہوا ہے جسمین غیر کی نیابت ہوسکتی
ہے لہذا حنث اس یمین کی توکیل پر موقوف ہوگیا نہ مخاطب کی ملک پر تو اگر مخاطب نے غیر مملوک کپڑے کی بیع کیواسطے متکلم کو وکیل کریگا تو اوسکی بیع سے حانث
ہوگا جیسے اوسکو مملوک کی بیع سے حانث ہوگا یا ان دخل اللام علی عین ای ذات او علی فعل لا یتم ذلک الفعل عن غیرہ ای لا یقبل النیابۃ کاکل وشرب
ودخول وضرب الولد بخلاف العبد فانہ یقبل النیابۃ اقتضی دخول اللام ملکہ ای ملک المخاطب للمحلوف علیہ لانہ کال الاختصاص
سو اگر لام داخل ہو عین پر یعنی ذات پر یا اوس فعل پر داخل ہو جو غیر سے واقع نہین ہوتا یعنی قابل نیابت کے نہین ہے جیسے کھانا اور پینا اور داخل ہونا اور ولد کا
مارنا بخلاف غلام کے اسلیے کہ وہ قابل نیابت ہے تو دخول لام مذکور اوسکی ملک کا مقتضی ہے یعنی مخاطب کی ملکیت واسطے محلوف علیہ کی اسواسطے کہ مالک ہونے مین
نہایت اختصاص ہے ھم لام ہر حال مین اختصاص کا مفید ہے لیکن پہلی صورت مین اختصاص امر کیطرف منصرف ہے اور یہان ملک کیطرف فحنث فی ان بعت
ثوبا لک ان باع ثوبہ بلا امرہ ھذا نظیر الدخول علی العین وھو الثوب لان تقدیرہ ان بعت ثوبا ھو مملوک لک تو اس یمین مین ان
بعت ثوبا لک یعنی اگر مین بیچون کپڑا واسطے تیرے حانث ہوگا اگر مخاطب کا کپڑا بدون اوسکے امر کے بیچیگا یہ مثال ہے عین یعنی ذات پر لام داخل ہونیکی اور دو
ذات کپڑا ہے اسواسطے کہ تقدیر کلام یون ہے کہ اگر مین وہ کپڑا بیچون جو تیرا مملوک ہو ھم تو اگر مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اوسکے امر سے بیع کریگا تو حانث نہوگا وما نظیرہ
دخولہ علی فعل لا یقع عن غیرہ فذکرہ بقولہ وکذا ای مثل ما مر من اشتراط کون المحلوف علیہ ملک المخاطب قولہ ان اکلت
لک طعاما او شربت لک شرابا اقتضی ان یکون الطعام والشراب ملک المخاطب کما فی ان اکلت طعاما لک لان اللام ھنا اقرب
الی الاسم من الفعل والقرب من اسباب الترجیح اور دخول لام کی مثال اوس فعل پر جو غیر سے بطریق نیابت واقع نہین ہوتا اوسکو مصنف نے اپنے اس
قول سے ذکر کیا اور یہ طرح یعنی مثل سابق کے ہے قول مصنف کا محلوف علیہ کے مملوک ہونیکی اشتراط مین ان اکلت لک طعاما یعنی اگر مین کہا دن تیرا خاص
کھانا یا پیون مخصوص تیرا شربت تو دخول لام کا ان مثالون مین اسکا مقتضی ہے کہ طعام اور شربت مخاطب کا مملوک ہو چنانچہ ان اکلت طعاما لک مین ملک مخاطب کا
مقتضی ہے اسواسطے کہ لام یہان اسم سے قریب تر ہے بہ نسبت فعل کے اور قریب ہونا ترجیح کے اسباب سے ہے ھم منح الغفار مین مذکور ہے ہر چند یہان لام ظاہر مین اکل سے

متعلق ہو لیکن فی الحقیقت طعام سے متعلق ہو یعنی لہذا مملوکیت طعام اسمین شرط نہوئی وَاَمَّا ضَرْبُ الْوَلَدِ فَلَا یُتَصَوَّرُ فِیْهِ حَقِیْقَةُ الْمِلْکِ بَلْ یُرَادُ الْاِخْتِصَاصُ
بِهٖ اور ضرب الولد کی مثال مین تو حقیقت ملک متصور نہین بلکہ اختصاص ولد کا ساتھہ والد کے مراد ہو م تو اپنے خاص والد کی ضرب سے حانث ہوگا نکل گیا اس قید سے ولد
مشترک چنانچہ ام ولد کا وہ ولد جسکا دعوی دو شریکون نے کیا تو اوسکی ضرب سے حانث نہوگا بسبب عدم اختصاص کے اور چونکہ مصنف نے اکل اور شرب اور دخول دار
اور ضرب ولد کو مذکور کیا حالانکہ ولد مین ملک متصور نتھی لہذا شارح نے اوسکی مراد سے آگاہ کر دیا لیکن دخول دار مین کلام باقی رہا حموی نے کہا اوس دار کے
دخول سے حانث ہوگا جسکا اختصاص مخاطب سے ثابت ہو یعنی وہ دار جو اوسکی طرف منسوب ہو کذا فی فتح القدیر تو ظاہر اگر اوسکے گھر کے داخل ہونے سے بھی حنث
ثابت ہوگا تو شارح کو مناسب تھا کہ اس سے بھی آگاہ کر دیتا کذا فی الطحطاوی اور خلاصہ اس بحث کا یہہ ہو کہ اختصاص کا لام جب اوس ضمیر سے متصل ہو جو فعل
متعدی کے بعد واقع ہو تو دو حال سے خالی نہین یا لام متوسط ہو درمیان فعل اور اوسکے مفعول ثانی کے یا مفعول سے متاخر ہو اور دونو صورت مین یا فعل
محتمل نیابت کا یا نہین سو اگر نیابت کا محتمل ہو اور دونو کے درمیان مین پڑے تو وہ لام اختصاص فعل کا فائدہ دیگا اور اگر اوسکی حنث کی شرط وقوع
فعل ہوگا بخصوصیت اوس شخص کے جسکی ضمیر ہو خواہ عین اوسکا مملوک ہو یا نہو اور یہہ خصوصیت بدون اوسکے امر کے حاصل نہین اور اگر لام متاخر ہوگا
مفعول سے تو اختصاص عین کا ضمیر والے کے ساتھہ ہوگا اور شرط اس اختصاص کی یہہ ہو کہ عین اوسکا مملوک ہو خواہ فعل اوسکے واسطے واقع ہوا ہو یا نہ واقع
ہوا ہو اور اگر فعل محتمل نیابت کا نہین تو اوسکے حکم مین افتراق نہوگا لام کے توسط اور تاخر مین بلکہ حانث ہوگا جب کہ اوس فعل کو کریگا خواہ اوسکے امر سے خواہ
بدون امر اسواسطے کہ فعل نیابت کا محتمل نہین تا اوسکا انتقال غیر فاعل مین ممکن ہو تو امر اور عدم امر برابر ہوگا تو یہہ متعین ہو گیا کہ یہان لام واسطے اختصاص
عین کے ہو تا اوسکا کلام لغو ہونے سے محفوظ رہے کذا فی منح الغفار وَاِنْ نَوٰی غَیْرَهٗ اَیْ مَا مَرَّ صُدِّقَ فِیْمَا فِیْهِ تَشْدِیْدٌ عَلَیْهِ قَضَاءً وَدِیَانَةً وَدُیِّنَ فِیْمَا لَهٗ
ثُمَّ الْفَرْقُ بَیْنَ الدِّیَانَةِ وَالْقَضَاءِ لَا یَتَاَتّٰی فِی الْیَمِیْنِ بِاللّٰهِ لِاَنَّ الْکَفَّارَةَ لَا مُطَالِبَ لَهَا کَمَا مَرَّ اور اگر غیر مذکور کی نیت کریگا تو اوسکی تصدیق
قضاء اور دیانۃ کیجاویگی اوس امر مین جسمین تنگی اور سختی ہوگی حالف پر اور فقط دیانۃ تصدیق ہوگی اوس امر مین جسمین آسانی اور تخفیف ہوگی واسطے
حالف کے بعد اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ دیانت اور قضا کا تفرقہ یمین باللہ مین حاصل نہین ہوتا اسواسطے کہ کفارہ کا مطالبہ قضاء نہین م تشدید کی صورت یہہ ہے
کہ مخاطب کا مملوک کپڑا بدون اوسکے امر کے بیچا مسئلہ اولی مین اور اختصاص سے ملک کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نکرتا تو حانث نہوتا یا مخاطب کا
غیر مملوک کپڑا اوسکے امر سے بیچا مسئلہ ثانیہ مین اور اختصاص سے امر کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہوتی تو حانث نہوتا تخفیف کی صورت یہہ ہو کہ
دونو مسئلون مین بالعکس نیت کرے یعنی مسئلہ اولی مین اختصاص سے امر کی نیت کرے اور مسئلہ ثانیہ مین اختصاص سے ملک کی نیت کرے تو فقط دیانۃ اوسکی
تصدیق ہوگی اسواسطے کہ اوسنے محتمل کلام کی نیت کی لیکن قضاء تصدیق نہوگی اسواسطے کہ خلاف ظاہر ہے اور وہ متہم ہو کذا فی المنح قَالَ اِنْ بِعْتُهٗ اَوْ
اِبْتَعْتُهٗ فَهُوَ حُرٌّ فَعَقَدَ عَلَیْهِ بَیْعًا بِالْخِیَارِ لِنَفْسِهٖ حَنِثَ لِوُجُوْدِ الشَّرْطِ وَلَوْ بِالْخِیَارِ لِغَیْرِهٖ لَا وَاِنْ اُجِیْزَ بَعْدَ ذٰلِکَ فِی الْاَصَحِّ کَمَا لَوْ قَالَ اِنْ
مَلَکْتُهٗ فَهُوَ حُرٌّ لِعَدَمِ مِلْکِهٖ عِنْدَ الْاِمَامِ کہا مولی نے کہ اگر مین غلام کو بیع کرون یا اوسکو خرید کرون تو وہ آزاد ہے پھر اوسکی بیع منعقد کی بشرط اپنے اختیار
کے تو حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے اور اگر خرید یا فروخت بشرط اختیار غیر کے ہوئی تو حانث نہوگا اگرچہ غیر نے بعد اسکے اجازت بھی دی ہو قول اصح مین جیسا کہ
اسمین حانث نہین ہوتا اگر یون کہا کہ اگر مین اس غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہے یعنی پھر اوسکو بشرط اپنے اختیار کے مول لیا تو آزاد نہوگا بسبب اوسکے
عدم ملک کے نزدیک امام کے اسواسطے کہ خیار شرط مشتری اوسکی ملک مین داخل ہونیسے مانع ہے کذا فی الطحطاوی م یہہ کہا کہ حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے
یعنی امام کے نزدیک سبب قیام الملک ہے اور شرا پائی گئی اسواسطے کہ مبیع بائع کی ملک سے خارج نہین بشرط اوسکے خیار کے بالاتفاق اور خیار مشتری
اگرچہ اوسکی ملک کے دخول سے مانع ہے امام کے نزدیک لیکن عتق معلق ہے اوسکی تعلیق سے اور معلق منجز کی مانند ہے تو اگر بعد خرید بشرط خیار کے مشتری عتق کو
منجز کرے تو خیار فسخ ہو جاویگا اور عتق واقع ہوگا تو اسیطرح تعلیق مین بھی ملک ثابت ہو کذا فی النہر الفائق قَیَّدَ بِالْخِیَارِ لِاَنَّهٗ لَوْ قَالَ بِعْتُهٗ فَهُوَ حُرٌّ
فَبَاعَهٗ بَیْعًا صَحِیْحًا بِلَا خِیَارٍ لَا یَعْتِقُ لِزَوَالِ مِلْکِهٖ وَیَنْحَلُّ الْیَمِیْنُ لِتَحَقُّقِ الشَّرْطِ زیلعی مصنف نے بیع کو مقید بالخیار کیا اسواسطے کہ اگر یون کہیگا کہ

اگر مین اوسکو بیع کردون تو وہ آزاد ہے پہر اوسکو صحیح بیع کر کے بیچا بلا خیار تو غلام آزاد نہوگا بسبب ختم ہونے بائع کی ملکیت کے حالانکہ تحقق جزا بدون ملک کے نہین ہوتا
اور یمین باطل ہو جاویگی بسبب متحقق ہونے شرط کے کذا فی الزیلعی ویحنث الحالف فی المسئلتین بالبیع والشراء الفاسد والموقوف لا بالباطل لعدم
الملک وان قبضہ اور قسم کہانیوالا حانث ہوگا دونو صورتون مین یعنی بیع اور شراء کی یمین مین حانث ہوگا بیع اور شراء فاسد اور موقوف سے نہ حانث ہوگا بیع اور شراء باطل
بسبب عدم ملک کے اگرچہ مبیع پر قبضہ کر لے بخلاف بیع فاسد اور موقوف کے کہ اونمین قبض سے ملک ہو جاتی ہے بیع موقوف کی یہہ صورت ہے کہ حالف نے مثلاً غلام کو زید غائب
سے بیچا اور فضولی نے اوسکی طرف سے قبول کیا تو بائع کیطرف سے غلام آزاد ہو جاویگا کذا فی المنح ولو اشتری مُدَبَّرًا ومکاتبًا لم یحنث الا باجازۃ قاضٍ و
مکاتبٍ اور اگر غلام مدبر یا مکاتب کو مول لیا تو حانث نہوگا مگر قاضی اور مولی کی اجازت سے ہم قسم کہائی کہ مثلاً غلام کو نخرید کریگا پہر اوسنے مدبر کو خرید کیا تو
حانث نہوگا اسواسطے کہ مدبر محل بیع نہین لیکن چونکہ مدبر کی بیع مین مجتہدون کا اختلاف ہے تو اگر وہ قاضی جسکے مذہب مین مدبر کی بیع جائز ہے حکم جواز کا دیگا تو اوسوقت
مین حالف البتہ حانث ہوگا اور اسیطرح حالف مذکور غلام مکاتب کے خرید کرنے سے حانث نہوگا لیکن اگر مکاتب کا مالک اوسکی بیع کی اجازت دیگا تب حالف حانث ہوگا
اسواسطے کہ کتابت فسخ ہو گئی مولی کی اجازت سے تو منافی بیع زائل ہوا بیع تمام ہو گئی **فرع** مسئلہ تحفہ شارح کا قال لامتہ ان بعتُ منک شیئًا فانتِ
حرّۃ فباعہ نصفھا من زوجھا ولدت منہ او من ابیھا لم یقع عتق المولی ولو من اجنبیّ وقع والفرق فی الظہیریۃ کہا مولے نے اپنی لونڈی سے
کہ اگر مین تیری ذات سے کچھ نصف یا ثلث بیع کردون تو تو آزاد ہے پہر آوہی لونڈی اوسکے اوس زوج کے ہاتھ بیچی جسکے نطفہ سے یہہ لونڈی جن چکی ہے یا لونڈی کے
باپ کے ہاتھ اوسکو بیچا تو عتق مولی کا نہ واقع ہوگا اور اگر اوسکو اجنبی کے ہاتھ بیچا تو عتق واقع ہوگا اور فرق دونو صورتون کا ظہیریہ مین مذکور ہے ہم ظہیریہ مین وجہ
فرق یون مذکور ہے کہ ولادت زوج سے اور نسب باپ سے مقدم ہے یعنی ولادت اور نسب تعلیق ہونے سے سابق الوجود ہے تو وہی واقع ہوگا جو مقدم ہوا اور اس امر کا اعتبار
اجنبی کے حق مین ممکن نہین کذا فی النہر وانما قیّد بالبیع لانہ فی حلفہ لا یتزوّج امرأۃً او ھذہ المرأۃ فھو علی الصحیح دون الفاسد فی الصحیح
اور مصنف نے حنث کو بیع فاسد کے ساتھ مقید کیا مگر اسواسطے کہ یون قسم کہانے مین کہ نکاح نکریگا کسی عورت سے یا اس عورت سے تو وہ صحیح نکاح پر محمول ہوگا نہ فاسد پر
یعنی اگر قسم کہائی کہ نکاح نکریگا تو صحیح نکاح سے حانث ہوگا نہ فاسد سے وکذا لو حلف لا یصلی او لا یصوم او لا یحج لانّ المقصود منھا الثواب ومن النکاح
الحلّ ولا یثبت بالفاسد فلا تنحل بہ الیمین بخلاف البیع لانّ المقصود منہ الملک وانہ یثبت بالفاسد والھبۃ والاجارۃ کبیع اور
اسیطرح اگر قسم کہائی کہ نماز نہ پڑھیگا یا روزہ نہ رکھیگا یا حج نکریگا تو صحیح نماز اور روزہ اور حج سے حانث ہوگا نہ فاسد سے اسواسطے کہ مقصود عبادات مذکورہ سے
ثواب ہے اور نکاح سے حلت وطی مقصود ہے تو فاسد سے یہہ مقصود نہ ثابت ہوگا تو فاسد کے کرنیسے یمین منحل نہوگی یعنی حنث نہ ثابت ہوگا بخلاف بیع کے اسواسطے کہ مقصود
بیع سے ملک ہے اور ملک تو بیع فاسد سے بہی ثابت ہو جاتی ہے اور ہبہ اور اجارہ مثل بیع کے ہے ہبہ فاسد اور اجارہ فاسد سے بہی حنث ثابت ہوگا ولو کان ذلک کلہ
فی الماضی کان تزوّجتُ او صمتُ فھو علیھما ای الصحیح والفاسد لانہ اخبار اور اگر وہ سب یعنے نکاح اور صوم اور صلوۃ اور حج زمان ماضی مین ہو جیسے
ان تزوّجتُ یا ان صمتُ تو وہ دونو پر محمول ہوگا یعنی نکاح صحیح اور فاسد اور صوم صحیح اور فاسد دونو سے حنث ثابت ہوگا اسواسطے کہ زمان ماضی کی قسم اخبار
ہے یعنی ماضی سے خبر دینا مسمی کا مقصود ہوتا ہے نہ حلت اور ثواب انجام نکاح اور صوم وغیرہ کا صحیح اور فاسد دونو پر بولا جاتا ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح کی
تمثیل یعنی ان تزوجت یا ان صمت صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ ماضی نہین بلکہ مستقبل ہے اسواسطے کہ تعلیق ہے تو بہتر یون مثال دینا تہا کہ ما تزوجت وما صمت ہم
اور ایسے ہی شرح منح الغفار مین ماضی کی یون مثال دی ہے ان کنت تزوجت او صلیت او صمت یعنی اگر مین نے نکاح کیا ہو یا نماز پڑہی ہو یا روزہ رکہا ہو فان
عنی بہ الصحیح صُدِّق لانہ النکاح المعنوی بدائع ہاں اگر ماضی کے نکاح سے نکاح صحیح کا ارادہ کریگا تو اوسکی تصدیق ہوگی قاضی کے نزدیک اسواسطے کہ
صحیح نکاح تو نکاح معنوی ہے کذا فی المنح عن البدائع اسواسطے کہ مقصود نکاح یعنی حلت صحیح پر مترتب ہے شارح نے فقط نکاح کا حکم بیان کیا اور ظاہر ایسا ہی حکم صوم اور صلوۃ
مین بہی ہے کذا فی الطحطاوی ان لم ابع ھذا الرقیق فکذا فاعتق المولی او دبر رقیقہ تدبیرًا مطلقًا فلا یحنث بالمقید فیہ او استولد الامۃ
حنث لتحقق الشرط بفوات محلیۃ البیع حتی لو قال ان لم ابعک فانت حرٌّ فدبّر او استولد عتق اگر مین نہ بیچون اس غلام کو تو ایسا ہو سو مولی نے آزاد کیا

یا اپنے غلام کو تدبیر مطلق مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا تو حانث ہوگا بسبب متحقق ہونے شرط کے محل بیع کے فوت ہوجانے سے یعنی بسبب اعتاق یا تدبیر مطلق یا استیلاد کے مملوک لائق بیع کے نرہا یہان تک کہ اگر یون کہیگا اپنے مملوک سے کہ مین تجکو بیع کرون تو تو آزاد ہے پہر اوسکو مدبر مطلق کیا یا ام ولد بنایا تو وہ آزاد ہوجاویگا اسلیے کہ شرط پائی گئی یعنی عدم بیع مصنف نے تدبیر مطلق کی قید لگائی تو تدبیر مقید سے حانث نہوگا کذا فی الفتح اسواسطے کہ مقید مین قبل وجود شرط کے بیع جائز ہے ولا یُعتبر تکرار الرقّ بالردّة لانه موهوم اور معتبر نہین تکرار رق یعنی اعادہ مملوکیت کا بسبب ارتداد کے اسواسطے کہ وہ امر موہوم ہے شارح نے یہہ دفع دخل کیا تقریر سوال یہہ ہے کہ معتق اور مدبر اور ام ولد کی بیع ممکن ہے اسطرح کہ وہ مرتد ہوجاوین اور دار الحرب مین جا ملین اور پہر گرفتار ہوآوین اور دوسرے کی مملوک ہوجاوین یا بعض قاضی کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے وہ جواز بیع مدبر کا حکم دے تو تحقق شرط کا محلیت بیع کے فوت ہونے سے نہ پایا گیا پہر حانث کیونکر ہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ اعادہ رق کا ارتداد سے امر موہوم ہے تو لائق اعتبار کے نہین طحطاوی نے کہا جب یہہ معلوم ہوا تو شارح کو مناسب تہا کہ یون کہتا کہ ولا یُعتبر تکرار الرق بالردّة ولا القضاء ببیع المدبر تاکہ پورا دفع دخل ہوجاتا قالت له امرأته تزوّجت علیّ فقال کلّ امرأة لی طالق طلقت المحلِّفة بکسر اللام وعن الثانی لا وصحّحه السرخسی وفی جامع قاضی خان وبه اخذ عامة مشائخنا وفی الذخیرة ان فی حال الغضب طلقت والا لا کہا اوس سے اوسکی عورت نے کہ تونے مجہپر دوسرا نکاح کیا سو زوج نے کہا کہ جو عورت میری ہے وہ مطلقہ ہے تو محلِّفہ بکسر لام یعنی جس عورت نے اپنے زوج کو حلف دلایا وہ مطلقہ ہوگئی امام اعظم اور محمدؒ کے نزدیک اسواسطے کہ کل امرأة مین وہ بھی داخل ہے اور ابو یوسفؒ سے یہہ روایت ہے کہ حلف دلانے والی عورت مطلقہ نہین اسواسطے کہ بقرینہ ولالت حال وہ عورت کلیہ مذکورہ سے مستثنی ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سرخسی نے اور جامع قاضی خان مین ہے کہ اسی قول کو اکثر مشائخ نے لیا ہے اور ذخیرہ مین یون تفصیل مذکور ہے کہ اگر زوج نے حالت غضب مین یہہ حلف کیا تو وہ بھی مطلقہ ہوا اور نہین تو وہ مطلقہ نہین طحطاوی نے لکہا کہ محل خلاف اوس صورت مین ہے جب زوج نے اوسکی طلاق اور عدم طلاق کی نیت نکی ہو اور اگر نیت کی تو بالاتفاق مراد نیت کے حکم ہوگا ولو قیل له ألک امرأة غیر هذه المرأة فقال کلّ امرأة لی فهی کذا لا تطلق هذه المرأة لانّ قوله غیر هذه المرأة لا یحتمل هذه المرأة فلم تدخل تحت کلّ بخلاف الاولٰی اور اگر زوج سے کسی نے کہا کیا تیری کوئی اور عورت ہے سوا اس عورت کے سو اوسنے کہا جو عورت میری ہے سو وہ مطلقہ ہے تو یہہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ قول اوسکا غیر هذه المرأة احتمال نہین رکہتا هذه المرأة کا یعنی جب کہا سوا اوس عورت کی تو یہہ عورت اسکو شامل نرہی تو کل امرأة کے تحت مین نہ داخل ہوئی تو تقدیر کلام یون ہوئی کہ کل امرأة غیر هذه المرأة فهی طالق بخلاف اول مثال کے کہ وہان کل امرأة مین محلِّفہ داخل ہے **فروع** تتفرّع علی الحنث لفوات المحلّ چند مسائل ملحقہ شارح نے جو حانث ہونے پر متفرع ہین بسبب فوت ہونے محل یمین کے نحوان لم تصبّی هذا فی هذا الصحن فامرأته طالق فکسرته چنانچہ زوج کا یون کہنا زوجہ سے کہ اگر تو اس برتن سو مثلاً پانی نگرا وے اس صحن مین تو تو طالق ہے پہر عورت نے اوسکو توڑ ڈالے تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ برتن ہی نرہا جس سے پانی وغیرہ کا بہانا اور چہڑکنا متصور ہوا ان لم تذهبی فتاتی بهذا الحمام فانت کذا فطار الحمام طلقت یا زوجہ نے زوجہ سے یون کہا اگر تو نجاوے کہ اس کبوتر کو لادے تو تو مطلقہ ہے پہر کبوتر اڑ گیا تو عورت مطلقہ ہوگی قال الحرّ ان تزوّجتک فعبدی حر فتزوّجها بعد ما حرّرت لا یحنث لانّ یمینه تنصرف الی ما یتصوّر کما مر آزاد مرد نے اپنی محرم عورت سو کہ اگر مین تجہسے نکاح کرون تو میرا غلام آزاد ہے پہر اوس سے نکاح کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یمین اوسکی منصرف ہوئی اوسکی طرف جو ہو سکتا ہے یعنی عقد اگرچہ فاسد ہے حلف لا یتزوّج بالکوفة فعقد خارجها لا لانّ المعتبر مکان العقد قسم کہائی کہ کوفہ مین نکاح نکریگا تو اوسکو باہر عقد کرے تو حانث نہوگا اسلیے کہ معتبر عقد کا مکان ہے بحر الرائق مین ہے قسم کہائی کہ کوفہ مین نکاح نکریگا پہر ارادہ کیا اور عورت اور مرد دونو کوفہ مین ہین تو اوسکی تدبیر یہہ ہے کہ مرد اپنی طرف سے ایک وکیل کرے اور عورت دوسرا وکیل اپنی طرف سو کرے پہر دونو وکیل شہر سے باہر نکل کر نکاح کرین تو حالف حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے کذا فی الطحطاوی ان تزوّجت ثیّباً فهی کذا فطلّق امرأته ثم تزوّجها ثانیاً لا تطلق اعتباراً للغرض وقیل تطلق اگر مین ثیبہ سے نکاح کرون تو اوسکی عورت مطلقہ ہے پہر اوسنے اپنی زوجہ کو طلاق دی پہر اوس سے نکاح کیا دوسری بار تو اب وہ مطلقہ نہوگی باعتبار غرض کے یعنی متکلم کو ثیبہ سے غیر زوجہ مقصود تہا اور دوسرا قول یہہ ہے کہ مطلقہ ہوگی باعتبار عموم لفظ کے حلف لا یتزوّج من بنات فلان ولیس لفلان بنت لا یحنث بمن وُلدت له بعد قسم کہائی کہ مثلاً زید کی بیٹیون سے نکاح نکریگا اور

حالانکہ زید کے کوئی بیٹی نہیں تو حانث نہوگا زید کی اوس بیٹی کے نکاح سے جو بعد یمین کے پیدا ہوئی کذا فی البحر طحطاوی نے کہا شاید قول محمد کا ہے اسواسطے کہ حاشیہ چلپی
مین فتح القدیر سے یہہ منقول ہے قسم کہائی کہ زید کے ولد سے نہ بولیگا اور زید کا کوئی ولد نہیں پہر زید کا ایک ولد پیدا ہوا اور حالف اوس سے بولا تو طرفین کے نزدیک حانث
ہوگا اور محمد کے نزدیک حانث نہوگا اسواسطے کہ اصل یہہ ہے کہ محمدؒ کے نزدیک وجود ولد وقت یمین معتبر ہے اور طرفین کے نزدیک وقت تکلم کے النکرۃ تدخل تحت
النکرۃ والمعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ فلو قال ان دخل ھذہ الدار احد فکذا والدار لہ او لغیرہ فدخلھا الحالف حنث لتنکیرہ نکرہ داخل
ہوتا ہے نیچے نکرہ کے اور معرفہ داخل نہیں ہوتا ہے نیچے نکرہ کے تو اگر کہا اگر داخل ہوگا اس گہر مین کوئی تو ایسا ہوگا اور وہ گہر حالف کا ہے یا اوسکے غیر کا ہے اور اس گہر مین
حالف داخل ہوا تو حانث ہوگا بسبب تنکیر حالف کے م یعنی حالف نے اپنے قول مذکور مین بلفظ معرفہ نہیں مذکور کیا تو حالف نکرہ ہوا لہذا تحت نکرہ داخل ہوگیا یعنی احد
کے لفظ مین جسکا ترجمہ کوئی ہے وہ بہی شامل ہوگیا بموجب قاعدہ مذکورہ ولو قال داری ودارک لا حنث بالحالف لتعریفہ اور اگر یون کہا کہ اگر داخل ہوگا میرے
گہر مین یا تیرے گہر مین کوئی تو حنث نہوگا حالف کے داخل ہونے سے بسبب تعریف حالف کے یعنی حالف معرفہ ہے بسبب یاء متکلم کے تو تحت نکرہ نہ داخل ہوگا حلبی نے کہا
یہہ شارح نے لفظ داری کا بیان کیا نہ دارک کا تو اوسکو مناسب تہا یون کہنا لا حنث بالحالف والمخاطب لتعریفہما یعنی اگر یون کہا کہ ان دخل دارک احد تو اپنے گہر مین مخاطب
کے داخل ہونے سے حالف نہوگا اسواسطے کہ مخاطب معرفہ ہے بسبب کاف خطاب کے تو احد کے تحت مین نہ داخل ہوگا وکذا لو قال ان مس ھذا الراس احد واشار الی
راسہ لا یحنث الحالف بمسہ لانہ متصل بہ خلقۃ فکان معرفۃ اقوی من المعرفۃ بالاضافۃ بحر وذکرہ المصنف قبیل باب الیمین فی الطلاق
معزیا للاشباہ اور اسیطرح اگر کہا کہ اگر چہوئے اس سر کو کوئی اور اشارہ کیا متکلم نے اپنے سر کیطرف تو حالف اوسکے چہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ سر متصل ہے حالف
سے بنابر پیدایش کے تو وہ معرفہ ہوا قوی تر اضافت کے معرفہ سے کذا فی البحر یعنی تعریف سر کی بسبب اشارہ کرنیکے قوی تر ہے داری کی اضافت سے اور اوسکو
مصنف نے ذکر کیا ہے باب الیمین سے پہلے طلاق مین اشباہ کیطرف اشارہ کرکے الا بالنیۃ وفی العلم کان کلم غلام محمد بن احمد احد فکذا دخل الحالف
لو ھو کذلک لجواز استعمال العلم فی موضع النکرۃ فلم یخرج الحالف من عموم النکرۃ بحر معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے مگر نیت کرنیسے اور
نام مین داخل ہوتا ہے چنانچہ اگر کلام کریگا محمد بن احمد کے غلام سے کوئی تو زوجہ اوسکی مطلقہ ہے حالف داخل ہوگا تحت نکرہ کے اگر وہ ایسا ہوگا یعنی اگر
حالف کا نام بہی محمد بن احمد ہوگا اور وہ بہی اپنے غلام سے کلام کریگا تو حانث ہوگا بسبب جائز ہونے استعمال نام کے بجائے نکرہ کی تو اس وجہ سے حالف عموم نکرہ سے
نہ نکلا کذا فی البحر م جب استعمال نام کا بجائے نکرہ جائز ہوا تو یمین مذکور کی یون تاویل ہوئی کہ اگر کوئی کلام کریگا اوس مرد کے غلام سے جسکا نام محمد بن احمد ہے
تو جسکا نام محمد بن احمد ہوگا اوسکا غلام اسمین داخل ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت وفی الاشباہ المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ الا المعرفۃ فی الجزاء
فتدخل فی النکرۃ التی ھی فی موضع الشرط کان دخل داری ھذہ احد فانت طالق فدخلت ھی طلقت ولو دخل ھو لم یحنث لان
المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ وتمامہ فی القسم الثالث من ایمان الظہیریۃ شارح کہتا ہے اشباہ مین ہے کہ معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے مگر
وہ معرفہ جو جزا مین واقع ہو یعنی معرفہ اوس نکرہ مین داخل ہوتا ہے جو شرط کے محل مین واقع ہے چنانچہ اگر داخل ہوگا کوئی میرے اس گہر مین تو تو مطلقہ ہے
پہر زوجہ اوسکی داخل ہوئی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اگر زوج حالف داخل ہوگا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے اور پوری
تقریر اسکی ایمان ظہیریہ کی قسم ثالث مین ہے م حموی اشباہ کے محشی نے کہا کہ زوجہ اگرچہ معرفہ ہے بتاء خطاب لیکن وہ جزا مین واقع ہے تو اوسکا دخول
اوس نکرہ کے تحت مین جو شرط مین واقع ہے ممتنع نہیں اسواسطے کہ دو جملے مانند دو مختلف کلاموں کے ہین اور اسیطرح شرط کا معرفہ جزا کے نکرہ کے تحت مین
واقع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف دخول زوج کے تحت نکرہ کے کہ وہ جائز نہیں اسواسطے کہ ایک ہی جملہ مین یعنی شرط مین دونو واقع ہین وتجب
حج او عمرۃ ماشیا من بلدہ فی قولہ علی المشی الی بیت اللہ او الکعبۃ او اراق دما ان رکب لادخالہ النقص ولو اراد ببیت اللہ
بعض المساجد لم یلزمہ شئ اور واجب ہوگا حج یا عمرہ پیدل چلکر اپنے شہر سے اس قول مین کہ مجہپر واجب ہے پیدل چلنا بیت اللہ تک یا کعبہ تک
اور جانور ذبح کرے اگر سوار ہوا بین وجہ اسواسطے کہ اوسنے نذر مذکور مین نقصان داخل کیا اور اگر لفظ بیت اللہ سے بعض مسجد کا ارادہ کریگا تو اوسپر کچھ لازم نہوگا

نہ قضاءً نہ دیانۃً اسواسطے کہ اوسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا م مسئلے بلا قید کہا تو اگر کعبہ کے اندر یا کہین اور کہیگا تو اوسپر حج یا عمرہ واجب ہوگا
چنانچہ ہدایہ مین مصرح ہے اسواسطے کہ ایجاب حج یا عمرہ کا باعتبار مدلول لفظ یا اوسکے استلزام کے نہین اور نہ باعتبار مجاز کے اور بنظر غالب کے بلکہ بسبب عرف کے ہے
یعنی علی المشی الی بیت اللہ ایجاب حج یا عمرہ مین مروج ہے تو مجاز لغوی حقیقت عرفیہ ہوگیا تا کہ اس قول کے کہ علی حجۃ او عمرۃ کذا فی المنح ولا شیء بعلی
الخروج او الذہاب الی بیت اللہ او المشی الی الحرم او الی المسجد الحرام او الی باب الکعبۃ او میزابہا او الصفا و المروۃ او مزدلفۃ او عرفۃ
لعدم العرف اور یون کہنے مین کہ مجھپر واجب ہے نکلنا یا جانا بیت اللہ تک یا چلنا حرم تک یا مسجد الحرام تک یا کعبہ کے دروازہ تک یا میزاب تک یا صفا یا مروہ یا مزدلفہ یا
عرفات تک کچھہ واجب نہین نہ حج نہ عمرہ بسبب عدم عرف کے یعنی مسائل مذکورہ مین اور مسئلہ سابقہ مین کوئی وجہ فرق کی نہین سوا عرف کے لا یعتق عبد قیل لہ ان لم
احج العام فانت حر ثم قال حججت و انکر العبد فشہد اثنان بانہ ضحی العام بکوفۃ لم تقبل لقیامہا علی نفی الحج او النفی
لا تدخل تحت القضاء و قال محمد یعتق و رجحہ الکمال آزاد نہوگا وہ غلام جس سے یون کہا گیا یعنی اوسکے مولی نے کہا کہ اگر مین اس سال حج نکرون
تو تو آزاد ہے پھر مولی نے کہا کہ مین نے حج کیا اور غلام اوسکے حج کا منکر ہوا اور دو گواہ لایا سو دونوں نے کوفہ مین اوسکے قربانی کرنیکی گواہی دی تو یہہ
گواہی مقبول نہوگی بسبب اسکے قائم ہونیکے نفی حج پر اسواسطے کہ قربانی کرنا حکم قاضی کے تحت مین داخل نہین اور محمدؒ نے کہا کہ غلام آزاد ہوگا اھ ترجیح دی
اس قول کو کمال الدین نے فتح القدیر مین م ہر چند ظاہر مین اثبات کی گواہی ہے یعنی کوفہ کی قربانی پر لیکن مقصود اس سے نفی حج ہے اسواسطے کہ کوفہ بہت
دور ہے کعبہ سے تو جو شخص یوم النحر کو کوفہ مین ہوا اوسکا پہنچنا اوس سال کے حج مین نہین ہوسکتا اور اثبات قربانی کا قاضی سے متعلق نہین تو یہہ گواہی نفی حج
کی گواہی کی مانند ہوئی اور حالانکہ نفی کی گواہی مقبول نہین اور خلاصہ ترجیح فتح القدیر یہہ ہے کہ یہہ گواہی نفی پر نہین بلکہ امر وجودی پر ہے جو متضمن ہے نفی کا
تو مقبول ہوگی حلف لا یصوم حنث بصوم ساعۃ بنیتہ و ان افطر لوجود شرطہ قسم کہائی کہ روزہ نرکہیگا تو حانث ہوگا ایک ساعت کے صوم
سے بشرط نیت صوم اگرچہ بعد ساعت کے اوس نے روزہ توڑ ڈالا ہو بسبب اسکے پائے جانے شرط کے یعنی شرط ایک ساعت کے امساک سے بھی پائی گئی اسواسطے
کہ صوم عبارت ہے امساک مفطرات سے بقصد تقرب کذا فی المنح و لو قال لا اصوم صوما او یوما حنث بیوم لانہ مطلق فینصرف للکامل اور کہا
کہ لا اصوم صوما یعنی بعد فعل کے مصدر کو صریحا ذکر کیا یا یون کہا کہ نہ روزہ رکہون گا ایک دن تو پورے ایکدن روزہ رکھنے سے حانث ہوگا نہ کمتر سے اسواسطے
کہ لفظ صوم کا مطلق ہے تو فرد کامل کیطرف منصرف ہوگا اور صوم کامل نہین ہوتا بدون رات کے آنیکے اور لا اصوم یوما مین لفظ یوم کا خود صریح ہے
فقد بردت بین کذا فی الطحطاوی حلف لیصومن ہذا الیوم و کان بعد اکلہ او بعد الزوال صحت الیمین و حنث للحال لان الیمین لا تعتمد
الصحۃ بل التصور کتصورہ فی الناسی قسم کہائی کہ مقرر روزہ رکھیگا اس دن مین حالانکہ بعد کہا چکنے یا بعد زوال کے یہہ کہا تو قسم صحیح ہوگی اور
فی الفور حانث ہو جاویگا اسواسطے کہ انعقاد یمین کا صحت پر معتمد نہین بلکہ تصور پر مانند تصور صوم کے ناسی مین م یعنی صوم بعد الاکل و الزوال ناسی
مین متصور ہے یعنی جو صائم بہول کر کہا گیا تو اوسکا صوم باوجود اکل کے موجود ہے یا تصور صوم اوس ناسی کا کہ بعد زوال کے جو نیت کرنا بہول گیا کذا فی الکمالین
و ہو کما قال لامرأتہ ان لم تصلی الیوم فانت کذا فحاضت من ساعتہا او بعد ما صلت رکعۃ فان الیمین تصح و تطلق فی الحال لان درور
الدم لا یمنع کما فی الاستحاضۃ بخلاف مسئلۃ الکوز لان محل الفعل و ہو الماء غیر قائم اصلا فلا یتصور بوجہ اور وہ یعنی مثال سابق
مانند اس مثال کے ہے کہ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر تو آج نماز نہ پڑہیگی تو تو مطلقہ ہے پھر اوسیوقت اوسکا حیض جاری ہوگیا یا ایک رکعت بعد جاری
ہوا تو یہہ یمین صحیح ہے اور زوجہ اوسکی فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جاری ہونا خون کا مانع صلوۃ کا نہین چنانچہ استحاضہ مین بخلاف مسئلۃ الکوز کے
یعنی قسم کہائی کہ اس کوزہ سے پانی پیئیگا اور حالانکہ اوسمین پانی نہین اسواسطے کہ محل فعل کا یعنی پانی اوسمین مطلقا موجود نہین تو یمین کسی وجہ سے
متصور نہین و حنث فی لا یصلی برکعۃ بنفس السجود اور اس قسم مین کہ نماز نہ پڑہیگا حانث ہوگا ایک رکعت کے ادا کرنے سے بمجرد سجدہ کرنیکے اسلئے
کہ صلوۃ عبارت ہے ارکان مختلفہ سے اور تمامی ارکان کی سجدہ پر ہے اسواسطے کہ عند التحقیق قعدہ اخیرہ ارکان صلوۃ مین داخل نہین فتح القدیر مین کہا حق یہہ ہے

کہ ارکان حقیقیہ نماز کے پانچ ہین اور قعدہ رکن زائد ہے کہ متمم صلوٰۃ کے واسطے واجب ہوا ہے تو حنث کے حق مین اوسکی رکنیت معتبر نہوگی کذا فی الفتح اور نہر الفائق مین قعدہ کو شرط قرار دیا ہے نہ رکن تو بطریق اولی حنث مین اوسکا اعتبار نہوگا بخلاف ان صلیت رکعۃ فانت حر فلا یعتق الا باولی الشفع لتحقق الرکعۃ بخلاف اس یمین کے کہ اگر تو ایک رکعت نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہے آزاد نہوگا دوگانہ کی پہلی رکعت سے تا رکعت ثابت ہو ہم ہرچند اس مثال مین حنث رکعت اولی پر ہے نہ دو رکعت پر لیکن بدون دو رکعت کے شرعاً تحقق رکعت اولی کا متصور نہین اسواسطے کہ فقط ایک رکعت کا ادا کرنا ممنوع ہے تو ایک رکعت پڑھکر کلام کریگا تو غلام آزاد نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی لا یصلی صلوٰۃ بشفع وان لم یقعد اور اس یمین مین کہ لا یصلی صلوٰۃ دو رکعت پڑھنے سے حانث ہوگا اگرچہ اوسنے قعدہ نکیا ہو اسواسطے کہ فتح القدیر سے منقول ہوچکا کہ وہ رکن اصلی نہین نماز کا بخلاف لا یصلی الظہر مثلاً فانہ یشترط التشہد بخلاف اس قول کے کہ نماز ظہر کی نہ پڑھیگا تو اوسکو حانث ہونے مین تشہد مشروط ہے ہم تشہد سے مراد تشہد اخیر ہے اسواسطے کہ ظاہر یہ ہین ہے کہ اگر چار رکعت فرض کے نہ پڑھنے کی قسم کہاویگا تو حانث نہوگا تاوقتیکہ چوتھی رکعت کے بعد تشہد نہ کریگا کذا فی الطحطاوی وحنث فی لا یؤم احداً باقتداء قوم بہ بعد شروعہ وان صلیٰ قصد ان لا یؤم احداً لانہ امہم اس قسم مین کہ کسی کی امامت نکریگا حانث ہوگا قوم کی اقتدا کرنے سے ساتھہ اوسکے بعد شروع کرنے حالف کے اگرچہ اوسنے کسی کی امامت کا قصد نکیا ہو اسواسطے حانث ہوگا کہ وہ امام اونکا ہو گیا اسواسطے کہ امامت مین نیت امامت کی شرط نہین ہے وصدق دیانۃ فقط ان نوا ان لا یؤم احداً ای ان لم یؤم احداً اور حالف کی فقط دیانۃً تصدیق ہوگی اگر اوسکی نیت کریگا یعنی اس نیت مین دیانۃً تصدیق ہوگی کہ کسیکی نیت نکریگا وان اشہد قبل شروعہ الا لا یؤم احداً لا یحنث مطلقاً لا دیانۃ ولا قضاءً وصح الاقتداء ولو فی الجمعۃ استحساناً اور اگر حالف نے گواہ کرلیا قبل اپنے شروع کرنے نماز کے کہ وہ کسیکی امامت نکریگا تو کسیطرح حانث نہوگا نہ دیانۃً اور نہ قضاءً اور اقتدا مقتدیون کی صحیح ہوگی اگرچہ نماز جمعہ مین یہ واقعہ ہوا ہو بنابر استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ نماز جمعہ مین جماعت شرط ہے سو بدون نیت امامت کے بھی حاصل ہے کما لا حنث لو امہم فی صلوٰۃ الجنازۃ او سجدۃ التلاوۃ لعدم کمالہا جیسے حانث نہین ہوتا اگر امامت کی قوم کی نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت مین بسبب اسکے عدم کمال کے یعنی لا یصلی صلوٰۃ کی حلف مطلق منصرف ہے فرد کامل کیطرف اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بسبب عدم رکوع وغیرہ کے نماز کامل نہین بخلاف النافلۃ فانہ یحنث وان کانت الامامۃ فی النوافل منہیاً عنہا بخلاف نماز نفل کے کہ اوسکی جماعت کرنے سے حانث ہوگا اگرچہ امامت کرنا نوافل مین ممنوع ہے ہم جماعت نفل کی اوسوقت ممنوع ہے جب کہ بطریق تداعی ہو تداعی یہ ہے کہ چار مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھین کذا فی الطحطاوی

فروع مسائل متمہ شارح ان صلیت فانت حر فقال صلیت وانکر المولی لم یعتق لامکان الوقوف علیہا بلا حرج اگر تو نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہے سو غلام نے کہا کہ مین نے نماز پڑھی اور مولی نے اوسکا انکار کیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ اوسپر مطلع ہونا ممکن ہے بلا مشقت قال ان ترکت الصلوٰۃ فانت طالق فصلتہا قضاءً طلقت علی الاظہر ظہیریہ کہا زوجہ سے کہ اگر تو نماز کو ترک کریگی تو تو طالق ہے سو اوسنے قضا کی نماز پڑھی تو وہ مطلقہ ہوگی بقول اظہر کذا فی الظہیریہ حلف ما اخر صلوٰۃ عن وقتہا وقد نام وقضاہا فالظاہر الباقانی عدم حنثہ للحدیث فان ذلک وقتہا قسم کہائی کہ اپنی نماز کو اوسکے وقت سے موخر نکریگا اور حالانکہ وہ سو گیا نماز کے وقت پھر اوسکو قضا کیا باقانی نے اوسکے عدم حنث کو قوی کیا ہے اس حدیث کی دلیل سے فان ذلک وقتہا یعنی جو نماز کے وقت سو گیا یا بھول گیا تو جب جاگا یا یاد پڑی تو وہی اوسکا وقت ہے حلبی نے کہا کہ مدار ایمان کا عرف پر ہے اور عرف مین اوسکو موخر کہتے ہین اگرچہ قضا کر لی اجتمع حدثان فالطہارۃ منہما دو حدث جمع ہوئین تو طہارت دونو سے ہوگی ہم قسم کہائی کہ نکسیر سے وضو نکریگا پھر اوسکی ناک سے خون نکلا پھر اوسنے پیشاب کیا پھر اوسنے وضو کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دونو حدث کی طہارت ہوئی حلف لیصلین ہذا الیوم خمس صلوات بالجماعۃ ویجامع امرأتہ ولا یغتسل یصلی الفجر والظہر والعصر بجماعۃ ثم یجامعہا ثم یغتسل کما غربت ویصلی المغرب والعشاء بجماعۃ فلا یحنث قسم کہائی کہ البتہ اس دن مین پانچ وقت کی نماز جماعت سے پڑھیگا اور اپنی عورت سے قربت کریگا اور غسل نکریگا تو اوسکی تدبیر یہ ہے کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے

پڑہی پہر زوجہ سے قربت کری پہر غروب کے وقت غسل کری اور مغرب اور عشا کی نماز جماعت سے پڑہی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ غسل رات مین واقع ہوا نہ دنمین
کذا فی العالمگیری حلبی نے کہا اسمین اعتراض ہے کہ یوم سے اگر بقیہ نہار مراد ہی تو غروب تک تین ہی نمازین ہوئین اور قسم ہی پانچ نماز کی اور اگر یوم سے
مطلق وقت مراد ہو تو بہر صورت حانث ہوگا خواہ دنمین نہاوی خواہ رات مین حلف لا یحج فعلی الصحیح منہ فلا یحنث بالفاسد قسم کہائی کہ حج نکریگا
تو حنث صحیح حج پر موقوف ہوگا تو فاسد حج کرنے سے حانث نہوگا م لا یحج اور لا یحج حجۃ کا حلف برابر ہی بخلاف صلوۃ کے ولا یحنث حتی یقف بعرفۃ
عن الثالث ای محمد وحتی یطوف اکثر الطواف المفروض عن الثانی وبہ جزم فی المنہاج للعلامۃ عمر بن محمد العقیلی الانصاری کان
من کبار فقہاء بخارا ومات بہا سنۃ سبع وخمسمائۃ اور عدم حج کے حلف مین حانث نہوگا یہان تک کہ عرفات کا وقوف کرے یہہ مروی ہی امام ثالث
محمد بن حسن سے اور حانث نہوگا یہان تک کہ اکثر طواف الزیارت کری یعنی بدون چار شوط کے حانث نہوگا یہہ مروی ہی امام ثانی قاضی ابو یوسف سے اور اسی روایت
پر جزم کیا ہی منہاج مین جو عمر بن محمد عقیلی انصاری کی تصنیف ہے وہ بخارا کے فقہا کبار مین سے تہے اور پانسوسات ہجری مین وہین وفات پائی ولا یحنث
فی العمرۃ حتی یطوف اکثرہا اور حانث نہوگا عمرہ نکرنیکے حلف مین یہانتک کہ عمرہ کا اکثر طواف کرے یعنی چار شوط یا زیادہ ان لبست من مغزولک
فہو ہدی ای صدقۃ التصدق بہ بمکۃ فملک الزوج قطنا بعد الحلف فغزلتہ ونسجہ ولبس فہو ہدی عند الامام ولہ التصدق بقیمتہ
بمکۃ لا غیر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین پہنون تیری کاتی سوت سے تو وہ ہدی ہی یعنی صدقہ ہے جسکو مین مکہ معظمہ مین تصدق کردون پہر زوج مالک ہوا روئی کا بعد
اس قسم کے سو زوجہ نے اوسکو کاتا پہر اوسکا کپڑا ابنا گیا اور زوج نے اوسکو پہنا تو وہ کپڑا ہدی ہی امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ عادت یہی ہی کہ عورت زوج
کی ملک روئی کو کاتے تو معتاد مراد ہوگا کذا فی المنح اور زوج کو جائز ہی کہ اوسکی قیمت کو مکہ مین خیرات کرے نہ اور جگہہ م جو صدقہ بلفظ ہدی ہو اوسکا
صدقہ سوا مکہ کے اور کہین جائز نہین بخلاف اور صدقات کے کذا فی الطحطاوی وشرطا ملکہ یوم حلفہ ویفتی بقولہما زیلعی لانہا انما تغزل
من کتان نفسہا او قطنہا وبقولہ فی الدیار الرومیۃ لغزلہا من کتان الزوج ظہر اور صاحبین نے وجوب تصدق مین ملک زوج کی اوسکے حلف
کے دن شرط کی ہی اسواسطے کہ نذر بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین اور صاحبین کے قول پر یعنی عدم تصدق پر فتوی ہی ہماری ملک مین یعنی مصر مین
اسواسطے کہ وہان عورت اپنے کتان یا اپنی روئی کو کاتتی ہے اور امام اعظم کے قول پر فتوی ہی روم کے ملک مین اسواسطے کہ وہان عورت اپنے زوج کے کتان کو
کاتتی ہی کذا فی النہر الفائق حلف لا یلبس من غزلہا فلبس تکۃ منہ لا یحنث عند الثانی وبہ یفتی لانہ لا یسمی لابسا عرفا قسم کہائی کہ
زوجہ کے سوت کو نہ پہنوگا پہر اوسکی سوت کا ازاربند پہنا تو حانث نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی اسواسطے کہ عرف مین اسکو لابس یعنی پہنوالا
نہین بولتی ہین کلا یلبس ثوبا من نسج فلان فلبس من نسج غلامہ لا یحنث اذا کان فلان یعمل بیدہ والا حنث لتعین المجاز چنانچہ قسم
کہائی کہ وہ کپڑا نہ پہنیگا جسکو فلانے نے بنا ہو اوسنے فلانے کے غلام کا بنا کپڑا پہنا تو حانث نہوگا جب کہ فلانا شخص بہی اپنے ہاتہ سے بنتا ہو اور اگر وہ نہ بن جانتا
ہوگا تو اوسکے غلام کے بنے کپڑے کے پہننے سے حانث ہوگا بسبب متعین ہونے مجاز کے اسواسطے کہ نسج حقیقی وہ ہی جو اپنے ہاتہ سے ہو تو جب تک حقیقت ممکن ہوگی
تو اوسی پر حمل ہوگا اور درصورت عدم حقیقت مجاز پر محمول ہوگا کذا فی المنح کما حنث بلبس خاتم ذہب او حلی او بلا فص او عقد لؤلؤ او زبرجد
او زمرد ولو غیر مرصع عندہما وبہ یفتی فی حلفہ لا یلبس حلیا للعرف چنانچہ اس قسم مین کہ زیور نہ پہنوگا حانث ہوتا ہی بسبب عرف کے سونیکی انگوٹھی
پہننے سے اگرچہ حالف مرد ہو اور اگرچہ انگوٹھی بلا نگین ہو یا موتی کے ہار یا زبرجد کے ہار یا زمرد کے ہار پہننے سے اگرچہ زمرد چاندی سونے مین جڑا نہو صاحبین کے
نزدیک اسی پر فتوی ہے حلبی نے کہا کہ جامع اللغۃ مین مصرح ہی کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی چیز ہے تو تکرار واقع ہوئی لا یحنث بخاتم فضۃ بدلیل
حلہ للرجال الا اذا کان مصوغا علی ہیئۃ خاتم النساء بان کان لہ فص فیحنث ہو الصحیح زیلعی ولو کان مموہا بذہب ینبغی
حنثہ بہ نہر کخلخال وسوار حانث نہوگا حلف مذکور مین چاندی کی انگوٹھی پہننے سے بدلیل اوسکی حلت کے مردون کے حق مین مگر جب کہ چاندی کی
انگوٹھی عورتونکی انگوٹھی کی صورت پر بنی ہو اسطرح پر کہ اوسمین نگین ہو مانند عورتون کے تو اوسکے پہننے سے حانث ہوگا یہی قول صحیح ہی کذا فی شرح الملتقی

اور اگر انگوٹھی پر سونیکا ملمع ہو تو لائق یون ہو کہ اوسکو پہننے سے حانث ہو کذا فی النہر جیسے گوجری اور کنگن پہننے سے حنث ثابت ہوتا ہو خواہ چاندی کے ہون خواہ سونے کے ہم ہر چند سونے چاندی کا زیور مردون پر حرام ہو فقط چاندی کی انگوٹھی جائز ہو واسطے مہر کرنیکے نہ واسطے زینت کے تو وہ اونکے حق مین زیور کامل نہین اگر چہ زینت سے خالی نہین لہذا اوسکے پہننے سے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یجلس علی الارض فجلس علی حائل منفصل کخشب او جلد او بساط او حصیر او حلف لا ینام علی ہذا الفراش فجعل فوقہ اٰخر فنام علیہ او لا یجلس علی ہذا السریر فجعل فوقہ اٰخر لا یحنث فی الصور الثلث کما لو اخرج الحشو من الفراش للعرف قسم کہائی کہ نہ بیٹہیگا زمین پر پہر بیٹہا اوس چیز پر جو حائل ہو جالس اور زمین مین اور زمین سے جدا ہو جیسے لکڑی یا کہال یا فرش یا چٹائی یا قسم کہائی کہ نہ سوویگا اس فرش پر پہر فرش پر اور فرش ڈال لیا اور اوسپر سویا یا قسم کہائی کہ اس چارپائی پر نہ بیٹہیگا پہر اوسپر دوسری چارپائی بچہا کر بیٹہا تو حانث نہوگا ان تینون صورتون مین چنانچہ اگر فرش کے اندر کی روئی وغیرہ نکال ڈالی اور پہر اوسپر بیٹہا تو حانث نہوگا بنا بر عرف کے اور اسیطرح اگر فرش کا ابرہ اور استر جدا کیا اور درمیان کی چیز پر بیٹہا تو بہی حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولو نکّر الاخیرین حنث مطلقًا للعموم وما فی العلّ ودرر من تنکیر السریر حملہ فی الجوہرۃ علی العرف اور اگر اخیر دونو مثالون مین فرش اور سریر کو غیر معین ذکر کرے یعنی یون کہے لا یجلس علی فرش ولا یجلس علی سریر یعنی کسی فرش پر نہ بیٹہیگا اور کسی چارپائی پر نہ بیٹہیگا تو ہر طرح سے حانث ہو گا بسبب عموم محلوف علیہ کے اور جو کہ قد وری مین سریر کو نکرہ ذکر کیا ہے تو جوہرہ مین اوسکو معرفہ پر محمول کیا ہو بخلاف ما لو حلف لا ینام علی الواح ہذا السریر او الواح ہذہ السفینۃ ففرش علی ذلک فراش لم یحنث لانہ لم ینم علی الالواح بحر کذا فی نسخ الشرح لکن ینبغی التعبیر باداۃ التنبیہ نحو کما لو او الی اٰخر الکلام او تاخیرہ عن مقالۃ القرام لیصح المرام کما لا یخفی علی ذوی الافہام وکما ہو الموجود فی غالب نسخ المتن وحدیار دمشق الشام فتنبّہ بخلاف اس قول کے کہ اگر قسم کہائی کہ نہ سوویگا اس چارپائی کی پٹریون پر یا اس ناؤ کے تختون پر پہر اون پر فرش بچہایا اور اوسپر سویا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ تختون پر نہ سویا بلکہ فرش پر سویا کذا فی البحر شارح کہتا ہو ایسی عبارت ہو مصنف کی شرح کے نسخون مین لیکن لائق یون ہو کہ تعبیر اس مسئلہ کی بحرف تشبیہ کیجاوے چنانچہ یون کہا جاوے کما لو حلف لا ینام الخ یا اس مسئلہ کو مسئلۂ قرام سے مؤخر کیجئے تا مطلب صحیح ہو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین صاحبان فہم پر اور چنانچہ یون ہی موجود ہے ہمارے دیار دمشق شام کے اکثر متن کے نسخون مین سو خبردار رہنا ہم لہذا بخلاف کا اسکا مقتضی ہے کہ اس مسئلہ کا حکم مسئلۂ سابقہ کے مخالف ہے حالانکہ دونو مین عدم حنث ثابت ہو لہذا شارح نے اوسپر آگاہ کر دیا اور واسطے تصحیح کلام کے طریقہ تعبیر کا بیان کیا لیکن مترجم کے پاس مصنف کی شرح منح الغفار کا ایک نسخہ دمشق شام کا لکہا ہوا موجود ہو اوسمین یہہ عبارت متن مین داخل نہین بلکہ شرح مین داخل ہے بلا لفظ بخلاف بہر صورت یہہ اختلاف تصرف کاتبین سے خالی نہین واللہ اعلم ولو جعل علی الفراش قرام بالکسر الملاءۃ او جعل علی السریر بساط او حصیر حنث لانہ یعد نائما وجالسا علیہما عرفا بخلاف ما مر اور اگر قسم کہائی کہ اس فرش یا اس چارپائی پر نہ بیٹہیگا یا نہ سووے گا اور اوس فرش پر باریک کپڑا بطور چاندنی کے بچہایا یا چارپائی پر بچہونا یا چٹائی ڈالی پہر اوسپر بیٹہا یا سویا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ شخص فرش کا بیٹہنے والا اور چارپائی کا سونے والا شمار ہوگا عرف مین بخلاف اوس مسئلہ کے جو مذکور ہو چکا کہ اوسمین عرفا حانث نہین ہم قرام بکسر قاف عبارت ہے پردہ باریک سے کسی نے کہا کہ قرام بالکسر اوس پردہ کا نام ہے جسمین نقوش ہون اور اسیطرح مختار الصحاح مین تصریح ہے اور ہمارے عرف مین قرام کو ملارہ کہتے ہین جو فرش پر بچہایا جاتا ہو کذا فی المنح ملاءۃ بضم میم و مد لغت مین چادر کو کہتے ہین کذا فی المنح حلف لا یمشی علی الارض فمشی علیہا بنعل او خف او مشی علی احجار حنث وان مشی علی بساط لا یحنث قسم کہائی کہ زمین پر چلیگا پہر زمین پر جوتیان پہن کر چلا یا پتہرون پر چلا تو حانث ہوگا اور اگر فرش پر چلا تو حانث نہوگا ف ۶ مسئلہ لمحۃ شارح کا

یعنی یہ مسئلہ متن مین آگے مذکور ہو اوسکو جدا بیان کیا جاوے تاکہ لفظ بخلاف صحیح ہو

اِنْ نِمْتُ علٰی ثوبِكِ او فراشِكِ فكذا اعتبر اكثر بدنه کہا زوج نے زوجہ سے اگر مین تیرے کپڑے یا تیرے فرش پر سوؤن تو تو مطلقہ ہے تو اکثر بدن زوج کا معتبر ہوگا یعنی اگر اُسکا اکثر بدن فرش پر لگا تو مطلقہ ہوگی اور اگر فقط اوسکے فرش پر سر رکہا یا اوسپر بیٹھا تو مطلقہ نہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر

عن المحیط

باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلك

ممّا يناسبه ان يترجم بمسائل شتّٰى من الغسل والكسوة یہ باب ہے ضرب اور قتل وغیرہ کی قسم مین شارح کہتا ہے مناسب یون تہا کہ اسباب کو مسائل شتے کر تعبیر کرتا اور من الغسل والکسوۃ وغیر ذلک کا بیان ہے الاصل هٰذا ان ما شارك المیت فيه الحیّ يقع الیمین فيه علی الحالتین الموت والحياة وما اختصّ بحالة الحيٰوة وهو كل فعل يلذّ ويؤلم ويغمّ ويسرّ كشتم وتقبيلٍ تقيّد بها ثم فرّع عليه قاعدہ یہان یہہ ہے کہ جس امر مین مردہ شریک ہے زندہ کا تو اوسمین قسم دونون حالتون پر واقع ہوتی ہے موت مین بہی اور حیات مین بہی اور جو امر کہ حالت زندگی کو مخصوص ہے یعنی جو فعل کہ لذت دیوے اور درد پونہچاوے اور رنجیدہ کرے اور خوشی بخشے چنانچہ گالی دینا اور بوسہ لینا تو ایسے امر کی قسم مقید بحیات ہوگی پہر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا قول متفرع کیا فلو قال ان ضربتك او كسوتك او كلمتك او دخلت عليك او قبلتك تقيّد كلّ منها بالحيٰوة حتى لو علّق بها طلاقا او عتقا لم يحنث بفعلها في الميّت تو اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجکو مارون یا تجکو کسوت دون یا تجہ سے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو یہہ ہر ایک قول مقید بزندگی ہوگا یہانتک کہ اگر ان افعال سے طلاق یا عتاق کو معلق کریگا تو حانث نہوگا ان افعال کے کرنے سے ساتہہ میت کے ہم تعلیق طلاق یا عتاق ان افعال پر یون ہے کہ اگر مین تجکو مارون یا کسوت دون یا تجہہ سے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے یا غلام اُسکا آزاد ہے پہر مخاطب کے مرنیکے بعد ضرب وغیرہ واقع کی تو حانث نہوگا ضرب اسواسطے میت مین نہین ہوسکتی کہ ضرب عبارت ہے فعل دردناک سے باستعمال آلہ تادیب سے حالانکہ میت محل ایلام اور تادیب نہین اور میت کو جو عذاب قبر ہوتا ہے تو اوسکو جمہور علما کے نزدیک زندگی عطا ہوتی ہے بقدر دریافت کرنے درد کے اور بدن کا ثابت رہنا شرط نہین اہل سنت کے نزدیک بلکہ اجزاء متفرقہ مین ایسی حیات عطا ہوتی ہے جو انکہہ سے معلوم نہین ہوسکتی اور کسوت کی مفہوم مین تملیک معتبر ہے اور میت لائق تملیک کے نہین اور کلام سے غرض افہام ہے اور موت اوسکی منافی ہے اور دخول سے مراد یا اکرام ہے یا اہانت یا زیارت اور بعد موت کے یہہ کوئی بات حاصل نہین اور یہی حال ہے شتم اور جماع اور تقبیل کا کذا فی النهر والمنح اور فتح القدیر مین مذکور ہے کہ میت کو سماعت نہین تو فہم بہی نہین اور بعد موت کے میت کی قبر کی زیارت ہوتی ہے نہ میت کی اور یہہ جو صحیح بخاری مین مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جنگ بدر کے مقتولونکی لاشونکو کنوئین مین ڈلواکر اونسے فرمایا کہ جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تہا یعنی شکست کفار اوسکو تمنے سچا پایا عمر فاروق نے کہا آپ مُردون سے کلام کرتے ہین یارسول اللہ تو فرمایا قسم ہے اُس ذات پاک کی جسکے قابو مین میری جان ہے کہ تم اُنسے زیادہ نہین سنتے ہو اوسکا ایک جواب یہہ ہے کہ اس حدیث کی معارض صحیح بخاری مین دوسری حدیث ثابت ہے کہ عائشہ صدیقہ نے اس روایت کو قرآن مجید کی دو آیتون سے رد کیا اوّل آیت یہہ ہے کہ (ما انت بمسمع من في القبور) یعنی تو سُنا نہین سکتا اونکو جو قبرون مین ہین اور ثانی آیت یہہ ہے (فانك لا تسمع الموتى) یعنی مقرر تو سُنا نہین سکتا مُردون کو اور دوسرا جواب یہہ ہے کہ یہہ کلام بطریق ضرب المثل تہا زندون کی نصیحت کیواسطے چنانچہ علی مرتضی سے منقول ہے کہ قبرستان مین جاکر فرمایا کہ تمہاری عورتون کے نکاح ہوگئے اور تمہارے مال تقسیم ہوگئے اور تمہارے مکانات مین اور لوگ ساکن ہوئے یہہ خبر تمہاری ہے ہمارے پاس سو ہماری خبر تمہارے پاس کیا ہے اور تیسرا جواب یہہ ہے کہ یہہ تکلم اور سماع موتی رسول کریم کی خصوصیت کی جہت سے تہا بنا بر اعجاز کے تاکہ کافرون کو حسرت زیادہ ہو اور یہہ جو صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہے کہ میت جوتیون کی آواز سنتا ہے جب لوگ اُسکو دفن کرکے پہرتے ہین اُسکا جواب یہہ ہے کہ ابتداء دفن کا یہہ سماع اور فہم مقدمہ ہے جوابدہی سوال منکر اور نکیر کا اس خصوصیت کی یہہ وجہ ہے تا حدیث اور آیتون کے مضمون مین اتفاق ہوجاوے تعارض نہ باقی رہے اسواسطے کہ دونون آیتین عدم سماع موتی کے مفید ہین انتہی کلام الفتح نہر الفائق مین کہا کہ جواب ثالث نہایت خوب جواب ہے یعنی حضرت کا تکلم اور اسماع بطریق معجزہ تہا تو اس سے عموم سماعت موتی ثابت نہین ہوسکتا چنانچہ بنا بر اعجاز کے حضرت سے شجر اور حجر نے بہی کلام کیا ہے حالانکہ شجر اور حجر محل کلام نہین اور صحیح مسلم کی روایت کے جواب کی تقویت دوسری حدیث صحیح سے ہوسکتی ہے کہ جب منکر اور نکیر مومن سے جواب معقول سنتے ہین تو اُس سے کہتے ہین کہ نم كنومة العروس یعنی اب آرام سے سو جیسے دولہہ سوتا ہے ظاہرا یہہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ

سو میں اس عالم سے غافل ہو جاتا ہے جیسے سوتا آدمی غافل ہوتا ہے اور کلام نہیں سنتا بالجملہ ہم لوگ اہل تقلید میں پایہ اجتہاد کا نہیں رکھتے ہیں جو فقہا کے ہم
مقلد ہیں جب انکی نصوص سے ثابت ہوا کہ میت کو نہم اور سماع نہیں تو اسمیں زیادہ گفتگو اور تفتیش کرنا بیہودہ ہے واللہ اعلم بخلاف الغسل والحمل
والمس واللباس الثوب کحلفہ لا یغسلہ او لا یحملہ لا یقبلہ بالحنث بخلاف نہلانے اور اٹھانے اور چھونے اور کپڑا پہنانے کے چنانچہ یوں قسم
کہا کہ مثلاً زید کو نہ غسل دونگا یا اسکو نہ اوٹھاؤنگا تو یہہ یمین تعیہ بحیات نہیں یعنے اگر زید کے مرنے کے بعد اوسکو غسل دیگا یا اٹھاوےگا یا اوسکو چھوئیگا
یا کفن پہناویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہہ افعال زندہ کو مخصوص نہیں بلکہ میت انمیں شریک ہے زندہ کا الحنث فی حلفہ ولو بالفارسیۃ لا یضرب زوجتہ
فمد شعرھا او خنقہا او عضہا او قرصہا ولو ممازحا خلافاً لما صححہ فی الخلاصۃ حانث ہوگا اپنی اس قسم میں اگرچہ فارسی زبان میں قسم کہائی
ہو کہ اپنی زوجہ کو نہ مارونگا پھر اوسکے بال کھینچے یا اوسکا گلا دابا یا اوسکو دانت سے کاٹا یا اوسکی چٹکی لی اگرچہ خوش طبعی سے یہہ افعال کئے ہوں بخلاف اس قول کے
جسکو خلاصہ میں صحیح کہا ہے م خلاصہ اور بحر الرائق میں جامع قاضی خان سے اور فتاوی عالمگیری میں فتاوی قاضی خان سے مصرح ہے کہ اگر بال کھینچنا اور گلا
دابنا اور کاٹنا اور چٹکی لینا حالت غضب میں ہے تو حانث ہوگا اور اگر ملاعبت کی حالت میں ہے تو حانث نہوگا یہی قول صحیح ہے تو باوجود تصحیح علماء کے بلا دلیل شارح
کا اوسکو مخالف کہنا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی والقصد لیس بشرط فیہ ای فی الضرب وقیل شرط علی الاظہر والاشبہ مجوبہ جزم فی الخانیۃ منہ
والسراجیۃ اور ضرب میں قصد کرنا شرط نہیں اور بعضوں نے کہا قصد شرط ہے بنابر قول اظہر اور اشبہ کے کذا فی البحر اور اسی پر خانیہ اور سراجیہ میں یقین
کیا ہے واما الایلام فشرط بہ یفتی ویکفی جمعہا بشرط اصابۃ بدنہ بکل سوط اور درد پہنچانا تو ضرب میں شرط ہے اسی پر فتوی ہے اور کفایت کرتا ہے جمع کرنا
کوڑوں کا بشرطیکہ مضروب کے بدن کو ہر کوڑا لگے م قسم کہائی کہ مثلاً سو کوڑے زید کے مارونگا پھر سو کوڑے اوسنے جمع کئے اور زید کے ایکبار مارے تو حانث نہوگا
بشرطیکہ ہر کوڑا اوسکے بدن پر لگا ہو اس طرح پر کہ اونکی اطراف قائمہ یا عرض مبسوطہ بدن پر لگیں بشرط تکلیف کذا فی النہر واما قولہ تعالی وخذ بیدک ضغثا ای
حزمۃ ریحان فخصوصیۃ لرحمۃ زوجۃ ایوب علیہ السلام فقط اور وہ جو حق تعالی کا قول ہے کہ لے اپنے ہاتھ میں مٹھا یعنی ریحان کا دستہ سو یہہ
خصوصیت ہے ایوب علیہ السلام کی زوجہ مسماۃ رحمت کی کذا فی الفتح م رحمت بنت افرائیم بن یوسف علیہ السلام زوجہ تھیں ایوب علیہ السلام کی وہ کسیکام کو
گئی تھیں وہاں دیر لگی حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کہائی کہ سو ضرب مارونگا حق تعالی نے تحلیل یمین کا طریقہ ارشاد کیا کہ دستہ ریحان اونکو مارین اور ایک روایت
یہہ ہے کہ درخت کی شاخیں ماریں خلاصہ سوال یہہ ہے کہ نفس ضرب میں ایلام شرط کیا ہے اور دستہ ریحان کے ضرب میں تکلیف کہاں شارح نے جواب دیا کہ یہہ مخصوص
ہے زوجہ ایوب علیہ السلام کو یہہ جواب علی سبیل التسلیم ہے اور دوسرا جواب یہہ ہے کہ بالکلیہ عدم الم ضرب ایوب علیہ السلام میں ممنوع ہے علی الخصوص درشتی زدہ
شاخوں کے ضرب کی تفسیر کشاف میں ہے کہ جواز حیلہ میں اس آیت کی رخصت باقی ہے کذا فی الفتح والطحطاوی حلف لیضربن او لیقتلن فلانا الف
مرۃ فہو علی الکثرۃ والمبالغۃ کحلفہ لیضربنہ حتی یموت او حتی یقتلہ او حتی یتزکہ لا حیا ولا میتا قسم کہائی کہ البتہ ماریگا یا قتل کریگا فلانے کو
ہزار بار تو یہہ کثرت ضرب اور مبالغہ یعنی شدت ضرب پر محمول ہے معنی حقیقی مراد نہیں چنانچہ یوں قسم کہاتا کہ البتہ اوسکو ماریگا یعنی کوڑوں سے کہ بحر
یہانتک کہ وہ مرجاوے یا یہانتک کہ وہ مقتول ہوجاوے یا یہانتک کہ اسکو چھوڑے ایسا کہ نہ زندہ ہے نہ مردہ تو یہہ یمین کثرت اور شدت ضرب پر محمول ہے حقیقت
ولو قال حتی یغشی علیہ او حتی یستغیث او یبکی فعلی الحقیقۃ اور اگر یوں کہا کہ البتہ اسکو ماریگا یہانتک کہ اسکو غش آجاوے یا یہانتک کہ وہ فریاد
کرنے لگے یا رونے لگے تو یہہ یمین حقیقت پر ہے نہ مجاز پر تو تاوقتیکہ اوسکو غش نہ آوے یا فریاد نکرے یا نروے قسم پوری نہوگی ان لم اقتل زیدا
فکذا وھو ای زید میت ان علم الحالف بموتہ حنث والا لا وقد قدمہا عند ایتیعان السماء اگر نہ قتل کروں زید کو تو ایسا ہو اور حالانکہ
زید میت ہے اگر حالف اوسکی موت کو جانتا ہے تو حانث ہوگا اور اگر نہیں جانتا ہے تو حانث نہوگا اور البتہ اس مسئلہ کو مصنف مقدم ذکر کرچکا ہے صعود سما کی
حلف کے قریب حالف لا یقتل فلانا بالکوفۃ فضربہ بالسواد ومات بہا حنث کحلفہ لا یقتلہ یوم الجمعۃ فجرحہ یوم الخمیس ومات یوم الجمعۃ
حنث ولعکسہ ای ضربہ بکوفۃ وموتہ بالسواد لا یحنث لان المعتبر زمان الموت ومکانہ بشرط کون الضرب والجرح بعد الیمین ظہیریۃ

قسم کہائی کہ فلانے کو کوفہ مین نہ قتل کریگا پہر اوسکو کوفہ کے دیہات مین مارا اور وہ کوفہ مین مرگیا تو حانث ہوگا چنانچہ اس قسم مین کہ جو قتل کریگا اوسکو جمعہ کے
دن پہر اوسکو زخمی کیا پنجشنبہ کے دن اور مرگیا وہ جمعہ کے دن تو حانث ہوگا اور اسکی بالعکس مین یعنے کوفہ کے مارنے مین اور دیہات کے مرنے مین حانث
نہوگا اسواسطے کہ زمانہ موت کا معتبر ہے مثال ثانی مین اور مکان معتبر ہے مثال اول مین بشرطیکہ ضرب اور زخم لگانا بعد قسم کے واقع ہوا ہو کذا فی الظہیریۃ
ھ قربات کوفہ کو سواد اسواسطے کہا کہ وہ شدت سے سرسبز ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا اِنْ لَمْ تَأْتِنِیْ حَتّٰی اَضْرِبَکَ فَھُوَ عَلٰی اِتْیَانِہٖ ضَرَبَہٗ اَوْ لَا اور ظہیریۃ
مین ہے اگر تو نہ آویگا میرے پاس تا مین تجکو مارون تو یہ قسم اوسکے آنے پر ہے خواہ اوسکو بعد آنے کے مارے یا نمارے ھ حتی اس مثال مین لام سببی کے
معنی مین ہے اور لام سببی کا یہہ حکم ہے کہ وجود سبب مشروط ہی نہ وجود مسبب کذا فی الطحطاوی اِنْ رَأَیْتُہٗ لَاَضْرِبَنَّہٗ فَعَلَی التَّرَاخِیْ مَا لَمْ یَنْوِ نَفْوَدَ اگر مین
اوسکو دیکہونگا تو البتہ اوسکو مارونگا تو یہہ مار زندگی پر محمول ہے نہ شتابی پر تا وقتیکہ فی الحال مارنے کی نیت نکرے اور اگر فی الحال کی نیت کریگا تو اگر کچھ
دیکہنے کے نہ ماریگا تو حانث ہوگا اِنْ رَأَیْتُکَ فَلَمْ اَضْرِبْکَ فَرَاٰہُ الْحَالِفُ وَھُوَ مَرِیْضٌ لَا یَقْدِرُ عَلَی الضَّرْبِ حَنِثَ اگر مین تجکو دیکہون سو نمارون
تو ایسا ہو پہر حالف نے اوسکو دیکہا اپنی مرض کے ایسے حال مین کہ اوسکو قدرت نہین ضرب پر تو حانث ہوگا اِنْ لَقِیْتُکَ فَلَمْ اَضْرِبْکَ فَرَاٰہُ مِنْ
قَدْرِ مِیْلٍ لَمْ یَحْنَثْ بحر اگر مین تجہسے ملاقات کرون سو نہ مارون تو ایسا ہو پہر اوسکو کوس بہر سے دیکہا تو حانث نہوگا کذا فی البحر اسواسطے کہ اتنی دور سے
کو ملاقات نہین کہتے ہین اَلشَّھْرُ وَمَا فَوْقَہٗ وَلَوْ اِلَی الْمَوْتِ بَعِیْدٌ وَمَا دُوْنَہٗ قَرِیْبٌ فَیُعْتَبَرُ ذٰلِکَ فِیْ لَیَقْضِیَنَّ دَیْنَہٗ اَوْ لَا یُکَلِّمُہٗ اِلٰی بَعِیْدٍ اَوْ اِلٰی
قَرِیْبٍ وَلَفْظُ الْعَاجِلِ وَالسَّرِیْعِ کَالْقَرِیْبِ وَالْاٰجِلِ کَالْبَعِیْدِ وَھٰذَا اِذَا لَمْ یَنْوِ مہینا اور اوس سے زیادہ اگرچہ زیادتی تا موت ہو بعید مین
داخل ہے اور مہینہ سے کمتر مدت قریب مین داخل ہے تو یہی تفسیر مذکور اس قسم مین معتبر ہوگی کہ اپنا دین کو البتہ ادا کریگا یا مثلاً زید سے کلام کریگا بعید تک یا قریب
تک اور لفظ عاجل اور سریع کا مانند قریب کے ہے اور لفظ آجل کا بعید کی مانند ہے اور یہہ تقدیر قریب اور بعید کی درصورت عدم نیت ہے ھ اگر قسم کہائی
کہ قریباً یا عاجلاً یا سریعاً قرض ادا کریگا پہر مہینے کے اندر ادا کیا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کہائی کہ بعیداً یا آجلاً ملاقات کریگا تو مہینے کے اندر ملاقات
کرنے سے حانث ہوگا نہ مہینے سے زیادہ مدت مین وَاِنْ نَوٰی بِالْقَرِیْبِ اَوِ الْبَعِیْدِ مُدَّۃً مُعَیَّنَۃً فَیْھِمَا فَعَلٰی مَا نَوٰی وَیُدَیَّنُ فِیْمَا فِیْہِ تَخْفِیْفٌ بحر اور اگر قریب
اور بعید کے لفظ سے حالف نے مدت معین کی دونون نیت کی تو اوسکی نیت کے موافق اعتبار ہوگا اگرچہ قریب سے ایکسال یا مدت دنیا مراد رکہی تو بھی صحیح ہے
اسواسطے کہ دنیا بنسبت آخرت کے قریب ہے کذا فی النہر اور جس مدت مین حالف پر تخفیف ہوگی اوسمین دیانۃ تصدیق ہوگی نہ قضاءً کذا فی البحر ھ درصورت
تخفیف دیانۃ تصدیق کرنا بحر الرائق مین بطور بحث کے مذکور ہے شارح نے اوسکو بطور منصوص کے مذکور کیا کذا فی الطحطاوی حَلَفَ لَا یُکَلِّمُہٗ مَلِیًّا اَوْ
طَوِیْلًا اِنْ نَوٰی شَیْئًا فَذٰلِکَ وَاِلَّا فَعَلٰی شَھْرٍ وَیَوْمٍ کذا فی البحر عن الظہیریۃ وفی النہر عن السراج علٰی شہر قسم کہائی کہ ایکمدت یا زمانہ
دراز اوس سے کلام نکریگا اگر حالف نے کچھ نیت کی تو اوسیقدر معتبر ہے اور اگر کچھ نیت نہین کی تو ایک مہینہ اور ایک دن پر محمول ہوگا کذا فی البحر عن الظہیریۃ
اور نہر الفائق مین سراج سے منقول ہے کہ مہینے پر محمول ہوگا بلا ذکر یوم ھ ملی بفتح اول و کسر ثانی عبارت ہے مدت زمانی سے اوسی جہت سے لیل اور نہار
کو ملوان کہتے ہین وَکَذَا کَذَا یَوْمًا اَحَدَ عَشَرَ وَبِالْوَاوِ اَحَدٌ وَعِشْرُوْنَ وَبِضْعَۃَ عَشَرَ ثَلٰثَۃَ عَشَرَ اور اگر حلف مین کذا کذا یوما کہا تو گیارہ دن مراد ہین
اور واو عاطفہ سے یعنی یون کہا کذا وکذا یوما تو اکیس دن مراد ہونگے اور بضعہ عشر سے تیرہ دن مراد ہین تو فِیْ حَلْفِہٖ لَیَقْضِیَنَّ دَیْنَہُ الْیَوْمَ فَقَضٰی
نَبَھْرَجَۃً مَا یَرُدُّہُ التُّجَّارُ اَوْ زُیُوْفًا مَا یَرُدُّہُ بَیْتُ الْمَالِ وَمُسْتَحَقَّۃً لِلْغَیْرِ وَیُعْتِقُ الْمُکَاتَبُ بِدَفْعِھَا بَارٌّ ہوگا یعنی حانث نہوگا اپنی اس قسم مین کہ البتہ
آجکے دن اپنا دین ادا کریگا اگر اوس نے دراہم نبہرجہ یا زیوف یا غیر کے حق کے ادا کئے اور مکاتب انکے دینے سے آزاد ہوجاویگا نبہرجہ وہ دراہم ہین جنکو
سوداگر نہ قبول کرتے ہون اور زیوف وہ دراہم ہین جنکو بیت المال سلطانی قبول نکرے ھ نبہرجہ اور زیوف دراہم مغشوشہ ہین لیکن نبہرجہ مین چاندی
کم ہوتی ہے اور غش یعنی تانبا وغیرہ زیادہ لہذا اہل تجارت مین اوسکا دینا لینا رائج نہین اور زیوف مین غش کم ہوتا ہے اور چاندی زیادہ لہذا اہل
تجارت مین اوسکا دینا لینا رائج ہوتا ہے لیکن خزانہ سلطانی مین نہین لیتے اسواسطے کہ وہان کے اہل لینا مفاخر ہی ہر چند نبہرجہ اور زیوف عیب کے خالی نہین

لیکن عیب ہونا جنس کو معدوم نہین کر دیتا لہذا اگر طرف ثانی بیع صرف یا بیع سلم مین قبول کرے انکو تو جائز ہے اور اسیطرح غیر کے دراہم مستحقہ کو قبضہ
کرنا صحیح ہے ولہذا اگر اونکا مالک اجازت دے تو جائز ہے لفظ نبہرجہ اور زیوف کا عربی لغت نہین لیکن فقہا مین مستعمل ہے کذا فی نہر الفائق لا یکون
قضاء لا رصاصا او ستوقة وسطها غش لانهما ليسا من جنس الدراهم ولذا لو تجوز بهما في صرف وسلم لم يجز ۔ نہو گا یعنی حانث ہو گا
اگر اوسنے دین کو رانگے کے دراہم سے یا ستوقہ سے جنکے بیچ مین غش ہوتا ہے ادا کیا اسواسطے کہ دونون دراہم کی جنس سے نہین لہذا اگر انکو صرف
اور سلم مین دیجے تو جائز نہین ھ ستوقہ بفتح سین مہملہ وتشدید تا معرب ہے سہ تہ کا یعنی تین پرت دو نو طرف چاندی اور بیچ مین تانبا یا پیتل یا سیسہ ہو
کذا فی النہر والطحطاوی ونقل مسکین ان النبهرجة اذا غلب غشها لم توخذ واما الستوقة فاخذها حرام لانها نحاس ھ درمسکین نے رسالہ یوسفیہ سے
نقل کیا ہے کہ دراہم نبہرجہ مین جب میل تانبے کا زیادہ ہو تو لینا نچاہیے اور ستوقہ کا لینا تو حرام ہے اسواسطے کہ وہ تانبا ہے انتہی نقلہ ھ اگر نبہرجہ مذکورہ یا ستوقہ
کو لے تو غیر کو دینا بدون آگاہ کر دینے کے جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وھذہ احدی المسائل الخمس التی جعلوا الزیوف فیھا کالجیاد
اور یہ یعنی قضاء دین ان پانچ مسائل سے ایک مسئلہ ہے جنمین فقہانے زیوف کو مانند دراہم جیدہ کے قرار دیا ہے ھ امام اسحٰق ولوالجی نے کتاب
الشفعہ کے آخر مین ذکر کیا ہے کہ دراہم زیوف بجای جید دراہم کے ہین پانچ صورتون مین پہلی یہہ ہے کہ اگر مردنے گہر مول لیا کہرے درم سے اور قیمت
مین زیوف دئے تو شفیع کہرے درم کر اوسکو لیگا دوسری یہہ کہ ایک شخص ضامن ہوا کہرے درم کا اور اوسنے کہوٹے درم دئے تو کفیل مکفول عنہ سے
کہرے درم لیگا تیسری یہہ کہ کہرے درم سے کوئی چیز مول لی اور قیمت کہوٹی دی پہر اوسکو نفعت سے بیچا تو راس المال جید ہوگا چوتہی یہہ
کہ قسم کہائی کہ دین ادا کریگا پہر زیوف ادا کئے تو حانث نہوگا پانچوین یہہ کہ ایکمرد کا قرض جید درم تہا سواوسنے زیوف کو لیا اور صرف کر ڈالا
اور بعد صرف کرنے کے اوسکو کہوٹے ہونے کا علم ہوا تو پہر اوس سے کہرے درم نہین لے سکتا امام اعظم اور محمد کے نزدیک کذا فی التبیین المدیون
فی حلفہ لرب الدین لاقضین مالك اليوم فجاء به فلم يجده ودفع للقاضي ولو في موضع لا قاضي له حنث به يفتى منية المفتي ۔ حانث نہوگا
قرضدار قرضخواہ سے یون قسم کہانے مین کہ البتہ ادا کرونگا تیرا مال آجکے دن پہر وہ مال کو لایا سواوسنے قرضخواہ کو نپایا اور قاضی کو دیا اور اگر
اوس مکان مین جہان قاضی نہین تو حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی منیۃ المفتی وکذا یبر لو وجدہ فاعطاہ فلم یقبل فوضعہ بحیث تنالہ
یدہ لو اراد قبضہ والا لکن لا یبر ظہیریہ ۔ اور اسیطرح حانث نہوگا اگر اوسنے قرضخواہ کو پایا پہر اوسکو مال دیا سواوسنے قبول نکیا اور اوس
مال کو پہلے اوسنے اتنا قریب رکہدیا کہ اوسکا ہاتہ پہونچ سکے اگر وہ قبض کا ارادہ کرے اور اگر ایسا نہو یعنی اتنی دور ہو کہ اوسکا ہاتہ نہ پہونچ سکے
تو بار نہوگا یعنی حانث ہوگا کذا فی الظہیریۃ ومنھا حلفہ لیجہدن فی قضاء ما علیہ لفلان باع ما للقاضی بیعہ لو رفع الامر الیہ ا ظہیریۃ
مین ہے قسم کہائی کہ البتہ کوشش کریگا اوس دین کے ادا کرنے مین جو اوسپر فلانے شخص کا ہے تو وہ واسطے ادای دین کے بیچ ڈالے اوس مال
کو جسکا بیچنا قاضی کو درست ہے اگر قاضی کے پاس نالش ہوئی ہو ممدم ادا کی وکذا یبر بالبیع ونحوہ مما یحصل المقاصة فیہ بہ ای بالدین
لان الدیون تقضی بامثالہا ۔ اور اسیطرح بار ہوگا یمین مذکور مین بیع کرنے سے بعوض دین کے اور بیع کی مانند وہ عقد ہے جسمین مقابلہ اور معاوضہ حاصل
ہوتا ہو اسواسطے کہ ادای دیون اپنی مانند سے ہوتا ہے ھ یعنی اگر قسم کہائی کہ زید کا دین آج ادا کریگا پہر اوسنے کوئی چیز زید سے بعوض اوسکے دین کے بیچی
تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسنے دین ادا کر دیا نقد دینا کچہ ضرور نہین اور بیع کی مانند معاوضہ ہونے مین نکاح ہے مثلا یعنی طالب دین نے اپنے دینوالے
کی لونڈی سے نکاح کیا اور اپنا دین اوسکا مہر ٹھہرایا تو دین ادا ہوجاویگا حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی وھبة الدائن الدین من المدیون لیس
بقضاء لان الھبة اسقاط لا مقاصة ۔ اور ہبہ کرنا دائن کا دین کو مدیون سے ادای دین نہین اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہے اسقاط سے یعنی صاحب دین نے
اپنا حق ساقط کر دیا ہے معاوضہ نہین یعنی یہہ فعل ہے قرضخواہ کا اور ادای دین حالف کا فعل ہے سو پایا نگیا وحینئذ فلا یحنث لو کانت الیمین
موقتة لعدم امکان البر بھبة الدین والیمین کان البر شرط البقاء کما ھو شرط الابتداء کما مر فی مسئلۃ الکوز ۔ اور اسوقت مین تو حانث نہوگا اگر

یمین موقت ہوگی واسطے عدم امکان بر یمین کے ساتھ ہبہ کر دینے دین کے یعنی بعد ہبہ کر دینے دین کے اداے دین ممکن نہیں اور امکان بر یمین شرط ہے تو بقاء یمین کی چنانچہ وہی شرط ہے ابتداء یمین کی چنانچہ مسئلہ کوزے میں مذکور ہوچکا ھ اگر یمین موقت ہے اسطرح کہ واللہ آج کے دن دین ادا کریگا تو بعد گذر جانے دن کے دین کے حانث ہوگا اور اگر مطلق یمین ہے اسطرح کہ فلانے کا دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کے حانث ہوگا اسواسطے کہ مطلق میں امکان بر بقاء یمین میں شرط نہیں بلکہ ابتداء یمین میں شرط ہے اور جبکہ حالف نے قسم کھائی تھی اوسوقت امکان بر ثابت تہا تو یمین صحیح ہوگئی پھر حانث ہوا بعد گذرنے اوسقدر مدت کے جسمیں حالف اداے دین پر قادر تہا بسبب یوسی بر یمین کے ہبہ سے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ وعلیہ لو حلف لیقضین دینہ غدا فقضاہ الیوم او حلف لیقتلن فلانا غدا فمات الیوم او حلف لیاکلن ھذا الرغیف غدا فاکلہ الیوم لم یحنث زیلعی اور بنا بر شرط مذکور کے اگر قسم کھائی کہ البتہ اسکا دین ادا کریگا کل پھر آج اوسکو کر دیا یا قسم کہائی کہ مقرر فلانے شخص کو کل قتل کریگا پھر وہ آج مرگیا یا قسم کہائی کہ البتہ اس روٹی کو کل کہاؤنگا پھر اوسکو آج کہا گیا تو حانث نہوگا کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ تینون صورتون میں امکان بر یمین کا کل کے دن فوت ہوگیا حلف لیقضین دین فلان فامر غیرہ بالاداء او احالہ فقبض بر وان قضی عنہ متبرع لا بر ظہیریہ قسم کہائی کہ البتہ فلانے کا دین ادا کریگا پھر اوسنے غیر شخص کو ادا کرنے کا امر کیا یا غیر شخص پر اداے دین کا حوالہ کیا پھر قرضخواہ نے اوسپر قبضہ کرلیا تو حانث نہوگا اور اگر اوسکی طرفسے کسی شخص نے بلا علم حالف بطور احسان کے ادا کیا تو حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ یہ ادا کرنا حالف کیطرف منسوب نہیں ہو سکتا وفیہا حلف لا یفارق غریمہ حتی یستوفی فقعد بحیث یراہ او یحفظہ فلیس بمفارق ولو نام او غفل او شغلہ انسان بالکلام او منعہ عن الملازمۃ حتی ہرب غریمہ لم یحنث اور ظہیریہ میں ہے قسم کہائی کہ اپنے قرضدار کو نچہوڑیگا یہانتک کہ اپنا قرض پاوے پھر حالف بیٹھا ایسے مکان میں کہ قرضدار کو دیکہتا ہو اور اسکی حفاظت کرتا ہو تو وہ اسکا چہوڑنیوالا نہیں یعنی حانث نہیں اور اگر قرضخواہ سوگیا یا غافل ہوگیا یا کسی آدمی نے اوسکو باتون میں لگایا یا اوسکو کسی نے اوسکے ساتھ رہنے سے روکا یہانتک کہ قرضدار بہاگ گیا تو حالف حانث نہوگا ھ منح الغفار اور بحر الرائق میں یراہ و یحفظہ ہے لہذا واؤ عاطفہ کا ترجمہ کیا ولو حلف بطلاقہا ان یعطیہا کل یوم درہما فربما یدفع الیہا عند الغروب او عند العشاء قال اذا لم یخل یوما ولیلۃ عن دفع درہم لم یحنث اور اگر عورت کی طلاق کی قسم کہائی کہ اوسکو ہر روز ایکدرم دیا کریگا پہر گاہ اوسکو غروب کے وقت درم دے یا عشا کے وقت صاحب مجموع النوازل نے کہا کہ جب رات اور دن درم دینے سے خالی نہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح عن البحر ھ اکثر نسخون میں یدفع الیہ ہے اور ایک نسخہ مکتوبہ عرب میں یدفع الیہا تہا اور چونکہ یہی نسخہ صحیح تہا اور موافق منح الغفار کے لہذا اسیکو اختیار کیا حلف لا یقبض دینہ من غریمہ درہما دون درہم فقبض بعضہ لا یحنث حتی یقبض کلہ قبضا متفرقا لوجود شرط الحنث وہو قبض الکل بصفۃ التفریق قسم کہائی کہ اپنا قرض اپنے قرضدار سے ایک ایک درم نہ قبضہ کریگا پہر تہوڑا قرض قبضہ میں کیا مثلا پانچدرم یا دس درم تو حانث نہوگا یہانتک کہ سب قرض کو بطور متفرق لے اور اگر سب قرض کو متفرق ایک ایک درم لیگا تو البتہ حانث ہوگا بسبب پائی جانے حنث کی شرط کے یعنی قبض کرنا کل قرض کا بطور تفریق کے لا یحنث اذا قبضہ بتفریق ضروری کان قبضہ کلہ بوزنتین لانہ لا یعد تفریقا عرفا ما دام فی عمل الوزن قسم مذکور میں حانث نہوگا جبکہ قرض کو بتفریق ضروری قبضہ کرے چنانچہ سب قرض کو دوبار یا زیادہ تولنے سے قبضہ کرے اسواسطے کہ عرف میں اسکو تفریق نہیں کہتے جبتک کہ وہ تولنے میں مشغول ہے اسواسطے کہ کاہے تولنا سب دین کا متعذر ہوتا ہے تو اسقدر تفریق ضروری مستثنی ہوتی ہے عرف میں کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی لا یاخذ مالہ علی فلان الا جملۃ او الا جمیعا فترک منہ درہما ثم اخذ الباقی کیف شاء لا یحنث ظہیریۃ وہو الحیلۃ فی عدم حنثہ فی المسئلۃ الاولی قسم کہائی کہ نہ لیگا اپنا سب مال جو فلانے پر دین ہے مگر یکبارگی پہر حالف نے اوسمین سے ایکدرم چہوڑا پہر باقی کو لیا جسطرح چاہا خواہ جدا جدا خواہ یکبارگی تو حانث نہوگا کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ اوسنے سب مال کو متفرق نہیں لیا اور سارے مال کا متفرق لینا ہی شرط تھی حنث کی اور یہی حیلہ ہے پہلے مسئلہ کے عدم حنث میں یعنی اگر قسم کہائی کہ اپنا دین ایک ایک درم نہ لیگا تو متفرق لینے کا یہہ حیلہ ہے کہ ایک درم چہوڑکر جسطرح چاہے لے کما لا یحنث من قال لا ثمان لے

الا مائة او غيرا و سوى مائة فكذا يملكها اى المائة او بعضها لان غرضه نفى الزيادة على المائة وحنث بالزيادة لو مما فيه الزكوة والا لا
چنانچہ حانث نہیں ہوتا وہ شخص جسنے کہا کہ اگر میری ملک میں درم ہوں مگر سو یا میرے پاس غیر سو یا سوا سو درم کے ہوں تو ایسا ہو حانث نہوگا سو یا کم سو
درم سکے مالک ہوں جیسے اسواسطے کہ غرض اس کلام سے سو درم کی زیادتی کی نفی ہے اور حانث ہوگا سو درم پر زیادہ ہونے سے اگر زیادتی اُس جنس سے ہو جسمیں زکوٰۃ
واجب ہوتی ہے اور نہیں تو حانث نہیں ہے یعنی اگر سو درم سے زیادہ زکوٰۃ والا مال ہو اگرچہ درم نہوں بلکہ دینار یا مال تجارت یا سوائم ہوں تو حانث
ہوگا اگرچہ زیادتی نصاب کو نہ پہونچے اور اگر زیادتی زکوٰۃ والے مال کی نہو مثلاً خدمت کا غلام ہو یا گھر یا اسباب غیر تجارت کا ہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح حتے
لو قال امراتہ طالق ان کان لہ مال ولہ عروض وضیاع ودور لغیر التجارۃ لم یحنث خزانۃ اکمل یہانتک کہ اگر شخص نے کہا کہ اوسکی زوجہ
مطلقہ ہے اگر اوسکے پاس مال ہو اور حالانکہ اوسکے پاس اسباب اور زمین اور گھر ہیں غیر تجارت کے تو حانث نہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل ہم تو اس سے معلوم ہوا
کہ مال اوسکو کہتے ہیں جسمیں زکوٰۃ واجب ہے حلف لا یفعل کذا ترکہ علی الابد لان الفعل یقتضی مصدرا منکرا والنکرۃ فی النفی تعم قسم کہائی کہ ایسا
نکریگا یعنی مثلاً نماریگا یا کلام نکریگا تو اُس فعل کو ترک کرے ہمیشہ اسواسطے کہ فعل مقتضی ہے مصدر منکر کا مثلاً مثال مذکور میں ضرب اور کلام مصدر منکر ہے اور
نکرہ نفی میں عام ہوتا ہے جمیع اوقات استقبال کو تو گویا اوسنے یوں کہا کہ جمیع اوقات مستقبلہ میں نماریگا یا کلام نکریگا حلبی نے کہا کہ عموم نہیں ہوتا نکرہ صریحہ
میں اور ثبوت مصدر کا فعل میں ضمنی اور ضروری ہے نہ صریح علاوہ اسکے محیط میں سیبویہ سے منقول ہے کہ فعل میں عموم نہیں کذا فی الطحطاوی فلو فعل المحلوف
علیہ مرۃ حنث وانحلت یمینہ وما فی شرح المجمع من عدمہ سہو پھر اگر قسم مذکور کہا کر محلوف علیہ کو ایکبار کیا مثلاً ضرب یا کلام ایکبار واقع ہوا
تو حالف حانث ہوگیا اور یمین کھل گئی منعقد نرہی اور جو کہ ابن ملک کی شرح مجمع میں ہے عدم انحلال یمین کا سو سہو ہے نصوص فقہا سے بلکہ خود اپنی تصریح سے جسکی
توضیح کر چکا ہے کتاب الطلاق وغیرہ میں کذا فی النہر فلو فعلہ مرۃ اخری لا یحنث الا فی کلما پھر بعد کھلجانے یمین کے اگر دوسری بار وہی فعل کریگا تو حانث
نہوگا مگر کلما کے لفظ میں البتہ حانث ہوگا اسواسطے کہ کلما تکرار کا مقتضی ہے لیکن طلاق میں طلقات ثلثہ سے تکرار منتہی ہو جاتی ہے کذا فی المنح ولو وقتہا بوقت
کو اللہ لا افعل الیوم فمضی الیوم قبل الفعل بر لوجود ترک الفعل فی الیوم کلہ اور اگر یمین مذکور کو مقید کیا ایکوقت سے چنانچہ یوں کہا کہ ایسا نکرونگا
آجکے دن پھر دن گذر گیا قبل فعل کے تو حانث نہوگا بسبب پائے جانے ترک فعل کے سارے دن وکذا ان ہلک الحالف والمحلوف علیہ لتحقق العدم
ولو جن الحالف فی یومہ حنث عندنا خلافا لاحمد فتح اور اسیطرح اگر ہلاک ہوگیا حالف یا محلوف علیہ تو حانث نہوگا بسبب متحقق ہونے عدم فعل کے موت سے اور
اگر مجنون ہوگیا حالف اوسدن تو حانث ہوگا ہمارے نزدیک بخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے کذا فی الفتح ہم موضوع مسئلہ فتح القدیر میں کلام مثبت ہے
نہ منفی صورت اوسکی یہ ہے قسم کہائی کہ اس روٹی کو آجکے دن کھاؤنگا پھر اوسیدن حالف مجنون ہوگیا اور اوسنے نہ کہایا تو حانث ہوگا اور نفی کیصورت میں جبکہ
مجنون ہوگا اور نکھاویگا تو بلاشک حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو حلف لیفعلن بر بمرۃ لان النکرۃ فی الاثبات تخص والواحد ہو المتیقن و
لو قیدہا بوقت فمضی قبل الفعل حنث ان بقی الامکان والا بان وقع الیاس بموتہ او بفوت المحل بطلت یمینہ کما مر فی مسئلۃ الکوز زیلعی
اور اگر قسم کہائی کہ البتہ ایسا کریگا تو بار ہوگا اپنی یمین میں ایکبار کے کرنے سے اسواسطے کہ نکرہ یعنی مصدر منکر اثبات میں خاص ہو جاتا ہے اور واحد تو وہی متیقن
ہے اور اگر یمین مذکور کو کسیوقت کر مقید کیا پھر وہ وقت گذر گیا قبل فعل کے تو حانث ہوگا اگر امکان بر یمین باقی رہا ہوگا اور اگر امکان باقی نرہا ہو اسطرح کہ
حالف کے مرنے سے یا فوت ہونے محل بر سے ناامیدی واقع ہوگئی ہو تو یمین اوسکی باطل ہو جاویگی چنانچہ مسئلۃ الکوز میں مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی حلفہ
وال لیعلمنہ بکل داعر دخل البلد تقید حلفہ بقیام ولایتہ بیان لکون الیمین المطلقۃ تصیر مقیدۃ بدلالۃ الحال قسم کہلائی حاکم
نے ایکمرد سے کہ اوسکو اطلاع کر دیا کرے ہر مفسد کی جو شہر میں آوے تو یہ حلف اوسکی حکومت کے قائم رہنے کے ساتھ مقید ہے شارح کہتا ہے یہ بیان ہے یمین
مطلق کے ہو جانیکا مقید دلالت حال سے یعنی مقصود اس قسم لینے سے دفع فساد مفسدین ہے اور دفع فساد بعد زوال حکومت کے متصور نہیں لہذا یہ یمین زمان
مخصوص سے مقید ہوئی و آخر بالی بہلہ و حین بہلہ منع مفسد ہو وینبغی تقییدہ بفور علمہ واذا سقطت لا تعود اور لائق ہے مقید کرنا اس یمین کا مجرد

علم حالف کے اور جبکہ یمین ساقط ہوگی بسبب زوال حکومت کے تو اعادہ یمین کا نہوگا حکومت کے اعادہ سے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا یہہ بحث ہے صاحب فتح القدیر کی اور ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ اعلام کرنا بمجرد دخول مفسد کے لازم نہیں البتہ تا موت یا معزولی حاکم تاخیر اعلام جائز نہیں کذا فی الغایۃ والزیلعی تو تعجب ہے شارح سے کہ بحث کو ذکر کرتا ہے اور ظاہر الروایت کو ترک کرتا ہے ولو ترقی بلا عزل الی منصب اعلی فالیمین باقیۃ لزیادۃ تمکنہ فتح اور اگر قسم لینے والے حاکم نے بلا معزولی ترقی کی اعلی منصب کیطرف تو یمین مذکور باقی ہے بسبب اوسکی زیادتی قدرت کے کذا فی الفتح م طحطاوی نے کہا مستفاد ... حکومت بحث سے صاحب بحر کی نہ صاحب فتح القدیر کی تو لفظ فتح کا بعد لا تعود کے مذکور کرنا بہتر تھا ومن ھذا الجنس مسائل منہا ما ذکر بقولہ کما لو حلف رب الدین غریمہ او الکفیل بامر المکفول عنہ ان لا یخرج من البلد الا باذنہ تقید بالخروج حال قیام الدین والکفالۃ لان الاذن انما یصح ممن لہ ولایۃ المنع حال قیامہ اور اسی قبیل سے چند مسائل ہیں جنمیں یمین مطلق بدلالت حال مقید ہے زمان مخصوص سے اور انمیں سے بعض مسائل کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا چنانچہ قسم دلائی صاحب دین نے مدیون کو یا اوس الضامن کو جو بامر مکفول عنہ ضامن ہوا ہے ہمیشہ کی قسم دلائی کہ شہر سے باہر نکلے بدون اوسکی اذن کے تو مقید ہوگا نکلنا قیام دین اور ضمانت کیوقت کے ساتھہ مطلقاً اسواسطے کہ اذن لینا صحیح نہیں مگر اوس شخص سے جسکو قدرت ہے روکنے کی تا وقت قیام قدرت ومنہا لو حلف لا تخرج امرأتہ الا باذنہ تقید بحال قیام الزوجیۃ بخلاف لا تخرج امرأتہ من الدار لعدم دلالۃ التقیید زیلعی اور مسائل مذکورہ میں سے یہہ مسئلہ ہے کہ اگر قسم کہائی کہ نکلیگی عورت اوسکی مگر اوسکی اذن سے تو یمین مقید ہوگی ساتھہ حالت قیام زوجیت کے بخلاف اس قول کے کہ نکلیگی عورت اوسکی گہر سے کہ یہہ یمین مقید بحال زوجیت نہیں بسبب عدم دلالت تقیید کے کذا فی الزیلعی م یعنی مثال اول میں اذن قرینہ ہے قیام زوجیت کا اور مثال ثانی میں کوئی قرینہ زوجیت کا نہیں طحطاوی نے کہا کہ مثال ثانی میں دلالت زوجیت کی موجود ہے یعنی اضافت اسواسطے کہ بعد انقضاے عدت کے اوسکی عورت نہ باقی رہیگی حلف لیھبن فلانا فوھبہ فلم یقبل بر وکذا کل عقد تبرع کعاریۃ ووصیۃ واقرار قسم کہائی کہ ہبہ کریگا فلانے کو پہر اوسکو واسطے ہبہ کیا سو اوسنے نہ قبول کیا تو حانث نہوگا اور اسیطرح کا حکم ہے ہر عقد تبرع میں جسمیں احسان ہے معاوضہ نہیں جیسے عاریت دینا یا کسیکے مال کی وصیت کرنا یا مال کا اقرار غیر کیواسطے کرنا بخلاف البیع ونحوہ حیث لا یبر بلا قبول وکذا فی طرف النفی بخلاف بیع اور مانند بیع کی یمین میں کیونکہ حانث ہوگا بدون قبول کے اور یہی حکم ہے طرف نفی میں م مانند بیع کی اجارہ اور صرف اور سلم اور نکاح اور رہن اور خلع ہے کذا فی النہر اور طرف نفی کی یہہ مثال ہے قسم کہائی کہ ہبہ نکریگا تو فقط ایجاب سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان عقود التبرعات بازاء الایجاب فقط و المعاوضات بازاء الایجاب والقبول معا اور قاعدہ مسائل مذکورہ میں یہہ ہے کہ تبرعات کے عقود فقط بمقابلہ ایجاب کے ہوتے ہیں اور معاوضات کے عقود بمقابلہ ایجاب اور قبول کے ساتھہ ہی ہوتے ہیں وحضرۃ الموھوب لہ شرط فی الحنث فلو وھب الحالف لغائب لم یحنث اتفاقا ملتقط ... اور ہبہ کی یمین میں حاضر ہونا موہوب لہ کا شرط ہے حنث میں تو اگر حالف ہبہ کریگا غائب موہوب لہ کو تو حانث نہوگا باتفاق مشائخ اور ندفری کذا فی شرح ابن ملک تو اسکو یاد رکہنا چاہیے لا یحنث فی حلفہ لا یشم ریحانا لو شم وردا او یاسمینا والمعول علیہ العرف فتح اس قسم میں کہ ریحان کو نہ سونگہیگا حانث نہوگا گلاب اور چنبیلی کے سونگہنے سے اور اسمیں معتمد علیہ عرف ہے کذا فی فتح القدیر م مغرب میں مذکور ہے کہ ریحان لغت عرب میں ہر خوشبودار گہاس کو کہتے ہیں اور فقہا کے نزدیک ریحان وہ ہے جسکی شاخ اور پتی خوشبودار ہو وغیر ذلک من الاقوال اور ہمارے دیار میں یعنی مصر اسکندریہ میں واجب ہے کہ ریحان سے ریحان حماحم مراد ہو بسبب عرف کے کذا فی فتح القدیر ملخصا خلاصہ یہہ ہے کہ ہر ملک کے عرف کا اعتبار ہے قسم میں اہل ہند ریحان کو تلسی اور دونا مروا بولتے ہیں ویمین الشم یقع علی الشم المقصود فلا یحنث لو حلف لا یشم طیبا فوجد ریحہ وان دخلت الرائحۃ الی دماغہ فتح اور قسم سونگہنے کی واقع ہوتی ہے بالقصد سونگہنے پر تو حانث نہوگا اگر قسم کہائی کہ خوشبو نہ سونگہیگا پہر اوسکو بو معلوم ہوئی اگرچہ داخل ہوگئی ہو بو اوسکے دماغ میں کذا فی الفتح والحنث فی حلفہ لا یشتری بنفسجا او وردا بشراء ورقھما لا دھنھما للعرف فتح اور اس قسم میں کہ خرید نکریگا بنفشہ اور گلاب کو حانث ہوگا بنفشہ اور گلاب کی پتیوں کے خرید کرنے سے نہ بنفشہ اور گلاب کے تیل خرید کرنے سے بسبب عرف کے م

جات پر نفقہ اور دودہ کا اطلاق ہو نہ تیل پر یہہ عرف ہی صاحب کافی اور صاحب فتح القدیر کا اور اگر کہین عرف بدلجاوے تو عرف حالف ہی معتبر ہوگا اسواسطے کہ مدار قسم کا حالف کے عرف پر ہو نہ فقہاء مصنفین کے عرف پر حلف لا یتزوج فزوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنہ الکتابۃ خلافا لابن سماعۃ لا یحنث بہ یفتی خانیہ قسم کہائی کہ نکاح اپنا نکریگا پہر اوسکا نکاح فضولی نے کردیا سو حالف نے نکاح کو اپنے قول سے جائز رکہا تو حانث ہوگا اور اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسی پر فتوی ہی کذا فے الخانیہ اور اجازت فعلی مین اجازت بالکتابت بہی داخل ہے یعنی اگر لکہہ دیا کہ مین نے نکاح قبول کیا تو بہی حانث نہوگا خلافا لابن سماعہ کہ اوسکے نزدیک کتابت مانند قول کے ہو م طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح لفظ افتا کو اجازت قولی کے پاس ذکر کرتا اسواسطے کہ خانیہ مین فتوی کا لفظ اجازت قولی مین مذکور ہے نہ اجازت فعلی مین ولو زوجہ فضولی ثم حلف لا یتزوج لا یحنث بالقول ایضا اتفاقا لاستنادہا لوقت العقد اور اگر نکاح کردیا ایکمرد کا فضولی نے پہر اوسنے قسم کہائی کہ نکاح نکریگا تو حانث نہوگا اجازت قولی سے بہی بالاتفاق بسبب مستند ہونے اجازت کے عقد کے وقت کی طرف اور عقد کا وقت قبل حلف کے تہا کل امرأۃ تدخل فی نکاحی او تصیر حلالا لی فکذا فاجاز نکاح فضولی بالفعل لا یحنث بخلاف کل عبد یدخل فی ملکی فہو حر فاجازہ بالفعل حنث اتفاقا لکثرۃ اسباب الملک عمادیہ کہا اگر کوئی جو عورت کہ میرے نکاح مین داخل ہو یا یون کہا کہ جو عورت مجہپر حلال ہو جاوے وہ بطلاقہ ہے پہر اوسنے نکاح فضولی کو باجازت فعلی جائز رکہا تو حانث نہوگا اور اجازت قولی سے حانث ہوگا کذا فے البحر بخلاف اِس قول کے کہ جو غلام کہ میری ملک مین داخل ہوگا وہ آزاد ہے پہر غلام کی بیع فضولی باجازت فعلی جائز رکہی تو حانث ہوگا بسبب کثرت اسباب ملک کے کذا فی العمادیہ م یعنی مالک ہونے کے اسباب بہت ہین چنانچہ خرید کرنا یا وراثت پانا یا ہبہ یا وصیت اور دخول فے النکاح کا ایک ہی سبب ہے یعنی نکاح کرنا اور وہ مخصوص بقول ہے تو نکاح مین کچہہ فرق نہین ہو سکتا صریح اور غیر صریح مین کذا فی الطحطاوی وفیہا حلف لا یطلق فاجاز طلاق فضولی قولا او فعلا فہو کالنکاح غیر ان سوق المہر لیس باجازۃ لوجوبہ قبل الطلاق اور عمادیہ مین ہی قسم کہائی کہ طلاق ندیگا پہر اوسنے فضولی کی طلاق کو جائز رکہا خواہ باجازت قولی یا فعلی تو وہ یعنی طلاق مانند نکاح کی ہی سوا اتنی بات کے کہ مہر دینا اجازت فعلی نہین طلاق مین بسبب واجب ہونے مہر کے قبل طلاق کے یعنی بخلاف نکاح کے اسواسطے کہ مہر خصائص نکاح سے ہی م جب طلاق مانند نکاح کے ہوئی تو اجازت فعلی سے طلاق مین حانث نہوگا بلکہ اجازت قولی سے حانث ہوگا اجازت فعلی طلاق کی اسطرح کہ عورت کا اسباب اپنے گہر سے نکالدے لیکن طلاق بہر صورت واقع ہوگی یہان کلام ہے حانث ہونے یا نہونے مین کذا فی الطحطاوی قال لامرأۃ الغیر ان دخلت دار فلان فانت طالق فاجاز الزوج فدخلت طلقت کہا فضولی نے غیر کی عورت کو اگر تو فلانے کے گہر مین داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے پہر زوج نے یہہ تعلیق فضولی کی جائز رکہی پہر وہ داخل ہوئی تو عورت مطلقہ ہوگی ومثلہ فی عدم حنثہ بالاجازۃ فعلا ما یکتبہ الموثقون فی التعالیق من نحو قولہ ان تزوجت بامرأۃ بنفسی او بوکیلی او بفضولی او دخلت فی نکاحی بوجہ ما تکن زوجتہ طالقا لان قولہ او بفضولی بالجر عطف علی قولہ بنفسی ومعمولہ تزوجت وہو خاص بالقول اور مسئلہ سابقہ کی مانند ہی نہ حانث ہونے مین اجازت فعلی سے وہ اقرار نامہ جسکو دار القضا کے وثائق نویس تعالیق مین زوج کیطرف سے اسطرح لکہتے ہین کہ اگر مین نکاح کرون کسی عورت سے خود آپ یا میرا وکیل یا بواسطہ فضولی کے نکاح کرون یا عورت داخل ہو میرے نکاح مین کسیطرح تو ہوگی زوجہ اوسکی مطلقہ اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکا قول او بفضولی عطف ہے بنفسی کے قول پر اور عامل اوسکا تزوجت ہی اور تزوج مخصوص ہے ساتہہ قول کے م زوجہ اسواسطے اقرار نامہ لکہواتی ہے دار القضا مین تا زوج دوسرا نکاح نکر سکے سوا اِس اقرار نامہ سے زوج اصالۃ یا وکالۃ یا نکاح فضولی باجازت قولی نہین کر سکتا لیکن نکاح فضولی کو باجازت فعلی کر سکتا ہی شارح نے اسکے سد باب کا بہی طریقہ آیندہ قول مین بتایا والمخلص سد باب الفضولی لو زاد او اجزت نکاح فضولی ولو بالفعل فلا مخلص لہ الا اذا کان المعلق طلاق المتزوجۃ فیرفع الامر الی شافعی یفسخ الیمین المضافۃ فہو وقۃ منافی للتعلیق لان الافتاء کاف فی ذلک بحر اور فضولی کے نکاح کا سد باب تو اسیطرح ہوگا اگر زوج اقرار نامہ مذکورہ مین اتنا مضمون زیادہ لکہدے یا مین نکاح فضولی کو جائز کہون اگرچہ باجازت فعلی جائز رکہون تو کوئی احتمال خلاصی دینے والی نہین واسطے جواز نکاح کے مگر جبکہ منکوحہ مستحقہ کی طلاق معلق ہو تو قاضی شافعی کیطرف زوجہ مقدمہ رجوع کرے

تاکہ وہ یمین مضاف باضافت الی الملک کو فسخ کر دے اور کتاب الطلاق کے باب تعلیق الطلاق مین ہم مقدم مذکور کر چکے ہین کہ اسی فتویٰ دینا بھی کافی ہے کذا فی البحر یعنی اُس روایت پر فتویٰ دینا جو امام محمدؒ سے مروی ہے جسپر علماء خوارزم کا فتویٰ ہے کہ یمین مضاف باضافت الی الملک واقع نہین ہوتی بلکہ نہر الفائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ محمدؒ کا یہی قول ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی حلف لا یدخل دار فلان انتظم المملوکۃ والمستاجرۃ والمستعارۃ لان المراد بہ المسکن عرفا ولانہ ان تکون مسکنا لہا لا بطریق التبعیۃ فلو حلف لا یدخل دار فلانۃ فدخل دارھا وزوجہا ساکن بہا لم یحنث لان الدار انما تنسب الی الساکن وھو الزوج نہر عن الواقعات قسم کھائی کہ داخل نہوگا فلانے کے گھر مین ترجمہ قول مملوک اور کرایہ اور عاریت کے گھر کو شامل ہے بطریق عموم مجاز کے اسواسطے کہ مراد گھر سے مکان سکونت ہی عرف مین اور ضرور ہے کہ سکونت محلوف علیہ کی بالاصالت ہو نہ بطریق تبعیت کے تو اگر قسم کھائی کہ فلانی عورت کے گھر مین نہ داخل ہوگا پھر داخل ہوا اُس عورت کے اُس مملوک گھر مین جسمین اوسکا زوج رہتا ہی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر منسوب ہوتا ہے رہنے والے کیطرف اور وہ یہی والا زوج ہے کذا فی النہر عن الواقعات اور گھر اگرچہ زوجہ کا مملوک ہی لیکن اوسکی سکونت باتباع زوج ہے نہ بالاصالت لا یحنث فی حلفہ انہ لا مال لہ ولہ دین علی مفلس بتشدید اللام ای محکوم بافلاسہ او علی ملی غنی لان الدین لیس بمال بل وصف فی الذمۃ لا یتصور قبضہ حقیقۃ اور حانث نہوگا اس قسم مین کہ البتہ اوسکا کچھ مال نہین حالانکہ اوسکا دین ہے اُس شخص پر جسکی مفلس ہونیپر قاضی نے حکم دیا یا اوسکا دین ہی مالدار پر تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ دین مال نہین یعنی بالفعل بلکہ دین وصف ہی ذمہ مین یعنی دین عبارت ہی شغل ذمہ سے متصور نہین قبضہ کرنا دین کا فی الحقیقت لہذا فقہا نے کہا ہے کہ قضاء دین بالمثل ہوتی ہے م مفلس بتشدید لام اُس محتاج کو کہتے ہین جسکے افلاس پر قاضی نے حکم کر دیا ہو تاکہ کوئی اُس سے خرید و فروخت نکرے اور لفظ ملی کی تفسیر سے لفظ غنی کی بحذف حرف تفسیر

فروع مسائل لمحۃ شارح کے قال لغیرہ واللہ لتفعلن کذا فھو حالف فان لم یفعلہ المخاطب حنث ما لم ینو الاستحلاف مثلاً زید نے کہا اپنے غیر سے واللہ البتہ تو ایسا کریگا تو زید ہی حالف ہی تو اگر مخاطب نے وہ فعل نکیا تو زید حانث ہوگا تاوقتیکہ زید اس کلام سے مخاطب کو قسم دلانے کی نیت نکرے م اور اگر مخاطب کے استحلاف کی نیت کریگا تو زید حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر قال لغیرہ اقسمت علیک باللہ او لم یقل علیک لتفعلن کذا فالحالف ھو المبتدی ان لم ینو الاستفہام م مثلاً زید نے غیر سے کہا کہ مین قسم دیتا ہون تجکو اللہ کی یا لفظ اقسمت باللہ کہا بدون علیک کے یعنی قسم دیتا ہون اللہ کی کہ البتہ تو ایسا کریگا تو قسم کھانیوالا وہی زید ہی جسنے اول یہ کلام کیا تاوقتیکہ اس کلام سے استفہام کی نیت نکرے م اور اگر استفہام کی نیت بحذف ہمزہ استفہام کریگا تو کوئی حالف نہوگا لیکن خود اپنے حلف سے استفہام کرنا بمعنی امر ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال علیک عہد اللہ ان فعلت کذا فقال نعم فالحالف المجیب م اور اگر غیر سے یون کہا کہ تجپر عہد ہے خدا کا اگر تو ایسا کرے سو اوسنے کہا کہ ہان تو قسم کھانیوالا مجیب ہے نہ مبتدی اسواسطے کہ جواب متضمن سوال کا ہوتا ہے لا یدخل فلان دارہ فیمینہ علی النہی ان لم یملک منعہ والا فعلی النہی والمنع جمیعا قسم کھائی کہ فلانا شخص اوسکے گھر مین داخل نہوگا تو یمین اوسکی زبانی منع کرنے پر ہی اگر اوسکو روک نہ سکتا ہو اور اگر حالف کو روکنے کی قدرت ہو تو یمین اوسکی زبانی منع کرنے اور ہاتھ سے روکنے دونون پر ہوگی م اگر ہاتھ سے روکا اور زبان سے نروکا تو ظاہرا حانث ہوگا اجر دارہ ثم حلف انہ لا یترکہ فیہا بر بقولہ اخرج اپنا گھر کرایہ کو دیا پھر قسم کھائی کہ کرایہ دار کو اوسمین نچھوڑیگا تو حانث نہوگا یون کہنے سے کہ نکل م اسواسطے کہ اوسنے اُس چیز کی قسم کھائی جسکا مالک نہین کیونکہ مالک رہنے کا کرایہ دار ہی بسبب اجارہ دینے کے لہذا اخراج زبانی عدم حنث مین کافی ہے لا یدع مالہ الیوم علی غریمہ فقدمہ للقاضی وحلفہ قسم کھائی کہ اپنا مال آجکے دن اپنے قرضدار پر نہ چھوڑیگا پھر اوسکو قاضی کے پاس پکڑ لیگیا قاضی نے مدیون کو قسم دلائی تو قرضخواہ حانث نہوگا م یعنی قرضخواہ کے پاس گواہ نہ تھے اثبات قرض کے اور مدعا علیہ منکر ہوا قرض سے تب قسم لی قاضی نے اوسنے قسم کھائی کہ مین اسکا قرضدار نہین تو اب حالف حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکا مال ہی نہ ثابت ہوا کہ مال کا چھوڑنا اوسپر صادق آوے تو یمین غیر منعقد ہی یا یہ وجہ ہے عدم حنث کی کہ حالف نے اپنا مال نہین چھوڑا بلکہ قاضی نے اوسکو مطالبہ سے روکا کذا فی الطحطاوی قیل لہ ان کنت فعلت کذا فامراتک طالق فقال نعم وقد کان فعل طلقت کسی نے کہا مثلاً زید سے کہ اگر تو نے ایسا کیا ہو تو تیری عورت مطلقہ ہی تو زید نے کہا ہان اور حالانکہ زید وہ فعل کر چکا تہا تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ مضمون سوال عود کرتا ہی جواب مین تو گویا اوسنے یون کہا کہ اگر مین نے ایسا کیا ہو تو زوجہ

مطلقہ ہو وفی الاشباہ القاعدۃ الثانیۃ عشر السؤال معاد فی الجواب فلو قال امرأۃ زید طالق و عبدہ حر و علیہ المشی الی بیت اللہ ان فعل کذا و قال زید نعم کان حالفا الخ اور اشباہ میں کہا ہے کہ بارھوان قاعدہ یہہ ہے کہ مضمون سوال کا عود کرتا ہے جواب میں کہا فضولی نے کہ زوجہ زید کی مطلقہ ہے اور غلام اُسکا آزاد ہے اور اوسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا واجب ہے اگر اوسنے ایسا کیا ہو اور زید نے کہا کہ ہان تو زید حالف ہوگا الی آخرہ یعنی اگر فعل مذکور کریگا تو زوجہ اوسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اوسکا آزاد ہو جاویگا اور اوسپر بیت اللہ تک پیدل جانا لازم ہو جاویگا ادعی علیہ فحلف بالطلاق ماله علیہ شیٔ فبرھن بالمال حنث بہ یفتی دعوی کیا گیا مثلا زید پر مال کا سو اوسنے قسم کہائی کہ مجہپر مدعی کا کچہہ نہیں پہر مدعی نے مال پر گواہ گذرانے تو زید حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے ہم یہہ بہی شرط ہے حنث کی کہ بعد گذرنے گواہوں کے قاضی باپنچ ثبوت مال کا حکم کردے اسواسطے کہ بیان بدون حاکم کے معتبر نہیں اور اگر گواہ جہوٹے ہو ویںگے تو بہی حانث ہوگا اور ظاہر یہہ ہے کہ اگر زید نے الحقیقت بری الذمہ ہوگا تو دیانۃً حانث نہوگا کذا فی الخلاصۃ حلف ان فلانا ثقیل هو عند الناس غیر ثقیل و عندہ ثقیل لم یحنث الا ان ینوی ما عند الناس قسم کہائی کہ فلانا شخص بیمار ہے اور حالانکہ وہ لوگون کے نزدیک بیمار نہیں اور حالف کے نزدیک بیمار ہے تو حانث نہوگا مگر اُسصورت مین حانث ہوگا جب اپنی حلف سے وہ ارادہ کرے جو لوگون کے اعتقاد مین ہے لا یعمل معہ فی القصارۃ مثلا فعمل مع شریکہ حنث معبدہ المأذون لا قسم کہائی کہ زید کے ساتہہ مثلا کام نکریگا کپڑے دہونے مین پہر زید کے ساتہہ کام کیا تو حانث ہوگا اور زید کے عبد ماذون کے ساتہہ کام کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ شریک کے مال مین زید شریک ہے اور عبد ماذون کے مال کا زید مالک نہیں اسواسطے کہ عبد ماذون اپنے دین میں بیع ہو جاتا ہے بلا مرضی مولی کذا فی الطحطاوی لا یزرع ارض فلان فزرع ارضا بینه و بین غیرہ حنث لان نصف الارض یسمی ارضا بخلاف لا ادخل دار فلان فدخل المشترکۃ اذا لم یکن ساکنا قسم کہائی کہ مثلا زید کی زمین زراعت نکریگا پہر اوسنے زراعت کی اُس زمین مین جو مشترک ہے زید اور غیر زید مین تو حانث ہوگا اسواسطے کہ نصف زمین کو بہی زمین کہتے ہین بخلاف اِس قسم کے کہ مثلا زید کے گہر مین نہ داخل ہوگا پہر زید کے مشترک گہر مین داخل ہوا جبکہ زید اوسمین نرہتا ہو تو حانث نہوگا اسواسطے کہ نصف گہر کو گہر نہیں کہتے ہین اور اگر مشترک گہر مین زید رہتا ہوگا تو اب یہہ زید کا گہر شمار ہوگا اسواسطے کہ سکونت سے دار ساکن کیطرف منسوب ہوتا ہے تو دار مشترک بطریق اولے اُسکی طرف منسوب ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم و استغفر اللہ العظیم ✝

کتاب الحدود

یہہ کتاب ہے حدود کے مسائل مین چونکہ کتاب الایمان مشتمل تہی کفارہ پر اور کفارہ دائر بین العبادۃ و العقوبات تہا لہذا کتاب الایمان کے بعد مصنف کتاب الحدود کو لایا جو عقوبات خالصہ ہین اور حدود چہہ طرح پر ہین حد زنا اور حد شرب خمر اور حد سکرات اور حد قذف اور حد سرقہ اور حد قطع طریق پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ خوبیان حدود کی ظاہر تر ہین محتاج تقریر اور تحریر کی نہین اسواسطے کہ اسکی دریافت مین فقیہ اور غیر فقیہ برابر ہے کیونکہ جو افعال قبیحہ کہ فساد کی موجب ہین حدود جاری ہونے سے وہ موقوف ہو جاتے ہین سو زنا مین تو بربادی ہے اولاد کی گویا زندہ درگور کرنا ہے بسبب اشتباہ نسب کے اور باقی حدود مین زوال عقل اور بعزتی اور بربادی مال ہے اور قباحت ان امور کی عقول سلیمہ پیدائشی امر ہے و لہذا اباحت اعمال ناموس زنا و مستی کی کسی دین مین ثابت نہیں اگرچہ کبہی شرب مباح تہا و لہذا حدود مانع ان افعال قبیحہ کے حقوق اللہ تعالیٰ ہوئی اسلئے کہ حقوق اللہ خالصہ ہمیشہ مصالح عامہ کے مفید ہوتے ہین کذا فی فتح القدیر ہو لغۃً المنع وہ یعنی حد جسکی جمع حدود ہے لغت عرب مین عبارت ہے منع یعنی روکدینے سے و لہذا ڈیوڑہی بان اور قید خانہ کا دارو غہ کو عرب حداد کہتے ہین اسلئے کہ ڈیوڑہی بان اندر جانے سے روکتا ہے اور قید خانہ کا دارو غہ باہر نکلنے سے روکتا ہے و لہذا اہل اصطلاح ماہیت کی معرف کو حد کہتی ہین کہ وہ غیر محدود کے دخول کو مانع اور محدود کے افراد کے خروج کو مانع ہے اور حدود دار اور حدود قریہ انکی نہایات کو کہتے ہین اسواسطے کہ وہ دخول ملک غیر سے مانع ہین اور خروج بعض ملک کو غیر کیطرف روکتی ہین کذا فی الفتح اور عقوبات خاصہ کو حدود اسواسطے کہا کہ وہ مانع ہین ارتکاب عقوبات سے اور حدود اللہ اُسکے محارم کو کہتی ہین اسواسطے کہ محارم کا فعل ممنوع ہے قال اللہ تعالیٰ تلک حدود اللہ فلا تقربوہا اور حدود اللہ احکام الٰہی کو بھی کہتے ہین اسلئے کہ اُس سے آگے بڑھنا ممنوع ہے قال اللہ تعالیٰ تلک حدود اللہ فلا تعتدوہا کذا فی منح الغفار

وشرعاً عقوبۃ مقدرۃ وجبت حقاً لله زجراً فلا یجوز الشفاعۃ فیہ بعد الوصول للحاکم اور اصطلاح شرع مین حد عبارت ہی عقوبت مقدرہ
سے جو واجب ہوئی فرض ہوئی ہے بجہت حق خدا واسطے باز رکہنے کے افعال قبیحہ سی تو جائز نہین ہی سفارش کرنا حد کے بچانے مین بعد پونہچنے مقدمہ کے طرف
حاکم کی ہم عقوبت عبارت ہی اُس درد اور تکلیف سی جسکا انسان مستحق ہوتا ہی بسبب گناہ کے دنیا مین اور عقاب وہ تکلیف ہے جو انسان کو آخرت مین ہوگی اور
عقوبت معینہ رجم مین ثبوت سی ہی اور باقی حدود مین کوڑون سی ہی کذا فے النہر بحر الرائق مین کہا کہ تحقیق یہ ہے کہ حدود موانع ہین قبل فعل کے اور زواجر
ہین بعد فعل کے یعنی حد کے مشروع ہونے کو جاننا مانع ہے فعل کی پیش قدمی سی اور بعد انعام فعل کے مانع عود سی اور شفاعت قبل وصول حاکم جائز ہی تا مقدمہ
رجوع کرنیوالا اوسکو چہوڑ دے اور اسیطرح قبل ثبوت گناہ سفارش جائز ہی اسواسطے کہ ہنوز حد ثابت نہین اور بعد وصول اور ثبوت کے سفارش جائز نہین اسلئے
کہ ترک واجب کی طلب ہی ولہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زیدؓ پر باوجودیکہ محبوب رسول اللہ صلعم تہے انکار کیا جب اُنہون نے عورت مخزومیہ
کی جسنے چوری کی تہی سفارش کی حضرت سی تو فرمایا کیا تو سفارش کرتا ہی خدا کی حد مین پہر فرمایا کہ تم سی آگے کے لوگ اسی مین ہلاک ہوئے کہ جب اُنمین شریف
چُراتا تہا اوسکو چہوڑ دیتے تہے اور جب ضعیف چُراتا تہا تو اوسپر حد قائم کرتے تہے قسم خدا کی کہ اگر فاطمہ محمد کی بیٹی چوری کرے تو البتہ اوسکا بہی ہاتہ کاٹون
اخرجہ الخمسۃ کذا فی تیسیر الوصول ولیس مطہراً عندنا بل المطہر التوبۃ واجمعوا انہا لا تسقط الحد فی الدنیا اور حد پاک نہین کرتی ہمارے نزدیک
بلکہ پاک کرنیوالی گناہ سی توبہ ہی اور اجماع کیا علماء نے کہ توبہ کرنا حد کو دنیا مین ساقط نہین کرتا ہم یعنی اقامت حد سی معصیت کا وبال ساقط نہین ہوتا بدون
توبہ کے اور اکثر اہل علم اسکے قائل ہین کہ حد مطہر ہے صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث مرفوع کی دلیل سی یعنی فرمایا کہ جو معصیت مین مبتلا ہوا پہر اوسپر پاداش پہنچی دنیا
مین تو وہ کفارہ ہی اُس کیواسطے اور جسنے گناہ کیا اور خدانے اوسکو چہپا ڈالا تو وہ خدا کے اختیار مین ہے چاہے معاف کرے چاہے عذاب کرے علماء حنفیہ نے عدم
تطہیر پر آیت قرآنی سے استدلال کیا قال اللہ تعالی ذلک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا یعنی حق تعالی نے فرمایا
کہ یہہ یعنی قطاع الطریق کو قتل کرنا اور سولی پر چڑہانا اور نفی کرنا اونکو واسطے رسوائی ہے دنیا مین اور اونکو آخرت مین عذاب عظیم ہے مگر وہ لوگ جنہون نے
توبہ کی تو حق تعالی نے خبر دی کہ اونکے فعل کی جزا عقوبت دنیاوی اور عقاب اخروی ہی سوای توبہ کرنیوالے کے کہ اُس سی عذاب آخرت بالاجماع ساقط ہوجاتا ہے
اسلئے کہ اجماع اہل علم ہی کہ توبہ سی عقوبت دنیاوی ساقط نہین اور واجب یہہ ہی کہ حدیث بخاری کو توبہ کرنے پر محمول کیجئے اسواسطے کہ ظاہر ہے کہ مسلم ضرب یا در
رجم کے ساتہ توبہ بہی کرلیتا ہی تو یہہ قید لگانا حدیث مین ضروری ہی تا قرآن اور حدیث مین اتفاق ہوجاوے اور تقیید ظنی کی بوقت معارضہ قطعی امر متعین ہے
نہ بالعکس کذا فی فتح القدیر فلا تعزیر حداً لعدم تقدیرہ ولا قصاص حداً لانہ حق الولی تب معلوم ہوا کہ حد عبارت ہی عقوبت معینہ سی بجہت حق خدا تو
تعزیر حد نہین بسبب عدم تقدیر اور تعیین کے اور قصاص حد نہین اسواسطے کہ قصاص حق ہی مقتول کے ولی کا یعنی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قصاص
حق ہے مقتول کا اور وارثون کیطرف بطریق خلافت منتقل ہوتا ہی طحطاوی نے کہا تو تعلیل اخراج قصاص مین یون کہنا بہتر تہا کہ وہ حق العبد ہی تا دونون
مذہبونکو شامل ہوتا علاوہ یہہ ہے کہ مقتول کا کاہی وارث نہین ہوتا تو بادشاہ قصاص لیتا ہی اور حالانکہ قصاص اوسکا حق نہین وہ لہذا وہ عفو کرنے کا
مالک نہین والزنا الموجب للحد وطیٔ وہو ادخال قدر حشفۃ من ذکر اور جو زنا کہ موجب ہی حد کا وہ عبارت ہی جماع سی یعنی آلہ تناسل کو بقدر حشفہ
یعنی سر ذکر کے داخل کرنا ہم شارح نے زنا مین موجب حد کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ ہر زنا موجب حد نہین چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سی جماع کرنا اور داخل کرنا
بقدر حشفہ زنا مین مشروط ہی تا انزال ہو یا نہو اور بقدر حشفہ کہنے سی جماع مقطوع الحشفہ بہی داخل ہوگیا مکلف خرج الصبی والمعتوہ زنا عبارت ہی
وطی مکلف سی تو صغیر اور بیہوش نکل گیا ہم مکلف عاقل بالغ کو کہتے ہین تو عاقل کی قید سی بیہوش نکل گیا اور اوسیکی مانند مجنون ہی اور بالغ کی قید سی صغیر نکل گیا
تو صغیر اور بیہوش اور مجنون کا جماع موجب حد نہین ناطق خرج وطی الاخرس فلا حد علیہ مطلقاً للشبہۃ زنا عبارت ہی وطی مکلف ناطق یعنی جو بولتا
ہو اس قید سی گونگے کا جماع کرنا عندنا سی نکل گیا تو گونگے پر کسیطرح حد نہین بسبب شبہہ کے ہم گونگا خواہ اشارہ سی زنا کا اقرار کرے خواہ اوسکی زنا پر گواہ
قائم ہون ہر صورت اوسپر حد نہین بسبب شبہہ کے اسلئے کہ اقرار بالاشارہ مین شبہہ ہی عدم صراحت کا اور گواہ ہونین احتمال ادعاء شبہہ ہی یعنی اگر گونگا بولتا ہو تو شاید کوئی

شبہہ ملت کا بیان کرنا واما الاعمى فيحد بالزنا بالاقرار لا بالبرهان شرح الوهبانية اور اندھے پر تو حد زنا ماریجاویگی اقرار زنا سے مگر گواہان
سے کذا فی شرح الوهبانية م علامہ عبد البرؒ نے شرح وہبانیہ میں خانیہ سے نقل کیا یوں کہکر کہ میرے پاس والے نسخہ میں اسطرح ہے کہ اقرار زنا میں اندھا مانند بصیر
کے ہے اور اسکو زنا کے گواہ مقبول نہیں اور بحر الرائق میں اوسکی مخالف ہے اسطرح کہ بخلاف اعمی اسواسطے کہ اوسکا اقرار اور اوسپر گواہ گذرنا دونوں صحیح ہیں
کذا فی الطحطاوی لما یؤتی فی قبل مشتہاۃ حالا او ماضیا نخرج المکرہ والدبر ونحو الصغیرۃ زنا عبارت ہے وطی مکلف ناطق طائع سے یعنی جو شخص برغبت
اور اپنی خوشی بلا جبر وطی کرے لائق شہوت عورت کے سامنے کی شرمگاہ میں خواہ وہ بالفعل شہوت کے لائق ہو یا باعتبار ماضی کے یعنی نو برس کی عمر سے بڑی ہو
تو طائع کی قید سے مکرہ اور قبل کی قید سے وطی دبر کی اور مشتہاۃ کی قید سے مانند صغیرہ کی وطی نکل گئی م حلبی نے کہا مانند صغیرہ مردہ ہے اور جانور اسواسطے کہ صغیرہ
اور مردہ اور جانور لائق شہوت کے نہیں تو انکے وطی پر حد نہیں مصنف نے قبل کو مذکور کیا نہ فرج کو اسواسطے کہ قبل مخصوص بانسان ہے بخلاف فرج کے کذا فی النہر
خال عن ملکہ ای ملک الواطی وشبہتہ ای فی المحل لا فی الفعل ذکرہ ابن الکمال جو شرمگاہ خالی ہو قربت کرنیوالے کی ملک سے اور خالی ہو شبہہ ملک
سے مراد شبہہ فی المحل ہے نہ شبہہ فی الفعل کذا ذکرہ ابن الکمال م ملک سے مراد ملک نکاح اور ملک یمین ہے اور شبہہ ملک سے مراد شبہہ ملک یمین اور شبہہ ملک نکاح
ہے شبہہ ملک یمین کی مثال جیسے اپنے ولد کی لونڈی سے یا مکاتب اور عبد ماذون کی لونڈی سے وطی کرنا یا غنیمت کی لونڈی سے قبل تقسیم غازی کا وطی کرنا اور
شبہہ ملک نکاح کی مثال جیسے عورت سے بیگواہ نکاح کرنا یا لونڈی سے بدون اجازت اوسکے مولیٰ کے نکاح کرنا یا وطی اوس غلام کی جسنے بدون اذن اپنے مالک
کے عورت سے نکاح کیا کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن المفتاح اور شبہہ فی المحل اور شبہہ فی الفعل کی تفسیر آگے آویگی و زاد الکمال فی دار الاسلام لانہ لاحد
بالزنا فی دار الحرب اور تعریف زنا میں کمال الدین محقق نے فتح القدیر میں دار الاسلام کی قید زیادہ کی یعنی زنا حد کا موجب عبارت ہے اوس وطی سے جو
دار الاسلام میں واقع ہو اسواسطے کہ دار الحرب میں زنا سے حد نہیں اور مانند دار الحرب کی ہے دار البغی کذا فی الطحطاوی عن الحموی او تمکینہ من ذلک
بان استلقت فقعد علی ذکرہا فانہما یحدان لوجود التمکین یا زنا عبارت ہے قادر کر دینے عورت کے اپنے اوپر یعنی وطی اور دخول پر اسطرح کہ مرد چت لیٹا اور عورت
اوسکے آلہ تناسل پر بیٹھ جاوے تو مرد اور عورت دونو پر حد ماریجاویگی بسبب وجود تمکین کے او لتمکینہا فان فعلہا لیس وطیا بل تمکین فتم التعریف
یا زنا عبارت ہے عورت کے قادر کر دینے سے اسواسطے کہ عورت کا فعل نفس الحقیقت وطی نہیں بلکہ تمکین ہے سو اب پوری ہو گئی تعریف زنا کی حقیقت کی م
یہہ تعریف ہے صاحب کنز کی نقصان تعریف پر اوسمیں زنا کی تعریف یوں ہے کہ زنا عبارت ہے وطی فی القبل سے جو خالی ہے ملک اور شبہہ ملک سے اسواسطے کہ یہہ
تعریف منقوض ہے باعتبار جامع اور مانع ہونے کے اسواسطے کہ عورت کی زنا پر یہہ تعریف صادق نہیں آتی اسواسطے کہ عورت سے وطی متصور نہیں بلکہ تمکین
متصور ہے اور تمکین سے اسپر ملازم آتی ہے تو تعریف جامع نہوئی افراد محدود کو اور غیر کی مانع اسواسطے نہیں کہ تعریف مذکور میں وطی مجنون اور مکرہ
اور وطی صغیرہ غیر مشتہاۃ اور وطی مردہ اور جانور اور وطی دار الحرب کے داخل ہو گئی حالانکہ ان مواضع میں حد واجب نہیں کذا فی منح الغفار وزاد فی المحیط
العلم بالتحریم فلو لم یعلم لم یحد للشبہۃ وردہ فی الفتح بحرمتہ فی کل ملۃ اور زنا کی تعریف میں محیط کے اندر علم بالتحریم زیادہ کیا ہے تو اگر زانی کو
حرمت زنا کی معلوم نہوگی تو حد نہ ماری جاویگی بسبب شبہہ جہل کے اور فتح القدیر میں محیط کی زیادتی کو رد کیا ہے بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین میں یعنی زنا
ہر دین میں حرام ہے یہانتک کہ اگر حربی دار الاسلام میں آوے پھر مسلمان ہو کر زنا کرے اور کہے کہ میرے گمان میں زنا حلال تہا تو اوسپر حد ماری جاویگی اگرچہ
دار الاسلام کے داخل ہونے کے دن یہہ واقع ہو کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا رد فتح القدیر کا غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ تحریم زنا کی سب دینوں میں اسکی منافی
نہیں کہ بعضے لوگ اوسکو نجانتے ہوں اور صاحب محیط نے ادعاے حلت زنا کسی دین میں نہیں کیا بلکہ اصل اوسکی وہ روایت ہے جو سعید بن مسیب سے مروی ہے
کہ ایک مرد نے یمن میں زنا کیا تو امیر المومنین عمر فاروقؓ نے لکھہ بہیجا کہ اگر وہ شخص جانتا ہو کہ حق تعالی نے زنا کو حرام کیا ہے تو اوسپر کوڑے مارو اور اگر
نجانتا ہو تو اوسکو حرمت کی تعلیم کرو بعد اسکے اگر پہر زنا کرے تو اوسکو مارو تو باوجود اس روایت کے جسپر صحابہ کا انکار ثابت نہیں کیا وجہ اسکی رد کرنے
کے ولہذا فتاوی عالمگیری میں محیط کے قول کو مسلم رکھا ہے اور جو مسئلہ حربی کے اسلام کا فتح القدیر میں مذکور ہے شاید اوسکی بنا اوس شخص کے قول پر ہے

جو علم حرمت کو مشروط نہین کرتا و شرائط ہو ویثبت بشھادۃ اربعۃ رجال فی مجلس واحد فلو متفرقین حدوا اور ثابت ہوتا ہی زنا چار مردون کی گواہی سے ایک مجلس مین سو اگر متفرق چند مجالس مین گواہی دینگے تو ان پر حد قذف ماری جاویگی ھ اور اگر گواہ تنہا تنہا آ کر بیٹھ گئے اور گواہ ہو کے نشست گاہ مین بیٹھین گے اور قاضی کے پاس ایک گواہ بعد دوسرے گواہ کے گواہی دیگا تو گواہی انکی مقبول ہوگی اور اگر خارج مسجد ہون گے تو سب پر حد ماری جاویگی کذا فی البحر عن المحیط بلفظ الزنا لا بمجرد لفظ الوطی والجماع وظاھر انہ لابد ان ما یفید معنی الزنا یقوم مقامہ شہادت بلفظ زنا مثبت ہی نہ فقط لفظ وطی اور جماع کی شہادت اور ظاہر ہی ہی کہ جو لفظ کہ معنی زنا کا فائدہ دے وہ قائم مقام زنا ہی ھ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی کہ کوئی لفظ قائم مقام زنا نہین تو اگر گواہی دین کہ اسنے حرام وطی کی تو زنا ثابت نہوگا اور مصنف نے بلفظ زنا اشارہ کیا کہ اگر دو نے بلفظ زنا گواہی دی اور دو گواہ نے زانی کے اقرار کی گواہی دی تو دوسرے حد نہ ماری جاویگی اور نہ گواہون پر اور اگر تین گواہون نے زنا کی گواہی دی اور چوتھے گواہ نے اقرار زنا کی گواہی دی تو تین گواہون پر حد قذف ماری جاویگی کذا فی النہر ولو کان الزوج احدھم اذا لم یکن الزوج قذفھا ولم یشھد بزنا ہا بولدہ للتہمۃ لانہ یدفع اللعان عن نفسہ فی الاول ویسقط نصف المھر لو قبل الدخول ونفقۃ العدۃ لو بعدہ فی الثانیۃ ظہیریہ چار مردون کی گواہی سے زنا ثابت ہی اگرچہ ان چار مین ایک زوج ہو عورت کا بشرطیکہ زوج نے اوسکو قبل شہادت کے زنا کا عیب لگایا ہو اور اپنی ولد کے ساتھ زوجہ کے زنا کرنے کی گواہی نہ دی ہو اور اسکی گواہی مقبول نہوگی بسبب تہمت کے اسواسطے کہ زوج گواہی سے لعان کو دفع کرتا ہی اپنی ذات سے پہلی صورت یعنی قذف مین اور ساقط کرتا ہی نصف مہر کو اگر قبل دخول گواہی دی ہو اور نفقہ عدت کو ساقط کرتا ہی اگر بعد دخول کے گواہی دی ہو دوسری صورت مین یعنی اپنی ولد کے ساتھ زنا کی گواہی مین فیسئالھم الامام عنہ ما ھو ای عن ذاتہ الشرعیۃ وھو الایلاج عینی جب زنا کی گواہی دین تو امام یعنی سلطان یا اسکا نائب گواہون سے پوچھے کہ زنا کیا چیز ہی یعنی اسکی شرعی حقیقت کا کہ عبارت ہی ادخال سے سوال کرے کذا فی شرح العینی ھ فائدہ اس سوال کا یہہ ہی کہ گاہی وطی حرام کو بھی زنا بولتے ہین اور حدیث مین نظر بازی کو بھی زنا اعین فرمایا ہی مجازا کذا فی المنح وکیف ھو واین ھو ومتی زنی وبمن زنی لجواز کونہ مکرھا او بدار الحرب او فی صباہ او بامۃ ابنہ فیستقصی القاضی احتیالا للدرء اور سوال کرے حاکم کہ زنا کسطرح ہوا اپنی خوشی یا زبردستی سے اور کہان ہوا دار الاسلام مین یا دار الحرب مین اور کب زنا ہوا عنقریب یا زمانہ دراز مین طفلی کیوقت یا بعد بلوغ کے اور کس عورت سے زنا کیا ان سوالات سے غرض یہہ ہی کہ جائز ہی کہ زنا زبردستی مجبوری کی حالت مین ہوا ہو یا دار الحرب مین ہوا ہو یا طفلی مین ہوا ہو یا اپنے ولد کی لونڈی سے ہوا ہو اگر وہ بچا تو ان وجوہ سے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کیا ہو کذا فی النہر تو قاضی نہایت تفصیل سے سوالات کرے تاکہ کوئی حیلہ پاکر حد ٹلجاوے ھ قبل از ثبوت حد کے ٹالنا بالاجماع ثابت ہی اور سند اجماع کی حدیث مرفوع بروایت ابوہریرہ ہی جسکو ابو یعلی نے اپنی مسند مین روایت کیا ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم یعنی حدود کو ٹالو جہانتک تم سے ہو سکے اور ترمذی مین یہہ حدیث بروایت عائشہ مروی ہی کذا فی فتح القدیر فان بینوہ وقالوا رأیناہ وطئھا فی فرجھا کالمیل فی المکحلۃ وعدلوا سرا وعلانیۃ حکم بہ پس اگر گواہون نے بوجوہ خمسہ مذکورہ زنا کو بیان کیا اور کہا کہ ہمنے اوسکو دیکھا جماع کرتے عورت کی شرمگاہ مین جیسی سلائی سرمہ دان مین یہہ تفسیر مزید بیان ہی اسلئے کی تدبیر اسواسطے دیا حقیقت زنا کا سوال کافی ہی لیکن ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی کہ حکم موقوف ہی اس بیان پر کذا فی المنح ملخصا اور جملہ کا ذکر کرنا شاہد انکو ضرور ہی وعدلوا سرا وعلانیۃ اذا لم یعلم الحال بہم اور گواہ ہونگی عدالت ثابت کیجاوے مخفی اور علانیہ جبکہ حاکم کو حال معلوم نہو ھ تعدیل مخفی کا یہہ طریقہ ہے کہ قاضی گواہون کے نام اور انکی محلون کے نام لکھکر معدلون کے پاس بھیجدے اور اسکو بھی لکھدین کہ عادل ہین اور علانیہ تعدیل کا یہہ طریقہ ہی کہ قاضی مزکی اور شاہد کو یکجا جمع کرے اور کہے کہ یہی شخص ہی جسکو تونے عادل کہا ہی اور جبکہ حاکم شاہدون کو عادل جانتا ہو تو تعدیل کرنا اوسکو ضرور نہین اسواسطے کہ علم حاکم کا تعدیل مزکی سے قوی تر ہی لیکن حاکم فقط اپنے علم پر بدون گواہون کے حد زنا نہین مار سکتا اسواسطے کہ شرع نے حکم کو جب اپنی دریافت کے ساقط کردیا ہی یعنی حاکم کا علم تعدیل شہود مین کافی ہی لیکن حد مین معتبر نہین کذا فی الطحطاوی عن النہر جب زنا شہادت مذکورہ سے ثابت ہو تو حاکم اسکا حکم کرے بنابر وجوب کے یعنی بسبب ظاہر ہو جانے حق کے حاکم کو حکم فرض ہی کذا فی

یہ اولی مالم یتہتک فالشہادۃ اولی اور زنا کی گواہی کا ترک کرنا بہتر ہے تا وقتیکہ بیحیائی اور پردہ دری کی نوبت نہ پونچے پھر تو گواہی دینا بہتر ہے کذا فی النہر پردہ پوشی شرعاً مستحب ہے لہٰذا زنا مین چار گواہ مفروض ہوے تو مستحب ہی کہ زنا کی گواہی نہ دے اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے کہ جو مسلمان کی پردہ پوشی کریگا تعالیٰ اسکی پردہ پوشی دنیا اور آخرت مین کریگا لیکن جب فرید بیحیائی اور تہتک کی نوبت پونچے تو اسوقت مین گواہی دینا بہتر ہے اسواسطے کہ مرضی شارع یہہ ہے کہ معاصی اور فواحش سے زمین پاک رہے اور پاکی زمین کی بیباک پر حد مارنے سے ہوتی ہے اور غیر بیباک کے توبہ کرنے سے ویثبت ایضاً باقرارہ صریحًا صاحیاً ولم یکذبہ الآخر ولا ظہر کذبہ بجبہ او رتقہا ولا اقر بزنا بخرساء او ہی باخرس لجواز ابدائہ ما یسقط الحد اور ثابت ہوتا ہے زنا زانی کے اقرار سے بھی بشرطیکہ اقرار صحیح ہو حالت ہوشیاری مین اور دوسرے نے اوسکی تکذیب نکی ہو اور خود مقر کا کذب مقطوع الذکر ہونے سے یا عورت کی شرمگاہ بستہ ہونے سے ظاہر نہوا ہو اور مرد نے اپنے زنا کرنے کا گونگی عورت کے ساتھ اقرار نکیا ہو یا عورت نے گونگے مرد سے اپنے زنا کرنے کا اقرار نکیا ہو بسبب احتمال ظاہر کرنے گونگے کے اوس امر کو جو حد کو ساقط کرتا یعنی اگر دوسرا شخص گونگا نہوتا ناطق ہوتا تو جائز ہے کہ کوئی امر دافع حد بیان کرتا تو اوس اشتباہ کے سبب دونون پر حد نہ ماری جاویگی اور صریح اقرار سے گونگے کا اقرار بطور اشارہ اور کتابت نکل گیا اور ہوشیار کے اقرار سے مست کا اقرار نکل گیا اور اگر مرد نے اقرار کیا اور عورت نے انکار کیا تو مرد سے بھی حد ساقط ہوجاویگی اور اگر عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار تو عورت سے بھی حد ساقط ہوگی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا فی المنح عن الظہیریۃ ولو اقربہ او بسرقۃ فی حال سکر لا حد ولو سرق او زنی حد لان الانشاء لا یحتمل التکذیب والاقرار یحتملہ اور اگر مستی کیحالت مین زنا یا چوری کا اقرار کیا تو حد نہین اور اگر مستی کیحالت مین چوری یا زنا کیا تو حد ماریجاویگی اسواسطے کہ ایجاد سرقہ اور زنا جسکا مشاہدہ ہوا تکذیب کا محتمل نہین اور اقرار تکذیب کا محتمل ہے کذا فی النہر تو یہہ احتمال مستی کے اقرار مین معتبر ہوا نہ غیر مستی مین کذا فی المنح اربعاً فی مجالسہ ای المقر الاربعۃ یعنی اقرار مثبت زنا ہی چار بار مقر کی چار مجلسون مین ہو تعدد مجالس مقر شرط ہے نہ تعدد مجلس حاکم اسواسطے کہ ماعز اسلمی نے تا وقتیکہ چار بار چار مجلس مین اقرار نکیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ثبوت زنا کا حکم نہ دیا تو اگر چار بار کے اقرار سے کمتر مین زنا ظاہر ہوتا تو حضرت تاخیر نفرماتے بسبب واجب ہونے حکم کے کذا فی المنح تو اگر ایک شخص چار بار ایک مجلس مین اقرار کرے تو وہ ایک ہی اقرار کی برابر ہے کلما اقر ردہ بحیث لا یراہ جبکہ زانی اقرار کرے تو حاکم اوسکو ہٹا دیوے اپنے سامنے اسطرح کہ حاکم کو مقر نظر نہ آوے ہم یعنی اختلاف مجالس مقر کی یہہ صورت ہے کہ جب وہ اقرار کرے تو قاضی اوسکو ہٹا دیوے یہانتک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہو جاوے پھر مقر آوے اور اقرار کرے کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی لیکن یہہ رد کرنا تین بار مین ہے نہ چوتھی بار مین کذا فی النہر وسألہ کما مر حتی عن التی زنی بہا لجواز بیانہ بامۃ ابنہ ہذا اور سوال کرے قاضی مقر سے جیساکہ مذکور ہوچکا یعنی سوالات خمسہ مانند گواہونکی مقر سے بھی کرے یہانتک کہ جس عورت سے زنا کیا ہے اوسکو بھی پوچھے بسبب احتمال بیان کرنے مقر کے کہ اوسنے اپنے ولد کی لونڈی سے قربت کی کذا فی النہر ہم ماہیت زنا اور کیفیت اور مکان زنا سے سوال کرنا تو بالاتفاق لازم ہے اور زمان زنا سے سوال بقول اصح اور عورت کا بھی سوال کرنا کہ شاید ایسی عورت کا ذکر کرے جسکی وطی سے حد نہین کذا فی النہر الفائق فان بینہ کما مر حد سو اگر مقر نے سوالات خمسہ کے جواب کو جیسا کہ حق ہے بیان کیا تو اوسپر حد واقع ہوگی فلا یثبت بعلم القاضی ولا بالبینۃ علی الاقرار جب معلوم ہوچکا کہ ثبوت زنا گواہی یا اقرار پر موقوف ہے تو ثابت نہوگا قاضی کی دانست سے اور نہ زانی کے اقرار کے گواہون سے ہم علم قاضی کا حجت نہین حدود مین باجماع صحابہ اگرچہ قیاس مقتضی ہے اوسکے اعتبار کرنیکا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اور غیر حاکم کے روبرو اقرار زنا کرنا بھی معتبر نہین اگرچہ چار بار اقرار کیا ہو لہٰذا اقرار کی گواہی بھی مقبول نہین اسواسطے کہ اگر وہ منکر ہے تو اوسکا رجوع ثابت ہوا اور اگر مقر ہے تو گواہی کی کچھ حاجت نہین کذا فی النہر ولو قضی بالبینۃ فاقر مرۃ لم یحد عند الثانی وہو الاصح اور اگر قاضی نے گواہون پر حکم کیا یعنی گواہون کی تسلیم رکھی پھر زانی نے ایکبار اقرار کیا زنا کا تو اوسپر حد ماری نجاویگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ شہادت منکر پر قائم ہوتی ہے پھر جب اوسنے اقرار کیا تو گواہی کی کچھ حاجت نرہی اقرار معتبر ہوا اور چونکہ اقرار چار بار نہین لہٰذا حد نہین اور اگر قبل قضا شہادت اقرار کیا تو باتفاق صاحبین حد ساقط ہے کذا فی الطحطاوی ولو اقر اربعًا بطلت الشہادۃ اجماعًا سراج اور اگر چوتھی بار بھی اقرار کیا تو بالاجماع شہادت باطل ہوگئی اور اوسپر حد

واقع ہوگی بموجب اوسکے اقرار کے وتحلی سبیلہ ان رجع عن اقرارہ قبل الحد او فی وسطہ ولو رجوعہ بالفعل کھربہ بخلاف الشہادۃ
اور چھوڑ دیا جاویگا مقر اگر اوسنے اپنے اقرار سے رجوع کیا قبل حد کے یا درمیان حد کے اگرچہ اوسکا رجوع فعلی ہو چنانچہ اوسکا بھاگ جانا بخلاف شہادت کے
یعنی اگر زنا شہادت سے ثابت ہوا پھر وہ سنگساری سے بھاگا تو اوسکو بھی پتھر مارتے چلے جاوینگے یہانتک کہ وہ مرجاوے بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ رجوع
خبر ہے صدق کی محتمل مانند اقرار اور کوئی اوسکا مکذب نہیں تو شبہہ پڑا لہذا وہ چھوٹ جاویگا کذا فی النہر عن الحاوی وانکارہ الاقرار رجوع کما ان
انکار الردۃ توبۃ کما سیجیئ اور انکار اقرار کا رجوع ہے اقرار سے چنانچہ ارتداد کا انکار توبہ ہے چنانچہ اسکا بیان باب الارتداد مین آویگا
وکذا الصحیح الرجوع عن الاقرار بالاحصان لانہ لما صار شرطا للحد صار حقا للہ تعالی فصح الرجوع عنہ لعدم المکذب بحر اور اسی
طرح صحیح ہے رجوع کرنا احصان کے اقرار سے اسواسطے کہ احصان جب شرط ہوا حد کی تو خالص حق اللہ ہوگیا تو اوس سے رجوع کرنا بھی صحیح ہے بسبب عدم
مکذب کے کذا فی البحر بخلاف حق العبد کے یعنی قصاص اور حد قذف مین اقرار کرکے رجوع کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ اوسکا تکذیب کرنیوالا یہان موجود ہے
یعنی عبد وکذا عن سائر الحدود الخالصۃ للہ کحد شرب وسرقۃ وان ضمن المال اور اسیطرح صحیح ہے رجوع کرنا باقی حدود کے اقرار سے
جو حدود کہ خالص حق اللہ ہین چنانچہ حد شرب اور حد سرقہ اگرچہ چوری کے اقرار مین ضمانت مال لازم ہوگی وندب تلقینہ الرجوع بلعلک
قبلت او لمست او وطئت بشبہۃ للحدیث آخر اور مستحب ہے حاکم کو تلقین کرنا اقرار سے پلٹ جانے کا اسطرح کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا مساس
کیا ہوگا یا شبہہ سے وطی کی ہوگی بدلیل حدیث ماعز یا یون کہے کہ شاید تونے نکاح کرلیا ہوگا بخاری مین مروی ہے جب ماعز اسلمی نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا غمزہ یا نظر کی ہوگی خلاصہ یہہ ہے کہ اوس چیز کی تلقین کرے جس سے حد ٹلجاوے کذا فی النہر سنن ابوداود
اور نسائی مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پھر اوسنے چار بار زنا کا اقرار کیا ہر بار حضرت اعراض
کرتے تھے پھر پانچوین بار متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ فعل تونے کیا تھا کہ وہ اوسمین غائب ہوگیا اوسنے کہا ہان فرمایا جیسے سلائی غائب ہوجاتی ہے سرمہ
دانی مین یا رسی کنوئین مین اوسنے کہا ہان پھر فرمایا تو جانتا ہے کہ زنا کیا چیز ہے اوسنے کہا ہان مین نے اوس عورت سے حرام فعل کیا جیساکہ مرد اپنی حلال عورت
سے کرتا ہے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے کہا مین یہہ چاہتا ہون کہ آپ مجکو پاک کیجئے پھر وہ سنگسار ہوا اور سنن ابوداود مین مروی ہے کہ ماعز بن مالک رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ مین نے زنا کیا سو مجھپر کتاب اللہ قائم کیجئے حضرت نے منہ پھیر لیا پھر آیا یہانتک کہ چار بار اقرار کیا
حضرت نے فرمایا تونے چار بار کہا سو کس عورت سے یہہ فعل کیا کہا فلانی عورت سے فرمایا کہ کیا تو اوسکے پاس لیٹا تھا اوسنے کہا ہان فرمایا کیا اوس سے
مباشرت کی تھی کہا ہان فرمایا کیا اوس سے جماع کیا تھا بولا ہان پھر حضرت نے اوسکی سنگساری کا حکم دیا پھر جب پتھر پڑنے لگے تو نکل بھاگا اور لوگ اوسکو
پکڑنے سے تھک گئے عبداللہ بن انیس کو ملا انہون نے لکڑی سے مارا تو مار ڈالا پھر عبداللہ نے یہہ قصہ حضرت سے عرض کیا ارشاد ہوا کیون نہ تمنے اوسکو
چھوڑ دیا شاید وہ توبہ کرتا سو خدا اوسکی توبہ قبول کرتا کذا فی فتح القدیر ادعی الزانی انہا زوجتہ سقط الحد عنہ وان کانت زوجۃ للغیر بلا
بینۃ بدون گواہون کے دعوی کیا زانی نے کہ عورت اوسکی زوجہ ہے تو اوسپر سے حد ساقط ہوگی اگرچہ وہ عورت غیر کی زوجہ ہو مثلاً بلا بینہ متعلق ہے
ادعی سے کذا فی الشمطاوی ولو تزوجہا بعد ما زنا بہا او اشتراہا لا یسقط فی الاصح لعدم الشبہۃ وقت الفعل بحر اور اگر زانی
نے عورت سے نکاح کیا بعد زنا کرنیکے یا اوسکو خرید کیا تو اوسپر سے حد ساقط نہوگی قول اصح مین بسبب عدم شبہہ کے فعل زنا کے وقت کذا فی البحر یعنی تزویج اور خرید کرنے سے معلوم ہوگیا کہ زنا کے وقت شبہہ ملک نکاح
یا ملک یمین نہ تھا ویرجم محصن فی فضاء حتی یموت ویصطفون کصفوف الصلوۃ لرجمہ کلما رجم قوم تنحوا ورجم آخرون اور زانی
محصن کو پتھر ماری جاوین میدان مین یہانتک کہ وہ مرجاوے اور لوگ صف باندھکر کھڑے ہون پتھر مارنے کیواسطے نماز کی صفون کی مانند جب ایک قوم پتھر
مار چکی تو علحدہ ہٹ جاوے اور دوسری قوم سنگسار کرے ہم زانی محصن کا رجم یعنی سنگساری اور پتھر مارنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متواتر
المعنی ہے مانند علی مرتضی کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کی اگرچہ تفاصیل اور خصوصیات کی روایات احاد مین اور اسی پر اجماع صحابہ اور اتفاق

مسلمین ہو اور انکار خارجیوں کا ثبوت رجم مین باطل ہے اجماع قطعی اوسکا مبطل ہے اور جبکہ خارجیون نے عمر بن عبد العزیز پر وجوب رجم پر تشنیع کی تو کہا کہ رجم کتاب اللہ سے ثابت نہیں انہون نے الزام دیا خارجیونکو کہ اعداد رکعات اور مقادیر زکوٰۃ بھی قرآن سے ثابت نہیں پھر اسکو کیون مقرر و خارجیون نے کہا کہ یہہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمین کے فعل سے ثابت ہے انہون نے جواب دیا کہ رجم بھی اسیطرح ثابت ہے بلا تفاوت کذا فی فتح القدیر فلو قتلہ شخص او فقأ عینہ بعد القضاء بہ فھدر وینبغی ان یعزر لافتیاتہ علی الامام پھر اگر اوسکو قتل کر ڈالا کسی شخص نے یا اوسکی آنکھ پھوڑ دی بعد حکم دینے سنگساری کے تو قاتل پر قصاص نہیں اور نہر الفائق مین کہا کہ لائق یون ہے کہ وہ شخص تعزیر دیا جاوے بسبب تعدی کرنے اوس شخص کے حاکم پر ولو قبلہ ای قبل القضاء بہ یجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء لان الشہادۃ قبل الحکم بہا لا حکم لہا اور اگر کسی نے قتل کیا یا آنکھ پھوڑ دی قبل دینے حکم رجم کے تو قتل عمد مین قصاص اور قتل خطا مین خونبہا قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ گواہی حکم دینے سے پہلے معتبر نہین ہے جبتک گواہی کے موافق حاکم حکم نہ دے تو گواہی کا کچھہ اعتبار نہین یعنی شہادت بالفعل مثبت رجم نہین کہ قصاص وغیرہ قاتل پر لازم نہ آوے والشرط بدأۃ الشہود بہ ولو بحصاۃ صغیرۃ الا لعذر کمرض فیرجم القاضی بحضرتہم اور وجوب رجم کی شرط یہہ ہے کہ پہلے گواہ سنگسار کرین اگرچہ چھوٹی کنکری سے مارین مگر بسبب عذر کے جیسے بیماری تو قاضی اول پتھر مارے شاہدون کے سامنے ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی کہ علی مرتضی کے سامنے جب گواہ زنا کی شہادت دیتے تھے تو شاہد ونکو سنگساری کا حکم دیتے تھے پھر آپ مارتے تھے پھر لوگ مارتے تھے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوتا تھا تو آپ ابتدا کرتے رجم کرنے میں پھر لوگ مارتے تھے کذا فی فتح القدیر فان ابوا او ماتوا او غابوا او قطعوا بعد الشہادۃ او بعضہم سقط الرجم لفوات الشرط ولا یحدون فی الاصح پھر اگر گواہون نے پتھر مارنے سے انکار کیا یا وہ مرگئے یا غائب ہوگئے یا اونکے دونو ہاتھہ کاٹے گئے بعد گواہی دینے کے یہہ حال سب گواہون کا ہوا یا بعض کا تو پتھر مارنا ساقط ہوگیا بسبب فوت ہونے شرط کے اور اس انکار وغیرہ سے گواہون پر حد نہ ماری جاوے گی بقول اصح اسواسطے کہ نہ مارنا صریح انکار رجوع نہین کذا فی النہر کما لو خرج بعضہم عن الاہلیۃ للشہادۃ بفسق او عمی او خرس او قذف ولو بعد القضاء لان الامضاء من القضاء فی الحدود چنانچہ رجم ساقط ہوتا ہے اگر کوئی گواہ اہلیت شہادت سے خارج ہوگیا بسبب فسق یا اندہے یا گونگے ہوجانے کے یا بسبب قذف کے اگرچہ عدم اہلیت بعد حکم دینے رجم کے ہوگئی ہو اسواسطے کہ حد کا جاری کر دینا حکم مین داخل ہے تو جب حد واقع نہین ہوئی اور شہادت پر عمل کرنیکا مانع ظاہر ہوگیا تو بعد حکم کے گویا شہادت پر حکم دینا اصلا حاصل نہوا کذا فی الطحطاوی وھذا لو محصنا اما غیرہ فیحد فی الموت والغیبۃ کما فی الکافی اور یہہ یعنی ساقط ہونا رجم کا اوسوقت ہے جبکہ زانی محصن ہو اور اگر غیر محصن ہو تو اوسپر حد ماری جاوے گی گواہونکی موت اور غائب ہونے مین چنانچہ حاکم کی موت اور غیبت مین حد واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی اور بعضے نسخہ مین بجا ہے کما فی الحاکم کے کافی حاکم ہے اور یہی نسخہ بہتر ہے کہ اصل عبارت نہر الفائق سے ہے اور نہر الفائق مین حاکم شہید کی کافی سے یہہ مسئلہ منقول ہے اسطرح وفی غیر المحصن قال الحاکم الشہید فی الکافی یقام علیہ الحد فی الموت والغیبۃ یعنی اور غیر محصن میں حاکم شہید نے کافی مین کہا ہے کہ اوسپر حد قائم ہوگی شاہدون کی موت اور غیبت مین کذا فی الطحطاوی ثم اور یہیں یہی عبارت فتح القدیر مین کافی سے منقول ہے ثم الامام ھذا لیس حتما کیف وحضورہ لیس بلازم فالاولی ان یقال کما نقلہ المصنف عن الکمال بعقبہ فی النہر شاہدون کے بعد سلطان یا اوسکا نائب پتھر مارے یہہ یعنی حاکم کا مارنا لازم نہین کیونکر لازم ہو حالانکہ حاضر ہونا حاکم کا سنگساری کے مقام پر لازم نہین یہہ کہا ہے ابن کمال نے ایضاح الاصلاح مین اور جو مصنف نے اپنی شرح مین کمال الدین کی فتح القدیر سے نقل کیا ہے اوسپر اعتراض کیا ہے النہر الفائق میں ہم یاد رہے کہ منح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ شہود کے بعد امام کا رجم مذکور کرنا اسکو مقتضی ہے کہ اگر بعد شہود کے امام مارے تو حد ساقط ہوجاوے گی بسبب انتفاء شرط کے نہر الفائق مین کہا کہ یہہ اوسوقت تمام ہو جب وجوب حضور امام مسلم ہو مانند شہود کے لکن ثم انہ لم یثبت حضور کل لیس بشرط فی فعلہم کذلک فلو امتنعوا لم یسقط حاکم کے بعد اور لوگ پتھر مارین نہر الفائق مین بیان کیا کہ لوگون کا حاضر ہونا شرط نہین رجم مین تو اوسیطرح مارنا بھی ایسا ہی ہے تو اگر وہ مارنے سے انکار کرین تو حد ساقط نہوگی انتہی نہر الفائق مین درایہ سے نقل کیا کہ

امام کو مستحب ہی کہ حکم کری خید مسلمین کو کہ اقامت حد پر حاضر ہون صاحب نہر نے استحباب کی تعبیر سے استدلال کیا کہ حضور مسلمین شرط نہین وینبغی اا لامام لو مقرّا مقتضاه انه لو امتنع لم يحل للقوم رجمه وان امرهم لفوت شرطه فتح لكن سيجئ انه لو قال قاض عدل قضيت على هذا بالرجم فسعك رجمه وان لم تعاين الحجة اھ اور رجم شروع کرے حاکم اگر زانی نے زنا کا اقرار کیا ہو ابتدا ہی حاکم کا تقتضا یہہ ہی کہ اگر حاکم نہ مارے تو قوم کو اسکا رجم کرنا حلال نہین اگرچہ وہ لوگونکو مارنیکا حکم کری بسبب فوت ہونے اوسکی شرط کے یعنی بدایت امام کذا فی الفتح لیکن آگے آویگا کہ ایک شخص سے قاضی عادل ہی کہ مینے اس شخص پر رجم کا حکم کیا ہی تو تجکو اسکا رجم کرنا جائز ہی اگرچہ تونے حجت کو یعنی اقرار یا گواہونکو معاینہ نکیا ہو م حاصل استدراک شارح یہہ ہی کہ جس شخص کو قاضی نے خبر دی اوسکی اباحت رجم مین رویت رجم قاضی مشروط نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام ماعز کے رجم مین قطعا حاضر نہوی بلکہ لوگون نے خصت کے اوسے رجم کیا تہا کذا فی الطحطاوی ويكره للمحرم الرجم وان فعل لا يحرم الميراث اور قرابت دار محرم کو رجم کرنا مکروہ ہی اسواسطے کہ غیر کا مارنا کافی ہی اور اگر ماریگا تو مقتول کی میراث سی محروم نہوگا ويغسل ويكفن ويصلى عليه لما صح انه عليه الصلوة والسلام صلى على الغامدية اور جو رجم سی مارا گیا اوسکو غسل اور کفن دیا جاوے اور اوسپر نماز جنازہ پڑہی جاوی اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے غامدیہ پر جو زنا کے اقرار سی ماری گئی تہی نماز پڑہی تو عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ آپ زانیہ پر نماز پڑہتے ہین تو فرمایا کہ اوسنے ایسی توبہ کی کہ اگر اوسکی توبہ اہل مدینہ کے ستر آدمیون پر تقسیم کیجاوی تو اونپر پہیل جاوے اور تونے کسیکی توبہ اس سے افضل پائی کہ اوسنے اپنی جان اللہ کیواسطے دی چنانچہ یہہ حدیث صحاح ستہ مین سوای بخاری کے بروایت عمران بن حصین مروی ہی اور ابن ابی شیبہ نے بریدہ سے روایت کی کہ جب ماعز سنگسار ہوا لوگون نے کہا یا رسول اللہ اب کیا کرین ماعز کے ساتھ فرمایا کہ اوسکے ساتھ جو اپنی مُردے کے ساتھ کرتے ہو از قسم غسل اور کفن اور خوشبو اور نماز جنازہ کذا فی فتح القدير وغير المحصن يجلد مائة ان كان حرا ونصفها للعبد بدلالة النص والمراد بالمحصنات في الاية الحرائر ذكره البيضاوي وغيره اور زانی غیر محصن کو سو کوڑی مارے جاوین اگر وہ آزاد ہو اور اوسکا نصف یعنی ۵۰ کوڑی غلام کو مارے جاوین بطریق دلالت نص اور محصنات سی مراد آیت قرانی مین آزاد عورتین ہین ایسا ہی مذکور کیا ہی بیضاوی وغیرہ مفسرین نے م سو کوڑی مارنا قران مجید کی اس آیت سے ثابت ہی الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة یعنی عورت زانیہ اور مرد زانی ہو ہر ایک کو انمین سے سو کوڑے مارو اور یہہ آیت محصن اور غیر محصن دونونکو شامل ہی لیکن محصن کے حق مین کوڑے مارنا قطعا منسوخ ہی اور تعیین ناسخ مین رجم کرنا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمارے واسطے کافی ہی تو نسخ قران کا سنت فعلی سے ہوا اور زانی غلام غیر محصن پر ۵۰ کوڑے اس آیت قرانی سے بطور دلالت ثابت ہین قال اللہ تعالی فان اتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب یعنی حق تعالی نے لونڈیون کے حق مین فرمایا کہ اگر وہ زنا کرین تو اونپر آدہا عذاب ہی جو محصنات پر ہی محصنات سی مراد آزاد عورتین ہین تو عبارت النص سے لونڈیون پر بیبیون کا آدہا عذاب ثابت ہوا اور چونکہ رقیت اور مملوکیت عورت و مرد مین کچھ فرق نہین تو غلام مین نصف عذاب بطریق دلالت النص ثابت ہو گیا کذا فی فتح القدير وذكر الزيلعي انه غلب الاناث على الذكور لكنه عكس القاعدة اور ذکر کیا ہی زیلعی نے کہ غلبہ دیا گیا عورتونکو مردون پر لیکن یہہ قول قاعدہ اصولیہ کے بالعکس ہے م زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ آیت مذکورہ یعنی فعليهن نصف ما على المحصنات نے غلامون کو لونڈیون کے حکم مین تغلیبا داخل کر دیا تو اس تقدیر مین غلامون کا حکم عبارة النص سے ماخوذ ہوگا نہ دلالة النص سے لیکن یہہ تقریر اصول کے مخالف ہے اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہی کہ عورتین حکم مین تابع مردون کی ہوتی ہین نہ تغلیب عورتونکی مردون پر والعبد لا يحده سيده بغير اذن الامام ولو فعله هل يكفي الظاهر لا لقولهم ركنه اقامة الامام نهر اور غلام کو حد نہ مارے مالک اوسکا بدون اذن امام کے اور اگر مالک حد ماریگا تو کیا کافی ہی ظاہر جواب یہہ ہی کہ کافی نہین بسبب اس قول فقہا کے کہ حد کا رکن اقامت امام ہی کذا فی النہر م عبد اللہ بن مسعود اور ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے موقوفا اور مرفوعا مشائخ حنفیہ نے اپنی کتب مین روایت کیا ہی کہ حاکمون کیطرف ہین حدود اور صدقات اور جمعات اور فی یعنی غنیمت لیکن مولی کو تعزیر عبد بلا اذن امام جائز ہی یعنی غلام کی تادیب مین اوسکو امام سے پوچہنا ضرور نہین اسلیے کہ تعزیر حق العبد ہی تو تادیب اوسکو اختیار ہی بخلاف حد کے کہ وہ حق اللہ ہی تو اوسکی اقامت نائب شرع کریگا یعنی امام یا اوسکا نائب کذا فی الفتح والنہر بسوط لا عقدة له في الصحاح ثمرة السياط عقد اطرافها متوسط بين الجارح

دعنی المثلہ غیر محصن کو حد ماریجاوے ایسے کوڑے سے جسمین گرہ نہو ضرب بحالت متوسط ہو نہ زخمی کرڈالے نہ محض بے تکلیف ہو صحاح جوہری مین ہے کہ ثمرہ السیاط
انکی عقد اطراف کو کہتے ہین ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقدہ سوط اور ثمرہ سوط ایک ہی چیز ہے اور ضرب متوسط کا فائدہ یہہ ہے کہ زخم سے خوف ہی ہلاک کا
اور بلا تکلیف ضرب مقصود سے خالی ہے یعنی انزجار ہے کذا فی الہدایۃ وتنزع ثیابہ خلا الازار لستر عورتہ اور مارنے کیوقت اوسکے کپڑے اوتاری جاوین
سوا ازار کے واسطے ستر عورت کے ویفرق جلدہٗ علی بدنہٖ خلا راسہٖ ووجہہٖ وفرجہٖ قیل وصدرہٖ وبطنہٖ اور اوسکے بدن پر جابجا کوڑے
ماری جاوین سوا اوسکے سر اور منہ اور شرمگاہ کے اور بعضون نے کہا اور سوا اوسکی چہاتی اور پیٹ کے ہم تفریق ضرب کا یہہ فائدہ کہ ایکجگہ مارنے سے
خوف ہی ہلاکی کا اور حد زاجر ہے نہ متلف ولو جلدہٗ فی یوم خمسین متوالیۃ ومثلھا فی الیوم الثانی اجزأہٗ علی الاصح جوہرہ اور اگر زانی کو پچاس
کوڑے ماری اور اتنے دوسرے دن ماری تو کافی ہے بنا بر قول اصح کے کذا فی الجوہرہ وقال علی رضی اللہ عنہ یضرب الرجل قائما والمرأۃ قاعدۃ
فی الحدود والتعازیر غیر ممدود علی الارض کما یفعل فی زماننا فانہٗ لایجوز نھر وکذا لا یمد السوط لان المشترک فی النفی یعم ابن
کمال اور فرمایا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہ مرد مارا جاوے کہڑا اور عورت بیٹھی حدود اور تعزیرات مین نہ لٹاکر زمین پر چنانچہ ہمارے وقت کے قاضی
کرتے ہین کذا فی النہر اور اسیطرح کوڑے کو بھی نہ کھینچکر مارے یعنی نہ اپنے سر پر اٹھاکر مارے نہ اوسکے بدن پر کھینچے اسواسطے کہ لفظ مشترک نفی مین عام ہو جاتا ہے کذا ذکرہ ابن
کمال ہم مشترک سے یہہ مد کا لفظ مراد ہے جو نفی یعنی لفظ غیر کے تحت مین واقع ہوا ہے لہذا ان معانی مین عام ہوا یعنی محدود کو زمین پر لٹانا یا کوڑا اوٹھانا یا کوڑے
کو اوسکے بدن پر کھینچنا فتح القدیر مین مصنف عبد الرزاق سے علی مرتضی کا اثر یون مروی ہے یضرب الرجل قائما والمرأۃ قاعدۃ فی الحد ولا تنزع ثیابھا
الا الفرو والحشو وتضرب جالسۃ لما رویناہ اور نہ اوتارے جاوین عورت کے کپڑے مگر پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا کپڑا اور ماری جاوے عورت
بیٹھی بدلیل اوس اثر کے جسکو ہم ابھی روایت کر چکے ویحفر لھا الی صدرھا فی الرجم وجاز ترکہ لسترھا بثیابھا اور عورت کیواسطے گڑھا کہودا جاوے
اوسکی چہاتی تک سنگساری مین اور اوسکا ترک بھی جائز ہے بسبب مستور ہونے عورت کے اپنے کپڑون مین ولایجوز الحفر لہٗ ذکرہ الشمنی ولا یربط ولا
یمسک ولو ھرب فان ھو مقر لایتبع والا اتبع حتی یموت کما مر اور جائز نہین گڑھا کہودنا مرد کیواسطے رجم مین چنانچہ اسکو شمنی نے ذکر کیا ہے اور رجم کیواسطے
مرد نہ باندہا جاوے نہ کوئی اوسکو پکڑے رہے مگر جسکے کہڑا رہتے نہ باندہنا اور پکڑنا جائز ہے کذا فی الفتح اور اگر پتھر مارنے سے بہاگے تو اگر ثبوت زنا اوسکے اقرار سے
ہوا ہو تو اسکا پیچہا نکرنا چاہیئے اور اگر گواہی سے ثبوت ہوا تو پتھر مارتے ہوے اسکا پیچہا کرنا چاہیئے یہان تک کہ مر جاوے چنانچہ گذر گیا ولا جمع بین
جلد ورجم فی المحصن ولا بین جلد ونفی ای تغریب فی البکر وفسرہٗ فی النھایۃ بالحبس وھو احسن واسکن للفتنۃ من التغریب
لانہٗ یعود علی موضوعہ بالنقض جمع کرنا درمیان کوڑے مارنے اور پتھر مارنے کے محصن مین جائز نہین اور درمیان کوڑے مارنے اور نفی یعنی شہر سے
نکالدینے کے کواری مین جائز نہین اور نہایہ مین نفی کی تفسیر بقید اور حبس کے ہے اور یہی یعنی قید کرنا بہتر اور فساد کا روکنے والا ہے نکال دینے سے اسواسطے کہ
زانی مسافرت مین پہر وہی کام کریگا حیا چہوڑ کر یعنے نکالدینے مین فتح باب زنا ہے اسواسطے کہ سفر مین اپنے ہم چشم قوم کی کچھ حیا نہین ہم جمع بین الجلد والرجم
باتفاق آئمہ اربعہ جائز نہین لیکن اہل ظاہر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دوسری روایت مین جمع ثابت ہے عبادہ بن الصامت کی حدیث کی دلیل سے
جسکو مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائۃ ورجم
یعنی فرمایا کواری کو ساتھ کواری کے سو کوڑے اور ایک سال نکال دینا اور بیاہا ساتھ بیاہی کے سو کوڑے اور سنگساری جمہور کا یہہ جواب ہے کہ احادیث
کثیرہ سے ثابت ہے کہ رسول کریم نے صلے اللہ علیہ وسلم ماعز وغیرہ کو رجم کیا اور کوڑے نہین مارے تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ جمع بین الرجم والجلد کا حکم
منسوخ ہے علاوہ اسکے رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا کیا فائدہ اور جلد اور نفی کا جمع کرنا امام شافعی اور احمد کے نزدیک ہے بدلیل اول حدیث مذکور
اوسکا جواب یہہ ہے کہ فقط کوڑے مارنے کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے تو اگر کوڑے کے ساتھ نکال دینا بھی داخل حد ہو تو لازم آوے زیادۃ علی الکتاب بحدیث
احاد حالانکہ یہہ جائز نہین کذا فی فتح القدیر لکنھما الا سیاسۃ وتعزیرا فیفوض للامام وکذا فی کل جنایۃ نہر مگر باعتبار سیاست اور تعزیر کے

البتہ جمع بین الجلد والنفی جائز ہے نہ بنا بر حد کے پہر جب بعد جمع کرنا بنا بر تعزیر کے ہوا تو اسکا اختیار کرنا امام کو مفوض ہے اگر وہ مصلحت دیکہے تو جمع کرے
اور اسیطرح ہر تعصد مین امام کو اختیار ہے کذا فی النہر تو یہہ جو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا کوڑے مارنے اور نفی مین مروی ہے تو تعزیر پر محمول ہے نہ حد پر کذا فی
البدایۃ وَیُرْجَمُ مَرِیضٌ زَنیٰ وَلَا یُجْلَدُ حَتّٰی یَبْرَأَ اِلَّا اَنْ یَقَعَ الْیَاسُ مِنْ بُرْئِہٖ فَیُقَامُ عَلَیْہِ الْحَدُّ اور سنگسار کیا جاویگا وہ مریض جسنے زنا کیا اسواسطے کہ
سنگساری واسطے مار ڈالنے کے ہے اور کوڑے سے نمارا جاویگا یہانتک کہ چنگا ہو جاوے مگر یہہ کہ اُسکی صحت سے نا امیدی ہو جاوے پہر تو اوسپر حد قائم کیجاویگی کذا فی
الہ مینی جب صحت سے نا امیدی ہو تو مریض کو بقدر احتمال کے مارنا چاہیئے اسواسطے کہ فتح القدیر مین مصرح ہے کہ جب مریض کی صحت کی امید نہو چنانچہ مسلول
یا نہایت ضعیف الخلقت ہو تو ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک اوسکو کہجور کے گودے سے ایکبار مارنا چاہیئے جسمین سو شاخین ہون طحاوی نے مسند اور ابن ماجہ
سے حدیث روایت کی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایکمرد کی حد مارنے کو فرمایا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ وہ نہایت ضعیف الخلقت ہے اگر ہم اوسکو
مارینگے تو مقتول ہو جائیگا فرمایا کہ کہجور کی گود لو جسمین سو شاخین ہون پہر اوسکو ایکبار مارو چنانچہ ایسا ہی کیا ہم اسی مضمون کی حدیث تیسیر الوصول مین
ابو داؤد اور نسائی سے مروی ہے وَیُقَامُ عَلَی الْحَامِلِ بَعْدَ وَضْعِہَا لَا قَبْلَہٗ اِصْلًا اِلَّا اَنْ یُّحْبَسَ لَوْ زِنَاہَا بِبَیِّنَۃٍ اور حد قائم کیجاویگی حاملہ عورت پر بعد
وضع حمل کے نہ قائم ہو حد قبل وضع کے اصلا بلکہ حاملہ قید کیجاویگی اگر اوسکا زنا گواہی سے ثابت ہوا ہو یعنی مقرہ کو قید کرنا نچاہیئے فَاِنْ کَانَ حَدُّہَا الرَّجْمَ رُجِمَتْ
حِیْنَ وَضَعَتْ اِلَّا اِذَا لَمْ یَکُنْ لِلْمَوْلُوْدِ مَنْ یُّرَبِّیْہِ فَحَتّٰی یَسْتَغْنِیَ پہر اگر حاملہ کی حد رجم ہو تو اوسکو رجم کرنا چاہیئے وضع حمل کیوقت مگر جبکہ مولود کا
کوئی پالنے والا نہو تو اوسپر رجم نہو یہانتک کہ لڑکا مستغنی ہو یعنی جبکہ دودہ پی چکے روٹی کہانے لگے وَلَوِ ادَّعَتِ الْحَبَلَ یُرِیْہَا النِّسَاءَ فَاِنْ قُلْنَ نَعَمْ
حَبَسَہَا سَنَتَیْنِ ثُمَّ رَجَمَہَا اختیار اور اگر زانیہ اپنی حاملہ ہونے کا دعویٰ کرے تو حاکم اوسکو عورتونکو دکہاویگا اگر وہ کہین کہ ہان وہ حاملہ ہے تو اوسکو
قید رکہے دو سال تک پہر اوسکو پتہر مارے کذا فی الاختیار وَاِنْ کَانَ الْجَلْدُ فَبَعْدَ النِّفَاسِ لِاَنَّہٗ مَرَضٌ اور اگر حد حاملہ کی کوڑے مارنا ہو تو نفاس کے بعد
حد چاہیئے اسواسطے کہ نفاس بیماری ہے اور بیماری مین تا صحت انتظار ہے وَشَرَائِطُ اِحْصَانِ الرَّجْمِ سَبْعَۃٌ اور شرائط احصان رجم کی سات ہین یعنی شرائط اجتماع
وہی احصان ہے تو احصان عبارت ہے امور سبعہ مذکورہ سے احصان رجم اسواسطے کہا کہ اوسمین نکاح اور دخول شرط نہین کذا فی النہر اَلْحُرِّیَّۃُ شرائط احصان
مین اول آزاد ہونا ہے تو غلام اور لونڈی محصن نہین اسواسطے کہ مملوک نکاح صحیح پر بغیر اذن قادر نہین کہ زنا کا محتاج نہو وَالتَّکْلِیْفُ عَقْلٌ وَبُلُوْغٌ اور شرط احصان
ہے مکلف ہونا یعنی عقل و بلوغ ہم عقل اور بلوغ دو شرطین ہین تو مجنون اور صغیر محصن نہین بسبب عدم اہلیت عقوبت کے وَالْاِسْلَامُ اور چوتہی
شرط احصان کی اسلام ہے تو کافر محصن نہین اسواسطے کہ اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند مین ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا مَنْ اَشْرَکَ بِاللّٰہِ فَلَیْسَ بِمُحْصَنٍ یعنی جسنے اللہ کے ساتھہ شرک کیا وہ محصن نہین اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک اسلام شرط احصان نہین بدلیل
حدیث صحیحین کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودی اور یہودیہ پر رجم کا حکم دیا اوسکا جواب یہہ ہے کہ حضرت نے بحکم توراۃ قبل نزول اوس آیت کے
جسمین کوڑے مارنے کا حکم ہے حکم دیا تہا پہر کوڑونکی آیت نازل ہوئی بلا شرط اسلام پہر رجم کا حکم ہوا بشرط اسلام چنانچہ حدیث سابق اسپر دلیل ہے کذا
فی الفتح وَالْوَطْءُ اور پانچوین شرط احصان جماع ہے تو جسنے نکاح کیا اور صحبت نکی وہ محصن نہین اور مراد جماع سے وہ جماع ہے جس سے غسل لازم آوے یعنی
اوخال حشفہ انزال ہوا ہو یا نہو وَکَوْنُہٗ بِنِکَاحٍ صَحِیْحٍ حَالَ الدُّخُوْلِ اور ہونا جماع کا بنکاح صحیح وقت دخول کے نکاح صحیح کی قید سے نکاح بلا شہود خارج ہوگیا
تو ایسے نکاح سے محصن نہوگا اور اس قید سے کہ دخول کیوقت صحت نکاح ہو وہ شخص محصن ہونے سے نکل گیا جسنے عورت کی طلاق اوسکے نکاح پر معلق کی پہر اوس
سے نکاح کیا تو یہہ نکاح صحیح ہے لیکن اگر اوس عورت سے صحبت کریگا بعد نکاح کے تو محصن نہوگا اسواسطے کہ قبل دخول وہ مطلقہ ہوگئی کذا فی النہر وَکَوْنُہُمَا
بِصِفَۃِ الْاِحْصَانِ الْمَذْکُوْرَۃِ وَقْتَ الْوَطْءِ فَاِحْصَانُ کُلٍّ مِّنْہُمَا شَرْطٌ لِّصَیْرُوْرَۃِ الْاٰخَرِ بِہٖ مُحْصَنًا اور ساتوین شرط احصان کی ہونا زوجین کا
وطی کیوقت بصفت احصان جو مذکور ہو چکی تو احصان ہر واحد کا زوجین سے شرط ہے دوسرے شخص کے محصن ہونیکی اوسکے سبب سے ہم وطی کیوقت جمیع
شرائط مذکورہ احصان کا جامع ہونا زوج اور زوجہ مین شرط ہے تو زوج کا محصن ہونا زوجہ کے محصنہ ہونے پر موقوف ہے اور زوجہ کا محصنہ ہونا زوج کے

محصن ہونے پر موقوف ہی تو جسنے کتابیہ ذمیہ یا لونڈی یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کر کے قربت کی تو وہ شخص محصن نہوگا اسواسطے کہ زوجہ بسبب عدم اسلام یا عدم حریت یا عدم تکلیف کے محصنہ نہیں اور سبب اسکا یہ ہی کہ نکاح ایسی عورت تو نکاح لائق نفرت ہے تو حصول نعمت علی وجہ الکمال نہوا تو ایسی شخص کا زنا مستحق رجم نہیں اور اسی طرح وہ شخص محصن نہیں جسنے عورت محصنہ سے قربت کی عدم احصان کیحالت میں اور پھر وہ محصن ہوگیا زنا کیوقت بدلیل مذکور کذا فی المطلب عن المبسوط فلو نکح امۃ او الحرۃ عبدا فلا احصان الا ان یطأھا بعد العتق فیحصل الاحصان بہ لا بما قبلہ حتی لو زنی ذمی بمسلمۃ ثم اسلم لا یرجم بل یجلد تو اگر نکاح کیا آزاد مرد نے لونڈی سے یا آزاد عورت نے نکاح کیا غلام سے تو احصان نہیں مگر یہ کہ عورت سے وطی کرے زوج اوسکا بعد آزاد ہونے لونڈی یا غلام سے تو حاصل ہوگا احصان وطی بعد العتق سے نہ قبل عتق کے وطی سے یہان تک کہ اگر کافر ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر وہ مسلمان ہو تو اوسپر رجم نہوگا بلکہ کوڑے مارے جاوینگے اسواسطے کہ مرد محصن تھا زنا کیوقت اگرچہ عورت محصنہ تھی وبقی شیٔ اٰخر ذکرہ ابن الکمال وھو ان لا یبطل احصانھما بالارتداد فلو ارتدا ثم اسلما لم یعد الا بالدخول بعدہ اور باقی رہی ایک اور آٹھوین شرط احصان کی جسکو ابن کمال نے ذکر کیا ہی وہ شرط یہ ہی کہ احصان زوجین کا بسبب ارتداد کے باطل ہوگیا ہو سو اگر دونون مرتد ہو جاوینگے پھر مسلمان ہونگے تو دوبارہ احصان عود نکریگا مگر جماع بعد الاسلام سے ہم ساتھہ ہی مرتد ہونے اور ساتھہ ہی مسلمان ہونے سے نکاح باطل نہیں ہوتا تو تجدید نکاح کی حاجت نہیں اور اگر اسلام ترتیب ہوا تو تجدید نکاح ضرور ہی ولو بطل بجنون او عتہ عاد بالافاقۃ وقیل بالوطء بعدہ اور اگر احصان باطل ہوا جنون یا بیہوشی سے تو احصان پھر ثابت ہوگا بعد صحت کے اور دوسرا قول یہ ہی کہ جماع بعد از صحت سے عود احسان ہوگا یہ قول اخیر ابو یوسف کا قول ہے واعلم انہ لا یجب بقاء النکاح لبقائہ ای الاحصان فلو نکح فی عمرہ مرۃ ثم طلق وبقی مجردا وزنی رجم اور جان رکھہ کہ باقی رہنا نکاح کا واسطے بقا احصان کے واجب نہیں تو اگر ایک شخص نے اپنی تمام عمر میں ایکبار نکاح کیا پھر عورت کو طلاق دی یا بعد وطی وہ مرگئی اور مرد مجرد رہا اور اوسنے زنا کیا تو سنگسار ہوگا وقد نظم بعضھم الشروط فقال + شروط احصان اتت ستۃ + فخذھا عن النص مستفھما + بلوغ وعقل وحریۃ + ورابعھا کونہ مسلما + وعقد صحیح ووطء مباح + متی اختل شرط فلا رجما اور بعضے علما نے شروط احصان کو یون نظم کیا ہی شروط احصان کی چھہ ہین سو انکو تم نص سے دریافت کر کے ایک بلوغ دوسری عقل تیسری حریت اور چوتھی شرط ہوا اوسکا مسلمان اور پانچوین نکاح صحیح اور چھٹی وطی مباح جبکہ مختل ہوئی کوئی شرط تو سنگسار نہو ہم اس نظم مین دو شرطین باقی رہ گئین ایک ہونا دونون کا متصف بصفت احصان وقت دخول کے اور دوسرے باطل ہونا احصان کا ارتداد سے طحطاوی نے کہا کہ اس نظم کو صاحب عمدہ نے فاکہانی مالکی سے نقل کیا ہی

باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

لقیام الشبھۃ لحدیث ادرؤا الحدود بالشبھات ما استطعتم یہ باب ہی اوس وطی کے بیان مین جس سے حد واجب ہوتی ہی اور جس سے حد واجب نہیں ہوتی بسبب قائم ہونے شبہہ کے بدلیل اس حدیث کے کہ ٹالو حدود کو بسبب شبہون کے جہان تک کہ تم سے ہو سکے ہم عنقریب مذکور ہوچکا کہ ابو یعلی کی مسند مین حدیث مرفوع ان الفاظ سے مروی ہی کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم اور امام اعظم ابو حنیفہ کی مسند مین ابن عباس سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود بالشبھات اور ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ امیر المومنین عمر فاروق نے کہا کہ اگر مین حدود کو بسبب شبہات کے معطل رکھون (ٹالو حدود کو شبہون سے) تو یہ میرے نزدیک محبوب تر ہی کہ اونکے شبہات سے اقامت کرون اور معاذ اور عبد اللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ ان حضرات نے کہا کہ جب تجکو شبہہ پڑے حد مین تو ٹال دے ہر چند ابن حزم وغیرہ اہل ظاہر شبہات سے حد ٹالنے کے منکر ہین لیکن چونکہ حدیث مرفوع اور آثار صحابہ کرام سے یہ امر ثابت ہی اور فقہاء امصار کا اسپر اتفاق اور اجماع ہی تو انکار اونکا باطل ہے لائق التفات کے نہیں کذا فی فتح القدیر الشبھۃ ما یشبہ الشیٔ الثابت ولیس بثابت فی نفس الامر شبہہ یعنی وہ ہوکہا وہ چیز ہے جو مشابہ ہو شئی ثابت کی حالانکہ وہ نفس الامر مین ثابت نہیں یعنی شبہہ عبارت ہی امر غیر واقعی سے جو امر واقعی سے مشابہت رکھے چنانچہ ولد کی لونڈی اپنی لونڈی کے مشابہ ہی حلت ملک مین اور حالانکہ ولد کی لونڈی واقع مین حلال نہیں باپ پر وھی ثلثۃ انواع شبھۃ حکمیۃ فی المحل اور شبہہ تین قسم پر ہی ایک شبہہ فی المحل ہی

جسکو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہین ہم محل سے مراد وہ عورت ہی جس سے وطی کی وشبہۃ فی اشتباہ الفعل اور دوسرا شبہہ نفس الفعل جسکو اشتباہ بھی کہتے ہین یعنے
فعل وطی مین اشتباہ واقع ہوا وشبہۃ فی العقد وللتحقیق دخول ھذہ فی الاولیین وسنحققہ اور تیسرا شبہہ نفس العقد ہی یعنی نکاح کا شبہہ اور تحقیق یہہ
ہے کہ شبہہ عقد کا پہلے دونون شبہون مین داخل ہے کوئی علٰحدہ شبہہ نہین اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے فان ادعاھا ای الشبھۃ وبرھن قبل
برھانہ وسقط الحد وکذا یسقط ایضا بمجرد دعواھا الا فی دعوی الاکراہ خاصۃ فلابد من البرھان لانہ دعوی بفعل الغیر فیلزم ثبوتہ
یعنی اگر زانی نے شبہہ کا دعوی کیا اور برہان سے یعنی گواہون سے ثابت کیا تو اوسکے گواہ مقبول ہونگے اور حد اوس سے ساقط ہو جاویگی اور اسیطرح سے ساقط
ہوگی حد فقط دعوی بلا برہان سے بھی مگر مخصوص اکراہ کے دعوی مین مجرد دعوے بلا برہان سے ساقط حد نہوگا تو ضرور ہوگا اکراہ کے دعوی مین برہان سے اسواسطے کہ اکراہ
غیر کے فعل کا دعوی ہی تو مدعی پر اوسکا ثابت کرنا لازم ہوگا کذا فی البحر لاحد بالاول بشبہۃ المحل ای الملک وتسمی شبہۃ حکمیۃ ای الثابت
حکم الشرع بحلہا حد لازم نہین شبہہ محل سے یعنی شبہہ ملک سے اور شبہہ محل کو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہین شبہہ حکمیہ وہ جسمین محل کی حلت بحکم شرع ثابت ہی ہم
شارح نے تعریف شبہہ حکمیہ کی فتح القدیر سے نقل کی ہی بحذف مضاف اوسمین یون ہی ای الثابت شبہۃ حکم الشرع بحل المحل یعنی شبہہ حکمیہ وہ جسمین محل کی حلت
کا شبہہ بحکم شرع ثابت یعنی شبہہ محل مین ثابت ہی بسبب قائم ہونے اوس دلیل کے جو حرمت محل کی نافی ہی یعنی جب دلیل شرع کو دیکھیے قطع نظر مانع کے تو اوسکو منافی حرمت کی پایئے کذا فی النہر اتقانی نے کہا شبہہ محل
وہ ہی جہان محل مین شبہہ ثابت ہو اسطرح کہ محل مین شبہہ ملک پایا جاوے یعنی ملک رقبہ یا ملک وطی اور اسکو شبہہ حکمیہ کہتے ہین اس اعتبار سے کہ محل کو حکم ملک کا دیا گیا
ہے اسقاط حد مین اگرچہ نفس الحقیقت ملک ثابت نہین طحطاوی نے کہا کہ یہہ تقریر خوب واضح ہی وان ظن حرمتہ شبہہ محل سے حد نہین اگرچہ زانی حرمت
محل کا گمان رکہتا ہو یعنی شبہہ محل مین اسقاط حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ زانی کے اعتقاد پر اسواسطے کہ بسبب ثابت ہونے دلیل کے نفس الامر مین شبہہ قائم
ہے زانی اوسکو جانے یا نجانے دونون برابر ہین کذا فی الفتح اب مصنف اور شارح امثلہ شبہہ محل کے مذکور کرتے ہین کوطی امۃ ولدہ وولد ولدہ
وان سفل ولو ولدہ حیا فتح لحدیث انت ومالک لابیک چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی کا جماع یا اپنے پوتے کی لونڈی کا جماع اگرچہ پوتا نیچے کا
ہو گو کہ بیٹا زندہ ہو تو بھی پوتے پروتے کی لونڈی کے وطی سے حد نہین کذا فی الفتح بدلیل اس حدیث کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہی ہم ابن ماجہ نے جابر رض
سے بسند صحیح روایت کی کہ ایکمرد نے کہا یا رسول اللہ کہ البتہ میرا مال ہی اور میرا بیٹا ہی اور میرا باپ مال کو مانگتا ہی حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہین حضرت صلعم
نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہی اور اس مضمون کی حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہی مع القصۃ الطویلۃ کذا فی فتح القدیر اس حدیث کی دلیل سے
معلوم ہوا کہ ولد کا مال والد کا مال ہی تو اوسکی لونڈی کی وطی کی حلت کا شبہہ ثابت ہو گیا بملک یمین اگرچہ واقع مین نظر اور دلائل شرعیہ کے اسکی حلت ثابت
نہین ومعتدۃ الکنایات ولو خلعا لا عن مال وان نوی بہا ثلثا نہر لقول عمر رضی اللہ عنہ الکنایات رواجع اور چنانچہ کنایات
طلاق کی معتدہ کی وطی سے حد نہین اگرچہ عدت خلع بلا مال کی ہو گو کہ کنایات سے تین طلاق کی نیت کی ہو کذا فی النہر بدلیل قول عمر رض کے کہ کنایات رواجع
ہین یعنی کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہی ہم قول مذکور سے شبہہ حلت وطی کا پیدا ہوا اگرچہ مختار علی مرتضی کا قول ہی کہ کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی
ہے اور خلع بلا مال مین اسواسطے حد نہین کہ اسکے بائن ہونے مین صحابہ مختلف ہین کذا فی البحر عن جامع النسفی اور فتح القدیر مین خلع بلا مال کو شبہہ حکمیہ مین ذکر
نہین کیا تو ظاہر اسمین دو قول ہین کذا فی الطحطاوی ووطی البائع الامۃ المبیعۃ والزوج الامۃ الممھورۃ قبل تسلیم المشتری والزوجۃ
وکذا العدۃ فی الفاسد اور چنانچہ وطی کرنا بائع کا بیچی ہوئی لونڈی سے قبل تسلیم مشتری کے اور وطی زوج کے اوس لونڈی سے جسکو زوجہ کے مہر مین
مقرر کیا قبل تسلیم زوجہ کے اور اسیطرح نکاح فاسد مین بھی بعد تسلیم کرنے زوجہ کے بھی حد نہ ہوگا قطعا ووطی الشریک ای احد الشریکین الجاریۃ
المشترکۃ ووطی جاریۃ مکاتبۃ وعبدہ الماذون لہ وعلیہ دین محیط بمالہ ورقبتہ زیلعی اور وطی شریک کا یعنی دو شریکون مین سے ایک شریک
کا وطی کرنا مشترک لونڈی کا اور اپنے مکاتب کی لونڈی کے وطی اور اپنے عبد ماذون فی التجارۃ کی لونڈی کے وطی سے ساقط حد ہی اور حالانکہ اوس عبد پر اتنا
دین ہی جو اوسکے مال اور اوسکی ذات کو محیط ہی کذا فی الزیلعی اور اگر عبد مدیون نہو گا تو بطریق اولی حد نہین ہم مشترک لونڈی کی ملک کا شبہہ تو ظاہر ہی

اور مکاتب اور عبید ماذون کے مال مین حق ہے مولی کا تو اوسکی حق مین شبہہ ملک البتہ ثابت ہی دوطي جارية من الغنيمة بعد الاحراز بدارنا اي قبله
اور وطی غنیمت کی لونڈی کی بعد لے آنے دارالاسلام کے یا قبل لے آنے کے ہم غازیون کا حق بعد استیلا کے ثابت ہی تو شبہہ ملک کا پیدا ہوا اور ظاہر مراد
یہہ ہی کہ وطی اوسکی قبل قسمت کی ہوئی اور بعد قسمت کے وطی سی حد لازم ہوگی بسبب متعین ہو جانے مالک کے کذا فی الطحطاوی ووطي جارية قبل الاستبراء
والتي فيها خيار للمشتري والتي هي اخته رضاعًا اور حد نہین خرید کی لونڈی کو وطی سی قبل استبرا کے اور اوس لونڈی کے وطی سی جسکی خرید مین شرط خیار
باقی ہے مشتری کو اور اوس لونڈی کے وطی سے جو مولی کی رضاعی بہن ہی ہم اور اگر بائع کو خیار ہو تو بطریق اولی حد واجب نہین اور یہی حکم ہے جبکہ بائع
اور مشتری دونونکو خیار ہو یا مرد اجنبی کو خیار ہو وزوجة حرمت بردتها او مطاوعتها لابنه او جماعه لامها او بنتها لان من الائمة
من لم يحرم به اور حد نہین اوس زوجہ کی وطی سی جو حرام ہو گئی زوج پر بسبب مرتد ہو جانے کے یا زوج کے ولد کے جماع سی راضی ہو گئی یا اوس زوجہ کے وطی
سے جو حرام ہو گئی بسبب جماع کرنے زوج کے اوسکی ماں یا اوسکی بیٹی سی اسواسطی کہ بعض امام اسکی حرمت کے قائل نہین ہم یہہ تعلیل متعلق ہے ارتداد اور
اوسکی مابعد سی کتاب النکاح مین مذکور ہو چکا کہ مشائخ بلخ نے ارتداد زوجہ سی عدم فرقت کا فتوی دیا ہی اور باقی صورتون مین امام شافعی کا خلاف ثابت ہی
بہرصورت شبہہ پیدا ہوا حد ساقط ہو گئی وغير ذلك كما لا يخفى على المتتبع فدعوى الحصر في ستة مواضع ممنوع اور سوا ان امثلہ مذکورہ کے
شبہہ محل کی اور بھی مثالین ہین چنانچہ کتب فقہ کے دیکھنے والے پر یہہ امر مخفی نہین تو دعوی حصر کا چہہ کا نو نہین ممنوع ہی ہم یہہ تعریض ہی صاحب درر پر
ہرچند صاحب درر نے دعوی حصر کا نہین کیا مگر ظاہر کلام حصر پر دلالت کرتا ہی اسواسطی کہ شمار کرنا بیان کے مقام مین قرینہ ہے حصر کا کذا فی المنح
ولا حد ايضا بشبهة الفعل وتسمى شبهة اشتباه اي شبهة في حق من حصل له اشتباه اور حد نہین شبہہ فعل سی بھی اور اوسکو شبہہ اشتباہ
بھی کہتے ہین یعنی شبہہ اوسکی حق مین ثابت ہی جسکو دہوکہا پڑا حلت مین ہم شبہہ فعل کو شبہہ مشابہت بھی بولتے ہین ان ظن حله العبرة لدعوى
الظن وان لم يحصل له الظن یعنی شبہہ فعل سے اوسوقت حد ساقط ہوگی اگر زانی نے حلت وطی کا گمان کیا ہو اور اعتبار ہی ظن کے دعوی کرنیکا اگرچہ
فی الواقع اوسکو ظن نہ حاصل ہوا ہو ولو ادعاه احدهما فقط لم يحدا حتى يقرا جميعًا بعلمهما بالحرمة نہر اور اگر مرد اور عورت مین سی فقط
ایک نے ظن حلت کا دعوی کیا تو دونونپر حد نہ ماری جاویگی یہانتک کہ دونو ملکر اپنی علم بالحرمۃ کا اقرار کرین کذا فی النہر یعنی شبہہ اشتباہ مین اسوقت
دونونپر حد ماری جاویگی جب دونون زنا کا اقرار کرین اسطرحپر کہ ہمنے حرام جانکر زنا کیا اب شبہہ اشتباہ کی مثالین مذکور ہوتی ہین كوطي امة ابويه
وان عليا شمني چنانچہ اپنی والدین کی لونڈی سی جماع کرنا اگرچہ والدین دور کے ہون کذا ذکرہ الشمنی یعنی دادا دادی کی لونڈی یا پردادا پردادی
کی لونڈی سی جماع کرنا بھی مسقط حد ہی اسواسطی کہ اتصال املاک بین الاصول والفروع سی یہہ گمان ہوتا ہی کہ ولد کو والدین کی لونڈی کے جماع مین
ولایت ہی چنانچہ باپ کو بیٹے کی لونڈی پر ولایت ہی کذا فی المنح ومعتدة الثلث ولو جملة اور چنانچہ تین طلاق کی عدت والی سی جماع کرنا
اگرچہ طلقات ثلثہ یکبارگی واقع ہو گئی ہون ہم اگرچہ مطلقہ ثلثہ کی حرمت قطعی ہے لیکن بقاء بعض احکام نکاح سی مانند وجوب نفقہ اور سکنی
اور منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہا سی ظن حلت کا شبہہ پڑ سکتا ہی موضع اشتباہ مین کذا فی المنح وامة امرأته وامة سيده اور چنانچہ اپنی زوجہ
کی لونڈی سی یا اپنی مولے کی لونڈی سی جماع کرنا ہم حق تعالی نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت خدیجہؓ کے مال سے غنی فرمایا چنانچہ ارشاد
کیا ووجدك عائلا فاغنى اس آیت سی شبہہ پڑ سکتا ہی کہ زوج کو زوجہ کے مال مین تصرف کا اختیار ہی اور غلام محتاج ہی اپنی مولے کے مال کا
تو اگر زوج یا غلام کو شبہہ حلت کا پڑی تو معذور قرار دیا جاویگا ووطي المرتهن الامة المرهونة في رواية كتاب الحدود وهي المختارة
زیلعی اور چنانچہ جماع کرنا مرتہن کا مرہونہ لونڈی سی مسقط حد ہی کتاب الحدود کی روایت مین بشرط ظن حلت اور یہی روایت مختار ہی کذا فی شرح
الزیلعی ہم جب مرتہن نے کہا کہ مین مرہونہ لونڈی کی حرمت جانتا تہا اور اوس سی جماع کیا تو اوسمین دو روایتین ہین سو کتاب الرہن کی روایت مین اوسپر
حد نہین تو یہہ مسئلہ شبہۃ المحل کے فروع سی ہوگا اور کتاب الحدود کی روایت مین حد واجب ہی ہدایہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہی اور شرح زیلعی مین کہا یہی قول

ممنوع ہے کذا فی المنح اسواسطے کہ مرہونہ پر مرتہن کی ملکیت تصرف کی ہونا موہم ہے جماع مرہونہ کی حلت کا کذا فی الطحطاوی وفی الهدایة المستعیر للرهن کالمرتهن اور ہدایہ مین ذکر ہو کہ جو کوئی واسطے لونڈی کا عاریت مانگے والا مرتہن کی برابر ہی حکم مین یعنی اگر مستعیر لونڈی سے بگمان حلت جماع کریگا تو معذور ہی اوسپر حد نہین چلپی نے کہا کہ للرہن کا لام تعلیل کا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ لونڈی کو رہن رکھنے کیواسطے عاریت لیا اور یہہ لام تعدیہ کا نہین تا یہہ مطلب ہو کہ مرہونہ لونڈی کو مرتہن سے عاریت لیا وسیجیٔ حکم المستاجرة والمغصوبة اور مستاجرہ اور مغصوبہ لونڈی کا حکم آگے آویگا وینبغی ان الموقوفة علیه کالمرهونة نهر اور نہر الفائق مین کہا کہ لائق یون ہے کہ موقوف علیہ لونڈی مرہونہ کی مانند ہو حکم مین یعنی بگمان حلت اوسکی وطی سے حد نہین ومعتدة الطلاق علی مال وکذا المختلعة علی الصحیح بدائع اور چنانچہ طلاق بعوض مال کے عدت والی سے جماع کرنا اور اسیطرح مختلعہ کو جماع کرنا بنا بر قول صحیح کے کذا فی البدائع اسواسطے کہ مطلقہ بعوض مال کے حرمت بالاجماع ثابت ہو مانند مطلقہ ثلثہ کی کذا فی المنح تو بدون ظن حلت حد ساقط نہوگی ومعتدة الاعتاق والحال انها ام ولده اور چنانچہ اعتاق کی عدت والی سے جماع کرنا حالانکہ وہ ام ولد ہے مولی کی اسواسطے کہ اسکی بھی حرمت بالاجماع ثابت ہو لیکن اشتباہ حلت ہو سکتا ہو بقاء عدت کے سبب سے کذا فی المنح والواطی ان ادعی النسب یثبت فی الاولی ای شبهة المحل لا فی الثانیة ای شبهة الفعل لتمحضه زنا الا فی المطلقة ثلثا لشبهة بانت لاقل من سنتین لا لاکثر الا بدعوة کما مر فی بابه وکذا المختلعة والمطلقة بعوض مال اولی بهما اور جماع کرنیوالا اگر ولد کے نسب کا دعوی کرے تو پہلے شبہہ مین یعنی شبہة المحل مین نسب ثابت ہوگا نہ ثابت ہوگا نسب دوسرے شبہہ مین یعنی شبہة الفعل مین اوسکے خالص زنا ہونیکے سبب سے اور حد جو ساقط ہوگئی ہو اشتباہ کے سبب سے مگر مطلقہ ثلثہ مین البتہ بلا دعوت نسب ثابت ہو اوسکی شرط کے پائے جانے سے اسطرح پر کہ مطلقہ مذکورہ دو سال سے کمتر مدت مین جنی ہو نہ زیادہ دو سال سے کہ زیادتی مین نسب ثابت نہین مگر بدعوت چنانچہ بیان اسکا ثبوت النسب کے باب مین مذکور ہوچکا اور اسیطرح مختلعہ اور مطلقہ بعوض مال کے ولد کا نسب بطریق اولے ثابت ہو کذا فی النہایہ اسواسطے کہ خلع اور طلاق بعوض مال تین طلاق سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی پھر جب اکثر مین ثبوت نسب ہوا تو اقل مین بطریق اولے ہوگا طلاق اور خلع مین اسواسطے نسب ثابت ہوا کہ اسمین شبہة العقد ہو بخلاف باقی مواضع شبہة الفعل کے کہ وہان شبہہ عقد کا نہین کذا فی المنح عن البحر والا فی وطء امرأة زفت الیه وقال النساء هی زوجتک ولم تکن کذلک معتمدا خبرهن فیثبت نسبه بالدعوة بحر اور نسب ثابت نہین ہوتا شبہة الفعل مین مگر اُس عورت کی وطی مین جو پہونچائی گئی مرد کے پاس اور عورتون نے کہا کہ یہہ تیری زوجہ ہو اور حالانکہ وہ اوسکی زوجہ نہین بشرطیکہ مرد نے عورتونکی خبر پر اعتماد کیا ہو تو اوسوقت مین اُسکا نسب ثابت ہوگا دعوت سے کذا فی البحر ولا حد ایضا بشبهة العقد ای عقد النکاح عنده ای الامام کوطء محرم نکحها اور حد نہین شبہة العقد سے یعنی عقد نکاح کے شبہہ سے امام اعظم کے نزدیک چنانچہ اُس محرم سے وطی کرنا جس سے نکاح کیا ہو محرم کو مطلق کہا تو محرم نسبی اور محرم سببی اور محرم رضاعی کو شامل ہو ہر چند امام کے نزدیک بسبب شبہہ عقد کے حد نہین لیکن بنا سیاست کے اوسپر سخت تعزیر اور ضرب شدید واجب ہو اگر اوسکو حرمت محارم کا علم ہو وقالا ان علم بالحرمة حد وعلیه الفتوی تنویر اصحه اور صاحبین نے کہا اگر واطی حرمت محارم کی جانتا ہو تو حد مارا جاوے اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الخلاصة لکن المرجح فی جمیع الشروح قول الامام وکان الفتوی علیه اولی قاله قاسم فی تصحیحه لیکن تمام شروح مین قول امام کا ترجیح دیا گیا ہو تو اوسی پر فتوی بہتر ہے یہی کہا ہو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح مین لکن فی القهستانی عن المضمرات علی قولهما الفتوی فی المتون لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول ہو کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے متون مین اھ نہر استدراک ہو شیخ قاسم کے جمیع شروح کے قول پر اسواسطے کہ مضمرات بھی شرح ہو تو عموم جمیع شروح کا نہ ثابت ہوا وحرر فی الفتح انها من شبهة المحل وفیها یثبت النسب کما مر اور فتح القدیر مین تحریر کیا ہو کہ شبہة العقد شبہة المحل مین داخل ہے اور اسمین نسب ثابت ہوتا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا ولا حد بوطء فی نکاح بغیر شہود ولا حد لشبهة العقد اور نکاح بلا شہود کے جماع کرنے مین حد نہین بسبب شبہہ عقد کے وفی المجتبی تزوج مجوسیة او منکوحة الغیر او معتدته ووطئها عالما بالحرمة لا یحد ویعزر وان ظانا للحرمة فکذلک عنده خلافا

لهما فظهران تقسيمها ثلثة اقسام قول الامام اور مجتبى مين ہے كه نكاح كيا مرد نے اپنى محرم عورت سے يا غير كى منكوحہ سے يا اپنى عدت والى سے اور اس سے جماع كيا حلال گمان كركے تو اوسپر حد نمارى جاويگى اور تعزير ديجاويگى اور اگر اوسنے حرام جانكر وطى كى تو اوسيطرح اوسپر بھى حد نہين امام كے نزديك بخلاف صاحبين كے كہ اونكے نزديك اوسپر حد ہے تو اس تقرير سے ظاہر ہوگيا كہ شبہہ كو تين قسم پر تقسيم كرنا يعنى شبہة المحل اور شبهة الفعل اور شبهة العقد يہہ قول ہے امام كا ہم حلبى نے كہا كہ اگر تقسيم من حيث الحكم مراد ہے تو سبكے نزديك شبہہ دو ہى قسم ہے غاية الامر يہہ ہے كہ شبهة العقد كا حكم امام كے نزديك شبہة المحل كا حكم ہے اور صاحبين كے نزديك شبہة الفعل كا حكم ہے اور اگر تقسيم من حيث المفہوم مراد ہے تو بھى شبہہ دو ہى قسم ہے اسواسطے كہ بعضا شبهة العقد شبهة الفعل مين داخل ہے چنانچہ معتدہ ثلث اور بعضا شبهة المحل مين داخل ہے چنانچہ مسئلہ متن كا وحدّ بوطي امة اخيه وعمّه وسائر محارمه سوى الولاد لعدم البسوطة اور حد ماريجاويگى اپنے بھائى كى لونڈى اور چچا كى لونڈى كے وطى سے اور سواے ولادت كے باقى محارم كے لونڈيون كے وطى سے بسبب عدم انبساط كے يعنى بھائى يا چچا وغيرہما كے مال مين توسع اور بے تكلفى جارى نہين چنانچہ باپ اور بيٹے كے مال مين جارى ہے لہذا ظن حلت اور حرمت يہان برابر ہے وبوطي امرأة وجدت على فراشه فظنها زوجته ولو هو اعمى لتميزه بالسؤال الا اذا دعاها فاجابته قائلة انا زوجتك او انا فلانة باسم زوجته فواقعها لان الاخبار دليل شرعي حتى لو اجابته بالفعل او بنعم حدّ اور حد مارى جاويگى اوس عورت كو جماع سے جو پائى گئى مرد كے بستر پر سو اوسنے گمان كيا كہ وہ اوسكى زوجہ ہے اگرچہ وہ شخص اندہا ہو تو بھى حد ہے بسبب امتياز حاصل كر سكنے اندھے كے سوال كركے مگر جبكہ اوسنے عورت كو بلايا سو اوسنے جواب ديا اوسكو يون كہكر كہ مين تيرى جورو ہون يا مين فلانى ہون اوسكى جورو كا نام ليكر پہر اوسنے اوس سے جماع كيا تو اندہے پر حد نہين اسليئے كہ خبر دينا دليل شرعى ہے يہانتك كہ اگر عورت اجابت فعلى كريگى يعنى جماع پر قادر كريگى يا فقط ہان كہيگى تو مرد پر حد مارى جاويگى ہم بستر پر عورت كے پانے سے اسواسطے حد ہے كہ بعد طول صحبت كے اپنى زوجہ كى امتياز كر لينا مرد پر مخفى نہين ہو سكتا لہذا ظن حلت يہان مستند بدليل نہين بخلاف شب زفاف كے جب عورتون نے غير عورت كو كہا كہ يہہ تيرى جورو ہے وهي وذمية عطف على ضمير حدّ وجاز للفصل زنى بها حربي مستامن اور حد مارى جاويگى ذميہ عورت پر جس سے مستامن حربى نے زنا كيا شارح نے كہا ذميہ كا لفظ حد كى ضمير پر معطوف ہے اور عطف اسم ظاہر كا ضمير متصل پر بلا اعادہ ضمير جائز ہے بسبب جدائى واقع ہونے كے اور عدم جواز صورت عدم فصل ہے وحدّ ذمي زنى بحربية مستامنة فلا يحدّ الحربي في الاولى والحربية في الثانية والاصل عند الامام الحدود كلها لا تقام على مستامن الا حد القذف اور حد مارا جاے مرد ذمى جسنے حربيہ مستامنہ سے زنا كيا نہ حد واقع ہوگى مرد حربى پر پہلى صورت مين اور نہ حربيہ عورت پر دوسرى صورت مين اور قاعدہ امام اعظم كے نزديك يہہ ہے كہ جميع حدود كى اقامت نہين ہوتى مستامن پر سواے حد قذف كے ولا يحدّ بوطي بهيمة بل يعزر وتذبح ثم تحرق ويكره الانتفاع بها حية وميتة مجتبى اور نہ حد مارى جاوے جانور كے جماع سے بلكہ اوسكو تعزير ديجاويگى اور جانور ذبح كيا جاوے پہر جلايا جاوے اور مكروہ ہے فائدہ لينا اوسكى جيتے اور مرتے كذا في المجتبى ہم ذبح كرنا جانور كا واجب نہين بلكہ مستحب ہے تاكہ اس فعل قبيح كى جس سے طبع سليم نفرت كرتى ہے گفتگو منقطع ہو جاوے يہہ جلانا اسوقت ہے جب جانور فاعل كا ہو اور اگر غير كا ہو تو اوسكو اختيار ہے كہ قيمت ليكر فاعل كو جانور دے ڈالے كذا في النہر وفي النهر الظاهر انه يطالب ندبا لقولهم يضمن بالقيمة اور نہر الفائق مين ہے كہ ظاہر يہہ ہے كہ مالك جانور كا جانور كے دينے پر مطالبہ كيا جاوے بطريق استحباب كے بدليل قول فقہا كے كہ جانور مضمون بالقيمت ہے ہم طحطاوى نے كہا كہ ضمان قيمت دليل استحباب نہين اور يہہ عبارت نہر الفائق مين بھى نہين بلكہ اوسكى عبارت يون ہے فان كانت الدابة لغيره امر صاحبها ان يدفعها اليه بالقيمة ثم تذبح والظاهر انه يطالب اى بالدفع على وجه الندب ولذا قال في الخانية كان لصاحبها ان يدفعها اليه بالقيمة يعنى اگر جانور غير شخص كا ہو تو اوسكى مالك كو حكم كيا جاوے كہ جانور فاعل كو ديڈالے قيمت ليكر پہر وہ ذبح كيا جاوے اور ظاہر يہہ ہے كہ مالك مطالب بالدفع على وجه الاستحباب ہے اور اسيواسطے خانيہ مين كہا ہے كہ اوسكى مالك كو اختيار ہے كہ جانور اوسكو ديكے قيمت ليكر ولا يحدّ بوطي اجنبية زفت اليه وقيل هي زوجتك لانه اعتمد دليلا في كل ما يعمل فيه بقول النساء وهي عرسك وعليه مهرها بذلك قضى عمر رضي الله عنه وبالعدة اور حد نمارى جاويگى

اجنبی عورت کے جماع سے جو شب زفاف مین پونہچائی گئی مرد کے پاس اور کہا گیا کہ یہہ تیری زوجہ ہی بعد مرد پر مہر عورت کا واجب ہی یعنی مہر مثل اسکا حکم کیا عمر فاروق رضنے اور حدت کا شارح کہتا ہی خبر دینا ایکعورت کا کافی ہے جہان عورتون کے قول پر عمل کیا جاتا ہی یعنی اگر ایکعورت بھی کہیگی کہ یہہ تیری زوجہ ہی تو حد ساقط ہے اسواسطے کہ ابتدای ملاقات مین امتیاز اپنی زوجہ کی غیر عورت سی نہین ہوتی تو مقام ہی اشتباہ کا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہہ حکم عمر فاروق سی نقل کیا حالانکہ بحر الرائق وغیرہ مین یہہ حکم علی مرتضی سے ثابت ہی او بوطی موجرتی قالا ان فعل فی الاجانب یحد و ان فی عبدہ او امتہ او زوجتہ فلا حد اجماعا بل یعزر وقال فی الدرر بنحو الاحراق بالنار وھدم الجدار والتنکیس من محل مرتفع باتباع الاحجار وفی الحاوی والجلد اصح یا دطی مقعد سی حد نہین امام کی نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اگر یہہ فعل اجانب مین کیا تو حد ماری جاویگی اور اگر اپنے غلام یا لونڈی یا زوجہ سی کیا تو باجماع امام اور صاحبین کے حد نہین بلکہ تعزیر دیا جاوے اور درر مین کہا کہ تعزیر دیا جاوی مانند آگ سی جلادینے کی اور اوسپر دیوار ڈہا دینا اور اونچے مقام سی اوندہا گرا دینے سی پتہرون کے ساتھہ ڈہلکا کر اور حاوی مین ہی کہ امور ثلثہ مذکورہ سی کوڑی مارنے کی تعزیر صحیح تر ہے ھم صاحبین کے نزدیک لواطت مین حد ہے اسی دلیل سی کہ لواطت مانند زنا ہی اسواسطے کہ محل شہوت مین شہوت رانی اور آب ریزی ہے بوجہ حرمت اور امام اعظم کے نزدیک لواطت درحقیقت زنا نہین ولہذا صحابہ کرام اسکی جزا مین مختلف ہین کسی نے آگ سی جلانا اور کسی نے اوسپر دیوار کا ڈہانا اور کسی نے مکان بلند سی پتہرون کے ساتھہ گرانا تجویز کیا اور اسمین معنی زنا موجود نہین اسواسطے کہ اضاعت اور اشتباہ انساب نہین تو اگر لغت عرب مین لواطت زنا ہوتی یا بمعنی زنا تو صحابہ کرام کہ اہل لسان تھی اوسکی موجب مین مختلف نہوتے بلکہ حد زنا تجویز فرماتے اور یہہ جو ابن عباس سی سنن ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین حدیث مرفوع مروی ہی کہ جسکو تم قوم لوط کا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول کو قتل کرو تو یہہ حکم بطریق سیاست ہی نہ بطور حد کذا فی الفتح ملخصا وفی الفتح یعزر ویسجن حتی یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطۃ قتلہ الامام سیاسۃ قلت وفی النھر معزیا للبحر التقیید بالامام یفھم ان القاضی لیس لہ الحکم بالسیاسۃ اور فتح القدیر مین ہی کہ لواطت کرنیوالا تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوی یہانتک کہ مرجاوی یا توبہ کری اور اگر اوسکو لواطت کی عادت پڑگئی ہو تو امام یعنی سلطان اوسکو قتل کری بطریق سیاست کی شارح کہتا ہی اور نہر الفائق مین بحر الرائق سی منقول ہی کہ امام کی تقیید اسکی مفہم ہی کہ قاضی کیواسطے حکم سیاست کا نہین ھم بحر الرائق مین یہہ مسئلہ بطریق بحث کہی نہ بطور منصوص کے علاوہ اسکی امام کیواسطے خصوصیت قتل اس جزئی سی لازم نہین تخصیص جمیع جزئیات سیاست کیواسطے امام کے اور معین الحکام مین کور ہے کہ اکثر جزئیات سیاست مین قاضی کو اختیار ہی کذا فی الطحطاوی فرع ملحقہ شارح کا وفی الجوھرۃ الاستمناء حرام وفیہ التعزیر ولو مکن امرأتہ او امتہ من العبث بذکرہ حتی انزل کرہ ولا شیٔ علیہ اور جوہرہ مین ہی کہ زلق مار کر منی نکالنا حرام ہی اور اوسمین تعزیر ہی اور اگر مرد نے قادر کیا اپنی زوجہ یا لونڈی کو اپنی آلہ تناسل سی عبث کرنیکا یہانتک کہ انزال ہوا تو یہہ مکروہ ہے اور اوسپر کچھہ نہین نہ حد نہ تعزیر ولا تکون اللواطۃ فی الجنۃ علی الصحیح لانہ تعالی استقبحہا وسماھا خبیثۃ والجنۃ منزھۃ عنہا فتح اور لواطت نہوگی بہشت مین بنابر صحیح قول کے اسواسطے کہ حق تعالی نے اوسکو قبیح فرمایا اور قران مجید مین اوسکا خبیث نام رکہا اور بہشت پاک ہی خباثت سی کذا فی الفتح وفی الاشباہ حرمتہا عقلیۃ فلا وجود لہا فی الجنۃ وقیل سمعیۃ فتوجد وقیل یخلق اللہ تعالی طائفۃ نصفھم الاعلی کالذکور والاسفل کالاناث والصحیح الاول اور اشباہ مین ہی کہ حرمت لواطت کی عقلی ہے تو اوسکا وجود نہین جنت مین اور قول ضعیف یہہ ہی کہ حرمت اوسکی سمعی ہی تو اوسکا وجود جنت مین ہوگا اور بعضون نے کہا کہ پیدا کریگا اللہ تعالی ایک گروہ کو کہ انکا بدن نصف اعلی مردونکی مانند ہوگا اور نصف اسفل عورتون کی مانند ہوگا اور صحیح پہلا قول ہی ھم فتوحات مکیہ مین مذکور ہی کہ اہل جنت کے دبر نہونگی اسلیئے کہ دنیا مین دبر مخلوق ہوئی واسطے دفع براز کے اور جنت نجاسات کا مکان نہین حموی نے لہا تو اسصورت مین لواطت کا ہر حال مین وجود نہین جنت مین کذا فی الطحطاوی وفی البحر حرمتہا اشد من الزنا لحرمتہا عقلا وشرعا وطبعا والزنا لیس بحرام طبعا وتزول حرمتہ بتزوج وشراء بخلافہا وعدم الحد عندہ لا لخفتہا بل للتغلیظ لانہ مطھر علی قول

اور بحر الرائق مین ہے کہ حرمت لواطت کی سخت تر ہے زنا سے بسبب حرام ہونے لواطت کے عقلاً اور شرعاً اور طبعاً اور حرمت عقلی سے یہہ مراد کہ عقل مظہر اور مبین سے حرمت کی نہ مثبت اور مثبت حقیقت مین شرع ہے تو اسناد تحریم کی عقل اور طبع کیطرف اسناد مجازی ہے کذا فی الطحطاوی اور زنا حرام نہین باعتبار طبیعت انسانی کے بلکہ فقط اور شرعاً حرام ہے اور حرمت اوسکی زائل ہو جاتی ہے عورت کے نکاح اور خرید کرنے سے یعنی زنا کی حرمت دائمی نہین بخلاف لواطت کے کہ اوسکی کسیطرح زوال پذیر نہین اور لواطت مین حد کا نہونا امام کے نزدیک اس جہت سے نہین کہ اسکی حرمت خفیف ہے بلکہ بسبب تغلیظ اور تشدید کے ہے اسلئے کہ حد پاک کرتی ہے گناہ سے بموجب ایک قول کے وفی المجتبیٰ یکفر مستحلہا عند الجمہور اور مجتبیٰ مین ہے کہ لواطت کا حلال جاننے والا کافر ہے اکثر علما کے نزدیک ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ تکفیر مقید بغیر مسلوک ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مستحل اوسکا کافر نہین اگرچہ اوسنے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا و من زنی فی دار الحرب او البغی الا اذا زنی فی عسکر لامیرہ ولایۃ الاقامۃ ھدایہ یا زنا کیا دار الحرب یا دار البغی مین تو اوسپر حد نہین مگر جبکہ اوسنے زنا کیا اوس لشکر اسلام مین جسکے سردار کو ولایت ہے اقامت حد کی تو البتہ اوسپر حد ہے کذا فی الہدایہ ہم ولایت اقامت حد کی خلیفہ کو ہے یا امیر بلد کو نہ امیر لشکر کو کہ اوسکا اختیار فقط تدبیر جنگ مین ہے نہ اقامت حدود مین دار الحرب وغیرہ مین حد و اسواسطے نہین کہ وہان ولایت امام کی منقطع ہے ولا حد بزنا غیر مکلف بمکلفۃ مطلقا لا علیہ ولا علیہا اور حد نہین مرد غیر مکلف کے زنا کرنے سے ساتھہ عورت مکلفہ کے مطلقاً نہ مرد نہ عورت پر ہم غیر مکلف جیسے نابالغ اور مجنون اور عورت پر اسواسطے حد نہین کہ فعل مرد کا اصل ہے زنا مین اور عورت اوسکی تابع ہے اور ممتنع ہونا حد کا اصل مین موجب ہے امتناع حد کا تابع مین وفی عکسہ حد فقط اور اسکی بالعکس مین یعنی مرد مکلف کے زنا مین ساتھہ غیر مکلفہ کے فقط مرد پر حد ماری جاویگی نہ صغیرہ اور مجنونہ پر ولا حد بزنا المستاجرۃ ای الزنا اور حد نہین اُس عورت کے ساتھہ زنا کرنے سے جسکو زنا کیواسطے اجارہ لیا ہم یعنی اگر عورت سے مرد نے یون کہا کہ مین تجکو زنا کیواسطے اجارہ لیتا ہون یا اسقدر دراہم لے تاکہ مین تجہہ سے قربت کرون تو اوسپر حد نہین امام کے نزدیک اسواسطے کہ عقد اجارہ مورث شبہہ ہے طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ موجب قول امام کے اگرچہ حد نہین لیکن مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہے اور صاحبین اور شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک حد واجب ہے اسواسطے کہ عقد اجارہ سے وطی مباح نہین ہوتی تو خالص زنا ہوا والحق وجوب الحد کالمستاجرۃ للخدمۃ فتح اور واجب ہونا حد کا اجارہ زنا مین حق ہے جیسے مستاجرہ خدمت سے زنا کرنے مین بالاتفاق حد واجب ہے کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین کافی سے منقول ہے اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجکو اتنا مہر دیا تا مین تیرے ساتھہ زنا کرون تو حد واجب نہین اور اسیطرح استیجارہ و عطای دراہم واسطے وطی کے اور ان سب صورتون مین حق یہہ ہے کہ حد واجب ہے اسواسطے کہ باعتبار معنی اور حقیقت کے کتاب اللہ اسکی معارض ہے حق تعالی فرماتا ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا اسواسطے کہ لفظ مہر یا اجرت حقیقت زنا کو نہین مٹاتا انتہی ملخصا ولا بالزنا بالمکرہ اور حد نہین جبر اور زبردستی کی زنا سے خواہ جبر سلطان کیطرف سے ہو یا غیر سلطان سے اور یہی مذہب ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے اور امام کے نزدیک سلطان کے جبر سے حد ساقط ہے نہ غیر کے جبر سے علما نے کہا کہ یہہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف حال زمانہ ہے یعنی امام کے زمانہ مین غیر سلطان اکراہ پر قادر نتہا بخلاف عصر صاحبین کے کہ اکثر متغلبین کو قدرت اکراہ حاصل تھی کذا فی النہر ولا باقرار احدہما ان انکر الاخر للشبہۃ اور حد نہین ایک کی اقرار زنا سے اگر دوسرا منکر ہو زنا کا بسبب شبہہ کے ہم اقرار سے مراد چار بار کا اقرار ہے اور انکار یہہ کہ کہے مین نے مطلق نہین زنا کیا یا نکاح کا دعوی کرے خواہ مقر یا منکر مرد ہو یا عورت بہر صورت حد ساقط ہے اسواسطے کہ زنا فعل مشترک ہے بدون دو شخص کے نہین ہوتا تو ایک شخص سے حد کا ملنا مورث شبہہ ہے دوسرے شخص مین اور جب ساقط ہوگی تو مہر واجب ہوگا کذا فی البحر وکذا لو قال اشتریتہا ولو حرۃ مجتبیٰ اور اسیطرح حد ساقط ہے اگر مرد نے کہا کہ مین نے اس عورت کو مول لیا ہے اگرچہ وہ عورت آزاد ہو کذا فی المجتبیٰ وفی قتل امۃ بزناہا الحد بالزنی والقیمۃ بالقتل اور لونڈی کے مقتول ہونے مین اوسکی زنا کے سبب سے مرد پر حد ہے بسبب زنا کے اور قیمت ہے بوجہ قتل کے ہم لونڈی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر حرہ مقتول ہو جاویگی زنا سے تو مرد پر حد ہے اور خونبہا کذا فی النہر ولو اذہب عینہا لزمہ قیمتہا ویسقط الحد لتملکہ الجثۃ العمیاء فاورث شبہۃ ھدایہ اور اگر لونڈی کی آنکھہ پھوڑ ڈالی زنا سے تو مرد پر اوسکی قیمت لازم ہے اور حد ساقط ہے بسبب مالک ہونے مرد کے اندھی جسم کا یعنی قیمت دینے سے تملک جثہ بے بصارت کا ثابت ہوا تو شبہہ ملک یمین کا

پیدا ہوا لہذا حد ساقط ہوئی کذا فی الہدایۃ وتفصیل مالو افضاها فی الشرح اور اگر لونڈی کو مفضاۃ کر ڈالا زنا سے تو اسکی تفصیل مصنف کی شرح سے
ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ دونوں راہیں یعنی قبل اور دبر پھٹ کر ایک ہو جاویں اسکو افضا کہتے ہیں تو لونڈی یا کبیرہ ہے یا صغیرہ اگر کبیرہ ہے
بزنا ہے بلا ادعاء شبہہ تو دونوں پر حد ہے مہر مرد پر نہیں اور افضا سے کوئی چیز اسپر لازم نہیں آور اگر ادعا شبہہ ہے تو حد نہیں اور افضا سے کچھہ نہیں مگر مہر واجب
ہے اور اگر لونڈی راضی نہو بلا دعوی شبہہ تو مرد پر حد ہے نہ لونڈی پر اور مہر نہیں پھر افضا کو نظر کرنا چاہیئے اگر پیشاب اُسکا تھمتا ہو تو مرد پر پورا تاوان
واجب ہے اور اگر پیشاب تھمتا ہو تو ثلث دیت لازم ہے اور اگر شبہہ کا دعوی ہو تو دونوں پر حد نہیں پھر اگر بول تھمتا ہو تو مرد پر ثلث دیت ہے اور مہر واجب ہے
ظاہر الروایۃ میں اور اگر بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت ہے اور مہر واجب نہیں شیخین کے نزدیک خلافاً لمحمد اور اگر لونڈی ایسی صغیرہ ہے کہ جماع کے لائق ہو تو وہ کبیرہ
کی مانند ہے جمیع احکام میں سوای سقوط دیت کے اسکی رضامندی سے اور اگر صغیرہ لائق جماع نہو تو اگر اسکا بول تھمتا ہو تو ثلث دیت اور مہر کامل لازم ہے
لیکن مرد پر حد نہیں اور اگر بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت لازم ہے نہ مہر شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک مہر بھی لازم ہے انتہی ملخصا ولو غصبها ثم زنی بها ثم
ضمن قیمتها فلا حد علیه اتفاقا بخلاف ما لو زنی بها ثم غصبها ثم ضمن قیمتها کما لو زنی بحرة ثم نکحها لا یسقط الحد اتفاقا اور اگر لونڈی کو
غصب کیا پھر اوس سے زنا کیا پھر اسکی قیمت کا ضمان دیا تو مرد پر حد نہیں بالاتفاق بخلاف اسکی کہ اگر زنا کیا اُس سے پھر اسکو غصب کیا پھر اسکی قیمت کا ضمان
دیا جیسا کہ حرہ سے زنا کیا پھر اوس سے نکاح کر لیا تو حد ساقط نہیں ہوتی بالاتفاق کذا فی فتح القدیر والخلیفة الذی لا والی فوقه یؤخذ بالقصاص والاموال
لانها من حقوق العباد فیستوفیه ولی الحق اما بتمکینه او بمنعة المسلمین وبه علم ان القضاء لیس بشرط لاستیفاء القصاص والاموال بل التمکین فیه
اور وہ خلیفہ جسکے اوپر کوئی حاکم نہیں ماخوذ ہے قصاص اور تلف کرنے اموال سے اسواسطے کہ قصاص اور تلف اموال منجملہ حقوق العباد ہے تو صاحب حق اُسکو لے سکتا ہے
خلیفہ کے قادر کر دینے سے اپنی ذات پر اور اگر خلیفہ استادگی کرے تو مسلمانوں کی قوت اور شوکت سے استیفاء حق خلیفہ سے متصور ہے اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ استیفاء
قصاص اور اموال کیواسطے قضاء قاضی شرط نہیں بلکہ حاکم کی قدرت دینے سے استیفاء قصاص کیواسطے قضا شرط ہے کذا فی الفتح ولا الحد ولو لقذف لغلبة حق الله
تعالی واقامته الیه ولا ولایة لاحد علیه اور حد ماری جاویگی خلیفہ اور امام پر اگرچہ حد قذف ہو اسواسطے کہ حدود میں حق اللہ غالب ہے حقوق العباد پر اور اقامت
حدود کی امام کے اختیار میں ہے اور کسیکی ولایت اور حکومت نہیں خلیفہ پر جو اوسپر حد کو قائم کرے بخلاف امیر البلد فانه یحد بامر الامام بخلاف حاکم شہر کے کہ
اوسپر حد ماری جاویگی بحکم امام

باب الشهادة علی الزنا والرجوع عنها

یہ باب ہے زنا پر گواہی دینے کے احکام میں اور اسکی گواہی سے رجوع
کرنے میں شهد وا بحد متقادم بلا عذر کمرض او بعد مسافة او خوف طریق لم تقبل للتهمة شاہدوں نے گواہی دی حد متقادم کے سبب کی بلا عذر یا
بیماری یا دوری مسافت یا خوف راہ کی تو مقبول نہوگی بسبب تہمت کے ہم وجہ تہمت یہہ ہے کہ حدود کا شاہد مخیر ہے اداء شہادت یا پردہ پوشی میں تو اگر اتنی تاخیر
پردہ پوشی کے جہت سے تھی تو اب گواہی دینا فساد باطن یعنی کینہ اور عداوت پر دلالت کرتا ہے اور اگر تاخیر بنظر پردہ پوشی نہ تھی تو تاخیر سے فاسق ہوا اور فاسق
اہل شہادت نہیں اور جیسے تقادم مانع شہادت ہے ویسی ہی اقامت حد بعد القضا مانع ہے یعنی اگر بعد بعض ضرب کے مجرم بہاگ گیا اور پھر گرفتار ہوا تو تقادم زمان
سے اقامت حد نہوگی کذا فی المنح الا فی حد القذف اذ فیه حق العبد مگر حد قذف میں بعد تقادم کے بھی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اسمیں حق العبد ہے یعنی دعوی
اسمین شرط ہے شہادت کی تو تاخیر انعدام دعوی پر محمول ہوگی تو فسق شاہدوں کا نہ ثابت ہوگا ویضمن المال للمسروق لانه حق العبد فلا یسقط بالتقادم
اور ضمانت لیجاویگی سارق سے مال مسروق کی اسواسطے کہ یہہ حق العبد ہے تو تقادم زمان سے ساقط نہوگا یعنی جب شاہدوں نے بعد مدت کے چوری کی گواہی دی تو
ضمان متاع کیواسطے گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ دعوی شرط ہے حقوق العباد میں تو تاخیر شہادت تاخیر دعوی پر محمول ہے تو فسق شاہد لازم نہ آیا کذا فی المنح
ولو اقر به ای بالحد مع التقادم حد لانتفاء التهمة الا فی الشرب کی سبیل اور اگر اقرار کیا مرتکب یعنی صاحب حد کا ساتھہ گذرنے مدت کے تو مقر پر حد قائم
کیجاویگی بسبب منتفی ہونے تہمت کے مگر شرب خمر میں تقادم سے حد نہیں چنانچہ آگے اسکا بیان آویگا یعنی تہمت عداوت کی اپنی ذات سے متصور نہیں مانند شہادت
کی وتقادمه بزوال الریح وبغیره بمضی شهر هو الاصح اور تقادم شرب خمر کا بو کے جاتے رہنے سے ہے اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینا گذر جانے سے ہے

باب الشهادة علی الزنا

یہی قول اصح ہے ھ یہہ قول محمد سے منقول ہے اور شیخین سے بھی مروی ہے کذا فی النہر ولو شہدوا بزنی متقادم حُدّ الشہود عند البعض و
قیل لا کذا فی الخزانۃ اور اگر شاہدون نے متقادم زنا کی گواہی دی تو شاہدون پر حد قذف ماریجاویگی اور بعضون نے کہا کہ نہین کذا فی الخزانہ
عدم حد کرخی کا قول ہے شہدوا علی رجل بزنا بغائبۃ حُدّ گواہی دی شاہدون نے مرد کے زنا پر ساتھہ غائب عورت کے یعنی جو مجلس قضا سے
غائب ہو اور شاہد اوسکو پہچانتے ہین تو مرد پر حد قائم ہوگی باتفاق ائمہ اربعہ اور اسیطرح اقرار سے اگر کوئی کہے محتمل ہے کہ غائبہ مدعی ہو نکاح کی تو حد
ساقط ہو جاوے اسکا جواب یہہ ہے کہ دعوی نکاح مثلاً شبہہ ہے اور احتمال اوسکے دعوی کرنیکا شبہۃ الشبہہ ہے حالانکہ معتبر شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ والا حسم
حدود کی نفی لازم آوے اسواسطے کہ ثبوت حد کا اقرار سے ہوتا ہے یا گواہون سے اور اقرار محتمل رجوع ہے اور گواہی بھی محتمل رجوع ہے تو اگر شبہۃ الشبہہ
معتبر ہو تو حد کا وجود ہی معدوم ہو کذا فی الطحطاوی من الشلبی ولو علی سرقۃ من غائب لا لشرطیۃ الدعوی فی السرقۃ دون الزنا اور اگر گواہی
دی شخص غائب کے مال کی چوری کی تو مقبول نہوگی بسبب شرط ہونے دعوی کے سرقہ مین نہ زنا مین باقر بالزنی بمجہولۃ حُدّ وان شہدوا علیہ
بذالک لا لاحتمال انہا امرأتہ او امتہ اقرار کیا ایکمرد نے زنا کا ساتھہ ناواقف عورت کے تو اوسپر حد قائم ہوگی اور اگر گواہی دی مرد کے زنا کرنے پر
ساتھہ ناواقف عورت کے تو حد نہ قائم کیجاویگی بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت اوسکی جورو ہو یا لونڈی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ مقر پر یہ
شبہہ مخفی نہین رہسکتا کما لو اختلفا فی طوعہا چنانچہ حد نہین شاہدون کے اختلاف مین عورتکی رضامندی مین یعنی دو شاہدون نے کہا کہ عورت راضی
تھی اور دو نے کہا کہ اوسپر جبر تھا تو دونوپر حد نہین امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط مرد پر حد ہے اور اسیطرح اگر تین نے طوع کی گواہی دی
اور ایک نے اکراہ کی یا بالعکس اوسہر صورت مین شاہدون پر حد قذف نہین امام کے نزدیک او فی البلد ولو کان علی کل زنی اربعۃ لکذب احد الفریقین
یعنی ان ذکروا وقتا واحدا و تباعد المکانان والا قبلت فتح یا شاہدون کا اختلاف ہوا شہر مین اگرچہ ہر زنا پر چار گواہ ہون تو بھی
حد نہین بسبب کاذب ہونے ایک گروہ کے یعنی اگر شاہد ایکہی وقت کو ذکر کرین اور دونون مکان دور ہون اور اگر ایسا نہو یعنی وقت متحد ہو اور دونون
مکان قریب ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان متباعد ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان قریب ہون تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی الفتح ھ
اختلاف بلد کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہہ ہے کہ دو شاہدون نے گواہی دی کہ زنا کوفہ مین ہوا اور دو نے کہا کہ بصرہ مین تو مرد اور عورت دونون پر
حد نہین اسلئے کہ فعل زنا مختلف ہوا بسبب خلاف مکان کے اور ہر ایک مکان کی نصاب شہادت پوری نہین اور دوسری صورت یہہ ہے کہ چار گواہون نے باوجود
دوری دونون مکان کے گواہی دی کہ طلوع آفتاب کیوقت فلانے سال کے فلان مہینے فلان تاریخ مین زنا ہوا پہر اور چار گواہون نے گواہی دی زنا کی
کوفہ مین اوسیوقت اوسی معین دنمین تو دونون پر حد نہین اسواسطے کہ شخص واحد ایکساعت مین دو مکان متباعد مین نہین ہو سکتا اور شاہدون کا
صدق اور کذب معلوم نہین تو حاکم حکم کرنے سے عاجز ہے بسبب تعارض کے یا تہمت کذب کے اور اگر دونون مکان متقارب ہین تو باوجود اتحاد وقت کے گواہی
مقبول ہے اور اسیطرح اگر وقت مختلف ہے اور دونون مکان متباعد ہین یا متقارب تو بھی گواہی مقبول ہے بسبب احتمال تکرار فعل کے کذا فی المنح
ولو اختلفوا فی زاویتی بیت واحد صغیر حُدّا ای المرأۃ والرجل استحسانا لامکان التوفیق اور اگر شاہدون نے اختلاف کیا ایک
چہوٹی کوٹہری کے دو کونون مین تو مرد اور عورت دونو پر حد قائم ہوگی بنا بر استحسان کے بسبب امکان توفیق کے یعنی اس اختلاف کا رفع کرنا ممکن ہے
اسطرح پر کہ ابتداء فعل ایک کونے مین ہو اور انتہاء فعل دوسرے کونے مین بسبب اضطراب اور حرکت کے ولو شہدوا علی زناہا ولکن ھی بکر او
رتقاء او قرناء او ھم فسقۃ او شہود علی شہادۃ وان جاء الاصول بعد ذلک لم یُحدّ احد اور اگر شاہدون نے گواہی
دی عورت کے زنا پر ولیکن وہ باکرہ ہے یا اوسکی شرمگاہ گوشت زائد یا استخوان زائد سے بند ہے یا گواہ فاسق ہین یا شاہدون نے گواہی دی چار گواہون
کی گواہی پر اگرچہ اصول نے بھی گواہی دی ہو بعد اوسکے یعنی بعد گواہی فرع کے تو کسی پر حد نہین یعنی نہ عورت اور مرد پر نہ گواہون پر ھ
شہادت علی الشہادت حدود مین جائز نہین اسواسطے کہ اسمین زیادہ اشتباہ ہے کیونکہ اسمین دو جگہہ احتمال کذب ہے شہادت اصول مین اور شہادت

فروع میں اور اگر بعد فروع کے اصول کی گواہی دینگے تو بھی مقبول نہوگی اسواسطے کہ شہادت اصول کی من وجہ مردود ہوگئی بسبب شہادت فروع کے
اور غیر حدود میں رد شہادت فروع سے شہادت اصول کی مردود نہیں ہوتی اموال میں اسواسطے کہ مال ساتھ شبہہ کے ثابت ہوتا ہے نہ حد کذا فی المنح
شارح نے کہا کہ ان شہدوا کا ان وصلیہ ہے نا کوئی فصلیہ سمجھکر لم تجد گواہ سکی جزا سمجھکر مطلب بگڑ جاوے وکذا لو شہدوا علی رجل بزنا فوجدوہ
مجبوبا اور اسیطرح مرد پر حد نہیں اگر شاہدوں نے گواہی دی مرد کے زنا پر سو وہ مقطوع الذکر والخصیتین نکلا ولو شہدوا بالزنا ولکنہم عمیان
او محدودون فی قذف او ثلثۃ او احدہم محدود او عبد او وجدوا کذلک بعد اقامۃ الحد حدوا للقذف ان طلبہ المقذوف
اور اگر چار شاہدوں نے زنا کی گواہی دی لیکن وہ سب اندھے ہیں یا قذف کی حد اونپر پڑ چکی ہے یا تین شاہد ایسے ہیں یا چار میں سے ایک گواہ محدود
فی القذف یا غلام ہے یا بعد اقامت حد زنا ایک شاہد اسیطرح کا پایا گیا یعنی اندھا یا محدود یا غلام تو سب شاہدوں پر حد قذف ماریجاویگی اگر مقذوف
طلب حد کریگا ہم شاہدوں پر اسواسطے حد قذف ماریجاویگی کہ وہ اہل شہادت نہیں یا نصاب شہادت کی پوری نہیں تو زنا ثابت نہوا تو مسلمان پر
عیب لگانا ثابت ہوا اور یہی حکم ہے اگر شاہد صغیر یا مجنون یا کافر ہوں اور حد قذف طلب مقذوف پر اسواسطے مشروط ہوئی کہ اسکا حق ہے کذا فی النہر
والمنح وان جلد ومات منہ فہدر خلافا لہما اور کوڑے مارنے کی دیت باطل ہے اگرچہ وہ کوڑوں سے مرگیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی
گواہوں نے گواہی دی زنا کی اور زانی غیر محصن ہے سو اسپر کوڑے مارے گئے تو وہ زخمی ہوگیا یا مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ ایک شاہد غلام یا محدود فی القذف
ہے تو اسکی دیت امام کے نزدیک باطل ہے اسلئے کہ کوڑوں کی ضرب کا ظاہر اثر ولم ہونا زخمی اور ہلاک کرنیوالی نہ شمار کیے قصد سے اور صاحبین کے نزدیک
اسکی دیت بیت المال میں واجب ہے کذا فی المنح ودیۃ رجمہ فی بیت المال اتفاقا اور زانی کی سنگساری کی دیت بیت المال میں ہے باتفاق امام
اور صاحبین کے یعنی در صورت عدم اہلیت شہود وحد من رجع من الاربعۃ بعد الرجم فقط لانقلاب شہادتہ بالرجوع قذفا اور فقط وہی شخص
چار گواہوں میں حد قذف مارا جاویگا جو گواہی سے پھر گیا بعد سنگسار ہونے زانی کے اسلئے کہ شہادت اوسکی بسبب رجوع کے منقلب بقذف ہوگئی تھی ماتن
نے اشارہ کیا کہ اگر زانی پر کوڑے پڑینگے تو راجع پر حد نہیں اور اگر سب گواہ رجوع کرینگے تو سب پر حد ماری جاویگی وغرم ربع الدیۃ اور جو شہادت
سے رجوع کرے بعد رجم کے وہ ربع دیت کا ضمان دیوے وان رجع قبلہ ای الرجم حدوا للقذف ولا رجم لان الامضاء من القضاء فی باب
الحدود اور اگر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کی قبل رجم کے خواہ رجم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو تو سب گواہوں پر حد قذف ماریجاویگی اور زانی
سنگسار نہوگا اسواسطے کہ حد کا جاری کر دینا قضا میں داخل ہے باب حدود میں یعنی تو گویا قبل قضا رجوع ثابت ہوا ہم سب گواہوں پر اسواسطے
حد ہوئی کہ فی الحقیقت ہر شاہد قاذف ہے لیکن جب قاضی نے ثبوت زنا کا حکم دیا تو اسکا قذف شہادت ہوگیا اتصال قضا سے پھر جب قضا متصل
نہوئی تو قذف باقی رہا لہذا حد قذف لازم آئی کذا فی المنح ولا شیء علی خامس رجع لبقاء النصاب اور اس پانچویں گواہ پر کچھ نہیں نہ حد نہ دیت جسنے شہادت
سے رجوع کیا بعد رجم کی فان رجع اخر حدا وغرما ربع الدیۃ ولو رجع الثالث ضمن ربع الدیۃ ولو رجع الخمسۃ ضمنوہا اخماسا
پھر اگر پانچویں کے ساتھ ایک اور گواہ نے رجوع کیا تو دونوں پر حد قائم ہوگی اور دونوں چوتھائی دیت کی ضمان دینگے اور اگر تیسرا گواہ رجوع کریگا تو وہ بھی
چوتھائی دیت کا ضمان دیگا وعلی ہذا القیاس چوتھا گواہ اور اگر پانچوں گواہ رجوع شہادت سے کرینگے تو ہر گواہ پانچویں پانچویں حصہ دیت کا ضمان دیگا کذا فی
الحاوی القدسی ہم یہ حکم در صورت رجم ہے اسواسطے کہ ضمان نہیں مگر بعد رجم کے کذا فی المنح وضمن المزکی دیۃ المرجوم ان ظہروا غیر اہل للشہادۃ
عبیدا او کفارا وہذا اذا اخبر المزکی بحریۃ الشہود واسلامہم ثم رجع فانہ لو ثبت علی التزکیۃ فالدیۃ فی بیت المال اتفاقا
ضمان دیوے مزکی مرجوم کی دیت کا اگر ظاہر ہو کہ گواہ زنا کے اہل شہادت نہ تھے یعنی غلام یا کافر تھے یہ ضمان اوسوقت ہے جب مزکی نے شہود کی آزادی اور اسلام
کی خبر دی ہو پھر اوسنے شہادت سے رجوع کیا ہو یوں کہکر کہ میں بالقصد جھوٹ بولا آزادی اور اسلام کے اظہار میں ورنہ دیت اوسکی بیت المال میں ہے بالاتفاق
یعنی اگر مزکی تعمد کذب کے قائل نہوئی بلکہ ثابت رہی اپنی اظہار پر یا قائل اپنی خطا کے ہوئی تو بالاجماع اونپر ضمان نہیں اور اگر مزکی نے یہ خبر دی کہ گواہ عادل ہیں

پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام ہیں تو بھی اُن پر ضمان نہیں بالاجماع کذا فی المنح فرکی وہ جو قاضی کے روبرو شاہدونکی اہلیت شہادت بیان کریں ولا یحدّون
للقذف لانہ لا یُورث بالحد اور شاہدوں پر حد قذف نہ ماری جاویگی اسواسطے کہ قذف میں وراثت جاری نہیں کذا فی البحر یعنی شاہدوں نے جو عیب لگایا تھا
زندہ شخص کو اور بعد رجم کے وہ مرچکا اور چونکہ قذف میں ارث نہیں تو وارث اوسکی طلب حد نہیں کرسکتے کما لو قتل من امر برجمہ بعد التزکیۃ
فظھروا کذلک او غیر اھل للشہادۃ فان القاتل یضمن الدیۃ استحسانا للشبہۃ صحۃ القضاء یعنی فرکی دیت کا ضمان دیگا جیسے قاتل ضمان دیتا ہے
اگر قتل کرے اوسکو جسکو رجم کا حکم دیا تھا قاضی کیطرف سے بعد تعدیل شہود کے پھر اسیطرح ظاہر ہوا کہ شاہد اہل شہادت کے نہیں تو البتہ قاتل دیت کا ضمان دیگا
بنا بر استحسان کے صحت قضا کے شبہ کے سبب سے یعنی بحسب ظاہر حکم قاضی کا صحیح واقع ہوا تو شبہہ پیدا ہوا لہذا قاتل پر دیت لازم آئی نہ قصاص اور
ضمان اس دیت کا تین سال میں واجب ہے کذا فی المنح فلو قتلہ قبل الامر او بعدہ قبل التزکیۃ اقتص منہ کما یقتص بقتل المقضی بقتلہ قصاصًا
ثم ظھر الشھود عبیدًا او لا لان الاستیفاء للولی زیلعی من الردۃ سو اگر قاتل نے قتل کیا قبل حکم دینے قاضی کے یا بعد حکم دینے قبل
تزکیہ شہود کے تو قصاص لیا جاوے قاتل سے چنانچہ قصاص لیا جاتا ہے اوس قاتل کے مقتول ہونیسے جسکی قتل کا حکم ہوگیا بنا بر قصاص کے خواہ شاہدوں
کا غلام ہونا ظاہر ہوا یا نہوا ہو اسواسطے کہ استیفاے قصاص کا حق تو اوسیکے وارث کے ہے کذا فی شرح الزیلعی من کتاب الردۃ وان رجم ولم یزک الشہود
فوجدوا عبیدًا فدیتہ فی بیت المال لامتثالہ امر الامام فنقل فعلہ الیہ اور اگر کوئی سنگسار ہوا حالانکہ شہود زنا کی تعدیل نہوئی تھی پھر
گواہ غلام نکلے تو دیت مرجوم کی بیت المال پر ہے بسبب بجا آوری رجم کے امام کے حکم سے تو فعل رجم کا امام ہی کیطرف منقول ہوا اور فعل امام کی دیت مسلمین
کے بیت المال پر ہوتی ہے اسواسطے کہ امام نائب ہے مسلمین کا وان قال الشھود زنینا تعمّدنا النظر قبلت لاباحتہ لتحمل الشھادۃ الا اذا
قالوا تعمدنا للتلذذ فلا تقبل لفسقہم فتح اور اگر زنا کے گواہوں نے کہا کہ ہمنے قصدًا زنا کو دیکھا تو گواہی اونکی مقبول ہوگی بسبب مباح
ہونے نظر کے گواہ ہونے کیواسطے مگر جبکہ گواہوں نے کہا کہ ہمنے عمدًا زنا کو دیکھا لذت لینے کیواسطے تو اب گواہی اونکی مقبول نہوگی بسبب فاسق ہو جانے
شہود کے اس نیت سے کذا فی الفتح م تحمل شہادت کیواسطے نظر کرنا مباح ہے جیسے طبیب اور دایہ اور ختنہ کرنیوالے اور حقنہ کرنیوالیکو مباح ہے اور اسیطرح
واسطے تحقیق بکارت اور رد بالعیب کے نظر کرنا جائز ہے کذا فی المنح وان انکر الاحصان فشھد علیہ رجل وامرأتان او ولدت زوجتہ منہ
قبل الزنی فمرجم اور اگر زانی نے اپنے محصن ہونیکا انکار کیا پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اوسکے احصان پر گواہی دی یا اوسکی زوجہ اوس سے جنی
قبل زنا کے کذا فی النہر تو وہ سنگسار ہوگا ولو خلا بھا ثم طلقھا وقال وطئتھا وانکرت فھو محصن باقرارہ دونھا لما تقرر ان الاقرار
حجۃ قاصرۃ اور اگر مرد نے خلوت اپنی زوجہ سے کی پھر اوسکو طلاق دی اور بولا کہ میں نے اوس سے جماع کیا اور عورت منکر ہے جماع کی تو مرد محصن ہوگا اپنے اقرار
کے سبب سے نہ عورت یعنی عورت محصن نہوگی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے یعنی اقرار اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر کما لو قالت بعد
الطلاق کنت نصرانیۃ وقال کانت مسلمۃ فیرجم المحصن ویجلد غیرہ وبہ یستغنی عما یوجد فی بعض نسخ المتن من قولہ اذا کان احد
الزانیین محصنًا یحد کل واحد منھما حدہ فتامل چنانچہ اگر عورت نے کہا بعد طلاق کے کہ میں نصرانیہ تھی اور مرد نے کہا کہ وہ مسلمان تھی تو محصن سنگسار
ہوگا اور غیر محصن پر کوڑے مارے جاوینگے یعنی مرد بسبب اقرار احصان کے سنگسار ہوگا نہ عورت تو اوسپر کوڑے مارے جاوینگے شارح کہتا ہے اور اس عبارت سے
حاجت نہیں اُس عبارت کی جو متن کے بعض نسخوں میں پائی جاتی ہے وہ یہ قول ہے کہ جب دو زانیوں میں ایک محصن ہو تو ہر ایک کو اُنمیں سے وہ حد
ماری جاویگی جو اوسکی حد ہے یعنی محصن کو رجم اور غیر محصن پر کوڑے سو غور کرلے اسکو م مصنف کی شرح میں یہ عبارت موجود ہے فیرجم المحصن ویجلد
غیرہ لہذا شارح نے کہا کہ قولہ اذا کان احد الزانیین کی اب کچھ حاجت نہیں بسبب تکرار مضمون کے کما لا یخفی علی المتامل تزوج بلا ولی فدخل
بھا لا یکون محصنا عند الثانی لشبھۃ الخلاف نہر مرد نے نکاح کیا عورت سے عورت کے بدون ولی کے پھر اوس سے صحبت کی تو مرد اس نکاح اور صحبت
سے محصن نہیں ابو یوسف کے نزدیک بسبب شبہہ خلاف کے کذا فی النہر م عورت کا نکاح بدون ولی کے امام شافعی کے نزدیک باطل ہے اور احادیث بھی اسمیں

مختلف ہین اور امام ابو یوسف نے اِس نکاح کو غیر صحیح کہا واسطے قطع اختلاف کے کذا فی المنح

باب حد الشرب المحرم

یہہ باب ہے شرب حرام کی حد کے بیان مین ہم محرم کی قید واسطے بیان واقع کے ہے اسواسطے کہ بدون شرب محرم حد نہین يُحَدُّ مسلمٌ مکلّفٌ لو ارتدّ فسکر فاسلم لا يُحَدُّ لانّه لا يُقام على الكفّار ظهيريه لكن فى مُنية المفتى سكر الذمّى من المحرّم يُحدّ فى الاصحّ لحرمة السكر فى كل ملة حد مارا جاویگا مسلمان کو اگر مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو پھر مست ہو پھر اسلام لاوے تو حد نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ کفار پر حد قائم نہین ہوتی کذا فی الظہیریہ لیکن منیۃ المفتی میں ہے کہ کافر ذمی مست ہوا شرب محرم سے تو حد مارا جاویگا قول اصح مین بسبب حرام ہونے نشہ کے ہر دین مین ہم ذمی پر حد مارنا یہہ قول ہی حسن کا اور بعضے مشائخ نے اسکو پسند کیا ہی اور مذہب یہی ہی کہ اوسپر حد نہین کذا فی الطحطاوی عن فتاوی قاری الہدایہ ناطق فلا يُحدّ اخرس للشبهة حد ماری جاوے مسلم ناطق پر تو گونگے پر حد نہین بسبب شبہہ کے یعنی گونگے کا شراب پینا خواہ گواہون سے ثابت ہو خواہ اوسکے اشارہ معہودہ سے بہر صورت اوسپر حد نہین اِس شبہہ سے کہ شاید اوسکے گلے مین لقمہ اٹکا ہو سو اوسکے اوتارنے کیواسطے اوسنے شراب پی ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی مکلّف طائع غير مضطر لشرب الخمر ولو قطرة بلا قيد سكر حد مارا جاوے مسلم ناطق عاقل بالغ جسنے بلا اضطرار اپنی خوشی شراب پی اگرچہ ایک ہی قطرہ پیا ہو بلا قید مستی کے ہم حد شرب خمر مین نشہ شرط نہین اسواسطے کہ حرمت خمر کی قطعی ہی بخلاف اور اشربہ کے کہ اُنکی حرمت ظنی ہی تو بدون نشہ کے اونکے پینے مین حد نہین کذا فی المنح اور عدم اضطرار کی قید کا یہہ فائدہ کہ اگر عطش مفرط کے دفع کیواسطے شراب پیگا تو اوسپر حد نہین کذا فی الدر المنتقی اوسكر من نبيذ ما به يُفتى یا مسلم مذکور مست ہو گیا ہو کسی نبیذ کے پینے سے اسی پر فتوی ہے ہم یہہ فتوی ہی امام محمد کے قول پر ہے اونکے نزدیک قلیل نبیذ بھی حرام اور نجس ہے کذا فی النہر نبیذ اوس پینے کی چیز کو کہتے ہین کہ سوا انگور کے کہجور یا مویز یا شہد یا حبوب مین پانی ڈالکر چند روز رکہا جاوے کہ گاڑہا ہو اور خمر اوس شراب سے عبارت ہی جو انگور کے کچے پانی سے جب وہ جوش مین آوے اور گاڑہا ہو جاوے اگرچہ اوسمین کف نہ آیا ہو بقول صاحبین اور یہی قول اظہر ہے اور اسی پر فتوی ہی طوعًا عالمًا بالحرمة حقيقة او حكمًا بكونه فى دارنا لما قالوا دخل حربى دارنا فاسلم فشرب الخمر جاهلًا بالحرمة لا يُحدّ بخلاف الزنى لحرمته فى كل ملة قلت يرد عليه حرمة السكر الصادق فى كل ملة فتامّل مسلم مذکور پر حد ہی بخوشی شراب پیکر اوسکو حرام ہونے کو جان کر علم حرمت حقیقةً ہو یا حکمًا اسطرح پر کہ شارب دار الاسلام مین رہتا ہو اسواسطے کہ فقہا نے کہا ہی کہ حربی دار الاسلام مین داخل ہوا سو مسلمان ہو گیا پھر اوسنے شراب پی نادانستہ بحرمت خمر تو اوسپر حد نہین بخلاف زنا کے یعنی اگر بمجرد دخول دار الاسلام اور قبول اسلام کے زنا کریگا تو اوسپر حد ہی بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین شارح کہتا ہی اس تعلیل پر وارد ہوتی ہی حرمت سکر بھی ہر دین مین سو تامل کر ہم طحطاوی نے کہا کہ ہمنے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہہ اعتراض تعلیل مذکور پر وارد نہین اسواسطے کہ ظہیریہ مین شرب خمر مذکور ہے نہ سکر یعنی شرب خمر ہر دین مین حرام ہی اور شرب خمر کو وجود سکر لازم نہین بعد الافاقة فلو حُدّ قبلها فظاهره انه يُعاد بعد صحوه حد ماری جاویگی شارب خمر کو بعد ہوشیار ہونے کے نشہ سے تو اگر مستی مین حد ماری گئی تو ظاہر اِس تقیید کا دلالت کرتا ہی کہ دوبارہ حد ماریجاوے کذا فی شرح العینی ہم یہہ استظہار ہی صاحب نہر کا عینی کی اِس تعلیل سے کہ حد بعد الافاقہ اسواسطے واجب ہوئی تا ضرب کا فائدہ ظاہر ہوا اور شرنبلالی نے حالت سکر کے عدم فائدہ پر اعتراض کیا اسطرح کہ مستی مین بھی درد حاصل ہے اگرچہ کامل نہین تو اعادہ ضرب کے بعد الافاقہ کچھ حاجت نہین کذا فی الطحطاوی اذا اُخذ الشارب وريحها اى ما شرب من خمر او نبيذ فتح فمن قصر الرائحة على الخمر فقد قصر موجود نهر الريح وهو مؤنث سماعى غاية حد ماریجاوے جبکہ شارب گرفتار ہو اور جو چیز پی اوسکی بو موجود ہو منہ مین خواہ مشروب خمر ہو یا نبیذ کذا فی فتح القدیر سو جسنے فقط خمر کی بو پر قصر کیا اوسنے بیان مین قصور کیا یہہ اشارہ ہی اخی زادہ شرح وقایہ کے محشی پر شارح نے کہا کہ موجود خبر ہے ریح کی اور ریح مونث سماعی ہی کذا فی غایۃ البیان یہہ رد ہی صاحب کنز پر کہ اوسنے موجود کہا نہ موجودة کذا فی المنح الّا ان تنقطع الرائحة لبعد المسافة وحينئذ فلا بدّ ان يشهدا بالشرب طائعًا ويقولا اخذناه وريحها موجودة وجود بو ثبوت شرب کیواسطے ضروری مگر یہہ کہ بو منقطع ہو گئی ہو بسبب بعد مسافت کے تو اوس وقت مین ضروری ہی کہ شاہد یہہ گواہی دین کہ اوسنے شراب اپنی خوشی پی اور یون کہین کہ ہمنے اوسکو گرفتار کیا تہا حالانکہ اوسوقت بو موجود تہی ولا يثبت

الشرب بعا بالرائحۃ ولا بتقیئہا بل بشہادۃ رجلین او ثابت نہین ہوتا شرب بو سی اور نہ شراب کی قی کرنے سی بلکہ ثابت ہوتا ہی شرب دو مردون
کی گواہی سی ھ فقط بو سی اسواسطی شرب ثابت نہین کہ کاہی غیر خمر سے خمر کی مانند بو آتی ہی جیسی سفرجل یعنی بہی کے کہانے سی اور قی سی اسواسطی شرب
ثابت نہین کہ شاید اوسنی اکراہ یا اضطرار سی پی ہو لیسئلہما الامام عن ماہیتہا وکیف شرب لاحتمال الاکراہ ومتی شرب لاحتمال
التقادم واین شرب لاحتمال شربہ فی دار الحرب فاذا بینوا ذلک حبسہ حتی یسأل عن عدالتہم ولا یقضی بظاہرہا فی حالہا خانیہ دونون
شاہدون سی امام پوچہی کہ خمر کیا چیز ہے اور کیونکر پی بسبب احتمال اکراہ کے اور کب پی واسطی احتمال تقادم کے اور کہان پی بسبب احتمال پینی شارب کے دار الحرب مین
پہر شاہد ان سوالات کے جواب بیان کرین تو شارب کو امام قید کری تا شاہدونکی عدالت کا سوال کری اور حکم نکری کسی حد مین ظاہر عدالت پر بلا تحقیق کذا فی
الخانیۃ ھ ماہیت خمر کا سوال اسواسطی ہی کہ شاید گواہ ہر مطرب سرور انگیز کو موجب حد کا جانتی ہون ولو اختلفا فی الزمان او شہد احدہما بسکرہ
من الخمر والاخر من السکر لم تقبل ظہیریۃ ؎ اور اگر شاہد مختلف ہوون زمان شرب مین یا ایک گواہ گواہی دی اوسکی خمر سی مست ہونیکی اور دوسرا گواہ شہادت
دی سکر سے مست ہونے کی تو اوسپر حد نہین کذا فی الظہیریہ ھ سکر بفتحتین عبارت ہی عصیر رطب سی جب اوسمین اشتداد ہوا اور بعضون نے کہا ہر شراب مسکر
سکر ہے کذا فی النہر او یثبت باقرارہ مرۃ صاحیا ؎ یا شرب ثابت ہوتا ہی شارب کے ایکبار کے اقرار سی ہوشیاری کیحالت مین ھ بحر الرائق مین ہی کہ جب
ثبوت شرب کا گواہ اور اقرار مین منحصر ہوا تو جب فاسق کے گہر مین شراب ہو یا لوگ شراب کے گرد مجتمع ہون اور کسی نی اونکو پیتی نہ دیکہا ہو تو اونپر حد نہین بلکہ تعزیر
ہے ثمانین سوطا متعلق بیحد الحر ولنصفہا للعبد ؎ اسی کوڑی حد ماری جاوین آزاد کو اور اوسکی نصف یعنی ۴۰ کوڑی غلام کو ثمانین سوطا کحد
سے متعلق ہی مفرق علی بدنہ کحد الزنا کما مر ؎ متفرق کوڑی ماری جاوین شارب کے بدنپر مانند حد زنا کی چنانچہ اوسکی تفصیل مذکور ہو چکی یعنی سر اور منہ اور فرج
پر نمارے اور کوڑا گرہ دار نہو اور لباس شارب کا ضرب کیوقت اوتارا جاوی سواے پاجامہ کے تا کشف عورت نہو کذا فی البحر فلو اقر سکران او شہدوا
بعد زوال ریحہا لا لبعد مسافۃ او اقر ثم رجع عن اقرارہ لا یحد لانہ خالص حق اللہ تعالی فیعمل الرجوع فیہ ولم یثبت بالاجماع
الصحابۃ ولا اجماع الا برای عمر وابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین فانہما اشترطا قیام الرائحۃ ؎ تو اگر اقرار کیا شرب کا مست نے یا گواہون نے گواہی
دی بعد دور ہونے بوی خمر کے بلا بعد مسافت یا اسیطرح بعد زوال بو کے شارب نے اقرار کیا یا وہ اپنی اقرار سے پہر گیا تو اوسپر حد نہین اسواسطی کہ حد شرب خالص
حق ہے اللہ تعالی کا تو اوسمین اقرار سی رجوع کرنا عمل کریگا ابطال حد مین پہر ثبوت حد شارب اصحاب کرام کے اجماع کے سبب ہی اور اجماع حاصل نہین ہی بدون
رای عمر فاروق اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کے اور اُن دونون بزرگون نے قیام بوی خمر کو شرط کیا ہی ھ شرب خمر اور سکر نبیذ کی حد امام اعظم
کے نزدیک ۸۰ کوڑے ہین اور یہی قول ہے امام مالک کا اور ایک روایت ہی امام احمد کی اور امام شافعی کے نزدیک ۴۰ کوڑی ہین لیکن بقول اونکے
امام کو ۸۰ کوڑی مارنا بہی جائز ہے اگر اسکو مصلحت معلوم ہو امام اعظم کی دلیل اجماع صحابہ ہی صحیح مسلم مین انس بن مالک سی مروی ہی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے خمر مین شاخ خرما اور جوتیون سی مارا پہر ابوبکر نے ۴۰ کوڑی ماری یعنی اپنی خلافت مین پہر جب عمر خلیفہ ہوئی اور ہر طرف کے لوگ
مجتمع ہوئی تو صحابہ سی کہا کہ خمر کی مار مین تم کیا کہتی ہو عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ میری رای مین یہ آتا ہی کہ آپ ۸۰ کوڑی مقرر کیجے خفیف حد کی مانند تو
عمر نے ۸۰ کوڑی مقرر کئے اور موطا مین مروی ہی کہ عمر فاروق نے خمر مین مشورت کی تو علی بن ابیطالب نے کہا کہ ہماری رای مین یہ آتا ہی کہ آپ اسی کوڑی
مقرر کیجئے اسواسطی کہ جب آدمی نے شراب پی تو مست ہوگا اور جب مست ہوگا تو ہذیان گوئی کریگا پہر جب بیہودہ بکیگا تو افترا کریگا اور مفتری پر ۸۰ کوڑے
ہین اور ان دونون روایتون مین کچہ تعارض نہین احتمال ہی کہ عبد الرحمن بن عوف اور علی مرتضی دونون نے ۸۰ کوڑی تجویز کئی ہون کسی نے انکا قول ذکر
کیا کسی نے انکا اور صحیح مسلم مین انس بن مالک سی روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس شارب الخمر گرفتار ہو آیا تو وہ خرما کی دو شاخون سے
۴۰ بار مارا گیا تو ان احادیث سی معلوم ہوا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کیوقت حد معین نتہا پہر صدیق اکبر کیوقت اور ابتدای خلافت عمر فاروق
مین ۴۰ کوڑی مقرر رہی پہر ۸۰ کوڑی پر اجماع اور اتفاق صحابہ کرام ہو گیا اسواسطی کہ حضرت کا فعل ایکبار اکثر وکے حقین بسبب انکی زیادتی فساد کی انکی

تک منتہی ہوا یعنے دو شاخ سے بہت بار مار اتو ۸۰ ہوگئی پہر جب صحابہ کرام نے ہر روز فساد کی ترقی دیکہی اور بالیقین معلوم کیا کہ جسقدر زمانہ متاخر ہوگا زیادہ بڑہیگا تو اسی پر اجماع کیا کذا فے فتح القدیر ملخصا عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ شارب الخمر کو ہلاکر منہ سونگہو اگر بو کر پاؤ تو اوسکو مارو اور عمر فاروقؓ کے پاس ایک شارب الخمر آیا بعد زوال ریح کے اور اوسنے اقرار کیا شرب کا تو اوسکو تعزیر دی حد نماری کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی والسکران من لا یفرق بین الرجل والمرأۃ والسماء والارض وقالا من یختلط کلامہ غالبا فلو نصفہ مستقیما فلیس بسکران بحر اور امام کے نزدیک مست وہ ہے جو تفرقہ نکرسکے مرد اور عورت مین اور آسمان اور زمین مین اور صاحبین نے کہا کہ مست وہ ہے جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو تو اگر نصف کلام مستقیم اور نصف بیہودہ ہو تو وہ مست نہین کذا فے البحر ویختار للفتوے قولہما بحر عن فتح القدیر لا للامام فتح اور فتوی کیواسطے صاحبین کا قول مختار ہے بسبب ضعیف ہونے دلیل امام کے کذا فی الفتح ولو ارتد السکران لم یصح فلا تحرم عرسہ وھذہ احدی المسائل السبع المستثناۃ من انہ کالصاحی کما بسطہ المصنف معزیا للاشباہ وغیرھا اور اگر مرتد ہوگیا مست تو اوسکا ارتداد صحیح نہین تو اوسکی زوجہ اوسپر حرام نہین اس ارتداد سے اور یہہ ایک مسئلہ آن سات مسائل سے ہے جو مستثنیٰ ہین اس قاعدہ سے کہ مست مانند ہوشیار کے ہے چنانچہ مصنف نے ان مسائل کو اپنی شرح مین اشباہ وغیرہا کیطرف نسبت کرکے مشرح بیان کیا ہے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اشباہ وغیرہ سے یون نقل کیا ہے کہ شراب محرم کا مست ہوشیار کی مانند ہے مگر سات مسائل مین اوسکی مانند نہین ۱ مرتد ہونے مین ۲ حدود خالصہ کے اقرار مین ۳ شہادۃ علی الاشہاد مین ۴ تزویج صغیر و صغیرہ مین جبکہ مہر مثل سے اقل ہو یا اکثر تو یہہ تزویج نافذ نہین ۵ وکیل ہو اطلاق کا ہوشیاری مین پہر مست ہوکر اوسنے طلاق دی تو واقع نہین ۶ بیع کا وکیل اگر مست ہوکر بیچے تو بیع نافذ نہین موکل پر ۷ کوئی چیز غصب کی ہوشیاری سے پہر اوسکو پہیر دی حالانکہ وہ مست تہا و نقل فے الاشربۃ عن الجوہرۃ حرمۃ اکل بنج وحشیشۃ وافیون لکن دون حرمۃ الخمر ولو سکر باکلہا لا یحد بل یعزر انتہے اور مصنف نے اپنی شرح مین جوہرہ سے کتاب الاشربہ مین نقل کی ہے حرمت خراسانی اجواین کی اور بہنگ اور افیون کی لیکن انکی حرمت کمتر ہے شراب کی حرمت سے اور اگر ان چیزون کے کہانے سے مست ہوگا تو اوسپر حد نہین بلکہ اوسکو تعزیر دیجاویگی انتہی ونقلہ فی النہر وتحقیق ما فی العنایۃ ان البنج مباح لانہ حشیش اما السکر منہ فحرام اور نہر الفائق مین ہے کہ تحقیق عنایہ کا قول ہے کہ خراسانی اجواین مباح ہے اسواسطے کہ حشیش یعنی گہاس ہے پر اوسکا نشا حرام ہے م طحطاوی نے کہا کہ اباحت بنج مین تعلیل حشیش کی نے معنی ہے اور یہہ عبارت عنایہ مین نہین ہے یعنی خراسانی اجواین کی اباحت عنایہ اور بحر الرائق مین مصرح ہے اور خانیہ سے بہی اباحت معلوم ہوتی ہے تو ظاہرا اختلاف ہوا اوسکی اباحت اور حرمت مین تو دونون قولون کی توفیق یہہ ہے کہ خراسانی اجواین دو قسم پر ہے بقول قہستانی ایک قسم حرام ہے اور دوسری مباح اور اباحت بہی شیخین کے نزدیک ہے اور محمدؒ کے نزدیک جسکا کثیر نشا کرے اوسکا قلیل بہی حرام ہے اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ مذکور ہوگا اقیم علیہ بعض الحد فہرب ثم اخذ بعد التقادم لا یحد لما مر ان الامضاء من القضاء فی باب الحدود شارب الخمر پر اقامت ہوئی بعض حد کی مثلا تیس ساٹہہ کوڑی ماری گئی پہر وہ بہاگ گیا پہر گرفتار ہوا بعد مدت کے تو اوسپر حد نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ جاری کردینا قضا مین داخل ہے باب الحدود کے اندر ولو شرب او زنی ثانیا یستانف الحد لانہ اخل المتحد کما سیجی اور اگر شراب پی یا زنا کیا دوسری بار تو استیناف ہوگا حد کا بسبب اخل متحد الجنس کے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا م یعنی اگر شارب پر کچہہ حد ماری گئی اور وہ بہاگ گیا پہر اوسنے دوبارہ شراب پی اور گرفتار ہوا تو اوسپر شرب ثانی کے سبب سے ایک ہی حد ماری جاویگی اور ثانی کی حد بقیہ حد اول سے بہی کافی ہے بسبب اتحاد نصوص کے اور یہی حکم ہے زانی کے بہاگنے اور دوبارہ زنا کرنے کا فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا سکران او صاح جمح بہ فرسہ فصدم انسانا فمات ان قادرا علی منعہ ضمن والا لا مصنف عمادیہ مست یا ہوشیار کے گہوڑے نے اوسکی ساتہہ سرکشی کی سو کچل ڈالا کسی انسان کو تو وہ مر گیا اگر سوار قادر تہا اوسکو روکنے پر تو اوسپر ضمان ہے اور اگر قادر نہین تو اوسپر ضمان بہی نہین کذا فی شرح المصنف عن العمادیہ م

مصنف نے اپنی شرح مین یہ مسئلہ عمادیہ اور جامع الفصولین سے نقل کیا تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا مصنف عن العمادیہ

باب حد القذف

باب ہے قذف کے بیان مین هو لغة الرمي وشرعا الرمي بالزنى وهو من الكبائر بالاجماع فتح القدير قذف لغت عرب مین عبارت ہے مطلق عیب لگانے سے اور اصطلاح شرع مین قذف عبارت ہے زنا کے عیب لگانے سے اور وہ کبیرہ گناہ ہے باجماع امت کذا فی الفتح ہم حق تعالی قرآن مجید مین فرماتا ہے کہ البتہ جو لوگ محصنات غافلات مومنات کو زنا کا عیب لگاتے ہین وہ ملعون ہین دنیا اور آخرت مین اور انکو واسطے عذاب عظیم ہے اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہے کہ مہلک سات گناہون سے بچو اصحاب نے کہا کہ وہ سات گناہ کون کون سے ہین فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور ناحق قتل نفس کرنا اور بیاج کھانا اور یتیم کا مال کھا جانا اور جنگ کفار سے بھاگ جانا اور محصنات مومنات غافلات کو زنا کا عیب لگانا اور حد قذف کی نص قرآنی سے ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا کہ جو عیب لگادین محصنات کو اور چار گواہ نہ لاوین تو انکو ۸۰ کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول نکرو عیب لگانے سے زنا کا عیب مراد ہے تو اگر زنا کے سوا اور معاصی کا مسلمان کو عیب لگادیگا تو اوسپر حد نہین بلکہ تعزیر ہے کذا فی النہر۔ نہر الفائق مین ہے کہ ہر چند نص قرآنی مین قذف محصنہ مذکور ہے لیکن وہ محصن کو بھی شامل ہے بطریق دلالۃ النص کے یا بسبب جامع دفع عار کے اور اسی پر اجماع ہے لکن فی النہر قذف غير المحصن كصغيرة ومملوكة وحرة متهتكة من الصغائر لیکن نہر الفائق مین ہے کہ غیر محصن کا قذف جیسے صغیرہ یا مملوکہ یا حرہ بےحیا کا صغیرہ گناہ ہے ہم نہر الفائق مین یہ قول حلیمی شافعی کیطرف منسوب ہے تو یہ استدراک غیر مناسب ہے بلکہ خود شارح نے ملتقی الابحر کی شرح مین کہا ہے کہ قذف کبیرہ گناہ ہے اگرچہ غیر محصن کو عیب لگایا ہو اور فقہا نے جو احصان شرط کیا ہے سو وجوب حد کیواسطے ہے نہ کبیرہ گناہ ہونے کیواسطے اور طبرانی مین حدیث مرفوع ہے کہ جو ذمی کو قذف کریگا اوسپر قیامت کے دن حد پڑیگی آگ کے کوڑون سے ہان حلیمی شافعی البتہ غیر محصن کے قذف کو صغیرہ کہتا ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وهو كحد الشرب كمية وثبوتا فيثبت برجلين حد قذف حد شرب کی مانند ہے مقدار اور ثبوت مین تو ثابت ہوگی دو مرد کی گواہی سے یعنی سبب حد کا دو گواہون سے یا قاذف کی ایکبار کے اقرار کرنے سے اور اسمین عورتون کی گواہی مقبول نہین اور نہ شہادت علی الشہادت اور نہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو کذا فی النہر مقدار حد کی ۸۰ کوڑے ہین حر کو اور ۴۰ غلام کو فسألهما الامام عن ماهيته وكيفيته پس سوال کریگا امام یا نائب امام گواہون سے حقیقت قذف اور کیفیت اوسکی سے ہم حقیقت قذف کا سوال اسوقت ہے جب گواہون نے اسطرح گواہی دی ہو کہ فلان زید نے خالد کا قذف کیا تو اگر گواہ نے لفظ قذف اور اوسکی حقیقت نہ بیان کرین تو گواہی مقبول نہین کذا فی النہر کیفیت سے وہ لفظ مراد ہے جس سے مقذوف کو متہم کیا اور اذا شهدا انه قال له یا زانی اگر جب دونون گواہون نے بلفظ یا زانی گواہی دی یعنی قاذف نے مقذوف کو یا زانی کہا تو اب ماہیت اور کیفیت کے سوال کی حاجت نہین کہ عدد اوسنے مذکور کی ثم حبسه ليسأل عنهما كما يحبسه ليشهدوا على احصانه هو في ثلثة ايام ولو الا بظهيرية بعدہ اسکو امام قید کرے قاذف کو تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے چنانچہ قید کرتا ہے اوسکو شہود کیواسطے جنکا حاضر کرنا تین دن مین ممکن ہے اور اگر تین دن مین حاضر کرنا ممکن نہو تو قاذف کو قید نکرے کذا فی الظہیریہ ولا یکفله خلافا للثانی نہر اور امام حاضر ضامن نے قاذف نفسی دوسری مجلس تک بخلاف ابی یوسف کے کذا فی النہر ويحد الحر او العبد ولو ذميا او امرأة قاذف للمسلم الحر الثابتة حريته او الا ففيه التعزير اور حد مارا جاویگا حر یا غلام جسنے زنا کا عیب لگایا اوس مسلم حر کو جسکی حریت ثابت ہے قاذف کے اقرار یا گواہون سے اور اگر اوسکی حریت ثابت نہین تو اوسکے قذف مین تعزیر ہے قاذف پر حد ہے اگرچہ وہ ذمی یا عورت ہو ہم طحطاوی نے کہا عورت کو مبالغہ کرکے داخل کرنا بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ حر اور عبد کے لفظ مین داخل ہے البالغ العاقل العفيف عن فعل الزنا جو مسلم کہ بالغ اور عاقل اور پاک ہے زنا کے فعل سے ہم تو کافر اور غلام اور صغیر اور مجنون اور زناکار کے قذف سے حد نہین نہر الفائق مین ہے کہ عفیف وہ ہے جسنے کسی عورت کی وطی زنا اور شبہہ اور نکاح فاسد سے نکی ہو فيه نقص عن احصان الرجم بشيئين النكاح والدخول تو بیان شروط احصان قذف سے معلوم ہوا کہ وہ احصان رجم سے دو چیز مین کم ہے یعنی نکاح اور دخول مین یعنی احصان رجم مین نکاح اور دخول زوجہ شرط ہے بخلاف احصان قذف کے کہ اوسمین شرط نہین خواہ ہون یا نہون ولیس العز

الشروط ان لا یکون ولدہ او ولد ولدہ او اخرس او مجبوبا او خصیا او وطی بنکاح او ملک فاسد او وھی رتقاء او قرناء
اور شروط احصان قذف سے یہہ شرطین باقی رہگئین کہ مقذوف قاذف کا بیٹا یا پوتا نہو گونگا یا مقطوع الذکر و انثیین یا خصی نہو یا اوسنے بنکاح فاسد
یا ملک فاسد سے وطی نکی ہو یا عورت مقذوفہ کی شرمگاہ گوشت یا ہڈی سے بند نہو م گونگے کی قذف مین اسواسطے حد نہین کہ استیفاء حد مقذوف کی
دعوی پر موقوف ہے اور دعوی اوسکا نہین ہوسکتا الا باشارہ اور نیابت اسمین کافی نہین اور مقطوع الذکر اگرچہ محصن ہے لیکن بسبب عدم امکان زنا
اوسکو قذف سے عار لاحق نہین ہوسکتی اور یہی علت ہے رتقا اور قرنا مین اور خصی وہ ہے جسکو ذکر ہو خصیتین نہون سو اوس سے زنا کرنا متصور ہے تو اسکا
یہان مذکور کرنا غلط ہے شارح اس تعبیر مین صاحب نہر الفائق کے وہم کا تابع ہوگیا اسواسطے کہ محیط مین مصرح ہے کہ اگر خصی اور عنین کو قذف کریگا تو اوسپر حد ہے
اسواسطے کہ زنا کرنا اون سے متصور ہے کیونکہ آلہ زنا اونکے بدن مین موجود ہے اور نکاح فاسد سے احصان البتہ ساقط ہے لیکن ملک فاسد سے ساقط نہین
اسواسطے کہ ملک فاسد نہین ہوتی مگر شراء فاسد سے حالانکہ شراء فاسد بسبب قبض کے مفید ملک ہے ولہذا اوسکو وطی کے قاذف پر حد ہے چنانچہ یہہ تنقیح
اور محیط مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی من الحلبی وان یوجد الاحصان وقت الحد حتی لو ارتد سقط الحد عن القاذف ولو اسلم بعد ذلک فتح اور
شروط باقیہ سے یہہ ہے کہ احصان مقذوف کا حد مارنے کیوقت پایا جاوے یہانتک کہ اگر وہ مرتد ہو جاویگا قبل حد کے تو قاذف سے حد ساقط ہو جاویگی اگرچہ وہ
بعد ارتداد کے پھر مسلمان ہو کذا فی فتح القدیر م شروط مذکورہ سے یہہ باقی رہگیا کہ مقذوف نہ مرگیا ہو قبل حد قاذف کے اسواسطے کہ طرفین کے نزدیک حد قذف
مین ارث نہین اور یہہ شرط ہے کہ مقذوف حد قاذف کی طلب کرے حاکم کے روبرو کذا فی المنح بتصریح الزنا [illegible] یہہ زنا کا عیب لگانیوالا حد مارا جاوے
یعنی جو یون کہے کہ تو نے زنا کیا یا یون کہے کہ [illegible] کذا فی النہر ومنہ انت ازنی من فلان او منی علی ما فی المحیط [illegible] اور صریح زنا [illegible] کہا کہ تو زانی تر ہے مثلا اس سے یا مجھ سے
کذا فی الظہیریۃ م مبسوط مین مثال اول کے مخالف ہے اور خانیہ مین مثال ثانی کے مخالف ہے یعنی دونون صورتون مین حد واجب نہین کذا فی النہر و
مثلہ النیک کما نقلہ المصنف عن شرح المنار اور صریح کی مانند ہے لفظ نیک کا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین ابن ملک کی شرح منار سے نقل
کیا ہے م نیک مصدر ہے بمعنی جماع کردن یعنی اگر دوسرے کو یا نائک یا عورت سے کہے یا منتیکہ تو گویا یون کہا کہ اے زانی اور اے زانیہ طحطاوی
نے کہا کہ یہہ قول بعید ہے ولو قال یا زانئ بالہمزۃ لم یحد شرح تکملہ اور اگر یا زانئ کہا یعنی بجاے یا کے ہمزہ بولا تو اوسپر حد نہین کذا فی شرح
التکملۃ م ظاہر یہہ قول صحیح نہین اسواسطے کہ محیط مین [illegible] حد مذکور اگرچہ قاذف صاعد کے معنی کا قصد کرے اسواسطے کہ اس کلمہ مہموزہ سے
صعود کے معنی اوسوقت مراد ہونگے جب محل صعود کے ساتھہ مقرون ہو اور بلا ذکر محل صعود زنا پر محمول ہے اسواسطے کہ عرب بجاے حرف علت ہمزہ
بولتے ہین اور بجاے ہمزہ حرف علت [illegible] تو قاذف کی نیت کی تصدیق نہوگی بلا ذکر محل صعود کذا فی الطحطاوی او لقیل لہ زنأت فی الجبل
بالہمز فانہ مشترک بین الفاحشۃ والصعود وحالۃ الغضب تعین الفاحشۃ [illegible] زنا کی تہمت سے یا اس قول سے کہ زنأت فی الجبل یعنی تو نے زنا
کیا پہاڑ مین یا تو چڑہ گیا پہاڑ مین اسلیے کہ زنأت مشترک ہے فاحشہ اور صعود کے معنون مین اسلیے کہ بعضے عرب حرف علت کو ہمزہ بولتے ہین اور حالت غضب اور دشنام
متعین کردیتی ہے معنی فاحشہ کو م یہہ قول ہے شیخین کا فی الجبل کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر زنأت علی الجبل کہیگا تو اوسپر حد نہوگی اسلیے کہ بقرینہ علی
صعود کے معنی متعین ہوگئے او لست لابیک ولو زاد لست لامک فلاحد او قال لست لابیک او لست بابن فلان لابیہ المعروف
وھو الحال ان امہ محصنۃ لانہا المقذوفۃ فی الصورتین اذ المعتبر احصان المقذوف لا الطالب [illegible] یا حد قاذف ہے اس قول مین کہ تو اپنے
باپ کا نہین اور اگر اسقدر اور زیادہ کہا کہ تو اپنی مان کا نہین یعنی یون کہا کہ تو اپنی مان یا باپ کا نہین تو اوسپر حد نہین اسواسطے کہ جب قائل نے ولادت
کی نفی کی تو زنا کی بھی کی کذا فی الحلبی یا حد ہے یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین اوسکے باپ کا نام لیکر جس سے مخاطب معروف النسب ہے اور حالانکہ ماں
اوسکی محصنہ ہو احصان اوسکی ماں کا مشروط ہوا اسواسطے کہ وہی تو مقذوفہ ہے دونون صورتون مین یعنی نیست لابیک اور نیست یا ابن فلان مین قذف در حقیقت
اوسکی ماں کو ہے اسواسطے کہ معتبر مقذوف کا احصان ہے نہ طالب کا کذا فی شرح الشمنی م مقذوف اوسکی والدہ ہے اور طالب حد اسکا والد ہے جبکہ ماں اوسکی

مرگئی ہو اور اگر زندہ ہو تو طالب وہی والدہ ہوگی نہ اوسکا ولد کذا فی حاشیۃ الحلبی فی غضب یتعلق بالصور الثلث فی غضب تینون صورتون سے متعلق ہے یعنی زنات فی الجبل اور لست لابیک اور لست بابن فلان کہنے سے غضب اور دشنام کیلئے ہیں قاذف پر حد ہے اور اگر بحالت رضا ان اقوال ثلثہ مین سے کوئی قول کہیگا تو حد نہین اسلیئے کہ قول اول مین زنا صعود کے معنی پر اور قولین اخیرین مین نفی ولدیت محاسن اخلاق کی عدم مشابہت پر محمول ہے بطلب المقذوف المحصن لانہ حقہ ولو المقذوف غائبا عن مجلس القاذف حال القذف وان لم یسمعہ احد یعنی قاذف حد مارا جاویگا مقذوف محصن کی خواہش اور طلب سے اسواسطے کہ حد قذف واسطے دفع عار کے اوسیکا حق ہے اگرچہ مقذوف غائب ہو قاذف کی مجلس سے وقت قذف کے گو اوسکو عیب لگاتے کسی نے نہ سنا ہو کذا فی النہر ف درصورت عدم سماع کے طریق اثبات قذف کا قاذف کے اقرار پر منحصر ہے اسطرح کہ قاذف کہے کہ مین نے یون کہا تھا بل وان امرہ المقذوف بذلک شرح تکملۃ بلکہ اگرچہ قاذف کو امر کیا ہو مقذوف نے اسکا یعنی قذف کا کذا فی شرح التکملہ ف باوجود امر مقذوف حد ساقط نہوگی اسواسطے کہ یہہ حق اللہ ہے تو عبد کی اباحت سے مباح نہین ہوگا کذا فی الطحطاوی وینزع الفرو والحشو فقط اظہارا للتخفیف باحتمال صدقہ بخلاف حدی زنا وشرب اور حد مارنے کیوقت قاذف کے بدن سے فقط پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا ہوا کپڑا اتارا جاویگا واسطے ظاہر کرنے تخفیف حد قذف کے کہ قاذف کے صادق ہونیکے احتمال سے بخلاف حد زنا اور شرب خمر کے ف حد قذف کا سبب چونکہ قطعی نہین کہ شاید قاذف صادق ہو لہذا اوسکے سب کپڑے نہ اوتارے جاوینگے سوائے پوستین اور بہت کپڑے کے تاکہ خفت حد ظاہر ہو بخلاف حد زنا اور شرب کے کہ سوائے پاجامہ اونکے سب کپڑے اوتار ڈالے جاوینگے لایحد بلست بابن فلان جدہ لصدقہ یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین یعنی اپنے دادا کا حد نہ ماری جاویگی بسبب صادق ہونے اس کلام کے اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ اپنے باپ کا بیٹا ہے نہ دادا کا وبنسبتہ الیہ او الی خالہ او عمہ او رابہ بتشدید الباء مربیہ ولو غیر زوج امہ زیلعی لانہم اباء مجازا اور حد نہین اوسکی دادا کیطرف اوسکی نسبت کرنے سے یا اوسکے ماموں یا اوسکے چچا یا اوسکو مربی اور پرورش کرنیوالے کیطرف نسبت کرنے سے اگرچہ مربی اوسکی مان کا زوج نہو کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ دادا اور چچا وغیرہما آبا مجازی ہین رابہ بتشدید باء موحدہ بمعنی مربی ہے ولا بقولہ یا ابن ماء السماء ہذہ لفظ ابن الکمال ورنہ یون کہنے سے حد ہے کہ او بارش آسمانی کے فرزند اسمین اعتراض کیا ہے ابن کمال نے ف اسواسطے حد نہین کہ ابن ماء السماء سے جود اور صفا اور سماحت کی تشبیہ مراد ہوتی ہے چنانچہ عامر بن حارثہ ملقب بماء السماء تھا اپنی سخاوت کے سبب سے اسواسطے کہ وہ اپنے مال کو ایام قحط مین مثل قطرات باران بکثرت دیتا تھا اور ام المنذر ملقب بماء السماء تھے اپنے حسن اور جمال کے سبب سے اور اوسکے فرزند جو ملوک عراق تھے بنو ماء السماء کہلاتے تھے اور نعمان بن المنذر بھی ملقب بابن ماء السماء تھا کذا فی الطحطاوی ایضاح الاصلاح مین ابن کمال نے کہا کہ حالت غضب مین جود اور جمال تشبیہ نہین ہوسکتی اس اعتراض کا جواب یہہ ہے کہ ہم التزام کرتے ہین اور اوسکو نفی شجاعت اور سخاوت کا سبب ٹھہراتے ہین اس حالت مین کذا فی النہر فتح القدیر مین مذکور ہے کہ اگر وہان کسی مرد کا نام ماء السماء مشہور ہو تو دشنام کیوقت البتہ اوسپر حد ہے ابن ماء السماء کہنے مین اور نہین تو نہین ولا بقولہ یا نبطی لعربی اور عربی کو نبطی کہنے سے حد نہین ہے نبط ایک گروہ ہے آدمیون کا عراق مین واحد کو نبطی کہتے ہین اور شرح جامع صغیر مین ہے کہ انباط عجمی کسانکار ہین اسواسطے حد نہین کہ اس قول سے نفی مشابہت عرب اور مشابہت اس گروہ کی اخلاق اور عدم فصاحت مین مراد ہے بلا گمان قذف فی النہر ومنہ نسبۃ لغیر قبیلتہ او نفاہ عنہا نہر الفائق مین ہے کہ جب کوئی قائل نسبت کرے مخاطب کو اوسکے غیر قوم کیطرف یا اوسکی قوم سے اوسکی نفی کرے تو تعزیر دیا جاوے ف نہر الفائق مین یہہ قول بطریق بحث ہے نہ بطریق روایت مذہب وفیہ یا فرخ الزنا یا بیض الزنا یا حمل الزنا یا سخل الزنا قذف اور نہر مین ہے کہ یون کہنا کہ او زنا کے چوزے او زنا کے انڈے او زنا کے حمل او زنا کے سخل قذف ہے اسواسطے کہ یہہ الفاظ ولد الزنا کیواسطے بولے جاتے ہین حمل بمعنی بچہ گوسفند جب چار مہینے کا ہو اور سخل بچہ گوسفند بمجرد پیدائش ہے نہر الفائق مین جوہرہ سے منقول ہے کہ یون کہنا قذف ہے کہ تو ولد حلال نہین بخلاف یا کبش الزنا او یا حرام زادہ قنیہ بخلاف اس قول کے کہ او زنا کے مینڈھے یا او حرام زادے یہہ قذف نہین کذا فی القنیہ ف طحطاوی نے کہا کبش الزنا مین شاید یہہ وجہ ہے کہ قذف مین مستعمل نہین اور حرام زادہ شریر اور بدکار کو بولتے ہین اور اسواسطے کہ کل حرام زنا نہین یعنی چنانچہ زوجہ کا جماع حیض مین حرام ہے اور زنا نہین وفیہا کو یعنی الولد لستہ فلا حد قنیہ مین ہے

۱۰ اگر ایک شخص کا باپ منکر ہوا اوسکی نسب کا تو اوسپر حد نہین و لاحد بقوله لامرئة زنيتِ ببعير او بثورٍ او بحمار او بفرس ۱۰ انما لا يعنو يزيد ۱۱
شرعًا اور حد نہین اپنی زوجہ سے یون کہنے مین کہ تو نے زنا کیا اونٹ سے یا بیل سے یا گدہے سے یا گہوڑے سے اسواسطے کہ بیہ شرعًا زنا نہین فی الا ق
زنيتِ ببقرةٍ او بشاةٍ او بناقةٍ او بحمارةٍ او بثوبٍ او بدراهم فانه يحد لانها لا تصلح للايلاج فيراد زنيتِ واخذتِ البدل بخلاف
اس قول کے کہ تو نے زنا کیا گائے سے یا بھیڑ بکری سے یا اونٹنی سے یا گدہی سے یا کپڑے سے یا دراہم سے تو مرد پر حد ماری جاویگی اسواسطے کہ موت زنا کاری فی الفرج کے لائق
نہین تو بیہ مراد ہوگی کہ تو نے زنا کیا اور اشیاء مذکورہ کو عوض زنا لیا ولو قيل هذا الرجل فلا حد لعدم العرف بالاخذ في البدل اور اگر بیہ قول
مذکور مرد سے کہا گیا تو حد نہین اسواسطے کہ مرد کا مال لینا بعوض زنا مرد سے نہین وانما يطلبه بقذفِ الميتِ من يقع القدح في نسبه بسبب
قذفه اي الميت وهم الاصول والفروع وان علوا وسفلوا ولو كان الطالب محجوبًا او محرومًا عن الميراث بقتلٍ ورقٍ وكفر او ولد
بنتٍ ولو مع وجود الاقرب او عفوه او تصديقه لحوق العار بسبب الجزئية قيد بالميت لعدم مطالبتهم في الغائب حال حياته لجواز تصديقه ۹
اذا حضر اور قذف میت سے طلب حد ۹ تو وہی شخص کرے جسکے نسب مین عیب لگتا ہے بسبب قذف میت کے اور وہ یعنی طالب میت کے اصول و فروع ہین اگرچہ
عالی یا سافل ہون اگرچہ طالب حد محجوب یا محروم ہو میراث سے بسبب قتل یا مملوکیت یا کفر کے یا طالب میت کا نواسا ہو اگرچہ شخص اقرب یا وجود اقرب کے یا
اوسکے عفو کر دینے یا اوسکی تصدیق کر دینے کی طالب ۹ ہو یعنی ہر اصل اور فرع کو حق طلب ہے ہر طرح اسواسطے کہ سبکو لحوق عار ہے بسبب جزئیت کے ماتن نے
طلب کو مقید بمیت کیا اسواسطے کہ اصول اور فروع کو مطالبہ زندہ غائب کے قذف مین نہین بسبب جائز ہونے تصدیق غائب کے جبکہ حاضر ہو
م طحطاوی نے نہر اور بحر سے نقل کیا کہ اصول سے نانا اور نانی مستثنے ہین یعنی اونکو حق طلب نہین قال يا ابن الزانيين وقد مات ابواه فعليه حدٌ
واحدٌ للتداخل الآتي ثم موت ابويه ليس بقيدٍ بل فائدته في المطالبة کہا اور دو زانیون کی بیٹے اور حالانکہ مقذوف کے والدین مر چکے ہین تو
قاذف پر ایک ہی حد ہو بسبب تداخل کے جسکا بیان آگے آویگا بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ موت اوسکے والدین کی قید نہین تداخل کی بلکہ فائدہ اوسکا
مطالبہ مین ہے یعنی اگر والدین میت ہونگے تو ولد کو حق طلب ثابت ہوگا بخلاف اونکی حیات کے کذا في المنح ذكر في آخر المبسوط ان معتوهة قالت
لرجلٍ يا ابن الزانيين فجاء بها الى ابن ابي ليلى فاعترفت فحدها حدين في المسجد فبلغ ابا حنيفة فقال اخطأ في سبعة مواضع بنى
الحكم على اقرار المعتوهة والزمها الحد وحدها حدين واقامهما معًا وفي المسجد وقائمة وبلا حضرة وليهما مبسوط کے آخر مین مذکور ہے کہ
بیہوش عورت نے ایک مرد سے کہا یا ابن الزانيين سو وہ مرد اوسکو لایا قاضی ابن ابی لیلے کے پاس سو اوسنے قبول کیا قذف کرنے کو تو قاضی نے اوسکو دو
بار حد ماری مسجد مین تو بیہ خبر پہنچی امام ابو حنیفہ کو تو کہا خطا کی قاضی نے سات جگہہ ۱ حکم کی بنا کی بیہوش عورت کے اقرار پر ۲ اور اوسپر حد لازم کی
۳ اور اوسکو دو حدین ماریں ۴ اور دونون حدون کی ساتھہ ہی اقامت کی ۵ اور مسجد مین حد قائم کی ۶ اور اوسکو کہڑا کر کے حد ماری ۷ اور بلا حضور
اوسکے ولی کے م فتح القدير اور بحر الرائق اور منح الغفار مین یون مروی ہے کہ قاضی ابن ابی لیلے نے ایک شخص کو سنا کہ دوسرے مرد کو کہتا ہے یا ابن
الزانيين تو اوسکو دو حدین مارین مسجد مین پہر جب امام ابو حنیفہ کو خبر ہوئی تو فرمایا عجب ہے ہمارے شہر کے قاضی سے کہ اوسنے ایک مسئلہ مین پانچ جگہہ خطا کی
اول بیہ کہ حد ماری بدون طلب مقذوف کے دوسرے بیہ کہ اگر وہ طالب ہوتا تو ایک ہی حد واجب تھی تیسرے بیہ کہ اگر اوسکے نزدیک دو حدین تھین تو دو
حدون مین ایک دن یا زیادہ کا انتظار کرنا تھا کہ ضرب اول کا اثر خفیف ہو جاتا چوتھے بیہ کہ مسجد مین حد ماری پانچوین بیہ کہ اوسکو دریافت کرنا تھا کہ اسکے
والدین زندہ ہین یا نہین اگر زندہ ہوتے تو خصومت کا اونکو اختیار تھا اور نہین تو فرزند کو خصومت کا حق تھا انتہے تو شاید بیہ زیادت اور نقصان
بسبب اختلاف راویون کے ہے اور قاضی ابن ابی لیلی کیطرف سے بیہ جواب ممکن ہے کہ وہ مجتہد تھے اونکی اجتہاد مین یہی حق معلوم ہوا کذا في الطحطاوي
وقال في الدرر ولم يتعرف ان ابويه حيّان فتكون الخصومة لهما او ميّتان فتكون للابن اور درر مین کہا اور معلوم نہوا کہ مقذوف مذکور
کے والدین زندہ تھے سو حق خصومت اونکو ہوتا یا مردہ تھے کہ حق خصومت بیٹے کو ہوتا اجتمعت عليه اجناس مختلفة بان قذف وشرب وسرق

ط یعنی نسبت ہو اور عدم ثبوت ۹ یہ کہ فاسق ہوئی کہ تہمت اسکی نفی ہین اسکو تکذیب تو مجبور ہو کر کاسے اور اور اونکی چہرہ اد مین حق ہو تا ولی نفس الامر کو دور کرنا ہے ۱۲

وجميع ذٰلك غير محصن يقام عليه الكل لاختلاف المقصود جمع مين ايک شخص حدون کی چند قسمين مختلف اسطرح کر اسنے قذف کيا اور شراب پی اور چوری کی اور غير محصن نے زنا کيا تو اسپر سب حدود قائم کيجاوينگي اسواسطے کہ اغراض مختلف ہين کيونکہ مقصود حد زنا سے حفظ نسب ہے اور حد قذف سے حفظ آبرو ہے اور حد شرب سے حفاظت عقول ہے تو اقامت حد ايک سے جميع مقاصد مذکورہ نہين حاصل ہوتي بخلاف حدود متحد الجنس کے کہ وہان ايک حد کافي ہے بسبب اتحاد مقصود کے چنانچہ آخر باب مين مذکور ہوگا ولا يوالي بينها خيفة الهلاك بل يحبس حتى يبرأ اور حدود مختلفہ کے درميان اتصال نکيا جاويگا يعني لگاتار برابر اونکي اقامت نہوگي ہلاک ہوجانيکے خوف سے بلکہ وہ محبوس رہيگا صحيح سالم ہونے تک ويبدأ بالحد القذف لحق العبد فيه ثم هو اي الامام مخير ان شاء بدأ بالحد الزنى وان شاء بالقطع لثبوتهما بالكتاب اور حدود مختلفہ کي اقامت مين حد قذف سے ابتدا کيجاوے بسبب حق العبد کے اگرچہ اوسمين حق اللہ غالب ہے پہر امام مختار ہے چاہے حد زنا کو شروع کرے چاہے قطع يد کي حد کو بسبب ثابت ہونے دونون کے قرآن مجيد سے يعني دونو قوت مين برابر ہين کسيکي ترجيح نہين ويؤخر حد الشرب لثبوته باجتهاد الصحابة اور موخر کرے حد شرب کو بسبب ثابت ہونيکے اسکے صحابہ کرام کے اجتہاد سے ولو فقأ ايضا بدأ بالفقئ ثم بالقذف ثم يرجم لو محصنا وللغير هالجر اور اگر کسيکو زخمي بہي کيا تو امام ابتدا جراحت سے کرے پہر حد قذف مارے پہر سنگسار کرے اگر زاني محصن ہو اور انکے سوا اور حدود ولغو ہوجاوينگي کذا في البحر طحطاوي نے ابو سعود سے نقل کيا کہ جراحت سے وہ جراحت مراد ہے جو قصاص کي موجب ہو وفي الحاوي القدسي ولو قتل ضرب للقذف وضمن للسرقة ثم قتل وترك ما بقي اور حاوي قدسي مين ہے کہ اگر قتل بہي کيا تو حد قذف ماريجاويگي اور چوري کا ضمان ہو پہر قتل کياجاوے اور باقي حدود متروک ہون ويؤخذ ما سرقه من تركته لعدم قطعه نهر اور جسقدر اوسنے چوري کي وہ اوسکے ترکہ سے ليجاويگي بسبب اوسکے عدم قطع کے کذا في النهر يعني ضمان ساقط ہوتا ہے قطع يد کي ضرورت سے سو يہان پايا نہين گيا ولا يطالب ولد اي فرع وان سفل بعبد اباه اي اصله وان علا وسيده امة ونشي مرتب بقذف امه الحرة المسلمة المحصنة اور مطالبہ حد کا نکرے بيٹا اپنے باپ سے اور غلام اپنے مالک سے اپني مان کے قذف سے جو کہ حرہ مسلمہ محصنہ ہے ولد سے مراد فرع ہے اگرچہ سافل ہو اور باپ سے مراد اصل ہے اگرچہ عالي ہو ہم غلام کي مان کا حرہ ہونا اسطرح پر کہ مان آزاد ہوگئي اور بيٹا اسکا غلام بنا رہا اور چونکہ باپ اور مولي سے بموجب حديث کے قصاص ساقط ہے تو حد بطريق اولے ساقط ہوگي فلو كان لها ابن من غيره اواب اوعم ملك الطلب في النهر واذا سقط عنه الحد عزر بالشتم ولابنه يعزر پہر اگر اوس عورت محصنہ کا بيٹا ہو اس زوج کے غير سے يعني ربيب ہو بشرطيکہ اسکا مملوک نہو يا عورت کا باپ ہو يا اسکي مانند کوئي اور اصول اور فروع مين تو وہ طلب حد کا مالک ہوگا اور نہر الفائق مين ہے اور جب باپ سے حد قذف ساقط ہوئي تو تعزير دياجاويگا بلکہ بيٹي کو گالي دينے سے تعزير دياجاويگا ولا ارث فيه خلافا للشافعي اور قذف مين ارث نہين بخلاف امام شافعي يعني اگر بعد قذف کے مقذوف مرگيا تو حد باطل ہے وارث دعوي نہين کرسکتا اور اگر ميت کو قذف کيا تو اصول اور فروع کو حق طلب ہے بالاصالة نہ بالخلافة چنانچہ مذکور ہوچکا ولا رجوع بعد اقرار ولا اعتياض اي اخذ عوض ولا صلح ولا عفو فيه وعنه اور رجوع کرنا نہين قذف مين بعد اقرار کے اور قذف سے عوض کرنا يعني قذف کے عوض مال لينا جائز نہين اور نہ صلح اور بخشنا جائز ہے يعني حاکم کے روبرو جب قذف ثابت ہوجاوے تو مقذوف کي صلح کرنے يا بخشنے سے حد ساقط نہين فيه متعلق ہے رجوع سے اور عنه اعتياض سے نعم لو عفا المقذوف فلا حد لا لصحة العفو بل لترك الطلب حتى لو عاد وطلب حد شمني ولذا لا يتم الحد الا بحضرته ہان اگر مقذوف عفو کردے تو حد نہين نہ اس سبب سے کہ عفو صحيح ہے بلکہ اس سبب سے کہ اوسنے طلب حد کو ترک کيا اسواسطے کہ طلب شرط ہے حد کي يہان تک کہ بعد ترک کے اگر پہر عود کريگا اور طلب حد کريگا تو حد مارا جاويگا کذا في شرح الشمني اور اسيواسطے يعني بسبب ترک کے حد پوري نہوگي مگر بعد حاضر ہونے مقذوف کے يعني اگر حد قذف شروع ہوئي پہر مقذوف کہين چلاگيا تو باقي کوڑے نہ مارے جاوينگے تاوقتيکہ مقذوف نہ آويگا قال لآخر يا زاني فقال الآخر لا بل انت حدا لغلبة حق الله فيه کہا کسي نے دوسرے سے کہ يا زاني سو اوسنے جواب ديا بلکہ تو يعني مين زاني نہين تو زاني ہے تو دونون پر حد قذف ماري جاويگي بسبب غالب ہونے حق اللہ کے قذف مين يعني اس قول مين دونون قاذف ہوئے سو اگر بنا بر حق العبد کے کہئے کہ دونون برابر ہوگئے تو لازم آتا ہے اسقاط حق اللہ کا تو بنا بر غلبہ حق اللہ کے دونون پر حد

ہوگی کذا فی المنح بخلاف ما لو قال لہ مثلاً یا خبیث فقال بل انت لم یعزرا لانہ ما تساویا فتکافئا بخلاف اوسکے یہہ صورت ہو
کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے مثلاً کہا یا خبیث سو اوسنے جواب دیا بلکہ تو خبیث ہی تو دونون پر تعزیر نہین اسواسطے کہ تعزیر دونونکا حق ہے یعنی تعزیر واسطے حق آدمی کے ہی
حالانکہ جواب دینے سے دونون برابر ہوگئے تو دونونکی مکافات ہوگئی یعنی دونون سے تعزیر ساقط ہوگئی بخلاف ما سیجی لو تشاتما بین یدی القاضی
او تضاربا فانہ یعزران فی مجلس الشرع وتفاوت الضرب بخلاف سابق وہ مسئلہ ہے جو آویگا کہ اگر دو شخصونے باہم گالی دی قاضی کے سامنے
یا باہم ایک نے دوسرے کو مارا تو دونون برابر نہو جاوینگے سقوط تعزیر مین بلکہ دونونکو تعزیر دیجاویگی بسبب بے ادبی مجلس شرع کے اور بسبب متفاوت ہونے
ضربہ کے ولو قال لہ لعرسہ وہو من اھل الشہادۃ وزنت بہ حدّت ولا لعان اور اگر قول مذکور اپنی زوجہ سے کہا اور حالانکہ زوج اہل ہی شہادت
کا سو زوجہ نے وہی قول پھیر کر کہا تو عورت پر حد ماری جاویگی اور لعان نہوگا م یعنی اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا زانیہ سو اوسنے جواب دیا بلکہ تو یعنی مین نہین
تو زانی ہے تو عورت پر حد ہی بلا لعان اور زوج مین اہلیت شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ اہل شہادت نہوگا تو اوسکا قذف لعان کا موجب نہوگا
تو دونوپر حد ماری جاویگی کذا نقلہ الحلبی عن الایضاح الاصل ان الحدین اذا اجتمعا وفی تقدیم احدھما اسقاط الاخر وجب تقدیمہ احتیالا
للدرء ہ قول مذکور مین حد زوجہ اور سقوط لعان کا قاعدہ یہہ ہی کہ جب دو حدین جمع ہونگی اور ایک حد کے مقدم کرنے مین دوسری حد کا اسقاط ہوگا تو اسکی
تقدیم واجب ہوگی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کیواسطے یعنی جب اول عورت پر حد ماری گئی تو وہ لعان کے لائق نرہی اسواسطے کہ محدود فی القذف لعان کا اہل نہین
اور لعان کی تقدیم مین ابطال حد کا نہ تہا لہذا تقدیم حد واجب ہوئی کذا فی المنح اگر کوئی کہی کہ تقدیم حد مذکور اجتماع حدین مین ہوتی ہی اور لعان تو حد نہین
اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا واللعان فی معنی الحدّ اور لعان بمعنی حد ہی یعنی مشروعیت لعان کی واسطے از جار کے ہی مانند حدود کی ولذا لو قال لھا
لو قال لھا یا زانیۃ بنت الزانیۃ بدیٔ بالحد لینتفی اللعان اور اسیواسطے یعنی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کیواسطے فقہا نے کہا ہی کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ
یا زانیہ بنت الزانیہ تو اول حد کی ابتدا کیجاویگی تا لعان منتفی ہو جاوے یعنی زوج پر زوجہ کی مان کی قذف کی اول حد ماریجاویگی تو لعان ساقط ہو جاویگا
اسواسطے کہ محدود لائق لعان کے نہین رہتا بحر الرائق مین کہا کہ اگر زوجہ پہلے دعوی کریگی تو دونون مین قاضی لعان کراویگا پہر زوجہ کی مان اپنی قذف
کی حد کی طالب ہوگی تو مرد پر حد قذف ماری جاویگی طحطاوی نے کہا تو شاید مسئلہ مذکورہ شارح کا اوسصورت مین مفروض ہی جب زوجہ اور اوسکی مان معاً
طالب ہون ولو قالت فی جوابہ زنیت بک او معک ھدرا ای الحدّ واللعان للشک اور اگر زوج نے کہا یا زانیہ اور زوجہ نے اوسکو جواب مین
کہا کہ مین نے تجہسے کیا یا تیرے ساتہہ زنا کیا تو حد اور لعان دونو باطل ہو جاوینگے بسبب شک کے ھم تفصیل شک یون ہی کہ عورت کا قول اسکا محتمل ہے کہ اوسنے قبل نکاح
کے زنا کا ارادہ کیا تو حد واجب ہوگی نہ لعان اسواسطے کہ زوجہ نے زوج کے قول کی تصدیق کی اور زوج نے اوسکی تصدیق نہین کی اور محتمل ہے کہ زوجہ نے
اوس زنا کا ارادہ کیا جو زوج کے ساتہہ بعد نکاح کے ہوا یعنی نکاح کے جماع کو تعبیر زنا کیا بقرینہ تقابل تو بموجب اس احتمال کے لعان واجب ہی نہ حد
اسواسطے کہ قذف مرد کیطرف سے ہوا نہ عورت کیطرف سے تو بسبب احتمالین مذکورین کے شک پڑا حد یا لعان کے ثبوت مین لہذا دونون ساقط ہوگئے کذا فی المنح
قیّد بالخطاب لانھا لو اجابتہ بانت ازنی منی حدّت وحدہا خانیہ مصنف نے جواب کو بخطاب مذکور مقید کیا اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو یون
جواب دیگی کہ تو زانی تر ہے مجہہ سے تو فقط زوجہ ہی پر حد ماری جاویگی کذا فی الخانیہ ھم اسواسطے کہ صیغہ افعل کا ایسے مقام مین ترجیح فی العلم کیواسطے
مستعمل ہوتا ہی تو گویا زوجہ نے یون کہا کہ انت اعلم بالزنا منی اور علم بالزنا کی نسبت موجب حد نہین کذا فی الطحطاوی عن الکمال اور یہہ جو بعضے نسخے مین ہی کہ حدّ وحدّت
سو تحریف ہی ولو کان ذلک مع اجنبیۃ حدّت دونہ لتصدیقھا اور اگر وہ یعنی گفتگو مذکور اجنبی عورت سے ہو یعنی مرد نے اجنبی عورت سے کہا کہ یا زانیہ
اوسنے جواب دیا کہ مین نے تیرے ساتہہ زنا کیا تو عورت پر حد ہی نہ مرد پر بسبب تصدیق کرنے عورت کے یعنی عورت نے بہی مرد کو قذف کیا اور مرد کا حق تصدیق
کرنے سے ساقط ہوگیا اقر بولد ثم نفاہ یلاعن وان عکس حدّ للقذف والولد لہ فیہما لاقرارہ اقرار کیا زوج نے ولد کا پہر اوسکی نفی کی تو
لعان کریگا زوجہ سے اور اگر اسکو بالعکس کیا یعنی اول نفی کی پہر اقرار کیا تو مرد پر حد قذف ماری جاوے اور ولد دونون صورتون مین مرد کا ہی

اوسکو اقرار سے پہلی صورت مین اقرار سابق ہوا اور دوسری صورت مین اقرار لاحق ہے اور لعان بدون قطع نسب صحیح ہے کذا فی المنح ولو قال لیس بابنی
ولا بابنك فهو كذلك لانه انكر الولادة اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ یہہ لڑکا نہ میرا ہے نہ تیرا تو یہہ باطل ہے نہ اس قول سے حد متعلق ہے نہ لعان اسلیئے
کہ مرد ولادت کا منکر ہے اور انکار ولادت سے قاذف نہین ہوتا قال لامرأة یا زانی حُدَّ اتفاقا لان الهاء تحذف للترخيم کہا مرد نے اجنبی عورت
سے یا زانی تو اوسپر حد ہے باتفاق شیخین اور محمد کے اسواسطے کہ کلام عرب مین ہا ہوز محذوف ہوسکتی ہے بسبب ترخیم کے یعنی اصل مین یا زانیہ تھا سو ترخیم سے
آخر کا حرف محذوف ہوگیا ترخیم عبارت ہے حذف آخر کلمہ سے ولرجل یا زانیہ لا وقال محمد یحد لان الهاء تدخل للمبالغة كعلامة ولنا ان الاصل في الكلام
التذكير اور اگر مرد سے کہا یا زانیہ تو شیخین کے نزدیک حد نہین اور محمد نے کہا کہ اسکا قائل حد مارا جاویگا اسواسطے کہ ہا ہوز صیغہ مذکر مین مبالغہ کیواسطے
داخل ہوتی ہے جیسے علامہ مین ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ اصل کلام مین مذکر لانا ہے لفظ کا اور تانیث غیر اصل ہے ولا حد بقذف من لها ولد لا اب
له معروف في بلد القذف اور حد نہین اوس عورت کے قذف سے جسکے ولد کا باپ معلوم نہین اُس شہر مین جہان قذف واقع ہوا نہ ہر شہر مین کذا في البحر
او من لاعنت بولد لانه امارة الزنى یا حد نہین اوس عورت کی قذف سے جسنے لعان کیا باوجود ولد کے یعنی لعان باقی رہا اور قاضی نے ولد کا نسب زوج
سے قطع کر دیا اور ولد کو ماں کے ساتھ ملحق کر دیا اسواسطے حد نہین کہ وجود ولد بعد لعان علامت ہے زنا کی اور اگر بعد لعان کے قاضی قطع نسب نکریگا تو
اوسکی قاذف پر حد واجب ہوگی یا اگر لعان باطل ہوجاویگا زوج کے اقرار کذب سے تو بھی قاذف پر حد واجب ہوگی بسبب دور ہونے تہمت کے کذا في المنح او
بقذف رجل وطئ في غير ملكه بكل وجه كأمة ابنه او بوجه كأمة مشتركة او في ملكه المحرم ابدا كأمة هي اخته رضاعا في الاصح لفوات
العفة یا حد نہین اُس مرد کی قذف سے جسنے وطی کی اپنے غیر ملک مین ہر وجہ سے چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے وطی کی یا ایک وجہ سے غیر ملک مین وطی کی چنانچہ
مشترک لونڈی سے وطی کی یا اپنی اوس مملوکہ سے وطی کی جو ہمیشہ کو حرام تھی چنانچہ اپنی اُس لونڈی سے وطی کی جو مولیٰ کی رضاعی بہن تھی یہان حد نہین
قول اصح مین بسبب فوت ہونے عفت کے تم یہہ علت ہے مسائل ثلثہ مذکورہ کے عدم حد کی او بقذف من زنت في كفرها لسقوط الاحصان
یا حد نہین اوس عورت کی قذف سے جسنے اپنے کفر کی حالت مین زنا کیا بسبب ساقط ہونے احصان کے او بقذف مكاتب مات عن وفاء
لاختلاف الصحابة في حريته فاورث شبهة یا حد نہین اوس مکاتب کی قذف سے جو مرگیا بدل کتابت ادا کرکے حد نہین بسبب مختلف ہونے
صحابہ کرام کے اوسکی حریت اور عبدیت مین تو اس اختلاف نے شبہہ پیدا کیا سقوط حد مین ہم و فاء بدل کتابت کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بدون وفا
مرجاویگا تو اوسکی قاذف پر بطریق اولے حد نہوگی اسواسطے کہ وہ بلاشبہہ غلام مرا کذا في البحر وحد قاذف واطئ عرسه حائضا وامة مجوسية و
مكاتبة ومسلم نكح محرمه في كفره لثبوت ملكه وفي الاخير خلافهما اور حد مارا جاویگا قاذف اُس مرد کا جسنے اپنی زوجہ سے وطی کی حیض کی
حالت مین اور مجوسی لونڈی اور مکاتبہ سے وطی کی اور اوس مسلم کا قاذف حد مارا جاویگا جسنے اپنی حالت کفر مین اپنے محرم سے نکاح کیا
بسبب ثابت ہونے وطی کے اوس کی ملک مین یعنی پہلی اور پچھلی صورت مین ملک نکاح ثابت ہے اور باقی مین ملک یمین ہے اور پچھلی صورت مین
خلاف ہے صاحبین کا اسواسطے کہ نکاح کافر کا اپنے محرم سے امام کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہین وحد مستامن
قذف مسلما لانه التزم ايفاء حقوق العباد بخلاف حد الزنا والسرقة لانهما من حقوق الله تعالى المحضة كحد الخمر واما الذمي فيحد
في الكل الا الخمر غاية اور حد مارا جائیگا کافر مستامن جسنے مسلم کا قذف کیا اسواسطے کہ اُسنے بسبب امان مسلمین کے ایفاء حقوق العباد کا التزام کیا ہے بخلاف
حد زنا اور چوری کے کہ وہ مستامن پر نہین اسلیئے کہ زنا اور سرقہ کی حد حق تعالی کی حقوق خالصہ سے ہے مانند شراب کی حد کے اور ذمی کافر پر تو جمیع حدود ماری جاوینگی سوا شراب کی
حد کے كذا في غاية البيان لكن قد مناعن المنية تصحيح حده بالسكر فتنبه لیکن ہم باب الشرب مین مقدم ذکر کر چکے ہین منیۃ المفتی سے حد ذمی کی تصحیح مست ہونے سے بھی شاید نے رحم استدراک
کیا غایۃ البیان کے استنا پر وفي السراجية انهم يعتقدون حرمة الخمر كانوا كالمسلمين اور سراجیہ مین ہے کہ جب اہل ذمہ حرمت خمر کے معتقد ہون تو مسلمین کی مانند ہین وجوب حد مین

هم شارح نے سراجیہ کے قول سے غایۃ البیان اور منیۃ المفتی کے تعارض کو دفع کیا ہے یعنی غایۃ البیان کی روایت اس صورت پر محمول ہے جب اہل ذمہ معتقد حرمت نہ ہوں اور منیۃ المفتی کی روایت اعتقاد حرمت پر محمول ہے تو تنافی نہ رہا واللہ اعلم اور سراجیہ سے مراد سراج الدین کا فتاوی ہے کذا فی ہامش المنح وفیہا لو سرق الذمی او زنی فاسلم ان ثبت باقرارہ او بشہادۃ المسلمین حد وان ثبت بشہادۃ اہل الذمۃ لا اھ سراجیہ میں ہے کہ اگر ذمی نے چوری کی یا زنا کیا پھر مسلمان ہوا اگر سرقہ یا زنا اوسکے اقرار یا اہل اسلام کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد مارا جاویگا اور اگر اہل ذمہ کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد نہیں ہے اسواسطے کہ کفار کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں اقر القاذف بالقذف فان اقام اربعۃ علی زناہ ولو فی کفرہ لسقوط احصانہ کما مر او اقر بالزنا اربعا کما مر اقرار کیا قاذف نے قذف کا سو اگر چار گواہ قائم کئے مقذوف کی زنا پر اگرچہ اقامت بینہ قاذف کی حالت کفر میں ہو بسبب ساقط ہونے احصان قاذف کے یعنی مقذوف کا احصان شرط ہے حد قذف میں نہ قاذف کا چنانچہ مذکور ہو چکا یا زانی نے خود زنا کا اقرار چار بار چار مجلس میں کیا چنانچہ اسکا بیان گذرا عبارۃ الدرر او اقرارہ بالزنا فیکون معناہ او اقام بینۃ علی اقرارہ بالزنا وقد صرح فی البحر ان البینۃ علی ذلک لا تعتبر اصلا ولا یعول علیہا لانہ ان کان مقرا لا تسمع مع الاقرار الا فی سبع مذکورۃ فی الاشباہ لیست ہذہ منہا فلذا غیر المصنف العبارۃ فتنبہ عبارت درر کی یوں ہے یا اوسکے اقرار بالزنا پر تو مطلب اسکا یہ ہوا یا قاذف نے گواہ قائم کئے زانی کے زنا کے اقرار پر اور حالانکہ بحر الرائق میں تحریر کی ہے کہ اسپر گواہ اصلا معتبر نہیں اور اسپر اعتماد نہیں اسواسطے کہ اگر زانی منکر زنا ہے تو رجوع اسکا ثابت ہوا تو گواہی لغو ہو گئی اور اگر مقر ہے تو گواہی لائق سماعت نہیں باوجود اقرار کے مگر سات جگہہ البتہ گواہی باوجود اقرار معتبر ہے جسکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے اون سات مقاموں سے یہ مسئلہ نہیں لہذا ماتن نے درر کی عبارت کو بدل ڈالا اسمیں خبردار ہو جا یعنی یوں کہا کہ اگر قاذف نے زنا پر گواہ قائم کئے یا زانی نے خود زنا کا اقرار کیا تو مقذوف پر حد ہے هم اشباہ والنظائر میں مذکور ہے کہ مقر پر گواہ مسموع نہیں مگر سات جگہہ ۱ میت کے قرض پر وارث نے اقرار کیا تو گواہ مسموع ہونگے تا اور وارثوں پر حکم متعدی ہو ۲ مدعا علیہ کے اقرار وصیت پر وصی کے گواہ مسموع ہیں ۳ مدعا علیہ کے اقرار وکالت پر وکیل کے گواہ اثبات وکالت پر مسموع ہیں ۴ دفع ضرر کیواسطے هم استحقاق کی گواہی باوجود اقرار مستحق کی مسموع ہے تا بائع سے رجوع کرنا آسان ہو ۵ اگر باپ سے خصومت کیجاوے صغیر کے مال کی بابت تو باوجود باپ کے اقرار کے گواہی مقبول ہے ۶ اگر وارث نے موصی لہ کیلئے اقرار کیا تو بھی شہادت مسموع ہے ۷ ایک جانور کرایہ دیا زید کو پھر اسکو کرایہ دیا خالد کو سو زید نے گواہ گذرانے اپنے کرایہ پر تو اگر خالد حاضر ہوگا اور مقر بھی ہوگا زید کی کرایہ کا پر تو بھی شہادت زید کی مسموع ہوگی اور اگر غائب ہوگا تو مسموع نہو گی کذا فی الطحطاوی وحد المقذوف یعنی اذا لم تکن الشہادۃ علی متقادم کما لا یخفی حد مارا جاویگا مقذوف جب کہ گواہی حد متقادم پر نہو گی چنانچہ پوشیدہ نہیں هم حد المقذوف جزاء ہے ان اقام کی یعنے اگر قاذف چار گواہ لاویگا مقذوف کے زنا پر یا مقذوف خود اقرار کریگا تو مقذوف پر حد ماریجاویگی وان عجز عن البینۃ للحال واستاجل لاحضار شہودہ فی المصر اجل الی قیام المجلس فان عجز حد اور اگر قاذف عاجز ہو گواہوں کی لانیسے اس وقت اور حاکم سے مدت مانگے تا کہ اونکو حاضر کرے جو اوسی شہر میں موجود ہیں تو اسکو مہلت دیجاویگی قیام مجلس تک پھر اگر نہ لاسکے تو اوسپر قذف ماریجاوے ولا یکفل لیذہب لطلبہم بل یحبس ویقال ابعث الیہم من یحضرہم اور ضامن نہ لیجاوے قاذف سے تاکہ وہ گواہوں کی تلاش کو جاوے بلکہ وہ محبوس یعنے نظر بند رہے اور اوس سے کہا جاوے کہ گواہوں کے طرف اوس شخص کو بھیج جو اونکو حاضر کرے ولو اقام اربعۃ فساقا انہ زنی درئ الحد عن القاذف والمقذوف والشہود ملتقط اور اگر قاذف نے چار گواہوں فاسق سے اپنے قول کی گواہی لائے تو قاذف اور مقذوف اور گواہوں سے حد مندفع ہو جاویگی کذا فی الملتقط هم قاذف اور شہود پر سو اسواسطے حد نہیں ہے کہ نصاب شہادت پوری ہے اگرچہ گواہ عادل نہیں اور مقذوف پر اسواسطے حد نہیں کہ وجوب حد شہود عادل پر موقوف ہے ویکتفی بحد واحد لجنایات اتحد جنسہا بخلاف ما اختلف جنسہا کما بیناہ وعم اطلاقہ ما اذا اتحد المقذوف او تعدد بکلمۃ او کلمات فی یوم او ایام طلب کلہم او بعضہم وما اذا حد للقذف الا سوطا ثم قذف آخر فی المجلس فانہ یتم الاول ولا شیء للثانی للتداخل ایک حد کافی ہے اون جنایات کیواسطے جنکی جنس متحد ہے بخلاف اون جنایات کے جنکی جنس مختلف ہے چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں اسی باب میں حکم جنایات مختلفہ کا اور شامل ہے اطلاق مصنف کا جب کہ مقذوف متحد ہو یا متعدد و قذف اونکا ایک لفظ سے ہو یا چند الفاظ سے ایکدن میں یا متفرق کیا

ہین طلب حد میں متعدد ہین نے کی ہو یا بعض نے اور شامل ہے اطلاق مبسوط کو جب کہ قاذف کو حد قذف ماری گئی ہو سوا ایک کوڑی کے پھر اوس نے دوسرے زنا
سی مجلس میں دوبارہ قذف کیا تو حد اول پوری کیجاویگی یعنی فقط ایک باقی کوڑا مارا جاویگا اور قذف ثانی کے واسطے کچھ نہیں بسبب تداخل کے ہم اکتفا کرتے حد واحد
ہوتا ہو جب کہ بعد تکرار جنایت کے حد واقع ہوئی اور اگر جنایات اوسنے کی تھی بعد دوسری بار جنایت کریگا تو دوسری بار حد ماری جاویگی خواہ قذف ہو خواہ شرب کذا فی
الفتح وَاَمَّا اِذَا قَذَفَ فعتق فقذف آخر فعلیہ حد العبد فان اخذہ الثانی کمل لہ ثمانون لوقوع الاربعین لھما فیہ اور جب کہ غلام قذف کریگا
پھر آزاد ہو جاویگا پھر دوسرے شخص کو قذف کریگا تو اوسپر غلام کی حد ماریجاویگی یعنی چالیس کوڑی پھر اگر مقذوف ثانی اوسکو گرفتار کریگا یعنی طالب حد ہوگا تو اول
حد کو ملا کر اسی کوڑی پوری کر دیے جاوینگے بسبب واقع ہونے پہلے چالیس کوڑوں کے دونوں حد کے واسطے کذا فی الفتح یعنی پہلے چالیس کوڑی دونوں قذفوں میں
شمار ہو گئی بسبب اتحاد جنس کے تو اسی میں چالیس باقی رہے سو وہی چالیس باقی مقذوف ثانی کے طلب کے بعد مارے جاوینگے وفی شرح الزیلعی قذفہ فحد ثم قذفہ
لم یحد ثانیا لان المقصود وھو اظہار کذبہ ودفع العار حصل بالاول انتہی اور شرح زیلعی کے باب ہذا میں ہے کہ قذف کیا زید کو مثلاً سو اوسپر حد ماری
گئی پھر بعد حد کے دوبارہ اوسکو قذف کیا تو دوسری بار اسکو حد نماری جاویگی اسواسطے کہ حد قذف کا مقصود اظہار کذب قاذف اور دفع عار مقذوف سو حاصل
ہو چکا پہلی حد سے تو حد ثانی کی حاجت نہیں رہی انتہی کلام ہم زیلعی کے مخالف فتح القدیر کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور ضعف توجیہ زیلعی کا مخفی نہیں اسواسطے کہ اول
حد سے زمان ماضی کا کذب ظاہر ہوا نہ زمان مستقبل کا وعلی ہذا القیاس دفع عار لیکن ظہیریہ میں بھی مطلقاً نفی حد ثانی مثل زیلعی کے ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومفادہ
انہ لو قال لہ یا ابن الزانیۃ وامہ میتۃ فخاصمہ حد ثانیا کما لا یخفی اور زیلعی کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قاذف نے مقذوف کو کہا یا ابن الزانیۃ
یعنی اول مقذوف کو زانی کہا پھر اسکی ماں کو اور حالانکہ اسکی ماں میت ہے پھر مقذوف نے قاذف سے خصومت کی تو اوسکو دوبارہ حد ماریجاویگی چنانچہ وجہ اسکی پوشیدہ
نہیں یعنی مقذوف نے اول اپنی قذف کی حد کی طلب کی سو قاذف مارا گیا پھر اوس نے اپنی ماں کی قذف کا دعوی کیا تو دوبارہ اوسکو حد ماریجاویگی اسواسطے کہ حد اول سے
مقذوف سے عار دفع ہوئی اور حد ثانی سے اوسکی ماں کی طرف سے لیکن اگر قاذف نے دو مردوں کو ایک لفظ سے قذف کیا یا دونوں کی قذف کے بعد مطالبہ ہوا تو ایک ہی حد
کافی ہوگی بسبب تداخل کے وافاد تقییدہ بالحد ان التعزیر یتعدد بتعدد الفاظہ لانہ حق العبد اور مصنف نے حد کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ تعزیر
متعدد ہوتی ہے اپنے الفاظ کے متعدد ہونے سے اسواسطے کہ تعزیر حق العبد ہے کذا فی الطحطاوی کہا شارح نے تعدد تعزیر کو بطور جزم ذکر کیا لیکن مصنف نے کہا ہے کہ میں نے اسکو
صریح نہیں دیکھا مگر فقہا کے کلام سے یوں سمجھا جاتا ہے **فرع** مسئلہ متعلقہ شارح کا لو عاین القاضی رجلا زنی وشرب لم یحدہ استحسانا وعن محمد یحدہ
قیاسا علی حد القذف والقود قلنا الاستیفاء للقاضی وھو مندوب للدرء بالخبر فتلحقہ التہمۃ حواشی السعدیۃ دیکھا قاضی نے
کسی کو زنا کرتے یا شراب پیتے تو اوسپر حد نمارے بنابر استحسان کے اور محمد سے مروی ہے کہ حد مارے حد قذف اور قصاص کے قیاس پر ہم جواب دیتے ہیں امام کی
طرف سے وجہ استحسان بیان کرکے کہ استیفا ہی حد شرب کا حق قاضی کیواسطے ہے اور حالانکہ قاضی کو دفع حد مستحب ہے بموجب حدیث کے کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم تو
اسکو تہمت لاحق ہوئی کذا فی حواشی السعدیۃ یعنی جب قاضی نے حد کو ٹالا تو وہ متہم بعداوت وکینہ محدود ہوا بخلاف حد قذف کے کہ اسکا حق استیفا مقذوف کو ہے
نہ قاضی کو اور قصاص میں حق استیفا ولی مقتول کیواسطے ہے نہ قاضی کے واسطے تو قیاس مع الفارق ہوا واللہ اعلم **باب التعزیر** یہ باب ہے
تعزیر کے احکام میں ہے چونکہ تعزیر حدود کی نصوص قطعیہ سے ثابت نہیں لہذا مصنف نے اونکو مقدم ذکر کیا اور تعزیر کمتر ہے حدود سے مقدار اور دلیل میں تو اوسکو
حدود کے بعد لایا اور تعزیر مشروع ہے کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے قال اللہ تعالی (واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا) اس آیت
میں حق تعالی نے زوجات کی مار پیٹ کو فرمایا واسطے تادیب اور تہدید کے اور کافی میں حدیث مرفوع منقول ہے کہ سامنے عصا کو اپنی اہل سے نہ اوٹھا اور مروی ہے کہ کسی نے
دوسرے کو مخنث کہا تھا تو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اوسکو تعزیر دی اور محیط میں حدیث مرفوع مروی ہے کہ خدا رحم کرے اوس مرد پر جس نے اپنا عصا و تازیانہ لٹکا
رکھا کہ اہل وعیال کو نظر آوے اور قوی تر ان احادیث سے بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ سوائے حدود کی دس کوڑوں سے زیادہ نمارے جاوین اور بروایت صحیح ثابت
ہے تعزیر لڑکوں کی مار سے جب وہ دس برس کے ہو کر ترک صلوۃ کریں اور صحابہ کرام کا اجماع ہے مشروعیت تعزیر پر اور قیاس یہ ہے کہ افعال سیئہ سے زجر کرنا واجب ہے تاکہ

باب التعزیر

بدفعل کی عادت نہ پڑ جاوے کہ بد ہے بیحد اقبح اور فحش معاملہ کی نوبت پہنچی کذا فی فتح القدیر ھو لغۃ التادیب مطلقاً ۔ یعنی تعزیر لغت میں عبارت ہے تادیب سے
مطلقاً خواہ ضرب سے ہو خواہ غیر ضرب سے ہو اور ضرب حد سے کمتر ہو یا زیادہ اور اصل تعزیر کی عزر ہے جسکے معنی رد اور ردع کے ہیں کذا فی المنح وقول القاموس انہ یطلق
علی ضرب ما دون الحد غلط ظاہر اور قاموس کا یہ قول کہ اطلاق تعزیر کا ضرب کمتر از حد پر ہے غلط ہے کذا فی النہر مع نہر الفائق میں یہ تغلیط ابن حجر مکی کیطرف
منسوب ہے اور یہ اسکی منشأ کہا کہ یہ وضع شرعی ہے جو صاحب قاموس نے مذکور کی تو اہل لغت کیطرف جو جاہل ہے اصطلاح شرع سے کیونکر منسوب ہوگی اور ہمارے شیخ نے جواب
دیا کہ صاحب قاموس نے فقط اوضاع لغویہ کا التزام نہیں کیا بلکہ اسکی عادت ہے کہ وہ منقولات شرعیہ اور اصطلاحیہ کو اور اسیطرح الفاظ فارسیہ کو بھی بکثیر فوائد کیلئے ذکر
کرتا ہے اور کہیں اسکا اشارہ دیباچہ قاموس میں موجود ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی سعود وشرعاً تادیب دون الحد اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطاً واقلہ
ثلثۃ لو بالضرب ۔ اور اصطلاح شرع میں تعزیر عبارت ہے تادیب کمتر از حد سے اکثر مقدار تعزیر کی انتالیس کوڑے ہیں اور کمتر تین کوڑے اگر بواسطے ضرب کے تعزیر ہو
یعنی ضرب والی تعزیر کا یہ بیان ہے نہ مطلق تعزیر کا ۔ یہ قول ہے قدوری کا اور صحیح یہ ہے کہ اقل تعزیر کی کچھ حد نہیں امام کی رای پر مفوض ہے یہانتک کہ اگر وہ
جانے کہ ایک کوڑا مارنا سبب انزجار حاصل ہوگا تو اتنا ہی کافی ہے کذا فی المنح والحلبی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اکثر تعزیر انتالیس کوڑے ہیں اور ابو یوسف کے
نزدیک پچھتر کوڑے ہیں امام نے عبد کی حد سے یعنی چالیس سے ایک کوڑا کم کر دیا اور ابو یوسف نے حر کی حد سے یعنی اسّی سے پانچ کوڑے کم کر دیئے اور اصل اسمیں وہ حدیث ہے
جسکو بیہقی اور محمد بن حسن نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے من بلغ حدا فی غیر حد فہو من المعتدین یعنی جو حد تک پہونچے غیر حد میں وہ ظالموں میں سے ہے اگرچہ عند التحقیق یہ
حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام کے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور عمل کے لائق ہے اور جب ثابت ہوا کہ تعزیر حد سے کمتر چاہیئے تو امام اور محمد نے نظر صاحب
عبد کی حد سے جو اقل حدود ہے تعزیر کو کم قرار دیا ہے اسواسطے کہ لفظ حد کا حدیث مذکور میں نکرہ ہے اور ابو یوسف نے حد احرار سے کم کیا ہے اسواسطے کہ حریت اصل ہے اور یہ جو
صحیح مسلم میں حدیث مرفوع ہے کہ نہ مارے کوئی دس کوڑے سے زیادہ اور نا چاہیئے تو اسکا جواب علماء حنفیہ نے یوں دیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے صحابہ کرام کے عمل کرنے کی دلالت
سے بالاتفاق یعنی اگر یہ حدیث منسوخ نہوتی تو صحابہ کرام اسکی مخالفت نکرتے اسواسطے کہ وہ اعلم الناس تھے احکام شرعیہ میں کذا فی فتح القدیر وجعلہ فی الدرر علی اربع
مراتب ۔ اور درر غرر میں تعزیر کو چار مراتب پر ٹھیرایا ہے ہر مراتب مذکورہ یوں ہیں تعزیر اشرف الاشراف کی یعنی علماء دین اور سادات علویہ کی اعلام ہے اسطرح کہ قاضی
اون سے کہے کہ ہمکو خبر معلوم ہوئی ہے کہ تم ایسا ایسا کرتے ہو سو ایسا نکرنا اور تعزیر اشراف کی یعنی امراء اور دہاقین کی اعلام اور دار القضا تک کھینچ لانیسے ہے
دہقان سے مراد رئیس دیار یعنی مالک گانون کا ہے اسواسطے کہ دہقان معرب ہے دہگان کا یعنی صاحب دیہ اور تعزیر اوساط الناس یعنے اہل بازار کی کھینچ لانے اور قید کرنے سے ہے
اور تعزیر خسیس یعنے کمینون کی کھینچ لانے اور قید کرنے اور مارنے سے ہے کذا فی الفتح والمنح والطحطاوی وکلہ مبنی علی عدم تفویضہ للحاکم مع انھا لیست علی
اطلاقہا فان من کان من اشراف الاشراف لو ضرب غیرہ فادماہ لا یکفی تعزیرہ بالاعلام وارٰی انہ بالضرب صواب نہر ۔ اور یہ سب یعنی
یہ جو مصنف اور صاحب درر نے مذکور کیا مبنی ہے عدم تفویض تعزیر پر واسطے حاکم کے باوجودیکہ کہ مراتب اربعہ مذکورہ اپنی اطلاق پر نہیں ہیں اسواسطے کہ جو شخص کہ
اشراف الاشراف سے ہو اگر غیر شخص کو مارے کہ اوسکے خون نکلے تو اوسکی تعزیر فقط اعلام اور اطلاع سے کافی نہیں اور مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت میں اسکی تعزیر ضرب سے صواب
ہے کذا فی النہر ہمارے شیخ نے کہا کہ صاحب نہر نے تعزیر اشراف الاشراف میں افراط کی بلکہ صورت مذکورہ میں اعلام اور چشم نمائی تعزیر ہے اسواسطے کہ اشراف الاشراف
کی تعزیر کا مسئلہ مطلق نہیں بلکہ مقید ہے چنانچہ نہایہ میں مذکور ہے کہ اعلام کے ساتھ تیز نظر سے دیکھنا ترش رو ہوکر لازم ہے یعنی بمقدار سبب تعزیر کذا فی
الطحطاوی ولا یفرق الضرب فیہ وقیل یفرق ووفق ان بلغ اقصاہ یفرق والا لا شرح وھبانیہ ۔ اور تعزیر میں ضرب متفرق نکیجاوے اور وہ منہ قول ہے
کہ متفرق کیجاوے بدن پر اور دونوں قولوں میں توفیق یوں کیگئی ہے کہ اگر تعزیر اپنی نہایت مرتبہ کو پہونچ جاوے یعنی انتالیس کوڑے کو تو بدن پر علحدہ علحدہ مارنا چاہیئے
تا موت ہلاکی کا نہ ہو اور اگر تعزیر اس سے کمتر ہو تو متفرق نکیجاوے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم فتاوی قاضیخان میں ہے کہ متفرق مارنا چاہیئے اعضا کو سوای مونہہ اور سر اور
شرمگاہ کے اور ابو یوسف نے کہا کہ پیٹ اور سینہ کو بھی بچانا چاہیئے کذا فی المنح ویکون بہ وبالحبس وبالصفع علی العنق وفرک الاذن وبالکلام العنیف وبنظر
القاضی لہ بوجہ عبوس وبشتم غیر القذف مجتبٰی ۔ اور تعزیر ہوتی ہے ضرب سے اور قید کرنے سے اور گردن پر دھپ مارنے سے یعنی پشت کیجانب سر اور کان گدی

واقرہ المصنف ومثلہ فی دعوی الخانیۃ لکن فی الفتح ما یجب حقًا للعبد لا یقیمہ الا الامام لتوقفہ علی الدعوی الا ان یحکما فیہ فلیحفظ
جس شخص پر تعزیر ہو اوس نے کہا ایک مرد سے کہ مجھ پر تعزیر قائم کر سو اوس نے تعزیر قائم کی پھر اسکی نالش حاکم کے پاس ہوئی تو حاکم اوس سے احتساب کریگا کذا فی القنیہ
اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اور ایسے ہی مانند خانیہ کی کتاب الدعوی میں ہے لیکن فتح القدیر میں ہو کہ جو تعزیر کہ بواسطے حق العبد کے واجب ہے اوسکو قائم نکرے سوای
امام کے بسبب توقف اوس تعزیر کے دعوی پر اور دعوی نہیں مگر حاکم کے پاس الا یہ کہ مدعی اور مدعا علیہ آپس میں کسیکو حکم اور پنچ مقرر کرین تو حکم بجای قاضی ہوگا
تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ تفصیل فتح القدیر یہ ہے کہ حق العبد کی تعزیر سوای حاکم کے جائز نہیں اور حق اللہ کی تعزیر میں ہر مسلم مامور ہی شارع
کے جانب سے ضرب غیرہ بغیر حق وضرب المضروب ایضا تعزرا کما لو تشاتما بین یدی القاضی ولم یتکافأ لما مر اگر غیر شخصکو ناحق اور مضروب نے ضربہ
بھی ضارب کو مارا تو دونون تعزیر دیئے جاوینگے چنانچہ اگر دو شخص باہم گالی دینگے قاضی کے روبرو تو تعزیر دیئے جاوینگے اور گالی دینی سے باہم برابر نہونگے
بسبب بے ادبی کرنیکے مجلس شرع میں چنانچہ مذکور ہو چکا م مضاربت سے اسواسطے تعزیر ہی کہ ضرب میں اکثر تفاوت ہوتا ہو تو مکافات حاصل نہیں ہوتی ف
یبدأ باقامۃ التعزیر بالبادی لانہ اظلم قنیہ اور اقامت تعزیر کی شروع کیجائے اوس سے جس نے ابتدا کی ضرب یا شتم کی اسواسطے کہ وہی ظالم ہی کذا فی القنیہ
وفی مجمع الفتاوی جاز المجازاۃ بہ فی غیر موجب حد للاذن بہ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل والعفو افضل
فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ اور مجمع الفتاوی میں ہو کہ بدلا لینا اور عوض میں کہنا جائز ہو اوس فعل میں جو حد کا موجب نہیں بسبب اسکی اجازت کے حق تعالی نے
فرمایا کہ جو انتقام لے بعد مظلوم ہونے اپنے کے تو اون لوگون پر راہ نہیں یعنے مواخذہ نہیں اور معاف کر دینا افضل ہے انتقام سے حق تعالی نے فرمایا کہ جو معاف
کر دے اور صلاح کرے تو اوسکا ثواب حق تعالی پر ہے م ظلم کا بدلا لینا جائز ہے سوای ضرب کے اسواسطے کہ ابھی مذکور ہو چکا کہ اگر مضروب ضارب کو مارینگا تو دونون پر تعزیر لازم
تو مظلوم بالضرب حاکم سے نالش کرے یا معاف کر دے ف ومن حبسہ ولو فی بیتہ بمنعہ من الخروج منہ فہو مع ضربہ اذا احتیج لزیادۃ تادیب اور دو
ہی قید کرنا مجرم کا اگرچہ حبس اوسکے گھر ہی میں ہو تو باہر نکلنے سے وہ بازرہے کذا فی النہر ساتھہ اوسکی ضرب کے یعنی حبس ساتھہ ضرب کے اوس وقت ہو جب زیادہ تادیب کی
حاجت ہو زیادہ قصور کے سبب ۔ وضربہ اشد لانہ خفف عددا فلا یخفف وصفا ثم حد الزنا لثبوتہ بالکتاب ثم حد الشرب لثبوتہ باجماع
الصحابۃ ولا قیاس لانہ لا یجری فی الحدود ثم القذف لضعف سببہ باحتمال صدق القاذف اور ضرب تعزیر کی سخت تر ہو حد زنا کی ضرب سے
اسواسطے کہ تعزیر کے شمار میں تخفیف ہوئی تو وصف میں تخفیف نہوگی تا اصل مقصود فوت نہو پھر حد زنا کی ضرب سخت تر ہی حد شرب سے بسبب ثبوت زنا کی حد کے قرآن مجید سے
پھر حد شرب کی ضرب سخت تر ہی قذف کی ضرب سے بسبب اسکے ثابت ہونیکے اجماع صحابہ سے نہ قیاس مجتہد سے اسواسطے کہ قیاس جاری نہیں حدود میں پھر اسکے بعد حد قذف
کی ضرب ہے بسبب ضعیف ہونے اوسکے سبب کے قاذف کے احتمال صدق سے م پھرچند حد قذف قرآن مجید سے ثابت ہو لیکن بسبب ضعیف سبب کے حد شرب سے کمتر ہوا اسواسطے کہ حد
شرب کا سبب متیقن ہے گو ثبوت اسکا ضعیف ہے حد قذف کے ثبوت سے ۔ وعزر کل مرتکب منکرا او موذی مسلم بغیر حق بقول او فعل الا اذا کان الکذب ظاہرا
کیا کلب یا حمار اور تعزیر دیا جاوے ہر مرتکب خلاف شرع کا یا مسلمان کا ناحق تکلیف دینے والا قول سے یا فعل سے مگر جب کہ تکلیف قولی میں کذب قائل کا ظاہر ہو مانند یا کلب
کہنے کے تو اوسپر تعزیر نہیں کذا فی البحر اور ایسے ہی مانند یا خنزیر کہنا ہی ولو بغمز العین او اشارۃ الید لانہ غیبۃ لما یجیٔ فی الحظر فمرتکبہ مرتکب
محرم وکل مرتکب معصیۃ لا حد فیہا ففیہا التعزیر اشباہ اگرچہ ایذای فعلی آنکھہ مارنیسے ہو یا ہاتھہ کے اشارہ کرنیسے ہو اسواسطے کہ یہ بھی غیبت ہے
چنانچہ اسکا بیان کتاب الحظر والاباحۃ میں آویگا تو مرتکب اس فعل کا مرتکب حرام ہے اور جو مرتکب ایسی معصیت کا ہو جسمین حد نہیں تو اسمین تعزیر ہی کذا فی الاشباہ والنظائر
م شرح الشرعۃ میں صحیح ہو کہ غیبت فقط زبان کی صراحت پر منحصر نہیں بلکہ اسمین تعریض بھی مثل صریح کے ہے اور اسیطرح فعل مانند قول کے ہو اور اسیطرح اشارہ اور آنکھہ
مارنا اور رمز اور کنایہ اور حرکت جس سے مقصود معلوم ہو سب اقسام غیبت میں داخل ہے اور اسیطرح کسیکی چال کی نقل کرنا غیبت ہو بلکہ تفہیم مخاطبین میں بانی غیبت سے
بھی زیادہ تر ہے کذا فی النہر لمخاطبہ یا کتابی ولکلا وتذفہ وبقذف مملوک ولو ام ولد وکذا بقذف کافر وکل من لیس بمحصن بزنا ویبلغ غایتہ
کما لو اصاب من اجنبیۃ محرما غیر جماع او اخذ السارق بعد جمعہ المتاع قبل اخراجہ وفیما عداہا لا یبلغ غایتہ تعزیر دیا جاوے اپنے

ولدکی گالی دینے والا اور اسکے قذف کرنیسے اور مملوک کے قذف سے اگرچہ مملوک قاذف کی ام ولد ہو اور اسیطرح کافر کی قذف سے اور ہر غیر محصن کے قذف بالزنا سے اور ان صور
مذکورہ مین تعزیر کی منتہا کو پہونچانا چاہیے یعنے اونتالیس کوڑے لگائے چنانچہ اگر ایک شخص نے عورت اجنبی سے سوای جماع کے کوئی فعل حرام کیا مثلاً بوسہ لیا یا مساس
کیا اور گرفتار ہوا بعد سہا بجمع کرنے قبل اوسکے نکالنے کے تو اوسپر بھی غایت تعزیر ہے اور سوای امور مذکورہ کے غایت تعزیر کو پہونچانا نچاہیے م غیر محصن کی
قذف مین جو حد ساقط ہوئی تو شدید تعزیر لازم ہوئی اسواسطے کہ موجب حد کی ترکیب ثابت ہوچکی وبقذفِ ای بشتمِ مسلمٍ ما بیا فاسقُ الّا ان یکون
معلومَ الفسقِ ککَّاسٍ مثلاً او علِمَ القاضی بفسقِہ لانَّ الشَّینَ قد الحقہ بنفسِہ قبل قولِ القائلِ فقہ اور تعزیر دیجاوے ہر مسلمان کی گالی یعنے
یعنی فاسق کہنے سے مگر یہہ کہ وہ شخص معلوم الفسق ہو یعنی اوسکا فاسق ہونا سبکو معلوم اور ظاہر معلوم ہو چنانچہ مکاس مثلاً یا قاضی اوسکے فسق کو جانتا ہو تو تعزیر نہین
قائل پر اسواسطے کہ فاسق مذکور نے اپنی جان پر آپ عیب لگایا قائل کے کہنے سے پہلے کذا فی فتح القدیر م مصنف نے شتم کو قذف کہا مجازاً اسکاس ماخوذ مکس سے ظالم کو
کہتے ہین یعنی جو عشر اور زکوۃ ناحق زبردستی لے جو عشری ہے الکس کی تفسیر عشار کی ہے اور زاہد اسکے قاموس مین ہے فانْ ارادَ القاذفُ اثباتَہ بالبیّنۃِ مجرّدًا
بلا بیانِ سببِہ لا تُسمَع ولو قال یا زانی واراد اثباتَہ تُسمَع لثبوتِ الحدّ بخلافِ الاوّلِ حتی لو بیّنوا فسقَہ بما فیہ حقُّ اللہِ او للعبدِ قُبِلَت وکذا
فی جرحِ الشاھدِ پھر اگر گالی دینے والا اوسکے مجرد فسق کے اثبات کا ارادہ کرے بلا بیان اوسکے سبب کے تو شہادت مسموع نہوگی اور اگر کہیگا یا زانی اور اوسکے
اثبات کا ارادہ کرے گا تو اوسکی سماعت ہوگی بسبب ثابت ہونے حد زنا کے بخلاف اول کے یعنے مجرد فسق بلا بیان سے یہانتک کہ اگر شاہد اوسکا فسق اوس فعل سے بیان
کرین جسمین حق اللہ یا حق العبد ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی حکم ہے شاہد کی طعن مین کہ طعن مجرد مسموع نہین اور بیان سبب کے ساتھ مسموع م فسق مجرد سے
یہ مراد ہے کہ جسمین سبب فسق کا بیان نہو یعنی ترک صلوۃ یا زنا یا سرقہ بلکہ نسبت فسق علے الاطلاق ہو وعلی ہذا القیاس طعن مجرد وینبغی ان یسألَ القاضی عن سببِ
فسقِہ فانْ بیّنَ سببًا شرعیًا کتقبیلِ اجنبیّۃٍ وعناقِہا وخلوتِہ بہا طلبَ بیّنتَہ لیعزّرَہ ولو قال ہو تارکٌ واجبٍ سألَ القاضی المشتومَ عمّا
یجبُ علیہ تعلّمُہ من الفرائضِ فانْ لم یعرِفْہا ثبتَ فسقُہ لما فی المجتبی مَن ترکَ الاشتغالَ بالفقہِ لا تُقبل شہادتُہ والمرادُ ما یجبُ علیہ
تعلّمُہ منہ فقہ اور لائق ہے کہ قاضی گالی دینے والے سے اوسکے فاسق ہونیکا سبب پوچھے پھر اگر وہ سبب شرعی بیان کرے چنانچہ اجنبی عورت کا بوسہ لینا یا اوسکو
گلے سے لگانا یا اوس سے خلوت کرنا تو اوسکے گواہ طلب کرے تا فاسق کو تعزیر دے اور اگر اوس نے سبب فسق کا مفصل نہ بیان کیا بلکہ یون کہا کہ فسق اوسکا ترک کرنے
واجب کے ہے تو قاضی مشتوم سے یعنی جسکو گالی دی واجبات کا سوال کرے یعنے فرائض اسلام سے جس کا سیکھنا اوسپر واجب ہے پوچھے سو اگر مشتوم اوسکو نجانے تو اوسکا
فسق ثابت ہوگیا اسواسطے کہ مجتبی مین ہے کہ جو شخص اشتغال فقہ کا ترک کرے تو اوسکی گواہی مقبول نہین اور مراد اشتغال فقہ سے وہ قدر ہے جس کا سیکھنا اوسپر واجب ہے کذا فی
النہر یعنی جمیع جزئیات فقہ کا دریافت کرنا واجب نہین جسکے ترک سے فاسق مردود الشہادۃ ہو جاوے بلکہ تعلم واجبات مراد ہے وعُزِّرَ الشاتمُ بیا کافرُ وھل یکفُر
ان اعتقدَ المسلمَ کافرًا نعم والّا لا بہ یُفتی شرح وہبانیہ اور گالی دینے والا یا کافر کہنے سے تعزیر دیا جاویگا اور یا کافر کہنے سے کافر ہوگا یا نہین جواب
یہ کہا ہے کہ اگر مسلم کو کافر اعتقاد کریگا تو ہان کافر ہوجاویگا اور نہین تو نہین اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ م جب مسلم کو بنا بر عقائد اسلام کے کافر اعتقاد کیا
تو دین اسلام کو اوس نے کفر جانا اور جو اسلام کو کفر جانے وہ کافر ہے اور اگر یا کافر کہنے سے فقط سب اور دشنام کا قصد کیا بلا اعتقاد کفر مسلم تو یہہ کفر نہین بلکہ
فسق ہے کذا فی المنح وغیرہ اور ابن ملک نے شرح مشارق مین کہا کہ یہہ جو حدیث ہے اذا کفّر الرجلُ اخاہ فقد باء بہا احدہما تو یہہ قول پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی
ولو اجابہ بلبّیک کفرَ خلاصہ اور اگر اوسکو بلفظ لبیک جواب دیگا تو کافر ہوجاویگا کذا فی خلاصۃ یعنی یا کافر کے جواب مین لبیک یا حاضر یا جی کہا تو مجیب
کافر ہوگا اگر راضی بکفر ہوگا اور اگر قائل کے خوف ضرر سے کہا یا کافر کو کافر بالطاغوت تاویل کرکے کہا تو کافر نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی التتارخانیۃ قیل
لا یُعزَّرُ ما لم یقل یا کافرُ باللہ لانہ کافرٌ بالطاغوتِ فیکون محتملًا اور فتاوی تاتارخانیہ مین ہے قول ضعیف یہ ہے کہ فقط یا کافر کہنے سے تعزیر قائل کی نہیں
جبتک یون نکہے یا کافر باللہ ہے اسواسطے کہ ہر مسلم کافر بالطاغوت ہے یعنی بت کا منکر ہے تو کافر کا لفظ محتمل ہوا اور محتمل مین تعزیر نہین م یہہ قول اسواسطے ضعیف ہے
کہ یہہ دلیل حالت غضب اور دشنام کے مخالف ہے لہذا ہدایہ وغیرہ مین اطلاق وارد ہے یا خبیثُ یا سارقُ یا فاجرُ یا مخنّثُ یا خائنُ یا سفیہُ یا بلیدُ یا احمقُ

یا مباحی یا عوانی اور تعزیر دیجاویگی یا خبیث یا سارق یا فاجر مخنث یا خائن یا مخنث یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی کہنے مین ہم مخنث بفتح نون وہی جو ظلم کرادی اور بکسر نون بمعنے لوطی کے ہی اور بلید بمعنی خبیث فاجر مستعمل ہے لہذا انہین تعزیر ہے کذا فی السراج اور ہندوستان مین بلید بمعنے کم فہم بد ذہن کے مستعمل ہے اور احمق بمعنی کم عقل ہے کذا فی القاموس اور مباحی مباح کیطرف منسوب ہے یعنی جو ہر چیز کو مباح سمجھے کسی چیز کی تحریم کا معتقد ہو اور عوانی عوان بروزن سحاب کیطرف منسوب ہے اور عرف مین ظلم کے مددگار کو کہتے ہین اور منح الغفار مین کہا ہی کہ ہماری عرف مین عوانی مثل خور اور ظالم کو بھی بولتے ہین بالجملہ جو شخص ان افعال سے بری ہو اور اسکو گویی یہہ کہے تو تعزیر دیا جاویگا کذا فی الظہیریہ یا لوطی دقیل یسأل فان عنی انہ من قوم لوط علیہ السلام لا یعزر وان اراد انہ یعمل عملہم عزر عندنا وحد عندنا سماوا لصحیح تعزیرہ لو فی غضب او فی ہزل فتح اور تعزیر دیجاویگی یا لوطی کہنے سے اور بعضون نے کہا کہ قائل سے سوال کیا جاوی کہ اوسنے اس لفظ سے کیا ارادہ کیا سو اگر اوسنے یہہ ارادہ کیا کہ وہ شخص حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے ہی تو وہ مستوجب تعزیر نہین اور اگر اوسنے ارادہ کیا کہ وہ شخص لواطت کرتا ہی مانند اوس قوم کے تو امام کے نزدیک اوسکو تعزیر دیجاوی اور صاحبین کے نزدیک اوسپر حد زنا ماری جاوی اور تعزیر دینے کا قول بدون سوال کے صحیح ہے اگر اوسنے حالت غضب اور بیہودگی مین کہا ہو کذا فی الفتح ہزل بمعنے بیہودگی اور مسخراپن سی بیہودہ جسکو امر قبیحہ مسخراپن کرنیکی عادت ہو گئی ہو کذا فی النہر یا زندیق یا منافق یا رافضی یا مبتدع یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی فتح اور تعزیر دیجاویگی یا زندیق یا منافق یا رافضی یا بدعتی یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی کہنے سے کذا فی النہر ہم منافق وہ ہی جو باطن مین کافر ہو اور لوگون مین اپنا اسلام ظاہر کرے اور زندیق بمعنے منافق ہی معرب ہے کہ زند مجوسیون کی کتاب کا نام ہو کذا فی النہر یا لص الا ان یکون لصا لصدق القائل کما مر اور تعزیر دیجاویگی یعنی چور کہنے سے یعنی او چور مگر ہو قت تعزیر نہین جب کہ مخاطب چور ہو بسبب صادق ہونے قائل کے چنانچہ یا فاسق کے بیان مین مذکور ہو چکا یعنی اس عیب اوسکے اوسنے اپنی ذات میں آپ لگایا تو اب تعزیر کا کیا موقع ہی والندا ءلیس بقید اذ الاخبار کانت او فلان فاسق ونحوہ کذلک مالم یخرجہ مخرج الدعوی تنبیہ اور الفاظ مذکورہ کے لزوم تعزیر مین ندا و مخاطب قید نہین ہو اسواسطے کہ جملہ خبریہ جیسا کہ تو فاسق ہی یا فلانا شخص فاسق ہے اور مانند اوسکے اسیطرح ہی لزوم تعزیر مین تا وقتیکہ قائل نے اوسکو بطور دعوی کہا ہو کذا فی القنیہ ہم قنیہ مین ہی کہ دعوی کیا قاضی کے پاس سرقہ کا اور اوسکے اثبات سے عاجز ہوا تو اوسپر تعزیر نہین یا دیوث ہو من لا یغار علی امرأتہ او محرمہ اور تعزیر ہو یا دیوث کہنے سے دیوث وہ ہی جسکو اپنی زوجہ اور محرم پر غیرت نہ آتی ہو اوسکے پاس غیر مرد کے آنے سے کذا فی النہر والمنح یا قرطبان مرادف دیوث بمعنے معرص اور تعزیر ہی یا قلتبان کہنے سے قلتبان مرادف دیوث ہی بمعنے معرص ہم قرطبان معرب ہے قلتبان کا زیلعی نے کہا قلتبان وہ ہی کہ جو اپنی زوجہ یا محرم کے ساتھہ کسی مرد کو دیکھے اور تعرض نکرے اوسکے پاس علیحدہ چھوڑی اور بعضون نے کہا کہ جو دو شخصون کو جمع کرے امر قبیح کے واسطے اور بعضون نے کہا قلتبان وہ ہی جو بالغ آدمی کو اپنی گھر مین زوجہ کے پاس آنے جانیکی اجازت دے اپنی غیبت مین پس بر تقدیر ہماری ملک مین معرص بکسر الراء وبالسین بمعنے قلتبان ہے اور عوام خطا سے بفتح الراء بولتے ہین اور بجای سین صاد لاتے ہین کذا فی النہر عن العینی یا شارب الخمر یا آکل الربو یا ابن القحبۃ فیہ ایماء الی انہ اذا شتم اصلہ عزر بطلب الولد کیا ابن الفاسق یا ابن الکافر واتہ یعزر بقولہ یا قحبۃ اور تعزیر ہی یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ کہنے سے اسمین اشارہ ہی کہ جب کوئی گالی دے والدین کو تو تعزیر دیا جاویگا ولد کی طلب پر جیسا کہ یا ابن الفاسق اور یا ابن الکافر کہنے مین اور اسمین اشارہ ہی کہ یا قحبہ کہنے مین تعزیر دیا جاویگا ہم قحبہ بفتح قاف ... قحاب سے ماخوذ ہی قحاب بمعنے کھانسنے کے اور چونکہ زانیہ ... اوسکے پاس ... کر نکلتا تھا تو کھانستی تا اپنا مطلب کرے لہذا زانیہ کا نام قحبہ ہوگیا اور بعضون نے کہا قحبہ وہ جسکی ہمت زنا کی ہو اور بعضون نے کہا کہ قحبہ بتر ہی زانیہ سے ہواسطے کہ زانیہ گاہی پوشیدہ کرتی ہے اور قحبہ آشکارا خرچی لیتی ہی کذا فی الدرر عن الظہیریۃ لا یقال القحبۃ عرفا افحش من الزانیۃ لکونہا تجاہر بہ بالاجرۃ لانا نقول لذلک المعنی لم یحد فان الزنا بالاجرۃ یسقط الحد عندہ خلافا لہما ابن کمال یون نہ کوئی کہے کہ قحبہ عرف مین زانیہ سے افحش اور بتر ہی ہواسواسطے کہ قحبہ علانیہ زنا کرتی ہی اجرت لیکر ہواسطے کہ ہم کہتے ہین اسی مطلب سے تو یا قحبہ یا ابن القحبہ کہنے والے پر حد نہین بلکہ تعزیر ہی کیونکہ زنا با اجرت سے مسقط حد ہی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا قال ابن کمال ہم صاحب درر نے اس سوال کا یون جواب دیا ہی کہ حد قذف ہو قت واجب ہے جب قذف صریح زنا سے ہو یا اوس لفظ سے جو بحکم صریح زنا کے ہو اور لفظ قحبہ کا زانیہ کے واسطے موضوع نہین صراحۃ

تقاضا ہو جاوے کہ کتاب لغت بعض رسائل سے تلک ہو کذا فی المضمرات بوجوب الحد فیہ قال المصنف وہو ظاہر کہ لیکن مضمرات مین وجوب حد کی تصریح
لفظ مین تصریح ہی مصنف نے اپنی شرح کے حاشیہ مین کہا کہ یہی قول ظاہر ہے اور اپنی شرح مین بعض اصحاب حواشی سے نقل کیا کہ انصاف یہ ہے کہ قحبہ کے لفظ سے ہمارے
ملک مین حد واجب ہے اسواسطے کہ کوئی شخص اس لفظ کو سوائے مقام زنیہ کے استعمال نہین کرتا خصوصاً حالت غضب مین لوگ یا حقیقت عرفیہ ہو گئی کذا فی البحر
یا ابن الفاجرۃ اور تعزیر ہی یا ابن الفاجرہ کہنے سے ہم فاجرہ وہ ہی جو ہر گناہ کرتی ہو تو بمعنے زانیہ نہین لہذا اسمین حد نہین کذا فی المنح انت مأوی اللصوص
انت مأوی الزوانی اور تعزیر ہی یون کہنے مین کہ تو چورون کا ٹھکانا ہے تو زانیہ عورتون کا ٹھکانا ہی یعنی سارق اور زانیات کا جائی پناہ ہے یا من
یلعب بالصبیان اور یون کہنے سے تعزیر ہے کہ ای شخص جو لڑکون سے کھیلتا ہی ہم ابو السعود نے کہا ہی لفظ سے وجوب تعزیر کی وجہ یہ ہی نہین دیکھی بعض کہتے ہین غضب
ابن دوستان کے سے کھیل سے مراد فعل قبیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی یا حرام زادہ معناہ المتولد من الوطی الحرام فیعم حالۃ الحیض لا یقال فی العرف
لا یراد ذلک بل یراد ولد الزنا لانا نقول کثیرا ما یراد بہ الخداع اللئیم وکذا لا یحد اور تعزیر ہی یا حرام زادہ کہنے سے معنی حرام زادہ کے وہ کہ وطی حرام
سے پیدا ہو تو وطی حرام زنا اور حالت حیض دونون کو شامل ہے فقط زنا نہین جو حد کا موجب ہو کوئی یہ سمجھے کہ اس لفظ سے عرف مین یہ حالت حیض کی وطی مراد نہین ہوتی
بلکہ عرف مین مراد اسکے معنی سے ولد الزنا مراد ہوتا ہے اسواسطے کہ ہم کہتے ہین کہ عرف مین اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بھی مراد ہوتا ہی تو ہیولی حد نہین یعنی باعتبار لفظ
اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر مخصوص نہین لہذا حد نہین **فرع** مسئلہ محمد شارکا اقر علی نفسہ باللہ یاتی اہلہ او عرف بہا لا یقتل ما لم یستحل ویبالغ فی تعزیرہ
و یلاعن جواہر فتاوی اقرار کیا ایک شخص نے اپنی ذات کے دیوث ہونیکا یا اس فعل قبیح کر مشہور ہو تو قتل کیا جاویگا جبتک یوں کو حلال نہ جانے اور اسکی تعزیر
مین شدت اور سختی کیجاوے یا یہ شخص اپنی زوجہ سے لعان کرے کذا فی جواہر الفتاوی ہم مرد اس اقرار سے اپنی زوجہ کا قاذف ہوا تو اسپر تعزیر یا لازم ہی لعان صورت
عدم تکذیب نفس یا حد لازم ہی جب اپنے جھوٹ بولنے کا اقرار کرے اور محصن بھی ہو کذا فی المنح وفیہا فاسق تاب وقال ان رجعت الی ذلک فاشھدوا علیہ
انہ رافضی فرجع لا یکون رافضیا بل عاصیا ولو قال ان رجعت فہو کافر فرجع تلزمہ کفارۃ یمین اور اسمین یعنی جواہر الفتاوی مین ہی فاسق نے توبہ کی
کسی فعل بد سے اور کہا کہ اگر مین پھر یہ کام کرون تو تم اوسپر گواہی دو کہ وہ رافضی ہی سو اوس نے پھر وہی فعل کیا تو وہ رافضی نہو جاویگا بلکہ گنہگار ہوگا اور اگر یون
کہا کہ اگر مین پھر یہ فعل کرون تو کافر ہی سو پھر وہی فعل کیا تو اوسپر کفارہ قسم کا لازم ہی اسواسطے کہ تعلیق بالکفر یمین ہے لا یعزر بیا حمار یا خنزیر یا کلب
یا تیس یا قرد یا ثور یا بقر یا حیۃ لظہور کذبہ واستحسن فی الہدایۃ التعزیر لو المخاطب من الاشراف وتبعہ الزیلعی وغیرہ تعزیر
نہ دی جائیگی یون کہنے سے کہ ای گدہے ای سور ای کتے ای بکری ای بندر ای بیل ای سانپ تعزیر نہین ان الفاظ مین بسبب ظاہر ہونے اسکے جھوٹ کے اور
ہدایہ مین تعزیر مستحسن جانی ہی اگر مخاطب اشراف یعنی علما اور سادات سے ہو اور صاحب ہدایہ کے زیلعی وغیرہ تابع ہین اس استحسان مین یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام و
ابوہ لیس کذلک واوجب الزیلعی التعزیر فی یا ابن الحجام اور تعزیر نہین یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام کہنے سے اور حالانکہ مخاطب کا باپ حجام نہین اور زیلعی نے
یا ابن الحجام کہنے مین تعزیر واجب جانی ہی ہم نے ذکر کہا کہ یا حجام مین تعزیر نہین بسبب کذب کے اسواسطے کہ مخاطب کا حجامت کرنا پیشہ نہین اور یا ابن الحجام مین تعزیر ہے
مخاطب کے باپ کے ذکر سے یعنی سامعین کو شبہہ پڑیگا کہ شاید مخاطب کا باپ حجام تھا تو اوسکو عیب لاحق ہوا اور صاحب نہر نے مذکور کیا ہی کہ مسئلہ مذکورہ مخاطب کے
باپ کی موت سے مقید نہین ہم حجام وہ ہی جو پچھنے لگاتا ہی اور ہند مین حلاق اور مزین کو یعنی نائی کو حجام بولتے ہین اور ابلہ وہ جو غافل ہو سلطان ... سو غافل ہی
اور احمق وہ جسکو کچھ تمیز نہو کذا انہ الطحطاوی یا مواجر لانہ عرفا بمعنی المؤجر اور یا مواجر مین تعزیر نہین ہی اسواسطے کہ عرف مین بمعنی موجر کے ہی ہم صاحب در
نے کہا کہ مواجر بکسر جیم وہ شخص ہے جو اپنی زوجہ کو زنا کے واسطے دیوے اجرت لیکر لیکن ہمارے عرف مین مواجر سے موجر مستعمل ہی یعنی شبیکہ کرنیوالا اور کرایہ کرانا کچھ
عیب نہین لہذا تعزیر نہین طحطاوی نے کہا لیکن اگر قائل سے لغوی کا ارادہ کریگا تو تعزیر دیا جاویگا اسواسطے کہ وہ دیوث کہی یا بغا یا مؤاجر بالفارسیۃ
وفی الملتقط فی عرفنا یعزر فیہما وفی ولد الحرام اور تعزیر نہین یا بغا کہنے مین اسواسطے کہ عوام اسکو بولتے ہین لیکن معنے اسکے نہین جانتے کذا فی
النہر عن الدرر فارسی زبان مین بغا اوسکو کہتے ہین جو غلام کرادے اور ملتقط مین ہے کہ ہمارے عرف مین یا مواجر اور بغا دونون مین تعزیر ہی اور ولد الحرام مین بھی

تعزیر ہے كذا فى النهر الطحاوى نے كہا كہ نہر الفائق میں یہ عبارت مقتطف سے موجود نہیں بلکہ انہیں یون ہے کہ لائق یہ ہے کہ یا ولد الحرام میں تعزیر واجب بلکہ او سے ہو حرام زادہ سمجھی
اہو اور ترجمہ میں بھی نہر الفائق کو دیکھا اوسمین مقتطف کی روایت نہیں پائی شاید کسی نسخہ میں ہو واللہ اعلم لبغا بفتح موحدہ وضم معجمہ مشددہ اور اسکو با خابھی کہتے ہیں كذا
فى الطحطاوى من البحر والضابطة انه متى نسبه الى فعل اختيارى محرم شرعا ويعد عارا عرفا يعزر والا لا ابن کمال اور الفاظ مذکورہ کی تعزیر اور عدم تعزیر کا قاعدہ
کلیہ یہ ہے کہ جب قائل نے مخاطب کو منسوب کیا اوس فعل اختیاری کیطرف جو شرعا حرام ہے اور عرفا عار اور عیب گنا جاتا ہے تو انہیں تعزیر ہے قائل پر اور اگر ایسا نہیں بلکہ وہ فعل
منسوب اختیاری نہیں اور یا اختیاری ہے مگر شرعا حرام نہیں یا حرام ہو لیکن عرفا اور رواج میں ننگ اور عار نہیں تو اوسمین تعزیر نہیں کذا ذکرہ ابن کمال ہم فعل
اختیاری کی قید سے یا کلب یا ابن الاسود کے نکل گیا اور حرام شرعی کی قید سے یا حجام سے نکل گیا یا ضحکة بسكون الحاء من يضحك عليه الناس اما
بفتحها فهو من يضحك على الناس كذا يا سخرة واختار فى الغاية التعزير فيهما وفى يا ساحر يا مقامر وفى الملتقى واستحسنوا التعزير لو
المقول له فقيها او علويا اور تعزیر نہیں یا ضحکہ کہنے سے ضحکہ بضم ضاد و سکون حا شخص ہے جسپر لوگ ہنسیں اور اسیطرح یا سخرہ ہے یعنی بضم سین و سکون خا معجمہ وہ شخص ہے
جس سے لوگ مسخراپن کرین اور ضحکہ بفتح حا وہ ہے جو لوگون سے ہنسی کرے اور سخرہ بفتح معجمہ وہ ہے جو لوگون سے مسخراپن کرے اور غایۃ البیان میں ہے کہ یا ضحکہ اور یا سخرہ میں
تعزیر دینا مختار ہے اور یا ساحر اور یا مقامر میں اور ملتقی میں ہے کہ فقہا نے تعزیر کو مستحسن جانا ہے اگر مخاطب فقیہ یا علوی ہو ہم طحطاوی نے کہا ملتقی میں استحسان تعزیر
بھی الفاظ مذکورہ کے بعد ہے نہ فقط ضحکہ وغیرہ کے بعد اور ضحکہ بفتح حا مہملہ و سخرہ بفتح خا معجمہ وہ شخص ہے جو غیر سے ہنسی کرے یا مسخراپن کرے نہر الفائق میں ہے کہ یا لاعب
یا سخرہ یا ضحکہ یا مقامر یا سوقی یا کشخان میں تعزیر ہے کشخان مرادف دیوث ہے ادعى سرقة على شخص وعجز عن اثباتها لا يعزر كما لو ادعى على آخر بدعوى تقتضى
تكفيره وعجز المدعى عن اثبات ما ادعاه فانه لا شئ عليه اذا صدر الكلام على وجه الدعوى عند حاكم شرعى اما اذا صدر على وجه
السب او الانتقاص فانه يعزر فتاوى قارى الهداية دعوی کیا چوری کا ایک شخص پر اور عاجز ہوا اوسکے اثبات سے تو تعزیر نہ دیا جاویگا اسلئے کہ اس دعوی سے
مقصود اپنے مال کی تحصیل ہے نہ سب اور دشنام چنانچہ اگر دعوی کیا دوسرے پر ایسا دعوی کہ جو موجب ہے مدعا علیہ کی تکفیر کا اور عاجز ہوا مدعی دعوی کے ثابت کرنے سے تو اوسپر کچھ نہیں
بشرطیکہ یہ کلام صادر ہوا ہو بطریق دعوی کے حاکم شرعی کے پاس اور اگر یہ کلام بطور دشنام یا انتقاص کے صادر ہوا تو وہ تعزیر دیا جاویگا کذا فی فتاوی قاری
الهداية بخلاف دعوى الزنا فانه اذا لم يثبت يحد لما مر بخلاف دعوی زنا کے اسواسطے کہ اگر زنا ثابت نہوگا تو مدعی پر حد ماری جاویگی بدلیل گذشتہ یعنی اثبات
زنا بدون نسبت الی الزنا ممکن نہیں تو نسبت مقصود ہوئی اور اثبات مال کا بدون نسبت الی السرقہ متصور ہے تو نسبت الی السرقہ مقصود بالذات نہوئی بلکہ حصول مال مقصود
بالذات ٹہرا وهو اى التعزير حق العبد غالب فيه اور وہ یعنی تعزیر میں حق العبد غالب ہے یعنی حق العبد کی افراد تعزیر میں غالب ہیں حق اللہ کی افراد سے اور یہ مراد
نہیں کہ حق العبد اور حق اللہ دونو ایک تعزیر میں مجتمع ہیں اور حق العبد غالب ہے كذا فى الطحطاوى فيجوز فيه الابراء والعفو والتكفيل زیلعی جب تعزیر میں حق العبد
کی افراد غالب ہوئین تو تعزیر میں ابرا اور عفو اور مجرم کی حاضر ضامنی کرنا جائز ہے کذا فی شرح الزیلعی ہم ابرا اور عفو میں یہ فرق ہے کہ ابرا قبل نالش کے ہوتا ہے
اور عفو بعد نالش کے واليمين يحلفه بالله ماله عليك هذا الحق الذى يدعى لا بالله ما قلت خلاصه اور یمین جائز ہے تعزیر میں یعنی جبکہ دعوی دیگا
منکر ہو تو حاکم اس سے یون قسم لے اللہ کی کہ مدعی کا تجھپر وہ حق نہیں ہے جسکا وہ دعوی کرتا ہے تو مدعا علیہ کہے قسم اللہ کی میں نے نہیں کہا كذا فى الخلاصه والشهادة على الشهادة
وشهادة رجل وامرأتين كما فى حقوق العباد اور گواہی پر گواہی اور گواہی ایک مرد اور دو عورتون کی تعزیر میں جائز ہے چنانچہ حقوق العباد میں سب امور مذکورہ
جاری ہیں ويكون ايضا حقا لله تعالى فلا عفو فيه الا اذا علم الامام انزجار الفاعل اور تعزیر حق اللہ بھی ہوتی ہے تو اوسمیں معاف کرنا حاکم کو جائز نہیں مگر
جب امام فاعل کا باز رہنا قبل تعزیر کے معلوم کرے تو اوس شرط سے معاف کرنا البتہ جائز ہے كذا فى فتح القدير ولا يمين كما لو ادعى عليه انه قبل اخته مثلا اور حق اللہ
کی تعزیر میں قسم نہیں چنانچہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوس نے اوسکی بہن کا بوسہ لیا ہے مثلا اور مدعا علیہ منکر ہے اور گواہ نہیں تو مدعا علیہ سے قسم نہ لیجاوگی وجہ اوسکی
اثباته بمحض شهد به فيكون مدعيا شاهدا لو معه آخر اور جائز ہے اثبات حق اللہ کا اوس مدعی سے جسنے اپنے دعوی کی گواہی بھی دی تو وہ مدعی اور شاہد
دونون ہوگا بشرطیکہ اوسکے ساتھ دوسرا شاہد موجود ہوا اور ایسا اثبات حق العبد میں جائز نہیں وما فى القنية وغيرها لو كان المدعى عليه ذا مروءة

وكان يقول ما فعل لم يعظ استحسانًا ولا يعزر يجب ان يكون في حقوق الله فان حقوق العباد ليس للقاضي اسقاطها فيها اور جو قول قنیہ ذخیرہ
مین ہی کہ اگر مدعا علیہ صاحب مروت ہو اور اول بار اُس سے قصور ہوا ہو تو وہ نصیحت اور پند دیا جاوے بنا بر استحسان کے اور تعزیر نہ دیا جاوے واجب ہی کہ یہ قول
حقوق اللہ مین محمول ہو اسواسطے کہ حقوق العباد کا اسقاط قاضی کو جائز نہین کذا فی الفتح صاحب فتح القدیر نے کہا کہ مروت میرے نزدیک دین اور تقوی مین ہے
طحطاوی نے کہا بعض علما نے کہا کہ قنیہ کی روایت کو حق اللہ پر محمول کرنا کچھ ضرور نہین جائز ہی کہ اسکا محمل آدمی کا حق ہو اور شاید اس قسم کا انسان جو جیسے غصہ
فقط دار القضا تک کھینچ جانا ہو اسواسطے کہ محمد بن حسن سے مروی ہی کہ اگر لوگون کا گالی دینے والا صاحب مروت ہو تو نصیحت کیا جاوے اور اگر اس سے کمتر ہو تو قید
کیا جاوے اور اگر اکثر گالی دیا کرتا ہو تو مارا بھی جاوے اور قید بھی کیا جاوے وفي كراهية الظهيرية رجل يصلي ويضر الناس بيده ولسانه فلا بأس
باعلام السلطان به لينزجر يفيد انه من باب الاخبار وان اعلام القاضي بذلك يكفي لتعزيره انتهى اور ظہیریہ کی کتاب الکراہیۃ مین ہی کہ
ایک مرد نماز پڑھتا ہی اور لوگونکو ضرر پہونچاتا ہی اپنے ہاتھ اور زبان سے یعنے مارتا ہی اور سخت گیری کرتا ہی تو کچھ مضائقہ نہین اس امر کی حاکم کو اطلاع کر دینے مین
تاکہ وہ باز رہی یہ کلام مفید ہی کہ یہ اعلام از قسم اخبار ہی تو لفظ شہادت اور مجلس قضا کی اسمین حاجت نہین اور یہ کہ قاضی کا یہ اعلام اسکی تعزیر مین کافی ہی کذا
فی النہر قلت وفيه من الكفالة معزيا للبحر عن البزازية للقاضي تعزير المتهم وان لم يثبت عليه شارح کہتا ہی اور نہر الفائق مین کتاب الکفالہ سے بحر الرائق
و بزازیہ کے طرف نسبت کر کے کہا ہی کہ قاضی کو جائز ہے تعزیر متہم کی اگرچہ اسپر شرعًا گناہ ثابت نہو ہم بحر الرائق مین ہے کہ تہمت ثابت ہوتی ہی دو مستور یا
ایک عادل کی گواہی سے تو ظاہرًا ایک مستور اور ایک فاسق گواہ سے تہمت ثابت نہین تو تعزیر یا حبس بھی جائز نہین کذا فی الطحطاوی وكل تعزير لله تعالى يكفي
فيه خبر العدل لانه في حقوقه تعالى يقضي فيها بعلمه اتفاقا اور جو تعزیر کہ بسبب حق اللہ کے ہے اسمین ایک عادل کی خبر کافی ہی اسواسطے کہ حقوق
اللہ مین قاضی اپنے علم پر حکم دیتا ہی بالاتفاق یعنی شاہد واحد سے قاضی کو علم حاصل ہوتا ہی طحطاوی نے کہا یہ قول منافی ہی سابق کے فیکون مدعیا شاہدا الوجه آخر
ويقبل فيها الجرح المجرد كما مر اور حقوق اللہ مین جرح مجرد شاہد بلا بیان سبب فسق مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا طحطاوی نے کہا کہ سابق مین یہ مضمون نہین مذکور
ہوا بلکہ بیان حق اللہ یا حق العبد مین البتہ قبول کی شرط مذکور ہوئی ہی وعليه فما يكتب من المحاضر في حق انسان يعمل به في حقوق الله تعالى و
ومن افتى بتعزير الكاتب فقد اخطأ انتهى ملخصا اور بنا براسکے یعنی حق اللہ مین خبر واحد کے مقبول ہونے پر جو محضر حق انسان مین لکھے جاتے
ہین اوسپر عمل کرنا چاہیئے اللہ تعالی کے حقوق مین اور جسنے فتوی دیا ہی تعزیر کاتب کا اوسنے خطا کی انتہی کلام النہر ملخصًا صاحب نہر نے کتاب الکفالہ مین کہا کہ
حقوق اللہ مین اخبار واحد عادل کافی ہی اور خبر دینا جیسا زبانی ہوتا ہی ویسا ہی لکھنے سے بھی ہوتا ہی اور فقہا نے کہا ہی کہ جرح اور تعدیل مین کتابت ایک
عادل کی قاضی کیطرف کافی ہی تو بنا بر اسکے جو محاضر حق انسان مین لکھے جاتی ہین تو حاکم کو اوسپر اعتماد کرنا عدول سے جائز ہی اور بموجب اوسکے حقوق اللہ
مین عمل کرنا چاہیئے اور یہ فتوی دینا ہے کہ محاضر کے کاتب پر کچھ الزام نہین اور جسنے اسمین وجوب تعزیر کا فتوی دیا ہی اوسنے خطا کی انتہی مترجمًا طحطاوی نے
کہا شاید محضر سے بیان وہ مراد ہے جسکو اہل اسلام وقف کے متولی یا کسی قریہ کے قاضی کے ظلم کا کاغذ لکھکر قاضی القضاۃ کے پاس ارسال کرتے ہین وفی
كفالة العيني عن الثاني من يجمع الخمر ويشربه ويترك الصلوة احبسه وادبه ثم اخرجه ومن يتهم بالقتل والسرقة وضرب الناس
احبسه واخلده في السجن حتى يتوب لان شر هذا على الناس وشر الاول على نفسه اور شرح عینی کی کتاب الکفالہ مین ابو یوسف سے مروی ہی کہ
جو شخص شراب جمع کرتا ہو اور پیتا ہو اور نماز ترک کرتا ہو اسکو حاکم قید کری اور ادب دے یعنی مارے پھر اسکو قید سے چھوڑ دے اور جو شخص متہم ہو ساتھ قتل کرنے اور
چورانے اور لوگونکے مارنیکے اسکو حاکم قید کرے اور ہمیشہ اسکو قیدخانہ مین رکھے یہانتک کہ وہ توبہ کرے اسواسطے کہ اس شخص کا شر لوگون پر ہی اور پہلے شخص کا
شر اپنی ذات پر ہے ثبوت تہمت کا طریقہ عنقریب گذرا شتم مسلمًا ذميًا عزر لانه ارتكب معصية تقييد مسائل الشتم بالمسلم
اتفاقي فتح گالی دی مسلم کا ذمی کو تو تعزیر دیا جاوے اسواسطے کہ اوسنے گناہ کیا تو مسائل شتم مین مسلم کی قید لگانی اتفاقی ہی کذا فی الفتح وفي القنية
قال ليهودي او مجوسي يا كافر يأثم ان شق عليه ومقتضاه انه يعزر لارتكابه الاثم بحر واقره المصنف لكن نظر فيه في النهر قلت

ولعل وجهه ما مر فی یا فاسق فتامل اور قنیہ میں ہے کہ کہا یہودی یا مجوسی کو یا کافر تو گنہگار ہوگا اگر اسکو برا معلوم ہوا اور مقتضا اس قول کا یہ ہے کہ قائل تعزیر دیا
جاویگا بسبب ارتکاب گناہ کے کذا فی النہر اور مصنف نے اسکو ثابت کہا ہے لیکن نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے شارح کہتا ہے شاید کہ وجہ اعتراض وہ ہے
جو یا فاسق میں گذری سو تامل کر اسمیں ہم وجہ اعتراض یا فاسق میں اصلی مذکور رہی کہ یہودی اور مجوسی کفر کا عیب اپنی ذات میں خود لگایا قائل
قول سے پہلے شارح نے لفظ تامل اس وجہ سے کہا کہ ضعیف ہو ذہن ہمارا کیا یعنی اگرچہ کافر نے کفر کا عیب آپ لگایا لیکن اہل اسلام نے بسبب عقد ذمہ اسکی عدم ایذا کا
التزام کیا ہے تو اسکو کافر کہکر ایذا دینا مرتکب معصیت ہے ویعزر المولی عبده والزوج زوجته ولو صغیرة لما سیجیء علی ترکها الزینة الشرعیة
مع قدرتها علیها تعزیر دے مولے اپنے غلام کو اور زوج اپنی زوجہ کو شرعی سنگار کے چھوڑ دینے پر باوجودیکہ قادر ہو اسپر اگرچہ زوجہ صغیرہ ہو چنانچہ
اسکا بیان قریب آویگا اور زینت شرعیہ کی قید سے معلوم ہوا کہ مردوں کی سی ہیئت یا فاحشہ عورتوں کی سی زینت زوج زوجہ سے نہیں کرا سکتا وترکها غسل
الجنابة وعلی الخروج من المنزل لو بغیر حق وترک الاجابة الی الفراش لو طاهرة من نحو حیض اور تعزیر دے زوج زوجہ کو غسل جنابت ترک
کرنے سے اور تعزیر دے بغیر اجازت باہر نکلنے پر اگر ناحق نکلے اور تعزیر دے نہ پاس لیٹنے پر اگر وہ حیض وغیرہ سے پاک ہو ترک اجابت سے مراد عدم تمکین جماع ہے لا
یلحق بذلک ما لو ضربت ولدها الصغیر عند بکائه او ضربت جاریته غیرة ولا تتعظ بوعظه او شتمته ولو بنحو یا حمار او دعت علیه او
مزقت ثیابه او کلمته لیسمعها اجنبی او کشفت وجهها لغیر محرم او کلمته او شتمته او اعطت ما لم تجر العادة به بلا اذنه او لحق
ہیں اوسکے ساتھ یعنی لزوم تعزیر امور مذکورہ کے ساتھ یہ امور ملحق ہیں کہ اگر زوجہ نے اپنے ولد صغیر کو اوسکے رونیکے وقت مارا یا زوجہ کی لونڈی کو رشک
اور جہل سے مارا اور زوج کی نصیحت کو نمانتی ہو یا زوجہ نے زوج کو گالی دی اگرچہ یہ ہو کہ یا حمار کے کوئی کلمہ کہا یا زوج کو بددعا دی یا اوسکے کپڑے
پھاڑ ڈالے یا زوج سے اسطرح پکارکے بولی تا اوسکو اجنبی مرد سنے یا اپنا مونہہ کھولا یا غیر محرم کے سامنے یا غیر محرم سے کلام کیا یا اوسکو گالی دی یا کسیکو کوئی چیز دی جسکے
دینے کا دستور نہیں بدون اجازت زوج کے یعنے ان سب صورتوں میں زوج اوسکو تعزیر دے سکتا ہے والضابط کل معصیة لا حد فیها فللزوج والمولی
التعزیر ولیس منه ما لو طلبت نفقتها او کسوتها والحت لان لصاحب الحق مقالا بحر اور قاعدہ کلیہ امور مذکورہ کے دریافت کرنیکا یہ ہے کہ جس گناہ پر
شرعا حد مقرر نہو تو اوسمیں زوج اور مولے کو تعزیر کا اختیار ہے اور یہ تعزیر کی چیز نہیں اگر زوجہ نے اپنا نفقہ یا لباس مانگا اور اسمیں سخت طلبی اور جھگڑا کیا
اسواسطے کہ حقدار کو اپنے حق کی طلب میں گفتگو کا اختیار ہے کذا فی البحر الرائق ولا علی ترک الصلوة لان المنفعة لا تعود الیه بل الیها کذا اعتمده
المصنف تبعا للدرر علی خلاف ما فی الکنز والملتقی واستظهره فی حظر المجتبی اور تعزیر نہیں زوجہ کی نماز نہ پڑھنے پر اسواسطے کہ منفعت اوسکی
نماز کی زوج کی طرف نہیں پھرتی بلکہ زوجہ کی طرف ہی تو زوج کا کچھ نقصان نہیں جو تعزیر دے اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے درر کی پیروی کرکے کنز اور ملتقی الابحر کے
برخلاف یعنی کنز اور ملتقی میں ترک صلوة پر تعزیر مصرح ہے اور مجتبی کی کتاب الحظر میں اسی قول کو ظاہر جانا ہے ہم سنتے ابو السعود نے کہا کہ موافق کنز اور ملتقی کے اکثر اہل مذہب کے
نزدیک ترک صلوة پر تعزیر ہے اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ اگر میں حق تعالے کی حضور میں حاضر ہوں اور زوجہ کا مہر میری گردن پر ہو تو وہ اوس سے بہتر ہے کہ بے نماز
زوجہ کے ساتھ ہوں کذا فی الطحطاوی ولا یعزر الاب ابنه علیه وقدمنا ان للولی ضرب ابن سبع علی الصلوة ویلحق به الزوج نهر اور باپ تعزیر
ولد کو ترک صلوة پر صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہم کتاب الصلوة میں مقدم ذکر کیا کہ ولی کو جائز ہے مارنا سات برس کے صغیر کا نماز پر اور ولی کے ساتھ زوج ملحق ہے حکم مذکور میں ہم
اور شارح نے کتاب الصلوة میں سات برس والے کو امر کرنا اور دس برس والے کو نماز پر مارنا مذکور کیا ہے وفی القنیة له اکراه طفله علی تعلم القرآن والادب والعلم لفریضته
علی الوالدین اور قنیہ میں ہے کہ ولی کو جائز ہے اپنے طفل پر زبردستی کرنا قرآن اور ادب اور علم سیکھنے پر بسبب اسکے فرض ہونیکے والدین پر وله ضرب الیتیم فیما یضرب
ولده اور ولیکو جائز ہے یتیم کا مارنا اوس امر میں جسمیں اپنے ولد کو مارتا ہے یعنی ترک صلوة وغیرہ میں صاحب مجتبی اور خیار سے یہ امر ثابت کیا ہے الصغر لا یمنع وجوب
التعزیر فیجری بین الصبیان طفل ہونا مستحق تعزیر کی مانع نہیں تو تعزیر لڑکوں میں بھی جاری ہے یعنی اگر ایک لڑکا دوسرے کو مارے تو تعزیر دیا جاوے وهذا لو حق عبد
اما لو کان حق الله بان زنی او سرق فیمنع الصغر منه مجتبی اور یہ جو ہے عدم منع تعزیر صغیر بشرط حق العبد ہے اور اگر حق اللہ ہو مثلا جیسے کہ نابالغ نے زنا کیا یا چوری کی

لیکن تعزیر سے اسمین مانع ہے کہ ملتقط المجتبی من حد او تعزیر فہلک فدمہ ہدر الا امرأۃ عزرہا زوجہا لمثل ما امر فماتت لان تادیبہ مباح
فیتقید بشرط السلامۃ قال المصنف ہذا تنصیص علی انہ لا یجب علی الزوج ضرب زوجتہ اصلا بس شخص پر حد یا تعزیر واقع ہوئی پھر وہ مرگیا
تو خون اوسکا رایگان اور باطل ہے یعنی ضمان نہیں ہے بسبب امتثال امر شارع کے مگر وہ عورت جسکو اوسکے زوج نے تعزیر دی امور مذکورہ مین سے وہ مرگئی
تو اوسکا خون باطل نہین ہو اسواسطے کہ تادیب زوجکی مباح ہے تو مقید بشرط سلامتی کی ہوگی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اس تعلیل سے ظاہر ہوا کہ زوج
اپنی زوجہ کی ضرب اصلا واجب نہین ہے اسواسطے کہ اگر واجب ہوتی تو خون کا ضمان نہوتا ادعت علی زوجہا ضربا فاحشا وثبت ذلک علیہ
عزر کضرب المعلم الصبی ضربا فاحشا فانہ یعزر ویضمنہ لو مات شمنی زوجہ نے اپنے زوج پر ضرب فاحش یعنی ضرب انداز غیر معتاد کا دعوی کیا اور ثابت
دعوی گواہون سے اوسپر ثابت ہوگیا تو وہ تعزیر دیا جاویگا چنانچہ اگر معلم نے صغیر کو عادت سے زیادہ مارا تو اوسکو تعزیر دیجاویگی اور معلم ضامن ہوگا یعنی
خون کا اگر وہ اس ضرب سے مرگیا کذا ذکرہ الشمنی م طحطاوی نے کہا زوجہ کے دعوی مین ضرب فاحش مجرد تصویر ہے قید نہین ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے
کہ نہایہ مین تصریح کی ہے کہ جب زوج زوجہ کو ناحق ماریگا تو اوسپر تعزیر واجب ہے شرح ملتقی مین ہے کہ امام مالک اور احمد کے نزدیک ولی اور معلم تعزیر مین
ضامن نہین اور نہ باپ وصی مین اور نہ دادا اور نہ وصی اگر ضرب معتاد ہو والا فہو آثم باجماع فقہاء وعن الثانی اذا زاد القاضی علی مائۃ فمات فنصف
الدیۃ فی بیت المال لقتلہ بفعل ماذون فیہ وغیر ماذون فیہ فیتنصف زیلعی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر قاضی نے سو کوڑون سے زیادہ مارے
سو مضروب مرگیا تو نصف دیت اوسکی بیت المال مین سے یعنی اور نصف باقی ضائع ہے بسبب اوسکے مقتول ہونے کے اوس فعل سے جسمین شرع کا اذن تھا اور ایسے
فعل سے جسمین اذن شرع نہ تھا تو دیت آدھوں آدھ کیجاویگی کذا فی شرح الزیلعی م طحطاوی نے کہا یہہ قول ضعیف معارض ہے متن کے قول کے یعنی جو حد اور تعزیر مین
مرجاوے اوسکا خون باطل ہے تو بہتر یہہ تھا کہ شارح اسکو مذکور کرتا **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے ارتدت لتفارق زوجہا تجبر علی الاسلام وتعزر
خمسۃ وسبعین سوطا ولا تتزوج بغیرہ بہ یفتی ملتقط عورت مرتد ہوگئی اسواسطے کہ اپنے زوجکو چھوڑ دے تو جبر کیا جاوے اوسکے اسلام لانے پر اور اوسپر
پچہتر کوڑے تعزیر ماری جاوین بقول ابو یوسف اور نکاح نکرے غیر زوج سے اسیکا فتوی ہے کذا فی الملتقط م کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکا کہ ایسی عورت کی تجدید
نکاح پر جبر کیا جاوے تھوڑے سے مہر پر ارتحل الی مذہب الشافعی یعزر سراجیۃ حنفی مذہب نے شافعی مذہب کے طرف انتقال کیا تو اوسکو تعزیر دیجاوے کذا فی السراجیہ
م تعزیر اوسوقت ہے جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کو حقیر اور باطل اعتقاد کرکے شافعی المذہب ہو جاوے اور اگر بغرض درست انتقال کرے چنانچہ اتباع مذہب شافعی
مین آسانی پاوے تو اوسپر تعزیر کا حکم نہین چنانچہ حموی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے سوال ہوا کہ شافعی المذہب حنفی ہوگیا پھر اوس نے مذہب اول کے
طرف عود کرنیکا ارادہ کیا تو جواب دیا کہ ثابت رہنا امام اعظم کے مذہب پر بہتر اور خوبتر ہے اور یہہ جو بعضون نے کہا ہے کہ اسکو شدید تعزیر دیجاوے اسواسطے کہ اوس نے اول مین
کمتر اور حقیر مذہب کے طرف انتقال کیا سو اس قول کو کوئی پسند نہین کرتا مگر مشہور یعنی متعصب پرزور اور قول بالفساد وہی ہے جو محقق ابن الہمام نے کہا یعنی ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی
انتقال کرنیوالا اجتہاد اور برہان سے عاصی مستوجب تعزیر ہے تو بلا رتبہ اجتہاد اور برہان انتقال کرنا بطریق اولے لائق تعزیر ہوگا انتہے تو اسمین مطلق انتقال کو موجب تعزیر
کہا خواہ حنفی شافعی ہو جاوے یا شافعی حنفی ہو جاوے اور علے ہذا القیاس مالکی وحنبلی اور شرح ملتقی مین ہے کہ جو شافعی کہ حنفی ہوگیا پھر اوسنے مذہب اول کیطرف عود کیا
تو اوسپر تعزیر دیجاویگی بموجب ایک قول کے انتہی اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ وہ شخص دین الہی مذاہب سے ملاعب ہوگیا یعنی مذاہب کے ساتھ لہو ولعب کرتا ہے لہذا مستحق تعزیر ہے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قذف بالتعریض یعزر حاوی قذف کیا بطریق تعریض اور رمز کے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الحاوی یعنی چنانچہ یون کہو کہ مین تو زانی
نہین مراد یہہ کہ تو زانی ہے تو تعزیر اسواسطے ہوئی کہ صریح نسبت زنا نہین جو قائل پر حد ہوتی زنی بامرأۃ میتۃ یعزر اختیار زنا کیا مردہ عورت سے تو تعزیر دیا جاوے
کذا فی الاختیار ادعی علی آخر انہ وطئ امتہ وحبلت فنقصت فان برہن فلہ قیمۃ النقصان وان حلف خصمہ فلہ تعزیر المدعی علیہ
کیا دوسرے پر کہ اوس نے اوسکی لونڈی سے قربت کی اور وہ حاملہ ہے تو اوسکی قیمت ناقص ہوگئی تو اگر مدعی نے اپنا دعوی گواہون سے ثابت کیا تو مدعی کو قیمت نقصان کی
دلائی جاویگی فاعل سے اور اگر مدعا علیہ نے قسم کھالی عدم وطی کی در صورت عدم شہادت تو اوسکو تعزیر دینیکا اختیار ہے کذا فی القنیہ وفی الاشباہ لا خدع امرأۃ الانسان

داخل ہوا ان دونوں جیسے جتنی توبہ اور یموت لسعیہ فی الارض بالفساد اور اشباہ میں ہے کہ کسی نے فریب یا ایک آدمی کی عورت کو اور اوسکو نکالا اور اسکا نکاح کر دیا تو تعزیر دیجاویگی اور قید کیا جاوے یہانتک کہ توبہ کرے یا قید میں مر جاوے بسبب کہ اس شخص نے زمین میں فساد کیا ہے من له دعوی علی آخر فلم یجده فامسك اهله للظلمة فحبسوهم عزروا هم عزروا ایک شخص کا دعوی تہا دوسرے پر سو اوسنے اوسکو نہ پایا تو اوسکے لوگوں کو ظالموں کے پاس پکڑ دیا سو انہوں نے انکو قید کیا اور اوس نے انکو دلیا تو مدعی تعزیر دیا جاوے تعزر علی الورع البارد کتعزیر عمر تعزیر دیجاوے ورع بارد یعنی نالائق پرہیزگاری پر چنانچہ منقول ہے ایک کہجور کے پہونچا نام ام آثار خانیہ میں ہے کہ خلافت عادلہ کے وقت میں ایک شخص نے کہجور کا ایک پہل مدینہ کے بازار میں پایا سو اوسکو اوٹھا لیا اور بار بار کہتا تہا کہ یہہ کسکی کہجور ہے اس قول سے اوسکو اپنی زہد اور تقوے کا اظہار خلق میں منظور تہا امیر المومنین عمر فاروق نے یہہ سنا اور مطلب دریافت پایا تو فرمایا کہ کہا لے اسکو یا بارد الورع یہہ ایسا تقوی ہے جسکو حق تعالی بغض رکہتا ہے کذا فی الخلاصة و من الاشباه التعزیر لا یسقط بالتوبة کالحد تعزیر ساقط نہیں ہوتی توبہ کرنے سے مانند حد کے ثم قال و استثنی الشافعی ذوی الهیئات قلت قد قدمناه لاصحابنا عن القنیة وغیرها وزاد الناطقی فی اجناسه ما لم یتکرر فیقع التعزیر پہر صاحب اشباہ نے کہا اور امام شافعی نے تعزیر سے ذوی الهیئات یعنی عزت داروں اور اصحاب مروت کو مستثنی کیا ہے میں کہتا ہوں کہ ہم نے اشباہ میں اپنے اصحاب حنفیہ کے قول قنیہ سے مقدم ذکر کیے یعنی صاحبان مروت کے حق میں عدم تعزیر بسبب اتباعا علی الصیحة کی اور ناطقی نے اپنی اجناس میں اتنا زیادہ کہا کہ اصحاب مروت سے اوسوقت تک حد ساقط ہے جب تک بار بار قصور نہوا اور مکرر نہوں میں تو تعزیر اریکا کی خلاصہ نے تمر تاشی کا قول نقل کیا کہ جب اوسنے دو بار قصور کیا تو معلوم ہو گیا کہ وہ صاحب مروت نہیں وفی الحدیث تجافوا عن عقوبة ذوی المروة الا فی الحد اور حدیث میں ہے کہ درگذر کرو صاحبان مروت کی عقوبت سے مگر سوائے حد کے تم یہی حدیث واقع مذہب میں عدم تعزیر صاحبان مروت پر دلیل ہے وفی شرح الجامع الصغیر للمناوی الشافعی فی حدیث اتق الله لا تاتی یوم القیمة ببعیر تحمله علی رقبتك له رغاء او بقرة لها خوار او شاة لها ثواج قال یوخذ منه تجریس السارق ونحوه فلیحفظ اور مناوی شافعی کی شرح جامع صغیر کے اندر اس حدیث میں کہ ڈر اللہ تعالی سے کہ کہیں نہ لاوے تو قیامت کے دن اپنی گردن پر اوٹہا کر اونٹ بلبلاتا یا گائے بیل بائیں بائیں کرتا ہوا یا بہیڑ بکری میں میں کرتی ہوئی یہہ ذکر کیا کہ اس حدیث سے چور وغیرہ کو اوسکے مانند گہنٹا باندہنا تفضیح کے واسطے نکلتا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے م مناوی کی عبارت کا مضمون ہے کہ ابن منیر نے کہا کہ مجکو یہہ گمان ہے کہ تجریس سارق وغیرہ کی ماخذ اسی حدیث سے نکالی ہے لغت عرب میں رغا اونٹ کی آواز کو کہتے ہیں اور خوار گائے بیل کی آواز کو کہتے ہیں اور ثواج بضم ثا مثلثہ اور بعد اوسکے ہمزہ مفتوحہ ممدودہ اور اوسکے بعد جیم بہیڑ بکری کی آواز کو بولتے ہیں کذا فی الخطاء م یہہ حدیث سرقہ میں وارد ہے یعنی جو جانور کو چورا دیگا وہی جانور اوسکی گردن پر قیامت کے دن اپنی بولی بولتا ہوگا نصیحت کرنیکو انتقال مذہب سے یہانتک سب اقوال شارح اشباہ سے نقل کیے تمت اگر کسی کو کسی نے یا مخنث کہا تو بہتر یہ ہے کہ صبر کرے اور اگر حاکم سے تعزیر دلاوے تو جائز ہے اور اگر یون جواب دے بلکہ تو مخنث ہے تو کچہہ مضایقہ نہیں اگر غلام ایذا دیوے اور کہے تو مہدے اور زدوکوب تا وہ بیہیا لا ہے اور جو شراب اوڑانے کی مجلس میں حاضر ہوتا ہو تو اوسپر تعزیر ہے اگرچہ شراب پیتا ہو اور جسکے پاس شراب ہو برتن میں اور جو مقیم رمضان میں بیٹھا ہو پیتا ہو متعمدا اوسپر تعزیر ہے اور جو مسلمان کہ شراب بیچتا ہو یا بیاج کہاتا ہو وہ تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے اور اسیطرح مغنی اور مخنث اور نوحہ گر عورت پر تعزیر اور حبس ہے یہانتک کہ توبہ کریں کذا فی فتح القدیر اگر ایک نے دوسرے کو کہا یا مصلی یعنی نمازی تو اوسپر تعزیر ہے اگر ایک شخص کسی مقدمہ کا علما کا فتوی لکہا کر اپنے خصم کے پاس لایا تو خصم نے کہا کہ یون نہیں عمل نہیں کرتا یا یون کہا کہ ایسا نہیں ہے جیسا ان علما نے فتوی دیا ہے حالانکہ وہ شخص جاہل اہل علم کو تحقیر سے ذکر کرتا ہے تو اوسپر تعزیر واجب ہے آدمی کے حق میں بہتر یہی ہے کہ جب اوسسے کہا جاوے کہ کون چیز موجب حد اور تعزیر ہے تو اوسکا جواب کتابت اوسکی اور خطوط کی پڑہنے سے یعنی جیسے اسناد وبنا موجب تعزیر ہے احکام شرعیہ کو بطور مزاح کے ذکر کرنا موجب تعزیر ہے اور جو مسلمان کو طمانچہ مارے یا اوسکی پگڑی سر پر سے اوچہال دے بازار میں تو اوسپر تعزیر ہے کذا فی الظہیریة

کتاب السرقة

یہہ کتاب ہے سرقہ یعنی چوری کے احکام میں سرقہ بفتح سین وکسر را مہملہ ہے اور سکون را بہی جائز ہے چونکہ مقصود حدود سے حفظ نفس اور حفظ عقل اور حفظ آبرو ہے لہذا حدود کے بعد کتاب السرقہ کا تذکرہ کرنا مناسب ہوا اوسواسطے کہ مال سے مقصود جان اور آبرو کی حفاظت ہے هی لغة اخذ الشیء من الغیر خفیة وتسمیة المسروق سرقة مجازا یعنی چوری لغت میں غیر سے کسی چیز کے لینے کو کہتے ہیں چہپا کر اور مسروق کو جو شی

کہتے ہیں تو باعتبار مجاز کہتے ہیں اور سرقہ لغوی میں اصل سے استراق السمع یعنی چھپ کر غیر کی بات سننا کما فی المغرب وشرعاً باعتبار الحرمة اخذه خفیة کذلک بغیر حق نصاباً
کان ام لا اور شرع میں باعتبار حرام ہونیکے سرقہ اسطرح کر لینے سے عبارت ہے یعنی غیر کی چیز چھپا کر ناحق لینا خواہ وہ چیز بقدر نصاب ہو یا نہو وباعتبار القطع اخذ
مکلف ولو انثی او عبداً او کافراً او مجنوناً حال افاقته اور باعتبار ہاتھ کاٹنے کے شرع میں سرقہ عبارت ہے مکلف کے لینے سے اگرچہ مکلف عورت ہو یا غلام یا کافر
یا مجنون یعنے مجنون نے اپنی ہوش کیحالت میں چوری کی تو وہ بھی مکلف میں داخل ہے کذا فی النہر ھم سرقہ میں رکن اخذ ہے اور باقی امور جنکو ماتن و شارح نے ذکر کرینگے
وہ شرائط ہیں مصنف نے اخذ کو مطلق کہا تو اخذ حقیقے اور حکمی دونوں کو شامل ہے اخذ حقیقی یہ ہے کہ بذات خود چیز کو مکان محفوظ سے نکالے اور اخذ حکمی یہ ہے کہ چند سارق
کسیکے مکان میں داخل ہوں اور مال کو چرا دیں اور ایک شخص کی پیٹھ پر لادکر گھر سے باہر نکلیں تو سبکے ہاتھ کاٹے جاوینگے بنابر استحسان کے اور مکلف کی قید سے صبی
اور مجنون نکل گئے کہ اونپر قطع ید نہیں لیکن مال کی ضمانت ہے کذا فی البحر ناطق بصیر فلا یقطع اخرس لاحتمال نطقه بشبهة ولا اعمی لجهله بمال غیره
مکلف مذکور ناطق اور بصیر ہو تو ناطق کی قید سے گونگے کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسکے شبہہ بیان کرنیکے احتمال سے یعنی اگر وہ ناطق ہوتا تو شاید ایسا شبہہ بیان کرتا
جس میں قطع ید نہیں اور نہ اندھے کا ہاتھ کاٹا جاویگا بسبب اسکی نادانستگی کے غیر کے مال سے یعنی عدم بصارت سے عدم امتیاز اپنے مال کا غیر کے مال سے متصور ہے گو ہمکو نادانستگی
نہوتی ہو عشرة دراهم لم یقل مضروبة لما فی المغرب الدراهم اسم للمضروبة سرقہ کرنا ہو دس درم کے لینے سے مصنف نے دراہم مضروبہ نہ کہا یعنی سکہ دار
اسواسطے کہ مغرب میں ہے کہ دراہم سکہ دار ہی کا نام ہے یعنی درہم کی حقیقت میں ضرب اصل سے تو اب ضرب کے ذکر کرنیکی کیا حاجت ہے کہ غیر مضروب کا درہم نام نہیں ھم اسمیں اختلاف
ہے کہ ہر مقدار مالی میں قطع ہے یا دس مقدار معین میں جس سے کمتر میں قطع نہیں پہلا قول حسن بصری اور داؤد ظاہری اور خوارج کا ہے بدلیل قرآن اور حدیث کہ حق تعالی
نے فرمایا (السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا اَيْدِيَهُمَا) یعنی چور اور چورنی دونوں کا ہاتھ کاٹو تو یہ آیت مطلق ہے مقدار معین اسمیں مذکور نہیں اور حدیث متفق
علیہ میں رسی اور انڈے کے چرانے میں قطع ید مذکور ہے اور انکے سوا جمیع فقہای امصار اور علمای اقطار اس قول پر متفق ہیں کہ ہر ادنی مال میں قطع ید نہیں اسواسطے کہ بخاری
اور مسلم میں حدیث مرفوع متفق علیہ ہے لا تقطع الا فی ربع دینار فصاعداً یعنی قطع نہیں مگر ربع دینار میں یا اس سے زیادہ میں تو اس حدیث سے اول حدیث کی تاویل واجب
ہوئی دس درم یا ربع دینار کی قیمت کی رسی مراد ہے اور بیضہ سے بیضہ حدید مراد ہے یا حدیث اول منسوخ ہے اگر کوئی کہے کہ شاید حدیث ثانی منسوخ ہو تو ترجیح کی کیا
وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ فی الحقیقة کسی حدیث کی تاریخ معلوم نہیں جو ایک حدیث کا منسوخ ہونا متعین ہو جاوے باقی رہی وجہ اولویت عمل سو وہ جمہور کیطرف سے
اسواسطے کہ باب الحدود میں تعارض کے وقت نہ تو قول جمہور متعین ہے یعنی نظر باحتیاط و استحباب درء حد مقدار معین کرنا قطع ید کے واسطے ارجح اور اولی ہے علاوہ
اسکے اجماع صحابہ کرام بھی اسی پر منقول ہے تو اسی سے اطلاق آیت کا بھی مقید ہو گیا اور عقل سے بھی یہ اسواسطے کہ حقیر مطلق میں رغبت نہیں ہوتی تو اوسکو چوری
روکنا بھی نہیں چنانچہ گیہوں کا ایکدانہ تو اگر آیت سرقہ مطلق ہو تو ایک گیہوں کے دانہ لینے سے بھی قطع واجب ہوا اور تخصیص آیت کی فقط جمہور ہی کے نزدیک نہیں بلکہ
اخذ من الحرز سے بھی بالاجماع مخصوص ہے پھر جنکے نزدیک مقدار معین قطع میں شرط ہے وہ تعیین مقدار میں مختلف ہیں تو ہمارے اصحاب حنفیہ اور ایک جماعت تابعین کے نزدیک
دس درم کی تعیین ہے اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار ہے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک ربع دینار یا تین درم ربع دینار کی حدیث صحیحین سے مذکور ہو چکی اور مسند احمد میں
عائشہ صدیقہ سے حدیث مرفوع ہے کہ قطع کرو ربع دینار میں اور قطع کرو اس سے کمتر میں اور ربع دینار اوسوقت میں تین درم کا تھا امام مالک نے موطا میں کہا کہ رسول
علیہ الصلوة والسلام نے ڈھال کی چوری میں قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اترج کی چوری میں قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور اصحاب حنفیہ
کی یہ دلیل ہے کہ ڈھال کی قیمت تین درم سے زیادہ بھی بروایت صحیح ثابت ہوئی اور اخذ بالاکثر باب الحدود میں واسطے احتیال درء حد کے اولی ہے حاکم نے
مستدرک میں مجاہد عن ایمن روایت کی کہ قطع ید عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہوا مگر ڈھال کی قیمت میں اور قیمت اوسکی اوسوقت میں ایک دینار
تھی ہر چند ایمن میں اختلاف ہے کہ صحابی ہے یا تابعی اگر صحابی ہے تو کچھ اشکال نہیں اور اگر تابعی ہے تو بقول ابو زرعہ رازی اور ابن حبان ثقہ اور حجت ہے تو حدیث
مرسل ہوئی اور مرسل ہمارے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک قادح نہیں بلکہ حجت ہے تو اسکا معتبر رکھنا واجب ہوا تو ثابت ہوا کہ ڈھال کی قیمت میں اختلاف ہوا تین
درم یا دس درم کا تو اخذ بالاکثر واجب ہوا اسواسطے کہ شرع نے اس باب میں حد کا ٹالنا حتی الامکان واجب کیا اور مقوی اس قول کی نسائی کی روایت ہے عمرو بن شعیب سے

ابیہ عن جدہ کہ قیمت ڈھال کی حضرت صلعم کے وقت میں دس درم تھی اور یہ زوائد دارقطنی اور مسند احمد و اسحٰق بن راہویہ میں ثابت ہی اور ابن ابی شیبہ میں حدیث
مرفوع ہو کر جو بقدر ڈھال کے قیمت کو پہونچے تو اوسکے صاحب یعنے چورانے والے کا ہاتھ کاٹا جاوے اور قیمت ڈھال کی دس درم تھی اور طبرانی نے معجم میں اور
عبدالرزاق اور ترمذی نے ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ قطع نہیں مگر دینار میں یا دس درم میں اور یہ حدیث مرسل ہی کہ قاسم بن عبدالرحمٰن بن مسعود سے روایت
حالانکہ قاسم کو ابن مسعود سے سماع نہیں لیکن مسند ابو حنیفہ میں عن القاسم بن عبدالرحمٰن عن ابیہ عن عبداللہ بن مسعود قال کان تقطع الید علی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی عشرۃ دراہم تو یہ روایت مرسل نہیں بلکہ موصول ہے اور ابن خسروؒ نے بروایت محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ مرفوع نقل کیا کہ لا تقطع الید فی اقل من عشرۃ دراہم
تو یہ حدیث موصول مرفوع ہی اور اگر موقوف بھی ہوتی تو بھی بجای مرفوع تھی اسواسطے کہ مقدرات شرعیہ میں قیاس کو کچھ دخل نہیں تو موقوف اسمیں محمول علی الرفع
کذا فی فتح القدیر قال صاحبانا و مقدارہا فلا قطع بنقرۃ وزنہا عشرۃ لا تساوی عشرۃ مضروبۃ ولا بدینار قیمتہ دون عشرۃ سرقہ مباح یعنی
کہری دس درم لیعنے سے یا بقدار دس درم کے تو قطع نہیں اوس چاندی کی ڈلی سے جو بوزن دس درم ہی مگر دس درم مضروب کے برابر نہیں قیمت میں اور قطع نہیں اوس
دینار سے جسکی قیمت دس درم سے کم ہی وتعتبر القیمۃ وقت السرقۃ و وقت القطع ومکانہ بتقویم عدلین لہما معرفۃ بالقیمۃ ولا قطع عند اختلاف
المقومین ظہیریۃ اور معتبر ہی قیمت چوری کے وقت اور قطع کے وقت اور معتبر ہی قیمت قطع کرنیکے مکان میں دو عادل لوگ جو قیمت ٹہیرا دیں جنکو معرفت ہی قیمت کی
اور قطع نہیں وقت قیمت ٹہیرانیوالوں کے اختلاف کے وقت کذا فی الظہیریہ پھر تو اگر ایک کپڑا چرایا جسکی قیمت دس درم تھی سوالک نے دوسرے شہر میں اسکو گرفتار کیا اور
اوسکی قیمت آٹھ درم تھی تو قطع نہوگا اور اختلاف قیمت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص دس درم یا زیادہ قیمت کرتا ہی اور دوسرا اوس سے کم تو قطع نہیں اور اگر نصاب سے
زیادہ میں اختلاف ہوا تو وہ مانع قطع کا نہیں مقصودۃ بالاخذ فلا قطع بثوب قیمتہ دون عشرۃ وفیہ دینار او دراہم مصرورۃ الا اذا کان
وعاء لہا عادۃ تجنیس ایسے دراہم جن کا لینا مقصود بالذات ہو تو قطع نہیں اوس کپڑے کی چوری سے جسکی قیمت دس درم سے کم ہے اور اسمیں ایک دینار یا دس درم
ہیں جو بندھے ہوئے ہیں کہ کپڑا لینا مقصود تہا نہ دینار اور دراہم مگر اوس کپڑے کے لینے میں البتہ قطع ہی جو دینار یا دراہم کے رکھنے کا ظرف ہو بطور عادت کے کذا فی التجنیس یعنے جیسے
دینار اور درم کی تہیلی ہی تو البتہ قطع ہی اگر اوسمیں بقدر نصاب ہو ہو اسواسطے کہ تہیلی لینے میں دراہم مقصود ہوتے ہیں اگرچہ تہیلی کی قیمت بلکہ درم سے کم ہو ظاہرۃ الا اخراجا فلو
ابتلع دینارا فی الحرز وخرج لم یقطع ولا ینتظر لتغوطہ بل یضمن مثلہ لانہ استہلکہ وہو سبب الضمان للحال ایسے دراہم جن کا نکال لینا سارق
ظاہر ہو تو اگر سارق نے ایک دینار کو مکان محفوظ میں نگل لیا اور نکل آیا تو اوسکا ہاتھ نہ کاٹا جاوےگا اسواسطے کہ دینار کا نکال لینا اوسکے پیٹ سے ظاہر نہیں اور انتظار نکیا
جاویگا اوسکے ہگنے کا بلکہ مثل اوس دینار کے اوس سے ضمان لیا جاویگا اسواسطے کہ اوسنے اسکو مستہلک کیا اور استہلاک نے الحال ضمان لینے کا سبب ہے خفیۃ ابتداءً
وانتہاءً لو اخذ نہارا وہو منہ ما بین العشائین وابتداءً فقط لو لیلا لینا چہپ کر ہو ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی اگر دن ہو اور مغرب اور عشا کی درمیان
وقت بھی دن میں داخل ہی اور فقط ابتدا میں خفا شرط ہی اگر رات ہو ہم خفا کی قید سے غارتگری اور زبردستی لینا اور ہاتھ سے اچک لیجانا سرقہ کی تعریف سے نکل گیا پھر اگر
چوری دن میں ہوئی شہر کے اندر تو خفا شرط قطع ہی ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی اور عشا تک دن میں اسواسطے داخل ہوا کہ اوس وقت تک مدد آدمیوں کی ہوا کرتی ہی اور اگر رات میں
چوری ہوئی تو فقط ابتدا کا خفا شرط ہی نہ انتہا کا تو اگر سارق رات کو گہر میں داخل ہوا بطور خفیہ پھر اوس نے مال کو ظاہر ہو کر لیا گو بعد مقابلہ تو اوسکا ہاتھ کاٹا جاویگا
خفیۃ فی زعم السارق کذا فی المنح وہل العبرۃ لزعم السارق ام لزعم احدہما خلاف اور خفا میں کیا سارق کے گمان کا اعتبار ہی یا سارق اور صاحب
مال میں سے کسی ایک کا اسمیں خلاف ہی ہم محل خلاف اوس صورت میں ہی کہ جب سارق نے گمان کیا کہ صاحب خانہ جانتا ہی اور حالانکہ صاحب خانہ کو اسکا علم نہیں تو شرح زیلعی
میں کہا کہ اسمیں قطع نہیں ہی اسواسطے کہ سارق کے گمان میں خفیہ نہیں بلکہ اوسنے کہل کر لیا اور خلاصہ اور محیط اور ذخیرہ میں قطع مذکور ہی اسواسطے کہ دونوں میں سے ایک کے
گمان میں خفیہ ہونا کافی ہی مصنف نے مسئلہ رباعی ہی یعنی اسمیں چار صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ سارق اور صاحب خانہ دونوں کو علم ہو اسمیں قطع نہیں بالاتفاق
دوسری صورت یہ کہ دونوں کو علم نہیں اسمیں قطع ہی بالاتفاق تیسری صورت یہ ہی کہ صاحب خانہ جانتا ہی اور سارق کو اوسکے علم کا علم نہیں تو ظاہر اسمیں
بھی قطع ہی بالاتفاق اور چوتھی صورت اول مذکور ہو چکی من صاحب ید صحیحۃ فلا یقطع السارق من السارق فہم لینا مال کا اوس شخص کے ہاتھ سے

مثلا تقبیہ مہیج ہو تو جب یہ چور کے پاس چوری کی اوسپر قطع نہیں کذا فی الفتح ومالا یتسارع الیه الفساد کاللحوم والفواکه یعنی مال مسروق اوس قسم سے ہو جو جلد
نہ بگڑ جاتا ہو جیسے گوشت اور تر میوہ کذا فی التبیین تو ان کی چوری میں گو بقدر نصاب ہوں قطع نہیں ولا بد من کون المسروق متقوما مطلقا فلا تقطع
بسرقة خمر مسلم مسلما کان السارق او ذمیا وکذا الذمی اذا سرق من ذمی خمرا او خنزیرا او میتة لا یقطع لعدم تقومها عندنا کذا ذکره
الباقانی اور ضرور ہے کہ مسروق کا مال متقوم ہونا مطلقا یعنی ہر دین والے کے نزدیک مال متقوم ہو تو قطع نہیں مسلمان کی شراب چورا لینے سے خواہ سارق مسلم ہو یا ذمی
اور اسیطرح جب ذمی دوسرے ذمی سے شراب یا سور یا مردار کو چورا لے تو قطع نہیں ہے واسطے کہ اشیاء مذکورہ مال متقوم نہیں ہماری یعنی اہل اسلام کے نزدیک اس شرط
کو باقانی نے مذکور کیا ہی م حلبی نے کہا کہ شارح کی عبارت باوجود تطویل اس صورت کو شامل نہیں جب مسلم ذمی کی شراب چورا لے تو اگر یوں کہتا کہ لا قطع بسرقة خمر یعنی قطع نہیں
شراب کی چوری سے تو مختصر اور شامل ہوتا فی دار العدل فلا یقطع بسرقة فی دار الحرب او البغی یعنی یہ لازم ہے کہ چوری دار العدل یعنی دار الاسلام میں ہو تو قطع نہیں دار الحرب
یا دار البغی کی چوری سے کذا فی البدائع تو اگر بعض تجار مسلمین نے بعض کا مال دار الحرب میں چورایا پھر جب دار الاسلام میں آئے تو چور گرفتار ہوا تو امام اوسکا ہاتھ نہ کاٹیگا
کذا فی البحر من حرز بمرة واحدة اتحد مالکه او تعدد چوری ہوئی ہو مکان محفوظ سے یکبارگی خواہ مال کا مالک ایک ہو یا چند مالک ہوں م حرز یعنی حفاظت کا
مکان دو قسم ہے ایک حرز بنفسه دوسرا حرز بغیره حرز بنفسه وہ مکان ہے جو حفاظت مال کیواسطے بنا ہو اور اسمیں جانا بلا اذن مالک ممنوع ہو چنانچہ گھر اور دوکان اور خیمہ
اور خزانہ اور صندوق اور حرز بغیرہ وہ مکان ہے جو حفاظت مال کے واسطے نہیں بنا مگر اسمیں نگہبان موجود ہے جیسا کہ مسجد اور راہ اور میدان اور قبہ میں ہے
نہ اگر جنگل کے مدفون مال کو چورایا تو واجب نہیں قطع ہے کذا فی البحر اور یکبارگی کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بعض مال کو گھر سے نکالا پھر دوسری بار داخل ہو کر باقی کو نکالا تو
قطع نہیں بشرطیکہ اطلاع مالک یا اغلاق باب یا اصلاح نقب کا درمیان میں تخلل واقع ہوا ہو اور اگر ان امور کا تخلل نہیں واقع ہوا اور باوجود اسکے دو بار میں نکالا تو
یہ ایک ہی چوری ہے تو البتہ قطع ہوگا کذا فی الحموی عن السراج اور اتحاد اور تعدد مالک سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص نے بقدر نصاب جماعت کا مال چورایا تو قطع ہے
اور اگر دو شخصوں نے بقدر نصاب ایک کا مال چورایا تو دونوں پر قطع نہیں اور اعتبار نصاب کا سارق کے حق میں ہے نہ مالک کے حق میں بشرطیکہ حرز واحد ہو کذا فی
الطحطاوی عن البحر لا شبهة ولا تأویل فيه وثبت ذلك عند الامام کما سيجيء م نہ شبہہ ہو اس میں نہ تاویل اور یہ ثابت ہوا ہو امام کے نزدیک چنانچہ
یہ عنقریب واضح ہوگا م شبہہ کی قید سے وہ شخص نکل گیا جسنے اپنے مرتہن کے گھر سے مال نکالا اور تاویل کی قید سے مصحف کی چوری نکل گئی کہ اسمیں قطع نہیں
اسواسطے کہ اوسمیں تلاوت کرنیکی تاویل ممکن ہی یعنی سارق کہہ سکتا ہی کہ میں نے چورایا نہیں بلکہ پڑھنے کے واسطے لیا فیقطع ان اقر بها مرة ولو الیه رجع
الثانی طائعا جب ثبوت سرقہ کی معلوم ہوئی تو اب اسکے سارق کا قطع کیا جائیگا اگر اوسنے ایکبار چوری کا اقرار کیا بلا جبر اور ابو یوسف نے ایکبار کے
اقرار کے طرف رجوع کیا اور اول مذہب کے قائل ہیں کہ دو مجلسوں میں دو بار کے اقرار سے چوری ثابت ہوتی ہے فاقراره بها مکرها باطل ومن المتأخرين
من افتی بصحته ظهيرية زاد القهستانی معزيا للخزانة المفتين وحل ضربه ليقر وسنحققه تو چور کا اقرار کرنا سارق کا جبر اور زبردستی
سے باطل ہے اور بعضے متأخرین نے صحت اکراہ کا فتوی دیا ہے کذا فی الظہیریہ اور قہستانی نے خزانة المفتین کیطرف نسبت کرکے اتنا اور زیادہ کہا ہے کہ سارق کا مارنا بھی
حلال ہے تاکہ وہ اقرار کرے چوری کا اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے او شهد رجلان اور قطع یہ ہوگا اگر دو مرد گواہی دیں چوری کی م مصنف نے دو
مردونکی قید اسواسطے لگائی کہ عورتوں کی گواہی اسمیں مقبول نہیں اور اقرار اور شہادت میں حصر کرنے میں حجت ہے اشارہ کیطرف شہادة علی الشہادة سے اور قسم کے
انکار سے قطع نہیں اگرچہ ضمان واجب ہے کذا فی النہر ولو عبدا شرط حضرة مولاه ولا تقبل علی اقراره ولو بعضها به اور اگر سارق غلام ہے تو حضور
اوسکے مولے کا شرط ہے شہادت کی اور گواہی مقبول نہیں غلام کے اقرار پر اگرچہ مولے کے سامنے ہو م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب گواہوں نے گواہی دی عبد ماذون
کی دس درم یا زیادہ کی چوری کی تو اگر مالک موجود رہے تو بلا نفاق قطع ہے اور اگر مال تلف ہو تو صاحب مال کو بہ دیا جائیگا اور اگر مولے غائب ہے تو امام کے نزدیک
قطع نہیں اور سرقہ کا ضمان ہے اور اگر شاہدوں نے کمتر نصاب کی گواہی دی تو قاضی مال لینے کا حکم کرے غلام کا خواہ مولے موجود ہو یا نہو فیسألهما الامام کیف هی و
این هی وکم هی وزاد فی الدرر ومتی هی وممن سرق وبیناها احتیالا للدرء اور سوال کرے امام گواہوں سے کہ کیونکر چوری ہوئی اور کہاں ہوئی اور

کتنی ہوئی وغیرہ میں دو سوال یاد و مذکور ہیں کہ چوری کسکو کہتے ہیں اور کب ہوئی اور کس شخص کی چوری کی اور دونون گواہ ان سوالات کا جواب بیان کریں یہ سوالات حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے ہیں ہم کیفیت سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید چوری نقب یا ہو گھر میں اور بلا دخول ہاتھ ڈال کر چوری کی ہو تو اسمیں قطع نہیں ظاہر الروایۃ میں ہے اسلئے کہ ایسا شخص اُچکا ہے نہ چور اور مکان کا سوال اس احتمال سے ہے کہ دارالحرب میں چوری کی ہو یا مستامن کا مال دارالاسلام میں چرایا کہ اسمیں قطع نہیں اور مقدار سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید نصاب سے کم ہو اور حقیقت سرقہ کا سوال اسواسطے ہے کہ شاید استراق کلام یا استراق رکوع اور سجود کو کسی شاہد نے اسکو چوری کیطرف منسوب کیا ہو اور تاکہ غصب اور قطاع الطریق سے احتراز ہو اور زمان سرقہ کا سوال تقادم کے احتمال سے ہے اسواسطے کہ حدود خالصہ میں تقادم یعنے مدت گذرنا مبطل شہادت ہے اور صاحب مال کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید مالک محرم یا زوجہ ہو سارق کی وَیُحْبَسُہٗ حَتّٰی یَسْأَلَ عَنِ الشُّہُوْدِ لِعَدَمِ الْکَفَالَۃِ فِی الْحُدُوْدِ اور بعد شہادت مذکورہ کے حاکم کو سارق کو تا شاہدون کی عدالت دریافت کرے حبس کرنا اسواسطے ہے کہ حاضر ضامنی کی ہو حدود میں حاضر ضامنی جائز نہیں تو تا تحقیق عدالت شہود متہم کو محبوس کرنا چاہیے تا بہاگ نجاوے وَیَسْأَلُ الْمُقِرَّ عَنِ الْکُلِّ اِلَّا الزَّمَانَ وَمَا فِی النَّفْحِ اِلَّا الْمَکَانَ تحریف ہے اور حاکم چوری کا اقرار کرنے والے سے جمیع امور مذکورہ کا سوال کرے سوای زمانہ کے اور یہہ جو فتح القدیر میں ہے کہ مقر سے مکان کا بھی سوال نکرے یہہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق ہم غرض یہ ہے زمان کا سوال اسواسطے نہیں کہ تقادم مانع اقرار کا نہیں اور فتح القدیر کے بعض نسخون میں ہے کہ سوای مکان کے باقی شرطوں سے سوال کرے گویا یہہ تحریف ہے حق یہہ ہے کہ مکان سے بھی سوال کرے کہ شاید دارالحرب میں چوری کی ہو کذا فی النہر حموی نے کہا کہ زمان سے بھی سوال کرے اس احتمال سے کہ شاید سارق نے اپنی طفلی کیحالت میں چوری کی ہو وَصَحَّ رُجُوْعُہٗ عَنْ اِقْرَارِہٖ وَاِنْ ضَمِنَ الْمَالَ وَکَذَا الرَّجْعُ اَحَدُہُمْ اَوْ قَالَ ہُوَ مَالِیْ اَوْ شَہِدَا عَلٰی اِقْرَارِہٖ بِہَا وَہُوَ یَجْحَدُ اَوْ یَسْکُتُ فَلَا قَطْعَ شرح وہبانیہ اور صحیح ہے رجوع کرنا مقر کا اپنی چوری کے اقرار سے اگرچہ اسحالت میں ضامن ہوگا مال مسروق کا اور اسیطرح رجوع صحیح ہے اگر سب چورون میں سے ایک نے اقرار سے رجوع کیا یا یون کہا کہ وہ میرا مال ہے یا دو گواہون نے اسکی چوری کے اقرار پر گواہی دی اور وہ منکر ہے یا ساکت ہے تو قطع نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ ہم محیط میں مذکور ہے کہ دو شخصون نے چوری کا اقرار کیا پھر ایک شخص اقرار سے پلٹ گیا تو قطع دونون سے ساقط ہو گیا اسلئے کہ بعد ثبوت شرکت کے چوری میں جب راجع سے حد ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی ساقط ہوگی اسواسطے کہ شرکت برابری کو چاہتی ہے کذا فی المنح فَاِنْ اَقَرَّ بِہَا ثُمَّ ہَرَبَ فَاِنْ فِیْ فَوْرِہٖ لَا یُتْبَعُ بِخِلَافِ الشَّہَادَۃِ کَذَا نَقَلَہُ الْمُصَنِّفُ عَنِ الظَّہِیْرِیَّۃِ وَنَقَلَہٗ شَارِحُ الْوَہْبَانِیَّۃِ بِلَا قَیْدِ الْفَوْرِیَّۃِ پھر اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا پھر بہاگ گیا اگر فوراً بہاگا بمجرد اقرار کے تو اسکا پیچہا نکیا جاوے بخلاف شہادت کے کہ اسکے بعد اگر بہاگیگا تو گرفتار کیا جائیگا اسیطرح نقل کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ظہیریہ سے اور شارح وہبانیہ نے اسکو بلا قید فوریت نقل کیا تو ظاہراً منافات ہوئی دونون نقلون میں ہم طحطاوی نے صاحب الفوائد سے نقل کی کہ مصنف کو یون تعبیر کرنا بہتر تہا فَاِنْ اَقَرَّ ثُمَّ ہَرَبَ وَاِنْ فِیْ فَوْرِہٖ یعنی چوری کا اقرار کیا پھر بہاگا اگرچہ فی الفور بہاگا ہو اسکا پیچہا نکیا جاویگا اس تعبیر سے ثابت ہوتا ہے کہ رجوع بعد الفور سے بھی قطع نہیں ہوگا اسواسطے کہ اسکا بہاگنا اسکے رجوع قولی کے برابر ہے اور رجوع صریح لفظ میں حکم مختلف نہیں فی الفور اور تراخی میں تو اسوقت میں شرح وہبانیہ کی نقل میں کچھہ منافات نہیں اور فتاوی عالمگیری میں بہی مجملاً اسکے موافق صاحب الفوائد کے وَاِنْ فِیْ فَوْرِہٖ ہے یعنی ان متصلہ ہے نہ منفصلہ وَلَا قَطْعَ بِنُکُوْلِہٖ وَاِقْرَارِ مَوْلًی عَلٰی عَبْدِہٖ بِہَا فَاِنْ لَزِمَ الْمَالُ لِاِقْرَارِہٖ عَلٰی نَفْسِہٖ اور قطع نہیں سارق کے قسم نکہانے سے اور مولے کے اقرار کرنے سے اپنے غلام کی چوری پر اگرچہ مال کا دینا لازم ہے اپنی ذات پر اقرار کرنے سے ہم جب سارق سے قسم لیگئی قسم نکہائی تو گویا مال کا اقرار کیا اور مولے کا اقرار موجب لبس ہے وَالسَّارِقُ لَا یُفْتٰی بِعُقُوْبَتِہٖ لِاَنَّہٗ جَوْرٌ تَجْنِیْسٌ وَعَزَاہُ الْقُہُسْتَانِیُّ لِلْوَاقِعَاتِ مُعَلِّلًا بِاَنَّہٗ خِلَافُ الشَّرْعِ وَمِثْلُہٗ فِی السِّرَاجِیَّۃِ اور فتوے نہیں سارق کی عقوبت اور ضرب پر تا چوری کا اقرار کرے اسواسطے کہ اسکا مارنا ظلم ہے اور قہستانی نے اسکو واقعات کیطرف نسبت کیا ہے اسطرح دلیل لاکر کہ مارنا اسکا خلاف شرع ہے اور مانند اسکے سراجیہ میں ہے وَنُقِلَ عَنِ التَّجْنِیْسِ عَنْ عِصَامٍ اَنَّہٗ سُئِلَ عَنْ سَارِقٍ یُنْکِرُ فَقَالَ عَلَیْہِ الْیَمِیْنُ فَقَالَ الْاَمِیْرُ سَارِقٌ وَیَمِیْنٌ ہَاتُوْا بِالسَّوْطِ فَمَا ضَرَبُوْہُ عَشَرَۃً حَتّٰی اَقَرَّ فَاَتٰی بِالسَّرِقَۃِ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا رَاَیْتُ جَوْرًا اَشْبَہَ بِالْعَدْلِ مِنْ ہٰذَا اور تجنیس سے منقول ہے کہ عصام بن یوسف سے سوال ہوا اس سارق سے جو چوری کا منکر ہے تو جواب دیا کہ اسپر قسم ہے تو امیر نے کہا سارق اور قسم یعنی سارق کو جہوٹی قسم کا کیا خوف ہوگا کوڑا لاؤ سو مارنے والون نے دس کوڑے نہ مارے تہے کہ اسنے چوری کا اقرار

کیا پھر چوری کا مال لوٹا دیا تو عصام نے کہا سبحان اللہ میں نے کوئی ظلم مشابہ بعدل اس سے زیادہ تر نہیں دیکھا کذا فی المنح وفی اکراہ البزازیۃ من المشائخ من افتی
بصحۃ اقرارہ بہا مکرہا اور بزازیہ کی کتاب الاکراہ میں ہے کہ بعض مشائخ نے چور کا اقرار زبردستی کروانے کی صحت کا فتویٰ دیا ہے یعنی ضمان کے حق میں نہ قطع کے
حق میں وعن الحسن یحل ضربہ حتی یقر مالم یظہر العظم اور حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ ضرب سارق کی حلال ہے یہاں تک کہ چوری کا اقرار کرے
بشرطیکہ اتنی ضرب نہو جس سے ہڈی کھل جاوے ونقل المصنف عن ابن الغرز الحنفی صح انہ علیہ الصلوۃ والسلام امر الزبیر بن العوام بتعذیب بعض
المعاہدین حین کتم کنز حیی بن اخطب ففعل فدلہم علی المال قال وہو الذی یسع الناس وعلیہ العمل والا فالشہادۃ علی السرقات
اندر الامور اھ مصنف نے اپنی شرح میں قاضی القضاۃ ابن الغرز حنفی سے نقل کیا کہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے زبیر بن العوام
رضی اللہ عنہ کو بعض معاہدین کے مارنے کا حکم دیا جب انہوں نے حیی بن اخطب کا خزانہ چھپا ڈالا تھا حالانکہ اوسی مال پر معاہدہ ہوا تھا پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے
انکو مارا تو اوس نے بتایا کہا قاضی مذکور نے کہ یہہ وہ حدیث مروی ہے جسمیں لوگوں کو وسعت ہے اور اسی پر عمل ہے اور نہیں تو چوریوں پر گواہی کا ہونا
نہایت قلیل الوجود امر ہے کذا فی المنح ثم نقل عن الزیلعی فی آخر باب قطع الطریق جواز ذلک سیاسۃ واقرہ المصنف تبعا للبحر وابن
الکمال زاد فی النہر وینبغی التعویل علیہ فی زماننا لغلبۃ الفساد ویحمل ما فی التجنیس علی ما ذکرہ پھر مصنف نے باب قطع الطریق کے آخر میں
اسکا جواز بطریق سیاست کے نقل کیا اور مصنف نے اس قول کو باتباع صاحب بحر اور ابن کمال کے ثابت رکھا نہر الفائق میں اتنا زیادہ ہے کہ سارق منکر کی
جواز عقوبت پر اعتماد کرنا ہمارے زمانے میں لائق اور سزاوار ہے بسبب غلبہ فساد کے اور جو تجنیس میں عقوبت سارق کو ظلم کہا ہے وہ علماء سابق کے زمانے پر
محمول ہے یعنی اوس وقت اتنا فساد غالب تھا تو عقوبت کی چندان حاجت نہ تھی ثم مصنف نے آخر باب قطع میں قول مذکور یوں نقل کیا ہے کہ زیلعی نے تصریح کی ہے کہ
عند التکرار قتل کرنا بطریق سیاست ہے اور از قبیل سیاست ہے جو فقیہ ابو بکر اعمش سے منقول ہے کہ اگر مدعا علیہ چوری کا انکار کرے تو امام کو جائز ہے کہ اپنے ظن غالب پر عمل
کرے سو اگر اسکا گمان غالب ہو کہ وہ سارق ہے اور مال مسروق اوسکے پاس ہے تو اوسکو مارے اور ایسے ہی عقوبت کرنا بظن غالب جائز ہے چنانچہ اگر امام فاسقوں کے پاس
شراب کی مجلس میں کسیکو بیٹھا دیکھے اور چنانچہ اگر اوسکو چور کے ساتھہ چلتا دیکھے اور فقہا نے ظن غالب سے قتل نفس کو جائز کہا ہے چنانچہ کوئی شخص کسیکے اوپر میان سے
تلوار کھینچے آدمی اور اسکو گمان غالب ہو کہ مجھکو قتل کریگا کذا فی المنح ثم نقل المصنف قبلہ عن القنیۃ لو کسر سنہ او یدہ ضمن الشاکی اذ شکاہ کالمال لا
لو حصل ذلک بتسورہ الجدار او مات بالضرب لندرتہ پھر مصنف نے قبل زیلعی کے قول کے قنیہ سے نقل کیا شرح میں کہ اگر حاکم کے پاس نالش کی
مدعی نے کسی شخص کی پھر حاکم نے اسکو مارا اور اسکا دانت یا ہاتھہ ٹوٹ گیا تو مدعی شکوہ کرنیوالا اس دانت یا ہاتھہ کی دیت کا ضمان دیگا مانند مال کے نہ ضامن ہوگا
اگر یہہ حاصل ہوا اسکی دیوار کے چڑھنے سے یعنی اگر قید خانہ کی دیوار پر چڑھا بہاگنے کیواسطے اور اوسکا دانت یا ہاتھہ ٹوٹ گیا یا وہ شخص ضرب کے صدمے سے مر گیا تو مدعی نالش
کرنیوالا اسکا ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہیں مرجانا قلیل الوجود ہے تو اسکی نالش غالبا اسکا سبب نہیں ہو سکتی کذا فی المنح شرحا وعن الذخیرۃ لو صعد السطح
لیفر خوف التعذیب فسقط فمات ثم ظہرت السرقۃ علی ید آخر کان للورثۃ اخذ الشاکی بدیۃ ابیہم وبما غرمہ للسلطان لتعدیہ
فی ہذا التسبب سیجیٔ فی الغصب اور مصنف نے شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر چوری کا دعوی کیا اور سلطان نے اوس آدمی کو ایک
دو ایکبار مار ڈالا پھر قید خانہ میں قید کر دیا تو اگر وہ قید خانہ کی چھت پر چڑھ گیا تاکہ مار کے خوف سے بہاگ جاوے سو اگر وہ گر پڑا اور مر گیا پھر چوری کا مال دوسرے شخص کے پاس
ظاہر ہوا تو اوسکے وارثوں کو اپنے باپ کا خون بہا اور جتنا مال سلطان کو اوس نے ڈانڈ دیا نالش کرنیوالے سے لینا جائز ہے بسبب اسکی تعدی کے اس تسبیب یعنی جو کچھہ
ہوا اوسکے سبب سے ہوا کذا فی المنح اور اسکا ذکر کتاب الغصب میں آویگا قضی بالقطع ببینۃ او اقرار فقال المسروق منہ ہذا متاعہ لم یسرقہ منی وانما کنت
اودعتہ او قال شہد شہودی بزور او اقر ہو بباطل او ما شابہ ذلک فلا تقطع حکم کیا قاضی نے ہاتھہ کاٹنے کا بسبب گواہی یا اقرار کے پھر مسروق منہ
یعنی صاحب مال نے کہا کہ میرے گواہوں نے جھوٹی گواہی دی یا سارق نے باطل اقرار کیا یا مانند ان اقوال کے کچھہ اور کہا تو قطع نہیں ثم بعض علماء کا قول ہے مدعی کو
تعزیر چاہیے اگر مدعا علیہ نیکوکار مشہور ہو کذا فی الطحطاوی ویندب تلقینہ کیلا یقر بالسرقۃ اور امام کو مستحب ہے تلقین سارق کی تاکہ چوری کا اقرار نکرے ثم یہہ

ملقیین هذا کے واسطے ہو چنانچہ روایت ہے کہ ایک سارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو گرفتار ہو آیا تو فرمایا کہ کیا اُسنے چوری کی ہے میں ایسا نہیں گمان کرتا ہون کہ اُسنے چوری کی ہو کذا فی النہر کما لا تقطع لو شهد کافران علی کافر ومسلم بها فی حقهما ای الکافر والمسلم ظهیریة چنانچہ اگر گواہی دی دو کافرون نے ایک کافر اور ایک مسلمان کی چوری پر تو قطع نہین دونون کے حق مین یعنے کافر اور مسلم دونون کے ہاتھ نہ کاٹے جاوینگے کذا فی النہر تشارک جمع و اصاب کلا قدر نصاب قطعوا وان اخذ المال بعضهم استحسانا سدا للباب لفساد ولو فیهم صغیرا و مجنون او معتوه او محرم لم تقطع شریک ہوا ایک گروہ چورون کا وصعہ یا ہر شخص نے بقدر نصاب کے تو سبکے ہاتھ کاٹے جاوینگے اگرچہ اُس مال کو اُنہین سے بعضون نے چرایا ہو بنا بر استحسان کے فساد کا دروازہ بند کرنیکے واسطے اور اگر چورون کے گروہ مین صغیر یا مجنون یا فاتر العقل یا صاحب ل کا محرم ہو تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا ہم سبکا ہاتھ تب کاٹا جاویگا جب جماعت حرز مین داخل ہو کذا فی الہدایۃ اور شرح النقایہ مین ہے کہ اگر بعضے اندر جاوین اور بعضے باہر رہین سب شریک ہون تو اُسیکا ہاتھ کاٹا جاویگا جو اندر گیا اگر وہ بعینہ معلوم ہوا اور اگر معلوم نہو تو سب تعزیر کے واسطے قید کیے جاوین یہان تک کہ توبہ کرین کذا فی الطحطاوی وشرط القطع حضور شاهدیهما وقت القطع کحضور المدعی بنفسه حتی لو غابا او ماتا لا قطع وهذا فی کل حد سوی رجم وقود بحر قلت نقل المصنف فی الباب الاول تصحیح خلافه فتنبه اور شرط ہے قطع کے واسطے حاضر ہونا چوری کے دونون شاہدون کا قطع کرنیکے وقت جیسے حضور مدعی بذات خود شرط ہے یہانتک کہ اگر دونون شاہد اُس وقت غائب ہون یا مرگئے ہون تو قطع نہین اور یہ حضور گواہون کا ہر حد مین شرط ہے سوای رجم اور قصاص کے کذا فی البحر مین کہتا ہون مصنف نے باب اول مین اسکے خلاف کی تصحیح نقل کی ہے یعنے شرح منظومہ سے قطع مین عدم حضور شہود کی تصحیح منقول کی ہے سو آگاہ رہنا مین شبہہ رجم کا مخالف سابق کے ہے اور اسواسطے کہ حد زنا مین مذکور ہو چکا کہ بیشک غائب ہون یا مر جاوین تو حد ساقط ہے ویقطع بساج وقنا وآبنوس بفتح الباء وقیل بضمها

وعود ومسک وادهان وورس وزعفران وصندل وعنبر وفصوص خضر ای زمرد ویاقوت وزبرجد ولؤلؤ ولعل وفیروزج وانا ودبا غیر مرکب ولو متخذین من خشب اور ہاتھ کاٹا جاویگا ساگون اور قنا اور آبنوس اور اگر اور مشک اور تیل اور ورس اور زعفران اور صندل اور عنبر اور سبز نگینون یعنے زمرد اور یاقوت اور زبرجد اور موتی اور لعل اور فیروزہ اور برتن اور غیر مرکب دروازہ کی چوری سے اگرچہ برتن اور دروازہ لکڑی کا بنا ہو مرکب دروازہ کی چوری سے قطع نہین کذا فی شرح الملتقی بشرطیکہ ایک آدمی سے اٹھ سکتا ہو ہرچند لکڑی کی چوری مین قطع نہین لیکن ساگون اور آبنوس وغیرہ مذکورات مین قطع ہے اسواسطے کہ یہ نفیس مال ہین لہذا مکان محفوظ مین رکھے جاتے ہین اور دار الاسلام مین مباح الاصل نہین ملتے ہین تو قائم مقام چاندی سونے کے ہو گئین اور منح الغفار مین ہے کہ ساج یعنی ساگون ایک قسم کا درخت ہے جسکے اوپر سخت موٹی ہے اور لکڑی اوسکی سخت ہوتی ہے مانند آبنوس کے اور ساگون اور آبنوس سوای ہندوستان کے کہین نہین ہوتا اور قنا جمع ہے قناۃ کی یعنی نیزہ اور برچھی کی لکڑی اور زبرجد سبز پتھر ہے یاقوت سے بکثیر مشابہ ہے بحر الجواہر مین ہے کہ زمرد اور زبرجد صاحب لوان اور بعض اطبا سے نزدیک ایک ہی چیز ہے اور صاحب منتخب اور اوسکے محشی کے نزدیک دو جوہر مختلف الحقیقۃ ہین وکذا الکل ما هو من

عز الاموال واعظمها ولا یوجد فی دار العدل مباحا لا صلی غیر مرغوب فیه هذا هو الاصل اور اسیطرح قطع ہے ایسے ہر ایک مال کی چوری سے جو بہت عزیز ہو اور نہایت نفیس ہو دار العدل یعنی دار الاسلام مین مباح الاصل نہین پایا جاتا ہو اور خواہش نہو یعنی قاعدہ اصل ہے قطع یدین ہم عزیز اور نفیس مال کی قید سے تھا اور قلیل چیزون معروف ہے چیزین نکل گئین کیونکہ اونمین قطع نہین اور مباح الاصل کی قید سے گھاس وغیرہ نکل گیا اور غیر مرغوب کی قید سے قلیل ودلانہ نکل گیا جالیکہ اوسی سے نرم ہو سکے اور بعضی اوستون سے کیا نیند کے سوا اور جانے اور موتی اور جواہر مین قطع ہے اسواسطے کہ اشیا مذکورہ دار الاسلام مین مباح الاصل ہین لیکن غیر مرغوب نہین لا یقطع بنا به ای حقیر یوجد جنسه مباحا فی دارنا کخشب لا یحرز عادۃ قطع نہین اوس حقیر چیز کی چوری سے جو دار الاسلام مین مباح پائی جاتی ہے جیسے وہ لکڑی کہ مکان محفوظ مین بنا بر عادت نہین رکھی جاتی ہے تو جس لکڑی کو محفوظ مکان مین رکھنے کی عادت ہو جیسے ساگون یا آبنوس وغیرہ یا وہ لکڑی جو کہ ظروف اور بنانے سے قیمتی ہو گئی ہو تو اوسکی چوری مین قطع ہے کذا فی البحر فتح القدیر مین ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ مین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت مین شئی تافہ یعنی حقیر چیز مین قطع نہوتا تھا مارق کا وحشیش وقصب ومباح ولو محرزا وطیر ولو بطا او دجاجا کالصید

غایۃ اور قطع نہیں کیا جاوے گا ہرا اور بر قل اور مچھلی اور چڑیوں کی چوری سے اگرچہ مچھلی خشک نمکین ہو اور اگرچہ چڑیا بط یا مرغی وغیرہ ہو کذا فی غایۃ البیان وَصَیْدٍ وَزِرْنِیخٍ وَ
مَغْرَۃٍ وَنُورَۃٍ زاد فی المجتبی وَاُشْنَانٍ وَفَحْمٍ وَمِلْحٍ وَخَزَفٍ وَزُجَاجٍ لِسُرْعَۃِ کَسْرِہٖ اور قطع نہیں شکار اور ہڑتال اور گیرو اور چونہ کی چوری سے اور مجتبی مین اتنا
زیادہ کیا ہے اور اشنان اور کوئلا اور نمک اور سفالی اور شیشہ کی چوری سے اوسکے جلد ٹوٹ جانیکے سبب سے وَلَا بِمَا یَتَسَارَعُ فَسَادُہٗ کَلَبَنٍ وَلَحْمٍ وَلَوْ قَدِیْدًا وَکُلٍّ
مُهَيَّأٍ لِلْاَكْلِ كَخُبْزٍ وَلَوْ فِي اَيَّامِ قَحْطٍ لَا قَطْعَ بِطَعَامٍ مُطْلَقًا شُمُنِّيٌّ اور نہ اوس چیز کی چوری سے قطع ہے جو جلد سڑ جاتی ہو جیسے دودھ اور گوشت اگرچہ خشک گوشت
اور جو چیز کھانیکے واسطے طیار کیگئی ہو جیسے روٹی تو اوسمین قطع نہیں اور قحط کے دنون مین قطع نہیں کسی طعام کی چوری سے مطلقا کذا فی الشمنی م ارزانی کے دنون مین
طعام پختہ مین قطع نہیں اور غیر پختہ جیسا کہ گیہون مین قطع ہے اور قحط مین پختہ اور خام کسیمین قطع نہیں ہے اسلئے کہ حدیثمین وارد ہے کہ اضطرار کی بھوک مین قطع نہیں اور عمر رضی
عنہ سے منقول ہے کہ قحط کے سال قطع نہیں کذا فی الفتح والبحر وَفَاكِهَةٍ رَطْبَةٍ وَثَمَرٍ عَلَى شَجَرٍ وَبِطِّيخٍ وَكُلِّ مَا لَا يَبْقَى حَوْلًا اور قطع نہیں تر میوونکی چوری سے اور درخت
کے پھل سے اور خربوزے سے اور اوس ہر چیز کی چوری سے جو سال بھر باقی نہیں رہتی م تر میوے کی قید سے خشک میوہ نکل گیا تو خشک انگور اور خشک کھجور کی چوری
سے قطع ہے کذا فی البحر وَزَرْعٍ لَمْ يُحْصَدْ لِعَدَمِ الْاِحْرَازِ اور جو کھیت کہ ہنوز کاٹا نہیں گیا اوسکی چوری سے قطع نہیں بسبب عدم احراز کے یعنی مکان محفوظ مین نہیں رکھا
گیا کہ مرقہ اور سپارہ ق ہو وَاَشْرِبَةٍ مُطْرِبَةٍ وَلَوْ اٰنَاؤُهَا ذَهَبًا اور شربہ مطربہ کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ برتن شراب کا سونیکا ہو م شربہ مطربہ سے وہ پینیکی چیزین
مراد ہین جو نشا کرتی ہون اگرچہ مسکر سونیکے برتن مین ہو اسلئے کہ برتن تابع ہے بیان نہ مقصود بالذات اور شربہ مسکرہ مین اسواسطے قطع نہیں کہ بعضونکے نزدیک
حرام ہین تو لینا اونکا بہا دینے پر محمول ہوگا اور بعضونکی اباحت مین اختلاف ہے تو شبہہ پیدا ہوا سقوط قطع مین وَاٰلَاتِ لَهْوٍ وَلَوْ طَبْلَ الْغُزَاةِ فِي الْاَصَحِّ لِاَنَّ
صَلَاحِيَّتَهُ لِلَّهْوِ صَارَتْ شُبْهَةً غَايَه اور باجونکی چوری مین قطع نہیں اگرچہ غازیونکا طبل ہو قول اصح مین اسواسطے کہ اوسکا لہو اور لعب کے لائق ہونا موجب
شبہہ کا ہوگیا کذا فی غایۃ البیان م آلات لہو یعنی باجے جیسے دف اور طبل اور بربط اور بانسری کی کچھ قیمت نہیں صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے
تو اوسکے توڑنیوالے پر ضمان نہیں اور امام اعظم کے نزدیک اگرچہ اونکی قیمت ہے لیکن چورانا اونکا توڑ ڈالنے پر محمول ہوگا بنا بر نہی عن المنکر کے کذا فی الفتح وَصَلِيْبِ
ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ وَشِطْرَنْجٍ وَنَرْدٍ لِتَاوِيلِ الْكَسْرِ نَهْيًا عَنِ الْمُنْكَرِ اور سونے یا چاندی کی چلیپا اور شطرنج اور نرد کی چوری سے قطع نہیں نہی عن المنکر کی تاویل سے
یعنی اوسکا لینا توڑنے پر محمول ہوگا م صلیب یعنی چلیپا مثلث ہے جسکو نصاری اپنا قبلہ بناتے ہین اور بعضونے کہا کہ چلیپا دو لکڑیان ہین ایک کو دوسری پر ضم کرتے ہین
اسطرح + نصاری کا گمان ہے کہ عیسی علیہ السلام کو ایسی چیز پر سولی دیا تھا لہذا اسکو متبرک جانتے ہین اور شطرنج بکسر شین معجمہ اور مہملہ سے بھی پڑھنا جائز ہے اور نرد
بفتح نون ایک کھیل ہے جسکو اہل فرنگ کھیلتے ہین کذا فی الطحاوی وَبَابِ مَسْجِدٍ وَدَارٍ لِاَنَّهُ حِرْزٌ لَا مُحْرَزٌ اور قطع نہیں مسجد اور گھر کے دروازہ کی چوری سے اسلئے
کہ دروازہ غیر کی حفاظت کیواسطے ہے خود محفوظ نہیں وَمُصْحَفٍ وَصَبِيٍّ حُرٍّ وَلَوْ مُحَلَّيَيْنِ لِاَنَّ الْحِلْيَةَ تَبَعٌ اور مصحف اور آزاد صغیر کی چوریسے قطع نہیں اگرچہ مصحف
یا صغیر زیور دار ہون اسواسطے کہ زیور تابع ہے اور تابع کا اعتبار نہیں م مصحف مین اسلئے قطع نہیں کہ شاید تلاوت کے واسطے لیا ہو اور اگر سارق جاہل ہے تو معلم کا احتمال
ہے اور صغیر حر کی چوری مین یہ احتمال ہے کہ شاید چپ کرنیکے واسطے یا دایہ کو دینے کیواسطے اوسکو لیا ہو کذا فی الفتح وَعَبْدٍ كَبِيرٍ يُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهٖ وَلَوْ نَائِمًا اَوْ مَجْنُونًا
اَوْ اَعْجَمِيًّا لِاَنَّهٗ اِمَّا غَصْبٌ اَوْ خِدَاعٌ اور اوس غلام کبیر کی چوری سے قطع نہیں جو باتمیز ہے یعنی اپنا حال بیان کر سکتا ہے اگرچہ اوسکے لینیکے وقت وہ سوتا ہو یا مجنون
یا اوپرا ہو اسلئے کہ عبد کبیر کا لینا یا غصب یا فریب بنا ہے سرقہ نہیں جو قطع لازم آوے م عبد کبیر سے ممیز غلام مراد ہے جو اپنا حال بیان کر سکتا ہو بالغ ہو یا نابالغ
کذا فی البحر وَدَفَاتِرَ غَيْرِ الْحِسَابِ لِاَنَّهَا لَوْ شَرْعِيَّةً كَكُتُبِ تَفْسِيرٍ وَحَدِيثٍ وَفِقْهٍ فَكَمُصْحَفٍ وَاِلَّا فَكَطُنْبُورٍ اور سوای حساب کے اور اوراق لکھے ہوئے کی چوری
سے قطع نہیں اسواسطے کہ اگر وہ شرعی ہین جیسے تفسیر اور حدیث اور فقہ کی کتابین تو وہ حکم مین قرآن کے مانند ہین یعنی باحتمال تلاوت قطع ساقط ہے اور اگر کتب شرعیہ
نہیں تو طنبور کے حکم مین ہین یعنی باحتمال نہی عن المنکر اونمین بھی قطع نہیں م شارح نے باتباع ماتن کتب غیر شرعیہ کو طنبور کے مانند کہا لیکن قہستانی نے کہا کہ کتب شعر
اور دواوین اور کتب حکمت مین قطع ہے اور صاحب بحر اور نہر نے کہا کہ اگر سحر کی کتب کا سارق ہے تو متفق ہو تو اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا بِخِلَافِ الْعَبْدِ الصَّغِيرِ وَدَفَاتِرِ
الْحِسَابِ لِمَا مَضَى حِسَابُهَا لِاَنَّ الْمَقْصُودَ وَرَقُهَا فَيُقْطَعُ اِنْ بَلَغَ نِصَابًا اَمَّا الْمَعْمُولُ بِهَا فَالْمَقْصُودُ عِلْمُ مَا فِيهَا وَهُوَ لَيْسَ بِمَالٍ فَلَا قَطْعَ بِلَا فَرْقٍ

ہین دفاتر تجار دیوان او قاضی بخلاف صغیر غلام کی چوری کے اور ان سادے دفترون کی چوری کے جنکے حساب کتاب سے فراغت ہوچکی کہ اس چوری مین قطع ہے اسواسطے
کہ ایسے دفترون کے لینے سے مقصود بالذات ورق ہین حساب کا دریافت کرنا تو قطع ہوگا اگر اوراق کی مالیت بقدر نصاب ہو پہونچے اور ایسے دفتر جنکے حساب سے ہنوز فراغت
نہین ہوئی جب انکے لینا دینا باقی ہو تو انکے لینے سے اوسکا حساب دریافت کرنا مقصود ہے اور یہہ دریافت کرنا مال نہین ہے تو لہذا قطع نہین اسکی چوری مین بلا فرق سواگر
ادہ کچہری اور اوقاف کی ہین کذا فی النہر یعنی خواہ سوداگرون کی بہیان ہین یا حاکم کی کچہری کی یا اوقاف کی بہیان ہون کسی مین قطع نہین در صورت عدم فراغت حساب اور
بصورت نہین اوراق کی مالیت بسبب غیر مقصود ہونیکے ساقط الاعتبار ہے وکلبٍ وفہدٍ ولو علیہ طوق من ذہب علِم السارق بہ او لا لانہ تبعٌ اور قطع
نہین کتے اور چیتے کی چوری سے اگرچہ اوسکی گردن مین سونیکا طوق ہو سارق کو اوسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ طوق تابع ہے تو ساقط الاعتبار ہے ولا بخیانۃٍ فی ودیعۃٍ
ونہبٍ ای اخذٍ قہرًا واختلاسٍ ای اختطافٍ لانتفاء الرکن اور قطع نہین امانت مین خیانت کرنیسے اور غارتگری سے یعنی زبردستی لینے اور دست
سے یعنی جہپٹا مارنے سے بسبب مفقود ہونے رکن کے یعنی خیانت مین حرز نہین اور نہب اور اختلاس مین چھپ کر لینا موجود نہین پہر جب رکن سرقہ نہوا تو قطع کیونکر ہو نہب اور
اختلاس علانیہ لینے مین دونون برابر ہین لیکن اختلاس مین بنسبت نہب کے اختطاف داخل ہے اور نہب مین داخل نہین جامع ترمذی مین حدیث مرفوع ہے کہ لیس علی خائنٍ ولا منتہبٍ ولا مختلسٍ
قطع کذا فی البحر ونبشٍ لقبورٍ ولو کان القبر فی بیتٍ مقفلٍ فی الاصح او کان الثوب غیر الکفن وکذا لو سرق من بیتٍ فیہ قبرٌ او میتٌ لیتأول
بزیارۃ القبر او التجہیز وللاذن بدخولہ عادۃً ولو اعتادہ قطع سیاسۃً اور نبش قبور سے یعنی کفن چور پر جو بعد دفن کے مردونکے کفن چراوے قطع نہین
اگرچہ قبر مقفل کوٹہری مین ہو بقول اصح یا جس کپڑے کو قبر سے چرایا غیر کفن ہو یا اگر اسکو چرایا اوس کوٹہری سے جسمین قبر یا مردہ ہے بسبب تاویل ہونے اوسکے دخول کی واسطے
زیارت قبر یا تجہیز میت کے اور بسبب اجازت اوسکے دخول کے بنابر عادت کے اور اگر اوسکی عادت پڑگئی ہو کفن چرانیکی تو قطع کیا جاویگا بنابر سیاست کے نہ بنابر حد کے
ومالٍ عامۃٍ او مشترکٍ وحصر مسجدٍ واستار کعبۃٍ ومال وقفٍ لعدم المالک بحر اور قطع نہین بیت المال کی مال اور مشترک مال چرانیسے اور مسجد
کی چٹائیان اور کعبہ کے غلاف اور وقف کے مال چرانے سے بسبب نہونے مالک کے مفتی ابو السعود نے کہا کہ مال وقف کی یہہ تعلیل عدم قطع مین عجیب ہے اسلئے کہ خود صاحب بحر اور
نہر نے تصریح کی ہے کہ قطع ید ہر محافظ کی طلب سے ہوتا ہے اور تمثیل مین متولی وقف کو بیان کیا ہے جب وقف کا مال چوری ہو جاوے ومثل دَینہ ولو دینہ مؤجلًا او
زائدًا علیہ او اجود لصیرورتہ شریکًا اور قطع نہین اپنے دین کے مانند کی چوری سے اگرچہ اوسکا دین مؤجل ہو یا مسروق زائد ہو دین پر یا بہتر ہو اوس سے بسبب
ہوجانے سارق کے شریک یہہ تعلیل ہے زیادہ از دین کے چرانے کی مثلًا زید کے من بہر گیہون قرض تہے خالد پر سو زید نے دو من گیہون اوسکے چرائے تو زید خالد کا شریک
ہوگیا لہذا قطع نہین اذا کان من جنسہ ولو حکمًا بان کان لہ دراہم فسرق دنانیر وبعکسہ ہو الاصح لان النقدین جنسٌ واحدٌ حکمًا صورت
مذکورہ مین قطع ثابت نہین جبکہ مسروق مجانس اور ہمجنس ہو دین کا اگرچہ مجانست حکمی ہو اسطرح پر کہ سارق کے اوسپر دراہم قرض تہے سو اوسنے دنانیر کو چرایا یا
اسکے بالعکس یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ چاندی سونا جنس واحد ہین حکمًا بخلاف العرض ومنہ الحلی فیقطع بہ مالم یقل اخذتہ رہنًا او قضاءً بخلاف
اسباب اور قماش کے اور اسمین زیور بہی داخل ہے تو اسباب اور زیور کی چوری سے قطع کیا جاویگا جبتک صاحب دین یون نکہے کہ مینے اسکو بطریق رہن کے لیا یا بطور قضاء دین
وجعلہ الشافعی اخذ خلاف الجنس للمجانسۃ فی المالیۃ قال فی المجتبی وہو اوسع فیعمل بہ عند الضرورۃ اور امام شافعی نے خلاف جنس
کے لینے کو مطلق کہا ہے مالیت مین مجانس ہونیکے سبب سے یعنی چاندی سونا اور گہوڑا اور اناج ایک ہی جنس ہین مال ہونیکے طریق سے مجتبی مین کہا کہ اس قول مین بڑی وسعت ہے
تو ضرورت کے وقت اوسپر عمل کرلینا چاہیے اگرچہ یہہ ہمارا مذہب نہین سو اسلئے کہ انسان معذور ہے ضرورت کے وقت اسپر عمل کرنے مین کذا فی المنح عن المجتبی بخلاف سرقتہ
من غریم ابیہ او غریم ولدہ الکبیر او غریم مکاتبہ او غریم عبدہ المأذون المدیون فانہ یقطع لان حق الاخذ لغیرہ بخلاف اوسکے جو چرائے
اپنے باپ کے قرضدار سے یا اپنے بالغ بیٹے کے قرضدار یا اپنے مکاتب کے قرضدار یا اپنے عبد ماذون مدیون کے قرضدار سے کہ اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ قرض لینے کا حق غیر شخص کے
واسطے ہے ولو سرق من غریم ابنہ الصغیر لا کسرقۃ شیء قطع فیہ ولم یتغیر اما لو تبدل العین او النسبۃ کالنسیج قطع علی ما فی المجتبی اور اگر اپنے ولد
صغیر کے قرضدار سے چوری کی تو قطع نہین چنانچہ اوس چیز کی چوری مین قطع نہین جسکی چوری سے ایکبار قطع ہوچکا اور وہ چیز متغیر نہین ہوئی ہو جو وہ اور اگر اسکی ذات بدل گئی

یا سبب ملک بدل گیا مانند ہبہ کے تو قطع ہوگا کذا فی المجتبیٰ ہم تبدل ذات کی یہ صورت ہو کہ مثلاً سوت کی چوری میں قطع ہوا پھر سوت مالک کو ملا سو اوسنے کپڑا بنا لیا پھر سارق نے
مذکور نے وہ کپڑا چرایا تو قطع ہوگا اور تبدل سبب کی یہ صورت ہی کہ مالک نے بعد قطع کے مال مسروقہ کو ہبہ ڈالا پھر اوسکو مول لیا پھر سارق اول نے چرایا تو
دوسری بار قطع ہوگا کذا فی النہر او من ذی رحم محرم لا برضاع فلو محرمیتہ برضاع قطع کابن عمہ ہو اخوہ رضاعًا فانہ ذو رحم نسبًا محرم
رضاعًا عینی فسقط کلام الزیلعی یا چوری کسی چیز کی اوس قرابتدار کی جو محرم ہے بلا رضاعت کے تو اگر قرابتدار کا محرم ہونا رضاعت کے سبب سے ہو نہ نسب کے
سبب سے تو اوسکی چیز چرانے سے قطع کیا جاویگا جیسے چچا کا بیٹا رضاعی بھائی ہو تو وہ قرابتدار ہو باعتبار نسب کے اور محرم ہے باعتبار رضاعت کے نہ باعتبار نسب کے
کذا فی شرح الکنز للعینی تو اس تقریر سے ساقط ہوگیا کلام زیلعی کا زیلعی نے کہا کہ رضاعی باپ یا بیٹا یا بھائی کے مال چورانے سے قطع ہوا اور رحم کے اخراج کیواسطے الا برضاع
کی قید کی کچھ حاجت نہیں اسلئے کہ رحم محرم میں یہ لوگ داخل نہیں عینی نے جواب دیا کہ قرابت نسبی اور محرمیت رضاعی کا جمع ہونا جائز ہی اور یہی حق ہی ہوا اس
کہ قرابت نہیں ہوتی مگر نسبی اور محرم کا ہو رضاعی بھی ہوتا ہو تو اوسکے اخراج کی حاجت ہوئی تو گویا یوں کہا کہ محرم نسبی کذا فی النہر ولو المسروق مال
غیرہ ای غیر ذی الرحم بخلاف ما اذا سرق من بیت غیرہ فانہ یقطع اعتبارًا للحرز و عدمہ قریب محرم سے چورانے میں قطع نہیں اگر مال مسروقہ
اوسکے پاس کسی غیر شخص کا ہو بخلاف اوسکے جب محرم نسبی کا مال اوسکے غیر کے گھر سے چرایا تو قطع کیا جاویگا باعتبار حرز اور عدم حرز کے ہم محرم نسبی کا گھر اوسکے حق
مین حرز نہیں باعتبار آمد و رفت کے بلا اجازت ان تو وہاں سے مال لینا شرعًا چوری نہیں لہذا قطع نہیں خواہ وہ مال محرم کا ہو یا غیر کا اور غیر محرم نسبی کا گھر اوسکے حق مین حرز ہے
کہ وہاں آنا جانا بدون اجازت صاحب خانہ جائز نہیں تو وہاں سے مال لینا چوری ہی شرعًا باعتبار حرز کے لہذا قطع ہی خواہ وہ مال غیر کا ہو یا سارق کی محرم کا و بخلاف
مرضعتہ صوابہ مرضعہ بلا تاء ابن کمال مطلقًا سواء سرق من بیتہا او بیت غیرہا فانہ یقطع لما مرّ اور بخلاف دائی دودہ پلانی کے مال کے
مطلقًا یعنی برابر ہی کہ دائی کا مال اوسکے گھر سے چرایا ہو یا اوسکے غیر کے گھر سے ہر صورت قطع کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنی دائی محرم نسبی نہیں جو قطع ساقط ہو بنابر
عدم حرز کے شارح نے کہا بقول ابن کمال مرضعہ بولنا صواب ہے بدون تاء تانیث ہم طحطاوی نے کہا کہ بعض علما کہا کہ جبتک ایسی صغیر کو دودہ پلاتی ہی تو اوسکو مرضع بولتی ہیں
بدون تاء تانیث اور جب دودہ پلا چکی اور صغیر کو منع کیا تو اوسکو مرضعہ کہتی ہیں تاء تانیث کے ساتھ اور یہاں ثانی مراد ہیں تو مصنف کا الحاق تاء تانیث بھی نہیں اور
صاحب قاموس کا کلام بھی اسیکے موافق ہی تو اعتراض شارح کا مصنف سے ساقط ہوگیا ولا بسرقۃ من زوجتہ وان تزوجہا بعد القضاء جوہرۃ اور قطع نہیں
زوجہ کے مال چورانے سے اگرچہ عورت سے بعد حکم قطع کے نکاح کیا ہو کذا فی الجوہرۃ یعنی کسی مرد نے عورت اجنبی کا مال چرایا اور چوری ثابت ہوئی اور قاضی نے قطع ید کا حکم دیا
اور اوسکے بعد سارق نے اوس عورت سے نکاح کرلیا تو بھی قطع ساقط ہی جیسے باب سرقہ میں زوجیت کا ہونا ہر حال میں کافی ہی و زوجہا ولو کان المسروق من حرز
خاص لہ اور قطع نہیں اپنی زوج کا مال چورانے سے اگرچہ زوج کے حرز خاص سے مال مسروق ہوا ہو اسواسطے کہ زوجین کے مال میں بے تکلفی کا ہونا مانع قطع ہی کذا فی النہر ولا
عبد من سیدہ او عرسہ او زوج سیدتہ للاذن بالدخول عادۃ اور غلام چورانے میں اپنے مالک یا اوسکی زوجہ کے مال سے یا اپنی مالکہ کے زوج کے
مال سے قطع نہیں بسبب آنے کی اجازت کے بنابر عادت کے یعنی یہ عادت جاری ہی کہ گھر میں غلام کا آنا اکثر منع نہیں ہوتا بلکہ اجازت ہوتی ہی تو حرز باقی نہ رہا ولا من
مکاتبہ و ختنہ و صہرہ اور قطع نہیں اپنی عبد مکاتب اور ختن اور صہر کے مال چورانے سے ہم زوجہ کے محرم نسبی کو صہر کہتی ہیں چنانچہ سسر اور سالا اور محرم
نسبی کے زوج کو ختن کہتے ہیں چنانچہ داماد اور بہتیجی بہانجی نواسی پوتی کا زوج و من مغنم وان لم یکن لہ حق فیہ لانہ مباح الاصل فصار شبہۃ غایۃ
بحثًا اور قطع نہیں غنیمت کے مال چورانے سے اگرچہ سارق کا حصہ اسمیں نہو اسواسطے کہ وہ مباح الاصل ہے تو شبہہ ہوگیا کذا فی غایۃ البیان بحثًا و حمام فی وقت
جریان العادۃ بدخولہ وکذا حوانیت التجار والخانات مجتبی اور قطع نہیں حمام کی چوری سے جو وقت کہ اسمیں داخل ہونیکی عادت جاری ہو اور تاجر
لوقت دخول قطع نہیں ہوگا گردن کی دوکانوں سے اور کاروان سرایوں سے چوری کرنے میں کذا فی المجتبی لیکن مصنف نے باتباع صاحب کنز اور حاوی کے حمام کو مطلق رکھا
کذا فی النہر و بیت اذن فی دخولہ ولو اذن لخصوص صنف فدخل غیرہم و سرق ینبغی ان یقطع اور قطع نہیں اوس گھر کی چوری سے جسمیں داخل ہونیکا اذن
ہوگیا چنانچہ دوکان اور کاروان سرا میں ہوتا ہے اور اگر خاص لوگوں کو داخل ہونے کا اذن ہوا پھر سوا اونکے غیر شخص داخل ہوا اور اوسنے چوری کی تو لائق یہ ہے کہ قطع کیا جاوے ہم اگر

دوکان اور سرا میں اگر چوری کی تو قطع ہوگا اسلئے کہ یہ مکانات حفاظت کے واسطے بنے ہیں اور اذن دخول کا فقط دن کو ہے نہ رات کو کذا فی المنح واعلم انہ لا یعتبر
الحرز بالحافظ مع وجود الحرز بالمکان لانہ اقوی فلا یعتبر الحافظ فی الحمام لانہ حرز ویعتبر فی المسجد لانہ لیس بحرز یعنی
اور معلوم کر کہ حفاظت نگہبان کی باوجود حفاظت مکان کے معتبر نہیں ہے اسلئے کہ حرز مکانی قوی تر ہے نگہبان کے حرز سے تو نگہبان معتبر نہیں حمام میں ہے اسلئے کہ وہ حرز ہی ہے
اور حرز نگہبان کا مسجد میں معتبر ہے اسواسطے کہ وہ حرز نہیں یعنی اموال کی حفاظت کے واسطے مسجد نہیں بنی اسیکا فتوی ہے کذا ذکرہ الشمنی م یعنی حمام
میں غیر وقت دخول کی چوری سے قطع ہے صاحب مال اپنے مال کے پاس ہو یا نہو اور مسجد میں اگر مالک بیدار اسکے پاس نہوگا تو قطع نہیں اور یہی حکم ہے راہ اور جنگل کا وکلما
کان حرزا لنوع فہو حرز للانواع کلہا فیقطع بسرقۃ لؤلؤ من اصطبل علی المذہب وقیل حرز کل شیء معتبر بحرز مثلہ والاول ہو
المذہب عندنا مجتبی لکن جزم القہستانی بان الثانی ہو المذہب فتنبہ اور جو مکان کہ حرز ہو ایک قسم مال کا وہ بالکل اقسام کے مال کا حرز ہے تو قطع
کیا جاویگا بسبب موتی کی چوری کے اصطبل سے بنا بر صحیح مذہب کے اور بعضوں نے کہا کہ حرز ہر شی کا معتبر اوسکے مماثل کے حرز سے ہے اور پہلا قول ہمارا مذہب ہے کذا فی المجتبی لیکن قہستانی نے
یقین کیا ہے کہ ثانی مذہب صحیح ہے تو خبردار ہو جاؤ م شارح نے آگاہ کر دیا کہ یہاں دونو قولوں کی تصحیح ہوئی ہے تو قول ثانی کے بموجب اصطبل سے موتی چورانے میں قطع نہیں ہے اسلئے
کہ اصطبل گھوڑوں کا حرز ہے نہ جواہرات کا ولا یقطع نفاف ہو من یسرق الدراہم بین اصابعہ اور قطع نکیا جاوے نفاف یعنی جو دراہم کو اپنی انگلیوں کے
اندر چرا لیوے م مصنف نے باتباع صاحب بحر کے یہی شرح میں کہا کہ نفاف وہ ہے جسکو دراہم پرکھنے کے واسطے دیئے جاویں اور وہ بدون اطلاع مالک کچھ اسمیں سے لیلے ولا فشاش کالفاء
ہو من یہیئ لغلق الابواب ما یفتحہ اور فشاش بالفاء وہ شخص ہے جو دروازے کے قفل کھولنے کیواسطے آلات طیار رکھے اذا فتش حانوتا او باب دار نہارا
وخلا البیت من احد فلو فیہ احد ہو لا یعلم بہ قطع شمنی قطع نکیا جاوے جبکہ وہ دوکان یا گھر کے مقفل دروازے کو دن میں کھولے اور گھر میں کوئی
نہو اور اگر گھر میں کوئی ہو اور وہ نجانتا ہو تو قطع کیا جاویگا کذا ذکرہ الشمنی م دن میں قفل کا کھولنے والا مجاہر ہے مختفی نہیں اور اسیطرح جو جانتا ہو کہ گھر میں کوئی
ہے وہ بھی مجاہر ہے اور شرط قطع خفیہ ہے منح الغفار میں حسامی سے منقول ہے کہ جب گھر کا دروازہ بند ہو مقفل نہو پھر اسمیں سارق چھپکر داخل ہوا اور اسباب چورا دے
تو قطع کیا جاویگا اور اگر دروازہ کھلا ہو پھر دن کو گھسکر چورا دے تو قطع نہیں ویقطع لو سرق من السطح نصابا لانہ حرز شرح وہبانیہ اور قطع کیا جاوے
اگر چھت پر سے بقدر نصاب چرا دے اسواسطے کہ چھت بھی حرز ہے کذا فی شرح الوہبانیہ بشرطیکہ چھت پر چڑھکر چورا دے اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے یہ ہے کہ اگر کپڑا دیوار پر پھیلا ہو
راہ کیطرف اور کوئی نیچے سے اسکو کھینچ لے تو قطع نہیں او من المسجد اراد بہ کل مکان لیس بحرز فعم الطریق والصحراء ورب المتاع عندہ ای
بحیث یراہ ولو الحافظ نائما فی الاصح یا مسجد سے چورا دے اور حالانکہ اسباب کا مالک اوسکے پاس ہے یعنی اسجگہ میں ہے جہاں سے اسکو دیکھتا ہے اگرچہ حافظ سوتا ہو قول اصح میں
مصنف نے مسجد سے ایسے ہر مکان کا ارادہ کیا جو حرز نہیں تو مسجد یا میں قصد راہ اور میدان کو بھی شامل ہے م مالک متاع سے حافظ مراد ہے مالک ہو یا نہو اور پاس ہونا
عام ہے کہ اوسکے سر کے نیچے ہو یا پہلو کے پلنگ کے رکھا ہوا اور حافظ سوتا ہو اسلئے کہ ایسا بھی حافظ گنا جاتا ہے اور یہی قول اصح ہے کذا فی المجتبی لا یقطع لو سرق
ضیف ممن اضافہ ولو من بعض بیوت الدار او من صندوق مقفل لاختلال الحرز نہ قطع کیا جاویگا اگر مہمان نے چورایا اوسکا مال جس نے اوسکی مہمانی کی اگرچہ کسی
کسی کوٹھری سے چورایا ہو یعنی جسمیں مہمانی نہیں ہوئی یا صندوق مقفل سے چورایا ہو بسبب برہم ہو جانے حرز کے یعنی گھر سب کوٹھریوں کے ساتھہ حرز واحد ہے تو دخول کے اذن
سے اسکی سب کوٹھریوں کا حرز جاتا رہا او سرق شیئا ولم یخرجہ من الدار لشبہۃ عدم الاخذ بخلاف الغصب یا کوئی چیز چورائی اور گھر سے باہر نہیں
نکالی تو قطع نہیں بسبب شبہہ عدم اخذ کی بخلاف غصب کے م چونکہ تمام گھر حرز واحد ہے تو بدون اخراج کے چوری ثابت نہیں ہوتی بخلاف غصب کے کہ اسمیں گھر سے نکال لیجانا شرط
نہیں یعنی بمجرد غصب کے غاصب پر ضمان واجب ہو گیا اگرچہ اوسکو گھر سے باہر نہیں نکالا اور اس مسئلہ میں گھر سے مراد چھوٹا گھر ہے اسلئے کہ بڑے گھر کا حکم بعد اسکے مذکور
ہوتا ہے وان اخرجہ من حجرۃ الدار المشتملۃ علی حجر الی صحنہا او اغار من اہل الحجر علی حجرۃ اخری لان کل حجرۃ حرز اور اگر سارق نے مال کو بہت
بڑے گھر کے حجرے سے اوسکے صحن تک نکالا یا غارتگری کی بعض اہل حجرہ نے دوسرے حجرہ والے پر تو قطع ہوگا اسواسطے کہ ہر حجرہ باعتبار اوسکے ساکن کے علیحدہ حرز ہے م
حجرات دار سے وہ مکانات او منازل مراد ہیں جنکے رہنے والوں کو اسکے گھر کے صحن کی حاجت نہو بلکہ صحن سے اسطرح منتفع ہوتے ہوں جیسے راہ اور میدان سے کذا فی المنح

طحطاوی نے کہا مراد اغارت سے اخذ بالسرعت ہے اور مطلب سرقہ ہے او نقب فدخل او القی کذا رأیتہ فی نسخ المتن والشرح بأو وصوابہ بالواو کما فی الکنز شیئا فی الطریق یبلغ نصابا ثم اخذہ قطع لان الرمی حیلۃ یعتادہا السراق فاعتبر الکل فعلا واحدا یا سارق نے نقب یعنی کونہل لگایا اور پھر گھر میں داخل ہوا اور کوئی چیز بقدر نصاب راہ میں ڈال دی پھر نکل کر وہ چیز لی تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ چیز کا پھینکدینا ایک تدبیر ہے جسکی چوروں کو عادت ہوتی ہے تو یہ سب فعل یعنے نقب دینا اور داخل ہونا اور چیز کا پھینکدینا اور پھر اوٹھا لینا ایک ہی فعل معتبر ہے شارح کہتا ہے اسیطرح میں اس کتاب کے متن اور شرح کے نسخوں میں او القی بلفظ او دیکھا اور ٹھیک واو ہے چنانچہ کنز میں ہے و لہذا مترجم نے واو کا ترجمہ کیا نہ او کا م حموی نے کہا کہ شرط قطع یہ ہے کہ پھینکنے کے بعد چیز نظر آتی ہو اور اگر نظر نہ آتی ہوگی تو قطع نہیں اگرچہ پھر اسکو پا جاوے اسواسطے کہ وہ نہ مستہلک کے ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یاخذہ او اخذہ غیرہ فہو مضیّع لا سارق اور اگر پھینکدینے والے نے اسکو نہ لیا یا غیر شخص نے اسکو لیلیا تو پھینکنے والا ضائع کرنیوالا ہے نہ سارق یعنی تو اوسپر ضمان واجب ہوگا نہ قطع او حملہ علی دابۃ فساقہا واخرجہ او علق رسنہ فی عنق کلب و زجرہ لان سیرہ یضاف الیہ یا مال سرقہ کو جانور پر لادا پھر اسکو ہانکا اور اسکو خارج کر دیا حرز سے یا مال مسروق کی رسّی کتے کی گردن میں معلق کردی اور کتے کو ڈانٹا اور للکارا کہ وہ نکل گیا تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ جانور اور کتے کا چلنا اور نکلنا اس شخص کیطرف منسوب ہوگا م اور اگر جانور کو ہانکا اور اخراج نکیا بلکہ وہ خود نکل گیا اور اسیطرح کتا بدون ڈانٹے کے آپ نکل گیا تو اوسپر قطع نہیں اسواسطے کہ خروج اسکا آدمی کیطرف مضاف نہیں کذا فی البحر او القاہ فی الماء فاخرجہ بتحریک السارق لما ثم یا مال سرقہ کو پانی میں ڈالدیا پھر اسکو سارق کی حرکت دینے سے حرز کے اندر سے نکالا تو قطع کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنی اسطرح کا نکالنا سارق ہی کیطرف منسوب ہوگا م صورت اسکی یہ ہے کہ گھر کے اندر نہر تھی اور اسکا پانی کم بہتا تھا سو سارق نے مال اسمیں ڈال کر پانیکو زور سے ہلا دیا تو مال باہر گھر سے نکل گیا کذا فی المنح او لا بتحریکہ بل اخرجہ قوۃ جریہ علی الاصح لانہ اخرجہ بسببہ زیلعی یا نہ نکالا مال کو اپنی تحریک سے بلکہ پانی کے زور سے بہنے نے اسکو باہر کردیا تو بھی قطع ہے بنا بر اصح قول کے اسواسطے کہ اسکا باہر کردینا سارق ہی کے سبب سے ہوا کذا فی شرح الزیلعی قطع فی الکل لما ذکرنا سارق کا ہاتھ کاٹا جاویگا جمیع مسائل مذکورہ میں بسبب ان وجوہ کے جنکو ہمنے ذکر کیا م قطع جزا ہے وان اخرجہ الخ کے مابعد کی ویشکل علی الاخیر ما قالوا لو علقہ علی طائر فطار الی منزل السارق لم یقطع فلذا واللہ اعلم جزم الحدادی وغیرہ بعدم القطع اور بنابر اخیر مسئلہ کے مشکل ہوتا ہے وہ مسئلہ جسکو فقہانے کہا ہے کہ اگر سرقہ کو چڑیا کی گردن میں لٹکا دیا سو چڑیا اوڑکر سارق کے گھر میں پہونچی تو قطع نکیا جاویگا تو واللہ اعلم اسیواسطے حدادی وغیرہ نے مسئلہ اخیرہ میں عدم قطع کا یقین کیا ہے م جیسے چڑیا کا اوڑنا اور سارق کے گھر میں پہونچنا سارق کیطرف منسوب نہوا تو چاہیے کہ پانی کی قوت سے باہر نکلنا بھی سارق کے بھی سارق کے طرف منسوب نہو وان نقب ثم ناولہ آخر من خارج الدار او ادخل یدہ فی بیت واخذ ویسمی اللص الظریف اور اگر نقب یا پھر گھر میں گھسکر مال مسروق دوسرے آدمیکو دیا جو گھر سے باہر ہے یا نقب کے باہر سے کوٹھری میں ہاتھ ڈالا اور مال لیا تو قطع نہیں اور ایسے شخصکو لص ظریف یعنی ظریف چور کہتے ہیں کیونکہ چوری تو کی اور اگر گرفتار ہو تو قطع لازم نہ آوے م پہلی صورتین دونوں پر قطع نہیں اسواسطے کہ داخل پر اخراج صادق نہیں دوسرے شخص کے لینے سے اور خارج پر ہتک حرز ثابت نہیں تو سرقہ کسی پر نہ صادق آیا اور دوسری صورت میں بھی ہتک حرز بسبب عدم دخول کے صادق نہیں کذا فی المنح ولو وضعہ فی النقب ثم خرج واخذہ لم یقطع فی الصحیح شمنی اور اگر مال کو پہلے نقب میں رکھدیا پھر باہر نکل کر لیلیا تو قطع نہیں صحیح قول میں کذا فی الشمنی او طر ای شق صرۃ خارجۃ من نفس الکم فلو داخلہ قطع وفی الحل بعکسہ اور اگر چیر ہمیانی کو جو آستین کی ذات سے باہر ہے اور درہم کو لیا تو قطع نہیں اور اگر ہمیانی آستین کے اندر ہو تو اوسکے چیرنے سے قطع کیا جاویگا اور ہمیانی کھولنے میں بالعکس حکم ہے یعنی رباط خارج کے کھولنے میں قطع ہے نہ داخل کے کھولنے میں طر بمعنے شق ہے و لہذا فاعلکو طرار کہتے ہیں اور صرہ سے مراد ہمیانی ہے کذا فی الطحطاوی او سرق من مرعی او من قطار بفتح القاف الابل علی نسق واحد بعیرا او حملا علیہ لا یقطع لان السائق والقائد والراعی لم یقصدوا للحفظ یا دونوں کی چراگاہ یا قطار سے ایک اونٹ کی چوری کی یا اوسپر لدے ہوئے بوجہ کی چوری کی تو قطع نہیں اسواسطے کہ قطار ہانکنے والا اور کھینچنے والا سے اور چراگاہ کے چرانے والے سے نگہبانی مقصود نہیں ہوتی جو ہتک حرز متحقق ہو بلکہ سائق اور قائد سے قطع مسافت اور نقل متاع مقصود ہے اور راعی سے چرانا مقصود ہے شارح نے کہا کہ قطار بل بفتح قاف وہ اونٹ ہیں جو نسق واحد پر ہوں م قطار بکسر قاف صواب ہے چنانچہ قاموس اور منتخب اللغات

اور یہی اوسع لمتن میں ہے کذا فی العلائی ولو کان معہا حافظا او شق الحمل فسرق منہ او سرق جوالقا بضم الجیم فیہ متاع وربہ یحفظہ
او نائم علیہ او بقربہ او ادخل یدہ فی صندوق غیرہ او فی جیبہ او کمّہ فاخذ المال قطع فی الکل والاصل ان الحرز ان امکن دخولہ
فھتکہ بدخولہ والا بادخال الید فیہ والاخذ منہ اور اگر قطار کے ساتھ کوئی حافظ ہو یا کہ وہ گون کو چیرے اور اوسمیں سے چرا لے یا اوس خرجی کو چرا لے
جسمیں اسباب ہے اور حالانکہ مالک اسکی نگہبانی کرتا ہے یا اوسپر سوتا ہے یا اوسکے پاس ہے یا اپنا ہاتھ سارق نے غیر کے صندوق میں یا اوسکی جیب میں یا اوسکی آستین
میں ڈالا اور مال کو اوسمیں سے لیا تو قطع کیا جاویگا ان سب صورتوں میں اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ اگر حرز ایسا ہے جسمیں گھسنا انسان کا ممکن ہے جیسے گھر ہے تو ہتک حرز اوسکے
دخول سے معتبر ہے اور اگر ایسا ہے کہ اوسمیں دخول ممکن نہیں چنانچہ گون اور خرجی اور صندوق اور جیب اور آستین تو ہتک حرز اوسمیں ہاتھ ڈالنے اور اوسکے مال لینے سے
معتبر ہے جوالق بضم جیم خرجی کو کہتے ہیں اور جمع اسکی جوالیق اور جوالقات ہے بفتح جیم **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے سرق فسطاطا منصوبا لم یقطع
ولو ملفوفا او فی فسطاط اخر قطع فتح کھڑے خیمہ کو چرایا تو قطع نکیا جاویگا اور اگر خیمہ پیچیدہ میں لپٹا ہوا ہو یا دوسرے خیمہ کے اندر ہو تو قطع کیا جاویگا کذا فی فتح القدیر
اسواسطے کہ پہلی صورت میں خیمہ خود حرز ہے مگر محرز نہیں اور باقی صورتوں میں محرز ہے اخرج من حرز شاۃ لا تبلغ نصابا فتبعتہا اخری لم یقطع سارق نے حرز سے بکری
جو بقدر نصاب نہیں نکالی پہر اوسکے پیچھے دوسری بکری بھی چلی گئی اور نصاب پوری ہوگئی دونوں کے ملانے سے تو قطع نکیا جاویگا اسواسطے کہ جسکو اوسنے نکالا تہا وہ بقدر
نصاب نہی اور دوسری کا نکلنا اوسکی طرف منسوب نہیں سرق مالا من حرز فدخل الحرز وحمل السارق بامتعۃ قطع المحمول فقط صاحب حرز یا مال کے حرز میں
پہر دوسرا داخل ہوا اور سارق اوسنے اپنے ساتھ کا مال اوسپر لادا یا اوسپر لادا ہے وہی فقط قطع کیا جاویگا نہ لادنیوالا کذا فی السراج قال انا سارق ھذا الثوب
قطع ان اضاف لکونہ اقرارا بالسرقۃ وان نون ونصب الثوب لا یقطع لکونہ عدۃ لا اقرارا در وتوضیحہ اذا قیل ھذا قاتل زید بالاضافۃ معناہ انہ
قتلہ واذا قیل قاتل زیدا معناہ انہ یقتلہ والمضارع محتمل الحال والاستقبال فلا یقطع بالشک کہا کہ میں اس کپڑے کا سارق ہوں تو قطع کیا
جاویگا اگر اوسنے سارق کے لفظ کو ہذا الثوب کیطرف مضاف کیا اسطرح کہ سارق کی تنوین کو حذف کردیا اور ثوب کو مجرور کہا اسواسطے قطع ہوگا کہ یوں کہنا چوری کا اقرار
ہے اور اگر سارق کو تنوین کے ساتھ کہا اور ثوب کو منصوب بولا تو قطع نکیا جاویگا اسواسطے کہ یہ وعدہ ہے چوری کا اقرار نہیں اور توضیح اسکی یوں ہے کہ جب
یوں کوئی بولا کہ ہذا قاتل زید تو مطلب اسکا یہ ہے کہ اوسنے زید کو قتل کرڈالا اور جب کوئی یوں بولا کہ ہذا قاتل زیدا تو مطلب یہ ہے کہ زید کو یہ قتل کریگا یا
کرتا ہے اور مضارع حال اور استقبال کو محتمل ہے اور معلوم نہیں کہ کون مراد ہے تو قطع نکیا جاویگا شک سے ہم خلاصہ فرق اضافت اور عدم اضافت کا یہ ہے کہ اضافت
سے اسم فاعل بمعنے ماضی ہوجاتا ہے تو گویا اوسنے یوں کہا کہ سرقت ہذا الثوب تو یہ اقرار ہوا سرقہ ماضیہ کا اور عدم اضافت میں اسم فاعل بمعنی مضارع ہوتا ہے تو گویا یوں
کہا انا اسرق ہذا الثوب اسواسطے کہ اعمال اسم فاعل کا دلالت کرتا ہے کہ قائل نے ماضی کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ جب ماضی کے معنے میں ہوتا ہے تو عمل نہیں کرتا مگر کسائی
اور ہشام کے مذہب میں کذا فی البحر قلت وفی شرح الوہبانیۃ ینبغی الفرق بین العالم والجاھل لان العوام لا یفرقون الا ان یقال یجعل شبہۃ لدرء
الحد وفیہ بعد شارح کہتا ہے اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ عالم اور جاہل کے درمیان فرق کرنا لائق ہے اسواسطے کہ عوام عرب جو مسائل نحویہ سے واقف نہیں ایسی ترکیب
یعنی نصب و اضافت میں کچھہ فرق نہیں کرتے ہیں مگر یہ کہ اسکو حد ٹالنے کا شبہہ قرار دیجئے اور اسمیں بعد یعنی دوری ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید وجہ بعد یہ ہے کہ اسطرح سے
تو شبہۃ الشبہہ کا اعتبار کرنا لازم آتا ہے اسواسطے کہ عدم ایجاب قطع کا عالم پر تو اوس شبہہ سے ہوا جو شک سے پیدا ہوا تو اگر جاہل میں اسکو اعتبار کیجئے تو عدم قطع اوس شبہہ سے
ہوگا کہ جاہل کا کلام عالم کے کلام سے مشابہ ہے للامام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد در وھذا ان عاد واما قتلہ ابتداء فلیس
من السیاسۃ فی شیء نہر امام کو جائز ہے قتل کرنا چور کا بنا بر سیاست کے بسبب اوسکے فساد ڈالنے کے زمین میں کذا فی الدر اور یہ جواز قتل اسوقت ہے جب مکرر چوری کرے اور
اول ہی بار کی چوری میں قتل کرنا سیاست شرعیہ میں کسیطرح داخل نہیں کذا فی النہر حموی نے سراجیہ سے نقل کیا کہ جب یہ چور بہت بار چوری کرے تو امام کو اسکا قتل کرنا بطریق سیاست
و دفع فساد کے واسطے جائز ہے حموی نے کہا کہ یہہ جو ہمارے زمانے کے حاکم پہلی ہی بار کی چوری میں قتل کرڈالتے ہیں سیاست سمجھکر سو جور اور ظلم اور جہالت ہے کیونکہ سیاست شرعیہ شفقت
شرعی سے حکم صادر ہے قلت وقد قدمنا عنہ معزیا للبحر فی باب الوطء الموجب للحد ان التقیید بالامام یفہم انہ لیس للقاضی الحکم بالسیاسۃ

فلیحفظ شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں نہر الفائق سے بحر الرائق کا قول باب الوطی الموجب للحد میں کہ قید لگانا امام کا منصب ہے کہ قاضی کو حکم سیاسۃً کرنا جائز نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور طحاوی نے کہا ہم بھی اسی مقام میں مذکور کر چکے ہیں لیکن کتاب کہ قاضیکو اکثر احکام سیاسۃ کے کرنے جائز ہیں واللہ سبحانہ اعلم

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

یہہ باب ہے کیفیت قطع اور اسکے اثبات کے احکام میں تقطع یمین السارق من زندہ ای هو مفصل الرسغ وتحسم وجوبًا وعند الشافعی ندبًا فتح کاٹا جاوے سارق کا داہنا ہاتھ اسکے بند دست یعنی پہنچے سے اور داغا جاوے گرم تیل سے بنابر وجوب کے اور امام شافعی کے نزدیک داغنا بنابر استحباب کے ہے کذا فی فتح القدیر ہم مطلق ہاتھ کا کاٹنا تو نص قرآنی سے ثابت ہوا اور داہنے ہاتھ کی تعیین عبد اللہ بن مسعود کی قراءت سے ہے یعنی فاقطعوا ایمانہما سے اور یہہ قراءت مشہور ہے تو اطلاق آیت کی تقیید اس قراءت سے صحیح ہے اور داہنے کا کاٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہے اور پہنچے سے کاٹنا متوارث بجائے متواتر ہے جسمیں سند مخصوص کے طلب کرنے کی احتیاج نہیں اگرچہ دارقطنی وغیرہ میں اسکے مضمون کی احادیث بھی مروی ہیں اور قطع اصابع پر اکتفا کرنا یہہ نقل شاذ ہے اور خارجیوں کا قول کہ ہاتھ کو مونڈہے سے کاٹنا چاہیے مخالف اجماع ہے اور داغنا تو حدیث سے ثابت ہے حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سارق پکڑا آیا جسنے شملہ چورایا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ میں نہیں گمان کرتا کہ اسنے چوری کی ہو سارق نے کہا ہاں کی ہے تو ارشاد ہوا کہ لیجاؤ اسکو اور اسکو قطع کرو اور اسکو داغو پھر اسکو میرے پاس لاؤ سو قطع ہوا اور داغا گیا پھر اسکو حضرت کے پاس لائے تو فرمایا کہ توبہ کر سو اوسنے توبہ کی فرمایا اللہ تعالی تیری توبہ قبول کرے حاکم نے کہا کہ یہہ حدیث صحیح بشرط مسلم ہے اور اسکو ابوداؤد نے مراسیل میں اور قاسم بن سلام نے غریب الحدیث میں بھی روایت کیا ہے اور دارقطنی نے بھی قطع ید اور داغنے کی روایت کی ہے اور مغرب وغیرہ میں ہے کہ حسم یعنے داغنا عبارت ہے گرم تیل میں ہاتھ ڈبونے سے اور فائدہ داغنے کا یہہ ہے کہ خون بند ہو جاوے اور شافعی اور احمد کے نزدیک گلے میں ہاتھ لٹکانا یعنی بعد قطع اور داغ کے مسنون ہے اسواسطے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکا حکم کیا چنانچہ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں مروی ہے اور ہمارے نزدیک یہہ امام کی تجویز پر موقوف ہے اور حضرت کا حکم تعلیق پر قطع میں ثابت نہیں کہ تعلیق سنت ہو کذا فی فتح القدیر مصنف نے شرح میں کہا کہ اسمیں اعتراض ہے کہ جب امر ثابت ہوا تو مسنون ہونا ثابت ہوا واللہ اعلم الا فی حر شدید فلا یقطع لان الحد زاجر لا متلف ویحبس لتوسط الامر مگر سخت گرمی اور سردی میں قطع نکیا جاویگا بلکہ ہلاک ہونیکا خوف ہے اسواسطے کہ حد قطع زاجر ہے تلف کرنیوالی اور سارق قید رہیگا تا اعتدال پھر قطع ہوگا وثمن زیتہ ومونتہ کاجرۃ حداد وکلفۃ حسم علی السارق عندنا لتسببہ بخلاف اجرۃ المحضر للخصوم ففی بیت المال وقیل علی المتمرد شرح وهبانیہ قلت وفی قضاء الخانیۃ هو الصحیح لکن فی قضاء البزازیۃ وقیل علی المدعی وهو الاصح کالسارق اور تیل کی قیمت اور اسکے مصارف جیسے ہاتھ کاٹنے والے کی اجرت اور داغنے کی کلفت یعنی لکڑیوں کی قیمت اور تیل جوش کرنیکے برتن کی اجرت سارق پر ہے ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہی سبب پڑا ہے ان مصارف کا بخلاف مدعی اور مدعا علیہ کے محضر کی اجرت کے کہ وہ بیت المال سے متعلق ہے اور بعضوں نے کہا کہ متمرد سرکش پر ہے کذا فی شرح الوہبانیہ شارح کہتا ہے اور خانیہ کی کتاب القضاء میں ہے متمرد پر اجرت محضر کی ہونی یہی صحیح ہے لیکن بزازیہ کی کتاب القضاء میں ہے اور ایک قول یہہ ہے کہ اجرت محضر کی مدعی پر ہے اور یہی قول اصح ہے مثل سارق کے قطع ید میں ودجلہ الیسری ان عاد اور سارق کا بایاں پاؤں کاٹا جاوے ٹخنہ سے اگر وہ دوسری بار چوری کرے فان عاد ثالثا لا وحبس وعزر ایضا بالضرب حتی یتوب ای تظهر امارات التوبۃ شرح وهبانیہ پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو قطع نہو گا اور قید کیا جاویگا اور اسکو مار سے بھی تعزیر دیجاویگی یہانتک کہ توبہ کرے یعنی آثار توبہ کے ظاہر ہوں نہ فقط زبانی توبہ کذا فی شرح الوہبانیہ ہم سرقہ ثانیہ میں بایاں پاؤں کاٹنا حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اور کعب سے کاٹنا اکثر اہل علم کے نزدیک اور امیر المؤمنین عمر فاروق کا فعل ہے اور سرقہ ثالثہ اور رابعہ میں قطع نکرنا امیر المؤمنین علی مرتضے کا قول ہے جو ثابت ہے محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں یوں روایت کی اخبرنا ابو حنیفۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمۃ عن علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جب سارق چوری کرے تو میں اسکا داہنا ہاتھ کاٹوں پھر اگر دوبارہ چوری کرے تو اسکا بایاں پاؤں کاٹوں پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو اسکو قید میں رکھوں یہانتک کہ آثار خیر اوس سے پیدا ہوں مجھکو حیا آتی ہے اللہ سے کہ میں اوسکو ایسا کر کے چھوڑوں کہ نہ اسکے ہاتھ رہے جس سے کھاوے یا استنجا کرے اور نہ پاؤں رہے جس سے چلے اور

اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا صحابہ کرام سے تو صحابہ نے اجماع کیا اوپر
قول علی مرتضیٰ کے وغیر ذلک من الآثار کذا فی فتح القدیر وما روی یقطع ثالثا ورابعا ان صح حمل علی السیاسۃ او نسخ اور یہ جو روایت ہے کہ تیسری بار
اور چوتھی بار کی چوری میں بھی قطع کیا جائے اگر وہ روایت صحیح ہے تو سیاست پر محمول ہے یا منسوخ ہونے پر ہے امام شافعی کے نزدیک تیسری بار کی چوری میں بایاں ہاتھ
کاٹا جاوے اور چوتھی بار کی چوری میں داہنا پانوں کاٹا جاوے بدلیل حدیث ابی داود بروایت جابر خلاصہ مضمون اسکا یہ ہے کہ ایک سارق کی چار بار کی چوری سے
چاروں ہاتھ پانوں کاٹے گئے پھر جب پانچویں بار اوسنے چوری کی تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اوسکے قتل کر ڈالنے کا امر فرمایا چنانچہ وہ مقتول ہوا
نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے مصعب ابن ثابت اسکا راوی ضعیف ہے ہر چند مضمون اس حدیث کا طرق کثیرہ سے ثابت ہے لیکن کوئی سند طعن سے خالی نہیں لہذا
طحاوی نے کہا کہ ان آثار کو ہمنے تتبع کیا کسیکی ہمنے اصل نہیں پائی اور عقل سے نہایت بعید ہے کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سارق کے چاروں ہاتھ
پانوں قطع ہوتے اور صحابہ کرام اسکو جانتے اور علی مرتضیٰ کی خلافت میں کوئی اسکو ذکر کرتا اور مشورہ کے وقت اوسکے خلاف پر اجماع صحابہ ہوتا تو علی مرتضیٰ کا اسکے
مخالف عمل کرنا بار وایات مذکورہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہے یا سیاست پر محمول ہے یعنی یہ حکم بطریق حد سرقہ نہیں بلکہ بطریق سیاست ہے مانند قتل سارق کے کذا فی فتح القدیر
نہر الفائق میں کہا کہ سیاست پر محمول ہونیکی یہ دلیل ہے کہ پانچویں بار کی چوری میں قتل کا حکم ہوا یعنی قتل سارق بطریق سیاست ہے اسکے نزدیک بطریق حد کے کسی سے مروی نہیں وان
ابہام الیسری مقطوعۃ او شلاء او اصبعان منہا سواہا سوی الابہام او رجلہ الیمنی مقطوعۃ او شلاء لم یقطع لان فیہ اہلاکا بل یحبس
لیتوب چنانچہ جسنے چوری کی اور حالانکہ اوسکے ہاتھ کا بایاں انگوٹھا مقطوع یا شل ہے یا سوای بائیں انگوٹھے کے اوسکے ہاتھ کی دو انگلیاں مقطوع یا شل ہیں یا اسکا
داہنا پانوں مقطوع یا شل ہے تو کچھ قطع نکیا جاویگا اسواسطے کہ ایسی حالت میں داہنا ہاتھ یا بایاں پانوں کاٹنا اوسکا درحقیقت ہلاک کرنا ہے بلکہ ایسے سارق کو قید کرنا چاہئے
تاکہ توبہ کرے انتہی ہم ان مسائل میں قطع نہیں کہ گرفت اور رفتار کی منفعت کا فوت کرنا ہے کیونکہ مدار چلنے کا انگوٹھے پر ہے انگوٹھے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک انگلی غیر
ابہام مقطوع یا شل ہوگی تو قطع ہوگا اسواسطے کہ اوسکے فوت ہونیسے گرفت میں خلل نہیں ہوتا اور بائیں ہاتھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر داہنا ہاتھ شل یا ناقص
الاصابع ہوگا تو ظاہر الروایۃ میں مقطوع ہوگا کذا فی المنح چلپی نے کہا دو صورتین بایاں اور داہنا پانوں اسواسطے قطع نہوگا کہ یہ محل قطع نہیں ہمارے نزدیک اور
داہنا ہاتھ اسواسطے قطع ہوگا کہ جب بایاں ہاتھ بیکار رہا تو گرفت مقصود نہوگی اور یہ ہلاک ہے اور اگر داہنا پانوں شل ہوگا تو ہاتھ پانوں کا ایک طرف سے کاٹنا
لازم آویگا اور یہ بھی ہلاک ہے ولا یضمن قاطع الید الیسری ولو عمدا فی الصحیح وہذا اذا کان بخلافہ لانہ اتلف واخلف من جنسہ ما ہو خیر
منہ وکذا لو قطعہ غیر الحداد فی الاصح اور ضمان نہ دیگا بائیں ہاتھ کا کاٹنے والا اگرچہ اوسنے عمدا کاٹا ہو قول صحیح میں کذا فی النہر جب کہ قاطع کو اوسکے برخلاف
حکم ہوا اسواسطے کہ اوسنے تلف کیا اور اوسکے عوض ایسا چھوڑا جو اوس سے بہتر ہے یعنی داہنا اور اسیطرح ضمان نہیں اگر غیر حداد نے بائیں ہاتھ کو کاٹا قول
اصح میں یعنی قاضی نے حداد کو قطع کا حکم دیا اور غیر حداد نے قطع کر ڈالا اور قبل حکم کا قطع آگے آتا ہے سنئے ضمان سے تعزیر لازم نہیں تو اگر عمدا کیا ہوگا تو تعزیر دیا
جائیگا ولو قطعہ احد قبل الامر والقضاء وجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء وسقط القطع عن السارق سواء قطع یمینہ او
یسارہ اور اگر کسی نے ہاتھ کاٹا قبل حکم اور قضا کے تو قصاص واجب ہے عمد میں اور دیت واجب ہے خطا میں اور سارق سے قطع ساقط ہو جائیگا خواہ اسکا داہنا ہاتھ
قطع ہوا ہو یا بایاں وقضاء القاضی بالقطع کالامر علی الصحیح فلا ضمان کافی اور قطع میں قاضی کی قضا مانند حکم کے ہے بنابر قول صحیح کے تو بعد
قضاء قاضی بھی قاطع پر ضمان نہیں کذا فی الکافی وفی السراج سرق فلم یؤخذ حتی قطعت یمینہ قصاصا قطعت رجلہ الیسری اور سراج
میں ہے کہ ایک شخص نے چوری کی سو چور پکڑا اوس سے مواخذہ نہوا یہاں تک کہ اسکا داہنا ہاتھ قصاص میں کاٹا گیا تو اوسکا بایاں پانوں کاٹا جاویگا ام قصاص کی
قید سے احتراز ہوا اسپر کہ قطع سے یعنی اگر سرقہ میں اسکا قطع ہوا تو اب دوسری بار قطع نہوگا لاتحاد الجنس کذا فی العطایا وطلب المسروق منہ المال کالقطع
علی الظاہر یعنی شرط القطع مطلقا فی اقرار وشہادۃ علی المذہب لان الخصومۃ شرط لظہور السرقۃ اور طلب کرنا مال کو مالک کا قطع کی شرط ہے مطلقا
اقرار سارق میں اور شہادت میں بنابر مذہب قوی کے طلب مال اسواسطے شرط ہوئی کہ خصومت چوری کے ظاہر ہونیکی شرط ہے اور طلب قطع ظاہر اشتراط قطع نہیں کذا فی

البحر ہو الحق کہ وجوب قطع خالص حق اللہ ہی ولہذا مالک قطع کو عفو بعد الوجوب نہیں کر سکتا پس جب حق اللہ ہوا تو مطلب عبد شرط نہوگی وکذا الحضور ای المسروق
منہ عند الاداء للشہادۃ وعند القطع لاحتمال ان یقر لہ بالملک فیسقط القطع لا حضور الشہود علی الصحیح شرح المنظومۃ وافتی
المصنف ثم قلت لکنہ مخالف لما قدمنا متنا وشرحا للبحر وقد حرر فی الشرنبلالیۃ بما یفید ترجیح الاول فتامل اور اسیطرح حاضر ہونا مسروق
منہ یعنی مالک یا قابض مال کا شرط ہی ادای شہادت اور قطع کیوقت بھی اس احتمال سے کہ شاید وہ سارق کی ملک کا اقرار کرے تو ساقط ہو جاوے قطع سارق سے شرط نہیں
حضور گواہوں کا قطع کیوقت بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح المنظومۃ اور ثابت کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح میں شارح کہتا ہی لیکن عدم اشتراط شہود مخالف ہی کلام کے
جسکو ہم نے اس باب سے پہلے ذکر کیا ہی متن اور شرح دونوں میں تو یہہ مقام لائق تحریر ہی اور البتہ شرنبلالیہ میں ایسی تحریر کی ہے جو قول اول کی ترجیح کی مفید ہے یعنی
اشتراط حضور کی سو اسمین تامل کرو شرنبلالیہ میں فتح القدیر سے نقل کی کہ قطع نہیں ہے بدون حضور مسروق منہ اور شاہدین کے سو اگر غائب ہوں شاہد یا مرجاویں تو قطع کیا
جاویگا نہیں کذا فی الفتح اور اسیطرح اگر ایک شاہد غائب ہوگا یا مرجاویگا ظاہر الروایۃ میں انتہی ما فی الشرنبلالیۃ شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہ مقام تحقیق ہی تو
یہاں معتمد علیہ قول کو تلاش کرنا چاہیے فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیریہ میں ہے کہ جب دو شاہد چوری کی گواہی دین پھر غائب ہو جاوین بعد ظہور عدالت کے یا مرجاوین قبل قضا کے یا بعد قضا
جاری کرنیکے قبل تو دونو صورتوں مین قاضی نہ قضا کرے نہ جاری کرے امام اعظم کے نزدیک اول قول میں اور قول اخیر امام کا یہ ہے کہ قضا کرے اور جاری
کرے انتہی تو اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ قول معتمد علیہ عدم حضور شاہدین ہی اسواسطے کہ مجتہد کا قول معتبر وہی ہوتا ہی جو قول اخیر ہے چنانچہ شارح نے شرح ملتقی میں
بہ تفصیل تمام اسکو بیان کیا ہی کذا فی الطحطاوی اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں قول اخیر امام کا عدم اشتراط حضور شاہدین میں اور موافقت قول صاحبین کی بدائع سے نقل
کی ہی متفرع علی قولہ وطلب المسروق منہ الخ فقال فلو اقر انہ سرق مال الغائب توقف القطع علی حضورہ ومخاصمتہ پھر مصنف نے اپنے
قول یعنی شرط اطلب مسروق منہ پر متفرع کیا سو یوں کہا تو اگر سارق نے اقرار کیا کہ اوسنے فلانے غائب شخص کا مال چورایا ہی تو قطع موقوف رہیگا اوسکے
حاضر ہونے اور جھگڑا کرنے پر وکذا لو قال سرقت ہذہ الدراہم ولا ادری لمن ہی او لا اخبرک من صاحبہا لا قطع لانہ یلزم من جہالتہ
عدم طلبہ اور اسیطرح اگر سارق نے کہا کہ مینے یہہ درہم چوری کیے ہیں اور مین نہیں جانتا ہون کہ یہہ کسکے ہیں یا یوں اقرار کیا کہ مینے یہہ درہم چوری کیے ہیں
اور تجھکو میں نہیں بتاتا کہ کون اسکا مالک ہی تو قطع نہیں ہوا سواسطے کہ نادانستگی مالک سے اسکی عدم طلب لازم ہے حالانکہ طلب مالک شرط قطع ہی وکل
من لہ ید صحیحۃ ملک الخصومۃ ثم فرع علیہ بقولہ کمودع وغاصب ومرتہن ومتولی وقف واب ووصی وقابض علی سوم الشراء وصاحب ربا
بان باع درہما بدرہمین وقبضہما فسرقا منہ لان الشراء فاسدا بمنزلۃ المغصوب بخلاف معطی الربا لانہ بالتسلیم لم یبق لہ ملک ولا
ید کشمنی اور جسکا کہ قبضہ صحیح ہی مال پر وہ مالک ہی خصومت کرنیکا اوس مال کے چورانیوالے سے پھر اس اصل پر مصنف نے اپنا قول متفرع کیا جیسے امانتدار اور غاصب
اور مرتہن اور مسجد کا متولی اور باپ صغیر کے مال میں اور وصی اور جسنے مبیع پر قبضہ کیا بالعکس خرید کے نرخ پر اور ربا لینے والا اسطرح کہ اوسنے ایکدرم کو بعوض دو درم
بیچا اور دونوں درم پر قبضہ کرلیا پھر اوسکے پاس سے دونوں چوری گئے اسواسطے کہ فاسد خرید بمنزلہ مغصوب کے ہی بخلاف ربا کے دینے والے کہ وہ خصومت کا مالک
نہیں ہی اسواسطے کہ بسبب تسلیم مال کے اسکی ملکیت اور قبضہ باقی نرہا کذا فی الشمنی ہم غایت عجب ہی صاحب منار کے صاحب نفس صحیح ہی شارح نے تصویر ربوا میں ایک دو درم
کی مثال دی حالانکہ یہہ مناسب مقام نہیں ہی اسواسطے کہ دو درم نصاب سرقہ نہیں اور مصنف کی تصویر خوب ہی یعنی دس درم کو بیس درم کے بیچا پھر وہ چوری ہو گئے تو
سارق کا ہاتھ مقطوع ہوگا ہمارے نزدیک صاحب ربوا کی خصومت سے کذا فی المنح ولا قطع بسرقۃ اللقطۃ خانیۃ اور قطع نہیں لقطہ چورانے سے کذا فی
الخانیۃ ہم طحطاوی نے کہا کہ خانیہ میں سرقہ لقطہ سے عدم قطع مذکور نہیں بلکہ صاحب بحر نے اوسکی عبارت پر متفرع کیا ہی خانیہ کا یہہ مضمون ہی کہ اگر کسی نے لقطہ یعنی پڑی ہوئی
چیز کو اوٹھایا پھر اوسکے پاس سے وہ چیز جاتی رہی سو اسکو غیر کے ہاتھ میں پایا تو یہہ مرد اوس شخص سے خصومت نہیں کرسکتا ہی اسواسطے کہ شخص ثانی لقطہ لینے کی ولایت
مین اول شخص کے مانند ہی صاحب بحر نے کہا تو لائق یہ ہے کہ ملتقط کی ملک سے قطع نہو ومن لا ید لہ صحیحۃ فلا یملک الخصومۃ کسارق سرق منہ بعد
القطع لم یقطع بخصومۃ احد لا مالکا لان یدہ غیر صحیحۃ کما یاتی انفا اور جسکا قبضہ صحیح نہیں مال پر تو وہ مطالبہ اور خصومت کا مالک نہیں جیسا کہ

سارق کے پاس سے مال چوری ہوگیا بعد قطع ید کے تو سارق ثانی کا ہاتھ قطع نہوگا کسیکی خصومت سے اگرچہ مال کا مالک ہی مطالبہ ہو اسواسطے کہ ہر کہ قبضہ اُسکا غیر صحیح ہے

چنانچہ اسکا ذکر ابھی آتا ہے ولیقطع بطلب المالك ایضا لو سرق منہم ای من الثلثة اور قطع ہوگا مالک کے بھی مطالبہ سے اگر ان تینوں کے پاس سے چوری ہوگئی

یعنی مال امانتدار اور غاصب اور صاحب ربوا سے اسیطرح لیعی اور عینی اور صاحب بحر اور مصنف نے ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ بیاج بینے والا بھی مطالبہ کر سکتا ہے حالانکہ

شارح نے شمنی سے مانند صاحب بحر اور مصنف کے ابھی ذکر کیا ہے کہ معطی ربوا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے اسواسطے کہ تسلیم سے اُسکا قبضہ اور ملک باقی نہیں واللہ اعلم کذا فی

الطحطاوی وکذا بطلب الراهن مع غیبۃ المرتهن علی الظاهر لانہ ہو المالك اور اسیطرح قطع ہو راہن کے مطالبہ سے مرتہن کے غائب ہونیکے ساتھ بنابر قول

ظاہر کے اسواسطے کہ مال مرہون کا راہن ہی تو مالک ہے کذا فی المنح عن الحاوی لعنصیر لا بطلب المالك للعین المسروقۃ او بطلب السارق لو سرق من

سارق بعد القطع لسقوط عصمتہ قطع نہیں مالک کے مال مسروق طلب کرنے سے یا سارق کے طلب سے اگر سارق کے پاس چوری ہوگئی بعد قطع ید کے بسبب ساقط

ہونے عصمت اس مال کے یعنی بعد قطع کے وہ مال غیر متقوم ہے سارق کے حق میں ولہذا اوسیر ہلاک کرنے سے ضمان واجب نہیں کذا فی المنح بخلاف ما اذا

سرق الثانی من السارق الاول قبل القطع او بعدہ درئ بشبھۃ فان لہ ولرب المال القطع لان سقوط التقوم ضرورۃ القطع ولم یوجد

فصار کالغاصب وہل بعد القطع ہل للاول استردادہ روایتان واختار الکمال کونہ للمالك بخلاف اوسکے جب سارق ثانی نے سارق اول

سے چوری کی قبل قطع کے یا بعد ملجائے حد کے شبہہ پڑنے سے ہو اسطو کہ سارق اول کو اور صاحب مال کو مطالبہ قطع کا ہے اسواسطے کہ تقوم مال کا سقوط بضرورت قطع تھا

سو یہاں موجود نہیں تو سارق مانند غاصب کے ہوگیا استحقاق طلب میں پھر قطع ہو جانیکے بعد سارق اول کو سارق ثانی سے مال کا پھیر لینا جائز ہے یا نہیں اسمیں

دو روایتیں ہیں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر نے مالک مال کا پھیر دینا پسند کیا ہے اسواسطے کہ اول اور ثانی دونوں خائن ہیں اور اگر مالک موجود نہو تو

قاضی اس مال کو حفاظت میں رکھے جیسے غائب شخصوں کا مال محفوظ رکھتا ہے کذا فی الفتح سرق شیئا وردہ قبل الخصومۃ عند القاضی الی مالکہ ولو حکما

کاصولہ ولو فی غیر عیالہ او ملکہ ای المسروق بعد القضاء بالقطع ولو بہبۃ مع قبض او ادعی انہ ملکہ وان لم یبرھن للشبھۃ او

نقصت قیمتہ من النصاب بنقصان السعر فی بلد الخصومۃ لم یقطع فی المسائل الاربع کچھ چیز چرائی اور قاضی کے پاس نالش ہونیسے پہلے مالک کو

پھیر دی اگرچہ مالک حکمی ہو چنانچہ مالک کے اصول اگرچہ مالک کی عیال میں داخل ہوں یا بعد حکم ہو جانے قطع کے سارق نے مال مسروق کا مالک کو دیا اگرچہ تملیک ہبہ

مع القبض سے کر دی ہو یا سارق نے اُس مال کے مالک ہونیکا دعوی کیا اگرچہ یہ دعوی بگواہی ثابت نکیا ہو مگر قطع نہیں بسبب شبہہ پڑنیکے یا قیمت مسروق کی گھٹ گئی نرخ کے

کم ہو جانے سے مطالبہ کے شہر میں قطع نہوگا ان چاروں مسئلوں میں اقر اثنان بسرقۃ نصاب ثم ادعی احدھما شبھۃ مسقطۃ للقطع لم یقطعا لتبدیہ باقرارھما

لانہ لو اقر انہ سرق وفلان فانکر فلان قطع المقر کقولہ قتلت انا وفلان اقرار کیا دو شخصوں نے سرقہ نصاب کا پھر دعوی کیا ایک سارق نے ایسے شبہہ کا جو قطع کو

ساقط کرتا ہے تو دونوں پر قطع نہوگا مصنف نے قید لگائی دونوں کے اقرار کی ہو اسواسطے کہ اگر ایک سارق یوں اقرار کریگا کہ میں نے چوری کی اور فلانی شخص نے اور فلانا منکر ہے

تو مقر پر قطع ہے مانند اس قول کے کہ میں نے قتل کیا اور فلانے نے اور فلانا منکر ہے تو فقط مقر پر قصاص ہوگا اور سرقہ نصاب سے جنس مراد ہے اسواسطے کہ دو سارقوں پر

قطع نہیں تا وقتیکہ سرقہ بقدر دو نصاب کے نہو کذا فی الطحطاوی ولو سرقا وغاب احدھما وشھدا ای شھد اثنان علی سرقتھما قطع الحاضر لان

الشبھۃ لا تعتبر اور اگر دو شخصوں نے چوری کی اور ایک اونمیں سے غائب ہوگیا اور دو شاہدوں نے گواہی دی انکی چوری پر تو سارق حاضر قطع کیا جاویگا

اسواسطے کہ شبہۃ الشبہہ معتبر نہیں ہے یعنے اس احتمال سے قطع ساقط نہیں ہو سکتا کہ شاید جب غائب سارق آوے تو کوئی شبہہ حاضر سارق کیواسطے بیان کرے کیونکہ

یہ شبہہ الشبہہ ہے اور سقوط قطع شبہہ سے ہے نہ شبہۃ الشبہہ ولو اقر عبد مکلف بسرقۃ قطع وترد السرقۃ الی المسروق منہ لو قائمۃ اور اگر مکلف غلام نے چوری کا

اقرار کیا تو قطع کیا جاویگا اور مال مسروق مالک کو پھیر دیا جاویگا اگر مال قائم ہو ہم قطع ہو اسواسطے ہے کہ اقرار عبد کا اپنی ذات پر صحیح ہے حد و اور قصاص میں مکلف

کی قید اسواسطے لگائی کہ عبد صغیر کے اقرار پر قطع نہیں اور اگر مال ہلاک ہوگیا ہو تو قطع ہوگا بلا ضمان کما لو قامت علیہ بینۃ بذلك لكن بشرط حضرة مولاہ

عند اقامتہما خلافا للثانی لا عند اقرارہ جنبہ اتفاقا چنانچہ قطع ہے غلام پر اگر قائم ہوں گواہ اسکی چوری پر لیکن بشرط موجود ہونے اوسکے مالک کے

شاہدون کی گواہی کے وقت جلا فالابی یوسف اور شرط نہین موجود ہونا مالک غلام کے اقرار خصکے نزدیک بالاتفاق ولا غرم علی السارق بعد ما قطعت یمینہ
ہذا لفظ الحدیث درایۃ وغیرہا ورواہ الاکمال بعد قطع یمینہ اور ڈانڈ نہین سارق پر بعد قطع ہونے اوسکے داہنے ہاتہ کے یعنی درصورتیکہ موجود نہو
مال یہہ الفاظ حدیث کے ہین کذا فی الدرر وغیرہا اور کمال الدین نے یہہ حدیث بایں لفظ روایت کی کہ لاغرم علی السارق بعد قطع یمینہ ہم ہن کی روایت حدیث بالمعنی
ہی ہو سکتی کہ مقصد ایک ہے اور حدیث بالمعنی روایت کرنا عارف لغت کو جائز ہی فتح القدیر مین اس حدیث کو کمال الدین بن ہمام نے دارقطنی سے روایت کیا اور نسائی
مین حدیث مرفوع بایں لفظ ہی لا یغرم صاحب سرقۃ اذا اقیم علیہ الحد اور بزار کی حدیث بایں لفظ ہی لا یضمن السارق سرقتہ بعد اقامۃ الحد لیکن نسائی کی حدیث ضعیف
اور منقطع ہے واللہ تعالیٰ اعلم وترد العین لو قائمۃ وان باعہا او وہبہا لبقائہا علی ملک مالکہا اور مالک کا مال پہیر دیا جاوے اگر موجود ہو اگرچہ سارق نے اوسکو
بیع یا ہبہ کر دیا ہو بسبب باقی رہنے مال کے اوسکے مالک کی ملک پر ولا فرق فی عدم الضمان بین ہلاک العین واستہلاکہا فی الظاہر من الروایۃ لکنہ
یفتی باداء قیمتہا دیانۃ سواء کان الاستہلاک قبل القطع او بعدہ مجتبی اور کچہہ فرق نہین عدم ضمان مین درمیان ہلاک ہو جانے مال مسروق
اوسکے ہلاک کر ڈالنیکے ظاہر الروایۃ مین لیکن سارق کو فتوی دیا جاوے اوسکی قیمت کے ادا کرنیکا اور برابر ہی کہ استہلاک قبل قطع کے ہو یا بعد قطع کے کذا فی المجتبی وفیہ
لو استہلکہ المشتری منہ او الموہوب لہ فللمالک تضمینہ اور مجتبی مین ہے کہ اگر سارق سے خرید کرنیوالے نے یا موہوب لہ نے اوسکو ہلاک کیا تو مالک
مال کو ضمان لینا مشتری یا موہوب لہ سے جائز ہے اور مشتری سارق سے اپنا پہیر لے ثمن دیا ولو قطع لبعض السرقات لم یضمن شیئا وقالا یضمن ما
لم یقطع فیہ اور اگر بعض چوریوں کی بابت مین قطع ہوا تو باقی چوریوں مین سے کسیکا ضمان نہین اور صاحبین نے کہا ضمان لیا جاویگا اوس مال کا جسمین قطع نہین ہوا امام
امام کی دلیل یہہ ہے کہ جمیع سرقات مین قطع واحد بنا بر حق اللہ کے واجب ہوا اسلئے کہ بنای حدود تداخل پر ہی اور خصومت شرط ظہور ہی قاضی کے نزدیک
جب کیا سرقہ کے طرف سے قطع ہوا تو سب کے طرف سے قطع ہو چکا خواہ ایک شخص کا چند بار مال چرایا ہو یا چند شخصوں کا کذا فی النہر سرق ثوبا فشقہ نصفین ثم اخرجہ
قطع ان بلغت قیمتہ نصابا بعد شقہ ما لم یکن اتلافا بان ینقص اکثر من نصف القیمۃ فلہ تضمین القیمۃ فیملکہ مستندا الی وقت الاخذ فلا قطع
ذیلعی کپڑا چرایا پہر اوسکو چیر کر گہر مین آدہا آدہا کیا پہر اوسکو گہر مین سے نکالا تو قطع کیا جاویگا اگر اوسکی قیمت بقدر نصاب کے پہونچی بعد پہاڑ نیکے تا وقتیکہ پہاڑ ڈالنا
تلف کر ڈالنیکا موجب نہو بایں طور کہ اوسکی نصف قیمت سے اکثر کم ہو جاوے تو اسوقت مین مالک کو اوسکی قیمت کا ضمان لینا جائز ہی تو ضمان دیکر سارق مالک ہوگا اوس
کپڑیکا چوریکے وقت سے بطریق استناد کے پہر جب مالک ٹہیرا تو قطع نہین کذا فی الزیلعی ہم طولا دونے کیا اور اگر گہر سے نکالکر کپڑا پہاڑا تو قطع ہوگا اگرچہ اوسکی قیمت بعد
نصاب نرہی ہو بعد چیرنے کے وہل یضمن نقصان الشق مع القطع صحح الخبازی لا وقال الکمال الحق نعم اور کیا پہاڑ ڈالنے کا نقصان قطع کے ساتہ
ہو سکتا ہی یعنی درصورت تنصیف اور عدم اتلاف خبازی نے عدم ضمان کی تصحیح کی ہے اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ وجوب ضمان حق ہی وفی الاختیار
تضمین القیمۃ یسقط القطع لما مر اور جب مالک نے تضمین قیمت اختیار کی تو قطع ساقط ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی ضمان مین وقت اخذ سے مالک ہو جائیگا سارق
پہر قطع کیونکر ہو ولو سرق شاۃ فذبحہا فاخرجہا لا لما مر انہ لا قطع فی اللحم وان بلغ لحمہا نصابا بل یضمن قیمتہا اور اگر بکری چرائی پہر
گہر مین اوسکو ذبح کر ڈالا پہر اوسکو گہر سے باہر نکالا تو قطع نہین ہو اسلئے کہ مذکور ہو چکا کہ گوشت مین قطع نہین اگرچہ گوشت اوسکا بقدر نصاب کے پہونچ بلکہ سارق
اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا ولو فعل ما سرق من الحجرین وہو قدر نصاب وقت الاخذ دراہم ودنانیر او انیۃ قطع وردت وقالا لا بتقوم
الصنعۃ عندہما خلافا لہ اور سارق نے جس چاندی اور سونیکو چرایا اور حالانکہ وہ بقدر نصاب کے چوریکے وقت اوسکے دراہم اور دنانیر یا برتن بنائے تو قطع
کیا جاویگا اور وہ مالک کو پہیر دیئے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ پہیر دینا نہوگا بسبب تقوم صنعت کے صاحبین کے نزدیک بخلاف امام کے امام صاحب کے
نزدیک یا صنعت سے ذات اور نام بدل گیا ہو اسلئے کہ چاندیکا نام درہم ہو گیا اور سونیکا نام دینار ہو گیا اور امام اعظم اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صنعت کا بدلنا
شرعا معتبر نہین بدلیل عدم تغیر حکم ربوا یعنی اگر چاندیکا برتن دس درہم وزن کا بیچا جاوے گیارہ درہم کے تو جائز نہین پس حکما ذات ویسی ہی باقی رہی جیسی تہی
تو قطع ہوگا اور مالک کو پہیر دیا جاویگا علاوہ اوسکے درہم اور دینار مین چاندی سونیکا نام بہی باقی ہی اور اوسکے ساتہہ دوسرا نام حادث ہو گیا [illegible]

بجائے اوانی فان کان مما یباع وزنًا فکذلک وان عدًّا فھی للسارق اتفاقًا خصبانہ اور نیز مغیرہ تو اگر اسکو چرایا اور اوسکے برتن بنائے سو اگر وہ ایسے کہ
گنکا ہو تو پہلا حکم ہے یعنی قطع ہی اور مالک کو دیدیا اور اگر بطریق شمار کے بکتا ہو تو وہ سارق کا ہی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الاختیار سو سبکی کہ
حالت جدید پیدا ہوئی بنابر قیاس اونکے اور ہوا در شرکے ولو صبغہ احمر او خاطہ قمیصًا او لت السویق قطع لا رد ولا ضمان اور اگر سارق نے کپڑے کو
سرخ رنگ کر دیا یا اوسکو سیکر کرتہ بنایا یا ستو کو گھی یا شہد میں سان لیا کذا فی العطاء تو پھر سارق قطع کیا گیا تو نہ رد مال ہے نہ تاوان وکذا لو صبغہ بعد القطع
بحر خلاف فالمال فالاختیار اور یہی حکم ہے اگر کپڑے کو بعد قطع کے رنگین کریگا کذا فی البحر خلافًا لما فی الاختیار ولو صبغہ اسود رد لان السواد نقصان
خلافًا للثانی وھو اختلاف زمان لا برھان اور اگر سارق کپڑے کو سیاہ رنگیگا تو مالک کو پھیر دیا جاویگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہی بخلاف ابی یوسف کے
کہ اونکے نزدیک سیاہی موجب نقصان نہیں اور یہ اختلاف زمان کا ہی نہ اختلاف دلیل کا یعنی امام اعظم کے وقت میں سیاہی نقصان میں داخل تھی اور ابی یوسف کے وقت میں
موجب خوشنمائی اور خوبی تھی اسواسطے کہ خلفاء عباسیہ پوشاک سیاہ کے ملتزم تھے تتمۃ فی ولایۃ سلطان لیس لسلطان آخر قطعہ اذ لا ولایۃ لہ
علی من لیس تحت یدہ فلیحفظ ھذا الاصل چوری کی ایک سلطان کی حکومت میں تو دوسرے سلطان کو اوسکا قطع کرنا نہیں پہونچتا اسواسطے کہ جو شخص اوسکی تحت اختیار
نہیں ہے اوسپر اوسکی ولایت اور حکومت نہیں تو اس اصل کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدر المختار جیسے کہ جب سمرقند میں چوری کرے تو اوزجند کے حاکم کو
اوسپر قائم کرنا نہیں پہونچتا کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم فقط حدود میں خاص ہے یا جمیع امور میں اسکی تصریح تلاش کرنا چاہیے اذا کان للسارق کفان
فی معصم واحد قیل تقطعان وقیل ان تمیزت الاصلیۃ وامکن الاقتصار علی قطعہا لم یقطع الزائد لانہ غیر مستحق للقطع والا تکن متمیزۃ
قطعتا ھو المختار لانہ لا یتمکن من اقامۃ الواجب الا بذلک سراجیہ جبکہ سارق کی دو ہتھیلیاں ہوں ایک گٹے میں بعضوں نے کہا دونوں قطع کیجاویں
اور بعضوں نے کہا کہ اگر اصلی ہتیلی ممتاز ہو اور فقط اوسیکا کاٹ ڈالنا ممکن ہو تو اصلی کاٹی جاویگی زائد نہ کاٹی جاویگی اسواسطے کہ زائد مستحق قطع نہیں اور اگر اصلی
زائد سے ممتاز نہو تو دونوں قطع کیجاویں یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ حاصل نہیں ہوتی اقامت واجب کی مگر اسیطرح کذا فی السراج واللہ اعلم باب قطع

الطریق وھو السرقۃ الکبری یہ باب ہی قطع طریق یعنی رہزنی کے احکام میں اور یہ سرقہ کبری ہی اور جو اول مذکور ہوا وہ سرقہ صغری ہی اور چونکہ صغری بمنزلہ
مفرد کے ہی لہذا اسکو مقدم کر کیا کبری پر ہر چند قطع طریق علانیہ ہوتا ہی نہ بطریق خفیہ تو اسکو سرقہ کہنا بنا بر مجاز کے ہے کہ ایک نوع کا اخفا اسمیں بھی ہی یعنی اخفا حاکم اور اوسکے
ملازموں سے اور شرائط قطع طریق سے یہ ہے کہ قطاع الطریق با قوت و شوکت ہوں یا ایک ہی آدمی ایسا ہو اور یہ کہ قطع طریق شہر سے باہر ہو تو شہر میں یا دو شہروں
کے درمیان میں قطع طریق نہیں بخلاف ابی یوسف کے کہ انکے نزدیک شہر کے اندر دات کیوقت متحقق ہی اور اسی پر فتوی ہی لوگوں کی مصلحت کے واسطے کذا فی الاختیار
اور یہ شرط ہی کہ دار الاسلام میں ہو اور یہ کہ ماخوذ بقدر نصاب ہو اور یہ کہ قطاع الطریق اصحاب اموال کے قرابتدار نہوں اجنبی ہوں اور یہ کہ قطاع الطریق اونمیں سے
ہو وجوب قطع کے اہل ہوں اگر عورت ہوگی تو اصح قول یہ ہی کہ قطع نہیں اور یہ شرط ہی کہ قبل توبہ کرنے کے گرفتار ہوں تو اگر بعد توبہ گرفتار ہوں گے تو مال مالکوں کو پھیر
دیا جاویگا اور اون سے حد ساقط ہو جاویگی بالاتفاق کذا فی العطاء من الشلبی والبحر والدر المنتقی من قصد ولو فی المصر لیلا بہ یفتی وھو معصوم علی
شخص معصوم ولو ذمیًا جس نے کہ قطع طریق کا قصد کیا اگرچہ شہر میں رات کو قصد کیا ہو قول ابی یوسف پر فتوی ہے حالانکہ قصد کرنیوالا معصوم یعنی محفوظ الدم
شخص محفوظ الدم والمال پر رہزنیکا قصد کرے اگرچہ دونوں ذمی ہوں ہم نے معصوم جو کہا یعنی مسلمان یا ذمی کہ بحکم شرع اونکا خون محفوظ ہی خواہ آزاد ہو یا غلام
عصمت کی قید سے کافر حربی نکل گیا سو اگر حربی دار الاسلام میں قطع طریق کریگا تو وہ استیلاء کفار میں داخل ہی جسکا بیان کتاب الجہاد میں آویگا اور اگر قطع طریق
مستامن کریگا تو اوسکی حد میں اختلاف ہی کہ لفظ المنح فلو علی المستامنین فلا حدّ تو اگر قطاع الطریق نے مستامن کفار پر رہزنی کی تو حد نہیں اسواسطے کہ بسبب
حربی ہونیکے اوسکا مال مباح ہی اور عصمت اوسکی دائمی نہیں کذا فی المنح من الکافی فاخذ قبل اخذ شیئ وقتل نفس حبس وھو المراد بالنفی فی الآیۃ قاطع
طریق گرفتار ہوا قبل لینے کسیچیز کے اور قبل قتل کرنے جان کے تو قید کیا جاوے اور نفی من الارض سے قید کرنا ہی مراد ہی جو کہ آیت قرآنی میں او ینفوا من الارض سے
مشیر اسیطرف ہی مراد ہو اگر اوسکی نفی جمیع ارض سے مراد ہو تو یہ نہیں ہو سکتا جبتک کہ وہ زندہ ہے اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر میں نکالدیا جاوے تو اس سے

باب قطع الطریق

والمراد انہ ینفی ... بلدہ ... بلد آخر ... علی ...

مقصود حاصل نہین یعنی دفع اذیت آدمیون سے اور اگر دار الاسلام سے دار الحرب کو نکالدینا مراد لیجیے تو یہہ نہین اوسکے ارتداد کا خوف ہے تو ثابت ہوا کہ نفی عن جمیع الارض مراد
ہے اسطرح پر کہ اوسکو ایک مکان مین قید کیجیے تا جمیع اہل ارض اوسکے شر سے محفوظ رہین بجز موضع حبس اسواسطے کہ محبوس کو خارج من الدنیا بولتے ہین وظاہر کہ
انّ المراد تنویع الاجزیۃ علی الاحوال کما تقرّر فی الاصول اور ظاہر ہے کہ آیت قرآنی مین تقسیم جزاؤن کے احوال پر مراد ہے چنانچہ کتب اصول مین
ثابت ہو چکا ہے ہم قطاع الطریق کی جزا قرآن مجید مین قتل کرنا یا سولی دینا یا ہاتھہ پاؤن کا کاٹنا یا نفی یعنی حبس مذکور ہے تو اگر آیت کے اطلاق پر عمل کیجیے تو سخت
گناہ کی ہلکی جزا اور ہلکی گناہ کی سخت جزا جائز ہو سکتی ہے اور یہہ امر قواعد شرع اور عقل کے مخالف ہے تو واجب ہوا تقسیم جزا کا قائل ہونا سخت گناہ کی سخت
جزا اور ہلکی کی ہلکی اسواسطے کہ برابری عقوبت کی باوجود تفاوت جنایت کے حکمت کے مخالف ہے اور یہہ کیونکر نہو حالانکہ محمد بن الحسن نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی
ہے کہ ابی بردہ کے لوگون نے قطاع الطریقی کی تو جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے یہہ حد لیکر کہ جسنے قتال کیا اور مال لیا اوسے صلب
قتال کیا اور مال نہین لیا وہ قتل کیا جاے اور جسنے مال لیا اور قتل نہین کیا اوسکے ہاتھہ پاؤن کاٹے جاوین جانب خلاف سے اور جو مسلمان ہوکر آوے تو اسلام نے
گناہ گذشتہ کو گرادیا اور عطیہ کی روایت مین ابن عباس سے یون ہے کہ جسنے راہ مین ہرکایا اور قتل نہین کیا اور مال نہین لیا وہ نفی کیا جاے کذا فی الفتح والمطلب
اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور لیث اور اسحق اور ہمارے احمد کا اور ابو ثور اور داؤد ظاہری کے نزدیک امام کو اختیار ہے اطلاق آیت پر عمل کرنیکا بعد التعزیر للمباشرۃ
منکر المعصیۃ حتی یتوب لا بالقول بل بظہور سیماء الصلحاء او یموت رہزن کو محبوس کیا جاے اور بعد تعزیر کے مخالف شرع ہونیکے سبب یہان تک
توبہ کرے نہ فقط زبانی توبہ بلکہ علامات صالحین کے ظہور سے یا مر جاے وفیہ مین الرّاقم توبہ ظاہر نہون ہم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ متون فقہ مین تعزیر مذکور نہین حالانکہ
مفتی الثقلین نے حبس بعد التعزیر کی تصریح کی ہے لسبب ارتکاب منکر یعنی تخویف کے اور صاحب کفایہ نے تمرتاشی سے اسیطرح نقل کیا ہے چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہے انتہی
وان اخذ مالاً معصومًا بان یکون لمسلم او ذمی کما تقرر واصاب کلًّا نصاب قطع یدہ ورجلہ من خلاف ان کان صحیح الاطراف لئلا یفوت
نفعہ وهذه حالۃ ثانیۃ اور اگر رہزن نے مال معصوم لیا اسطرح کہ وہ مال مسلم یا ذمی کا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور پہونچا مال ہر شخص کو بقدر نصاب کے تو اوسکا ایک
ہاتھہ اور ایک پاؤن قطع کیا جاوے جانب مخالف سے بشرطیکہ اوسکے ہاتھہ پاؤن صحیح سالم ہون تاکہ اوسکی منفعت حاجات انسانی کی نہ فوت ہوان اور یہہ دوسری حالت
ہے مخالف سے یہہ مراد ہے کہ داہنا ہاتھہ اور بایان پاؤن کاٹنا چاہیے تا رفع حاجت ہو سکے اور صحیح الاطراف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اوسکا بایان ہاتھہ اور داہنا پاؤن مقطوع یا شل
ہوگا تو قطع نہوگا اور نصاب کی قید سے معلوم ہوا کہ اقل نصاب مین قطع نہین کذا فی المنح وان قتل معصومًا ولم یأخذ مالًا قتل وهذه حالۃ ثالثۃ حدًّا لا قصاصًا
فلذا لا یعفو عنہ ولیٌّ ولا یشترط ان یکون القتل موجبًا للقصاص لوجوبہ جزاءً محاربۃً لله تعالیٰ کما افاده وهذا الحل یستغنی عن
تقدیر مضاف کما لا یخفی اور تیسری حالت یہہ ہے کہ اگر قتل کرے شخص معصوم کو اور مال نہ لے تو وہ بنابر حد کے قتل کیا جاے گا نہ ازروے قصاص کے تو یہہ سبب ہے کہ ولی مقتول
اسکو معاف نہین کر سکتا اور شرط نہین ہے کہ قتل کرنا قاطع طریق کا موجب قصاص ہو یعنی مباشرت آلہ اور قطاع الطریق کا قتل کرنا شرط نہین بلکہ ایک شخص کا قتل کرنا سب کے
قتل کیواسطے کافی ہے بسبب اسکے کہ قتل کے اللہ تعالیٰ کی لڑائی کے بدلے اور اللہ تعالیٰ کی لڑائی سے اسکی نافرمانی مراد ہے اور اس تقریر سے تقدیر مضاف کی حاجت نہین آیت
قرآنی مین چنانچہ مخفی نہین ہم آیۃ قرآنی یعنی (انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله الآیۃ) مین مضاف اکثر علما محذوف مانتے ہین یعنی یحاربون اولیاء اللہ یا
یحاربون عباد اللہ ہو اسواسطے کہ محاربہ خدا سے ممکن نہین شارح ذکر کیا جب محاربہ کو بمعنی مخالفت امر کے کہا بطریق اطلاق اسم سبب کا سبب پر تو تقدیر مضاف کی
کچھہ حاجت نہین والحالۃ الرابعۃ ان قتل واخذ المال خیّر الامام بین ستۃ احوال ان شاء قطع من خلاف ثم قتل او قطع ثم صلب او فعل
الثلثۃ او قتل وصلب او قتل فقط او صلب فقط کذا فصّلہ الزیلعی اور چوتھی حالت یہہ ہے کہ اگر رہزن قتل کرے اور مال بھی لے تو امام مختار ہے چھہ جزا
دینے مین جسطرح چاہے اگر چاہے ہاتھہ پاؤن جانب مخالف سے قطع کرے پھر اسکو قتل کرے یا چاہے قطع کرکے پھر سولی دے یا قطع اور قتل اور سولی تینون عمل مین لاوے یا قطع
کرے اور سولی دے یا فقط قتل کرے یا فقط سولی دے اسیطرح زیلعی نے تفصیل کی شرح کنز مین ہم وجہ حصر یہہ ہے کہ جب تینون مین قطع اور قتل اور سولی تو امام کو اختیار
ہے کہ اول اور ثانی مین یا اول اور ثالث مین جمع کرے یا ثانی پر اقتصار کرے یا ثالث پر یا ثانی اور ثالث مین جمع کرے یا ثلاثہ کو جمع کرے ثم صلب حیًّا فی

لا معہ وکیفیتہ فی الجوہرۃ اور سولی پر زندہ چڑہادے قول اصح میں اور سولی پر چڑہانیکی کیفیت جوہرہ میں مذکور ہے جوہرہ نیرہ میں کیفیت سولی پر چڑہانیکی یون مذکور ہے کہ ایک لکڑی زمین میں گاڑی پہر اوسکے اوپر ایک اور لکڑی عرض میں باندہی اوسپر رہزن اپنے دونون پانون رکہے دوسری لکڑی پر تیسری لکڑی اور باندہی عرض میں آسمین دونون ہاتہہ اوسکے باندہے پہر برچہی سے اوسکی بائین چہاتی میں کونچے اور برچہی سے اوسکا پیٹ خوب ہلادے یہان تک کہ مرجاوے کذا فی النہر ویبعج بطنہ برمح تشہیرا لہ ویخضخضہ بہ حتی یموت اور اوسکا پیٹ برچہی سے پہاڑے اوسکی تشہیر کیواسطے اور اوسکو برچہی سے ہلادے تاکہ مرجاوے ویترک ثلثۃ ایام من موتہ ثم یخلی بینہ وبین اہلہ لیدفنوہ لا اکثر منہا علی الظاہر وعن الثانی یترک حتی یتقطع اور موت کے بعد تین دن تک اوسے سولی پر چہوڑا جاوے پہر اوسکے بعد اوسکے قرابت والون میں تخلیہ کیا جاوے تاکہ اوسکو وہ لوگ دفن کرین تین روز سے زیادہ سولی پر نرہے بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ بدبو سے لوگونکو تکلیف ہوگی اور ابی یوسف سے مروی ہے کہ وہین رہیگا یہانتک کہ گل سڑکر گر پڑے وبعد اقامۃ الحد علیہ لا یضمن ما فعل من اخذ مال وقتل وجرح زیلعی اور اوسپر حد قائم کرنیکے بعد ضمان نہین اوسکے فعل کا یعنی اخذ مال اور قتل اور زخم لگانیکا کذا فی الزیلعی ہم ضمان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ مال ماخوذ بعینہ باقی نہین رہا اور اگر باقی ہوگا تو مالک کو دیا جاویگا کذا فی الملتقی وتجری الاحکام المذکورۃ علی الکل بمباشرۃ بعضہم الاخذ والقتل والاخافۃ اور احکام مذکورہ سب قطاع الطریقون پر جاری ہونگے اونمین سے بعضے لوگون کے مال لینے اور قتل کرنے اور ڈرانیسے یعنی اگر یہہ افعال قطع طریق بعضے لوگ کرین اور باقی کہڑے رہین یا مدد کرین لیکن حبس اور تعزیر اور قطع اور قتل اور صلب سب پر جاری ہوگا علی حسب الحالات المفصلۃ وحجر وعصا لہم کسیف اور پتہر اور اونکی لاٹہیان مانند تلوار کے ہین یعنی ہر چند امام اعظم کے نزدیک پتہر اور لاٹہی کے قتل سے قصاص نہین لیکن یہان بہر صورت قتل ہوگا اسواسطے کہ یہہ جزا بطریق قصاص نہین جو لاٹہی اور تلوار مین فرق کیا جاوے بلکہ یہہ جزای محاربہ خدا و رسول ہے بنا بر حکم والحالۃ الخامسۃ ان انضم الی الجرح اخذ قطع من خلاف وہدر جرحہ لعدم اجتماع قطع وضمان اور پانچوین حالت یہہ ہے کہ اگر زخمی کرنیکے ساتہہ مال کا لینا بہی ملے تو ہاتہہ پانون جانب مخالف سے قطع کئیجاوین اور زخم کا خون بہا باطل ہے بسبب جمع نہونیکے قطع اور ضمان کے وان جرح فقط ای لم یقتل ولم یأخذ نصابا قال الزیلعی ولو کان مع ہذا الاخذ قتل فلا حد ایضا لان المقصود ہنا المال وہی من الغرائب اور اگر فقط زخمی کیا یعنی نہ قتل کیا اور نہ بقدر نصاب مال لیا تو حد نہین زیلعی نے کہا اور اگر مال لینے کے ساتہہ یعنی کمتر از نصاب لینے کے ساتہہ قتل ہو تو بہی حد نہین اسواسطے کہ مقصود یہان مال کا لینا ہے نہ قتل کرنا اور یہہ مسئلہ عجائبات سے ہے ہم یہہ جواب سوال مقدر کا ہے یعنی اگر اپنے کہا کہ فقط قتل موجب حد ہے پہر یہان کیون حد نہین باوجود زیادتی جنایت کے یعنی قتل کیا اور مال بہی لیا خلاصہ جواب کا جسکے طرف شارح نے اشارہ کیا وہ یہہ ہے کہ در صورت اخذ مال قطاع الطریق کا قصد مال لینے کے طرف غالب ہے تو وہی معتبر ہوا نہ غیر اوسکا بخلاف صورت کے جب فقط قتل کیا بلا اخذ مال اسواسطے کہ صاف ظاہر ہوگیا کہ اونکا مقصود قتل تہا نہ مال لہذا یہان حد واجب ہوئی فوائد ظہیریہ میں اس مسئلہ کو غرائب میں شمار کیا اسواسطے کہ زیادتی ہر جنایت موجب خفت ہوئی کذا فی الطحطاوی وعن البحر او قتل عمدا او اخذ المال فتاب قبل مسکہ ومن تمام توبتہ رد المال ولو لم یردہ قیل لا حد یا رہزن نے قتل کیا عمدا اور مال لیا پہر توبہ کی قبل گرفتار ہونیکے تو حد نہین اور اوسکی تمامی توبہ سے مال کا پہیر دینا ہے حاکم کے گرفتار کرنیسے پہلے کذا فی المبسوط والمحیط اور اگر مال نہ پہیریگا بعضون نے کہا تو بہی اوسپر حد نہین کذا فی النہر عن البحر او کان منہم غیر مکلف او اخرس او کان ذا رحم محرم من احد المارۃ او شریک مفاوض یا قطاع الطریق مین کوئی شخص غیر مکلف ہو یا گونگا ہو یا کسی راہ چلنے والے کا رہزن ذی رحم محرم ہو یا شریک مفاوض ہو تو کسی پر حد نہین اسواسطے کہ جب ایک شخص سے بسبب عدم تکلیف یا گونگے ہونے یا محرمیت یا شرکت مالی سے حد ساقط ہوئی تو باقی سے بہی ساقط ہوگئی بسبب اتحاد جنایت کے کذا فی النہر او قطع بعض المارۃ علی بعض یا قطع طریق کیا بعضے راہ چلنے والون نے بعض پر آپس مین تو حد نہین بسبب اتحاد حرز کے تو قافلہ بمنزلہ دار واحد کے ہوگیا او قطع شخص الطریق لیلا او نہارا فی مصر او بین مصرین یا رہزنی کی ایک شخص نے رات کو یا دن کو شہر کے اندر یا دو شہرون کے درمیان مین تو امام اور محمد کے نزدیک حد نہین بسبب عدم تحقق قطع طریق وعن الثانی ان قصدہ لیلا مطلقا او نہارا بسلاح فہو قاطع وعلیہ الفتوی بحر ودرر واقرہ المصنف اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر اوسنے قطع طریق کا قصد کیا رات کو کسیطرح یا دن کو ہتہیار کے ساتہہ تو وہ شخص قاطع طریق ہے تو حد اوسپر جاری ہوگی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر والدرر اور مصنف نے

کیفیت سولی دینیکی

تشہیر یعنی

ترک

بھی اسکو اپنی شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے فلا احتجاج للمسائل الست تو صد مقید نہیں یہہ جواب ہے مسائل ستہ مذکور کا ام اگر مسائل مذکورہ میں صاف ہوئی لیکن جو قابل
مواخذہ ہو گا کذا فی المحیط یعنی قتل عمد میں قصاص ہے اور جو مال لیا ہو اگر قائم ہو اور اگر قائم نہو تو ضمان ہے کذا فی المنح وللولی العفو فی العمد او الارش فی غیرہ
او العفو فیہما اور مسائل مذکورہ میں ولی مقتول کو جائز ہے قصاص لینا قتل عمد میں یا خون بہا لینا غیر عمد میں یا معاف کردینا العبد فی حکم قطع
الطریق کغیرہ وکذا المرأۃ فی ظاہر الروایۃ فہم کلہم لا تصلب مجتبی اور عبد قطع طریق کے حکم میں مثل آزاد کے ہے اور اسیطرح عورت ظاہر الروایت میں مثل
مرد کے ہے کذا فی فتح القدیر لیکن عورت سولی پر نہ چڑھائی جاویگی کذا فی المجتبی وفی السراجیۃ والدر المختار فیہم امرأۃ فباشرت الاخذ والقتل قتل الرجال دونہا
ہو المختار اور فتاوی سراجیہ اور در مختار میں ہے کہ قطاع الطریقون کے گروہ میں ایک عورت ہے اس نے مال لیا اور قتال کیا تو مرد قتل کیے جاوینگے نہ عورت یہی قول مختار ہے عشر نسوۃ
قطعن واخذن وقتلن قتلن وضمن المال مثلا دس عورتوں نے قطع طریق کیا اور مال لیا اور قتل کیا تو سب قتل کیجاوینگی اور مال کا ضمان دینگی ہم یہ قتل بطور
قصاص ہے نہ بنابر حد کے بدلیل ضمانت کے اور یہہ توجیہہ قول مختار پر مبنی ہے نہ ظاہر الروایت پر وجب ان یقاتل دون ماله وان لم یبلغ نصابا ویقتل من قاتله
علیہ لاطلاق الحدیث من قتل دون ماله فهو شهید فتح اور جائز ہے کہ مقابلہ کرے انسان اپنے مال کی حفاظت کے واسطے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ پہنچے اور قتل کرے
اسکو جو اوس سے اوسکے مال پر مقابلہ کرتا ہے بدلیل اطلاق اس حدیث کے کہ جو قتل کیا جاوے اپنے مال کے سوا یعنی اپنے مال بچانے میں مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی فتح القدیر ہم
نسائی میں مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اوس نے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس میرا مال چھینے
آوے حضرت نے فرمایا کہ اسکو تذکیر کر اللہ تعالے کے نام کی یعنی یوں کہہ کہ خدا کے عذاب سے ڈر میرا مال ناحق مت چھین اوسنے کہا کہ اگر وہ پند پذیر نہو تو فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگوں
سے استعانت کر اوسنے کہا کہ اگر کوئی مسلمان میرے پاس نہو تو فرمایا تو سلطان اور حاکم سے استعانت کر اوسنے کہا اگر حاکم دور ہو مجھ سے فرمایا قاتل دون مالک یعنی مقابلہ
کر اپنا مال بچانیکے واسطے یہانتک کہ یا تو شہید ہو جاوے یا تو اپنا مال بچا پاوے کذا فی تیسیر الوصول بحر الرائق میں ہے کہ سارق جب کسیکے گھر میں گھسے اور اسباب نکالے تو اسکو
قتل کرنا جائز ہے جبتک کہ سارق کے پاس متاع اوسکی ہو بدلیل حدیث قاتل دون مالک اور اگر سارق متاع پھینکدے تو صاحب مال کو اوس سے مقابلہ جائز نہیں اسواسطے کہ حدیث
مذکور اسکو شامل نہیں اور سراجیہ میں ہے کہ سارقوں نے لوگوں کا مال لیا اور نکلے اور مالکان مال نے لوگوں سے مدد چاہی سو اونہوں نے سارقوں کا پیچھا کیا تو اگر مال کے
مالک ساتھ ہوں یا ساتھ نہوں لیکن مددگار لوگ اونکے مال کو پہچانتے ہوں اور چوروں کی جگہ جانتے ہوں تو ان مددگاروں کو مقابلہ کرنا مال چھین لینے کے واسطے درست ہے
اور اگر مالک ساتھ نہوں اور مددگار اونکے مال کو نہ پہچانتے ہوں اور نہ جگہ جانتے ہوں تو انکو مقابلہ کرنا جائز نہیں کذا فی المنح ومن تکرر الخنق بکسر النون منه
فی المصر ای خنق مرارا ذکرہ مسکین قتل به سیاسة لسعیه بالفساد وکل من کان کذلک یدفع شره بالقتل اور جس شخص سے گلا گھونٹنا اور
پھانسی دینا شہر میں مکرر ہوا ہو یعنی بارہا یہہ حرکت کی ہو تو وہ اس جرم سے قتل کر ڈالا جاوے بطریق سیاست کے بسبب فساد پھیلانیکے اور جو شخص کہ ایسا مفسد ہو اوسکا شر
قتل کر ڈالنے سے دفع کیا جاوے والا بان خنق مرة لا انه کالقتل بالمثقل وفیه القود عند غیر ابی حنیفة رحمه الله تعالی اور اگر ایسا نہو یعنی ایکہی بار اوسنے
پھانسی دی ہو تو بطریق سیاست اوسکا قتل جائز نہیں اسواسطے کہ پھانسی سے مارنا بھاری پتھر سے قتل کرنیکے برابر ہوا اور اسمیں قصاص ہے امام ابو حنیفہ رحمه الله تعالی
کے سوا اور علما کے نزدیک یعنی صاحبین وغیرہما کے نزدیک اور امام کے نزدیک قصاص نہیں دیت ہے کذا فی المنح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الجہاد

یہہ کتاب ہے جہاد کے احکام میں اور اس کتاب کو کتاب السیر اور کتاب المغازی بھی کہتے ہیں سیر بکسر اول وفتح ثانی جمع ہے سیرۃ کی بکسر اول وسکون ثانی سیرۃ بمعنی طریقہ سیرت
دو قسم ہے ظاہری اور معنوی تو باعتبار قسم دوم کے سیرت بمعنی طریقہ کے مستعمل ہے خواہ طریقہ نیک ہو یا بد چنانچہ بولتے ہیں کہ فلاں محمود السیرۃ اور فلاں مذموم السیرۃ ہے اور اہل شرع
کی زبان میں جنگ کفار اور اوسکے متعلقات میں سیر مستعمل ہے جیسے مناسک حج میں اسواسطے کہ لڑائی اور جہاد کو سیر لازم ہے اور مغازی جمع ہے مغزاۃ کی
اور مغزاۃ اور غزاۃ اور غزوہ بمعنی جنگ ہے کذا فی الفتح والمنح اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اباحت جہاد کی دو شرطیں ہیں اول یہہ کہ کفار اسلام کو نہ قبول کرتے ہوں اور
اہل اسلام نے اونکو امان نہ دی ہو اور اون سے عہد صلح کا نکیا ہو اور شرط ثانی یہہ ہے کہ قتال کرنیسے قوت اور شوکت اور غلبہ اہل اسلام متوقع ہو اپنے اجتہاد اور تجربہ سے
یا جسکی رائے اور جہاد پر اعتقاد اور اعتماد ہو اوسکی تجویز کے موافق اور اگر غلبہ مسلمین کی قتال میں امید نہو تو لڑنا حلال نہیں اسواسطے کہ وہ اور ڈالنا ہے اپنی جان کو

بلاؤں میں اہتمام ہی اور حکم جہاد کا ساقط ہونا واجب کا ہی اپنے فرض سے دنیا میں اور حصول ثواب اور سعادت ہی آخرت میں نہ عبادت کے اَوْ ذَرَءٌ لِبعد الحدَادِ کالاعتقاد
المقصود ہو دوحه الدین خیر محض مصنف کتاب الجہاد کو لایا بعد کتاب الحدود کے بسبب مقصود کے اور وجہ ترتیب جہاد کی مخفی نہیں ہم حدود اور جہاد کا مقصود ایک چیز ہے
یعنی خالی کرنا عالم کا فساد سے اور اسیواسطے حدود اور جہاد دونوں حسن لغیرہ ہیں[1] اور جہاد کی ترتیب کی وجہ حدود پر یہ ہے کہ حدود میں اکثر معاملہ اہل اسلام سے ہی اور جہاد میں کفار
سے تو معاملہ اہل اسلام کا اولی بالتقدیم ہوا یا یہ وجہ ہے کہ حدود میں ازالہ فسق ہے اور جہاد میں ازالہ کفر حالانکہ کفر جسیم مفاسد کے اعظم اور اقبح ہی یا یہ وجہ ہی کہ قتال کفار کا
ثواب اعظم اور اکبر ہے لغۃ و ہو مصدر جاہد فی سبیل اللہ اور جہاد باعتبار لغت کے مصدر ہے جاہد فی سبیل اللہ کا یعنی بذل وسعت اور کوشش کا خدا کی راہ میں اور یہ
شامل ہے ہر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوشش کو و شرعا الدعاء الی الدین الحق و قتال من لم یقبله شمنی اور اصطلاح شرع میں جہاد عبارت ہے دین حق کی طرف
بلانے سے اور جو اوسکو نہ مانے اوسکے قتال کرنے سے کذا فی شرح الشمنی ہم قہستانی نے کہا کہ شریعت میں جہاد عبارت ہی قتل کفار سے اور اونکی ضرب اور مال غارت کرنی
اور اونکے معابد اور اصنام کے توڑنے سے و غیر ذلک اور مراد جہاد اور کوشش ہی دین کی تقویت میں اہل حرب اور اہل ارتداد اور اہل بغاوت سے انتہی تو یہ جو شمنی نے
تعریف جہاد میں فقط قتال پر اقتصار کیا تو اوسکی وجہ یہ ہے کہ جہاد کا جزء اعظم قتال ہی اور مراد یہ ہے کہ قتال اور امداد مال وغیرہ سب جہاد میں داخل ہی تو تعریف ابن کمال
کی جسکو شارح آگے ذکر کریگا تفسیر ہے اس اجمال کی کذا فی حاشیۃ الحلبی و عرفه ابن کمال بانه بذل الوسع فی القتال فی سبیل اللہ مباشرۃ او معاونۃ بمال
او رای او تکثیر سواد او غیر ذلک انتہی اور ابن کمال نے جہاد کی تعریف اسطرح کی ہی کہ جہاد عبارت ہی بذل وسعت اور کوشش کرنے سے قتال فی سبیل اللہ میں
بذات خود مستعد ہو کر یا مال کی مدد کر یا تدبیر بتا کر یا لشکر کا جماؤ بڑا کر یا سوا اسکے اسطرح کی مددگاری ہو کذا یعنی زخمیوں کی تیمار داری اور غازیوں کو کھانا پکا دینا اونکی
وسیلے پانی لانا اونکی اہل و عیال کی خدمت گزاری کرنا سب جہاد میں داخل ہے چنانچہ اسکی تصریح احادیث میں مذکور ہی و من توابعه الرباط و ہو الاقامۃ فی مکان بینہ و بین
ورائه الاسلام ہو المختار اور جہاد کے توابع اور ملحقات سے رباط ہی اور وہ عبارت ہے ایسے مکان کی اقامت سے جسکے آگے اسلام نہو یہی قول مختار ہی یعنی سرحد دار الاسلام میں جا کر
اسواسطے ٹھیرنا تاکہ کفار دار الاسلام میں نہ آسکیں اور اہل اسلام کو ضرر نہ پہنچاویں اسکو رباط کہتے ہیں اسواسطے کہ اگر سرحد کے اندر رباط ہو تو جمیع اہل اسلام اپنے گھروں میں مرابط ٹھیرینگے
ایسا نہیں اور بعضوں نے کہا کہ جس موضع میں ایکبار کفار نے غارتگری کی وہ چالیس برس تک رباط ہوگیا اور جہاں دو بار غارت گری ہوئی وہ ایکسو بیس برس تک رباط ہوا اور
جہاں تین بار غارتگری ہوئی وہ تا قیامت رباط ہی کذا فی فتح القدیر و فضله ان صلوة المرابط بخمسمائة و درهمه بسبعمائة وان مات فیه اجری علیه عمله
ورزقه وامن الفتان و بعث یوم القیامة آمنا من الفزع الاکبر و تمامه فی الفتح اور بحدیث صحیح ثابت ہوا ہی کہ مرابط یعنی رباط کے ٹھیرنے والے کی نماز پانسو نماز کی
برابر ہی اور اسکا درم ساتسو درم کے صدقہ کرنے سے افضل ہے اور صحیح مسلم میں سلمان فارسی سے روایت ہی کہ جو رباط میں مرگیا اسکا عمل جو کرتا تھا قیامت تک جاری رہیگا اور
روزی اسکی جاری رہیگی اور فتنہ منکر و نکیر و غیرہما سے محفوظ رہیگا اور طبرانی میں حدیث مرفوع ہی کہ جو مرابط مریگا روز قیامت کے شہید مبعوث ہوگا اور فزع اکبر یعنی بڑی دہشت
اور ہول سے قیامت میں محفوظ رہیگا اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے چنانچہ مترجم نے فتح القدیر سے پورا نقل کردیا ف حدیث میں وارد ہی کہ جب ابن آدم مرتا ہی تو اسکا عمل
منقطع ہو جاتا ہی لیکن احادیث سے ثابت ہوا کہ تیرہ عملوں کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہی ۱ نشر علوم یعنی علوم دینی کی تعلیم کرنا یا علم دین کی کتاب تالیف کرنا یا کتاب دینی کا ترجمہ کرنا
یہ سب نشر علوم میں داخل ہی ۲ دعائے اولاد ۳ کھجور وغیرہ درخت کا جمانا ۴ صدقات جاریہ مثل وقف وغیرہ ۵ قرآن مجید کو وارثوں کے لیے چھوڑ جانا ۶ سرحد
اسلام کی چوکیداری ۷ کنواں بنانا ۸ نہر جاری کرنا ۹ مسافر خانہ بنانا ۱۰ محل ذکر بنانا مثل مسجد اور خانقاہ اور مدرسہ دینی کے ۱۱ تعلیم قرآن مجید ۱۲ شہادت ۱۳ رسم
نیک نکالنا جو لوگوں میں رائج ہو کذا فی الطحطاوی ہم فضیلت جہاد کی نہایت عظیم الشان ہی اور کیونکر نہو کہ عزیز ترین محبوبات پر سخت ترین تکالیف اور مشقات کا ادا کرنا ہے
یعنی جان نثاری اللہ سبحانہ کی رضامندی اور تقرب کیواسطے اور اس سے زیادہ تر شاق نفس کو پر کہنا ہی طاعات پر نشاط اور کاہلی میں علی الدوام اور نفسانی خواہشوں سے
صاف کنارہ کرنا و لہذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی جنگ سے مراجعت فرمائی کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر کہ پھرے ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی
طرف چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث اسپر دلالت کرتی ہی کہا ابن مسعود نے یا رسول اللہ اعمال میں سے کون عمل افضل ہے فرمایا نماز کو اوسکے وقت پر پڑھنا میں کہا پھر کون افضل ہی
فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا میں کہا پھر کون افضل ہے فرمایا فی سبیل اللہ جہاد کرنا اس حدیث میں نماز کے بعد جہاد کی فضیلت فرمائی اور ابو ہریرہ کی متفق علیہ حدیث

[1] یعنی جہاد بذات خود مشتمل ہی نہ دو اصلاح پر صورت دفن پر ہے فساد سے عالم کو خالی کرنے کی وجہ سے

جہاد کو بعد ایمان کے افضل فرمایا ہے اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کون عمل افضل ہے فرمایا اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ ایمان لانا سوال ہوا
کہ اسکے بعد کون افضل ہے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ سوال ہوا کہ پھر کون افضل ہے فرمایا حج مقبول فقط اس حدیث میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ ایمان کے لفظ میں داخل ہیں بطریق عموم مجاز کے
تو دونوں حدیثوں میں کچھ معارضہ باقی نہ رہا اور سوال کہ اسمیں کچھ تردد کا مقام نہیں کہ صلوٰۃ خمسہ پر مواظبت کرنا اونکے اوقات مستحبہ میں افضل ہے جہاد سے اسواسطے کہ نماز
فرض عین ہے اور بار بار واجب ہوتی ہے بخلاف جہاد کے اور ہو اسلئے کہ جہاد فرض نہیں ہوا مگر شیوع ایمان اور اقامت صلوٰۃ کے واسطے تو مقصود بالغیر اور حسن لغیرہ ہوا
بخلاف ایمان اور نماز کے کہ وہ مقصود بالذات اور حسن لعینہا ہیں چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث صحیح میں صاف مصرح ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اسکی جسکے ہاتھ میں
میری جان ہے کہ کوئی عمل درجات آخرت کی طلب میں بعد صلوٰۃ مفروضہ کے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہیں بالجملہ احادیث صحیحہ فضائل جہاد میں بکثرت ہیں ازانجملہ حاکم نے بخاری
کی شرط پر عمران بن حصین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہونا مرد کا صف میں فی سبیل اللہ افضل ہے خدا تعالی کے نزدیک ستر برس کی عبادت سے اور ابوداود میں انس سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد جاری ہے جب سے کہ مجھکو اللہ تعالی نے مبعوث فرمایا یہاں تک کہ میری پچھلی امت دجال سے لڑیگی اسکو باطل نہ کریگا ظالم کا ظلم اور
نہ عادل کا عدل انتہی اور اجماع اسپر قائم ہے کہ جہاد کا نسخ بعد زمان رسالت متصور نہیں کذا فی فتح القدیر جامع ترمذی میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جو لڑا اللہ تعالی کی راہ میں بقدر فواق ناقہ تاکہ اللہ کا دین بلند ہو تو اسکے واسطے جنت واجب ہوئی اور سوائے ابوداود کے صحاح میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا
رسول اللہ کون عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے فرمایا کہ تم اسکو نکر سکوگے پھر صحابہ نے دو یا تین بار یہی سوال کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ایسے صائم
اور قائم اور قانت بآیات اللہ کے مانند ہے جسکے صیام اور صلوٰۃ میں فتور نہیں واقع ہوتا یہاں تک کہ مجاہد اپنے گھر پلٹ آوے یعنی جو تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات نماز اور قرآن میں
بسر کرے ایک لحظہ آرام نکرے وہ البتہ مجاہد کے برابر ثواب میں ہو سکتا ہے سو یہ امر آدمی سے متصور نہیں اور ترمذی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ دو آنکھوں کو آتش جہنم نہ لگیگی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالی کے خوف سے روئی اور وہ آنکھ جو حراست فی سبیل اللہ میں جاگی اور مسلم اور نسائی میں ابو مسعود بدری سے
مروی ہے کہ ایکمرد ناقہ مخطومہ لایا اور بولا کہ یہ جہاد کیواسطے ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھکو اسکے عوض قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں مخطومہ یعنی نکیل والیاں
ملینگی اور صحیحین وغیرہما میں زید بن خالد سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا جس نے سامان درست کر دیا غازی فی سبیل اللہ کا البتہ اوسنے خود جہاد کیا اور جو غازی کے اہل وعیال کی بھی خبرگیری
کرتا رہا وہ بھی غازی ہے اور ابوداود میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد واجب ہے تم پر ہر سردار نیکوکار یا بدکار کے ساتھ اور نماز جنازہ
بھی تم پر ہر مسلمان نیکوکار یا بدکار کے پیچھے اگرچہ کبائر گناہ کرتا ہو اور صحیح مسلم وغیرہ میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مر گیا اور اوسنے جہاد
نکیا اور جہاد کرنیکا اسنے دلمیں بھی خیال نکیا وہ شعبہ نفاق پر مرگیا اور صحیحین وغیرہما میں ابو موسی سے روایت ہے کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ مرد لڑتا ہے اظہار شجاعت کیواسطے
یا لڑتا ہے حمیت کے واسطے یا اپنی نمود کیواسطے لڑتا ہے انمیں کون فی سبیل اللہ ہے فرمایا جو قتال اسواسطے کرے کہ کلمۃ اللہ یعنی دین خدا کا بلند ہو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے اور
ابوداود میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ایکمرد نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور حالانکہ متاع دنیا کی خواہش رکھتا ہے یعنی غنیمت کے مال کا آرزومند
ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اسکو کچھ ثواب نہیں پھر سائل نے تین بار یہی سوال کا اعادہ کیا حضرت ہر بار یہی فرماتے تھے کہ اوسکو کچھ ثواب نہیں کذا فی تیسیر الوصول ہو فرض
کفایۃ کل ما فرض لغیرہ فہو فرض کفایۃ اذا حصل المقصود بالبعض والا ففرض عین ولعلہ قدم الکفایۃ لکثرتہ جہاد فرض کفایہ ہے یعنی
بعضوں کے جہاد کرنیسے نکرنیوالوں سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے شارح کہتا ہے جو چیز اپنے غیر کیواسطے مفروض ہوئی وہ فرض کفایہ ہے جب بعض کے کرنے سے مقصود حاصل
ہو جاوے اور اگر ایسا نہو یعنی جو بذات خود فرض ہے نہ غیر کی جہت سے یا ہر چند مفروض لغیرہ ہے لیکن بعض کے کرنے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا تو وہ فرض عین ہے اور شاید
کہ مصنف نے فرض کفایہ کو مقدم کیا فرض عین پر بسبب اسکی کثرت کے ختم ہوا کلام دو امر کا منشاء ہے ایک تو جہاد کا فرض ہونا اور دوسرا فرض کفایہ ہونا دلیل فرضیت
جہاد کی تو اوامر قطعیہ ہیں قال اللہ تعالی قاتلوا المشرکین کافۃ وقاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ والیوم الآخر وکتب علیکم القتال وقاتلوہم حتی
لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ اے مومنو مشرکوں سب سے قتال کرو اور اونسے جو ایمان نہیں لاتے اللہ کا اور پچھلے دن کا یعنی قیامت
اور فرمایا کہ فرض کیا گیا تم پر قتال اور فرمایا کہ قتل کرو انکو یہانتک کہ نہ رہے فتنہ یعنی کفر کا فتنہ باقی رہے اور سب دین اللہ کا ہو جاوے اگر کوئی کہے کہ ان آیات کا عموم مخصوص ہو گیا

مخصوص بہ شے اور عام مخصوص ظنی الدلالۃ ہوجاتا ہے اُس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی اوسکا جواب یہ ہے کہ خروج صبی اور مجنون کا عقل سے ثابت ہے تو ایسی تخصیص قیاس عام ظنی نہیں ہوتا اور عورت اور مریض شرع سے مخاطب بخطاب جہاد نہیں اسواسطے کہ خطاب جہاد اونہیں لوگوں سے ہے جو لیاقت محاربہ رکھتے ہیں اور جہاد کا فرض کفایہ ہونا اسواسطے ہے کہ وہ فرض لعینہ نہیں کیونکہ فی نفسہ فساد ہے بلکہ بغیرہ فرض ہے یعنی دین الٰہی کے غالب کرنیکے واسطے اور عباد مسلمین کے اوپر سے دفع شر کے لیے فرض ہوا تو جب کہ یہ مدعا بعض لوگوں کے کرنے سے حاصل ہو گا تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاویگا چنانچہ نماز جنازہ اور سلام کا جواب اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیات قرآنی سے تو جہاد فرض عین معلوم ہوتا ہے تو اسکے فرض کفایہ ہونے اور ظاہر سے عدول کرنیکی کیا وجہ ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ موجب عدول یہ آیت قرآنی ہے لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ الی قولہ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا نہیں برابر بیٹھنے والے مومنین سوای اہل ضرر کے اور مجاہدین برابر نہیں پھر آخر آیت میں فرمایا اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے نیکی کا وعدہ کیا ہے تو اگر جہاد فرض عین ہوتا تو قاعدین سے نیکی کا وعدہ نہوتا بلکہ وہ مستحق عذاب ہوتے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بعضی لڑائی میں تشریف نہ لیجاتے تھے اگر فرض عین ہوتا تو تخلف حضرت کا ممکن تھا کذا فی المنح محشی نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر مسلمین کے ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر نے جہاد کیا تو واجب سب سے ساقط ہو گیا اگرچہ کسی گروہ نے بھی جہاد نکیا ہو اور اگر ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر لوگوں نے جہاد نہیں کیا تو سب پر واجب ہوگا اور اگر ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے جہاد کرنیکا گمان کیا اور دوسرے گروہ نے عدم جہاد کا گمان کیا تو دوسرے گروہ پر واجب ہوگا نہ اول گروہ پر سو اسلیے کہ مدار وجوب کا بیان ظن پر ہے کیونکہ کرنیکے فعل اور عدم کا علم قطعی ایسے امور میں متعسر ہے ابتداءً وان لم یبدؤنا بہ واما قولہ تعالیٰ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ وتحریمہ فی الاشہر الحرم منسوخ بالعمومات کاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم جہاد فرض ہے پہلے ہی اگرچہ کفار نے ہم سے لڑائی کی ابتدا نکی ہو اور وہ جو آیت قرآنی ہے کہ اگر کافر تم سے لڑیں تو تم بھی اون سے لڑو اور تحریم جہاد کی بزرگ مہینوں میں یعنی رجب اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم میں سو منسوخ ہے عمومات آیات چنانچہ یہ آیت کہ لڑو مشرکین سے جس وقت اور جہاں اونکو پاؤ اسواسطے کہ لفظ حیث کا زمان اور مکان دونوں میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ان قام بہ البعض ولو عبیداً او نساء سقط عن الکل جہاد فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعضے لوگ اسکو قائم کریں اگرچہ وہ لوگ غلام یا عورتیں ہوں تو سب سے ساقط ہو جاتا ہے هم بعض کے جہاد کرنے سے اوس وقت کل سے فرضیت ساقط ہوتی ہے جب کفایت حاصل ہو اور اگر بعض کا جہاد دفع کفار میں کافی نہو تو کفار سے اقرب فالاقرب پر جہاد فرض ہے سو اگر کفایت نہوتی ہو بدون تمام مسلمین کے تو ان کو تعیین جہاد فرض عین ہو جاویگا مانند صوم اور صلوٰۃ کے کذا فی المنح والا یقم بہ احد فی زمن ما اثموا بترکہ ای اثم الکل من المکلفین اور اگر جہاد کو کسی نے قائم نکیا کسی وقت میں تو اوسکے ترک کرنیسے سب گنہگار ہونگے یعنی سب قادر بالغ مسلمان گنہگار ہونگے هم یعنی ہر زمانہ میں اگر بعض مسلمین جہاد نکریں تو سب عاصی ہونگے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی زمانہ میں بعضے جہاد کرینگے تو ہر وقت کے مسلمین سے گناہ ساقط ہے وایاک ان تتوہم ان فرضیتہ تسقط عن اہل الہند بقیام اہل الروم مثلا بل یفترض علی الاقرب فالاقرب من العدو الی ان تقع الکفایۃ فلو لم تقع الا بکل الناس فرض عینا کصلوٰۃ وصوم ومثلہ الجنازۃ والتجہیز وتمامہ فی الدرر اور کہیں ایسا نہ غلط سمجھو کہ فرضیت جہاد اہل ہند سے ساقط ہو جاتی ہے اہل روم کے جہاد کرنیسے مثلاً بلکہ جہاد فرض ہے اوسپر جو زیادہ تر قریب ہے دشمن یعنی کفار سے پھر اوسکے بعد اوسپر جو اون سے اقرب ہے یہانتک کہ کفایت حاصل ہو یعنی غیر کی مدد کی حاجت نرہے کفار منہزم ہو جاویں سو اگر کفایت نہ حاصل ہوتی ہو بدون سب آدمیوں کے تو اسوقت میں سب پر جہاد فرض عین ہو جائیگا مانند صلوٰۃ اور صوم کے اور جہاد کی مانند ہے نماز جنازہ اور تجہیز میت اور پورا بیان اوسکا درر میں ہے هم یعنی اگر ایک مسلمان شہر کے کنارے پر مر گیا تو اوسکے پڑوسیوں اور اہل محلہ پر اوسکی تجہیز اور تکفین اور نماز جنازہ فرض ہے پھر محلہ بعید پر اور اگر اہل محلہ کی قریب دوسرے محلہ والوں نے جانا کہ اہل محلہ میت اوسکے حقوق ادا نہیں کرتے یا عاجز ہیں تجہیز اور تکفین سے تو دوسرے محلہ والوں پر فرض ہوگا اور اگر وہ بھی کوتاہی کرینگے یا عاجز ہونگے تو تیسرے اہل محلہ پر تجہیز میت فرض ہوگی علیٰ ہذا القیاس جمیع عالم پر الاقرب فالاقرب فرض ہوگی لا یفرض علی صبی وبالغ لہ ابوان او احدہما لان طاعتہما فرض عین وقال صلی اللہ علیہ وسلم للعباس بن مرداس لما اراد الجہاد الزم امک فان الجنۃ عند رجل امک سراج جہاد فرض نہیں صبی پر اور اوس بالغ پر جسکے ماں باپ یا ایک کوئی اونمیں سے زندہ ہو اسلیے کہ اطاعت والدین کی فرض عین ہے تو فرض کفایہ کو اوسپر فرض عین ترک نہوگا اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سے جب کہ اونہوں نے جہاد کا ارادہ کیا لازم کر اپنی ماں کو اسواسطے کہ بہشت تیری ماں کے قدم کے پاس ہے کذا فی السراج هم جہاد نہیں

جانا درصورت ناخوشی والدین حرام ہی اسواسطے کہ اونکی اطاعت فرض عین ہی اور جہاد فرض عین نہین ہی صحیح بخاری مین عبداللہ بن عمر سے روایت ہی کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگنے آیا فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہین بولا ہان زندہ ہین فرمایا انہین مین جہاد کر اور ابن مسعود کی حدیث جو مذکور ہو چکی اوسمین بر والدین جہاد پر مقدم ہے اور ابو داؤد مین ابو سعید خدری سے مروی ہی کہ ایک شخص نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے طرف ہجرت کی یمن کے ملک سے تو فرمایا کہ یمن مین کوئی تیرا ہے اوسنے کہا ہے والدین ہین فرمایا تجھکو اذن دیا ہے بولا نہین فرمایا تو پلٹ جا اور اون سے اجازت لے اگر وہ اجازت دین تو جہاد کر اور جو اجازت نہ دین تو اونکے ساتھہ نیکی اور خدمت گزاری کر کذا فی الفتح بحر الرائق مین ہی کہ صوا اپنے سوا اور اہل و عیال اگر مر رہے کے جہاد کرنے کو مکروہ جانین تو اگر اونکے ضائع ہونیکا خوف ہو تو بدون اونکی اجازت کے خروج نکرے وفيه لا يحل سفر فيه خطر الا باذنهما وما لا خطر فيه يحل بلا اذن ومنه السفر فى طلب العلم اور سراج مین ہی کہ جس سفر مین ہلاکی کا خوف ہو جیسا کہ جہاد اور سمندر کا سفر کذا فی حاشیۃ الحلبی تو اوسمین جانا حلال نہین بدون اذن والدین کے اور جس سفر مین خطرہ نہین وہ بدون اذن کے حلال ہے اور سفر واسطے طلب علم کا سفر کرنا اوسی سے اور اسیطرح ہی تجارت اور حج کا سفر کذا فی البحر وعبد وامرأة لحق المولى والزوج ومفاده وجوبه لو امرها الزوج به فيرد على غير المزوجة قلت تعليل الشمنى بضعف بنيتها يفيد خلافه قال فى البحر ثم بلغنى انها امرة فما يرجع الى النكاح وتوابعه اور جہاد فرض نہین غلام اور عورت پر بسبب فرض ہونے حق مولے اور زوج کے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہی واجب ہونا جہاد کا عورت پر اگر عورت کا زوج اوسکو جہاد کا امر کرے کذا فی الفتح اور غیر منکوحہ پر واجب ہونا تعلیل مذکور سے نکلتا ہی کذا فی النہر شارح کہتا ہی اور تعلیل شمنی کی بوجہ ضعیف جسم عورت اوسکے مخالف کی مفید ہی یعنی عدم وجوب کی اگرچہ زوج بھی امر کرے بحر الرائق مین کہا کہ عورت پر زوج کا امر لازم الاتباع نکاح اور توابع نکاح کا ہی متعلقات مین سے یعنے اور جہاد متعلقات نکاح سے خارج ہی تو عورت پر امتثال اوسکا لازم نہین تو وجوب جہاد بھی نہین هم تعلیلات مذکورہ پر وجوب اور عدم وجوب کو مستفاد کرنا ممنوع ہی اسواسطے کہ عدم وجوب قہستانی مین محیط سے منقول ہے خلاصہ سے کایون کہ جہاد حرہ عورت پر واجب نہین خواہ منکوحہ ہو یا نہو اسواسطے کہ عورت کے سر سے قدم تک واجب التستر ہی اور جہاد مین گاہ کشف عورت ہو جاتا ہی چنانچہ محیط مین ہے تو مزوجہ کی خصوصیت نرہی جیسا بعض نے گمان کیا ہی کذا فی الطحطاوی واعمى ومقعد اى اعرج فيه اور جہاد فرض نہین اندہے اور لنگڑے پر کذا فی الفتح هم فتح القدیر مین مقعد سے اعرج لوان اوب منقول ہی اور حموی نے سفر سے بھی نقل کیا کہ مقعد وہ ہے جسکو بیماری نے چلنے پہرنے سے تہکا دیا واقطع لعجزهم اور جہاد واجب نہین دست بریدہ پر بسبب عاجز ہونے اندہے اور لنگڑے اور دست بریدہ کے هم معذور ہوا اعمی اور اعرج اور مریض اور ضعفا کا قرآن مجید مین مصرح ہی اسواسطے کہ مدار تکلیف قدرت پر ہی قہستانی نے کہا اسمین اشعار ہی اسکا کہ جو شخص عاجز ہو جہاد سے کسی سبب سے اوسپر فرض نہین چنانچہ ضیاء مین اسکے طرف اشارہ کیا ہی ومديون بغير اذن غريمه بل وكفيله ايضا ولو بامره تجنيس لو بالنفس فرع هذا فى الحال اما المؤجل فله الخروج ان علم برجوعه قبل حلوله ذخيرة اور فرض نہین قرضدار پر بلا اذن قرضخواہ کے بلکہ اوسکے ضامن بلا اذن بھی اگرچہ قرضدار کے اذن سے ضامن ہوا ہو کذا فی التجنیس اگرچہ ضامن مال کا نہو بلکہ حاضر ضامن ہو تو بھی بلا اذن اوسکے جہاد کرنا فرض نہین اور یہ یعنے اذن قرضخواہ یا ضامن کا فی الحال کے قرض ہو اگر نہین شرط ہی اور مدت والے قرض مین تو اوسکو جہاد کیواسطے جانا جائز ہی اگر اپنا پلٹ آنا قبل مدت پہونچنے کے معلوم ہو کذا فی الذخیرہ هم صحیح مسلم مین عمرو بن عاص سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے گناہ معاف ہو جاتے ہین سوائی دین کے وعالم ليس فى البلدة افقه منه فليس له الغزو لما فيه من ضياعهم سراجية وعمم فى البزازية السفر ولا يخفى ان المعنية يفيد غيره بالاولى اور اوس عالم پر فرض نہین جس سے زیادہ تر فقیہ شہر مین نہین تو اوسکو جہاد کرنا جائز نہین لوگون کے ضائع ہونیکے خوف سے کذا فی السراجیہ یعنی جب اہل شہر اوسکا شہر مین بیٹھنا یقین سے بتا دیا اگر وہان کے اہل اسلام ضائع ہوئی بسبب بدعت اور جہالت کے اور بزازیہ مین ہر سفر کو عام کیا ہی یعنی ایسے عالم کو کوئی سفر کرنا جائز نہین اور پوشیدہ نہین ہی کہ معنیہ غیر مقید کو بطریق اولے مفید ہی هم معنیہ سے مراد سفر نفیر سے جہاد کیواسطے وجہ افادہ کی یہ ہے کہ جب جہاد کا سفر باوجود فرض کفایہ ہونیکے ممنوع ہوا تو غیر جہاد کا سفر جو فرض نہین ہی بطریق اولے ممنوع ہوگا طحطاوی نے کہا غیر جہاد کا سفر کو لازم نہین کہ غیر فرض ہو بلکہ کبھی غیر جہاد کا سفر فرض عین ہو جاتا ہی چنانچہ حج وغیرہ کا سفر وفرض عين ان هجم العدو فيخرج الكل ولو بلا اذن ويأثم الزوج ونحوه بالمنع ذخيرة اور جہاد فرض عین ہے بشرطیکہ دشمن یکبارگی ہجوم کرے تو سب اہل اسلام نکلین اگرچہ اہل حقوق کی اجازت نہو اور زوج اور مانند اوسکے جیسے باپ اور آقا اور قرضخواہ گنہگار ہوگا اس حالت مین جہاد کی منع کرنیسے کذا فی الذخیرہ

ہے دشمن عام ہی کافر ہو یا باغی ہو سراجیہ شرح ملتقی میں کہا کہ اگر دار الاسلام کے کسی شہر پر کفار ہجوم کریں تو اگر وہاں کے گرد و پیش کے قریب لوگ دفع پر قادر ہوں تو ان کے حق میں جہاد فرض عین ہوا اور انکے سوا اور دور والوں پر فرض کفایہ ہے لیکن جب وہاں کے اہل عاجز ہوں یا کاہلی کریں تو دور والوں پر بھی فرض ہو جاتا ہے اسیطرح تدریجاً ہے یہانتک کہ تمام اہل مشرق اور مغرب سب پر فرض عین ہوگا اور جو بلا عذر اپنے وطن میں بیٹھ رہیگا وہ گنہگار ہوگا اور گناہ نہیں ہے دنیا میں اسواسطے کہ انسان مخاطب نادانستہ کا نہیں اور اسیطرح فتح القدیر میں کہا ہے کہ فرض عین ہونیکی شرط یہ ہے کہ دوام جنگ ہو یہانتک کہ اگر انکو خبر نہ پہنچے تو تکلیف مالایطاق ہے اور جو انا مسلم اسیر سب اہل مشرق اور مغرب پر واجب ہے جسکو خبر ہو اور بزازیہ میں ہے کہ مسلمان عورت قید ہوگئی مشرق میں تو اہل مغرب پر اسکی تخلیص واجب ہے جبتک کفار دار الحرب میں داخل ہوگئے ہوں اسواسطے کہ دار الاسلام بمنزلہ مکان واحد کے حکم میں ہے کذا فی العتابیہ ولا بد لفرضیته من قید آخر هو الاستطاعة فلا یخرج المریض المدنف اما من یقدر علی الخروج دون الدفع ینبغی ان یخرج لتکثیر السواد ارهابا فتح اور ظاہر ہے کہ فرض عین ہونیکے واسطے دوسری قید یعنی استطاعت ضرور ہے تو خروج نکرے یعنی بیمار اور جو شخص کہ خروج پر قادر ہو نہ دفع کفار پر تو اوسکو بھی نکلنا چاہئے جہاد پر اسواسطے کہ کثرت مسلمین سے کفار کو دہشت اور خوف ہو کذا فی الفتح وفی المختار یجب ... بالقدرة علی السلاح لا امن الطریق فان علم انه اذا حارب قتل وان لم یحارب اسر لم یلزمه القتال اور سراجیہ میں ہے کہ ہتھیار پر قادر ہونا وجوب جہاد کے واسطے مشروط ہے نہ امن راہ کا پھر اگر سمجھا کہ جب وہ لڑیگا تو مارا جاویگا اور اگر نہ لڑیگا تو قید ہوجاویگا تو اوس پر قتال لازم نہیں ویقبل خبر المستنفر ومنادی السلطان ولو کان کل منهما فاسقا لانه خبر یشتهر فی الحال ذخیرہ اور مقبول ہے خبر دینا مستنفر اور سلطان کے منادی کا اگرچہ ہر ایک اون دونوں میں سے فاسق ہو اسواسطے کہ ہجوم کفار کی خبر فی الحال مشتہر ہو جاتی ہے تو مزید تحقیق کی حاجت نہیں کذا فی الذخیرہ ہم مستنفر وہ ہے جو نفیر عام شنادی نفیر یعنی خروج عام کی خبر دے یعنی جو بسبب ہجوم کفار کے سب اہل کے نکلنے اور جہاد کرنیکی خبر دے وکره الجعل ای اخذ المال من الناس لاجل الغزاة مع الفيء ای مع وجود شیء فی بیت المال درر وصدر الشریعة ومفاده ان الفيء هنا یعم الغنیمة فلیحفظ اور مکروہ ہے جعل یعنی لوگوں سے مال کا لینا غازیوں کے واسطے باوجود ہونے فی کے یعنی باوجود ہونے کسی چیز کے بیت المال میں کذا فی درر وشرح الوقایہ اور اس سے مستفاد ہوا کہ فی یہاں غنیمت کو شامل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم فی ہر مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج اور جزیہ اور غنیمت وہ مال ہے جو قتال سے حاصل ہو خلاصہ یہ ہے کہ جب تک بیت المال میں کوئی مال موجود ہو تو حاکم کو رعیت سے مال لینا جہاد کیواسطے مکروہ ہے اسواسطے کہ اسکی کچھ ضرورت نہیں اور بیت المال اسی مصلحت کیواسطے ہے نہ سلطان کے عیش اور آرام کے واسطے جیسا ظالم حاکم سمجھتے ہیں والا لا لدفع الضرر الاعلی بالادنی اور اگر بیت المال بالکل خالی ہو تو مکروہ نہیں بسبب دفع کرنے اعلے ضرر کے کمتر ضرر سے ہم اعلی ضرر سے مراد تعدی ضرر کفار ہے اور کمتر ضرر سے مراد مالداروں سے مال لینا بقدر اونکے مقدور کے تا محتاج غازیوں کا سامان جہاد ہو فان حاصرناهم دعوناهم الی الاسلام فان اسلموا فبها والا فالی الجزیة لو محلا کما سیجیء فان قبلوا ذلک فلهم ما لنا من الانصاف وعلیهم ما علینا من الانتصاف فخرج العبادات اذ الکفار لا یخاطبون بها عندنا ویؤیده قول علی رضی الله عنه انما بذلوا الجزیة لتکون دماؤهم کدمائنا واموالهم کاموالنا ہم اگر ہم اہل اسلام کافروں کو گھیر لیں تو اول ہم اونکو مسلمان ہونیکے طرف بلاویں سو اگر وہ اسلام قبول کریں تو کیا خوب بات ہے اور اگر اسلام نہ قبول کریں تو جزیہ کیطرف بلاوینگے یعنی جزیہ دینے کی انکو دعوت کیجاویگی اگر وہ محل جزیہ ہوں چنانچہ اسکا ذکر آویگا یعنی اگر وہ اہل کتاب یا آتش پرست یا عجمی بت پرست ہوں نہ عرب کے مشرک یا مرتد سو اگر وہ جزیہ دینا قبول کریں تو درصورت مظلومی اونکے واسطے انصاف ہوگا جو انصاف ہم اہل اسلام کے واسطے ہوتا ہے اور درصورت اونکے ظلم کرنیکے اون سے انتقام لیا جاویگا جیسا ہم اہل اسلام سے انتقام لیا جاتا ہے تو اس بیان سے عبادات نکل گئیں اسواسطے کہ کفار مخاطب بعبادات نہیں ہمارے نزدیک اور مؤید اسکا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ انہوں نے تو جزیہ اسواسطے دیا ہے کہ اونکے خون ہمارے جیسے خون ہو جاویں اور اونکے مال ہمارے سے مال ہو جاویں ہم قول مرتضوی امام شافعی کی مسند میں بروایت محمد بن حسن شیبانی مروی ہے کذا فی الفتح شرح طحاوی میں ہے کہ جب کفار اسلام قبول کریں تو اونکے اموال سے تعرض نہ ہوگا اور اونکی اراضی سے خراج لیا جاویگا بلکہ عشر ... مانند اہل اسلام کے اونکو حکم ہوگا کہ دار الاسلام میں آکر اقامت کریں اسواسطے کہ مسلمان کا رہنا دار الحرب میں مکروہ ہے کذا فی المحیط ولا یحل لنا ان نقاتل من لا تبلغه الدعوة بلغة الدال الی الاسلام وهی وان اشتهر فی زماننا شرقا وغربا لکن لا شك ان فی بلاد الله من لا شعور له بذلك

یعنی لم تبلغہ الاسلام کا الجزیۃ کذا فی التتارخانیۃ لا ینبغی قتالہم حتی یدعوہم الی الجزیۃ نہر خلافا لما نقلہ المصنف م اور حلال نہین ہے کہ لڑنا اون کافرون سے
جنکو اسلام کی دعوت نہین پہونچی اور وہ یعنی دعوت اسلام اگرچہ ہمارے زمانہ مین مشہور ہوگئی ہے مشرق اور مغرب مین لیکن اسمین شک نہین کہ بلاد دور دراز مین ایسے کافر بھی
ہین جنکو مطلق اسکا شعور نہین ہے یعنے دعوت اسلام سے خبر نہین باقی رہی یہہ بات کہ اگر اسلام کی خبر اُنکو پہنچی نہ جزیہ دینے کی تو تاتارخانیہ مین ہے کہ اون سے لڑنا روا نہین ہے یہانتک
کہ امام اون سے جزیہ دینے کی درخواست کرے کذا فی النہر برخلاف نقل مصنف کے م مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ دعوت اسلام ہوا اسواسطے واجب ہے تاکہ کفار معلوم کرین
کہ ہم دین کے واسطے لڑتے ہین نہ مال وغیرہ کی طمع سے شاید کہ اسطرح وہ اسلام قبول کرین اور قتال کی نوبت نہ آوے اور قبل دعوت قتال کرنا گناہ ہے لیکن ضمان نہین بسبب عدم عاصم
یعنی دین اور احراز بالدار اور دعوت عام ہے حقیقے ہو یعنی زبان سے کہنا یا دعوت حکمی یعنی شرق و غرب مین مشہور ہو کہ اہل اسلام کسواسطے لڑتے ہین تو یہہ شہرت قائم مقام
دعوت ہے چنانچہ سیر کبیر اور ینابیع مین مصرح ہے سمجھے تو مترجم خلاف مصنف اور صاحب نہر فقط شمار کرتا ہے اور صاحب نہر اسمین تابع ہے صاحب فتح القدیر کا تو اصل کلام
نقل کرنا چاہیے فتح القدیر مین مجید سے دعوت حقیقی اور حکمی نقل کرکے کہا کہ اسمین شک نہین کہ اللہ تعالے کے بلاد مین وہ لوگ بھی ہین کہ جنکو اسکی خبر اور شعور نہین تو دعوت
اسلام کرنا وہان واجب ہے کہ جہان گمان اسکا ہو کہ انکو اسلام کی خبر نہین ہوئی اور جہان خبر پہنچی تو وہان دعوت کرنا مستحب ہے ... من بلغتہ الا اذا تضمن
ذلک ضررا ولو بغلبۃ الظن کان یستعدوا ویتحصنوا فلا یفعل فیہم اور ہم دعوت الی الاسلام ایسے لوگون کے حق مین مستحب ہے کہ انکو جنکو اسلام کی خبر ہوگئی ہو مگر
جبتک کہ دعوت الی الاسلام متضمن ضرر ہو گو بظن غالب ہو اسطرح کہ وہ سامان درست کرکے مستعد ہو جاوین یا قلعہ کے اندر ہو جاوین تو ایسی جگہہ دعوت کرنا مستحب نہین
کذا فی الفتح م دلیل استحباب دعوت وہ حدیث ہے جو صحیحین اور ابن منذر مین عبد اللہ بن عون سے کہ کہا کہ مینے نافع کو لکہا اور دعا قبل القتال کا سوال کیا سو نافع نے کہا کہ یہہ اول
اسلام مین تہا اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر دوڑ کی اور وہ غافل تہے اور انکے جانور پانی پی رہے تہے تو انکے لڑنیوالون کو قتل کیا اور انکی ذریت
کو گرفتار کیا اور حضرت جویریہ کو پایا مجہسے یہہ حدیث عبد اللہ بن عمر نے کہی وہ اوس ... تہے ولا یقبلوا الجزیۃ نستعین باللہ ونحاربہم بنصب
المجانیق وحرقہم وغرقہم وقطع اشجارہم ولو مثمرۃ وافساد زروعہم الا اذا غلب علی الظن ظفرنا فیکرہ فذا اور اگر جزیہ دینا بہی قبول نکرین تو ہم
مدد مانگین اللہ تعالے سے اور اون سے لڑنے لگین مجانیق کو قائم کرکے اور انکو پانی مین ڈبو کر اور انکو آگ مین جلا کر اور انکے درختون کو کاٹ کر اگرچہ پہلدار درخت ہون
اور انکی کہیتون کو اجاڑ کر مگر جب کہ ظن غالب ہو ہمارے فتح ہونیکا تو درختون اور کہیتون کا خراب کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ مسلمانون کے کام مین آوینگے کذا فی الفتح
م مجانیق جمع ہے منجنیق بالفتح کی وہ ایک آلہ ہے جس سے بڑے بڑے پتہر پہینکا کرتے ہین اور یہہ ترتیب جنگ کی احادیث صحیحہ مین مصرح ہے کہ جسطرح عساکر اسلام کو حکم ملا ہے
مسلم اور ابوداود اور ترمذی مین بریدہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسیکو لشکر یا چہاپہ کا سردار مقرر فرماتے تہے تو خاص اسکی ذات کو اللہ تعالے سے
ڈرتے رہنے کی وصیت فرماتے اور ساتہی مسلمانون کیواسطے بہلائی کی وصیت فرماتے تہے پہر فرماتے تہے لڑو بسم اللہ فی سبیل اللہ قتل کرو جو منکر ہو اللہ کا اور غنیمت کا
مال نہ چراؤ اور قول کرکے خلاف قول کیجیو اور ناک کان وغیرہ نہ کاٹیو اور طفل صغیر کو نہ قتل کیجیو اور نہ بڈہے کو پہر جب تو اپنے مشرک دشمن سے ملے تو انکو تین خصلتون کیطرف بلا سو جو
وہ مان جاوین تیرا قول تو قبول کر اون سے اور رک جا اون کے لڑنے سے انکو اسلام کیطرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اون سے اور باز رہ لڑنے سے پہر اون سے نقل مکان کی
درخواست کر کہ اپنے ملک سے نکلکر مہاجرین کے ملک مین آرہین اور اون سے خبر کردے کہ اگر وہ یہہ ہجرت کرینگے تو انکے واسطے وہ ہے جو مہاجرین کے واسطے ہے اور ان پر وہ ہے جو مہاجرین پر ہے
سو اگر وہ نقل مکان کرنا قبول کرین تو انکو خبر کردے کہ وہ صحرائی مسلمین کی طرح ہونگے ان پر حکم خدا جاری ہوگا جیسے کہ مومنین پر جاری ہوتا ہے اور غنیمت اور
فی سے انکو حصہ نہ ملیگا تاوقتیکہ مسلمین کے ساتہہ شریک ہوکر جہاد نکرینگے اور اگر وہ اسلام کو نہ قبول کرین تو اون سے جزیہ دینے کا سوال کر سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر
اور رہا اون سے باز رہ اور اگر جزیہ دینا بہی نہ قبول کرین تو اللہ تعالے سے مدد مانگ اون پر فتحیابی کی اور لڑنا شروع کر الحدیث کذا فی تیسیر الوصول ورمیہم بنبل و
نحوہ وان تترسوا ببعضنا ولو تترسوا بنبی یسئل فی ذلک النبی ولقصدہم ای الکفار اور اہل اسلام لڑین اور تیر وغیرہ پہینکا کرین اگرچہ کفار بعض
مسلمانونکو سپر بناوین یعنی اپنے آگے کہڑا کرین تا اس تدبیر سے بچ جاوین تو بہی ہم انکو مارینگے اور اس قتال مین ہم کفار ہی کے مارنیکا قصد کرینگے نہ مسلمان کا اور
اگر کفار پیغمبر کو سپر کرین تو اون سے سوال کیا جاوے کہ یا حضرت کیا حکم ہے ہم لڑین یا نہ لڑین م ... لغت عرب مین دور سے پہینکا ... کو کہتے مین خواہ ... کا ہو یا ...

ن یتمنون یعنی ... بسبب الاسلام ... ابنا م ... جبکو ... جمع ... بعد ... ۱۲

کمان اور منجنیق ہو خواہ بندوق اور توپ اور بان وما اصیب منهم ای من المسلمین لا دیة فیه ولا کفارة لان الفروض لا تقرن بالغرامات
اور جو مسلمان انکی طرف کی سپر بنانے سے قتل ہو جاوین تو اونمین نہ دیت ہی نہ کفارہ اسواسطے کہ قتال کفار فرض ہے اور فرائض ڈانڈ سی مقرون نہین ہوتے ہم لڑائی
مین آواز بلند کرنا مستحب نہین اسیطرح وہی نعین اگر اسمین ترغیب مسلمین کا فائدہ ہو تو کچہ مضائقہ نہین اور مجاہدین کو دار الحرب مین ناحق پڑہنا مستحب ہی اسواسطے
کہ انکا علم او مغیرہ ہاتہہ سے گر پڑی تو ناخن سے کاذکر کو کہہ دیج کہ شاید بچ جاوے جیسے سوچو انکو پڑہنا غازی کو سنت ہے رعب اور دہشت کیواسطے کذا فی البحر خانیہ
ہی کہ مسلمانون کو لائق نہین کہ جب بارہ ہزار ہون تو فرار کرین اگرچہ کفار زیادہ ہون ہم اسواسطے کہ حدیث ترمذی مین وارد ہی کہ بارہ ہزار بسبب قلت کے
مغلوب نہین ہوتے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ یہہ عدم فرار سوقت ہی جب سب لوگ متفق الکلمہ ہون اور اگر اختلاف ہو تو دو چند کا اعتبار ہی (لو فتح الامام بلدة و
فیہا مسلم او ذمی لا یحل قتل احدٍ منهم اصلاً ولو اخرج واحدٌ ما حل حینئذٍ قتل الباقی لجواز کون المخرج هو ذلک فع) اور اگر امام نے دار الحرب کا
کوئی شہر فتح کیا جسمین ایک مسلمان یا ذمی کا رہتا تو اونمین سے کسیکا قتل کرنا اصلاً جائز نہین اور اگر ایک کوئی شخص اونمین سے نکال دیا گیا تو اسوقت مین باقی لوگون کا
قتل کرنا حلال ہے اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان یا ذمی ہو کذا فی فتح القدیر (ونهینا من اخراج ما یجب تعظیمه ویحرم الاستخفاف به
کمصحفٍ وکتب فقهٍ وحدیثٍ وامرأةٍ ولو عجوزاً للمداواة هو الاصح ذخیرة واراد بالنهی ما فی مسلم لا تسافروا بالقرآن فی ارض العدو
اور ہم ممنوع ہین ایسی چیزون کے نکالنے سے جسکی تعظیم واجب ہے اور اسکا استخفاف اور بی ادبی حرام ہی جیسا کہ مصحف اور کتابین فقہ اور حدیث کی اور عورت کا اخراج ممنوع ہے
اگرچہ عورت بڑہی ہو دوا کرنیکے واسطے یہی قول صحیح ہی کذا فی الذخیرہ اور مصنف نے نہی سے صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر مین قرآن کو نہ لیجاؤ دشمن کی زمین
مین ہم ودلیل اگرچہ قرآن مین خاص ہے لیکن علت عامہ ہی فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھ ملحق کر دیا (الا فی جیشٍ یؤمن علیه فلا کراهة لکن اخراج العجائز
والاماء اولی) مگر اوس بڑے لشکر مین قرآن وغیرہ کا لیجانا ممنوع اور مکروہ نہین جسمین اوسپر امن حاصل ہو لیکن بڑہی عورتون اور لونڈیون کا ساتھ لیجانا کام کیواسطے
بہتر ہی جو لوگ ادہر کے ہین انسے کہ جنگ و وثیر وطحاوی نی امام کا قول نقل کیا کہ کمتر لشکر چار سو ہے اور کمتر گہات ایک سو (واذا دخل مسلم الیهم بامانٍ جاز
حمل المصحف معه اذا کانوا یوفون بالعهد لان الظاهر عدم تعرضهم هدایة) اور جب مسلم دار الحرب مین اونسے امان لیکر جاوے تو مصحف کا ساتھ
لیجانا جائز ہی بشرطیکہ وہ عہد کو پورا کرتے ہون اسواسطے کہ ظاہر ہی کہ متعرض نہونگے کذا فی الهدایة (ونهینا عن غدرٍ وغلولٍ وعن مثلةٍ بعد الظفر بهم اما قبله
فلا بأس بها اختیار) اور ہم ممنوع ہین عہدشکنی اور خیانت اور ناک اور کان کاٹنے سے اونپر فتح پانیکے بعد اور فتح پانیکے پہلے امور مذکور کے کرنے مین کچہ مضائقہ نہین کذا فی الاختیار ہم نقض عهد
کی یہہ صورت ہی کہ مثلاً ہم سے اور اون سے عہد ہو گیا کہ آجکے دن نہ لڑینگے یہانتک کہ انکو اطمینان ہوا تو اب اسدن لڑنا جائز نہین کہ عہدشکنی حرام ہی اور عین لڑائی
کیوقت فریب کرنا اور دہوکہا دینا جائز ہی اسطرح کہ بلا عہد ہمنے ایسی حرکت کی کہ انکو معلوم ہوا کہ آج لڑائی نہوگی سو وہ مطمئن ہو گئے پہر ہمنے اون پر حملہ کیا یا اہل اسلام
کسی طرف سمت چلے گئے اور کافر غافل ہو گئے پہر ناگہان آنکر اون پر ٹوٹ پڑے اور چاپہ مارا وعلی هذا القیاس الوگہات کے بہت طریقی ہین فتح القدیر مین ہے کہ حالت قتال مین
مبارزت کے ہاتہہ مارا سو کافر کا کان کاٹا یا سر یا ہاتہہ مارا تو آنکہہ پہوڑ دی پہر سے ہاتہہ مارا تو ناک اور ہاتہہ کاٹی تو یہہ جائز ہی انتہی پس حالت قتال کی قید سے معلوم ہوا کہ
جب کافر کو گرفتار کر لیا تو اوسکو مثلہ کرنا یعنی ناک کان ہاتہہ کاٹنا جائز نہین اور اختیار شرح مختار سی نکلتا ہی کہ اگر ہنوز جنگ قائم ہی تو جائز ہی (وعن قتل امرأةٍ و
غیر مکلفٍ وشیخٍ هرمٍ فانٍ لا صیاح له ولا نسل له فلا یقتل ولا اذا ارتد) اور ہم ممنوع ہین عورت اور غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون اور نہایت کہاپٹ
بڈہی کے قتل کرنے سی جسکو نہ چیخنی کی قوت ہی جنگ کے وقت کذا فی البحر نہ اولاد ہونیکی اوس سے توقع ہی تو ایسا بڈہا نہ قتل کیا جاوے اور نہ جب مرتد ہو جاوے ہم رازی نے شرح طحاوی
مین کہا کہ شیخ فانی کامل العقل حالت ارتداد مین مقتول ہو اور جو بڈہا خرف پریشان حواس ہے وہ مقتول نہوگا کہ مجنون مین داخل ہی (واعمیٰ ومقعدٍ ومقطوع الیمنیٰ ومعتوهٍ
وراهبٍ واهل کنائس لم یخالطوا الناس) اور ہم ممنوع ہین کافر اندہے اور لنگڑے اور دائم المرض خستہ حال اور بیہوش اور درویش نصرانی تارک الدنیا اور بستیوں کے
عبادتخانہ والے لوگ جو آدمیون سے نہین ملتے ان سبکے قتل کرنے سے ہم اسواسطے کہ اہل اسلام کو ان سی کچہ ضرر نہین اور یہی حال ہے ہندوستان کے اون جوگیون کا جو
گوشہ گیر اور گوشہ نشین ہین (الا ان یکون احدهم ملکاً او مقاتلاً او ذا رأیٍ او مالٍ فی الحرب) مگر جب کہ اونمین سے کوئی بادشاہ یا لڑاکا ہو یا لڑائی مین

صاحب تدبیر یا صاحب مال ہو تو قتل کیا جائیگا یعنی عورت یا صغیر یا مجنون یا پیر فرتوت یا اندھا یا لنگڑا یا طویل المرض یا بیہوش یا راہب یا اہل کنیسہ بادشاہ ہوگا تو قتل کیا جائیگا اور اگر انمین سے کوئی قتال کرتا ہوگا تو مارا جاویگا لیکن صغیر اور مجنون فقط قتال ہی کیوقت مار ڈالے جاوینگے نہ بعد قتال کے اور عورتین اور راہب وغیرہ بعد قتال کے گرفتار ہونیسے بھی مقتول ہونگے اور بادشاہ عورت بہرصورت مقتول ہوگی قتال کرے یا نکرے اور اسیطرح لڑکا یا معتوہ اگر بادشاہ ہوگا تو مطلقا مقتول ہوگا اسواسطے کہ بادشاہ کی قتل مین کفار کی کسر شوکت ہے اور پیر فرتوت صاحب تدبیر جنگ بہی مقتول ہوگا اسواسطے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دُرَید بن الصمۃ کو کہ لشکر ہوازن کا صاحب تدبیر تہا قتل کیا حالانکہ اندھا تھا اور اسکی عمر ایکسو بیس برس کی تہی کذا فی فتح القدیر ولو قتل من لا یحل قتله ممن ذکرنا علیه التوبة والاستغفار فقط کسائر المعاصی لان دم الکافر لا یتقوم الا بالامان ولو یوجد ثم لا یترکونهم فی دار الحرب بل یحملونهم تکثیرا للفئ وتمامه فی السراج الوہاج اور اگر کسی مسلمان نے قتل کر ڈالا اسکو جسکا قتل حلال نہین منجملہ اشخاص مذکورین کے تو اوسپر فقط توبہ اور استغفار لازم ہے جیسا کہ باقی معاصی پر توبہ لازم ہے اسواسطے کہ کافر کا خون متقوم اور محفوظ نہین مگر پناہ دینے سے حالانکہ وہ یہان موجود نہین لہذا دیت وغیرہ قاتل پر نہین پہر دریافت کرنا چاہیے کہ جنکا قتل جائز نہین اونکو اہل اسلام بعد فتح کے دار الحرب مین نہ چہوڑ آوین بلکہ انکو دار الاسلام مین اوٹہالاوین غنیمت کے بہانے کے واسطے اور پورا بیان اسکا سراج وہاج مین ہے اور آگے آویگا مترجم سراج وہاج کی پوری تقریر یہہ ہے کہ جنکا قتل جائز نہین اگر اہل اسلام کو قدرت ہو تو انکو دار الاسلام مین گرفتار کر لاوین بعد دار الحرب مین انکو نہ چہوڑین اسواسطے کہ جب عورتین وہان رہین تو اون سے اہل حرب کی اولاد ہوگی اور یہی حال ہے اطفال کا کہ اونکے رہنے سے کفار کو قوت ہوگی اور انکے لانیسے مسلمین کو فائدہ ہے اور اسیطرح معتوہ اور شیخ اور لنگڑا اور مفلوج اور مقطوع الید والرجل دار الحرب مین چہوڑے جاوین کہ اون سے اولاد ہوگی اور کفار کا گروہ زیادہ ہوگا اور پیر فرتوت جو قتال پر قادر نہین اور تدبیر بہی نہین کر سکتا اور نہ اوس سے نسل ہونی ممکن ہے تو اسکو چاہین لاوین اور چاہین وہین چہوڑ آوین کہ کفار کا اسمین کچہہ فائدہ نہین اور یہی حکم ہے بوڑہیا کا کذا فی النہر ملخصا

فرع آن وسیلے نحو شارح الاول لا بأس بحمل رأس المشرك لو فيه غيظهم او فراغ قلبنا وقد حمل ابن مسعود رأس ابي جهل والقاها بين يديه عليه الصلوة والسلام فقال صلى الله عليه وسلم الله اكبر هذا فرعون وفرعون امتي كان شره علي وعلى امتي اعظم من شر فرعون على موسى وامته ظهيرية پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ کچہہ ڈر نہین مشرک کا سر اوٹہانے مین یعنی برچہی وغیرہ پر اگر اسمین کفار کو رنج اور غصہ آوے یا غازیونکی اسمین تسکین دل ہو اور البتہ عبد اللہ بن مسعود نے ابوجہل کا سر اوٹہایا تہا اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈالدیا تہا تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ اکبر یہہ میرا فرعون اور میری امت کا فرعون ہے اسکا شر مجہہ پر اور میری امت پر عظیم تر تہا موسی اور اونکی امت پر فرعون کے شر سے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام کو پرورش کیا تہا اور ڈوبتے کیوقت ایمان کا اقرار کیا تہا بخلاف ابوجہل ملعون کے کہ ابتدا سے انتہا تک سرور عالم اور امت کی ایذا رسانی سے باز نہین رہا اور مرتے دم تک کفر پر مصر رہا الثانی لا بأس بنبش قبورهم طلبا للمال تتارخانیہ وعبارة الخانیة قبور الکفرة فهمت الذمي فهو لا بأس بها دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ کچہہ مضائقہ نہین اونکی یعنی اہل حرب کی قبرین کہودنے مین مال نکالنے کے واسطے اور خانیہ کی عبارت یہہ ہے کہ کفار کی قبر کہودنے مین کچہہ مضائقہ نہین تو یہہ عبارت ذمی کو بہی عام ہے بخلاف اول عبارت کے ولا يحل للفرع ان يبدأ اصله المشرك بقتل كما لا يبتدي قريبه الباغي اور حلال نہین شاخ کو کہ اپنی مشرک جڑ کی قتل مین ابتدا کرے جیسا کہ حلال نہین اپنے قرابتدار باغی کا قتل کرنا خواہ اصل ہو یا نہو ہم اصول عام ہین باپ کی طرف سے ہون یا ماں کی طرف سے مذکور ہون یا اناث اصل کی قید سے فرع نکل گئی تو باپکو مشرک بیٹے کا قتل جائز ہے جنگ مین اور اسیطرح چچا اور ماموں اور بہائی مشرک کا قتل درست ہے کذا فی المنح بل يمنع الفرع عن قتله بان يشغله لاجل ان يقتله غيره فان تعذر قتله اور بلکہ باز رہے فرع اصل کے قتل سے اسطرح کہ اسکو چہوڑ دے بلکہ مشغول رکہے تاکہ کوئی غیر شخص اسکو قتل کر ڈالے اور اگر غیر شخص وہان مفقود ہو تو خود اسکو قتل کرے کذا فی النہر ولو قتله فهدر لعدم العاصم اور اگر فرع نے اصل کے قتل مین ابتدا کی تو اسکا خون باطل ہے بسبب عدم مانع کے یعنی ایمان یا امان نہین جو خون کو بچا دے ولو قصد الاصل قتله ولا يمكن دفعه الا بقتله قتله بلا اثم مطلقا اور اگر مشرک والدین نے مسلم اولاد کے قتل کا ارادہ کیا اور اسکا دفع کرنا بدون اسکے قتل کے ممکن نہین تو اب اونکو قتل کردے اسواسطے کہ اپنا بچانا اور انکار کرنا درست ہے خواہ والدین مشرک ہون یا مسلم کیونکہ اپنا بچانا فرض ہے اور یہان کوئی صورت بچانے کی نہین سوای قتل کے لہذا اسوقت قتل والدین جائز ہے کذا فی البحر ويجوز الصلح على ترك الجهاد معهم بمال منهم او منا لو خيرا للمسلمين تعالى وان جنحوا للسلم فاجنح لها اور ترک جہاد پر صلح کرنا

کافرون سے اور ہمنے مال لیکر یا اپنا مال دیکر جائز ہے اگر اسمین مصلحت اور بہلائی ہو اہل اسلام کیواسطے بدلیل قول اللہ تعالے کے کہ اگر کفار صلح کیطرف جھکین تو تو بھی اودہر جھک جا ہر چند آیت مطلق ہی لیکن بالاجماع صلح بقید مصلحت مقید ہے اور اگر صلح مین مصلحت نہو تو بالاتفاق جائز نہین کذا فی الفتح و نَبَذَ اِلَیْهِمْ ای نقض الصلح بعد ما عقد لکنه قد یقیم لو خیر الفعله علیه الصلوة والسلام باهل مکة ۔ اور ہم صلح کو پہینکدین یعنے صلح توڑنیکا اعلام اور اظہار کردین کافرونکو حرام عہدشکنی نہین ہی کیونکہ اسوقت اگر صلح توڑنا اہل اسلام کیواسطے بہتر ہو بدلیل فعل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اہل مکہ سے ہم کو اعلام نقض صلح اسوقت ضرور ہی جب ہنوز صلح کی مدت باقی ہو اور اگر مدت گذر گئی تو صلح خود باطل ہو گئی اعلام کی کچھہ حاجت نہین اور اگر مال لیکر صلح کی ہو اور ہنوز مدت باقی ہو تو اوسکے حساب سے مال پہیر دینا چاہیے اور اگر بسبب صلح کے بعضے کافر دار الاسلام مین آگئے ہون یا بسبب اطمینان صلح کے دار الحرب کے حصون اور قلاع کو توڑ ڈالا ہو تا وقتیکہ کفار اپنے ملک مین نہ پہنچ لین یا اپنی مکانات کو درست نہ بنالین جبتک ان سے لڑنا جائز نہین کہ عہد شکنی ہی اور یہہ جو اہل مکہ کا نقض صلح شارح نے ذکر کیا باتباع صاحب ہدایہ سو بےموقع ہی بلکہ لائق تھا کہ قول اللہ یعنی وَاِمَّا تَخَافَنَّ خیانت کفار سے استدلال کرتا اسواسطے کہ فتح القدیر مین مذکور ہے کہ جمیع کتب سیر اور مغازی مین مصرح ہی کہ نقض صلح کا اعلام آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے طرف سے نہین ہوا بلکہ اہل مکہ نے قبل گذرنے مدت صلح کے عہد شکنی کی تو ناگہان لشکر اسلام نے مکہ فتح کرلیا کذا فی المحیط اوریہ وَیُقَاتِلُهُمْ بلا نبذ ان خیانة ملکهم ولو بقتال ذی منعة باذنه ولو بلا اذنه انتقض حقهم فقط اور ہم لڑین کافرون سے بلا اعلام نقض صلح کے ساتھہ ظاہر ہو انکے بادشاہ کی خیانت کے اگرچہ خیانت صاحب قوت کے قتال سے ہو گی باجازت بادشاہ اور اگر اوسکے بدون اذن کے بعضے کافرون نے قتال کیا ہو تو فقط انہین لوگون کے حق مین صلح ٹوٹیگی یعنے وہ مارے جاوینگے اور گرفتار ہونگے لونڈی غلام ہونگے اور اگر مقاتلین صاحب قوت اور شوکت نہونگے تو کسیکے حق مین نقض صلح نہوگا کذا فی الفتح و نصالح المرتدین اذا غلبوا علی بلدة وصارت دارهم دار حرب لو خیرا بلا مال اور ہم اہل اسلام صلح کرین مرتدون سے بلا اخذ مال جب وہ غالب ہو جاوین کسی شہر پر اور اونکا مکان دار الحرب ہو جاوے اگر اون سے صلح کرنا خیر اور مصلحت ہو اور یہی حکم ہے مشرکین عرب کا اور اہل ذمہ کا جب وہ نقض عہد کرین کذا فی العالمگیریة ولا یغلبوا علی بلدة لا لان فیه تقریر المرتدین علی الردة وذلک لا یجوز فقط اور اگر غالب نہوئے ہون کسی شہر پر تو ہم صلح نکرینگے اسواسطے کہ صلح کرنے مین مرتدونکو ارتداد پر قائم رکھنا ہی اور یہہ جائز نہین کذا فی الفتح وان اخذ المال منهم لا یرد لانه غیر معصوم بخلاف اخذه من بغاة فانه یرد بعد وضع الحرب اوزارها فتح اور اگر صلح مین مرتدون سے مال لیا تو انکا پہیر دینا نچاہیے اسواسطے کہ وہ معصوم نہین بخلاف باغیون سے مال لینے کے کہ وہ پہیر دیا جاویگا بعد لڑائی ہو چکنے کے اسواسطے کہ اونکا مال معصوم ہے کذا فی الفتح و نمنع فی الزیلعی یحرم ان نبیع منهم ما فیه تقویتهم علی الحرب کخیل وعبید وحبلی اور ہم بیچین اور زیلعی مین ہے کہ حرام ہے ہمکو کافرون کے ہاتھ وہ چیز بیچنا جسمین اونکو قوت حاصل ہو لڑائی پر چنانچہ لوہا اور غلام اور گہوڑے ولا نحمله الیهم ولو بعد صلح لانه علیه الصلوة والسلام نهی عن ذلک وامر بالمیرة وهی الطعام والقماش نجاز استحسانا اور اونکی تقویت کی چیزین انکو ہم لاد کر نہ لیجاوین بطریق تجارت اہل حرب کے طرف اگرچہ بعد صلح کے ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے یعنی سلاح کی بیع سے منع فرمایا کذا فی البیہقی عن عمران بن حصین اور حکم دیا میرہ کا یعنی طعام اور قماش کے بیچنے کا تو یہہ جائز ہے بطریق استحسان کے ثمامہ بن اثال مسلمان ہوا اہل مکہ نے اس سے کہا کہ تو بیدین ہو گیا اوسنے کہا کہ نہین بیدین نہین ہوا مین اسلام لایا ہون اور محمد کی مین تصدیق کی ہے اب تمکو ایک دانہ گیہون کا ملک یمامہ سے نہ پہونچیگا بدون حکم آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے پہر کفار مکہ پر نہایت تنگی ہوئی اونہون نے حضرت کی خدمت مین التجا کی حضرت نے ثمامہ کو لکھا کہ اناج وہان جانے دے کذا فی الفتح عن البیهقی ولا نقتل من امنه حر او حرة ولو فاسقا او اعمی او کافرا او صبیا او عبدا اذن لهما فی القتال اور نہ قتل کیا جاوے وہ کافر حربی جسکو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امان دی اگرچہ امان دینےوالا فاسق یا اندہا یا نابینا بڈہا یا وہ لڑکا یا غلام ہو جن دونون کو لڑنے کی اجازت ہوئی ہو ابو داؤد مین مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون تتکافأ دماؤهم ویسعی بذمتهم ادناهم یعنی مسلمانونکے خون برابر ہین اور سعی کرتی ہی انکی ذمہ داری سے ادنے اونکا یعنی اقل یعنی ایک مسلمان کذا فی الفتح امان یعنی پناہ معتبر ہی اور اوسکا خوف ہے خواہ ایک کافر کو امان دیا اہل شہر یا اہل قلعہ کو اور حکم امان ثبوت امن ہی کافر کیواسطے قتل سے اور گرفتار ہونے سے اور انکا مال لوٹنے سے لیکن اگر اونکو پاس مسلمان قیدی ہو تو کافر ان مسلمانون کو پہیر دینگے کذا فی التاتارخانیہ اور صفت امان یہہ ہی کہ وہ عقد غیر لازم ہی اگر اوسکے توڑنے مین مصلحت ہو تو توڑنا جائز ہی کذا فی الملتقی

بای لغۃ تمام الامان وانکانوا لا یعرفونہا بعد معرفۃ المسلمین ذلک بشرط سماعہم ذلک من المسلمین فلا امان لو کان بالبعد منہم امان صحیح ہے
کسی بولی میں ہو اگرچہ کفار اس بولی کو نہ جانتے ہوں بعد دریافت کرنے مسلمانوں کے اس امان کو بشرطیکہ سنا کفار نے انکو مسلمانوں سے تو امان نہیں اگر کفار کو دور ہونے کی وجہ
ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر کافروں نے مسلمانوں کی امان دینے کی آواز نہیں سنی تو امان نہیں انکا قتل اور گرفتاری جائز ہے اور اگر مسلمانوں نے ایسے مکان سے پکارا کہ کافر
سن سکیں لیکن بظن غالب معلوم ہوا کہ نہیں سنی ہے سونیکے سبب سے یا ازدحام کی جہت سے نہیں سنا تو یہ امان ہے اور سبکی سماع شرط نہیں بلکہ اکثر کی سماعت سبکے حق میں کافی ہے و نحوہ
بالکہ ہے جیسے کا منت ادلا باس علیکم اور امان صحیح ہے صریح لفظ سے یہ ہے کہ یوں کہے کہ تم نے امان دی یا تم پر کچھ خوف اور تنگی نہیں اور اسیطرح تم نہ ڈرو یا میں نے تم سے
صلح کی یا آؤ بات سنو یا تم پر خدا کا عہد ہے یا خدا کا ذمہ ہے کذا فی النہر و بالکنایۃ کقولہ اذا ظنّہ آمانا اور امان صحیح ہو کنایہ سے چنانچہ یوں کہنا کہ آجکہ کافر اسکو
امان گمان کرے ہم عالمگیری میں ہے جب مسلم نے کافر سے کہا آ میں تجھکو قتل کروں سو کافر نے پورا نہ سنا اور اسکو سمجھا اور آخر کلام یعنی قتل کرنا نہ سنا یا سنا لیکن اسکو نہ سمجھا
تو یہ امان ہے اور اگر آخر کلام اسنے سنا اور سمجھا تو امان نہیں اور ایسے ہی یوں کہا کہ اگر تجھکو لڑنے کا ارادہ ہے یا آ اگر تو مرد ہے یا آ تا تو دیکھے کہ میں تیری ساتھ کیا
کرتا ہوں تو امان نہیں یہی تفصیل مذکور ہے و بالاشارۃ بالاصبع الی السماء اور امان صحیح ہے آسمان کیطرف انگلی کے اشارہ کرنے سے ہم اشارہ سے بتانی کا مطلب یہ ہے
کہ میں تجھکو آسمانی معبود کا ذمہ دیتا ہوں کذا فی البحر خواہ یہ طرح کی امان مسلمین اور کفار میں مروج ہو یا نہو کذا فی العالمگیریۃ ولو نادی المشرک بالامان صح لو ممتنعا اور اگر مشرک
نے امان پکاری تو صحیح ہے اگر وہ ممتنع ہو خواہ مسلمین نے اجابت کی ہو یا سکوت کیا ہو اور اگر مشرک ایسی مقام میں ہو کہ وہ ممتنع نہیں اور حالانکہ وہ اپنی تلوار یا برچھی ٹھہرائی
ہوئے ہے تو وہ مال غنیمت ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وصح طلبہ لذراریہ لا لاھلہ اور صحیح ہے امان مانگنا کافر کا اپنی اولاد کیواسطے نہ اپنے اہل کے واسطے ہم جلبی
کہا شارح یہاں چوک گیا بحر الرائق کی عبارت میں تامل کرے وہ عبارت یہ ہے لو طلب الامان لاہلہ لا یکون ہو آمنا بخلاف ما اذا طلبہ لذراریہ فانہ یدخل تحت الامان انتہی یعنی اگر
کافر نے اپنی اہل کیواسطے امان مانگی تو اسکو خود امان نہوگی بخلاف اسکے جب اپنی اولاد کیواسطے امان مانگی تو وہ بھی امان میں داخل ہوگا تو یہ عبارت صاف صریح ہے
کہ امان کا طلب کرنا اپنی اہل اور اپنی اولاد کے واسطے صحیح ہے مگر پہلی صورت میں طالب امان داخل نہیں اور دوسری صورتوں میں داخل ہے بخلاف شارح کی عبارت کی انتہی اقول
شارح علامہ سے بنابر بشریت کے غلط نہیں ہوئی کیونکہ کتب مذہب اسکے مخالف ناطق ہیں چنانچہ نہر الفائق کی یہ عبارت ہے لو طلب الامان لاہلہ لا یکون آمنا بخلاف ذراریہ انتہی
واللہ اعلم وعلمہ احکم ویدخل فی الاولاد اولاد الابناء لا اولاد البنات اور داخل ہے اولاد کی امان میں بیٹوں کی اولاد یعنی پوتے نہ بیٹیوں کی اولاد یعنی نواسی
ولو غار علیہم جند آخر فقتلوا بعد القسمۃ علموا بالامان فعلی القاتل الدیۃ وعلی الواطی المہر والولد مسلم تبعا لابیہ وترد النساء والاموال الی
اھالیہا یعنی بعد ثلث حیض اور اگر … مسلمین … کفار کو امان دی پہر دوسرے لشکر نے انپر غارتگری کی بعد غنیمت بٹ جانیکے بعد انکو امان دینے کا حال
معلوم ہوا تو جس نے قتل کیا اوسپر دیت ہے اور جس نے … اسپر مہر لازم ہے اور جو اولاد پیدا ہوئی وہ مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے اور عورتیں اور مال
ان لوگوں کو پھیر دی جاویں یعنی عورتیں … بعد منقضی ہونے تین حیض کے پھیر دیجاویں کذا فی العالمگیریۃ وینقض الامام الامان لو بقاؤہ شرًّا
ومبا نبذہ بلا مصلحۃ یؤدب اور توڑ دے امام امان کو اگر اسکا باقی رہنا برا ہو اہل اسلام کے حق میں خواہ آپ امان دی ہو یا کسی مسلم نے اور بلا مصلحت امان کی توڑنا
تعزیر دیا جاوے … اور نقض امان میں بھی آگاہ کر دینا کفار کو ضرور ہے کذا فی النہایۃ وبطل امان ذمی الا اذا امرہ مسلم شمنی اور ذمی کا امان دینا باطل ہے مگر جب کہ
مسلم نے امان دینے کا امر کیا ہو تو صحیح ہے کذا فی الشمنی … زیلعی اور بحر اور نہر اور عالمگیری میں ہے کہ امیر لشکر جب امر کرے ذمی کو تب امان صحیح ہے تو اطلاق شمنی کا تقیید مسلم امیر سے
تو ظاہرا غیر امیر کا امر کافی نہیں واسیر وتاجر وصبی وعبد محجورین عن القتال وصحح محمد امان العبد وفی الخانیۃ خدمۃ المسلم مولاہ الحربی امان
لہ اور باطل ہے امان دینا اسیر کا اور سوداگر کا اور ایسے صغیر اور غلام کا جنکو قتال کی اجازت نہیں اور صحیح جانا ہے محمد بن حسن نے غلام کا امان دینا اور خانیہ میں ہے کہ خدمت کرنا
مسلم کا اپنے حربی مولی کی امان ہے اسکے … ومعتوہ ومجنون وشخص اسلم ثمہ ولم یہاجر الینا لانہم لا یملکون القتال اور مجنون اور … شخص کی امان باطل ہے جو دار الحرب
میں مسلمان ہوا اور ہنوز اسنے ہماری طرف ہجرت نہیں کی اسواسطے کہ اشخاص مذکورین قتال کے مالک نہیں ہیں … امان … خون کے محل میں جو شخص اسکا نہیں کر سکتا اسکی امن …
ذمی کو اہل اسلام پر ولایت نہیں جو اسکی امان صحیح ہو اور مسلم اسیر اور مسلم تاجر جو دار الحرب میں … اہل اسلام … وہ خود کفار کی امان میں ہے تو اسکا امان دینا …

باب المغنم وقسمتہ

کذا فی المنح عن السراج یہ باب ہے غنیمت اور اوسکے بانٹنے کے احکام مین قاموس مین ہے کہ مغنم اور غنم اور غنیمت اور غنم بالضم عبارت ہی فئی سے اور غنم بالضم اور غنم بالفتح اور غنم بفتحتین اور غنیمت عبارت ہی جیسے کہ پانا شیئے بدون محنت کے کذا فی النہر فی المغرب الغنیمۃ ما نیل من الکفار عنوۃ و الحرب قائمۃ وہی تخمس وباقیہا للغانمین والفئی ما نیل منہم بعد ما تضع الحرب اوزارہا وہو لکافۃ المسلمین مغرب مین ہے کہ غنیمت وہ مال ہی جو کفار سے حاصل ہو غلبہ اور قہر سے اور لڑائی ہنوز موجود ہی تو اوسمین سے خمس یعنے پانچوان حصہ نکالا جاویگا اور باقی حق غازیون کا ہی اور فئی وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہو بعد لڑائی ہو چکنے اور دار الاسلام ہو جانیکے جیسے زمین کا خراج اور وہ سب مسلمانون کا حق ہی نہ فقط غازیون کا کذا فی المنح اور فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ غنیمت اوسکا نام ہی جو کافرون سے حاصل ہو غازیونکی قوت اور کفار کے مقہور اور مغلوب ہونے سے اور فئی وہ ہی جو کفار سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج زمین کا اور جزیہ غنیمت مین خمس ہے نہ فئی مین اور جو کفار کو بطریق تحفہ یا سرقہ یا بیہ یا لے بہاگنے سے حاصل ہو وہ غنیمت نہین وہ فقط آخذ کی ملک ہی اذا فتح الامام بلدۃ صلحا جرٰی علی موجبہ وکذا من بعدہ من الامراء وارضہا تبقی مملوکۃ لہم جب امام کسی شہر کو فتح کرے بطریق صلح کے نہ لڑائی سے تو مہر جب صلح کے عمل کیا کرے اور اسیطرح اوسکے بعد حاکم رہی عمل جاری رکھین اور زمین اونکی کفار کی ملک مین باقی رہیگی ہم کہتے ہی کہ صلح کا اعتبار خراجی عشری ہانے پر ہی تو اگر وہان کا پانی خراجی ہے تو خراج پر امام صلح کرے اور اگر عشری ہی تو عشر پر صلح کرے اور اس صلح کا تغیر جائز نہین کہ بجای نقض عہد ہے کذا فی العطاء ولو فتحہا عنوۃ بالقہر ای قہرا قسمہا بین الجیش ان شاء او اقر اہلہا علیہا بجزیۃ علی رؤسہم وخراج علی اراضیہم اور اگر امام نے بطور قہر اور غلبہ شہر کو فتح کیا تو اوسکو لشکر کے درمیان یعنے غازیونکو بانٹ دے اگر وہ چاہے یا اوس کے لوگون کو برقرار رکہے اونکی ذاتون پر جزیہ باندھکر اور اونکی زمینون پر خراج یعنی محصول مقرر کرکے ہم اگر امام نے اراضی کو غازیون مین تقسیم کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر مین کیا تو زمین غازیونکی مملوک ہو جاویگی اور اوسپر عشر معین ہوگا نہ خراج اور اگر بعد فتح کے وہان کے کفار کو برقرار رکہا بطور احسان کے چنانچہ امیر المومنین عمر فاروق نے ملک عراق مین کیا کہ اوسکے گہر اور اونکی زمین کو اونہین کے تصرف مین رکہا جزیہ اور خراج لیکر اور غازیونمین زمین تقسیم نہین کی تو کفار حر اصلی رہتے ہون گے اور زمین کے وہی مالک ہونگے کذا فی المنح اور کفار پر اونکی رقاب اور زمین کا احسان کرنا بدون مال منقول کے مکروہ ہی بلکہ اتنا مال دینا چاہیے کہ خود کہا وین اور کہیتی کرین یہانتک کہ غلہ پیدا ہو اور کافرونکو چہوڑنا بدون زمین اور مال کے یا فقط مال منقول دینا جائز نہین کہ اہل اسلام سے پہر لڑنیکو تیار ہونگے امام مالک نے موطا مین اسلم سے روایت کی کہ مین عمر فاروق سے سنا فرماتے تہی کہ اگر پچہلے مسلمانونکی محتاجی کا خیال نہوتا تو جس گانو کو مسلمان فتح کرتے تو مین اونہین کے درمیان تقسیم کر دیتا حصہ حصہ جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو حصہ حصہ تقسیم کر دیا اس روایت سے ظاہرا معلوم ہوتا ہی کہ سب خیبر کو تقسیم کیا حالانکہ ابو داؤد مین بروایت صحیح ثابت ہے کہ خیبر کو نصفین تقسیم کیا نصف اپنی حاجتون مین اور نصف مسلمین کے درمیان بانٹ دیا مین اشارہ ہی تقسیم فرمانی یعنی ہر سہم مین سو مرد وون کے حصے اصل کیے کذا فی الفتح ملخصا فالاول اولی عند حاجۃ الغانمین اور اول یعنے لشکر مین بانٹ دینا بہتر ہی غازیونکی حاجتمندی کیوقت او اخرجہم منہا وانزل بہا قوما غیرہم ووضع علیہم الخراج والجزیۃ لو کانوا کفارا فلو مسلمین وضع علیہا العشر لا غیر یا کافرونکو وہان سے نکالدے اور وہان اور قوم کو بسادے اور اونپر خراج اور جزیہ مقرر کرے اگر وہ قوم کافر ہو اور اگر وہ مسلمان ہون تو اونپر عشر مقرر کرے کچہہ اور نہین فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ اگر مسلمان کو وہان لاوے چاہے اونپر عشر مقرر کرے چاہے خراج المطاوی مین کہا عشر ہی مقرر کرنا الیق بقواعد فقہ ہی واللہ تعالیٰ اعلم وقتل الاساری ان شاء ان لو یسلموا او استرقہم او ترکہم احرارا ذمۃ لنا الا مشرکی العرب والمرتدین کما سیجئ اور قتل کرے قیدیونکو اگر امام چاہے بشرطیکہ مسلمان نہو گئے ہون یا اونکو لونڈی غلام بنا دیوے یا اونکو آزاد ذمی بناکر چہوڑ دے سوای مشرکین عرب اور مرتدین کے کہ اونکا ذمی ہونا جائز نہین چنانچہ آگے مذکور ہوگا قولہ ذمۃ لنا ای حقا واجبا لنا علیہم من الجزیۃ والخراج یعنی اہل ذمہ پر ہمارا حق واجب ہے از قسم جزیہ اور خراج کے ہو اسلئے کہ ذمہ بمعنی حق اور امان اور عہد ہے اور اہل ذمہ کو اہل ذمہ کہا ہو اسلیے کہ وہ مسلمین کے عہد اور امان مین داخل مین ولا یمن علیہم ای اطلاقہم مجانا ولو بعد اسلامہم ابن کمال لتعلق حق الغانمین وجوزہ الشافعی لقولہ تعالیٰ فاما منا بعد واما فداء قلنا نسخ بقولہ تعالیٰ اقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم ہم کہتے ہین کہ مجمع اور حرام ہی کافرون پر احسان کرنا یعنی اونکو مفت چہوڑ دینا اگرچہ بعد گرفتاری اور اونکے مسلمان ہونیکے اونکو چہوڑ دے کذا ذکرہ ابن کمال بسبب متعلق ہو جانے غازیون کے حق کے یعنی بعد فتح کے غازی کافرون کے مالک ہو گئے تو اب مفت چہوڑ دینا اونکی حق تلفی ہے اور امام شافعی نے اونکا مفت چہوڑنا جائز رکہا ہی بدلیل اس آیت کے کہ فاما منا بعد واما فداء یعنی لڑائی کے بعد یا احسان کرو یا فدیہ لو یعنی کچہہ مال لیکر

چھوڑ دو ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ آیت مذکورہ منسوخ ہو اس آیت سی کہ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ یعنی مشرکون کو قتل کرو جہان انکو پاؤ کذا فی شرح المجمع دلیل نسخ یہ ہے کہ منّ اور فداء سورۂ محمد
مین مذکور ہی اور یہہ سورہ مکہ مین نازل ہوئی ہے اور آیت سیف یعنی اقتلوا المشرکین سورۂ براءۃ مین نازل ہوئی اور یہہ پچھلی سورۃ ہی جو مدینہ مین نازل ہوئی اور جنگ بدر
مین جو فدیہ لیکر کافرونکو چھوڑا تھا اوسپر عتاب ہوا تھا اگر کوئی کہی کہ ظاہر آیت سیف سے فقط قتل ثابت ہوتا ہی تو چاہیئے کہ استرقاق اور ذمی کرنا بھی جائز نہو اسکا جواب یہہ ہے
کہ استرقاق وغیرہ مین نص بلا نسخ موجود ہی بخلاف منّ اور فداء کے واللہ اعلم وحرم فداؤهم بعد تمام الحرب اما قبله فیجوز بالمال لا باسیر المسلم درر
وصدر الشریعۃ وقالا یجوز وهو اظهر الروایتین عن الامام شمنی اور حرام ہی فدیہ لینا اونسے بعد تمام ہونے لڑائی کے اور قبل تمامی جنگ مال کا فدیہ لینا جائز ہی نہ
قیدی مسلمان کا فدیہ کذا فی الدرر وشرح الوقایہ یعنے اگر مسلمان کافرونکے پاس گرفتار ہو تو کافر کو چھوڑنا اوس مسلمان کے عوض قبل از جنگ بھی امام کے نزدیک درست نہین اور صاحبین نے
کہا کہ جائز ہی اور وہ یعنی جواز فداء اسیر مسلم ظاہر تر ہے امام کی دو روایتون سی کذا ذکرہ الشمنی یعنے امام سے جواز اور عدم جواز دونون مروی ہے لیکن جواز ظاہر الروایۃ
ہی اور صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا مذہب ہو اسواسطے کہ تخلیص مسلم کی بہتر ہے کافر کے قتل سے واتفقوا انه لا یفادی بنساء وصبیان وخیل وسلاح
الا لضرورۃ ولا باسیر اسلم بمسلم الا اذا امن علی اسلامه اور امام اور صاحبین اسپر متفق ہین کہ عورتون اور لڑکون اور گھوڑون اور ہتھیار کے عوض فدیہ
نہ لیا جائی گر ضرورت کے وقت اور نہ اوس قیدی کے عوض جو مسلمان ہو گیا ہی مسلم اسیر لیا جاوے گر اسوقت جائز ہی جب کہ اسیر مسلم کے کافر ہو جانیکا خوف نہو ہم لڑکون کا فدیہ
اسواسطے جائز نہوا کہ وہ بالغ ہوکر مسلمانون سے لڑینگے اور عورتون سے نسل پیدا ہو گی وعلی هذا القیاس گھوڑی اور ہتھیار لڑائی کے مددگار ہین طحطاوی نے
کہا شاید کہ منع محمول ہے دراہم اور دینار کے لینے پر ورنہ کافر بالغ کے عوض مسلمان کا لینا بقول صاحبین جب جائز ہی تو لڑکون مین کیونکر منع ہوگا واللہ اعلم وحرم ردّ
هم الی دارهم وهو ثابت فی نسخ الشرح تبعا للدرر ودون المتن تبعا لابن کمال للعلم به من منع المن بالاولی اور حرام ہی پہونچانا کافرونکا دار الحرب
مین شارح کہتا ہی یہہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہی موافق درر کے نہ متن کے نسخون مین موافق ابن کمال کے اسواسطے کہ دار الحرب کا پہونچانا تو منع احسان سے بطریق
اولی معلوم ہی ہم برجندی نے کہا کہ پہونچانا یا بعوض ہے تو وہ فدا مین داخل ہے یا بغیر عوض ہے تو وہ منّ مین داخل ہے اور وجہ اولویت کی یہہ ہے کہ منّ عبارت ہی کافر کے
چھوڑ دینے سے بلا اخذ شے کے پھر جب یہہ حرام ہوا تو اور کرنا بطریق اولی حرام ہوگا اسواسطے کہ اسمین منّ سے زیادتی کے ساتھ یعنی دار الحرب میں پہنچا دینا وحرم عقر
دابۃ شق نقلها الی دارنا فتذبح وتحرق بعده اذ لا یعذب بالنار الا ربها اور حرام ہے کونچین کاٹنا اوس جانور کا جسکا دار الاسلام مین لانا شاق
ہو اوسکو ذبح کر ڈالے اور ذبح کے بعد جلا دے اسواسطے کہ جاندار کو آگ سے جلانا جائز نہین سوا خدا تعالی کے کما تحرق اسلحۃ وامتعۃ تعذر نقلها وما لا یحرق
منها کالحدید یدفن فی موضع خفی وتکسر اوانیهم وتراق ادهانهم مغایظۃ لهم جیسے جلائی جاتے ہین اونکے ہتھیار اور اسباب جنکا نقل کرنا دار الاسلام
کے طرف متعذر ہی اور جو چیز نہ جل سکے اونمین سے جیسا کہ لوہے کے ہتھیار وغیرہ تو وہ گاڑ دیے جاوین پوشیدہ مکان مین اور اونکے برتن توڑ دیے جاوین اور انکی
تیل ڈھلکائے جاوین اونکی رنج رسانی اور دل سوزانی کیواسطے ویترک صبیان ونساء منهم شق اخراجها بارض خربۃ حتی یموتوا جوعا وعطشا
للنهی عن قتلهم ولا وجه لابقائهم اور اونکے لڑکے اور عورتین جنکا نکالنا دار الحرب سے شاق ہی ویران زمین مین چھوڑ دیے جاوین تاکہ وہ بھوک اور پیاس سے
مر جاوین بسبب منع ہونے انکے قتل کے اور دار الحرب مین انکے باقی رکھنے کی کوئی وجہ نہین یعنی اگر اونکو باقی رکھین تو لڑکے جوان ہوکر مسلمانون سی لڑینگے اور عورتون
سے نسل پیدا ہوگی فتح القدیر مین محقق نے لکھا کہ اسطرح سے مارنا تو قتل سے بھی سخت تر ہی تو بدون اضطرار شدید کے کیونکر جائز ہوگا اضطرار یہہ کہ اونکو لا نہ سکے واسطے
...ہی نہو وجد المسلمون حیۃ او عقربا فی رحالهم ثمۃ ای فی دار الحرب ینزعون ذنب العقرب وانیاب الحیۃ قطعا للضرر عنا بلا قتل
ابقاء للنسل تتارخانیہ مسلمانون نے سانپ یا بچھو کو اونکے مکان میں وہان پایا یعنی دار الحرب مین تو بچھو کا ڈنک اور سانپ کے دانت نکال ڈالین تا مسلمانون سے ضرر منقطع
ہو اور انکو قتل نکرین تا اونکی نسل باقی رہی کفار کے ضرر کیواسطے کذا فی التاتارخانیہ وفیها مات نساء مسلمات ثمۃ واهل الحرب یجامعون الاموات
تحرق بالنار اور تاتارخانیہ مین ہے کہ مسلمان عورتین دار الحرب مین مرگئین اور اہل حرب کی عادت یہہ ہو کہ مُردون سے جماع کرتے ہون تو انکو آگ سی جلا دین صاحب
نے کہا ظاہر یہہ ہے یہہ حکم اسوقت ہی جب کہ انکا مخفی مین دفن نہو سکے اور مدت مدید دفن کو نہ گذر گئی ہو ورنہ جلانا جائز نہین ولا تقسم غنیمۃ ثمۃ الا اذا قسم حت

اجتهاد او لحاجة الغزاة فتصح او للايداع فتحمل اذا لم يكن للامام حمولة اور تقسیم کیجاوے غنیمت وہان یعنی دار الحرب مین مگر جب امام نے قسمت کی اجتہاد
اور قسمت کی بسبب حاجتمندی غازیون کے تو قسمت صحیح ہوگی یا قسمت کی غازیون کے پاس امانت رکھنے کیواسطے تو مال سے بشرطیکہ امام کے پاس بار برداری نہو فان
ابوا حمل يجبرهم باجر المثل في رواية فاذا تعذر فلو بحال لو قسمها تدكل على حاله ثم تقسم بينهم والا هو ما شئت به وسبو حمله پہر اگر
غازی غنیمت لانیکو نمانین توآیا اون پر امام جبر کری اجر مثل مقرر کرکے یا نہ جبر کرے اسمین دو روایتین ہین جواز جبر ایک روایت مین اور عدم جواز دوسری روایت
مین پہر در صورت عدم جبر امانت رکھنی کیواسطے قسمت کرنا متعذر ہو تو اگر یہہ مال ہو کہ اگر بانٹ دی تو ہر شخص اپنے بوجھ کے اوٹھالانے پر قادر ہو تو غنیمت کو غازیون مین
بانٹ دی اور اگر قادر نہو تو یہہ دو صورتین ہین جسکا نقل کرنا شاق ہی اور اوسکا حکم اول مذکور ہو چکا یعنی دواب کا ذبح کرنا اور جلانا اور عورتون کو اور لڑکون کو ویرانی
زمین مین چہوڑ دینا ولم نبع الغنيمة قبلها اي للامام ولا لغيره يعني للمتمول اما لو باع شيئا بطعام جاز جوهره اور ہم اہل اسلام نہ بیچین غنیمت کو قبل
قسمت کے نہ امام کو یہہ جائز ہو نہ اوسکے غیر کو یعنی یہہ قبل قسمت متمول اور اوخار کیواسطے جائز نہین لیکن اگر کسی چیز کو کہانیکے واسطے بیچے تو جائز ہی کذا فی الجوہرہ ورد
البيع لو وقع دفعا للفساد فان لم يكن رد ثمنه للغنيمة خانیه اور بیع کو رد کرے اگر قبل قسمت واقع ہوئی ہو واسطے دور کرنے فساد کے اور اگر
رد کرنا ممکن نہو تو اوسکی قیمت غنیمت مین داخل کرے کذا فی الخانیہ ومن لحقهم ثمة كتاجر لا سوقي وحربي اسلم ثمة ومرتد اسلم ثمة بالاقتال فان
قاتلوا شاركوهم اور جو مدد اور کمک غازیون سے ملی دار الحرب مین جاکر تو وہ غازی کے برابر ہی استحقاق غنیمت مین نہ سودا بازاری اور حربی اور جو مرتد کہ وہان مسلمان
ہوا بدون قتال کے اور اگر بازاری وغیرہ کافرون سے لڑائی کرینگے تو وہ بہی غازیون کے شریک ہونگے غنیمت مین ہم بازاری کو حصہ بدون قتال کے اسواسطے نہین کہ اوسکا
وہان جانا قتال کی نیت سے نہین بحر الرائق مین کہا تو اسمین اشارہ ہی کہ اگر عورت دار الحرب مین جاوی اپنے زوج کی خدمت کے واسطے یا غلام جاوے اپنے میان کی خدمت کے
واسطے اور قتال نکرے تو اوسکے واسطے کچہہ نہین کذا فی الاختیار اور فتح القدیر مین ہے کہ اسیطرح گہوڑی کے سائیس کا کچہہ حصہ نہین ولا لمن مات ثمة قبل قسمتها
او بيعها ولو مات بعد احدهما فله او بعد الاحراز بدارنا فيورث نصيبه لتأكد ملكه تاتارخانیه اور اوس غازی کا حصہ نہین جو دار الحرب مین مر گیا غنیمت کے
قسمت یا بیع ہونے سے پہلے اور اگر وہ مر گیا قسمت یا بیع کے بعد وہان یا بعد لے آنے غنیمت کے دار الاسلام مین تو اوسکے حصہ مین ارث جاری ہوگا یعنی اوسکے وارث
وراثت کے پاوینگے بسبب پکا ہوجانے اوسکی ملکیت کے کذا فی التاتارخانیہ وفيها ادعى رجل انه شهد الوقعة وبرهن وقد قسمت لم تنقض استحسانا و
يعوض بقدر حظه من بيت المال اور تاتارخانیہ مین ہے کہ دعوی کیا ایک مرد نے لڑائی مین حاضر ہونیکا اور اوسکو گواہون سے ثابت کیا اور حالانکہ غنیمت کی تقسیم ہو چکی
تو قسمت شکنی نہوگی بنابر استحسان کے اور بقدر اوسکے حصے کے بیت المال سے اوسکو عوض دیا جاویگا وما في البحر من قياس الوقف عليها رده في النهر وحررناه
في الوقف اور بحر الرائق مین جو وقف کا قیاس کیا غنیمت پر تو اوسکو رد کیا ہی نہر الفائق مین اور اسکو ہمنے اسی کتاب کی کتاب الوقف مین تحریر کیا ہی ہم صاحب بحر نے
کہا کہ اگر مستحق وقف مر گیا بعد غلہ پیدا ہونے اور احراز ناظر کے قبل از قسمت تو اوسکے حصہ مین وراثت ہوگی جیسے غنیمت بعد الاحراز مین وراثت ہوتی ہی صاحب
نہر نے کہا در اور مغرر مین صاحب محیط کے فوائد سے منقول ہے کہ امام اور موذن کا حصہ وقف مین سو بدون قبضہ مر گیا تو حصہ ساقط ہوگیا اسواسطے کہ یہہ حکم صلہ
علماء اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ کم اجرت ہی تو اسسے معلوم ہوا کہ وقف کا قیاس غنیمت پر غیر صحیح ہی انتہی ملخصا وتبيح للغانمين
الانتفاع فيها اي في دار الحرب بعلف وطعام وحطب وسلاح ودهن بلا قسمة اطلق الكل تبعا للكنز وقيد في الوقاية السلاح بالحاجة
وهو الحق وقيد الكل في الظهيرية بعدم نهي الامام عنه فان نهى لم يبح فينبغي تقييد المتون به اور فقط غازیون کو نہ غیر کو جائز ہی منتفع ہونا اسمین
یعنی دار الحرب مین جانورون کے چارہ اور طعام اور لکڑی اور ہتہیار اور تیل سے بدون قسمت کے مصنف نے ان چیزون کے انتفاع کو مطلق رکہا باتباع کنز اور وقایہ مین
ہتہیار سے انتفاع کو مقید بحاجت کیا اور یہی حق ہی اور سب اشیاء مذکورہ کو ظہیریہ مین مقید کیا ساتہہ نہ منع کرنے امام کے اور اسکے کہانیسے اکل سے مراد تناول
استعمال ہے مناسب چیزون سے کہ مناسب ہو تو اگر امام اشیاء مذکورہ کے انتفاع سے منع کردی تو مباح نہین ہوگی پس تقیید متون کی عدم نہی کی ساتہہ مناسب ہے ہم حلبی نے بحر
الرائق سے نقل کیا لائق یون ہے کہ نہی امام کو بعدم حاجت مقید کیجئے اسواسطے کہ جب غازیون کو ماکولات و مشروب کی حاجت ہوگی تو اوسکے منع کرنے پر عمل نہوگا

وبلا بیع ولا تمول فلو باعہ رد ثمنہ فان قسمت تصدق بہ لو غنیا اور غازیوں کو انتفاع جائز ہے بدون بیع اور عدم تمول کے تو اگر قبل قسمت کے کسی چیز کو غازی نے بیچا ہو تو اوسکی قیمت کو غنیمت میں پھیر دے پھر اگر غنیمت کی قسمت ہوگئی ہو اور اوسکے بعد بیع واقع ہوئی ہو تو اوسکی قیمت کو خیرات کر دے اگر وہ غنی ہو اور اگر محتاج ہو تو خود کہا لے کذا فی المنح من البحر ومن وجد ما لا یملکہ اہل الحرب کصید وعسل فہو مشترک فیتوقف بیعہ علی اجازۃ الامیر فان ہلک او الثمن انتفع اجازہ والا ردہ للغنیمۃ بحر اور جو دار الحرب میں ایسی چیز کو پاوے جسکے کفار مالک نہیں جیسے شکار اور شہد تو وہ مشترک ہے سب غازیوں میں تو اوسکی بیع موقوف رہیگی امیر کی اجازت پر پھر اگر وہ اجازت بیع ہوئی اور مبیع ہلاک ہوگئی یا اوسکی قیمت نافع تر ہو تو امیر جسکو جائز رکھے اور اگر مبیع قائم ہو یا قیمت نفع ہو تو جسکو غنیمت میں پھیر داخل کرے یعنی جسکو فسخ کرکے کذا فی البحر وبعد الخروج منہا لا الا برضاہم اور بعد نکلنے کے دار الحرب سے اشیاء مذکورہ سے فائدہ لینا جائز نہیں مگر سب غازیوں کی رضامندی سے ومن اسلم منہم قبل مسکہ عصم نفسہ وطفلہ وکل مال معہ فان کانوا اخذہ ای احرز نفسہ فقط اور کافروں میں سے جو شخص کہ مسلمان ہوگیا اپنے گرفتار ہونے سے پہلے تو اوس نے اپنی جان اور اپنے اطفال صغیر اور اپنے ساتھہ والے مال کو بچا لیا سو اگر غازیوں نے اطفال اور مال کو لیا ہو اوسکے مسلمان ہونے سے پہلے تو فقط اوسکی ذات اسلام سے محفوظ رہیگی او ودیعۃ معصوم مسلما او ذمیا فلو عند حربی فئ یا وہ مال محفوظ رہیگا جسکو امانت سونپا شخص محفوظ الدم کے پاس اگرچہ امانتدار ذمی ہو اور جو امانت دار کافر حربی ہو تو وہ مال غنیمت ہے کالو اسلم ثم خرج الینا ثم ظہرنا علی الدار فمالہ ثمہ فئ سوی طفلہ لتبعیتہ چنانچہ اگر کافر دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر دار الاسلام کے طرف وہ نکل آیا پھر مسلمان غالب ہوئے دار الحرب پر تو اوسکا مال وہاں غنیمت ہے سوا اوسکے طفل صغیر کے بسبب اوسکے تابع ہونیکے اسلام پر یہی کے ولدہ الکبیر وزوجتہ وحملہا وعقارہ وعبدہ المقاتل وامتہ المقاتلۃ وحملہا لانہ جزء الام اور جو کافر قبل گرفتاری کے دار الحرب میں مسلمان ہوا تو اوسکا بالغ بیٹا اور اوسکی زوجہ اور اوسکا حمل اور اوسکی زمین اور اوسکا لڑنیوالا غلام اور اوسکی لڑنیوالی لونڈی اور اوس کا حمل محفوظ نہ رہیگا اسواسطے کہ حمل ماں کا تابع ہے ہم تو اگر اوسکا غلام یا لونڈی قتال نکرینگے تو اوسکے مال محفوظ میں داخل رہینگے حربی دخل دارنا بغیر امان فاخذہ احدنا فہو وما معہ فئ لکل المسلمین سواء اخذ قبل الاسلام او بعدہ وقالا لاخذہ خاصۃ وفی الخمس روایتان قنیہ کافر حربی بدون امان کے دار الاسلام میں داخل ہوا پھر کسی مسلمان نے اسکو گرفتار کرلیا تو وہ اور اوسکے ساتھہ کا مال غنیمت ہے سب مسلمانوں کے واسطے خواہ گرفتار ہوا قبل اسلام کے یا بعد اسکے اور صاحبین نے کہا کہ وہ گرفتار کرنیوالے کی غنیمت ہے خاص کر اور جو خمس میں دو روایتیں ہیں امام محمد کے نزدیک کذا فی المنح عن القنیۃ وفیہا استاجرہ للخدمۃ سفرا فغزا بفرس المستاجر وسلاحہ فسہمہ بینہما الا اذا شرط فی العقد انہ للمستاجر اور قنیہ میں ہے کہ اگر کسی نے ایک شخص کو سفر میں خدمت کیواسطے نوکر رکھا پھر اسنے جہاد کیا مستاجر کے گھوڑے اور ہتھیار سے تو اوسکا حصہ غنیمت کا دونوں کے درمیان منقسم ہوگا مگر جسوقت منقسم ہو کا عقد میں شرط ہو کہ غنیمت کا حصہ مستاجر کے واسطے مخصوص ہے

فصل فی کیفیۃ القسمۃ

یہہ فصل ہے کیفیت قسمت میں یعنی غنیمت غازیوں میں کیونکر قسمت ہو قسمت عبارت ہے نصیب شائع کو محل معین میں کر دینے سے کذا فی المنح المعتبر فی الاستحقاق لسہم فارس وراجل وقت المجاوزۃ ای الانفصال من دارنا وعند الشافعی وقت القتال مستحق ہونے سوار اور پیدل کے حصے میں مجاوزت کا وقت ہے یعنی دار الاسلام سے جدا ہونیکے وقت اگر سوار تھا تو سوار کا حصہ پاویگا اور اگر پیدل تھا تو پیدل کا حصہ پاویگا اور امام شافعی کے نزدیک لڑائی کا وقت معتبر ہے بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ امام کو لائق ہے کہ جب دخول دار الحرب کا ارادہ کرے تو لشکر کو ملاحظہ کرے اور سوار اور پیدل کا شمار کرے اور انکے نام لکھے سو جسکا نام سواروں میں لکھا پھر اوسکا گھوڑا مر گیا بعد کوچ کے تو وہ سوار کے سہم کا مستحق ہوگا اور اگر بیع کریگا تو مستحق نہوگا کذا فی المنح فلو دخل دار الحرب فارسا فنفق او مات فرسہ استحق سہمین ومن دخل راجلا فاشتری فرسا استحق سہما تو اگر غازی دار الحرب میں سوار داخل ہوا پھر اوسکا گھوڑا مر گیا تو دو حصے کا مستحق ہوگا اور جو وہاں پیدل گیا پھر اوسنے وہاں گھوڑا مول لیا تو ایک ہی حصے کا مستحق ہوگا باعتبار وقت انفصال کے ہم امام اعظم کے نزدیک سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ اور اکثر اہل علم کے نزدیک سوار کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ صاحبین وغیرہما کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سواے نسائی کے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے دو حصے مقرر فرمائے اور اوسکے صاحب کیواسطے سوار کا ایک حصہ اور امام اعظم کی طرف سے یہہ جواب ہے کہ سوار عن اکی

قولہ بیع فسخ اوس صورت میں ہے کہ [illegible] مستعمل ہوں اور [illegible] پر بیع توڑ دے [illegible] کہ اطفال وغیرہ اگر [illegible] ہون ۱۲

وہ حدیث ہی جو ابن ابی شیبہ کے مصنف میں ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوار کیواسطے دو حصے مقرر فرمائی اور پیدل کے واسطے ایک حصہ علاوہ اسکے بہت احادیث سی دو سہم سوار کے ثابت ہین جنکی تفصیل فتح القدیر مین موجود ہی پھر جب سوار کے تین سہم اور دو سہم مین معارضہ ہوا تو امام اعظم نے دو سہم کو وجوب پر محمول کیا اور تین سہم کی روایت کو تنفیل یعنے انعام پر محمول کیا اسواسطے کہ جمع بین الروایات اولے ہی ایک کے ابطال سے اگرچہ کوئی اقوی ہوا اور کوئی قوی اور یون کہنا کہ بخاری کی حدیث اصح ہی غیر بخاری کی حدیث سی اگرچہ راوی اسکے ثقات ہون یا وہ راوی ہون جنسی بخاری نے روایت کی ہی سو دعوی بے دلیل ہے اسکو ہم نہین مانتے کذا فی الفتح ولا یسہم لغیر فرس واحد صحیح کبیر صالح للقتال فلو مریضاً ان صح قبل الغنیمۃ استحقہ استحساناً الا لو مہراً فکبر تتارخانیہ اور حصہ نہ دیا جاویگا سوای ایک گھوڑے کے جو تندرست جوان لڑائی کے لائق ہی تو اگر گھوڑا بیمار ہو کر تندرست ہو جاوی قبل غنیمت ملنے کے تو وہ اپنے سہم کا مستحق ہوگا بنا بر استحسان کے اور اگر بچھیرا ہو اور دار الحرب کے طول جنگ اور اقامت سے جوان ہو جاوی تو گھوڑے کا حصہ نپاویگا والفرق حصول الارھاب بکبیر مریض لا بالمہر اور گویا کہ فرق دونون صورتون مذکورہ مین حصول تخویف ہی جوان بیمار گھوڑے سے نہ بچھیرے سے ولو غصب فرسہ قبل دخولہ او رکبہ اٰخرٌ و نفر و دخل راجلاً ثم اخذہ فلہ سہمان اور اگر غازی کا گھوڑا غصب ہوگیا یا دوسرا شخص اوسپر سوار ہوگیا یا گھوڑا بھاگ گیا اور مالک اوسکا پیدل داخل ہوا دار الحرب مین پھر اوسنے اپنے گھوڑے کو پایا تو اوسکو دو حصے ملینگے سب صورتون مین لا لو باعہ ولو بعد تمام القتال فانہ یسقط فی الاصح لانہ ظہران قصدہ التجارۃ فتح واقرہ المصنف لکن نقل فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرۃ والتبیین ما یخالفہ وفی القہستانی لو باعہ فی وقت القتال فراجل علی الاصح وبعد القتال فارس بالاتفاق انتہی فتنبہ ولتحفظ ہذا القیود خوف المغلطۃ فی الافتاء والقضاء وہ حصے نپاویگا اگر اوسنے گھوڑے کو بیچ ڈالا اگرچہ اوسنے لڑائی ہو جانے کے بعد بیع کی ہو تو البتہ اوسکا حصہ ساقط ہو جاویگا قول اصح مین اسواسطے کہ بیع سے ظاہر ہوگیا کہ اوسکی نیت سوداگری کی تھی نہ جہاد کی کذا فی الفتح اور مصنف نے بھی اس قول کو ثابت رکھا ہی لیکن شرنبلالیہ مین جوہرہ اور تبیین سے اسکے مخالف منقول ہے اور قہستانی مین ہے کہ اگر غازی نے گھوڑا بیچا لڑائی کے وقت تو وہ پیادہ ہے بنا بر قول اصح کے اور لڑائی کے بعد بیع کرنے سے وہ سوار ہے بالاتفاق انتہے تو خبردار رہنا اور ان قیود کو یاد رکھنا چاہئیے بخوف خطا کاری افتا اور قضا مین ہم مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر گھوڑا بیچا لڑائی کے بعد تو اوسکا حصہ ساقط نہین ہوتا بعض کے نزدیک اور اصح یہ ہے کہ ساقط ہوتا ہی اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا کہ اوسکا قصد تجارت کا تھا انتہے اور منح مین بھی ایسے کہا کہ یہ نقل فتح القدیر سے غلط ہی فتح القدیر کی عبارت یہ ہے ولو باعہ بعد الفراغ من القتال لا یسقط سہم الفارس بالاتفاق وکذا اذا باعہ حال القتال لا یسقط عند البعض قال المصنف الاصح انہ یسقط لانہ ظہران قصدہ التجارۃ انتہے اور یہی مطلب تبیین اور جوہرہ اور قہستانی کا تو شارحکا استدراک کرنا اور خبرداری اور حفظ کا امر کرنا بے معنی ہے انتہی قال الحلبی طحطاوی نے کہا کہ شارحکا استدراک حق ہی کہ اوسنے اس استدراک سے اس خطا پر آگاہ کر دیا جو مصنف سے واقع ہوئی اور خبردار اسواسطے کر دیا کہ یہ مقام پوشیدگی سے خالی نہین اور اوسکے کا امر جمیع قیود کی طرف راجع ہی واللہ اعلم ولا یسہم لعبد وصبی وامرأۃ وذمی ومجنون ومعتوہ ومکاتب ورضخ لہم قبل اخراج الخمس عندنا اذا باشروا القتال او کانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی او تداوی الجرحی او دل الذمی علی الطریق اور غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوی غلام اور صغیر اور عورت اور ذمی اور مجنون اور بیہوش اور مکاتب کو اور انکو کچھ تھوڑا سا دیا جاوی قبل نکالنے خمس کے ہمارے نزدیک جب کہ وہ لوگ لڑائی لڑین یا عورت بیمار ونکی خدمت گذاری کرے یا زخمیون کا علاج کرے یا کافر ذمی راہ بتا دیوے ومفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ الصلوۃ والسلام بالیہود علی الیہود ورضخ لہم اور دلالت ذمی سے مستفاد ہوا مدد چاہنا کافر سے حاجت کے وقت اور البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد چاہی تھی یہودیون سے یہودیون پر اور انکو کچھ عطا کیا تھا ہم واقدی نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ کے دس یہودی لیگئے تھے اہل خیبر سے لڑنیکے واسطے اور جنگ حنین مین صفوان بن امیہ سے استعانت کی تھی اور وہ جب مشرک تھا کذا فی الفتح ولا یبلغ بہ السہم الا فی الذمی اذا دل فیزاد علی السہم لانہ کالاجرۃ اور نہ پہونچاوی انکی عطا بقدر سہم یعنے غازی کے حصے کے برابر نہ دینا چاہئیے مگر ذمی مین جبکہ وہ راہ بتاوی تو سہم پر زیادہ کی جاوی اسواسطے کہ عطا بمنزلہ اجرت کے ہی اور دلالت اجرت کے مانند ہی تو دینا چاہئیے جسقدر

کہہ ہو والبراذین خیل العجم والعتاق بکسر العین جمع عتیق کرام خیل العرب والہجین الذی ابوہ عربی وامہ عجمیۃ والمقرف عکسہ
قاموس میں ہے انتہیٰ اور براذین جمع برذون یعنی عجمی گہوڑی اور عتاق بکسر عین جمع عتیق یعنی عمدہ گہوڑی عرب کے اور ہجین وہ گہوڑا جسکا باپ عربی ہو اور ماں اوسکی
عجمی اور مقرف اسکا عکس ہے یعنی جسکا باپ عجمی ہو اور ماں اوسکی عربی کذا فی القاموس یہہ گہوڑی سب برابر ہین سوار کا حصہ پاتی ہین ہم بعضی علما کی نزدیک حصہ گہوڑی کا
فقط عربی گہوڑی مین منحصر ہے مصنف اور شارح نے اوسکا ذکر دیا کہ گہوڑون کا تفرقہ کرنا بیدلیل ہے ہو اسواسطے کہ رعب مضاف ہی جنس خیل کیطرف قال اللہ تعالے
(ومن رباط الخیل) اور خیل سب گہوڑون کو کہتی ہین اور ہو اسواسطے کہ اگرچہ عربی گہوڑا طلب اور ہرب مین قوی تر ہی لیکن عجمی گہوڑا جفاکش اور باگہہ موڑنے مین نرم تر ہی
تو ہر ایک مین جدی جدی منفعت ہے لا یسہم للراحلۃ والبغل والحمار لعدم الارہاب حصہ نہ پاویگا اونٹ اور خچر اور گدہی کا بسبب عدم رعب اندازی
کے یعنی یہہ جانور جہاد کے لائق نہین اور اسمین نص بہی وارد نہین باوجودیکہ صدر اسلام مین اونٹ اور گدہی اور خچر جہاد مین بکثرت ہوتی تہی لیکن کسیکا حصہ منقول
نہین والخمس الباقی یقسم اثلاثا عندنا للیتیم والمسکین وابن السبیل اور غنیمت کا باقی خمس یعنی پانچوان حصہ ہماری نزدیک تین تہائی بانٹا جائیگا
یتیم اور مسکین اور مسافر کو ہم یتیم وہ نابالغ ہی جسکا باپ مرگیا اور بعد بالغ ہونیکے اوسکو یتیم نہین کہتے وجاز صرفہ لصنف واحد فقط اور جائز ہی صرف کرنا
خمس کا ایک ہی قسم مین کذا فی الفتح ہم تو اقسام ثلثہ کا ذکر کرنا واسطے بیان مصارف کے ہی یعنی خمس یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہے خواہ تینون کو دے خواہ ایک
قسم کو وفی المنیۃ لو صرفہ للغانمین لحاجتہم جاز وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور منیہ مین ہے کہ اگر خمس کو غازیون پر صرف کرے بسبب انکی حاجتمندی کی
تو جائز ہی اور البتہ مینے اسکو محقق بیان کیا ہی شرح ملتقی مین ہم شرح ملتقے کا یہہ مضمون ہے کہ غنیمت کا خمس باقی مثل معدن اور رکاز کے محتاج یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق
ہی تو ہماری نزدیک یہہ تینون مال تین تین حصے کرکے اقسام ثلثہ پر قسمت کیے جاوینگے سوا انکے اور کسیکا دینا جائز نہین اقسام ثلثہ مین سبکو دے یا بعض کو بشرطیکہ غنی نہون
محتاج ہون وقدم فقراء ذوی القربی من بنی ہاشم منہم ای من الاصناف الثلثۃ علیہم لجواز الصدقات لغیرہم لا لہم اور خمس دینے مین
محتاج قرابتدار بنی ہاشم جو منجملہ اصناف ثلثہ ہین مقدم کیے جاوین یتیم اور مسکین اور مسافر پر بسبب جائز ہونے صدقات کے غیر بنی ہاشم کو اسواسطے نہ بنی ہاشم کے واسطے ہم یعنی بنی
ہاشم کے یتیم اور یتیمون پر مقدم ہی اور بنی ہاشم کے مسکین اور مسکینون پر اور انکا مسافر اور مسافرون پر نہر الفائق مین کہا کہ ذوی القربی سے مراد بنی ہاشم اور بنی
مطلب ہین فقط اور اونکا استحقاق فقط قرابت سے نہین بلکہ نصرت کے سبب سے بہی یعنی آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتہہ ہمکلامی کی موانست اور مصاحبت
کی نصرت نہ قتال کی نصرت اور ایسی نصرت بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سوا مفقود ہی ولہذا اونکی عورتونکو بہی حصہ ملتا تہا پہر یہہ حصہ حضرت کی موت سے ساقط
ہوگیا بسبب باقی رہنے علت کے یعنی نصرت مذکورہ کے تو اب بنی ہاشم اور بنی مطلب خمس کے مستحق ہونگی بسبب احتیاج کے ولا حق لاغنیائہم عندنا اور خمس مین کچہہ
حق نہین بنی ہاشم کے مالدارون کا ہماری نزدیک ہم ہو اسلیے کہ خلفاء اربعہ راشدین نے خمس کو اسیطرح اصناف ثلثہ پر تقسیم کیا اور ذوی القربی کو کچہہ نہین دیا
اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ای گروہ بنی ہاشم حقتعالی نے تمہاری واسطے لوگون کا غسالہ اور اونکا میل یعنے زکوۃ کو مکروہ کہا اور اسکے عوض مین
خمس کا خمس تمکو دیا تو معلوم ہوا کہ خمس الخمس عوض ہی زکوۃ کا اور زکوۃ کا مستحق نہین مگر محتاج تو اسیطرح خمس کا مستحق نہین مگر محتاج اور جو آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے
انکو خمس دیا تہا تو بسبب نصرت ہمکلامی اور مصاحبت کے دیا تہا اور خلفاء راشدین نے جو انکو نہ دیا تو ہو اسلیے کہ ذوی القربی جان مصرف کا نہ استحقاق کا
اور ہماری نزدیک اقتصار کرنا صنف واحد پر جائز ہی یا انکو غنی جان کر نہ دیا معلوم کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد
مناف ہین اور عبد مناف کے چار بیٹے تہے ہاشم اور عبد شمس اور مطلب اور نوفل چنانچہ عثمان بن عفان عبد شمس کی اولاد مین ہین اور جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد
مین جب کفار قریش نے آپسمین عہد کیا کہ بنی ہاشم کے پاس نہ بیٹہین اور ان سے کلام نکرین تا وقتیکہ وہ حضرت کو ندین قتل کرنیکے واسطے تو بنی مطلب نے بہی ہاشم سے عہد کیا
کہ ہم آنحضرت کیساتہہ رہینگے سو نوفل کی اولاد اور عبد شمس کی اولاد قریش کے شریک ہوئی اور بنی ہاشم حضرت کے شریک ہوئی یہانتک کہ تین برس تک
پہاڑ کی گہاٹی مین حضرت کے ساتہہ قید رہی کمال مشقت اور تکلیف کے ساتہہ چنانچہ کتب سیر مین یہہ قصہ مفصل موجود ہی سنن ابو داود مین جبیر بن مطعم سے
مروی ہی کہ جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فتح خیبر کے بعد ذوی القربی کا حصہ فقط بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہ دیا تو

کمان اور منجنیق ہو خواہ بندوق اور توپ اور بان وما اصیب منھم ای من المسلمین لا دیۃ فیہ ولا کفارۃ لان الفروض لا تقرن بالغرامات
اور جو مسلمان اونکی مار کی سپر بنانے سے قتل ہو جاوین تو اوسمین نہ دیت ہی نہ کفارہ اسواسطے کہ قتال کفار فرض ہے اور زائد ضمان سے مقرون نہین ہوتے ہم لڑائی
مین آواز بلند کرنا مستحب نہین ہے مگر وہی نہین اگر اسمین ترغیب مسلمین کا فائدہ ہو تو کچھہ مضائقہ نہین اور مجاہدین کو دار الحرب مین ناحق پڑہنا مستحب ہی اسواسطے
کہ لا الٰہ الا اللہ وغیرہ انتہی مگر پڑہنی نہ تو ناحق سے کا ذکر کہہ پچ کر شاید بچ جاوے جیسے سوچو انکو پڑہنا غازی کو سنت ہے رعب اور دہشت کیواسطے کذا فی البحر خانیہ مین
ہی کہ مسلمانون کو کوئی نہین کہ جب بارہ ہزار ہون تو فرار کرین اگرچہ کفار زیادہ ہون ہم اسواسطے کہ حدیث ترمذی مین وارد ہی کہ بارہ ہزار بسبب قلت کے
مغلوب نہین ہوتے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ یہ حکم فرار سوقت ہی جب سب لوگ متفق الکلمہ ہون اور اگر اختلاف ہو تو دو چند کا اعتبار ہی ولو فتح الامام بلدۃ و
فیہا مسلم او ذمی لا یحل قتل احد منھم اصلا ولو اخرج واحد ما حل حینئذ قتل الباقی لجواز کون المخرج ہو ذلک فتح اور اگر امام نے دار الحرب کا
کوئی شہر فتح کیا جسمین ایک مسلمان یا ذمی کا فر رہتا تو اون مین سے کسیکا قتل کرنا اصلا جائز نہین اور اگر ایک کوئی شخص اون مین سے نکال دیا گیا تو اسوقت مین باقی لوگون کا
قتل کرنا حلال ہے اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان یا ذمی ہو کذا فی فتح القدیر ونہینا عن اخراج ما یجب تعظیمہ ویحرم الاستخفاف بہ
کمصحف وکتب فقہ وحدیث وامرأۃ ولو عجوزا للمداواۃ ہو الاصح ذخیرۃ والمراد بالنہی ما فی مسلم لا تسافروا بالقرآن فی ارض العدو
اور ہم منع ہین ایسی چیزون کے نکالنے سے جسکی تعظیم واجب ہے اور اسکا استخفاف اور بے ادبی حرام ہے چنانچہ مصحف اور کتابین فقہ اور حدیث کی اور عورت کا اخراج ممنوع ہے
اگرچہ عورت بڈہی ہو دوا کرنیکے واسطے یہی قول صحیح ہے کذا فی الذخیرۃ اور مصنف نے نہی سے صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر مین قرآن کو نہ لیجاو دشمن کی زمین
مین ہم وسیل اگرچہ قرآن مین خاص ہے لیکن علت عامہ ہی فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھہ لحق کر دیا الا فی جیش یؤمن علیہ فلا کراھۃ لکن اخراج العجائز
للمداواۃ اولی اگر اوس بڑے لشکر مین قرآن وغیرہ کا لیجانا ممنوع اور مکروہ نہین جسمین اوسکے امن حاصل ہو لیکن بڈہی عورتون اور لونڈیون کا ساتھہ لیجانا کام کیواسطے
بہتر ہی جوان اوسمین عورتون کے لیجانیسے کہ جنگ وغیرہ وطحطاوی نے امام کا قول نقل کیا کہ کم تر لشکر چار سو ہے اور کم ترکہا ایک سو واذا دخل مسلم الیہم بامان جاز
حمل المصحف معہ اذا کانوا یوفون بالعہد لان الظاہر عدم تعرضھم ہدایہ اور جب مسلم دار الحرب مین اون سے امان لیکر جاوے تو مصحف کا ساتھہ
لیجانا جائز ہی بشرطیکہ وہ عہد کو پورا کرتے ہون اسواسطے کہ ظاہرا وہ متعرض نہون گے کذا فی الہدایہ ونہینا عن غدر وغلول وعن مثلۃ بعد الظفر بہم اما قبلہ
فلا بأس بہا اختیار اور ہم منع ہین عہد شکنی اور خیانت اور ناک اور کان کاٹنے سے اونپر فتح پانیکے بعد اور فتح پانیکے پہلے امور مذکورہ کرنے مین کچھہ مضائقہ نہین کذا فی الاختیار ہم نقض عہد
کی یہ صورت ہی کہ مثلا ہم سے اور اون سے عہد ہو گیا کہ آج کے دن نہ لڑینگے یہانتک کہ اونکو اطمینان ہوا تو اب اوس دن لڑنا جائز نہین کہ عہد شکنی حرام ہی اور عین لڑائی
کیوقت فریب کرنا اور دہوکھا دینا جائز ہی اسطرح کہ بلا عہد ہم نے ایسی حرکت کی کہ اونکو معلوم ہوا کہ آج لڑائی نہو گی سو وہ مطمئن ہو گئے پھر ہم نے اون پر حملہ کیا یا اہل اسلام
کسی اور سمت چلے گئے اور کافر غافل ہو گئے پھر ناگہان آکر اون پر لوٹ پڑے اور چاہیے مار اور علی ہذا القیاس اونکو کہاتے بہت طریقے ہین فتح القدیر مین ہے کہ حالت قتال مین
مبارز نے ہاتھہ مارا سو کافر کا کان کاٹا یا ہاتھہ مارا تو آنکھہ پھوڑ دی پھر ہاتھہ مارا تو ناک اور ہاتھہ کاٹ لیا تو یہ جائز ہی انتہے پس حالت قتال کی قید سے معلوم ہوا کہ
جب کافر کو گرفتار کر لیا تو اوسکو مثلہ کرنا یعنی ناک کان ہاتھہ کاٹنا جائز نہین اور اختیار شرح مختار سے نکلتا ہی کہ اگر ہنوز جنگ قائم ہی تو جائز ہی وعن قتل امرأۃ و
غیر مکلف وشیخ ہرم فانٍ لا حیلۃ لہ ولا نسل لہ فلا یقتل ولا اذا ارتد اور ہم منع ہین عورت اور غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون اور نہایت کہانٹ
بڈہے کے قتل کرنے سے جسکو نہ چیخنے کی قوت ہی جنگ کے وقت کذا فی البحر نہ اولاد ہونیکی اوس سے توقع ہی تو ایسا بڈہا نہ قتل کیا جاوے اور نہ جب مرتد ہو جاوے ہم رازی نے شرح طحاوی
مین کہا کہ شیخ فانی کامل العقل حالت ارتداد مین مقتول ہو اور جو بڈہا خرف پریشان حواس ہے وہ مقتول نہو گا کہ مجنون مین داخل ہی ولا اعمیٰ ومقعد وزمن ومعتوہ
وراہب واہل کنائس لم یخالطوا الناس اور ہم منع ہین اندھا اور لنگڑا اور دائم المرض خستہ حال اور بیہوش اور وہ درویش نصرانی تارک الدنیا اور ہیکلون کے
عبادت خانہ والے لوگ جو آدمیون سے نہین ملتے ان سبکے قتل کرنے سے ہم اسواسطے کہ اہل اسلام کو ان سے کچھہ ضرر نہین اور یہی حال ہے ہندوستان کے اون جوگیون کا جو
جنگلون اور کوہ نشین ہین الا ان یکون احدہم ملکا او مقاتلا او ذا رأی او مال فی الحرب مگر جبکہ ان مذکورین مین سے کوئی بادشاہ یا لڑائی پر ابھارنے والا ہو

فیقول من قتل قتیلاً فله سلبه مثلاً و قتیلاً لقربه منه اور امام کو مستحب ہے کہ انعام دینے کا وعدہ کرے لڑائیکے وقت ترغیب اور جوش لانیکے واسطے تو یون کہے کہ جو شخص قتل کریگا کسی مقتول کو تو اوسکے واسطے اسباب ہے اوسکا زندہ کافر کو مقتول کہا بسبب اوسکے قریب ہونیکے قتل سے ہم نفل بفتحتین لغت مین بمعنی زیادتی یعنی غنیمت سے یہ نفل ہوئی ہے اسواسطے کہ اس امت پر اور حلال چیز ہے آج غنیمت زیادہ ہوئی کیونکہ اگلی امتون پر غنیمت حلال نہتی اور اصطلاح شرع مین نفل وہی جسکو امام بعضے غازیون کے واسطے مخصوص کردے کذا فی المحیط اور انعام مین وقت قتال کی قید لگا کر اسطرف اشارہ کیا کہ قبل قتال بطریق اولے جائز ہے اور بعد قتال کے جائز نہیں او یقول من اخذ شیئا فهو له و قد یکون بدفع المال او ترغیب مال یا امام یون کہے کہ جو غازی کسی چیز کو لیگا وہ اسیکی ہے اور گاہی تنفیل مال دینے سے ہوتی ہے یا مال کی ترغیب ہے خواہ وہ مال امام کے پاس ہو یا مقتول کا اسباب ہو فالتحریض نفسه واجب للامر به و اختیارا لا ادعی الله منوط مندوب ہے تو ترغیب نفس واجب ہے اوسکے امر کے سبب سے اور انعام مین اوس کا اختیار کرنا مستحب ہے جو زیادہ تر باعث مقصود اور شوق انگیز ہو ولا یخالفه تعبیر القدوری بلا باس لانه لیس لمطلق الماترکه اولى بل یستعمل فی المندوب ایضا قال المصنف ولذا عبر فی المبسوط بالاستحباب اور استحباب تنفیل کے مخالف نہیں تعبیر کرنا قدوری کا لا باس کرکے اسواسطے کہ لفظ لا باس کا فقط ترک اولے کو مطرد نہیں بلکہ لا باس مستحب مین بھی مستعمل ہوتا ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور اسیواسطے مبسوط مین تنفیل کو مستحب کہا ہے ویستحق الامام لو قال من قتل قتیلا فله سلبه اذا قتل هو استحسانا اور انعام کا امام مستحق ہوگا اگر اوسنے یون کہا کہ جو کسی مقتول کو ماریگا تو اوسکے واسطے اوسکا اسباب ہے جب امام ہی قتل کرے بنا بر استحسان کے ہم قیاس مین اسواسطے جائز نہیں کہ اس قول سے امام اپنی ذات کا انعام دینے والا ہوا تو متہم ہوگا اور استحسان مین اسواسطے جائز ہوا کہ یہہ قول قضا نہیں تو در صورت عدم تخصیص اسمین تہمت نہیں بخلاف ما لو قال منکم او قال من قتلته انا فلی سلبه فلا یستحقه الا اذا عمم بعده ظهیریة بخلاف سابق یہہ ہے اگر امام نے کہا کہ جو شخص تم سے ماریگا یا یون کہا کہ جسکو مین قتل کرون تو اوسکا اسباب میرا ہے سو امام اس قول سے اوسکے اسباب کا مستحق نہوگا مگر اسوقت مستحق ہوگا جب تعمیم کردے بعد اس تخصیص کے کذا فی الظہیریة ہم پہلی صورت مین اسواسطے مستحق نہوا کہ انعام کو غازیان مخاطب کے واسطے خاص کریگا اور دوسری صورت مین بسبب تہمت کے مستحق نہوا و یستحقه مستحق سهم او رضخ فعم الذمی و غیره اور انعام کا مستحق ہے سہم یا رضخ کا حقدار تو انعام عام ہوگیا ذمی وغیرہ کو وذا ای التنفیل انما یکون فی مباح القتل فلا یستحقه بقتل امراة و مجنون و نحوهما ممن لم یقاتل اور یہہ تنفیل تو مباح القتل ہی کے مارنے مین ہوتی ہے تو اسکا مستحق نہوگا عورت اور مجنون اور اونکے مانند کے قتل سے منجملہ اون لوگون کے جنہونے قتال نہین کیا و سماع القائل مقالة الامام لیس بشرط فی استحقاقه ما نفله اذ لیس فی الوسع اسماع الکل اور سماعت قائل کی امام کے کلام کو شرط نہیں اوسکے استحقاق تنفیل مین اسواسطے کہ لشکر کو سنانا انسان کے مقدور مین نہین یعنے اظہار خطاب البتہ ہوسکتا ہے سو پایا گیا کذا فی المنح و یعم کل قتال فی تلک السنة ما لم یرجعوا و ان مات الوالی او عزل ما لم یمنعه الثانی نهر اور تنفیل مذکور شامل ہے اس سال کی ہر لڑائی کو جبتک غازی نہ پلٹ آوین اگرچہ والی مرجاوے یا معزول ہو جبتک دوسرے والی نے اوسکو منع نکردیا ہو کذا فی النہر ہم یہہ اسوقت ہے جب تنفیل قتال کے وقت نہوئی ہو اور اگر مین حالت قتال مین ہوئی ہو تو اوسی لڑائی تک مقید رہیگی کذا فی البحر وکذا یعم کل قتیل لانه نکرة فی سیاق الشرط فهو من اور اسیطرح تنفیل شامل ہے ہر مقتول کو اسواسطے کہ لفظ قتیل کا نکرہ ہے شرط کی تحت مین اور وہ شرط لفظ من ہے یعنے من قتل قتیلا فله سلبه مین ہم حلبی نے بحر سے نقل کیا کہ عموم نکرہ نفی مین ضرور ہے اور سیاق شرط مین عام نہین ہوتا مگر یمین مین علاوہ اسکے من قتل قتیلا اور ان قتلت قتیلا مین کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ دونوں مثالوں مین قتیل نکرہ ہے سیاق شرط مین کما لا یخفی بخلاف ان قتلت قتیلا بخلاف امام کے اس کہنے کے کہ اوسنے غازی سے کہا کہ اگر تو مقتول کو ماریگا تو اوسکا اسباب تیرا ہے یعنے اگر ایک غازی سے یہہ خطاب کیا اور اوسنے دو کافرونکو مارا تو اوسکو اول مقتول کا اسباب ملیگا فقط اور اگر سبطرح علی العموم لشکر سے خطاب کیا کہ اگر کوئی مرد تم مین سے کسی قتیل کو ماریگا تو اوسکو اسباب ملیگا پھر اگر دسنے دو یا تین کو قتل کیا تو سبکے اسباب کا مستحق ہوگا اور یہہ استحسان ہے کذا فی البحر ولو قال ان قتلت ذلک الفارس فلک کذا لم یصح و ان قطعت راس اولئک القتلى فلک کذا صح منیه اور اگر امام نے یون کہا کہ اگر تو اوس سوار کو قتل کرے تو تیری

لفظ لا باس مستحب مین بھی مستعمل ہے

واسطے ایسا ہی تو یہ صحیح نہیں اور اگر یون کہا کہ اگر تو ان مقتولون کا سر کاٹے تو تیرے واسطے ایسا کچھ ہے تو صحیح ہے کذا فی التنبیہ ھم قاضی خان نے کہا ہے کہ پہلی صورت از قسم جہاد ہی تو وہ اجرت کا مستحق نہوگا جیسے امامت اور اذان کی اجرت جائز نہیں بخلاف دوسری صورت کے ہو اسواسطے کہ مقتول کا سر کاٹنا از قسم جہاد نہیں تو اجارہ اسپر صحیح ہوگا حموی نے شرح کنز مین کہا کہ تعلیل تا ضیمان متقدمین کے قول پر مبنی ہے کہ اجارہ طاعات پر صحیح نہیں ولو نفّل السریۃ ہی قطعۃ من الجیش من اربعۃ الی اربعمائۃ ماخوذۃ من السری وھو المشی لیلا ادرک الرابع ومعہم العسکر دونہا فلہم النفل استحسانا کذا فی الظہیریۃ اور اگر امام نے سریہ چھاپا مارنے والون سے چوتھائی غنیمت کے انعام کا وعدہ کیا اور اس قول کو لشکر نے سنا نہ چھاپہ مارنیوالون نے تو لوٹنے سے انعام ثابت ہی بنابر استحسان کے کذا فی الظہیریۃ سریۃ عبارت ہے قطعہ لشکر سے یعنی چند لوگ لشکر کے چار سو یا چار سو تک یہ لفظ ماخوذ ہے سری سے یعنی رات کو چلنا کذا فی الدرر ھم یہ باعتبار اصل وضع کے ہی تو اب استعمال مین ملحوظ نہیں وجاز التنفیل بالکل اوبقدر منہ لسریۃ لا للعسکر والفرق فی الدرر اور تنفیل جائز ہے کل غنیمت سے یا اوسکے برابر سریہ کو نہ لشکر کو اور فرق درر مین مذکور ہے ھم درر مین وجہ فرق یون مذکور ہے کہ مقصود تنفیل سے ترغیب اور تحریض قتال ہے اور یہ حاصل نہین مگر بعض کی تخصیص مین کیسپر کے تھتا اور تعمیم مین تو سوار کی فضیلت پیدل پر باطل ہوتی ہے اور خمس کا بھی ابطال ہے۔ بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ سریہ اور لشکر عدم جواز تنفیل کل مین برابر ہین کیسبب بطلان سہمین منصوصین کے اور یہ مسئلہ حواشی سے مذکور ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی ق

لا ینفل بعد الاحراز ھنا ای بدارنا الا من الخمس لجوازہ لصنف واحد کما مر اور امام تنفیل نکرے بعد پہونچ جانے غنیمت کے دار الاسلام مین مگر خمس سے تنفیل بعد الاحراز بھی صحیح ہے بسبب جائز ہونے صرف خمس کی ایک قسم مین چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب صرف خمس کا محتاج کے واسطے ہوا تو محتاج مقاتل کے واسطے بطریق اولی جائز ہوگا کذا فی الفتح وغیرہ وسلبہ ما معہ من مرکبہ وثیابہ وسلاحہ وکذا ما علی مرکبہ کالالات وابدانہ خا اور اسباب مقتول کا وہ چیزین ہے جو اوسکے ساتھ ہے یعنی اوسکی سواری اور کپڑے اور ہتھیار کے اور اسیطرح وہ چیز جو اوسکی سواری پر ہے نہ وہ اسباب جو دوسرے جانور پر ہے جسکو بر تل کہتے ہین ھم سلب بفتحتین بمعنی مسلوب ہے کذا فی القہستانی والتنفیل حکمہ قطع حق الباقین لا الملک قبل الاحراز بدار الاسلام اور حکم تنفیل کا قطع ہونا ہے باقی لشکر کے حق کا نہ ملک کا قبل احراز دار الاسلام ھم جب باقی لشکر کا حق منقطع ہوا تو جس مال کو بعد تنفیل کے پاوے اسمین خمس نہین اور وراثت اسمین جاری ہوگی اگرچہ مورث دار الحرب مین مر جاوے اور یہ جو کہا کہ مالک ہونا تنفیل کا حکم نہیں تو مطلب یہ ہے کہ ملک کامل نہین اور اگر ملک مطلق نہوتی تو اسمین وراثت کیونکر جاری ہوتی کذا فی شرح الملتقی اور یہ مذہب شیخین کا ہے اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بمجرد تنفیل کے ملک ثابت ہو جاتی ہے کذا فی الفتح فلو قال الامام من اصاب جاریۃ فہی لہ فاصابہا مسلم فاستبراہا لم یحل لہ وطیہا ولا بیعہا کما لو اخذہا المتلصص ثم واستبراہا لم تحل لہ ایضا جب یہ قاعدہ ہوا کہ تنفیل مین ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہیں تو اگر امام نے یون کہا کہ جو لونڈی کو پاوے تو وہ اسیکی ہے پھر اسکو ایک مسلمان نے پایا پھر اسکو استبرا کیا یعنی دار الحرب مین تو اوسکو اوسکی وطی اور بیع حلال نہیں جیسے کسی مسلم نے دار الحرب مین عورت کو پکڑ لیا بطور خفیہ اور استبرا کیا تو اوسکو وہ حلال نہیں باجماع شیخین اور محمد کے یہانتک کہ اوسکو دار الحرب سے نکال لاوے اور استبرا کرے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن الاتقانی والسلب للکل ان لم ینفل لحدیث لیس لک من سلب قتیلک الا ما طابت بہ نفس امامک فحملنا حدیث السلب علی التنفیل اور اسباب مقتول کا سب لشکر کا حق ہے فقط قاتل کا اگر امام نے انعام نہ مقرر کر دیا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ تجھکو اپنے مقتول کے اسباب سے کچھ حق نہیں مگر جب تیرے امام کا دل اوسکو چاہے تو یہ حدیث حدیث سلب کو تنفیل پر محمول کیا ھم حدیث من قتل قتیلا فلہ سلبہ کی محتمل ہے کہ ہر قاتل اپنے مقتول کے اسباب کا مالک ہو اور تنفیل کی بھی محتمل ہے تو علمائے حنفیہ نے اوسکو تنفیل ہی پر محمول کیا بنظر حدیث اول کے تا دونون حدیثون مین تعارض باقی نرہے حدیث اول مین حبیب بن مسلمہ سے خطاب ہے ہر چند یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت طرق کے مرتبہ حسن کو پہونچ گئی ہے کذا فی الفتح قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود ھل یحل وطی الاماء المشتراۃ من الغزاۃ الان حیث وقع الاشتباہ فی قسمتہم بالوجہ المشروع فاجاب لا توجد فی زماننا قسمۃ شرعیۃ لکن فی سنۃ ۹۴۸ وقع التنفیل الکلی فبعد اعطاء الخمس لا یبقی شبہۃ ابتداء انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہے اور مفتی روم شیخ الاسلام ابو سعود کے معروضات مین

مرقوم ہی کہ کیا حلال ہے جماع اون لونڈیون کا جو خریدی گئی ہین ان غازیون سے جب کہ واقع ہوا ہی اشتباہ غازیون کی قسمت مین بوجہ شرع تو جواب اس سوال کا دیا
مفتی ممدوح نے کہ ہمارے زمانے مین قسمت شرعی موجود نہین لیکن ۹۴۲ھ مین سلطان روم کے طرف سے تنفیل کلی واقع ہوگئی ہے سو بعد خمس دینے کے شروع ہی
شبہہ حرمت کا باقی نرہا انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم تنفیل کلی سے یہہ مراد ہے کہ جو غازی کوئی چیز پاوے وہ مالک ہی اسکا اور کل غنیمت کی تنفیل
بعضون کے واسطے مراد نہین اور عنقریب بیان کور ہو چکا فتح القدیر سے کہ تنفیل کلی نہ لشکر کے واسطے جائز ہی نہ سریہ کیواسطے تو معلوم ہوا کہ جواب مفتی ممدوح کا
صحیح نہین اور بالفعل اہل روم کے خمس دینے کو تحقیق کرنا چاہیئے ظاہر ایہہ ہے کہ خمس نہین دیتے تو شبہہ موجود ہی علاوہ اسکے یہہ جواب ہسوقت مسلم ہو جب تنفیل مذکور ہمارے
زمانے تک باقی رہی ہو حالانکہ مذکور ہو چکا کہ وہ رجوع حاکم سے منقطع ہو جاتی ہی تو امام سابق کی تنفیل امام لاحق پر بطریق اولے جائز نہوگی مگر ہسوقت جب
سلطان متاخر بہی تنفیل مذکور کو قائم رکہے واللہ سبحانہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب استیلاء الکفار

علی بعضہم بعضا او علی اموالنا یہہ باب ہے غلبہ کفار کے احکام مین بعضون کے بعضون پر یا ہمارے مالون پر عم چلپی نے کہا کہ علی بعضہم بعضا کی ترکیب فاسد ہی یون کہنا صواب تہا کہ بعضہم علی بعض
اذا سبی کافر کافرا اخر بدار الحرب اخذ ماله ملکه لاستیلائه علی مباح جب گرفتار کیا ایک کافر نے دوسرے کافر کو دار الحرب مین اور اسکا مال چہین
لیا تو وہ مالک ہوگیا اسکے سبب غالب ہونیکے مباح چیز پر م شرح ملتقی مین کہا کہ اطلاق دار الحرب کا ہسکا مفید ہے کہ احراز دار مالک شرط نہین تو اگر کفار ترک
اور ہند کفار روم پر غالب ہون اور رومیونکو ہند مین پکڑ لیجاوین تو وہان کفار ترک کی بہی ملک ثابت ہوگی کفار ہند کے مانند کفار کے نفوس اور اموال
دار الحرب مین مباح ہین اور استیلاء علی المباح ملک کا سبب ہے مانند استیلاء علی الصید کے ولو سبوا اهل الحرب اهل الذمة من دارنا لا یملکونهم لانهم احرار
اور اگر گرفتار کر لیگئے کافر حربی ذمیونکو دار الاسلام سے تو اونکے مالک نہونگے اسواسطے کہ ذمی دار الاسلام مین آزاد ہین اور آزاد استیلاء سے مملوک نہین ہوتا اور ذمیوں کے
اموال مثل اموال مسلمین کے اونکے مملوک ہوجاتے ہین وملکنا ما نجده من ذلك السبي للكافر ان غلبنا عليهم اعتبارا بسائر املاكهم اور ہم
اہل اسلام مالک ہونگے جو ہم پاوینگے اوسنے ہی کفار سے اگر ہم اونپر غالب ہون باعتبار اونکی باقی املاک کے یعنی اگر ایک کافر حربی نے دوسرے کافر حربی کو گرفتار
کیا پہر مسلمین اونپر غالب ہوئے تو اوس بندیکے مالک ہونگے جیسے حربیون کے اور اموال کے مالک ہوتے ہین ف فتاوی قاضیخان مین ہے کہ اگر کافر حربی دار الاسلام مین اپنے
ولد کو بیچے تو باتفاق روایات جائز نہین اور اگر مسلم دار الحرب مین جا کر حربی کا ولد مول لے اسمین اختلاف ہی امام سے ایک روایت یہہ ہے کہ جائز ہی اور حسن کی روایت
امام سے یہہ ہے کہ یہہ بیع باطل ہے اور یہی صحیح ہی پہر جب بیع دار الحرب کی جائز نہوئی بموجب قول جمہور کے تو اگر مشتری دار الاسلام مین نکال لایا اسمین اختلاف ہے
بعضون نے کہا کہ نکال لانے سے مالک ہوگا اسواسطے کہ بیع اگرچہ باطل ہے لیکن جب اوسنے بجبر نکالا تو اوسکا مالک ہوگیا بسبب قہر اور زبردستی کے اور بعضون
نے کہا کہ وہ حربی ہی اور بعضون نے یعنی کرخی نے کہا کہ اگر بائع کے نزدیک بیع جائز ہی تو مشتری بسبب اخراج دار الاسلام کے مالک ہوگا خواہ خوشی سے اسکو
لایا ہو یا جبر سے اور اگر بائع کے نزدیک بیع جائز نہین تو اگر زبردستی سے لایا تو مالک ہی اور اگر وہ بخوشی آیا تو مالک نہین اور صحیح قول یہہ ہے کہ اگر اوسکو زبردستی
سے نکال لایا تو مالک ہوگا اور اگر اسکو خوشی لایا تو مالک نہوگا خواہ بائع جواز بیع کا معتقد ہو یا نہو واللہ اعلم وان غلبوا على اموالنا ولو عبدا مؤمنا واحرزوها
بدارهم ملكوها لا للاستيلاء على مباح لما ان الصحيح من مذهب اهل السنة ان الاصل في الاشياء التوقف والاباحة رای
المعتزلة بل لان العصمة من جملة الاحكام المشروعة وهم لم يخاطبوا بها فبقي في حقهم مالا غير معصوم فملكوه لما حققه صاحب
المجمع في شرحه اور اگر کفار غالب ہوگئے ہمارے اموال پر اگرچہ منجملہ ہمارے اموال کے عبد مومن ہو اور اموال کو دار الحرب مین لیگئے تو اوسکے مالک ہونگے نہ بسبب استیلا علی
المباح کے اسواسطے کہ اہل سنت کا صحیح مذہب یہہ ہے کہ اشیا مین اصل توقف ہی اور اباحت معتزلہ کا مذہب ہے بلکہ کفار ہمارے اموال کے مالک ہوگئے اسواسطے کہ عصمت یعنی
وجوب حفظ اموال منجملہ احکام شرعیہ کے ہی اور کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین تو ہمارے اموال اونکے حق مین مال غیر محفوظ باقی رہے تو وہ مالک اوسکے ہوگئے چنانچہ
صاحب مجمع نے اسکی تحقیق اپنی شرح مین کی ہی م اشباہ مین مذکور ہی کہ اصل اشیا مین اباحت ہی تا وقتیکہ دلیل اسکے مخالف پر نہ قائم ہو اور یہی مذہب امام شافعی کا
یا اصل تحریم ہی تا وقتیکہ اباحت پر دلیل نہ دلالت کرے اور شافعیون نے اسکو امام اعظم کی طرف نسبت کیا ہی اور بدائع مین کہا کہ مذہب مختار یہہ ہی کہ خلال

بین قبل شرع کے کچھ حکم نہین انتھے اور مصنف کی شرح منار مین ہے کہ اصل اشیا مین اباحت ہے بعضے حنفیون کے نزدیک اونہین مین کرخی ہی اور بعض اصحاب حدیث نی
کہا کہ اصل اشیا مین توقف ہی بایںمعنے کہ واقع مین اشیا کے واسطے اباحت یا تحریم کا حکم ضرور ہی لیکن ہم اوس پر واقف نہین ہو سکتے عقل سے بدون بیان شرع کی
اور ہدایہ کی فصل مدا ذمین مذکور ہی کہ اصل اشیا مین اباحت ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید صاحب ہدایہ یہان بعض اہل مذہب کی رای پر چلا ہو بقہت شافعی جب یہ
ثابت ہوا تو شارح کو نسبت کرنا اباحت کے قول کو معتزلہ کیطرف مناسب نتھا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہین یہہ قول غیر صحیح ہی اور قول
اصح یہہ ہی کہ وہ مخاطب باحکام شرعیہ ہین بنابر ادا اور اعتقاد کے اور یہہ جو کہا کہ جب کفار مخاطب احکام شرعیہ نہوی تو اونکے حق مین مال غیر محفوظ باقی رہا
یعنی اونکے واسطے مباح ہوا تو اسوقت مین قول بالا باحت کیطرف رجوع ثابت ہوا تو شارح جسکا منکر تھا اوسیکا قائل ہو گیا ولیفترض علینا اتباعہم
اور ہم پر فرض ہے اونکا پیچھا کرنا یعنی کفار کا پیچھا اور اون سے لڑنا اموال چھوڑانیکے واسطے فرض ہے تا وقتیکہ وہ دار الاسلام مین ہین اور جب دار الحرب
مین چلے گئے تو فرض نہین بلکہ مستحب ہے اور اگر اولاد کو پکڑ لیگئے تو مطلقا اونکا پیچھا کرنا فرض ہی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط فان اسلموا فلا شیء لنا ملکہم
اور اگر کفار مسلمان ہو گئی تو اونکی ملک ثابت ہو گئی یعنے کفار مسلمین کے اموال لیکر دار الحرب مین جاکر مسلمان ہو گئے تو وہ مالک اموال کے ہو گئے اب اونسے
اموال اون سے نہین لیسکتے کذا فی المنح من شرح الطحاوی وان غلبنا علیہم ای بعد ما احرزوہا بدارہم اما قبلہ فھی لملاکہا مجانا مطلقا اور
اگر ہم غالب ہوئی اونپر یعنے بعد اسکے کہ کفار اموال کو دار الحرب مین لیگئے اور قبل دار الحرب کے لیجانیکے تو اموال مذکورہ اونکے مالکون کو مفت بغیر کسی
طرح سے خواہ قبل قسمت اونکو پایا ہو خواہ بعد قسمت کے فمن وجد ملکہ قبل القسمۃ بین المسلمین لا بین الکفار کما حققہ فی الدرر فھو لہ
مجانا یعنی اگر ہم غالب ہون کافرون پر تو جو مسلمان اپنا مال مملوک پاوے قبل تقسیم بین المسلمین کے نہ کفار کے درمیان چنانچہ اسکو درر مین محقق کیا ہی تو وہ مال اوسی کا ہوا
مالک کو مفت ملیگا بدون کچھ دیئے وان وجدہ بعدھا فھو لہ بالقیمۃ جبرا للضرر بالعدل الممکن اور اگر صاحب مال نے اوسکو بعد قسمت بین المسلمین کے
پایا تو اوسکو بعوض قیمت کے ملیگا تا بقدر ممکن دونون نقصان بھر جائین یعنی مالک قدیم کی ملک بلا رضامندی کے زائل ہو گئی تو باین لحاظ اوسکے لینے کا اوسکو حق ہی
لیکن بعد قسمت کے مفت لینے سے اوسکا ضرر ہی جسنے اوسکو اپنے حصے مین پایا لہذا اس مال کو بقیمت لینا چاہیے تا جانبین کی حق تلفی نہو یہہ دلیل عقلی ہے اور اسیکے موافق
بحر الرائق مین حدیث منقول ہے ولو کان ملکہ مثلیا فلا سبیل لہ علیہ بعدہا اذ لو اخذہ اخذہ بمثلہ فلا یفید الذی اشتراہ بہ ولو
قبلھا اخذہ مجانا کما مر اور اگر مالک قدیم کا مملوک مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی تو اوسکے واسطے کوئی راہ لینی کی نہین اوسپر بعد قسمت کے ہو سکتی کیونکہ اگر اوسکو لیگا تو بعوض
اوسکی مثل کے لیگا مثلا گیہون عوض گیہون کے لیگا تو اوسکی خرید مین کچھ فائدہ نہین اور جو شخص اپنا مثلی مال قبل قسمت کے پاوے تو اوسکو مفت ملے چنانچہ عنقریب گذرا
وبالثمن الذی اشتراہ بہ لو اشتراہ منھم تاجر ای من العدو واخرجہ الی دارنا وبقیمۃ العرض لو اشتراہ بہ اور مالک قدیم بعوض اوس قیمت کے
جس قیمت سے سوداگر نے اوس سے مول لیا یعنی دشمن سے خرید کیا اور اوسکو ہماری دار الاسلام مین نکال لایا اور بقیمت جنس کے لے اگر اوس نے بعوض جنس کے خرید
کیا ہو وبالقیمۃ لو اتھبہ منھم زاد فی الدرر او ملکہ بعقد فاسد اور بعوض قیمت کے کہ اگر کفار سے اوس نے بطریق ہبہ کے پایا ہو اور درر مین اتنا زیادہ کہا ہی
یا مالک ہوا مال مذکور کا بعقد فاسد تو بھی بعوض قیمت کے لے لکن فی البحر شراہ بخمر او خنزیر لیس لہ اخذہ باتفاق الروایات وکذا لو شراہ
بمثلہ نسیۃ او بمثلہ قدرا او وصفا بعقد صحیح او فاسد لعدم الفائدۃ فلو باقل قدرا او ادنی وصفا فلہ اخذہ لانہ یفید و لیس
بربوا لانہ فداء لیکن بحر الرائق مین ہی خرید کیا ایک شخص نے مال مذکور کو کفار سے بعوض شراب یا سور کے تو اوسکے مالک کو اوسکا لینا باتفاق روایات جائز
نہین اور اسیطرح اگر اوسکو بعوض اوسکی مثل کے بوعدہ اداء قیمت خرید کیا یا بعوض اوسی جنس کے خرید کیا جو مقدار اور وصف مین مبیع کے مثل ہے خواہ عقد
صحیح خرید کیا خواہ بعقد فاسد تو جائز نہین بسبب عدم فائدہ کے سو اگر بعوض اقل مقدار کے خرید کیا یا بعوض ناقص جنس کے خرید کیا تو مالک کو اوسکا لینا
جائز ہی اسواسطے کہ یہہ خرید مفید ہے اور یہہ بیاج نہین اسلیے کہ یہہ فدیہ ہے یعنی مثلی کی عوض ادلا بدلات بیان بیاج مین داخل نہین ہوا اسلیے کہ مالک نے
اپنی مال کو خلاص کیا تو یہہ فی الحقیقۃ فداء ہی نہ عوض کذا فی المنح عن البحر وان وصلیۃ فقئت عینہ وقطعت یدہ واخذ ارشہ اوق

فقاها المشتري فياخذه بكل الثمن ان شاء لان الاوصاف لا يقابلها شئ منه یعنی مالک کو جائز ہی کہ اپنے مال کو سوداگر سے بقیمت لے اگرچہ اسکی موک کی
آنکہہ پہوڑی گئی ہو یا اوسکا ہاتہہ کاٹا گیا ہو اور اوسکے مشتری تاجر نے اسکا خون بہالیا ہو یا خود مشتری نے اوسکی آنکہہ پہوڑی ہو تو مالک اسکو کل قیمت سے
لے اگر چاہے اسواسطے کہ اوصاف کے مقابل کچہہ قیمت نہین پڑتی والقول للمشتري في مقداره اي الثمن بيمينه عند عدم البرهان لان البينة
مثبتة ولو برهنا فبينة المالك ايضا خلافا للثاني نهر اور معتبر قول مشتری کا ہی قیمت کے مقدار مین اوسکے قسم کہانیکے ساتہہ گواہ نہونیکے وقت اور
اگر کوئی گواہ لاویگا تو اوسکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہ بیان کرنے والے ہین اور اگر دونون گواہ لاوین تو مالک کے ہی گواہ اوسے ہین بخلاف
ابو یوسف کے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ ایک نسخہ مین یون عبارت ہی فبينة المالك ايضا اوسی لئے اور یہی نسخہ اولی ہی وان تكرر الاسر والشراء
بان اسر ثانيا وشراه آخر اخذ المشتري الاول من الثاني بثمنه لورود الاسر على ملكه فكان الاخذ له ثم ياخذ المالك القديم
بالثمنين ان شاء لقيامه عليه بهما وقبل الاخذ الاول لا ياخذه القديم كيلا يضيع الثمن اور اگر گرفتاری اور خرید مکرر ہوئی اسطرح پر کہ
دوسری بار مثلا غلام گرفتار ہوا اور دوسرے مشتری نے اسکو خرید کیا تو مشتری اول اسکو مشتری ثانی سے لے عوض اوسکی قیمت کے بسبب دوہری گرفتاری کے مشتری
اول کی ملک پر تو اوسیکو لینا مقدم ہوا پہر مالک قدیم اسکو دونون قیمتین دیکر لے اگر چاہے اسواسطے کہ غلام مشتری اول کو دو قیمتون پر پڑا اور مشتری اول کے
قبل مالک قدیم مشتری ثانی سے نلے تا مشتری اول کی قیمت نہ ضائع ہو ولا يملكون حرنا ومدبرنا وام ولدنا ومكاتبنا لحريتهم من وجه
فياخذ مالكه مجانا لكن بعد القسمة يؤدي قيمته من بيت المال اور کفار مالک نہین ہوتے ہمارے حر کے اور ہمارے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے
بسبب آزاد ہو جانے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے ایکطرح سے تو اوسکو اوسکا مالک مفت لے بلاعوض لیکن بعد قسمت بین المسلمین کے اسکی قیمت بیت المال سے ادا
کیجائیگی ہم حر وغیرہ اسواسطے مملوک کفار نہوئی کہ بسبب معصوم بنفسہ ہونے کے ملک کا محل ملک مین ہوتا ہی یعنی مال مباح ہین اور حر معصوم بنفسہ ہی اور اسیطرح مدبر وغیرہ مین من وجہ
حریت ثابت ہی اور اگر تاجر کافر ان سے حر وغیرہ کو مول لے تو مالک اوس سے بلاعوض لے کذا فی المنح ونملك عليهم جميع ذلك بالغلبة لعدم العصمة
اور ہم اہل اسلام کفار پر مستولی ہوکر اونکے مدبر اور ام ولد اور مکاتب سبکو مالک ہونگے بسبب غلبہ کے بواسطے عصمت کے ولو ند اليهم دابة ملكوها لتحقق الاستيلاء
اذ لا يد للعجماء اور اگر کافرون کی طرف اہل اسلام کا کوئی جانور بہاگ گیا تو وہ اوسکے مالک ہونگے بسبب ثابت ہونے استیلا کے دار الاسلام سے نکلتے اسواسطے کہ جانور
کیواسطے اپنی ذات پر تصرف نہین کہ دار الاسلام سے نکلنے کیوقت ظاہر ہوا اور ملک کفار کا مانع ہو وان ابق اليهم قن مسلم فاخذوه قهرا لا خلافا
لهما لظهور يده على نفسه بالخروج من دارنا فلم يبق محلا للملك اور اگر دار الاسلام سے کفار کے لونڈی یا غلام مسلمان بہاگ نکلا سو اونہون نے اوسکو
بزور پکڑ لیا تو مالک نہونگے بخلاف مذہب صاحبین کے بسبب ظاہر ہونے تصرف غلام کی اپنی ذات پر ہمارے دار الاسلام سے نکلنے کے سبب سے تو وہ محل ملک باقی نرہا جب
تک غلام دار الاسلام مین تہا تو اوسکا تصرف اپنی ذات پر ساقط الاعتبار رہا بسبب تحقق مولے کے تصرف کے تا مولی اوسکے انتفاع پر قادر ہو اور
خروج دار الاسلام سے مولی کا تصرف اوسپر زائل ہو گیا تو اوسکا تصرف اپنی ذات پر ظاہر ہوا تو وہ معصوم بنفسہ ہو گیا لہذا وہ محل ملک باقی نرہا پہر جب
کفار کی ملک اوسپر ثابت نہوئی امام کے نزدیک تو مالک قدیم اسکو مفت لیگا خواہ وہ موہوب ہو خواہ کسی نے اسکو خرید کیا ہو خواہ مغنوم قبل از قسمت ہو اور
بعد قسمت کے اوسکا عوض بیت المال سے ادا کیا جائیگا کذا فی البحر شامی نے قہر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غلام کو بلا قہر کفار لیلینگے تو باتفاق امام اور صاحبین کے مالک
نہونگے بخلاف ما اذا ابق اليهم بعد ارتداده فاخذوه ملكوه اتفاقا بخلاف اوسکے جب غلام اونکی طرف بہاگ جائیگا بعد اپنے مرتد ہونیکے
پہر کفار اسکو پکڑین تو بالاتفاق مالک ہونگے ولو ابق ومعه فرس او متاع فاشترى رجل ذلك كله منهم اخذ المالك العبد مجانا لما مر
انهم لا يملكونه واخذ غيره بالثمن لانهم ملكوه اور اگر غلام دار الحرب مین بہاگ گیا اور اوسکے ساتہہ گہوڑا یا اسباب ہی پہر اگر کسی نے یہہ سب اون سے مول
لیا تو مالک قدیم غلام کو مفت لے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ کفار غلام کے مالک نہین ہوتے اور غلام کے سوا اور چیز کو قیمت سے لے اسواسطے کہ کفار اوسکے مالک ہوچکے
وعتق عبد مسلم او ذمي لانه يجبر على بيعه ايضا زيلعي شراه مستامن ههنا وادخله دارهم اقامة لتباين الدارين مقام الاعتاق

کما لو استولوا علیہ و ادخلوہ دارھم فابق منھم الینا اور آزاد ہوگا وہ غلام مسلمان یا غلام ذمی ہو اسلئے کہ غلام ذمی کی بھی بیع پر جبر کیا جائیگا
کذا فی شرح الزیلعی وہ غلام آزاد ہوگا جسکو کافر مستامن نے دار الاسلام میں خرید کیا اور دار الحرب میں داخل کیا بسبب قائم کرنے تباین دارین کے مقام اعتاق کے
چنانچہ اسصورت میں آزاد ہوگا اگر کفار غالب ہوں غلام پر دار الاسلام میں اور اسکو دار الحرب میں داخل کریں پھر وہ وہاں سے ہماری طرف دار الاسلام میں بھاگ
آوے امام کے نزدیک غلام دار الحرب میں داخل کرنے سے اسواسطے آزاد ہوتا ہے کہ مسلم کافر کی ذلت سے خلاصی پاوے لہذا شرط یعنی تباین دارین کو علت کے
قائم مقام کیا یعنی اعتاق کے قیدہ بالمستامن لانہ لو شراہ حربی لا یعتق علیہ اتفاقا لمانع حق الاسترداد ۱۲ نہر مصنف نے مستامن کی قید لگائی ہے اسواسطے
کہ اگر اسکو کافر حربی خرید کریگا تو وہ آزاد نہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اوسکے حق استرداد کے مانع کے سبب سے کذا فی النہر ھم طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق اور
نہر الفائق میں لو شراہ کے مقام میں لو اسرہ ہے یعنی اگر حربی نے عبد مسلم کو گرفتار کیا اور مترجم نے بھی جو نہر الفائق کے طرف رجوع کیا تو طحطاوی کے
موافق پایا چنانچہ اوسکی عبارت حاشیہ پر مرقوم ہے کعبید لھم اسلم ثمہ فجاء نا الی دارنا او الی عسکرنا فانھا داشتراہ مسلم او ذمی او حربی
منھم او عرضہ علی البیع وان لم یقبل المشتری بحر چنانچہ حربیوں کا وہ غلام آزاد ہوجاتا ہے جو دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر ہمارے پاس آیا یعنی ہماری
طرف دار الاسلام میں آیا یا اوس لشکر اسلام میں آیا جو دار الحرب میں وارد ہے یا اوسکو مسلم یا ذمی یا حربی نے دار الحرب میں خرید کیا یا حربی نے اوسکو بیع کیواسطے
پیش کیا اگرچہ مشتری نے اوسکی بیع نہ قبول کی ہو کذا فی البحر اذ ظھرنا علیھم ففی ھذہ التسع الصور یعتق العبد بلا اعتاق ولا ولاء لاحد
علیہ لان ھذا علق حکمی درایہ ہم اہل اسلام غالب ہوئے حربیوں پر تو ان نو صورتوں میں غلام مذکور آزاد ہوجائیگا بدون آزاد کرنیکے اور کسیکو
حق ولاء اوسپر نہوگا اسواسطے کہ یہہ عتق حکمی ہے کذا فی الدرر یہ نو صورتیں مستامن کی خرید سے آخر تک میں حلبی نے کہا بلکہ گیارہ صورتیں ہیں اسلئے
کہ خرید کرنا مستامن کا دو حال سے خالی نہیں یا اوس نے عبد مسلم کو خرید کیا یا ذمی عبد کو اوسیطرح استیلاء کفار عبد مسلم پر واقع ہوا ہو یا عبد ذمی پر ۱۲ فی
الزیلعی لو قال الحربی لعبدہ اخذا ابیلہ ۱۲ انت حر لا یعتق عند ابی حنیفۃ لانہ معتق ببنانہ مسترق ببنانہ اور شرح زیلعی میں ہے اگر
حربی نے اپنے غلام سے کہا اوسکا ہاتھ پکڑکے کہ تو آزاد ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد ہے اوسکے بیان سے اور مملوک ہوگیا اوسکے ہاتھ پکڑنے سے
یعنی بعد زوال ملک استیلاء جدید سے اوسکی ملک ثابت ہوگئی استیلاء جدید سے مراد اوسکا ہاتھ پکڑنا ہے دار الحرب میں واللہ تعالی اعلم

باب المستامن

ای الطالب للامان یہہ باب ہے مستامن یعنی امان مانگنیوالے کے احکام میں اور چونکہ طلب امان بدون استیلاء کے نہیں ہوتی لہذا اسکو باب الاستیلاء کے بعد مذکور کیا ہے
ہو من یدخل دار غیرہ بامان مسلما کان او حربیا مستامن وہ جو غیر کے ملک میں پناہ لیکر جاوے خواہ مستامن مسلمان ہو یا حربی یعنی مسلم دار الحرب میں اہل
حرب سے امان لیکر جاوے یا کافر حربی دار الاسلام میں اہل اسلام سے پناہ لیکر آوے دونوں کو مستامن کہتے ہیں دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضہ لشیء
من دم و مال و فرج منھم اذ المسلمون عند شروطھم داخل ہوا مسلم دار الحرب میں امان لیکر تو اوسپر حرام ہے کافروں کی ہر چیز سے متعرض ہونا خون اور مال
اور شرمگاہ سے اسواسطے کہ اہل اسلام اپنی شرطوں کی نزدیک قائم رہتے ہیں یعنی مستامن کو حربیوں کا خون کرنا یا اونکا مال ناحق لینا یا اونکی عورتوں سے قربت کرنا جائز
نہیں حرام ہے فلو اخرج الینا شیئا ملکہ ملکا حراما للغدر فیتصدق بہ وجوبا سو اگر مسلم مستامن دار الحرب سے ہماری طرف دار الاسلام میں کوئی چیز
نکال لایا تو اوسکا مالک ہوگا بملک حرام بسبب دغابازی کے تو اوسکو خیرات کرے بنابر وجوب کے مالک ہوا اسواسطے ہوا کہ بسبب اخراج کے مال مباح پر مستولی ہوا اور
حرمت عہد شکنی کی جہت سے ثابت ہوئی اور تصدق ثابت ہوا بسبب ملک خبیث کے تا اینکہ اگر جاریہ ہوگی تو اوسکی وطی حلال نہیں اگرچہ اسکو دار الاسلام میں نکال لایا
اور جو شخص کسی جاریہ کو مستامن سے خرید کرے اسکو بھی وطی حلال نہیں بسبب قائم ہونے حرمت کے ملک میں دغابازی سے اور یہہ حرمت وطی معتبر و طابقہ علم کے
یعنی اگر مشتری جانتا ہو کہ بائع اسکا مالک ہوا ہے بملک محظور اسواسطے کہ غایہ میں ہے کہ حرمت اموال میں متعدد اور منتقل ہوتی ہے علم کے ساتھہ مگر وارث کے حق میں
اسواسطے کہ مورث کا مال وارث کو حلال ہے اگرچہ وارث اوسکے مال کی حرمت کو جانتا ہو اور ظہیریہ میں حلت مال مورث میں یہہ قید مذکور ہے کہ وارث ارباب اموال کو
نجانتا ہو تب اوسکو مال مورث کا حلال ہے یعنی اگر جانتا ہو کہ فلانا مال فلانے شخص کا مورث نے غصب کیا ہے یا رشوت میں لیا ہے تو حلال نہیں کذا فی الفتاوی

من المحرز قيد بالاخراج لانه لو غصب منهم شيئا رده عليهم وجوبًا مصنف نے ملک مین اخراج کی قید لگائی ہو اسواسطے کہ اگر دار الحرب مین کا فرون کی
کوئی چیز غصب کریگا تو اونکو پھیر دے بنا بر وجوب کے تاوقتیکہ وہ دار الحرب مین ہے اور یہی حکم ہی چوری اور غارتگری کا بخلاف الاسير فيباح تعرضه
وان اطلقوه طوعًا لانه غير مستأمن فهو كالمتلصص بخلاف اوس مسلم کے جو دار الحرب مین گرفتار اور مقید ہے تو اوسکو اونکی جان اور مال سے
متعرض ہونا مباح ہی اگرچہ کفار نے اوسکو بخوشی چھوڑ دیا ہو اسواسطے کہ وہ مستامن نہین تو وہ متلصص کے مانند ہی یعنی جو دار الحرب مین چھپ کر جاوے فانه يجوز
له اخذ المال وقتل النفس دون استباحة الفرج لانه لا يباح الا بالملك سو مسلم مقید کو جائز ہی حربیون کا مال لینا اور جان کا قتل کرنا سوای اباحت
شرمگاہ کے اسواسطے کہ حربیات کا جماع حلال نہین مگر ملک سے اور ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہین اور ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہے
الا اذا وجد امرأته المأسورة او ام ولده او مدبرته لانهم ما ملكوهن بخلاف الامة مسلم مستامن کو اباحت شرمگاہ حلال نہین مگر
اسوقت حلال ہے جب اوسنے دار الحرب مین اپنی زوجہ گرفتار یا اپنی ام ولد یا مدبرہ کو پایا ہو اسواسطے کہ کفار اونکے مالک نہین ہوئے بخلاف لونڈی کے کہ
وہ گرفتاری سے اونکی مملوک ہوجاتی ہی تو اوسکی وطی بھی حلال نہین ولم يطأهن اهل الحرب اذ لو وطئوهن تجب العدة للشبهة زوجہ اور ام ولد اور
مدبرہ اسوقت حلال ہین جب کہ اونسے اہل حرب نے وطی نکی ہو اسواسطے کہ اگر اونہون نے اونسے وطی کی ہوگی تو عدت واجب ہوگی بسبب شبہہ ملک کی فان ادانه
حربي دينا ببيع او قرض او ادانه هو حربيا او غصب احدهما صاحبه وخرجا الينا لم نقض لاحد بشيء لانه ما التزم حكم الاسلام فيما مضى
بل فيما يستقبل پھر اگر حربی نے مسلم مستامن کو مدیون کیا خواہ دین بواسطے بیع ہو یا قرض کے یا اسکے بالعکس ہو یعنی مستامن نے حربی کو مدیون کیا یا ایک نے
دوسرے کا مال غصب کیا اور دونون ہماری طرف دار الاسلام مین نکل آئے دار الحرب سے تو ہم اہل اسلام کسی شخص کے واسطے کسی چیز کا حکم نکرینگے اسواسطے کہ مسلم
مستامن نے حکم اسلام کا زمان گذشتہ مین التزام نہین کیا بلکہ زمان آیندہ مین التزام کیا ہے اور ادانت مین تو اسواسطے حکم نہوگا کہ جب دار الحرب مین واقع ہوئی وہان
حکومت اسلام جاری نہین جو قاضی اسمین کچھ حکم کرے اور وقت قضا بھی حربی مستامن پر ولایت اسلام نہین ہی اسواسطے کہ اوسنے زمان گذشتہ مین التزام
احکام نہین کیا بلکہ آیندہ مین کیا ہی اور غصب مین اسواسطے حکم نہین کہ دار الحرب غلبہ اور قہر کا ملک ہی جو ایک شخص دوسرے کے مال پر غالب ہوا مالک ہوگیا سو النعمان
مین ہی کہ دین سے یہان عام مراد ہی جو خرید فروخت اور قرضکو شامل ہے اگرچہ صاحب قاموس کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ لغت مین قرضکو دین نہین کہتے ہو اسطے کہ فقہا نے
تصریح کی ہے کہ دار الحرب کے قرض کا بھی یہی حکم ہے ويفتى المسلم برد المغصوب زیلعی زاد الكمال وبرد الدين ايضًا ديانة لا قضاء لانه غدر
اور مسلم کو رد مغصوب کا فتوی دیا جائیگا کذا فی شرح الزیلعی کمال الدین محقق نے اتنا زیادہ کہا ہی اور دین کے بھی پھیر دینے کا فتوی دیا جائیگا باعتبار دیانت کے نہ قضا کے
دیانۃً اسواسطے فتوی ہوگا کہ عدم ادای دین غدر بازی ہی اھ یعنی قاضی بجبر حکم نکریگا بلکہ مسئلہ شرعی بیان کر دیگا وكذا الحكم يجري في حربيين تعاقدا
اي الادانة والغصب ثم خرجا مستأمنا لما بيناه اور ایسا ہی حکم جاری ہی اون دو حربیون مین جنہون نے وہ کیا یعنی ادانت اور غصب دار الحرب مین کیا پھر دار الاسلام
مین داخل ہوکر مستامن ہوئے بنظر اوس دلیل کے جسکو ہمنے بیان کیا یعنی دونون مین قاضی اسلام کچھ حکم نکریگا اسواسطے کہ اونہون نے التزام احکام اسلام آیندہ زمان مین کیا
ہے نہ ماضی مین خرج حربي مع مسلم الى العسكر فادعى المسلم انه اسيره وقال الحربي كنت مستأمنا فالقول للحربي الا اذا قامت قرينة
تحكم انه ملتوفا او مغلولا عملًا بالظاهر جب حربی نکلا دار الحرب سے مسلمان کے ساتھ لشکر اسلام کی طرف پھر مسلم نے دعوی کیا کہ وہ میرا قیدی ہی اور حربی نے کہا کہ مین
مستامن تھا تو حربی ہی کا قول معتبر ہوگا مگر اسوقت مسلم کا قول مقبول ہوگا جب کوئی قرینہ قائم ہو اوسکی گرفتاری پر جیسا کہ اوسکی مشکین بندھی ہونا یا اوسکے
گلے مین طوق پڑا ہونا ظاہر حال پر عمل کرنے سے کذا فی البحر وان خرجا الينا مسلمين وتحاكما قضي بينهما بالدين لوقوعه صحيحًا للتراضي
واما الغصب فلا لما مر انه ملكه اور اگر دو حربی نکل آئے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور اونہون نے مقدمہ رجوع کیا قاضی کیطرف تو اون دونون مین
ادای دین کا حکم کیا جاویگا بجہت واقع ہونے دین کے صحیح بسبب رضامندی طرفین کے اور غصب مین تو حکم نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ دار الحرب مین غصب کرنے سے
غاصب مالک ہوجاتا ہی اسواسطے کہ دار الحرب دار القہر ہے قتل احد المسلمين المستأمنين صاحبه عمدًا او خطأ تجب الدية لسقوط القود ثمه كالحد

فی مالہ فیہما للتعذّر والصیانۃ علی العاقلۃ مع تباین الدارین دو مسلمان مستامن تھے یعنی ایک نے دوسرے اپنے ساتھی کو قتل کیا قصداً یا چوک کر تو دیت واجب
ہوگی بسبب ساقط ہونے قصاص کے وہان یعنی دار الحرب مین مانند حد کے دیت واجب ہوگی قاتل کے مال مین دونون صورتون عمد اور خطا مین بسبب متعذر ہونے حفاظت کے
اہل محلہ پر باوجود اختلاف دارین کے یعنی اہل محلہ پر جو قتل خطا مین دیت واجب ہوتی ہی تو اس سبب سے کہ اونہون نے بچایا نہین قصور کیا سو یہ امر تباین دارین سے متصور
نہین لہذا قاتل ہی کے مال سے دیت ادا کیجائیگی والکفارۃ ایضاً فی الخطأ لاطلاق النص اور کفارہ بھی واجب ہوگا قتل خطا مین بسبب اطلاق نص کے
یعنی نص قرآنی مین بلا قید دار الحرب اور دار الاسلام کے ارشاد ہوا ہی کہ جو مومن کو چوک کر مارے تو مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور دیت مسلّمہ مقتول کے وارثون کو
وفی قتل احد الاسیرین الآخر کفّر فقط لما مرّ بلا دیۃ فی الخطأ اور دو قیدی مسلمان مین سے ایک دوسرے کے قتل کر ڈالے تو ان مین فقط کفارہ ہے بدلیل گذشتہ
بدون دیت کے قتل خطا مین … دیت کی وجہ قتل عمد مین مذکور ہوگی ولا شیء فی العمد اصلاً لانہ بالاسر صار تبعاً لہم فسقطت عصمتہ المقومۃ
لا المؤثمۃ فلذا یکفّر فی الخطأ اور کچھ واجب نہین قتل عمد مین اصلاً نہ کفارہ نہ دیت اسواسطے کہ مسلم بسبب گرفتاری کے اہل حرب کا تابع ہوگیا تو ساقط ہوگئی اوسکی عصمت
مقومہ نہ عصمت مؤثمہ تو اسیواسطے قتل خطا مین کفارہ دے نہ عمد مین اصلاً عصمت مقومہ یعنی قیمت ٹھیرانیوالی وہ ہی جو موجب مال ہو تعرض کے نزدیک اور
عصمت مؤثمہ وہ ہی جو موجب گناہ کی ہو عند التعرض کذا فی المنح کقتل مسلم اسیراً ومن اسلم ثمۃ ولو ورثتہ المسلمون ثمۃ فیکفّر فی الخطأ
فقط لعدم الاحراز بدارنا جیسے اسکو قتل کرے نہین قید ہے مسلم کو یا اوسکو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اگرچہ مقتول کے مسلمان وارث وہان موجود ہون
دیت واجب نہین تو فقط قتل خطا مین کفارہ دے بسبب عدم احراز دار الاسلام کے عصمت مقومہ جو انسان کی قیمت کو ثابت کرے سو ظاہر ہے کہ جو ہتک عصمت
کرے اوسپر قصاص لازم آوے یا دیت یہ ہمارے نزدیک بسبب احراز دار الاسلام کے ثابت ہے نہ بسبب اسلام کے کذا فی المطالب عن العلامۃ نوح فصل فی استیمان
الکافر … جب استیمان مسلم کے … تو مصنف نے احکام کافر مستامن کے شروع کیے لا یمکّن حربی مستامن فینا سنۃ
لئلا یصیر عیناً لہم وعوناً علینا نہ رہنے پاوے حربی مستامن ہم مین یعنی دار الاسلام مین ایک سال تا کافرون کا جاسوس اور ہماری ضرر رسانی کو اونکا
مددگار … کا ہمیشہ رہنا دار الاسلام مین جائز نہین مگر بشرط استرقاق یا جزیہ تا کافرون کا جاسوس نہو اور مسلمین کے اضرار مین اونکا مددگار نہو مگر تھوڑی
مدت … البتہ جائز ہے اسواسطے کہ بالکل نہ آنے دینے مین سد باب تجارت ہی لہذا دونون مدتون مین حد فاصل ایک سال کو قرار دیا کہ اس مدت مین
جزیہ واجب ہوتا ہے کذا فی المنح وقیل لہ من قبل الامام ان اقمت سنۃ قید اتفاقی لجواز توقیت ما دونہا کشہر وشہرین درر لکن ینبغی ان
لا یلحقہ ضرر بتقصیر المدۃ جداً نہر وضعنا علیک الجزیۃ اور حربی سے کہا جاوے بادشاہ اسلام کی طرف سے کہ اگر تو دار الاسلام مین ایک سال رہیگا
تو تجھ پر جزیہ لگے گا … کہنا ایک سال … کی قید اتفاقی ہی بسبب جواز توقیت کم از سال کے جیسے ایک مہینے یا دو مہینے کذا فی الدرر لیکن لائق یون ہے
کہ … نہایت کم مدت مقرر کرنے … ہر جزیہ مقرر کرنا سال بھر کے رہنے پر موقوف نہین بلکہ اگر امام نے ایک مہینہ رہنے کی اجازت دی
تو اگر … رہیگا تو ذمی ہوجائیگا جزیہ اوسپر لازم آویگا فان مکث سنۃ بعد قولہ فہو ذمی ظاہر المتون ان قول الامام لہ ذلک شرط لکونہ
ذمیاً فلو اقام سنۃ او سنتین قبل القول فلیس بذمی وبہ صرح العتابی وقیل نعم وبہ جزم فی الدرر قال فی الفتح والاول اوجہ پھر اگر
حربی دار الاسلام مین سال بھر بعد قول امام کے ٹھیرے تو وہ ذمی ہے ظاہر عبارت متون یہ ہے کہ امام کا یہ قول اوسکے ذمی ہونیکی شرط ہی تو اگر حربی ایک سال
یا دو سال دار الاسلام مین ٹھیریگا قول امام سے پہلے تو وہ ذمی نہین اور اسکی عتابی نے تصریح کی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بدون قول امام کے بھی ذمی ہوگا
اور اسی … پر یقین کیا ہی درر مین فتح القدیر مین کہا کہ قول اول دلیل سے موافق تر ہی ولا جزیۃ علیہ فی حول المکث الا بشرط اخذہا منہ فیہ اور
حربی پر جزیہ نہین پہلے سال کی اقامت مین مگر اوس حربی سے شرط کرلینے مین سال کے اندر جزیہ لینے کے یعنی اگر یون کہدیا ہو کہ اگر تو اس سال رہیگا تو تجھپر جزیہ دینا لازم
آویگا تب تو لینا درست ہی والا نہین اسواسطے کہ وہ دوسرے سال مین ذمی ہوا ہی نہ اول سال مین اور جزیہ دینا بدون ذمی ہونیکے لازم نہین آگے مصنف نے
ذمی کے احکام شروع کیے واذا صار ذمیاً یجری القصاص بینہ وبین المسلم ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ اذا اتلفہ اور جب کہ حربی

ذمی ہوگیا تو قصاص جاری ہوگا اوسکے درمیان اور مسلم کے درمیان اور مسلم اوسکی شراب اور سور کی قیمت کا ضمان دیگا جبکہ مسلم اوسکو تلف کر ڈالیگا وتجب الدیة
علیه اذا قتله خطأً اور مسلمان پر خون بہا دینا واجب ہوگا جبکہ ذمی کو چوک کر مار ڈالیگا ویجب کف الاذی عنه وتحرم غیبته کالمسلم فتح اور واجب ہے
اوسپر سے تکلیف اور ایذا کو ہٹانا اور اوسکی غیبت کرنا حرام ہے مسلمان کے مانند کذا فی فتح القدیر وینبغی لو مات المستأمن فی دارنا وورثته ثمه وقف ماله لهم
ولو اخذه ببینة ولو من اهل الذمة فتکفیل ولا یقبل کتاب ملکهم اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کافر مستأمن دار الاسلام میں مرگیا اور اوسکے وارث
دار الحرب میں ہیں تو اوسکا مال اونکے واسطے رکھہ چھوڑا جاویگا اور اوسکے وارث مال کو گواہ لا کر پاوینگے اور اگر اونکی وراثت کے گواہ اہل ذمہ ہوں تو ضمانت
لیکر اونکو مال ملیگا اور حربیوں کے بادشاہ کا خط اس امر میں مقبول نہیں واذا اراد الرجوع الی دار الحرب بعد الحول ولو لتجارة اوقضاء حاجة
کما یفیده الاطلاق فهو منع لان عقد الذمة لا ینقض فعقده منع الذمی ایضا اور جبکہ کافر مستأمن دار الحرب کی طرف پھر جانیکا ارادہ کرے بعد
ٹہرنے ایک سال کے تو منع کیا جائیگا اگرچہ تجارت یا حاجت روائی کے واسطے جاتا ہو چنانچہ اطلاق روایات اسکو مفید ہے کذا فی النہر اسواسطے روکا جائیگا
کہ عقد ذمہ بعد منعقد ہونیکے منقوض نہیں ہوتا اور اس تعلیل سے مستفاد ہوا ذمی کا منع کرنا بھی دار الحرب کے جانے سے ہم طحطاوی نے کہا منع ذمی بحث ہے
صاحب بحر کی حالانکہ یہ مسئلہ فتاوی عالمگیریہ میں مصرح ہے یعنی تو قیاس کی کیا حاجت ہے کما یمنع لو وضع علیه الخراج بان الزم به واخذ منه عند
حلول وقته لان خراج الارض کخراج الرأس یعنی جیسے روکا جاتا ہے حربی مستأمن دار الحرب کے جانے سے اگر اوسپر خراج زمین کا مقرر کیا جاوے اور اوسکا
کہ خراج اوسکو لازم کیا گیا ہو اور خراج اوس سے لیا جاویگا اوسکے وقت آنیکے نزدیک اسواسطے کہ زمین کا محصول گردن کے محصول کے برابر ہے ذمی ہوجانیمیں
یعنی جب مستأمن نے دار الحرب میں زمین مول لی یا غیر کی زمین میں زراعت کی تو اوسپر خراج لازم آیا تو وہ اوس سے ذمی ہوگیا جیسے جزیہ سے ذمی ہوتا ہے لہذا دار الحرب
میں نہ جانے پاویگا اوصار ذمیا کما اذا نکحت ای المستأمنة الکتابیة ذمیا مسلما او ذمیا لتبعیتها له وان لم یدخل بها یا نکح کتابیہ کیو اہل مسلم یا ذمی سے ہو
یعنی دار الاسلام میں اوسنے مسلم یا ذمی سے نکاح کیا تو اب دار الحرب میں نہ جانے پاویگی بسبب تابع ہونے زوجہ کے زوج کے واسطے اگرچہ زوج نے اوس سے قربت نکی ہو لا عکسه
لامکان طلاقها لعکس اسکے یعنی کافر مستأمن اگر ذمیہ سے نکاح کرے تو ذمی نہیں ہوتا اوسکو طلاق دینے کے امکان سے یعنی مرد زوجہ کو طلاق دیکر اپنے ملک میں
جاسکتا ہے بخلاف عورت کے کہ وہ مالک طلاق کی نہیں ولو نکحها هنا فطالبته بمهرها فلها منعه من الرجوع تاتارخانیه اور اگر مستأمن نے ذمیہ سے دار الاسلام
میں نکاح کیا سو زوجہ نے اوس سے اپنا مہر مانگا تو اوسکو اوسکا روکنا دار الحرب کے جانے سے پہونچتا ہے کذا فی التاتارخانیہ فلو لم یقم حتی مضی الحول ینبغی صیرورته
ذمیا علی ما تقرر من الدرر سو اگر مستأمن نے مہر نہ دیا یہاں تک کہ ایک سال گذر گیا تو اوسکا ذمی ہوجانا سزاوار ہے بنا بر اوس روایت کے جو درر سے مذکور ہوچکی
یعنی امام کا یوں کہنا مستأمن سے کہ اگر تو سال بھر رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ مقرر کرینگے ذمی ہونیمیں شرط نہیں بلکہ اقامت یکسالہ ثبوت ذمیت میں کافی ہے بعد اسکے
ومنه علم حکم الذمی الحادث فی دارنا اور یہیں کے حکم سے معلوم ہوگیا اوس ذمی کا حکم جو دار الاسلام میں حادث ہوا یعنی صاحب در کہتے ہیں کہ مدیون کو
روکنا دار الحرب کے جانے سے جائز ہے اور اگر سال بھر ادا نہ کریگا تو ذمی ہوجائیگا فان رجع المستأمن الیهم ولو لغیر دارهم حل دمه لبطلان
امانه پھر اگر مستأمن پھر گیا حربیوں کی طرف اگرچہ دوسرے دار الحرب میں گیا ہو تو اوسکا خون بعد داخل ہونے دار الحرب کے حلال ہے بسبب باطل ہوجانے اوسکی امان
کے تو وہ حربی ہوگیا فان ترک ودیعة عند معصوم مسلم او ذمی او دینا علیهما فاسر او ظهر علیهم بالبناء للمجهول بمعنی غلب علیهم فلخذه او قتلوه
سقط دینه وسلمه وما غصب منه واجرة عین اجرها السبق یده پھر اگر مستأمن دار الحرب میں پھر گیا اور امانت کو شخص معصوم یعنی مسلم یا ذمی کے پاس چھوڑ
گیا یا دونوں پر اپنا دین چھوڑ گیا پھر بعد ان کے وہی دار الحرب کے گرفتار ہوا یا غلبہ حاصل ہوا اہل حرب پر سو اوسکو گرفتار کیا مسلمین نے یا اوسکو قتل کیا بعد غالب ہونے
کے تو اوسکا دین اور بیع سلم کا راس المال اور جو مال کہ اوس سے غصب کیا اور کرایہ اوس ذات کا جسکو اوسنے اجارہ دیا تھا ساقط ہوگیا بسبب سبقت قبضہ
امانت دار وغیرہ کے مثل مدیون وغیرہ پر اثبات ید بسبب مطالبہ کے تھا اور مطالبہ تو بسبب گرفتاری مطلق دائن کے ساقط ہوا اور مدیون وغیرہ کا ید اور مسلمین کے
ید سے سابق ہے تو اوسیکو مخصوص ہوگا لہذا دین وغیرہ ساقط ہوگا اور غنیمت نہوگا کذا فی البحر وحاصله کودیعته وما عند شریکه ومضاربه وما فی

ودیعتہ فی دارنا فیئًا اور مال اوسکا جنانچہ اوسکی امانت اور جو مال کہ اوسکے شریک یا مضارب کے پاس ہے اور جو اوسکے گہر میں ہے دار الاسلام کے اندر غنیمت ہوجائیگا یعنی سوا اوسکے
کہ مال مذکور اوسکے قبضے مین ہی تقدیرا کیونکہ امانت دار وغیرہ کا قبضہ قائم مقام صاحب امانت کے ہی تو امانت وغیرہ غنیمت ہوجائیگی اوسکی ذات کی تبعیت سے واختلف
فی الرھن ورجح فی النہر انہ للمرتھن بدینہ اور خلاف روایت ہی اوسکے رہن مین اور نہر الفائق مین ترجیح دی ہی کہ وہ مرتہن ہی کیواسطے ہی بعوض اوسکے
دین کے اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اور محمد کے نزدیک مرہون بیچا جاوے اور اوس سے مرتھن کا دین ادا کیا جاوے اور جو زیادہ ہو وہ ادای دین سے وہ غنیمت ہی مسلمین کی
صاحب المحیط نے محمد کے قول کو ترجیح دی ہی اور حموی نے صاحب نہر کی ترجیح کورد کیا ہی کذا فی الطحطاوی وفی السراجیۃ لو بعث من یاخذ الودیعۃ والقرض
وجب التسلیم الیہ انتھی اور سراجیہ مین ہی کہ اگر مستامن مذکور نے کسی شخص کو دار الحرب سے امانت اور قرض لینے کیواسطے بہیجا تو اوسکو امانت اور قرض کا سپرد کرنا
واجب ہے انتہی کلامہ یعنی اسواسطے کہ ابہی اوسکا مال غنیمت نہین ہوتا مگر اوسکی گرفتاری یا قتل سے سو ہنوز حاصل نہین وعلیہ فیوفی منہ دینہ ھنا فلو کان
صاحب ودیعتہ فیئًا اور بنابر وجوب تسلیم ودیعت اور قرض کے تو ادا کیا جائیگا اوسکے مال سے دین اوسکا جو اوسنے دار الاسلام مین مسلم سے قرض لیا یا ذمی سے
سو اگر وہ اوسکی ودیعت غنیمت ہوگئی طحطاوی نے کہا یہ بحث ہی صاحب بحر کی نہ روایت مذہب وان قتل او مات فقط بلا غلبۃ علیہم فدینہ و
قرضہ و ودیعتہ لورثتہ لان نفسہ لم تصر مغنومۃ فکذا مالہ کما لو ظہر علیہ فھرب فمالہ لہ اور اگر مستامن مذکور بعد رجوع دار الحرب کے قتل
کیا گیا بدون گرفتاری کے یا فقط مرگیا بدون غالب ہونے مسلمین کے دار الحرب پر تو اوسکا دین اور قرض اور امانت اوسکے وارثون کے واسطے ہی اسواسطے کہ ذات اوسکی
مغنوم نہین ہوئی تو اسیطرح اوسکا مال بہی غنیمت نہین ہوا جنانچہ اگر وہ گرفتار ہوا پہر بہاگ گیا تو اوسکا مال اوسیکے واسطے ہی کیونکہ اوسکی گرفتاری اوسکے
بہاگ جانے سے باطل ہوگئی ہم خلاصہ یہ ہے کہ یہان پانچ صورتین ہین تین صورتون مین تو اوسکا دین ساقط ہی اور اوسکی امانت غنیمت ہی ۱ دار الحرب پر غالب
ہونے اور اوسکے گرفتار کرنے سے ۲ دار الحرب پر غالب ہونے اور اوسکے قتل کرنے سے ۳ بدون غلبہ دار الحرب اوسکی گرفتاری سے اور دو صورتون مین تو نہین اوسکا مال
غنیمت نہین بلکہ بطور سابق قائم رہیگا اگر وہ زندہ ہی تو آپ لیگا نہین تو اوسکے وارث لینگے ۱ اوسکے گرفتار ہونے سے پہر بہاگ جانے سے ۲ اوسکے مقتول ہونے سے
بدون غلبہ دار الحرب کے یا اوسکے مرجانے سے کذا فی المنح حربی ھنا لہ ثمہ عرس و اولاد و ودیعۃ مع معصوم وغیرہ فاسلم ھنا او صار ذمیا
ثم ظہرنا علیہم فکلہ فیٔ لعدم ید او ولایۃ ولو سبی طفلہ الینا فھو حر مسلم ایک حربی یہان دار الاسلام مین ہی جسکی وہان دار الحرب مین
جورو اور اولاد اور امانت ہی شخص معصوم یا غیر معصوم کے ساتہ پہر وہ یہان دار الاسلام مین مسلمان ہوگیا یا ذمی ہوگیا پہر ہم اہل اسلام اہل حرب پر غالب ہوئے
تو اوسکی زوجہ اور اولاد اور امانت سب غنیمت ہی بسبب نہونے اوسکے قبضے اور ولایت کے اور اگر اوسکا طفل دار الاسلام مین گرفتار ہو آیا تو وہ مملوک
نہ ہوگا بلکہ طفل مسلمان ہوگا اپنے باپ کی تبعیت سے اسواسطے کہ دونون ایک ملک مین مجتمع ہوئے بخلاف اون اطفال کے جو دار الحرب مین ہین کہ وہ اسلام مین اپنے
باپ کے تابع نہونگے بسبب تباین دارین کے وان اسلم ثمہ فجاء ھنا فظہرنا علیہم فطفلہ حر مسلم لاتحاد الدار اور اگر حربی دار الحرب مین مسلمان ہوا پہر یہان
دار الاسلام مین آیا پہر اہل اسلام کا اہل حرب پر غلبہ ہوا تو اوسکا طفل صغیر حر مسلم ہی اپنے باپ کی تبعیت سے بسبب متحد ہونے دار کے یعنی جب اوسکا باپ مسلمان ہوا تہا
تو دونون دار الحرب مین واقع تہے کذا فی المنح وودیعتہ مع معصوم لہ لان یدہ کیدہ محترمۃ اور امانت اوسکی شخص معصوم کے ساتہ اوسیکو دیجائیگی
اسواسطے کہ قبضہ امانتدار معصوم کا صاحب امانت کے قبضے کے مانند محترم ہے یعنی بسبب اسلام کے وغیرہ فیٔ ولو عینا غصبا مسلم لعدم النیابۃ فتح اور
سوای امانت کے اور مال اوسکا غنیمت ہی اگرچہ اوسکی کسی چیز کو مسلم نے اوس سے غصب کیا ہو بسبب عدم نیابت کے کذا فی الفتح اسواسطے کہ غاصب کا قبضہ صحیح نہین جو مالک کے
قبضے کے قائم مقام ہو وللامام حق اخذ دیۃ مسلم لا ولی لہ اصلا اور امام کو واسطے اوس مسلمان کی دیت کے لینے کا حق ہی جسکا کوئی ولی وارث نہین
ہو اور مقصود یہ ہی کہ اوسکا خون بہا لیکر بیت المال مین رکہی والا قتل خطا کا حکم معلوم ہے ولہذا کفارہ مذکور نکیا اسواسطے کہ جنایات مین مذکور ہوگا ودیۃ
مستامن اسلم ھنا من عاقلۃ قاتلہ خطأ لقتلہ نفسا معصوما اور امام کو اوس مستامن کی دیت کے لینے کا حق ہی جو یہان دار الاسلام مین مسلمان ہوا
اوسکے قاتل کے اہل محلہ سے خون بہانے قتل خطا مین بسبب قتل کرنے قاتل کے نفس معصوم الدم کو یعنی مستامن کا ولی دار الحرب مین کالعدم ہے لہذا امام اوسکا

خون بہا لیگا اسواسطے کہ امام اوسکا ولی ہے جسکا کوئی ولی نہین ولی القتل قصاصاً والدیة صلحاً لا العفو نظراً لحق العامة اور لاوارث مسلم
اور مستامن مسلم کے قتل عمد مین امام کو قاتل کا قتل جائز ہے بنا بر قصاص کے یا خون بہا لینا بطور صلح کے نہ معاف کرنا بنظر حق عامہ مسلمین کے یعنی اگر دیت بیت المال
مین داخل ہوگی تو سب اہل اسلام کو حصہ ملیگا تو خون معاف کر دینے مین اونکی حق تلفی ہے حربیاً او مرتداً ومن وجب علیه قود فالتجأ بالحرم لا یقتل
بل یضیّق علیه لیخرج فیقتل لان من دخله فهو آمن بالنص وسیجیء فی الجنایات حربی یا مرتد جسپر قصاص واجب ہوا جا چھپا
بیت اللہ کے حرم مین تو حرم کے اندر وہ مقتول نہوگا بلکہ اوسکا کھانا روکا جاے یعنی اسکو کوئی کھانا پینا مطلقاً نہ دی تا وہ حرم سے باہر نکلے عاجز ہو کر پھر حرم کے
باہر قتل کیا جاوے اسواسطے کہ جو شخص حرم مین داخل ہوا وہ امن مین ہوگیا بموجب نص قرآنی کے یعنی (ومن دخله کان آمنا) اور یہ مسئلہ آگے کتاب الجنایات
مین آویگا لا تصیر دار الاسلام دار حرب الا بامور ثلثة باجراء احکام اهل الشرک وباتصالها بدار الحرب وبان لا یبقی فیها مسلم او
ذمی آمنا بالامان الاول علی نفسه دار الاسلام دار الحرب نہین ہوتا مگر تین امور کے پائے جانے سے ۱ اہل شرک کے احکام جاری ہونے سے ۲ اور اونکے
متصل ہونے سے دار الحرب کے ساتھ ۳ اور اس سے کہ وہان مسلم یا ذمی بے دھڑک نہ باقی رہے اپنی ذات پر امان اول سے اہل شرک سے سب اہل کفر مراد ہین یعنے
اہل کفر کے احکام علی الاعلان بلا دغدغہ جاری ہون اور حکم اسلام وہان نہ جاری ہو اور اتصال دار الحرب سے یہ مراد ہے کہ دونون کے درمیان مین بلاد اسلام کا کوئی
شہر نہ واقع ہو اور امان اول سے وہ امان مراد ہے جو ثابت تھی قبل غالب ہونے کفار کے مسلم کو اسلام کے سبب سے اور ذمی کو عقد ذمہ کے جہت سے اور اس شئے کی
تین صورتین ہین یا اہل حرب کسی شہر پر بلاد اسلام سے غالب ہو جائین یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہو کر احکام کفر جاری کرین یا اہل ذمہ عہد توڑ کر اپنے ملک پر غالب ہو جائین
تو ان سب صورتون مین وہ ملک دار الحرب نہوگا امام اعظم کے نزدیک مگر شرائط مذکورہ کے ساتھ اور صاحبین نے کہا کہ فقط ایک ہی شرط سے دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہے
یعنی احکام کفر کے ظاہر کرنے سے اور یہی قول قیاس کے موافق ہے کذا فی العالمگیریہ عن السراج الوہاج طحطاوی نے کہا جب دار الاسلام دار الحرب ہو گیا تو وہان حدود اور قصاص
نہ جاری ہوگا اور اسیر کو اہل حرب کی جان اور مال کا متعرض ہونا حلال ہے سوای جہات شرع کے اور احکام مذکور منعکس ہو جاینگے جب دار الحرب دار الاسلام
ہو جاویگا ودار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اهل الاسلام فیها کجمعة وعید وان بقی فیها کافر اصلی وان لم تتصل بدار
الاسلام درر وهذا ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح فکانه ترکه لمجیء بعضه ووضوح باقیه اور دار الحرب دار الاسلام ہو جاتا ہے
احکام اسلام کے جاری کرنے سے اوسمین جیسا کہ نماز جمعہ اور عید اگرچہ وہان کافر اصلی باقی رہے اور گو وہ ملک دار الاسلام سے نہ متصل ہو کذا فی الدرر اور یہ
عبارت یعنی جو بین دو خط کے ہے اول سے آخر تک متن کے نسخون مین ثابت ہے اور مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہے سو گویا مصنف نے اوسکو شرح مین ترک کر دیا
بسبب آنے بعضے مضمون کے اور واضح ہونے باقی کلام کے سبب سے دخول حربی کا حرم مین کتاب الجنایات مین آویگا اور باقی مضمون واضح ہے طحطاوی نے کہا اوسکے واضح
ہونے مین بحث ہے ہم شرح ملتقی مین شرنبلالیہ سے منقول ہے کہ قاری ہدایہ سے سوال ہوا دریای شور یعنی سمندر سے کہ وہ دار الاسلام ہے یا دار الحرب سے
جواب دیا کہ وہ کسی مین داخل نہین کہ وہان کسیکا قہر اور حکومت نہین طحطاوی نے کہا کہ ہم نکاح کافر کے باب مین مذکور کر چکے ہین کہ دریای شور دار الحرب
مین داخل ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود کے حاشیہ مین بعد ذکر جواب قاری ہدایہ مذکور ہے شرح نظم ہاملی سے کہ بحر مالح کا سطح دار الحرب کے حکم مین ہے انتہی تو معلوم
ہوا کہ جو قاری ہدایہ نے مذکور کیا وہ اوسکی بحث ہے تو نص مقدم ہے اوس پر اور استروشنی نے اپنی فصول مین ابو الیسر سے مذکور کیا کہ دار الاسلام دار الحرب نہین
ہوتا جبتک وہ سب امور باطل نہو جائین جنکی جہت سے وہ دار الاسلام ہوا ہے اور اسبیجابی نے اپنی مبسوط مین اسیطرح مذکور کیا ہے اور امام ناصر الدین نے
منشور مین ذکر کیا کہ دار الاسلام بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے دار الاسلام ہوا ہے تو جبتک کوئی چیز علائق اسلام سے باقی رہیگی تو جانب اسلام کو ترجیح دیجاویگی کذا فی
حاشیة الطحطاوی ملتقط مین مذکور ہے کہ جو بلاد کہ کفار کے ہاتھ مین ہین بلاشک وہ بلاد اسلام ہین نہ بلاد حرب اسواسطے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہین اور اسواسطے کہ
کفار نے اوسمین احکام کفر کے بھی جاری نہین کیے بلکہ اہل اسلام قاضی ہین اور جس شہر مین اونکی طرف سے حاکم مسلمان ہے تو اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید
قضاة جائز ہے بسبب استیلاء مسلم کے اور کفار کی اطاعت یا یہ موادعہ ہے یا مخادعہ اور جن شہرون پر کفار حاکم ہین تو مسلمین کو اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور اسکی

ف دار الاسلام کس صورت مین دار الحرب ہوتا ہے

ہی سے ایک شخص قاضی ہو سکتا ہی اور اہل اسلام کو واجب ہی کہ کفار سے درخواست کرین کہ ہر مسلمان کو حاکم کرین کذا فی الفصول العمادیہ **باب العشر والخراج والجزیۃ** یہ باب ہی عشر اور خراج اور جزیہ کے احکام مین ہم جب مصنف نے اسکو ذکر کیا جس سے کافر مستامن ذمی ہو جاتا ہی تو اوسکے بعد وظائف مالیہ کو ذکر کیا یا جو ذمی پر ذمی ہونیکے بعد لازم آتے ہین یعنی ذمیکی زمین اور سر کا خراج اور چونکہ خراج ارض اور خراج رأس کی تفریعات مین کثرت تہی لہذا اونکو دو باب مین مذکور کیا اور خراج ارض کو مقدم کیا اسواسطے کہ اوسی مین گفتگو ہے پہر خراج کے ساتھ عشر کو بہی ذکر کر دیا تا وظیفۂ ارض کی تکمیل اور تتمیم ہو جاوی اور ذکر عشر کا خراج پر اسواسطے مقدم کیا کہ اوسمین عبادت کا مضمون ہی بخلاف خراج کے کہ وہ عقوبت ہی عشر بضم عین لغت مین عبارت ہی واحد من عشرۃ یعنی دسوان حصہ اور خراج بالفتح وہی جو زمین یا غلام کی پیداوار سے خارج ہوا اور جسکو بادشاہ وظیفۂ ارض اور رأس سے لے وہ مسمی بخراج ہی پہر مصنف نے تحدید اور تعیین عشری اور خراجی زمین کی اول شروع فرمائی اسواسطے کہ اسطرح ضبط احکام اسہل ہے کذا فی منح الغفار حاکم اسلام پر واجب ہے کہ جب اسکو عشر اور خراج اور جزیہ ملے تو اوسکے مستحقین پر صرف کرے ورنہ اسکا وبال اوسکی گردن پر ہی اور اگر عشر اور خراج خلاف شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو اوسکو حلال جانکر لے وہ کافر ہی اور ہمارے زمانہ کے حاکم فاسق اور ظالم ہین اسواسطے کہ وہ خراج وغیرہ کو خلاف شرع خرچ کرتے ہین یعنی ملک کی محصول کو اپنے باپ کا مال سمجہتے ہین اور اہل استحقاق کو محروم کرکے اوسکو بیہودہ اپنی عیش اور آرام مین صرف کرتے ہین کذا نی الطحطاوی عن الحموی ارض العرب وھی من حدّ الشام والکوفۃ الی اقصی الیمن وما اسلم اھلہ طوعا او فتح عنوۃ وقسم بین جیشنا والبصرۃ ایضا باجماع الصحابۃ عشریۃ لانہ الیق بالمسلم زمین عرب کی اور شام اور کوفہ کی حد سے منتہائے یمن تک ہی اور جس ملک کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہوئی یا جو ملک بزور اور شوکت اسلام فتح ہوا اور اسکی زمین لشکر اسلام مین تقسیم ہو گئی اور بصرہ بہی باجماع صحابہ کرام عشری ہی اسواسطے کہ دسوان حصہ لینا مسلمان سے لائق تر ہی مترجم کہتا ہے کہ عرب عبارت ہی حجاز اور تہامہ اور یمن اور مکہ اور طائف اور بادیہ یعنی جنگل سے اور غیر کرخی نے کہا کہ تہامہ مین اختلاف ہے تہامہ بکسر اول وہ زمین ہی جو نجد سے نیچی ہے اور نجد اونچی زمین کا نام ہی اور حجاز اوس زمین کا نام ہی جو تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز اور فاصل ہے عرب کو جزیرہ بہی اسواسطے کہتے ہین کہ بحر حبش اور بحر فارس اور فرات اسکو محیط ہی اور عرب کی حد طول مین عدن سے ہی عراق تک اور عرض مین جدہ سے ہی شام تک زمین عرب کی عشری اسواسطے ہوئی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام اور خلفائے راشدین سے منقول نہین کہ وہان کسی نے خراج لیا ہو اور جیسی عرب کی رقیت جائز نہین ویسے ہی اونکی ملک سے خراج درست نہین ولذا بستان مسلم او کرمہ کان دارہ درہ دمتر فی باب العاشر باتم من ھذا وحررناہ فی شرح الملتقی اور اسیطرح مسلمان کا باغ اور انگور اور سکا جہان اسکا گہر تہا عشری ہی کذا فی الدرر اور باب العاشرین اسکا ذکر یہان سے زیادہ تر گذر گیا اور ہم نے اسکو تحریر کیا ہی شرح ملتقی مین ہم شرح ملتقی مین معراج سے یون مذکور ہی کہ جو گہر باغ بنایا گیا اگر گہر ذمی کا ہی تو اوسمین خراج ہی مطلقا اور اگر مسلمان کا ہے سو اگر اوسنے خراج کے پانی سے سینچا تو اوسمین خراج ہی اور اگر عشر کے پانی سے سینچا تو عشری ہی اور اگر مسلم یا ذمی سے نے اوسکو گاہی خراج کے پانی سے سینچا اور گاہی عشر کے پانی سے تو مسلم پر عشر ہے اور ذمی پر خراج کذا فی الحلبی ملخصا وسواد قری العراق وحدہ من العذیب بضم ففتح قریۃ من قری الکوفۃ الی عقبۃ حلوان بن عمران بضم فسکون قریۃ بین بغداد وھمدان عرضا اور سواد قریات عراق اور عراق کے ملک کی حد عذیب سے ہی عقبہ حلوان بن عمران تک عرض مین عذیب بضم عین مہملہ و فتح ذال معجمہ ایک گانون کا نام ہے قریات کوفہ سے اور عقبہ حلوان بضم حاء و سکون لام ایک گانون ہی بغداد اور ہمدان کے درمیان ہم نہایہ مین ہے سواد عراق سے قریات عراق مراد ہین اونکو سواد کہا بسبب اونکی اشجار اور زراعت کی سبزی کے عرب سبز کو سیاہ بولتی ہین اسواسطے کہ سبز دور سے سیاہ نظر آتا ہی تو کلام شارح کا بحذف حرف تفسیر ہے اور اضافت بیانیہ ہی اور عراق سے مراد عراق عرب ہے جسمین کوفہ اور بصرہ اور بغداد اور نجف اور کربلا واقع ہین اور شرنبلالیہ وغیرہ مین کہا کہ عذیب بنی تمیم کے پانی کا نام ہی قریب کوفہ کے اور شاید کہ اوس چشمے کے کنارے پر گانون آباد ہو مسمی بعذیب تو دونون قولون مین خلاف نرہا ومن العلث بفتح فسکون فمثلثۃ قریۃ شرقی دجلۃ موقوفۃ علی العلویۃ وما قیل من الثعلبیۃ بفتح فسکون غلط مصنف عن المغرب الی عبادان بالتشدید حصن صغیر بشط البحر فی المثل لیس وراء عبادان قریۃ مستمھفی طولا اور حد عراق کی علث سے ہی عبادان تک طول مین علث بفتح عین مہملہ و سکون

لام ہے نامی شہر تہ قریہ ہی دجلہ کے مشرق کی جانب ساتاذ اعلویہ پر موقوف ہی اور وہ جو بعضون نے یعنی شارح وقایہ وغیرہ نے کہا ہی کہ طول عراق کا تثنیہ بنیتیم اول اسکون
ثانی سہو ہی مصنف نے مغرب سے اپنی شرح مین نقل کیا کہ غلط ہی عبادان بتشدید ثانی قلعہ صغیر ہے دریای شور کے کنارے پر مثل مین وارد ہی عبادان کے پرے کوئی قریہ نہین
یعنی بلکہ دریا ہی کذا فی المستصفی طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ عبادان بوزن صیغہ تثنیہ شہر ہی دریای فارس پر متصل بصرہ وبالایام اثنان وعشرون
یوماً ونصف وعرضہ عشرۃ ایام ہے انتہی اور طول عراق کا بحساب ایام کے ساڑھے بائیس دن کی راہ ہے اور عرض اوسکا دس دن کی راہ ہی کذا فی الشرح
ہم بحر الرائق مین شرح وجیز سے منقول ہے کہ سواد عراق کا طول ایک سو ستر فرسنگ کا ہی اور عرض اسی فرسنگ کا اور حساب اوسکی زمین کی چھتیس لاکھ جریب ہے کذا فی
النہر وما فتح عنوۃ ولم یقسم بین جیشنا الا مکۃ سواء اقر اھلہ علیہ او نقل الیہ کفار آخرون او فتح صلحاً خراجیۃ لانہ الیق بالکافر اور جو ملک
کہ بشوکت اسلام فتح ہوا اور لشکر اسلام کے درمیان تقسیم نہوا سوای مکہ معظمہ کے خواہ وہان کے لوگ اوس ملک پر ثابت اور قائم رکھے گئے یا اوس ملک کیطرف اور کفار لاکر بسائے
گئے یا جو ملک بطور صلح کے مفتوح ہوا وہ خراجی ہے اسواسطے کہ خراج کافر سے مناسب تر ہے ہم سواد عراق پر امیر المؤمنین فاروق اعظم نے صحابہ کرام کے سامنے خراج
مقرر کیا چنانچہ کتب سیر مین مشہور ہی نقل روایت کی اسمین حاجت نہین اور اسیطرح بعد فتح مصر اور شام کے خلافت فاروقیہ مین خراج مقرر ہوا خراج کافر سے اسواسطے
مناسب ہوا کہ یہ متضمن عقوبت ہی اور اسمین تغلیظ ہے ولہذا خراج بجبر لیا جاتا ہی اگرچہ کافر اوسمین اطاعت نکرے ہوکیونکہ خراج عین ارض سے متعلق ہی بخلاف عشر کی
کہ وہ عین خارج سے متعلق ہے تو بدون زراعت کے تقاضا عشر کا نہین اور جیسے کہ معظمہ زور سے فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے لیکن وہ عشری
ہوا ہے اسواسطے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہان سے خراج نلیا اور مشابہ کہ وجہ عدم خراج یہہ ہو کہ وہان زراعت نہین ہوتی واللہ اعلم وارض السواد مملوکۃ
لاھلہا یجوز بیعہم وتصرفہم فیہا ھدایہ وعند الائمۃ الثلثۃ ہی موقوفۃ علی المسلمین فلم یجز بیعہم فتح اور سواد عراق کی زمین مملوک ہی وہان کے
لوگون کی تاکہ بیع کرنا اور اسمین تصرف کرنا مانند ہبہ اور وصیت اور اجارہ اور وقف کے جائز ہی کذا فی الہدایہ اور باقی تینون اماموں کے نزدیک وہ زمین مسلمانون پر
وقف ہی تو وہان کے لوگون کی بیع اوسکے نزدیک جائز نہیں کذا فی الفتح ہم اور عراق کے حکم مین وہ ملک ہی جو بزور اسلام فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے اور
ملک بطور فتح ہوا اور اونکی اراضی پر خراج مقرر رہا تو وہان کے زمیندار اپنی اراضی کے مالک ہین بیع اور ہبہ وغیرہ اونکو جائز ہی اور [illegible]
کہ کوئی شخص وہ زمین سے باقی نرہے تب اوسکی ملکیت بیت المال کی طرف منتقل ہو گی کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی تو معلوم ہوا کہ اکثر [illegible]
اپنی زمین کے شرعاً مالک ہین اونکی بیع اور ہبہ وغیرہ نافذ ہی اسواسطے کہ جب ہندوستان فتح ہوا تو یہان کے لوگون پر ثابت رکھا گیا خراج لیکر [illegible] اراضی
الوقف الا المشتراۃ من بیت المال اذا وقفہا مشتریہا فلا عشر فیہا ولا خراج شرنبلالیہ معزیاً للبحر وکذا الوام [illegible] فی شرح الملتقی
اور خراج واجب ہے وقف کی زمین مین مگر اوس موقوفہ زمین مین خراج نہین جو بیت المال سے خریدی ہوئی جبکہ اسکو وقف کیا اوسکے مشتری نے [illegible] بیت المال
نہ خراج کذا فی الشرنبلالیہ ناقلاً عن البحر اور اسیطرح اسمین عشر اور خراج نہین اگر مشتری نے اوسکو وقف نکیا چنانچہ معنی اسکو شرح ملتقے مین مذکور کیا ہی [illegible]
کی اراضی بیچنا سلطان کو جائز نہین مگر اس شرط سے کہ جب مسلمین کو معاذ اللہ حاجت شدید واقع ہو کذا فی الطحطاوی عن التحفۃ المرضیۃ والصبی والمجنون لو کانت الارض
خراجیۃ والعشر لو عشریۃ درر وہر فی الزکوۃ اور خراج واجب ہے وقف اور صغیر اور مجنون کی زمین ہے اگر وہ زمین خراجی ہو اور عشر واجب ہے اگر وہ عشری ہو
کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ کتاب الزکوۃ مین مذکور ہو چکا وقالوا اراضی مصر والشام خراجیۃ اور فقہا نے کہا ہی کہ زمینین مصر اور شام کی خراجی ہین ہم ہدایہ مین ہے
کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مصر پر خراج مقرر کیا جب کہ اوسکو عمرو بن العاص نے فتح کیا اور اسیطرح باجماع صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم شام پر خراج مقرر ہوا کذا فی المنح وفی
النہر المأخوذ الان من اراضی مصر اجرۃ لا خراج الا تری انہا لیست مملوکۃ للزراع کانہ لموت المالکین شیئاً فشیئاً بلا وارث فصارت
لبیت المال وعلی ھذا فلا یصح بیع الامام ولا شراءہ من وکیل بیت المال لشیء منہا لانہ کولی الیتیم فلا یجوز الا للضرورۃ والعیاذ باللہ
زاد فی البحر او لرغبۃ فی العقار بضعف قیمتہ علی قول المتاخرین المفتی بہ قلت وسیجیء فی باب الوقف جواز بیع عقار الصبی فی
سبعۃ مسائل انتہی فتح القدیر مین ہے کہ جواب حاصل ہوتا ہی مصر کی اراضی سے وہ اجرت ہے نہ خراج کیا تو نہین جانتا کہ اراضی مذکورہ زراعت کرنیوالون کی ملک نہین

گویا عدم ملوکیت اوسکی بسبب مرجانے اوسکے مالکون کے ہو انکی اولاد بلا وارث تو وہ اراضی بیت المال کی ہوگئی اور بموجب اسکے تو صحیح نہین بیچنا امام کا اوس اراضی کو اور نہ
حاکم کا خریدکرنا بیت المال کے وکیل سے کسی زمین کو انہین سے اسواسطے کہ امام اور سلطان بیت المال کے مملوک مین یتیم کے ولی کے مانند ہی تو اوسکی بیع اور
شرا جائز نہین مگر بسبب ضرورت کے والعیاذ باللہ بحر الرائق مین اتنا زیادہ کہا ہے یا زمین کی خرید مین رغبت زیادہ ہوگئی ہو اسکی اونی قیمت ہو جانے سے تو اوسکی
بیع جائز ہی بموجب قول متاخرین کے جو مفتی بہ ہے مین کہتا ہون باب الوصی مین آویگا اراضی صغیر کی بیع کا جائز ہونا سات صورتون مین ہم بیت المال کا وکیل وہ ہے
جسکو سلطان نے بیت المال کی خبرگیری پر دار وغہ کیا شرح ملتقی مین کہا کہ عشری اور خراجی کے سوا یہان ایک تیسری قسم زمین ہے جسکو اراضی مملکت اور اراضی حوزہ
کہتے ہین یعنی زمین سلطانی وہ اراضی ہے جسکے مالک مرگئے بلا وارث اور اسکی ملک بیت المال کے طرف راجع ہوئی یا جو ملک بزور لشکر اسلام فتح ہوا اور اہل اسلام کی
ملک مین تا قیامت باقی رکھا گیا اور اس اراضی کا حکم تاتارخانیہ مین یون مذکور ہے کہ سلطان کو جائز ہے کہ وہ اراضی زراعت کرنے والون کو دو طریق سے
یا مزارعین کو مالکون کے قائم مقام کرے زراعت اور خراج کے دینے مین یا زمین اونکو اجارہ دے خراج کے برابر تو جو اون سے حاصل ہو وہ خراج ہی امام کے حق مین
پہر اگر نقد مقرر ہو تو وہ خراج موظف ہی اور اگر بعض خارج ہو تو خراج مقاسمہ ہے اور مزارعین کے حق مین تو فقط اجرت ہے نہ عشر نہ خراج انتہے ملخص التاتارخانیہ اگر کوئی
کہے کہ استیجار ارض کا بعض خارج سے جائز نہین کیونکہ اجارہ فاسد ہے بسبب جہالت کے اوسکا جواب یہہ ہے جو مذکور ہو چکا کہ حاصل امام کے حق مین خراج ہی اور مزارعین کے
حق مین اجرت بغیر اثر عدم صحت خراج حقیقۃ وحکماً پہر جب اراضی مذکورہ دو طرح پر مزارعین کو دی تو اوس اراضی مین اونکو بیع اور تصرف کرنا جائز نہین اور
وراثت اوسمین جاری نہین کذا فی الحطاوی وفیھما وافتی مفتی دمشق فضل اللہ الرضی بان غالب اراضینا سلطانیۃ لانقراض ملاکھا فالت
لبیت المال فتکون فی ید زراعہا کالعاریۃ انتھی اور یہہ فتوی دیا مفتی دمشق فضل اللہ رضی نے کہ اکثر ہماری اراضی سلطانی ہی بسبب ہلاک ہوجانے اونکے
مالکون کے تو وہ بیت المال کے طرف راجع ہوئین سوا اپنی کاشتکارون کے ہاتھ مین عاریت کے مانند ہین انتہی وفی النہر عن الواقعات لو اراد السلطان شراءھا
لنفسہ یامر غیرہ ببیعھا ثم یشتریہا منہ لنفسہ انتھی اور نہر الفائق مین واقعات سے منقول ہے کہ اگر سلطان بیت المال کی زمین کی خرید کا ارادہ کرے
تو اپنے غیر کسی شخص کو مثلاً وکیل بیت المال کو امر کرے اوسکے بیچڈالنے کا پہر اسکو اوسکے مشتری سے خرید کرے اپنے واسطے انتہے طحطاوی نے کہا یہہ قول مخالف ہی قول
سابق کے کہ امام کو بیت المال کے وکیل سے بہی خرید کرنا جائز نہین مگر یہہ کہ اسکو اوس حالت پر محمول کیجے جب مسلمین کو ضرورت شدیدہ پیش آوے واذا لم یعرف الحال فی
الشراء من بیت المال فالاصل الصحۃ وبھم عرف صحۃ وقف المشتراۃ من بیت المال وان شروط الواقفین صحیحۃ وانہ لااخراج
علی اراضیہا اور جب حال معلوم نہو بیت المال سے خرید کرنیکا یعنی بوقت شرا مجوز بیع شرعا حاصل تہا یا نہ تہا تو اصل یہان صحیح ہونا خرید کا ہے اور بسبب اسکے
صحت کی معلوم ہوگئی صحت وقف اوس زمین کی جو بیت المال سے خرید ہوئی اور یہہ کہ شروط واقفین کی صحیح ہین اور یہہ کہ اوس اراضی موقوفہ پر خراج نہین
ہم بجب شروط واقفین کی صحیح ہوئین تو اونکے بموجب عمل کرنا واجب ہوگا اور یہہ جو حموی نے توہم کیا ہی کہ اراضی مذکورہ بیت المال کے حکم پر باقی ہی سو غیر صحیح
ہی وموات احیاہ ذمی باذن الامام او دفعہ لہ کما مر خراجی اور جس لاوارث افتادہ زمین کو ذمی نے بحکم امام آباد کیا یا امام نے اوسکو بطور عطا دیا چنانچہ
مذکور ہو چکا وہ خراجی ہی ولو احیاہ مسلم اعتبر قربہ ما قارب الشیٔ یعطی حکمہ اور اگر زمین افتادہ کو مسلم آباد کیا تو اوسکا قرب معتبر ہوگا کیونکہ
جو شی کے قریب ہوتا ہی اوسکو اوسیکا حکم دیا جاتا ہے ہم اگر وہ زمین خراجی کے قریب ہے تو وہ بہی خراجی ہے اور اگر عشری کے نزدیک ہی تو عشری ہے اور
یہہ مذہب ہے ابو یوسف کا چنانچہ گہر کے آگے کے میدان مین صاحب خانہ منتفع ہوتا ہی اگرچہ وہ اوسکی ملک مین نہو یعنی اوسکو بسبب قرب کے وہان مٹی ڈالنا اور گہوڑا باندہنا
درست ہی کذا فی المنح وکل منہما ای العشریۃ والخراجیۃ ان سقی بماء العشر اخذ منہ العشر الا ارض کافر تسقی بماء العشر فان الکافر
لا یبتدأ بالعشر اور دونو قسمین یعنی زمین عشری اور خراجی اگر عشر کے پانی سے سینچی جاوی تو اوس سے عشر لیا جاویگا مگر کافر کی زمین جو عشر کے پانی سے سینچی اوس سے
خراج ہی لیا جاویگا نہ عشر اسواسطے کہ کافر سے عشر یعنی ابتدا نہین لیجاتی بالاتفاق وان سقی بماء الخراج اخذ منہ الخراج لان النماء بالماء اور اگر
زمین سینچی جاوی خراج کے پانی سی تو اوس سے خراج لیا جاویگا اسواسطے کہ افزونی کہیت کی پانی سے ہوتی ہی ہم علامہ نوح نے فرمایا کہ یہہ تفصیل فقط موات یعنی افتادہ

زمین مین جاری ہو والا تقسیم اراضی کی باعتبار اوسکی ذات کے عشری اور خراجی کیطرف ہو چکی قطع نظر پانی سے تو زمین افتادہ غیر مزروعہ کو تین سینچو پانی کو عشری
اور خراجی کر موصوف نہین کرسکتے اور مصنف نے یہہ قول مخالف کہا قول سابق کے یعنی اول قرب کو معتبر کہا بموجب قول ابو یوسف کے اور حالانکہ وہی مختار ہے پہر
پانی کو مذکور کیا بموجب قول محمد کے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وهو ای الخراج نوعان خراج مقاسمة ان کان الواجب بعض الخارج کالخمس ونحوه
وخراج وظیفة ان کان الواجب شیئا فی الذمة یتعلق بالتمکن من الانتفاع بالارض اور وہ یعنی خراج دو قسم پر ہو ایک خراج مقاسمہ ہو اگر واجب بعض
خارج ہو جیسے پانچوان حصہ یا نصف یا مانند اسکے اور دوسری قسم خراج وظیفہ ہو اگر واجب کوئی چیز معین ہو ذمی پر جو متعلق ہو بسبب قادر ہونیکے زمین کے انتفاع سے
ہم اہل ہند خراجکو محصول اور لگان کہتے ہین اور خراج مقاسمہ کو بٹائی اور خراج وظیفہ کو جمعی بولتے ہین خراج مقاسمہ خارج یعنی کہیت کی پیدائش سے متعلق ہو نہ قدرت
انتفاع سے یہان تک کہ اگر زراعت کہیت نہ بویگا تو اوسپر کچھہ بھی واجب نہوگا بخلاف خراج وظیفہ خلاصہ یہہ ہو کہ خراج مقاسمہ بحکم عشر کے ہے لیکن مصرف اوسکا خراج
کذا فی شرح الملتقی کما وضع عمر رضی الله عنه علی السواد لکل جریب هو ستون ذراعا فی ستین بذراع کسری سبع قبضات وقیل المعتبر
فی کل بلدة عرفهم وعرف مصر التقدیر بالفدان[1] وعلی الاول المعول بحر چنانچہ خراج وظیفہ مقرر فرمایا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے سواد عراق
پر ہر جریب کے واسطے جریب عبارت ہو شصت در شصت گز سے یعنی ساٹہہ گز طول اور ساٹہہ گز عرض کسری کی گز سے جو سات قبضہ کا گز ہے اور بعضون نے کہا جریب میں
ہر شہر کا رواج معتبر ہے اور مصر کا رواج اندازہ کرنا ہے فدان سے کذا فی الفتح اور اعتماد قول اول پر ہے کذا فی البحر ہر ملک کے رواج کا قائل صاحب کافی ہوا [illegible]
اور صاحب محیط ہو اور قول اول اسواسطے صحیح اور معتمد ہوا کہ اگر ہر ملک کا رواج معتبر ہو خراجمین تو لازم آتا ہے اتحاد خراجکا باوجود اختلاف مقادیر کے ہندوستان مین مساحت
زمین کی بیگہہ کے حساب سے ہوتی ہے ہر بیگہہ ساٹھہ گز قطعی طول مین اور اسیقدر عرض مین ہوتا ہے اور قطعی گز تخمینا تہائی زائد ہو کسری کی گز سے یبلغه الماء صاعا
من بر او شعیر ودرهما عطف علی صاع من اجود النقود زیلعی فاروق اعظم نے ہر ایک اوس جریب مین جہان پانی پہنچتا ہو ایک صاع گیہون یا جو اور ایکدرم
نہایت کہرا مقرر کیا کذا فی الزیلعی درہما کا عطف صاع پر ہے پانی پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ وہ زمین لائق زراعت کے ہو صاع سے مراد وہ صاع ہو جو آٹہہ رطل ہوتا ہے اور
لکہنؤ کے سیر سے ایک صاع تخمینا تین سیر اور ایک چہٹانک ہے بحر الرائق مین کہا جو اناج کہیت مین بویا جاوے اوس سے ایک صاع لیا جاویگا گیہون ہون یا جو مسور ہو یا جوار
اور یہی صحیح ہے انتہے اور درم سے وہ درم مراد ہے جو دس درم سات مثقال کے برابر ہون تو ایکدرم تین ماشے اور ایک رتی اور خمس رتی چاندی کا ہوا خلاصہ یہہ ہوا کہ [illegible]
فاروقیہ مین فی بیگہہ تخمینا تین سیر پختہ اناج اور پانچ آنہ محصول زمین کا مقرر ہوا ولجریب الرطبة خمسة دراهم اور رطبہ کی ہر جریب مین پانچ درم خراج مقرر
ہوا نہر الفائق مین ہو کہ اہل مصر رطبہ کو برسیم اور قرط کہتے ہین اور غایہ مین ہے کہ رطبہ قضب کا نام ہو جب تک وہ تر رہے اور جوہری نے تفسیر ثانی پر اقتصار کیا اور مغرب مین
ہے رطبہ بفتح راء اور السب طب ہے جمع اوسکی رطاب اور کتاب العشر مین ہے کہ بقول غیر رطاب ہین بقول جیسے گندنا اور رطاب ککڑی کہیرا اور خربوزہ اور بینگن [illegible]
ہوا اور کتب لغت مین قول اول ہی مذکور ہے انتہے کلام النہر رطبہ اور قضبہ کو فارسی مین سپست کہتے ہین وہ نبات ہے نیل کے مانند گہوڑے اوسکو کہاتے ہین [illegible]
تفسیر کتاب العشر کی فقہ مین پایا وہ تر لائق اعتماد کے ہوگی واللہ تعالی اعلم ولجریب الکرم او النخل المتصلة تید فیهما ضعفها اور ہر جریب انگور اور نخلستان [illegible]
درخت باہم متصل ہون اوسکا دونا خراج ہو یعنی فی جریب دس درم جسکے تخمینا تین روپیہ ہوتے ہین شارح نے کہا کہ اتصال اشجار کی انگور اور کہجور دونون مین [illegible]
جس زمین کے گرد احاطہ ہو اور اوسمین ایسے گہنے درخت انگور کے ہون جسکے بیچ زراعت نہوسکے اوسکو زبان عرب مین کرم بولتے ہین کذا فی المنح ولما سواه مما لیس
فیه توظیف عمر کزعفران وبستان وهو کل ارض یحوطها حائط وفیها اشجار متفرقة یمکن الزراعة تحتها فلو ملتفة او متصلة لا یمکن زراعة
ارضها فهو کرم طاقته اور ماسوای اقسام ثلثہ مذکورہ کے جسمین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی توظیف اور تعیین نہین چنانچہ زعفران اور بوستان اسمین بقدر اسکی
طاقت کے خراج ہے شارح نے کہا بوستان اوس زمین کا نام ہے جسکے گرد احاطہ ہو اور اوسمین متفرق درخت ہون اور زراعت اوسکے نیچے ممکن ہو اور اگر اوسکے درخت
پیچان ہون یعنی ایسے متصل ہون جسکی زمین کی زراعت ممکن نہو وہ کرم ہے وغایة الطاقة نصف الخارج لان التنصیف من الانصاف فلا یزاد علیه
فی خراج المقاسمة ولا فی الموظف علی مقدار ما وظفه عمر رضی الله تعالی عنه ولو طاقته علی الصحیح کافی اور نہایت طاقت نصف خارج

[1] فدان بتشدید دال مشدد [illegible] سکین [illegible] معروف [illegible]

ہو سکے کہ تنصیف یعنی آدھا لینا یہی انصاف ہو تو نصف خارج سے زیادہ نلیا جاوے بٹائی کے محصول میں اور نہ جمعی محصول میں زیادتی چاہیئے اس مقدار سے جسکو امیر المؤمنین
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمایا اگرچہ زمین خراج فاروقی سے زیادہ کی طاقت رکھتی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الکافی ہم خراج فاروقی سے زیادہ لینا اسواسطے
جائز نہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں سے پوچھا کہ شاید تمنے زمین پر زیادہ محصول مقرر کیا جسکی اسکو طاقت نہیں اونہوں نے کہا نہیں بلکہ ہمنے بقدر
طاقت کے معین کیا ہے اور اگر ہم اس سے بھی زیادہ مقرر کرتے تو بھی اسمین گنجائش تھی انتہے تو اس سے ثابت ہوا کہ باوجود طاقت اور گنجائش کے بھی زیادہ لینا جائز
نہیں اسواسطے کہ فاروق عادل نے باوجود وفور طاقت اور گنجائش کے بھی زیادہ لینا تجویز نکیا اور یہی قول امام اعظم کا صحیح ہے چنانچہ کافی میں موجود ہے تو جو زمین کہ بعد
فاروق اعظم کے مفتوح ہوئی سو اگر اوسمین گیہوں پیدا ہوسکتے ہوں اور حاکم چاہے کہ اوسپر فی جریب ۲ درہم مقرر کرے باوجود طاقت اور گنجائش کے تو ہرگز جائز نہیں
کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ یہہ نص صریح ہے اوس محصول کے حرام ہونے پر جسکو حکام ظالمین خراج فاروقی سے زیادہ لیتے ہیں اور اگر یہہ بھی مسلم ہو کہ اراضی بنا پر
کمی ہو کر مستاجرہ ہو گئی ہے خراجیہ باقی نرہی تو بھی اجرت کی زیادتی خراج سے جائز نہیں چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا وینقص مما وظف علیہا ان لم تطق
بان لم یبلغ الخارج ضعف الخراج الموظف فینقص الی نصف الخارج وجوبا وجوازا عند الاطاقۃ وینبغی ان لا یزاد علی النصف ولا ینقص
عن الخمس حدادی اور کم کر ڈالا جاوے اوس خراج سے جو زمین پر مقرر ہو گیا اگر زمین کو اوسکی طاقت نہو اسطرح پر کہ زمین کا غلہ خراج موظف کی دوچند تک نہ پہونچے
تو خراج گھٹایا جاوے نصف خارج تک بنابر وجوب کے اور بنابر جواز کے طاقت کیوقت اور لائق یوں ہے کہ زیادہ نلیا جاوے نصف خارج سے اور کم نکیا جاوے خمس سے کذا
ذکرہ الحدادی یعنی اگر مثلا دس سیر فی جریب غلہ پیدا ہو تو محصول پانچ سیر سے زیادہ نلے اور دو سیر سے کم نکرے اور یہہ حکم بٹائی کا ہے کذا فی الحلبی عن البحر وفیہ
لو غرس بارض الخراج کرما او شجرا فعلیہ خراج الارض الی ان یطعم اور اسمین یعنی جوہرہ حدادی میں ہے کہ اگر ایک شخص خراج کی زمین میں انگور بوئے
یا کوئی اور درخت پہلدار تو اوس زمین کا خراج واجب ہے یہانتک کہ انگور وغیرہ کھانیکے لائق ہو ہم خراج زمین سے خراج زراعت مراد ہے یعنی ایک صاع اور ایک درہم
وکذا لو قلع الکرم وزرع الحب فعلیہ خراج الکرم اور اسیطرح اگر انگور کو اوکھاڑے اور اناج بووے تو اوسپر انگور کا خراج واجب ہے ہم اوسپر مثل انگور کا
خراج واجب ہوگا اسواسطے کہ اوسنے اعلے کو چھوڑ کر ادنی کو اختیار کیا فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جو شخص اخس الامرین کے طرف انتقال کریگا بدون عذر کے اوسپر عمدہ کا خراج
واجب ہوگا جیسے زعفران چھوڑ کر مثلا باجرا بووے اور اس مسئلہ کو دریافت کرنا چاہیئے اسکا فتوی ندینا چاہیئے تا حاکم ظالم لوگونکے مال نہ چھین لین جس کا مال
ظلم سے لیا چاہینگے تو اوسپر تہمت رکھینگے کہ اسنے مثلا انگور یا زعفران کی زراعت چھوڑ کے جوار یا باجرا بویا اور اوس سے خراج زعفران اور انگور کا لینگے ولہذا
اطعم فعلیہ قدر ما یطیق ولا یزید علی عشرۃ دراہم ولا ینقص عما کان اور جب کہ انگور کھانیکے لائق ہو تو اوسپر خراج لازم آویگا بقدر اوسکی
طاقت کے اور نہ زیادہ کرے دس درہم پر اور نہ کم کرے اوس محصول سے جو اوس زمین پر قبل انگور بونیکے تہا طحطاوی نے کہا اطعم مسئلہ اوسے سے مرتبط ہے
تو بہتر یوں تہا کہ بعد ان یطعم کے ذکر کرتا وکل ما یمکن الزرع تحت شجرۃ بستان وما لا یمکن فکرم اور جہان زراعت ممکن ہو درخت کے نیچے وہ بستان ہے
اور جہان ممکن نہو وہ کرم ہے یہہ مضمون مکرر ہو چکا واما الاشجار التی علی المسناۃ فلا شئ فیہا انتہی اور جو درخت کہ پانی کے بان پر ہوتے ہیں اونپر
کچھہ خراج نہیں انتہی فی الجوہرہ المسداۃ ہم مسناۃ بضم میم وتشدید نون جامع اللغۃ میں کہا کہ وہ عرم ہے یعنی جو سیلاب کی روک کے واسطے بنایا جاوے کذا فی الطحطاوی وفی زکوۃ
الخانیۃ قوم اشتروا ضیعۃ فیہا کرم وارض فاشتری احدہما الکرم والآخر الاراضی فارادوا قسم الخراج فلو معلوما فکما کان قبل الشراء
والا کان جملۃ فان لم تعرف الکروم الا لمز وما قسم بقدر الحصص اور خانیہ کی کتاب الزکوۃ میں مذکور ہے کہ ایک قوم نے ایک قریہ خرید کیا جسمین
انگور اور زمین ہے سو ایک شخص نے انگور کے باغ مول لیئے اور دوسرے نے اراضی مول لی اور دونوں نے قسمت خراج کا ارادہ کیا تو اگر خراج معلوم ہو یعنی انگور کا
خراج علحدہ اور اراضی کا خراج علحدہ معلوم ہو تو ویسا ہی خراج باقی رہیگا جیسا خرید کرنے سے پہلے تہا اور اگر انگور اور زمین کا خراج جدا جدا معلوم نہو تو خراج
وہان کا مجمل اور مجموعہ رہیگا سو اگر انگور سوای انگور کے کچھہ اور نام سے مشہور نہوں تو خراج کی تقسیم ہوگی بقدر حصوں کے یعنی کوئی شخص انگور کو اراضی نہ جانتا ہو
اور اراضی کو انگور نجانتا ہو تو مجموع خراج قریہ کا بقدر اوسکے حصوں کے قسمت پذیر ہوگا کذا فی الحلبی من الخانیۃ قریۃ خراجہم متفاوت فطلبوا التسویۃ

اِن لم یعلم قدرہ ابتداءً ترک علیٰ ما کان ایک قریہ ہے کہ وہان کے لوگون کا خراج مختلف ہے کسی پر کم اور کسی پر زیادہ پھر اہل قریہ نے خراج برابر کر دینے کی درخواست
کی اگر مقدار خراج کی ابتدا سے معلوم نہو کہ برابر تھا یا کم و بیش تو بطور سابق چھوڑا جاویگا ولا خراج ان غلب الماء علیٰ ارضہ او انقطع الماء عنہا او اصاب الزرع
آفۃ سماویۃ کالغرق والحرق وشدۃ البرد الا اذا بقی من السنۃ ما یمکن الزرع فیہ ثانیًا اور محصول نہین اوس کاشتکار پر جسکی زمین پر پانی غالب آیا یا پانی وہان
سے منقطع ہوگیا یا کھیت کو آسمانی آفات پہنچین جیسے کھیتی کا ڈوبنا یا جل جانا یا زیادتی سردی کی برف ریزی سے مگر اسوقت البتہ محصول ہوگا جب ان آفات کے بعد
سال مین سے اسقدر مدت باقی رہے جسمین دوسری بار زراعت ہوسکے م فتح القدیر مین کہا فتویٰ اس پر ہے کہ اگر بعد آفات مذکورہ کے سال مین سے تین مہینے باقی رہین تو خراج
ساقط نہوگا اور آفات سماویہ سے وہ مراد ہے جسکو انسان دفع نکر سکے فتاویٰ خیریہ مین کہا کہ بزازی نے ٹڈی کو بھی غرق اور حرق کے ساتھ ملحق کیا ہے اسواسطے کہ
اوسکا دفع کرنا نہین ہوسکتا اور شک نہین کہ کھیت مین کیڑا لگنا اور چوہا اور بندر اور چینا بھی اسیطرح ممکن الدفع نہین لیکن ہمارے اکثر علماء نے بندر اور درندے جانور
اور واقعی مین عدم سقوط کی تصریح کی ہے اور کچھ فرق نہین خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ اور عشر مین اور زراعت کے مانند رطبہ اور کرم اور مانند اونکے مین اور یہی
قول یعنی سقوط خراج با آفات مذکورہ انصاف سے قریب تر ہے اور ظلم سے دور تر انتہی اور فتاویٰ عالمگیری مین وجیز کردری سے منقول ہے کہ ملوک عجم یعنی نوشیروان
کا کیا خوب طریقہ تھا کہ جب مزارع کی زراعت اونکے وقت مین آفت رسیدہ ہوتی تھی تو اوسکو بیج وغیرہ مصارف اپنی خزانے سے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اپنی رعیت
کاشتکار کے نفع مین شریک ہین تو ہم اونکے نقصان مین کیون نہ شریک ہون تو بادشاہ اسلام اس نیک خصلت مین زیادہ تر لائق ہے انتہی بحر الرائق مین کہا کہ اگر
بادشاہ مزارع کو کچھہ نہ دے تو لا اقل یہ کہ اوس سے خراج کا دفع کرے اما اذا کانت الآفۃ غیر سماویۃ ویمکن الاحتراز عنہا کاکل قردۃ وسباع ونحوہا کالانعام
والفارۃ والدودۃ بحر او ہلک الخارج بعد الحصاد لا یسقط وقبلہ یسقط اور جب کہ آفت آسمانی نہو اور اوس سے بچ رہنا ممکن ہو جیسے بندر اور درندے
جانور اور ان کی مانند کی کھیتی کھا جانے سے جیسے چوپائے جانور اور چوہا اور کیڑا کذا فی البحر یا ہلاک ہوگیا غلہ کھیت کاٹنے کے بعد تو خراج ساقط نہوگا اور قبل کھیت کاٹنے
کے اگر غلہ تلف ہوگا تو خراج ساقط ہوگا مگر اسوقت ساقط ہوگا جب سال مین اتنی مدت باقی ہو جسمین دوبارہ کھیتی ہوسکے چنانچہ یہ قید کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہے
نہر الفائق مین کہا کہ کیڑے کو آفت سماوی مین نہ داخل کرنا مسلم نہین بلکہ اوسکے آفت آسمانی ہونے مین تردد کرنا لائق نہین ہے اسواسطے کہ اوس سے احتراز ممکن نہین
ولو ہلک بعضہ ان فضل عما انفق شیء اخذ منہ مقدار ما بیناہ مصنف سراج وتمامہ فی الشرنبلالیۃ معزیا للبحر اور اگر تمام غلہ ہلاک
نہوا بلکہ بعض ہلاک ہوا تو اگر کچھہ غلہ فاضل پڑی خرچ سے تو اوس سے خراج لیا جاویگا اوس قدر جسکو ہم نے بیان کیا کذا ذکرہ المصنف فی شرحہ من السراج الوہاج اور روایت
اسکا شرنبلالیہ مین ہے بحر الرائق سے م منح الغفار مین سراج وہاج سے منقول ہے کہ اگر بعض خارج ہلاک ہوا تو محمد نے کہا کہ اگر غلہ خراج کا دونا باقی رہا اسطرح پر کہ
فی جریب دو درہم اور دو صاع کے باقی رہا تو خراج واجب ہے اور اگر مقدار خراج سے کم باقی رہا تو نصف واجب ہے ہمارے مشائخ نے کہا اسمین صواب یہ ہے
کہ اول یہ دیکھنا چاہیے کہ مزارع کا اس کھیت مین کتنا خرچ ہوا پھر غلہ کی پیداوار کتنا دیکھنا چاہیے تو پہلے غلہ سے مزارع کے خرچ کو مجرا کر لے پھر اگر کچھ بچے تو اوس مین
سے وہ مقدار خراج لی جسکو ہم نے بیان کیا یعنی نصف سے قال وکذا الحکم فی الاجارۃ فی الارض تمامہ فی شرنبلالیہ مین کہا اور یہی حکم ہے اجارہ ارض
مستاجرہ مین م طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین مذکور ہے کہ حکم اجارہ مخالف حکم خراج ہے اسواسطے کہ بعد زراعت اجرت لیجاتی ہے بخلاف خراج کے تو اجارہ کو
خراج کے ساتھہ ملحق کرنا ظاہر صحیح نہین فان عطلہا صاحبہا وکان خراجہا موظفا او اسلم صاحبہا او اشتری مسلم من ذمی ارض خراج
یجب الخراج پھر اگر خراجی زمین کو اوسکے مالک نے معطل رکھا نہ بویا اور اوس زمین کا خراج موظف یعنی معین تھا یا اوس زمین کا مالک مسلمان ہوگیا یا مسلمان نے ذمی سے
زمین خراج کی مول لی تو ہر صورت مین خراج واجب ہے م مصنف نے نسبت تعطیل کے کہا زراعت پر قادر تھا اور اوسنے زراعت نہ کی
تو تقصیر اوسکی ثابت ہوئی لہذا خراج اوس پر لازم آیا اور اگر مالک زراعت کرنے سے عاجز ہو بسبب اپنے ناطاقتی کے یا اور اسباب کے تو حاکم کو چاہیے کہ اوسکی
زمین کسی شخص کو بٹائی پر دیدے اور مالک کے حصے سے خراج لیکر باقی کو مالک کیواسطے رکھے اور اگر حاکم چاہے زمین کرایہ پر دیدے اور چاہے بیت
المال کے مال سے زراعت کرادے اور اگر یہ کچھہ نہو سکے تو زمین کو بیچڈالے اور اوسکی قیمت سے خراج لے اور باقی مالک کو دے کذا فی البحر

بعد جو قیمت باقی ہے وہ مالک کو دے اور بعد بیع کے مشتری سے خراج لیا کرے کذا فی النہر الفائق مسلمان پر ابتداءً خراج نہیں لیکن بقاءً ہے اسواسطے
کہ صحابہ کرام نے زمین خراج کی مول لی تھی اور اوسکا خراج دیا کرتے تھے کذا فی فتح القدیر ولو منعہ انسان من الزراعۃ او کان الخراج خراج
مقاسمۃ لا یجب شئ بعد ابیہا اور اگر ذمی کو زراعت کرنے سے کسی انسان نے روکا یا خراج بٹائی کا خراج تھا تو کوئی چیز واجب نہیں کذا فی السراج اسواسطے کہ
روکنے سے اوسکی عاجزی ثابت ہو گئی اور بٹائی کا خراج بدون پیدائش کے لازم نہیں وقد علمت ان المأخوذ من اراضی مصر اجرۃ لا خراج
فما یفعل الآن من الاخذ من الفلاح وان لم یزرع ویسمی ذلک فلاحۃ واجبارہ علی السکنی فی بلدۃ معینۃ یعمرہا ... وبہا ...
لا اجارۃ حرام بلا شبہۃ فہ اور جبکہ معلوم ہو چکا کہ جو حاصل ہوتا ہے اراضی مصر سے اجرت ہے نہ خراج سو جو کہ اب معمول ہے کہ کاشتکار سے لینے کا اگرچہ وہ نہ بوئے
اور یہ مسمی بفلاحت ہے اور کاشتکار پر جبر کرنا ایک شہر معین کے رہنے پر کہ اپنے گھر کو آباد رکھے اور اوس اراضی میں زراعت کرے سو حرام ہے بلا شبہہ کذا فی النہر ق
نحوہ فی الشرنبلالیۃ معزیا للبحر حیث قال وتقدم ان مصر الآن لیست خراجیۃ بل بالاجرۃ فلا شئ علی من لم یزرع ولم یکن مستاجرا
ولا جبر علیہ بسببہا انما یفعلہ الظلمۃ من الاضرار بہ حرام خصوصا اذا اراد الاشتغال بالعلم اور مانند نہر الفائق کے شرنبلالیہ میں
بحر الرائق کی طرف نسبت کرکے چنانچہ یوں کہا ہے اور مقدم مذکور ہو چکا کہ اراضی مصر کی بالفعل خراجی نہیں بلکہ باجرت ہے تو کوئی چیز اوس پر واجب نہیں جسنے
اوسمیں زراعت نکی اور حالانکہ وہ مستاجر نہیں یعنی در صورت مستاجر ہی اور تمکن کے اجرت واجب ہوئی اور اوسپر جبر نہیں اوسکے سبب سے جو حکام ظالمین
ضرر پہنچاتے ہیں وہ حرام ہے خصوصاً جب کہ مزارع اشتغال علم کا ارادہ کرے وقالوا لو زرع الاخس قادرا علی الاعلی کزعفران فعلیہ خراج الاعلی
وهذا یعلم ولا یفتی بہ کیلا یتجرأ الظلمۃ علماء نے کہا کہ اگر مزارع نے بوئی کمتر چیز عمدہ تر پر قادر ہو کر چنانچہ زعفران چھوڑ کر جو بوئے تو اوس عمدہ چیز کا
خراج واجب ہے اور اس مسئلہ کو دریافت کیجیے اسکا فتوی نہ دیجیو تاکہ حکام ظالمین لوگوں کے اموال پر جسارت نکریں یعنی اگر حاکم ظالم اسکا فتوی پائیگا تو اسکو
مال لینے کا یہ حیلہ ملیگا کہ اسنے مثلاً زعفران چھوڑکر باجرا بویا اور اوس سے زعفران کا محصول ناحق لیگا اور یہ صریح ظلم ہے باع ارضا خراجیۃ ان
بقی من السنۃ مقدار ما یتمکن المشتری من الزراعۃ فعلیہ الخراج والا فعلی البائع عنایۃ بیچا خراجی زمین کو اگر سال سے اتنی مدت باقی ہے
جسمیں مشتری زراعت کرنے پر قادر ہے تو مشتری پر خراج ہے اور نہیں تو بائع پر کذا فی العنایۃ ہم فتح القدیر میں مذکور ہو چکا کہ ان زراعت میں تین مہینے پر
تو یہ ہے ولا یؤخذ العشر من الخارج من ارض الخراج لانہما لا یجتمعان خلافا للشافعی اور نہ لیا جاوے عشر خراجی زمین کے غلہ سے اسواسطے کہ
امام اعظم کے نزدیک بموجب حدیث کے عشر اور خراج جمع نہیں ہوتے بخلاف امام شافعی کے کذا فی الفتح ولا یتکرر الخراج بتکرر الخارج فی سنۃ لو موظفا
ولو کان خراج مقاسمۃ تکرر لتعلقہ بالخارج حقیقۃ اور دو بار خراج نہیں لیا جاتا دو بار غلہ پیدا ہونے سے ایک سال میں اگر جمعی خراج
ہے اور اگر خراج بٹائی کا ہو تو دو بار لیا جائیگا بسبب متعلق ہونے بٹائی کے خارج پر فی الحقیقۃ یعنی تو جو ار غلہ پیدا ہوگا بانٹ دیا
ہوگا کالعشر فانہ یتکرر بٹائی کا خراج عشر کے مانند مکرر ہوتا ہے زراعت کی تکرار سے ترک السلطان او نائبہ الخراج لرب الارض او وہبہ لہ ولو
بشفاعۃ جاز عند الثانی وحل لہ لو مصرفا والا تصدق بہ بہ یفتی وما فی الحاوی من ترجیح حلہ لغیر المصرف خلاف المشہور
سلطان یا اوسکے نائب نے خراج چھوڑ دیا زمیندار کو یا اوسکو بخشدیا اگرچہ کسیکی سفارش سے چھوڑا یا بخشا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور زمیندار کو وہ حلال
ہے اگر وہ خراجکا مصرف ہو مثلاً غازی یا قاضی یا مفتی یا مدرس ہو اور اگر صاحب زمین خراجکا مصرف نہو تو وہ خراجکو خیرات کرے اسی پر فتوی ہے اور جو حاوی
حاوی قدسی میں ہے غیر مصرف کی بھی حلت کی ترجیح میں سو قول مشہور کے خلاف ہے کذا فی النہر ولو ترک العشر لا یجوز اجماعا ویخرجہ بنفسہ للفقراء
سراج خلافا لما فی قاعدۃ تصرف الامام منوط بالمصلحۃ من الاشباہ معزیا للبزازیۃ فتنبہ اور اگر سلطان عشر چھوڑ دے عشری زمین کے مالک کو
تو بالاجماع جائز نہیں باتفاق صاحبین کے اور مالک اوسکو آپ نکالے فقیروں کے واسطے کذا فی السراج بخلاف اوس قول کے جو اشباہ کے اس قاعدہ میں ہے بزازیہ کیطرف
نسبت کرکے کہ تصرف امام کا مصلحت سے متعلق ہے سو آگاہ رہنا ہم در المنتقی میں کہا بزازیہ میں ہے زمین عشری کے مالک پر عشر کا چھوڑنا جائز ہے خواہ وہ غنی ہو

یا فقیر لیکن اگر وہ غنی ہو تو سلطان عشر کا ضامن ہوگا خراج کے بیت المال سے صدقات کے بیت المال کو اور اگر وہ فقیر ہو تو ضمانت نہیں انتہی پھر میں نے برجندی
میں دیکھا مصرف جزیہ ہیں اور اسیطرح اگر عشر مقاتلین کو امام دیوے تو جائز ہے اسواسطے کہ عشر مقاتلین کی قوت سے حاصل ہوا انتہی جلبی نے کہا تو اسکو یاد رکھنا چاہئے
کہ یہہ روایت رافع اختلاف ہے یعنی عشر کا چھوڑنا جو منع ہے تو ان پر منع ہے جو مقاتل اور غازی نہیں اور بزازیہ میں جو جواز کا قول ہے تو مقاتلین پر
محمول ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی وفی النہر یعلم من قول الثانی حکم الاقطاعات من اراضی بیت المال اذ حاصلہا ان الرقبۃ لبیت
المال والخراج لہ وحینئذ فلا یصح بیعہ ولا ہبتہ ولا وقفہ نعم لہ اجارتہ تخریجا علی اجارۃ المستاجر اور نہر الفائق میں ہے کہ ابو یوسف کے
قول سے یعنی جواز ترک خراج یا اوسکے ہبہ کرنے سے مصرف خراج کیواسطے معلوم ہوتا ہے بیت المال کی اراضی کی معافی کا حکم اسواسطے کہ معافی کا حاصل
یہہ ہے کہ رقبہ زمین بیت المال کا مملوک ہے اور محصول زمین کا معافیدار کے واسطے ہے اور اسوقت میں تو صحیح نہیں معافیدار کی بیع اور نہ اوسکا ہبہ اور نہ اوسکا
وقف ہاں اوسکو جائز ہے اجارہ دینا بقیاس اجارہ مستاجر م اقطاعات کو بعض عرف میں انعام کہتے ہیں اور بعض اوسکو جاگیر اور صلہ بولتے ہیں اور صورت
اوسکی یہہ ہے کہ بادشاہ قطعہ ارض خراجیہ کو بعضے لوگوں کو عطا کرے کہ وہ اوس سے فائدہ پاویں تو یہہ جائز ہے بشرطیکہ منعم علیہ یعنی جسکو کہ بادشاہ نے
عطا کی وہ مصرف خراج ہو ابو یوسف کے نزدیک کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہندوستان کے عرف میں اقطاعات کو معافی کی زمین اور ایمہ اور ملک اور معاش
بولتے ہیں اور جسکو وہ زمین ملی اوسکو معافیدار اور ایمہ دار اور ملکی کہتے ہیں اراضی معافیہ کا بیچنا اور وقف کرنا اسواسطے جائز نہیں کہ وہ معافیدار کی ملک
نہیں اوسکو فقط خراج میں اعتبار ہے نہ رقبہ ارض میں ومن الحوادث لو اقطعہا السلطان لہ ولاولادہ ونسلہ وعقبہ علی ان من مات منہم انتقل
نصیبہ الی اخیہ ثم مات السلطان وانتقل من اقطع لہ السلطان فی زمان سلطان اخر ہل یکون لاولادہ لم ارہ وتقتضی
قواعدہم الغاء التعلیق بموت المعلق فتدبر م اور منجملہ حوادث نو کے یہہ مسئلہ ہے کہ اراضی کو اگر معاف کردیا سلطان نے اوسکو اور اوسکی اولاد کو اور اوسکی
نسل اور ذریت پس ماندہ کو اس شرط پر کہ اوسکی اولاد سے جو مرے اوسکا حصہ اوسکے بھائی کو پہونچے پھر معاف کرنیوالا سلطان مرگیا اور جسکے واسطے
معافی ہوئی وہ دوسرے سلطان کے زمانہ میں منتقل ہوا کیا وہ معافی اوسکی اولاد کے واسطے ہوگی صاحب نہر نے کہا کہ اس مسئلہ کو میں نے فقہا کے کلام میں نہیں دیکھا
اور مقتضی اونکے قواعد کا تعلیق کا لغو کرنا ہے تعلیق کرنے والیکی موت سے سو اسکو غور کر م تعلیق سے یہہ قول مراد ہے کہ جو اونمیں سے مرے اوسکا حصہ اوسکے
بھائی کی طرف منتقل ہو اور تعلیق کرنیوالے سے سلطان اول مراد ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اسکا یہہ حکم ہے کہ وہ اراضی اوسکی اولاد کے واسطے ہے اسواسطے کہ اوسکی
اولاد بالاصالت معافیدار ہے نہ بطریق تعلیق کے ولو اقطعہ السلطان ارضا مواتا او ملکہا السلطان ثم اقطعہا لہ جاز وقفہ لہا اور اگر سلطان نے
زمین افتادہ ایک شخص کو معاف کردی یا بادشاہ زمین کا مالک ہوا پھر اوسنے ایک شخص کو معاف کردی تو اوسکو وقف کرنا اوس زمین کا جائز ہے م زمین افتادہ کی
معافی سے یہہ مراد ہے کہ ایک شخص نے زمین مذکورہ کو آباد کیا باذن سلطان اور ملک سلطان سے مراد یہہ ہے کہ سلطان نے زمین مذکور کو اپنے واسطے آباد کیا وقف کرنا
اس شخص کا اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ زمین مذکورہ کا مالک ہوگیا بملک حقیقی تو اوسکو جمیع تصرفات مالکانہ جائز ہوئے قولہ الارصاد من السلطان لیس
بایقاف البتۃ اور ارصاد سلطان کا وقف کرنا نہیں ہے البتہ انتہی ملخصا النہر م سید حموی نے کہا کہ ارصاد اس سے عبارت ہے کہ جو لوگ کہ بیت المال کے
مستحق ہیں اونکے واسطے بیت المال میں سے بقدر اونکے حصے کے یا بعض حصے کے جدا کر دینا سو یہہ جائز ہے اسکا نقض باتفاق جائز نہیں اور یہہ جو بحکم
وزراء مصر علما اور قراء اور یتامی اور بیوہ اور بناء مساجد اور موذن اور امام اور خطیبوں کے واسطے ارصاد مقرر ہے اوسکا نقض ہرگز جائز نہیں
اسواسطے کہ یہہ لوگ بیت المال کے مصارف سے ہیں اور بیت المال فقط مصالح مسلمین کے واسطے ہے اور ہرگز مصلحت نہیں ارزاق مستحقین بیت
المال کے قطع کرنے میں اور ابن عبد السلام اور اکمل الدین اور بلقینی اور ابن جماعہ کا اسی پر فتوی ہے انتہی اور شیخ عیسی حنفی نے اپنے رسالہ متعلقہ ارصاد
میں کہا کہ اراضی بیت المال کی مساجد وغیرہ سلطان نور الدین شہید نے اول وقف کی اور ابن عصرون سے اسکا استفتا ہوا سو اونہوں نے اسکے جواز کا
فتوی دیا اور مذاہب اربعہ کے علما اونکی ساتھ متفق ہوئے اور ابن عصرون اور اونکے موافقین نے یہہ ارادہ نہیں کیا کہ یہہ وقف حقیقی ہے اسواسطے کہ وقف

کرنا غیر مالک سے صحیح نہیں یعنی سلطان بیت المال کا مالک نہیں جو اوسکا وقف صحیح ہو بلکہ علما و مذکورین نے اسکو ارصاد معلوم کیا یعنی بعض بیت المال اوسکے مستحقین کے
واسطے علیحدہ ہوگیا تاکہ انکو سہولت پہونچا کرے اسواسطے کہ فقہا اور ضعفا کا پہونچنا بادشاہون تک اور اپنا حق اون سے لینا متعذر یا متعسر ہے کذا
فی حاشیۃ الحموی علی الاشباہ وفی الاشباہ قبیل القول فی الدین افتی العلامۃ قاسم بصحۃ اجارۃ المقطع لہ وان للامام ان یخرجہ متی شاء
اور اشباہ مین قبل گفتگو دین کے ہی کہ علامہ قاسم نے اجارہ معافیدار کی صحت کا فتوی دیا اور یہہ کہ امام کو جائز ہے کہ معافیدار کو جب چاہے خارج کردے
یعنی اراضی کو ضبط کرلے م وجہہ صحت اجارہ یہہ ہے کہ معافیدار انتفاع اراضی کا مالک ہی تو وہ مستاجر کے مانند ہے نہ مستعیر کے اور مستاجر کو اجارہ دینا
درست ہی اسیطرح معافیدار کو بھی جائز ہے وقیدہ ابن نجیم بغیر الموات اما الموات فلیس للامام اخراجہ عنہ لانہ یملکہ بالاحیاء فلیحفظ
اور معافیدار سے زمین کے نکال لینے کو ابن نجیم صاحب اشباہ نے غیر زمین افتادہ کے ساتھ مقید کیا ہی اور زمین افتادہ مین تو سلطان کو اوسکا نکال
لینا معافیدار سے جائز نہیں اسواسطے کہ زمین افتادہ کا بسبب آباد کرنیکے وہ مالک ہوجاتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م والی ملک کو لازم ہی کہ
تحصیل خراج پر ایسے شخص کو مقرر کرے جو رعایا پر آسانی کرے اور خراج لینے مین انصاف کرے اور جتنا غلہ پیدا ہوا اوسکے موافق خراج لے یہان تک کہ پورا
خراج آخر غلہ تک حاصل کرے یعنی خراج بقدر غلہ لے یہانتک کہ اگر زمین مین غلہ ربیع اور غلہ خریف دونون ہوتے ہون تو تخمین کرے اگر دونون فصلون
مین برابر غلہ ہوتا ہو تو آدہا محصول ربیع مین لے اور آدہا خریف مین اور اسیطرح ساگ اور ترکاری کو غور کرے اگر پانچ بار کاٹی جاتی ہو تو ہر بار پانچوان حصہ
محصول لے اور اگر چار بار کاٹی جاتی ہو تو چار بار وعلی ہذا القیاس جب ہر عشر اور خراج ہوا اور وہ مرجاوے تو اوسکے متروکہ سے ملے اور خراج لینا چاہیے غلہ
تیار ہونیکے وقت علی اختلاف البلدان اور صاحب اراضی کو حلال نہیں غلہ کہانا بدون ادای خراج کے اور اسیطرح عشری زمین کا غلہ کہانا
جائز نہیں بدون ادای عشر کے اور اگر کہالیگا تو ضمان دینا ہوگا اور ارض خراج کا غلہ حبس کرنا سلطان کو جائز ہے محصول لینے کے واسطے کذا فی
العالمگیریۃ **فصل فی الجزیۃ** یہہ فصل ہے جزیہ کے احکام مین ہی لغۃ الجزاء لانہا جزت عن القتل والجمع جزی کاللحیۃ ولحی وہی
نوعان جزیہ لغت مین بمعنی جزاء ہی اسواسطے کہ جزیہ جزا واقع ہوا ہی قتل سے یعنی جزیہ قتل کافر کا بدلا ہی اگر جزیہ نہ دیتا تو قتل کیا جاتا اور جزیہ کی جمع جزی ہی بضم
اول وفتح ثانی جیسا کہ لحیہ کی جمع لحی ہی اور وہ یعنی جزیہ دو قسم ہے جزیہ صلحی اور جزیہ قہری الموضوعۃ من الجزیۃ بالصلح لا یقدر ولا یغیر تحرزاً عن الغدر
جو جزیہ کہ متعین ہوا بطور صلح کے اوسمین تقدیر اور تغییر نہین عہد شکنی سے بچنے کیواسطے م یعنی جو جزیہ کہ تراضی سے معین ہوا ہو تو اوسکو بدلنا نہ چاہیے تاکہ عہد شکنی ہی اور
یہہ جو کہا کہ اوسمین تقدیر نہین یعنی تقدیر آیندہ نہین والا وہ تو صلح مقدر ہوا ہی وما وضع بعد ما غلبوا واقروا علی املاکہم یقدر فی کل سنۃ علی
فقیر معتمل یقدر علی تحصیل النقدین بای وجہ کان ینابیع وتکفی صحتہ فی اکثر السنۃ ہدایۃ اثنا عشر درہما فی کل شہر درہم اور
جو جزیہ کہ ٹہرایا جاوے کافرون کے مغلوب ہونے اور املاک پر انکو قائم رکہنے کے بعد ہر محتاج کاسب پر جو تحصیل نقدین پر قادر ہی کسیطرح سے قدرت ہو کذا فی الینابیع اور تندرست
رہنا اوسکا اکثر سال مین وجوب جزیہ کے واسطے کافی ہے کذا فی الہدایہ بارہ درم اوسپر معین کیے جاوینگے ہر مہینے مین ایکدرم یعنی تخمیناً پانچ آنہ مہینا وعلی وسط
الحال ضعفہ فی کل شہر درہمان اور متوسط الحال سے جو کہ نہ فقیر ہے نہ غنی اوسپر اوسکا دونا مقرر کیا جاوے ہر مہینے مین دو درم اور ہر سال مین چوبیس درم و
علی المکثر ضعفہ فی کل شہر اربعۃ دراہم وہذا للتسہیل لا لبیان الوجوب لانہ یاول الحول بنایہ اور غنی کثیر المال پر اوسکا دونا ہر مہینے مین چار
درم اور سال مین اڑتالیس درم اور قسط بندی واسطے آسانی کے ہے نہ واسطے بیان وجوب کے اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا ابتدای سال مین ہوتا ہے کذا فی البنایہ م اہل وجوب ابتدای سال
مین ہی اور وجوب ادا آخر سال مین ومن ملک عشرۃ آلاف درہم فصاعدا غنی ومن ملک مائتی درہم فصاعدا متوسط ومن ملک مادون
المائتین اولا یملک شیئا فقیر قالہ الکرخی وہو احسن الاقوال وعلیہ الاعتماد وجوز اعتبار ابو جعفر العرف وہو الاصح تتارخانیہ اور جو کوئی
دس ہزار درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہی اور جو دو سو درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ متوسط الحال ہے اور جو دو سو درم سے کمتر کا مالک ہو یا کسی چیز کا مالک نہو وہ
فقیر اور محتاج ہی یہہ قول ہے کرخی کا اور یہہ احسن الاقوال ہی اور اسی پر اعتماد ہی کذا فی البحر اور ابو جعفر طحاوی نے عرف کو معتبر رکھا ہی اور یہہ قول صحیح تر ہی کذا فی

فصل فی الجزیۃ

التاتارخانیہ یعنی ہر شہر کا عرف معتبر ہی سو جسکو اہل شہر غنی یا متوسط یا فقیر کہتی ہون وہی معتبر ہے فتاوی عالمگیری مین اسکو صحیح کہا اور اختیار مین اسکو مختار
کذا فی الطحاوی ویعتبر وجود ہذہ الصفات فی اخر السنۃ فتح لانہ وقت وجوب الاداء نہر اور وجود ان صفات کا علی اختلاف القولین
آخر سال مین معتبر ہے کذا فی فتح القدیر اسواسطی کہ آخر سال وجوب الاداء کا وقت ہی کذا فی النہر وتوضع علی کتابی یدخل فی الیہودیۃ والنصرانیۃ کالسامرۃ
لانہم یدینون بشریعۃ موسی علیہ السلام وفی النصاری الفرنج والارمن واما الصابئۃ ففی الخانیۃ توخذ منہم عندہ خلافا لہما اور
مقرر کیا جای جزیہ اہل کتاب پر یہودیون مین قوم سامرہ داخل ہے اسواسطے کہ وہ شریعت موسی علیہ السلام پر چلتی ہین اور نصاری مین فرنگی اور ارمنی داخل
ہین اور خانیہ مین ہی کہ قوم صابئی سے امام اعظم کے نزدیک جزیہ لیا جای نہ صاحبین کے نزدیک ہر کتابی عربی ہو یا عجمی بہر صورت اوسپر جزیہ ہی اور صابئی امام کے
نزدیک منجملہ نصاری ہین اور صاحبین کے نزدیک ستارہ پرست ہین حلبی نے کہا ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہی کہ صابئی منجملہ عرب ہین اسواسطی کہ اگر وہ عجمی ہے
ہوتا اور صاحبین کا وجوب جزیہ مین اونپر خلاف نہوتا اسواسطے کہ عجمی پر بہر صورت جزیہ لازم ہی کتابی ہو یا مشرک ومجوسی ولو عربیا لوضعہ علیہ الصلوۃ
والسلام علی مجوس ہجر اور مجوس آتش پرست پر اگرچہ مجوسی عربی ہو بسبب مقرر کرنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے ہجر کے مجوسیون پر ہجر بفتحتین بحرین
مین ایک شہر کا نام ہی اور وہ عرب مین اصل سے ووثنی عجمی لجواز استرقاقہ فیجاز ضرب الجزیۃ علیہ اور عجمی بت پرست پر بسبب جائز ہونے اوسکے
استرقاق اور مملوک کیے جانے کے تو اوسپر جزیہ بھی جائز ہوا ام عجمی خلاف عربی ہی وثن وہ ہی جو دیوار مین منقوش ہو اور اسکا جثہ نہو اور صنم اوسکا نام ہی جو بصورت
انسان ہو اور صلیب وہ ہی جسکا نقش صورت نہ ہو کذا فی المنح والبحر الرائق مین کہا وثن وہ ہی جسکا جثہ ہو خواہ وہ لکڑی کا بنا ہو یا پتھر یا چاندی یا جوہر کا اور شرح ملتقی
مین ہی کہ وثن وہ ہی جسکی صورت ہو آدمی کی صورت کے مانند اور صنم صورت بلا جثہ ہی کذا فی الطحاوی لا علی وثنی عربی لان المعجزۃ فی حقہ اظہر فلم یعذر
جزیہ مقرر کیا جای عربی بت پرست پر اسواسطے کہ معجزہ اوسکے حق مین ظاہر تر ہی تو وہ معذور نہوا ام حق عرب مین معجزہ اسواسطی اظہر ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم اونہین مین پیدا ہوئی اور قرآن مجید اونہین کی زبان مین اوترا تو وہ اوسکے معانی اور فصاحت کی زیادہ تر واقف ہوئی تو کفر اونکا سخت ہوا لہذا اونپر سخت
حکم ہوا کہ جزیہ اونسے مقبول نہین یا اسلام لا دین یا مقتول ہون اور ہرچند اہل کتاب عرب سے زیادہ تر عارف تھی حقیقت اسلام کے لیکن اونمین تہا بسبب شرک ہوگیا بسبب
نص قرآنی کے کہ اہل کتاب سے اخذ جزیہ کا حکم ہوا نہ عرب سے اور عربی سی مراد عربی الاصل ہے تو اہل کتاب اس قید سی خارج ہوگئی اگرچہ وہ عرب مین رہین اسواسطے
کہ وہ عربی الاصل نہین ومرتد فلم یقبل منہما الا الاسلام او السیف اور جزیہ نہین مرتد پر تو کافر عربی اور مرتد سی کچھ مقبول نہین سوای اسلام یا
تلوار کے یعنی مسلمان ہو یا مقتول ہو اور چونکہ مرتد محاسن اسلام سی مطلع ہو کر کافر ہوگیا لہذا اوس سے اور عربی سے غیر اسلام یا تلوار کے کچھ مقبول نہین ولو ظہرنا
علیہم فنساؤہم وصبیانہم فیء اور اگر ہم غالب ہون کفار عرب یا مرتدین پر تو اونکی عورتین اور لڑکے غنیمت ہین مگر یہ کہ نسا اور صبیان مرتدین مسلمان ہونی پر مجبور کیے جائنگے
بخلاف نسا اور صبیان مشرکین عرب کذا فی الطحاوی عن الشلبی وصبی وامرأۃ وعبد ومکاتب ومدبر وابن ام ولد اور صغیر نابالغ اور عورت اور غلام اور مکاتب اور مدبر
اور ام ولد کی لڑکی پر جزیہ نہین ہم ہدایہ مین وارد ہی کہ ام ولد پر جزیہ نہین اور حالانکہ یہ غیر مناسب ہے کیونکہ جب تابع احرار پر جزیہ نہوا تو ام ولد پر کیونکر ہوگا تو مراد وہان
ام ولد ابن ام ولد ہے کذا فی المنح وزمن من زمن زمانۃ نقص بعض اعضائہ او تعطل قواہ فدخل المفلوج والشیخ العاجز اور زمن پر جزیہ نہین
مشتق ہی زمن زمن زمانۃ سی یعنی جسکے بعض اعضا ناقص ہوگئی یا اوسکے قوی بیکار ہوگئی تو اس سبب سے فالج زدہ اور عاجز بوڑھا زمن مین داخل ہوگیا واعمی وفقیر
غیر معتمل وراہب لا یخالط الناس لانہ لا یقتل والجزیۃ لاسقاطہ اور اندہی اور محتاج غیر کاسب اور نصاری کے اوس درویش پر جو لوگون سے نہین ملتا جلتا
جزیہ نہین اسواسطی کہ درویش نصرانی قتل نہین کیا جاتا اور جزیہ لازم ہے اسقاط قتل کیواسطی وجزم الحدادی بوجوبہا ونقل ابن الکمال انہ القیاس ومفادہ
ان الاستحسان بخلافہ فتامل اور حدادی نے یقین کیا ہی واجب ہونی جزیہ کا راہب یعنی درویش نصرانی پر اور ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح مین نقل کیا ہی
کہ یہی قیاس ہے اور قیاس کہنے سی مستفاد یہہ ہوا کہ استحسان بخلاف قیاس ہے سو اسکو تامل کر ہم برجندی نے فتاوی قاضی خان سے نقل کیا کہ راہب اور قسیس سے جزیہ
لیا جاتا ہے ظاہر الروایۃ مین اور ایک روایت محمد سے یہہ ہی کہ جزیہ نلیا جای انتہی تو اس سی معلوم ہوا کہ مصنف نے غیر ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا کذا

فی الحکایۃ عن الجوہرۃ والعبرۃ فی الاہلیۃ للجزیۃ وعدمہا وقت الوضع فمن افاق او عتق او بلغ او برأ بعد وضع الامام لم توضع علیہ اور
جزیہ کی اہلیت اور عدم اہلیت کا اعتبار امام کے مقرر کرنے کا وقت ہی ہوگا مجنون کہ ہوش میں آیا یا غلام آزاد ہوا یا صغیر بالغ ہوگیا یا بیمار تندرست ہوا بعد وضع
امام کے تو اوسپر جزیہ نہ رکھا جائیگا ام یہہ مراد نہیں کہ بعد وضع امام کے کاہی جزیہ مقرر نہوگا باوجود اہلیت کے بلکہ مراد یہہ ہے کہ اوس سال مقرر نہوگا بلکہ سال
آیندہ سے معین ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن قاضی خان بخلاف الفقیر اذا ایسر بعد الوضع حیث توضع علیہ لان سقوطہا للعجز وقد زال اجتیاب
بخلاف فقیر کے جب وہ مقدور والا ہوگیا بعد جزیہ مقرر کرنے کے سواسطے جزیہ اوسپر مقرر کیا جائیگا کیونکہ اوسکا سقوط تھا عاجز ہونیکے سبب سے اور حالانکہ
اوسکا عجز زائل ہوگیا کذا فی الاختیار وہی ای الجزیۃ لیست برضیٰ منا بکفرہم کما طعن الملحدۃ بل انما ہی عقوبۃ لہم علی اقامتہم علی الکفر
فاذا جاز امہالہم للاستدعاء الی الایمان بدونہا فبہا اولیٰ وقال تعالیٰ حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون واخذہا علیہ الصلوٰۃ
والسلام من مجوس ہجر ونصاریٰ نجران واقرہم علی دینہم اور وہ یعنی جزیہ لینا رضامندی اہل اسلام کی نہیں اونکے کفر پر جیسا کہ ملحدان بیدین نے طعنہ دیا ہے
بلکہ جزیہ تو اونکے لیے عقوبت اور عذاب ہے بسبب اونکے قائم رہنے کے کفر پر پھر جب کہ مہلت دینا کافر دن کا ایمان کے طرف بلانیکے واسطے بدون جزیہ کے
جائز ہوا تو جزیہ لیکر مہلت دینا بطریق اولے جائز ہے اور حق تعالےٰ نے فرمایا یہانتک کہ کفار جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہوکر اور رسول علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ہجر کے مجوسیون اور نجران کے نصاریٰ سے جزیہ لیا اور اونکو اونکے دین پر رہنے دیا یعنی اونکو مہلت دی تا محاسن اسلام دیکھکر اسلام قبول کریں
ہم شارح نے یہہ جواب دیا اوس سوال کا جو بیچ النغار مین اسطرح مذکور ہے کہ اگر تو کہے کہ کفر معصیت ہے تو اوسکے قائم رکھنے پر عوض لینا کیونکر جائز ہوگا اور اگر
جائز ہو تو چاہیے کہ زانیون سے عوض زنا کے اوراسیطرح اور معاصی کے عوض مال لیا جائے ہو خلاصہ جواب یہہ ہے کہ جزیہ لینا رضا بالکفر نہیں بلکہ عقوبت
اور اذلال ہے اقامت علی الکفر سے اور جزیہ لینے کے جواز پر قرآن اور حدیث دال ہے ثم فرع علیہ بقولہ فتسقط بالاسلام ولو بعد تمام السنۃ پہر مصنف نے جزیہ کے
عقوبت ہونے پر اپنا یہہ قول متفرع کیا تو جزیہ ساقط ہوتا ہے ذمی کے مسلمان ہونے سے اگرچہ بعد تمامی سال کے اسلام لاوے علی نے کہا کہ حدیث یہان مقارنت پر محمول ہے سوا اسکے
کہ اگر مسلمان ہوگا سال کے بعد تو سقوط جزیہ کا بسبب ادا کے ہوگا نہ بسبب اسلام کے ویسقط المعجل لسنۃ لا لسنتین بل یرد علیہ سنۃ خلاصہ اور
ساقط ہوگا پیشگی جزیہ ایک سال کا نہ دو سال کا سوا ایک سال کا اوسکو پہیر دیا جائیگا کذا فی الخلاصۃ یعنی اگر ابتدای سال مین جزیہ دیا پہر اوسی سال مین وہ مسلمان ہوا تو اونکو
جزیہ نہ پہیر دیا جائیگا اور اگر دو سال کا جزیہ پیشگی دیا ہی تو ایک سال کا اوسکو پہیر دیا جائیگا اسواسطے کہ اوسپر وجوب ثابت نہ تھا کذا فی البحر والموت والتکرار
للتداخل کالمنیح اور ساقط ہوتا ہی جزیہ بسبب موت اور تکرار سال کے بواسطے تداخل کے چنانچہ ذکر تداخل کا عنقریب آتا ہے والعمی والزمانۃ وصیرورتہ
فقیرا ومقعدا او شیخا کبیرا لا یستطیع العمل اور ساقط ہوتا ہی جزیہ بسبب نابینا ہونیکے اور ناقص الاعضا ہو جانیکے اور ہو جانے ذمی کے فقیر یا اپاہج
یا پیر فرتوت کہ کام نہین کرسکتا ثم بین التکرار فقال واذا اجتمع علیہ حولان تداخلت والاصح سقوط جزیۃ السنۃ الاولیٰ بدخول
السنۃ الثانیۃ زیلعی لان الوجوب باول الحول لعکس خراج الارض پہر مصنف نے تکرار کو بیان کیا سو لون کہا اور جب ذمی پر دو سال
مجتمع ہون تو جزیہ متداخل ہوجائیگا یعنے ایک سال کو کفایت کریگا اور پہلے سال کے جزیہ کا ساقط ہونا دوسرے سال کے آنے
سے قول اصح ہے کذا فے شرح الزیلعی اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا اول سال مین ہوتا ہے خراج ارض کے بالعکس کہ وہ آخر سال مین واجب
ہوتا ہی یعنی جب وجوب جزیہ اول سال سے ہوا تو دوسرے سال کے داخل ہونے سے تکرار لازم ہوئی ویسقط الخراج بالموت فی الاصح حاوی
وبالتداخل کالجزیۃ وقیل لا یسقط کالعشر وینبغی ترجیح الاول لان الخراج عقوبۃ بخلاف العشر بحر قال المصنف وعزاہ
فی الخانیۃ لصاحب المذہب فکان ہو المذہب اور ساقط ہوتا ہی خراج قول اصح مین کذا فی الحاوی اور ساقط ہوتا ہے تداخل سے
جزیہ کے مانند اور قول ضعیف مین ساقط نہیں ہوتا مانند عشر کے اور لائق ہے ترجیح دینا قول اول کا اسواسطے کہ خراج عقوبت ہی بخلاف عشر کے
کہ وہ عبادت ہے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور خانیہ مین سقوط بالموت کو امام اعظم صاحب مذہب کے طرف نسبت کیا تو

یہی قوی مذہب ہے اور محل اختلاف وہ ہے جب خراج مکرر ہو جاوے بسبب عاجز ہونے ذمی کے زراعت سے سو اگر مکرر بسبب عاجزی کے نہو تو بالاتفاق خراج لیا جائیگا
کذا فی المنح صدر الاسلام نے کتاب العشر والخراج میں سقوط اور عدم سقوط میں دو روایتیں امام اعظمؒ سے نقل کی ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ خراج لیا جائیگا کذا فی النہایۃ
عن المحیط تو قول معتمد علیہ عدم سقوط ہوا اور یہ تفصیل کہ خراج موظف میں ہے اور خراج مقاسمہ تو مین خارج سے متعلق ہے مانند عشر کے کذا فی الطحطاوی و فیہا لا یحل
اکل الغلۃ حتی یؤدی الخراج اور خانیہ میں ہے کہ حلال نہیں غلہ کا کھانا تا وقت ادای خراج ہم اور یہی حکم ہے عشر کا چنانچہ باب الخراج کے آخر میں عالمگیری
میں مترجم ہے اور اسکو اور عدم سقوط خراج کو نقل کیا ہے ولا تقبل من الذمی لو بعثہا علی ید نائبہ فی الاصح بل یکلف ان یاتی بنفسہ فیعطیہا
قائما والقابض منہ قاعد ہدایۃ اور ذمی سے جزیہ قبول نکیا جاوے اگر وہ اسکو اپنے نائب کے ہاتھ بھیجے قول اصح میں بلکہ اسکو حکم کیا جاوے کہ آپ لاوے
سو اسکو کھڑا ہو کر دے اور ذمی سے لینے والا بیٹھا رہے کذا فی الہدایۃ ویقول اعط یا عدو اللہ ویصفعہ فی عنقہ لا یا کافر ویاثم القائل
ان آذاہ بہ قنیہ اور جزیہ کا لینے والا ذمی سے یہ کہے اے دشمن خدا کے دے اور اسکی گردن میں دھپا رسید کرے اور اسکو یا کافر نکہے اور یا کافر کا کہنے والا گنہگار
ہوگا اگر اسکو اس قول سے تکلیف دیگا کذا فی القنیہ ولا یجوز ان یحدث بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت نار ولا مقبرۃ ولا صنما حاوی
فی دار الاسلام ولو قریۃ فی المختار فتح اور جائز نہیں ذمیکو کہ نیا بناوے بیعہ اور نہ کنیسہ اور نہ صومعہ اور نہ آتشخانہ اور نہ قبرستان اور نہ صنم کذا فی الحاوی
دار الاسلام میں اگرچہ دار الاسلام کے قریہ میں احداث کرے تو بھی جائز نہیں قول مختار میں کذا فی الفتح ہم اصل لغت میں عبادتخانہ یہود اور نصاری کو مطلقا بیعہ کہتے ہیں
پھر غلبہ استعمال سے عبادت خانہ یہود کو کنیسہ کہتے ہیں اور عبادتخانہ نصاری کو بیعہ بولتے ہیں اور دیر کا لفظ نصاری کے واسطے مخصوص ہے اور صومعہ وہ عبادتخانہ ہے
جس کا سر لنبا بنایا جاوے تاکہ خلق سے منقطع ہو کر اوسمیں عبادت کیجاوے کذا فی المنح ہندوستان میں نصاری اپنے عبادت خانہ کو گرجا کہتے ہیں ویعاد المنہدم ای
لا ما ہدمہ الامام بل ما انہدم اشباہ فی اخر الدعاء برفع الطاعون اور ذمیونکا منہدم عبادتخانہ دوبارہ بنایا جاوے یعنی وہ عبادتخانہ جسکو امام نے
توڑا بلکہ وہ بنایا جاوے جو خود بخود منہدم ہو گیا چنانچہ اشباہ کی دفع وبا کی دعا کے اخیر میں مذکور ہے ہم مصنف کے کلام سے معلوم ہوا کہ معابد قدیمہ سے تعرض نکیا جاوے
اور جو قدیم گر جاوے اوسکا اعادہ جائز ہے کذا فی المنح من غیر زیادۃ علی البناء الاول ولا یعدل عن النقض الاول ان کفی تمامہ فی شرح
الوہبانیہ اعادہ منہدم جائز ہے بدون زیادہ کرنیکے پہلی عمارت پر اور نہ تجاوز کر جاوے شکست اول سے اگر وہ کافی ہو اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ
میں ہے ہم اگر بناے اول سے عدول ہو باوجود کفایت کے تو اسمیں بناء ثانی کی زیادتی ہے اول پر کذا فی النہر شرح وہبانیہ میں مذکور ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے
منع زیادتی کی تو اس سے معلوم ہوا کہ جو کچی اینٹ سے بنا ہو اوسکو پکی اینٹ سے نہ بناوے اور جو کچی اینٹ سے ہو اوسکو پتھر سے نہ بناوے کذا فی الطحطاوی فاما
القدیمۃ فتترک مسکنا فی الفتحیۃ ومعبدا فی الصلحیۃ جوہرہ خلافا لما فی القہستانی فتنبہ اور معابد قدیمہ تو رہنے کے واسطے چھوڑیجائیں
بلاد مفتوحہ میں اور عبادت کے واسطے چھوڑی جائیں بلاد صلحیہ میں کذا فی البحر یہہ قول مخالف ہے قہستانی کے سو خبردار رہنا امام حلبی نے کہا قہستانی میں تتمہ سے
منقول ہے کہ جو بلاد صلح سے قابو میں آوے اوسکے کل معابد منہدم کیجائیں تمیم روایات میں ویمیز الذمی عنا فی زیہ بالکسر لباسہ وہیئتہ ومرکبہ
وسرجہ وسلاحہ اور ممتاز اور جدا کیا جاوے ذمی اہل اسلام سے اپنے لباس اور ہیئت میں اور اپنی سواری اور زین اور ہتھیار میں شارح نے کہا زی بالکسر
ہی لباس اور ہیئت ہے اور نووی نے شرح مسلم میں کہا کہ زی بالفتح اشتباہ ہے کذا فی الطحطاوی فلا یرکب خیلا الا اذا استعان بہم الامام لمحاربۃ
وذب عنا ذخیرہ وجاز بغل کحمار تاتارخانیہ تو ذمی سوار نہو گھوڑے پر مگر جس وقت امام اون سے مدد چاہے لڑائی کے واسطے اور واسطے منع
کفار کے مسلمین سے کذا فی الذخیرہ اور جائز ہے ذمیکو سوار ہونا خچر کا مانند گدہے کے کذا فی التاتارخانیہ وفی الفتح ہذا عند المتقدمین والمختار
المتاخرون انہ لا یرکب اصلا الا لضرورۃ وفی الاشباہ والمعتمد ان لا یرکبوا مطلقا ولا یلبسوا العمائم وان رکب الحمار لضرورۃ
نزل فی المجامع اور فتح القدیر میں ہے کہ یہہ یعنی خچر اور گدہے پر سوار ہونا متقدمین کے نزدیک ہے اور متاخرین نے یہہ قول مختار کیا ہے کہ ذمی
ہرگز سوار نہو مگر بسبب ضرورت کے یعنی سفر یا مرض میں اور اشباہ میں ہے اور قول معتمد یہہ ہے کہ اہل ذمہ مطلقا نہ سوار ہوں اور نہ پگڑیاں باندہیں

ملف شرعی ... بہ ہولی کہ اہل ایسی زری بغیر زنار اور نقد اجتماع ... ہو کر دوسری بن اور ... فی ... کی بجا ضرورت ہے

اور اگر ذمی سوار ہو گدہے پر بسبب ضرورت کے تو مجامع مسلمین میں سواری سے اوتر پڑے ویرکب سرجا کالاکف کالبرذعة فی مقدمه شبه الرمانة
اور سوار ہو ایسے زینوں پر جو پالانوں کے مانند ہیں جنکے آگے انار کی مانند لکڑی ہو اور محل رکوب ذمی سے متعلقات امام ہی یا ضرورت تو اب اوس
اور عدم جواز رکوب میں متأخرین نے کہا کالبرذعة بحذف عشر نقصیر گر شارح کو مناسب ہے کہ کالاذع کہتا ہو اسواسطے کہ جمع کی تفسیر ہے ولا یعمل
بسلاح اور نہ کام کرے ہتھیار باندھ کر یہ اسواسطے کہ ہتھیار کے استعمال میں عزت ہے کذا فی التبیین ویظهر الکستیج فارسی معرب الزنار من صوف
او شعر اور ذمی نمودار رکہیں کستیج کو یہ لفظ فارسی ہے معرب یعنی زنار صوف یا بال کا امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ وہ تاگا ہی موٹا انگلی کے برابر جسکو ذمی اپنی سب
کپڑوں کے اوپر باندھے بلا زین کذا فی ایضاح عن المغرب وهل یلزم تمیزه هو بکل العلامات خلاف اشباه والصحیح ان فتحها عنوة فله ذلک والا
فعلی الشرط تتارخانیه اور کیا لازم ہے تمیز ذمیوں کی جمیع علامات سے اس میں خلاف ہے کذا فی الاشباہ اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر امام نے شہر کو بقہر فتح کیا ہے
تو اوسکو یہ جائز ہے اور اگر بصلح فتح ہوا ہے تو شرطکے موافق عمل کرنا چاہیے کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضوں نے کہا کہ اہل ذمہ کی تمیز میں علامات سے ضرورت ہے اور بعضوں
نے کہا کہ نصرانی میں ایک علامت کافی ہے اور یہودی میں دو اور مجوسی میں تین اور یہی بعضوں کا فتویٰ ہے کذا فی المحیط ناقلا عن الذخیرة ویمنع من لبس العمامة
ولو زرقاء او صفراء علی الصواب نصر بقوله فی البحر واعتمد فی الاشباه کما قدمناه وانما تکون طویلة سوداء اور منع کیا جاوے پگڑی باندہنے سے اگرچہ
آسمانی یا زرد رنگ ہو بنابر قول صواب کے کذا فی البحر اور اسیطرح بحر الرائق میں ہے اور یہی قول ہے صاحب بحر کے اشباہ میں اعتماد کیا ہے چنانچہ اسکو ہم نے پہلے ذکر کیا
ہے اشباہ سے اور ذمی کی پگڑی تو لمبی سیاہ ہوتی ہے ومن زنار الابریسم والثیاب الفاخرة والمختصة باهل العلم والشرف کصوف مربع وجوخ
رفیع وابراد رقیقة اور منع کیا جاوے ذمی ریشم کے زنار سے اور عمدہ کپڑوں سے اور ایسی پوشاک سے جو اہل علم اور شرف کو مخصوص ہے جیسے صوف مربع اور جوخ
رفیع اور چادریں باریک طحطاوی نے کہا صوف مربع سے شاید فرجیہ مراد ہے کہ مخصوص اہل قرآن اور اہل علم سے ہے فرجیہ عرب کا ایک لباس ہے اور جوخ عمدہ بانات کا
کشادہ آستین لباس عرب کا ہے جسکو قمیص اور جبہ پر پہنتے ہیں ومن استکتابه ومباشرة یکون بها معظما عند المسلمین وتمامه فی الفتح اور منع کیا جاوے ذمی
لکھانے اور اوس کام کی مباشرت سے جسکے سبب سے وہ مسلمین کے نزدیک معظم اور باعزت ٹہیرے اور پورا بیان اوسکا فتح القدیر میں ہے یعنی کافر کو تحریر کا کام مثل منشی گری
یا متصدی گری کے نہ دینا چاہیے اسیطرح اوسکو دارغگی تقسیم تنخواہ وغیرہ سپرد کرنا نہ چاہیے جسمیں مسلمان اوسکے حاجتمند ہوں وفی الحاوی وینبغی ان یلازم
الصغار فیما یکون بینه وبین المسلمین فی کل شیء وعلیه فیمنع من القعود حال قیام المسلم عنده بحر اور حاوی قدسی میں ہے اور سزاوار یہ ہے
کہ لازم کی جاوے ذمیکو ذلت اور حقارت اون معاملات میں جو اوسکے درمیان اور مسلمین کے درمیان واقع ہوں ہر چیز کے اندر اور اسکے بموجب تو منع کیا جاوے
بیٹھنے سے مسلم کے کھڑے ہونیکے وقت اوسکے پاس کذا فی البحر ویحرم تعظیمه وتکره مصافحته ولا یبدأ بسلام الا لحاجة ولا یزاد فی الجواب علی قوله
وعلیک اور حرام ہے تعظیم اور توقیر اوسکی اور مکروہ ہے اوس سے مصافحہ کرنا اور اوسکو پہلے سلام نکیا جاوے مگر بسبب حاجت کے اور اوسکے سلام کے جواب میں وعلیک سے
زیادہ نکہا جاوے ہم ذمیکی خدمت کرنا اور اوسکے واسطے کھڑا ہونا تعظیما محرم میں اصل سے ذخیرہ میں ہے کہ جب یہودی حمام میں گیا اگر خادم مسلم نے اوسکی خدمت کی
فلوس کی طمع سے یا ایسی نیت سے کہ اوسکا دل اسلام کی طرف مائل ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر خدمت کی اوسکی تعظیم کے واسطے بلا نیت مذکورہ تو مکروہ ہے اور اگر
مسلم ذمیکے واسطے کھڑا ہو گیا بطمع اسکے اسلام لانیکے تو کچھ مضایقہ نہیں اور اگر اوس نے تعظیم کے واسطے قیام کیا بلا نیت مذکورہ یا بسبب اوسکی مالداری کے کھڑا
ہو گیا تو مکروہ ہے ویضیق علیه فی المرور ویجعل علی داره علامة وتمامه فی الاشباه من احکام الذمی اور تنگی کرنا چاہیے اوس پر چلنے پھرنے میں یعنی مسلمین
سے راہ میں دب کر چلے اور اوسکے گہر پر کچھ علامت مقرر کیجاوے اسکا پورا بیان احکام ذمی میں اشباہ سے ہے علامت کا فائدہ یہ ہے تا سائل اوسکے
واسطے مغفرت کی دعا نکرے اور تضرع نکرے جیسے مسلمین سے تضرع کرتا ہے وفی شرح الوهبانیة للشرنبلالی ویمنعون من استیطان مکة و
المدینة لانهما من ارض العرب قال علیه الصلوة والسلام لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل لتجارة جاز ولا یطیل واما
دخوله المسجد الحرام فذکر فی السیر الکبیر المنع وفی الجامع الصغیر علامة والسیر الکبیر آخر تصنیف محمد رحمه الله تعالی فالظاهر

انہ اوردفیہما استقر علیہ الحال انتہی اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور کفار ذمی پر وجہ کیجائیں کہ ارض عرب کے وطن بنانے سے ہو اکہ
حرمین شریفین عرب کی زمین ہے بیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجتمع نہون عرب کی زمین میں دو دین اور اگر ذمی وہان ہو واگر یہ کے واسطے جاوی تو جائز
ہی اور وہان زیادہ قیام کرے اور مسجد الحرام میں اوسکا جانا سو سیر کبیر میں تو منع مذکور ہے اور جامع صغیر میں عدم منع ثابت ہوا اور سیر کبیر محمد کی تصنیف ہے محمد بن
حسن رحمہ اللہ کی تو ظاہر یہہ ہے کہ سیر کبیر میں اوسی قول کو ذکر کیا ہو جو آخر الامر میں ثابت ہو گیا انتہی یعنی منع دخول راجح ہے (وفی الخانیۃ وتمیز نساؤھم لا تعینیہ
بالکستیج) اور خانیہ میں ہے کہ امتیاز کی جاوی ذمیون کی عورتون میں نہ اونکے غلامون میں زنار سے ہم اونکی عورتون کے گلون میں لوہے کے طوق ڈالے
جائیں اور اونکی ازار پر مسلمات کی ازار سے مخالف ہون کذا فی الاختیار (والدر کذا اذا اشتری او اراد ان یشتری دارا فی المصر لا ینبغی ان تباع منہ فلو اشتری
یجبر علی بیعہا من المسلم وقیل لا یجبر الا اذا کثر) اور ذمی نے جب یک گھر مول لیا یعنی اوسکے مول لینے کا ارادہ کیا شہر میں تو اوسکے ہاتھ
بیچنا لائق نہیں سو اگر اوسنے مول لیا تو اوسپر جبر کیا جاوے اوسکے بیچڈالنے پر مسلم کے ہاتھ اور قول ضعیف یہہ ہو کہ بیع پر جبر اور زبردستی نہیں مگر جب کہ بکثرت گھر کو
خرید کیا ہو کذا فی الدرر (قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود من کتاب الصلوۃ سئل عن مسجد لم یبق فی اطرافہ بیت لاحد من المسلمین
واحاط بہ الکفرۃ فکان الامام والمؤذن فقط لاجل وظیفتہما یذھبان الیہ فیؤذنان ویصلیان بہ فھل تحل لہم الوظیفۃ فاجاب یعنی
تلک البقعۃ یاخذھا المسلمون بقیمتہا جبرا علی الفور وقد ورد الامر الشریف السلطانی بذلک ایضا فالحاکم لا یؤخر ھذا الامر کتاب)
اور مفتی ابو سعود کے معروضات میں کتاب الصلوۃ میں وارد ہے کہ اونسے سوال ہوا اوس مسجد کا کہ اوسکے گرد پیش کسی مسلمان کا گھر باقی نہیں رہا اور اوسکو کافرون نے
گھیر لیا سو امام اور مؤذن وہان جایا کرتے ہین اپنے مہینے یا سالانہ کیواسطی سو وہان اذان دیتے اور نماز پڑھتے ہین تو اونکو مہینہ یا سالانہ حلال ہے یا نہیں سو مفتی
موصوف نے یون قبل جواب دیا کہ اون گھرون کو اہل اسلام قیمت دیکر زبردستی سے فورًا لیلین اور البتہ امر شریف سلطانی بھی اسی باب میں وارد ہوا ہی تو حاکم اسکے
ہرگز تاخیر نکرے ہم شارح نے جواب میں بقدر مناسب مقام ذکر کیا اور سوال مذکور کا جواب یہہ ہے کہ امام اور مؤذن مستحق وظیفہ ہین کہ اپنے کام پر مستعد اور قائم
ہین کذا فی الحاشیۃ (وفیہا من الجہاد وبعد ان ورد الامر الشریف السلطانی بعدم استخدام الذمیین للعبید والجواری لو استخدم ذمی عبدا
او جاریۃ ماذا یلزمہ فاجاب یلزمہ التعزیر الشدید والحبس وفی الخانیۃ وغیرھا ویؤمرون بما کان استخفافا لھم وکذا تمیز دورھم
عن دورنا انتہی فلیحفظ ذلک) اور مفتی ممدوح کے معروضات میں کتاب الجہاد میں ہے اور بعد وارد ہونے امر شریف سلطانی کے غلامون اور لونڈیونکو خدمت کرنے
ذمیون کا اگر ذمی شخص غلام یا لونڈی سے اوسپر کیا لازم ہی تو مفتی موصوف نے جواب دیا کہ اوسپر تعزیر شدید اور قید کرنا لازم ہے سو خانیہ وغیرہ میں ہے کہ ذمیون
اور ذمیونکو وہ امر کیا جاوے جسمین اونکی ذلت ہو اور اسیطرح جدائی کی جاوے اونکے گھرونکی ہمارے گھرون سے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے۔ یعنی جب ذمی مامور استخفاف ہوئے
تو استخدام میں اونکی تعظیم ہوتی ہے لہذا اوپر تعزیر شدید لازم آوے گی (وان تکاری اھل الذمۃ دورا فیما بین المسلمین لیسکنوا فیہا فی المصر جاز لعود
نفعہ علینا ولیروا تعاملنا فیسلموا بشرط عدم تقلیل الجماعات بسکناھم شرطہ الامام الحلوانی) اور اگر اہل ذمہ گھرونکو کرایہ لین مسلمانون کی
آبادی کے اندر تاکہ اوسمین رہین شہر میں تو جائز ہی بسبب عائد ہونے اوسکی منفعت کے مسلمین پر کرایہ لینے سے اور تا اہل ذمہ اہل اسلام کی حسن معاشرت کو دیکھین تو اسلام
قبول کرین بشرطیکہ کم نہ ہوتی جماعات سے مین اونکی سکونت سے یہہ شرط عدم تقلیل کی امام حلوانی نے کی ہو (فان لزم من ذلک من سکناھم امروا بالاعتزال
عنھم والسکنی بناحیۃ لیس فیہا مسلمون وھو محفوظ عن ابی یوسف بحر عن الذخیرۃ) سو اگر اونکو رہنے سے تقلیل جماعات لازم آوے تو اون کو
مسلمین سے علیحدہ ہونیکا اور اوس کنارے میں سکونت کرنے کا حکم کیا جاوے جسمین مسلمین نہ ہون اور یہی قول ابی یوسف سے محفوظ ہے کذا فی البحر عن الذخیرۃ (قال
فی الاشباہ واختلف فی سکناھم بیننا فی المصر والمعتمد الجواز فی محلۃ خاصۃ انتہی واقرہ المصنف وغیرہ لکن ردہ شیخ
الاسلام جوی زادہ وجزم بانہ فہم خطأ لانہ فہم من الناحیۃ المحلۃ ولیس کذلک فقد صرح التمرتاشی فی شرح الجامع الصغیر
بعد ما نقل عن الشافعی انہم یؤمرون بان یعتزلوا من امصار المسلمین وبالخروج عنہا وبالسکنی خارجہا لئلا یکون لہم محلۃ

خاصة نقلا عن النسفی والمراد بالمنع المذکور عن الامصار ان یکون لهم فی المصر محلة خاصة یسکنونها ولهم فیها منعة خاصة لکن مع
المسلمین فاما سکناهم بینهم وهم مقهورون فلا کذلک کذا فی فتاوی الاسکوبی فلیحفظ درشباہ میں ہے اور خلاف واقع ہے ذمیونکی
سکونت میں اہل اسلام کے اندر شہر میں اور جواز سکونت محلہ خاص میں قول معتمد ہے انتہی اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے لیکن شیخ الاسلام جوی زادہ نے
اسکو رد کیا ہے اور اسپر یقین کیا ہے کہ صاحب اشباہ غلط سمجھا ہے سو گویا وہ ناحیہ کے محلہ سمجھا ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے ہواسطے کہ تمرتاشی نے جامع صغیر کی شرح
میں بعد نقل کرنے امام شافعی کے اس قول کو کہ ذمیوں کو اپنے گھر بیچنے کا اہل اسلام کے شہروں میں اور وہاں سے نکلجانے کا اور خارج شہر کے رہنے کا حکم کیا جاوے
تا انکی واسطے ایک محلہ خاص ہے النسفی سے تمرتاشی نے نقل کر کے تصریح کی ہے کہ مراد یعنی منع سکونت امصار سے یہ ہے کہ انکے واسطے شہر میں ایک محلہ مخصوصہ
ہو جسمیں وہ سکونت کریں اور حالانکہ انکے واسطے وہاں جماعت باشوکت اور عزت ہو جماعت مسلمین کے مانند اور سکونت اہل ذمہ کی آپسمیں اور حالانکہ وہ دبے
اور ذلیل ہوں سو اسطرح منع نہیں کذا فی فتاوی الاسکوبی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم خلاصہ یہ ہے کہ اہل ذمہ اگر اہل اسلام میں کمزور ہو کر رہیں تو منع نہیں اگرچہ
خاص محلہ میں رہیں لیکن اگر باجماعت اور قوت ہوں چنانچہ تمرتاشی نے مذکور کیا یا انکی سکونت سے تقلیل جماعت مسلمین لازم آوے جیسے کہ صاحب ذخیرہ نے تصریح
کی ہے تو منع کیے جائینگے اور صاحب اشباہ نے جو سکونت محلہ خاص کے جواز کو معتمد کہا ہے تو اسپر محمول ہے کہ جب انکو قوت اور شوکت نہو تو تمرتاشی کے قول کے
مخالف نہوا واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وینتقض عهدهم بالغلبة علی موضع للحراب او باللحاق بدار الحرب زاد فی الفتح او بالامتناع من قبول
الجزیة او یجعل نفسه طلیعة للمشرکین بان یبعث لیطلع علی اخبار العدو فلو لم یبعثوه لذلک لم ینتقض عهدهم وعلیه یحمل کلام المحیط
اور ذمیوں کا عہد ٹوٹ جائیگا انکے غالب ہونے سے ایک مکان پر لڑائی کے واسطے یا دار الحرب میں جا ملنے سے فتح القدیر میں اتنا زیادہ کہا ہے یا عہد شکنی ہوگی جزیہ قبول
کرنے سے انکار کرنے سے یا اپنے تئیں مشرکین کا جاسوس بنانے سے اسطرح کہ اسکو دار الحرب میں بھیجا جاوے مستامن ہو کر تا اخبار دشمن پر مطلع ہو سو اگر اہل حرب اسکو اسکے واسطے نہ بھیجیں
تو انکا عہد نہ ٹوٹے گا اور اسی تفصیل پر کلام محیط کا محمول ہے ہم محیط میں ہے کہ اگر ذمی مشرکین کو عیوب مسلمین کی خبر پہنچاوے تو یہ نقض عہد نہیں صاحب بحر نے بر خلاف
کے واسطے تاویل کی کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب اہل حرب نے اسکو جاسوسی کیواسطے نہ بھیجا ہو اور صاحب نہر اور حموی اور شارح نے یہ تاویل پسند کیا
کذا فی الطحطاوی وصار الذمی فی هذه الاربع الصور کالمرتد فی کل احکامه الا انه لو اسر یسترق والمرتد یقتل ولا یجبر علی قبول الذمة و
المرتد یجبر علی قبول الاسلام اور ہوگیا ذمی ان چاروں صورتوں میں مرتد کے مانند اسکے کل احکام میں مگر یہ کہ اگر ذمی گرفتار ہوگا تو غلام بنایا جائیگا اور مرتد
گرفتاری کے بعد قتل ہوگا اور ذمی پر قبول جزیہ کے واسطے جبر نہوگا اور مرتد پر قبول اسلام کیواسطے جبر ہوگا لا ینتقض عهده بقوله نقضت العهد زیلعی
بخلاف الامان الحربی فانه ینتقض بالقول بحر نہ ٹوٹے گا اسکا عہد اسکے یوں کہنے سے کہ میں نے عہد کو توڑا کذا فی شرح الزیلعی بخلاف حربی کی امان
کے کہ وہ ٹوٹ جاوے گی قول مذکور سے کذا فی البحر ولا بالاباء عن اداء الجزیة بل عن قبولها کما مر ونقل العینی عن الواقعات قتله بالاباء عن الاداء
قال وهو قول الثلاثة لکن ضعفه فی البحر اور ذمی کا عہد نہیں ٹوٹتا ادائے جزیہ کے انکار سے بلکہ عہد ٹوٹتا ہے قبول جزیہ کے انکار سے چنانچہ فتح القدیر
مذکور ہو چکا اور عینی نے واقعات سے ذمی کا قتل کرنا بسبب انکار ادائے جزیہ کے نقل کیا ہے کہا اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا لیکن اس قول کو ضعیف
کہا ہے بحر الرائق میں اس وجہ سے کہ درایت اور روایت کے مخالف ہے ولا بالزنی بمسلمة وقتل مسلم وافتتان مسلم عن دینه وقطع
الطریق اور عہد ذمی کا نہیں ٹوٹتا مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرنے سے اور مسلمان کے قتل کر ڈالنے سے اور مسلمان کو اسکے دین سے بہکانے
سے اور قطع الطریق سے ہم اسواسطے کہ زنا سے اسپر حد قائم ہوگی اور قتل سے قصاص لازم آویگا اور ذمی رہنے کا فائدہ بعد قصاص کے یہ ہے
کہ اسکی اولاد [illegible] اور رقیق نہوگی اور اسکا مال غنیمت نہوگا وسب النبی صلی الله علیه وسلم لان کفر المقارن لا یمنعه فالطاری لا یرفعه
فلو من مسلم قتل کما سیجیء اور نہیں ٹوٹتا عہد ذمی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام اور بدگوئی سے ہواسطے کہ کافر ہونا ذمی کا جو مقارن
ہے عہد کے مانع عہد کا نہیں تو جو کفر کہ طاری ہو یعنی دشنام کہ وہ عہد کا رافع نہوگا پھر اگر دشنام مسلم سے صادر ہو تو وہ مقتول ہوگا چنانچہ باب لاحق میں

آدیکا ہم شیخ شاہین نے ذخیرہ سے تفصیل ہمین نقل کی ہے کہ اگر ذمی نے اپنے اعتقاد کے موافق یون کہا کہ آنحضرت رسول نہتھے یا اونہون نے یہود یون کو ناحق قتل کیا یا حضرت کے طرف نسبت کذب کی تو بعضے علما کے نزدیک اوسکا عہد نہین ٹوٹتا اور اگر ذمی نے اپنی خلاف اعتقاد ذکر کیا اسطرح کہ آنحضرت کے طرف زنا کی نسبت کی یا آپ کے نسب مین طعنہ کیا تو عہد ٹوٹ گیا ہے اور یہہ محمول ہے عدم اعلان پر کذا فی الطحطاوی ویؤدب الذمی ویعاقب

علی سبہ دین الاسلام او القرآن او النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاوی وغیرہ قال العینی واختیاری فی السب ان یقتل انتہی وتبعہ ابن الہمام قلت وبہ افتی شیخنا الخیر الرملی وہو قول الشافعی اور ذمی تعزیر دیا جاوے اور مارا جاوے دین اسلام یا قرآن یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی پر کذا فی الحاوی وغیرہ علامہ عینی نے کہا اور میرے نزدیک قول مختار بدگوئی مین یہ ہے کہ وہ قتل کیا جاوے اور تابع ہوا ہے عینی کا ابن ہمام صاحب فتح القدیر مین کہتا ہون اور اسیکا فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور یہی قول ہے امام شافعی کا ہم بحر الرائق مین کہا کہ ابن ہمام نے یہان بحث مخالف اہل مذہب کے کی ہے عینی کا تابع ہوکر اور علامہ قاسم نے تصریح کی ہے کہ ابن ہمام کی ابحاث مخالفہ پر عمل نکرنا چاہیے ہان یہہ البتہ ہے کہ مومن کا دل مسئلہ مذکورہ مین قول مخالف کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن ہمکو اتباع مذہب واجب ہے ثم رایت فی معروضات المفتی ابی السعود انہ ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلین بقتلہ اذا ظہر انہ معتادہ وبہ افتی پہر میں مفتی ابو سعود کے معروضات مین دیکہا کہ البتہ امر سلطانی وارد ہوا ہے ہمارے ان علما کے اقوال پر عمل کرنیکا جو قائل ہین ذمیکے قتل کرنے کے جبکہ ظاہر ہوجاوے کہ بدگوئی اوسکی عادت ہے اور اسیکا فتوی دیا ہے مفتی مدوح نے ہم طحطاوی نے شرح ملتقی سے نقل کیا کہ جب ذمی علی الاعلان بدگوئی کرے یا اسکی یہی عادت ہو تو اوسکو قتل کرنا چاہیے اگرچہ عورت ہو تو افتی فی بکر الیہودی قال لبشیر النصرانی نبیکم عیسی ولد الزنا بانہ یقتل لسبہ الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انتہی پھر مفتی ابو سعود نے کہ یہودی کے بشیر نصرانی سے یون کہنے مین معاذ اللہ کہ تمہارا نبی عیسی ولد الزنا ہے یہہ فتوی دیا کہ وہ قتل کیا جاوے بسبب ایکے کہ ایسی گالی دینے کے حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو انکی قتل کا فتوی دیا بسبب اعلان سب کے قلت ویؤیدہ ان ابن کمال باشا ذکر فی احادیثہ الاربعینیۃ فی الحدیث الرابع والثلاثین یا عائشۃ لا تکونی فاحشۃ ما نصہ والحق انہ یقتل عندنا اذا اعلن بشتمہ علیہ الصلوۃ والسلام صرح بہ فی سیر الذخیرۃ حیث قال واستدل محمد لبیان قتل المراۃ اذا اعلنت بشتم الرسول بما روی ان عمر بن عدی لما سمع عصماء بنت مروان تؤذی الرسول فقتلہا لیلا مدحہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک انتہی فلیحفظ شامی مین کہتا ہون اور مفتی ممدوح کے فتوی کا یہہ مؤید ہے کہ ابن کمال باشا نے اپنی چہل حدیث مین چونتیسوین اس حدیث کے اندر یعنی یا عائشۃ لا تکونی فاحشۃ مین جو اسطرح تصریح کی ہے اور حق یہہ ہے کہ ذمی قتل کیا جاویگا ہمارے نزدیک جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کو ظاہر کرے تصریح کی ہے اس مسئلہ کی ذخیرہ کی کتاب السیر مین چنانچہ یون کہا ہے اور امام محمد نے واسطے بیان قتل کرنے عورت کے جبکہ وہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کا اعلان کرے استدلال کیا ہے اس روایت سے کہ عمر بن عدی نے جب کہ سنا عصماء بنت مروان سے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو ایذا دیتی ہے تو اوسکو قتل کر ڈالا رات مین تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اوسکی قاتل کی مدح کی انتہی یا فی الذخیرۃ تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم خلاصہ یہہ ہوا کہ ذمی مقتول نہوگا حضرت کی بدگوئی سے مگر جب اسکو بدگوئی کی عادت ہوگئی ہو کما فی المعروضات یا وہ اعلان کرتا ہو کذا فی الذخیرۃ تو عدم قتل کی روایت عدم اعتیاد یا عدم اعلان پر محمول ہے تو اب دونون قولون

مین تعارض باقی نرہا واللہ تعالی اعلم ویؤخذ من مال بالغ تغلبی وتغلبیۃ لا من طفلہم الا الخراج ضعف زکوتنا باحکامہا مما تجب فیہ الزکوۃ المعہودۃ بیننا لان الصلح وقع کذلک اور لیا جاویگا بالغ تغلبی اور تغلبیہ کے مال سے نہ اونکے طفل سے سوای خراج کے اہل اسلام کی زکوۃ کا دونا لیا جاویگا احکام مفصلہ زکوۃ اوس مال سے جسمین زکوۃ مقرری بین المسلمین واجب ہوتی ہے اسواسطے کہ صلح اوس قوم سے اسیطرح پر واقع ہوئی ہے ہم تغلبی بکسر لام منسوب ہے تغلب بن وائل بن ربیعہ کے طرف وہ عرب کی ایک قوم ہے جو جاہلیت مین نصرانی ہوگئی تہی اور روم کے متصل سکونت اختیار کی تہی جب زمانہ اسلام کا آیا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اون سے جزیہ طلب کیا اونہون نے جزیہ دینے کا انکار کیا عار سمجھکر اور بولے کہ ہم لوگ بہی عرب ہین ہمسے بہی زکوۃ لیجیے جیسے اور عرب سے زکوۃ لیتے ہو فاروق اعظم نے فرمایا کہ مشرک سے ہم زکوۃ نہین لیتے تو بعضے لوگ اوس قوم کے روم کو بہاگ گئے

له ای عادتہ ... یعنی عادی ... ١٢ ۵۔ صواب ... کہ ترجمہ اول ... تغلبی بفتح ... لام ... تغلب بکسر لام ... لام ... لام ... ١٢

سو فلان بن زہرہ نے کہا یا امیر المومنین یہہ لوگ بڑے مولڑنے والے ہین اور عرب ہین جزیہ دینے سے ننگ و عار کرتے ہین سو تنگی نکیجئے اور اون سے جزیہ بنام
زکوۃ لیجئے سو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اونکو بلایا اور زکوۃ کا دونا اونپر مقرر کیا پھر اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا اونکے بعد فقہا کا کذا فی النہر والبحر اور چونکہ صلح دوچند
زکوۃ پر ہوئی لہذا اونکی طفلان اور دیوانے اور معتوہین پر کچہہ لازم نہین کیونکہ زکوۃ اون پر واجب نہین کذا فی الدر المنتقے بخلاف خراج کے کہ وہ طفل وغیرہ پر لازم
ہوتا اسواسطے کہ وہ زمین کا وظیفہ ہے عبادت نہین کذا فی البحر اور جب دوچند زکوۃ باحکامہا لازم ہوئی تو چالیس بکریون مین سے دو بکریان اور ایکسو بیس
بکریون مین سے چار بکریان علے ہذا القیاس اونٹ سے کذا فی الفتح ویوخذ من مولی ای معتق التغلبی فی الجزیۃ والخراج لعمل القرشی وحدیث
مولی القوم منہم مخصوص بالاجماع اور لیا جائیگا اوسکے مولے سے یعنی تغلبی کے آزاد غلام سے جزیہ اور خراج مثل قرشی کے آزاد غلام کے
اور مولے القوم منہم کی حدیث بالاجماع مخصوص ہے یعنی یہہ جو حدیث ہے کہ آزاد غلام قوم کا اوسی قوم مین داخل ہے سو یہہ مخصوص بحسب صدقہ ہے یعنے
جس قوم کو صدقہ لینا درست نہین تو اوسکے آزاد غلام کو بھی لینا جائز نہین ومصرف الجزیۃ والخراج ومال التغلبی وہدیتہم للامام وانما یقبلہا
اذا وقع عندہم ان قتالنا للدین لا للدنیا جوہرۃ وما اخذ منہم بلا حرب ومنہ ترکۃ ذمی وما اخذہ عاشر منہم ظہیریۃ مصالحنا خبر
اور مصرف جزیہ اور خراج کا اور تغلبی کے مال کا اور اوس مال کا جسکو کفار نے سلطان کو بطریق تحفہ دیا ہو اور اوس مال کا جو کافرون سے بدون لڑائی کے
لیا گیا اہل اسلام کے مصالح ہین سلطان کفار کا تحفہ اوسوقت قبول کرے جب کہ اونکے نزدیک ثابت ہوجاے کہ ہمارا لڑنا دین کے واسطے ہے نہ دنیا کی
تحصیل کے واسطے کذا فی الجوہرہ اور مال بلا حرب مین اوس ذمی کا ترکہ داخل ہے جسکا کوئی وارث نہین کذا فی الحموی اور وہ مال جسکو عاشر کفار سے
لے کذا فی الظہیریہ شارح نے کہا مصالحنا خبر ہے مصرف کی ہم مصالح جمع ہے مصلحت کی یعنی جسکی منفعت اسلام کیطرف عائد ہو کذا فی القہستانی اہل نجران کا مال
اور جس مال پر کہ اہل حرب نے صلح کی ترک قتال پر دار الحرب مین لشکر اسلام کے داخل ہونے سے پہلے مال بلا حرب مین داخل ہے کذا فی البحر کسد ثغورنا
وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح مصالح اہل اسلام کے چنانچہ دار الاسلام کی سرحدون کی
حفاظت کرنا اور دریا کا پل اور لکڑی کا پل بنانا اور علما اور متعلمین کو بقدر کفایت دینا کذا فی التجنیس اور متعلمین کے لفظ سے طالب علم بھی مصرف مین داخل ہوگئے
کذا فی الفتح سد بالفتح والضم مضبوط کرنا اور ثغر بالفتح وسکون غین معجمہ عبارت ہے موضع مخافت بلاد سے تو سد ثغور سے مراد یہہ ہے کہ اون لوگون پر صرف
کرنا چاہیے جو اوس محل خوف کی محافظت کرتے ہین جو فاصل ہے دار الاسلام اور دار الحرب کے درمیان مین اور علما سے مراد مفسرین اور محدثین ہین و در
ظاہر علما سے مراد وہ ہین جو علوم شرعیہ کی تعلیم کرتے ہین تو صرف اور نحو وغیرہما کو بھی شامل ہے کذا فی الحموی عن البرجندی نہر الفائق مین خانیہ سے منقول
ہے کہ رازی سے سوال ہوا کہ بیت المال مین اغنیا کا بھی حصہ ہے جواب دیا کہ نہین مگر جب کہ غنی عالم یا قاضی ہو اور فقہا کا اسمین حصہ نہین مگر اوس فقیہ کا
حصہ ہے جو لوگونکو فقہ اور قرآن کی تعلیم کیا کرتا ہے والقضاۃ والعمال ککتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل اور بقدر کفایت قاضیون
اور عاملون کے جیسے قاضیون کے کاتب اور قسمت کے گواہ یعنی قسمت بین الورثہ اور شرکا کے شاہد اور سواحل دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے والے کذا فی
الطحطاوی ورزق المقاتلۃ وذراریہم ای ذراری کل من ذکر مسکین واعتمدہ فی البحر قائلا وہل یعطون بعد موت آبائہم حالۃ الصغر
لم ارہ اور مصرف روزی مقاتلین مجاہدین کی اور اونکی ذریت کی یعنی محافظین حدود اور علما اور قضاۃ اور عمال اور مقاتلین مذکورین کی ذریت کی کذا فی
شرح مسکین اور اسی پر اعتماد کیا بحر الرائق مین یون کہہ کر اور کیا اونکی ذریت کو روزی دیجاویگی اونکے باپون کے مرجانیکے بعد حالت طفلی مین میں نے اسکا حکم
کسی کتاب مین نہین دیکھا امام طحطاوی نے شیخ عیسی صفتی کے رسالہ سے نقل کیا کہ ابو یوسف نے کہا کتاب الخراج مین کہ جو شخص بیت المال کا مستحق ہے اور
اوسکے واسطے اوسکا استحقاق بیت المال مین مفروض ہوگیا تو اوسکی ذریت کے واسطے بھی مفروض ہوگا اوسکی تبعیت سے اور اوسکی موت سے ساقط نہوگا
صاحب حاوی نے کہا فتوی اسی پر ہے کہ علما اور فقہا اور مقاتلین کی ذریت اور جو مستحق بیت المال ہو اوسکی ذریت کا حصہ معین کیا جاوے اور جو اونکی اولاد کے
واسطے مفروض ہوا وہ اونکی موت سے ساقط نہین ہوتا والی ہنا تمت مصارف بیت المال ثلثۃ فہذا مصرف جزیۃ وخراج ومصرف

زکوٰۃ و عشر مرّ فی الزکوٰۃ و مصرف خمس و رکاز مرّ فی السیر و بقی رابع و هو لقطۃ و ترکۃ بلا وارث و دیۃ مقتول بلا ولی و مصرفه
لقیط فقیر و فقیر بلا ولی اور یہاں تک تمام ہوچکے تین قسم بیت المال کے مصارف سو مصرف جزیہ اور خراج کا ہی اور زکوٰۃ اور عشر کا مصرف کتاب
الزکوٰۃ میں مذکور ہوچکا اور مصرف خمس اور رکاز گذر گیا کتاب السیر میں یعنی کتاب الجہاد کی فصل قسمت غنیمت میں مذکور ہوچکا باقی رہا چوتھی قسم کا بیت المال یعنی لقطہ
مال اور متروکہ بلا وارث اور خون بہا اوس مقتول کا جسکا کوئی ولی نہیں اور مصرف اسکا لقیط محتاج اور فقیر بلا ولی ہے یعنی انکے نفقات اور انکے معالجات اور جو مر
جاتے ہیں ان کی تکفین اور انکی جنایات کی دیت میں صرف کیا جاویگا کذا فی النہر و علی الامام ان یجعل لکل نوع بیتا یخصه اور بادشاہ پر لازم ہے کہ ہر قسم مال کا ایک
ایک گھر بنادے کہ وہ گھر اوسی مال کے واسطے مخصوص رہے یعنی ایک بیت المال جزیہ اور خراج کا اور دوسرا عشر اور زکوٰۃ کا اور تیسرا خمس اور رکاز کا اور چوتھا لقطات
اور لاوارث ترکات اور لاوارث کی دیت کا اور فائدہ جدا جدا رکھنے کا یہہ ہے کہ ایک قسم کا مال دوسری قسم میں مخلوط نہو جاوے اسواسطے کہ ہر قسم کا حکم علیحدہ ہے
کذا فی البحر و له ان یستقرض من احدها لیصرفه للآخر اور جائز ہے بادشاہ کو کہ قرض لے ایک بیت المال سے تا اوسکو صرف کرے دوسرے بیت المال کے
مصرف میں پھر جب اوس قسم کا مال آوے تو جس بیت المال سے قرض لیا تہا اوسمیں پھیر دے مگر جب کہ مال مصروف از قسم صدقات اور خمس ہوا اور اہل خراج پر صرف
کیا ہو اور حالانکہ وہ محتاج ہیں تو پھیر دینا کچھ ضرور نہیں اسواسطے کہ فقرا اہل خراج مستحق صدقات ہیں اپنی محتاجی کے سبب سے کذا فی البحر والنہر و یعطی بقدر
الحاجۃ والفقه والفضل فان قصّر کان اللّٰه علیه حسیبا زیلعی اور دے بقدر حاجت اور بقدر فقه اور فضیلت کے سواگر اسمیں بادشاہ قصور کریگا
تو حق تعالی اوس سے حساب کرلینے والا ہے کذا فی شرح الزیلعی ہم قنیہ میں ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللّٰه تعالی عنه اہل اسلام کو برابر دیتے تھے اور عمر فاروق اونکو بقدر
حاجت اور بمقدار فقه اور فضیلت کے عطا فرماتے تھے اور عمل کرنا فاروق اعظم کے فعل پر ہمارے زمانے میں حسن ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی و فی الطحطاوی المراد بالحافظ
فی حدیث لحافظ القرآن مائتا دینار هو المفتی الیوم اور حاوی قدسی میں ہے کہ حافظ سے مراد اس حدیث میں کہ حافظ قرآن کیواسطے دوسو دینار ہیں
مفتی ہے اسواسطے کہ جو صحابہ کرام کے زمانے میں حافظ قرآن ہوتا تہا وہ احکام کا بھی عالم ہوتا تہا بخلاف اسوقت کے کذا فی الطحطاوی و لا شیء للذمی فی بیت
المال الّا ان یهلک لضعفه فیعطیه ما یسدّ جوعته اور کچھ حق نہیں ذمی کے واسطے بیت المال میں مگر یہہ کہ وہ ہلاک ہوتا ہو بسبب اپنے ضعف کے تو اتنا اسکو
بیت المال سے دیں جس سے بھوک جاوے اور اوسکی دفع ہو و من مات ممن ذکر فی نصف الحول حرم من العطاء لانه صلة فلا تملک الا بالقبض اور جو شخص مصارف
بیت المال سے جنکا ذکر ہوچکا نصف سال میں مرگیا محروم رہا عطا سے اسواسطے کہ عطا صلہ ہے یعنی صدقہ اور احسان ہے تو وہ مملوک نہیں ہوتا بدون قبضہ
کے حموی کی شرح میں ہے کہ رزق اور عطا متقارب المعنی ہیں مگر فرق یہ ہے کہ دونوں میں فرق کیا ہے سو جو اہل لشکر کو بطور مشاہرہ دیا جاوے اوسکو رزق
کہتے ہیں اور جو بطریق سالانہ یا ششماہی کے دیا جاوے اوسکو عطا کہتے ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ عطا وہ ہے کہ جو مستحقین بیت المال کے نام پر کچہری
میں لکھا جاوے چنانچہ جاگیر ہمارے عرف میں لیکن جاگیر ماہانہ ہے اور عطا سالانہ و اهل العطاء فی زماننا القاضی والمفتی والمدرس صدر الشریعۃ
اور اہل عطا یعنی سالانہ وار ہمارے زمانے میں قاضی اور مفتی اور مدرس ہیں کذا فی شرح الوقایه ہم بحر الرائق کی عبارت میں مثل القاضی والمفتی والمدرس
اور یہی بہتر ہے کہ مقاتلین وغیرہم کو بھی شامل ہو و لو مات فی آخرۃ او بعد تمامه کما صححه اخی زاده لا یستحب الصرف الی قریبه لانه اوفی
تعبه فیندب الوفاء له اور اگر اہل عطا مرگیا آخر سال میں یا بعد تمام ہوجانے سال کے چنانچہ اخی زادہ نے اسکی تصحیح کی ہے تو مستحب ہے عطا کا
صرف کرنا اوسکے قریب کی طرف اسواسطے کہ اوس نے اپنی محنت کشی کو پورا کردیا تو عطا کا بھی پورا کردینا اوسکے واسطے مستحب ہوا یعنی میت کے
وارثوں کو دیکر ہم استحباب صدر الشریعۃ علامہ عینی اور شارح مجمع کا مختار ہے اور مسکین نے وجوب صرف کو اختیار کیا ہے محقق ابن ہمام نے کہا کہ دلیل اسکی
مقتضی ہے کہ اوسکے وارثوں کو دینا واجب ہوا ہو اسواسطے کہ حق متاکد ہوگیا سال کے اندر اتمام عمل سے چنانچہ سہم غازی کا موروث ہوتا ہے
بعد احراز دار الاسلام کے بسبب متاکد ہونے حق کے اسوقت میں اگرچہ اوسکی ملک ثابت نہیں کذا فی الطحطاوی و من تعجله ثم مات او عزل
قبل الحول قیل یجب رد ما بقی و قیل لا کالنفقۃ المعجلۃ زیلعی اور جو سالانہ پیشگی لے پھر مرجاوے یا معزول ہو عمل سے سال سے پہلے بعضوں نے

ف
فرق رزق و
عطا میں کیا

تھا جسقدر سال مین سے باقی رہا اوسنا حساب سے پہیر دیوی اور بعضون نے کہا پہیر دینا واجب نہین نفقہ معجلہ کے مانند شیخین کے نزدیک خلافاً لمحمد کذا فی المنح عن الزیلعی والمؤذن والامام اذا کان لہما وقف ولم یستوفیا حتی ماتا فانہ یسقط لانہ کالصلۃ وکذا القاضی وقیل لا یسقط لانہ کالاجرۃ وا هذا اثابت فی نسخ الشرح ساقط من نسخ المتن ھنا وتمامہ فی الدرر وقد لخصناہ فی الوقف اور موذن اور امام مسجد کا جب کہ وقف اونکے واسطے ہوا اور اونکو پورا سال نگذرا کہ وہ مرگئے تو وہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ صدقہ اور احسان کے ہی اور یہی حکم ہے قاضی کا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ وہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ بجائی اجرت کے ہی اور یہہ مسئلہ مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہی اور متن کے نسخون سی ساقط ہی اور پورا بیان اس کا درر غرر مین ہے اور کتاب الوقف مین ہمنے اسکو ملخص بیان کیا ہے اور اگر امام اور موذن کے واسطے اجرت معین ہی تو وہ موت سی ساقط نہین ہوتی درر غرر مین صدر الاسلام طاہر بن محمود کے فوائد سی مذکور ہے کہ ایک گانون مین امام مسجد پر زمین وقف ہی سو امام نے اوس کا غلہ بعد پختہ ہونے کے لیا اور اوس گانون سی چلا گیا تو باقی سال کا حصہ اوس سے مسترد نہوگا اور امام کو باقی سال کا حصہ کہانا جائز ہے اگر وہ محتاج ہوا اور یہی حکم ہی طلبۂ علم اور مدرس کا کذا فی الطحطاوی

باب المرتد

یہہ باب ہی مرتد کے احکام مین جب مصنف نے کفر اصلی کے احکام سی فراغت پائی تو کفر طاری کے احکام شروع کئی کفر اصلی سے مراد یہہ ہے کہ اوس پر ایمان مقدم نہوا ہو بعد بلوغ کے اور کفر طاری وہ ہی جس پر ایمان مقدم ہوا ہو ھو لغۃ الراجع مطلقاً و شرعاً الراجع عن دین الاسلام مرتد لغت مین پہر جانی والیکو کہتے ہین مطلقاً خواہ ایمان سی پہرے یا غیر ایمان سی اور اصطلاح شرع مین دین اسلام سی پہر جانے والیکو مرتد کہتی ہین ورکنہا اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان بعد الایمان اور رکن ردت یعنی ارتداد کا رکن جاری کرنا ہی کلمہ کفر کا زبان پر بعد ایمان کے ھم یہہ ارتداد ظاہری کی تعریف ہی اور ارتداد قلبی تکلم لسانی پر موقوف نہین چنانچہ حق تعالی کو بصفت نالائق موصوف اعتقاد کرے یا بعد مدت کے کافر ہوجانیکا قصد مصمم کرے کذا فی الطحطاوی وھو تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ تعالی مما علم مجیئہ ضرورۃ اور وہ یعنی ایمان عبارت ہی سرور عالم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تصدیق سی ہر چیز مین جسکو آنحضرت لائی اللہ تعالی کی طرف سی جسکا لانا بالیقین معلوم ہوچکا یعنی ضروریات دین محمدی کو دل سی ماننا یہی حقیقت ہی ایمان کی اور ضروریات سی مراد وہ ہے جسکو عوام بہی جانتے ہین بلا احتیاج نظر و استدلال چنانچہ وحدانیت خدا و نبوت انبیا و بعثت و جزا و وجوب صلوۃ و زکوۃ و حرمت خمر وغیرہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وھل ھو فقط او ھو مع الاقرار قولان واکثر الحنفیۃ علی الثانی والمحققون علی الاول اور کیا ایمان فقط تصدیق قلبی سی عبارت ہی یا تصدیق مع الاقرار سی اسمین دو قول ہین اور اکثر حنفیہ قول ثانی پر ہین اور علماء محققین قول اول پر ہم محققین سے مراد اکثر ماتریدیہ اور اشاعرہ ہین اور خوارج کے نزدیک ایمان عبارت ہی تصدیق مع الاطاعۃ سے بہذا اونکے نزدیک گناہ سی آدمی کافر ہوجاتا ہے اور کرامیہ کے نزدیک فقط تصدیق زبانی کا نام ایمان ہے سو اگر تصدیق لسانی تصدیق قلبی کے مطابق ہی تو وہ مومن ناجی ہے والا مومن مخلد فی النار ہی والاقرار شرط لاجراء الاحکام الدنیویۃ بعد الاتفاق علی انہ یعتقد متی طولب بہ اتی بہ فان طولب بہ فلم یقر فھو کفر عناد اور محققین مذکورین کے نزدیک ایمان کا اقرار کرنا شرط ہی احکام دنیویہ کے جاری کرنیکے واسطے اونکے متفق ہونیکے بعد اسپر کہ مومن اسکا اعتقاد رکہی کہ جب کوئی اوس سی ایمان کا مطالبہ کریگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا سو اگر اوس سے ایمان کا مطالبہ ہوا اور اوسنے اقرار نکیا تو اوس کا یہہ عدم اقرار اور چپ رہنا کفر عناد ہی ہم احکام دنیویہ سی مراد نکاح اور رنکاح اور قبول شہادت اور صحت قضا اور تغسیل اور تکفین اور نماز جنازہ اور مقابر مسلمین مین دفن کرنا ہے پہر اگر وہ مرگیا اور اوسنے ایمان کا اقرار نکیا اور اوسکے دل مین یہہ تہا کہ جو کوئی اوس سی پوچہیگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا تو وہ خدا کے نزدیک مومن ناجی ہوگا لیکن اسلام کے احکام دنیویہ اوسپر جاری نہونگے علماء محققین کا اس پر اجماع ہی کہ ترک عناد شرط ہے ایمان کی اور ترک عناد سی مراد یہہ ہی کہ جب اوس سی ایمان کا مطالبہ ہو تو وہ اوس کا اقرار کرے سو اگر بعد مطالبہ اوسنے اقرار نہ کیا تو یہہ عدم اقرار کفر عنادی ہے اعتقاد سابق اسکو مفید نہوگا باقی رہا یہہ کہ اگر اس کا معتقد نہو یعنی خالی الذہن ہو یا اسکا معتقد ہو کہ مطالبہ کرنے سے ایمان کا اقرار نکریگا لیکن مطالبہ کے وقت اقرار کرے سو یہہ اقرار کیا کافی ہوگا بنظر حصول مقصود کے یا کافی نہوگا بنظر اعتقاد سابق کے کذا فی حاشیۃ الحلبی طحطاوی نے کہا ظاہر اجواب یہہ ہے

باب المرتد

کہ جب اوس نے اقرار کیا تو اوسکے ایمان مین کچھہ شک نہین اور قبل اقرار کے در صورت ثانی کافر ہوگا اسواسطے کہ اوس نے اپنی نیت مین اقرار
ایمانی سے انکار کیا اور پہلی صورت مین شرط کرنا اعتقاد کا مقتضی کفر ہے واللہ تعالے اعلم قال المصنفؒ وفی الفتح من ھزل بلفظ کفر ارتد وان
لم یعتقدہ للاستخفاف فھو ککفر العناد مصنف نے کہا اور فتح القدیر مین ہے کہ جسنے مسخرا پن اور خوش طبعی کی بلفظ کفر اگرچہ معتقد کفر نہو
وہ مرتد ہوگیا بسبب خفیف جاننے کے تو وہ کفر عنادی کے مانند ہے فتاوی خیریہ مین بحر الرائق سے منقول ہے کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرے باعتبار ہزل کے
وہ کافر ہے سبکے نزدیک اور اوسکے اعتقاد کا کچھہ اعتبار نہین اور جسنے باعتبار خطا یا اکراہ کے اوس کا تکلم کیا وہ سبکے نزدیک کافر نہین اور
جسنے معلوم کرکے قصداً تکلم کیا وہ بھی بالاتفاق کافر ہے اور جو کلمہ کفر کو بخوشی بولا لیکن اوسکے کفر ہونے سے جاہل ہے تو اسمین خلاف ہے
والکفر لغۃ الستر وشرعاً تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء مما جاء بہ من الدین ضرورۃً اور کفر لغت مین بمعنے اخفا کے ہے اور شرع
مین عبارت ہے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب سے کسی چیز مین جسکو آپ لائے منجملہ دین کے بالیقین بلا تردد یعنی ضروریات دین مین سے ایک چیز کا
انکار کرنا کفر ہے مثلاً جو فرضیت زکوٰۃ یا حج کا منکر ہو یا ظہر کی شلا چار رکعت فرض کو نمانے وہ کافر ہے والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت
بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشیء منہا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجیء قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیء منہا
اور کلمات کفر کے فتاوی مین مشہور ہین بلکہ اونکی جداگانہ تالیف ہوئی ہے رسائل مین باوجود اسکے کہ کفر کا فتوی دیا نہین جاتا بسبب کسی چیز کے اونمین سے
مگر اوسمین جسپر فقہا کا اتفاق ہے چنانچہ اوسکا بحر الرائق مین کہا کہ مین نے اپنی ذات پر لازم کرلیا ہے کہ مین فتوی نہ دونگا کسی چیز پر اونمین سے یعنی جسمین
فقہا کا اختلاف ہے اسواسطے کہ مومن کو کافر کہنا بلا دلیل قطعی خطرناک ہے فائدہ بعضی موجبات کفر فتاوی عالمگیری اور طحطاوی سے مترجم نقل کرتا ہے
تا اہل اسلام اوس سے کنارہ کرین جو شخص کہے کہ مین صفت اسلام کی نہین جانتا وہ کافر ہے اوسکا صوم اور صلوٰۃ اور عبادت اور نکاح صحیح نہین اور اوسکی
اولاد ولد الزنا ہے جو شخص حق تعالی کو بصفات ناقصہ موصوف کرے یا اوسکے کسی نام مقدس سے یا اوسکے کسی حکم سے مسخراپن کرے یا اوسکی وعدہ اور وعید کا
انکار کرے یا اوس کا کوئی شریک یا فرزند یا زوجہ ٹھیراوے یا اوس علیم اور قدیر کے طرف جہل یا عجز یا نقصان کی نسبت کرے وہ کافر ہے جو کہے کہ اگر خدا مجھکو
اس کام کا امر کرے تو مین نکرون وہ کافر ہے جو شخص بعض انبیا علیہم السلام کا مقر نہو یا کسی سنت کو سنن مرسلین سے پسند نکرے وہ کافر ہے جو خضر اور ذو الکفل
کی نبوت کا منکر ہو وہ کافر نہین بسبب اختلاف کے اونکی نبوت مین جو شخص کہے کہ اگر فلانا شخص نبی یا رسول اللہ ہو تو بھی اوسکا ایمان نہ لاؤن وہ کافر ہے رافضی جو
شیخین کو بد کہے یا لعنت کرے تو وہ کافر ہے اور اگر علی مرتضی کو ابی بکر صدیق سے افضل کہے تو کافر نہین مبتدع ہے قاذف عائشہ صدیقہ کا کافر ہے بخلاف اور
ازواج طاہرات کے کہ اونکا قاذف کافر نہین لیکن مستحق لعنت ہے خلافت شیخین کا منکر بقول صحیح کافر ہے رافضیون کا یہہ قول کہ دنیا مین اموات رجعت
کرینگے یا جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کی کہ علی مرتضی کو چھوڑ کر محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی پہنچائی یہہ صاف کفر ہے یہہ لوگ دین اسلام سے خارج ہین اور
مرتدین مین داخل ہین حدیث متواتر کا منکر کافر ہے اور حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کافر نہین اور اسیطرح خبر واحد کا منکر کافر نہین بلکہ گنہگار ہے بسبب ترک
قبول کے استخفاف بلا کہ کا اور اونکو عیب لگانا کفر ہے جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا قرآن مین سے کسی آیت کا منکر ہو یا مسخراپن اور بےادبی کسی آیت سے کرے وہ کافر ہے
جو قرآن کو دف وغیرہ کی گت پر پڑھے وہ کافر ہے ایک شخص نے کہا دوسرے سے کہ نماز پڑھ اوس نے جواب دیا کہ اسکو کون سر پر اوٹھاوے یا بولا کہ ہمارے
واسطے لوگ نماز پڑھتے ہین یا بولا کہ تو نے نماز پڑھکے کیا کیا یا یون بولا کہ نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا برابر ہے یہہ سب کفر ہے جو شخص کہے بطریق
استخفاف اور طنز کہ ہمنے بہت نماز پڑھی ہماری کوئی حاجت روا نہوئی تو وہ کافر ہے جو شخص کہے کہ نماز مجھکو سزاوار نہین یا حلال مجھکو سزاوار
نہین یا نماز کو مین نے طاق پر رکھہ دیا وہ کافر ہے جو شخص بلا سبب عالم یا فقیہ کو گالی دے اوسپر خوف ہے کفر کا ایک جاہل نے کہا کہ یہہ جو علم سیکھتے ہین
داستان سیکھتے ہین اور باد ہوائی کہتے ہین یا یون کہا کہ یہہ تزویر ہے سو وہ کافر ہے اگر کسی نے مسئلہ بیان کیا یا حدیث صحیح کی روایت کی دوسرے نے
کہا کہ یہہ کچھہ نہین یا یون بولا کہ یہہ بات کس کام آتی ہے درم چاہئے کہ موجب حشمت اور عزت ہے علم کسکے کام آتا ہے سو یہہ قول کفر ہے جو شخص اونچے مکان پر بیٹھے

ف بعض موجبات کفر جو طحطاوی مین مذکور

یہان جسکا دیوانہیں مراد نہین بلکہ بعضی مراد ہین اسواسطے کہ جمہور فلاسفہ رسالت انبیا کے قائل ہین اور عیسویہ سے نصاری مراد نہین بلکہ ایک قوم ہی یہود کی
جو عیسی اصفہانی یہودی کیطرف منسوب ہے مشارع صابرہ کا قول جدا ہے اور دو رسکے مخالف ہی یعنے مجوسیونمین اداے شہادتین ضروری ہی اور بنظاہر اونکے
ہی مجوسیون کے مانند ہین انکار توحید اور رسالت مین هکذا اسے حاشیۃ الحلبی وحینئذ فلیستفسر من جہل حالہ بل عمم فی الدرر اشتراط التبری
فی کل یہودی ونصرانی ومثلہ فی فتاوی المصنف وابن نجیم وغیرہما وفی رہن فتاوی قاری الہدایۃ کذا افتی علماءنا والذی اُفتی
بہ ان یحکم بالشہادتین بلا تبری لان التلفظ بہما صار علامۃ علی الاسلام فیقتل ان رجع مالم یعد اور سہ وقت مین یعنی جب معلوم ہوا کہ
کفار پانچ قسم پر ہین اور اونکے اسلام مین حکم مختلف ہی تو استفسار کرنا چاہیے جسکا حال معلوم نہو کہ اقسام خمسہ مین سے کس دین مین مرتد داخل ہوا بلکہ عام کہا ہے
درر مین مشروط ہونے تبرا کو ہر یہودی اور نصرانی مین اور اسیکے مانند ہی مصنف اور ابن نجیم وغیرہما کی فتاو ونمین اور فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الرہن مین
ہو ایسا ہی فتوی دیا ہے ہماری علمانے اور جو مین فتوی دیتا ہون وہ صحت اسلام ہے شہادتین سے بلا شرط تبرا اسواسطے کہ شہادتین کا بولنا اسلام کی علامت
ہوگئی ہے تو قتل کیا جایگا اگر پھر جاوے در صورت عدم اعادہ اسلام مرتد ہین بالفعل اکتفا بشہادتین معمول ہے کذا فی الدر المنتقی واعلم انہ لا یفتی بتکفیر
مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذلک روایۃ ضعیفۃ کما حررہ فی البحر وعزاہ فی الاشباہ الی
الصغری اور اسکو معلوم کر کہ فتوی نہ دیا جاوے مسلمان کی تکفیر پر جسکے کلام کا محمول کرنا اچھی محمل پر ممکن ہو یا اوسکے کفر مین علما کا خلاف ہو اگرچہ یہہ خلاف
ضعیف روایت سے ہو چنانچہ بحر الرائق مین اسکو خوب منقح کرکے لکھا ہی اور اشباہ مین عدم تکفیر در صورت اختلاف کو فتاوی صغری کیطرف منسوب کیا ہے مفتی ابو
سعود نے حاشیہ اشباہ مین تصریح کی ہے کہ عدم تکفیر مین روایت ضعیف بہی کافی ہے اگرچہ وہ روایت ہمارے غیر مذہب کی ہو وفی الدرر وغیرہا اذا کان
فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر وواحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ ثم لو نیتہ ذلک فمسلم والا لم ینفعہ حمل المفتی علی خلافہ
اور درر وغیرہ مین ہے جب کہ ایکصورت مین چند وجوہ ہون موجب کفر کی اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہے میل کرنا اوس وجہ کیطرف جو مانع کفر ہی پھر اگر
اوس شخص کی نیت مین وہی وجہ ہی جو مانع کفر ہے تو وہ شخص مسلمان ہی اور اگر اسکی نیت مین وہ وجہ نہین ہے تو فائدہ نکریگا محمول کرنا مفتی کا اوسکے کلام کو
وینبغی التعوذ بہذا الدعاء صباحا ومساء فانہ سبب لعصمۃ من الکفر بوعد الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انی اعوذ
بک من ان اشرک بک شیئا وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم انک انت علام الغیوب اور مسلمانکو لائق ہی پناہ مانگنا بوسیلہ اس دعا کی صبح اور شام ہو اسواسطے
کہ وہ سبب ہے کفر سے محفوظ رہنے کا بموجب وعدہ رسول صادق الامین کے علیہ الصلوۃ والسلام وہ دعا اللہم سے آخر تک ہی یعنی خداوندا مین پناہ مانگتا ہون تیرے
ساتھ اسسے کہ کسی چیز کو مین تیرا شریک ٹہراؤن جان بوجہ کر اور تیری مغفرت چاہتا ہون اوس گناہ کی واسطے جسکو مین نہین جانتا بلا شک تو علام الغیوب ہے
وتوبۃ الیاس مقبولۃ دون ایمان الیاس در دار توبہ کرنا گناہون سے اوس وقت جب زندگی کی امید نرہی مقبول ہے نہ ایمان لانا اوس وقت کا کذا فی
الدرر طحطاوی نے کہا مقبولیت توبہ یاس متفق علیہ نہین بلکہ بعضی علما نے عدم قبول کی تصحیح کی ہے واللہ تعالی اعلم وفیہا ایضا شہد نصرانیان علی نصرانی
انہ اسلم وہو منکر لم تقبل شہادتہما وکذا لو شہد رجل وامرأتان من المسلمین وفی النوازل تقبل شہادۃ رجل وامرأتین علی الاسلام
وشہادۃ نصرانیین علی نصرانی بانہ اسلم انتہی اور یہہ بہی درر مین ہی کہ گواہی دی دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہوگیا اور حالانکہ
وہ منکر ہی تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور اسیطرح اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتون نے منجملہ مسلمین کے اور نوازل مین ہے کہ مقبول ہی گواہی ایک مرد اور
دو عورتونکی اسلام لانے پر اور مقبول ہے گواہی دو نصرانیون کی ایک نصرانی پر اسکی کہ وہ مسلمان ہوگیا اہو وکل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا
جماعۃ من تکررت ردتہ علی ما مر اور جو مسلمان کہ مرتد ہوگیا تو اسکی توبہ مقبول ہی مگر چند مرتدین کی توبہ مقبول نہین اونمین سے ایک وہ ہی جسکا ارتداد
چند بار واقع ہوا بنا بر گذشتہ حکم یہہ قول غیر معتمد ہی اور حق یہہ ہی کہ اوسکی توبہ مقبول ہی چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہوچکا والکافر بسب نبی من الانبیاء
فانہ یقتل حدا ولا تقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالی قبلت لانہ حق اللہ تعالی والاول حق العبد لا یزول بالتوبۃ اور توبہ مقبول نہین اوس مرتد کی

جو کافر ہوا بسبب گالی دینے کسی نبی کے انبیا مین سے ہو اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا بنا بر حد کے اور اوسکی توبہ مقبول نہو گی کسیطرح خواہ خود توبہ کرکے آیا ہو خواہ اوسکی
توبہ گواہی سے ثابت ہوئی ہو کذا فی البحر اور اگر حق تعالے کو گالی دی تو توبہ مقبول ہے اسواسطے کہ وہ حق اللہ ہے اور اول یعنی نبی کی گالی حق العبد ہے
جو توبہ کرنے سے زائل نہین ہوتا اور ہم یہ جو کہا کہ اوسکی توبہ مقبول نہین یعنی بسقاط قتل مین مقبول نہین کذا فی الفتح بحر الرائق مین کہا اس قید سے معلوم ہوا کہ خدا
کے نزدیک اوسکی توبہ مقبول ہے چنانچہ فقہانے اسکی تصریح کی ہے ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر دیما مر فی الدرر فی فصل الجزیۃ معزیا
للبزازیۃ اور اوسکی توبہ مقبول نہین[1] جو نبی کے گالی دینے والے کے عذاب اور کفر مین شک کرے اور پورا بیان اسکا درر مین جزیہ کی فصل مین بزازیہ سے
نقل کرکے ہم بزازیہ مین ہے کہ ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اہل اسلام کا اجماع ہے اسپر کہ نبی کا گالی دینے والا کافر ہے اور حکم اوس کا قتل ہے اور جو شک کرے
اوسکے عذاب اور کفر مین وہ کافر ہوگیا وکذا لو ابغضہ بالقلب فتح واشباہ اور اسیطرح وہ مرتد ہے جو نبی کے ساتھہ بغض رکھے دل سے کذا فی
الفتح والاشباہ وفی فتاوی المصنف ویجب الحاق الاستہزاء والاستخفاف بہ لتعلق حقہ ایضا اور مصنف کے فتاوی مین ہے اور واجب ہے
الحاق استہزا اور استخفاف کا ساتھہ گالی کے یعنی جو نبی سے تمسخر کرے وہ بھی مرتد غیر مقبول التوبہ ہے اسواسطے کہ نبی کا حق اس سے بھی متعلق ہوگیا وفیہا سئل
عمن قال لشریف لعن اللہ والدیک ووالدی الذین خلفوک فاجاب بان الجمع المضاف یعم فالمحقق عدم خلافا لابی ہاشم وامام
الحرمین کما فی جمع الجوامع وحینئذ فیعم حضرۃ الرسالۃ فینبغی القول بالکفر واذا کفر بسببہ لا توبۃ لہ علی ما ذکرہ البزازی وتقلدہ
شارحون نعم لو لوحظ قول ابی ہاشم وامام الحرمین باحتمال العہد فلا کفر وہو اللائق بمذہبنا لتصریحہم بالمیل الی ما لا یکفر اور
اوسی مین یعنی فتاوی مصنف مین سوال واقع ہوا اوسکے حق مین جس نے سید فاطمی سے کہا کہ لعنت کرے اللہ تیرے باپون کو اور ان باپونکو جو تجھکو اپنی پیٹھ سے چھوڑ گئے
تو جواب دیا کہ جمع مضاف عام ہوجاتی ہے اور محقق یہ ہے کہ عہد نہ ثابت ہو بخلاف ابی ہاشم اور امام الحرمین کے مذہب کے کذا فی جمع الجوامع اور اس صورت مین تو یہہ کلام حضرت
صاحب رسالت کو شامل ہوجائیگا تو اوسکے کفر کا قائل ہونا لائق ہے اور جبکہ کافر ہوا صاحب رسالت کے گالی دینے سے تو اوسکے واسطے توبہ نہین بنا بر اوسکے
جسکو بزازی نے ذکر کیا ہے اور شارحین متون نے اوسپر اتفاق کیا ہے ہان اگر ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ملاحظہ کیا جاے بسبب احتمال عہد کے تو کفر اوسکا
ثابت نہین اور یہی عدم تکفیر ہمارے مذہب کے لائق ہے بسبب تصریح کرنے ہمارے اہل مذہب کے اوس وجہ کیطرف مائل ہونے پر جو مانع تکفیر ہے م وجہ مانع کفر احتمال العہد
مین ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ہے کہ جمع مضاف عام نہین ہوتی اور احتمال عہد بیان یہہ ہے کہ والدین اقربین معہود مین تو صاحب رسالت کا شمول ثابت نہوا
وفیہا من نقص مقام الرسالۃ بقولہ بان سبہ صلی اللہ علیہ وسلم او بفعلہ بان ابغضہ بقلبہ قتل حدا کما مر التصریح بہ لکن صرح
فی آخر الشفاء بان حکمہ حکم المرتد ومفادہ قبول توبتہ کما لا یخفی اور فتاوی مصنف مین ہے کہ جو گھٹا دے مرتبہ صاحب رسالت کو اپنے قول سے
اسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اپنے فعل سے اسطرح کہ اوس محبوب العالمین سے بغض رکھے اپنے دل مین تو قتل کیا جاے بنا بر حد کے چنانچہ اسکی
تصریح گذر گئی لیکن قاضی عیاض مالکی نے آخر شفا مین تصریح کی ہے کہ حکم اوسکا مانند حکم مرتد کے ہے تو مستفاد ہوا اوس سے کہ توبہ اوسکی مقبول ہے چنانچہ مخفی نہین
وافاد المصنف فی شرحہ وقد سمعت من مفتی الحنفیۃ بمصر شیخ الاسلام ابن عبد العال ان الکمال وغیرہ تبعوا البزازی والبزازی تبع صاحب السیف المسلول و
عزاہ الیہ ولم یعزہ لاحد من علماء الحنفیۃ وقد صرح فی النتف ومعین الحکام وشرح الطحاوی وحاوی الزاہدی وغیرہا بان حکمہ کالمرتد و
لفظ النتف من سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتد ویفعل بہ ما یفعل بالمرتد انتہی وہو ظاہر فی قبول توبتہ کما مر عن
الشفاء فلیحفظ اور یہہ فائدہ دیا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور مین نے سنا مفتی حنفیہ سے مصر مین یعنی شیخ الاسلام ابن عبد العال سے کہ کمال الدین صاحب فتح القدیر
وغیرہ عدم قبول توبہ مین بزازی کے تابع ہین اور بزازی سبکی کا تابع ہے جو مصنف ہے سیف مسلول کا اور بزازی نے اس قول کو سبکی کیطرف منسوب کیا ہے اور اسکو منجملہ
علماء حنفیہ کے کسی عالم کیطرف نسبت نہین کیا اور مقرر تصریح کی ہے نتف اور معین الحکام اور شرح طحاوی اور حاوی زاہدی وغیرہا مین کہ حکم اوسکا مانند مرتد کے ہے اور
نتف کی عبارت کا یہہ مطلب ہے کہ جس نے گالی دی اور بد گوئی کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سو وہ مرتد ہے اور حکم اوسکا مانند حکم مرتد کے ہے اور اوسکے ساتھہ وہ کیا جاے

[1] مترجم اول صفحہ مین شک کا عطف والا کافر پر سمجھا ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ جو بعد ترجمہ صحیح مین شک کی اوس کا فر پر ہے کل چھوڑ دیا ہے اصواب یون تہا اور جو شخص شک کرے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے گالی دینے والے کے عذاب اور کفر مین وہ کافر ہے ۱۲

بطور مسخرہ پن کے اور اوسکے ساتھ چند لوگ ہون اور اوس سے مسائل پوچھتے ہون اور اوس پر ہنسی کرتے ہون اور اوسکو تکیون سے مارتے ہون تو سب کافر ہون گے
شرع کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنی ہے اور اگر خصم اوسکا فتوی کہالاوے اور وہ فتوی کو زمین پر ڈالدے تو وہ کافر ہے جو شخص حرام کو حلال اعتقاد
کرے یا حلال کو حرام جانے وہ کافر ہے لیکن اگر بازاری بلا اعتقاد حلت حرام کو حلال کہے تا اوسکا مال بک جاوے یا جہالت سے کہے تو وہ کافر نہین اور اصل یہہ ہے کہ جو
حرام کو حلال اعتقاد کرے سو اگر وہ حرام لغیرہ ہے چنانچہ غیر کا مال تو وہ کافر نہین اور اگر حرام لعینہ ہے سو اگر اوسکی دلیل قطعی ہے تو وہ کافر ہے اور نہین تو نہین
مرتکب صغائر سے کسی نے کہا کہ توبہ کر اوس نے جواب دیا کہ مین نے کیا کیا ہے کہ توبہ کرون وہ کافر ہے جو شخص پیالہ خمر کے پینے کے وقت یا زنا کرنے کے
وقت یا قمار کھیلنے کے وقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہے اذان کا اور اذان سے مسخرا پن اور بے ادبی کرنا کفر ہے جو قیامت اور جنت اور نار اور میزان اور صراط
اور نامہ اعمال اور بعد موت کے زندہ ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہے اور اگر بعینہ ایسے مردے کے بعث کا منکر ہو وہ کافر نہین ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ گناہ
کم کر کہ دوسرا جہان بہی ہے اوس نے کہا کہ اوس جہان کو کون جانتا ہے وہ کافر ہے جو کسی شخص کو کلمہ کفر سکہادے وہ کافر ہے اگرچہ بطور لہو و لعب کے سکہادے
اور اسیطرح اگر غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تا وہ اپنے زوج سے جدا ہو جاوے یہہ بہی کفر ہے جو شخص مجوسیون کی ٹوپی اپنے سر پر رکہے وہ کافر ہے بقول صحیح
لیکن بضرورت دفع گرما اور سرما کفر نہین اور اپنی کمر پر زنار باندہنے سے کافر ہوتا ہے مگر جب کہ جنگ مین بطور خدع کے یا جاسوسی کے باندہے تو کفر نہین جو مشرکین کی
عید مین بطریق تعظیم جاوے تو کافر ہوتا ہے مترجم کہتا ہے عیاد مشرکین یعنے کفار کے میلے چنانچہ ہولی و دوالی بسنت نوروز وغیرذلک کافر ہوتا ہے آدمی مجوسیون کے
نوروز مین جانے سے اونکے افعال کی رضامندی کے سبب سے اوسدن مین اور اوس چیز کو خرید کرنے سے نوروز مین جسکو قبل اسکے نہ خرید کرتا تہا تعظیم نوروز
کے واسطے نہ واسطے کہانے اور پینے کے اور کافر ہوتا ہے اوسدن مشرکین کو تحفہ دینے سے اگرچہ انڈا ہی ہو بطریق اوسکی تعظیم کے اور کافر ہوتا ہے تحسین
امر کفار سے بالاتفاق تو اگر کہے کہ کہانے کے وقت کلام نکرنا یا حالت حیض مین عورتونکو پاس نرکہنا بہتر فعل ہے مجوسیونکا تو وہ کافر ہے شیخ ابو منصور
ماتریدی نے کہا کہ جو ہمارے زمانے کے سلطانونکو عادل کہے وہ کافر ہے اور بعضون نے کہا کہ کافر نہین خطیبون کا القاب سلاطین مین یون کہنا عادل اعظم
شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ علی الاطلاق جائز نہین اسواسطے کہ بعضی الفاظ کفر ہین اور بعض معصیت اور کذب ہین اور شہنشاہ
خصائص اسماء الٰہیہ سے بلا وصف اعظم ہے عورات مسلمین اطفال کے چیچک نکلنے کے وقت جو بہوانی کو پوجتی ہین اور اوس سے شفا چاہتی ہین کافر ہو جاتی ہین نکاح اونکا
ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اونکے شوہر بہی اس فعل سے راضی ہون تو وہ بہی کافر ہو جاتے ہین جو شخص کہے کہ اس زمانے مین بدون خیانت اور دروغگوئی کے گذارا
نہین ہوتا یا یون کہے کہ جب تک خرید فروخت مین تو جہوٹ نہ بولیگا روٹی کہانیکو نہ پاویگا اس کلام سے کافر ہو جاتا ہے جسنے کافر ہونیکا عزم کیا اگرچہ سو برس کے بعد تو وہ
فی الحال کافر ہو گیا جسنے اپنی زبان سے کلمہ کفر بخوشی کہا بغیر جبر کے اور اوسکا دل ایمان پر ہے وہ کافر ہوا خدا کے نزدیک مومن نہین جس قول اور فعل کے کفر ہونے مین
علما کا اختلاف ہو تو اوسکے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ کا امر کیا جاوے بطریق احتیاط کے اور اگر از راہ خطا وہ قول یا فعل صادر ہوا ہو تو تجدید نکاح اور رجوع کی
حاجت نہین کذا فی العالمگیریہ واللہ سبحانہ اعلم وشرائط صحتہا العقل والصحو والطوع فلا تصح ردة مجنون ومعتوہ وموسوس وصبی لا یعقل و
سکران ومکرہ علیہا واما البلوغ والذکورة فلیستا بشرط بدائع اور صحت ارتداد کی شرطین عقل اور ہوشیاری اور خود مختاری ہے تو صحیح نہین
مرتد ہونا مجنون اور بیہوش اور وسوسی اور طفل نافہم اور مست کا اور جسپر جبر اور زبردستی ہوئی ہو مرتد ہونیکے واسطے اور بالغ ہونا اور مرد ہونا ارتداد کی شرط نہین
کذا فی البدائع وفی الاشباہ لا تصح ردة السکران الا الردة بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ یقتل ولا یعفی عنہ اور اشباہ مین ہے کہ صحیح
نہین مرتد ہونا مست کا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کا ارتداد صحیح ہے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جاویگا اور اوسکا قصور معاف نہوگا اھ بحرالرائق مین قید لگائی
ہے کہ اوسکا سکر حرام چیز سے ہو اور اوسنے اپنی خوشی بلا جبر اوسکو استعمال کیا ہو والا وہ مجنون کے مانند ہے من ارتد عرض الحاکم علیہ الاسلام استحبابا
علی المذہب لبلوغہ الدعوة جو شخص مرتد ہو جاوے حاکم اوسپر اسلام عرض کرے یعنی اوس سے اسلام قبول کراوے بطریق استحباب کے بنا بر صحیح مذہب کے اسواسطے
کہ اوسکو دعوت اسلام کی پہونچ گئی یعنے جسکو دعوت پہونچگئی اوسپر عرض اسلام واجب نہین وتکشف شبہتہ بیان لثمرة العرض اور اوسکا

شبہہ دور کیا جاوی یہ بیان ہی ثمرۂ عرض کا یعنی عرض اسلام کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اوسکو کوئی شبہہ پڑ گیا ہو تو دفع کیا جاوی ویحبس وجوبا وقیل ندبا ثلثة
ایام یعرض علیہ الاسلام فی کل یوم منہا خانیہ اور مرتد قید کیا جاوی بنا بر وجوب کے تین دن اور قول ضعیف مین حبس بنا بر استحباب کے ہی تینون دنون مین
ہر روز اوسپر اسلام عرض کیا جاوی کذا فی الخانیہ ان استمہل ای طلب المہلۃ والا قتلہ من ساعتہ الا اذا رجی اسلامہ بدائع حبس تین دن کا اوس
وقت ہی جب کہ مرتد مہلت چاہی اور اگر مہلت نہ مانگی تو فی الفور حاکم اوسکو قتل کر ڈالے یعنی بعد عرض اسلام و کشف شبہہ کے مگر اوس وقت قتل مین جلدی نکرے
جب کہ اوسکا مسلمان ہونا متوقع ہو کذا فی البدائع وکذا لو ارتد ثانیا لکنہ یضرب وفی الثالثۃ یحبس ایضا حتی یظہر علیہ التوبۃ فان عاد
فکذلک تتارخانیہ قلت لکن نقل فی الزواہر عن ابی حنیفۃ وفی الخانیۃ معزیا للبلخی ما یفید قتلہ بلا توبۃ فلینتبہ اور دوسری مرتبہ مہلت دیجاویگی
اگر دوسری بار مرتد ہوگا لیکن مارا جاویگا بعد توبہ کے بلا حبس اور تیسری بار کے ارتداد مین ضرب کے ساتھ حبس بھی کیا جاویگا یہانتک کہ اوسپر آثار توبہ کے
ظاہر ہون پھر اگر چوتھی بار ارتداد کی طرف عود کریگا تو یہی حکم ہے یعنی بعد توبہ اور ضرب کی تا ظہور آثار اسلام مقید رہیگا کذا فی المنح من التاتارخانیہ شارح کہتا ہے
لیکن زواہر مین امام ابو حنیفہ سے اور خانیہ مین ابو عبد اللہ بلخی کیطرف نسبت کرکے وہ مضمون نقل کیا ہی جو مفید ہے مرتد مذکور کے قتل کا بلا قبول توبہ سو آگاہ رہنا فتح
القدیر مین تاتارخانیہ کے قول کو ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے اور خانیہ کے قول کو روایت نوادر ٹھیرایا ہی اور اختیار شرح ملتقے اور مختصر کرخی مین مذکور ہی کہ جو تیسری
بار کی ارتداد مین امام اوسکو مہلت ندی اگر وہ مہلت مانگی اگر فی الحال اسلام قبول کرے تو بہتر ہے والا اوسکو قتل کری کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فان
اسلم فبہا والا قتل لحدیث من بدل دینہ فاقتلوہ سو بعد مہلت مذکورہ کی اگر وہ اسلام قبول کری تو کیا خوب ہی والا امام اوسکو قتل کری بدلیل
اس حدیث کی کہ جو اپنے دین کو یعنی اسلام بدل ڈالے تو اوسکو قتل کر دو رواہ احمد والبخاری کذا فی المنح واسلامہ ان یتبرأ عن الادیان سوی
الاسلام او عن ما انتقل الیہ بعد نطقہ بالشہادتین وتمامہ فی البحر اور مسلمان ہونا مرتد کا اسطرح ہی کہ بیزار ہو جاوی سب دینون سے سوا
اسلام کے یا اوس دین سے بیزار ہو جسکی طرف اوسنے انتقال کیا بعد تکلم شہادتین کے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہی صاحب بحر الرائق مین کہا مرتد کی اسلام مین بعد
شہادتین سوای اسلام کے اور دینون سے بیزار ہونا دار الاسلام مین شرط ہی اور اگر دار الحرب مین مسلم مرتد کو مارنے لگی اور وہ کہی محمد رسول اللہ یا کہے کہ مین مسلمان
ہوا یا دین محمدی مین آیا تو یہ دلیل ہے اوسکے اسلام کی ولو اتی بہما علی وجہ العادۃ لم ینفعہ ما لم یتبرأ بزازیہ اور اگر مرتد کلمہ شہادت کو
بطور عادت کے تو اوسکو نافع نہین جب تک سوای اسلام کے اور دینون سے تبرا نکری کذا فی البزازیہ وکرہ تنزیہا لما مر قتلہ قبل العرض بلا ضمان لان
الکفر مبیح للدم اور بدلیل گذشتہ مکروہ تنزیہی ہی اوسکا مار ڈالنا قبل عرض کرنے اسلام کے بدون ضمان کے اسواسطے کہ کفر مباح کرنیوالا ہی اوسکی خون کا
اور دلیل گذشتہ یہ ہی کہ عرض اسلام بقول صحیح مستحب ہی اور ترک مستحب مکروہ تنزیہی ہے نہ تحریمی فتح القدیر مین کہا کہ قاتل قبل العرض پر اگرچہ ضمان نہین لیکن تعزیر ہی
اور اسی طرح قاطع عضو پر قید باسلام المرتد لان الکفار اصناف خمسۃ من ینکر الصانع کالدہریۃ ومن ینکر الوحدانیۃ کالثنویۃ ومن
یقر بہما لکن ینکر بعثۃ الرسل کالفلاسفۃ ومن ینکر الکل کالوثنیۃ ومن یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالۃ المصطفی صلی اللہ علیہ
وسلم کالعیسویۃ فیکتفی من الاولین بقول لا الہ الا اللہ وفی الثالث بقولہ محمد رسول اللہ وفی الرابع باحدہما وفی الخامس بہما
مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام بدائع واخر کراہیۃ الدرر اور مصنف نے اسلام مرتد کو مقید بقید مذکور اسواسطے کیا کہ سب کافر پانچ
قسم پر ہین بعضے خالق کے منکر ہین چنانچہ فرقہ دہریہ اور بعضے وحدانیت کے منکر ہین چنانچہ مجوسی کہ دو خالقون کے قائل ہین ایک یزدان اور اہرمن اور بعضے
کا اقرار خالق اور اوسکی وحدانیت کے مقر ہین لیکن رسالت انبیا کے منکر ہین جیسی حکما فلاسفہ اور بعضی خالق اور وحدانیت اور رسالت سب کے منکر ہین جیسا کہ
بت پرست اور بعضی سبکا اقرار کرتے ہین لیکن عموم رسالت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہین چنانچہ فرقہ عیسویہ تو اکتفا کری امام اولین یعنی دہریہ اور مجوسیون سے
لا الہ الا اللہ کے کہنے پر اور ثالث یعنی حکما فلاسفہ سے محمد رسول اللہ کے کہنے پر اور رابع یعنی بت پرستون سے دو مین سے ایک پر یعنی کلمہ توحید یا اقرار رسالت پر اور
خامس یعنی عیسویہ سے دونون قول پر یعنی شہادتین پر کفایت کری ساتھ تبرا کے اوس کے ہر دین سے جو مخالف ہی دین اسلام کے کذا فی البدائع واخر کراہیۃ الدرر ہم فلاسفہ سے

یہان جسکا ذکر ہوا نہین مراد نہین بلکہ بعضی مراد ہین اسواسطے کہ جمہور فلاسفہ رسالت انبیا کے قائل ہین اور عیسویہ سے نصاری مراد نہین بلکہ ایک قوم ہی یہود کی
جو عیسی اصفہانی یہودی کیطرف منسوب ہے شارح و عنابرہ کا قول بدائع اور درر کے مخالف ہی یعنے مجوسیونمین ادای شہادتین ضروری ہی اور ساتھ اوسکے تبری
بہی مجوسیون سے مانند ہین انکار توحید اور رسالت مین هكذا افاده فی حاشیة الحلبی وحینئذ فلیستفسر من جهل حاله بل عمّم فی الدرر اشتراط التبرّی
فی کل یهودی ونصرانی ومثله فی فتاوی المصنف وابن نجیم وغیرهما وفی رهن فتاوی قارئ الهداية كذا افتى علماءنا والذی اُفتی
به صحّته بالشهادتین بلا تبرّی لان التلفظ بهما صار علامة على الاسلام فیقتل ان رجع ما لم یعده اور بہر تقدیر یعنی جب معلوم ہوا کہ
کفار پانچ قسم پر ہین اور اونکے اسلام مین حکم مختلف ہی تو استفسار کرنا چاہیے جسکا حال معلوم نہو کہ اقسام خمسہ مین سے کس دین مین مرتد داخل ہوا بلکہ عام کہا ہے
درر مین مشروط ہونے تبرا کو ہر یہودی اور نصرانی مین اور ایسے ہی مانند ہی مصنف اور ابن نجیم وغیرہما کے فتاوی مین اور فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الرہن مین
ہی ایسا ہی فتوی دیا ہے ہمارے علمانے اور جو مین فتوی دیتا ہون وہ صحت اسلام ہے شہادتین سے بلا شرط تبرا اسواسطے کہ شہادتین کا بولنا اسلام کی علامت
ہوگئی ہے تو قتل کیا جائیگا اگر پہر جاوے در صورت عدم اعادہ اسلام مرتد مین بالفعل اکتفا بالشہادتین معمول ہے کذا فی الدر المنتقى واعلم انه لا یفتی بتکفیر
مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او كان فی كفره خلاف ولو كان ذلك رواية ضعیفة كما حرره فی البحر وعزاه فی الاشباه الی
الصغری اور اسکو معلوم کرکے فتوی دیتا ہون یا جاہئے اوس مسلمان کی تکفیر پر جسکے کلام کا محمول کرنا اچہی محمل پر ممکن ہو یا اوسکے کفر مین علما کا خلاف ہو اگرچہ یہہ خلاف
ضعیف روایت سی ہو چنانچہ بحر الرائق مین اسکو خوب منقح کرکے لکہا ہی اور اشباہ مین عدم تکفیر در صورت اختلاف کو فتاوی صغری کیطرف منسوب کیا ہی ہم مفتی ابو
سعود نے حاشیہ اشباہ مین تصریح کی ہے کہ عدم تکفیر مین روایت ضعیف بہی کافی ہے اگرچہ وہ روایت ہمارے غیر مذہب کی ہو وفی الدرر وغیرها اذا كان
فی المسئلة وجوه توجب الكفر وواحد يمنعه فعلى المفتی المیل لما يمنعه ثم لو نيته ذلك فمسلم والا لم ينفعه حمل المفتی علی خلافه
اور درر وغیرہ مین ہے جب کہ ایک صورت مین چند وجوہ ہون موجب کفر کی اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہے میل کرنا اوس وجہ کیطرف جو مانع کفر ہی پہر اگر
اوس شخص کی نیت مین وہی وجہ ہی جو مانع کفر ہے تو وہ شخص مسلمان ہی اور اگر اوسکی نیت مین وہ وجہ نہین ہے تو فائدہ نکریگا محمول کرنا مفتی کا اوسکے خلاف
وینبغی التعوّذ بهذا الدعاء صباحا ومساء فانه سبب لعصمة من الكفر بوعد الصادق الامين صلى الله عليه وسلم اللهم انی اعوذ
بک من ان اشرک بک شیئا وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم انک انت علام الغیوب اور مسلمانکو لائق ہی پناہ مانگنا بوسیلہ اس دعا کی صبح اور شام ہواسطے
کہ وہ سبب ہے کفر سی محفوظ رہنے کا بموجب وعدہ رسول صادق امانتدار کے علیہ الصلوة والسلام وہ دعا اللهم سی آخر تک ہی یعنی خداوندا مین پناہ مانگتا ہون تواسطے
شرک کرنے سے کسی چیز کو مین ترا شریک ٹہراؤن جان بوجہ کر اور تیری مغفرت چاہتا ہون اوس گناہ کی واسطے جسکو مین نہین جانتا بلاشک تو علام الغیوب ہے
وتوبة الیأس مقبولة دون ایمان الیأس در در اور توبہ کرنا گنہگار کا اوسوقت جب زندگی کی امید نرہی مقبول ہے نہ ایمان لانا اوسوقت کافر کا کذا قلنے
الدرر طحطاوی نے کہا مقبولیت توبہ یاس متفق علیہ نہین بلکہ بعضی علما نے عدم قبول کی تصحیح کی ہے واللہ تعالی اعلم وفیها ایضا شهد نصرانیان علی نصرانی
انه اسلم وهو ینکر لم تقبل شهادتهما وکذا لو شهد رجل وامرأتان من المسلمین وفی النوازل تقبل شهادة رجل وامرأتین على الاسلام
وشهادة نصرانیین علی نصرانی بانه اسلم انتهى اور یہہ بہی درر مین ہی کہ گواہی دی دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہوگیا اور حالانکہ
وہ منکر ہی تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور اسیطرح اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتون نے منجملہ مسلمین کے اور نوازل مین ہے کہ مقبول ہی گواہی ایک مرد اور
دو عورتونکی اسلام لانے پر اور مقبول ہے گواہی دو نصرانیون کی ایک نصرانی پر اسکی کہ وہ مسلمان ہوگیا انتہی وکل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا
جماعة من تكررت ردته على ما مر اور جو مسلمان کہ مرتد ہوگیا تو اوسکی توبہ مقبول ہی مگر چند مرتدین کی توبہ مقبول نہین اونمین سے ایک وہ ہی جسکا ارتداد
چند بار واقع ہوا بنا بر گذشتہ ہم یہہ قول غیر معتمد ہے اور حق یہہ ہی کہ اوسکی توبہ مقبول ہی چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہوچکا والكافر بسب نبي من الانبياء
فانه یقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا ولو سب الله تعالى قبلت لانه حق الله تعالى والاول حق العبد لا یزول بالتوبة اور توبہ مقبول نہین اوس مرتد کی

جو کافر ہوا بسبب گالی دینے کسی نبی کے انبیا مین سے ہو اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا بنا بر حد کے اور اوسکی توبہ مقبول نہو گی کسیطرح خواہ خود توبہ کرکے آیا ہو خواہ اوسکی توبہ گواہی سے ثابت ہوئی ہو کذا فی البحر اور اگر حق تعالے کو گالی دی تو توبہ مقبول ہے اسواسطے کہ وہ حق اللہ ہے اور اول یعنی نبی کی گالی حق العبد ہے جو توبہ کرنے سے زائل نہین ہوتا ہم سیہ جو کہا کہ اوسکی توبہ مقبول نہین یعنی بسقاط قتل مین مقبول نہین کذا فی الفتح بحر الرائق مین کہا اس قید سے معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک اوسکی توبہ مقبول ہے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر وتمامہ فی الدرر فی فصل الجزیۃ معزیا للبزازیۃ اور اوسکی توبہ مقبول نہین[1] جو نبی کے گالی دینے والے کی عذاب اور کفر مین شک کرے اور پورا بیان اسکا درر مین جزیہ کی فصل مین ہے بزازیہ سے نقل کرکے ہم بزازیہ مین ہے کہ ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اہل اسلام کا اجماع ہے اسپر کہ نبی کا گالی دینے والا کافر ہے اور حکم اوسکا قتل ہے اور جو شک کرے اوسکے عذاب اور کفر مین وہ کافر ہوگیا وکذا لو ابغضہ بالقلب فتح واشباہ اور اسیطرح وہ مرتد ہے جو نبی کے ساتھ بغض رکھے دل سے کذا فی الفتح والاشباہ وفی فتاوی المصنف ویجب الحاق الاستہزاء والاستخفاف بہ لتعلق حقہ ایضا اور مصنف کے فتاوی مین ہے اور واجب ہے الحاق استہزا اور استخفاف کا ساتھ گالی کے یعنی جو نبی سے تمسخر کرے تو وہ بھی مرتد غیر مقبول التوبہ ہے اسواسطے کہ نبی کا حق اس سے بھی متعلق ہوگیا وفیہا سئل عمن قال لشریف لعن اللہ والدیک ووالدی الذین خلفوک فاجاب لجمع المضاف یعم مالم یتحقق عہد خلافا لابی ہاشم وامام الحرمین کما فی جمع الجوامع وحینئذ فیعم حضرۃ الرسالۃ فینبغی القول بکفرہ وان کفر بسببہ لا توبۃ لہ علی ما ذکرہ البزازی ولقلدہ شارحون نعم لو لوحظ قول ابی ہاشم وامام الحرمین باحتمال العہد فلا کفر وہو اللائق بمذہبنا لتصریحہم بالمیل الی ما لا یکفر اور اسی مین یعنی فتاوی مصنف مین سوال واقع ہوا اوسکے حق مین جس نے کسی سید فاطمی سے کہا کہ لعنت کرے اللہ تیرے باپون کو اور ان باپون کو جو تجھکو اپنے پیچھے چھوڑ گئی تو جواب یا کہ جمع مضاف عام ہوجاتی ہے تاوقتیکہ عہد نہ ثابت ہو بخلاف ابی ہاشم اور امام الحرمین کے مذہب کے کذا فی جمع الجوامع اور اس صورت مین تو یہہ کلام حضرت صاحب رسالت کو شامل ہوجائیگا تو اوسکے کفر کا قائل ہونا لائق ہے اور جب وہ کافر ہوا صاحب رسالت کے گالی دینے سے تو اوسکے واسطے توبہ نہین بنا بر اوسکی جسکو بزازی نے ذکر کیا ہے اور شارحین ستون نے اوسپر اتفاق کیا ہے ہان اگر ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ملاحظہ کیا جاوے بسبب محتمل عہد کے تو کفر اوسکا ثابت نہین اور یہی عدم تکفیر ہمارے مذہب کے لائق ہے بسبب تصریح کرنے ہمارے اہل مذہب کے اوس وجہ کیطرف مائل ہونے پر جو مانع تکفیر ہے ہم وجہ مانع کفر احتمال العہد مین ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ہے کہ جمع مضاف عام نہین ہوتی اور احتمال عہد بیان یہہ ہے کہ والدین اقربین معہود ہین تو صاحب رسالت کا شمول ثابت نہوا وفیہا من نقص مقام الرسالۃ بقولہ بان سبہ صلی اللہ علیہ وسلم او بفعلہ بان ابغضہ بقلبہ قتل حدا کما مر التصریح بہ لکن صرح فی آخر الشفاء بان حکمہ حکم المرتد ومفادہ قبول توبتہ کما لا یخفی اور فتاوی مصنف مین ہے کہ جو گھٹاوے مرتبہ صاحب رسالت کو اپنی قول سے اسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اپنے فعل سے اسطرح کہ اوس محبوب رب العلمین سے بغض رکھے اپنے دل مین تو قتل کیا جاوے بنا بر حد کے چنانچہ اسکی تصریح گذر گئی لیکن قاضی عیاض مالکی نے آخر شفا مین تصریح کی ہے کہ حکم اوسکا مانند حکم مرتد کے ہے تو مستفاد ہوا اوس سے کہ توبہ اوسکی مقبول ہے چنانچہ مخفی نہین وقد افاد المصنف فی شرحہ وقد سمعت من مفتی الحنفیۃ بمصر شیخ الاسلام ابن عبد العال ان الکمال وغیرہ تبعوا البزازی والبزازی تبع صاحب السیف المسلول وعزاہ الیہ ولم یعزہ لاحد من علماء الحنفیۃ وقد صرح فی النتف ومعین الحکام وشرح الطحاوی وحاوی الزاہدی وغیرہا بان حکمہ کالمرتد ولفظ النتف من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتد ویفعل بہ ما یفعل بالمرتد انتہی وہو ظاہر فی قبول توبتہ کما عن الشفاء فلیحفظ اور یہہ بڑا یاد ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور مین نے سنا مفتی حنفیہ سے مصر مین یعنی شیخ الاسلام ابن عبد العال سے کہ کمال الدین صاحب فتح القدیر وغیرہ عدم قبول توبہ مین بزازی کے تابع ہین اور بزازی سبکی کا تابع ہے جو مصنف ہے سیف مسلول کا اور بزازی نے اس قول کو سبکی کیطرف منسوب کیا ہے اور کسی علماء حنفیہ کے کسی عالم کیطرف نسبت نہین کیا اور بعض نے تصریح کی ہے نتف اور معین الحکام اور شرح طحاوی اور حاوی زاہدی وغیرہ مین کہ حکم اوسکا مانند مرتد کے ہے اور نتف کی عبارت کا یہہ مطلب ہے کہ جس نے گالی دی اور بدگوئی کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سو وہ مرتد ہے اور حکم اوسکا مانند حکم مرتد کے ہے اور اوسکے ساتھ وہ کیا جاوے

[1] ترجمہ اول صفحہ درمختار کا مصنف والا کافر ہو سمجھا اور ترجمہ ایسا نہین بلکہ جو عذاب اوسکے شک کی اوسکا زجر ہا لکل چھوڑ دیا پس ترجمہ اصوب یون تھا اور جو شخص شک کرے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے گالی دینے والے کے عذاب اور کفر مین وہ کافر ہے ۱۲

جو مرتد کے ساتھہ کیا جاتا ہی انتہی یعنی اصرار مین قتل ہے اور توبہ مین نہین اور یہہ ظاہر ہی اوسکی توبہ قبول ہونے مین چنانچہ شفا سے مذکور ہو چکا انتہی تو اسکو
یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہہ ہے کہ شاتم مصطفوی کی عدم قبول توبہ کی سند سبکی کی طرف منتہی ہی جو سیف مسلول کا مصنف ہی اور حالانکہ سبکی حنفی المذہب نہین جو اوسکا قول
حنفیون کے واسطے حجت ہو علی الخصوص کہ علماء حنفیہ کی تصریحات اوسکے مخالف موجود ہین واللہ اعلم قلت وظاهر الشفا ان قوله یا ابن الفخذ یرا و یا ابن مائة کلب وان
قوله لهاشمي لعن الله بني هاشم كذلك وان شتم الملائكة كالانبياء فليحرر مین کہتا ہون اور ظاہر شفا اسپر دلالت کرتا ہی کہ یون کہنا کہ ای بیٹی ہزار سورون کے یا ای
فرزند سو کتون کے اور یون کہنا ہاشمی سے کہ لعن کری خدا بنی ہاشم پر اوسیطرح کفر ہے اور البتہ شتم ملائکہ انبیا کی شتم کی مانند ہے تو اسکی تحقیق اور تحریر کرنا چاہیے یعنی کتب
حنفیہ مین تلاش کرنا چاہیے کہ اسکا کیا حکم ہے اسواسطے کہ قاضی عیاض صاحب شفا مالکی المذہب ہے اسکا قول حنفیون کے واسطے حجت نہین ومن حوادث الفتوى مالو حكم
حنفي بكفره بسبب نبي حل للشافعي ان يحكم بقبول توبته الظاهر نعم لانها حادثة اخرى وان حكمه بموجبه [illegible] اور حوادث فتوی سی یہہ ہے کہ اگر
حنفی المذہب نے بسبب شتم نبی کے شاتم کے کفر کا حکم دیا تو کیا شافعی المذہب کو جائز ہی کہ اوسکی قبول توبہ کا حکم کری ظاہر اجواب یہہ ہی کہ ہان جائز ہی اسواسطے کہ یہہ دوسرا حادثہ
ہی حنفی کے اگرچہ شافعی المذہب بموجب حکم بھی کو یا ہو کذا فی النہر یعنی اسواسطے کہ موجبات کفر اور ارتداد کے متعدد ہین چنانچہ زوجہ کا جدا ہو جانا اور
عمل کا حبط ہونا تو موجب متعین ہی عدم قبول توبہ مین طحطاوی نے کہا کہ یہہ سوال اور جواب بزازی وغیرہ کے قول پر مبنی ہی حالانکہ اہل مذہب قبول توبہ کی قائل ہین تو اسکا
ذکر لازم ہے قلت ثم رايت في معروضات المفتي ابي السعود سؤالا ملخصه ان طالب علم ذكر عنده حديث نبوي فقال اكل احاديث النبي صلى
الله عليه وسلم صدق يعمل بها فاجاب بانه يكفر اولا بسبب استفهامه الانكاري وثانيا بالحاقه الشين للنبي صلى الله عليه وسلم ففي كفره الاول
عن اعتقاده يؤمر بتجديد الايمان فلا يقتل والثاني يفيد الزندقة فبعد اخذه لا تقبل توبته اتفاقا فيقتل وقبله اختلف في قبول توبته
فعند ابي حنيفة تقبل فلا يقتل وعند باقي الائمة لا تقبل ويقتل حدا فلذلك ورد امر سلطاني في سنة اربع واربعين وتسعمائة لقضاة
الممالك المحمية برعاية راي الجانبين بانه ان ظهر صلاحه وحسن توبته واسلامه لا يقتل ويكتفى بتعزيره وحبسه عملا بقول الامام
الاعظم وان لم يكن من اناس يفهم خيرهم يقتل عملا بقول بقية الائمة ثم في سنة ٩٥٥ تقرر هذا الامر باستنطاق القائل من اي الفريقين هو فيعمل بمقتضاه
انتهى ملخصا ولكن التوفيق [illegible] شارح کہتا ہی پہر مین نے دیکھا مفتی ابو سعود کے معروضات مین ایک سوال جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ ایک طالب علم کے نزدیک حدیث نبوی مذکور ہوئی سو اوس
نے کہا کیا سب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہین جن پر عمل کیا جاوی تو مفتی ممدوح نے یہہ جواب دیا کہ وہ کافر ہو گیا اول بار اپنی استفہام انکاری کے سبب سے اور دوسری بار کافر
ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانے سے سو اوسکے پہلے کفر اعتقادی مین امر کیا جاوی تجدید ایمان کا تو قتل نکیا جاوی اور کفر ثانی اوسکا مفید زندقہ ہی سو بعد گرفتاری ہونے کے
اوسکی توبہ مقبول نہین بالاتفاق تو قتل کیا جاوی اور قبل اوسکی گرفتاری کے اختلاف ہی اوسکی توبہ مقبول ہونے مین سو امام ابو حنیفہ کے نزدیک توبہ مقبول ہے تو وہ مقتول
نہو گا اور باقی تینون اماموں کے نزدیک توبہ مقبول نہین اور مقتول ہو گا بنا بر حد کے سو اسی اختلاف کے سبب سے حکم سلطانی وارد ہوا ہی یعنی سلطان روم کا حکم سنہ ۹۴۴ ہجری
مین ممالک محروسہ کے قاضیون کو ساتھہ مراعات کرنے رای جانبین کے اسطرحپر کہ اگر ظاہر ہو مرتد کی صلاحیت اور خوبی اوسکی توبہ اور اسلام کی تو وہ مقتول نہو اور کفایت
کیجاوی اوسکی تعزیر اور حبس پر امام اعظم کے قول پر عمل کرنے سے اور اگر وہ شخص اون لوگون سے نہو جنکی خیر اور نیکو کاری دریافت ہو تو قتل کیا جاوی ائمہ ثلثہ کے قول پر
عمل کرنے سے پہر سنہ ۹۵۵ مین مستحکم ہو گیا یہہ حکم سلطانی دوسرے حکم کے آنے سے تو قائل کو دیکھنا چاہیے کہ دو فریق مین سے وہ کس مین ہے اہل صلاح مین ہے یا اہل فسق مین تو
موافق اوسکے عمل کرنا چاہیے انتہی کلام المفتی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اس حکم سلطانی سے قبول توبہ اور عدم قبول کا اختلاف بھی دفع ہو گیا اور طحطاوی نے کہا کہ طالب
علم مذکور کے کفر مین تامل ہی اسواسطے کہ اوسکا کلام محمل حسن پر محمول ہو سکتا ہی یعنی اوسکے کلام کی یہہ مراد ہی کہ اثبات احکام مین عمل نہین ہوتا مگر حدیث صحیح پر یا حسن پر
اور ساتھ حدیث ضعیف پر عمل نہین یا یہہ مراد ہی کہ احادیث منسوخہ پر عمل نہین اور جو حدیث کہ اوس طالب علم نے سنی یا ضعیف ہی جس سے حکم شرعی ثابت نہین ہوتا
یا منسوخ تو اس تصدیق سی یا اوسکے مثل احتمال سے اوسپر کفر کا حکم نہین ہو سکتا اور محل استفہام اوسکی قول مین بہار پر نہ صدق ہی پہلو اس احتمال سے الحاق شین بھی نہوا اور
بر تقدیر تسلیم ارتداد و زندقہ اوسکا ثابت نہین ہوتا واللہ اعلم ولو اكفر بسبب الشيخين او بسبب جحودهما في البحر عن الجوهرة معزيا للشهيد من سب الشيخين

او طعن فیہما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث وہو المختار للفتوی انتہی وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف قائلا وہذا
یقوی القول بعدم قبول توبۃ من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وہو الجانب الذی ینبغی التعویل علیہ فی الافتاء والقضاء رعایۃ لجناب
حضرۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی لکن فی النہر وہذا لا وجود لہ فی اصل الجوہرۃ وانما وجد علی ہامش بعض النسخ فالحق بالاصل مع
انہ لا ارتباط لہ بما قبلہ انتہی قلت ویکفینا ما مر من الاثر فمن تبرا جو کافر ہوا بسبب دشنام شیخین یعنی صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی یا دونون
مین سے ایک کی دشنام اور بدگوئی سے کافر ہوا بحر الرائق مین جوہرہ سے صدر شہید کیطرف نسبت کرکے منقول ہے کہ جس نے شیخین کو برا کہا یا اون دونون کو طعن کیا کافر ہوگیا
اور توبہ اوسکی مقبول نہین اور اسی قول کو ابو نصر دبوسی اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لیا ہے اور یہی پسندیدہ ہے فتوی دینے کیواسطے انتہی اور اسی قول پر یقین کیا ہے اشباہ مین
اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یون کہکر کہ یہہ بات شاتم شیخین کے کفر اور عدم قبول توبہ کی روایت قوی کرتی ہے عدم قبول توبہ شاتم مصطفوی کے
قول کو اور عدم قبول توبہ ایسی جانب ہے جس پر اعتماد کرنا افتا اور قضا مین لائق ہے برعایت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی قول المصنف لیکن نہر الفائق مین ہے اور اسکا
وجود ہی نہین اصل جوہرہ مین وہ عبارت تو جوہرہ کے بعضے نسخون کے حاشیہ پر پائی گئی تہی سو اصل کے ساتھہ لادی گئی باوجود اسکے کہ اوس عبارت کو کچھہ ارتباط نہین
اپنے ماقبل سے انتہی ما فی النہر شارح کہتا ہے اور کفایت کرتا ہے ہمکو جو امر کہ گذر گیا یعنی قبول توبہ اور عدم قبول شاتم مصطفوی مین حکم سلطان یہ ہے جو قبل اسکے مذکور
ہوچکا کافی ہے سو غور اور تامل کرو شیخین سے تبرا کرنیوالا اور طاعن کافر ہے بروایت خلاصہ اور بزازیہ اور وہبانیہ بلا شبہ ثابت ہے کذا فی المنح لیکن اوسکا عدم قبول توبہ
کتب مذکورہ مین مذکور نہین فقط صاحب بحر الرائق نے جوہرہ سے اسکو نقل کیا ہے سو اوسکا حال معلوم ہوچکا کہ اصل کتاب کی وہ عبارت نہین کسی نے حاشیہ کی عبارت کو
کتاب مین داخل کر دیا اور یہہ جو مصنف نے عدم قبول توبہ کی تقویت کی ہے اور اسکو قابل اعتماد کے کہا ہے برعایت جانب مصطفوی سو لائق اعتماد کے نہین کہ عدم قبول توبہ
نصوص مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہوچکا اور نصوص اہل مذہب لائق اعتماد کے ہین نہ ترجیح مصنف کی اسواسطے کہ وہ ارباب ترجیح مین نہین اور آنحضرت کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم
مومنین پر رؤف اور رحیم تہے تو اوس دریای کرم سے عفو متوقع ہے بعد توبہ کے سید حموی نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ عمر بن نجیم صاحب نہر سے حکایت ہے کہ اوسکے
بہائی صاحب بحر نے عدم قبول توبہ کا فتوی دیا اوس روایت طلب ہوئی تو پائی گئی مگر جوہرہ کے حاشیہ پر مین کہتا ہون اگر جوہرہ کے سب نسخون مین یہ روایت مذکور ہوتی
تو بہی حجت نہتی اسواسطے کہ یہہ سابق ذکر کرچکے ہین کہ ہمارے مذہب مین شاتم انبیا کی توبہ مقبول ہے خلافا للمالکیۃ والحنابلۃ اور جب یہہ ہوا تو سب شیخین کی عدم قبول
توبہ بلا دلیل ہے بلکہ میری دانست مین کسی امام سے یہہ قول ثابت نہین انتہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی المعروضات المہدیۃ ما معناہ ان من قال عن فصوص الحکم
للشیخ محی الدین بن العربی انہ خارج عن الشریعۃ وقد صنفہ للاضلال ومن طالعہ ملحد ماذا یلزمہ اجاب نعم فیہ کلمات تباین الشریعۃ وتکلف
بعض المتصلفین لارجاعہا الی الشریعۃ لکنا تیقنا ان بعض الیہود افتراہا علی الشیخ قدس اللہ سرہ فیجب الاحتیاط بترک مطالعۃ تلک الکلمات
وقد صدر امر سلطانی بالنہی فیجب الاجتناب من کل وجہ انتہی ملخصا اور مفتی ابو السعود کے معروضات مذکورہ مین وہ سوال ہے جسکا مطلب یہہ ہے کہ جو شخص شیخ
محی الدین بن عربی کی فصوص الحکم کو کہے کہ وہ شریعت سے خارج ہے اور اسکو گمراہ کرنیکے واسطے تصنیف کیا ہے اور جو اوسکو مطالعہ کرے وہ ملحد ہے کیا لازم ہے اس قائل پر مفتی
نے جواب دیا کہ ہان اوس کتاب مین چند کلمات مخالف شرع ہین اور بعضے اہل تکلف نے اون کلامون کو شریعت کیطرف پہیر دینے کا تکلف کیا ہے لیکن ہمکو بالیقین ثابت
ہوگیا ہے کہ بعضے یہودیون نے اون کلامون کو شیخ قدس اللہ سرہ پر افترا کیا ہے تو واجب ہے احتیاط کرنا اون کلمات کی لفظ شریعت کے مطالعہ کرنے سے اور البتہ صادر ہوا ہے حکم
سلطانی اوسکے عدم استعمال پر لہذا اب واجب گیا پرہیز کرنا ہر وجہ سے یعنی نہ اوسمین نظر کریو نہ اوسکو کہیو انتہی تو اسکو یاد رکہنا چاہئے ہم شیخ محی الدین بن عربی محمد بن علی
بن محمد حاتمی طائی اندلسی مشہور بابن العربی و شیخ اکبر پانسو ساٹھہ مین پیدا ہوئے اور چہہ سو ستائیس مین وفات پائی اور صالحیہ مین دفن ہوئے علامہ عصر اور عارف کامل تہے
عارف شعرانی کے طبقات مین امام ناصر الدین بن طبلاوی سے منقول ہے کہ مرد عجمی ولی اللہ مصر مین وارد ہوا اکثر لوگ اوس سے فیضیاب ہوئے اور جو نادر ہے یہہ ہے کہ آپ ہمکو نصوص علم
پر اگر سناتو وہ قبول کرتی ہے آخر شیخ عبد الحاکم کیطرف استخارہ کرکے وعدہ کیا کہ دریای نیل کے پار ورنہ عدم صحبت اغیار تمہارا مطلب ہم کا چہپاتہ چند مدت وہان جا کر
او محاجات صمیمہ مین لسان حقیقت مؤید الشریعۃ سے تقریر بہہ یم فرمایا کرتے تہے پہر نوبت پہنچے وہ اوس شغل سے باز رہے مخلصین نے سوال کیا کہ اسکا کیا سبب ہے فرمایا لا الا لجلی

رات دن کا ایک مقام مشکل معلوم ہوا بار بار اوسمین غور کیا اشکال زیادہ ہوتا جاتا تہا پہر عالم قدس کے طرف توجہ خالص کی تاکہ یہہ مجہپر منکشف ہو تو حقیقت مجہپر
کشف ہوئی سو مجہکو ثابت ہوا کہ شیخ اکبر کا کشف اس مسئلہ مین ممتن ہو گیا لہذا مین اس کتاب سے بالخصوص باز رہا انتہی اور بعض عارفین نے شیخ اکبر کی ثنا او رصفت کے
بعد کہا ہی کہ شیخ کی بعض کتب مین اکثر کلمات دہشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہین جنکے سبب سے اکثر لوگ بدگمان ہو گئے ہین حالانکہ محققین کاملین نے فرمایا ہی کہ اون
کلمات کا جو ظاہر مطلب سمجہ مین آتا ہی وہ مراد شیخ نہین بلکہ مراد شیخ وہ امور ہین جو متاخرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہین اونکی اصطلاح ٹہر گئی ہے کہ اون امور کی
تعبیر الفاظ مرموزہ سے کیجاوے تاکہ نا اہل کذاب اون امور کا دعوی نکرے کہ سلف نے حاشیۃ الطحطاوی میں شیخ اکبر قدس سرہ کے کمال عرفانی مین واقف منصف کو تردد
نہین لیکن کلمات دہشت انگیز مخالف شریعت جو اونکی بعضی تصانیف مین البتہ جابجا موجود ہین یا اس سبب سے ہے کہ عارف کتنا ہی کامل ہو خطا و لغزش سے معصوم نہین چنانچہ
طبقات مناوی سے بشہادت ولی مکاشف بعضی مسائل مین اختلال کشف شیخ ثابت ہوا یا اس سبب سے کہ بنای کلام شیخ اصطلاح قوم پر ہے نا واقف اصطلاح اون کو
مخالف شریعت سمجہتا ہے اور در واقع مین مخالف نہین یا اس سبب سے کہ معاندین یہود نے شیخ کی کلام مین گمراہی مسلمین کے واسطے کچہہ کلمات مخالفہ شریعت درج کر دیئے
ہین چنانچہ بشہادت شیخ الاسلام مفتی ابو السعود کے معلوم ہو چکا اور عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی بہی اسکے معترف ہین چنانچہ اونکی تصانیف سے ظاہر ہے جب یہ
ثابت ہوا تو ہر شخص کو مطالعہ اون کلمات کا جائز نہین علی الخصوص کم علم نا آشنای عرفان کے حق مین اونکا دیکہنا سم قاتل ہے اور یہہ جو بعضی جاہل متصوف
کہتے ہین کہ مخالفت شریعت کی کچہہ مضر نہین شریعت عوام کے واسطے ہے اہل حقیقت کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے یہہ قول منافی جہالت اور الحاد ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین
سہروردی نے عوارف مین فرمایا کہ کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ یعنی جس حقیقت کو شریعت رد کرے وہ کفر اور زندقہ ہے اور طبقات عارف مناوی
مین خود کلام شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا منقول ہے کہ جو شخص شرائع انبیا مین سے ایک حکم کا جاہل ہو اوسکے واسطے مقام معرفت صحیح نہین سو جو شخص کہ معرفت کا
مدعی ہو اور شریعت محمدیہ وغیرہا مین سے ایک حکم اوسپر مشکل ہو وہ کاذب ہے حق تعالی ہمکو اور مسلمانونکو فہم صحیح عطا کرے اور افراط اور تفریط سے بچاوے آمین
وقد اثنی صاحب القاموس علیہ فی سوال رفع الیہ فیہ فقال اللہم انطقنا بما فیہ رضاک الذی اعتقدہ وادین اللہ بہ انہ کان رضی اللہ
عنہ شیخ الطریقۃ حالا وعلما وامام الحقیقۃ حقیقۃ ورسما ومحیی رسوم المعارف فعلا واسما ؎ اذا تغلغل فکر المرء فی طرف + من علمہ غرقت
فیہ خواطرہ + اور البتہ تعریف کی ہے صاحب قاموس نے شیخ اکبر کی اوس سوال مین جو اونکے پاس بہیجا گیا شیخ اکبر کے باب مین سو یون کہا ہے کہ الہی مجہکو گویا کر اوسمین
جسمین تیری رضامندی ہے جو اعتقاد کہ مین رکہتا ہون اور جس اعتقاد سے کہ مین حق تعالی کی عبادت کرتا ہون وہ یہہ ہے کہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ شیخ طریقت تہا حال
اور علم کی راہ سے اور امام حقیقت تہا باعتبار حقیقت اور رسم یعنی اہل حقیقت کا زینت دہندہ الا تہا اور آثار شکستہ معارف کا زندہ کرنے والا تہا بنا بر فعل اور
اسم کے جب کہ فکر مرد کی نزدیک جانب اوسکے دریای علم کے کنارے سے تو ڈوب جاتے ہین اوسمین خطرات اوسکے یعنی اوسکے فہم سے عاجز ہو جاتا ہے ؎ تکدرہ
الدلاء وسحاب تقاصر عنہ الانواء کانت دعوتہ تخرق السبع الطباق وتفرق برکاتہ فتملاء الافاق وانی اصفہ وہو یقینا فوق ما وصفتہ و
ناطق بما کتبتہ وغالب ظنی انی ما انصفتہ ؎ وما علی اذا ما قلت معتقدی + دع الجہول یظن الجہل عدوانا واللہ واللہ واللہ العظیم ومن
اقامہ حجۃ للہ برہانا + ان الذی قلت بعض من مناقبہ + ما زدت الا لعلی زدت نقصانا + الی ان قال ومن خواص کتبہ انہ من واظب
علی مطالعتہا انشرح صدرہ لفک المعضلات وحل المشکلات وسیلاب عظیم ہے جسکو ڈول گدلا نہین کرتے اور بادل ہے جس سے ستارے پست ہو جاتے ہین
یعنی چہپ جاتے ہین ستارون سے مراد اوسکی زمانیکے اہل عرفان ہین اونکی دعا ساتون آسمانونکو پہاڑتی تہی یعنی مستجاب الدعوۃ تہے اور برکتین اونکی منتشر تہین سو بہاتی کنارے
اون سے پر تہے اور البتہ مین اونکی صفت کرتا ہون اور وہ یقینا میرے بیان کرنے سے بالا ہین اور جو بیہ اونکی تعریف لکہی ہے اوسکا مین گویا ہون یعنی تحریر مطابق تقریر ہے
اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ میں نے اونکا انصاف نہین کیا یعنی اوسکا حق وصف ادا نہین کیا اور کچہہ مجہہ پر حرج نہین جسکہ مین اپنا اعتقاد بیان کر دون وہ کرا دمن جاہل کو بہی جہان
گمان کرتا ہے قسم ہے اللہ کی اور اللہ عظیم کی قسم جسنے شیخ اکبر کو حجۃ اللہ اور برہان کرکے قائم کیا ہے کہ بیشک جو مینے اونکی تعریف کی ہے وہ قدر قلیل ہے اونکی
مناقب مین سے نہین زیادہ کیا مگر کم کیا جو ف ہے کہ مناقب مین نقصان کر دیا اور فضیلت کا بیان کرنا درحقیقت اسکی منقصت ہے

صاحب قاموس نے کہا کہ اونکی کتابون کے خواص سے یہ ہے کہ اونکا جو مطالعہ ہمیشہ کیا کرے اوسکا سینہ کھل جاتا ہی فک معضلات اور حل مشکلات کے واسطے و قد اثنی علیہ
الشیخ العارف عبد الوہاب الشعرانی سیما فی کتابہ تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء فعلیک بہ وباللہ التوفیق اور البتہ
شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کی شیخ عارف عبد الوہاب شعرانی نے اپنی اکثر تصانیف مین خصوصا اپنی اوس کتاب مین جسکا نام تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء
ہی سو تو لازم ہی کہ اوس کتاب کو دیکھے وباللہ التوفیق ہم عبد الوہاب شعرانی ولی کامل دیار عرب مین مشہور کثیر التصانیف ہین والکافر بسبب اعتقاد السحر لا توبۃ لہ اور جو
کافر ہی بسبب اعتقاد کرنے اباحت سحر یعنی جادو کے اوسکی توبہ مقبول نہین ہم حاشیہ شلبی مین ہی کہ سحر وہ قول ہے جسمین تعظیم غیر اللہ ہو اور تقدیرات اور تاثیرات اوسکے
طرف منسوب ہون اور شیخ صالح نے کہا کہ سحر امر خارق عادت کا اظہار ہی نفس شریر خبیث سے بمباشرت اعمال مخصوصہ محقق ابن ہمام نے کہا کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا
کہ سحر کے حقیقت اور تاثیر ہی ایلام اجسام مین اور قول ضعیف یہ ہے کہ سحر کی کچھ حقیقت نہین بجز خیال بندی کے اور سحر کا سیکھنا اور سکھانا بلا اختلاف اہل علم کے
حرام ہی اور اوسکو مباح اعتقاد کرنا کفر ہے اور ہمارے اصحاب اور امام مالک اور امام احمد سے منقول ہے کہ ساحر کافر ہو جاتا ہی سحر کے سیکھنے اور کرنے سے خواہ اوسکو حرام
جانے یا نہ جانے اور اوسکو قتل کرنا چاہیے کذا فی المنح عن الفتح اور تبیین المحارم مین امام ابو المنصور ماتریدی سے منقول ہی کہ سحر کو مطلقا کفر کہنا خطا ہی بلکہ اوسکی حقیقت سے بحث کرنا
واجب ہی سو اگر سحر مین اوس چیز کا رد ہو جو ایمان کی شرط مین لازم ہی تو وہ البتہ کفر ہے ورنہ کفر نہین پھر جو سحر کہ کفر ہی اوسمین مرد مقتول ہوگا نہ عورتین اور جو سحر کہ
کفر نہین اور اوسمین اہلاک نفس ہے تو اوسمین قطاع الطریق کا حکم ہی اور اوسمین مرد اور عورتین برابر ہین مقتول ہونگی بسبب کوشش کرنے فساد فی الارض کے
اور مقبول ہی توبہ ساحر کی ہو اسطے کہ ساحر فرعون جب ایمان لائے تھے تو اونکا ایمان صحیح تھا اور عدم قبول توبہ کا قول غلط ہی انتہی اور عدم قبول توبہ کا قول احکام
دنیا کے حق مین محمول ہے اور احکام آخرت کے حق مین تو بلا شبہ توبہ مقبول ہی ایک قسم سحر کی وہ ہی جسمین دعوت کی نوبت پہنچتا نہین ہوا تفسیر ابن عادل مین وہب بن منبہ
کی کتاب سے منقول ہی کہ جو شخص سحر کیا گیا ہو سات پتے سبز بیری کے لے اور اونکو دو پتھر کے بیچ مین پیس کر پانی مین ملائے پھر اوسپر آیۃ الکرسی پڑھے پھر اوس سے تین چلو لیکر غسل کرے
تو اوسکی تنگی ان شاء اللہ تعالی دفع ہو جاتی ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرأۃ فی الاصح لسعیہا فی الارض بالفساد ذکرہ الزیلعی اگرچہ معتقد سحر کی عورت
ہو قول اصح مین بسبب اوسکی سعی کرنیکے فساد فی الارض کے راہ پیدا کرکے اور کہا ہم غیر اصح وہ قول ہی کہ ساحرہ مقتول نہوگی بلکہ حبس کی جاوے گی اور مرتدہ کے مانند
اور بچائی گئی زیلعی نے اپنی شرح مین کہا کہ اوسکے سحر کا کفر ظاہر کو مستند ہی بخلاف مرتدہ اور حربیہ کے ثم قال وکذا الکافر بسبب الزندقۃ لا توبۃ لہ وجعلہ فی الفتح
ظاہر المذہب لکن فی حظر الخانیۃ الفتوی علی انہ اذا اخذ الساحر والزندیق المعروف الداعی قبل توبتہ ثم تاب لم تقبل توبتہ ویقتل ولو
اخذ بعدہا قبلت پھر زیلعی نے کہا اور اسیطرح جو کافر ہو بسبب زندقہ کے اوسکی توبہ مقبول نہین اور عدم قبول توبہ کو فتح القدیر مین ظاہر مذہب قرار دیا ہی
لیکن خانیہ کی کتاب الحظر مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جب ساحر یا زندیق مشہور جو لوگونکو زندقہ سکھاتا ہی گرفتار ہوا قبل توبہ کرنیکے پھر اوسنے بعد گرفتاری کی توبہ کی تو اوسکی
توبہ مقبول نہین اور وہ مقتول ہوگا اور اگر بعد توبہ کرنیکے گرفتار ہوا تو اوسکی توبہ مقبول ہے فادو فی السراج ان الخناق لا توبۃ لہ اور سراج وہاج مین تصریح
کی ہی کہ پہانسی دینے والیکی توبہ مقبول نہین یعنی جو گلا گھونٹ کر آدمیونکو مارتا ہو جیسا کہ کتاب الجہاد سے پہلے مذکور ہو چکا وفی الشمنی الکاہن قیل کالساحر اور شمنی مین
کہ کاہن کو بعضون نے ساحر کے مانند کہا ہی بعدم قبول توبہ مین ہم فتح القدیر مین کہا کہ بعضون نے کہا کہ کاہن وہی ساحر ہی اور بعضون کے نزدیک کاہن عراف کو کہتے ہین جو آئندہ
اور تخمین سے خبر دیتا ہی اور بعضون کے نزدیک کاہن وہی ہے جسکے پاس جن اخبار لاتے ہون ہمارے علمانے کہا کہ اگر وہ اسکا معتقد ہو کہ شیاطین کرتی ہین جو وہ چاہتا ہی تو وہ
کافر ہی اور اگر فقط تخییل کا معتقد ہو تو کافر نہین وفی حاشیۃ البیضاوی فی الاخرس والداعی الی الالحاد والاباحی کالزندیق اور ملاخسرو کے حاشیہ بیضاوی
مین ہے جو الحاد کیطرف لوگونکو بلاتا ہی اور اباحی زندیق کے مانند ہی یعنی اوسکی توبہ مقبول نہین اباحی وہ ہی جو ہر چیز کو مباح اعتقاد کرے حرمت کا معتقد نہو وفی الفتح المنافق
الذی یبطن الکفر ویظہر الاسلام کالزندیق الذی لا یتدین بدین وکذا من علم انہ ینکر فی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر ویظہر اعتقاد
حرمتہ وتمامہ فیہ اور فتح القدیر مین ہے کہ منافق جو کفر کو چھپاتا ہی اور اسلام کو ظاہر کرتا ہی وہ زندیق کے مانند ہی جو کسی دین کو نہین مانتا اور اسیطرح وہ شخص زندیق کے مانند ہی جو باطن
مین بعض ضروریات دین کا منکر ہی جیسے حرمت خمر کے اور ظاہر مین اوسکی حرمت کا اعتقاد ظاہر کرتا ہی اور پورا بیان اسکا اوسی مین ہے ہم فتح القدیر مین کہا کہ واجب ہے کہ عدم قبول توبہ مین اباحی

زندیق کے مانند ہو اسواسطے کہ زندیق سکے اظہار توبہ پر اطمینان نہیں کیونکہ وہ اپنے اعتقاد عدم تدین کو چھپاتا ہے اور منافق اوسکے مانند ہے خاص اور اوس کا حال
یون معلوم ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اوسکے سطرح سے آگاہ ہو گیا یا اوس نے اپنا عقیدہ کسی اپنے معتقد سے بیان کیا وفیہ یکفر الساحر بتعلمہ وفعلہ اعتقد تحریمہ
اولا ویقتل لکن فی حظر الخانیۃ لو استعملہ للتجربۃ والامتحان ولا یعتقد لا یکفر فحینئذ فالمستثنی احد عشر اور فتح القدیر میں ہے کہ کافر
ہو جاتا ہے ساحر سحر سیکھنے اور کرنے سے اوسکی حرمت کا معتقد ہو یا نہو اور وہ مقتول ہوگا لیکن خانیہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ اگر سحر کو استعمال کرے آزمایش اور امتحان
کے واسطے اور اوسکی اباحت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو کافر نہیں ہوتا اور اسوقت میں گیارہ قسم مرتد مستثنی ہیں یعنی ہر مرتد کی توبہ مقبول ہے سوای گیارہ شخصوں کے یعنی جس کا
ارتداد مکرر ہوا اور جسنے انبیا علیہم السلام کو بد کہا اور جسنے صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالی عنہما کو برا کہا اور ساحر اور زندیق اور پھانسی دینے والا اور کاہن اور ملحد اور
اباحی اور منافق اور بعضی ضروریات دینی کا منکر باطن میں واعلموا ان کل مسلم ارتد فانہ یقتل ان لم یتب الا الجماعۃ المرأۃ والخنثی ومن اسلامہ تبعا
والصبی اذا اسلم والمکرہ علی الاسلام ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجلین نصرانیین اور معلوم کرو کہ جو مسلمان کہ مرتد ہو گیا وہ قتل کیا جاے اگر توبہ نکرے
مگر چند اشخاص مرتدین پر قتل نہیں اگرچہ توبہ نکرین عورت اور خنثی اور جس کا اسلام بالتبع ہو اور صغیر جبکہ وہ مسلمان ہو جاے اور جو زبردستی مسلمان کیا گیا ہو اور جس کا اسلام دو
مردون کی گواہی سے ثابت ہوا ہو پھر دونون گواہ گواہی سے پھر گئے ہون کذا فی المنح عن الفوائد الزینیۃ ثم الاسلام بالتبع کی یہ صورت ہے کہ صغیر غیر عاقل کے والدین مسلمان
ہوئے پھر صغیر بالغ ہوا اور بعد بلوغ کے اقرار اسلام اوس سے مسموع نہوا تو اگر وہ مرتد ہوگا تو مقتول نہوگا اسواسطے کہ ہنوز اوس سے تصدیق نہیں پائی گئی کہ ارتداد کی
تعریف اوسپر صادق آوے کذا فی الحموی اور صغیر عاقل بعد اسلام کے اگر مرتد ہوگا تو مقتول نہوگا بلکہ زبردستی اسلام پر قائم رکھا جائیگا کذا فی الشرنبلالیہ زاد فی الاشباہ ومن
ثبت اسلامہ بشہادۃ رجل وامراتین انتھی اشباہ میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ جس کا اسلام ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہوا وہ بھی مقتول نہوگا انتھی
حموی نے کہا کہ یہ نوادر کی روایت ہے ولو شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وھو منکر لم تقبل شہادتھما وقیل تقبل ولو علی نصرانیۃ قبلت اتفاقا
ذکرہ فی آخر کراہیۃ الدرر اور اگر دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر گواہی دی کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے اور حالانکہ وہ منکر ہے تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور قول ضعیف
یہ ہے کہ مقبول ہوگی اور اگر نصرانیہ عورت کی اسلام کی دو نصرانیون نے گواہی دی تو بالاتفاق مقبول ہوگی اور یہ بیان درر کی کتاب الکراہیہ کے آخر میں ہے ہم دونون میں
وجہ فرق یہ ہے کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی تو قبول کرنا دونون کی گواہی کا جائز ہوا بخلاف مرتد کے ولیکن نصرانیہ پر جبر کیا جائیگا قبول اسلام پر یہی محل ہے امام کا اور
کی روایت یہ ہے کہ ایک مرد اور دو عورتونکی گواہی اسلام پر اور دو نصرانیون کی گواہی نصرانی کے اسلام پر مقبول ہے ہکذا فی آخر کراہیۃ الدرر اور قاضی خان نے امام محمد سے
نقل بیان کیا ہے کہ عورتون کی گواہی پر قتل نہیں اگرچہ قبول اسلام پر جبر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی عن نوح افندی ویلحق بالصبی من ولدتہ المرتدۃ ھہنا اذا بلغ
مرتدا والسکران اذا اسلم وکذا اللقیط لان اسلامہ حکمی لا حقیقی اور عدم قتل میں ملحق صغیر کے وہ شخص ہے جسکو مرتدہ نے دار الاسلام میں جنا
جبکہ وہ بالغ ہوا مرتد ہو کر بحالت مستی جب کہ اسلام لایا اور اسیطرح سے لقیط ہی اسواسطے کہ مسلمان ہونا اوسکا حکمی ہے نہ حقیقی وقیدہ فی الخانیۃ وغیرھا المکرہ بالحربی اما الذمی
والمستامن فلا یصح اسلامہ انتھی لکن حملہ المصنف فی کتاب الاکراہ علی جواب القیاس وفی الاستحسان یصح فلیحفظ وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر اور
خانیہ وغیرہ میں مکرہ علی الاسلام کو کافر حربی کی قید سے مقید کیا ہے اور کافر ذمی اور مستامن کا اسلام زبردستی سے صحیح نہیں لیکن مصنف نے کتاب الاکراہ میں عدم صحت اسلام کو جواب
قیاس پر محمول کیا ہے اور استحسان میں صحیح کہا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مستثنی چودہ قسم مرتدین یعنی جو مسلمان کہ مرتد ہو جاے اور توبہ نکرے وہ قتل کیا جائیگا مگر چودہ مرتد مقتول نہونگے
عورت اور خنثی اور جس کا اسلام بالتبع ہو اور صغیر جب کہ اسلام قبول کرے اور حربی اور ذمی اور مستامن جبکہ زبردستی مسلمان کیے جائین اور جس کا اسلام دو مرد کی گواہی سے ثابت ہو پھر وہ شہادت
رجوع کرین اور جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتونکی گواہی سے ثابت ہو اور وہ نصرانی جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دین اور وہ نصرانیہ جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دین اور وہ
جسکو مرتدہ دار الاسلام میں جنی جبکہ وہ بالغ ہوکر مرتد ہوا اور مست جبکہ اسلام قبول کرے اور لقیط شہد علی مسلم بالردۃ وھو منکر لا یتعرض لہ لا لتکذیب الشھود العدول
بل لان انکارہ توبۃ ورجوع یعنی فیمتنع القتل فقط وتثبت بقیۃ احکام المرتد کحبط عمل وبطلان وقف وبینونۃ زوجۃ لو فیما تقبل توبتہ والا فیقتل کالردۃ
بسبہ علیہ الصلوۃ والسلام کما مر اشباہ زاد فی البحر وقد رأیت من یغلط فی ھذا المحل ذاد علی المصنف وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر گواہی دی گواہون نے

ایک مسلمان گواہ ارتداد پر اور وہ منکر ہی تو اوس سے تعرض نکیا جاوے نہ بسبب تکذیب شہود عدول کے بلکہ اسواسطے کہ اوسکا انکار ارتداد سے یہی توبہ ہی اور رجوع ہی ارتداد سے عدم تعرض سے مراد یہہ ہی کہ فقط منکر کا قتل ممتنع ہوگا اور ثابت رہینگے باقی احکام مرتد کے چنانچہ عمل کا حبط ہونا اور وقف کا باطل ہوجانا اور زوجہ کا جدا ہونا بشرطیکہ انکار اوس ارتداد مین ہو جسمین توبہ مقبول ہوتی ہے اور نہین تو قتل کیا جائیگا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کے ارتداد سے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الاشباہ بحر الرائق مین اتنا زیادہ کہا کہ مینے دیکھا ہے اوسکو جو اسمقام مین خطا کرتا ہے یعنی انکار کو عدم ارتداد پر مطلقاً محمول کرتا ہے یعنی عدم قتل کے سوا بقیہ احکام مذکورہ مین بہی اوسکو ثابت رکہا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرحین اور اسوقت تو مستثنی چودہ مرتد ہین ہم طحطاوی نے کہا صواب یہہ ہی کہ شارح خمسۃ عشر کہتا اسواسطے کہ عدم قتل منکر سابق کی چودہ صورتون سے زائد ہو وفی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی ما یکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنی وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ جو ارتداد کہ بالاتفاق کفر ہے اوس سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہی اور اوسکی اولاد زنا کی اولاد ہی اگر تجدید نکاح نہو اور جس ارتداد کی کفر ہونیمین علما کا اختلاف ہی اوسمین استغفار اور توبہ اور تجدید نکاح کا امر کیا جائیگا یعنی بنابر احتیاط کے تجدید نکاح کا فتوی دیا جاوے اور بطلان نکاح کا حکم نہو اور محیط مین قسم ثالث کو زیادہ کیا کہ اگر الفاظ ارتداد ازراہ خطا صادر ہون تو سوجب کفر نہین اور اوسمین تجدید نکاح کا امر نہین لیکن استغفار اور رجوع کا امر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی ولا یترک المرتد علی ردتہ باعطاء الجزیۃ ولا بامان مؤقت ولا بامان مؤبد لا یجوز استرقاقہ بعد اللحاق بدار الحرب بخلاف المرتدۃ خانیہ اور مرتد چھوڑا نجائیگا اپنی ارتداد پر جزیہ دیکر اور نہ امان موقت اور نہ امان دائمی سے اور جائز نہین اوسکا غلام بنانا بعد لحاق دار الحرب کے بخلاف مرتدہ کے کہ اوسکا استرقاق بعد لحاق دار الحرب کی جائز ہے کذا فی الخانیہ والکفر کلہ ملۃ واحدۃ خلافاً للشافعی فلو تنصر یہودی او عکسہ ترک علی حالہ ولم یجبر علی العود اور جمیع اقسام کفر کی ایک دین اور ملت ہین بخلاف امام شافعی کے تو اگر نصرانی ہوگیا یہودی یا اوسکا عکس ہوا تو اوسی حال پر چھوڑا جائیگا اور اوسپر جبر نکیا جائیگا پہلے دین کے عود پر ویزول ملک المرتد عن مالہ زوالاً موقوفاً فان اسلم عاد ملکہ وان مات او قتل علی ردتہ او حکم بلحاقہ ورث کسب اسلامہ وارثہ المسلم ولو زوجتہ بشرط العدۃ زیلعی بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فی بعد قضاء دین ردتہ وقالا میراث ایضاً ککسب المرتدۃ اور زائل ہوتی ہی مرتد کی ملکیت اوسکے مال سے بزوال موقوف یعنی اگر وہ پہر مسلمان ہوا تو اوسکی ملک عود کیا اور اگر مرگیا اور حالت ارتداد پر مقتول ہوا یا لحاق دار الحرب کا اوسپر حکم ہوگیا تو حالت اسلام کے اوسکے کسب کا اوسکا وارث مسلم وارث ہوگا اگرچہ وارث اوسکی زوجہ ہو بشرط بقای عدت کذا فی شرح الزیلعی وراثت ہوگی بعد ادای دین اسلام کے اور اوسکے ارتداد کا کسب غنیمت ہی بعد ادای دین ارتداد کے اور صاحبین نے کہا کہ وہبی میراث ہی مرتدہ کے کسب کی مانند ہم حسن نے ابو یوسف سے روایت کی کہ دین ارتداد کا کسب اسلام سے ادا کیا جائیگا لیکن اگر کفایت نکریگا تو ارتداد کے کسب سے ادا کیا جائیگا بدائع اور ولوالجیہ مین کہا کہ یہی قول صحیح ہی تو متن کی روایت قول صحیح کے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی وان حکم القاضی بلحاقہ عتق مدبرہ من ثلث مالہ وام ولدہ من کل مالہ وحل دینہ وتقسم مالہ ویؤدی مکاتبہ الی ورثتہ والولاء للمرتد لانہ المعتق بدائع اور اگر لحاق دار الحرب کا مرتد پر قاضی نے حکم کیا تو اوسکا مدبر ثلث مال سے آزاد ہوگا اور اوسکی ام ولد کل مال سے آزاد ہوگی اور اوسکا دین موجل فی الحال لازم الادا ہوگا اور اوسکا مال وارثون مین قسمت کیا جائیگا اور اوسکا مکاتب بدل کتابت کو اوسکے وارثون کو ادا کریگا اور ولا مرتد ہی کو ملیگی اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہے کذا فی البدائع یعنی اوسکے وارث ابتداء ولا کے مالک نہون گے بلکہ عصبہ بنفسہ اوسکو وراثت مین پاویگا اور اگر ولا مین وارثون کا حق ہوتا تو عورت بہی اوسمین داخل ہوتی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان لا یصح القضاء بہ الا فی ضمن دعوی حق العبد نہر اور لائق یہہ ہی کہ لحاق دار الحرب کا حکم صحیح نہو مگر دعوی حق العبد کے ضمن مین کذا فی النہر یعنی حکم لحاق قصداً صحیح نہین ہو سکتا اسواسطے کہ لحاق موت کی مانند ہی اور موت کا دن داخل تحت قضا نہین اصل اس بحث کی صاحب بحر سے ہی واعلم ان تصرف المرتد علی اربعۃ اقسام فینفذ منہ اتفاقاً ما لا یعتمد تمام ولایۃ وہی خمس الاستیلاد والطلاق وقبول الہبۃ وتسلیم الشفعۃ والحجر علی عبدہ الماذون اور معلوم کر کہ تصرفات مرتد کے چار قسم پر ہین سو اوسکا وہ تصرف باتفاق امام اور صاحبین نافذ ہی جو کمال ولایت پر معتمد نہین اور وہ پانچ چیزین ہین استیلاد اور طلاق اور قبول ہبہ اور تسلیم شفعہ اور تصرف سے باز رکہنا اپنے عبد ماذون کا

[illegible]

مسئلہ فیملاوی کی صورت یہہ کہ مرتد کی لونڈی لڑکا جنی اور اوسنے اوس کا دعوی کیا تو لڑکا کا نسب مرتد سے ثابت ہوگا اور وہ ولد وارثون کے ساتھہ اوسکا وارث ہوگا
اور لونڈی اوسکی ام ولد ہوگی اگر کوئی کہے کہ مرتد کی زوجہ بائن ہوجاتی ہے پھر طلاق اوسکی کیونکر واقع ہوگی اوسکا جواب یہہ ہے کہ وقوع بینونت سے امتناع طلاق
لازم نہین اور کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکا کہ مبانہ کو طلاق صریح عدت مین لاحق ہوسکتی ہے کذا فی البحر وَيَبْطُلُ مِنْهُ اتِّفَاقًا مَا يَعْتَمِدُ الْمِلَّةَ وَهِيَ خَمْسٌ النِّكَاحُ
وَالذَّبِيحَةُ وَالصَّيْدُ وَالشَّهَادَةُ وَالْإِرْثُ اور مرتد کا وہ تصرف بالاتفاق باطل ہے جو ملت پر معتمد ہے یعنی جسکی صحت اعتقاد ملت پر منحصر ہے اور وہ پانچ
چیزین ہین نکاح اور ذبیحہ اور شکار کرنا اور گواہی اور وارث ہونا نکاح مرتد کا باطل ہے خواہ منکوحہ مسلمہ یا کافرہ اصلیہ یا مرتدہ ہو اسواسطے کہ مرتد مستحق قتل ہے اور
اہمال اوسکا تامل کے واسطے ہے اور نکاح اوسسے باز رکہیگا اور باطل ادای شہادت ہے نہ تحمل اوسکا اور وارث باطل ہے یعنے مرتد کسی کا وارث نہین لیکن اگر وہ
مرگیا تو اوسکے کسب اسلامی کے ورثہ مسلمین وارث ہونگے وَيَتَوَقَّفُ مِنْهُ اتِّفَاقًا مَا يَعْتَمِدُ الْمُسَاوَاةَ وَهِيَ الْمُفَاوَضَةُ اور وہ تصرف اوسکا بالاتفاق موقوف
ہے جو مساوات دینی پر معتمد ہے اور وہ شرکت مفاوضہ ہے یعنی اگر مسلمان ہوگا تو مفاوضہ کی شرکت نافذ ہوجائیگی اور نہین تو باطل ہوگی أَوْ وِلَايَةً مُتَعَدِّيَةً وَهِيَ التَّصَرُّفُ
عَلَى وَلَدِهِ الصَّغِيرِ یا موقوف رہیگا اوسکا وہ تصرف جو ولایت متعدیہ پر معتمد ہے اور وہ تصرف ہے اپنے ولد صغیر پر وَيَتَوَقَّفُ مِنْهُ عِنْدَ الْإِمَامِ وَيَنْفُذُ
عِنْدَهُمَا كُلُّ مَا كَانَ مُبَادَلَةَ مَالٍ بِمَالٍ أَوْ عَقْدَ تَبَرُّعٍ كَالْمُبَايَعَةِ وَالصَّرْفِ وَالسَّلَمِ وَالْعِتْقِ وَالتَّدْبِيرِ وَالْكِتَابَةِ وَالْهِبَةِ وَالرَّهْنِ وَالْإِجَارَةِ
وَالصُّلْحِ عَنْ إِقْرَارٍ وَقَبْضِ الدَّيْنِ لِأَنَّهُ مُبَادَلَةٌ حُكْمِيَّةٌ وَالْوَصِيَّةِ اور امام کے نزدیک موقوف رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوگا ہر ایک وہ تصرف
جو مبادلہ مال کا ہے ساتھہ مال کے یا عقد تبرع ہے چنانچہ مبایعہ اور صرف اور سلم اور عتق اور تدبیر اور کتابت اور ہبہ اور رہن اور اجارہ اور صلح اقرار سے اور قبض کرنا
دین کا اسواسطے کہ دین کا قبضہ کرنا مبادلہ حکمیہ ہے اور وصیت کرنا مم قبض دین مبادلہ حکمیہ اسواسطے ہوا کہ ادای دین بالمثل ہوتا ہے تو قابض دین کا اوس چیز کا بدل العین
لیتا ہے جو مدیون کے ذمے پر ثابت ہے وَبَقِيَ أَمَانُهُ وَعَقْلُهُ وَلَا شَكَّ فِي بُطْلَانِهِمَا اور باقی رہا اوسکا امان دینا اور دیت کا حکم اور شک نہین اونکے باطل ہونے مین
اسواسطے کہ جب ذمی دوسرے کو امان نہین دیسکتا تو مرتد بطریق اولےٰ اور چونکہ دیت تناصر سے متعلق ہے اور مرتد لائق نصرت کی نہین لہذا اوسکی دیت باطل ہے
وَأَمَّا الْإِيدَاعُ وَالِاسْتِيدَاعُ وَالِالْتِقَاطُ وَاللُّقَطَةُ فَيَنْبَغِي عَدَمُ جَوَازِهَا اور مرتد کو ایداع اور استیداع اور التقاط اور لقطہ کا عدم جواز لائق ہے کذا فی
النہر فَإِنْ أَسْلَمَ نَفَذَ وَإِنْ هَلَكَ بِمَوْتٍ أَوْ قَتْلٍ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ وَحُكِمَ بِلَحَاقِهِ بَطَلَ ذَلِكَ كُلُّهُ اگر مرتد مسلمان ہوا تو جمیع تصرفات موقوفہ نافذ ہونگے
اور اگر ہلاک ہوا موت سے یا قتل سے یا وہ دار الحرب مین جاکر ملا اور اوسکے لحاق پر قاضی کا حکم ہوگیا تو یہہ سب باطل ہوجائینگے فَإِنْ جَاءَ مُسْلِمًا قَبْلَهُ قَبْلَ الْحُكْمِ
فَكَأَنَّهُ لَمْ يَرْتَدَّ وَكَمَا لَوْ عَادَ بَعْدَ الْمَوْتِ الْحَقِيقِيِّ زيلعي پھر اگر مرتد دار الحرب سے آیا مسلمان ہوکر قبل حکم لحاق کے تو گویا وہ مرتد ہی نہوا تہا اور چنانچہ اگر عود کرے یعنی
زندہ ہوجاوے میت بعد موت حقیقی کے تو وہ اپنا مال وارث سے پہیر لیگا کذا فی شرح الزیلعی مم جب اوسکا مسلمان ہوکر آنا قبل حکم لحاق کے بجای عدم ارتداد ہوا
تو اپنی مال کا وہی مالک ہوگا اور مدبر اوسکا آزاد نہوگا اور اوسکا دین مؤجل غیر مؤجل نہوگا اور اوسکا مال جو وارثون کے پاس ہوگا اوسکی ملکیت اوسمین عود کریگی
بلا حکم قاضی و رضای وارث اور اگر وارث نے اوسکا مال تلف کیا ہو تو ضامن ہوگا لیکن ارتداد کا حکم فسخ نکاح اور احباط عمل مین جاری رہیگا کذا فی الطحطاوی وَإِنْ
جَاءَ مُسْلِمًا بَعْدَهُ وَمَالُهُ مَعَ وَارِثِهِ أَخَذَهُ بِقَضَاءٍ أَوْ رِضًى وَلَوْ فِي بَيْتِ الْمَالِ لَا لِأَنَّهُ فَيْءٌ نہر اور اگر دار الحرب سے مسلمان ہوکر آیا بعد حکم لحاق کے
اور حالانکہ مال اوسکا وارث کے پاس موجود ہے تو اوسکو لیگا قاضی کے حکم سے یا وارث کی رضامندی سے اور اگر مال اوسکا بیت المال مین ہے تو اوسکو نہ پاویگا
اسواسطے کہ وہ غنیمت ہے کذا فی النہر مم بیت المال کے مال سے وہ مال مراد ہے جو ارتداد کے کسب سے حاصل ہوا ہو اور اگر بسبب عدم وارث کے
کسب اسلام کا مال بیت المال مین رکہا گیا ہو تو اوسکو وہ پاویگا تو اطلاق شارح کا غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وَإِنْ هَلَكَ مَالُهُ
أَوْ أَزَالَهُ الْوَارِثُ عَنْ مِلْكِهِ لَا يَأْخُذُهُ وَلَوْ قَائِمًا لِصِحَّةِ الْقَضَاءِ اور اگر اوس کا مال ہلاک ہوگیا یا اوسکو وارث نے اپنی ملک سے زائل
کردیا تو اوسکو نہ پاویگا اگرچہ وہ مال قائم ہو بسبب صحیح ہونے حکم قاضی کے حق وارث مین وَلَهُ وَلَاءُ مُدَبَّرِهِ وَأُمِّ وَلَدِهِ اور اوسی کے
واسطے ہے اوسکے مدبر اور ام ولد کی ولاء وَمُكَاتَبُهُ لَهُ إِنْ لَمْ يُؤَدِّ وَإِنْ عَجَزَ عَادَ رَقِيقًا لَهُ بدائع اور مرتد مذکور کا مکاتب اوسی کا ہوگا اگر
ترکہ

مکاتب نے بدل کتابت قرہ وارث کو نہین ادا کیا اور اگر عاجز ہوا اور ادای بدل کتابت سے تو پھر اوسکا مالک ہو جائیگا کذا فی السراجیہ و یقضی ما ترک من عبادۃ فی الاسلام
لان ترک الصلوۃ والصیام معصیۃ و المعصیۃ تبقی بعد الردۃ ۔ و جس عبادت کو حالت اسلام مین ترک کیا ہو اوسکو بعد مسلمان ہونیکے قضا کرے
اسواسطے کہ ترک صلوۃ اور صیام معصیت ہی اور معصیت باقی رہتی ہے بعد ارتداد کے کذا فی فتاوی قاضیخان عن شمس الائمۃ و ما ادی منہا فیہ یبطل اور جو عبادت
کہ اسلام مین ادا کی وہ باطل ہوگئی ارتداد سے و لا یقضی من العبادات الا الحج لانہ بالردۃ صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وہو غنی فعلیہ الحج
فقط اور قضا انکی جائینگی عبادتین سواے حج کے اسواسطے کہ مرتد بسبب ارتداد کے کافر اصلی کے برابر ہو گیا پھر جب وہ اسلام لاوے اور غنی ہو تو اوسپر فقط حج واجب
ہو قضا حج سے اعادہ حج کا مراد ہے اسواسطے کہ حج کا وقت تمام عمر ہے شرح طحاوی نے کہا اعادہ حج کا حصر ممنوع ہی اسواسطے کہ اگر اول وقت نماز پڑھ کر مرتد
ہو گیا اور آخر وقت مسلمان ہوا تو اوس نماز کا اعادہ واجب ہے کیونکہ اوسکا وقت ہنوز باقی ہے مانند وقت حج کے مسئلہ و اصاب مالا او شیئا یجب بہ
القصاص او حد السرقۃ یعنی المال للمسروق لا الحد خانیہ و اصلہ انہ یؤاخذ بحق العباد اما غیرہ ففیہ تفصیل مسلم نے کسی کا مال
لیا یا ایسا فعل کیا جس سے قصاص واجب ہی یا مرتکب حد سرقہ ہوا پھر مرتد ہوا تو اوس سے مال مسروق ہی نہ حد کذا فی الخانیہ اور قاعدہ اوس کا یہ ہے کہ مرتد حق العبد مین ماخوذ
ہوگا اور غیر حق العبد مین تفصیل ہے ہم خانیہ مین ہے کہ اگر مسلم پر حد شرب خمر یا حد سکر واجب ہی پھر وہ مرتد ہوا پھر اسلام لایا قبل لحوق دار الحرب کے تو وہ
ماخوذ نہوگا اور اگر مرتد امام کی قید مین محبوس ہے اور اس کام کا مرتکب ہوا تو وہ حد خمر اور سکر مین ماخوذ نہوگا اور حد زنا و القذف مین ماخوذ ہوگا اور اگر مرتد امام کے
پاس محبوس نہین اور اس کام کا مرتکب ہوا پھر مسلمان ہوا قبل لحوق دار الحرب کے تو بھی اوس سے مواخذہ نہین کذا فی المنح او الدیۃ لو ارتد او اصابہ وہو مرتد
فی دار الاسلام ثم لحق وحارب زمانا ثم جاء مسلما یؤاخذ بہ کلہ مسلم موجب بیت کا مرتکب ہوا پھر مرتد ہوا یا مرتکب اشیاء مذکورہ کا ہوا حالانکہ وہ
مرتد تھا دار الاسلام مین پھر وہ دار الحرب مین جاکر ملا اور اہل اسلام سے مدت تک لڑا کیا پھر دار الاسلام مین آیا مسلمان ہو کر تو ان سب چیزون کا اوس سے مواخذہ
ہوگا یعنی مال اور قصاص و حد مال مسروق اور دیت کا ولو اصابہ بعد ما لحق مرتدا ثم اسلم لا یؤاخذ بشیء من ذلک لان الحربی لا یؤاخذ بعد
الاسلام بما کان اصابہ حال کونہ محاربا لنا اور اگر مرتکب ہوا امور مذکورہ کا بعد لاحق ہونے دار الحرب کے مرتد ہو کر پھر وہ مسلمان ہوا تو امور مذکورہ مین سے
کسی چیز کا مواخذہ اوس سے نہوگا اسواسطے کہ مرتد مذکور حربی کافر ہو گیا اور حربی ماخوذ نہین ہوتا بعد اسلام کے اون افعال مین جسکا مرتکب ہوا بوقت محاربہ
ہونی اہل اسلام سے اخبرت بارتداد زوجہا فلہا التزوج باخر بعد العدۃ استحسانا کما فی الاخبار من ثقۃ بموتہ او تطلیقہ ثلثا او
کذا لو لم یکن ثقۃ فاتاہا بکتاب بطلاقہا واکبر رأیہا انہ حق لا باس بان تعتد و تتزوج مبسوط عورت کو خبر پہونچی اپنے زوج کے مرتد ہو جانیکی
تو اوسکو دوسرے زوج سے نکاح کر لینا جائز ہے بعد عدت کے بدلیل استحسان کے چنانچہ عورتکو دوسرا نکاح جائز ہے مرد معتمد کی خبر کہنے مین زوج کی موت کی
یا اوسکے تین طلاق دینے کی اور اسیطرح اگر خبر معتمد نہو اور عورت کے پاس اوسکی طلاق کا خط لاوے زوج کیطرف سے اور عورت کو ظن غالب ہو جاوے اوسکے
حق ہونیکا کچھ مضایقہ نہین کہ وہ عدت مین بیٹھے اور بعد اوسکے نکاح کر لے کذا فی المبسوط والمرتدۃ ولو صغیرۃ او خنثی تجبر تحبس ابدا و لا
تجالس و لا تؤاکل حتی تسلم ولا تقتل خلافا للشافعی اور عورت مرتدہ اگرچہ صغیرہ یا خنثی ہو کذا فی البحر ہمیشہ محبوس رہیگی اور پاس نہ بیٹھائی جاوے
اور ساتھہ نہ کھلائی جاوے کذا فی الحقائق یہانتک کہ اسلام قبول کرے اور قتل نکیجائیگی بخلاف امام شافعی کے ہم عدم قتل مرتدہ سے وہ ساحرہ مستثنی ہے جو آپکو اسکا
خالق اعتقاد کرتی ہو کذا فی المحیط امام شافعی کی قتل مرتدہ مین یہ دلیل ہے کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اوسکو قتل کرو ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسمین قتل نساء کی نہی
وارد ہے اور وہ کافرہ اصلیہ اور مرتدہ دونوں کو شامل ہے بلکہ امام اعظم نے اپنی سند سے بروایت ابن عباس عدم قتل مرتدات اور اونکی قید رکھنی اور پھر دعوت اسلام
قبول کروانے کی حدیث روایت کی ہے کذا فی المنح وان قتلہا احد لا یضمن شیئا ولو امۃ فی الاصح اور اگر مرتدہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو وہ کسی چیز کا ضامن نہوگا اگر
مرتدہ لونڈی ہو قول اصح مین اسواسطے کہ قیمت خون کی اسلام کے سبب سے ہوتی ہے سو وہ زائل ہو گیا لیکن قاتل پر تعزیر ہے کذا فی الولوالجیہ و تحبس عند مولاہا للخدمۃ
و الوطی سواء طلب ذلک ام لا فی الاصح و یتولی ضربہا جمعا بین الحقین اور مرتد لونڈی اپنے مولی کے پاس محبوس کیجاوے اور اوسکی خدمت کرنیکی و وطی کی

نکاح کے خواہ وہ سکے حبس کرنیکا اپنے پاس سوائے طالب ہو یا نہو اور اوسکی مہر کا شوہر کو اختیار رہیگا بواسطے جمع کرنیکے دونون حقون مین یعنی حق خدا اور حق مولی
ولیس للمرتدۃ ان تتزوج بغیر زوجہا بہ یفتی وعن الامام تسترق ولو فی دار الاسلام ولو افتی بہ حسما لقصدہا الشیئ لا باس بہ وتکون رقیقۃ
للزوج بالاستیلاء مجتبی وفی الفتح انہا فی للمسلمین فیشتریہا من الامام او یصرفہا لہ لو مصرفا اور جائز نہیں مرتدہ کو نکاح کرنا اپنا زوج چھوڑکر غیر سے اسیکا
فتوی ہے اور امام سے ایک روایت یہ ہے کہ مرتدہ لونڈی بنائی جائیگی اگرچہ دار الاسلام میں ہو اور اگر مفتی اس روایت پر فتویٰ دے اوسکے بری نیت کے استیصال کے
واسطے تو کچھ مضائقہ نہیں اور ہوگی مرتدہ لونڈی اپنے زوج کی استیلا کے سبب سے کذا فی المجتبی اور فتح القدیر میں ہے کہ وہ غنیمت ہے مسلمین کے واسطے نہ فقط زوج
کے واسطے تو زوج اوسکو امام سے خرید کرلے یا امام اوسکو بخشدے اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا مراد زوجہ کا برا قصد یہہ کہ مرتد ہوکر اپنے زوج سے بائن ہوجاوے اور امام سے اوسکو
خرید کرے جب بیت المال منتظم ہو اور نہین تو زوج استیلا سے مالک ہوگا وصح تصرفہا لانہا لا تقتل اور صحیح ہے تصرف مرتدہ کا مانند ہمارا اور یہ سکے اسواسطے کہ وہ
مقتول نہین ہوتی واکتسابہا مطلقا لورثتہا ویرثہا زوجہا المسلم لو مریضۃ وماتت فی العدۃ کما مر فی طلاق المریض قلت وفی الزواہر انہ
لا یرثہا لو صحیحۃ لانہا لا تقتل فلم تکن فارۃ فتامل اور کمائی مرتدہ کی مطلقا خواہ اسلام کی کمائی ہو خواہ ارتداد کی اوسکی وارثون کے واسطے ہے اور اوسکا
زوج مسلم اوسکا وارث ہوگا اگر وہ مریض ہو اور عدت مین مرگئی ہو چنانچہ طلاق المریض میں گذر گیا مین کہتا ہون اور زواہر میں ہے کہ زوج اوسکا وارث نہوگا اگر وہ
بیمار نہو اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی تو فارہ نہوئی تو اسکو تامل کرلے مترجم کہتا ہے کہ میں نے تامل کیا سو اسکا مفہوم اسکے ماقبل میں پایا یعنی قولہ لو مریضۃ
انتہے اور ایک نسخہ میں یہہ عبارت زائد ہے وترث المرتدۃ زوجہا المرتد اتفاقا خانیہ یعنی مرتدہ اپنے زوج مرتد کی وارث ہوتی ہے بالاتفاق کذا فی الخانیہ ولدت
امتہ ولدا فادعاہ فہو ابنہ حر وارثہ ولو من امتہ المسلمۃ مطلقا ولد لاقل من نصف حول او اکثر لاسلامہ تبعا لامہ والمسلم
یرث الکافر تقدان مات المرتد اولحق بدار الحرب مرتد کی لونڈی ایک لڑکا جنی سو اوسکا دعوی کیا مرتد نے تو وہ لڑکا اوسکا بیٹا آزاد ہے اوسکا وارث ہوگا مسلمان
لونڈی میں یعنی اگر مسلمان لونڈی سے پیدا ہو تو مطلقا وارث ہوگا خواہ اوسکو چھہ مہینے سے کمتر میں جنی ہو بعد ارتداد کے یا زیادہ میں بسبب مسلمان ہونے ولد کے
اپنی ماں کی تبعیت سے اور مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہے اگر مرتد مرجاوے یا دار الحرب مین جا ملے وکذا فی امتہ النصرانیۃ ای الکتابیۃ الا اذا جاءت بہ
لاکثر من نصف حول منذ ارتد وکذا النصفہ لعلوقہ من ماء المرتد فیتبعہ لقربہ الی الاسلام بالجبر علیہ والمرتد لا یرث المرتد اور یہی حکم ہے
اوسکی نصرانیہ لونڈی مین یعنی اگر مرتد کی نصرانیہ یا یہودیہ لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا تو اوسکا وارث ہوگا مگر اوسوقت وارث نہوگا جبکہ کتابیہ اوسکو چھہ
مہینے سے زیادہ میں ابتدائی ارتداد سے اور اسیطرح نصف سال کی ولادت میں بھی وارث نہوگا بسبب اسکے علوق کے مرتد کی منی سے تو لڑکا مرتد ہی کا تابع
ہوگا بسبب قریب ہونے ولد کے اسلام سے بواسطے جبر علی الاسلام کے اور مرتد وارث نہین ہوتا مرتد کا یعنی ملتا تابع ہوتا ہے والدین مین سے اوسکا جسکا بہتر دین ہو سو یہان
ماں ہے کتابیہ اور باپ مرتد لیکن چونکہ مرتد پر اسلام کیواسطے جبر ثابت ہے تو ولد پر بھی جبر ثابت ہے تو ظاہر حال اوسکا اسلام پر دال ہے لہذا وہ باپ کا تابع ہوگا نہ ماں کا
پھر جب وہ مرتد ہوا تو وارث نہوگا کیونکہ مرتد نہین وارث ہوتا مرتد کا کذا فی المنح وان لحق بمالہ ای مع مالہ وظہر علیہ فہو ای مالہ فیٔ لا نفسہ لان المرتد
لا یسترق اور اگر مرتد دار الحرب مین گیا اپنے مال کے ساتھہ اور اہل اسلام کا اوسپر غلبہ حاصل ہوا تو اوسکا مال غنیمت ہے نہ اوسکی ذات اسواسطے کہ مرتد قید نہین ہوتا
فان رجع ای بعد لحوق بلا مال سواء قضی بلحاقہ اولا فی ظاہر الروایۃ وہو الوجہ نہر فلحق ثانیا بمالہ وظہر علیہ فہو لوارثہ لانہ باللحاق نقل
لوارثہ فکان مالکا قدیما وحکمہ ما مر انہ لہ قبل قسمتہ بلا شیئ وبعدہا بقیمتہ ان شاء ولا یاخذہ لو مثلیا لعدم الفائدۃ پھر اگر مرتد دار الاسلام
مین آیا یعنی بعد لاحق ہونے دار الحرب کے بلا مال خواہ لوٹنے کے لحاق کا حکم ہوگیا ہو یا نہوا ہو ظاہر الروایۃ مین اور یہی وجہ قوی ہے کذا فی النہر پھر دوسری بار پلٹ گیا دار الحرب مین
اپنا مال لیکر اور اوسپر غلبہ حاصل ہوا تو وہ مال اوسکے وارث کا ہوگا اسواسطے کہ بسبب لحوق دار الحرب کے مال اوسکا اوسکے وارث کے واسطے منتقل ہوگیا تو وہ مدت دراز
اسکا وارث ہے چنانچہ اوسکا حکم اوسکا گذر گیا اور وہ مال اوسکے وارث کا ہے قبل اوسکی قسمت کے مفت اور بعد قسمت غنیمت کے بعوض قیمت کے لیویگا اگر وہ چاہے اور اگر وہ مال
مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی ہو تو نہ لیوے بسبب عدم فائدہ کے اسواسطے کہ اگر اوسکو لیگا تو مثلی دیکر لیگا وان قضی بعبدہ لشخص من تدلحق بدار الحرب لانہ فکاتبہ

الا ان یجاء المرتد مسلما فیردہما والولا لہما للاب الذی عاد مسلما فیجعل الابن کالولیاء اور اگر ایک شخص دار الحرب میں جا ملا اور اوسکے غلام کی ملک
اوسکے لڑکے کے واسطے حکم کر دیا گیا سو لڑکے نے اوسکو مکاتب کیا پھر مرتد آیا مسلمان ہو کر تو بدل کتابت اور ولاء دونوں باپ کے واسطے ہونگے جو مسلمان ہو کر
پھر آیا تو بیٹا وکیل کے مانند قرار دیا گیا عقد کتابت میں مرتد قتل رجلا خطأ ثم لحق او قتل فدیتہ فی کسب الاسلام ان کان والا ففی کسب الردۃ کذا
بحر عن الخانیہ مرتد نے قتل کیا ایک مرد کو بنا بر خطا کے پھر دار الحرب میں جا ملا یا مقتول ہوا ارتداد میں تو دیت مقتول کی اسلام کی کمائی میں ہوگی اگر ہو
اور اگر اسلام کی کمائی نہو تو ارتداد کی کمائی میں اسکی دیت ہوگی کذا فی البحر عن الخانیہ وکذا لو اقر بغصب اما لو کان الغصب بالمعاینۃ او بالبینۃ فانہ
فی الکسبین اتفاقا ظہیریہ اور ایسا ہی حکم ہے اگر مرتد نے غصب کا اقرار کیا اور اگر ثبوت غصب کا بمشاہدہ یا گواہی ہو نہ اقرار سے تو وہ دونوں کے کسب میں
ہے بالاتفاق کذا فی الظہیریہ واعلم ان جنایۃ العبد والامۃ والمکاتب والمدبر کجنایتہم فی غیر الردۃ اور معلوم کر کہ جنایت غلام اور لونڈی و مکاتب
اور مدبر کی اونکی جنایت غیر ارتداد ہی کے برابر ہے یعنی سوائے مختار ہے چاہے لونڈی اور غلام کا فدیہ دے یا چاہے اونکو دیدے والے اور مکاتب کی جنایت اسکی
کسب ارتدادی میں ہے اور جنایت مدبر کی کتاب الجنایات میں آویگی فلو قطعت یدہ عمدا فارتد والعیاذ باللہ ومات منہ او لحق فحکم بہ فجاء مسلما
فمات منہ ضمن القاطع نصف الدیۃ فی مالہ لوارثہ فی المسئلتین لان السرایۃ حلت محلا غیر معصوم فاھدرت قید بالعمد
لانہ فی الخطأ علی العاقلۃ مسلم کا ہاتھ عمدا کاٹا گیا پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہو گیا اور اوسی زخم سے مر گیا یا دار الحرب میں جا ملا سو اوسکے لحوق کا حکم ہو گیا پھر دار الاسلام
میں مسلمان ہو کر آیا سو اوسی زخم سے مر گیا تو قاطع نصف دیت کا ضمان دے اپنے مال میں جو مرتد کے وارث کو دونوں صورت میں یعنی فقط قطع ید کی دیت لازم
ہوگی نہ جان کی ہو اسواسطے کہ سرایت الی النفس نے محل غیر معصوم میں حلول کیا تو باطل ہوئی مصنف نے عمد کی قید لگائی ہو اسواسطے کہ خطا میں عاقلہ پر دیت ہے
دفیہ نا بالحکم باللحاق لانہ ان عاد قبلہ او اسلم ھہنا ولم یلحق فمات منہ بالسرایۃ ضمن الدیۃ کلہا لکونہ معصوما وقت السرایۃ
ایضا اور مقید کیا ہم نے لحاق دار الحرب کے حکم کے ساتھہ ہو اسواسطے کہ اگر مرتد دار الحرب سے قبل حکم لحاق عود کر آیا مسلمان ہو کر یا مسلمان ہوا دار الاسلام میں اور دار الحرب میں
لحوق نہوا پھر مر گیا اوسی قطع سے بسبب سرایت کے تو پوری دیت کا ضامن ہوگا ہو اسواسطے کہ وہ معصوم ہے سرایت کے وقت بھی جیسے کہ وہ معصوم تھا ثبوت حکم کے وقت
او ارتد القاطع فقتل او مات ثم سری الی النفس فھدر لو عمدا لفوات محل القود ولو خطأ فالدیۃ علی العاقلۃ فی ثلث سنین من یوم القضاء
علیہم خانیہ ولا عاقلۃ للمرتد یا قاطع ید مرتد ہو گیا پھر مقتول ہوا یا مر گیا پھر سرایت کی قطع نے جان تک یعنی اوس زخم سے مر گیا تو قصاص باطل ہے اگر قطع عمدا ہو
فوت ہو جانے محل قصاص کے اور اگر قطع بنا بر خطا ہو تو دیت عاقلہ پر ہے تین سال کے اندر جس دن سے حکم کیا اونپر حکم ہوا کذا فی الخانیہ اور مرتد کے واسطے عاقلہ نہیں ہے
خطا میں عاقلہ پر ہو اسواسطے دیت لازم ہوئی کہ قطع کے وقت وہ مسلمان تہا مرتد ولو ارتد مکاتب ولحق واکتسب مالا واخذ بمالہ ولم یسلم فقتل
فبدل کتابتہ لمولاہ وما بقی من مالہ لوارثہ لان الردۃ لا تؤثر فی الکتابۃ اور اگر مکاتب مرتد ہوا اور دار الحرب میں جا ملا اور کچھہ مال کمایا اور اوس
مال کے ساتھہ گرفتار ہوا پھر مقتول ہوا تو اوسکا بدل کتابت اوسکے مولی کا ہے اور بدل کتابت دیکر جو مال باقی رہے وہ مکاتب کے وارث کا ہے ہو اسواسطے کہ ارتداد
اثر نہیں کرتا کتابت میں زوجان ارتدا ولحقا فولدت المرتدۃ ولدا وولد لہ ای لذلک المولود ولد فظہر علیہم جمیعا فالولدان فی کالام
والولد الاول یجبر بالضرب علی الاسلام وان حبلت بہ ثمہ لتبعیتہ لابویہ لا الثانی لعدم تبعیتہ الجد علی الظاہر فحکمہ کحربی
اور زوجہ دونوں مرتد ہوئے اور دار الحرب میں جا ملے پھر مرتدہ بیٹا جنی اور اوس مولود کے بھی ولد ہوا پھر اون سب پر غلبہ حاصل ہوا اہل اسلام کا تو بیٹا اور پوتا
غنیمت میں اپنی ماں کے مانند اور بیٹا زور سے مسلمان کیا جائیگا اگرچہ اوسکا حمل دار الحرب میں رہا ہو جبر علی الاسلام بہر صورت ثابت ہے باپ
والدین نہ پوتا یعنی پوتے پر جبر علی الاسلام نہیں بسبب دادا کے تابع ہونے کے ظاہر الروایہ میں تو حکم اوسکا حربی کے مانند ہے
ہم ارتداد کا حکم ایک پشت جاری رہتا ہے نہ دو پشت پر جب پوتا دادا کا تابع نہوا جبر علی الاسلام میں تو پوتا گرفتاری کے بعد غلام بنایا جائیگا
یا اوسپر جزیہ مقرر ہوگا یا قتل کیا جائیگا اور دادا مقتول ہوگا ہو اسواسطے کہ اصلی مرتد ہے یا اسلام قبول کرے کذا فی المنح من الفتح وقیل یجبر ہما

لانه لو مات مسلم عن امرأة حامل فارتدت ولحقت فولدت هناك ثم ظهر عليهم اي على اهل تلك الدار فانه لا يسترق ويرث
اباه لانه مسلم ولو لم تكن ولدته حتى سبيت ثم ولدته في دار الاسلام فهو مسلم تبعا لابيه مرقوق تبعا لامه فلا يرث اباه لرقه
بدائع اور مصنف نے مسئلہ سابقہ مین ارتداد زوجین کی قید لگائی ہو اسواسطے کہ اگر مسلمان مرگیا اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑکر پھر عورت مرتد ہوگئی اور دارالحرب
مین جاملی پھر وہان لڑکا جنی پھر وہان کے لوگون پر اہل اسلام کا غلبہ ہوا تو وہ لڑکا غلام نہ بنایا جائیگا اور وہ اپنے باپ کا وارث ہوگا اسواسطے کہ وہ
مسلمان ہو اپنے باپ کا تابع ہوکر اور اگر مرتدہ مذکورہ دارالحرب مین نہ جنی یہان تک کہ گرفتار ہوئی پھر لڑکا جنی دارالاسلام مین تو وہ مسلمان ہی اپنے
باپ کا تابع ہوکر اور مرقوق ہے اپنی مان کا تابع ہوکر تو وہ اپنے باپ کا وارث نہوگا بسبب اپنی رق کے کذا فی البدائع واذا ارتد صبي عاقل صح خلافا
للثاني ولا خلاف في تخليده في النار لعدم العفو عن الكفر تلويح اور جب کہ مرتد ہوگیا صبی عاقل تو صحیح ہی بخلاف ابی یوسف کے اور خلاف نہین
اسکے مخلد فی النار رہنے مین بسبب معاف ہونے کفر کے کذا فی التلویح یعنی خلاف ابی یوسف کا فقط احکام دنیوی مین ہے نہ اخروی مین كاسلامه فانه يصح
اتفاقا فلا يرث ابويه الكافرين تفريع على الثاني ويجبر عليه بالضرب تفريع على الاول ارتداد صبی عاقل کا صحیح ہے اوسکے مسلمان ہونیکے
مانند کہ وہ صحیح ہے بالاتفاق تو وارث نہوگا اپنے کافر مان باپ کا یہہ تفریع ہی ثانی پر یعنی صحت اسلام صبی عاقل پر اور مسلمان ہونے پر زبردستی کی جائیگی مارکر یہہ تفریع
ہی اول پر یعنی صحت ارتداد صبی عاقل پر والعاقل المميز وهو ابن سبع فاكثر مجتبى وسراجية وقيل الذي يعقل ان الاسلام سبب النجاة ويميز
الخبيث من الطيب والحلو من المر ذكره الطرطوسي في انفع الوسائل قائلا ولم ار من قدره بالسن قلت وقد رأيت نقله او دعي
عاقل عبارت ہی ممیز سے اور وہ یعنی طفل با امتیاز سات برس یا زیادہ کا ہوتا ہی کذا فی المجتبی والسراجیة اور قول ضعیف یہہ ہے کہ صبی عاقل وہ ہی کہ جو سمجھتا ہو
کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور امتیاز کرتا ہو خبیث اور طیب در شیرین اور تلخ مین قائل اس قول ضعیف کا طرطوسی ہی کتاب انفع الوسائل مین یون کہکر کہ
مین نے اس فقیہ کو نہین معلوم کیا جس نے صبی عاقل کی حد سال سے ٹھیرائی ہو مین کہتا ہون اور تو معلوم کرچکا اوسکی نقل کو مجتبی اور سراجیہ سے حموی اور
قہستانی کا قول طرطوسی کے قول کا مقوی ہی حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ عاقل وہ ہی جو جانے کہ اسلام حق ہی اور کفر باطل ہے اور قہستانی نے کہا کہ عاقل وہ
جو کلمہ توحید کو تعقل کرسکے اور جانے کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور یہہ خلاف شرع کے ہے اسلئے اور سات برس کا لڑکا ان امور کو کچھہ نہین سمجھتا خصوصا اس زمانہ مین
کذا فی الطحاوی ويؤيده انه عليه الصلوة والسلام عرض الاسلام على علي وسنه سبع وكان يفتخر به حتى قال سبقتكم الى الاسلام
طرا غلاما ما بلغت اوان حلمي + وسقتكم الى الاسلام قهرا + بصارم همتي وسنان عزمي + اور تقدیر بہتر کا یہہ مؤید ہی کہ رسول علیه الصلوة والسلام
نے علی مرتضی پر اسلام کو پیش کیا اور حالانکہ عمر اونکی سات برس کی تھی اور مرتضی کرم اللہ وجہہ اسکا فخر کرتے تھے یہان تک کہ فرمایا صحابہ کرام سے مخاطب کر
کہ مین نے تم سب سے سبقت کی مسلمان ہونیکے طرف لڑکپن مین جب کہ مین اپنی جوانی کے وقت کو نہ پہونچا تھا اور چلایا مین تم کو اسلام کے طرف زبردستی اپنی
ہمت کی تلوار اور اپنی عزم کی برچھی سے ہم صحیح قول یہہ ہے کہ عرض اسلام کے وقت جناب مرتضوی آٹھہ برس کی تھی چنانچہ بخاری نے اسی پر قرار کیا ہو کذا فی الفتح
اور اول من اسلم کی روایات مختلفہ کی توفیق یہہ ہی کہ صبیان مین مرتضی پہلے مسلمان ہوئے اور رجال احرار مین صدیق اکبر اور نسا مین خدیجة الکبری اور موالی مین
زید بن حارثه اور ورقة بن نوفل اور بحیرا اور نسطورا اہل فترت سے ہین یعنی قبل از نسخ دین عیسوی کے متمسک تھے اور رسول منتظر کے مؤمن اور مصدق تھے
اور یہہ تصدیق اونکو آخرت مین مفید ہوگی لیکن وہ لوگ اہل اسلام مین داخل نہین ہو اسواسطے کہ اہل اسلام کا اجماع ہی کہ حقیقت مین اول من اسلم خدیجة الکبری
علیہا السلام ہین اور ورقہ وغیرہ صحابہ مین داخل نہین ہو اسواسطے کہ صحابی وہ ہی جو بعد رسالت کے یعنی بعد نزول سورہ مدثر کے رسول کریم علیه الصلوة و
السلام کا مصاحب ہو کذا فی الطحاوی عن شرح الملتقى ثم هل يقع فرضا قبل البلوغ ظاهر كلامهم نعم اتفاقا وفي التحرير المختار عند الماتريدي انه
مخاطب باداء الايمان كالبالغ حتى لو مات بعده بلا ايمان خلد في النار پھر دریافت کرنا چاہیے کہ صبی عاقل کا ایمان کیا فرض واقع ہوتا ہے قبل بلوغ کے ظاہر کلام
علما یہہ ہی کہ ہان فرض واقع ہوتا ہی بالاتفاق اور تحریر مین ہی کہ ابوالمنصور ماتریدی کے نزدیک قول مختار یہہ ہی کہ صبی عاقل ادای ایمان کا مخاطب ہی بالغ کے مانند یہانتک

کہ اگر مر جاویگا بعد اسکے بلا ایمان تو ہمیشہ دوزخ میں رہیگا کذا فی النہر الفائق وفی شرح الوہبانیۃ سے بدکرکش درویشان کفر بعضہم + وصحح ان لا کفر وہو المختار + کذا قول شیئ للہ قیل بکفرہ + ویا حاضر یا ناظر لیس بکفر + علامہ عبد البر ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ درویشان کہنے کو بعضوں نے کفر کہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ قول کفر نہیں اور یہی تحقیق اور منقح ہے اور اسیطرح شیئ للہ کے قول کو بعضوں نے کفر کہا ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں ہے شرح وہبانیہ میں بزازیہ سے منقول ہے کہ رسائین شروان میں مشہور ہے کہ جو کہے درویش درویشان وہ کافر ہے اسواسطے کہ معنی اوسکے یہہ ہیں کہ جمیع اشیا مباح ہیں تو لازم آیا کہ حرام بھی مباح ہے حالانکہ اباحت حرام کفر ہے اور یہہ تکفیر باطل ہے اسواسطے کہ مطلب قول مذکور کا یہہ ہے کہ مسکنۃ لمساکین فقر الفقراء تو گویا قائل نے یوں کہا کہ ہم متمکن ہوئے بمسکنت مساکین یا محتاج ہوئے بیچ معطف بفقر فقرا اور اسمین ایک شیئ کی اباحت پر بھی کوئی دلالت نہیں چہ جای اباحت جمیع اشیاء اور شیئ للہ کے کفر ہونیکی شاید یہہ وجہ ہے کہ قائل نے چیز اللہ تعالی کے لئے مانگی حالانکہ حق تعالی ہر چیز سے غنی ہے سب خلق اوسکے محتاج ہیں اور لائق یوں ہے کہ اس قول میں عدم تکفیر کو ترجیح دیجئے اسواسطے کہ اسکی تاویل یوں ہو سکتی ہے کہ قائل کہتا ہے کہ میں نے یہہ ارادہ کیا کہ میں شیئ کو طلب کروں اللہ تعالی کے اکرام کے واسطے شارح نے اسکو بطور اختصار نقل کیا شرح وہبانیہ میں اسیطرح ہے وقول شیئ للہ بعض بکفر + ویخشی علیہ الکفر بعض بکفر + کذا فی الطحطاوی بعضے لوگ بطور وظیفہ یوں کہا کرتے ہیں یا عبد القادر شیئا للہ پس خود راجح عدم تکفیر ہے لیکن خوف کفر سے خالی نہیں چنانچہ بیت وہبانیہ کی اوس پر نص ہے تو ترک اس قول کا لازم ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنے میں اسواسطے کفر نہیں کہ حضور بمعنی علم ہے اور نظر بمعنی رویت ہے قال اللہ تعالی (الم یعلم بان اللہ یری) تو گویا اوسنے حق تعالی کو یوں ندا کی کہ یا عالم یا من یری + ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ + ولا سیما بالدف یلہو ویزمر + اور جو رقص کو حلال جانے اوسکا کفر علما نے بیان کیا ہے خصوصا وہ رقص کرنیوالا جو دف بجاوے اور حالت لادی ہم قرطبی نے نقل کیا کہ یہہ اگ اور ضرب قضب اور رقص حرام ہے امام مالک و شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک اور شیخ الاسلام کرمانی کا فتوی یہہ ہے کہ مستحل اسکا رقص کا کافر ہے جب معلوم ہوا کہ اس کی حرمت بالاجماع ہے تو لازم آیا کہ اسکا حلال جاننے والا کافر ہو کذا فی الطحطاوی + ومن لولی قال طی مسافۃ + یجوز جہول ثم بعض بکفر + واثباتہا فی کل ما کان خارقا + عن النسفی النجم یروی وینصر + اور جو ولی کے واسطے طی مسافت جائز کہے وہ جاہل ہے بعضوں نے اوسکی تکفیر کی ہے اور اثبات کرامت کا ہر خارق عادت میں امام نجم الدین نسفی سے مروی اور منصور ہے یعنی نصرت عموم خوارق عادات کی امام محمد نسفی نے کی ہے ہم کرامات اولیا کے مومن ہیں اسواسطے کہ یہہ قول طی مسافت کو بھی عام ہے مگر وہ نص قاطع سے ثابت ہو چکا کہ محال ہے جیسے قرآن کے مانند کلام کا ہونا وہ البتہ داخل کرامات نہیں چنانچہ کتاب الطلاق کے اندر فصل مدا میں اسکا بیان گذر گیا

باب البغاۃ

یہہ باب ہے باغیوں کے احکام میں جب حکم قتال کفار سے فراغت ہوئی تو حکم قتال مسلمین بغاوت شعار شروع ہوا البغی لغۃ الطلب منہ ذلک ما کنا نبغی بغی لغت عرب میں بمعنی طلب ہے اور متعدی بمعنی طلب یہہ آیت ہے ذلک ما کنا نبغ یہہ وہ چیز ہے جسکو ہم طلب کرتے تھے صحاح میں ہے کہ بغی عبارت ہے تعدی سے اور ہر مجاوزت اور افراط سے وعرفا طلب ما لا یحل من جور وظلم الخ اور عرف میں بغی عبارت ہے اوس چیز کی طلب سے جو حلال نہیں جور اور ظلم سے کذا فی الفتح وشرعا ہم الخارجون علی الامام الحق بغیر حق فلو بحق فلیسوا ببغاۃ وتمامہ فی جامع الفصولین اور شرع میں باغی وہ لوگ ہیں جو خارج ہوئے امام حق کی اطاعت سے ناحق اور اگر امام حق پر خروج کریں تو وہ باغی نہیں اور اسکی تمام تقریر جامع الفصولین میں ہے جامع الفصولین میں ہے کہ جب مسلمین نے ایک امام پر اجتماع کیا اور اوسکے سبب سے امن میں ہوگئے پھر ایک جماعت مسلمین نے اوس پر خروج کیا سو اگر یہہ خروج امام کے ظلم کے سبب سے ہوا تو یہہ لوگ باغی نہیں باقی مسلمانوں امام کی اعانت کریں کہ اعانت علی الظلم ہے اور نہ اہل خروج کی اعانت کریں کہ اعانت علی الخروج ہے اور اگر خروج مسلمین کا بسبب ظلم کے نہو بلکہ بدعوی حقیت اور ولایت کے ہو تو وہ لوگ اہل بغی ہیں مسلمین پر نصرت امام کی واجب ہے قلانسی نے کہا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر علی مرتضی نہوتے تو ہمکو قتال اہل قبلہ معلوم نہوتا جناب مرتضوی اور اونکے ساتھی اہل حق تھے اور مخالف انکے اہل بغی اور ہمارے زمانہ میں غلبہ کا اعتبار ہے فرقہ عادلہ و باغیہ معلوم نہیں تا کہ سب طالب دنیا میں انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی ثم للخارجین عن طاعۃ الامام ثلثۃ قطاع الطریق وعلم حکمہم والبغاۃ وبحیٔ حکمہم وخوارج وہم قوم لہم منعۃ خرجوا علیہ بتاویل یرون انہ علی باطل کفر او معصیۃ توجب قتالہ بتاویلہم یستحلون دماءنا واموالنا ویسبون نساءنا و

اعتقاد رکھتے ہیں جیسے اصحاب نبینا علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام وحکمہم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح پھر دریافت کرنا چاہئے کہ اطاعت
امام سے خروج کرنے والے تین قسم ہیں ایک قطاع الطریق یعنے اہل خروج بلا تاویل اور بلا شوکت یا بتاویل بلا شوکت اور اونکا حکم معلوم ہو گیا اور دوسری قسم باغی
جو ... نہیں جانتے جیسا خوارج مباح جانتے ہیں اور اونکا حکم آتا ہے اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہیں جن کے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہے امام پر خارج ہوئی
ہیں تاویل سے گمان کرتے ہیں کہ امام باطل پر ہے باعتبار کفر اور ایسی معصیت کے جو موجب قتال ہے امام کا اونکی تاویل سے وہ حلال جانتے ہیں ہم اہل اسلام کے
خونریزی اور مالوں کو اور بندی کرتے ہیں ہماری عورتوں کو اور کافر کہتے ہیں ہمارے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو اور اونکا حکم مانند حکم باغیوں کے
ہے باجماع فقہا چنانچہ اسکی تحقیق فتح القدیر میں کی ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ جمہور فقہا اور محدثین کے نزدیک خوارج در حکم بغاۃ ہیں اور بعضی محدثین اونکے
کفر کے قائل ہیں ابن منذر نے کہا میں نہیں جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا ہو تکفیر خوارج میں اور یہ مقتضی ہے اجماع فقہا کی نقل کا اور محیط میں مذکور
ہے کہ بعض فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہیں کرتے اور بعضے تکفیر کرتے ہیں اوس بدعت والے کی جسکی بدعت دلیل قطعی کے مخالف ہو اور صاحب محیط نے اسکو اکثر
اہل سنت کیطرف نسبت کیا ہے اور نقل اول یعنے عدم تکفیر اثبت ہے مگر یہ البتہ ہے کہ اہل مذہب کے کلام میں اکثر اہل بدعت کی تکفیر واقع ہے لیکن تکفیر اون فقہا کی کلام میں
وارد نہیں جو مجتہد ہیں بلکہ اون غیر فقہا مجتہدین کا کلام معتبر نہیں اور مجتہدین سے منقول عدم تکفیر ہے اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ تر واقف ہے انتہے
حلبی نے کہا کہ یہ کلام وجیہ ہے مگر مشکل یہ ہے کہ مقتضی ہے عدم تکفیر اون رافضیوں کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہیں اور حالانکہ یہ صریح کفر ہے
طحطاوی نے کہا اسکا جواب ممکن ہے کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے روافض مذکورین کی تکفیر مستثنے ہے اسواسطے کہ اونکی تکفیر بنص فقہا سے ثابت ہے واللہ اعلم و
انما لم نکفرہم لکونہ عن تاویل وان کان باطلاً بخلاف المستحل بلا تاویل کما مر فی باب الامامۃ اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہیں کرتے تو اس سبب سے کہ اونکا
قتال اور استحلال تاویل سے ہے اگرچہ یہ تاویل باطل ہے بخلاف مستحل بلا تاویل کے کہ اوسکی تکفیر صریح ہے چنانچہ کتاب الصلوٰۃ کے اندر باب الامامۃ میں مذکور
ہو چکا والامام یصیر اماما بامرین بالمبایعۃ من الاشراف والاعیان وبان ینفذ حکمہ فی رعیتہ خوفا من قہرہ وجبروتہ اور امام ہو جاتا ہے امام
دو چیزوں سے اشراف اور رئیسوں کے بیعت کرنے سے اور اس سے کہ اسکا حکم جاری ہو جاوے اوسکی رعیت میں اوسکے غالب ہونے اور دبدبے سے امامت ثابت ہوتی ہے اہل حل اور عقد کی
بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت میں سب اہل اسلام کی بیعت کی یا عدد معین کی بیعت شرط نہیں بلکہ جماعۃ علما یا جماعۃ اہل رائے اور تدبیر کی بیعت کافی
ہے کذا فی الطحطاوی عن المسائرۃ وشرحہا فان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قہرہم لا یصیر اماما سو اگر لوگوں نے ایک امام سے بیعت کی اور اسکا
حکم نافذ نہوا اونمیں بسبب اسکے عاجز ہونے کے اونکا مغلوب کرنے سے تو وہ امام نہوگا فاذا صار اماما فجار لا ینعزل ان کان لہ قہر وغلبۃ لعودہ بالقہر فلا یفید
والا ینعزل بہ لانہ مفید کذا فی الخانیہ وتمامہ فی کتب الکلام پھر جب کہ ایک شخص بشروط مذکورہ امام ہوا پھر اوس نے ظلم شروع کیا تو معزول کرنے سے معزول نہوگا
اگر اوسکے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہو اسواسطے کہ وہ بسبب اپنے قہر اور شوکت کے پھر سلطان ہو جاویگا تو معزول کرنا مفید نہوگا اور اگر اوسکے واسطے قوت حاصل نہیں تو
بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا اسواسطے کہ وہ مفید ہے اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام میں ہے فاذا خرج جماعۃ مسلمون عن طاعتہ
او طاعۃ نائبہ الذی الناس بہ فی امان درر وغلبوا علی بلدۃ دعاہم الیہ ای الی طاعتہ وکشف شبہتہم استحبابا پھر جب کہ جماعت مسلمین نے امام کی
اطاعت سے خروج کیا یا اوسکے اوس نائب کی طاعت سے خروج کیا جسکے سبب سے لوگ امان میں ہیں کذا فی الدرر اور مسلمین مذکورین غالب ہو گئے ایک شہر پر تو امام اونکو اپنی
طاعت کی طرف بلاوے اور اونکے شبہے کو حل کرے بنابر استحباب کے نہ بنابر وجوب کے فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالہم بدأ حتی نفرق جمعہم اذ الحکم یدار علی
دلیلہ وہو الاجتماع والامتناع سو اگر باغیوں نے ایک مکان پکڑا اور اسمیں مجتمع ہوکر رہے تو حلال ہو گیا ہمکو قتال اونکا پہلے یہاں تک کہ اونکی جماعت پریشان ہو
اسواسطے کہ حکم قتال کا پھرتا ہے قتال کی دلیل پر اور وہ عبارت ہے اجتماع اور امتناع سے یعنی ظاہرا اجتماع اور امتناع اونکا ارادہ قتال کی دلیل ہے لہذا اونکا قتال حلال
اگرچہ وہ قتال کی ابتدا نکریں اسی قول کو خواہر زادہ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے اور قدوری نے نقل کیا کہ قتال شروع کرنا نہیں چاہئے تا وقتیکہ وہ
شروع نکریں کذا فی البحر ومن دعاہ الامام الی ذلک ای قتالہم افترض علیہ اجابتہ لان طاعۃ الامام فیما لیس بمعصیۃ فرض فکیف فیما ہو طاعۃ بدائع اور جسکو

امام نے اون قتال کے طرف بلایا تو اون پر اجابت اوسکی فرض ہے اسواسطے کہ اطاعت امام کی اوس امر مین جو گناہ نہین ہے فرض ہے سو جو بہین کیونکر فرض ہوگی
جو طاعت ہے کذا فی البدائع ؏ اور یہہ جو امام اعظم سے مروی ہے کہ زمانہ فتنہ اور فساد مین علیحدہ ہو رہے اپنے گہر مین بیٹہکر سو اوس صورت پر محمول ہے کہ جبکہ
امام نے اوسکو نہین بلایا اور بعضے اصحاب کبار کا بیٹہہ رہنا باغیون کے قتال سے اونکی عدم قدرت پر محمول ہے اور بعضون کو کچہہ تردد تہا علت قتال مین اور
یہہ جو حدیث مین وارد ہے کہ جب دو مسلمان تلوار لیکر سامنا کرین تو قاتل اور مقتول دوزخ مین ہین سو عصبیت اور عصبیت کے قتال پر محمول ہے یا ملک گیری اور طلب
دنیا کی قتال پر کذا فی الفتح لو قادرا والا لزم بیته درر وفی المبتغی لو بغوا لاجل ظلم السلطان ولا یمتنع عنه لا ینبغی للناس معاونة السلطان
ولا معاونتهم اجابت امام کی فرض ہے اگر وہ قادر ہو قتال پر اور نہین تو اپنے گہر مین بیٹہہ رہے کذا فی الدرر اور مبتغی مین ہے کہ اگر چند مسلمین نے بغاوت کی بسبب
ظلم بادشاہ کے اور حالانکہ بادشاہ ظلم سے باز نہین رہتا تو لوگونکو لائق نہین مددگاری سلطان کی اور نہ مددگاری باغی لوگون کی ولو طلبوا الموادعة
اجیبوا الیها ان خیرا للمسلمین کما فی اهل الحرب والا لا یجابوا اھ اور اگر باغیون نے صلح کرنا چاہا ترک قتال پر تو اوسکو مان لینا چاہیے اگر صلح کرنا
مسلمین کے واسطے بہتر ہو جیسا کہ حربیون کی صلح مین یہی شرط ہے اور اگر اونکے حق مین صلح بہتر نہو تو قبول کرنا نچاہیے کذا فی البحر ولا یؤخذ منهم شیء اور اون سے
کچہہ لینا نچاہیے یعنی نہ ہدیہ نہ مال عوض صلح کے فلو اخذنا منهم رهونا واخذوا منا رهونا ثم غدروا بنا وقتلوا رهوننا لا نقتل رهونهم ولکن
نحبسهم الی ان یهلك اهل البغی او یتوبوا وکذلك اهل الشرك اذا فعلوا برهوننا ذلك لا نقتل برهونهم ولکن یجبرون علی الاسلام او یصیروا
ذمة لنا پہر اگر ہمنے باغیون سے اول لی اور باغیون نے ہم سے اول لی پہر انہون نے ہم سے عہدشکنی کی اور ہماری اول کو قتل کیا تو ہم اونکی اول کو نہ قتل کرینگے
ولیکن اونکو محبوس رکہینگے یہان تک کہ اہل بغی ہلاک ہوجائین یا بغاوت سے توبہ کرین اور یہی حکم ہے کفار کا جبکہ وہ ہماری اول کو قتل کرین تو ہم اونکی اول کو
نہ قتل کرینگے ولیکن وہ لوگ بزور مسلمان کیے جائینگے یا ہمارے ذمی ہوجائین ؏ اونکا قتل اسواسطے جائز نہوا کہ وہ ہمارے قابو مین اگر ہماری امان مین ہوگئے
کذا فی البحر ولو لهم فئة اجهز علی جریحهم ای اتم قتله واتبع مولیهم والا لا لعدم الخوف اور اگر باغیون کی جماعت قائم ہو تو امام اونکے زخمیون کو
قتل کر ڈالے اور اونکے بہاگنے والیکا پیچہا کرے اور اگر جماعت اونکی پریشان ہوگئی تو زخمیون کو قتل کرنا اور بہاگے کا پیچہا کرنا نچاہیے بسبب نہونے خوف کے والامام
بالخیار فی اسیرهم ان شاء قتله وان شاء حبسه حتی یتوب اهل البغی فان تابوا حبسه ایضا حتی یحدث توبة سراج اور سلطان کو اختیار ہے اونکے
قیدی مین چاہے اسکو قتل کرے چاہے محبوس رکہے یہانتک کہ اہل بغاوت توبہ کرین سو اگر وہ توبہ کرین تو بہی قیدی کو قید مین رکہے یہانتک کہ وہ بہی توبہ کرے کذا فی السراج ونقاتلهم
بالمنجنیق والاغراق ونحو ذلك کاهل الحرب اور ہم اون سے لڑین منجنیق اور غرق کردینے سے اور اسکے سوا اور طریق سے بہی مانند کفار کے ولا یجوز
قتل من لا یقتل من اهل الحرب کنساء وشیوخ لا یجوز قتله منهم مالم یقاتلوا اور جسکا قتل کرنا کفار مین سے جائز نہین جیسے عورتون اور بڈہون کا اوسکا قتل باغیون مین
سے بہی جائز نہین تا وقتیکہ وہ نہ لڑتے ہون یعنی اگر باغیون کی عورتین یا بڈہے قتال کرینگے تو اون کا قتال جائز ہے سوای اطفال اور مجانین کے کذا فی الجوهرة لا یقتل
عادل محرمه مباشرة مالم یرد قتله اور عادل یعنی امام کا مددگار اپنے محرم باغی کو اپنے ہاتہہ سے نہ قتل کرے جبتک محرم نے اوسکے قتل کا ارادہ نہین کیا یعنی
اگر محرم باغی قتل کا ارادہ کرے تو دفع کرنا اوسکا جائز ہے اگرچہ دفع کرنا بقتل ہو بخلاف جنگ کفار کے کہ وہان قتل محرم جائز ہے سوای والدین کے کذا فی البحر
ولم تسب لهم ذریة وتحبس اموالهم الی ظهور توبتهم فترد علیهم اور اونکی ذریت بندی نکیجاوے اور اونکے اموال محبوس ہین اونکی توبہ ظاہر ہونے تک
سو بعد توبہ اونکو سپرد کیے جائینگے ؏ اور اونکی عورتین بہی بندی نہونگی اسواسطے کہ امیرالمؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل مین قتل اسیر اور کشف ستر اور اخذ
مال سے نہی فرمائی اور وہی پیشوا ہین اس باب مین کذا فی المنح وبیع الکراع اولی لانه انفع اور بیچ ڈالنا اونکے دواب کا بہتر ہے اسواسطے کہ انفع تر ہے کذا فی الفتح بیع
منفعت یہہ ہے کہ قیمت کا امانت رکہنا آسان بلا مضرت ہے بلا بیت المال سے دانہ چارہ صرف ہوگا ویقاس علیه العبید ؏ اور دواب کی بیع پر اونکے غلامون
کی بیع قیاس کیجاتی ہے کذا فی النهر ونقاتل بسلاحهم وخیلهم عند الحاجة ولا ننتفع بغیرهما من اموالهم مطلقا ولو عند الحاجة مع ابه اور قتال کرین ہم
ہتہیارون اور گہوڑون سے اور اون دو چیزون کے سوا اونکے اموال سے مطلقا منفعت نہ لیجاوے اگرچہ انتفاع وقت حاجت کے ہو کذا فی السراج ؏ جناب [illegible]

باغیوں کے ہتھیار یا غنیمت لشکر میں تقسیم کرے بصرہ میں اور تقسیم بسبب حاجت کے تھی نہ واسطے تملیک کے اور فرمایا کہ ان کا مال غنیمت نہیں اور اونکی ذریت بندی نہیں

ولو قال الباغي تبت والقى السلاح من يده كف عنه ولو قال كف عني لانظر في امري لعلي اتوب والقى السلاح كف عنه ولو قال انا على دينك ومعه السلاح لا لان وجود السلاح معه قرينة لبقاء بغيه فيتوقع لقاؤه كف عنه والا فلا فتح اور اگر باغی نے کہا کہ میں نے توبہ کی اور ہتھیار اپنے ہاتھ سے ڈال دیے تو عادل اوسکے قتال سے باز رہے اور اگر اوس نے کہا عادل سے کہ مجھکو چھوڑ تا کہ میں اپنے امر میں تامل کروں شاید میں توبہ کروں اور ہتھیار پھینک دیے تو باز رہے اور اگر باغی بولا کہ میں تیرے دین پر ہوں اور اوسکے ساتھ ہتھیار ہیں تو اوسکے قتال سے نہ باز رہے اسواسطے کہ ہتھیار کا ساتھ رہنا قرینہ ہے اوسکی بغاوت باقی رہنے کا سو جب ہتھیار پھینکے تو باز رہے اور نہیں تو باز نہ رہے کذا فی فتح القدیر ولو قتله باغ مثله وظهر عليهم فلا شيء فيه لكونه مباح القتل فتح فلا اثم ایضا اور اگر ایک باغی کو دوسرے باغی نے قتل کیا اور اوپر اہل عدل کا غلبہ حاصل ہوا تو اوسکے قتل میں کوئی چیز نہیں نہ قصاص نہ دیت اسواسطے کہ اوسکا قتل مباح تھا کذا فی فتح القدیر پھر جب قتل مباح ہوا تو اوسکے قتل میں کچھ گناہ بھی نہیں وقتلانا شهداء ولا يصلى على بغاة بل يكفنون ويدفنون اور ہمارے مقتول یعنی اہل عدل کے مقتول شہید ہیں تو اون پر نماز جنازہ پڑھی جاوے اور بدون غسل دفن کیے جائیں اور باغیوں کے مقتولوں پر نماز جنازہ نہ پڑھی جاوے بلکہ کفن پہنا کے دفن کیے جائیں کذا فی البدائع ويكره نقل رؤسهم الى الآفاق وكذلك رؤس اهل الحرب لانها مثلة وجوزه بعض المتأخرين لو فيه كسر شوكتهم او فراغ قلبنا فتح ومر في الجهاد اه مکروہ ہے اونکے سرونکو اطراف عالم میں پھرانا اور اسیطرح کفار کے سرون کو نقل کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ یہ مثلہ ہے اور بعض متاخرین نے جائز کہا ہے اگر اوسمیں اونکی کسر شوکت ہو یا ہماری تسکین خاطر ہو کذا فی الفتح اور مذکور ہو چکا جہاد میں ولو غلبوا على مصر فقتل مصري مثله عمدا فظهر على المصر قتل به ان لم يجر على اهله اى المصر احكامهم وان اجرى لا لانقطاع ولاية الامام عنهم اور اگر باغی غالب ہوگئے کسی شہر پر سو ایک شہر والے نے دوسرے شہری کو قتل کیا پھر اہل عدل کا بادشاہ غالب ہوا اوس شہر پر تو قاتل مذکور بسبب قصاص کے مقتول ہوگا اگر اہل شہر پر باغیوں کے احکام نہ جاری ہوئے ہوں اور اگر اونکے احکام جاری ہو گئے ہوں تو قصاص نہ ہوگا بسبب منقطع ہوجانے امام کی حکومت کے اون پر سو لیکن قاتل پر عذاب آخرت ثابت ہے کذا فی الفتح ويرث قاتل عادل باغيا وان قتله مطلقا اور اگر عادل نے باغی کو قتل کیا تو اوسکا وارث ہوگا ہر طرح خواہ باغی کہے کہ میں حق پر ہوں خواہ کہے میں باطل پر ہوں اسواسطے کہ قتل بحق مانع ارث کا نہیں وبالعكس اذا قال الباغي قد قتلته انا على باطل لا يرثه اتفاقا لعدم الشبهة اور اسیطرح برعکس یعنی باغی عادل کو قتل کرے جب باغی بولا اوسکے قتل کے وقت کہ میں باطل پر ہوں تو اوسکا وارث نہو گا بالاتفاق بسبب عدم شبہہ کے باغی اسواسطے وارث ہوگا کہ اوس نے تاویل فاسد سے قتل کیا اور تاویل فاسد ملحق ہے تاویل صحیح سے جب اوسکے ساتھ قوت ہو کذا فی المنح ولو قال انا على حق في الخروج على الامام وانا مستمر على دعواه ورثه لان قاتل البغي بتاويل ديانته فلا يورث ابن كمال اور اگر باغی نے کہا کہ میں حق پر ہوں امام پر خروج کرنے میں اور اپنے دعوی پر مصر رہا تو عادل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر اس دعوی سے رجوع کریگا تو اوسکی دیانت باطل ہوگی تو وارث نہو گا کذا ذکرہ ابن کمال وفي الفتح ولو دخل باغ بامان فقتله عادل عمدا لزمه الدية كما في المستامن لبقاء شبهة الاباحة اور فتح القدیر میں ہے اور اگر باغی دار العدل میں داخل ہوا امان لیکر پھر اسکو عادل نے عمدا قتل کیا تو اوس پر دیت لازم ہوگی جیسی مستامن کے قتل میں دیت لازم ہے بسبب باقی رہنے شبہہ اباحت کے یعنی دیت لازم ہوئی نہ قصاص اسواسطے کہ اوسکی اباحت کا شبہہ موجود ہے وكره تحريما بيع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة على المعصية اور مکروہ تحریمی ہے ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے اگر معلوم ہو کہ مشتری اہل فساد سے ہے اسواسطے کہ یہ مدد دینا ہے گناہ پر اور یہی حکم ہے ہبہ اور وصیت اور اعارہ اور اجارہ دینے ہتھیار کا اور جسکو مکروہ تحریمی کہا ہے بحث ہے صاحب بحر کی اور اہل فتنہ بغاة اور قطاع الطريق اور لصوص سبکو شامل ہے کذا فی المنح وبعد ما يتخذ منه كالحديد لا يكره لاهل الحرب فكيف لاهل البغي لعدم تفرغهم لعمله سلاحا لقرب زوالهم بخلاف اهل الحرب طحطاوی اور ایسی چیز کا بیچنا جس سے جنگی ہتھیار بنتے ہیں جیسے لوہا وغیرہ مکروہ نہیں اہل حرب کے ہاتھ تو اہل بغاوت کے ہاتھ بسبب اونکے نہ فرصت پانے کے ہتھیار بنانیکو واسطے بسبب اونکے قریب زوال ہونے کے بخلاف اہل حرب کے کذا فی الزیلعی قلت افاد كلامهم ان ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما والا فتنزيها فہ میں کہتا ہوں اور فقہا کے کلام سے ثابت ہوا کہ جسکے سبب سے معصیت قائم ہو جیسا کہ ہتھیار اوسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور جسکے سبب سے گناہ قائم ہو جیسا کہ جاریہ مغنیہ اور کبوتر اور ...

انگور اور جس لکڑی سے باجے بنتے ہین اوسکی بیع مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہر و فی الفتح ینفذ حکم قاضیہم لو عادلا کذا و لو کتب قاضیہم الی قاضینا
کتابا فان علم انہ قضی بشہادۃ عدلین نفذ و الا لا اور فتح القدیر مین ہے کہ باغیون کے قاضی کا حکم نافذ ہو بشرطیکہ وہ عادل ہو نہ باغی اور اگر باغی ہو تو اوسکا
حکم نافذ نہوگا اور اگر باغیون کے قاضی نے ہماری قاضی کیطرف خط بھیجا سو اگر معلوم ہو کہ اوسنے دو عادلون کی گواہی سے حکم کیا ہی تو وہ حکم نافذ ہوگا ورنہ نہین تبیین
محل عدم نفاذ حکم قاضی باغی وہ ہی کہ قضاء قاضی جمیع مجتہدین کی رائی کے مخالف ہو اسواسطے کہ حکم قاضی کا مجتہدات مین نافذ ہی اگرچہ قاضی عادل کی رائی کے
مخالف ہو تو اطلاق شارح کا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی عن الفتح واللہ سبحانہ اعلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب اللقیط

یہہ کتاب ہی لقیط کے احکام مین عقبہ
مع اللقطۃ بالجہاد لعرضیتہما الفوات النفس والمال و قدم اللقیط لتعلقہ بالنفس وہی مقدمۃ علی المال مصنف کتاب اللقیط کو کتاب اللقطہ کے
ساتھہ کتاب الجہاد کے پیچھے لایا اسواسطے کہ جان اور مال دونون معرض ہلاک مین ہین جیسی جہاد مین نفس اور اموال معرض تلف مین ہین اور مقدم کیا کتاب اللقیط
بسبب اوسکے متعلق ہونیکے جان سے اور حالانکہ جان مقدم ہی مال پر ہو لغۃ ما یلقط فعیل بمعنی مفعول ثم غلب علی الولد المنبوذ باعتبار المال
لقیط لغت مین وہ ہی جو زمین سے اوٹھایا جاوی فعیل بمعنے مفعول ہی پھر اوسکا استعمال غالب کیا ولد مطروح پر باعتبار انجام کے یعنی جو لڑکا پھینکا اور ڈالا گیا
آخر اوسکو کوئی اوٹھالیگا اسو اسطی اوسکو لقیط کہا و شرعا اسم لحی مولود طرحہ اہلہ خوفا من العیلۃ او فرارا من تہمۃ الریبۃ اور شرع مین لقیط انسان کے
اوس بچے کا نام ہے جسکے لوگون نے اوسکو پھینکدیا محتاجی کے خوف سے یا تہمت زنا سے بچنے کے واسطے مضیعۃ آثم و محرزۃ غانم اوسکا ضائع کرنیوالا گنہگار
اور اوسکو نہ اوٹھاوی وہ گنہگار ہی اور اوٹھالینیوالا اجر پاویگا الالتقاط فرض کفایۃ ان غلب علی ظنہ ہلاکہ لو لم یرفعہ و لو لم یعلم
بہ غیرہ تعرض عین ومثلہ رؤیۃ اعمی تقع فی بیر یعنی لقیط کا اوٹھالینا فرض کفایہ ہی اگر ملتقط کو گمان غالب اوسکی ہلاکی کا ہو اور اوسکو نہ اوٹھاوی اور اگر
لقیط کو کوئی نہ جانتا ہو سوای اوسکے تو اوسپر اوٹھانا فرض عین ہے اور ایسیکو اندھے کو کوئین مین گرتے دیکھنا کذا فی الشمنی والا فمندوب لما فیہ
من الشفقۃ والاحیاء اور اگر اوسکی ہلاکی کا خوف نہو تو اوٹھالینا لقیط کا مستحب ہے اسواسطے کہ اسمین شفقت اور جلانا ہی جان کا شفقت المال بر فضل اجلال
اور ایک جان کا جلانا سب آدمیون کے جلانیکے برابر ہی حق تعالی نے فرمایا و من احیاہا فکانما احیا الناس جمیعا کذا فی الزیلعی و ہو حر مسلم تبعا للدار الا بحجۃ
رقہ علی خصمہ وہو الملتقط لسبق یدہ اور لقیط آزاد و مسلمان ہی دار الاسلام کی تبعیت سے مگر اوسکی رقیت کی حجت سے خصم پر اور خصم یہان ملتقط ہی بسبب سابق
ہونے اوسکے ہاتھہ کے سم پر یہ دفع دخل ہے کہ بینہ بدون خصم کے حجت نہین اور مخاصم یہان کوئی نہین تا شارح نے جواب دیا کہ مخاصم ملتقط ہی اسواسطے کہ اوسکا قبضہ سابق
ہونے کے احق ہی تو اوسکا التعرف بدون بینہ زائل نہوگا اور حجت سے یہان بینہ مراد ہی نہ اقرار کذا فی الطحطاوی و ما یحتاج الیہ من نفقۃ و کسوۃ و سکنی
و دواء و مہراذا زوجہ السلطان فی بیت المال ان برہن علی التقاطہ اور جس چیز کی لقیط کو حاجت ہی خوراک اور پوشاک اور مکان سکونت
اور دوا اور مہر جب کہ سلطان نے نکاح کر دیا وہ بیت المال مین ہی بشرطیکہ ملتقط اوسکا اوٹھالینا گواہی سے ثابت کرے و لمن کان لہ مال او قرابۃ ففی مالہ
او علی قرابتہ اور اگر لقیط کا مال ہو یا اوسکی کہین قرابت ثابت ہو تو جمیع ضروریات مذکورہ اوسکے مال مین یا اوسکی قرابت والون پر ہین ولذا دیتہ فی
بیت المال کجنایتہ لان الغرم بالغنم اور ارث لقیط کی اگرچہ دیت ہو بیت المال مین ہے جیسی اوسکی جنایت بیت المال سے متعلق ہی اسواسطے کہ نقصان بمقابلہ فائدہ کے
ہم تو اگر لقیط محلہ مین مقتول پایا گیا تو اہل محلہ سے دیت لیکر بیت المال مین داخل ہوگی اور اگر لقیط کو کوئی عمدا قتل کرے تو سلطان کو اختیار ہی چاہے قاتل کو قتل کرے چاہے
دیت پر صلح کر لے لیکن سلطان معاف نہین کر سکتا کذا فی المنح اور اگر لقیط سے جنایت صادر ہوگی تو اوسکی دیت بیت المال سے دیجاویگی ولیس لاحد اخذہ
منہ قہرا و ہل للامام الاعظم اخذہ بالولایۃ العامۃ فی الفتح لا و اقرہ المصنف تبعا للبحر و شرح فی النہر نعم لکن لا ینبغی اخذہ الا بموجب اور کسیکو
جائز نہین لینا لقیط کا ملتقط سے زبردستی اور سلطان اعظم کو اوسکا لے لینا بسبب حکومت عامہ کے جائز ہی یا نہین فتح القدیر مین کہا کہ جائز نہین اور ثابت رکھا اس
قول کو مصنف نے اپنی شرح مین باتباع صاحب بحر اور تحریر کی ہی نہر الفائق مین کہ ہان سلطان کو لینا زبردستی جائز ہی لیکن لوس کا لینا لائق نہین مگر سبب صحیح
یہہ کہ ملتقط بہ فطرت کے لائق نہو فلو اخذہ احد فخاصمہ الاول ردہ الیہ الا اذا دفعہ باختیارہ لانہ ابطل حقہ سو اگر لقیط کو کسی نے ملتقط سے زبردستی

لیا اور خصومت کی اوسکی ملتقط اول سے تو اوسیکو پھیر دیا جاویگا مگر اوسوقت نہ پھیرا جائیگا جب کہ اوسنے دوسرے کو اپنی خوشی سے دیا ہو اسواسطے کہ اوسنے اپنا حق آپ باطل کر دیا وهذا اذا اتحد الملتقط فلو تعدد ورجح احدهما کما لو وجدہ مسلم وکافر وتنازعا قضی به للمسلم لانه انفع للقیط فان استویا فالرأی فیه للقاضی بحر (جنا) اور یہہ یعنی ملتقط سے زبردستی نہ لینا اوس صورت مین ہے جب ملتقط ایک ہی ہو اور اگر ملتقط متعدد ہون اور ایک ترجیح رکھتا ہو چنانچہ اگر لقیط کو ایک مسلم اور ایک کافر نے پایا پھر دونون نے جھگڑا کیا تو لقیط مسلم ہی کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ مسلم کے پاس رہنا لقیط کو نافع ہے کہ وہ بھی مسلمان ہوگا کذا فی الخانیہ اور اگر دونون ملتقط برابر ہون اسلام وکفر مین تو اوسمین قاضی کی تجویز کو دخل ہے کذا فی البحر (جنا) ویثبت نسبه من واحد بمجرد دعواہ ولو غیر الملتقط استحسانا لو حیا والا فبالبینة خانیه اور اگر سوا ملتقط کے اور ایک نے اوسکے نسب کا دعوی کیا تو اوسکا نسب بلا ملتقط کے ثابت ہو جائیگا بمجرد اوسکے دعوی کرنیکے بدلیل استحسان بشرطیکہ لقیط زندہ ہو اور اگر زندہ نہوگا تو نسب دعوی سے ثابت نہوگا بدون گواہی کے کذا فی الخانیہ اور وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ اقرار نسب صغیر کے واسطے ہے اور حق ملتقط کا ابطال ضمنا واقع ہوا بالضرورت ثبوت نسب اور بہت چیزین ضمنا ثابت ہو جاتی ہین کذا فی الحموی ومن اثنین مستویین کما لو ادعیا امة مشترکة اور نسب لقیط کا ثابت ہوتا ہے دو برابر شخصون کے دعوی سے جیسے مشترک لونڈی کے لڑکے کا نسب ثابت ہوتا ہے دونون شریکون سے بشرط دعوی ہم جب شخص ایسے ہون جنمین کوئی مرجح نہین تو ملتقط کا دعوی خارج سے مقدم ہوگا وعبارة المنیة ادعاہ اکثر من اثنین فعن الامام انه یثبت الی الخمسة ظاهرة فی عدم قبول دعوی الزائد ولا یشترط اتحاد الام نهر لکن فی القهستانی عن النظم ما یفید ثبوته من الاکثر فلیحرر اور عبارت منیہ کی یہہ ہے کہ لقیط کے نسب کا دو سے زیادہ شخصون نے دعوی کیا تو امام علیہ السلام سے روایت ہے کہ نسب ثابت ہوگا پانچ شخص تک ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ پانچ سے زیادہ کا دعوی مقبول نہوا اور شرط نہین اتحاد ماں کا دعوی مذکور مین کذا فی النہر لیکن قہستانی مین نظم سے وہ عبارت منقول ہے جو مفید ثبوت نسب ہے پانچ سے زیادہ مین بھی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم کہتے ہین قہستانی مین نقایہ سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک دو سے زیادہ اکثر مین نسب ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ عبارت منیہ اور شرح کی صریح ہے کہ مدت نسب کی پانچ شخص تک منتہی ہے اور قہستانی کی عبارت غیر صریح اور اولی ہے اوسکے صریح ہی نہ غیر صریح ولو ادعته امرأة واحدة ذات زوج فان صدقها زوجها او شهدت لها القابلة او قامت بینة ولو رجلا وامرأتین علی الولادة صحت دعوتها والا لا لما فیه من تحمیل النسب علی الغیر اور اگر لقیط کے نسب کا ایک عورت شوہر والی نے دعوی کیا سو اگر شوہر نے اوسکی تصدیق کی یا دائی جنائی نے اوسکی گواہی دی یا بینہ قائم ہوئی ولادت پر اگرچہ گواہ ایک مرد اور دو عورتین ہون تو عورت کا دعوی صحیح ہے اور اگر ایسا نہین یعنی زوج وغیرہ نے اوسکی تصدیق نکی تو دعوی نسب کا صحیح نہین اسواسطے کہ اس دعوی مین شخص غیر پر نسب کا ثابت کرنا ہے یعنی زوج پر ولد تن ان لم یکن لها زوج فلا بد من شهادة رجلین اور اگر عورت مدعیہ کا شوہر نہو تو دو مرد کی گواہی ضرور ہے ثبوت نسب مین ولو ادعته امرأتان واقامت احداهما البینة فهی اولی به ولو اقامتا جمیعا فهو ابنهما خلافا لهما الکل من الخانیة اور اگر لقیط کا دو عورتون نے دعوی کیا اور ایک نے گواہ قائم کیے تو وہی اوسکی لائق تر ہے اور اگر دونون عورتون نے گواہ قائم کیے تو وہ دونون کا بیٹا ہے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک دونون کا بیٹا نہین یہہ سب مسائل خانیہ سے منقول ہین ولو ادعاہ خارجان ووصف احدهما علامة به ای بجسدہ لا بثوبه ووافق فهو احق اذا لم یعارضها اقوی منها کبینة الاخری وسبقه ولو اسلامه وحریته ان ارخا فان اشتبه فبینهما اور اگر لقیط کے نسب کا دو خارج شخصون نے دعوی کیا اور ایک نے اوسمین کوئی نشانی بیان کی یعنی اوسکے بدن مین نہ کپڑے مین تل یا مسہ بتایا اور وہ نشان موافق پڑا تو وہی شخص زیادہ تر حقدار ہے بشرطیکہ کوئی وجہ قوی تر علامت سے معارض اوسکی نہو چنانچہ دوسرے شخص کے گواہ یا اوسکی سبقت یعنی مسلمان ہونا یا اوسکی اتنی عمر ہونا کہ اوسکے لڑکا ہو سکے بشرطیکہ دونون مدعیون نے تاریخ مذکور کی ہو سو اگر اشتباہ واقع ہو تو لقیط دونون مین مشترک ہوگا یعنی اگر ایک شخص کا بتایا ہوا نشان موافق پڑا اور دوسرے نے ثبوت نسب کے گواہ گزرانے یا کہ دوسرا آزاد ہے اور صاحب علامت غلام یا وہ مسلم ہو اور یہ کافر تو ان صورتون مین علامت کا کچھ اعتبار نہوگا ولو ادعی احدهما انه ابنه والآخر انه ابنته فاذا هو خنثی فلو مشکلا قضی لهما والا فلمن تصدق انه ابنه اور اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ لقیط اسکا بیٹا ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ اسکی بیٹی ہے پھر اوسکو جو دیکھا تو خنثی ہے سو اگر وہ خنثی مشکل ہے تو وہ دونون کو دلا دیا جائیگا بسبب عدم ترجیح کے

اور اگر خنثی مشکل نہیں تو اوسکو دلایا جائیگا جو دعوی کرتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے یعنی بشرط توافق ولادہ دوسرے کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ جب علامت موافق واقع نہو گی
تو حکم نہو گا کما فی الظہیریہ مقدسی نے کہا یون کہنا مناسب تہا والا فلمن وافق کذا فی الطحاوی ولو شہد لمسلم ذمیان وللذمی مسلمان قضی بہ للمسلم
تاتارخانیہ اور اگر گواہی مسلمان کی دو ذمیون نے اور ذمی کے واسطے دو مسلمانون نے دی تو لقیط مسلمان ہی کو دلایا جائیگا کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ دونون
گواہیان صحت مین برابر ہین لیکن مسلم کو بسبب اسلام کے ترجیح ہوئی ویثبت نسبہ من ذمی لکن ہو مسلم استحسانا فینزع من یدہ قبیل عقل الادیان
ما لم یاتوا بھن بمسلمین انہ ابنہ فیکون کافرا نہر اور ثابت ہو گا نسب لقیط کا ذمی سے بسبب دعوی نسب کے ولیکن لقیط مسلمان ہے بدلیل استحسان تو ذمی کے
ہاتھ سے چھین لیا جائیگا تعقل ادیان سے پہلے تا وقتیکہ ذمی دو مسلمانون کی گواہی سے ثابت نکرے کہ وہ اوسکا بیٹا ہے پہر جب یہہ ثابت کریگا تو اب لقیط کافر ہو گا
کذا فی النہر وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ دعوی ذمی متضمن نسب ہے اور اسمین لقیط کا فائدہ ہے باعتبار پرورش کے اور نفی اسلام مین اوسکا ضرر ہے اور ثبوت
نسب کافر مین ولد کا کافر ہونا ضرور نہین ہے اسواسطے کہ کافر کا بیٹا مسلمان ہوجاتا ہے اپنی مان کے مسلمان ہوجانے سے تو دعوی ذمی کی تصحیح ہوئی لقیط
منفعت مین نہ اوسکی مضرت مین کذا فی الطحطاوی عن الحموی ان لم یکن ای یوجد فی مکان اہل الذمۃ کقریتہم او بیعۃ او کنیسۃ یعنی لقیط نہ کو پرستش
بشرطیکہ اہل ذمہ کے مکان مین نہ پایا گیا ہو جیسے ذمیون کے گانون مین یا نصاری کے عبادتخانہ یا یہود کی پرستشگاہ مین والمسئلۃ رباعیۃ لانہا اما ان یجدہ
مسلم فی مکاننا فمسلم او کافر فی مکانہم فکافر او کافر فی مکاننا او عکسہ فظاہر الروایۃ اعتبار المکان لسبقہ اختیار اور مسئلہ کو چار صورت کا
محتمل ہے اسواسطے کہ یا لقیط کو مسلم نے پایا ہمارے مکان مین یعنی اہل اسلام کی آبادی مین تو وہ مسلم ہے یا کافر نے پایا کافر کی آبادی مین تو وہ کافر ہے یا کافر نے پایا ہمارے
مکان مین یا مسلم نے پایا کافرون کے مکان مین تو ظاہر الروایۃ مین مکان کا اعتبار ہے بسبب سابق ہونے مکان کے کذا فی الاختیار شرح المختار یعنی مکان مقدم ہے اسواسطے
کہ لقیط کا مکان مین ہونا متحقق ہے قبل وضع ید کے اور سبقت ترجیح کی اسباب سے ہے کذا فی الفتح ویثبت نسبہ من عبد و ہو حر و ان ادعی انہ ابنہ من
زوجتہ الامۃ عند محمد و کلام الزیلعی ظاہر فی اختیارہ اور ثابت ہوتا ہے نسب لقیط کا غلام سے بسبب دعوی نسب کے اور حالانکہ لقیط آزاد ہے اگرچہ غلام نے دعوی
کیا ہو کہ لقیط اوسکا بیٹا ہے اوسکی اوس زوجہ سے جو لونڈی ہے اسواسطے کہ مملوکین کا ولد کبہی آزاد ہوجاتا ہے قبل انفصال اور بعد انفصال کے بواسطے عتاق کے یہہ قول
محمد کا ہے اور زیلعی کا کلام اس قول کے اختیار کرنے مین ظاہر ہے ولو ادعاہ حران احدہما انہ ابنہ من ہذہ الحرۃ والاخر من الامۃ فالذی یدعیہ من
الحرۃ اولی لثبوتہ من الجانبین زیلعی اور اگر لقیط کی نسب کا دعوی کیا دو آزادون نے ایک نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اس آزاد عورت سے اور دوسرے نے کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہے
اس لونڈی سے تو جو شخص دعوی کرتا ہے حرہ سے وہ مقدم ہے بسبب اوسکے ثابت ہونیکے دو جانب سے کذا فی الزیلعی یعنی اثبات احکام نسب دو جانب سے متقدم ہے ایک جانب سے
وان وجد معہ مال فہو لہ عملا بالظاہر ولو فوقہ او تحتہ او دابۃ ہو علیہا لا ما کان بقربہ اور اگر لقیط کے ساتھ مال پایا گیا تو اوسیکا ہے ظاہر پر عمل کرنے
سے یعنی ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہے کہ جس نے لقیط کو ڈالا تو اوسکے صرف کیواسطے مال بہی رکہدیا اگرچہ مال لقیط کے اوپر ہو یا نیچے یا کہ مال جانور ہو جسپر لقیط ہے نہ وہ مال جو اوسکے
جو اوسکے قریب ہے فیصرفہ الواجد او غیرہ الیہ بامر القاضی فی ظاہر الروایۃ لانہ مال ضائع تو اوس مال کو پانیوالا یا غیر اوسکا لقیط کیطرف صرف کرے
قاضی کے حکم سے ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ وہ مال ضائع ہے یعنی اوسکا کوئی حافظ اور مالک نہین تو ایسے مال مین ایسے مصرف کیطرف قاضی کو اختیار ہے کذا فی الفتح و
لو قرر القاضی ولاءہ للملتقط صح ظہیریہ لانہ قضاء فی فصل مجتہد فیہ نعم لہ بعد بلوغہ ان یوالی من شاء ما لم یعقل عنہ بیت المال خانیہ
اور اگر قاضی نے لقیط کی ولا ملتقط کیواسطے مقرر کی تو صحیح ہے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ فصل مجتہد فیہ مین قضا ہے یعنی بعض علما کا یہہ مذہب ہے کہ ملتقط مستحق کی مانند ہے
ہان لقیط کو جائز ہے کہ اپنے بالغ ہونیکے بعد موالاۃ کرے جس سے چاہے جبتک بیت المال سے اوسکی جانب سے دیت نہ دیگئی ہو کذا فی الخانیہ یعنی اگر دیت بیت المال سے
دی گئی ہو گی تو لقیط کو موالاۃ کا اختیار نہین ہے بلکہ اوسکا مال اوسکی موت کے بعد بیت المال مین داخل ہو گا لان الخراج بالضمان ویدفعہ فی حرفۃ اور ملتقط لقیط کو
سپرد کرے کسی صنعت سیکہنے مین کہ مبتلا ہو جیسے نہر الفائق مین ہے یون مناسب تہا کہنا کہ اسکو علم سکہاوے اور اگر اوسمین قابلیت علم کی نہو تو پیشہ سکہاوے ویقبض ہبتہ وصدقتہ و
اوسکے ہبہ اور خیرات پر ملتقط قبضہ کرے یعنی اگر لقیط کو کسی شخص نے کوئی چیز بطور ہبہ یا خیرات کے دی تو اوسکے واسطے محفوظ رکہے ولیس لہ ختنہ فلو فعل فہلک ضمن ولو علم الختان

لانه ملتقط شئ من فخيره اور جائز نهين ملتقط كو ختنه كرنا لقيط كا پهر اگر اوس نے ختنه كيا سو وه هلاك هوگيا تو ملتقط پر ضمان لازم هوگا اور اگر ختنه كرنے والا نائی جانا كه وه ملتقط هی تو ضمان ضامن هوگا كذا فی الذخيره وله نقله حيث شاء و ينبغی منعه من مصر الی قرية بحر اور ملتقط كو جائز هی اوسكا ليجانا جهان چاهے اور لائق هی اوسكا روكنا شهر كے ليجانے سے گانون كيطرف كذا فی البحر هواسطے كه گانون مين اوسكی خو بگڑ جائيگی ولا ينفذ للملتقط عليه نكاح و بيع وكذا اجارة فی الاصح لان الولاية عليه فی ماله ونفسه للسلطان لحديث السلطان ولی من لا ولی له اور لقيط پر نكاح اور بيع ملتقط كی نافذ نهين اور اسيطرح اوسكا اجاره نافذ نهين قول اصح مين هواسطے كه لقيط پر حكومت اوسكے مال اور جان مين سلطان كيواسطے هے بسبب اس حديث كے كه بادشاه اوسكا ولی هے جسكا كوئی ولی نهين

فروع

مسائل ملحقه شارح كے لو باع او كفل او دبر او كاتب او اعتق او وهب او تصدق وسلم ثم اقر انه عبد لزيد يصدق فی ابطال شیء من ذلك لانه متهم وتمامه فی الخانيه اگر لقيط نے بعد بلوغ كے بيع كی يا ضمانت كی يا اپنے غلام كو مدبر كيا يا مكاتب كيا يا آزاد كيا يا هبه كيا يا صدقه ديا اور قبضه كروا ديا پهر اقرار كيا كه وه شخص زيد كا غلام هی تو اوسكی تصديق نكيجائيگی تصرفات مذكوره كے ابطال مين هواسطے كه وه اس اقرار مين متهم هے اور پورا بيان اسكا خانيه مين هے والمجهول النسب كاللقيط اور شخص مجهول النسب لقيط كے مانند هی طحطاوی نے كها ظاهر اطلاق اسپر دلالت كرتا هی كه لقيط كے جميع احكام مجهول النسب مين جاری هين والله اعلم واستغفر الله العظيم

كتاب اللقطة

يه كتاب هی لقطه كے احكام مين هی بالفتح وتسكن اسم وضع للمال الملتقط يعنی لقطه بضم لام وفتح قاف هی اور سكون قاف بهی جائز هی يه اسم مال ملتقط كے واسطے موضوع هی كذا فی شرح العينی وشرعا ما يوجد ضائعا ابن كمال اور اصطلاح شرع مين لقطه وه مال هی جو ضائع پايا جاوے يعنی مال غير محفوظ جسكا مالك معلوم نهو وفی التاتارخانية عن المضمرات مال يوجد ولا يعرف مالكه وليس بمباح كمال الحربی اور تاتارخانيه مين مضمرات سے تعريف لقطه يون هی كه جو مال پايا جاوے اور اوسكا مالك معلوم نهو اور وه مباح نهو حربی كے مال كے مانند وفی المحيط رفع شئ ضائع للحفظ علی الغير لا للتمليك اور محيط مين هے كه لقطه عبارت هی چيز ضائع كے اوٹهالينے سے حفاظت كيواسطے غير كيطرف سے نه واسطے تمليك كے اور لقطه شئ مرفوع هی نه رفع تو يهان رفع بمعنی مرفوع هی اور بعد بهتر هے كه تمليك كے مقام پر تملك هو كذا فی الطحطاوی وهذا يعم ما علم مالكه كالواقع من السكران وفيه انه امانة لا لقطة لانه لا يعرف بل يدفع لمالكه اور يه تعريف محيط كی اوس مال كو بهی شامل هی جسكا مالك معلوم هو جيسے گری هوئی چيز مست كی اور اس تعميم مين يه خلل هی كه مست كی گری هوئی چيز امانت هی لقطه نهين هواسطے كه وه پهچنوائی نهين جاتی بلكه اوسكے مالك كو ديجائيگی ندب رفعها لصاحبها ان امن علی نفسه تعريفها والا فالترك اولی اوٹهانا چيز كا واسطے پهنچانے اوسكے مالك كيو مستحب هے اگر اعتماد هو اپنی ذات پر اوسكی تعريف كرنيكا اور اگر اعتماد نهو يعنی شك واقع هو تعريف اور عدم تعريف مين تو اوسكا ترك بهتر هو وفی البدائع وان اخذها لنفسه حرم لانها كالغصب اور بدائع مين هے اور اگر لقطه كو اپنے واسطے ليگا تو حرام هی اسواسطے كه وه غصب كے برابر هی و فرض يعنی فرض هی ووجب ای فرض نعم وغيرها عند خوف ضياعها كما مر لان لمال المسلم حرمة كما لنفسه فلو تركها حتى ضاعت اثم وهل يضمن ظاهر كلام النهر لا وظاهر كلام المصنف نعم لما فی الصيرفية يحماد يأكل حنطة انسان فلم يمنعه حتى اكل قال فی البدائع الصحيح انه يضمن اسعی اور واجب هے اوسكا اوٹهانا يعنی فرض هی كذا فی الفتح وغيره اوسكی ضايع هونيكی خوف كيوقت چنانچه كتاب اللقيط مين مذكور هوچكا هواسطے كه مسلمان كے مال كيواسطے حرمت هے جيسے اوسكی جانكی حرمت هی سو اگر اوسنے چهوڑا يهان تك كه وه مال ضايع هوگيا تو وه گنهگار هوگا اور كيا اوسپر ضمان لازم آويگا يا نهين ظاهر كلام نهر الفائق سے يه هے كه ضمان نهين اور ظاهر كلام مصنف كا اپنی شرح مين يه هی كه اوسپر ضمان هی هواسطے كه صيرفيه مين هی كه ايك گدها كسی انسان كے گيهون كهاتا هی سو اوسنے اوسكو نه روكا يهانتك كه وه كهاگيا بدائع مين كها قول صحيح يه هی كه وه ضامن هوگا انتهی معتمد عليه نهر الفائق كا قول هی يعنی عدم ضمان چنانچه فتح القدير كی آينده روايت اوسكی مؤيد هی اور مسئله حمار مين اتلاف مشاهد اور محقق هی بخلاف ترك لقطه كه يهان تلف غير مشاهد اور غير محقق هے اسواسطے كه ممكن هی كه لقطه ايسے شخص كے هاتهه مين آوے جو اس سے زياده ورع والا هو كذا فی الطحطاوی وفی الفتح وغيره لو رفعها ثم ردها الی مكانها لم يضمن فی ظاهر الرواية اور فتح القدير وغيره مين هی كه اگر لقطه اوٹهايا پهر وهين ركهديا تو ضامن نهوگا ظاهر الرواية مين هم اور مقابل ظاهر الرواية كو قول الضمان هے وصح التقاط صبی وعبد لا مجنون ومدهوش ومعتوه وسكران لعدم الحفظ منهم اور صحيح هی لقطه اوٹهانا صغير اور غلام كا نه مجنون اور مدهوش اور غافل اور مست كا بسبب نهونے حفاظت كے اون سے هم جب صغير اور غلام لقطه اوٹهاويگا تو تعريف ولی اور مولی پر لازم هوگی كذا فی الطحطاوی فان اشهد عليه بانه اخذه ليرده

كتاب اللقطه

علی ربہ ویکفیہ ان یقول من سمعتموہ ینشد لقطۃ فدلوہ علی سو اگر اوسنے لقطہ لینے پر شاہد کیا اسطرح کہ اوسنے لقطہ لیا ہے تا اوسکو پھیر دیوے اوسکے
مالک کو اور شاہد کرنیکے واسطے اتنا کہنا بہی کافی ہے کہ جسکو تم سنو کہ لقطہ تلاش کرتا ہے تو اوسکو میرے پاس بہیجدیجیو وعرف ای نادی علیہا حیث وجدہا
وفی المجامع اور تعریف کرتا رہا یعنی اوسپر پکارتا رہا جہان اوسکو پایا اور مجامع ناس مین یعنی مساجد کے ابواب اور بازارون مین اور رستون مین یون پکارتا
رہا کہ مین نے کسیکی چیز پائی ہی مین اوسکے مالک کو نہین جانتا تو اوسکا مالک میرے پاس آوے اور اوسکا پتا بتادے کذا فی المنح اور اگر اوسکی تعریف سے عاجز ہو تو دوسرے
شخص کو دیکہ وہ تعریف کرے کذا فی التاتارخانیہ الی ان علم ان صاحبہا لا یطلبہا اوانہ تفسد ان بقیت کالاطعمۃ والثمار یہان تک پکارتا رہے کہ معلوم
ہوجاے کہ اوسکا مالک اب تلاش نکرتا ہوگا یا یہان تک کہ لقطہ سڑ جائیگا اگر باقی رکہا جاے جیسے کہانے کی پکتہ چیزین یا پہل ہم علم سے مراد ظن غالب ہے علم ہیکا
یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المضمرات اور ظاہر الروایہ مین ایک سال کی تعریف ہے مطلقاً کذا فی المبسوط پہر تقدیر سال مین اقوال ہین کہ ہر جمعہ مین یا ہر مہینے یا ہر ششماہی مین
تعریف کرے اور تلاش کی قید سے معلوم ہوا کہ جو چیز لائق طلب نہو جیسے کہجور کی افتادہ گٹہلیان یا انار کے چہلکے تو اوس سے فائدہ لینا بلا تعریف جائز ہے لیکن مالک کی
ملک اوس سے زائل نہین ہوتی ہے واسطے کہ تملیک مجہول سے صحیح نہین مگر جب پہینکی ہوئی قوم متعین سے کہا جاوے تو جسکو دیدے وہ مالک ہے اور یہی حکم ہے التقاط سنابل
کا نہ عبیعہ کا کذا فی الطحطاوی وہی کانت امانۃ لم تضمن بلا تعدٍّ بشرط الاشہاد اور تعریف مذکور سے لقطہ ملتقط کے ہاتہہ مین امانت ہوگا یعنی بلا تعدی اوسپر ضمان نہین
فلو لم یشہد مع التمکن منہ او لم یعرّفہا ضمن ان انکر ربہا اخذہ للرد وقبل الثانی قولہ بیمینہ وبہ ناخذ حاوی واقرہ المصنف وغیرہ
سو اگر ملتقط نے کسیکو گواہ نکیا باوجودیکہ اوسکے قادر تہا یا اوسنے تعریف نکی تو ضامن ہوگا اگر اوسکا مالک انکار کرتا ہو کہ پہیر دینے کی نیت سے لینے کو اور قبول کیا ہے
ابو یوسف نے قول ملتقط کا اوسکی قسم سے یعنی قسم کے ساتہہ اور اسی قول کو ہم لیتے ہین یعنی یہی مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی اور ثابت رکہا اسکو مصنف وغیرہ نے ہم قول صحیح مین محمد
بہی ابو یوسف کے ساتہہ ہین کذا فی الینابیع تو اب سبہون کے قول پر فتویٰ ہوا ولو من الحرم او قلیلۃ او کثیرۃ فلا فرق بین مکان ومکان ولقطۃ ولقطۃ
اگرچہ لقطہ حرم کا ہو یا کم یا زیادہ ہو تو کچہہ فرق نہین درمیان ایک مکان کے دوسرے مکان سے اور نہ ایک لقطہ کے دوسرے لقطہ سے ہم لقطہ حل اور حرم کی تعریف مین
کچہہ فرق نہین امام اعظم اور امام مالک و شافعی اور احمد کے ایک قول مین اور دوسرا قول امام شافعی کا یہ ہے کہ ہمیشہ تعریف کرتا رہے یہان تک کہ مالک اوسکا پیدا ہو واسطے
کہ صحیحین مین بروایت ابو ہریرہ حدیث مرفوع بیان ہوئی ہے لا یحل ساقطتہا الا لمنشد یعنی حلال نہین لقطہ مکہ کا مگر معرّف کے واسطے اور اسمین تعریف کی قید نہین
تو دوام ثابت ہوا اوسکا جواب یہ ہے کہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ التقاط حلال نہین مگر معرف کو اور لینے کے واسطے لینا حلال نہین اور تخصیص مکہ کی واسطے رفع اوس وہم کے
ہے کہ کوئی وہان کی تعریف کو ساقط سمجہے اس سبب سے کہ ظاہراً وہ چیز مسافرون کی ہے جو متفرق ہوگئے تو اب تعریف سے کیا فائدہ کذا فی الفتح اور اسیطرح لقطہ قلیل
اور کثیرہ کی تعریف مین کچہہ فرق نہین قول معتمد مین اور غیر معتمد یہ قول ہے کہ دس درم یا زیادہ کی سال بہر تعریف چاہیے اور دس درم سے زیادہ کی دو سو تک ایک
مہینہ اور دس درم کی سات دن اور تین درم کی تین دن اور ایک درم کی ایکدن تعریف چاہیے کذا فی الطحطاوی فینتفع الرافع بہا لو فقیرا والا تصدق بہا
علی فقیر ولو علی اصلہ وفرعہ وعرسہ الا اذا عرف انہا للذمی فانہا توضع فی بیت المال تاتارخانیہ پہر بعد تعریف کے اوٹہانیوالا منتفع ہو لقطہ سے اگر
محتاج ہو اور اگر محتاج نہو تو اوسکو فقیر پر تصدق کرے اگرچہ فقیر اوسکی اصل اور فرع اور زوجہ ہو مگر جب معلوم ہو جاوے کہ لقطہ ذمی کا ہے تو وہ بیت المال مین رکہا جائیگا کذا فی
التاتارخانیہ وفی القنیۃ لو رجا وجود المالک وجب الایصاء اور قنیہ مین ہے کہ اگر وجود مالک کی امید ہو تو اوسکی وصیت کرجانا واجب ہے والا واجب نہین
کذا فی البحر فان جاء مالکہا بعد التصدق خیر بین اجازۃ فعلہ ولو بعد ہلاکہا ولہ ثوابہا پہر اگر اوسکا مالک آیا تصدق کرنیکے بعد تو وہ مختار ہے اوس
تصدق کو جائز کہے اگرچہ بعد ہلاکی لقطہ کے اجازت واقع ہو اور اوس مالک کو اوسکے تصدق کا ثواب ہوگا او تضمینہ والظاہر انہ لیس للوصی والاب
اجازتہا فہر یا مالک مختار ہے ضمان لینے مین ظاہر یہ ہے کہ مالک صغیر کے وصی اور باپ کو اجازت تصدق کا اختیار نہین وفی الوہبانیۃ الصبی کبالغ فیضمن ان
لم یشہد ثم لابیہ او وصیہ التصدق وضمانہا فی مالہما لا مال الصغیر اور وہبانیہ مین ہے کہ صغیر بالغ کے برابر ہے تو ضمان اوسپر لازم آویگا اگر اوسنے اوٹہانے کے
وقت شاہد نکیا ہو گا پہر اوسکے باپ یا وصی کو تصدق کرنا اور لقطہ کا ضمان دینا جائز ہے نہ مال سے صغیر کے مال سے ولو تصدقہ بامر القاضی فی الاصح کان لہ ان یضمن

القاضی او الامام لو فعل ذلک لانه تصدق بمال الغیر بغیر اذنه ذخیرہ ۞ ملتقط پر اثم ہو اگرچہ اوسنے بامر قاضی تصدق کیا ہو چنانچہ اسکو اختیار ہی کہ قاضی
یا بادشاہ سے ضمان لے اگر قاضی یا امام نے بہی تصدق کیا ہو اسواسطے کہ یہہ خیرات کرنا ہو غیر کے مال مین بغیر اوسکے اذن کے کذا فی الذخیرہ ۞ ویضمن المسکین ایضاً
ولم یرجع به علی صاحبه ۞ یا ضمان لے مالک اوس فقیر سے جسنے اوسکا مال خیرات مین پایا اور دونون مین سے جس سے ضمان لے وہ دوسرے سے نہ پہیریگا ولو العین قائمة
اخذها من الفقیر ۞ اور اگر وہ چیز قائم اور موجود ہو تو اوسکو فقیر سے لے ۞ ولا شیء للملتقط لمالٍ او بهیمةٍ او ضالٍّ من الجعل اصلاً الا بالشرط لکن ذکر
فی الکفایة انه اجر مثله تتارخانیه ۞ کچہہ چارہ یا سوتی اور مال یا جانور یا صغیر گمشدہ کے ملتقط کو سطرح کچہہ مال عوض التقاط کے ہرگز نہین مگر اس شرط سے چنانچہ مالک نے
کہا کہ جو اوسکو لاوے اوسکے واسطے اتنا مال ہے تو اوسکو اجرت مثل ملیگی کذا فی التاتارخانیه جیسے اجارہ فاسدہ مین اجر مثل ملتی ہی ۞ وندب التقاط البهیمة
الضالة و تعریفها مالم یخف ضیاعها فیجب و کره لو معها ما تدفع به عن نفسها کقرن للبقر و کدم للابل تتارخانیه ۞ اور بہولے بہٹکے جانور کا التقاط اور تعریف
مستحب ہی جبتک اوسکے ضائع ہونیکا خوف نہو پہر اگر خوف ہو تو التقاط واجب ہے اور التقاط مکروہ ہی اگر جانور کے ساتہہ وہ چیز ہو جس سے وہ اپنی جان بچا سکے غیر کو
ہٹا کر جیسے سینگ گائی بیل کے اور دانت سے کاٹنا اونٹ کیواسطے کذا فی التاتارخانیه ۞ قاموس مین ہے کہ بہیمہ وہ جانور ہی جسکے چار پانون ہون اگرچہ پانی مین رہتا ہو
یا ہر جانور بی تمیز کا نام بہیمہ ہے تو بموجب تفسیر ثانی کے دواب اور طیور اور اونٹ اور بیل اور بہیڑ بکری اور مرغی اور بالو کبوتر کو لفظ بہیمہ شامل ہے اور یہہ جو حدیث صحیح
مین اخذ بہیمہ سے نہی وارد ہی اوسکا جواب مبسوط مین یون دیا ہی کہ یہہ حکم تہا بسبب غلبہ اہل صلاح کے اور ہمارے زمانے مین تو اہل فساد اور اہل طمع کا غلبہ ہی ہرگز
اطمینان نہین کہ اہل خیانت اوسکو چہوڑین تا مالک پا جاوی تو اب اوسکا التقاط ہی افضل ہے تا مومن کا مال محفوظ رہی ۞ ولو کان الالتقاط فی الصحراء ان ظن انها
ضالة حاوی ۞ اگرچہ التقاط بہیمہ جنگل مین واقع ہو بشرطیکہ اوسکی گمشدگی کا ظن غالب ہو کذا فی الحاوی ۞ وهو فی الانفاق علی اللقیط واللقطة متبرع لقصور
ولایته ۞ اور ملتقط لقیط اور لقطہ پر صرف کرنے مین احسان کا کرنے والا ہے بسبب قصور ولایت کے یعنی صرف کا تقاضا مالک سے نہین کر سکتا جیسے غیر کا دین ادا کر دیا بدون
اوسکے امر کے کذا فی البحر ۞ الا اذا قال له قاضٍ انفق لترجع فلو لم یذکر الرجوع لم یکن دیناً فی الاصح او یصدقه اللقیط بعد بلوغه کذا فی المجمع ای یصدقه
علی ان القاضی قال له ذلک لا مازعمه ابن ملک فغر ۞ مگر اسوقت صرف مذکور دین ہوگا جبکہ ملتقط سے کسی قاضی نے کہا کہ خرچ کر تا پہیر لیجیو سو اگر قاضی نے پہیر لینے کو نہ ذکر کیا ہو
تو اوسکے مالک پر دین نہوگا قول اصح مین یا اوسوقت دین ہوگا جب کہ لقیط ملتقط کی تصدیق کرے اپنے بالغ ہونیکے بعد کذا فی المجمع یعنی لقیط اوسکی اسپر تصدیق کرے کہ
قاضی نے اوس سے پہیر لینے کو کہا ہی اور اسکا وہ مطلب نہین جسکو ابن ملک نے گمان کیا ہی کذا فی النهر ۞ ابن ملک شارح مجمع نے تصدیق لقیط کا یہہ مطلب سمجہا ہی کہ
جب قاضی نے انفاق کا حکم نکیا اور ملتقط نے دعوی کیا کہ قاضی نے حکم کیا ہی اور لقیط نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو پہیر لینے کا اختیار ہی کذا فی الطحطاوی ۞ ثم
المدیون رب اللقطة و اب اللقیط او سیده او هو بعد بلوغه ۞ پہیر دریافت کرنا چاہئیے کہ در صورت رجوع مدیون لقطہ کا مالک ہی اور لقیط کا باپ یا اوسکا مولی یا خود
لقیط بعد بالغ ہونے کے ۞ وان کان لها نفع اجرها باذن الحاکم وانفق علیها منه کالضال بخلاف الآبق ویجیء فی بابه ۞ اور اگر لقطہ جانور لائق ہو
انتفاع کے جیسے گم ہوا گہوڑا اور اونٹ تو اوسکو اجارہ دی ملتقط حاکم کے اذن سے اور اوسپر صرف کرے اوسکی اجرت سے بخلاف غلام گریختہ کے کہ اوسکا اجارہ
صحیح نہین اوسکے بہاگ جانیکے خوف سے اور یہہ عنقریب باب الآبق مین آویگا ۞ وان لم یکن نفع باعها القاضی وحفظ ثمنها ولو الانفاق اصلح امر به لان ولایته
نظریة اختیار فلو لم یکن ثمه نظر لم ینفذ منه به نفتی بحثا ۞ اور اگر جانور مین نفع لائق اجارے کے نہو چنانچہ بہیڑ بکری مین تو قاضی اوسکو بیچ ڈالی اور اوسکی قیمت رکہہ چہوڑی
اور اگر خرچ کرنا اوسپر بہتر ہو مالک کے واسطے تو قاضی ملتقط کو خرچ کرنیکا امر کری دو تین دن تک بامید ظہور مالک کذا فی البحر عن الهدایه ۞ اسواسطے کہ قاضی کی ولایت نظری ہی یعنے
مصلحت کیواسطے ہی سو اگر وہان تامل مین مصلحت نہو تو اوسکا امر بالانفاق نافذ نہین کذا فی الفتح بحثا ۞ وله منعها من ربها لیاخذ النفقة فان هلکت بعد حبسه
سقطت وقبله لا ۞ اور ملتقط کو جائز ہی نہ دینا لقطہ کا مالک کو نفقہ لینے کے واسطے پہر اگر لقطہ ہلاک ہو گیا بعد حبس ملتقط کے تو نفقہ ساقط ہو گیا اور قبل حبس ہلاکی سے ساقط نہین
ولا یدفعها الی مدعیها جبراً علیه بلا بینة ۞ اور ملتقط لقطہ نہ دی اوسکے مدعی کو زبردستی بدون گواہی کے یعنی در صورت تصدیق ملتقط کو دینے کا اختیار ہی فان
بین علامتها حل الدفع بلا جبر وکذا ان صدقه مطلقاً بینا او لا وله اخذ کفیل الا مع البینة فی الاصح نهایه ۞ پہر اگر مدعی نے کوئی علامت

لقطہ کی بیان کی اور موافق پڑی تو دینا جائز ہی بلاجبر اور اسیطرح جائز ہے دینا اگر ملتقط نے مدعی کی تصدیق مطلقاً کی خواہ اوس نے علامت بیان کی ہو یا نہ بیان
کی ہو اور جائز ہی ملتقط کو ضامن لینا مدعی سے مگر گواہی کے ساتھہ جائز نہیں قول اصح مین کذا فی النہایۃ التقط لقطۃ فضاعت منہ ثم وجدہا فی ید غیرہ فلا
خصومۃ بینہما بخلاف الودیعۃ مجتبی و نوازل لکن فی السراجیۃ الصحیح ان لہ الخصومۃ لان یدہ احق ایک شخص نے لقطہ اوٹھایا سو ضائع ہو گیا اوسکو پایا
پھر اوسکو پایا غیر کے ہاتھہ مین تو دونون مین خصومت نہین یعنی ملتقط اول کو مطالبہ نہین بخلاف ودیعت کے کذا فی المجتبی والنوازل لیکن سراجیہ مین صحیح قول یہہ ہی کہ
اوسکو خصومت کرنا درست ہے اسواسطے کہ اوسکا ہاتھہ زیادہ تر حقدار ہی بسبب سبقت کی علیہ دیون و مظالم جہل اربابہا وایس من علیہ ذلک من معرفتہم
فعلیہ التصدق بقدرہا من مالہ وان استغرقت جمیع مالہ ہذا مذہب اصحابنا لا نعلم بینہم خلافا لمن فی یدہ عروض لا یعلم مستحقیہا
اعتبارا للدیون بالاعیان ایک شخص پر ایسے دیون اور مظالم ہین جنکے لوگ معلوم نہین اور جسپر یہہ دیون اور مظالم ہین وہ اونکی پہچان سے ناامید ہو گیا تو اوسپر تصدق
واجب ہی اوسکے برابر اپنے خاص مال سے اگرچہ اوسکا تمام مال اسمین کھپ جاوے یہہ مذہب ہے ہمارے اصحاب کا اسمین اونکا اختلاف ہمکو معلوم نہین چنانچہ جسکے ہاتھہ مین ایسے جنس
اور اسباب ہین جنکے مستحق معلوم نہین تو اوسپر تصدق واجب ہے دیون کا اعتبار عینی اسباب پر کرکے ہم مظالم یعنی سرقہ یا غصب اور اگر اصحاب دیون اور مظالم یا اونکے وارث
معلوم ہون تو بری الذمہ نہوگا دنیا اور آخرت مین بدون اونکے دینے کے اور اسیطرح اگر اونکی معرفت کی توقع ہو تو تصدق جائز نہین اور تصدق سے یہہ مراد نہین
کہ اونکی تصدق کا ثواب اونکے اصحاب کو ہوگا اسواسطے کہ تصدق کیواسطے اونکا اذن ثابت نہین بلکہ مراد یہہ ہے کہ تصدق خدا کے نزدیک ذخیرہ ہی حق تعالی سے امید ہے
کہ اوسکے خصمین کو اسکے سبب سے راضی کر دیگا کذا فی الطحطاوی ومتی فعل ذلک سقط عنہ المطالبۃ من اصحاب الدیون فی العقبی عتبی اور جب کہ یہہ تصدق
کریگا تو اوسپر سے مطالبہ اصحاب دیون کا آخرت مین ساقط ہوگا کذا فی المجتبی طحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ واللہ اعلم یہہ ہے کہ دیون اور مظالم مذکورہ مال ضائع کی
مانند ہین اور فقرا اوسکے مصرف ہین درصورتیکہ معلوم نہوئے مستحقین کے اور ادائی دین مین حق تعالی کو اوسکی صدق نیت معلوم ہے اور توبہ سے ارتکاب ظلم کا گناہ ساقط
ہوگا واللہ تعالی اعلم فی الملتقط وجد لقطۃ وعرفہا ولم یرد بہا فانتفع بہا لفقرہ ثم ایسر یجب علیہ ان یتصدق بمثلہ اور ملتقط مین ہے کہ
ایک شخص نے پایا لقطہ اور اوسکی تعریف کی اور اوسکے مالک کو نہ دیکھا سو اوس سے منتفع ہوا اپنی محتاجی کے سبب سے پھر مقدور اوسکو ہوا تو واجب ہے اوسپر خیرات کرنا
اوسکے مانند یعنی بعوض اوسکے مات فی البادیۃ جاز لرفیقہ بیع متاعہ ومرکبہ وحمل ثمنہ الی اہلہ ایک شخص مر گیا جنگل مین تو اوسکے رفیق کو اوسکے
اسباب اور سواری کا بیچنا اور قیمت اوسکی اوسکے لوگونکو پہونچانا جائز ہی مرشد طلبہ جنگل بعید ہو وطن سے والا بعینہ اوسکا اسباب پہونچانا چاہئے حطب وجد فی
الماء ان لہ قیمۃ فلقطۃ والا فحلال لاخذہ کسائر المباحات الاصلیۃ درر لکڑی پانی مین پائی اگر وہ قیمت والی ہے تو وہ لقطہ ہی اور اگر قیمتی نہین تو
اوسکے لینے والیکو حلال ہے چنانچہ باقی مباحات اصلیہ کا لینا حلال ہے کذا فی الدرر وفی الحاوی غریب مات فی بیت انسان ولم یعرف وارثہ فترکتہ
کاللقطۃ ما لم یکن کثیرا فلبیت المال بعد الفحص عن ورثتہ سنین فان لم یجدہم فلہ لو فقیرا اور حاوی مین ہے کہ مسافر مر گیا ایک انسان کے گھر مین اور وہ
اوسکے وارث کو نہین جانتا کہ کہان ہے تو اوسکا متروکہ لقطہ کے مانند ہی حکم مین جبتک زیادہ نہو اور اگر زیادہ ہوگا تو بیت المال کے واسطے ہی بعد تلاش کرنے اوسکے وارثونکے
چند سال تک سو اگر وارثون کو نہ پایا تو وہی انسان اوسکو لیگا اگر وہ معسر ہو یعنی فقیر مترجم یہہ تصریح ہی اسکی جو لقطہ کی تشبیہ سے مفہوم ہوا فی شرح الوہبانیۃ حمام اختلط
بما اہلی لغیرہ لا ینبغی لہ ان یأخذہ وان اخذ طلب صاحبہ لیردہ علیہ لانہ کاللقطۃ فان فرخ عندہ فان کانت الام غریبۃ لا یتعرض لفرخہا لانہ
ملک الغیر وان الام لصاحب المحضنۃ والغریب ذکر فالفرخ لہ ولو لم یعلم ان بیرجہ غریبا لا شیء علیہ ان شاء اللہ تعالی کبوتر نکا برج ہی جسمین
اونکو رہنے کا مکان ہی جسمین غیر کے پالو کبوتر رل مل گئے تو لائق نہین صاحب مکان کو اوسکا لینا اور اگر لے تو بواسطے تعریف کے اوسکے مالک کو طلب کرنا اوسکو پھیر دینا واسطے
کہ وہ لقطہ کی مانند ہے سو اگر غیر کے کبوتر نے بچہ دیا سو اگر ان مسافر ہو تو مالک مکان اوس سے متعرض نہو کہ غیر کی ملک ہی اسواسطے کہ جانور کا بچہ ماں کا تابع ہوتا ہی اور کبوتری
اگر صاحب مکان کی ہے اور کبوتر مسافر تو بچہ مکان والیکا ہی اور اگر اوسکو معلوم نہین کہ اوسکے برج مین غیر کا مسافر کبوتر ہی تو اوسپر کچھہ گناہ نہین انشاء اللہ تعالی قلت و
اذا لم یملک الفرخ فان فقیرا اکلہ وان غنیا تصدق بہ ثم اشتراہ وہکذا کان یفعل الامام الحلوانی مین کہتا ہون اور جب مکان والا مالک بچہ کا نہوا

ف
جو بہادر اون
مجنون کا جسکے
تعداد معلوم نہ

تو اگر وہ فقیر ہی تو اوسکو کہاوی اور اگر غنی ہے تو محتاج کو تصدق کری پہر اوسکی قیمت سے خرید کری اگر چاہی شمس الائمہ سرخسی نے کہا اسیطرح ہماری استاذ شمس الائمہ حلوانی
کیا کرتے ہی کذا فی المنح من الظہیریۃ و فی الوہبانیۃ من ثمار تحت اشجار فی غیر امصار لا باس بالتناول مالم یعلم النہی صریحا او دلالۃ وعلیہا الاعتماد
اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک شخص پہلون پر ہو کر نکلا جو درختون کے نیچے پڑی ہین شہرون کے سوا دیہات مین تو اوسکے کہانے کا کچھ مضایقہ نہین جبتک نہی صریحا یا دلالۃ معلوم
نہو اور اسی قول پر اعتماد ہے شرح وہبانیہ مین ہے کہ ایک شخص درختون کے نیچے پڑے پہلون پر ہو کر نکلا تو اگر وہ شہر ہی تو اوسکا کہانا درست نہین مگر
اس شرط سی کہ معلوم ہو جاوی کہ اوسکے مالک نے مباح کر دیا ہی خواہ بتصریح اباحت ثابت ہو یا دلالت حال سے ہو اسلیے کہ شہر مین مباح کر دینے کی عادت نہین اور
اگر باغ مین ایسی پہل ہون جو سالہا سال باقی رہتے ہین اور سڑتے نہین جیسے اخروٹ اور بادام تو اوسکا لینا جائز نہین جبتک اون کا مالک معلوم ہو اور
ایسے پہل ہون جو مدت تک باقی نہین رہ سکتی تو اوسمین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ بدون ثبوت اباحت لینا جائز نہین اور بعضون نے کہا کچھ مضایقہ نہین جبتکہ
صراحۃ یا دلالۃ یا عادۃ نہی نہ معلوم ہو اور اسی قول پر اعتماد ہی اور اگر دیہات اور قریات مین ہو تو اگر پہل باقی رہنے والے ہین تو اونکا لینا بدون دریافت اذن
مالک کے جائز نہین اور اگر ایسے ہون جو باقی نہین رہتے جلد سڑ جاتے ہین تو یہ قول بالاتفاق ہی کہ اوسکا لینا درست ہی جبتک نہی نہ معلوم ہو اور اگر پہل درخت پر
ہین تو شہر اور گانون مین کہین لینا درست نہین بلا اذن مالک کے مگر یہ کہ موضع کثیر الثمار ہو اور معلوم ہو کہ ایسی جگہہ بخل نہین کرتے ہین تو اوسکو کہانا
درست ہی لیکن لادنا جائز نہین انتہی ملخصا کہا طحطاوی نے کہ اب تو نے جانا کہ شارح کا کلام مجمل ہے اور تفصیل اوسکی یہ ہے جو ہمنی مذکور کی وہ ہاے واختلاف
تقاحا من النہر جاریا + جوز دکمثری وفی الجوز منکر + اور وہبانیہ مین ہے اور سیب اور امرود کو نہر جاری سے لینا جائز ہی اور اخروٹ مین لینا جائز نہین
ہم نہر جاری کی قید اتفاقی ہی اسواسطے کہ ہر پانی کا یہی حکم ہے سیب اور امرود کا لینا بسبب جلد سڑ جانیکے جائز ہے اور اخروٹ کا نہ لینا بسبب نہ سڑنے کے اور
مالک کیواسطے رکہنا درست ہے اگر قیمتی ہو والا اپنی واسطے ہی لینا جائز ہے کذا فی الحلبی واللہ اعلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب الآبق

یہہ کتاب ہے
آبق یعنی غلام گریختہ کی احکام مین مناسبتہ عرضیۃ لہ للتلف والزوال کتاب الآبق کی مناسبت کتاب اللقطۃ وغیرہ سی عارض ہونا تلف اور زوال کا ہی لیکن لقیط اور
لقطہ مین عروض تلف باعتبار ذات کے ہی اور آبق مین باعتبار اتصاف موالی کے ہی نہ باعتبار اوسکی ذات کی والاباق انطلاق الرقیق تمردا کذا عرفہ
ابن کمال لیدخل الہارب من مؤجرہ ومستعیرہ ومودعہ ووصیہ اور اباق عبارت ہی لونڈی غلام کے چلے جانے سی از راہ شرارت اور سرکشی یہی
تعریف کی ہی ابن کمال نے اباق کی تاکہ داخل ہے آبق کی تعریف مین وہ غلام جو بہاگ گیا ہو اپنے مستاجر اور عاریت مانگ لینے اور امانتدار اور وصی کے
پاس سے ہم موجر بفتح جیم مستاجر ہے اور مودع بفتح دال ہے کذا فی الحلبی اور وصی عام ہے وصیت کی طرف سے ہو یا قاضی کی طرف سے اخذہ فرض ان خاف ضیاعہ
غلام گریختہ کا پکڑ لینا فرض ہی اگر خوف ہو اوسکے ضایع ہو جانیکا یعنی مولے کے پاس نہ پہونچنے کا اسواسطے کہ پکڑ رکہنے مین مال مسلم کا قائم رکہنا ہی وقیل مندوب لا
لنفسیہ اور حرام ہے اوسکا پکڑ لینا اپنی ذات کیواسطے ویندب اخذہ ان قوی علیہ والا فلا ندب مافی البدائع حکم اخذہ کاللقطۃ اور اوسکا
پکڑ لینا مستحب ہے اگر وہ شخص گرفتار کرنے پر قادر ہو یعنی اوسکے حفظ اور اپنے ایصال مولے پر قادر ہو اور اگر عاجز ہو تو مستحب نہین اسواسطے کہ بدائع مین ہے کہ اوسکی
گرفتاری کا حکم لقطہ کی مانند ہی فان ادعاہ آخر دفعہ الیہ ان برہن واستوثق منہ بکفیل ان شاء لجواز ان یدعیہ آخر ویحلفہ الحاکم ایضا
باللہ ما اخرجہ عن ملکہ بوجہ پہر اگر غلام گریختہ کا دوسرے شخص نے دعوی کیا تو اوسکو دیدی اگر اوسنے گواہی سی اپنا دعوی ثابت کیا اور اوس سے ضامن لے اگر چاہی
بسبب جواز اس بات کے کہ شاید اوسکا دوسرا مدعی ہو اور حاکم بہی اوس سے خدا کی یون قسم لے کہ اوسنے غلام کو اپنی ملک سے کسیوجہ سے خارج نہین کیا یعنی نہ بیع کی نہ ہبہ ہم یہہ مسئلہ
اون مسائل مین سے ہی جنمین گواہی اور قسم مجتمع ہوئی ہو اسلیے کہ ایک کا مقصود دوسرے کے مقصود کے مغایر ہی کذا فی الطحطاوی یعنی گواہی سے اثبات ملک مقصود ہی اور قسم سے
ابقاء ملک وان لم یبرہن عطف علی ان برہن واقر العبد انہ عبدہ او ذکر المدعی علامتہ وحلیتہ دفع الیہ بکفیل اور اگر مدعی گواہ نہ لایا اور غلام نے
اقرار کیا کہ وہ اوسکا غلام ہی یا مدعی نے اوسکی علامت یا اوسکی صورت شکل مطابق واقع بیان کی تو اوسکو دیدی ضامن لیکر شرح مین جو کہا وان لم یبرہن عطف ہی برہن پر تو کوئی
اشکال متصلہ نہین سمجہی طحطاوی نے علامہ نوح سی نقل کیا کہ در صورت بینہ دفع واجب ہے اور در صورت اقرار اور ذکر علامت واجب نہین فانہ انکر المولی اباقہ مخافۃ جعل الاباق حلف انہ ان

يبرهن على اباقه اوعلى اقرار المولى بذلك زيلعي سواگر مولے اوسکے بھاگنے کا منکر ہو محنتانہ دینے کے خوف سے تو خدا کی قسم کہاوے کہ وہ نہین بھاگا گر یہ گرفتار
کرنے والا گواہ لاوے اوسکے بھاگنے پر یا مولی کے بھاگ جانیکے اقرار پر تو اب قسم معتبر نہوگی کذا فی الزیلعی فان طالت المدۃ ای مدۃ المجی باعه القاضی
ولو علم مکانه لئلا ینضرر المولى بکثرۃ النفقة سواگر مولی کے آنے کی مدت دراز ہوجاوے تو قاضی اسکو بیچ ڈالے اگرچہ اوسکا مکان جانتا ہو تا مولی کا ضرر نہو
کثرت خرچ سے وحفظ ثمنه لصاحبه وامسك من ثمنه ما انفق علیه منه اور قاضی اسکی قیمت کو اوسکے مالک کیواسطے محفوظ رکھے اور رکھ لے اوسکی
قیمت سے جو خرچ ہوا اوسپر یعنی اگر بیت المال سے اوسپر خرچ ہوا تو اوتنا اوسکی قیمت سے بیت المال مین رکھے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تہا کہ شارح ثمنه کے لفظ کو
نہ لاتا اسواسطے کہ مصنف کا قول یعنی منه مغنی ہے وان جاء المولى بعده وبرهن اوعلم دفع باقی الثمن الیه اور اگر مولے بعد بیچ کے آیا اور گواہی سے اپنی
ملک ثابت کی یا علامتین بیان کرکے تو باقی قیمت اوسکو دیجاوے علم حلبی نے کہا علم بتشدید لام ہے یعنی علامت اور حلیہ مذکور کیا طحطاوی نے کہا قاموس سے یہی مطلب
بتخفیف ثابت ہوتا ہے ولا یملك المولى نقض بیعه ای بیع القاضی لانه بامر الشرع کحکمه لا ینقض اور مالک نہین مولی اوسکی بیع کے توڑنیکا اسواسطے
کہ بیع قاضی بامر شرع قاضی کے حکم کے مانند نہین ٹوٹتی قلت لکن رأیت فی معروضات المرحوم ابی السعود مفتی الروم انه صدر امر السلاطین بمنع القضاۃ
عن اعطاء الاذن ببیع عبید العسکریة وحینئذ فلا یصح بیع عبید السپاهیة فلهم اخذها من مشتریها ویرجع المشتری بثمنه علی
البائع واما فی عبید الرعایا فکذلك اذا کان بغبن فاحش والا فللرعایا الثمن وبذلك ورد الامر ایضا انتهی بالمعنی فلیحفظ فانه مهم مین
کہتا ہون مین نے دیکھا ابو سعود مرحوم مفتی روم کے معروضات مین کہ صادر ہوا حکم سلطان روم کا قاضیون کے منع کرنے مین اہل لشکر کے غلامون کی بیع کی اجازت
دینے سے اور اسوقت مین تو صحیح نہین سپاہیون کے گریختہ غلامون کی بیع تو اونکو مشتری سے لینا جائز ہے اور مشتری اوسکی قیمت بائع سے پہیرلے اور رعایا
مین بہی یہی حکم ہے جب کہ بیع صریح نقصان سے ہوئی ہو اور اگر بیع مین خسارا نہوا ہو تو رعایا کو قیمت دیکر لینا درست ہے اور یہ کہا بہی حکم سلطانی وارد ہوا ہے
انتہی جواب المفتی بالمعنے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے کہ ضروری ہے ولو زعم المولى تدبیره او کتابته او استیلادها لم یصدق فی نقضه الا ان یکون عنده
دلالة منها او یبرهن علی ذلك نهر اور اگر مولے گمان کرے اوسکے مدبر یا مکاتب ہونیکا یا لونڈی کی استیلاد کا تو اوسکی تصدیق نہوگی نقض بیع مین مگر اسوقت تصدیق
ہوگی کہ مرنے کے پس لونڈی کے پیٹ کا لڑکا ہو یا اسکے گمان پر گواہ لاوے کذا فی النهر واختلف فی الضال قیل اخذه افضل وقیل ترکه ولو علم بیته
فایصاله الیه اولی اور بہٹکے ہوئے غلام مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ اوسکا لینا افضل ہے اور بعضون نے کہا کہ چہوڑنا افضل ہے اور اگر اوسکا گھر جانتا ہو تو اوسکا
پہونچا دینا بہتر ہے ابق عبد فجاء به رجل وقال لم اجد معه شیئا من المال صدق ولا شیء علیه ایک غلام بہاگا سو اوسکو کوئی مرد پکڑ لایا اور بولا کہ
مین نے اوسکے ساتھ کچھ مال نہین پایا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور اوسپر کچھ نہین ہے ولمن رده خبر لقوله الآتی اربعون درهما الیه من مدۃ سفر فاکثر وهو ای
والحال ان الراد ولو صبیا او عبدا لکن الجعل لمولاه ممن یستحق الجعل اور جو پہیر لاوے غلام کو مولے کے پاس سفر کی مدت یا زیادہ سے حالانکہ پہیر لانیوالا اون لوگون میں سے
ہے جو محنتانہ کے مستحق ہین اگرچہ پہیر لانے والا صغیر یا غلام ہو لیکن غلام کا محنتانہ اوسکے مولی کا ہے جعل بالضم جعالہ بالکسر اور جعیلہ بروزن کریمہ بتا ہے جس سے لهذا
جعل کا ترجمہ محنتانہ کیا مستحق محنتانہ وہ شخص ہے جسکے نزدیک ... نہین اور جو اوس کا ... نے استعانت نہین چاہی شارح نے کہا ... مرد کی خبر
مصنف کا آیندہ قول اربعون درهما خبر مقدم ہے قیدبه لانه لا جعل لسلطان او شحنة او خفیر وهی یتیم وصی او من استعان به کان وجده فاخذه فلا جعل له او کان
فی عیاله وابن واحد الزوجین مطلقا زیلعی و شرنبلالیه ... وهبانیه ولوالجیه فالمستحق غیرهم مصنف نے اجرت کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ محنتانہ نہین ہے
بادشاہ اور کوتوال اور رسالدار اور یتیم کے وصی اور ... عیال دار اور جس مرد نے ... چاہی ... اگر بہاگا غلام کو پایا تو اوسکو پکڑ لینا سو ... نے کہا اچہا یا غلام کا
پہیر لانیوالا مولی کی عیال مین ہو اور احد الزوجین کا بیٹا مطلقا خواہ عیال مین ہو یا نہو کذا فی الزیلعی اور شرنبلالیہ واسطے اجر نہین کذا فی النهر والوهبانیه والولوالجیه تو استحقاق اجر
کا شخص مستثنی ہوئے طحطاوی نے کہا کہ غیر مستحق ہین اور ... سبب گیارہ ہوئے کہ احد الزوجین ... صورتین ہین یعنی زوجہ کا بیٹا ... غلام کو پہیر لاوے یا ... غلام کو لاوے
اور بحر الرائق مین عدم استحقاق کی صورتین نہین بیان ... شمار کیا ہے جبکہ وہ فرزند کی عیال مین ... اس قول مین داخل ہین کان فی عیاله اربعون درهما

فبطل صلحه فيما زاد عليها ولو بلا شرط استحسانا غلام کے پہیر لانیوالیکو اسواسطے چالیس درم محنتانہ ہے اگرچہ شرط نکی ہو مولے نے محنتانہ کی بنابر استحسان کے پہر جب محنتانہ
چالیس درم ٹہر گیا تو چالیس سے زیادہ درم پر صلح کرنا باطل ہے ہم قیاس یہ ہے کہ بدون شرط محنتانہ نہو لیکن وجہ استحسان صحابہ کرام کا اجماع ہے اصل محنتانہ پر اگرچہ اوسکی
مقدار مین خلاف ہی لیہذا مدت سفر مین چالیس درم مقرر ہوئی اور کمتر مین کمتر تاجمیع روایات مجتمع ہو جاوین کذا فی المحیط وعن الحموی ولو رد امة ولها ولد يعقل
الاباق فجعلان فقط بحر بحثا فقد اگر پہیر لایا لونڈی کو اور اوس کا ایک بیٹا ہی جو راہ کے معنی کو سمجھتا ہی تو دو محنتانے ہین کذا فی النہر بحثا وان لم يعدلها عند الثاني
لثبوته بالنص فلذا لعول عليه ارباب المتون چالیس درم محنتانہ لازم ہی اگرچہ غلام کی قیمت چالیس کی برابر نہو ابو یوسف کے نزدیک بسبب ثابت ہونے چالیس درم کے
صحابہ کرام کی نصوص سے تو اسواسطے متون فقہ کے مصنفون نے ابو یوسف ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے ان اشهد انه اخذه ليرده والا لا اى لا محنتانہ
لازم ہو اگر پہیر لانیوالے نے اسپر گواہ کیا ہو کہ اوسکو گرفتار کیا ہی سو پہنچا دینے کیواسطے اور اگر گواہ نہین کیا تو اوسکے واسطے کچہہ نہین اسواسطے کہ ترک اشہاد دلالت کرتا ہی
کہ اوسنے اپنے واسطے گرفتار کیا ولراده من اقل منها بقسطه وقيل يرضخ له برأي الحاكم اي يقدر باصطلاحهما به يفتى تاتارخانيه بحر اور اگر
پہیر لانیوالیکو واسطے کمتر مدت سفر سے محنتانہ ہی چالیس کے حساب سے اور دوسرا قول یہ ہی کہ اوسکو قدر قلیل دینا چاہیے حاکم کی تجویز سے یا اوسکی تقدیر ہو دونون کی رضامندی سے
اسی قول پر فتوی ہے. کذا فی البحر عن التاتارخانیہ ولو من المصر فيرضخ له او بقسطه كما مر اور اگر اوسکو اوسی شہر سے پہیر لایا جسمین مولے رہتا ہی تو اوسکو قدر قلیل
دینا چاہیے یا چالیس کے حساب سے جیسا کچہہ گذر گیا وام ولد ومدبر وماذون كقن في الجعل اور ام ولد اور مدبر اور عبد ماذون فی التجارۃ خالص غلام کی برابر ہی محنتانہ مین وان مات
المولى قبل وصوله اى الآبق وهو مدبر او ام ولد فلا جعل له لعتقهما بموته اور اگر مولے مر گیا غلام کو رکہنے سے پہلے اور رجال نکر دہ مدبر یا ام ولد ہی تو پہیر لانیوالیکو واسطے
محنتانہ نہین بسبب آزاد ہوجانے دونون کے مولے کی موت سے اور آزاد کے پہیر لانے مین کچہہ محنتانہ نہین وان ابق منه بعد اشهاده المتقدم لم يضمن لانه امانة حتى لو استعمل
في حاجة نفسه ثم ابق ضمن ابن ملك عن القنية اور اگر غلام بہاگ گیا پہیر لانیوالیکی پاس سے بعد اوسکے اشہاد متقدم کے تو پہیر لانیوالے پر ضمان نہین اسواسطے
کہ غلام اوسکے پاس امانت تہا اور امین بلا تعدی ضمان نہین دیتا اگر اوس شخص نے غلام کو اپنی ذاتی کام مین لگایا پہر وہ بہاگ گیا تو وہ ضمان دیگا کذا فی شرح ابن ملک عن القنیہ وفي
الوهبانية لو انكر المولى اباقه قبل قوله بيمينه ويلزم من رده قيمته مالم يبين اباقه اور وہبانیہ مین ہے کہ اگر مولے نے اوسکی بہاگنے کا انکار کیا تو اوس کا
قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھہ اور لانیوالے پر اوسکی قیمت لازم ہوگی جب تک وہ اوسکا بہاگنا نہ ثابت کرے یعنی گواہی سے یا مولے کے اقرار سے کذا فی الطحاوی وضمن
لو ابق او مات قبله مع تمكنه منه لانه غاصب اور ضامن ہوگا گرفتار کرنیوالا اگر غلام بہاگ گیا یا مرگیا قبل اشہاد کی باوجود اوسکے قادر ہونیکے اشہاد پر
اسواسطے ضامن ہوگا کہ وہ غاصب ہے ولا جعل له في الوجهين خلافا للثاني في الثاني لان الاشهاد عنده ليس بشرط فيه وفي اللقطة اور اوسکو واسطے
محنتانہ نہین دونون صورتون مین یعنی در صورت فرار بعد الاشہاد اور در صورت ترک اشہاد بخلاف ابو یوسف کے دوسری صورتمین اسواسطے کہ اونکے نزدیک گواہ کرنا
شرط نہین غلام کے محنتانہ مین اور لقطہ مین ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمین اعتراض ہے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک بعد الاشہاد کے بہی بہاگ جانیسے
محنتانہ واجب نہین تو ترک اشہاد مین بطریق اولے واجب نہوگا بلکہ اونکے نزدیک محنتانہ بدون پہونچا دینے کے واجب نہین ہان اونکے نزدیک اشہاد شرط نہین
تو بہتر تہا کہ شارح اپنے قول خلافا للثانی کو یہان سے حذف کرتا اور انه اخذه ليرده کے قول کے پاس ذکر کرتا اور محتمل ہے کہ خلافا للثانی وضمن قبلہ کیطرف راجع ہو اسواسطے کہ وہ
ضامن ہو وان ابق منه كي ولا جعل برد مكاتب لحريته يدا اور محنتانہ نہین مکاتب کے پہیر لانے پر بسبب اوسکے آزاد ہونیکے تصرف کی راہ سے وجعل عبد الرهن
على المرتهن لو قيمته مساوية للدين او اقل ولو اكثر من الدين فعليه بقدر دينه والباقي على الراهن لان حقه بالقدر المضمون منه اور محنتانہ
رہن کے غلام کا مرتہن پر ہے اگر اوسکی قیمت برابر ہو دین کے یا کمتر اور اگر قیمت زیادہ ہو دین سے تو مرتہن پر محنتانہ ہے بقدر اوسکے دین کے اور باقی محنتانہ راہن پر ہے اسواسطے
کہ اوسکا حق اوسی سے بقدر ضمان کے ہے ہم محنتانہ ہر صورت مرتہن پر ہی خواہ راہن زندہ ہو یا مردہ اسواسطے کہ موت سے رہن باطل نہین ہوجاتا کذا فی الفتح والبحر و
جعل عبد اوصى برقبته لانسان وبخدمته لآخر على صاحب الخدمة في الحال لان المنفعة له فاذا انقضت الخدمة رجع صاحبها على صاحب
الرقبة او بيع العبد فيه اى في الجعل اور محنتانہ اوس غلام کا جسکی گردن کی وصیت ایک انسان کے واسطے ہوئی ہو اور اوسکی خدمت کرنیکی وصیت دوسرے

انسان کے واسطے ہوئی ہو صاحب خدمت پر ہی فی الحال ہو اسواسطے کہ منفعت اوسیکے واسطے ہے پہر جب خدمت کی مدت منقضی ہو جاوے تو صاحب خدمت اوسکی گردن کے مالک سے تاوان لیگا۔ غلام پہر الاجارہ تاوانہ میں وجعل ماذون مدیون علی من یستعرضہ الملک فان بیع بداء بالجعل فالباقی للغرما۔ اور تاوانہ غلام ماذون مدیون کا اوس شخص پر ہے جسکی ملک اوسپر ٹہر جاوے خواہ مولی کی خواہ اون کی سو اگر وہ بیچا جاوے تو پہلی قیمت سے تاوانہ دیا جاوے اور باقی قرض خواہوں کو ملیگا۔ وجعل ابن جنی خطأ الا فی ید الاخذ علی من سیصیر لہ جیسا کہ واجب ہے تاوانہ اوس غلام کا جس نے خطا کی راہ سے جنایت کی بغیر آخذ کے ہاتہہ میں اوس پر جسکا وہ آخر کو غلام ہوگا خواہ مولے خواہ ورثہ مقتول اور اگر آخذ کے پاس جنایت کریگا تو کسی پر تاوانہ نہیں کذا فی البحر ومغصوب علی غاصبہ وا موہوب علی موہوب لہ وان رجع الواہب بعد الرد لان زوال ملکہ بالرجوع بتقصیر منہ وہو ترک التصرف اور غلام مغصوب کا تاوانہ اوسکے غاصب پر ہے اور غلام موہوب کا موہوب لہ پر اگرچہ واہب نے اوسکو پہیر لیا ہو موہوب کے پہیر دینے کے بعد ہو اسواسطے کہ زوال ملک موہوب لہ کا بسبب رجوع کی اوسکی تقصیر سے ہوا یعنی ترک تصرف سے وجعل عبد صبی فی مالہ اور صغیر کے غلام کا تاوانہ اوسکے مال میں ہے والآبق نفقتہ کنفقۃ لقطۃ کما مر اور غلام گریختہ کا خرچ لقطے کے خرچ کے مانند ہی چنانچہ گذر گیا یعنی اگر گرفتار کرنے والے نے بلا امر قاضی خرچ کیا ہو تو احسان ہے اوسکو مالک سے پہیر لے نہیں سکتا اور اوسکے اذن سے پہیر سکتا ہو بشرطیکہ قاضی نے رجوع کی شرط کر دی ہو ولہ حبسہ لدین نفقتہ اور غلام کے گرفتار کرنیوالیکو اوس کا حبس کرنا اپنی نفقہ کے دین کے واسطے درست ہے ولا یؤجرہ القاضی خشیۃ اباقہ ثانیا ولکن یحبسہ تعزیرا لہ وقیل یؤجرہ للنفقۃ وبہ جزم فی الہدایۃ والکافی اور غلام گریختہ کو قاضی اجارہ پر نہ دے اوسکے دوبارہ بہاگ جانیکے خوف سے ولیکن اسکو محبوس رکہے باعتبار تعزیر کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اوسکو اجارہ دے نفقہ کے واسطے اور اسی قول اخیر پر یقین کیا ہے ہدایہ اور کافی میں بخلاف اللقطۃ والضال وقدر فی التاتارخانیہ مدۃ حبسہ بستۃ اشہر ونفقتہ فیہا من بیت المال ثم یعد ما یبیعہ القاضی کما مر بخلاف لقطہ اور گم ہوئے غلام کے کہ اونکو قاضی اجارہ دے اور تاتارخانیہ میں مدت حبس غلام کی چہہ مہینے کے ساتہہ متعین کی ہے اور خرچ غلام کا مدت حبس میں بیت المال سے ہی پہر مدت مذکور کے بعد قاضی اوسکو بیچ ڈالے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب اللقطہ میں یعنی جسقدر بیت المال سے صرف ہوا اوسکو لیکر باقی قیمت کو مالک کیواسطے رکہہ چہوڑے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا ابق بعد البیع قبل القبض للمشتری رفع الامر للقاضی لیفسخہ غلام مذکور بہاگ گیا بعد بیع قبل القبض کے تو مشتریکو جائز ہی قاضی سے نالش کرنا تاکہ وہ بیعکو فسخ کر دے اسواسطے کہ مشتری ترد غلام کے انتظار سے متضرر ہوگا واللہ علم وہ استغفر اللہ الحلیم

کتاب المفقود

یہ کتاب ہے شخص مفقود کے احکام میں مناسبت اسکی سابق سے اسرا ہی کہ غائب اور بے نشان ہونیمین دونون برابر ہین ہو لغۃ المعدوم وشرعا غائب لم یدر حی ہو فیتوقع قدومہ ام میت اودع اللحد البلقع القفر جمعہ بلاقع فدخل الاسیر والمرتد لو لم یدر ا لحق ام لا مفقود لغت میں بمعنی معدوم ہے اور شرع میں اوس غائب کو کہتے ہین جو معلوم نہین کہ زندہ ہی کہ اوس کا آنا متوقع ہو یا مر دہ ہے کہ جنگل میدان کی لحد میں گاڑا گیا بلقع بمعنے قفر ہے یعنی زمین بے نبات اور جمع اسکی بلاقع ہے تو اس تعریف میں اہل حرب کا قیدی اور مرتد داخل رہا جو معلوم نہین کہ دار الحرب میں لاحق ہوا یا نہین ہم مصنف نے باتباع صاحب بحر الرائق جہل مکان مفقود کو اعتبار نہیں کیا اس دلیل سے کہ محیط میں مسلم اسیر اہل حرب کو جسکی حیات اور موت معلوم نہین مفقود میں شمار کیا ہی حالانکہ مکان اسکا معلوم ہے یعنی دار الحرب لیکن نقایہ اور اوسکی شرح قہستانی میں تعریف مفقود کی یون کی ہے کہ وہ غائب ہی جس کا اثر معلوم نہین یعنی حیات اور موت اور مکان اوس کا معلوم نہین اور کنز اور فتاوی عالمگیری میں بہی جہل مکان کو شرط کیا ہی اور صاحب بحر نے نص صریح سے جہل مکانی ثابت نہین کیا طحطاوی نے کہا تو معتمد یہی ٹہرا کہ جہالت مکان تعریف مفقود میں ضرور ہی وہو فی حق نفسہ حی بالاستصحاب وہذا ہو الاصل فیہ اور وہ یعنی مفقود اپنی ذات کے حق میں زندہ ہی باعتبار استصحاب کے یعنی بنظر ظاہر حال کے یہی حیات بنظر ظاہر حال کے اصل ہے مفقود کے احکام میں چنانچہ اسی اصل پر مصنف نے قول آئندہ کو متفرع کیا فلا تنکح عرسہ غیرہ ولا یقسم مالہ تو نکاح کرے اوسکی زوجہ اوسکے غیر سے اور اوس کا مال وارثون پر تقسیم کیا جاوے قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود انہ لیس لامین بیت المال نزعہ من ید من بیدہ امن منہ علیہ قبل ذہابہ کما سیجیء فعزیتکم انہ المفقین میں کہتا ہون اور مفتی ابی السعود کے معروضات میں ہے کہ جائز نہین بیت المال کے امین کو مفقود کا مال نکال لینا اوس شخص کے ہاتہہ سے جسکو

کتاب المفقود

مفقود نے اپنے مال پر امین کیا ہے جانے سے پہلے چنانچہ تلف ہوگئے اور یکا غرانة لفنیین سی ولا تفسخ اجارته اور سکا اجارہ فسخ نکیا جاوے و نصب القاضی من ای
وکیلا یاخذ حقه کغلاته و دیونه المقربها و یحفظ ماله و یقوم علیه عند الحاجة اور حاجت کیوقت منصوب کرے قاضی سکو یعنی وکیل کو جو
مفقود کا حق لیا کرے چنانچہ غلات اور اوسکے وہ دیون جن کے مدیون مقر ہین منکر نہین اور محافظت کرے اوسکے مال کی اور قائم رہے اوس پر سطرح کہ مثلا
کہیت کا کونا اور خرمن کا ہ مین جمع کرنا پہر غلہ کو بہوسی سی جدا کر کے مخزن مین رکہنا تو قیام عام ہوا حفظ سے طحطاوی نے کہا کہ عند الحاجت نصب قاضی کے
مرتبط ہی بدلیل مابعد لہذا ترجمہ سطرح کیا گیا فلوله وکیل فله حفظ ماله لا تعمیر داره الا باذن الحاکم لانه لعله مات ولا یکون وصیا تجنیس
سو اگر مفقود کے طرف سے کوئی وکیل ہو تو اوسکو اوسکے مال کی حفاظت کا اختیار ہی نہ اوسکے گہر کی تعمیر کا مگر حاکم کے اذن سے اسواسطے کہ شاید وہ مرگیا ہو اور تب
شخص اوسکا وصی نہین کذا فی التجنیس لکنه ای هذا الوکیل المنصوب لیس بخصم فیما یدعی علی المفقود من دین و ودیعة و شرکة فی عقار او رقیق
و نحو لانه لیس بمالک ولا نائب عنه وانما هو وکیل بالقبض من جهة القاضی و انه لا یملک الخصومة بلا خلاف لیکن یہ وکیل منصوب
صاحب خصومت نہین ہوسکتا اوسمین جو مفقود پر دعوی کیا جاوے از قبیل دین اور امانت اور شرکت کے زمین یا غلام وغیرہ مین اسواسطے کہ وکیل مذکور مالک نہین
اور نہ اوسکا نائب وہ تو قبض مال کا وکیل ہے قاضی کیطرف سے اور وہ خصومت کا مالک نہین بلا اختلاف ہم قاضی کے وکیل منصوب مین اختلاف نہین اسواسطے
کہ حکم علی الغائب لازم آتا ہے اور وہ جائز نہین بلکہ اختلاف ہے مالک کے وکیل مین جسکو قبض دین کے واسطے اوسنے وکیل کیا کہ وہ خصومت کا مالک ہے یا نہین تو امام کے
نزدیک وہ مالک ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک نہین کذا فی المنح ولو قضی بخصومته لم ینفذ زاد الزیلعی فی القضاء و تبعه الکمال الا بتنفیذ قاض
آخر لکن فی الخلاصة الفتوی علی النفاذ یعنی لو القاضی مجتهدا اهـ اور اگر قاضی کے وکیل منصوب کی خصومت سے کوئی قاضی حکم کرے تو اوسکا حکم نافذ نہو گا
زیادہ کیا ہے زیلعی نے کتاب القضا مین اور کمال الدین صاحب فتح القدیر اوسکا تابع ہوا ہے کہ حکم مذکور نافذ نہین مگر دوسرے قاضی کی تنفیذ سے لیکن خلاصہ مین ہے
کہ فتوی ہے حکم نافذ ہونے پر بلا شرط تنفیذ یعنی اگر قاضی مجتہد ہو نہ مقلد کذا فی النہر عن النہایہ اور فتح القدیر اور خلاصہ اور بزازیہ مین ہے کہ اگر قاضی نے مصلحت دیکہی
اور عمدا ایسا کرے تو قضا علی الغائب جائز ہے حموی نے کہا کہ ظاہر کلام علما مذکورین کا یہ ہے کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے یا قاضی غیر حنفی المذہب قضا علی
الغائب کا معتقد ہو اور حنفی المذہب تو کیونکر اوسکا اعتقاد کریگا اپنے امام کے مذہب کے مخالف اور یہ معلوم ہے کیا کہ قضا علی الغائب ہمارا مذہب مین علی الصواب ہے
اگر اوسپر غیر حنفی حکم کریگا تو اوسکے نفاذ مین دو روایتین مصحح ہین پہر اگر دوسرا قاضی اوسکو نافذ کردیگا تو اختلاف جاتا رہیگا اور اگر حنفی اوسکا حکم کرے گا تو نافذ
نہوگا اسواسطے کہ اوسکا امام اوسکا معتقد نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یبیع القاضی ما لا یخاف فساده فی نفقة ولا فی غیرها بخلاف ما یخاف
فساده فانه یبیعه القاضی و یحفظ ثمنه اور نہ بیچے قاضی مفقود کی اوس چیز کو جسکے بگڑ جانے کا خوف نہین نہ نفقہ مین بیچے نہ اوسکے غیر مین بخلاف اوس چیز کے
کہ جسکے سڑنے اور بگڑنیکا خوف ہے کہ اوسکو قاضی بیچڈالے اور قیمت اوسکی رکہہ چہوڑے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود ان القضاة و امناء
بیت المال فی زماننا مامورون بالبیع مطلقا وان لم یخف فساده فان طرح حیا فله الترک لان القضاة غیر مامورین بفسخه نعم اذا بیع بالغبن
الفاحش فله فسخه انتهی فلیحفظ مین کہتا ہون لیکن مفتی ابو السعود کے معروضات مین ہے کہ قاضی اور بیت المال کے امین سلطان روم کے طرف سے مامور ہین بیچڈالنے کی مطلقا
اگرچہ اوسکے بگڑنیکا خوف نہو پہر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو تو اوسکے واسطے قیمت ہے اسواسطے کہ قاضی مامور نہین اوسکی بیع فسخ کرنیکی ہان جب نقصان صریح سے بیع ہوئی ہو تو
اوسکو فسخ بیع کا اختیار ہے انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے و ینفق علی عرسه و قریبه ولادا وهم اصوله و فروعه اور خرچ کیا جاوے مفقود کی زوجہ اور ولادت کے قرابت
والون پر اور وہ اوسکے اصول ہین اور فروع ہم اصول اور فروع کو بشرط احتیاج اور نفقہ کی نفقہ لیگا اور زوجہ کو بلا فقر بہی چنانچہ باب النفقات مین مذکور ہو چکا ولا یفرق بینه
و بینها ولو بعد مضی اربع سنین خلافا لمالک اور تفریق نکیجاوے درمیان مفقود اور درمیان اوسکی زوجہ کے اگرچہ بعد گذرنے چار برس کے بخلاف امام مالک کے امام مالک کے
نزدیک جب گذر جاوین چار برس تک مفقود لاخبر ہو گیا تو قاضی اوسمین اور اوسکی زوجہ مین تفریق کردے پہر وہ وفات کی عدت بیٹھکر جس سے چاہے نکاح کرلے اسواسطے کہ عمر فاروق نے
یہی حکم کیا تہا اوس شخص مین جسکو جن اوٹہا لیگئے تہے ہماری دلیل یہ حدیث مرفوع ہے کہ انہا زوجته حتی یاتیها البیان یعنی مفقود کی عورت اوسکی زوجہ ہے یہان تک

کہ اوسکے پاس خبر پہونچی یعنی موت یا طلاق کی اور علی مرتضے نے کہا کہ وہ عورت مبتلا ہوئی ہے تو اوسکو صبر کرنا چاہیے تا وقتیکہ اوسکی موت معلوم ہو
یا طلاق اور یہہ اسواسطے کہ نکاح کا ثبوت معروف ہو چکا اور غیبت فرقت کی موجب نہین اور موت حیز احتمال مین ہے تو نکاح شک سے زائل نہین ہو سکتا اور عمر
رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ تعالی عنہ کے قول کیطرف آخر کو رجوع کیا ہے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مفتی ابو السعود نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر امام مالک کے
قول پر موضع ضرورت مین فتویٰ دی یعنی ضعف المذہب تو سزاوار ہے کہ لا باس بہ ۔ ومیت فی حق غیرہ فلا یرث من غیرہ حتی لو مات رجل عن
بنتین وابنٍ مفقودٍ وللمفقود بنتان وابن والترکۃ فی ید البنتین والکل مقرون بفقد الابن واختصموا للقاضی لا ینبغی له ان یحرک
المال عن موضعہ ای لا ینزعہ من ید البنتین خزانۃ المفتیین اور مفقود میت ہے اپنے غیر کے حق مین تو وارث نہوگا غیر سے یہانتک کہ اگر
ایک مرد مرگیا دو بیٹیان اور ایک مفقود بیٹا چھوڑ کر اور مفقود کی دو بیٹیان اور ایک بیٹا ہے اور ترکہ مورث کی دو بیٹیون کے ہاتھہ مین ہے اور سب لوگ مقر
بفقدان ابن میت ہین یعنی کسیکو اوسکی حیات اور موت اور مکان معلوم نہین اور اونہون نے قاضی سے نالش کی تو قاضی کو لائق نہین کہ مال کو اوسکے
مکان سے جنبش دے یعنی مال کو مورث کی بیٹیون کے ہاتھہ سے نہ نکالے کذا فی خزانۃ المفتیین ولا یستحق ما اوصی له اذا مات الموصی بل یوقف قسطه الی
موت اقرانه فی بلده علی المذهب لانه الغالب واختار الزیلعی تفویضه للامام اور مفقود مستحق نہین اوس مال کا جسکی وصیت ہوئی اوسکے واسطے
جبکہ وصیت کرنیوالا مرگیا بلکہ مفقود کی وراثت کا حصہ نگاہ رکھا جاوے اوسکے شہر والے ہمعصرون کی موت تک بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی
ہوا ہے کہ آدمی اپنے سب اقران اور امثال سے زیادہ کمتر زندہ رہتا ہے اور اختیار کیا ہے زیلعی نے تفویض اسکی امام کے واسطے یعنی حاکم جس وقت مصلحت
دیکھے تو اوسکی موت کا حکم دے ہم مقابل ظاہر مذہب کیارہ قول ہین اونمین اقل تدبر سال کی تقدیر ہے بحر الرائق مین کہا تعجب ہے مشائخ سے کہ ظاہر مذہب کے
خلاف کیونکر اختیار کرتے ہین حالانکہ مقلدین امام اعظم پر اتباع ظاہر المذہب واجب ہے وطریق قبول البینۃ ان یجعل القاضی من فی یده المال خصما
عنه او ینصب قیما تقبل علیه البینۃ نهر اور طریقہ قبول شہادت کا یہہ ہے کہ جسکے ہاتھہ مین مفقود کا مال ہے اوسکو قاضی خصم ٹھہراوے یعنی مفقود کی طرف سے
یا قاضی کسیکو اوسکا کارندہ بناکر اوسپر گواہی قبول کرے کذا فی النهر قلت وفی واقعات المفتیین لقدری افندی معزیا للقنیۃ انه انما یحکم بموته بقضاء
لانه امر محتمل فما لم ینضم الیه القضاء لا یکون حجۃ مین کہتا ہون اور قدری افندی کی واقعات المفتیین مین قنیہ سے منقول ہے کہ مفقود کی موت کا تو
حکم قاضی کی قضا سے کیا جاویگا اسواسطے کہ اوسکی موت امر محتمل ہے تو جبتک اوسکے طرف قضاء قاضی منضم نہوگی حجت نہوگی ہم اور دوسرا قول یہہ ہے کہ بعد
انقضاء مدت بلا قضاء قاضی اوسکی موت کا حکم ہوگا کذا فی القہستانی اور قہستانی قدری افندی کا قول اول پر اوسکی ترجیح کا مفید ہے قدری افندی کا نام عبد القادر
ہے کذا فی الطحطاوی فان ظهر قبله قبل موت اقرانه حیا فله ذلک القسط ہم اگر مفقود زندہ ظاہر ہو قبل مرنے اپنے ہمعصرون کے تو اوسکو وہ حصہ وراثت کا
ملیگا جو اوسکے واسطے اوٹھا رکھا گیا ہم اور یہی حکم ہے اگر وہ زندہ ظاہر ہوا بعد مدت قبل حکم قاضی کے اور اگر زندہ ظاہر ہوا بعد اوسکی موت کے حکم کے تو ظاہرا وہ
اوس میت کے برابر ہے جو زندہ ہوگیا اور مرتد کے برابر ہے جو مسلمان ہوا تو جو مال کہ وارثون کے ہاتھہ مین باقی ہوگا اوسکو وہ پاویگا اور جو مال صرف ہوگیا اوسکا
مطالبہ نہین شیخ شاہین نے کہا کہ اوسکی زوجہ اوسکو ملیگی اور اولاد زوج ثانی کو کذا فی الطحطاوی عن المفتی ابی السعود فتاوی عالمگیری تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ اگر
مفقود آیا بعد گذرنے مدت کے تو اپنی زوجہ کا وہی احق ہے اور اگر اوسکی زوجہ نے دوسرے سے نکاح کر لیا تو اوسکا اوسپر کچھہ اختیار نہین وبعده یحکم بموته فی حق ماله
یوم علم ذلک ای موت اقرانه فتعتد منه عرسه للموت ویقسم ماله بین من یرثه الآن اور بعد موت اقران کے اوسکی موت کا حکم کیا جاوے اوسکے مال کے
حق مین جسدن کہ یہہ معلوم ہو یعنی اوسکے اقران کا مرنا تو اوسیدن سے اوسکی زوجہ موت کی عدت مین بیٹھے اور اوسکا مال تقسیم کیا جاوے اون لوگون کے درمیان مین جو
اوسکے ابھی وارث ہین ہم اور جو اوسکے وارث قبل مدت کے مرگئے اونکو حصہ نملیگا گویا مفقود اب مرگیا اور اسیطرح اوسکی ام ولد اور مدبر اب آزاد ہونگی ویحکم بموته فی
حق مال غیره من حین فقده فیرد الموقوف له الی من یرث مورثه عند موته لما تعرف ان الاستصحاب وهو ظاهر الحال حجۃ دافعۃ لا مثبتۃ
اور بعد موت اقران حکم کیا جاوے مفقود کی موت کا اوسکے غیر کے مال کے حق مین جسوقت سے کہ وہ گم ہوا تو جو حصہ کہ اوسکے واسطے اوٹھا رکھا گیا تھا وہ پھیر جاویگا

ف موضع ضرورت مین امام مالک کے قول پر فتوی دینا مضائقہ نہین

اون لوگون کے طرف جو اپنی مورث کی وارث نہین اوسکی موت کے نزدیک ہو اسوا سطے کہ ثابت ہو چکا ہی علم اصول مین کہ استصحاب یعنی ظاہر الحال حجت دافعہ ہی نہ مثبتہ ہم اسیواسطے اوسکی موت کا حکم نہین اوسکے مال کے حق مین گم ہونیکے وقت سی ہو اسواسطے کہ ظاہر حال اوسکی حیات پر دلالت کرتا ہی اور وہ مقتضی ہے عدم نسبت کا ولوکان مع المفقود وارث یحجب به لم یعط الوارث شیئا وان انتقص حقه به اعطی اقل النصیبین ویوقف الباقی اور اگر مفقود کے ساتھہ ایسا وارث ہو جو محجوب ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اوس وارث کو کچھہ نہ دیا جائیگا اور اگر وارث کا حق کم ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اوسکے دو حصون مین سے اوسکو کم تر حصّہ دیا جائیگا اور باقی اوٹھار کہا جائیگا مثلا ایک شخص مر گیا دو بیٹیان اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا یا پوتی چھوڑ کر اور مال مورث کا اجنبی کے ہاتھہ مین ہے اور سب وارثون نے فقدان ابن مین اتفاق کیا پھر دونون بیٹیون نے میراث طلب کی تو اونکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ اتنا اونکا حصّہ بہر صورت متیقن ہے اور نصف باقی اوٹھار کہا جائیگا اور اولاد ابن کو کچھہ نملیگا اسواسطے کہ وہ محجوب ہین اگر مفقود زندہ ہو تو وہ میراث کے مستحق نہونگے بسبب شک کی اور اجنبی کے ہاتھہ سے مال نلیا جائیگا تاوقتیکہ اوسکی خیانت نہ ظاہر ہو کذا فی المنح والحمل وعله الفرائض ولذا احذفه القدوری وغیرہ مانند حمل کے اور حمل اس گفتگو کا فرائض ہے لہذا قدوری وغیرہ نے اوسکو بیان حذف کیا ہم یعنی اگر حمل کے ساتھہ دوسرا ایسا وارث ہی جو کسیطرح ساقط نہوتا ہو اور حمل سے متغیر نہوتا ہو تو اوسکو پورا حصّہ ملیگا بسبب اوسکے متیقن ہونیکے ہر حال مین چنانچہ اگر مورث نے ایک بیٹا اور حاملہ زوجہ چھوڑی تو زوجہ کو آٹھوان حصّہ ملیگا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل سے اوسکا حصّہ ساقط ہو جاتا ہو تو اوسکو کچھہ نہ دیا جائیگا اور اگر ایسا وارث ہو جسکا حصّہ حمل سے متغیر ہو جاتا ہو تو اوسکو اقل النصیبین ملیگا چنانچہ اگر مورث نے زوجہ حاملہ اور جدہ چھوڑی تو جدہ کو چھٹا حصہ دیا جائیگا اسواسطے کہ اوسکو تغیر نہین ہی اگر حاملہ وارث بھائی کو چھوڑا تو اوسکو کچھہ نملیگا اسواسطے کہ بھائی ساقط نہین ہوتا بیٹی سے بلکہ عصبہ ہوتا ہی اور ممکن ہی کہ حاملہ بیٹی جنے اور ساقط ہو جاتا ہی بیٹی کے سبب سے اور جائز ہی کہ حاملہ بیٹا جنے تو امر دائر ہوا سقوط اور عدم سقوط مین تو اصل استحقاق مشکوک فیہ ہوا لہذا اوسکو کچھہ نملیگا اور حمل کے واسطے ابن واحد کا حصّہ اوٹھار کہا جائیگا اسی قول پر فتویٰ ہی کذا فی المنح والطحطاوی **فرع** مسئلہ تحفہ شارح کا لیس للقاضی تزویج امة غائب ومجنون وعبدہما وله ان یکاتبهما ویبیعهما قاضی کو درست نہین شخص غائب اور مجنون کی لونڈی اور اونکے غلام کا نکاح کر دینا اور اوسکو اختیار ہی اونکو مکاتب کرنے اور بیچ ڈالنی مین اور اسیطرح اونکو اجارہ دینے مین کذا فی شرح الملتقی واللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الشرکة

یہہ کتاب ہی شرکت کے احکام مین لاخفی مناسبتها للمفقود من حیث الامانة بل قد یتحقق فی ماله عند موت مورثه پوشیدہ نہین مناسبت شرکت کی ساتھہ مفقود کے امانت کی جہت سی بلکہ کاہی شرکت ثابت ہو جاتی ہی مفقود کے مال مین اوسکے مورث کی مرنیکے وقت ہم مصنف کتاب الشرکة کو کتاب المفقود کی بعد لایا دو وجہ کی مناسبت سے ایک وجہ یہہ کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت ہوتا ہی جیسی مفقود کا مال شخص حاضر کے پاس امانت ہوتا ہی اور دوسری وجہ یہہ کہ گاہی مفقود کے مال مین شرکت متحقق ہو جاتی ہے چنانچہ اگر مفقود کا مورث مر گیا زندہ مفقود اور دوسرے وارث کو چھوڑ کر اور یہہ مناسبت انہین دونون مین مخصوص ہے اور پہلی مناسبت عام ہی دونون مین اور آبق اور لقطہ اور لقیط مین اگر لقیط کے ساتھہ مال ہو کذا فی المنح هی بکسر فسکون فی المعروف لغة الخلط سمی بها العقد لانها سببه شرکت بکسر اول وسکون ثانی بقول معروف لغت مین عبارت ہی خلط سی یعنی دو حصّون کو اسطرح ملانا کہ جدائی باقی نرہی عقد کا نام شرکت رکھا گیا ہو اسواسطے کہ شرکت سبب ہے عقد کی طحطاوی نے کہا ضمیر سببه کی عقد کیطرف راجع ہی اور بعضی نسخون مین لانها سببه ہے اور اسمین قلب ہی بلکہ لانه سببها کہنا ٹھیک ہی وشرعا عبارة عن عقد بین المتشارکین فی الاصل والربح جوهره اور اصطلاح شرع مین شرکت عبارت ہی عقد بین المتشارکین سے اصل یعنے رأس المال اور منفعت مین کذا فی الجوہرہ تو اگر منفعت مین شرکت ہو نہ رأس المال مین تو وہ مضاربت ہے اور اگر رأس المال مین ہو نہ منفعت مین تو وہ بضاعت ہی کذا فی الطحطاوی ورکنها فی شرکة العین اختلاطهما اور رکن شرکت کا شرکة العین مین دونون مالون کا ملجانا ہی یعنی دونون مالون مین ایسا اختلاط ہو کہ ایک کی تمیز دوسرے سی متعذر یا متعسر ہو اور اختلاط کی مانند خلط ہی یعنے دو مال کا ملانا اور ملانا یکسان ہے حکم مین کذا فی الحلبی وفی العقد اللفظ المفید له اور رکن شرکت کا شرکة العقد مین وہ لفظ ہی جو عقد کا مفید ہو یعنی ایجاب و قبول رکن ہی چنانچہ یون کہنا ایک شریکا کہ مین تیرا شریک ہوا فلانی فلانی چیز مین اور دوسرے شریکا یون کہنا کہ مینی قبول کیا وشرط جوازها کون الاصل قابلا للشرکة

کتاب الشرکة

اور جواز شرکت کی شرط ہونا ایک چیز کا یعنی معقود علیہ کا قابل شرکت کے ہم قابل شرکت کی قید سے وقف معین سے احتراز ہو گیا تو ملوقف کو جائز نہیں کہ غیر
مستحق وقف کو ساتھ مستحق کے شریک کرے وہی ضربان شرکۃ ملک وھی ان یملک متعدد اثنان فاکثر عینا وحفظا کثوب ھبتہ الریح فی
دارھما فانھما شریکان فی الحفظ قہستانی اور شرکت دو قسم ہے ایک شرکت ملک کی وہ یہ ہے کہ چند شخص دو ہوں یا زیادہ مالک ہوں کسی چیز موجود کے
یا مالک ہوں حفاظت کے چنانچہ ایک کپڑا ہوا نے اوڑا کر دو شخصوں کے گھر میں ڈالدیا تو وہ دونوں شریک ہیں اوسکی حفاظت میں کذا فی القہستانی اور دینا علی
ماھو الحق فلو ذم المدیون لاحدھما فللاٰخر الرجوع بنصف ما اخذہ وسیجئ متنا فی الصلح یا چند لوگ مالک ہون دین کے بنا بر اوس قول کے جو حق ہے
تو اگر مدیون ایک شریک کو دین ادا کرے تو دوسرے شریک کو نصف دین ماخوذ کا لینا جائز ہے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ کتاب الصلح کے متن میں آویگا ہم بعضوں نے
کہا کہ دین میں شرکت نہیں الا مجازا ہو اسلئے کہ دین وصف شرعی ہے کہ مملوک نہیں ہوتا اور حق یہ ہے کہ شرعا مملوک ہوتا ہے بدلیل تفریع شارح وان من
حیل اختصاصہ بما اخذہ ان یھبہ المدیون قدر حصتہ ویھبہ رب الدین حصتہ وھبانیہ اور دین کہ شریک نے لیا اوسکے اختصاص کی یہ
تدبیر ہے کہ شریک فقد کو مدیون بقدر اوسکے حصے کے ہبہ کرے اور مالک دین اوسکو اپنا حصہ ہبہ کرے کذا فی الوھبانیہ ہم ہبہ دین مجازا ہے اسقاط سے ولہذا غیر مدیون کو
ہبہ کرنا جائز نہیں بارث او بیع او غیرھما بای سبب کان جبریا او اختیاریا ولو متعاقبا کما لو اشتری شیئا ثم اشرک فیہ اٰخر منیہ یا چند شریک
مالک ہون بسبب ارث کے یا بیع کے یا سوای انکے جس سبب سے کہ ملک حاصل ہو خواہ سبب جبری ہو یا اختیاری اگرچہ ملک متعاقب ہو چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی چیز کو
خرید کیا پھر اوسمین دوسرے شخص کو شریک کر لیا کذا فی المنیہ ہم سوای ارث اور بیع کے منجملہ اسباب ملک ہبہ ہے اور صدقہ اور دو شخصوں کا غالب ہو جانا حربی کے مال پر
یا تہیہ ہبہ کر دو شخصوں کا مال مل جانا بلا قصد تخلیط یا بقصد اسطرح خلط کرنا کہ تمیز متعذر ہو یا متعسر چنانچہ گیہون کا جو میں ملا دینا ان سب صورتوں میں شرکت
املاک متحقق ہوتی ہے وکل من شرکاء الملک اجنبی فی الامتناع عن تصرف مضر فی مال صاحبہ لعدم تضمنھا الوکالۃ اور ہر شریک شرکاء ملک سے
اجنبی کے مانند ہے اوس تصرف کی امتناع میں جو مضر ہے اوسکی ساتھی کے مال یعنی شریک کے حصے میں تصرف مضر اوسکو کرنا جائز نہیں بسبب متضمن نہ شرکت الملک
کے وکالت کو ہم تصرف مضر کی ہو اسلئے قید لگائی کہ تصرف غیر مضر جائز ہے چنانچہ مشترک گھر کی چھت پر جو سنا یا مشترک زمین میں کھیتی کرنا بشرط حصول منفعت
در صورت غیبت شریک کذا فی القہستانی فصح لہ بیع حصتہ ولو من غیر شریکہ بلا اذن الا فی صورۃ الخلط لمالہما بفعلہما کحنطۃ بشعیر وکبناء
وشجر وزرع مشترک قہستانی وتمامہ فی فصل الثلاثین من العمادیۃ وحررہ فی فتاوی ابن نجیم تو صحیح ہے بیچنا اپنے حصے کا اگرچہ غیر شریک کے ہاتھ
بیچا ہو بدون اوسکے اذن کے مگر خلط کی صورت میں غیر شریک سے بیچنا بلا اذن جائز نہیں ہے جو شخصوں نے دو مال اپنے فعل اختیاری سے ملائے جیسا گیہون کو جو سے ملانا
اور چنانچہ عمارت اور درخت اور کھیتی مشترک کذا فی القہستانی اور پورا بیان اسکا عمادیہ کی تیسوین فصل میں ہے اور اسکے مانند ابن نجیم کے فتاوی میں ہے ہم خلط میں فعل
شریکین کی قید اسوجہ سے لگائی کہ اگر ایک شخص خلط کر لیگا تو وہ دوسرے کے مال کا مالک ہو جائیگا ضمان دیکر شرکت نرہیگی اگر کوئی کہے کہ خلط اور اختلاط کی صورت میں اور
انکی غیر میں کیا فرق ہے او سکا جواب یہ ہے کہ جب دو شریکون میں ابتدا سے شرکت ہوئی اسطرح پر کہ دونوں نے گیہون کو خرید کیا یا ورثہ میں پایا تو ہر دانہ
گیہون کا دونوں میں مشترک ہوا تو ہر شریک کو اپنا حصہ بیچنا شریک سے یا اجنبی سے جائز ہے بخلاف خلط اور اختلاط کے کہ اوسمین ہر دانہ پورا مملوک ہے
ایک شخص کا اوسمین دوسرے کی شرکت نہیں پھر جب غیر شریک کے ہاتھ بیچیگا تو اوسکی تسلیم پر قادر نہو گا اور حصہ شریک کو مخلوط کر کے لہذا اوسکے اذن پر
بیع موقوف ہوگی اور اگر شریک کے ہاتھ بیچیگا تو جائز ہو بسبب قدرت علی التسلیم کے جیسے اجارہ مشاع کا شریک سے جائز ہے اور ظاہر بیان شارح کا مقتضی ہے
کہ عمارت اور درخت اور زراعت مشترک من قبیل خلط ہیں اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اوسمین بیع کا متوقف ہونا شریک کے اذن پر اسلئے ہے کہ شریک کے
درخت کو اوکھاڑنے سے اور عمارت کے ڈھانے سے ضرر ہوئیگا کذا فی الطحطاوی وفیہا بعد ورقتین ان المبطحۃ کذلک لکن فیہا بعد ورقتین نحو عین
جواز بیع البناء والغرس المشترک فی الارض المحتکرۃ ولو لاجنبی قنیہ اور ابن نجیم کے فتاوی میں دو ورق کے بعد ہے کہ خربوزون کی فالیز بھی اسیطرح ہے
یعنی اوسکی بیع اجنبی سے جائز نہیں لیکن اوسی کتاب میں اور دو ورقون کے بعد جواز بیع ہے عمارت اور شجر مشترک کا جو ارض محتکرہ میں قائم ہے اگرچہ اوسکی بیع اجنبی سے کی

[illegible]

تو خبر دار ہو نام شارح نے تناقض کتاب کو پر آگاہ کر دیا اور اطمینان دل کے لائق وہ قول ہے جو اور کتب معتمدہ کے موافق ہے یعنی بیع بنا و درخت کی بغیر ... سو جائز
نہیں کذا فی الطحطاوی فلا یجوز بیعہا الا باذنہ ولو کانت الدار مشترکۃ تو جائز نہیں اشیاء مشترکہ مذکورہ کی بیع بلا اذن شریک کے اگرچہ گھر مشترک
ہو حلبی نے کہا عدم جواز بیع راجح ہے غلط الین اور اوسکے ابلہ کے طرف دار بینہما باع احدہما بیتا معینا او نصیبہ من بیت معین فللاخر ان یبطل
البیع ایک گھر مشترک ہے دو شریکوں میں ایک شریک نے ایک معین کوٹھری یا اپنا حصہ ایک معین کوٹھری سے بیچا تو دوسرے شریک کو جائز ہے کہ بیع کو باطل
کر ڈالے یعنی ہو اسطے کہ بائع کا حصہ بیع میں متحقق نہیں اس احتمال سے کہ شاید قسمت کے وقت جسکو بائع نے بیچا ہے وہ اوسکے شریک کے حصے میں پہونچان
اگر اپنا حصہ بلا تعیین مکان بیچا تو جائز ہوتا و فی الواقعات دار بین رجلین باع احدہما نصیبہ للاجنبی لم یجز لانہ لا یخلو اما ان باعہ بشرط الترک
او بشرط القلع او الہدم اما الاول فلا یجوز لانہ شرط منفعۃ للمشتری سوی البیع فصار کشرط اجارۃ فی البیع ولا یجوز بشرط الہدم
والقطع لان فیہ ضررا بالشریک الذی لم یبع اور واقعات میں ہے کہ ایک گھر مشترک ہے دو مردوں میں اون میں سے ایک نے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ بیچا
تو جائز نہیں ہو اسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا اوس نے بیع کی ہے بشرط ترک کے یعنی جیسا گھر ہے ویسا ہی بنا رہے یا بیع کی ہے بشرط قلع یا ہدم کے پہلی صورت
تو جائز نہیں ہو اسطے کہ بائع نے مشتری کی منفعت شرط کی ہے سوای بیع کے تو یہہ شرط مانند شرط اجارہ کے ہوئی بیع میں اور بشرط ہدم اور قلع بھی جائز نہیں
ہو اسطے کہ گھر کے گرانے میں اوس شریک کا ضرر ہے جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا ہے بیع مذکور سے فقط عمارت کی بیع مراد ہے چنانچہ عمادیہ میں مصرح ہے اور اگر شریک نے
اپنا تمام حصہ یعنی عمارت کو ساتھ زمین کے بیچا تو اسکے جواز کا کوئی مانع نہیں کذا فی الحلبی اور اجارہ شرط کرنا بیع میں اسطرح کہ عمارت کا حصہ بیچنے کے
وقت اوسکی زمین کا اجارہ شرط کرے تو یہہ جائز نہیں ہو اسطے کہ ادخال ایک عقد کا ہے دوسرے عقد میں و فی الفتاوی شجرۃ بین قوم باع احدہم نصیبہ
مشاعا والاشجار قد انتہت اوان القطع حتی لا یضرہا القطع جاز الشراء وللمشتری ان یقطع لانہ لیس فی القسمۃ ضرر اور فتاوی میں ہے
کہ درخت مشترک ہیں ایک قوم میں اون میں سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تعیین بیچا اور حالانکہ درختوں کے کاٹنے کا زمانہ پورا ہو چکا کہ اب مشتری اور شریک کے کاٹنا
ضرر نہیں کرتا تو خرید کرنا جائز ہے اور مشتری کو کاٹنا درست ہے اسواسطے کہ قسمت میں ضرر نہیں ہے طحطاوی نے کہا قطع مشتری بعد تقسیم درست ہے اور یہہ حکم
اون اشجار میں ہے جن میں قطع کرنا مقصود ہوتا ہے یعنی جیسے شیشم اور ساکھو اور جن درختوں سے پھل مقصود ہوتا ہے اونکا یہہ حکم نہیں وفی النوازل باع نصیبہ
من الشجرۃ بلا ارض بلا اذن شریکہ ان آوان انقطاعہا جاز البیع لانہ لا یتضرر المشتری بالقسمۃ وان لم یبلغ فسد لتضررہا اھ اور نوازل
میں ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ اشجار میں سے بدون زمین کے بلا اذن شریک بیچا اگر اوسکے قطع کا وقت ہے تو بیع جائز ہے ہو اسطے کہ مشتری کو ضرر نہوگا قسمت سے
اور اگر قطع کا وقت ہنوز نہیں ہوا بیچا تو بیع فاسد ہے بسبب ضرر پانے مشتری کے قسمت سے و فیہا باع بناءہ بلا ارض علی انہ یترک للمشتری البناء فالبیع
فاسد عمادیہ من الفصل الثلثین من مسائل الشیوع اور نوازل میں ہے کہ ایک شریک نے عمارت بدون زمین کے بیچی اس شرط پر کہ مشتری عمارت کو
چھوڑ دے یعنی بدستور سابق قائم رکھے تو بیع فاسد ہے کذا فی العمادیہ مسائل شیوع کی تیسویں فصل سے طحطاوی نے کہا اشجار اور عمارت کے دونوں مسئلے مکرر ہوگئے پہلے
فتاوی میں مذکور ہے اور دوسرے واقعات میں والاختلاط بلا صنع من احدہما فلا یجوز بیعہ الا باذنہ لعدم شیوع الشرکۃ فی کل حبۃ بخلاف نحو حمام
وطاحون وعبد ودابۃ حیث یصح بیع حصتہ اتفاقا کما بسطہ المصنف فی فتاواہ بیع مشترک کی بلا اذن شریک صحیح ہے مگر خلط اور اوس اختلاط کی
صورت میں جو بلا صنعت احد الشریکین کے حاصل ہوا تو اوسکی بیع جائز نہیں مگر باذن شریک بسبب شائع ہونے شرکت کے ہر ہر دانہ میں بخلاف مانند حمام اور چکی اور غلام
جانور مشترک کے ہو اسطے کہ اون میں سے اپنا حصہ بیچنا بالاتفاق صحیح ہے چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنے فتاوی میں ہم اختلاط بلا صنعت کی صورت یہہ ہے مثلا
کہ تھیلی پھٹ کر دراہم ملگئے یا گیہوں بیشکر گیہوں یا جو مختلط ہوگئے اور عدم شیوع شرکت عدم جواز بیع کی علت ہے خلط اور اختلاط کی دونوں صورتوں میں چنانچہ مسئلہ خلط میں
اسکی تقریر ہو چکی ثم الظاہر ان البیع لیس بقید بل المراد الاخراج عن الملک ولو بہبۃ او وصیۃ و تمامہ فی الرسالۃ المسماۃ بتحفۃ الاشیاء المشترکۃ وہی نافعۃ
لمن ابتلی بالافتاء ظاہر یہ ہے کہ مصنف کے قول مذکور میں بیع قید نہیں بلکہ بیع سے مراد اخراج ہے اپنی ملک سے اگرچہ اخراج بسبب ہبہ یا وصیت کے ہو اور پورا بیان اسکا رسالہ مبارکہ فی

مالاشیا والمشترکہ ہین ہے اور وہ رسالہ اوس شخص کو نافع ہی جو مبتلا بافتا ہو یعنی مفتی کو منفعت عظیم ہر رسالہ مبارکہ صاحب نہر الفائق کی تصنیف ہی کذا فی النہر و زاد الوانی محشی الدرر الشفعۃ ایضا فراجعہ اور وانی محشی درر غرر نے شفعہ کو بہی زیادہ کیا مگر خلط اور خلاط پر تو اوسکے طرف مراجعت کرو م حاشیہ مذکورہ کی عبارت کا یہہ مطلب ہی کہ استثنا صورت خلط او رخلاط پر یہہ اعتراض وارد ہے کہ مصنف کو لائق تہا کہ استثنا صورت شفعہ کا بہی اشارہ کرتا ہو اسلئے کہ اگر دو شخص وارث ہون زمین کے تو ایک وارث کو اپنا حصہ زمین مذکور غیر شریک سے بیچنا جائز نہین بلا اذن شریک کذا فی الطحطاوی واما الانتفاع بہ بغیبۃ شریکہ ففی بیت وخادم وارض ینتفع بالکل ان کانت الارض ینفعہا الزرع والا لا بحر بخلاف الدابۃ ونحوہا وتمامہ فی الفصل الثالث و الثلثین من الفصولین اور فائدہ لینا چیز مشترک سے اپنے شریک کی غیبت مین سو بیت اور خادم اور زمین مین تو بالکل مشترک سے منتفع ہو اگر زمین کیو زراعت فائدہ کرتی ہو اور اگر زمین کو ضرر ہو زراعت سے تو جائز نہین کذا فی البحر بخلاف جانور اور اوسکے مانند کے اور اسکا پورا بیان فصولین کی تینتیسوین فصل مین ہے م حموی نے کہا جانور مشترک پر سوار نہو بغیر اذن شریک کے ہو اسلئے کہ سواری مین تفاوت ہوتا ہی یعنی سوار کار کی سواری سے جانور کو تکلیف نہین ہو ناواقف کی سواری سے مشقت ہوتی ہے اور علمانے کہا ہی کہ مشترک لونڈی ایکدن ایک شریک کے پاس رہے اور دوسرے دن دوسرے کے پاس انتہی اب چند مسائل مہایاۃ کی بمناسبت مقام مذکور ہوتے ہین جنکو مفتی ابو السعود نے سراج سے نقل کیا ہی مہایاۃ عبارت ہی باری مقرر کرنے سے منافع مشترکہ مین اور معلوم کرنا چاہیے کہ باری باندہنا منافع مشترکہ مین جائز ہی بنابر استحسان کے اور اوسمین قاضی کا جبر جاری ہے قسمت کے مانند مگر یہہ کہ قسمت اقوی ہے استکمال منفعت مین اسواسطے کہ اوسمین منافع کا اجتماع ہی زمان واحد مین اور مہایاۃ مین اجتماع منافع علے التعاقب ہی اور مہایاۃ باطل نہین ہوتی موت سے تو وہ از قسم اجارہ اور عاریت نہین کہ اونکا بطلان ہوجاتا ہی موت سے اور جب ایک شریک طالب قسمت کا ہو تو نقض اسکا جائز ہی اور کوئی ایسا عقد نہین جسکا فسخ دوسرے کی طلب سے جائز ہو سوای مہایاۃ کے اور مہایاۃ تین قسم پر ہی ایک مہایاۃ اوس چیز مین ہی جو اصل کی قسمت کرنے سے بہی حاصل ہی اور اختلاف مستعمل سے مختلف نہین تو یہہ قسم صحیح ہی چنانچہ ایک گہر دو شخصون مین مشترک ہی سو انہون نے آپسمین یہہ قرار دیا کہ بعضے مکان مین ایک رہے اور بعضہ مین دوسرا اسمین بیان مدت کی کچہہ حاجت نہین ہر شخص کو جائز ہی کہ آپ اوسمین رہے یا اوتنا مکان اوس گہر کا کرایہ کو دے اور اگر آپسمین یہہ قرار پایا کہ ایک شخص گہر مین رہے اور دوسرا اسیطرح تو یہہ بہی جائز ہی دوسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو اوس شی کے منافع مین ہو جو اصل کی قسمت کرنے سے حاصل نہین ہو سکتی لیکن اختلاف پذیر نہین چنانچہ دو غلام مین یون قرار دیا کہ ایک غلام ایک مولی کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے مالک کی خدمت کرے اور یہہ جائز ہی صاحبین کے قول پر بسبب جائز ہونے قسمت رقیق کے اور امام اعظم اگرچہ جواز قسمت رقیق کے قائل نہین لیکن اونکے نزدیک قسمت فی المنافع جائز ہی اسواسطے کہ جنس واحد غیر مختلف ہی تیسری قسم مہایاۃ کی وہ ہی جو منافع مختلفہ مین ہو چنانچہ سواری کے دو جانورون مین یہہ بات مقرر ہو کہ ایک پر ایک شریک سوار ہو اور دوسرے پر دوسرا یا دونون جانور دونون شریکون کی سواری مین رہین تو یہہ مہایاۃ جائز نہین بسبب مختلف ہونے منفعت دواب کے اور اسیطرح ایک سواری پر باری باری سوار ہونا بہی جائز نہین بخلاف عبد واحد کے اسواسطے کہ سوار ہونا مختلف ہی باعتبار حذاقت سوار کے اور خدمت غلام کی مختلف نہین ہو اسلئے کہ غلام اپنی طاقت سے خدمت کرتا ہی مالا یطاق کا متحمل نہین ہوتا اور جانور سوار مین مجبور ہی اور اگر دو شریکون نے ایک نخل یا شجر مین یہہ مقرر کیا کہ ہر شخص ایک جانب کے پہل لیا کرے یا بکری مین ایک ہین کا ایک شخص دودہ لے اور دوسرے ہین دوسرا شریک لے تو یہہ جائز نہین اسواسطے کہ مہایاۃ منافع کے ساتہہ مخصوص ہے اس سبب سے کہ اونکو بقا نہین تو قسمت دونین متعذر ہی اور پہل اور دودہ اشیائے موجودہ ہین تو بخوبی قسمت ہو سکتی ہی بعد حصول کے علاوہ اسکے اولاد اور البان متفاوت ہین اور اعیان مین قسمت جائز نہین الا بتعدیل کذا فی الطحطاوی ملخصا اور طحطاوی نے کہا فصولین کی فصل مذکور مین مذکور ہی کہ مشترک گہر مین ایک شریک رہا دوسرے شریک کی غیبت مین تو اوسے حصہ شریک غائب کا کرایہ لازم نہین اگرچہ وہ گہر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اسواسطے کہ سکونت کے حق مین مشترک گہر ہر شریک کا مملوک قرار دیا جاتا ہی علی سبیل الکمال اسواسطے کہ اگر ایسا نہو تو ہر شریک کا اوسمین داخل ہونا اور بیٹہنا اور اسباب رکہنا ممنوع ہو تو منافع ملک بالکل باطل ہوجاوین اور حالانکہ یہہ جائز نہین پس جب یہہ ٹہرا تو شریک حاضر اپنی ملک مین ساکن ہوا تو اوس سے کرایہ کیونکر ہوگا اسواسطے کہ وہ بتاویل ملک اوسمین رہا شرکۃ عقد یعنی واقعہ بسبب عقد مقابلۃ للوکالۃ اور دوسری قسم شرکت کی

فصل مہایاۃ

عقد کی شرکت ہو یعنی وہ شرکت جو واقع ہو بسبب عقد کے قابل ہو واسطے وکالت کے ورکنہا ای ماہیتہا الایجاب والقبول ولو معنی کما لو دفع لہ الفا وقال اخرج مثلہا واشتر والربح بیننا اور رکن اوس کا یعنی شرکۃ العقد کی ماہیت اور حقیقت ایجاب ور قبول ہو اگرچہ ایجاب اور قبول لفظی نہو بلکہ معنوی ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دئے اور کہا کہ تو بھی ایسے درم نکال اور اشیاء تجارت کو مول لے اور نفع ہمارے تمہارے درمیان نصفا نصف ہو ہم جبکہ دوسرے شخص نے دراہم مذکورہ کو لیا اور اوتنے دراہم اپنے پاس سے نکالے تو شرکت منعقد ہو گئی کذا فی البحر وشرطہا ای شرکۃ العقد کون المعقود علیہ قابلا للوکالۃ فلا تصح فی مباح کاحتطاب اور شرکۃ العقد کی شرط ہے ہونا معقود علیہ کا قابل وکالت کے تو صحیح نہیں شرکت امر مباح مین جیسے جنگل کی لکڑیان لینا معقود علیہ یعنی جس کام کے واسطے شرکت واقع ہوئی اوسمین قابلیت وکالت ہو اسواسطے شرط ہوئی تاکہ جس چیز کو دونون شریک حاصل کرین وہ دونون مین مشترک واقع ہو تو فاعل کے واسطے بطریق اصالت کے ہوگی اور شریک کیواسطے بطریق وکالت کے تو یہ بات مباحات مین حاصل نہوگی چنانچہ جنگل کی لکڑیان اور گھاس اور شکار مین اسواسطے کہ توکیل انمین صحیح نہین تو مباحات کو جو شخص حاصل کریگا وہی بالخصوص اوسکا مالک ہوگا نہ اوسکا شریک کذا فی شرح الزیلعی وعدم ما یقطعہا کشرط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لانہ قد لا یربح غیر المسمی وحکمہا الشرکۃ فی الربح اور شرکۃ العقد کی دوسری شرط نہونا اوسکا جو قاطع ہو شرکت کا چنانچہ شرط کر لینا دراہم معینہ کا منفعت سے واسطے ایک شریک کیواسطے اسواسطے کہ ممکن ہو کہ کبھی منفعت سوائے قدر معین کے نہو اور حالانکہ حکم شرکت کا اشتراک فی المنفعہ ہو ہم مثلا زید اور خالد شریک ہین تجارت مین اور زید نے ہزار روپیے دئیے اور خالد نے کہا کہ مجکو دو یا چار روپیہ ہر ماہ مشاہرہ دیا کرنا تو یہ شرط ناجائز ہو اور مفسد شرکت اسواسطے کہ شاید کبھی دو یا چار کے سوا منفعت نہوئی تو خالد منفعت سے بے نصیب رہا بالکل فائدہ نہوا فتاوی عالمگیری مین بدائع سے منقول ہے کہ شرکۃ العقد کی یہہ شرط ہے کہ فائدہ معلوم القدر ہو سو اگر مجہول القدر ہوگا تو مفسد شرکت ہو اور یہہ شرط ہے کہ فائدہ جزء شائع ہو فی الجملہ معین یعنی شریک ہی واسطے نصف منفعت ٹہرا لے یا تہائی سو اگر دس یا سو درم کی تعیین ہوگی تو شرکت فاسد ہو جائیگی انتہی وہی اربعۃ مفاوضۃ وعنان وتقبل ووجوہ وکل من الاخیرین یکون مفاوضۃ وعنانا کما سیجئی اور شرکۃ العقد چار قسم ہو ایک مفاوضہ دوسری عنان تیسری تقبل چوتھی وجوہ اور پچھلی دو قسمون سے مفاوضہ اور عنان بھی ہوتی ہو چنانچہ آویگا بحر الرائق مین کہا کہ زیلعی نے شرکت کو چھہ قسم کہا ہو اس اعتبار سے کہ یا شرکت بالمال ہو یا شرکت بالاعمال ہے یا شرکت بالوجوہ ہے اور ہر ایک دو قسم مین مفاوضہ اور عنان اور یہی تقسیم بہتر ہو اور اسکو طحاوی اور کرخی نے ذکر کیا ہو اسواسطے کہ چار قسم کہنا جیساکہ شارح نے کہا ہو ایہام ہوتا ہے کہ اخیرین یعنی تقبل اور وجوہ مین مفاوضہ اور عنان نہین ہوتی انتہی اور عالمگیری مین بھی اقسام ستہ مذکورہ منقول ہین فالمفاوضۃ من التفویض بمعنی المساواۃ فی کل شئ اور شرکۃ العقد یا مفاوضہ ہو اور مفاوضہ مشتق ہو تفویض سے اور تفویض بمعنی مساوات ہو یعنی ہر چیز مین برابر ہونا مشتق ہونا مفاوضہ کا تفویض سے دلالت کرتا ہو کہ مزید بھی مزید سے مشتق ہوتا ہو اور یہہ خلاف مشہور ہو کذا فی شرح الملتقی قاموس مین کہا کہ مفاوضہ عبارت ہو اشتراک سے فی کل شئ اور مساوات سے لہذا ہدایہ مین کہا چونکہ یہہ شرکت عام جمیع تجارات مین ہے اور تفویض کرتا ہو ہر شریک دوسرے کو امر شرکت کا علی الاطلاق اسواسطے یہہ عقد مسمی بمفاوضہ ہو لیکن مفاوضہ اصطلاحیہ مین ہر چیز کی مساوات لازم نہین اسواسطے کہ زیادتی ایک شریک کی دوسرے پر باعتبار زمین اور اسباب کے مضر شرکت نہین اور بعضون نے کہا کہ مفاوضہ مشتق ہو فوض سے بمعنی انتشار اور اشتہار سے ہو چونکہ یہہ عقد جمیع تصرفات کی انتشار اور ظہور پر مبنی ہو لہذا اوسکو مفاوضہ کہا ان تضمنت وکالۃ وکفالۃ لعقد الوکالۃ بالمجہول ضمنا لا قصدا شرکت یا مفاوضہ ہو اگر وہ وکالت اور ضمانت کی متضمن ہو بسبب صحیح ہونے مجہول کی وکالت کے ضمنا نہ قصدا ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ وکالت بالمجہول جائز نہین تو لازم ہو کہ شرکت مفاوضہ جائز نہو کہ مجہول الجنس کی وکالت کو متضمن ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ وکالت بالمجہول قصدا البتہ صحیح نہین لیکن ضمنا صحیح ہو چنانچہ مضاربت صحیح ہو باوجود جہالت کے اسواسطے کہ مضاربت چیز مجہول کی خرید کی توکیل عبارت ہو لیکن درضمن عقد مضاربت وتساویا مالا تصح بہ الشرکۃ اور بشرطیکہ دونون شریک اوس مال مین برابر ہون جس سے شرکت صحیح ہو ہم صحت شرکت کی قید سے عرض اور عقار خارج ہے تو اوسکی زیادتی مضر مفاوضہ نہین وکذا ربحا کما حققہ الوانی اور اسیطرح منفعت مین دونون برابر ہون جیساکہ وانی نے اسکی تحقیق کی ہو ہم وانی نے حاشیہ درر مین کہا کہ شرکت مفاوضہ عبارت ہو مساوات جمیع متعلقات شرکت سے تو یہ منفعت کی برابری کو بھی مقتضی ہے ولہذا فقہا نے اسکا تعرض نہین کیا کہ نفع

اپنی مختصر میں منجملہ شرائط صحت مفاوضہ کہا ہے کہ دونوں منفعت میں برابر ہوں بلا تفصیل کذا فی الطحاوی و تصرفاً و دیناً لا یخفی ان التساوی فی التصرف یستلزم التساوی
فی الدین اور شرح میں لکھا ہے کہ دونوں شریک برابر ہوں تصرف اور دین میں مخفی نہیں کہ تصرف میں برابر ہونا مستلزم ہے دین کی برابری کو ہم و لہذا زیلعی نے کہا
کہ بخلاف فی الدین خلاف فی التصرفات کا موجب ہے کہ کافر نے جب شراب اور سور کو خرید کیا تو مسلمان اسکی بیع پر قادر نہیں اور شرط مفاوضہ یہ ہے کہ جمیع مشتریات
شریک کی بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ وہ وکیل ہے بیع اور شراء میں اور مسلمان دونوں کی خرید پر بھی قادر نہیں و اجازها ابو یوسف مع اختلاف
الملۃ مع الکراہۃ اور ابو یوسف نے مفاوضہ جائز رکھا ہے خلاف ملت کے ساتھ بھی کراہت کو ساتھ ہو اسواسطے کہ کافر عقود جائز وسے واقف نہیں فلا تنعقد مفاوضۃ و
ان صحت عناناً بین حر و عبد و لو مکاتباً او ماذوناً و صبی و بالغ و مسلم و کافر لعدم المساواۃ تو شرکت صحیح نہیں باعتبار مفاوضہ اگرچہ صحیح ہے باعتبار عنان
درمیان آزاد اور غلام کے اگرچہ غلام مکاتب ہو یا ماذون اور درمیان صغیر اور بالغ کے اور مسلم اور کافر کے بسبب برابر ہونے دونوں کے اسواسطے کہ حر بالغ بلا
خود تصرف کا مالک ہے اور غلام اور صغیر بلا اذن ولی اور سید کے مالک نہیں و علی ہذا القیاس مسلم اور کافر تصرف میں برابر نہیں چنانچہ عنقریب کو ہو چکا و افاد انہا لا
بین صبیین لعدم اہلیتہما للکفالۃ و لا ماذونین لتفاوتہما فی قیمتہما اور مصنف نے اپنی کلام میں اشارہ کیا کہ شرکت مفاوضہ صحیح نہیں دو نابالغوں میں بسبب
انکی عدم اہلیت کے واسطے کفالت کے اور صحیح نہیں دو ماذون غلاموں میں بسبب متفاوت ہونے دونوں کے قیمت میں یعنی جب قیمت میں برابر نہوں تو ضمانت میں برابر نہوں گے
حالانکہ مفاوضہ میں ایک شریک کا کفیل ہونا دوسرے شریک کیواسطے ضروری ہے و کل موضع لم تصح المفاوضۃ لفقد شرطها و لا یشترط ذلک فی العنان
کان عناناً لامکان استجماع شرائطہ کما سیتضح اور جس موضع میں شرکت مفاوضہ صحیح نہوئی بسبب فقدان اسکی شرط کی اور حالانکہ وہ شرط مفقود عنان میں شرط
نہیں تو وہ شرکت عنان ہو جاتی چنانچہ مذکور ہو چکا کہ حر اور عبد اور صبی اور بالغ اور مسلم اور کافر میں مفاوضہ صحیح نہیں لیکن عنان صحیح ہے اوسکی شرائط کے جمع ہونے سے
چنانچہ شرائط عنان عنقریب واضح ہو نگی و تصح المفاوضۃ بین حنفی و شافعی و ان تفاوتا تصرفاً فی متروک التسمیۃ لتساویہما ملۃ و ولایۃ الالزام بالحجۃ
ثابتۃ اور صحیح ہے شرکت مفاوضہ درمیان حنفی اور شافعی کے اگرچہ دونوں ذبیحہ متروک التسمیہ میں متفاوت ہیں باعتبار تصرف کے بسبب برابر ہونے دونوں کے ملت میں
اور ولایت الزام کی دلیل سے ثابت ہے یعنی متروک التسمیہ کے مال غیر متقوم ہونے پر دلیل قائم ہے اور ثبوت حجت کا بوجہ اتحاد ملت اور اعتقاد کے لازم ہے اسواسطے کہ شافعی
المذہب کا یہہ گمان ہے کہ متروک التسمیہ کی خرید شافعی اور حنفی دونوں کو درست ہے اور حنفی کا یہہ زعم ہے کہ وہ دونوں کو جائز نہیں تو دونوں تصرف میں برابر ہیں اپنی اعتقاد کی
رو سے بخلاف مسلم اور ذمی کے کذا فی الیتم و لا تصح الا بلفظ المفاوضۃ و ان لم یعرفا معناها سراج او بیان جمیع مقتضیاتها ان لم یذکرا لفظها اذ العبرۃ
للمعنی لا للمبنی اور شرکت مفاوضہ صحیح نہیں مگر ذکر لفظ مفاوضہ اگرچہ شریکین اوسکے معنے کو نجانتے ہوں یا اوسکے جمیع مقتضیات کی بیان سے صحیح ہے اگر اوسکے لفظ کو ذکر
نکیا ہو اسواسطے کہ اعتبار معنی کا ہے لفظ کا اس لفظ مفاوضہ میں سلم اوسکے معنے کا اسواسطے نہ شرط ہوا کہ مرعیم محتاج نیت کا نہیں اور جمیع مقتضیات کا بیان اسطرح ہے کہ دو حر بالغ
مسلم یا ذمی دونے ایکدوسرے سے یوں کہا کہ میں تیرا شریک ہوا اپنی سب نقد مال میں بقدر تیری ملک کے بطریق تفویض عام دونوں جانب سے تجارت اور نقد اور نسیہ میں بانیکہ
ہر شخص دوسرے کا ضامن ہے کذا فی البرہان و اذا صحت فما اشتراہ احدہما یقع مشترکاً الا طعام اہلہ و کسوتہم استحساناً لان المعلوم بدلالۃ الحال کالمشروط
بالمقال و اراد بالمستثنی ما کان من حوائجہ و لو جاریۃ للوطی باذن شریکہ کما سیجئ اور جب شرکت مفاوضہ بجمیع شرائطہ کے صحیح ہوئی سو جس چیز کو کہ ایک شریک نے
خرید کیا وہ مشترک واقع ہو گی مگر اپنے اہل و عیال کا طعام اور لباس مذکور مشترک نہیں بنابر استحسان کے اسواسطے کہ جو چیز کہ بدلالت حال معلوم ہو وہ زبانی شرط کے برابر ہے اور مستثنے
طعام اور لباس سے مستثنی ہیں جمیع حاجات ضروری کا ارادہ کیا اگرچہ لونڈی خرید کی ہو وطی کیواسطے اپنی شریک کا اذن سے چنانچہ فصل آئندہ میں آیگا و گام ملی کو مانند خدمت کے اور اذن شریک کی
قید اسواسطے لگائی کہ اگر بے اجازت شریک خرید کریگا تو لونڈی مشترک ہو گی و للبائع مطالبۃ ایہما شاء بثمنہما ای الطعام و الکسوۃ و یرجع الاخر بما ادی علی المشتری بقدر
حصتہ ان ادی من مال الشرکۃ اور بائع کو قیمت طعام اور لباس کا مطالبہ جائز ہے دونوں میں سے جس سے چاہے خواہ مشتری سے بالاصالۃ خواہ اوسکے شریک سے بالکفالۃ اور دوسرا
شریک مشتری سے جو کچھ ادا کی قیمت اوس کے حصے کے بقدر ادا کی پھیر لیگا اگر شرکت کے مال سے ادا کی ہو گی ہم اور اگر اوس نے غیر شرکت کے مال سے قیمت ادا کی تو رجوع نکریگا اور شرکت مفاوضہ باطل ہو گئی اگر
مال ہو وہ اوسی جنس سے ہو جس سے شرکت صحیح ہے اسواسطے کہ اس مال کو داخل ہونیسے اوسکی ملک میں مال اوسکا زیادہ ہو گیا مساوات منشرطہ باقی نرہی اور اگر مال موروثی از جنس شرکت نہیں

چنانچہ عرض تو مفاوضہ باطل نہیں کذا فی البحر ۔ وکل دین لزم احدهما بتجارة وغصب واستقراض واستهلاك وكفالة بمال بامره لزم الآخر وكذا لو
لزمه باقراره ۔ اور جو دین کہ ایک شریک کو لازم ہوگا بسبب تجارت اور قرض لینے اور غصب اور استہلاک اور مال کی ضامنی مکفول کے حکم سے اس سے تو دوسرے
شریک کو بھی لازم ہوگا اگرچہ لزوم اوسکا شریک کے اقرار سے ہو ۔ کفالت بامر کی قید اس واسطے لگائی کہ کفالت بلا امر اوسکے شریک پر دین لازم نہیں چنانچہ کفالت
نفس میں وہ بالاجماع ماخوذ نہیں کذا فی المنتقی وشرحہ ۔ الا اذا اقر لمن لا تقبل شهادته له ولو ببينة فيلزمه خاصة كمهر وخلع وجناية وكل ما لا يصح
الشركة فيه ۔ مگر جب کہ شریک نے دین کا اقرار کیا اوس شخص کے واسطے جسکے حق میں اوسکی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصل اور فروع اور زوجہ اگرچہ زوجہ معتدہ ہو تو شریک
اوسیکو لازم ہوگا بالخصوص نہ اوسکے شریک کو چنانچہ مہر اور خلع اور جنایت اور وہ چیز جسمیں شرکت صحیح نہیں ہم زیلعی نے کہا کہ دوسرے شریک کو جنایت کی دیت
اور مہر اور خلع اور صلح قتل عمد اور نفقہ زوجات اور اتلاف لازم نہیں اس واسطے کہ یہ دین اوس چیز کے بدل ہیں جسمیں اشتراک صحیح نہیں تو یہ لازم نہیں مگر جب کہ شریک
وفائدة اللزوم انه اذا ادعى على احدهما فله تحليف الآخر ولو ادعى على الغائب له تحليف الحاضر على علمه ثم اذا قدم له تحليفه البتة
ولوالجیہ ۔ اور فائدہ لزوم دین کا یہ ہے کہ جب مدعی نے دین کا دعوی کیا ایک شریک پر تو اوسکو قسم دینا دوسرے شریک پر جائز ہے یعنی در صورت انکار و عدم بینہ اور اگر
مدعی نے شریک غائب پر دعوی کیا تو مدعی کو شریک حاضر کو قسم دینا جائز ہے اوسکے علم پر پھر جب غائب آوے تو مدعی کو اوس سے قسم لینا بالیقین جائز ہے کذا فی الولوالجیہ حاضر
کے علم پر اس واسطے قسم ہوتی ہے کہ غیر کا فعل ہے نہ اپنا بخلاف غائب کہ اوس پر بالقطع قسم ہے کہ اپنا فعل ہے ۔ وتبطل ان وهب لاحدهما او ورث ما تصح فيه
الشركة من النقد ووصل الى يده ولو بصدقة او ايصاء لفوات المساواة بقاء وهي شرط كالابتداء ۔ اور شرکت مفاوضہ باطل ہو جائیگی اگر ایک شریک نے
ہبہ یا ورثہ میں وہ چیز پائی جسمیں شرکت صحیح ہے یعنی نقد وغیرہ کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا اور حالانکہ چیز موہوب اور موروث اوسکے ہاتھ میں پہونچ گئی اگرچہ وصول
بواسطے خیرات اور کسیکی وصیت کے ہوا ہو شرکت باطل ہوگی بسبب فوت ہونے مساوات مالی کے من حیث البقاء اور حالانکہ مساوات بقائی شرط ہے مانند ابتدائی کے اس واسطے کہ
عقود غیر لازمہ میں بقا در حکم ابتدا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر کلام زیلعی اسکا مقتضی ہے کہ ہر میراث میں قبضہ ہونا شرط بطلان نہیں بلکہ جب میراث نقدین کی دین ہو ۔ لا تبطل
بقبض ما لا تصح فيه الشركة كعرض وعقار ۔ باطل نہیں ہوتی شرکت مفاوضہ اوس چیز کے قبض سے جسمیں شرکت صحیح نہیں چنانچہ اسباب اور زمین ۔ واذا بطلت بما
ذكر صارت عنانا اي تنقلب اليها ۔ اور جب کہ شرکت مفاوضہ باطل ہوگئی اوس سبب کے جو مذکور ہو چکا تو شرکت عنان ہوگئی یعنی مفاوضہ منقلب ہو کر عنان ہو گئی اسلئے کہ عنان میں
اس واسطے کہ مساوات اسمیں شرط نہیں کذا فی المنح ۔ ولا تصح مفاوضة وعنان ذكر فيهما المال والا فهما تقبل ووجوه بغير النقدين والفلوس النافقة والتبر والنقرة
اي ذهب وفضة لم يضربا ان جرى مجرى النقود التعامل بهما والا فكعرض ۔ اور صحیح نہیں شرکت مفاوضہ اور عنان سوای نقدین اور فلوس رائجہ
اور بے سکہ چاندی کی ڈلی کے جب کہ یہ بھی نقود کے معاملہ میں چلتی ہوں اور اگر بجای دراہم اور دنانیر رائج نہوں تو سونے چاندی کی ڈلی اسباب کے مانند ہے شارح نے کہا سوای
نقد وغیرہ کے شرکت مفاوضہ اور عنان صحیح نہیں جنمیں مال مذکور ہوا اور اگر مال مذکور نہیں تو مفاوضہ اور عنان در ضمن شرکت تقبل اور وجوہ ہوں گی تبر
بکسر اول اور نقرہ سے سونا اور چاندی غیر مضروب مراد ہے بطریق لف ونشر مرتب ۔ وصحت بعرض هو المتاع غير النقدين وجمعه عروض قاموس ان باع كل منهما
نصف عرضه بنصف عرض الآخر ثم عقداها مفاوضة او عنانا وهذه حيلة لصحتها بالعروض ۔ اور شرکت اموال صحیح ہے ساتھ اسباب کے اگر بیچا ہر شخص
دونوں میں سے اپنے نصف اسباب کو بعوض نصف اسباب دوسرے کے پھر دونوں شرکت کو منعقد کریں خواہ شرکت مفاوضہ خواہ عنان اور یہ حیلہ ہے واسطے صحیح ہونے
شرکۃ العقد کے اسباب سے ۔ عرض بفتح عبارت ہے اوس متاع یعنی اسباب سے جو نقدین کے سوای ہے اور بتحریک عرض بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم جب
ایک نے اپنا نصف اسباب دوسرے کے نصف اسباب سے بیچا تو دونوں قیمت میں شریک ہو گئے بشرکت ملک تو جائز نہیں ایک کو دوسرے کے حصے میں
تصرف کرنا پھر عقد سے شرکۃ المال شرکۃ العقد ہو گئی اب ہر شخص کو اپنے شریک کے حصہ میں تصرف جائز ہو گیا کذا فی المنح زیلعی نے کہا بیع کرنا بعوض نصف اسباب
شریک کے اتفاقی قید ہے اس واسطے کہ اگر بعوض دراہم بیع کر کے شرکت منعقد کریگا عوض میں تو بھی جائز ہوا اور ایک شخص کا بیع کرنا ثبوت شرکت کے واسطے کافی
ہے ۔ وهذا ان تساويا قيمة وان تفاوتا باع صاحب الاقل بقدر ما تثبت به الشركة ابن كمال فقوله بنصف عرض الآخر اتفاقي ۔ اور یہ یعنی نصف

احکام شرکت عنان

عرض کو نصف عرض سے بیچکر نا او تسوی ہی جبکہ دونون کے اسباب برابر ہون قیمت مین اور اگر قیمت مین متفاوت ہون تو بقدر قیمت ۔ والا او س بقدر ملنیا اسباب
بیع کری جس سے شرکت ہو جاوی کذا صحح ابن کمال تو مصنف کا یہہ قول کہ نصف عرض شریک سی بیع کری اتفاقی ہے ھ مثلاً ایک شخص کے اسباب کی ہزار قیمت ہی
اور دوسرے کے اسباب کی دو ہزار قیمت ہی تو صاحب اقل اپنے اسباب کی دو تہائیان بعوض ایک تہائی دوسرے کے اسباب کے بیچکر ہی تو تمام مال دونون مین
تین ثلث ہوگا دو ثلث صاحب اکثر کے اور ایک ثلث صاحب اقل کا پہر دونون شخص شرکت کو منعقد کرین تو منفعت دونون مین بقدر ملک کے ہوگی کذا فی
المنح اور جسقدر دوسرے کا اسباب یا وہ رہیگا وہ مفسد شرکت نہین ہو اسواسطے کہ ملک اسباب مبطل شرکت نہین اور نصف عرض کی قید اتفاقی ہی یا قصدی تا
مفاوضہ اور عنان دونون کو شامل رہے ہو اسواسطے کہ مفاوضہ مین تساوی شرط ہی نہ عنان مین کذا فی الطحطاوی ولا تصح بمال غائب او دین مفاوضۃ
کانت او عنانا لتعذر المضی علی موجب الشرکۃ اور شرکت صحیح نہین غائب مال اور دین سے خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان بسبب نادر ہونے موجب شرکت پر
یعنی جب دونون مال یا ایک مال حاضر نہوا تو دونون منفعت کا ہونا متعذر ہی ھ شلبی نے اتقانی سے نقل کیا کہ وقت عقد کے مال کا ہونا شرکت کی شرط نہین
بلکہ خرید کیوقت مال کا ہونا شرط ہی بسبب حصول مقصود کے واما عنان بالکسر وتفتح اور شرکت عنان کسرہ اور فتحہ عین کا بھی جائز ہی ھ اما عنان عطف ہے
اما مفاوضۃ پر یہہ بیان ہے شرکۃ العقد کی نوع ثانی کا عنان بمعنی عرض ہے یعنی پیش آیا اور سامنا ہوا سو جب ایک شریک نے دوسریکو اسکا اختیار دیا کہ خرید کری
جو اسکے سامنے آوی لہذا یہہ شرکت سے بعنان ہوئی یا عنان ماخوذ ہی عنان الفرس سی اسواسطے کہ ہر شریک نے اپنی بعض مال کی عنان تصرف دوسرے
شریک کو دی ان تضمنت وکالۃ فقط بیان لشرطہا شرکت عنان ہوتی ہی اگر متضمن ہو فقط وکالت کی یہہ بیان ہے اوسکی شرط کا ھ ظاہر قید فقط کی اسکو
مقتضی ہے کہ تضمن کفالت سی عنان منعقد نہین ہوتی لیکن اگر وکالت اور کفالت کے ساتھہ باقی شروط مفاوضہ موجود ہین تو شرکت مفاوضہ ہے والالیق یہہ ہے کہ عنان
منعقد ہوا اور فقہا کے اس قول کا کہ عنان کفالت سی منعقد نہین ہوتی یہہ مطلب ہے کہ ذکر کفالت عنان مین شرط نہین اور یہہ نہین کہ عدم کفالت شرط ہی کذا فی
البحر فتصح من اھل التوکیل کصبی معتوہ یعقل البیع وان لم یکن اھلا للکفالۃ لکونھا لا تقتضی الکفالۃ تو شرکت عنان صحیح ہی اہل توکیل سی چنانچہ
صغیر اور اوس بالغ کم عقل سے جو بیعکو سمجھتا ہی اگرچہ وہ ضمانت کی لیاقت نرکھتا ہو اسواسطے کہ شرکت عنان ضمانت کی مقتضی نہین ھ اہل توکیل رجال اور نساء اور بالغ
اور صغیر ماذون اور حر اور عبد ماذون اور مسلم اور کافر اور مکاتب سبکو شامل ہے کذا فی العالمگیریۃ تو ان سب کو آپس مین شرکت عنان صحیح ہی بل الوکالۃ قد
تصح عاما وخاصا ومطلقا ومؤقتا بلکہ شرکت عنان وکالت کی مقتضی ہی اور اسیواسطے عنان صحیح ہی عام اور خاص کر کر اور مطلق اور موقت ہو کر یعنی جو نکہ
عنان وکالت پر مبتنی ہی اور وکالت تو عام اور خاص اور مطلق اور موقت ہر طرح صحیح ہی تو عنان بھی اسیطرح صحیح ہی ومع التفاضل فی المال دون الربح و
عکسہ اور عنان صحیح ہی مال کی زیادتی کے ساتھہ بلا زیادتی منفعت اور اسکے بالعکس یعنے تفاضل منفعت نہ مال مین ھ دونون شریکون کا مال برابر ہو یا کم و بیش
اور نفع دونون مین برابر یا کم و بیش خواہ دونون تجارت کرین یا ایک پہر متوز شرکت عنان صحیح ہی لیکن اگر سب نفع ایک شخص کے واسطے مشروط ہو تو یہہ جائز
نہین کہ یہہ شرکت نرہیگی قرض ہوگیا اگر عامل کے واسطے نفع مشروط ہوا یا بضاعت ہوگئی اگر نفع صاحب مال کیواسطے مشروط ہوا کذا فی الطحطاوی عن النہر وببعض المال
دون بعض اور شرکت عنان صحیح ہی بعض مال سی نہ بعض آخر سے اسواسطے کہ مساوات عنان مین شرط نہین وبخلاف الجنس کدنانیر من احدھما ودراہم من الآخر
اور عنان صحیح ہی مخالف الجنس سے چنانچہ ایک شریک کی اشرفیان اور دوسرے شریک کے روپیہ ھ عنان مین تخصیص خلاف جنس اسکی موہم ہے کہ شرکت مفاوضہ مین
یہہ جائز نہین حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ اگر دراہم اور دنانیر قیمت مین برابر ہین تو مفاوضہ جائز ہی والا عنان صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن الحواشی وبخلاف الوصف
کبیض وسود وان تفاوتت قیمتہما اور عنان صحیح ہی مخالف وصف سے چنانچہ دراہم سفید اور سیاہ سی اگرچہ دونون کی قیمت متفاوت ہو والربح علی ما شرطا اور نفع
دونو شریکونکو شرط کے موافق ہوگا ومع عدم الخلط لاستناد الشرکۃ فی الربح الی العقد لا المال فلم یشترط مساواۃ واتحاد وخلط اور عنان صحیح ہی ساتھ
خلط نہ دونون لونکے بسبب مستند ہونے نفع کی شرکت کے عقد کیطرف نہ مال کے طرف تو مشروط نہین مساوات اور یکتا ہونا اور خلط ھ عدم مساوات التفاضل پر متفرع ہی اور
عدم یکتا ہونا مال بخلاف الجنس والوصف پر متفرع ہی اور عدم خلط مع عدم الخلط پر متفرع ہی ویطالب المشتری بالثمن فقط لعدم تضمن الکفالۃ اور فقط مشتری

مطالبہ قیمت کا کیا جاویگا نہ اوسکے شریک سے بسبب متضمن ہونے شرکت عنان کے وکالت کو ویرجع علی شریکہ بحصتہ منہ ان ادی من مالہ نفسہ ای مع
بقاء مال الشرکۃ ہو الا فالشراء لہ خاصۃ لئلا یصیر مستدینا علی مال الشرکۃ بلا اذن بحر اور شریک مشتری قیمت بحصے اپنے شریک سے بقدر اوسکے
حصے کے اگر مشتری نے قیمت ادا کی ہو اپنے ذاتی مال سے یعنی باوجود باقی رہنے مال شرکت کے اور اگر مال شرکت کا نقد باقی نہین بلکہ منجملہ اعیان اور اسباب کے ہوگیا ہو
تو خرید کرنا مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہوگا نہ شریک کے مشتری قرض کرنے والا شرکت کے مال پر بلا اذن شریک کذا فی البحر حاصل یہ ہے کہ اگر ایک
شریک نے کوئی چیز خریدی اور شرکت کا مال نقد ہنوز موجود ہے تو شریک سے قیمت بحصے بقدر اوسکے حصے کے اور اگر نقد باقی نہین بلکہ متاع اور قماش مشترک
ہی اور مشتری نے دراہم یا دنانیر سے اوسکو خرید کی تو یہ خرید فقط مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہے اسواسطے کہ اگر مشترک ہو تو لازم آوے کہ اوسنے
شرکت کے مال پر قرض کیا اور حالانکہ شریک عنان بلا اذن شریک استدانت کا مالک نہین کذا فی البحر عن المحیط وتبطل الشرکۃ بہلاک المالین او احدہما قبل
الشراء والہلاک علی مالکہ قبل الخلط وعلیہما بعدہ اور باطل ہوجاتی ہے شرکت دونون مالون کے ہلاک ہونے سے یا ایک مال کے ہلاک ہونے سے قبل خرید کے اور ہلاکی
مالک کی مال پر ہی قبل خلط کرنے دونون مالون کے اور دونون شریکون پر ہے بعد خلط کرنیکے وان اشتری احدہما بمالہ وہلک بعدہ مال الاخر قبل ان
یشتری بہ شیئا فالمشتری بالفتح بینہما شرکۃ عقد علی ما شرطا ورجع علی شریکہ بحصتہ منہ ای من الثمن لقیام الشرکۃ وقت الشراء
اور اگر ایک شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی اور بعد خرید کے دوسرے شریک کا مال ہلاک ہوگیا قبل اوسکے خرید کرنے کسی چیز کے تو جو چیز خرید ہوئی وہ مشترک ہے
دونون مین بشرکت عقد بموجب دونون کی شرط کے اور شریک مشتری اپنے شریک سے قیمت بحصے اوسکے حصے کے موافق بسبب قائم ہونے شرکت کے خرید کے وقت مین
الحاصل یہ کہ قیام شرکت علت ہے کہ مشتری بینہما کی تو اسکا ذکر کرنا ہے مستغنی نہ ہو بسبب وان ہلک مال احدہما ثم اشتری الاخر بمالہ فان صرحا بالوکالۃ فی
عقد الشرکۃ بان قالا علی ان ما اشتراہ کل منہما بمالہ ہذا یکون مشترکا فہی صدر الشریعۃ فالمشتری مشترک بینہما علی ما شرطا فی اصل مال الا الربح
الصادر ورہا شرکۃ ملک لبقاء الوکالۃ المصرح بہا اور اگر ایک شریک کا مال ہلاک ہوگیا پھر دوسرے شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی تو اگر دونون شریکون نے وکالت کی تصریح
کردی عقد شرکت مین اسطرح کہ دونون نے کہا کہ ہم شریک ہین اس شرط پر کہ دونون مین سے جو شخص اپنے اصل مال سے خرید کریگا تو وہ چیز مشترک ہے کذا فی النہر و شرح الوقایہ تو جو چیز خرید ہوئی
وہ مشترک ہوگی دونون مین بموجب انکی شرط کے یعنی اشتراک اصل مال کا ہے نہ منفعت مین بسبب باقی رہنے اوس وکالت کے جسکی تصریح ہو چکی ہے ایک
شریک کا مال ہلاک ہونے سے شرکۃ العقد باطل ہوگئی لیکن وکالت تصریحہ باقی ہے اور خرید ہوئی یہی بحکم وکالت تو اب شرکۃ الملک ہوگئی سو اب کوئی شریک دوسرے کے نصیب مین
تصرف نہین کرسکتا کذا فی النہر ویرجع بحصتہ ثمنہ والا ای ان ذکرا مجرد الشرکۃ ولم ینصا علی الوکالۃ فیہا ابن کمال فہو لمن اشتراہ خاصۃ لان الشرکۃ
لما بطلت بطل ما فی ضمنہا من الوکالۃ اور شریک مشتری اوسکی قیمت کا حصہ پھیرے والا یعنی اور اگر دونون شریکون نے فقط شرکت کو ذکر کیا ہو اور تصریح وکالت کی اتفاق
نہوا ہو کذا شرح ابن کمال تو وہ خرید ہوئی چیز اوسی شخص کی مخصوص ہوگی جسنے خرید کی ہو اسواسطے کہ شرکت جب باطل ہوگئی بسبب ہلاکی مال کے تو جو اوسکے ضمن مین وکالت تھی سو
بھی باطل ہوگئی وتفسد باشتراط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لقطع الشرکۃ کما مر اور فاسد ہوتی ہی شرکت ایک شریک کیواسطے دراہم معینہ شرط کرنے سے منفعت
سے بسبب منقطع ہونے شرکت کے چنانچہ اول باب مین گذر گیا کہ تعیین دراہم قاطع شرکت ہے مثلاً ایک شریک نے شرط کی کہ نفع مین سے سو درم دلا لیکر باقی کو تقسیم
کرینگے تو یہ شرط قطع شرکت کی موجب بعض وجوہ مین ہے کہ شاید کبھی فائدہ حاصل ہوا سوای سو درم کے تو اس صورت مین تمام نفع ایک ہی شخص کے واسطے مشروط ہوگئی
تو یہ شرکت نہ رہی قرض یا بضاعت ہوگئی کذا فی النہر والطحطاوی لا لانہ شرط لعدم فسادہا بالشروط وظاہرہ بطلان الشرط لا الشرکۃ بحر
و مصنف شرکت فاسد ہوگئی قطع شرکت سے نہ اس سبب سے کہ تعیین دراہم شرط فاسد ہی بسبب فاسد ہونے شرکت کے شروط فاسدہ سے اور ظاہر اس قول
یعنی عدم فساد شرکت بشرط فاسد و بطلان شرط پر دلالت کرتا ہے نہ بطلان شرکت پر کذا فی البحر وشرح المصنف قلت ومن ہنا صرح صدر الشریعۃ
و ابن الکمال بفساد الشرکۃ مین کہتا ہون کہ تصریح کی ہے صدر الشریعۃ اور ابن کمال نے فساد شرکت کی تعیین دراہم سے ہم معنا
نے کہا کہ شارح کا طرز بیان فہم مقصود مین موجب رکاکت کا ہوا تو اگر شارح مصنف کی عبارت سمجھے بعد یون کہتا کہ اسطرف صدر الشریعۃ اور ابن الکمال

گئی ہین اور فقہا کے اس قول سے کہ شرکت فاسد نہین ہوتی شروط فاسدہ سے صاحب بحر نے اور مصنف نے یہ سمجھا ہے کہ شرط تعیین دراہم کی باطل ہے نہ شرکت تو خوب
واضح تر ہوا ویکون الربح علی قدر المال اور ہوگا نفع بقدر مال کے یعنی در صورت اشتراط دراہم معینہ ہر شریک کو نفع بقدر مال کے ملیگا اسواسطے کہ شرکت
فاسدہ کا یہی حکم ہے ولکل من شریکی العنان والمفاوضۃ ان یستاجر من یتجر لہ او یحفظ المال اور ہر شریک کو عنان اور مفاوضہ کے دو شریکون مین سے
جائز ہے کہ نوکر رکہے اسکو جو تجارت کرے یا مال کی حفاظت کرے اسواسطے کہ یہ تاجرونکی عادت ہے ویبضع ای یدفع المال بضاعۃ بان یشترط الربح لرب
المال اور ہر شریک کو جائز ہے کہ دے مال کو بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہو نہ عامل کے واسطے ہم طحطاوی بضاعت کے یہ معنی عرفی
ہین اور باعتبار لغت کے بامعنی شریک ہے کذا فی القاموس ویودع ویعیر ویضارب لانہا دون الشرکۃ فتتضمنہا اور جائز ہے شریک کو کہ امانت رکہاوے اور عاریت
دیوے اور مال کو بطریق مضاربت کے دیوے اسواسطے کہ مضاربت شرکت سے کمتر ہے تو شرکت اسکو متضمن ہے ویوکل اجنبیا بالبیع والشراء ولو نہاہ الا المفاوض
الآخر صح نہیہ بحر اور جائز ہے شریک کو کہ شخص غیر کو بیع اور شرا کا وکیل کرے اور اگر اسکو دوسرا شریک مفاوض منع کرے توکیل سے تو اسکا منع کرنا صحیح ہے
کذا فی البحر ہم تقیید مفاوض کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ ہر شریک کی نہی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الجوہرہ ویبیع بما عز وہان خلاصہ اور جائز ہے
بیع کرنا شریک کا بعوض عزیز اور ذلیل کے کذا فی الخلاصۃ یعنی بعوض قلیل یا کثیر بیع جائز ہے ویبیعہا نسیئۃ بزازیہ اور جائز ہے بیع ادہار کذا فی
البزازیہ ویسافر بالمال لہ حمل او لا ہو الصحیح خلافا للاشباہ وقیل ان لہ حمل یضمن ولا لا ظہیریہ اور جائز ہے ہر شریک کو سفر مین لیجانا
مال کا خواہ اوسکے واسطے حمل ہو یا نہو یہی قول صحیح ہے بخلاف اشباہ اور بعضون نے کہا کہ اگر مال کے واسطے حمل ہے تو شریک پر ضمانت ہے والا نہین کذا فی الظہیریہ
ہم تفسیر الاحمل لہ مین اختلاف ہے بعضون نے کہا وہ محمول بلا اجرت ہے اور بعضون نے کہا جو ایک ہاتہ سے اوٹہ سکے کذا فی جامع الفصولین خلاصہ یہ ہے کہ سفر مین
خلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مطلقا سفر جائز ہے اسواسطے کہ اذن تصرف کا بمقتضای شرکت ثابت ہے اور شرکت علی الاطلاق صادر ہوئی اور حالانکہ مطلق
اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے مگر بدلیل ومؤنۃ السفر والکراء من راس المال ان لم یربح خلاصہ اور خرچ سفر اور کرایہ کا راس المال سے متعلق ہے اگر نفع نہو
تجارت مین کذا فی الخلاصہ ہم عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ شریک کا نفقہ اوسکی ذات اور طعام اور سالن کا راس المال مین سے ہے اور اگر نفع حاصل ہوا ہو تو نفقہ
محسوب لا یملک الشریک الشرکۃ الا باذن شریکہ جوہرہ مالک نہین شریک غیر کو شریک کرنیکا مگر اپنے شریک کی اجازت سے کذا فی الجوہرہ ہم اسواسطے شریک نہین
کر سکتا کہ شی اپنی برابر والی چیز کی متضمن نہین ہوتی بلکہ کمتر کی کذا فی الہدایہ ولا الرہن الا باذنہ او یکون ہو العاقد فی موجب الدین اور مالک نہین شریک
رہن کا مگر اپنے شریک کی اذن سے یا یہ کہ راہن وہی عاقد ہو موجب دین مین ہم یعنی شریک نے کوئی چیز مول لی اور بعوض اوسکی قیمت کے کوئی چیز شرکت کے مال سے رہن رکہی تو جائز
ہے اور جیسے رہن جائز نہین ایسے ہی ارتہان بہی جائز نہین الا در صورت ولایت عقد کذا فی الطحطاوی من البحر والنہر وحینئذ فیصح اقرارہ بالرہن والارتہان
سراج اور اسوقت مین یعنی جب کہ راہن وہی عاقد ہو تو صحیح ہے اوسکا اقرار رہن اور ارتہان کا کذا فی السراج ولا الکتابۃ ولا الاذن بالتجارۃ وتزویج الامۃ
وہذا کلہ لو عنانا اما المفاوض فلہ کل ذلک اور مالک نہین شریک غلام کے مکاتب کرنیکا اور اوسکو تجارت کے اذن دینے کا اور لونڈی کے نکاح کر دینے کا اور
یہ سب جو مذکور ہوا اوسوقت ہے جب کہ وہ شریک عنان ہو اور شریک مفاوض کو تو یہ سب کچہ جائز ہے ولو فاوض ان باذن شریکہ جاز والا انعقد عنانا
بحر اور اگر شریک مفاوض غیر کو شریک مفاوض بناوے اگر یہ اپنے شریک کے اذن سے ہے تو جائز ہے اور نہین تو شرکت عنان منعقد ہو جاویگی کذا فی البحر اسواسطے
کہ عنان کمتر ہے مفاوضہ سے اور شی اپنی کمتر کی متضمن ہوتی ہے ولا یجوز لہما ای عنان ومفاوضۃ تزویج العبد ولا الاعتاق و
لو علی مال اور جائز نہین دونون شریکون کو عنان اور مفاوضہ مین تزویج غلام کی اور نہ اوسکا آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ عتاق بعوض مال کے
ولا الہبۃ ای الثوب والنقد فلو وہب فی حصۃ شریکہ وجاز فی نحو لحم وخبز وفاکہۃ اور نہ شریکون کو ہبہ کرنا جائز ہے یعنی کپڑا اور
نقد کو ہبہ کرنا صحیح نہین اور اگر ہبہ کریگا تو اپنے شریک کے حصے مین جائز نہوگا اور جائز ہے ہبہ کرنا گوشت اور روٹی اور میوہ کا خلاصہ یہ ہے کہ چاندی
سونا اور کپڑا ہبہ کرنا درست نہین اور ماکولات کا ہبہ درست ہے ولا القرض الا باذن شریکہ اذنا صریحا فیہ سراج اور نہ قرض دینا جائز ہے مگر اپنے شریک کے

اون سے ایسا اذن جو صریح ہی قرض میں کذا فی السراج وفیہ اذا قال لہ اعمل برأیک فلہ کل التجارۃ الا القرض والھبۃ اور سراج میں ہے جب کہ
ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو اوسکو اس قول سے ہر تجارت جائز ہے سوای قرض دینے اور ہبہ کرنے کے یعنی اس قول سے
رہن اور ارتہان اور سفر اور خلط مال اور غیر کے مال سے شرکت کرنا جائز ہے مگر قرض اور ہبہ درست نہیں کذا فی البحر وکذا کل ما کان اتلافا للمال
او کان تملیکا للمال بغیر عوض لان الشرکۃ وضعت للاسترباح وتوابعہ وما لیس کذلک لا ینتظمہ عقدھا اور اسیطرح قرض کے مانند ہے
جس میں مال تلف ہوتا ہو یا تملیک مال ہو بغیر عوض کے اسواسطے کہ شرکت موضوع ہی واسطے طلب منفعت اور توابع منفعت کے اور جو کام ایسا نہیں اسکو عقد شرکت
منتظم نہیں وصح بیع شریک مفاوض ممن ترد شہادتہ لہ کابنہ وابیہ وینفذ علی المفاوضۃ اجماعا اور صحیح ہے شریک مفاوض کی بیع اوس شخص سے
جسکی گواہی اوسکے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اوسکا بیٹا اور باپ اور یہہ بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ ہوگی بالاجماع لا یصح اقرارہ بدین فلا ینفذ علی
المفاوضۃ عندہ لا بزازیۃ صحیح نہیں اوسکا اقرار دین کا تو یہہ اقرار نافذ نہوگا مفاوضہ پر امام اعظمؒ کے نزدیک کذا فی البزازیۃ یعنی اگر شریک مفاوض نے
مثلا اقرار کیا کہ میں نے اپنے بیٹے یا باپ سے قرض لیا ہے تو یہہ اقرار غیر صحیح شرکت میں جاری نہوگا وفی الخلاصۃ اقر شریک العنان بجاریۃ لم یجز فی
حصۃ شریکہ اور خلاصہ میں ہے اقرار کیا شریک عنان نے ایک لونڈی کا تو جائز نہیں اوسکے شریک کے حصے میں یعنے ایک شریک کے پاس شرکت کی لونڈی ہے
اوسنے اقرار کیا کہ یہہ لونڈی فلانی شخص کی ہے تو یہہ اقرار اوسکے شریک کے نصیب میں جائز نہیں کذا فی العالمگیریۃ عن قاضیخان ولو باع احدھما لیس
للاخر اخذ ثمنہ ولا الخصومۃ فیما باعہ او ادانہ اور اگر ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو اوسکی قیمت لینا جائز نہیں اور نہ اوسکی بیع اور ادانت میں خصومت
جائز ہے یعنی جس مال کو شریک نے بطریق دین دیا اوسمیں شریک ثانی خصومت نہیں کر سکتا وھو ای الشریک امین فی المال فیقبل قولہ بیمینہ فی مقدار الربح والخسران
والضیاع والدفع لشریکہ ولو ادعاہ بعد موتہ کما فی البحر مستدلا بما فی وکالۃ الولوالجیۃ کل من حکی امرا لا یملک استینافہ ان فیہ ایجاب الضمان
علی الغیر لا یصدق وان فیہ نفی الضمان عن نفسہ صدق انتہی فلیحفظ ھذا الضابط اور وہ یعنے شریک خواہ شریک عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی الطحطاوی امانتدار ہی مال میں تو
اوسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھہ مقدار منفعت اور نقصان اور راس المال کے ضائع ہونے اور اپنے شریک کو دینے میں اگرچہ اسکا دعوی کیا اپنے شریک کی موت کے بعد چنانچہ
بحر الرائق میں ہے وکالت ولوالجیہ سے استدلال کرکے کہ جس شخص نے حکایت کی اوس امر کی جسکے استیناف کا وہ مالک نہیں اگر اوسمیں ایجاب ضمان ہوتا ہو غیر پر تو اوسکی
تصدیق نہوگی اور اگر اوس حکایت میں نفی ضمان کی ہو اپنی ذات سے تو اوسکی تصدیق ہوگی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا سے یہہ ہے کہ
اگر اپنے شریک کو دینے مال کا دعوی کیا تو اوسکا قول مع الیمین معتبر ہی خواہ یہہ دعوی شریک کی حیات میں ہو یا موت میں اور ظاہر کلام ولوالجی کتاب الوکالۃ میں اسکا منفیہ ہی سو اسواسطے
کہ اونہوں نے کہا کہ اگر قبض ودیعت کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مرگیا سو وکیل نے کہا کہ مینے قبضہ کیا اسکی حیات میں اور وہ چیز ہلاک ہوگئی اور وارث اسکی منکر ہیں وکیل نے کہا کہ مینے دیدی ہے موکل کو
وہی تو اسکی تصدیق ہوگی اور اگر قبض دین کیواسطے وکیل کیا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وکیل نے دونوں صورتوں میں اوس امر کی حکایت کی جسکے استیناف کا مالک نہیں ہو وکیل بقبض ودیعت نفی ضمان کی
اپنی ذات سے حکایت کرتا ہی لہذا اوسکی تصدیق ہوگی اور وکیل بقبض دین حاکی ضمان ہی موکل پر تو اسکی تصدیق نہوگی انتہی ملخصا کذا فی النہر ویضمن بالتعدی وھذا الحکم فی الامانات اور ضامن ہوگا شریک
بسبب تعدی کی اور یہی حکم ہی امانات کا یعنی امانتدار پر ضمان نہیں مگر تعدی فی الخانیۃ التقیید بالمکان صحیح فلو قال لا تجاوز خوارزم فجاوز ضمن حصۃ شریکہ اور خانیہ میں ہے کہ قید کرنا
شرکت کا ساتھہ مکان کے صحیح ہی تو اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ خوارزم سے آگے نہ بڑھنا پھر وہ بڑھ گیا اور مال تباہ ہوا تو ضامن ہوگا اپنے شریک کے حصے کا بسبب تعدی کی وفی الاشباہ نھی احدھما
عن الخروج وعن بیع النسیئۃ صح اور اشباہ میں ہے کہ ایک شریک نے منع کی اپنے شریک کو شہر کے باہر جانے سے اور ادہار بیچنے سے تو یہہ نہی جائز ہے یعنی اگر اسکے خلاف کریگا اور مال تلف ہوگا تو ضمان دیگا
یضمن الشریک عنانا او مفاوضۃ بموتہ مجھلا نصیب صاحبہ علی المذھب والقول بخلافہ غلط کما فی نفقات الخانیۃ وسیجیٔ فی الودیعۃ خلافا للاشباہ چنانچہ ضامن
ہوتا ہی شریک اپنے شریک کے حصہ کا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی البحر مرجانے سے بلا بیان یعنی اگر ایک شخص مرگیا اور اپنے شریک کے مال کا جو اوسکے پاس ہے حال نہ بیان کیا تو اوسپر ضمان ہے بنا بر
مذہب صحیح کے اور قول اسکے مخالف یعنی عدم ضمان کا قول غلط ہی کما فی نفقات الخانیہ اور کتاب الودیعۃ میں اسکی تصریح آویگی بخلاف اشباہ کے کہ اشباہ کی کتاب الامانات میں ہے کہ احد المتفاوضین جب کہ
مرگیا اور بیان نکیا اوس مال کا جو اوسکے پاس ہے تو اوسپر ضمان نہیں طحطاوی نے کہا کہ صاحب اشباہ کا کلام مبنی علی الغلط ہی فی ۶۹ مسائل لحقہ شارح فی المحیط

فقد تم حادثتان الاولی نهاه عن البیع نسیئة فباع فاجبت بنفاذه فی حصته وتوقفه فی حصة شریکه فان اجاز فالربح لهما یعنی کہ دو حادثے
واقع ہوئے پہلا حادثہ یہ کہ ایک شریک نے دوسرے کو ادھار بیچنے سے منع کیا سو شریک نے ادھار بیچی تو میں نے جواب دیا ہے کہ نافذ ہوگا بائع کے حصے میں اور موقوف
ہوئی بیع اوسکے شریک کے حصے میں پھر اگر شریک اپنے حصے کی بیع کو جائز رکھے گا تو نفع اوسکا دونوں کے واسطے ہے یعنی اگر جائز نہ رکھے گا تو اوسکے حصے کی بیع
باطل ہے الثانیة نهاه عن الاخراج فخرج وربح فاجبت انه غاصب حصة شریکه بالاخراج فینبغی ان لا یکون الربح علی الشرط بل ینبغی مقتضاه
فساد الشرکة هذا دوسرا حادثہ یہ ہے کہ ایک شریک نے دوسرے کو منع کیا مال کو شہر کے باہر لیجانے سے سو شریک باہر نکلا یعنی مال لیکر پھر اوسکو منفعت حاصل ہوئی تو میں نے جواب دیا
کہ وہ اپنے شریک کے حصے کا غاصب ہے بسبب اخراج کے تو لائق یہ ہے کہ نفع موافق شرط کے مشترک نہو اور مقتضی اس حال کا فساد شرکت ہے کذا فی النہر یعنی اسواسطے کہ شرکت
غصب کی طرف منتقل ہوئی وفیه وتفرع علی کونه امانة ما سئل قاری الهدایة عمن طلب محاسبة شریکه فاجاب لا یلزم بالتفصیل ومثله المضارب والوصی
والمتولی فهم لقضاة زماننا لیس هو قصد بالمحاسبة الا الوصول الی سحت المحصول اور نہر الفائق میں ہے اور متفرع ہے مال شرکت کے امانت ہونے پر وہ مسئلہ
جس کا سوال ہوا قاری ہدایہ سے کہ جو شخص اپنے شریک سے محاسبہ طلب کرے تو قاری ہدایہ نے جواب دیا کہ شریک پر جواب دینا بتفصیل لازم نکیا جائیگا یعنی چونکہ شریک امین ہے تو نفع
نقصان میں اوسکا قول اجمالا مع الیمین معتبر ہوگا اور شریک کے مانند مضارب اور یتیم کا وصی اور متولی وقف ہے کذا فی النہر اور ہمارے زمانہ کے قاضیوں کو حساب لینے سے کوئی
سی کچھ ارادہ نہیں سوای حرام ملنے کے ہم حلبی نے کہا یہ سب عبارت نہر الفائق کی ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ نہر کو لاتا کہ لفظ فیه کافی ہے اور آخر میں اونہوں نے کہا ولما
تقبل وتسمی شرکة صنائع واعمال وابدان اور شرکت تقبل ہے اور اسکو شرکت صنائع اور شرکت اعمال اور شرکت ابدان بھی کہتے ہیں ہم شرکت تقبل اسواسطے
کہتے ہیں کہ ایک شریک عمل کو قبول کرتا ہے اور اپنے شریک پر ڈال دیتا ہے اور شرکت صنائع اسواسطے کہتے ہیں کہ اہل حرفہ یہ شرکت باہم کرتے ہیں اور شرکت اعمال
اور ابدان اسواسطے کہتے ہیں کہ دونوں شخص اپنے ابدان سے عمل کرتے ہیں غالبا اگرچہ دونوں کو عمل لازم نہیں ان اتفق صانعان خیاطان او خیاط وصباغ فلا یلزم
اتحاد صنعة ومکان علی ان یتقبلا الاعمال التی یمکن استحقاقها یا شرکت تقبل ہے اگر متفق ہوں دو اہل حرفہ یعنی دو درزی یا درزی اور رنگریز اس پر کہ
اون اعمال کو قبول کریں جن کا استحقاق ممکن ہے اور جب خیاط اور رنگریز کی شرکت صحیح ہوئی تو ثابت ہوا کہ اتحاد حرفہ اور اتحاد مکان شرط کا لازم نہیں شرکت میں ہم مکان
استحقاق عمل کی قید سے اون اعمال کی شرکت نکل گئی جو غیر مستحق ہیں عقد سے چنانچہ دلالی اور یہ ضرور ہے کہ عمل حلال ہو نہ حرام اور عمل قبول کرنا دونوں کا شرط نہیں بلکہ
ایک شخص کام لے اور دوسرا کام کرے یا ایک درزی کپڑا لے اور قطع کرے اور دوسرا خیاط کو دے سینے کو اسکو تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی ومنه تعلیم کتابة وقرآن
وفقه علی المفتی به اور منجملہ عمل حلال جسکا استحقاق عقد سے ممکن ہے تعلیم کتابت اور قرآن اور تعلیم فقہ ہے بموجب قول مفتی به کے ہم متاخرین کے نزدیک یہ فتوی ہے کہ
طاعت پر اجرت لینا صحیح ہے بخلاف شرکة دلالین ومغنیین وشهود محاکم وقراء مجالس وتعازی ووعاظ وسؤال لان التوکیل بالسؤال لا یصح
قنیه واشباه بخلاف دلالوں کی شرکت اور گویوں کی شرکت اور محکمہ کے گواہوں کی شرکت اور مجالس اور ماتم کے قاریوں کی شرکت اور واعظوں کی شرکت اور سائلین کی شرکت کہ اسواسطے سائلین کی
شرکت جائز نہیں کہ سوال کرنیکے واسطے وکیل کرنا صحیح نہیں کذا فی القنیة والاشباه ہم شرکت دلالین اسواسطے صحیح نہیں کہ دلالی کے عمل کا استحقاق بعقد اجارہ صحیح نہیں
بلا بیان مدت کذا فی المجتبی اور مغنی یعنی گویوں کی شرکت اسواسطے صحیح نہیں کہ غنا حرام ہے اور شرکت شہود اسواسطے جائز نہیں کہ گواہی پر اجرت لینا صحیح نہیں اور شرکت
قرآن خوانوں کی مجالس اور ماتم کے مکانوں میں بطریق قراءت زمزمہ یعنی گنگری سے پڑھنا صحیح نہیں اسواسطے کہ ممکن الاستحقاق نہیں اور شرکت واعظین بھی بسبب
عدم استحقاق کے صحیح نہیں تعازی جمع تعزیت ہے مراد ماتم جو اموات کے واسطے ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ویکون الکسب بینهما علی ما شرطا مطلقا
فی الاصح لانه لیس بربح بل بدل عمل فصح تقویمه اور ہوگا کسب دونوں شریکوں کے درمیان میں بموجب اونکی شرط کے مطلقا قول
اصح میں اسواسطے کہ کسب نفع نہیں بلکہ عمل کا بدل ہے تو اوسکی تقویم صحیح ہے ہم اگرچہ عمل بالمناصفہ مشروط ہو اور مال اثلاث یعنی ایک ثلث ایک شریک کا
اور دو ثلث دوسرے شریک کے تو بھی صحیح ہے باعتبار استحسان کے ہم اسواسطے کہ جو مال کسب سے حاصل ہوتا ہے وہ منفعت میں داخل نہیں اسواسطے کہ منفعت مولی
ہے جنس سے اجارہ کے ربت یعنی جب کہ راس المال اور منفعت ایک جنس ہوں اور حالانکہ یہاں دونوں مختلف الجنس ہیں اسواسطے کہ راس المال یہاں عمل ہے اور

ہے اور جو اس کا مالک صاحب کشتی ہے اور اوسپر جلد و کی اجرت مثل ہے ولو لیبیع علیہا البر فما کان بحمولۃ البر فللآخر اجر مثل الدابۃ ولو لا حمل
لیتقبل و للاخر بعیر کذلک بینہما عمل مثل اجر البغل و البعیر مع اور اگر ایک شخص نے اپنا جانور دوسرے کو دیا تا وہ اوسکے اوپر گیہوں لادکر بیچے تو نفع
گیہوں کے مالک کا ہے اور دوسرے کو جانور کی اجرت مثل ملیگی اور اگر ایک شخص کا خچر ہے اور دوسرے کا اونٹ تو اجرت دونوں میں منقسم ہوگی خچر اور اونٹ کی
اجرت کی مانند کذا فی النہر م صاحب نہر نے کہا ہے اسواسطے شرکت فاسد ہے کہ جانور کی منفعت مال شرکت ہونیکی لیاقت نہیں رکھتی و تبطل الشرکۃ ای شرکۃ
العقد بموت احدہما علم الآخر اولا لانہ عزل حکمی اور باطل ہو جاتی ہے شرکت یعنی شرکۃ العقد ایک شریک کے مرنیسے دوسرے شریک نے اوسکی موت
معلوم کی ہو یا نہ ہو اسواسطے کہ موت عزل حکمی ہے تو علم اوسمیں شرط نہیں موت سے شرکت اسواسطے باطل ہوگئی کہ شرکت مین وکالت ضرور ہے اور موت سے
وکالت باطل ہو جاتی ہے کذا فی المنح ولو حکما بان قضی بلحاقہ مرتدا اور موت سے شرکت باطل ہوتی ہے اگرچہ موت حقیقی ہو یا حکمی ہو اسطرح پر کہ ایک شریک کے
لحوق دار الحرب پر بحالت ارتداد مین قاضی کا حکم ہوگیا ہو و تبطل ایضا بانکارہا و بقولہ لا اعمل معک فتح اور شرکت باطل ہوتی ہے شرکت کی انکار سے اور یون
کہنے سے کہ مین تیرے ساتھ کام نہیں کرتا کذا فی الفتح و بفسخ احدہما ولو المال عروضا بخلاف المضاربۃ ہو المختار بزازیہ خلافا للزیلعی اور شرکت باطل
ہوجاتی ہے ایک شریک کے فسخ کر ڈالنیسے اگرچہ مال شرکت عروض ہو نقد بخلاف مضاربت کے کہ وہ فسخ کرنیسے فسخ نہیں ہوتی اگر مال عروض ہو اور یہی قول مختار ہے
کذا فی البزازیہ بخلاف زیلعی کے کلام کے ہم زیلعی کے کلام سے نکلتا ہے کہ جب مال عروض ہو تو فسخ جائز نہیں ویتوقف علی علم الآخر لانہ عزل قصدی اور
فسخ شرکت موقوف ہے دوسرے شریک کے علم پر اسواسطے کہ یہہ عزل قصدی ہے نہ حکمی ہم طحطاوی نے کہا تینون طرح کا فسخ علم پر موقوف ہے یعنی فسخ انکاری اور ظاہر
عدم عمل کا فسخ اور فسخ صریح و بجنونہ مطبقا فالربح بعد ذلک للعامل لکنہ یتصدق بربح مال المجنون تتارخانیہ اور شرکت باطل ہوتی ہے شریک کی جنون
مطبق ہونیسے اور فسخ شرکت کے بعد کا نفع عامل کے واسطے ہے لیکن وہ خیرات کردے مجنون کے مال کی منفعت کو کذا فی التاتارخانیہ ہم ظاہرا شرکت فسخ ہونیکا حکم
بلا اطباق جنون اور اطباق جنون کی مدت ایک مہینہ ہے یا چھ مہینے علی اختلاف القولین کذا فی الطحطاوی ولم یزک احدہما مال الآخر بغیر اذنہ فان اذن
کل منہما وادیا معا ضمن کل نصیب صاحبہ و تقاصا او رجع بالزیادۃ اور نہ زکوۃ دے ایک شریک دوسرے شریک کے مال کی بدون اوسکے اذن کے
پھر اگر ہر شریک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوۃ دینی کا اذن دیا پھر دونون نے ساتھ ہی زکوۃ دی یا تقدیم و تاخیر معلوم نہوئی تو ہر شریک حصہ شریک ثانی کا ضامن
ہے اور دونوں باہم مجرا کرلین یا زیادتی کو پھیر لے یعنی اگر شرکت مفاوضہ ہو یا شرکت عنان مین دونون کا مال برابر ہو تب تو باہم مجرا کرلین اور اگر شرکت
عنان ہو جسمین دونون کا مال کم و بیش ہو تو زیادہ مال والا مقدار زیادت کو شریک ضامن سے پھیر لے وان ادیا متعاقبا کان الضمان علی الثانی علم باداء صاحبہ
اولا کالمامور باداء الزکوۃ او الکفارۃ اذا دفع للفقیر بعد اداء الآمر بنفسہ لان فعل الآمر عزل حکمی فیہ لا یشترط العلم خلافا لہما اور
اگر دونون شریکون نے زکوۃ آگے پیچھے ادا کی تو دوسرے دینے والے پر ضمان ہوگا خواہ ثانی کو اپنے شریک کی ادا کرنے کا علم ہو یا نہ ہو جیسے ادائے زکوۃ اور کفارہ کا
مامور جب کہ فقیر کو دی بعد ادا کرنے آمر کے بذات خود ضامن ہوتا ہے اسواسطے کہ آمر کا فعل عزل حکمی ہے اور اسمین علم شرط نہیں امام کے نزدیک
بخلاف صاحبین کے مذہب کے کہ اون کے نزدیک ضمان نہیں در صورت عدم علم مع در صورت تعاقب ثانی ادا کرنے والے پر اسواسطے ضمان واجب ہوا
کہ اوسنے ادا نکیا آمر کا اور یعنی فرض کا ساقط کرنا آمر پر سے اسواسطے کہ جب آمر نے اول زکوۃ دی تو اوس پر سے فرض ساقط ہوگیا پھر مامور کے
دینے سے کچھہ ساقط نہوا تو وہ آمر کا مخالف ہوا لہذا اوسپر ضمان لازم آیا خواہ اوسکو اسکا علم ہوا یا نہوا اسواسطے کہ آمر کے ادا سے مامور حکما
معزول ہوگیا بسبب تو تہہ سے علم کی عدیہ مختلف نہیں ہوتا علم اور جہل سے جیسے بیع عبد کا وکیل موکل کے آزاد کر دینے سے معزول ہو جاتا ہے
اوسکو عتاق کا علم ہوا یا نہو کذا فی المنح ولمشتری لتحل المتفاوض امۃ باذن الآخر صریحا فلا یکفی سکوتہ لیطأها فہی لہ لا للشرکۃ
بلا شیء لتضمن الاذن بالشراء للوطی الہبۃ اذ لا طریق لحلہا الا بالملک و وطی المشترکۃ و ہبۃ المشاع فیما لا یقسم جائزۃ
وقالا یلزمہ نصف الثمن ایک شریک متفاوض نے لونڈی خریدی کہ دوسرے شریک کی صریح اذن سے تو کافی ہوگا چپ رہنا اسواسطے خریدی کہ اوس سے قربت

کر لی تو وہ لونڈی اوسیکی ملک خاص ہوگی نہ شرکت کی مثل مملوک مشتری ہوگی اسواسطے کہ وطی کے واسطے خرید کا اذن دینا ہبہ کا متضمن ہی اسواسطے کہ وطی
حلال ہونیکا کوئی طریقہ نہیں سوائے ہبہ کے بسبب حرام ہونے مشترک لونڈی کی وطی کے اور ہبہ مشاع کا اوس امر میں جسمیں تقسیم نہیں ہوسکتی جائز ہے
اور صاحبین نے کہا کہ شریک مشتری کو نصف قیمت دینا لازم ہے وَلِلْبَائِعِ وَالْمُسْتَحِقِّ اَخْذُ كُلٍّ بِثَمَنِهَا وَعُقْرِهَا لِتَضَمُّنِ الْمُفَاوَضَةِ الْكَفَالَةَ اور
لونڈی کے بائع اور مستحق کو جائز ہے لونڈی کی قیمت اور اوس کا مہر مثل لینا ہر شریک سے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے ضمانت کو یہاں لف ونشر مرتب ہے
یعنی بائع ہر شریک سے قیمت اوسکی لیسکتا ہے اور مستحق مہر مثل وَمَنِ اشْتَرٰى عَبْدًا مَثَلًا فَقَالَ لَهٗ اٰخَرُ اَشْرِكْنِیْ فِیْهِ فَقَالَ فَعَلْتُ اِنْ قَبْلَ الْقَبْضِ
لَمْ يَصِحَّ وَاِنْ بَعْدَهٗ صَحَّ وَلَزِمَهٗ نِصْفُ الثَّمَنِ وَاِنْ لَمْ يَعْلَمْ بِالثَّمَنِ خُيِّرَ عِنْدَ الْعِلْمِ بِهٖ اور جسنے مثلاً ایک غلام خرید کیا تو غیر شخص نے اوس سے کہا کہ اسمیں مجھکو شریک
کرلے سو مشتری نے کہا کہ میں نے یہہ کام کیا یعنی شریک کیا اگر یہہ قول قبل قبض کے ہے تو صحیح نہیں اور اگر بعد قبض کے ہے تو صحیح ہی اور اسکو نصف
قیمت لازم ہی اور اگر دوسرے کو قیمت معلوم نہیں تو وہ مختار ہی قیمت معلوم ہونیکے وقت چاہے لے چاہے نہ لے ہم قبل القبض شرکت اسواسطے صحیح
نہوئی کہ بیع منقول کی قبل القبض جائز نہیں وَلَوْ قَالَ اَشْرِكْنِیْ فِیْهِ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ لَقِیَهٗ اٰخَرُ وَقَالَ مِثْلَهٗ وَاُجِیْبَ بِنَعَمْ فَاِنْ كَانَ الْقَائِلُ
عَالِمًا بِمُشَارَكَةِ الْاَوَّلِ فَلَهٗ رُبُعُهٗ وَاِنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلَهٗ نِصْفُهٗ لِكَوْنِهٖ مَطْلُوْبَهٗ شَرِكَتَهٗ فِیْ كَامِلِهٖ وَحِیْنَئِذٍ یَخْرُجُ الْعَبْدُ مِنْ مِلْكِ الْاَوَّلِ
اور اگر غیر شخص نے کہا کہ مجھکو شریک کرلے مثلاً غلام کی خرید میں سو مشتری نے کہا ہاں تجھکو شریک کیا پھر مشتری کو دوسرا شخص ملا اور اوسنے بھی یہہ ہی
کہا یعنی شرکت کی درخواست کی اور جواب دیا گیا کہ ہاں تو بھی شریک ہے تو اگر قائل ثانی مشارکت شخص اول کو جانتا ہی تو وہ چوتھائی کا مالک ہی اور اگر اوسکو
مشارکت کا علم نہیں تو نصف کا مالک ہوگا اسواسطے کہ قائل ثانی کو پوری غلام کی شرکت مطلوب ہے اور اس وقت میں غلام نکل جائیگا اول کی ملک سے ہم قائل ثانی درصورت
علم مشارکت اسواسطے چوتھائی کا مالک ہوگا کہ ایجاب اول سے نصف غلام قائل اول کا ہوگیا تھا اور نصف مشتری کا تو ایجاب ثانی سے مشتری مشارکت نہیں کرسکتا
مگر اپنے نصف میں تو نصف النصف ربع ہوا اور قائل ثانی درصورت عدم علم مشارکت اسواسطے نصف کا مالک ہوگا کہ قائل ثانی کو عبد کامل میں شریک ہونا مطلوب ہے حالانکہ ایجاب
اول سے نصف عبد میں قائل اول کو شریک کرچکا تو نصف باقی قائل ثانی کا ہوگا اب مشتری اول کی غلام میں کچھہ بھی ملکیت باقی نہ رہی کذا فی المنح مَا اشْتَرَيْتُ الْيَوْمَ مِنْ اَنْوَاعِ التِّجَارَةِ فَهُوَ بَيْنِیْ وَ
بَيْنَكَ فَقَالَ نَعَمْ جَازَ مثلاً ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو میں آج خرید کروں تجارت کی اقسام سے سودا وہ مجھہ میں اور تجھہ میں مشترک ہے سو دوسرے نے کہا ہاں تو یہہ جائز ہے کذا فی الاشباہ ہم
ذکر یوم اور وقت شرط نہیں اور ایکشخص دوسرے کا حصہ بیع نہیں کرسکتا بدون اوسکی اجازت کے اسواسطے کہ دونوں خرید میں شریک ہوئے ہیں بیع میں کذا فی الحمادیہ وَفِيْمَا تَقَبَّلَ ثَلٰثَةٌ عَمَلًا بِلَا عَقْدِ
شَرِكَةٍ فَعَمِلَهٗ اَحَدُهُمْ فَلَهٗ ثُلُثُ الْاَجْرِ وَلَا شَیْءَ لِلْاٰخَرَیْنِ اور اشباہ میں ہے کہ تین شخصوں نے ایک کام کرنا قبول کرلیا بلا عقد شرکت سو ایک شخص نے وہ عمل پورا کردیا تو اسکو تہائی مزدوری ملیگی اور
باقی دو شخصوں کو کچھہ نہ ملیگا ہم خلاصہ یہہ کہ وہ باہم شریک نہ تھے تو ہر شخص پر ثلث عمل لازم تھا اسواسطے کہ ہر شخص تہائی کام تہائی مزدوری کے عوض مستحق تھا سو جب ایک شخص نے پورا کام کردیا تو دو ثلث عمل اوسنے
بطور احسان کیا پس وہ مستحق مزدوری کا نہوگا ابن عابدین نے کہا یہہ حکم باعتبار قضا کے ہی لیکن باعتبار دیانت کے انکو پوری مزدوری دینا مناسب ہے جبکہ اون سے کام لینا بطور ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ظاہر
حال عامل سے یہہ ہے کہ اوسنے تمام کام اس امید سے کیا کہ پوری مزدوری پاویگا **فروع** مسائل متفرقہ شتی کی اَلْقَوْلُ لِمُنْكِرِ الشَّرِكَةِ قول معتبر شرکت کے منکر کا ہے ہم اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی
کیا کہ یہہ میرا شریک مفاوض ہے اور وہ شخص منکر ہے اور مال منکر کی قبض میں ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا مدعی پر گواہ لانا لازم ہے کذا فی الفتح بَرْهَنَ الْوَرَثَةُ عَلَی الْمُفَاوَضَةِ لَمْ تُقْبَلْ
حَتّٰى يُبَرْهِنُوْا اَنَّهٗ كَانَ مَعَ الْحَیِّ فِیْ حَیٰوةِ الْمَیِّتِ گواہ لائے وارث شرکت مفاوضہ پر تو مقبول نہیں جب تک یہہ گواہ لاویں کہ مال مشترک شریک زندہ کے پاس تھا شریک میت کی زندگی میں اسواسطے کہ
مفاوضہ مقتضی بقاء مال نہیں بلکہ ممکن ہے کہ مال ہلاک ہوگیا ہو تو اسکا بیان ضرور لازم ہے کہ یہہ مال مشترک ہے بعد اسکے نصف مال کا حکم ہوگا بَرْهَنُوْا عَلَی الْاِرْثِ وَالْحَیُّ عَلَی الْمُفَاوَضَةِ قُضِیَ لَهٗ بِنِصْفِهٖ
اور وارث گواہ لائے میت کی وراثت پر اور شریک زندہ نے گواہ گذرانے شرکت مفاوضہ پر یعنی میت میرا شریک مفاوض تھا تو شریک زندہ کو نصف مال میت کا دلایا جائیگا کذا فی
الفتح تَصَرَّفَ اَحَدُ الشَّرِیْكَیْنِ فِی الْبَلَدِ وَالْاٰخَرُ فِی السَّفَرِ وَاَرَادَ الْقِسْمَةَ فَقَالَ ذُو الْیَدِ قَدِ اسْتَقْرَضْتُ اَلْفًا فَالْقَوْلُ لَهٗ اِنْ كَانَ الْمَالُ فِیْ یَدِهٖ تصرف کیا ایک
شریک نے شہر میں اور دوسرے نے سفر میں اور کسی شریک نے تقسیم کا ارادہ کیا تو قابض مال نے کہا کہ میں نے تو ہزار درہم قرض لئے تھے یعنی شرکت نہیں مجھہ سے
تو اوسی کا قول معتبر ہے اگر مال اوسکے ہاتھہ میں ہو ہم اور دوسرے کو ہزار درہم لینا جائز ہے کذا فی المنح حلبی نے کہا ذو الید کہنے سکے بعد تقسیم مال کی شرط کی گئی ہے

ما بت نہین شعر و اگر ما قبل بلوغ اثمرته و دفعوه لاحدهم ليحفظه فدفنه في التراب ثم لم يجده حلف فقط چند لوگون نے انگور کا باغ خرید کیا پھر اوسکا میوہ بیچا اور
اوسکی قیمت آپسمین سے ایک شخص کو دی حفاظت کے واسطے سو اوس نے مال کو مٹی مین گاڑ دیا پھر تلاش کیا تو مال نپایا تو اوس شخص سے فقط قسم لیجائیگی یعنی ضمان اوسپر نہین کیونکہ وہ
امین ہے دفع لآخر مالا و اقرضه نصفه و عقد الشركة في الكل فشرى امتعة فطلب رب المال حصته ان لم يصبر للنضوض اخذ المثل بقيمتها الوقت ایک شخص نے
دوسرے کو کچھ مال دیا اور نصف اوسکو قرض دیا اور کل مال مین شرکت منعقد کی سو دوسرے شخص نے تجارت کا اسباب خرید کیا پھر مال کے مالک نے اپنا حصہ طلب کیا یعنی اپنا
قرض مانگا کذا فی الطحطاوی تو اگر وہ مال بکنے اور نقد حاصل ہونے تک صبر نکرے تو اسباب کو لے فی الحال کی قیمت سے یعنی وقت طلب کی قیمت سے نہ خرید کی بموجب بعثهما متاعا
على دابة في الطريق سقطت فاكترى احدهما بغيبة الآخر فان خوفا من هلاك المتاع او النقصه يرجع بحصته قنيه دو شخصون کا اسباب مشترک ایک جانور پر
تہا راہ مین وہ جانور گر پڑا تو ایک شریک نے دوسرے شریک کی غیبت مین دوسرا جانور کرایہ کیا اسباب کے ضائع ہونے یا نقصان کے خوف سے تو اپنے شریک سے بقدر اوسکے
حصے کے کرایہ پہیر لے کذا فی القنیه دابة مشتركة قال البيطارون لا بد من كيها فكواها الحاضر لم يضمن ایک جانور مشترک بیمار ہے سالوتریون نے کہا کہ اسکا
داغنا ضرور ہے سو داغ دلایا اوسکو شریک حاضر نے دوسرے شریک کی غیبت مین پھر جانور ہلاک ہوگیا تو حاضر پر ضمان نہین کذا فی المنح دار بين اثنين سكن احدهما وخرب
ان خربت بالسكنى ضمن ایک گھر دو مین مشترک ہے اسمین ایک شریک نے سکونت کی اور وہ منہدم ہوگیا اگر اوسکی سکونت کے سبب سے منہدم ہوگیا تو ساکن پر ضمان ہے مشترک
گھر غیر مقسوم مین شریک کو بقدر اپنے حصے کے سکونت کرنا جائز ہے جدہر چاہے رہے اور مقسوم مین سوای اپنے حصے کے سکونت جائز نہین کذا فی الطحطاوی طاحون مشتركة
قال احدهما لصاحبه عمرها فقال هذه العمارة تكفيني لا ارضى بعمارتك فعمرها لم يرجع جواهر الفتاوى پن چکی مشترک ہے دو مین سو ایک شریک نے کہا اپنے
دوسرے شریک سے کہ اسکی مرمت کر سو اوس نے کہا کہ یہی عمارت مجھکو کافی ہے مین تیری عمارت سے راضی نہین سو اوس نے اسکی تعمیر کی تو اپنے شریک سے عمارت کا خرچ نہین لیسکتا کذا فی جواہر الفتاوی طاحون مشترک سے پن چکی
مراد ہے وفي السراجية طاحون مشتركة انفق احدهما في عمارتها فليس بمتطوع ولو انفق على عبد مشترك او ادى خراج كرم مشترك فهو متطوع
الكل من شرح المصنف اور سراجیہ مین ہے مشترک پنچکی کی عمارت مین ایک شریک نے خرچ کیا تو وہ محسن نہین یعنی شریک سے اوسکے حصے کے موافق لیگا اور اگر غلام مشترک پر خرچ کیا
یا انگور مشترک کا خراج ایک شریک نے ادا کیا تو وہ محسن ہے یہ سب مسائل مذکورہ مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین قلت والضابط ان كل من اجبر ان يفعل
مع شريكه اذا فعله احدهما بلا اذن فهو متطوع والا لا شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جس شخص پر اپنے شریک کے ساتھ کام کرنیکا جبر ہو سکتا ہو
جب ایک شریک وہ کام کریگا دوسرے شریک کی بلا اذن تو وہ محسن ہے اور اگر اوس کام مین شریک پر جبر نہین تو فاعل محسن نہین ہم در صورت جواز جبر شریک نالش قاضی سے کر سکتا
ہے تا قاضی زبردستی شریک ثانی سے وہ کام کرادے پھر باوجود اسکے جبکہ اوس نے نالش نکی تو وہ تعمیر وغیرہ مین مضطر نہین تو محسن ہوا لہذا شریک سے نصف خرچ کا دعوی نہین کر سکتا
اور در صورت عدم جواز جبر اگر ایک شریک تعمیر وغیرہ کریگا بلا اذن تو محسن نہوگا کیونکہ وہ اپنے مال بچانیکے واسطے مضطر ہے تو اپنے شریک سے نصف خرچ کا دعوی کریگا اور یہ قاعدہ جمیع
فروع مذکورہ کو شامل ہے سوای مسئلہ سراجیہ کے اور ظاہرا جواہر الفتاوی کا مسئلہ عدم رجوع کا قاعدہ مذکورہ کی اور نظائر کے موافق ہے سراجیہ کا مسئلہ بصورت رجوع
محمول ہے جب بحکم قاضی خرچ کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولا يجبر الشريك على العمارة الا في ثلث وصي وناظر وعند تعذر القسمة بكري نهر ومرمة قناة وبئر ودولاب
وسفينة معيبة وحائط لا يقسم اساسه فان كان الحائط يحتمل القسمة ويبني كل واحد في نصيبه السترة لم يجبر والا اجبر وكذا كل ما لا يقسم
كحمام وحانوت وطاحون وتمامه في متفرقات قضاء البحر والعيني والاشباه اور شریک پر عمارت کیواسطے زبردستی نہین مگر تین صورتون مین وصی یتیم اور ناظر وقف اور تعذر قسمت کی
ضرورت مین چنانچہ اصلاح نہر اور کاریز اور کنوئین اور رہٹ اور معیوب کشتی کی مرمت اور اوس دیوار کی مرمت جسکی بنیاد منقسم نہین ہو سکتی سو اگر دیوار قسمت کی
محتمل ہو یعنی طویل ہو اور ہر شریک اپنے حصے مین پردہ کر سکتا ہو تو اوسکی مرمت مین شریک ثانی پر جبر نکیا جائیگا اور اگر دونون شریکون مین ایسا اوٹ
پردہ نہوسکتا ہو تو شریک ثانی پر تعمیر کے واسطے جبر ہوگا اور اسیطرح کا حکم ہے علی التفصیل ہر ایک اوس چیز مین ہے جو قسمت پذیر نہین چنانچہ حمام اور دکان اور
پن چکی اور پورا بیان اسکا بحرالرائق کی کتاب القضا کی متفرقات اور عینی اور اشباہ مین ہے ہم خانیہ مین ہے کہ ایک دیوار مشترک ہے دو صغیرون کے
دو گھرون کے درمیان مین اور اوس دیوار پر دہنیون وغیرہ کا بوجھ ہے خوف ہے ساقط ہوگا اور ہر صغیر کا وصی ہے سو ایک وصی نے دیوار کی مرمت طلب کی

اور دوسرا وصی اسکو نہین ہاتہا تو قاضی وہان امین کو بہیجے کہ اوسکو دیکہے کہ اگر ترک مرمت مین دونو کا ضرر معلوم کرے تو زبردستی ہوا دے اور جامع الفصولین مین ہے
کہ پن چکی اور حمام اگر منہدم ہوکر جنگل ہوگیا تو اوسکی تعمیر مین جبر نہین زمین کو دونو شریک تقسیم کرلین اور اگر عمارت قائم ہو اور کچہہ منہدم ہو تو جو شریک مرمت کی ابا کرے
اوسپر زبردستی چاہئے اور اگر محتاج ہو تو دوسرا شریک مرمت کرے اور نصف خرچ اوسپر دین ہوگا کذا فی الطحطاوی و فی غصب المجتبی زرع بلا اذن شریکه فلا
له شریکه نصف البذر لیکون الزرع بینهما قبل النبات لم یجز و بعده جاز و ان اراد قلعه یقاسمه فیقلعه من نصیبه و یضمن الزارع
نقصان الارض بالقلع والصواب نقصان الزرع اور مجتبے کی کتاب الغصب مین ہے کہ زراعت کی بلا اذن شریک کے سوا اسکے شریک نے اوسکو آدہا بیج دیا تا
کیہتی دونو مین مشترک ہو اگر کہیتی جمنے سے پہلے بیجہ دیا تو جائز نہین اسواسطے کہ وہ چیز معدوم ہو اور بعد کہیتی جمنے کے جائز ہے اور اگر شریک غیر زارع نے کہیت
اوکہاڑنیکا ارادہ کیا تو اوسکو باہم تقسیم کرلے پہر اوسکو اوکہاڑ ڈالے اپنے حصے سے اور زراعت کرنیوالا نقصان زمین کا ضمان دے جو نقصان کہ اوکہاڑنے
سے ہوا اور ٹہیک یہہ ہے کہ نقصان زراعت کا ضمان دے ہم طحطاوی نے کہا قول اخیر شارح کا ہے اسواسطے کہ عبارت مجتبی تا لفظ بالقلع منتہی ہوگئی چنانچہ مین نے
مجتبے کے نسخہ معتمدہ مین دیکہا ہے اور شارح کی بلا وجہ ہے اسواسطے کہ غاصب ہی شریک ہے جسنے بلا اذن اپنے شریک کے کہیتی کی انتہی ملخصا و فی قسمة الاشباه
المشترك اذا انهدم فابى احدهما العمارة فان احتمل القسمة لا يجبر و قسم والا بنى ثم آجره ليرجع و تمامه فى شركة المنظومة المحبية اور اشباہ
کی کتاب القسمة مین ہے کہ مکان مشترک جب منہدم ہوجاوے اور ایک شریک اوسکی مرمت سے انکار کرے تو اگر وہ مکان قابل قسمت ہے تو اوسکی تعمیر مین شریک پر جبر نہین
اوسکی تقسیم کیجاوے یعنی دوسرے شریک کی درخواست سے اور اگر مکان قابل تقسیم نہو تو دوسرا شریک اوسکو بنا دے یعنی قاضی کے حکم سے پہر اوسکو کرایہ پر دے تا کہ صرف خرچ
حاصل کرلے اور پورا اسکا بیان منظومہ محبیہ کی کتاب الشرکة مین ہے وفيها باع شريك نصيبه لأخر ولو بلا اذن شريك ناظر فيما عدا الخلط
والاختلاط فتجوز ذاك البيع والتعاطي اور منظومہ محبیہ مین ہے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شخص سے بیچا اگرچہ بلا اذن شریک ہو تو جائز ہے مگر بیع کی صورت
صورت خلط اور اختلاط کے تو یہہ بیع اور تعاطی جائز رکہی گئی ہم یہہ مسئلہ شرکة الملک کا ہے جو اس باب مین مذکور ہے فان الغريك ههنا لو باعا
حصته من فرس وابتاعا ذلك منه الاجنبى وهلكا وكان ذا بغير اذن الشركا فان يشا ضمنوا الشريك او من
اشترى منه على ما قد رووا پہر یہان شریک اگر اپنا حصہ گہوڑے مین بیچے اور شخص اجنبی اوس سے مول لے اور گہوڑا ہلاک ہوجاوے اور یہہ بیع بغیر اذن
شرکا کے ہوئی ہو تو بموجب روایت فقہا کے شرکا کو اختیار ہے کہ شریک سے ضمان لیوین یا اوس سے جس نے اوس سے خرید کیا ہم در صورت اذن شرکا تضمین
نہین اور شریک پر ضمان اوس صورت مین ہے جب اوس نے گہوڑا مشتری کو تسلیم کردیا ہو اور اگر مشتری نے بلا تسلیم بائع اوسکو لیا ہو تو فقط مشتری پر ضمان ہے
کذا فی الطحطاوی ھ وان یكن كل شريك آجرا حصته حمام له من آخرا وكان شخص منهما قد اذنا لذاك فى تعميرها وبالبنا فلا رجوع
صح للمستاجر فذا البنا على الشريك الآخر اور اگر ہر شریک نے اپنا حصہ حمام کا دوسرے کو اجارہ دیا ہو اور ایک شخص نے دونو شریکون مین سے اوس
مستاجر کو اوسکی تعمیر اور بنانیکی اجازت دی ہو تو مستاجر کو جائز نہین اس تعمیر کا خرچ مانگنا دوسرے شریک سے جسنے اجازت نہین دی ہم حلبی نے کہا شارح نے
حاشیہ پر یہہ عبارت یہان لکہی ہے قلت ظاهره انه يرجع على الآذن لكن يم يرجع بكله ام بحصته فليراجع یعنی مین کہتا ہون کہ ظاہر کلام مذکور یہہ ہے کہ مستاجر اذن
دینے والے شریک سے مرمت کا خرچ لیگا اتنی بات باقی رہی کہ تمام خرچ اوس سے لیگا یا بقدر اوسکے حصہ کے تو اوسکو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہئے طحطاوی نے کہا کہ
یہی عبارت بعض نسخ در المختار کے اندر مرقوم ہے اور آخر مین اوسکے لفظ منہ ہے تو یہہ قرینہ ہے کہ یہہ عبارت حاشیہ کی ہے اسواسطے کہ عادت مصنفین یہہ ہے کہ حاشیہ
کے اختتام کے بعد منہ لکہتے ہین ھ لو واحد من الشريكين سكن فى الدار مدة مضت من الزمن فليس للشريك ان يطالبه باجرة السكنى
ولا المطالبة بانه يسكن مثل الاول لكنه ان كان فى المستقبل يطلب ان يهايئ الشريك يجاب فافهم ودع التشكيكا اور اگر شریکون
مین سے ایک شریک رہا گہر مین ایک مدت تک جو گذر گئی زمانہ سے تو دوسرے شریک کو کرایہ مانگنا جائز نہین اور نہ اسکا اوسکو مطالبہ ہے کہ اوسمین رہے زمان اول
کی برابر لیکن اگر زمانہ مستقبل مین شریک سے مطالبہ سکونت کا بطور مہایاة کرے تو قبول کیا جاویگا سو اسکو سمجہ لے اور چہوڑ تشکیک کو ہم اب چند مسائل شرکت

فتاوی عالمگیری سے نقل کرتا ہون باپ اوسکے بیٹے نے ایک حرفہ سے مال حاصل کیا اسطرح اونکے پاس کچھ مال تھا تو یہ مال باپ ہی کا ہے اگر بیٹا اوسکی عیال مین ہو اسلیے کہ بیٹا معین ہے باپکا اور اسیطرح اگر زوجین کے پاس مال نہو اور دونون نے اپنی سعی سے مال کثیر جمع کیا ہو تو وہ مال زوج ہی کا ہے زوجہ اوسکی معین اور مددگار ہوگی ہان اگر زوجہ کا علحدہ پیشہ ہوگا تو اوسکی مالک وہی ہوگی دو شخصون کا جو دین کہ ایک شخص پر واجب ہو کا سبب اسکی حقیقۃً ہو یا حکماً تو وہ دین دونون مین مشترک ہوگا تو جب ایک شریک دین مین سے کچھ حاصل کریگا تو دوسرے شخص کو اوسمین مشارک ہونا جائز ہے اور جو دین دو شخصون کا دو سبب مختلف سے ہو تو وہ مشترک نہین تو اگر ایک شخص کچھ حاصل کریگا تو دوسرا اوسمین شریک نہین ہو سکتا ایک اونٹ دو مین مشترک ہے ہر ایک شریک اوسپر کچھ لاد کر لیستی سے جایا اپنے شریک کے اذن سے پہر اونٹ راہ مین گر پڑا اسوقت شریک نے اوسکو حلال کر ڈالا تو اگر اوسکی زندگی کی امید تھی تو وہ ضامن ہے اور اگر امید نتھی تو ضامن نہین اور اگر غیر شریک اوسکو حلال کریگا تو ہر صورت اوسپر ضمان ہے امید ہو یا نہو یہی قول اصح ہے اور یہی حکم ہے گای بکری چرانیوالیکا کہ در صورت قطع امید حیات اوسکو ذبح کرنے مین ضمان نہین ہے اور غیر شخص کے ذبح مین ضمان ہے مطلقاً طعام اور دراہم دو شریکون مین مشترک ہین سو شریک حاضر نے شریک غائب کے پیچھے نصف طعام اور دراہم کو صرف کیا محمد نے کہا مین امید رکھتا ہون کہ کچھ مضائقہ نہین فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول ہمارا مختار ہے اور مکیل اور موزون مشترک سے اپنا حصہ لینا شریک کی غیبت مین جائز ہے ایک گھر مین دو شریک رہتے ہین تو اگر ایک شریک چھت پر چڑھے تو دوسرا اوسکو روک نہین سکتا اسواسطے کہ وہ اپنے حق مین متصرف ہے اگر ایک وارث نے ترکہ مشترکہ سے تجارت کی اور نفع حاصل کیا تو یہ نفع فقط اوسیکا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجکو ہزار درم قرض دے مین تجارت کرون نفع مین ہم اور تو شریک ہین پہر اوسنے قرض دیا اور فائدہ حاصل ہوا تو تمام نفع مستقرض کا ہے نہ مقرض کا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوقف

یہ کتاب ہے وقف کے احکام مین م محاسن وقف کے ظاہر ہین کہ اسمین انتفاع طبقات محبوبین ہے منجملہ اپنی اولاد یا محتاجین کے اور عمل صالح کی ادامت ہے کہ بعد موت کے بھی اوسکا ثواب جاری ہے امام شافعی نے فرمایا کہ میری دانست مین اہل جاہلیت مین وقف نتہا یہ خصلت حمیدہ اہل اسلام سے جاری ہوئی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سات باغ مدینہ مین وقف فرمائے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کی اوقاف اب تک باقی ہین اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے اوقاف مشہور ہین کذا فی الاسعاف مناسبتہ للشرکۃ ادخال غیرہ معہ فی مالہ غیر ان ملکہ باق فیہا لا فیہ مناسبت وقف کی شرکت سے اپنے مال مین غیر کا داخل کرنا ہے اپنے ساتھہ مگر اتنا فرق ہے کہ مالک کی ملک شرکت مین باقی ہے نہ وقف مین م غیر کا ادخال شرکت مین تو ظاہر ہے کہ شریک مالک کے ساتھہ تصرف اور نفع مین داخل ہے لیکن اپنے ساتھہ غیر کا داخل کرنا اقسام وقف مین لازم نہین مگر جبکہ اپنی ذات اور غیر پر وقف کرے تو اگر شارح صاحب نہر الفائق وغیرہ کی مانند یون کہتا کہ مناسبت وقف کی شرکت سے اس اعتبار سے ہے کہ مقصود دونون سے اوس مال کا انتفاع ہے جو اصل مال پر زائد ہو لیکن شرکت مین اصل مال صاحب مال کی ملک مین رہتا ہے اور وقف مین اکثر کے نزدیک اوسکی ملک سے نکل جاتا ہے تو خوب تر واضح ہوتا کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ الحبس وقف لغت مین بمعنی حبس کے یعنی بند کرنا اور روکنا ہے م ولہذا موقف الحساب اوس مکان کو کہتے ہین جہان لوگ قیامت مین حساب کیواسطے محبوس ہونگے وقف مصدر ہے بمعنی موقوف اسیلیے اوسکی جمع اوقاف ہے وشرعاً حبس العین علی حکم ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ اور اصطلاح شرع مین وقف عبارت ہے حبس کرنے عین سے وقف کرنیوالیکی ملک کے حکم پر اور خیرات کرنی منفعت سے اگرچہ تصدق فی الجملہ ہو م یہ تعریف وقف کی امام کے مذہب پر ہے شارح نے قید حکم باتباع شرنبلالیہ زیادہ کی اور یہ صحیح نہین اسواسطے کہ بتصریح قہستانی امام کے نزدیک رقبہ مملوک ہے وقف کا حقیقۃً نہ حکماً اور قید فی الجملہ جواب ہے فتح القدیر کا صاحب فتح القدیر نے کہا کہ تعریف وقف پر اتنی عبارت زیادہ کرنا چاہیے او صرف منفعتہا الی من احب یعنی اوسکی منفعت کا صرف کرنا جدہر چاہے اسواسطے کہ اغنیا کیطرف صرف کرنا بلا قصد قربت وقف مین صحیح ہے بشرطیکہ اوسکو آخر مین قربت دائمی ہو لیکن قبل انقراض اغنیا وقف ثابت ہے بلا تصدق اور اسقدر زیادہ کرنے سے تعریف جامع ہو جاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ تصدق فی الجملہ مراد ہے اور اسپر محیط کی عبارت کی دلالت کرتی ہے کہ اگر اغنیا پر وقف کرے تو جائز نہین ہے اسلیے کہ قربت نہین بخلاف اسکے کہ اگر اوسکی آخر مین محتاجین کیواسطے مقرر کرے تو قربت ثابت ہوگی فی الجملہ کذا فی الحلبی ولا یلزم عندہ جائز غیر لازم کالعاریۃ اسمین قول اصح یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک وقف جائز ہے لازم نہین ہے مثل عاریت کے یعنی واقف کو ابطال وقف کا اختیار ہے وعندہما ہو حبسہا علی

حكم ملك الله تعالى وصرف منفعتها على من احب ولو غنيا فيلزم فلا يجوز له ابطاله ولا يورث عنه وعليه الفتوى ابن كمال وابن الشحنة
اور صاحبين كے نزديك وقف عبارت ہے عين كے حبس كرنے سے الله تعالى كى ملك كے حكم پر اور اوسكى منفعت كے صرف كرنے سے جسپر چاہے اگرچہ موقوف عليہ غنى ہو پہر جب واقف كى
ملك سے خارج ہوا تو وقف لازم ہوگيا تو واقف كو اوسكا باطل كردينا جائز نہين اور اوسكا وارث اوسكو ورثت مين نپاويگا اور صاحبين ہى كے قول پر فتوى ہے
كذا صرح ابن كمال وابن الشحنة وسببه ارادة محبوب النفس فى الدنيا ببر الاحباب وفى الاخرة بالثواب اور سبب وقف كا اراده كرنا ہے محبوب دل اور پسنديده
جانى كا دنيا مين دوستون كے اندر اور آخرت مين ثواب حاصل ملنے سے يعنى بالنية من اهلها لانه مباح بدليل صحته من الكافر يعنى حصول ثواب وقف
اوس شخص كى نيت سے ہوتا ہے جو اہل ہے نيت كا يعنى مسلم عاقل بالغ اسواسطے كہ وقف كرنا مباح ہے بدليل صحيح ہونے وقف كے كافر سے يعنى جب كافر نے وقف كيا تو صحيح ہوا كہ وقف فى نفسه
عبادت نہين تو ثواب نيت سے ہوگا نہ اصل وقف سے وقد يكون واجبا بالنذر فيتصدق بها وبثمنها ولو وقفها على من لا يجوز له الزكوة جاز فى
الحكم وبقى نذره وبهذا عرفت صفته اور وقف كرنا كبهى واجب ہوتا ہے نذر كرنيسے تو چيز موقوف كو تصدق كرے يا اوسكى قيمت كو اور اگر اوسكو وقف كيا اوسپر
جسكو زكوة دينا جائز نہين تو حكم مين وقف جائز ہوگا اور نذر باقى رہى گى اور اس تقرير سے صفت وقف كى معلوم ہوگئى م صفت وقف كى يہ ہے كہ وه مباح اور قربت
اور فرض ہوتا ہے مباح وه وقف ہے جو بلا قصد قربت ہو ولہذا ذمى سے وقف صحيح ہے اور اوسكو كچھ ثواب نہين اور وقف قربت بقصد عبادت ہوتا ہے مسلم سے اور وقف
فرض منذور ہے چنانچہ يون كہا كہ اگر ميرا اولاد آوے تو مجھپر اس گہر كا وقف كرنا مساكين پر لازم ہے پہر اگر نذر كرنيوالا اپنى اصول اور فروع پر وقف كريگا تو وقف
جائز ہوگا ليكن نذر ادا نہوگى كذا فى البحر اور يہ جو شارح نے كہا كہ اوسكو تصدق كرے يا اوسكى قيمت كو تو مسئلہ نذر بالوقف كو اوس مسئلہ كے ساتھ مخلوط كرديا جب
صيغہ وقف كا نذر ہو حالانكہ دونون كا حكم مختلف ہے نذر بالوقف كا حكم تو ابھى معلوم ہوچكا اور صيغہ وقف كے نذر ہونيكا بحر الرائق مين يہ حكم ہے كہ اگر بحكم عرف
يا قائل كے پوچھنے سے وقف ثابت ہو تو وه وقف ہے اور اگر وه كہے كہ مين نے صدقہ كا اراده كيا تو وه نذر ہے اوسكو تصدق كرے يا اوسكى قيمت كو اور اگر كچھ نيت
نہو تو وه ميراث ہے كذا فى الطحطاوى لمحصله وحكمه ما مر فى تعريفه اور حكم وقف كا گذر گيا اوسكى تعريف مين م حكم يعنى اثر مرتب جو تعريف مين مذكور ہوا سو
تصدق ہے منفعت كا ومحله المال المتقوم اور وقف كا محل مال متقوم ہے جو قابل وقف ہو طحطاوى نے لكها مال سے وه مال مراد ہے جو وقت كا مملوك ہو وقف كرنيكے
وقت تو اگر زمين كو غصب كركے وقف كيا پہر اوسكو خريد ليا مالك سے تو صحيح نہين وركنه الالفاظ الخاصة كارضى هذه صدقة موقوفة مؤبدة على
المساكين ونحوه من الالفاظ كموقوفة لله او على وجه الخير او البر واكتفى ابو يوسف بلفظ موقوفة فقط قال الشهيد ونحن نفتى به للعرف
اور ركن وقف كا الفاظ مخصوصه مين چنانچہ يون كہنا كہ ميرى يہ زمين صدقہ موقوفہ دائمى ہے مساكين پر اور مانند ان الفاظ كے چنانچہ يون كہنا كہ يہ زمين
خدا كيواسطے موقوف ہے يا على وجہ الخير يا على وجہ البر موقوف ہے اور ابو يوسف نے فقط بلفظ موقوف اكتفا كى ہے يعنى اگر اسيقدر كہے كہ يہ زمين يا يہ باغ موقوف
ہے بلا ذكر محتاجين اور بلا قيد دوام تو كافى ہے صدر شہيد نے كہا كہ ہم اسى قول كا فتوى ديتے ہين بسبب عرف كے م الفاظ كو ركن اسواسطے كہا كہ اگر وقف
مع الشرائط لكھے بلا تلفظ تو وقف صحيح نہين بالاتفاق كذا فى القهستانى اور شرح ملتقى مين ہے كہ طرفين كے نزديك وقف صحيح نہين جب تك اوسكو اپنے ہاتھ سے نہ
لكھے اور شاہدون كو اوسكے مضمون پر گواه نكرے انتہى مشائخ بلخ نے ابو يوسف كے قول پر فتوى ديا ہے كہ مجرد لفظ وقف بلا ذكر دوام اور جہت مصرف كافى ہے اور اكثر
علمانے محمد كے قول پر فتوى ديا اشتراط التسليم مين كذا فى الطحطاوى وشرطه شرط سائر التبرعات كحرية وتكليف اور شرط وقف كى وه ہے جو باقى تبرعات
كى شرط ہے چنانچہ آزادى اور تكليف تو غلام اور صغير اور مجنون كا وقف صحيح نہين وان يكون قربة فى ذاته اور شرط وقف يہ ہے كہ فى ذاته قربت ہو م تو مسلم يا
ذمى كا وقف نصارى پر يا يہود كے معبد اور فقرا اہل حرب پر صحيح نہين اور غنى پر وقف كرنے مين قربت ہے اسواسطے كہ ذخيره مين ہے كہ تصدق على الغنى مين ايكطرح كى قربت
ہے كمتر قربت فقير سے معلوما منجزا لا معلقا الا بكائن شرط وقف كى يہ ہے كہ معلوم ہو نہ مجہول منجز ہو نہ معلق كسى شرط پر مگر معلق بشرط موجود جائز ہے م تو
اگر اپنى كچھ زمين وقف كى بلا تعيين تو صحيح نہين يا يون كہا كہ يہ زمين فقرا يا ميرے قرابت والون پر وقف ہے تو باطل ہے بسبب شك كے كذا فى العالمگيرية اور
اسيطرح وقف زمين باستثناء اشجار صحيح نہين بسبب عدم تعيين وقف ما اگر يون كہا كہ اگر ميرا بيٹا مر تو ميرا گهر وقف ہے مساكين پر تو صحيح نہين بسبب تعليق كے اور اگر

یون کہا کہ اگر یہہ گہر میرا مملوک ہو پہر ظاہر ہوا کہ وقت تکلم وہ گہر اوسکا مملوک تہا تو وقف صحیح ہوگا اسواسطے کہ تعلیق تہی شرط موجود پر ہو ولا مُضافًا ولا مُوقّتًا ولا بخیار
شرط یعنی اور شرط وقف یہہ ہی کہ مضاف نہو اور موقت نہو اور خیار شرط نہو ہم اضافہ صحت اسطرح کہ میرا گہر وقف ہو کل یا پرسون حلبی نے کہا کہ عدم اضافت تو شرط وقف کی کہنا
غلط ہی اسواسطے کہ بزازیہ اور جامع الفصولین سے صحت اضافت منقول ہو ولا ذکر معہ اشتراط بیعہ و صرف ثمنہ لحاجتہ فان ذکرہ بطل وقفہ بزازیہ اور شرط
یہ ہی کہ وقف کیساتہہ اوسکی بیع کرنا اور اوسکی قیمت صرف کرنیکا اپنی حاجت مین مذکور نہ کرے اور اگر مذکور کریگا یعنی اسطرح کہ یہہ زمین وقف ہی لیکن اگر مجکو حاجت ہوگی
تو بیچکر مین اوسکی قیمت صرف کرونگا تو وقف اوسکا باطل ہی کذا فی البزازیہ و فی الفتح لو وقف المرتد فقتل او مات او ارتد المسلم بطل وقفہ اور فتح القدیر
مین ہی کہ اگر مرتد نے وقف کیا پہر وہ مقتول ہوا یا مرگیا یا مسلم نعوذ باللہ مرتد ہوگیا تو اوسکا وقف باطل ہی ہم وقف مرتد میراث ہوجائیگا خواہ وہ مقتول ہوا اپنے
ارتداد پر یا مرجاوے یا مسلمان ہو لیکن بعد اسلام کے اعادہ وقف صحیح ہی اور مرتد کا وقف اسلیے صحیح ہی اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی کذا فی البحر ولا یصح وقف مسلم
او ذمی علی بِیعَۃ و حربی قیل او مجوسی اور صحیح نہین وقف کرنا مسلم یا ذمی کا معبد نصاری پر یا حربی پر اور بعضون نے کہا یا مجوسی پر ہم معبد نصاری سے جمیع
معابد کفار مراد ہین معابد کفار کا وقف عہد اسلام مین باطل ہی اور اگر زمانہ جاہلیت مین یعنی حربی ہونیکے وقت وقف کیا تو صحیح یہہ ہی کہ بعد ذمی ہونیکے اوس سے
تعرض نہین اور قول معتمد یہہ ہی کہ مساکین مجوس پر وقف جائز ہی کذا فی البحر و جاز علی ذمی لانہ قربۃ حتی لو قال علی ان من اسلم من ولدہ او انتقل الی
غیر النصرانیۃ فلا شیٔ لہ لزم شرطہ علی المذہب اور جائز ہی وقف کرنا ذمی پر اسواسطے کہ وہ قربت ہی ولہذا اوسکو صدقہ اور نذر اور کفارہ دینا جائز
ہے یہانتک کہ اگر نصرانی ذمی وقف کرے اس شرط پر کہ جو اوسکی اولاد سے مسلمان ہوجاوے یا نصرانیت کے سوا اور دین کیطرف انتقال کرے تو اوسکو محاصل وقف
سے کچہہ حصہ نہین تو اوسکی شرط لازم ہوگی بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ مالک کو اپنی تصرفات مین اختیار ہی کذا الفی الخصاف والملک یزول عن الموقوف
باربعۃ امور بافراز مسجد کما سیجیٔ و بقضاء القاضی لانہ مجتہد فیہ و صورتہ ان یسلّمہ الی المتولی ثم یظہر الرجوع معین المفتی
معزیا للفتح المولّی من قبل السلطان لا المحکّم اور ملک واقف کی زائل ہوتی ہی موقوف سے ایک امر سے منجملہ چار امور کے مسجد جدا کردینے سے جیساکہ عنقریب اسکا
بیان آویگا اور قاضی کے حکم کردینے سے جو بادشاہ کیطرف سے مقرر ہو نہ محکم کے حکم سے حکم قاضی کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ زوال ملک مجتہدین مین مختلف فیہ ہی اور
صورت اسکی یہہ ہی کہ واقف متولی کو وقف تسلیم کردے پہر اپنا رجوع ظاہر کرے یعنی کہے کہ اب مین وقف نہین کرتا کذا فی معین المفتی عن الفتح پہر قاضی بعد مرافعہ
متولی و واقف لزوم کا حکم کرے ہم مصنف نے لزوم وقف کو زوال ملک سے تعبیر کیا اسواسطے کہ زوال ملک کو لزوم وقف لازم ہی اور قضا کی احتیاج امام کے مذہب پر ہی
اسواسطے کہ صحت وقف مین اختلاف نہین خلاف تو لزوم وقف مین ہی سو امام کے نزدیک لازم نہین اور صاحبین کے نزدیک لازم ہی تو اوسمین بیع اور وراثت نہین اور ترجیح
[illegible] اور فقہا نے صاحبین کے مذہب کو اسواسطے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اوقاف سے بکثرت استدلال کیا ہی اور ابو یوسف اول امام کے قول پر تہے جب
ہارون الرشید کیساتہہ حج کیا اور مدینہ طیبہ اور اوسکے نواح مین اوقاف صحابہ کرام کے دیکہے تو امام کے مذہب سے رجوع کیا اور لزوم وقف کا فتوی دیا علامہ
[illegible] ہی کہ مشائخ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دیکر فتوی دیا ہی علاوہ اسکے فقہا نے تصریح کی ہی کہ جب قاضی نے رشوت لی تو اوسکا حکم نافذ نہین ہوتا اور ہمارے زمانہ مین
قاضی رشوت سے خالی نہین تو اسوقت مین لزوم وقف نہین ہوسکتا مگر صاحبین کے قول پر کذا فی الطحطاوی و سیجیٔ ان البینۃ تقبل بلا دعوی اور آگے آویگا
کہ گواہی مقبول ہی بلا دعوی یعنی اسواسطے کہ حکم وقف کا تصدق ہی محصول کا اور وہ حق تعالی کا حق ہی اور حقوق اللہ مین قضا بالشہادۃ بلا دعوی صحیح ہی کذا
فی المجیدیہ ثم ہل القضاء بالوقف قضاء علی الکافۃ فلا تسمع فیہ دعوی ملک اٰخر و وقف اٰخر ام لا فتسمع افتی ابو السعود مفتی الروم بانہ لا
یسمع و جزم فی المنظومۃ المحبیۃ و تبعہ المصنف صونا عن الحیل لا بطالہ لکنہ نقل بعدہ عن البحر ان المعتمد الثانی و صححہ فی الفواکہ البدریۃ و بہ
افتی المصنف پہر کیا قضا بالوقف حکم ہی سب پر کہ اوسمین دوسری ملک یا دوسرے وقف کا دعوی مسموع نہین یا سب لوگون پر حکم نہین کہ دعوی مذکور مسموع ہو
ابو السعود مفتی روم نے قول اول یعنی عدم کا فتوی دیا اور اسی قول پر منظومہ محبیہ مین یقین کیا اور اسکی ترجیح مصنف نے دی تا وقف ابطال کے حیلون سے محفوظ رہے
لیکن مصنف نے [illegible] مین اس کلام کے بعد بحر الرائق سے نقل کیا کہ قول ثانی یعنی ہونا سماع دعوی معتمد ہی اور اوسکو فواکہ بدریہ مین تصحیح کیا ہی اور اسیکا فتوی

مصنف نے وایہو وبالموت اذا علق بہ ای بموتہ کان مت فقد وقفت داری علی کذا فالصحیح انہ کوصیۃ تلزم من الثلث بالموت لا قبلہ ولو لوارثہ
وان ردوہ لکنہ یقسم کالثلثین بالملک زائل ہوتی ہے وقف کی موت سے جبکہ وہ اپنی موت پر وقف کو معلق کرے اسطرح کہ جب مین مرجاؤن تو اپنے گھر کو مثلاً فلانے پر وقف کیا تو
صحیح یہ ہے کہ وقف وصیت کی مانند لازم ہوتا ہے ثلث مال سے بسبب موت کے نہ قبل اسکے اگرچہ واقف نے اپنے وارث کیواسطے وقف کیا ہو گو اسکے وارثون نے اسکو جائز نرکہا ہو لیکن ثلث
تقسیم ہوگا وارثون پر دو ثلث کی مانند تفسیر یہ ہے کہ ایک عورت نے گھر کو اپنے مرض الموت مین اپنی بیٹون پر وقف کیا اور انکے بعد انکی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر جبتک کہ
نسل باقی رہے بعد اسکے محتاجون کیواسطے پھر وہ عورت مرگئی اور دو بیٹیان اور ایک بہن وارث چھوڑ گئی اور بہن اسکو وقف کرنیسے راضی نہین اور میت کا کچھ مال نہین سوا
اوس گھر کے تو وقف جائز ہوگا ایک ثلث مین نہ دو ثلث مین تو دو ثلث وارثون مین بقدر انکی سہام تقسیم ہونگے اور ایک ثلث وقف رہیگا تو اوسکا جو کرایہ وغیرہ
ہوگا وارثون پر تقسیم ہوا کریگا بقدر انکے حصون کے جبتک وارث زندہ رہینگے یعنی بیٹون پر پھر انکی اولاد پھر اولاد کی اولاد پر واقف کی شرط کی مانند اور وارثون کا
اوسمین حق نہین یعنی اوسکی بہن کا یا اوسکی اولاد کا انتہی بزازیہ کی عبارت یہ ہے قال ارضی ہذہ موقوفۃ علی ابنی فلان فان مات فعلی ولدہ وولد ولدہ ونسلہ ولم تجز الورثۃ فہی
بین کل الورثۃ ما دام الابن الموقوف علیہ حیا فان مات صار کلہا للنسل انتہی یعنی ایک شخص نے کہا کہ میری یہ زمین وقف ہے میری فلانے ولد پر پھر جب وہ مرے تو اسکی ولد
اور میری نسل پر اور وارثون نے اوسکو جائز نرکہا تو وہ ارث ہے سب وارثون مین جبتک کہ ابن موقوف علیہ زندہ رہیگا پھر جب کہ وہ مریگا تو تمام زمین نسل کی واسطے
ہے انتہی الترجمہ صاحب بحر الرائق نے کہا کہ عبارت بزازیہ کی صحیح نہین اسواسطے کہ ظہیریہ سے مذکور ہو چکا کہ دو ثلث ملک مین اور ایک ثلث وقف ہے اور اسکا محصول وارثون
پر تقسیم ہوگا جبتک کہ وارث موقوف علیہ زندہ رہیگا شارح نے اس اعتراض کا جواب قول آیندہ مین دیا فقول البزازیۃ انہ ارث ای حکما فلا خلل فی عبارتہ
فاعتبروا الوارث بالنظر للغلۃ فی الوصیۃ وان ردوا بالنظر للغیر ان لم تنفذ لوارثہ لانہا لم تتمحض لہ بل لغیرہ بعدہ فافہم تو بزازیہ کا یہ قول کہ
ثلث وقف کا ارث ہے محمول ہے ارث حکمی پر یعنی باوجود وقف ہونیکے تا حیات موقوف علیہ تا میراث کے مقدم ہوگا تو اب کچھ خلل نہ رہا بزازیہ کی عبارت مین تو فقہا نے وارث
کا اعتبار کیا بنظر محصول وقف کے اور وصیت کا اعتبار کیا اگرچہ وارثون نے اسکو جائز نرکہا بنظر غیر کے گو وصیت جاری نہو وارث کیواسطے اسواسطے کہ وصیت یہان
محض وارث کیواسطے نہین ہوئی جو جائز نہو بلکہ غیر وارث کیواسطے بھی ہوئی ہے اب وارث کی تو سمجھ لے یعنی چونکہ وصیت فقط وارث کیواسطے خالص نہتی لہذا اوسمین دونون
اعتبار کی رعایت کی وارث کا اعتبار بنظر محصول کے کیا اور غیر وارث کا اعتبار بنظر وصیت کے کیا تا وصیت لازم ہو جاوے طحطاوی نے کہا شارح کا رد کرنا نہین اسواسطے کہ
عبارت بزازیہ مین صریح ہے کہ تمام زمین ارث ہے جبتک ابن موقوف علیہ زندہ ہے اور اسکی موت کے بعد بالکل نسل کیواسطے ہو جاویگی اور شارح کا جواب حیات ابن تک ہو سکتا ہے لیکن بنظر
نہین ہو سکتا اسلیے کہ نسل کیواسطے ثلث ہے نہ سب زمین او بقولہ وقفتہا فی حیاتی وبعد وفاتی مؤبدا فانہ جائز عندہم لکن عند الامام ما دام حیا
ہو نذر بالتصدق بالغلۃ فعلیہ الوفاء ولہ الرجوع ولو لم یرجع حتی مات جاز من الثلث یا ملک زائل ہوتی ہے یون کہنے سے کہ مینے اسکو وقف کیا اپنی
زندگی مین اور بعد وفات اپنی کے ہمیشہ کو تو یہ جائز ہے امام اور صاحبین کے نزدیک لیکن امام کے نزدیک جبتک وہ زندہ ہے تو وہ تصدق محصول کی نذر ہے تو اوسپر وفائی نذر
لازم ہے اور اسکو اوسسے رجوع کرنا بھی جائز ہے اور اگر اوس نے رجوع نکیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو وقف جائز ہوگا ثلث مال سے ہم جواز یعنی مذکور صاحبین کے نزدیک منافی
لزوم نہین قلت وفی ہذہ یثبت الاملاک بہ الرجوع ما دام حیا غنیا او فقیرا بامر قاض او غیرہ شرنبلالیہ فقول الدرر ولو افتقر تفسخہ القاضی او غیرہ
مستقل منظور فیہ مین کہتا ہون تو ان دونو امر یعنی وقف معلق بالموت اور وقف بقید حیات وبعد ممات مین واقف کو رجوع کرنا جائز ہے جبتک کہ وہ زندہ ہو مالدار
ہو یا محتاج قاضی کے امر سے رجوع کرے یا سوا اسکے کذا فی الشرنبلالیہ تو درر کا یہ قول کہ اگر واقف محتاج ہو تو قاضی اسکو فسخ کردے یا اگر وقف پر قاضی کی
سجل نہو گئی ہو منظور فیہ ہے یعنی مسلم نہین ہم اسواسطے کہ فسخ قاضی کی حاجت نہین بلکہ واقف خود فسخ مین مختار ہے اور قید فقر کی بھی کچھ احتیاج نہین اور نیز جب
قول مفتی بہ کے واقف کچھ تصرف نہین کرسکتا اور مفتی کو بھی فسخ کا فتوی دینا جائز نہین اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ امام کے قول پر کسی نے فتوی نہین دیا کذا
فی الطحطاوی ولا یتم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شیء بما یلیق بہ ففی المسجد بالافراز وفی غیرہ بنصب المتولی وبتسلیمہ
ایاہ ابن کمال اور وقف تمام نہین ہوتا یہانتک کہ مقبوض ہو مصنف نے یون نہ کہا کہ متولی کا مقبوض ہو اسواسطے کہ تسلیم ہر چیز کی اوسکے لائق ہوتی ہے تو مسجد من

تسلیم ہے اگرچہ وقف نہ ہوا ہو جیسے اور غیر مسجد میں متولی مقرر کرنے اور اوسکو تسلیم کر دینے سے ہوتی ہے کذا صرح ابن کمال ویفرز فلا یجوز وقف مشاع یقسم خلافا للثانی اور وقف
تمام نہیں ہوتا یہانتک کہ جدا کر دیا جائے تو جائز نہیں وقف کرنا مشاع قسمت پذیر کا بخلاف ابو یوسف رحمہ وقف کا جدا کر دینا قسمت کے مبنی ہے اشتراط قبض پر سو امام محمد نے قبض کو شرط
کیا ہے تو وقف مشاع یعنی غیر مقسوم کو جائز نہیں رکھا اور امام ابو یوسف نے قبض نہیں شرط کیا تو وقف مشاع جائز رکھا اور اختلاف ہے محتمل القسمۃ میں اور غیر محتمل القسمۃ کا وقف
تو بالاتفاق جائز ہے سوا ہے مسجد و مقبرہ کے کہ اوسکا وقف باوجود عدم احتمال قسمت بھی تمام نہیں بالاتفاق مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول کو لیا ہے اور مشائخ بخارا نے محمد کے قول کو
لیا اور خلاصہ اور بزازیہ اور درر لوالجیہ اور شرح مجمع اور تجنیس اور غایۃ البیان میں کہا کہ مشاع میں امام محمد کے قول پر فتویٰ ہے کذا فی البحر ویجعل آخره لجهة قربة لا
تنقطع هذا بیان شرائطه الخاصة علی قول محمد لانه کالصدقة وجعله ابو یوسف کالاعتاق اور آخر وقف کا مقرر کیا جائے اوس جہت قربت کیواسطے
جو منقطع نہو یعنی انجام کار وقف مرید دائمی ہو مساکین پر یہہ یعنی تسلیم اور افراز اور تابید بیان ہے وقف کی شرائط خاصہ کا محمد کے قول پر اسواسطے کہ وقف مثل صدقہ ہے اور
ابو یوسف نے اوسکو اعتاق کی مانند قرار دیا ہے م ابو یوسف سے دو روایتیں میں آیا۔ روایت یہہ کہ تابید وقف میں ضرور ہے لیکن ذکر دوام شرط نہیں اور یہی قول صحیح ہے اور دوسری
روایت یہہ ہے کہ دوام شرط نہیں اور امام محمد کے نزدیک تصریح تابید ضروری ہے کذا فی الہدایہ والمنح طحطاوی نے کہا مصنف کا طرز بیان مناسب نہیں اسواسطے کہ اول امام کے مذہب
پر چلا کہ لزوم وقف نہیں ہوتا مگر قضا سے پھر بیان شرائط میں محمد کے طور پر چلا حالانکہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے لزوم وقف میں بلا قضا واختلف الترجیح والاخذ بقول
الثانی احوط واسهل فی الدرر وصدر الشریعة وبه یفتی واقره المصنف اور محمد اور ابو یوسف کے قول کی ترجیح مختلف ہے اور ابو یوسف کا قول لینا احوط اور
اسہل ہے وقف کی ترغیب کے واسطے اور درر اور غرر اور شرح وقایہ میں ہے کہ اسیکا فتویٰ ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے واذا وقته بشهر او سنة بطل
اتفاقا درر وعلیه فلو وقف علی رجل بعینه عاد بعد موته لورثة الواقف به یفتی فتح قلت وجزم فی الخانیة بصحة الموقت مطلقا فتنبه واقره
الشرنبلالی اور جب وقف میں مہینہ یا سال کا وقت بیان کیا تو باطل ہے بالاتفاق کذا فی الدرر اور بموجب بطلان موقت کے اگر وقف کیا ایک مرد پر بعینہ تو اوسکی موت کے
بعد وقف کو وارثوں کی طرف موقوف عود کریگا اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں اور خانیہ میں یقین کیا ہے صحت موقت کا مطلقا تو خبردار ہوجا اور ثابت رکھا
اسکو شرنبلالی نے م مسئلہ وقف علی المعین بطلان موقت پر مبنی نہیں ہوسکتا جب تک شخص معین پر وقف کرنا بالاتفاق باطل نہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہہ مسئلہ اسپر مبنی ہے
کہ ابو یوسف کے نزدیک تابید اصلا شرط نہیں تو موقوف علیہ کی حیات تک وقف رہیگا اور بعد اوسکی میراث ہوگا اور خانیہ میں ہے کہ اگر وقف اپنے گھر کو ایک دن یا ایک مہینہ یا وقت معین
تک کیا اور اوس سے زیادہ کچھہ نکہا تو جائز ہے اور وقف ابدی ہوگا انتہی تو اوسکا قول یعنی عدم زیادت اوس تفصیل کا مشیر ہے جسکو ہلال نے بیان کیا ہے کہ اگر وقف یہہ شرط کرے کہ
بعد وقت معلوم کے موقوف میری طرف رجوع کرے تو وقف باطل ہے اور اگر یہہ شرط نہیں تو صحیح ہے تو خانیہ کی عبارت میں اطلاق نہیں جسکو شارح نے بیان کیا ہے مگر کہیے اطلاق وقت مراد
رکہیں اور توفیق عبارات کی یون ممکن ہے کہ بطلان موقت کا قول مطلقا محمد کے قول پر محمول ہے کہ انکے نزدیک تابید لفظی شرط ہے اور صحت موقت مطلقا کا قول ابو یوسف
کی اوس روایت پر محمول ہے جسمیں مطلقا اشتراط تابید نہیں اور قول بالتفصیل ابو یوسف کے اوس قول صحیح پر محمول ہے جسمیں تابید معنوی ضرور ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی
فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرهن فبطل شرط واقف الکتب الرهن کما مر فی التدبیر پھر جب وقف باجتماع شرائط اور ارتفاع موانع
تمام ہوا تو مملوک نہیں ہوتا اور تملیک اوسمیں نہیں اور نہ عاریت اور نہ رہن تو کتابوں کے وقف کرنیوالے کو رہن کا کرنا باطل ہے چنانچہ کتاب التدبیر میں مذکور ہو چکا ولو سکنه
المشتری او المرتهن ثم بان انه وقف او للصغیر لزم اجر المثل قنیه اور وقف میں مشتری یا مرتہن رہا پہر ظاہر ہوا کہ یہہ وقف ہے یا صغیر کا مملوک ہے تو اسپر اجرت مثل
واجب ہے کذا فی القنیہ ولا یقسم بل یتهایؤن الا عندهما فیقسم المشاع وبه افتی قاری الهدایة وغیره اور قسمت کیا جاوے وقف مستحقین میں بلکہ اہل استحقاق نوبت
بنوبت اوس سے فائدہ لیں مگر صاحبین کے نزدیک تو غیر منقسم قسمت ہو اور اسیکا فتویٰ دیا ہے قاری ہدایہ وغیرہ نے اذا کانت القسمة بین الواقف وشریکه المالك او الواقف
الآخر او ناظره ان اختلفت جهة وقفهما قاری الهدایہ صاحبین کے نزدیک قسمت وقف مشاع صحیح ہے جبکہ قسمت ہو درمیان واقف اور اوسکے شریک مالک کے یا دوسرے واقف یا
اوسکے ناظر کے بشرطیکہ جہت انکی وقف کی مختلف ہو کذا صرح قاری الہدایہ م یعنی قاضی نے جبکہ جواز وقف مشاع کا حکم کیا اور اسکی تقسیم ہو کر رفع نزاع اور متفق علیہ ہو گیا
پھر بعض شرکا طالب قسمت ہوں تو امام کے نزدیک قسمت نہوگی نوبت بنوبت استعمال کرنا چاہیے اور صاحبین کے نزدیک قسمت ہوگی کذا فی المنح اور اگر جہت وقف مختلف نہیں تو قسمت

اختیار نہیں ہے کہ دونوں وقف کا مصرف متحد ہو ولو وقف نصف ضیعۃ له فاقتسمه مع الوقف صدر الشریعۃ وابن الکمال وبعد موته لورثته ذلك فیفرز
الوقف من الملك ولهم بیعه به افتی فی الهدایة واعتمده فی المنظومة المحبیة اور اگر واقف نے اپنی زمین کا نصف وقف کیا جسکے کل کا وہ مالک ہے تو قاضی اسکو
تقسیم کر دیگا اور جو وقف ہے اسکو جدا کریگا کذا صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال اور واقف کی موت کے بعد اوسکے وارثوں کو یہ تقسیم جائز ہے تو قاضی وقف کو ملک سے جدا کر دیگا اور وارثوں کو نصف مملوکہ کا
بیع کرنا جائز ہے اور اسی کا فتویٰ دیا قاری ہدایہ نے اور اسی پر اعتماد کیا ہے منظومہ محبیہ میں م انفع المسائل میں مذکور ہے کہ جمع بین الوقف والملک کے تقسیم قاضی کو جائز نہیں مگر شرکا کی
تراضی سے کذا فی المنح ولا الموقوف علیهم فلا یقسم الوقف بین مستحقیه اجماعا درر وکافی وخلاصه وغیرها لان حقهم لیس فی العین وبه جزم ابن نجیم
فی فتاواه وفی فتاوی قاری الهدایة هذا هو المذهب وبعضهم جوز ذلك اور جو لوگ کہ وقف ان پر موقوف علیہم ہیں تو وقف مقسوم نہوگا درمیان مستحقین کے باجماع امام اور صاحبین
کے کذا فی الدرر والکافی والخلاصة وغیرہا اسواسطے کہ مستحقون کا حق عین وقف میں نہیں بلکہ اوسکے محاصل میں ہے اور اسی کا یقین کیا ہے ابن نجیم نے اپنے فتاوی میں اور قاری ہدایہ کے
فتاوی میں ہے کہ یہی مذہب ہے اور بعض علما نے قسمت موقوف بین المستحقین جائز رکھی ہے م یہ قول غیر معتبر ہے کہ مخالف اجماع ہے کذا فی الطحطاوی ولو سکن بعضهم ولم
یجد الآخر موضعا یکفیه فلیس له اجرة ولا له ان یقول انا استعمله بقدر ما استعملته لان المهایاة انما تکون بعد الخصومة قنیه
اور اگر بعض مستحقین نے وقف میں سکونت کی اور دوسرے مستحق نے ایسی جگہ نہ پائی جو اوسکو کافی ہو تو اوسکو اجرت لینا مستحق ساکن سے جائز نہیں اور نہ اوسکو یوں کہنا جائز ہے
کہ مکان وقف کو میں استعمال کرونگا جسقدر تونے استعمال کیا اسواسطے کہ مہایاة یعنی نوبت بنوبت استعمال کرنا نہیں ہوتا مگر بعد خصومت کے کذا فی القنیہ م طحطاوی نے کہا یہ
خصاف کی عبارت ہے شارح نے قنیہ کیطرف منسوب کی نعم لو استعمله کله احدهم بالغلبة بلا اذن الآخر لزمه اجر حصة شریکه ولو وقفا علی سکناهما بخلاف
الملك المشترك ولو معدا للاجارة قنیه ہاں اگر ایک مستحق نے تمام مکان وقف کو استعمال کیا زبردستی بلا اذن مستحق ثانی کے تو ساکن پر بقدر حصہ شریک کے اجرت
لازم ہوگی اگرچہ وہ مکان دونوں کی سکونت کیواسطے وقف ہوا ہو بخلاف ملک مشترک کے کہ اوسمین شریک پر اجرت لازم نہیں اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا ہو کذا فی القنیة قلت
ولو بعضه ملك وبعضه وقف یأتی فی الغصب میں کہتا ہوں اور اگر کچھ مکان ملک اور کچھ وقف ہو غصب میں آویگا ویزول ملکه عن المسجد والمصلی
بالفعل وبقوله جعلته مسجدا عند الثانی وشرط محمد والامام الصلوٰة فیه بجماعة وقیل یکفی واحد وجعله فی الخانیة ظاهر الروایة اور زائل
ہوتی ہے ملک واقف کی مسجد اور عیدگاہ سے بسبب فعل کے یعنی نماز پڑھنے کے اور اسی طرح اس قول سے کہ میں نے اس مکان کو مسجد کر دیا ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور امام نے اوسمین جماعت سے
نماز پڑھنا شرط کیا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک شخص کا بھی نماز پڑھنا کافی ہے اور خانیہ میں اسی قول کو ظاہر الروایۃ کہا ہے م مسجد مخالف ہے مطلق وقف سے اسیلئے کہ نزدیک
امام اعظم کے نزدیک حکم حاکم اور وصیت کرنا اوسکے واسطے شرط نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک مشاع کا مسجد کرنا جائز نہیں اور محمد کے نزدیک تسلیم متولی اسمین شرط نہیں مسجد
واسطے عمارت بنانا شرط نہیں اسواسطے کہ خانیہ میں ہے کہ ایک شخص کی زمین ہے اوسمین کچھ عمارت نہیں اور اوسنے لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دی تا
یا دوام کا لفظ ذکر نکیا لیکن نیت دوام کی تھی پھر وہ مرگیا تو وہ مکان مسجد ہو گیا اوسمین میراث نہیں کذا فی النہر جسنے مسجد بنائی تو اوسکی ملک جو وہی حتیکہ مسجد کو اوسکی راہ
کے ساتھ اپنی ملک سے جدا نکرے اسواسطے کہ وہ خالص اللہ تعالی کیواسطے نہیں ہوتی بغیر جدا کرنیکے تو اگر اپنے گھر کے درمیان میں مسجد بنادی اور لوگوں کو دخول اور نماز کا
اذن دیا اگر اسکی راہ بھی شرط کی ہو تو سب کے نزدیک مسجد ہو گئی والا امام کے نزدیک مسجد نہیں اور صاحبین کے نزدیک مسجد ہو گئی اور راہ منجملہ حقوق مسجد ثابت ہوجاویگی بلا شرط اور
نماز اسواسطے شرط ہے کہ امام اور محمد کے نزدیک تسلیم ضرور ہے اور مسجد میں جماعت سے تسلیم ثابت ہوتی ہے بنابر صحیح روایت کے امام سے اور اسکی ساتھ اذان اور اقامت سے نماز پڑھنی
بھی شرط ہے تو اگر نماز پڑھی بلا اذان و اقامت کے تو امام اور محمد کے نزدیک مسجد ثابت ہوگی اور اگر ایک شخص کو امام اور موذن مقرر کیا تو اوسکی تنہا نماز سے مسجد ہو گی
بالاتفاق اور متولی یا قاضی یا اوسکے نائب کی تسلیم سے مسجد ثابت ہوگی کذا فی العالمگیریہ ملخصا اور چونکہ وقف اور قضا میں ابو یوسف کا قول ارجح ہے لہذا مصنف نے اوسکو مقدم کیا
تنویر اور درر اور ملتقی کی متابعت میں پھر قول سے مسجد ہوجاتی ہے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ متعلقہ بشارح کو اراد اهل المحلة نقض المسجد وبناءه احکم من الاول ان البانی
من اهل المحلة لهم ذلك والا لا بزازیه اہل محلہ نے چاہا مسجد کا توڑنا اور بعد اسکے بنانا اسکا مستحکم تر اول سے تو اگر وہ بنانیوالا انجملہ اہل محلہ ہے تو جائز ہے اور نہیں تو نہیں جائز ہے کذا فی
البزازیہ واذا جعل تحته سردابا لمصالحه ای المسجد جاز کمسجد القدس ولو جعل لغیرها او جعل فوقه بیتا وجعل باب المسجد الی طریق وعزله عن ملکه لا یکون مسجدا

وله بیعه و یورث عنه خ (فالما) اور جبکہ مسجد کے نیچے تہ خانہ ہو یا مسجد کے مصالح کیواسطے ہو تو جائز ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد نیچے ہے اور اگر تہ خانہ مصالح مسجد کے سوا کیواسطے بنا گیا
یا مسجد کے اوپر کوٹھری بنائی اور مسجد کا دروازہ راہ کیطرف کر دیا اور راہ سکو اپنی ملک سے جدا کر دیا تو مسجد نہوگی اور اوسکو اوسکی بیع جائز ہے اور اوسکے بعد اوسکا وارث پاویگا بخلاف
صاحبین کے مذہب کے م امام کا قول ظاہر المذہب ہے اسواسطے کہ اوسمین حق العبد باقی ہے اور جب حق العبد مسجد کے اعلی یا اسفل یا جوانب مین باقی رہا تو وہ خالص اللہ تعالی کیواسطے نہوگی کذا فی
المضمرات من البحر کالو جعل وسط داره مسجدا و اذن للصلوة فیه حیث لا یکون مسجدا الا اذا شرط الطریق زیلعی چنانچہ ایک شخص نے اپنے گہر کے درمیان
مسجد بنائی اور اوسمین نماز کا اذن دیا تو وہ مسجد نہوگی مگر جبکہ مسجد کے واسطے راہ بھی شرط کر دے کذا فی الزیلعی فرع مسئلہ لمتقہ شارع کا لو بنی فوقه بیتا للامام لا یضر لانه
من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلك لم یصدق تتارخانیه فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیره فیجب هدمه
ولو علی جدار المسجد لا یجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیئا منه مستغلا ولا سکنی بزازیه اور اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کیواسطے کوٹھری بنائی تو
مضر نہیں اسواسطے کہ یہہ منجملہ مصالح مسجد کے ہے اور اگر اوس مکان کا مسجد ہونا پورا ہوگیا یعنی فقط قول سے جیسے فتوی ہے یا اوسمین نماز پڑہنے سے پہر واقف نے مسجد کے اوپر مکان بنانے کا
ارادہ کیا تو منع کیا جائیگا اور اگر کہیگا کہ مین نے اسکی نیت کی تہی تو اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی التاتارخانیہ پہر جب واقف کا یہہ حال ہے کہ بنا نہیں سکتا تو غیر واقف کا بنانا
کیونکر جائز ہوگا تو اوسکا گرا دینا واجب ہے اگرچہ عمارت مسجد کی دیوار پر ہو نہ چہت پر اور اوس سے کرایہ لینا جائز نہیں اور نہ یہہ جائز ہے کہ منجملہ مسجد کے کوئی تہوڑا مکان کرایہ
یا سکونت کیواسطے مقرر کیا جائے کذا فی البزازیہ م کرایہ لینا بہر صورت جائز نہیں اگرچہ مسجد کی عمارت وغیرہ مین صرف ہو اور یہہ جو بعض مسجد کا کرایہ لینا مسجد کے واسطے جائز کہا
ہے وہ قول غیر صحیح ہے کذا فی البحر ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعة وبه یفتی حاوی القدسی اور اگر
مسجد کا گرد و پیش منہدم ہوکر ویران ہوگیا اور اوسکی کچہہ حاجت نرہی تو وہی مسجد ہی باقی رہیگی امام اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک اسی پر فتوی ہے کذا فی الحاوی
القدسی یعنی اوسکی ملکیت واقف اور یا اوسکے وارثون کیطرف عود نکریگی اور اسکا نقل کرنا دوسری مسجد کیطرف جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مسجد ہے علی الدوام کوئی اوسمین نماز پڑہے
یا نہ پڑہے کذا فی المنح الحاوی القدسی وعاد الی الملك ای ملك البانی او ورثته عند محمد اور مسجد مذکور عود کریگا طرف ملک کے یعنی بانی یا اوسکے وارثون کو اوسکی ملک
حاصل ہوگی محمد کے نزدیک وعن الثانی ینتقل الی مسجد آخر باذن القاضی اور ابو یوسف سے دوسری روایت یہہ ہے کہ وہ نقل ہوگی دوسری مسجد کیطرف قاضی کے اذن سے یعنی اوسکا
شکستہ اسباب قاضی کے اذن سے بیع ہوکر قیمت اوسکی دوسری مسجد مین صرف ہوگی اور یہہ روایت امام اعظم کے مخالف ہے کذا فی المنح ومثله فی الخلاف المذکور
حشیش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما اور خلاف مذکور مین مانند مسجد کے ہے مسجد کی گہاس اور اوسکی بوریان جب انکی حاجت نرہی یعنی شیخین کے نزدیک ملک
داخل نہین اور محمد کے نزدیک واقف کی ملک ہوجاوینگی وکذا الرباط والبئر اذا لم ینتفع بهما فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض الی اقرب مسجد او
رباط او بئر او حوض الیه تفریع علی قولهما درر اور سرای مسافرخانہ اور کنوان جب لائق انتفاع کے نرہے تو صرف کیا جاوے وقف مسجد اور مسافرخانہ اور کنوئین اور حوض
کا اوس مسجد اور مسافرخانہ اور کنوئین اور حوض کے جو اوس سے قریب تر ہے یہہ تفریع ہے شیخین کے قول پر کذا فی الدرر م عبارت مین لف و نشر مرتب ہے یعنی وقف مسجد اقرب مسجد کیطرف
اور وقف مسافرخانہ اقرب مسافرخانہ کیطرف اور حوض کا وقف اقرب حوض کیطرف صرف ہو قیاسا و دفع ضیعة علی الفقراء وسلمها للمتولی ثم قال لورثته اعطوا من غلتها
فلانا کذا وفلانا کذا لم یصح لخروجه عن ملکه بالتسجیل فلو قبله صح قلت لکن سیجیء معزیا للفتاوی مؤید زاده ان للواقف الرجوع فی الشروط ولو مسجلا
اور درر مین ہے کہ ایک شخص نے زمین فقرا پر وقف کی اور متولی کو سپرد کی پہر اوس نے اپنے وصی سے کہا کہ اس مین کے محصول سے فلان کو اسقدر دینا اور فلان کو اسقدر تو یہہ حکم نہین
نافذ ہو کیونکہ وقف کی ملک سے قاضی کے حکم سے سجل ہو اگر قبل حکم کے وصیت کریگا تو صحیح ہوگا مین کہتا ہون لیکن آگے آویگا فتاوی مؤید زادہ سے منقول ہو کہ واقف کو
شروط وقف مین رجوع کرنا جائز ہے اگرچہ وقف مسجل ہوگیا ہو م یہہ استدراک عدم صحت پر ہے طحطاوی نے کہا معلوم ہوا کہ شارح نے اسکی تحریر نہین کی اتحد الواقف والجهة وقل
مرصدهم بعض الموقوف علیه بسبب خراب وقف احدهما جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاخر الیه لانهما حینئذ کشیء واحد اور واقف اور جہت
ہو اور بعض موقوف علیہ کا مرسوم یعنی مشاہرہ یا سالیانہ کم ہوگیا بسبب ویران ہوجانے ایک وقف کے تو حاکم کو جائز ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی اوسپر صرف کرے اسواسطے کہ دونون
ایک شے کی مانند ہین م مصنف نے اپنی شرح مین اتحاد وقف اور جہت کی یہہ مثال دی کہ ایک شخص نے دو مسجدین بنائین اور ہر ایک کے مصالح کیواسطے علیحدہ وقف معین کیا تو اگر

ایک مسجد کے امام یا موذن کا وظیفہ کم ہو گیا اوسکی وقف کی ویرانی سے تو دوسری مسجد کے وقف کی فاضل آمدنی سے اونکو حاکم دیسکتا ہے بخلاف اسکے علامہ نے کہا کہ تجارت و بیت کو اسطرح پھیر کرنا علامہ بزازیہ کے
قول کے مخالف ہے اسواسطے کہ بزازی نے اتحاد وقف اور جہت کی یوں مثال دی ہے کہ دو وقف ایک مسجد پر ہوں ایک وقف اوسکی مرمت کیواسطے اور دوسرا وقف اسکے امام اور موذن کیواسطے
کذا فی الظہیریہ وان اختلف احدہما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا ومدرسۃ ووقف علیہما اوقافا لا یجوز لہ ذلک اور اگر وقف اور جہت
سے کوئی مختلف ہو اسطرح پر کہ دو شخصوں نے دو مسجدیں بنائیں یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونوں پر اوقاف وقف کئے تو حاکم کو یہ جائز نہیں کہ ایک کا محصول دوسرے
پر صرف کرے ولو وقف العقار ببقرہ واکرتہ بفتحتین وہم عبیدہ الحراثون صح استحسانا تبعا للعقار اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو بیلوں اور کھیتی
کرنیوالے اپنے غلاموں کے ساتھ وقف کیا تو صحیح ہے بنابر استحسان کے زمین کی تبعیت سے اکرہ بفتحہ اول وثانی جمع اکار ہے یعنی کشتکار ھ اور اسیطرح باقی آلات کشتکاری کا وقف
کرنا زمین کے ساتھ صحیح ہے کذا فی شرح الملتقی وجاز وقف القن علی مصالح الرباط ش اصدد نفقتہ وجنایتہ فی مال الوقف ولو قتل عمدا لا قود فیہ بل ان
بل یجب قیمتہ لیشتری بہا بدلہ اور جائز ہے وقف کرنا غلام کا مسافرخانہ کی مصالح کیواسطے کذا فی الخلاصہ اور اوسکا خرچ اور جنایات وقف کے مال میں ہے اور اگر وہ غلام
مقتول ہو عمدا تو اوسمیں قصاص نہیں کذا فی البزازیہ بلکہ قاتل پر اوسکی قیمت دینا واجب ہے تا عوض اوسکے دوسرا خرید کیا جاوے کما سیجیء وقف المشاع [illegible] یقضی بجوازہ لا
لانہ مجتہد فیہ فللحنفی المقلد ان یحکم بصحتہ وقف المشاع وبطلانہ لاختلاف الترجیح واذا کان فی المسئلۃ قولان مصححان
جاز الافتاء والقضاء باحدہما بحر ومصنف چنانچہ صحیح ہے وقف اوس مشاع کا جسکے جواز پر قاضی کا حکم ہو گیا [illegible] اختلاف
ہے تو قاضی حنفی مقلد کو جائز ہے کہ صحت وقف مشاع کا حکم کرے بسبب اختلاف ترجیح صحت [illegible] اور جب کہ مسئلہ میں دو قول صحیح ہوں تو کسی ایک قول پر فتویٰ دینا
مفتی کو اور حکم کرنا قاضی کو جائز ہے کذا فی البحر [illegible] ھ بشرطیکہ کوئی قول مفتی بہ نہو والا مفتی بہ سے عدول کرنا جائز نہیں [illegible] ایک قول پر فتویٰ ہو گیا یا قاضی
حکم کر چکا تو دوسرے قول پر فتویٰ نہ ہوا اور نہ حکم کرے کذا فی الطحطاوی وکما صح ایضا وقف کل منقول قصدا فیہ تعامل للناس [illegible]
[illegible] چنانچہ صحیح ہے وقف اوس [illegible] کا بھی بالقصد بالتبعیہ جسمیں لوگوں کا عمل جاری ہو گیا یعنی جس منقول کے وقف کا مسلمانوں میں رواج ہو گیا [illegible]
[illegible] بلکہ درا ہم اور دنانیر ھ گھوڑے اور ہتھیار کی صحت وقف میں صاحبین میں خلاف نہیں اسواسطے کہ [illegible]
ہے کہ محمد کے نزدیک وقف منقول کا ابتداء جائز اور صحیح ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح نہیں اور مجتبی میں یوں منقول ہے کہ محمد کو وقف منقول میں [illegible] ابو یوسف [illegible]
[illegible] اور ظاہر نہر الفائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ وقف منقول اونہیں شہروں میں صحیح ہے جہاں اوسکا وقف کا رواج ہے [illegible] کذا فی [illegible]
قلت بل ورد الامر للقضاۃ بالحکم بہ کما فی معروضات المفتی ابو سعود وتکمیل [illegible] ومضاربۃ [illegible] فعلی ہذا الوقف
[illegible] علی شرط ان یقرضہ لمن لا بذر لہ لیزرعہ لنفسہ فاذا ادرک اخذ مقدارہ [illegible] سلطان [illegible]
صحت وقف درا ہم و دنانیر کے حکم کرنیکا [illegible] مفتی ابو سعود [illegible] اور درا ہم کے [illegible]
قیمت [illegible] مضاربت یا بضاعت [illegible] وقف منقول [illegible]
[illegible]
جائز ہے کذا فی الخلاصہ وفیہا وقف بقرۃ علی ان ما خرج من لبنہا او سمنہا للفقراء ان اعتادوا ذلک رجوت ان یجوز اور خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے [illegible]
وقف کی اس شرط پر کہ جو اسکا دودھ اور گھی نکلے وہ فقیروں کے واسطے ہو اگر وہاں کے لوگ ایسے وقف کرنیکا [illegible] ہوں تو مجھکو امید ہے [illegible] وقدر وجنازۃ وثیابہا
ومصحف وکتب لان التعامل یترک بہ القیاس لحدیث ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن [illegible] قول محمد [illegible]
استحسانا اور صحیح ہے وقف کرنا دیگ اور جنازہ اور اسکے کپڑوں کا اور مصحف اور کتابوں کا اسواسطے کہ تعامل [illegible]
چنانچہ [illegible] نزدیک [illegible] اس قول کے وقف [illegible] جائز نہیں [illegible] محمد [illegible] فتویٰ ہے کذا فی
الاختیار شرح المختار ھ جنازہ بالکسر عبارت ہے نعش سے یعنی جسپر میت کو رکھکر دفن کیواسطے لیجاویں [illegible] علامہ [illegible] وقف [illegible]

مطلقاً جائز ہو اگرچہ صرف محمولات کی کتابوں میں ہوں وقف میں قیاس یہ ہے کہ زمین کا وقف جائز ہو نہ منقول کا اسواسطے کہ تابید یعنی ہمیشگی وقف میں شرط ہے سو منقول میں حاصل نہیں وألحق فی البحر السفینۃ بالمتاع اھ لاحق کیا ہے بحر الرائق میں کشتی اھ جہاز کو اسباب سے عدم جواز وقف میں یعنی بسبب عدم عرف کے علیٰ نے کہا ہمارے زمانہ میں جہازوں کا وقف رائج ہو گیا ہے اسواسطے کہ بعض جہاز حرمین شریفین کے آنا جانا کیواسطے وقف ہوئے ہیں وفی البزازیۃ جاز وقف الاکسیۃ علی الفقراء فیدفع الیہم شتاءً ثم یردونھا بعدہ اور بزازیہ میں ہے کہ جائز ہے وقف کملوں کا فقیروں پر سو اونکو دی جاوین جاڑے میں پھر انکو وہ پھیر دین بعد اسکے م یہ قول عدم جواز وقف متاع سے مستثنیٰ ہے وفی الدرر وقف مصحفاً علی اھل مسجد لقراءۃ القرآن ان یحصون جاز اھ درر غرر میں ہے کہ وقف کیا مصحف کو اہل مسجد پر قرآن پڑھنے کیواسطے اگر اہل مسجد شماری لوگ ہوں تو جائز ہے م ظاہر تقیید احصا دلالت کرتی ہے کہ درحالت عدم احصا وقف جائز نہو لیکن ملتقی اور اوسکی شرح میں احصار اہل مسجد شرط نہیں وان وقف علی المسجد جاز ویقرأ فیہ ولا یکون محصوراً علی ھذا المسجد اور اگر مصحف کو وقف کیا مسجد پر تو جائز ہے اور اوسمیں پڑھا جاویگا اور محصور نہوگا یہ مصحف اسی مسجد پر کذا فی البحر م قنیہ میں ہے کہ ایک مسجد معین کا مصحف موقوف دوسرے اہل محلہ کو دینا جائز نہیں وبہ عُرف حکم نقل کتب الاوقاف من محالّھا للانتفاع بھا والفقھاء بذلک مبتلون فان وقفھا علی مستحقی وقفہ لم یجز نقلھا وان علی طلبۃ العلم وجعل مقرھا فی خزانتہ التی فی مکان کذا ففی جواز النقل تردد نھر اور اسی سے معلوم ہو گیا نقل کرنا کتب اوقاف کا اونکے مکانات سے فائدہ لینے کے واسطے اور فقہا اسمیں مبتلا ہیں سو اگر وقف نے کتابوں کو وقف کیا اپنے وقف یعنی اپنی مسجد یا مدرسے کے مستحقین پر تو ان کتب کا دوسری جگہ لیجانا جائز نہیں اور اگر مطلق طالب علموں پر وقف کیا اور ٹھہرانا کتب کا اپنے خزانہ میں مقرر کیا جو فلانے مکان میں ہے تو جواز نقل میں تردد ہے کذا فی النہر م سبب تردد اختلاف ہے اون دو عبارتوں کا جو سابق مذکور ہوئیں کہ ایک روایت سے جواز نقل معلوم ہوتا ہے اور دوسری سے عدم جواز مطلقاً اور سے کہا کہ فقہا کا یہ قول کہ وقف میں عمل بالاصل لازم ہے اسکا مقتضی ہے کہ نقل کتب وقفیہ جائز نہو کہ نفع طالبوں کا بعد نقل کے متعسر ہو جاتا ہے خصوصاً زیادہ مدت گذرنے سے یا ناقل کی موت سے اور اسکے وارث اوسکی ملک کے مدعی اکثر ہو جاتے ہیں واللہ اعلم ویبدأ من غلتہ بعمارتہ ثم ما ھو اقرب لعمارتہ کامام مسجد ومدرس مدرسۃ یعطون بقدر کفایتھم ثم السراج والبساط کذلک الی اٰخر المصالح وتمامہ فی البحر اھ وقف کی آمدنی سے پہلے وقف کی مرمت شروع کیجاوے بعد اسکے وہ صرف جو عمارت سے نزدیک تر ہے جیسے مسجد کا امام اور مدرسہ کا مدرس انکو دینا چاہیے بقدر اونکی کفایت کی پھر چراغ بتی اور فراشوں کو اسیطرح بقدر کفایت دینا چاہیے آخر مصالح تک یعنی موذن اور ناظر اور تیل اور چٹائیاں اور وضو کا پانی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے م یعنی متولی پر ترتیب مذکور کے موافق صرف کرنا واجب ہے اور ابتداء عمارت لازم نہیں مگر جب خوف ہو وقف کی ویرانی کا اور تعمیر اوسی قدر مستحق ہے جس صفت پر واقف نے وقف کیا تھا اور اس سے زیادہ تعمیر کرنا مستحق نہیں مگر مستحقین کی رضامندی سے تو وقف کی دیواروں کو سفید یا سرخ کرنا جائز نہیں اگر واقف نے رنگین نکیا ہو وان لم یشترطہ الواقف لثبوتہ اقتضاءً صرف عمارت مقدم ہے اگرچہ واقف نے اسکو شرط نکیا ہو بسبب اسکے ثابت ہونے کے بنا بر اقتضا کے یعنی اسواسطے کہ واقف کا قصد یہ ہے کہ محاصل ہمیشہ صرف ہوتا رہے اور ہمیشگی نہیں ہو سکتی بدون عمارت کے تو شرط عمارت کی اقتضاءً ثابت ہوئی کذا فی المنح وتقطع الجھات للعمارۃ ان لم یخف ضرر بیّن فتح فان خیف کامام وخطیب وفراش قدموا فیعطوا المشروط لھم واما الناظر والکاتب والجابی فان عملوا زمن العمارۃ فلھم اجرۃ عملھم لا المشروط بحر قال فی النھر وھو الحق خلافاً للاشباہ اور قطع کیجاوین گے سب مصارف مستحقین کے ہنگام عمارت میں اگر صریح ضرر کا خوف نہو کذا فی الفتح سو اگر ضرر صریح کا خوف ہو جیسا کہ امام اور خطیب اور فراش تو انکی تقدیم ہوگی پس انکو انکا مشروط دیا جائیگا اور ناظر اور کاتب اور تحصیلدار اگر عمارت کے زمانہ میں اپنا کام کریں تو اونکو اپنے عمل کی اجرت ملیگی نہ مشروط کذا فی البحر نہر الفائق میں کہا کہ یہی حق ہے خلافاً للاشباہ م اشباہ میں کہا کہ انکو بقدر کفایت دیا جائیگا وفیھا عن الذخیرۃ لو صرف الناظر لھم مع الحاجۃ الی التعمیر ضمن وھل یرجع علیھم الظاھر لا لتعدیہ بالدفع اور اشباہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر ناظر نے مستحقین پر صرف کیا باوجود حاجت تعمیر کے تو اوسپر ضمان ہے اور کیا ناظر مستحقین سے بعد ضمان کے پھیر سکتا ہے ظاہر حکم یہ ہے کہ پھیر نہیں سکتا بسبب اوسکی تعدی کے دینے سے وما قُطع للعمارۃ یسقط راساً اور جو حق مستحقین کا قطع ہوا عمارت کیواسطے وہ بالکل ساقط ہو جاتا ہے یعنی وقف پر دین نہیں ہوتا اسلیے کہ ہنگام عمارت میں انکا کچھ حق نہیں تو اگر سال آئندہ آمدنی حقوق سے فاضل ہوگی تو انکو بعوض سال گذشتہ ملیگی کذا فی الاشباہ وفیھا لو شرط الواقف تقدیم العمارۃ ثم الفاضل للفقراء والمستحقین لزم الناظر امساک قدر العمارۃ کل سنۃ وان لم یحتج الان لجواز ان یحدث حدث ولا غلۃ بخلاف ما اذا لم یشترطہ فلیحفظ الفرق بین الشرط وعدمہ اور اشباہ میں ہے کہ اگر واقف نے تقدیم

عمارت شرط کی بعد اسکے فاضل آمدنی نقرا پر تقسیم کیے اسلئے تو ناظر کو لازم ہے کہ چھوڑنا بعد عمارت کے ہر سال اگرچہ سر دست فی الحال حاجت نہو کہ شاید کوئی حاجت پیش آوے اور محصول نہو بخلاف اسکے جبکہ
واقف نے تقدیم عمارت نہ شرط کی ہو تو ہر سال اوٹھا رکھنا لازم نہیں تو شرط اور عدم شرط کے فرق کو یاد رکھنا چاہیے وفی الوھبانیۃ لو زاد المتولی دانقا علی اجر المثل ضمن الکل
لوقوع الاجارۃ له اھ اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر متولی نے اجرۃ مثل پر ایک دانگ بھی زیادہ کی تو جمیع اجرت کا وہ ضامن ہے اپنے مال سے بسبب واقع ہونے اجارہ کے متولی کیواسطے
ھ صورت اسکی یہہ ہے کہ متولی نے ایک شخص کو مسجد میں ایک درم اور ایک دانگ پر مزدوری لگایا اور اجرت مثل ایک درم ہے تو متولی کو تمام اجرت اپنے مال سے دینا ہوگا کذا
فی شرح الوھبانیۃ عن قاضیخان اور دانگ ششم حصہ ہے درم کا وفی شرحها للشرنبلالی عند قوله ه ویدخل فی وقف المصالح قیّم امام خطیب والمؤذن یعبر
الشعائر التی تقدم شرط ام لم یشترط بعد العمارۃ ھی امام و خطیب و مدرس و وقاد و فراش و مؤذن و ناظر و ثمن زیت و قنادیل و حصر و ماء وضوء
و کلفۃ نقله للمیضأۃ فلیس مباشر و شاھد و شاد و جاب و خازن کتب من الشعائر فتقدیمهم فی دفتر الحساب لیس بشرعی و یقع الاشتباہ فی
بواب و مزملاتی قاله فی البحر قلت ولا تردد فی تقدیم بواب و مزملاتی و خادم مطھرۃ انتهی اور وہبانیہ کی شرح شرنبلالی میں اسکے اس قول کے پاس کہ داخل ہو مصالح
وقف میں ناظر اور امام اور خطیب اور موذن لکہا ہے کہ جو شعائر کہ مقدم ہیں واقف نے شرط کیا ہو یا نہ شرط کیا ہو بعد عمارت کے وہ امام اور خطیب اور مدرس اور چراغچی اور فراش اور موذن
اور ناظر اور تیل اور قنادیل اور چٹائیوں اور وضو کے پانی کی قیمت اور پانی لے آنیکی مزدوری وضو کے برتن میں تو مباشر اور شاہد اور مسجد کا خبرگیراں اور محصول کا تحصیلدار اور
کتابوں کا خزانچی شعائر وقف میں نہیں ہیں تو انکی تقدیم دفتر حساب میں امر شرعی نہیں بحر الرائق میں کہا کہ دربان اور مزملاتی میں اشتباہ واقع ہوتا ہے کہ یہہ بھی مقدم ہیں یا
نہیں میں کہتا ہوں کچھہ تردد نہیں دربان اور مزملاتی اور خادم مطہرہ کی تقدیم میں انتہی کلام شرنبلالی ھ مزملاتی منسوب ہے مزملہ کیطرف مزملہ بروزن معظمہ وہ برتن ہے جس میں
پانی سرد ہوا اور مراد میاں وہ شخص ہے جو اہل مسجد کے پانی پینے کے برتن پانی سے بہرے اور شاد وہ شخص جو خبرگیر مسجد ہو یعنی جو ملازم مسجد رہے پاک صاف رکہنے کیواسطے اور خادم
مطہرہ وہ ہے جو اسکو پاک صاف رکہے اور وہ مراد نہیں جو مطہرہ میں پانی بہرے کہ وہ پہلے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی قلت انما یکون المدرس من الشعائر لو مدرس
المدرسۃ کما مر اما مدرس الجامع فلا لانه لا یتعطل لغیبته بخلاف المدرسۃ حیث تقفل اصلا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ مدرس اوسوقت شعائر میں
داخل ہوگا اگر مدرسہ کا مدرس ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور جامع مسجد کا مدرس تو شعائر میں داخل نہیں اسواسطے کہ اوسکی غیبت سے تعطل نہیں ہوتا بخلاف مدرس مدرسہ کے کہ وہ اوسکے نہونے سے
بالکل معطل اور مقفل ہو جاتا ہے ھ اشباہ میں ہے کہ مدرس مدرسہ اوسوقت شعائر میں ہوگا جب ملازم تدریس رہے وقف کی شرط کی نہ اور ہمارے زمانہ کے مدرس تو ایسے نہیں ہیں اسلئے
اور مدرس ہر صورت ملازمت تدریس مستحق ہوگا مشروط کا خواہ طالبین مشروطین کو تعلیم کرے یا اور طالبین کو وھل یاخذ ایام البطالۃ کعید و رمضان لم ارہ و
ینبغی الحاقه ببطالۃ القاضی واختلفوا فیها والاصح انه یاخذ لانها للاستراحۃ اشباہ من قاعدۃ العادۃ محکمۃ و سیجیء ما لو غاب فلیحفظ
اور کیا مدرس ایام تعطیل جیسا کہ عید اور رمضان میں مشروط لیگا یا نہیں میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا اور لائق ہے الحاق تعطیل مدرس کا قاضی کے تعطل سے اور علما اوسکے لینے میں
مختلف ہیں اور قول اصح یہہ ہے کہ قاضی اوسکو لے اسواسطے کہ تعطل کے استراحت کیواسطے ہیں چنانچہ اشباہ میں ہے اسی قاعدہ کے تحت میں العادۃ محکمۃ اور آگے آویگا وہ مسئلہ کہ
اگر مدرس غائب رہا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ھ طحطاوی نے کہا کہ علامہ بیری نے ذرا ملحق کو قنیہ کی اس عبارت سے مقید کیا ہے کہ اگر واقف نے ہر روز کی تدریس کچھہ معین کیا پہر مدرس نے
جمعہ اور منگل کو تعطیل کی تو اوسکو روزینہ حلال نہیں اور اگر ہر روز کیواسطے کچھہ مبلغ مقرر نہیں کیا تو لینا حلال ہے اگرچہ ان دونوں دنوں میں درس نکرے بسبب عرف کے بخلاف
جمعہ اور منگل کی تعطیل کے کہ اوسکی اجرت لینا حلال نہیں مطلقا خواہ ہر روز کی اجرت معین کی ہو یا نکی ہو ولو کان الموقوف دارا فعمارته علی من له السکنی و
لو متعددا من ماله لا من الغلۃ اذ الغرم بالغنم درر اور اگر موقوف گہر ہو تو اوسکی مرمت اوس شخص پر ہے جسکی سکونت کیواسطے وہ موقوف ہے اگرچہ ساکن متعدد ہوں
اپنے مال سے مرمت کریں نہ گہر کے کرایہ سے اسواسطے کہ نقصان عوض منفعت کے ہے کذا فی الدرر ولم یزد فی الاصح یعنی انما تجب العمارۃ علیه بقدر الصفۃ التی وقفها الواقف
اور ساکن گہر کی مرمت زیادہ نکرے قول اصح میں یعنی اوسپر عمارت بقدر اوسی صفت کے واجب ہے جس صفت پر واقف نے اسکو وقف کیا ولو ابی من له السکنی او عجز لفقرہ عمر الحاکم ای
آجرها الحاکم منه او من غیرہ و عمرها باجرتها کعمارۃ الواقف ولم یزد فی الاصح الا برضا من له السکنی زیلعی ولا یجبر الابی علی العمارۃ ولا تصح اجارۃ
من له السکنی بل المتولی او القاضی اور جسکو اسلئے سکونت وقف ہو اگر عمارت بنانا نہ قبول کرے یا اپنی محتاجی سے عاجز ہو تو حاکم اوسکی تعمیر کرے یعنی حاکم اوس گہر کو اوسی

شخص ساکن یا اوسکا غیر کو کرایہ دیوے اور اوسکو کرایہ سے اوسکی مرمت کرے قیمت کی عمارت کی مانند اور زیادہ عمارت نکرے مگر اوسکی رضامندی سے جسکو واسطے سکونت ہے کذا فی الزیلعی اور اگر زبردستی نہین عمارت کیواسطے اور جسکے واسطے سکونت ہے اوسکا اجارہ دینا صحیح نہین بلکہ متولی یا قاضی کا اجارہ دینا صحیح ہے ثم ردھا بعد التعمیر الی من له السکنیٰ رعایة للحقین پھر حاکم اوس گھر کو بعد تعمیر کے پھیردے اوسکو جسکے واسطے سکونت ہے برعایت دونو حقوق کے یعنی تعمیر برعایت حق وقف ہوئی اور پھیردینا برعایت حق ساکن ہوا اسواسطے کہ اگر تعمیر نہوتی تو سکونت بالکل فوت ہوجاتی فلا اعمارة علی من له الاستغلال لانه لا سکنیٰ له فلو سکن هل تلزمه الاجرة الظاهر لا لعدم الفائدة تو گھر کی عمارت اوس شخص پر واجب نہین جسکے واسطے گھر کا کرایہ وقف ہے اسواسطے کہ اوسکے لیے سکونت نہین ہے اگر وہ شخص گھر مین سکونت کرے کیا کرایہ اوسپر لازم ہوگا ظاہر جواب یہ ہے کہ اوسپر واجب نہین بسبب عدم فائدہ کے یعنی اگر کرایہ اوسپر لازم ہو تو آخر کرایہ بھی اوسیکو ملیگا پھر لزوم اجرة کا فائدہ ہوا الا اذا احتیج للعمارة فیاخذھا المتولی لیعمرھا ولو ھو المتولی ینبغی ان یجبرہ القاضی علی عمارتھا مما علیه من الاجر فان لم یفعل نصب متولیا لیعمرھا مگر اوس وقت کرایہ اوسپر لازم ہوگا جب مرمت کی حاجت ہو تو متولی اوس سے کرایہ لیکر گھر کی مرمت کریگا اگر خود وہی متولی بھی ہو تو لائق یہ ہے کہ قاضی اوسپر زبردستی کرے عمارت کیواسطے اوس کرایہ سے جو اوسپر لازم ہوا ہے بسبب سکونت کے پھر اگر وہ نکرے تو قاضی دوسرا متولی مقرر کرے اور اوسکی تعمیر کیواسطے ولو شرط الواقف غلتھا له ومؤنتھا علیه صحتا وھل یجبر علی عمارتھا الظاهر لا نهر اور اگر وقف نے اپنی گھر کی ایک شخص کے واسطے شرط کی اور اوسکا خرچ بھی اوسپر شرط کیا تو یہ دونو شرطین صحیح ہین اور کیا اوس شخص پر عمارت کیواسطے زبردستی کیجاویگی یا نہین ظاہر جواب یہ ہے کہ اوسپر جبر نہین کذا فی النہر وفی الفتح یحصل القاضی من یستاجرھا لوارثه وخطر لی انه یخیرہ بان ان یعمرھا او یردھا لورثة الواقف لمن فلو کان ھو الوارث لورثة وفی فتاویٰ قارئ الهدایة ما یفید استبداله او صرف ثمنه للوارث او الفقراء اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر قاضی اوسکو یا وہی جو اوس گھر کو کرایہ لے مین اسکو نہین دیکھا اور میرے دل مین یہ آتا ہے کہ جسکے واسطے سکونت وقف ہوا اوسکو قاضی اختیار دے کہ یا اوسکی تعمیر کرے یا اوسکو واقف کے وارثون کو پھیردے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ اگر وارث ہی پر سکونت وقف ہو جیسے اوسکو نہین دیکھا اور قاری ہدایہ کے فتاوی مین وہ مضمون ہے جو مفید ہے اوسکے استبدال کا یا اوسکی قیمت پھیردینے کا وارث کو یا فقیرون کو ھ بحر الرائق مین بعد نقل عبارت فتح القدیر کے کہا کہ یہ عجیب ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب وقف ویران ہوجاوے اور لائق انتفاع نرہے تو اوسکا استبدال جایز ہے خواہ زمین ہو خواہ گھر و غیرہ مین منتقی سے منقول ہے کہ ہشام نے کہا کہ مین نے محمد سے سنا کہتے تھے کہ جب وقف خراب ہوجاوے اسطرح کہ لائق انتفاع مساکین کے باقی نرہے تو قاضی کو جایز ہے کہ اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت سے زمین یا گھر مول لے اور یہ جایز نہین سوا قاضی کے اور وقف کا عود کرنا بعد ویران ہونے کے واقف یا اوسکے وارث کیطرف سو ہم ذکر کرچکے کہ وہ قول ضعیف ہے حاصل یہ ہے کہ جو وقف مہملہ ہو اسکی جب تعمیر ہو سکے اور قاضی مستاجر کو نپاوے تو اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت سے دوسری زمین یا گھر خریدے کہ جو وقف ہوجاتے تو شارح کا یہ قول کہ اگر موقوف علیہ ہی وارث ہو اسکو مین نہین دیکھا اسواسطے کہ اوسکا حکم فقط استبدال ہے اور وہ مختلف نہین وارث اور غیر وارث سے اور فتاوی قاری ہدایہ کا بھی ضعف ظاہر ہوگیا اور تعجب ہے شارح سے کہ اس قسم کا قول کیونکر بحر الرائق کے دیکھنے کے بعد ذکر کیا علی الخصوص کہ صاحب نہر انکا قول بھی اسکو ثابت رکھا ہو کذا فی الحلبی وصرف الحاکم او المتولی حاوی نقضه او ثمنه ان تعذر اعادة عینه الی عمارته ان احتاج والا حفظه لیحتاج الیه الا اذا خیف ضیاعه فیبیعه ویمسك ثمنه لیحتاج ساوی اور صرف کرے حاکم یا متولی کذا فی النہار وقف سکان شکستہ کی لکڑی اینٹ پتھر اور اینٹ کو یا اسکی قیمت کو اگر ذات کا بعینہ اعادہ متعذر ہو اوسکی عمارت کی طرف اگر حاجت ہو مرمت کی اور نہین تو وہ کو محفوظ رکھے واسطے حاجت کے مگر جب اوسکو ضائع ہونیکا خوف ہو تو اسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت کو رکھ چھوڑے حاجت کے واسطے ھ بحر الرائق مین تو بیع منقوض کی دو جگہ ہے بصورت تعذر اعادہ اور بصورت خوف ہلاک ولا یقسم النقض او ثمنه بین مستحقی الوقف لان حقھم فی المنافع لا فی العین اور تقسیم نہوگا وقف کا منقوض یا اوسکی قیمت مستحقین وقف کے درمیان مین اسواسطے کہ اونکا حق منافع وقف مین ہے نہ عین وقف مین یعنی اسواسطے کہ عین مین حق مالک ہے یا حق اللہ تعالیٰ علی اختلاف القولین اور یہین سے معلوم ہوگیا کہ مسجد کی چراغ بتی کی تقسیم مستحقین مین جایز نہین اور اسیطرح باقی رہی مین رمضان کی تبیان موم کی اور تیل امام اور موذن کو لینا جایز نہین بلا اذن مالک کے اور اگر اوسکو نانکا رواج ہو کہ امام اور موذن بلا اذن صریح لیتے ہون تو جایز ہے کذا فی الطحطاوی جعل شیء ای جعل الباني شیئا من الطریق مسجدا لضیقه ولم یضر بالمارین جاز لانهما للمسلمین کعکسه ای کجواز عکسه وھو اذا جعل فی المسجد ممر التعارفه اهل الامصار فی الجوامع وجاز لکل احد ان یمر فیه حتی الکافر الا الجنب والحائض والدواب زیلعی بانی مسجد کو تھوڑی راہ مسجد مین کرلینا بسبب تنگی مسجد کے جبکہ راہ چلنے والون کو مضرت نہو تو جایز ہے اسواسطے کہ مسجد اور راہ دونو مسلمین کیواسطے ہین چنانچہ بالعکس اسکے جایز ہے یعنی

جب کہ مسجد مین گندگا ٹھہرایا جاے بسبب تعارف شہرون کے جوامع مساجد مین اور ہر شخص کو مسجد مین ہوکر چلا جانا جائز ہے یہانتک کہ کافر کو اور صاحب جنابت کو اور حائض کو اور جانورون کو بھی کذا فی الزاہدی ہم اسکی مخالف
فتاوی عالمگیری مین محیط سے یون منقول ہے کہ اگر لوگ ارادہ کرین کہ کچھہ مسجد کو مسلمانون کیواسطے راہ ٹھہراوین تو صحیح یہہ ہے کہ انکو جائز نہین ہے مشائخ نے کہا اسمین کچھہ مخالفت نہین
اسلئے کہ مصنف کا کلام انہی مسجد کے ٹھہرانے مین ہے اور محیط کا کلام اہل محلہ کے ٹھہرانے مین ہے کما لو جعل الامام الطریق مسجدا لا عکسہ لجواز الصلوۃ فی الطریق لا المرور
فی المسجد چنانچہ جائز ہے ٹھہرانا سلطان کا راہ کو مسجد بالعکس اسکے یعنی مسجد کو راہ بنانا جائز نہین بسبب جائز ہونے نماز کے راہ مین نہ مسجد مین چلنا ہم چلپی نے کہا یعنی جنب اور حائض اور
نفسا اور جانورون کا چلنا مسجد مین جائز نہین تو یہہ قول منافی ما تقدم نہین ہے تؤخذ ارض و دار و حانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمۃ کرھا درر و عمادیۃ
زمین اور گھر اور دوکان مسجد کے پہلو مین ہے اور وہ مسجد لوگون پر تنگی کرتی ہو تو اسکو زبردستی قیمت دیکر لینا جائز ہے کذا فی الدرر والعمادیہ ہم اسواسطے کہ جب مسجد الحرام مین تنگی ہوئی تھی
تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے لوگون کی اراضی اکراہ سے لی اور مسجد مین ملائی اور یہہ اکراہ جائز ہے اور اگر وقف کی زمین مسجد کے پہلو مین ہو تو اسکا لینا بحکم قاضی جائز ہے کذا فی المنح
والطحطاوی وجعل الواقف الولایۃ لنفسہ جاز بالاجماع ٹھہرانا واقف کا ولایت وقف کو اپنے واسطے جائز ہے بالاجماع ہم اسواسطے کہ شرط واقف کی معتبر ہے نصوص کی
مانند اگر کوئی کہے محمد کے نزدیک تسلیم شرط ہے صحت وقف کی یہہ قول بالاجماع کیونکر صحیح ہوگا اسکا جواب یہہ ہے کہ ولایت وقف منافی تسلیم نہین اسواسطے کہ ممکن ہے کہ واقف اول اسکو
تسلیم کرے پھر اوس سے لیوے اور محتمل ہے کہ تسلیم شرط نہو واقف کی ولایت مین وکذا لو لم یشترطھا لاحد فالولایۃ لہ عند الثانی وھو ظاھر المذھب نھر خلافا لما نقلہ
المصنف اور اسیطرح اگر واقف نے کسیکے واسطے ولایت شرط نکی ہو تو واقف ہی کے واسطے ولایت ثابت ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی ظاہر المذہب ہے کذا فی النہر بخلاف اوسکے جسکو
مصنف نے نقل کیا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح مین سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ محمد کے قول پر فتوی ہے یعنی درصورت عدم شرط ولایت وقف صحیح نہین ثم لوصیہ ان کان والا فللحاکم
فتاوی ابن نجیم وقاری الہدایۃ وسیجئی پھر درصورت عدم شرط ولایت واقف کے بعد اوسکے وصی کے واسطے ولایت ہوگی اور اگر وصی نہین تو حاکم کیواسطے ولایت ہوگی کذا فی فتاوی ابن نجیم وقاری الہدایہ اور
آگے آویگا وینزع وجوبا بزازیۃ لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا او ظھر بہ فسق کشرب خمر ونحوہ فتح او کان یصرف مالہ فی الکیمیا
نھر بحثا اور نکال لینا واجب ہے بنابر وجوب کے کذا فی البزازیہ اگر واقف پر اطمینان نہو یعنی خائن ہو کذا فی الدرر تو غیر واقف سے درصورت خیانت نکال لینا بطریق اولی جائز ہوگا یا متولی
وقف کا عاجز ہو یا اوسکا فسق ظاہر ہوگیا ہو جیسے شراب کا پینا یا مانند اسکی کذا فی الفتح یا متولی اپنا مال کیمیا مین صرف کرتا ہو کذا فی النہر بحثا ہم خلاصہ یہہ ہے کہ متولی وقف امین
اور قادر اور متقی چاہیے اسواسطے کہ مقصود وقف بدون ان صفات کے حاصل نہین اور اسیطرح جسکو کیمیا کی لت ہو وہ لائق تولیت نہین کہ سب مال وقف طلب کیمیا مین برباد کریگا
وان شرط عدم نزعہ او ان لا ینزعہ قاض ولا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرع فیبطل کالوصی فلو مامونا لم تصح تولیۃ غیرہ اشباہ اگرچہ واقف
نے اوسکا عدم نزع شرط کیا ہو یا یہہ شرط کی ہو کہ متولی کو قاضی اور سلطان نہ نکالے تو بھی نکالنا جائز ہے اسواسطے کہ یہہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے تو باطل ہوگی جیسے وصی غیر مامون کا
نکال لینا جائز ہے سو اگر متولی امین ہو تو اوسکے غیر کی تولیت صحیح نہین کذا فی الاشباہ ہم یعنی اگر واقف کے متولی اور ناظر کو بلا ظہور خیانت قاضی معزول کرے اور دوسرے کو متولی
ٹھہراوے تو اوسکی تولیت صحیح نہین اور اگر متولی واقف کی جانب سے نہین تو قاضی کو اوسکا معزول کرنا بلا ظہور خیانت بھی جائز ہے اور دوسرے قاضی کو اوسکا پھر بحال کرنا جائز
نہین اور خود واقف کو متولی کا معزول کرنا مطلقا جائز ہے اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وجاز جعل غلۃ الوقف او الولایۃ لنفسہ عند الثانی وعلیہ الفتوی اور جائز ہے
آمدنی وقف کو یا ولایت کو اپنی ذات کیواسطے مقرر کرنا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے ہم یعنی ایک شخص نے وقف کیا اور تمام یا بعض محصول کو اپنی ذات کیواسطے شرط کیا جبتک
وہ زندہ رہے اور بعد اوسکی موت کے فقیرون کیواسطے ہو تو محمد کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے مشائخ بلخ کا تا وقف کرنے مین لوگ راغب ہون کذا فی المنح
[illegible] نے کہا کہ اگر واقف محصول وقف مین یہہ شرط کرے کہ میری طرف سے حج کروایا جاوے یا میرے کفارات ادا کیے جاوین یا میرے دیون ادا کیے جاوین اور جو باقی رہے وہ فقیرون مین صرف ہو
تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے ابو یوسف کی یہہ حدیث دلیل ہے جو مشائخ نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اپنے وقف سے کہاتے تھے اور یہہ حلال نہین بدون شرط کے
اسواسطے کہ اسپر اجماع ہے کہ بدون شرط یہہ حلال نہین کذا فی الطحطاوی وجاز شرط الاستبدال بہ ارضا اخری حینئذ اور جائز ہے شرط کرنا بدل ڈالنے وقف کا دوسری زمین سے
اوس وقت مین یعنی جب کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہو البحر الرائق مین ہے کہ جواز شرط استبدال بالاجماع ہے اور بعضون نے اوسکو ابو یوسف کا قول شمار کیا ہے کذا فی الطحطاوی [illegible]
شرط بیعہ ویشتری بثمنہ ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولی فی شرائطھا وان لم یذکرھا ثم لا یستبدلھا بثالثۃ لانہ

شخص یعنی متولی یا اوسکا غیر کو کرایہ دیوے اور اوسکو کرایہ سے اوسکی مرمت کرے تاکہ وقف کی عمارت کی نفع اور زیادہ عمارت نکرے مگر اوسکی رضامندی سے جسکو واسطے سکونت ہے کذا فی الزیلعی اور اوسکا انکار کرنیوالے
پر زبردستی نہیں عمارت کیواسطے اور جسکے واسطے سکونت ہے اوسکا اجارہ دینا صحیح نہیں بلکہ متولی یا قاضی کا اجارہ دینا صحیح ہے ثم تردها بعد التعمیر الی من له السکنی رعایة
للحقین پہر حاکم اوس گہر کو بعد تعمیر کے پہیر دے اوسکو جسکے واسطے سکونت ہے رعایت دونو حقوق کے یعنی تعمیر رعایت حق وقف ہوئی اور پہیر دینا رعایت حق ساکن ہوا اسواسطے کہ اگر
تعمیر نہوتی تو سکونت بالکل فوت ہو جاتی فلا اجبار علی من له الاستغلال لانه لا سکنی له فلو سکن هل تلزمه الاجرة الظاهر لا لعدم الفائدة تو گہر کی عمارت
اوس شخص پر واجب نہیں جسکے واسطے گہر کا کرایہ وقف ہے اسواسطے کہ اوسکے لئے سکونت نہیں سو اگر وہ شخص گہر میں سکونت کرے کیا کرایہ اوسپر لازم ہوگا ظاہر جواب یہہ ہے کہ اوسپر واجب نہیں
بسبب عدم فائدہ کے یعنی اگر کرایہ اوسپر لازم ہو تو آخر کرایہ بھی اوسیکو ملیگا پہر لزوم اجرت کا کیا فائدہ ہوا الا اذا احتیج للعمارة فیاخذها المتولی لیعمرها ولو هو المتولی
ینبغی ان یجبره القاضی علی عمارتها مما علیه من الاجر فان لم یفعل نصب متولیا لیعمرها مگر اوسوقت کرایہ اوسپر لازم ہوگا جب مرمت کی حاجت ہو تو متولی
اوس سے کرایہ لیکر گہر کی مرمت کرے اور اگر خود وہی متولی بھی ہو تو لائق یہہ ہے کہ قاضی اوسپر زبردستی کرے عمارت کیواسطے اوس کرایہ سے جو اوسپر لازم ہوا ہے بسبب سکونت کے پہر اگر وہ نکرے تو
قاضی دوسرا متولی مقرر کرے اوسکی تعمیر کیواسطے ولو شرط الواقف غلتها له ومؤنتها علیه صح وهل یجبر علی عمارتها الظاهر لا نهر اور اگر واقف نے آمدنی گہر کی ایک شخص کے
واسطے شرط کی اور مرمت خرچ بہی اوسپر شرط کیا تو یہہ دونو شرطیں صحیح ہیں اور کیا اس شخص پر عمارت کیواسطے زبردستی کیجاویگی یا نہیں ظاہر جواب یہہ ہے کہ اوسپر جبر نہیں کذا فی النہر وفی الفتح
ان لم یجد القاضی من یستاجرها للعمارة وخطر لی انه یخیره بان یعمرها او یردها الی ورثة الواقف لیسکنها فلو کان هو الوارث لوارثه وفی فتاوی قارئ الهدایة
ما یفید استبداله او رد ثمنه للوارث او الفقراء اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی اوسکو نپاوے جو اوس گہر کو کرایہ لے میں نے اسکو نہیں دیکہا اور میرے دل میں یہہ آتا ہے کہ
جسکے واسطے سکونت وقف ہوا اوسکو قاضی اختیار دیگا اسمیں کہ یا اوسکی تعمیر کرے یا اوسکو واقف کے وارثوں کو پہیر دے شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر وارث ہی پر سکونت وقف ہو میں نے اسکو
نہیں دیکہا اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں وہ مضمون ہے جو مفید ہے اوسکے استبدال کا یا اوسکی قیمت پہیر دینے کا وارث کو یا فقیروں کو هم بحر الرائق میں بعد نقل عبارت فتح القدیر کے کہا
کہ یہہ عجیب ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب وقف ویران ہو جاوے اور لائق انتفاع نرہے تو اوسکا استبدال جائز ہے خواہ زمین ہو خواہ گہر وغیرہ میں منقول ہے کہ ہشام
نے کہا کہ میں نے محمد سے سُنا کہتے تھے کہ جب وقف خراب ہو جاوے اسطرح کہ لائق انتفاع مساکین کے باقی نرہے تو قاضی کو جائز ہے کہ اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت سے زمین یا گہر مول لے اور یہہ
جائز نہیں سوائے قاضی کے اور وقف کا عود کرنا بعد ویرانی کے طرف واقف یا اوسکے وارث کیطرف سو ہم ذکر کر چکے کہ وہ قول ضعیف ہے حاصل یہہ ہے کہ موقوف علیہ اسکی جب تعمیر سے انکار
کرے اور قاضی مستاجر کو نپاوے تو اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت سے وہ زمین یا گہر خریدے کر کے جو وقف ہوا تھا تو شارح کا یہہ قول کہ اگر موقوف علیہ کہنے وارث ہوا اسکو میں نے نہیں دیکہا ساقط
ہوگیا اسواسطے کہ اوسکا حکم فقط استبدال ہے اور وہ مختلف نہیں وارث اور غیر وارث سے اور فتاوی قاری ہدایہ کا بہی ضعف ظاہر ہوگیا اور تعجب ہے شارح سے کہ اس قسم کا قول کہ ... بعد
کلام بحر الرائق کے دیکہنے کے علی الخصوص کہ مذہب ہمارے ائمہ ثلاثہ کا ہی اسکو ثابت رکہا ہو کذا فی الحلبی وصرف الحاکم او المتولی حاوی نقضه او ثمنه ان تعذر اعادة عینه
الی عمارته ان احتاج والا حفظه لیحتاج الا اذا خیف ضیاعه فیبیعه و یمسک ثمنه لیحتاجه اور صرف کرے حاکم یا متولی کذا فی الدر وقف کے شکستہ کو
یعنی مکان شکستہ کی لکڑی اور پتہر اور اینٹ کو یا اوسکی قیمت کو اگر ذات کا لگانا بعینہ متعذر ہو اوسکی عمارت کی طرف اگر حاجت ہو مرمت کی اور نہیں تو اوسکو محفوظ رکہے حاجت کے
واسطے مگر جب اوسکی ضائع ہونیکا خوف ہو تو اسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت کو رکہہ چہوڑے حاجت کے واسطے هم بحر الرائق میں تو بیع منقوض کی دو جگہہ ہے صورت تعذر اعادہ اور
در صورت خوف ہلاک ولا یقسم النقض او ثمنه بین مستحقی الوقف لان حقهم فی المنافع لا فی العین اور تقسیم نہوگا وقف کا منقوض یا اوسکی قیمت مستحقین وقف کے
درمیان میں اسواسطے کہ اونکا حق منافع وقف میں ہے نہ عین وقف میں یعنی اسواسطے کہ عین میں حق مالک ہے یا حق اللہ تعالی کا علی اختلاف القولین اور یہیں سے معلوم ہوگیا کہ مسجد کی چٹائی
چٹائیوں کی تقسیم مستحقین میں جائز نہیں اور اسیطرح باقی ہے میں رمضان کی بتیاں موم کی اور تیل امام اور موذن کو لینا جائز نہیں بلا اذن مالک کے اور اگر اوسکو دینا رواج ہو کہ امام اور
موذن بلا اذن صریح لیتے ہوں تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی جعل شیء ای جعل البانی شیئا من الطریق مسجدا لضیقه ولم یضر بالمارین جاز لانهما للمسلمین کعکسه
ای کجواز عکسه وهو اذا جعل فی المسجد ممر لتعارف اهل الامصار فی الجوامع وجاز لکل احد ان یمر فیه حتی الکافر الا الجنب والحائض والدواب زیلعی
بانی مسجد کو تہوڑی راہ مسجد میں کر لینا بسبب تنگی مسجد کے جب کہ راہ چلنے والوں کو مضرت نہو تو جائز ہے اسواسطے کہ مسجد اور راہ دونو مسلمین کیواسطے ہیں چنانچہ بالعکس اسکے جائز ہے یعنی

جب کہ مسجد میں گندگا ٹھہرایا جاوے بسبب تعارف شہروں کے جوامع مساجد میں اور ہر شخص کو مسجد میں ہوکر چلا جانا جائز ہے یہانتک کہ کافر کو بھی اور جنب اور حائض اور جانوروں کو بھی کذا فی الزیلعی م اسکی مخالف
فتاوی عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر لوگ ارادہ کریں کہ کچھہ مسجد کو مسلمانوں کیواسطے راہ ٹھہراویں تو صحیح یہہ ہے کہ انکو جائز نہیں ط حطاوی نے کہا اسمیں کچھہ مخالفت نہیں
اسلئے کہ مصنف کا کلام اپنی مسجد کے ٹھہرانے میں ہے اور محیط کا کلام اہل محلہ کے ٹھہرانے میں ہے کا لو جعل الامام الطریق مسجدا لا عکسہ لجواز الصلوۃ فی الطریق لا المرور
فی المسجد چنانچہ جائز ہے ٹھہرانا سلطان کا راہ کو مسجد بالعکس اسکے یعنی مسجد کو راہ بنانا جائز نہیں بسبب جائز ہونے نماز کے راہ میں نہ مسجد میں چلنا م حلبی نے کہا یعنی جنب اور حائض اور
نفساء اور جانوروں کا چلنا مسجد میں جائز نہیں تو یہہ قول اسنا فی ماتقدم نہیں ہے تؤخذ ارض و دار و حانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمۃ کرھا درر وعمادیۃ
زمین اور گھر اور دوکان مسجد کے پہلو میں ہے اور وہ مسجد لوگوں پر تنگی کرتی ہو تو اوسکو زبردستی قیمت دیکر لینا جائز ہے کذا فی الدرر والعمادیہ م اسواسطے کہ جب مسجد الحرام میں تنگی ہوئی تھی
تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے لوگوں کی اراضی اکراہ سے لی اور مسجد میں ملائی اور یہہ اکراہ جائز ہے اور اگر وقف کی زمین مسجد کے پہلو میں ہو تو اوسکا لینا بحکم قاضی جائز ہے کذا فی المنح
والطحطاوی و جعل الواقف الولایۃ لنفسہ جاز بالاجماع ٹھہرانا واقف کا ولایت وقف کو اپنے واسطے جائز ہے بالاجماع م اسواسطے کہ شرط واقف کی معتبر ہے نصوص کی
مانند اگر کوئی کہے محمد کے نزدیک تسلیم شرط ہے صحت وقف کی پھر قول بالاجماع کیونکر صحیح ہوگا اوسکا جواب یہہ ہے کہ ولایت وقف منافی تسلیم نہیں اسواسطے کہ ممکن ہے کہ واقف اول کسیکو
تسلیم کرے پھر اوس سے لیوے اور محتمل ہے کہ تسلیم شرط نہو وقف کی ولایت میں و کذا لو لم یشترط لاحد فالولایۃ لہ عند الثانی و ہو ظاہر المذہب نہر خلافا لما نقلہ
المصنف اور اسیطرح اگر واقف نے کسیکے واسطے ولایت شرط نکی ہو تو وقف ہی کے واسطے ولایت ثابت ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی ظاہر المذہب ہے کذا فی النہر بخلاف اوسکے جسکو
مصنف نے نقل کیا ہے م مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ محمد کے قول پر فتوی ہے یعنی درصورت عدم شرط ولایت وقف صحیح نہیں ثم لوصیہ ان کان والا فللحاکم
فتاوی ابن نجیم وقاری الہدایۃ وصیہ پھر درصورت عدم شرط ولایت واقف کے بعد اوسکے وصی کے واسطے ولایت ہوگی اور اگر وصی نہو تو حاکم کیواسطے ولایت ہوگی کذا فی فتاوی ابن نجیم وقاری الہدایہ اور
آگے آویگا ونزع وجوبا بزازیۃ لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا او ظہر بہ فسق کشرب خمر ونحوہ فتح او کان یصرف مالہ فی الکیمیا
نہر بحثا اور نکال لینا ہی وقف بنا بر وجوب کے کذا فی البزازیہ اگر واقف پر اطمینان نہو یعنی خائن ہو کذا فی الدرر تو غیر واقف سے درصورت خیانت نکال لینا بطریق اولی جائز ہوگا یا متولی
وقف کا عاجز ہو یا اوسکا فسق ظاہر ہو گیا ہو جیسے شراب کا پینا یا مانند اسکی کذا فی الفتح یا متولی اپنا مال کیمیا میں صرف کرتا ہو کذا فی النہر بحثا م خلاصہ یہہ ہے کہ متولی وقف کا امین
اور قادر اور متقی چاہیئے اسواسطے کہ مقصود وقف بدون ان صفات کے حاصل نہیں اور اسیطرح جسکو کیمیا کی لت ہو وہ لائق تولیت نہیں کہ سب کا اصل وقف طلب کیمیا میں برباد کریگا
وان شرط عدم نزعہ او ان لا ینزعہ قاض ولا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرع فیبطل کالوصی فلو مامونا لم تصح تولیۃ غیرہ اشباہ اگرچہ واقف
نے اوسکا عدم نزع شرط کیا ہو یا یہہ شرط کی ہو کہ متولی کو قاضی اور سلطان نہ نکالے تو بھی نکالنا چاہیے اسواسطے کہ یہہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے تو باطل ہوگی جیسے وصی غیر مامون ہے
نکال لینا جائز ہے سو اگر متولی امین ہو تو اوسکے غیر کی تولیت صحیح نہیں کذا فی الاشباہ م یعنی اگر واقف کے متولی اور ناظر کو بلا ظہور خیانت قاضی معزول کر دے اور دوسرے کو متولی
ٹھہرا دے تو اوسکی تولیت صحیح نہیں اور اگر متولی واقف کی جانب سے نہیں تو قاضی کو اوسکا معزول کرنا بلا ظہور خیانت بھی جائز ہے اور دوسرے قاضی کو اوسکا پھر بحال کرنا جائز
نہیں اور خود واقف کو متولی کا معزول کرنا مطلقا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وجاز جعل غلۃ الوقف او الولایۃ لنفسہ عند الثانی وعلیہ الفتوی اور جائز ہے
آمدنی وقف کو یا ولایت کو اپنی ذات کیواسطے مقرر کرنا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے م یعنی ایک شخص نے وقف کیا اور تمام یا بعض محصول کو اپنی ذات کیواسطے شرط کیا جب تک
وہ زندہ رہے اور بعد اوسکی موت کے فقیروں کیواسطے ہو تو محمد کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے مشائخ بلخ کا تا وقف کرنے میں لوگ راغب ہوں کذا فی المنح
حموی نے کہا کہ اگر واقف محصول وقف میں یہہ شرط کرے کہ میری طرف سے ہر سال ادا کیا جاوے یا میرے کفارات ایمان یا میرے دیون اور اونکے حاجات میں اور جو باقی رہے وہ فقیروں میں صرف ہو
تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے جو مشائخ نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اپنی وقف سے کھاتے تھے اور یہہ حلال نہیں بدون شرط کے
اسواسطے کہ اسپر اجماع ہے کہ بدون شرط یہہ حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وجاز شرط الاستبدال بہ ارضا اخری حینئذ اور جائز ہے شرط کرنا بدل ڈالنے وقف کا دوسری زمین سے
اوس وقت میں یعنی جب کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے مع البحر الرائق میں ہے کہ جواز شرط استبدال بالاجماع ہے اور بعضوں نے اوسکو ابو یوسف کا قول مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی او شرط
بیعہ ویشتری بثمنہ ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولی فی شرائطہا وان لم یذکرہا ثم لا یستبدلہا بثالثۃ لانہ

حکم نہیں بالشرط والشرط وجد فی الاولی الثانیة یا شرط کرنا وقف کی بیع کا جائز ہوا اور خرید کرے اوسکی قیمت سے دوسری زمین جیسے چاہے پھر جب یہہ کر چکا تو دوسری زمین پہلی زمین کی
مانند ہوگی اوسکی شرطون مین اگرچہ واقف نے شرائط سابقہ کو نہ ذکر کیا ہو پھر دوسری زمین کو تیسری زمین سے بدلے اسواسطے کہ استبدال کا حکم ثابت ہوا تھا بسبب شرط کے اور شرط پہلی زمین مین ادا ہو
گئی دوسری مین دا... واما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکه الا القاضی درر وشرط فی البحر خروجه عن الانتفاع بالکلیة وکون البدل
عقارا والمستبدل قاضی الجنة المفسر بذی العلم والعمل اور بدون شرط واقف کے زمین وقف کا بدلنا اگرچہ استبدال فقط مساکین کے واسطے ہو کوئی اوسکا مالک نہین
سوا قاضی کے کذا فی الدرر اور بحرالرائق مین استبدال قاضی کے واسطے شرط کیا ہے نکل جانا وقف کا انتفاع سے بالکل اور ہونا عوض کا زمین اور ہونا استبدال کا قاضی جنت یعنی قاضی صاحب علم و
عمل ہو ہم شارح نے بحرالرائق کی پانچ شرطون سے دو شرطون کو ذکر کیا یعنی اتنی آمدنی نہ باقی رہنا جس سے وقف کی مرمت ہو سکے اور بیع مین غبن فاحش نہونا قاضی عالم باعمل کو قاضی جنت
کہا ہے جیسا اوس حدیث مرفوع سے کہ جو حاکم نے بریدہ سے روایت کی کہ دو قاضی نار مین ہین اور ایک قاضی جنت مین جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر اوسی پر حکم کیا سو وہ جنت مین ہے
اور جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر ظلم کیا دانستہ یا حکم کیا بغیر علم کے تو وہ دونو نار مین ہین کذا فی الطحطاوی وفی النهر ان المستبدل قاضی الجنة فالنفس به مطمئنة
فلا یخشی ضیاعه ولو بالدراهم والدنانیر وکذا لو شرط عدمه وهی احدی المسائل السبع التی یخالف فیها شرط الواقف کما بسطه فی الاشباه اور
نہرالفائق مین ہے کہ اگر وقف کا بدلنے والا قاضی جنت ہو تو اوس سے دل کا اطمینان ہے تو اوسکے ضائع ہونیکا خوف نہین اگرچہ استبدال دراہم اور دنانیر سے ہو اور ایسے ہی استبدال قاضی جائز ہے
اگر واقف نے عدم استبدال کی شرط کی ہو اور یہہ ایک مسئلہ ہے اون سات مسئلون سے جن مین شرط واقف کی مخالفت کیجاتی ہے چنانچہ اوسکو اشباہ مین شرح بیان کیا ہے ہم اشباہ
مین ہے کہ شرط واقف کی نص شارع کی برابر ہے واجب العمل ہے مگر چند مسائل مین ۱ شرط کی واقف نے ناظر کے معزول نہونیکی تو نالائق ناظر کے معزول کرنیمین قاضی کو اختیار ہے ۲
واقف نے وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دے حالانکہ لوگ ایک سال کے اجارہ مین رغبت نہین کرتے یا زیادتی اجارہ مین فقیرون کا نفع ہے تو قاضی کو مخالفت جائز ہے ناظر کو ۳
شرط کی کہ میری قبر پر قرآن پڑھا جاوے تو تعیین باطل ہے امام کے قول پر اسواسطے کہ قبور پر قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور صحیح اور مختار محمد کا قول ہے عدم کراہت کا تو تعیین
لازم ہوگی ۴ شرط کی کہ فاضل آمدنی فلانی مسجد کے سائلون پر تصدق ہو تو قیم یعنی متولی کو غیر مسجد کے سائلون کو اور فقیر غیر سائل کو دینا جائز ہے ۵ شرط کی کہ
مستحقین کو اتنی روٹی اور اتنا گوشت ہر روز دیا جاوے تو متولی کو نقد دینا جائز ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ فقیرون کو طلب عین یا قیمت لینا جائز ہے ۶ قاضی کو جائز
ہے کہ امام کے مشروط کو زیادہ کر دے اگر امام کو وہ مقدار کفایت نکرتا ہو بشرطیکہ امام عالم متقی ہوے ۷ واقف نے عدم استبدال کی شرط کی تو قاضی کو استبدال جائز ہے اگر بہتر ہو
اور یہ حق مین انتہی ملخصا وزاد ابن المصنف فی زواهره ثامنة وهی اذا نص الواقف ورأی الحاکم ضم مشارف جاز کالوصی وسماها الانفع الوسائل
مصنف کے بیٹے نے اپنی حاشیہ اشباہ مسمی بزواہر مین آٹھوان مسئلہ زیادہ کیا وہ یہہ ہے کہ جب تصریح کی واقف نے کہ کوئی شخص ناظر کا شریک نہو اس وقف مین اور حاکم نے
اوسکے ساتہہ مشرف رکہنے لانیکی مصلحت دیکھی تو جائز ہے جیسے وصی کے ساتہہ دوسرے کو شریک کرنا جائز ہے اور اوسکی نسبت انفع المسائل کیطرف کی ہم مشرف بضم اول و
سکون ثانی وہ ہے جسکو حفاظت کا امر ہو نہ کسی اور کام کا اور ہمارے زمانہ مین بھی مشرف ہے اور مسائل ثمانیہ پر نوان مسئلہ یہہ زیادہ کیا گیا کہ جب واقف نے شرط کی کہ اسقدر سے
زیادہ اجرت پر اجارہ نہ دیا جاوے اور حالانکہ اجرت مثل اوس سے زیادہ ہے سراج حانوتی نے کہا کہ جائز نہین یعنی بدون اجرت مثل کے اجارہ دینا جائز نہین اگرچہ واقف
نے یہہ شرط کی ہو کذا فی الطحطاوی وفیها لا یجوز استبدال العامر الا فی اربع اور اشباہ مین ہے کہ آباد وقف کا بدلنا جائز نہین مگر چار صورت مین ہم اشباہ مین چارون صورتین
یون لکہی ہین ۱ واقف نے اگر استبدال کی شرط کی ہو ۲ غاصب نے اوسکو غصب کیا اور اوسپر اتنا پانی جاری کیا کہ زمین زراعت کے لائق نرہی تو متولی اوس سے ضمان لیکر دوسری
زمین اسکے عوض خرید کرے ۳ غاصب نے زمین وقف غصب کی اور گواہ نہین ہین تو غاصب سے قیمت لیکر دوسری زمین خرید کرکے پہلی شرائط کے موافق وقف کرے ۴ اگر کوئی شخص
عمدہ زمین کثیر الحاصل وقف کے عوض دیتا ہو تو ابو یوسف کے مفتی بہ قول پر بدلنا جائز ہے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود انه فی سنة احدی
وخمسین وتسعمائة ورد الامر الشریف بمنع استبداله وامر ان یصیر باذن السلطان تبعا لترجیح صدر الشریعة انتهی فلیحفظ مین کہتا ہون
لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات مین یہہ ہے کہ نوسو اکاون سال مین امر شریف سلطان روم کا منع استبدال وقف مین وارد ہوا ہے اور یہہ حکم ہو گیا کہ استبدال باذن
سلطان ہوا کرے یہہ منع باتباع ترجیح صدر الشریعة ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہہ شارح نے اشباہ کے جواز استبدال پر استدراک کیا صدر الشریعة نے شرح وقایہ مین

کہا کہ ابو یوسف مجوز استبدال ہیں الخ آمدنی کم ہوجائے اور ہم اوسکا فتوی نہیں دیتے اور البتہ ہمنے استبدال میں بہت سا فساد دیکھے کہ ظالم قاضیوں نے اسکو حیلہ مقرر کیا ہے اوقاف مسلمین کے ابطال میں انتہے علاوہ اسکے اگر جائز ہو تو قاضی با عمل کو جائز ہو سو وہ بکبریت احمر سے بھی زیادہ تر عزیز الوجود ہے وفیہا ایضا لو شرط الواقف العزل والنصب وسائر التصرفات لمن یتولی من اولادہ ولا یدخلھم احد من القضاۃ والامراء وان ادخلوھم فعلیھم لعنۃ اللہ ھل یمکن مداخلتھم فاجاب انہ فی سنۃ اربع واربعین وتسعمائۃ قد حررت ھذہ الوقفیات المشروطۃ ھکذا فالمتولون لو من الامراء یعرضون للدولۃ العلیۃ علی مقتضی الشرع ومن دونھم رتبۃ یعرض بارائھم مع قضاۃ البلاد علی الشرع من المراد لا یخالف القضاۃ المتولین ولا المتولون القضاۃ بھذا ورد الامر الشریف فالواقفون لو ارادوا ای فساد صدر بصددہ واذا ادخلھم القضاۃ والامراء فعلیھم اللعنۃ فھم الملعونون لما تقرر ان الشرائط المخالفۃ للشرع جمیعھا لغو وباطل انتھی فلیحفظ اور مفتی ابو سعود کی معروضات میں بہ بھی ہے کہ اگر واقف عزل اور نصب اور باقی تصرفات اسکی واسطے شرط کرے جو اوسکی اولاد سے متولی ہو اور مداخلت نکرے اوسکی اولاد اہل تولیت سے قاضیوں اور امیروں میں سے کوئی اور اگر مداخلت کریں تو اونپر اللہ کی لعنت ہو کیا اس صورت میں قاضیوں اور امیروں کو دخل کرنا ممکن ہے تو مفتی موصوف نے یہ جواب دیا کہ نو سو چوالیس ہجری میں ایسے وقف مرقوم ہوئے ہیں جنمیں ایسی شرطیں ہیں تو متولی اگر منجملہ امرا و با وجاہت ہوں تو تصرفات وقفیہ کو ارباب دولت علیہ سلطانیہ کے آگے پیش کیا کریں اور اگر متولی اونسے کمتر رتبہ ہوں تو اونکی تجویزوں کو قضاۃ بلاد سے پیش کیا کریں اور وہ لوگ امور مشروعہ پر عمل کریں قاضی متولیوں کی مخالفت کریں نہ متولی قاضیوں کی امر شریف سلطانی اسی پر وارد ہوا ہے جب یہ معلوم ہوچکا تو اگر واقف کرنیوالے یہ ارادہ کریں کہ متولیوں سے جو فساد صادر ہو وہ صادر ہوا کرے اور جب کہ قاضی اور امیر اون سے مداخلت کریں نہ فساد میں تو اون پر لعنت ہے تو وہی وقف ملعون ہیں اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ شرائط مخالف شریعت بالکل لغو اور باطل ہیں انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ بحر الرائق میں ہے کہ جب واقف یہ شرط کرے کہ قاضی اور بادشاہ وقف میں دخل نکرے تو یہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ اسمیں مستحقین کی مصلحت کی تضییع اور وقف کی تعطیل ہے تو مقبول نہیں انتہی چونکہ حتی الامکان رعایت شرط وقف اور عدم مداخلت حاکم لازم ہوئی لہذا مفتی مرحوم نے توافق کا حکم کیا یعنی متولی حاکم کی مرضی سے وقف میں تصرفات کیا کرے اس سے معلوم ہوا کہ اگر متولی حاکم سے اجازت نہ لے تو حاکم کو اوسمیں مداخلت کرنا جائز ہے اور اوسپر کچھ گناہ نہیں بلکہ وقف پر گناہ ہے

بنی علی الارض ثم وقف البناء قصدا بدونھا ان الارض مملوکۃ لا یصح وقیل یصح وعلیہ الفتوی ایک شخص نے زمین پر عمارت بنائی پھر عمارت کو وقف کیا بالقصد بدون زمین کے اگر زمین مملوک ہو کسیکی تو وقف صحیح نہیں اکثر اہل مذہب کے نزدیک کذا فی البحر اور دوسرا قول یہ ہے کہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے سئل قاری الھدایۃ عن وقف البناء والغراس بلا ارض فاجاب الفتوی علی صحۃ ذلک ورجحہ شارح الوھبانیۃ واقرہ المصنف معللا بانہ منقول فیہ تعامل فیتعین بہ الافتاء ھ قاری ہدایہ سے وقف کرنے عمارت اور اشجار کا بدون زمین کے سوال ہوا سو جواب دیا کہ اسکے صحیح ہونے پر فتوی ہے اور اسکو ترجیح دی شارح وہبانیہ نے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں یہ دلیل لاکر کہ عمارت اور اشجار مال منقول ہے اور اسکے وقف میں عرف جاری ہے تو اوسکا فتوی دینا متعین ہوگیا ھ قاری ہدایہ کا نام سراج الدین ہے وہ شاگرد ہیں اکمل کا اور استاد ہیں صاحب فتح القدیر کا چونکہ ہدایہ کو انہوں نے استادوں سے اٹھارہ بار پڑھا لہذا لقب بقاری ہدایہ ہوگیا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان موقوفۃ علی ما عین البناء لہ جاز تبعا اجماعا وان الارض لجھۃ اخری فمختلف فیہ والصحیح الصحۃ کما فی المنظومۃ المحبیۃ اور اگر زمین موقوف ہو اوسپر جسکے واسطے عمارت معین ہوئی تو جائز ہے وقف بطور تبعیت کے بالاتفاق اور اگر زمین دوسرے مصرف کیواسطے وقف ہو تو اوسمیں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اسکا وقف صحیح ہے کذا فی المنظومۃ المحبیۃ وسئل ابن نجیم عن وقف الاشجار بلا ارض فاجاب یصح لو الارض وقفا ولو لغیر الواقف اور ابن نجیم سے سوال ہوا وقف اشجار بلا زمین کا تو جواب دیا کہ وقف صحیح ہے اگر زمین وقف ہو اگرچہ دوسرے شخص کی وقف کیا ہو ھ یہ قول مفتی بہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہوچکا قاری ہدایہ سے وسئل ایضا عن البناء والغراس فی الارض المحتکرۃ ھل یجوز بیعہ ووقفہ وھل یجوز وقف العین المرھونۃ او المستاجرۃ فاجاب نعم اور اسکا بھی سوال اونسے ہوا کہ عمارت اور اشجار ارض محتکرہ میں ہوں کیا انکی بیع اور وقف جائز ہے اور کیا جائز ہے وقف کرنا اوس زمین یا گھر کا جسکو گرو رکھا ہو یا مستاجر کو اجارہ دیا ہو تو جواب دیا کہ ہاں ھ ارض محتکرہ وہ ہے کہ اوس زمین موقوف میں جسکی اجرت بطور ماہیانہ یا سالیانہ مقرر ہو کوئی عمارت والے کھدا اس مسئلہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ زمین موقوف کی عمارت اور اشجار کا وقف بقول صحیح صحیح ہے اور ارض مرہونہ اور مستاجرہ کے جواب میں اجمال ہے تفصیل اوسکی بحر الرائق میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اوس زمین کو وقف کیا جو غیر کے قبضہ

اجارہ لینا بھی تو صحیح ہے اور اجارہ باطل نہوگا یہ جب ہے کہ اجارہ منقضی ہوگئی یا مؤجر یا مستاجر میں سے کوئی مرگیا تو مصرف وقف میں صرف ہوگی اور زمین مرہونہ کو اگر چھوڑا یا ہو یا واسطے ادائے زرِ رہن کے کچھ مال چھوڑ مرا ہو تو وقف صحیح ہے اور اگر کچھ مال ادائے دین کیواسطے نہیں تو وہ زمین بیچی جاویگی اور وقف باطل ہوگا اور اگر راہن زندہ ہو تو قاضی ادائے قرض کیواسطے اوسپر جبر کریگا اگر اوسکو مقدور ہوگا اور اگر وہ مفلس ہے تو وقف باطل ہے وفی البزازیۃ لا یجوز وقف البناء فی ارض عاریۃ او اجارۃ اور بزازیہ میں ہو کہ جائز نہیں وقف عمارت کا عاریت اور اجارہ کی زمین میں یعنی مستعیر اور مستاجر کو جائز نہیں علماء نے کہا بحر الرائق میں ہو کہ جو خصاف نے ذکر کیا وہ اس سے مستثنیٰ ہو کہ اگر زمین محتکرہ ہو تو جائز ہو واما حکم الزیادۃ فی الارض المحتکرۃ ففی المنیۃ حانوت لرجل فی ارض وقف فابی صاحبہا ان یستاجر الارض باجر المثل ان العمارۃ لو رفعت تستاجر باکثر مما استاجر امر برفع العمارۃ و تؤجر لغیرہ والا تترک فی یدہ بذلک الاجر ومثلہ فی الحاوی اجرت زیادہ ہونیکا حکم منیہ میں بایں تفصیل ہو کہ ایک شخص کی دوکان وقف کی زمین میں ہو اور اسکے مالک نے انکار کیا کہ زمین کو اجرت مثل پر لیوے تو اگر عمارت وہاں سے ہٹالی جاوے تو اوسکی اجرت زیادہ ہو جائے مستاجر کی اجرت سے تو اوسکو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت کا اسباب اوٹھا لیجاوے اور زمین غیر شخص کو اجارہ پر دیجاوے اور اگر عمارت دور کرنے سے اجرت زیادہ نہو تو اوسکو مستاجر کے ہاتھ میں اوسی اجرت پر چھوڑا جاوے اور اسیکی مانند بحر الرائق میں ہو وفیہ لو زید علیہ ان اجارۃ مشاہرۃ تفسخ عند راس الشہر ثم ان ضر رفع البناء لم یرفع وان لم یضر رفع او یتملکہ القیم برضی المستاجر فان لم یرض یبقی الی ان یتخلص ملکہ محیط اور بحر الرائق میں محیط سے ہے کہ اگر مستاجر کی اجرت سے زیادہ اجرت ہو اگر اوسکا اجارہ ماہواری ہو تو شروع مہینہ کے نزدیک اجارہ اوسکا فسخ کیا جاویگا بعد اسکے اگر رفع عمارت مضر ہو وقف کو تو نہ اوٹھائی جاوے اور اگر رفع مضر نہو تو اوٹھائی جاوے یا متولی وقف اوسکا مالک ہو جاوے مستاجر کی رضامندی سے اور اگر وہ راضی نہو تو باقی رکھی جاویگی یہانتک کہ اوسکی ملک خالص ہو جاوے بقی لو اجارۃ مسانہۃ او مدۃ طویلۃ والظاہر انہ لا تقبل الزیادۃ دفعا للضرر علیہ ولا ضرر علی الوقف لان الزیادۃ انما کانت بسبب البناء لا لزیادۃ فی نفس الارض انتہی باقی رہی یہ بات کہ اگر مستاجر کا اجارہ بطور سالیانہ ہو یا مدت دراز کا اجارہ ہو تو ظاہر یہ ہو کہ یہاں زیادتی اجرت مقبول نہو مستاجر کے دفع ضرر کیواسطے اور وقف پر بھی کچھ ضرر نہیں اسواسطے کہ زیادتی کرایہ کی بسبب عمارت کے تھی نہ بسبب زیادتی زمین کے فی نفسہا انتہی کلام صاحب البحر واما وقف الاقطاعات ففی النہر لا یجوز الا اذا کانت الارض مواتا او ملکا للامام فاقطعہا رجلا واما اغلب اوقاف الامراء بمصر انما ہو اقطاعات یجعلونہا مشتراۃ صورۃ من وکیل بیت المال اور وقف کرنا اراضی معافی کا نہر الفائق میں ہے کہ جائز نہیں مگر اوس وقت جبکہ زمین معافی کی موات ہو یعنی اوسکا کوئی مالک نہو یا حاکم کی مملوک ہو سو حاکم نے اوسکو کسی شخص کے واسطے معاف کردیا صاحب نہر نے کہا کہ امیروں کے اکثر اوقاف مصر میں انعامی اراضی ہیں وقف کر دیا ہے بیت المال کے وکیل سے اوسکو ظاہر میں مشابہ بخرید کر لیتے ہیں تمم تفصیل اس مقام کی یون ہو کہ وقف ارض یا مالک اصلی سے اوسکا اسطرح پر کہ وہ اوسکا مالک تھا جب کہ وہ ملک دار الاسلام میں ہوا اور امام نے اراضی وہان کی لوگون کے ہاتھ میں رکھی تو یہ وقف بلا تردد صحیح ہے یا واقف نے زمین کی ملکیت اوسکو مالک اصلی سے کسی وجہ سے حاصل کی تو یہ وقف بھی صحیح ہے یا واقف کو زمین بطور انعام سلطانی ملی تو اگر زمین مذکورہ موات یعنی لا وارثی ہو یا حاکم کی مملوک ہو تو وقف صحیح ہو اور اگر بیت المال کی زمین سلطان نے کسیکو دی تو اوسکا وقف صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ منفعت کا مالک ہو نہ زمین کا اور جب سلطان چاہے اوس سے نکال لیوے اور اگر واقف نے بیت المال سے بوجہ شروع زمین خرید کرلی تو اوسکا وقف صحیح ہے اسواسطے کہ وہ اوسکا مالک ہے اور اوسکی جمیع شروط کی زمین مذکور میں رعایت کی جاویگی اور اگر بیت المال کی زمین کو سلطان نے وقف کر دیا ہو تو اخیر کی علامہ قاسم نے فتوی دیا کہ وقف صحیح ہے اور دوسرا سلطان اوسکو باطل نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن التحفۃ المرضیۃ وفی الوہبانیۃ ولو وقف السلطان من بیت مالنا لمصلحۃ عمت یجوز ویوجر قلت وفی شرحہا للشرنبلالی وکذا یصح اذنہ بذلک ان فتحت عنوۃ لا صلحا لبقاء ملک مالکہا قبل الفتح اور وہبانیہ میں ہو کہ اگر بادشاہ نے مسلمین کے بیت المال سے کسی مصلحت عام کیواسطے وقف کیا تو جائز ہے اور سلطان ثواب پاویگا میں کہتا ہون اور وہبانیہ کی شرح شرنبلالی کی شرح میں ہے اور اسیطرح اذن دینا بادشاہ کا اسکو واسطے صحیح ہے اگر وہ ملک بزور دار الاسلام فتح ہوا ہو نہ بطور صلح کے بسبب باقی رہنے ملک مالک کے قبل فتح کے تمم خانیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے کسی قوم کو یہ اذن دیا کہ شہر کی زمین سے فلانی زمین اپنی مسجد کے وقف کیواسطے دوکانین بنالین تو اگر وہ ملک بقہر فتح ہوا ہی تو اذن سلطان کا نافذ ہو اسواسطے کہ وہ ملک مجاہدین کا مملوک ہوگیا تو اونمیں امر سلطانی جائز ہے اور اگر بصلح فتح ہوا تو مالکان قدیم کی ملک قائم ہو کنا

فی الملتقط لو اطلق القاضی بیع الوقف غیر المسجل لوارث الواقف فباع صح وکان حکما ببطلان الوقف لعدم تسجیلہ حتی لو باع الواقف او وارثہ [illegible]

عنه ووقفه لجهة اخرى وحكم بالثانی قبل الحكم بلزوم الاول صح الثانی لوقوعه فی محل الاجتهاد كما حققه المصنف وافتى به تبعا لشيخه وقارئ الهداية والمولى ابی السعود قلت لكن حمله فی النهر على القاضی المجتهد فراجعها اجازت دی قاضی نے وقف غیر مسجل کی بیع کی وقف کی وارث کو سو اوس نے بیع کی تو بیع صحیح ہے اور اجازت قاضی نے بطلان وقف کا حکم ہوگا اور اسواسطے مسجل نہو وقف کے بیان تک کہ اگر وقف تمام وقف یا بعض کو بیع کریا رجوع کرے تو وقف ہو اور دوبارہ اوسکو دوسرے مصرف کیواسطے وقف کرے اور وقف ثانی پر قاضی حکم کرے تو قبل حکم کرنے لزوم اول کے تو وقف ثانی صحیح ہوگا بسبب واقع ہونے حکم قاضی کے محل اجتہاد مین چنانچہ اسکو محقق کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور اسکا فتوی دیا ہے اپنے استاد اور قاری ہدایہ اور مفتی ابو سعود کی پیروی سے مین کہتا ہون لیکن حمل کیا ہے اسکو نہر الفائق مین انسے نے مجتہد کے حکم پر سو اوسکی طرف مراجعت کرو خلاصہ یہ ہے وقف مسجل کی بیع مین درصورت حکم قاضی اختلاف ہے مصنف نے خلاصہ وغیرہ سے صریح صحت نقل کی اگرچہ قاضی معتقد حنفی المذہب ہوا در قنیہ کی روایت اوسکی بطلان بیع مین صریح ہے اور اسیکو علامہ قاسم نے پسند کیا ہے اور یہی قول اولی ہے سواسطے کہ وقف قول صاحبین پر امام کا قول یعنی وقف کا لازم نہونا بلا حکم قاضی اگرچہ بعضون نے اوسکی تصحیح کی ہے لیکن کسی نے اوسپر فتوی نہین دیا کما فی البحر حالانکہ قاضیون کو غیر مفتی بہ پر حکم کرنا جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو اطلق القاضی البيع لغيره ای لغير الوارث لا يصح بيعه لانه اذا بطل عاد الى ملك الوارث وبيع مال الغير لا يجوز درر یعنی بغیر طریق شرعی لما فی العمادية باع القيم الوقف بامر القاضی واذنه جاز اور اگر قاضی بیع وقف کی غیر وارث کو اجازت دی تو اوسکی بیع صحیح نہین اسواسطے کہ وقف جب باطل ہوا یعنی قاضی کی اجازت بیع سے تو وارث کی ملک مین عود کر آیا اور حالانکہ غیر کے مال کو بیچنا جائز نہین کذا فی الدرر یعنی عدم جواز اوس وقت ہوگا بغیر طریق شرعی ہو اسواسطے کہ عمادیہ میں ہے کہ متولی نے وقف بیچا قاضی کے امر اور تجویز سے تو جائز ہے یعنی اسواسطے کہ بطریق شرعی ہے قلت واما المسجل لو انقطع ثبوته وارادوا اولاد الواقف ابطاله فقال المفتی ابو السعود فی معروضاته قد منع القضاة من استماع هذه الدعوى انتهى فليحفظ مین کہتا ہون اور وقف مسجل کا اگر ثبوت منقطع ہوا اور واقف کی اولاد اوسکا ابطال چاہے تو مفتی ابو سعود نے اپنی معروضات مین کہا کہ ایسے دعوی کے استماع سے قاضی ممنوع ہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے انتہی مثلا ثبوت مسجل کی یہ صورت ہے کہ بشهادت قاضی کے سجل مین یہ مرقوم ہے کہ فلانی شخص نے فلانی زمین وقف کی اور قاضی نے اوسپر حکم کردیا لیکن بسبب طول مدت کے اوسکی ثبوت برگواہ نہین ہین

الوقف فی مرض موته كهبة فيه من الثلث مع القبض وقف کرنا اپنی مرض الموت مین ہبہ کے ہے مرض الموت مین یعنی ثلث مال سے مع قبض کے ساته فان خرج الوقف من الثلث او اجازه الوارث نفذ فی الكل والا بطل فی الزائد على الثلث ولو اجاز البعض جاز بقدره سو اگر وقف مذکور ثلث مال سے نکل آیا یا اوسکو وارث نے جائز رکھا تو کل مین نافذ ہوگا اور اگر ثلث سے نہ نکلا یا وارث نے جائز نرکھا تو تہائی مال سے زائد مین باطل ہوگا اور اگر بعض وارث نے وقف میت کا جائز رکھا تو بقدر اوسکی جائز ہوگا وبطل وقف راهن معسر ومريض مديون بمحيط اور باطل ہے وقف کرنا راہن مفلس کا اور اوس مریض کا جو دین محیط کا مدیون ہے بخلاف صحيح لو قبل الحجر فان شرط وفاء دينه من غلته صح وان لم يشترط يوفى من الفاضل عن كفايته بلا سرف ولو وقفه على غيره فغلته لمن جعل له خاصة فتاوی ابن نجيم بخلاف تندرست مدیون کے اگر اوس نے وقف کیا ہو قبل ممنوع التصرف ہونیکے سو اگر اوس نے ادای دین کی شرط کی ہو وقف محصول سے تو صحیح ہے اور اگر شرط نکی ہو تو دین ادا کیا جاویگا اوس آمدنی سے جو فاضل بچے وقف کی بقدر کفایت سے بلا فضول خرچی اور اگر وقف نے زید سوا اور شخص پر وقف کیا تو اوسکی آمدنی اوسی شخص کے واسطے مخصوص ہوگی جسکے واسطے وقف نے مقرر کردیا کذا فی فتاوی ابن نجیم دین محیط مریض مین بابت صحت وقف ہے نہ صحیح غیر محجور مین اور اگر صحیح بسبب سفاہت یا دین کے محجور التصرف ہوا تو وقف اوسکا صحیح نہین قلت قيد بمحيط لان غير المحيط يجوز فی ثلث ما بقی بعد الدين لو له ورثة والا ففی كله فلو باعها القاضی ثم ظهر مال شری به ارضا بدلها وتمامه فی الاسعاف فی باب وقف المريض مین کہتا ہون دین مین محیط کی قید اسلئے ہے کہ دین غیر محیط مین وقف جائز ہے اوس ثلث مال مین جو بعد ادای دین باقی رہے بشرطیکہ وقف کے وارث ہوں اور اگر اوسکے وارث نہون تو اوسکو کل مال مین بعد ادای دین وقف صحیح ہوگا پہر اگر قاضی نے وقف کو بیچا واسطے ادای دین واقف کے خواہ دین محیط ہو یا غیر محیط پہر میت وقف کا مال ظاہر ہوا تو قاضی اوس مال سے دوسری زمین عوض اوسکی خرید کرے اور پورا بیان اسکا اسعاف مین ہے وقف مریض کے باب مین وفی الوهبانية وان وقف المرهون فافتكه بحره فان مات عن عين تفی لا يغير اى ولاية فيبطل والغلة تمهل فليتأمل اور وہبانیہ مین ہے کہ اگر شی مرہون کو وقف کیا پہر اوسکو خلاص کیا تو جائز ہے سو اگر مر گیا اور مال چھوڑ گیا

جو ادا ہو دین میں پورا ہو تو وقف متغیر ہوگا یعنی اگر دین ادا نہوگا تو وقف باطل کیا جائیگا یا آمدنی کیواسطے مہلت دیجائیگی تو اوس سے دین ادا ہوا اور وقف باطل نہو تو تامل کرنا چاہیے
ھ طحطاوی نے لکھا کہ بموجب ارشاد کے ہمنے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ طرز بیان شارح درست نہیں اسواسطے کہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ کی تقریر میں کیواسطے مہلت دینا یعنی مہلا کی بحث ہی نہیں جسکو بطور
نص ذکر کیا قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود سئل عمن وقف علی اولادہ وھو من المدیون ھل یصح فاجاب لا یصح ولا یلزم والقضاة
ممنوعون من الحکم وتسجیل الوقف بمقدار ما شغل بالدین انتھی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کی معروضات میں سوال ہوا اوس شخص کا جسنے اپنی اولاد پر
وقف کیا اور وہ مدیون ہے تو آیا یہہ وقف صحیح ہے تو جواب دیا کہ صحیح نہیں اور لازم نہیں اور قاضیوں کو منع ہے اسکا حکم کرنا اور وقف مسجل کرنا بقدر اسکے جو مشغول بدین ہے انتہی
جواب المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ یہہ منع سلطان روم کی جانب سے ہے جیسے بعد پندرہ سال کے استماع دعوی منع ہے کذا فی الطحطاوی الوقف علی ثلثة اوجہ اما للفقراء
او للاغنیاء ثم الفقراء او یستوی فیہ الفریقان کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ونحو ذلک کمساجد وطواحین وطست لاحتیاج الکل
لذلک بخلاف الادویة فلم یجز یعنی بلا تعمیم او تخصیص فیدخل الاغنیاء تبعا للفقراء قنیہ وقف تین صورت پر ہے یا فقیروں کے واسطے ہے یا مالداروں کیواسطے
ہے بعد انکے فقیروں کے واسطے یا اوسمیں دونو فریق برابر ہیں چنانچہ مسافرخانہ اور خانقاہ اور قبرستان اور آبدارخانے یعنی پانی کی سبیل اور پل اور اسکی مانند اور جیسے
مسجدیں اور پن چکیاں اور طاس کہ ان چیزوں کے وقف میں فقیر اور غنی برابر ہیں اسواسطے کہ انکی طرف سبکی حاجت ہے بخلاف دوا کے یعنی جو دوا کہ دار الشفا میں وقف ہو
تو وہ مالدار کو جائز نہیں بلا تعمیم یا تخصیص کے تو در صورت تعمیم غنیا بھی اسمین فقیروں کے تبع ہو کر داخل ہونگے کذا فی القنیہ ھ تعمیم کی یہہ صورت ہے کہ واقف کہے کہ یہہ دوائیں
سب بیماروں کیواسطے وقف ہیں اور تخصیص یہہ کہ واقف اغنیا کو کھول کر ذکر کرے تو اغنیا اسمین بالقصد داخل ہیں اور تعمیم میں بالتبع فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اقر بوقفہ
صحیحا وبانہ اخرجہ من یدہ ووارثہ یعلم خلافہ جاز الوقف ولا تسمع دعوی وارثہ قضاء ۔ اگر کسی نے اقرار کیا کہ اوسکا وقف صحیح ہے اور یہہ کہ اوسنے وقف کو اپنے
ہاتھ سے خارج کردیا اور واقف کا وارث اوسکے خلاف جانتا ہے یعنی یہہ جانتا ہے کہ مورث نے وقف نہیں کیا تو وقف جائز ہے اور اوسکے وارث کا دعوی مسموع نہیں وار القضاء
کذا فی الدرر وفی الوھبانیة ۔ وتبطل اوقاف امرء بارتدادہ ۔ فحال ارتدادیمنہ لا وقف لجدد ۔ اور وہبانیہ میں ہے کہ باطل ہوجاتی ہیں اوقاف مرد کے
مرتد ہوجانے سے تو حالت ارتداد کے اوقاف بطریق اولی باطل ہونگے

فصل

یہہ فصل ہے شروط وقف کی مراعات میں یراعی شرط الواقف فی اجارتہ فلم یزد القیم
بل القاضی لانہ لہ ولایة النظر لفقیر وغائب ومیت رعایت کیجاتی ہے یعنی واجب الرعایة ہے واقف کی شرط اجارہ وقف میں تو متولی وقف کی شرط سے زیادہ اجارہ
نہ کرے بلکہ قاضی اوسکو شرط سے زیادہ کرسکتا ہے اسواسطے کہ قاضی کو ولایت نظری ہے فقیر اور غائب اور میت کیواسطے ھ مثلا واقف نے شرط کی کہ زمین وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ
نہ دے اور حال یہ ہے کہ مستاجر اتنی مدت کے اجارہ پر رغبت نہیں کرتے اور چند سال کا اجارہ فقیروں کے حق میں نافع تر ہو تو متولی دو تین سال کا اجارہ نہیں کرسکتا بلکہ قاضی سے
یہہ حال عرض کرے تا وہ مدت اجارہ زیادہ کردے کذا فی البحر فلو اھمل الواقف مدتہا قیل تطلق الزیادة للقیم وقیل تقید بسنة مطلقا وبہا ای بالسنة یفتی
فی الدار وبثلث سنین فی الارض الا اذا کانت المصلحة بخلاف ذلک وھذا مما یختلف زمانا وموضعا ۔ پھر اگر واقف نے مدت اجارہ بلا قید کہی تو بعضوں نے
کہا زیادتی مدت کی متولی کیواسطے علی الاطلاق باقی رہیگی اور بعضوں نے کہا کہ ایک سال کی مقید ہوگی ہر صورت میں اور اسی یعنی سال کی مدت پر فتوی ہے گھر کے اجارہ میں اور تین
سال پر فتوی ہے زمین کے اجارہ میں مگر جبکہ مصلحت اسکے مخالف ہو اور یہہ یعنی اختلاف مدت اجارہ مختلف ہے باعتبار زمان اور مکان کے ھ زیادتی مدت اجارہ اسلئے
وقف میں جائز نہیں ہے کہ ابطال وقف نہ لازم آوے اسواسطے کہ جو مستاجر کو مدت دراز تک تصرف مالکانہ کرتے دیکھیگا تو اوسکی ملک اوسکو توہم ہوگا وفی البزازیة لو
احتیج لذلک یعقد عقودا فیکون العقد الاول لازما لانہ ناجز والثانی لا لانہ مضاف قلت لکن قال ابو جعفر الفتوی علی ابطال الاجارة
الطویلة ولو بعقود ذکرہ الکرمانی فی الباب التاسع عشر واقرہ قدری افندی وسیجیء فی الاجارة ۔ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر اسکی یعنی طول مدت اجارہ
کی احتیاج ہو تو چند عقود منعقد کرے تو عقد اول لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ فی الحال کا عقد ہے اور عقد ثانی لازم نہیں اسواسطے کہ وہ مضاف ہے میں کہتا ہوں لیکن فقیہ
ابو جعفر نے کہا کہ اجارہ طویلہ کے ابطال پر فتوی ہے اگرچہ بچند عقود ہو چنانچہ اسکو کرمانی نے انیسویں باب میں ذکر کیا ہے اور قدری افندی نے اسکو قائم رکھا اور
کتاب الاجارہ میں آویگا ھ شارح نے مستدرک سے آگاہ کردیا کہ بزازیہ کی روایت خلاف مفتی بہ ہے ولو آجر باجر المثل فزاد اجنبی باقل ولو ھو المستحق فاراد

الا بنقصان یسیر او اذا الموجر غبنا فیہ الاباہ الاقل اشباہ اور وقف اجارہ دیا جاوے اجرت مثل پر او سے کمتر اجارہ دینا درست نہیں اگرچہ مستحق ہی مستاجر ہو کذا ذکرہ قاری الہدایہ مگر اجرت مثل سے اگر تھوڑا سا کم ہو تو جائز ہے یا جب کہ اوسمیں کوئی خواہش نکرتا ہو الا باالاقل کذا فی الاشباہ فلو رخص اجرہ بعد العقد لا یفسخ العقد للزوم الضرر اور اگر وقف کا کرایہ ارزان ہو جاوے بعد عقد کے تو عقد منفسخ نہوگا بسبب لازم آنے ضرر وقف کے بسبب فسخ کے ولو زاد اجرہ علی اجر مثلہ قیل یعقد ثانیا بہ علی الاول اور اگر اجرت وقف کی گران ہو جاوے اور اوسکی اجرت مثل سے تو بعضوں نے کہا اجارہ کو دوبارہ منعقد کرے بقول اصح فی الاشباہ لو زاد اجر مثلہ فی نفسہ بلا زیادۃ احد فللمتولی فسخھا بہ یفتی وما لم یفسخ فلہ المسمی اشباہ میں ہے اگر اوسکا اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو گیا بدون زیادہ کرنے کسی شخص کے تو متولی کو اوسکا فسخ کر دینا جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے اور جب تک فسخ نکریگا تو اوسکو اجر مسمی ہی ملیگا وقیل لا یعقد بہ ثانیا کزیادۃ واحد تعنتا فانہا لا تعتبر وسیجئ فی الاجارۃ اور بعضوں نے کہا در صورت زیادتی دوبارہ عقد نکرے جیسا کہ اگر کوئی شخص کہ اوسکو تکلیف رسانی اور مشقت اندازی مستاجر کی غرض ہو زیادتی کرے تو وہ زیادتی معتبر نہیں اور کتاب الاجارہ میں وہ آویگا والمستاجر الاول اولی من غیرہ اذا قبل الزیادۃ اور پہلا مستاجر اولی ہے اپنے غیر سے جب کہ زیادتی اجر کو قبول کرے ھم یہ مبنی ہے قول اول پر جو اصح ہے والموقوف علیہ الغلۃ او السکنی لا یملک الاجارۃ ولا الدعوی لو غصبت منہ الوقف الا بتولیۃ او اذن قاض ولو الوقف علی رجل معین علی ما علیہ الفتوی عمادیہ لان حقہ فی الغلۃ لا العین اور جسکو واسطے محصول اور سکونت وقف ہو وہ اجارہ دینے کا مالک نہیں اور نہ دعوی کا مالک ہے اگر اوس سے کسی نے وقف غصب کر لیا ہو مگر بسبب تولیت یا اذن قاضی کے اگرچہ مرد معین پر وقف ہو بنا بر قول مفتی بہ کے کذا فی العمادیہ اجارہ دینے کا وہ اصلی مالک نہیں کہ حق مستحق کا محصول میں ہے نہ عین وقف میں وہل یملک السکنی من یستحق الزیادۃ فی الوہبانیۃ لا وفی شرحہا للشرنبلالی والتحریر نعم اور کیا سکونت وقف کا وہ شخص مالک ہے جو مستحق ہے اوسکی آمدنی کا وہبانیہ میں کہا کہ وہ مالک سکونت کا نہیں اور اوسکی شرح شرنبلالی میں کہا اور تنقیح میں یہ ہے کہ ہاں وہ سکونت کا مالک ہے والموقوف اذا آجرہ المتولی بدون اجر المثل لزم المستاجر لا المتولی کما غلط فیہ بعضھم تمامہ ای تمام اجر المثل اور جب کہ متولی موقوف کو کمتر اجر مثل سے اجارہ دیوے تو مستاجر کو پورا اجر مثل دینا لازم ہوگا نہ متولی کو جیسا کہ بعضوں نے اسمیں غلط سمجھا ہے کما فی کذا وصی خانیہ آجر منزل صغیرہ بدونہ فانہ یلزم المستاجر تمامہ اذ لیس لکل منہما ولایۃ الحط والاسقاط چنانچہ باپ اور اسیطرح وصی نے کذا فی الخانیہ اجارہ دیا اپنے صغیر کا مکان اجرت کمتر مثل سے تو البتہ مستاجر پر پورا اجر لازم ہوگا اسواسطے کہ ہر ایک کو دونوں میں سے کم کرنے اور ساقط کرنیکی ولایت نہیں مصنف نے کہا کہ اگر شارح بجای لکل منہما کے لکل منہم کہتا تو متولی کو بھی یہ تعلیل شامل ہوتی وفی الاشباہ عن القنیۃ ان القاضی یامرہ بالاستیجار باجر المثل وعلیہ تسلیم زود السنین الماضیۃ ولو کان القیم ساکتا مع قدرتہ علی الرفع للقاضی لا غرامۃ علیہ وانما ہی علی المستاجر واذا ظفر الناظر بمال الساکن فلہ اخذ النقصان منہ فیصرفہ فی مصرفہ قضاء ودیانۃ انتہی فلیحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ قاضی مستاجر کو بعوض اجر مثل اجارہ لینے کا امر کریگا اور سالہای گذشتہ میں جو کمی تھی اوسکی زیادتی دیان لازم ہوگی یعنی درصورت کم لینے اجارہ کے اجرۃ مثل سے اور اگر متولی ساکت رہا ہوگا باوجود اسکے قادر ہونے کے قاضی کے پاس نالش کرنے پر تو بھی اوسپر تاوان نہیں ہے تاوان تو مستاجر ہی پر ہے اور جب کہ ناظر ساکن وقف کے مال کو پاجاوے تو اوسکو بقدر نقصان اوسمیں لینا جائز ہے پھر اوسکو صرف کرے وقف کے مصرف میں قضاء بھی اور دیانۃ بھی انتہی کلام الاشباہ تو اسکو یاد رکھنا چاہئے قلت قیدہ باجارۃ المتولی لما فی غصب الاشباہ لو آجر الغاصب ما منافعہ مضمونۃ من مال وقف او یتیم او معد للاستغلال فعلی المستاجر المسمی لا اجر المثل وعلی الغاصب رد ما قبضہ لا غیر لتاویل العقد انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ مصنف نے وقف میں اجارہ متولی کی قید لگائی اسواسطے کہ اشباہ کی کتاب الغصب میں یوں ہے کہ اگر غاصب نے اجارہ دیا جسکے منافع کا ضمان غاصب پر ہے جیسے مال وقف یا مال یتیم یا ایسا مکان کہ جو کرایہ کیواسطے مہیا ہے تو مستاجر پر اجر مسمی ہے نہ اجر مثل اور غاصب پر پھیر دینا ہے اوسکا جو اوسنے مستاجر سے لیا نہ سوای اوسکے بسبب تاویل عقد اجارہ انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے یفتی بالضمان فی غصب عقار الوقف وغصب منافعہ او اتلافہا کما لو سکن بلا اذن او اسکنہ المتولی بلا اجر کان علی الساکن اجر المثل ولو غیر معد للاستغلال بہ یفتی صیانۃ للوقف وکذا منافع مال الیتیم درر فتویٰ ہے تاوان کا زمین وقف کے غصب اور اسکے منافع کے غصب اور منافع کے تلف کر دینے میں چنانچہ اگر کسی نے مکان وقف میں سکونت کی بلا اذن یا متولی نے اوسکو رکھا بلا کرایہ تو ساکن پر اجر مثل واجب ہوگا اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا نہو تو اسی پر فتوی ہے وقف کی حفاظت کیواسطے اور یہی حکم ہے مال یتیم کے منافع کا کذا فی الدرر وکذا یفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما اختلف العلماء فیہ حتی انہ لقد

ومتی قضی بالقیمۃ شریٰ بہا عقاراً اخر فیکون وقفا بدل الاول اور اسیطرح فتویٰ ہو ہر ایک اُس قول پر جو وقف کیواسطے زیادہ نافع ہو جسمین علما کا اختلاف ہو کذا فی
حاوی القدسی اور جب کہ قاضی زمین وقف کی قیمت کا حکم کرے تو بعوض اوسکے دوسری زمین خرید کرے تو یہ پیہ میں وقف ہوگی زمین اول کی عوض یعنی اوسکا وقف ہونا لفظ وقف
پر موقوف نہیں کذا فی معین المفتی اور خلاف علما کی یہہ صورت مثلا کہ ایک قول میں استبدال وقف در صورت قلت محصول جائز ہی اور دوسرے قول میں جائز نہیں مگر در صورت
فقدان محصول مطلقا تو عدم جواز پر فتوی دیا جائیگا کہ یہ وقف کو ناقص کرنا ہو بسبب باقی رہنے اوسکی ذات کے اور احتمال تلف ہوجانے اوسکی قیمت کے والذی تقبل فیہ الشہادۃ حسبۃ
بدون الدعوی اربعۃ عشر منہا الوقف علی ما فی الاشباہ لان حکمہ التصدق بالغلۃ وھو حق اللہ تعالی اور جسمین گواہی مقبول ہوتی ہو تحصیل ثواب کیواسطے بدون
دعوی کے وہ چودہ مقام ہیں اونمیں سے ایک وقف ہی کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ اثر مترتب وقف کا تصدق ہی محصول کا اور تصدق حق اللہ ہی تو اوسکی گواہی میں دعوی مدعی کی
کچھہ حاجت نہیں ہم چودہ مقامات مذکورہ یہہ ہیں وقف طلاق تعلیق طلاق لونڈی کا آزاد ہونا اوسکا مدبرہ ہونا خلع ہلال رمضان نسب حد زنا حد شرب ایلا
ظہار حرمت مصاہرت شہادت مرلی کے نسب دعوے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ بقی لو الوقف علی معینین ہل تقبل بلا دعوی فی الخانیۃ ینبغی لا اتفاقا و فی
شرح الوہبانیۃ للشیخ حسن ھذا التفصیل ھو المختار و فی التتارخانیۃ ان ھو حق اللہ تقبل و الا لا الا بالدعوی فلیحفظ باقی رہی یہہ بات کہ اگر وقف معین
لوگون پر ہوگیا اوسمین گواہی بلا دعوی مقبول ہو یا نہیں خانیہ میں کہا لائق یہہ ہو کہ مقبول نہیں بالاتفاق اور شیخ حسن کی شرح وہبانیہ میں ہو اور یہہ تفصیل ہی مختار ہو اور تاتارخانیہ
مین ہو کہ اگر وہ حق اللہ ہے تو مقبول ہو اور حق اللہ نہیں تو گواہی بلا دعوی مقبول نہیں سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تفصیل مذکور سے تاتارخانیہ کی تفصیل مراد ہو کہ غیر معین پر مقبول ہے
نہ معین پر قلت و لکن بحث فیہ ابن الشحنۃ بین کتبنا لیکن بحث کی ہو اسمین یعنی اطلاق قبول شہادت میں عبدالبر بن شحنہ نے ہم ابن شحنہ نے کہا کہ تفصیل مذکور لابدی ہو اسواسطے کہ
جب شہادت قائم ہوئی اسپر کہ اس وقف کی قوم معین مستحق ہو تو اوسمین دعوی ضرور ہو بسبب ثابت ہونے اوسکے استحقاق اور استعمال کے اگرچہ آخر کار اوسکے فقرا مستحق ہون بخلاف
اوس گواہی کے کہ فقرا یا مسجد کے وقف پر قائم ہو کذا فی المنح حلبی نے کہا ضمیر فیہ کی راجع ہو اوس اطلاق کیطرف جو کلام ماتن سے مستفاد ہو نہ تفصیل کیطرف طحطاوی نے کہا شارح کی
عبارت اسکی مخالف موہم ہے و وفق المصنف بقبولہا مطلقا لثبوت اصل الوقف لما آلہ للفقراء و باشتراط الدعوی لثبوت الاستحقاق لما فی الخانیۃ
لو کان لہ مستحق و لم یدع لم یدفع لہ شیء من الغلۃ و تصرف کلہا للفقراء مصنف نے اپنی شرح میں خلاف مذکور کو دفع کر دیا ہو یوں کہ اسواسطے مقبول ہوگی گواہی کے
مطلقا اسواسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ مرجع اوسکا فقیر میں اور اسواسطے مشروط ہوئی دعوی کے اسواسطے ثابت ہونے استحقاق کے اسواسطے کہ خانیہ میں ہو کہ اگر وہاں مستحق ہوا اور دعوی
نکرے تو اوسکو کچھہ غلہ ندیا جائیگا اور تمام غلہ محتاجون پر صرف کیا جائیگا ہم خلاصہ توفیق مذکور یہہ ہو کہ ثبوت اصل وقف محتاج نہیں دعوی کا مطلقا اگرچہ مستحق بدون دعوی کے
غلہ نہ پاویگا اور ثبوت استحقاق شخص معین بلا شبہ دعوی پر موقوف ہو تو اب ابن وہبان اور ابن شحنہ کے کلام کا خلاف مندفع ہوگیا کذا فی المنح قلت و مفادہ انہ لو ادعی
المستحق مع انہا لا تسمع منہ علی المفتی بہ لا الا بتولیۃ کما مر قدمنا مین کہتا ہون قول مذکور سے مستفاد ہوا کہ مستحق دعوی کریگا تو مستحق غلہ ہوگا باوجود اس بات کے
کہ مستحق کا دعوی مسموع نہیں بنا بر قول مفتی بہ کے بدون تولیت کے چنانچہ عنقریب گذر گیا تو غور کر ہم حلبی نے کہا جو مذکور ہوچکا وہ یہہ ہو کہ در صورت غصب کے ولی مدعی ہوگا نہ مستحق
بلا تولیت اور اگر مستحق وقف مین اپنے استحقاق کا دعوی کریگا تو بلا شبہ صحیح ہو محتاج تدبر نہیں و فی الاشباہ لنا شاہد حسبۃ فی اربعۃ عشر و لیس لنا مدع حسبۃ الا
فی دعوی الموقوف علیہا اصل الوقف فانہا تسمع عند البعض و المفتی بہ لا الا بتولیۃ فاذا لم تسمع دعواہ فالاجنبی اولی انتہی و قدمر فتنبہ اور اشباہ
مین ہو کہ ہم حنفیون کے نزدیک شاہد حسبہ چودہ مقام مین ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا اور ہمارے نزدیک مدعی حسبہ نہیں مگر موقوف علیہ اصل وقف کے دعوی مین کہ اوسکا دعوی مسموع ہو
بعض کے نزدیک اور قول مفتی بہ میں مسموع نہیں مگر تولیت پھر دعوی کرے اوسکا مسموع نہوا تو اجنبی اوس سے بہتر ہوا انتہی کلام الاشباہ اور البتہ مذکور ہوچکا سو آگاہ ہو جانا ہم جو مذکور ہوا سو تو حلبی
کا دعوی غاصب پر ہے اور بیان اصل وقف کا دعوی ہی تو دونون کی مغایرت میں شک نہیں ولیس من شرط دعوی الوقف بیان الواقف و لو الوقف قدیما فی الصحیح بزازیۃ لمثلا الملک
اثباتا بالمجہول و فی العمادیۃ تقبل اور شرط نہیں دعوی وقف میں بیان واقف کا اگرچہ وقف قدیمی ہو قول صحیح میں کذا فی البزازیۃ تا اثبات مجہول کیواسطے نہو اور عمادیہ میں ہو کہ مقبول ہے
بلا بیان وقف اور یہہ قول ہی ابو یوسف کا اور اسی پر مشائخ بلخ ہیں اور چونکہ وقف میں ابو یوسف کے قول پر فتوی ہی تو بیان بھی اونہیں کے قول پر فتوی ہو کذا فی المنح و تقبل فیہ
الشہادۃ علی الشہادۃ و شہادۃ النساء مع الرجال و الشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ و ان صرحوا بہ ای بالسماع فی المختار و لو الوقف علی معینین کذا حققہ

للاوقاف القدیمة عن الاستهلاک بخلاف غیرها اور مقبول ہے وقف مین گواہی پر گواہی دینا اور گواہی عورتونکی مردون کے ساتھہ اور مقبول ہے شہرت کی گواہی اصل وقف کے اثبات
کیواسطے اگرچہ گواہ اپنی سماعت کیے تصریح بھی کرین قول مختار مین اور گو کہ وقف مین لوگون پر ہو بہر صورت گواہی مقبول ہے تا اوقاف قدیمہ استہلاک سے محفوظ رہین بخلاف غیر
وقف کے یعنی جسمین شہادت بالتسامع جائز ہے جیسا کہ نسب کہ اگر اوسمین گواہ اپنی سماعت کی تصریح کرینگے تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی الطحطاوی من الدرر لا تقبل بالشہرة
لاثبات شرائطه فی الاصح درر وغیرها مقبول نہین شہرت کی گواہی شرائط وقف کے اثبات کیواسطے قول اصح مین کذا فی الدرر وغیرہا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریة
علامہ نوح نے کہا شہادت بالشہرت یہہ ہے کہ متولی دعوی کرے کہ اس زمین کا وقف ہونا فلانی امر پر معروف اور مشہور ہے اور گواہ بھی یہی گواہی دین اور شہادت بالتسامع یہہ کہ شاہد
کہے کہ مین گواہی دیتا ہون بسبب تسامع کے کذا فی الطحطاوی اور بزازیہ مین ہے کہ شہادت بالتسامع اصل وقف پر موقوف ہے نہ اوسکی شرائط پر اسواسطے کہ وقف باقی رہتا ہے قرنا بعد
قرن بخلاف شرائط کے اور جسپر صحت وقف کی متعلق ہو اور موقوف علیہ سو وہ اصل وقف سے ہے اور جو موقوف علیہ صحت وقف نہین وہ اوسکی شرائط مین ہے کذا فی المنح
لکن فی المجتبی المختار قبولها علی شرائطه ایضا واعتمده فی المعراج واقره الشرنبلالی وقواه فی الفتح بقولهم یسلک بمنقطع الثبوت المجهولة شرائطه
ومصارفه ما کان علیه فی دواوین القضاة انتهی وجوابه ان ذلک للضرورة والمدعی اعم کما فی البحر لیکن مجتبے مین کہا کہ قبول کرنا شہادت شہرت کا وقف کی
شرائط پر بھی قول مختار ہے اور معراج مین اسپر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے اور فتح القدیر مین اسکو قوی رکھا ہے بقولہم کے اس قول سے کہ جس وقف کا ثبوت منقطع ہو اور
اوسکی شرائط اور مصارف مجہول ہین اوسمین اوسپر عمل کیا جائیگا جو قاضیون کے دفاتر مین ہے انتہی اور جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ بسبب ضرورت کے ہے اور مدعا عام تر ہے کذا فی البحر خلاصہ
تقویت فتح القدیر یہہ ہے کہ در صورت مذکورہ جب دفاتر قضاة پر عمل ہوا یہی مطلوب ہے ثبوت بالتسامع کا اور جواب بحر الرائق مین یہہ ہے کہ دفاتر پر عمل اس ضرورت سے ہوا کہ شرائط
اوسکی مجہول تھی اور مدعا عام ہے خواہ شرائط مجہول ہون یا نہون علاوہ اسکی کلام فتح القدیر کا اوس وقف مین ہے جسکا ثبوت منقطع ہو اور سوای دفتر کے اوسکا حال معلوم
نہوا اور یہان گفتگو اوس وقف کی ہے جسکا ثبوت سماعت کی گواہی سے ہے وبیان المصرف کقولهم علی مسجد کذا من اصله لتوقف صحة الوقف علیه فتقبل
بالتسامع اور مصرف وقف کا بیان چنانچہ یون کہنا شاہدون کا کہ یہہ زمین فلانی مسجد پر وقف ہے داخل ہے اصل وقف مین لیکن کہ موقوف ہے صحت وقف کی بیان مصرف پر
تو مصرف مین شہادت بالتسامع مقبول ہے وبعض مستحقیه وکذا لبعض الورثة ولا ثالث لهما کما فی الاشباه قلت وکذا لو ثبت اعساره فی وجه
احد الغرماء کما سیجیء فتامل وقالوا تقبل بینة الافلاس بغیبة المدعی کذا بعض الاولیاء المتساوین یثبت الاعتراض لکل کملا وکذا الامان
والقود والولایة المطالبة بازالة الضرر العام عن طریق المسلمین والتتبع یقتضی عدم الحصر اور بعض مستحق وقف بجای کل مستحقین کے ہے اور اسیطرح بعض وارث
اور ان دو کا تیسرا نہین یعنی سوا مستحق اور وارث کے ایک شخص بجای کل اشخاص نہین ہو سکتا کذا فی الاشباہ مین کہتا ہون اور اسیطرح حکم ہے اگر مفلسی مدیون کی ایک قرضخواہ کے
سامنے ثابت ہو چنانچہ آویگا تو اسکو تامل کرو اور فقہا نے کہا ہے کہ افلاس کے گواہ مدعی کی غیبت مین مقبول ہین اور یہی حکم ہے بعض اولیاء متساوین کا کہ اعتراض نکاح کا حق ہر ایک کو
پورا ثابت ہے اور یہی حکم ہے امان اور قصاص اور ولایت مطالبہ کا ضرر عام دفع کرنیکے واسطے مسلمین کی راہ سے اور تجسس اور تلاش متقتضی ہے عدم حصر کی اور یہہ رد ہے صاحب اشباہ پر
کہ وہ دو کے حصر کا قائل ہے ثم اعلم انه ینتصب احد الورثة خصما عن الکل لو فی دعوی دین لا عین ما لم یکن بیده فلیحفظ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ ایک وارث خصم ہوتا ہے سب وارثون
کیطرف سے اگر دین کے دعوی مین خصومت ہو نہ عین کی دعوی مین تا وقتیکہ وہ مدعا علیہ کے ہاتھہ مین نہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وینتصب خصما عن الکل اذا کان وقف بین جماعة
وواقفه واحد فلو لعدة فلا او وکیله الدعوی علی احد منهما او وکیله یعنی بعض مستحق وقف جھگڑا کر سکتا ہے سبکی طرف سے یعنی جب وقف ہو ایک جماعت کے درمیان مین
اور اوسکا وقف کرنیوالا ایک ہی ہو تو ادنہین سے ایک مستحق کو یا اوسکے وکیل کو دعوی کرنا انہین سے دوسرے شخص پر یا اوسکے وکیل پر جائز ہے وقیل لا ینتصب فلا یصح القضاء الا
بقدر ما فی ید الحاضر درر اور دوسرا قول ضعیف یہہ ہے کہ بعض مستحق سبکی طرف سے خصومت نہین کر سکتا سو قاضی کو حکم کرنا صحیح نہین مگر اسیقدر جو حاضر کے ہاتھہ مین ہے ہم قائل
اس قول کا قاضی عبد المجید ہے وهذا ای انتصاب بعضهم اذا کان الاصل ثابتا والا فلا ینتصب احد المستحقین خصما وتمامه فی شرح الوهبانیة اور یہہ یعنی بعض مستحقین کا خصم
کرنا اوسوقت ہے جب اصل وقف ثابت ہو اور اگر ثابت نہو تو ایک مستحق خصومت نہین کر سکتا اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے اشتری المتولی بمال الوقف دارا للوقف لا تلحق بالمنازل

اصل الوقف

الموقوفة ویجوز بیعها فی الاصح لان للزومه کلاما کثیرا ولم یوجد ههنا متولی وقف کے مال سے وقف کیواسطے ایک گھر خرید کیا وقف کرنیکے واسطے تو یہہ گھر شامل ہو موقوفہ مکانون کے ساتھہ

غلہ آیا پایا اور اوسکی بیع جائز ہو قول اسمین اس سے ہو کہ اسکو نعم قیمت مین بہت سا کلام آیا ہے اور بیان وہ موجود نہیں مات المؤذن والامام ولم یستوفیا وظیفتھما من الوقف سقط
لانہ کالصلۃ وکذا القاضی وقیل لا یسقط لانہ کالاجرۃ کذا فی الدرر قبیل باب المرتد وغیرها قال المصنف ثم ظاهرهم ترجیح الاول لحکایۃ الثانی بقیل قلت قد جزم
فی البغیۃ تلخیص القنیۃ بانہ یورث بخلاف رزق القاضی کذا فی وقف الاشباہ ومعتمد النهر مرگیا مؤذن اور امام اور حالانکہ دونون نے اپنا وظیفہ یعنی ماہیانہ یا سالانہ
وقف سے نہیں پایا تو ساقط ہوگیا مثل قاضی کے اس واسطے کہ وظیفہ مثل صلہ و عطا کے ہے کہ بدون قبض ملک نہیں ہوتا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ اجرت کی مانند ہے کذا فی
الدرر قبیل باب المرتد وغیرہ مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور ظاہر ہو رہا ہے ترجیح قول اول کا مقتضی ہے یعنی مستور کالسبب حکایت قول ثانی کے بلفظ قیل مین کہتا ہون کہ بغیہ تلخیص القنیہ
مین البتہ یقین کیا ہے کہ امام اور مؤذن کا وظیفہ موروث ہوتا ہے بخلاف رزق قاضی کے کذا فی وقف الاشباہ وفی النهر لو جعل للامام دار وقفه فلم یسکن فی الاجرۃ
حتی مات ای اجرتها المتولی سقط وان اجرها الامام لا کما فی العمادیہ اور اگر امام مسجد پر ایک گھر وقف ہو اور اوس نے کرایہ اوس گھر کا پورا نہ پایا تھا کہ وہ مرگیا تو اگر وہ گھر متولی
کرایہ دیتا ہو تو کرایہ ساقط ہوگیا اور اگر اوسکو امام نے کرایہ دیا تو ساقط نہوگا کذا فی العمادیہ یعنی اس واسطے کہ امام کا اجارہ دینا بمنزلہ اوسکے قبض کے قرار دیا گیا اخذ الامام الغلۃ وقت
الادراک وذهب قبل تمام السنۃ لا یسترد منه غلۃ باقی السنۃ فصار کالجزیۃ وموت القاضی قبل الحول یحل للامام غلۃ ما فی السنۃ لو فقیرا وکذا
الحکم فی طلبۃ العلم فی المدارس در امام نے غلہ لیا پختگی زراعت کے وقت اور اوس مسجد سے چلا گیا قبل تمام ہونے سال کے تو اوس سے باقی سال کا غلہ پھیر نہ لیا جائیگا تو وہ مرگیا جزیہ
اور موت قاضی کی مثل سال سے پہلے اور حلال ہوگا امام کو غلہ باقی سال کا اگر وہ محتاج ہوگا اور یہی حکم ہے طالب علمون کا مدرسون مین کذا فی الدرر یعنی اگر طالب علم غلہ سال بھر کا
مدرسہ سے لیکر چلا جاوے تو پھیر نہ لیں اور نہیں م اگر ذمی آثناے سال مین مرجاوے تو اوس سے ایام گذشتہ کا جزیہ نہ لیا جائیگا اور محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ اگر آثناے سال مین جزیہ نہ لیگی وہ ذمی پھر
ذمی مسلمان ہو جاوے یا مرجاوے تو وہ یا اوسکا وارث استرداد جزیہ نہیں کرسکتا ونظم ابن الشحنۃ الغیبۃ المسقطۃ للمعلوم المقتضیۃ للعزل ومنه ؎
وما لیس بد منه ان لم یزد علی ثلاث شهور فهو یعفی ویغفر اور ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اوس غیبت کو جو ساقط کرتی ہے مشروط کو اور مقتضی ہے معزولی کو اور منجملہ نظم مذکور
یہ ہے اور جو غیبت ناچاری کی ہے اگر تین مہینہ سے زیادہ نہو تو وہ معاف اور بخشی ہوئی ہے ؎ وقد اطبقوا لا یأخذ السهم مطلقا * لما قد مضی والحکم فی الشرع یسفر اور
البتہ علماء نے اتفاق کیا ہے کہ درصورت غیبت ایام گذشتہ کا حصہ مطلقا نہ لے اور یہ حکم شرع مین مسافر کے واسطے ہے م حصہ نلے مطلقا یعنی خواہ سفر ضروری ہو یا غیر ضروری قلت وهذا
کله فی سکان المدرسۃ وفی غیر فرض الحج وصلۃ الرحم اما فیهما فلا یستحق العزل والمعلوم کما فی شرح الوهبانیۃ للشرنبلالی مین کہتا ہون اور یہ تمام حکم سکان مدرسہ مین
اور فرض حج اور صلہ رحم کے سوا ہے اور ان دونون مین یعنی فرض حج اور صلہ رحم مین تو مستحق عزل اور مشروط کا نہیں کذا فی شرح الوهبانیۃ للشرنبلالی وفی المنظومۃ المحبیۃ ؎
لا یجوز استنابۃ الفقیه لا * ولا المدرس لعذر حصلا * کذلك الحکم فی سائر الارباب * ولم یکن لهذا فی ذا الباب اور منظومہ محبیہ مین ہے کہ جائز نہیں نائب کرنا
فقیہ اور مدرس کا بسبب عذر کے کہ حاصل ہوا ہے اور یہی حکم ہے باقی ارباب وظائف کا یا عذر نہو تو یہ عدم استنابت بطریق اولی جائز نہوگی ؎ والمتولی لو لوقف اجراء لکنه فی حکمه
ما ذکره منلا علی جهۃ تولی الوقف فجوزوا ذلك حیث لم یکن اور متولی نے اگر وقف کا اجارہ دیا لیکن اوس نے وثیقہ اجارہ مین یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ کس جہت سے متولی ہوا
ہے وقف کا واقف کی طرف سے یا قاضی کی جانب سے تو فقہاء نے یہ اجارہ دینا جائز نہیں رکھا جہاں کہیں ہو ؎ ومثله الوصی اذ یختلف حکمهما فی اصل ما قد ثبت التقلید
والمنصوب فقس * کل التصرفات کیلا یلتبس اور متولی کے مثل وصی ہے اس واسطے کہ متولی اور وصی دونون کا حکم مختلف ہے بسبب تقلید اور نصب کے اور قیاس کرے
تو ہی جمیع تصرفات کو اس واسطے فقہا نے اجازت دی تا الاحکام مین اشتباہ نہ پڑے م جامع الفصولین مین ہے کہ اگر متولی اور وصی بلا تعیین وجہ تولیت اور ایصا کی جائز نہیں اس واسطے کہ
وصی باپ اور دادا کے وصی اور قاضی کی جہت سے وصی کے احکام مختلف ہیں قلت لکن للسیوطی رسالۃ سماها الضیابیۃ فی جواز الاستنابۃ ونقل الاجماع علی ذلك
فلیحفظ مین کہتا ہون کہ جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے اوسکا نام ضیابیہ فی جواز الاستنابۃ رکھا ہے اور جواز نیابت پر اجماع فقہا نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے

نصب القاضی الواقف متولیا لوصیته لقیامه مقامه وصیت قائم کرنی متولی کی واقف کیطرف سے ہے اور اسکو وصی کو سبب قائم ہونے وصی کے مقام موصی کے ولو جعله علی امر الوقف
فقط کان وصیا فی کل شیء خلافا للثانی ولو جعل النظر لرجل ثم جعل الآخر وصیا کانا ناظرین ما لم یخصص تمامه وفی الاسعاف فلو وجد کتابا وقف فی کل
متولی ... الثانی اوس شخص کو فقط امر وقف پر وصی کیا تو وہ ہر چیز مین وصی ہوگا بخلاف ابو یوسف کے اور اگر واقف نے نظارت

ایک کو دیا پھر دوسرے کو وصی کیا تو دونوں ناظر ہوں گے تا عدم تخصیص و پورا بیان اسکا اسعاف میں ہے تو اگر وقف کرنیوالے کے ورثہ میں یا اسکے گھر کے ہر ایک کی تولیت کا نام ہو اور دوسرے کو تولیہ
کی اس میں متاخر ہو تو دونوں شخص تولیت میں شریک ہوں گے کذا فی البحر ف ع مسئلہ ملحقہ شارح کا طالب التولیۃ لا یولی الا المشروط لہ النظر لانہ مولی فیرید التنفیذ
طلب تولیت کو درخواست کرنیوالیکو تولیت نہ دیجائیگی سوا اوس شخص کے جسکے واسطے تولیت مشروط ہو چکی تو اگر بعد شرط کے درخواست کریگا تو دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ متولی ہو چکا بسبب شرط
کے تو وہ اس درخواست سے تنفیذ شرط کا ارادہ کرتا ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا طالب تولیت کو اسواسطے تولیت نہ دیجائیگی کہ حدیث میں ممنوع ہے واما توکیل خلاف المشروط لہ بعد
موت الواقف ولم یوص الی احد فولایۃ النصب للقاضی اذ لا ولایۃ لمستحق الا بتولیۃ کما سیجیء جس شخص کیواسطے تولیت مشروط تھی بعد موت واقف کے اور
اوسنے کسیکے واسطے وصیت نہیں کی تولیت کی تو نصب کی ولایت قاضی کیواسطے ہے مستحق وقف کیواسطے نہیں اسواسطے کہ مستحق کو ولایت نہیں ہوتی مگر اوسکی تولیت سے جیسا کہ گذر گیا ق
ما دام احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف لا یجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق ومن قصدہ نسبۃ الوقف الیہم واضح جب تک کوئی شخص تولیت کی اہلیت
رکھتا ہو واقف کے اقارب سے تو متولی بیگانوں سے نہ مقرر کیا جاوے اسواسطے کہ واقف کا برادری والا مصلحت زیادہ تر شفیق ہے اور انکا مقصود بھی ہے کہ وقف کی نسبت اوسکے خاندان کیطرف
بنی رہے اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کان التفویض لہ بالشرط عاما صح ولا یملک عزلہ الا اذا کان الواقف جعل لہ التفویض
والعزل ایک متولی نے اپنے غیر شخص کو بجائے خود قائم کرنیکا ارادہ اپنی زندگی اور صحت میں کیا اگر متولی کو تفویض تولیت بسبب شرط کرنے واقف کے عام ہو تو اقامت مذکورہ صحیح ہے اور
متولی مذکور اوسکو معزول کرنیکا بعد اقامت کے مالک نہوگا مگر جب کہ واقف نے اوسکے واسطے متولی کرنا اور معزول کرنا دونوں مقرر کر دیا ہو طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح صحت کو مقید
کرتا تا تفصیل آئندہ صحیح ہوتی جسکو صاحب اشباہ نے ذکر کیا فان فوض فی صحتہ لا یصح وان فی مرض موتہ صح وینبغی ان یکون لہ العزل والتفویض الی غیرہ کالا
اشباہ اور اگر متولی نے غیر کو تولیت سپرد کی اپنی صحت میں تو صحیح نہیں اور اگر اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو صحیح ہے اور سزاوار یہ ہے کہ اوسکو عزل اور تفویض غیر کا اختیار
مثل وصیت کرنیکے کذا فی الاشباہ شلا باپ کے وصی کو اختیار ہے کہ وہ دوسرے کو وصی کرے اور اوسکو معزول کرے قال وسئلت عن ناظر معین بالشرط ثم من بعدہ
للحاکم فہل اذا فوض النظر لغیرہ ثم مات ینتقل للحاکم فاجبت ان فوض فی صحتہ فنعم وان فی مرض موتہ لا مادام المفوض لہ باقیا القیام مقامہ
وعن واقف شرط مرتبا لرجل معین ثم من بعدہ للفقراء ففرغ عنہ لغیرہ ثم مات ہل ینتقل للفقراء فاجبت بالانتقال صاحب اشباہ نے کہا مجھسے سوال
اوس ناظر کا جو معین ہو شرط سے پھر بعد اوسکے حاکم کو اختیار ہو تو جب ناظر مذکور غیر کو نظارت سپرد کر کے پھر مر جائے کیا اوسکی ولایت حاکم کیطرف منتقل ہوگی سو میں نے جواب دیا کہ اگر ناظر
نے اپنی صحت میں غیر کو تولیت تفویض کی تو ہاں حاکم کیطرف انتقال ہوگا اور اگر اوسنے اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو انتقال نہوگا جب تک وہ شخص باقی رہیگا جسکو
ناظر نے تولیت سپرد کی بسبب قائم ہونے اوس شخص کے بجائے ناظر کے اور مجھسے سوال ہوا اوس وقف کرنیوالیکا جسنے بترتیب وقف کیا ایک مرد معین کیواسطے پھر بعد اوسکے
فقیروں کے واسطے سو مرد مستحق اپنا حصہ غیر کو حوالہ کر کے کنارہ گیر ہوا پھر مر گیا وظیفہ معلومہ کیا فقیروں کیطرف منتقل ہوگا میں نے منتقل ہونیکا جواب دیا یعنی بعد موت مستحق مذکور
وفیہا للواقف عزل الناظر مطلقا بہ یفتی ولم ار حکم عزلہ لمدرس وامام ولاہما ولو لم یجعل ناظرا فنصب القاضی لم یملک الواقف
اخراجہ ولو عزل الناظر نفسہ ان علم الواقف او القاضی صح والا لا اور اشباہ میں ہے کہ واقف کو اختیار ہے معزول کرنے ناظر کا مطلقا یعنی خواہ اوسنے
اپنے واسطے عزل شرط کیا ہو یا نکیا ہو اسیکا فتوی ہے اور میں نے نہیں دیکھا حکم معزول کرنے واقف کا اوس مدرس اور امام کو جنکو واقف ہی نے مقرر کیا اور اگر واقف نے ناظر
نہیں کیا سو قاضی نے منصوب کیا تو واقف اوسکو اخراج کا مالک نہیں اور اگر ناظر نے اپنی ذات کو معزول کیا اگر واقف یا قاضی کو اوسکا علم ہوا تو عزل صحیح ہے ورنہ نہیں
طحطاوی نے کہا کہ امام اور مؤذن کے معزولی تو مصرح ہے لا ملک مدرس کا بھی یہی حکم ہے خانیہ میں ہے کہ جب امام اور مؤذن بسبب عذر کے چند مہینہ اپنا کام نکریں تو متولی
کو اونکا معزول کرنا اور غیر کو قائم کرنا جائز ہے انتہی لیکن یہ مسئلہ بسبب عذر کے ہے اور کلام ہے عدم عذر میں باع دارا ثم ادعی انہا المشتری من اشتری انکا لی
کنت وقفتہا او قال وقفت علی لم تصح فلا تحلیف المشتری شلا زید نے گھر بیچا پھر اوسکو مشتری نے اور شخص سے بیچا پھر زید نے دعوی کیا کہ میں نے
اوس گھر کو وقف کر دیا تھا یا یوں کہا کہ وہ گھر مجھ پر وقف تھا تو یہ دعوی صحیح نہیں تو قسم نہ لیجاویگی مشتری سے مشتری کا قید نہیں فتاوی ابن نجیم کے سوال میں
یہ مذکور تھا شارح نے اوسکو ذکر کر دیا اور مشتری پر اسواسطے حلف نہیں کہ حلف صحت دعوی پر مرتب ہوتا ہے ولو اقام بینۃ او ابرز حجۃ شرعیۃ قبلت فیبطل

البیع ویلزم اجر المثل فیہ لا فی الملک لو استحق علی المعتمد بزازیہ وغیرھا اور اگر بائع مذکور گواہ قائم کرے اوسکے وقف ہونے پر یا حجت شرعی ظاہر کرے تو مقبول ہوگی تو بیع باطل ہوگی اور مشتری پر اجر مثل لازم ہوگا وقف مین نہ ملک مین درصورت اوسکے استحقاق کے بقول معتمد کذا فی البزازیہ وغیرہا م وقف مین اجرت مثل لازم ہوجاتی ہے بلا عقد اجارہ بخلاف ملک کے حتی کہ اور حجت شرعی سو وہ نوشتہ مراد ہی جو مبیع کے وقف ہونے پر گواہی دے چنانچہ فتاوی ابن نجیم مین سائل کے سوال مین مصرح ہو اور ظاہر بیان شارح کا اسپر دلالت کرتا ہو کہ مکتوب پر عمل کرنا چاہئیے بلا بیان شرعی اور حالانکہ یہ قیمتہ صدر مذہب کے مخالف ہو کہ خط معمول بہ نہین ہوتا اور خود ابن نجیم نے سوال کے جواب مین فقط گواہون پر اقتصار کیا ہو ہان اشباہ کے بعض محشیون نے کہا ہو کہ قاضی کی محفوظ سجل پر عمل کرنا چاہئے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری حبسہ بالثمن منیۃ من الاستحقاق اور مشتری کو جائز نہین روک رکھنا وقف مذکور کا قیمت اپنی کے واسطے کذا فی المنیۃ من باب الاستحقاق اسواسطے کہ حبس بجائے رہن ہو اور وقف مین رہن جائز نہین وھی احدی المسائل السبع المستثناۃ من قولھم من سعی فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ اور وہ یعنی بیع کرکے وقف کا دعوی کرنا ایک مسئلہ ہو اون سات مسائل سے جو مستثنی مین فقہا کے اس قول سے کہ جو شخص سعی کرے اوسکے توڑنے مین جو اوسکی جہت سے پورا ہو چکا ہو تو اوسکی سعی نامقبول ہے کذا فی قضاء الاشباہ واعتمد فی الفتح والبحر انہ ان ادعی وقفا محکوما بلزومہ قبل والا لا وھو تفصیل حسن اعتمدہ المصنف فی الاستحقاق لکن اعتمد الاول اخر الکتاب تبعا للکنز وغیرہ اور فتح القدیر مین اور بحر الرائق مین اسپر اعتماد کیا ہو کہ اگر بائع نے اسکا دعوی کیا کہ مبیع ایسا وقف ہو جسکو لزوم قاضی کا حکم ہو گیا تو دعوی اوسکا مقبول ہو اور نہین تو نہین اور یہ خوب تفصیل ہو جسپر مصنف نے باب الاستحقاق مین اعتماد کیا ہو لیکن آخر کتاب مین قول اول پر یعنی اطلاق وقف پر خواہ لزوم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو مصنف نے اعتماد کیا ہو کنز وغیرہ کے تابع ہوکر م تفصیل مذکور امام کے قول پر مبنی ہو اور بقول مفتی بہ حکم باللزوم کی کچہ حاجت نہین وفی العمادیۃ لا تقبل عند الامام وھو المختار وصوبہ الزیلعی قال وھو احوط اور عمادیہ مین ہو کہ گواہ مقبول نہین امام کے نزدیک اور یہی مختار ہے اور زیلعی نے اسکو تصویب کی ہو اور کہا کہ یہی قول قریب تر احتیاط ہو وفی دعوی المنظومۃ المحبیۃ وھذا فی وقف ھو حق اللہ تعالی اما لو کان علی العباد لم یجز قلت وقد قدمنا قبولہا مطلقا لثبوت اصلہ لما آل للفقراء فتدبر وفی فتاوی ابن نجیم نعم تسمع دعواہ وبینتہ ویبطل البیع اور منظومہ محبیہ کے کتاب الدعوی مین ہے اور یہ یعنی دعوی وقف کے گواہ مقبول ہونا اوس وقف مین ہے جو حق اللہ ہے اور اگر وقف عباد پر ہو تو جائز نہین مین کہتا ہون ہم مقدم ذکر کر چکے مقبول ہونا شہادت کا مطلقا واسطے ثبوت ہونے اصل وقف کے کیونکہ اوسکا انجام کار فقیرون کے لئے ہو تو اسکو غور کرلے اور ابن نجیم کے فتاوی مین ہے کہ ہان دعوی وقف کا اور گواہی مسموع ہو اور بیع باطل ہوگی البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والموذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی بانی مسجد کا مقدم ہو اہل محلہ سے امام اور موذن کے مقرر کرنے مین بقول مختار مگر جب کہ قوم نے امام اور موذن بانی کے امام اور موذن سے اصلح اور الیق معین کیا یعنی اوسوقت مین تجویز اہل محلہ بہتر ہو اسواسطے کہ اسکی منفعت اہل محلہ کیطرف راجع ہو صح الوقف قبل وجود الموقوف علیہ فلو وقف علی اولاد زید ولا ولد لہ او علی مکان ھیاہ لبناء مسجد او مدرسۃ صح فی الاصح صحیح ہو وقف کرنا قبل وجود موقوف علیہ کے تو اگر خالد نے زید کی اولاد پر وقف کیا اور حالانکہ زید کے کوئی اولاد نہین یا اوس مکان پر وقف کیا جسکو مسجد یا مدرسہ بنانے کے لئے مہیا کیا تو صحیح ہو قول اصح مین وتصرف الغلۃ للفقراء الی ان یولد لزید او یبنی المسجد عمادیہ زاد فی النہر وینبغی انہ لو وقفہ علی مدرسۃ یدرس فیہا المدرس مع طلبتہ فدرس فی غیرھا لتعذر التدریس فیہا ان تصرف العلوفۃ لہ لا للفقراء کما یفعل فی الروم اور صرف کیا جاوے محصول وقف کا فقیرون پر یہان تک کہ زید کے اولاد ہو یا مسجد بنائی جاوے کذا فی العمادیہ نہر الفائق مین اتنا زیادہ کیا ہو کہ اگر واقف نے وقف کیا اوس مدرسہ پر جسمین مدرس درس کرتا ہو طالب علمون کے ساتھ سو مدرس پڑھانے لگا اور مدرسہ مین سوا اوسکے بسبب دشوار ہونے درس کے اوس مدرسہ مین تو لائق یہہ ہو کہ علوفہ مدرس کو دیا جاوے نہ فقیرون کو چنانچہ بلاد روم مین رائج ہو م تدریس متعذر ہوئی بسبب انہدام ہوجانے مدرسہ کے یا بعید واقع ہوجانے آبادی سے

فروع مہمۃ تحدث للفتوی یہ مسائل ضروریہ ہین جو فتوی کیواسطے حادث ہوئے م شارح علامہ نے آخر کتاب الوقف مین بکثرت مسائل مہمہ کو زیادہ کیا اور بعد نصف کتاب کے تنگنا ہی ایجاز سے نکل کر گل گشت میدان اطناب فقط اسی باب مین پسند کیا ارصد الامام ارضا علی ساقیۃ لیصرف خراجہا لکلفتہا ان استغنی عنہا لخراب البلد فنقلہا وکیل الامام لساقیۃ ھی ملک ھل یصح اجاب بعض

الشافعیۃ بانّ الارصاد علی الملک ارصاد علی المالک یعنی فیصح تعیینہ بلزم المرصد علیہ ادارتھا کما کانت فی الحادی الحوض اذا خرب
صھریج اوقافہ فی حوض لم تخرب فتدبر مقرر کردی بادشاہ نے کوئی زمین ایک نہر پر اوسکا محصول نہر کی درستی اور مرمت کیواسطے صرف ہوا کرے پھر اوس نہر کی حاجت نہ رہی بسبب
کے ویران ہو جانے کے سو بادشاہ کے وکیل نے اوسکا خراج اوس نہر کیطرف نقل کیا جو مملوک ہو گیا ہے یہ نقل کرنا صحیح ہے بعض شافعیوں نے جواب دیا مملوک پر مقرر کرنا بناء ما کہا ہے
مقرر کرنا ہے یعنی صحیح ہے تو اوسوقت مین مرصد علیہ یعنی مالک نہر پر اوسکا جاری رکھنا اور صرف کرنا لازم ہے چنانچہ پہلی نہر پر صرف کرنا لازم تھا اسواسطے کہ حاوی میں ہے اگر حوض
حوض ویران ہو جاوے تو اوسکے اوقاف کو دوسرے حوض پر صرف کرنا چاہئے سو اسکو غور کرم طرابلسی نے کہا حاوی کے مسئلہ مین نقل اوقاف ہے ایک وقف سے دوسرے وقف
کیطرف اور حادثہ مذکورہ مین نقل ہے وقف سے ملک کیطرف دار کبیرۃ فیہا بیوت وقف بیتا منہا علی عتیقۃ فلان والباقی علی ذریتہ وعقبہ ثم علی عتقائہم
قال الوقف الی العتقاء ہل یدخل من خصہ بالبیت فی الثانی اختلف الافتاء اخذا من خلاف مذکور فی الذخیرۃ لکن فی الخانیۃ اوصی لرجل
بمال وللفقراء والموصی لہ محتاج ہل یعطی من نصیب الفقراء اختلفوا والاصح نعم ایک بڑا گھر ہے جسمین چند مکانات اور کوٹھریاں ہیں مالک نے اسمین سے
ایک کوٹھری فلانے اپنے آزاد غلام پر وقف کی اور باقی مکانات کو اپنی ذریت اور پس ماندون پر وقف کیا پھر اونکے بعد اپنے آزاد غلامون پر پھر وقف مذکور بعد مرجانے
ذریت کے آزادون کیطرف پھر آگیا اس وقف ثانی مین وہ شخص بھی داخل ہوگا جسکو واقف نے خاص کر دیا تھا ایک کوٹھری دیگر اس سوال کے جواب بینے فتوے مختلف ہیں باعتبار
اوس خلاف کے جو ذخیرہ مین مذکور ہے لیکن خانیہ مین ہے کہ وصیت کی ایکمرد کیواسطے ایک مال کی اور فقیرون کیواسطے وصیت کی دوسرے مال کی اور جس شخص کیواسطے اول وصیت
ہوئی وہ محتاج ہو گیا اوسکو فقیرون کے حصہ سے دیا جائیگا اسمین علما مختلف ہیں اور قول اصح یہ ہے کہ ہان اوسکو بھی دیا جائیگا ھ ذخیرہ مین مذکور ہے کہ اگر اپنی زمین کا
نصف محصول اپنی محتاج قرابتیون پر مقرر کیا اور نصف ثانی کو مساکین کیواسطے معین کیا سو اوسکی قرابت والے محتاج ہو گئے کیا نصف مساکین سے اونکو دیا جاوے گا بعض
نے فرمایا نہ دیا جائیگا اور یہی قول ہے ابراہیم بن خالد کا اور ابراہیم بن یوسف اور علی فارسی اور ہندوانی نے فرمایا اونکو بھی دیا جائیگا انتہی ذخیرہ مین کسی قول کی ترجیح نہیں لیکن
خانیہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیا جانا اصح ہے استأجر دارا موقوفۃ فیہا اشجار مثمرۃ ہل لہ الاکل منہا الظاہر انہ اذا لم یعلم شرط الواقف لم یاکل لما فی
الحاوی غرس فی المسجد اشجارا تثمر ان غرس للسبیل فلکل مسلم الاکل والا فتباع لمصالح المسجد وقف کا گھر کرایہ لیا جسمین پہلدار درخت ہین کیا کرایہ دار کو
اونمین سے کھانا درست ہے ظاہر اجرا یہ ہے کہ جب واقف کی شرط معلوم نہو تو کھا ہے اسواسطے کہ حاوی مین ہے کہ واقف نے مسجد مین پہلدار درخت بوئے اگر فی سبیل اللہ وقف کیواسطے بوئے
تو ہر مسلم کو اوسکا کھانا جائز ہے اور نہین تو پہل بیچے جاوینگے ضروریات مسجد کے واسطے قولہم شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفہوم والدلالۃ ووجوب العمل بہ فیجب
علیہ خدمتہ وظیفتہ او ترکہا لمن یعمل والا اثم لا سیما فیما یلزم بترکہا تعطیل الکل من النہر یہ قول فقہا کا کہ واقف کی شرط مثل شارع کی نص کی ہے یعنی
مفہوم اور دلالت اور وجوب عمل مین تو صاحب خدمت پر اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا یا وظیفہ چھوڑنا اوس شخص کیواسطے جو خدمت مذکورہ ادا کرتا ہو واجب ہے اگر باوجود عدم
کارگذاری کے وجہ مقرری کو لیگا تو گنہگار ہوگا علی الخصوص اوس خدمت مین جسکے ترک سے تعطیل لازم آوے جیسا کہ تدریس مدرس کی بسبب فروع مذکورہ بالا اتفاق سے
منقول مین ھ فتاوی خیریہ مین ہے کہ واقف کی عبارت اگر من قبیل مفسر ہے جو محتمل تخصیص اور تاویل نہین تو اوسپر عمل کیا جاویگا اور جو من قبیل ظاہر ہے اور اوسکا بھی یہی حکم
ہے اور اگر محتمل ہے لیکن اوسمین قرینہ ہے تو اوسپر بھی عمل ہوگا اور اگر مشترک اور مجمل ہے تو عمل نہوگا لیکن اگر واقف زندہ ہوگا تو اوس سے دریافت کیا جائیگا وفی الاشباہ
الجامکیۃ فی الاوقاف لہا شبہ الاجرۃ ای فی زمن المباشرۃ والحل للاغنیاء وشبہ الصلۃ فلومات او عزل لا یسترد المعجلۃ وشبہ الصدقۃ
لتصحیح اصل الوقف فانہ لا یصح علی الاغنیاء ابتداء وتمامہ فیہا اور اشباہ مین ہے کہ وظیفہ مرتبہ اوقاف مین اجرۃ کے مشابہ ہے ہنگام خدمت گذاری مین
اغنیا کیواسطے حلال ہونے مین اور مشابہ ہے صلہ اور عطا کے تو اگر صاحب خدمت مثلا امام یا مدرس مرجاوے یا معزول ہو تو جو پیشگی لیچکا وہ نہ پھیر لیا جائیگا اور مشابہ
ہے صدقہ کے واسطے صحیح ہونے اصل وقف کے اسواسطے کہ وقف صحیح نہین مالدارون پر باعتبار ابتدا کے اور پورا بیان اوسمین ہے ھ حاشیہ علائی کی تمہید ہے یعنے
جو فتوی مین متقدمین اور غیر متقدمین کے نام پر ثابت ہے لیکن عطا السلطانیہ ہے اور جامکیہ ہیانہ گرمیان جامکیہ سے وہ مراد ہے جو واقف کی جانب سے مرتب ہو کہنا فی
المطلوب نکرۃ اعطاء ذمتہا لفقیر من قرابتہ الفقراء الا اذا وقف علی فقراء قرابتہ اختیار دونہ لعلم حکم المرتب للمکتبہ من وقف الفقراء

بمیعاد اجرت کرے تو اوسکا حکم کیا جاوے امداد اگر گواہی بھی نہو تو غیرون پر صرف کیا جاوے جبتک کہ وجہ بطلان وقف فقرا بوجہ شرعی نہ ظاہر ہو اور اگر بطلان
وقف فقرا ظاہر ہو یا مثلاً مرہ ہو کہ اوسکو وقف لئے اوسکو اغنیا پر وقف کیا تو وقف مذکور واقف کی ملک مین پھر آویگا اگر وہ زندہ ہو یا اوسکی وارث کی ملک مین اگر
واقف مرگیا ہو یا بیت المال کی ملک مین جمع کریگا اگر واقف اور وارث کوئی نہو فلو وقفه السلطان عامًّا جاز ولو جهة خاصة فظاهر كلامهم
لا يصح امداد اگر وقف کیا بادشاہ نے على العموم تو جائز ہے اور اگر جہت خاص کے واسطے وقف کیا چنانچہ ایک شخص کی اولاد پر وقف کیا تو ظاہر کلام فقہا سے ہو کہ یہ
وقف خاص نہین ہم یعنی سلطان کا وقف بیت المال سے عام صحیح ہے نہ خاص اسواسطے کہ خصوصیت مین بقیہ مسلمین کی حق تلفی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ لو شهد
المتولي مع آخر بوقف مكان كذا على المسجد فظاهر كلامهم قبولها اگر گواہی دی متولی نے دوسرے گواہ کے ساتھہ فلانے مکان کے وقف ہونیکی مسجد پر
تو ظاہر کلام علما قبول شہادت پر دلالت کرتا ہے لا تلزم المحاسبة كل عام ويكتفي القاضي منه بالاجمال لو معروفا بالامانة ولو متهما يجبره على
التعيين شيئًا فشيئًا ولا يحبسه بل يهدده ولو اتهمه يحلفه قنيه قلت وقدمنا في الشركة ان الشريك والمضارب والوصي والمتولي
لا يلزم بالتفصيل وان غرض قضاتنا ليس الا الوصول للسحت المحصول لازم نہین محاسبہ متولی کا ہر سال اور قاضی متولی کے محاسبہ اجمالی پر کفایت
کرے اگر وہ امانت مین مشہور ہے امداد اگر متہم بخیانت ہو تو اوسپر جبر کرے تعیین مصارف پر اندک اندک اور اوسکو قید نکرے بلکہ اوسکو دھمکا دے اور اگر اوسکو
متہم پاوے ہو تو قسم کھلا دے کذا فی القنیہ مین کہتا ہون اور ہمنے کتاب الشرکۃ مین مقدم ذکر کیا ہے کہ شریک اور مضارب اور وصی اور متولی کو حساب دینا
بتفصیل لازم نہین اور ہمارے زمانہ کے قاضیون کو حساب لینے سے کچھہ غرض نہین سوای واصل کرنے حرام مال کے لو ادعى المتولي الدفع قبل قوله بلا
يمين لكن افتى الملا ابو السعود انه ان ادعى الدفع من غلة الوقف في وقفه كاولاده واولاد اولاده قبل قوله وان ادعى الدفع الى
الامام بالجامع والبواب ونحوهما لا يقبل قوله كما لو استأجر شخصًا للبناء في الجامع باجرة معلومة ثم ادعى تسليم الاجرة لم يقبل
قوله قال المصنف وهو تفصيل في غاية الحسن فيعمل به واعتمده ابنه في حاشية الاشباه اگر متولی نے مقدار کو حق دینے کا دعوی کیا تو اوسکا
قول بدون قسم کے مقبول ہوگا لیکن مفتی ملا ابو سعود نے فتوی دیا ہے اسکا کہ اگر متولی نے دعوی کیا حق دینے کا غلہ وقف دینے سے اپنے وقف مین جیسا کہ اپنے اولاد اور
اولاد کی اولاد کو تو اوسکا قول مقبول ہے اور اگر اوسنے جامع مسجد کے امام یا دربان اور مانند انکے اہل خدمات کے دینے کا دعوی کیا تو اوسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ اگر
ایک شخص کو مزدوری لگایا جامع مسجد کی تعمیر کیواسطے بعوض اجرت مقرری کے پھر دعوی کیا تسلیم اجرت کا تو اوسکا قول مقبول نہین مصنف نے اپنے فتاوی مین کہا کہ یہ
تفصیل مفتی مرحوم کی نہایت خوبی مین ہو تو اسی پر عمل کرنا چاہئے اور اسی پر مصنف کے بیٹے نے حاشیہ اشباہ مین اعتماد کیا ہے قلت وسيجئ في العارية معزيا للاخي زاده
لو آجر القيم ثم عزل فقبض الاجرة للمنصوب في الاصح مین کہتا ہون اور آگے آویگا کتاب العاریۃ مین نقل قول اخی زادہ کہ اگر متولی نے مکان وقف
اجارہ دیا پھر وہ متولی معزول ہوا تو اجرت لینا متولی منصوب کا حق ہے قول اصح مین اسواسطے کہ متولی سابق کا اجارہ دینا وقف کیواسطے تھا نہ اپنی ذات کیواسطے وهل
يملك المعزول مصادقة المستأجر على التعجيل نعم قال المصنف والذي ترجح عندي لا اور کیا متولی معزول مالک ہے تصدیق مستاجر کا مدت پیشتر سنون
نے کہا ہان مالک ہے مصنف نے کہا اور جو قول میرے نزدیک راجح ہے وہ عدم ملک مصادقت ہے یعنی اگر متولی معزول کہے کہ مین نے مستاجر کو درست کرنیکا اور صرف
کرنیکا اذن دیا تھا تو اوسمین اختلاف ہے علما کا ليس للمتولي اخذ زيادة على ما قرر له الواقف اصلا جائز نہین متولی کو زیادہ لینا اوسپر جو اسکے
واسطے واقف نے مقرر کردیا مطلقا خواہ اجرۃ مثل کی برابر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی ويجب صرف جميع ما يحصل من نماء وعوائد شرعية وعرفية لمصارف
الوقف الشرعية اور جو بڑھوتی اور فوائد شرعی اور عرفی حاصل ہون ان سب کا وقف کے مصارف شرعیہ مین صرف کرنا واجب ہے ہم یہہ اوس صورت مین ہے
کہ جب متولی کی اجرت نہ مقرر ہوئی ہو ورنہ العوائد قدیمہ معہودہ کا متولی کو لینا جائز ہے اسواسطے کہ معہود کالمشروط ہے کذا فی الطحطاوی ويجب على الحاكم امر
المرتشي برد الرشوة على الراشي عقب الدعوى الشرعية الكل من فتاوى المصنف قلت لكن سيجئ في الوصايا ومر ايضا ان للمتولي
اجر مثل عمله فتنبه اور واجب ہے حاکم پر رشوت لینے والے پر حکم کرنا رشوت پھیر دینے کا رشوت دینے والے کو بعد دعوی شرعی کے یہہ سب مسائل سابقہ فتاوی مصنف سے

منقول ہین مین کہتا ہون لیکن کتاب الوصایا مین آویگا اور مذکور بھی ہوچکا ہے کہ متولی کو اپنے عمل کی اجرت مثل لینا جائز ہے تو آگاہ ہو جا کہ علماء نے کمایۃ شمار رہنے
استدلال کیا اوس قول کا کہ متولی کو وظیفہ وقف سے زیادہ لینا جائز نہین اور حالانکہ بین القولین کچھ منافاۃ نہین اسواسطے کہ عدم جواز درصورت مقرر کر دینے
واقف کے ہے اور جواز اجرت مثل اوس صورت مین ہے جب کہ قاضی نے متولی کو مقرر کیا ہو چنانچہ بحر الرائق مین مفصلاً مذکور ہے ولو وقف لفقراء قرابتہ لم یستحق علیہا
ولو ولیا لصغیر الا ببینۃ علی فقرہ وقرابتہ مع بیان جہتہا فاذا قضی لہ استحقہ من حین الوقف علیہ کذا فی فتاوی ابن نجیم اگر واقف نے وقف کیا
اپنے قرابت والے محتاجون پر تو قرابت کا مدعی مستحق وقف نہوگا اگرچہ مدعی صغیر کا ولی ہو بدون گواہی کے اپنی محتاجی اور قرابت پر جہت قرابت کے بیان کے ساتھہ پھر
جب قاضی کا حکم ہوگا اوسکے استحقاق پر تو وہ مستحق ہوگا وقف کا وقف کرنیکے وقت سے کذا فی فتاوی ابن نجیم وفیہا سئل عمن شرط السکنی لزوجتہ فلانۃ
بعد موتہ ما دامت عزباء فمات وتزوجت وطلقت ہل ینقطع حقہا بالتزوج اجاب نعم قلت وکذا الوقف علی امہات اولادہ الا من تزوج
او علی بنی فلان الا من خرج من ہذہ البلدۃ فخرج بعضہم ثم عاد او علی بنی فلان ممن تعلم العلم فترک بعضہم ثم اشتغل بہ فلا شیء لہ الا
ان شرط انہ لو عاد فلہ فلیحفظ خزانۃ المفتیین اور فتاوی ابن نجیم مین ہے کہ سوال ہوا اوس شخص کا حکم جسنے سکونت مکان کی شرط کی اپنی زوجہ فلانی پر
بعد اپنی وفات کے جبتک کہ وہ مجرد بلا نکاح رہے پہر وہ مرگیا اور زوجہ نے دوسرے سے نکاح کیا اور مطلقہ ہوگئی کیا منقطع ہوجائیگا اوسکا حق نکاح کرنیسے جواب دیا کہ ہان
نکاح کرنیسے حق سکونت منقطع ہوجائیگا مین کہتا ہون اور یہی حکم ہے اپنی امہات اولاد پر وقف کرنیکا مگر جو ام ولد کہ نکاح کرلے اوسکے واسطے حق سکونت نہین یا وقف کیا
فلانی کی اولاد پر مگر اوسپر نہین جو نکل گیا اوس شہر سے سو کوئی اونمین سے شہر سے نکلا پہر پلٹ آیا یا وقف کیا فلانیکی اولاد پر جو اونمین سے علم حاصل کرے سو اونمین سے
کسی نے علم سیکہنا ترک کیا بعد اسکے پہر تحصیل علم مین مشغول ہوا تو اوسکے واسطے مال وقف سے کچھہ نہین مگر یہہ کہ واقف نے یہہ شرط کی ہو کہ اگر شرط مخصوص کیطرف پہر عود کریگا
تو وہ مستحق ہوگا تو اس شرط سے البتہ حقدار ہوگا سو اسکو یاد رکہنا چاہیے کذا فی خزانۃ المفتیین وفی الوہبانیۃ قضی بدخول ولد البنت بعد مضی سنین
فلہ غلتہا الاتی لا الماضی لو مستہلکۃ اور وہبانیہ مین ہے قاضی کا حکم ہوا ناتی کے داخل ہونیکا بعد گذرنے چند سال کے تو اوسکو آیندہ کا غلہ ملیگا نہ گذشتہ اگر
غلہ صرف ہوگیا ہو ھم یعنے اگر غلہ موجود ہوگا تو ایام گذشتہ کا بھی ملیگا اور نہین تو آیندہ ملیگا نہ گذشتہ وقف علی بنیہ ولہ ولد واحد فلہ النصف والباقی
للفقراء ایک شخص نے وقف کیا اپنے بیٹون پر اور اوسکا ایک ہی بیٹا ہے تو اوسکو نصف ملیگا اور باقی فقیرون کیواسطے ہے یعنی اسواسطے کہ لفظ بنین جمع ہے اور اقل
جمع وقف اور وصیت مین دو ہین لہذا بالمناصفہ ہوگیا کذا فی الحلبی وعلی ولدہ لہ الکل لانہ مفرد مضاف فیعم اور وقف کیا اپنے ولد پر اور اوسکا ایک ہی
بیٹا ہے تو اوسکو کل ملیگا اسواسطے کہ لفظ ولد کا مفرد مضاف ہے تو عام ہوگا للمتولی الاقالۃ لو خیرا متولی کو اجارہ توڑنا جائز ہے اگر وقف کیواسطے بہتر ہو ھم اقالہ جائز
اوسوقت جائز ہے جب کہ اوس نے خود اجارہ دیا ہو نہ دوسرے متولی نے کذا فی الصغیر فیہ اہمل جواز اقالہ اوسوقت تک ہے جب تک اجرت کو اوس نے نہ لیا ہو اور اگر اجرت
لی تو اقالہ جائز نہین کذا فی الاشباہ آجر بعرض معین صح وخصاہ بالنقود متولی نے وقف کو اجارہ دیا معین اسباب کی عوض تو صحیح ہے اور صاحبین نے
اجارہ وقف کو نقود کے ساتھہ مخصوص کیا ہے للمستاجر غرس الشجر بلا اذن الناظر اذا لم یضر بالارض ولیس لہ الحفر الا باذن ویاذن لو خیرا
للوقف مستاجر وقف کو جائز ہے درخت کا لگانا بدون اذن متولی کے جب کہ درخت بونا زمین کو ضرر نکرے اور اوسکو حوض وغیرہ کہودنا جائز نہین مگر اذن سے اور متولی
کہودنیکا اذن دیگا اگر وقف کے واسطے بہتر ہو ورنہ اذن نہ دیگا وما بناہ مستاجر او غرسہ فلہ ما لم ینوہ للوقف والمتولی بناہ وغرسہ للوقف ما لم
یشہد انہ لنفسہ قبلہ اور مستاجر جو عمارت بنا دے یا درخت بو دے وہ اوسیکا مملوک ہے جب تک اوس نے وقف کیواسطے اوسکی نیت نکی ہو اور متولی کا عمارت
بنانا اور درخت لگانا وقف ہی کا مملوک ہے جبتک کہ اوس نے قبل تعمیر اور درخت لگانے سے اسپر شاہد نکیا ہو کہ تعمیر وغیرہ اپنی ذات کیواسطے ہے ولو آجر لابنہ لم یجز
خلافا لہما کعبدہ اتفاقا وہذا لو باشر بنفسہ فلو القاضی صح وکذا الوصی بخلاف الوکیل اسواسطے اگر متولی نے وقف اجارہ دیا اپنے بیٹے کو تو جائز نہین
امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے چنانچہ اپنے غلام کو اجارہ دینا باتفاق امام اور صاحبین جائز نہین اور یہہ حکم مذکور اوسوقت ہے جب متولی نے بذات خود اجارہ
دیا سو اگر قاضی متولی کے بیٹے یا غلام کو اجارہ دیگا تو صحیح ہے اور یہی حکم ہے وصی کا کہ اوسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح ہے

بخلاف شافعی کے کہ اوسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح نہین۔ وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب
الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبہ او لا بزازیہ ای لکونہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس ایک شخص نے وقف کیا اہل حدیث پر تو اسمین
شافعی مذہب والا داخل نہوگا جبکہ وہ علم حدیث نہ پڑھتا ہو اور حنفی مذہب اہل حدیث مین داخل ہوگا خواہ وہ علم حدیث کی طلب مین ہو یا نہو کذا فی البزازیہ یعنی اسوجہ سے کہ
حنفی مذہب حدیث مرسل پر عمل کرتا ہے اور حدیث واحد یعنی جو حدیث متواتر اور مشہور نہو اوسکو مقدم کرتا ہے قیاس پر بخلاف شافعی المذہب کے کہ وہ حدیث مرسل پر عمل نہین
کرتا اور قیاس کو احادیث احاد پر مقدم رکھتا ہے مترجم حدیث مرسل وہ ہے جسمین صحابی مذکور نہو تابعی یون کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا خلاصہ یہ کہ جب
حنفی کے نزدیک حدیث مرسل پر بھی عمل لازم ہوا اور بمقابلہ احادیث احاد قیاس متروک ہوا تو حنفی کو اہل حدیث کہنا الیق ہوا طحطاوی نے کہا ظاہرا محل اس مسئلہ کا وہ
ہے جب واقف کو تخصیص محدثین کی نیت نہو الا بلاشک اہل استحقاق محدثین ہی ہونگے نہ فقہا اسوجہ سے کہ واقف کی مراد معلوم ہوگئی اور در صورت عدم نیت واقف
گفتگو کا مقام ہے کہ چارون مذہب والے اہل حدیث مین باین معنی کہ اونکا امام اپنی شروط کے موافق حدیث پر عمل کرنا واجب جانتا ہے اور حنفی کا عمل کرنا مرسل پر اور
خبر واحد کو قیاس پر مقدم کرنا اوسکی تخصیص کا مقتضی نہین انتہی وجاز علی القبور والاکفان لا علی الصوفیۃ والعمیان ہو الاصح اور وقف جائز ہے قبرون حفر القبور
اور کفنون پر نہ صوفیون اور اندہون پر یہی قول صحیح تر ہے مترجم بحر الرائق مین ہے کہ وقف مین بشرطیکہ اوسکی قبر کے نزدیک قرآن پڑہا جائے باطل ہے لیکن فتوی
محمد کے قول پر ہے کہ قراءت عند القبر مکروہ نہین اور صوفیون پر وقف اوسوقت جائز نہین جب کہ وہ طریقہ غیر پسندیدہ وخلاف شرع پر ہون اسوجہ سے کہ اسوقت
مین وقف کرنا اونپر قربت نہین اور اگر صوفیہ طریقہ حمیدہ پر ہون تو وقف صحیح ہے اور اسی پر محمول ہے جواز وقف جو شمس الائمہ سے منقول ہے اور اندہون پر اسواسطے
وقف جائز نہین کہ اندہے غنی بھی ہوتے ہین اور محتاج بھی اور اسیطرح کانے اور لنگڑے بھی کذا فی الطحطاوی ولو شرط النظر للارشد فالارشد من اولادہ
فاستویا اشترکا بہ افتی المنلا ابو السعود معللا بان افعل التفضیل ینتظم الواحد والمتعدد وہو الظاہر اور اگر واقف نے اپنی اولاد مین سے
تولیت شرط کی ارشد فالارشد کیواسطے یعنی جو زیادہ تر ہوشیار ہو وہ درجہ بدرجہ متولی وقف رہے سو دو فرزند اوسکے برابر ٹھہرے ہوشیاری مین تو دونو
تولیت مین شریک ہونگے ایسا فتوی دیا ہے ملا ابو السعود نے یون استدلال کرکے کہ افعل التفضیل کا صیغہ واحد اور متعدد کو شامل ہوتا ہے اور یہی قول ظاہر
ہے وفی النہر عن الاسعاف شرطہ للافضل من اولادہ فاستویا فلاسنہما ولو احدہما اورع والآخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن خیانتہ
انتہی بحر ہم اور نہر الفائق مین اسعاف سے منقول ہے کہ واقف نے تولیت شرط کی اپنی افضل اولاد کیواسطے سو اوسکی اولاد مین سے دو شخص برابر ٹھہرے تو تولیت زیادہ تر
عمر والیکو ملیگی اور اگر ایک فرزند زیادہ پرہیزگار ہو اور دوسرا زیادہ تر دانا ہو امور وقف کا تو دانا تر بہتر ہے بشرطیکہ اوسکی خیانت کا خوف نہو انتہی نقل النہر
عن الجوہرۃ مترجم یہ استدراک ہے قول سابق پر تو اشتراک تولیت اوسوقت ہوگا جب عمر مین برابر ہون اور نہر الفائق کے ایک نسخہ مین مترجم نے جو دیکھا تو
اولویت عالم کی روایت ظہیریہ کیطرف منسوب پائی نہ جوہرہ کیطرف واللہ اعلم وکذا لو شرطہ لارشدہم کما فی انفع الوسائل اور اسیطرح افضل کی شرط کی حکم
ہے اگر واقف نے ارشد اولاد کیواسطے تولیت شرط کی کما فی انفع الوسائل یعنی جو اشتراط افضل مین کلام ہے وہی اشتراط ارشد مین کذا فی الطحطاوی ولو ضم القاضی
للقیم ثقۃ ای ناظرا حسبۃ ہل للاصیل ان یستقل بالتصرف لم ارہ وافتی الشیخ الاخ انہ ان ضم الیہ لخیانتہ لم یستقل والا فلہ ذلک
وہو حسن نہر اور اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرا شخص معتمد کو ملایا یعنی ناظر بلا اجرت کو تو متولی اصیل کو تصرف وقف مین کرنا بالاستقلال جائز ہے یا نہین
مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا اور میرے استاد بہائی یعنی صاحب بحر الرائق نے فتوی دیا کہ اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرا ناظر اوسکی خیانت کے سبب سے
ملایا تو اصیل مستقل نہوگا ورنہ تو اوسکو استقلال بالتصرف جائز ہے اور یہ فتوی خوب ہے کذا فی النہر مترجم نصب متولی اور ناظر اور وصی سے قاضی کو جائز نہین
بلکہ یہ عہدہ قاضی القضاۃ کا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی فتاوی مؤید زادہ معزیا للخانیۃ وغیرہا لیس للمشرف التصرف بل الحفظ اور
فتاوی مؤید زادہ مین منقول ہے خانیہ وغیرہ سے کہ مشرف کو وقف مین تصرف کرنا جائز نہین بلکہ اوسکا عہدہ حفاظت کا ہے لیس للمتولی ان یستدین علی
الوقف للعمارۃ الا باذن القاضی متولی کو وقف کیواسطے اوپر ادہار کرنا عمارت کیواسطے جائز نہین مگر قاضی کے اذن سے مات المتولی والجابی لا یدعون تسلیم

الغلة اليه في حياته ولا بينة لهم حلفوا بيمينهم ولا نكارهم الضمان متولی مرگیا اور تحصیلدار دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمنے غلہ اماضی کا متولی کو تسلیم کیا اسکی زندگی میں اور اونکا کوئی گواہ نہیں تو اونکی تصدیق ہوگی اونکی قسم کی ساتھ بسبب اونکو منکر ہونے ضمان کے لا يجوز الرجوع عن الوقف اذا كان مسجلا ولكن يجوز عن الموقوف عليه المشروط كالمؤذن والامام والمعلم وان كانوا اصلح لها انتهى جوهرہ جائز نہیں وقف کر کے پھرنا جب وقف مسجل بحکم قاضی ہوگیا ہو لیکن جسپر بال وقف مشروط ہو جیسا کہ موذن اور امام اور معلم کا تغیر کرنا جائز ہے اگرچہ وہ لائق تر ہوں انتہی نقل الفتاوی عن الجوہرہ هم طحطاوی نے کہا شاید کی نقل میں غلطی سے صواب یہ ہے کہ جواز تغیر بشرط عدم صلاحیت ہو کذا فی الدر المنتقی عن مؤیدزادہ وکذا فی الخلاصة وفي جواهر الفتاوى شرطه لنفسه ما دام حيا ثم لولده فلان ما عاش ثم بعده للاعقل الارشد من اولاده فالها منصرف للابن لا للواقف لان الكناية منصرف الى اقرب المكنيات بمقتضى الوضع اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ واقف نے شرط کی تولیت اپنی ذات کیواسطے جب تک وہ زندہ رہے پھر اپنے فلانے ولد کیواسطے جبتک وہ زندہ رہے پھر بعد اسکے اور ہوشیار ترکیواسطے اوسکی اولاد میں سے تو ضمیر بعدہ اور اولادہ کی واقف کی ولد کیطرف پھریگی نہ واقف کیطرف اسواسطے کہ کنایہ منصرف ہوتا ہے قریب ترمکنی کیطرف بمقتضاے وضع کے هم کنایہ سے یہان مراد ہاء ضمیر ہے اور ضمیر کو کنایہ کہنا اصطلاح کوفی ہے اور مکنی سے مراد ضمیر کا مرجع ہے کذا فی الطحطاوی وکذلك مسائل ثلث وقف على زيد وعمرو ونسله فالهاء لعمرو فقط اور یہطرح مسائل ثلثہ میں اقرب کا اعتبار ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وقف کیا زید اور عمرو اور اوسکی نسل پر تو ہاء ضمیر فقط عمرو کیطرف پھریگی یعنی اسواسطے کہ وہی اقرب ہے نہ زید کیطرف پھریگی کہ وہ بعید ہے کہ وقفت على ولدي وولد ولدي الذكور فالذكور راجع لولد الولد فحسب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنے بیٹے اور بیٹے کے ولد ذکور کیطرف تو صفت ذکور کی پوتے کیطرف راجع ہوگی فقط یعنے اسواسطے کہ ذکور اقرب ہی ہونے سے وعكسه وقفت على بني زيد وعمرو لو يدخل بنو عمرو لانه اقرب الى زيد فيصرف اليه هذا هو الصحيح اور بالعکس مسئلہ ثانیہ کے یہ قول ہے کہ وقف کیا بیٹے ابنا زید اور عمرو پر تو ابناء عمرو وقف میں داخل ہونگے اسواسطے کہ لفظ بنی کا زید سے قریب تر ہے تو اوسیکی طرف منصرف ہوگا نہ عمرو کیطرف یہی قول صحیح ہے هم یہ راجع ہے اصل مسئلہ کیطرف اور قول غیر صحیح کامل الدین کا قول ہے کہ مسئلہ اولی میں ہاء ضمیر وقف کیطرف ہے نہ اوسکی ابن کیطرف کذا فی الطحطاوی وقدمنا ان الوصف بعد متعاطفين للاخير عندنا وفي الزيلعي من باب المحرمات وقولهم ينصرف الشرط اليهما وهو الاصل قلنا ذلك في الشرط المصرح به والاستثناء بمشية الله تعالى واما في الصفة المذكورة في اخر الكلام فتنصرف الى ما يليه نحو جاء زيد وعمرو العالم الخ فليحفظ اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ صفت بعد دو معطوفون کے اخیر معطوف کے واسطے ہوتی ہے ہمارے نزدیک اور زیلعی کے باب المحرمات میں ہے اور فقہا کا یہ قول کہ شرط دونو معطوفون کیطرف پھرتی ہے اور یہی اصل ہے ہم کہتے ہیں کہ دونو معطوفون کیطرف شرط کا پھرنا شرط مصرح اور استثنا بمشیت اللہ میں ہے الا صفت میں جو آخر کلام میں مذکور ہو تو یہ اصل ہے کہ اپنی قریب کیطرف منصرف ہوگی جیسا کہ جاء زید وعمرو العالم میں عالم فقط عمرو کی صفت ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے هم شرط مصرح کی یہ مثال ہے کہ زينب طالق وهند ان دخلت الدار تو دخول دار دونو کی طلاق کی شرط ہے نہ فقط ہند کی اور استثنا کی یہ مثال ہے کہ زینب طالق وہند انشاء اللہ وفي المنظومة المحبية ۵ والوصف بعد جمل اذا اتى * يرجع للجميع فيما ثبتا * عن الامام الشافعي فيما * ان كان ذا العطف بواو واما * ان كان ذا عطفا بثم وقعا * الى الاخير باتفاق رجعا * اور منظومہ محبیہ میں ہے اور صفت بعد سب معطوفات کے جب آوے تو جمیع معطوفات کیطرف راجع ہے اوس روایت میں جو امام شافعی سے ثابت ہے اگر معطوف بحرف واو ہو اور اگر یہ عطف ثم سے واقع ہو تو باتفاق حنفی اور شافعی اخیر معطوف کیطرف راجع ہوگی ولو على البنين وقفا يجعل * فان في ذاك البنات تدخل * اور اگر وقف بیٹوں پر مقرر ہوا تو اوسمیں بیٹیان بھی داخل ہونگی هم اور اخوۃ کے وقف میں اخوات داخل ہونگے کذا فی الظہیریہ قاضیخان اور شاید اسکی وجہ تغلیب ذکور ہے اناث پر واللہ اعلم ۵ وولد الابن وكذاك البنت * يدخل في كذا حكم بنت * برادر ہیں ہو همشیرگاہ اور پوتا اور یہطرح نواسی ذریت کے وقف میں داخل ہے هم کذاک البنت اصل میں کذاک ولد البنت تھا مضاف محذوف ہوا اور مضاف الیہ اوسکی جگہ پر بنا رہا کذا فی الحلبی ۵ ولو وقف الوقف على الذرية * من غير ترتيب فبالسوية * يقسم بين من علا والاسفل * من غير تفضيل لبعض فانقل * اگر وقف کیا ذریت

بلا ترتیب تو برابر تقسیم ہوگی ذریت عالیہ اور سافلہ مین ہر دو مین زیادتی بعض کی بعض پر سوا اس روایت کو نقل کرکے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ وقف کیا اپنی نسل اور ذریت
پر تو قریب اور بعید سب اسمین داخل ہین اور اولاد بنین اور بنات اسمین برابر ہین آزاد ہون یا مملوک اور مملوک کا حصہ اوسکا مولی لیگا وینقض القسمة فی کل سنة
ویقسم الباقی علی من بقی منہم اور قسمت ٹوٹ جائیگی ہر سال اور باقی مقسوم ہوگا اونپر جنکو داخل کیا ہو واقف نے یعنی اگر واقف کی ذریت مین کوئی لڑکی اور لڑکا
پیدا ہو جو سال گذشتہ مین مستحق نہ تہے یا ذریت موجودہ مین سے کوئی مرگیا تو سال گذشتہ کی قسمت بدل جائیگی اور اگر موقوف ذریت پر بعض وقف ہو تو باقی مقسوم ہوگا
اور کل وقف مین تو کل مقسوم ہوگا کذا فی المحیط ۞ ولو علی اولادہ ثم علی ۞ اولاد اولادہ فقد جعلا ۞ وقفا فقالوا الیس فی ذا یدخل ۞ اولاد
بنتہ علی ما ینقل ۞ اور اگر وقف کیا اپنی اولاد پر پھر اپنی اولاد کی اولاد پر تو علمانے کہا ہے کہ اسمین واقف کی اولاد بنت یعنی نواسی اور نواسے داخل نہین ہونگے بسبب
انتساب اونکے اپنے باپ کیطرف یہی ظاہر الروایت ہے اور روایت اقسمات اور منیہ اور ولوالجیہ اور تجنیس اور مزید مین اسی پر فتوی ہے کذا فی المحیط ۞ و بنی اولادی کذا
اقارب ۞ واخوتی ولفظ آبائی احسب ۞ یشترک الاناث والذکور ۞ فیہ وذاک واضح مسطور ۞ بنی اولادی کے لفظ مین اسیطرح اقاربی
اور اخوتی اور آبائی کے لفظ کو شمار کر اسمین اناث اور ذکور مشترک ہین اور یہہ قول واضح اور مسطور ہے یعنی اگر واقف نے کہا وقفت علی آبائی یعنی مین نے باپون
پر وقف کیا تو اسمین اوسکی ماں اور باپ دادا اور دادی نانا نانی داخل ہونگے اسیطرح کہ جمع مذکر اختلاط کے وقت مونث کو بھی شامل ہوتی ہے کذا فی المحیط و
من شرح الوہبانیہ ومما یکثر وقوعہ ما لو وقف علی ذریتہ مرتبا وجعل من شرطہ ان من مات قبل استحقاقہ ولہ ولد قام مقامہ لو بقی حیا فہل
حظ ابیہ لو کان حیا ویشارک الطبقة الاولی اولا افتی السبکی بالمشارکة وخالفہ السیوطی وہذہ المخالفة واجبة کما افادہ ابن نجیم
فی الاشباہ من القاعدة التاسعة اور جو صورت وقف اولاد کی کثیر الوقوع ہے یعنی مصر مین وہ یہہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ذریت پر علی الترتیب یعنے
طبقة بعد طبقة وبطنا بعد بطن اور شرط وقف کی یہہ مقرر کی کہ جو شخص اوسکی اولاد مین سے قبل استحقاق کے مرجاے ولد چھوڑکر تو اوسکا ولد اپنے باپ کے قائم مقام
ہوگا اگر اوسکا باپ زندہ باقی رہتا تو کیا اس ولد کو اپنے باپ کا حصہ ملیگا اگر اوسکا باپ زندہ رہتا اور یہہ ولد استحقاق مین طبقہ اولی کا شریک ہوگا یا نہین علامہ
سبکی نے مشارکت کا فتوی دیا اور سیوطی نے اوسکی مخالفت کی ہے اور یہہ مخالفت واجب ہے چنانچہ اسکو بیان کیا ہے ابن نجیم نے اشباہ کے نوین قاعدہ مین ۞
اشباہ مین حاصل سوال اور اسکا جواب مختار یون مذکور ہے کہ جب واقف نے اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کیا پھر اونکے بعد دوسرون پر پھر اپنی ذریت اور نسل کی
طبقة بعد طبقة وبطنا بعد بطن کہ طبقہ علیا طبقہ سفلی کا حاجب ہو اس شرط پر کہ جو مرجائے تو اوسکا حصہ اوسکی ولد کو ملے اور جو مرجائے قبل داخل ہونیکے وقف مین اور
مستحق ہونیکے اوسکی ساتھ کے اور بیٹا اور پوتا یا پڑپوتا چھوڑے تو بیٹا اپنے باپ کے حق کا مستحق ہوگا اگر اوسکا باپ زندہ رہتا اور یہہ صورت کثیر الوقوع ہے
قاہرہ یعنی مصر مین لیکن علمائے نے کہا یہہ جو شارح نے فتوی مشارکت کا سبکی کیطرف نسبت کیا سہو غلط ہے بلکہ اشباہ مین عدم مشارکت کا فتوی سیوطی سے مصرح
ہے اور یہہ فتوی ہے واقف کے پوتے کے دو فرزندون مین مذکور ہے جو پوتا اپنے باپ کی زندگی مین مرگیا لکنہ ذکر بعد ورقتین ان بعضہم یعبر بین الطبقة
بثم وبعضہم بالواو فبالواو یشارک بخلاف ثم فراجعہ مما کتبہ شرح الوہبانیة فانہ نقل عن السبکی واقعتین اخریین یحتاج الیہما
ولم یزل العلماء متحیرین فی فہم شروط الواقفین الا من رحمہ اللہ لیکن صاحب اشباہ نے دو ورق کے بعد مذکور کیا ہے کہ بعض وقف کرنیوالے
طبقات اولاد مین بلفظ ثم تعبیر کرتے ہین اور بعضے بلفظ واو تو واو کی تعبیر سے طبقہ سافلہ طبقہ عالیہ کا شریک ہوگا بخلاف ثم کے کہ مشارک نہوگا سو مراجعت کر اشباہ
کیطرف غور کرکے شرح وہبانیہ کے ساتھ کہ اوس نے سبکی سے دو اور صورتین نقل کی ہین جنکی طرف حاجت پڑتی ہے اور ہمیشہ علما حیران رہے ہین شرط واقفین
کے فہم مین مگر جسپر کہ خدا نے رحم کیا علمائے نے کہا ہے کہ مراجعت کی اشباہ کیطرف سو یہہ اسمین پایا کہ واو کی تعبیر مین قسمت منقوض ہوگی اور ثم مین منقوض نہ
ہوگی اور یہہ ہے مشارکت اور عدم مشارکت جو شارح نے نقل کی ذکر نہیں اور یہہ عین التحقیق معلوم ہوا کہ یہہ جو صاحب اشباہ نے واو اور ثم کا فرق کیا ہے سو صحیح
نہین بلکہ دونو صورتون مین قسمت منقوض ہوگی انقراض بطن اعلی سے چنانچہ علامہ مقدسی نے بسند کلام خصاف اوسکو واضح کردیا ہے اور جو توضیح اس مسئلہ
کی چاہے وہ اشباہ اور اوسکی حاشی کیطرف رجوع کرے انتہی ملخصا وقد افتیت فیمن وقف علی اولاد الظہور دون الاناث فماتت مستحقة عن

ولدین ابوهما من اولاد الظهور بانه یستقل نصیبها لهما لصدق کونهما من اولاد الظهور باعتبار ابیهما کما یعلم من الاسعاف وغیره اه
شخص کے حق میں جسنے وقف کیا ذکور کی اولاد پر نہ اناث کی اولاد پر سو ایک مستحق عورت ایسی دو ولد چھوڑ کر مرگئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے یہ فتوے ہے میں نے دیا کہ عورت
مستحقہ کا حصہ دونوں ولد کیطرف منتقل ہوگا اسواسطے کہ دونوں پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد میں سے ہیں اپنے باپ کے اعتبار سے جیسا کہ اسعاف وغیرہ سے معلوم
ہوتا ہے در الاسعاف والتاتارخانیة لو وقف علی عقبه یکون لولده وولد ولده وولد ولد ولده ابدا ما تناسلوا من اولاد الذکور دون الاناث الا ان یکون
ازواجهن من ولد ولده الذکور کل من یرجع نسبه الی الواقف بالآباء فهو من عقبه وکل من کان ابوه من غیر الذکور من ولد الواقف
فلیس من عقبه انتهی اور اسعاف اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے عقب یعنی پس ماندوں پر تو یہ وقف واقف کے ولد اور پوتوں پر ہمیشہ رہیگا جب تک
انکی نسل باقی رہیگی ذکور سے نہ اناث سے مگر اناث کی اولاد اوسوقت وقف میں داخل ہوگی جب کہ اناث کے ازواج واقف کے بیٹوں کی اولاد ہوں جس شخص کا نسب واقف
کیطرف راجع ہو اسطرح آبا کے وہ واقف کا عقب ہے اور جس شخص کا باپ واقف کی اولاد ذکور سے نہو سو وہ شخص واقف کے عقب میں داخل نہیں کلام الاسعاف ہم قول
اخیر قول اول کی توضیح ہے خلاصہ یہ ہے کہ اولاد پسری پر عقب صادق آتا ہے نہ اولاد دختری پر وسیجئ فی الوصایا انه لو اوصی لآله وجنسه دخل کل من
ینتسب الیه من قبل آبائه ولا یدخل اولاد البنات وانها لو اوصت الی اهل بیتها او لجنسها لا یدخل ولدها الا ان یکون ابوه من قومها
لان الولد انما ینتسب لابیه لا لامه قلت وبه علم جواب حادثة لو وقف علی اولاد الظهور دون اولاد البطون فماتت مستحقة عن ولدین
ابوهما من اولاد الظهور هل ینتقل نصیبها لهما فاجبت نعم ینتقل نصیبها لهما لصدق کونهما من اولاد الظهور باعتبار ابیهما واللہ اعلم اور آگے آویگا کتاب الوصایا میں
یہ کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی اپنی آل اور اپنی جنس کیلئے تو داخل ہوگا اس وصیت میں جو شخص کہ منسوب ہو اوسکی طرف اوسکے آبا اور اجداد کی جانب سے اور نہ داخل
ہوگی اولاد بنات کی اور اگر عورت نے وصیت کی اپنے اہلبیت اور اپنی جنس کیلئے تو عورت کا ولد وصیت میں نہ داخل ہوگا مگر اوس صورت میں داخل ہوگا جب کہ باپ اوسکا
عورت موصیہ کی قوم سے ہو اسواسطے کہ لڑکا اپنے باپ کیطرف منسوب ہوتا ہے نہ اپنی ماں کی طرف میں کہتا ہوں اس تقریر سے جواب اوس حادثہ کا معلوم ہوگیا کہ اگر وقف کیا
اولاد ذکور پر نہ اولاد بنات پر پھر اونمیں سے ایک عورت مستحقہ دو ولد چھوڑ کر مرگئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے کیا عورت کا حصہ اوسکے دونوں لڑکوں کیطرف
منتقل ہوگا سو میں نے جواب دیا کہ ہاں عورت کا حصہ دونوں کی طرف انتقال کریگا اسواسطے کہ دونوں پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد میں باعتبار اپنے والد ذکور کے ہیں ہم
یہ مسئلہ بعینہا عنقریب مذکور ہوچکا **فصل** فیما یتعلق بوقف الاولاد من الدرر وغیرها یہ فصل ہے اون مسائل میں جو متعلق ہیں اولاد کے وقف سے منقول ہیں
درر وغیرہ سے ہم یہاں عبارت در المختار کی نسخ میں مختلف ہے نسخہ مکتوبہ عرب میں یوں ہے فیما یتعلق بوقف الاولاد من ذکور وغیرها اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں من الدرر وغیرها
لیکن مترجم نے نسخہ مطبوعہ مصر پر اعتماد کیا کما لا یخفی وجهه وعبارة المواهب فی الوقف علی نفسه وولده ونسله وعقبه جعل ریعه لنفسه ایام حیاته ثم
ولده جاز عند الثانی وبه یفتی کجعله لولده ولکن یختص بالصلبی اور عبارت مواہب کی یہ ہے کہ اپنی ذات اور اپنے ولد اور اپنی نسل اور اپنے عقب کے
وقف میں محصول وقف کا اپنی ذات کیواسطے ٹھہرایا اپنے ایام حیات میں پھر اسکے بعد درجہ بدرجہ تو جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ واقف کا اپنے
ولد کے واسطے محصول وقف کا مقرر کرنا جائز ہے ولیکن فرزند صلبی کو مخصوص ہوگا یعنی پوتے پروتے کو نہ ملیگا ویعم الانثی ما لم یقید بالذکر اور ولد کا لفظ عورت
کو بھی شامل ہے جب تک واقف نے ولد ذکر کی نہ قید لگائی ہو ہم ولد عورت کو اسواسطے عام ہوا کہ ماخوذ ہے ولادت سے اور ولادت عورت میں بھی موجود ہے کذا فی الحلبی
عن الدرر ویستقل به الواحد فان انتفی الولد الصلبی فللفقراء دون ولد الولد الا ان لا یکون حین الوقف صلبی فیختص بولد الابن ولو
انثی دون من دونه من البطون دون ولد البنت فی الصحیح اور مستقل ہوگا ساتھ وقف کے واحد صلبی اگر واحد صلبی منتفی ہو یعنی مرگیا ہو تو وقف
فقرا کیواسطے ہوگا نہ واقف کے پوتے کیواسطے مگر اوسوقت جب کہ وقت وقف کے ولد صلبی نہو تو اب وقف ولد الابن کو مخصوص ہوگا اگرچہ ولد الابن عورت ہو نہ غیر
ولد الابن کو منجملہ بطون کے اور نہ واقف کے ناتی کو قول اصح میں یعنی اسواسطے کہ اولاد بنات کی اپنے آبا کیطرف منسوب ہوتی ہے نہ امہات کیطرف بخلاف ولد الابن کے
کذا فی الدرر ولو زاد وولد ولدی فقط انتقض علیهما اور اگر واقف نے زیادہ کیا کہ میں نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے پوتے پر فقط تو ولد اور پوتے پر مخصوص ہوگا

ولو زاد البطن الثالث جعل نسله اور اگر واقف نے بطن ثالث کو زیادہ کیا تو اوسکی تمام نسل کو شامل ہوگا یعنی اگر یون کہا کہ وقف علی ولدی و ولد ولدی و ولد ولد ولدی
کذا فی الدرر یعنی مین نے وقف کیا اپنے بیٹے پر اور اپنے پوتے پر اور اپنے پروتے پر تو غلہ اوسکی نسل پر صرف ہوگا جب تک اونمین تناسل باقی رہیگا نہ فقرا پر اسواسطے کہ
جب واقف نے بطن ثالث کو مذکور کیا تو بسبب کثرۃ وسائط کے تفاوت فاحش پایا گیا تو صفت تخصیص کی مرتفع ہوگئی تو فقط معنی انتساب کا اعتبار باقی رہا تو سبکو
شامل ہوگا کیونکہ قریب بعید سب مین موجود ہے بخلاف بطن ثانیہ کے اسواسطے کہ اوسمین ایک ہی واسطہ ہے کذا فی الظہیریہ و یستوی الابعد و الاقرب الا ان
یذکر ما یدل علی الترتیب کما لو قال ابتداء علی اولادی بلفظ الجمع او علی ولدی و اولاد اولادی اور بطن ثانی کی زیادتی مین بعید اور اقرب برابر
ہوگا مگر یہ کہ واقف وہ چیز ذکر کرے جو ترتیب پر دلالت کرے چنانچہ ابعد اور اقرب برابر ہو اگر یون کہے بلفظ جمع کہ ابتداء وقف میرا اولاد پر ہو یا یون کہے کہ وقف
ہے میرے ولد پر اور میری اولاد کی اولاد پر ۔م ترتیب پر دلالت کرنا اسطرح ہے کہ واقف کہے کہ الاقرب فالاقرب یا یون کہے کہ میرے ولد پر پھر میرے پوتے پر یا کہے
بطنا بعد بطن تو اوسوقت اوسیسے ابتدا ہوگی جس سے واقف نے ابتدا کی ولو قال علی اولادی ولکن سماہم فمات احدہم صرف نصیبہ للفقراء ولو علی
امرأتہ و اولادہ ثم ماتت لم یختص ابنہا بنصیبہا اذا لم یشترط رد نصیب من مات منہم الی ولدہ اور اگر واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنی اولاد پر
ولیکن اولاد کا نام ذکر کیا اور اخیر وقت فقیرون کیواسطے ٹھہرایا کذا فی الدرر سو اونمین سے ایک ولد مرگیا تو اوسکا حصہ فقیرون پر صرف ہوگا اور اگر وقف کیا
اپنی زوجہ پر اور اپنی اولاد پر پھر زوجہ مرگئی تو اوسکا بیٹا اوسکے حصہ کے ساتھ مخصوص نہوگا جب کہ واقف نے اوس شخص کا حصہ جو اونمین سے مرگیا اوسکی ولد
کیواسطے پھیر دینا شرط نکیا ہو ۔م شارح کو مناسب تہا کہ یون کہتا ولو علی امرأتہ ثم علی اولادہ تا کلام مناسب ہوتا اور مراد یہ ہو کہ واقف نے زوجہ کے بعد استحقاق
اپنی اولاد کے واسطے ٹھہرایا تو زوجہ کا ولد زوجہ کے حصہ کے ساتھ مخصوص نہوگا اور یہان کہا ولد الزوجہ سو وہ لڑکا مراد ہے جو واقف سے پیدا ہوا انتہا اور جو لڑکا
زوجہ کا اور شوہر سے ہوا اوسکو وقف مین کچھ دخل نہین کذا فی الظہیریہ ولو قال علی بنیہ و علی اخوتہ دخل الاناث علی الاوجہ و علی بناتہ لا یدخل
البنون اور اگر واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنے بیٹون یا اپنے بہائیون پر تو اوسمین اناث بھی داخل ہین بقول موجہ تر یعنی بیٹیان اور بہنین بھی وقف
مین داخل ہونگے یعنی اسواسطے کہ جمع ذکور عند الاختلاط اناث کو بھی شامل ہوتی ہے بخلاف جمع اناث کے کہ مرد ۔ ولو قال علی بنیہ و لہ بنات فقط او قال علی
بناتی و لہ بنون فالغلۃ للمساکین و یکون وقفا منقطعا فان حدث ما ذکرہ عاد الیہ اور اگر وقف کیا اپنے بیٹون پر اور حالانکہ اوسکی فقط بیٹیان ہین
یا وقف کیا اپنی بیٹیون پر اور حالانکہ اوسکے فقط بیٹے ہین تو غلہ مساکین کے واسطے ہے اور وقف منقطع ہوگا پھر اگر وہ پیدا ہو جسکو واقف نے ذکر کیا تہا تو وقف اوسکی
طرف عود کریگا یعنی پہلی صورت مین اگر واقف کا بیٹا پیدا ہوا اور دوسری صورت مین بیٹی پیدا ہوئی تو وقف مذکور کی مستحق ہوگی و یدخل فی قسمۃ الغلۃ
من ولد لاقل من نصف حول من طلوع الغلۃ لا لاکثر الا اذا کان مبانۃ او ام ولد او المعتقۃ لاقل من سنتین لثبوت نسبہ بلا حل
وطیہا فلم یحل فلا احتمال علوقہ بعد طلوع الغلۃ اور اولاد کے وقف مین غلہ کی قسمت مین وہ لڑکا داخل ہوگا جو چھ مہینے سے کمتر مدت مین پیدا ہوا ابتداء
نمودار غلہ سے نہ وہ لڑکا جو زیادہ مدت مین پیدا ہو اگر وہ لڑکا داخل ہوگا جسکو واقف کی زوجہ بائنہ یا اوسکی آزاد ام ولد جنی کم دو سال سے بسبب ثبات النسب تو ولد کے بلا حلت
وطی اوسکی ماں کے سوا اگر اوسکی وطی حلال ہو اسطرح پر کہ ام ولد آزاد نہ ہو یا منکوحہ ہو تو اگر مدت کی ولادت مین وہ داخل قسمت نہوگا بسبب احتمال علوق ولد کے بعد نمود
غلہ کے ۔ و تقسم بینہم بالسویۃ ان لم یرتب البطون وان قال للذکر کالانثیین فکما قال اور اولاد کے طبقات مین غلہ برابر منقسم ہوگا اگر واقف نے
بطون مین ترتیب مذکور نہین کی اور اگر واقف نے کہا کہ مرد کو دونا حصہ عورت کا تو بموجب اوسکے قول کے لیگا فلو وصیۃ فرض ذکر مع الاناث و انثی
مع الذکور و یخرج سہمہ للورثۃ لعدم صحۃ الوصیۃ للمعدوم فلا بد من فرضہ لیعلم ما یخرج للورثۃ سو اگر وصیت ہو تو فرض کیا جائیگا
ہر چہار تون کے ساتھ اور صورت فرض کیا جائیگا مردون کے ساتھ اور اس شخص مفروض کا اوسکے وارثون کیطرف راجع ہو بسبب صحیح نہونے وصیت کے معدوم کو اسواسطے
تو ضرور ہے اسکی فرضیت سے تا معلوم ہو کہ کسقدر غلہ وصی کے وارثون کیطرف راجع ہوگا ۔م یہ مسئلہ غامض ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی
اولاد پر للذکر مثل حظ الانثیین یا در مرد اور عورت اونمین مختلط ہین تو بموجب اوسکی شرط کے غلہ منقسم ہوگا پھر اگر فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو اونمین

غلہ برابر قسمت ہوگا بلا فرق کئے لڑکے یا عورت کے اور اگر وصیت کی ذکور اور اناث کیواسطے للذکر مثل حظ الانثیین اور حالانکہ وہاں فقط ذکور ہیں یا فقط اناث ہیں تو عورتوں کے ساتھ مرد اور مردوں کے ساتھ عورتیں فرض ہونگی اور وصیت اونپر تقسیم ہوگی للذکر مثل حظ الانثیین اور سہم مفروض خاص وارثوں کیطرف راجع ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ وقف مین تمام مال وقف واقف کی ملک سے نکل جاتا ہے تو اگر اونکے ساتھ مرد یا عورت فرض ہو تو وہ حصہ بھی موقوف علیہم مساکین کو ملیگا بخلاف وصیت کے اسواسطے کہ جب ذکور اور اناث کیواسطے وصیت ہوئی تو فقط ذکور یا فقط اناث ہونمیں وصیت صحیح نہوگی اسواسطے کہ معدوم کے لئے وصیت نہیں تو بیان فرض کرنا ضرور ہوا تا معلوم ہوجاوے کہ وارثونکی طرف کتنا راجع ہوگا کذا فی الظہیریۃ عن مواہب الرحمن وشرحہا ولو قال علی ولدی ونسلی ابدا وکلما مات واحد منہم کان نصیبہ لنسلہ فالغلۃ لجمیع ولدہ ونسلہ حیہم ومیتہم بالسویۃ ونصیب المیت لولدہ ایضا بالارث عملا بالشرط اور اگر واقف نے کہا کہ وقف کیا مین نے اپنی ولد اور نسل پر ہمیشہ اور جو انمین مرجاوے تو اوسکا حصہ اوسکی نسل کیواسطے تو غلہ اوسکی تمام اولاد اور نسل کے واسطے ہوگا زندہ اور مردہ کو برابر اور میت کا حصہ بھی اوسکا ولد پاویگا بسبب میراث کے بنا بر عمل کرنے شرط کے م تو تقسیم اسکی صورت یون ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ولد پر اور اپنی ولد کے ولد پر جب تک اونمین تناسل رہے اور واقف نے بطنا بعد بطن نہ کہا اور حصہ میت کا اوسکی ولد کیواسطے شرط کیا تو غلہ اوسکی تمام اولاد اور نسل کو برابر ملیگا اور اگر واقف کا کوئی بیٹا مرگیا اور اپنا ولد چھوڑ گیا تو میت کا حصہ اوسکا ولد پاویگا بسبب میراث کے تو وہ میت دو سہم پاویگا ایک سہم جو واقف نے اوسکے واسطے مقرر کیا اور دوسرا سہم اپنے والد کا چنانچہ شارح نے دونوں حصوں کیطرف بلفظ ایضا اشارہ کر دیا ولو قال وکل من مات منہم من غیر نسل کان نصیبہ لمن فوقہ ولم یکن فوقہ احد او سکت عنہ یکون راجعا الی اصل الغلۃ لا للفقراء ما دام نسلہ باقیا اور اگر مسئلہ مذکورہ مین واقف نے کہا کہ جو ولد اونمین سے بلا نسل مرجائے تو اوسکا حصہ طبقہ علیا کیواسطے ہے اور حالانکہ میت کے اوپر کوئی باقی نہیں یا اس شرط سے واقف نے سکوت کیا تو میت کا حصہ اصل غلہ کیطرف راجع ہوگا یعنی غلہ کے مصرف مین صرف ہوگا فقیرون کو نہ ملیگا جب تک واقف کی نسل باقی رہیگی والنسل اسم للولد وولد الولد ابدا ولو انثی اور نسل نام ہے ولد کا اور اوسکی ولد کی اولاد کا ہمیشہ بطنا بعد بطن اگرچہ وہ عورت ہو والعقب للولد وولدہ من الذکور ای دون الاناث الا ان یکون ازواجہن من ولدہ وولد ولدہ الذکور اور عقب نام ہے ولد کا اور اوسکی ذکور اولاد کا یعنی عورتوں کا نام عقب نہیں مگر یہ کہ عورتون کے شوہر اوسکی پوتون کی اولاد ہون چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا وآلہ وجنسہ واہل بیتہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام وہو الذی ادرک الاسلام اسلم اولا اور مرد کی آل اور جنس اور اہل بیت جو شخص کہ ہمنسب اوسکا اقصی والد کیطرف اسلام مین اور اقصی والد فی الاسلام وہ ہے جسنے ابتدا اسلام کو پایا خواہ اوسنے اسلام قبول کیا یا نکیا م اور اسلام کی قید اسواسطے لگائی کہ زمانہ جاہلیت لائق اعتبار کے نہیں الملتقی مین مسلم اور کافر مرد اور عورت محرم اور غیر محرم قریب اور بعید اور والد اور ولد داخل ہین لیکن والد اقصی اور اولاد بنات اور اخوات اور ماسوا اور عورتوں کی اولاد اہل بیت مین داخل نہیں مگر جبکہ اونکے شوہر اوسکی کے بنی اعمام سے ہون کذا فی العالمگیریۃ عن الظہیریۃ وقرابتہ وارحامہ وانسابہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام من قبل ابویہ سوی ابویہ وولدہ لصلبہ فانہم لا یسمون قرابۃ اتفاقا وکذا من علا منہم او سفل عندہما خلافا لمحمد فعندہ منہا اور مرد کی قرابت اور ارحام اور انساب وہ لوگ ہین جو اوسکے ہم نسب ہون اوسکے اقصی والد تک اسلام میں اوسکے ماں باپ کیطرف سے اوسکے والدین اور ولد صلبی کے سوا کہ اونکو قرابت نہیں کہتے باتفاق شیخین اور محمد کے اور اسیطرح جو والدین سے اوپر ہو چنانچہ اجداد اور جدات یا جو ولد صلبی سے نیچے ہو چنانچہ پوتا پوتی ناتی ناتن اونکو بھی قرابت نہیں کہتے شیخین کے نزدیک بخلاف محمد کے کہ اونہونے اونکو بھی قرابت مین شمار کیا ہے م انسان کی عیال اور حشم وہ لوگ ہیں جو اوسکی نفقہ مین ہون خواہ اوسکے گھر مین ہون یا نہون کذا فی العالمگیریۃ وان قید بفقرائہم یعتبر الفقر وقت وجود الغلۃ اور اگر واقف نے وقف کو اہل قرابت فقیرون کیساتھ مقید کیا تو محتاجی وجود غلہ کی وقت معتبر ہوگی یعنی مستحق غلہ وہ ہوگا جو اوسوقت محتاج ہو جب غلہ پایا گیا یہ قول ہلال رحمۃ اللہ علیہ کا وہو المختار لاخذ الزکوۃ اور فقیر سے مراد وہ ہے جو زکوۃ لینے کا مجوز ہو م جسکو زکوۃ لینا درست ہو وہ فقیر ہے شب وقت مین قاضیخان مین ہے کہ جسکے پاس حاجت سے زیادہ اسباب یا گھر ہو اتنی جنکی قیمت دو سو درہم وہ غنی ہے اوسکو زکوۃ و وقف لینا حلال نہیں کذا فی العالمگیریۃ فلو تاخر صرفہا سنین لعارض فافتقر الغنی واستغنی الفقیر یشارکہ الفقیر وقت القسمۃ

الفقیر وقت وجود الغلة لان الصلات انما تملک حقیقة بالقبض وطرو الغنی والموت لا یبطل استحقاقه یہ اگر وقف کے مصرف میں تاخیر ہوگئی چند سال کسی وجہ سے سو غنی محتاج ہوگیا اور محتاج غنی ہوگیا تو مشارک ہوگا وہ غنی جو فقیر ہوگیا تو تقسیم کے انکا جو فقیر ہوگیا وقت وجود غلہ کے اسواسطے کہ صلات تو مملوک نہیں ہوتی مگر قبض سے اور طاری ہونا الداری اور موت کا مبطل اوس حق کا نہیں جسکا وہ مستحق ہوچکا ھ غنی کا فقیر ہونا اسطرح پر کہ گواہوں نے گواہی دی کہ وہ محتاج ہوگیا قبل پیدا ہونے غلہ کے یا وہ فقیر مستغنی ہوا بعد آنے غلہ کے اور اپنا حصہ لینے سے پہلے اور غلہ کے وقت وہ فقیر ہی تھا کذا فی العالمگیریہ اور بیان سوال وارد ہوا تھا کہ وقت تو فقیر ون کا حق ہے تو جاہیے تھا کہ اس غنی کو نہ ملے شارح نے جواب دیا کہ وقف مذکور فقیر ون کا حق نہیں ہوگیا اسواسطے کہ صلہ مملوک نہیں ہوتا مگر قبض سے واما من ولد منهم لاکثر من نصف حول بعد مجیء الغلة فلا حظ له لعدم احتیاجه فکان بمنزلة الغنی وقیل یستحق لان الفقیر من لا شیء له والحمل لا شیء له اور وقف مذکور میں جو اہل قرابت میں لڑکا پیدا ہو کسی قدر چھ مہینے کی مدت میں غلہ آنے کے بعد تو اوسکا حصہ نہیں بسبب اوسکی عدم احتیاج کے تو وہ بمنزلہ غنی کے ہوگا تو غلات مستقبلہ کا مستحق ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مستحق ہوگا اسواسطے کہ فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہو اور حمل کسی چیز کا مالک نہیں ھ یہ ایک قول ہے فقیر کی تعریف میں اور قول معتمد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو بقدر نصاب کے مالک نہو ولو قیل بصلحائهم او بالاقرب فالاقرب او فالاحوج او بمن جاور منهم او بمن سکن مصر تقیّد الاستحقاق به عملاً بشرطه اور اگر وقف کیا اہل قرابت کے صالحین کے ساتھ مقید کیا یا اقرب فالاقرب یا احوج فالاحوج کی قید لگائی یا جو شخص اوسکا مجاور رہے یا جو مصر میں مثلاً سکونت رکھے تو استحقاق وقف کا قید مخصوص کے ساتھ مقید ہوگا بنظر عمل کرنے اوسکی شرط کے ھ اہل صلاح وہ ہے جو مستور مستقیم الطریقة سلیم الناحیة کامن الاذی قلیل الشر نہ متہتک نہ صاحب ریبت ہو نہ قذاف محصنات نہ معروف بالکذب اور اہل عفاف اور اہل خیر اور اہل فضل اور اہل صلاح برابر ہین کذا فی العالمگیریة عن الحاوی وتمامه فی الاسعاف ومن احوجه حوادث زمانه الی ملخص من مسائل الاوقاف فعلیه بالکتاب المخصوص باحکام الاوقاف الملخص من کتاب هلال والخصاف کذا فی البرهان فی شرح مواهب الرحمن للشیخ ابراهیم بن موسی بن ابی بکر الطرابلسی الحنفی نزیل القاهرة بعد دمشق المتوفی فی اوائل القرن العاشر سنة اثنتین وعشرین وتسعمائة وهو ایضاً صاحب الاسعاف اور پورا بیان مسائل مذکورہ کا اسعاف میں ہے اور جس مفتی اور عالم کو مسائل خفیہ اوقاف کیطرف حوادث زمانہ محتاج کرین تو اوسپر مطالعہ اس کتاب کا لازم ہے جو احکام اوقاف کے ساتھ مخصوص ہے اور کتاب ہلال اور کتاب خصاف کا خلاصہ ہے اسیطرح مذکور ہے برہان شرح مواہب الرحمن مین جو تصنیف ہے ابراہیم بن موسی بن ابی بکر طرابلسی حنفی کی جو اقامت پذیر تھے مصر کے بعد دمشق کے جنکی وفات ہوئی قرن عاشر کی ابتدا مین نو سو بائیس ۹۲۲ ہجری مین اور وہی مصنف ہے اسعاف کے بھی مصنف ہین ھ یہان تک فروع اوقاف مذکور ہوچکے اب آگے مسائل اختلاف شہادت وغیرہ مذکور ہوتے ہین واللہ اعلم شارح رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل مذکورہ کو بہیں یہان مذکور کیا اور تکلف کرکے مناسبت کو ثابت کرنا خالی دقت سے نہیں بہرحال مترجم بیچارہ ترجمہ مسائل مذکورہ مین تابع ہے شارح کا قوله الا اشباہ اختلاف الشاهدین مانع الا فی احدی واربعین یہ قول ہے اشباہ کا کہ اختلاف دو گواہون کا مانع ہے قبول ہونے شہادت کا مگر اکتالیس مسئلوں مین مانع نہیں ھ یعنے جسمین تعدد شہادت کا شرط ہے اسمین اختلاف مانع ہے اسواسطے کہ ہر شاہد دوسرے کا مکذب ہے اور مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے درستی کرنا چاہیے کہ تطابق کلام شاہدین مین لفظاً اور معنی ضرور ہے اسطرح پر کہ دونو کا لفظ معنی واحد پر بالوضع بطریق دلالت مطابقی کے دلالت کرے نہ بطریق تضمن کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اشتباہ ہے جسپر دونو شاہدون نے اتفاق کیا تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام کے نزدیک گواہی مردود ہے اسواسطے کہ قبل بطریق تضمن دلالت کرنا امام کے نزدیک معتبر نہیں لیکن صاحبین کی نزدیک ہزار پر گواہی مقبول ہے جب کہ اکثر کا مدعی دعوی کرتا ہو اسواسطے کہ ہزار پر دونو نے اتفاق کیا ہے اور اگر مدعی نے اقل کا دعوی کیا تو صاحبین کے نزدیک گواہی مردود ہے اسواسطے کہ مدعی اکثر کے شاہد کا مکذب ہے اور صحیح صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود شارح کو مناسب تہا کہ بجائے الا فی احدی واربعین کے الا فی اثنین واربعین کہتا تا تفصیل آیندہ کے مطابق ہوتا اسواسطے کہ بیالیس ۴۲ صورتین مستثنی مذکور ہین فقال فی ذرر البحار حاشیتها للشیخ صالح ابن المصنف قد ذکر فی الشرح المحال علیه مسائل لا یضر فیها اختلاف الشاهدین وانا اذکرها مسردة الاول شهد احدهما ان علیه الف درهم وشهد الآخر انه اقر بالف درهم تقبل شهادتهما ذکره المصنف فی معین الحکام ذرر البحار حاشیه

واقعات مین کہا البتہ مصنف نے شباہتے اوس شرح مین جسپر حوالہ کیا ہے یعنی بحر الرائق مین چند مسائل کو ذکر کیا ہے جسمین اختلاف شاہدین مضر نہین اور مین اون مسائل
کو شمار کرکے بلادلیل ذکر کرتا ہون سو کہتا ہون پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شاہد نے گواہی دی کہ مدعا علیہ پر ہزار درم ہین اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار
درم کا اقرار کیا تو گواہی مقبول ہے الثانیۃ ادعی کر حنطۃ جیدۃ فشہد احدہما بالجودۃ والآخر بالردیۃ تقبل بالردیۃ ویقضی بالاقل ۲ دعوی کیا
مدعی نے بقدر کر کے کھری گیہون کا تو ایک نے کھری ہونیکی گواہی دی اور دوسرے گواہ نے ناقص گیہون ہونیکی گواہی دی تو ناقص کی گواہی مقبول ہوگی اور اقل پر حکم
ہوگا م کر بضم اول وتشدید ثانی پیمانہ کا نام ہے الثالثۃ ادعی مائۃ دینار فقال احدہما نیسابوریۃ والآخر بخاریۃ والمدعی یدعی نیسابوریۃ یقضی بالبخاریۃ ۳ دعوی
کیا سو دینار کا تو ایک گواہ نے کہا کہ نیشاپوری دینار تھے اور دوسرے نے کہا بخاری دینار تھے اور مدعی نیشاپوری کا دعوی کرتا ہے اور وہی کھرے ہین تو دینار بخاری کا حکم
ہوگا بالاتفاق الرابعۃ لو اختلفا فی الہبۃ والعطیۃ ہم ۴ اگر دونو اختلاف کرین ہبہ اور عطیہ مین الخامس لو اختلفا فی لفظ النکاح والتزویج ۵ اگر اختلاف
کرین نکاح اور تزویج کے لفظ مین ھم بحر الرائق مین کہا کہ تطابق لفظی مین یہہ شرط نہین کہ وہی بعینہ لفظ مذکور ہو بلکہ بالعینہ یا اوسکا مرادف تو ہبہ اور عطیہ کا اختلاف
یا نکاح اور تزویج کا اختلاف مانع قبول کا نہین انتہی موہی سے قیا تو اب استثنا کی حاجت نہین کیونکہ واقع مین یہان اختلاف ہی نہین السادسۃ شہد احدہما
انہ جعلہا صدقۃ موقوفۃ ابدا علی ان لزید ثلث غلتہا ویشہد آخر ان لزید نصفہا تقبل علی الثلث ۶ ایک نے گواہی دی کہ واقف نے
زمین کو صدقہ موقوفہ دائمی کیا ہے اس شرط پر کہ زید کو اوسکا تہائی غلہ ملا اور دوسرا گواہی دیتا ہے کہ زید کو اوسکا نصف غلہ ملے تو گواہی تہائی پر مقبول ہوگی ھم
اور یہی اگر ایک کل کی گواہی دیوے اور دوسرا نصف کی تو نصف متفق علیہ پر حکم ہوگا بشرطیکہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو السابعۃ انہ باع بیع الوفاء فشہد
احدہما بہ والآخر ان المشتری اقر بذلک تقبل ۷ مدعی نے دعوی کیا کہ اوس نے بیع الوفا کی بیع کی تو ایک گواہ نے اسکو موافق گواہی دی اور دوسرے نے
کہا کہ مشتری نے بیع الوفا کا اقرار کیا تو مقبول ہے ھم بیع الوفا یا بیع کی کچھہ خصوصیت نہین بلکہ ہر قول کا یہی حکم ہے بخلاف فعل کے اور نکاح فعل مین داخل ہے
کذا فی الحلبی عن البحر الثامنۃ شہد احدہما انہا جاریتہ والآخر انہا کانت لہ تقبل ۸ ایک نے گواہی دی کہ وہ اسکی لونڈی ہے اور دوسرے نے کہا پہلے اسکی لونڈی تھی قبول
التاسعۃ ادعی الفا مطلقا فشہد احدہما علی اقرارہ بالف قرض والآخر بالف ودیعۃ تقبل ۹ دعوی کیا مطلق ہزار کا بلا قید قرض یا ودیعت کے
سو ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر قرض کی اور دوسرے نے ہزار امانت کی تو مقبول ہے العاشرۃ ادعی الابراء فشہد احدہما بہ والآخر انہ وہبہ
او تصدق علیہ او حللہ جاز ۱۰ دعوی کیا ابراء دین کا تو ایک نے اسکی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دائن نے مدیون کو دین ہبہ کر دیا یا
خیرات کیا یا اوسکو چھوڑ دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ ہبہ کرنا اور تصدق کرنا اور تحلیل دین ابراء مین داخل ہے الحادیۃ عشرۃ ادعی الہبۃ فشہد احدہما
بالبراءۃ والآخر بالہبۃ او التحلیل جاز ۱۱ دعوی کیا ہبہ کا یعنی دائن نے اوسکو دین ہبہ کر دیا سو ایک نے برات کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تحلیل کی
تو جائز ہے الثانیۃ عشرۃ ادعی الکفیل الہبۃ فشہد احدہما بہا والآخر بالابراء جاز وتثبت الابراء ۱۲ دعوی کیا ضامن نے ہبہ کا یعنی مدیون اصیل
کو دائن نے دین ہبہ کر دیا تو ایک نے اسکی موافق گواہی دی اور دوسرے نے ابراکی تو جائز ہے اور ابراء ثابت ہوگا فقط ضامنی باطل ہو جائیگی الثالثۃ عشرۃ شہد احدہما علی اقرارہ انہ اخذ منہ العبد والآخر علی ۹
انہ اودع منہ ہذا العبد تقبل ۱۳ ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر کہ اوس نے مدعی سے غلام لیا ہے اور دوسرے نے اوسکے اس اقرار پر کہ اوس نے مدعی کا
غلام بطور ودیعت کے رکھا تو گواہی مقبول ہوگی ھم صورت اسکی یہہ ہے ایک مرد نے غلام کا دعوی کیا جو دوسرے مرد کے پاس ہے سو مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے شہادت
مذکورہ ثابت کی تو مدعی غلام کو پا دیگا اور اسیطرح ہے مسئلہ آیندہ الرابعۃ عشرۃ شہد احدہما انہ غصب منہ والآخر ان فلانا اودع منہ ہذا العبد یقضی
للمدعی ۱۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے مدعی سے غلام کو غصب کیا ہے اور دوسرے نے یہہ گواہی دی کہ فلانے نے اوسکا غلام بطور ودیعت کے رکھا ہے تو مدعی کیواسطے حکم ہوگا
الخامسۃ عشرۃ شہد احدہما انہا ولدت منہ والآخر انہا حبلت منہ تقبل ۱۵ ایک نے گواہی دی کہ عورت اوسکا لڑکا جنی اور دوسرے نے یہہ کہ وہ
اوس سے حاملہ ہوئی تو مقبول ہوگی ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ زوج نے زوجہ کی طلاق اوسکی ولادت پر معلق کی پھر گواہون نے شہادت مذکور دی تو طلاق واقع ہوگی
اسواسطے کہ حمل کو غالبا ولادت لازم ہے تو گویا دونون نے ولادت کی گواہی دی السادسۃ عشرۃ شہد احدہما انہ اقر ان الدار لہ والآخر انہ سکن فیہا تقبل ۱۶

ایکنے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ گھر مدعی کا ہے اور دوسرے نے یہ کہ مدعی اوسمین ساکن تہا تو مقبول ہوگی م ہرچند سکونت باجارہ وباعارہ بھی ہوتی ہے لیکن ملک
اسمین اصل ہے لہذا گواہی مقبول ہوگی علی المنصوص کہ دوسرے کی شہادت سے ملک کی تائید ہوگئی السابعۃ عشرۃ شہد احدھما انھا ولدت منہ ذکرا وقال الاخر
انثی تقبل ۱۷ ایکنے گواہی دی کہ زوجہ نے ہمسے لڑکا جنی اور دوسرے نے کہا کہ اوسکی لڑکی جنی تو مقبول ہے م صورت اوسکی یہہ ہے کہ طلاق اوسکی معلق ولادت پر معلق
ہوئی تہی الثامنۃ عشرۃ انکر اذن عبدہ فشہد احدھما علی اذنہ فی الثیاب والاخر فی الطعام تقبل ۱۸ مولی نے انکار کیا اپنے غلام کو تجارت کے
اذن دینے کا تو ایکنے گواہی دی کپڑون کی تجارت کے اذن کی اور دوسرے نے طعام کی تجارت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اسواسطے کہ ایک قسم مین اذن دینا جمیع
انواع کو شامل ہوتا ہے کذا فی باب الاذون التاسعۃ عشرۃ اختلف شاھدا الاقرار بالمال فی کونہ اقر بالعربیۃ او بالفارسیۃ تقبل بخلافہ فی الطلاق
۱۹ اختلاف کیا اقرار مال کے دو شاہدون نے کہ اوسنے عربی زبان مین اقرار کیا یا فارسی مین تو مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے کہ اوسمین مقبول نہوگی یعنی اسواسطے کہ اقرار
مین اتفاق معنوی کافی ہے بخلاف طلاق کے العشرون شہد احدھما انہ قال لعبدہ انت حر والاخر انہ قال ازادی تقبل ۲۰ ایکنے گواہی دی کہ
مولی نے اپنے غلام سے عربی مین کہا کہ انت حر یعنی تو آزاد ہے اور دوسرے نے کہا فارسی مین آزادی یعنی تو آزاد ہے تو مقبول ہے الحادیۃ والعشرون قال لامرأتہ
ان کلمت فلانا فانت طالق فشہد احدھما انھا کلمتہ غدوۃ والاخر عشیۃ طلقت ۲۱ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو فلانے سے بات کریگی تو تو طالق
ہے سو ایکنے گواہی دی کہ اوسنے اوسسے اول سحر بات کی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوس سے آخر روز بات کی تو وہ مطلقہ ہوگی الثانیۃ والعشرون ان
طلقتک فعبدی حر فقال احدھما طلقہا الیوم والاخر انہ طلقہا امس یقع الطلاق والعتاق ۲۲ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجہکو طلاق دون تو
میرا غلام آزاد ہے سو ایکنے گواہی دی کہ اوسنے آج کے دن اوسکو طلاق دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکو کل طلاق دی تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی م
اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین مقصود ملحوظ ہے یعنی حصول شرط قطع نظر زمان سے الثالثۃ والعشرون شہد احدھما انہ طلقہا ثلثا البتۃ والاخر
انہ طلقہا ثنتین البتۃ یقضی بطلقتین ویملک الرجعۃ ۲۳ ایکنے گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو تین طلاق البتہ دی اور دوسرے نے گواہی
دی کہ دو طلاق البتہ دی تو دو طلاق کا حکم ہوگا اور زوج رجعت کا مالک ہوگا م اگر لفظ البتہ کا شہادت سے متعلق ہے نہ طلاق سے تو رجعت بلا تکلف ثابت ہے اور اگر
طلاق سے متعلق ہے تو ملک رجعت سے مراد یہہ ہے کہ اعادۂ نکاح کا مالک ہے بعقد جدید اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد اعادہ عقد جائز ہے الرابعۃ والعشرون شہد
احدھما انہ اعتق بالعربیۃ والاخر بالفارسیۃ تقبل ۲۴ ایکنے گواہی دی کہ مولی نے عربی زبان مین غلام کو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا فارسی مین
تو مقبول ہے م یعنی شاہد نے عربی فارسی مین گواہی دی اور شاہد نے یہہ نہین کہا کہ مولی نے حر یا آزاد کہا تو یہہ مسئلہ بیسوین مسئلہ کے ساتہہ مکرر نہوا کہ اوسمین
قول مولی کا عربی فارسی مین مذکور ہے الخامسۃ والعشرون اختلفا فی مقدار المہر یقضی بالاقل ۲۵ شاہدون نے اختلاف کیا مقدار مہر مین تو
اقل مہر پر حکم ہوگا م طحطاوی نے کہا جامع الفصولین مین مذکور ہے کہ شاہدون نے بیع اور اجارہ اور طلاق اور عتاق کی گواہی دی بعوض مال کے اور مختلف ہوئی
مقدار مال مین تو گواہی مقبول نہین مگر نکاح مین مقبول ہے اور مہر مین مہر مثل کیطرف رجوع ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ نکاح مین بہی مقبول نہین انتہی تو اقل پر حکم
کرنا اسکو منافی ہے السادسۃ والعشرون شہد احدھما انہ وکلہ بخصومۃ مع فلان فی دار سماہ وشہد الاخر انہ وکلہ بخصومتہ فیہ
وفی شیٔ اخر تقبل فیما اجتمعا علیہ ۲۶ گواہی دی ایکنے کہ فلانے نے فلانے کو فلانیکے ساتہہ خصومت کرنیکا وکیل کیا ہے اوس گہر مین جسکا وکیل نے
نام لیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو خصومت کا وکیل کیا ہے اوسی گہر کی خصومت مین اور دوسری چیز کی خصومت مین بہی تو گواہی مقبول
ہوگی اوس گہر کی وکالت مین جسپر دونو شاہد متفق ہوئے السابعۃ والعشرون شہد احدھما انہ وقفہ فی صحتہ والاخر بانہ وقفہ فی مرضہ
قبلا ۲۷ ایکنے گواہی دی کہ واقف نے اسکو وقف کیا اپنی صحت مین اور دوسرے نے یہہ گواہی دی کہ اوسکو اپنے مرض مین وقف کیا تو دونو مقبول ہین م
طحطاوی نے کہا لیکن اسکی تصریح نہوئی کہ وقف کل مین ہوگا یا ثلث مین اگر اوسکا اوتنا ہی مال ہے اور ظاہر ثلث ہی مال معلوم ہوتا ہے مگر اسکو بنقل ثابت کرنا چاہئے
الثامنۃ والعشرون لو شہد شاھد انہ اوصی الیہ یوم الخمیس والاخر یوم الجمعۃ جازت ۲۸ اگر ایک شاہد نے گواہی دی کو زید نے خالد کو

مثلاً دعوی کیا پنجشنبہ کے دن اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو جائز ہے التاسعۃ والعشرون ادعی مالاً فشھد احدھما ان المحتال علیہ احال غریمہ بھذا
وشھد الآخر انہ کفل عن غریمہ بھذا المال تقبل ۲۹ مدعی نے دعوی کیا مال کا سو ایک گواہ نے گواہی دی کہ محتال علیہ پر اوسکے دائن نے یہہ مال اوتارا اور دوسرے
نے گواہی دی کہ مدعی علیہ مدعی کے مدیون کا ضامن ہوا ہے اسواسطے اس مال کے تو گواہی مقبول ہے ف غریم یعنی دائن اور مدیون دونو نکو بولا جاتا ہے سو یہان
غریم اول بمعنے دائن ہے اور غریم ثانی بمعنی مدیون ہے اور محتال علیہ وہ ہے جسپر کوئی مال حوالہ کرے یعنی اوتارے اور وہ قبول کرلے صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ زید نے
خالد پر مال کا دعوی کیا سو خالد نے انکار کیا زید نے دو شاہد گذرانے ایک شاہد نے یہہ گواہی دی کہ خالد محتال علیہ ہے یعنی خالد کے دائن نے زید کا حوالہ خالد پر کیا یعنے
جو اوسکا دین خالد پر ہے وہ زید کو دلایا اور دوسرے نے گواہی دی کہ خالد ضامن ہوا ہے مدیون زید کا خلاصہ یہہ ہے کہ مال خالد پر بہر صورت ہے لیکن ایک شاہد نے
کہا کہ اوسپر مال بطریق احالہ ہے اور دوسرے نے کہا بطریق ضمانت ہے اور یہہ صورت شیخ صالح کے کلام مین آگے آویگی گر اوس نے کہا ہے کہ حکم ضمانت پر ہوگا اسلئے
کہ وہ اقل ہے کذا فی الطحطاوی الثلثون شھد احدھما انہ باعہ کذا الی شھر وشھد الآخر بالبیع ولم یذکر الاجل تقبل ۳۰ ایک نے گواہی دی کہ اسنے
اسکو بیچا ایک مہینہ کی مدت پر اور دوسرے نے بیع کی گواہی بلا ذکر مدت دی تو مقبول ہے الحادیۃ والثلثون شھد احدھما انہ باعہ بشرط الخیار
ثلثۃ ایام ولم یذکر الآخر الخیار تقبل فیھما ۳۱ ایک نے گواہی دی کہ اوس نے بیع کی بشرط خیار تین دن کے اور دوسرے نے خیار کو نہ ذکر کیا تو دونو
مین مقبول ہے الثانیۃ والثلثون شھد واحد انہ وکلہ بالخصومۃ فی ھذہ الدار عند قاضی الکوفۃ والآخر عند قاضی البصرۃ جازت شھادتھما ۳۲ ایک نے گواہی
دی کہ مدعی کو اس گھر کی خصومت مین وکیل کیا قاضی کوفہ کے سامنے اور دوسرے نے کہا کہ قاضی بصرہ کے سامنے تو دونو کی گواہی جائز ہے الثالثۃ والثلثون
شھد انہ وکلہ بالقبض والآخر انہ جرّاہ تقبل ۳۳ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسکو مسلط کیا تو
مقبول ہے ف قولہ جرّاہ من التجریۃ بمعنی التسلیط کذا فی الجلبی الرابعۃ والثلثون شھد احدھما انہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ سلطہ علی قبضہ تقبل
۳۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسکو قبض کرنے پر مسلط کیا ف یہہ صورت اور صورت سابقہ یکسان ہے فقط لفظ
کا فرق ہے الخامسۃ والثلثون شھد احدھما انہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ اوصی لہ بقبضہ فی حیوتہ تقبل ۳۵ ایک نے گواہی دی کہ
اوسکو اوس نے اوسکی قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسنے اوسکو اپنی زندگی مین اوسکی قبض کرنیکی وصیت کی تو مقبول ہے ف موصی الیہ بالقبض
بمنزلہ وکیل کے ہے حقیقۃً وکیل نہین اسواسطے کہ وکالت موت سے باطل ہو جاتی ہے السادسۃ والثلثون شھد احدھما انہ وکلہ بطلب دینہ والآخر
بتقاضیہ تقبل ۳۶ ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو وکیل کیا اپنے دین کے طلب کرنے مین اور دوسرے نے کہا کہ دین کے تقاضا کرنیکے واسطے وکیل کیا تو مقبول ہے السابعۃ
والثلثون شھد احدھما انہ وکلہ بقبضہ والآخر بطلبہ تقبل ۳۷ ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو وکیل کیا اوسکی قبض کرنیکے واسطے اور دوسرے نے
کہا اوسکو طلب کرنیکے واسطے تو مقبول ہے الثامنۃ والثلثون شھد احدھما انہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ امرہ باخذہ او ارسلہ لیأخذہ تقبل ۳۸
ایک نے گواہی دی کہ اوس نے اوسکو اوسکی قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوس نے اوسکو اوسکے لینیکا امر کیا یا اوسکو بھیجا تا اوسکو لے تو مقبول ہے التاسعۃ و
الثلثون اختلفا فی زمن اقرارہ فی الوقف تقبل ۳۹ دونو شاہدونے اختلاف کیا وقف کے زمانہ اقرار فی الوقف مین ف اسمین قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ مشہود بہ
اگر قول محض ہے تو اختلاف زمانی یا مکانی قبول شہادت کا مانع نہین بسبب ممکن ہونے اعادہ اور تکرار کے قول مین اور اگر فعل محض ہو جیسا کہ غصب یا قول متصل بفعل ہو جیسا کہ
نکاح تو اوسمین اختلاف زمان یا مکان کا مانع ہے قبول کا کہ نکاح اگرچہ قول ہے لیکن حضور شاہدین اوسکی شرط ہے اور وہ فعل ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوھبانیۃ الاربعون
اختلفا فی مکان اقرارہ بہ تقبل ۴۰ شاہدونے اختلاف کیا وقف کے مکان اقرار مین تو مقبول ہے الحادیۃ والاربعون اختلفا فی وقفہ فی صحتہ او فی مرضہ تقبل
۴۱ گواہون نے اختلاف کیا وقف کرنے مین اوسکی صحت مین یا اوسکے مرض مین ف یہہ مسئلہ ستائیسوین مسئلہ کے بعد تتمہ کلیہ ہو گیا الثانیۃ والاربعون
شھد احدھما بوقفہ علی زید والآخر علی عمرو یکون وقفا علی الفقراء انتھی ۴۲ ایک شاہد نے گواہی دی کہ وقف کیا زید پر اور دوسرے
نے عمرو پر تو مقبول ہے اور یہہ وقف فقیرون پر ہوگا انتہی کلام البحر قلت وزدت بفضل اللہ علی ما ذکرہ المصنف مسائل منھا لو اختلفا فی تاریخ الرھن بان

شهد احدهما انه رهن یوم الخمیس والآخر یوم الجمعة تسمع عندهما خلافاً لمحمد جواهر الفتاوی شیخ صاحب کہا میں کہتا ہوں اور جو مسائل مصنف اشباہ اور بحر الرائق نے ذکر کئے اونپر میں نے چند مسائل زیادہ کئے یعنی تیرہ مسئلے ۱ ازانجملہ یہ ہے کہ شاہدون نے تاریخ رہن میں اختلاف کیا سوا ایک نے گواہی دی کہ راہن نے پنجشنبہ کے دن رہن رکھا اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو گواہی مسموع ہے نزدیک شیخین کے اور بخلاف محمد کے کذا فی جواہر الفتاوی ۲ ومنها لو اتفق الشاهدان على الاقرار بمال واحد واختلفا فقال احدهما كنا جميعا في مكان كذا وقال الآخر كنا في مكان كذا تقبل اھ ۲ ازانجملہ یہ کہ اگر شاہدون نے ایک شخص کے اقرار مال پر اتفاق کیا اور مکان میں اختلاف کیا سوا ایک شاہد نے کہا کہ ہم سب ایسے مکان میں تھے اور دوسرے نے کہا کہ ہم فلانے مکان میں تھے تو مقبول ہے ہم حلبی نے لکھا ہے کہ ہر چالیسویں صورت کی ساتھ علماء نے کہا اگر دونوں میں فرق ہے اسواسطے کہ چالیسوین دفعہ کے اقرار میں ہے اور یہ مال کے اقرار میں علاوہ اسکے وہاں شاہدون نے یہ نہیں کہا کہ ہم سب تھے سو تامل کرو الا اسکا مابعد سینتیسوین صورت کی ساتھ کر ہو جائیگا ۳ ومنها لو قال احدهما والمسئلة بحالها كان ذلك بالغداة وقال الآخر كان ذلك بالعشي تقبل وهو في الولوالجية اھ ۳ ازانجملہ یہ کہ اگر ایک نے کہا اور حالانکہ مسئلہ سابقہ بحال خود ہے یعنی مال کا اقرار متفق علیہ ہو یون کہا کہ یہ اقرار اول روز تھا اور دوسرے نے کہا آخر روز تھا تو مقبول ہے اور یہ دونوں صورتیں ولوالجیہ مین مذکور ہیں ۴ ومنها شهد احدهما على رجل انه طلق امرأته واحدهما يقول انه عنى منكوحته بنت فلان والآخر يقول ما عيّنها الا اني اعلم واشهد ان المرأة التي كانت له سوى ابنة فلان قد طلقها واخرجها من داره قبل هذا التطليق قال فخر الدين اذا شهد على الطلاق الا انه عين احدهما المرأة وذكرها باسمها ولم يعين الآخر التي هي في نكاحه وليس في نكاحه غير امرأة واحدة تصح الشهادة وهو في جواهر الفتاوی اھ ۴ ازانجملہ کہ دو شاہدون نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اوس نے اپنی زوجہ کو اور ایک کہتا ہے کہ زوج نے اپنی عین منکوحہ زید کی بیٹی کو مثلا طلاق دی اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ وہ مطلقہ بعینها نہیں میں مقرر جانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ جو عورت کہ زوج کی تھی زید کی بیٹی کے سوا اوسکو اوس نے طلاق دی اور اوسکو یعنی زید کی بیٹی کو تو اوس نے اپنے گھر سے نکال دیا قبل اس تطلیق کے یعنی جسمیں ایک شاہد تعیین کرتا ہے کذا فی الطحطاوی فخر الدین نے لکھا جب کہ دونوں کی طلاق پر گواہی دی مگر یہ کہ ایک شاہد نے عورت مطلقہ کی تعیین کی اور اوسکا نام مذکور کیا اور دوسرے شاہد نے اوس عورت کو جو اوسکی نکاح میں تھی علی التعیین ذکر نہ کیا اور حالانکہ زوج کے نکاح میں نہیں سوا ایک عورت کے تو شہادت صحیح ہو گی یعنی اسواسطے کہ صاف معلوم ہو گیا کہ مطلقہ زید ہی کی بیٹی ہے اور یہ مسئلہ جواہر الفتاوی میں ہے ۵ ومنها ادعى ملك داره فشهد له احدهما انها له وقال ملكه وشهد الآخر انها كانت ملكه تقبل منية المفتی اھ ۵ ازانجملہ یہ کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی ملک کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے گواہی دی کہ وہ گھر اوسیکا ہے یا یون بولا کہ اوسکا مملوک ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ گھر اوسکا مملوک تھا تو مقبول ہے کذا فی المنية المفتی م جب زمان گذشتہ میں اوسکا مملوک ٹھہرا تو اصل یہ ہے کہ بطور سابق اوسیکا مملوک رہیگا اوسوقت تک کہ ناقل شرعی اوسکو نقل کرے ۶ ومنها ادعى الفين او الفا وخمسمائة فشهد احدهما بالالف والآخر بالف وخمسمائة قضى له بالالف اجماعا منية اھ ۶ ازانجملہ یہ کہ دعوی کیا دو ہزار کا یا ایک ہزار اور پانسو کا تو ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ایک ہزار اور پانسو کی گواہی دی تو ہزار کا حکم بالاجماع ہو گا کذا فی منية المفتی اسواسطے کہ ہر شاہد نے ہزار کا لفظ صراحة ذکر کیا بخلاف ایکہزار اور دوہزار کے گواہی کے اسواسطے کہ ہزار دوہزار میں تضمنا داخل ہیں نہ صراحة اور معلوم ہو چکا کہ مفتی بہ صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی ۷ ومنها لو شهدا ان له على هذا الرجل الف درهم وشهد احدهما انه قد قضاه المطلوب منها خمسمائة والطالب ينكر ذلك فانه شهادتهما على الالف مقبولة ولوالجية اھ ۷ ازانجملہ یہ کہ دو شاہدون نے بالاتفاق اسکی گواہی دی کہ مدعی کے اس مرد پر ہزار درم ہیں اور ایک نے یہ گواہی دی کہ دراہم مطلوبہ میں سے مدعا علیہ نے پانسو درم ادا کئے ہیں اور طالب اسکا منکر ہے تو اس گواہ کی گواہی ہزار پر مقبول ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی مدعا علیہ کو چاہیئے کہ دوسرا گواہ پانسو کے ادا کرنے پر قائم کرے ۸ ومنها ادعى جارية في يد رجل وجاء بشاهدين فشهد احدهما انها جاريته غصبها منه وشهد الآخر انها جاريته ولم يقل غصبها منه قبلت الشهادة مجمع الفتاوی اھ ۸ ازانجملہ یہ کہ مدعی نے دعوی کیا ایک لونڈی کا ایک مرد کے ہاتھ میں اور مدعی دو شاہد لایا سوا ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ لونڈی مدعی کی لونڈی ہے مدعا علیہ نے اوس سے غصب کر لی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکی لونڈی ہے اور یہ نہ کہا کہ اوس نے اوس شخص سے غصب کر لی ہے تو شہادت مقبول ہے کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ مطلق کاہی مقید کے ساتھ مجتمع ہو جاتا ہے ۹ ومنها شهدا بسرقة بقرة واختلفا في لونها تقبل عند ابي حنيفة

جامع الفصولین اور از انجملہ یہ کہ شاہدوں نے گائے کی چوری کی بالاتفاق گواہی دی اور اختلاف کیا اوسکے رنگ میں تو یہ گواہی امام کے نزدیک مقبول ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی جامع الفصولین ومنہا شہد احدہما بکفالۃ والآخر بحوالۃ تقبل فی الکفالۃ لانہا اقل جامع الفصولین اور از انجملہ یہ کہ ایک نے کفالت کی گواہی دی اور دوسرے نے حوالہ دَین کی تو کفالت میں گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ ضامنی نسبت بحوالہ کمتر ہے کذا فی جامع الفصولین ھ یہ صورت ستائیسویں صورت کے ساتھ مکرر ہے ومنہا شہد احدہما انہ وکلہ بطلاقہا وحدہا وشہد الآخر انہ وکلہ بطلاقہا وطلاق فلانۃ الاخری فہو وکیل فی طلاق التی اتفقا علیہا وھی فیہ ایضاً اور از انجملہ یہ کہ ایک نے گواہی دی کہ مثلاً زید کو زوج نے فقط فلانی زوجہ کی طلاق کا وکیل کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکی طلاق کا اور دوسری فلانی عورت کی بھی طلاق کا وکیل کیا ہے تو زید اوسی عورت کی طلاق میں وکیل ہوگا جس عورت پر دونوں شاہد متفق ہوئے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین میں ہے ومنہا شہدا بوکالۃ وزاد احدہما انہ عزلہ تقبل فی الوکالۃ لا فی العزل وھی فیہ ایضاً اور از انجملہ یہ کہ دو شاہدوں نے وکالت کی گواہی دی اور ایک گواہ نے اتنا زیادہ کہا کہ وکیل مذکور کو معزول کیا وکالت سے تو شہادت وکالت میں مقبول ہوگی نہ معزول کرنے میں اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین سے ہے ومنہا ادعت ارضاً شہد احدہما انہا ملکہا لان زوجہا دفعہا الیہا عوضاً عن الاستیمان وشہد الآخر انہا تملکہا لان زوجہا اقر انہا ملکہا تقبل لان کل بائع مقر بالملک لمشتریہ فکانہما شہدا انہ ملکہا اور از انجملہ یہ کہ عورت نے ایک زمین کا دعویٰ کیا ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ زمین اوس عورت کی مملوک ہے اسواسطے کہ اوسکے زوج نے وہ زمین اوسکو عوض مہر کے دی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوس زمین کی عورت ہی مالک ہے اسواسطے کہ اوسکے زوج نے اقرار کیا کہ زمین عورت کی مملوک ہے تو گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ ہر بائع اپنے مشتری کی ملک کا مقر ہے تو گویا دونوں شاہدوں نے بالاتفاق گواہی دی کہ زوج نے عورت کو زمین کا مالک کیا ہے ھ جب زوج نے زمین عوض مہر کی دی تو زوج بائع ٹھہرا اور استیمان عبارۃ ہے مہر سے کذا فی الظہیریۃ وقیل ترد لانہ لما شہد احدہما انہ دفعہا الیہا عوضاً شہد بالعقد وشہد الآخر باقرارہ بالملک وقد اختلف المشہود بہ اما لو شہد احدہما ان زوجہا دفعہا عوضاً والآخر باقرارہ انہ دفعہا عوضاً تقبل لاتفاقہما کما لو شہد احدہما بالبیع والآخر باقرارہ وھو فی جامع الفصولین انتہی کلام الشیخ صالح ابن الشیخ محمد بن عبد اللہ الغزی اور قول ضعیف میں شہادت مذکورہ مردود ہے اسواسطے کہ جب ایک گواہ نے اسکی گواہی دی کہ زوج نے زمین کو عوض مہر کے دیا اور عقد معاوضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے زوج کے اقرار بالملک کی گواہی دی تو مشہود بہ مختلف ہو گیا یعنی اس جہت سے کہ شاہد اول نے اقرار بالملک کی گواہی دی اور اگر ایک شاہد یوں گواہی دیتا کہ اوسکے زوج نے زمین عوض مہر کے دی اور دوسرا زوج کے اقرار پر یوں گواہی دیتا کہ اوس نے زمین عوض دی تو مقبول ہوتی بسبب متفق ہونے دونوں شاہد کے چنانچہ ایک شاہد اگر گواہی دے بیع کی اور دوسرا گواہ بائع کے اقرار بیع پر گواہی دے تو مقبول ہے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین میں ہے تمام ہوا کلام شیخ صالح بن شیخ محمد بن عبد اللہ غزی کا فی الاشباہ السکوت کالنطق الا فی مسائل عد منہا سبعۃ وثلثین اشباہ میں ہے کہ سکوت نطق کی مانند ہے مگر چند مسائل میں شمار کیا ہے مسائل مذکورہ میں سے سینتیس ۳۷ ھ اولیٰ یہ تھا کہ شارح یوں کہتا السکوت لیس کالنطق الا فی کذا چنانچہ اسیطرح ہے بعض نسخ در المختار میں اور یہ نقل بالمعنی ہے اسواسطے کہ اشباہ کی عبارت یوں ہے القاعدۃ الثانیۃ عشر لا ینسب الی ساکت قول ثم قال وخرج عن ہذہ القاعدۃ مسائل کثیرۃ یکون السکوت فیہا کالنطق کذا فی الشامی اور مترجم نے ۳۷ مسائل کو کتاب الکلام کے باب الاولیا میں مفصل ذکر کیا ہے قلت وزاد فی تنویر البصائر مسئلتین میں کہتا ہوں اور تنویر البصائر میں دو مسئلے اور زیادہ کئے ہیں الاولی مسئلۃ السکوت فی الاجارۃ قبول ورضی کقولہ لساکن دارہ اسکن بکذا والا فانتقل فسکت لزمہ المسمی وذکرہ المولف فی الاجارۃ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ سکوت کرنا اجارہ میں قبول اور رضامندی ہے چنانچہ صاحبِ خانہ کا یوں کہنا اپنے گھر کے رہنے والے سے کہ سکونت کر بعوض اتنے کے ورنہ چلا جا اور یہ مستاجر چپ رہا تو اوسکو معین کرایہ دینا لازم ہوگا اور مولف اشباہ نے اسکو کتاب الاجارہ میں ذکر کیا ہے الثانیۃ سکوت المودع قبول دلالۃ قال المولف فی بحرہ سکوتہ عند وضعہ بین یدیہ قبول دلالۃ انتہی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ساکت رہنا امانت رکھنے والے کا قبول ہے بدلالت حال مولف اشباہ

منکر ہے الکیس مسئلوں میں ہم ذکر شرح میں بیان کیا ہے یعنی بحر الرائق میں قال الشیخ شرف الدین فی حاشیتہ علیہا المسماۃ بتنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر اقول قال فی شرحہ الحاوی علیہ ثم اعلم ان المصنف اقتصر علی عدم الاستحلاف عندہ فی الاشیاء السبعۃ وفی الخانیۃ انہ لا یستحلف فی احد وثلثین خصلۃ بعضہا مختلف فیہ وبعضہا متفق علیہ فذکر سرد الخمصار آیا الستعۃ شیخ شرف الدین نے اپنے حاشیہ میں جسکا نام

بھی جسکا نام تنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر ہے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ مصنف نے اپنی شرح میں جسکا شاہ میں حوالہ کیا ہے یون کہا کہ یہ معلوم کر کہ کنز کے مصنف نے اقتصار کیا عدم استحلاف پر امام کے نزدیک نو چیزون میں اور خانیہ میں ہے کہ منکر سے قسم نہیں لیجاتی اکتیس صورتون میں بعضوں میں مختلف فیہ ہیں اور بعضوں متفق علیہ ہیں پھر اوس نے بطور شمار کے بلا دلیل اختصار کے واسطے نو چیزون کو ذکر کیا ہم اشیاء تسعۃ کو تنویر وغیرہ میں یون ذکر کیا ہے کہ تحلیف نہیں اوس نکاح میں جسکا انکار کیا زوج یا زوجہ نے اور اوس رجعت میں جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا عدت کے بعد اور ایلاء میں جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت کے اور استیلاد کے انکار میں جسکا دعوی لونڈی کرتی ہے اور رقیت اور نسب اور ولاء میں اسطرح پر کہ مثلاً زید شخص مجہول پر دعوی کرے کہ وہ میرا غلام یا بیٹا یا مولی ہے یا بالعکس اور حد اور لعان میں حاصل یہ ہے کہ مسائل مذکورہ میں فتوی تحلیف پر سوا ایسی حد کے کذا فی الطحطاوی وتزویج البنت صغیرۃ او کبیرۃ عندہما یستحلف الاب فی الصغیرۃ اور تحلیف نہیں تزویج بنت میں صغیرہ یا کبیرہ اور صاحبین کے نزدیک باپ سے قسم لیجائیگی صغیرہ میں ھم قولہ فی تزویج البنت عطف علی قولہ فی تزویج المولی امتہ خلافاً لہما اور مولی کے نکاح کر دینے میں اپنی لونڈی کا بخلاف صاحبین کے وفی دعوی الدائن الایصاء فانکرہ لا یحلف اور وارث کے دعوی میں وصیت کر دینیکا پھر مدعا علیہ نے اوس کا انکار کیا تو قسم لیجائیگی ھم وارث نے یہ دعوی کیا کہ میت نے مدعا علیہ کو اوس کے دین کی وصیت کی ہے اور چاہتا ہے کہ اپنا دین مدعا علیہ سے لے اور وہ وصیت کا منکر ہے تو اوس سے قسم نہیں وفی دعوی الدین علی الوصی اور دین کے دعوی میں وصی پر ھم یہان وصیت متفق ہے لیکن دین کا انکار بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان اصل وصیت کا انکار ہے وفی الدعوی علی الوکیل فی المسئلتین کالوصی وکیل پر دعوی کرنے میں دونو صورتون میں وصی کی مانند ہے ھم اسمین دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ مدعی نے دعوی کیا کہ مدعا علیہ فلانے کام کا وکیل ہے اور وہ اصل وکالت کا منکر ہے دوسرا مسئلہ یہ کہ وکالت متفق ہے لیکن مدعی کے دعوی کا منکر ہے کما فی المسئلتین المذکورتین وفیما اذا کان فی ید رجل شیء فادعاہ رجلان کل الشراء منہ فاقر بہ لاحدہما وانکر الآخر لا یحلف اور اوس صورت میں جب کہ کسی کے ہاتھ میں ایک چیز ہے سو اوسکا دو شخصون نے دعوی کیا ہر شخص اوس چیز کے خریدنیکا مدعا علیہ سے دعوی کرتا ہے سو اوس نے ایک شخص کے خریدنیکا اقرار کیا اور دوسرے کے خریدنیکا انکار کیا تو دوسرا شخص اوس سے قسم نہیں لیگا وکذا لو انکرہما فحلف لاحدہما فنکل وقضی علیہ لا یحلف للآخر اور ایسا ہی اگر مدعا علیہ نے دونو کی خرید کا انکار کیا سو ایک مدعی کیواسطے اوس سے قسم لی گئی سو اوس نے قسم نکہائی اور اوس پر حاکم کا حکم ہو گیا چیز دینے کا تو دوسرے مدعی کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی الہبۃ مع التسلیم من ذی الید فاقر لاحدہما لا یحلف للآخر اور نیز اوس صورت میں جب کہ دو شخصون نے دعوی کیا ہبہ مع التسلیم کا قابض سے سو اوس نے ایک کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجاویگی وفیما اذا ادعی کل منہما انہ رہنہ وقبضہ فاقر بہ لاحدہما اور اوس صورت میں جب کہ دو شخصون میں سے ایک نے دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے اوس چیز کو رہن کیا ہے اور رہن کے واسطے اوس پر قبضہ کیا ہے سو اوس نے ایک مدعی کے رہن اور قبض کا اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی او حلف لاحدہما فنکل لا یحلف للآخر دعوی رہن مع القبض میں ایک مدعی کیواسطے قسم طلب ہوئی سو مدعا علیہ نے قسم نکہائی تو دوسرے کیواسطے قسم لیجائیگی وفیما اذا ادعی احدہما الرہن والتسلیم والآخر الشراء فاقر بالرہن وانکر البیع لا یحلف للمشتری اور اوس صورت میں جب کہ ایک مدعی نے رہن اور تسلیم کا دعوی کیا اور دوسرے نے خریدنیکا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے رہن کا اقرار کیا اور بیع کا انکار کیا تو مشتری کیواسطے قسم نہ لیجائیگی ولو ادعی احد ہذین الاجارۃ والآخر الشراء فاقر بہا وانکرہ لا یحلف لمدعیہ ویقال لمدعیہ ان شئت فانتظر انقضاء المدۃ او فک الرہن وان شئت فافسخ اور ایک مدعی نے اگر اجارہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا سو مدعا علیہ نے اجارہ کا اقرار کیا اور خرید کا منکر ہوا تو خرید کے مدعی کیواسطے قسم نہ لیجائیگی اور اوسکے مدعی سے کہا جائیگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو انقضاء مدت اجارہ کی یا رہن خلاص ہونیکا انتظار کر اور اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کر ڈال ھم خرید کے مدعی سے انتظار کیواسطے اوسوقت کہا جائیگا جب کہ اوس نے خرید کو ثابت کیا ہو انقضاء اجارہ ایسئلہ سے متعلق ہے اور فک رہن مسئلہ سابقہ سے عبارت میں لف ونشر غیر مرتب ہے وفیما اذا ادعی احدہما الصدقۃ

والقبض ولآخر الشراء له فاقر لاحدهما لا یحلف اور اس صورت مین جب ایک مدعی نے کسی چیز کے صدقہ اور قبض کرنیکا دعوی کیا اور دوسرے نے اوسی چیز کی خرید
کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے ایک دعوے کا خواہ صدقہ خواہ خرید کا اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی کل منهما الاجارة فاقر لاحدهما اور اس
صورت مین جب کہ دو شخصون مین سے ایک نے اجارہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی او نکل لا یحلف بخلاف ما لو ادعی
کل منهما انه دفع الیه للغصب منه فاقر لاحدهما او حلف لاحدهما فنکل یحلف للثانی کما لو ادعی کل منهما الابداع فاقر به لاحدهما یحلف للثانی
وکذا الاعارة ویحلف بالله ما له علیک کذا ولا قیمته وهی کذا وکذا یا اجارہ کے دعوی مین ایک مدعی کیواسطے قسم طلب کی اور اوسنے قسم کھائی تو دوسرے کیواسطے
قسم طلب نہو گی بخلاف اسکے وہ صورت ہو کہ اگر ہر ایک نے تابعض پر غصب کا دعوی کیا سو اوس نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا یا ایک مدعی کیواسطے اوس سے قسم طلب کی تو اوس نے
قسم نکھائی تو دوسرے مدعی سے قسم لیجائیگی چنانچہ اگر ہر ایک مدعی سے امانت رکھنے کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے اوس سے قسم
لیجائیگی اور یہی حکم ہے عاریت دینے کا اور قسم یون لیجائیگی کہ مدعی کی تجھ پر فلانی چیز نہین ہے اور نہ اوسکی قیمت ہے اور قیمت تو اتنی اتنی ہے ھ قیمت کی قسم اسواسطے لیجائیگی
کہ جب مدعا علیہ نے متنازع فیہ کا ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کے حق کو اوس نے فوت کیا لہذا اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسیطرح کی قسم غصب مین تو ظاہر ہے نہ
ودیعت اور استعارہ مین ہان مگر انکار سے مودع اور مستعیر بھی در حکم غاصب کے ہے وفیما اذا ادعی البائع رضی الموکل بالعیب لا یحلف الوکیل اور اوس صورت
مین جب کہ بائع نے دعوی کیا کہ موکل مبیع کے عیب سے راضی ہو گیا ہے اور وکیل اوسکا منکر ہے تو وکیل سے قسم نہ لیجائیگی یعنی اسواسطے کہ رضامندی موکل کی جہت سے ہے تو مشکل
غیر کے نکول کی کیونکر قسم طلب ہو وفیما اذا انکر توکیله له فی النکاح اور اوس صورت مین جب کہ مدعا علیہ انکار کرے کہ مین نے مدعی کو نکاح مین وکیل نہین کیا وفیما اذا
اختلف الصانع والمستصنع فی المامور به لا یمین علی واحد منهما اور اس صورت مین جب کہ کاریگر اور کام بنوانے والا کام مین مختلف ہون یعنی صانع کہتا ہو کہ
تو نے فلانے کام کی فرمایش کی اور مستصنع کہتا ہو کہ نہین بلکہ دوسرے کام کی فرمایش کی تھی تو دونون مین سے کسی پر قسم نہین ھ یہہ دو صورتین ہین ایک یہہ کہ در صورت اختلاف
فی المامور بہ صانع پر قسم نہین اور دوسری صورت یہہ کہ مستصنع پر قسم نہین وکذا لو ادعی الصانع علی رجل انه استصنعه فی کذا فانکر لا یحلف اور اسیطرح
اگر صانع نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ اوس نے مجھ سے فلانا کام بنوایا اور وہ مرد منکر ہے تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی ھ باب السلم کے آخر مین معلوم ہوگا کہ اگر صانع اور مستصنع
عمل مین متفق علیہ ہون تو مستصنع کو اختیار ہے چاہے اوسکو لے اور چاہے نہ لے تو صورت اختلاف یا انکار بطریق اولی اوسکو اختیار ہوگا پھر قسم کی کیا وجہ ہے الحادیة
والثلاثون لو ادعی انه وکیل الغائب بقبض دینه وبالخصومة فانکر لا یحلف المدیون علی قوله خلافا لهما هکذا ذکر بعضهم وقال الحلوانی
یستحلف فی قولهم جمیعا انتهی اکتیسوان مسئلہ یہہ ہے کہ اگر دعوی کیا ایک شخص نے کہ مین وکیل ہون شخص غائب کا اوسکا دین لینے اور خصومت کیواسطے مدیون نے
اسکا انکار کیا تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے قول پر بخلاف صاحبین کے اسیطرح ذکر کیا ہے بعض فقہا نے اور حلوانی نے کہا کہ امام اور صاحبین سب کے قول مین مدیون سے
قسم لیجائیگی انتہی کلام الخانیة وبه علم ان ما فی الخلاصة تساهل وقصور حیث قال کل موضع لو اقر لزمه اذا انکر یستحلف الا فی ثلث او خانیہ کے
اکتیس مسائل سے معلوم ہو گیا کہ جو خلاصہ مین ہے سو تساہل اور قصور ہے اسواسطے کہ صاحب خلاصہ نے کہا کہ جس موضع مین اگر شخص اقرار کرے تو وہ اقرار اوسکو لازم ہو جاوے تو
جب اوسکا انکار کرے تو اوس سے قسم لیجائیگی مگر مسائل ثلثہ مین باوجود انکار کے قسم نہین ھ قصور یہہ ہے کہ صاحب خلاصہ نے فقط تین ہی صورتون کو مستثنی کیا باوجود کثرت مسائل
مذکورہ کے آگے مسائل ثلثہ کا بیان ہے منها الوکیل بالشراء اذا وجد بالمشتری عیبا فاراد ان یرده بالعیب فاراد البائع ان یحلفه بالله ما یعلم ان
الموکل رضی بالعیب لا یحلف فاذا اقر الوکیل لزمه ذلک وبطل حق الرد پہلا مسئلہ منجملہ مسائل ثلثہ کے یہہ ہے کہ خرید کے وکیل نے مول لی چیز مین عیب پایا سو
ارادہ کیا کہ اوسکو بسبب عیب کے پھیر دے اور بائع نے ارادہ کیا کہ اوس سے قسم لے اللہ کی کہ وہ نہین جانتا ہے کہ اوسکا موکل عیب سے راضی ہو گیا ہے تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی پھر اگر
وکیل رضائے موکل کا اقرار کرے تو اوسکو بیع لازم ہو جائیگی اور پھیرنے کا حق باطل ہو ھ یہہ بعینہ خانیہ کا ۲ مسئلہ ہے الثانیة لو ادعی علی الآمر رضاه لا یحلف
وان اقر لزمه ۲ مسئلہ اگر مدعی اور کیواسطے یہہ دعوی کرے کہ آمر کی رضامندی کا تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر اقرار کرے تو اوسپر لازم ہو جائیگی ھ ضمیر رضاه
کی مامور کیطرف راجع ہے چنانچہ اوسکے موافق ترجمہ ہو چکا اور احتمال ہے کہ آمر کیطرف راجع ہو تو مطلب یہہ ہوگا کہ مدعی رضائے آمر کا دعوی کرے اور ایک نسخہ مین یون ہے کہ

لو اتہم الآمر رضاہ یعنی اگر آمر رضا مامور کا دعوی کرے یعنی مامور عیب سے راضی ہو گیا غرض اوسکی یہہ کہ امور پر الزام آوے کذا فی الطحطاوی الثالثۃ الوکیل بقبض
الدَّینِ اذا ادعی المدیون ان الموکل ابرأہ عن الدَّینِ وطلب یمینَ الوکیلِ علی العلمِ لا یحلف ولو اقرّ لزمہ انتھی ۳ قبض دین کے وکیل پر مدیون نے
دعوی کیا کہ موکل نے اوسکو دین چھوڑ دیا اور اوس نے وکیل سے قسم طلب کی تو اوس سے قسم نہ لیجاویگی اور اگر وکیل اقرار کرے ابراء دین کا تو اوسکو اقرار لازم ہو ا ہ شیخ
انی الخلاصۃ م اقرار لازم ہو یعنی وکیل کو مقتضاے اقرار یعنی ترک مخاصمت مدیون کیساتھ لازم آویگا اور یہہ مطلب نہیں کہ اوسکے موکل پر وکیل کا اقرار لازم آوے ی
وقف علی المولی والثلثین السابعۃ البائع اذا انکر قیام العیب للحال لا یحلف عند الامام ولو اقرّ بہ لزمہ کما مر فی خیار العیب صاحب بحر الرائق
نے کہا اور اکتیس مسائل سابقہ پر بیس مسائل بڑھائے ہیں اوّل یہہ کہ بائع جب قیام عیب فی الحال کا انکار کرے تو اوس سے قسم نہ لیجاویگی امام کے نزدیک اور اگر وہ اقرار کرے عیب کا تو اوسکو
لازم ہو چنانچہ مذکور ہو چکا خیار العیب مین م صورت اوسکی یہہ ہو کہ مشتری نے دعوی کیا مثلا غلام فراش پر پیشاب کر دیتا ہے اور بائع اسکا منکر ہے تو اوسپر قسم آویگی
والشاھد اذا انکر رجوعہ لا یستحلف ولو اقرّ بہ ضمن ما تلف بہا او شاہد جب کہ رجوع من الشہادۃ کا انکار کرے تو قسم نہ لیجاویگی اور اگر رجوع کا اقرار
کرے تو ضامن ہوگا اوس مال کا جو اوسکی گواہی سے تلف ہو گیا والسارق اذا انکرھا لا یستحلف للقطع ولو اقرّ بہا قطع وذکر الاسبیجابی ولا یحلف الاب
فی مالِ الصبی ولا الوصی فی مالِ الیتیمِ ولا المتولی للمسجدِ والاوقافِ الا اذا ادّعی علیہم العقد فیحلفون حینئذ انتھی ۴ اور جب چوری کا انکار
کرے تو قطع ید کیواسطے در صورت نکول اوس سے قسم لیجاویگی یعنی لیکن مال کیواسطے البتہ قسم لیجاویگی کذا فی الطحطاوی اور اگر چوری کا اقرار کریگا تو ہاتھ قطع کیا جاویگا اور اسبیجابی نے ذکر کیا قسم نہیں لیجاتی باپ سے بعض
کے مال میں اور نہ وصی سے یتیم کے مال میں اور نہ مسجد اور اوقاف کے متولی سے یعنی در صورت دعوی خیانت باپ اور وصی اور متولی پر قسم نہیں مگر جب کہ ان پر عقد کا
دعوی ہو تو ایسا ون سے قسم لیجاویگی انتھی کلام البحر م یعنی اگر باپ یا وصی یا متولی پر اراضی صغیر یا یتیم یا وقف کے عقد اجارہ کا کوئی دعوی کرے اور وہ منکر ہو تو اوس سے
قسم لیجاویگی قلت وزدت علیہا ذکرہ مسائل شرف الدین حاشیہ تنویر البصار کے مصنف کہا میں کہتا ہوں اور میں نے چند مسائل زیادہ کئے صاحب بحر الرائق کے
ذکر کردہ مسائل پر الاول لو ادعی رجل شیئاً واراد استحلافہ فقال المدعا علیہ ہو لابنی الصغیر فلا یحلف وفی فتاوی الفضلی علیہ الیمین فی قولہم جمیعاً
فاذا استحلف فنکل وللمدعی ارض یقضی بالارض للمدعی ثم ینتظر بلوغ الصبی ان صدق المدعی کان کما قال وان کذبہ ضمن الوالد قیمۃ
الارض وتوخذ الارض من المدعی وتدفع للصبی وھذا بمنزلۃ ما لو اقرّ لغائب لم یظہر حکمہ ولا تصدیقہ لا تسقط عنہ الیمین فکذا ہنا
قلت وعلی الاول رجوعہ ہذہ الی قول المصنف ولا یستحلف الاب فی مال الصبی لانہ لما اقرّ بہا للصبی ظہر انہا من مالہ وفیہ تأمل پہلا مسئلہ تنویر البصار
کا یہہ ہو کہ اگر دعوی کیا ایک مرد نے کسی چیز کا اور مدعا علیہ سے قسم لینا چاہا تو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ چیز میرے صغیر بیٹے کی ہے تو قسم نہ لیجاویگی اور فتاوی فضلی میں ہے کہ اوس پر قسم ہے
سبکے قول میں پھر جب اوس سے قسم طلب ہوئی سو اوس نے قسم کہائی اور جسکا دعوی ہے وہ زمین ہے تو زمین مدعی کو دلائی جاویگی پھر صغیر کے بالغ ہونیکا انتظار کیا جاویگا
اگر بعد بالغ ہونیکے صغیر نے مدعی کی تصدیق کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوس نے کہا اور اگر اوس نے مدعی کی تکذیب کی تو صغیر کا والد زمین کی قیمت کا ضامن ہوگا مدعی کو
کذا فی الحلبی اور زمین مدعی سے لیکر صغیر کو دیجاویگی اور یہہ مسئلہ بمنزلہ اوسکے ہے کہ اگر مدعا علیہ نے اوس شخص غائب کیواسطے اقرار کیا جسکی تصدیق اور تکذیب ظاہر نہیں
تو مدعا علیہ سے قسم ساقط نہوگی تو اسیطرح بیان اقرار صغیر میں بھی ساقط نہوگی شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور قول اول کے بموجب یعنی در صورت عدم یمین رجوع
اس مسئلہ کا مصنف بحر الرائق کے اوس قول کیطرف ہوگا کہ باپ پر صغیر کے مال میں قسم نہیں ہے اسلئے کہ جب باپ نے صغیر کیواسطے اقرار کیا تو ظاہر ہو گیا کہ متنازعہ فیہ صغیر کے
مال سے ہے اور اوس میں تأمل ہے م طحطاوی نے کہا شاید وجہ تأمل کی یہہ ہے کہ صاحب بحر کا کلام اوس صورت میں ہے جب تحقق ہو جاوے کہ وہ صغیر ہی کا مال ہے اور یہان صغیر کا
مال ہونا ثابت نہیں مگر باپ کے اقرار سے اور یہہ بھی ممکن ہے کہ شاید مدعا علیہ نے ابطال دعوی مدعی کا حیلہ کیا ہو الثانیۃ لو اشتری دار الخصم الشفیع فانکر المشتری
الشراء قال فی النوازل ولو ان رجلا اشتری دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء او اقرّ ان الدار لابنہ الصغیر ولا بینۃ فلا یمین علی
المشتری لانہ قد لزمہ الاقرار لابنہ فلا یجوز الاقرار لغیرہ بعد ذلک ۳ اگر خرید کیا ایک گھر کو سو شفیع حاضر ہوا تو مشتری نے خرید کا انکار کیا یا یہہ اقرار
کیا کہ گھر اوسکے صغیر بیٹے کا ہے اور شفیع کے پاس گواہ نہیں خرید پر تو مشتری پر قسم نہیں اسواسطے کہ اوسکو اپنے بیٹے کا اقرار لازم ہو گیا تو جائز نہیں غیر ولد کیواسطے اقرار کرنا

بعد ہے کہ غیر ولد یا بیع مراد ہے یعنی اگر قسم مشتری پر لازم ہوا اور شاید وہ قسم سے انکار کرے تو وہ گھر شفیع کو دیا جائیگا اور صغیر کی ملک سے نکل جائیگا الثالثۃ لو کان فی ید رجل
غلام او جاریۃ او ثوب ادعاہ رجلان فقدماہ الی القاضی فاقر بہ لاحدہما ثم اراد الآخر تحلیفہ فان ادعی ملکا مرسلا او شراء من جہتہ لم یکن لہ
ان یحلفہ فان ادعی علیہ الغصب فلہ تحلیفہ لانہ لو اقر بالغصب یجب علیہ الضمان کذا فی النوازل ۳ اگر ایک شخص کے پاس غلام یا باندی یا کپڑا ہے جسکا
دو مردوں نے دعوی کیا سو دونوں مدعا علیہ کو قاضی کے پاس لیگئے سو اوس نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا پھر دوسرے نے اوسکی قسم لینے کا ارادہ کیا تو اگر اوس نے ملک مرسل یا اوسکی
خرید کرنیکا مدعا علیہ سے دعوی کیا تو اوسکو قسم لینا جائز نہیں اور اگر اوس پر غصب کا دعوی کیا تو اوسکو قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ غصب کا اقرار کریگا
تو اوس پر ضمان واجب ہوگا کذا فی النوازل م اگر مدعی ثانی خرید کا اقرار کریگا تو اوس پر ضمان واجب نہوگا اسواسطے کہ وہ چیز اوسکے ہاتھ سے نکل گئی دوسرے مشتری کو
ملی اور اوسکا اقرار دوسرے پر حجت نہیں غایۃ الامر یہ ہے کہ دوسرا مقر لہ قیمت پھیر لیگا اگر قیمت دینا ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ملک مرسل یہ کہ وجہ ملک اوس میں
بیان نہو یعنی بجہت خرید یا ہبہ یا وراثت کے مالک ہوا اور یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے ستائیسوین مسئلہ سے فقط ملک مرسل کی قید نہیں زیادہ ہے الرابعۃ لو اشتری الاب
لابنہ الصغیر دارا ثم اختلف مع الشفیع فی مقدار الثمن فالقول للاب بلا یمین کذا فی کثیر من کتب المذہب ۴ اگر خرید کیا باپ نے اپنے صغیر بیٹے کیواسطے
ایک گھر پھر اختلاف ہوا شفیع کے ساتھ مقدار قیمت مین تو باپ ہی کا قول معتبر ہے بلا قسم کے چنانچہ اکثر کتب اہل مذہب مین ہے یعنی قسم اسواسطے نہیں کہ باپ پر صغیر کے
مال مین قسم نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا الخامسۃ لو ادعی السارق انہ استہلک المسروق وقال المسروق منہ انہ قائم عندہ فالقول للسارق ولا یمین علیہ
۵ اگر سارق نے دعوی استہلاک مسروق کا کیا اور مسروق کا مالک مدعی ہے کہ وہ مال قائم ہے سارق کے پاس تو سارق ہی کا قول معتبر ہوگا اور اوس پر قسم نہین م یہ مسئلہ مفروض ہے
سارق کے قطع ید کے بعد بقرینہ عبارت نوازل قال ابو اللیث فی النوازل وسئل ابو القاسم عن السارق اذا استہلک المسروق بعد ما قطعت یدہ ہل
یضمن قال لا ویستوی حکمہ فیما استہلکہ قبل القطع وبعد القطع قیل لہ فان قال السارق قد ہلک وقال صاحب المال لم تستہلکہ وہو عندک
قائم ہل یحلف قال یجب ان یکون القول قول السارق ولا یمین علیہ فقیہ ابو اللیث نے نوازل مین کہا کہ ابو القاسم سے سوال ہوا سارق کا جسنے مال مسروق
کو مستہلک کیا اپنے قطع ید کے بعد کیا اوس پر ضمان لازم ہوگا جواب دیا کہ ضمان نہیں اور سارق کا حکم یکسان ہے استہلاک مال مین قبل قطع ید اور بعد قطع ید کے پھر اون سے
سوال ہوا کہ اگر سارق کہے کہ مال ہلاک ہوا اور مالک مال کہے کہ تو نے اوسکو مستہلک نہیں کیا اور وہ تیرے پاس موجود ہے کیا سارق سے قسم لیجائیگی کہا ابو القاسم نے واجب ہے
کہ سارق ہی کا قول معتبر ہو بدون قسم کے م طحطاوی نے کہا یہاں ہلاک مال اور استہلاک کا حکم یکسان ہے السادسۃ اذا وہب الرجل شیئا واراد الرجوع فادعی
الموہوب لہ ہلاک الموہوب فالقول قولہ ولا یمین علیہ کذا فی الخانیۃ وغیرہا ۶ جب ایک مرد نے کوئی چیز ہبہ کی اور ارادہ کیا پھیر لینے کا سو موہوب لہ نے
موہوبہ کی ہلاکی کا دعوی کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہوگا اور اوس پر قسم نہیں کذا فی الخانیہ وغیرہا السابعۃ ادعی علیہ انک وصی فلان المیت فانکرہ لا یحلف ۷
مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانے میت کا وصی ہے سو اوس نے انکار کیا تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی م یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے بارہوین مسئلہ کے ساتھ الثامنۃ ادعی
علیہ انک وکیل فلان فانکر انہ وکیل فلان لا یحلف وہما فی البزازیۃ ۸ مدعا علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانے کا وکیل ہے سو اوس نے انکار کیا کہ مین فلانے کا وکیل نہیں
تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی اور یہ دونو مسئلے بزازیہ مین ہیں م یہ مسئلہ بھی خانیہ کے چودہوین مسئلہ کے ساتھ مکرر ہے التاسعۃ قال الواہب شرطت لی العوض وقال الموہوب لہ لم تشترط
فالقول لہ بلا یمین ۹ واہب نے کہا کہ مین نے ہبہ بشرط عوض کے کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ تو نے عوض شرط نہیں کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہے بلا قسم اسواسطے کہ اصل ہبہ
ہے کہ بلا عوض ہو العاشرۃ اشتری العبد شیئا فقال البائع انت محجور فقال العبد انا ماذون فالقول لہ بلا یمان ۱۰ غلام نے کوئی چیز خریدی
سو بائع نے غلام سے کہا کہ تو محجور ہے یعنی مولی نے تجکو تجارت کی اجازت نہیں دی سو غلام نے کہا مین ماذون فی التجارۃ ہوں تو غلام ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم
الحادیۃ عشرۃ اذا اشتری عبد من عبد فقال احدہما انا محجور وقال الآخر انا وانت ماذون لنا فالقول لہ بلا یمان ۱۱ جب کہ ایک غلام نے
دوسرے غلام سے کوئی چیز خریدی سو ایک غلام نے کہا کہ مین محجور ہوں اور دوسرے غلام نے کہا کہ ہم دونو ماذون فی التجارۃ ہیں تو قول معتبر اوسکا ہے جو ماذون ہونیکا مدعی ہے
بلا یمین اسواسطے کہ صحت بیع قرینہ ہے اذن کا الثانیۃ عشرۃ باع القاضی مال الیتیم فرد المشتری علیہ بعیب فقال ابرأتنی منہ فالقول لہ

بلا یمین وکذا لو ادعی رجل قبلہ اجارۃ ارض الیتیم واراد تحلیفہ لم یحلفہ لان قولہ علی وجہ الحکم وکذا فی کل شیء یدعی علیہ ۲؎ قاضی نے یتیم کا
مال بیچا سو مشتری نے قاضی کو بہیر مال مبیع کے سو قاضی نے کہا کہ تو نے مجھکو اوس سے بری الذمہ کر دیا ہے تو قول معتبر قاضی کا قول ہوگا اور اسیطرح اگر ایک دعے اجارہ زمین یتیم کا
دعویٰ کیا قبل بیچ قاضی کے اور اوس نے تحلیف قاضی کا ارادہ کیا تو قاضی سے قسم نہ لیجاوے گی اسواسطے کہ قاضی کا قول حکم ہے یعنی حاکم پر قسم نہیں اور یہی حکم ہر چیز کے
دعویٰ کا قاضی پر الثالثۃ عشرۃ لو طالب ابو الزوجۃ زوجہا بالمہر فلہ ذلک لو صغیرۃ او کبیرۃ بکرا ولو اختلف الاب والزوج فی بکارتہا ولا بینۃ
للزوج والتمس من القاضی تحلیفہ علی العلم بذلک عن ابی یوسف انہ یحلف وذکر الخصاف انہ لا یحلف کالوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون
ان صاحب الدین ابرأہ وانکر الوکیل لا یحلف الوکیل وکذلک ہہنا کذا فی الظہیریۃ ۳؎ اگر زوجہ کے باپ نے اوسکے زوج سے مہر کا تقاضا کیا تو اوسکو جائز ہے اگر زوجہ
صغیرہ یا کبیرہ باکرہ ہو اور اگر باپ اور زوج نے اوسکی بکارت میں اختلاف کیا اور گواہ نہوں زوج کے عدم بکارت پر اور زوج نے التماس کیا قاضی سے باپ کو قسم دینے کی اوسکے
عدم علمی پر ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اوس سے قسم لیجاوے اور خصاف نے ذکر کیا کہ اوس سے قسم نہ لیجاوے جیسا کہ قبض دین کے وکیل سے مدیون یوں دعویٰ کرے کہ صاحب
دین نے اوسکو دین معاف کر دیا ہے اور وکیل اسکا منکر ہو تو اوس سے قسم نہ لیجاوے گی اسیطرح یہاں بھی قسم نہ لیجاوے گی کذا فی الظہیریۃ الرابعۃ عشرۃ اشتری امۃ فادعی
ان لہا زوجا فقال البائع لہا زوج عبدی فطلقہا قبل المبیع او مات فالقول لہ بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم ہذا آخر من خواص ہذا
الکتاب کذا فی حاشیۃ الاشباہ للشرف الغزی ایضا ۴؎ خرید کیا لونڈی کو پھر مشتری نے دعویٰ کیا کہ اس لونڈی کا زوج ہے یعنی اس عیب سے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو بائع
نے کہا کہ اوسکا زوج میرا غلام ہے سو اوسنے اوسکو طلاق دی قبل بیع کے یا وہ مر گیا تو بائع کا قول معتبر ہوگا بلا یمین کذا فی السراجیہ واللہ اعلم اس قسم کی تحریر اس کتاب کے خواص
میں سے ہے اسیطرح مذکور ہے شرف الدین غزی کے حاشیہ اشباہ میں قلت وفی حاشیتہا للشیخ صالح زاد سبعۃ اخر فنقول شارح کتاب ہے میں کتاب ہوں اور شیخ صالح
کے حاشیہ اشباہ میں سات مسئلے اور زیادہ کئے ہیں سو ہم اونکو بیان کرتے ہیں الخامسۃ عشرۃ لو طعن المدعی علیہ فی الشاہد فقال ہو ادعی ہذہ الدار لنفسہ
قبل شہادتہ فانکر فارادوا تحلیفہ لا یحلف مجمع الفتاوی ۵؎ اگر مدعا علیہ نے شاہد میں طعن کیا کہ اوس نے اس گھر کا اپنی ذات کیواسطے دعویٰ کیا تھا قبل اس
شہادت کے سو شاہد نے اسکا انکار کیا تو مدعا علیہ نے اوس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم نہ لیجاوے گی کذا فی مجمع الفتاوی السادسۃ عشرۃ اذا کانت الترکۃ مستغرقۃ
بالدیون جاء رجل باعیانہا فجاء غریم آخر وادعی دینا لنفسہ فالخصم ہو الوارث لکنہ لا یحلف لانہ حینئذ لو اقر لہ لم یقبل فلم یحلف مجمع الفتاوی
۶؎ جبکہ کہ جماعت مدیون کے دین میں مستغرق ہو پھر دوسرا قرضخواہ آوے اور دین کا دعویٰ کرے اپنی ذات کیواسطے تو خصم وارث ہے میت کا لیکن اوس سے قسم نہ لیجاوے گی
اسواسطے کہ اسوقت میں اگر اوسکو دین کا اقرار کریگا تو مقبول نہوگا تو اوس سے قسم بھی نہ لیجاوے گی کذا فی مجمع الفتاوی السابعۃ عشرۃ رجل لہ علی آخر الف درہم فاقر
بہا ثم انکر اقرارہ ہل یحلف باللہ ما اقررت قال الدبوسی نعم وقال الصفار لا وانما یحلف علی نفس الحق مجمع الفتاوی ۷؎ ایک مرد کے دوسرے مرد پر
ہزار درم ہیں سو اوس نے ہزار کا اقرار کیا پھر اپنے اقرار کا منکر ہو گیا کیا اوس سے اللہ کی قسم لیجاوے گی کہ میں نے اقرار نہیں کیا دبوسی نے کہا کہ ہاں قسم لیجاوے گی اور صفار نے کہا کہ
نہیں اور اوس سے تو نفس حق پر یعنی ہزار درم ہونے پر قسم لیجاوے گی کذا فی مجمع الفتاوی الثامنۃ عشرۃ دفع لآخر مالا ثم اختلفا فقال قبضت ودیعۃ وقال الدافع
بل لنفسک لا یحلف المدعی علیہ قال القاضی القول لرب المال لانہ اقر بسبب الضمان وہو قبض مال الغیر مجمع الفتاوی ۸؎ ایک شخص نے دوسرے کو مال دیا
پھر دونوں مختلف ہوئے سو جسنے مال لیا تھا کہا کہ میں نے بطور امانت کے قبضہ کیا تھا اور دینے والے نے کہا بلکہ تو نے اپنی ذات کیواسطے یعنی قرض لیا تھا تو قسم نہ لیجاوے گی مدعا علیہ سے
قاضی نے کہا قول معتبر صاحب مال کا ہے اسواسطے کہ وہ ضمان کا مقر ہے یعنی قبض مال غیر کذا فی مجمع الفتاوی ہم دعویٰ ودیعت سے غرض یہ ہے کہ اوس پر ضمان نہ لازم آوے
اسواسطے کہ بلا تعدی ہلاک ہو جانے ودیعت سے امانت دار پر ضمان نہیں اور قول قاضی بیان ہے حکم مسئلہ یعنی جب مدعا علیہ پر قسم نہوئی تو صاحب مال کا قول معتبر ہوگا کذا
فی الملتقط التاسعۃ عشرۃ رجل قدم رجلا للقاضی وقال ان فلان ابن فلان توفی ولم یترک وارثا غیری ولہ علی ہذا کذا وکذا من المال فانکر
المدعی علیہ دعواہ فقال الابن استحلفہ ما یعلم انی ابنہ وانہ مات لم یحلف بل یبرہن الابن علیہما ثم یحلفہ علی ما یدعی لابیہ من المال وقیل یستحلف
علی العلم الاول قول الامام والثانی قولہما وقال الحلوانی الصحیح قول الثانی انہ یحلف ۹؎ ایک مرد لے آیا ایک مرد کو قاضی کے پاس اور کہا کہ

فلان ابن فلان مرگیا اور اوسنے کوئی وارث نہیں چھوڑا سوا میرے اور اوس میت کا اس قدر مال اوسپر آتا ہے اور اتنا مال ہے سو مدعا علیہ نے اوسکے دعوی کا انکار کیا تو مدعی بیٹے نے کہا قاضی سے کہ اس سے قسم لیجئے اسکی کہ وہ نہیں جانتا کہ مین اوسکا بیٹا ہون اور وہ شخص نہیں مرگیا تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی بلکہ بیٹا اپنی ولدیت اور اوسکی موت گواہی سے ثابت کرے پھر مدعا علیہ سے قسم لے اپنے باپ کے مال کے دعوی پر اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اوس سے قسم لیجائے علم پر یعنی نفی علم ولدیت اور موت پر پہلا قول امام کا ہے اور دوسرا قول صاحبین کا ہے اور حلوانی نے کہا ثانی کا قول یعنی ابویوسف کا قول صحیح ہے کہ اوس سے قسم لیجائے کذا فی الولوالجیہ طحطاوی نے کہا تخصیص ابویوسف اسکی مفید ہے کہ محمد اونکے ساتھ نہین اور حالانکہ پہلی عبارت اسکی مخالف ہے یعنی وہان حلف لینا صاحبین کیطرف منسوب ہے انتہی م اکثر نسخ مین الصحیح قول الثانی باضافت ہے اور اگر قول کا لفظ معرف باللام ہو تو مخالف عبارتین باقی نرہین ابویوسف اور محمد دونون کا قول ظاہر ہا ہے واللہ اعلم ومنها العشرون لو ادعى عليه الف درهم فقال المدعى عليه للقاضي انه قد كان ادعى على هذه الدعوى عند قاضي بلد كذا ثم خرج من دعواه ذلك وابرأني عن هذه الدعوى فحلفه انه لم يبرأني منها فان حلف حلفت له ماله على شيء اختلف فيه والصحيح انه يستحلف على دعواه ولوالجية اه در ازا الجلد ۲ اگر ایک شخص پر دعوی کیا ہزار درم کا سو مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ مدعی نے یہہ دعوی مجھپر فلانے شہر کے قاضی کے پاس کیا تھا پھر مدعی اپنے اس دعوی سے نکل بھاگا تھا سو اوس نے مجھکو بری الذمہ کر دیا تھا اس دعوی سے سو آپ قاضی صاحب اس سے قسم لیجئے کہ اس نے مجھکو اس دعوی سے بری الذمہ نہین کر دیا پھر اگر مدعی یہہ قسم کھا لیگا تو مین یہہ قسم کھا لونگا کہ اوسکا مجھپر کچھ نہین اسمین روایت مختلف ہے اور قول صحیح یہہ ہے کہ اوسکے دعوی پر قسم لیجائیگی کذا فی الولوالجیہ م یعنی مدعی سے قسم لیجائیگی مدعا علیہ کے دعوی برات پر اسطرح کہ مین نے اوسکو اپنے اس دعوی سے بری الذمہ نہین کیا طحطاوی نے کہا کہ مجکو اس عبارت کا یہی مطلب معلوم ہوتا ہے جو مذکور ہوا ومنها لو ان رجلا ادعى على رجل انه خرق ثوبه واحضر الثوب معه للقاضي واراد استحلافه على السبب لا يحلف على السبب اه در ازا الجلد ۲ اگر ایکمرد نے دوسرے مرد پر یہہ دعوی کیا کہ اوسنے اوسکا کپڑا پھاڑا اور وہ اپنے ساتھ کپڑا بھی لایا قاضی کے پاس اور اوس سے قسم لینا چاہا سبب پر تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی سبب پر م یعنی مدعا علیہ سے یون قسم نہ لیجائیگی کہ واللہ مین نے اسکو نہین پھاڑا اسواسطے کہ پھاڑنا کبھی مالک کے اذن سے بھی ہوتا ہے یا کپڑا مدعا علیہ کا تھا اور اوس نے اوسکو اپنی ملک کی حالت مین پھاڑا پھر اوسکو بیچ ڈالا تو استحلاف علی السبب مین حرج ہے بلکہ اس پھاڑنے کے تاوان پر قسم لیجائیگی **فائدة** قلت وبهذه مع ما قبلها صارت اثنين وخمسين مسئلة فليحفظ **فائدہ** مین کہتا ہون اور یہہ زائد مسائل سابقہ کے ساتھ ملکر باون مسئلے ہوئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م حلبی نے کہا باون نہین بلکہ اٹھاون ہوئے ۵۸ ام خانیہ کے اور بحر الرائق کے ۲ اور تنویر البصائر کے ۱۳ اور زواہر الجواہر کے ۷ وقد افاد الامام الحلواني ان الجهالة كما تمنع قبول البينة تمنع الاستحلاف ايضا الا اذا اتهم القاضي وصي اليتيم او قيم الوقف ولم يدع شيئا معلوما فانه يحلف نظرا للوقف واليتيم والله اعلم امام حلوانی نے کہا کہ جہالت دعوی کی جیسے قبول شہادت کی مانع ہے قسم لینے کی بھی مانع ہے مگر جب تہمت کرے قاضی یتیم کے وصی کو خواہ وقف کے متولی کو اور کسی چیز معین کا دعوی نکرے تو اوس سے قسم لیجائیگی بلحاظ وقف اور یتیم کے واللہ اعلم **قوله الاشباه** القاضي اذا قضى في مجتهد فيه نفذ قضاؤه الا في مسائل الخ اي فينقض فيها حكم الحاكم یہہ قول ہے اشباہ کا کہ قاضی جب حکم کرے اوس امر مین جسمین مجتہد مختلف ہوئے ہون تو اوسکا حکم جاری ہو جائیگا مگر چند مسائل مین الی آخرہ یعنی چند مسائل مستثنی مین حاکم کا حکم توڑا جائیگا نافذ نہوگا م حموی نے کہا کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے اور قاضی مقلد کو تو حکم کرنا سوا اپنے مذہب کے قول راجح کے جائز نہین یہانتک کہ اگر غیر مذہب کا حکم کریگا تو اوسکا حکم نافذ نہوگا انتہی یعنی مثلا اگر قاضی حنفی مذہب شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کا حکم کریگا تو اوسکا حکم نافذ نہوگا اور قنادیہ کا زرونی مین شیخ شبلی سے منقول ہے کہ اگر قاضی حنفی صاحبین کے قول پر حکم کرے امام کے مخالف اور حالانکہ صاحبین کا قول اوس مسئلہ مین مرجح نہین تو اوسکا حکم نافذ نہوگا توڑا جائیگا کذا فی الطحطاوی شارح اشباہ کے مسائل مستثنی کو بسبب کثرت کے نقل کیا منجملہ مسائل اشباہ نکاح متعہ ہے یعنی اگر قاضی مجتہد اپنے خلاف مذہب جواز نکاح متعہ کا حکم کرے تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ متعہ منسوخ ہے اور ابن عباس اگرچہ جواز کے قائل تھے لیکن یہہ قول مخالف کتاب اور سنت کے معتبر نہوگا علاوہ اسکے اس مسئلہ سے ابن عباس کا رجوع بھی صحیح اور ثابت ہے قال ابن المصنف الشيخ صالح بن محمد بن عبد الله في حاشيته عليها المسماة بزواهر الجواهر في التفسير على الاشباه والنظائر وقد ظفرت بمسائل اخر فذكرتها تتميما للفائدة وقسمتها على ثلاثة اقسام الاول ما لم يختلف فيه مشايخنا والثاني اختلفوا فيه الثالث ما لا نص فيه عن الامام واختلف اصحابنا فيه وتعارضت فيه تصانيفهم م مصنف کے بیٹے شیخ صالح

ابن محمد بن عبد اللہ نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں جسکا نام زواہر الجواہر فی التفسیر علی الاشباہ والنظائر ہے کہا اور البتہ میں نے چند مسائل اور پائے ہیں سو میں نے اونکو ثبت کیا ہے تاکہ اس سلسلہ
فائدہ پورا ہو جائے اور اونکو تین قسم کیا ہے پہلی قسم وہ جسمیں ہمارے مشائخ یعنی امام او صاحبین مختلف نہیں ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جسمیں وہ مختلف ہیں اور تیسری
قسم وہ ہے جسمیں امام سے روایت صریح نہیں اور ہمارے اصحاب یعنی مصنفین اہل مذہب اوسمیں مختلف ہیں اور اونکی تصانیف اوسمیں متعارض ہیں پس فین اور بعض عدم
اذا باع دارًا وقبضها المشتری واستحقت منه وتعذّر علی البائع ردها فقضی علی البائع للمشتری بدار مثلها فی المواضع والسعة والعلو والبیوت
والبناء کقول عثمان البتی ثم رفع لقاض اخر ابطله والزم رد الثمن فقط الا ان یکون احدث بناء او غرسا فیلزمه بقیمته عند الثانی
سو قسم اول سے یہہ مسئلہ ہے کہ جب ایک شخص نے گھر بیچا اور اوسپر مشتری نے قبضہ کیا اور وہ گھر مستحق ہو گیا اور اوس سے یعنی غیر بائع کا مملوک ثابت ہو کر متعذر ہو تو
پھیرنا متعذر ہوا سو قاضی نے بائع پر مشتری کیواسطے ایسے دوسرے گھر دینے کا حکم کیا جو اوسکی برابر ہو باعتبار مساکن اور محلہ اور طول اور عرض کی ناپ اور عمارت میں جیسا کہ
عثمان البتی کا یہہ مذہب ہے پھر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اوسکو باطل کرے اور فقط قیمت پھیر دینا بائع پر لازم کردے مگر یہہ کہ مشتری نے اوسمیں عمارت بنائی
ہو یا درخت لگایا ہو تو اوسکی قیمت بھی گھر کی قیمت کے ساتھ لازم کرے ومنه حکم قضی ببطلان شفعة الشریک ثم رفع لقاض اخر فانه ینقضه لمخالفته
لنص الحدیث اور ازانجملہ یہہ کہ ایک قاضی نے شفعہ شریک کے بطلان کا حکم کیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو اوسکو باطل کر دیگا کیونکہ یہہ حکم نص حدیث
کے مخالف ہے ومنه المحدود فی قذف اذا قضی بشیء بعد توبته ثم رفع الحکم لقاض لا یراه ابطله اور ازانجملہ یہہ کہ جس قذف کی حد پڑی جب کہ
وہ کسی چیز کا حکم کرے بعد اسکے ثابت ہونیکی گواہی سے پھر اوسکا مرافعہ ہوا اوس قاضی کے پاس جسکا یہہ مذہب نہیں ہے تو اوسکو باطل کردے ھم طرطوسی نے لکھا اور
ایک نسخہ میں بعد توبتہ ہے بتاء مثناۃ فوقانیہ یعنی محدود فی القذف اپنی توبہ کرنیکے بعد قاضی ہو کر حکم کرے ومنه ما لو حکم اعمی ثم رفع لقاض لم یر نقضه لانه لیس
من اهل الشهادة والقضاء فوقعا اور ازانجملہ یہہ ہے اگر اندھا حکم کرے پھر اوسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہو جو اوسکو جائز نہیں جانتا تو اوسکو باطل کردے
اسواسطے کہ اندھا اور اسیطرح محدود فی القذف لائق شہادت کے نہیں اور قاضی ہونا تو شہادت سے بھی بالاتر ہے ھم یہہ دونو مسئلوں کی دلیل ہے ومنه اذا حکم
بشهادة الصبیان ثم رفع لاخر نقضه لانه کالمجنون وکذا ما اداه النائم فی نومه اور ازانجملہ یہہ کہ جب قاضی لڑکون کی گواہی سے حکم کرے پھر اس کا
دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہو تو اوسکو باطل کردے اسواسطے کہ یہہ مجنون کی مانند ہے اور اسیطرح وہ مسئلہ ہے جب کہ سوتا آدمی سونیکی حالت میں گواہی ادا کرے اور اوسپر
کوئی حکم کرے لازم الابطال ہے ھم اگرچہ بعضون کے نزدیک شہادت اطفال معتبر ہو لیکن یہہ مخالف نص قرآنی کے ہے لہذا لازم الابطال ہے قال الله تعالیٰ واستشهدوا
شهیدین من رجالکم یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ دو گواہ کرو اپنے مردون میں سے یعنی مسلمانون میں سے کہ مرد ہو گواہی میں شرط ہیں حالانکہ اطفال مرد نہیں
بولتے ومنه الحکم بشهادة النساء وحدهن فی شجاج الحمام ورفع لاخر لا یمضیه اور ازانجملہ حکم کرنا فقط عورتونکی گواہی سے سر کے زخمون میں حمام کے
اندر اور اوسکا مرافعہ ہوا تو دوسرا قاضی اوسکو نہ جاری رکھے بلکہ باطل کردے اسواسطے کہ نص قرآنی کے مخالف ہے ومنه الحکم باجارة المدیون فی دینه لا ینفذ اور
ازانجملہ حکم کرنا مدیون کے اجارہ پر اوسکے دین میں نافذ نہوگا ومنه القضاء بخط شهود اموات لا ینفذ اور ازانجملہ حکم کرنا مردہ گواہوں کے خط دیکھکر نافذ نہیں
ومنه القضاء بجواز بیع الدراهم بالدنانیر نسیئة اور ازانجملہ حکم کرنا جواز بیع دراہم کا دنانیر سے ادھار یعنی ایک شخص روپے نقد دے اور دوسرا اشرفی دینے کا
وعدہ کرے یا بالعکس واجب الابطال ہے اسواسطے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے ومنه القضاء بشهادة اهل الذمة فی الاسفار فی الوصیة ثم رفع لمن لا یراه
نقضه اور ازانجملہ حکم کرنا کفار ذمیون کی گواہی سے سفر اور وصیت میں پھر مرافعہ ہوا اوس قاضی کے پاس جسکا یہہ مذہب نہیں تو اوسکو باطل کردے ومنه اذا قضی
بشیء ثم رفع لاخر نقضه ولو بیّن وجه النقض امضی نقضه اور ازانجملہ یہہ کہ جب ایک قاضی نے کسی چیز کا حکم کیا پھر اوسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا
سو دوسرے حاکم نے اوسکو باطل کیا اور وجہ بطلان کو بیان نکیا تو حاکم ثانی کا حکم جاری رکھا جائیگا اسواسطے کہ مسدد نقض میں اصل یہہ ہے کہ علی وجہ السداد ہو کذا فی
الفواکہ ومنه اذا باع رجل من اخر عبدًا او امة ومضی علی ذلك مدة ثم ظهر فیه عیب لم یکن عند البائع ولم تقم به بینة بانه کان موجودًا
عنده فرده القاضی علی البائع ثم رفع حکمه لاخر فانه یبطل الرد ویعیده للمشتری اور ازانجملہ یہہ کہ جب ایک مرد نے دوسرے سے غلام یا لونڈی کو بیچا اور ایک

اور اگر [illegible] اوسمین وہ عیب ظاہر ہو اجسکا بائع اقرار نہین کرتا اور اوسپر گواہ بھی قائم نہین کہ وہ عیب بائع کے پاس تھا سو قاضی نے اوسکو بائع پر رد کیا پھر اوسکا مرافعہ ہو
ہو تو وہ اس پھیر دینے کو باطل کرے اور مشتری کے پاس اوسکو پھیرے ومنه اذا حكم بتحريم بنت المرأة التي لم يدخل بها ثم دفع لحاكم آخر
لمخالفته لنص وربائبكم اللاتي في حجوركم الآية اور ازانجملہ یہ کہ ایک حاکم نے اوس عورت کی بیٹی کی تحریم کا حکم کیا جس سے اوسکے زوج نے
بلا قربت کیے طلاق دی پھر اوسکا مرافعہ دوسرے حاکم کے پاس ہوا تو حاکم اول کے حکم کو باطل کردے اسواسطے کہ تحریم اس نص قرآنی کے مخالف ہے اور
ربیبہ جو تمہاری گودون مین ہین تمہاری اون عورتون سے جنسے تمنے صحبت کی سو اگر تمنے اون سے صحبت نکی تو تمپر کچھ گناہ نہین ومن
[illegible] اذا اختلف الصحابة على قولين ثم اخذ الناس باحد قوليهم وتركوا الآخر فحكم القاضي بالمتروكة لم ينقض عنده خلافا
للثاني اور قسم ثانی یعنی جسمین امام اور صاحبین مختلف ہین یہ مسئلہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف ہون دو قول پر پھر لوگون نے اونکے ایک قول پر
عمل کیا اور دوسرے قول کو چھوڑا سو قاضی نے قول متروک پر حکم کیا تو امام کے نزدیک حاکم ثانی اسکو نہ توڑے بخلاف ابو یوسف کے ومنه اذا وطئ ام امرأته و
حكم ببقاء النكاح ثم دفع لآخر يرى خلافه لم يبطله ثم ان الزوج جاهلا فهو في سعة وان عالما لا يحل له المقام معها لان القضاء
لا يحل ولا يحرم خلافا لابي حنيفة اور ازانجملہ یہ کہ جب ایک شخص نے اپنی خوشدامن سے وطی کی یعنی زنا کیا اور حالانکہ ہنوز منکوحہ سے قربت نہین ہوئی
كذا في جامع الفصولين اور قاضی نے بقاء نکاح منکوحہ کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جو اوسکے مخالف اعتقاد رکھتا ہے تو حاکم ثانی اسکو باطل نکرے
پھر اگر زوج جاہل ہے تو وہ کشائش مین ہے یعنی منکوحہ کے پاس رہنا اوسکو جائز ہے اور اگر عالم ہے تو اوسکو منکوحہ کے پاس رہنا حلال نہین اسواسطے کہ قاضی کا حکم
حرام کو حلال نہین کردیتا اور نہ حلال کو حرام بخلاف امام اعظم کے کہ اونکے نزدیک بقاء نکاح کا حکم لازم البطلان ہے كذا في الظهيرية وذكر الحاكم في المنتقى في
رجل وطئ ام امرأته فقضى ان ذلك لا يحرمها ثم رفع لآخر فرق بينهما وذكر ذلك مطلقا فالظاهر ان ذلك مذهبه او قول الامام المخالف
لنص ولا [illegible] وهو الوطء اور حاکم نے اوس مرد کے حق مین ذکر کیا جسنے اپنی خوشدامن سے وطی کی ہے پھر قاضی کا حکم ہوگیا کہ یہ وطی اوسکی منکوحہ کو حرام نہین کرتی
پھر مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا وہ تفریق کردے زوجین مین اور حاکم نے اوسکو مطلقا ذکر کیا بلا اختلاف امام اور صاحبین کے تو ظاہر ایسا ہے تفریق حاکم کا مذہب ہے
یا امام کا قول ہے بسبب مخالف ہونیکے اس نص قرآنی کے کہ نہ نکاح کرو جو تمہارے باپون نے نکاح کیا عورتون سے اور نکاح سے یہان وطی مراد ہے یعنی اوس عورت
سے قربت کرو جس سے تمہارے باپون نے قربت کی ہے نص مذکور اس مسئلہ کی دلیل نہین ہو سکتی بلکہ اوس مسئلہ کی دلیل ہے جسکو جامع الفصولین مین اسطرح ذکر کیا
کہ اگر قاضی [illegible] از نکاح مزنیہ اب کا حکم بیٹے کیواسطے یا بالعکس تو یہ حکم نافذ نہوگا کہ اسکی حرمت کتاب اللہ مین منصوص ہے كذا في الظهيرية ومنه اذا قضى بخلاف
مذهبه غلطا ووافق قول مجتهد ثم دفع لآخر امضاه عند الامام وقالا لا يمضيه لانه غلط والغلط ليس بمجتهد فيه اور ازانجملہ جب
قاضی نے خلاف اپنے مذہب کے غلط حکم کیا اور کسی مجتہد کے قول کے موافق پڑگیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو وہ اوسکو جاری رکھے امام کے نزدیک اور
صاحبین نے کہا کہ اوسکو باطل کردے اسواسطے کہ وہ غلط ہے اور غلط مجتہد فیہ نہین جامع الفصولین مین ہے کہ قضا في المجتهدات نافذ ہے سب علما کے نزدیک بالاجماع
لیکن سزاوار یہ ہے کہ قاضی عالم ہو مواضع خلاف سے اور قول مخالف کو چھوڑے اور اپنے مذہب کے موافق حکم کرے تا جمیع علما کے نزدیک باتفاق روایات صحیح ہو اور اگر
قاضی کو مواضع اجتہاد کا علم نہو تو اوسکے نفاذ حکم مین ہمارے علما سے دو روایتین ہین یعنی صحت اور عدم صحت اور اگر قاضی مجتہد ہے سو اوس نے غیر کے مذہب پر بھول کر
حکم کیا تو یہ حکم امام کے نزدیک نافذ ہے اور اگر عمدا حکم کیا تو بھی بقول صحیح نافذ ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ نافذ نہین بموجب اوسکے زعم کے اور صاحبین
ہی کے قول پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول پر فتوی ہے كذا في الظهيرية ومنه المديون اذا حبس لا يكون حبسه حجرا عليه وقال القاسم
بن معن حجر فلو حكم به ثم دفع لآخر نقضه وقالا ينفذ فلو حكم الثاني به نفذ ولو نقض اور ازانجملہ یہ کہ مدیون محبوس ہوا تو اوسکا حبس مانع
اوسکے تصرفات کا نہین اور قاسم بن معن نے کہا کہ مانع ہے سو اگر قاضی نے اوسکی منع تصرف کا حکم کیا پھر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اوسکو باطل کردے
اور صاحبین نے کہا کہ وہ حکم نافذ ہے سو اگر دوسرے قاضی نے بھی پہلے قاضی کے موافق حکم کیا تو اب وہ حکم نافذ ہوگا اور باطل نہوگا یعنی باتفاق ومن القسم الثالث

اذا حكم بشاهد ويمين في الاموال ثم رفع الى حاكم يرى خلافه نقضه عند الثاني وعن الامام لا للاختلاف في الآثار - اور تیسری قسم سے جب حاکم نے حکم کیا ایک شاہد اور مدعی کی قسم پر مالی مقدمات مین پہر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جسکا مذہب اسکی خلاف ہو تو اس حکم کو باطل نزدیک اور امام سے ایک روایت یہہ ہو کہ باطل نکرے بسبب اختلاف آثار کے یعنی بعض آثار ایک شاہد اور یمین کے حکم کے جواز پر دلالت کرتے جواز پر ہم موافق تقسیم سابق کے مناسب یہہ تہا کہ یہہ مسئلہ قسم ثانی مین مذکور رہوتا اسواسطے کہ قسم ثالث وہ ہے جسمین امام سے روایت نہو حالانکہ موجود ہے مگر یہہ کہ روایت سے وہ روایت معتبر مراد رکہے ومنه اذا قضى القاضي بشهادة الاب لابنه او الجد له ثم رفع لآخر لا يراه امضاه ينقضه عند محمد اور از انجملہ یہہ کہ جب قاضی باپ کی گواہی پر اوسکے بیٹے یا دادا اوسکے پوتے کیواسطے حکم کرے پہر دوسرے کے پاس مرافعہ ہو جسکا مذہب اسکو ابو یوسف کے نزدیک اسکو جاری رکہے اور محمد کے نزدیک اسکو باطل کرے ومنه اذا تزوج الثاني بابنته من الزنى وحكم الحاكم بحل ذلك ثم رفع لمن لا يراه ابطله لانه مما يستشنعه الناس ذكره في شرح الطحاوي اور از انجملہ یہہ کہ جب زانی نے اپنی زنا کی بیٹی سے نکاح کیا اور حاکم نے اسکو حلال ہونیکا حکم کیا پہر مرافعہ ہوا اوس حاکم کے پاس جسکا مذہب اسکو مخالف ہو تو اوسکو باطل کردے اسواسطے کہ اسکو لوگ معیوب جانتے ہین ہم لوگون سے اہل فضل مراد ہین اور مناسب یہہ تہا کہ اسمین خلاف کو مذکور کرتا اسواسطے کہ قسم ثالث سے ہے ومنه رجل اعتق عبدا ثم مات المعتق ولا وارث له ثم قضى القاضي بميراثه للمعتق ثم رفع الى حاكم آخر نقضه وجعل ماله لبيت المال عند ابي يوسف وهو صحيح لقوله صلى الله عليه وسلم انما الولاء لمن اعتق ولا يلزم مولى الموالاة لانه مستحق بالعقد وهو قائم بهما فاستويا كالزوجية فاغتنم هذا المقام فانه من جواهر هذا الكتاب والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب اور از انجملہ یہہ کہ ایک مرد نے غلام کو آزاد کیا پہر آزاد کرنیوالا مرگیا اور اوسکا کوئی وارث نہین پہر قاضی نے اوسکی میراث غلام آزاد کو دلائی پہر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس تو اس حکم کو باطل کردیگا اور اوسکا مال بیت المال کے واسطے ٹہراوے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہے بدلیل اس حدیث صحیح کے کہ میراث اوسی شخص کے واسطے ہے جسنے آزاد کیا یعنی غلام آزاد کے واسطے میراث نہین اور مولی العتاقہ پر مولی الموالاۃ کا اعتراض لازم نہین آتا اسواسطے کہ مولی الموالاۃ مستحق میراث کا عقد موالاۃ سے ہوتا ہے اور عقد مذکور دونون مین قائم ہے تو دونون میراث پانے مین برابر ہوگئے جیسے زوجیت زوجین مین برابر قائم ہو یعنی مطلق ارث مین نہ مقدار سہم مین سو غنیمت جان اس مقام کو کہ وہ اس کتاب کے جواہرات مین سے ہے اور اللہ تعالے دانا تر ہے ٹہیک بات کا اور اوسیکی طرف مرجع اور مآب ہے مولی الموالاۃ یہہ کہ دو شخص مجہول النسب آپسمین عقد محبت منعقد کرین تو اگر کوئی اونکا وارث نہو تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا بخلاف ولاء عتاقت کے کہ اوسمین آزاد کرنیوالا فقط اپنے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور غلام آزاد اوسکا وارث نہین ہوتا فقط

خاتمۃ الطبع الحمد للہ والمنۃ کہ جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المختار ماہ جمادی الاولے سنہ ہجری مین مطبع صدیقی واقع بانس بریلی مین تصحیم وتکمیل احقر العباد محمد احسن صدیقی حلیہ طبع سے آراستہ ہوئی الحمد للہ اولاً وآخراً وصلے اللہ علی کل عبد مصطفے ؂

اشتہار حقوق ترجمہ اس کتاب کے بموجب قانون بست سنہ ۱۸۶۷ء کے محفوظ کرلئے گئے کوئی صاحب بدون اجازت تحریری احقر کے قصد طبع نفرماوین ؂

التماس جس جلد پر ناظرین مہر طغرائی احقر نپاوین اوسکو مسروق تصور فرماکر قصد خریداری نکرین ؂

تنبیہ واسطے اسبات کے کہ یہہ کتاب مطبوعہ مطبع صدیقی کی ہر سطر عنوان موح متضمن مادۂ تاریخ لکہی گئی ؂

